بکھرے موتی

اوّل تا ہشتم

انتخاب و ترتیب

مبلغِ اعظم حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ پالنپوری

تصحیح و نظرِ ثانی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پالنپوری

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالی پالنپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
تصحیح و اضافہ شدہ
بکھرے موتی
حصہ اوّل
حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
انتخاب و ترتیب
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی
مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	....	**بکھرے موتی**
انتخاب وترتیب	....	حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہٗ العالی
		صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح ونظر ثانی	....	حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
باہتمام	....	محمد قیصر محمود مہاروی
مطبع	....	لعل سٹار پرنٹرز
ناشر	....	**مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

ملنے کے پتے

فہرست (اول)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

پیش لفظ

از

جناب مولانا محمد عثمان صاحب

اس سال اجتماع رائے ونڈ کے موقع پر مولانا محمد یونس پالن پوری مدظلہ، ابن حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ کی ملاقات ہوئی۔ دورانِ ملاقات عالمی اُمور پر گفتگو ہوئی، چلتے چلتے مولانا کی ایک کاپی پر نظر پڑی۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ وہ مختلف کتب کے مطالعہ کے دوران جو مفید اور اہم یا نادر بات سامنے آتی اس کو اپنی کاپی میں لکھتے رہتے تا کہ بوقت ضرورت اس سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

اور یہ ہمارے اکابر اور اہل علم کا طریقہ بھی رہا ہے۔ ورنہ بسا اوقات، بہت سی مفید اور اہم باتیں مطالعہ کے دوران آ کر گزر جاتی ہیں اور بعد میں یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتیں کہ کہاں پڑھی تھیں۔ اور اس وقت افسوس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہا گیا ہے:

اَلْعِلْمُ صَيْدٌ وَالْكِتَابَةُ قَيْدٌ

اور یہ مطالعہ کا ذوق بظاہر مولانا کو اپنے والد محترم "لِسَانُ الدَّعْوَةِ" حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں ملا ہے کہ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِأَبِيْهِ" اور بندہ نے بارہا حضرت پالن پوری کو دیکھا کہ مطالعہ کے دوران استغراق کی کیفیت ہوتی اور ہمہ تن کتاب کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ تفسیر کا حضرت کو انتہائی ذوق تھا۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: جی چاہتا ہے اب کتب حدیث کو دیکھوں لیکن کیا کروں قرآن کریم ایسا گہرا سمندر ہے کہ اس میں غوطے کھاتے جاؤ اور موتیاں نکالتے جاؤ، وہ موتیاں نکلتی ہی رہتی ہیں۔ قرآن کریم کے سمندر میں غوطے کھانے سے فرصت نہیں مل رہی کہ حدیث کے سمندر میں غوطے کھاؤں۔

لیکن وہ تفسیر قرآن میں اوّل درجہ میں تفسیر القرآن بالقرآن (قرآن کریم کی آیات کی تفسیر دوسری آیات سے) دوسرے درجہ میں تفسیر القرآن بالحدیث اور پھر تفسیر قرآن باقوال الصحابہ والتابعین کے قائل اور داعی بھی تھے اور تفسیر بالرائے سے بہت ڈرا کرتے تھے اور ان پر روتے اور لرزتے اور کانپتے دیکھا ہے۔ عربوں کے مجمع میں بھی فرماتے تھے کہ تم کو نصیحت کرتا ہوں اور تم بھی اپنی اولاد کو اور نسلوں کو نصیحت کر دینا کہ قرآن کریم کو حدیث اور صحابہ کے واسطے کے بغیر نہ سمجھنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور گمراہ کر دو گے۔

مطالعہ اور کتب بینی کے ذوق وشوق کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ نظام الدین میں بندہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرہ کی الماریوں میں کتابیں سجی ہوئی تھیں، پلنگ پر بیٹھتے ہوئے رو دیئے اور ان کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بندہ سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مصنفین کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ انہوں نے کتنی محنت سے یہ کتابیں لکھیں ہیں اور آج صرف ان کا پڑھنا مشکل ہو رہا ہے، لیکن، ہمارے اکابر۔۔۔ ۔۔۔ کو بے کار نہ سمجھا کہ خواہ مخواہ اتنی کتابیں لکھ دیں اور پھر فرمایا کہ دل میں بھی یہ بات نہ لانا بلکہ دعوت

وتبلیغ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کتابوں کی ایک ایک سطر اور ایک ایک مسئلہ وجزئیہ کو انسانوں کی زندگیوں میں زندہ کرے گا، اور کر رہا ہے۔ اور پھر فرمایا: مجھے جینے اور زندہ رہنے کی تمنا صرف اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ اپنی زندگی میں ایک مرتبہ تو ان سب کو پڑھ ہی ڈالوں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں کا کیا فائدہ؟ حالانکہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر بخاری ومسلم کو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کرہم پر احسان نہ فرماتے تو ہمیں یہ حدیثیں کیسے پہنچتیں۔ اسی طرح بقیہ کتب کا حال ہے۔

دعاؤں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ بار بار کانوں میں گونجتا ہے: اے اللہ! قرآن وحدیث کا علم بدن سے جاری فرمادے۔ قرآن وحدیث کو عالم میں لے کر پھرنے والا بنادے۔ آمین! جب کوئی مفید کتاب بتلائی جاتی تو فوراً اس کو خرید کر بھیجنے کا حکم فرماتے اور اپنی کتابوں کی الماری میں اس کو رکھتے۔ کئی بار بندہ سے پاکستان میں چھپی ہوئی کتابیں منگوائیں۔ اور علمی ذوق ہی کا نتیجہ تھا کہ خصوصاً اہل علم وعلماء دین ومدارس کے طلباء سے انتہائی محبت اور تواضع وخوش خلقی سے پیش آتے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

لیکن لکھتے وقت کیا کروں ان کی وہ محبت وشفقت، علمی انہماک، تفسیری ذوق، دُعا میں استغراق کی کیفیت اور تضرع وزاری، اُمت کا غم ودرد، ان کا روزانہ صبح نظام الدین کا بیان، اور اجتماع رائے ونڈ کے بیانات اور جماعتوں کو روانگی کی ہدایات اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت وجلال کو بیان کرتے وقت مجمع پر سناٹے کا چھا جانا اور دین کے پورے عالم میں زندہ ہونے کی دلوں میں اُمید کا وابستہ ہوجانا اور باطل کی تمام طاقتوں اور قوتوں کا مکڑی کا جالا محسوس ہونا، غریبوں کی ہمدردی وغم خواری، خوش حال گھرانوں کی فکر، نوجوانوں پر خاص نظر۔ ہر ایک کی صلاحیت سے فائدہ اٹھانا اور اس کی صلاحیت کے استعمال کا مصرف تلاش کرنا، ان کا تواضع وعجز ومسکنت، ان کی سادگی، ان کی نصیحتیں اور ان کا اپنے بارے میں ڈر، ان کی فکر آخرت، ان کا قرآن کریم کی آیات سے ہر وقت کے حالات میں رہبری کا لینا۔

ان کی اجتماعی مال میں احتیاط کا حال، ان کی پوری عالم کے حالات سے واقفیت، ارتداد کی خبروں سے بے چین ہوجانا اور فوری طور پر جماعتوں کا وہاں بھیجنا، ان کا پرانے کام کرنے والوں کے جوڑوں میں اُمت پر محنت اور اُمت کی فکر کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ خصوصی تعلق حاصل کرنے اور اپنے رذائل روحانیہ، حسد، بغض، کینہ وغیرہ کے دور کرنے پر اور اجتماعیت کی فکر پر زور دینا۔

ان کا امریکہ اور دوسرے ملکوں کے اوقات نماز کے صحیح کرانے کی فکر اور فلکیات میں مہارت اور ماہر فلکیات کی غلطیوں پر متنبہ کرنا، ان کی اپنے امیر کی اطاعت ان کے مشورہ کی پابندی، ان کا علماء ومشائخ سے اپنے بیانات میں غلطیوں کی نشاندہی کے لیے پوچھنا اور علماء ومشائخ کا ان کو اطمینان دلانا اور ان کی دنیا بھر کے علماء ومشائخ کے پاس حتیٰ الامکان ہر سال ہدایا بھیجنا۔

ان کا حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کا اہتمام سے مطالعہ کرنا، ان کا سفر سے پہلے مرکز کے مقیمین سے مل کر جانا اور معافی مانگنا حتیٰ کہ اپنے چھوٹوں سے بھی، ان کے بیان سے ہر طبقہ کا مستفید ہونا اور یہ سمجھنا کہ یہ ہمارے ہی لیے فرمارہے ہیں۔ ان کا حضرت جی مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے انتہائی ادب وتواضع سے پیش آنا اور ان کا بندہ کو یہ فرمانا کہ میں نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو چوس لیا ہے، ان کا ہر وقت گھڑی کو سامنے رکھ کر ایک ایک لمحہ کو قیمتی بنانا اور وصول کرنا اور اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دینا۔

ان کا حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اور حضرت شیخ کا اُن سے تعلق، ان کو سرکار دوعالم کی خوابوں میں بکثرت زیارتوں کا ہونا، ان کی سیرت نبوی پر نگاہ، ان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور اقوال سے انفرادی واجتماعی اصولوں کا استنباط۔ ان کے اپنے شب وروز کے اجتماعی وانفرادی معمولات، ان کا بڑھاپے اور ضعف کے حالت میں مرکز کی ساری مشغولیتوں کے ساتھ حفظ قرآن کا حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی

اجازت کے ساتھ کرنا، ان کا بیان سے پہلے اور بیان کے بعد اہتمام سے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانا اور ہر بات میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کرنا۔

ان کا رمضان المبارک میں اعتکاف، ان کے قرآن کریم پڑھ کر سنانے سے مردہ دلوں کا زندہ ہونا اور سخت سے سخت دلوں کا موم ہونا اور شرابیوں، ڈاکوؤں، ظالموں وغیرہ کا ان کی دعوت سن کر توبہ کرنا۔ ان کے بیان میں مضمون کا ارتباط وغیرہ وغیرہ یہ سب پہلو اُمنڈ اُمنڈ کر سامنے آ رہے ہیں اور مجبور کر رہے ہیں کہ ان سب پر لکھا جائے۔ اگر اللہ کے فضل اور توفیق نے دستگیری کی تو اُن کے قرآنی افادات پر لکھنے کا ارادہ ہے۔

﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ (سورۃ الطلاق: آیت ۳)

بزرگوں کی سوانح اور واقعات بڑے رہبر ہوتے ہیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

(اَلْحِكَايَاتُ جُنْدٌ مِّنْ جُنُوْدِ اللّٰهِ يُثَبِّتُ اللّٰهُ بِهَا قُلُوْبَ اَوْلِيَاءِهٖ) کہ ان واقعات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے دلوں کو مضبوط کرتا اور جماتا ہے۔ یہ اللہ کے لشکر ہیں اور اس پر قرآن کریم کی یہ آیت دلیل ہے:

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ﴾ (سورۂ ھود: آیت ۱۲۰)

ترجمہ: ''اور سب چیز بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں تیرے دل کو۔''

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے علماء کے قصے اور ان کے محاسن مجھے فقہ سے بہت زیادہ محبوب ہیں، اس لیے کہ وہ اخلاق اور ادب سکھاتے ہیں اور اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے:

﴿اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (سورۃ الانعام: آیت ۹۰)

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے، سو تو چل ان کے طریقہ پر۔''

اور ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (سورۂ یوسف: آیت ۱۱۱)

ترجمہ: ''البتہ ان کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو۔''

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

(اَلْحِكَايَاتُ تُحَفُ الْجَنَّةِ)

ترجمہ: ''حکایات و واقعات جنت کے تحفے ہیں۔''

''حکایات زیادہ سے زیادہ بیان کرو کہ یہ موتی ہیں اور بہت ممکن ہے کہ ان میں کوئی نادر موتی ہاتھ آ جائے۔''

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

(عِنْدَ ذِكْرِ الصّٰلِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ)

ترجمہ: ''صلحاء اور نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت برستی ہے۔''

یہ سب باتیں حضرت مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھتے ہی نوک قلم پر آ گئیں اور جی چاہ رہا ہے کہ اس پر لکھتا جاؤں لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

مولانا محمد یونس صاحب کی اس کاپی کو دیکھا تو اس میں کتاب کے حوالوں کے ساتھ بہت مفید اور اہم مضامین تھے جن کو جمع کرنا ان کے ذوق کی نشانی ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ اس کو چھپوا دیا جائے تو بہت ہوگا۔ مولانا منع کرتے رہے کہ یہ تو اپنی ذاتی یادداشت کے لیے لکھا ہے لیکن بندہ نے اصرار کیا کہ اگر اس سے دوسروں کو بھرپور فائدہ پہنچ جائے تو کیا حرج ہے اور یہ ہمارے اکابر کا معمول چلا آرہا ہے۔ کشکول زریں خزانے وغیرہ کے نام سے وہ اپنا عرق مطالعہ چھپواتے رہے ہیں۔

الحمدللہ! ان کے والد صاحب کے تعلق کی وجہ سے بھی انہوں نے میری عاجزانہ درخواست کو قبول کرلیا اور کاپی مجھے دے دی۔ یہ متفرق مضامین کا مجموعہ ہے جس میں باہمی ارتباط تلاش نہ کیا جائے جیسے جیسے کوئی مفید بات سامنے آتی رہی وہ جمع کرتے رہے۔

اس سے جو جس مضمون کا فائدہ اٹھالے وہ اٹھا سکتا ہے، اس لیے اس کا نام "بکھرے موتی" رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور ان کو ان کے لیے اور ان کے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ ابھی ایک حصہ اس کا پیش کیا جارہا ہے۔ آئندہ انشاء اللہ مزید حصے بھی سامنے آئیں گے جن میں مفید معلومات ہوں گی۔

حق تعالیٰ شانہ بندہ کے لیے بھی اس معمولی سی کوشش کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائے اور صلحاء اور نیک لوگوں میں اس کی برکت سے شامل فرمائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ① کی اس تصحیح اور نظر ثانی کا کام بندہ کے بڑے بھائی مولانا عمر فاروق صاحب زید مجدہ نے کیا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

محمد عثمان کراچی
۲۷ رمضان المبارک یوم الثلثاء بعد الظہر ۱۴۲۳ھ
بمقام حرم مدنی مسجد نبوی مدینہ منورہ

① اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں۔ (سورۃ فاطر: آیت ۱۷) محمد امین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿۱﴾ اسلام کی محنت

اسلام حق ہے اس کی محنت کے لیے چار ماہ مانگتے ہیں۔ اس کے لیے چار لائن کی محنت ہے:

- سننے کی محنت۔ تعلیم
- بولنے کی محنت۔ دعوت
- سوچنے کی محنت۔ ذکر
- مانگنے کی محنت۔ دعا

ایمان مجاہدہ سے پکے گا...... دعوت دینے سے بنے گا...... ہجرت سفر سے پھیلے گا...... حقوق العباد کی ادائیگی سے بچے گا۔

(مولانا احمد لاٹ صاحب اجتماع بھوپال)

﴿۲﴾ داعی اپنی اجتماعی فکروں کے ساتھ انفرادی نیکیاں بھی کرتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں آج روزہ کس نے رکھا؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: تم میں سے آج کس نے کسی بیمار کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا: تم میں سے آج کون جنازہ میں شریک ہوا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو آدمی ایک دن میں یہ سارے کام کرے گا وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۲ صفحہ ۲۴۸)

﴿۳﴾ امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی عجیب فضیلتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ بتلاؤں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید، لیکن ان کو اللہ کے ہاں اتنا اونچا مقام ملے گا کہ قیامت کے دن نبی اور شہید بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ نور کے خاص منبروں پر ہوں گے اور پہچانے جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ کا محبوب بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کے خیر خواہ بن کر زمین پر پھرتے ہیں۔ میں نے عرض کی یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنائیں، لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب کیسے بنائیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ لوگ اللہ کے بندوں کو ان کاموں کا حکم دیں گے جو کام اللہ کو محبوب اور پسند ہیں اور ان کاموں سے روکیں گے جو اللہ پسند نہیں ہیں۔ وہ بندے جب ان کی بات مان کر اللہ کے پسندیدہ کام کرنے لگ جائیں گے تو یہ بندے اللہ کے محبوب بن جائیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۲ ص ۸۰۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک لوگوں کے اعمال کے سردار ہیں ان دونوں کو کب چھوڑ دیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں وہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں۔

میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! بنی اسرائیل میں کیا خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے نیک لوگ دنیا کی وجہ سے فاجر لوگوں کے سامنے دینی معاملات میں نرمی برتنے لگیں اور دینی علم بدترین لوگوں میں آجائے اور بادشاہت چھوٹوں کے ہاتھ لگ جائے تو پھر اس وقت تم زبردست فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ تم فتنوں کی طرف چلو گے اور فتنے بار بار تمہاری طرف آئیں گے۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد۲ صفحہ۷۰۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم اپنے رب کی طرف سے ایک واضح راستہ پر رہو گے جب تک تم میں دو نشے ظاہر نہ ہو جائیں۔ ایک جہالت کا نشہ، دوسرا زندگی کی محبت کا نشہ۔

اور تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرتے رہو گے، لیکن جب دنیا کی محبت تم میں ظاہر ہو جائے گی تو پھر تم امر المعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرسکو گے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد نہ کرسکو گے، اس زمانے میں قرآن اور حدیث کو بیان کرنے والے ان مہاجرین اور انصار کی طرح ہوں گے جو شروع میں اسلام لائے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد۲ صفحہ۸۰۵)

﴿۴﴾ نظر بد دور کرنے کا وظیفہ

حضرت جبریل علیہ السلام نے نظر بد دور کرنے کا ایک خاص وظیفہ حضور اکرم ﷺ کو سکھایا اور فرمایا کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما پر پڑھ کر دم کیا کرو۔ ابن عساکر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے، آپ ﷺ اس وقت غمزدہ تھے۔ سبب پوچھا تو فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو نظر لگ گئی ہے۔ فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور ﷺ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو:

(اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطٰنِ الْعَظِيْمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيَّ الْكَلِمٰتِ التَّآمَّاتِ وَالدَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ)

حضور ﷺ نے یہ دعا پڑھی، وہیں دونوں بچے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگو! اپنی جانوں کو، اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو، اس جیسی اور کوئی پناہ کی دُعا نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد۵ صفحہ۴۱۶)

﴿۵﴾ اللہ کے راستے میں قرآن پڑھنے کی ایک خاص فضیلت

مسند احمد میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ لکھا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد۱ صفحہ۵۹۷)

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک چلہ میں سورۃ یٰسین کی روزانہ تلاوت کریں تو انشاء اللہ یہ فضیلت ہمیں بھی حاصل ہو جائے گی۔

﴿۶﴾ تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء

میں نور کے تڑکے میں جنت اٹھا سو کر! — اللہ کی رحمت کے دروازے کھلے پائے!
آتی تھی صدا پیہم جو مانگنے والا ہو! — ہاتھ اپنے عقیدت سے آگے میرے پھیلائے!
جو رزق کا طالب ہو میں رزق اسے دوں گا! — جو طالب جنت ہو جنت کی طلب لائے!
جس جس کو گناہوں سے بخشش کی تمنا ہو! — وہ اپنے گناہوں کی کثرت سے نہ گھبرائے!
وہ مائل توبہ ہو میں مائل عطا ہوں! — میں رحم سے بخشوں گا وہ شرم سے پچھتائے!

یہ سن کر ہوئے جاری آنکھوں سے میری آنسو! قسمت سے محبت میں رونا جسے آ جائے!
آقائے گدا پرور! سائل ہوں تیرے در پر! میں اور تو کیا مانگوں تو ہی مجھے مل جائے!

﴿۷﴾ ایمان اور اسلام کی اللہ کے یہاں قدر ہے، ہر دس سال پر مؤمن کامل کا بھاؤ اور قیمت بڑھتی ہے، اور مؤمن کا درجہ اللہ کے یہاں بڑھتا رہتا ہے

مسند احمد اور مسند ابو یعلیٰ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ جب تک بالغ نہیں ہوتا اس کے نیک عمل اس کے والد یا والدین کے حساب میں لکھے جاتے ہیں اور جو کوئی برا عمل کرے تو وہ نہ اس کے حساب میں لکھا جاتا ہے نہ والدین کے۔ پھر جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو قلم حساب اس کے لیے جاری ہو جاتا ہے اور دو فرشتے جو اس کے ساتھ رہنے والے ہیں ان کو حکم دے دیا جاتا ہے کہ اس کی حفاظت کریں اور قوت بہم پہنچائیں۔ جب حالت اسلام میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو (تین قسم کی بیماریوں سے) محفوظ کر دیتے ہیں: جنون، جذام اور برص سے۔

جب پچاس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب ہلکا کر دیتے ہیں، جب ساٹھ سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رجوع کی توفیق دیتے ہیں، جب ستر سال کو پہنچتا ہے تو سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حسنات کو لکھتے ہیں اور سیئات کو معاف فرما دیتے ہیں۔

پھر جب نوے سال کی عمر ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اور اس کو اپنے گھر والوں کے معاملے میں شفاعت کرنے کا حق دیتے ہیں اور اس کی شفاعت قبول فرماتے ہیں اور اس کا لقب ''اَمِیْنُ اللّٰہِ'' اور ''اَسِیْرُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ'' (یعنی اللہ کا معتمد اور زمین میں اللہ کا قیدی) ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اس عمر میں پہنچ کر عموماً انسان کی قوت ختم ہو جاتی ہے، کسی چیز میں لذت نہیں رہتی قیدی کی طرح عمر گزارتا ہے اور جب ارذل عمر کو پہنچ جاتا ہے، تو اس کے تمام وہ نیک عمل نامہ اعمال میں برابر لکھے جاتے ہیں جو اپنی صحت وقوت کے زمانے میں کیا کرتا تھا اور اگر اس سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو وہ لکھا نہیں جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰۔ معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۳۰)

﴿۸﴾ خدا کی قدرت

ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے تک کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرندہ سات سو سال تک اڑتا چلا جائے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۴۲۰)

﴿۹﴾ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ معاملہ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھر میں تھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھرا ہوا تھا حضرت جریر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہوئے انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں جانب دیکھا، آپ کو بیٹھنے کی جگہ نظر نہ آئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اٹھائی اور اُسے لپیٹ کر حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے چادر لے کر اسے سینے سے لگائی اور اُسے چوم کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اکرام فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابل

احترام آدمی آئے تو اس کا اکرام کرو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۵۶۳)

﴿۱۰﴾ مخصوص اعمال جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلاتے ہیں

ابو عبداللہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں یہ بات ذکر کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کے پاس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گزشتہ رات میں نے عجب باتیں دیکھیں۔

دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے، آخر اس کے وضو نے آ کر اسے چھڑا لیا۔ میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی بنائے ہوئے ہے لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے، اس کی نماز نے آ کر اسے بچا لیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے، جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں، اس کا روزہ آیا اور اس نے اُسے پانی پلا دیا اور آسودہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امتی کو دیکھا کہ انبیاء حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں۔ یہ جس حلقے میں بیٹھنا چاہتا ہے وہاں والے اُسے اٹھا دیتے ہیں، اسی وقت اس کا غسل جنابت آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھایا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اُسے اندھیرا گھیرے ہوئے ہے اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گھرا ہوا ہے کہ اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مؤمنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس سے بولتے نہیں، اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت کرو۔ چنانچہ وہ بات چیت کرنے لگے۔ ایک اور امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے، اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے منہ پر پردہ اور اوٹ ہو گئی اور اس کے سر پر سایہ بن گئی۔

اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اُسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے لیکن اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا اور ان کے ہاتھوں سے اسے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان حجاب ہے اس کے اچھے اخلاق آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچا آئے۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں طرف سے آ رہا ہے لیکن اس کے خوف خدا نے آ کر اسے اس کے سامنے کر دیا۔ اپنے ایک امتی کو میں نے جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا، اسی وقت اس کا اللہ سے کپکپانا آیا اور اسے جہنم سے بچا لے گیا۔

میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اسے اوندھا کر دیا گیا ہے تاکہ جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسی وقت خوف خدا سے رونا آیا اور ان آنسوؤں نے اسے بچا لیا۔ میں نے ایک امتی کو دیکھا کہ پل صراط پر لڑھکنیاں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا اور وہ پار اتر گیا۔ ایک کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر پہنچا، لیکن دروازہ بند ہو گیا، اسی وقت لا الٰہ الا اللہ کی شہادت پہنچی، دروازے کھلوا دیئے اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے جو مخصوص مصیبتوں سے نجات دلوانے والے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۷۱)

﴿۱۱﴾ قرآن کریم کی ایک خاص آیت عزت دلانے والی

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں نیز طبرانی نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل: ۱۱۱)

ترجمہ: ''تمام خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لیے (خاص) ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور

نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب برائیاں بیان کیا کیجئے۔" (بیان القرآن)

یہ آیت، آیت عزت ہے۔ (تفسیر مظہری جلد ۷ صفحہ ۲۶)

﴿۱۲﴾ کون سی مخلوق کون سے دن پیدا کی گئی

صحیح مسلم اور نسائی میں حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: مٹی کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن، عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں عصر کے بعد سے رات تک کے وقت میں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۰۶)

﴿۱۳﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک درہم خرچ کرو اور اللہ کے خزانے سے دس درہم لو

حضرت عبیداللہ بن محمد بن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک سائل امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کھڑا ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میں نے آپ کے پاس چھ درہم رکھوائے تھے اُن میں سے ایک درہم دے دو، وہ گئے اور انہوں نے واپس آکر کہا امی جان کہہ رہی ہیں وہ چھ درہم تو آپ رضی اللہ عنہ نے آٹے کے لیے رکھوائے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ہے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ چھ درہم بھیج دیں۔ چنانچہ انہوں نے چھ درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سائل کو دے دیے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس سے ایک اونٹ لئے گزرا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اونٹ کتنے میں دو گے؟ اس نے کہا ایک سو چالیس درہم میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اسے یہاں باندھ دو، البتہ اس کی قیمت کچھ عرصے بعد دیں گے۔ وہ آدمی اونٹ باندھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا۔ اس آدمی نے کہا: کیا آپ اسے بیچیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ اس آدمی نے کہا: کتنے میں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: دو سو درہم میں۔ دو سو درہم دے کر وہ اونٹ لے گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس آدمی سے اونٹ اُدھار خریدا تھا اسے ایک سو چالیس درہم دیے اور باقی ساٹھ درہم لا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیے۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ﴾ (سورۃ انعام: آیت ۱۶۰)

ترجمہ: "جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملے گے۔" (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

﴿۱۴﴾ غمگین کے کان میں اذان دینا

جو شخص کسی رنج و غم میں مبتلا ہو اس کے کان میں اذان دینے سے اس کا رنج و غم دور ہوتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غمگین دیکھ کر فرمایا: ابن ابی طالب! میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

(فَمُرْ بَعْضَ اَهْلِكَ يُؤَذِّنْ فِيْ اُذُنِكَ فَاِنَّهٗ دَوَآءُ الْهَمِّ)

ترجمہ: "تم اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ وہ تمہارے کان میں اذان دے کیونکہ یہ غم کا علاج ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ عمل کیا تو میرا غم دور ہو گیا، اسی طرح حدیث کے تمام راویوں نے آزما کر دیکھا تو سب نے اس کو مجرب پایا۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۶۵۸)

﴿۱۵﴾ بد اخلاق کے کان میں اذان دینا

جس کی عادت خراب ہو جائے، خواہ انسان ہو یا جانور، اس کے کان میں بھی اذان دی جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ سَاءَ خُلُقُهٗ مِنْ اِنْسَانٍ اَوْ دَآبَّةٍ فَاَذِّنُوْا فِیْ اُذُنِهٖ) (رواہ الدیلمی، مرقات شرح مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۹)

ترجمہ: ”جو بد اخلاق ہو جائے، خواہ انسان ہو یا چوپایہ اس کے کان میں اذان دو۔“

﴿۱۶﴾ شیطان کے پریشان کرنے اور ڈرانے کے وقت اذان کہنا

جب شیطان کسی کو پریشان کرے اور ڈرائے اس وقت بلند آواز سے اذان کہنی چاہیے، کیونکہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے۔

حضرت سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بنو حارثہ کے پاس بھیجا، اور میرے ہمراہ ایک بچہ یا ساتھی تھا۔ دیوار کی طرف سے کسی پکارنے والے نے اس کا نام لے کر آواز دی اور اس شخص نے جو میرے ہمراہ تھا دیوار کی طرف دیکھا، اس کو کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ پھر میں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا، اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تمہیں یہ بات پیش آئے گی تو میں تم کو نہ بھیجتا:

(وَلٰكِنْ اِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ: اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ وَلّٰی وَلَهٗ حُصَاصٌ) (مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

ترجمہ: ”لیکن (یہ بات یاد رکھو کہ) جب تم کوئی آواز سنو تو بلند آواز سے اذان کہو، کیونکہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔“

﴿۱۷﴾ غول بیابانی (بھوتوں) کو دیکھ کر اذان کہنا

اگر کوئی شخص بھوت پریت دیکھے تو اس کو بلند آواز سے اذان کہنی چاہیے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

(اِذَا تَغَوَّلَتْ لَكُمُ الْغِيْلَانُ فَاَذِّنُوْا) (مصنف عبد الرزاق جلد ۵ صفحہ ۱۶۳)

ترجمہ: ”جب تمہارے سامنے بھوت پریت مختلف شکلوں میں نمودار ہوں تو اذان کہو۔“

﴿۱۸﴾ اذان کے چند اور مواقع

مذکورہ مواقع کے علاوہ اذان کے درج ذیل مواقع بھی بزرگوں نے ذکر کیے ہیں:

① آگ لگنے کے وقت۔
② کفار سے جنگ کرنے کے وقت۔
③ غصہ کے وقت۔
④ جب مسافر راستہ بھول جائے۔
⑤ اور جب کسی کو مرگی کا دورہ پڑے۔

لہٰذا علاج اور عمل کے طور پر ان مواقع میں اذان کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ امداد الفتاویٰ میں ہے، ان مواقع میں اذان سنت ہے:

① فرض نماز (کے لیے)۔
② بچے کی کان میں وقت ولادت۔

④ آگ لگنے کے وقت۔
④ جنگ کفار کے وقت۔
⑤ مسافر کے پیچھے جب شیاطین ظاہر ہو کر ڈرائیں۔
⑥ غم کے وقت۔
⑦ غضب کے وقت۔
⑧ جب مسافر راہ بھول جائے۔
⑨ جب کسی کو مرگی آئے۔
⑩ جب کسی آدمی یا جانور کی بدخلقی ظاہر ہو۔

اس کو صاحب ردالمحتار نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ (امداد الفتاویٰ جلد ا صفحہ ۱۲۵)

﴿۱۹﴾ ہر انسان کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں بیس فرشتے رہتے ہیں

تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ فرمائیے! بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے، جب تو کوئی نیکی کرتا ہے تو وہ ایک کے بجائے دس لکھتا ہے۔ جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے، وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ، شاید توبہ و استغفار کرے۔ تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے، تب بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے۔ (اللہ ہمیں اس سے چھڑائے) یہ تو بڑا برا ساتھی ہے۔ اسے اللہ کا لحاظ نہیں یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہے اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ رعد: آیت ۱۱)

ترجمہ: "ہر شخص (کی حفاظت) کے لیے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے، کچھ اس کے آگے کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خداوندی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔" (بیان القرآن)

اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے بلند درجہ کر دیتا ہے اور جب تو اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے، اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں، جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں۔ یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں۔ پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں۔ یوں ہر شخص کے ساتھ بیس (۲۰) فرشتے من جانب اللہ موکل ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۷)

﴿۲۰﴾ معمولی اکرام مسلم پر سارے گناہ معاف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے رکھ دیا، حضرت سلمانؓ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو عبداللہ! اللہ اور رسول ﷺ کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے وہ تکیہ میرے لیے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے سلمان! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لیے تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرما دیتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۵۶۱)

﴿۲۱﴾ بری موت سے بچنے کا ایک نبوی نسخہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی بینائی جا چکی تھی انہوں نے اپنے نماز کی جگہ سے لے کر اپنے کمرے کے دروازے تک ایک ایسی رسی باندھ رکھی تھی جب دروازے پر کوئی مسکین آتا تو اپنے ٹوکرے میں سے کچھ لیتے اور رسی کو پکڑ کر دروازے تک جاتے اور خود اپنے ہاتھ سے اس مسکین کو دیتے۔ گھر والے ان سے کہتے آپ کی جگہ ہم جا کر مسکین کو دے آتے ہیں۔ وہ فرماتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بری موت سے بچاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

﴿۲۲﴾ متکبر کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے ایک مرتبہ اپنی نئی قمیص پہنی، میں اسے دیکھ کر خوش ہونے لگی، وہ مجھے اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا دیکھ رہی ہو؟ اس وقت اللہ تمہیں (نظر رحمت سے) نہیں دیکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا: یہ کیوں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جب دنیا کی زینت کی وجہ سے بندہ میں عجب (خود کو اچھا سمجھنا) پیدا ہو جاتا ہے تو جب تک وہ بندہ وہ زینت چھوڑ نہیں دیتا اس وقت تک اس کا رب اس سے ناراض رہتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے وہ قمیص اتار کر اسی وقت صدقہ کر دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، شاید یہ صدقہ تمہارے اس عجب کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۹)

﴿۲۳﴾ بیوی کے منہ میں لقمہ دینے پر صدقہ کا ثواب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع والے سال میں بہت زیادہ بیمار ہو گیا تھا، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے کہا میری بیماری زیادہ ہو گئی ہے اور میں مالدار آدمی ہوں اور میرا اور کوئی وارث نہیں ہے، صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: آدھا مال صدقہ کر دوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا کہ تہائی مال صدقہ کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تہائی مال صدقہ کر دو اور تہائی بھی بہت ہے۔ تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقیر چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔ اور تم جو بھی خرچہ اللہ کی رضا کے لیے کرو گے اس پر تمہیں اللہ کی طرف سے اجر ضرور ملے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس پر بھی اجر ملے گا۔

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ اور مہاجرین تو آپ کے ساتھ مکہ سے واپس چلے جائیں گے، میں یہاں ہی مکہ میں رہ جاؤں گا اور میرا انتقال یہاں مکہ میں ہو جائے گا، اور چونکہ میں مکہ سے ہجرت کر کے گیا تھا تو میں اب یہ نہیں چاہتا کہ میرا یہاں انتقال ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں تمہاری زندگی لمبی ہوگی (اور تمہارا اس مرض میں یہاں انتقال نہ ہوگا) اور تم جو بھی نیک عمل کرو گے اس سے تمہارا درجہ بھی بلند ہوگا اور تمہاری عزت میں بھی اضافہ ہوگا اور تمہارے ذریعے سے اسلام کا اور مسلمانوں کا بہت فائدہ ہوگا اور دوسروں کا بہت نقصان ہوگا (چنانچہ عراق کے فتح ہونے کا یہ ذریعہ بنے)۔

اے اللہ! میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجرت کو آخر تک پہنچا (درمیان میں مکہ میں فوت ہونے سے ٹوٹنے نہ پائے) اور (مکہ میں موت دے کر) انہیں ایڑیوں کے بل واپس نہ کر۔ ہاں قابل رحم سعد بن خولہ ہے (کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے گئے تھے اور اب یہاں فوت ہو گئے ہیں ان کے مکہ میں فوت ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر ترس آ رہا تھا)۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

﴿۲۴﴾ سلف صالحین کی اپنے دوستوں کو تین نصیحتیں

(مَنْ عَمِلَ لِاٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ اَمْرَ دُنْيَاهُ)

ترجمہ: ”جو آدمی آخرت کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کی ذمہ داری لے لیتے ہیں۔“

(وَمَنْ اَصْلَحَ سَرِيْرَتَهٗ اَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهٗ)

ترجمہ: ”جو شخص اپنے باطن کو صحیح کرلے اللہ اس کے ظاہر کو صحیح فرمادیتے ہیں۔“

(ومن اَصْلَحَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ)

ترجمہ: ”جو اللہ سے اپنا معاملہ صحیح کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور مخلوق کے درمیان کے معاملات کو صحیح کردیتے ہیں۔“

(معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۷۹)

﴿۲۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار سے گزرے، ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا، انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا، راستہ سے ہٹ جاؤ۔ جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی، مجھ سے کہا اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے، میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیئے اور کہا: انہیں اپنے سفر حج میں کام میں لے آنا، اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا۔ فرمایا: لیکن میں تو اسے نہیں بھولا یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

﴿۲۶﴾ ظالم کے ظلم سے حفاظت کا نبوی نسخہ

حضرت ابورافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے (مجبور ہوکر) حجاج بن یوسف سے اپنی بیٹی کی شادی کی اور بیٹی سے کہا کہ جب وہ تمہارے پاس اندر آئے تو تم یہ دعاء پڑھنا:

(لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ)

ترجمہ: ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور کریم ہے، اللہ پاک ہے جو عظیم عرش کا رب ہے اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی سخت امر پیش آتا تو یہ دُعا پڑھتے جب اس نے یہ دُعا پڑھی جس کی وجہ سے حجاج اس کے قریب نہ آ سکا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۲)

﴿۲۷﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مٹھی بھر کھجوریں دیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ستائیس سال تک کھاتے کھلاتے رہے، یہ دین کی برکت تھی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسلام میں مجھ پر تین ایسی بڑی مصیبتیں آئی ہیں کہ ویسی کبھی بھی مجھ پر نہیں آئیں۔ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا حادثہ کیونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا معمولی سا ساتھی تھا۔ دوسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ۔ تیسرے توشہ دان کا حادثہ۔ لوگوں نے پوچھا، اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! توشہ دان کے حادثے کا کیا مطلب؟ فرمایا: ہم ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا: توشہ دان میں کچھ کھجوریں

ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لے آؤ۔ میں نے کھجوریں نکال کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ ﷺ نے ان پر ہاتھ پھیرا اور برکت کے لیے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا: دس آدمیوں کو بلاؤ۔ میں دس آدمیوں کو بلا لایا۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ پھر اسی طرح دس دس آدمی آ کر کھاتے رہے، یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھالیا اور توشہ دان میں پھر بھی کھجوریں بچ رہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تم اس توشہ دان میں سے کھجوریں نکالنا چاہو تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اسے الٹانا نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی ساری زندگی میں اس میں سے نکال کر کھاتا رہا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہید ہو گئے تو میرا سامان بھی لٹ گیا۔ اور وہ توشہ دان بھی لٹ گیا۔ کیا میں آپ لوگوں کو بتا نہ دوں کہ میں نے اس میں کتنی کھجوریں کھائی ہیں؟ میں نے اس میں سے دو سو وسق یعنی ایک ہزار پچاس من سے بھی زیادہ کھجوریں کھائی ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۷)

﴿۲۸﴾ عمل مختصر اور ثواب و فائدہ زیادہ

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ اس جگہ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور آل عمران کی دو آیتیں ایک آیت: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (آیت ۱۸) آخر تک اور دوسری یہ آیت ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ (آیت ۲۶، ۲۷) تک پڑھا کرے تو میں اس کا ٹھکانہ جنت میں بنا دوں گا اور اس کو اپنے حظیرۃ القدس میں جگہ دوں گا اور ہر روز اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت کروں گا اور اس کی ستر حاجتیں پوری کروں گا اور ہر حاسد اور دشمن سے پناہ دوں گا، اور ان پر اس کو غالب رکھوں گا۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۷)

﴿۲۹﴾ حضور ﷺ کے اخلاق

حضور ﷺ ایک بار راستے میں تشریف لے جا رہے تھے، ایک صحابی سے حضور ﷺ کی ملاقات ہوئی تو اس صحابی نے آپ ﷺ کی خدمت میں دو مسواکیں پیش کیں حضور ﷺ نے ان کو بخوشی قبول کیا، ان دو مسواکوں میں سے ایک بالکل سیدھی اور ایک ٹیڑھی تھی۔ حضور ﷺ کے اخلاق دیکھئے کہ جو سیدھی تھی وہ اپنے ساتھی کو دی اور جو ٹیڑھی تھی وہ آپ ﷺ نے اپنے پاس رکھی۔ (احیاء علوم الدین، غزالی)

﴿۳۰﴾ دُعاء

تیری عظمتوں سے ہوں بے خبر — یہ میری نظر کا قصور ہے
تیری رہ گزر میں قدم قدم — کہیں عرش ہے کہیں طور ہے
یہ بجا ہے مالک بندگی — میری بندگی میں قصور ہے
یہ خطا ہے میری خطا مگر — تیرا نام بھی تو غفور ہے
یہ بتا کہ تجھ سے ملوں کہاں — مجھے تجھ سے ملنا ضرور ہے
کہیں دل کی شرط نہ ڈالنا — ابھی دل نگاہوں سے دور ہے

﴿۳۱﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے انتقال کے وقت وصیت کرنا

حضرت یحییٰ بن ابی راشد نصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا: اے

میرے بیٹے! جب مجھے موت آنے لگے تو میرے جسم کو (دائیں پہلو کی طرف) موڑ دینا اور اپنے دونوں گھٹنے میری کمر کے ساتھ لگا دینا اور اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر اور بایاں ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھ دینا۔ اور جب میری روح نکل جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا اور مجھے درمیانی قسم کا کفن پہنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر کفن دے دیں گے۔ اور اگر میرے ساتھ کچھ اور ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کفن کو مجھ سے جلدی چھین لیں گے، اور میری قبر درمیانی قسم کی بنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو پھر قبر کو تاحد نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہوا تو پھر قبر میرے لیے اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔

میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے اور جو خوبی مجھ میں نہیں ہے اسے مت بیان کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں، اور جب تم میرے جنازے کو لے کر چلو تو تیز چلنا، کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملنے والی ہے تو تم مجھے اس خیر کی طرف لے جا رہے ہو، (اس لیے جلدی کرو) اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو تم ایک شر کو اٹھا کر لے جا رہے ہو اسے اپنی گردن سے جلد اتار دو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۵۱، ۵۲)

﴿۳۲﴾ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کو پانچ کلمات سکھائے، پھر حضور اکرم ﷺ نے یہی پانچ کلمات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سکھائے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے پوری امت کو ملے

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک مرتبہ فاقہ آیا تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اگر تم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لو تو اچھا ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس گئیں۔ اس وقت حضور ﷺ کے پاس حضرت ام ایمن موجود تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دروازہ کھٹکھٹایا تو حضور ﷺ نے حضرت ام ایمن سے فرمایا یہ کھٹکھٹاہٹ تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ آج اس وقت آئی ہے پہلے تو کبھی اس وقت نہیں آیا کرتی تھی۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (اندر آ گئیں اور انہوں) نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان فرشتوں کا کھانا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا ہے، ہمارا کھانا کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے محمد ﷺ کے گھرانے کے کسی گھر میں تیس (۳۰) دن سے آگ نہیں جلی ہمارے پاس چند بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو پانچ بکریاں تمہیں دے دوں اور اگر چاہو تو تمہیں وہ پانچ کلمات سکھا دوں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے سکھائے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں بلکہ مجھے تو وہی پانچ کلمات سکھا دیں جو آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا، تم یہ کہا کرو:

(یَا اَوَّلَ الْاَوَّلِیْنَ وَیَا اٰخِرَ الْاٰخِرِیْنَ وَیَاذَا الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ وَیَارَاحِمَ الْمَسٰکِیْنِ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ)

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں آپ ﷺ کے پاس دنیا لینے گئی تھی لیکن وہاں سے آخرت لے کر آئی ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر تو یہ دن تمہارا سب سے بہترین دن ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۵۶)

﴿۳۳﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دین کو دنیا پر مقدم کر دیا اور پانچ کلمات حضور ﷺ سے سیکھے

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں پانچ ہزار بکریاں دے دوں یا ایسے پانچ کلمات سکھا دوں جن سے تمہارا دین اور دنیا دونوں ٹھیک ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پانچ ہزار بکریاں تو بہت زیادہ

ہیں، لیکن آپ مجھے وہ کلمات ہی سکھا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کہو:

(اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ خُلُقِیْ وَطَیِّبْ لِیْ کَسْبِیْ وَقَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَلَا تُذْھِبْ قَلْبِیْ اِلٰی شَیْءٍ صَرَفْتَہٗ عَنِّیْ)

ترجمہ: ''اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما اور میرا اخلاق وسیع فرما اور میری کمائی کو پاک فرما اور جو روزی تو نے مجھے عطا فرمائی اس پر مجھے قناعت نصیب فرما اور جو چیز تو مجھ سے ہٹالے اس کی طلب مجھ میں باقی نہ رہنے دے۔'' (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۸)

نوٹ: آج کا مسلمان ہوتا تو کہتا کہ حضور ﷺ پانچ ہزار بکریاں دیجئے اور پانچ کلمات بھی سکھایئے۔

﴿۳۴﴾ وہ خوش نصیب صحابی جنہیں سجدہ کرنے کیلئے عرش اور کرسی سے بھی افضل جگہ ملی

حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ خواب ابوخزیمہ نے آپ ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ لیٹ گئے اور فرمایا: لو اپنا خواب پورا کرلو، انہوں نے آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کے اوپر سجدہ کرلیا۔ (ترجمان السنہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸۔ مشکوۃ صفحہ ۳۹۶)

﴿۳۵﴾ دو بیویوں میں انصاف کا عجیب قصہ

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، ان میں سے جس کی باری کا دن ہوتا اس دن دوسری کے گھر سے وضو نہ کرتے، پھر دونوں بیویاں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک شام گئیں اور وہاں دونوں اکٹھی بیمار ہوئیں۔ اور اللہ کی شان دونوں کا ایک ہی دن میں انتقال ہوا۔ لوگ اس دن بہت مشغول تھے اس لیے دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دونوں میں قرعہ ڈالا کہ کس کو قبر میں پہلے رکھا جائے۔

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں جب ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے ہاں سے پانی بھی نہ پیتے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۶۹)

﴿۳۶﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو لَبَّیْک پڑھتے ہوئے سنا۔ اس وقت ہم لوگ عرفات میں کھڑے تھے، ایک آدمی نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرفات سے کب کوچ فرمایا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں (یہ انہوں نے احتیاط کی وجہ سے فرمایا) لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس احتیاط سے بہت حیران ہوئے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۶۹)

﴿۳۷﴾ مسلمان پر بہتان باندھنے کا عذاب

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مؤمن مرد یا عورت کو اس کے فقر و فاقہ کی وجہ سے ذلیل و حقیر سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو اولین و آخرین کے مجمع میں رسوا اور ذلیل کریں گے، اور جو شخص کسی مسلمان مرد یا عورت پر بہتان باندھتا ہے اور کوئی ایسا عیب اس کی طرف منسوب کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو آگ کے ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا کریں گے جب تک وہ خود اپنی تکذیب نہ کرے۔ (معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۵۰۱)

﴿۳۸﴾ خطوط میں بسم اللہ لکھنا جائز ہے یا ناجائز

خط نویسی کی اصل سنت تو یہی ہے کہ ہر خط کے شروع میں بسم اللہ لکھی جائے لیکن قرآن وسنت کے نصوص واشارات سے حضرات فقہاء نے یہ کلیہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس جگہ بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے اگر اس جگہ اس کاغذ کی بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں بلکہ وہ پڑھ کر ڈال دیا جاتا ہے تو ایسے خطوط اور ایسی چیز میں بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں کہ وہ اس طرح اس بے ادبی کے گناہ کا شریک ہو جائے گا۔

آج کل عموماً ایک دوسرے کو جو خط لکھے جاتے ہیں ان کا حال سب جانتے ہیں کہ نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں، اس لیے مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لیے زبان سے بسم اللہ کہہ لے تحریر میں نہ لکھے۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۶۷)

﴿۳۹﴾ قرآن کی دو آیتیں جس کو تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خود رحمٰن نے لکھ دیا تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں جنت کے خزائن میں سے نازل فرمائی ہیں، جس کو تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خود رحمٰن نے اپنے ہاتھ سے لکھ دیا تھا۔ جو شخص ان کو عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لے تو وہ اس کے لیے قیام اللیل یعنی تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہیں۔

اور مستدرک حاکم اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس خزانہ خاص سے عطا فرمائی ہیں جو عرش کے نیچے ہے اس لیے تم خاص طور پر ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ۔

اسی لیے حضرت فاروق اعظم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ کوئی آدمی جس کو کچھ بھی عقل ہو وہ سورۂ بقرہ کی ان دونوں آیتوں کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا۔ وہ دو آیتیں سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۹۴)

﴿۴۰﴾ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نہانے لگے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پردہ کیا۔ (غسل کے بعد) برتن میں کچھ پانی بچ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اسی سے غسل کر لو اور چاہو تو اس میں اور پانی ملا لو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بچا ہوا یہ پانی مجھے اور پانی سے زیادہ محبوب ہے۔

چنانچہ میں نے اسی سے غسل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے پردہ کرنے لگے تو میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے پردہ نہ کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں جس طرح تم نے میرے لیے پردہ کیا اسی طرح میں بھی تمہارے لیے ضرور پردہ کروں گا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۶۷)

﴿۴۱﴾ دعا کی قبولیت کیلئے مجرب عمل

مشائخ وعلماء نے ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ پڑھنے کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس آیت کو ایک ہزار مرتبہ جذبہ ایمان وانقیاد کے ساتھ پڑھا جائے اور دعا مانگی جائے تو اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتے۔ ہجوم افکار ومصائب کے وقت ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ کا پڑھنا مجرب ہے۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

﴿۴۲﴾ امت محمدیہ پر تین باتوں کا خوف

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر تین باتوں کا خوف ہے:

① اوّل یہ کہ مال بہت مل جائے جس کی وجہ سے باہمی حسد میں مبتلا ہو جائیں اور کشت وخون کرنے لگیں۔

② دوسری یہ کہ کتاب اللہ سامنے کھل جائے (یعنی ترجمہ کے ذریعہ ہر عامی اور جاہل بھی اس کے سمجھنے کا مدعی ہو جائے) اور اس میں جو باتیں سمجھنے کی نہیں ہیں یعنی متشابہات ان کے معانی سمجھنے کی کوشش کرنے لگیں، حالانکہ ان کا مطلب اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

③ تیسری یہ کہ ان کا علم بڑھ جائے تو اسے ضائع کر دیں اور علم کو بڑھانے کی جستجو چھوڑ دیں۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۱)

﴿۴۳﴾ ہر بلا سے حفاظت

مسند بزار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں آیۃ الکرسی اور سورۂ مؤمن (کی پہلی تین آیتیں حٰمٓ سے اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک) پڑھ لے گا تو وہ اس دن ہر برائی سے اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ اس کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ جس کی سند میں ایک راوی متکلم فیہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۶۹۔ معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۷۱)

﴿۴۴﴾ دشمن سے حفاظت

ابوداؤد اور ترمذی میں باسناد صحیح حضرت مہلب بن ابی صفرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی جس نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ (کسی جہاد کے موقع پر رات میں حفاظت کے لیے) فرما رہے تھے کہ اگر رات میں تم پر چھاپہ مارا جائے تو تم ''حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ'' پڑھ لینا۔ جس کا حاصل لفظ حٰمٓ کے ساتھ یہ دعا کرنا ہے کہ ہمارا دشمن کامیاب نہ ہو اور بعض روایت میں ''حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْا'' بغیر نون کے آیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تم حٰمٓ کہو گے تو دشمن کامیاب نہ ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ حٰمٓ دشمن سے حفاظت کا قلعہ ہے۔ (ابن کثیر، معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۸۲)

﴿۴۵﴾ ایک عجیب واقعہ

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفے کے علاقے میں تھا، ایک باغ کے اندر چلا گیا کہ دو رکعت پڑھ لوں۔ میں نے نماز سے پہلے حٰمٓ اَلْمُؤْمِنُ کی آیتیں اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک پڑھیں، اچانک دیکھا کہ ایک شخص میرے پیچھے ایک سفید خچر پر سوار کھڑا ہے۔ جس کے بدن پر یمنی کپڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم غَافِرِ الذَّنْبِ کہو تو اس کے ساتھ یہ دعا کرو: ''یَا غَافِرَ الذَّنْبِ اغْفِرْ لِیْ'' یعنی اے گناہوں کی مغفرت کرنے والے میری مغفرت کر دے، اور جب تم پڑھو: ''قَابِلِ التَّوْبِ'' تو یہ دعا کرو: ''یَا قَابِلَ التَّوْبِ اِقْبَلْ تَوْبَتِیْ'' یعنی اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما۔ پھر جب پڑھو: ''شَدِیْدِ الْعِقَابِ'' تو یہ دعا کرو: ''یَا شَدِیْدَ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِیْ'' یعنی اے سخت عقاب والے مجھے عذاب نہ دیجئے۔ اور جب ''ذِی الطَّوْلِ'' پڑھو تو یہ دعا کرو: ''یَا ذَا الطَّوْلِ طُلْ عَلَیَّ بِخَیْرٍ'' یعنی اے انعام واحسان کرنے والے مجھ پر انعام فرما۔

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ نصیحت اس سے سننے کے بعد جو ادھر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اس کی تلاش میں باغ کے دروازے پر آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ ایسا شخص یمنی لباس میں یہاں سے گزرا ہے؟ سب نے کہا کہ ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ الیاس علیہ السلام تھے، دوسری روایت میں اس کا ذکر نہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۸۲)

﴿۴۶﴾ رزق میں برکت کیلئے ایک مجرب عمل

مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کو ستر مرتبہ پابندی سے یہ آیت پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ بہت مجرب عمل ہے آیت مندرجہ ذیل ہے:

﴿اللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ﴾ (سورۃ الشوریٰ:۱۹)(معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۶۸۷)

﴿۴۷﴾ بے دین کو دیندار بنانے کا ایک عجیب فاروقی نسخہ

ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی سند سے نقل کیا ہے کہ اہل شام میں سے ایک بڑا بارعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، کچھ عرصہ وہ نہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب میں مست رہنے لگا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا یہ خط لکھو:

(مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلٰی فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔ سَلٰمٌ عَلَیْکَ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اِلَیْکَ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ)

ترجمہ: "منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں سلام علیک۔ اس کے بعد میں تمہارے لیے اُس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب والا، بڑی قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جس قاصد کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کردی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے۔

جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے، پھر رونے لگا اور شراب نوشی سے باز آگیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو۔ اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لیے دعا کرو کہ وہ توبہ کرلے اور تم اس کے مقابلے پر شیطان کے مددگار نہ بنو، یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر دین سے دور کردو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۸۲)

﴿۴۸﴾ غزوۂ بدر میں بے سروسامانی

۱۲ رمضان المبارک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ اتنی جماعت میں صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ایک گھوڑا حضرت زبیر بن عوام کا اور ایک حضرت مقداد کا تھا اور ایک ایک اونٹ دو دو اور تین تین آدمیوں میں مشترک تھا۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ بدر میں جاتے وقت ایک اونٹ تین تین آدمیوں میں مشترک تھا، نوبت بنوبت سوار ہوتے تھے۔ ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیادے چلنے کی نوبت آتی تو ابولبابہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سوار ہو جائیے ہم آپ کے بدلہ میں پیادہ چل لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے: تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور میں تم سے زیادہ اللہ کے اجر سے بے نیاز نہیں۔ (سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۵۷)

﴿۴۹﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابوالعاص کا درد بھرا قصہ

بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب

رضی اللہ عنہا جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں آپ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابوالعاص کی خالہ تھیں، ان کو بمنزلہ اولاد کے سمجھتی تھیں۔ خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر بعثت سے قبل زینب رضی اللہ عنہا کا عقد ابوالعاص سے کیا تھا، ابوالعاص مالدار اور امانت دار اور بڑے تاجر تھے۔ بعثت کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ کی تمام صاحبزادیاں ایمان لائیں مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہے، قریش نے ابوالعاص پر بہت زور دیا کہ ابولہب کے بیٹوں کی طرح تم بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو طلاق دے دو جہاں چاہو گے وہاں تمہارا نکاح کر دیں گے، لیکن ابوالعاص نے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ زینب جیسی شریف عورت کے مقابلے میں دنیا کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا۔ جب قریش جنگ بدر کے لیے روزانہ ہوئے تو ابوالعاص بھی ان کے ہمراہ تھے منجملہ اور لوگوں کے آپ بھی گرفتار ہوئے، اہل مکہ نے جب اپنے اپنے قیدیوں کا فدیہ روانہ کیا تو حضرت زینب نے اپنے شوہر ابوالعاص کے فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے شادی کے وقت ان کو دیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا، اگر مناسب سمجھو تو اس ہار کو واپس کر دو اور اس قیدی کو چھوڑ دو، اس وقت تسلیم اور انقیاد کی گردنیں خم ہو گئیں، قیدی بھی رہا کر دیا گیا اور ہار بھی واپس ہو گیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لے لیا کہ مکہ پہنچ کر زینب کو مدینہ بھیج دیں، ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر زینب کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی اور اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ہمراہ روانہ کیا۔ کنانہ نے عین دوپہر کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہاتھ میں تیر کمان لی اور روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا علی الاعلان مکہ سے روانہ ہونا قریش کو شاق معلوم ہوا۔

چنانچہ ابوسفیان وغیرہ نے ذی طویٰ میں آکر اونٹ کو روک لیا اور یہ کہا کہ ہم کو محمد کی بیٹی کو روکنے کی ضرورت نہیں لیکن اس طرح اعلانیہ طور پر لے جانے میں ہماری ذلت ہے، مناسب یہ ہے کہ اس وقت تو مکہ واپس چلو اور رات کے وقت لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کنانہ نے اس کو منظور کیا۔ ابوسفیان سے پہلے ہبار بن اسود نے (جو بعد میں چل کر مسلمان ہوئے) جا کر اونٹ روکا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ڈرایا۔ خوف سے حمل ساقط ہو گیا اس وقت کنانہ نے تیر کمان سنبھال لی اور یہ کہا کہ جو شخص اونٹ کے قریب بھی آئے گا تیروں سے اس کے جسم کو چھلنی کر دوں گا۔ الغرض کنانہ مکہ واپس آگئے اور دو تین راتیں گزرنے پر شب کو روانہ ہوئے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم جا کر مقام بطن یاجج میں ٹھہرو، جب زینب آجائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لے آنا، یہ لوگ بطن یاجج پہنچے اور ادھر سے کنانہ بن ربیع آتے ہوئے ملے۔ کنانہ وہیں سے واپس ہو گئے اور زید بن حارثہ مع اپنے رفیق کے صاحبزادی کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے، جنگ بدر کے ایک ماہ بعد مدینہ پہنچیں۔

صاحبزادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے لگیں، اور ابوالعاص مکہ میں مقیم رہے، فتح مکہ سے قبل ابوالعاص بغرض تجارت شام کی طرف روانہ ہوئے چونکہ اہل مکہ کو آپ کی امانت و دیانت پر اعتماد تھا اس لیے اور لوگوں کا سرمایہ بھی شریک تجارت تھا، شام سے واپس میں مسلمانوں کا ایک دستہ مل گیا، اس نے تمام مال و متاع ضبط کر لیا اور ابوالعاص چھپ کر مدینہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آپہنچے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز کے لیے تشریف لائے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عورتوں کے چبوترے سے آواز دی، اے لوگو! میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا:

(اَيُّهَا النَّاسُ! هَلْ سَمِعْتُمْ مَا سَمِعْتُ؟ قَالُوْا نَعَمْ! قَالَ اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا عَلِمْتُ بِشَیْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ حَتّٰى سَمِعْتُ مَا سَمِعْتُمْ اَنَّهٗ يُجِيْرُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَدْنَاهُمْ)

ترجمہ: ''اے لوگو! کیا تم نے بھی سنا ہے جو میں نے سنا؟ لوگوں نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات پاک کی کہ محمد کی جان اُس کے ہاتھ میں ہے، مجھ کو اس کا مطلق علم نہیں جو اور جس وقت تم نے سنا وہی میں نے سنا۔ تحقیق خوب سمجھ

لو کہ مسلمانوں میں ادنیٰ سے ادنیٰ اور کمتر سے کمتر بھی پناہ دے سکتا ہے۔"

اور یہ فرما کر صاحبزادی کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا: اے بیٹی! اس کا اکرام کرنا مگر خلوت نہ کرنے پائے کیونکہ تو اس کے لیے حلال نہیں یعنی تو مسلمان ہے اور وہ مشرک و کافر۔

اور اہل سریہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو اس شخص (یعنی ابو العاص) کا تعلق ہم سے معلوم ہے، اگر مناسب سمجھو تو ان کا مال واپس کر دو ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے اور تم ہی اس کے مستحق ہو۔ یہ سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کل مال واپس کر دیا، کوئی ڈول لاتا تھا اور کوئی رسی، کوئی لوٹا اور کوئی چمڑے کا ٹکڑا، غرض یہ کل مال ذرہ ذرہ کر کے واپس کر دیا۔

ابو العاص کل مال لے کر مکہ روانہ ہوئے اور جس جس کا حصہ تھا اس کا حصہ پورا ادا کیا۔ جب شرکاء کے حصے دے چکے تو یہ فرمایا:

(یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ! هَلْ بَقِیَ لِاَحَدٍ مِّنْکُمْ عِنْدِیْ مَالٌ یَأْخُذْهُ؟ قَالُوْا: لَا فَجَزَاکَ اللّٰهُ خَیْرًا فَقَدْ وَجَدْنَاکَ وَفِیًّا کَرِیْمًا، قَالَ: فَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهِ! مَامَنَعَنِیْ مِنَ الْاِسْلَامِ عِنْدَهٗ اِلَّا تَخَوُّفُ اَنْ آکُلَ اَمْوَالَکُمْ فَلَمَّا اَدَّاهَا اللّٰهُ اِلَیْکُمْ وَفَرَغْتُ مِنْهَا اَسْلَمْتُ)

ترجمہ: "اے گروہ قریش! کیا کسی کا کچھ مال میرے ذمہ باقی رہ گیا ہے جو اس نے وصول نہ کر لیا ہو؟ قریش نے کہا: نہیں۔ پس اللہ تجھ کو جزائے خیر دے۔ تحقیق ہم نے تجھ کو وفادار اور شریف پایا۔ کہا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اب تک فقط اس لیے مسلمان نہیں ہوا کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ میں نے مال کھانے کی خاطر ایسا کیا ہے، جب اللہ نے تمہارا مال تم تک پہنچا دیا اور میں اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا تب مسلمان ہوا۔"

بعد ازاں ابو العاص رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ چلے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کی زوجیت میں دے دیا۔

(سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

﴿۵۰﴾ صالح بیوی

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار و مطیع ہو اس کے لیے پرندے ہوا میں استغفار کرتے ہیں اور مچھلیاں دریا میں استغفار کرتی ہیں، اور فرشتے آسمانوں میں استغفار کرتے ہیں اور درندے جنگلوں میں استغفار کرتے ہیں۔

(معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۹۹)

﴿۵۱﴾ ظلم کی تین قسمیں

ظلم کی ایک قسم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشیں گے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کی مغفرت ہو سکے گی۔ اور تیسری قسم وہ ہے کہ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ لیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

پہلی قسم کا ظلم شرک ہے۔ دوسری قسم کا ظلم حقوق اللہ میں کوتاہی ہے۔ اور تیسری قسم کا ظلم حقوق العباد کی خلاف ورزی ہے۔

(معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۵۰)

﴿۵۲﴾ اسلام میں عید الفطر کی پہلی نماز

بدر سے مراجعت کے بعد شوال کی یکم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز ادا فرمائی یہ پہلی عید الفطر تھی۔

(زرقانی جلد ۱ صفحہ ۴۵۴۔ سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

﴿۵۳﴾ وہ صحابی جس نے ایک بھی نماز نہ پڑھی اور وہ جنتی ہیں

عمرو بن ثابت جو اُصَیْـرِمْ کے لقب سے مشہور تھے۔ ہمیشہ اسلام سے منحرف رہے، جب اُحد کا دن ہوا تو اسلام دل میں اتر آیا اور تلوار لے کر میدان میں پہنچے اور کافروں سے خوب قتال کیا، یہاں تک کہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ اُصَیْرِمْ ہیں تو بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ اے عمرو! تیرے لیے اس لڑائی کا کیا داعی ہوا؟ اسلام کی رغبت یا قومی غیرت وحمیت؟ اُصَیْرِمْ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

(بَلْ رَغْبَةٌ فِي الْإِسْلَامِ فَآمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَأَسْلَمْتُ وَأَخَذْتُ سَيْفِيْ وَقَاتَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَصَابَنِيْ مَا أَصَابَنِيْ إِنَّهٗ لَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ) (رواہ ابن اسحاق واسنادہ حسن)

ترجمہ: ”بلکہ اسلام کی رغبت داعی ہوئی، میں ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور مسلمان ہوا اور تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے دشمنوں سے قتال کیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو یہ زخم پہنچے۔ یہ کلام ختم کیا اور خود بھی ختم ہو گئے۔ بلاشبہ وہ اہل جنت سے ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے بتلاؤ وہ کون شخص ہے کہ جو جنت میں پہنچ گیا اور ایک نماز بھی نہیں پڑھی؟ وہ یہی صحابی۔

(اصابہ ترجمہ عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ۔ سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

﴿۵۴﴾ ظالم کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے

تفسیر روح المعانی میں آیت کریمہ ﴿فَلَنْ أَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ﴾ [1] کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز آواز دی جائے گی کہ کہاں ہیں ظالم لوگ اور ان کے مددگار؟ یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے دوات، قلم کو درست کیا وہ بھی سب ایک لوہے کے تابوت میں جمع کر کے جہنم میں پھینک دیے جائیں گے۔ (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۵)

﴿۵۵﴾ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم نصیحت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو خط میں یہ نصائح لکھیں کہ میں تجھے تقویٰ کی تاکید کرتا ہوں، جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور اہل تقویٰ کے سوا کسی پر رحم نہیں کیا جاتا اور اس کے بغیر کسی چیز پر ثواب نہیں ملتا، اس بات کا وعظ کہنے والے تو بہت ہیں مگر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے اور جو عمل مقبول ہو جائے وہ چھوٹا کیسے کہا جا سکتا ہے۔ (ابن کثیر، معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۱۴)

﴿۵۶﴾ جب تک باوضو رہو گے فرشتے نیکیاں لکھتے رہیں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تم وضو کرو تو بسم اللہ والحمد للہ کہہ لیا کرو (اس کا اثر یہ ہوگا کہ) جب تک تمہارا وضو باقی رہے گا اس وقت تک تمہارے محافظ فرشتے (یعنی کراماً کاتبین اعمال) تمہارے لیے برابر نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ (معارف الحدیث جلد ۳ صفحہ ۷۵)

﴿۵۷﴾ چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ کی عجیب مثال

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ بندہ جب خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا

[1] پھر میں کبھی نہ ہوں گا مجرموں کا مددگار (سورۂ قصص: آیت ۱۷)

ہے تو اس کے مداح بھی مذمت کرنے لگتے ہیں اور دوست بھی دشمن ہو جاتے ہیں، گناہوں سے بے پرواہی انسان کے لیے دائمی تباہی کا سبب ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر توبہ اور استغفار کر لیا تو نقطہ مٹ جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کی تو یہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے اور اُس کا نام قرآن میں رین ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (سورۃ المطففین: آیت ۱۴)

ترجمہ: ''یعنی ان کے دلوں پر زنگ لگا دیا ان کے اعمال بد نے۔''

البتہ گناہوں کے مفاسد اور نتائج بد اور مضر ثمرات کے اعتبار سے ان کے آپس میں فرق ضروری ہے، اس فرق کی وجہ سے کسی گناہ کو کبیرہ اور کسی کو صغیرہ کہا جاتا ہے۔

کسی بزرگ نے فرمایا کہ چھوٹے گناہ اور بڑے گناہ کی مثال محسوسات میں ایسی ہے جیسے چھوٹا بچھو اور بڑا بچھو، یا آگ کے بڑے انگارے اور چھوٹی چنگاری، کہ انسان ان دونوں میں سے کسی کی تکلیف کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی لیے محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ گناہوں کو ترک کیا جائے، جو لوگ نماز، تسبیح کے ساتھ گناہوں کو نہیں چھوڑتے ان کی عبادت مقبول نہیں۔ اور حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم جس قدر کسی گناہ کو ہلکا سمجھو گے اتنا ہی وہ اللہ کے نزدیک بڑا جرم ہو جائے گا اور سلف صالحین نے فرمایا کہ ہر گناہ کفر کا قاصد ہے جو انسان کو کافرانہ اعمال و اخلاق کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۳۸۴)

﴿۵۸﴾ خدا تعالیٰ کا ایگریمنٹ جو اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے

كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تو ایک نوشتہ اپنے ذمہ وعدہ کا تحریر فرمایا جو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، جس کا مضمون یہ ہے:

(إِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ عَلَىٰ غَضَبِي)

ترجمہ: ''یعنی میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔'' (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۹۰)

﴿۵۹﴾ اعمال اچھے تو حاکم اچھا، اعمال خراب تو حاکم خراب

مشکوٰۃ میں حلیۃ ابی نعیم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں سب بادشاہوں کا مالک اور بادشاہ ہوں، سب بادشاہوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ جب میرے بندے میری اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں اور حکام کے قلوب میں ان کی شفقت اور رحمت ڈال دیتا ہوں، اور جب میرے بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے حکام کے دل ان پر سخت کر دیتا ہوں، وہ ان کو ہر طرح کا برا عذاب چکھاتے ہیں، اس لیے حکام اور امراء کو برا کہنے میں اپنے اوقات ضائع نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اپنے عمل کی اصلاح کی فکر میں لگ جاؤ، تاکہ تمہارے سب کاموں کو درست کر دوں۔

﴿۶۰﴾ ایک عالمی آفت کا شرعی حکم

ٹی وی پر میچ دیکھنا جائز نہیں، اس میں کئی گناہ اور خرابیاں ہیں۔ پہلا گناہ کھیلنے والوں کی تصاویر قصداً دیکھنے کا ہے، جس کو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے جواہر الفقہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۹ پر لکھا ہے۔ اور ٹی وی میں بے شمار لوگوں کی تصاویر ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر تصویر کو دیکھنے

کا الگ الگ گناہ ہوگا۔

دوسرا گناہ کھیل دیکھنے کے دوران وقتاً فوقتاً ان عورتوں کی تصاویر دیکھنے کا ہے جو کھیل دیکھنے کے لیے اسٹیڈیم میں ہوتی ہیں۔

تیسرا گناہ ٹی وی خریدنے اور گھر میں رکھنے کا ہے، اگرچہ اس کو استعمال نہ کیا جائے جیسا کہ فتاوٰی رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۲۹۸ پر لکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص گانے بجانے کے آلات اور غفلت میں ڈالنے والے سامان اپنے گھر میں رکھے تو یہ رکھنا مکروہ (تحریمی) ہے اور گناہ ہے اگرچہ وہ ان کو استعمال نہ کرے، اس لیے کہ ایسے آلات کو رکھنا عام طور پر دل لگی کے لیے ہوتا ہے۔ (خلاصۃ الفتاوٰی صفحہ ۳۳۸)

چوتھا گناہ جماعت کی نماز کو چھوڑنے کا ہے جیسا کہ عام طور پر اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

پانچویں خرابی اپنے قیمتی وقت کو برباد کرنا ہوتا ہے۔

چھٹی خرابی لایعنی (بے فائدہ کام) میں اپنے کو مشغول رکھنا ہے جب کہ حدیث میں اسلام کی خوبی یہ بتلائی گئی ہے کہ بے کار کاموں کو چھوڑ دے۔

ساتویں خرابی یہ ہے کہ اس سے دین اور دُنیا کے ضروری کاموں سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

آٹھویں خرابی یہ ہے کہ اس سے ٹی وی سے انسیت پیدا ہوتی ہے، پھر اس کے بعد بہت سے گناہ اور خرابیاں وجود میں آتی ہیں۔

نویں خرابی یہ ہے کہ اس سے روزی میں برکت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ ہر گناہ کا یہی اثر ہے۔

دسویں خرابی یہ ہے کہ ٹی وی کے پروگراموں سے دلچسپی رکھنے والے بھلائی کے کاموں سے محروم رہتا ہے۔

مرتب: مفتی محمد آدم صاحب بھیلونی — عبدالرحمٰن کالیروی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ نذیریہ کاکوسی — دار الافتاء دار العلوم چھاپی

﴿۶۱﴾ کومینٹری سے دلچسپی رکھنے کی خرابیاں اور گناہ

پہلا گناہ جماعت کی نماز چھوڑنے کا ہے۔

دوسری خرابی لغو (بے کار کام) میں مشغول ہونا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کامیابی کے لیے ایک شرط یہ بیان فرمائی ہے کہ لغو کاموں سے دور رہے۔ (پارہ ۱۸، رکوع ۱)

تیسری خرابی یہ ہے کہ اس میں وقت کی ناقدری ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے "والعصر" میں وقت کی قسم کھا کر اس کی اہمیت اور قدر دانی کی تعلیم دی ہے۔

چوتھی خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت کی فکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔

پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دنیا کے ضروری کاموں کا نقصان ہوتا ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

مرتب: مفتی محمد آدم صاحب بھیلونی — عبدالرحمٰن کالیروی عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ نذیریہ کاکوسی — دار الافتاء دار العلوم چھاپی

﴿۶۲﴾ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کے مستحق کون لوگ ہیں

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت بھیجی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُن پر لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ وہ چھ آدمی یہ ہیں:

① اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔

④ اور وہ شخص جو جبر و قہر سے اقتدار حاصل کرکے اس آدمی کو عزت دے جس کو اللہ نے ذلیل کیا ہو اور جس کو اللہ نے عزت عطا کی ہو اس کو ذلیل کرے۔

③ اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔ ④ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا۔

⑤ میری اولاد میں وہ آدمی جو محرمات کو حلال کرنے والا ہو۔ ⑥ اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۲)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

(لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ)

ترجمہ: ''یعنی جو کوئی نامحرم پر بری نظر ڈالے اور جس کے اوپر نظر ڈالے، دونوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔''

بشرطیکہ جس پر بری نظر پڑی ہے اس کے ارادہ اور اختیار کو اس میں دخل ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا لباس پہنے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے عرض کیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور طریق اختیار کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح شکل و صورت بنا کر ہجڑے بنیں اور لعنت کی ان عورتوں پر جو شکل و صورت میں مردانہ پن اختیار کریں اور ارشاد فرمایا کہ اُن کو اپنے گھروں سے نکال دو۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور جو ابرو (یعنی بھوؤں کے بال) چنتی ہیں (تاکہ بھویں باریک ہو جائیں) اور خدا کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو حسن کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۳۵)

﴿۶۳﴾ نااہل کو کوئی عہدہ سپرد کرنا

ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی مد میں بغیر اہلیت معلوم کئے ہوئے دے دیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل، یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔ (جمع الفوائد صفحہ ۳۲۵)

بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لیے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ کی خیانت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اور سب مسلمانوں کی، آج جہاں نظام حکومت کی ابتری نظر آتی ہے وہ سب اس قرآنی تعلیم کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات اور سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور ناقابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام حکومت برباد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

(اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)

ترجمہ: یعنی ''جب دیکھو کہ کاموں کی ذمہ داری ایسے لوگوں کے سپرد کر دی گئی جو اس کام کے اہل اور قابل نہیں تو اب اس فساد کا کوئی علاج نہیں، قیامت کا انتظار کرو۔''

یہ روایت صحیح بخاری کتاب العلم میں ہے۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۴۶)

﴿۶۴﴾ سورۂ انعام کی ایک خاص فضیلت

بعض روایات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ یہ سورۃ (یعنی سورۂ انعام) جس مریض پر پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۱۱)

﴿۶۵﴾ خدا اور آخرت کے خوف سے نکلا ہوا ایک آنسو جہنم کی بڑی سے بڑی آگ بجھا دے گا

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں بروایت حضرت حازم رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ جبرئیل امین تشریف لائے تو وہاں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو رہا تھا، جبرئیل امین نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعمال کا تو وزن ہوگا مگر اللہ و آخرت کے خوف سے رونا ایسا عمل ہے جس کو تولا نہ جائے گا بلکہ ایک آنسو بھی جہنم کی بڑی سے بڑی آگ کو بجھا دے گا۔ (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۲۳)

﴿۶۶﴾ علماء کے قلم کی روشنائی اور شہیدوں کے خون کا وزن

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن علماء کی روشنائی جس سے انہوں نے علم دین اور احکام دین لکھے ہیں اور شہیدوں کے خون کو تولا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون کے وزن سے بڑھ جائے گا۔ (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۲۳)

﴿۶۷﴾ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی ہے

شریعت اسلام جو انسان کی ہر صلاح وفلاح کی کفیل ہے، اس نے ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا۔ نماز و روزہ وغیرہ سب اس کے بعد ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نیا لباس پہنے تو اس کو چاہیے کہ لباس پہننے کے وقت یہ دعا پڑھے:

(اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَآ اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ)

ترجمہ: ''یعنی شکر اُس ذات کا جس نے مجھے لباس پہنا دیا جس کے ذریعہ میں اپنے ستر کا پردہ کروں اور زینت حاصل کروں۔''

اور فرمایا کہ جو شخص نیا لباس پہننے کے بعد پرانے لباس کو غرباء و مساکین پر صدقہ کردے تو وہ اپنی موت وحیات کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور پناہ میں آگیا۔ (ابن کثیر عن مسند احمد۔ معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۲۴)

﴿۶۸﴾ مایوس ہو کر دعا مانگنا نہ چھوڑو

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مطلب یہ ہے کہ یوں خیال کر بیٹھے کہ میں اتنے عرصہ سے دعا مانگ رہا ہوں، اب تک قبول نہیں ہوئی، یہاں تک کہ مایوس ہو کر دعا چھوڑ دے۔ (مسلم، ترمذی)

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے جب دعا مانگو تو اس حالت میں مانگو کہ تمہیں اس کے قبول ہونے میں کوئی

شک نہ ہو۔ (معارف القرآن جلد ۳ صفحہ ۵۸۴)

﴿۶۹﴾ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کسی رنگ و نسل پر موقوف نہیں

طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص حبشی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہم سے حسن صورت اور حسین رنگ میں بھی ممتاز ہیں اور نبوت و رسالت میں بھی۔ اب اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لے آؤں جس پر آپ ﷺ ایمان رکھتے ہیں اور وہی عمل کروں جو آپ ﷺ کرتے ہیں تو کیا میں بھی جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہو سکتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں ضرور! (تم اپنی حبشیانہ بدصورتی سے نہ گھبراؤ) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت میں کالے رنگ کے حبشی سفید اور حسین ہو جائیں گے اور ایک ہزار سال کی مسافت سے چمکیں گے۔

اور جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا قائل ہو اس کی فلاح و نجات اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتی ہے اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھتا ہے اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

یہ سن کر مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حسنات کی اتنی سخاوت ہے تو ہم پھر کیسے ہلاک ہو سکتے ہیں یا عذاب میں کیسے گرفتار ہو سکتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ بات نہیں) حقیقت یہ ہے کہ قیامت میں بعض آدمی اتنا عمل اور حسنات لے کر آئیں گے کہ اگر اُن کو پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو پہاڑ بھی اُن کے بوجھ کا تحمل نہ کر سکے۔ لیکن اُن کے مقابلہ میں ختم ہو جائیں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو اپنی رحمت سے نوازیں۔ اس حبشی کے سوال و جواب ہی پر سورۃ دہر کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا﴾ (سورۃ الدہر: ۱)

حبشی نے حیرت سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری آنکھیں بھی ان نعمتوں کو دیکھیں گی جن کو آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں مشاہدہ کریں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ضرور۔ یہ سن کر حبشی نومسلم نے رونا شروع کیا یہاں تک کہ روتے روتے وہیں جان دے دی، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کی تجہیز و تکفین فرمائی۔ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۶۶۹)

﴿۷۰﴾ مسجد اور جماعت

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ (سورۃ توبہ: ۱۸)

ترجمہ: "ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں، سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے۔"

(بیان القرآن)

عمارت مساجد سے یہ جگہ مراد ہے، ہمیشہ عبادت، ذکر الٰہی، علم دین اور قرآن کی تعلیم سے مسجدوں کو آباد رکھنا۔

① حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد کا عادی بن گیا ہے۔ (جب کام سے چھوٹتا ہے مسجد کا رُخ کرتا ہے) تو اس کے مؤمن ہونے کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (سورۃ توبہ: ۱۸) (رواہ الترمذی والدارمی والبغوی)

④ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح یا شام مسجد کو جاتا ہے، جتنی مرتبہ بھی جائے اللہ (ہر مرتبہ جانے کے بدلے میں) اس کے لیے جنت میں ایک مکان تیار کر دیتا ہے۔ (متفق علیہ)

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس روز اللہ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اس روز سات آدمیوں کو اللہ اپنے سایہ میں لے لے گا، اُن سات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس آدمی کا شمار کیا کہ جب وہ مسجد سے نکلتا ہے تو واپس مسجد میں آنے تک دل اُس کا مسجد میں ہی اٹکا رہتا ہے۔ (متفق علیہ)

④ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گھر میں اچھی طرح وضو کرنے کے بعد مسجد کو جاتا ہے وہ اللہ کی ملاقات کو آنے والا (یعنی اللہ کا مہمان) ہو جاتا ہے، اور میزبان پر حق ہے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

(رواہ الطبرانی وعبدالرزاق وابن جریر فی تفسیر ہما والبیہقی فی شعب الایمان)

⑤ عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی فرماتے تھے زمین پر مسجدیں اللہ کے گھر ہیں جو ان مسجدوں میں اللہ کی ملاقات کو آئے اللہ پر حق ہے کہ وہ اُن کی عزت کرے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان وعبدالرزاق وابن جریر فی تفسیر ہما۔ تفسیر مظہری جلد ۵ صفحہ ۱۹۸،۱۹۹)

⑥ حدیث میں ہے کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے اللہ والے ہیں۔

⑦ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن مسجد والوں پر نظر ڈال کر اپنا عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔

⑧ حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت کی، اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور میرے لیے آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظر ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہوں۔

⑨ ''ابن عساکر'' میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی اِدھر اُدھر کی بکری کو پکڑ لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو، جماعت کو اور عوام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۸)

﴿۱۷﴾ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفات الواح موسیٰ میں، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونے کی خواہش

اَخَذَ الْاَلْوَاحَ کے متعلق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یارب! میں الواح میں لکھا پاتا ہوں کہ ایک بہترین اُمت ہوگی جو ہمیشہ اچھی باتوں کو سکھاتی رہے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی۔ اے اللہ! وہ اُمت میری اُمت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ! وہ تو احمد کی اُمت ہوگی۔

پھر کہا یارب! ان الواح سے ایک ایسی اُمت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخر میں پیدا ہوگی لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی، اے خدا! وہ میری اُمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ احمد کی اُمت ہے۔

پھر کہا یارب! اس اُمت کا قرآن ان کے سینوں میں ہوگا دل میں دیکھ کر پڑھتے ہوں گے، حالانکہ ان سے پہلے کے سب ہی لوگ اپنے قرآن پر نظر ڈال کر پڑھتے ہیں دل سے نہیں پڑھتے حتیٰ کہ ان کا قرآن اگر ہٹا لیا جائے تو پھر ان کو کچھ بھی یاد نہیں اور نہ وہ کچھ پہچان سکتے ہیں، اللہ نے ان کو حفظ کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی اُمت کو نہیں دی گئی۔ یارب! وہ میری اُمت ہو۔ کہا اے موسیٰ! وہ تو احمد کی اُمت ہے۔

پھر کہا یارب! وہ اُمت تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی، وہ گمراہوں اور کافروں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی

لڑیں گے۔ الٰہی! وہ میری اُمت ہو۔ اللہ نے کہا یہ احمد کی اُمت ہوگی۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا یارب! الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے کہ وہ اپنے نذرانے اور صدقات خود آپس کے لوگ ہی کھالیں گے حالانکہ اس اُمت سے پہلے تک کی اُمتوں کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی صدقہ یا نذر پیش کرتے اور وہ قبول ہوتی تو اللہ آگ کو بھیجتے اور آگ اسے کھا جاتی اور اگر قبول نہ ہوتی اور رد ہو جاتی تو پھر بھی وہ اس کو نہ کھاتے بلکہ درندے اور پرندے آکر کھا جاتے اور اللہ ان کے صدقے ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے گا۔ یارب! وہ میری اُمت ہو۔ تو فرمایا یہ احمد کی اُمت ہے۔

پھر کہا یارب! میں الواح میں پاتا ہوں کہ وہ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے گی لیکن عمل میں نہ لا سکے گی پھر بھی ایک ثواب کی حقدار ہو جائے گی اور اگر عمل میں لائے گی تو دس حصے ثواب ملے گا بلکہ سات سو حصے تک، اے خدا! وہ میری اُمت ہو، تو فرمایا: وہ احمد کی اُمت ہے۔

پھر کہا کہ الواح میں ہے کہ وہ دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے اور ان کی شفاعت بھی دوسروں کی طرف سے ہوگی۔ اے اللہ! وہ میری اُمت ہو۔ تو کہا نہیں یہ احمد کی اُمت ہوگی۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے پھر الواح رکھ دیں اور کہا:

(یٰلَیْتَنِیْ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: "کاش! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوتا۔" (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۳،۲۲۴)

تفسیر مظہری میں بھی تقریباً یہی روایت موجود ہے۔

﴿۷۲﴾ کبھی کافر و فاسق کا خواب بھی سچا ہوتا ہے

اور یہ بات بھی قرآن و حدیث سے ثابت اور تجربات سے معلوم ہے کہ سچے خواب بعض اوقات فاسق فاجر بلکہ کافر کو بھی آسکتے ہیں۔ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے جیل کے دو ساتھیوں کے خواب اور ان کا سچا ہونا۔ اسی طرح بادشاہ مصر کا خواب اور اس کا سچا ہونا، قرآن میں مذکور ہے حالانکہ یہ تینوں مسلمان نہ تھے۔ حدیث میں کسریٰ کا خواب مذکور ہے جو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق دیکھا تھا وہ خواب صحیح ہوا حالانکہ کسریٰ مسلمان نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی عاتکہ نے بحالتِ کفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سچا خواب دیکھا تھا، نیز کافر بادشاہ بخت نصر کے جس خواب کی تعبیر حضرت دانیال علیہ السلام نے دی تھی وہ خواب سچا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ محض اتنی بات کہ کسی کو کوئی سچا خواب نظر آجائے اور واقعہ اس کے مطابق ہو جائے اس کے نیک صالح بلکہ مسلمان ہونے کی بھی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ہاں! یہ صحیح ہے کہ عام عادۃ اللہ یہی ہے کہ سچے اور نیک لوگوں کے خواب عموماً سچے ہوتے ہیں، فساق و فجار کے عموماً حدیث حدیث النفس، یا تسویل شیطان کی قسم باطل سے ہوا کرتے ہیں مگر کبھی کبھی۔

بہر حال سچے خواب عام اُمت کے لیے حسب تصریح حدیث ایک بشارت یا تنبیہ سے زائد کوئی مقام نہیں رکھتے نہ خود اس کے لیے کسی معاملہ میں حجت ہے نہ دوسروں کے لیے۔ بعض ناواقف لوگ ایسے خواب دیکھ کر طرح طرح کے وساوس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی ان کی اپنی ولایت کی علامت سمجھنے لگتا ہے کوئی ان سے حاصل ہونے والی باتوں کو شرعی احکام کا درجہ دینے لگتا ہے یہ سب چیزیں بے بنیاد ہیں۔ خصوصاً جب کہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ سچے خوابوں میں بھی بکثرت نفسانی یا شیطانی یا دونوں قسم کے تصورات کی آمیزش کا احتمال ہے۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۹)

﴿۷۳﴾ چلہ کی فضیلت

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس روز اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرما دیتے ہیں۔ (روح البیان، معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۸)

﴿۷۴﴾ وہ خوش نصیب صحابی جن کی شکل حضور ﷺ کے مشابہ تھی

غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کے علمبردار، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قریب تھے انہوں نے کافروں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے، ان کے بعد آپ ﷺ نے علم (جھنڈا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمایا۔

چونکہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اس لیے کسی شیطان نے یہ افواہ اڑا دی کہ نصیب دشمناں آپ ﷺ شہید ہو گئے۔ (سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

﴿۷۵﴾ ایک اہم نصیحت

① ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے۔
② علم سے عمل صحیح ہوتا ہے۔
③ عمل سے حکمت ملتی ہے۔
④ حکمت سے زہد قائم ہوتا ہے۔
⑤ زہد سے دنیا متروک ہوتی ہے۔
⑥ اور دنیا کے ترک سے آخرت کی رغبت حاصل ہوتی ہے۔
⑦ اور آخرت کی رغبت حاصل ہونے سے اللہ کے نزدیک رتبہ حاصل ہوتا ہے۔

جو یقین کی راہ پر چل پڑے انہیں منزلوں نے پناہ دی
جنہیں وسوسوں نے ڈرا دیا وہ قدم قدم پر بہک گئے

﴿۷۶﴾ انتقال کے وقت ایک صحابی کے رخسار حضور ﷺ کے قدموں پر

غزوۂ اُحد میں زیادہ ابن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کو میرے قریب لاؤ لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا انہوں نے اپنے رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیئے اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۸۱، سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

﴿۷۷﴾ چند اہم تسبیحات

- سُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُہٗ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ اللہ جس کا عرش آسمان میں ہے۔"
- سُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُہٗ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ اللہ جس کا فرش زمین میں ہے۔"
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ جس کی راہ سمندر میں ہے۔"
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ جس کی رحمت جنت میں ہے۔"
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُہٗ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ جس کی سلطنت دوزخ میں ہے۔"
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْھَوَآءِ رَحْمَتُہٗ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ جس کی رحمت فضا میں ہے۔"
- سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْقُبُوْرِ قَضَآؤُہٗ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ جس کا فیصلہ قبروں میں ہے۔"
- سُبْحَانَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَآءَ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ جس نے آسمان کو بلند کیا۔"
- سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ جس نے زمین کو بچھایا۔"
- سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مَنْجٰی اِلَّآ اِلَیْہِ۔ ترجمہ: "پاک ہے وہ جس کے سوا کوئی جائے نجات نہیں۔"

ان تسبیحات کو بار بار پڑھیے، اللہ کی پاکی اور عظمت کا اقرار کیجیے اور اپنا عقیدہ پاک رکھیے، انشاء اللہ دونوں جہانوں میں کامیاب رہو گے۔

﴿۷۸﴾ شیطان کے منادی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ابلیس زمین پر آنے لگا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے پروردگار! تو مجھے زمین پر بھیج رہا ہے اور راندۂ درگاہ کر رہا ہے، میرے لیے کوئی گھر بھی بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیرا گھر حمام ہے۔ اس نے عرض کیا: میرے لیے کوئی بیٹھک (مجلس) بھی بنادے۔ فرمایا: بازار اور راستے (تیری بیٹھک ہیں)۔ عرض کیا: میرے لیے کھانا بھی مقرر فرمادے۔ فرمایا: تیرا کھانا ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔

عرض کیا میرے پینے کے لیے بھی کوئی چیز مقرر کر دیجئے۔ فرمایا: ہر نشہ آور چیز (تیرا مشروب ہے)۔ عرض کیا: مجھے اپنی طرف بلانے کا کوئی ذریعہ بھی عنایت فرمادے۔ فرمایا: باجے، تاشے، (تیرے منادی ہیں)۔ عرض کیا: میرے لیے قرآن (بار بار پڑھی جانے والی چیز) بھی بنادے۔ فرمایا: (گندے) شعر (تیرا قرآن ہیں)۔ عرض کیا: کچھ لکھنے کے لیے بھی دے دے۔ فرمایا: جسم میں گودنا (تیری لکھائی ہے)۔ عرض کیا: میرے لیے کلام بھی مقرر فرمادے۔ فرمایا: جھوٹ (تیرا کلام) ہے۔ عرض کیا: میرے لیے جال بھی بنادے۔ فرمایا: عورتیں (تیرا جال ہیں)۔ (ندائے منبر ومحراب جلد۱ صفحہ۲۳۹، جامع الاحادیث جلد۲ صفحہ۵۸)

فائدہ: اس حدیث کے مطابق میوزک اور غنا شیطان کے منادی اور شیطان کے داعی ہیں۔ آج ہم اپنے گردوپیش پر نظر ڈالیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

﴿۷۹﴾ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی ایک خاص دعا

سُبْحَانَ الْاَبَدِیِّ الْاَبَدِ — پاکی ہے اس ذات کیلئے جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے۔

سُبْحَانَ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ — پاکی ہے اس ذات کیلئے جو ایک اور یکتا ہے۔

سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدِ — پاکی ہے اس ذات کیلئے جو تنہا اور بے نیاز ہے۔

سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَآءِ بِغَیْرِ عَمَدٍ — پاکی ہے اس ذات کیلئے جو آسمان کو بغیر ستون کے بلند کرنے والا ہے۔

سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْاَرْضَ عَلٰی مَآءٍ جَمَدٍ — پاکی ہے اس ذات کیلئے جس نے بچھایا زمین کو برف کی طرح جمے ہوئے پانی پر۔

سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاَحْصَاھُمْ عَدَدًا — پاکی ہے اس ذات پاک کیلئے جس نے پیدا کیا مخلوق کو، پس ضبط کیا اور خوب جان لیا ان کو گن کر۔

سُبْحَانَ مَنْ قَسَمَ الرِّزْقَ فَلَمْ یَنْسَ اَحَدًا — پاکی ہے اس ذات پاک کیلئے جس نے روزی تقسیم فرمائی، اور کسی کو نہ بھولا۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا — پاکی ہے اس ذات پاک کیلئے جس نے نہ بیوی اپنائی نہ بچے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ — پاکی ہے اس ذات کیلئے جس نے نہ کسی کو جنا نہ وہ جنا گیا، اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے مندرجہ بالا دُعا کا اہتمام کیجئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو سو (۱۰۰) مرتبہ خواب میں دیکھا، جب سوویں مرتبہ خواب میں دیکھا تو انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ یا اللہ! تیرے بندے تیرا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا پڑھیں تو یہ دعا اللہ تعالیٰ نے خواب میں بتلائی۔ (شامی جلد۱ صفحہ۳۳، مطبوعہ مکتبہ زکریا دیوبند، فتاوی رحیمیہ جلد۷ صفحہ۱۰۶، ۱۰۷)

نوٹ: صبح وشام یہ دعا سمجھ کر پڑھیں اور مندرجہ بالا دعا میں جن باتوں کی نفی کی گئی ہے ان سے اللہ کو پاک سمجھیں اور جن باتوں کو ثابت کیا گیا ہے ان کو دل سے مانیں، انشاء اللہ قرب خداوندی حاصل ہوگا۔ اگر کوئی شخص عربی دعا نہ پڑھ سکتا ہو تو اردو ترجمہ پڑھے اور دعا

میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر یقین و ایمان رکھے یہی اسلام کی بنیادی تعلیم ہے، اور یہی توحید ہے۔ (محمد امین)

﴿۸۰﴾ مناجات عربی

① يَا رَبِّ إِنْ عَظُمَتْ ذُنُوبِي كَثْرَةً　　فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ عَفْوَكَ أَعْظَمُ

② إِنْ كَانَ لَا يَرْجُوكَ إِلَّا مُحْسِنٌ　　فَمَنِ الَّذِي يَدْعُو وَيَرْجُو الْمُجْرِمُ

③ أَدْعُوكَ رَبِّي كَمَا أَمَرْتَ تَضَرُّعًا　　فَإِذَا رَدَدْتَ يَدِي فَمَنْ ذَا يَرْحَمُ

④ مَا لِي إِلَيْكَ وَسِيلَةٌ إِلَّا الرَّجَاءُ　　بِجَمِيلِ عَفْوِكَ ثُمَّ إِنِّي مُسْلِمُ

ترجمہ:

① اے میرے پروردگار! اگر میرے گناہ بڑھ گئے (تو کیا ہوا)۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کی معافی میرے گناہوں سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔

② اگر آپ کی رحمت کے امیدوار صرف نیک ہی ہوں تو گنہگار کسے پکاریں اور کس سے توقع رکھیں؟

③ اے میرے پروردگار! میں تیرے حکم کے مطابق تجھے زاری و عاجزی سے پکارتا ہوں۔ تو اگر میرا ہاتھ ناکام واپس لوٹا دے گا (یعنی مجھے مایوس کردے گا) تو کون ہے رحم کرنے والا؟

④ میرے پاس تو صرف آپ کے بہترین درگزر کی امید کے سوا کوئی سہارا نہیں، پھر بات یہ ہے کہ مسلمان بھی ہوں۔

﴿۸۱﴾ فضائل رمضان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کی رات میں ایک مؤمن بندہ نماز پڑھتا ہے جس نماز کے ہر سجدہ پر اُس کے لیے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اُس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا ایک اتنا بڑا گھر بنایا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوتے ہیں اور ہر دروازے پر سونے کا ایک محل ہوتا ہے (یعنی گویا ساٹھ ہزار محل بنائے جاتے ہیں) اور پورے ماہ رمضان میں کسی بھی وقت خواہ رات ہو خواہ دن اگر سجدہ کرے تو اس کو ایک اتنا بڑا درخت ملتا ہے جس کے سائے میں سوار پانچ سو سال تک دوڑتا رہے۔ (الترغیب والترہیب جلد ۲ صفحہ ۹۳)

﴿۸۲﴾ عبد الرزاق نامی آدمی کو رزاق کہہ کر پکارنا گناہ ہے

﴿ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (سورۃ اعراف: ۱۸۰)

ترجمہ: ''اور چھوڑ دو اُن کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں، ان لوگوں کو ان کے لیے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔''

اسماء الٰہیہ میں تحریف یا کجروی کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں وہ سب اس آیت کے مضمون میں داخل ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ نام استعمال کیا جائے جو قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں۔ علماء حق کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے نام رکھ دے یا جس صفت کے ساتھ چاہے اس کی حمد وثنا کرے بلکہ صرف وہی الفاظ ہونا ضروری ہیں جو قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کے لیے بطور نام یا صفت کے ذکر کیے گئے ہیں۔ ①

دوسری صورت الحاد فی الاسماء کی یہ ہے کہ اللہ کے جو نام قرآن وسنت سے ثابت ہیں اُن میں سے کسی نام کو نامناسب سمجھ کر چھوڑ دے اس کا بے ادبی ہونا ظاہر ہے۔

---

① شرح عقائد نسفی اور اس کی شرح نبراس میں ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں کو کسی دوسرے شخص کے لیے استعمال کرے، مگر اس میں یہ تفصیل ہے کہ اسماء حسنیٰ میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جن کو خود قرآن وحدیث میں دوسرے لوگوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لیے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ اور جن ناموں کا استعمال غیر اللہ کے لیے قرآن وحدیث سے ثابت ہے، وہ نام تو اوروں کے لیے بھی استعمال ہوسکتے ہیں۔ جیسے رحیم، رشید، علی، کریم، عزیز وغیرہ۔

اور اسماء حسنیٰ میں سے وہ نام جن کا غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں، اُن کو غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا الحادِ مذکور میں داخل اور ناجائز وحرام ہے۔ مثلاً رحمٰن، سبحان، رزاق، خالق، غفار، قدوس وغیرہ۔ پھر ان مخصوص ناموں کو

فَإِنْ قِيلَ فَكَيْفَ يَصِحُّ إِطْلَاقُ الْمَوْجُوْدِ وَالْوَاجِبِ وَالْقَدِيْمِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ كَلَفْظِ خُدَا بِالْفَارِسِيَّةِ مِمَّا لَمْ يَرِدْ بِهِ الشَّرْعُ قُلْنَا بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ مِنْ أَدِلَّةِ الشَّرْعِ (شرح عقائد صفحہ ۳۱، نبراس صفحہ ۱۷۳)

ترجمہ: ''اگر کہا جائے کہ جو نام اور صفات شریعت یعنی قرآن وسنت میں مذکور نہیں مثلاً واجب، قدیم اور فارسی میں لفظ خدا وغیرہ اُن کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیونکر جائز ہے؟ ہم جواب دیں گے کہ ان کا جواز اجماع سے ہے اور اجماع شرعی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔'' (محمد امین)

غیر اللہ کے لیے استعمال کرنا اگر کسی غلط عقیدہ کی بناء پر ہے کہ اس کو ہی خالق یا رزاق سمجھ کر ان الفاظ سے خطاب کررہا ہے تب تو ایسا کہنا کفر ہے۔ اور اگر عقیدہ غلط نہیں محض بے فکری یا بے سمجھی سے کسی شخص کو خالق، رزاق، یا رحمٰن، سبحان کہہ دیا تو یہ اگرچہ کفر نہیں مگر مشرکانہ الفاظ ہونے کی وجہ سے گناہ شدید ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل عام مسلمان اس غلطی میں مبتلا ہیں، کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہوں نے اسلامی نام ہی رکھنا چھوڑ دیئے، ان کی صورت وسیرت سے تو پہلے بھی مسلمان سمجھنا اُن کا مشکل تھا، نام سے پتہ چل جاتا تھا، اب نئے نام انگریزی طرز کے رکھے جانے لگے، لڑکیوں کے نام خواتین اسلام کے طرز کے خلاف خدیجہ، عائشہ، فاطمہ کی بجائے نسیم، شمیم، شہناز، نجمہ پروین ہونے لگے۔

اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے اسلامی نام ہیں، عبدالرحمٰن، عبدالخالق، عبدالرازق، عبدالغفار، عبدالقدوس وغیرہ، اُن میں تخفیف کا یہ غلط طریقہ اختیار کرلیا گیا ہے کہ صرف آخری لفظ اُن کے نام کی جگہ پکارا جاتا ہے، رحمٰن، خالق، رزاق، غفار کا خطاب انسانوں کو دیا جارہا ہے۔

اور اس سے زیادہ غضب کی بات یہ ہے کہ قدرت اللہ کو اللہ صاحب اور قدرتِ خدا کو خدا صاحب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ سب ناجائز وحرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ جتنی مرتبہ یہ لفظ پکارا جاتا ہے، اتنی ہی مرتبہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوتا ہے اور سننے والا بھی گناہ سے خالی نہیں رہتا۔ یہ گناہ بے لذت اور بے فائدہ ایسا ہے، جس کو ہمارے ہزاروں بھائی اپنے شب وروز کا مشغلہ بنائے ہوئے ہیں اور کوئی فکر نہیں کرتے کہ اس ذرا سی حرکت کا انجام کتنا خطرناک ہے۔ جس کی طرف آیت مذکورہ کے آخری جملہ میں تنبیہ فرمائی گئی ہے:

﴿ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (سورۂ اعراف: ۱۸۰)

ترجمہ: یعنی ''اُن کو اپنے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔''

اُس بدلہ کی تعیین نہیں کی گئی، اس ابہام سے عذابِ شدید کی طرف اشارہ ہے۔

جن گناہوں میں کوئی دنیوی فائدہ یا لذت وراحت ہے اُن میں تو کوئی کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں اپنی خواہش یا ضرورت سے مجبور ہوگیا، مگر افسوس یہ ہے کہ آج مسلمان ایسے بہت سے فضول گناہوں میں بھی اپنی جہالت یا غفلت سے مبتلا نظر آتے ہیں جن میں نہ

دنیا کا کوئی فائدہ ہے نہ ادنیٰ درجہ کی کوئی راحت ولذت ہے، وجہ یہ ہے کہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کی طرف دھیان ہی نہ رہا۔
نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ (معارف القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳۱)

﴿۸۳﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کا اثر

﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ ﴾ (سورۂ یونس:۸۸)

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! ان کے اموال کی صورت بدل کر مسخ وبے کار کر دے۔''

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس دُعا کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ قوم فرعون کے تمام زروجواہرات اور نقدی سکے اور باغوں، کھیتوں کی سب پیداوار پتھروں کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک تھیلا پایا گیا جس میں فرعون کے زمانے کی چیزیں تھیں اُن میں انڈے اور بادام بھی دیکھے گئے جو بالکل پتھر تھے۔ آئمہ تفسیر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام پھلوں، ترکاریوں اور غلہ کو پتھر بنا دیا تھا۔

(معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۶۴)

﴿۸۴﴾ نظر بد کی طرح نظر نیک کا اثر بھی برحق ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی ہے کہ نظر بد کا اثر حق ہے، ایک حدیث میں ہے کہ نظر بد ایک انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں داخل کر دیتی ہے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے پناہ مانگی اور اُمت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی ہے ان میں ''مِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ'' بھی مذکور ہے یعنی ''پناہ مانگتا ہوں نظر بد سے۔'' (قرطبی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سہل بن حنیف کا واقعہ معروف ہے کہ انہوں نے ایک موقع پر غسل کرنے کے لیے کپڑے اتارے تو ان کے سفید رنگ، تندرست بدن پر عامر بن ربیعہ کی نظر پڑ گئی اور ان کی زبان سے نکلا کہ میں نے تو آج تک اتنا حسین بدن کسی کا نہیں دیکھا۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً سہل بن حنیف کو سخت بخار چڑھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج تجویز کیا اور عامر بن ربیعہ کو حکم دیا کہ وہ وضو کریں اور وضو کا پانی کسی برتن میں جمع کریں، یہ پانی سہل بن حنیف کے بدن پر ڈالا جائے، ایسا ہی کیا گیا تو فوراً سہل بن حنیف کا بخار اتر گیا اور وہ بالکل تندرست ہوگئے۔ [۱]

اس واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ کو یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے، جب اُن کا بدن تمہیں خوب نظر آیا تو تم نے برکت کی دعا کیوں نہ کی؟ نظر کا اثر حق ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی دوسرے کی جان ومال میں کوئی اچھی بات تعجب انگیز نظر آئے تو اس کو چاہیے کہ اس کے واسطے یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔ بعض روایات میں ہے کہ ''مَاشَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' کہے اس سے نظر بد کا اثر جاتا رہتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کی نظر بد کسی کو لگ جائے تو نظر لگانے والے کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا غسالہ اس کے بدن پر ڈالنا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے۔ قرطبی نے فرمایا کہ تمام علماء اُمت اہل سنت الجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ نظر بد لگ جانا اور اس سے نقصان پہنچ جانا حق ہے۔

نوٹ: جب بری نظر میں تاثیر ہے تو اچھی نظر کی بھی تاثیر ہو سکتی ہے۔ اولیاء اللہ (اللہ تعالیٰ کے خاص بندے) جب نظر ڈالتے ہیں ہدایت عام ہو جاتی ہے۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۹۸)

---

[۱] حضرت سہل بن حنیف اور عامر بن ربیعہ دونوں بدری صحابی ہیں، اور یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔ (صفحہ ۳۹۰) محمد امین

﴿۸۵﴾ پاؤں کی تکلیف دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت یمن بھیجی اور اُن میں سے ایک صحابی کو اُن کا امیر بنایا جن کی عمر سب سے کم تھی، وہ لوگ کئی دن تک وہاں ہی ٹھہرے اور نہ جاسکے، اس جماعت کے ایک آدمی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلانے! تمہیں کیا ہوا؟ تم ابھی تک کیوں نہیں گئے؟ اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے امیر کے پاؤں میں تکلیف ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امیر کے پاس تشریف لے گئے اور ''بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهَا'' سات مرتبہ پڑھ کر اس آدمی پر دم کیا، وہ آدمی (اُسی وقت) ٹھیک ہوگیا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۷۸)

﴿۸۶﴾ روزی میں برکت کے لیے نبوی نسخہ

گھر میں داخل ہو کر سلام کرے، چاہے گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو، پھر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے پھر ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے۔
(حصن حصین)

﴿۸۷﴾ پریشانی دور کرنے کے لیے نبوی نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلا، اسی طرح کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو بہت شکستہ حال اور پریشان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیسے ہوگیا؟ اُس شخص نے عرض کیا کہ بیماری اور تنگدستی نے میرا یہ حال کردیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں چند کلمات بتاتا ہوں، وہ پڑھوگے تو تمہاری بیماری اور تنگدستی جاتی رہے گی۔ وہ کلمات یہ ہیں:

(تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا)

ترجمہ: ''میں اس زندہ ہستی پر بھروسہ کرتا ہوں جس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی، تمام خوبیاں اُسی اللہ کے لیے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائیاں بیان کیا کیجئے۔''

اس کے کچھ عرصہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف تشریف لے گئے تو اُس کو اچھے حال میں پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ جب سے آپ نے مجھے یہ کلمات بتلائے ہیں میں پابندی سے ان کلمات کو پڑھتا ہوں۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۳۱)

﴿۸۸﴾ مسلمانوں کے اجتماعی مال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی احتیاط

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کے مال کو (یعنی مسلمانوں کے اجتماعی مال کو جو بیت المال میں ہوتا ہے) اپنے لیے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو میں اس کے استعمال سے بچتا ہوں، اور اگر مجھے ضرورت ہو تو ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں اسے لیتا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں اللہ کے مال کو اپنے لیے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ﴾ (سورۃ نساء: آیت ۶)

ترجمہ: ''جو شخص غنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھائے۔''

(حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)

۲ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے ان کے لیے علاج میں شہد تجویز کیا گیا اور اس وقت بیت المال میں شہد کی ایک کپی موجود تھی۔ (انہوں نے خود اس شہد کو نہ لیا بلکہ) مسجد جا کر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے علاج کے لیے شہد کی ضرورت ہے، اور شہد بیت المال میں موجود ہے، اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اسے لے لوں، ورنہ وہ میرے لیے حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے خوشی سے ان کو اجازت دے دی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۳)

۳ حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مشک اور عنبر آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی عورت مل جائے جو تولنا اچھی طرح جانتی ہو اور وہ مجھے یہ خوشبو تول دے تاکہ میں اُسے مسلمانوں میں تقسیم کر سکوں۔ ان کی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہا نے کہا میں تولنے میں بڑی ماہر ہوں، لائیے میں تول دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! تم سے نہیں تلواتا۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ تو اسے اپنے ہاتھوں سے ترازو میں رکھے گی (یوں کچھ نہ کچھ خوشبو تیرے ہاتھ کو لگ جائے گی اور کنپٹی اور گردن پر اپنے ہاتھ پھیرے گی اس طرح تجھے مسلمانوں سے کچھ زیادہ خوشبو مل جائے گی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۵)

۴ حضرت مالک بن اوس بن حدثان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس روم کے بادشاہ کا قاصد آیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ایک دینار اُدھار لے کر عطر خریدا اور شیشیوں میں ڈال کر وہ عطر اس قاصد کے ہاتھ روم کے بادشاہ کی بیوی کو ہدیہ بھیج دیا۔

جب یہ قاصد بادشاہ کی بیوی کے پاس پہنچا اور اُسے وہ عطر دیا تو اس نے وہ شیشیاں خالی کر کے جواہرات سے بھر دیں اور قاصد سے کہا جاؤ، یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی کو دے آؤ

جب یہ شیشیاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس پہنچیں تو انہوں نے شیشیوں سے وہ جواہرات نکال کر بچھونے پر رکھ دیئے۔ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر آ گئے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا ہے؟ ان کی بیوی نے سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام جواہرات لے کر بیچ دیئے اور ان کی قیمت میں سے صرف ایک دینار اپنی بیوی کو دیا اور باقی ساری رقم مسلمانوں کے لیے بیت المال میں جمع کرا دی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۶)

۵ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ آیا۔ جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو میں انہیں بیچنے کے لیے بازار لے آیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے تو انہوں نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں؟ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ تو فرمانے لگے اے عبداللہ بن عمر! واہ واہ امیر المومنین کے بیٹے کے کیا کہنے! میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! کیا بات ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراگاہ میں چرنے کے لیے بھیجے تھے۔ (اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں) تاکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! بیت المال کی چراگاہ میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہوں گے، امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو

چراؤ اور امیر المومنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاؤ (میرے بیٹے ہونے کی وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہوگی اس لیے) اے عبداللہ بن عمر! ان اونٹوں کو بیچو اور تم نے جتنی رقم میں خرد یے تھے وہ تو لے لو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۶)

﴿۸۹﴾ جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کو یہ دعا پڑھنے کی توفیق ہوتی ہے

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بریدہ! جس کے ساتھ اللہ پاک خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو مندرجہ ذیل کلمات سکھا دیتے ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّ فِیْ رِضَاكَ ضُعْفِیْ وَخُذْ اِلَی الْخَیْرِ بِنَاصِیَتِیْ وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ مُنْتَهٰی رِضَائِیْ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَاِنِّیْ فَقِیْرٌ فَاَغْنِنِیْ یَآاَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ)

آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ یہ کلمات سکھاتا ہے پھر وہ مرتے دم تک نہیں بھولتا۔ (احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۲۷۷)

﴿۹۰﴾ قبولیت دعا

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے قرآن کریم کی ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اس کو پڑھ کر آدمی جو دعا کرتا ہے قبول ہوتی ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾

(سورۂ زمر: ۴۶)

ترجمہ: "آپ کہیے اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! چھپی اور کھلی باتوں کے جاننے والے! آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمادیں گے جن میں باہم وہ اختلاف کرتے تھے۔"

(قرطبی، معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۷۶)

﴿۹۱﴾ مشاجراتِ صحابہ کے متعلق ایک اہم ہدایت

حضرت ربیع بن خثیم سے کسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے ایک آہ بھری اور اس آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ﴾

(معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۷۶)

ترجمہ: "آپ کہیے، اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! چھپی اور کھلی باتوں کے جاننے والے! آپ ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمادیں گے جن میں باہم وہ اختلاف کرتے تھے۔"

(معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۷۶)

﴿۹۲﴾ جمعہ کی نماز کے بعد گناہ معاف کروانے کا ایک نبوی نسخہ

جو آدمی جمعہ کی نماز کے بعد سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ" پڑھے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے پڑھنے والے

کے ایک لاکھ گناہ معاف ہوں گے اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف ہوں گے۔ ① (رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ صفحہ ۲۲۴)

﴿۹۳﴾ وضو کے وقت کی خاص دعا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص وضو کرتے وقت مندرجہ ذیل دعا کو پڑھتا ہے اس کے لیے مغفرت کا ایک پرچہ لکھ کر اور پھر اس پر مہر لگا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن تک اس کی مہر نہ توڑی جائے گی اور وہ مغفرت کا حکم برقرار رہے گا:

(سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ) (حصن حصین صفحہ ۱۰۰)

﴿۹۴﴾ تین بڑی بیماریوں سے بچنے کا آسان نبوی نسخہ

حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں یعنی میں بوڑھا ہوگیا ہوں، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ مجھے آپ وہ چیز سکھائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس پتھر، درخت اور ڈھیلے کے پاس سے گزرے ہو اس نے تمہارے لیے دعائے مغفرت کی ہے۔ اے قبیصہ! صبح کی نماز کے بعد تین مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ" کہو، اس سے تم اندھے پن، کوڑی پن اور فالج سے محفوظ رہو گے۔ اے قبیصہ! یہ دعا بھی پڑھا کرو:

(اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ وَأَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَيَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَأَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ)

ترجمہ: "اے اللہ! میں ان نعمتوں میں سے مانگتا ہوں جو تیرے پاس ہیں، اور اپنے فضل کی مجھ پر بارش کر اور اپنی رحمت مجھ پر پھیلا دے اور اپنی برکت مجھ پر نازل کر دے۔" (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۹)

﴿۹۵﴾ شیطان کا پیشاب انسان کے کان میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کیا گیا کہ وہ صبح تک سوتا ہی رہتا ہے نماز کے لیے بھی نہیں اٹھتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِيْ أُذُنِهٖ) (بخاری ومسلم)

ترجمہ: "یہ ایسا آدمی ہے جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے۔" (تاریخ جنات وشیاطین صفحہ ۳۸۵)

﴿۹۶﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبر میں منکر نکیر سے سوال کرنا

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے، مجھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ منکر نکیر قبر میں تمہارے پاس آئیں گے اور تم سے سوال کریں گے: مَنْ رَّبُّكَ؟ اے عمر! تیرا رب کون ہے؟ تو تم جواب میں کہو گے میرا رب اللہ ہے! تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں، تم دونوں کے نبی کون ہیں؟ اور اسلام میرا دین ہے۔ تم دونوں کا دین کیا ہے؟ اس پر وہ دونوں کہیں گے، دیکھو کیا عجیب بات ہے، ہمیں پتہ نہیں چل رہا ہے کہ ہمیں تمہارے پاس بھیجا گیا ہے یا تمہیں ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۹۹)

---

① بخاری اور مسلم شریف کی روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِيْ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۰)
ترجمہ: "جس نے ایک دن میں سو مرتبہ کہا: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔" (محمد امین)

﴿۹۷﴾ پانچ جملے دنیا کے لیے، پانچ جملے آخرت کے لیے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مندرجہ ذیل دس کلمات کو نماز فجر کے وقت (پہلے یا بعد میں) کہا تو وہ شخص ان کلمات کو پڑھتے ہی اللہ تعالیٰ کو اس کے حق میں کافی اور کلمات پڑھنے اور اجر وثواب دیتے ہوئے پائے گا۔ پہلے پانچ کلمات دنیا سے متعلق ہیں اور باقی پانچ آخرت سے متعلق ہیں۔

دنیا کے متعلق پانچ یہ ہیں:

① حَسْبِیَ اللّٰہُ لِدِیْنِیْ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، میرے دین کے لیے۔‘‘
② حَسْبِیَ اللّٰہُ لِمَا اَھَمَّنِیْ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، میرے کل کے لیے۔‘‘
③ حَسْبِیَ اللّٰہُ لِمَنْ بَغٰی عَلَیَّ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، اس شخص کے لیے جو مجھ پر زیادتی کرے۔‘‘
④ حَسْبِیَ اللّٰہُ لِمَنْ حَسَدَنِیْ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ اس شخص کے لیے جو مجھ پر حسد کرے۔‘‘
⑤ حَسْبِیَ اللّٰہُ لِمَنْ کَادَنِیْ بِسُوْءٍ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، اس شخص کے لیے جو دھوکہ اور فریب دے مجھے برائی کے ساتھ۔‘‘

اور آخرت کے پانچ یہ ہیں:

① حَسْبِیَ اللّٰہُ عِنْدَ الْمَوْتِ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، موت کے وقت۔‘‘
② حَسْبِیَ اللّٰہُ عِنْدَ الْمَسْاَلَۃِ فِی الْقَبْرِ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، قبر میں سوال کے وقت۔‘‘
③ حَسْبِیَ اللّٰہُ عِنْدَ الْمِیْزَانِ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، میزان کے پاس (یعنی اس ترازو کے پاس جس میں نامہ اعمال کا وزن ہوگا)۔‘‘
④ حَسْبِیَ اللّٰہُ عِنْدَ الصِّرَاطِ — ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، پل صراط کے پاس۔‘‘
⑤ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

ترجمہ: ’’کافی ہے مجھ کو اللہ، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر توکل کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔‘‘

(درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۰۳)

﴿۹۸﴾ قید سے چھٹکارے کا نبوی نسخہ

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ حضرت عوف اشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے کہلوادو کہ بکثرت لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے رہیں۔

ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے ان کی قید کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے اور ان لوگوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لیے، راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے، انہیں اپنے ساتھ ہنکالائے۔

وہ لوگ پیچھے دوڑے لیکن یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، سیدھے اپنے گھر آئے اور دروازے پر کھڑے ہوکر آواز دی۔ باپ نے آواز سن کر فرمایا: اللہ کی قسم! یہ تو سالم ہے۔ ماں نے کہا: ہائے وہ کہاں! وہ تو قید وبند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا۔ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے، دروازہ کھولا، دیکھا تو ان کے لڑکے سالم رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے۔ پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا: اچھا ٹھہرو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کرآؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا یہ سب تمہارا ہے، جو چاہو کرو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۳۷۶)

﴿۹۹﴾ مصائب سے نجات اور مقاصد کے حصول کا مجرب نسخہ

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو مصیبت سے نجات اور حصول مقصد کے لیے یہ تلقین فرمائی کہ کثرت کے ساتھ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا کریں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دینی اور دنیاوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے اور منافع و مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اس کلمہ کی کثرت بہت مجرب عمل ہے اور اس کثرت کی مقدار حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بتلائی ہے کہ روزانہ پانچ سو مرتبہ یہ کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھا کرے، اور سو مرتبہ درود شریف اس کے اوّل اور آخر میں پڑھ کر اپنے مقصد کے لیے دُعا کیا کرے۔

(تفسیر مظہری، معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۸۸)

﴿۱۰۰﴾ چوتھے آسمان کے فرشتے کو مدد کیلئے حرکت میں لانے والی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ایک صحابی کی کنیت ابو معلق تھی اور وہ تاجر تھے، اپنے اور دوسروں کے مال سے تجارت کیا کرتے تھے اور وہ بہت عبادت گزار اور پرہیزگار تھے۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں گئے۔ انہیں راستہ میں ایک ہتھیاروں سے مسلح ڈاکو ملا۔ اس نے کہا اپنا سارا سامان یہاں رکھ دو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ اُس صحابی نے کہا تمہیں مال لینا ہے وہ لے لو۔ ڈاکو نے کہا: نہیں میں تمہارا خون بہانا چاہتا ہوں۔ اُس صحابی نے کہا: مجھے ذرا مہلت دو میں نماز پڑھ لوں۔ اُس نے کہا: جتنی پڑھنی ہے پڑھ لو۔ چنانچہ اُنہوں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور یہ دعا تین مرتبہ مانگی:

(یَا وَدُوْدُ! ذَا الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ یَا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ! اَسْئَلُکَ بِعِزَّتِکَ الَّتِیْ لَا تُرَامُ وَمُلْکِکَ الَّذِیْ لَا یُضَامُ وَبِنُوْرِکَ الَّذِیْ مَلَاَ اَرْکَانَ عَرْشِکَ اَنْ تَکْفِیَنِیْ شَرَّ ھٰذَا اللِّصِّ، یَا مُغِیْثُ اَغِثْنِیْ !)

تو اچانک ایک گھڑ سوار نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا جسے اُٹھا کر وہ اپنے گھوڑے کے کانوں کے درمیان بلند کیے ہوئے تھا، اس نے اس ڈاکو کو نیزہ مار کر قتل کر دیا، پھر وہ اس تاجر کی طرف متوجہ ہوا۔ تاجر نے پوچھا تم کون ہو؟ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے میری مدد فرمائی۔ اس نے کہا میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں، جب آپ نے (پہلی مرتبہ) دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی، جب آپ نے دوبارہ دعا کی میں نے آسمان والوں کی چیخ و پکار سنی، پھر آپ نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کسی نے کہا یہ ایک مصیبت زدہ کی دُعا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اس ڈاکو کو قتل کرنے کا کام میرے ذمہ کر دیں۔ پھر اس فرشتے نے کہا آپ کو خوشخبری ہو کہ جو آدمی بھی وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھے اور پھر یہ دعا مانگے تو اس کی دُعا ضرور قبول ہوگی، چاہے وہ مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۶)

﴿۱۰۱﴾ تلاوت قرآن کے وقت خاموش نہ رہنا کفار کا شیوہ ہے

﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ (سورہ حم السجدۃ: ۲۶)

ترجمہ: ”اور کافر یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت، اور اس کے بیچ میں غل مچادیا کرو، شاید تم ہی غالب رہو۔“

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ تلاوتِ قرآن میں خلل ڈالنے کی نیت سے شور و غل کرنا کفر کی علامت ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خاموش ہو کر سننا واجب اور ایمان کی علامت ہے۔ آج کل ریڈیو پر تلاوت قرآن پاک نے ایسی صورت اختیار کر لی ہے کہ ہر ہوٹل اور

مجمع کے مواقع میں ریڈیو کھولا جاتا ہے، جس میں قرآن کی تلاوت ہو رہی ہو، اور ہوٹل والے خود اپنے دھندوں میں لگے رہتے ہیں اور کھانے پینے والے اپنے شغل میں، اس کی صورت وہ بن جاتی ہے جو کفار کی علامت تھی۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت فرمائیں کہ یا تو ایسے مواقع میں تلاوت قرآن کے لیے ریڈیو نہ کھولیں، اگر کھولنا ہے اور برکت حاصل کرنا ہے تو چند منٹ سب کام بند کر کے خود بھی اس طرف متوجہ ہو کر سنیں اور دوسروں کو بھی اس کا موقع دیں۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۱۳۷)

﴿۱۰۲﴾ انڈا حلال ہے، اس کی دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں، اور اوّل وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے، پھر اُس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے، پھر اُس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی، اُس کے بعد آنے والے کی مثال مرغی پیش کرنے والے کی، اُس کے بعد آنے والے کی مثال انڈا پیش کرنے والے کی۔

پھر جب امام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے شریک ہو جاتے ہیں۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

﴿۱۰۳﴾ پرانے ہوں تو ایسے ہوں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کھڑے رو رہے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا: میں نے ایک حدیث سنی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو متقی ہوں اور چھپے ہوئے ہوں، ایسے کہ اگر مجلس میں آئیں تو کوئی ان کو نہ پہچانے اور اگر مجلس میں نہ ہوں تو کوئی نہ ڈھونڈے کہ فلاں صاحب کہاں گئے؟ مجلس میں کیوں نہ آئے؟ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ہر فتنہ سے محفوظ رہیں گے۔ پرانے ہوں تو ایسے ہوں کام خوب کریں تعلق مع اللہ بہت ہو۔ مگر چھپے ہوئے ہوں، زمین پر زیادہ لوگ نہ پہچانتے ہوں۔ آسمان پر سب جانتے ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ وَمَعَھُمْ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۸۵)

﴿۱۰۴﴾ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے درمیان نوک جھونک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو نبھا لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی فضیلت بیان فرمائی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ مجھ سے تو تو میں میں کرتے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد سے فرمایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ کہو اس لیے کہ یہ بدری ہیں۔ خالد رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ حضرت! یہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مجھے بھی کوستے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عوف سے فرمایا کہ خالد کو کچھ نہ کہو اس لیے کہ یہ اللہ کی تلوار ہے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تعریف کر دی، دونوں کو نبھا بھی لیا۔ ساتھیوں کی آپس میں تو تو میں میں ہو جائے تو ذمہ دار دونوں کی تعریف کرے اور دونوں کو نبھا لے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۴۱۴)

﴿۱۰۵﴾ پرانے قربانیاں دینے والے ساتھیوں کی اولاد کی رعایت اور اُن کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے، ورنہ نفل عبادت قبول ہوگی نہ فرض

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آیا تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں وصیت فرمادیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مہاجرین میں سے جو سابقین اولین ہیں میں تمہیں ان کے ساتھ اور ان کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں، اگر تم اس وصیت پر عمل نہیں کروگے تو تمہارا نہ نفلی عمل قبول ہوگا اور نہ فرض عمل قبول ہوگا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۵)

فائدہ: دین کا کام کرنے والے ساتھیوں کی اولاد کی رعایت ضروری ہے، سب سے اچھا سلوک یہ ہے کہ اُن کو بھی دعوت کے کام میں محنت سے چلایا جائے اور خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے۔

﴿۱۰۶﴾ حضور اکرم ﷺ نے شلوار استعمال کی ہے اس کی دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے چار درہم میں ایک شلوار خریدی میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ یہ شلوار پہنیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! دن رات سفر و حضر میں پہنوں گا، کیونکہ مجھے ستر ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے اور مجھے اس سے زیادہ ستر ڈھانکنے والی کوئی چیز نہ ملی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۷۰۷)

﴿۱۰۷﴾ وہ خوش نصیب صحابی جن کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا فرشتے ان کے جنازہ کو لے کر تبوک پہنچے اور نبی کریم ﷺ نے جنازہ کی نماز تبوک میں پڑھی

معاویہ بن معاویہ لیثی انصاری کا انتقال مدینہ میں ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر مدینہ آئے، ان کے جنازہ کو لے کر تبوک روانہ ہوئے، آپ ﷺ نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنازہ کی نماز تبوک میں پڑھی اور جنازہ واپس مدینہ لایا گیا اور تدفین بقیع میں ہوئی۔ حضور ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ اعزاز کیوں ملا؟ فرمایا کہ کثرت سے سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے اس لیے یہ اعزاز ملا۔ (تفسیر رازی فی تفسیر قل ھو اللہ احد)

﴿۱۰۸﴾ میت پر رونے والی کو عذاب

نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کرلی، تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتا اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائے گا۔ مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ وہ جنت دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی۔ گندھک کا کرتہ ہوگا اور منہ پر آگ کھیل رہی ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۸۵)

﴿۱۰۹﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ارادہ کرتے کہ کسی مردے کو زندہ کریں تو دو رکعت نماز پڑھتے، پہلی رکعت میں ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ...... الخ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿الٓمّٓ تَنْزِیْلُ﴾ پڑھتے، پھر اللہ کی حمد وثنا کرتے، پھر یہ سات اسماء باری پڑھتے "یَاقَدِیْمُ، یَاخَفِیُّ، یَا دَائِمُ، یَافَرْدُ، یَاوِتْرُ، یَااَحَدُ، یَا صَمَدُ" اور اگر کوئی سخت پریشانی لاحق ہوجاتی تو یہ سات نام لے کر دعا کرتے۔ "یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ، یَانُوْرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ یَارَبِّ"۔

یہ زبردست اثر والے نام ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۳۶)

﴿۱۱۰﴾ مردوں اور عورتوں کے غصہ اور لڑائی میں فرق

مردوں کے مزاج میں حرارت ہوتی ہے اس واسطے ان کی ناراضگی اور غصہ کا اثر مارنے پیٹنے چلانے وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوجاتا ہے، اور عورتوں کی فطرت میں حیا و برودت رکھی گئی ہے اس واسطے ناراضگی کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ورنہ درحقیقت ناراضگی میں عورتیں مردوں سے کچھ کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔ پس ان کو ایسے موقع پر بھی غصہ آجاتا ہے جہاں مردوں کو نہیں آتا کیونکہ ان کی عقل میں نقصان ہے تو ان کے غصہ کے مواقع بھی زیادہ ہیں۔

اس کے علاوہ چیخنے چلانے کی نسبت میٹھا غصہ دیرپا ہوتا ہے اور چیخنے چلانے والوں کا غصہ اُبال کی طرح سے اُٹھ کر دب جاتا ہے، اور میٹھا غصہ دل کے اندر جمع رہتا ہے، اس کو کینہ کہتے ہیں، کینہ کا منشاء غصہ ہے، سو ایک عیب تو وہ غصہ تھا اور دوسرا عیب یہ کینہ ہے، تو میٹھے غصے میں دو عیب ہیں اور کینہ میں ایک عیب اور ہے کہ جب غصہ نکلا نہیں تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے اور بات، بہانہ اور رنجیدگیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں تو کینہ صرف ایک گناہ نہیں ہے بلکہ بہت سے گناہوں کی جڑ ہے۔ اور کینہ میٹھے غصہ میں ہوتا ہے اور میٹھا غصہ عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے تو عورتوں کا غصہ ہزاروں گناہوں کا سبب ہے مردوں کا غصہ ایسا نہیں ہے، مردوں کا غصہ جوشیلا اور عورتوں کا غصہ میٹھا ہے۔
(غوائل الغضب صفحہ ۲۴، تحفۂ زوجین صفحہ ۱۷)

﴿۱۱۱﴾ عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں:

① ایک عورت تو وہ ہے جو پاک دامن، مسلمان، نرم طبیعت، محبت کرنے والی زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو اور زمانہ کے فیشن کے خلاف اپنے گھر والوں کی مدد کرتی ہو (سادہ رہتی ہو) اور گھر والوں کو چھوڑ کر زمانہ کے فیشن پر نہ چلتی ہو لیکن تمہیں ایسی عورتیں کم ملیں گی۔

② دوسری وہ عورت ہے جو خاوند سے بہت مطالبہ کرتی ہو اور بچے جننے کے علاوہ اس کا اور کوئی کام نہیں۔

③ تیسری وہ عورت ہے جو خاوند کے گلے کا طوق ہو اور جوں کی طرح چمٹی ہوئی ہو (یعنی بداخلاق بھی ہو اور اس کا مہر بھی زیادہ ہو جس کی وجہ سے اس کا خاوند اسے چھوڑ نہ سکتا ہو) ایسی عورت کو اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتے ہیں ڈال دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کی گردن سے اُتار لیتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۵۶۲)

﴿۱۱۲﴾ غریب ساتھی کا صدقہ قبول کرنا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی ایک گھوڑی لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا نام "سُبلہ" تھا اور انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز اس گھوڑی سے زیادہ محبوب نہیں تھی اور عرض کیا کہ یہ گھوڑی اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما کر ان کے بیٹے حضرت اُسامہ بن زید کو سواری کے لیے دے دی۔ (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو یہ اچھا نہ لگا کہ ان کی صدقہ کی ہوئی گھوڑی ان کے ہی بیٹے کو مل گئی، یوں صدقہ کی ہوئی چیز اپنے ہی گھر واپس آگئی)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناگواری کا اثر ان کے چہرے پر محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس صدقہ کو قبول کر چکے ہیں (لہٰذا اب یہ گھوڑی جسے بھی مل جائے تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی)۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲)

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے خواب میں (فرشتے کو) اذان، دیتے ہوئے دیکھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ انہوں

نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے یہ باغ صدقہ ہے، میں اللہ اور اس کے رسول کو دے رہا ہوں ،وہ جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔

جب اُن کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارا گزر تو اسی باغ پر ہو رہا تھا، ہمارے بیٹے نے اسے صدقہ کر دیا۔ حضور ﷺ نے وہ باغ ان دونوں کو دے دیا۔ پھر جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو پھر وہ باغ ان کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو وراثت میں مل گیا اور وہ وارث بن کر اس باغ کے مالک ہو گئے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

﴿۱۱۳﴾ دنیا کے ہر انار میں جنت کا ایک دانہ ہوتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انار کے ایک دانہ کو اٹھایا اور اس کو کھالیا۔ ان سے کہا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں کیا؟ فرمایا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ زمین کے ہر انار میں جنت کے دانوں میں سے ایک دانہ ڈالا جاتا ہے شاید کہ یہ وہی ہو۔ (طبرانی بہ سند صحیح)

فائدہ: اس ارشاد کو نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً بھی روایت کیا گیا ہے۔ (الطب النبوی، کنز العمال، جنت کے حسین مناظر، مولانا امداد اللہ انور صفحہ ۵۵۸)

﴿۱۱۴﴾ نیند اگر نہ آئے تو یہ دعا پڑھیں

مسند احمد میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ ایک دعا سکھاتے تھے کہ نیند اچاٹ ہو جانے کے مرض کو دور کرنے کے لیے ہم سوتے وقت پڑھا کریں:

(بِسْمِ اللّٰہِ أَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَّحْضُرُوْنِ)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما کا دستور تھا کہ اپنی اولاد میں سے جو ہوشیار ہوتے ان کو یہ دعا سکھا دیا کرتے تھے اور جو چھوٹے نا سمجھ ہوتے یاد نہ کر سکتے ان کے گلے میں اس دعا کو لکھ کر لٹکا دیتے۔ ①

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۶۹)

﴿۱۱۵﴾ حضور اکرم ﷺ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کو پانچ نصیحتیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے پانچ باتوں کی وصیت کی ہے۔ فرمایا:

① اے انس! کامل وضو کرو تمہاری عمر بڑھے گی۔
② جو میرا اُمتی ملے سلام کرو نیکیاں بڑھیں گی۔
③ گھر میں اسلام کر کے جایا کرو گھر کی خیریت بڑھے گی۔
④ چاشت کی نماز پڑھتے رہو تم سے اگلے لوگ جو اللہ والے بن گئے تھے ان کا یہی طریقہ تھا۔
⑤ اے انس! چھوٹوں پر رحم کر، بڑوں کی عزت و توقیر کر، تو قیامت کے دن میرا ساتھی ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۵۲۸)

﴿۱۱۶﴾ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خط

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا اور اس میں درخواست کی کہ

---

① عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا فَزِعَ اَحَدُکُمْ فِی النَّوْمِ فَلْیَقُلْ: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ فَاِنَّھَا لَنْ تَضُرَّہٗ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍو یُعَلِّمُھَا مَنْ بَلَغَ مِنْ وَلَدِہٖ وَمَنْ لَّمْ یَبْلُغْ مِنْھُمْ کَتَبَھَا فِیْ صَکٍّ ثُمَّ عَلَّقَھَا فِیْ عُنُقِہٖ (رواہ ابوداؤد والترمذی وھذا لفظہ) (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۱۷ باب الاستعاذۃ، سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ محمد امین پالن پوری)

آپ مجھے کچھ نصیحت اور وصیت فرمائیں لیکن بات مختصر اور جامع ہو، بہت زیادہ نہ ہو۔ تو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اُن کو یہ مختصر خط لکھا۔

سلام ہو تم پر۔ اما بعد! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہے، لوگوں کو اپنے سے خفا کر کے، تو اللہ مستغنی کر دے گا اس کو لوگوں کی فکر اور بار برداری سے اور خود اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔ اور جو کوئی بندوں کو راضی کرنا چاہے گا اللہ کو ناراض کر کے تو اللہ اس کو سپرد کر دے گا لوگوں کے۔ والسلام۔ (جامع ترمذی، معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)

﴿۱۱۷﴾ حضور ﷺ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تین نصیحتیں

حضور ﷺ نے فرمایا سنو! ابوبکر! تین چیزیں بالکل برحق ہیں۔

① جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔

② جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا وہ صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادہ عطا فرمائے گا۔

③ اور جو شخص مال بڑھانے کے لیے سوال کا دروازہ کھولے گا اِس سے اُس سے مانگتا پھرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی اسے مبتلا رکھے گا۔ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۲۲)

﴿۱۱۸﴾ دعا کی قبولیت کے لیے چند کلمات

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسجد میں آرام کر رہا تھا اچانک غیب سے آواز آئی اے سعید! مندرجہ ذیل کلمات پڑھ کر تو جو دعا مانگے گا اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔

(اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ، مَاتَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ)

فائدہ: حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان جملوں کے بعد میں نے جو دعا مانگی ہے وہ قبول ہوئی ہے۔ (روح المعانی فی تفسیر ملیک مقتدر)

(اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَاتَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ فَاَسْعِدْنِيْ فِي الدَّارَيْنِ وَكُنْ لِّيْ وَلَا تَكُنْ عَلَيَّ وَاٰتِنِيْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ)

مذکورہ دعا اللہ تعالیٰ میرے لیے میرے بیوی بچوں کے لیے اور پوری امت کے لیے قبول فرمائے۔ آمین! "اِنَّهٗ هُوَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ"

﴿۱۱۹﴾ بدبختی کی چار علامتیں

حدیث شریف میں ہے کہ بدبختی کی چار علامتیں ہیں:

① آنکھوں سے آنسو کا جاری نہ ہونا۔
② دل کی سختی۔
③ طول امل یعنی لمبی امیدیں باندھنا۔
④ دنیا کی حرص۔ (معارف القرآن جلد ۵ صفحہ ۲۷۹)

﴿۱۲۰﴾ تبلیغ والوں کو شب جمعہ کی پابندی کرنا

تعلیم و تبلیغ کے لیے کسی دن یا رات کو مخصوص کر لینا بدعت نہیں نہ اس کا التزام بدعت ہے، دینی مدارس میں اسباق کے اوقات مقرر

ہیں جن کی پابندی التزام کے ساتھ کی جاتی ہے اس پر کسی کو بدعت کا شبہ نہیں ہوا۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد ۸ صفحہ ۲۷۵)

﴿۱۲۱﴾ حاصل تصوف

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تمام سلوک اور تصوف کا حاصل صرف یہ ہے کہ طاعت کے وقت ہمت کر کے طاعت کو بجالائے اور معصیت کے تقاضہ کے وقت ہمت کر کے معصیت سے رُک جائے، اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، محفوظ رہتا ہے، ترقی کرتا ہے۔ (کشکول معرفت صفحہ ۵۲۳)

پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کو خلافت دی اور فرمایا کہ فلاں مقام پر جا کر دین کی تبلیغ واشاعت کرو۔ چلتے چلتے مرید نے عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرمادیجئے۔ شیخ نے فرمایا کہ دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں:

① کبھی خدائی کا دعویٰ مت کرنا۔ ② نبوت کا دعویٰ نہ کرنا۔

وہ حیران ہوا کہ میں برسہا برس آپ کی صحبت میں رہا، کیا اب بھی یہ احتمال اور خطرہ تھا کہ میں خدائی اور نبوت کا دعویٰ کروں گا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدائی اور نبوت کے دعویٰ کا مطلب سمجھ لو پھر بات کرو۔

خدا کی ذات وہ ہے کہ جو کہہ دے وہ اٹل ہوتا ہے اس سے اختلاف نہیں ہوسکتا، جو انسان اپنی رائے کو اس درجہ میں پیش کرے کہ وہ اٹل ہو۔ اس کے خلاف نہ ہوسکے تو اس کو خدائی کا دعویٰ ہوگا۔

اور نبی وہ ہے جو زبان سے فرمائے وہ سچی بات ہے، کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتا، جو شخص اپنے قول کے بارے میں کہے کہ یہ اتنی سچی بات ہے کہ اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا، وہ در پردہ نبوت کا مدعی ہے کہ میری بات غلط ہو ہی نہیں سکتی حالانکہ یہ اس کی ذاتی رائے ہے۔

(حکایتوں کا گلدستہ مولانا اسلم شیخوپوری صفحہ ۹۲)

﴿۱۲۲﴾ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

(قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا مِنْ رَجُلٍ اَخَذَ بِيَدِ امْرَاَتِهٖ يُرَاوِدُهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ خَمْسَ حَسَنَاتٍ فَاِنْ عَانَقَهَا فَعَشْرُ حَسَنَاتٍ، فَاِنْ قَبَّلَهَا عِشْرُوْنَ، فَاِنْ اَتَاهَا كَانَ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، فَاِذَا قَامَ لِيَغْتَسِلَ لَمْ يَمُرَّ الْمَاءُ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ جَسَدِهٖ اِلَّا مَحَاعَنْهُ سَيِّئَةً وَرَفَعَ لَهٗ دَرَجَةً وَيُعْطِي بِغُسْلِهٖ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُبَاهِيْ بِهِ الْمَلٰٓئِكَةَ يَقُوْلُ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ قَامَ فِيْ لَيْلَةٍ قَرٍّ بَارِدٍ ةٍ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ يَتَيَقَّنُ بِاَنِّيْ رَبُّهٗ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ غَفَرْتُ لَهٗ)

(البرکۃ صفحہ ۵۶، لابی عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن ۸۱۲ھ)

ترجمہ: "حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑا محبت کے طور پر، اللہ تعالیٰ اس کے لیے پانچ نیکیاں لکھتے ہیں، اگر اس سے معانقہ کی تو دس نیکیاں، اگر بوسہ لیا تو بیس نیکیاں، پھر اگر قربت کرے تو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ پس جب فارغ ہو کر غسل کرے پس اس وقت بدن کی جس جگہ سے پانی بہے اس سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کا درجہ بلند ہوتا ہے اور اس کو اس غسل پر دنیا و مافیہا سے زیادہ عطا کیا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندے کو ٹھنڈی رات میں اٹھا جنابت سے پاک ہونے کے لیے اور یقین کرتا ہے کہ میں اس کا رب ہوں، اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس کو معاف کر دیا۔"

﴿۱۲۳﴾ ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ غالباً سورۂ یوسف میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں میں نے اپنی تمام عمر میں یہ تجربہ کیا ہے کہ انسان اپنے کسی کام میں جب غیر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور اعتماد کرتا ہے تو یہ اس کے لیے محنت و مشقت اور سختی کا سبب بن جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اور مخلوق کی طرف نگاہ نہیں کرتا تو یہ کام ضرور بالضرور نہایت حسن اور خوبی کے ساتھ پورا ہو جاتا ہے۔

یہ تجربہ ابتدائے عمر سے لے کر آج تک (جب کہ میری عمر ستاون سال کی ہے) برابر کرتا رہا اور اب میرے دل میں یہ بات راسخ ہے کہ انسان کے لیے بجز اس کے چارہ نہیں ہے کہ اپنے ہر کام میں حق تعالیٰ کے فضل وکرم اور احسان پر نگاہ رکھے اور دوسری چیز پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ (حیات فخر صفحہ ۳۸)

﴿۱۲۴﴾ بیعت کا ثبوت

(وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً فَقَالَ اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا وَقُلْنَا عَلَامَ نُبَايِعُكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ عَلٰى اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ تَعَالٰى وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَتُصَلُّوا الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَتَسْمَعُوْا وَتُطِيْعُوْا وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيْفَةً وَقَالَ لَا تَسْئَلُنَّ النَّاسَ شَيْئًا وَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَلَا يَسْئَلُ اَحَدًا يُّنَاوِلُهٗٓ اِيَّاهُ) (اخرجہ مسلم ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: ”حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم آٹھ یا نو صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہ کرو گے۔ تو ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس بات پر بیعت کریں؟ فرمایا: اس بات پر کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور پانچوں نمازوں کو ادا کرو اور (اطاعت کے جذبہ سے) سنو اور مانو اور ایک چھوٹی سی بات پست آواز سے فرمائی، فرمایا لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا، میں نے بیعت کرنے والوں میں سے بعض کو دیکھا کہ اگر ان میں سے کسی کا کوڑا گر جاتا تو وہ کسی کو اس کے اٹھانے کے لیے نہ کہتے کیونکہ یہ بیعت کر چکے تھے کہ کسی سے کوئی سوال نہ کریں گے۔“

(وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ وَلَا تَسْرِقُوْا) (متفق علیہ)

ترجمہ: ”حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اردگرد صحابہ کی ایک جماعت سے فرمایا مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نہ ہی چوری کرو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام جہاد کے علاوہ ترک معاصی التزام طاعت کے لیے بھی بیعت ہوتی تھی اور یہ وہی بیعت طریقت ہے جو صوفیاء کرام میں معروف ہے پس اس کا انکار جہالت اور ناواقفی ہے۔ (حقیقۃ التصوف صفحہ ۹)

﴿۱۲۵﴾ دعا کی وجہ سے بچہ کا زندہ ہو جانا

(قَالَ اَنَسٌ رضی اللہ عنہ كُنَّا فِي الصُّفَّةِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ مُّهَاجِرَةٌ وَّمَعَهَا ابْنٌ لَّهَا قَدْ بَلَغَ فَاَضَافَ الْمَرْاَةَ اِلَى

النِّسَاءِ وَاَضَافَ ابْنَهَا اِلَیْهَا فَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ اَصَابَ وَبَاءُ الْمَدِیْنَةِ فَمَرِضَ اَیَّامًا ثُمَّ قُبِضَ فَغَمَضَهُ النَّبِیُّ ﷺ وَاَمَرَ بِجَهَازِهِ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نَغْسِلَهُ قَالَ یَا اَنَسُ ائْتِ اُمَّهُ فَاَعْلِمْهَا فَاَعْلَمْتُهَا قَالَ فَجَاءَتْ حَتّٰی جَلَسَتْ عِنْدَ قَدَمَیْهِ فَاَخَذَتْ بِهِمَا ثُمَّ قَالَتْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ لَكَ طَوْعًا وَّ خَالَفْتُ الْاَوْثَانَ زُهْدًا وَهَاجَرْتُ لَكَ رَغْبَةً فَوَاللّٰهِ مَا انْقَضٰی كَلَامُهَا حَتّٰی حَرَّكَ قَدَمَیْهِ وَاَلْقَی الثَّوْبَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَعَاشَ حَتّٰی قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَتّٰی هَلَكَتْ اُمُّهُ)

(البدایہ والنھایہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۴)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مہاجرہ عورت اپنے بچہ کو لیے ہوئے آئی جو کہ سن بلوغ کو پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے عورت کو تو (مہمان بنا کر) عورتوں کی طرف بھیج دیا اور اس کے بچے کو ہمارے ساتھ رکھا، کچھ دن ہی گزرے تھے کہ وہ بچہ مدینہ میں وبا کی زد میں آ گیا۔ وہ کچھ دن بیمار رہ کر انتقال کر گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی آنکھیں بند کیں اور تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا۔ جب ہم نے اس کو غسل دینا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: انس! اس کی ماں کو جا کر خبر کر دو تو میں نے اس کو خبر کر دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ آئی اور اس کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی، اس کا انگوٹھا پکڑا پھر کہنے لگی: اے اللہ! میں تجھ پر خوشی سے اسلام لائی اور میں نے بے رغبتی اختیار کرتے ہوئے بتوں کی (پوجا کی) مخالفت کی اور شوق سے تیری راہ میں ہجرت کی (حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) اللہ کی قسم! اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کے قدموں نے حرکت کی اور اس نے اپنے چہرہ سے کفن ہٹایا، اور وہ آپ ﷺ کے دنیا سے رحلت فرمانے اور اس کی ماں کے انتقال کے بعد تک زندہ رہا۔''

﴿۱۲۶﴾ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِیْنِ (حوروں کی مہریں)

(رَفَعَهُ الثَّعْلَبِیُّ مِنْ حَدِیْثِ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لِاَنَسٍ اَلْمَسَاجِدُ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِیْنِ اِخْرَاجُ الْقُمَامَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِیْنِ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مُهُوْرُ الْحُوْرِ الْعِیْنِ قَبَضَاتُ التَّمْرِ وَفِلَقُ الْخُبْزِ ذَكَرَهُ الثَّعْلَبِیُّ اَیْضًا۔

وَقَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ یَتَزَوَّجُ اَحَدُكُمْ فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ بِالْمَالِ الْكَثِیْرِ وَیَدَعُ الْحُوْرَ الْعِیْنَ بِاللُّقْمَةِ وَالتَّمْرِ وَالْكِسْرَةِ۔

یُرْوٰی عَنْ ثَابِتٍ اَنَّهُ قَالَ اَبِیْ مِنَ الْقَوَّامِیْنَ لِلّٰهِ فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ قَالَ رَاَیْتُ ذَاتَ لَیْلَةٍ فِیْ مَنَامِیْ اِمْرَاَةً لَا تُشْبِهُ النِّسَاءَ فَقُلْتُ لَهَا مَنْ اَنْتِ؟ فَقَالَتْ حَوْرَاءُ اَمَةُ اللّٰهِ فَقُلْتُ لَهَا زَوِّجِیْنِیْ نَفْسَكِ فَقَالَتْ اُخْطُبْنِیْ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ وَاَمْهِرْنِیْ فَقُلْتُ وَمَا مَهْرُكِ؟ فَقَالَتْ طُوْلُ التَّهَجُّدِ وَاَنْشَدَتْ ...... وَاحِدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَشْعَارِ۔

وَقُمْ اِذَا اللَّیْلُ بَدَا وَجْهُهُ وَصُمْ نَهَارًا فَهُوَ مِنْ مَهْرِهَا) (التذکرہ للقرطبی جلد ۲ صفحہ ۴۷۸)

ترجمہ: ''ثعلبی نے اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مساجد حور عین کا مہر ہیں۔ مساجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا (صاف کرنا) حور عین کا مہر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حور عین کا مہر مٹھی بھر کھجور اور روٹی کا ٹکڑا ہے (یعنی صدقہ و خیرات حور عین کا مہر ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی فلاں کی بیٹی فلاں سے کثیر مال پر شادی کرتا ہے اور لقمہ اور کھجور اور روٹی کے ٹکڑے

کی وجہ سے حور عین کو چھوڑ بیٹھتا ہے (یعنی ان چیزوں کا صدقہ کرنا حور عین کا مہر ہے)۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد رات کی تاریکی میں اللہ (کی رضا) کے لیے عبادت کرتے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنے خواب میں ایک عورت کو دیکھا جو (دوسری) عورتوں سے مختلف تھی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہنے لگی: حوراء (اللہ کی بندی)۔ میں نے اس سے کہا مجھ سے شادی کرلو تو وہ کہنے لگی کہ میرے پروردگار کے پاس میرے لیے پیغام بھیجو اور میرا مہر ادا کردو۔ میں نے پوچھا تمہارا مہر کیا چیز ہے؟ تو وہ کہنے لگی: طویل تہجد اور اس نے کچھ اشعار پڑھے۔ ان اشعار میں سے ایک شعر کا ترجمہ یہ ہے: اور جب رات (کی سیاہی) نمودار ہو تو قیام کر (اُٹھ جا) اور دن کو روزہ رکھ کہ یہ اس کا مہر ہے۔"

﴿۱۲۷﴾ مؤمن کے جوٹھے میں شفاء ہے، یہ حدیث نہیں

(سُؤْرُ الْمُؤْمِنِ شِفَآءٌ، قَالَ النَّجْمُ لَيْسَ بِحَدِيْثٍ، نَعَمْ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ فِي الْاَفْرَادِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِلَفْظٍ مِنَ التَّوَاضُعِ اَنْ يَّشْرَبَ الرَّجُلُ مِنْ سُؤْرِ اَخِيْهِ " اَنَّهُ حَدِيْثٌ كَذِبٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهٰكَذَا رِيْقُ الْمُؤْمِنِ شِفَآءٌ) (کشف الخفاء جلد ۱ صفحہ ۴۵۸)

ترجمہ: "مؤمن آدمی کے جوٹھے میں شفاء ہے، نجم نے کہا کہ یہ حدیث نہیں، البتہ اس کو دار قطنی نے "افراد" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "یہ بات تواضع میں سے ہے کہ آدمی اپنے بھائی کا جوٹھا پی لے"۔ اس کو حدیث کہنا رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہے اور اس طرح مؤمن آدمی کا تھوک شفاء ہے (حدیث نہیں)۔"

(رِيْقُ الْمُؤْمِنِ شِفَآءٌ لَيْسَ بِحَدِيْثٍ وَلٰكِنْ مَعْنَاهُ صَحِيْحٌ فَفِي الصَّحِيْحَيْنِ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ اِلَيْهِ اَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ اَوْ جُرْحٌ قَالَ بِاِصْبَعِهٖ يَعْنِيْ سَبَّابَةً بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا لَهُمْ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا) (کشف الخفاء جلد ۱ صفحہ ۴۳۶)

ترجمہ: "مؤمن آدمی کے تھوک میں شفاء ہے یہ حدیث نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے یہ صحیح ہے، کیونکہ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جب کوئی شخص کسی (مرض) کی شکایت کرتا یا اُسے پھوڑا یا زخم ہوتا تو آپ ﷺ اپنی انگلی یعنی انگشت شہادت کو زمین سے لگاتے پھر اس کو ان پر لگاتے اور فرماتے: میں اللہ کے نام سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ یہ ہماری زمین کی مٹی ہے جو ہم میں سے کسی کے تھوک میں ملی ہوئی ہے۔ تا کہ ہمارے بیمار کو ہمارے رب کے حکم سے شفاء ہو جائے۔"

﴿۱۲۸﴾ ناخن کاٹنے کا کوئی خاص طریقہ منقول نہیں

ناخن کاٹنے کا کوئی خاص طریقہ یا کوئی خاص دن نبی کریم ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ صاحب درمختار جمعہ کے دن خاص طریقہ پر ناخن کاٹنے کی دو روایتیں نقل کر کے لکھتے ہیں:

(قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ اَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ كَيْفَمَا احْتَاجَ اِلَيْهِ، وَلَمْ يَثْبُتْ فِيْ كَيْفِيَّتِهٖ شَيْءٌ وَلَا فِيْ تَعْيِيْنِ يَوْمٍ لَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) (شامی جلد ۵ صفحہ ۲۶۰)

اور بذل المجہود میں ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن دقیق العید نے فرمایا کہ ناخن تراشنے میں کوئی خاص کیفیت اور کوئی خاص دن بالیقین حضور اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا طریقہ کے مستحب ہونے کا اعتقاد جائز نہیں ہے۔ (بذل المجہود جلد ۱ صفحہ ۳۳)

﴿۱۲۹﴾ بعض جانور جنت میں جائیں گے

علامہ سید احمد حموی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۹۵ میں بحوالہ شرح شرعۃ الاسلام حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ دس جانور جنت میں جائیں گے:

① ناقہ محمد ﷺ ② ناقہ صالح علیہ السلام ③ عجل ابراہیم علیہ السلام
④ کبش اسماعیل علیہ السلام ⑤ بقرۂ موسیٰ علیہ السلام ⑥ حوت یونس علیہ السلام
⑦ حمار عزیر علیہ السلام ⑧ نملہ سلیمان علیہ السلام ⑨ ہدہد سلیمان علیہ السلام
⑩ کلب اصحاب کہف

مشکوٰۃ الانوار میں لکھا ہے کہ ان کا بھی حشر ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۵ صفحہ ۲۷)

﴿۱۳۰﴾ منت ماننے کی شرائط

قرآن مجید ختم کروانے کی منت لازم نہیں ہوتی، شرعاً منت جائز ہے مگر منت ماننے کی چند شرطیں ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے نام کی منت مانی جائے، غیر اللہ کے نام کی منت جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔
② منت صرف عبادت کے کام کی صحیح ہے، جو کام عبادت نہیں ہے اس کی منت بھی صحیح نہیں۔
③ عبادت بھی ایسی ہو کہ اس طرح کی عبادت کبھی فرض یا واجب ہوئی ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ، ایسی عبادت کہ اس کی جنس کبھی فرض واجب نہیں اس کی منت بھی صحیح نہیں، چنانچہ قرآن خوانی کی منت مانی ہو تو لازم نہیں ہوتی۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

﴿۱۳۱﴾ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کی فضیلت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

(قَرَأْتُ فِي التَّوْرٰىةِ اِنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ) (رواہ الترمذی وابوداؤد، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۶۶)

ترجمہ: ”میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ کھانے کی برکت، کھانے کے بعد ہاتھ دھونا، پس یہ بات میں نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا ہے۔“

﴿۱۳۲﴾ احادیث صحیحہ کی تعداد

امام جعفر محمد بن الحسین البغدادی نے کتاب التمییز میں امام سفیان الثوری، امام شعبہ امام یحییٰ، امام عبد الرحمٰن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا متفقہ فیصلہ نقل کیا ہے:

(اِنَّ جُمْلَةَ الْاَحَادِيْثِ الْمُسْنَدَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَعْنِي الصَّحِيْحَةَ بِلَا تَكْرِيْرٍ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ وَّاَرْبَعُ مِائَةٍ)

(توضیح الافکار جلد ۱ صفحہ ۶۲)

ترجمہ: ”مسند احادیث جو نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ بلا تکرار مروی ہیں وہ کل چار ہزار چار سو ہیں۔

چنانچہ ارباب صحاح نے بھی مذکورہ تعداد کے قریب قریب اپنی کتابوں میں احادیث کی تخریج کی ہے۔ (رسالہ دار العلوم صفحہ ۱۰، ماہ اکتوبر ۱۹۸۶ء)

﴿۱۳۳﴾ جمعہ کے دن ظہر باجماعت پڑھنا

مسئلہ: اگر چند آدمی سفر میں ہوں تو نمازِ ظہر جمعہ کے روز جماعت کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ اور ان کو (اگر نماز جمعہ نہ پڑھیں تو) ظہر باجماعت ہی ادا کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۵۸، قدیم جلد اول، مسائلہ سفر صفحہ ۴۹)

﴿۱۳۴﴾ اسٹیل یا لوہے کی چین استعمال کرنا

گھڑی کی گرفت کے لیے چمڑا موجود ہے اور وہ دوسری اشیاء کے مقابلہ میں زیادہ موزوں بھی ہے لہٰذا احتیاط اس میں ہے کہ چمڑے کا پٹہ استعمال کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۲۷۹)

﴿۱۳۵﴾ الکحل کا استعمال

س: یہاں مغربی ممالک میں اکثر دواؤں میں ایک فیصد سے لے کر پچیس فیصد تک ''الکحل'' شامل ہوتا ہے۔ اس قسم کی دوائیاں عموماً نزلہ، کھانسی اور گلے کی خراش جیسی معمولی بیماریوں میں استعمال ہوتی ہیں اور تقریباً نوے فیصد دواؤں میں الکحل ضرور شامل ہوتا ہے۔ اب موجودہ دور میں الکحل سے پاک دواؤں کو تلاش کرنا مشکل، بلکہ ناممکن ہو چکا ہے، ان حالات میں ایسی دواؤں کے استعمال کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: الکحل ملی ہوئی دواؤں کا مسئلہ اب صرف مغربی ممالک تک محدود نہیں رہا بلکہ اسلامی ممالک سمیت دنیا کے تمام ممالک میں آج یہ مسئلہ پیش آ رہا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اس مسئلہ کا حل آسان ہے، اس لیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے بنائی ہوئی شراب کو بطور دوا کے حصول طاقت کے لیے اتنی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے جس مقدار سے نشہ پیدا نہ ہوتا ہے۔ (فتح القدیر جلد ۸ صفحہ ۱۶)

دوسری طرف دواؤں میں جو الکحل ملایا جاتا ہے اس کی بڑی مقدار انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء مثلاً چیڑ، گندھک، شہد، شیرۂ دانہ جو وغیرہ سے حاصل کی جاتی ہے۔

لہٰذا دواؤں میں استعمال ہونے والی الکحل اگر انگور کے علاوہ دوسری اشیاء سے حاصل کی گئی ہو تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس دوا کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ حد سکر تک نہ پہنچے، اور علاج کی ضرورت کے لیے ان دونوں اماموں کے مسلک پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

اور اگر الکحل انگور اور کھجور ہی سے حاصل کی گئی ہے تو پھر اس دوا کا استعمال ناجائز ہے البتہ اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ اس مرض کی اس کے علاوہ کوئی دوا نہیں ہے تو اس صورت میں اس کے استعمال کی گنجائش ہے اس لیے کہ اس حالت میں حنفیہ کے نزدیک تداوی بالمحرم جائز ہے۔ (سلسلہ فقہی مقالات مولانا تقی عثمانی)

﴿۱۳۶﴾ مسواک کے بارے میں عبرت ناک واقعہ

علامہ ابن کثیر نے ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنی شہرۂ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ (جلد ۱۳ صفحہ ۲۰۷) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص ابوسلامہ نامی جو بصریٰ مقام کا باشندہ اور نہایت بے باک اور بے غیرت تھا اس کے سامنے مسواک کے فضائل و مناقب اور

محاسن کا ذکر آیا تو اس نے از راہِ غیظ و غضب قسم کھا کر کہا کہ میں مسواک کو اپنی سرین میں استعمال کروں گا۔ چنانچہ اس نے اپنی سرین میں مسواک گھما کر اپنی قسم کو پورا کر کے دکھایا۔ اور اس طرح مسواک کے ساتھ سخت بے حرمتی اور بے ادبی کا معاملہ کیا جس کی پاداش میں قدرتی طور پر ٹھیک نو مہینہ بعد اس کے پیٹ میں تکلیف شروع ہوئی۔ اور پھر ایک (بدشکل) جانور جنگلی چوہے جیسا اس کے پیٹ سے پیدا ہوا، جس کی ایک بالشت چار انگلی کی دم، چار پیر، مچھلی جیسا سر اور چار دانت باہر کی جانب نکلے ہوئے تھے۔ پیدا ہوتے ہی یہ جانور تین بار چلایا جس پر اس کی بچی آگے بڑھی اور سر کچل کر اس نے جانور کو ہلاک کر دیا اور تیسرے دن یہ شخص بھی مر گیا۔

(فضائل مسواک صفحہ ۵۰ مصنف حضرت مولانا اطہر حسین صاحب)

﴿۱۳۷﴾ کرسی پر بیٹھ کر بیان کرنے کی دلیل

(قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخ قَالَ أَبُوْرِفَاعَةَ اِنْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَخْطُبُ قَالَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَجُلٌ غَرِيْبٌ جَاءَ يَسْئَلُ عَنْ دِيْنِهٖ لَا يَدْرِيْ مَادِيْنُهٗ؟ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَتَرَكَ خُطْبَتَهٗ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلَيَّ فَأُوْتِيَ بِكُرْسِيٍّ حَسِبْتُ قَوَائِمَهٗ حَدِيْدًا، قَالَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِيْ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ اَتٰى خُطْبَتَهٗ فَاَتَمَّ اٰخِرَهَا) (اخرجہ مسلم فی صحیحہٖ کتاب الجمعۃ صفحہ ۲۸۷)

ترجمہ: ''شیبان بن فروخ روایت کرتے ہیں کہ ابورفاعہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پہنچا، آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! پردیسی آدمی ہے اپنے دین کے بارے میں پوچھنے آیا ہے اسے نہیں معلوم کہ دین کیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنا خطبہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ مجھ تک پہنچ گئے تو ایک کرسی لائی گئی جس کے پائے میرے خیال سے لوہے کے تھے فرماتے ہیں کہ اس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور اس علم سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سکھایا تھا مجھے سکھانے لگے، تعلیم دینے لگے، پھر اپنا خطبہ پورا کیا۔''

﴿۱۳۸﴾ اُنچاس کروڑ کی روایت

(مَنْ غَزَا بِنَفْسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُ مِائَةِ اَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۶۱) (ابن ماجہ صفحہ ۲۰۳ حیاۃ الصحابہ جلد ا صفحہ ۵۶۱)

ترجمہ: ''جو شخص اللہ کے راستہ میں اپنی جان کے ذریعے جہاد کرے تو اسے ہر درہم کے بدلہ میں سات لاکھ کے بقدر اجر ملے گا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی بات کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی اور اللہ جس کے لیے چاہتے ہیں اجر کو بڑھا دیتے ہیں۔''

(وَاَخْرَجَ اَبُوْدَاؤُدَ مِنْ حَدِيْثِ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ يُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ)

ترجمہ: ''ابوداؤد میں سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ کے راستہ میں نماز، روزہ اور ذکر اللہ، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے مقابلہ میں سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔'' سات لاکھ کو سات سو سے ضرب دینے سے انچاس کروڑ بنتا ہے۔

﴿۱۳۹﴾ باوضو مرنے والا بھی شہید ہے

(مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ مَاتَ شَهِيْدًا)

ترجمہ: ”جو شخص رات کو باوضو سوئے پھر (اس حالت میں) اس کو موت آجائے تو وہ شہید مرا۔“

(مَنْ بَاتَ طَاهِرًا بَاتَ مَعَهُ فِيْ شِعَارِهٖ مَلَكٌ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ بِعَبْدِكَ فُلَانٍ فَاِنَّهٗ بَاتَ طَاهِرًا) (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”جو شخص رات کو باوضو سوتا ہے تو ایک فرشتہ ساری رات اس سے جڑا رہتا ہے اس کے لیے ان کلمات سے استغفار کرتا ہے کہ اے اللہ! اپنے فلاں بندے کی مغفرت کردے کہ وہ رات باوضو سویا ہے۔“

﴿۱۴۰﴾ ایک مجرب عمل

یہ عمل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد خاص حضرت مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا بارہا آزمایا ہوا نہایت مجرب عمل ہے۔ اس کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت نصیب ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں نیکی کرنا اور گناہ سے بچنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی اطاعت، عبادت اور نیکیاں بکثرت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دل میں پیدا ہونا پہلے از حد ضروری ہے۔ اس عظیم مقصد نیز بلاؤں کے دور کرنے اور حاجتوں کو پورا کرنے میں بھی اس عمل کو حضرت اقدس مولانا الحاج مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑا مجرب بتلاتے ہیں اور ضرورت مند لوگوں کو پڑھنے کے لیے ہدایت فرماتے ہیں۔

ترکیب عمل:

کسی بھی ماہ کو چاند دیکھنے کے بعد پہلے سے مستقل سات دن تک نیچے لکھی ہوئی ترکیب کے مطابق روزانہ دن میں یا رات میں ایک وقت اور ایک جگہ متعین کر کے پابندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان مبارک ناموں کا وظیفہ پڑھے اگر کسی مجبوری سے جگہ اور وقت کی تبدیلی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔

نوٹ: اگر کسی کو بدرجہ مجبوری یہ عربی یاد نہ ہو سکے تو اس کا اردو ترجمہ ہی پڑھ لے ان شاء اللہ محروم نہ رہے گا۔

جمعہ کے دن	یَا اَللّٰهُ یَا هُوَ	ایک ہزار مرتبہ
ہفتہ کے دن	یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ	ایک ہزار مرتبہ
اتوار کے دن	یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ	ایک ہزار مرتبہ
پیر کے دن	یَا صَمَدُ یَا وِتْرُ	ایک ہزار مرتبہ
منگل کے دن	یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ	ایک ہزار مرتبہ
بدھ کے دن	یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ	ایک ہزار مرتبہ
جمعرات کے دن	یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ	ایک ہزار مرتبہ

﴿۱۴۱﴾ جمعہ کے دن بعد از نماز جمعہ کم از کم تین مرتبہ یہ دعا پڑھے

اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں ان عظیم اور مبارک ناموں کے واسطے سے کہ آپ رحمت بھیجئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ آل پر اور سوال کرتا ہوں یہ کہ مجھے شامل فرما لے اپنے مقرب اور نیک بندوں میں۔ مجھے یقین کی دولت عطا فرما، دنیاوی امراض، مصیبتوں اور آخرت کے عذاب سے اپنی امان میں رکھ، ظالموں اور دشمنوں سے میری حفاظت فرما، ان کے دلوں کو پھیر

دے، ان کی شر سے ہٹا کر خیر کی توفیق عنایت کرنا، آپ ہی کے اختیار میں ہے، یا اللہ! میری اس درخواست کو قبول فرما، یہ میری صرف ایک کوشش ہے، بھروسہ اور توکل آپ ہی پر ہے۔ (بیان کردہ: حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی)

﴿۱۴۲﴾ ایک دعا جو سات ہزار مرتبہ تسبیح پڑھنے سے بہتر ہے

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ فجر کی نماز کے بعد رسول پاک ﷺ کی مجلس شریف میں علمی مذاکرہ ہوتا تھا، آپ ﷺ کو تعلیم فرمایا کرتے تھے مگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابتداء میں جماعت کا سلام پھیر کر گھر تشریف لے جاتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا: اے معاذ! صبح کو ہماری مجلس میں نہیں آتے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہہ کہ معذرت فرمادی کہ صبح میرا سات ہزار تسبیح پڑھنے کا معمول ہے اگر کہیں بیٹھ جاتا ہوں تو پھر میرا وہ عمل پورا نہیں ہو پاتا۔

فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ بتلادوں جس کا ایک مرتبہ پڑھ لینا سات ہزار مرتبہ سے بہتر ہے۔ عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ ارشاد فرمایا:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَدَدَ رِضَاهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ زِنَةَ عَرْشِهٖ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَدَدَ خَلْقِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِلْأَ سَمٰوٰتِهٖ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِلْأَ اَرْضِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِلْأَ مَا بَيْنَهُمَا
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِثْلَ ذٰلِكَ مَعَهٗ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ مَعَهٗ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِثْلَ ذٰلِكَ مَعَهٗ

اس دعاء کا ایک دفعہ پڑھ لینا ایسا ہے جیسے سات ہزار تسبیح پڑھ لی ہو۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی صاحبزادیوں کو یہ دعا یاد کراوی تھی کہ یہ دعا پڑھا کرو، میں نے شیخ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: ٹھہر جاؤ جب میں اوپر (اپنے کتب خانہ میں) جاؤں تو میرے ساتھ چلنا، گئے تو کنز العمال اٹھائی اور فرمایا فلاں صفحہ کھولو۔ (کنز العمال جلد ا صفحہ ۴۴۳)

﴿۱۴۳﴾ تکبر کے ایک جملہ نے خوبصورت کو بدصورت اور پست قد کر دیا

نوفل بن ماحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشہ میں چور، گٹھے ہوئے بدن والا، بانکا ترچھا، اچھے رنگ و روغن والا خوبصورت شکل ...... میں نگاہیں جما کر اس کے جمال و کمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟

میں نے کہا: آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تعجب ہو رہا ہے، اس نے جواب دیا، تو ہی کیا! خود اللہ تعالیٰ کو بھی تعجب ہو رہا ہے۔ نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ و روپ اڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا جسے اس کا کوئی قریبی رشتہ دار آستین میں ڈال کر لے گیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۴۳)

﴿۱۴۴﴾ کسی زمانہ میں کھجور کے گٹھلی جیسے گیہوں کے دانے ہوتے تھے

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ زیاد کے زمانہ میں ایک تھیلی پائی گئی تھی جس میں کھجور کی بڑی گٹھلی جیسے گیہوں کے دانے تھے اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اس زمانہ میں اُگتے تھے جس میں عدل و انصاف کو کام میں لایا جاتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۷۶)

﴿۱۴۵﴾ گناہ گاروں کو تین چیزوں کی ضرورت ہے

① ایک تو اللہ تعالیٰ کی معافی کی تا کہ عذاب سے نجات پائیں۔ ② دوسرے پردہ پوشی کی تا کہ رسوائی سے بچیں۔
③ تیسرے عصمت کی تا کہ وہ دوبارہ گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۸۵)

﴿۱۴۶﴾ سونے کے دانتوں کا شرعی حکم

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بمبئی کے ایک دندان ساز ڈاکٹر جو اپنے فن میں بڑے ماہر اور ممتاز سمجھے جاتے ہیں اس عاجز کے خاص عنایت فرما دوستوں میں سے ہیں، جہاں تک علم و اندازہ ہے اللہ تعالیٰ نے دینداری اور تقوے کی دولت سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ ایک دفعہ جب کہ میں بمبئی گیا ہوا تھا، انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ دانتوں کے بعض مریض ایسے آتے ہیں کہ ان کے لیے سونے کے دانت ہی مناسب ہوتے ہیں دوسرے دانت کام نہیں دے سکتے، اس میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں ہے؟

میں نے اُن کو بتلایا تھا کہ ایسی صورت میں سونے کے دانت لگوانے کی اجازت ہے۔ کچھ دن ہوئے ان کا خط آیا کہ ایک صاحب جو اچھے دینداروں میں ہیں، میرے پاس آئے، میں نے ان کا حال دیکھ کر سونے کے دانت لگوانے کا مشورہ دیا، وہ دوسرے دن میرے پاس آئے اور بتلایا کہ میں نے ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا تھا انہوں نے بتلایا کہ مردوں کو سونے کے دانت لگوانا جائز نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مجھے لکھا کہ آپ اس مسئلے کی پوری تحقیق کر کے مجھے بتلائیں، اگر سونے کے دانت لگوانا مردوں کے لیے جائز نہیں ہے تو آئندہ میں خود بھی احتیاط کروں گا اور اگر جائز ہے تو اس مسئلہ پر تفصیل سے اس طرح روشنی ڈالیں کہ مجھے خود اطمینان ہو جائے اور جن مولوی صاحب نے ناجائز بتلایا ہے وہ بھی آپ کے جواب کی روشنی میں دوبارہ غور کر سکیں۔ ڈاکٹر صاحب کو جو جواب دیا گیا تھا مناسب معلوم ہوا کہ اس کو الفرقان میں شائع کر دیا جائے۔

باسمہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

مخلص مکرم زِیْدَتْ اَلْطَافُکُمْ سلام مسنون!

اخلاص نامہ مورخہ ۱۴/ اپریل کو موصول ہوا، آپ کی فرمائش کی تعمیل کرتے ہوئے میں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے کتابوں سے بھی مراجعت کی، یہی معلوم ہوا کہ طبی نقطۂ نظر سے اگر ماہر ڈاکٹر کا مشورہ سونے کے بنے ہوئے دانت لگوانے یا سوانے کے تاروں سے دانت بنوانے کا ہو تو شرعاً جائز ہے۔ اس کی واضح دلیل عرفجہ ابن اسعد رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس کو امام ابوداؤد اور امام ترمذی اور امام نسائی نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور انہی کے حوالے سے صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔

حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ایک جنگ میں عرفجہ ابن اسعد رضی اللہ عنہ کی ناک کٹ گئی تھی، انہوں نے چاندی کی مصنوعی ناک لگوالی۔ کچھ دنوں کے بعد اس میں بدبو پیدا ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سونے کی مصنوعی ناک لگوالیں۔

ترمذی کی روایت میں حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں:

(فَاَمَرَنِیْ رَسُوْلُ ﷺ اَنِ اتَّخِذُ اَنْفًا مِّنْ ذَهَبٍ)

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ سونے کی ناک بنوا کر لگوا لو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب چاندی کی ناک نے کام نہیں دیا اور اس سے بدبو پیدا ہونے لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی

ناک لگوانے کی ہدایت فرمائی۔ اس سے دانت کا مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے اس حدیث سے دانتوں میں سونے کے استعمال کا جواز سمجھا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے:

"بَابُ مَاجَاءَ فِیْ شَدِّ الْاَسْنَانِ بِالذَّھَبِ"۔ (جامع ترمذی ابواب اللباس)

اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے:

"بَابُ مَاجَاءَ فِیْ رَبْطِ الْاَسْنَانِ بِالذَّھَبِ" (سنن ابی داؤد کتاب الخاتم)

اور بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد میں اسی حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

(وَکَذَا حُکْمُ الْاَسْنَانِ فَاِنَّہٗ یَثْبُتُ ھٰذَا الْحُکْمُ فِیْھَا بِالْمُقَایَسَۃِ سَوَآءٌ رَبَطَھَا بِخَیْطِ الذَّھَبِ اَوْ صَنَعَھَا بِالذَّھَبِ)

(بذل المجہود جلد ۵ صفحہ ۷۸)

"اور دانتوں کا حکم بھی یہی ہے کہ ناک کی طرح ان میں بھی سونے کا استعمال جائز ہے۔ یہ حکم دانتوں کے لیے اس حدیث سے بطور قیاس ثابت ہوتا ہے پھر اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ دانتوں کو سونے کے تاروں سے باندھا جائے یا دانت ہی سونے کے بنائے جائیں یعنی دونوں صورتیں جائز ہیں۔"

اور نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں اس مسئلہ سے متعلق چند حدیثیں نقل کی گئیں ہیں۔ ان میں ایک معجم اوسط طبرانی کی یہ روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے آگے کے دانت گر گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ وہ ان کو سونے سے بندھوالیں، "فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّشُدَّھَا بِذَھَبٍ"۔ اور اس سے بھی زیادہ صریح وہ حدیث ہے جس کو امام زیلعی نے ابن قانع کی معجم الصحابہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ غزوۂ اُحد میں میرے آگے کے دانت ٹوٹ گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں وہ دانت سونے کے لگوالوں، "فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ اَتَّخِذَ ثَنِیَّۃً بِذَھَبٍ"۔ اور مسند احمد کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں پر سونے کے خول چڑھوائے تھے، "اَنَّہٗ ضَبَّبَ اَسْنَانَہٗ بِذَھَبٍ"۔ اور طبرانی کے حوالے سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ ان کے دانت سونے کے تاروں سے بندھے ہوئے تھے۔ (نصب الرایہ لامام زیلعی جلد ۴ صفحہ ۲۳۷)

ان روایات کے بعد اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ بضرورت سونے کے دانت لگوانا جائز ہے، ہاں اگر طبی ضرورت نہ ہو اور کوئی شخص صرف اپنی دولت مندی کی خاطر اور تفاخر کے لئے لگوائے تو جائز نہ ہوگا۔

جن صاحب نے ناجائز بتلایا انہوں نے غالباً ہدایہ وغیرہ فقہ حنفی کی کتابوں میں دیکھا ہوگا کہ اگرچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی اجازت دی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اجازت کے حق میں نہیں ہیں، مگر صاحب ہدایہ نے امام صاحب کے قول عدم جواز کی وجہ اور بنیاد یہ بتلائی ہے کہ دانت میں سونے کے استعمال کی ضرورت ہی نہیں ہوتی چاندی وغیرہ کا استعمال ہو جاتا ہے۔ (ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۸۸)

اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر ماہر ڈاکٹر اس پر مطمئن ہو کہ سونے کے دانتوں کی ضرورت ہے اور چاندی وغیرہ سے ضرورت پوری نہ ہوگی تو پھر امام صاحب کے اصول پر بھی اجازت ہوگی۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا احادیث وآثار کا تقاضا اور حق ہے کہ فتویٰ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائے۔ واللہ اعلم۔ (الفرقان ماہ ربیع الآخر ۱۳۹۳ھ)

﴿۱۴۷﴾ مداہنت کرنے والا شہداء میں شامل نہ ہوگا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ کوئی آدمی لوگوں کی عزت وآبرو کو مجروح

کرتا ہے اور تم اس کو نہ روکتے ہو، نہ برا مانتے ہو۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ ہم اس کی بدزبانی سے ڈرتے ہیں کہ ہم کچھ بولیں گے تو وہ ہماری عزت وآبرو پر حملہ کرے گا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو تم شہداء نہیں ہو سکتے۔

ابن اثیر نے یہ روایت نقل کر کے اس کا مطلب یہ بتلایا ہے کہ ایسی مداہنت کرنے والے ان شہداء میں شامل نہیں ہوں گے جو قیامت کے روز انبیاء سابقین کی امتوں کے مقابلے میں شہادت دیں گے۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۳۱۲)

﴿۱۴۸﴾ دعوت کے کام کرنے والے ساتھیوں کیلئے چھ "غ" کے جملے جن سے بچنا ضروری ہے، بچتے رہیں تو اللہ کی ذات سے ترقی کی امید ہے

غلو سے بچنا:

﴿لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ﴾ (سورۂ مائدہ: ۷۷) ترجمہ: "تم اپنے دین میں ناحق غلو مت کرو۔"

غل (کینہ) سے بچنا:

﴿وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (سورۂ حشر: ۱۰)

ترجمہ: "اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔"

غرور سے بچنا:

﴿لَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ﴾ (سورۂ لقمان: ۱۸) ترجمہ: "لوگوں سے اپنا رخ مت پھیرو۔"

غفلت سے بچنا:

﴿لَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ﴾ (سورۂ اعراف: ۲۰۵) ترجمہ: "تو غفلت کرنے والوں میں سے مت ہو۔"

غیبت سے بچنا:

﴿اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا﴾ ترجمہ: "غیبت (انجام کے اعتبار سے) زنا سے زیادہ سخت ہے۔"

غصہ سے بچنا:

﴿وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ ...... الآیۃ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: "اور اگر آپ تندخو، سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور آپ ان کے لیے استغفار کر دیجئے اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے، پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں تو خدا پر اعتماد کیجئے۔"

﴿۱۴۹﴾ چالیس سال کی عمر ہو جانے پر مندرجہ ذیل دعا قرآنی پڑھنے سے اُمید ہے کہ اولاد صالح ہوگی اور نیک کام کی خاص توفیق ہوگی

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (سورۂ الاحقاف: ۱۵) (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ: ۸۰۶)

﴿۱۵۰﴾ مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

① حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکارا جائے گا۔

② حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت ﴿یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ الخ﴾ (سورۂ فجر:۲۷) کی آیت فرشتے پڑھنے لگے۔ (معارف القرآن:۸)

③ اللہ تعالیٰ نے سلام کہلوایا: (حدیث)

④ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واحد صحابی ہیں جن کے ماں باپ داولاد سب مسلمان ہوئے، روح المعانی میں ہے کہ یہ خصوصیت صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ (معارف القرآن فی تفسیر ﴿رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ۔ الخ﴾)

﴿۱۵۱﴾ چار ماہ کے بعد اسقاطِ حمل قتل کے حکم میں ہے

بچوں کو زندہ دفن کر دینا، قتل کر دینا، سخت گناہِ کبیرہ اور ظلم عظیم ہے، اور چار ماہ کے بعد کسی حمل کو گرانا بھی اسی حکم میں ہے، کیونکہ چوتھے مہینہ میں حمل میں روح پڑ جاتی ہے اور وہ زندہ انسان کے حکم میں ہوتا ہے، اسی طرح جو شخص کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر ضرب لگائے اور اس سے بچہ ساقط ہو جائے تو باجماعِ امت مارنے والے پر اس کی دیت میں غرہ یعنی ایک غلام یا اس کی قیمت واجب ہوتی ہے۔

اور بطن سے باہر آنے کے وقت وہ زندہ تھا پھر مرگیا تو پوری دیت بڑے آدمی کے برابر واجب ہوتی ہے، اور چار ماہ سے پہلے اسقاطِ حمل بھی بدون اضطراری حالت کے حرام ہے مگر پہلی صورت کی نسبت کم ہے کیونکہ اس میں کسی زندہ انسان کا قتل صریح نہیں ہے۔

(مظہری، معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۶۸۳)

﴿۱۵۲﴾ آج کل ضبطِ تولید کے لیے جو دوائیں یا معالجات کیے جاتے ہیں ان کا شرعی حکم

کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس سے حمل قرار نہ پائے جیسے آج کل دنیا میں ضبطِ تولید کے نام سے اس کی سینکڑوں صورتیں رائج ہوگئی ہیں۔ اس کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وأدِ خفی فرمایا ہے یعنی خفیہ طور سے بچہ کو زندہ درگور کرنا (یعنی قبر میں زندہ دفن کر دینا)۔

(کما رواہ مسلم عن جدامۃ بنت وہب)

اور بعض دوسری روایتوں میں جو عزل یعنی ایسی تدبیر کرنا کہ نطفہ رحم میں نہ جائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سکوت یا عدمِ ممانعت منقول ہے۔ وہ ضرورت کے مواقع کے ساتھ مخصوص ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ ہمیشہ کے لیے قطع نسل کی صورت نہ بنے۔ (مظہری)

آج کل ضبطِ تولید کے نام سے جو دوائیں یا معالجات کیے جاتے ہیں ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ ہمیشہ کے لیے سلسلہ نسب واولاد منقطع ہو جائے۔ اس کی کسی حال میں بھی اجازت شرعاً نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۶۸۳)

﴿۱۵۳﴾ دل کی بیماری کو دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا میری عیادت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، انہوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا تو آپ کے ہاتھ کی ٹھنڈک میری ساری چھاتی میں پھیل گئی۔ پھر فرمایا کہ اسے دل کا دورہ پڑا ہے اسے حارث بن کلدہ کے پاس لے جاؤ جو ثقیف میں مطب کرتا ہے، حکیم کو چاہیے کہ وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں گٹھلیوں سمیت کوٹ کر اسے کھلا دے۔

فائدہ: کھجور کے فوائد کے بارے میں یہ حدیث بڑی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ طب کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی مریض

کے دل کے دورہ کی تشخیص کی گئی ہے۔ (مسند احمد، ابونعیم، ابوداؤد)

﴿۱۵۴﴾ دل کی بیماری کے لیے مجرب نسخہ

دل پر ہاتھ رکھ کر ایک سو گیارہ (۱۱۱) مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھ کر دم کرے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ بہت مرتبہ آزمایا گیا ہے۔

﴿۱۵۵﴾ حضور ﷺ پر دعوت کے میدان میں حالت کا اتار چڑھاؤ

① کبھی آپ ﷺ کو قاب قوسین کی وسعتوں میں پہنچایا گیا۔
② اور کبھی ابوجہل کی جفاؤں کا نشانہ بننے کے لیے بھیجا گیا۔
③ کبھی شاہد اور بشیر کا لقب دیا گیا۔
④ اور کبھی شاعر، مجنوں اور ساحر کے آوازے سنوائے گئے۔
⑤ کبھی لَوْلَاكَ لِمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ (اگر تمہاری قدر و منزلت منظور نہ ہوتی تو ہم عالم کو پیدا نہ کرتے) کے خطاب سے نوازا گیا۔
⑥ اور کبھی ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا﴾ (سورۂ فرقان: ۵۱)
(اگر ہم چاہیں تو تمہاری طرح ہر ہر گاؤں میں ایک پیغمبر بھیج دیں) فرمادیا گیا۔
⑦ کبھی تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کے حجرے کے دروازے پر ڈال دی گئیں۔
⑧ اور کبھی ایک مٹھی جو کے لیے ابوشحمہ یہودی کے دروازے پر لے جایا گیا۔ (مکتوبات مدنی صفحہ ۵۲۴)

﴿۱۵۶﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چھ نصیحتیں

① جو آدمی زیادہ ہنستا ہے، اس کا رعب کم ہو جاتا ہے۔
② جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اس کو ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں۔
③ جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں۔
④ جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں، اس کی حیا کم ہو جاتی ہے۔
⑤ جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے۔
⑥ جس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۵۶۲)

﴿۱۵۷﴾ چوری اور شیطانی اثرات سے حفاظت

کسی ظالم کے سامنے پچاس مرتبہ بسم اللہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ظالم کو مغلوب کر کے پڑھنے والے کو غالب کر دیں گے۔ (خزانۂ اعمال صفحہ ۸)

﴿۱۵۸﴾ غریبی اور خوشحالی

غریبی آتی ہے سات چیزوں کے کرنے سے:

① جلدی جلدی نماز پڑھنے سے۔
② کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے۔
③ پیشاب کرنے کی جگہ وضو کرنے سے۔
④ کھڑے ہو کر پانی پینے سے۔
⑤ منہ سے چراغ بجھانے سے۔
⑥ دانت سے ناخن کاٹنے سے۔

⑦ دامن یا آستین سے منہ صاف کرنے سے۔

خوشحالی آتی ہے سات چیزوں کے کرنے سے:

① قرآن کی تلاوت کرنے سے۔ ② پانچوں وقت کی نماز پڑھنے سے۔
③ خدا کا شکر ادا کرنے سے۔ ④ غریبوں اور مجبوروں کی مدد کرنے سے۔
⑤ گناہوں سے معافی مانگنے سے۔ ⑥ ماں، باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے۔
⑦ صبح کے وقت سورۂ یٰسین اور شام کے وقت سورۂ واقعہ پڑھنے سے۔ (تعمیر حیات صفحہ ۲۲، ۲۵/ستمبر ۲۰۰۰ء)

﴿۱۵۹﴾ ذہن اور حافظہ کیلئے

سات سو چھیاسی (۷۸۶) مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پانی پر دم کر کے طلوع آفتاب کے وقت پیے تو ذہن کھل جائے گا اور حافظہ قوی ہو جائے گا۔ انشاء اللہ!

﴿۱۶۰﴾ برائے حفظ و حافظہ

① سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ لکھ کر پانی میں گھول کر پلانا حفظ قرآن کے لیے اور تحصیل علم کے لیے خاص ہے۔
② جن کا حافظہ کمزور ہو وہ سات دن تک ان آیات کریمہ کو روٹی کے ٹکڑوں پر لکھ کر کھالیا کریں اس طرح کہ ہفتہ کو یہ آیت لکھ کر کھائے:

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ (سورۂ نور: ۱۱۶)

پیر کے روز یہ لکھے:	﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى﴾	(سورۃ الاعلیٰ: ٦)
منگل کے روز یہ لکھے:	﴿اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى﴾	(سورۃ الاعلیٰ: ۷)
بدھ کے روز یہ لکھے:	﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾	(سورۃ القیمۃ: ۱٦)
جمعرات کے روز یہ لکھے:	﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾	(سورۃ القیمۃ: ۱۷)
جمعہ کو یہ لکھے:	﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾	(سورۃ القیمۃ: ۱۸)

صبح کے وقت باوضو لکھ کر کھلائیں انشاء اللہ حافظہ قوی ہوگا۔ (فلاح دارین، حوالہ خزانہ اعمال صفحہ ۱۰۷)

﴿۱۶۱﴾ خواص سورۂ ضحیٰ (حصول ملازمت کیلئے)

سورۂ ضحیٰ کو عاملین نے پر تاثیر مانا ہے اس میں نو مقام پر کاف آیا ہے آپ نماز فجر کے بعد وہیں بیٹھیں، یہ سورۂ پاک اس طرح پڑھیں کہ جب کاف آئے تو "یَا کَرِیْمُ" نو مرتبہ پڑھیں، یہ عمل صرف نو ایام کریں ملازمت ملے گی۔ اگر خدانخواستہ ملازمت نہ ملی تو یہ عمل اٹھارہ مرتبہ پڑھیں۔ اگر پھر بھی حاجت پوری نہ ہو تو ستائیس مرتبہ پڑھیں اور ہر کاف پر ستائیس مرتبہ "یَـا کَـرِیْـمُ" پڑھیں۔ بفضل خدا شرطیہ ملازمت مل جائے گی۔ (شرعی علاج، بحوالہ اعمال صفحہ ۱۱)

﴿۱۶۲﴾ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

بعض حاسدوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سخت مار پیٹ کی، خلیفہ وقت سزا دینا چاہتا تھا، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سواری پر سوار ہو کر شہر میں اعلان کیا، میں نے ان سب کو معاف کیا، کسی کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں۔

﴿۱۶۳﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ کوڑے لگواتا۔ امام صاحب ہر روز معاف کر دیتے پوچھا گیا کیوں معاف کر دیتے ہیں؟ فرمایا میری وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اُمتی کو قیامت میں عذاب ہو اس میں میرا کیا فائدہ ہے۔

﴿۱۶۴﴾ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کو سپاہی نے جوتے مارے۔ بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ اس نے معافی چاہی، فرمایا دوسرا جوتا مارنے سے پہلے پہلے معاف کر دیتا تھا۔ اکابر کے حالات سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔

﴿۱۶۵﴾ حالت مرض کی دعا

جو شخص حالت مرض میں یہ دعا چالیس مرتبہ پڑھے، اگر مرا تو شہید کے برابر ثواب ملے گا، اور اگر اچھا ہو گیا تو تمام گناہ بخشے جائیں گے:

(لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ) (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۵۷۸)

﴿۱۶۶﴾ ننگے سر کی شہادت قبول نہیں

اسلام بلند اخلاق و کردار کی تعلیم دیتا ہے اور گھٹیا اخلاق و معاشرت سے منع کرتا ہے، ننگے سر بازاروں اور گلیوں میں نکلنا اسلام کی نظر میں ایک ایسا عیب ہے جو انسانی مروت و شرافت کے خلاف ہے۔ اس لیے حضرات فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اسلامی عدالت ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں کرے گی۔ مسلمانوں میں ننگے سر پھرنے کا رواج انگریزی تہذیب و معاشرت کی نقالی سے پیدا ہوا ہے ورنہ اسلامی معاشرت میں ننگے سر پھرنے کو عیب تصور کیا جاتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۳، آپ کے مسائل جلد ۸ صفحہ ۲۷)

﴿۱۶۷﴾ نماز کی برکت

عطاء ارزق کوان کی بیوی نے دو درہم دیئے کہ اس کا آٹا خرید کر لائیں۔ جب آپ بازار کو چلے تو راستہ میں ایک غلام کو دیکھا کہ کھڑا رو رہا ہے۔ جب اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا مجھے مولیٰ نے دو درہم دیئے تھے سودے کے لیے وہ کھو گئے، اب وہ مجھے مارے گا۔ حضرت نے دونوں درہم اسے دے دیئے اور شام تک نماز میں مشغول رہے اور منتظر تھے کہ کچھ ملے مگر کچھ میسر نہ ہوا۔ جب شام ہوئی تو اپنے ایک دوست بڑھئی کی دُکان پر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا: یہ کھورا لے جاؤ تندور (تنور) گرم کرنے کی ضرورت ہو تو کام آئے گا اور کچھ میرے پاس نہیں جو آپ کی خدمت کروں۔ آپ وہ کھورا ایک تھیلے میں ڈال کر گھر تشریف لے گئے اور دروازے ہی سے تھیلا گھر میں پھینک کر مسجد تشریف لے گئے اور نماز پڑھ کر بہت دیر تک بیٹھے رہے تا کہ گھر والے سو جائیں اور ان سے مخاصمت نہ کریں۔ پھر گھر آئے تو دیکھا کہ وہ لوگ روٹی پکا رہے تھے۔ فرمایا: تمہیں آٹا کہاں سے ملا؟ کہنے لگے وہ ہے جو آپ تھیلے میں لائے تھے۔ ہمیشہ اسی شخص سے خرید کر لایا کیجئے جس سے آج خریدا ہے۔ فرمایا: انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ (روض الریاحین صفحہ ۲۶۰)

﴿۱۶۸﴾ بچوں کی بدتمیزی کا سبب اور اس کا علاج

بچوں کی بدتمیزی اور نافرمانی کا سبب عموماً والدین کے گناہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کریں اور تین بار سورۂ فاتحہ پانی پر دم کر کے بچے کو پلایا کریں۔ (آپ کے مسائل جلد ۷ صفحہ ۲۰۸)

(۱۶۹) تہمت کی سزا

زرقانی (شرح مؤطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) میں ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہو جاتی ہے تو دوسری اسے غسل دینے لگی۔ جو غسل دے رہی تھی جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا میری بہنو! (جو دو چار ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں) یہ جو عورت آج مرگئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے۔

غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آگئی اس کا ہاتھ ران پر چمٹ گیا جتنا کھینچتی ہے وہ جدا نہیں ہوتا، زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے، دیر لگ گئی، میت کے ورثاء کہنے لگے بی بی! جلدی غسل دو، شام ہونے والی ہے، ہم کو جنازہ پڑھ کر اس کو دفنانا بھی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ رات پڑ گئی مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا۔ دن آگیا پھر ہاتھ چمٹا رہا۔ اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے۔ ایک مولوی سے پوچھتے ہیں مولوی صاحب! ایک عورت دوسری عورت کو غسل دے رہی تھی تو اس کا ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چمٹا رہا۔ اب کیا کیا جائے؟ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری سے اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے ہم تو اپنی عورت کو معذور کرانا نہیں چاہتے ہم اس کا ہاتھ نہیں کاٹنے دیں گے۔

انہوں نے کہا فلاں مولوی کے پاس چلیں۔ اس سے پوچھا تو کہنے لگا چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے۔ مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب کرنا نہیں چاہتے۔ تین دن اور تین رات اسی طرح گزر گئے۔ گرمی بھی تھی، دھوپ بھی تھی، بدبو پڑنے لگی، گردونواح کے کئی کئی دیہاتوں تک خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں مسئلہ کوئی حل نہیں کرسکتا، چلو مدینہ منورہ میں، وہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ وہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے حضرت! ایک عورت مری پڑی تھی دوسری اسے غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا چھوٹتا ہی نہیں، تین دن ہو گئے، کیا فتویٰ ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہاں مجھے لے چلو۔ وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہوکر غسل دینے والی عورت سے پوچھا بی بی! جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی؟ وہ کہنے لگی میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہے اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس ہیں؟ کہنے لگی: نہیں۔ پھر فرمایا: کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقرار جرم کیا تھا؟ کہنے لگی: نہیں۔ فرمایا: پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ اس نے کہا: میں نے اس لیے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اُٹھا کر اس کے دروازے سے گزر رہی تھی۔ یہ سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے وہیں کھڑے ہوکر پورے قرآن میں نظر دوڑائی، پھر فرمانے لگے: قرآن پاک میں آتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً ﴾ (سورۃ النور: ۴)

ترجمہ: ''جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگا دیتے ہیں پھر ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے تو ان کی سزا ہے کہ ان کو اسّی کوڑے مارے جائیں۔''

تو نے ایک مردہ عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں جلاّدو! اسے مارنا شروع کر دو۔ جلاّدوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مارے جا رہے ہیں۔ ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ یوں ہی چمٹا رہا۔ پچھتر کوڑے ۔۔ گئے مگر ہاتھ پھر بھی یوں ہی چمٹا رہا۔ اناسی کوڑے مارے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا۔ جب اسّی واں کوڑا لگا تو اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر

جدا ہو گیا۔ (موت کی تیاری صفحہ ۱۵، بستان المحدثین)

﴿۱۷۰﴾ صلہ رحمی کے فوائد

ہمارے آقا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

① صلہ رحمی سے محبت بڑھتی ہے۔
② مال بڑھتا ہے۔
③ عمر بڑھتی ہے۔
④ رزق میں کشادگی ہوتی ہے۔
⑤ آدمی بری موت نہیں مرتا۔
⑥ اس کی مصیبتیں اور آفتیں ٹلتی رہتی ہیں۔
⑦ ملک کی آبادی اور سرسبزی بڑھتی ہے۔
⑧ گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔
⑨ نیکیاں معاف کی جاتی ہیں۔
⑩ جنت میں جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے۔
⑪ صلہ رحمی کرنے والے سے اللہ اپنا رشتہ جوڑتا ہے۔
⑫ جس قوم میں صلہ رحمی کرنے والے ہوتے ہیں اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے نسبوں کو سیکھو تا کہ اپنے رشتہ داروں کو پہچان کر ان سے صلہ رحمی کر سکو، فرمایا کہ صلہ رحمی کرنے سے محبت بڑھتی ہے، مال بڑھتا ہے اور موت کا وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے (یعنی عمر میں برکت ہوتی ہے)۔ (ترمذی)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر بڑھ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ (بخاری و مسلم)

جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر بڑھے اور اس کے رزق میں کشادگی ہو اور وہ بری موت نہ مرے تو اس کو لازم ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا رہے اور اپنے رشتے ناتے والوں سے سلوک کرتا رہے۔ (الترغیب والترہیب)

جو شخص صدقہ دیتا رہتا ہے اور اپنے رشتے ناتے والوں سے سلوک کرتا رہتا ہے اس کی عمر کو اللہ دراز کرتا ہے اور اس کو بری طرح مرنے سے بچاتا ہے۔ اور اس کی مصیبتوں اور آفتوں کو دور کرتا رہتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

رحم، خدا کی رحمت کی ایک شاخ ہے اس سے اللہ نے فرمادیا ہے کہ جو تجھ سے رشتہ جوڑے گا اس سے میں بھی رشتہ ملاؤں گا اور جو تیرے رشتہ کو توڑ دے گا اس کے رشتہ کو میں بھی توڑ دوں گا۔ (بخاری)

فرمایا کہ اللہ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتے ناتوں کو توڑتا ہو۔ (شعب الایمان، بیہقی)

بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس کا مستوجب نہیں کہ اس کی سزا دنیا ہی میں فوراً دی جائے اور آخرت میں بھی اس پر عذاب ہو۔ (الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ جنت میں وہ شخص گھسنے نہ پائے گا جو اپنے رشتے ناتوں کو توڑتا ہو۔ (بخاری و مسلم)

ہمارے حضرت اللہ کے رسول ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک اعرابی نے آکر آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور کہا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو ایسی بات بتایئے جس سے جنت ملے اور دوزخ سے نجات ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ایک اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کر، نماز پڑھ، زکوٰۃ دے اور اپنے رشتے ناتے والوں سے اچھا سلوک کرتا رہ۔ جب وہ چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اگر میرے حکم کی تعمیل کرے گا تو اس کو جنت ملے گی۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک قوم سے ملک کو آباد فرماتا ہے اور اس کو دولت مند کرتا ہے اور کبھی دشمنی کی نظر سے

ان کو نہیں دیکھتا۔ نبی ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس قوم پر اتنی مہربانی کیوں ہوتی ہے؟ فرمایا کہ رشتے ناتے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے ان کو یہ مرتبہ ملتا ہے۔ (الترغیب والترہیب)

فرمایا یہ جو شخص نرم مزاج ہوتا ہے اس کو دنیا و آخرت کی خوبیاں ملتی ہیں اور اپنے رشتے ناتے والوں سے اچھا سلوک کرنے اور پڑوسیوں سے میل جول رکھنے اور عام طور پر لوگوں سے خوش خلقی برتنے سے ملک سرسبز اور آباد ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والوں کی عمریں بڑھتی ہیں۔ (الترغیب والترہیب)

ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے میری توبہ کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟

آپ ﷺ نے پوچھا کہ تیری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا کہ خالہ زندہ ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا کہ تو اس کے ساتھ حسن سلوک کر۔ (الترغیب والترہیب)

ایک بار سرکارِ دو عالم ﷺ نے مجمع میں یہ فرمایا کہ جو شخص رشتہ داری کا پاس و لحاظ نہ کرتا ہو، وہ ہمارے پاس نہ بیٹھے۔ یہ سن کر ایک شخص اس مجمع سے اٹھا اور اپنی خالہ کے گھر گیا جس سے کچھ بگاڑ تھا، وہاں جا کر اُس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور قصور معاف کرایا۔ پھر آکر دربارِ نبوت میں شریک ہو گیا۔ جب وہ واپس آگیا تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں ایسا شخص موجود ہو جو اپنے رشتہ داروں سے بگاڑ رکھتا ہو۔ (الترغیب والترہیب)

فرمایا کہ ہر جمعہ کی رات میں تمام آدمیوں کے عمل اور عبادتیں اللہ کے دربار میں پیش ہوتی ہیں جو شخص اپنے رشتہ داروں سے بدسلوکی کرتا ہے اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ (الترغیب والترہیب)

﴿۱۷۱﴾ صلہ رحمی کا ایک عجیب قصہ

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کو خیرات کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اور کچھ نہ ہو تو زیور ہی کو خیرات کریں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ حکم سن کر اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھو، اگر کچھ حرج نہ ہو تو جو کچھ مجھے خیرات کرنا ہے وہ میں تمہیں کر دوں، تم بھی تو محتاج ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ خود تم جا کر پوچھو۔

یہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر حاضر ہوئیں، وہاں دیکھا کہ ایک بی بی اور کھڑی تھیں اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھیں۔ ہیبت کے مارے ان دونوں کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ اندر جا کر خود نبی کریم ﷺ سے پوچھتیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نکلے تو ان دونوں نے کہا کہ حضرت سے جا کر کہو، دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے خاوندوں اور یتیم بچوں پر، جو ہماری گود میں ہوں، صدقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ سے چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ تم یہ نہ کہنا کہ ہم کون ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک قبیلہ انصار کی بی بی ہے اور ایک زینب (رضی اللہ عنہا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون زینب؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ دو کہ ان کو دوہرا ثواب ملے گا، قرابت کی پاسداری کا علیحدہ اور صدقہ کرنے کا علیحدہ۔ (بخاری و مسلم)

﴿۱۷۲﴾ ذکر و دُعاء کے فوائد

جو شخص ہر چھینک کے وقت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ مَّا کَانَ'' کہے تو ڈاڑھ اور کان کا درد کبھی بھی محسوس نہ کرے گا۔ (حصن حصین، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۵)

حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا جو ابورافع کی اولاد کی والدہ ہیں، انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے چند کلمات بتادیجیے مگر زیادہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دس مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ میرے لیے ہیں۔ اور دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ میرے لیے ہے۔ اور کہو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ (اے اللہ! مجھے بخش دے)۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے بخش دیا۔ پس تم اس کو دس مرتبہ کہو تو اللہ تعالیٰ ہر مرتبہ فرمائے گا: "میں نے تجھے بخش دیا"۔ (حصن حصین، طبرانی عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ صفحہ ۲۰۷)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص ان کلمات کو یعنی "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" کے ساتھ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ" کہے تو یہ کلمات اس طرح جس طرح اس نے کہے، لکھ لئے جاتے ہیں۔ پھر عرش کے ساتھ لٹکا دیے جاتے ہیں اور کوئی گناہ جو ان سے کیا ہو ان کلمات کو نہیں مٹائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز ملے گا تو وہ کلمے اس طرح سربمہر ہوں گے جس طرح اس نے کہے تھے۔ (حصن حصین، بزار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صفحہ ۲۰۱)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ سناؤں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی مرتبہ سنی اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھی کئی مرتبہ سنی ہے۔ میں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص صبح اور شام:

① اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ — "اے اللہ! آپ ہی نے مجھے پیدا کیا۔"

② وَاَنْتَ تَهْدِيْنِيْ — "اور آپ ہی مجھے ہدایت دینے والے ہیں۔"

③ وَاَنْتَ تُطْعِمُنِيْ — "اور آپ ہی مجھے کھلاتے ہیں۔"

④ وَاَنْتَ تَسْقِيْنِيْ — "اور آپ ہی مجھے پلاتے ہیں۔"

⑤ وَاَنْتَ تُمِيْتُنِيْ — "اور آپ ہی مجھے ماریں گے۔"

⑥ وَاَنْتَ تُحْيِيْنِيْ — "اور آپ ہی مجھے زندہ کریں گے۔"

پڑھے تو جو اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اللہ تعالیٰ ضرور اس کو عطا فرمائیں گے۔ ①

﴿۱۷۳﴾ ابن آدم کی حقیقت...... جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا

(وَاَخْرَجَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبِ نِ الْقُرَظِيِّ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرٰىةِ اَوْقَالَ فِيْ مُصْحَفِ اِبْرٰهِيْمَ فَوَجَدْتُ فِيْهَا

يَقُوْلُ اللّٰهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ! مَا اَنْصَفْتَنِيْ خَلَقْتُكَ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا وَجَعَلْتُكَ بَشَرًا سَوِيًّا وَخَلَقْتُكَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْتُكَ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْتُ النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْتُ الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْتُ الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْتُ الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاكَ خَلْقًا اٰخَرَ يَا ابْنَ اٰدَمَ! هَلْ يَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ غَيْرِيْ؟

ثُمَّ اَوْصَيْتُ اِلَى الْاَمْعَاءِ اَنِ اتَّسِعِيْ وَاِلَى الْجَوَارِحِ اَنْ تَفَرَّقِيْ فَاتَّسَعَتِ الْاَمْعَاءُ مِنْ بَعْدِ ضِيْقِهَا وَتَفَرَّقَتِ الْجَوَارِحُ مِنْ بَعْدِ تَشَبُّكِهَا ثُمَّ اَوْحَيْتُ اِلَى الْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِالْاَرْحَامِ اَنْ يُّخْرِجَكَ مِنْ بَطْنِ اُمِّكَ فَاسْتَخْلَصْتُكَ عَلٰى رِيْشَةٍ مِنْ جَنَاحِهٖ فَاطَّلَعْتُ عَلَيْكَ فَاِذَا اَنْتَ خَلْقٌ ضَعِيْفٌ لَيْسَ لَكَ سِنٌّ يَقْطَعُ وَلَا ضِرْسٌ يَطْحَنُ فَاسْتَخْلَصْتُ لَكَ فِيْ صَدْرِ اُمِّكَ عِرْقًا يُدِرُّ لَكَ لَبَنًا بَارِدًا فِي الصَّيْفِ، حَارًّا فِي الشِّتَاءِ وَاسْتَخْلَصْتُهٗ لَكَ مِنْ بَيْنِ جِلْدٍ وَلَحْمٍ

---

① رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن، مجمع الزوائد (منتخب احادیث علم و ذکر، دعا صفحہ ۳۴۲)

وَدَمٍ وَعُرُوقٍ ثُمَّ قَذَفْتُ لَكَ فِي قَلْبِ وَالِدَتِكَ الرَّحْمَةَ وَفِي قَلْبِ اَبِيْكَ التَّحَنُّنَ يَكُدَّانِ وَ يَجْهَدَانِ وَيُرَبِّيَانِكَ وَيُغَذِّيَانِكَ وَلَا يَنَامَانِ حَتّٰى يُنَوِّمَاكَ۔

يَاابْنَ آدَمَ اَنَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ بِهٖ لَا بِشَيْءٍ اِسْتَاْهَلْتَهٗ بِهٖ مِنِّيْ اَوْلِحَاجَةٍ اِسْتَعَنْتُ عَلٰى قَضَائِهَا يَاابْنَ آدَمَ! فَلَمَّا تَقَطَّعَ سِنُّكَ وَطَحَنَ ضِرْسُكَ اَطْعَمْتُكَ فَاكِهَةَ الصَّيْفِ فِيْ اَوَانِهَا وَفَاكِهَةَ الشِّتَاءِ فِيْ اَوَانِهَا فَلَمَّا عَرَفْتَ اَنِّيْ رَبُّكَ عَصَيْتَنِيْ فَالْاٰنَ اِذْ عَصَيْتَنِيْ فَادْعُنِيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ مُجِيْبٌ وَادْعُنِيْ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ)

ترجمہ: ''ابونعیم نے حلیہ میں حضرت محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھایا ابراہیم علیہ السلام کے مصحف (صحیفوں) میں پڑھا تو اس میں یہ پایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! (آدم کے بیٹے!) تو نے عدل وانصاف سے کام نہ لیا۔ میں نے تجھے اس وقت پیدا کیا جب کہ تو کچھ بھی نہ تھا اور تجھے ایک معتدل ومناسب انسان بنایا اور تجھ کو مٹی کا خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا پھر میں نے تجھ کو نطفہ بنایا جو کہ ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا۔ پھر میں نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر میں نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنادیا پھر میں نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیاں بنادیا۔ پھر میں نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا۔ پھر میں نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنادیا۔ اے ابن آدم! کیا یہ سب میرے علاوہ بھی کوئی کرسکتا ہے؟ پھر میں نے آنتوں کو حکم دیا کہ پھیل جاؤ اور اعضاء کو حکم دیا کہ الگ الگ ہو جاؤ تو آنتیں اپنی تنگ جگہ کے بعد کشادہ ہوگئیں اور اعضاء اپنے آپس میں خلط ملط ہو جانے کے بعد الگ الگ ہو گئے۔ پھر رحم پر مقرر فرشتے کو میں نے حکم دیا کہ تم کو تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالے۔ میں نے تجھ کو بازو کے نرم پروں پر نکالا۔ پھر میں تیری طرف متوجہ ہوا تو تو ایک کمزور مخلوق تھا نہ تو تیرے دانت تھے جس سے تو کاٹ سکتا اور نہ داڑھ تھی جس سے تو چبا سکتا، میں نے تیرے لیے تیری ماں کے سینے میں ایک رگ پیدا کی جو تیرے لئے گرمیوں میں ٹھنڈا دودھ نکالتی اور سردیوں میں گرم دودھ اور اسی کو تیری جلد، گوشت، خون اور رگوں (کی افزائش وپیداوار) کا ذریعہ بنایا۔ پھر میں نے تیری ماں کے دل میں تیرے لیے رحمت ڈالی اور والد کے دل میں محبت پیدا کی کہ وہ دونوں محنت ومشقت کرتے ہیں اور تیری پرورش کرتے ہیں اور تجھے غذا فراہم کرتے ہیں اور جب تک تجھے نہ سلادیں خود نہیں سوتے۔

اے ابن آدم! یہ سب میں نے اس لیے نہیں کیا کہ تو اُن سب چیزوں کا حقدار تھا اور نہ ہی اپنی کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کیا، اے ابن آدم! پھر جب تیرے دانت (چیزوں کو) کاٹنے لگے اور تیری داڑھ (سخت چیز) توڑنے لگی تو میں نے تجھ کو گرمیوں میں اس کے موسمی پھل کھلائے اور سردیوں کے پھل ان کے موسم میں۔ پھر جب تو نے جان لیا کہ میں تیرا پالنہار ہوں تو تو نے میری نافرمانی شروع کردی، اگر اب بھی تو میری نافرمانی کرے پھر مجھے پکارے تو میں قریب ہوں (تیری) دعا کو قبول کرنے والا ہوں۔ تو مجھے پکار کہ میں بہت بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہوں۔''

﴿۱۷۴﴾ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہنے میں انسان کی عافیت ہے

(يَاابْنَ آدَمَ خَلَقْتُكَ لِعِبَادَتِيْ فَلَا تَلْعَبْ قَدَّرْتُ لَكَ رِزْقَكَ فَلَا تَتْعَبْ فَاِنْ رَضِيْتَ بِمَا قَسَمْتُ لَكَ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ اَرَحْتُ قَلْبَكَ وَجَسَدَكَ وَكُنْتَ عِنْدِيْ مَحْمُوْدًا وَاِنْ لَّمْ تَرْضَ بِمَا قَسَمْتُ لَكَ سَلَّطْتُ عَلَيْكَ الدُّنْيَا تَرْقُصُ كَمَا تَرْقُصُ الْوُحُوْشُ فَلَا تَزِيْدُ مِمَّا قَسَمْتُ لَكَ وَكُنْتَ عِنْدِيْ مَذْمُوْمًا كَمَا فِي التَّوْرٰىةِ)

ترجمہ: ''اے ابن آدم! میں نے تجھ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تو تو لہو ولعب میں نہ لگ، اور میں نے تیرے رزق کو مقدر کر دیا ہے تو تو (اس کے حصول میں) مت تھک، اگر تو میری تقسیم پر راضی ہو گیا تو میری عزت وجلال کی قسم! میں تیرے دل اور جسم کو راحت دوں گا اور تو میرے نزدیک پسندیدہ بن جائے گا، اور اگر تو میرے تقسیم کردہ رزق پر راضی نہ ہوا تو میں تجھ پر دنیا مسلط کردوں گا، پھر تو ایسا مارا مارا پھرے گا جیسے وحشی جانور پھرتے ہیں اور میری تقسیم سے زیادہ تجھے ملے گا نہیں اور تو میرے نزدیک ناپسندیدہ بن جائے گا۔ تورات میں ایسا ہی ہے۔''

﴿۱۷۵﴾ ذمہ دار کو جائز ہے کہ اپنا فیصلہ دل میں رکھ کر حقیقت کو معلوم کرنے کیلئے اس کے خلاف کچھ کہے

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ اُن کے دو بچے تھے بھیڑیا آکر ایک بچہ کو اٹھا لے گیا۔ اب ہر ایک دوسرے سے کہنے لگی کہ تیرا بچہ گیا، اور جو ہے، وہ میرا بچہ ہے۔ آخر یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے بڑی عورت کو ڈگری دے دی کہ یہ بچہ تیرا ہے۔

یہ یہاں سے نکلیں۔ راستہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے، آپ نے دونوں کو بلایا اور فرمایا چھری لاؤ میں اس لڑکے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا ان دونوں کو دے دیتا ہوں۔ اس پر بڑی خاموش ہو گئی، مسکین چھوٹی نے ہائے واویلا شروع کر دی کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجئے یہ لڑکا اس بڑی کا ہے اس کو دے دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس معاملہ کو سمجھ گئے اور لڑکا چھوٹی عورت کو دلا دیا۔

(بخاری و مسلم، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۳۸۷)

﴿۱۷۶﴾ اہل جنت کو کنگن پہنانے کی حکمت

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ (سورۂ حج: ۲۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی۔''

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ کنگن ہاتھوں میں پہننا عورتوں کا کام اور ان کا زیور ہے وہ مردوں کے لیے معیوب سمجھا جاتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کی یہ امتیازی شان رہی ہے کہ سر پر تاج اور ہاتھوں میں کنگن استعمال کرتے تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ مسلمان نہیں تھے اور سفر ہجرت میں آپ کو گرفتار کرنے کے لیے تعاقب میں نکلے تھے۔ جب ان کا گھوڑا باذن خداوندی زمین میں دھنس گیا اور اس نے توبہ کی تو آپ ﷺ کی دعا سے گھوڑا زمین سے نکل گیا، اس وقت سراقہ بن مالک سے وعدہ فرمایا تھا کہ کسریٰ شاہ فارس کے کنگن مال غنیمت میں مسلمانوں کے پاس آئیں گے وہ تمہیں دیئے جائیں گے اور جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فارس کا ملک فتح ہوا اور ایران کے یہ کنگن دوسرے اموال غنیمت کے ساتھ آئے تو سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا اور ان کو دے دیئے گئے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جیسے سر پر تاج پہننا عام مردوں کا رواج نہیں، بلکہ شاہی اعزاز ہے، اسی طرح ہاتھوں میں کنگن بھی شاہی اعزاز سمجھے جاتے ہیں اس لیے اہل جنت کو کنگن پہنائے جائیں گے، کنگن کے متعلق اس آیت میں اور سورۂ فاطر میں یہ ہے کہ وہ سونے کے ہوں گے اور سورۃ النساء میں یہ کنگن چاندی کے بتلائے گئے ہیں اس لیے حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اہل جنت کے ہاتھوں میں تین طرح کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ① سونے کا ② چاندی کا ③ موتیوں کا۔ جیسا کہ اس آیت میں سونے اور موتیوں کا ذکر موجود ہے۔ (معارف القرآن صفحہ ۲۲۸، پارہ ۱۷)

﴿۱۷۷﴾ جنات کی شرارت سے بچنے کا نبوی نسخہ

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے درج ذیل آیت پڑھ کر اس کے کان میں دم کیا:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ﴾ (سورۃ مومنون: آیت ۱۱۵ تا ۱۱۸)

وہ اچھا ہو گیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ! تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا۔ واللہ! ان آیتوں کو اگر کوئی با ایمان شخص بالیقین کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۷)

﴿۱۷۸﴾ سفر میں نکل کر صبح و شام مذکورہ دعا پڑھے

ابو نعیم نے روایت نقل کی ہے کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ ہم صبح و شام مذکورہ آیت تلاوت فرماتے رہیں:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ (سورۂ مومنون: آیت ۱۱۵)

ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی۔ الحمدللہ! ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔

﴿۱۷۹﴾ ڈوبنے سے بچنے کا نبوی نسخہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری اُمت کو ڈوبنے سے بچنے کے لیے کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (سورۂ زمر: ۶۷)

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (سورۂ ہود: ۴۱) (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۷، پارہ ۱۸ سورۂ مومنون)

﴿۱۸۰﴾ قاتلانِ عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا درد بھرا خطبہ

بغوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سلام کا یہ خطبہ نقل کیا ہے جو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہنگامہ کے وقت دیا تھا۔ خطبہ کے الفاظ یہ ہیں: اللہ کے فرشتے تمہارے شہر کے گرد احاطہ کیے ہوئے حفاظت میں اس وقت سے مشغول ہیں جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف فرما ہوئے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

خدا کی قسم! اگر تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو یہ فرشتے واپس چلے جائیں گے اور پھر کبھی نہ لوٹیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے جو شخص ان کو قتل کرے گا وہ اللہ کے سامنے دست بریدہ حاضر ہوگا، اس کے ہاتھ نہ ہوں گے، اور سمجھ لو کہ اللہ کی تلوار اب بھی میان میں ہے۔

خدا کی قسم! اگر وہ تلوار میان سے نکل آئی تو پھر کبھی میان میں نہ جائے گی کیونکہ جب کوئی نبی قتل کیا جاتا ہے تو اس کے بدلہ میں ستر

ہزار آدمی مارے جاتے ہیں اور جب کسی خلیفہ کو قتل کیا جاتا ہے تو پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) آدمی مارے جاتے ہیں۔ (مظہری)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے جو باہمی خونریزی کا سلسلہ شروع ہوا تھا اُمت میں چلتا ہی رہا اور جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی مخالفت اور استحکام دین کی مخالفت اور ناشکری قاتلانِ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی اُن کے بعد روافض اور خوارج کی جماعتوں نے خلفائے راشدین کی مخالفت میں گروہ بنالیے۔ اسی سلسلہ میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کا عظیم حادثہ پیش آیا۔

"نَسْئَلُ اللّٰہَ الْہِدَایَۃَ وَشُکْرَ نِعْمَتِہٖ" (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۷، پارہ ۱۸، سورۂ نور)

﴿۱۸۱﴾ مسجد کے پندرہ آداب

- اوّل یہ کہ مسجد میں پہنچے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے، اور کوئی نہ ہو تو "اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ" کہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ مسجد کے حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں۔
- دوسرے یہ کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے، یہ بھی واجب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو، مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء نصف النہار کا وقت نہ ہو۔
- تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔
- چوتھے یہ کہ وہاں تیر اور تلوار نہ نکالے۔
- پانچویں یہ کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز تلاش کرنے کا اعلان نہ کرے۔
- چھٹے یہ کہ مسجد میں آواز بلند نہ کرے۔
- ساتویں یہ کہ وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے۔
- آٹھویں یہ کہ مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے۔
- نویں یہ کہ جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں پر تنگی پیدا نہ کرے۔
- دسویں یہ کہ کسی نماز پڑھنے والے کے آگے نہ گزرے۔
- گیارہویں یہ کہ اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیل نہ کرے۔
- بارہویں یہ کہ اپنی انگلیاں نہ چٹخائے۔
- تیرہویں یہ کہ مسجد میں تھوکنے، ناک صاف کرنے سے پرہیز کرنے۔
- چودھویں یہ کہ نجاست سے پاک وصاف رہے، اور کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے۔
- پندرھویں یہ کہ وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے۔

قرطبی نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے اس نے مسجد کا حق ادا کیا اور مسجد اس کے لیے حرز وامان کی جگہ بن گئی۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۶، پارہ ۱۸، سورۂ نور)

﴿۱۸۲﴾ جو مکانات ذکر اللہ، تعلیم قرآن اور تعلیم دین کیلئے مخصوص ہوں وہ بھی مسجد کے حکم میں ہیں

تفسیر بحر محیط میں ابو حیان نے فرمایا کہ "فِیْ بُیُوْتٍ" کا لفظ قرآن میں عام ہے، جس طرح مساجد اس میں داخل ہیں اسی طرح وہ

مکانات جو خاص تعلیم قرآن، تعلیم دین، یا وعظ ونصیحت یا ذکر و شغل کے لیے بنائے گئے ہوں جیسے مدارس اور خانقاہیں وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں، ان کا بھی ادب واحترام لازم ہے۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۷، پارہ ۱۸، سورہ نور)

﴿۱۸۳﴾ رفع مساجد کے معنی

(اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے مسجدوں کو بلند کرنے کی۔''

اجازت دینے سے مراد اس کا حکم کرنا ہے اور بلند کرنے سے مراد ان کی تعظیم کرنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلند کرنے کے حکم میں اللہ تعالیٰ نے مسجدوں میں لغو کام کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

عکرمہ ومجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ رفع سے مراد مسجد کا بنانا ہے۔ جیسے بناء کعبہ کے متعلق قرآن میں آیا ہے:

﴿ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۲۷)

کہ اس میں رفع قواعد سے مراد بنا قواعد ہے۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رفع مساجد سے مراد اُن کی تعظیم واحترام اور ان کو نجاستوں اور گندی چیزوں سے پاک رکھنا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں جب کوئی نجاست دلائی جائے تو مسجد اس سے اس طرح سمٹتی ہے جیسے انسان کی کھال آگ سے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے مسجد میں سے ناپاکی اور گندگی اور ایذاء کی چیز کو نکال دیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنادیں گے۔ (ابن ماجہ)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں بھی مسجدیں یعنی نمازیں پڑھنے کی مخصوص جگہیں بنائیں اور ان کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کریں۔ (قرطبی)

اور اصل بات یہ ہے کہ لفظ ﴿ تُرْفَعَ ﴾ میں مسجدوں کا بنانا بھی داخل ہے اور ان کی تعظیم وتکریم اور پاک وصاف رکھنا بھی، پاک وصاف رکھنے میں یہ بھی داخل ہے کہ ہر نجاست اور گندگی سے پاک رکھیں، اور یہ بھی داخل ہے کہ ان کو ہر بدبو کی چیز سے پاک رکھیں۔ اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن یا پیاز کھا کر بغیر منہ صاف کئے ہوئے مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے جو عام کتب حدیث میں معروف ہے، سگریٹ، حقہ، تمباکو کا پان کھا کر مسجد میں جانا بھی اس حکم میں ہے، مسجد میں مٹی تیل جلانا، جس میں بدبو ہوتی ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے منہ سے لہسن یا پیاز کی بدبو محسوس فرماتے تھے اس کو مسجد سے نکال کر بقیع میں بھیج دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس کو لہسن پیاز کھانے ہی ہوں تو ان کو خوب اچھی طرح پکا کر کھائے کہ ان کی بدبو ماری جائے۔

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث سے استدلال کر کے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی ایسی بیماری ہو کہ اس کے پاس کھڑے ہوئے والوں کو اس سے تکلیف پہنچے اس کو بھی مسجد سے ہٹایا جاسکتا ہے اس کو خود چاہیے کہ جب ایسی بیماری میں ہے تو نماز گھر میں پڑھے۔

(معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۴، پارہ ۱۸، سورۂ نور)

﴿۱۸۴﴾ رفع مساجد کا مفہوم

رفع مساجد کا مفہوم جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک یہی ہے کہ مسجدیں بنائی جائیں اور ان کو ہر بری چیز سے پاک صاف رکھا جائے بعض حضرات نے اس میں مسجدوں کی ظاہری شان وشوکت اور تعمیری بلندی کو بھی داخل قرار دیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی تعمیر سال کی لکڑی سے شاندار بنائی تھی۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد نبوی میں نقش ونگار اور تعمیری خوبصورتی کا کافی اہتمام کروایا تھا اور یہ زمانہ اجلہ صحابہ کا تھا کسی نے ان کے فعل پر انکار نہیں کیا۔ اور بعد کے بادشاہوں نے تو مسجدوں کی تعمیرات میں بڑے اموال خرچ کیے ہیں۔ ولید بن عبدالملک نے اپنے زمانہ خلافت میں دمشق کی جامع مسجد کی تعمیر وتزئین پر پورے ملک شام کی سالانہ آمدنی سے تین گنا زیادہ مال خرچ کیا، ان کی بنائی ہوئی مسجد آج تک قائم ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر نام ونمود اور شہرت کے لیے نہ ہو اللہ کے نام اور اللہ کے گھر کی تعظیم کی نیت سے کوئی شخص مسجد کی تعمیر شاندار، بلند ومستحکم اور خوبصورت بنائے تو کوئی ممانعت نہیں، بلکہ امید ثواب کی ہے۔

(معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۱۵، پارہ ۱۸، سورۂ نور)

﴿۱۸۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بڑھیا کی نصیحت سے رونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ چند صحابہ کی جماعت کے ساتھ بڑے ضروری کام سے تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں ایک بڑھیا ملی جن کی کمر مبارک بھی جھک گئی تھی اور لاٹھی کے سہارے سے آہستہ آہستہ چل رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: قف یا عمر! عمر ٹھہر جا! کہاں لپکا جارہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور بڑھیا لاٹھی کے سہارے سیدھی کھڑی ہوگئیں، اور فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ)! میرے سامنے تیرے اوپر تین دور گذر چکے ہیں۔

ایک دور تو وہ تھا کہ تو سخت گرمی کے زمانے میں اونٹ چرایا کرتا تھا اور اونٹ بھی چرانے نہیں آتے تھے، صبح سے شام تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ چرا کر آتے تو خطاب کی مار پڑتی تھی کہ اونٹوں کو اچھی طرح چرا کر کیوں نہیں لایا؟ (ان کی بہن عمر کو یہ کہتی تھی کہ عمر تجھ سے تو پچلی نہیں پھوٹتی) تو اس بڑھیا نے کہا کہ تو اونٹ چرایا کرتا تھا اور تیرے سر پر ٹاٹ کا یا کمبل کا ٹکڑا ہوتا تھا اور ہاتھ میں پتے جھاڑنے کا آنکڑا ہوتا تھا۔

دوسرا دور وہ آیا کہ لوگوں نے تجھے عمیر کہنا شروع کیا، اس لیے کہ ابوجہل کا نام بھی عمر تھا اس کی طرف سے پابندی تھی کہ میرے نام پر نام نہ رکھا جائے۔ گھر والوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام میں تصغیر کر کے عمیر کہنا شروع کردیا تھا۔ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر ہوا اور اس میں ابوجہل مارا گیا اس وقت ان کو عمیر ہی کہا جاتا تھا۔

بڑھیا نے کہا کہ اب تیسرا دور یہ ہے کہ تجھے نہ کوئی عمیر کہتا ہے نہ عمر بلکہ امیر المومنین کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد بڑھیا نے کہا: اِتَّقِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِي الرَّعِيَّةِ ''رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔'' امیر المومنین بننا آسان ہے مگر حق والے کا حق ادا کرنا مشکل ہے، کل حقوق کے بارے میں باز پرست ہوگی لہٰذا ہر حق والے کا حق ادا کرو۔ عمر رضی اللہ عنہ زار وقطار رو رہے ہیں یہاں تک کہ ڈاڑھی مبارک سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں۔ صحابہ جو ساتھ تھے انہوں نے بڑھیا کی طرف اشارہ کیا کہ بس تشریف لے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی وجہ سے زبان بھی نہ اٹھ سکی اشارہ سے ہی منع فرمادیا کہ ان کو فرمانے دو جو فرمارہی ہیں، جب وہ چلی گئی تب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی؟ جس نے آپ کا اتنا وقت ضائع کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ ساری رات کھڑی رہتیں تو عمر یہاں سے سرکنے والا نہیں تھا، بجز فجر کی نماز کے۔ یہ بی بی صاحبہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں جن کی بات کی شنوائی ساتویں آسمان کے اوپر ہوئی اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ ...... الآية﴾ (سورۃ المجادلۃ: ۱)

ترجمہ: ''بالیقین اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑ رہی تھی اور اللہ کے آگے

جھینک رہی تھی۔"

فرمایا: عمر کی کیا مجال تھی کہ ان کی بات نہ سنے جن کی بات ساتویں آسمان کے اوپر سنی گئی۔

(اسلام میں امانت داری کی حیثیت اور مقام صفحہ ۱۸، وعظ: حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب)

﴿۱۸۶﴾ حضرت یحییٰ اُندلسی کی امانت داری

یحییٰ اُندلسی (اُندلس جو کسی وقت میں علم وفن کا، خصوصیت سے علم حدیث کا مرکز تھا، حافظ ابن عبدالبر اور علامہ حمیدی اور شیخ اکبر جیسی شخصیتیں وہاں کی مٹی سے پیدا ہوئیں) حدیث پاک کا درس دیتے تھے اور بے شمار اشخاص ان سے استفادہ کرتے تھے۔

ایک دن حضرت یحییٰ نے پڑھانے کی طویل چھٹی کر دی۔ طلباء نے معلوم کیا کہ حضرت! اتنی لمبی چھٹی جس کی مدت بھی متعین نہیں، کس بناء پر کی گئی؟ فرمایا: مجھے افریقہ کے آخری کنارے پر قیروان جانا ہے۔ عرض کیا کہ حضرت کیوں؟ وہاں جانا بڑا ہی مشکل ہے بڑے بڑے بن ہیں اور زہریلے جانور۔ فرمایا کہ ایک بقال یعنی لالہ کے میری طرف ساڑھے تین آنے یعنی ایک درہم ہے۔ ان کے ادا کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ایک درہم ہی تو ہے؟ فرمایا مجھے ایک حدیث پہنچی ہے اور پھر اپنی سند کے ساتھ حدیث پڑھی کہ ایک "لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، یعنی چھ لاکھ کا نفلی صدقہ کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا کہ ایک درہم حق والے کا ادا کرنے کا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حقوق ادا کرنے والے بنائے اور جن لوگوں نے حقوق ادا کیے ہیں ان کے صدقہ اور طفیل میں ہمیں بھی ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بنا دے۔ آمین! اَللّٰھُمَّ آمِیْنَ۔

(اسلام میں امانت داری کی حیثیت اور مقام صفحہ ۳۰، وعظ: حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب)

﴿۱۸۷﴾ ایک ہزار جلدوں والی تفسیر

ایک تفسیر "حَدَائِقَ ذَاتَ بَھْجَۃٍ" ایک ہزار جلدوں میں تھی، اب اس کا وجود باقی نہیں۔ پچیس جلدوں میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر تھی اور پانچ جلدوں میں بسم اللہ کی تفسیر تھی۔ (علم کیسے حاصل کیا جاتا ہے؟ صفحہ ۵۲۰، وعظ: حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب)

﴿۱۸۸﴾ اَلتَّحِیَّاتُ سیکھنے کیلئے ایک مہینہ کا سفر

اسی حدائق کے مقدمہ میں ایک واقعہ رُوی کر کے نقل کیا ہے، کوئی حوالہ یا کوئی تخریج اس کی نہیں فرمائی۔ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ملک شام سے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، ستر یا اسی سال ان کی عمر تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا دھوپ میں سفر کرنے کی وجہ سے بالکل سیاہ فام ہو گئے ہیں، زمین کا رنگ ان کی رنگت سے زیادہ صاف ہے، بال بڑھے ہوئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیسے تشریف لائے؟ اس ضعف اور بڑھاپے میں آپ نے اتنا طویل سفر کیوں کیا؟ بڑے میاں نے کہا: اَلتَّحِیَّات سیکھنے کے لیے آیا ہوں۔ اتنی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے روئے کہ صاحب حدائق کے الفاظ ہیں: "حَتّٰی ابْتَلَّتْ لِحْیَتُہٗ" اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی اور ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ دیر تک روتے رہے اور پھر قسم کھا کر فرمایا: قسم ہے اس ذات عالی کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔ کیوں؟ دین کی ایک بات سننے اور سیکھنے کے لیے انہوں نے اپنے گھر کو چھوڑا اور اونٹ کی پیٹھ کے اوپر انہوں نے وقت گزارا۔

تشہد سیکھنے کیلئے سفر کی وجہ:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملک شام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ انتظام نہیں تھا کہ کوئی کسی کو نماز سکھا سکے؟ جواب یہ ہے کہ انتظام تھا بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم وہاں موجود تھے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے ملک شام سے مدینہ طیبہ کا سفر کیا؟

تشہد نقل کرنے والے صحابہ:

اس کی وجہ یہ ہے کہ اَلتَّحِیَّات کے نقل کرنے والے چوبیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صیغوں میں اور الفاظ میں جزوی اختلاف ہے کہیں تو ہے بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَرَکَةِ اللّٰہِ کہیں ہے: شَهِدْتُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَشَهِدْتُّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ غرض کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اَلتَّحِیَّات اور ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اَلتَّحِیَّات اور ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اَلتَّحِیَّات اور ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اَلتَّحِیَّات اور ہے۔ اسی طرح چوبیس صحابہ اَلتَّحِیَّات نقل کرنے والے ہیں۔ لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی اَلتَّحِیَّات اختیار فرمائی ہے۔ اور ترجیح کی بائیس وجوہات شراح حدیث نے بیان فرمائی ہے۔ عنایہ، فتح القدیر اور فقہ کی مختلف کتابوں میں ان وجوہات کی تفصیل بیان کی گئی ہے، ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے میاں اس لیے سفر کر کے آئے تھے تاکہ یہ معلوم کریں کہ اہل مدینہ کا عمل کون سی اَلتَّحِیَّات کا ہے؟ کیونکہ مدینہ پاک میں ابھی وہ صحابہ بھی موجود تھے جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی ہے تو معلوم ہو جائے کہ انہوں نے کون سی اَلتَّحِیَّات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، یہ سفر اس لیے کیا۔

﴿۱۸۹﴾ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

قبا تشریف لے جانے کے لیے حمار (گدھے) کی ننگی کمر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ارشاد فرمایا کہ اچھا آؤ تم بھی سوار ہو جاؤ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں کافی وزن تھا۔ چڑھنے کے لیے اُچھلے مگر نہیں چڑھ سکے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹ گئے جس سے دونوں گرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور فرمایا کہ ابوہریرہ تمہیں بھی سوار کرلوں؟ عرض کیا جیسے رائے عالی ہو۔ فرمایا کہ اچھا چڑھو۔ وہ نہیں چڑھ سکے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر گرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار کرنے کے لیے پوچھا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ تیسری دفعہ میں آپ کو نہیں گراؤں گا لہٰذا اب سوار نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ ایک بکری پکانے کی تجویز ہوئی۔ ایک شخص نے کہا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرا بولا کہ اس کی کھال کھینچنا میرے ذمہ، تیسرے نے کہا کہ اس کا پکانا میرے ذمہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکڑیاں اکٹھا کرنا میرے ذمہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرلیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! مجھے معلوم ہے کہ تم میری طرف سے کرلو گے لیکن مجھے یہ بات ناگوار ہے کہ میں اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہوں، اور اللہ پاک کو (بھی) ناپسند ہے اپنے بندے کی یہ بات (کہ اپنے رفیقوں سے امتیازی شان میں رہے)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں نماز کے لیے اترے اور مصلےٰ کی طرف بڑھے، پھر لوٹے، عرض کیا گیا کہ کہاں کا ارادہ فرمالیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اپنی اونٹنی کو باندھتا ہوں۔ عرض کیا کہ اتنے سے کام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے، ہم خدام ہی اس کو باندھ دیں گے۔ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص بھی دوسرے لوگوں سے مدد نہ طلب کرے، اگرچہ مسواک توڑنے میں ہو۔

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھجوریں نوش فرما رہے تھے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی وجہ سے

آنکھ کو ڈھانکے ہوئے آ گئے۔ سلام کر کے کھجوروں کی طرف جھکے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھ دکھ رہی ہے اور شیرینی کھاتے ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی اچھی آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ کو ہنسی آ گئی۔

ایک روز رطب نوش فرما رہے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آ گئے، ان کی آنکھ دکھ رہی تھی، وہ بھی کھانے کے قریب ہو گئے۔ ارشاد فرمایا کہ آشوب چشم کی حالت میں بھی شیرینی کھاؤ گے۔ وہ پیچھے ہٹ کر ایک طرف جا بیٹھے۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف دیکھا تو وہ بھی حضور ﷺ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف کھجور پھینک دی، پھر ایک اور، پھر ایک اور، اس طرح سات کھجوریں پھینکیں، فرمایا کہ تم کو کافی ہیں جو کھجور طاق عدد کے موافق کھائی جائے وہ مضر (نقصان دہ) نہیں۔ (ماہنامہ المحمود، ۲۰ مئی، جون ۲۰۰۱ء)

﴿۱۹۰﴾ مہنگا بیچنے کیلئے غلہ جمع رکھنا مہلک بیماری کا سبب ہے

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے تو اناج پھیلا ہوا دیکھا۔ پوچھا یہ غلہ کہاں سے آ گیا ہے۔ لوگوں نے کہا بکنے کے لیے آیا ہے۔ آپ نے دعا کی یا اللہ! اس میں برکت دے، لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ پر بیچنے کے لیے پہلے سے جمع کر لیا گیا تھا؟ پوچھا کس نے جمع کیا تھا؟ لوگوں نے کہا: ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں، اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے۔ آپؓ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں، لہٰذا جب چاہیں بیچیں، ہمیں اختیار ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اسے اللہ تعالیٰ مفلس کر دے گا یا جذامی۔

یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے اللہ تعالیٰ سے، پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہیں کروں گا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام نے پھر بھی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟ راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی بنا پھرتا تھا۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ پر بیچنے کے لیے روک رکھے اللہ تعالیٰ اسے مفلس کر دے گا یا جذامی۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۲۷)

﴿۱۹۱﴾ انسان کے تین دوست

علم، دولت اور عزت تینوں دوست تھے۔ ایک مرتبہ ان کے بچھڑنے کا وقت آ گیا، علم نے کہا مجھے درسگاہوں میں تلاش کیا جا سکتا ہے، دولت کہنے لگی مجھے امراء اور بادشاہوں کے محلات میں تلاش کیا جا سکتا ہے، عزت خاموش رہی۔ علم اور دولت نے عزت سے اُس کی خاموشی کی وجہ پوچھی تو عزت ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہنے لگی کہ جب میں کسی سے بچھڑ جاتی ہوں تو دوبارہ نہیں ملتی۔

﴿۱۹۲﴾ داعی کی دس صفات

① (فَلِذٰلِكَ فَادْعُ) ترجمہ: "سو آپ اسی طرح (ان کو برابر) بلاتے رہیے۔"

② (وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ) ترجمہ: "اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر) مستقیم رہیے۔"

③ (وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ) ترجمہ: "اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلیے۔"

④ (وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ) ترجمہ: "اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں سب پر ایمان لاتا ہوں۔"

⑤ (وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ) ترجمہ: "اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل رکھوں۔"

⑥ ﴿اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے۔''

⑦ ﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ﴾ ترجمہ: ''ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔''

⑧ ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ ترجمہ: ''ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں۔''

⑨ ﴿اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا﴾ ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا۔''

⑩ ﴿وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (سورۂ شوریٰ:۱۵) ترجمہ: ''اور (اس میں شک ہی نہیں کہ) اس کے پاس جانا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ آیت دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے، اور ہر جملہ خاص احکام پر مشتمل ہے گویا اس میں احکام کی دس فصلیں مذکور ہیں، اس کی نظیر پورے قرآن میں ایک آیت الکرسی کے سوا کوئی نہیں۔ آیت الکرسی میں بھی دس احکام کی دس فصلیں آئی ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۶۸۰)

﴿۱۹۳﴾ توبہ کی حقیقت

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں کسی گناہ سے باز آنے کو توبہ کہتے ہیں اور اس کے صحیح و معتبر ہونے کے لیے تین شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ جس گناہ میں فی الحال مبتلا ہے اس کو فوراً ترک کردے۔ دوسرے یہ کہ ماضی میں جو گناہ ہوا ہو اس پر نادم ہو، اور تیسرے یہ کہ آئندہ اسے ترک کرنے کا پختہ عزم کرلے۔

اور کوئی شرعی فریضہ چھوڑا ہوا ہو تو اسے ادا یا قضا کرنے میں لگ جائے اور اگر حقوق العباد سے متعلق ہے تو اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر کسی کا مال اپنے اوپر واجب ہے اور وہ شخص زندہ ہے تو یا اسے وہ مال لوٹائے یا اس سے معاف کرائے اور اگر وہ زندہ نہیں ہے اور اس کے ورثہ موجود ہیں تو ان کو لوٹائے اگر ورثہ بھی موجود نہیں ہیں تو بیت المال میں داخل کرائے۔ بیت المال بھی نہیں ہے یا اس کا انتظام صحیح نہیں ہے تو اس کی طرف سے صدقہ کردے اور اگر کوئی غیر مالی حق کسی کا اپنے ذمہ واجب ہے۔ مثلاً کسی کو ناحق ستایا ہے، برا بھلا کہا ہے یا اس کی غیبت کی ہے تو اسے جس طرح ممکن ہو راضی کرکے اس سے معافی حاصل کرے۔ (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۶۹۵)

﴿۱۹۴﴾ نیت پر مدار ہے

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ اور ایک درویش کا انتقال ہوا، کسی نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ تو جنت میں ٹہل رہا ہے اور درویش دوزخ میں پڑا ہے۔ کسی بزرگ سے تعبیر معلوم کی تو کہا کہ وہ بادشاہ صاحب تخت و تاج تھا مگر درویشی کی تمنا کرتا تھا اور درویشوں کی طرف بڑی حسرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، اور یہ درویش تھے جو فقیر بے نوا مگر بادشاہ کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اسی طرح اگر کوئی مسجد میں ہے اور اس کا دل لگا ہوا ہے کہ جلدی نماز ہو اور میں اپنے کام کو جاؤں تو گویا وہ مسجد سے نکل چکا، اور کوئی بازار میں ہے اور اس کا دل مسجد و نماز میں لگا ہوا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے۔ یہی معنی ہے اِنْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ کے۔ زہد خانقاہ میں صرف بیٹھنے کا نام نہیں ہے۔ معلوم نہیں ہم کہاں ہیں اس کا حال تو قیامت میں معلوم ہوگا:

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ المؤمنون)

وہاں اِدھر کا پلہ بھاری ہوا تو اُدھر، اگر اُدھر کا پلہ بھاری ہوا تو اِدھر۔

(حضرت مولانا یعقوب صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ ماخوذ از صحبتے با اہل دل، تعمیر حیات صفحہ ۲۱، ۱۰ ستمبر ۲۰۰۱ء)

﴿۱۹۵﴾ ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے کا عبرت ناک واقعہ

جب سے ٹی وی دیکھنے کا رواج بڑھا ہے ٹی وی دیکھنے والوں کے مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہونے کے بڑے ہی عبرت ناک واقعات بھی سامنے آرہے ہیں، جن سے ہمیں سبق لینا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ واقعہ اسی لیے دکھاتے ہیں تاکہ ہم لوگ عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ ایک رسالہ "ٹی وی کی تباہ کاریاں" میں ایک عورت کا بڑا عبرت ناک واقعہ لکھا ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں افطار کے وقت گھر میں ایک ماں اور ایک بیٹی تھی۔ ماں نے بیٹی سے کہا کہ آج گھر پر مہمان آنے والے ہیں، افطاری تیار کرنی ہے، اس لیے تم بھی میری مدد کرو اور کام میں لگو اور افطاری تیار کراؤ۔

بیٹی نے صاف جواب دیا کہ اماں اس وقت ٹی وی پر ایک پروگرام آرہا ہے، میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں، اس سے فارغ ہو کر کچھ کروں گی۔ چونکہ وقت کم تھا اس لے ماں نے کہا کہ تم اس کو چھوڑ دو پہلے کام کراؤ، مگر بیٹی نے ماں کی بات سنی اَن سنی کر دی، اور پھر اس خیال سے اوپر کی منزل میں ٹی وی لے کر چلی گئی کہ اگر میں یہاں نیچے بیٹھی رہی تو ماں بار بار مجھے منع کرے گی اور کام کے لیے بلائے گی۔ چنانچہ اوپر کمرے میں اندر جا کر اندر سے کنڈی لگائی اور پروگرام دیکھنے میں مشغول ہوگئی۔ نیچے ماں بے چاری آواز دیتی رہ گئی لیکن اس نے کچھ پروانہ کی۔ پھر ماں نے افطاری کے لیے جو تیاری ہوسکی کر لی۔ اتنے میں مہمان بھی آگئے، اور سب لوگ افطاری کے لیے بیٹھ گئے۔ ماں نے پھر بیٹی کو آواز دی تاکہ وہ بھی آکر روزہ افطار کر لے۔ لیکن بیٹی نے جواب نہیں دیا، تو ماں کو تشویش ہوئی، چنانچہ وہ اوپر گئی اور دروازے پر جا کر دستک دی اور اس کو آواز دی لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ چنانچہ ماں نے اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو اوپر بلایا۔ انہوں نے آواز دی اور دستک دی مگر جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو بالآخر دروازہ توڑا گیا۔ جب دروازہ توڑ کر اندر گئے تو دیکھا کہ ٹی وی کے سامنے مری ہوئی اوندھے منہ زمین پر پڑی ہے اور انتقال ہو چکا ہے۔

اب سب گھر والے پریشان ہوگئے۔ اس کے بعد اس کی لاش اٹھانے کی کوشش کی تو اس کی لاش نہ اُٹھی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ کئی ٹن وزنی ہوگئی ہے۔ اب سب لوگ پریشان ہوگئے کہ اس کی لاش کیوں نہیں اُٹھ رہی ہے۔ اسی پریشانی کے عالم میں ایک صاحب نے جو ٹی وی اٹھایا تو اس کی لاش بھی اٹھ گئی۔ اب صورت حال یہ ہوگئی کہ اگر ٹی وی اُٹھائیں تو اس کی لاش ہلکی ہو جائے، اگر ٹی وی رکھ دیں تو اس کی لاش بھاری ہو جائے۔ اس ٹی وی کو اٹھا کر اس کی لاش نیچے لائے اور اس کو غسل دیا، کفن دیا۔

جب اس کا جنازہ اٹھانے لگے تو پھر اس کی چارپائی ایسی ہوگئی جیسے کسی نے اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو لیکن جب ٹی وی کو اٹھایا تو آسانی سے چارپائی بھی اُٹھ گئی۔ تمام اہل خانہ شرمندگی اور مصیبت میں پڑ گئے۔ بالآخر جب ٹی وی جنازہ کے آگے آگے چلا تب اس کا جنازہ گھر سے باہر نکلا۔ اب اسی حالت میں ٹی وی کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور قبرستان لے جانے لگے۔ آگے ٹی وی، پیچھے جنازہ چلا، پھر قبرستان میں لے جانے کے بعد جب میت کو قبر میں اتارا اور قبر کو بند کر کے اس کو ٹھیک کر کے جب واپس لوگ جانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اب ٹی وی واپس لے چلو، لیکن جب ٹی وی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آگئی۔ کتنی عبرت کی بات ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (اے عقل مندو! عبرت حاصل کرو)۔ لوگوں نے جلدی سے ٹی وی کو وہیں رکھا اور دوبارہ اس لاش کو قبر کے اندر دفن کر کے بند کر دیا اور دوبارہ اُٹھا کر چلے تو دوبارہ اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آگئی۔ اب لوگوں نے کہا کہ یہ ٹی وی کے ساتھ ہی دفن ہوگی اس کے علاوہ کوئی اور صورت نظر نہیں آتی۔

آخرکار اس کی لاش قبر میں تیسری بار رکھی اور ٹی وی کو بھی اس کے سرہانے رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو دفن کر دینا پڑا۔ العیاذ باللہ۔

اب ذرا سوچئے کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہوگا؟ اور کیا انجام ہوگا؟ ہماری عبرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھادیا۔ اب بھی اگر ہم عبرت نہ پکڑیں تو ہماری ہی نالائقی ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔ (تعمیر حیات، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۱ء)

﴿۱۹۶﴾ دل چار قسم کے ہیں

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دل چار قسم کے ہیں:

① ایک تو صاف دل جو روشن چراغ کی طرح چمک رہا ہو۔ ② دوسرے وہ دل جو غلاف آلودہ ہو۔

③ تیسرے وہ دل جو اُلٹے ہیں۔ ④ چوتھے وہ دل جو مخلوط ہیں۔

پہلا دل تو مؤمن کا ہے جو پوری طرح نورانی ہے...... دوسرا کافر کا دل ہے جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں...... تیسرا منافق کا ہے جو جانتا ہے اور انکار کرتا ہے...... چوتھا دل اس منافق کا ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہیں۔

ایمان کی مثال اس سبزے کی طرح ہے جو پاکیزہ پانی سے بڑھ رہا ہو اور نفاق کی مثال پھوڑے کی طرح ہے جس میں پیپ اور خون بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اب جو مادہ بڑھ جائے وہ دوسرے پر غالب آجاتا ہے۔ اس حدیث کی اسناد بہت ہی عمدہ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۸۹)

﴿۱۹۷﴾ تکبر کی دو علامتیں

حدیث میں ہے:

(اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ) (رواہ مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۳)

"① حق کا انکار ② اور لوگوں کو حقیر سمجھنا کبر ہے۔"

﴿۱۹۸﴾ ہر کام میں اعتدال چاہیے

ایک رات نبی کریم ﷺ کا گزر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوا تو دیکھا کہ وہ پست آواز سے نماز پڑھ رہے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تو وہ اونچی آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دونوں سے پوچھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جس سے مصروف مناجات تھا وہ میری آواز سن رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرا مقصد سوتوں کو جگانا اور شیطان کو بھگانا تھا۔

آپ ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی آواز کو قدرے بلند کرو، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اپنی آواز کو کچھ پست رکھو۔ (تفسیر مسجد نبوی صفحہ ۹۸۷، تفسیر ابن کثیر سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۱۰)

﴿۱۹۹﴾ سب سے زیادہ قابل رشک بندہ

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں بہت زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مؤمن ہے جو سب بار (یعنی دنیا کے سازو سامان اور مال وعیال کے لحاظ سے بہت ہلکا پھلکا) ہو نماز میں اس کا بڑا حصہ ہو، اور اپنے رب کی عبادت خوبی کے ساتھ اور صفتِ احسان کے ساتھ کرتا ہو، اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری اس کا شعار ہو، اور یہ سب کچھ اخفاء کے ساتھ اور خلوت میں کرتا ہو اور وہ چھپا ہوا اور گمنامی کی حالت میں ہو، اور اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کیے جاتے ہوں اور اس کی روزی بھی بقدر کفاف ہو اور وہ اس پر صابر وقانع ہو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے چٹکی بجائی (جیسے کہ کسی چیز کے ہو جانے پر اظہار تعجب یا

اظہار حیرت کے لیے چٹکی بجاتے ہیں) اور فرمایا جلدی آ گئی اس کو موت، اور اس پر رونے والیاں بھی کم ہیں اس کا ترکہ بھی بہت تھوڑا سا ہے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میرے دوستوں اور اللہ کے مقبول بندوں کے الوان و احوال مختلف ہیں، لیکن ان میں بہت زیادہ قابل رشک زندگی ان اہل ایمان کی ہے، جن کا حال یہ ہے کہ دنیا کے ساز و سامان اور مال و عیال کے لحاظ سے وہ بہت ہلکے، مگر نماز اور عبادات میں ان کا خاص حصہ ہے، اور اس کے باوجود ایسے نامعروف اور گمنام کہ آتے جاتے کوئی ان کی طرف انگلی اٹھا کے نہیں کہتا کہ یہ فلاں بزرگ اور فلاں صاحب ہیں، اور ان کی روزی بس بقدر کفاف، لیکن وہ اس پر دل سے صابر و قانع۔ جب موت کا وقت آیا تو دم رخصت، نہ پیچھے زیادہ مال و دولت اور نہ جائیدادوں، مکانات اور باغات کی تقسیم کے جھگڑے اور نہ زیادہ ان پر رونے والیاں۔ بلاشبہ بڑی قابل رشک ہے اللہ کے ایسے بندوں کی زندگی اور الحمد للہ اس قسم کی زندگی والوں سے ہماری یہ دنیا اب بھی خالی نہیں۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۸۸)

﴿۲۰۰﴾ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قبل از اسلام اور قبل از ظہور نبوت شام کی طرف تجارت کے لیے سفر فرمایا، شام سے قریب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر آپ نے بحیرا راہب سے معلوم کی اس راہب نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو خواب سچا کرے گا، آپ کی قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا آپ ان کی حیات میں ان کے وزیر ہوں گے اور بعد وفات ان کے خلیفہ ہوں گے۔ پس اس خواب کو صدیق نے چھپایا، کسی سے ظاہر نہیں کیا یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ کو نبوت عطا ہوئی اور اعلان نبوت سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد ﷺ! آپ نے جو دعویٰ فرمایا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام میں دیکھا تھا۔ بس غلبہ خوشی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے معانقہ فرمایا اور آپ ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۹، کشکول معرفت صفحہ ۷۹، حضرت مولانا محمد اختر صاحب)

﴿۲۰۱﴾ ایک مجرب عمل برائے عافیت اہل و عیال

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی جان اور اپنی اولاد اور اپنے اہل و عیال اور مال کے بارے میں خوف ضرر رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا صبح و شام یہ پڑھ لیا کرو:

(بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی دِیْنِیْ وَنَفْسِیْ وَوَلَدِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ)

چند دن کے بعد یہ شخص آئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اب کیا حال ہے؟ عرض کیا: قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا، میرا سب خوف غائب ہو گیا۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۶۳۱، کشکول معرفت صفحہ ۷۵، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب)

﴿۲۰۲﴾ طالب دنیا گناہوں سے نہیں بچ سکتا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ کیا کوئی ایسا ہے کہ پانی پر چلے، اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں؟ عرض کیا گیا حضرت! ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (شعب الایمان بیہقی)

فائدہ: صاحب الدنیا (دنیا دار) سے مراد وہی شخص ہے جو دنیا کو مقصود و مطلوب بنا کر اس میں لگے، ایسا آدمی گناہوں سے کہاں محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر بندہ کا حال یہ ہو کہ مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت ہو اور دنیا کی مشغولی کو بھی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور

آخرت کی فلاح کا ذریعہ بنائے تو وہ شخص دنیادار نہ ہوگا اور دنیا میں بظاہر پوری مشغولی کے باوجود گناہوں سے محفوظ بھی رہ سکے گا۔

(معارف الحدیث جلد۲ صفحہ۷۰)

(۲۰۳) اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دنیا سے بچاتا ہے

قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو دنیا سے اس کو اس طرح پرہیز کراتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے پرہیز کراتا ہے جب کہ اس کو پانی سے نقصان پہنچتا ہو۔

(جامع ترمذی، مسند احمد)

فائدہ: دنیا دراصل وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے اور جس میں مشغول ہونے سے آخرت کا راستہ کھوٹا ہو، پس اللہ تعالیٰ جن بندوں سے محبت کرتا ہے اور اپنے خالص انعامات سے ان کو نوازنا چاہتا ہے ان کو اس مردار دنیا سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح کہ ہم لوگ اپنے مریضوں کو پانی سے پرہیز کراتے ہیں۔ (معارف الحدیث جلد۲ صفحہ۷۰)

(۲۰۴) خوش حالی چاہنے والی بیوی کو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا جواب

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی اُم الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا بات ہے تم مال ومنصب کیوں نہیں طلب کرتے جس طرح کہ فلاں اور فلاں طلب کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تمہارے آگے ایک بڑی دشوار گزار گھاٹی ہے اس کو گراں بار اور زیادہ بوجھ والے آسانی سے پار نہ کرسکیں گے اس لیے میں یہی پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی کو عبور کرنے کے لیے ہلکا پھلکا رہوں (اس وجہ سے میں اپنے لیے مال ومنصب طلب نہیں کرتا)۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، معارف الحدیث جلد۲ صفحہ۸۹)

(۲۰۵) کسی بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، (اگر ایسا کرو گے تو ہوسکتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو اس مصیبت سے نجات دے دے اور تم کو مبتلا کردے۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: جب دو آدمیوں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے اور وہ ترقی کرکے دشمنی اور عداوت کی حد تک پہنچ جاتا ہے تو یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کے مبتلائے مصیبت ہونے سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے اس کو "شماتت" کہتے ہیں، حسد اور بغض کی طرح یہ خبیث عادت بھی اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرنے والی ہے، اور اللہ تعالیٰ بسا اوقات دنیا ہی میں اس کی سزا اس طرح دے دیتے ہیں کہ مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دے کر اس پر خوش ہونے والے مبتلائے مصیبت کردیتے ہیں۔ (معارف الحدیث جلد۲ صفحہ۲۲۰)

(۲۰۶) ریاکاروں کو فضیحت اور رسوائی کی سزا

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی عمل سنانے اور شہرت کے لیے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے گا اور جو کوئی دکھاوے کے لیے نیک عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو خوب دکھائے گا۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دکھاوے اور شہرت کی غرض سے نیک اعمال کرنے والوں کو ایک سزا ان کے اس عمل کی مناسبت سے یہ بھی دی جائے گی کہ ان کی اس ریاکاری اور منافقت کو خوب مشہور کیا جائے گا اور سب کو مشاہدہ کرادیا جائے گا کہ بدبخت لوگ یہ نیک

اعمال اللہ کے لیے نہیں کرتے تھے، بلکہ نام ونمود اور دکھاوے اور شہرت کے لیے کیا کرتے تھے۔ الغرض جہنم کے عذاب سے پہلے ان کو ایک سزا یہ ملے گی کہ سرمحشر ان کی ریاکاری اور منافقت کا پردہ چاک کر کے سب کو ان کی بدباطنی دکھادی جائے گی۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

(معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

﴿۲۰۷﴾ دین کے نام پر دنیا کمانے والے ریاکاروں کو سخت تنبیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ ایسے مکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے، وہ لوگوں پر اپنی درویشی اور مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متاثر کرنے کے لیے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی مگر ان کے سینوں میں بھیڑیوں کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا (ان کے بارے میں) فرمان ہے: کیا یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھارہے ہیں؟ یا مجھ سے نڈر ہوکر میرے مقابلے میں جرأت کررہے ہیں؟ پس مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر انہی میں سے ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان میں کے عقل مندوں اور داناؤں کو بھی حیران بنا کر چھوڑے گا۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریاکاری کی یہ خاص قسم کی عابدوں، زاہدوں کی صورت بنا کر اور اپنے اندرونی حال کے بالکل برعکس ان خاصانِ خدا کی سی نرم وشیریں باتیں کر کے اللہ کے سادہ لوح بندوں کو اپنی عقیدت کے جال میں پھنسا جائے اور ان سے دنیا کمائی جائے، بدترین قسم کی ریاکاری ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تنبیہ ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں بھی سخت فتنوں میں مبتلا کیے جائیں گے۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

﴿۲۰۸﴾ آسان حساب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے بعض نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا:

(اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا)

ترجمہ: "اے اللہ! میرا حساب آسان فرما۔"

میں نے عرض کیا حضرت آسان حساب کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: آسان حساب یہ ہے کہ بندہ کے اعمال نامہ پر نظر ڈالی جائے اور اس سے درگزر کی جائے (یعنی کوئی پوچھ کچھ اور جرح نہ کی جائے) بات یہ ہے کہ جس کے حساب میں اس دن جرح کی جائے گی اے عائشہ (اس کی خیر نہیں) وہ ہلاک ہوجائے گا۔ (رواہ احمد، معارف الحدیث جلد ۱ صفحہ ۲۳۰)

﴿۲۰۹﴾ راتوں کو اللہ تعالیٰ کیلئے جاگنے والوں کا جنت میں بے حساب داخلہ

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگ (زندہ کیے جانے کے بعد) ایک وسیع اور ہموار میدان میں جمع کیے جائیں گے (یعنی سب میدانِ حشر میں جمع ہوجائیں گے) پھر اللہ کا منادی پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جن کے پہلو راتوں کو بستروں سے الگ رہتے ہیں (یعنی بستر چھوڑ کر جو راتوں کو تہجد پڑھتے تھے) وہ اس پکار پر کھڑے ہوجائیں گے اور ان کی تعداد زیادہ نہ ہوگی، پھر وہ اللہ کے حکم سے بغیر حساب وکتاب کے جنت میں چلے جائیں گے، اس کے بعد تمام لوگوں کے لیے حکم ہوگا کہ وہ حساب کے لیے حاضر ہوں۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

﴿۲۱۰﴾ اُمتِ محمدیہ کی بہت بڑی تعداد کا حساب کے بغیر جنت میں داخلہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے

وعدہ فرمایا ہے کہ میری اُمت میں سے ستر ہزار کو وہ بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں بھیجے گا اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اور تین حثیے میرے پروردگار کے حثیات میں سے (میری اُمت میں سے بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں بھیجے جائیں گے)۔

فائدہ: جب دونوں ہاتھ بھر کر کسی کو کوئی چیز دی جائے تو عربی میں اس کو حثیہ کہتے ہیں جس کو اردو، ہندی میں لپ بھر کر دینا کہتے ہیں تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اُمت میں سے ستر ہزار کو بلا حساب اور بلا عذاب جنت میں داخل کرے گا اور پھر ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور بھی اسی طرح بلا حساب وعذاب جنت میں جائیں گے۔ اور اس سب کے علاوہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص شانِ رحمت سے اس امت کی بہت بڑی تعداد کو تین دفعہ کر کے جنت میں بھیجے گا اور یہ سب وہ ہوں گے جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ''سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ''۔

انتباہ: اس قسم کی حدیثوں کی پوری حقیقت اسی وقت کھلے گی جب یہ سب باتیں عملی طور پر سامنے آئیں گی اس دنیا میں تو ہمارا علم وادراک اتنا ناقص ہے کہ بہت سے ان واقعات کو صحیح طور پر سمجھنے سے بھی قاصر رہتے ہیں جن کی خبریں ہم اخباروں میں پڑھتے ہیں مگر اس قسم کے واقعات کا کبھی ہم نے تجربہ اور مشاہدہ کیا ہوا نہیں ہوتا۔

صَدَقَ رَبُّنَا عَزَّوَجَلَّ ...... وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ، معارف الحدیث جلد اصفحہ ۲۲۳،۲۲۴)

﴿۲۱۱﴾ خزانہ غیب سے دعا پر روزی کا ملنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اللہ کا ایک بندہ اپنے اہل وعیال کے پاس پہنچا جب اس نے ان کو فقر وفاقہ کی حالت میں دیکھا تو (الحاح کے ساتھ اللہ سے دعا کرنے کے لیے) جنگل کی طرف چل دیا جب اس کی نیک بیوی نے دیکھا (کہ شوہر اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لیے گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے اس نے تیاری شروع کر دی) وہ اُٹھ کر چکی کے پاس آئی اور اس کو تیار کیا (تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہیں سے کچھ غلہ آئے تو جلدی سے اس کو پیسا جا سکے) پھر وہ تنور کے پاس گئی اور اس کو گرم کیا (تا کہ آٹا پیس جانے کے بعد پھر روٹی پکانے میں دیر نہ لگے۔

پھر اس نے خود بھی دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے مالک! ہمیں رزق دے، اب اس کے بعد اس نے دیکھا کہ چکی کے گردا گرد آٹے کے لیے جو جگہ بنی ہوتی ہے (جس کو چکی کا گرانڈ اور کہیں چکی کی بھر بھی کہتے ہیں) وہ آٹے سے بھری ہوئی ہے، پھر تنور کے پاس گئی تو دیکھا کہ تنور بھی روٹیوں سے بھرا ہوا ہے (اور جتنی روٹیاں اس میں لگ سکتی ہیں لگی ہوئی ہیں)۔

اس کے بعد اس بیوی کا شوہر واپس آیا اور بیوی سے پوچھا کہ میرے جانے کے بعد تم نے کچھ پایا؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں ہمیں اپنے پروردگار کی طرف سے کچھ ملا ہے (یعنی براہِ راست خزانہ غیب سے اس طرح ملا ہے) یہ سن کر یہ بھی چکی کے پاس گئے (اور اس کو اٹھا کر دیکھا یعنی تعجب اور شوق میں غالباً اس کا پاٹ اُٹھا کر دیکھا) پھر جب یہ ماجرا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر اس کو اٹھا کر نہ دیکھتے تو چکی قیامت تک یونہی چلتی رہتی اور اس سے ہمیشہ آٹا نکلتا رہتا۔

(مسند احمد، معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۱۸)

﴿۲۱۲﴾ دولت کی حرص کے بارے میں حضور ﷺ کی نصیحت

حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مال طلب کیا، آپ ﷺ نے مجھے عطا فرما دیا،

میں نے پھر مانگا، آپ ﷺ نے پھر عطا فرما دیا، پھر آپ ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اے حکیم! یہ مال سب کو بھلی لگنے والی اور لذیذ وشیریں چیز ہے۔ پس جو شخص اس کو بغیر حرص اور طمع کے سیر چشمی اور نفس کی فیاضی کے ساتھ لے اس کے واسطے اس میں برکت دی جائے گی، اور جو شخص دل کے لالچ کے ساتھ لے گا اس کے واسطے اس میں برکت نہیں ہوگی اور اس کا حال جوع البقر کے اس مریض کا سا ہوگا جو کھائے اور پیٹ نہ بھرے، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی دینے والے کا مقام اونچا ہے اور ہاتھ پھیلا کر لینا ایک گھٹیا بات ہے، لہٰذا جہاں تک ہو سکے اس سے بچنا چاہیے)۔

حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ (حضور ﷺ کی یہ نصیحت سن کر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، اب آپ کے بعد مرتے دم تک میں کسی سے کچھ نہ لوں گا۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: اس حدیث شریف کے بارے میں صحیح بخاری ہی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حکیم بن حزام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جو عہد کیا تھا اس کو پھر ایسا نبھایا کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے دور خلافت میں (جب کہ سب ہی کو وظیفے اور عطیے دیئے جاتے تھے) ان کو بھی بلا کر بار بار کچھ وظیفہ یا عطیہ دینا چاہا لیکن یہ لینے پر آمادہ ہی نہیں ہوئے۔

اور فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے مسند اسحاق بن راہویہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ شیخین کے بعد حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت وامارت میں بھی انہوں نے کبھی کوئی وظیفہ یا عطیہ قبول نہیں کیا، یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں ایک سو بیس سال کی عمر میں ۵۴ ہجری میں وفات پائی۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

﴿۲۱۳﴾ جو اپنی مصیبت کسی پر ظاہر نہ کرے اس کیلئے بخشش کا وعدہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ شکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں گے۔ (معجم الاوسط)

فائدہ: صبر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی مصیبت اور تکلیف کا کسی سے اظہار بھی نہ ہو، اور ایسے صابروں کے لیے اس حدیث میں مغفرت کا پختہ وعدہ کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مواعید پر یقین اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۰۱)

﴿۲۱۴﴾ رسول اللہ ﷺ کا اپنی صاحبزادی کو صبر کی تلقین کرنا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے نبی کریم ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے بچے کا آخری دم ہے اور چل چلاؤ کا وقت ہے لہٰذا آپ اس وقت تشریف لے آئیں۔ آپ نے اس کے جواب میں سلام کہلا بھیجا اور پیام دیا کہ بیٹی! اللہ تعالیٰ کسی سے جو کچھ لے وہ بھی اس کا ہے اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے۔

الغرض ہر چیز ہر حال میں اسی کا ہے (اگر کسی کو دیتا ہے تو اپنی چیز دیتا ہے اور کسی سے لیتا ہے تو اپنی چیز لیتا ہے) اور ہر چیز کے لیے اس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر ہے (اور اس وقت کے آجانے پر وہ چیز اس دنیا سے اٹھالی جاتی ہے) پس چاہیے کہ تم صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس صدمہ کے اجر وثواب کی طالب بنو، صاحبزادی صاحبہ نے پھر آپ کے پاس پیام بھیجا اور قسم دی کہ اس وقت حضور

ﷺ حضور تشریف لے آئیں۔ پس آپ اٹھ کر چل دیئے اور آپ کے اصحاب میں سے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت بن جبل اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور بعض اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہولئے۔ پس وہ بچہ اٹھا کر آپ ﷺ کی گود میں دیا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا، اس کے اس حال کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اس پر حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! یہ کیا؟!!

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت کے اس جذبہ کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے اور اللہ کی رحمت ان ہی بندوں پر ہوگی جن کے دلوں میں رحمت کا جذبہ ہو (اور جن کے دل سخت اور رحمت کے جذبہ سے بالکل خالی ہوں اور اللہ کی رحمت کے مستحق نہ ہوں گے)۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ: حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ کسی صدمہ سے دل کا متاثر ہونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا صبر کے منافی نہیں، صبر کا مقتضی صرف اتنا ہے کہ بندہ مصیبت اور صدمہ کو اللہ تعالیٰ کی مشیت یقین کرتے ہوئے اس کو بندگی کی شان کے ساتھ انگیز کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور اس کا شاکی نہ ہو اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود کا پابند رہے۔

باقی طبعی طور پر دل کا متاثر ہونا اور آنکھوں سے آنسو بہنا قلب کی رقت اور اس جذبہ رحمت کا لازمی نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فطرت میں ودیعت رکھا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے، اور جو دل اس سے خالی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ رحمت سے محروم ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر تعجب کے ساتھ سوال اس لیے کیا کہ اس وقت ان کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ دل کا یہ تاثر اور آنکھوں سے آنسو گرنا صبر کے منافی نہیں ہے۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

﴿۲۱۵﴾ خاصانِ خدا عیش وتنعم کی زندگی نہیں گزارتے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو یمن کی طرف روانہ کیا تو نصیحت فرمائی کہ معاذ! آرام طلبی اور خوش عیشی سے بچتے رہنا! اللہ کے خاص بندے آرام طلب اور خوش عیش نہیں ہوا کرتے۔ (مسند احمد)

فائدہ: دنیا میں آرام وراحت اور خوش عیشی کی زندگی گزارنا اگرچہ حرام اور ناجائز نہیں ہے لیکن اللہ کے خاص بندوں کا مقام یہی ہے کہ وہ دنیا میں تنعم کی زندگی اختیار نہ کریں۔ اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۹۷)

﴿۲۱۶﴾ خادم اور نوکر کا قصور معاف کرو اگرچہ وہ ایک دن میں ستر دفعہ قصور کرے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے خادم (غلام یا نوکر) کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔ اس نے پھر وہی عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر روز ستر دفعہ۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: سوال کرنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت! اگر میرا خادم، غلام یا نوکر بار بار قصور کرے تو کہاں تک میں اس کو معاف کروں اور کتنی دفعہ معاف کرنے کے بعد میں اس کو سزا دوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اگر بالفرض روزانہ ستر دفعہ بھی وہ قصور کرے تو تم اس کو معاف ہی کرتے رہو۔

حضور ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ قصور کا معاف کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی حد مقرر کی جائے بلکہ حسن اخلاق اور ترحم کا تقاضا یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ روزانہ ستر دفعہ بھی قصور کرے تو اس کو معاف ہی کر دیا جائے۔

فائدہ: جیسا کہ بار بار لکھا جا چکا ہے ستر کا عدد ایسے موقعوں پر تحدید کے لیے نہیں ہوتا بلکہ صرف تکثیر کے لیے ہوتا ہے اور خاص کر اس حدیث میں یہ بات بہت ہی واضح ہے۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۸۶)

﴿۲۱۷﴾ دل کی قساوت اور سختی کا علاج

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوت قلبی (سخت دلی) کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (مسند احمد)

فائدہ: سخت دلی اور تنگ دلی ایک روحانی مرض اور انسان کی بدبختی کی نشانی ہے سائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل اور اپنی روح کی اس بیماری کا حال عرض کر کے آپ سے علاج دریافت کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو باتوں کی ہدایت فرمائی ایک یہ کہ یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا کرو اور دوسرا یہ کہ فقیر مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا ہوا یہ علاج علم النفس کے ایک خاص اصول پر مبنی ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے اس اصول کی تائید اور توثیق ہوتی ہے، وہ اصول یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے نفس یا قلب میں کوئی خاص کیفیت نہ ہو اور وہ اس کو پیدا کرنا چاہے تو ایک تدبیر اس کی یہ بھی ہے کہ اس کیفیت کو اور لوازم کو وہ اختیار کرے انشاء اللہ کچھ عرصہ کے بعد وہ کیفیت بھی نصیب ہو جائے گی۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے کثرت ذکر کا طریقہ جو حضرات صوفیائے کرام میں رائج ہے اس کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے۔

بہر حال یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور مسکین کو کھانا کھلانا دراصل جذبہ رحم کے آثار میں سے ہے لیکن جب کسی کا دل اس جذبہ سے خالی ہو وہ اگر یہ عمل بہ تکلف ہی کرنے لگے تو انشاء اللہ اس کے قلب میں بھی رحم کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۱۷۹)

﴿۲۱۸﴾ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت

صحیح بخاری میں ایک آیت کے تحت میں بروایت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر چلے گئے، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو منانے کے لیے چلے، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ مانے، یہاں تک کہ اپنے گھر میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ مجبوراً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واپس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ادھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی اور یہ بھی گھر سے نکل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے اور اپنا واقعہ عرض کیا۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے۔ جب صدیق اکبرؓ نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عتاب ہونے لگا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زیادہ قصور میرا ہی تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ میرے ایک ساتھی کو اپنی ایذاؤں سے چھوڑ دو، کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب میں باذن خداوندی یہ کہا کہ:

(يَآيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا)

"اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں۔"

تم سب نے مجھے جھٹلایا، صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے پہلی بار میری تصدیق کی۔

(قصص معارف القرآن، ماخوذ از تعمیر حیات ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۰ء)

﴿۲۱۹﴾ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ایک یہودی کا قرض تھا اس نے آ کر اپنا قرض مانگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے کچھ مہلت دے دو، یہودی نے شدت کے ساتھ مطالبہ کیا اور کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک میرا قرض ادا نہ کردو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ اس جگہ بیٹھ گئے اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور پھر اگلے روز صبح کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ ماجرا دیکھ کر رنجیدہ اور غضب ناک ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ یہودی کو ڈرا دھمکا کر یہ چاہتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو تاڑ لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا کرتے ہو؟ تب انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس کو کیسے برداشت کریں کہ ایک یہودی آپ ﷺ کو قید کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کے مجھے میرے رب نے منع فرمایا ہے کہ میں معاہد وغیرہ پر ظلم کروں۔ یہودی یہ سب ماجرا دیکھ اور سن رہا تھا۔ صبح ہوتے ہی یہودی نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ اس طرح مشرف بہ اسلام ہو کر اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنا آدھا مال اللہ کے راستے میں دے دیا اور قسم ہے اللہ کی! میں نے اس وقت جو کچھ کہا اس کا مقصد صرف یہ امتحان کرنا تھا کہ تورات میں آپ کے متعلق یہ الفاظ پڑھے ہیں:

”محمد بن عبداللہ ان کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت طیبہ کی طرف، اور ملک ان کا شام ہوگا، نہ وہ سخت مزاج ہوں گے، نہ سخت بات کرنے والے، نہ بازاروں میں شور کرنے والے فحش اور بے حیائی سے دور ہوں گے۔“

میں نے اب تمام صفات کا امتحان کر کے آپ ﷺ کو صحیح پایا، اس لیے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ میرا آدھا مال ہے، آپ کو اختیار ہے، جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں اور یہ یہودی بہت مالدار تھا، آدھا مال بھی ایک بہت بڑی دولت تھی۔ اس روایت کو مظہری میں بحوالہ دلائل النبوۃ بیہقی نقل فرمایا ہے۔

(قصص معارف القرآن، ماخوذ از ”تعمیر حیات“ صفحہ ۹، ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء)

﴿۲۲۰﴾ مقروض کی نمازِ جنازہ نبی کریم ﷺ نہیں پڑھتے تھے

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پاک ﷺ ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جن کے اوپر دوسروں کا حق ہوتا، اس لیے نماز سے پہلے حضور ﷺ معلوم کر لیا کرتے تھے کہ اس پر کسی کا حق تو نہیں، اسی وجہ سے ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا، مگر حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری لی اس کے بعد آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تا کہ آپ ﷺ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھ لو کیونکہ ان کے ذمہ قرض ہے تو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پورا کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں! میں ادا کروں گا۔

پھر آپ ﷺ نے ان صحابی کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (نسائی شریف صفحہ ۳۱۵)

نوٹ: جب آپ ﷺ پر فتوحات ہوئیں تو مقروض کے قرض کا ذمہ خود لے لیتے تھے اور جنازہ کی نماز پڑھاتے تھے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ صفحہ ۱۳۱، رحمۃ للعالمین جلد ۱ صفحہ ۲۶۶)

﴿۲۲۱﴾ خلافِ شرع خواہشات کی پیروی ایک قسم کی بت پرستی ہے

﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ (سورۂ فرقان: ۴۳)

ترجمہ: ''اے پیغمبر! آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔''

اس آیت میں اس شخص کو جو اسلام و شریعت کے خلاف اپنی خواہشات کا پیرو ہو یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی خواہشات کو معبود بنا لیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خلاف شرع خواہشات نفسانی بھی ایک بت ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے، پھر استدلال میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (قرطبی، معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۶۲)

﴿۲۲۲﴾ خاصانِ خدا کے قریبی رشتے دار عام طور سے محروم رہتے ہیں

﴿ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ ﴾ (سورۃ الشعراء: ۲۱۴)

ترجمہ: ''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے۔''

ابن عساکر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے، فتوے دے رہے تھے، مجلس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، ہر ایک کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں اور شوق سے سن رہے تھے۔ لیکن آپ کے لڑکے اور گھر کے آدمی آپس میں نہایت بے پرواہی سے اپنی باتوں میں مشغول تھے۔ کسی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو توجہ دلائی کہ وہ سب لوگ تو دل سے آپ کی علمی باتوں میں دلچسپی لے رہے ہیں آپ کے اہل بیت اس سے بالکل بے پرواہ ہیں، وہ اپنی باتوں میں نہایت بے پرواہی سے مشغول ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے دنیا سے بالکل کنارہ کشی کرنے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ سخت اور بھاری ان کے رشتہ دار ہوتے ہیں اور اسی بارے میں آیت ﴿وَأَنْذِرْ﴾ سے ﴿تَعْمَلُوْنَ﴾ تک ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۵۵)

﴿۲۲۳﴾ روغن زیتون کی برکات

﴿ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ ﴾ (سورۃ النور: ۳۵)

اس سے زیتون اور اس کے درخت کا مبارک اور نافع و مفید ہونا ثابت ہوتا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بے شمار منافع اور فوائد رکھے ہیں، اس کو چراغوں میں روشنی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی روشنی ہر تیل سے زیادہ صاف شفاف ہوتی ہے، اور اس کو روٹی کے ساتھ سالن کی جگہ بھی استعمال کیا جاتا ہے، اس کے پھل کو بطور تفکہ کے کھایا بھی جاتا ہے اور یہ ایسا تیل ہے جس کے نکالنے کے لیے کسی مشین یا چرخی وغیرہ کی ضرورت نہیں خود بخود اس کے پھل سے نکل آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روغن زیتون کو کھاؤ بھی اور بدن پر مالش بھی کرو کیونکہ یہ شجرۂ مبارکہ ہے۔ (رواہ البغوی والترمذی عن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً، مظہری، معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۴۲۳)

﴿۲۲۴﴾ اللہ تعالیٰ کے آٹھ نام جو سورج پر لکھے ہوئے ہیں

① اَلْحَيُّ ② اَلْعَالِمُ ③ اَلْقَادِرُ ④ اَلْمُرِيْدُ
⑤ اَلسَّمِيْعُ ⑥ اَلْبَصِيْرُ ⑦ اَلْمُتَكَلِّمُ ⑧ اَلْبَاقِيْ (الیواقیت والجواہر بحث ۱۶)

﴿۲۲۵﴾ شریعت اسلام میں شعر و شاعری کا درجہ

﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴾ (سورۂ شعراء: ۲۲۴)

''اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں۔''

آیت مذکورہ کے شروع سے شاعری کی سخت مذمت اور اس کا عند اللہ مبغوض ہونا معلوم ہوتا ہے مگر آخر سورت میں جو استثناء مذکور ہے اس سے ثابت ہوا کہ شعر مطلقاً بُرا نہیں بلکہ جس شعر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکنا یا جھوٹ یا ناحق کسی انسان کی مذمت اور توہین ہو یا فحش کلام اور فواحش کے لیے محرک ہو وہ مذموم و مکروہ ہے۔ اور جو اشعار ان معاصی اور مکروہات سے پاک ہوں ان کو اللہ تعالیٰ نے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...... الآیة﴾ کے ذریعہ مستثنیٰ فرمادیا ہے، اور بعض اشعار تو حکیمانہ مضامین اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے طاعت و ثواب میں داخل ہیں جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ (اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً) یعنی بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکم سے مراد سچی بات ہے جو حق کے مطابق ہو۔ ابن بطال نے فرمایا جس شعر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کا ذکر اسلام سے الفت کا بیان ہو وہ شعر مرغوب و محمود ہے، اور حدیث مذکور میں ایسا ہی شعر مراد ہے اور جس شعر میں جھوٹ اور فحش بیان ہو وہ مذموم ہے اس کی مزید تائید مندرجہ ذیل روایات سے ہوتی ہے:

① حضرت عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے امیہ بن ابی الصلت کے سو (۱۰۰) اشعار سنے۔

② مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ سے بصرہ تک حضرت عمران بن حصین کے ساتھ سفر کیا اور ہر منزل پر وہ شعر سناتے تھے۔

③ طبری نے کبار صحابہ اور کبار تابعین کے متعلق کہا کہ وہ شعر کہتے تھے سنتے تھے اور سناتے تھے۔

④ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شعر کہا کرتی تھیں۔

⑤ ابو یعلیٰ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے شعر ایک کلام ہے، اگر اس کا مضمون اچھا اور مفید ہے تو یہ شعر اچھا ہے اور مضمون برا یا گناہ کا ہے تو شعر برا ہے۔ (فتح الباری)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ مدینہ منورہ کے فقہائے عشرہ جو اپنے علم و فضل میں معروف ہیں ان میں سے عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور قادر الکلام شاعر تھے، اور قاضی زبیر بن بکار کے اشعار ایک مستقل کتاب میں جمع تھے۔ پھر قرطبی نے لکھا ہے کہ ابو عمرو نے فرمایا ہے کہ اچھے مضامین پر مشتمل اشعار کو اہل علم اور اہل عقل میں سے کوئی برا نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اکابر صحابہ جو ان کے مقتدا ہیں ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود شعر نہ کہے ہوں یا دوسروں کے اشعار نہ پڑھے ہوں یا سنے ہوں اور پسند نہ کیا ہو۔

جن روایتوں میں شعر و شاعری کی مذمت مذکور ہے ان سے مقصود یہ ہے کہ شعر میں اتنا مصروف اور منہمک ہو جائے کہ ذکر اللہ، عبادت اور قرآن سے غافل ہو جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو ایک مستقل باب میں بیان فرمایا ہے اور اس بات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

(لَاَنْ يَّمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيْهِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّمْتَلِئَ شِعْرًا)

ترجمہ: "یعنی کوئی آدمی پیپ سے اپنا پیٹ بھرے یہ اس سے بہتر ہے کہ اشعار سے پیٹ بھرے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ شعر جب ذکر اللہ اور قرآن اور علم کے اشتغال پر غالب آجائے، اور اگر شعر مغلوب ہے تو پھر برا نہیں ہے، اسی طرح وہ اشعار جو فحش مضامین یا لوگوں پر طعن و تشنیع یا دوسرے خلاف شرع مضامین پر مشتمل ہوں وہ باجماع امت حرام و ناجائز ہیں اور یہ کچھ شعر کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ جو نثر کلام ایسا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (قرطبی)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر عدی بن نضلہ کو ان کے عہدہ سے اس لیے برخاست کر دیا کہ وہ فحش اشعار کہتے تھے۔
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن ربیعہ اور ابو الاعاص کو اسی جرم میں جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔ عمرو بن ربیعہ نے توبہ کر لی وہ

قبول کی گئی۔ (قرطبی، معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۵۵۴، ۵۵۵)

﴿۲۲۶﴾ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کے متعلق حیرت انگیز واقعہ

ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے، اس نے آپ ﷺ کی بڑی خاطر تواضع کی، واپسی میں آپ ﷺ نے فرمایا: کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا۔ کچھ دنوں بعد اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کچھ چاہیے؟ اس نے کہا: ہاں! ایک تو اونٹنی دیجئے مع ہودج کے، اور ایک بکری دیجئے جو دودھ دیتی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس! تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ واقعہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے۔ ہزار کوشش کی لیکن راہ نہ ملی۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا یہ کیا اندھیر ہے؟ تو علمائے بنی اسرائیل نے کہا: بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخر وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا ہم نہیں جانتے، ہم میں ایک بڑھیا کے سوا اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں۔

آپ نے اس بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اسے کہلوایا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دکھلا۔ بڑھیا نے کہا: ہاں! دکھلاؤں گی، لیکن پہلے اپنا حق لے لوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو۔

آپ علیہ السلام پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا۔ اس وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو، اس کی شرط منظور کر لو۔ اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی۔ جس کے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا، کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو۔ جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا: اب یہاں کھود دو۔ کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی۔ تابوت ساتھ رکھ لیا۔ اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئی۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۳)

﴿۲۲۷﴾ دریائے نیل کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیم عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارہویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو، اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں، اور اسے بہت عمدہ کپڑے، بہت قیمتی زیور پہنا کر، بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا پانی چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا نہیں۔

سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے، تم ایسا نہیں کر سکتے، وہ باز رہے۔

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا، مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے۔ لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں، یہاں کی بود و باش ترک کر دیں۔ اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا، اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر دریائے نیل میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس پر تحریر تھا کہ:

''خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے مطلب یہ

ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے بہہ رہا ہے تو خیر نہ بہہ، اور اگر اللہ تعالیٰ واحد وقہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ سے دُعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کردے۔"

یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ (۱۶) ہاتھ گہرائی کا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے، گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہوگیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا۔ اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۱۳)

﴿۲۲۸﴾ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت سانپ کے ذریعے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حسن اور حسین رضی اللہ عنہما گم ہوگئے ہیں۔ اس وقت دن چڑھ چکا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اُٹھو اور میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو۔ چنانچہ ہر آدمی نے اپنا راستہ لیا اور چل پڑا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ لے کر چل پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے یہاں تک کہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے تو دیکھا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کھڑے ہیں اور پاس ہی ایک کالا ناگ اپنی دم پر کھڑا ہے جس کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکل رہی ہیں (غالباً اللہ نے ناگ بھیجا تھا کہ بچوں کو آگے جانے سے روکے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے ناگ کی طرف بڑھے، اس ناگ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا اور چل پڑا اور ایک سوراخ میں داخل ہوگیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے پاس گئے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور دونوں کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں تم دونوں اللہ کے ہاں کتنے قابل احترام ہو، پھر ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر بٹھالیا۔ میں نے کہا تم دونوں کو خوشخبری ہو کہ تمہاری سواری بہت ہی عمدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں بہت عمدہ سوار ہیں اور ان کے والدین دونوں سے بہتر ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۶۹)

﴿۲۲۹﴾ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کے لقمہ کی برکت سے بے حیا عورت باحیا بن گئی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں سے بے حیائی کی باتیں کیا کرتی تھی اور بہت بے باک اور بدکلام تھی۔ ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی جگہ پر بیٹھے ہوئے ثرید کھا رہے تھے۔ اس پر اس عورت نے کہا انہیں دیکھو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے غلام بیٹھتا ہے، ایسے کھا رہے ہیں جیسے غلام کھاتا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سا بندہ مجھ سے زیادہ بندگی اختیار کرنے والا ہے۔ پھر اُس عورت نے کہا یہ خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھی کھالے۔ اس نے کہا: مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیا تو اس نے کہا جو آپ کے منہ میں ہے اس میں سے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے دیا، جسے اس نے کھالیا (اس کھانے کی برکت سے) اس پر شرم وحیا غالب آگئی اور اس کے بعد اپنے انتقال تک کسی سے بے حیائی کی کوئی بات نہ کی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۱ صفحہ ۷۰۴)

﴿۲۳۰﴾ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذہانت کے واقعات

پہلا واقعہ:

ایک شخص تھا، اس کی بیوی اس کو منہ نہیں لگاتی تھی اور وہ سو جان سے اس کا عاشق تھا۔ بیوی کی طبیعت شوہر سے نہیں ملتی تھی اس لئے

وہ طلاق لینا چاہتی تھی مگر مرد طلاق نہیں دیتا تھا۔ مرد اس کو یہی نہیں کہ ستاتا نہیں تھا بلکہ محبت کرتا تھا مگر وہ رہنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

ایک دن دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے تھے، بیوی کچھ کہہ رہی تھی، مرد نے بھی کوئی جملہ کہا، بس وہ چپ ہو کر بیٹھ گئی۔ مرد نے کہا کہ اگر صبح صادق سے پہلے پہلے تو نہ بولی تو تجھ پر طلاق ہے۔ وہ چپ ہوگئی اور ارادہ کر لیا کہ میں خاموش رہوں گی تا کہ اس سے کسی طرح پیچھا چھوٹ جائے وہ بے چارہ پریشان ہوا، وہ ہر چند بلوانا چاہتا تھا مگر وہ بولتی ہی نہیں تھی۔

اب وہ سمجھ گیا کہ یہ طلاق لینا چاہتی ہے اور اس طرح بیوی مجھ سے جدا ہو جائے گی۔ اب اس نے فقہاء کے دروازے جھانکنے شروع کئے، ان سے جا کر اپنا حال بیان کیا، انہوں نے یہی کہا کہ جا کر اس کی خوشامد کرو اور صبح صادق سے پہلے کسی طرح بلواؤ ورنہ صبح صادق ہوتے ہی وہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ سب نے یہی جواب دیا۔ پھر وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا، وہ وہاں کا حاضر باش تھا۔ متفکر اور پریشان بیٹھ گیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ آج کیا بات ہے؟ پریشان کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ حضرت! واقعہ یہ ہے کہ بیوی سے میں نے کہہ دیا کہ تو اگر صبح صادق تک نہ بولی تو تجھ پر طلاق، اب وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طلاق نہیں پڑے گی مطمئن رہیے، اب وہ مطمئن ہو کر آ گیا۔ فقہاء نے امام صاحب پر طعن شروع کیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حرام کو حلال بتانا چاہتے ہیں۔ ایک صریح حکم ہے اس کو کہہ دیا کہ طلاق نہیں پڑے گی۔

امام صاحب نے یہ کیا کہ صبح صادق میں جب آدھ گھنٹہ رہ گیا تو مسجد میں جا کر زور زور سے تہجد کی اذان دینا شروع کر دی۔ اس عورت نے جب اذان کی آواز سنی تو سمجھی کہ صبح صادق ہوگئی، بس بول پڑی اور کہنے لگی صبح صادق ہوگئی، میں مطلقہ ہوگئی، اب تیرے پاس نہیں رہوں گی۔ جب تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ صبح صادق نہیں ہوئی، وہ تہجد کی اذان تھی۔ لوگ قائل ہو گئے کہ واقعی امام صاحب فقیہ بھی ہیں اور مدبر بھی۔ (مجالس حکیم الاسلام صفحہ ۲۱۴)

دوسرا واقعہ:

ایک مرتبہ ایک گھر میں چوری ہوئی اور چور اسی محلے کے تھے۔ چوروں نے گھر والے کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق۔ اس بے چارے نے مجبوراً طلاق کا حلف لیا۔ وہ چور اس کا سارا سامان لے کر چلے گئے۔ اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چوروں کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا مگر بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی اور اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہو جاتا ہے تو مال اور بیوی میں تقابل پڑ گیا، یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے، اور کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ عہد کر چکا تھا۔

پھر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا، اور وہ بہت غمگین، اداس اور پریشان تھا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو کیا بات ہے؟ اس نے کہا: حضرت! میں کہہ بھی نہیں سکتا، فرمایا کہ کچھ تو کہو۔

اس نے کہا کہ حضرت اگر ہم نے کہا تو نہ جانے کیا ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اجمالاً کہو تو اس نے کہا کہ حضرت! چوری ہوگئی ہے، میں نے عہد کر لیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا پتہ کسی کو بتلایا تو بیوی پر طلاق۔ مجھے معلوم ہے کہ چور کون ہیں؟ وہ تو محلے کے ہیں لیکن اگر پتہ بتلاتا ہوں تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مطمئن رہ بیوی بھی ہاتھ سے نہیں جائے گی اور مال بھی مل جائے گا اور تو ہی پتہ بتلائے گا۔ کوفہ میں پھر شور ہو گیا کہ ابوحنیفہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ تو ایک عہد ہے جب وہ پورا نہ کرے گا تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائے گی اور نہ مال جائے گا۔ علماء اور فقہاء پریشان ہو گئے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آ کر پڑھوں گا۔ چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے۔

وہاں نماز پڑھی اور اس کے بعد اعلان کر دیا کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں، کوئی باہر نہ جائے، اس میں چور بھی تھے، اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا، ایک طرف خود بیٹھ گئے اور ایک طرف اس کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا جو چور نہ ہو اس کے متعلق کہتے جانا یہ چور نہیں ہے اور جب چور نکلنے لگے تو چپ ہو کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے ان کے متعلق کہتا جاتا تھا کہ یہ بھی چور نہیں ہے یہ بھی چور نہیں، اور جب چور نکلنے لگتا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اس نے کو بتلایا نہیں مگر بلا بتلائے سارے چور متعین ہو گئے کہ یہ سب چور ہیں۔ چنانچہ چور بھی پکڑے گئے مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی، یہ تدبیر کی بات تھی۔ (مجالس حکیم الاسلام صفحہ ۲۱۶)

﴿۲۳۱﴾ باغی، ڈاکو اور ماں باپ کے قاتل کی نماز جنازہ نہیں

س: قاتل کو سزا کے طور پر قتل کیا جائے یا پھانسی دی جائے اس کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر والدین کا قاتل ہو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ فاسق فاجر اور زانی کی موت پر اس کی نماز جنازہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: نماز جنازہ ہر گنہگار مسلمان کی ہے۔ البتہ باغی اور ڈاکو اگر مقابلہ میں مارے جائیں تو ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے، نہ ان کو غسل دیا جائے، اسی طرح جس شخص نے اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کر دیا ہو اور اسے قصاصاً قتل کیا جائے تو اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی، اور اگر وہ اپنی موت مرے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ تاہم سر برآوردہ، مقتدا (یعنی دین میں باحیثیت) لوگ اس میں شرکت نہ کریں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲)

﴿۲۳۲﴾ چلہ کی اصلیت

س: تبلیغ والے چلہ میں نکلنے پر بہت زور دیتے ہیں کیا چلہ کی کوئی اصلیت ہے کہ جس کی بناء پر یہ لوگ چلہ لگانے کے لیے کہتے ہیں؟

ج: چلہ یعنی چالیس دن لگاتار عمل کی بہت برکت اور تاثیر ہے، چالیس دن تک عمل کرنے سے روح اور باطن پر اچھا اثر مرتب ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس یوم کا اعتکاف فرمایا اس کے بعد آپ کو تورات ملی۔ صوفیائے کرام کے یہاں بھی چلہ کا اہتمام ہے، لہٰذا یہ بالکل بے اصل نہیں ہے۔ ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَآءَتَانِ بَرَآءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَآءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ)

(ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۳۳)

ترجمہ: ”جس شخص نے صرف اللہ کی رضا مندی کے لیے چالیس دن تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے لیے دو پروانے لکھے جاتے ہیں، ایک پروانہ جہنم سے نجات کا، دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔“ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۰۲)

اس سے معلوم ہوا کہ چلہ کو حالات کے بدلنے میں خاص اثر ہے۔ دیکھئے جب نطفہ رحم مادر میں قرار پکڑتا ہے تو پہلے چلہ میں وہ نطفہ، علقہ (یعنی بندھا ہوا خون) بنتا ہے، اور دوسرے چلہ میں وہ علقہ، مضغہ (یعنی گوشت کی بوٹی بنتا ہے) اور تیسرے چلہ میں مضغہ کے بعض اجزاء کو ہڈیاں بنا دیا جاتا ہے اور ان ہڈیوں پر گوشت چڑھتا ہے۔ پھر اس کے بعد (یعنی تین چلوں کے بعد جس کے چار ماہ ہوتے ہیں) اس میں جان پڑتی ہے۔ (بیان القرآن)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا اور اس کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔ وہ عورت بڑی پاک دامن عفیفہ اور سمجھ دار تھی۔ اس نے اس شخص کو کہلوایا کہ چالیس دن تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھو اس کے بعد فیصلہ ہو گا۔ اس نے چالیس دن تک اسی طرح نماز پڑھی تو اس کی کایا پلٹ گئی اور اس کا عشق مجازی عشق حقیقی میں بدل گیا، ابھی

تک وہ اس عورت کا عاشق تھا اب اللہ کا عاشق ہو گیا۔ اور عشق بھی ایسا کہ اللہ کی محبت اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا:

(صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ: ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾) (سورۂ عنکبوت: ۴۵)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ کہا یقیناً نماز بے حیائی اور برائی کی باتوں سے روکتی ہے۔''

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۳۸۴)

نوٹ: ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس (۴۰) روز اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے تو اللہ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرما دیتے ہیں۔ (روح البیان، معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۸)

﴿۲۳۳﴾ خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ پڑھے یا نہیں

سوال: خودکشی کرنے والے مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک خودکشی گناہِ کبیرہ ہے مگر شریعت مطہرہ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ اگر بعض مذہبی مقتدا زجراً لوگوں کی عبرت کے لیے نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کریں تو اس کی گنجائش ہے، مگر عوام پر ضروری ہے کہ نمازِ جنازہ پڑھیں، نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن نہ کریں۔

حدیث میں ہے کہ مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر لازم ہے وہ نیک ہو یا بد۔ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ، درمختار میں ہے:

(وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ وَلَوْ عَمَدًا يُغَسَّلُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ، بِهٖ يُفْتٰى) (درمختار مع الشامی جلد ۱ صفحہ ۸۱۵)

ترجمہ: ''جو آدمی خود کو عمداً قتل کرے تو اس کو غسل دیا جائے اور اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے، اس پر فتویٰ ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۷)

﴿۲۳۴﴾ جمعہ کے دن وفات پانے کی فضیلت

سوال: جمعہ کے دن موت کی فضیلت وارد ہوئی ہے یہ فضیلت کب سے ہے، اور کہاں تک ہے؟

جواب: حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جمعہ کے دن یا شب جمعہ کو وفات پانے والا مسلمان منکر نکیر کے سوال و جواب سے محفوظ رہتا ہے:

(ثُمَّ ذَكَرَ اَنَّ مَنْ لَّا يُسْئَلُ ثَمَانِيَةٌ ...... اِلٰى قَوْلِهٖ وَالْمَيِّتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَتَهَا) (درمختار مع الشامی جلد ۱ صفحہ ۷۹۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ) (رواہ احمد الترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۱)

ترجمہ: ''جو مسلمان جمعہ کے دن یا رات میں مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے (یعنی سوال و جواب یا عذاب قبر) سے بچا لیتے ہیں۔'' (محمد امین)

﴿۲۳۵﴾ انبیاء کے ناموں کی وجہ تسمیہ

① آدم: کے معنی گندم گوں ہیں، ابوالبشر کا یہ نام ان کے جسمانی رنگ کو ظاہر کرتا ہے۔

② نوح: کے معنی آرام ہیں، باپ نے ان کو آرام و راحت کا موجب قرار دیا۔

③ اسحاق: کے معنی ضاحک یعنی ہنسنے والا ہیں، اسحاق علیہ السلام ہشاش بشاش چہرہ والے تھے۔

④ یعقوب: پیچھے آنے والا، یہ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے۔
⑤ موسیٰ: پانی سے نکالا ہوا، جب ان کا صندوق پانی سے نکالا گیا تب یہ نام رکھا گیا۔
⑥ یحییٰ: عمر دراز، بڑھے ماں باپ کی بہترین آرزوؤں کا ترجمان ہے۔
⑦ عیسیٰ: سرخ رنگ، چہرہ گل گوں کی وجہ سے یہ نام تجویز ہوا۔ (رحمۃ للعالمین جلد ۳ صفحہ ۱۱۲)

﴿۲۳۶﴾ پانچ آدمی اللہ کی ذمہ داری میں ہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

① جو آدمی اللہ کے راستے میں نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔
② اور جو کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔
③ اور جو صبح یا شام کو مسجد میں جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔
④ اور جو مدد کرنے کے لیے امام کے پاس جاتا ہے، وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔
⑤ اور جو گھر بیٹھ جاتا ہے اور کسی کی برائی اور غیبت نہیں کرتا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۸۱۵)

﴿۲۳۷﴾ عیادت کرنے کا عجیب واقعہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ جب آپ مرض وفات میں تھے لوگ آپ کی عیادت کرنے کے لیے آنے لگے، عیادت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ (مَنْ عَادَ مِنْكُمْ فَلْيُخَفِّفْ)

یعنی جو شخص تم میں سے کسی بیمار کی عیادت کرنے جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ ہلکی پھلکی عیادت کرے، بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے، کیونکہ بعض اوقات مریض کو خلوت کی ضرورت ہوتی ہے اور لوگوں کی موجودگی میں وہ اپنا کام بے تکلفی سے انجام نہیں دے سکتا، اس لیے مختصر عیادت کرکے چلے آؤ اور اُس کی راحت پہنچاؤ، تکلیف مت پہنچاؤ۔

بہر حال حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے، ایک صاحب عیادت کے لیے آکر بیٹھ گئے اور ایسے جم کر بیٹھ گئے کہ اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے اور بہت سے لوگ عیادت کے لیے آتے رہے اور مختصر ملاقات کرکے جاتے رہے مگر وہ صاحب بیٹھے رہے، نہ اُٹھے۔ اب حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس انتظار میں تھے کہ یہ صاحب چلے جائیں تو میں خلوت میں بے تکلفی سے اپنی ضروریات کے کچھ کام کرلوں مگر خود سے اس کو چلے جانے کے لیے بھی کہنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

جب کافی دیر گزر گئی اور وہ اللہ کا بندہ اُٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا تو حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ان صاحب سے فرمایا: یہ بیماری کی تکلیف تو اپنی جگہ پر ہے ہی، لیکن عیادت کرنے والوں نے علیحدہ پریشان کر رکھا ہے کہ عیادت کے لیے آتے اور پریشان کرتے ہیں۔

آپ کا مقصد یہ تھا کہ شاید یہ میری بات سمجھ کر چلا جائے مگر وہ اللہ کا بندہ پھر بھی نہیں سمجھا اور حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت! اگر آپ اجازت دیں تو کمرے کا دروازہ بند کردوں؟ تاکہ کوئی دوسرا شخص عیادت کے لیے نہ آئے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے جواب دیا: ہاں بھائی! بند کردو مگر اندر سے بند کرنے کے بجائے باہر سے جاکر بند کردو۔

بہر حال بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے ساتھ ایسا معاملہ بھی کرنا پڑتا ہے اس کے بغیر کام نہیں چلتا، لیکن عام حالت میں حتیٰ الامکان یہ کوشش کی جائے کہ دوسرا آدمی یہ محسوس نہ کرے کہ مجھ سے اعراض برتا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو ان سنتوں

پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (اصلاحی خطبات جلد ۶ صفحہ ۲۰۹)

﴿۲۳۸﴾ حضور ﷺ کی زیارت کا طریقہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شوق ہو وہ جمعہ کی رات میں دو رکعت نفل نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ (۱۱) مرتبہ آیۃ الکرسی اور گیارہ (۱۱) مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور پھر سلام پھیرنے کے بعد سو (۱۰۰) مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

(اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ)

اگر کوئی شخص چند مرتبہ یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو حضور اقدس ﷺ کی زیارت نصیب فرما دیتے ہیں بشرطیکہ شوق اور طلب کامل ہو اور گناہوں سے بھی بچتا ہو۔ (اصلاحی خطبات جلد ۶ صفحہ ۱۰۴)

﴿۲۳۹﴾ آٹھ قسم کے لوگ جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا

شامی میں لکھا ہے کہ جن لوگوں سے سوال نہیں کیا جائے گا وہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں:

① شہید۔ ② اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا۔ ③ مرض طاعون سے فوت ہونے والا۔

④ طاعون کے زمانہ میں طاعون کے علاوہ کسی مرض سے فوت ہونے والا جب کہ وہ اس پر صابر اور ثواب کی اُمید رکھنے والا ہو۔

⑤ صدیق۔ ⑥ بچے۔ ⑦ جمعہ کے دن یا رات میں مرنے والا۔

⑧ ہر رات سورۂ تبارک (سورۂ ملک) پڑھنے والا۔

اور بعض حضرات نے اس سورت کے ساتھ سورۂ سجدہ کو بھی ملایا ہے اور اپنے مرض موت میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ پڑھنے والا۔ اور شارح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان میں انبیاء علیہم السلام کا اضافہ کیا جائے گا اس لیے کہ وہ صدیقین سے درجہ میں بڑھے ہوئے ہیں۔

(شامی جلد ۱ صفحہ ۵۷۲)

﴿۲۴۰﴾ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا خوفِ خدا

مذکور ہے کہ ایک دن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گزر ہوا آپ ایک نہر کے کنارے (جو باغات کے اندر سے ہوتی ہوئی نکلتی تھی) بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ نہر مذکور میں ایک سیب بہتا ہوا آ رہا ہے، خیال کیا کہ اس کے کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ اُٹھا کر کھا لیا۔ جب کھا چکے تو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی اور ناجائز طریقہ پر کھا لیا ہے۔ اس خیال سے مالک کے باغ کے پاس گئے کہ اسے اس امر کی اطلاع دے دیں تاکہ اس کی اجازت سے حلال و مباح ہو جائے۔ چنانچہ باغ کے دروازے کو جہاں سے یہ سیب بہہ کر آیا تھا کھٹکھٹایا، آواز سن کر ایک لڑکی باہر آئی آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں، اُسے بھیج دو۔ اس نے عرض کیا کہ وہ عورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اس سے پوچھ لو۔ میں خود حاضر ہو جاؤں۔

چنانچہ اجازت مل گئی اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور سارا واقعہ اس کو سنایا، خاتون مذکور نے جواب دیا کہ نصف باغ تو میرا ہے اور نصف سلطان کا ہے، اور وہ یہاں نہیں ہے بلخ تشریف لے گئے ہیں جو بخارا سے دس دن کی مسافت پر ہے، اس نے اپنے سیب کا نصف حصہ تو آپ کو معاف کر دیا۔

اب باقی رہا دوسرا نصف، اسے معاف کرانے بلخ تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے ساتھ جارہی تھی، اس حالت میں آپ نے سارے واقعہ کی بادشاہ کو خبر دی اور نصف سیب کی معافی کے طالب ہوئے، بادشاہ نے فرمایا: اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا کل میرے پاس تشریف لے آیئے، اس کی ایک حسینہ وجمیلہ لڑکی تھی اور بہت سے شہزادوں کی نسبت کے پیغام اس کے لیے آچکے تھے لیکن اس شہزادی کا باپ یعنی بادشاہ انکار کردیا کرتا تھا کیونکہ لڑکی عبادت اور نیک کاروں کو بہت دوست رکھتی تھی اس لیے اس کی یہ خواہش تھی کہ دنیا کے کسی متورع (پرہیزگار) زاہد سے اس کا نکاح ہو۔

جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادھم کا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے ایسا متورع (پرہیزگار) شخص کہیں نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرنے کے لیے بخارا سے آیا ہے۔ جب اس لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کرلیا۔

جب دوسرے دن ادھم بادشاہ کے پاس آئے تو اس نے اُن سے کہا کہ جب تک میری لڑکی کے ساتھ نکاح نہ کریں گے آپ سے نصف سیب معاف نہیں کروں گا۔ ادھم نے کمال انکار کے بعد چاروناچار نکاح کرنا منظور کرلیا۔

چنانچہ بادشاہ نے لڑکی کا ادھم سے نکاح کردیا۔ جب ادھم خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ لڑکی نہایت آراستہ وپیراستہ ہے اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی نہایت تکلفات کے ساتھ مزین ہے۔ ادھم ایک گوشہ میں جاکر نماز میں مصروف ہوگئے حتیٰ کہ اس حالت میں صبح ہوگئی اور متواتر سات راتیں اسی طرح گزر گئیں۔ اور اب تک سلطان نے سیب کا نصف انہیں معاف نہ کیا تھا، اس لیے آپ نے بادشاہ کو یاددہانی کے لیے کہلا بھیجا کہ اب وہ معاف فرمادیجئے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جب تک آپ کا میری لڑکی کے ساتھ اجتماع کا اتفاق نہ ہوگا میں معاف نہ کروں گا۔ آخر کار شب ہوئی اور ادھم اپنی بیوی کے ساتھ اجتماع پر مجبور ہوئے۔ آپ نے غسل کیا نماز پڑھی اور چیخ مار کر مصلے پر سجدہ میں گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا تو ادھم رحمۃ اللہ علیہ مردہ تھے۔

بعد ازاں لڑکی سے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے، چونکہ ابراہیم کے نانا کا کوئی لڑکا نہ تھا، اس لیے سلطنت ابراہیم کو ملی۔ آپ کے سلطنت چھوڑنے کا واقعہ مشہور ہے، اس کی اصل بھی یہی ہے۔ (سفرنامہ ابن بطوطہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۶)

﴿۲۴۱﴾ ایک نیکی پر جنت میں داخلہ

قیامت کے دن ایک ایسے شخص کو حاضر کیا جائے گا جس کے میزان کے دونوں پلڑے نیکی اور بدی کے برابر ہوں گے اور ایسی کوئی نیکی نہیں ہوگی جس سے نیکی کا پلڑا جھک جائے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے فرمائیں گے کہ لوگوں میں جاکر تلاش کرو کہ تمہیں کوئی نیکی مل جائے جس سے تم کو جنت میں پہنچاؤں۔ وہ شخص بہت حیران وپریشان لوگوں میں تلاش کرتا رہے گا لیکن ہر شخص یہی کہے گا مجھے اپنے بارے میں ڈر ہے کہ میری نیکی کا پلڑا ہلکا نہ ہوجائے، اور میں تجھ سے نیکی کا زیادہ محتاج ہوں۔ وہ شخص بہت مایوس ہوگا۔ اتنے میں ایک شخص پوچھے گا تجھے کیا چاہیے؟ وہ کہے گا: مجھے ایک نیکی چاہیے اور میں بہت لوگوں سے مل چکا ہوں جن کی ہزاروں نیکیاں ہیں لیکن ہر ایک نے مجھ سے بخیلی کی۔ وہ شخص کہے گا میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تھی اور میرے صحیفے میں صرف ایک ہی نیکی ہے، اور مجھے یہ گمان ہے کہ اس سے میرا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا تو ہی اس کو میری طرف سے ہدیہ لے جا (اور اپنی جان بچا)۔

وہ شخص اس کی نیکی کو لے کر بہت مسرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے گا، اللہ تعالیٰ اپنے علم کے باوجود اس سے پوچھیں گے کہ تیری کیا خبر ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! اس نے اپنا کام اس طریقہ سے پورا کیا (وہ شخص اپنی پوری حالت وہاں بیان کرے گا) پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو حاضر کرے گا جس نے اس کو نیکی دی تھی، اور اس سے اللہ تعالیٰ کہے گا آج کے دن میری سخاوت تیری سخاوت سے کہیں زیادہ ہے، لہٰذا اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ او اور تم دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ (تذکرہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۰، زرقانی جلد ۱۲ صفحہ ۳۶۰)

﴿۲۴۲﴾ والد کے ساتھ خیر خواہی پر جنت میں داخلہ

ایسا ہی ایک دوسرا واقعہ ہے کہ ایک شخص کے میزان کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو نہ جنتی ہے اور نہ جہنمی ہے۔ اتنے میں ایک فرشتہ ایک صحیفہ لا کر اس کے میزان کے ایک پلڑے میں رکھے گا جس میں ''اُف'' (والدین کی تکلیف و صدمہ کی آواز) لکھا ہوا ہوگا، جو بدی کے پلڑے کو وزنی کر دے گا، اس لیے کہ وہ (اُف) ایسا کلمہ ہے جو دنیا کے پہاڑوں کے مقابلہ میں بھاری ہے۔ چنانچہ اس کے لیے جہنم کا فیصلہ ہوگا۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے جہنم سے نجات کی درخواست کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس کو واپس لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے کہیں گے اے ماں باپ کے نافرمان! تو کس بناء پر جہنم سے چھٹکارے کی درخواست کرتا ہے؟ وہ شخص کہے گا؟ اے رب! میں جہنم میں جانے والا ہوں، مجھے وہاں سے چھٹکارا نہیں کیونکہ میں والد کا نافرمان تھا، اور میں ابھی دیکھ رہا ہوں کہ میرا باپ بھی میری طرح جہنم میں جانے والا ہے، لہٰذا میرے باپ کے بدلہ میرا عذاب دوگنا کر دیا جائے اور اُن کو جہنم سے چھٹکارا دیا جائے۔

یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ ہنس پڑیں گے اور فرمائیں گے: دنیا میں تو ان کا نافرمان تھا اور آخرت میں تو نے اس کو بچا دیا۔ پکڑ اپنے باپ کا ہاتھ اور دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ (التذکرۃ للقرطبی جلد ا صفحہ ۳۱۹، زرقانی جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۹)

﴿۲۴۳﴾ امانت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا عجیب واقعہ

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بہت سی کتابوں میں یہ روایت دیکھی ہے جس کو زید بن اسلم نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے لوگوں سے مخاطب تھے، تو ایک شخص اپنا لڑکا ساتھ لیے ہوئے حاضر مجلس ہوا، اس کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی کوے کو جو زیادہ مشابہ ہو اس کوے سے یعنی ایک کوا دوسرے کوے سے جیسی مشابہت رکھتا ہو ایسی مشابہت باپ اور بیٹے میں ہے۔

اس شخص نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! اس لڑکے کو اس کی والدہ نے اس وقت جنم دیا جب کہ وہ مر چکی تھی۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس بچہ کا قصہ مجھ سے بیان کرو۔ چنانچہ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین! ایک مرتبہ میں نے سفر کا ارادہ کیا اس وقت اس کی والدہ کو اس کا حمل تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تم اس حال میں مجھ کو چھوڑ کر جا رہے ہو کہ میں حمل کی وجہ سے بوجھل ہو رہی ہوں۔ میں نے کہا:

(اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ مَافِيْ بَطْنِكِ)

ترجمہ: ''میں اس بچہ کو جو تیرے بطن میں ہے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر میں سفر میں روانہ ہو گیا اور کئی سال کے بعد گھر واپس آیا تو گھر کا دروازہ مقفل پایا۔ اوروں سے معلوم کیا کہ میری بیوی کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا، اس کے بعد اپنی بیوی کی قبر پر گیا۔ میرے چچازاد بھائی میرے ساتھ تھے۔ میں کافی دیر تک قبر پر رُکا رہا، اور روتا رہا۔ میرے بھائی نے مجھے تسلی دی اور واپسی کا ارادہ کیا اور مجھے لانے لگے۔ چند گز ہی ہم چلے ہوں گے کہ مجھے قبرستان میں ایک آگ نظر آئی۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی سے پوچھا: یہ آگ کیسی ہے؟

انہوں نے کہا یہ آگ روزانہ رات کے وقت بھابھی مرحومہ کی قبر میں نمودار ہوتی ہے۔ میں یہ سن کر اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا اور کہا کہ عورت بہت نیک اور تہجد گزار تھی تم مجھے دوبارہ اس قبر پر لے جاؤ۔ چنانچہ وہ مجھے قبر پر لے گئے۔ جب میں قبرستان میں داخل ہوا تو میرے چچازاد

بھائی وہیں ٹھٹھک گئے اور میں تنہا اپنی مرحومہ بیوی کی قبر پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور بیوی بیٹھی ہے اور یہ لڑکا اس کے چاروں طرف گھوم رہا ہے۔ ابھی میں اس طرف متوجہ تھا کہ ایک غیبی آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی امانت سپرد کرنے والے، اپنی امانت واپس لے لے۔ اور اگر تو اس کی والدہ کو بھی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا تو وہ بھی تجھ کو مل جاتی۔ یہ سن کر میں نے لڑکے کو اٹھالیا۔ میرے لڑکے کو اٹھاتے ہی قبر برابر ہوگئی۔ امیر المومنین! یہ قصہ جو میں نے بیان کیا اللہ کی قسم! صحیح ہے۔ (حیاۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

﴿۲۴۴﴾ ستائیس سال کے بعد اللہ کے راستہ سے واپس آنا

حضرت امام ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ کے والد ابو عبدالرحمٰن فروخ کو بنوامیہ کے عہد میں خراسان کی طرف ایک مہم پر جانا پڑا، اس وقت ربیعہ شکم مادر میں تھے، فروخ نے چلتے وقت اپنی بیوی کے پاس تیئس (23) ہزار دینار گھر کے اخراجات کے لیے چھوڑ دیئے تھے۔ خراسان پہنچ کر کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ فروخ پورے ستائیس برس تک وطن (مدینہ) واپس نہ آسکے۔

ربیعہ کی والدہ نہایت روشن خیال اور عقل مند تھیں، ربیعہ سن شعور کو پہنچے تو انہوں نے ان کے لیے تعلیم کا اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کیا، اور اس سلسلہ میں جتنا روپیہ ان کے پاس تھا سب خرچ کر ڈالا۔ ستائیس برس کے بعد جب فروخ مدینہ واپس آئے تو اس شان سے کہ گھوڑے پر سوار تھے اور ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ مکان پر پہنچ کر نیزے کی نوک سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دستک سن کر ربیعہ دروازے پر آئے، باپ بیٹے آمنے سامنے لیکن ایک دوسرے سے بالکل ناآشنا تھے۔ ربیعہ نے فروخ کو اجنبی سمجھ کر کہا:

(یَا عَدُوَّ اللّٰہِ! اَتَھْجُمُ عَلٰی مَنْزِلِیْ؟ فَقَالَ لَہٗ وَقَالَ فَرُّوْخُ یَا عَدُوَّ اللّٰہِ! اَنْتَ رَجُلٌ دَخَلْتَ عَلٰی حُرْمَتِیْ)

ترجمہ: ''اے اللہ کے دشمن! تو میرے مکان پر حملہ کرتا ہے۔ فروخ بولے: نہیں! بلکہ اے اللہ کے دشمن! تو میرے حرم میں گھسا ہوا ہے۔''

اسی میں بات بڑھ گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوگئے۔ اس شور و غل اور ہنگامہ کی آواز سے آس پاس کے لوگ جمع ہوگئے۔ شدہ شدہ خبر امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پہنچ گئی۔

ربیعہ اس وقت عمر کے لحاظ سے نوجوان تھے لیکن ان کے علم و فضل کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہ حدیث ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعض دوسرے مشائخ وقت اس لیے یہاں آئے تھے کہ اپنے استاد حضرت ربیعہ کی امداد کریں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جس وقت یہاں پہنچے تو ربیعہ اس وقت فروخ سے کہہ رہے تھے: خدا کی قسم! میں تم کو بادشاہ کے پاس لے جائے بغیر نہیں مانوں گا۔

اس وقت فروخ کہتے ہیں: اور میں تم کو کس طرح بادشاہ کے سامنے پیش کرنے سے باز رہ سکتا ہوں، جبکہ تم یہاں میری بیوی کے پاس ہو۔ لوگ درمیان میں بیچ بچاؤ کرار ہے تھے۔ شور و شغب برابر بڑھتا ہی رہا، یہاں تک کہ لوگوں نے امام عالی حضرت مالک بن انس کو آتے ہوئے دیکھا تو سب چپ ہوگئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آتے ہی فروخ سے مخاطب ہو کر فرمایا: بڑے میاں! آپ کسی دوسرے گھر میں قیام کر لیجئے۔ فروخ بولے: یہ تو میرا ہی گھر ہے۔ میرا نام فروخ ہے اور میں فلاں کا غلام ہوں۔

حضرت ربیعہ کی ماں نے اندر سے جو سنا باہر نکل آئیں، اور انہوں نے کہا: ہاں! یہ فروخ میرے شوہر ہیں۔ اور یہ ربیعہ میرے لڑکے ہیں۔ فروخ جب خراسان کی مہم پر جار ہے تھے ربیعہ میرے شکم میں تھے۔ اس حقیقت کے کھل جانے پر باپ بیٹے دونوں سے معانقہ کیا اور خوب مل کر روئے اور فروخ گھر میں داخل ہوئے اور بیوی سے ربیعہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ میرا لڑکا ہے؟ وہ بولیں: ہاں۔

تھوڑی دیر کے بعد فروخ نے بیوی سے اس روپیہ کے متعلق دریافت کیا جو وہ خراسان جاتے ہوئے ان کو دے گئے تھے اور کہا کہ چلو

میرے ساتھ یہ چار ہزار دینار ہیں، یہاں یہ سب روپیہ حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم پر خرچ ہو چکا تھا۔ بیوی بولیں میں نے وہ مال دفن کر دیا ہے چند روز میں نکال دوں گی۔ ابھی ایسی جلدی کیا ہے؟ معمول کے مطابق حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ وقت پر مسجد میں تشریف لے گئے اور درس شروع کر دیا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حسن بن زید رحمۃ اللہ علیہ ابن ابی علی اور دوسرے اعیانِ مدینہ شریک تھے۔

والدہ نے ربیعہ کے درس کا وقت پہچان کر فروخ سے کہا کہ جاؤ نماز مسجد نبوی میں پڑھنا۔ اب فروخ یہاں آئے، نماز پڑھی، پھر انہوں نے دیکھا کہ درسِ حدیث کا ایک زبردست حلقہ قائم ہے، ان کو سننے کا شوق ہوا تو حلقہ کے قریب چلے آئے۔ لوگوں نے اُن کو دیکھ کر راستہ دینا شروع کیا۔ حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے درس میں خلل پڑنے کے خیال سے سر جھکا لیا، اور ایسے ہو گئے کہ گویا انہوں نے دیکھا ہی نہیں۔ فروخ اس حالت میں ان کو شناخت نہ کر سکے۔ لوگوں نے پوچھا:

(مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ ؟ فَقَالُوْا لَهٗ هٰذَا رَبِيْعَةُ بْنُ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ)

ترجمہ: ''یہ کون ہیں؟ لوگوں نے ان کو جواب دیا: یہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن۔''

ابوعبدالرحمٰن فروخ فرطِ مسرت سے بے تاب ہو گئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کا مرتبہ بلند کیا ہے۔ گھر واپس آئے تو بیوی سے بولے میں نے آج تمہارے بیٹے کو ایسی شان میں دیکھا کہ کسی صاحبِ علم وفقہ کو نہیں دیکھا۔

اب حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے کہا آپ کو کیا چیز زیادہ پسند ہے؟ وہ (23) ہزار دینار یا یہ جاہ و منزلت علمی؟ فروخ بولے اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ وجاہت زیادہ محبوب ہے۔ کہنے لگیں: میں نے وہ سب روپیہ اس پر صرف کر دیا ہے۔ فروخ نے کہا: تم نے وہ روپیہ صحیح مصرف میں خرچ کیا ہے۔ (تاریخ بغداد جلد ۸ صفحہ ۴۲۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تصحیح و اضافہ شدہ
بکھرے موتی
حصہ دوم
حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
انتخاب و ترتیب
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی
مکتبہ عائشہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وعمر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لعل ستار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور

شمع بک ایجنسی اُردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

ملت پبلی کیشنز اسلام آباد

مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

احمد بک کارپوریشن راولپنڈی

دارالمطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی

کتابستان شاہی بازار بہاول پور

اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی

مکتبہ دارالقرآن اُردو بازار کراچی

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

دار اخلاص محلہ جنگی، پشاور

ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ قاسمیہ ملتان

مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

مکتبہ امدادیہ ملتان

مکتبہ حقانیہ ملتان

مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (دوم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا کے نام سے آغاز کررہا ہوں میں
جو مہربان ہے بہت اور رحم والا ہے

یہ مانا کہ پر خطا. ہوں مگر ہوں تو تیرا بندہ
اگر تو مجھے نباہ لے تو تیری بندہ پروری ہے

انقلابات زمانہ واعظِ رب ہیں سن لو!
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فَافْهَمُوْا! فَافْهَمُوْا!

جب دنیا جاتی ہے تو حسرت چھوڑ جاتی ہے
اور جب آتی ہے تو ہزاروں غم ساتھ لاتی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿۱﴾ حضور اکرم ﷺ کا کئی دن کا فاقہ

مسند حافظ ابو یعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گزر گئے، بھوک سے آپ ﷺ کو تکلیف ہونے لگی، آپ اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے، لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی! تمہارے پاس کچھ ہے کہ میں کھالوں؟ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔ وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور پر میرے ماں باپ قربان ہوں، کچھ بھی نہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے دو روٹیاں اور گوشت کا ٹکڑا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسے لے کر لگن میں رکھ لیا، اور فرمانے لگیں: گو مجھے، میرے خاوند اور بچوں کو بھی بھوک ہے، لیکن ہم سب فاقہ سے گزار دیں گے اور خدا تعالیٰ کی قسم! آج تو یہ رسول اللہ ﷺ کو ہی دوں گی۔ پھر حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ ﷺ کو بلا لائیں۔ حضور اکرم ﷺ راستے ہی میں تھے لوٹ آئے۔ کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، خدا تعالیٰ نے کچھ بھجوا دیا ہے، جسے میں نے آپ ﷺ کے لیے چھپا کر رکھ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پیاری بچی! لے آؤ۔ اب جو کونڈا کھولا تو دیکھتی ہیں کہ برتن روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا ہے۔ دیکھ کر حیران ہو گئیں، لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہو گئی ہے۔ اللہ کا شکر کیا، نبی خدا پر درود پڑھا اور آپ ﷺ کے پاس لا کر پیش کر دیا۔

آپ ﷺ نے بھی اسے دیکھ کر خدا کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی! یہ کہاں سے آیا ہے؟ جواب دیا کہ ابا جان! خدا تعالیٰ کے پاس سے، وہ جسے چاہے بے حساب روزی دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی! تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار (یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا) جیسا کر دیا۔ انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ خدا کے پاس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا، اور آپ ﷺ نے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے اور آپ ﷺ کی سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور اہل بیت رضی اللہ عنہم نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا، پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا، جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا۔ یہ تھی خیر کثیر اور برکت خدا تعالیٰ کی طرف سے۔ (تفسیر ابن کثیر اردو: ۱/۳۰۶)

فائدہ: اس واقعے سے ایک طرف حضور اکرم ﷺ کا بھوک کی شدت اور فاقہ برداشت کرنے کا سبق ملا، دوسری طرف نیک اور دیندار عورتوں کے لیے یہ سبق بھی ہے کہ جب کہیں سے اللہ تعالیٰ کی نعمت ملے اور کوئی پوچھے کہ کس نے دیا؟ تو جواب میں کہیں:

﴿ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (سورۂ آل عمران: آیت ۳۷)

ترجمہ: ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔''

﴿۲﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا غصہ پی جانا

عبداللہ بن محمد صیادنی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اندر سے آپ کی کنیز آئی اور تیزی سے نکل گئی، پاؤں کی ٹھوکر سے راستہ میں رکھی ہوئی روشنائی کی شیشی الٹ گئی، امام صاحب نے ذرا غصے سے فرمایا کیسے چلتی ہے؟ کنیز بولی جب راستہ نہ ہو تو کیسے چلیں۔ امام صاحب یہ جواب سن کر انتہائی تحمل اور بردباری سے فرماتے ہیں: جا میں نے تجھے آزاد

کیا۔ صیادفی کہتے ہیں، میں نے کہا: اس نے تو آپ کو غصہ دلانے والی بات کہی تھی، آپ نے آزاد کر دیا؟ فرمایا: اس نے جو کچھ کہا اور کیا میں نے اپنی طبیعت کو اسی پر آمادہ کر لیا۔ (ترجمہ صحیح بخاری از علامہ وحید الزماں صاحب ص ۱۴)

حدیث شریف میں آیا ہے، اے ابن آدم! جب تجھے غصہ آئے تو اسے پی جا۔ جب مجھے تجھ پر غصہ آئے گا تو میں پی جاؤں گا۔ بعض روایتوں میں ہے اے ابن آدم! اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا، یعنی میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا تو میں بھی اپنے غصے کے وقت تجھے یاد رکھوں گا یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچالوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر اردو: ۱/۴۵۷)

﴿۳﴾ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر ہندوستانی راجاؤں کا اسلام قبول کرنا

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے راجاؤں کو سات خطوط لکھے اور ان کو اسلام اور اطاعت کی دعوت دی اور وعدہ کیا کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کو اپنی سلطنتوں پر باقی رکھا جائے گا اور ان کے حقوق و فرائض وہی ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں۔ ان کے اخلاق و کردار کی خبریں وہاں پہلے ہی پہنچ چکی تھیں اس لیے انہوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے نام عربوں ہی کے نام پر رکھے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت: ۱/۴۹)

﴿۴﴾ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا

یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے افریقہ میں زکوٰۃ کی تحصیل پر مقرر کیا، میں نے زکوٰۃ وصول کی، جب میں نے اس کے مستحق تلاش کیے جن کو وہ رقم دی جائے تو مجھے ایک بھی محتاج نہیں ملا، اور ایک شخص بھی ایسا دستیاب نہیں ہوا جس کو زکوٰۃ دی جاسکے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو غنی بنا دیا، بالآخر میں نے کچھ غلام خرید کر آزاد کیے اور ان کے حقوق کا مالک مسلمانوں کو بنا دیا۔ ایک دوسرے قریشی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر مدت خلافت میں یہ حال تھا کہ لوگ بڑی بڑی رقمیں زکوٰۃ کی لے کر آتے تھے کہ جس کو مناسب سمجھا جائے دے دیا جائے، لیکن مجبوراً واپس کرنی پڑتی تھیں کہ کوئی لینے والا نہیں ملتا۔ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں سب مسلمان غنی ہو گئے اور زکوٰۃ کا کوئی مستحق نہیں رہا۔

ان ظاہری برکات کے علاوہ جو صحیح اسلامی حکومت کا ثانوی نتیجہ ہے، بڑا انقلاب یہ ہوا کہ لوگوں کے رجحانات بدلنے لگے، اور قوم کے مزاج و مذاق میں تبدیلی ہونے لگی۔ ان کے معاصر کہتے ہیں کہ ہم جب ولید کے زمانہ میں جمع ہوتے تھے، تو عمارتوں اور طرز تعمیر کی بات چیت کرتے تھے، اس لیے کہ ولید کا یہی اصل ذوق تھا، اور اس کا تمام اہل مملکت پر اثر پڑ رہا تھا۔ سلیمان کھانوں اور عورتوں کا بڑا شائق تھا، اس کے زمانہ میں مجلسوں کا موضوع سخن یہی تھی، لیکن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں نوافل و طاعات، ذکر و تذکرہ، گفتگو اور مجلسوں کا موضوع بن گیا، جہاں چار آدمی جمع ہوتے تو ایک دوسرے سے پوچھتے کہ رات کو تمہارا کیا پڑھنے کا معمول ہے؟ تم نے کتنا قرآن یاد کیا ہے؟ تم قرآن کب ختم کرو گے؟ اور کب ختم کیا تھا؟ مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو؟ (تاریخ دعوت و عزیمت: ۱/۵۰)

﴿۵﴾ غموں سے نجات پانے کا آسان نسخہ

حضرت شاہ پھولپوری قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے کہ کتنا ہی شدید قبض طاری ہو، قلب میں انتہائی ظلمت اور جمود پیدا ہو گیا ہو اور سالہا سال سے دل کی یہ کیفیت نہ جاتی ہو تو ہر روز وضو کر کے پہلے دو رکعت نفل توبہ کی نیت سے پڑھے، پھر سجدہ میں جا کر بارگاہ رب العزت میں عجز و ندامت کے ساتھ خوب گریہ وزاری کرے اور خوب استغفار کرے۔ پھر اس وظیفہ کو تین سو ساٹھ (360) مرتبہ پڑھے:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾

وظیفہ مذکور میں ﴿ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ ﴾ دو اسماء الٰہیہ ایسے ہیں جن کے اسم اعظم ہونے کی روایت ہے اور آگے وہ خاص آیت ہے جس

کی برکت سے حضرت یونس علیہ السلام نے تین تاریکیوں سے نجات پائی۔ پہلی تاریکی اندھیری رات کی، دوسری پانی کے اندر کی، تیسری مچھلی کے شکم (پیٹ) کی۔ ان تین تاریکیوں میں حضرت یونس علیہ السلام کی کیا کیفیت تھی اس کو خود حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴾ (سورۂ قلم:۴۸)

ترجمہ: ''اور وہ گھٹ رہے تھے۔''

کظم عربی لغت میں اس کرب و بے چینی کو کہتے ہیں جس میں خاموشی ہو۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اسی آیت کریمہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے غم سے نجات عطا فرمائی اور آگے یہ بھی ارشاد ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (سورۂ انبیاء:۸۸)

ترجمہ: ''اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات عطا فرماتے رہتے ہیں۔''

پس معلوم ہوا کہ قیامت تک کے لیے غموں سے نجات پانے کے لیے یہ نسخہ نازل فرما دیا گیا۔ جو کلمہ گو بھی کسی اضطراب و بلا میں کثرت سے اس آیت کریمہ کا ورد رکھے گا انشاء اللہ تعالیٰ نجات پائے گا۔

(شرح مثنوی مولانا روم اردو، حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ، حصہ اوّل ص:۱۳۶)

﴿۶﴾ مثالی ماں کی مثالی تربیت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دین کے بہت بڑے عالم اور اللہ کے ولی تھے، ان کی زندگی کو آپ دیکھئے ان کے پیچھے ان کی ماں کا کردار نظر آئے گا۔ محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ دو بھائی تھے، یہ اپنے لڑکپن کے زمانے میں یتیم ہو گئے تھے، ان دونوں کی تربیت ان کی والدہ نے کی، ان کے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ماں ان کی اتنی اچھی تربیت کرنے والی تھی کہ وہ ان کو نیکی پر لائیں حتیٰ کہ عالم بن گئے۔ مگر دونوں بھائیوں کی طبیعتوں میں فرق تھا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے واعظ اور خطیب تھے اور مسجد میں نماز پڑھاتے تھے۔ ان کے بھائی عالم بھی تھے اور نیک بھی تھے لیکن وہ مسجد میں نماز پڑھنے کی بجائے اپنی الگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ سے کہا امی! لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تو اتنا بڑا خطیب اور واعظ ہے مسجد کا امام بھی ہے، مگر تیرا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ امی! آپ بھائی سے کہئے کہ وہ میرے پیچھے نماز پڑھا کرے۔ ماں نے بلا کر نصیحت کی؛ چنانچہ اگلی نماز کا وقت آیا تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھانے لگے، اور ان کے بھائی نے ان کے پیچھے نیت باندھ لی، لیکن عجیب بات ہے کہ ایک رکعت پڑھنے کے بعد جب دوسری رکعت شروع ہوئی تو ان کے بھائی نے نماز توڑ دی، اور جماعت میں سے باہر نکل آئے۔ جب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز مکمل کی اور ان کو بڑی سبکی محسوس ہوئی، وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے اور مغموم دل کے ساتھ گھر واپس لوٹے۔

ماں نے پوچھا: بیٹا! بڑے پریشان نظر آتے ہو؟ کہنے لگے امی! بھائی نہ جاتا تو زیادہ بہتر رہتا۔ یہ گیا اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں واپس آ گیا اور اس نے آ کر الگ نماز پڑھی۔ ماں نے اس کو بلا کر پوچھا: بیٹا! ایسا کیوں کیا؟ چھوٹا بھائی کہنے لگا: امی! میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا پہلی رکعت تو انہوں نے ٹھیک پڑھائی مگر دوسری رکعت میں اللہ کی طرف دھیان کے بجائے ان کا دھیان کسی اور جگہ تھا اس لیے میں نے ان کے پیچھے نماز چھوڑ دی اور آ کر الگ پڑھ لی۔

ماں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ امی! بالکل ٹھیک بات ہے، میں نماز سے پہلے فقہ کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا اور نفاس کے کچھ مسائل تھے جن پر غور و خوض کر رہا تھا، جب نماز شروع ہوئی تو پہلی رکعت میری توجہ الی اللہ میں گزری لیکن دوسری رکعت میں وہی نفاس کے مسائل میرے ذہن میں آنے لگ گئے، ان میں تھوڑی دیر کے لیے ذہن دوسری طرف متوجہ ہو گیا اس

لیے مجھ سے یہ غلطی ہوئی۔

ماں نے اس وقت ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا: افسوس ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی بھی میرے کام کا نہ بنا۔ اس جواب کو جب سنا دونوں بھائی پریشان ہوئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو معافی مانگ لی، امی! مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مگر دوسرا بھائی پوچھنے لگا امی! مجھے تو کشف ہوا تھا اس کشف کی وجہ سے میں نے نماز توڑ دی تو میں آپ کے کام کا کیوں نہ بنا؟ ماں نے جواب دیا کہ:

''تم میں سے ایک نفاس کے مسائل کھڑا سوچ رہا تھا، اور دوسرا پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا، تم دونوں میں سے اللہ کی طرف تو ایک بھی متوجہ نہ تھا، لہٰذا تم دونوں میرے کام کے نہ بنے۔'' (دوائے دل ص ۲۱۱)

﴿۷﴾ شہداء کی قسمیں

① راہِ خدا میں جس کو قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔
② پیٹ کی بیماری میں یعنی دست اور استسقاء میں مرنے والا شہید ہے۔
③ پانی میں بے اختیار ڈوب کر مر جانے والا شہید ہے۔
④ دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مر جانے والا شہید ہے۔
⑤ طاعون کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
⑥ ذات الجنب یعنی نمونیہ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
⑦ جل کر مرنے والا شہید ہے۔
⑧ حالت حمل میں مر جانے والی عورت شہید ہے۔
⑨ کنواری مر جانے والی عورت شہید ہے۔
⑩ جو عورت حاملہ ہونے کے بعد سے بچے کی پیدائش تک یا بچہ کا دودھ چھڑانے تک مر جائے وہ شہید ہے۔
⑪ سل یعنی دِق کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔
⑫ حالت سفر میں مرنے والا شہید ہے۔
⑬ سفر جہاد میں سواری سے گر کر مر جانے والا شہید ہے۔
⑭ مرابط یعنی اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کے دوران مر جانے والا شہید ہے۔
⑮ گڑھے میں گر کر مر جانے والا شہید ہے۔
⑯ درندوں یعنی شیر وغیرہ کا لقمہ بن جانے والا شہید ہے۔
⑰ اپنے مال، اپنے اہل وعیال، اپنے دین، اپنے خون، اور حق کی خاطر قتل کیا جانے والا شہید ہے۔
⑱ دورانِ جہاد اپنی موت مر جانے والا شہید ہے۔
⑲ اور جسے شہادت کا پر خلوص تمنا اور لگن ہو مگر شہادت کا موقع اسے نصیب نہ ہو اور اس کا وقت پورا ہو جائے اور شہادت کی تمنا دل میں لئے دنیا سے رخصت ہو جائے وہ شہید ہے۔
⑳ جس شخص کو حاکم وقت ظلم وتشدد کے طور پر قید خانہ میں ڈال دے اور وہ وہیں مر جائے وہ شہید ہے۔
㉑ جو شخص توحید کی گواہی دیتے ہوئے اپنی جان، جاں آفریں کے سپرد کر دے وہ شہید ہے۔

㉒ تپ یعنی بخار میں مرنے والا شہید ہے۔
㉓ جو شخص ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اسے اچھا اور نیک کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے روکے اور وہ حاکم اس شخص کو مار ڈالے تو وہ شہید ہے۔
㉔ جس شخص کو گھوڑا یا اونٹ کچل اور روند ڈالے اور وہ مر جائے، یعنی کسی حادثہ میں مر جائے جیسے کار کا حادثہ، ہوائی جہاز کا حادثہ وغیرہ وغیرہ، وہ شہید ہے۔
㉕ جو زہریلے جانور کے کاٹنے سے مر جائے وہ شہید ہے۔
㉖ پاکباز اور پرہیزگار عاشق جس نے اپنے عشق کو چھپایا اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا وہ شہید ہے۔
㉗ جو شخص کشتی میں بیٹھا اور دورانِ سفر قے میں مبتلا ہوا تو اسے شہید کا اجر ملتا ہے۔
㉘ جس عورت نے اپنی سوکن کی موجودگی میں صبر وضبط سے کام لیا اسے شہید کا ثواب ملے گا۔
㉙ جو شخص روزانہ یہ دعاء (اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ) پچیس (۲۵) مرتبہ پڑھے گا اور اپنی فطری موت مرے گا اس کو اللہ تعالیٰ شہید کا ثواب عنایت فرمائیں گے۔
㉚ جو شخص اشراق اور چاشت کی نماز کا اہتمام کرے اور مہینہ میں تین روزے رکھے اور حالت سفر وحضر میں وتر کی نماز نہ چھوڑے اس کے لیے شہید کا اجر لکھا جاتا ہے۔
㉛ جب امت میں اعتقادی اور عملی گمراہی پھیل جائے اس وقت سنت پر مضبوطی سے قائم رہنے والا شہید ہے۔
㉜ طلب علم میں مرنے والا شہید ہے، اور طالب علم میں مرنے والے سے وہ شخص مراد ہے جو حصول علم اور درس وتدریس میں مشغول ہو یا تصنیف وتالیف میں مصروف ہو یا کسی علمی مجلس میں حاضر ہو۔
㉝ جس شخص نے اپنی زندگی لوگوں کی مہمان داری اور خاطر داری اور خاطر وتواضع میں گزاری وہ شہید ہے۔
㉞ جو شخص میدان کارزار میں زخمی ہو کر فورا نہ مر جائے بلکہ کم سے کم اتنی دیر تک زندہ رہے کہ دنیا کی کسی چیز سے فائدہ اٹھائے وہ بھی شہید ہے۔
㉟ شریق یعنی وہ شخص جو گلے میں پانی پھنس جانے اور دم گھٹ جانے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے۔
㊱ جو شخص مسلمانوں کے لیے غلہ فراہم کرے وہ شہید ہے۔
㊲ جو شخص اپنے اہل وعیال اور اپنے غلام لونڈی کے لیے کمائے وہ شہید ہے۔
㊳ جو مسلمان اپنے مرض میں حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ چالیس (۴۰) مرتبہ پڑھے اور اسی مرض میں مر جائے تو اسے شہید کا ثواب دیا جاتا ہے۔ اور اگر اس مرض سے اسے چھٹکارا مل جائے تو وہ اس حال میں صحت مند ہوتا ہے کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔
㊴ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔
㊵ جو شخص جمعہ کی شب میں مرجاتا ہے وہ شہید ہے۔
㊶ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ بلا اجرت صرف رضائے الٰہی کی خاطر اذان دینے والا مؤذن اس شہید کی مانند ہے جو اپنے خون میں لت پت تڑپتا ہو، نیز وہ مؤذن جب مرتا ہے تو اس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑتے۔

۴۲ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں۔ جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر سو مرتبہ اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں۔ اور جو شخص مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برأت یعنی نفاق اور آگ سے نجات لکھ دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

۴۳ منقول ہے کہ جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) اور سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرر کرتے ہیں، وہ فرشتے اس کے لیے شام تک بخشش کی دعا کرتے ہیں اور وہ شخص اگر اس دن مرجائے تو اس کی موت شہید کی موت ہوتی ہے، اور جو شخص شام کو یہ آیتیں پڑھتا ہے وہ بھی اسی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو وصیت کی کہ جب تم رات میں سونے کے لیے اپنے بستر پر جاؤ تو سورۂ حشر کی آخری آیتیں پڑھ لو اور فرمایا کہ اگر تم رات میں یہ پڑھنے کے بعد سوئے اور اسی رات میں مرگئے تو شہید کی موت پاؤ گے۔

۴۴ منقول ہے کہ جو شخص مرگی کے مرض میں مرجاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔

۴۵ جو شخص حج اور عمرہ کے دوران مرجاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔

۴۶ جو شخص باوضو مرجاتا ہے وہ شہید ہوتا ہے۔

۴۷ اسی طرح رمضان کے مہینے میں بیت المقدس، مکہ یا مدینہ میں مرنے والا شخص شہید ہوتا ہے۔

۴۸ دبلاہٹ کی بیماری میں مرنے والا شخص شہید ہوتا ہے۔

۴۹ جو شخص کسی آفت و بلا میں مبتلا ہو اور اس آفت و بلا پر صبر و رضا کا دامن پکڑے ہوئے مرجائے وہ شہید ہے۔

۵۰ جو شخص صبح و شام (لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) پڑھے وہ شہید ہے۔

۵۱ منقول ہے کہ جو شخص نوے (۹۰) برس کی عمر میں مرے۔

۵۲ یا آسیب زدہ ہو کر مرے۔

۵۳ یا اس حال میں مرے کہ اس کے ماں باپ اس سے خوش ہوں۔

۵۴ یا نیک بخت بیوی اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے خوش ہو تو وہ شہید ہے۔

۵۵ اسی طرح عادل حاکم و بادشاہ اور شرعی قاضی، یعنی وہ قاضی جو ہمیشہ حق و انصاف کی روشنی میں فیصلہ کرے وہ شہید ہے۔

۵۶ جو مسلمان کسی کمزور مسلمان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے وہ بھی شہید ہے۔ (ماخوذ از مظاہر حق جدید: ۲/۳۴۷)

(۸) تین بیماریوں جن میں بیمار کی عیادت کرنے یا نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میری عیادت فرمائی جبکہ میری آنکھوں میں درد تھا۔ (احمد، ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُس شخص کی عیادت کرنا سنت ہے جو آنکھ دُکھنے یا آنکھ کی دوسری بیماری میں مبتلا ہو۔

اور جامع صغیر میں ایک روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ تین بیماریاں ایسی ہیں جن میں بیمار کی عیادت نہ کی جائے:

① آنکھیں دُکھنے میں۔ ② داڑھ درد میں۔ ③ اور دُنبل (پھوڑے) میں۔

چونکہ ان دونوں حدیثوں میں (بظاہر) تعارض ہے اس لیے ان دونوں میں اس تاویل کے ذریعے تطبیق پیدا کی جائے گی کہ ان

بیماریوں میں بیمار کی عیادت وہ لوگ نہ کریں جن کے لیے بیمار کو تکلف کرنا پڑے، یا ان کا آنا بیمار کے لیے گراں ہو کیونکہ اگر وہ لوگ ایسے بیمار کی عیادت کے لیے جائیں گے تو آنکھ دُکھنے یا آنکھ کی دوسری بیماری کی شکل میں بیمار کو اپنی آنکھ کھولنے پر مجبور ہونا پڑے گا، یا داڑھ دُکھنے کی صورت میں اسے گفتگو کرنے کی وجہ سے بہت زیادہ تکلیف ہوگی۔ اسی طرح اگر دُنبل ہوگا تو وہ ان کی وجہ سے ٹھیک طریقہ سے بیٹھنے پر مجبور ہوگا اور ظاہر ہے کہ پھوڑے کی وجہ سے اس کے لیے کسی ایک اور ٹھیک ہیئت پر بیٹھنا بہت زیادہ تکلیف کا باعث ہوگا۔ ہاں! اگر ایسے لوگ عیادت کے لیے جائیں جن کی وجہ سے بیمار کو تکلف نہ کرنا پڑے، یا ان کا جانا بیمار پر گراں نہ گزرے تو ان بیماریوں میں بھی عیادت کے لیے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مظاہر حق جدید:۲/۳۵۲)

﴿۹﴾ حضرت رابعہ بصریہ کا بچپن اور ان کا زہد و تقویٰ

حضرت رابعہ بصریہ جو اولیائے کاملین میں سے تھیں، کسی شخص نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی طلب کا راستہ آپ کے ہاتھ کیسے لگا؟ یعنی خدا کی طلب کی ابتداء کیونکر ہوئی، فرمایا کہ میں سات برس کی تھی کہ بصرہ میں قحط پڑا، میرے ماں باپ کی وفات ہوگئی اور میری بہنیں متفرق ہوگئیں اور مجھے رابعہ (چوتھی) اس لیے کہتے ہیں کہ میری تین بہنیں اور تھیں، چوتھی میں تھی، پس میں ایک ظالم کے ہاتھ پڑی اس نے مجھ کو چھ درہم میں بیچ ڈالا۔ جس شخص نے مجھ کو خریدا تھا وہ مجھ سے سخت سے سخت کام لیتا تھا۔ ایک روز میں کوٹھے سے گر پڑی اور میرا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ میں نے اپنا چہرہ زمین پر رکھا اور عرض کیا: بار خدا! میں ایک غریب یتیم لڑکی ہوں، ایک شخص کی قید میں پڑی ہوں، مجھ پر رحم فرما، میں تیری رضا چاہتی ہوں، مجھ پر رحم فرما، میں تیری رضا چاہتی ہوں، اگر تو راضی ہے تو پھر مجھے کوئی فکر نہیں۔ اس کے جواب میں میں نے ایک آواز سنی کہ اے ضعیفہ! غم مت کھا کہ کل کو تجھے ایک ایسا مرتبہ حاصل ہوگا کہ مقربان آسمان تجھ کو اچھا جاننے لگیں گے۔

اس کے بعد میں اپنے مالک کے گھر آئی تو میں نے روزہ رکھنا شروع کیا اور شب کو ایک گوشہ میں جا کر عبادت میں مشغول ہو جاتی۔ ایک مرتبہ میں آدھی رات کو حق تعالیٰ سے مناجات کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی الٰہی! تو جانتا ہے کہ میرے دل میں خواہش تیرے فرمان کی موافقت میں ہے، اور میری آنکھ کی روشنی تیری خدمت کرنے میں ہے، اور تو میری نیت کو جانتا ہے کہ اگر میرے ذمہ مخلوق کی خدمت نہ ہوتی تو گھڑی بھر کے لیے بھی تیری عبادت سے آسودہ نہ ہوتی، لیکن تو نے مجھ کو ایک مخلوق کے ہاتھ قید کر دیا ہے۔ میں یہ دعا کر رہی تھی کہ میرے مالک نے میرے سر پر ایک قندیل نور کی بغیر زنجیر کے لٹکی ہوئی دیکھی جس کے سبب سارا گھر روشن ہو گیا تھا۔ دوسرے دن مالک نے مجھے بلایا اور بہت خاطر کی اور آزاد کر دیا۔ بس میں نے اس سے اجازت لی اور آبادی سے باہر نکلی اور ویرانہ کی راہ لی جہاں کوئی آدمی نہ تھا، اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوگئی۔ چنانچہ ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھتی تھی۔ (مثالی خواتین محمد اسحاق ملتانی)

﴿۱۰﴾ قیامت کی بہتر (۷۲) نشانیاں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب بہتر (۷۲) باتیں پیش آئیں گی:

① لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے، یعنی نمازوں کا اہتمام رخصت ہو جائے گا، یہ بات اگر اس زمانے میں کہی جائے تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں سمجھی جائے گی، اس لیے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جو نماز کی پابند نہیں ہے۔ لیکن حضور اقدس ﷺ نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب نماز کو کفر اور ایمان کے درمیان حد فاصل قرار دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں مؤمن کتنا ہی برے سے برا ہو، فاسق و فاجر ہو، بدکار ہو، لیکن نماز نہیں چھوڑتا تھا۔ اس زمانے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے۔

② امانت ضائع کرنے لگیں گے یعنی جو امانت ان کے پاس رکھی جائے گی اس میں خیانت کرنے لگیں گے۔
③ سود کھانے لگیں گے۔
④ جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں گے یعنی جھوٹ ایک فن اور ہنر بن جائے گا۔
⑤ معمولی معمولی باتوں پر خونریزی کرنے لگیں گے، ذرا سی بات پر دوسرے کی جان لے لیں گے۔
⑥ اونچی اونچی بلڈنگیں بنائیں گے۔
⑦ دین بیچ کر دنیا جمع کریں گے۔
⑧ قطع رحمی، یعنی رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگی۔
⑨ انصاف نایاب ہو جائے گا۔
⑩ جھوٹ سچ بن جائے گا۔
⑪ لباس ریشم کا پہنا جائے گا۔
⑫ ظالم عام ہو جائے گا۔
⑬ طلاقوں کی کثرت ہوگی۔
⑭ ناگہانی موت عام ہو جائے گی یعنی: ایسی موت عام ہو جائے گی جس کا پہلے سے پتہ نہیں ہوگا بلکہ اچانک پتہ چلے گا کہ فلاں شخص ابھی زندہ ٹھیک ٹھاک تھا اور اب مر گیا۔
⑮ خیانت کرنے والے کو امین سمجھا جائے گا۔
⑯ امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا یعنی امانت دار پر تہمت لگائی جائے گی کہ یہ خائن ہے۔
⑰ جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا۔
⑱ سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔
⑲ تہمت درازی عام ہو جائے گی یعنی لوگ ایک دوسرے پر جھوٹی تہمتیں لگائیں گے۔
⑳ بارش کے باوجود گرمی ہوگی۔
㉑ لوگ اولاد کی خواہش کرنے کے بجائے اولاد سے کراہیت کریں گے یعنی جس طرح لوگ اولاد ہونے کی دعائیں کرتے ہیں، اس کے بجائے لوگ یہ دعائیں کریں گے کہ اولاد نہ ہو۔ چنانچہ آج دیکھ لیں کہ خاندانی منصوبہ بندی ہو رہی ہے اور یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ ”بچے دو ہی اچھے“۔
㉒ کمینوں کے ٹھاٹھ ہوں گے یعنی کمینے لوگ بڑے ٹھاٹھ سے عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔
㉓ شریفوں کا ناک میں دم آ جائے گا یعنی شریف لوگ شرافت کو لے کر بیٹھیں گے تو دنیا سے کٹ جائیں گے۔
㉔ امیر اور وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں گے یعنی سربراہ حکومت اور اس کے اعوان و انصار اور وزراء جھوٹ کے عادی بن جائیں گے اور صبح و شام جھوٹ بولیں گے۔
㉕ امین خیانت کرنے لگیں گے۔
㉖ سردار ظلم پیشہ ہوں گے۔
㉗ عالم اور قاری بدکار ہوں گے یعنی عالم بھی ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کر رہے ہیں، مگر بدکار ہیں۔ العیاذ باللہ۔

۲۸ لوگ جانوروں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے۔

۲۹ مگر ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔ یعنی لوگ جانوروں کی کھالوں سے بنے ہوئے اعلیٰ درجے کے لباس پہنیں گے، لیکن ان کے دِل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔

۳۰ اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے۔

۳۱ سونا عام ہو جائے گا۔

۳۲ چاندی کی مانگ ہوگی۔

۳۳ گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔

۳۴ امن کم ہو جائے گا۔

۳۵ قرآن کریم کے نسخوں کو آراستہ کیا جائے گا اور اس پر نقش ونگار بنایا جائے گا۔

۳۶ مسجدوں میں نقش ونگار کئے جائیں گے۔

۳۷ اونچے اونچے مینار بنیں گے۔

۳۸ لیکن دل ویران ہوں گے۔

۳۹ شرابیں پی جائیں گی۔

۴۰ شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا۔

۴۱ لونڈی اپنے آقا کو جنے گی یعنی بیٹی ماں پر حکمرانی کرے گی اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی جیسے آقا اپنی کنیز کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔

۴۲ جو لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مہذب ہوں گے وہ بادشاہ بن جائیں گے یعنی کمینے اور نیچ ذات کے لوگ جو نسب اور اخلاق کے اعتبار سے کمینے اور نیچے درجے کے سمجھے جاتے ہیں اور سربراہ بن کر حکومت کریں گے۔

۴۳ تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شرکت کرے گی جیسے آج کل ہو رہا ہے کہ عورتیں زندگی کے ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

۴۴ مرد عورتوں کی نقالی کریں گے۔

۴۵ عورتیں مردوں کی نقالی کریں گی۔ یعنی مرد عورتوں جیسا حلیہ بنائیں گے اور عورتیں مردوں جیسا حلیہ بنائیں گی۔ آج دیکھ لیں نئے فیشن نے یہ حالت کر دی ہے کہ دور سے دیکھو تو پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے۔

۴۶ غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی، یعنی قسم تو صرف اللہ کی یا اللہ کی صفت کی اور قرآن کی کھانا جائز ہے۔ ۞ دوسری چیزوں کی قسم کھانا حرام ہے۔ لیکن اس وقت لوگ اور چیزوں کی قسم کھائیں گے۔ مثلاً: تیرے سر کی قسم، تیرے باپ کی قسم! (غوث پاک کی قسم! مولیٰ علی کی قسم!) وغیرہ۔

۵۰ مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوگا۔ لفظ ''بھی'' کے ذریعہ یہ بتا دیا کہ اور لوگ تو یہ کام کرتے ہی ہیں، لیکن اس وقت مسلمان بھی جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہو جائیں گے۔

---

۱ حضرت سہل بن حنیف اور عامر بن ربیعہ دونوں بدری صحابی ہیں اور یہ روایت مشکوۃ شریف میں بھی ہے۔ (صفحہ ۲۹۰) محمد امین

(۴۸) صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر راستے میں کہیں سے گزر رہے ہیں تو ان لوگوں کو سلام نہیں کیا جائے گا جن سے جان پہچان نہیں ہے، اگر جان پہچان ہے تو سلام کرلیں گے۔ حالانکہ حضور اقدس ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ:

(وَتَقْرِئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ)

ترجمہ: ”جس کو تم جانتے ہو اس کو بھی سلام کرو اور جس کو تم نہیں جانتے اس کو بھی سلام کرو۔“

خاص طور پر اس وقت جب کہ راستہ میں اکا دکا آدمی گزر رہے ہوں تو اس وقت سب آنے جانے والوں کو سلام کرنا چاہیے۔ لیکن اگر آنے جانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو اور اسلام کی وجہ سے اپنے کام میں خلل آنے کا اندیشہ ہو تو پھر سلام نہ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اکا دکا آدمی گزر رہے ہوں گے تب بھی سلام نہیں کریں گے اور سلام کا رواج ختم ہو جائے گا۔

(۴۹) غیر دین کے لیے شرعی علم پڑھا جائے گا۔ یعنی شرعی علم دین کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے لیے پڑھا جائے گا۔ العیاذ باللہ۔ اور مقصد یہ ہوگا کہ اس کے ذریعہ ہمیں ڈگری مل جائے گی، ملازمت مل جائے گی، پیسے مل جائیں گے، عزت اور شہرت حاصل ہو جائے گی۔ ان مقاصد کے لیے دین کا علم پڑھا جائے گا۔

(۵۰) آخرت کے کام سے دنیا کمائی جائے گی۔

(۵۱) مال غنیمت کو ذاتی جاگیر سمجھ لیا جائے گا۔ مال غنیمت سے مراد قومی خزانہ ہے یعنی قومی خزانے کو ذاتی جاگیر اور ذاتی دولت سمجھ کر معاملہ کریں گے۔

(۵۲) امانت کو لوٹ کا مال سمجھا جائے گا، یعنی اگر کسی نے امانت رکھوا دی تو سمجھیں گے کہ یہ لوٹ کا مال حاصل ہوگا۔

(۵۳) زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا۔

(۵۴) سب سے رذیل آدمی قوم کا لیڈر اور قائد بن جائے گا، یعنی قوم میں جو شخص سب سے زیادہ رذیل اور بد خصلت انسان ہوگا اس کو قوم کے لوگ اپنا قائد، اپنا ہیرو اور اپنا سربراہ بنالیں گے۔

(۵۵) آدمی اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا۔

(۵۶) آدمی اپنی ماں سے بدسلوکی کرے گا۔

(۵۷) دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرے گا۔

(۵۸) بیوی کی اطاعت کرے گا۔

(۵۹) بدکاروں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہوں گی۔

(۶۰) گانے والی عورتوں کی تعظیم و تکریم کی جائے گی۔ یعنی جو عورتیں گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی ہیں ان کی تعظیم اور تکریم کی جائے گی، اور ان کو بلند مرتبہ دیا جائے گا۔

(۶۱) گانے بجانے اور موسیقی کے آلات کو سنبھال کر رکھا جائے گا۔

(۶۲) سرِ راہ شرابیں پی جائیں گی۔

(۶۳) ظلم کو فخر سمجھا جائے گا۔

(۶۴) انصاف بکنے لگے گا یعنی عدالتوں میں انصاف فروخت ہوگا۔ لوگ پیسے دے کر اس کو خریدیں گے۔

(۶۵) پولیس والوں کی کثرت ہو جائے گی۔

⑯ قرآن کریم کو نغمہ سرائی کا ذریعہ بنالیا جائے گا یعنی موسیقی کی لے میں قرآن کی تلاوت کی جائے گی تاکہ اس کے ذریعہ ترنم کا حظ اور مزہ حاصل ہو، اور قرآن کی دعوت اور اس کو سمجھنے یا اس کے ذریعہ اجر وثواب حاصل کرنے کے لیے تلاوت نہیں کی جائے گی۔

⑰ درندوں کی کھال استعمال کی جائے گی۔

⑱ اُمت کے آخری لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے یعنی ان پر تنقید کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کریں گے اور تنقید کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ انہوں نے یہ بات غلط کہی اور یہ غلط طریقہ اختیار کیا۔ چنانچہ آج بہت بڑی مخلوق صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخیاں کر رہی ہے، بہت سے لوگ اُن ائمہ دین کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں جن کے ذریعہ یہ دین ہم تم تک پہنچا، اور ان بے وقوف بتا رہے ہیں کہ وہ لوگ قرآن وحدیث کو نہیں سمجھتے، دین کو نہیں سمجھتے، آج ہم نے دین کو صحیح سمجھا ہے۔

⑲ یا تو تم پر سرخ آندھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائے۔

⑳ یا زلزلے آجائیں۔

㉑ یا لوگوں کی صورتیں بدل جائیں۔

㉒ یا آسمان سے پتھر برسیں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور عذاب آجائے۔ العیاذ باللہ۔

اب آپ ان علامات میں ذرا غور کر کے دیکھیں کہ یہ سب علامات ایک ایک کر کے کس طرح ہمارے معاشرے پر صادق آرہی ہیں اور اس وقت جو عذاب ہم پر مسلط ہے وہ در حقیقت انہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ (در منثور: ۶/۵۲، بحوالہ اصلاحی خطبات: ۷/۲۲۳ تا ۲۲۰)

﴿۱۱﴾ جنات کی دعوت پر حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس وقت میں شام میں تھا۔ اپنی کسی ضرورت سے سفر میں نکلا تو راستے میں رات ہوگئی۔ میں نے کہا: میں آج رات اس وادی کے بڑے سردار (جن) کی پناہ میں ہوں۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ ہر جنگل اور ہر وادی پر کسی جن کی حکومت ہوتی ہے۔ جب میں بستر پر لیٹا تو ایک منادی نے آواز لگائی، وہ مجھے نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے کہا: تم اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ جنات اللہ کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتے میں نے کہا اللہ کی قسم! تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا: میں ان پڑھ ہوں، اللہ کی طرف سے آنے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو چکے ہیں، ہم نے (مکہ میں) ''حَجون'' مقام پر ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے، اور ہم مسلمان ہوگئے ہیں اور ہم نے اتباع اختیار کر لی ہے اور اب جنات کے تمام مکر وفریب ختم ہوگئے ہیں۔ اب (وہ آسمان پر جانا چاہتے ہیں تو) ان کو ستارے مارے جاتے ہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو رب العالمین کے رسول ہیں، اور مسلمان ہو جاؤ۔

حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں صبح کو ''دیر ایوب'' بستی میں گیا اور وہاں ایک پادری کو سارا قصہ سنا کر اس سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: جنات نے تم سے سچ کہا ہے، وہ نبی حرم (مکہ) میں ظاہر ہوں گے اور ہجرت کر کے حرم (مدینہ) جائیں گے۔ وہ تمام انبیاء علیہم السلام سے بہتر ہیں۔ کوئی اور تم سے پہلے ان تک نہ پہنچ جائے، اس لیے جلدی جاؤ۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ہمت کر کے چل پڑا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۶۳۹)

﴿۱۲﴾ زبور اور تورات میں اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات

① زبور میں تحریر ہے کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن انبیائے کرام علیہم السلام کا نور دیا جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۱/۴۵)

② تورات میں ہے کہ اُمت محمدیہ کی اذانیں آسمانی فضا میں گونجیں گی (یعنی میناروں اور بلند جگہوں پر اذانیں دیں گے)۔

③ پانچوں نمازیں اپنے وقت پر پڑھیں گے اگرچہ کوڑے کرکٹ والی جگہ پر ہوں، اور وسط بدن یعنی کمر پر لنگی باندھیں گے اور وضو میں

اعضاء کو دھوئیں گے۔(حیاۃ الصحابہ:۱/۴۶)

نوٹ: کوڑے کرکٹ والی جگہ پر نمازیں پڑھیں گے۔الحمد للہ! یہ بات ہمارے ساتھیوں میں پائی جاتی ہے، آج کل ہمارے ساتھی اسٹیشن پر، ٹرین میں، بس اڈے پر، جہاں جگہ مل گئی نماز ادا کرتے ہیں۔

﴿۱۳﴾ ظالم قوم کے ظلم سے بچنے کیلئے نبوی نسخہ

حضرت حصین رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی، حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری قوم ہے، میرا خاندان ہے، اگر اسلام لاؤں گا تو ان سے مجھے خطرہ ہے اس لیے میں کیا کہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دعا پڑھو:

(اَللّٰهُمَّ اَسْتَهْدِيْكَ لِاَرْشَدِ اَمْرِیْ وَزِدْنِیْ عِلْمًا يَّنْفَعُنِیْ)

"اے اللہ! میں اپنے معاملہ میں زیادہ رشد وہدایت والے راستے کی آپ سے رہنمائی چاہتا ہوں اور مجھے علم نافع اور زیادہ عطا فرما۔"

چنانچہ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھی اور اسی مجلس میں اٹھنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے۔(حیاۃ الصحابہ:۱/۹۳)

﴿۱۴﴾ اُمت گنہگار اور رب بخشنے والا ہے

جنت کے دونوں طرف سونے کے پانی سے تین سطریں تحریر ہیں:

پہلی سطر:

(لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

دوسری سطر:

جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ خیرات وغیرہ کر دیا اس کا ثواب مل گیا، اور جو دنیا میں ہم نے کھا پی لیا اس کا ہم نے نفع اُٹھا لیا، اور جو کچھ ہم چھوڑ آئے اس میں ہمیں نقصان ہوا۔

تیسری سطر:

امت گنہگار ہے اور رب بخشنے والا ہے۔(منتخب احادیث ص ۴۷)

﴿۱۵﴾ اللہ تعالیٰ بھی دعوت دیتے ہیں

① ﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ﴾ (سورۂ یونس:۲۵)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں سلامتی کے گھر کی طرف۔"

② ﴿ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۲۱)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے۔"

③ ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (سورۂ بقرہ:۲۱)

ترجمہ: "اے لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

④ ﴿ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ﴾ (سورۂ نساء: ۱)

ترجمہ: ’’اے لوگو! ڈرتے رہو اپنے رب سے، جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے۔‘‘

⑤ ﴿ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ﴾ (سورۂ حج: ۱)

ترجمہ: ’’اے لوگو! ڈرو اپنے ربّ سے، بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔‘‘

⑥ ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۰۲)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہیے، اور نہ مرو مگر مسلمان یعنی مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔‘‘

⑦ ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ﴾ (سورۂ نساء: ۵۹)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور تم میں جو امیر و حاکم ہیں اُن کی بھی۔‘‘

⑧ ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا ﴾ (سورۂ تحریم: ۶)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔‘‘

⑨ ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ﴾ (سورۂ تحریم: ۸)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔‘‘

⑩ ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ﴾ (سورۂ حج: ۷۸،۷۷)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! تم رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور اپنے ربّ کی عبادت کیا کرو، اور نیک کام کیا کرو امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے، اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔‘‘ (بیان القرآن)

﴿۱۶﴾ صبر کرنے کا وقت

صبر اپنے وقت پر ہوتا ہے، مدت گزر جانے کے بعد تو ہر ایک کو صبر آ ہی جاتا ہے، وہ باعث اجر نہیں ہوتا، صبر وہی باعث اجر ہوتا ہے جو ارادہ اور اختیار سے مصیبت کو دبانے کے لیے کیا جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بڑھیا کا جوان بیٹا مر گیا۔ نبی کریم ﷺ ادھر سے گزرے، بڑھیا واویلا فریاد اور خوبیاں بیان کر کے رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صبر کرو۔ وہ آپ ﷺ کو پہچانتی نہ تھی، جواب دیا کہ ہاں! تمہارا جوان بیٹا مر گیا ہوتا تو پتہ چلتا! آپ ﷺ چل دیئے۔ کسی نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ تھے۔ دوڑی دوڑی آئی اور کہا: اب میں صبر کروں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی) (خطبات حکیم الاسلام: ۵/۳۸۰)

ترجمہ ’’صدمہ اور رنج پہنچتے ہی آدمی صبر کرے تو موجب اجر ہوتا ہے۔‘‘

﴿۱۷﴾ دو جھگڑنے والوں کی دیوار کی نصیحت (ایک عجیب واقعہ)

بنی اسرائیل میں سے ایک آدمی کا انتقال ہو گیا، اس کے دو بیٹے تھے، ان دونوں کے مابین ایک دیوار کی تقسیم کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا، جب دونوں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو انہوں نے دیوار سے ایک غیبی آواز سنی کہ تم دونوں جھگڑا مت کرو کیونکہ میری حقیقت یہ ہے

کہ میں ایک مدت تک اس دنیا میں بادشاہ اور صاحب مملکت رہا، پھر میرا انتقال ہوگیا اور میرے بدن کے اجزاء مٹی کے ساتھ مل گئے، پھر اس مٹی سے کمہار نے مجھے گھڑے کی ٹھیکری بنادیا۔ ایک طویل مدت تک ٹھیکری کی صورت میں رہنے کے بعد مجھے توڑ دیا گیا۔ پھر ایک لمبی مدت تک ٹکڑوں کی صورت میں رہنے کے بعد میں مٹی اور ریت کی صورت میں تبدیل ہوگیا۔ پھر کچھ مدت کے بعد لوگوں نے میرے اجزائے بدن کی اس مٹی سے اینٹیں بناڈالیں، اور آج تم مجھے اینٹوں کی شکل میں دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا تم ایسی مذموم وقبیح دنیا پر کیوں جھگڑتے ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

غرور تھا نمود تھی، ہٹو بچو کی تھی صدا   اور آج تم سے کیا کہوں، لحد کا بھی پتہ نہیں

آہ! آہ! یہ دنیا بڑی فریب دہندہ ہے، فانی ہونے کے باوجود یہ لوگوں کی محبوب بنی ہوئی ہے۔ یہ اپنی ظاہری رنگینی اور رعنائی سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہوئے آخرت سے غافل کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں کو جنتی مسرات کے شوق سے ہم آغوش فرمائیں۔

(گلستان قناعت تالیف علامہ محمد موسیٰ روحانی بازی ص ۴۹۲)

﴿۱۸﴾ اولاد کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں ہیں

اولاد کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾ (سورۂ شوریٰ:۴۹،۵۰)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں، پیدا کرتا ہے جو چاہے بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے، یا اُن کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور بیٹیاں، اور کردیتا ہے جس کو چاہے بانجھ، وہ سب کچھ جانتا، کرسکتا ہے۔“

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں:

① وہ جن کو صرف بیٹے دیے۔ ② وہ جن کو صرف بیٹیاں دیں۔

③ وہ جن کو بیٹے، بیٹیاں دیے۔ ④ وہ جن کو بیٹا دیا نہ بیٹی۔

لوگوں کے درمیان یہ فرق وتفاوت اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اس تفاوت الٰہی کو دنیا کی کوئی طاقت بدلنے پر قادر نہیں۔ یہ تقسیم اولاد کے اعتبار سے ہے۔

﴿۱۹﴾ والدین کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں

والدین کے اعتبار سے بھی انسانوں کی چار قسمیں ہیں:

① حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا، ان کا باپ ہے نہ ماں۔

② حضرت حوا علیہا السلام کو صرف مرد سے پیدا کیا، ان کی ماں نہیں ہے۔

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے پیدا کیا، ان کا باپ نہیں ہے۔

④ اور باقی تمام انسانوں کو مرد وعورت دونوں کے ملاپ سے پیدا کیا گیا، ان کے باپ بھی ہیں اور مائیں بھی۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيْمِ الْقَدِيْرِ۔

﴿۲۰﴾ ایمان کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں

ایمان کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بنی آدم مختلف اقسام پر پیدا کیے گئے ہیں:

① کچھ لوگ مؤمن پیدا ہوتے ہیں (یعنی مؤمن ماں باپ کے یہاں پیدا ہوتے ہیں) اور مؤمن زندہ رہتے ہیں (یعنی زندگی بھر ایمان پر ثابت قدم رہتے ہیں) اور مؤمن مرتے ہیں۔

② کچھ لوگ کافر پیدا ہوتے ہیں (یعنی کافروں کے یہاں پیدا ہوتے ہیں) اور کافر زندہ رہتے ہیں (یعنی پوری زندگی کافر رہتے ہیں) اور کافر مرتے ہیں۔

③ کچھ مؤمن پیدا ہوتے ہیں، مؤمن زندہ رہتے ہیں (یعنی زندگی بھر مؤمن رہتے ہیں) اور کافر مرتے ہیں (یعنی مرنے سے کچھ پہلے کافر ہو جاتے ہیں)۔

④ کچھ کافر پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر کافر رہتے ہیں، اور مؤمن مرتے ہیں (یعنی وفات سے کچھ پہلے ایمان لے آتے ہیں اور ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے)۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۷)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

﴿۲۱﴾ غصہ کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں

غصہ کے اعتبار سے بھی انسانوں کی چار قسمیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

① کچھ لوگوں کو جلدی غصہ آتا ہے اور جلدی زائل ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ نہ قابل تعریف ہیں، نہ قابل مذمت۔

② کچھ لوگوں کو دیر سے غصہ آتا ہے اور دیر سے زائل ہوتا ہے۔ یہ بھی نہ قابل تعریف، نہ قابل مذمت۔

③ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیر سے غصہ آتا ہے اور جلدی زائل ہو جاتا ہے۔ رب کریم! ہمیں بہترین انسان بنا دے۔ آمین!

④ تم میں بدترین وہ لوگ ہیں جن کو جلدی غصہ آتا ہے، اور دیر سے زائل ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۷)

﴿۲۲﴾ قرض کے اعتبار سے انسانوں کی چار قسمیں

قرض کے اعتبار سے بھی انسانوں کی چار قسمیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

① کچھ لوگ قرض ادا کرنے میں اچھے ہوتے ہیں لیکن قرض وصول کرنے میں سختی کرتے ہیں۔ یہ لوگ نہ قابل تعریف ہیں نہ قابل مذمت۔

② کچھ لوگ قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتے ہیں لیکن قرض وصول کرنے میں نرمی برتتے ہیں۔ یہ بھی نہ قابل تعریف ہیں نہ قابل مذمت۔

③ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں بھی اچھے ہوں اور قرض وصول کرنے میں بھی اچھے ہوں۔

④ اور تم میں بدترین وہ لوگ ہیں جو نہ قرض ادا کرنے میں اچھے ہیں نہ وصول کرنے میں اچھے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۳۸)

﴿۲۳﴾ سلام کی ابتداء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کے اندر روح پھونک دی تو ان کو چھینک آئی۔ انہوں نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہا۔

ان کے رب نے "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" فرمایا۔ اور فرمایا کہ اے آدم! ان فرشتوں کی طرف جاؤ جو وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کو جا کر "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کہا تو فرشتوں نے اس کے جواب میں "وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" کہا۔ پھر واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ تحیہ ہے تمہارا اور آپس میں تمہارے بیٹوں کا۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص۴۰۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں میں سلام کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرشتوں کو جا کر سلام کرو۔

﴿۲۴﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مشورہ

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ میں اپنا مال تجارت شام اور مصر لے جایا کرتا تھا، ایک مرتبہ عراق لے جانے کا ارادہ کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ لینے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو رزق کا کوئی سبب کسی طریقہ پر بنا دے تو اس کو نہ چھوڑے جب تک کہ وہ خود ہی نہ بدل جائے۔

مطلب یہ ہے کہ جس سبب سے روزی ملتی ہے اسے مت چھوڑو۔ ہاں! اگر وہ خود ہی بدل جائے مثلاً حالات سازگار نہ رہیں، مال میں نقصان ہونے لگے یا کوئی مجبوری پیش آئے تو اور بات ہے۔ (تبلیغی اور اصلاحی مضامین ص ۴۳۶)

﴿۲۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا خاص سبب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں پہنچ گئے ہیں، میں بھی گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورۂ حاقہ شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا۔ آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے، ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں تلاوت کیں:

﴿ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ ﴾ (سورۂ حاقہ: ۴۰، ۴۱)

ترجمہ: "یہ قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، شاعر کا نہیں ہے، تم میں ایمان ہی کم ہے۔"

تو میں نے خیال کیا کہ اچھا! شاعر نہ سہی، کاہن تو ضرور ہے، ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت میں یہ آیت آئی:

○ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴾ (سورۂ حاقہ: آیت ۴۲)

ترجمہ: "یہ کاہن کا قول بھی نہیں ہے، تم نے نصیحت ہی کم لی ہے۔"

اب آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کر لی۔ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا، اور رونگٹے رونگٹے میں اسلام کی سچائی گھس گئی۔ پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۳۵/۵)

﴿۲۶﴾ اللہ تعالیٰ کی مؤمن بندے سے عجیب سرگوشی

حضرت صفوان فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مؤمن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا: رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے قریب بلائے گا اور اپنا بازو اس پر رکھ دے گا، اور لوگوں سے اُسے پردے میں کر لے گا، اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا: یاد ہے! فلاں گناہ تو نے کیا تھا؟ فلاں کیا تھا؟ یہ اقرار کرتا جائے گا، اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا! اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھ! دنیا میں، میں نے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور آج ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ پھر اُسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳۸۲/۱)

﴿۲۷﴾ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تو درج ذیل کلمات بکثرت کہا کرو

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھ لو، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تو تم ان کلمات کو کثرت سے کہا کرو:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الثَّبَاتَ فِي الْاَمْرِ وَالْعَزِيْمَةَ عَلَى الرُّشْدِ، وَاَسْئَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ، وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْئَلُكَ قَلْبًا سَلِيْمًا وَاَسْئَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَاَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ) (ابن کثیر: ۲/۳۵۲)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور رشد و ہدایت کی پختگی طلب کرتا ہوں، اور تیری نعمتوں کا شکریہ، اور تیری عبادتوں کی اچھائی چاہتا ہوں، اور سلامتی والا دل اور سچی زبان مانگتا ہوں، اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے اس کو طلب کرتا ہوں، اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس سے پناہ چاہتا ہوں، اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں، بے شک تو تمام غیوب کو خوب جانتا ہے۔''

﴿۲۸﴾ موت کے سوا ہر چیز سے حفاظت کا نبوی نسخہ

مسند بزار میں حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم بستر پر لیٹتے وقت سورۂ فاتحہ اور سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھ لو تو موت کے سوا ہر چیز سے امن میں رہو گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۳)

﴿۲۹﴾ جھاڑ پھونک کر کے رقم لینا جائز ہے۔

صحیح بخاری شریف فضائل قرآن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ سفر میں تھے، ایک جگہ اترے ہوئے تھے، ناگاہ ایک لونڈی آئی اور کہا کہ یہاں کے قبیلہ کے سردار کو سانپ نے کاٹ لیا ہے، ہمارے آدمی یہاں موجود نہیں۔ آپ میں سے کوئی ایسا ہے جو جھاڑ پھونک کر دے؟

ہم میں سے ایک شخص اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا، ہم نہیں جانتے تھے کہ یہ کچھ دم جھاڑ بھی جانتا ہے، اس نے وہاں جا کر کچھ پڑھ کر دم کیا، خدا کے فضل سے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ تیس (۳۰) بکریاں اس نے دیں، اور ہماری مہمانی کے لیے دودھ بھی بہت سارا بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو ہم نے کہا کہ کیا تم کو اس کا علم تھا؟ اس نے کہا: میں نے تو صرف سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے۔ ہم نے کہا: اس آئے ہوئے مال کو نہ چھیڑو، پہلے رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ پوچھ لو۔ مدینہ منورہ میں آ کر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ پڑھ کر دم کرنے کی سورت ہے؟ اس مال کے حصے کر لو، میرا بھی ایک حصہ لگانا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۰)

﴿۳۰﴾ شکر کرنے والے سائل پر نبی کریم ﷺ کی نوازش

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک سائل گزرا، آپ ﷺ نے اُسے ایک کھجور دی، وہ بہت بڑبڑایا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا، آپ ﷺ نے اُسے بھی وہی کھجور دی۔ اس نے بخوشی لے لیا اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا عطیہ ہے۔ آپ ﷺ نے اُسے (مزید) بیس (۲۰) درہم دینے کا حکم دیا۔ اور یہ بھی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خادمہ سے فرمایا: اسے لے جاؤ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس (۴۰) درہم ہیں وہ اسے دلوا دو۔ (ابن کثیر: ۳/۵۷)

﴿۳۱﴾ ریا کاری والے اعمال پھینک دیئے جائیں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کے نیک اعمال کے مہر شدہ صحیفے خدا کے سامنے پیش ہوں گے۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا: اسے پھینک دو، اسے قبول کرو، اسے قبول کرو، اسے پھینک دو۔ اس وقت فرشتے عرض کریں گے کہ اے خداوند قدوس! جہاں تک ہمارا علم ہے ہم تو اس شخص کے نیک اعمال ہی جانتے ہیں۔ جواب ملے گا جن کو میں پھنکوا رہا ہوں یہ وہ اعمال ہیں جن میں صرف میری ہی رضامندی مطلوب نہ تھی بلکہ ان میں ریا کاری تھی، آج میں صرف ان اعمال کو قبول فرماؤں گا جو صرف میرے ہی لیے کیے گئے ہوں۔ (بزار، ابن کثیر: ۳/۲۸۲)

﴿۳۲﴾ عظیم نور حاصل کرنے کا نبوی نسخہ

حافظ ابوبکر بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص رات کے وقت یہ آیت پڑھے گا:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴾ (سورۂ کہف:۱۱۰)

ترجمہ: ''جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے وہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

اللہ تعالیٰ اسے اتنا بڑا نور عطا فرمائیں گے جو عدن سے مکہ تک (کی مسافت کے بقدر) ہوگا۔'' (ابن کثیر: ۳/۲۹۶)

﴿۳۳﴾ چار چیزوں میں خیر و برکت اور شفاء ہے

ابن جریر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو کسی صحیفے (کاغذ) پر لکھ لے، اور اسے بارش کے پانی سے دھولے، اور اپنی بیوی کے مال (مہر) سے اس کی رضامندی سے پیسے لے کر شہد خرید لے، اور اُسے پی لے، پس اُس میں کئی وجہ سے شفاء آجائے گی۔ قرآن کریم کے بارے میں خدا تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل:۸۲)

ترجمہ: ''ہم نے قرآن میں سے وہ نازل فرمایا ہے جو شفا ہے اور رحمت ہے مؤمنین کے لیے۔''

دوسری آیت میں ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا ﴾ (سورۂ ق:۹)

ترجمہ: ''ہم آسمان سے بابرکت پانی برساتے ہیں۔''

اور فرمان ہے:

﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴾ (سورۂ نساء:۴)

ترجمہ: ''اگر عورتیں اپنے مال مہر میں سے اپنی خوشی سے تمہیں دے دیں تو بے شک تم اسے کھاؤ مزہ دار خوشگوار سمجھ کر۔''

شہد کے بارے میں فرمانِ خدا تعالیٰ ہے:

﴿ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ﴾ (سورۂ نحل:۶۹)

ترجمہ: ''شہد میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔''

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۱۲۹/۳)

فائدہ: چار چیزوں میں خیر و برکت اور شفاء ہے:

① قرآن کریم ② بارش کا پانی ③ شہد ④ اور بیوی کا مہر

علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کاروبار کرے تو اپنی بیوی کے مہر میں سے کچھ رقم کاروبار میں لگائے، انشاءاللہ کاروبار میں فائدہ ہوگا، مہر کی رقم طرفین کے لیے خیر و برکت کی چیز ہے۔

﴿۳۴﴾ جنت کا مؤمنین کے نام پیغام

یہ نہایت اہم پیغام ہے، جو شخص اس پر عمل کرے گا وہ جنت الفردوس کا وارث ہوگا۔

مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن پیدا کی اور آیتیں تلاوت کیں جو قرآن ہاتھ سے لگائے تو اسے دیکھ کر فرمایا: کچھ بول۔ اس نے درج ذیل آیتیں تلاوت کیں جو قرآن میں نازل ہوئیں۔ (ابن کثیر)

﴿ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ○ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○﴾ (سورۂ مؤمنون: ۱۱،۱)

ترجمہ: ''بے شک اعلیٰ کامیابی حاصل کرلی اور مؤمنین نے جو خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اور جو لغو اور نکمی باتوں سے بچتے ہیں، اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں، یا جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں، اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن اپنی بیبیوں اور باندیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں، ہاں! جو اس کے علاوہ (شہوت رانی کی جگہ کا) طلب گار ہو وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں، اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیان کا خیال رکھتے ہیں، اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔''

مفلحین کی چھ صفات و خصائل:

ان آیتوں میں مؤمنین مفلحین کی چھ صفات و خصائل بیان کی گئی ہیں:

① خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھنا یعنی بدن اور دل سے اللہ کی طرف جھکنا۔

② باطل، لغو اور نکمی باتوں سے علیحدہ رہنا۔

③ زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا۔

④ یا اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا۔

⑤ امانت اور عہد و پیان یعنی قول و قرار کی حفاظت کرنا، گویا معاملات کو درست رکھنا۔

⑥ اور آخر میں پھر نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنا کہ اپنے وقت پر آداب و شروط کی رعایت کے ساتھ ادا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے یہاں کیا درجہ ہے؟ اور کس قدر مہتم بالشان چیز ہے کہ اس سے شروع کر کے اُسی پر ختم کیا۔ (فوائد عثمانی)

یہ ہے جنت کو مؤمنین کے نام پیغام، جو خوش نصیب اس پیغام کو قبول کرے گا اور مذکور بالا چھ صفتوں اور خصلتوں کو اپنائے گا، انشاء

اللہ العزیز وہ جنت الفردوس کا ضرور وارث ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کے اوصاف واخلاق:

نسائی نے کتاب التفسیر میں یزید بن بابنوس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا خلق کیسا اور کیا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کا خلق یعنی طبعی عادت وہ تھی جو قرآن کریم میں ہے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دس آیتیں تلاوت کر کے فرمایا کہ بس یہی خلق وعادت تھی رسول اللہ ﷺ کی۔ (معارف القرآن: ۲۹۳/۶)

﴿۳۵﴾ ہاتف غیب کا پیغام

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگیا تھا، ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے باآواز بلند کہہ رہا ہے:

''خدایا! اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا اور دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ خدایا! اس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتا ہے۔''

پھر ذرا ٹھہر کر ایک پرزور آواز لگائی اور کہا:

''پورا تعجب اس پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے وہ کام کرتا ہے جن سے تو ناراض ہو جائے۔''

یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان! جواب آیا کہ میں انسان ہوں، تو ان کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے تو تجھے فائدہ نہ دیں اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۷۴/۳)

﴿۳۶﴾ اپنے رب کی رحمتوں سے مواقع تلاش کرتے رہو

حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد ان کی تلوار کی میان میں سے ایک پرچہ نکلا جس میں تحریر تھا کہ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع تلاش کرتے رہو، بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت رب کی رحمت جوش میں ہو، اور تمہیں وہ سعادت مل جائے جس کے بعد کبھی حسرت وافسوس نہ کرنا پڑے۔ (ابن کثیر)

﴿۳۷﴾ انکساری کرنے اور تکبر کرنے والوں کا انجام

بیہقی کی شعب الایمان میں ہے کہ فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! تواضع اور انکساری کرو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

(مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ) (مشکوۃ ص: ۴۳۴)

ترجمہ: ''جو اللہ کے لیے انکساری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بلند فرمائیں گے، پس وہ اپنی نظر میں حقیر ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں بزرگ ہے۔ اور جو تکبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پست کریں گے، پس وہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر ہے اور اپنی نظر میں بزرگ ہے، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہے۔''

﴿۳۸﴾ تین نجات دینے والی اور تین تباہ کرنے والی چیزیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں نجات دینے والی ہیں، اور تین چیزیں تباہ کرنے والی ہیں۔

نجات دینے والی تین چیزیں:

① اللہ سے ڈرنا خلوت وجلوت میں۔ ② حق بات کہنا خوشی وناخوشی میں۔
③ اور (خرچ میں) میانہ روی اختیار کرنا، مالداری اور غریبی میں۔

اور تباہ کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں:

① خواہش نفس کی پیروی کرنا۔ ② حرص وبخل کرنا۔
③ گھمنڈ کرنا، اور یہ تینوں میں سخت تر ہے۔ (مشکوٰۃ ص۴۳۴)

﴿۳۹﴾ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمانوں کے مشابہ ہے

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے، جس کے پتے جھڑتے نہیں، نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں، جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں کہ وہ درخت کھجور کا ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ رہا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے یہ ذکر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیارے بیٹے! اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ (ابن کثیر: ۳/۲۲)

﴿۴۰﴾ حسد، بدگمانی اور شگونِ بد سے بچنے کا نبوی فارمولہ

طبرانی میں ہے کہ تین خصلتیں اُمت میں رہ جائیں گی:

① شگون لینا ② حسد کرنا ③ بدگمانی کرنا۔

ایک شخص نے پوچھا: "حضور ﷺ! ان کا تدارک کیا ہے؟" فرمایا:

"جب حسد کرے تو استغفار کرلے...... جب گمان پیدا ہو تو اسے چھوڑ دے اور یقین نہ کر...... اور جب شگون لے خواہ نیک نکلے خواہ بد اپنے کام سے نہ رُک، اسے پورا کر۔ (ابن کثیر، سورۂ حجرات آیت ۱۲)

﴿۴۱﴾ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا

سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴾ (سورۂ جمعہ:۸)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (موت ایک روز) تم کو آ پکڑے گی، پھر تم پھیرے جاؤ گے چھپی اور کھلی (تمام) باتوں کے جاننے والے کی طرف، پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتلا دے گا۔“

یعنی موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہو، ہزار کوشش کرو، مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ جاؤ، وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں، اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو۔ (فوائد عثمانی)

﴿۴۲﴾ موت سے بھاگنے والے کی مثال

معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو، وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے مانگ نہ بیٹھے بھاگے اور بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اسے بھٹ میں گھس جائے، جہاں گھسی اور زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی! میرا قرض ادا کر، وہ پھر وہاں سے دُم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی، آخر یونہی بھاگتے بھاگتے مر گئی۔ (ابن کثیر)

﴿۴۳﴾ اُمت محمد یہ ﷺ چار جاہلیت کے کام نہ چھوڑے گی

حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی

ابو یعلیٰ میں ہے کہ میری اُمت میں چار کام جاہلیت کے ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑے گی:

① حسب نسب پر فخر کرنا۔ ② انسان کو اس کے نسب کا طعنہ دینا۔
③ ستاروں سے بارش طلب کرنا۔ ④ اور میت پر نوحہ کرنا۔

اور فرمایا نوحہ کرنے والی عورت اگر بے توبہ کئے مر جائے تو اسے قیامت کے دن گندھک کا پیراہن پہنایا جائے گا اور کھجلی کی چادر اُڑھائی جائے گی۔

مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والیوں اور نوحہ کو کان لگا کر سننے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(ابن کثیر، سورۂ صف سے پہلے)

﴿۴۴﴾ لا علاج امراض کا علاج

بغوی اور ثعلبی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا گزر ایک ایسے بیمار کے پاس سے ہوا جو شخص امراض میں مبتلا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے کان میں سورۂ مؤمنون کی درج ذیل آیتیں پڑھیں، وہ اسی وقت اچھا ہو گیا:

﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ○ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ○ وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ○ وَقُل رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ○ ﴾ (سورۂ المومنون: ۱۱۵، ۱۱۸)

ترجمہ: ”ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا ہے؟ اور تمہارے پاس پھر کر نہ آؤ گے؟ سو اللہ

تعالیٰ بہت ہی عالی شان ہے جو حقیقی بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ) عرش عظیم کا مالک ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت کرے کہ جس (کے معبود ہونے) پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، سو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہوگا۔ بے شک کافروں کا بھلا نہ ہوگا، اور آپ یوں کہا کریں، اے میرے رب! (میری خطائیں) معاف فرما، اور مجھ پر رحم فرما، اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ آیتیں پڑھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (قرطبی، مظہری، بحوالہ معارف القرآن: ۶/ ۳۳۸)

﴿۴۵﴾ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل چیزوں میں بڑی شفاء رکھی ہے

① قرآن میں شفاء ہے۔
② صدقہ میں شفاء ہے۔
③ زمزم میں شفاء ہے۔
④ شہد میں شفاء ہے۔
⑤ صلہ رحمی میں شفاء ہے۔
⑥ سورۂ فاتحہ میں شفاء ہے۔
⑦ کلونجی میں شفاء ہے۔
⑧ سفر کرنے میں شفاء ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حج کرو غنی ہوگے، سفر کرو صحت یاب ہوگے، یعنی تبدیلی، آب وہوا اکثر صحت کا سبب ہوتی ہے، اور بہت کثرت سے اس کا تجربہ ہوا ہے۔ (فضائل حج ص ۲۸)

﴿۴۶﴾ خوبصورت لڑکوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا موجب فتنہ ہے

ہم جنسی سے بچنے کے لیے وہ تمام دروازے بند کرنا ضروری ہے جو اس منحوس عمل (لواطت) تک پہنچاتے ہیں۔ بے ریش نوعمر بچوں کے ساتھ اختلاط سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ بعض تابعین کا قول ہے کہ دیندار عبادت گزار نوجوانوں کے لیے پھاڑ کھانے والے درندے سے بھی بڑا دشمن اور نقصان دہ، وہ امرد لڑکا ہے جو اس کے پاس آتا جاتا ہے۔

حسن بن ذکوان کہتے ہیں مالداروں کے بچوں کے ساتھ زیادہ اُٹھا بیٹھا نہ کرو، اس لیے کہ ان کی صورتیں عورتوں کی طرح ہوتی ہیں اور ان کا فتنہ کنواری عورتوں سے زیادہ سنگین ہے۔ (شعب الایمان: ۴/ ۳۵۸)

کیونکہ عورتیں تو کسی صورت میں حلال ہوسکتی ہیں، لیکن لڑکوں میں حلت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حمام میں داخل ہوئے تو وہاں ایک خوبصورت لڑکا بھی آگیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے باہر نکالو، کیونکہ عورت کے ساتھ تو ایک شیطان ہوتا ہے اور لڑکوں کے ساتھ دس سے زائد شیطان ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان: ۴/ ۳۶۰)

اسی بناء پر نبی کریم ﷺ کا حکم ہے کہ جب بچے سمجھدار ہوجائیں تو ان کے بستر علیحدہ کردو، تاکہ ابتداء ہی سے وہ بری عادتوں سے محفوظ ہوجائیں۔ نیز بچوں پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ زیادہ وقت بالخصوص تنہائی کے اوقات بڑے لڑکوں کے ساتھ نہ گزاریں۔ اگر کئی بچے ایک کمرے میں رہتے ہوں تو ہر ایک کا بستر اور لحاف الگ ہونا چاہیے۔

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوگیا کہ صرف اپنی منکوحہ بیویوں اور مملوکہ باندیوں سے ہی شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے۔ اس

کے علاوہ قضائے شہوت کا کوئی بھی طریقہ شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور پردے وغیرہ کے یا اجنبی عورتوں مردوں سے اختلاط کی ممانعت کے جو بھی احکام ہیں ان کا مقصد صرف یہی ہے کہ معاشرہ سے غلط طریقہ پر قضائے شہوت کا رواج ختم ہو۔ جو شخص ان باتوں کو سامنے رکھ کر اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے گا اور اپنی جوانی کو ان فواحش سے بچالے گا تو اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ اسے اس کا بدلہ جنت کی صورت میں عطا فرمائے گا۔ (انشاء اللہ)

﴿۴۷﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا کفن

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے اور اسے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیب تن فرمالیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت شوق سے وہ چادر قبول فرمائی۔ پھر اسی چادر کو ازار کی جگہ پہن کر مجمع میں تشریف لائے۔ اسی وقت ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ حضرت! یہ چادر مجھے عنایت فرمادیں، یہ تو بہت عمدہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت اچھا۔ پھر کچھ دیر تشریف رکھنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور دوسری ازار بدل کر وہ چادر سوال کرنے والے کو بھجوادی۔

یہ ماجرا دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان صحابی پر نکیر کی کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کو رد نہیں فرماتے تو تم نے یہ چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ "میں نے تو اپنے کفن میں استعمال کرنے کے لیے یہ درخواست پیش کی تھی۔" حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واقعی ایسا ہی ہوا، جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کو اسی چادر میں کفن دیا گیا۔

(بخاری شریف: ۱/۱۷۰، ۲/۲۸۱، ۲/۸۶۴، ۸۹۲ ۔ مکارم اخلاق ص ۲۳۵)

﴿۴۸﴾ میاں بیوی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں

(یہ مضمون ضرور پڑھیں اور نسیان کے مرض سے بچیں)

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ زوجین بھی آپس میں بالکل بے شرم نہ ہو جایا کریں بلکہ حتی الامکان ستر کا خیال رکھیں۔ چنانچہ ایک مرسل روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک ارشاد نقل فرماتے ہیں:

(اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ اَهْلَهٗ فَلْيَسْتَتِرْ وَلَا يَتَجَرَّدَانِ تَجَرُّدَ الْعِيْرَيْنِ)

"جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو حتی الامکان ستر پوشی کرے اور جانوروں کی طرح بالکل ننگے نہ ہو جایا کریں۔"

معلوم ہوا کہ حیاء کا تقاضا یہ ہے کہ میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے ستر کو نہ دیکھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پوری زندگی نہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر دیکھا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا دیکھا۔ اس بات کا خاص لحاظ رکھ کر شرم وحیاء کا ثبوت دینا چاہیے۔ والدین کے اعمال واخلاق کا اولاد پر بہت اثر پڑتا ہے۔ اگر ہم شرم وحیاء کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں گے تو ہماری اولاد بھی ان ہی صفات وخصائل کی حامل ہوگی، اور اگر ہم شرم وحیاء کا خیال نہ رکھیں گے تو اولاد میں بھی اسی طرح کے خراب جراثیم سرایت کر جائیں گے۔

آج ٹیلی ویژن کے پردے پر ننگے اور انسانیت سے گرے ہوئے مناظر دیکھ کر ہمارے معاشرے میں ان کی نقل اتارنے کی کوشش

کی جاتی ہے، اور اس کا بالکل لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ ربّ اور ہمارا خالق و مالک تنہائیوں میں بھی ہمارے اعمال سے پوری طرح واقف ہے ،وہ اس بدترین حالت میں ہمیں دیکھے گا تو اسے کس قدر ناگوار گزرے گا۔ اس لیے اللہ سے شرم کرنی ضروری ہے۔ یہ شرم وحیاء ہی ہمیں ایسی بری باتوں سے بچا سکے گی۔ علاوہ ازیں ستر پوشی میں لاپرواہی کا ایک اور نقصان حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی پر بھول اور نسیان کا غلبہ ہوجاتا ہے اور ضروری باتیں بھی اسے یاد نہیں رہتیں۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھول کا مرض پیدا کرنے والی چیزوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی اپنی شرمگاہ سے کھیل کرے اور اس کی طرف دیکھے۔ (شامی:۱/۲۲۵، کتاب الطہارۃ مطلب ست تورث النسیان)

بہر حال نظر سے صادر ہونے والی نامناسب باتوں میں سے اپنے ستر پر بلاضرورت نظر بھی ہے جس سے نظر کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

﴿۴۹﴾ چغل خوری کی تباہی

چغل خوری کے مفاسد بیان کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص بازار میں غلام خریدنے گیا۔ ایک غلام اسے پسند آگیا۔ بیچنے والے نے کہا کہ اس غلام میں کوئی عیب نہیں ہے، بس یہ ہے کہ اس میں چغلی کی عادت ہے۔ خریدار راضی ہوگیا اور غلام خرید کر گھر لے آیا۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ غلام کی چغل خوری کی عادت نے یہ گل کھلایا کہ اس نے اس شخص کی بیوی سے تنہائی میں جا کر کہا کہ تمہارا شوہر تمہیں پسند نہیں کرتا اور اب اس کا ارادہ باندی رکھنے کا ہے۔ لہٰذا رات کو جب وہ سونے آئے تو استرے سے اس کے کچھ بال کاٹ کر مجھے دے دو، تاکہ میں اس پر عمل سحر کرا کر تم دونوں میں دوبارہ محبت کا انتظام کرسکوں۔ بیوی اس پر تیار ہوگئی اور اس نے استرے کا انتظام کردیا۔ ادھر غلام نے اپنے آقا سے جا کر یوں بات بنائی کہ تمہاری بیوی نے کسی غیر مرد سے تعلقات قائم کرلئے ہیں اور اب وہ تمہیں راستہ سے ہٹا دینا چاہتی ہے۔ اس لیے ہوشیار رہنا۔

رات کو جب وہ بیوی کے پاس گیا تو دیکھا کہ بیوی استرہ لا رہی ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ غلام نے جو خبر دی تھی وہ سچی تھی۔ اس لیے قبل اس کے بیوی کچھ کہتی اس نے اسی استرے سے بیوی کا کام تمام کردیا۔ جب بیوی کے گھر والوں کو اس واقعے کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر شوہر کو قتل کردیا۔ اس طرح اچھے خاصے خاندانوں میں خونریزی کی نوبت آگئی۔ (احیاء العلوم:۳/۹۰)

الغرض چغلی ایسی بری بیماری ہے جس سے معاشرہ فساد کی آماجگاہ بن جاتا ہے، اسی لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

(لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ) (رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۴۱۱)

"چغل خور آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

﴿۵۰﴾ بہترین بندے اور بدترین بندے

حضرت عبداللہ بن غنم اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے ،اور بدترین بندے وہ ہیں جو چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالنے والے ہیں، اور جو اس بات کے طالب اور کوشاں رہتے ہیں کہ پاک دامن بندوں کو کسی گناہ کے ساتھ ملوث کردیں۔ (مشکوۃ ص ۴۱۵)

﴿۵۱﴾ عذاب قبر کا ایک عجیب واقعہ

تجارت میں لوگوں کو دھوکہ مت دو

عبدالحمید بن محمود مغولی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں حاضر تھا، کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا کہ ہم حج کے ارادے سے نکلے ہیں، جب ہم ذات الصفاح (ایک مقام کا نام) پہنچے تو ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا، چنانچہ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی، پھر قبر کھودنے کا ارادہ کیا، جب ہم قبر کھود چکے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بڑے کالے ناگ نے پوری قبر کو گھیر رکھا ہے، اس کے بعد ہم نے دوسری جگہ قبر کھودی تو وہاں بھی وہی سانپ تھا۔ اب ہم میت کو ویسے ہی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں کہ اب ہم کیا کریں؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ سانپ اس کا وہ بدعمل ہے جس کا وہ عادی تھا۔ جاؤ اسے اسی قبر میں دفن کردو۔ اللہ کی قسم! اگر تم اس کے لیے پوری زمین کھود ڈالو گے پھر بھی وہ سانپ اس کی قبر میں پاؤ گے۔ بہر حال اسے اسی طرح دفن کردیا گیا۔ سفر سے واپسی پر لوگوں نے اس کی بیوی سے اس شخص کا عمل پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا یہ معمول تھا کہ وہ غلہ بیچتا تھا، اور روزانہ بوری میں سے گھر کا خرچ نکال کر اس میں اسی کے بقدر بھس ملا دیتا تھا۔ گویا دھوکہ سے بھس کو غلہ کی قیمت پر فروخت کرتا تھا۔

(بیہقی فی شعب الایمان، بحوالہ شرح الصدور ص ۲۳۹)

﴿۵۲﴾ قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

(قَامَ فِینَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ فَقَالَ: اِنَّکُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا مَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ (الآیة) وَاِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ یُکْسٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِبْرَاهِیْمُ الْخَلِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ ہمارے درمیان تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم سب کو ننگے پیر ننگے بدن ختنہ کے بغیر جمع کیا جائے گا (ارشاد خداوندی ہے) جیسے ہم نے پہلی مرتبہ بنایا اسی طرح ہم دوبارہ پیدا کریں گے اور مخلوقات میں جسے قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو قبطی کپڑوں کا لباس پہنایا جائے گا۔ پھر نبی کریم ﷺ کو عرش کی دائیں جانب دھاری دار جوڑا زیب تن کرایا جائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ اعزاز سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کیے جانے کی وجہ کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں علماء کے متعدد اقوال ہیں:

﴿۵۳﴾ اللہ کیلئے ہجرت کرنے والے فقراء کا اعزاز و اکرام

قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کا ہر اُمتی انشاء اللہ حوض کوثر کے پانی سے سیراب ہوگا، لیکن کچھ خوش نصیب اور سعادت مند حضرات ایسے ہوں گے جن کو سب سے پہلے سیراب ہونے کا اعزاز ملے گا۔ ان کی صفات بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا عَلَیْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِیْنَ الشُّعْثُ رُؤُوْسًا الدُّنْسُ ثِیَابًا اَلَّذِیْنَ لَا یَنْکِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا یُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ) (ترمذی شریف: ۶۸/۲)

ترجمہ: ''سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے مہاجرین فقراء ہوں گے (دنیا میں) پراگندہ بال والے اور میلے کچیلے کپڑے والے ہوں گے، جن کا ناز و نعم میں رہنے والی عورتوں سے نکاح نہیں ہوسکتا اور گھر کے دروازے ان کے لئے کھولے نہیں جاتے۔''

یعنی ان کی بے کسی دیکھ کر کوئی ناز و نعم میں پلنے والی عورت ان سے نکاح کرنے پر تیار نہ ہوگی، اور اگر وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو ان کے لیے لوگ دروازہ کھولنا بھی پسند نہ کریں۔ دنیا میں تو ان کا یہ حال ہوگا اور آخرت میں ان کا وہ اعزاز و اکرام ہوگا کہ سب سے پہلے

حوض کوثر پر بلائے جائیں گے۔

﴿۵۴﴾ اُمت محمدیہ کے بدترین افراد

شوقین مزاج اور فیشن کے دلدادہ لوگ اللہ کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ایسے لوگوں کو امت کے بدترین افراد میں شمار کیا ہے۔ارشاد نبوی ہے:

(شِرَارُ اُمَّتِیَ الَّذِیْنَ وُلِدُوْافِی النَّعِیْمِ وَغُذُوْابِہٖ ہِمَّتُھُمْ اَلْوَانُ الطَّعَامِ وَاَلْوَانُ الثِّیَابِ یَتَشَدَّقُوْنَ فِی الْکَلَامِ)

ترجمہ: "میری اُمت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو ناز ونعم میں پیدا ہوئے اور اسی میں پلے اور بڑھے، جن کو ہر وقت بس انواع واقسام کے کھانوں اور طرح طرح کے لباس زیب تن کرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے اور جو (تکبر کی وجہ سے) مٹھار مٹھار (چبا چبا کر) بات چیت کرتے ہیں۔"

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم (زیب وزینت کے لیے) بار بار غسل خانوں کے چکر لگانے اور بالوں کی بار بار صفائی سے بچتے رہو، اور عمدہ عمدہ قالینوں کے استعمال سے بھی بچو، اس لیے کہ اللہ کے خاص بندے عیش وعشرت کے دلدادہ نہیں ہوتے۔

(کتاب الزہد ص:۲۶۳)

﴿۵۵﴾ سب سے بڑی دولت سکون اور عافیت ہے

دنیا میں رہ کر دنیا میں مدہوش نہ رہنا انسان کے لیے سب سے بڑا سکون کا ذریعہ ہے، ایسا شخص ظاہری طور پر کتنا ہی خستہ حال کیوں نہ ہو مگر اسے اندرونی طور پر وہ قلبی اطمینان نصیب ہوتا ہے جو بڑے بڑے سرمایہ داروں کو بھی میسر نہیں آتا۔اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اَلزُّھْدُ فِی الدُّنْیَا یُرِیْحُ الْقَلْبَ وَالْجَسَدَ)

ترجمہ: "دنیا سے بے رغبتی دل اور بدن دونوں کے لیے راحت بخش ہے۔"

دنیا میں سب سے بڑی دولت سکون اور عافیت ہے، اگر سکون نہ ہو تو سب دولتیں بے کار ہیں اور یہ سکون جبھی مل سکتا ہے جب ہم دنیا سے صرف بقدر ضرورت اور برائے ضرورت تعلق رکھیں، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گزار رہ کر اس کی رضا پر راضی رہیں۔حضرت لقمان حکیم نے ارشاد فرمایا:

"دین پر سب سے زیادہ مددگار صفت دنیا سے بے رغبتی ہے کیونکہ جو شخص دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے وہ خالص رضائے خداوندی کے لیے عمل کرتا ہے، اور جو شخص اخلاص سے عمل کرے اس کو اللہ تعالیٰ اجر وثواب سے سرفراز فرماتا ہے۔"

(کتاب الزہد ص:۲۷۴)

﴿۵۶﴾ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے آدمی کا حال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے شخص کا حال یہ ہوگا کہ وہ گرتا پڑتا چل رہا ہوگا اور جہنم کی آگ اسے جھلسا رہی ہوگی۔بالآخر جب وہ جہنم سے بمشکل نکل پائے گا تو جہنم کی طرف دیکھ کر بے اختیار کہے گا: وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے مجھے، تجھ (جہنم) سے نجات عطا فرمائی اور بے شک اللہ نے مجھے وہ نعمت بخشی ہے جو اولین وآخرین میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئیں۔

پھر اس کے سامنے ایک درخت ظاہر ہوگا تو وہ عرض کرے گا کہ اے رب کریم! آپ مجھے اس درخت کے قریب کر دیجئے تا کہ میں اس کے سایہ میں بیٹھوں، اور اس کے پانی سے پیاس بجھاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدمی! اگر میں تیری مراد پوری کر دوں تو تو کچھ اور مانگے گا؟ وہ شخص کہے گا کہ نہیں پروردگار! اور مزید سوال نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرے گا۔ چنانچہ باری تعالیٰ اس کی معذرت کو قبول فرمائے گا کیونکہ وہ اس کی بے صبر طبیعت سے واقف ہے اور اسے اس کے مطلوب درخت کے نیچے پہنچا دے گا۔ وہ شخص اس کے قریب جا کر اس کے سایہ میں بیٹھے گا اور وہاں موجود پانی پیے گا۔

پھر اس کے سامنے دوسرا درخت لایا جائے گا یہ پہلے درخت سے اور اچھا ہوگا۔ تو پھر وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اس کے قریب جانے کی درخواست کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدمی! کیا تو نے کچھ اور سوال نہ کرنے کا عہد نہیں کیا تھا؟ اگر میں تیری مراد پوری کر دوں تو پھر تو کچھ اور سوال کرے گا؟ چنانچہ پھر وہ شخص سوال نہ کرنے کا وعدہ کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کی بے صبری کو جانتے ہوئے چشم پوشی فرما کر اسے اس درخت کے قریب پہنچا دے گا، اور وہ اس کے سایہ اور پانی سے فائدہ اُٹھائے گا۔

پھر ایک تیسرا درخت جنت کے دروازے کے بالکل قریب نمودار ہوگا، جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوبصورت ہوگا، تو یہ شخص اس کے قریب جانے کی بھی درخواست کرے گا۔ بالآخر جب اسے اس درخت کے قریب پہنچا دیا جائے گا تو اسے وہاں اہل جنت کی آوازیں سنائی دیں گی۔ تو وہ درخت کرے گا کہ اے رب کریم! اب بس مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمائے گا کہ آخر تیرا سوال کرنا کب ختم ہوگا؟ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں تجھے دنیا کی دگنی جنت عطا کر دوں؟ تو وہ شخص حیرت زدہ ہو کر کہے گا کہ اے رب کریم! آپ رب العالمین ہو کر مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟!

اتنی روایت بیان کر کے اس حدیث کے راوی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے، اور حاضرین سے فرمایا کہ مجھ سے نہیں پوچھتے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ چنانچہ حاضرین نے یہی سوال آپ رضی اللہ عنہ سے کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اسی طرح اس روایت کو بیان کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبسم فرمایا تھا، اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں رب العالمین کے ہنسنے کی وجہ سے ہنس رہا ہوں۔ کیونکہ جب وہ بندہ یہ عرض کرے گا کہ الہ العالمین! آپ رب العالمین ہو کر مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟! تو رب العالمین فرمائے گا میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں جس چیز کو چاہوں اس کو پورا کرنے پر قادر ہوں۔ (مسلم شریف: ۱/۱۰۵)

نوٹ: اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کا مطلب اس کا راضی اور خوش ہونا ہے۔

﴿۵۷﴾ نہ خدا ہی ملا، نہ وصال صنم

مصر میں ایک شخص مسجد کے برابر رہتا تھا، پابندی سے اذان دیتا اور جماعت میں شرکت کرتا، چہرے پر عبادت اور اطاعت کی رونق بھی تھی۔ اتفاق سے جب ایک دن اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار پر چڑھا تو قریب میں ایک عیسائی شخص کی خوبصورت لڑکی پر نظر پڑی، جسے دیکھ کر وہ اس پر دل وجان سے فریفتہ ہوگیا، اور اذان چھوڑ کر وہیں سے سیدھا اس مکان میں پہنچا۔ لڑکی نے اسے دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ میرے گھر میں کیوں آیا؟ اس نے جواب دیا میں تجھے اپنا بنانے آیا ہوں۔ اس لیے کہ تیرے حسن وجمال نے میری عقل کو ماؤف کر دیا ہے۔

لڑکی نے جواب دیا: میں کوئی تہمت والا کام نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ تو اس نے پیشکش کی کہ میں تجھ سے نکاح کروں گا۔ لڑکی نے کہا کہ تو مسلمان اور میں عیسائی ہوں، میرا باپ اس رشتے پر تیار نہ ہوگا۔ اس شخص نے کہا کہ میں خود ہی عیسائی بن جاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے محض اس لڑکی سے نکاح کی خاطر عیسوی مذہب قبول کر لیا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔

لیکن ابھی وہ دن بھی پورا نہیں ہوا تھا کہ یہ شخص اس گھر میں رہتے ہوئے کسی کام کے لئے چھت پر چڑھا، اور کسی طرح سے وہاں سے گر پڑا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ افسوس! صد افسوس! دین بھی گیا اور لڑکی بھی ہاتھ نہ آئی۔ (التذکرہ ص ۴۳)

﴿۵۸﴾ سب سے زیادہ عظمت والا گھونٹ اور اس کا عظیم اجر وثواب

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ أَيَّ حُوْرٍ شَاءَ)

(شعب الایمان: ۶/۳۱۳)

ترجمہ: ''جو شخص باوجود غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے کی قدرت کے، غصہ کو پی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا، اور اسے اختیار دے گا کہ جنت کی جس حور کو چاہے پسند کرلے۔''

اور ایک حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(مَا جَرَعَ عَبْدٌ جَرْعَةً أَعْظَمَ أَجْرًا عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ جَرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)

(شعب الایمان: ۶/۳۱۴)

ترجمہ: ''اللہ کے نزدیک اجر وثواب کے اعتبار سے سب سے زیادہ عظمت والا گھونٹ وہ غصہ کا گھونٹ ہے جسے محض رضائے خداوندی کی نیت سے انسان پی جائے گا۔''

حقیقت یہ ہے کہ غصہ کو پی جانا اور مخاطب کو معاف کردینا اعلیٰ درجہ کا کمال ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ اعمال میں سے یہ تین اعمال ہیں:

① قدرت کے باوجود معاف کردینا۔ ② تیزی اور شدت کے ساتھ غصہ کو قابو میں رکھنا۔

③ اور اللہ کے بندوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنا۔ (شعب الایمان: ۶/۳۱۸)

﴿۵۹﴾ شیطان انسان کی ناک میں رات گزارتا ہے

ایک حدیث شریف میں اس کی تائید آئی ہے کہ جب سویرے بیدار ہو کر وضو کرو تو تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر ضرور جھاڑ لیا کرو، اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان، انسان کی ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے، اس میں پیشاب اور غلاظت کرتا ہے، اور جب سونے کے بعد انسان اٹھتا ہے تو ناک کے اندر میل کچیل بھرے ہوئے ملتے ہیں۔ اس میں شیطان کی غلاظت کے اثرات ہوتے ہیں۔ جب وضو میں ناک اچھی طرح جھاڑ لی جائے گی تو شیطان کے اثرات صاف ہوجاتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

(عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ، فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ يَبِيْتُ عَلَى خَيْشُوْمِهِ) (بخاری شریف: ۱/۴۶۵، حدیث: ۳۱۸۹)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو کر وضو کرے تو ضرور تین مرتبہ ناک جھاڑ لے اس لیے کہ شیطان اس کی ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے۔''

﴿۶۰﴾ درج ذیل کلمات سیکھ لو اور اپنی اولاد کو بھی سکھاؤ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے دیکھا کہ میں اپنے ہونٹوں کو ہلا رہا ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا اے

ابوامامہ! تم ہونٹ ہلا کر کیا پڑھ رہے ہو؟ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ کا ذکر کر رہا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا ذکر نہ بتاؤں جو تمہارے دن رات ذکر کرنے سے زیادہ بھی ہے اور افضل بھی ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتائیں۔ فرمایا تم یہ کلمات کہا کرو:

(سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ ...... سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْأَ مَا خَلَقَ ...... سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ ...... سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْأَ مَا فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ ...... سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا أَحْصٰى كِتَابُهٗ ...... سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْأَ مَا أَحْصٰى كِتَابُهٗ ...... سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ ...... سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْأَ كُلِّ شَيْءٍ ...... اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ مَا أَحْصٰى كِتَابُهٗ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِلْأَ مَا أَحْصٰى كِتَابُهٗ ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ ...... وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِلْأَ كُلِّ شَيْءٍ)

طبرانی میں یہ مضمون ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی زبردست چیز نہ بتاؤں کہ اس کے کہنے پر تمہیں اتنا زیادہ ثواب ملے گا کہ اگر تم دن رات عبادت کر کے تھک جاؤ تب بھی اس کے ثواب تک نہیں پہنچ سکو؟ میں نے کہا: ضرور بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" آخر تک کہو، لیکن یہ کلمات مختصر ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ" اسی طرح سے اور "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" اسی طرح سے آخر تک کہو۔

طبرانی کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کلمات کو سیکھ لو اور اپنے بعد اپنی اولاد کو سکھاؤ۔

(حیاۃ الصحابہ: ۳/۳۳۶)

﴿۶۱﴾ ایک جملے پر حجاج بن یوسف کی مغفرت کی اُمید

حجاج بن یوسف، خلفائے بنو امیہ کا انتہائی سفاک و خونخوار ظالم گورنر تھا۔ اس نے ایک لاکھ انسانوں کو اپنی تلوار سے قتل کیا۔ اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے ان کو تو کوئی گن ہی نہ سکا۔ بہت سے صحابہ اور تابعین کو اس نے قتل کیا، یا قید و بند رکھا۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے منافقوں کو قیامت کے دن لے کر آئیں اور ہم اپنے ایک منافق حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر دیں، تو ہمارا پلہ بھاری رہے گا۔

حجاج بن یوسف جب کینسر کی خبیث بیماری میں مرنے لگا تو اس کی زبان پر یہ دعا جاری ہوگئی، یہی دعا مانگتے مانگتے اس کا دم نکل گیا۔ دعا یہ تھی:

"اے اللہ! تیرے بندے، بندیاں میرے بارے میں کہتے ہیں کہ تو مجھے معاف نہیں کرے گا۔ مگر مجھے تجھ سے امید ہے کہ تو مجھے معاف فرمادے گا۔ مجھے معاف فرمادے۔"

خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو حجاج بن یوسف کی زبان سے مرتے وقت یہ دعا بہت اچھی لگی، اور ان کو حجاج کی موت پر رشک ہونے لگا۔ اور جب خواجہ حسن بصری سے لوگوں نے حجاج کی اس دُعا کا ذکر کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تعجب سے فرمایا کہ کیا واقعی حجاج نے یہ دُعا مانگی تھی؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں! اس نے یہ دعا مانگی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ شاید خدا اس کو بخش دے۔ (احیاء العلوم: ۴/۴۰۱)

﴿۶۲﴾ مندرجہ ذیل کلمات پڑھنے کے بعد جو دعا مانگی جائے گی قبول ہوگی

حدیث شریف میں ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات پڑھنے کے بعد جو دُعا مانگی جاتی ہے قبول ہوتی ہے:

(لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِیْرٌ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) (طبرانی بحوالہ منتخب احادیث ص:۴۴۶)

﴿۶۳﴾ کسی کو ہوا میں اُڑتا ہوا دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ

(یہ مضمون ضرور پڑھیں)

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب وغریب مقولہ اور نصیحت ہے کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ اعلیٰ درجے کی کرامتوں کا مظاہرہ کر کے ہوا میں اُڑ رہا ہے، تب بھی اس کے دھوکے میں نہ آؤ، جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ احکام شریعت اور حفظ حدود کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے: (البدایہ والنہایہ:۱۱/۳۵)

﴿۶۴﴾ پانچواں نہ بن

(یہ مضمون پڑھیں اور اس پر عمل کریں)

ارشاد نبوی ہے:

(① كُنْ عَالِمًا ② اَوْمُتَعَلِّمًا ③ اَوْمُسْتَمِعًا ④ اَوْمُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَةَ فَتَهْلِكَ ⑤ وَالْخَامِسَةُ: اَنْ تُبْغِضَ الْعِلْمَ وَاَهْلَهٗ)

"① عالم بن ② یا متعلم یعنی علم حاصل کرنے والا بن ③ یا غور سے سننے والا بن ④ یا (علم اور اہل علم سے) محبت کرنے والا بن۔ اور پانچواں نہ بن، ورنہ ہلاک ہو جائے گا، ⑤ اور پانچواں یہ ہے کہ تو علم اور اہل علم سے بغض رکھے۔"

(منتخب احادیث ص:۳۰۹)

﴿۶۵﴾ مصیبتوں سے نجات اور حصول مقاصد کیلئے خاص ورد

اوّل اور آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ درج ذیل گنتی کے مطابق پڑھیں:

① شرور وفتن سے حفاظت کے لیے تین سو اکتالیس مرتبہ۔

② وسعت رزق اور ادائے قرض کے لیے تین سو آٹھ مرتبہ۔

③ خاص کام کی تکمیل کے لیے ایک سو گیارہ مرتبہ۔

④ مصائب و پریشانی سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک سو چالیس مرتبہ۔ (بیان فرمودہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۶۶﴾ سات رذائل سے بچو، ایک اچھی صفت پیدا کرو، محبت عام ہو جائے گی

حدیث شریف میں ہے:

① بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔

② کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔

③ جاسوسی نہ کیا کرو۔

④ ایک دوسرے پر بے جا بڑھنے کی ہوس نہ کرو۔

⑤ حسد نہ کرو۔

⑥ بغض نہ رکھو۔

⑦ ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو۔

یہ سات زہریلے رذائل ہیں جو اُمت کی صفوں کو منتشر کرتے ہیں، اجتماعیت پارہ پارہ ہو جاتی ہے، ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

اچھی صفت جس کو اپنانے سے محبت عام ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ:

(كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا) (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ''اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔'' (معارف الحدیث: ۲/۲۱۲)

﴿۶۷﴾ ٹی وی پر کرکٹ کا کھیل دیکھنا نامناسب ہے

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ ﴾ (سورۃ لقمان: ۶)

ترجمہ: ''اور کچھ وہ لوگ ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں۔''

اس سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز و سامان اور آلات ساز و موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسان کو خیر اور معروف سے غافل کر دے۔ اس میں قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول اور جنسی اور سنسنی خیز لٹریچر رسالے اور بے حیائی کے پرچار کے اخبارات سب ہی آجاتے ہیں، اور جدید ترین ایجادات، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی۔ عہد رسالت میں بعض لوگوں نے گانے بجانے والی لونڈیاں بھی اس مقصد کے لیے خریدی تھیں کہ وہ لوگوں کا دل گانے سنا کر بہلاتی رہیں، تاکہ قرآن و اسلام سے وہ دور رہیں، اس اعتبار سے اس میں گلوکارائیں بھی آجاتی ہیں جو آج کل فنکار، فلمی ستارہ اور ثقافتی سفیر، اور پتہ نہیں کیسے کیسے مہذب، خوش نما اور دل فریب ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔ اور اس ''لہو الحدیث'' میں کرکٹ کا کھیل بھی آگیا خواہ کھیل ہو یا کرکٹ کا ٹی وی پر دیکھنا ہو، یا ریڈیو پر سننا ہو۔ کیونکہ یہ چیز بھی انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کر دیتی ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی)

﴿۶۸﴾ اسلام بے جا تکلفات سے روکتا ہے اور سادگی کی ترغیب دیتا ہے

سورۂ ص میں ہے:

﴿ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ (سورۂ ص: ۸۶)

ترجمہ: ''اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔''

اس آیت سے عام معاملات زندگی میں بھی تکلفات و تصنع سے اجتناب کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۷۲۹۳)

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مہمان کے لیے تکلف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لباس، خوراک، رہائش، اور دیگر معاملات میں تکلفات جو آج کل معیار زندگی بلند کرنے کے عنوان سے اصحاب حیثیت کا شعار اور وطیرہ بن چکا ہے اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اس میں سادگی اور بے تکلفی اختیار کرنے کی ترغیب و تلقین ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی)

﴿۶۹﴾ اولاد میں بھی برابری کرنی چاہیے

سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی﴾ (سورۂ مائدہ:۸)

ترجمہ: ”عدل وانصاف کرو، یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے۔“

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا تو میری والدہ نے کہا: اس عطیے پر آپ جب تک اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہیں بنائیں گے میں راضی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ میرے والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح کا عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اولاد کے درمیان انصاف کرو، اور فرمایا کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔ (صحیح بخاری و مسلم، تفسیر سعدی، ص ۲۸۸)

﴿۷۰﴾ روزانہ سورج اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو یہ سورج غروب ہو کر کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ عرش تلے جا کر خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے، پھر (طلوع ہونے کی) اجازت طلب کرتا ہے، تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے، اور قریب ہے کہ سورج سجدہ کرے اور قبول نہ کیا جائے، اجازت طلب کرے اور اجازت نہ دی جائے اور سورج سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہاں سے لوٹ جا، پس آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ﴾ (سورۂ یٰسٓ:۳۸)

ترجمہ: ”اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے۔“ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۴۷۲)

﴿۷۱﴾ ہوائیں آٹھ قسم کی ہوتی ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں: چار رحمت کی، چار زحمت کی۔

① نَاشِرَات ② مُبَشِّرَات ③ مُرْسَلَات ④ ذَارِیَات رحمت کی اور
⑤ عَقِیْم ⑥ صَرْصَرْ ⑦ عَاصِفْ ⑧ قَاصِفْ عذاب کی۔

ان میں سے پہلی دو خشکیوں کی اور آخری دو تری کی۔

جب اللہ تعالیٰ نے عاد والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا اور ہواؤں کے داروغہ کو اس کا حکم دیا تو اس نے دریافت کیا کہ جناب باری تعالیٰ! کیا میں ہواؤں کے خزانوں میں اتنا سوراخ کروں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نہیں! نہیں! اگر ایسا ہوا تو زمین اور زمین کی کل چیزیں اُلٹ پلٹ جائیں گی۔ اتنا نہیں بلکہ اتنا سوراخ کرو جتنا انگوٹھی میں ہوتا ہے۔ اب صرف اتنے سے سوراخ سے ہوا چلی جہاں پہنچی وہاں بھس اڑا دیا، جس چیز پر سے گزری اسے بے نشان کر دیا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (ابن کثیر)

﴿۷۲﴾ عزت کا معیار نسب نہیں بلکہ تقویٰ ہے

اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا ذات پات، خاندان اور نسب سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو اسی قدر اللہ کے یہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم اور

حوا علیہا السلام پر ختم ہی ہوتے ہیں۔ یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لیے مقرر کیے ہیں۔ بلاشبہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی شریف اور معزز گھرانے میں پیدا کردے وہ ایک موہوب شرف ہے، جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے لیکن یہ چیز ناز وفخر کرنے کے لائق نہیں ہے کہ اسی کو معیارِ کمال اور فضیلت ٹھہرالیا جائے، اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں! شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے بلا اختیار وکسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور وتفاخر سے باز رہے، اور اس نعمت کو کمینے اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ عزت کا اصلی معیار نسب نہیں ہے، تقویٰ اور طہارت ہے، اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا؟

﴿۷۳﴾ مؤمن حقیقی

حارث بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: حارث! صبح کیسے گزری؟ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک حقیقی مؤمن کی حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوب سمجھ کر کہو، کیونکہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ بتاؤ تو سہی۔ تو حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دنیا کی محبت سے میں نے روگردانی کرلی ہے، راتوں کو جاگ کر عبادت کرتا ہوں، دن کو روزے کے سبب پیاسا رہتا ہوں، اور اپنے کو یوں پاتا ہوں گویا میرے سامنے عرش رب کھلا ہوا ہے، اور گویا میں اہل جنت کو باہم ملاقاتیں کرتا دیکھتا ہوں، اور اہل دوزخ کو گرفتار بلا دیکھتا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اے حارث! تم ایمان کی حقیقت تک پہنچ چکے ہو، اس پر قائم رہنے کی کوشش کرنا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ (ابن کثیر)

﴿۷۴﴾ یک طرفہ بات سن کر کوئی رائے قائم نہ کی جائے

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں قاضی شریح کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک عورت اپنے خاوند کے خلاف شکایت لے کر آئی، جب عدالت میں حاضر ہوئی اپنا بیان دیتے وقت زاروقطار رونا شروع کردیا، مجھ پر اس کی آہ وبکا کا بہت اثر ہوا اور میں نے قاضی شریح سے کہا:

"ابوامیہ! اس عورت کے رونے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یقیناً مظلوم اور بے کس ہے، اس کی ضرور دادرسی کرنی چاہیے۔"

میری یہ بات سن کر قاضی شریح نے کہا:

"اے شعبی! یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی انہیں کنویں میں ڈالنے کے بعد اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے ہی آئے تھے۔"

تشریح: یعنی یک طرفہ بات سن کر کبھی رائے قائم نہ کرنی چاہیے، دونوں کی بات سنو، دونوں سے خوب حالات معلوم کرو، پھر فیصلہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

﴿۷۵﴾ غیبت کرنے پر عبرت ناک انجام

ایک تابعی جن کا نام ربعی رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک مجلس میں پہنچا، میں نے دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں، میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا۔ اب باتیں کرنے کے درمیان کسی کی غیبت شروع ہوگئی، مجھے یہ بات بری لگی کہ ہم یہاں مجلس میں بیٹھ کر کسی کی غیبت کریں، چنانچہ میں اس مجلس سے اُٹھ کر چلا گیا، اس لیے کہ اگر کسی مجلس میں غیبت ہو رہی ہے تو آدمی کو چاہیے کہ اس کو روکے، اور اگر روکنے کی طاقت نہ ہو تو کم از کم اس گفتگو میں شریک نہ ہو، بلکہ اُٹھ کر چلا جائے۔ چنانچہ میں اُٹھ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد خیال آیا کہ اب مجلس میں غیبت کا موضوع ختم ہوگیا ہوگا، اس لئے دوبارہ اس مجلس میں اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اب تھوڑی دیر ادھر اُدھر کی باتیں ہوئیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر غیبت شروع ہوگئی، لیکن اب میری ہمت کمزور پڑ گئی، اور میں مجلس سے اُٹھ نہ سکا، اور جو غیبت وہ لوگ کرتے رہے میں اسے سنتا رہا، پھر میں نے بھی غیبت کے ایک دو جملے کہہ دیئے۔

جب میں اس مجلس سے گھر آیا اور رات کو سویا تو خواب میں ایک انتہائی سیاہ فام آدمی کو دیکھا تو ایک بڑے طشت میں میرے پاس گوشت لے کر آیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ خنزیر کا گوشت ہے اور وہ سیاہ فام آدمی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ خنزیر کا گوشت کھاؤ۔ میں نے کہا: میں مسلمان ہوں خنزیر کا گوشت کیسے کھاؤں؟ اس نے کہا: یہ تمہیں کھانا پڑے گا۔ پھر زبردستی اس گوشت کے ٹکڑے میرے منہ میں ٹھونسنے لگا۔ اب میں منع کرتا جاتا ہوں اور وہ ٹھونستا جارہا ہے، یہاں تک کہ مجھے متلی اور قے آنے لگی مگر وہ ٹھونستا جارہا تھا۔ پھر اسی شدید اذیت کی حالت میں میری آنکھ کھل گئی۔ جب بیدار ہونے کے بعد میں نے کھانے کے وقت کھانا کھایا تو خواب میں جو خنزیر کے گوشت کا خراب اور بدبودار ذائقہ تھا وہ ذائقہ مجھے اپنے کھانے میں محسوس ہوا، اور تیس دن تک میرا یہ حال رہا، جس وقت بھی میں کھانا کھاتا تو ہر کھانے میں اس خنزیر کے گوشت کا بدترین ذائقہ میرے کھانے میں شامل ہو جاتا اور اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ سے اس پر متنبہ فرمایا کہ ذرا سی دیر میں نے مجلس میں غیبت کی تھی اس کا برا ذائقہ میں تیس دن تک محسوس کرتا رہا۔ (تعمیر حیات)

﴿۷۶﴾ دین میں کامیابی کی ایک عجیب مثال

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار دین پر رکھا ہے۔ جس طرح شہد کی مٹھاس کو شہد سے الگ نہیں کیا جاسکتا اور پھول کی خوشبو کو پھول سے جدا نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح کامیابی کو دین سے الگ کرنے کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ دین کیا ہے؟ جس کام کے کرنے کا اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے اس کو کرنا اور جس کام کے کرنے سے منع کیا ہے اس کو نہ کرنا دین ہے۔
حالات کے بننے اور بگڑنے کا مدار اعمال کے بننے اور بگڑنے پر ہے اور اعمال کے بننے اور بگڑنے کا مدار ایمان کے بننے بگڑنے پر ہے، ایمان بگڑے گا اعمال بگڑیں گے اور اعمال بگڑیں گے اللہ تعالیٰ حالات کو بگاڑیں گے۔ اس لیے مسلمان اپنی حالت بدل لیں اللہ تعالیٰ حالات کو بدل دیں گے۔

﴿۷۷﴾ سب سے زیادہ عظمت والی آیت

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوالمنذر! (یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس قرآن کریم میں سے کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب میں سے کون سی آیت سب سے زیادہ عظمت والی ہے؟ میں نے جواب دیا: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ یعنی آیت الکرسی سب سے زیادہ عظمت والی آیت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہیں علم مبارک ہو۔ (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ: ۱۸۵)

﴿۷۸﴾ جان ومال کی حفاظت اور شیطان کے شر سے بچنے کا بہترین نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان المبارک کی زکوٰۃ یعنی صدقۃ الفطر کی حفاظت اور نگرانی کے لیے مقرر فرمایا، چنانچہ (میں اس کی حفاظت اور نگرانی کررہا تھا کہ ایک رات) میرے پاس کوئی آنے والا آیا، اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لینے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: میں محتاج ہوں، میرے ذمہ بال بچوں کا بوجھ ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے (یعنی غربت اور تنگی نے مجھے چوری کرنے پر ابھارا ہے)۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا! اے ابوہریرہ! گذشتہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا تھا؟ میں نے

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کے بوجھ کا شکوہ کیا تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! اس نے تمہارے سامنے جھوٹ بولا، وہ دوبارہ آئے گا۔ حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے مجھے پورا یقین تھا کہ وہ دوبارہ آئے گا، اس لیے میں اس کی نگرانی اور انتظار کرتا رہا۔ چنانچہ وہ آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لینے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں، مجھ پر بال بچوں کا بوجھ ہے، آئندہ میں نہیں آؤں گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اس پر ترس آیا، چنانچہ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوہریرہ! تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کا شکوہ کیا تو مجھے اس پر ترس آیا اور میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آگاہ رہو! اس نے تمہارے سامنے جھوٹ بولا، وہ پھر آئے گا۔ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے پورا یقین تھا کہ وہ پھر سے آئے گا۔ چنانچہ میں اس کی نگرانی اور انتظار کرتا رہا۔ وہ پھر سے آیا اور دونوں ہاتھوں سے (اپنے برتن میں) غلہ بھرنے لگا۔ میں نے اس کو پکڑا اور کہا: میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، یہ آخری تیسری دفعہ ہے، ہر دفعہ تو کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا، مگر پھر آتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں چند کلمات سکھاتا ہوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع پہنچائیں گے۔ جب تم بستر پر لیٹو تو پوری آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اللہ کی طرف سے ایک محافظ برابر تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھے چند کلمات سکھائے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دیں گے (اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سنو! اس نے یہ بات سچ کہی جب کہ وہ جھوٹا ہے۔ اور تم جانتے ہو یہ شخص جس سے تم تین راتوں سے گفتگو کر رہے ہو کون ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ شیطان ہے۔ (رواہ البخاری، بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص لیٹتے وقت پوری آیت الکرسی پڑھے گا، اس کا مال چوری وغیرہ سے اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

﴿۷۹﴾ وضو کے فضائل و برکات

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اُمت کو وضو کا طریقہ اور اس کے متعلق احکام بتلائے ہیں، اُسی طرح آپ ﷺ نے اس کے فضائل و برکات بھی بیان فرمائے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے وضو کیا اور (بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق) خوب اچھی طرح وضو کیا، اس کے سارے جسم سے گناہ نکل جائیں گے، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و ہدایت کے مطابق باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے آداب و سنن وغیرہ کی رعایت کے ساتھ اچھی طرح وضو کرے گا تو اُس سے صرف اعضائے وضو کی میل کچیل اور باطنی ناپاکی ہی دور نہ ہوگی بلکہ اس کی برکت سے اس کے سارے جسم سے گناہوں کی ناپاکی بھی نکل جائے گی، اور وہ شخص حدث (باطنی ناپاکی) سے پاک ہونے کے علاوہ گناہوں سے بھی پاک صاف ہو جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرہ سے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں جو اس کی آنکھ سے ہوئے ہیں، اس کے بعد جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو وہ

سارے گناہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھ سے ہوئے، اس کے بعد جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے پاؤں سے نکل جاتے ہیں جو اس کے پاؤں سے ہوئے، یہاں تک کہ وضو سے فارغ ہونے کے ساتھ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

تشریح: یہاں چند باتیں وضاحت طلب ہیں:

① مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کے جسم سے نکل جانے اور دُھل جانے کا ذکر ہے، حالانکہ گناہ میل کچیل اور ظاہری نجاست جیسی کوئی چیز نہیں ہے، جو پانی کے ساتھ نکل جائے اور دُھل جائے۔

بعض شارحین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ گناہوں کے نکل جانے کا مطلب صرف معافی اور بخشش ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا ہے کہ بندہ جو گناہ جس عضو سے کرتا ہے اس کا ظلمانی اثر اور اس کی نحوست پہلے اس عضو میں اور پھر اس شخص کے دل میں قائم ہو جاتی ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے کو پاک کرنے کے لیے وہ بندہ سنن و آداب کے مطابق وضو کرتا ہے تو جس جس عضو سے اُس نے گناہ کیے ہوتے ہیں اور گناہوں کے جو گندے اثرات اور ظلمتیں اس کے اعضاء اور اس کے قلب میں قائم ہو چکی ہوتی ہیں، وضو کے پانی کے ساتھ وہ سب دُھل جاتی اور زائل ہو جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی اور مغفرت بھی ہو جاتی ہے۔ یہی دوسری توجیہ اس عاجز کے نزدیک حدیث کے الفاظ سے زیادہ قریب ہے۔ واللہ اعلم۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں چہرہ کے دھونے کے ساتھ صرف آنکھوں کے گناہوں کے دُھل جانے اور نکل جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے، حالانکہ چہرہ میں آنکھوں کے علاوہ ناک اور زبان ودہن (منہ) بھی ہیں اور بعض گناہوں کا تعلق انہیں سے ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں اعضائے وضو واستیعاب نہیں فرمایا، بطور تمثیل کے آنکھوں اور ہاتھ پاؤں کا ذکر فرما دیا ہے۔ اس مضمون کی ایک دوسری حدیث میں (جس کو امام مالک اور امام نسائی رحمہ اللہ نے عبداللہ ضابحی سے نقل کیا ہے) اس سے زیادہ تفصیل ہے۔ اس میں کلی اور ناک کے پانی (مضمضہ اور استنشاق) کے ساتھ زبان ودہن (منہ) اور ناک کے گناہوں کے نکل جانے اور دُھل جانے کا اور اسی طرح کانوں کے مسح کے ساتھ، کانوں کے گناہ نکل جانے کا بھی ذکر ہے۔

③ نیک اعمال کی یہ تاثیر ہے کہ وہ گناہوں کو مٹاتے اور اُن کے داغ دھبوں کو دھو ڈالتے ہیں، قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ﴾ (سورۂ ہود: ۱۱۴)

ترجمہ: ’’نیک اعمال گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔‘‘

اور احادیث میں خاص خاص اعمال حسنہ کا نام لے لے کر رسول اللہ ﷺ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ فلاں نیک عمل گناہوں کو مٹا دیتا ہے، فلاں نیک عمل گناہوں کو معاف کر دیتا ہے، فلاں نیک عمل گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، اس قسم کی بعض حدیثیں اس سلسلہ میں پہلے بھی گزر چکی ہیں، اور آئندہ بھی مختلف ابواب میں آئیں گی۔ ان میں سے بعض حدیثوں میں نبی کریم ﷺ نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ اُن نیک اعمال کی برکت سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اسی بناء پر اہل حق اہل السنہ اس کے قائل ہیں کہ اعمال حسنہ سے صرف صغائر ہی کی تطہیر ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی فرمایا گیا ہے:

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ (سورۂ نساء: ۳۱)

ترجمہ: ’’اگر تم کبائر منہیات (بڑے بڑے گناہوں) سے بچتے رہو گے تو تمہاری (معمولی) برائیاں اور غلطیاں ہم تم سے

دفع کردیں گے۔"

الغرض مندرجہ بالا دونوں حدیثوں میں وضو کی برکت سے جن گناہوں کے نکل جانے اور دُھل جانے کا ذکر ہے، اُن سے مراد صغائر ہی ہیں۔ کبائر کا معاملہ بہت سنگین ہے۔ اس کا زہر کا تریاق صرف توبہ ہی ہے۔ (معارف الحدیث: ۳/۴۶ تا ۴۷)

﴿۸۰﴾ جنت کے سارے دروازوں کی کنجی

(عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مَامِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ یَتَوَضَّأُ فَیُبْلِغُ اَوْفَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ الثَّمَانِیَۃُ یَدْخُلُھَا مِنْ اَیِّھَا شَاءَ) (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک سلسلہ کلام میں) فرمایا: جو کوئی تم میں سے وضو کرے (اور پورے آداب کے ساتھ خوب اچھی طرح) اور مکمل وضو کرے پھر وضو کے بعد کہے اَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تو لازمی طور پر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے، وہ جس دروازے سے بھی چاہے گا جنت میں جاسکے گا۔"

تشریح: وضو کرنے سے بظاہر صرف اعضائے وضو کی صفائی ہوتی ہے اس لیے مؤمن بندہ وضو کرنے کے بعد محسوس کرتا ہے کہ میں نے حکم کی تعمیل میں اعضائے وضو تو دھو لئے اور ظاہری طہارت اور صفائی کر لی، لیکن اصل گندگی تو ایمان کی کمزوری، اخلاص کی کمی، اور اعمال کی خرابی کی گندگی ہے۔ اس احساس کے تحت وہ کلمہ شہادت پڑھ کے، ایمان کی تجدید اور اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پیروی کا گویا نئے سرے سے عہد کرتا ہے، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کامل مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ حدیث میں فرمایا ہے کہ اس کے لیے جنت کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (معارف الحدیث: ۳/۴۷، ۴۸)

﴿۸۱﴾ جھوٹ کی بدبو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (انسان کی حفاظت کرنے والے) فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں اس بات کی بدبو کی وجہ سے جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔"

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۴۱۳)

تشریح: جس طرح مادی چیزوں میں خوشبو اور بدبو ہوتی ہے اسی طرح اچھے اور برے کلمات میں بھی خوشبو اور بدبو ہوتی ہے، جس کو اللہ کے فرشتے اسی طرح محسوس کرتے ہیں جس طرح ہم مادی چیزوں کی خوشبو اور بدبو کا احساس کرتے ہیں، اور کبھی کبھی اللہ کے وہ بندے بھی اس کو محسوس کرتے ہیں جن کی روحانیت ان کی مادیت پر غالب آجاتی ہے۔ (اصلاح معاشرہ ص: ۵۵)

﴿۸۲﴾ جھوٹے خواب بیان کرنے والوں کے بارے میں وعید

جھوٹا خواب بیان کرنے سے بہت احتراز کرنا چاہیے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے گا قیامت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اسے دو جو کے دانے دیں گے اور فرمائیں گے اس میں گانٹھ لگا۔ (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ مولانا عاشق الٰہی بلندشہری)

﴿۸۳﴾ عمل کی توفیق سلب ہونے کا سبب

عمل کی توفیق سلب ہونے کے اسباب میں سے مشتبہ اور حرام کمائی ہے کہ آدمی احتیاط سے نہ کمائے، حلال وحرام کا کوئی امتیاز نہ

کرے، مشتبہ اور غیر مشتبہ کو نہ دیکھے، پیسہ مقصود ہو جائے کہ جس طرح ہو پیسہ بٹورلو، ڈکیتی سے ہو، چوری سے ہو، رشوت سے ہو، سود سے ہو، دھوکے سے ہو، جھوٹ سے ہو، کسی بھی انداز سے پیسہ آنا چاہیے، ایسے پیسے کا اثر تو یہی ہوتا ہے کہ توفیق جاتی رہتی ہے۔

بہر حال حاصل یہ نکلا کہ عبادت کی توفیق اس وقت ہوتی ہے جب قلب میں نور ہو اور نورِ قلب میں تب ہوتا ہے جب کمائی ٹھیک ہو، حلال کی ہو اور حلال کا لقمہ میسر ہو۔ رزقِ حلال میں قلت و برکت ہوتی ہے۔

نیز حلال کی کمائی ہمیشہ تھوڑی ہوتی ہے۔ زیادہ نہیں ہوا کرتی، حرام کی کمائی تو ہو سکتا ہے کہ زیادہ ہو لیکن عادتاً حلال کی کمائی کم ہوتی ہے۔ اِلا ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کسی کو بڑھادے، مگر عادتاً لازمی بات یہ ہے کہ ضرورت کے موافق ملتا ہے مگر برکت اس میں زیادہ ہوتی ہے اس کی خیر زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ والسلام۔ (از: محمد یونس پالن پوری)

بمبئی میں ایک خاتون نے سوال کیا تھا کہ نماز، روزہ، ذکر، تلاوت کی توفیق نہیں ہوتی، قرآن کھول کر بیٹھوں پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، اس سوال پر مذکورہ جواب تحریر فرمایا گیا ہے۔

﴿۸۴﴾ بات کرنے میں اختصار سے کام لیجئے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن جب ایک شخص نے (ان کی موجودگی میں) کھڑے ہو کر (وعظ و تقریر کے طور پر) بات کی، اور بہت لمبی بات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص بات مختصر کرتا تو اس کے لیے زیادہ بہتر ہوتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ بات کرنے میں اختصار سے کام لوں کیونکہ بات میں اختصار بہتر ہوتا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

تجربہ شاہد ہے کہ بہت لمبی بات سے سننے والے اکتا جاتے ہیں، اور دیکھا ہے کہ بعض اوقات کسی تقریر و وعظ سے سامعین شروع میں بہت اچھا اثر لیتے ہیں، لیکن جب بات حد سے زیادہ لمبی ہو جاتی ہے تو لوگ اُکتا جاتے ہیں اور وہ اثر بھی زائل ہو جاتا ہے، اس لیے بات مختصر اور عام فہم ہونی چاہیے۔

﴿۸۵﴾ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل کی سازش

صاحب مجمع الفوائد نے طبرانی کی معجم کبیر کے حوالہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ کسی قدر تفصیل سے اسماعیل بن راشد کی روایت سے نقل کیا ہے۔ ذیل میں پہلے فرقہ خوارج کا کچھ تعارف، پھر اس واقعہ کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

خوارج:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر ہی کا ایک خاص گروہ تھا جو اپنی حماقت اور ذہنی کجروی کی وجہ سے ان کے فیصلہ کو غلط اور معاذ اللہ قرآن مجید کے صریح خلاف سمجھ کر ان کا مخالف اور آمادۂ بغاوت ہو گیا تھا، ان کی تعداد کئی ہزار تھی، پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے افہام و تفہیم کے نتیجہ میں ان میں سے ایک خاص تعداد راہ راست پر آ گئی، لیکن ان کی بڑی تعداد اپنی گمراہی پر قائم رہی، اور قتل و قتال پر آمادہ ہو گئی۔ بالآخر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف طاقت استعمال کرنی پڑی، جس کے نتیجے میں ان سے اکثر کا خاتمہ ہو گیا، کچھ باقی رہ گئے۔ ان باقی رہ جانے والوں میں سے تین شخص (۱) برک بن عبداللہ (۲) عمرو بن بکر تمیمی اور (۳) عبدالرحمٰن بن ملجم مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔ انہوں نے صورتِ حال پر تبادلہ خیال کیا، اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ سارا فتنہ ان لوگوں کی وجہ سے ہے، جن کے ہاتھوں میں حکومت ہے، ان کو کسی طرح ختم کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے تین حضرات کو متعین طور پر نامزد کیا: (۱) حضرت معاویہ (۲) حضرت عمرو

بن عاص ؓ (۳) حضرت علی مرتضیٰ ؓ۔

برک نے کہا کہ معاویہ کو قتل کر دینے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ عمرو بن تمیمی نے کہا کہ عمرو بن عاص کو ختم کر دینے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ عبدالرحمٰن بن ملجم نے کہا کہ علی کو قتل کر دینے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ پھر انہوں نے آپس میں اس پر عہد و پیمان کیا اور اس کے لیے یہ اسکیم بنائی کہ ہم میں سے ہر ایک ۱۷/رمضان المبارک کو جب کہ یہ لوگ فجر کی نماز پڑھانے کے لیے نکل رہے ہوں، حملہ کر کے اپنا کام کریں۔ اس دور میں نماز کی امامت خلیفہ وقت یا ان کے مقرر کیے ہوئے امیر ہی کرتے تھے۔

اپنے بنائے ہوئے اس پروگرام کے مطابق برک بن عبداللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دارالحکومت دمشق روانہ ہو گیا اور عمرو تمیمی مصر کی طرف جہاں کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن عاص ؓ تھے اور عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علی مرتضیٰ ؓ کے دارالحکومت کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

۱۷/رمضان المبارک کی صبح فجر کی نماز پڑھانے کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لے جارہے تھے، برک نے تلوار سے حملہ کیا، حضرت معاویہ ؓ کو کچھ محسوس ہو گیا اور انہوں نے دوڑ کر اپنے کو بچانا چاہا پھر بھی برک کی تلوار سے ان کی ایک سرین پر گہرا زخم آ گیا۔ برک کو گرفتار کر لیا گیا (اور بعد میں قتل کر دیا گیا)۔ زخم کے علاج کے لیے طبیب بلایا گیا، اس نے زخم کو دیکھ کر جس تلوار کا زخم ہے، اُس کو زہر میں بجھایا گیا ہے، اس کے علاج کی ایک صورت یہ ہے کہ گرم لوہے سے زخم کو داغ دیا جائے، اس صورت میں اُمید ہے کہ زہر سارے جسم میں سرایت نہیں کر سکے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میں آپ کو ایسی دوا تیار کر کے پلاؤں جس کا اثر یہ ہوگا کہ اس کے بعد آپ کی کوئی اولاد نہ ہو سکے گی۔ حضرت معاویہ ؓ نے فرمایا کہ گرم لوہے کے داغ کو تو میں برداشت نہ کر سکوں گا اس لیے مجھے وہ دوا تیار کر کے پلادی جائے، میرے لیے دو بیٹے یزید اور عبداللہ کافی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت معاویہ ؓ صحت یاب ہو گئے۔

عمرو تمیمی اپنے پروگرام کے مطابق حضرت عمرو بن عاص ؓ کو ختم کرنے کے لیے مصر پہنچ گیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ۱۷/رمضان کی رات میں حضرت عمرو بن عاص ؓ کو ایسی شدید تکلیف ہو گئی کہ وہ فجر کی نماز پڑھانے مسجد میں نہیں آ سکے، انہوں نے ایک دوسرے صاحب خارجہ بن حبیب کو حکم دیا کہ وہ ان کی جگہ مسجد جا کر نماز پڑھائیں، چنانچہ وہ آئے اور نماز پڑھانے کے لیے امام کے مصلے پر کھڑے ہوئے تو عمرو نے اس کو عمرو بن عاص ؓ سمجھ کر تلوار سے وار کیا اور وہ وہیں شہید ہو گئے۔ عمرو گرفتار کر لیا گیا۔ لوگ اس کو پکڑ کر مصر کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن عاص ؓ کے پاس لے گئے، اس نے دیکھا کہ لوگ ان کو امیر کے لفظ سے مخاطب کر رہے ہیں، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ بتلایا گیا کہ یہ مصر کے امیر و حاکم حضرت عمرو بن عاص ؓ ہیں۔ اس نے کہا میں نے جس شخص کو قتل کیا وہ کون تھا؟ بتلایا گیا کہ وہ خارجہ بن حبیب تھا۔ اُس بد بخت نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو مخاطب کر کے کہا: اے فاسق! میں نے تجھ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص ؓ نے فرمایا: تو نے یہ ارادہ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کا وہ ارادہ تھا جو ہو گیا، اس کے بعد خارجہ بن حبیب کے قصاص میں عمرو تمیمی کو قتل کر دیا گیا۔

ان میں تیسرا خبیث ترین اور شقی ترین بد بخت عبدالرحمٰن بن ملجم اپنے پروگرام کے مطابق کوفہ پہنچ گیا، وہ ۱۷/رمضان کو فجر سے پہلے مسجد کے راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا، حضرت علی مرتضیٰ ؓ کا معمول تھا کہ وہ گھر سے نکل کر الصَّلٰوۃ! الصَّلٰوۃ! پکارتے ہوئے اور لوگوں کو نماز کے لیے بلاتے ہوئے مسجد تشریف لاتے تھے، اس دن بھی حسب معمول اسی طرح تشریف لا رہے تھے کہ بد بخت ابن ملجم نے سامنے سے آ کر اچانک آپ کی پیشانی پر تلوار سے وار کیا اور بھاگا، لیکن تعاقب کر کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا، اور حضرت علی ؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ ؓ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت حسن ؓ سے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو اس قاتل ابن ملجم کے

بارے میں جیسا چاہوں گا فیصلہ کروں گا، چاہوں گا تو معاف کردوں گا اور چاہوں تو قصاص میں قتل کرادوں گا، اور اگر میں اس میں فوت ہوجاؤں تو پھر اس کو شرعی قانون قصاص کے مطابق قتل کردیا جائے لیکن مثلہ نہ کیا جائے (یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء الگ الگ نہ کاٹے جائیں) کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ کٹ کھنے کتے کو بھی مارا جائے تو اس کا مثلہ نہ کیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم کی اس ضرب کے نتیجے میں واصل بحق ہوگئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حکم سے اس بدبخت کو قتل کیا گیا اور غیظ وغضب سے بھرے لوگوں نے اس کی لاش کو نذر آتش بھی کیا۔ (معارف الحدیث:۸/۳۹۹)

﴿۸۶﴾ دو شریکوں کا عجیب قصہ

دو شخص آپس میں شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہوگئیں، ایک چونکہ پیشے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا، اس لیے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے، آپ اپنا حق لے کر الگ ہوجایئے، آپ کام کاج سے ناواقف ہیں، چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ کرلئے اور جدا ہوگئے۔

پھر پیشے سے واقف کار نے بادشاہ کے مرجانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا، اور اپنے ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا: بتلاؤ! میں نے کیسی چیز خریدی؟ اس کے ساتھی نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا، اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا: خدایا! اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصر دنیوی خرید لیا ہے، اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں۔ میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار دینار خرچ کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار راہِ خدا میں خرچ کردیئے۔

پھر اس دُنیادار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کرکے اپنا نکاح کیا، دعوت میں اس پرانے شریک کو بھی بلایا اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کرکے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس کے ساتھی نے اس کی بھی تعریف کی۔ باہر آکر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کی نیت سے ایک ہزار دینار نکالے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بار الٰہی! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کرکے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے، اور میں اس رقم سے تجھ سے حورعین کا طالب ہوں۔ اور پھر وہ رقم راہِ خدا میں صدقہ کردی۔

پھر کچھ مدت کے بعد اس دنیادار نے اس کو بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید لئے ہیں دیکھ لو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آکر اپنی عادت کے مطابق جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ خدایا! میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خریدے ہیں، میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں۔ چنانچہ اس رقم کو مستحقوں میں تقسیم کردیا۔

پھر جب فرشتہ ان کو فوت کرکے لے گیا، اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں پہنچادیا، جہاں ایک حسین عورت بھی اسے ملی، اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا، تو اُسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آگیا۔ فرشتے نے بتلایا کہ وہ تو جہنم میں ہے۔ تم اگر چاہو تو جھانک کر اُسے دیکھ سکتے ہو۔ اس نے جب اُسے جہنم کے اندر جلتا دیکھا تو اس سے کہا کہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا اور یہ تو رب تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر:۴/۳۶۷،۳۶۸)

﴿۸۷﴾ دل کو اتنا مانجھو کہ آئینہ کی طرح صاف شفاف ہوجائے

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان کی ہے، جس کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک دفعہ رومیوں اور چینیوں کے درمیان جھگڑا ہوا، رومیوں نے کہا کہ ہم اچھے صناع اور کاریگر ہیں، چینیوں نے کہا ہم ہیں۔ بادشاہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔ بادشاہ نے کہا: تم دونوں اپنی صفائی دکھلاؤ! اس وقت دونوں صناعوں کا موازنہ کرکے فیصلہ کیا جائے گا۔

اور اس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ بادشاہ نے ایک مکان بنوایا اور اس کے درمیان پردے کی ایک دیوار کھڑی کردی۔ چینیوں سے کہا کہ نصف مکان میں تم اپنی کاری گری دکھلاؤ اور رومیوں سے کہا کہ دوسرے نصف میں تم اپنی صناعی کا نمونہ پیش کرو۔ چینیوں نے تو دیوار پر پلاستر کرکے قسم قسم کے بیل بوٹے اور پھول پتے رنگ برنگ کے بنائے اور اپنے حصے کے کمرے کو مختلف نقش ونگار رنگ بیل بوٹوں سے گل گلزار بنادیا۔ ادھر رومیوں نے دیوار پر پلاستر کرکے ایک بھی پھول پتہ نہ بنایا، اور نہ ہی کوئی ایک بھی رنگ لگایا بلکہ دیوار کے پلاستر کو صیقل کرنا شروع کردیا، اور اتنا شفاف اور چمک دار کردیا کہ اس میں آئینہ کی طرح صورت نظر آنے لگی۔

جب دونوں نے اپنی اپنی کاریگری اور صناعی ختم کرلی تو بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ آیا اور حکم دیا کہ درمیان سے دیوار نکال دی جائے۔ جونہی دیوار بیچ میں سے ہٹی چینیوں کو وہ تمام نقاشی اور گلکاری رومیوں کی دیوار میں نظر آنے لگی اور تمام بیل بوٹے رومیوں کی دیوار میں منعکس ہوگئے جسے رومیوں نے صیقل کرکے آئینہ بنادیا تھا۔ بادشاہ سخت حیران ہوا کہ کس کے حق میں فیصلہ دے، کیونکہ ایک ہی قسم کے نقش ونگار دونوں طرف نظر آرہے تھے۔ آخر کار اس نے رومیوں کے حق میں فیصلہ کردیا کہ ان کی صناعی اعلیٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی صناعی بھی دکھلائی اور ساتھ ہی چینیوں کی کاری گری بھی چھین لی۔

مولانا روم نے اس قصے کو نقل کرکے آخر میں بطور نصیحت کے فرمایا ہے: اے عزیز! تو اپنے دل پر رومیوں کی صناعی جاری کر یعنی اپنے قلب کو ریاضت ومجاہدہ سے مانجھ کر اتنا صاف کرلے کہ تجھے گھر بیٹھے ہی دنیا کے سارے نقش ونگار اپنے دل میں نظر آنے لگیں۔

یعنی تو اپنے دل سے ہر قسم کا مادی میل کچیل نکال پھینک اور اسے علم الٰہی کی روشنی سے منور کردے تجھے دنیا وآخرت کے حقائق ومعارف گھر بیٹھے ہی نظر آنے لگیں گے، ایسے قلب صافی پر بے استاد وکتاب براہِ راست علوم خداوندی کا فیضان ہوتا ہے، اور وہ روشن سے روشن تر ہوجاتا ہے۔

﴿۸۸﴾ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کا قصہ

شمائل ترمذی میں ایک صحابی حضرت زاہر بن حرام اشجعی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بہت خوبصورت انداز سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ دیہات کے رہنے والے تھے، سبزی ترکاری وغیرہ جو بھی دیہات میں ان کو میسر ہوتا، حضور اقدس کے لیے تحفہ لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تحفہ بہت خوشی کے ساتھ قبول فرمایا کرتے تھے، اور یہ صورت وشکل کے اعتبار سے قبول صورت نہیں تھے لیکن ان کی سیرت، اور کمال اعلیٰ درجہ کا تھا۔ جب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دیہات واپس جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا کچھ تحفہ دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں حضرت زاہر اپنا سامان فروخت فرما رہے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے پیچھے سے آکر اچانک ان کی آنکھوں کو بند کرکے دبالیا۔ اب ان کو تو نظر نہیں آیا اور معلوم بھی نہیں کہ کون ہے۔ ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عام لوگوں میں سے کوئی ہے۔ زور زور سے شور مچا کر کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ پھر کن انکھیوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پہچان لیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو بجائے چھوڑ دو کہنے کے اپنی پیٹھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چپکا دیا کہ محبوب حقیقی کے سینے سے میرے بدن کا لگ جانا خیر وبرکت ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے: اس بندے کو کون خریدے گا؟ حضرت زاہر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو نہایت گھاٹا ہوگا اس لیے کہ مجھ بدصورت کو بیچنے سے کیا پیسہ مل سکے گا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کے یہاں کم قیمت اور سستے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ بڑے قیمتی ہیں۔ (شمائل ترمذی ص ۱۶)

اس واقعہ سے ہر شخص کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا مدار انسانوں کے دلوں پر ہے، جس نے تقویٰ کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے، اس نے حب خدا اور حب رسول کا بھی اعلیٰ مقام حاصل کرلیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اسامہ

رضی اللہ عنہ بہت کالے تھے مگر حضرات صحابہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ کی محبت سے زیادہ تھی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔

﴿۸۹﴾ جب امت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو بلائیں نازل ہوں گی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت پندرہ قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو اُمت پر بلائیں اور مصیبتیں آپڑیں گی۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا کیا برائیاں ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① جب مال غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے گا۔
② اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا۔
③ اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائے گا۔
④ اور علم دین دنیا طلبی کے لیے سیکھا جائے گا۔①
⑤ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے گا۔
⑥ اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا۔
⑦ اور آدمی اپنے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے گا اور اپنے باپ کے ساتھ سختی اور بداخلاقی سے پیش آئے گا۔
⑧ اور مسجد میں شور وغل ہونے لگے گا۔
⑨ جب قبیلہ کا سردار بدترین شخص بن جائے گا۔
⑩ اور قوم کا سربراہ ذلیل ترین شخص ہوگا۔
⑪ آدمی کا اعزاز واکرام اس کے شر سے بچنے کے لیے کیا جائے گا۔
⑫ لوگ کثرت سے شراب پینے لگیں گے۔
⑬ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے۔
⑭ ناچنے گانے والی عورتوں اور گانے بجانے کی چیزوں کو اپنا لیا جائے گا۔
⑮ اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت بھیجیں گے۔

تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین کے دھنس جانے، شکل بگڑ جانے اور پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو۔ اور ان نشانیوں کا انتظار کرو جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے یکے بعد دیگرے بکھرتے چلے جاتے ہیں۔

(ترمذی شریف: ۲/۴۴)

﴿۹۰﴾ پانچ چیزوں کی محبت پانچ چیزوں کو بھلادے گی

ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں لوگوں کو پانچ چیزوں سے محبت ہوگی اور پانچ چیزوں کو بھلادیں گے۔

① دنیا سے محبت کریں گے اور آخرت کو بھلادیں گے۔
② مال سے محبت کریں گے اور حساب وکتاب کو بھلادیں گے۔

① ان دونوں باتوں کا تذکرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں نہیں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جو ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد ہے (محمد امین پالن پوری)

④ مخلوق سے محبت کریں گے اور خالق کو بھلا دیں گے۔

⑤ گناہ کی چیزوں سے محبت کریں گے، توبہ کو بھلا دیں گے۔

⑥ بڑے بڑے محل اور کوٹھیوں سے محبت کریں گے اور قبر کو بھلا دیں گے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۴)

﴿۹۱﴾ اندھیری رات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوئی مل گئی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کنز العمال میں ایک حدیث مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا سے عاریت پر ایک سوئی لے رکھی تھی، اس سے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا سیا کرتی تھی۔ اندھیری رات میں وہ سوئی میرے ہاتھ سے گر گئی، بہت تلاش کی نہیں ملی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے نور کی شعاؤں سے سوئی دکھائی دینے لگی۔ میں نے ہنس کر سوئی اٹھالی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَنَا شَمْسٌ وَلِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ
وَشَمْسِيْ اَفْضَلُ مِنْ شَمْسِ السَّمَاءِ

"ہمارے ایک سورج ہے اور دنیا والوں کا بھی ایک سورج ہے، اور میرا سورج آسمان کے سورج سے افضل ہے۔"

(منتخب از کنز العمال علی ہامش مسند احمد: ۲۹/۴)

﴿۹۲﴾ بے عمل عالم جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا

(عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَعْنِیْ رِیْحَهَا) (رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ علم جس سے اللہ کی رضا چاہی جاتی ہے (یعنی دین اور کتاب وسنت کا علم) اگر اس کو کوئی شخص دنیا کی دولت کمانے کے لیے حاصل کرے تو وہ قیامت میں جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔"

(عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِغَیْرِ اللّٰهِ اَوْ اَرَادَ بِهٖ غَیْرَ اللّٰهِ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ) (رواہ الترمذی)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے علم دین اللہ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ غیر اللہ کے لیے (یعنی دنیوی اور نفسانی اغراض کے لیے) حاصل کیا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے۔"

اللہ تعالیٰ نے دین کا علم انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اور آخر میں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی آخری مقدس کتاب قرآن مجید کے ذریعے اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اس کی روشنی اور رہنمائی میں اس کے بندے اللہ کی رضا کے راستے پر چلتے ہوئے اس کے دار رحمت یعنی جنت تک پہنچ جائیں۔ اب جو بدنصیب آدمی اس مقدس علم کو اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت کے بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل اور دنیوی دولت کمانے کا وسیلہ بناتا ہے اور اس کے واسطے اس کو حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اس مقدس علم پر ظلم عظیم کرتا ہے، اور یہ شدید ترین معصیت ہے۔ اور ان حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے کہ اس کی سزا جنت کی خوشبو تک سے محرومی اور جنت کا عذاب الیم ہے۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا! (عَنْ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِیْ یُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَیَنْسٰی نَفْسَہٗ کَمَثَلِ السِّرَاجِ یُضِیْءُ النَّاسَ وَیُحْرِقُ نَفْسَہٗ) (رواہ الطبرانی والضیاء المقدسی)

ترجمہ: ”حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس عالم کی مثال جو دوسرے لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے کو بھولے رہتا ہے اس چراغ کی سی ہے جو آدمیوں کو تو روشنی فراہم کرتا ہے لیکن اپنی ہستی کو جلاتا رہتا ہے۔“

(عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ عِلْمُہٗ)

(رواہ الطیالسی فی مسندہ وسعید بن منصور فی سننہ وابن عدی فی الکامل والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اس کے علم نے نفع نہیں پہنچایا (یعنی اس نے اپنی عملی زندگی کو علم کے تابع نہیں بنایا)۔“

بعض گناہ ایسے ہیں جن کو بلا تفریق مؤمن و کافر سب ہی انسان شدید و سنگین جرم اور سخت سزا کا مستوجب سمجھتے ہیں جیسے ڈاکہ زنی، خون ناحق، زنا بالجبر، چوری، رشوت ستانی، یتیموں اور بیواؤں اور کمزوروں پر ظلم و زیادتی اور ان کی حق تلفی جیسے ظالمانہ گناہ۔ لیکن بہت سے گناہ ایسے ہیں جن کو عام انسانی نگاہ اس طرح شدید و سنگین نہیں سمجھتی، لیکن اللہ کے نزدیک اور فی الحقیقت وہ ان کبائر و فواحش ہی کی طرح یا ان سے بھی زیادہ شدید و سنگین ہیں، شرک و کفر بھی ایسے ہی گناہ ہیں، اور علم دین جو نبوت کی میراث ہے) اس کی بجائے دینی مقاصد کے دینوی اغراض کے لیے سیکھنا اور دنیا کمانے کا وسیلہ بنایا، علی ہذا اپنی عملی زندگی کو اس کے تابع نہ بنانا بلکہ اس کے خلاف زندگی گزارنا بھی اسی قبیل سے ہیں۔

پہلی قسم کی معصیتوں میں مخلوق کا مخلوق پر ظلم ہوتا ہے، اس لیے اس کو خدا نا آشنا کافر بھی محسوس کرتا ہے، اور ظلم و پاپ سمجھتا ہے۔ لیکن دوسری قسم کے گناہوں میں اللہ و رسول اور ان کی ہدایت و شریعت اور اس مقدس علم کی حق تلفی اور ان پر ایک طرح کا ظلم ہوتا ہے، اس کی سنگینی اور شدت کو وہی بندے محسوس کر سکتے ہیں جن کے قلوب اللہ و رسول اور دین و شریعت اور ان کے علم کی عظمت سے آشنا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ علم دین کو بجائے رضائے الٰہی اور اجر اخروی کے دینوی اغراض کے لیے سیکھنا اور اس کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنانا، اسی طرح خود اس کے خلاف زندگی گزارنا، شرک و کفر اور نفاق کی قبیل کے گناہ ہیں، اس لیے ان کی سزا وہ ہے جو مندرجہ بالا حدیثوں میں بیان فرمائی گئی ہے (یعنی جنت کی خوشبو تک سے محروم رہنا، اور دوزخ کا عذاب)۔ اللہ تعالیٰ حاملین علم دین کو توفیق عطا فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات و تنبیہات ہمیشہ ان کے سامنے رہیں۔

﴿۹۳﴾ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک ہزار قسم کی مخلوقات پیدا کی ہیں

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک سال ٹڈیاں کم ہو گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹڈیوں کے بارے میں بہت پوچھا لیکن کہیں سے کوئی خبر نہ ملی۔ وہ اس سے بہت پریشان ہوئے، چنانچہ انہوں نے ایک سوار یمن بھیجا، دوسرا شام اور تیسرا عراق بھیجا تاکہ یہ سوار پوچھ کر آئیں کہ کہیں ٹڈی نظر آئی ہے یا نہیں۔ جو سوار یمن گیا تھا وہ وہاں سے ٹڈیوں کی ایک مٹھی لے کر آیا، اور لاکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ٹڈیوں کو دیکھا تو تین دفعہ اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار مخلوق پیدا کی ہے، چھ سو سمندر میں اور چار سو خشکی میں، اور ان میں سے سب سے پہلے ٹڈی ختم ہوگی، جب ٹڈیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر اور مخلوقات بھی ایسے آگے پیچھے ہلاک ہونی شروع ہو جائیں

کی جیسے موتیوں کی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷۱، حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۸۲)

﴿۹۴﴾ دیہاتیوں کے عجیب وغریب سوالات

حضرت سلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیہاتی لوگوں کے سوالات سے بڑا نفع پہنچاتے ہیں:

① ایک دن ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر کیا ہے جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کون سا درخت ہے؟ اس نے کہا: بیری کا درخت، کیونکہ اس میں تکلیف دہ کانٹے ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

﴿فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ﴾ (سورۂ واقعہ: ۲۸)

ترجمہ: ”وہاں اُن باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹے دور کر دیے ہیں، اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیا ہے۔ اس درخت میں ایسے پھل لگیں گے کہ ہر پھل میں بہتر (۷۲) قسم کے ذائقے ہوں گے اور ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔

② حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک دیہاتی آدمی آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنت میں ایک ایسے درخت کا ذکر سنا ہے کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ کانٹے والا درخت کوئی اور نہیں ہوگا یعنی ببول کا درخت۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے ہر کانٹے کی جگہ بھرے ہوئے گوشت والے بکرے کے خصیہ کے برابر پھل لگا دیں گے اور اس پھل میں ستر (۷۰) قسم کے ذائقے ہوں گے ہر ذائقہ دوسرے سے مختلف ہوگا۔

③ حضرت عتبہ بن عبد سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کے بارے میں پوچھا اور جنت کا تذکرہ کیا، پھر اس دیہاتی نے کہا کیا جنت میں پھل بھی ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس میں ایک درخت ہے جسے طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور چیز کا بھی ذکر کیا لیکن مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز تھی؟ اس دیہاتی نے کہا: ہمارے علاقہ کے کس درخت کے مشابہ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے علاقہ کے کسی درخت کے مشابہ نہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم شام گئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شام کے ایک درخت کے مشابہ ہے جس کو اخروٹ کہا جاتا ہے، ایک تنے پر اُگتا ہے اور اس کے اوپر والی شاخیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: گچھا کتنا بڑا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیاہ سفید داغوں والا کوا بغیر رُکے ایک مہینہ مسلسل اُڑ کر جتنا فاصلہ طے کرتا ہے وہ گچھا اس فاصلے کے برابر ہوگا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا اس درخت کی جڑ کتنی موٹی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے گھر والوں کے اونٹوں میں سے ایک جوان اونٹ چلنا شروع کرے اور چلتے چلتے بوڑھا ہو جائے، اور بوڑھا ہونے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے پھر بھی وہ اس کی جڑ کا ایک چکر نہیں لگا سکے گا۔

④ پھر اس دیہاتی نے پوچھا کیا جنت میں انگور ہوں گے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے پوچھا: انگور کا دانہ کتنا بڑا ہوگا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے باپ نے کبھی اپنی بکریوں میں سے بڑا بکرا ذبح کیا ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں! کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس نے اس کی کھال اتار کر تیری ماں کو دی ہو اور اس سے کہا ہو کہ اس کھال کا ہمارے لیے ڈول بنا دے؟

اس دیہاتی نے کہا: جی ہاں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ دانہ اس ڈول کے برابر ہوگا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا: (جب دانہ ڈول کے برابر ہوگا) پھر تو ایک دانے سے میرا اور میرے گھر والوں کا پیٹ بھر جائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں! بلکہ تیرے سارے خاندان کا پیٹ بھر جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۶۶، ۶۷)

۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کے دن مخلوق کا حساب کون لے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ۔ اس دیہاتی نے کہا: ربِ کعبہ کی قسم پھر تو ہم نجات پا گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے دیہاتی کیسے؟ اس نے کہا: کیونکہ کریم ذات جب کسی پر قابو پالیتی ہے تو معاف کر دیتی ہے۔

(حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۴۱)

﴿۹۵﴾ چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے موت بہتر ہے

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارے سامنے چھ چیزیں ظاہر ہونے لگیں تو تمہارے لیے دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

(عَنْ عَبْسٍ الْغِفَارِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا ① إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ ② وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ ③ وَبَيْعَ الْحُكْمِ ④ وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ ⑤ وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ ⑥ وَنَشْأً يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْاٰنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهٗ يُغَنِّيْهِمْ وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا) (مسند احمد: ۳/ ۴۹۴)

ترجمہ: ”حضرت عبد غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چھ چیزوں پر موت کے ذریعہ سبقت کر جاؤ یعنی ان سے پہلے مر جاؤ۔ ① بے وقوفوں اور نا اہلوں کی امارت اور سربراہی پر۔ ② پولیس کی کثرت پر۔ ③ فیصلہ کی فروختگی پر۔ ④ خون ریزی کی معمولی سمجھے جانے پر۔ ⑤ رشتہ ناتا توڑے جانے پر۔ ⑥ ایسی نسل پر جو قرآن کریم کو باجا گانا بنائے گی، وہ تلاوت کرنے والے کو آگے کریں گے جو ان کو قرآن گانے کی لے میں سنائے گا اگر چہ وہ دین کے فہم میں ان سے کم تر ہوگا (مگر محض خوش الحانی کی وجہ سے آگے بڑھایا جائے گا)۔“

اس حدیث پاک میں جناب رسالت مآب ﷺ نے چھ قسم کی تباہ کن چیزوں کی پیشین گوئی فرمائی ہے جن سے اُمت کا حال بد سے بدتر ہو جائے گا، معاشرہ نہایت خراب ہو جائے گا، اسلام کا پورا حلیہ بدل جائے گا۔ اس وقت کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی زندگی سے موت بہتر ہو جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں نا اہل اور نادان لوگ حاکم سربراہ ہوں گے، ان کی امارت وحکومت میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے حکام اور لیڈر تم میں سب سے گھٹیا اور بدترین ہوں گے، اور بخیل تمہارے مالدار ہوں گے، اور تمہارے معاملات عورتوں کے مشوروں سے طے ہونے لگیں گے تو تمہارا دنیا میں زندہ رہنے سے مر کر قبروں میں دفن ہو جانا زیادہ بہتر ہوگا۔ (ترمذی شریف: ۲/ ۵۲)

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں پولیس والے ایسے نہیں تھے جیسے اب ہیں، پولیس کی ضرورت صرف مقامی حالات بہتر کرنے اور لوگوں کو ظلم و زیادتی سے روک تھام کرنے کے لیے پڑتی ہے۔ لیکن اب ظلم و زیادتی کو روکنے کے بجائے پولیس والوں کی طرف سے جو ظلم و زیادتیاں ہوتی ہیں، ان کی انتہا نہیں رہی۔ راستوں میں گاڑی گھوڑوں کی ڈاکوؤں اور چوروں سے حفاظت کے لیے کتنی ہی پولیس کو متعین

کر دیا جائے مگر بجائے حفاظت کرنے کے خود ہی مسافروں اور گاڑی والوں کو پریشان کرتے ہیں اور خوب رشوت لیتے ہیں، آج کل پولیس کی کس قدر کثرت ہے سب دیکھ رہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسی رذیل ترین پولیس کی کثرت ہو جائے تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہے۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو قسم کے لوگ اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں، وہ آئندہ چل کر پیدا ہوں گے۔

① وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی اور راستہ میں نہایت سنور کر بے پردہ چلیں گی، ننگے سر ہونے کی وجہ سے چلتے وقت ان کے سر اونٹوں کی کوہان کی طرح ہلتے رہیں گے۔ ایسی عورتوں کو جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی۔

② وہ پولیس، پی۔ اے۔ سی جن کے ہاتھوں میں جانوروں کی دُم کی طرح ڈنڈے ہوں گے، ان سے غریبوں اور نہتوں کو ماریں گے، ان کو بھی جنت نصیب نہ ہوگی۔ (مسلم شریف: ۲/ ۲۰، مشکوٰۃ ص ۳۰۲)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جس میں حاکموں اور قاضیوں کے فیصلے فروخت ہوں گے، جس کے پاس پیسہ ہوگا وہ رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کروا لے گا، عدل و انصاف نام کا بھی نہیں رہے گا، حق و انصاف کا فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ رشوت کا فیصلہ ہوا کرے گا، حاکم و قاضی خود کہے گا کہ ہمارا قلم تو یہ بتا رہا ہے کہ ہم اس کے حق میں فیصلہ لکھیں گے جو موٹا لفافہ پیش کرے۔

بھائیو! پہلے تو حاکم و قاضی کا پیش کار، کلرک وغیرہ چھپ چھپا کر رشوت کی بات کیا کرتے تھے، مگر اب تو سر عام حاکم و قاضی کی کرسی پر ہی معاملہ طے کیا جاتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب ایسا وقت آ جائے تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہے۔

بھائیو! خوب اچھی طرح سن لو! نبی کریم ﷺ نے تین لوگوں پر لعنت فرمائی ہے:

① رشوت لینے والے پر۔

② رشوت دینے والے پر۔

③ ان دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر۔

مسند احمد میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

(لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّائِشَ الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا) (مسند احمد: ۴/ ۲۰۵)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے، رشوت لینے والے اور ان دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔''

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں قتل و غارت گری اور بات بات پر خون خرابہ کرنا کوئی اہم بات نہ ہوگی، ذرا ذرا سی بات پر چاقو، تلوار، بندوق نکل آئیں گی، منٹوں میں قتل و خون ریزی ہونے لگے گی۔ کون کس پر حملہ کر رہا ہے کس کی گردن مار رہا ہے، اس کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ جب ایسا فتنہ و فساد کا زمانہ آ جائے تو دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہوگی۔

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ہر خطبہ میں بار بار یہ فرمایا ہے کہ تم میرے بعد ایک دوسرے کی گردن نہ مارنا اس سے تم پر خطرہ ہے کہ کفار و مرتد بن کر اسلام سے ہی پھر جاؤ۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں عزیز و اقارب کے ساتھ ہمدردی صلہ رحمی سب ختم ہو جائیں گی۔ لوگ اپنے رشتہ داروں اور قرابت داروں سے دور رہنے میں عافیت اور خیر سمجھنے لگیں گے۔ کچھ تو اس لیے دور رہنے لگیں گے کہ ان کو قرابت داروں سے بجائے ہمدردی کے تکلیف اور ایذاء پہنچتی ہے، اور کچھ اس لیے دوری اختیار کریں گے تا کہ مدد نہ کرنی پڑے۔

ایک حدیث شریف میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بہت سخت ناراض ہیں، وہ ابغض الناس الی اللہ ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے۔

② قرابت داروں کے ساتھ بے دردی سے ناتا توڑنے والے۔

③ منکر اور برائی کا حکم کرنے والے اور بھلائی سے روکنے والے۔ (ترغیب وترہیب: ۳/۲۱۷)

ایک حدیث شریف میں دو کام کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں کی بشارت ہے، وہ دو کام یہ ہیں۔

① اللہ تعالیٰ کا خوف غالب رہے تقویٰ و ورع اختیار کرے۔

② رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرے۔

جو یہ دو کام کرے گا اس کے لیے یہ تین بشارتیں ہیں:

① اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے گا، حیات دراز کرے گا۔

② اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں فراوانی کرے گا۔

③ بری موت سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا۔

(عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّمَدَّ لَهٗ فِيْ عُمْرِهٖ وَيُوَسَّعَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيْتَةُ السَّوْءِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی عمر دراز کی جائے، اور اس کے رزق میں وسعت پیدا کر دی جائے، اور اس سے بری موت کو دور کر دیا جائے تو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے تقویٰ اختیار کرے اور چاہیے کہ صلہ رحمی کا عادی بن جائے۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں لوگ قرآن کریم کو گانا اور باجا بنالیں گے یعنی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا گانے کی طرز پر پڑھے گا، اور لوگ کھیل تماشہ کی طرح دیکھنے اور سننے کے لیے جمع ہو جائیں گے، ان میں سے کسی فرد میں یہ داعیہ نہ ہو گا کہ قرآن سن کر اس کو سمجھے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ آج کل ہوٹلوں اور چوراہوں اور دُکانوں میں عمدہ ترین قاری کی قرأت کیسٹوں میں چالو کر دی جاتی ہے اور دور دور تک اس کی آواز پہنچتی ہے، اور وہیں پر کوئی سگریٹ پی رہا ہے، اور کوئی چائے پی رہا ہے، اور کوئی باتیں کر رہا ہے، اور کوئی واہ واہ کر رہا ہے، کیا یہ قرآن کریم کی سخت ترین بے ادبی اور گستاخی اور توہین نہیں ہے؟ ایک صاحب ایمان مسلمان اس کو کیسے برداشت کر رہا ہے؟ اسی لیے جناب رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ایسا زمانہ آجائے تو تمہارے لیے دنیا میں زندہ رہنے سے موت بہتر ہو گی۔

﴿۹۶﴾ نماز کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام کی گردن کا پھوڑا ٹھیک ہو گیا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی گردن میں پھوڑا نکل آیا، انہوں نے نماز پڑھی تو وہ پھوڑا نیچے اتر کر سینے پر آگیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پھر نماز پڑھی تو وہ کوکھ میں آگیا۔ انہوں نے پھر نماز پڑھی تو ٹخنے میں آگیا۔ انہوں نے پھر نماز پڑھی تو انگوٹھے میں آگیا۔ انہوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ چلا گیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۰۷)

﴿۹۷﴾ نماز کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات

① حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک تم نماز میں ہوتے ہو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہو، اور جو بادشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لیے دروازہ ضرور کھلتا ہے۔

② حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنی ضرورتیں فرض نمازوں پر اُٹھا رکھو یعنی فرض نمازوں کے بعد اپنی ضرورتیں اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

③ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے گا اس وقت تک ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک کے درمیان جتنے گناہ کیے ہوں گے وہ سارے گناہ نماز سے معاف ہو جائیں گے۔

④ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمازیں بعد والے گناہوں کے لیے کفارہ ہوتی ہیں۔

⑤ حضرت آدم علیہ السلام کے پاؤں کے انگوٹھے میں ایک پھوڑا نکل آیا تھا پھر وہ پھوڑا چڑھ کر پاؤں کی جڑ یعنی ایڑی میں آگیا، پھر چڑھ کر گھٹنوں میں آگیا پھر کوکھ میں آگیا، پھر چڑھ کر گردن میں آگیا، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا کندھوں سے نیچے آگیا، انہوں نے پھر نماز پڑھی تو وہ نکل کر ان کی کھوکھ پر آگیا، پھر نماز پڑھی تو اُتر کر گھٹنوں پر آگیا، پھر نماز پڑھی تو اُتر کر قدموں میں آگیا، پھر نماز پڑھی تو وہ پھوڑا ختم ہو گیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۰۷)

﴿۹۸﴾ ایک عورت کا عجیب قصہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے پوچھا: کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے زنا کیا تھا جس سے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا، پھر میں نے اس بچہ کو قتل کر ڈالا، میں نے کہا نہیں (تم نے دو بڑے گناہ کیے ہیں اس لیے) نہ تو تمہاری آنکھ کبھی ٹھنڈی ہو، اور نہ تجھے شرافت و کرامت حاصل ہو۔ اس پر وہ عورت افسوس کرتی ہوئی اُٹھ کر چلی گئی۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، اور اس عورت نے جو کچھ کہا تھا اور میں نے اسے جو جواب دیا تھا وہ سب حضور ﷺ کو بتایا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم نے اسے برا جواب دیا، کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتے:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (سورۃ الفرقان: ۶۸، ۷۰)

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے، اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر، اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (وخوار) ہو کر رہے گا، مگر جو (شرک اور معاصی سے) توبہ کر لے اور (ایمان) بھی لے آوے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔''

پھر میں نے یہ آیتیں اس عورت کو پڑھ کر سنائیں، اس نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری خلاصی کی صورت بنا دی۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ وہ افسوس کرتے ہوئے ان کے پاس سے چلی گئی اور وہ کہہ رہی تھی ہائے افسوس! کیا یہ حسن

جہنم کے لیے کیا گیا ہے؟ اس روایت میں آگے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور انہوں نے مدینہ کے تمام محلوں اور گھروں میں اس عورت کو ڈھونڈھنا شروع کیا، اسے بہت ڈھونڈھا لیکن وہ عورت کہیں نہ ملی، اگلی رات کو وہ خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو حضور اکرم ﷺ نے جو جواب دیا تھا وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُسے بتادیا، وہ فوراً سجدہ میں گر گئی اور کہنے لگی۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے خلاصی بنادی، اور جو گناہ مجھ سے سرزد ہو گیا تھا اس سے توبہ کا راستہ بتا دیا اور اس عورت نے اپنی ایک باندی اور اس کی بچی آزاد کی، اور اللہ کے سامنے سچی توبہ کی۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲۲/۴)

﴿۹۹﴾ ایک ہزار برس تک جہنم میں یاحَنَّانُ یامَنَّانُ کہنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا: یَاحَنَّانُ یَامَنَّانُ! تب اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا: ''جاؤ! دیکھو! یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' جبرئیل علیہ السلام آکر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال میں سر جھکائے آہ وزاری کررہے ہیں، جاکر جناب باری تعالیٰ میں خبر کریں گے۔ اللہ فرمائے گا: ''پھر جاؤ! فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے، جاؤ! اسے لے آؤ۔'' حضرت جبرئیل علیہ السلام بحکم خدا تعالیٰ جائیں گے اور اسے لاکر خدا کے سامنے کھڑا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خدایا! ٹھہرنے کی بھی بری جگہ اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے۔

خدا تعالیٰ فرمائے گا: اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کرآؤ، تو یہ گڑگڑائے گا، عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین خدا! جب تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ تو پھر مجھے اس میں داخل کردے، مجھے تجھ سے رحم وکرم ہی کی اُمید ہے۔ خدایا! بس اب مجھ پر کرم فرما! جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہیں ڈالے گا۔ اس مالک ورحمان ورحیم خدا کو بھی رحم آجائے گا اور فرمائے گا: ''اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۱۹/۴)

﴿۱۰۰﴾ سب سے آخر میں جہنم سے نکلنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ یہ ایک گناہ گار بندہ ہوگا جسے خدا کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس کے بڑے بڑے گناہ چھوڑ کر چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرست کرو، چنانچہ اس سے سوال ہوگا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کرسکے گا، اقرار کرے گا۔ آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی۔ اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی، اور کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اور بھی بہت سے اعمال کیے تھے جنہیں یہاں پا نہیں رہا۔ یہ فرماکر حضور اقدس ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے۔ (مسلم، بحوالہ ابن کثیر: ۲۱/۴)

﴿۱۰۱﴾ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس گناہ مٹادیتا ہے

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ شیطان سے کہتا ہے کہ مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں دے۔ وہ دے دیتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے میں دس دس گناہ وہ اس کے صحیفے سے مٹادیتا ہے اور انہیں نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ پس تم میں سے جو بھی سونے کا ارادہ کرے تو وہ تینتیس دفعہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' تینتیس دفعہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' اور چونتیس دفعہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے۔ یہ مل کر سو مرتبہ ہو گیا۔ (ابن ابی الدنیا، بحوالہ ابن کثیر: ۲۱/۴)

﴿۱۰۲﴾ قیامت کے دن نیک لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جائے گا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا۔ وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اس میں اس کی برائیاں درج ہوں گی، جنہیں پڑھ کر یہ کچھ نا اُمید سا ہونے لگے گا۔ اس وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھیں ہوئی پائے گا۔ جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی، اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں اس کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ خدا کے سامنے آئیں گے جن کے پاس بہت کچھ گناہ ہوں گے، پوچھا گیا وہ کون سے لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۱)

﴿۱۰۳﴾ ہر شر سے حفاظت کا بہترین نسخہ

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ صحابی روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کو بارش کی رات اور سخت اندھیرے میں تلاش کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کو ہم پا گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین بار ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور تین بار ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور تین مرتبہ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ صبح شام پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے ہر شے سے کافی ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۸)

یہ وظیفہ ہر شر سے بچانے کے لیے کافی ہے یعنی نفس و شیطان اور جنات و آسیب جادو، حاسد و دشمنوں کے ہر شر اور بری نظر کے شر سے حفاظت کا بہترین نسخہ ہے، نیز یہ وظیفہ ہر وظیفہ کی طرف سے بھی کافی ہے۔

﴿۱۰۴﴾ ہر غم سے نجات کا بہترین نسخہ

﴿حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ﴾ (سورۃ توبہ: ۱۲۹)

ترجمہ: ”کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ نہیں ہے کوئی معبود اس کے سوا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔“

ابوداؤد شریف میں ہے کہ جو شخص اس کو سات مرتبہ صبح اور سات مرتبہ شام پڑھ لیا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے ہر غم اور فکر کے لیے کافی ہو جائے گا۔ مشہور مفسر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ورد اس فقیر کا بھی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

﴿۱۰۵﴾ حضرت معاذ اور ان کی اہلیہ میں نوک جھونک

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو کلاب میں صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے وہاں جا کر صدقات وصول کر کے ان میں ہی تقسیم کر دیے اور اپنے لیے کوئی چیز نہ چھوڑی، اور اپنا جو ٹاٹ لے کر گئے تھے اسے ہی اپنی گردن میں رکھے ہوئے واپس آئے، تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ صدقات وصول کرنے والے اپنے گھر والوں کے لیے جو ہدیہ لایا کرتے ہیں وہ کہاں ہیں؟

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ساتھ مجھے دبا کر رکھنے والا ایک نگران تھا۔ اس لیے ہدیے نہیں لا سکا۔ اس کی بیوی نے کہا: حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں تو آپ امین تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ دبا کر رکھنے والا ایک نگران بھی بھیج دیا؟ وہ آپ کو امین نہیں سمجھتے۔ ان کی بیوی نے اپنے خاندان کی عورتوں میں اس کا بڑا شور مچایا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا: کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی نگران بھیجا تھا؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اپنی بیوی سے معذرت کرنے کے لیے اور کوئی بہانہ نہ ملا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنسے اور انہیں کوئی چیز دی، اور

فرمایا: یہ دے کر اسے راضی کرلو۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ نگراں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۴۴/۳)

﴿۱۰۶﴾ محبت بڑھانے کیلئے میاں بیوی کا آپس میں جھوٹ بولنا جائز ہے

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے، ان کی باندی گھر کے کونے میں (سو رہی) تھی۔ یہ اُٹھ کر اس کے پاس چلے گئے اور اس میں مشغول ہو گئے۔ ان کی بیوی گھبرا کر اُٹھی، اور ان کو بستر پر نہ پایا تو وہ اُٹھ کر باہر چلی گئی اور انہیں باندی میں مشغول دیکھا، وہ اندر واپس آئی اور چھری لے کر باہر نکلی۔ اتنے میں یہ فارغ ہو کر کھڑے ہو چکے تھے، اور اپنی بیوی کو راستے میں ملے۔ بیوی نے چھری اُٹھائی ہوئی تھی۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ بیوی نے کہا: ہاں! کیا بات ہے؟ اگر میں تمہیں وہاں پالیتی جہاں میں نے تمہیں دیکھا تھا تو میں تمہارے کندھوں کے درمیان یہ چھری گھونپ دیتی۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا: میں نے تمہیں باندی کے پاس دیکھا تھا۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے مجھے وہاں نہیں دیکھا تھا (میں باندی کے پاس نہیں گیا، میں نے اس کے ساتھ کچھ نہیں کیا، اگر میں نے اس کے ساتھ کچھ کیا ہوتا تو میں جنبی ہوتا) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے ہمیں منع فرمایا ہے (اور میں ابھی قرآن پڑھ کر تمہیں سنا دیتا ہوں)۔ ان کی بیوی نے کہا: اچھا قرآن پڑھو۔ انھوں نے یہ اشعار پڑھے:

أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْا كِتَابَهٗ
كَمَا لَاحَ مَشْهُوْرٌ مِّنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ

ترجمہ: "ہمارے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے جو اللہ کی ایسی کتاب پڑھتے ہیں جو کہ روشن اور چمک دار صبح کی طرح چمکتی ہے۔"

أَتٰى بِالْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوْبُنَا
بِهٖ مُوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندھے پن کے بعد ہدایت لے کر آئے اور ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔"

يَبِيْتُ يُجَافِيْ جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ

ترجمہ: "جب مشرکین بستروں پر گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں ساری رات گزار دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلو بستر سے دور رہتا ہے۔"

یہ اشعار سن کر ان کی بیوی نے کہا: میں اللہ پر ایمان لاتی ہوں اور میں اپنی نگاہ کو غلط قرار دیتی ہوں۔ پھر صبح کو حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔

﴿۱۰۷﴾ مسجد میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈالنا شیطانی حرکت ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے غلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں (اپنے آقا) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، اتنے میں ہم لوگ مسجد میں داخل ہو گئے، تو ہم نے دیکھا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی بیٹھا اور ٹانگوں کو

کپڑے سے باندھ کر بیٹھا ہوا ہے، اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال رکھی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے اشارے سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ سمجھ نہ سکا، تو حضور ﷺ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں ہو تو اپنی انگلیاں ہرگز ایک دوسرے میں نہ ڈالے، کیونکہ یہ شیطانی حرکت ہے، اور جب تم میں سے کوئی آدمی مسجد میں ہوتا ہے تو وہ مسجد سے باہر جانے تک نماز ہی میں ہوتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۳۳)

﴿۱۰۸﴾ ایک بڑے عالم کی گمراہی کا عبرت ناک واقعہ

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴾ (سورۂ اعراف: ۱۷۵)

ترجمہ: ’’اور سنا دیجئے آپ ﷺ ان کو اس شخص کا حال جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا، پھر اس کے پیچھے شیطان لگ گیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔‘‘

مذکورہ بالا آیت میں جس شخص کا قصہ بیان کیا گیا ہے، چونکہ قرآن کریم میں اس کا کوئی نام اور تشخیص مذکور نہیں ہے اس لیے اس کی تعیین کے بارے میں ائمہ تفسیر صحابہ اور تابعین کے درمیان اختلاف ہے، اور متعدد روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، سب سے زیادہ قابل اعتماد اور مشہور روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے، جس کو حضرت ابن مردویہ نے نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس شخص کا نام بلعم بن باعورا تھا، بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا عالم اور مشہور مقتدا تھا، وسیع علم اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ملہ رکھتا تھا، بڑا عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات تھا، اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا تھا، مگر جب نفسانی خواہشات واغراض اور دنیا کی طرف میلان کا غلبہ ہوا اور ہوا پرستی میں مبتلا ہوا تو سب علم ومعرفت ختم ہو گیا، اور دفعۃً عروج اور ہدایت کے بعد گمراہی میں پھنس گیا، اور عند اللہ تمام محبوبیت ومقبولیت زائل ہو کر ذلیل وخوار ہو گیا۔

جناب رسول کریم ﷺ کو ان آیات میں حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے اس عبرت ناک قصہ کو سنائیے تا کہ آپ کی قوم اس کو سن کر عقل وفہم سے کام لے اور عبرت حاصل کر لے اور ایمان لے آئے۔

﴿۱۰۹﴾ بلعم بن باعورا کا واقعہ

جب فرعون مع اپنے لشکر کے غرق ہو گیا اور مصر فتح ہو کر بنی اسرائیل کے ساتھ آ گیا، اللہ رب العزت کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ہوا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مجاہدین کفر شکن کو لے کر وہاں پہنچے، کنعان کی زمین میں مجاہدین کے خیمے استادہ کر دیئے اور شہر بلقاء پر حملہ کا ارادہ کیا۔

قوم جبارین نے جب یہ دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل کے حملہ کرنے والے ہیں، چونکہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون اور اس کا لشکر شکست کھا گیا اور غرق ہو کر تباہ وبرباد ہو گیا، اور ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے قوم کے سرآوردہ اور معزز لوگ جمع ہو کر بلعم بن باعورا کے پاس آئے اور کہا موسیٰ علیہ السلام بہت تند مزاج ہیں، بڑی قوت اور شوکت ودبدبہ والے آدمی ہیں، بہت بڑا لشکر لے کر ہمارے ملک پر حملہ کرنے والے ہیں، وہ ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور ہم کو ہمارے ملک سے نکال دینا چاہتے ہیں، آپ سے ہماری یہ التجاء ہے کہ آپ دعا کر دیں کہ وہ واپس چلے جائیں اور ہم سے مقابلہ نہ کریں۔ بلعم بن باعورا نے جواب دیا:

(دِيْنُهٗ وَدِيْنِيْ وَاحِدٌ وَهٰذَا شَيْءٌ لَا يَكُوْنُ)

ترجمہ: ’’ایسا نہیں ہو سکتا وہ تو میرے ہم مذہب ہیں جو ان کا دین ہے وہی میرا دین ہے۔‘‘

میں ان کے حق میں بدعا کیسے کرسکتا ہوں؟ میں جانتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ان کی مدد کے لیے اللہ کے فرشتے اور ایمان والے ان کے ساتھ ہیں، اگر میں نے بددعا کردی تو دنیا اور آخرت میں برباد ہو جاؤں گا، دونوں جہانوں میں رسوائی و ذلت ہوگی۔

جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو بلعم نے کہا: اچھا! میں رب سے ان کے بارے میں معلوم کرلوں کہ ان کے لیے بددعا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ حسب معمول بلعم نے استخارہ یا کوئی عمل کیا، خواب میں بلعم کو بتایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے کفر شکن مجاہدین کے لیے ہرگز ہرگز بددعا نہ کرے۔ بلعم نے استخارہ کے بعد صاف انکار کردیا کہ مجھے بددعا کرنے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ شاہ بلقاء نے دھمکی دی کہ اگر بددعا نہ کی تو تم کو سولی دے دی جائے گی، جب کہ بعض مفسرین اس کے قائل ہیں کہ قوم نے ایک بہت بڑی رقم رشوت کی ہدایا کے نام پر اس کی بیوی کو دے کر اس کو آمادہ اور تیار کیا۔ بلعم کو بیوی سے بے انتہا محبت تھی، بیوی نے اس کو بددعا کے لیے تیار کرلیا۔ بادشاہ کو تخویف اور قوم کی آہ وزاری اور تضرع بہت زیادہ ہوئی، نیز بیوی کی ہٹ حد سے زیادہ ہوئی، اور بیوی کی محبت اور مال کی طلب میں بالکل اندھا ہوگیا اور اپنے گدھے پر سوار ہوا، مقام ''حسبان'' جہاں مسلمانوں کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ اس کی طرف بددعا کرنے کے لیے جارہا تھا تو راستہ میں گدھا گر پڑا۔ بلعم جبر سے اس کو آگے چلانا چاہتا تھا، سواری کے رُکنے اور اس کے گرنے سے اس کو کوئی تنبیہ نہ ہوئی تو بحکم قادر مطلق گدھا بولا کہ اے بلعم! تمہارے لیے خرابی و بربادی ہو! تم سوچتے اور دیکھتے نہیں ہو، میرے سامنے فرشتے موجود ہیں جو مجھے آگے نہیں جانے دیتے، پیچھے کی طرف مجھے لوٹا رہے ہیں۔ یہ سن کر بلعم کچھ جھجکا، مگر شیطان نے اس کو بہکا دیا، بالآخر وہ آگے بڑھا اور بددعا کرنے میں مشغول ہوگیا۔

اس وقت قدرتِ الٰہی کا عجیب وغریب کرشمہ ہوا کہ بلعم بددعا کے جو الفاظ وکلمات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا وہ سب قوم جبارین ہی کے لیے اس کی زبان سے نکل رہے تھے اور اپنی قوم کے لیے جو دعائیہ الفاظ بولنا چاہتا تھا، وہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر کے لیے بولنے لگا۔ قوم جبارین نے جب یہ دیکھا تو وہ چلا اُٹھے اور کہنے لگے کہ تم تو ہمارے لیے بددعا کررہے ہو۔ بلعم نے جواب دیا کہ میری زبان میرے اختیار سے باہر ہے۔ یہ سب کچھ جو میں کررہا ہوں اس کے کہنے پر قادر نہیں ہوں، بے اختیار نکل رہے ہیں۔ اس بددعا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بلعم کی زبان اس کے سینے پر لٹک گئی اور اس کی قوم تباہی و بربادی میں مبتلا ہوگئی۔

جب بلعم نے دیکھ لیا کہ میری تو دنیا و آخرت برباد ہوگئی تو اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میں ایک حیلہ کرتا ہوں اور ایک مکروفریب تمہیں بتلاتا ہوں، تم اس کو اختیار کرلو، شاید تم موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم پر غالب آجاؤ۔ بلعم نے اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام اور اس کے لشکر پر غالب آنے کے لیے ایک چال بتائی۔

﴿۱۱۰﴾ بلعم کی بتائی ہوئی چال

بلعم نے اپنی قوم کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ تم اپنی حسین اور خوبصورت لڑکیوں کو تاجروں کی شکل میں مجاہدین کے لشکر میں بھیج دو، اور ان لڑکیوں سے یہ کہو کہ اگر بنی اسرائیل کا کوئی آدمی تم کو کچھ کہے، چھیڑ خانی کرے تو تم ان کو منع نہ کرنا، وہ جو چاہیں کرنے دینا۔ بلعم سمجھ رہا تھا کہ یہ مجاہدین بڑی لمبی مدت سے اپنی بیوی بچوں سے الگ ہیں، مسافر ہیں، وطن سے نکلے ہوئے طویل عرصہ گزر گیا، ان کا بدکاری میں مبتلا ہو جانا اس کو آسان معلوم ہو رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ بدکاری اور زنا کاری میں پھنس گئے تو وہ ہرگز کامیاب اور کامران نہیں ہوسکیں گے۔ چنانچہ لڑکیوں کو تیار کرکے بھیج دیا، اور سوئے اتفاق کہ ان کی یہ چال کچھ کام آگئی، اور ایک اسرائیلی ایک لڑکی کے ساتھ زنا کاری کے گناہ میں ملوث ہوگیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بہت روکا مگر نہ مانا۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں ایک طاعون پھیلا اور ایک ہی دن میں ستر ہزار اسرائیلی مرگئے، یہاں تک کہ اس زانی اسرائیلی اور اس لڑکی کو قتل کیا گیا، اور ان کی لاشوں کو منظر عام پر لٹکا

دیا گیا، پھر وہ طاعون رفع ہوا۔

﴿۱۱۱﴾ بلعم کی مثال

انسان بلکہ ہر جاندار اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ اندر کی گرم اور زہریلی ہوا کو باہر پھینکے اور باہر سے سرسبز اور تازہ ہوا کو ناک کے نتھنوں اور گلے کے ذریعہ اندر لے جائے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ زندگی ہر جاندار کی اسی پر موقوف ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہوا کی اس آمد ورفت کو ہر جاندار پر اتنا آسان اور سہل کر دیا ہے کہ وہ بلا محنت اور مشقت کے اندر آتی ہے، اور اندر سے باہر نکلتی ہے، قدرتی طور پر یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے، کوئی زور اور طاقت یا کسی اختیاری عمل کی اس کے لیے ضرورت نہیں ہے۔

لیکن کتا ایسا جانور ہے کہ وہ اپنے ضعف قلب کی وجہ سے اس ہوا کی آمد ورفت پر ہانپتا کانپتا رہتا ہے، اور اس کو سانس لینے کے لیے زبان باہر نکالنی اور محنت ومشقت اٹھانی پڑتی ہے، دوسرے جانوروں کی یہ حالت بعض مخصوص حالت میں ہو جاتی ہے کہ وہ بھی زور لگا کر سانس لیتے ہیں مگر یہاں عارض ہے، جس کا اعتبار نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس کی مثال کتے جیسی بیان کی ہے کہ کتے پر حملہ کرو اور اس کو جھڑکو، تب بھی زبان نکالتا ہے اور ہلاتا ہے اور اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے اس کو کچھ نہ کہا جائے تب بھی وہ زبان کو نکالے ہوئے رہتا ہے۔ بس یہی حال بلعم کا بھی ہوا کہ احکام خداوندی کی خلاف ورزی کرنے اور اتباع ہوا کی وجہ سے اس کی زبان سینہ پر لٹک گئی، اور وہ بھی کتے کی طرح زبان نکالے ہوئے ہانپتا رہتا تھا۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ آیت کریمہ میں گو خاص طور پر اس کی مثال بیان کی گئی ہے، مگر اس آیت میں ہر اس شخص کی مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے، جس کو اللہ رب العزت علم عطا فرمائے اور اپنی معرفت سے سرفراز فرمائے اور پھر وہ ان کو چھوڑ کر دنیا کا طلب گار ہو جائے، اور نفسانی خواہشات کے حصول میں لگ جائے۔ نیز اس میں اہل نظر وفکر کے لیے بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں ہیں، چند کی نشاندہی کی جاتی ہے جو بہت ہی اہم ہیں:

① انسان کو اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ پر ناز اور غرور نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر اور استقامت کی دعا کرتے رہنا چاہئے، اور اس سے ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ناز اور غرور کرنے کی صورت میں اس کا حشر بلعم کی طرح نہ ہو جائے۔

② بلعم کو یہ سزا نافرمانوں اور گمراہ لوگوں کے ہدایا قبول کرنے کی وجہ سے ملی ہے، لہٰذا ظالموں اور گمراہ لوگوں کے ساتھ تعلقات اور ان کی دعوت اور ہدایا وغیرہ قبول کرنے سے انتہائی احتیاط برتنی چاہیے۔

③ نیکی اور بدی کا اثر دنیا میں دوسروں کے اوپر بھی ہوتا ہے، چند فقراء ومساکین اور اللہ اللہ کرنے والوں کی برکت سے ہزاروں بلائیں اور مصائب دور ہو کر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، اور چند گناہ گاروں کی شامت اعمال اور ان کی نحوست کی وجہ سے شہر کے شہر برباد ہو جاتے ہیں۔ ایک اسرائیلی کے بے حیائی کا کام کرنے کی وجہ سے ستر ہزار بنی اسرائیل ہلاک وبرباد ہو گئے۔ لہٰذا جو قوم اپنے آپ کو تباہی اور بربادی سے بچانا چاہیے اس پر لازم ہے کہ وہ بے حیائی اور بری باتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے وہ قوم خدا کے غضب اور قہر کی مستحق ہو جاتی ہے۔ قحط سالی اور فقر وفاقہ میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

﴿إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا وَالرِّبَا فِي قَرْيَةٍ فَقَدْ أَحَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللهِ﴾

ترجمہ: ”جب کسی بستی میں زنا کاری اور سودی لین دین ظاہر ہو جائے تو انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کر لیا۔“

(الترغیب والترہیب)

حضرات مفسرین نے اور بھی قیمتی نصیحتیں مذکورہ بالا واقعہ سے اخذ کی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ: عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے سچے قصے اور حکایات بیان کرنا اور سننا مستحب ہے، اور دنیاوی فائدے حاصل کرنے کے قصے بیان کرنا مباح ہے، لہوولعب کی غرض سے بیان کرنا تضییع اوقات کی وجہ سے منع ہے۔ (تفسیر رازی، ابن کثیر وغیرہ وغیرہ)

﴿۱۱۲﴾ ضیاعِ وقت خودکشی ہے

سچ یہ ہے کہ وقت ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لیے زندگی سے محروم کردیتی ہے، اور تضییع اوقات ایک محدود زمانے تک زندہ کو مردہ بنادیتی ہے۔ یہی منٹ، گھنٹہ اور دن جو غفلت اور بے کاری میں گزر جاتا ہے، اگر انسان حساب کرے تو ان کی مجموعی تعداد مہینوں بلکہ برسوں تک پہنچتی ہے۔ اگر کسی سے کہا جائے کہ آپ کی عمر میں سے دس پانچ سال کم کردیے گئے تو یقیناً اس کو سخت صدمہ ہوگا، لیکن وہ معطل بیٹھا ہوا خود اپنی عمر عزیز کو ضائع کررہا ہے، مگر اس کے زوال پر اس کو کچھ افسوس نہیں ہوتا۔

نیز وقت ضائع کرنے میں بہت بڑا نقصان اور خسارہ ہے کہ بے کار آدمی طرح طرح کے جسمانی وروحانی عوارض میں مبتلا ہوجاتا ہے، حرص وطمع، ظلم وستم، قمار بازی، زناکاری اور شراب نوشی عموماً وہی لوگ کرتے ہیں جو معطل اور بے کار رہتے ہیں۔ جب تک انسان کی طبیعت، دل ودماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہ ہوگا اس کا میلان ضرور بدی اور معصیت کی طرف رہے گا، پس انسان اسی وقت صحیح انسان بن سکتا ہے، جب وہ اپنے وقت پر نگراں رہے، ایک لمحہ بھی فضول نہ کھوئے، ہر کام کے لیے ایک وقت اور ہر وقت کے لیے ایک کام مقرر کردے۔

وقت خام مسالے کی مانند ہے، جس سے آپ جو کچھ چاہیں بناسکتے ہیں، وقت وہ سرمایہ ہے جو ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یکساں عطا کیا گیا ہے، جو حضرات اس سرمایہ کو مناسب موقع پر کام میں لاتے ہیں ان ہی کو جسمانی راحت اور روحانی مسرت نصیب ہوتی ہے، وقت ہی کے صحیح استعمال سے ایک وحشی مہذب بن جاتا ہے، اس کی برکت سے جاہل، عالم...... مفلس، تونگر...... نادان، دانا بنتے ہیں۔

وقت ایسی دولت ہے جو شاہ وگدا، امیر وغریب، طاقتور اور کمزور سب کو یکساں ملتی ہے، جو اس کی قدر کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے، جو ناقدری کرتا ہے وہ رسوا ہوتا ہے۔

اگر آپ غور کریں گے تو نوے فیصد لوگ صحیح طور پر یہ نہیں جانتے کہ وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ کہاں اور کیوں صرف کرتے ہیں؟ جو شخص دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈال کر وقت ضائع کرتا ہے تو وہ بہت جلد اپنے ہاتھ دوسروں کی جیب میں ڈالے گا۔

آپ کی کامیابی کا واحد علاج یہ ہے کہ آپ کا وقت کبھی فارغ نہیں ہونا چاہیے۔ سستی نام کی کوئی چیز نہ ہو، کیونکہ سستی نسوں (رگوں) کو اس طرح کھاجاتی ہے، جس طرح لوہے کو زنگ۔ زندہ آدمی کے لیے بے کاری زندہ درگور ہونا ہے۔

﴿۱۱۳﴾ جس مسلمان کی بھلائی کی شہادت دو آدمی دیں وہ جنتی ہے

مسند احمد میں ہے ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا، یہاں بیماری تھی، لوگ بکثرت مر رہے تھے۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک جنازہ نکلا اور لوگوں نے مرحوم کی نیکیاں بیان کرنی شروع کیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔ اتنے میں دوسرا جنازہ نکلا، لوگوں نے اس کی برائیاں بیان کیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے لیے واجب ہوگئی۔ میں نے کہا امیر المؤمنین! کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: میں نے وہی کہا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کی بھلائی کی شہادت چار شخص دیں اللہ اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ ہم نے کہا حضور! اگر تین دیں؟ آپ نے فرمایا: تین بھی۔ ہم نے کہا: اگر دو

دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو بھی۔ پھر ہم نے ایک کی بابت سوال نہ کیا۔

ابن مردویہ کی ایک حدیث میں ہے کہ تم اپنے بھلوں اور بروں کو پہچان لیا کرو۔ لوگوں نے کہا: حضور! کس طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھی تعریف اور بری شہادت سے، تم زمین پر خدا کے گواہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۲۰)

﴿۱۱۴﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے زیادہ مہربان ہے

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قیدی عورت کو دیکھا جس سے اس کا بچہ چھوٹ گیا تھا، وہ اپنے بچے کو باؤلوں کی طرح تلاش کر رہی تھی، اور جب وہ نہیں ملا تو قیدیوں میں سے جس بچہ کو دیکھتی اسی کو گلے لگالیتی، یہاں تک کہ اس کا اپنا بچہ مل گیا، خوشی خوشی لے کر اسے گود میں اٹھالیا، سینے سے لگا کر پیار کیا اور اس کے منہ میں دودھ دیا۔ یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: بتلاؤ! یہ اپنا بس چلتے ہوئے اس بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جس قدر یہ ماں اپنے بچہ پر مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رؤف و رحیم ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۲۱)

﴿۱۱۵﴾ حلال لقمہ کھاتے رہو اللہ دعا قبول کرے گا

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾

(سورۂ بقرہ: ۱۶۸)

ترجمہ: ”اے لوگو! زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطانی راہ نہ چلو وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔“

صحیح مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ میں نے جو مال اپنے بندوں کو دیا ہے اسے ان کے لیے حلال کر دیا ہے، میں نے اپنے بندوں کو موحد پیدا کیا، مگر شیطان نے دین حنیف سے انہیں ہٹا دیا اور میری حلال کردہ چیزوں کو ان پر حرام کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ کے سامنے جس وقت اس آیت کی تلاوت ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: حضور ﷺ! میرے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! پاک چیزیں اور حلال لقمہ کھاتے رہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! حرام لقمہ جو انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے اس کی نحوست کی وجہ سے چالیس دن اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی، جو گوشت پوست حرام سے پلا وہ جہنمی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۳۵)

﴿۱۱۶﴾ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا:

”لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے اللہ کی امانت سے انہیں لیا ہے، اور اللہ کے کلمہ سے ان کی شرم گاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے فرش پر کسی ایسے کو نہ آنے دیں جس سے تم ناراض ہو، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو لیکن ایسی مار نہ مارو کہ ظاہر ہو۔ ان کا تم پر حق ہے کہ انہیں اپنی بساط کے مطابق کھلاؤ، پلاؤ، پہناؤ، اڑھاؤ۔“ (ابن کثیر)

﴿۱۱۷﴾ بیوی کو خوش کرنے کیلئے شوہر کو زینت کرنی چاہیے

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۲۸)

ترجمہ: "اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے مطابق۔"

ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ ہماری عورتوں کے ہم پر کیا حق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اسے گالیاں نہ دو، اس سے روٹھ کر اور کہیں نہ بھیج دو، وہاں گھر میں ہی رکھو۔

اسی آیت کو پڑھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لیے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۱۳)

﴿۱۱۸﴾ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے

﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۲۸)

ترجمہ: "اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے، اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔"

پھر فرمایا کہ فردوں کو ان پر فضیلت ہے، جسمانی حیثیت سے بھی، اخلاقی حیثیت سے بھی مرتبہ کی حیثیت سے بھی، حکمرانی کی حیثیت سے بھی، خرچ اخراجات کی حیثیت سے بھی دیکھ بھال اور نگرانی کی حیثیت سے بھی۔ غرض دنیوی اور اخروی فضیلت کے ہر اعتبار سے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں سے بدلہ لینے پر غالب ہے اور اپنے احکام میں حکومت والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۱۳)

﴿۱۱۹﴾ حضور ﷺ بہت رحم دِل تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بہت رحم دل تھے، جو بھی آپ ﷺ کے پاس آتا (اور سوال کرتا اور آپ ﷺ کے پاس کچھ نہ ہوتا) تو اس سے آپ وعدہ کر لیتے (کہ جب کچھ آئے گا تو تمہیں ضرور دوں گا) اور اگر کچھ پاس ہوتا تو اسی وقت اسے دے دیتے۔ ایک مرتبہ نماز کی اقامت ہوگئی، ایک دیہاتی نے آکر آپ ﷺ کے کپڑے کو پکڑ لیا، اور کہا کہ میری تھوڑی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے، اور مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھول جاؤں گا، چنانچہ حضور اقدس ﷺ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب اس کی ضرورت سے فارغ ہوئے تو پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۵۰)

﴿۱۲۰﴾ ظہر کی چار رکعت سنت تہجد کے برابر ہیں

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ظہر سے پہلے نماز پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ نماز تہجد کی نماز کی طرح ہے۔"

حضرت اسود، حضرت مرہ اور حضرت مسروق رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دن کی نمازوں میں سے صرف ظہر کی نماز سے پہلے کی چار رکعتیں رات کی تہجد کے برابر ہیں، اور دن کی تمام نمازوں پر ان چار رکعتوں کو ایسی فضیلت ہے جیسے نماز باجماعت کو اکیلے کی نماز پر۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۲۴)

﴿۱۲۱﴾ نوجوان کے بدن سے مشک وعنبر کی خوشبو

حضرت علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فن تصوف میں ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام "الترغیب والترہیب" ہے، اس میں

انہوں نے ایک نوجوان کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک نوجوان سے ہمیشہ مشک اور عنبر کی خوشبو مہکتی تھی، اس کے کسی متعلق نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ ترین خوشبو میں معطر رہتے ہیں، اس میں کتنا پیسہ بلاوجہ خرچ کرتے رہتے ہیں؟ اس پر نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کوئی خوشبو نہیں خریدی اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی۔ سائل نے کہا: تو پھر یہ خوشبو کہاں سے کیسے مہکتی ہے؟ نوجوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جو بتلانے کا نہیں۔ سائل نے کہا: آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہم کو بھی فائدہ ہوگا۔

نوجوان نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے باپ تاجر تھے، گھریلو سامان فروخت کیا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ دوکان میں بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت نے آکر کچھ سامان خریدا، اور والد صاحب سے کہا کہ آپ لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے، تاکہ میں اس کے ساتھ سامان کی قیمت بھیج دوں۔ میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ گیا تو ایک نہایت خوبصورت گھر میں پہنچا، اور اس میں ایک نہایت خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی موجود تھی، وہ مجھ کو دیکھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئی، کیونکہ میں بھی نہایت حسین ہوں۔ میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا، تو اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، فوراً اللہ پاک نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔ میں نے کہا کہ مجھے قضائے حاجت کے لیے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے۔ اس نے فوراً اپنی باندیوں اور خادموں سے کہا کہ جلدی سے بیت الخلاء ان کے لیے صاف کر دو میں نے بیت الخلاء میں داخل ہو کر خود اجابت کر کے نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا اور اسی حالت میں باہر آیا۔ جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: اسے فوراً یہاں سے باہر نکال دو! یہ مجنون ہے۔

میرے پاس ایک درہم تھا۔ میں نے اس سے ایک صابن خرید کر ایک نہر میں جا کر غسل کیا، اور کپڑے بھی دھو کر پہن لیے اور میں نے یہ راز کسی کو بتلایا نہیں۔ جب میں اسی رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ نے آکر مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی بشارت ہے، اور معصیت سے بچنے کے لیے جو تدبیر تم نے اختیار کی تھی اس کے بدلہ میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جارہی ہے۔ چنانچہ میرے پورے بدن پر وہ خوشبو لگائی گئی جو میرے بدن اور کپڑوں سے ہر وقت مہکتی رہتی ہے جو آج تک لوگ محسوس کرتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

﴿۱۲۲﴾ کاپی میں اپنے گناہ تحریر کیجئے پھر توبہ کیجئے

علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "الترغیب والترہیب" میں ایک واقعہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک نوجوان نہایت بدکار تھا لیکن وہ جب بھی کسی معصیت کا ارتکاب کرتا اس کو ایک کاپی میں نوٹ کر لیتا تھا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت نہایت غریب، اس کے بچے تین دن سے بھوکے تھے، بچوں کی پریشانی نہیں برداشت کر سکی تو اس نے اپنے پڑوسی سے ایک عمدہ ریشم کا جوڑا عاریت پر لیا اور اسے پہن کر نکلی تو اس نوجوان نے دیکھ کر اپنے پاس بلایا، جب اس کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا تو عورت روتی ہوئی تڑپنے لگی، اور کہا میں فاحشہ زانیہ نہیں ہوں، میں بچوں کی پریشانی کی وجہ سے اس طرح نکلی ہوں، جب تم نے مجھے بلایا تو مجھے خیر کی اُمید ہوئی، اس نوجوان نے اسے کچھ درہم و روپے دے کر چھوڑ دیا اور خود رونے لگا، اور اپنی والدہ سے آکر پورا واقعہ سنا دیا۔

اس کی والدہ اس کو ہمیشہ معصیت سے روکتی اور منع کرتی تھی۔ آج یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئی اور کہا بیٹا! تو نے زندگی میں یہی ایک نیکی کی ہے، اس کو بھی اپنی کاپی میں نوٹ کر لے۔ بیٹے نے کہا کہ کاپی میں اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے۔ والدہ نے کہا کہ کاپی کے حاشیہ پر نوٹ کر لے۔ چنانچہ حاشیہ پر نوٹ کر لیا اور نہایت غمگین ہو کر سویا، جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ پوری کاپی سفید اور صاف کاغذوں کی ہے، کوئی چیز لکھی ہوئی باقی نہیں رہی، صرف حاشیہ پر جو آج کا واقعہ نوٹ کیا تھا، وہی باقی ہے۔ اور کاپی کے اوپر کے حصہ میں یہ آیت لکھی ہوئی تھی:

﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (سورۂ ہود:۱۱۴)

"بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔"

اس کے بعد اس نے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی اور اسی پر قائم رہ کر مرا۔

﴿۱۲۳﴾ ساتھیوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا چاہیے

حضور اکرم ﷺ جب بھی کہیں کوئی لشکر روانہ فرماتے تو اس لشکر کے امیر کو تاکید سے یہ ہدایت فرماتے تھے کہ اپنے زیر دستوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، ان کو تنگی میں مبتلا نہ کرنا۔ ان کو بشارت اور خوشخبری دیتے رہنا۔ اسی طرح جب کسی کو کسی علاقہ یا قوم کا گورنر اور امین بنا کر بھیجتے تو ان کو ہدایت فرمادیتے کہ قوم کے ساتھ عدل وانصاف اور ہمدردی کا معاملہ کرنا، اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا، انہیں تنگی اور سختی میں مبتلا نہ کرنا ان کو دنیا وآخرت میں کامیابی کی بشارت دینا، اور آخرت کی رغبت دلاتے رہنا اور ان میں نفرت نہ پھیلانا۔ اور ان کے درمیان موافقت اور اتحاد پیدا کرنا اور اختلاف نہ پھیلانا۔ حدیث شریف کے الفاظ کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

"حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرمایا، اور روانگی کے وقت یہ ہدایت فرمائی کہ تم دونوں نرمی اور آسانی کا معاملہ کرتے رہنا، اور لوگوں کے ساتھ تنگی اور سختی کا معاملہ نہ کرنا، اور لوگوں کو دنیا وآخرت کی کامیابی کی بشارت دیتے رہنا، اور لوگوں میں تنفر نہ پیدا کرنا کہ جس سے لوگ فرار کا راستہ اختیار کریں، اور آپس میں محبت وشفقت کا معاملہ کرتے رہنا اور اختلاف وپھوٹ کی باتیں نہ کرنا۔"

(بخاری شریف:۱/۴۲۶، حدیث نمبر ۲۹۴۲)

نوٹ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کلام میں نرمی اختیار کیجئے، کیونکہ الفاظ کی بہ نسبت لہجہ کا اثر زیادہ پڑتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حرام کتنا ہی تھوڑا ہو حلال پر ہمیشہ غالب رہے گا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بددعا فرمائی اے اللہ! جو میری اُمت کا والی ہو اگر وہ اُمت پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنا، اور اگر وہ نرمی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا۔ اس لئے ہر جگہ ذمہ دار اپنے ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں۔ (سیرۃ عائشہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۳)

﴿۱۲۴﴾ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی تین نصیحتیں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: اے میرے بیٹو! میں تمہیں تین باتوں سے روکتا ہوں، انہیں اچھی طرح یاد رکھنا:

۱. حضور اکرم ﷺ کی طرف سے حدیث صرف معتبر اور قابل اعتماد آدمی ہی سے لینا کسی اور سے نہ لینا۔
۲. قرضہ کی عادت نہ بنالینا چاہے چوغہ پہن کر گزارہ کرنا پڑے۔
۳. اشعار لکھنے میں نہ لگ جانا ورنہ ان میں تمہارے دل ایسے مشغول ہو جائیں گے کہ قرآن سے رہ جاؤ گے۔ (حیاۃ الصحابہ:۳/۲۶۱)

﴿۱۲۵﴾ حضرت ذوالکفل کا عجیب واقعہ

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانہ کے نبی سے عہد وپیمان کئے اور ان پر قائم رہے، قوم میں عدل وانصاف کیا کرتے تھے۔

مروی ہے کہ حضرت یسع بہت بوڑھے ہوگئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ مقرر کردوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل

کرتا ہے؟ چنانچہ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں:

① دن بھر روزہ سے رہے۔ ② رات بھر قیام کرے۔ ③ اور کبھی بھی غصہ نہ ہو۔

کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا، ایک شخص جسے لوگ، بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میں اس شرط کو پورا کردوں گا۔ آپ نے پوچھا: کیا تو دنوں کو روزہ سے رہے گا، اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا، اور کسی پر غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ حضرت یسع نے فرمایا: اچھا اب کل سہی۔

دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس عام میں سوال کیا لیکن اس شخص کے علاوہ اور کوئی کھڑا نہ ہوا، چنانچہ انہی کو خلیفہ بنادیا گیا۔ اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کو بہکانے کے لیے بھیجنا شروع کردیا، مگر کسی کی کچھ نہ چلی۔ ابلیس خود چلا، دوپہر کو قیلولے کے لیے آپ لیٹے ہی تھے کہ خبیث نے کنڈیاں پیٹنی شروع کردیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں، فریادی ہوں، میری قوم مجھے ستا رہی ہے، میرے ساتھ اس نے یہ کیا، یہ کیا اب جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا، نیند کا سارا وقت اس میں چلا گیا، اور حضرت ذوالکفل دن رات میں بس اسی وقت ذرا اسی دیر کے لیے سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا: اچھا شام کو آنا، میں تمہارے ساتھ انصاف کروں گا۔ اب شام کو جب آپ فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن ان کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر ادھر اُدھر بھی تلاش کیا مگر اسے نہ پایا۔

دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا، پھر جہاں آپ دوپہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادہ سے لیٹے تو یہ خبیث آ گیا، اور دروازہ ٹھوکنے لگا۔ آپ نے کھلوادیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا، میں منتظر رہا لیکن تم نہ آئے۔ وہ کہنے لگا حضرت! کیا بتلاؤں؟! جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کردیتے ہیں، میں رُک گیا۔ پھر انہوں نے اب انکار کردیا، پھر لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کردیے اور آج کی نیند بھی کھوئی۔ اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا۔

تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی آدمی دروازے پر نہ آنے پائے، مارے نیند کے میری حالت غیر ہو رہی ہے۔ آپ ابھی لیٹے ہی تھے کہ وہ مردود پھر آ گیا۔ چوکیدار نے اسے روکا یہ ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ میں نے تمہیں ہدایت کردی تھی پھر بھی دروازے پر آنے سے نہیں روکا؟ اس نے کہا: نہیں! میری طرف سے کوئی نہیں آیا۔ اب جو غور سے دیکھا تو دروازہ کو بند پایا اور اس شخص کو اندر موجود پایا۔ آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے۔ اس وقت شیطان نے کہا: اے اللہ کے ولی! میں تجھ سے ہارا، نہ تو تو نے رات کا قیام ترک کیا، نہ تو اس نوکر پر ایسے موقع پر غصہ ہوا۔ پس خدا نے ان کا نام ذوالکفل رکھا اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھی انہیں پورا کر دکھایا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۹۲)

﴿۱۲۶﴾ نبی کریم ﷺ اور رُکانہ پہلوان کی کشتی

عرب میں ایک پہلوان تھا، رُکانہ ان کا نام تھا، وہ بڑے زبردست پہلوان تھے اور مشہور یہ تھا کہ یہ ایک آدمی ایک ہزار آدمیوں سے مقابلہ کرسکتا ہے، بہت ہی قوی تھے، ان کے بدن کے وزن کی کیفیت تھی کہ اونٹ ذبح کرکے اس کی کھال بچھادی جاتی، اور رُکانہ اس پر بیٹھتے اور نوجوانانِ عرب اس کھال کو کھینچتے تو وہ کھال ٹوٹ جاتی پھٹ جاتی مگر وہ حصہ جنبش نہیں کرتا تھا جس پر رُکانہ بیٹھے ہوتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور فرمایا: رُکانہ! آخرت آنے والی ہے، کیوں اپنی عمر ضائع کررہے ہو؟ اسلام قبول کرلو اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اے محمد! میں نہ تو کوئی عالم وفقیہ ہوں نہ سمجھدار۔ میں تو ایک پہلوان ہوں، مجھ سے کشتی لڑو، اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کا دین قبول کرلوں گا۔ آپ نے فرمایا: بسم اللہ۔ وہ لنگوٹ کس کر آ گیا، اور حضور

اکرم ﷺ بھی آستین چڑھا کر میدان کشتی میں آ گئے۔ ایک دو داؤ پیچ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا، اور ایک ہاتھ سے اس طرح اٹھایا جیسے کوئی چڑیا کو اٹھاتا ہے، اور آہستہ سے زمین پر رکھ کر چھاتی پر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''رُکانہ! اب کہو''۔ مگر رُکانہ کو یقین نہیں آیا کہ میں پچھڑ گیا ہوں کیونکہ کسی نے آج تک اُسے پچھاڑا ہی نہیں تھا اور حضور اکرم ﷺ نے اس طرح پچھاڑا کہ اتنی وزنی لاش کو ایک ہاتھ سے اُٹھا کر نچایا اور آہستہ سے رکھ دیا۔ اس نے کہا میں پچھڑ گیا ہوں، مجھے تو یقین نہیں آیا، ایک دفعہ اور کشتی لڑو۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بسم اللہ۔ پھر آپ نے ایک دو داؤ پیچ کے بعد کمر میں ہاتھ ڈال کر اُٹھا کر نچایا، اور آہستہ سے زمین پر رکھ دیا۔ فرمایا: اب بتاؤ، یہی شرط تو ٹھہری تھی کہ اگر تم پچھڑ گئے تو اسلام قبول کر لو گے۔ اس نے کہا کہ محمد! یہ تو آپ کے بدن کی قوت تو ہے نہیں کہ میری لاش کو چڑیا کی طرح اُٹھا کر نچادے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر کوئی چیز ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اُس اندر والی چیز ہی کی دعوت دے رہا ہوں، بدن کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ چنانچہ رُکانہ نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام میں پختہ ہو گئے اور بڑے بڑے کام بھی کئے۔

ایک مرتبہ بہت سے چور آئے اور رات کو بہت سے اُونٹ بیت المال سے چرا کر چلتے بنے، صبح کو پتہ چلا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگو! ان کے پیچھے دوڑو۔ رُکانہ نے کہا کہ میں تنہا کافی ہوں۔ چور رات میں ہی نکل کھڑے ہوئے تھے اور تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں گے۔ معلوم نہیں کتنے دور چلے جا چکے ہوں گے۔ رُکانہ دوڑ پڑے اور راستہ میں اُن کو تھام لیا اور کہا کہ سامان اور اونٹ لے کر واپس چلو۔ چنانچہ ان کو پکڑ کر لائے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو سزائیں دیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کے دل میں حق آ جاتا ہے اگر تعصب نہ ہو اور واقعی حق طلبی ہے تو حق ضرور کھل جاتا ہے۔ (مجالس حکیم الاسلام ص ۱۶۲)

﴿۱۲۷﴾ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی عجیب و غریب فضیلت

ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر ایک آیت اتری ہے کہ کسی نبی پر سوائے سلیمان علیہ السلام کے ایسی آیت نہیں اتری، وہ آیت ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری:

① بادل مشرق کی طرف چھٹ گئے۔ ② ہوائیں ساکن ہو گئیں۔ ③ سمندر ٹھہر گیا۔
④ جانوروں نے کان لگا لئے۔ ⑤ شیاطین پر آسمان سے شعلے گرے۔
⑥ پروردگارِ عالم نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا کہ جس چیز پر میرا یہ نام لیا جائے گا اس میں ضرور برکت ہو گی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہنم کے انیس داروغوں سے جو بچنا چاہے وہ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پڑھے، اس کے بھی انیس حروف ہیں، ہر حرف ہر فرشتہ سے بچاؤ بن جائے گا۔ اسے ابن عطیہ نے بیان کیا ہے، اور اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ میں نے تیس سے اوپر اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ جلدی کر رہے تھے۔ اور حضور اکرم ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا جب ایک شخص نے ''رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبٰرَكًا فِيْهِ'' پڑھا تھا۔ اس میں بھی تیس سے اوپر اوپر حروف ہیں اتنے ہی فرشتے اترے۔ اسی طرح ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ میں بھی انیس حروف ہیں اور وہاں فرشتوں کی تعداد بھی انیس ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے جو صحابی سوار تھے ان کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی ذرا پھسلی تو میں نے کہا شیطان کا ستیاناس ہو۔ آپ نے فرمایا یہ نہ کہو، اس سے شیطان پھولتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ گویا اس نے اپنی قوت سے گرایا۔ ہاں! بسم اللہ کہنے سے وہ مکھی کی طرح ذلیل و پست ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس کام کو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ (ابن کثیر: ۱/۳۸)

﴿۱۲۸﴾ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے ارشادات

انسان کا اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے، اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین وسکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیم وہدایت میں ہمسائیگی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے، اور اس کے احترام ورعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے، یہاں تک کہ اس کو جزوِ ایمان اور جنت میں داخلہ کی شرط، اور اللہ ورسول کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے درج ذیل ارشادات پڑھیے:

﴿۱﴾ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے چلا، وہاں پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ ایک صاحب کھڑے ہیں اور حضور ﷺ ان کی طرف متوجہ ہیں، میں نے خیال کیا کہ شاید انہیں آپ ﷺ سے کام ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہیں اور ان سے باتیں ہو رہی ہیں۔ بڑی دیر ہوگئی، یہاں تک کہ مجھے آپ ﷺ کے تھک جانے کے خیال نے بے چین کر دیا، بہت دیر کے بعد آپ ﷺ لوٹے اور میرے پاس آئے۔ میں نے کہا حضور! اس شخص نے تو آپ کو بہت دیر تک کھڑا رکھا، میں تو پریشان ہوگیا، آپ کے پاؤں تھک گئے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تم نے ان کو دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں! خوب اچھی طرح دیکھا۔ فرمایا: جانتے ہو وہ کون تھے؟ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے، مجھے پڑوسیوں کے حقوق کی تاکید کرتے رہے، یہاں تک ان کے حقوق بیان کئے کہ مجھے کھٹکا ہوا کہ غالباً آج تو پڑوسی کو وارث ٹھہرا دیں گے۔ (مسند امام احمد)

﴿۲﴾ بزار میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں:

- ایک وہ پڑوسی جس کا صرف ایک ہی حق ہے، اور وہ (حق کے لحاظ سے) سب سے کم درجہ کا پڑوسی ہے۔
- دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں۔
- اور تیسرا وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں۔

ایک حق والا وہ مشرک (غیر مسلم) پڑوسی ہے جس سے کوئی رشتہ داری نہ ہو، اس کا صرف پڑوسی ہونے کا حق ہے۔

اور دو حق والا وہ پڑوسی ہے، جو پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان بھی ہو، اس کا ایک حق مسلمان ہونے کی وجہ سے ہے، اور دوسرا پڑوسی ہونے کی وجہ سے۔

اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو، مسلمان بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو، تو اس کا ایک حق مسلمان ہونے کا ہوگا، دوسرا پڑوسی ہونے کا اور تیسرا حق رشتہ داری کا ہوگا۔

تشریح: اس حدیث میں صراحت اور وضاحت فرمادی گئی ہے کہ پڑوسیوں کے جو حقوق قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے ہیں اور ان کے اکرام اور رعایت وحسن سلوک کی جو تاکیدیں فرمائی گئی ہیں، اُن میں غیر مسلم پڑوسی بھی شامل ہیں، اور ان کے بھی وہ سب حقوق ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے یہی سیکھا۔ جامع ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن اُن کے گھر بکری ذبح ہوئی، وہ تشریف لائے تو انہوں نے گھر والوں سے کہا:

''تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لیے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: آپ ﷺ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام (اللہ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث بھی قرار دے دیں گے۔''

افسوس ہے کہ عہد نبوی سے جتنا بعد ہوتا گیا، اُمت آپ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات سے اُسی قدر دور ہوتی چلی گئی، رسول اللہ ﷺ نے پڑوسیوں کے بارے میں جو وصیت اور تاکید اُمت کو فرمائی تھی، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد بھی اس پر اُمت کا عمل رہا ہوتا تو یقیناً آج دنیا کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم و ہدایت کی قدر و قیمت سمجھیں اور اس کو اپنا دستور العمل بنائیں۔

(معارف الحدیث: ۶/۱۰۰)

③ مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے دو پڑوسی ہیں، میں ایک کو ہدیہ بھیجنا چاہتی ہوں تو کسے بھجواؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا دروازہ قریب ہو۔ (ابن کثیر)

④ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو لینا اور ملنا شروع کیا۔ آپ نے پوچھا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جسے یہ خوش لگے کہ اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب بات کرے تو سچ بولے، جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو امانت داری کے ساتھ اس کو ادا کرے، اور اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

⑤ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو جھگڑا خدا کے سامنے پیش ہوگا وہ دو پڑوسیوں کا ہوگا۔

⑥ مسند احمد میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام پڑوسیوں کے بارے میں یہاں تک وصیت و نصیحت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ پڑوسیوں کو وارث بنا دیں گے۔

⑦ آپ ﷺ فرماتے ہیں، بہتر ساتھی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خوش سلوک زیادہ ہو، اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو ہمسایوں سے نیک سلوک زیادہ ہو۔

⑧ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: وہ حرام ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حرام کیا ہے، اور قیامت تک وہ حرام ہی رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! دس عورتوں سے زنا کرنے والا اس شخص کے گناہ سے کم گنہگار ہے جو اپنی پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔ پھر دریافت فرمایا: تم چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے، اور وہ بھی قیامت تک حرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! دس گھروں سے چوری کرنے والے کا گناہ اس شخص کے گناہ سے ہلکا ہے جو اپنے پڑوسی کے گھر سے کچھ چرائے۔

⑨ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: تو اپنی پڑوسن سے زنا کرے۔

⑩ مسند عبد بن حمید میں ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص عوالی مدینہ سے آیا، اس وقت رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اس جگہ نماز پڑھ رہے تھے جہاں جنازوں کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو اس شخص نے کہا: حضور ﷺ کے ساتھ یہ دوسرا کون سا شخص نماز پڑھ رہا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے انہیں دیکھا؟ اس نے کہا: ہاں۔ فرمایا: تم نے بہت بڑی بھلائی دیکھی، یہ جبرئیل علیہ السلام تھے، مجھے پڑوسی کے بارے میں وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ عنقریب اسے وارث بنا دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۶۱)

﴿۱۲۹﴾ پڑوسی کے یہاں کھانا بھیجنا

مسلم میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور وصیت کے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
جب کھانے کی ہنڈیا تیار کرو تو اس میں ذرا شوربہ زیادہ کر دیا کرو تاکہ تم اپنے پڑوسی کے پاس بھی کچھ بھیج سکو۔ (مسلم شریف: ۲/۲۹)
نوٹ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو جو وصیت فرمائی اور پوری اُمت کے لیے ہے، تنہا ان کے لیے نہیں۔

﴿۱۳۰﴾ پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کمال ایمان کی علامت ہے

بخاری شریف میں ایک روایت ہے جو بخاری میں چار مقامات پر مذکور ہے۔ حضور اکرم نے اس روایت کے اندر پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کو کمال ایمان کی علامت قرار دیا، جو شخص پڑوسیوں کے ساتھ غمخواری و ہمدردی کا معاملہ نہیں کرتا ہے وہ مؤمن کامل نہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے، اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور اپنے پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور اکرام کا معاملہ کرے، اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ضرور مہمانوں کی مہمانداری اور ان کے ساتھ عزت و اکرام کا معاملہ کرے۔ (بخاری شریف: ۲/۹۷۷، حدیث نمبر ۲۹۹)
جب پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا معاملہ کرنا کمال ایمان کی علامت ہے تو یہی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت ہوگی، جس شخص کے اندر یہ صفات موجود ہیں اس کا اللہ و رسول سے محبت کا دعویٰ سچا ہوگا۔ اور جس شخص کے اندر پڑوسی کی ہمدردی نہیں ہے اس کا اللہ اور رسول سے محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

﴿۱۳۱﴾ پڑوسیوں کی دِل شکنی سے بچتے رہو

حضرت امام ابوحامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں نقل فرمایا ہے کہ تم اپنے گھر کی عمارت کو اتنی اونچی نہ کرو جس سے پڑوسی کا گھر ڈھک جائے اور اس کے گھر میں ہوا پہنچنے سے رکاوٹ بن جائے۔ البتہ پڑوسی تمہارے گھر کے اونچا کرنے پر راضی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اونچی اونچی عمارتوں کے ذریعہ عرب پڑوسی کو مت ستایا کرو کہ اس کا گھر بے کار نہ ہو جائے، اور اس کے گھر میں دھوپ اور ہوا داخل نہ ہو۔ اور جب تم بازار سے پھل فروٹ خرید کر لاؤ تو پڑوسی کے یہاں بھی اس میں سے بھیج دو، ورنہ اس کو اپنے گھر میں خفیہ طور پر داخل کر لو، اور تمہارے بچے پھل لے کر باہر نہ نکلیں کہ اس سے پڑوسی کے بچے کبیدہ خاطر ہوں گے۔ اور اپنی پکی ہوئی ہانڈی سے اور اپنے پکوان کی خوشبو سے پڑوسی کو مت ستاؤ۔ ہاں! البتہ پڑوسی کے یہاں اس میں سے کچھ بھیجنے کا ارادہ ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(احیاء العلوم: ۲/۱۱۹)

﴿۱۳۲﴾ پڑوسیوں کے بعض متعین حقوق

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی کے حقوق تم پر یہ ہیں:

① اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو۔
② اور اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ (اور تدفین کے کاموں میں ہاتھ بٹاؤ)۔
③ اور اگر وہ (اپنی ضرورت کے لیے) قرض مانگے تو (بشرط استطاعت) اس کو قرض دو۔

④ اور اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو پردہ پوشی کرو۔
⑤ اور اگر اُسے کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارک باد دو۔
⑥ اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔
⑦ اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔
⑧ اور (جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ) تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے (اور اس کے بچوں کے لیے) باعثِ ایذاء نہ ہو (یعنی اس کا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی مہک اس کے گھر تک نہ جائے) اِلّا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا کچھ اس کے گھر بھی بھیج دو (اس صورت میں کھانے کی مہک اس کے گھر تک جانے میں کوئی مضائقہ نہیں)۔ (معجم کبیر طبرانی)

تشریح: اس حدیث میں ہمسایوں کے جو متعین حقوق بیان کئے گئے ہیں، اُن میں سے آخری دو خاص طور سے قابل غور ہیں:
ایک یہ کہ اپنے گھر کی تعمیر میں اس کا لحاظ رکھو اور اس کی دیواریں اس طرح نہ اُٹھاؤ کہ پڑوسی کے گھر کی ہوا بند ہو جائے اور اس کو تکلیف پہنچے۔

اور دوسرے یہ کہ گھر میں جب کوئی اچھی مرغوب چیز پکے تو اس کو نہ بھولو کہ ہانڈی کی مہک پڑوسی کے گھر تک جائے گی اور اس کے یا اس کے بچوں کے دل میں اس کی طلب اور طمع پیدا ہوگی جو اُن کے لیے باعثِ ایذا ہوگی، اس لیے یا تو اپنے پر لازم کرلو کہ اس کھانے میں سے کچھ تم پڑوسی کے گھر میں بھی بھیجو گے، یا پھر اس کا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی مہک پڑوسی کے گھر تک نہ جائے جو ظاہر ہے کہ مشکل ہے۔
رسول اللہ ﷺ کی ان دو ہدایتوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پڑوسیوں کے بارے میں کتنے نازک اور باریک پہلوؤں کی رعایت کو آپ ﷺ نے ضروری قرار دیا ہے۔
قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث ابن عدی نے ''کامل'' میں اور خرائطی نے ''مکارم الاخلاق'' میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے، اور اس میں یہ اضافہ ہے:
⑨ اور اگر تم کوئی پھل خرید کر لاؤ تو اس میں سے پڑوسی کے ہاں بھی ہدیہ بھیجو۔
⑩ اور اگر ایسا نہ کرسکو تو اس کو چھپا کر لاؤ (کہ پڑوس والوں کو خبر نہ ہو اور اس کے بھی احتیاط کرو کہ) تمہارا کوئی بچہ وہ پھل لے کر گھر سے باہر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اُسے دیکھ کر جلن پیدا ہوگی۔ (کنز العمال)
اللہ تعالیٰ اُمت کو توفیق دے کر وہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی ان ہدایتوں کی قدر و قیمت کو سمجھیں اور اپنی زندگی کا معمول بنا کر ان کی بیش بہا برکات کا دنیا ہی میں تجربہ کریں۔ (معارف الحدیث: ۲/۹۷، ۹۸)

﴿۱۳۳﴾ پڑوسیوں کے بارے میں دو حدیثیں اور پڑھ لیجئے

① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ فلانی عورت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ کثرت سے روزہ نماز اور صدقہ خیرات کرنے والی ہے (لیکن) اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی ہے یعنی برا بھلا کہتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ دوزخ میں ہے۔''
پھر اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ فلانی عورت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ نفلی روزہ، صدقہ خیرات اور نماز تو کم کرتی ہے بلکہ اس کا صدقہ و خیرات پنیر کے چند ٹکڑوں سے آگے نہیں بڑھتا لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے کوئی تکلیف نہیں دیتی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ جنت میں ہے۔'' (مسند احمد)

۴ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں نے یہ کام اچھا کیا ہے اور یہ کام برا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے اچھا کیا تو یقیناً تم نے اچھا کیا اور جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے برا کیا تو یقیناً تم نے برا کیا۔ (رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۴۲۴)

﴿۱۳۴﴾ کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے دین کی فکر کے ساتھ دوسرے بندگانِ خدا کے دین کی فکر اور اس سلسلہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی دینی فریضہ اور خداوندی مطالبہ ہے، اس لیے اس کو برابر کرتے رہو، ہاں! جب اُمت میں مندرجہ ذیل رذائل آجائیں:

۱ دولت کی پوجا ہونے لگے۔

۲ بخل، کنجوسی اُمت کا مزاج بن جائے۔

۳ خواہشات نفسانی کا اتباع کیا جانے لگے۔

۴ آخرت کو بھلا کر دُنیا ہی کو مقصود بنا لیا جائے۔

۵ خودرائی، خودبینی کی وباء عام ہو جائے۔

تو اس بگڑی ہوئی فضا میں چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاثیر و افادیت اور عوام کی اصلاح پذیری کی اُمید نہیں ہوتی اس لیے چاہیے کہ بندہ عوام کی فکر چھوڑ کر بس اپنی ہی اصلاح اور معصیت سے حفاظت کی فکر کرے۔

آخر میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بعد میں ایسے دور بھی آئیں گے جب دین پر قائم رہنا اور اللہ و رسول کے احکام پر چلنا ہاتھ میں آگ لینے کی طرح تکلیف دہ اور صبر آزما ہوگا۔

ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں خود دین پر قائم رہنا ہی بہت بڑا جہاد ہوگا، دوسروں کی اصلاح کی فکر اور اس سلسلے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری باقی نہیں رہے گی اور ایسی ناموافق فضا اور سخت حالات میں اللہ و رسول کے احکام پر صبر و ثابت قدمی کے ساتھ عمل کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو تمہارے جیسے پچاس افراد کے عمل کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔

(معارف الحدیث: ۸/۱۰۳)

﴿۱۳۵﴾ پیر کے دِن چھ خصوصیتیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پیر کے دن کو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ ﷺ کی سیرت کے ساتھ ایک خاص مناسبت اور خصوصیت ہے، وہ یہ ہے کہ:

۱ پیر کے دن آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۲ پیر ہی کے دن آپ ﷺ کو نبوت ملی۔

۳ آپ ﷺ نے پیر کے دن حجر اسود کو اپنی جگہ رکھا۔

۴ پیر کے دن آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لیے غارِ ثور سے سفر کی ابتداء فرمائی۔

۵ پیر کے دن آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچے۔

۶ پیر ہی کے دن آپ ﷺ کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ (مسند احمد: ۱/۲۷۷، رقم حدیث ۲۵۰۶)

﴿۱۳۶﴾ نبی کریم ﷺ کے زمانہ کے درخت بھی حضور ﷺ کو پہچانتے تھے مگر آج کا اُمتی حضور ﷺ کو نہیں پہچانتا

حدیث کی متعدد کتابوں میں صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت سید الکونین ﷺ ایک سفر میں تھے۔ اثنائے سفر ایک دیہاتی آپ ﷺ کے سامنے سے گزرا۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنے پاس بلا کر فرمایا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟ اس دیہاتی نے کہا: میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے گھر جا رہے ہو تو ہمارے پاس سے ایک خیر کی بات لے کر جاؤ۔ اس دیہاتی نے کہا: وہ کون سی خیر کی بات ہے جو آپ ﷺ پیش کرنا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے کلمہ شہادت کے یہ الفاظ سنا دیئے:

(اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)

”تم اس بات کی شہادت دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

اس پر اس دیہاتی نے کہا کہ اس کی سچائی پر کون گواہی دے گا؟ وہاں سے کچھ دوری پر وادی کے کنارے ایک درخت تھا۔ آقائے نامدار تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ درخت شہادت دے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس درخت کو اپنے پاس بلایا تو وہ درخت زمین پھاڑتا ہوا حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی بارہ گاہ میں حاضر ہوا، اور اس نے کلمہ شریف کی تین مرتبہ شہادت دی، اس کے بعد وہ درخت جیسے آیا تھا ویسے ہی اپنی جگہ واپس پہنچ گیا۔

سرکار دو عالم ﷺ کا یہ معجزہ جب اس دیہاتی نے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، میں آپ ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں۔ میں یہاں سے جا کر اپنے قبیلے کے سامنے یہ کلمہ پیش کر دوں گا۔ اگر وہ لوگ اس کو قبول کریں گے تو میں ان کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا اور اگر وہ لوگ قبول نہیں کریں گے تو میں اپنے قبیلے کو چھوڑ کر اکیلے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ہی کے ساتھ رہوں گا۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۲/۸، حدیث نمبر ۵۶۳۶)

﴿۱۳۷﴾ ہجری اور اسلامی سنہ کی اہمیت اور اس کی تاریخ

اسلام سے پہلے صرف عیسوی سال اور مہینوں سے تاریخ لکھی جاتی تھی اور مسلمانوں میں تاریخ لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۱۷ ہجری میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا کہ آپ کی طرف سے حکومت کے مختلف علاقوں میں خطوط جاری ہوتے ہیں مگر آپ کے ان خطوط میں تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی اور تاریخ لکھنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے کہ کس دن آپ کی طرف سے حکم جاری ہوا، اور کب پہنچا اور کب اس پر عمل ہوا۔ ان سب باتوں کے سمجھنے کا مدار تاریخ لکھنے پر ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نہایت معقول بات سمجھا اور فوری طور پر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک میٹنگ بلائی اس میں مشورہ دینے والے اکابر صحابہ کی طرف سے چار قسم کی رائیں سامنے آئیں:

① اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ آپ ﷺ کی ولادت کے سال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔
② دوسری جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ نبوت کے سال سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔
③ تیسری جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔
④ چوتھی جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ آپ ﷺ کی وفات سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے۔

ان چاروں قسم کی رائے سامنے آنے کے بعد ان پر باضابطہ بحث ہوئی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ ولادت یا نبوت سے اسلامی سال کی ابتداء کرنے میں اختلاف سامنے آسکتا ہے۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دن قطعی طور پر اس وقت متعین نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے، اور وفات سے شروع کرنا اس لیے مناسب نہیں ہے کہ وفات کا سال اسلام اور مسلمانوں کے غم اور صدمہ کا سال ہے، اس لیے مناسب یہ ہوگا کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتداء کی جائے، اس میں چار خوبیاں ہیں:

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت نے حق و باطل کے درمیان واضح امتیاز پیدا کر دیا۔
② یہی وہ سال ہے، جس میں اسلام کو عزت اور قوت ملی۔
③ یہی وہ سال ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان امن و سکون کے ساتھ بغیر خوف و خطرے کے اللہ کی عبادت کرنے لگے۔
④ اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔

ان تمام خوبیوں کی بناء پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع اس بات پر ہوا کہ ہجرت کے سال ہی سے اسلامی سال کی ابتداء ہوئی۔ (بخاری شریف:۱/۵۶۰، حدیث نمبر ۳۷۹۲۔ فتح الباری، عمدۃ القاری، الروض الانف:۴/۲۵۶)

پھر اسی مجلس میں دوسرا مسئلہ اُٹھا کہ سال میں بارہ مہینے ہیں ان میں چار ماہ حرمت والے ہیں ① ذیقعدہ ② ذی الحجہ ③ محرم اور ④ رجب، جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ (بخاری شریف:۲/۶۳۲، حدیث نمبر ۴۲۲۸)

سال کے مہینے کی ابتداء میں بھی اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی مختلف آراء سامنے آئیں کہ سال کے مہینے کی ابتداء کس مہینے سے کی جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے چار قسم کی رائیں سامنے آئیں:

① ایک جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رجب کے مہینے سے سال کے مہینہ کی ابتداء کی جائے، اس لیے کہ رجب سے ذی الحجہ تک چھ مہینے ہوتے ہیں، پھر محرم سے رجب کی ابتداء تک چھ مہینے ہوتے ہیں۔
② دوسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ رمضان کے مہینہ سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے، اس لیے کہ رمضان سب سے افضل ترین مہینہ ہے، جس میں پورا قرآن کریم نازل ہوا ہے۔
③ تیسری جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ محرم کے مہینے سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے، اس لیے کہ ماہ محرم میں حجاج کرام حج کر کے واپس آتے ہیں۔
④ چوتھی جماعت نے یہ مشورہ دیا کہ ربیع الاوّل سے سال کے مہینے کی ابتداء کی جائے، اس لیے کہ اسی مہینے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی کہ شروع ربیع الاوّل میں مکہ مکرمہ سے سفر شروع فرمایا، اور ۸/ ربیع الاوّل کو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کی رائے نہایت احترام کے ساتھ سنی۔ پھر آخر میں یہ فیصلہ دیا کہ محرم کے مہینے سال کے مہینے کی ابتداء ہونی چاہیے۔ اس کی دو خوبیاں سامنے ہیں:

- حضرات انصار رضی اللہ عنہم نے بیعت عقبہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لانے کی دعوت پیش فرمائی تھی اور آپ نے انصار کی دعوت قبول فرمائی اور یہ ذی الحجہ کے مہینے میں حج کے بعد پیش آیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کے شروع سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کے لیے روانہ کرنا شروع فرما دیا تھا، لہٰذا ہجرت کی ابتداء محرم کے مہینہ سے ہوئی اور اس کی تکمیل ربیع الاوّل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ہوئی۔
- حج اسلام کی ایک تاریخی عبادت ہے جو سال میں صرف ایک مرتبہ ہوتی ہے اور حج سے فراغت کے بعد محرم کے مہینہ میں حاجی لوگ

اپنے گھر واپس آتے ہیں ان خوبیوں کی بناء پر سال کے مہینے کی ابتداء محرم سے مناسب ہے۔ اس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق اور اجماع ہوا کہ سال کے مہینے کی ابتداء محرم سے ہو۔ لہٰذا اسلامی سال کی ابتداء ہجرت سے اور اسلامی مہینہ کی ابتداء محرم الحرام سے مان لی گئی اور اسی پر اُمت کا عمل جاری ہے۔

نوٹ: ہمارے پروگرام، ہماری شادی بیاہ کی تاریخیں، سفر کی تاریخیں، کاروبار شروع کرنے کی تاریخیں اور معاملات و معاشرت میں جو بھی پروگرام طے ہو اس پر عمل اسلامی سال اور اسلامی تاریخوں کے مطابق ہونا چاہیے، اس لیے کہ اسلامی سال اور اسلامی مہینہ کے مطابق پروگرام بنانے سے اس پروگرام میں روحانیت ونورانیت آئے گی۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ اُمت کا بہت بڑا طبقہ اسلامی سال اور اسلامی مہینوں کو جانتا ہی نہیں، لہٰذا اپنے بچوں کو اسلامی سال اور اسلامی مہینہ کی اہمیت بتلایا کرو۔ اللہ نے روزہ، عید، حج کا مدار اسلامی سال و اسلامی تاریخوں پر رکھا ہے، عیسوی تاریخوں پر نہیں رکھا۔ عیسوی تاریخ تابع ہے اسلامی تاریخ کے اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

﴿۱۳۸﴾ علم اور مال میں فرق (ایک خط کا جواب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم اور مال میں فرق ہے، وہ یہ کہ مال کو جتنا خرچ کرو گھٹتا ہے اور علم کو جتنا خرچ کرو اتنا بڑھتا ہے۔ اگر علم کہیں گھٹ جایا کرتا تو جو حافظ قرآن شریف پڑھانے بیٹھتا تو اجنبی آیتیں بچوں کو سکھلایا کرتا خود بھول جایا کرتا۔ اس کا علم دوسرے کے پاس منتقل ہو جایا کرتا، حالانکہ جتنا پڑھاتا ہے اتنا استاد کا حفظ پختہ ہو جاتا ہے، اس کا علم ترقی کر جاتا ہے۔ غرض علم کو جتنا خرچ کرو بڑھتا ہے، دولت کو جتنا خرچ کرو گھٹتی ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ مال کی حفاظت مالک کو کرنی پڑتی ہے۔ چار پیسے ہوں گے تو آپ کو فکر ہوگی کہ کہیں چور نہ لے جائے، تالا ڈالوں، تجوری میں رکھوں، گھر کی کوٹھڑی میں رکھوں، اور سو روپے ہوں تو فکر ہے کہ رات کو کوئی چور نہ آجائے تو آپ کو خود مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور علم عالم کی حفاظت کرتا ہے۔ عالم کو ضرورت نہیں۔ علم خود بتائے گا کہ یہ خطرہ کا راستہ ہے، یہ نجات کا۔ تو علم اپنے عالم کی خود حفاظت کرتا ہے، مگر مال اپنے مالک کی حفاظت نہیں کرتا، مالک کو حفاظت کرنی پڑتی ہے۔

اب ظاہر بات ہے کہ مال آئے تو سو مصیبتیں ساتھ لے کر آئے گا کہ حفاظت کرو چور سے اور ڈاکو وغیرہ سے۔ اور علم آئے تو احسان جتلاتا ہوا آئے گا کہ میں تیرا محافظ ہوں، میں تیری خدمت کروں گا، میں تجھے نجات کا راستہ بتلاؤں گا۔ لہٰذا اگر کوئی علم سکھائے تو وہ سب سے بڑا محسن ہے کہ اس نے دنیا اور آخرت کا راستہ کھول دیا۔

دولت سے راستے نہیں کھلتے اس سے تو آدمی بھٹکتا ہے، ہاں! اگر کوئی علم کے مطابق کمائے اور علم کے مطابق خرچ کرے تو دولت کام دے گی، اور اگر جاہلانہ طریقے سے کمائے حلال وحرام کا امتیاز نہ کرے اور خرچ کرنے میں حلال وحرام کا امتیاز نہ ہو تو دولت مصیبت بن جاتی ہے۔

اب تک تو ہم عقیدے سے سمجھتے تھے کہ دولت کو بے جا طریقے سے کماؤ تو مصیبت بن جاتی ہے مگر آج تو دنیا میں مشاہدہ ہو رہا ہے یعنی جن کے پاس ناجائز طریقے سے کمائی ہو دولت تھی آج وہ مصیبت میں مبتلا ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خدا کے لیے دولت نکلے، جان تو ہماری بچ جائے، کوئی پہاڑوں میں چھپا رہا ہے، کوئی سمندر میں ڈال رہا ہے، مگر گورنمنٹ ہے کہ کھوج کر ان چیزوں کو نکال رہی ہے تو مالداروں پر ایک عجیب مصیبت گزر رہی ہے۔

یہ اللہ میاں کا فضل ہے کہ اس وقت ہم جیسے لوگ جو یہ کہا کرتے تھے کہ تھوڑے پیسے کافی ہیں، جو غریب یا زاہد تھے آج انہیں یہ کہنے کا

موقع ہے کہ آرام میں تو ہم ہیں تمہاری دولت نے تمہیں فائدہ نہیں دیا۔ ہماری غربت نے ہمیں فائدہ دیا۔ فقیر کے گھر گورنمنٹ کا کوئی آدمی نہیں آئے گا کہ ٹیکس ادا کرو۔ وہ کہے گا کہ میرے پاس کچھ نہیں میں کہاں سے ادا کروں، وہ آرام سے ہے، اور جس کے پاس کچھ ہے وہ مصیبت میں مبتلا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ ہم کچھ نہیں رکھتے، اس لیے غم بھی کچھ نہیں رکھتے۔ ہم دستار بھی نہیں رکھتے، پیچ کا غم کہاں سے رکھتے؟ جس پر دستار ہو وہ پیچ وخم کی فکر کرے یہاں تو دستار ہی ندارد ہے، یہاں کپڑا ہی ندارد ہے تو کلی اور دامن کی فکر کیوں ہوگی؟

بہر حال جو لوگ آج کم یعنی بقدر ضرورت رکھتے ہیں وہ آرام میں ہیں اور جو زیادہ رکھتے ہیں وہ مصیبت میں مبتلا ہیں مگر کیوں مبتلا ہیں، محض زیادہ رکھنے کی وجہ سے نہیں، اسلام نے یہ نہیں کہا کہ تم مفلس اور قلاش بنو، ناجائز طریقے پر زیادہ رکھتے ہیں، اس لیے پریشان ہو، جس کے پاس جائز طریقہ سے ہے وہ آج بھی پریشان نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جائز راستہ پر چلنا ہمیشہ راحت کا باعث بنتا ہے، ناجائز راستہ پر چلنا ہمیشہ مصیبت کا موجب ہوتا ہے، خواہ وہ قانوناً ناجائز ہو یا شرعاً ناجائز ہو۔ جب کسی ناجائز چیز کا آدمی ارتکاب کرے گا تو مصیبت میں مبتلا ہوگا۔

نوٹ: ایک صاحب جن کے پاس کافی مال تھا اور کافی رقم تھی، اچانک ان پر نامناسب حالات آئے اور راتوں رات اس کا سارا مال ضائع ہوگیا، چونکہ وہ عالم بھی تھے اور مال والے بھی تھے، انہوں نے خط لکھا، اس کے جواب میں مندرجہ بالا مضمون لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نامناسب حالات سے سب کی حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

﴿۱۳۹﴾ مجربات

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

ساٹھ روحانی نسخے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص الماری سے ملے

غَم مَت کر

(۱) ناسور یا داغ دھبہ کا روحانی علاج:

﴿ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ﴾ (سورۂ بقرہ: ۷۱)

اگر آپ کے بدن پر ناسور ہو، یا کوئی داغ دھبہ ہو تو یہ آیت اکتالیس (۴۱) بار دوا یا مرہم پر پڑھ کر پھونکیں پھر استعمال کریں، انشاء اللہ داغ دھبہ دور ہو جائے گا۔

غَم مَت کر

(۲) گردے اور پتے کی پتھری کا روحانی علاج:

﴿ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴾ (سورۂ بقرہ: ۷۴)

اگر آپ کو گردے اور پتے کی پتھری پریشان کرتی ہو تو یہ آیت اکتالیس (۴۱) بار پڑھ کر پانی پر دم کریں اور اس وقت تک پیتے رہیں جب تک کامیابی نہ ہو۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ شفاء عطا فرمائیں گے۔

غَم مَت کر

(۳) موذی جانور یا دشمن سے حفاظت کا نسخہ:

﴿ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۸)

اگر راستہ میں کسی موذی جانور یا دشمن سے خوف محسوس ہو تو سات (۷) دفعہ اس پر مذکورہ آیت پڑھ کر پھونکیں۔

غَم مَت کر

(۴) غفلت دور کرنے کا نسخہ:

﴿ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (سورۂ بقرہ: ۵)

اگر آپ دین سے غافل اور سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں، یا برے افعال میں مبتلا ہیں، تو مذکورہ آیت کو پانی پر ایک سو ایک (۱۰۱) مرتبہ پڑھ کر دم کر دیں اور اکتالیس (۴۱) دن تک پیتے رہیں۔

غو مت کر

(۵) ہر درد سے شفاء حاصل کرنے کا نسخہ:

﴿ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ (سورۂ انعام:۱۷)

اگر آپ کو ہر قسم کی تکلیف اور درد سے شفا حاصل کرنی ہو تو سات (۷) یا گیارہ (۱۱) دفعہ مذکورہ آیت کو جس جگہ تکلیف ہو وہاں ہاتھ رکھ کر پڑھیں اور دم کریں۔

غو مت کر

(۶) تنگی سے نجات حاصل کرنے کا نسخہ:

﴿ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴾

(سورۂ مائدہ:۱۱۴)

اگر آپ رزق کی تنگی سے پریشان ہیں یا کسی خاص چیز کی حاجت ہو تو مذکورہ آیت کو سات (۷) دفعہ پڑھ کر آسمان کی طرف پھونکیں۔

غو مت کر

(۷) اولاد کے رشتہ کیلئے مجرب عمل:

﴿ أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ ﴾ (سورۂ نمل:۶۲)

اگر آپ کی اولاد کا رشتہ نہیں ملتا تو اٹھتے بیٹھتے مذکورہ آیت کا ورد جاری رکھیں۔

غو مت کر

(۸) مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کا نسخہ:

﴿ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل:۸۱)

اگر آپ کو مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنی ہو تو روزانہ کسی نماز کے بعد ایک سو تینتیس (۱۳۳) دفعہ مذکورہ آیت پڑھ لو اگر حق پر ہو تو تب، ورنہ ناحق پڑھنے والا خود مصیبت میں گرفتار ہو سکتا ہے۔

غو مت کر

(۹) غصہ کو دور کرنے کا نسخہ:

﴿ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۳۴)

اگر آپ کا غصہ شدید ہے اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں تو ایک سو ایک (۱۰۱) دفعہ مذکورہ آیت اکیس (۲۱) دن تک چینی یا شکر پر پڑھیں پھر اس کو چائے یا پانی میں ڈال کر پی جائیں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۱۰) دل کی گھبراہٹ اور بیماری سے نجات کا نسخہ:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (سورۂ رعد:۲۸)

اگر آپ کو دل کی گھبراہٹ اور بیماری دور کرنی ہو تو یہ آیت اکتالیس (۴۱) بار پانی پر دم کر کے پی لو۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۱۱) لڑکی کے رشتہ کیلئے ایک مجرب عمل:

﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴾ (سورۂ قصص:۲۴)

اگر آپ کی لڑکی کے لیے رشتہ نہ آتا ہو، یا آتا ہو مگر رشتہ پسند نہ آتا ہو تو ایک سو بارہ (۱۱۲) مرتبہ اس دعا کو اور تین (۳) دفعہ سورۂ ضحیٰ پڑھیں، ہر مہینہ گیارہ (۱۱) دن تک پڑھیں اور تین مہینہ یہ عمل جاری رکھیں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۱۲) تنگی اور پریشانی دور کرنے کا نسخہ:

﴿ وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ﴾ (سورۂ اعراف:۱۰)

اگر آپ کے پاس رہنے کی جگہ یا مکان نہ ہو، یا روزگار کا ذریعہ نہ ہو، یا آپ رزق سے تنگ ہیں، یا مسافر ہیں اور سامان آپ کے پاس کچھ نہیں، تو مذکورہ آیت کو ایک سو اکاون (۱۵۱) مرتبہ روزانہ پڑھ لو جب تک کامیابی نہ ہو۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۱۳) عزت حاصل کرنے کا نسخہ:

﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ (سورۂ یٰسین:۸۳)

اگر آپ لوگوں کی نظروں سے گر گئے ہو اور چاہتے ہو کہ آپ کی عزت قائم ہو جائے تو آپ مذکورہ آیت کو گیارہ (۱۱) دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر پھونک لو، انشاء اللہ آپ کامیاب ہو جاؤ گے۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۱۴) نرینہ اولاد کے حصول اور رزق کی تنگی دور کرنے کیلئے بہترین نسخہ:

﴿ وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ﴾ (سورۂ نوح:۱۲)

اگر آپ کے یہاں اولاد نرینہ نہیں ہے تو حمل ٹھہرتے ہی نو مہینے تک گیارہ (۱۱) مرتبہ روزانہ یہ آیت پڑھے۔ رزق کی تنگی کو دور کرنے کے لیے بھی اس آیت کو روزانہ سات مرتبہ پڑھے۔

غم مت کر

(۱۵) میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کا نسخہ:

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (سورۂ روم:۲۱)

اگر آپ کو اپنی بیوی سے اختلاف ہے، آپس میں محبت نہیں ہے تو اس آیت کو ننانوے (۹۹) دفعہ کسی مٹھائی پر تین (۳) دن پڑھ کر دم کریں اور دونوں کھائیں۔

غم مت کر

(۱۶) جادو کا روحانی علاج:

﴿ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴾ (سورۂ طٰہٰ: ۶۸،۶۹)

اگر آپ کو شک ہے کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے، یا علامتیں محسوس ہو رہی ہوں تو جادو کے اثر کو ختم کرنے کے لیے گیارہ (۱۱) دن تک سو (۱۰۰) دفعہ مذکورہ آیت پڑھ کر اپنے اوپر پھونکیں یا اور کسی پر شک ہو تو اس پر پڑھ کر پھونکیں۔ اس عمل کے دوران کوئی دوسرا عمل نہ پڑھیں۔

غم مت کر

(۱۷) خاوند کو راہِ راست پر لانے کا نسخہ:

﴿ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (سورۂ مائدہ: ۱۰۰)

اگر کسی کا خاوند دوسری عورت سے ناجائز تعلق رکھتا ہو یا حرام کی کمائی گھر میں لاتا ہو تو اسے باز رکھنے کے لیے گیارہ (۱۱) دن تک ایک سو اکتالیس (۱۴۱) مرتبہ مذکورہ آیت کو کسی کھانے کی چیز پر پڑھ کر دم کر کے کھلائیں۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

غم مت کر

(۱۸) ہر جائز مراد کے لیے مجرب عمل:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾ (سورۂ انفال:۹)

مسلمانوں پر واجب ہے کہ تمام امور میں اللہ پر توکل کریں، اس کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں، مدد اور کامیابی اسی کے ہاتھ میں ہے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ ہر جائز مراد کے لیے چودہ (۱۴) دفعہ مذکورہ آیت گیارہ (۱۱) دن تک پڑھیں۔

غم مت کر

(۱۹) عزت، نیک نامی اور صحت بدن کے لیے مجرب عمل:

﴿ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

الْحَكِيمُ ﴾ (سورۂ جاثیہ:۳۶،۳۷)

اگر آپ کو عزت وآبرو اور وقار حاصل کرنا ہو یا بخار کو دور کرنا ہو، یا زخم کو ٹھیک کرنا ہو، یا اچھے کاموں میں نام پیدا کرنا ہو، یا عمل کا وزن بھاری کرنا ہو تو روزانہ مذکورہ آیت سات (۷) دفعہ پڑھیں۔

غم مت کر

(۲۰) کند ذہن کا روحانی علاج:

﴿ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴾ (سورۂ نساء:۱۱۳)

اگر آپ کا بچہ یا کوئی طالب علم کند ذہن ہو تو ایک سو اکیس (۱۲۱) مرتبہ یہ آیت پانی پر دم کر کے روزانہ پلائیں، انشاء اللہ اس کی برکت سے عالم فاضل ہو جائے گا۔

غم مت کر

(۲۱) ہر رنج وغم دور کرنے کا بہترین نسخہ:

﴿ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴾ (سورۂ مؤمن:۴۴)

عشاء کی نماز کے بعد ایک سو ایک (۱۰۱) دفعہ پڑھنے سے ہر رنج وغم دور کرنے کے لیے غیب سے مدد کا دروازہ کھلتا ہے۔

غم مت کر

(۲۲) امتحان وغیرہ میں کامیابی کیلئے مجرب عمل:

﴿ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۚ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ﴾ (سورۂ انفال:۶۲)

فتح اور کامیابی کے لیے، یا امتحان میں آسان پرچوں کے لیے جانے سے پہلے سات (۷) دفعہ یہ آیت پڑھیں۔

غم مت کر

(۲۳) اپنی اور اولاد کی اصلاح کیلئے مجرب عمل:

﴿ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ (سورۂ احقاف:۱۵)

اگر آپ اپنی اولاد کی فرمانبرداری چاہتے ہیں اور خدا کے لیے پسندیدہ عمل کرنا چاہتے ہیں تو مذکورہ آیت تین (۳) دفعہ روزانہ پڑھیں، انشاء اللہ تعالیٰ مفید ثابت ہوگی۔

غم مت کر

(۲۴) دل اور چہرے کو نورانی بنانے کا مجرب عمل:

﴿ اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ

یَھْدِیْ اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾ (سورۂ نور:۳۵)

اگر آپ کو اپنے دل میں اور چہرے میں نُور پیدا کرنا ہے تو روزانہ مذکورہ آیت ایک مرتبہ اپنے اوپر پڑھ کر پھونکیں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۲۵) بھٹکے ہوئے کو راہِ راست پر لانے کا نسخہ:

﴿ وَھَدَیْنٰھُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴾ (سورۂ صفٰت: ۱۱۸)

اگر آپ سیدھی راہ سے بھٹک جائیں، اچھائی برائی کی تمیز نہ رہے تو آپ تین سو تیرہ (۳۱۳) دفعہ مذکورہ آیت پانی پر دم کر کے اس وقت تک پیتے رہیں جب تک آپ کی حالت سدھر نہ جائے۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۲۶) معذور کیلئے بہترین عمل:

﴿ اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَآ زاَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَآ زاَمْ لَھُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَآ زاَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا ؕ ﴾ (سورۂ اعراف:۱۹۵)

اگر کوئی ہاتھ، پیر، کان، آنکھ یا ٹانگ وغیرہ سے معذور ہے تو اس آیت کو کثرت سے پڑھیں اور پانی پر دم کر کے معذور کو پلائیں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۲۷) یرقان کا روحانی علاج:

اگر کسی کو یرقان ہوگیا ہو تو پہلے سورۂ فاتحہ ایک بار، پھر سورۂ حشر سات (۷) دفعہ، پھر ایک بار سورۂ قریش پڑھ کر پانی پر دم کریں، اور مریض کو جب تک فائدہ نہ ہو پلاتے رہیں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۲۸) لاعلاج بیماری اور ظالم کے ظلم وستم سے نجات حاصل کرنے کا بہترین نسخہ:

﴿ فَدَعَا رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ (سورۂ قمر: ۱۰)

اگر آپ کو کوئی بیماری ہو اور ڈاکٹر کی سمجھ سے باہر ہو، یا کوئی دوا اثر نہ کرتی ہو، یا کوئی شخص مظلوم ہو اور ظالم کا ظلم انتہاء تک پہنچ چکا ہو تو روزانہ تین سو تیرہ مرتبہ (۳۱۳) مذکورہ آیت پڑھ کر آسمان کی طرف منہ کر کے پھونکیں اور مریض کو پانی پر دم کر کے پلائیں، یہ عمل اکیس (۲۱) روز تک کریں۔

غَمْ مَتْ کرْ

(۲۹) رزق میں برکت اور کام میں آسانی کیلئے مجرب عمل:

رزق میں ترقی اور برکت کے لیے یا کوئی کام بس سے باہر ہو اور کوئی وسیلہ نظر نہ آتا ہو، یا کسی کام میں آسانی اور جلدی مطلوب ہو تو سورۂ مزمل ایک بیٹھک میں اکتالیس (۴۱) مرتبہ تین (۳) دن تک پڑھیں، انشاء اللہ مقصد میں کامیابی ہوگی۔ لیکن اس عمل سے دوسروں

کو نقصان پہنچانا مقصود نہیں ہونا چاہیے۔

غور مت کر

(۳۰) حج کی استطاعت حاصل کرنے کیلئے مجرب عمل:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (سورۂ فتح:۲۷)

اگر آپ کو حج پر جانے کی طلب ہے اور کوئی وسیلہ جانے کا نہ ہو تو کثرت سے مذکورہ آیت کا ورد کریں، اس وقت تک جب تک اُمید پوری نہ ہو۔

غور مت کر

(۳۱) اُلفت ومحبت پیدا کرنے کا بہترین طریقہ:

﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (سورۂ انفال:۶۳)

اگر آپ کسی کے دل میں اُلفت ومحبت پیدا کرنا چاہتے ہیں، یا خاندان میں نااتفاقی ہو تو اتفاق پیدا کرنے کے لیے یہ آیت گیارہ (۱۱) مرتبہ روزانہ پڑھیں۔

غور مت کر

(۳۲) ظالم کو دفع کرنے کیلئے جلالی عمل:

﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (سورۂ انعام:۴۵)

ظالم کو دفع کرنے کے لیے یہ آیت تین (۳) دن تک اکیس (۲۱) دفعہ پڑھنا مفید ہے، یہ آیت بڑی جلالی ہے اس کو ناجائز موقع پر پڑھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ جب ظالم کا ظلم ناقابل برداشت ہو تب یہ عمل کریں۔

غور مت کر

(۳۳) طالب اولاد کیلئے مجرب عمل:

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (سورۃ المائدہ:۱۷)

اگر آپ اولاد سے محروم ہیں تو یہ آیت اکتالیس (۴۱) دن تک روزانہ تین سو (۳۰۰) دفعہ کسی میٹھی چیز پر دم کر کے آدمی خاوند اور آدمی بیوی کھائے۔

غور مت کر

(۳۴) رزق میں کشادگی اور کاروبار کی ترقی کیلئے مجرب عمل:

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ (سورۂ لقمان:۲۶)

رزق میں کشادگی کے لیے، کاروبار کی ترقی کے لیے، یا نیا کاروبار شروع کرنے سے پہلے اس آیت کو روزانہ ایک سو اکتالیس (۱۴۱) دفعہ پڑھیں۔

غَوَّمَتْ كُرْ

(۳۵) دشمن کے شر سے حفاظت کا بہترین نسخہ:

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (سورۂ توبہ:۵۱)

اگر کسی شخص کو دشمن سے تکلیف یا نقصان پہنچے تو اندیشہ ہو، یا تکلیف پہنچا تا ہو تو اس آیت کو روزانہ سات (۷) دفعہ پڑھے، انشاء اللہ اس کی اذیت سے محفوظ رہے گا۔

غَوَّمَتْ كُرْ

(۳۶) حضور اکرم ﷺ کی زیارت کیلئے مجرب عمل:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۂ احزاب:۵۶)

جو حضور ﷺ سے ہم کلام ہونے کا یا ان کی زیارت کا خواہش مند ہو وہ رات کو سوتے وقت اس کی تسبیح پڑھے۔ انشاء اللہ جلد ہی نبی کریم کی زیارت ہوگی۔

غَوَّمَتْ كُرْ

(۳۷) اولاد کی حیات اور مصیبت سے نجات کا نسخہ:

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ (سورۂ صافات:۷۶)

اگر کسی شخص کی اولاد مر جاتی ہو زندہ نہ رہتی ہو، یا وہ کسی سخت مصیبت میں مبتلا رہتا ہو تو اس آیت کو روزانہ صبح وشام گیارہ دفعہ پڑھے۔

غَوَّمَتْ كُرْ

(۳۸) جنت الفردوس کا وارث بننے کے لیے مجرب عمل:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۗ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ (سورۂ مؤمنون:۱۱،۱)

رات کو سوتے وقت مذکورہ آیتیں ضرور پڑھیں۔ کیونکہ یہ آیتیں عزت کی حفاظت کرتی ہیں...... بے نمازیوں کو نماز کی رغبت دلاتی ہیں...... بے ہودہ اور بری باتوں سے روکتی ہیں...... اور جنت الفردوس کا وارث بنا دیتی ہیں۔

غَمْ مَتْ کَرْ

(۳۹) محروم اولاد کیلئے مجرب عمل:

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴾ (سورۂ شوریٰ:۴۹)

جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو وہ یہ آیتیں ایک سوتینتیس (۱۳۳) مرتبہ پانی پر دم کر کے فجر کی نماز کے بعد میاں بیوی دونوں پئیں۔

غَمْ مَتْ کَرْ

(۴۰) بیماری یا کمزوری کو دور کرنے کا نسخہ:

﴿ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ (سورۂ یوسف:۵۶)

اگر کوئی بچہ یا شخص بیمار ہو، یا کمزور ہو، یا سوکھتا چلا جارہا ہو اور بظاہر کوئی بیماری نظر نہ آتی ہو تو اوّل وآخر تین مرتبہ درود شریف پڑھے اور اکیس (۲۱) دن تک ایک سو اکتالیس (۱۴۱) دفعہ یہ آیت پڑھے، اور مریض پر دم کرے۔

غَمْ مَتْ کَرْ

(۴۱) اولاد سے محروم حضرات کیلئے بہترین تحفہ:

اگر آپ اولاد سے محروم ہیں تو روزانہ ایک سو ایک (۱۰۱) دفعہ سورۃ الکوثر بسم اللہ کے ساتھ پڑھیں۔ انشاء اللہ آپ کی مراد ضرور پوری ہوگی۔

غَمْ مَتْ کَرْ

(۴۲) رزق میں کشادگی کیلئے مجرب عمل:

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (سورۂ عنکبوت:۶۲)

اگر آپ کو رزق میں کشادگی مطلوب ہے تو مذکورہ آیت گیارہ (۱۱) دفعہ فجر کی نماز کے بعد پڑھیں۔

غَمْ مَتْ کَرْ

(۴۳) جنون اور جادو وغیرہ کا شبہ زائل کرنے کا نسخہ:

﴿ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (سورۂ تکویر:۲۰،۲۹)

اگر کسی پر شبہ ہو کہ اس کا دماغی توازن بگڑتا جارہا ہے، یا اپنی اصل حالت میں نہیں ہے، یا شبہ ہو کہ کسی نے اس پر کچھ کردیا ہے تو اس آیت کو اکتالیس (۴۱) دفعہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔

غور مت کر

(۴۴) بخار کی تیزی، غصہ اور ضد کو ختم کرنے کیلئے نہایت مفید عمل:

﴿ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴾ (سورۂ انبیاء:۶۹)

بخار کی تیزی ختم کرنے کے لیے یہ دعاء بار بار پڑھ کر مریض پر دم کریں، اور غصہ اور ضد کو ختم کرنے کے لیے بھی اس دعا کا استعمال کریں۔

غور مت کر

(۴۵) جھوٹے مقدموں، تہمتوں اور بے عزتی سے نجات پانے کا نسخہ:

﴿ وَ یُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ (سورۂ یونس:۸۲)

اگر کوئی جھوٹے مقدمہ میں پھنس گیا ہو یا کسی نے کسی پر جھوٹی تہمت لگائی ہو یا کسی کی عزت پر کوئی حرف آیا ہو وہ اس آیت کو اٹھتے بیٹھتے کثرت سے پڑھے۔ انشاء اللہ اسے کامیابی حاصل ہوگی۔

غور مت کر

(۴۶) حصول نعمت کیلئے مجرب عمل:

﴿ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾ (سورۂ آل عمران:۷۳،۷۴)

اگر آپ کو اللہ کی ہر نعمت حاصل کرنی ہے تو یہ دعا صبح وشام روزانہ سات (۷) دفعہ پڑھیں اور ہر حال میں اللہ کا شکر کرتے رہیں۔

غور مت کر

(۴۷) نافرمان اولاد کی اصلاح کیلئے مجرب عمل:

﴿ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾ (سورۂ ہود:۵۶)

اگر آپ کی اولاد نافرمان ہے تو ان کی پیشانی کے بال پکڑ کر گیارہ (۱۱) مرتبہ یہ دعا پڑھیں اور اُن پر دم کریں۔

غور مت کر

(۴۸) مرتے دم تک صحیح سلامت رہنے کا نسخہ:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورۂ روم:۳۰)

جو شخص چاہے کہ مرتے دم تک اس کے تمام اعضاء درست رہیں، اور وہ تندرست رہے تو یہ آیت روزانہ تین (۳) دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے۔

غور مت کر

(۴۹) اولاد سے محروم حضرات کیلئے بہترین ورد:

﴿ اَلَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ (سورۂ سجدہ:۷،۹)

اگر آپ اولاد کی نعمت سے محروم ہیں تو اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے کثرت سے ان آیات کا ورد کریں۔

غور مت کر

(۵۰) نامعلوم اور لاعلاج بیماری سے شفاء کیلئے مجرب عمل:

﴿ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾ (سورۂ انبیاء:۸۳)

اگر آپ ایسی بیماری میں مبتلا ہیں جو سمجھ میں آنے والی نہیں، یا لاعلاج ہے تو مریض بذات خود اس آیت کو کثرت سے ورد کرے۔

غور مت کر

(۵۱) بیٹے یا بیٹی کے نکاح کیلئے بہترین عمل:

﴿ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴾ (سورۂ فرقان:۵۴)

اگر آپ کے بیٹے یا بیٹی کا عقد نہ ہوتا ہو تو آپ اپنی اس مراد کے لیے یہ آیت اکیس (۲۱) دن تک تین سو تیرہ (۳۱۳) دفعہ پڑھیں۔

غور مت کر

(۵۲) ہر مشکل کی آسانی کیلئے مجرب عمل:

﴿ یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴾ (سورۂ روم:۴،۵)

ہر جائز مراد کے لیے اور ہر مشکل کی آسانی کے لیے ان آیتوں کو ایک سو تیرہ دفعہ پڑھیں۔

غور مت کر

(۵۳) استخارہ میں درست بات معلوم کرنے کا نسخہ:

﴿ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴾ (سورۂ ملک:۱۳،۱۴)

عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں اس کے بعد ان آیتوں کو ایک سو ایک (۱۰۱) بار پڑھ کر بغیر بات کئے سو جائیں۔ انشاء اللہ درست بات معلوم ہو جائے گی۔

غور مت کر

(۵۴) دشمن سے حفاظت کا نسخہ:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ﴾ (سورۂ حج:۳۸)

اگر کسی شخص کو ہر وقت دشمن سے خوف رہتا ہو، یا اس کی دشمنی بڑھتی جا رہی ہو تو دشمن سے حفاظت اس آیت کو گیارہ (۱۱) دفعہ روزانہ پڑھے۔

غورمت کرو

(۵۵) سرطان، طاعون اور پھوڑے پھنسی سے بچنے کیلئے مجرب عمل:

﴿ یَامَلِكُ، یَاقُدُّوْسُ، یَاسَلَامُ ﴾

ہر شخص کو چاہیے کہ سرطان یا طاعون یا پھوڑے پھنسی کی بیماری سے بچنے کے لیے اس دعا کو صبح وشام گیارہ (۱۱) مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ آپ محفوظ رہیں گے۔

غورمت کرو

(۵۶) گناہوں میں مبتلا اور غافل کو راہِ راست پر لانے کا نسخہ:

﴿ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴾ (سورۂ نازعات:۱۹)

جو سیدھی راہ سے بھٹک گیا ہو یا برے افعال میں پڑ گیا ہو، یا اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا ہو تو اس آیت کو روزانہ ایک سو ایک (۱۰۱) مرتبہ پانی پر دم کر کے اسے پلائیں۔

غورمت کرو

(۵۷) مصائب سے نجات کا بہترین نسخہ:

﴿ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ (سورۂ رعد:۲۴)

اگر کسی شخص کو حوادث روزگار نے ستا رکھا ہو، یا کسی شخص سے دُکھ پہنچا ہو تو وہ اس دُعا کو پڑھے۔ انشاء اللہ اس کے لیے دین ودنیا میں فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے

غورمت کرو

(۵۸) بدنامی سے بچنے کا عمدہ نسخہ:

﴿ وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ (سورۂ یونس: ۶۵)

اگر کوئی کسی کو بدنام کرنے پر تلا ہے اور اس کو اپنی عزت کا خطرہ ہے تو وہ اس دعا کو صبح وشام اکتالیس (۴۱) مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر پھونک دے۔

غورمت کرو

(۵۹) غم اور پریشانی کو دور کرنے اور مالی حالت کو درست کرنے کا نسخہ:

﴿ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل:۸۷)

اگر کوئی شخص غم میں یا اور کسی پریشانی میں ہو یا اس کی مالی حالت بگڑتی جا رہی ہو تو اُٹھتے بیٹھتے اس آیت کا ورد جاری رکھے۔

غَوَّمت کر۔

(۶۰) دنیا اور آخرت کی نعمتوں کو حاصل کرنے کا شاندار نسخہ:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۚ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ﴾ (سورۂ محمد: ۱۵)

اگر کوئی شخص چاہتا ہو کہ دنیا میں بھی وہ ہر نعمت سے نوازا جائے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اس کو نعمت سے محروم نہ کریں تو وہ اس آیت کو صبح وشام تین مرتبہ پڑھے۔ انشاء اللہ وہ دین ودنیا کی نعمتوں سے مالا مال رہے گا۔

﴿۱۴۰﴾ شرک کی ابتداء تصویر سے ہوئی اس لیے تصویر سے بچیے

حضرت نوح علیہ السلام جس قوم میں مبعوث ہوئے تھے اس قوم میں پانچ بزرگ تھے، ان کی مجلسوں میں لوگ بیٹھ کر خدا کو یاد کرتے تھے اور مسائل سنتے تھے، اس سے ان کے دین کو تقویت پہنچتی تھی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو قوم پریشان ہوئی کہ اب نہ وہ مجالس رہیں اور نہ وہ مسائل رہے، اب ہم کہاں بیٹھیں گے؟ اس وقت شیطان نے ان کے دل میں یہ پھونک ماری کہ ان بزرگوں کی تصویریں بنا کر اپنے پاس رکھ لو، جب ان تصویروں کو دیکھو گے ان کا زمانہ یاد آ جائے گا اور وہ کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ تو ان پانچوں کے مجسمے بنائے گئے، ان کے نام: ① وَدّ ② سواع ③ یغوث ④ یعوق ⑤ اور نسر ان کا قرآن کریم میں ذکر ہے۔ یہ پانچ بت بنا کر رکھے گئے، ان کا مقصد محض تذکیر تھا کہ ان تصویروں کے ذریعہ یاد دہانی ہو جائے گی، ان تصویروں کو پوجنا مقصد نہیں تھا، ابتداء میں جب تک لوگوں کے دلوں میں معرفت رہی اور ان بزرگوں کے اثرات رہے، قوم توحید پر برقرار رہی اور کسی نے ان مجسموں کو معبود نہیں جانا۔

لیکن جب دوسری نسل آئی تو ان کے دلوں میں وہ معرفت نہیں رہی ان کے سامنے تو یہی بت تھے، چنانچہ وہ کچھ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ بتوں کی طرف متوجہ ہوئے، اس طرح ان کا دین مخلوط ہو گیا۔ اور جب تیسری نسل آئی تو ان کے دلوں میں اتنی بھی معرفت نہیں رہی، ان کے سامنے بت ہی بت رہ گئے، لوگ انہیں سجدہ کرنے لگے، ان کے سامنے نذر و نیاز گزارنے لگے اور شرک کرنے لگے۔

الغرض شرک کی ابتداء تصویر سے ہوئی اس لیے تصویر سے بچنا چاہیے، کیونکہ تصویر کے دلدادہ یا تو مذہبی لوگ ہوتے ہیں جو بزرگوں کی یادگار کے طور پر تصویر بناتے ہیں مگر آگے چل کر یہ تصویر شرک کا ذریعہ بن جاتی ہے، یا تصویروں سے دل بہلانے والے لوگ ہوتے ہیں، یہ لوگ صورتوں میں الجھ کر حقیقت سے دور ہو جاتے ہیں، اس دور میں تصویروں کا غلبہ ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ تصویروں کی وہ قدر و منزلت ہے جو اصلی انسان کی تو نہیں، جو تصویریں پرانی ہوتی ہیں وہ شاہکار سمجھی جاتی ہیں، مالدار لوگ دس دس ہزار روپیہ دے کر خریدتے ہیں کہ یہ ایک نایاب چیز ہے، اور پرانے زمانے کی ہے، آدمی کے دام اتنے نہیں اٹھتے جتنے ان تصویروں کے اٹھتے ہیں۔

آج کل سینما میں تصویریں ہی تو ہیں جو گاتی ناچتی نظر آتی ہیں، اس پر لاکھوں اور کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ انسان چاہے بھوکا مرے مگر ان تصویروں کی بڑی عظمت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اصل کو فراموش کر گئے اور صورتوں میں الجھ گئے۔ حضرات صوفیائے محققین لکھتے ہیں کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ خاتمہ بالخیر ہو تو صورتوں کی طرف توجہ مت کرو۔ انسان کی صورت جو خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے ان میں مت الجھو، بلکہ ان کی سیرتوں کو دیکھو۔ اس لیے کہ صورت پسندوں سے سیرت پسندی ختم ہو جاتی ہے، اور اصل مقصود ہے سیرتوں کا اتباع، تاکہ اخلاق آئیں، علم آئے، عقل اور عمل آئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام نے توحید کی تعلیم دی ہے اور شرک سے روکا ہے، مگر پیغمبر اسلام ﷺ نے اسباب شرک سے

بھی روک دیا کہ بعید سے بعید سبب جو شرک تک پہنچ سکتا ہے اس سے بھی بچو، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس کا اہتمام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، طواف ہو رہا تھا، لوگ حجر اسود پر گر رہے تھے اور عوام الناس یہ سمجھتے تھے کہ اگر حجر اسود کو بوسہ نہ دیا تو حج ہی مکمل نہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی طواف میں شریک تھے۔ آپ نے با آواز بلند یہ اعلان کیا اور حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا:

(اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ لَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَبَّلَكَ مَاقَبَّلْتُكَ)

”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، نہ تجھ میں نفع پہنچانے کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی قدرت ہے، اگر میں حضور اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“

مطلب یہ ہے کہ تیری تقبیل سنت کی وجہ سے ہے، اس وجہ سے نہیں کہ تجھ میں نفع اور ضرر پہنچانے کی طاقت ہے، اس قول سے شرک کا مادہ ختم کرنا مقصود تھا۔

﴿۱۴۱﴾ رحمت خداوندی سے محرومی

آج دوسروں کی طرح مسلمانوں میں بھی گھروں کو تصویروں سے مزین کرنے اور سجانے کا رواج عام ہوتا جا رہا ہے، حالانکہ گھر میں کسی بھی جاندار کی تصویر رکھنا رحمت خداوندی سے محرومی کا سبب ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَیْتًا فِیْهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِیْرُ)(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

ترجمہ: ”اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہوتا ہے، نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں تصویریں ہوتی ہیں۔“

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

(اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ یَكُنْ یَتْرُكُ فِیْ بَیْتِهٖ شَیْئًا فِیْهِ تَصَالِیْبُ اِلَّا نَقَضَهٗ) (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

ترجمہ: ”نبی کریم ﷺ اپنے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس میں تصویریں ہوں مگر اس کو توڑ دیتے تھے۔“

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ایک چھوٹا سا تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں، جب رسول اکرم ﷺ نے اس کو دیکھا تو دروازہ پر کھڑے ہوئے اور گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ میں نے چہرۂ انور میں ناگواری کے آثار پہچان کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرتی ہوں (یعنی گناہ سے توبہ کرتی ہوں مگر آپ یہ بتائیں کہ) میں نے کیا گناہ کیا ہے (کہ آپ گھر میں تشریف نہیں لاتے)؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: اس کو میں نے آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ صورتیں بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: زندہ کرو اس چیز کو جس کو تم نے بنایا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۸۵)

﴿۱۴۲﴾ بُرے لٹریچر کا اثر

پاکیزہ مضامین اور دینی کتابوں کے دیکھنے اور پڑھنے سننے سے اخلاق و عادات سنورتے ہیں اور نظریات و خیالات میں جلا پیدا ہوتی ہے، اس کے برخلاف برے اور گندے لٹریچر سے بداخلاقی، بے حیائی اور گندے خیالات کو فروغ ملتا ہے، اس لیے برے اور گندے لٹریچر سے خود کو اور معاشرے کو بچانا چاہیے، اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کو معاشرے میں زیادہ سے زیادہ پھیلانا چاہیے۔ حضرت جابر

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

(فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۲۷)

ترجمہ: "بہترین بات اللہ کا کلام (قرآن کریم) ہے اور بہترین طریقہ زندگی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا طریقہ زندگی ہے اور بدترین باتیں بدعات (اور خرافات) ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

﴿۱۴۳﴾ ماحول کا اثر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان کو سلیم الفطرت بنایا ہے، لیکن ماحول انسان کو خراب کر دیتا ہے، اور سلامت روی سے محروم کر دیتا ہے، اس لیے جہاں تک ہو سکے بروں کی صحبت سے بچنا چاہیے، اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ خصوصاً بچوں کو بری صحبت سے بچانا بہت ہی ضروری ہے، ورنہ لا اُبالی پن کی وجہ سے وہ اپنی عاقبت خراب کر بیٹھیں گے، اور معاشرے کے لیے مصیبت بن جائیں گے۔

آج معاشرے میں جو خرابیاں پھیل رہی ہیں اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ماں باپ شروع میں بچوں کو بہت ہی پیار ومحبت سے رکھتے ہیں، اور ان کو کسی حرکت پر کوئی روک ٹوک نہیں کرتے، پھر جب وہ بگڑ جاتے ہیں اور ماں باپ کے لیے مصیبت بن جاتے ہیں تو روتے پھرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

(مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ) (متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف ص ۲۱)

ترجمہ: "ہر بچہ صحیح اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی بنا دیتے ہیں یا پارسی بنا دیتے ہیں۔"

یعنی بچہ جس ماحول میں پلتا بڑھتا ہے وہی رنگ اس پر چڑھتا ہے، اس لیے بچوں کو بری صحبت سے بچانا سب سے زیادہ ضروری ہے، صرف بڑوں کا نیک اور اچھا ہونا معاشرے کو ہمیشہ صالح اور پاکیزہ نہیں رکھ سکتا، بڑے آج ہیں کل نہیں ہوں گے، اور یہی بچے دنیا کے مالک ہوں گے، اگر یہ نیک اور صالح نہیں ہوں گے تو معاشرہ کبھی صالح اور پاکیزہ نہیں رہ سکتا۔

﴿۱۴۴﴾ مغربی تہذیب کا اثر

آج پوری دنیا مغربی تہذیب پر فریفتہ ہے، ہر شخص مغربی لباس، مغربی وضع قطع اور مغربی طور وطریقہ کو اپنانے میں فخر محسوس کرتا ہے اور اسلامی تہذیب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت وضع قطع اور لباس میں مغربی قوموں کے نقش قدم پر چلنا اپنے لیے قابل فخر سمجھتی ہے، اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنا باعث ننگ وعار خیال کرتی ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

وضع میں تو ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

ٹوپ ٹوپی کی جگہ، کوٹ بجائے اچکن
داڑھی بالکل صفا، مونچھیں ہیں، کرزن فیشن

عورتیں پھرتی ہیں انداز سے بازاروں میں
لڑکیاں کھانے ہوا جاتی ہیں گلزاروں میں

ان لادینی ماحول میں سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ مسلمان غیروں کی مشابہت چھوڑ کر اسلامی تہذیب اپنائیں، لباس، وضع قطع، چال ڈھال نشست وبرخاست، اسلام وکلام اور زندگی کے تمام شعبوں میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور ہدایتوں پر عمل کریں، اور غیروں کی

مشابہت سے بچنے کی پوری جدوجہد کریں، ورنہ رہی سہی عزت خاک میں مل جائے گی، اور نصرت خداوندی سے مسلمان محروم ہو جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) (رواہ احمد وابوداؤد، مشکوۃ ص ۳۷۵)

ترجمہ: ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہے۔''

یعنی جو شخص کافروں، فاجروں اور فاسقوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ فاسقوں اور فاجروں میں سے ہے، اور جو شخص نیک لوگوں اور اللہ والوں کے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ نیکوں اور اللہ والوں میں سے ہے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے جو لباس، وضع قطع، چال ڈھال اور دیگر طور وطریق میں صالحین اور نیک لوگوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کے لیے سخت ترین وعید ہے، جو کافروں، فاجروں اور فاسقوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اسی طرح جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں یا جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں ان کے لیے بھی احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ) (رواہ البخاری، مشکوۃ ص ۳۸۰)

ترجمہ: ''اللہ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔''

نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

(لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ) (رواہ البخاری، مشکوۃ ص ۳۸۰)

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے مشابہ بنتے ہیں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کے مشابہ بنتی ہیں، اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو!''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ غیروں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں یا جو مرد عورتوں کی اور جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہ میں ملعون ہیں، اور رحمت خداوندی سے محروم ہیں۔ لیکن جو خوش نصیب اس لادینی ماحول میں طعن وتشنیع کے سینکڑوں تیر کھا کر سرکار دو عالم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں ان کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملتا ہے وہ جنت میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ) (مشکوۃ شریف ص ۳۰)

ترجمہ: ''جس نے میرے طریقے کو مضبوطی سے تھام لیا میری اُمت کے فساد اور بگاڑ کے وقت اس کے لیے سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ہے۔''

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(مَنْ اَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحَبَّنِيْ ، وَمَنْ اَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ) (رواہ الترمذی، مشکوۃ ص ۳۰)

ترجمہ: ''جس نے میرے طریقے سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

ان احادیث کو غور سے پڑھیے اور سوچیے کہ اس زمانے میں اسلامی تہذیب اپنانے میں کتنا بڑا ثواب ہے، اور مغربی تہذیب کو اختیار کرنے میں کتنی بڑی وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو مغربی تہذیب کے سیلاب سے بچائیں۔ اور اسلامی تہذیب اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین!

﴿۱۴۵﴾ فضول بحثوں سے احتراز کیجئے

آج کل انگریزی تعلیم یافتہ حضرات جو دینی تعلیم سے ناآشنا ہیں وہ بحث و تحقیق میں شریعت کی حدود کا پاس ولحاظ نہیں کرتے، چاہے مسئلہ قابل فہم ہو یا نہ ہو، ہر شخص اس کی حقیقت جاننا چاہتا ہے، حالانکہ بحث و تحقیق کا ایک دائرہ ہے، جس سے باہر نہیں نکلنا چاہیے، اور کوئی باہر نکلنے کی کوشش کرے تو اس کو روک دینا چاہیے۔ لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے روح کی حقیقت دریافت کی تھی، قرآن کریم نے اجمالی جواب دیا کہ وہ میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے، اس کے بعد یہ کہہ کر تفصیل پیش کرنے سے انکار کردیا کہ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے، یعنی تم اس بحث کو نہیں سمجھ سکتے۔ قرآن کریم کی متعدد سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات ہیں جن کے مطلب کے درپے ہونے سے روک دیا گیا ہے اور مؤمن کو عملی طور پر مشق کرائی گئی ہے کہ:

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ‏ ‏ ‏ ‏ کہ جاہا سپر باید انداختن

ترجمہ: "ہر جگہ بحث کا گھوڑا نہیں دوڑانا چاہیے، کسی جگہ تحقیق کے ہتھیار ڈال دینے چاہئیں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ برابر ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے، یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ کائنات کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جو شخص ایسی بات محسوس کرے اس کو کہنا چاہیے کہ:

(اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ) (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۱۸)

ترجمہ: "میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔"

﴿۱۴۶﴾ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

سلمان آپ کا نام ہے، ابوعبداللہ آپ کی کنیت ہے، سلمان الخیر کے لقب سے مشہور ہیں۔ گویا سلمان کیا تھے؟ خیر مجسم تھے۔ ملک فارس کے رام ہرمز کے مضافات میں قصبہ "جی" کے رہنے والے تھے۔ شاہانِ فارس کے خاندان سے تھے۔ جب کوئی شخص سلمان سے پوچھتا: (اِبْنُ مَنْ اَنْتَ ؟) "آپ کس کے بیٹے ہیں؟" تو یہ جواب دیتے: (اَنَا سَلْمَانُ بْنُ الْاِسْلَامِ) "میں سلمان کا بیٹا اسلام کا ہوں۔"

(الاستیعاب برحاشیہ اصابہ: ۵۶/۲)

یعنی میرے روحانی وجود کا سبب اسلام ہے اور وہی میرا مربی ہے۔

(فَنِعْمَ الْاَبُ وَنِعْمَ الْاِبْنُ)

"پس کیا اچھا باپ ہے! اور کیا اچھا بیٹا!"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کا زمانہ پایا، اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا زمانہ تو نہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی حواری اور وصی کا زمانہ پایا ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ جس قدر اقوال بھی ان کی عمر کے بارے میں پائے جاتے ہیں وہ سب اس پر متفق ہیں کہ آپ کی عمر ڈھائی سو سال سے متجاوز ہے۔ ابوالشیخ طبقات الاصبہانیین میں لکھتے ہیں کہ اہل علم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ساڑھے تین سو سال زندہ رہے، لیکن ڈھائی سو سال

میں تو کسی کو شک نہیں۔ (اصابہ ترجمہ سلمان: ۶۲/۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود اپنی زبان سے اس طرح بیان کیا کہ میں ملک فارس میں سے قریہ "جی" کا رہنے والا تھا۔ میرا باپ اپنے شہر کا چوہدری تھا، اور سب سے زیادہ مجھ کو محبوب رکھتا تھا۔ جس طرح کنواری لڑکیوں کی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح میری حفاظت کرتا تھا، اور مجھ کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتا تھا۔ ہم مذہبا مجوسی تھے ۔میرے باپ نے مجھے آتش کدہ کا محافظ اور نگہبان بنا رکھا تھا کہ کسی وقت آگ بجھنے نہ پائے۔ ایک مرتبہ میرا باپ تعمیر کے کام میں مشغول تھا، اس لیے بہ مجبوری مجھ کو کسی زمین اور کھیت کی خبر گیری کے لیے بھیجا اور یہ تاکید کی کہ دیر نہ کرنا۔ میں گھر سے نکلا۔ راستہ میں ایک گرجا پڑتا تھا۔ اندر سے کچھ آواز سنائی دی۔ میں دیکھنے کے لیے اندر گھسا۔ دیکھا تو نصاریٰ کی ایک جماعت ہے جو نماز میں مشغول ہے۔ مجھ کو ان کی عبادت پسند آئی، اور اپنے دل میں یہ کہا کہ یہ دین، ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ملک شام میں۔ اسی میں آفتاب غروب ہوگیا۔ باپ نے انتظار کر کے تلاش میں قاصد دوڑائے۔ جب گھر واپس آیا تو باپ نے دریافت کیا: اے بیٹے! تو کہاں تھا؟ میں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ باپ نے کہا: اس دین (نصرانیت) میں کوئی خیر نہیں۔ تیرے ہی باپ دادا کا دین (آتش پرستی) بہتر ہے۔ میں نے کہا: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! نصرانیوں ہی کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ باپ نے میرے پیر میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا، جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴾ (سورۂ شعراء: ۲۹)

ترجمہ: "اگر تو نے میرے سوا کسی معبود بنایا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔"

میں نے پوشیدہ طور پر نصاریٰ سے کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھ کو اطلاع کرنا۔ چنانچہ انہوں نے مجھ کو ایک موقع پر اطلاع دی کہ نصاریٰ کے تاجروں کا ایک قافلہ شام واپس جانے والا ہے۔ میں نے موقع پا کر بیڑیاں اپنے پیر سے نکال پھینکیں، اور گھر سے نکل کر ان کے ساتھ ہولیا۔ شام پہنچ کر دریافت کیا کہ عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ لوگوں نے ایک پادری کا نام بتلایا۔ میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا تمام واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ میں آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کا دین سیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھ کو آپ کا دین مرغوب اور پسند ہے۔ آپ اجازت دیں تو آپ کی خدمت میں رہ پڑوں اور دین سیکھوں اور آپ کے ساتھ نمازیں پڑھا کروں۔ اس نے کہا: بہتر ہے۔ لیکن چند روز کے بعد تجربہ ہوا کہ وہ اچھا آدمی نہ تھا۔ بڑا ہی حریص اور طامع تھا۔ دوسروں کو صدقات اور خیرات کا حکم دیتا اور جب لوگ روپیہ لے کر آتے تو جمع کر کے رکھ لیتا اور فقراء و مساکین کو نہ دیتا۔ اسی طرح اس نے اشرفیوں کے ساتھ مٹکے جمع کر لیے۔ جب وہ مر گیا اور لوگ حسن عقیدت کے ساتھ اس کی تجہیز کے لیے جمع ہوئے تو میں نے لوگوں سے اس کا حال بیان کیا اور وہ سات مٹکے دکھلائے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا: خدا کی قسم! ہم ایسے شخص کو ہرگز دفن نہ کریں گے۔ بالآخر اس پادری کو سولی پر لٹکا کر سنگسار کر دیا اور اس کی جگہ کسی اور عالم کو بٹھا دیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے زائد کسی کو عالم اور اس سے بڑھ کر کسی کو عابد وزاہد، دنیا سے بے تعلق اور آخرت کا شائق اور طلب گار نمازی اور عبادت گزار نہیں دیکھا۔ اور جس قدر مجھ کو اس عالم سے محبت ہوئی، اس سے پیشتر کبھی کسی سے اس قدر محبت نہیں ہوئی۔ میں برابر اس عالم کی خدمت میں رہا۔ جب ان کا اخیر وقت آ گیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو وصیت کیجیے اور بتلائیے کہ آپ کے بعد کس کی خدمت میں جا کر رہوں۔ کہا کہ موصل میں ایک عالم ہے تم اس کے پاس چلے جانا۔

چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان کے بعد ان کی وصیت کے مطابق نصیبین میں ایک عالم کے پاس جا کر رہا، اور ان کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شہر عموریہ میں ایک عالم کے پاس رہا۔ جب ان کا بھی انتقال ہونے لگا تو میں نے کہا کہ میں فلاں فلاں عالم

کے پاس رہا۔ اب آپ بتلائیں کہ میں کہاں جاؤں؟

اس عالم نے کہا: میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا عالم نہیں جو صحیح راستہ پر ہو اور میں تم کو اس کا پتہ بتاؤں۔ البتہ ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے جو دین ابراہیمی پر ہوگا۔ عرب کی سرزمین پر اس کا ظہور ہوگا۔ ایک نخلستانی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اگر تم سے وہاں پہنچنا ممکن ہو تو ضرور پہنچنا۔ ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائیں گے، ہدیہ قبول کریں گے، دونوں شانوں کے قریب مہر نبوت ہوگی، جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔

اس اثناء میں میرے پاس کچھ گائیں اور بکریاں بھی جمع ہو گئی تھی۔ اتفاق سے ایک قافلہ عرب کو جانے والا مجھ کو مل گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ مجھ کو ساتھ لے چلو۔ یہ گائیں اور بکریاں سب کی سب تم کو دے دوں گا۔ ان لوگوں نے اس کو قبول کیا اور مجھ کو ساتھ لے لیا۔

جب وادی قری میں پہنچے تو میرے ساتھ یہ بدسلوکی کی کہ غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب اس کے ساتھ آیا تو کھجور کے درخت دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہے، لیکن ابھی پورا اطمینان نہیں ہوا تھا کہ بنی قریظہ کا ایک یہودی اس کے پاس آیا اور مجھ کو اس سے خرید کر مدینہ لے آیا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو خدا کی قسم مدینہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور یقین کیا کہ یہ وہی شہر ہے جو مجھ کو بتلایا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں خود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اس طرح دس مرتبہ سے زیادہ فروخت ہوا ہوں (لوگوں نے سلمان کو بار بار بے رغبتی کے ساتھ دراہم معدودہ (چند درہموں) میں خریدا لیکن اس کی اصلی قیمت کو کسی نے نہ پہچانا) میں مدینہ میں اس یہودی کے پاس رہا اور بنوقریظہ میں اس کے درختوں کا کام کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں مبعوث فرمایا مگر مجھ کو غلامی اور خدمت کی وجہ سے مطلق علم نہ ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور قباء میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کر رہا تھا، اور میرا آقا درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک یہودی آیا جو میرے آقا کا چچازاد بھائی تھا، اور یہ کہنے لگا خدا ابی قیلہ یعنی انصار کو ہلاک کرے کہ قباء میں ایک شخص کے اردگرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی اور پیغمبر ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! یہ سنتا تھا کہ مجھ کو لرزا اور کپکپی نے پکڑا اور مجھ کو یہ غالب گمان ہو گیا کہ اپنے آقا پر اب گرا، وہ دونوں یہودی ان کی اس حالت اور کیفیت کو دیکھ کر سخت متعجب تھے، اور سلمان کی زبان حال یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

خَلِیْلَیَّ لَا وَاللّٰہِ! مَا اَنَا مِنْکُمَا

اِذَا عَلَمٌ مِنْ اٰلِ لَیْلٰی بَدَا لِیَا

ترجمہ: ''اے میرے دوست! خدا کی قسم! میں اب تم میں سے نہیں رہا، جب کہ مجھ کو دیار لیلیٰ کا کوئی پہاڑ نظر آ گیا۔''

بہر حال دل کو تھام کر درخت سے اترا اور اس آنے والے یہودی سے پوچھنے لگا، بتاؤ تو سہی تم کیا بیان کر رہے تھے؟ وہ خبر ذرا مجھ کو بھی تو سناؤ۔ یہ دیکھ کہ میرا آقا کو غصہ آ گیا اور زور سے ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب؟ تو اپنا کام کر۔ جب شام ہوئی اور کام سے فراغت ہوئی تو جو کچھ میرے پاس جمع تھا، وہ ساتھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قباء میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رفقاء کے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ سب حضرات صاحب حاجت ہیں، اس لیے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے اور آپ کے رفقاء کے لیے صدقہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مطہرہ کے لیے صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں صدقہ نہیں کھاتا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ تم لے لو۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم! یہ ان تین علامتوں میں سے ایک ہے۔ میں واپس ہو گیا، اور پھر کچھ جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ

آپ (ﷺ) کی خدمت میں کچھ پیش کروں۔ صدقہ تو آپ (ﷺ) قبول نہیں فرماتے، یہ ہدیہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے قبول فرما لیا، اور خود بھی اس میں سے کھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کھلایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ دوسری علامت ہے۔

میں واپس آ گیا اور دو چار روز کے بعد پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت ایک جنازے کے ہمراہ بقیع میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آپ ﷺ کے ہمراہ تھی۔ آپ ﷺ درمیان میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اسلام کیا اور سامنے سے اُٹھ کر پیچھے آ بیٹھا تا کہ مہر نبوت دیکھوں۔ آپ ﷺ سمجھ گئے، پشت مبارک سے چادر اُٹھا دی۔ میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اُٹھ کر مہر نبوت کو بوسہ دیا اور رو پڑا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سامنے آؤ۔ میں سامنے آیا۔ اور جس طرح اے ابن عباس! میں نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا اسی طرح میں نے تفصیل کے ساتھ یہ تمام واقعہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے صحابہ کی مجلس میں بیان کیا، اور اسی وقت مشرف باسلام ہوا۔ آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے۔

اس کے بعد اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہو گیا۔ اسی وجہ سے غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شریک نہ ہو سکا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سلمان! اپنے آقا سے کتابت کر لو۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا سے کہا: آقا نے یہ جواب دیا کہ تم چالیس اوقیہ سونا ادا کرو اور تین سو درخت کھجور کے لگا دو۔ جب وہ بار آور ہو جائیں تو تم آزاد ہو۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے ارشاد سے یہ عقد کتابت قبول کیا اور آپ ﷺ نے لوگوں کو ترغیب دی کہ سلمان رضی اللہ عنہ کی کھجور کے پودوں سے امداد کرو۔ چنانچہ کسی نے تیس پودوں سے اور کسی نے بیس پودوں سے اور کسی نے پندرہ اور کسی نے دس پودوں سے امداد کی۔ جب پودے جمع ہو گئے تو مجھ سے فرمایا: اے سلمان! ان کے لئے گڑھے تیار کرو۔ جب گڑھے تیار ہو گئے تو آپ ﷺ نے خود دست مبارک سے اُن تمام پودوں کو لگایا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ایک سال گزرنے نہ پایا کہ سب کو پھل آ گیا، اور کوئی پودا ایسا نہ رہا کہ جو خشک ہو گیا ہو۔ سب کے سب سرسبز و شاداب ہو گئے اور سب پر پھل آ گیا۔

درختوں کا قرض تو ادا ہو گیا، صرف دراہم باقی رہ گئے۔ ایک روز ایک شخص آپ ﷺ کے پاس ایک بیضہ کی مقدار سونا لے کر آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مسکین مکاتب یعنی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟ اس کو بلاؤ۔ تو آپ ﷺ نے وہ بیضہ کی مقدار سونا عطا فرما دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا قرضہ ادا فرمائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ سونا بہت تھوڑا ہے۔ اس سے میرا قرض کہاں ادا ہو گا؟! آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اللہ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کر دے گا۔ چنانچہ میں نے اس کو تولا تو پورا چالیس اوقیہ تھا۔ میرا کل قرض ادا ہو گیا، اور غلامی سے آزاد ہوا اور آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خندق میں شریک ہوا۔ اس کے بعد تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ہمرکاب رہا۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۲۳۱/۱)

نوٹ: حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① سلمان کا اگر نام پوچھو تو عبداللہ ہے۔
② نسبت پوچھو تو ابنُ الْاِسْلَام یعنی اسلام کا فرزند ارجمند ہے۔
③ سرمایہ اور دولت پوچھو تو فقر ہے۔
④ دکان ان کی مسجد ہے۔
⑤ کمائی ان کا صبر ہے۔
⑥ لباس ان کا تقویٰ ہے۔
⑦ تکیہ ان کا بیداری ہے۔
⑧ ان کا خاص اعزاز حضور اکرم ﷺ کا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ (سلمان ہمارے گھرانہ کا ایک فرد ہے) فرمانا ہے۔
⑨ اور اگر ان کا قصد اور ارادہ پوچھتے ہو تو اللہ کی ذات اور اس کی خوشنودی ہے۔
⑩ اور اگر یہ پوچھتے ہو کہ کہاں جا رہے ہیں تو سمجھ لو کہ جنت کی طرف جا رہے ہیں۔
⑪ اور اگر یہ پوچھتے ہو کہ اس سفر میں ان کا ہادی اور رہنما کون ہے تو خوب جان لو کہ وہ امام المتقین ہادی الخلائق الی رب العالمین۔

الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ ہیں۔ (کذا فی الفوائد لابن القیم ص ۴۱)

﴿۱۴۷﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ قوی تھا اس کی وجہ

① حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا جس طرح تیرے ساتھی مجھ سے مال غنیمت مانگتے ہیں تم نہیں مانگتے، میں نے عرض کیا میں تو آپ ﷺ سے یہ مانگتا ہوں کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے آپ (ﷺ) اس میں سے مجھ بھی سکھائیں۔ اس کے بعد میں نے کمر سے دھاری دار چادر اُتار کر اپنے اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان بچھا دی، اور یہ منظر مجھے ایسا یاد ہے کہ اب بھی مجھ کو اس پر جوئیں چلتی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے حدیث سنائی، جب میں نے وہ حدیث پوری سن لی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اس چادر کو سمیٹ کر اپنے جسم سے باندھ لو (میں نے ایسا ہی کیا) اس کے بعد حضور اکرم ﷺ جو بھی ارشاد فرماتے میں اس میں سے ایک حرف بھی نہیں بھولتا تھا۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیثیں بہت زیادہ بیان کرتا ہے، خدائے پاک کی قسم! ہم سب کو اللہ کے پاس جانا ہے (اگر میں غلط حدیث بیان کروں گا تو اللہ میری پکڑ فرمائیں گے اور جو میرے بارے میں غلط گمان رکھتے ہیں اللہ ان سے بھی پوچھیں گے)۔ اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں: دوسرے مہاجرین اور انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جتنی حدیثیں بیان نہیں کرتے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ) میرے مہاجر بھائی تو بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے، اور میرے انصاری بھائیوں کو اپنی زمینوں اور مویشیوں کی مشغولی تھی، اور میں ایک مسکین نادار آدمی تھا۔ پھر بھی حاضر خدمت رہتا جب کہ دیگر صحابہ کرام کام کاج کی وجہ سے غائب رہتے، اور جو حضرات موجود ہوتے تھے وہ حضور اکرم ﷺ سے سن کر اپنے کاموں میں لگ کر بھول جاتے، میں سب کچھ یاد رکھتا۔

③ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو آدمی بھی اپنا کپڑا میرے سامنے پھیلائے گا اور جب میں اپنی بات پوری کرلوں وہ اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائے گا وہ کبھی بھی میری کوئی بات نہیں بھولے گا۔ میں نے فوراً اپنی دھاری دار چادر بچھادی، میری کمر پر اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔ پھر جب حضور اکرم ﷺ نے اپنی وہ بات پوری فرمائی تو میں نے چادر سمیٹ کر اپنے سینے سے لگائی، اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس میں سے ایک بات بھی آج تک نہیں بھولا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ کی کتاب (قرآن) میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں (جن میں علم کو چھپانے کی ممانعت ہے) تو آپ لوگوں کو کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا۔ وہ دو آیتیں یہ ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

(سورۂ بقرہ: ۱۵۹، ۱۶۰)

ترجمہ: ”جو لوگ اخفاء کرتے ہیں ان مضامین کا جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ (اپنی ذات میں) واضح ہیں اور (دوسروں کے لیے) ہادی ہیں اس کے بعد کہ ہم ان (مضامین) کو کتاب الٰہی (تورات وانجیل) میں عام لوگوں پر ظاہر کر چکے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کرلیں اور (آئندہ کے لیے) اس کی اصلاح کرلیں، اور (ان مضامین کو) ظاہر کردیں تو ایسے لوگوں پر میں متوجہ ہو جاتا ہوں اور میری تو بکثرت عادت ہے توبہ قبول کرلینا اور مہربانی فرمانا۔“

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ حدیثیں بیان کرتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ میں

ہر وقت حضور اکرم ﷺ کے ساتھ رہتا تھا اور صرف پیٹ بھر کھانے پر گزارہ کر لیتا تھا، ان دنوں میں نہ خمیری روٹی مجھے ملتی تھی، اور نہ پہننے کو ریشم اور نہ خدمت کرنے والا کوئی مرد میرے پاس تھا اور نہ کوئی عورت، اور بعض مرتبہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنا پیٹ کنکریوں کے ساتھ چمٹا دیتا تھا (تا کہ کنکریوں کی ٹھنڈک سے بھوک کی گرمی میں کمی آجائے) اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ قرآن کی آیت مجھے معلوم ہوتی تھی لیکن میں کسی آدمی سے کہتا کہ یہ آیت مجھے پڑھا دو، تا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جائے، اور مجھے کچھ کھلا دے۔ اور مساکین کے حق میں سب سے بہتر حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے وہ ہمیں گھر لے جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا وہ سب کچھ ہمیں کھلا دیتے، یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ شہد یا گھی کی کپی ہی ہمارے پاس باہر لے آتے، اس کپی میں کچھ ہوتا نہیں تھا تو ہم اسے پھاڑ کر اس کے اندر جو ہوتا اسے چاٹ لیتے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۱۸۹)

(۱۴۸) ایک مریض کی تسلی کیلئے خط اور شفاء کیلئے چودہ روحانی نسخے

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ بعضے بندوں سے پوچھیں گے کہ اے بندے! میں بیمار ہوا تو مجھے پوچھنے نہ آیا؟ میں مریض ہوا، تو میری مزاج پرسی کو نہ حاضر ہوا؟

بندہ کہے گا! اے اللہ! آپ تو رب العالمین ہیں، آپ کو بیماری سے کیا تعلق؟ بیماری تو عیب اور نقص کی چیز ہے۔ آپ ہر نقص اور برائی سے بری ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا، اگر تو بیمار پرسی کے لیے جاتا مجھے اس کے پاس موجود پاتا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۴)

کسی تندرست کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تندرست تھا تو میرے پاس کیوں نہیں آیا۔ بیمار کے بارے میں فرمایا کہ میں بیمار ہوا تو مجھے پوچھنے نہ آیا۔ اس کا مقصد بیمار کو تسلی دینا اور یہ خوشخبری سنانا ہے کہ بیماری میں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، اور یہ بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی معیت اور قرب نصیب فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، ایک ناسور پھوڑے کے اندر بتیس برس مبتلا رہے۔ جو پہلو میں تھا اور چت لیٹے رہتے تھے کروٹ نہیں لے سکتے تھے۔ بتیس برس تک چت لیٹے لیٹے کھانا بھی، پینا بھی، عبادت کرنا بھی، قضائے حاجت کرنا بھی۔ آپ اندازہ کیجئے بتیس برس ایک شخص ایک پہلو پر پڑا رہے اس پر کتنی عظیم تکلیف ہوگی؟ کتنی بڑی بیماری ہے؟

یہ تو بیماری کی کیفیت تھی، لیکن چہرہ اتنا ہشاش بشاش کہ کسی تندرست کو وہ چہرہ میسر نہیں، لوگوں کو حیرت تھی کہ بیماری اتنی شدید کہ برسوں گزر گئے کروٹ نہیں بدل سکتے اور چہرہ دیکھو تو ایسا کھلا ہوا کہ تندرستوں کو بھی نصیب نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے کہ بیماری تو اتنی شدید اور اتنی طویل اور لمبی چوڑی، اور آپ کے چہرے پر اتنی بشاشت اور تازگی کہ کسی تندرست کو بھی نصیب نہیں۔

فرمایا: جب بیماری میرے اوپر آئی میں نے صبر کیا، میں نے یہ کہا کہ اللہ کی طرف سے میرے لیے عطیہ ہے، اللہ نے میرے لیے یہی مصلحت سمجھی، میں بھی اس پر راضی ہوں، اس صبر کا اللہ نے مجھے یہ پھل دیا کہ میں اپنے بستر پر روزانہ ملائکہ علیہم السلام سے مصافحہ کرتا ہوں، مجھے عالم غیب کی زیارت نصیب ہوتی ہے، عالم غیب میرے اوپر کھلا ہوا ہے۔

تو جس بیمار کے اوپر عالم غیب کا انکشاف ہو جائے، ملائکہ کی آمد و رفت محسوس ہونے لگے، اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ تندرستی چاہے؟ اس کے لیے تو بیماری ہزار درجے کی نعمت ہے۔

حاصل یہ کہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے تندرست کو تندرستی میں تسلی دی، بیمار کو کہا کہ تیری بیماری اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے تو اگر اس حالت پر صابر اور راضی رہے گا تو تیرے لیے درجات ہی درجات ہیں۔

پھر یہ بھی نہیں فرمایا کہ تو علاج مت کر، علاج کرا اور دوا دارو بھی کر، مگر نتیجہ جو بھی نکلے اس پر راضی رہ، اپنی جد وجہد کیے جا، باقی افعال خداوندی میں مداخلت مت کر، تیرا کام دوا کرنا ہے، تیرا یہ کام نہیں ہے کہ دوا کے اوپر نتیجہ بھی مرتب کردے اور صحت یاب ہو جائے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، تو اپنا کام کر، اللہ کے کام میں دخل مت دے، دوا دارو کر، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ ہو جائے اس پر راضی رہ کر جو کچھ ہو رہا ہے۔ میرے لیے خیر ہو رہا ہے۔ اس پر صبر کرو گے تو بیماری ترقی درجات اور اخلاق کی بلندی کا ذریعہ بنتی جائے گی، اس سے آدمی کے روحانی مقامات طے ہوں گے۔ تندرست کو روحانیت کے وہ مقامات نہیں ملتے جو بیمار کو ملتے ہیں، ان روحانی ترقیوں اور مقامات کی وجہ سے بیمار، یوں کہے گا: مجھے میری بیماری مبارک، مجھے تندرستی کی ضرورت نہیں۔ تندرستی میں مجھے یہ مقامات مل نہیں سکتے تھے جو بیماری میں ملے۔

تو اسلام نے تندرست کو تندرستی میں تسلی دی کہ تو اس کو مجھ تک پہنچنے کا ذریعہ بنا، بیمار کو بیماری میں تسلی دی کہ تو بیماری کو مجھ تک پہنچنے کا ذریعہ بنا تو بیماری کی وجہ سے محروم نہیں رہ سکتا۔ یہ خیال مت کر کہ جو کچھ ملنا تھا، تندرست کو مل گیا، میرے واسطے کچھ نہیں رہا۔ تیری بیماری میں تیرے لیے سب کچھ ہے۔ الغرض ہر حال میں ایک کو اپنے دائرے اور اپنے مقام پر تسلی دینا یہ اسلام کا کام ہے۔

نوٹ:

- سورۂ فاتحہ اکیس مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کیجئے۔
- سورۂ فاتحہ اکیس مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کیجئے۔
- یَاسَلَامُ ایک سو تینتالیس مرتبہ پڑھ کر دم کر لیا کیجئے۔
- صدقہ کیجئے۔
- خالص شہد استعمال کیا کیجئے۔
- آپ جیسی بیماری میں کوئی دوسرا مبتلا ہو تو اس کے لیے دعا کیجئے۔
- جو بھی ساتھی آپ کی عیادت کے لیے آئے اسے دین پر ثابت قدم رہنے کی دعوت دیجئے۔
- آپ کے لیے زمزم روانہ کر رہا ہوں اس کو شفاء کی نیت سے استعمال کیجئے۔
- اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیجئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ صلہ رحمی شفاء ہے۔
- حدیث میں آتا ہے کہ قرآن میں شفاء ہے اگر آپ پڑھ سکتے ہیں تو خود پڑھیں اور نہ پڑھ سکتے ہوں تو اپنے بیٹے یا بیٹی سے سنیں۔
- کوئی سنانے والا موجود نہ ہو تو صرف قرآن مجید کی طرف دیکھ لیا کریں۔
- کلونجی آپ کے لیے بھیج رہا ہوں، اس کو استعمال کیجئے۔
- حدیث میں آتا ہے کہ بیمار کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، آپ کی دعا ہماری نسبت زیادہ قبول ہوگی، اس لیے اپنے لیے گریہ وزاری کے ساتھ خوب دعا کریں۔
- حدیث شریف میں ہے: "سفر کرو صحت یاب ہو گے۔"

بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ پاک آپ کو شفائے کاملہ عاجلہ نصیب فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین! اپنے گھر میں درجہ بدرجہ سب کو سلام

﴿۱۴۹﴾ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے حکمت سے دین پھیلایا

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کا واقعہ لکھا ہے کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں علماء اس قدر کس مپرسی میں مبتلا ہوئے کہ انہیں کوئی پوچھنے

والا نہیں رہا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود عالم تھے، اہل علم کی عظمت کو جانتے تھے، انہوں نے کوئی بیان وغیرہ اخبارات میں شائع نہیں کرایا کہ علماء کی قدر کرنی چاہیے۔

بلکہ یہ تدبیر اختیار کی کہ جب نماز کا وقت آ گیا تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، ہم چاہتے ہیں کہ آج فلاں والی ملک جو دکن کے نواب ہیں وہ ہمیں وضو کرائیں، چنانچہ جو دکن کے والی تھے انہوں نے سات سلام کئے کہ بڑی عزت افزائی ہوئی کہ بادشاہ سلامت نے مجھے حکم دیا کہ میں وضو کراؤں، وہ سمجھے کہ اب کوئی جاگیر ملے گی۔ بادشاہ بہت راضی ہے، نواب صاحب فوراً پانی کا لوٹا بھر لائے اور آ کر وضو کرانا شروع کر دیا۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ وضو میں فرض کتنے ہیں؟ انہوں نے ساری عمر کبھی وضو کیا ہوتا تو انہیں خبر ہوتی۔ اب وہ حیران، کیا جواب دیں۔ پوچھا واجبات کتنے ہیں؟ کچھ پتہ نہیں۔ پوچھا سنتیں کتنی ہیں؟ جواب ندارد۔

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ لاکھوں کی رعیت کے اوپر تم حاکم ہو، لاکھوں کی گردنوں پر حکومت کرتے ہو اور مسلم تمہارا نام ہے، تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ وضو میں فرض، واجب، سنتیں کتنی ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میں آئندہ ایسی صورت نہ دیکھوں۔

ایک کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ افطار کریں۔ اس نے کہا: جہاں پناہ! یہ تو عزت افزائی ہے، ورنہ فقیر کی ایسی کہاں قسمت کہ بادشاہ سلامت یاد کریں۔ جب افطار کا وقت ہوا تو عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ مفسدات صوم جن سے روزہ فاسد ہوتا ہے، کتنے ہیں؟ انہوں نے اتفاق سے روزہ ہی نہیں رکھا تھا۔ انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ روزے کے مفسدات کیا ہیں۔ اب چپ ہیں، کیا جواب دیں؟

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ تم مسلمانوں کے امیر، والی ملک اور نواب کہلاتے ہو، ہزاروں آدمی تمہارے حکم پر چلتے ہیں، تم مسلمان، ریاست اسلامی اور تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ روزہ فاسد کن کن چیزوں سے ہوتا ہے؟

اسی طرح کسی سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا تو زکوٰۃ کا مسئلہ نہ آیا۔ کسی سے حج وغیرہ کا۔ غرض سارے فیل ہوئے اور عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو یہ کہا کہ آئندہ میں ایسا نہ دیکھوں۔

بس جب یہاں سے امراء واپس ہوئے، اب انہیں مسائل معلوم کرنے کی ضرورت پڑی تو مولویوں کی تلاش شروع ہوئی۔ اب مولویوں نے نخرے شروع کئے۔ کسی نے کہا: ہم پانچ سو روپے تنخواہ لیں گے۔ انہوں نے کہا: حضور! ہم ایک ہزار روپیہ تنخواہ دیں گے اس لیے کہ جاگیریں جانے کا اندیشہ تھا۔ ریاست چھن جاتی، پھر بھی مولوی نہ ملے، تمام ملک کے اندر مولویوں کی تلاش شروع ہوئی۔ جتنے علماء طلباء تھے سب ٹھکانے لگ گئے، بڑی بڑی تنخواہیں جاری ہوگئیں، اور ساتھ ہی یہ کہ جتنے امراء تھے انہیں مسائل معلوم ہوگئے اور دین پر انہوں نے عمل شروع کر دیا۔

﴿۱۵۰﴾ ریاست بھوپال کا ایک قابل تقلید دستور

بھوپال میں ایک عام دستور تھا کہ اگر کسی غریب آدمی سے اپنے بچے کو مکتب میں بٹھا دیا تو آج مثلاً اس نے الٓمٓ کا پارہ شروع کیا تو ریاست کی طرف سے ایک روپیہ ماہوار اس کا وظیفہ مقرر ہو گیا، جب دوسرا پارہ لگا تو دو روپے ماہوار ہو گئے، تیسرا پارہ لگا تو تین روپے ماہوار ہو گئے، یہاں تک کہ جب تیس پارے ہوتے تو تیس روپے ماہوار بچے کا وظیفہ ہوتا۔

اور اس زمانے میں، ساٹھ برس پہلے تیس پارے ماہوار ایسے تھے جیسے تین سو روپے ماہوار، بہت بڑی آمدنی تھی۔ سستا زمانہ تھا، ارزانی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے غریب لوگ تھے جنہیں کھانے کو نہیں ملتا تھا وہ بچوں کو مدرسہ میں داخل کرا دیتے تھے کہ قرآن کریم حفظ کرے گا تو اسی دن سے وظیفہ جاری، ہزاروں ایسے گھرانے تھے اور ہزاروں حافظ پیدا ہو گئے، ساری مسجدیں حافظوں سے آباد ہو گئیں۔

﴿۱۵۱﴾ علم دین سکھانے والے عالم کے آداب وفضائل اور طالب علم کا اعزاز واکرام

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (تمہیں سکھانے والے) عالم کا یہ حق ہے کہ:

- تم اس سے سوال زیادہ نہ کرو اور اسے جواب دینے کی مشقت میں نہ ڈالو یعنی اسے مجبور نہ کرو۔
- اور جب وہ تم سے منہ دوسری طرف پھیر لے، تو پھر اس پر اصرار نہ کرو۔
- اور جب وہ تھک جائے تو اس کے کپڑے نہ پکڑو۔
- اور نہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرو، اور نہ آنکھوں سے۔
- اور اس کی مجلس میں کچھ نہ پوچھو۔
- اور اس کی لغزش تلاش نہ کرو۔
- اور اگر اس سے کوئی لغزش ہو جائے تو تم لغزش سے رجوع کا انتظار کرو۔
- اور جب وہ رجوع کر لے تو تم اسے قبول کرلو۔
- اور یہ بھی نہ کہو کہ فلاں نے آپ کی بات کے خلاف بات کہی۔
- اور اس کے کسی راز کو افشاء نہ کرو۔
- اور اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو۔
- اس کے سامنے اور اس کی پیٹھ پیچھے دونوں حالتوں میں اس کے حق کا خیال کرو۔
- اور تمام لوگوں کو سلام کرو، لیکن اسے بھی خاص طور سے کرو۔
- اور اس کے سامنے بیٹھو۔
- اگر اسے کوئی ضرورت ہو تو دوسرے سے آگے بڑھ کر اس کی خدمت کرو۔
- اور اس کے پاس جتنا وقت بھی تمہارا گزر جائے تنگ دل نہ ہونا، کیونکہ یہ عالم کھجور کے درخت کی طرح ہے جس سے ہر وقت کسی نہ کسی فائدے کے حاصل ہونے کا انتظار رہتا ہے۔ اور یہ عالم اس روزہ دار کے درجہ میں ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو۔
  جب ایسا عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جو قیامت تک پُر نہیں ہو سکتا۔
- اور آسمان کے ستر ہزار مقرب فرشتے طالب علم کے ساتھ اکرام کے لیے چلتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۴۲)

﴿۱۵۲﴾ واعظ مدینہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تین اہم نصیحتیں

حضرت شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ والوں کے واعظ حضرت ابن ابی سائب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تین کاموں میں میری بات مانو، ورنہ میں تم سے سخت لڑائی کروں گی۔

حضرت ابن ابی سائب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، وہ تین کام کیا ہیں؟ اُمّ المومنین! میں آپ کی بات ضرور مانوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

- پہلی بات یہ ہے کہ تم دعا میں بہ تکلف قافیہ بندی سے بچو۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح قصداً

نہیں کیا کرتے تھے۔

- دوسری بات یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک دفعہ لوگوں میں بیان کیا کرو، اور زیادہ کرنا چاہو تو دو دفعہ، ورنہ زیادہ سے زیادہ تین دفعہ کیا کرو، اس سے زیادہ نہ کرو ورنہ لوگ (اللہ کی) اس کتاب سے اُکتا جائیں گے۔
- تیسری بات یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرنا کہ تم کسی جگہ جاؤ اور وہاں والے آپس میں بات کررہے ہوں اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنا بیان شروع کردو، بلکہ انہیں اپنی بات کرنے دو اور جب وہ تمہیں موقع دیں اور کہیں تو پھر ان میں بیان کرو۔ (حیاۃ الصحابہ:۳/۲۳۹)

﴿۱۵۳﴾ تصوف کی حقیقت

تصوف کے کئی نام ہیں: علم القلب، علم الاخلاق، احسان، سلوک اور طریقت، یہ سب ایک ہی چیز کے نام ہیں، قرآن وسنت میں اس کے لیے زیادہ تر ''احسان'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور ہمارے زمانہ میں لفظ ''تصوف'' زیادہ مشہور ہوگیا ہے۔ بہر حال حقیقت ان سب کی ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ ہمارے بہت سے افعال جس طرح ہمارے ظاہری اعضاء سے انجام پاتے ہیں، اسی طرح بہت سے اعمال ہمارا قلب انجام دیتا ہے، جن کو ''اعمال باطنہ'' کہا جاتا ہے، جس طرح ہمارے ظاہری افعال شریعت کی نظر میں کچھ اچھے اور فرض وواجب ہیں، اور کچھ ناپسندیدہ اور حرام ومکروہ۔ اسی طرح باطنی اعمال قرآن وسنت کی نظر میں کچھ پسندیدہ اور فرض وواجب ہیں، جیسے تقوی، اللہ کی محبت، اخلاق، توکل، صبر وشکر، تواضع، قناعت، حلم، سخاوت، حیاء رحم دلی وغیرہ۔ ان باطنی پسندیدہ اخلاق کو ''فضائل'' اور ''اخلاقِ حمیدہ'' کہا جاتا ہے۔ اور کچھ باطنی اعمال برے اور حرام ہیں۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار:۱/۴۰) جیسے: تکبر، عجب، غرور، ریاء، حب مال، حب جاہ، بخل، بزدلی، لالچ، دشمنی، حسد، کینہ، سنگدلی اور بے رحمی یا حد سے زیادہ غصہ وغیرہ۔ ان کو ''رذائل یا اخلاقِ رذیلہ'' کہا جاتا ہے۔

''فضائل'' اور ''رذائل'' دونوں کا تمام تر تعلق قلبی احوال اور نفس کی اندرونی کیفیتوں سے ہے، مگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے یہی قلبی احوال اور اندرونی کیفیتیں درحقیقت ہمارے تمام ظاہری افعال کی بنیاد اور اساس ہیں، ظاہری اعضاء سے ہم اچھا یا برا جو بھی کام کرتے ہیں، درحقیقت وہ انہی باطنی ''فضائل یا رذائل'' کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثلاً تقوی (خوفِ خدا) اور اللہ کی محبت، یہ قلب کی اندرونی کیفیتیں ہیں، مگر ان کا اثر ہمارے تمام ظاہری اعمال پر پڑتا ہے، ہماری ہر عبادت روزہ، نماز وغیرہ انہی دو باطنی اخلاق کی پیداوار ہے، ہم نفسانی اور شیطانی تقاضوں کے باوجود اگر بدنظری، لڑائی جھگڑے اور جھوٹ وغیرہ گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں، تو اس اجتناب کا اصل محرک بھی یہی تقوی اور اللہ کی محبت ہے۔ اسی طرح ظاہری اعضاء سے جو بھی گناہ کرتے ہیں اس کا سبب بھی کوئی نہ کوئی باطنی خصلت ہوتی ہے۔ مثلاً مال کی محبت یا جاہ پسندی یا عداوت یا حسد یا غصہ یا آرام طلبی یا تکبر وغیرہ۔ تمام ظاہری اعمال کا حسن وقبح اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقبول یا مردود ہونا بھی ہمارے باطنی اخلاق پر موقوف ہے۔ مثلاً: اخلاق وریا یہ قلب ہی کے متضاد اعمال ہیں، مگر ہمارے تمام ظاہری اعمال کا حسن وقبح ان سے وابستہ ہے، کوئی بھی عبادت نماز، حج وغیرہ جو محض ریاء کے طور پر دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے لیے کی جائے عبادت نہیں رہتی، اور تجارت ومزدوری جو اپنی اصل کے اعتبار سے دنیاداری کا کام ہے مگر حکم خداوندی کی تعمیل میں اللہ کی رضا کی نیت سے کی جائے تو یہی تجارت ومزدوری باعث اجر وثواب اور عبادت بن جاتی ہے، یہ ریا اور اخلاق ہی کا کرشمہ ہے کہ جس نے عبادت کو دنیاداری، اور دنیاداری کو اللہ کی عبادت بنادیا ہے۔ یہی مطلب ہے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا کہ:

(اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ) ❁

''تمام اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے۔''

تقریباً یہی حال تمام باطنی ''فضائل ورذائل'' کا ہے کہ ہمارے ظاہری اعمال کے حسن وقبح، ردوقبول اور اجر وثواب، بلکہ بہت سے

اعمال کا وجود بھی انہی کا رہین منت ہے، یہی وہ حقیقت ہے جس کی نشاندہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد میں فرمائی ہے کہ:

((اَلَا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ)) ❶

ترجمہ: ''ہوشیار رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے، ہوشیار رہو کہ وہ دل ہے۔''

اسی لیے تمام علماء و فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ''رذائل'' سے بچنا اور ''فضائل'' کو حاصل کرنا ہر عاقل، بالغ پر فرض ہے۔ (ردالمختار مع الدر المختار: ۱/۴۰) یہی فریضہ ہے جس کو اصلاح نفس یا تزکیہ نفس اور تزکیہ اخلاق یا تہذیب اخلاق کہا جاتا ہے، اور یہی تصوف کا حاصل و مقصود ہے۔ ❷

دل کی پاکی، روح کی صفائی اور نفس کی طہارت ہر مذہب کی جان اور نبوتوں کا مقصود رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے جو چار مقاصد قرآن حکیم میں بتائے گئے ہیں ان میں دوسرا یہ ہے کہ:

﴿ وَيُزَكِّيهِمْ ﴾ (سورۂ بقرہ، آل عمران، جمعہ)

ترجمہ: ''آپ مسلمانوں (کے اخلاق و اعمال) کا تزکیہ فرماتے رہیں۔''

قرآن نے ہر انسان کی کامیابی و نامرادی کا مدار بھی اسی تزکیہ نفس پر رکھا ہے:

﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ (سورۃ الشمس: ۹، ۱۰)

ترجمہ: ''یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے نفس کو پاک کر لیا، اور نامراد ہوا وہ شخص جس نے اسے (رذائل میں) دھنسا دیا۔''

اور بتایا گیا ہے کہ گناہ ظاہری اعضاء ہی سے نہیں ہوتے بلکہ باطن کے بھی گناہ ہیں، دونوں سے بچنا فرض عین ہے، اور ہر گناہ موجب عذاب، خواہ ظاہر کا ہو یا باطن کا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴾ (سورۃ انعام: ۱۲۰)

ترجمہ: ''تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی، بلاشبہ جو لوگ گناہ (ظاہر یا باطن کا) کر رہے ہیں ان کو ان کے کیے کی سزا عنقریب ملے گی۔''

باطنی گناہ قلب کے وہی گناہ ہیں جن کے متعلق پیچھے عرض کیا گیا ہے کہ وہ ہمارے تمام ظاہری گناہ کا منبع ہیں، ہمارے ہر گناہ کا سوتا وہیں سے پھوٹتا ہے، تصوف کی اصطلاح میں انہی کو ''رذائل یا اخلاق رذیلہ'' کہا جاتا ہے۔ ان کے بالمقابل دل کی نیکیاں اور عبادتیں ہیں جو ہماری تمام ظاہری عبادتوں اور نیکیوں کا سرچشمہ ہیں، ہر عبادت اور ہر نیکی انہی کا مرہون منت ہے، قلب کے ان نیک اعمال کو تصوف کی اصطلاح میں ''فضائل یا اخلاق حمیدہ'' کہا جاتا ہے۔

جس طرح اچھے برے ظاہری اعمال کی ایک طویل فہرست ہے جن کے شرعی احکام فقہ میں بتائے جاتے ہیں، اسی طرح باطنی اعمال یعنی ''رذائل یا فضائل'' کی تعداد بھی بہت ہے جو تصوف کا موضوع ہے۔ یہاں چند فضائل اور چند رذائل بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ قرآن و سنت سے فضائل کی تاکید اور رذائل کی ممانعت کتنے شد و مد سے کی ہے، اور یہ تاکید کسی طرح اس تاکید سے کم نہیں جو ظاہری اعمال کی اصلاح کے لیے قرآن و سنت میں کی گئی ہے۔

---

❶ یہ مشکوٰۃ شریف کی سب سے پہلی حدیث ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من استبرأ لدینہ وصحیح مسلم، باب اخذ الحلال وترک الشبہات)

❸ تصوف کے مشہور امام حضرت عبدالقاہر سہروردی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں تصوف کی جو حقیقت تفصیل سے بیان فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہی ہے، دیکھیے ''عوارف المعارف'' ۱/ ۲۹۰ بر حاشیہ احیاء العلوم للغزالی رحمہ اللہ۔

﴿۱۵۴﴾ فضائل کی ترغیب وتاکید

تقویٰ کی تاکید:

ایک باطنی عمل "تقویٰ" ہے قرآن حکیم نے اپنی دوسری سورت میں اعلان کیا ہے کہ اس کی تعلیم سے وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو تقویٰ والے ہیں۔ارشاد ہے:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ (سورۂ بقرہ:۲)

ترجمہ:"یہ کتاب (قرآن) تقویٰ والوں کو راہ دکھاتی ہے۔"

تقویٰ والوں کے لیے آخرت کی لازوال نعمتوں کی جگہ جگہ بشارت ہے۔مثلاً:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ﴾ (سورۂ طور:۱۷)

ترجمہ:"بے شک تقویٰ والے باغوں میں اور نعمتوں میں ہوں گے۔"

قرآن نے جابجا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے،اوراس کے حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتادیا ہے کہ سچے لوگوں کی معیت اور صحبت اختیار کرو:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (سورۂ توبہ:۱۱۹)

ترجمہ:"اے ایمان والو!اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ یعنی ایسے لوگوں کے ساتھ رہو جو نیت اور بات میں سچے ہیں۔"

اللہ کے نزدیک ہر عزت وبرتری کا معیار بھی یہی تقویٰ ہے۔ارشاد ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (سورۂ حجرات:۱۳)

ترجمہ:"اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔"

یہ چند آیات بطور نمونہ ہیں،سب آیات جمع کی جائیں تو کئی ورق درکار ہوں گے۔

اخلاص کی تاکید:

اسی طرح "اخلاص" دل کا عمل ہے،قرآن حکیم نے اس کی تاکید میں بھی کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾ (سورۂ زمر:۲)

ترجمہ:"سو آپ اللہ کی عبادت کیجئے،اسی کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے۔"

﴿قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾ (سورۂ زمر:۱۱)

ترجمہ:"آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اسی کے لیے خالص رکھوں۔"

قرآن پاک میں سات جگہ یہ ارشاد ہے:

﴿مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (سورۂ البینۃ:۵)

ترجمہ:"اطاعت گزاری کو اللہ کے لیے خالص کرتے ہوئے۔"

توکل کی ترغیب:

اسی طرح "توکل" جو نفس کا اندرونی عمل ہے،اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا اور ساتھ ہی بشارت سنائی گئی کہ:

﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۵۹)

ترجمہ: ”تو آپ اللہ پر بھروسہ کریں، بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔“

سب مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ:

﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۲۲)

ترجمہ: ”پس مسلمان تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھیں۔“

قرآن پاک نے بتایا کہ پچھلے انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی اُمت کو توکل کی تعلیم دیتے رہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب فرمایا کہ:

﴿ يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴾ (سورۂ یونس:۸۴)

ترجمہ: ”اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو، اگر تم (اس کی) اطاعت کرنے والے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اصول کا اعلان عام فرما دیا ہے کہ:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ (سورۂ طلاق:۳)

ترجمہ: ”جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔“

صبر کی تلقین:

اسی طرح ”صبر“ باطنی فضائل میں سے ہے، جس کے معنی ہیں ”طبیعت کے خلاف باتیں پیش آنے پر نفس کا اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا، اور ثابت قدم رکھنا۔“ رسول اللہ ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں اس صبر کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ قرآن حکیم میں آپ کو ہدایت کی گئی ہے کہ:

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ (سورۂ احقاف:۳۵)

ترجمہ: ”تو آپ ﷺ (ویسا ہی) صبر کیجیے جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا۔“

﴿ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ (سورۂ نحل:۱۲۶)

ترجمہ: ”صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھا ہے۔“

اور حکم کے ساتھ بشارت دی گئی کہ:

﴿ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (سورۂ انفال:۴۶)

ترجمہ: ”اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

جنت کی نعمت عظمیٰ بھی صبر کرنے والوں کا حصہ ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ (سورۂ آل عمران:۱۴۲)

ترجمہ: ”کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو گئے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ تم میں سے اُن لوگوں کو (آزما کر) نہیں دیکھا جنھوں نے خوب جہاد کیا، اور صبر کرنے والے ہوں۔“

یہ صرف چار فضائل کے متعلق آیات قرآنیہ کی چند مثالیں ہیں، تمام آیات واحادیث جمع کی جائیں تو ضخیم کتاب تیار ہو جائے، ان مثالوں سے بتانا یہ مقصود ہے کہ شرعی فرائض صرف ظاہری اعمال پر منحصر نہیں، فضائل کا حاصل کرنا بھی نماز، روزہ وغیرہ کی طرح فرض ہے، بلکہ خود نماز، روزہ وغیرہ بھی ان کے بغیر مکمل نہیں ہوتے۔

﴿۱۵۵﴾ رذائل کی قباحت وممانعت

تکبر کی مذمت:

رذائل وہ ناپاک باطنی اخلاق واعمال ہیں جن کو قرآن وسنت میں حرام قرار دیا گیا ہے، ان کی یہاں فہرست دینا نہ ممکن ہے نہ مقصود۔ چند مثالیں یہ ہیں:

﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ﴾ (سورۂ نحل:۲۳)

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔“

اور جسے اللہ پسند نہ کرے اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا کہاں ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ﴾ (سورۂ زمر:۶۰)

ترجمہ: ”کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟“

شافع محشر رحمۃ للعالمین ﷺ نے بھی صاف صاف بتادیا ہے کہ:

(لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ) (مسلم شریف، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ: ۱/۶۵)

ترجمہ: ”جس شخص کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“

ریاکاری کی شناخت:

ریاء، ایسا خطرناک باطنی رذیلہ ہے کہ وہ انسان کی بہتر سے بہتر عبادت کو تباہ کرتا بلکہ اُلٹا عذاب میں گرفتار کرا کے چھوڑتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ﴾ (سورۂ ماعون:۴،۷)

ترجمہ: ”بڑا عذاب ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں جو ریاکاری کرتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے ریا کو ”چھوٹی قسم کا شرک“ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ:

(إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالُوا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: قَالَ: الرِّيَاءُ، يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: إِذَا جَازَى الْعِبَادَ بِأَعْمَالِهِمْ، اِذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاءُونَ فِي الدُّنْيَا، فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمُ الْجَزَآءَ) (مسند احمد، طبرانی، بیہقی، شعب الایمان)

ترجمہ: ”تمہارے متعلق جن چیزوں کا مجھے ڈر ہے ان میں سب سے زیادہ خوفناک ”چھوٹا شرک“ ہے۔ صحابہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! ”چھوٹا شرک“ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ریاء“۔ قیامت کے دن جب اللہ عزوجل اپنے بندوں کو ان کے کاموں کا ثواب عطا فرمائے گا تو دکھاوے کے لیے کام کرنے والوں سے فرمادے گا کہ جاؤ ان لوگوں کے پاس جنھیں دکھانے کے لیے تم دنیا میں کام کرتے تھے، اور دیکھو ان سے تمھیں ثواب ملتا ہے کہ نہیں۔“ [1]

حسد کی قباحت:

حسد، وہ باطنی بیماری ہے کہ اس کا بیمار، دنیا میں تو چین پاتا ہی نہیں، اس کی آخرت بھی برباد ہو کر رہتی ہے۔ قرآن پاک کے بیان

---

[1] حافظ زین العابدین عراقی رحمہ اللہ نے شرح احیاء العلوم میں کہا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں، دیکھئے احیاء العلوم مع شرح: ۳/۲۵۴

کردہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب سے پہلا گناہ ہے جو آسمان میں کیا گیا، اور سب سے پہلا گناہ ہے جو زمین پر کیا گیا۔ (احیاء العلوم وتفسیر معارف القرآن: ۸/۴۲۵، بحوالہ تفسیر قرطبی) کیونکہ آسمان پر ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کیا اور زمین پر سب سے پہلا قتل جو قابیل نے ہابیل کا کیا تھا وہ بھی اسی حسد کا شاخسانہ تھا۔ حسد کا شر اتنا خطرناک ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی تلقین کی گئی کہ آپ ﷺ اس کے شر سے پناہ مانگیں:

﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾ (سورۂ فلق: ۵)

ترجمہ: ’’اور (آپ کہیے کہ میں پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ:

(إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ) (ابوداود، کتاب الادب، باب فی الحسد: ۲/۶۷۲، اصح المطابع)

ترجمہ: ’’تم حسد سے بچو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے (برباد کر دیتا ہے) جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔‘‘

بخل کی برائی:

اسی طرح بخل باطن کی وہ رذیل خصلت ہے جو انسان کو ہر مالی ایثار قربانی سے روکتی ہے، اس باطنی بیماری کا ذکر قرآن حکیم نے ان خصلتوں کے ساتھ کیا ہے جو کافروں کا خاصہ ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ ۝ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّىٰ ﴾ (سورۂ لیل: ۸-۱۱)

ترجمہ: ’’اور جس نے بخل کیا اور بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا، ہم اس کو رفتہ رفتہ سختی میں پہنچا دیں گے، اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔ جب وہ (جہنم کے) گڑھے میں گرے گا۔‘‘

جس شخص کا بخل اس حد تک پہنچ گیا ہو کہ شریعت نے جو مالی واجبات اس کے ذمہ کیے ہیں، ان کی ادائیگی سے بھی محروم ہو جائے، اس کے لیے قرآن حکیم میں سخت عذاب کی خبر دی گئی ہے:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۸۰)

ترجمہ: ’’جو لوگ ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ یہ بات ان کے لیے کچھ اچھی ہوگی، بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت ہی بری ہے، ان لوگوں کو قیامت کے دن اس مال کا (سانپ بنا کر) طوق پہنایا جائے گا، جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔‘‘

بخل کا بیمار دوسروں کے ساتھ نہیں بلکہ درحقیقت وہ خود اپنے ساتھ بخل کرتا ہے، وہ اس کی بدولت اس دنیا میں اپنے آپ کو ہر دلعزیزی اور نیک نامی بلکہ جائز آرام و راحت تک سے اور آخرت میں ثواب کی نعمت سے محروم رکھتا ہے، قرآن حکیم نے اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ:

﴿ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ ۖ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ ۚ ﴾ (سورۂ محمد: ۳۸)

ترجمہ: ’’پس تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔‘‘

بخل ہی کے بدترین درجہ کا نام ’’شح‘‘ ہے۔ قرآن پاک نے بتایا کہ فلاح و کامیابی انہی لوگوں کا مقدر ہے جو شح سے محفوظ ہوں:

﴿ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (سورۂ حشر: ۹)

ترجمہ: "اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

﴿۱۵۶﴾ تصوف اور علم تصوف کی اصطلاحی تعریف

غرض "فضائل اور "رذائل" کی ایک طویل فہرست ہے، تمام باطنی خصلتوں کا الگ الگ بیان، ہر ایک کی حقیقت و ماہیت، اس کے اسباب وعلامات، فضائل حاصل کرنے کے طریقے، اور رذائل سے چھٹکارا پانے کی تدابیر۔ یہ تفصیلات تو تصوف کی کتابوں ❶ اور صوفیاء کرام کی مجلسوں میں ملیں گی، یہاں ان مثالوں سے صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ جس طرح ظاہر کے کچھ اعمال فرض عین اور کچھ حرام ہیں، اسی طرح باطن کے اعمال میں بھی کچھ فرض عین ہیں، اور کچھ حرام اور ان باطنی فرائض پر عمل کرنا اور باطن کی حرام خصلتوں سے اجتناب کرنا ہی تصوف ہے۔ چنانچہ علم تصوف کی اصطلاحی تعریف جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے بیان کی ہے۔ (دیکھئے احیاء العلوم: ۱/۱۹۔ مطبوعہ مصر) اس کا جامع مانع خلاصہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ:

(هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ أَنْوَاعُ الْفَضَائِلِ وَ كَيْفِيَّةُ اكْتِسَابِهَا وَأَنْوَاعُ الرَّذَائِلِ وَ كَيْفِيَّةُ اتِّقَائِهَا) (رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۴۰)

ترجمہ: "تصوف وہ علم ہے جس سے اخلاق حمیدہ کی قسمیں اور ان کے حاصل کرنے کا طریقہ اور اخلاق رذیلہ کی قسمیں اور ان سے بچنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔"

﴿۱۵۷﴾ فقہ کی طرح علم تصوف کا بھی ایک حصہ فرض عین اور پورا علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے

جس طرح ہر مرد و عورت پر اپنے اپنے حالات و مشاغل کی حد تک ان کے فقہی مسائل جاننا فرض ہے اور پورے فقہ کے مسائل میں بصیرت و مہارت حاصل کرنا اور مفتی بننا سب پر فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ❷ ہے، اسی طرح جو اخلاق حمیدہ کسی میں موجود نہیں انہیں حاصل کرنا اور جو رذائل اس کے نفس میں چھپے ہوئے ہیں ان سے بچنا، تصوف کے علم پر موقوف ہے، اس کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور پورے علم تصوف میں بصیرت و مہارت پیدا کرنا کہ دوسروں کی تربیت بھی کر سکے، یہ فرض کفایہ ہے۔

(رد المحتار مع الدر المختار: ۱/۴۰، تفسیر معارف القرآن: ۴/۴۹۰، سورۂ توبہ: ۱۲۲)

﴿۱۵۸﴾ صوفی و مرشد کی تعریف

جس طرح فقہ کے ماہر کو "فقیہ"، "مفتی" اور "مجتہد" کہتے ہیں اسی طرح تصوف وسلوک کے ماہر کو "صوفی"، "مرشد"، "شیخ" اور عام زبان میں "پیر" کہا جاتا ہے۔ جس طرح قرآن وسنت سے فقہی مسائل اور احکام نکالنا اور حسب حال شرعی حکم معلوم کرنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں، بلکہ رہنمائی کے لیے استاد یا "فقیہ اور مفتی" کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطنی اخلاق کو قرآن وسنت کے

---

❶ مثلاً امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی "احیاء العلوم جلد ثالث" حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی "التشرف" اور "تعلیم الدین" اور "روح تصوف" اور "قصد السبیل" وغیرہ

❷ فرض کی دو قسمیں ہیں: فرض عین اور فرض کفایہ، فرض عین اس فرض کو کہا جاتا ہے جس کا ادا کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر ضروری ہے، بعض مسلمانوں کے کر لینے سے باقی مسلمان سبکدوش نہیں ہوتے۔ جیسا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ...... اور فرض کفایہ وہ فرض ہے جو بعض لوگوں کے بقدر ضرورت ادا کرنے سے باقی مسلمانوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے، جیسے مسلمان میت کے کفن دفن کا انتظام، نماز جنازہ اور جہاد وغیرہ پورے فقہ اور پورے علم تصوف میں بصیرت و مہارت پیدا کرنا بھی فرض کفایہ ہے کہ اگر کسی بستی میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہو جو وہاں کے مسلمانوں کو پیش آنے والے شرعی مسائل بتا سکے اور ان کے تزکیہ اخلاق کا کام بقدر ضرورت کر سکے تو اس بستی کے باقی مسلمانوں کے ذمہ سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور اگر اس شہر میں ایک شخص بھی ایسا موجود نہ ہو تو وہاں کے لوگوں پر فرض ہے کہ ایسا عالم اپنے یہاں تیار کریں یا کہیں اور سے بلا کر رکھیں ورنہ سب اہل شہر گناہگار ہوں گے۔ (تفسیر معارف القرآن: ۴/۴۸۷ تا ۴۹۰)

مطابق ڈھالنا ایک نازک اور قدرے مشکل کام ہے، جس میں بسا اوقات مجاہدوں، ریاضتوں اور طرح طرح کے نفسیاتی علاجوں کی ضرورت پیش آتی ہے، اور کسی ماہر کی رہنمائی کے بغیر چارۂ کار نہیں ہوتا، اس نفسیاتی علاج اور رہنمائی کا فریضہ شیخ و مرشد انجام دیتا ہے۔

اسی لیے ہر عاقل و بالغ مرد و عورت کو اپنے تزکیہ اخلاق کے لیے ایسے شیخ و مرشد کا انتخاب کرنا پڑتا ہے جو قرآن و سنت کا متبع ہو، اور باطنی اخلاق کی تربیت کسی مستند شیخ کی صحبت میں رہ کر حاصل کر چکا ہو۔ [1]

﴿۱۵۹﴾ بیعت فرض وواجب نہیں

بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مرشد اور اس کے شاگرد (مرید) کے درمیان ایک معاہدہ ہوتا ہے، مرشد یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا سکھائے گا، اور مرید وعدہ کرتا ہے کہ مرشد جو بتلائے گا اس پر عمل ضرور کرے گا، یہ بیعت فرض و واجب تو نہیں، اس کے بغیر بھی مرشد کی رہنمائی میں اصلاح نفس کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے، لیکن بیعت چونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے، اور معاہدہ کی وجہ سے فریقین کو اپنی ذمہ داری کا احساس بھی قوی رہتا ہے، اس لیے بیعت سے اس مقصد کے حصول میں بہت برکت اور آسانی ہو جاتی ہے۔

﴿۱۶۰﴾ کشف وکرامات مقصود نہیں

جب اصلاح نفس کا مقصد ضروری حد تک حاصل ہو جاتا ہے، یعنی اپنے ظاہری اور باطنی اعمال قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی زندگی کے ہر گوشہ میں ہونے لگتی ہے، تو ایسے بعض لوگوں پر بعض حالات میں کشف اور الہام اور کرامات کا ظہور بھی ہو جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہوتا ہے، جیسا کہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ کے واقعات مشہور ہیں، مگر یہ کشف وکرامات نہ فقہ کا مقصود ہیں نہ تصوف کا، نہ ان پر دین کا کمال موقوف ہے، نہ علم دین کا، بلکہ بعض پوشیدہ آئندہ پیش آنے والی باتیں معلوم ہو جانا، عجیب وغریب واقعات کا پیش آ جانا تو کمال دین کی بھی دلیل نہیں کیونکہ اس کی چیزیں تو مشق کرنے سے بعض اوقات ایسے لوگوں کو بھی پیش آ جاتی ہیں جو دین کے پابند نہ ہوں۔ مسمریزم اور جادو کرنے والوں کی شعبدہ بازیاں بھی دیکھنے میں تو عجیب وغریب ہی ہوتی ہیں، مگر ان کے لیے مسلمان ہونا بھی شرط نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ کشف وکرامات شعبدہ بازی نہیں ہوتی، بلکہ محض اللہ جل شانہ کا عطیہ ہے، جو وہ اپنے کسی نیک بندے کو بعض حالات میں دے دیتا ہے، مگر یہ تصوف کا مقصود نہیں، اور دین کا کوئی کمال اس پر موقوف نہیں۔

﴿۱۶۱﴾ مقصود صرف اتباع شریعت اور اللہ کی رضا ہے

دین کا کمال تو اپنے ظاہر و باطن میں شریعت پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنے میں ہے، اسی سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اور یہی فقہ اور تصوف کا حاصل و مقصود ہے۔ یہ مقصود نہ فقہ پر عمل کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے نہ تصوف کے بغیر۔ تصوف کا مقصود نہ بیعت ہے نہ ریاضتیں اور مجاہدے ہیں، اور نہ کشف وکرامات، بیعت اور مجاہدے مقصود حاصل کرنے کے ذرائع ہیں، اور کشف وکرامات مقصود حاصل ہونے کے بعد اللہ کی طرف سے ایک قسم کا مزید انعام ہیں، کسی کو یہ انعام ملتا ہے، کسی کو کسی اور انعام سے نوازا جاتا ہے۔ بالفرض جسے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بغیر ہی اپنی ظاہر و باطن کی اصلاح نصیب ہو جائے اور زندگی بھر ایک بار بھی سچا خواب نظر نہ آئے، نہ کسی کشف وکرامات کا ظہور ہو، اس کے بھی ولی اللہ اور مومن کامل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جس سے کشف وکرامات کا ظہور

---

[1] شیخ میں کن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، اس کے لئے ملاحظہ فرمایئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا رسالہ "قصد السبیل" ہدایت سوم: ص ۵

ہوتا ہو وہ اس کے مقابلے میں زیادہ کامل و افضل ہو، مدار کمال و افضلیت تو صرف اور صرف تقویٰ پر ہے، جس میں زیادہ تقویٰ ہے وہی زیادہ افضل، اور اللہ عزوجل کا زیادہ مقرب ہے۔ قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ:

﴿ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ﴾ (سورۂ حجرات:۱۳)

ترجمہ: "اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"

تصوف کی حقیقت جو ان صفحات میں بیان کی گئی، تصوف کی تمام مستند کتابیں اسی اجمال کی تفصیل ہیں، تمام فقہاء اور صوفیائے کرام اس کی تعلیم و تربیت کرتے رہے، رسول اللہ ﷺ کی پوری حیاتِ طیبہ اسی تصوف اور اسی فقہ پر عمل کا کامل نمونہ ہے، اور یہی ایمان کے بعد قرآن و سنت کی تعلیمات کا حاصل ہے۔ (نوادر الفقہ:۱/۵۹۲تا۵۹۴)

﴿۱۶۲﴾ باپ اور بیٹے کا عجیب واقعہ

قرطبی نے اپنی اسناد متصل کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والد کو بلا کر لاؤ۔ اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو اس سے پوچھئے کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں، خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا۔ جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ ﷺ نے اس کے والد سے کہا کہ کیا بات ہے؟ آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں۔ والد سے عرض کیا کہ آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی، خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اِیْــــــہ" (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی، اب وہ کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں)۔

اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہوگئی جو ایک معجزہ ہے)۔

پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ۔ اس وقت اس نے یہ اشعار سنائے:

غَذَوْتُکَ مَوْلُوْدًا وَّ مُنْتُکَ یَافِعًا　　تُعَلُّ بِمَا اَجْنِیْ عَلَیْکَ وَتُنْهَلُ

ترجمہ: میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری اٹھائی، تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا۔

اِذَا لَیْلَةٌ ضَافَتْکَ بِالسُّقْمِ لَمْ اَبِتْ　　لِسُقْمِکَ اِلَّا سَاهِرًا اَتَمَلْمَلُ

ترجمہ: جب کسی میں تمہیں کوئی بیماری پیش آگئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بے قراری میں گزاری۔

کَاَنِّیْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَکَ بِالَّذِیْ　　طُرِقْتَ بِهٖ دُوْنِیْ فَعَیْنِیْ تَهْمُلُ

ترجمہ: گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے، تمہیں نہیں، جس کی وجہ سے میں تمام شب روتا رہا۔

تَخَافُ الرَّدٰی نَفْسِیْ عَلَیْکَ وَاِنَّهَا　　لَتَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُّؤَجَّلُ

ترجمہ: میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا، حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے پہلے پیچھے نہیں ہوسکتی۔

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ اِلَيْهَا مَدٰى مَا كُنْتُ فِيْكَ اٰمُلٗ

ترجمہ: پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کرتا تھا۔

جَعَلْتَ جَزَآئِيْ غِلْظَةً وَّ فَظَاظَةً كَاَنَّكَ اَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ

ترجمہ: تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان وانعام کر رہے ہو۔

فَلَيْتَكَ اِذْ لَمْ تَرْعَ حَقَّ اُبُوَّتِيْ فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُصَاقِبُ يَفْعَلُ

ترجمہ: کاش! اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا کہ ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے۔

فَاَوْلَيْتَنِيْ حَقَّ الْجِوَارِ وَلَمْ تَكُنْ عَلَيَّ بِمَالٍ دُوْنَ مَالِكَ تَبْخَلُ

ترجمہ: تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا۔

رسول کریم ﷺ نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا:

(اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ) (قرطبی بحوالہ معارف القرآن: ۵/۴۶۸)

یعنی ”جا تو بھی اور تیرا مال بھی سب تیرے باپ کا ہے۔“

﴿۱۶۳﴾ میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کا آسان نسخہ

میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ انشاء اللہ چند دنوں میں ایسی عجیب محبت پیدا ہو جائے گی کہ جس کا دونوں کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔

یاد رکھیے! اینٹ کو اینٹ سے ملانے کے لیے سیمنٹ کی ضرورت ہے، لکڑی کو لکڑی سے ملانے کے لیے کیل کی ضرورت ہے، کاغذ کو کاغذ سے ملانے کے لیے گوند کی ضرورت ہے۔ لیکن دو دلوں کو ملانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ظاہری تدبیر بیوی کی طرف سے جائز کاموں میں شوہر کی پوری اطاعت اور درج ذیل الفاظ کہنا ہے:

① جی ہاں! جی ہاں! جی ہاں۔ ② اچھا! اچھا! اچھا۔

③ آئندہ نہیں ہوگا، آئندہ نہیں ہوگا۔ ④ جیسے آپ کہیں گے ویسے ہی کروں گی، جیسے آپ کہیں گے ویسے ہی کروں گی۔

⑤ معاف فرما دیجیے، معاف فرما دیجیے۔ ⑥ آپ صحیح فرما رہے ہیں، آپ صحیح فرما رہے ہیں۔

اور باطنی تدبیر یہ ہے کہ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لیے دل سے دعائیں کریں۔ ایک دوسرے کو خوب معاف کر کے ایک دوسرے کو اپنے حالات سے مجبور سمجھ کر بے قصور سمجھیں۔ اس کی غلطیوں پر دل میں اس کے خلاف اٹھنے والے غم و غصہ کے جذبات کو پیار و محبت، شفقت اور رحمت کی تھپکی دے کر سلا دیں۔

﴿۱۶۴﴾ بے خوابی کا بہترین علاج

طبرانی میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ راتوں کو میری نیند اُچاٹ ہو جایا کرتی تھی، تو میں نے نبی کریم ﷺ سے اس امر کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔

(اَللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَاَتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ ! يَا قَيُّوْمُ ! اَنِمْ عَيْنِيْ وَاَهْدِئْ لَيْلِيْ) (تفسیر ابن کثیر: ۳/۱۶۸)

ترجمہ: ”میں نے جب اس دعا کو پڑھا تو نیند نہ آنے کی بیماری بفضل اللہ دور ہو گئی۔“

(۱۶۵) چار صفتیں پیدا کیجئے

مسند احمد میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ چار باتیں جب تجھ میں ہوں پھر اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں:

① امانت کی حفاظت۔ ② بات کی صداقت۔
③ حسن اخلاق۔ ④ حلال روزی۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۸۴)

(۱۶۶) دو سوکنوں کا تقویٰ

بغداد میں ایک بڑا سوداگر رہتا تھا۔ یہ بڑا ہی دیانت دار و ہوشیار تھا۔ خدا نے اس کا کاروبار بھی خوب ہی چمکایا تھا۔ دور دور سے خریدار اس کے یہاں پہنچتے اور اپنی ضرورت کا سامان خریدتے۔ اسی کے ساتھ ساتھ خدا نے اس کو گھریلو سکھ بھی دے رکھا تھا۔ اس کی بیوی نہایت خوبصورت، نیک، ہوشیار اور سلیقہ مند تھی۔ سوداگر بھی دل و جان سے اس کو چاہتا تھا اور بیوی بھی سوداگر پر جان چھڑکتی تھی، اور نہایت عیش و سکون اور میل محبت کے ساتھ ان کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔

سوداگر کاروباری ضرورت سے کبھی کبھی باہر بھی جاتا، اور کئی کئی دن گھر سے باہر سفر میں گزارتا۔ بیوی یہ سمجھ کر کہ یہ گھر سے غائب رہنا کاروباری ضرورت سے ہوتا ہے، مطمئن رہتی۔ لیکن جب سوداگر جلدی جلدی سفر پر جانے لگا اور زیادہ زیادہ دنوں تک گھر سے غائب رہنے لگا، تو بیوی کو شبہ ہوا اور اس نے سوچا ضرور کوئی راز ہے۔

گھر میں ایک بوڑھی ملازمہ تھی۔ سوداگر کی بیوی کو اس پر بڑا بھروسہ تھا، اور اکثر باتوں میں وہ اس ملازمہ کو اپنا راز دار بنا لیتی۔ ایک دن اس نے بڑھیا سے اپنے شبہ کا اظہار کیا اور بتایا کہ مجھے بہت بے چینی ہے۔ بڑھیا بولی: اے بی بی! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں؟ پریشان ہوں آپ کے دشمن۔ آپ نے اب کہا ہے، دیکھئے میں چٹکی بجانے میں سب راز معلوم کئے لیتی ہوں۔ اور بڑھیا ٹوہ میں لگ گئی۔ اب جو سوداگر گھر سے چلے تو یہ بھی پیچھے لگ گئی، اور آخر کار اس نے پتہ لگا لیا کہ سوداگر صاحب نے دوسری شادی کر لی ہے اور یہ گھر سے غائب ہو کر اس نئی بیوی کے پاس عیش کرتے ہیں۔

بڑھیا یہ راز معلوم کر کے آئی اور بی بی کو سارا قصہ سنایا۔ سنتے ہی بی بی کی حالت غیر ہو گئی۔ سوکن کی جلن مشہور ہی ہے، لیکن جلد ہی اسی بی بی نے اپنے کو سنبھال لیا، اور سوچا کہ جو کچھ ہونا تھا ہو ہی چکا ہے، اب میں پریشان ہو کر اپنی زندگی کیوں اجیرن بناؤں۔ اور اس نے میاں پر قطعاً ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ اس راز سے واقف ہے، وہ ہمیشہ کی طرح سوداگر کی خدمت کرتی رہی، اور اپنے برتاؤ اور خلوص و محبت میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔

دوسری طرف شریف سوداگر نے بھی اپنی بیوی کے حقوق میں کوئی کمی نہ کی، اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آنے دی اور ہمیشہ کی طرح اسی خلوص و محبت سے بیوی کے ساتھ سلوک کرتا رہا۔ شوہر کے اس نیک برتاؤ نے بیوی کو سوچنے پر مجبور کر دیا، اور اس نے یہ طے کر لیا کہ وہ شوہر کے اس جائز حق میں ہرگز روڑا نہ بنے گی۔ اس نے سوچا کہ آخر میاں مجھ سے ظاہر کر کے بھی تو دوسرا نکاح کر سکتا تھا۔ میاں نے اس طرح چھپا کر یہ نکاح کیوں کیا؟ اسی لئے کہ میرے دل کو تکلیف ہو گی۔ میں سوکن کے جلاپے کو برداشت نہ کر سکوں گی۔

کتنا پیارا ہے میرا شوہر! اس نے میرے نازک جذبات کا کیسا خیال رکھا۔ پھر اس نے اس نئی دُلہن کی محبت میں مست ہو کر میرا کوئی حق تو نہیں مارا۔ اس کے سلوک اور محبت میں بھی تو کوئی فرق نہیں آیا۔ آخر مجھے کیا حق ہے کہ میں اس کو اس حق سے روکوں جو خدا نے اس کو دے رکھا ہے۔ مجھ سے زیادہ ناشکرا اور نالائق کون ہو گا۔ جو ایسے مہربان شوہر کے جائز جذبات کا لحاظ نہ کرے، اور اس کے دل کو تکلیف پہنچائے۔ بیوی یہ سوچ کر بالکل ہی مطمئن ہو گئی۔

سوداگر اپنی بیوی کا خوش گوار سلوک اور محبت کا برتاؤ دیکھ کر یہی سمجھتے رہے کہ شاید خدا کی اس بندی کو یہ راز معلوم نہیں ہے، اور پوری احتیاط کرتے رہے کہ کسی طرح معلوم نہ ہونے پائے۔ اور دونوں ہنسی خوشی پیار و محبت کی زندگی گزارتے رہے۔ آخر کچھ سالوں کے بعد سوداگر کی زندگی کے دن پورے ہوئے اور ان کا انتقال ہوگیا۔ سوداگر نے چونکہ دوسری شادی شہر سے دور بہت خاموشی سے کی تھی، اس لیے اس کے رشتہ داروں میں سے کسی کو بھی یہ راز معلوم نہ تھا۔ سب یہی سمجھتے رہے کہ سوداگر کی بس یہی ایک بیوی تھی۔

چنانچہ جب ترکے کی تقسیم کا وقت آیا تو لوگوں نے یہی سمجھ کر ترکہ تقسیم کیا اور اس نیک بیوی کو اس کا حصہ دے دیا۔ سوداگر کی بیوی نے بھی حصہ لے لیا، اور یہ پسند نہ کیا کہ اپنے مرے ہوئے شوہر کے اس راز کو فاش کرے جو زندگی بھر سوداگر نے لوگوں سے چھپایا۔ لیکن اس نیک بی بی نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ وہ سوداگر کی دوسری بیوی کا حق مار بیٹھے۔ بے شک کسی کو یہ خبر نہ تھی اور نہ اس کی طرف سے کوئی دعوٰی کرنے والا تھا۔ لیکن اس خدا کو تو سب کچھ معلوم تھا جس کے حضور ہر انسان کو کھڑے ہوکر اپنے اچھے برے اعمال کا جواب دینا ہے۔ سوداگر کی بیوہ یہ سوچ کر کانپ گئی اور اس نے یہ طے کرلیا کہ جس طرح بھی ہوگا وہ اپنے حصے میں سے آدھی رقم ضرور اپنی سوکن بہن کو بھجوائے گی، اور اس نے ایک نہایت معتبر آدمی کو یہ ساری بات بتا کر اپنے حصہ میں سے آدھی رقم حوالے کی اور اپنی سوکن کے پاس روانہ کیا، اور اس کے یہاں کہلوا بھیجا کہ افسوس آپ کے شوہر اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ مجھے ان کی جائیداد اور ترکے میں سے جو کچھ ملا ہے، اسلامی قانون کی رو سے آپ اس میں برابر کی شریک ہیں۔ میں اپنے حصے کی آدھی رقم آپ کو بھیج رہی ہوں، اُمید ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے۔ یہ پیغام اور رقم بھیج کر نیک بی بی بہت مطمئن تھیں، ان کو ایک روحانی سکون تھا۔ کچھ ہی دنوں میں وہ شخص واپس آگیا اور اس نے وہ ساری رقم واپس لاکر سوداگر کی بیوی کو دی۔ سوداگر کی بیوہ فکرمند ہوئی اور وجہ پوچھی۔ قاصد نے جیب سے ایک خط نکالا اور کہا اس کو پڑھ لیجیے، اس میں سب کچھ لکھا ہے، آپ فکر مند نہ ہوں۔

﴿۱۶۷﴾ سوکن کا سبق آموز خط

پیاری بہن! آپ کے خط سے یہ معلوم کرکے بڑا رنج ہوا کہ آپ کے اچھے شوہر کا انتقال ہوگیا اور آپ ان کی سرپرستی سے محروم ہوگئیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کی بارش فرمائے۔ میں کس دل سے آپ کے خلوص وایثار کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے ان کے ترکے میں سے اپنے حصے کی آدھی رقم مجھ کو بھیجی۔ میں آپ کی اس نیک روش سے بہت ہی متاثر ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ سوداگر کے اس راز سے کوئی واقف نہ تھا۔ میرا نکاح بہت ہی پوشیدہ طریقے پر ہوا تھا، مجھے تو یقین تھا کہ آپ کو بھی اس کی خبر نہیں ہے۔ اور میں کیا، خود سوداگر مرحوم بھی یہی سمجھتے رہے کہ آپ کو اس دوسری شادی کی اطلاع نہیں ہے۔ اب آپ کے اس خط سے یہ راز کھلا کہ آپ ہمارے راز سے واقف تھیں۔ سوکن کی جلن طبعی بات ہے۔ آپ کو ضرور اس واقعے سے تکلیف پہنچی ہوگی۔ لیکن اللہ اکبر! آپ کا صبر وضبط! حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جس صبر وضبط سے کام لیا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ کبھی اشارے کنائے سے بھی تو آپ نے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ آپ ہماری اس خفیہ شادی سے واقف ہیں۔ آپ کا یہ ایثار اور صبر وتحمل واقعی حیرت انگیز ہے، میں تو آپ کے اس کمال سے انتہائی متاثر ہوں۔ دولت کسی کو کاٹتی ہے۔ دولت کے لیے لوگ کیا کچھ نہیں کرتے۔ لیکن آفریں آپ کی ایمانداری کو، یہ جانتے ہوئے کہ میرا نکاح راز میں ہے، اور وہاں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو اس کی خبر ہو، اور جو میری طرف سے وکالت کرے، مگر آپ نے محض خدا کے خوف سے میرے حق کا خیال رکھا اور اپنے حصے میں سے آدھی رقم مجھے بھیج دی۔ خدا کے حاضر وناظر ہونے کا یقین ہو تو ایسا ہو، اور خدا کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا جذبہ ہو تو ایسا ہو۔

اچھی بہن! میں آپ کی اس دیانت، خلوص اور حق شناسی سے بہت متاثر ہوں، خدا آپ کو خوش رکھے اور دنیا وآخرت میں سرخرو

فرمائے۔ لیکن، بہن! میں اب اس حصے کی مستحق نہیں رہی ہوں، خدا آپ کا یہ حصہ آپ ہی کو مبارک کرے۔ یہ صحیح ہے کہ سوداگر مرحوم نے مجھ سے نکاح کیا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ وہ میرے پاس آکر کئی کئی دن رہتے تھے۔ بے شک ہم نے بہت دنوں عیش و مسرت کی زندگی بسر کی لیکن ادھر کچھ دنوں سے یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ سوداگر مرحوم نے مجھے طلاق دے دی تھی اس راز کی آپ کو خبر نہیں ہے۔ میں اس خط کے ساتھ آپ کی بے مثال محبت، عنایت، ایثار، خلوص اور ہمدردی کا پھر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ والسلام

آپ کی بہن

سوداگر کی بیوہ نے اس خاتون کا یہ خط پڑھا تو بہت متاثر ہوئی اور اس کی سچائی دیانت اور نیکی نے اس کے دل میں گھر کر لیا، اور پھر دونوں میں مستقل طور پر خلوص و محبت اور رفاقت کا رشتہ قائم ہو گیا۔ (مدینۃ الصلوۃ، اسلامی معاشرہ ص ۱۵۱)

﴿۱۶۸﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین عجیب سوال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عجیب جواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالحسن! کئی مرتبہ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور ہم غائب ہوتے تھے اور کبھی ہم موجود ہوتے تھے اور آپ غیر حاضر۔ تین باتیں میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپ کو وہ معلوم ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: وہ تین باتیں کیا ہیں؟

① حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی کو ایک آدمی سے محبت ہوتی ہے حالانکہ اس میں کوئی خیر کی بات نہیں دیکھی ہوتی، اور ایک آدمی کو ایک آدمی سے دوری ہوتی ہے حالانکہ اس میں کوئی بری بات نہیں ہوتی، اس کی کیا وجہ ہے......؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! اس کا جواب مجھے معلوم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسانوں کی روحیں ازل میں ایک جگہ اکٹھی رکھی ہوئی تھیں، وہاں وہ ایک دوسرے کے قریب آکر آپس میں ملتی تھیں، جن میں وہاں آپس میں تعارف ہو گیا ان میں یہاں دنیا میں اُلفت ہو جاتی ہے، اور جن میں وہاں اجنبیت رہی وہ یہاں دنیا میں ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک بات کا جواب مل گیا۔

② دوسری بات یہ ہے کہ آدمی حدیث بیان کرتا ہے، کبھی اسے بھول جاتا ہے، کبھی یاد آجاتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے......؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جیسے چاند کا بادل ہوتا ہے ایسے ہی دل کے لیے بھی بادل ہے، چاند خوب چمک رہا ہوتا ہے، بادل اس کے سامنے آجاتا ہے تو اندھیرا ہو جاتا ہے، اور جب بادل ہٹ جاتا ہے چاند بھی چمکنے لگتا ہے، ایسے ہی آدمی ایک حدیث بیان کرتا ہے وہ بادل اس پر چھا جاتا ہے تو وہ حدیث بھول جاتا ہے، اور جب اس سے وہ بادل ہٹ جاتا ہے تو اسے وہ حدیث یاد آجاتی ہے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو باتوں کا جواب مل گیا۔

③ تیسری بات یہ ہے کہ آدمی خواب دیکھتا ہے تو کوئی خواب سچا ہوتا ہے کوئی جھوٹا، اس کی کیا وجہ ہے؟...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: جی ہاں! اس کا جواب بھی معلوم ہے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ یا بندی گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح کو عرش تک چڑھایا جاتا ہے، جو روح عرش پر پہنچ کر جاگتی ہے اس کا خواب تو سچا ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے جاگ جاتی ہے اس کا خواب جھوٹا ہوتا ہے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان تین باتوں کی تلاش میں ایک عرصہ سے لگا ہوا تھا، اللہ کا شکر ہے کہ میں نے مرنے سے پہلے ان کو پالیا۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۳۴۹)

﴿۱۶۹﴾ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب و غریب سوال

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی پڑوسن تھی، میں نے (ان کے گھر میں جا کر) عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا یہ بتائیں کہ جب عورت خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے خاوند نے اس سے صحبت کی ہے تو کیا

اسے غسل کرنا پڑے گا؟...... یہ سن کر حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے امّ سلیم! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، تم نے اللہ کے رسول کے سامنے عورتوں کو رسوا کر دیا۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ حق بات کرنے سے حیا نہیں کرتے، ہمیں جب مسئلہ میں مشکل پیش آئے تو اسے نبی کریم ﷺ سے پوچھ لینا اس سے بہتر ہے کہ ہم ایسے ہی اندھیرے میں رہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے امّ سلیم! تمہارے ہاتھ میں خاک آلود ہوں، اگر اسے (کپڑوں پر یا جسم پر) پانی نظر آئے تو غسل کرنا پڑے گا۔ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا عورت کا بھی پانی ہوتا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: تو پھر بچہ ماں کے کیسے مشابہ ہو جاتا ہے؟ عورتیں مزاج اور طبیعت میں مردوں جیسی ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۲۵۴)

﴿۱۷۰﴾ ایک دیہاتی کا نہایت عمدہ اور قابل تعریف سوال اور حضور اکرم ﷺ کا جواب

دوران سفر ایک دیہاتی کا حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو جانا اور "دوزخ سے دور اور جنت کے قریب کرنے والی بات" پوچھنا، اور نبی کریم ﷺ کا انتہائی شفقت کے ساتھ جواب دینے کے بعد فرمانا کہ اچھا! اب ہماری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔

(عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رضی اللہ عنہ، اَنَّ اَعْرَابِیًّا عَرَضَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ فِیْ سَفَرٍ فَاَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِہٖ۔ اَوْ بِزِمَامِھَا۔ ثُمَّ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ!۔ اَوْ یَا مُحَمَّدُ۔ اَخْبِرْنِیْ بِمَا یُقَرِّبُنِیْ مِنَ الْجَنَّۃِ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَکَفَّ النَّبِیُّ ﷺ، ثُمَّ نَظَرَ فِیْ اَصْحَابِہٖ ثُمَّ قَالَ: لَقَدْ وُفِّقَ۔ اَوْ لَقَدْ ھُدِیَ۔ قَالَ کَیْفَ قُلْتَ؟ فَاَعَادَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ، وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَۃَ) (رواہ مسلم: ۱/۳۶)

ترجمہ: "حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے کہ ایک دیہاتی سامنے آ کھڑا ہوا، اور اس نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی، پھر کہا اے اللہ کے رسول! مجھے وہ بات بتاؤ جو مجھے جنت سے قریب اور آتش دوزخ سے دور کر دے؟ راوی کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ رک گئے، پھر اپنے رفقاء کی طرف آپ ﷺ نے دیکھا اور (ان کو متوجہ کرتے ہوئے) فرمایا: اس کو اچھی توفیق ملی۔ پھر آپ ﷺ نے اس دیہاتی سے فرمایا: ہاں! ذرا پھر کہنا! تم نے کس طرح کہا: سائل نے اپنا وہی سوال پھر دہرایا (مجھے وہ بات بتا دو! جو مجھے جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کر دے) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: صرف اللہ کی بندگی کرتے رہو، اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو، نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو۔ اب اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔" (مسلم شریف)

مسلم شریف ہی کی اسی حدیث کی دوسری روایت کے آخر میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ "جب وہ دیہاتی چلا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ مضبوطی سے ان احکام پر عمل کرتا رہا تو یقیناً جنت میں جائے گا۔" اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی اس وصیت پر عمل کرنے کی توفیق اور جنت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

فائدہ: اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی شفقتِ پیغمبرانہ کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ سفر میں ہیں، اونٹنی پر سوار چلے جا رہے ہیں، اثنائے راہ میں ایک بالکل نا آشنا دیہاتی سامنے آ کر اچانک اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے، اور پوچھتا ہے کہ مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرنے والی بات بتلاؤ! آپ ﷺ اس کے طرز عمل سے ناراض نہیں ہوتے بلکہ اس کی دینی حرص کی ہمت افزائی فرماتے ہیں، اور اپنے رفقائے سفر کو متوجہ کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو اچھی توفیق ملی۔ پھر اپنے ان رفیقوں کو بھی سائل کی زبان ہی سے اس کا سوال سنوانے کے لیے اُسے فرماتے ہیں: ذرا پھر کہو! تم نے کیسے کہا؟ اس کے بعد جواب دیتے ہیں، اور آخر میں فرماتے ہیں: اچھا! اب ہماری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔ اللہ اکبر! پیغمبری کیا ہے؟!! شفقت و رحمت کا ایک مجسم پیکر ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تصحیح و اضافہ شدہ
بکھرے موتی
حصہ سوم
حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
انتخاب و ترتیب
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
مبلغ اعظم
تصحیح و نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی
مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح ونظر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

.... ملنے کے پتے ....

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور
شمع بک ایجنسی اُردو بازار لاہور	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
ملت پبلی کیشنز اسلام آباد	مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی
احمد بک کارپوریشن راولپنڈی	دارالمطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی
کتابستان شاہی بازار بہاول پور	اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی
مکتبہ دارالقرآن اُردو بازار کراچی	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
دار اخلاص محلہ جنگی، پشاور	ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ قاسمیہ ملتان	مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی
کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	ادارۃ المعارف دارالعلوم کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
مکتبہ حقانیہ ملتان	مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (سوم)

تقریظ

مفسر قرآن، محدث کبیر، فقیہ النفس

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دار العلوم دیو بند اور شارح حجۃ اللہ البالغہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

"بکھرے موتی" میں جناب مکرم مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری نے گلہائے رنگ رنگ چن کر حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔ یہ کتاب مولانا زید مجدہم کا کشکول ہے۔ جس میں آپ نے قیمتی موتی اکٹھے کیے ہیں۔ ایک حسین دستر خوان ہے جس پر انواع واقسام کے لذیذ کھانے چنے گئے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں تفسیری فوائد ونکات ہیں، حدیثی نصائح وارشادات بھی ہیں۔ دعوتی اور تبلیغی چاشنی لیے ہوئے صحابہ اور بعد کے اکابر کے واقعات بھی ہیں، جن سے دل جلد اثر پذیر ہوتا ہے۔ نیز ایسی دعائیں بھی شامل کتاب کی گئی ہیں جو ایک گونہ عملیات کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ اس طرح کتاب بہت دلچسپ بن گئی ہے۔

نیز مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیو بند کی نظر ثانی نے اس کی اعتباریت میں اضافہ کیا ہے، گویا کتاب میں چار چاند لگائے ہیں۔ اس لیے اُمید ہے کہ کتاب لوگوں کے لیے بے حد مفید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور اُمت کو اس سے فیض یاب بنائیں۔

والسلام سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیو بند

۱۶/صفر ۱۴۲۶ھ

☆..................☆☆☆..................☆

تعارف وتبصرہ

—— از ——

حضرت مولانا شمس الحق صاحب ندوی زید مجدہم

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، دعوت وتبلیغ کے نامور خطیب وواعظ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (جنہوں نے اپنی پوری عمر دعوت وتبلیغ کے لیے وقف فرمادی تھی، جو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تربیت یافتہ تھے، اور حضرت جی کی وفات کے بعد تو بڑے اجتماعات کو عموماً مولانا ہی خطاب فرماتے تھے، مولانا کی تقریر بڑی مؤثر اور عام فہم ہوتی تھی، دعا بھی طویل فرماتے تھے، مولانا یونس صاحب انہیں) کے فرزند ارجمند ہیں اور مولانا کی وفات کے بعد اپنے وقت کا بڑا حصہ مرکز نظام الدین میں گزارتے ہیں، مولانا کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے حضرت کی تصنیفات کا بھی ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ فرماتے ہیں۔ بڑے اجتماعات میں شرکت کا پورا اہتمام رہتا ہے، جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں دو اہم اجتماعات میں شرکت کے بعد اس وقت یعنی ۹/ ذی الحجہ کو عشق وسرمستی کے عالم میں عرفات میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حج مبرور نصیب فرمائے، یہ ایک دور افتادہ کی دعا ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

مولانا اپنی تقاریر میں احادیث شریفہ اور تقاریر اور بزرگوں کے تذکروں میں مذکور مؤثر واقعات وحکایات اور نصائح وحکم کو بیان کرتے اور سامعین کے دلوں کو گرماتے اور دینی غیرت وحمیت کو جگاتے ہیں۔ مولانا عرصہ سے ایسے مؤثر واقعات تعلیمات اور بعض ضروری مسائل وفتاویٰ کی بیاض بھی تیار کرتے جاتے ہیں جو واقعی بکھرے موتیوں کا بڑا خوبصورت ودلکش ہار ہے، جو پڑھنے والے کے دل کو کھینچتا ہے اور روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔ خصوصاً رمضان المبارک میں مولانا موصوف کا تراویح کے بعد بمبئی میں دو جگہ وعظ اور تفسیر قرآن پاک بیان کرنے کا معمول ہے، جس کا سلسلہ بارہ بجے رات تک جاری رہتا ہے اور اختتام گلوگیر آواز میں طویل دعا پر ہوتا ہے۔ لوگوں نے دور دور کنکشن لے رکھے ہیں جس سے گھروں میں مستورات بھی شوق کے ساتھ مولانا کے مؤثر وعظ کو سنتی ہیں، ان تقریروں اور بیان میں مولانا انہیں بکھرے موتیوں کو موقع ومناسبت سے زینت بیان وتقریر بناتے جاتے ہیں، جو اب کتابی شکل میں آگئے ہیں، ان بکھرے موتیوں کا مطالعہ بڑا مفید اور دل کو گرمانے والا ہے، زبان وبیان آسان ورواں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ (تعمیر حیات۔ ۲۵/ جنوری ۲۰۰۵ء صفحہ ۲۶)

☆..................☆☆☆..................☆

تقریظ

مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری
استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ!

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں، موصوف نے ۱۲۹۳ ہجری مطابق ۱۹۷۳ء میں مظاہر علوم سہارن پور سے علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی ہے، طالب علمی کے زمانے سے آپ کا محبوب مشغلہ اسلاف واکابر کی کتابوں کا مطالعہ اور پسندیدہ باتوں کو کاپی میں محفوظ کرنا ہے۔

علوم متداولہ سے فراغت کے بعد ایک طویل عرصہ تک والد محترم کے زیر سایہ دعوت وتبلیغ کے کام میں شب وروز لگے رہے، اور والد محترم کے اوصاف وکمالات کو جذب کرتے رہے، جن حضرات نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بیانات سنے ہیں اور ان کو قریب سے دیکھا ہے، وہ اس بات کی کھلے دل سے گواہی دیں گے کہ مولانا محمد یونس صاحب زید مجدہم اخلاق وعادات اور اوصاف وکمالات میں عمر ثانی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے کام سے مولانا زید مجدہم جو دلچسپی رکھتے ہیں وہ اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے، اور رمضان المبارک میں تراویح کے بعد بمبئی میں موصوف کے جو بیانات ہوتے ہیں ان سے آپ کی علوم قرآن کے ساتھ مناسبت عیاں ہے۔ ہزاروں آدمی اپنے گھروں میں کنکشن صرف مولانا کے بیانات سننے کے لیے رکھتے ہیں۔ اس طرح مردوں کے ساتھ مستورات بھی آپ کے بیانوں سے خوب استفادہ کرتی ہیں۔ دوسری طرف مولانا زید مجدہم اُن پسندیدہ باتوں کو جو آپ طالب علمی کے زمانے سے اب تک منتخب ومحفوظ فرمارہے ہیں ''بکھرے موتی'' کے نام سے شائع فرماکر پوری اُمت مسلمہ کو فیض پہنچارہے ہیں، بلاشبہ یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے، جو خوش قسمت اس کو دیکھتا ہے، ختم کیے بغیر دم نہیں لیتا۔

اس کتاب کے دو حصے نظر ثانی اور مفید اضافوں کے بعد شائع ہوچکے ہیں اور اب تیسرا حصہ پہلی بار ''مکتبہ مدینہ'' سے شائع ہورہا ہے۔ اس حصے کے تمام مضامین نہایت قیمتی ہیں، خصوصاً اسمائے حسنٰی کے تعلق سے موصوف نے بڑی کارآمد باتیں جمع کردی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اُمت کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے اور موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

محمد امین پالن پوری
خادم حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند
۱۵/رجب ۱۴۲۶ ہجری

☆..................☆☆☆..................☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد باری تعالیٰ

زمین تیری زماں تیرا ، ہے امر کن فکاں تیرا — تو خلّاقِ جہاں یا رب! ہے مخلوق آسمان تیرا
شجر تیرے ثمر تیرے ہے اور آبِ رواں تیرا — فلک پر ضوفشاں وہ کاروانِ کہکشاں تیرا
تو متاعِ گل خنداں ، گلوں میں بوئے گل تیری — طیورانِ چمن تیرے ، نظامِ گلستاں تیرا
بہر گوشہ بہر جانب تجلی عام ہے تیری — بہر سو ہیں تیرے جلوے ، ہر ایک شئے میں نشاں تیرا
ہیں اوصاف و ثناء تیرے لبِ خارِ بیاباں پر — وُحوشِ دشت کی یاربّ زباں پر ہے بیاں تیرا
درخشاں کوکب و شمس و قمر ہیں نور سے تیرے — اُجالا ظلمتوں میں ہر طرف ہے ضوفشاں تیرا
تو پوشیدہ میں ہے ظاہر ، تو ظاہر میں ہے پوشیدہ — حقیقت یہ ہے کہ بے شک عیاں تیرا نہاں تیرا
ثناء خواں صرف گلشن میں عنادِل ہی نہیں تیرے — گلوں میں خار بھی پایا گیا تسبیح خواں تیرا
حوادثِ موج و طوفان و بھنور گرداب ہیں تیرے — تیری رحمت میری کشتی ہے بحرِ بے کراں تیرا
قلم میں ہے نہ وہ قوت ، زباں میں ہے نہ وہ طاقت — بیاں ہو وصف کیسے اے مکینِ لامکاں تیرا
بوقتِ مرگ راغبؔ ہے یہ تجھ سے التجا یاربّ — میسر دید آقا نام ہو وردِ زباں تیرا

لُغات:

حمد: تعریف...... امر: حکم، فرمان...... کُنْ فَکَانَ: ہوجا تو ہوگیا (اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ (سورۂ بقرہ: ۱۱۷) اور جب حکم کرتا ہے تو کسی کام کا تو یہی فرماتا ہے کہ ہوجا، پس ہوجاتا ہے)...... خلّاقِ جہاں: دنیا کو پیدا کرنے والا...... شَجَرٌ: درخت...... ثَمَرٌ: پھل...... آبِ رواں: بہتا ہوا پانی...... فَلَکٌ: آسمان...... ضوفشاں: روشن، روشنی دینے والا...... کارواں: قافلہ...... کہکشاں: باریک باریک ستاروں کی لمبی سفیدی جو آسمان پر رات کے وقت لمبی گلی کے مانند معلوم ہوتی ہے...... متاع: پونجی...... گل خنداں: کھلا ہوا پھول...... بوئے گل: پھول کی خوشبو...... طیورانِ چمن: باغ کے پرندے...... تجلی: روشنی، چمک، جلوہ...... جَلْوَہٌ: روشن...... شئے: چیز...... اوصاف: خوبیاں...... ثناء: تعریف...... لب: ہونٹ...... خارِ بیاباں: جنگل کے کانٹے...... وحوشِ دشت: جنگلی جانور...... درخشاں: چمکتا ہوا، روشن...... کوکب: ستارہ...... شمس: آفتاب، سورج...... قمر: چاند...... عیاں: ظاہر، کھلا ہوا...... نہاں: پوشیدہ، چھپا ہوا...... ثناخواں: تعریف کرنے والا...... گلشن: چمن، باغ...... عنادل: بلبلیں...... خار: کانٹا...... تسبیح خواں: پاکی بیان کرنے والا...... بحرِ بے کراں: نہایت وسیع سمندر...... مکینِ لامکاں: ایسا مالک جو کسی جگہ میں نہیں یعنی اللہ تعالیٰ...... مرگ: موت...... راغب: شاعر کا نام ہے...... التجاء: گزارش، درخواست...... مُیَسَّر: دستیاب، حاصل...... دیدِ آقا: خدا تعالیٰ کا دیدار...... وردِ زباں: زبان پر چڑھا ہوا، وہ بات جو ہر وقت زبان پر جاری رہے۔ (محمد امین پالن پوری)

مناجاتِ باری تعالیٰ

ڈھل گیا دن زندگی کا آ گئی شامِ اجل، اے خدائے عزوجل
آدمی ہی آدمی کو کر رہا ہے اب ذلیل، اے میرے ربِ جلیل
ہوتے ہوتے زندگی ساری کی ساری کٹ گئی بے عمل آگہی
آدمی مختار بھی ہے آدمی مجبور بھی ، پاس بھی ہے دور بھی
دولتِ علم و یقیں سے مجھ کو مالا مال کر ، مجھے خوشحال کر
بند ہیں سوچوں کے دروازے، دریچے فکر کے یاالٰہی کھول دے
ہو سفر مکے کا منزل ہو مدینہ آخری ، آرزو ہے ایک یہی
بھیج دے ایک بار ابابیلوں کا لشکر بھیج دے، اپنے کعبے کے لیے
میں نے پابندی ہمیشہ تیرے احکام کی کی ہے، اور دن رات کی
میری ہمت، میری قوت جو بھی کچھ ہے سب تیرا، کچھ نہیں اس میں میرا
کیا کرے تیری ثنا؟! ہے راہی بے نطق ونوا، اس کی پھر اوقات کیا؟

ہے سفر لمبا، نہیں دامن میں کچھ نقدِ عمل اے خدائے عزوجل
آدمیت کی حدوں سے جا رہا ہے یہ نکل، اے خدائے عزوجل
موت بڑھتی آ رہی ہے لحظہ لحظہ، پل بہ پل، اے خدائے عزوجل
دور اپنے آپ سے ہونے لگا ہے آج کل، اے خدائے عزوجل
بے یقینی کو مرے ایمان کامل سے بدل، اے خدائے عزوجل
ذہن ہے مفلوج، جذبات واحساسات شل، اے خدائے عزوجل
جی دیارِ ہند میں لگتا نہیں ہے آج کل ، اے خدائے عزوجل
ابرہہ والے ہیں پھر آمادۂ شر آج کل ، اے خدائے عزوجل
اور ہوتی بھی رہی کوتاہی فکر و عمل ، اے خدائے عزوجل
تو نے دی ہے جو نقاہت تو ہی دے گا مجھ کو بل، اے خدائے عزوجل
ہیں سدا محوِ ثنا اَرض و سما، دشت و جبل، اے خدائے عزوجل

لُغات:

مناجات: دعا، وہ نظم جس میں خدا کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے دعا مانگی جائے ......اجل: موت، قضا...... ذلیل: رسوا...... جلیل: بزرگ...... بے آگہی: بے خبری...... دریچہ: چھوٹا دروازہ، کھڑکی...... مفلوج: بے حس...... شل: بے حس...... نقاہت: کمزوری...... بل: طاقت...... راہی: شاعر کا تخلص ہے...... نُطق: گویائی...... نوا: آواز، صدا...... اوقات: حیثیت...... سدا: ہمیشہ ہر وقت ...... محوِ ثنا: تعریف میں منہمک...... ارض: زمین...... سما: آسمان...... دشت: جنگل...... جبل: پہاڑ۔ (محمد امین پالن پوری)

☆......☆☆☆......

﴿۱﴾ پریشانیوں سے نجات کا نبوی نسخہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت یا پریشانی میں گرفتار ہو اُسے چاہیے کہ اذان کے وقت منتظر رہے اور اذان کا جواب دینے کے بعد مندرجہ ذیل دعا و پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت اور خوش حالی کی دعا کرے تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ دعائے مبارک یہ ہے:

(اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ الصَّادِقَۃِ الْمُسْتَجَابُ لَھَا دَعْوَۃِ الْحَقِّ وَکَلِمَۃِ التَّقْوٰی اَحْیِنَا عَلَیْھَا وَاَمِتْنَا عَلَیْھَا وَابْعَثْنَا عَلَیْھَا وَاجْعَلْنَا مِنْ خِیَارِ اَھْلِھَا اَحْیَاءً وَّ اَمْوَاتًا) (حصن حصین ص۱۱۸)

﴿۲﴾ زبان کی تیزی کا نبوی علاج

ابونعیم نے حلیہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی زبان کی تیزی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم استغفار سے کہاں غفلت میں پڑے ہو؟! میں تو روزانہ سو (۱۰۰) مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ ابونعیم کی دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری زبان گھر والوں کے بارے میں تیز ہو جاتی ہے جس سے مجھے ڈر ہے کہ یہ مجھے آگ میں داخل کر دے گی، آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے کہ "میں روزانہ سو (۱۰۰) مرتبہ استغفار کرتا ہوں، تم بھی استغفار کرو! استغفار کی کثرت سے زبان کی تیزی زائل ہو جائے گی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۹)

﴿۳﴾ نیت میں بھی اجر ہے

ایک صاحب نے گھر تعمیر کروایا اور اس میں روشن دان بھی رکھے، پھر اپنے گھر ایک بزرگ کو حصولِ برکت اور دعا کی غرض سے لے گئے۔ بزرگ نے پوچھا: مکان میں روشن دان کیوں بنوائے؟ انہوں نے جواب دیا ان کے ذریعہ روشنی اندر آتی ہے۔ بزرگ نے کہا یہ نیت کیوں نہ کی کہ اس کے ذریعہ اذان کی آواز آئے گی، روشنی اور ہوا تو یوں ہی آ جاتی ہے۔ (حکایات رومی صفحہ ۸۹)

﴿۴﴾ سب سے زیادہ محبوب عمل

حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل سُبْحَۃُ الْحَدِیْث ہے، اور اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند عمل تحریف ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سُبْحَۃُ الْحَدِیْث کیا ہے؟ فرمایا: سُبْحَۃُ الْحَدِیْث یہ ہے کہ لوگ باتیں کر رہے ہوں اور ایک آدمی تسبیح و تہلیل اور اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔ پھر ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تحریف کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحریف یہ ہے کہ لوگ خیریت سے ہوں، اچھے حال میں ہوں اور کوئی پڑوسی یا ساتھی پوچھے تو یوں کہہ دے کہ ہم برے حال میں ہیں۔ حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو تو لوگ لامحالہ باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ لہٰذا جب تم دیکھو کہ لوگ اللہ سے غافل ہو گئے ہیں تو تم اس وقت اپنے رب کی طرف پورے ذوق و شوق سے متوجہ ہو جاؤ۔ ولید راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس حدیث کو ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا یہ بات ٹھیک ہے اور مجھے حضرت ابوطلحہ حکیم بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے کہ مقبول دعا کی نشانی یہ ہے کہ جب تم لوگوں کو غافل دیکھو تو اس وقت تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۳)

﴿۵﴾ بازار میں بھی دعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بازار میں دو آدمیوں کی آپس میں ملاقات ہوئی، ایک نے دوسرے سے کہا لوگ اس وقت (اللہ سے) غافل ہیں، آؤ! ہم اللہ سے مغفرت طلب کریں۔ چنانچہ ہر ایک نے ایسا کیا، پھر دونوں میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ دوسرے دن اسے خواب میں دیکھا تو اس نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب شام کو بازار میں ہماری ملاقات ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہماری مغفرت کر دی تھی۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۳)

﴿۶﴾ جنات کے شر سے حفاظت کا بہترین نسخہ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں حمص سے چلا اور رات کو زمین کے ایک خاص ٹکڑے میں پہنچا تو اس علاقہ کے جنات میرے پاس آ گئے اس پر میں نے سورۂ اعراف کی یہ آیت آخر تک پڑھی:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا، وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ، اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ، تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

(سورۃ الاعراف: آیت ۵۴)

اس پر ان جنات نے ایک دوسرے سے کہا، اب تو صبح تک اس کا پہرہ دو (چنانچہ انہوں نے ساری رات میرا پہرہ دیا) صبح کو میں سواری پر سوار ہو کر وہاں سے چل دیا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۶)

﴿۷﴾ اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ حج اور سورۂ نور ضرور سیکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو اعمال فرض کیے ہیں وہ سب ان سورتوں میں مذکور ہیں۔

حضرت حارثہ بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خط میں یہ لکھا کہ سورۂ نساء، سورۂ احزاب اور سورۂ نور سیکھو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سورۂ برأت سیکھو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ اور انہیں چاندی کے زیور پہناؤ۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۰)

﴿۸﴾ شادی سادی ہونی چاہیے

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ طواف کر رہے تھے، میں نے طواف کے دوران حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو وہ خاموش رہے اور میرے پیغام کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا: اگر یہ راضی ہوتے تو کوئی نہ کوئی جواب ضرور دیتے۔ اب اللہ کی قسم! میں ان سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اللہ کی شان وہ مجھ سے پہلے مدینہ واپس پہنچ گئے۔ میں بعد میں مدینہ آیا۔ چنانچہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوا اور جا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے خوش آمدید کہا اور فرمایا کب آئے ہو؟ میں نے کہا: ابھی پہنچا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: ہم لوگ طواف کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے کا دھیان جما رہے تھے، اُس وقت تم نے مجھ سے (میری بیٹی) سودہ بنت عبداللہ کا ذکر کیا تھا، حالانکہ تم مجھ سے اس بارے میں کسی اور جگہ بھی مل سکتے تھے۔ میں نے کہا: ایسا ہونا مقدر تھا، اس لیے ایسا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: اب تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے

کہا: اب تو پہلے سے بھی زیادہ تقاضا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت سالم اور حضرت عبداللہ کو بلا کر میری شادی کر دی۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۴)

(۹) ایک تاریخی شادی

ایک باپ جب اپنی لڑکی کو کسی کے حوالے کرتا ہے تو یہ اس کے لیے نازک ترین وقت ہوتا ہے، اس کا اندازہ شاید وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خود اس تجربے سے گزرے ہوں۔ بڑے بڑے لوگوں کے قدم اس مقام پر آ کر پھسل جاتے ہیں۔

ان حالات میں بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ایک باپ اپنی لڑکی کے نکاح کے لیے امیر کبیر شہزادے کے بجائے ایک غریب طالب علم کو پسند کرے۔ موجودہ زمانے میں تو اس کو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ مگر تاریخ کا ایک دور ایسا بھی گزرا ہے جب یہ ناممکن چیز نہ تھی بلکہ وقوع پر آئی تھی۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر تابعی گزرے ہیں۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال مدینہ کے ایک صحابی کے گھر میں پیدا ہوئے، اور پچھتر (۷۵) برس کی عمر میں ۹۴ ہجری میں انتقال فرمایا:

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مشہور حافظ حدیث صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے خسر تھے۔ اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان سے استفادہ کا موقع ملا۔ چنانچہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات کا بڑا حصہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی احادیث پر مشتمل ہے، وہ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ اور عالم تھے۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں جب مدینہ گیا اور وہاں کے سب سے بڑے فقیہ کو پوچھا تو لوگوں نے مجھے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچا دیا۔ ابن حبان کے الفاظ ہیں: ''وہ تمام اہل مدینہ کے سردار تھے۔'' حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کو جب کسی مسئلہ میں اشکال پیش آتا تو وہ ان کے پاس لکھ بھیجتے تھے۔

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کے بارے میں فرمایا: ''اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔'' نماز باجماعت کا اتنا اہتمام تھا کہ چالیس سال تک ایک وقت کی بھی نماز باجماعت ناغہ نہیں ہوئی۔ مدینہ کی تاریخ میں ''حرہ'' کا واقعہ نہایت مشہور واقعہ ہے۔ یہ واقعہ یزید اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے زمانے میں پیش آیا۔ اہل مدینہ نے جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر یزید کی بیعت توڑ دی، اس وقت یزید کی فوجیں تین دن تک برابر مدینۃ الرسول میں قتل عام کرتی رہیں اور اس کو لوٹتی رہیں۔ اس پر آشوب زمانہ میں کوئی شخص گھر سے باہر قدم رکھنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ مسجدوں میں بالکل سناٹا رہتا تھا۔ ایسے نازک وقت میں بھی سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ مسجد ہی میں جا کر نماز پڑھتے تھے۔ لوگ انہیں دیکھ کر کہتے: ''ذرا اس بوڑھے مجنون کو دیکھو کہ اس حالت میں بھی مسجد نہیں چھوڑتا۔''

اموی حکومت کا بانی مروان بن حکم اپنے بعد علی الترتیب عبدالملک اور اس کے بھائی عبدالعزیز کو خلیفہ بنا گیا تھا۔ مروان کے بعد عبدالملک کی نیت میں فتور ہوا۔ اس نے عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانا چاہا، لیکن پھر قبیصہ بن ذویب کے سمجھانے سے رُک گیا۔ عبدالملک کی خوش قسمتی کہ جلد ہی عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔

اب عبدالملک کے لیے میدان صاف تھا اس نے ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر اُن کی بیعت کے لیے صوبیداروں کے نام فرمان جاری کر دیئے۔ ہشام بن اسماعیل جو مدینہ کا والی تھا، اس نے اہل مدینہ سے بیعت کے لیے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا۔ انہوں نے جواب دیا: ''میں عبدالملک کی زندگی میں دوسری بیعت نہیں کر سکتا۔''

یہ ایک بہت سنگین معاملہ تھا، کیونکہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کے معنی یہ تھے کہ مدینہ سے ایک بھی ہاتھ بیعت کے لیے نہ بڑھے۔ چنانچہ ہشام نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو کوڑے سے پٹوایا اور ان کو سخت سزائیں دیں۔ اس کے بعد ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو ان سے گفتگو کے لیے بھیجا گیا۔ واپسی کے بعد ہشام نے پوچھا: ''کیا سعید مار کے بعد کچھ نرم پڑے؟'' ابوبکر نے جواب دیا: ''تمہارے اس سلوک کے بعد خدا کی قسم وہ پہلے سے زیادہ سخت ہو گئے ہیں، اپنا ہاتھ روک لو۔''

اب عبدالملک نے تدبیر سوچی اور جو شخص کوڑوں کی مار سے راضی نہیں ہوا تھا، اس کو دنیا کے لالچ سے رام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لڑکی جو صورت اور سیرت دونوں میں بہت ممتاز تھی اور اس کے ساتھ اعلیٰ تعلیم (یافتہ) بھی تھی۔ اس نے سوچا کہ ولی عہد سے اس کا نکاح کر کے اس کو اپنی بہو بنا لے۔ اس طرح باپ خود نرم پڑ جائے گا۔ اس نے امیر مدینہ ہشام بن اسماعیل المخزومی (جو سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز بھی تھے) کے ذمہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو راضی کرنے کا کام سپرد کیا۔

ہشام کو اپنی ناکامی کی پوری امید تھی لیکن خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد کہا: ''جیسا کہ آپ کو علم ہے، عبدالملک بن مروان نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کے لیے عوام سے بیعت لینے کا ارادہ کیا ہے، بیعت لینے سے قبل امیر المومنین یہ بھی چاہتے ہیں کہ ولید کو آپ اپنی دامادی کا شرف بخشیں۔'' یہ سنتے ہی سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کا رنگ غصہ سے متغیر ہو گیا۔ انہوں نے کہا: ''مجھے ان دونوں میں سے کچھ بھی منظور نہیں۔''

اس انکار کے نتیجے میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ مختلف قسم کی سختیاں جھیلنی پڑیں اور طرح طرح سے ان پر دباؤ ڈالے گئے، مگر وہ اپنے انکار پر برابر قائم رہے۔ اور دوسری طرف یہ سوچتے رہے کہ کوئی مناسب رشتہ سامنے آئے تو لڑکی کا عقد کر دیا جائے، اس کے بعد قریش کے ایک گمنام اور غریب آدمی ابو وداعہ کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔

مشہور مؤرخ ابن خلکان نے خود ابو وداعہ کی زبانی یہ واقعہ نہایت تفصیل سے نقل کیا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ''میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں پابندی سے بیٹھا کرتا تھا، ایک مرتبہ کچھ مدت تک حاضر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد جب گیا تو انہوں نے پوچھا اتنے دنوں تم کہاں تھے؟ میں نے جواب دیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا، اس کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا۔ انہوں نے کہا: پھر ہمیں کیوں نہ تم نے خبر کی؟ ہم بھی اس تجہیز و تکفین میں شریک ہوتے۔ اس کے بعد جب میں اٹھنے لگا تو انہوں نے کہا: تم نے دوسری بیوی کا کوئی انتظام کیا۔ میں نے کہا: خدا آپ پر رحم فرمائے، کون مجھ سے ساتھ شادی کرے گا جبکہ میں دو چار درہم سے زیادہ کی حیثیت کا آدمی نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا: اگر میں کروں تو تم کرنے کے لیے تیار ہو؟ میں نے کہا: بہت خوب! اس سے بہتر کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ کی حمد بیان کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اسی وقت دو یا تین درہم پر میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح پڑھا دیا۔

ابو وداعہ کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد وہاں سے اٹھا اور میری خوشی کا عالم یہ تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں؟ میں اپنے مکان پر پہنچا اور اس فکر میں پڑ گیا کہ اب رخصتی وغیرہ کے لیے قرض کہاں سے حاصل کروں؟ میں نے مغرب کی نماز پڑھی اور اس دن میں روزہ سے تھا۔ نماز کے بعد میں نے چاہا کہ کھانا کھاؤں، جو کی روٹی تھی اور زیتون کا تیل۔ اتنے میں دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی سعید۔ میں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ کر اس نام کے ہر شخص کو تصور کیا، کیونکہ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ تو چالیس برس سے اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں دیکھے نہیں گئے۔ اُٹھ کر دروازہ کھولا تو وہاں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔ ان کو دیکھ کر معاً خیال ہوا کہ شاید ان کا خیال بدل گیا ہے اور وہ فسخ نکاح کرانے آئے ہیں۔ میں نے کہا: اے ابو محمد (ابن

مسیتب رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت) آپ نے کیوں زحمت فرمائی، مجھے بلا بھیجا ہوتا۔ انہوں نے کہا: نہیں! اس وقت مجھی کو تمہارے پاس آنے کی ضرورت تھی۔ میں نے کہا: پھر کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے خیال آیا کہ تم اپنے گھر میں تنہا ہو گے، حالانکہ اب تو تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ مجھے گوارا نہیں ہوا کہ تم تنہا رات بسر کرو اور یہ ہے تمہاری بیوی۔ اس وقت ابن مسیتب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی ٹھیک ان کے پیچھے کھڑی تھیں، انہوں نے صاحبزادی کو دروازہ کے اندر کر کے باہر سے خود ہی دروازہ بند کر دیا اور واپس چلے گئے۔

میری بیوی شرم کے مارے گر پڑی، پھر میں نے اندر سے دروازہ بند کیا، اور اس کے بعد چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ وہ لوگ جمع ہوئے اور پوچھا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا: سعید بن مسیتب رحمۃ اللہ علیہ نے آج اپنی لڑکی کا عقد میرے ساتھ کر دیا اور آج ہی اچانک وہ اسے میرے گھر بھی پہنچا گئے، اور یہاں وہ گھر میں موجود ہے۔ لوگوں نے آ کر اسے دیکھا اور میری ماں کو خبر ہوئی تو وہ بھی آ گئیں اور انہوں نے کہا اس کو چھونا تمہارے لیے حرام ہے جب تک میں حسب دستور تین دن تک اسے بنا سنوار نہ لوں۔ چنانچہ میں تین دن تک رُکا رہا۔ اس کے بعد اس کے پاس گیا، میں نے پایا کہ وہ ایک حسین و جمیل خاتون ہے، کتاب اللہ کی حافظہ اور سنت رسول اللہ کی عالمہ ہے اور حقوق شوہری کو خوب پہچاننے والی ہے۔

ابو وداعہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد ایک ماہ تک میں گھر ہی پر رہ گیا۔ اس دوران میں سعید بن مسیتب رحمۃ اللہ علیہ کا نہ کوئی حال معلوم ہوا، اور نہ ان سے ملاقات ہوئی، پھر ایک مہینہ کے بعد میں ان کی صحبت میں حاضر ہوا، اس وقت وہاں مجلس قائم تھی۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد کوئی بات چیت نہ کی، یہاں تک کہ جو لوگ مسجد میں تھے سب چلے گئے۔ اس کے بعد جب میرے سوا کوئی وہاں نہیں رہ گیا تو انہوں نے پوچھا: تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا بہترین حال ہے۔ انہوں نے کہا:

(اِنْ رَابَکَ شَیْءٌ فَالْعَصَا)

یعنی "وہ کوئی ناپسندیدہ حرکت کرے تو اس کو مارو۔"

پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا، اور یہ سعید بن مسیتب رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی تھی جس کے لیے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے لڑکے ولید کا پیغام دیا تھا، جب اس نے اس کو ولی عہد بنایا تھا تو سعید بن مسیتب رحمۃ اللہ علیہ نے شہزادہ ولید سے رشتہ کرنے سے انکار کیا، جس کی وجہ سے عبدالملک، سعید بن مسیتب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پڑ گیا۔ یہاں تک کہ سخت سردی کے دن میں انہیں کوڑے سے پیٹا گیا اور ٹھنڈا پانی ڈالا گیا۔

(ماہنامہ رضوان، لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۶۶ء، ص ۸، ۱۱)

﴿۱۰﴾ آسمان کی طرف سر اُٹھا کر استغفار کیجئے اللہ مسکرا کر معاف کر دیں گے

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے بٹھایا اور حرہ کی طرف لے گئے، پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا: اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما! کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! پہلے آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے، یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے بٹھایا تھا، پھر مجھے "حرہ" کی طرف لے گئے تھے۔ پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرمایا: اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما، کیونکہ تیرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پہلے آپ نے اپنے رب سے استغفار کیا پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے

لگے،اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: میں اس وجہ سے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب اپنے بندے پر تعجب کر کے مسکراتا ہے (اور کہتا ہے) اس بندے کو معلوم ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۵۰)

﴿۱۱﴾ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا گھر کے تمام کونوں میں آیت الکرسی پڑھنے کا معمول تھا

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اس کے تمام کونوں میں آیت الکرسی پڑھتے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۷)

﴿۱۲﴾ چند نصیحت آموز اشعار

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ غَافِلًا ۔۔۔ يَأْتِيْكَ بِالْاَرْزَاقِ مِنْ حَيْثُ لَا تَدْرِيْ

ترجمہ: ضروری ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اگر تم غفلت میں ہو، وہ تمہیں ایسی جگہ سے روزی دے گا جس کی تمہیں خبر بھی نہیں۔

فَكَيْفَ تَخَافُ الْفَقْرَ وَاللّٰهُ رَازِقًا ۔۔۔ فَقَدْ رَزَقَ الطَّيْرَ وَالْحُوْتَ فِي الْبَحْرِ

ترجمہ: جب اللہ رازق ہے تو تمہیں فقر کا خوف کیوں ہے؟ وہ تو پرندے کو اور مچھلی کو دریا میں کھلاتا ہے۔

وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ الرِّزْقَ يَأْتِيْ بِقُوَّةٍ ۔۔۔ مَا اَكَلَ الْعُصْفُوْرُ شَيْئًا مَعَ النَّسْرِ

ترجمہ: اور جو یہ سمجھے کہ روزی طاقت سے ملتی ہے (اگر یہ بات ہوتی تو) گدھ کے ہوتے ہوئے گوریا کو کچھ بھی نہ ملتا۔

تَزَوَّدْ مِنَ الدُّنْيَا فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ ۔۔۔ اِذَا جَنَّ عَلَيْكَ اللَّيْلُ هَلْ تَعِيْشُ اِلَى الْفَجْرِ

ترجمہ: دنیا کو بقدر توشہ حاصل کرو اس لیے کہ تمہیں خبر نہیں کہ جب رات کی تاریکی تم پر چھا گئی تو تم صبح تک زندہ رہ سکو گے۔

فَكَمْ مِنْ صَحِيْحٍ مَاتَ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ ۔۔۔ وَكَمْ مِنْ سَقِيْمٍ عَاشَ حِيْنًا مِنَ الدَّهْرِ

ترجمہ: کتنے صحت مند بلا کسی مرض کے موت کے منہ میں چلے گئے اور بہت سے بیمار مدتوں زندہ رہے۔

وَكَمْ مِنْ فَتًى اَمْسٰى وَاَصْبَحَ ضَاحِكًا ۔۔۔ وَاَكْفَانُهُ فِي الْغَيْبِ تُنْسَجُ وَهُوَ لَا يَدْرِيْ

ترجمہ: اور کتنے ہی نوجوان صبح و شام ہنستے رہتے ہیں لیکن انہیں خبر نہیں کہ ان کے کفن کی تیاری اوپر ہو رہی ہے۔

فَمَنْ عَاشَ اَلْفًا وَّ اَلْفَيْنِ ۔۔۔ فَلَا بُدَّ مِنْ يَوْمٍ يَسِيْرُ اِلَى الْقَبْرِ

ترجمہ: جو ہزار دو ہزار سال تک زندہ رہا اس کو بھی ضرور ایک نہ ایک دن قبر میں جانا ہے۔ (دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ)

﴿۱۳﴾ فتنوں سے نہیں بلکہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگنی چاہیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ فتنہ سے پناہ مانگ رہا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! اس کی دعا کے الفاظ سے تیری پناہ چاہتا ہوں، پھر اس آدمی نے کہا: کیا تم اللہ سے یہ مانگ رہے ہو کہ وہ تمہیں بیوی بچے اور مال نہ دے؟ (کیونکہ قرآن میں مال اور اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے) تم میں سے جو بھی فتنہ سے پناہ مانگنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۰)

﴿۱۴﴾ شیطان سے حفاظت کا عجیب نسخہ

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو رات کو کسی گھر میں سورۂ بقرہ کی دس آیتیں پڑھے گا اس

گھر میں صبح تک کوئی شیطان داخل نہیں ہوگا۔ وہ دس آیتیں یہ ہیں: سورۂ بقرہ کی شروع کی چار آیتیں، آیت الکرسی، اس کے بعد دو آیتیں اور سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۵)

﴿۱۵﴾ قسطوں میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنا جائز ہے

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جو دکان دار قسطوں میں اشیاء فروخت کرتے ہیں وہ عام بازاری قیمت سے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ مثلاً ایک موٹر سائیکل کی قیمت عام بازار میں تیس ہزار روپے ہے، لیکن قسطوں پر فروخت کرنے والے پینتیس ہزار روپے اس کی قیمت لگائیں گے، اب اگر اس کی قیمت طے ہو جائے اور قسطیں ہو جائیں کہ کتنی قسطوں میں اس کی ادائیگی کی جائے گی تو یہ صورت جائز ہے۔ البتہ اگر خریدار نے کوئی قسط وقت پر ادا نہ کی تو اس کی وجہ سے قیمت میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ جب ایک مرتبہ قیمت متعین ہوگئی تو اس میں اضافہ کرنا بعد میں جائز نہیں۔ (درس ترمذی جلد ۴ صفحہ ۱۰۴، مولانا تقی عثمانی)

﴿۱۶﴾ ظالم اور مظلوم کے درمیان اللہ صلح کرائے گا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سی چیز ہنسی کا سبب ہوئی؟ فرمایا کہ میرے دو اُمتی خدا کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایک خدا سے کہتا ہے کہ یا ربّ! اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے، میں بدلہ چاہتا ہوں۔ اللہ پاک اس (ظالم) سے فرماتا ہے کہ اپنے ظلم کا بدلہ ادا کر دو۔

ظالم جواب دیتا ہے، یا ربّ! اب میری کوئی نیکی باقی نہیں رہی کہ ظلم کے بدلے میں اُسے دے دوں۔ تو وہ مظلوم کہتا ہے کہ اے خدا! میرے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دے۔ یہ کہتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ وہ بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ لوگ اس بات کے حاجت مند ہوں گے کہ اپنے گناہوں کا بوجھ کسی اور کے سر دھر دیں۔

اب اللہ پاک طالب انتقام سے فرمائے گا کہ نظر اُٹھا کر جنت کی طرف دیکھ۔ وہ سر اُٹھائے گا، جنت کی طرف دیکھے گا اور عرض کرے گا یا رب! اس میں تو چاندی اور سونے کے محل ہیں، موتیوں کے بنے ہوئے ہیں یا رب! یہ کس نبی اور کس صدیق اور شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے اس کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہے گا کہ یا رب! کون اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ اب وہ عرض کرے گا یا رب! کس طرح؟ اللہ جل شانہ ارشاد فرمائے گا: اس طرح کہ تو اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ وہ کہے گا: یا رب! میں نے معاف کیا۔ اللہ پاک فرمائے گا: اب تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "خدا سے ڈرو، آپس میں صلح قائم رکھو، کیونکہ قیامت کے روز اللہ پاک بھی مؤمنین کے درمیان آپ میں صلح کرانے والا ہے" (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

﴿۱۷﴾ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کا عجیب قصہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (مشہور انصاری صحابی) سعد بن معاذؓ کی وفات ہوئی، تو ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس کے جنازے پر گئے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتار کر قبر برابر کر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہا (آپ کو دیکھ کر آپ کی اتباع میں) ہم بھی دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنا شروع کیا، تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ

ﷺ! اس وقت آپ کی اس تسبیح اور تکبیر کا کیا خاص سبب تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی (جس سے اس کو کوئی تکلیف تھی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تنگی کی اس کیفیت کو دور فرما کر کشادگی پیدا فرما دی اور اس کی تکلیف دور کر دی۔ (مسند احمد)

توضیح: سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ انصاری رسول اللہ ﷺ کے مشہور و ممتاز صحابہ میں سے تھے:

① غزوۂ بدر میں شرکت کی فضیلت و سعادت انہیں حاصل تھی۔
② ستر ہزار فرشتوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔
③ آسمان کے دروازے ان کے لیے کھولے گئے۔
④ ان کی وفات پر رحمٰن کا عرش حرکت میں آ گیا۔
⑤ حضور ﷺ کے سینہ یاران پران کا وصال ہوا۔
⑥ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ان کے لیے قبر کھودی۔
⑦ ہر پھاوڑے کی چوٹ پر ان کی قبر سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی۔
⑧ بنو قریظہ کے بارے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا، اس فیصلہ پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے سعد! تو نے جو فیصلہ کیا ہے یہی فیصلہ اللہ نے آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔
⑨ قبر سے مشک کی خوشبو جب نکلتی تھی آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے، واہ! واہ! کتنی اچھی ہے مردِ مؤمن کی قبر کی خوشبو۔
⑩ جس کمرے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی نعش رکھی ہوئی تھی وہ کمرہ فرشتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ایک فرشتہ نے پر ہٹایا، تب جا کر حضور اکرم ﷺ کو بیٹھنے کی جگہ ملی۔
⑪ جب جنازہ اٹھا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس کے جنازے کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ باوجود اس کے قبر کی تنگی کی تکلیف سے اُن کو بھی واسطہ پڑا (اگرچہ فوراً ہی وہ اُٹھالی گئی) اس میں ہم جیسوں کے لیے بڑا انتباہ اور بڑا سبق ہے۔

(اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا)

”اے اللہ! ہم پر رحم فرما، اے اللہ! ہماری عذاب قبر سے حفاظت فرما۔“

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دومۃ الجندل کے امیر نے ایک ریشمی جبہ بھیجا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا قیمتی اور شاندار جبہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ صحابہ اس کو بار بار چھوتے اور اس کی نرمی و نزاکت پر تعجب کا اظہار کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو دیکھ کر فرمایا: کیا تم کو یہ بہت اچھا معلوم ہو رہا ہے؟! جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بہت زیادہ بہتر اور نرم و نازک ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ص ۲۸۴ تا ۲۹۶، صحیح مسلم، فضائل سعد بن معاذ، سنن نسائی فی الجنائز، جامع الترمذی فی اللباس، حیاۃ الصحابہ)

﴿۱۸﴾ بیوی کیسی ہونی چاہیے

عورت میں درج ذیل عمدہ خصلتوں کا ہونا ضروری ہے، اس سے نکاح میں مداومت اور خیر و برکت ہوتی ہے:

① عورت نیک بخت اور دیندار ہو، یہ خصلت بہت ہی ضروری ہے، اگر عورت اپنی ذات میں اور شرمگاہ کی حفاظت میں کچی ہو گی تو معاملہ بگڑ جائے گا، اسی لیے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

(تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ)

(بخاری و مسلم، بروایت ابو ہریرہ، مشکوۃ ص ۲۶۷)

ترجمہ: ”عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے ① اس کے مال کی وجہ سے ② اس کے خاندان کی وجہ سے

(۴) اس کے جمال کی وجہ سے (۴) اور اس کے دین کی وجہ سے۔ پس تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تو دیندار کو اختیار کر۔"

(۲) عورت خوش خلق ہو، جو شخص فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہاں ہو اس کے لیے خوش خلق عورت کا ہونا ضروری ہے، مل جائے تو بسا غنیمت!

کسی عورت نے کہا ہے، چھ قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرو:

- اَنَّانَةٌ: وہ عورت جو ہر وقت کراہتی رہے، تھوڑی سی پریشانی پر واویلا شروع کر دے۔
- مَنَّانَةٌ: وہ عورت ہے جو خاوند پر ہر وقت احسان جتلائے کہ میں نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا۔
- حَنَّانَةٌ: وہ عورت جو پہلے شوہر پر یا پہلے شوہر کی اولاد پر فریفتہ ہو۔
- حَدَّاقَةٌ: وہ عورت جو ہر چیز کی خواہش رکھے اور اپنے شوہر سے مانگے۔
- بَرَّاقَةٌ: وہ عورت جو ہر وقت بناؤ سنگھار میں لگی رہے۔
- شَدَّاقَةٌ: وہ عورت جو زیادہ بکتی رہے۔

ان چھ قسم کی عورتوں سے نکاح نہ کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

(اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الثَّرْثَارِیْنَ الْمُتَشَدِّقِیْنَ) (ترمذی، بروایت جابر رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں زیادہ بکنے والوں اور منہ پھیلا پھیلا کر باتیں کرنے والوں سے۔"

(۳) خوب صورت عورت سے نکاح کرے، عورت خوب صورت ہوگی تو کسی اور طرف نگاہ نہیں جائے گی۔ اس لیے نکاح سے پہلے دیکھ لینا مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی حوروں کی تعریف میں فرمایا ہے: ﴿خَیْرَاتٌ حِسَانٌ﴾ یعنی "خوش خلق اور خوبصورت عورتیں" اور ﴿قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ﴾ "نیچی نگاہ رکھنے والی عورتیں۔" لہٰذا جس عورت میں یہ خوبیاں ہوں گی وہ جنت کی حور ہے۔

(۴) مہر تھوڑا ہو۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عمدہ بیبیاں وہ ہیں جو خوبصورت ہوں اور ان کا مہر تھوڑا ہو۔ اور فرمایا کہ عورت میں زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جس کا مہر کم ہے۔ جس طرح عورت کی جانب سے مہر میں زیادتی کا ہونا مکروہ ہے اسی طرح مرد کا عورت کے مال کا حال دریافت کرنا اور اس سے مال حاصل کرنا بھی برا ہے۔ مال کی خاطر عورت سے نکاح نہ کرنا چاہیے۔ حضرت سفیان رحمتہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی نکاح کرے اور یہ پوچھے کہ عورت کے پاس کیا ہے؟ کتنا مال ہے؟ تو جان لو کہ وہ چور ہے، اور جب مرد کچھ تحفہ سسرال میں بھیجے تو یہ نیت نہ کرے کہ ان کے یہاں سے اس کے بدلہ میں زیادہ ملے، اسی طرح لڑکی والے یہ نیت نہ کریں کہ لڑکے والوں کے ہاں سے زیادہ ملے۔ یہ نیت خراب ہے۔ باقی رہا ہدیہ بھیجنا تو یہ دوستی کا سبب ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: (تَهَادَوْا تَحَابُّوْا) یعنی "ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے رہو باہم محبت ہوگی۔"

(۵) عورت بانجھ نہ ہو، اگر اس کا بانجھ ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے نکاح نہ کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (عَلَیْکُمْ بِالْوَلُوْدِ الْوَدُوْدِ) یعنی "نکاح ایسی عورت سے کرو جس سے اولاد ہوتی ہو اور شوہر سے محبت رکھتی ہو۔"

(۶) عورت کنواری ہو، کنواری ہونے سے شوہر کو عورت کے ساتھ محبت کامل ہو جاتی ہے۔

(۷) عورت حسب نسب والی ہو، یعنی ایسے خاندان والی ہو جس میں دیانت اور نیک بختی پائی جائے۔ کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی اچھی تربیت کر سکتی ہے، کم ظرف خاندان کی عورت نہیں کر سکتی۔ (مختصر مذاق العارفین جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)

﴿۱۹﴾ کام کاج سویرے شروع کرو، انشاء اللہ برکت ہوگی

صخر الغامدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "اے اللہ! سویرے میں میری اُمت کے لیے برکت عطا فرما۔" چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو صبح سویرے روانہ کرتے۔ کہتے ہیں کہ حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر آدمی تھے، وہ اپنا تجارتی مال ہمیشہ صبح سویرے بھیجا کرتے تھے۔ اس کی برکت سے وہ خوش حال اور سرمایہ دار ہو گئے۔

(ابن ماجہ، ترجمان السنہ جلد ۴ صفحہ ۴۸۷)

﴿۲۰﴾ کسی قوم کا سردار اگر تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام کرنا چاہیے

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے فضائل واحوال

حضرت جریر رضی اللہ عنہ اگرچہ بہت تاخیر سے اسلام لائے لیکن ان کا شمار اعیان صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ ان کے مدینہ طیبہ حاضر ہونے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ ان کے ایمان لانے کے واقعہ سے بھی ان کی عظمت اور جلالت کا پتہ چلتا ہے، یہ جس وقت مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور مسجد بھری ہوئی تھی، ان کو بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنی چادر مبارک، جس کو آپ زیب تن فرمائے ہوئے تھے، بچھادی۔ اور فرمایا: اس پر بیٹھو۔ انہوں نے وہ چادر اُٹھا کر اپنے سینے سے لگائی اور عرض کیا:

(اَکْرَمَکَ اللّٰہُ کَمَا اَکْرَمْتَنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ)

ترجمہ: "یارسول اللہ! اللہ آپ کو بھی ایسے ہی اکرام واعزاز سے نوازے جیسے کہ آپ نے مجھے اکرام واعزاز سے نوازا ہے۔"

اس مجلس میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے ہیں۔ اس واقعہ کی بعض روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے اس غیر معمولی اکرام کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اِذَااَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ)

ترجمہ: "اگر کسی قوم کا سردار تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام کرنا چاہیے۔"

بعد میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ان کے اکرام واعزاز ہی کا رہا ہے۔ خود حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(مَا حَجَبَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِیْ اِلَّا تَبَسَّمَ)

ترجمہ: "اسلام لانے کے بعد جب بھی میں حاضر خدمت ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر حاضر ہونے کی اجازت چاہتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مجھے اندر آنے کی اجازت دے دیتے اور ہمیشہ مجھے دیکھ کر تبسم فرماتے۔"

زمانہ جاہلیت میں اہل یمن نے اپنے یہاں ایک نقلی کعبہ بنالیا تھا۔ جس کا نام "ذوالخلصۃ" تھا، اس کو وہ لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ اس میں کچھ بت رکھ چھوڑے تھے جن کی پوجا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اس کی طرف سے مسلسل خلش رہتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم اس جھوٹے اور نقلی کعبہ کو منہدم کردو تو میرے دل کو سکون نصیب ہو جائے۔"

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں ایک سو پچاس (۱۵۰) طاقتور شہسواروں کو لے کر یمن کے سفر کا ارادہ کرلیا، لیکن میرا حال یہ تھا کہ گھوڑے کی سواری سے واقف نہ تھا اور گھوڑے پر سے گر جایا کرتا تھا۔ میں نے اپنا یہ حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کر دیا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور دعا کی:

(اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا)

ترجمہ: ''اے اللہ! جریر رضی اللہ عنہ کو گھوڑے کی کمر پر جما دے اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیجیے۔''

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کی برکت سے میں ایسا شہسوار ہو گیا کہ پھر کبھی بھی گھوڑے سے نہیں گرا، اور پھر میں نے اور میرے ساتھیوں نے جا کر اس ''ذوالخلصة'' یعنی نقلی کعبہ کو منہدم کر دیا اور اس میں آگ لگا کر اس کو خاکستر کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو میری کامیابی کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے میرے لیے اور میرے ساتھیوں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے ہیں اور آپ ﷺ نے خطبہ (یہاں خطبہ سے جمعہ یا عید کا خطبہ مراد نہیں یہاں خطبہ سے مراد تقریر ہے (محمد امین)) کے وقت فرمایا تھا کہ لوگوں کو خاموش کر دو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ان کو عراق کی جنگوں میں شرکت کے لیے بھیج دیا تھا۔ انہوں نے ان جنگوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ فتح قادسیہ میں بھی ان کا بڑا دخل تھا۔ ان جنگوں سے فارغ ہو کر وہ کوفہ میں ہی قیام پذیر ہو گئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ خصوصاً انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑی محبت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں، میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، وہ راستہ میں میری خدمت کرتے تھے۔ میرے منع کرنے پر فرمانے لگے میں نے حضرات انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو طرز عمل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھا ہے اس کے بعد سے میں نے قسم کھائی ہے کہ جب بھی مجھے کسی انصاری صحابی کی صحبت کا موقع نصیب ہوگا میں ان کی خدمت ضرور کروں گا۔ صحیح مسلم میں اس روایت کے راوی محمد بن المثنی اور محمد بن بشار رحمہما اللہ نے روایت نقل کرنے کے بعد یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عمر میں بڑے تھے۔ باطنی کمالات کے ساتھ اللہ نے (ان کو) حسن ظاہری سے بھی بہت نوازا تھا۔ وہ انتہائی حسین و جمیل تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو یوسف هٰذِهِ الْأُمَّة کہتے تھے۔ مطلب یہ تھا کہ وہ اس اُمت میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حسین و جمیل ہیں۔ (معارف الحدیث جلد ۸ صفحہ ۶۸۲)

﴿۲۱﴾ دنیا کی تکلیف میں پانچ چیزیں بہت سخت ہیں

دانش مندوں نے کہا ہے کہ ہم نے دنیا کی تکلیف اور مصیبت کو دیکھا تو پانچ چیزوں بہت سخت نظر آئیں:

① پردیس میں بیماری۔ ② بڑھاپے میں مفلسی۔

③ جوانی کی موت۔ ④ بینائی کے بعد آنکھوں کی روشنی کا چلا جانا۔

⑤ وصل کے بعد جدائی۔ (مکتوبات مدنی صفحہ ۲۵۹)

﴿۲۲﴾ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخلاق حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے ساتھ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو ''حضر موت'' میں زمین کا ایک ٹکڑا بطور جاگیر عطا فرمایا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ زمین ان کے حوالے کر دیں۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ''حضر موت'' کے بڑے نواب اور بڑے سردار تھے، واقعہ لکھا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ

''حضرموت'' کی طرف روانہ کیا تو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی سواری نہیں تھی، اس لیے وہ پیدل ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں جب صحرا (ریگستان) میں دھوپ تیز ہوگئی اور گرمی بڑھ گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں جلنے لگے، انہوں نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ گرمی بہت ہے اور میرے پاؤں جل رہے ہیں، تم مجھے اپنے اونٹ پر پیچھے سوار کرلو، تاکہ میں گرمی سے بچ جاؤں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا:

(لَسْتَ مِنْ اَرْدَافِ الْمُلُوْكِ)

''تم بادشاہوں کے ساتھ ان کے پیچھے بیٹھنے کے قابل نہیں ہو۔''

لہٰذا تم ایسا کرو کہ میرے اونٹ کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہے، تم اس سایہ میں چلتے ہوئے میرے ساتھ آجاؤ۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے یمن تک پورا راستہ اسی طرح قطع کیا۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر ان کو زمین دی پھر واپس تشریف لے آئے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خود خلیفہ بن گئے۔ اس وقت یہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے یمن سے دمشق تشریف لائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کا بڑا اکرام کیا اور حسن سلوک فرمایا۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۴۷)

﴿۲۳﴾ خودکشی کرنے والا کافر نہیں ہے، اس کی بھی مغفرت ہوسکتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ (اپنے قبیلہ کی ہجرت کرنے کی درخواست لے کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک مضبوط قلعہ اور محافظ جماعت کی طرف ہجرت کرنا منظور فرماسکتے ہیں؟ راوی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کے پاس ایک قلعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوش نصیبی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے مقدر فرمادی تھی، ان کے ساتھ جانے سے انکار کردیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کے ایک اور شخص نے بھی ساتھ ساتھ ہجرت کی۔ اتفاق یہ کہ مدینہ کی آب وہوا انہیں موافق نہ آئی، ان کا رفیق بیمار پڑ گیا اور تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ اس نے اپنے تیر کا پیکان (بھالا) نکال کر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کے ہاتھوں سے خون بہہ نکلا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی۔

طفیل بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خواب میں دیکھا تو صورت ان کی بہت اچھی تھی مگر ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے۔ دریافت کیا کہ تمہارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم کے ساتھ ہجرت کرنے کی برکت سے مجھے بخش دیا گیا۔ پھر اس سے پوچھا کہ تم اپنے ہاتھ ڈھانکے ہوئے کیوں نظر آرہے ہو؟ اس نے کہا: مجھ سے یہ کہہ دیا گیا ہے کہ تم نے جو خود بگاڑا، ہم اسے نہیں سنواریں گے۔ طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کے ہاتھوں کی بھی بخشش فرمادے۔

توضیح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغفرت میں بھی تجزیہ (تقسیم وبٹوارہ) ہوسکتا ہے، یہاں مغفرت نے طفیل کے رفیق کے سارے جسم کو تو گھیر لیا تھا مگر امانت الٰہیہ میں بے جا دست اندازی کی وجہ سے ان کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ شخص کیا ہی خوش نصیب تھا کہ اس کا مقدمہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ اس کی سفارش کے لیے اُٹھ گئے، پھر کیا تھا رحمت نے اس کی رگ رگ کو گھیر لیا۔ (مسلم، ترجمان السنہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

﴿۲۴﴾ دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیجئے گناہوں سے محفوظ رہو گے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو صبح کی نماز کے بعد دس مرتبہ

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (یعنی سورۂ اخلاص) پڑھے گا وہ سارا دن گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ چاہے شیطان کتنا ہی زور لگائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح اور شام تین مرتبہ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (یعنی سورۂ اخلاص) اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ والناس) پڑھ کرو، ان کا پڑھنا ہر چیز سے کفایت کرے گا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۲۴)

﴿۲۵﴾ شب معراج میں فرشتوں نے پچھنا لگانے کی تاکید فرمائی تھی مگر آج لوگوں نے اسے بالکل چھوڑ دیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں پیش آنے والی جو باتیں بیان فرمائیں اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرے، انہوں نے کہا کہ آپ اپنی اُمت کو حجامت یعنی پچھنے لگانے کا حکم دیجئے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۹)

عرب میں پچھنے لگانے کا بہت رواج تھا، اس سے زائد خون اور فاسد خون نکل جاتا ہے۔ بلڈ پریشر کا مرض جو عام ہو گیا ہے، اس کا بہت اچھا علاج ہے۔ لوگوں نے اسے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر اور مونڈھوں کے درمیان پچھنے لگوائے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۸۹)

﴿۲۶﴾ جنات کے شر سے بچنے کا بہترین نسخہ

موطا امام مالک میں بروایت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ (مرسلاً) نقل کیا ہے کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات میں سے ایک عفریت کو دیکھا جو آگ کا شعلہ لیے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کر رہا تھا۔ آپ جب بھی (دائیں بائیں) التفات فرماتے وہ نظر پڑ جاتا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتا دوں کہ ان کو آپ پڑھ لیں گے تو اس کا شعلہ بجھ جائے گا اور یہ اپنے منہ کے بل گر پڑے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! بتا دو۔ اس پر جبرئیل امین نے کہا کہ یہ کلمات پڑھیں:

(اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّاتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَشَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَشَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَشَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ)

﴿۲۷﴾ جہنم کی آگ سے بچنے کا بہترین نسخہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص بیماری میں مندرجہ ذیل کلمات پڑھے پھر وہ مر جائے تو جہنم کی آگ اسے چکھے گی بھی نہیں:

(لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) (ترمذی شریف حدیث نمبر ۳۴۳۰)

﴿۲۸﴾ ترک خواہش آدمی کو امیر بنا دیتی ہے اور خواہش کی پیروی امیر کو اسیر بنا دیتی ہے

- خواہش سے منہ پھیر لینا سرداری کی باتیں ہیں۔
- خواہش کا ترک کرنا پیغمبری کی طاقت ہے۔

◆ جب تیری طبیعت کا گھوڑا تیرا فرمانبردار ہو جائے تو اخلاص کا سکہ تیرے نام ہو جائے گا۔

خواہش کی دو قسمیں ہیں: ایک لذت و شہوت کی خواہش، دوسری مرتبہ و عہدہ اور ریاست کی خواہش۔ جس کو لذت و شہوت کی خواہش ہوتی ہے وہ میخانے میں مقیم ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے فتنہ و شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر جس کو ریاست و منصب کی خواہش ہوتی ہے وہ عبادت گاہوں، خانقاہوں اور دائروں میں رہتا ہے اور مخلوق کے لیے فتنہ ہوتا ہے۔ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور مخلوق کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ جس کے تمام افعال خواہش کے مطابق ہوں اور نفس کی رضامندی ہی اس کا مقصود ہو، وہ اگر آسمان پر بھی پہنچا جائے تو وہ خدا سے دور ہی رہے گا۔ (جب تیری گدڑی میں سینکڑوں بت چھپے ہوئے ہیں تو خود کو لوگوں کے سامنے صوفی کیوں ظاہر کرتا ہے؟)

اور جو کوئی خواہش سے دور ہوگا اور نفس کی متابعت سے کنارہ کشی اختیار کرے گا وہ اگر بت خانے میں بھی ہوگا تو خدا کے ساتھ ہوگا، (جس نے اس کتے کو بھاری زنجیر میں جکڑ لیا، اس کی خاک دوسروں کے خون سے بہتر ہے)۔

خواجہ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ایک دن سنا کہ روم کا ایک راہب ساٹھ برس سے رہبانیت کے طریقہ پر قائم ہے۔ مجھ کو تعجب ہوا کہ رہبانیت کی شرط تو چالیس سال سے زیادہ نہیں ہے، وہ کس مقصد کو لے کر اب تک دیر (گرجا) میں ٹھہرا ہوا ہے۔ میں نے اس سے ملنے کا ارادہ کیا۔ جب اُس کے پاس پہنچا تو اس نے کھڑکی کھولی اور کہا: ''اے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ! تم جس کام کے لیے آئے ہو میں جانتا ہوں۔ میں یہاں رہبانیت کے لیے نہیں بیٹھا ہوں بلکہ میرے پاس شوریدہ (بری) خواہشات رکھنے والا ایک کتا ہے اُس کو یہاں بند کر کے اس کی نگہبانی کر رہا ہوں، تاکہ اس کی شرارت مخلوق تک نہ پہنچے۔ ورنہ میں وہ نہیں جیسا تم نے سمجھا، سمجھے'' (یہ نفس کا فرسخت نافرمان ہے، اس کا مار ڈالنا کوئی آسان کام نہیں ہے)۔

خواجہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ باتیں سن کر میں نے کہا:

''خداوندا! تو ایسا قادر مطلق ہے کہ عین گمراہی میں بندے کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور یہ درجہ عنایت فرماتا ہے۔''

اُس نے مجھ سے کہا: ''اے ابراہیم! تو کب تک آدمیوں کو ڈھونڈ کرے گا، جا اپنے آپ کو تلاش کر اور جب پا جائے تو خود اپنا نگہبان ہو جا۔'' یہی ہوائے (خواہش) نفس روزانہ الوہیت کے تین سو ساٹھ لباس پہن کر سامنے آتی ہے اور بندوں کو گمراہی کی طرف بلاتی ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ (سورۂ جاثیہ: ۲۳)

''کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں؟''

یہی راز ہے کہ عزیزوں کے دل اس میں خون ہو کر رہ گئے ہیں۔ ہزاروں دل اس غم سے کشتہ ہو گئے مگر یہ کافر خونخوار کتا ایک ساعت بھی نہ مرا۔ ترک خواہش بندے کو امیر بنا دیتی ہے اور خواہش کی پیروی امیر کو اسیر بنا دیتی ہے۔ جس طرح زلیخا نے خواہش کی پیروی کی امیر تھی، اسیر ہو گئی۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام نے خواہش کو ترک کیا، اسیر تھے امیر ہو گئے۔ (مکتوبات صدی: ۴۹۷)

﴿۲۹﴾ ایک عورت نے اپنا خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب پسند تھا۔ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی ذکر کرتا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب سے خوش ہوتے تو اُسے بہت اچھا لگتا۔

ایک مرتبہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میرے پاس کوئی آیا اور مجھے مدینہ لے چلا اور جنت میں پہنچا دیا، پھر میں نے ایک دھماکہ سنا جس سے جنت میں ہل چل مچ گئی۔ میں نے جو نظر اُٹھا کر دیکھا

تو فلاں بن فلاں کو دیکھا۔ بارہ شخصوں کے نام لیے۔ انہی بارہ شخصوں کا ایک لشکر بنا کر نبی کریم ﷺ نے کئی دن ہوئے ایک مہم پر روانہ کیا ہوا تھا۔ فرماتی ہیں انہیں لایا گیا۔ یہ اطلس (ریشم) کے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کی رگیں جوش مار رہی تھیں۔ حکم ہوا کہ انہیں نہر "بیدخ" میں لے جاؤ...... یا نہر بیذخ کہا...... جب ان لوگوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگ گئے۔ پھر ایک سونے کی سینی (تھالی) میں گدری (نیم پختہ) کھجوریں آئیں جو انہوں نے اپنی حسب منشاء کھائیں اور ساتھ ہی ہر طرح کے میوے جو چاروں طرف چنے ہوئے تھے، جس میوے کو ان کا جی چاہتا تھا لیتے تھے اور کھاتے تھے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ شرکت کی اور وہ میوے کھائے۔

مدت کے بعد ایک قاصد آیا اور کہا فلاں بن فلاں اشخاص جنہیں آپ ﷺ نے لشکر میں بھیجا تھا شہید ہو گئے۔ ٹھیک بارہ شخصوں کے نام لیے اور یہ وہی نام تھے جنہیں اس بی بی صاحبہ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان نیک بخت صحابیہ کو پھر بلوایا اور فرمایا اب اپنا خواب دوبارہ بیان کرو۔ اس نے پھر بیان کیا اور انہی لوگوں کے نام لیے جن کے نام قاصد نے لیے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر اردو جلد ۵ صفحہ ۲۵۱)

﴿۳۰﴾ کھانے میں شیطانی تصرفات کے واقعات حقیقت پر مبنی ہیں مندرجہ ذیل مضمون ضرور پڑھیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ تمہارے ہر کام کے وقت یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ رہتا ہے۔ لہٰذا جب کھانا کھاتے وقت، کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اُسے چاہیے کہ اس کو صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لیے چھوڑ نہ دے۔ پھر جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو بھی چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس جز میں برکت ہے۔ (صحیح مسلم)

حدیث کے آخری حصہ میں تو کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹ کر صاف کر لینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے، جس کے بارے میں ابھی عرض کیا جا چکا ہے، اور ابتدائی حصہ میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کھاتے وقت کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اس کو مستغنی اور متکبر لوگوں کی طرح نہ چھوڑ دے بلکہ ضرورت مند اور قدر دان بندہ کی طرح اس کو اُٹھالے، اور اگر نیچے گر جانے کی وجہ سے اس پر کچھ لگ گیا ہو تو صاف کر کے اس لقمہ کو کھالے۔ اس میں مزید یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ کھانے کے وقت بھی شیطان ساتھ ہوتا ہے، اگر گرا ہوا لقمہ چھوڑ دیا جائے گا تو وہ شیطان کے حصہ میں آئے گا۔

جیسا کہ عرض کی جا چکا ہے فرشتے اور شیاطین اللہ کی وہ مخلوق ہیں جو یقیناً اکثر اوقات میں ہمارے ساتھ رہتے ہیں لیکن ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ رسول اللہ نے ان کے بارے میں جو کچھ بتلایا ہے اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے علم سے بتلایا ہے اور وہ بالکل حق ہے، اور آپ کو کبھی کبھی ان کا اس طرح مشاہدہ بھی ہوتا تھا جس طرح ہم اس دنیا کی مادی چیزوں کو دیکھتے ہیں، جیسا کہ بہت سی احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی حدیثوں کو جن میں مثلاً کھانے کے وقت شیاطین کے ساتھ ہونے، اور کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو اس میں شیاطین کے شریک ہو جانے، یا گرے ہوئے لقمہ کا شیطان کا حصہ ہو جانے کا ذکر ہے، تو ان حدیثوں کو مجاز پر محمول کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حجۃ اللہ البالغہ میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک دن ہمارے دوست (شاگرد یا مرید) ہمارے ہاں آئے، ان کے لیے کھانا لایا گیا۔ وہ کھا رہے تھے کہ اُن کے ہاتھ سے ایک ٹکڑا گر گیا اور لڑھک کر زمین میں چلا گیا۔ انہوں نے اس کو اُٹھا لینے کی کوشش کی اور اس کا پیچھا کیا مگر وہ ان سے اور دور ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ جو لوگ وہاں موجود تھے (اور اس تماشے کو دیکھ رہے تھے) انہیں اس پر تعجب ہوا، اور وہ صاحب جو کھانا کھا رہے تھے انہوں نے جدوجہد کر کے آخر

کار اس کو پکڑ لیا اور اپنا نوالہ بنالیا۔ چند روز کے بعد کسی آدمی پر ایک جنی شیطان مسلط ہو گیا اور اس آدمی کی زبان سے باتیں کیں اور ہمارے اس مہمان دوست کا نام لے کر یہ بھی کہا کہ فلاں آدمی کھانا کھا رہا تھا، میں اس کے پاس پہنچا، مجھے اس کا کھانا بہت اچھا معلوم ہوا مگر اس نے مجھے نہیں کھلایا تو میں نے اس کے ہاتھ سے اُچک لیا (اور گرادیا) لیکن اُس نے مجھ سے پھر بھی چھین لیا۔

اسی سلسلہ میں دوسرا واقعہ اپنے گھر ہی کا شاہ صاحب نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ہمارے گھر کے کچھ لوگ گاجریں کھا رہے تھے۔ ایک گاجر ان میں سے گر گئی۔ ایک آدمی اس پر جھپٹا اور اس نے جلدی سے اُٹھا کر اس کو کھالیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے پیٹ اور سینہ میں سخت درد اُٹھا، پھر اُس پر شیطانی جن کا اثر ہو گیا تو اس نے اس آدمی کو زبان میں بتایا کہ اس آدمی نے میری گاجر اُٹھا کر کھالی تھی۔

یہ واقعات بیان فرمانے کے بعد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس طرح کے واقعات ہم نے بکثرت سنے ہیں، اور ان سے ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ یہ احادیث (جن میں کھانے، پینے وغیرہ کے سلسلہ میں شیاطین کی شرکت اور ان کے افعال و تصرفات کا ذکر آیا ہے) مجاز کی قبیل سے نہیں ہیں، وہی حقیقت ہے۔ واللہ اعلم۔ (معارف الحدیث جلد ۶ صفحہ ۲۶۹)

﴿۳۱﴾ سورۂ بقرہ کی آخر دو آیتوں کی عجیب و غریب فضیلت

① صحیح بخاری میں ہے کہ جو شخص ان دونوں آیتوں کو رات کو پڑھ لے اُسے یہ دونوں کافی ہیں۔

② مسند احمد میں ہے کہ میں سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں عرش تلے کے خزانہ سے دیا گیا ہوں، مجھ سے پہلے کوئی نبی یہ نہیں دیا گیا۔

③ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو معراج کرائی گئی اور آپ ﷺ سدرۃ المنتہٰی تک پہنچے، جو ساتویں آسمان میں ہے...... جو چیز آسمان کی طرف چڑھتی ہے وہ یہیں تک پہنچتی ہے پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے...... اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھکے ہوئے تھیں۔ وہاں حضور اکرم ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں:

◆ پانچوں وقت کی نمازیں۔ ◆ سورۂ بقرہ کی خاتمہ کی آیتیں۔ ◆ اور توحید والوں کے تمام گناہوں کی بخشش۔

④ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: سورۂ بقرہ کی ان دونوں آخری آیتوں کو پڑھتے رہا کرو، میں انہیں عرش کے نیچے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں۔

⑤ ابن مردویہ میں ہے کہ ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں، میں سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے خزانوں سے دیا گیا ہوں جو یہ مجھ سے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔

⑥ ابن مردویہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی ﷺ عرش تلے کے خزانہ سے دیئے گئے ہیں۔

⑦ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی، جس میں سے دو آیتیں اتار کر سورۂ بقرہ ختم کی۔ جس گھر میں یہ تین راتوں تک پڑھی جائے اُس گھر کے قریب بھی شیطان نہیں جاسکتا۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے غریب بتلاتے ہیں، لیکن حاکم اپنی مستدرک میں اسے صحیح کہتے ہیں۔

⑧ ابن مردویہ میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ سورۂ بقرہ کا خاتمہ اور آیت الکرسی پڑھتے تو ہنس دیتے اور فرماتے کہ یہ دونوں رحمٰن کے عرش تلے کا خزانہ ہیں، اور جب آیت ﴿مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ﴾ (سورۂ نساء: آیت ۱۲۳) ﴿وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی﴾ (سورۂ نجم: آیت ۳۹تا۴۱) پڑھتے زبان سے اِنَّا لِلّٰہِ...... الخ نکل جاتا اور ست

ہو جاتے۔

⑨ ابن مردویہ میں ہے کہ مجھے سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں عرش کے نیچے سے دی گئی ہیں، اور مفصل کی سورتیں اور زیادہ ہیں۔

⑩ حدیث میں ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بھی تھے کہ اچانک ایک دہشت ناک بہت بڑے دھما کہ کی آواز آسمان سے آئی، حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے اوپر کو آنکھیں اُٹھائیں اور فرمایا کہ آسمان کا یہ وہ دروازہ کھلا ہے جو آج تک کبھی نہیں کھلا تھا۔ اس سے ایک فرشتہ اترا، اس نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ خوش ہو جائیے! آپ کو وہ دو نور دیے جاتے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے، سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں۔ ان میں سے ایک ایک حرف پر آپ کو نور دیا جائے گا۔ (مسلم)

پس یہ دس حدیثیں ان مبارک آیتوں کی فضیلت میں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۳۸۳)

﴿۳۲﴾ مسلمان کو کپڑا پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک سائل آیا (اور اس نے کچھ مانگا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تم نے مانگا ہے اور مانگنے والے کا حق ہوتا ہے، اور یہ ہم پر حق ہے کہ ہم تمہارے اوپر احسان کریں۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے کپڑا دیا اور فرمایا:

”میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو جب تک اس کے جسم پر اس کپڑے کا ایک ٹکڑا رہے گا اس وقت تک وہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔“ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

﴿۳۳﴾ قرآن کی ایک دعا جس کے ہر جملے کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”میں نے قبول کیا، اچھا میں نے دیا“

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، آپ ﷺ کی آسانیاں بخشنے کا خوب مشاہدہ کر چکا ہوں۔ اگلی اُمتوں میں بڑی سختیاں تھیں، اس اُمت پر وہ احکام ہلکے کر دیے گئے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت سے دل کے خیالات اور ارادوں پر گرفت نہیں کرتا جب تک وہ زبان سے بول نہ چکیں یا عمل نہ کر چکیں۔ فرمایا کہ میری اُمت سے خطا اور نسیان معاف کر دیا گیا۔ بھول چوک سے اگر کچھ ہو یا بحالت جبر کیا ہو تو اس کو قابل معافی سمجھا گیا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفه وَاغْفِرْ لَنَا وقفه وَارْحَمْنَا وقفه اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ کی آخری آیت)

ترجمہ: ”① اے ہمارے رب! ہم پر دارو گیر نہ فرمائیے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔ ② اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔ ③ اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالئے

جس (کے اُٹھانے) کی ہم میں سکت نہ ہو۔ ﴿۴﴾ اور درگزر کیجئے ہم سے ﴿۵﴾ اور بخش دیجئے ہم کو ﴿۶﴾ اور رحم کیجئے ہم پر ﴿۷﴾ اور آپ ہمارے کارساز ہیں، سومدد کیجئے ہماری (اور غالب کیجئے ہم کو) کافر لوگوں پر۔"

صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ اس دعا کے ذریعہ خدا سے مانگا جاتا ہے تو ہر سوال پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اچھا میں نے دیا، میں نے قبول کیا۔" (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۴۱)

﴿۳۴﴾ مرگی کی بیماری پر صبر کرنے والی خاتون کو حضور ﷺ کی بشارت

کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اُس کو مرگی کی بیماری تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگی! یارسول اللہ ﷺ! خدا تعالیٰ سے میری شفاء کے لیے دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہی تیری مرضی ہے تو میں خدا سے دعا کرتا ہوں وہ تجھے شفاء دے گا، اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور بروزِ قیامت حساب تجھ پر سے اُٹھ جائے۔ وہ کہنے لگی: اچھا میں بیماری پر صبر کرلوں گی جب کہ مجھے حساب سے آزاد کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے مرگی کی بیماری ہے۔ ہوش وحواس رخصت ہو جاتے ہیں جسم پر سے کپڑا کھل جاتا ہے، برہنہ ہو جاتی ہوں۔ بیماری دور نہ ہو تو نہ ہو دعا کیجئے کہ کم از کم میرا کپڑا نہ کھلنے پائے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور پھر کبھی بحالت مرگی کپڑا اس کے جسم سے نہ ہٹا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

﴿۳۵﴾ قبر سے آواز آئی کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خدا نے مجھے دونوں جنتیں بخشی ہیں

کہتے ہیں کہ ایک نوجوان ایک مسجد میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا تھا۔ ایک عورت اس کی دیوانی ہوگئی، اُس کو اپنی طرف مائل کرتی رہتی تھی، حتیٰ کہ ایک دن وہ اس کے گھر آ ہی گیا، اب فوراً اس کو یہ آیت یاد آگئی:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ (سورۂ اعراف: آیت ۲۰۱)

ترجمہ: "جو لوگ خدا ترس ہیں جب اُن کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آ جاتا ہے تو وہ (فوراً خدا کی) یاد میں لگ جاتے ہیں، سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔"

اور ساتھ ہی وہ غش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو پھر یہی آیت پڑھنے لگا، پڑھتے پڑھتے جان دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اُس کے باپ سے تعزیت کی، وہ رات کو دفن کر دیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بعض ساتھیوں کو لے کر اُس کی قبر پر گئے اُس کی نماز مغفرت پڑھی پھر قبر سے مخاطب ہو کر یوں بولنے لگے:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ﴾ (سورۂ رحمٰن: ۴۶)

ترجمہ: "اے نوجوان! جو خدا تعالیٰ سے ڈر گیا اس کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے دو جنتیں ہیں۔"

اس آیت کریمہ کو سن کر قبر کے اندر سے آواز آئی کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! خدا نے مجھے دونوں جنتیں بخشی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

﴿۳۶﴾ دنیا قیامت کے دن خطرناک بڑھیا کی شکل میں لائی جائے گی

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دنیا قیامت کے دن ایسی بڑھیا کی شکل میں لائی جائے گی جس کے سر کے بال کھچڑی ہو رہے ہوں گے، جس کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی، جو دانت پھاڑ رہی ہوگی، جو نہایت بدشکل ہوگی اور مخلوقات کو جھانک کر دیکھے گی۔ لوگوں سے دریافت کیا جائے گا: اسے جانتے ہو؟ لوگ جواب دیں گے، پناہ بخدا! جو ہم اسے جانیں۔

انہیں جتلایا جائے گا کہ وہ دنیا ہے جس کی خاطر تم باہم جھگڑتے تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، ایک دوسرے پر جیتے تھے، اور باہم بغض ونفرت رکھتے تھے اور دھوکے میں رہتے تھے، پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ پکارے گی: "میرے رب! میرے پیرو اور میرے چیلے کہاں ہیں؟" اللہ عزوجل حکم دیں گے کہ "اس کے مریدوں اور چیلوں کو اس کے ساتھ ملا دو۔" (رحمۃ اللہ الواسعہ جلد ا صفحہ ۸۲۱)

﴿۳۷﴾ یہ بتا کہ تجھ سے ملوں کہاں؟

تیری عظمتوں سے ہوں بے خبر — یہ میری نظر کا قصور ہے
تیری راہ گزر میں قدم قدم — کہیں عرش ہے کہیں طور ہے
یہ بجا ہے مالک بندگی — میری بندگی میں قصور ہے
یہ خطا ہے میری خطا مگر — تیرا نام بھی تو غفور ہے
یہ بتا کہ تجھ سے ملوں کہاں؟ — مجھے تجھ سے ملنا ضرور ہے
کہیں دل کی شرط نہ ڈالنا — ابھی دل نگاہوں سے دور ہے

﴿۳۸﴾ بے حقیقت نام

حضرت ہود علیہ السلام نے جب تبلیغ کا آغاز کیا تو قوم کے افراد نے ان کو بیوقوف اور جھوٹا کہا۔ قوم کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اللہ واحد کی عبادت کے کیا معنی؟ صرف ایک ہستی اتنے بڑے نظام کائنات کا انتظام کیونکر کر سکتی ہے؟

ان لوگوں کا خیال تھا کہ کائنات کے لاکھوں شعبوں کے لیے ایک خدا کی کارسازی ممکن نہیں، اس لیے انہوں نے دنیا کے مختلف اُمور کے لیے الگ الگ معبود قرار دے لیے تھے اور ان کے مختلف نام بھی گھڑ لیے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی اس تجویز پر بارہا اعتراض کیا کہ اے قوم! کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ جن کے لیے اللہ نے کوئی سند ودلیل نازل نہیں کی ہے۔

یعنی یہ صرف نام ہی نام ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو، ان ناموں کے پیچھے کوئی طاقت واقتدار نہیں۔ تم کسی کو بارش کا رب اور کسی کو ہوا کا، کسی کو پانی کا، کسی کو دولت کا، کسی کو صحت و بیماری کا خدا کہتے ہو، حالانکہ ان میں سے کوئی بھی فی الحقیقت کسی چیز کا بھی رب نہیں ہے۔ لیکن قوم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر قطعاً آمادہ نہیں ہوئی۔ انہیں کسی طرح بھی یقین نہ آتا کہ صرف ایک ہستی اتنے بڑے نظام کائنات کو کیونکر قائم رکھ سکتی ہے؟ کائنات کے لیے تقسیم کار ضروری ہے۔ یہ قوم اللہ تعالیٰ کے لیے اہل کار تجویز کرتی تھی، مگر اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتی تھی۔ کائنات کے لیے اللہ کا وجود جانتے و مانتے ہوئے بھی فرضی ہستیوں کو حاجت روائی کے لیے پکارا کرتی تھی، ان کے نام پر نذر و نیاز بھی کی جاتی تھی، ان سے دُکھ درد میں استغاثہ وفریاد بھی کرتے تھے اور خوشی ومسرت میں ان کے نام کا وظیفہ بھی پڑھتے تھے، اور یہ اتنا قدیم طریقہ تھا کہ اس کو چھوڑنا ان کے لیے تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ اس طریقے پر ان کی پشتیں گزر گئی تھیں۔

موجودہ زمانے میں بھی بعض لوگ کسی انسان کو "مشکل کشا" کہتے ہیں حالانکہ مشکل کشائی کی کوئی طاقت اس کے پاس نہیں ہوتی ہے...... کسی کو "گنج بخش" کے نام سے یاد کرتے ہیں، حالانکہ اس کے پاس کوئی گنج نہیں کہ کسی کو بخشے...... کسی کو "داتا" کہتے ہیں حالانکہ وہ کسی شیئے کا مالک ہی نہیں کہ داتا بن سکے...... کسی کو "غریب نواز" کہا جاتا ہے حالانکہ وہ غریب اس اقتدار میں کوئی حصہ نہیں رکھتا کہ کسی

غریب کونواز سکے...... کسی کو "غوث" (فریادرس) کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ کوئی زور نہیں رکھتا کہ کسی کی فریاد کو پہنچ سکے...... کسی کو "بندہ نواز" سمجھا جاتا ہے، حالانکہ وہ خود بندہ ہے، بندگی کے بندھنوں میں کسا ہوا...... کسی کو "دستگیر" کہا جاتا ہے باوجود یہ کہ وہ خود دست نگر (حاجت مند) تھا کسی کی کیا دستگیری کرتا؟ درحقیقت یہ اور ایسے سب نام محض نام ہی نام ہیں جن کے پیچھے کوئی اقتدار، قدرت اور طاقت نہیں۔ جو ان کے لیے جھگڑا کرتا ہے وہ دراصل صرف ناموں کے لیے جھگڑتا ہے نہ کسی حقیقت کے لیے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنے قوم کو یہی حقیقت سمجھانی چاہی لیکن اتنی کھلی حقیقت بھی سمجھ نہ گئی۔ یہ دنیا کا عجوبہ نہیں تو اور کیا ہے کہ مجبور اور بے بس انسانوں نے اپنے ہی وہم وگمان سے خدائی کا جتنا حصہ جس کو چاہا اور اس کو اپنا مذہب وایمان بھی بنالیا۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (ہدایت کے چراغ جلد ۱ صفحہ ۱۱۲)

(۳۹) بُری صحبت کا انجام

بری صحبت زہر سے زیادہ مہلک ہوتی ہے جس کا انجام ذلت ورسوائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح نیک صحبت تریاق ہوتی ہے جو سینکڑوں برائیوں سے حفاظت کا ذریعہ بنتی ہے۔ عقل مند انسان کو جیسے نیکی کی تلاش رہتی ہے ویسے ہی بدی سے اجتناب (پرہیز) رہتا ہے۔ انسان کو جس طرح نیکی کی ضرورت ہے اُس سے کہیں زیادہ نیک صحبت کی ضرورت ہے، اور جس طرح بدی سے بچنا ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ بروں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جس نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی اور بیوی جو زندگی بھر رفیقۂ حیات رہی دونوں کا کافروں کی صحبت سے کفر پر خاتمہ ہوا۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو اپنی رباعی میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس طرح ادا کیا ہے:

پسر نوح بابداں بہ نسبت ۔۔۔ خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند ۔۔۔ پے نیکاں گرفت مردم شد
صحبت صالح ترا صالح کند ۔۔۔ صحبت طالح تر طالح کند

ترجمہ

① حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کے ساتھ بیٹھا تو اس سے نبوت کا خاندان چھوٹ گیا۔
② اصحاب کہف کے کتے نے چند روز نیکوں کی صحبت اختیار کی تو آدمی بن گیا۔
③ نیکوں کی صحبت تجھ کو نیک بنادیتی ہے، بروں کی صحبت تجھے برا بنادیتی ہے۔

(۴۰) نمازِ جنازہ سیکھو اور پڑھو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مکرم ومحترم مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام مسنون وتحیات عرض ہے کہ بندہ کو ایک بات پوچھنی ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو شریعت میں اس کے اولیاء میں جو قریب ترین ہوتا ہے اس کو نمازِ جنازہ پڑھانے کا حق ہے، مثلاً بیٹا ہے یا باپ وغیرہ ہے، تو سوال ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ مطلع فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

جواب آپ نے جو سوال کیا ہے کہ ولی اقرب کو زیادہ حق ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو میرے ذہن میں اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ نماز میں مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا ہوتی ہے تو ولی اقرب جس درد وغم اور دل سے دعا کرے گا، اتنا کوئی اور نہیں کر سکتا، اور جب کوئی دعا دل سے کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے۔ علماء نے اور بھی وجوہات لکھی ہوں گی لیکن بندہ کے ذہن میں یہ وجہ ہے۔ آج کل بہت سے لوگ نماز جنازہ نہیں جانتے، ان کو نماز جنازہ سیکھنی چاہیے۔ تاکہ وقت آنے پر مرحوم آپ کی دعائے مغفرت سے محروم نہ رہے۔

﴿۴۱﴾ نماز کب گناہوں سے روکتی ہے؟

سوال بعد سلام یہ عرض ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں اور گناہوں سے بچاؤ نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآن میں ہے کہ نماز بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے؟

جواب اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ جس طرح دواؤں کی مختلف تاثیرات ہیں کہا جاتا ہے کہ فلاں دو فلاں بیماری کو روکتی ہے اور واقعتہً ایسا ہوتا ہے لیکن کب؟ جب دو باتوں کا التزام کیا جائے۔

① دوا کو پابندی سے اس طریقہ اور شرائط کے ساتھ استعمال کیا جائے جو حکیم یا ڈاکٹر بتلائے۔

② پرہیز یعنی ایسی چیزوں سے اجتناب کیا جائے جو اس دوا کے اثرات کو زائل کرنے والی ہوں۔

اسی طرح نماز کے اندر بھی یقیناً اللہ نے ایسی روحانی تاثیر کر رکھی ہے کہ یہ انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، لیکن اسی وقت جب نماز کو سنت نبوی کے مطابق ان آداب و شرائط کے ساتھ پڑھا جائے جو اس کی صحت وقبولیت کے لیے ضروری ہیں۔

﴿۴۲﴾ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے اس گھر میں شیطان قدم نہیں رکھ سکتا

سوال کافی عرصہ سے پریشان ہوں، گھر میں جنات، بہت پریشان کرتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا حل بتائیے؟

جواب اس کا حل یہ ہے کہ:

① نماز کی پابندی، قرآن شریف کی تلاوت، صبح وشام کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں۔

② گھر میں داخل ہو کر گھر کے چاروں کونوں میں آیت الکرسی پڑھ کر دم کریں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوتے ہی گھر کے چاروں کونوں میں آیت الکرسی پڑھ کر دم کرتے تھے۔

③ سورۂ بقرہ گھر میں پڑھیں، اس کی تائید میں تیرہ (۱۳) حدیثیں نقل کرتا ہوں۔ غور سے حدیثوں کو پڑھئے اور ان پر عمل کیجئے:

◆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اُس کی بلندی ہے۔ اس کی ایک ایک آیت کے ساتھ اسی (۸۰) اسی (۸۰) فرشتے نازل ہوئے تھے اور بالخصوص آیت الکرسی تو خاص عرش تلے سے نازل ہوئی اور اس سورت کے ساتھ ملائی گئی۔ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے جو شخص اسے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور آخرت طلبی کے لیے پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے۔ اس سورت کو مرنے والوں کے سامنے پڑھا کرو۔

◆ مسند احمد، صحیح مسلم ترمذی اور نسائی میں حدیث ہے کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے وہاں شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔

◆ ایک اور حدیث ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

- ابن مردویہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ پیر پر پیر چڑھائے بڑھتا چلا جائے لیکن سورۂ بقرہ نہ پڑھے۔ سنو! جس گھر میں یہ مبارک سورت پڑھی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے، سب گھروں میں بدترین اور ذلیل ترین گھر وہ ہے، جس میں کتاب اللہ کی تلاوت نہ کی جائے۔
- مسند دارمی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جائے اس گھر سے شیطان گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ ہر چیز کی اونچائی ہوتی ہے اور قرآن کی اونچائی سورۂ بقرہ ہے۔ ہر چیز کا لباب ہوتا ہے اور قرآن کا لباب مفصل کی سورتیں ہیں۔
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو شخص سورۂ بقرہ کی چار پہلی آیتیں اور آیت الکرسی اور دو آیتیں اس کے بعد کی اور تین آیتیں سب سے اخیر کی۔ یہ جملہ دس آیتیں رات کے وقت پڑھ لے اس گھر میں شیطان اس رات نہیں جاسکتا اور اس کے گھر والوں کو اس دن شیطان یا کوئی اور بری چیز ستا نہیں سکتی۔ یہ آیتیں مجنون پر پڑھی جائیں تو اس کا دیوانہ پن بھی دور ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جس طرح ہر چیز کی بلندی ہوتی ہے قرآن کی بلندی سورۂ بقرہ ہے۔ جو شخص رات کے وقت اسے اپنے گھر میں پڑھے تین راتوں تک شیطان اس گھر میں نہیں جاسکتا اور دن کو اگر گھر میں پڑھ لے تو تین دن تک شیطان اس گھر میں قدم نہیں رکھ سکتا۔
- طبرانی، ابن حبان، ابن مردویہ، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر ایک جگہ بھیجا اور اس کی سرداری آپ ﷺ نے انہیں دی جنھوں نے فرمایا تھا کہ مجھے سورۂ بقرہ یاد ہے۔ اس وقت ایک شریف شخص نے کہا: میں بھی اسے یاد کر لیتا ہوں، لیکن مجھے ڈر لگا کہ ایسا نہ ہو میں اس پر عمل نہ کرسکوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قرآن سیکھو، قرآن کو پڑھو۔ جو شخص اسے سیکھتا ہے پھر اس پر عمل بھی کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بھرا ہوا برتن جس کی خوشبو ہر طرف مہک رہی ہے۔ اسے سیکھے ہوئے سو جانے والے کی مثال اس برتن کی سی ہے جس میں مشک تو بھری ہوئی ہے لیکن اوپر سے منہ بند کر دیا گیا ہے۔
- صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رات کو سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی۔ اُن کا گھوڑا جوان کے پاس ہی بندھا ہوا تھا، اس نے اچھلنا کودنا بدکنا شروع کیا۔ آپ نے قرأت چھوڑ دی، گھوڑا بھی سیدھا ہو گیا۔ آپ نے پھر پڑھنا شروع کیا، گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کیا، آپ نے پھر پڑھنا موقوف کیا، گھوڑا بھی ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا۔ چونکہ ان کے صاحبزادے یحییٰ گھوڑے کے پاس ہی لیٹے ہوئے تھے اس لیے ڈر معلوم ہوا کہ کہیں بچہ کو چوٹ نہ آجائے، قرآن کا پڑھنا بند کر کے اُسے اُٹھا لیا۔ آسمان کی طرف دیکھا کہ جانور کے بدکنے کی کیا وجہ ہے؟ صبح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر واقعہ بیان کرنے لگے۔ آپ سنتے جاتے اور فرماتے جاتے ہیں: اُسید! پڑھتے چلے جاؤ۔ حضرت اُسید نے کہا: حضور! تیسری مرتبہ کے بعد تو یحییٰ کی وجہ سے پڑھنا میں نے بالکل بند کر دیا۔ اب جو نگاہ اُٹھی تو دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی چیز سایہ دار ابر (بادل) کی طرح ہے اور اس میں چراغوں کی طرح کی روشنی ہے۔ بس میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ اوپر کو اُٹھ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ جانتے ہو یہ کیا چیز تھی؟ یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز کو سنکر قریب آگئے تھے، اگر تم پڑھنا موقوف نہ کرتے تو وہ صبح تک یوں ہی رہتے اور ہر شخص انہیں دیکھ لیتا کسی سے نہ چھپتے۔
- اس کے قریب قریب واقعہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ گذشتہ رات ہم نے دیکھا کہ ساری رات حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا گھر نور کا بقعہ (مکان) بنا رہا ہے اور چمکدار روشن چراغوں سے جگمگا تا رہا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شاید انہوں نے رات کو سورۂ بقرہ پڑھی ہوگی۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: سچ ہے، رات کو

میں سورۂ بقرہ کی تلاوت میں مشغول تھا۔

- نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ سیکھو، اس کا لینا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے۔ جادوگر اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ پھر کچھ دیر چپ رہنے کے بعد فرمایا: سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران سیکھو، یہ دونوں نورانی سورتیں ہیں اپنے پڑھنے والے پر سائبان یا بادل یا پرندوں کے جھنڈ کی طرح قیامت کے روز سایہ کریں گی۔
- مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ قرآن اور قرآن پڑھنے والوں کو قیامت کے دن بلوایا جائے گا، آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ہوں گی بادل کی طرح یا سائبان کی طرح، یا پرکھولے پرندوں کے جھرمٹ کی طرح۔ یہ دونوں پروردگار سے ڈٹ کر سفارش کریں گی۔
- ایک شخص نے اپنی نماز میں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی، اس کے فارغ ہونے کے بعد حضرت کعب نے فرمایا: خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان میں خدا کا وہ نام ہے کہ اس نام کے ساتھ جب کبھی اُسے پکارا جائے تو وہ قبول فرماتا ہے۔ اب اس شخص نے حضرت کعب سے عرض کیا کہ مجھے بتلائیے کہ وہ نام کون سا ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اسے انکار کیا اور فرمایا: اگر میں بتادوں تو خوف ہے کہ کہیں تو اس نام کی برکت سے ایسی دعا نہ مانگ لے جو میری اور تیری ہلاکت کا سبب بن جائے۔
- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تمہارے بھائی کو خواب میں دکھلایا گیا کہ گویا لوگ ایک بلند وبالا پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں، پہاڑ کی چوٹی پر دو سرسبز درخت ہیں، اور ان میں سے آوازیں آرہی ہیں کہ کیا تم اس سے کوئی سورۂ بقرہ کا پڑھنے والا ہے، جب کوئی کہتا ہے کہ ہاں تو وہ دونوں درخت اپنے پھلوں سمیت اس کی طرف جھک آتے ہیں اور یہ اس کی شاخوں پر بیٹھ جاتا ہے، اور وہ اسے اوپر لے لیتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۹)

(۴۳) ایک دعا جس کا ثواب اللہ نے چھپا رکھا ہے

ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے ایک مرتبہ کہا: (یَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ) فرشتے گھبرا گئے کہ ہم اس کا کتنا اجر لکھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ سے انہوں نے عرض کیا کہ تیرے ایک بندے نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ اسے کس طرح لکھیں؟ پروردگار نے باوجود جاننے کے ان سے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ اس نے یہ کلمہ کہا ہے۔ فرمایا: تم یونہی اسے لکھ لو میں آپ اسے اپنی ملاقات کے وقت اس کا اجر دے دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۴۶)

(۴۴) مجامعت کی رُکاوٹ دور کرنے کیلئے مجرب عمل

س ایک خفیہ مرض میں مبتلا ہوں، کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتا، اور ظاہر کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے، اور زندگی بہت پریشانی میں گزر رہی ہے۔ آپ براہ کرم میرا نام نہ بتائیں اور اس کا حل بتائیں۔ وہ خفیہ مرض یہ ہے کہ بیوی سے روک دیا گیا ہوں۔ ڈاکٹری بہت علاج کروایا، مرض نہیں ہے، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھ پر جادو کا اثر ہے۔

ج بندہ عامل نہیں ہے، مگر حدیث شریف میں یا اقوال سلف میں کوئی بات بندہ کو مل جاتی ہے، بندہ بتا دیتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

حضرت وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیری کے سات پتے لے کر سل بٹے پر کوٹ لیے جائیں اور پانی ملا لیا جائے پھر آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کر دیا جائے اور جس پر جادو کیا گیا ہے اُسے تین گھونٹ پلا دیا جائے، اور باقی پانی سے غسل کرادیا جائے، انشاء اللہ جادو کا

اثر جاتا رہے گا۔ یہ عمل خصوصیت سے اس شخص کے لیے بہت ہی اچھا ہے جو اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو۔

جادو کو دور کرنے اور اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے سب سے اعلیٰ چیز ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ کی سورتیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ان جیسا کوئی تعویذ نہیں۔ اسی طرح آیت الکرسی بھی شیطان کو دفع کرنے میں اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۷۷)

﴿۴۵﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا لقب کیوں ملا؟

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کے ساتھ کھائیں۔ ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے۔ کوئی نہ ملا، واپس آئے، گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے۔ پوچھا اے اللہ کے بندے! تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا: اس مکان کے حقیقی مالک نے۔ پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ اُسے یہ بشارت سنا دوں کہ خدا نے اُسے اپنا خلیل کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: پھر تو مجھے ضرور بتائیے کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ خدا کی قسم گو وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں ہوں، میں ضرور ان سے جا کر ملاقات کروں گا۔ پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گزار دوں گا۔ یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہا: وہ شخص خود آپ ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا: کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا: ہاں! آپ ہی ہیں آپ نے پھر دریافت کیا کہ کیا آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ کس بنا پر کن امور پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا: اس لیے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور کسی سے خود طلب نہیں کرتے۔ اور روایت میں ہے کہ جب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل خدا کے ممتاز اور مبارک لقب سے خدا نے ملقب کیا تب سے ان کے دل میں اس قدر خوف خدا اور ہیبت رب سما گئی کہ ان کے دل کا اچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرندوں کی پرواز کی آواز۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)

﴿۴۶﴾ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے احوال واقوال

① مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیتا:

مہمان نوازی اسلامی زندگی کی ایک امتیازی خصوصیت ہے، اس میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ معروف تھے، ان کا دستر خوان ان کے احباب، اعزہ، پڑوسی اور اجنبی سب کے لیے خوان یغما تھا۔ وہ کبھی بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے، اس بارے میں کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا کہ مہمان کے ساتھ جو کھانا کھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا حساب نہیں لیتا۔ سال کے بیشتر حصہ میں وہ روزہ رکھتے تھے۔ جس دن وہ روزہ سے ہوتے اس دن دوسروں کو عمدہ عمدہ کھانا پکوا کر کھلاتے۔ ابو اسحاق کا بیان ہے کہ کسی سفر جہاد یا حج میں جا رہے تھے تو ان کے ساتھ دو اونٹنیوں پر بھنی ہوئی مرغیاں لدی ہوئی تھیں۔ یہ سب سامان ان مسافروں کا تھا جو ان کے ہم سفر تھے۔ (سیر صحابہ: جلد ۸ صفحہ ۳۱۹)

② صرف ایک قلم لوٹانے کیلئے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سینکڑوں میل کا سفر کیا:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار شام میں کسی شخص سے قلم مستعار لیا۔ اتفاق سے قلم اس شخص کو واپس کرنا بھول گئے۔ جب ''مرو'' پہنچے تو قلم پر نظر پڑی۔ ''مرو'' سے شام پھر واپس گئے اور قلم صاحب قلم کو واپس کیا۔

تنہا یہ واقعہ ان کی اخلاقی زندگی کا بہترین مظہر ہے، اور دنیا کی اخلاقی تاریخ کا غیر معمولی واقعہ ہے۔ ''مرو'' شام سے سینکڑوں میل

دور ہے اور پھر یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جب رسل رسائل کے ذرائع صرف گھوڑے اونٹ اور خچر ہوتے تھے۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۱۸)

۳ مسلمان کے دل کو اچانک خوش کرو اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ بخش دے گا:

ایک شخص سات سو (۷۰۰) درہم کا مقروض تھا۔ کچھ لوگوں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ اس کا قرض ادا کر دیں۔ انہوں نے منشی کو لکھا کہ فلاں شخص کو سات ہزار درہم دے دیئے جائیں۔ یہ تحریر لے کر مقروض ان کے منشی کے پاس پہنچا، اس نے خط پڑھ کر حامل رقعہ سے پوچھا کہ تم کو کتنی رقم چاہیے، اس نے کہا: میں سات سو کا مقروض ہوں، اور اسی رقم کے لیے لوگوں نے ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے میری سفارش کی ہے۔ منشی کو خیال ہوا کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے سبقت قلم ہوگئی ہے، اور وہ سات سو کے بجائے سات ہزار لکھ گئے ہیں۔ منشی نے حامل رقعہ سے کہا کہ خط میں کچھ غلطی معلوم ہوئی ہے، تم بیٹھو! میں ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ دریافت کر کے تم کو رقم دیتا ہوں۔ اس نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ خط لانے والا تو صرف سات سو درہم کا طالب ہے اور آپ نے سات ہزار دینے کی ہدایت کی ہے، سبقت قلم تو نہیں ہوگئی ہے؟ انہوں نے جواب میں لکھا کہ جس وقت تم کو یہ خط ملے اسی وقت اس شخص کو تم چودہ ہزار درہم دے دو۔ منشی نے ازراہِ ہمدردی ان کو دوبارہ لکھا کہ اگر اسی طرح آپ اپنی دولت لٹاتے رہے تو جلد ہی سارا سرمایہ ختم ہو جائے گا۔ منشی کی یہ ہمدردی اور خیر خواہی ان کو ناپسند ہوئی اور ذرا سخت لہجہ میں لکھا کہ اگر تم میرے ماتحت و مامور ہو تو میں جو حکم دیتا ہوں اس پر عمل کرو، اور اگر تم مجھے اپنا مامور و محکوم سمجھتے ہو تو پھر تم آ کر میری جگہ پر بیٹھو، اس کے بعد جو تم حکم دو گے میں اس پر عمل کروں گا۔ میرے سامنے مادی دولت و ثروت سے زیادہ قیمتی سرمایہ آخرت کا ثواب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو اچانک اور غیر متوقع طور پر خوش کر دے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔"

اس نے مجھ سے سات سو درہم کا مطالبہ کیا تھا، میں نے سوچا کہ اس کو سات ہزار ملیں گے تو یہ غیر متوقع رقم پا کر بہت زیادہ خوش ہوگا، اور فرمان نبوی کے مطابق میں ثواب کا مستحق ہوں گا۔ دوبارہ رقعہ میں چودہ ہزار انہوں نے اس لیے کرایا کہ غالباً لینے والے کو سات ہزار کا علم ہو چکا تھا، اس لیے اب زائد ہی رقم اس کے لیے غیر متوقع ہو سکتی ہے۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۲)

۴ باخبر ہو کر بے خبر ہونا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی چھپی ہوئی نیکی:

محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ طرطوس (شام) اکثر آیا کرتے تھے، راستہ میں "رقہ" پڑتا تھا (خلفائے عباسیہ عموماً "رقہ" میں گرمی گزارتے تھے، یہ مقام نہایت ہی سرسبز اور شاداب ہے)۔

یہاں جس سرائے میں وہ قیام کرتے تھے، اس میں ایک نوجوان بھی رہا کرتا تھا، جب تک ان کا قیام رہتا یہ نوجوان ان سے سماع حدیث کرتا اور ان کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔ ایک بار یہ پہنچے تو اس کو نہیں پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ قرض کے سلسلہ میں قید کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے قرض کی مقدار اور صاحب قرض کے بارے میں معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ فلاں شخص کا دس ہزار درہم کا مقروض تھا۔ اس نے دعویٰ کیا تھا اور عدم ادائیگی کی صورت میں وہ قید کر دیا گیا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے قرض خواہ کو تنہائی میں بلایا اور اس سے کہا کہ بھائی اپنے قرض کی رقم مجھ سے لے لو اور اس نوجوان کو رہا کر دو۔ یہ کہہ کر اس سے یہ قسم بھی لی کہ وہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے گا۔ اس نے اسے منظور کر لیا۔ ادھر آپ نے اس کی رہائی کا انتظام کیا اور اسی رات رخت سفر باندھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ نوجوان رہا ہو کر سرائے میں پہنچا تو اس کو آپ کی آمد و رفت کی اطلاع ملی۔ اس کو ملاقات نہ ہونے کا اتنا رنج ہوا کہ اسی وقت طرطوس کی طرف روانہ ہو گیا۔ کئی منزل کے بعد آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس کا

حال دریافت کیا۔ اس نے اپنے قید ہونے اور رہا ہونے کا ذکر کیا۔ آپ نے پوچھا: رہائی کیسے ہوئی؟ بولا کہ کوئی اللہ کا بندہ سرائے میں آ کر ٹھہرا تھا، اسی نے اپنی طرف سے قرض ادا کر کے مجھے رہا کر دیا، مگر میں اسے جانتا نہیں فرمایا کہ اللہ کا شکر کرو اس مصیبت سے تمہیں نجات ملی۔ محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ ان کی وفات کے بعد قرض خواہ نے اس واقعہ کو لوگوں سے بیان کیا۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۳)

⑤ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کئی لوگوں کو اپنے خرچے سے حج کراتے تھے:

ان کی زندگی کا یہ خاص معمول زیارت حرمین شریف بھی تھا۔ قریب قریب ہر سال اس سعادت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ سفر حج کے موقع پر ان کا معمول تھا کہ سفر سے پہلے اپنے تمام رفقائے سفر سے کہتے کہ اپنی اپنی رقم سب لوگ میرے حوالہ کر دیں۔ جب وہ لوگ حوالہ کر دیتے تو ہر ایک کی رقم کو الگ الگ ایک ایک تھیلی میں ہر ایک کا نام لکھ کر صندوق میں بند کر دیتے، اور پورے سفر میں جو کچھ خرچ کرنا ہوتا وہ اپنی جیب سے کرتے۔ ان کو اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے، ان کی دوسری ضرورت پوری کرتے۔ جب فریضہ حج ادا کر کے مدینہ منورہ پہنچتے تو رفقاء سے کہتے کہ اپنے اہل وعیال کے لیے جو چیزیں پسند ہوں خرید لیں۔ سفر حج ختم کر کے جب گھر واپس آتے تو تمام رفقائے سفر کی دعوت کرتے، پھر وہ صندوق کھولتے جس میں لوگوں کی رقمیں رکھی ہوئی تھیں اور جس تھیلی پر جس کا نام ہوتا اس کے حوالہ کر دیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ زندگی بھر ان کا یہی معمول رہا۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۳)

⑥ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ساتھی کو درد بھرا خط لکھا کہ تم خود مجنون ہو گئے جبکہ تم مجنونوں کے معالج تھے:

ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کے ممتاز محدث اور امام تھے۔ وہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص احباب میں تھے۔ تجارت میں بھی وہ ان کے شریک تھے۔ اُٹھنا بیٹھنا بھی ساتھ تھا، مگر انہوں نے بعض اُمراء کی مجالس میں جانا شروع کر دیا تھا۔ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا، اور ایک روز مجلس میں آئے تو ان سے مخاطب نہیں ہوئے۔ ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ بہت پریشان ہوئے مجلس میں تو کچھ نہ کہہ سکے۔ گھر پہنچے تو بڑے اضطراب کی حالت میں عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خط لکھا:

"اے میرے سردار! مدتوں سے آپ کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہوں۔ قسم ہے خدا کی! ان احسانات کو میں اپنے متعلقین کے حق میں برکت شمار کرتا تھا۔ آپ نے مجھ کو نہ جانے کیوں اپنے سے جدا کر دیا؟ اور مجھ کو میرے ہم نشینوں میں کم رتبہ بنا دیا۔ میں آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا، لیکن آپ نے میری طرف توجہ تک نہ کی۔ اس عدم توجہی سے مجھے آپ کی ناراضگی کا علم ہوا اور مجھے اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ میری کون سی غلطی آپ کے غضب وغصہ کو سبب بنی ہے۔

اے میرے محترم! میری آنکھوں کے نور! میرے استاذ! خدا کی قسم! آپ نے کیوں نہیں بتلایا کہ وہ کیا خطا ہوئی جس کی بنا پر میں آپ کی ان تمام نوازشوں اور کرم فرمائیوں سے جو میری غایت تمنا تھیں محروم ہو گیا۔"

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ پراثر خط پڑھا مگر ان پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چند اشعار جواباً ان کے پاس لکھ کر بھیج دیئے۔ ان اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

- اے علم کو ایک ایسا باز بنانے والے جو غریبوں کا مال سمیٹ کر کھا جاتا ہے۔
- تم نے دنیا اور اس کی لذتوں کے لیے ایسی تدبیر کی ہے جو دین کو مٹا کر رکھ دے گی۔
- تم خود مجنون ہو گئے جبکہ تم مجنونوں کا علاج کرتے تھے۔
- وہ تمام روایتیں آپ کی کیا ہوئیں جو ابن عون اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے آپ بیان کرتے ہیں۔

◆ وہ روایتیں کہاں گئیں جن میں سلاطین سے ربط وضبط رکھنے کی وعید آئی ہے۔ اگر تم کہو میں اس پر مجبور کیا گیا تو ایسا کیوں ہوا؟

ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قاصد یہ اشعار لے کر پہنچا اور انہوں نے پڑھا تو ان پر رقت طاری ہوگئی اور اسی وقت اپنے عہدہ سے استعفیٰ لکھ کر بھیج دیا۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۷)

⑦ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے پورا شہر ٹوٹ پڑا:

ایک بار عبداللہ مبارک رحمۃ اللہ علیہ رقہ (خلفائے عباسیہ عموماً رقہ میں گرمی گزارتے تھے، یہ مقام نہایت ہی سرسبز وشاداب ہے) آئے، اس کا علم ہوا تو پورا شہر استقبال کے لیے ٹوٹ پڑا۔ ہارون رشید کی ایک لونڈی محل سے یہ تماشہ دیکھ رہی تھی، اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ خراسان کے ایک عالم عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ یہاں آئے ہیں، انہی کے استقبال کے لیے یہ مجمع اُمڈ آیا ہے۔ اس نے بے ساختہ کہا کہ:

(هُوَ الْمَلِكُ لَا مَلِكَ هَارُوْنَ الَّذِىْ لَا يَجْتَمِعُ النَّاسُ عَلَيْهِ إِلَّا بِشُرُوْطٍ وَّأَعْوَانٍ)

ترجمہ: ''حقیقت میں خلیفہ وقت یہ ہیں، ہارون نہیں، اس لیے کہ اس کے گرد کوئی مجمع بغیر پولیس، فوج اور اعوان وانصار اکٹھا نہیں ہوتا۔ (سیر صحابہ جلد ۸ صفحہ ۳۲۹)

⑧ خواص کے بگاڑ سے عوام میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے:

اُمت محمدیہ صلوات اللہ علیہا کے پانچ طبقے ہیں جب ان میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے

ایک روز میتب بن واضح نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ عام بگاڑ اور فساد کیسے پیدا ہوتا ہے؟ میتب نے کہا کہ مجھے علم نہیں۔ فرمایا کہ خواص کے بگاڑ سے عوام میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے پھر فرمایا کہ اُمت محمدیہ کے پانچ طبقے ہیں، جب ان میں فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو سارا ماحول بگڑ جاتا ہے۔

① علماء: یہ انبیاء کے وارث ہیں مگر جب دنیا کی حرص وطمع میں پڑ جائیں تو پھر کس کو اپنا مقتدا بنایا جائے؟

② تجار: یہ اللہ کے امین ہیں جب یہ خیانت پر اُتر آئیں تو پھر کس کو امین سمجھا جائے؟

③ مجاہدین: یہ اللہ کے مہمان ہیں جب یہ مال غنیمت کی چوری شروع کر دیں تو پھر دشمن پر فتح کس کے ذریعے حاصل کی جائے۔

④ زُہاد: یہ زمین کے اصل بادشاہ ہیں، جب یہ لوگ برے ہو جائیں تو پھر کس کی پیروی کی جائے؟

⑤ حکام: یہ مخلوق کے نگران ہیں، جب یہ گلہ بان ہی بھیڑیا صفت ہو جائے تو گلہ کو کس کے ذریعہ بچایا جائے۔

﴿۴۷﴾ کیا عورتیں مکروفریب کی پیکر ہیں؟

س بعد سلام یہ عرض ہے کہ بہت سے لوگ عورتوں کو طعنہ دیتے ہیں اور مکروفریب کی پیکر بتلاتے ہیں اور دلیل میں قرآن کی آیت ﴿اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ﴾ (سورۂ یوسف: ۲۸) (بے شک تمہاری چالبازی بہت بڑی ہے) پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ برائے کرم مطلع فرمائیں۔ (ایک دینی بہن)

ج یہ عزیز مصر کا قول ہے جو اس نے اپنی بیوی کو حرکت قبیحہ (بری حرکت) دیکھ کر عورتوں کی بابت کہا ہے، اللہ نے سورۂ یوسف میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ نہ اللہ کا قول ہے اور نہ ہر عورت کے بارے میں صحیح ہے، اس لیے اسے ہر عورت پر چسپاں کرنا اور اُس بنیاد پر عورت

کو مکر و فریب کا پتلا باور کرنا قرآن کا ہرگز منشا نہیں ہے۔ واللہ اعلم

﴿۴۸﴾ دین میں زیادہ باریکیاں نکالنا کس کیلئے مناسب ہے اور کس کیلئے نامناسب

یہاں ایک بات سمجھ لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ شبہات کے بارے میں زیادہ باریکیاں نکالنا اس شخص کے لیے مناسب ہے۔ جس کے اور حالات بھی بلند ہوں۔ اس کے ورع وتقویٰ کا معیار بھی اونچا ہو۔ لیکن جو شخص کھلم کھلا محرمات کا ارتکاب کرے اس کے بعد باریکیاں نکال نکال کر متقی بننے کا شوق رکھے تو اس کے لیے یہ صرف ناموزوں ہی نہیں بلکہ قابل مذمت ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک عراقی شخص نے پوچھا کہ اگر حالت احرام میں مچھر مار دے تو اس کی کیا جزاء دینی چاہیے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تو شہید کر ڈالا، اب مجھ سے مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ دنیا میں وہ میرے دو پھول ہیں۔

اسی طرح بشر بن الحارث سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کی والدہ یہ کہتی ہے کہ تو اپنی بی بی کو طلاق دے دے۔ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ فرمایا: اگر وہ شخص اپنی والدہ کے تمام حقوق ادا کر چکا ہے اور اس کی فرماں برداری اس معاملہ کے سوا اور کوئی بات باقی نہیں رہی تو اسے طلاق دے دینی چاہیے، اور اگر ابھی کچھ اور مراحل بھی باقی ہیں تو طلاق نہ دینی چاہیے۔ (ترجمان السنہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲)

﴿۴۹﴾ ایک پیچیدہ مقدمہ اور اس کا فیصلہ

یہ واقعہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور مبارک کا ہے۔ دو مسافر کافی چلنے کے بعد تھک گئے تو انہیں شدت سے بھوک محسوس ہوئی۔ دونوں ایک سایہ دار درخت کے نیچے اطمینان سے بیٹھ گئے اور اپنے اپنے توشے دسترخوان پر رکھ دیئے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔ ابھی کھانا شروع بھی نہیں کیا تھا کہ ایک تیسرا مسافر پاس سے گزرا، اس نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور اسے کھانے کی دعوت دی، وہ بے تکلف ہو کر شریک ہوگیا۔ تینوں نے روٹیاں برابر کھائیں۔ کھانا ختم ہونے کے بعد وہ صاحب کھڑے ہوئے اور ان دونوں کے پاس آٹھ درہم رکھتے ہوئے کہا: میں نے آپ دونوں صاحبان کا جو کھانا تناول کیا ہے اس کے عوض یہ درہم رکھ لیجئے۔

وہ صاحب تو دام دے کر چلے گئے مگر ان دونوں حضرات کے درمیان بٹوارے کو لے کر تنازع (جھگڑا) شروع ہوگیا۔ جن صاحب کی پانچ روٹیاں تھیں ان کا کہنا تھا کہ ”پانچ درہم میرے اور تین تمہارے۔“ انہوں نے یہ فیصلہ شاید اس لیے کیا کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ رقم دینے والے نے آٹھ درہم اسی لیے دیئے کہ ہر روٹی کے عوض ایک درہم دیا جائے۔ اس لیے پانچ روٹی کے مالک اپنے حق میں پانچ درہم رکھنا چاہتے تھے اور دوسرے صاحب کو تین روٹی کے عوض تین درہم دینا چاہتے تھے۔

مگر دوسرے صاحب تین درہم لینے کے لیے تیار نہیں تھے، ان کا کہنا تھا کہ یہ رقم چونکہ دونوں کو ایک ساتھ دی ہے، اس لیے اس کے برابر حصے کیجئے اس طرح میرے حصے میں چار درہم آنے چاہئیں۔ وہ چار درہم لینے کے لیے بضد تھے۔

آخر باہمی گفت وشنید (کہنے سننے) سے مسئلہ حل نہ ہوسکا تو وہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں فیصلے کے لیے حاضر ہوئے۔ دونوں نے پورا واقعہ تفصیلاً بیان کر دیا۔ پورا واقعہ سننے کے بعد آپ نے تین روٹی والے سے فرمایا کہ جب تمہارا ساتھی تین درہم تمہیں دینے کے لیے تیار ہے تو تم تین درہم پر راضی ہو جاؤ۔ لیکن وہ چار پر ہی اڑ گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ویسے وہ تمہیں تین درہم

دے کرتم پر احسان ہی کرنا چاہتا ہے، ورنہ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ تمہیں ایک ہی درہم ملنا چاہیے۔ اس شخص نے بہت ہی ادب سے کہا: سبحان اللہ! اگر انصاف کا یہی تقاضہ ہے تو مجھے اس کی وجہ بتائیے میں اسے قبول کرلوں گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے سمجھاتے ہوئے فرمایا: روٹیاں آٹھ تھیں، اور کھانے والے تین۔ ظاہر ہے کہ تین پر آٹھ برابر تقسیم نہیں ہوسکتے۔ اس لیے مانا یہ جائے گا کہ سب نے برابر روٹیاں کھائی ہیں تو سب کو مساوی کرنے کے لیے روٹیوں کے حصہ یا ٹکڑے مانے جائیں۔ ہر روٹی کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس طرح آٹھ روٹیوں کے چوبیس (۲۴) ٹکڑے ہوئے۔ اس حساب سے ہر شخص نے روٹی کے آٹھ ٹکڑے کھائے۔ اب چونکہ تمہاری تین روٹیاں تھیں، اس لیے اس کے نو (۹) ٹکڑے ہوئے، جس میں سے آٹھ ٹکڑے تم نے کھالئے، باقی بچا ایک ٹکڑا جو تیسرے شخص نے کھایا۔ تمہارے ساتھی کے پاس پانچ روٹیاں تھیں، ان کے پندرہ ٹکڑے ہوئے جن میں سے آٹھ ٹکڑے اس نے کھائے، باقی بچے سات ٹکڑے جو تیسرے صاحب نے کھائے۔ تو معلوم ہوا کہ اس شخص نے تمہاری روٹی کا صرف ایک ٹکڑا ہی کھایا، اس لیے تمہارا حق صرف ایک درہم ہے، اور تیسرے نے اس ساتھی کی روٹی کے سات ٹکڑے کھائے اس لیے اس کا حق سات درہم ہے۔ وہ شخص اس فیصلہ پر راضی ہوگیا۔ غور فرمائیے! مقدمہ کتنا پیچیدہ تھا اور کتنی آسانی سے فیصلہ ہوگیا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۵۹)

﴿۵۰﴾ یہودیوں کے شر سے بچنے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک دعاء سکھائی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھو:

(اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْوَاحِدِ الْأَحَدِ أَدْعُوْكَ، اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ الصَّمَدِ أَدْعُوْكَ، اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ الْعَظِيْمِ الْوِتْرِ الَّذِيْ مَلَأَ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا إِلَّا مَافَرَّجْتَ عَنِّيْ مَآأَمْسَيْتُ فِيْهِ وَمَآ أَصْبَحْتُ فِيْهِ)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعاء مانگی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا کہ میرے بندے کو میرے پاس لے آؤ۔

(الارج فی الفرج للسیوطی ص ۴۱)

﴿۵۱﴾ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سال قحط پڑا تو دیہاتی لوگ مدینہ منورہ آنے لگے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ہر صحابی ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا اور اسے اپنا مہمان بناتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا۔

چنانچہ ایک رات ایک دیہاتی آیا (اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاں لے آئے)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھوڑا سا کھانا اور کچھ دودھ تھا وہ دیہاتی یہ سب کچھ کھا پی گیا اور اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ نہ چھوڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یا دو راتیں اور اس کو ساتھ لاتے رہے اور وہ ہر روز سب کچھ کھا جاتا۔ اس پر میں نے عرض کیا: اے اللہ! اس دیہاتی میں برکت نہ کر کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کھانا کھا جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ نہیں چھوڑتا۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا اور اسے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ساتھ لے کر آئے، اس رات اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یہ وہی آدمی ہے (جو پہلے سارا کھانا کھالیا کرتا تھا)؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ہاں! یہ وہی ہے لیکن پہلے کافر تھا اور اب مسلمان ہوگیا ہے) کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

﴿۵۲﴾ فتنوں کے دور میں امت کو کیا کرنا چاہیے کامیابی کا راز جوش کے ساتھ ہوش میں چھپا ہوا ہے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جبکہ مسلمان کے لیے سب سے بہتر چند بکریاں ہوں گی، جنہیں لے کر وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں اور جنگلوں میں بھاگ جائے گا۔

(بخاری ومسلم)

مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو فتنوں سے محفوظ رہا وہ بڑا خوش نصیب ہے (تین بار فرمایا) اور جو شخص ان میں پھنس گیا پھر اس نے ان پر صبر کیا اس کے تو کیا ہی کہنے۔ (ابوداؤد)

تشریح: فتنوں کی ذات میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ بے دین نا سمجھی سے اُن کو دین سمجھ کر ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں، اور جو دین دار ہیں وہ ان میں شرکت کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ان کی مثال ان متعدی امراض کی سی ہوتی ہے جو فضائے عالم میں دفعۃً پھیل جائیں۔ ایسی فضاء میں جا جا کر گھسنا صحت کی قوت کی علامت نہیں، بلکہ اس سے لاپرواہی کی بات ہے، عافیت اسی میں ہوتی ہے کہ اس فضاء ہی سے نکل بھاگے۔ اس حقیقت پر امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مستقل باب قائم کر کے متنبہ کیا ہے۔ اس کے بعد گزشتہ فتنوں کی تاریخ پر نظر ڈالو گے تو تم کو سلف صالح کا یہی طرز عمل نظر آئے گا کہ جب کبھی ان کے دور میں فتنوں نے منہ نکالا، اگر وہ ان کو کچل نہیں سکے، تو ان میں کودنے کے بجائے ہمیشہ اُن سے کنارہ کش ہو گئے۔

اگر اُمت اسی ایک حدیث کو سمجھ لیتی ہے تو کبھی فتنے زور نہ پکڑتے اور اگر بے دین اس میں مبتلا ہو جاتے تو کم از کم دینداروں کا دین تو ان کی مضرتوں سے محفوظ رہ جاتا۔ مگر جب اس حدیث کی رعایت نہ رہی تو بے دینوں نے فتنوں کو ہوا دی اور دینداروں نے اصلاح کی خاطر ان میں شرکت کی، پھر ان کی اصلاح کرنے کے بجائے خود اپنا دین بھی کھو بیٹھے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

اُمت میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا ہے، اس کے بارے میں یہ خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شخص اس کو دیکھنے کے لیے نہ جائے کہ اس کے چہرے کی نحوست بھی مؤمن کے ایمان پر اثر انداز ہو گی۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ زبان اور تلوار دونوں کا جہاد اس اُمت کے فرائض میں سے ہے۔ مگر یہاں وہ زمانہ مراد ہے جبکہ خود مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے۔ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے اور اصلاح کا قدم اُٹھانا اُلٹا فساد کا باعث بن جائے۔

چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحابہ کے اندرونی مشاجرات میں جنگ کی شرکت کے لیے کہا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (سورۂ انفال:۳۹)

ترجمہ: ”کافروں سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک کہ فتنہ نہ رہے۔“

تو انہوں نے فرمایا: فتنوں کے فرو کرنے کے لیے جو جنگ تھی وہ ہم کر چکے، اب تم اُس جنگ کا آغاز کر رہے ہو جس سے اور فتنے پیدا ہوں گے۔ اپنی مادی اور روحانی طاقت کا اندازہ کیے بغیر فتنوں سے زور آزمائی کرنا صرف ایک جذبہ ہے اور فتنوں کو کچلنے کے لیے پہلے سامان مہیا کر لینا عقل اور شریعت کا حکم ہے۔ جذبات جب انجام بینی سے یکسر خالی ہوں تو وہ بھی صرف دماغی فلسفہ میں مبتلا ہو کر رہ جاتے ہیں، کامیابی کا راز جوش کے ساتھ ہوش میں چھپا ہوا ہے۔ (ترجمان السنہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

﴿۵۳﴾ زبان کا عالم دل کا جاہل اس امت کیلئے خطرناک ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بصرہ کا وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ ان میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے، سب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جانے دیا، لیکن حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور انہیں ایک سال روکے رکھا۔ اس کے بعد فرمایا: تمہیں معلوم ہے میں نے تمہیں کیوں روکا تھا؟ میں نے اس وجہ سے روکا تھا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اُس منافق سے ڈرایا جو عالمانہ زبان والا ہو، مجھے ڈر ہوا کہ شاید تم بھی ان میں سے ہو، لیکن (میں نے ایک سال پرکھ کر دیکھ لیا کہ) انشاء اللہ تم ان میں سے نہیں۔

حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ اس منافق سے بچو جو عالم ہو۔ لوگوں نے پوچھا: منافق کیسے عالم ہوسکتا ہے؟ فرمایا: بات تو حق کہے گا لیکن عمل منکرات پر کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم یہ بات کہا کرتے تھے کہ اس اُمت کو وہ منافق ہلاک کرے گا جو زبان کا عالم ہو۔

حضرت ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''اس امت پر سب سے زیادہ ڈر اس منافق سے ہے جو عالم ہو۔'' لوگوں نے پوچھا: ''امیر المومنین! منافق کیسے عالم ہوسکتا ہے؟'' فرمایا: ''وہ زبان کا تو عالم ہوگا لیکن دل اور عمل کا جاہل ہوگا۔'' (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۴)

﴿۵۴﴾ حضرت لقمان علیہ السلام کی حکمت کا عجیب قصہ

قرآن پاک میں ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰهِ ﴾ (سورۂ لقمان: ۱۲)

''اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر۔''

حضرت لقمان علیہ السلام اللہ کے نیک بندے تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکمت یعنی عقل وفہم اور دینی بصیرت میں ممتاز مقام عطا فرمایا تھا ۔ ان سے کسی نے پوچھا: تمہیں یہ فہم وشعور کس طرح حاصل ہوا؟ انہوں نے فرمایا: راست بازی، امانت داری اختیار کرنے اور بے فائدہ باتوں سے اجتناب کی وجہ سے۔

ان کی حکمت کا ایک واقعہ یہ بھی مشہور ہے کہ یہ غلام تھے ان کے آقا نے کہا کہ بکری ذبح کر کے اس کے دو بہترین حصے لاؤ۔ چنانچہ وہ زبان اور دل نکال کر لے گئے۔ ایک مدت کے بعد پھر آقا نے اس سے کہا کہ بکری ذبح کر کے اس کے سب سے بدترین حصے لاؤ، وہ پھر وہی زبان اور دل لے کر آئے۔ پوچھنے پر انہوں نے بتلایا کہ زبان اور دل اگر صحیح ہوں تو یہ سب سے بہترین ہیں، اور اگر یہ بگڑ جائیں تو ان سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

﴿۵۵﴾ ایک دینی پیشوا کی ایک گناہ کی وجہ سے گھر بیٹھے رسوائی

ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گزارا کرتی تھی، اس کے چار بھائی تھے۔ ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا، وہ اس سے زنا کر بیٹھا، اسے حمل رہ گیا۔ شیطان نے راہب کے دل میں (یہ بات) ڈالی کہ اب بڑی رسوائی ہوگی، اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے، تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا، بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی۔ ایک روز رات

کے وقت موقع پر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اُجڑی جگہ زمین میں دبا آیا۔

اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا، اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا، اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتادی۔ صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا کہ آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے، ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں، دوسرے نے کہا نہیں کہو تو سہی، چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس (کی بہن) سے بدکاری کی، پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا: مجھے بھی یہی خواب آیا ہے۔ اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے۔

چنانچہ انہوں نے جا کر حکومت کو اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو خانقاہ سے ساتھ لیا، اور اس جگہ پہنچ کر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی۔ کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے۔ اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب میرے کئے کو تک (کرتوت) ہیں، اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچادوں گا۔ اس نے کہا: جو تو کہے۔ کہا مجھے سجدہ کر لے۔ اس نے یہ بھی کر دیا۔ پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے: ''میں تجھ سے بری ہوں، میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں۔'' چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۵ صفحہ۳۲۲،۳۲۳)

﴿۵۶﴾ ایک دیہاتی کے پچیس سوالات

از

نبی کریم ﷺ کے جوابات

س: میں امیر (غنی) بننا چاہتا ہوں؟	ج: فرمایا قناعت اختیار کرو، امیر ہو جاؤ گے۔
س: میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں؟	ج: تقویٰ اختیار کرو عالم بن جاؤ گے۔
س: عزت والا بننا چاہتا ہوں؟	ج: مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کر دو باعزت بن جاؤ گے۔
س: اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں؟	ج: لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔
س: عادل بننا چاہتا ہوں؟	ج: جسے اپنے لیے اچھا سمجھتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو۔
س: طاقتور بننا چاہتا ہوں؟	ج: اللہ پر توکل (بھروسہ) کرو۔

سوال اللہ کے دربار میں خاص درجہ چاہتا ہوں؟ جواب کثرت سے ذکر کرو۔

سوال رزق کی کشادگی چاہتا ہوں؟ جواب ہمیشہ باوضو رہو۔

سوال دعاؤں کی قبولیت چاہتا ہوں؟ جواب حرام نہ کھاؤ۔

سوال ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں؟ جواب اخلاق اچھے کرلو۔

سوال قیامت کے روز اللہ سے گناہوں سے پاک ہوکر ملنا چاہتا ہوں؟

جواب جنابت کے بعد فوراً غسل کیا کرو۔

سوال گناہوں میں کمی چاہتا ہوں؟ جواب کثرت سے استغفار کرو۔

سوال قیامت کے روز نور میں اُٹھنا چاہتا ہوں؟ جواب ظلم کرنا چھوڑ دو۔

سوال میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر رحم کرے؟ جواب اللہ کے بندوں پر رحم کرو۔

سوال میں چاہتا ہوں کہ اللہ میری پردہ پوشی کرے؟ جواب لوگوں کی پردہ پوشی کرو۔

سوال رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں؟ جواب زنا سے بچو۔

سوال میں چاہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا محبوب بن جاؤں؟

جواب جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہو اسے اپنا محبوب بنالو۔

سوال اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں۔ جواب فرائض کا اہتمام کرو۔

سوال احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں؟

جواب اللہ کی اس طرح بندگی کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

سوال یارسول اللہ ﷺ! کیا چیز گناہوں سے معافی دلائے گی؟ جواب آنسو......عاجزی......اور بیماری۔

سوال کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی؟ جواب دنیا کی مصیبتوں پر صبر۔

سوال اللہ کے غصہ کو کیا چیز ٹھنڈا کرے گی؟ جواب چپکے چپکے صدقہ......اور صلہ رحمی۔

سوال سب سے بڑی برائی کیا ہے؟ جواب برے اخلاق......اور بخل۔

سوال سب سے بڑی اچھائی کیا ہے؟ جواب اچھے اخلاق......تواضع......اور صبر۔

سوال اللہ کے غصے سے بچنا چاہتا ہوں؟ جواب لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو۔ (کنز العمال، مسند احمد)

اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ

[illegible]

انتخاب وترتیب

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری

خلف الرشید
مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری

تصحیح ونظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری
استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیو بند

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (سورۂ اعراف:۱۸۰)

”اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں، سو تم (ہمیشہ) اس کو اچھے ناموں سے پکارو۔“

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ اِسْمًا: مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً، مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ)

”بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) یعنی ایک کم سو (۱۰۰) نام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کر لیا (یعنی ان کو یاد کیا اور ان پر ایمان لایا) وہ جنت میں پہنچ گیا۔“

اسمائے حسنیٰ پڑھنے والوں کیلئے اہم ہدایات

① انسان اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے ترغیب کا محتاج ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جب اسے پتہ چلتا ہے میرے پیارے رب کے پیارے نام ہیں اور اس نے ان ناموں کے ذریعہ خود کو پکارنے اور مانگنے کا حکم دیا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو ان ناموں کو یاد کرلے گا، جنت میں جائے گا۔ تو فوراً ان ناموں (اسما حسنیٰ) میں مگن ہو جاتا، اور اپنی زندگی کے ہر سانس کو ان ناموں کے ذکر سے معطر کر کے ان خزانوں کو پالیتا جو ان ناموں کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ مگر اکثر انسان ایسا نہیں کرتے۔ ان ہی کی ترغیب کے لیے اسماء حسنیٰ کے کچھ خواص جمع کر دیئے گئے ہیں، یہ خواص قرآن وسنت سے ماخوذ نہیں ہیں، بلکہ ماضی میں اللہ تعالیٰ نے ان پیارے ناموں سے جو منافع کمائے انہوں نے ان کو لکھ دیا، تاکہ دوسرے لوگ بھی ان منافع کو حاصل کرسکیں۔ یہ خواص اسماء حسنیٰ کے فوائد کا احاطہ نہیں کرسکتے، بلکہ یہ تو ایسا ہے جس طرح جنت کے پھلوں کو سونگھا کر جنت کی ترغیب دی جائے، خوشبو اپنی جگہ مگر ذائقہ یقیناً اس سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ پس یہ خواص خوشبو کی طرح ہیں، مگر جو یقین وایمان کے ساتھ ان اسماء کو پڑھے گا وہ انشاء اللہ اس ذائقے کو پائے گا، جو خوشبو سے بہت افضل واعلیٰ ہے۔

② اسمائے حسنیٰ کے بعض خواص کو دیکھ کر لوگ حیرانی سے پوچھتے ہیں کہ چند بار یہ نام پڑھ کر اتنا بڑا فائدہ کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ ایسے لوگوں کے لیے بس اتنی گزارش ہے کہ وہ دوبارہ اپنے کو یہ بات یاد دلائیں کہ آخر یہ نام کس ذات کے ہیں؟ کیا اس سے بڑھ کر یا اس سے بڑی بھی کوئی چیز ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! تو پھر شک، شبہ اور خلجان کی کیا بات ہے؟ بے شک اسماء حسنیٰ کے ورد سے ان خواص سے بڑھ کر فوائد ملتے ہیں، کوئی کر کے تو دیکھے۔

③ عدد اور تعداد کا اپنا ایک اثر ہے۔ حکیم کا نسخہ پڑھیں، چھٹانک، تولے اور ماشے کے فرق سے دوا کی تاثیر بدل جاتی ہے، حالانکہ چیز وہی ہوتی ہے مگر مقدار اور وزن اس کے اثر کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

ایک انسان کوئی بات ایک بار سن کر یاد کرلیتا ہے مگر دوسرے انسان کو یہی بات تین بار سننے سے یاد ہوتی ہے۔ حالانکہ زبان اور کان ایک جیسے ہیں، ایک شخص کتنی قوت برداشت رکھتا ہے، اس کا تعلق بھی بعض اوقات عدد اور مقدار سے ہوتا ہے۔ اسی طرح گرمی، سردی، آگ اور پانی کے درجہ حرارت اور درجہ برودت (ٹھنڈک) کے اپنے آثار ہوتے ہیں۔ آج کل کے ریڈیائی آلات بھی عدد اور مقدار کے اثر کا برملا اعلان کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے بعض دعاؤں اور کلمات کے ساتھ ان کی تعداد بھی متعین فرمائی، جو عدد اور مقدار کے مؤثر ہونے کی قوی، مضبوط اور معتبر دلیل ہے۔

④ انسانوں نے دین ودنیا کو الگ الگ کر دیا جبکہ اسلام میں یہ دونوں اکٹھے چلتے ہیں۔ پس جن اسماء کے خواص میں کچھ دنیاوی فوائد لکھے ہیں ان کے ساتھ ان اسماء میں بے شمار دینی فوائد بھی ہیں۔ اسی طرح جن اسماء کے دینی خواص لکھے ہیں ان کے ورد میں بے شمار دنیاوی فوائد بھی ہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ مؤمن کو وہ دین دیتا ہے جس میں دنیا کی بھلائی بھی ہوتی ہے اور اسے وہی دنیا دیتا ہے جو اس کے دین کے لیے نافع ہوتی ہے۔

⑥ نفع دینا اور نقصان سے بچانا یہ سب صرف اور صرف اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لیے وہی ورد، وظیفہ اور دعا پراثر ہوتی ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو باقی خواص کا درجہ ثانوی ہے، اللہ تعالیٰ راضی ہوگا تو سارے خواص وفوائد نصیب ہوں گے، لیکن

اگر وہ راضی نہ ہوا تو پھر کیا ورد؟ کیا وظیفہ؟ اور کیا خواص؟

۷ پاک چیزوں کو ناپاک مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو سوائے ہلاکت کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا، کھانا کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو، اگر ناک میں ڈالا جائے یا کان میں گھسایا جائے تو وہ فائدہ نہیں نقصان دے گا۔ اسی طرح اسماء حسنٰی کے ذریعے ناپاک مقاصد حاصل کرنے والے اپنی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں پاتے۔ لہٰذا اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور اس کے ناموں کے ذریعہ اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

۸ خاص خاص مقاصد کے لیے خاص خاص اسماء پڑھنا کچھ برا نہیں، لیکن کام کی بات یہ ہے کہ پہلے ان اسماء کو اختیار کیا جائے جو نفس کی اصلاح مخلوق سے بے نیازی اور محبت الٰہی کے خصوصی خواص رکھتے ہیں، پھر باقی اسماء کو پڑھا جائے اور اس بات کو ہرگز نہ بھلایا جائے کہ یہ سارے اسماء اعلیٰ وارفع ہیں اس لیے ان تمام کے ورد سے غفلت نہ کی جائے بلکہ نثر یا نظم کی صورت میں تمام اسماء کے ورد کو معمول بنایا جائے۔

۹ یہ سارے اسماء گھر کے بچوں کو بھی یاد کرائے جائیں اور ان کے ذکر سے اپنے گھروں اور محلوں کو ایمانی نور اور روحانی سکون بخشا جائے۔

۱۰ گناہوں کے مارے اور مصیبتوں کے پسے ہوئے، پریشان حال، دکھی اور زخم خوردہ مسلمان جنہیں ایک طرف ان کا اژدھا صفت نفس امارہ ہر گھڑی ڈستا ہے اور انہیں ذلت و پستی کے گڑھوں میں ہر آن گھسیٹتا ہے، دوسری طرف شیطان ان پر ہر دم اپنے سوار اور پیادہ دستوں کے ذریعے حملہ آور ہوتا ہے اور ان کو اسلام اور انسانیت کے سیدھے راستے سے ہٹا کر ظلم، تکبر، شہوت پرستی، بدفعلی، حرام خوری، حرام کاری اور حرام بینی کے جہنمی راستوں کی طرف کھینچتا ہے، اور انہیں اپنی خلقت و فطرت تک تبدیل کرنے اور حزب الشیطان کے ناری ٹولے میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے، نفس اور شیطان کی مار سے خستہ حال ان مسلمانوں کو دنیاوی مصائب، پریشانیاں، فقر وفاقہ اور ذلت بھی اپنا شکار بناتی ہے...... یہ بے چارے کہاں جائیں؟

یہ مجموعہ اسی سوال کا جواب ہے۔ انسان کو پیدا کرنے والا اور اس سے محبت کرنے والا اللہ جل شانہ جو رحیم بھی ہے اور کریم بھی ہے، قوی بھی ہے اور رحمان بھی ہے، ودود بھی ہے اور قیوم بھی ہے، اس درماندہ پریشان حال، زخم خوردہ، دکھی اور خستہ حال انسان کو تھام سکتا ہے۔ بندہ ذرا ادھر توجہ کرے تو دیکھے اور اسماء حسنٰی کے خوبصورت باغ کی سیر تو کرے، انشاء اللہ ہر قدم پر چونکے گا اور خوشی سے مست ہو کر اس باغ کے پھلوں، پھولوں اور سبزہ گاہوں سے سکون پائے گا، ہر لحہ سیر ہو گا اور جتنا سیر ہوتا جائے گا، اسی قدر اس کی روحانی تشنگی بڑھتی چلی جائے گی۔ کاش بندے اسماء حسنٰی کو یاد کریں!!

صفات خداوندی کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

قرآن کریم میں اسماء حسنٰی اور صفات خداوندی کو جگہ جگہ نہایت وضاحت اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر خالق کائنات کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جو انسانوں کی اصلاح کے لیے سب سے زیادہ سودمند اور مفید چیز ہے۔ مثلاً جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ رزّاق ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود بہت سی چیزوں کو رزاق سمجھنے لگتے ہیں۔ کوئی باپ کو، کوئی شوہر کو، کوئی بادشاہ کو رزاق خیال کرتا ہے، تو کوئی کھیتی اور دکان کو رزاق سمجھتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ اور ذُو الطَّوۡلِ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے کے باوجود جرائم پیشہ ہو جاتے ہیں اور گناہوں سے باز نہیں آتے، اور جو لوگ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ اور اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ہیں، وہ رحمت خداوندی سے نا اُمید اور مایوس ہو جاتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اتنے بڑے پاپی ہیں کہ ہماری ہرگز بخشش نہیں ہو سکتی، پھر وہ بے لگام ہو جاتے ہیں۔ الغرض اسماء الٰہی اور صفات خداوندی کی معرفت کے بغیر انسانوں

کی اصلاح اور نفوس کا تزکیہ نہیں ہو سکتا، اس لیے صفات خداوندی کا جاننا نہایت ضروری ہے۔

اسمائے حسنیٰ کی تعداد اور ان کو یاد کرنے کا عظیم ترین فائدہ

بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا: مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً، مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۹)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) یعنی ایک کم سو (۱۰۰) نام ہیں، جس نے ان کو محفوظ کر لیا (یعنی ان کو یاد کیا اور ان پر ایمان لایا) وہ جنت میں پہنچ گیا۔"

یہاں یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے صرف ننانوے (۹۹) نام نہیں ہیں، قرآن و حدیث میں ان ناموں کے علاوہ اور بہت سے اچھے اچھے نام ہیں، نیز دیگر آسمانی کتابوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے کئی نام بیان کئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کچھ نام ایسے ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخاری اور مسلم شریف کی مذکورہ بالا روایت میں صرف ان ناموں کا اجمالی تذکرہ ہے جن کو محفوظ کرنے والا جنت کا مستحق بن جاتا ہے، اس لیے یہ مانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام اور صفات ہیں ان ناموں کو محفوظ کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے، یعنی سمجھ کر ان ناموں کو یاد کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف و کمالات کے ساتھ متصف جاننا اور ماننا چاہئے تا کہ آپ کا عقیدہ درست ہو، نیز ان ناموں کو بار بار پڑھنا چاہیے اور ان کا خوب ورد کرنا چاہیے تا کہ آپ فضائل اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ اور رذائل وگناہوں سے پاک صاف ہو جائیں۔ یہی ان ناموں کو یاد کرنے کا سب سے بڑا فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو رذائل سے پاک اور فضائل سے آراستہ فرما کر جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین!

ترمذی شریف کی روایت اور اس کا ترجمہ

بخاری اور مسلم شریف کی روایت میں اللہ تعالیٰ کے جن ناموں کا اجمالی تذکرہ ہے اس کی تفصیل ترمذی شریف کی روایت میں ہے، اس لیے پہلے ترمذی شریف کی روایت اور اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، پھر نام کے معنی اور اس کے خواص ذکر کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز

(عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اِسْمًا، مِائَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ، الرَّحِيْمُ، الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ، السَّلٰمُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُهَيْمِنُ، الْعَزِيْزُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِقُ، الْبَارِئُ، الْمُصَوِّرُ، الْغَفَّارُ، الْقَهَّارُ، الْوَهَّابُ، الرَّزَّاقُ، الْفَتَّاحُ، الْعَلِيْمُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِطُ، الْخَافِضُ، الرَّافِعُ، الْمُعِزُّ، الْمُذِلُّ، السَّمِيْعُ، الْبَصِيْرُ، الْحَكَمُ، الْعَدْلُ، اللَّطِيْفُ، الْخَبِيْرُ، الْحَلِيْمُ، الْعَظِيْمُ، الْغَفُوْرُ، الشَّكُوْرُ، الْعَلِیُّ، الْكَبِيْرُ، الْحَفِيْظُ، الْمُقِيْتُ، الْحَسِيْبُ، الْجَلِيْلُ، الْكَرِيْمُ، الرَّقِيْبُ، الْمُجِيْبُ، الْوَاسِعُ، الْحَكِيْمُ، الْوَدُوْدُ، الْمَجِيْدُ، الْبَاعِثُ، الشَّهِيْدُ، الْحَقُّ، الْوَكِيْلُ، الْقَوِیُّ، الْمَتِيْنُ، الْوَلِیُّ، الْحَمِيْدُ، الْمُحْصِیْ، الْمُبْدِئُ، الْمُعِيْدُ، الْمُحْیِیْ، الْمُمِيْتُ، الْحَیُّ، الْقَيُّوْمُ، الْوَاجِدُ، الْمَاجِدُ، الْوَاحِدُ، الصَّمَدُ، الْقَادِرُ، الْمُقْتَدِرُ، الْمُقَدِّمُ، الْمُؤَخِّرُ، الْاَوَّلُ، الْاٰخِرُ، الظَّاهِرُ، الْبَاطِنُ، الْوَالِیْ، الْمُتَعَالِیْ، الْبَرُّ، التَّوَّابُ، الْمُنْتَقِمُ، الْعَفُوُّ، الرَّءُوْفُ، مَالِكُ الْمُلْكِ، ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ، الْمُقْسِطُ، الْجَامِعُ، الْغَنِیُّ، الْمُغْنِیْ، الْمَانِعُ، الضَّآرُّ، النَّافِعُ، النُّوْرُ، الْهَادِیْ، الْبَدِيْعُ، الْبَاقِیْ، الْوَارِثُ، الرَّشِيْدُ، الصَّبُوْرُ) (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۸۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) ایک کم سو (۱۰۰) نام ہیں، جس نے ان ناموں کو محفوظ کیا وہ جنت میں پہنچ گیا۔

① وہی اللہ یعنی حقیقی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ② بڑا مہربان ہے ③ نہایت رحم والا ہے ④ تمام جہانوں کا بادشاہ ہے ⑤ نہایت پاک ہے ⑥ اور تمام عیوب و کمزوریوں سے سالم ہے ⑦ امن وامان دینے والا ہے ⑧ تمام مخلوق کی نگہبانی کرنے والا ہے ⑨ کامل غلبہ والا ہے، کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوتا ⑩ بگڑے ہوئے کاموں اور حالات کو درست کرنے والا ہے ⑪ بڑی عظمت والا ہے ⑫ جان ڈالنے والا ہے ⑬ اور پیدا کرنے والا ہے ⑭ صورت بنانے والا ہے ⑮ بہت معاف کرنے والا ہے ⑯ سب کو قابو میں رکھنے والا ہے ⑰ بہت دینے والا ہے ⑱ خوب روزی پہنچانے والا ہے ⑲ فتح بخش اور رزق ورحمت کے دروازے کھولنے والا ہے ⑳ خوب جاننے والا ہے ㉑ روزی تنگ کرنے والا ㉒ روزی کو کشادہ کرنے والا ہے ㉓ (اور نیکوکاروں کو) بلند کرنے والا ہے ㉔ (نافرمانوں کو) پست کرنے والا ہے ㉕ (مسلمانوں کو) عزت دینے والا ㉖ (اور کافروں کو) ذلیل ورسوا کرنے والا ہے ㉗ خوب سننے والا ㉘ سب کو دیکھنے والا ㉙ اور سب کا حاکم ہے ㉚ نہایت انصار پرور ㉛ بڑا باریک بیں اور بندوں پر نرمی کرنے والا ہے ㉜ بڑا باخبر ㉝ بڑا بردبار ㉞ اور عظمت والا ہے ㉟ بہت بخشنے والا ㊱ اور بڑا قدر داں یعنی تھوڑے عمل پر بہت زیادہ ثواب دینے والا ㊲ بہت بلند ㊳ اور بہت بڑا ہے ㊴ سب کی حفاظت کرنے والا ㊵ اور غذا بخش ہے ㊶ حساب لینے والا ㊷ بڑی شان والا ㊸ بڑی سخی ㊹ اور خوب نگہبانی کرنے والا ہے ㊺ سب کی دعائیں سننے اور قبول کرنے والا ہے ㊻ بڑی وسعت والا ㊼ اور بڑی حکمت والا ہے ㊽ (نیک بندوں سے) بے حد محبت کرنے والا ㊾ بڑا بزرگ ㊿ اور مردوں کو زندہ کرنے والا ہے (۵۱) حاضر وناظر (۵۲) اور ثابت وبرحق ہے (۵۳) بڑا کارساز (۵۴) بڑی قوت والا (۵۵) اور مضبوط اقتدار والا ہے (۵۶) (نیکوکاروں کا) مددگار (۵۷) تمام خوبیوں کا مالک (۵۸) خوب شمار کرنے والا اور گھیرنے والا ہے (۵۹) پہلی بار پیدا کرنے والا (۶۰) اور دوبارہ زندہ کرنے والا ہے (۶۱) زندگی بخشنے والا (۶۲) اور موت دینے والا ہے (۶۳) ہمیشہ زندہ رہنے والا (۶۴) اور خوب تھامنے والا ہے (۶۵) ایسا غنی و بے نیاز ہے کہ کسی چیز کا محتاج نہیں (۶۶) بزرگی والا (۶۷) اپنی ذات وصفات میں یکتا (۶۸) بڑا بے نیاز (۶۹) اور بڑی قدرت والا ہے (۷۰) قدرت کاملہ رکھنے والا (۷۱) (نیکوکاروں کو) آگے کرنے والا (۷۲) (اور بدکاروں کو) پیچھے کرنے والا (۷۳) سب سے پہلا (۷۴) سب سے پچھلا (۷۵) خوب نمایاں (۷۶) اور نہایت پوشیدہ ہے (۷۷) سب پر حکومت کرنے والا (۷۸) بہت بلند و برتر (۷۹) اور نیک سلوک کرنے والا (۸۰) توبہ قبول کرنے والا (۸۱) بدلہ لینے والا (۸۲) بہت معاف کرنے والا (۸۳) اور خوب شفقت کرنے والا (۸۴) سارے جہاں کا مالک (۸۵) عظمت وجلال اور انعام واکرام والا ہے (۸۶) عدل وانصاف کرنے والا ہے (۸۷) (قیامت کے دن) سب کو جمع کرنے والا ہے (۸۸) بڑا بے نیاز (۸۹) (اور بندوں کو) بے نیاز کرنے والا ہے (۹۰) (ہلاکت کے اسباب کو) روکنے والا (۹۱) نقصان پہنچانے والا (۹۲) اور نفع پہنچانے والا ہے (۹۳) نہایت روشن اور سارے جہاں کو روشن کرنے والا ہے (۹۴) ہدایت دینے والا (۹۵) بغیر نمونہ کے پیدا کرنے والا (۹۶) اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے (۹۷) تمام چیزوں کا وارث مالک ہے (۹۸) سب کا راہ نما اور سب کو راہ راست دکھانے والا ہے (۹۹) بہت برداشت کرنے والا اور بڑا بردبار ہے۔"

نوٹ: اگر کوئی عربی اسماء حسنیٰ پڑھنے سے عاجز ہو تو ان کا ترجمہ سمجھ کر پڑھ لیا کرے، اور اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف جانے اور مانے ان شاء اللہ آپ کو بھی اسماء حسنیٰ کے فوائد وبرکات حاصل ہوں گے۔ (محمد امین پالن پوری)

اسمائے حسنیٰ کے معنی اور خواص

ترمذی شریف کی روایت میں جو اسمائے حسنیٰ اور صفات خداوندی مذکور ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جن ناموں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے ان مبارک ناموں کو یاد کیا وہ جنت میں پہنچ گیا، ان میں سے ہر ایک کے معنی اور خواص الگ الگ لکھتا ہوں، تاکہ آپ ان ناموں کے فوائد و برکات جان کر انکا خوب ورد کریں اور جنت میں پہنچ جائیں۔

☆..................☆☆☆..................☆

ترمذی شریف میں ننانوے (۹۹) نام ہیں لیکن مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں اَلْوَاحِدُ اور بعض نسخوں میں اَلْاَحَدُ ہے اس لیے میں نے اَلْاَحَدُ کے معنی اور اس کے خواص بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ پورے سو (۱۰۰) نام ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ناموں کے فوائد و برکات سے نوازے۔ آمین یارب العالمین!

☆..................☆☆☆..................☆

نوٹ: اسماء حسنیٰ کے فوائد و برکات سے وہی حضرات پورے طور پر فائدہ اُٹھاتے ہیں جو ان اسماء کے معنی جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف جانتے اور مانتے ہیں اور ذات و صفات میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اسی لیے تمام اسماء حسنیٰ کے معنی لکھے گئے ہیں تاکہ آپ ان اسماء حسنیٰ کے معنی جان کر اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف مانیں اور اپنا ایمان مضبوط کریں، اور شرک جلی و خفی سے اپنا ایمان کو پاک رکھیں۔

اَللّٰہُ کے معنی اور اس کے خواص

(۱) اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(یہ ذاتی نام ہے، معبود برحق، خدا تعالیٰ، معبود حقیقی)

① روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھنے سے کمال یقین نصیب ہوتا ہے۔
② جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے پاک وصاف ہو کر خلوت میں پڑھنے سے مقصود آسان ہو جاتا ہے خواہ کیسا ہی مشکل ہو۔
③ جس مرض کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے ہوں اس پر پڑھا جائے تو اچھا ہو جاتا ہے، بشرطیکہ موت کا وقت نہ آ گیا ہو۔
④ ہر نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھنے والا صاحب باطن و صاحب کشف ہو جاتا ہے۔
⑤ چھیاسٹھ (۶۶) بار لکھ کر دھو کر مریض کو پلانے سے اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرماتا ہے، خواہ آسیب کا اثر کیوں نہ ہو۔
⑥ آسیب زدہ کے لیے کسی برتن پر ﴿اَللّٰہُ﴾ اس برتن کی گنجائش کے بقدر لکھ کر اس کا پانی آسیب زدہ پر چھڑکیں تو اس پر مسلط شیطان جل جاتا ہے۔
⑦ جو شخص ﴿اَللّٰہُ﴾ کا محبت الٰہی کی وجہ سے ذکر کرے گا اور شک نہیں کرے گا وہ صدیقین میں سے ہو گا۔

⑧ جو ہر نماز کے بعد سات (۷) بار ﴿هُوَ اللّٰهُ الرَّحِيْمُ﴾ پڑھتا رہے گا اس کا ایمان سلب نہیں ہوگا، اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

⑨ جو شخص ایک ہزار (۱۰۰۰) بار ﴿يَا اللّٰهُ يَا هُوَ﴾ پڑھے گا اس کے دل میں ایمان اور معرفت کو مضبوط کر دیا جائے گا۔

⑩ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر قبلہ رُخ بیٹھ کر مغرب تک ﴿يَا اللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ﴾ پڑھتا رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو فرمائیں گے۔

اَلرَّحْمٰنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲﴾ اَلرَّحْمٰنُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بڑا مہربان، زبردست رحمت والا...... یہ صرف اللہ تعالیٰ کا وصف خاص ہے، غیر اللہ کے لیے یہ وصف جائز نہیں)

خواص چھ ہیں:

① ہر نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھنے سے قلب کی غفلت اور نسیان دور ہو جاتا ہے، اور دنیا کے معاملات میں مدد کی جاتی ہے۔

② اس اسم کو کثرت سے پڑھنے والا ہر امر مکروہ سے محفوظ رہتا ہے۔

③ اسے لکھ کر اور دھو کر پلانے سے گرم بخار سے شفاء نصیب ہوتی ہے۔

④ جو کوئی اس اسم کو صبح کی نماز کے بعد دو سو اٹھانوے (۲۹۸) بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر بہت رحم فرمائے گا۔

⑤ جو کوئی اکتالیس (۴۱) دن تک روزانہ اکتالیس (۴۱) بار ﴿يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَا رَحِيْمَهُمَا﴾ پڑھے گا اس کی ضروری حاجت پوری ہو جائے گی۔

⑥ جو کوئی جابر حاکم کے پاس جاتے وقت ﴿يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ﴾ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ظالم کے شر سے بچا لیتے ہیں اور خیر عطا فرماتے ہیں۔

اَلرَّحِيْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳﴾ اَلرَّحِيْمُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(نہایت رحم والا)

خواص دس ہیں:

① جو ہر روز سو (۱۰۰) بار پڑھنے کا معمول بنائے اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب ہوتی ہے اور لوگوں کے قلوب اس کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔

② جو اس کا کثرت سے ورد کرتا ہے وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے اور زمانے کے مصائب سے محفوظ رہتا ہے۔

③ جو کسی جابر حکمراں کے پاس جاتے وقت ﴿يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ﴾ پڑھتا جائے، اللہ تعالیٰ اسے ظالم کے شر سے بچا لیتے ہیں، اور خیر عطا فرماتے ہیں۔

④ جو کوئی ہر روز یہ اسم پانچ سو (۵۰۰) بار پڑھے گا دولت پائے گا، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس پر مہربان و شفیق ہوگی۔

⑤ جو اس اسم کو صبح کی نماز کے بعد (۱۰۰) بار پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق مہربانی اور شفقت کرے گی۔

⑥ جو اسے صبح کی نماز کے بعد پانچ سو پچپن (۵۵۵) بار پڑھتا رہے وہ ہر حاجت سے غنی رہے گا۔

⑦ جو ﴿یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا﴾ اکتالیس (۴۱) روز تک پڑھے اس کی حاجت پوری ہوگی۔
⑧ جو کوئی اسے روزانہ سو (۱۰۰) بار پڑھے اس کے دل میں رقت اور شفقت پیدا ہو جاتی ہے، یعنی یہ دل کی قساوت (سختی) کا علاج ہے۔
⑨ جس کسی کو کسی ناگوار کام کا اندیشہ ہو وہ ﴿اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾ کو کثرت سے پڑھے، انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔
⑩ اگر اسے لکھ کر پانی سے دھو کر پانی کسی درخت کی جڑ میں ڈالا جائے تو پھل میں برکت ہوتی ہے۔

اَلْمَلِکُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴﴾ اَلْمَلِکُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سارے جہان کا بادشاہ)

خواص سات ہیں:

① جو شخص اس اسم کو زوال کے وقت ایک سو بیس (۱۲۰) بار پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو صفائی قلب اور غنا عطا فرماتا ہے، خواہ غنا ظاہری ہو خواہ باطنی۔
② جو شخص اس اسم کو پڑھتا ہے اس کا نفس اس کی اطاعت کرتا ہے اور اسے عزت و حرمت حاصل ہوتی ہے۔
③ جو سورج نکلنے کے وقت تین ہزار (۳۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، وہ جو مراد مانگے گا حاصل ہو جائے گی۔
④ مال و ملک والا آدمی (حکمراں یا بڑا عہدیدار) اگر یہ اسم ﴿اَلْقُدُّوْسُ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھے گا تو اس کا مال و ملک قائم رہے گا۔
⑤ جو اس اسم کو فجر کے بعد ایک سو بیس (۱۲۰) بار پڑھنے کا معمول بنائے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی عنایات کے ذریعہ غنی فرما دیتا ہے۔
⑥ اگر حکمراں اسے پڑھنے کا معمول بنائیں تو بڑے بڑے فراعنہ (سرکش و متکبر لوگ) ان کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں۔
⑦ جو کوئی روزانہ صبح کی نماز کے بعد ﴿یَا مَلِکُ﴾ کثرت سے پڑھا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دے گا۔

اَلْقُدُّوْسُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵﴾ اَلْقُدُّوْسُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نہایت پاک)

خواص نو (۹) ہیں:

① جو کوئی ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کو پڑھے گا سب سے بے پروا ہوگا (یہاں تک کہ ناجائز شہوات سے بھی)۔
② جو شخص دشمن سے بچنے کے لیے بھاگتے وقت اس کو کثرت سے پڑھے گا وہ محفوظ رہے گا۔
③ جو سفر میں اس کی مداومت کرے گا کبھی نہیں تھکے گا۔
④ جو اس کو تین سو انیس (۳۱۹) بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو دشمن مہربان ہو جائے گا۔
⑤ جو زوال کے بعد ایک سو ستر (۱۷۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اس کا دل منور ہوگا اور روحانی امراض سے پاک ہو جائے گا۔
⑥ جو کوئی چالیس (۴۰) دن تک خلوت میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اس کا مقصد حاصل ہوگا، اور دنیا میں اس کی قوت تاثیر ظاہر ہو جائے گی۔
⑦ اگر کوئی اس کو رات کے آخری حصہ میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے تو بیماری اور بلا اس کے جسم سے دور ہو جاتی ہے۔

⑧ نماز جمعہ کے بعد ایک سو پچاس (۱۵۰) بار ﴿سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ﴾ کہہ کر پھر اس کو ایک روٹی پر لکھ کر جو شخص کھائے وہ تمام آفات سے محفوظ رہے اور اسے عبادت کی توفیق حاصل ہو۔

⑨ جو جمعہ کی نماز کے بعد ﴿سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ﴾ روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھاتا رہے فرشتہ صفت ہو جائے۔

اَلسَّلَامُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶﴾ اَلسَّلَامُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب عیوب و آفات سے سالم، سب نقائص اور کمزوریوں سے پاک، سلامت و بے عیب ذات)

خواص دس ہیں:

① جو ہمیشہ صبح کی نماز کے بعد ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کو پڑھے گا، اس کا علم زیادہ ہوگا۔
② اگر کوئی اس اسم کو ایک سو اکتیس (۱۳۱) بار یا ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) بار پڑھ کر بیمار پر دم کرے تو بیمار صحت پائے۔
③ جو اس اسم کو کثرت سے پڑھے یا لکھ کر پاس رکھے وہ دشمن سے بے خوف رہے گا۔
④ بیمار یا خائف اگر ایک سو گیارہ (۱۱۱) بار پڑھ کر دم کرے تو بیماری اور خوف سے محفوظ رہے گا۔
⑤ یہ اسم مبارک چھ سو نوے (۶۹۰) بار شیرینی پر پڑھ کر دشمن کو کھلائے تو دشمن مہربان ہو جائے۔
⑥ اگر کوئی ایک سو اکیس (۱۲۱) بار یہ اسم اور ﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ کسی مرض پر پڑھے تو مریض شفا پائے گا، یا کم از کم مرض میں تخفیف ہو جائے گی۔
⑦ اگر کوئی شخص مریض کے پاس اس کے سرہانے بیٹھ کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ اسم ایک سو چھتیس (۱۳۶) بار اتنی بلند آواز سے پڑھے کہ مریض سن لے تو ان شاء اللہ اس کو شفاء ہوگی۔
⑧ ہر فرض نماز کے بعد پندرہ (۱۵) مرتبہ ﴿اَللّٰهُمَّ يَاسَلَامُ سَلِّمْ﴾ پڑھنا ہر طرح کی سلامتی کے لیے مفید ہے۔
⑨ جو کوئی کثرت سے اس اسم کو پڑھتا رہے گا، ان شاء اللہ تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔
⑩ جو کوئی ایک سو پندرہ (۱۱۵) مرتبہ یہ اسم پڑھ کر بیمار پر دم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی صحت و شفاء عطا فرمائے گا۔

اَلْمُؤْمِنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷﴾ اَلْمُؤْمِنُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(امن و امان دینے والا)

خواص نو ہیں:

① جو کثرت سے اس کا ورد کرے اس کا ایمان قائم رہے اور مخلوق اس کی مطیع و معتقد ہو جائے۔
② جو کوئی روزانہ تین (۳) بار یہ اسم مبارک پڑھنے کا معمول رکھے اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔
③ جو کوئی ایک سو چھتیس (۱۳۶) بار یہ اسم مبارک پڑھا کرے ظالموں کے ظلم اور جملہ آفات سے محفوظ رہے گا۔

④ خوف زدہ آدمی اگر فرضوں کے بعد چھتیس (۳۶) بار اس اسم کا وِرد رکھے تو اس کی جان و مال محفوظ رہیں گے۔
⑤ جس پر رُعب اور خوف طاری ہو وہ ﴿یَا سَلَامُ یَا مُؤْمِنُ﴾ کا وِرد رکھے، خصوصاً مسافر اگر اس کا وِرد رکھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن و سلامتی نصیب ہو۔
⑥ جو شخص کسی خوف کے وقت چھ سو تیس (۶۳۰) بار اس اسم کو پڑھے گا ان شاء اللہ العزیز ہر طرح کے خوف اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔
⑦ جو اس اسم کو ایک سو پندرہ (۱۱۵) بار پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے گا ان شاء اللہ ہر طرح کے خوف اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔
⑧ جو کوئی کسی خوف کے وقت دو سو تیس (۲۳۰) بار اس اسم کو پڑھے گا ان شاء اللہ ہر طرح کے خوف اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔
⑨ جو شخص اس اسم کو پڑھے یا لکھ کر پاس رکھے اس کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔

اَلْمُهَيْمِنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸﴾ اَلْمُهَيْمِنُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(سب کی نگہبانی کرنے والا)

خواص تین ہیں:

① جو کوئی غسل کرے پھر خلوت میں توجہ کے ساتھ نماز پڑھے اور سو (۱۰۰) بار یہ اسم پڑھے، اس کے دل میں نور پیدا ہوگا اور اس کی مراد پوری ہو جائے گی اور عالی ہمت ہو جائے گا۔
② جو کوئی اسے اُنتیس (۲۹) بار پڑھے گا اس کو کوئی غم نہ ہوگا۔
③ جو یہ اسم ہمیشہ پڑھتا رہے گا تمام بلاؤں سے محفوظ رہے گا۔

اَلْعَزِيْزُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹﴾ اَلْعَزِيْزُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(ایسا غالب و طاقتور جو کسی سے مغلوب نہ ہو)

خواص دس ہیں:

① جو شخص چالیس (۴۰) دن تک چالیس (۴۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو معزز و مستغنی بنا دیں گے۔
② جو شخص نمازِ فجر کے بعد اکتالیس (۴۱) مرتبہ پڑھتا رہے وہ ان شاء اللہ کسی کا محتاج نہ ہو اور ذلت کے بعد عزت پائے۔
③ اگر لوگ رات کے آخری حصے میں جمع ہو کر دو دو ہزار بار یہ اسم مبارک پڑھیں تو رحمت کی بارش ہوگی۔
④ جو ﴿یَا عَزِیْزُ مِنْ کُلِّ عَزِیْزٍ بِحَقِّ یَا عَزِیْزُ﴾ پڑھے تو تمام مخلوق میں عزیز ہو۔
⑤ جو اس اسم کو چورانوے (۹۴) دن تک چورانوے (۹۴) مرتبہ پڑھ لیا کرے وہ معزز و کامران رہے۔
⑥ جو اس کو چار سو گیارہ (۴۱۱) دن تک دو سو (۲۰۰) بار اوّل و آخر درود شریف کے ساتھ پڑھے گا اس کے سب کام درست ہو جائیں گے۔
⑦ جو اکتالیس (۴۱) بار صبح کو روز حاکم کے پاس جانے کے وقت ﴿یَا عَزِیْزُ﴾ پڑھ لیا کرے حاکم مہربان رہے۔

⑧ جو عشاء کے بعد دوسو (۲۰۰) بار ﴿یَاعَزِیْزُ یَاعَزِیْزُ مِنْ کُلِّ عَزِیْزٍ اَدْعُوْ بِلُطْفِكَ یَاعَزِیْزُ﴾ پڑھ لیا کرے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جائے۔

⑨ جو متواتر سات (۷) دن تک ایک ہزار بار یہ اسم مبارک پڑھے اس کا دشمن ہلاک ہو جائے۔

⑩ جو کسی (دشمن کے) لشکر کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے ستر (۷۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے وہ لشکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے شکست کھا جائے۔

اَلْجَبَّارُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۰﴾ اَلْجَبَّارُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بگڑے ہوئے کاموں اور حالات کو درست کرنے والا)

خواص چار ہیں:

① جو شخص روزانہ صبح و شام دوسو چھبیس (۲۲۶) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا انشاء اللہ ظالموں کے ظلم و قہر سے محفوظ رہے گا۔

② اگر کوئی بادشاہ اس کو پڑھا کرے تو دوسرا بادشاہ اس پر غالب نہ ہوگا۔

③ جو کوئی اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے وہ مخلوق کی غیبت اور بد گوئی سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ہر ظالم و جابر سے حفاظت فرماتا ہے۔

④ اس اسم کے ساتھ ﴿ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ﴾ ملا کر پڑھنا بھی حفاظت کے لیے بہت مفید ہے۔

اَلْمُتَکَبِّرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۱﴾ اَلْمُتَکَبِّرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑی عظمت والا)

خواص سات ہیں:

① جو بغیر تھکے اسے کثرت سے پڑھتا رہے اسے بلند قدر و منزلت نصیب ہوتی ہے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

② کسی کو بے حیائی سے روکنے کے لیے اس کا دس (۱۰) بار اس پر پڑھنا مفید ہے۔

③ جو کوئی ہم بستری سے پہلے دس (۱۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اللہ جل شانہ اسے پرہیزگار اور نیک فرزند عطا فرمائے گا۔

④ جو اسے ہر کام کے آغاز میں کثرت سے پڑھے گا اس کے کام میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔

⑤ جو اس کو اکیس (۲۱) بار پڑھے گا، انشاء اللہ خواب میں نہیں ڈرے گا۔

⑥ جو اس کو چھ سو باسٹھ (۶۶۲) دن تک چھ سو باسٹھ (۶۶۲) مرتبہ روزانہ پڑھے گا صاحب صولت و سیاست ہوگا۔

⑦ جو دشمن سے ڈرتا ہو اس اسم کی مداومت کرے، دشمن بد گوئی سے باز آ جائے گا۔

اَلْخَالِقُ کے معنی اور اس کے خواص

(۱۲) اَلْخَالِقُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پیدا کرنے والا)

خواص چھ ہیں:

① جو شخص آدھی رات کے بعد ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ اس اسم مبارک کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل اور چہرے کو منور فرما دے گا۔
② جس کا مال یا بیٹا گم ہو گیا ہو اگر وہ پانچ ہزار (۵۰۰۰) بار اس کا ورد کرے تو گمشدہ واپس آ جائے گا۔
③ جو سات (۷) روز تک متواتر اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے تمام آفات سے سالم رہے۔
④ جو اسے ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھا کرے اسے اولاد ذرینہ نصیب ہو۔
⑤ اگر کوئی شخص ہمیشہ ﴿اَلْخَالِقُ﴾ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کر دیتے ہیں جو اس کی طرف سے عبادت کرتا ہے اور اس کا چہرہ منور رہتا ہے۔
⑥ جو کوئی لڑائی میں تین سو (۳۰۰) بار اس کو پڑھے گا اس کا دشمن مغلوب ہو گا۔

اَلْبَارِئُ کے معنی اور اس کے خواص

(۱۳) اَلْبَارِئُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(جان ڈالنے والا)

خواص سات ہیں:

① اگر طبیب اس اسم کو پابندی سے ہمیشہ پڑھے تو اس کے ہاتھ میں شفا ہو گی۔
② جو کوئی ہفتہ کے دن اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت الفردوس کی طرف لے جائے گا۔
③ جو کوئی اس اسم کو دو سو چوالیس (۲۴۴) بار پڑھے اس کی جو بھی مراد ہو گی وہ پوری ہو گی۔
④ جو کوئی اس اسم کی مداومت کرے گا، حق تعالیٰ اس کے لیے ایک مونس پیدا کرے گا۔
⑤ اگر بانجھ عورت سات (۷) روز روزے رکھے اور پانی سے افطار کرنے کے بعد اکیس (۲۱) مرتبہ ﴿اَلْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ پڑھے تو ان شاء اللہ اولاد ذرینہ نصیب ہو۔
⑥ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے صنائع عجیبہ کا ایجاد آسان ہو جاتا ہے۔
⑦ جو شخص سات (۷) دن تک روزانہ اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے امراض سے شفاء اور آفات سے سلامتی عطا فرمائے گا۔

اَلْمُصَوِّرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۴﴾ اَلْمُصَوِّرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(صورت بنانے والا)

خواص چھ ہیں:

① اگر کوئی شخص سات (۷) دن تک روزہ رکھے اور غروب آفتاب کے بعد افطار سے پہلے اکیس (۲۱) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر دم کرے اور پانی بانجھ عورت کو پلائے تو انشاء اللہ اس کا بانجھ پن دور ہو جائے گا۔

② جو اپنے بستر پر آ کر سات (۷) بار یہ اسم پڑھے، پھر ہم بستری کرے تو اللہ تعالیٰ اسے نیک اولاد عطا فرمائے گا۔

③ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے صنائع عجیبہ کا ایجاد آسان ہو جاتا ہے۔

④ جو اس کا بکثرت ورد کرے اس کے لیے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔

⑤ جو کوئی وضو کرنے کے بعد شہادت کی انگلی سے اس کی اپنی پیشانی پر لکھے تو جس سے ملاقات کرے وہ اس کا دوست ہو جائے۔

⑥ جو اسے پانی پر پڑھ کر دم کرے اور پی لے تو اعلیٰ مرتبہ پائے۔

اَلْغَفَّارُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۵﴾ اَلْغَفَّارُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت معاف کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو کوئی ﴿یَا غَفَّارُ﴾ کی مداومت کرے گا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کے نفس کی بری خواہشات دور ہوں گی۔

② جو ﴿یَا غَفَّارُ اِغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ﴾ جمعہ کی نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور آخرت میں لطف و مغفرت کا اُمیدوار بنائے گا۔

③ جو شخص نماز عصر کے بعد روزانہ ﴿یَا غَفَّارُ اِغْفِرْلِیْ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو انشاء اللہ بخشے ہوئے لوگوں کے زمرہ میں داخل کرے گا۔

④ جو اس اسم کو جمعہ کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھے گا تو مغفرت کے آثار پیدا ہوں گے، تنگی دفع ہوگی اور بے گمان رزق ملے گا۔

⑤ غصہ کرنے والوں پر یہ اسم پڑھا جائے تو ان کا غصہ زائل ہو جاتا ہے۔

اَلْقَهَّارُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۶﴾ اَلْقَهَّارُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کو قابو میں رکھنے والا، وہ ذات جو سب پر غالب ہو اور اس کے غلبہ کو کوئی طاقت نہ روک سکے)

خواص نو ہیں:

① جس شخص کی کوئی حاجت ہو وہ اپنے گھر یا مسجد میں سر ننگا کر کے ہاتھ اُٹھا کر سو (۱۰۰) بار ﴿یَا قَهَّارُ﴾ کہے انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔

۲ جو اشراق کی نماز کے بعد سجدہ کر کے سات (۷) بار ﴿یَا قَھَّارُ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دے گا۔
۳ جس شخص کو دشمنوں سے خطرہ ہو وہ سورج نکلتے وقت اور رات کے آخری حصہ میں دشمنوں کی ہلاکت کے لیے سو (۱۰۰) بار یہ پڑھے: ﴿یَاجَبَّارُ یَاقَھَّارُ یَاذَاالْبَطْشِ الشَّدِیْدُ﴾ پھر کہے: ﴿خُذْ حَقِّیْ مِمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَعَدَا عَلَیَّ﴾۔
۴ بکثرت اس کا ذکر کرنے سے دنیا کی محبت اور ماسوی اللہ کی عظمت دل سے جاتی رہے، اور دشمنوں پر غلبہ ہو۔
۵ اگر چینی کے برتن پر لکھ کر ایسے شخص کو پلایا جائے جو بوجہ سحر کے عورت پر قادر نہ ہو، سحر دفع ہو۔
۶ جو شخص دنیا کی محبت میں گرفتار ہو وہ کثرت سے اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ دنیا کی محبت جاتی رہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی اور اس کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔
۷ جو کوئی کسی ظالم سے ڈرتا ہو وہ اس اسم کو فرض نماز کے بعد تین سو چھ (۳۰۶) بار پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اسے امن و امان میں رکھے گا، اور دشمن پر غالب ہوگا، حاکم مہربان ہوگا اور خوف دل سے جاتا رہے گا۔
۸ جو کسی مشکل کے واسطے اس کو سو (۱۰۰) بار پڑھے مشکل حل ہو۔
۹ دشمن کو مغلوب کرنے کے فرض و سنت کے درمیان سو (۱۰۰) بار اس اسم کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

اَلْوَھَّابُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۷﴾ اَلْوَھَّابُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا فیاض، بہت دینے والا)

خواص بارہ ہیں:

۱ جو سات (۷) بار اس کو روز پڑھے گا، مستجاب الدعوات ہوگا۔
۲ جو اس اسم کو عشاء کی نماز کے بعد چودہ سو چودہ (۱۴۱۴) بار پڑھے گا اسے رزق کی فراخی نصیب ہوگی۔
۳ جو کوئی فقر و فاقہ سے پریشان ہو وہ اس اسم کی مداومت کرے اللہ تعالیٰ اسے ایسی راحت عطا فرمائے گا کہ حیران رہ جائے گا۔
۴ جو چاشت کی نماز کے بعد سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ میں سات (۷) بار ﴿اَلْوَھَّابُ﴾ پڑھے گا مخلوق سے بے پرواہ ہو جائے گا۔
۵ جو کوئی رزق کی فراخی چاہتا ہو، چاشت کے وقت چار رکعت نماز پڑھے، پھر سلام کے بعد سجدے میں جا کر ﴿اَلْــوَھَّـــابُ﴾ ایک سو چار (۱۰۴) بار اور اگر فرصت نہ ہو تو پچاس (۵۰) بار پڑھے مالدار ہو جائے گا۔
۶ کوئی بھی حاجت پیش آئے تو آدھی رات کے وقت گھر یا مسجد کے صحن میں تین (۳) بار سجدہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر سو (۱۰۰) بار اس کو پڑھے۔ یہ عمل تین (۳) یا سات (۷) رات کرے، انشاء اللہ العزیز حاجت پوری ہو جائے گی۔
۷ جو اسے عشاء کے بعد ساڑھے گیارہ سو (۱۱۵۰) بار پڑھے مقروض نہ رہے گا۔
۸ جو شخص فقر و فاقہ میں گرفتار ہو وہ کثرت سے اس اسم کو پڑھا کرے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے یا چاشت کی نماز کے آخری سجدہ میں چالیس (۴۰) بار پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے فقر و فاقہ سے انشاء اللہ حیرت انگیز طریق پر نجات دے دیں گے۔
۹ حفاظت ایمان کے لیے ہر نماز کے بعد سات (۷) بار یہ آیت پڑھنا مجرب ہے:
﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَھَّابُ﴾ (سورۂ آل عمران: ۸)

⑩ برکت کے لیے اس اسم کو ﴿الْكَرِيْمُ ذُو الطَّوْلِ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھنا مفید ہے۔
⑪ ہر چیز میں برکت کے لیے اس کو اسم کو ﴿الْكَافِيْ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھنا مفید ہے۔
⑫ جب کوئی مشکل پیش آئے کسی میدان میں جا کر دعا کی طرف ہاتھ اٹھا کر سو (۱۰۰) بار ﴿يَا وَهَّابُ﴾ پڑھے، انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گا۔

الرَّزَّاقُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۸﴾ الرَّزَّاقُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(خوب روزی پہنچانے والا)

خواص نو ہیں:

① جو اس اسم کو نہار منہ بیس (۲۰) مرتبہ پڑھنے کا معمول بنائے اللہ تعالیٰ ایسا ذہن عطا فرماتا ہے جو باریکیوں اور مشکلات کو سمجھ لیتا ہے۔
② جو شخص اپنے مکان کے چاروں کونوں میں نماز صبح سے پہلے دس دس مرتبہ یہ اسم پڑھ کر دم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رزق کے دروازے انشاء اللہ کھول دیں گے، بیماری اور مفلسی اس کے گھر میں ہرگز نہ آئے گی۔ پڑھنے کا آغاز داہنے کونہ سے کرے اور منہ قبلہ کی طرف رکھے۔
③ جو فجر کے فرض وسنت کے درمیان اکتالیس (۴۱) دن تک ساڑھے پانچ سو (۵۵۰) مرتبہ یہ اسم روز پڑھے گا، دولت مند ہوگا۔ اس میں فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا اور اسم مبارک کے اوّل وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھنا شرط ہے۔
④ جو عشاء کی نماز کے بعد سر ننگا کر کے
﴿يَا رَزَّاقُ تَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ يَا رَزَّاقُ﴾
گیارہ (۱۱) بار اوّل وآخر درود شریف کے ساتھ اکتالیس (۴۱) روز پڑھا کرے گا اس کے لیے رزق کے دروازے کھلیں گے۔
⑤ جو کوئی اس کو پانچ سو پینتالیس (۵۴۵) بار روز پڑھے گا، رزق اس کا کشادہ ہوگا اور کوئی دشواری اور درماندگی نہ آئے گی۔
⑥ جو اسم کو روزانہ تنہائی میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ خاص روحانی مقام پائے گا۔
⑦ جو ہر نماز کے بعد اس کے پڑھنے کا معمول بنائے گا غیب سے روزی پائے گا۔
⑧ جو شخص اس اسم کو سترہ (۱۷) بار اس شخص کے سامنے پڑھے جس سے کوئی حاجت ہو، انشاء اللہ وہ حاجت پوری ہو جائے گی۔
⑨ جو اللہ اسم کو سو (۱۰۰) بار قیدی کی رہائی کے لیے پڑھے گا اسے خلاصی ملے گی، اور اگر بیمار کی صحت یابی کے لیے پڑھے گا اسے شفاء ملے گی، انشاء اللہ (مجرب ہے)۔

الْفَتَّاحُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۹﴾ الْفَتَّاحُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(فتح بخشش، رزق ورحمت کے دروازے کھولنے والا)

خواص چار ہیں:

① جو کوئی اپنا ہاتھ سینے پر رکھ کر نماز فجر کے بعد اکہتر (۷۱) بار یہ اسم پڑھے گا اس کا دل پاک اور منور ہو جائے گا اور حق کے راستے کا

حجاب اس سے ہٹالیا جائے گا اور اسے انشاء اللہ تمام امور میں آسانی اور رزق میں برکت عطا کی جائے گی۔

② اگر کند ذہن چینی کی رکابی پر اس کو لکھ کر زبان سے چاٹے، ذہین ہو جائے گا۔

③ جو اسے سات (۷) بار پڑھے گا دل کی تاریکی جاتی رہے گی۔

④ جو اس کا بکثرت ورد رکھے، اس کے دل کی کدورت دور ہو جائے گی اور فتوحات کے دروازے اس پر کھل جائیں گے۔

اَلْعَلِیْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۰﴾ اَلْعَلِیْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(وسیع علم والا، خوب جاننے والا)

خواص سات ہیں:

① جو کثرت سے ﴿یَا عَلِیْمُ﴾ کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر انشاء اللہ علم و معرفت کے دروازے کھول دے گا اور اللہ تعالیٰ سے مانگے گا جلد ملے گا اور حافظہ قوی ہوگا۔

② جو کوئی اس اسم کو دل میں پڑھے، صاحب معرفت ہو جائے۔ اور اگر فرض نماز کے بعد ڈیڑھ سو (۱۵۰) بار پڑھا کرے، صاحب یقین ہو جائے۔

③ جو کوئی نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار ﴿یَا عَالِمَ الْغَیْبِ﴾ پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو صاحب کشف بنا دے گا۔

④ جو استخارہ کرنا چاہے شب جمعہ کو نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار مسجد میں یہ اسم مبارک پڑھ کر سو رہے، مطلوبہ حال سے آگاہی پالے گا۔

⑤ جو کوئی نامعلوم امر دریافت کرنا چاہے اوّل دو (۲) رکعت نماز پڑھے پھر درود شریف، پھر ﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ﴾ ستر (۷۰) بار پڑھ کر ﴿یَا عَلِیْمُ عَلِّمْنِیْ یَاخَبِیْرُ اَخْبِرْنِیْ یَا مُبِیْنُ بَیِّنْ لِیْ﴾ سو بار پڑھ کر اپنا مطلب تصور کر کے لیٹ جائے، اگر نیند نہ آئے تو اٹھ کر کسی مجمع میں چلا جائے، وہاں لوگوں کی باتوں سے بطریق اشارہ مطلب معلوم کرے۔

⑥ جو ہر نماز کے بعد ایک سو (۱۰۰) بار ﴿یَا عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ﴾ کو معمول بنائے گا انشاء اللہ صاحب کشف ہو جائے گا۔

⑦ اگر کوئی شخص ﴿یَا عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ کو اس قدر پڑھے کہ اس پر حال طاری ہو جائے تو اس کی روح کو عالم بالا کی سیر نصیب ہوگی۔

اَلْقَابِضُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۱﴾ اَلْقَابِضُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(روزی تنگ کرنے والا)

خواص تین ہیں:

① جو اس اسم کو ہر روز تیس (۳۰) بار پڑھے انشاء اللہ دشمن پر فتح پائے گا۔

② جو کوئی اسے چالیس (۴۰) دن تک ہر روز چار (۴) یا چالیس (۴۰) نوالوں پر لکھ کر کھالیا کرے گا، وہ بھوک اور قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح زخم اور درد وغیرہ کی تکلیف سے بھی محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ۔

③ جو کوئی اس کو آدھی رات کے وقت پڑھا کرے دشمن اس کا مقہور ہوگا۔

تنبیہ: بعض علماء کہتے ہیں کہ ﴿اَلْقَابِضُ﴾ کو ﴿اَلْبَاسِطُ﴾ کے ساتھ ﴿اَلْمُذِلُّ﴾ کو ﴿اَلْمُعِزُّ﴾ کے ساتھ، ﴿اَلْمُمِيْتُ﴾ کو ﴿اَلْمُحْيِي﴾ کے ساتھ، ﴿اَلْمُؤَخِّرُ﴾ کو ﴿اَلْمُقَدِّمُ﴾ کے ساتھ، ﴿اَلْمَانِعُ﴾ کو ﴿اَلْمُعْطِي﴾ کے ساتھ، اور ﴿اَلضَّارُّ﴾ کو ﴿اَلنَّافِعُ﴾ کے ساتھ ملا کر ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے، اور ان میں ہر پہلے اسم (مثلاً اَلْمُذِلُّ) کو دوسرے اسم (مثلاً اَلْمُعِزُّ) کے ساتھ ملائے بغیر پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اَلْبَاسِطُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۲﴾ اَلْبَاسِطُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(روزی کشادہ کرنے والا)

خواص دس ہیں:

① جو اس اسم کو چاشت کی نماز کے بعد دس (۱۰) بار پڑھے گا، اسے ہر معاملے میں کشادگی نصیب ہوگی اور انشاء اللہ کبھی کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔

② جو دس (۱۰) بار آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر یہ اسم پڑھے اور پھر ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرے تو اس کے لیے غنا کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

③ جو اسے چالیس (۴۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ مخلوق سے بے پرواہ ہوگا۔

④ مشکلات سے نجات کے لیے ہر نماز کے بعد ایک سو چالیس (۱۴۰) بار ہر روز اس کا پڑھنا مفید ہے۔

⑤ کشائش کے لیے بہتر (۷۲) دن تک روزانہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) بار یہ اسم پڑھے۔

⑥ جو کوئی تین رات میں سوا لاکھ (۱۲۵۰۰۰) بار ﴿يَا بَاسِطُ﴾ ختم کرے اور اوّل و آخر سو سو بار درود شریف پڑھے، اسے انشاء اللہ غیب سے روزی ملے گی۔ تین راتوں کے بعد روزانہ سو (۱۰۰) بار پڑھ لیا کرے۔

⑦ جو کوئی سحر کے وقت آنکھیں بند کر کے گیارہ (۱۱) مرتبہ یہ اسم پڑھے اور ہاتھ پر دم کر کے منہ پر پھیرے پھر آنکھیں کھول کر ہاتھوں کو دیکھے پھر بہتر (۷۲) بار پڑھ کر یہ دعا مانگے: (اَللّٰهُمَّ زِدْهُمْ زِدْلَا تَنْقُصْ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) انشاء اللہ اس دن بھوکا نہ رہے گا۔

⑧ جو بہتر (۷۲) بار روزانہ اس اسم کو پڑھا کرے اُسے حق تعالیٰ تمام آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔

⑨ جو کوئی اس اسم کو رات کے آخری حصہ میں ہاتھ اُٹھا کر دس (۱۰) بار کہے، ہمیشہ خوش دل رہے، کوئی غم و الم نہ ہو، اور ایسی جگہ سے نفع ہو جس کی اُمید نہ ہو۔

⑩ جو اس اسم کو ہر روز پڑھا کرے اور لکھ کر اپنے پاس رکھے اس کو انشاء اللہ غم نہیں پہنچے گا اور وہ غیب سے روزی پائے گا، کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

اَلْخَافِضُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۳﴾ اَلْخَافِضُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پست کرنے والا)

خواص چھ ہیں:

① جو اس اسم کو پانچ سو (۵۰۰) بار پڑھے گا انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی اور کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ دشمن کے صدمہ سے بچ

جائے گا اور حفاظت الٰہی اس کے شامل حال رہے گی۔

② جو اسے ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ تمام دشمنوں سے محفوظ ہو جائے گا۔

③ اگر کوئی تین روزے رکھے پھر چوتھے دن ایک مجلس میں چند آدمی ستر ہزار (۷۰۰۰۰) بار اس کو پڑھیں تو دشمن پر فتح نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ۔ اسی مقصد کے لیے تین روزے رکھ کر ستر (۷۰) بار پڑھنا بھی مفید ہے۔

④ جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے، حاکم وقت اس سے رضامند رہے۔

⑤ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو ہر نماز کے بعد ایک ہزار چار سو اکیاسی (۱۴۸۱) بار اس کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

⑥ جو کوئی ظالم سے ڈرتا ہوا اس اسم کو ستر (۷۰) بار پڑھا کرے اس کے ظلم سے بچا رہے گا۔

اَلرَّافِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۴﴾ اَلرَّافِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بلند کرنے والا)

خواص چھ ہیں:

① جو کوئی پیر کے دن یا جمعہ کی رات مغرب یا عشاء کے بعد چار سو چالیس (۴۴۰) مرتبہ اس اسم کا ورد کرے گا اسے مخلوق کے درمیان ایک رعب نصیب ہوگا۔

② جو کوئی اسے آدھی رات یا دوپہر کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا تو حق تعالیٰ شانہ اس کو برگزیدہ کرے گا اور وہ تونگر اور بے نیاز ہوگا۔

③ جو کوئی اس اسم کو ہر روز بیس (۲۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ مراد پائے گا۔

④ جو کوئی ہر مہینہ کی چودھویں رات کو آدھی رات میں (۱۰۰) مرتبہ ﴿اَلرَّافِعُ﴾ پڑھے، اللہ تعالیٰ اسے انشاء اللہ مخلوق سے بے نیاز اور تونگر بنا دے گا۔

⑤ جو کوئی اسے تین سو اکیاون (۳۵۱) بار پڑھے گا مخلوق کے درمیان عزیز ہوگا۔

⑥ جو اسے ستر (۷۰) بار پڑھے گا ظالموں سے امن میں رہے گا اور انشاء اللہ سرکشوں سے محفوظ رہے گا۔

اَلْمُعِزُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۵﴾ اَلْمُعِزُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(عزت دینے والا)

خواص تین ہیں:

① جو شخص پیر یا جمعہ کی رات میں مغرب کے بعد چالیس (۴۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، انشاء اللہ خدا تعالیٰ اس کی ہیبت مخلوق کے دل میں ڈال دے گا۔

② جو شخص نماز عشاء کے بعد پیر یا جمعہ کی رات میں ایک سو چالیس (۱۴۰) بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ہیبت و حرمت مخلوق کے دل میں ڈال دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا اور اسی کی پناہ میں رہے گا۔

④ جو ایک سو چالیس (۱۴۰) دن تک اکتالیس (۴۱) بار ہر روز بلاناغہ اس کو پڑھے گا دنیا و آخرت میں عزت پائے گا۔ پڑھنے کا آغاز پیر یا جمعہ کی شب سے کرے۔

اَلْمُذِلُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۶﴾ اَلْمُذِلُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ذلت دینے والا)

خواص چار ہیں:

① جو اس اسم کو پچھتر (۷۵) بار پڑھ کر سجدے میں دعا کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

② جو کوئی کسی ظالم یا حاسد سے ڈرتا ہو تو پچھتر (۷۵) بار یا اکیس (۲۱) بار ﴿یَـامُـذِلُّ﴾ یا ﴿اَلْـمُـذِلُّ﴾ پڑھ کر سجدہ کرے اور کہے "یا الٰہی! فلانے ظالم کے شر سے مجھے محفوظ رکھ" حق تعالیٰ اس کو امان دے گا اور اپنی حفاظت میں رکھے گا۔

③ جو سات سو ستر (۷۷۰) بار روزانہ کوئی وقت مقرر کر کے ﴿یَامُذِلَّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ بِقَھْرِ عَزِیْزِ سُلْطَانِکَ﴾ پڑھ لیا کرے تو وہ دشمن دفع ہوگا۔

④ جس کا کوئی حق کسی کے ذمہ ہو اور وہ ادا کرنے سے ٹال مٹول کر رہا ہو تو اس اسم کو بکثرت پڑھنے سے وہ اس کا حق انشاء اللہ ادا کر دے گا۔

اَلسَّمِیْعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۷﴾ اَلسَّمِیْعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب سننے والا)

خواص چار ہیں:

① جو کوئی اس اسم کو جمعرات کے دن چاشت کی نماز کے بعد پانچ سو (۵۰۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ مستجاب الدعوات بن جائے گا۔

② جو اسے کثرت سے پڑھے کم سننے کے مرض سے انشاء اللہ شفاء پائے گا۔

③ اگر کوئی جمعرات کے دن چاشت کی نماز کے بعد پانچ سو (۵۰۰) بار ﴿اَلسَّمِیْعُ﴾ پڑھے گا، اور ایک قول کے مطابق ہر روز سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، اور پڑھتے وقت بات چیت نہیں کرے گا اور پڑھ کر دعا مانگے گا تو جو مانگے گا انشاء اللہ پائے گا۔

④ جو شخص جمعرات کے دن فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان اس کو سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو نظر خاص سے نوازے گا۔

اَلْبَصِیْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۸﴾ اَلْبَصِیْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب دیکھنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو کوئی نماز جمعہ سے پہلے یا بعد میں سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿یَابَصِیْرُ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی نگاہ میں انشاء اللہ روشنی اور دل میں نور پیدا

فرمادے گا اور اسے صالح اقوال واعمال کی توفیق عطا فرمائے گا۔

② جو کوئی جمعہ کے دن فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا اسے اللہ تعالیٰ خصوصی نظر عنایت عطا فرمائے گا۔

③ جو اس کا بکثرت ورد کرے گا آنکھوں کے امراض سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔ اس کے لیے یہ دعا بھی مفید ہے:

(اَللّٰهُمَّ یَاسَمِیْعُ یَابَصِیْرُ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّیْ)

④ جو کوئی اس اسم کو ہر روز عصر کے وقت سات (۷) بار پڑھ لیا کرے گا، ناگہانی موت سے امن میں رہے گا۔

⑤ جو اس اسم کو جمعہ کے خطبہ سے پہلے سو (۱۰۰) بار پڑھ لیا کرے گا، انشاء اللہ منظور نظر الٰہی ہوگا۔

اَلْحَکَمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۲۹﴾ اَلْحَکَمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(حاکم مطلق)

خواص چار ہیں:

① جو کوئی اخیر شب میں ننانوے (۹۹) مرتبہ باوضو یہ اسم پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو انشاء اللہ محل اسرار وانوار بنادے گا۔

② جو کوئی جمعہ کی رات یہ اسم اس قدر پڑھے گا کہ بے حال و بے خود ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو انشاء اللہ کشف الہام سے نوازے گا۔

③ جو کوئی شب جمعہ میں آدھی رات کو یہ اسم پڑھے گا حق تعالیٰ اس کا باطن پاک صاف کردے گا۔

④ جو پانچوں وقت ہر نماز کے بعد اسی (۸۰) بار ﴿اَلْحَکَمُ﴾ پڑھ لیا کرے گا کسی کا محتاج نہ ہوگا۔

اَلْعَدْلُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۰﴾ اَلْعَدْلُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب انصاف کرنے والا)

خواص تین ہیں:

① جو اس اسم کو پڑھے اور روٹی کے بیس (۲۰) لقموں پر شب جمعہ کو لکھ کر کھالے تو اس کے لیے دلوں کو مسخر کردیا جاتا ہے۔

② جو کوئی اس اسم کو ہر نماز کے بعد پڑھے غیب سے روزی پائے اور اسے نیک عمل کی توفیق نصیب ہو۔

③ جو کوئی مغرب کی نماز کے بعد ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا آسمانی بلاؤں سے نجات پائے گا۔

اَللَّطِیْفُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۱﴾ اَللَّطِیْفُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(باریک بین، بندوں پر نرمی کرنے والا)

خواص آٹھ ہیں:

① جو شخص ایک سو تینتیس (۱۳۳) مرتبہ ﴿یَالَطِیْفُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کے رزق میں برکت ہوگی اور اس کے سب کام بخوبی

پورے ہوں گے۔

۲ جو شخص فقر وفاقہ، دُکھ بیماری، تنہائی، کسمپرسی یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو وہ اچھی طرح وضو کر کے دوگانہ پڑھے اور اپنے مقصد اور مطلب کو دل میں رکھ کر سو (۱۰۰) مرتبہ یہ اسم پڑھے، انشاء اللہ مقصد پورا ہوگا۔

۳ جو اس اسم کو روزانہ ایک سو تہتر (۱۷۳) بار پڑھے، اس کو اسباب معیشت نصیب ہوں گے اور حاجات پوری ہوں گی۔

۴ بیٹیوں کے رشتے اور نصیب کھلنے اور امراض سے صحت کے لیے ہر روز تحیۃ الوضو (وضو کی نماز) کے بعد سو (۱۰۰) بار اس کا پڑھنا مفید ہے۔

۵ ہر دینی اور دنیوی مہم کے لیے خالی جگہ پر دعا کی شرائط کے ساتھ سولہ ہزار چھ سو اکتالیس (۱۶۶۴۱) بار اس کا پڑھنا مفید ہے۔

۶ جو ایک سو ساٹھ (۱۶۰) بار ﴿اَللَّطِيْفُ﴾ پڑھے اور اس کے ساتھ یہ آیت پڑھے: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ وہ خوف سے انشاء اللہ امن پائے گا۔

۷ بیماریوں سے شفاء کے لیے اس اسم کے ساتھ کوئی آیت شفاء پڑھ لی جائے تو فائدہ ہوگا۔

۸ پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات کے لیے اس اسم کا ورد بہت مفید ہے۔

اَلْخَبِيْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۲﴾ اَلْخَبِيْرُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بڑا باخبر، ہر بات سے آگاہ)

خواص چار ہیں:

۱ جو سات (۷) دن متواتر اس کا ورد کرے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانیت نصیب ہوتی ہے جو مطلوبہ امور میں اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

۲ جو نفس امارہ کے ہاتھ گرفتار ہو کثرت سے اس کا ورد کرے، انشاء اللہ نجات پائے گا۔

۳ استخارہ کے واسطے اکتالیس (۴۱) دن تک روزانہ تین تین سو (۳۰۰) بار ﴿يَا خَبِيْرُ اَخْبِرْنِيْ﴾ پڑھے، پھر جب ضرورت پڑے تین سو (۳۰۰) بار پڑھ کر سو جائے نیک و بد حال کی ان شاء اللہ اطلاع ہو جائے گی۔

۴ جو کسی موذی کے پنجہ میں گرفتار ہو، اس اسم کو بکثرت پڑھے، انشاء اللہ خلاصی نصیب ہوگی۔

اَلْحَلِيْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۳﴾ اَلْحَلِيْمُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بڑا بردبار)

خواص نو ہیں:

۱ جو اس کا ہر وقت ورد رکھے گا انشاء اللہ فتح مند رہے گا اور ہر آفت سے بچا رہے گا۔

۲ جو کوئی اس اسم کو ہر روز ظہر کی نماز کے بعد نو (۹) دفعہ پڑھا کرے گا انشاء اللہ تمام خلقت میں سرخرو رہے گا۔

۳ جو دشمن یا مدعی یا حاکم کے سامنے ہوتے ہی پانی سے ہاتھ بھگو کر گیارہ (۱۱) دفعہ ﴿يَا حَلِيْمُ﴾ پڑھ کر منہ پر مل لیا کرے انشاء اللہ دشمن سختی نہ کر سکے گا اور حاکم نرمی و مہربانی سے پیش آئے گا۔

④ جوکوئی اس کاغذ پر لکھ کر پھر اس کو دھوئے اور پانی اپنی کھیتی پر چھڑک دے تو انشاء اللہ زراعت کی ہر آفت سے حفاظت رہے گی اور کمال کو پہنچے گی اور اس میں برکت ہوگی۔

⑤ جوکوئی اس اسم کو بادشاہ کے روبرو پڑھے گا انشاء اللہ اس کے غصہ سے محفوظ رہے گا۔

⑥ جوکوئی اس اسم کو پڑھے، حلیم الطبع ہوجائے اور صبر و سکون اس کے دل میں آجائے۔

⑦ جوکوئی درخت بوتے وقت اٹھائیس (۲۸) بار یہ اسم مبارک پڑھے تو درخت سرسبز ہو اور خزاں سے محفوظ رہے۔

⑧ اگر رئیس آدمی اس کو بکثرت پڑھے اس کی سرداری خوب جمے اور راحت سے رہے۔

⑨ اگر اس اسم مبارک کو کاغذ پر لکھ کر پانی سے دھو کر اپنے پیشہ کے آلات و اوزار پر ملے تو اس پیشہ میں برکت ہوگی۔

اَلْعَظِیْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۴﴾ اَلْعَظِیْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بزرگی والا، عظمت والا)

خواص تین ہیں:

① جوکوئی حکمران سے خوفزدہ ہو وہ بارہ (۱۲) بار اس اسم کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے، انشاء اللہ محفوظ رہے گا اور نرمی پائے گا۔

② اس کا بکثرت ذکر کرنے سے عزت نصیب ہوگی اور ہر مرض سے شفاء ملتی ہے۔

③ جو اس اسم مبارک کو سات (۷) دفعہ پانی پر پڑھ کر دم کرلے پانی پی لے تو انشاء اللہ اس کے پیٹ میں درد نہ ہوگا۔

اَلْغَفُوْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۵﴾ اَلْغَفُوْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت بخشنے والا)

خواص تین ہیں:

① جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا اس کے دل سے انشاء اللہ سیاہی گھٹے گی۔

② تپ یا دردِ سر کا مریض یا غمگین آدمی اگر اس اسم کو کاغذ پر لکھ کر روٹی پر اس کا نقش جذب کر کے کھائے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کو شفاء اور خلاصی بخشے گا۔

③ جو اس کو بکثرت پڑھے گا، برے اخلاق اور روحانی امراض اور ظاہری بیماریوں سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا اور اس کے مال و اولاد میں برکت ہوگی۔

اَلشَّکُوْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۶﴾ اَلشَّکُوْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(قدر دان یعنی تھوڑے عمل پر بہت زیادہ ثواب دینے والا)

خواص چھ ہیں:

① جوکوئی یہ اسم اکتالیس (۴۱) بار پانی پر پڑھے اور وہ پانی اپنی آنکھوں پر چھڑکے اُس کی نظر تیز ہوجائے گی۔

۲ جس کو ضیق النفس (دمہ) یا تکان یا گرانیٔ اعضاء ہو اس کو لکھ کر بدن پر پھیر دے اور پانی پر دم کر کے پانی پی لے تو نفع ہو۔ اور اگر کمزور نظر والا اپنی آنکھ پر پھیرے، نگاہ میں انشاء اللہ ترقی ہو۔

۳ جو شخص معاشی تنگی یا کسی اور دُکھ درد یا رنج وغم میں مبتلا ہو اور اس اسم کو اکتالیس مرتبہ روزانہ پڑھے، انشاء اللہ اس سے رہائی نصیب ہوگی۔

۴ جس شخص کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی ہو وہ اس اسم کو اکتالیس (۴۱) بار ہر روز پڑھا کرے، اور لعاب دہن اپنی آنکھوں پر لگا دے اور پانی پر دم کر کے پیے، انشاء اللہ روشنی برقرار ہو جائے گی۔

۵ جو کوئی مفلس ہو اس اسم کو اکیس (۲۱) بار پڑھے، انشاء اللہ غنی ہو جائے گا۔ اور جو کوئی بہت پڑھے، خلق میں باعزت رہے۔

۶ جو کوئی اس اسم مبارک کو پانچ ہزار (۵۰۰۰) بار روز پڑھے گا، انشاء اللہ قیامت کے دن بلند مرتبہ پائے گا۔

اَلْعَلِیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۷﴾ اَلْعَلِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت بلند و برتر)

خواص پانچ ہیں:

۱ جو شخص اس اسم کو ہمیشہ پڑھتا رہے اور لکھ کر اپنے پاس رکھے، انشاء اللہ اسے رتبہ کی بلندی خوشحالی اور مقصد میں کامرانی نصیب ہوگی۔

۲ جو اس اسم کو ورم یعنی سوجن پر تین بار پڑھ کر پھونکے گا انشاء اللہ صحت پائے گا۔

۳ اگر فقیر اسے ایک سو دس (۱۱۰) بار پڑھے تو غنی ہو جائے اور دنیا میں عزت پائے۔

۴ اگر یہ اسم مبارک لکھ کر بچے کو باندھ دیا جائے تو جلدی جوان ہو۔ اگر مسافر اپنے پاس رکھے تو جلدی اپنے عزیزوں سے آملے۔ اگر محتاج ہو تو غنی ہو جائے۔

۵ یہ اسم مشائخ، بزرگوں، طلبہ اور سالکین کے لیے ایک روحانی خزانہ ہے، اگر اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام ﴿اَلْعَلِیْمُ﴾ بھی ملا لیا جائے تو یہ بڑے اذکار میں شمار ہوتا ہے۔

اَلْکَبِیْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۸﴾ اَلْکَبِیْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت بڑا)

خواص سات ہیں:

۱ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے علم و معرفت کا دروازہ کھلتا ہے۔

۲ اگر یہ اسم مبارک کھانے کی چیز پر پڑھ کر میاں بیوی کو کھلایا جائے تو باہمی الفت پیدا ہو۔

۳ جو شخص اپنے عہدہ سے معزول ہو گیا ہو، وہ سات (۷) روزے رکھے اور روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿یَا کَبِیْرُ﴾ پڑھے، انشاء

اللہ اپنے عہدہ پر بحال ہو جائے گا اور اسے بزرگی و برتری نصیب ہوگی۔

④ جو کوئی اس اسم کو پڑھے مخلوق کی نظروں میں ممتاز ہو اور بلند مرتبہ پائے۔

⑤ یہ بادشاہوں اور حکام کا وظیفہ ہے وہ اگر اس کا اہتمام کریں تو ان کا رُعب رہے اور مہمات بخوبی سرانجام پائیں۔

⑥ جو اسے نو (۹) دفعہ کسی بیمار پر پڑھ کر دم کرے، انشاء اللہ بیمار تندرست ہو۔

⑦ جو اسے سو (۱۰۰) بار پڑھے گا مخلوق میں عزیز رہے گا۔

اَلْحَفِیْظُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۳۹﴾ اَلْحَفِیْظُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کا محافظ)

خواص چھ ہیں:

① جو شخص بکثرت ﴿یَاحَفِیْظُ﴾ کا وِرد رکھے گا اور لکھ کر اپنے پاس رکھے گا وہ انشاء اللہ ہر طرح کے خوف و خطر اور نقصان و ضرر سے محفوظ رہے گا۔

② یہ اسم مبارک خوفناک سفر میں حفاظت کے لیے بے حد مفید اور سریع الاثر ہے حتیٰ کہ اگر اسے پڑھ کر درندوں کے درمیان سو جائے تو انشاء اللہ نقصان نہیں پہنچائیں گے، اس اسم کے ذکر کے بعد تین بار یہ دعا پڑھے: ﴿یَاحَفِیْظُ اِحْفَظْنِیْ﴾۔

③ جو اس اسم کو ہر روز سولہ (۱۶) بار پڑھے گا، انشاء اللہ ہر طرح سے نڈر رہے گا۔

④ جو مغرب کے بعد اکتالیس (۴۱) بار قبلہ کی طرف چہرہ کر کے ﴿یَاحَفِیْظُ یَاحَفِیْظُ یَا رَقِیْبُ یَامُجِیْبُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ﴾ پڑھے گا انشاء اللہ غیب سے روزی پائے گا۔

⑤ جو یہ اسم مبارک کسی بیمار پر چالیس (۴۰) ہفتہ تک ستر (۷۰) ستر (۷۰) بار روز پڑھ کر دم کرے گا، انشاء اللہ تندرست ہو جائے گا۔

⑥ اس کو پڑھنے اور اپنے پاس لکھ کر رکھنے والا ڈوبنے، جلنے، دیو، پری اور نظر بند سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

اَلْمُقِیْتُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۰﴾ اَلْمُقِیْتُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(وہ کامل القدرت ذات جو ہر چیز کو اس کی خوراک عطا کرتی ہے، غذا بخش)

خواص چھ ہیں:

① اگر کوئی خالی آبخورے میں سات (۷) مرتبہ یہ اسم پڑھ کر دم کرے اور اس میں خود پانی پئے یا کسی دوسرے کو پلائے تو انشاء اللہ مقصد حاصل ہوگا۔ یہ عمل سفر میں امن کے لیے بھی مفید ہے، خاص طور پر جب اس کے ساتھ سورۂ قریش کو ملا کر صبح و شام پڑھا جائے۔

② جس کی آنکھ سرخ ہو اور درد کرتی ہو وہ اس اسم کو دس (۱۰) بار پڑھ کر دم کرے۔

③ جو کسی کو غریب دیکھے یا خود اس کو غریبی پیش آئے یا کوئی لڑکا بدخوئی کرے یا بہت روئے سات (۷) بار خالی آبخورے پر یہ اسم

مبارک پڑھ کر دم کرے اور اس میں پانی ڈال کر خود پیے یا دوسرے کو پلائے، انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

④ اگر روزہ دار کو ہلاکت کا خوف ہو تو سو (۱۰۰) بار پھول پر پڑھ کر اسے سونگھنے، انشاء اللہ قوت پائے گا اور ہر روز روزہ رکھ سکے گا۔

⑤ جو اس اسم کو ﴿الْمُقِيتُ﴾ کے ساتھ ملا کر ہر نماز کے بعد سات (۷) بار پڑھے گا، سو (۱۰۰) دائمی امراض سے انشاء اللہ شفاء پائے گا۔

⑥ جو اس اسم کو ہر روز سات (۷) بار پانی پر دم کر کے پیے گا، انشاء اللہ غیب سے روزی پائے گا اور کبھی بھوکا نہ رہے گا۔

اَلْحَسِيْبُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۱﴾ اَلْحَسِيْبُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(خوب حساب لینے والا)

خواص چھ ہیں:

① جو کوئی چور یا حاسد یا ہمسایہ یا دشمن یا چشم زخم یا نظر بد سے ڈرتا ہو ایک ہفتہ تک صبح (طلوع آفتاب سے پہلے) اور شام (غروب آفتاب سے پہلے) ستر (۷۰) بار ﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ الْحَسِيْبُ﴾ پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے ہفتہ گزرنے سے پہلے امن عطا فرمائے گا اور انشاء اللہ تمام کام درست ہو جائیں گے۔ پڑھائی کا آغاز جمعرات کے دن سے کرے۔

② جو روزانہ ﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ الْحَسِيْبُ﴾ پڑھے گا، انشاء اللہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

③ جو کوئی اس اسم کو ستر (۷۰) بار پڑھے گا، انشاء اللہ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔

④ اگر کوئی مشکل پیش آئے تو ایک ہفتہ تک روزانہ صبح و شام ایک سو پینتالیس (۱۴۵) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

⑤ اگر کسی سے حساب میں تشدد کا اندیشہ ہو، یا کسی بھائی برادری سے کسی معاملہ میں خوف ہو تو سات (۷) روز تک طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے بیس (۲۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ لیا کرے۔

⑥ ﴿اَلْحَسِيْبُ﴾ میں اسم اعظم کی طرف اشارہ ہے۔ (واللہ اعلم)

اَلْجَلِيْلُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۲﴾ اَلْجَلِيْلُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بڑی شان والا)

خواص تین ہیں:

① جو کوئی اس اسم کو تہتر (۷۳) بار پڑھا کرے انشاء اللہ صاحب وقار ہو۔

② جو کوئی اس کو دس (۱۰) بار اپنے اسباب پر پڑھے چوری سے محفوظ و سلامت رہے۔

③ جو بکثرت اس کا ورد رکھے گا اور مشک و زعفران سے لکھ کر پیے گا اور اپنے پاس رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو انشاء اللہ عزت و عظمت اور قدر و منزلت عطا فرمائے گا۔

اَلْکَرِیْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۳﴾ اَلْکَرِیْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا سخی اور فیاض)

خواص دو ہیں:

① جو شخص روزانہ سوتے وقت ﴿یَا کَرِیْمُ﴾ پڑھتے پڑھتے سو جایا کرے اللہ تعالیٰ اس کو علماء و صلحاء میں عزت فرمائیں گے اور غیب سے روزی عطا فرمائیں گے۔

② جو شخص ﴿اَلْکَرِیْمُ ذُوالطَّوْلِ الْوَھَّابُ﴾ کو کثرت سے پڑھے اس کے اسباب و احوال میں برکت ظاہر ہو گی۔

اَلرَّقِیْبُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۴﴾ اَلرَّقِیْبُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(خوب نگہبانی کرنے والا)

خواص سات ہیں:

① اس اسم کا ذکر کرنے سے مال و عیال محفوظ رہتے ہیں۔

② اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو بکثرت اس کا ورد کرنے سے ان شاء اللہ واپس مل جاتی ہے۔

③ اگر اسقاطِ حمل کا خطرہ ہو تو حاملہ عورت پر سات (۷) مرتبہ یہ اسم مبارک پڑھنا مفید ہے۔

④ سفر میں جاتے وقت اپنے اہل و اولاد میں سے جس پر کوئی خطرہ یا فکر ہو اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر سات (۷) بار یہ اسم مبارک پڑھے، ان شاء اللہ وہ مامون رہے گا۔

⑤ جو کوئی اس اسم کو سات (۷) بار یا ستر (۷۰) بار اپنی بیوی فرزند یا مال پر پڑھ کر دم کرے جنات اور تمام دشمنوں اور آفتوں سے ان شاء اللہ محفوظ رہے اور اس کا رُعب بھی بڑھ جائے گا۔

⑥ جو کوئی پھوڑے یا پھنسی پر تین بار یہ اسم مبارک پڑھ کر پھونک دے، ان شاء اللہ شفاء حاصل ہو گی۔

⑦ جو کوئی اپنا مال اسباب (گاڑی وغیرہ) کہیں چھوڑتے وقت اس اسم کو پڑھ لے تو ان شاء اللہ چوری سے حفاظت رہے گی۔ مجرب ہے۔

اَلْمُجِیْبُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۵﴾ اَلْمُجِیْبُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(دعائیں سننے اور قبول کرنے والا)

خواص چار ہیں:

① جو کوئی کثرت سے ﴿یَا مُجِیْبُ﴾ پڑھا کرے، ان شاء اللہ اس کی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول ہونے لگیں گی۔

② جو یہ اسم مبارک اپنے پاس لکھ کر رکھے گا اللہ تعالیٰ کی امان میں رہے گا۔

④ جو کوئی درد سر کے لیے یہ اسم مبارک تین بار پڑھ کر دم کرلے، انشاء اللہ درد سر دور ہوگا۔
⑤ جو اس اسم کو طلوع آفتاب کے وقت پچپن (۵۵) بار پڑھنے کا معمول بنائے گا، انشاء اللہ مستجاب الدعوات ہوگا۔

اَلْوَاسِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۶﴾ اَلْوَاسِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(وسعت والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو اس کا کثرت سے ذکر کرے گا ظاہری اور باطنی غنا نصیب ہوگا، نیز اسے عزت، حوصلہ، بردباری، وسعت قلبی اور دل کی صفائی نصیب ہوگی، اور اللہ تعالیٰ معاملات میں کشادگی اس کے لیے عطا فرمائے گا۔
② جو کوئی اس اسم کو پڑھتا ہے اس پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔
③ جو اس اسم کو پڑھنے کا معمول بنالے اسے انشاء اللہ روزی ملے گی اور مفلس نہیں ہوگا۔
④ جس کو بچھو کاٹ لے وہ یہ اسم مبارک ستر (۷۰) بار پڑھ کر دم کرے، انشاء اللہ زہر اثر نہ کرے گا۔
⑤ جو کشائش (کشادگی) کے واسطے اس کا جتنا ورد بڑھائے گا اتنا مالدار ہوجائے گا۔

اَلْحَکِیْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۷﴾ اَلْحَکِیْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑی حکمت والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو کوئی کثرت سے ﴿یَاحَکِیْمُ﴾ پڑھا کرے اللہ تعالیٰ اس پر انشاء اللہ علم وحکمت کے دروازے کھول دیں گے۔
② جس کسی کا کوئی کام پورا نہ ہوتا ہو وہ پابندی سے اس اسم کو پڑھا کرے انشاء اللہ کام پورا ہوجائے گا۔
③ جو ظہر کے بعد نوے (۹۰) بار اس اسم کو پڑھ لیا کرے تمام مخلوق میں سرخرو رہے گا۔
④ جو اس کو بہتر (۷۲) بار پڑھا کرے، انشاء اللہ اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے اور سب حاجتیں برآئیں۔
⑤ جو کوئی اس کا بکثرت ورد رکھے گا علم وحکمت کے چشمے اس کی زبان سے پھوٹیں گے اور وہ لطیف اشارات اور معانی کے اسرار کو بھی سمجھ لے گا۔

اَلْوَدُوْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۸﴾ اَلْوَدُوْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نیک بندوں سے بے حد محبت کرنے والا)

خواص چار ہیں:

① جو کوئی ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿یَاوَدُوْدُ﴾ پڑھ کر کھانے پر دم کرے گا اور بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائے گا تو انشاء اللہ میاں بیوی

کا جھگڑا ختم ہو جائے گا اور باہمی محبت پیدا ہو جائے گی۔

۲ جس کا بیٹا برائیوں میں مبتلا ہو وہ جمعہ کے بعد ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) بار یہ اسم مبارک معطر ولطیف شیرینی پر پڑھ کر دم کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے اور وہ شیرینی اس کو کھلائے۔ انشاء اللہ صالح ہو جائے گا۔

۳ اس کا ورد تسخیر کے لیے بھی مفید ہے۔

۴ جو شخص کسی پریشانی میں پڑ جائے وہ دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کرے، انشاء اللہ پریشانی دور ہو جائے گی۔ دعا یہ ہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ يَا وَدُوْدُ (تین بار) يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ يَا مُبْدِئُ يَا مُعِيْدُ يَا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ مَلَاَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ وَبِقُدْرَتِكَ الَّتِيْ قَدَرْتَ بِهَا عَلٰى جَمِيْعِ خَلْقِكَ وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنِيْ﴾ (آخری جملہ تین بار)

اَلْمَجِيْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۴۹﴾ اَلْمَجِيْدُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بڑا بزرگ)

خواص پانچ ہیں:

۱ جو کوئی کسی موذی مرض مثلاً برص، آتشک، جذام وغیرہ میں گرفتار ہو وہ چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزے رکھے اور افطار کے بعد بکثرت اس اسم کو پڑھا کرے اور پانی پر دم کر کے پیے انشاء اللہ وہ مرض دور ہو جائے گا۔

۲ بیس (۲۰) دن تک روزہ رکھ کر افطار کے وقت ستاون (۵۷) بار اس اسم کا پڑھنا موذی امراض کے لیے مفید ہے۔

۳ جس کو اپنے ساتھیوں میں عزت وحرمت نہ ہو، وہ ہر صبح کو ننانوے (۹۹) بار یہ اسم پڑھ کر اپنے اوپر پھونکے، انشاء اللہ عزت وحرمت حاصل ہوگی۔

۴ جو گرمیوں میں اس اسم کو پڑھے گا تشنگی سے مامون رہے گا۔

۵ جو اس اسم پر مداومت کرے گا، بزرگ ہوگا۔

اَلْبَاعِثُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۰﴾ اَلْبَاعِثُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(مردوں کو زندہ کرنے والا)

خواص چار ہیں:

۱ جو کوئی روزانہ سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿يَا بَاعِثُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کا دل علم وحکمت سے زندہ ہو جائے گا۔

۲ جو اس اسم کو سو بار (۱۰۰) روزانہ پڑھنے کا معمول بنائے گا اس سے انشاء اللہ نیکیاں سرزد ہوں گی اور برائیوں سے بچا رہے گا۔

۳ جو اس کا بکثرت ورد رکھے گا خوف الٰہی اس پر غالب رہے گا۔

اَلشَّهِيْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۱﴾ اَلشَّهِيْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(حاضر وناظر، حاضر وباخبر جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو)

خواص تین ہیں:

① جس شخص کی بیوی یا اولاد نافرمان ہو وہ صبح کے وقت اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اکیس (۲۱) مرتبہ ﴿یَاشَهِيْدُ﴾ پڑھ کر دم کرے، انشاء اللہ فرمانبردار ہو جائے گی۔ بعض علماء کے نزدیک اکیس (۲۱) کے بجائے اکتیس (۳۱) بار پڑھنا مفید ہے۔

② جو اس اسم کو پابندی سے پڑھے گا اسے انشاء اللہ گناہوں سے پرہیزگاری نصیب ہوگی۔

③ اہل مراقبہ اور شہادت کے متمنی حضرات کے لیے یہ اسم بہت مناسب اور مفید ہے۔

اَلْحَقُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۲﴾ اَلْحَقُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ثابت وبرحق)

خواص پانچ ہیں:

① جو روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس کا ورد کرے اس کے اخلاق اچھے ہو جائیں گے اور اس کی طبیعت کی اصلاح ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

② جو روزانہ سو (۱۰۰) بار ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے فقر سے غنا عطا فرمائیں گے اور انشاء اللہ اس کے معاملات آسان ہو جائیں گے۔

③ جو کوئی اس اسم کو بکثرت پڑھے گا مخلوق میں عزیز ہو جائے گا۔

④ اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو ایک پاک چوکور کاغذ لے کر کونے پر اس اسم کو لکھے اور آدھی رات کو ہتھیلی پر کاغذ رکھ کر آسمان کے نیچے کھڑا ہو جائے اور یہ اسم ایک سو ننانوے (۱۹۹) بار پڑھے، انشاء اللہ گمشدہ چیز مل جائے گی۔

⑤ اگر قیدی آدھی رات کو سر ننگا کر کے ایک سو آٹھ (۱۰۸) بار یہ اسم پڑھے تو انشاء اللہ قید سے خلاصی نصیب ہوگی۔

اَلْوَكِيْلُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۳﴾ اَلْوَكِيْلُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا کارساز)

خواص سات ہیں:

① جو کوئی کسی بھی آسمانی آفت کے خوف کے وقت ﴿یَاوَكِيْلُ﴾ کا ورد کرے گا اور اس اسم کو اپنا وکیل بنالے گا وہ انشاء اللہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

۲ جوکوئی ہر روز عصر کے وقت سات (۷) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، وہ اللہ کی پناہ میں رہے گا۔
۳ جو بُرے کاموں سے نہ بچ سکے دس (۱۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے اور لکھ کر اس کا پانی پئے انشاءاللہ بُرے کام سے نجات ملے گی۔
۴ جو اسے بہت پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کا ذمہ دار ہوگا، اور اس کو اس کی خواہشوں کے حوالے نہیں فرمائے گا۔
۵ جوکوئی اس اسم کو ایک سو چھیانوے (۱۹۶) بار ہر روز پڑھ لے ظالم کے ظلم سے انشاءاللہ بچا رہے گا اور کسی سے نہیں ڈرے گا۔
۶ یہ اسم ''اسمِ اعظم'' کے مطابق ہے۔
۷ ہر حاجت کے لیے اس کی کثرت مفید ہے۔

اَلْقَوِیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۴﴾ اَلْقَوِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑی طاقت وقوت والا)

خواص چھ ہیں:

۱ اگر اسے کم ہمت پڑھے باہمت ہو جائے، اگر کمزور پڑھے زور آور ہو، اگر مظلوم اپنے ظالم کو مغلوب کرنے کے لیے پڑھے تو انشاء اللہ مغلوب ہو جائے گا۔
۲ ظالم کی ہلاکت یا اس کے شر سے حفاظت کے لیے اس اسم کو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھنا بہت مفید ہے۔
۳ جس کا رزق تنگ ہو وہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اور اس کے ساتھ اس آیت کا ورد کرے ﴿اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ﴾ انشاءاللہ اس کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ ہوگا اور خیر کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا جائے گا۔
۴ جو اس اسم کو بکثرت سے پڑھے گا انشاءاللہ صاحب قوت ہوگا اور جلد بڑے منصب تک پہنچے گا۔
۵ جس کا دشمن طاقتور ہو اور یہ اس کو دفع کرنے سے عاجز ہو تو تھوڑا سا خمیری آٹا لے کر اس کی ایک ہزار ایک سو (۱۱۰۰) چنے کے برابر یا اس سے بھی چھوٹی گولیاں بنالے پھر ہر ایک گولی پر ﴿یَاقَوِیُّ﴾ پڑھ کر دشمن کے دفع کی نیت سے مرغ کے آگے ڈالے یہاں تک کہ سب اسی طرح ختم کردے اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو انشاءاللہ مغلوب و مقہور کردے گا۔ بے محل اور ناحق یہ عمل نہ کرے ورنہ اپنا نقصان ہوگا۔
۶ اگر جمعہ کی دوسری ساعت میں یہ اسم بہت پڑھے گا تو نسیان جاتا رہے گا۔

اَلْمَتِیْنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۵﴾ اَلْمَتِیْنُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(قوت واقتدار والا)

خواص پانچ ہیں:

۱ جس عورت کا دودھ کم ہو یا نہ ہو اس کو ﴿اَلْمَتِیْنُ﴾ کاغذ پر لکھ کر دھو کر پلائیں انشاءاللہ خوب دودھ ہوگا۔

② جس بچے کا دودھ چھڑایا گیا ہو اور وہ صبر نہ کرتا ہو اسے بھی یہ اسم مبارک دس (۱۰) بار لکھ کر پلایا جائے انشاء اللہ صبر کرے گا۔
③ جو کوئی ملکی منصب چاہتا ہو وہ اتوار کے دن اوّل ساعت میں اسی نیت سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ وہ منصب پالے گا۔
④ جو اس کا بکثرت ورد کرے گا، اس کی مشکل آسان ہو جائے گی اور انشاء اللہ حاجات پوری ہوں گی۔
⑤ جو کوئی فاسق و فاجر لڑکے یا لڑکی پر دس (۱۰) بار ﴿اَلْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ﴾ پڑھے گا تو اس کی اصلاح ہو جائے گی اور انشاء اللہ وہ غلطی سے باز رہے گا۔

اَلْوَلِیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۶﴾ اَلْوَلِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(مددگار اور حمایتی)

خواص چار ہیں:

① جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا محبوب ہو جائے گا اور اسے ولایت عظمیٰ کا مقام نصیب ہوگا، اور اس پر اشیاء کے حقائق کھول دیئے جائیں گے۔
② جس کو کوئی مشکل پیش آئے وہ شب جمعہ میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ مشکل دور ہو جائے گی اور وہ اولیاء اللہ میں شامل کیا جائے گا۔
③ اگر بیوی کے پاس جانے کے وقت اس اسم کو پڑھے گا تو دونوں ایک دوسرے کے لیے کارآمد بن جائیں گے۔
④ جو شخص اپنی بیوی کی عادتوں اور خصلتوں سے خوش نہ ہو وہ جب اس کے سامنے جائے اس اسم کو پڑھا کرے، انشاء اللہ نیک خصلت ہو جائے گی۔

اَلْحَمِیْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۷﴾ اَلْحَمِیْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(قابل تعریف، تمام خوبیوں کا مالک)

خواص آٹھ ہیں:

① جو شخص پینتالیس دن تک متواتر ترانوے (۹۳) مرتبہ تنہائی میں ﴿یَا حَمِیْدُ﴾ پڑھا کرے گا، اس کی تمام بری خصلتیں اور عادتیں انشاء اللہ دور ہو جائیں گی۔
② جو کوئی اس اسم مبارک کو بہت پڑھے گا پسندیدہ افعال ہوگا۔
③ جو فحش اور بری باتیں کرنے کا عادی ہو اور اس سے نہ بچ سکے، وہ پیالہ پر ﴿اَلْحَمِیْدُ﴾ لکھے، پھر نوے (۹۰) بار پڑھ کر دم کرے اور ہمیشہ اس پیالہ میں پانی پیا کرے، انشاء اللہ فحش گوئی سے امان پائے گا۔

④ اگر کوئی گونگا اس اسم کو گھول کر پئے، زبان سے صاف باتیں کرے۔
⑤ جو فجر کے بعد ننانوے (۹۹) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے چہرے پر پھیر لیا کرے، اللہ تعالیٰ اسے عزت، نصرت اور انشاء اللہ چہرے کا نور عطا فرمائے گا۔
⑥ جو اس اسم کو فرض نماز کے بعد سو (۱۰۰) بار پڑھنے کا معمول بنالے انشاء اللہ صالحین میں سے ہو جائے گا۔
⑦ جو اس اسم کو فجر اور مغرب کے بعد چھیاسٹھ (۶۶) بار پڑھنے کا معمول بنالے اسے انشاء اللہ اقوال وافعال حمیدہ حاصل ہوں گے۔
⑧ سورۂ فاتحہ کے بعد یہ اسم لکھ کر کسی مریض کو پلانے سے انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

اَلْمُحْصِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۸﴾ اَلْمُحْصِیْ جَلَّ جَلَالُهٗ

(شمار کرنے والا، احاطہ کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو شب جمعہ میں ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے حساب وکتاب سے نجات عطاء فرمادے گا۔
② جو روٹی کے دس ٹکڑے لے کر ہر ٹکڑے پر بیس (۲۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر کھائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے مخلوق کو مسخر فرمادیں گے۔
③ جو اس کا بکثرت ذکر کرے گا اسے مراقبہ نصیب ہوگا، اور اگر اسے اللہ تعالیٰ کے نام ﴿اَلْمُحِیْطُ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھ لیا جائے تو اسے بے شمار علوم عطا کیے جائیں گے۔
④ جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھا کرے، انشاء اللہ گناہ سے بچا رہے۔
⑤ جو کوئی دس (۱۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت اور پناہ میں رہے۔

اَلْمُبْدِئُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۵۹﴾ اَلْمُبْدِئُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(پہلی بار پیدا کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① اگر کوئی اس اسم کا ورد رکھے تو اس کی زبان سے صحیح اور درست بات جاری ہوگی۔
② جس کی بیوی کو حمل ہو اور اسقاطِ حمل سے ڈرتا ہو وہ سحر کے وقت نوے (۹۰) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر شہادت کی انگلی بیوی کے پیٹ کے گرد یا شکم پر پھیر دے حمل انشاء اللہ ساقط نہ ہوگا۔
③ جو کئی اس اسم کو بہت پڑھے افعال نیک اس سے سرزد ہوں، گناہوں سے بچا رہے۔
④ جس شخص کا مال چوری ہو گیا ہو وہ اس کو پڑھے، انشاء اللہ مال مل جائے گا۔
⑤ جو کوئی اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا، حق تعالیٰ شانہ اسے تمام بلیات سے نجات دے گا۔

اَلْمُعِیْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۰﴾ اَلْمُعِیْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(دوبارہ زندہ کرنے والا)

خواص تین ہیں:

① گمشدہ شخص کو واپس بلانے کے لیے جب گھر کے تمام آدمی سو جائیں تو گھر کے چاروں کونوں میں ستر ستر مرتبہ ﴿یَا مُعِیْدُ﴾ پڑھے، انشاء اللہ گم شدہ سات روز میں واپس آ جائے گا یا پتہ چل جائے گا۔

② جو کوئی کسی معاملہ میں متحیر ہو وہ ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے، خلجان دور ہو جائے گا اور انشاء اللہ درست سمت کی طرف رہنمائی ہوگی۔

③ اگر کوئی بات یا چیز بھول گیا ہو تو ﴿یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ﴾ کا ورد کرنے سے انشاء اللہ یاد آ جائے گی۔ نیز اس کے پڑھنے سے مخفی امور کی طرف بھی رہنمائی ہوتی ہے۔

اَلْمُحْیِی کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۱﴾ اَلْمُحْیِی جَلَّ جَلَالُہٗ

(زندگی دینے والا)

خواص آٹھ ہیں:

① جو اس اسم کو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھنے کا معمول بنائے گا، انشاء اللہ اس کا دل زندہ ہو جائے گا اور بدن میں تقویت پیدا ہوگی۔

② جو شخص بیمار ہو وہ بکثرت ﴿اَلْمُحْیِی﴾ کا ورد رکھے، یا کسی دوسرے پر یہ اسم مبارک بکثرت پڑھ کر دم کر دے، انشاء اللہ بدن صحت یاب ہو جائے گا۔

③ جو شخص نواسی (۸۹) بار ﴿اَلْمُحْیِی﴾ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرے گا وہ ہر طرح کی قید و بند سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

④ جو کوئی درد یا کسی عضو کے ضائع ہونے سے خائف ہو وہ ﴿اَلْمُحْیِی﴾ سات (۷) بار پڑھے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

⑤ جو ہفت اندام کے درد کو دور کرنے کے لیے ساتھ (۷) روز تک سات بار پڑھ کر دم کرے گا تندرست ہو جائے گا۔

⑥ جس کو کسی سے جدائی کا اندیشہ ہو یا قید کا خوف ہو اس اسم مبارک بکثرت پڑھے۔

⑦ جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا انشاء اللہ اس کا دل منور ہو جائے گا۔

⑧ جو کسی کے قہر سے ڈرتا ہو روٹی کے ایک ٹکڑے پر اٹھاون (۵۸) بار یہ اسم پڑھ کر کھالے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

اَلْمُمِیْتُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۲﴾ اَلْمُمِیْتُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(موت دینے والا)

خواص چار ہیں:

① جو کوئی یہ اسم اس قدر پڑھے کہ اس پر حال طاری ہو جائے پھر وہ ظالموں فاسقوں میں سے کسی کی ہلاکت کی دعاء کرے تو اسی وقت ہلاک ہو جائے گا۔
② جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا اس کا نفس ان شاء اللہ مغلوب ہو جائے گا۔
③ جس کو اسراف کی عادت ہو یا اس کا نفس عبادت پر آمادہ نہ ہوتا ہو وہ اس اسم کو بکثرت پڑھے، اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت سینہ پر ہاتھ رکھ کر ﴿اَلْمُمِیْتُ﴾ پڑھتے پڑھتے سو جائے تو ان شاء اللہ اس کا نفس مطیع ہو گا۔
④ جو اس اسم کو سات (۷) بار پڑھ کر دم کرے گا، ان شاء اللہ اس پر جادو اثر نہ کرے گا۔

اَلْحَیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۳﴾ اَلْحَیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہمیشہ زندہ رہنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو کوئی روزانہ تین بار ﴿اَلْحَیُّ﴾ کا ورد رکھے گا، وہ ان شاء اللہ کبھی بیمار نہ ہو گا۔
② اگر کوئی اس اسم کو چینی کے برتن پر مشک اور گلاب سے لکھ کر شیریں (میٹھے) پانی سے دھو کر پئے یا کسی دوسرے بیمار کو پلائے تو ان شاء اللہ شفائے کامل نصیب ہو گی۔
③ جو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک کسی بیمار پر پڑھے گا اس کی عمر ان شاء اللہ دراز ہو گی اور قوت روحانیہ اس میں زیادہ ہو گی۔
④ کسی سخت حاجت کے وقت اگر کوئی اپنے نام کے اعداد کے موافق مع اوّل و آخر درود شریف ایک وقت مقرر کر کے ﴿یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ﴾ پڑھا کرے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔
⑤ اگر کوئی اس اسم کو ایک سو بیس (۱۲۰) دفعہ کاغذ پر لکھ کر دروازہ پر لٹکا دے تو اس گھر میں جتنے لوگ رہتے ہوں گے وہ ان شاء اللہ بُرے امراض سے محفوظ رہیں گے۔

اَلْقَیُّوْمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۴﴾ اَلْقَیُّوْمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کو قائم رکھنے والا اور تھامنے والا)

خواص نو ہیں:

① جو اس اسم کو ہر روز تنہائی میں ستر (۷۰) بار پڑھے گا، ان شاء اللہ کند ذہنی سے نجات پائے گا اور اس کا حافظہ قوی اور دل منور ہو جائے گا۔

۲۔ جس آدمی کو نیند نہ آتی ہو وہ یہ دو آیتیں پڑھے: ﴿وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ﴾ (سورۂ کہف: آیت ۱۸) ﴿فَضَرَبْنَا عَلٰى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ﴾ (سورۂ کہف: آیت ۱۱) انشاء اللہ نیند آ جائے گی۔ یہ عمل دوسرے پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور جو زیادہ سونے کا عادی ہو اس کے سر پر ﴿الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ پڑھ کر دم کیا جائے انشاء اللہ اس کی نیند بھاگ جائے گی۔

۳۔ اگر کوئی چاہے کہ اس کا دل زندہ ہو جائے اور کبھی نہ مرے تو وہ ہر دن چالیس (۴۰) بار یہ پڑھا کرے۔ ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ﴾

۴۔ جاننا چاہیے کہ ﴿اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ دونوں عظیم نام ہیں اور حضوری کیفیت رکھنے والے لوگوں کا ذکر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ وہ یہ دعا صبح وشام پڑھا کریں: ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ﴾

۵۔ جو شخص بکثرت ﴿اَلْقَيُّوْمُ﴾ کا ورد رکھے گا انشاء اللہ لوگوں میں اس کی عزت زیادہ ہوگی۔

۶۔ جو تنہائی میں بیٹھ کر اس کا ورد کرے گا، انشاء اللہ خوش حال ہو جائے گا۔

۷۔ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ﴾ کا ورد کرے گا، انشاء اللہ اس کی سستی و کاہلی دور ہو جائے گی۔

۸۔ سحر کے وقت جو کوئی بلند آواز سے اس کو پڑھے گا اس کا تصرف دلوں میں ظاہر ہوگا یعنی لوگ اسے دوست رکھیں گے۔

۹۔ جو اکتالیس (۴۱) بار روز یہ دعا مانگے گا انشاء اللہ اس کا مردہ دل زندہ ہو جائے گا:

(يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اَنْ تُحْيِيَ قَلْبِيْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ اَبَدًا)

اَلْوَاجِدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۵﴾ اَلْوَاجِدُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(وہ جس کے پاس ہر چیز ہے، وہ غنی ذات جو کبھی مفلس محتاج نہ ہو)

خواص چھ ہیں:

۱۔ جو شخص کھانا کھاتے وقت ﴿يَا وَاجِدُ﴾ کا ورد رکھے، غذا اس کے قلب کی طاقت وقوت اور نورانیت کا باعث ہوگی۔ انشاء اللہ۔

۲۔ جو تنہائی میں بکثرت اس اسم کو پڑھے گا مالدار ہوگا۔

۳۔ جو کوئی کھانا کھانے کے وقت ہر نوالے کے ساتھ اس کو پڑھے گا، وہ کھانا انشاء اللہ پیٹ میں نور ہوگا اور بیماری دور ہوگی۔

۴۔ جو اس اسم کو بہت پڑھے گا، اس کا دل انشاء اللہ غنی ہوگا۔

۵۔ جو اس اسم کو پڑھے گا، انشاء اللہ ظالم کے ظلم سے بچا رہے گا۔

۶۔ جو اسے اس قدر پڑھے گا کہ اس پر حال طاری ہو جائے اور اپنے باطن میں ایسی معرفت پائے گا جس کا اس نے پہلے مشاہدہ نہیں کیا ہوگا۔

اَلْمَاجِدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۶﴾ اَلْمَاجِدُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(بزرگی اور بڑائی والا)

خواص چار ہیں:

۱۔ جو تنہائی میں یہ اسم اس قدر پڑھے کہ بے خود ہو جائے تو انشاء اللہ اس کے قلب پر انوار الٰہیہ ظاہر ہونے لگیں گے۔

② اگر کوئی اس اسم کو پانی پر دم کر کے مریض کو پلائے تو انشاء اللہ مریض شفاء پائے۔
③ جو اس اسم کو دس (۱۰) بار شربت پر پڑھ کر پی لیا کرے گا وہ انشاء اللہ بیمار نہ ہوگا۔
④ جو اس کو بکثرت پڑھے گا مخلوق کی نگاہ میں عزیز و بزرگ ہوگا۔

اَلْوَاحِدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۷﴾ اَلْوَاحِدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(اپنی ذات و صفات میں یکتا، لاثانی)

خواص تین ہیں:

① جو کوئی روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ پڑھا کرے، اس کے دل سے انشاء اللہ مخلوق کی محبت اور خوف جاتا رہے گا۔
② جس شخص کی اولاد نہ ہوتی ہو وہ ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے، انشاء اللہ اس کو اولاد صالح نصیب ہوگی۔
③ جو کوئی تنہائی سے ہراساں ہو وہ باوضو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ اس کے دل سے خوف جاتا رہے گا اور اس کے عجائبات ظاہر ہوں گے۔

اَلْاَحَدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۸﴾ اَلْاَحَدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ایک اکیلا اپنی ذات و صفات میں یکتا)

خواص سات ہیں:

① جو کوئی روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ پڑھا کرے اس کے دل سے انشاء اللہ مخلوق کی محبت اور خوف جاتا رہے گا۔
② جس شخص کی اولاد نہ ہوتی ہو وہ ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے، انشاء اللہ اس کو اولاد صالح نصیب ہوگی۔
③ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ)

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس اسم اعظم کے ذریعہ دعا کی ہے جس کے ذریعے جب مانگا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

④ جو کوئی اس اسم کو پڑھے گا انشاء اللہ ظالم کے ظلم سے بچا رہے گا۔
⑤ جو کوئی اس اسم کو نو (۹) مرتبہ پڑھ کر حاکم کے آگے جائے گا، انشاء اللہ عزت و سرفرازی پائے گا۔
⑥ جو کوئی سانپ کے کاٹے پر ایک سو ایک (۱۰۱) بار ﴿اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ﴾ پڑھ کر دم کرے، انشاء اللہ سانپ کا کاٹا ہوا مریض تندرست ہو جائے گا۔
⑦ جو تنہائی میں اسے ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھے گا انشاء اللہ فرشتہ خصلت ہو جائے گا۔

اَلصَّمَدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۶۹﴾ اَلصَّمَدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہر چیز سے بے نیاز)

خواص پانچ ہیں:

① جو کوئی سحر کے وقت سجدہ میں سر رکھ کر ایک سو پندرہ (۱۱۵) یا ایک سو پچیس (۱۲۵) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا، انشاء اللہ ظاہری و باطنی سچائی نصیب ہوگی، اور کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار نہ ہوگا۔
② جو شخص باوضو اس اسم کا ورد جاری رکھے وہ انشاء اللہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائے گا۔
③ جو کوئی یہ اسم ایک سو چونتیس (۱۳۴) بار پڑھے، آثار صمدانی ظاہر ہوں اور انشاء اللہ کبھی بھوکا نہ رہے۔
④ جو کوئی اس اسم کو بکثرت پڑھے اس کی مشکلیں آسان ہوں۔
⑤ جو اسے ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھا کرے گا، دشمن پر انشاء اللہ فتح پائے گا۔

اَلْقَادِرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۰﴾ اَلْقَادِرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(قدرت والا)

خواص چار ہیں:

① اگر کوئی وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ﴿اَلْقَادِرُ﴾ پڑھے گا تو کسی ظالم کے ہاتھ انشاء اللہ گرفتار نہ ہوگا اور کوئی دشمن اس پر فتح نہ پائے گا۔
② اگر کوئی مشکل پیش آئے تو اکتالیس (۴۱) بار یہ اسم پڑھے، انشاء اللہ وہ کام آسان ہو جائے گا۔
③ جو اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے انشاء اللہ جمیع آفات سے بچا رہے۔
④ جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿اَلْقَادِرُ﴾ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو ذلیل و رسوا فرما دے گا، اگر وہ حق پر ہوگا۔ اور ظاہری طاقت کے علاوہ اسے عبادت کی باطنی طاقت بھی عطا فرمائے گا۔

اَلْمُقْتَدِرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۱﴾ اَلْمُقْتَدِرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پوری قدرت رکھنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو کوئی سو کر اٹھنے کے بعد بکثرت ﴿اَلْمُقْتَدِرُ﴾ کا ورد کرے یا کم از کم بیس (۲۰) مرتبہ پڑھا کرے انشاء اللہ اس کے تمام کام آسان اور درست ہو جائیں گے۔

② جوکوئی اس اسم کو پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کا دشمن مغلوب ہوگا۔
③ جو اس کا روزانہ بیس (۲۰) مرتبہ وِرد رکھے گا، انشاء اللہ رحمت الٰہی میں رہے گا۔
④ جو اس نام کو توجہ کے ساتھ پڑھتا رہے، انشاء اللہ اس کی غفلت دور ہو جائے گی۔
⑤ جو شخص حقیقتاً مظلوم ہو وہ مہینے کی آخری رات میں اندھیرے کمرے میں ننگی زمین پر دو رکعت نماز پڑھے اور اس دوسری رکعت کے آخری سجدے میں ﴿اَلْمُقْتَدِرُ الشَّدِيْدُ الْقَوِيُّ الْقَاهِرُ﴾ پڑھ کر ظالم کے خلاف دعا کرے، انشاء اللہ قبول ہوگی۔

اَلْمُقَدِّمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۲﴾ اَلْمُقَدِّمُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(آگے کرنے والا)

خواص چار ہیں:

① جو شخص جنگ کے وقت ﴿اَلْمُقَدِّمُ﴾ کثرت سے پڑھتا رہے گا، انشاء اللہ اسے پیش قدمی کی قوت عطا فرمائے گا اور دشمنوں سے محفوظ رکھے گا، زخم و رنج نہیں پہنچے گا۔
② جو شخص ہر وقت ﴿يَا مُقَدِّمُ﴾ کا ورد رکھے گا انشاء اللہ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرماں بردار بن جائے گا۔
③ جو کوئی اس اسم کو کثرت سے پڑھے گا وہ دشمن پر انشاء اللہ غالب رہے گا اور اطاعت الٰہی میں اس کا نفس فرمانبردار ہوگا۔
④ جو اس کو نو (۹) دفعہ شیرینی پر پڑھ کر کسی کو کھلائے گا تو انشاء اللہ وہ اس سے محبت کرے گا۔ غلط اور ناجائز مقصد کے لیے یہ عمل کرنا حرام ہے اور سخت نقصان دہ ہے۔

اَلْمُؤَخِّرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۳﴾ اَلْمُؤَخِّرُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(پیچھے رکھنے والا)

خواص سات ہیں:

① جو شخص کثرت سے ﴿اَلْمُؤَخِّرُ﴾ کا ورد رکھے گا اسے انشاء اللہ سچی توبہ نصیب ہوگی۔
② جو شخص روزانہ سو (۱۰۰) مرتبہ اس اسم کو پابندی سے پڑھا کرے، اس کو انشاء اللہ حق تعالیٰ کا ایسا قرب نصیب ہوگا کہ اس کے بغیر چین نہ آئے گا۔
③ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ﴿اَلْمُقَدِّمُ﴾ اور ﴿اَلْمُؤَخِّرُ﴾ کو ایک ساتھ پڑھتا رہے، جب کوئی مشکل پیش آئے اکیس (۲۱) بار اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ مشکل آسان ہو جائے گی۔
④ جو اڑتالیس (۴۸) دن تک روزانہ تین ہزار (۳۰۰۰) بار یہ اسم پڑھ لیا کرے انشاء اللہ جو چاہے گا پائے گا۔
⑤ جو اکتالیس (۴۱) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، اس کا نفس انشاء اللہ مطیع ہوگا۔

⑥ جو ہر روز سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھتا رہے گا انشاء اللہ اس کے سب کام انجام کو پہنچیں گے۔

⑦ حضور اکرم ﷺ سے یہ دعا منقول ہے:

(اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ)

(بخاری شریف)

اَلْاَوَّلُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۴﴾ اَلْاَوَّلُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب سے پہلا)

خواص پانچ ہیں:

① جو مسافر ہو وہ جمعہ کے دن ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ جلد بخیریت وطن واپس پہنچے گا۔

② جس شخص کے لڑکا نہ ہو وہ چالیس (۴۰) مرتبہ روزانہ ﴿اَلْاَوَّلُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ اس کی مراد پوری ہوگی اور سب مشکلیں آسان ہوں گی۔

③ جو چالیس (۴۰) شب جمعہ کو عشاء کی نماز کے بعد ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے اس کی انشاء اللہ تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔

④ جو ہر روز گیارہ (۱۱) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، تمام خلقت انشاء اللہ اس پر مہربانی کرے گی۔

⑤ جو سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، انشاء اللہ اس کی بیوی اس سے محبت کرے گی۔

اَلْاٰخِرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۵﴾ اَلْاٰخِرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب سے پچھلا)

خواص پانچ ہیں:

① جو شخص روزانہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿اَلْاٰخِرُ﴾ پڑھا کرے اس کے دل سے غیر اللہ کی محبت دور ہو جائے گی اور انشاء اللہ ساری عمر کی کوتاہیوں کا کفارہ ہو جائے گا، اور خاتمہ بالخیر ہوگا اور نیک اعمال سرزد ہوں گے۔

② جس کی عمر آخر کو پہنچ گئی ہو اور نیک اعمال نہ رکھتا ہو وہ اس اسم کا ورد کرے، حق تعالیٰ اس کی عاقبت انشاء اللہ بہتر کرے گا۔

③ جو کوئی کسی جگہ جائے اور اس اسم کو پڑھ لے وہاں عزت اور توقیر پائے گا۔

④ جو اس اسم کو دفع دشمن کے لیے پڑھے گا انشاء اللہ کامیاب ہوگا۔

⑤ جو عشاء کے بعد ایک سو (۱۰۰) مرتبہ یہ اسم پڑھنے کا معمول بنائے اس کی آخری عمر انشاء اللہ پہلی عمر سے بہتر ہوگی۔

اَلظَّاہِرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۶﴾ اَلظَّاہِرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نمایاں، واضح)

خواص چھ ہیں:

① جو شخص نماز اشراق کے بعد پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ ﴿اَلظَّاہِرُ﴾ کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں میں روشنی اور دل میں نور عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ۔

② اگر بارش وغیرہ کا خوف ہو تو یہ اسم مبارک بکثرت پڑھے، انشاء اللہ امان پائے گا۔

③ اگر کوئی گھر کی دیوار پر یہ اسم مبارک لکھے، انشاء اللہ دیوار سلامت رہے۔

④ جو کوئی سرمہ پر گیارہ (۱۱) بار یہ اسم مبارک پڑھ کر آنکھوں میں لگائے لوگ اس پر مہربانی کریں۔

⑤ جو جمعہ کے دن پانچ سو (۵۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا اس کا باطن پرنور ہوگا اور انشاء اللہ دشمن مغلوب ہوگا۔

⑥ یہ ارباب مکاشفات کا ذکر ہے۔

اَلْبَاطِنُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۷﴾ اَلْبَاطِنُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(پوشیدہ، پنہاں)

خواص آٹھ ہیں:

① جو شخص روزانہ تینتیس (۳۳) بار ﴿یَـا بَـاطِنُ﴾ پڑھا کرے انشاء اللہ اس پر باطنی اسرار ظاہر ہونے لگیں گے اور اس کے قلب میں انس و محبت الٰہی پیدا ہوگی۔

② جو شخص دو رکعت نماز ادا کرے اس کے بعد ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ایک سو پینتالیس (۱۴۵) بار پڑھے انشاء اللہ اس کی تمام حاجتیں پوری ہوں گی۔

③ جو کوئی اس اسم کو اکتالیس (۴۱) بار پڑھے، انشاء اللہ اس کا قلب نورانی ہو جائے گا۔

④ جو اس اسم کو ہر نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار پڑھنے کا معمول بنائے تو اس کو جو دیکھے گا محبت کرے گا۔

⑤ جو کوئی ہر روز اپنے دل میں یا زبان سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بار اس کا ورد عشاء یا فجر یا کسی بھی نماز کے بعد کرے گا صاحب باطن اور واقف اسرار الٰہی ہوگا۔

⑥ جو کسی کو امانت سونپے، یا زمین میں دفن کرے وہ کاغذ پر ﴿اَلْبَاطِنُ﴾ لکھ کر اس کے ساتھ رکھ دے، انشاء اللہ کوئی اس میں خیانت نہ کرے گا۔

⑦ جو ہر روز اسی (۸۰) بار کسی نماز کے بعد اس کو پڑھے گا واقف اسرار الٰہی ہوگا۔ انشاء اللہ۔

⑧ جو ہر روز تین بار ایک گھنٹہ تک اس کو پڑھے اس کو اُنسیت الٰہی نصیب ہوگی۔

اَلْوَالِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۸﴾ اَلْوَالِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(متولی ومتصرف، حاکم وفرمانروا، کارساز ومالک)

خواص سات ہیں:

① جو کوئی اپنا یا کسی اور کا گھر ہر بلا اور بربادی سے بچانا چاہتا ہے تین سو (۳۰۰) بار ﴿اَلْوَالِیْ﴾ پڑھے، ان شاء اللہ وہ گھر محفوظ رہے گا۔

② اگر کسی کو تسخیر کرنے کی نیت سے گیارہ (۱۱) بار پڑھے گا وہ آدمی اس کا مطیع ومنقاد ہوگا۔ ان شاء اللہ

③ بالکل نئے اور کورے آبخورے پر ﴿اَلْوَالِیْ﴾ لکھ کر اور پڑھ کر اس میں پانی بھرے، پھر پانی کو گھر کے در و دیوار پر چھڑکے تو وہ گھر ان شاء اللہ آفات سے محفوظ رہے گا۔

④ جو کوئی اس اسم کو بہت پڑھے، مخلوق میں ان شاء اللہ ذی مرتبہ ہوگا۔

⑤ جو شخص کثرت سے ﴿اَلْوَالِیْ﴾ کا ورد رکھے گا وہ ان شاء اللہ ناگہانی آفتوں سے محفوظ رہے گا۔

⑥ اسے کثرت سے پڑھنا بجلی کی کڑک سے حفاظت کے لیے مفید ہے۔

⑦ اس اسم کا ذکر ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جن کو لوگوں پر بالادستی حاصل ہے۔ مثلاً حاکم، افسر، شیخ وغیرہ۔

اَلْمُتَعَالِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۷۹﴾ اَلْمُتَعَالِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت بلند وبرتر)

خواص سات ہیں:

① جو شخص کثرت سے ﴿اَلْمُتَعَالِیْ﴾ کا ورد رکھے ان شاء اللہ اس کی تمام مشکلات رفع ہوں گی۔

② جو عورت حالتِ حیض میں کثرت سے اس اسم کا ورد رکھے، ان شاء اللہ اس کی تکلیف رفع ہوگی

③ جو بدکردار عورت ایام کی حالت میں اس اسم کو بہت پڑھے گی وہ اپنی بدفعلی سے نجات پائے گی۔

④ جو شخص اتوار کی رات کو غسل کر کے آسمان کی طرف منہ کر کے اس کو تین بار پڑھ کر جو دعا مانگے گا ان شاء اللہ قبول ہوگی۔

⑤ اس کا بکثرت ذکر کرنے سے رفعت (بلندی) حاصل ہوتی ہے۔

⑥ جو حاکم کے پاس جاتے وقت یہ اسم پڑھ لے اسے حجت اور غلبہ نصیب ہوگا۔ ان شاء اللہ

⑦ دشمن کی ہلاکت کے لیے سات دن تک روزانہ ایک ہزار بار پڑھنا مفید ہے۔

اَلْبَرُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۰﴾ اَلْبَرُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نیکوکار، نیک سلوک کرنے والا)

خواص نو ہیں:

① جو کوئی شراب خوری یا زنا کاری جیسے گناہوں میں گرفتار ہو وہ روزانہ سات بار یہ اسم پڑھے، انشاء اللہ اس کا دل گناہوں سے ہٹ جائے گا۔
② جو اس کو آندھی وغیرہ کی آفتوں کے ڈر سے پڑھے انشاء اللہ امن میں رہے گا۔
③ جو شخص حب دنیا میں مبتلا ہو وہ اس اسم کو بکثرت پڑھے، انشاء اللہ دنیا کی محبت اس کے دل سے جاتی رہے گی۔
④ جو کوئی اس اسم مبارک کو ایک سانس میں سات بار اپنے لڑکے پر پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے گا، وہ بچہ انشاء اللہ بلوغ تک تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔
⑤ جو کوئی اس اسم کو پڑھے گا عزیز خلائق ہوگا۔ انشاء اللہ
⑥ یہ اسم خشکی اور سمندر کے مسافر کے لیے امان ہے۔
○ جو اس اسم کو اپنے بچے کے سر پر پندرہ (۱۵) بار پڑھ کر یہ دعا مانگے: ﴿اَللّٰھُمَّ بِبَرَکَۃِ ھٰذَا الْاِسْمِ رَبِّہٖ لَا یَتِیْمًا وَّلَا لَئِیْمًا﴾ تو انشاء اللہ یہ دعا قبول ہوگی اور بچہ نہ یتیم ہوگا اور نہ لئیم۔
⑧ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر سات سو (۷۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے تو انشاء اللہ گناہوں سے توبہ کی توفیق پائے گا۔
⑨ اگر اس کے ساتھ ﴿اَلرَّحِیْمُ﴾ ملا کر ﴿یَا بَرُّ یَا رَحِیْمُ﴾ پڑھا جائے تو یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

اَلتَّوَّابُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۱﴾ اَلتَّوَّابُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(توبہ قبول کرنے والا، توبہ کی توفیق دینے والا)

خواص چھ ہیں:

① جو کوئی نماز چاشت کے بعد تین سو ساٹھ (۳۶۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھا کرے گا، انشاء اللہ اسے سچی توبہ نصیب ہوگی۔
② جو شخص کثرت سے اس اسم کو پڑھا کرے گا، انشاء اللہ اس کے تمام کام آسان ہوں گے اور نفس کی طاعت میں خوشی ہوگی۔
③ اگر کسی ظالم پر دس (۱۰) مرتبہ یہ اسم پڑھ کر دم کیا جائے تو انشاء اللہ اس سے خلاصی نصیب ہوگی۔
④ جو کوئی چاشت کی نماز کے بعد ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ﴾ پڑھے اس کے گناہ انشاء اللہ بخشے جائیں گے۔
⑤ جو اکتالیس (۴۱) دن تک آٹھ سو (۸۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا، انشاء اللہ ظاہر و باطن کی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔
⑥ جو کوئی اس اسم کو لکھے اور بارش کے پانی سے دھو کر شراب کے عادی کو پلائے تو اس کی عادت چھوٹ جائے گی اور وہ انشاء اللہ تائب

ہو جائے گا۔

اَلْمُنْتَقِمُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۲﴾ اَلْمُنْتَقِمُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بدلہ لینے والا)

خواص چار ہیں:

① جو شخص حق پر ہو اور دشمن سے بدلہ لینے کی اس میں قدرت نہ ہو وہ تین جمعہ تک بکثرت ﴿یَا مُنْتَقِمُ﴾ پڑھے، اللہ تعالیٰ دشمن سے خود انشاء اللہ انتقام لے لیں گے۔

② جو کوئی آدمی رات کو یہ اسم مبارک جس نیت سے پڑھے گا وہ کام انشاء اللہ سر انجام ہوگا۔

③ جو کوئی عشاء یا فجر کی نماز کے بعد چالیس (۴۰) دن تک روزانہ ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) بار ﴿یَا قَهَّارُ یَا مُذِلُّ یَا مُنْتَقِمُ﴾ پڑھے گا انشاء اللہ ظالم ہلاک ہوگا۔

④ جو اس اسم کو بکثرت پڑھے گا انشاء اللہ اس کی آنکھ ہرگز نہیں دکھے گی۔

اَلْعَفُوُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۳﴾ اَلْعَفُوُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت معاف کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو شخص کثرت سے ﴿اَلْعَفُوُّ﴾ پڑھے گا، انشاء اللہ اس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اور اچھے اعمال کی توفیق بخشے گا۔

② جو تین ہفتہ تک اس اسم کا ورد رکھے گا، سب دشمن اس کے دوست بن جائیں گے اور لوگوں میں معزز ہوگا۔

③ جو کوئی کسی شخص سے ڈرتا ہو اس اسم مبارک کو بہت پڑھے، انشاء اللہ خوف دور ہوگا۔

④ اگر اس اسم کے ساتھ ﴿اَلْغَفُوْرُ﴾ کو بھی ملا لیا جائے تو یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہوگا۔

⑤ جو اسے ایک سو چھپن (۱۵۶) بار پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اسے خوف سے امن عطا فرمائے گا۔

اَلرَّءُوْفُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۴﴾ اَلرَّءُوْفُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا مہربان، انتہائی شفیق)

خواص تین ہیں:

① جو کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانا چاہے ﴿یَا رَءُوْفُ﴾ دس بار پڑھے وہ ظالم اس کی شفاعت قبول کرے گا۔

③ جو کوئی اسے بکثرت پڑھے گا، ظالم کا دل اس پر مہربان ہوگا اور سب لوگ اس کو دوست رکھیں گے، اور انشاء اللہ اس پر مہربان ہوں گے۔
④ جو شخص دس (۱۰) مرتبہ درود شریف اور دس (۱۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا، انشاء اللہ اس کا غصہ رفع ہو جائے گا، دوسرے غضب ناک شخص پر دم کرے تو اس کا غصہ بھی دور ہو جائے گا۔

مَالِكُ الْمُلْكِ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۵﴾ مَالِكُ الْمُلْكِ جَلَّ جَلَالُهٗ

(سارے جہاں کا مالک)

خواص چار ہیں:

① جو شخص ﴿یَا مَالِكَ الْمُلْكِ﴾ کو ہمیشہ پڑھتا رہے گا، اللہ تعالیٰ اس کو غنی اور لوگوں سے بے نیاز فرما دے گا اور انشاء اللہ وہ کسی کا محتاج نہیں رہے گا۔
② جو بادشاہ کسی ملک کو فتح کرنا چاہتا ہو وہ اس اسم کو بہت پڑھے گا، انشاء اللہ کامیاب ہوگا۔
③ جو ﴿یَا مَالِكَ الْمُلْكِ یَا ذَا الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ بہت پڑھے گا، وہ اگر فقیر ہوگا تو غنی ہو جائے گا۔ مگر یہ اسم کمال جلال رکھتا ہے۔
④ جو بادشاہ اپنی حکومت کا استحکام چاہتا ہو، وہ اس اسم کو بکثرت پڑھے۔

ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۶﴾ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ جَلَّ جَلَالُهٗ

(عظمت وجلال اور انعام واکرام والا)

خواص تین ہیں:

① جو شخص کثرت سے ﴿ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ پڑھتا رہے اللہ تعالیٰ اس کو عزت وعظمت اور مخلوق سے استغناء عطا فرمائیں گے۔
② بعد اس کو اسم اعظم کہتے ہیں۔ جو شخص ﴿ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ بِیَدِكَ الْخَیْرُ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ سو (۱۰۰) بار پڑھ کر پانی پر دم کرے اور وہ پانی بیمار کو پلائے تو انشاء اللہ بیمار شفاء پائے گا۔ اگر دل غمگین ہوگا تو اس عمل سے انشاء اللہ مسرور ہوگا۔
③ جو کوئی روزانہ پابندی سے تین سو تینتیس (۳۳۳) بار ﴿یَا مَالِكَ الْمُلْكِ یَا ذَا الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ﴾ پڑھے گا، دنیا اس کی فرمانبردار رہے گی۔

اَلْمُقْسِطُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۷﴾ اَلْمُقْسِطُ جَلَّ جَلَالُهٗ

(عدل وانصاف کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو کوئی روزانہ اس اسم کو پڑھا کرے، وہ انشاء اللہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔

② اگر کوئی شخص کسی خاص اور جائز مقصد کے لیے سات سو (۷۰۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا تو انشاء اللہ وہ مقصد پورا ہوگا۔
③ جو کسی رنج میں مبتلا ہو وہ ہر روز ستر (۷۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے، انشاء اللہ رنج سے نجات پائے گا۔
④ جو کوئی اس اسم کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا، شیطان کے شر اور وسوسے سے بے خوف ہوگا۔
⑤ اس اسم کی کثرت عبادات میں وسوسوں سے بچنے کا بہترین علاج ہے۔

اَلْجَامِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۸﴾ اَلْجَامِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کو جمع کرنے والا)

خواص چار ہیں:

① جس شخص کے رشتہ دار اور احباب منتشر ہوگئے ہوں وہ چاشت کے وقت غسل کرے اور آسمان کی طرف منہ کر کے دس (۱۰) مرتبہ ﴿یَا جَامِعُ﴾ پڑھے، اور ایک انگلی بند کر لے، اسی طرح ہر دس (۱۰) مرتبہ پر ایک ایک انگلی بند کرتا جائے، جب ساری انگلیاں بند ہو جائیں تو آخر میں دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے، انشاء اللہ جلد سب جمع ہو جائیں گے۔
② اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو ﴿اَللّٰهُمَّ یَا جَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ اِجْمَعْ ضَالَّتِیْ﴾ پڑھا کرے وہ چیز انشاء اللہ مل جائے گی۔
③ جائز محبت کے لیے بھی مذکورہ بالا دعا بے مثال ہے۔
④ اپنے بچھڑے ہوئے اقارب سے ملنے کے لیے اس اسم کا ایک سو چودہ (۱۱۴) بار کھلے آسمان کے نیچے پڑھنا مفید ہے۔

اَلْغَنِیُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۸۹﴾ اَلْغَنِیُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بڑا بے نیاز)

خواص آٹھ ہیں:

① جو شخص ستر (۷۰) بار روزانہ ﴿یَا غَنِیُّ﴾ پڑھا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت عطا فرمائے گا اور انشاء اللہ کسی کا محتاج نہ رہے گا۔
② جو شخص کسی ظاہری یا باطنی مرض یا بلا میں گرفتار ہو وہ اپنے تمام اعضاء اور جسم پر ﴿یَا غَنِیُّ﴾ پڑھ کر دم کیا کرے، انشاء اللہ نجات پائے گا۔ یہ مرض طمع (لالچ) کا بھی علاج ہے۔
③ جو کوئی اس اسم کو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار پڑھا کرے وہ انشاء اللہ مالدار ہو جائے گا اور محتاج نہ ہوگا۔
④ جو اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے گا مفلس نہ ہو۔
⑤ جو کوئی اس کو لکھ کر اپنے مال میں رکھے، انشاء اللہ اس میں برکت ہوگی۔
⑥ جو کوئی اس اسم کا ورد رکھے گا اس کے اعضاء کا درد جاتا رہے گا۔
⑦ جو کوئی جمعرات کے دن ہزار (۱۰۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا انشاء اللہ دولت پائے گا۔

⑧ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد ستر (۷۰) بار پابندی سے یہ دعا مانگا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے غنی فرما دے گا۔
(اَللّٰھُمَّ یَاغَنِیُّ یَا حَمِیْدُ یَا مُبْدِئُ یَا مُعِیْدُ یَا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یَارَحِیْمُ یَاوَدُوْدُ اِکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَبِطَاعَتِکَ عَنْ مَّعْصِیَتِکَ وَبِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ)

اَلْمُغْنِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۰﴾ اَلْمُغْنِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(غنی اور بے نیاز کرنے والا)

خواص گیارہ ہیں:

① جو شخص اوّل اور آخر میں گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ کر گیارہ سو (۱۱۰۰) مرتبہ وظیفہ کی طرح یہ اسم پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ظاہری وباطنی غناعطا فرمائے گا۔ یہ عمل فجر یا عشاء کی نماز کے بعد کرے اور اس کے ساتھ سورۂ مزمل بھی تلاوت کرے۔
② جو کوئی اس اسم کو ایک ہزار دو سو سڑسٹھ (۱۲۶۷) بار ہر روز بلاناغہ پڑھے گا، انشاء اللہ غنی ہو جائے گا۔
③ جو کوئی اسم مبارک کو لکھ کر اپنے پاس رکھے کبھی فقیر نہ ہو۔
④ جو کوئی دس جمعوں تک ہر جمعہ کو ایک ہزار (۱۰۰۰) بار یا دس (۱۰) بار یہ اسم پڑھے گا انشاء اللہ مخلوق سے بے نیاز ہوگا۔
⑤ جو کوئی قربت سے پہلے ستر (۷۰) بار یہ اسم پڑھ لے تو بہت امساک ہوگا۔
⑥ جو بہت مفلس ہو فجر کے وقت فرض وسنت کے درمیان دو سو (۲۰۰) بار اور ظہر، عصر اور مغرب کے بعد دو سو (۲۰۰) بار اور عشاء کے بعد تین سو (۳۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے انشاء اللہ غنی ہوگا۔
⑦ جو کوئی اس اسم مبارک کو گیارہ سو (۱۱۰۰) بار روزانہ پڑھا کرے، اسے صفائی قلب حاصل ہوگی۔
⑧ جو گیارہ سو (۱۱۰۰) مرتبہ ﴿یَا مُغْنِیْ﴾ اور بسم اللہ کے ساتھ گیارہ سو (۱۱۰۰) بار ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾ اور بغیر بسم اللہ کے سو (۱۰۰) بار درود شریف اور دو (۲) دفعہ سورۂ مزمل پڑھے گا اس کی روزی میں خوب وسعت ہوگی۔
⑨ جس جگہ تکلیف ہو یہ اسم پڑھ کر ہاتھوں پر دم کر کے اس جگہ ملنے سے انشاء اللہ تندرست ہو جائے گا۔
⑩ جو شخص روزانہ گیارہ سو اکیس (۱۱۲۱) بار یہ اسم پڑھتا رہے انشاء اللہ کبھی محتاج نہیں ہوگا۔
۱۱۔ اگر کوئی سورۂ والضحیٰ پڑھ کر یہ اسم پڑھے گا پھر کہے گا: ﴿اَللّٰھُمَّ یَسِّرْنِیْ لِلْیُسْرِ الَّذِیْ یَسَّرْتَہٗ لِکَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ﴾ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے غیب سے مددگار بھیجے گا۔

اَلْمَانِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۱﴾ اَلْمَانِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہلاکت وتباہی کو روکنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① اگر بیوی سے جھگڑا یا ناچاقی ہو تو بستر پر لیٹتے وقت بیس (۲۰) مرتبہ یہ اسم پڑھا کرے، انشاء اللہ جھگڑا ختم اور ناچاقی دور ہو جائے گی

اور باہمی اُنس ومحبت پیدا ہو جائے گی۔

② جو کوئی بکثرت اس اسم کا وِرد رکھے گا انشاء اللہ وہ ہر شر سے محفوظ رہے گا۔

③ اگر کسی خاص اور جائز مقصد کے لیے یہ اسم مبارک پڑھے گا تو انشاء اللہ مقصد میں کامیابی ہو گی۔

④ جو کوئی اس اسم کو سو (۱۰۰) بار پڑھے گا انشاء اللہ دو شخصوں کے درمیان لڑائی ختم ہو جائے گی۔

⑤ جو اپنی مراد تک نہ پہنچ سکے وہ اس کو صبح وشام پڑھا کرے، انشاء اللہ مراد حاصل ہو گی۔

اَلضَّارُّ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۲﴾ اَلضَّارُّ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ضرر پہنچانے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو شخص شب جمعہ میں سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿اَلضَّارُّ﴾ پڑھا کرے، وہ انشاء اللہ تمام ظاہری اور باطنی آفتوں سے محفوظ رہے گا، اور قرب خداوندی اسے حاصل ہو گا۔

② جو کوئی اس اسم پاک کو پڑھے اور ظالم کا نام لے، انشاء اللہ اس کو ضرر پہنچے گا اور پڑھنے والا اس کے ظلم سے محفوظ رہے گا۔

③ جس کو ایک حال ومقام میسر ہو سو (۱۰۰) بار شب جمعہ میں اس اسم کو پڑھنے کا معمول بنائے، اللہ تعالیٰ اس کو مقام میں ثابت رکھے گا اور اہل قربت کے مرتبہ تک پہنچا دے گا۔ اس مرتبہ کے آگے ظاہری کمال کی کچھ اصل نہیں۔

④ جس کی عزت کم ہو، ہر شب جمعہ اور ایام بیض میں سو (۱۰۰) بار نماز عشاء کے بعد یہ اسم مبارک پڑھا کرے، انشاء اللہ محترم رہے گا۔

⑤ جو ہر شب جمعہ سو (۱۰۰) بار ﴿اَلضَّارُّ النَّافِعُ﴾ پڑھا کرے گا، انشاء اللہ اپنی قوم میں معزز اور جسمانی طور پر باعافیت رہے گا۔

اَلنَّافِعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۳﴾ اَلنَّافِعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نفع پہنچانے والا)

خواص سات ہیں:

① جو کوئی کشتی وغیرہ سواری میں سوار ہونے کے بعد ﴿یَا نَافِعُ﴾ کثرت سے پڑھتا رہے انشاء اللہ تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔

② جو شخص کسی کام کو شروع کرتے وقت اکتالیس (۴۱) مرتبہ ﴿یَا نَافِعُ﴾ پڑھا کرے، انشاء اللہ وہ کام حسب منشاء ہو گا۔

③ جو شخص بیوی سے جماع کرتے وقت یہ اسم پہلے پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ اولاد صالح نصیب ہو گی۔

④ جو کوئی اس اسم کو پڑھ کر مریض پر دم کرے انشاء اللہ وہ شفاء پائے گا۔

⑤ جو ماہ رجب میں اس کا ورد کرے گا انشاء اللہ اسرار الٰہی سے آگاہ ہو گا۔

⑥ جو چار (۴) روز جہاں تک ہو سکے پڑھے گا، انشاء اللہ کبھی کسی غم میں نہ پھنسے گا۔

۵ جس سفرِ حج میں اسے پڑھا کرے، انشاء اللہ بخیر گھر واپس آئے گا۔

اَلنُّوْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۴﴾ اَلنُّوْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نہایت روشن، روشن کرنے والا)

خواص چار ہیں:

① جو شخص شب جمعہ میں سات (۷) مرتبہ سورۂ نور اور ایک ہزار (۱۰۰۰) بار اس اسم کو پڑھا کرے انشاء اللہ اس کا دل نور الٰہی سے منور ہو جائے گا۔

② جو کوئی اس اسم کو ﴿اَلنَّافِعُ﴾ کے ساتھ ملا کر پڑھے اور مریض پر دم کرے تو انشاء اللہ شفا ہوگی۔

③ جو صبح کے وقت اس کے ذکر کو لازم پکڑے گا اس کا دل روشن ہوگا۔

④ جو کوئی اندھیرے کمرے میں آنکھیں بند کر کے اس اسم کا اس قدر ذکر کرے کہ حال طاری ہو جائے وہ عجیب و غریب انوار کا مشاہدہ کرے گا، اور اس کا دل نور سے بھر جائے گا۔ یہ اسم اہل بصیرت و مکاشفات کے لیے بہت مناسب ہے۔

اَلْھَادِیُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۵﴾ اَلْھَادِیُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہدایت دینے والا)

خواص آٹھ ہیں:

① جو شخص ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف منہ کر کے بکثرت ﴿یَا ھَادِیُ﴾ پڑھے اور آخر میں چہرے پر ہاتھ پھیر لے اس کو انشاء اللہ کامل ہدایت نصیب ہوگی اور اہل معرفت میں شامل ہو جائے گا۔

② جو کوئی گیارہ سو (۱۱۰۰) بار ﴿یَاھَادِیُ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرے وہ انشاء اللہ کسی کا محتاج نہ رہے گا، اور سیدھے راستے کی ہدایت نصیب ہوگی۔

③ جب کسی کو کوئی مشکل پیش آئے وہ دو رکعت نماز پڑھے، اور دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد یہ اسم ایک سانس میں جس قدر ہو سکے پڑھے، جب سانس ٹوٹ جائے تو دعا مانگے گا، انشاء اللہ قبول ہوگی۔

④ جو کوئی سفر پر ہو اور اسے راستہ نہ ملے تو وہ کہے ﴿یَاھَادِیُ اِھْدِنِی﴾ انشاء اللہ راستہ مل جائے گا۔

⑤ اس کے ذکر سے یا لکھ کر پاس رکھنے سے بصیرت اور فہم صحیح پیدا ہوتا ہے۔ اس کا ذکر اہل حکومت کے لیے بھی مناسب ہے۔

⑥ جو فرائض کے بعد چار سو (۴۰۰) بار اس کا ورد کرے گا، اسے مددِ عظیم حاصل ہوگی۔

⑦ اگر بادشاہ اس کا اس قدر ذکر کریں کہ حال طاری ہو جائے تو رعایا ان کی فرمانبردار ہوگی۔

⑧ سالکین کی سیر علوی (عالم بالا کی سیر) کے لیے اس کا ذکر مفید ہے۔

اَلْبَدِیْعُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۶﴾ اَلْبَدِیْعُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(نیا پیدا کرنے والا، بغیر مثال کے پیدا کرنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جس شخص کو کوئی غم یا مصیبت یا کوئی بھی مشکل پیش آئے وہ ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ ﴿یَابَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ پڑھے، انشاء اللہ کشائش (کشادگی) نصیب ہوگی۔

② جو شخص اس اسم کو باوضو پڑھتے ہوئے سو جائے تو جس کام کا ارادہ ہو انشاء اللہ خواب میں نظر آجائے گا۔

③ جو کوئی نماز عشاء کے بعد ﴿یَابَدِیْعُ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَابَدِیْعُ﴾ بارہ سو (۱۲۰۰) مرتبہ بارہ (۱۲) دن پڑھے گا تو جس کام کا یا مقصد کے لیے پڑھے گا وہ انشاء اللہ پورا عمل ختم ہونے سے پہلے حاصل ہو جائے گا۔

④ کسی غم یا اہم حاجت کے لیے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ ﴿یَابَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ پڑھے، انشاء اللہ غم رفع ہوگا اور حاجت پوری ہوگی۔

⑤ جو اس اسم کا بکثرت ورد کرے گا اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم و حکمت عطا کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے ان علوم کو جاری فرمائے گا جن کو وہ پہلے نہ جانتا ہو۔

اَلْبَاقِیْ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۷﴾ اَلْبَاقِیْ جَلَّ جَلَالُہٗ

(ہمیشہ باقی رہنے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جو شخص اس اسم کو ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ جمعہ کی رات میں پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ہر طرح کے ضرر و نقصان سے محفوظ رکھے گا اور انشاء اللہ اس کے تمام نیک اعمال مقبول ہوں گے اور اسے غم سے خلاصی نصیب ہوگی۔

② جو سورج نکلنے سے پہلے سو (۱۰۰) بار روز یہ اسم پڑھے گا، انشاء اللہ مرتے دم تک کچھ دکھ نہ پائے گا اور عاقبت (آخرت) میں بخشا جائے گا۔

③ جو اس اسم کو پابندی سے ہفتہ کے دن کسی وقت دشمن کی مغلوبی کی نیت سے باوضو بعد دو رکعت نفل سو (۱۰۰) بار پڑھے گا انشاء اللہ دشمن اس کے مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔

④ جو اس اسم کو ہر فرض نماز کے بعد ایک سو تیرہ (۱۱۳) بار پڑھنے کا معمول بنائے گا، اسے اس کے منصب سے کوئی معزول نہیں کر سکے گا، خواہ اس کے خلاف جن و انس جمع ہو جائیں۔

⑤ جو ایک سو (۱۰۰) بار ﴿یَابَاقِیْ﴾ پڑھتا رہے گا، انشاء اللہ اس کے اعمال مقبول ہوں گے

اَلْوَارِثُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۸﴾ اَلْوَارِثُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(تمام چیزوں کا حقیقی مالک، وہ ذات جو قائم ودائم ہے اور ہر چیز کے فنا ہونے کے بعد زمین اور اس کی تمام چیزوں کا اصلی مالک ہے)

خواص تین ہیں:

① جو شخص طلوع آفتاب کے وقت سو (۱۰۰) مرتبہ ﴿یَا وَارِثُ﴾ پڑھے گا، انشاء اللہ دنیا وآخرت میں ہر رنج وغم اور سختی سے محفوظ رہے گا، اور خاتمہ بالخیر ہوگا۔ یہ خفیہ رازوں میں سے ہے۔

② جو کوئی مغرب وعشاء کے درمیان ایک ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ یہ اسم مبارک پڑھے ہر طرح کی حیرانی وپریشانی سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

③ جو کوئی اس اسم کو کثرت سے پڑھتا رہے گا اس کے مال میں برکت ہوگی، اس کے سب کام برآئیں گے اور وہ امن میں رہے گا اور انشاء اللہ اس کی عمر دراز ہوگی۔

اَلرَّشِیْدُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۹۹﴾ اَلرَّشِیْدُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(سب کا راہ نما، سب کو راہِ راست دکھانے والا)

خواص پانچ ہیں:

① جس کو اپنے کسی کام پر مقصد کی تدبیر سمجھ میں نہ آئے، وہ مغرب وعشاء کے درمیان ایک ہزار (۱۰۰۰) بار ﴿یَا رَشِیْدُ﴾ پڑھے، انشاء اللہ خواب میں تدبیر نظر آئے گی، یا دل میں اس کا القاء ہو جائے گا۔

② اگر روزانہ اس اسم کا وِرد رکھے تو انشاء اللہ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی اور کاروبار میں خوب ترقی ہوگی۔

③ جو اس اسم مبارک کو مباشرت سے پہلے پڑھے انشاء اللہ فرزند صالح وپرہیزگار پیدا ہوگا۔

④ درست فیصلے کی طرف رہنمائی کے لیے اس اسم کو عشاء کے بعد ایک سو (۱۰۰) بار پڑھنا مفید ہے۔

⑤ جو عشاء کے بعد سو (۱۰۰) بار یہ اسم مبارک پڑھے گا انشاء اللہ اس کا عمل قبول ہوگا۔

اَلصَّبُوْرُ کے معنی اور اس کے خواص

﴿۱۰۰﴾ اَلصَّبُوْرُ جَلَّ جَلَالُہٗ

(بہت برداشت کرنے والا، بڑا بردبار)

خواص سات ہیں:

① جو شخص طلوع آفتاب سے پہلے سو (۱۰۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے وہ انشاء اللہ ہر مصیبت سے محفوظ رہے گا، اور دشمنوں، حاسدوں کی زبانیں بند رہیں گی۔

② جوکوئی کسی بھی مصیبت میں گرفتار ہو وہ ایک ہزار بیس (۱۰۲۰) مرتبہ اس اسم کو پڑھے گا، انشاء اللہ اس سے نجات پائے گا اور اطمینان قلب نصیب ہوگا۔

③ جوکوئی اس اسم کو بہت پڑھے اس کا رنج دور ہو اور سرور حاصل ہو۔

④ تمام حاجات کے لیے اس کو دوسو اٹھانوے (۲۹۸) بار ہر روز پڑھے۔

⑤ جس کو درد، رنج یا مصیبت پیش آئے تینتیس (۳۳) بار اس اسم کو پڑھے، انشاء اللہ اس کی پریشانی دور ہوگی۔

⑥ جو آدمی رات میں یا دوپہر کو اس اسم کو پڑھنے کی مداومت کرے گا اس کو دشمنوں کی زبان بندی، خوشنودی اور بادشاہ کی رضامندی حاصل ہوگی۔ یہ اسم دلوں کے غضب اور رنج وغم دور کرنے کی خاصیت رکھتا ہے۔

⑦ یہ اسم مبارک اہل مجاہدہ کا ورد ہے کہ اس کے ذریعے انہیں ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔

......کر خاتمہ سب کا ایمان پر

خدا ہم ترے در پر آئے ہوئے زمانے کے ہیں ہم ستائے ہوئے
تجھی سے ہیں بس لو لگائے ہوئے کرم ہم پہ کردے تو رب کریم
کَرِیْمٌ، کَرِیْمٌ، کَرِیْمٌ، کَرِیْمٌ

پڑھیں علم دیں ہم بڑے شوق سے کریں محنتیں ہم بڑے ذوق سے
رہیں بچتے ہم جہل کے طوق سے ہمیں دولتِ علم دے اے علیم
عَلِیْمٌ، عَلِیْمٌ، عَلِیْمٌ، عَلِیْمٌ

کریں عمر بھر ہم اطاعت تری رہے دل پر قائم جلالت تری
ہمہ وقت بس عنایت تری حفاظت میں رکھ اپنی ہم کو حفیظ
حَفِیْظٌ، حَفِیْظٌ، حَفِیْظٌ، حَفِیْظٌ

خطا کار ہیں ہم گنہ گار بھی سیہ کار ہیں اور بدکار ہیں
معافی کے ہیں ہم طالب گار بھی تو کر رحم ہم پر کہ ہے تو رحیم
رَحِیْمٌ، رَحِیْمٌ، رَحِیْمٌ، رَحِیْمٌ

خطاؤں، گناہوں سے کر درگزر معاصی سے ہم کو بچا عمر بھر
بھٹکتے رہیں اب نہ ہم در بدر تجھے سب یہ حاصل ہے قدرت قدیر
قَدِیْرٌ، قَدِیْرٌ، قَدِیْرٌ، قَدِیْرٌ

رہیں ہم عمل پیرا قرآن پر مریں آپ کے حکم و فرمان پر
تو کر خاتمہ سب کا ایمان پر معاصی ہیں وارث کے بے حد غفور
غَفُوْرٌ، غَفُوْرٌ، غَفُوْرٌ، غَفُوْرٌ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو گی سب کو ضرورت

بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر

کالی کملی اوڑھنے والا خلق خدا میں سب سے اعلیٰ
دونوں جہاں میں جس سے اُجالا ماہِ درخشاں ، مہر منور

بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر

رب کا دلارا ، جگ کا پیارا دل کا ٹکڑا ، آنکھ کا تارا
ارض و سما اور عالم سارا سب ہیں اس سے اسفل وکمتر

بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر

سوتی بستی جس نے جگا دی ڈوبتی کشتی ، پار لگا دی
پسماندوں کی شان بڑھا دی گمراہوں کا ہادی و رہبر

بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر

ظلم و تشدد سہنے والا کچھ نہ زباں سے کہنے والا
بلکہ دعائیں دینے والا رحم و کرم کا یکتا پیکر

بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر

مہر رسالت ، ماہِ نبوت روز قیامت وقت صعوبت
آپ کی ہوگی سب کو ضرورت شافعِ وارث ساقی کوثر

بعد خدا ہے سب سے برتر
شافعِ محشر، شافعِ محشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تصحیح و اضافہ شدہ
بکھرے موتی
حصہ چہارم
حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
انتخاب و ترتیب
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی
مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاجزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح وعرثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لعل شار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

..........ملنے کے پتے..........

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور

شمع بک ایجنسی اُردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

ملت پبلی کیشنز اسلام آباد

مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی

احمد بک کارپوریشن راولپنڈی

دار المطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی

کتابستان شاہی بازار بہاول پور

اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی

مکتبہ دار القرآن اُردو بازار کراچی

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

دار اخلاص محلہ جنگی، پشاور

ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ قاسمیہ ملتان

مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی

کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف دار العلوم کراچی

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

مکتبہ امدادیہ ملتان

مکتبہ حقانیہ ملتان

مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (چہارم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

﴿۱﴾ آپ کے گھر میں رحمتوں اور برکتوں کی بارش

اگر آپ رحمتوں اور برکتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل باتوں کا اہتمام کریں:

① گھر کے تمام مرد و خواتین اپنے جسم ولباس کی پاکی اور طہارت کا خوب اہتمام رکھیں، اس اہتمام کے ساتھ رات کو سوتے وقت وضو کا معمول بھی بنالیا جائے تو بلاشبہ نفع ہی نفع ہوگا۔

② اپنے گھر کو پاک صاف رکھنے کا اہتمام کریں، ناسمجھ اور چھوٹے بچوں کو مقرر جگہ پر حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کا عادی بنایا جائے۔ بچہ اگر غیر مقرر جگہ پر غلاظت کردے تو اس جگہ کو فوراً اچھی طرح پاک صاف کرنا چاہیے۔ بچوں کے جسم اور لباس وغیرہ کی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔

③ گھروں کی سجاوٹ میں جانداروں کی تصاویر سے سخت پرہیز کیا جائے، گانے بجانے اور موسیقی وغیرہ اور تفریح کے لیے ناجائز آلات سے اپنے گھر کو پاک رکھیں کہ ان تمام باتوں سے تمام اہل خانہ رحمت خداوندی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

④ گھر میں قرآن کریم کی تلاوت ذکر و اذکار اور دین کی باتوں کا بطور خاص اہتمام کیا جائے۔ قرآن کریم کی تلاوت سے گھر سے بلائیں، نحوستیں، بیماری اور پریشانیاں دور بھاگتی ہیں اور گھر میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور سکون واطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے، جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے از روئے حدیث ایسا گھر آسمانوں میں خصوصی توجہات کا مرکز بن جاتا ہے اور فرشتوں کو ایسے گھر آسمانوں میں اس طرح نمایاں اور چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں جس طرح زمین میں انسانوں کو تارے جگمگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

یہ کس قدر خوش بختی اور سعادت کی بات ہے اور کون صاحب ایمان ایسی خوش بختی اور سعادت سے محروم ہونا چاہے گا؟ لہٰذا ہر گھر کا سربراہ نماز فجر کے بعد خود بھی اور گھر کے دیگر افراد کو بھی تلاوت کا پابند ہونے کی کوشش کرے اور تمام اہل خانہ مل کر گھر میں پاکی اور صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ انشاء اللہ آپ کے گھر میں رحمتوں اور برکتوں کی بارش ہوگی۔

﴿۲﴾ کریم وشریف شوہر بیویوں کے ناز نخرے برداشت کرتے ہیں

بعض لوگ اپنی بیویوں کو ستاتے ہیں، بیوی سے ذرا سی گستاخی ہو جائے تو بیوی کو ڈنڈا لے کر پٹائی کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ تم کو ناز کرنے کا کیا حق ہے؟

لیکن سنئے! سرور عالم ﷺ سے زیادہ کون غیرت مند ہو سکتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! جب تو روٹھ جاتی ہے، ناراض ہوتی ہے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ عرض کیا۔ اے میرے پیارے نبی! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ میں آج کل روٹھی ہوئی ہوں؟ فرمایا کہ جب تو مجھ سے روٹھ جاتی ہے تو قسم اس طرح کھاتی ہے: "وَرَبِّ اِبْرٰهِيْمَ!" (ابرہیم علیہ السلام کے رب کی قسم!) اور جب خوش رہتی ہے تو کہتی ہے: "وَرَبِّ مُحَمَّدٍ! (محمد ﷺ کے رب کی قسم!) اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے دنیا والو! سن لو جو لوگ اپنی بیویوں کو پیٹ پیٹ کر سیدھا کر رہے ہیں وہ کمینے لوگ ہیں۔

تفسیر روح المعانی (ج ۵ ص ۱۴) میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کریم وشریف اور لائق شوہروں پر یہ عورتیں غالب آجاتی ہیں کیونکہ جانتی ہیں کہ یہ ناز اُٹھالے گا۔ اور کمینے شوہر ڈنڈے کے زور سے گالی گلوچ سے ان پر غالب آجاتے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں۔ اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کمینہ اور بداخلاق بن کران پر غالب آجاؤں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت سے اپنے شوہر کے کھانے میں نمک تیز ہوگیا، وہ غریب آدمی تھا، چھ مہینے کے بعد مرغی لایا تھا، چھ مہینہ تک دال کھا کھا کر اس کی زبان مرغی کھانے کے لیے بے چین تھی مگر نمک تیز کردیا لیکن اس نے بیوی کو کچھ نہیں کہا، چپ چاپ کھالیا اور کہا کہ یا اللہ! اگر میری بیٹی سے نمک تیز ہوجاتا تو میں یہ پسند کرتا کہ میرا داماد اس کو معاف کردے، میرے کلیجہ کے ٹکڑے کو کچھ نہ کہے تو یہ میری بیوی بھی کسی کے کلیجے کا ٹکڑا ہے، کسی ماں باپ کی بیٹی ہے اور اے خدا! تیری بندی ہے، بس میں تیری رضا کے لیے اس کو معاف کرتا ہوں۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ میں بیان فرماتے ہیں کہ جب اس کا انتقال ہوگیا تو اسے ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا، پوچھا بھائی تیرا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا: اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے یہ گناہ کیا، میں سمجھا کہ اب دوزخ میں جاؤں گا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ تم کو معاف کرتا ہوں اس نیک عمل پر کہ تم نے میری بندی کی ایک خطا معاف کی تھی اور اس کو ڈنڈا نہیں مارا، اس کو گالی نہیں دی، جس دن میری بندی سے نمک تیز ہوگیا تھا، تو تم نے اس کی خطا کو معاف کردیا تھا، اس کے بدلہ میں آج میں تم کو معاف کرتا ہوں۔ جتنا زیادہ تہجد پڑھنے والے اور زیادہ ذکر کرنے والے ہیں، میرا تجربہ ہے کہ اگر اہل اللہ کی صحبت یافتہ نہ ہوں تو اکثر ان میں غصہ پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر ذکر کا جلال چڑھا ہوا ہے۔ ارے میرے بھائی! تجھ پر تو شیطان کا وبال چڑھا ہوا ہے، ذکر سے تو اللہ کی مخلوق پر اور مہربان ہونا چاہیے، مگر تو اتنا گرم ہوگیا کہ اپنے کو ہر وقت فرشتہ سمجھتا ہے۔ اپنی بیٹی کو کوئی ستاوے تو فوراً عاملوں کے پاس جائیں گے کہ حضور تعویز دے دیں، میری بیٹی کو میرا داماد ستا رہا ہے۔ اور خود اپنی بیویوں کو ڈنڈے لگاتے ہیں اور گالیاں سناتے ہیں۔ مخلوقِ خدا کو جو ستائے گا، ہرگز اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ ایک لاکھ حج وعمرہ کرلے ایک لاکھ ذکر کرلے لیکن جو اللہ کی مخلوق کو ستائے گا، ہرگز وہ مومن کامل نہیں ہوسکتا:

(اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا) (مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۲)

ترجمہ: ''کامل ترین مؤمن وہ ہے جو بہترین اخلاق والا ہے۔''

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خود یہ واقعہ سنایا کہ بڑی پیرانی صاحبہ نے حضرت صاحب سے کہا کہ مولانا ذرا رشتہ داری میں جارہی ہوں، یہ مرغیاں جو ہم نے پالی ہیں آٹھ بجے دن میں ان کو ڈربہ سے نکال دینا اور دانہ پانی دے دینا۔ اب اتنا بڑا مجدد زمانہ حکیم الامت جو ساٹھ خطوط کا روزانہ جواب لکھے اور پندرہ سو کتابیں لکھنے والا اس کو بھلا مرغیاں کہاں یاد رہتیں؟ حضرت بھول گئے، مرغیاں ڈربہ میں بند رہیں۔ اب خطوط کا جواب ندارد، تفسیر بیان القرآن کے لیے قلم اٹھایا، سارے علوم ختم، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ دل میں اندھیرا آگیا، سارے علوم ومعارف غائب ہوگئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سجدہ میں گر کر رونے لگے کہ یا اللہ مجھ سے کیا خطا ہوگئی؟ کیا گناہ ہے کہ جس سے آج تیری نگاہِ کرم میرے دل پر سے ہٹ گئی اور میرے دل سے سارے علوم غائب ہوگئے؟ میں تو آج دل کو بالکل خالی پارہا ہوں۔ آسمان سے زور سے آواز آئی کہ اشرف علی! میری مخلوق، مرغیاں ڈربہ میں بند ہیں، آج وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی ہیں، میری مخلوق کو ستا کر علوم ومعارف کا انتظار کرتے ہو! جاؤ جلدی مرغیوں کو کھولو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کانپ گئے، بھاگے ہوئے گئے، مرغیوں کو کھولا اور دانہ پانی رکھ دیا۔ جب واپس آئے تو دل میں فوراً سارے علوم کا دریا بہنے لگا۔ ایک جانور پر ظلم کا تو یہ عذاب ہے اور ہمارا کیا حال ہے؟

سگا بھائی سگے بھائی کو ستا رہا ہے، شوہر بیوی کو ستا رہا ہے، ماں باپ سے لڑائی، محلہ میں پڑوسیوں کو ستایا جا رہا ہے، ذرا ذرا سی بات پر ڈنڈا چل رہا ہے، کیا حال ہے اس وقت؟

﴿۳﴾ اُمت کیلئے معافی کی دعا کیجئے سارے مسلمانوں کے برابر نیکیاں ملیں گی

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم کبیر میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ کم از کم ایک مرتبہ (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ پڑھے گا اس کو دنیا کے تمام مسلمانوں میں سے ہر ایک کی جانب سے ایک ایک حسنہ اور نیکی ملے گی:

(عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ کُلَّ یَوْمٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اَلْحِقَ بِهٖ مِنْ کُلِّ مُؤْمِنٍ حَسَنَةٌ) (المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/۳۷۰، حدیث ۸۷۷)

ترجمہ: ''حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص روزانہ (یہ دعا) ﴿اے اللہ! میری مغفرت فرما اور تمام مؤمنین اور مؤمنات کی مغفرت فرما﴾ کہا کرے گا اس کو ہر مؤمن کی طرف سے ایک حسنہ اور نیکی کا تحفہ ملے گا۔''

﴿۴﴾ شیطان کے پندرہ دشمن

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔ اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان سے پوچھا کہ اے ملعون! تیرے کتنے دشمن ہیں؟ تو شیطان نے جواب دیا کہ پندرہ قسم کے لوگ میرے دشمن ہیں:

① ''اَوَّلُهُمْ اَنْتَ'' سب سے پہلے دشمن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔
② ''اِمَامٌ عَادِلٌ'' عادل بادشاہ اور عادل حکام۔
③ ''غَنِیٌّ مُتَوَاضِعٌ'' متواضع مالدار۔
④ ''تَاجِرٌ صَادِقٌ'' سچا تاجر۔
⑤ ''عَالِمٌ مُتَخَشِّعٌ'' خشوع کرنے والا عالم۔
⑥ ''مُؤْمِنٌ نَاصِحٌ'' خیر خواہی کرنے والا مومن۔
⑦ ''مُؤْمِنٌ رَحِیْمُ الْقَلْبِ'' رحم دل مومن۔
⑧ ''تَائِبٌ ثَابِتٌ عَلَی التَّوْبَةِ'' توبہ کر کے ثابت قدم رہنے والا۔
⑨ ''مُتَوَرِّعٌ عَنِ الْحَرَامِ'' حرام سے پرہیز کرنے والا۔
⑩ ''مُؤْمِنٌ یُدِیْمُ عَلَی الطَّهَارَةِ'' ہمیشہ طہارت پر رہنے والا مؤمن۔
⑪ ''مُؤْمِنٌ کَثِیْرُ الصَّدَقَةِ'' کثرت سے صدقہ کرنے والا مؤمن۔
⑫ ''مُؤْمِنٌ حَسَنُ الْخُلُقِ مَعَ النَّاسِ'' لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا مؤمن۔
⑬ ''مُؤْمِنٌ یَنْفَعُ النَّاسَ'' لوگوں کو نفع پہنچانے والا مؤمن۔
⑭ ''حَامِلُ الْقُرْاٰنِ یُدِیْمُ عَلٰی تِلَاوَتِهٖ'' قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت کرنے والا عالم وحافظ۔
⑮ ''قَائِمٌ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ'' رات میں ایسے وقت تہجد اور نفل پڑھنے والا جس وقت سب لوگ سو چکے ہوں۔ (تنبیہ الغافلین، ص ۴۷۹)

﴿۵﴾ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت انتقال اپنی اہلیہ سے وصیت کی کہ جب مجھے دفن کر چکو تو میری دونوں بیٹیوں کو فلاں پہاڑ پر لے جانا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنا کہ اے خداوند! فضیل نے مجھے وصیت کی ہے کہ جب تک میں زندہ رہا اپنی لڑکیوں کو اپنی طاقت

کے مطابق اپنے پاس رکھا، اب جب تو نے قبر کے قید خانے میں مجھے قید کر دیا ہے تو میں اپنی لڑکیوں کو تیرے حوالے کرتا ہوں اور تجھے واپس دیتا ہوں۔ بعد تدفین آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے وصیت کے مطابق عمل کیا اور مناجات کر کے اپنی بے بسی پر بہت روئی۔ اس اثناء میں امیر یمن مع اپنے دونوں بیٹوں کے اس جگہ پہنچ گیا اور اس نالہ وزاری کو سنا اور حال پوچھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ نے تمام حالت بیان کی۔ امیر یمن نے سب باتیں سن کر کہا کہ میں ان دونوں لڑکیوں کو اپنے دونوں بیٹیوں سے بیاہ دیتا ہوں۔ چنانچہ ان کو اپنے ہمراہ یمن لے گیا اور بزرگوں کو جمع کر کے دس دس ہزار مہر پر ان کا نکاح کر دیا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے، حق تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔ (مخزن اخلاق صفحہ ۲۵۳)

﴿۶﴾ متکبرین کا انجام

تکبر ایک ایسے مہلک مرض کا نام ہے جو چشم زدن میں اعمال کو رائیگاں کر دیتا ہے۔ تکبر سے انسان تباہی کے دھانے پر پہنچ جاتا ہے۔ تکبر سے دنیا میں بربادی ہوتی ہے، آخرت میں بھی ناکامی مقدر بن جاتی ہے۔ تکبر سے انسانی زندگی میں نفرت اور بیزاری پیدا ہوتی ہے، وہیں اللہ تعالیٰ بھی سخت ناراض ہوتا ہے۔

متکبر اس انسان کو کہتے ہیں جو اپنے گمان میں اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھے چاہے وہ اپنے آپ کو علم وعمل کے اعتبار سے بڑا جانے یا جمال ونسب یا قوت اور مال کی کثرت کی وجہ سے۔ تکبر ایک مہلک مرض ہے، عالم بہت جلد علم کی جہت سے مغرور بنتا ہے اور اپنے جی میں کمال علم سے واقف ہو کر اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو حقیر وجاہل جانتا ہے اور اس بات کا متوقع ہوتا ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ گھمنڈ اور تکبر ہلاکت وتباہی کو دعوت دیتا ہے، تواضع وانکساری مؤمن کی شان اور نجات کا سبب ہے۔ پس جو متکبر ومغرور ہوگا بربادی وہلاکت اس کا مقدر ہوگی اور جو متواضع اور منکسر المزاج ہوگا، دنیا میں بھی کامرانیوں کی منازل سے ہمکنار ہوگا اور آخرت میں بھی کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر حال میں ہمیں متواضع بنائے، تکبر اور گھمنڈ سے دور رکھے۔ آمین!

﴿۷﴾ سمندر میں گمشدہ سوئی دعا کی برکت سے مل گئی

قبیلہ بنو سعد کے غلام حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اعمیٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سمندر کا سفر کر رہے تھے، وہ اپنی کچھ کاپیاں سی رہے تھے، اچانک ان کی سوئی سمندر میں گر گئی اور انہوں نے اسی وقت یوں دعا مانگی اے میرے رب! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو میری سوئی ضرور واپس کر دے۔ چنانچہ اسی وقت وہ سوئی (سطح سمندر پر) ظاہر ہوئی اور حضرت ابو ریحانہ رضی اللہ عنہ نے وہ سوئی پکڑ لی۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۶۷۸)

﴿۸﴾ خواتین اپنے گھر کی زینت بن کر زندگی گزاریں

مکرم ومحترم مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سوال اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، دل میں یہ شوق ہو رہا ہے کہ میں بھی میرے شوہر کی طرح تجارت کروں یا کسی جگہ ملازمت کروں تاکہ گھریلو ضرورتیں پوری ہو سکیں اور شوہر پر بھی غالب رہوں۔ شوہر کی کمائی پر زندگی گزارنا یہ میری سمجھ میں نہیں آتا جب کہ میں پڑھی لکھی ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کو بھی کاروبار کرنے کی اجازت ہونی چاہیے تاکہ مرد کے شانہ بشانہ چل سکیں۔ بیٹیاں بھی جوان ہیں رشتے نہیں آ رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ ایسا جواب تحریر فرمائیں گے جس سے میں اور میرا شوہر مطمئن ہو جائیں۔ میرے

ذہن پر مغربیت چھائی ہوئی ہے۔ دعاؤں کی درخواست۔ والسلام......ایک دینی بہن۔

ج: عورت ماں بھی ہے، بیٹی بھی ہے اور بیوی بھی۔ ماں کی حیثیت سے وہ ایک عظیم اور بے انتہا شفیق ہستی ہے، بیٹی کے روپ میں اطاعت گزار اور فرمانبردار جبکہ بیوی کے روپ میں ایک وفادار رفیقۂ حیات ہے۔ مغرب فخریہ کہہ سکتا ہے کہ مغربی ثقافت وتہذیب نے بہترین خواتین سائنس داں، پولیس، وکیل اور حساب داں پیدا کیں۔ لیکن اس سے انکار نہیں کہ مغربی ثقافت وتہذیب نے شفیق مائیں، اطاعت گزار بیٹیاں اور وفادار بیویاں کم ہی پیدا کی ہیں۔

یہ طرۂ امتیاز تو صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ اسلام مرد وعورت کو مساوی حقوق دیتا ہے لیکن جہاں تک فرائض کا تعلق ہے وہ حدود کار مقرر کرتا ہے۔ چونکہ مرد کی جسمانی ساخت مضبوط ہوتی ہے، اس لیے اسے باہر کے کاموں کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ محنت ومشقت، دوڑ دھوپ، بیوی بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری مرد پر فرض کی گئی ہے۔ عورت کو نازک اندام، نہایت شفیق، صابرہ اور ایثار وقربانی کا مجسمہ بنا کر گھریلو کام کاج، بچوں کی نگہداشت وتربیت، شوہر کی خدمت اور اطاعت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورت گھر کی ملکہ ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ نے نیک پاکیزہ بیوی کو مرد کا بیش بہا سرمایہ قرار دیا اور ماں کے پیروں تلے جنت کی بشارت دی۔

ہر دور اور دنیا کے ہر مذہب میں جب تک عورت گھر کی چار دیواری میں رہ کر اپنے فرائض بخوبی انجام دیتی رہی معاشرے میں سکون ہی سکون رہا۔ مرد گھر کی ساری ذمہ داریوں کو عورت کے سپرد کر کے اطمینان کے ساتھ باہر کی دنیا میں کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار ہوتا رہا اور ترقی اس کے قدم چومتی رہی۔ ماں کی شفیق گود میں پروان چڑھ کر بچہ اپنے وطن کا جانباز سپاہی، اپنی قوم کا خادم اور اپنے دین ودھرم کا علمبردار اور مجاہد بنتا رہا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، بزرگانِ دین، مجاہدین اسلام وغیرہ کی ماؤں نے گھر کی چار دیواری میں رہ کر ہی اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام کیا۔ مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ کی امی جان کی نصیحت تا قیامت ہر دور میں گونجتی رہے گی:

''بولیں اماں محمد علی کی، جان بیٹا خلافت پر دے دو۔''

چودہ سو سال پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سفاک حجاج بن یوسف کے خلاف تلوار اٹھائی اور اپنی بوڑھی نابینا ماں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر سے رخصت لینے لگے تو سو (۱۰۰) سالہ نابینا ماں نے بدن کو چھوا اور پچھتر (۷۵) سالہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بدن پر زرہ بکتر محسوس کیا تو فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد پر جا رہے ہو تو تمہارے بدن پر زرہ بکتر زیب نہیں دیتا، اس کو اتار دو اور جاؤ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤ۔ یہ تھیں کل کی مائیں کل کی عظیم فردوسی عورتیں!

آج کی عورت کیا گل کھلا رہی ہے؟ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید میں اپنے اعلیٰ وارفع فرائض کو بھول چکی ہے، مردوں کی برابری کے چکر میں اپنی بربادی کی طرف رواں دواں ہے، کہ اس پر عائد کی گئی ذمہ داریاں ہی کافی تھیں۔ لیکن نادان عورت نے باہر کی دنیا میں قدم رکھ کر اپنے بوجھ کو بڑھا لیا ہے۔ مرد کے شانہ بشانہ چلنے کے چکر میں مردوں کی ہوس بھری نظروں کا نشانہ بن کر اپنے آپ کو ذلیل کر رہی ہے۔ گھر میں پوری عزت وقار اور سکون کے ساتھ رانی بن کر بیٹھنے کے بجائے سوسائٹی کی تتلی بن گئی ہے۔ مرد بہت خوش ہیں کہ عورت نے مرد کی ذمہ داریوں کا آدھا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے، حالانکہ عورت کے بنیادی فرائض میں وہ حصہ دار نہیں بنتے۔

کماؤ عورت کی حالت دن بدن بدتر ہوتی جارہی ہے، لیکن افسوس! اسے ہوش نہیں۔ اس کی کمائی سے معیار زندگی (Standard of Living) ضرور بڑھ گیا ہے، گھر عیش وعشرت کے سامان سے بھر رہا ہے، لیکن فیملی لائف اور ازدواجی زندگی منتشر ہو رہی ہے۔ بچے نوکروں اور پالنہ گھروں (بے بی سینٹرز) کے حوالے ہو رہے ہیں اور ماؤں کی محبت، لاڈ پیار اور لوریوں سے محروم ہو رہے ہیں، محرومی اور پژمردگی کا شکار ہو رہے ہیں۔ ماؤں کی غیر حاضری میں درسی کتابوں کی پڑھائی کم اور ٹی وی زیادہ دیکھتے ہیں۔

ایک تھکی ہوئی کماؤ بیوی شوہر کے جائز حقوق پورے نہیں کر پاتی۔ اس لیے شوہر شاکی اور اپنی ازدواجی زندگی سے غیر مطمئن رہتا ہے۔ اپنی پریشانی اور جھنجلاہٹ کو سگریٹ اور شراب میں ڈبو دیتا ہے۔ بیوی سے جنسی آسودگی نہ ملنے کے نتیجے میں ذہنی عیاشی اور بدکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے، زندگی میں تلخیاں بڑھنے لگتی ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے پر الزام تراشنے لگتے ہیں۔ چونکہ عورت کماؤ ہوتی ہے اس لیے وہ شوہر کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں ہوتی۔ انا پرستی کے چکر میں یا تو طلاق کی نوبت آجاتی ہے یا مرد زنا کاری یا دوسری بیوی کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔ ان چکروں میں معصوم بچوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے...... کماؤ بیوی کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ بے چارہ شوہر کماؤ بیوی کے آگے پیچھے اسے منانے اور اس کے موڈ کو ٹھیک کرنے کے لیے گھومتا رہتا ہے، اس کے برعکس آفس میں میڈم اپنے آفیسر کے آگے پیچھے یس سر! یس سر! کہتی ہوئی گھومتی رہتی ہے۔ کالج کی طالبات میں آوارگی، بے حیائی، عریانیت عام ہو رہی ہے۔ بوائے فرینڈ ز رکھنا باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔ کال سینٹر میں تباہی ہی تباہی ہے، حوا کی بیٹیوں کی عزت وعفت تار تار ہو رہی ہے۔

آج کل شریف گھرانے کی لڑکیوں کو رشتہ ملنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ ان عیش پرست آوارہ مزاج پڑھی لکھی لڑکیوں کا چلن دیکھ کر اکثر لڑکے کم پڑھی لکھی، کم عمر، دیندار اور خوبصورت لڑکیوں سے شادی کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ دن دہاڑے زنا بالجبر اور اغواء کے واقعات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، نیم عریاں بے حیا لڑکیوں کو دیکھ کر مرد کہاں تک اپنی نظروں اور جنسی جذبات پر قابو پائیں گے؟

ان سب کے باوجود عورت مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے لیے، ان کی شاباشی حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو تباہ کر رہی ہے، اپنے آپ پر ظلم کر رہی ہے۔ ہماری نظر میں ظالم وہ ہے جو عزت کی چاردیواری کو چھوڑ کر ذلت کے بازار میں جا بیٹھی ہے۔

﴿۹﴾ جو عورت آنکھ کو نہ لگے وہ دل کو کیا لگے گی

عورت کو شوہر کیلئے بننا سنورنا اسلام میں پسندیدہ فعل ہے

ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ خواتین دن بھر کے کام کاج کو انجام دے کر اس قدر تھک جاتی ہیں کہ شام ہوتے ہی ذہنی اور جسمانی تھکن سے چور ہو جاتی ہیں۔ صبح سویرے اُٹھنا، بچوں کے لیے، شوہر کے لیے ناشتا بنانا، بچوں کو کھلانا پلانا، انہیں تیار کر کے اسکول بھیجنا، پھر صفائی کرنا، دوسرے کام نمٹانا، دوپہر کے وقت سے پہلے پہلے ان کاموں کو نمٹا کر دوپہر کا کھانا بنانا تا کہ بچوں کو اسکول سے لوٹتے ہی کھانا تیار ملے۔ غرضیکہ کاموں کی ایک طویل فہرست ہوتی ہے۔ بچوں کی آمد کے بعد بھی کئی کام ہوتے ہیں جو خواتین کو انجام دینے ہوتے ہیں۔ اگر کچھ وقت دوپہر سے سہ پہر کے بیچ میں مل گیا تو آرام کر لیتی ہیں ورنہ پھر شام کے کام۔ شوہر کے گھر لوٹنے کا وقت ہو جاتا ہے اور کام ہے کہ پھر بھی تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ ایسے میں شوہر گھر تشریف لاتے ہیں اور گھر میں چاروں طرف بکھرے کپڑے، کھلونے اور دیگر سامان کو دیکھ کر ان کا موڈ کچھ بگڑ جاتا ہے۔ بچوں کا بے ہنگم شور ناگواری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ کچن سے نکلتی ہوئی اپنی بیگم کو ملگجے سے لباس، الجھے الجھے بالوں اور تھکے تھکے سے چہرے کو دیکھ کر موڈ مزید بگڑ جاتا ہے۔ وہ ایک کپ چائے کی فرمائش کرنا چاہتے ہیں، مگر بیگم کی بیزاری صورت انہیں ایسا کرنے سے روک دیتی ہے۔ نتیجتاً شوہر کا دل چاہتا ہے کہ چلو بھاگ چلو، کہیں دور صاف ستھری جگہ پر، جہاں بچوں کا شور نہ ہو، کوئی بیزاری شکل نہ ہو، کوئی مسکرا کر اس کا استقبال کرنے والا ہو، بہت خوشگوار ماحول میں جہاں چائے کا لطف دوبالا ہو اور جہاں سکون کے چند لمحے آسکیں مگر یہ سب کچھ ممکن نہیں ہوتا، اس لیے شوہر چڑ چڑا سا ہو جاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خواتین مردوں کے مقابلے میں زیادہ محنتی اور جفاکش ہوتی ہیں، زیادہ ذمہ دار ہوتی ہیں، گھر گرہستی کے کام میں ان کی دلچسپی نہ ہو تو گھر، گھر نہیں رہتا۔ خواتین صبح سے شام تک گھریلو ذمہ داریاں پوری تندہی کے ساتھ انجام دیتی ہیں، مگر خواتین سوچ کر بتائیں کہ آپ کے جسم کا آپ پر کوئی حق نہیں ہے؟ کیا آپ کے شوہر کا آپ پر کوئی حق نہیں ہے؟ آپ شوہر کے لیے بناؤ

سنگار کیوں نہیں کرتیں؟ شوہر کے لیے بننا سنورنا اسلام میں پسندیدہ فعل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ سے واپسی کے بعد ہم اپنے گھر جانے لگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابھی رُک جاؤ اور رات کو اپنے اپنے گھر جاؤ تا کہ جس عورت نے کنگھی چوٹی نہیں کی ہے، وہ کنگھی چوٹی کرلے اور جس عورت کا شوہر غائب تھا وہ نہادھو کر صاف ستھری ہو جائے۔"

(بخاری، کتاب النکاح، باب الولد۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح البکر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کا کتنا خیال تھا کہ لاعلمی میں وہ اُلجھے بالوں اور گندے میلے لباس میں اپنے شوہروں کے سامنے نہ آجائیں، اس لیے انہیں نہادھو کر کنگھی چوٹی کرنے کی مہلت دینا چاہتے تھے، تا کہ شوہر کے دل میں بیزارگی یا نفرت کا جذبہ نہ پیدا ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں اپنے خاوندوں کی خاطر زیب وزینت کا سامان کیا کرتی تھیں۔ اس کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی کو دیکھا کہ اسباب زینت سے یا جن سے اس دور کی عورت شوہر کی موجودگی میں بالعموم آراستہ ہوتی تھی، خالی تھیں۔ آپ نے فوراً دریافت کیا "کیا عثمان رضی اللہ عنہ کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں؟"

(مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۰۶)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی کو تمام لوازمات سے آراستہ نہیں دیکھا، تو انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے ہیں، گھر پر موجود نہیں ہیں۔

خواتین کو شوہروں کی دل بستگی کے لیے، اپنے آپ کا، اپنی صحت کا، اپنے رہن سہن کا، اپنے لباس وزینت کا خیال رکھنا چاہیے۔ دن بھر کے کام کا ٹائم ٹیبل اس طرح ترتیب دیں کہ سارا کام شوہر کے لیے آنے سے پہلے نمٹ جائے، اگر کچھ باقی بھی رہ جائے تو حرج نہیں ہے۔ آپ اسے بعد میں بھی کرسکتی ہیں۔ آپ نہادھو کر تیار ہو جائیں اور جب صبح کے گئے تھکے ماندے شوہر گھر آئیں تو انہیں ایک اچھا، خوشگوار سا ماحول دیں، ان کا مسکرا کر استقبال کریں، آپ کی مسکراہٹ دیکھ کر ویسے ہی ان کی آدھی تھکن دور ہو جائے گی۔ خوش کن باتیں کریں، دن بھر کے کمر توڑ کام کا رونا نہ روئیں۔ آپ کی محنت ومشقت ان سے چھپی تو نہیں رہتی، وہ آپ کی جانفشانی کا دل میں اعتراف کرتے ہیں، دل ہی دل میں تعریف بھی کرتے ہیں۔ ہاں! کچھ مرد تعریف کے معاملے میں کنجوس ہوتے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ آپ کی خدمات کے معترف نہیں ہیں۔ اگر مرد حضرات بھی اپنی بیوی کی محنت اور لگن، زندگی کے تئیں ان کی ایمانداری اور سنجیدگی کا کھلے دل سے اعتراف کریں تو بیوی کے لیے شوہر کے چند پیار بھرے الفاظ قوت بڑھانے کی ٹانک ثابت ہوں گے۔

﴿۱۰﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خدا کی خصوصی قدرت کا مظاہرہ نہ انہیں سردی لگتی تھی، نہ انہیں گرمی لگتی تھی

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سردیوں میں ایک لنگی اور ایک چادر اوڑھ کر باہر نکلا کرتے تھے، اور یہ دونوں کپڑے پتلے ہوتے تھے، اور گرمیوں میں موٹے کپڑے اور ایسا جبہ پہن کر نکلا کرتے تھے جس میں روئی بھری ہوتی تھی۔ لوگوں نے مجھ سے کہا: آپ کے ابا جان رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے ہیں، آپ اپنے ابا جان سے کہیں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھیں۔ میں نے اپنے والد سے کہا: "لوگوں نے امیر المومنین کا ایک کام دیکھا ہے جس سے وہ حیران ہیں۔" میرے والد نے کہا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: "وہ سخت گرمی میں روئی والے جبہ اور موٹے کپڑوں میں باہر آتے ہیں اور انہیں گرمی کی کوئی پروا نہیں ہوتی اور سخت سردی میں پتلے کپڑوں میں باہر آتے ہیں نہ انہیں سردی کی کوئی پروا ہوتی ہے اور نہ وہ سردی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، تو کیا آپ نے ان سے اس بارے میں کچھ سنا ہے؟ لوگوں نے مجھے کہا ہے کہ جب آپ رات کو ان سے باتیں کریں تو یہ بات بھی ان سے پوچھ لیں۔" چنانچہ جب رات کو میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ان سے کہا: "اے امیر المومنین! لوگ آپ

سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں۔" حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا: وہ کیا ہے؟ میرے والد نے کہا: "آپ سخت گرمی میں روئی والا جبہ اور موٹے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں اور سخت سردی میں دو پتلے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں، نہ آپ کو سردی کی پروا ہوتی ہے اور نہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔" حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "اے ابولیلیٰ! کیا آپ خیبر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟" میرے والد نے کہا: اللہ کی قسم میں آپ لوگوں کے ساتھ تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "حضور ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ لوگوں کو لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا، واپس آگئے۔ حضور اکرم ﷺ نے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھیجا، وہ لوگوں کو لے کر حملہ آور ہوئے لیکن قلعہ فتح نہ ہوسکا، وہ بھی واپس آگئے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اب میں جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جسے اللہ اور اس کے رسول سے بہت محبت ہے، اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائے گا اور وہ بھگوڑا بھی نہیں ہے۔" چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میری آنکھ دُکھ رہی تھی، مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور یہ دعا کی "اے اللہ! گرمی اور سردی سے اس کی حفاظت فرما!" اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی۔"......ابونعیم رحمہ اللہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر لعاب لگایا اور پھر دونوں ہتھیلیاں میری آنکھوں پر مل دیں اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس سے گرمی اور سردی سے دور کردے!......اس ذات کی قسم جس نے حضور اکرم ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اس کے بعد سے آج تک سردی اور گرمی نے مجھے کچھ تکلیف نہیں پہنچائی۔

طبرانی رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہماری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سردیوں میں ملاقات ہوئی، انہوں نے صرف دو کپڑے پہن رکھے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے علاقہ سے دھوکہ نہ کھائیں ہمارا علاقہ آپ کے علاقہ جیسا نہیں ہے، یہاں سردی بہت زیادہ پڑتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے سردی بہت لگا کرتی تھی جب حضور اکرم ﷺ مجھے خیبر بھیجنے لگے تو میں نے عرض کیا کہ میری آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے میری آنکھوں پر لعاب لگایا اور اس کے بعد نہ مجھے کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی اور نہ کبھی میری آنکھیں دُکھنے آئیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۰)

﴿۱۱﴾ موت کا آنا جتنا یقینی ہے آدمی اس سے اتنا ہی غافل ہے

یاد رکھئے! روزانہ ملک الموت اپنے شکار کو دیکھتا رہتا ہے

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے۔ ملک الموت نے جواب دیا کہ اللہ کے نبی ﷺ! تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے۔ واللہ میں خود با ایمان کے ساتھ نہایت نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو یا رسول اللہ ﷺ! قسم ہے خدا کی! تمام دنیا کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ وہ خشکی میں ہو یا تری میں، ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں، جتنا وہ خود اپنے آپ کو جانتا ہے۔ یا رسول اللہ! یقین مانئے کہ میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا جب تک کہ مجھے خدا تعالیٰ کا حکم نہ ہو جائے۔

حضرت جعفر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کو ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ علیہ السلام پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں، اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہے تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے، اور اس کے آخری وقت فرشتہ اسے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی تلقین کرتا ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر دن ہر گھر پر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔ کعب احبارؒ اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات دفعہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کا روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

﴿۱۲﴾ اپنی عبادت پر ناز نہیں کرنا چاہیے پانچ سو سال کی عبادت ایک نعمت کے بدلے میں ختم

امام حاکم شہید نے مستدرک حاکم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت نقل فرمائی ہے جو صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، اور اس حدیث کو امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے الترغیب والترہیب میں نقل کیا ہے۔ عربی عبارت کافی لمبی ہے اس لیے صرف اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے، شاید کسی کو فائدہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لا کر فرمایا کہ ابھی ابھی میرے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ پچھلی اُمتوں میں سے اللہ کا ایک بندہ نے اپنے گھر بار، عزیز واقارب، مال دولت سب کچھ چھوڑ کر سمندر کے بیچ میں پہاڑ نما ایک ٹیلی تھا، اس میں جا کر عبادت کرنا شروع کر دی۔ وہ سمندر اتنا وسیع تھا کہ اس ٹیلی کی ہر جانب چار چار ہزار فرسخ دوری تک سمندر تھا۔ وہاں پر کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی اور سمندر کا پانی بھی بالکل نمکین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس میں ایک انار کا درخت اُگا دیا اور انگلی کے برابر میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ یہ عابد دن رات چوبیس گھنٹہ اپنی عبادت میں گزارتا تھا اور چوبیس گھنٹے میں انار کا ایک پھل کھا لیتا تھا اور میٹھے پانی کے چشمہ سے ایک گلاس پانی نوش فرما لیتا۔ اسی حالت میں پانچ سو سال گزر گئے۔ پانچ سو سال کے بعد جب اس عابد کی موت کا وقت آیا تو اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ سجدہ کی حالت میں اس کی روح پرواز کر جائے اور اس کی نعش مٹی وغیرہ ہر چیز پر حرام کر دی جائے اور قیامت تک سجدے کی حالت میں صحیح سالم رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی سجدے کی حالت میں اس کی موت ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے وہاں ایسا انتظام رکھا ہے کہ قیامت تک وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

قیامت کے دن اس عابد کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کیا جائے گا تو اللہ پاک فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے کو میرے فضل سے جنت میں داخل کرو، تو وہ عابد کہے گا کہ اے میرے رب! بلکہ میرے عمل کے بدلے میں جنت میں داخل کر دیجئے، کیونکہ میں نے پانچ سو سال تک ایسی عبادت کی ہے جس میں کسی قسم کی ریاکاری کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ تو اللہ پاک پھر فرمائے گا کہ میری رحمت سے داخل کر دو۔ تو یہ بندہ کہے گا کہ میرے عمل کے بدلے میں داخل کیجئے، تو اس پر اللہ فرمائے گا کہ اس کے عمل اور میری دی ہوئی نعمتوں کا موازنہ کرو۔ تو موازنہ کر کے دیکھا جائے گا کہ اللہ نے جو اس کی بینائی عطا فرمائی ہے صرف بینائی کی نعمت اس کی پانچ سو سال کی عبادت کا احاطہ کر لے گی۔ اس کے بعد پورے جسم میں کان کی نعمت، زبان کی نعمت، ہاتھ کی نعمت، ناک کی نعمت، پیر کی نعمت، دل ودماغ کی نعمت، ان سب کا بدل باقی رہ جائے گا۔ پھر ان کے علاوہ جو پانچ سو سال تک اللہ نے میٹھا پانی پلایا ہے اور انار کا پھل کھلایا ہے ان تمام کا بدلہ باقی رہ جائے گا۔ تو اللہ پاک فرمائے گا کہ اس کی پانچ سو سال کی عبادت تو صرف ایک نعمت کے بدلے میں ختم ہو گئی ہماری باقی نعمتوں کا بدل کہاں ہے؟ لہٰذا اس کو جہنم میں داخل کر دو۔ تو فرشتے اسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جانے لگیں گے تو وہ چلانے لگے گا کہ اے میرے رب! محض اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے تو اللہ کی طرف سے اسے کہا جائے گا کہ تجھے تو اپنی پانچ سو سال کی عبادت پر بڑا ناز تھا، اب تیری عبادت کہاں چلی گئی؟ اور خطرناک سمندر کے بیچ میں میں نے تجھے انار کے پھل کھلائے اور پانچ سو سال تک مسلسل میٹھا پانی پلایا، میری ان نعمتوں کے بدلے تم کیا لائے ہو؟ تو وہ کہے گا: اے اللہ! تو اپنی رحمت سے مجھے جنت میں داخل فرما تیری رحمت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ پھر آخر میں جب حجت تمام ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رحمت وفضل کے ذریعہ اس کو جنت میں داخل کر دو تو پھر وہ اللہ کی رحمت ہی کے ذریعے جنت میں داخل ہو سکے گا۔

﴿۱۳﴾ لایعنی باتوں سے پرہیز کیجئے

(عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ) (مشکوۃ ص ۴۱۳)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو ترک کردے۔''

اگر کوئی اچھا مسلمان بننا چاہتا ہے تو وہ لایعنی اور فضول باتوں سے احتراز کرے اور لایعنی باتوں میں بکواس کرنا، خواہ مخواہ چوراہوں پر بھیڑ لگانا، ہوٹل بازی کرنا، یہ تمام باتیں شامل ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے احتراز کرنا لازم ہے۔ جو شخص لایعنی اور فضول باتوں میں پڑھ جاتا ہے وہ اپنی ذمہ داری کی ادائیگی سے لاپرواہ ہو جاتا ہے، اور لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ اس کی معاشرہ میں کوئی عزت نہیں ہوتی۔

﴿۱۴﴾ توکل کی حقیقت

''اسلام اور تربیت اولاد'' کے نام سے ایک کتاب ہے۔ اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسی قوم سے ملے جو کچھ کام کاج نہ کرتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ کیا ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو متوکلین ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، متوکل تو درحقیقت وہ شخص ہے جو اپنا غلہ زمین میں ڈال کر اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص کام کاج سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھ کر یہ دعا نہ کرے کہ اے اللہ! مجھ رزق عطا فرمادے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برسا کرتے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے غرباء و فقراء کو اس بات سے روکا کہ وہ کام کاج چھوڑ کر لوگوں کے صدقات وخیرات پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: اے غرباء و فقراء کی جماعت! اچھائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔ (اسلام اور تربیت اولاد: ۲/ ۳۴۳)

﴿۱۵﴾ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے تین چیزیں مانگیں

① بیوی کی محبت ② آنکھ کی بینائی

③ اور جنت

ان کی آنکھ کے ساتھ خدا کی خصوصی قدرت کا مظاہرہ

بیہقی اور ابن اسحاق رحمہ اللہ نے روایت کی ہے جنگ اُحد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا جس سے آنکھ نکل کر رخسار پر آگئی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر چاہو کہ یہ آنکھ اچھی ہو جائے تو میں اس کو اس کی جگہ پر رکھ دوں اچھی ہو جائے گی، اور اگر چاہتے ہو کہ جنت ملے تو صبر کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جنت تو بڑا اچھا انعام ہے لیکن مجھے کانا ہونا برا معلوم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ میری آنکھ کو اچھی کر دیجئے اور جنت کے لیے بھی میرے واسطے دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھ کا ڈھیلا اُٹھا کر اس کے حلقے میں رکھ دیا، اس کی روشنی دوسری آنکھ سے بھی تیز ہوگئی اور ان کے لیے جنت کی بھی دعا فرمادی۔

(رسول اللہ ﷺ کے تین سو معجزات صفحہ ۱۰۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اپنی آنکھ کی پتلی کو ہاتھ میں لیے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو صبر کرے تو تیرے لیے جنت ہے اور اگر چاہے تو اسی جگہ رکھ کر تیرے لیے دعا کردوں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک بیوی ہے جس سے مجھ کو بہت محبت ہے مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر بے آنکھ رہ گیا تو کہیں وہ میری بیوی مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے آنکھ اس کی جگہ پر رکھ دی اور یہ دعا فرمائی: (اَللّٰھُمَّ اَعْطِهٖ جَمَالًا) ''اے اللہ اس کو حسن و جمال عطا فرما'' (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۵)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اُحد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے سامنے کھڑا ہوگیا اور اپنا چہرہ دشمنوں کے مقابل کردیا تاکہ دشمنوں کے تیر میرے چہرے پر پڑیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور محفوظ رہے۔ دشمنوں کا آخری تیر میری آنکھ پر ایسا لگا کہ آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل پڑا جس کو میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر آب دیدہ ہوگئے اور میرے لیے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جس طرح قتادہ نے تیرے نبی کے چہرہ کی حفاظت فرمائی اسی طرح تو اس کے چہرہ کو محفوظ رکھ اور اس کی آنکھ کو دوسری آنکھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور تیز نظر بنا، اور آنکھ کو اسی جگہ رکھ دیا۔ اسی وقت آنکھ بالکل صحیح اور سالم بلکہ پہلے سے بہتر اور تیز ہوگئی۔ (رواہ الطبرانی وابونعیم والدارقطنی نحوہ)

﴿۱۶﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ عجیب معاملہ

بارہا ایسا ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس، عبیداللہ بن عباس کثیر بن عباس رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان سے فرمایا: بچو! تم میں سے جو دوڑ کر مجھ کو سب سے پہلے ہاتھ لگائے گا میں اس کو فلاں چیز دوں گا۔ تینوں بھائی دوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے۔ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چمٹ جاتا، کوئی پشت مبارک پر چڑھ جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو سینہ سے لگاتے اور خوب پیار کرتے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دعا دیتے تھے: (اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ) ''اے اللہ! اس کو کتاب اللہ کا علم اور دین کی سمجھ عطا فرما۔'' (سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاس صحابہ، تذکرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: صفحہ ۴۶۲)

﴿۱۷﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند اہم نصیحتیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لڑکے!

① تو اللہ کے حق کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرمائیں گے۔ تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو ہر وقت اللہ کو اپنے سامنے پائے گا۔
② جب تو مانگے تو اللہ ہی سے مانگ۔
③ جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کر۔
④ اور اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ تمام اُمت اکٹھا ہو کر تجھے نفع پہنچانا چاہے تو اس کے علاوہ کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے مقدر کردیا ہے۔
⑤ اور تمام لوگ جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو اس کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے۔ (ترمذی: ۲/۷۸)

اس حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مخاطب کرکے پانچ باتوں کی نصیحت فرمائی۔

① اللہ کے حق کی حفاظت کرو:

تم اللہ کے حق کی حفاظت اور نگرانی کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے احکام کی تعمیل کرو، شریعت اور سنت

نبوی تمہاری زندگی سے ظاہر ہوتی ہو، نماز میں، روزہ میں، زکوۃ وصدقہ خیرات میں، اخلاق میں، گفتگو میں، معاشرہ میں اللہ کے حکام اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے تم پابند ہو جاؤ اللہ تعالیٰ بھی دنیا و آخرت کی ہر مشقت اور ہر پریشانی سے تمہاری حفاظت اور تمہاری دستگیری کرتا رہے گا۔ نیز تم اللہ کے حق کی حفاظت کرو، شریعت کے پابند ہو جاؤ گے تو تم ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ جب اللہ تعالیٰ ہر وقت تمہارے سامنے ہے تو تم کو پھر کسی اور کا محتاج ہونے کی ضرورت نہیں اور جب اللہ کی طاقت تمہارے ساتھ ہے تو تمہارا کون کیا بگاڑ سکتا ہے۔

② صرف خدا سے مانگو:

دوسری نصیحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ جب تمہیں کچھ مانگنے کی ضرورت پیش آ جائے تو صرف اللہ سے مانگو اللہ تعالیٰ کی دولت کا سمندر اتنا وسیع ہے کہ انسانی عقل حیران اور ششدر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سب کو اس کی تمنا اور آرزوؤں کے مطابق دے دے تو اس کی دولت میں سے اتنا بھی نہیں جاتا جتنا سمندر میں سے سوئی کی نوک میں آ سکتا ہے۔ اور وہ صاحب دولت بھی خوش نصیب ہے کہ ادھر تم اللہ سے مانگتے ہو اور ادھر اللہ پاک اس کے دل میں ڈال دیتا ہے اور بے چین ہو کر تمہارے پاس لے کر آتا ہے اور اگر تم اس کو قبول کر لیتے ہو تو وہ اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہے۔ تم بھی مقبول بارگاہ ہوئے اور اس کی دولت کو بھی عند اللہ شرف قبولیت حاصل ہوا تم نے تقویٰ اختیار کیا اور اس کا مال ایک متقی کو پہنچ گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مومن کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا دوست ہرگز مت بناؤ اور تمہارے یہاں کا کھانا متقی لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا کھانے نہ پائے۔ لہٰذا تمہارا دوست بھی کامل ہونا چاہیے اور تمہارے مہمان بھی متقی لوگ ہونے چاہئیں۔ (ترمذی: ۲/۶۵)

③ صرف اللہ سے مدد مانگو:

تیسری نصیحت آپ ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ جب تم کسی مصیبت، دشواری میں مبتلا ہو جاؤ۔ کسی پریشانی میں، بیماری میں، دشمنوں کے نرغہ میں آ جاؤ اور ہر طرف سے تمہیں ستایا جا رہا ہو تو ایسے حالات میں تمہارا دستگیر صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے صرف اسی سے فریاد کرو اور اسی سے مدد مانگو۔

④ مخلوق تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی:

چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ اگر دنیا کے تمام انسان اور تمام اُمت مل کر تم کو کسی بات کا نفع پہنچانا چاہیں تو اس سے زیادہ ایک پیسہ کا بھی نفع نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، لہٰذا مخلوق سے زیادہ اُمیدیں مت باندھا کرو، یہ فضول خیالات ہیں۔ تمہیں اپنی محنت خود کرنی ہے جو تمہارے مقدر میں ہے وہ تم کو اس بہانہ سے ملتا رہے گا اور ہر وقت خدا کی یاد تمہارے اندر غالب رہے گی۔

⑤ مخلوق تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی:

پانچویں نصیحت جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمائی کہ اگر دنیا کے تمام انسان اس بات پر متفق ہو کر جمع ہو جائیں کہ تم کو نقصان پہنچائیں تو اس سے زیادہ ایک ڈھیلے کے برابر بھی تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، کسی کو کوئی طاقت نہیں جو تمہیں نفع پہنچائے یا تمہیں کچھ نقصان پہنچائے۔ اس لیے سارا بھروسہ خدا پر کرو، اور اللہ تعالیٰ کے ہی نیاز مند بن جاؤ۔

﴿۱۸﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امیر بخاری کا واقعہ

جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ملک شام وعراق وغیرہ سے ہو کر نیشاپور تشریف لانے لگے تو نیشاپور کے مشہور محدث محمد بن یحییٰ ذہلی نے

متعلقین سے کہا کہ میں امام بخاری رحمہ اللہ کے استقبال کے لیے جارہا ہوں، جس کا جی چاہے استقبال کرے۔ اس اعلان کے بعد نیشاپور سے دو دو تین تین میل دور تک جاکر لوگوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کا استقبال کیا، اور جب نیشاپور پہنچ کر امام بخاری رحمہ اللہ نے درس حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا تو کئی ہزار طلبہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے درس میں شرکت کی۔

مگر چند ہی دن کے بعد کسی نے خلق قرآن کا ایک اختلافی مسئلہ اُٹھا کر امام بخاری رحمہ اللہ پر الزام لگایا اور بہت جلد ان کا حلقہ درس ختم ہوگیا۔ صرف امام مسلم رحمہ اللہ ان کے ساتھ رہے۔ آخر امام بخاری رحمہ اللہ مایوس ہوکر اپنے وطن بخارٰی کے لیے روانہ ہوگئے۔ جب امام بخاری رحمہ اللہ کے نیشاپور سے روانہ ہونے کی اطلاع اہل بخارٰی کو ملی تو بڑی شان و شوکت کے ساتھ لوگوں نے امام بخاری رحمہ اللہ کا استقبال کیا، اور بخارٰی آکر درس حدیث کا سلسلہ امام بخاری رحمہ اللہ نے شروع فرمایا، ہزاروں طلبہ ان کے درس میں شرکت کرنے لگے۔

مگر حاسدین کو یہ گوارا نہ ہوسکا۔ انہوں نے یہ ترکیب نکالی کہ امیر بخارٰی خالد بن احمد ذہلی کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ امام بخاری رحمہ اللہ کو حکم کریں کہ وہ امیر کے صاحبزادوں کو بخاری شریف اور تاریخ کبیر کا درس دیں۔ امیر بخارٰی کی سمجھ میں بات آگئی تو امیر نے کہا کہ آپ دربارِ شاہی میں تشریف لاکر مجھے اور میرے صاحبزادوں کو بخاری اور تاریخ کبیر کا درس دیں۔ مگر امام صاحب رحمہ اللہ نے اسی قاصد کی زبانی کہلا بھیجا کہ علم دین کو سلاطین کے دروازوں پر لے جاکر ذلیل نہیں کروں گا جسے پڑھنا ہو میرے پاس آکر پڑھے۔

امیر بخارٰی نے دوبارہ کہلوایا کہ اگر آپ نہیں آسکتے ہیں تو صاحبزادوں کے لیے مخصوص کوئی وقت عنایت فرمادیں کہ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اس پر امام بخاری رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری اُمت کے لیے یکساں ہیں، ان کی سماعت سے میں کسی کو محروم نہیں کرسکتا۔ اگر میرا یہ جواب ناگوار معلوم ہو تو آپ میرے درس روکنے کا حکم دے دو تاکہ میں خدا کے دربار میں عذر پیش کرسکوں۔ اس پر امیر بخارٰی سخت ناراض ہوا اور حاسدوں نے امیر کے اشارے پر امام کو بددین اور بدعتی ہونے کا الزام لگایا۔ پھر حاکم نے بخارٰی سے نکال جانے کا حکم دیا تو امام بخاری رحمہ اللہ نے نہایت کبیدہ خاطر ہوکر ان مخالفین کے لیے بددعا کی: ''اے اللہ! جس طرح اس امیر نے مجھے ذلیل کیا ہے، اسی طرح اس کو بھی اپنی ذات اور اپنی اولاد اور اپنے اہل وعیال کی بے عزتی و ذلت دکھادے۔''

(نصر الباری: ۱/ ۴۴، مقدمہ فتح الباری پاکستانی نسخہ صفحہ ۴۹۳)

چنانچہ ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزر پایا تھا کہ خلیفۃ المسلمین نے اس امیر کی کسی غلطی پر سخت ناراض ہوکر اس کو معزول کردیا اور اس کا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کراکے پورے شہر بخارٰی میں اس کی تذلیل کروائی اور اس کو جیل میں ڈال دیا گیا اور انتہائی ذلت و رسوائی سے چند دن کے بعد مرگیا اور اس امیر کے معاونین مختلف بلاؤں میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوگئے۔

آج تمام اُمت دیکھ رہی ہے کہ بخارٰی، سمرقند وغیرہ جو علمائے دین کے مرکز رہے ہیں، وہاں پر علمائے دین کی ناقدری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وہاں سے علم اور علماء کو ایسا اُٹھالیا کہ صدیوں تک وہاں کوئی کلمہ سکھانے والا نہیں رہا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ غَضَبِكَ وَسَخَطِ أَوْلِيَائِكَ ''اے اللہ! ہم کو اپنے غضب اور اپنے اولیاء کی ناراضگی سے محفوظ فرما۔''

(۱۹) مولانا روم کے والد اور بادشاہ کا واقعہ

مولانا روم رحمہ اللہ کے والد اپنے زمانے کے بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں بادشاہ وقت بھی آتا تھا۔ جب بادشاہِ وقت نے دیکھا کہ مجلس کا عجیب حال ہے کہ وزیرِاعظم بھی وہاں موجود ہے، اور دوسرے تیسرے نمبر کے وزراء بھی وہاں موجود ہیں اور سلطنت کے بڑے بڑے حکام وسرکردہ لوگ سارے وہاں موجود ہیں، اور دوسری طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے تاجر بھی وہاں موجود ہیں تیسری طرف دیکھتے ہیں تو علماء اور صلحاء بھی وہاں بیٹھے ہیں تو بادشاہ کو حیرت ہوئی کہ میرے دربار میں تو یہ لوگ آتے نہیں

ہیں اوران کے یہاں اس شان اوراتنی قدر کے ساتھ آ کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہر ایک کی صورت سے سراپا محبت اور عظمت ٹپک رہی ہے اور ان کی بزرگی سب پر چھائی ہوئی ہے۔تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بادشاہ کو بجائے حیرت کے غیرت پیدا ہونا شروع ہوگئی تو بادشاہ نے یہ تدبیر سوچی کہ ان کو مال اور خزانہ میں پھانس دیا جائے۔چنانچہ یہ کہہ کر ان بزرگ کے پاس خزانہ کی کنجیاں بھیج دیں کہ میرے پاس اور کچھ تو رہا نہیں سب آپ کے پاس ہے، پس خزانہ کی کنجیاں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔رومی رحمۃ اللہ علیہ کے والد نے کنجیاں یہ کہہ کر واپس کر دیں کہ آج بدھ کا دن ہے اور کل تک مجھے مہلت دیجئے۔پرسوں جمعہ ہے میں جمعہ کی نماز پڑھ کر آپ کا شہر چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔سب چیزیں آپ کو مبارک ہوں۔یہ خبر لوگوں کے درمیان اُڑ گئی تو وزیروں کی طرف سے استعفیٰ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ایک وزیر کا استعفیٰ آیا پھر دوسرے کا آیا پھر تیسرے کا آیا کہ جب حضرت یہاں سے جارہے ہیں تو ہم بھی جارہے ہیں۔شہر کے جو بڑے معزز باوقار لوگ تھے وہ بھی چلے جانے کے لیے تیار ہو گئے۔جب بادشاہ نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر یہ سب چلے جائیں گے تو شہر کی جان اور شہر کی روح نکل جائے گی اور شہر کی جتنی رونق ہے سب ختم ہو جائے گی۔اس لیے خود حاضر ہو کر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے والد سے معافی مانگی کہ مجھ سے گستاخی ہوگئی، میں معافی چاہتا ہوں، آپ یہاں سے تشریف نہ لے جائیں۔یہ سب اس لیے ہوا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم نے ہر چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں قربان کر دیا تھا، اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے دل میں ان کی محبت پیدا فرمادی تھی اور اللہ نے ان کو کامل ولایت عطاء فرمائی۔''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ'' (جو میرے دوست سے دشمنی رکھتا ہے میں اس سے جنگ کا اعلان کرتا ہوں) کا پورا منظر نظر آرہا تھا۔

﴿۲۰﴾ قاتل حسین رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کا حشر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کے قاتلوں کے سردار عبید اللہ بن زیاد کا حشر اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھ لیا کہ ابراہیم بن اشتر نے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو کاٹ کر ایک مسجد کے صحن میں مولی، گاجر کی طرح ڈھیر لگادیا۔ترمذی شریف کے اندر حضرت عمارہ بن عمیر سے ایک روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو مسجد کے صحن میں کاٹ کر ڈھیر لگا دیا گیا تو اس منظر کو دیکھنے کے لیے لوگوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی تو میں بھی گیا۔جس وقت میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد لوگوں میں شور ہوتا اور شور اس بات کا ہورہا تھا کہ ان سروں میں ایک سانپ گشت کر رہا تھا اور گشت کرتا ہوا عبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس جاتا تھا۔تھوڑی دیر اس کی ناک میں ٹھہرنے کے بعد پھر نکل کر غائب ہو جاتا تھا۔پھر تھوڑی دیر بعد آ کر اسی کی ناک میں گھستا تھا، میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر مسلسل دو تین مرتبہ دیکھا۔

(ترمذی شریف:۲/۲۱۸، البدایہ والنہایہ:۸/۲۸۱)

جس نے اللہ تعالیٰ کے ولی کے ساتھ عداوت کی اس کا یہ حشر دنیا میں بھی لوگوں نے دیکھا لیا ہے، اب آخرت میں کیا ہوگا وہ اللہ کو زیادہ معلوم ہے۔

﴿۲۱﴾ حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کا حوروں سے نکاح

حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ ایک جوان قابل قدر صحابی تھے، ان کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں عجیب وغریب انداز سے نقل کیا گیا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام اعز الدین ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اُسد الغابہ کے اندر مفصل طور پر نقل فرمایا ہے۔اس مفصل روایت کا خلاصہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ نہایت کالے اور نہایت بدصورت تھے۔انہوں نے اپنی شادی کے لیے مدینہ منورہ کے ہر قبیلہ میں پیغام پیش کیا اور بڑی کوششیں کیں مگر ان کی بدصورتی اور ان کے زیادہ کالے ہونے کی وجہ سے کسی نے اپنی لڑکی ان کو

دینا پسند نہیں کیا۔ حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرا کالا پن اور بدصورتی مجھے جنت میں داخل ہونے سے روک سکتی ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاچکے ہو اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا راستہ اختیار کر چکے ہو تو ایسا ہرگز نہ ہوگا، بلکہ اللہ کے یہاں تمہارا بہت بلند مقام ہوگا۔ تو حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھ کر اپنا ایمان ثابت کیا اور حضور ﷺ کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور جو آپ کی مجلس میں نہیں آتے ہیں دونوں قسم کے لوگوں کے یہاں میں نے اپنی شادی کا پیغام دیا ہے لیکن میری بدصورتی کی وجہ سے کوئی اپنی لڑکی دینے کے لیے تیار نہیں ہے تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے مدینہ منورہ کی سب سے خوبصورت اور سب سے باعزت گھرانے کی پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی منتخب فرمائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم عمیر بن وہب ثقفی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان کی لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت سب سے زیادہ سمجھدار ہے اس کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا اور تم جا کر عمیر بن وہب ثقفی رضی اللہ عنہ کو میرا پیغام سنا دینا کہ ان کی لڑکی کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جا کر لڑکی کے ماں باپ کو اطلاع دی تو ماں باپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور واپس کر دیا۔ جب لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو ماں باپ سے کہنے لگی کہ اللہ کی طرف سے تمہارے خلاف وحی نازل نہ ہو جائے۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے غضب سے بچنے میں تو اپنے لیے اسے کو پسند کرتی ہوں جس کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا ہے۔ اس لڑکی کے بھی کمال ایمان کی انتہا ہوگئی کہ اس نے دلوں کو دیکھا صورت کو نہیں دیکھا۔ اور اللہ اور رسول اللہ کی خوشی کو دیکھا۔ جب لڑکی کے ماں باپ حضور ﷺ کی مجلس میں گئے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے میرا بھیجا ہوا آدمی واپس کر دیا تو انہوں نے شرمندگی کا اظہار کیا اور توبہ کی اور عرض کیا کہ ہم کو شبہ ہوا کہ انہوں نے کہیں جھوٹ نہ کہا ہو۔ ہم تو آپ کے تابع ہیں ہم ان کو اپنی لڑکی دیتے ہیں۔ چنانچہ ماں باپ نے اپنی چہیتی بیٹی کو حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔ لڑکی نے ماں باپ سے کہا تھا کہ جب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی فیصلہ ہوتا ہے تو اس میں کسی کو اختیار نہیں رہتا، اور لڑکی نے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ (سورۂ احزاب: آیت ۳۶ پارہ: ۲۲)

ترجمہ: ”اور کسی مرد مؤمن اور عورت کے لیے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں رہتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔“

اس کے بعد حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے لیے بازار سے کچھ سامان خریدنے کے لیے تشریف لے گئے، اسی اثناء میں جنگ کا اعلان ہوا تو انہوں نے بیوی کے لیے سامان خریدنے کے بجائے اسی پیسہ سے تلوار، نیزہ، گھوڑا وغیرہ جنگی سامان خرید لیا اور جنگ میں جا کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ تو حضور ﷺ نے ان کے سر مبارک کو اپنی گود میں لیا اور پھر ان کی تلوار اور گھوڑا وغیرہ ان کی بیوی کے پاس بھیجا۔ ان کے سسرال والوں سے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری لڑکی سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں سے آخرت میں اس کی شادی کرادی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ظاہری خوبصورتی کو نہیں دیکھتا بلکہ اندرونی سیرت اور قلوب کو دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے۔ (اسد الغابہ: ۲/ ۱۸۴)

﴿۲۲﴾ بے نمازی کی نحوست

ایک بزرگ صاحب کشف تھے، ایک بار کسی اکرام کرنے والے نے ان کی دعوت کی، دسترخوان پر کھانا رکھا گیا، جس میں روٹیاں

بھی تھیں اور روٹیاں دو عورتوں نے بنائی تھیں۔ جب بزرگ دستر خوان پر تشریف فرما ہوئے تو روٹی کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا، ہاتھ روک لیے اور روٹیوں کو دو حصوں میں الگ کیا۔ ایک حصہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ روٹی جس نے بھی بنائی ہے وہ بے نمازی ہے۔

﴿۲۳﴾ ماں کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المفرد میں لکھا ہے کہ ایک قبرستان میں مغرب کے بعد ایک قبر پھٹتی تھی، اس میں سے ایک شخص نکلتا، جس کا سر گدھے کے مانند تھا، گدھے کی آواز نکال کر چند لمحے بعد قبر میں چلا جاتا تھا۔ کسی نے لوگوں سے پوچھا کہ آخر اس قبر والے کے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا وجہ ہے؟ بتانے والے نے بتایا کہ یہ آدمی شراب پیتا تھا، جب اس کی ماں اسے ڈانٹتی تو کہتا تھا کیوں گدھے کی طرح چلاتی ہے؟

فائدہ:

ماں کا ادب بہت ضروری ہے۔ حدیث میں ہے ماں کے پیروں کے نیچے جنت ہے اور باپ جنت کا دروازہ ہے۔

﴿۲۴﴾ پہلوان امام بخش کا قصہ

ایک بزرگ کا پڑوس میں قبرستان میں جانا ہوا، جہاں انہیں فاتحہ پڑھنی تھی، وہ فاتحہ پڑھ کر آگے بڑھنے لگے۔ اچانک ایک بوسیدہ قبر کو دیکھا گویا وہ کہہ رہی ہے حضرت! ہمیں بھی کچھ عطیہ اور تحفہ دیتے جایئے، ہم بھی محتاج ہیں۔ وہ بزرگ اس قبر پر آئے اور جو اللہ نے توفیق دی آپ نے پڑھا۔ اچانک ان کی نظر کتبہ پر پڑی جو قبر کے قریب پڑا ہوا تھا، اس کتبہ کو اٹھا کر انہوں نے صاف کیا جس پر لکھا ہوا تھا رستم ہند امام بخش۔ یہ وہ پہلوان تھے جنہیں راجہ مہاراجہ ہاتھی بھیج کر گھر بلاتے تھے اور قالین پر بٹھاتے تھے۔ آج ایک سبحان اللہ کے محتاج ہیں۔

﴿۲۵﴾ چنگیز خاں اور سکندر اعظم کی قبریں کہیں ہیں؟

تاریخ اسلام میں ہے جب چنگیز خاں کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو فلاں درخت کے نیچے مجھے دفنا دینا۔ انتقال ہوا، درخت کے نیچے دفنایا گیا، اتفاق سے دوسرے روز سے بارش شروع ہوئی اور چھ ماہ تک بارش ہوتی رہی، وہ جگہ جنگل میں تبدیل ہو گئی اور وہ درخت اس جنگل میں مل گیا۔ لوگوں کو پتہ نہ رہا کہ چنگیز خان کو کس درخت کے نیچے دفنایا گیا تھا۔ وہ ظالم قوم جنہوں نے بیک وقت بیس بیس لاکھ انسانوں کو قتل کیا جو گھوڑے کی پشت سے تین تین روز تک اُترتے نہیں تھے، پیاس لگتی تو گھوڑے کی پشت پر خنجر مارتے، کٹورا ساتھ ہوتا، کٹورے کو خون سے بھرتے اور اسے پی جاتے یہ ان کا پانی تھا آج ان کے سردار کی قبر کا ٹھکانہ نہیں۔

خطبات حکیم الاسلام میں مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سکندر اعظم کی قبر عراق کے بابل کے کھنڈرات میں ہے، لیکن قبرستان میں کوئی صحیح قبر نہیں بتا سکتا۔ جب کوئی سیاح سیر کو یا تفریح کو جاتا ہے تو وہاں کے گائیڈ کچھ قبروں کی طرف اشارہ کر کے بتاتے ہیں کہ انہیں قبروں میں ایک قبر سکندر اعظم کی ہے۔

فائدہ:

جس انسان نے دنیا فتح کی آج اس کی قبر کی نشاندہی مشکل ہے، اس لیے انسان اپنے ایمان اور اعمال بنانے کی فکر کرے اور اللہ کی بارگاہ میں اتنا مقبول ہو جائے کہ لوگ اس کے لیے دعا کریں۔

﴿۲۶﴾ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نورانی ارشادات

① علم کا تقاضا عمل ہے، اگر تم علم پر عمل کرتے تو دنیا سے بھاگتے کیونکہ علم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو حُبّ دنیا پر دلالت کرتی ہو۔
② علم اگر زاہد نہ ہو تو اپنے زمانے والوں پر عذاب ہے۔
③ مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ پر چھوڑتا ہے اور منافق زر و مال پر۔
④ اپنی مصیبتوں کو چھپاؤ اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔
⑤ بہترین عمل لوگوں کو دینا ہے، لوگوں سے لینا نہیں۔
⑥ ظالم اپنے ظلم سے مظلوم کی دنیا خراب کرتا ہے اور اپنی آخرت۔
⑦ وہ روزی جس پر شکر نہ ہو اور وہ تنگی جس پر صبر نہ ہو فتنہ ہے۔
⑧ جس کو کوئی ایذا نہ پہنچے اس میں کوئی خوبی نہیں۔
⑨ مسکینوں کو ناخوش رکھ کر اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا ممکن نہیں۔
⑩ میں ایسے مشائخ کی صحبت میں رہا ہوں کہ ان میں کسی ایک کی دانت کی سفیدی میں نے نہیں دیکھی۔
⑪ دنیا دار دنیا کے پیچھے دوڑتے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے۔

﴿۲۷﴾ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کا پھل

جو انسان دین میں عقلی گھوڑے دوڑتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے، اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرماتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا علی! اتنی رات گئے گھر سے کیوں نکلے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بھوک نے گھر سے نکالا، نیند نہیں آرہی تھی۔ کچھ دور آگے بڑھے تو دیکھا کہ کچھ صحابہ بھی بیٹھے ہیں، ان سے جب دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی عذر پیش کیا، سامنے ایک کھجور کا درخت تھا، سردی کا موسم تھا، حالانکہ سردی کے موسم میں کھجور نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اے علی! اس درخت سے کہو کہ اللہ کا رسول اللہ کہتا ہے کہ ہمیں کھجوریں کھلاؤ۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ درخت کے قریب گئے اور فرمایا اے درخت! اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے کہ ہمیں کھجور کھلاؤ۔ حدیث میں ہے کہ درخت کے پتوں سے کھجوریں گرنے لگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دامن بھرا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

﴿۲۸﴾ قرآن پر عمل کرنے اور اس سے روگردانی کرنے والوں کا انجام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

(اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ) (مسلم شریف، مشکوٰۃ: ص ۱۸۴)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن کریم) کے ذریعہ بہت سی قوتوں کو اونچا اُٹھاتے ہیں، اور دوسری قوموں کو اس (پر عمل نہ کرنے) کی وجہ سے نیچے گراتے ہیں۔“

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمان قرآن پاک کی پاکیزہ تعلیمات اور ارشادات نبوی پر زندگی کے تمام شعبوں میں عمل کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی ترقی اور ایسا عروج عطا فرمایا جس کی نظیر پیش کرنے سے تمام اقوام عالم عاجز ہیں، اور آج مسلمان

کتاب وسنت کو چھوڑ کر ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔

(عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ (۱) فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ (۲) وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ (۳) وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ (۴) هُوَ الْفَصْلُ (۵) لَيْسَ بِالْهَزْلِ (۶) مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ (۷) وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ (۸) وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ (۹) وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ (۱۰) وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ (۱۱) وَهُوَ الَّذِيْ لَا يَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَآءُ (۱۲) وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ (۱۳) وَلَا تَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ (۱۴) وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ (۱۵) وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَآئِبُهُ (۱۶) هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذَا سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (۱۷) مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ (۱۸) وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ (۱۹) وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ (۲۰) وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)

(ترمذی شریف:۲/۱۲۳، مشکوٰۃ شریف:۱/۱۸۶)

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے'' اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ عنقریب ایک عظیم ترین فتنہ برپا ہونے والا ہے''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس فتنہ سے چھٹکارے کی راہ اور مفر کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اس سے حفاظت کا ذریعہ قرآن کریم ہے، اس کے اندر تم سے پہلے لوگوں کے حالات کا ذکر ہے اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والے اُمور اور حالات کی خبر ہے، اور تمہارے باہمی معاملات کے فیصلہ کا حکم اس میں موجود ہے اور قرآن کریم حق وباطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، اس میں کوئی بات مذاق کی نہیں ہے جو شخص غرور اور فخر کی وجہ سے قرآن کو ترک کر دیتا ہے اللہ اس کو ہلاک اور برباد کرتا ہے اور اس کی گردن توڑ کر رکھ دیتا ہے اور جو شخص قرآن کے علاوہ کسی اور چیز میں ہدایت ڈھونڈتا ہے اللہ اس کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مضبوط ترین رسی ہے اور وہ حق تعالیٰ کو یاد دلانے والی کتاب ہے، حکمت ودانائی عطا کرنے والی ہے اور وہی سیدھا راستہ ہے اور وہ ایسی کتاب ہے کہ اس کے اتباع کے ساتھ خواہشات نفسانی حق سے ہٹا کر دوسری طرف مائل نہیں کر سکتیں۔ اس کی زبان ایسی ہے کہ اس کے ساتھ دوسری زبانیں مشابہ نہیں ہو سکتیں اور اس کے علوم سے علماء کی تشنگی نہیں بجھتی، وہ کثرت استعمال اور بار بار تکرار سے پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ قرآن ایسا کلام ہے کہ جب جنات نے اس کو سنا تو بلا توقف کہا کہ ہم نے ایک عجیب وغریب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ دکھلاتا ہے، لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے جو قرآن کے مطابق بات کرے اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور جو قرآن پر عمل کرے اس کو عظیم ترین ثواب دیا جاتا ہے اور جس سے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا، اور جو قرآن کریم کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اس کو سیدھے راستہ کی توفیق بخشی گئی ہے۔''

(۱) فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ:

قرآن کریم کے اندر پچھلی قوموں اور پچھلی اُمتوں کے اچھے برے واقعات اور احوال کا ذکر ہے، چنانچہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بیٹے قابیل وہابیل کا واقعہ، حضرت ادریس علیہ السلام کے احوال، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا واقعہ، حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ، حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد کے واقعات، حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کے واقعات، حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ، حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا واقعہ، حضرت اسحٰق علیہ السلام کا واقعہ،

حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا واقعہ، حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کا واقعہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ، حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے احوال، حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات، قارون وہامان وشداد اور ظالم بادشاہوں کے واقعات، غرضیکہ ہر قوم کے ہر قسم کے اچھے برے بے شمار واقعات قرآن مجید میں موجود ہیں، جن کو پڑھ کر اور سن کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

کہیں مسلمانوں اور کفار کے واقعات اور اپنی قدرت کاملہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾ (سورۃ النور: آیت ۴۴)

ترجمہ: ”بے شک اس میں بصیرت والوں کے لیے بڑی عبرت کی بات ہے۔“

اور کہیں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ﴾ (سورۂ یوسف: ۱۱۱)

ترجمہ: ”یقیناً ان کے واقعات اور قصوں میں عقل مند لوگوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔“

اور کہیں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ یَّخْشٰی﴾ (سورۃ النازعات: آیت ۲۶)

ترجمہ: ”یقیناً اس میں ڈرنے والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔“

(۲) وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ:

اور قرآن کریم کے اندر تمہارے بعد پیش آنے والے واقعات قیامت کی علامات اور قیامت کے احوال کا ذکر ہے، حساب وکتاب، جنت وجہنم کے احوال کا ذکر ہے۔ ان سے عبرت حاصل کر کے اپنے اعمال درست کرنے کی ضرورت ہے۔

(۳) وَحُكْمُ مَا بَیْنَكُمْ:

قرآن کریم کے اندر تمہارے آپس کے معاملات کے طے کرنے اور فیصلہ کرنے کا حکم موجود ہے۔

پورے قرآن کریم میں ۶۶۶۶ آیتیں ہیں، ان میں ۵۰۰ آیتیں احکام اور فیصلوں سے متعلق ہیں۔ بعض علماء نے ان پانچ سو آیتوں کی الگ سے بھی تفسیر لکھی ہے جیسا کہ بادشاہ عالمگیر کے استاذ حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ کی ”تفسیرات احمدیہ“ ہے اور ان ۵۰۰ کے علاوہ ۶۱۶۶ آیتوں میں پچھلی اُمتوں کے احوال وواقعات، قیامت، حساب وکتاب، جنت اور جہنم کے وعدے اور وعید کی باتیں ہیں جن سے انسان عبرت حاصل کر کے اپنی زندگی کو سنوارے۔

(۴) وَهُوَ الْفَصْلُ:

قرآن کریم حق وباطل کے درمیان فیصلہ اور امتیاز پیدا کرنے والی کتاب ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ طارق میں ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾ (سورۃ الطارق: آیت ۱۳) سے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم حق وباطل اور صدق وکذب کے درمیان دوٹوک فیصلہ ہے۔

(۵) لَیْسَ بِالْهَزْلِ:

قرآن کریم میں مذاق، لغو اور لایعنی باتیں نہیں ہیں، بلکہ جو کچھ قرآن نے کہا ہے وہ حق ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الطارق میں ﴿وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾ (سورۃ الطارق: آیت ۱۴) سے ارشاد فرمایا ہے۔

(۶) مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ:

جو شخص قرآن کریم کو غرور و فخر سے چھوڑ دیتا ہے نہ اس پر ایمان لاتا ہے اور نہ اس کی ہدایت پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسوں کو ہلاکت و تباہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کی گردن توڑ کر رکھ دیتا ہے اور اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ شیطان کو اس کے اوپر مسلط کر دیتا ہے پھر وہ اس سے چھٹکارا نہیں پاتا۔ ایسے لوگوں کی عقلیں مسخ ہو جاتی ہیں، انہیں نیکی اور بدی کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی اس کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزخرف میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ (سورۃ الزخرف: آیت ۳۶)

ترجمہ: ’’اور جو شخص اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے آنکھیں چرائے اس پر ہم ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں پھر وہی شیطان اس کا ساتھی بنا رہتا ہے یعنی وہی اس کا استاذ ہے جو وہ کہے گا وہی کرے گا۔‘‘

(۷) وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ:

اور جو شخص قرآن کو چھوڑ کر دوسری چیز سے ہدایت طلب کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے وہ ہدایت پر قائم نہیں رہ سکتا اس کی ایک زندہ مثال دنیا کے سامنے یہ بھی ہے کہ انسانوں کا ایک بڑا طبقہ بزرگوں کے مزارات پر جا کر مرادیں مانگتا ہے وہاں پیشانی ٹیکتا ہے اور بہت سے اوباشوں نے فرضی مزارات بنا لیے اور اسی کو اپنا روزگار بنا بیٹھے، اور یہ طبقہ اپنی گمراہی سے وہاں بھی پھنستا ہے، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر وہاں کچھ دیئے بغیر گزرے تو راستہ میں کچھ واقعات پیش آ سکتے ہیں، گاڑی میں خرابی آ سکتی ہے۔ اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ’’بَابُ صِفَةِ إِبْلِيْسَ وَ جُنُوْدِهٖ‘‘ کے نام سے ایک باب قائم فرمایا ہے جس میں انسان، شیطان اور اس کے چیلوں کا بھی ذکر ہے۔ جو بخاری شریف، کتاب ’’بَدْءُ الْخَلْقِ‘‘ (۴۶۲/۱) میں موجود ہے۔

(۸) وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی ایک مضبوط ترین رسی ہے اللہ اور بندوں کے درمیان ایک مضبوط ترین تعلق اور جوڑ پیدا کرنے کی چیز ہے اور قرآن کے ذریعے سے ہی انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی حاصل کر سکتا ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: ’’اللہ کی رسی کو تم سب مل کر ایک ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔‘‘

(۹) وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ:

وہی حق تعالیٰ کو یاد کرنے کا ذریعہ ہے جو حکمت و دانائی کا اہل بناتا ہے، اس میں اچھی نصیحتیں ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے:

﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ الذاریات: آیت ۵۵)

ترجمہ: ’’آپ مومنین کو اچھی نصیحتوں سے اللہ کی یاد دہانی کراتے رہا کریں، اس سے مومنین کو دینی فائدہ پہنچتا رہے گا۔‘‘

(۱۰) وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ:

قرآن کریم انسان کو سیدھے راستہ اور اعتدال پر قائم رکھتا ہے اور افراط و تفریط سے محفوظ رکھتا ہے، اور صراط مستقیم کی جناب رسول

اللہ ﷺ نے ایک مثال پیش فرمائی کہ ایک لمبا خط کھینچا، اس کے دائیں اور بائیں طرف سارے خطوط کھینچے اور فرمایا یہ سب کے سب گمراہی اور شیطان کے راستے ہیں جو ان میں پڑے گا گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا، اور جو ان سے بچے گا وہ سیدھے راستہ پر قائم رہے گا اور جو لمبا خط کھینچا ہے اس کے بارے میں فرمایا یہ صراط مستقیم ہے اسی پر تمہیں قائم رہنا ہے اور بعض روایات میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ صراط مستقیم وہی ہے جو قرآن وحدیث کے مطابق ہے اسی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین ثابت قدمی سے چلے آرہے ہیں اور اسی کی بقاء اور اسی کی تبلیغ کے لیے مدارس اسلامیہ کا قیام ہوا ہے اور ان مدارس کے اندر قرآن وحدیث اور فقہ کی جو تعلیم دی جاتی ہے وہ صراط مستقیم کے مطابق ہے۔

(۱۱) وَهُوَ الَّذِي لَا يَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ:

جو شخص قرآن کی تعلیمات پر قائم رہے گا تو چاہے کتنی ہی خواہشات اسے ستائیں اور کتنی ہی گمراہی کی باتیں اسے راستہ سے ہٹا کر ٹیڑھا کرنے کی کوشش کریں، شیطان اور گمراہ لوگ اسے اپنے راستے پر لے جانے کی کوشش کریں تو قرآن اسے ادھر جانے اور ٹیڑھا ہونے نہیں دے گا۔ جب بھی وہ ٹیڑھا چلنا چاہے گا اور لائن سے ہٹنا چاہے گا، قرآن اسے سیدھا کر دے گا اور لائن سے نیچے اترنے نہیں دے گا۔ ہر طرف سے دائیں بائیں کے سارے راستے جام کر دیتا ہے، مجبوراً سیدھے راستہ پر قائم رہے گا۔

(۱۲) وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ:

دنیا کی کوئی زبان قرآن کی زبان کے مشابہ نہیں ہے۔ اہل عرب اگرچہ عربی بولتے ہیں مگر قرآن کے لہجے اور قرآن کے محاورے اور قرآن کی فصاحت وبلاغت اور قرآن کے طرز وسلاست میں سے ان کی زبان کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ہے۔ وہ اپنی گفتگو میں قرآن کی ایک آیت کے مشابہ بھی کوئی جملہ نہیں نکال سکتے۔ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو وہ عرب کے بڑے بڑے شعراء اور خطباء اور ادباء کا دور تھا انہوں نے بڑی کوشش کی کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی ایک آیت کے مشابہ کوئی جملہ بنا کر پیش کر دیں، مگر سب نے اس سے عاجز آ کر گھٹنے ٹیک دیئے اور سمجھ لیا کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہو سکتا اس لیے کوئی بھی زبان قرآن کے مشابہ نہیں ہو سکتی۔

(۱۳) وَلَا تَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ:

اور قرآن کریم کے علوم سے علماء کے پیٹ کبھی نہیں بھرتے۔ قرآن کریم میں جتنا غور کرتے جاؤ اس کے اسرار ورموز بڑھتے جاتے ہیں تو ان کی تشنگی بھی بڑھتی جاتی ہے، وہ کبھی آسودہ نہیں ہوتے۔ آج پندرہ سو سال سے علماء قرآن کریم کے اسرار ورموز پر اور اس کے مطالب کی گہرائی پر غور کرتے رہے اور ہزاروں اور لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر قرآن کے علوم اور اس کے اسرار ورموز کے ہزارویں حصہ تک بھی رسائی نہ کر سکے اور نہ ہی رسائی ہو سکتی ہے۔

علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے جب وہ اپنی آخری عمر میں مرض الموت میں مبتلا ہو گئے اور دست کی بیماری شروع ہو گئی اور بار بار بیت الخلاء کی ضرورت پڑ گئی جس کی وجہ سے یکسوئی سے کتابیں مطالعہ کرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا تو اپنے تلمیذ خاص علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جب میں بیت الخلاء کے اندر داخل ہو جاؤں تو تم باہر کھڑے ہو جانا اور زور زور سے پڑھتے رہنا تا کہ میں بیٹھے بیٹھے سنتا رہوں۔ یہ وہ عالم ہیں جو اپنے زمانہ کے جَبَلُ الْعِلْم (علم کا پہاڑ) کہلاتے تھے۔ ان کی تصنیفات سینکڑوں کی تعداد میں ہیں انہوں نے اپنے زمانہ میں جو فتاوی لکھے تھے وہ اس وقت شائع ہو کر آ گئے ہیں۔ ہر جلد کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کے فتاوی ۳۷ جلدوں میں شائع ہو کر آئے ہیں۔ اب اندازہ لگاؤ کہ وہ کتنے بڑے عالم تھے مگر قرآن کے علوم سے سیرابی حاصل نہ کر سکے اور تشنہ ہی رہ گئے۔

(۱۴) وَلَا یَخْلَقُ عَنْ کَثْرَۃِ الرَّدِّ:

قرآن کریم بار بار دہرانے کی وجہ سے پرانا نہیں ہوتا، بلکہ تازگی بڑھتی جاتی ہے۔ دنیا کی ہر چیز کثرتِ استعمال سے پرانی ہو جاتی ہے مگر قرآن کریم بجائے پرانا ہونے کے اس میں تازگی آتی رہتی ہے اور ہر مرتبہ اس میں نئی چیز نظر آتی ہے۔

(۱۵) وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ:

اور قرآن کریم کے عجائبات اور اس کے اسرار و رموز کسی طرح ختم نہیں ہو سکتے اور کوئی انسان قرآن کریم کے اسرار و حکم کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ لقمان میں ان الفاظ کے ساتھ ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴾ (سورۂ لقمان: آیت ۲۷)

ترجمہ: ''اور اگر روئے زمین میں جتنے درخت ہیں ان سب کو قلم بنا دیا جائے اور سمندر کو روشنائی بنا دیا جائے اس کے بعد مزید سات سمندر کو روشنائی بنا دیا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے کمالات مکمل اور تمام نہیں ہو سکتے بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔''

(۱۶) ھُوَ الَّذِیْ لَمْ تَنْتَہِ الْجِنُّ اِذَا سَمِعَتْہُ حَتّٰی قَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ:

بخاری، مسلم اور ترمذی میں ایک لمبی حدیث ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عبارت کے ذریعے ایک پورے واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ اسلام سے پہلے شیاطین آسمانوں میں جا کر وہاں کی باتیں لا کر کاہنوں کو پیش کیا کرتے تھے، پھر کاہن لوگ اس میں کچھ بڑھ چڑھا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے اور کاہن لوگ جو پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے، ان میں سے بہت سی باتیں ہو جایا کرتی تھیں۔ اس لیے کاہنوں کو پیغمبروں کے درجے میں مان رکھا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور قرآن کریم کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا تو شیاطین پر آسمان میں جانے پر پابندی لگا دی گئی۔ جب شیاطین آسمانوں کے قریب پہنچتے تو وہاں کے حفاظتی فرشتے شہاب ثاقب یعنی آسمانی تیروں اور راکٹوں سے مار کر نیچے گرا دیتے۔ شیاطین اور جنات آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ دنیا میں کوئی نئی بات پیش آئی ہو گی جس کی وجہ سے آسمانوں میں جانے پر پابندی شروع ہو گئی ہے۔ چنانچہ جنات نے یہ فیصلہ کیا کہ پوری روئے زمین میں گشت لگایا جائے تاکہ ہم کو معلوم ہو جائے وہ کیا بات ہے جس کی وجہ سے رکاوٹ پیش آ گئی ہے۔ چنانچہ ہر ملک اور ہر صوبہ میں جنات کی ایک ٹولی نے گشت لگانا شروع کر دیا اور ادھر حجازِ مقدس میں مکۃ المکرمہ سے شمالی جانب مدینے کی طرف ایک مقام ہے جس کا نام عکاظ ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں خاص خاص ایام میں وہاں بازار لگا کرتا تھا اور ہر طرف سے عرب قبائل اس بازار میں خرید و فروخت کے لیے جمع ہوتے تھے۔ تو حضور اکرم ﷺ چند صحابہ کو لے کر دعوت اسلام پیش کرنے کی غرض سے عکاظ کے بازار کے لیے روانہ ہو گئے اور اس بازار میں پہنچنے سے کچھ پہلے ایک نخلستان میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور وہاں رات گزاری پھر صبح کو فجر کی نماز میں جہری قرأت شروع فرما دی تو جنات کی ایک ٹولی کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی قرأت سن کر رک گئی اور کہنے لگی کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے لیے رکاوٹ بن گئی ہے اور اسی وقت جنات کی اس ٹولی نے ایمان قبول کر لیا اور اپنی قوم کو جا کر کہا ﴿ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّھْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴾ کہ بے شک ہم نے ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ بتلاتا ہے۔ لہٰذا ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اسی کو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ جملہ میں ارشاد

فرمایا ہے۔(بخاری شریف:۱/۱۰۶،حدیث ۶۴۳۷،۲/۳۲،حدیث ۴۳۳۱،ترمذی شریف:۲/۱۹۹،مسلم:۱/۱۸۴)

(۱۷) مَنْ قَالَ بِهٖ صُدِّقَ:

جوشخص قرآن کے مطابق بات کرے گا اس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا بلکہ اس کی تصدیق کی جائے گی۔

(۱۸) وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ:

اور جوشخص قرآن پر عمل کرے گا اس کو عظیم ترین اجر وثواب سے مالا مال کیا جائے گا۔

(۱۹) وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ:

اور جوشخص قرآن کریم کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا وہ کبھی بے انصافی نہیں کرسکتا بلکہ حق کے مطابق عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

(۲۰) وَمَنْ دَعَآ اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ:

اور جوشخص لوگوں کو قرآن پر ایمان اور اس کے احکام پر عمل کی دعوت دیتا ہے تو خود اسے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ہوتی ہے اور جن کو وہ دعوت دیتا ہے وہ بھی صراطِ مستقیم پر چلنے لگتے ہیں۔(مرقات:صفحہ ۲۵۶ تا ۲۵۹)

﴿۲۹﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیر کو مال بھی دیتی تھیں اور دعا بھی

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جب کوئی سائل آتا اور دعائیں دیتا جیسا کہ سائلین کا طریق ہے تو اُم المومنین بھی اس فقیر کو دعائیں دیتیں اور بعد میں کچھ خیرات دیتیں کسی نے کہا اے اُم المومنین! آپ سائل کو صدقہ بھی دیتی ہو اور جس طرح وہ آپ کو دعا دیتا ہے اسی طرح آپ بھی دعا دیتی ہو۔فرمایا کہ اگر میں اس کو دعا نہ دوں اور فقط صدقہ دوں تو اس کا احسان مجھ پر زیادہ رہے اس لیے کہ دعا صدقے سے کہیں بہتر ہے اس لیے دعا کی مکافات دعا سے کرتی ہوں تا کہ میرا صدقہ خالص رہے کسی احسان کے مقابلہ میں نہ ہو۔

﴿۳۰﴾ عورتوں کی کمزوری

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب معراج شریف جانا ہوا تو وہاں جنت وجہنم کی بھی سیر کی تو دیکھا کہ جہنم کے عذاب میں جو لوگ مبتلا ہیں ان میں اکثر عورتیں ہیں اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں میں دو خامیاں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے جہنم میں جانا ہوگا۔

لعنت کا جملہ کثرت سے زبان پر جاری ہونا:

جہنم میں جانے کا ایک سبب یہ ہے کہ عورتیں بہت معمولی معمولی باتوں پر زبان سے لعنت کا جملہ نکالا کرتی ہیں۔مثلاً دودھ پیتے بچہ سے بھی اگر کوئی بات مزاج کے خلاف صادر ہوجائے تو اس سے بھی کہہ دیتی ہیں کہ تو مرتا کیوں نہیں۔اور جملہ لعنت کا حال یہ ہے کہ زبان سے نکلنے کے بعد وہ کبھی بے کار نہیں جاتا بلکہ ضرور اپنا اثر دکھا دیتا ہے۔جس پر لعنت کی جاتی ہے اگر وہ واقعی مستحق لعنت ہے تو اس پر پڑجائے گی اور اگر وہ مستحق نہیں ہے تو جس نے لعنت کی ہے اس پر آکر گرتی ہے۔حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے۔

"عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَرْمِيْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا يَرْمِيْهِ

بالکفر اِلَّا ارتدت علیہ اِن لم یکن صاحبہ کذلک۔" (بخاری شریف: ۲/ ۸۹۳، حدیث: ۵۸۱۰، مسند امام احمد بن حنبل: ۱۸۱/۵)

ترجمہ: "حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ "کوئی آدمی دوسرے آدمی پر فسق وفجور کا الزام نہیں لگاتا اور نہ ہی کفر کی لعنت کرتا ہے۔ مگر وہ لعنت اس کی طرف لوٹتی ہے اگر اس کا ساتھی ایسا نہیں ہے۔"

اپنے شوہر کی ناشکری کرنا:

اکثر جہنم میں جانے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ شوہر کی ذرا سی بات اپنے مزاج کے خلاف ہو یا شوہر کوئی مطالبہ اس کی مرضی کے مطابق پورا نہ کرے تو پچھلے تمام احسانات پر ایک جملہ سے پانی پھیر دیتی ہے کہ اس مرد نے کبھی میرا حق ادا نہیں کیا، اس مرد نے تو ہمیشہ مجھے ذلیل ہی کیا ہے، میں نے تو کبھی اس میں کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ بس میں ہی ہوں جو اس کے پاس باندی بن کر رہ رہی ہوں وغیرہ وغیرہ یہ سب ایسے جملے ہیں جو شوہر کی زندگی بھر کے احسانات کو فراموش کر دینے والے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کو کسی طرح پسند نہیں ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیے۔

"عن ابن عبّاس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُریت النّار فاذا اکثر اھلھا النّساء یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان ولو احسنت الی احداھنّ الدّھر ثمّ رات منک شیئا قالت ما رایت منک خیرا قطّ۔

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "مجھے جہنم دکھائی گئی تو دیکھا کہ اس میں اکثر ایسی عورتیں ہیں جنہوں نے شوہروں کی ناشکری کی، اوران کے احسانات کو فراموش کر دیا تھا اور اگر تم ان میں سے کسی پر احسان کرو، پھر تم سے کوئی بات خلاف مزاج دیکھ لے تو کہہ دے گی کہ میں نے تو کبھی بھی تم سے کوئی خیر اور بھلائی نہیں دیکھی۔"

(بخاری شریف: ۹/۱، حدیث ۲۹، ۱۴۳/۱، حدیث ۱۰۴۲، ۷۸۲/۲، حدیث ۵۰۰۲)

﴿۳۱﴾ عورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز سے فراغت کے بعد عورتوں میں وعظ کے لیے تشریف لے گئے، اس زمانہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس لیے شوکت اسلام کے مظاہرہ کی غرض سے ہر قسم کی عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جایا کرتے تھے حتیٰ کہ حیض ونفاس والی عورتوں کو بھی لے جایا کرتے تھے جن کے لیے نماز میں شرکت جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لیے بالکل الگ انتظام ہوتا ہے۔
بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں عورتوں کا نظم تھا وہاں تشریف لے جا کر ایک وعظ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

"اے خواتین کی جماعت! میں نے تم میں سے اکثروں کو جہنم میں دیکھا ہے اور جہنم سے حفاظت کا ذریعہ یہی ہے کہ تم کثرت سے صدقہ وخیرات کرو اور استغفار کرو اس لیے کہ استغفار اور صدقہ تمہارے اور جہنم کے درمیان دیوار کی طرح حائل بن جائیں گے۔"

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو ایک نہایت سمجھدار اور ہوشیار قسم کی عورت نے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ ہم میں سے اکثر جہنم میں ہوں گی؟ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ "دو خرابیوں کی وجہ سے جو تمہارے اندر پائی جاتی ہیں:

① تم کثرت کے ساتھ بات بات پر لعنت کرتی ہو۔ اگر چھوٹے معصوم بچہ سے بھی کوئی بات مزاج کے خلاف صادر ہو جائے تو کہہ دیتی ہو کہ تو مرتا کیوں نہیں؟ ایسی اولاد کی ضرورت نہیں وغیرہ وغیرہ۔

② تم شوہروں کی ناشکری کرتی ہو اگر مرضی کے مطابق پوری نہ کرے یا کوئی مطالبہ پورا نہ کرے تو کہہ دیتی ہو کہ اس شوہر سے کبھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں دیکھی یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں اس لیے خواتین اسلام! اس کی کوشش کرو کہ یہ دونوں باتیں اپنے

اندر سے دور ہو جائیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "من جانب اللہ تمہارے اندر دو نقص ہیں: ایک تمہارے اندر عقل کی کمی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرمایا کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔ یہ عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔ دوسری دین کی کمی ہے وہ یہ ہے کہ ہر مہینے میں چند روز ایسے گزارتی ہو کہ ان ایام میں نہ روزہ رکھ سکتی ہو اور نہ ہی نماز پڑھ سکتی ہو۔ نماز روزہ سے محروم ہو جانا دین کی کمی ہے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ عقل و دین کی کمی کے باوجود تمہارے اندر ایک مہارت ایسی ہے کہ جو کسی میں نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شوہر کتنا ہی ہوشیار اور سمجھدار کیوں نہ ہو مگر تم ایک جملہ میں اس کی عقل اڑا کر رکھ دیتی ہو جس سے وہ ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔

آپ ﷺ کی اس تقریر کے بعد عورتوں میں سے کسی نے اپنے گلے کا ہار، کسی نے ہاتھ کا کنگن، کسی نے پازیب، کسی نے کان کے بندے، غرضیکہ جس کے پاس جو تھا نکال کر دینا شروع کر دیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک تھیلے میں بھرنے لگے۔ اس حدیث شریف سے دینی کام کے لیے چندہ کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

"عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اَضْحٰی اَوْ فِطْرٍ اِلَی الْمُصَلّٰی فَمَرَّ عَلَی النِّسَآءِ فَقَالَ یَامَعْشَرَ النِّسَاءِ ! تَصَدَّقْنَ، فَاِنِّیْ اُرِیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ قُلْنَ بِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدٰکُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِیْنِنَا وَعَقْلِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ اَلَیْسَ شَھَادَۃُ الْمَرْاَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَھَادَۃِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذٰلِکَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِھَا قَالَ اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذٰلِکَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِھَا۔"

ترجمہ: "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عید گاہ تشریف لے گئے پھر عورتوں میں تشریف لے گئے تو فرمایا: "اے عورتوں کی جماعت! تم کثرت سے صدقہ کرو اس لیے کہ میں نے تم میں سے اکثر کو جہنم میں دیکھا ہے۔" تو عورتوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "تم کثرت سے لعنت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ دین اور عقل کی کمی کے باوجود عقل مند ہوشیار آدمی کی کھوپڑی کو اڑا کر رکھ دینے والا تم جیسا کسی کو نہیں دیکھا" تو عورتوں نے کہا ہماری عقل اور دین کی کمی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "کیا ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت کے برابر نہیں ہے؟ یہ ان کی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عورت جب ماہواری کی حالت میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ ہی روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہی ان کے دین کی کمی ہے۔" (بخاری شریف ۱/۴۴، حدیث ۳۰۴، مسلم شریف ۱/۶۰)

﴿۳۲﴾ میاں بیوی رفیق بنیں، فریق نہیں

دنیائے انسانیت کی بقاء اور نسل انسانی کا وجود مرد و عورت کے باہمی ارتباط و تعلق سے ہے۔ یہ تعلق جس قدر گہرا اور محبت و الفت سے لبریز ہوگا اسی قدر اس کا نتیجہ بھی بہتر اور نفع بخش ہوگا۔ انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ جب اسے کسی چیز سے محبت اور انس ہوتا ہے تو اس کے دیکھنے اور اس کے پاس رہنے سے راحت اور سکون محسوس کرتا ہے، اور جس چیز سے طبعی طور پر نفرت ہوتی ہے اس سے اس کو گھٹن اور تکلیف کا احساس ہوتا ہے چونکہ اللہ رب العزت کو دنیا کا نظام اور نسل انسانی کا وجود قیامت تک باقی رکھنا مقصود ہے اس لیے مرد کے اندر عورت کی طرف رغبت و خواہش اور عورت کے اندر مرد کی طرف طبعی میلان ودیعت فرما دیا ہے، چنانچہ انسانی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کے سخت محتاج ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضرورت بن جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے

اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں اس ضرورت کو نہایت لطیف پیرایہ میں بیان فرمایا ہے، اگر ہم صرف اس پر غور کریں اور اس کے مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ ہماری ازدواجی زندگی اتنی ہی خوشگوار اور اطمینان بخش ہوگی جو ہمارا مطلوب و مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے" وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔" یہاں اللہ رب العزت نے ایک دوسرے کی احتیاج اور ضرورت کو لباس سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح انسان کو ہر موسم میں کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے زیب و زینت اختیار کرتا ہے، اسی طرح مرد و عورت کو ایک دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن کر زندگی گزاریں نہ کہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہوکر۔

قرآن کریم کی اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح لباس انسان کے جسم سے جدا نہیں ہوتا وہ پوری زندگی اس کو لباس کی احتیاج ہوتی ہے اسی طرح ایک عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ اور شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم رکھنا چاہیے اس اندازِ فکر سے ایک دوسرے کی کمی کو نظر انداز کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ محبت کی آنکھیں عیب کو چھپاتی ہیں اور چشم پوشی کرتی ہیں۔ جبکہ نفرت و عداوت کی آنکھیں برائیوں کو تلاش کرتی ہیں اور اس کو ظاہر کرتی ہیں۔ لہٰذا فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے زوجین کے دل میں ایک دوسرے سے محبت اور جذبہ رحمت پیدا فرمادیا تا کہ ان کی زندگی خوشگوار ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مرد کو خواہ مخواہ عورت کی عیب جوئی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اس کی کوئی عادت بری ہے تو اسے ناپسند ہے تو دوسری عادت اور خصلت اچھی بھی ہوگی جو اسے خوش کردے گی۔" (مسلم)

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ اگر تم اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے لہٰذا اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو تو اچھی زندگی گزرے گی۔" (ابن حبان)

معلوم ہوا کہ عورت کے ساتھ رفاقت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کمزوریوں کو نظر انداز کیا جائے اس کو زیادہ سخت سست نہ کہا جائے اور اس کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اگر اس نیت اور ارادہ سے اس کے ساتھ معاملہ کریں گے تو انشاء اللہ ازدواجی زندگی ہمیشہ خوشگوار ہوگی۔ قرآن کی اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح لباس انسان کے ظاہری عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے مرد و عورت بھی ایک دوسرے کے لیے لباس کے مانند ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ ایک دوسرے کی پردہ پوشی کریں۔ اگر ایک طرف اللہ اور اس کے پیارے رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو تاکید کی ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئیں تو اس کے ساتھ عورتوں کے لیے بھی کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں۔

﴿۳۳﴾ پڑوسی کے شر سے بچنے کا نبوی نسخہ

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا پڑوسی مجھے اتنا ستاتا ہے کہ اس نے میری زندگی تلخ کردی۔ میں نے خوشامدیں کرلیں، سب کچھ کرلیا، مگر ایسا موذی ہے کہ رات دن مجھے ایذا پہنچاتا ہے۔ یا رسول اللہ! میں کیا کروں میں تو عاجز آگیا۔ فرمایا: "میں تدبیر بتلاتا ہوں، وہ یہ کہ سارا سامان گھر سے نکال کر سڑک پر رکھ دے اور سامان کے اوپر بیٹھ جا اور جو آکر پوچھے کہ بھائی گھر کے ہوتے ہوئے سڑک پر کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ کہنا کہ پڑوسی ستاتا ہے۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ بھائی گھر چھوڑ دو، اس واسطے میں نے چھوڑ دیا۔" چنانچہ لوگ آئے پوچھا کہ بھئی! گھر کیوں چھوڑ دیا گھر موجود ہے۔ سامان یہاں کیوں ہے؟ اس نے کہا جی کیا کروں، پڑوسی نے ستانے میں انتہا کردی۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ ابھی گھر چھوڑ دے۔ تو جو سنے وہ کہے لعنت اس پڑوسی کے اوپر، جو آرہا ہے، واقعہ سن رہا ہے لعنت لعنت کرتا ہے۔ مدینہ میں صبح سے شام تک ہزاروں لعنتیں اس پر ہوئیں۔

لعنتوں کی تسبیح پڑھی جانے لگی۔

وہ پڑوسی موذی عاجز آ گیا اس نے آ کے ہاتھ جوڑے اور کہا خدا کے واسطے گھر چل میری زندگی تو تباہ و برباد ہو گئی، اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ عمر بھر اب کبھی نہیں ستاؤں گا بلکہ تیری خدمت کروں گا۔ اب انہوں نے نخرے کرنے شروع کر دیئے کہ بتا پھر تو نہیں ستائے گا؟ اس نے کہا حلف اٹھاتا ہوں کبھی نہیں ستاؤں گا۔ الغرض اسے گھر میں لایا سارا سامان خود رکھا اور روزانہ ایذاء پہنچانے کے بجائے خدمت شروع کر دی۔

تو تدبیر کارگر ہوئی حضور ﷺ نے یہ تدبیر عقل سے بتلائی تھی۔ وحی کے ذریعہ سے نہیں۔ تو پیغمبر عقل مند بھی اتنے ہوتے ہیں کہ ان کی عقل کے سامنے دنیا کی عقل گرد ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل اللہ سے تعلق قوی ہونے کا نام ہے اللہ سے تعلق ہوگا تو دل کا راستہ سیدھا ہوگا۔ عقلمندی یہی ہے کہ اخیر تک کی بات آدمی کو سیدھی نظر آ جائے۔ وہ بغیر تعلق مع اللہ کے نہیں ہوتی۔ تعلق اللہ سے منقطع ہے پھر آدمی عقل مند بنے وہ عقل نہیں چالاکی دعیاری ہوتی ہے۔ عیاری اور چیز ہے، عقلمندی اور چیز ہے۔ چالاکی میں دھوکہ دہی ہوتی ہے۔ دھوکہ دہی سے اپنی غرض پوری کی جاتی ہے۔ عقل میں کسی کو دھوکہ نہیں دیا جاتا سیدھی بات تدبیر سے انجام دی جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی نسبت اللہ سے کس کا تعلق زیادہ مضبوط ہو سکتا ہے؟ تو ان سے زیادہ عقل بھی کسی کی کامل ہو سکتی ہے؟ (اس حدیث کا مضمون دیکھئے تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۶۵۹)

﴿۴۴﴾ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتی بلکہ دل بھی اندھا ہوتا ہے

﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ (سورۂ حج: آیت ۴۶، پارہ ۱۷)

ترجمہ: ”کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی جو ان کے دل ان باتوں کو سمجھنے والے ہوتے یا کانوں سے ہی ان واقعات کو سن لیتے بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتی بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

تشریح: ”سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے خدائی دعوے اور خدا کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکارا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ (سورۂ ہود: آیت ۱۰۲) پڑھی۔

پھر فرمایا کہ کئی ایک بستیوں والے ظالموں کو جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی ہم نے غارت کر دیا جن کے محلات کھنڈر بنے پڑے ہیں، اوندھے گرے ہوئے ہیں ان کی منزلیں ویران ہو گئیں ان کی آبادیاں اجڑ گئیں ان کے کنویں خالی پڑے ہیں، جو کل تک آباد تھے آج خالی ہیں ان کے چونہ گچ محل جو دور سے سفید چمکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے جو بلند و بالا اور پختہ تھے وہ آج اجڑے پڑے ہیں وہاں اُلو بول رہا ہے ان کی مضبوطی انہیں نہ بچا سکی ان کی خوبصورتی اور پائیداری بے کار ثابت ہوئی رب کے عذاب نے انہیں تہس نہس کر دیا جیسے فرمایا ہے:

﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ (سورۃ النساء: آیت ۷۸) یعنی گو تم چونہ گچ پکے قلعوں میں محفوظ ہو لیکن موت وہاں بھی تمہیں چھوڑنے کی نہیں۔ کیا وہ خود زمین میں چلے پھرے نہیں؟ نہ ہی کبھی غور و فکر کیا کہ کچھ عبرت حاصل ہوئی۔

امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ، کتاب التفکر والاعتبار میں روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! لوہے کی نعلین پہن کر لوہے کی لکڑی لے کر زمین میں چل پھر کر آثار و عبرت کو دیکھ وہ ختم نہ ہوں گی یہاں تک کہ تیری لوہے کی جوتیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور لوہے کی لکڑی بھی ٹوٹ پھوٹ جائے۔

اس کتاب میں بعض دانشمندوں کا قول ہے کہ وعظ کے ساتھ اپنے دل کو زندہ کر، اور غور و فکر کے ساتھ اسے نورانی کر، اور زہد اور دنیا

سے بچنے کے ساتھ اسے مار دے اور یقین کے ساتھ اسے قوی کر لے، اور موت کے ذکر سے اسے ذلیل کر دے، اور فنا کے یقین سے اسے صبر دے، دنیا کی مصیبتیں اس کے سامنے رکھ کر اس کی آنکھیں کھول دے، زمانہ کی تنگی اسے دکھا کر اسے دہشت ناک بنا دے، دنوں کے الٹ پھیر سمجھا کر اسے بیدار کر دے، گزشتہ واقعات سے اسے عبرت ناک بنا، اگلوں کے قصے سنا کر ہوشیار رکھ، ان کے شہروں میں اور ان کے سوانح میں غور و فکر کرنے کا عادی بنا، اور دیکھ کہ گنہگاروں کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا کچھ ہوا، کس طرح وہ لوٹ پوٹ کر دیئے گئے۔ پس یہاں بھی یہی فرمان ہے کہ اگلوں کے واقعات سامنے رکھ کر دلوں کو سمجھدار بناؤ، ان کی ہلاکت کے سچے فسانے سن کر عبرت حاصل کرو۔ سن لو آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتی بلکہ سب سے برا اندھاپا دل کا ہے۔ گو آنکھیں صحیح سالم موجود ہیں۔ دل کے اندھاپے کی وجہ سے نہ تو عبرت حاصل ہوتی ہے نہ خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ ابو محمد ابن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کا انتقال ۵۱۷ ہجری میں ہوا ہے اس مضمون کو اپنے چند اشعار میں خوب نبھایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: اے وہ شخص جو گناہوں میں لذت پا رہا ہے کیا اپنے بڑھاپے اور برے آپے سے بھی تو بے خبر ہے؟ اگر نصیحت اثر نہیں کرتی تو کیا دیکھنے سننے سے بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی؟ سن لے! آنکھیں اور کان اپنا کام نہ کریں تو اتنا برا نہیں جتنا برا یہ ہے کہ واقعات سے سبق حاصل نہ کیا جائے، یاد رکھ نہ تو دنیا باقی رہے گی نہ آسمان نہ سورج نہ چاند، گو جی نہ چاہے مگر دنیا سے تم کو ایک روز بادل ناخواستہ کوچ کرنا ہی پڑے گا کیا امیر ہو کیا غریب شہری ہو کیا دیہاتی۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۴۳۰، ۴۳۱)

﴿۳۵﴾ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا نبوی نسخہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور! جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہ! تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"① لوگوں کو سلام کیا کرو ② کھانا کھلایا کرو ③ صلہ رحمی کرتے رہو ④ اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تاکہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔" (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۲۷۴)

﴿۳۶﴾ لوگوں کے عیب نہ ٹٹولو ورنہ اللہ تعالیٰ رسوا کر دے گا

حدیث شریف میں ہے بندگان خدا کو ایذا نہ دو عار نہ دلاؤ، ان کی پوشیدگیاں نہ ٹٹولو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب ٹٹولے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔

(تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۹۲)

﴿۳۷﴾ ایک نوجوان صحابی کی حضور سے عجیب محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت پر جو عادی ہے کسی پر نہیں دی۔ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ نے آکر کہا کہ حضور! آپ سے مجھے بہت محبت ہے جو حکم دیں کروں گا۔ فرمایا اپنی ماں کا گلا کاٹ لا۔ امتحان تھا فوراً تلوار اٹھا کر ماں کی طرف چلے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بلا کر کہا کہ میں رشتے کاٹنے کے واسطے نہیں آیا۔ تیری محبت کا امتحان تھا تیری ماں نہیں مروانی، اس سے ذاتی تعلق مروانا ہے ماں سے ملو کہ خدا نے کہا ہے، نہ کہ اپنے ذاتی تعلق کی وجہ سے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پوچھنے آئے، تعلق والوں کو پوچھا کرتی ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیہوش تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد فرمایا کہ یہ چل دینے والا ہے، اس کے مرنے کی اطلاع مجھے کرنا، یہ کہہ کر آپ

ﷺ تشریف لے گئے۔ تشریف لے جاتے ہی انہیں ہوش آیا کہنے لگے حضور ﷺ مجھے پوچھنے نہیں آئے؟ کہا گیا آئے تھے۔ کہنے لگے جب مر جاؤں خود ہی دفن کر دینا۔ حضور ﷺ کو اس کی اطلاع نہ کرنا میرے محلے میں یہودی رہتے ہیں اگر حضور ﷺ میری وجہ سے رات یہاں تشریف لائیں تو ممکن ہے کسی یہودی سے انہیں تکلیف پہنچے۔ میرے نام پر حبیب کو ذرہ کی تکلیف برداشت نہیں ہے۔

چنانچہ انتقال ہوا۔ رشتے داروں نے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر دفن کر دیا۔ اس زمانہ میں مرنے والوں کے رشتہ دار بمبئی کلکتہ سے آنے کا انتظار کرتے ہیں اور یہاں حضور ﷺ کا بھی انتظار نہیں، مرنے اور دفن میں یوں وقت نہیں لگتا تھا، ارے وہاں تو حکم ہے کہ میت کو جلدی سے لے کر چلو اگر اچھا آدمی ہے تو اسے تاخیر کر کے اس کی نعمتوں سے کیوں محروم کر رہے ہو؟ اور اگر برا آدمی ہے پھر اسے اپنے کندھوں پر کیوں اٹھا رکھا ہے؟ جلدی اس وجہ سے کروائی کہ اس کا عذاب گھر ہی میں شروع نہ ہو جائے۔ تاریخ اس کی شاہد ہے عبیداللہ بن زیاد جس کے حکم پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے وہ قتل ہوا اس کا سر رکھا ہوا تھا، ایک اژدھا آیا ناک میں گھس کر منہ سے نکل آیا دو مرتبہ ایسا ہی کیا۔ سلیمان (عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بادشاہ) کی میت کو جب قبر میں رکھا جانے لگا میت ہلی لڑکے نے کہا میرا باپ زندہ ہو گیا۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جلدی کرو دفن میں خدا کی پکڑ نے آلیا ہے۔ الغرض صبح کو حضور ﷺ کو اطلاع ملی، سب معلوم ہوا قبر پر گئے دعا میں یہ بھی کہا: اے اللہ تو اس سے ایسے مل کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو، یہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو، یہ محبت کا انعام ہے، جس میں انسان کو محبوب کے علاوہ اور کچھ نہیں بھاتا محبت اگر آ گئی تو سارے عمل آ جائیں گے اس محبت کے واسطے اعمال پر محنت مانگی جاتی ہے۔

(خصوصی تقاریر حضرت جی مولانا یوسف صاحب: ص ۵، ۶، قصہ ہذا کا مضمون دیکھئے حیاۃ الصحابہ: جلد ۲ ص ۴۱۳)

﴿۳۸﴾ جنت کی نعمتوں اور بکھرے موتیوں کا تذکرہ

﴿ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ۝ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا ﴾ (الدھر ۱۳ تا ۲۲)

ترجمہ: ''یہ وہاں تختوں پر ٹیک لگائے ہوئے بیٹھیں گے، نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں گے نہ جاڑے کی سختی۔ ان جنتوں کے سایے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے میوے اور گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے۔ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے۔ شیشے بھی چاندی کے جن کو ساقی نے اندازے سے ناپ رکھا ہو گا اور انہیں وہاں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی ملونی زنجبیل کی ہو گی جو جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے اور ان کے اردگرد گھومتے پھرتے ہیں وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ وہ بکھرے ہوئے سچے موتی ہیں تو وہاں جہاں کہیں بھی نظر ڈالے گا سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھے گا ان کے جسموں پر سبز مہین اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا (کہا جائے گا) یہ وہی تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری کوششوں کی قدر دانی ہے۔''

تشریح: جنتیوں کی نعمتوں اور راحتوں کا، ان کے ملک و مال اور جاہ و جمال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بہ آرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع اور مزین جڑاؤ تختوں پر بے فکری سے تکیے لگائے سرور و راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے

ہوں گے...... پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے گی، نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گزریں گی، بلکہ بہار کا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے۔ گرمی، سردی کے جھمیلوں سے الگ ہیں جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کیے ہوئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے، چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں، چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں، چاہے کھڑے ہو کر لے لیں، درختوں پر چڑھنے کی اور تکلیف کی کوئی ضرورت نہیں، سر دں پہ میوے دار گچھے اور لدے ہوئے لچھے لٹک رہے ہوں گے، توڑا اور کھالیا۔ اگر کھڑے تو میوے اتنے اونچے ہیں، بیٹھے تو قدرے جھک گئے، لیٹے تو اور قریب آ گئے، نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ ہے اور نہ دوری کی سر دردی ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے، اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں، ڈالیاں لولو، زبرجد اور یاقوت کی ہیں۔ ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں جن کے توڑنے میں کوئی دقت اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو، چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے۔ ایک طرف خوش خرم، خوش دل، خوبصورت باادب سلیقہ شعار، فرمانبردار خادم، قسم قسم کے کھانے، چاندی کی کشتیوں میں لگائے ہوئے کھڑے ہیں۔ دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لیے ساقیانِ مہوش اشارے کے منتظر ہیں، یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے۔ دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے گی۔ جنت کی تمام چیزوں کی یوں ہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلوریں گلاسوں کی مثال نہیں ملتی پھر یہ جام نپے تلے ہوئے ہیں، ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں، ان کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور پینے والوں کی حسب خواہش شراب طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے۔ ان نایاب گلاسوں میں جو پاک، خوش ذائقہ اور سرور والی بے نشے کی شراب انہیں ملے گی اور جنت کی نہر سلسبیل کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی، جیسا اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کافور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی تو مطلب یہ ہے کہ کبھی اس ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج انی سے تاکہ اعتدال قائم رہے یہ نیک لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقربین خالص اس نہر کا شربت پئیں گے۔ سلسبیل بقول عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ جنت کے ایک چشمہ کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانی سے لہریا چال بہہ رہا ہے، اس کا پانی بہت ہلکا نہایت شیریں خوش ذائقہ اور خوش بو ہے جو آسانی سے پیا جائے اور سہتا پچتا رہے۔

ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عمر لڑکے ان کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہوں گے، یہ غلمانِ جنتی جس سن وسال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے، یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے ہوئے بہ تعدادِ کثیر اِدھر اُدھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑے بھاگے مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا گو یا سفید آبدار موتی اِدھر اُدھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں، حقیقت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کے لیے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف سجی ہوئی پوشاکیں پہنے ہوئے زیور میں لدے ہوئے اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے اِدھر اُدھر پھرتے ایسے بھلے ہوں گے جیسے سجے سجائے پر تکلف فرش پر سفید چمکیلے موتی اِدھر اُدھر لڑھک رہے ہوں...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر ایک جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی! تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی، تم دیکھو گے کہ راحت وسرور نعمت ونور سے چپہ چپہ معمور ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تبارک وتعالیٰ فرمائے گا، جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے بلکہ اس سے بھی دس حصے زیادہ دیا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے وہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت وملک دو ہزار

سال کی مسافت کا ہوگا۔ ہر قریب وبعید کی چیز پر اس کی بیک نظر یکساں نگاہیں ہوں گی، یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اعلیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی؟

اے خدا! اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے! ہم یہ عاجزی والحاج تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہماری للچائی ہوئی طبیعت کے ارمانوں کو پورا کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس نصیب فرمانا۔ گو ایسے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے تو تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں، آمین۔ (مترجم)

طبرانی کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں وارد ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے اسے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھنا ہو پوچھ لو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! صورت شکل میں رنگ روپ میں نبوت ورسالت میں آپ ﷺ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے۔ اب تو یہ فرمائیے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا جو ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو شخص لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ...... الخ کہے اس کے لیے خدا کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کہے اس کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔" تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہ! ہم کیسے ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو خدا کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے، اس وقت یہ سورت مُلْكًا كَبِيرًا تک اتری تو اسی حبشی نے کہا کہ اے حضور! جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں گی کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ہاں۔ پس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اسے دفن کیا (رضی اللہ عنہ)۔

پھر اہل جنت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ سبز ہرے رنگ کا مہین اور چمکدار ریشم ہوگا سُنْدُس اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا ہوا ہوگا اِسْتَبْرَق عمدہ بیش بہا گرانقدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنایا جائے گا، ساتھ ہی چاندی کے کنگن ہاتھوں میں ہوں گے۔ یہ لباس ابرار کا ہے۔ اور مقربین خاص کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے ﴿يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ﴾ (سورۃ فاطر: آیت ۳۳) انہیں سونے کے کنگن ہیرے جڑے ہوئے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم صاف ریشمی لباس ہوگا ان ظاہر جسمانی استعمالی نعمتوں کے ساتھ ہی انہیں پر کیف بالذت، سرور والی، پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائی جائے گی جو تمام ظاہری باطنی برائی دور کرے گی حسد کینہ بدخلقی غصہ وغیرہ سب دور کر دے گی۔ جیسے امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اہل جنت، جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو انہیں دو نہریں نظر آئیں گی اور انہیں از خود خیال پیدا ہوگا، ایک کا وہ پانی پئیں گے تو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا۔ دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے تروتازہ، ہشاش بشاش ہو جائیں گے۔ ظاہری اور باطنی دونوں خوبیاں انہیں بدرجہ کمال حاصل ہوں گی، جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے کے لیے اور ان کی خوشی دوبالا کرنے کے لیے بار بار کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری بھلی کوششوں کی قدردانی ہے جیسے وہ جگہ ہے ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (سورۃ الحاقۃ: آیت ۲۴) دنیا میں جو اعمال تم نے کیے ان کی نیک جزا میں آج تم خوب سہتا پچتا با آرام واطمینان کھاتے پیتے رہو۔ اور فرمان ہے ﴿وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (سورۃ الاعراف: آیت ۴۳) یعنی منادی کیے جائیں گے کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداریوں کی بنا پر بنایا گیا

ہے یہاں بھی فرمایا ہے کہ تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کرے آمین۔

(تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۴۸۱ سے صفحہ ۴۸۵)

﴿۳۹﴾ جنت میں پردے گر گئے، شام ہوگئی جنت میں پردے ہٹ گئے صبح ہوگئی

﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا﴾ (سورۂ مریم: آیت ۶۲)

ترجمہ: ''وہاں لوگ کوئی لغو بات نہ سنیں گے صرف سلام ہی سلام سنیں گے ان کے لیے وہاں صبح وشام ان کا رزق ہوگا۔''

جنت میں صبح وشام باعتبار دنیا کے ہے وہاں رات نہیں بلکہ ہر وقت نور کا سماں ہے۔ پردے گر جانے اور دروازے بند ہو جانے سے اہل جنت وقت شام کو اور اسی طرح پردوں کے ہٹ جانے اور دروازوں کے کھل جانے سے صبح کے وقت کو جان لیں گے، ان دروازوں کا کھلنا بند ہونا بھی جنتیوں کے اشارے اور حکموں پر ہوگا، یہ دروازے بھی اس قدر صاف شفاف آئینہ نما ہیں کہ باہر کی چیزیں اندر سے نظر آئیں۔ چونکہ دنیا میں دن رات کی عادت تھی اس لیے جو وقت جب چاہیں گے پائیں گے۔ چونکہ عرب صبح شام ہی کھانا کھانے کے عادی تھے اس لیے جنتی رزق کا وقت بھی وہی بتلایا گیا ہے ورنہ جنتی جو چاہیں جب چاہیں موجود پائیں گے۔

﴿۴۰﴾ جنت میں نوجوان کنواری لڑکیوں کی بھی بارش ہوگی

جنت میں نیک لوگوں کے لیے خدا تعالیٰ کے ہاں جو نعمتیں و رحمتیں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب مقصد ور اور نصیب دار ہیں کہ جہنم سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے۔ انہیں نوجوان کنواری حوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہوں گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے لباس ہی خدا کی رضامندی کے ہوں گے۔ بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ بتاؤ ہم تم پر کیا برسائیں؟ پھر وہ جو فرمائیں گے بادل ان پر برسائیں گے۔ یہاں تک کہ نوجوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسیں گی۔ (ابن ابی حاتم)

انہیں شراب طہور کے چھلکتے ہوئے پاک صاف بھرپور جام پر جام ملیں گے، جس میں نشہ نہ ہوگا کہ بے ہودہ گوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں جیسے اور جگہ ہے ﴿لَا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ﴾ (سورۃ الطور: آیت ۲۳) اس میں نہ لغو ہوگا نہ برائی اور نہ گناہ کی باتیں کوئی بات جھوٹ اور فضول نہ ہوگی۔ وہ دار السلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات ہی نہیں۔ یہ جو کچھ بدلے ان پارسا لوگوں کو ملے ہیں یہ ان کے نیک اعمال کے نتیجے میں جو اللہ کے فضل وکرم سے اور اس کے احسان وانعام کی بنا پر انہیں ملے ہیں۔ جو بے حد کافی وافی ہیں جو بکثرت اور بھرپور ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴۹۹/۵)

﴿۴۱﴾ جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں

جنت میں پانی کے چشمے ہیں جو کبھی بگڑتا نہیں متغیر نہیں ہوتا، سڑتا نہیں، نہ بدبو پیدا ہوتی ہے، بہت صاف موتی جیسا ہے کوئی گدلا پن نہیں کوڑا کرکٹ نہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنتی نہریں مشک کے پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔

اس میں پانی کے علاوہ دودھ کی نہریں بھی ہیں جس کا مزہ کبھی بدلتا نہیں، بہت سفید، بہت میٹھا اور نہایت صاف وشفاف اور با مزہ پر ذائقہ۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ یہ دودھ جانوروں کے تھن سے نکلا ہوا نہیں بلکہ قدرتی ہے۔ اور نہریں ہوں گی شراب صاف کی جو پینے والے کا دل خوش کر دیں، دماغ کشادہ کریں جو شراب نہ تو بدبودار ہے نہ تلخی والی بد نظر منظر ہے۔ بلکہ دیکھنے میں بہت اچھی پینے میں لذیذ نہایت خوشبودار جس سے نہ عقل میں فتور آئے نہ دماغ میں چکر آئیں نہ بہکیں نہ بھٹکیں نہ نشہ چڑھے نہ عقل جائے۔ حدیث میں ہے کہ یہ شراب بھی کسی کے ہاتھوں سے کشید کی ہوئی نہیں بلکہ خدا کے حکم سے تیار ہوئی ہے۔ خوش ذائقہ اور خوش رنگ ہے۔

جنت میں شہد کی نہریں بھی ہیں جو بہت صاف ہیں اور خوشبودار اور ذائقہ تو کہنا ہی کیا ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ یہ شہد بھی مکھیوں کے پیٹ سے نہیں۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جنت میں دودھ، پانی، شہد اور شراب کے سمندر ہیں جن میں سے ان کی نہریں اور چشمے جاری ہوتے ہیں۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن صحیح فرماتے ہیں۔ ابن مردویہ کی حدیث یہ ہے کہ نہریں جنت عدن سے نکلتی ہیں پھر ایک حوض میں آتی ہیں وہاں سے بذریعہ اور نہروں کے تمام جنتوں میں جاتی ہیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اسی سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔

طبرانی میں ہے حضرت لقیط بن عامر رحمہ اللہ جب وفد میں آئے تھے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جنت میں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صاف شہد کی نہریں، اور بغیر نشے کے سر درد نہ کرنے والی شراب کی نہریں، اور نہ بگڑنے والی دودھ کی نہریں، اور خراب نہ ہونے والی شفاف پانی کی نہریں، اور طرح طرح کے میوہ جات، عجیب و غریب بے مثل و بالکل تازہ اور پاک صاف بیویاں اور صالحین کو ملیں گی اور خود بھی صالحات ہوں گی، دنیا کی لذتوں کی طرح ان سے لذتیں اٹھائیں گے، ہاں وہاں بال بچے نہ ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ خیال کرنا کہ جنت کی نہریں بھی دنیا کی نہروں کی طرح کھدی ہوئی زمین میں اور گڑھوں میں بہتی ہیں، نہیں نہیں قسم خدا کی وہ صاف زمین پر یکساں جاری ہیں ان کے کنارے کنارے لؤلؤ اور موتیوں کے خیمے ہیں، ان کی مٹی مشک خالص ہے، وہاں ان کے لیے ہر طرح کے میوے اور پھول پھل ہیں، جیسے اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ﴾ (سورۃ الدخان: آیت ۵۵) یعنی وہاں نہایت امن وامان کے ساتھ ہر قسم کے میوے وہ منگوائیں گے اور کھائیں گے، اور آیت میں ہے ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ﴾ (سورۃ الرحمٰن: آیت ۵۲) دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کے جوڑے ہیں۔ ان تمام نعمتوں کے ساتھ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ رب خوش ہے علاوہ اپنی مغفرت ان کے لیے حلال کر چکا ہے، انہیں نواز چکا ہے، اور ان سے راضی ہو چکا ہے اب کوئی کھٹکا ہی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/۱۰۲، ۱۰۳)

﴿۴۲﴾ جنت میں چھ چیزیں نہ ہوں گی

جنت میں سب کچھ ہوگا مگر چھ چیزیں نہ ہوں گی:

① موت نہ ہوگی
② نیند نہ ہوگی
③ حسد نہ ہوگا
④ نجاست نہ ہوگی
⑤ بڑھاپا نہ ہوگا
⑥ داڑھی نہ ہوگی بلکہ بغیر داڑھی کے جوان ہوں گے۔

(مشکوٰۃ باب صفۃ الجنۃ، آخرت کی یاد، ملفوظات اقدس مولانا افتخار الحسن کاندھلوی: ص ۳۰)

﴿۴۳﴾ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے جنتیوں کی دھوم دھام کے متعلق عجیب و غریب آٹھ سوالات اور آنحضرت ﷺ کے جوابات

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

سوال میں نے کہا یا رسول اللہ! حور عین کی خبر مجھے دیجیے۔

جواب آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ گورے رنگ کی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں۔ سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے کہ گدھ کا پر۔“

سوال میں نے کہا ﴿لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ﴾ کی بابت خبر دیجئے۔

جواب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ان کی صفائی اور جوت (چمک) مثل اس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو۔“

سوال میں نے کہا ﴿خَیْرٰتٌ حِسَانٌ﴾ کی کیا تفسیر ہے؟

جواب فرمایا: ”خوش خلق و خوبصورت۔“

سوال میں نے کہا ﴿بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب فرمایا: ”ان کی نزاکت اور نرمی انڈے کی اس جھلی کے مانند ہوگی جو اندر ہوتی ہے۔“

سوال میں نے ﴿عُرُبًا اَتْرَابًا﴾ کے معنی دریافت کئے۔

جواب فرمایا: ”اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھونس تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اور ہم عمر بنادیں۔“

سوال میں نے پوچھا یا رسول اللہ! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حورعین؟

جواب فرمایا: ”دنیا کی عورتیں حورعین سے بہت افضل ہیں۔ جیسے استر سے ابرا بہتر ہوتا ہے۔“

سوال میں نے کہا اس افضلیت کی کیا وجہ ہے؟

جواب فرمایا: نمازیں روزے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے نور سے ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں۔ سفید ریشم اور سبز ریشم اور زرد سنہرے ریشم اور زرد سنہرے زیور، بخوردان موتی کے، کنگھیاں سونے کی، یہ کہتی رہیں گی:

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ اَبَدًا وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْاَسُ اَبَدًا

وَنَحْنُ الْمُقِیْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ اَبَدًا وَنَحْنُ الرَّاضِیَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا

طُوْبٰی لِمَنْ کَانَ لَنَا وَکُنَّا لَهٗ

”یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مریں گی نہیں۔ ہم ناز اور نعمت والیاں ہیں کہ کبھی مفلس اور بے نعمت نہ ہوں گی۔ ہم اقامت کرنے والی ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گی۔ ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گی نہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لیے ہم ہیں اور ہم ان کے لیے ہیں۔“

سوال میں نے پوچھا یا رسول اللہ! بعض عورتوں کے دو دو، تین تین، چار چار خاوند ہو جاتے ہیں اس کے بعد اسے موت آتی ہے مرنے کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اس کے ساتھ خاوند بھی گئے تو یہ کسے ملے گی؟

جواب آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے چنانچہ یہ ان میں سے اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ پروردگار! یہ مجھ سے بہت اچھی بود و باش رکھتا تھا اسی کے نکاح میں مجھے دے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/۲۵۵، ۲۵۶)

﴿۴۴﴾ جنت میں حوروں کی دھوم دھام، حور نازک، نورانی، ناز اور کرشمہ والی ہوگی

صور کی مشہور مطوّل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر میں

انہیں جنت میں لے جاؤں گا، خدا کی قسم! تم جس قدر اپنے گھر بار اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت زیادہ اہل جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوں گے۔ پس ایک ایک جنتی کی بہتر (۷۲) بہتر (۷۲) بیویاں ہوں گی جو خدا کی بنائی ہوئی ہیں اور دو دو بیویاں ان عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں بوجہ اپنی عبادت کے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی، جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا، یہ اس بالا خانے میں ہوگی جو یاقوت کا بنا ہوا ہوگا، اس پلنگ پر ہوگی جو سونے کے تاروں سے بنا ہوا ہوگا اور جڑاؤ جڑا ہوا ہوگا۔ ستر (۷۰) جوڑے پہنے ہوئے ہوگی جو سب باریک اور سبز چمکیلے خالص ریشم کے ہوں گے، یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوگی کہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف سے دیکھے گا تو صاف نظر آ جائے گا۔ کپڑے گوشت، ہڈی کوئی چیز روک نہ ہوگی۔ اس قدر اس کا پنڈا صاف اور آئینہ نما ہوگا جس طرح مروارید میں سوراخ کر کے ڈورا ڈال دیں تو وہ ڈورا باہر سے نظر آتا ہے، اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا، ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا۔ الغرض یہ اس کا آئینہ ہوگی اور وہ اس کا آئینہ۔ یہ اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوگا نہ یہ تھکے گا نہ وہ تھکے گی۔ نہ اس کا دل بھرے گا نہ اس کا دل بھرے گا۔ جب کبھی نزدیکی کرے گا تو کنواری پائے گا نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گزرے مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے۔ یہ یوں ہی مشغول ہوگا جو کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا اور نہ ان کا آپ سے بھرے گا مگر آپ کی دوسری بیویاں بھی ہیں۔ اب یہ یہاں سے باہر آئے گا اور ایک ایک کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جائے گا کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی سے تجھ سے زیادہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۲۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ! کیا جنت میں جنتی لوگ جماع بھی کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ خوب اچھی طرح، بہترین طریق پر۔ جب الگ ہوگا وہ اسی وقت پھر پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائے گی۔'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت عطا کی جائے گی۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور! کیا اتنی طاقت رکھے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملے گی۔'' طبرانی کی حدیث میں ہے ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن میں ہو آئے گا۔ حافظ عبداللہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث شرط صحیح پر ہے۔ واللہ اعلم

جنت کی عورتیں اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوند ان کے عاشق، جنت کی عورتیں ناز و کرشمہ اور نزاکت والی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۲۵۷)

﴿۴۵﴾ جنت کی عورتیں اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھیں گی

جنت کی عورتیں اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھیں گی۔ جنت کی عورتیں خوش کلام ہیں اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں۔ جب کچھ بولیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہیں عرب اس لیے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی۔ اتراب کے معنی ہیں ہم عمر یعنی تینتیس برس کی، اور یہ معنی بھی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت، خلق بالکل یکساں ہے جس سے وہ خوش یہ خوش، جو اسے ناپسند اسے بھی ناپسند۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ آپس میں ان میں بیر، بغض، حسد اور رشک نہ ہوگا۔ یہ سب آپس میں بھی ہم عمر ہوں گی تاکہ بے تکلفی سے ایک دوسری سے ملیں جلیں کھیلیں کودیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر نہایت پیارے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی سریلی اور رسیلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی ان کا گانا وہی ہوگا جو پہلے بیان ہوا۔ ابو یعلی میں ہے ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا۔

نَحْنُ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ خُبِئْنَا لِأَزْوَاجٍ كِرَامٍ

ترجمہ: ''ہم پاک صاف خوش وضع خوبصورت عورتیں ہیں۔ جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کے لیے چھپا کر رکھی گئی تھیں۔''

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگنی شروع کی، چونکہ سخت سردی تھی بڑے زور کا پالا پڑ رہا تھا ہاتھ اٹھائے نہیں جاتے تھے اس لیے میں نے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آ گئی خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا کہ اس جیسی خوبصورت نورانی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گزری، اس نے مجھ سے کہا اے ابوسلیمان! ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگنے لگے اور یہ خیال نہیں کہ پانچ سو سال سے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لیے اپنی خاص نعمتوں میں پرورش کر رہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۵/۲۵۷)

﴿۴۶﴾ آیئے! جنت عدن کی سیر کریں، جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں

ان بزرگوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی اور غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں، جھگڑوں میں گالیاں بکیں، باتوں میں جھوٹ بولیں۔ امانت میں خیانت کریں۔

صلہ رحمی کا، رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا، فقیر محتاج کو دینے کا، بھلی باتوں کے نباہنے کا جو حکم خدا ہے یہ اس کے عامل ہیں...... رب کا خوف دل میں رچا ہوا ہے۔ نیکیاں کرتے ہیں فرمانِ خدا سمجھ کر، بدیاں چھوڑتے ہیں نافرمانی خدا سمجھ کر۔ آخرت کے حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں اسی لیے برائیوں سے بچتے ہیں۔ نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں اعتدال کے راستے نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمانِ خدا کا لحاظ رکھتے ہیں۔ حرام کاموں اور خدا کی نافرمانیوں کی طرف گو نفس گھسیٹے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع سجدہ کے وقت خشوع وخضوع شرعی طور پر بجا لاتے ہیں۔ جنہیں دینا خدا نے فرمایا ہے انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقرا محتاج مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہِ اللہ خرچ کرتے ہیں۔

قباحت کو احسان سے برائی کو بھلائی سے دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں۔ دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں اور دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں، دوسروں کے ظلم سہ لیتے ہیں اور خود سلوک کرتے ہیں، تعلیم قرآن سے ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ (سورۂ حم السجدۃ: آیت ۳۴) بہت اچھی طریقے سے ٹال دو تو دشمن بھی گاڑھا دوست بن جائے گا، صبر کرنے والے صاحبِ نصیب ہی اس مرتبہ کو پاتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے اچھا انجام ہے۔ وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو ہمیشگی والی اور پائیدار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں بروج اور بالا خانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں ہر دروازے پر پانچ ہزار فرشتے ہیں۔ وہ محل مخصوص ہے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے لیے۔ حضرت ضحاک رحمۃ علیہ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے، جس میں انبیاء ہوں گے شہداء ہوں گے اور ہدایت کے ائمہ ہوں گے اور ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے اردگرد جنتیں ہیں وہاں یہ اپنے اور چہیتوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے۔

ان کے بڑے باپ دادا ان کے چھوٹے بیٹے پوتے ان کے جوڑے بھی جو ایمان دار اور نیک کار تھے اس کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں مسرور ہوں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی یہاں تک کہ اگر کسی کے اعمال اس درجہ بلندی تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہوں گے تو خدائے تعالیٰ ان کے درجے بڑھا دے گا اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾

جن ایمان داروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہیں ہم انہیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ان کے پاس مبارک باد اور سلام کے لیے ہر ہر دروازے سے ہر ہر وقت فرشتے آتے رہتے ہیں یہ بھی خدا کا انعام ہے تاکہ ہر وقت خوش رہیں اور بشارتیں سنتے رہیں۔نبیوں صدیقوں، شہیدوں کا پڑوس فرشتوں کا سلام اور جنت الفردوس مقام۔(سورۃ الطور: آیت ۲۱)

مسند کی حدیث میں ہے جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟ لوگوں نے کہا خدا کو علم ہے اور اس کے رسول ﷺ کو۔فرمایا سب سے پہلے جنتی مساکین مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے۔جو تکلیفوں میں مبتلا تھے۔جن کی امنگیں دلوں میں ہی رہ گئیں اور قضا آ گئی رحمت کے فرشتوں کو حکم خدا ہوگا کہ جاؤ انہیں مبارکباد دو۔فرشتے کہیں گے خدایا ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق ہیں۔کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انہیں اسلام کریں اور انہیں مبارک باد پیش کریں۔جناب باری جواب دے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے صرف میری عبادت کی میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا۔دنیوی راحتوں سے محروم رہے۔مصیبتوں میں مبتلا رہے۔کوئی مراد پوری نہ ہونے پائی اور یہ صابر و شاکر رہے۔اب تو فرشتے جلدی جلدی بہ شوق ان کی طرف دوڑیں گے۔ادھر اُدھر کے ہر دروازے سے گھسیں گے اور سلام کر کے مبارک پیش کریں گے۔

طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں فقرائے مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے جب انہیں جو حکم ملا بجالاتے رہے۔انہیں ضرورتیں بادشاہوں سے ہوتی تھیں لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔جنت کو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا وہ بنی سنوری اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے میری راہ میں ستائے جاتے تھے۔میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں؟ آؤ بغیر حساب وعذاب کے جنت میں چلے جاؤ۔اس وقت فرشتے خدا کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اور عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم تو صبح وشام تیری تسبیح وتقدیس میں لگے رہے،یہ کون ہیں جنہیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی، اللہ رب العزت فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میری راہ میں جہاد کیا میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں اب تو فرشتے جلدی کر کے ان کے پاس ہر ہر دروازے سے جا پہنچیں گے،سلام کریں گے اور مبارک باد پیش کریں گے کہ تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا!!۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن جنت میں اپنے تخت پر بہ آرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا۔خادموں کی قطاریں ادھر اُدھر کھڑی ہوں گی جو دروازے والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا وہ دوسرے خادم سے کہے گا، وہ اور سے وہ اور سے یہاں تک کی مومن سے پوچھا جائے گا مومن اجازت دے گا کہ اسے آنے دو۔یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا وہ آئے گا اور سلام کرے گا اور چلا جائے گا۔(تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۳۹، ۴۰)

﴿۴۷﴾ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی، مزے لوٹنے کے دن آ گئے جو چاہو مانگو پاؤ گے۔آیئے! طوبیٰ درخت اور جنت کی سیر کریں

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن ختم نہ ہوگا اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں اس کے خوشے عنبریں ہیں اس کے کنکر یاقوت ہیں اس کی مٹی کافور ہے، اس کا گارا مشک ہے اس کی جڑ سے شراب کی، دودھ کی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں۔اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گی یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے کہ ان کے پاس فرشتے اونٹنیاں لے کر آئیں گے جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی جن کے

چہرے چراغ جیسے چمکتے ہوں گے بال ریشم جیسے نرم ہوں گے جن پر یاقوت جیسے پالان ہوں گے جن پر سونا جڑاؤ ہورہا ہوگا جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے اور کہیں گے کہ یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں اور دربار خدا میں تمہارا بلاوا ہے۔ یہ ان پر سوار ہوں گے۔ وہ پرندوں کی رفتار سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے۔ اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے۔ پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی۔ راستے میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود ہٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونے پڑے، یوں ہی رحمٰن ورحیم خدا کے پاس پہنچیں گے۔ خدا تعالیٰ اپنے چہرے سے پردے ہٹادے گا۔ یہ اپنے رب کو دیکھیں گے اور کہیں گے: "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَحَقٌّ لَکَ الْجَلٰلُ وَالْاِکْرَامُ" ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا "اَنَا السَّلَامُ وَمِنِّی السَّلَامُ" تم پر میری رحمت سابق ہوچکی اور محبت بھی۔ میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بن دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے، میری فرمانبرداری کرتے رہے۔ جنتی کہیں گے باری تعالیٰ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا نہ تیری پوری قدر ہوئی ۔ ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں۔ اللہ فرمائے گا یہ محنت کی جگہ نہیں نہ عبادت کی یہ تو نعمتوں، راحتوں اور مالا مال ہونے کی جگہ ہے۔ عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی۔ مزے لوٹنے کے دن آگئے جو چاہو مانگو پاؤ گے تم میں سے جو شخص جو مانگے اسے دوں گا۔ پس یہ مانگیں گے کم سے کم سوال والا کہے گا کہ خدایا تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا جس میں تیرے بندے ہائے وائے کررہے تھے میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک دنیا میں جتنا کچھ تھا، مجھے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کچھ نہ مانگا اپنے مرتبے سے بہت کم چیز مانگی۔ اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے؟ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے ان بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں وہ انہیں دو۔ چنانچہ دی جائیں گی یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہوجائیں گی۔

ان چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی تیز رو گھوڑے ہوں گے ہر چار پر یاقوتی تخت ہوگا، ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا۔ ہر ڈیرے پر جنتی فرش ہوگا جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دو حوریں ہوں گی، جو دو دو حلے پہنے ہوئے ہوں گی جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں، ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے گویا وہ باہر بیٹھی ہیں۔ ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا باہر سے نظر آرہا ہوگا جیسے سرخ یاقوت میں ڈورا پرویا ہوا ہو اور وہ اوپر سے نظر آرہا ہو۔ ہر ایک دوسرے پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی جیسے فضیلت سورج کی پتھر پر اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس وکنار میں مشغول ہوجائے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی واللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ خدا تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی واللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ خدا تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم خدا اسی طرح صف بندی کے ساتھ سواریوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی خدائے وہاب نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔

وہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالا خانوں میں جوڑے موتی کے بنے ہوئے ہوں گے جن کے دروازے سونے کے ہوں گے جن کے تخت یاقوت کے ہوں گے جن کے فرش نرم اور موٹے ریشم کے ہوں گے۔ جن کے منبر نور کے ہوں گے جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی۔ اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے، یاقوت کے بنے ہوئے نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے لیکن خدا تعالیٰ ان کی آنکھیں ایسی نہ کرے گا۔ جو محلات یاقوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے اور جو زرد یاقوت کے ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے جو زمرد اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے ان تختوں کے پائے جواہر کے ہوں گے۔ ان پر چھتیں لؤلؤ کی ہوں گی۔ ان کے برج مرجان کے ہوں گے ان کے پہنچنے سے پہلے خدائی تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔ سفید یاقوتی گھوڑے غلمان لیے کھڑے ہوں گے جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم دبیز فرش بچھے ہوں گے۔

یہ ان سواریوں پر سوار ہو کر بے تکلف جنت میں جائیں گے دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے۔ مبارکباد دیں گے مصافحہ کریں گے پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے انعامات خداوہاں موجود پائیں گے۔ اپنے محلات کے پاس دو جنتیں ہری بھری پائیں گے اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاک دامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی جب یہ یہاں پہنچ کر راحت و آرام ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا میرے پیارے بندو! تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہوگئے؟ وہ کہیں گے خدایا ہم خوب خوش ہوگئے، بہت ہی رضامند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی کھلی ہوئی ہے، تو بھی ہم سے خوش رہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضامندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں تمہیں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اپنا دیدار کیسے دکھاتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو بآرام رہو تمہیں مبارک ہو تم پھلو پھولو اور سکھ چین اٹھاؤ میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں۔ اس وقت وہ کہیں گے خدا ہی کی ذات سزاوار تعریف ہے، جس نے ہم سے غم و رنج کو دور کردیا اور ایسے مقام پر پہنچایا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف کوئی مشقت نہیں۔ یہ اسی کا فضل ہے۔ وہ بڑا ہی بخشنے والا اور قدردان ہے۔

اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا فرمائے گا کہ مانگ، وہ مانگتا جائے گا اور کریم دیتا جائے گا یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا اب اس کے سامنے کوئی خواہش باقی نہیں رہے گی۔ تو اب اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ یہ مانگ، یہ مانگے گا اور پائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب میں نے تجھے دیا اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا۔

صحیح مسلم شریف کی قدسی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں، میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہ آئے جتنی کہ سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں آئے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۴۴۳، ۴۴۴)

﴿۴۸﴾ عبرت کی باتیں

﴿۱﴾ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے کیا تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سب عبرت کی باتیں تھیں (مثلاً ان میں یہ مضمون بھی تھا کہ)

① مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے اور وہ پھر خوش ہوتا ہے۔

② مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے جہنم کا یقین ہے اور وہ پھر ہنستا ہے۔

③ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے اور وہ پھر اپنے آپ کو بلا ضرورت تھکاتا ہے۔

④ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جس نے دنیا کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ دنیا آنی جانی چیز ہے ایک جگہ رہتی نہیں اور پھر مطمئن ہو کر اس سے دل لگاتا ہے۔

⑤ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جسے کل قیامت کے حساب کتاب پر یقین ہے اور پھر عمل نہیں کرتا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳: صفحہ ۵۵۶)

﴿۲﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو خط میں یہ لکھا:

① امابعد تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسے ہر شر اور فتنے سے بچاتا ہے اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کی کفایت کرتا ہے۔

③ اور جو اللہ کو قرض دیتا ہے یعنی دوسروں پر اپنا مال اللہ کے لیے خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔
④ اور جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی نعمت بڑھاتا ہے۔
④ اور تقویٰ ہر وقت تمہارا نصب العین اور تمہارے اعمال کا سہارا اور ستون اور تمہارے دل کی صفائی کرنے والا ہونا چاہیے۔
⑤ جس کی کوئی نیت نہیں ہوگی اس کا کوئی عمل معتبر نہیں ہوگا۔
⑥ جس نے ثواب لینے کی نیت سے عمل نہ کیا اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔
⑦ جب تک پہلا کپڑا پرانا نہ ہو جائے نیا نہیں پہننا چاہیے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳: صفحہ ۵۲۴)

۞ حضرت عقبہ بن ابوالصہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا میں کیوں نہ روؤں جبکہ آج آپ کا آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا چار اور چار (کل آٹھ) چیزوں کو پلے باندھ لو، ان آٹھ چیزوں کو تم اختیار کرو گے تو پھر تمہارا کوئی عمل تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابا جان! وہ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا:

① سب سے بڑی مالداری عقل مندی ہے یعنی مال سے بھی زیادہ کام آنے والی چیز عقل اور سمجھ ہے۔
② اور سب سے بڑی فقیری حماقت اور بیوقوفی ہے۔
③ سب سے زیادہ وحشت کی چیز اور سب سے بڑی تنہائی عجب اور خود پسندی ہے۔
④ سب سے زیادہ بڑائی اچھے اخلاق ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا ابا جان! یہ چار چیزیں تو ہوگئیں باقی چار چیزیں بھی بتا دیں۔ فرمایا:

◆ بیوقوف کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ فائدہ پہنچاتے پہنچاتے تمہارا نقصان کر دے گا۔
⑤ جھوٹے کی دوستی سے بچنا کیونکہ جو تم سے دور ہے یعنی تمہارا دشمن اسے تمہارے قریب کر دے گا اور جو تمہارے قریب ہے یعنی تمہارا دوست ہے اسے تم سے دور کر دے گا (یا وہ دور والی چیز کو نزدیک والی چیز کو دور بتائے گا اور تمہارا نقصان کر دے گا۔)
⑥ کنجوس کی دوستی سے بچنا کیونکہ وہ تمہیں معمولی سی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳: صفحہ ۵۲۶)

۞ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے اٹھارہ باتیں مقرر کیں جو سب کی سب حکمت و دانائی کی باتیں تھیں انہوں نے فرمایا:

① جو تمہارے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تم اسے اس جیسی اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت کرو۔
② اور اپنے بھائی کی بات کو کسی اچھے رخ کی طرف لے جانے کی پوری کوشش کرو ہاں اگر وہ بات ایسی ہو کہ اسے اچھے رخ کی طرف لے جانے کی تم کوئی صورت نہ بنا سکو تو اور بات ہے۔
③ اور مسلمان کی زبان سے جو بول بھی نکلا ہے اور تم اس کا کوئی بھی خیر کا مطلب نکال سکتے ہو تو اس سے برے مطلب کا گمان مت کرو۔
④ جو آدمی خود ایسے کام کرتا ہے جس سے دوسروں کو بدگمانی کا موقع ملے تو وہ اپنے سے بدگمانی کرنے والے کو ہرگز ملامت نہ کرے۔
⑤ جو اپنے راز کو چھپائے گا اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا۔
⑥ سچے بھائیوں کے ساتھ رہنے کو لازم پکڑو ان کے سایہ خیر میں زندگی گزارو کیونکہ وسعت اور اچھے حالات میں وہ لوگ تمہارے لیے زینت کا ذریعہ اور مصیبت میں حفاظت کا سامان ہوں گے۔

⑦ ہمیشہ سچ بولو چاہے سچ بولنے سے جان ہی چلی جائے۔
⑧ بے فائدہ اور بے کار کاموں میں نہ لگو۔
⑨ جو بات ابھی پیش نہیں آئی اس کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ جو پیش آ چکا ہے اس کے تقاضوں سے ہی کہاں فرصت مل سکتی ہے۔
⑩ اپنی حاجت اس کے پاس نہ لے جاؤ جو یہ نہیں چاہتا کہ تم اس میں کامیاب ہو جاؤ۔
⑪ جھوٹی قسم کو ہلکا نہ سمجھو ورنہ اللہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔
⑫ بدکاروں کے ساتھ نہ رہو ورنہ تم بھی ان سے بدکاری سیکھ لو گے۔
⑬ اپنے دشمن سے الگ رہو۔
⑭ اپنے دوست سے بھی چوکنے رہو لیکن اگر وہ امانتدار ہے تو پھر اس کی ضرورت نہیں اور امانتدار صرف وہی ہو سکتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔
⑮ قبرستان میں جا کر خشوع اختیار کرو۔
⑯ اور جب اللہ کی فرمانبرداری کا کام کرو تو عاجزی اور انکساری اختیار کرو۔
⑰ اور جب اللہ کی نافرمانی ہو جائے تو اللہ کی پناہ چاہو۔
⑱ اور اپنے تمام امور میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۂ فاطر: آیت ۲۸)

ترجمہ: ”خدا سے اس کی وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔“ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳ صفحہ ۵۶۰، ۵۶۱)

﴿۴۹﴾ جہالت کی نحوست

ایک شخص کے دو بیٹے تھے، والد نے اپنی حیات ہی میں اپنی جائیداد تقسیم کر دی۔ والد کے انتقال کے بعد دونوں بھائیوں کے کھیت کے درمیان ایک درخت اُگا، بدقسمتی سے وہ درخت ببول کا تھا۔ دونوں بھائیوں کے درمیان جھگڑا شروع ہوا، ایک نے کہا یہ میرا، دوسرے نے کہا یہ میرا، بالآخر یہ جھگڑا عدالت میں پہنچا، تیس سال تک مقدمہ چلتا رہا دونوں کی جائیدادیں بک گئیں، مقدمہ میں یہ فیصلے طے ہوا کہ درخت کو کاٹو اور آدھا اس کے گھر اور آدھا اس کے گھر بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ جہالت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

﴿۵۰﴾ بڑھاپا وفادار ہوتا ہے

انسان کن کن اسٹیشنوں سے گزرتا ہے یہ مضمون غور سے پڑھئے

﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ ۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ ۢ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَۃً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ ھُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ﴾ (سورۂ روم: آیت ۵۴)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ سب سے پورا واقف اور سب پر پورا قادر ہے۔“

تشریح: انسان کی ترقی وتنزلی پر نظر ڈالو! اس کی اصل تو مٹی سے ہے، پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے پھر روح پھونکی جاتی ہے۔ پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف

ونحیف ہو کر نکلتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے اور مضبوط ہوتا جاتا ہے پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے پھر جوانی کے قریب آ پہنچتا ہے پھر جوان ہوتا ہے آخر نشو ونما موقوف ہو جاتی ہے۔ اب قوی پھر مضمحل ہونے شروع ہوتے ہیں، طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے پھر بوڑھا ہوتا ہے پھر بوڑھا پھوس ہو جاتا ہے۔

طاقت کے بعد کی یہ ناطاقتی بھی قابل عبرت ہوتی ہے کہ ہمت پست ہے، دیکھنا، سننا، چلنا، پھرنا، اٹھنا، اچکنا، پکڑنا غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ بالکل جواب دے جاتی ہے اور ساری صفتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ بدن پر جھریاں پڑ جاتی ہیں، رخسار پچک جاتے ہیں، دانت ٹوٹ جاتے ہیں، بال سفید ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے قوت کے بعد کی ضعیفی اور بڑھاپا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، بنانا، بگاڑنا اس کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔ ساری مخلوق اس کی غلام، وہ سب کا مالک، وہ عالم وہ قادر نہ اس کا سا کسی کا علم نہ اس جیسی کسی کی قدرت۔

(تفسیر ابن کثیر: جلد ۴ صفحہ ۱۸۰)

﴿۵۱﴾ حلال مال سے دیا ہوا صدقہ اللہ تعالیٰ اپنے داہنے ہاتھ میں رکھ کر پالتے ہیں

صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک کھجور بھی صدقہ میں دے...... لیکن ہو حلال طور سے حلال کی ہوئی...... تو اسے اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اس طرح پالتا اور بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہی ایک کھجور اُحد پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی خالق ورازق ہے، انسان اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا، بے علم، بے کان، بے آنکھ، بے طاقت نکلتا ہے پھر خدا تعالیٰ اسے سب چیزیں عطا فرماتا ہے۔ مال بھی، ملکیت بھی، کمائی بھی، تجارت بھی، غرض بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ دو صحابیوں رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے ہم نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا۔ آپ نے فرمایا دیکھو! سر ہلنے لگے تب تک بھی روزی سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ انسان ننگا بھوکا دنیا میں آتا ہے۔ ایک چھلکا بھی اس کے بدن پر نہیں ہوتا، پھر رب تعالیٰ ہی اسے روزیاں دیتا ہے وہ اس حیات کے بعد تمہیں مار ڈالے گا پھر قیامت کے دن زندہ کرے گا خدا تعالیٰ کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو ان میں سے ایک بھی ان باتوں میں سے کسی ایک پر قابو نہیں رکھتا۔ ان کاموں میں سے ایک بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تنہا خالق رازق اور موت وزندگی کا مالک ہے وہی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جلا دے گا۔ اس کی مقدس منزہ معظم اور عزت وجلال والی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس جیسا ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کی اولاد ہو یا ماں باپ ہو۔ وہ اَحَدٌ ہے صَمَدٌ ہے فرد ہے، ماں باپ سے اولاد سے پاک ہے۔ اس کی کفو کا کوئی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۷۵)

﴿۵۲﴾ حضرت لقمان کی نصیحتیں

حکمت سے مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں

حضرت لقمان حکیم کا ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ خدا تعالیٰ کو جب کوئی چیز سونپ دی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے آپ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا تھا کہ حکمت سے مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں۔

آپ کا فرمان ہے کہ جب کسی مجلس میں پہنچو پہلے اسلامی طریق کے مطابق سلام کرو پھر مجلس کے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ دوسرے نہ بولیں تو تم بھی خاموش رہو۔ اگر وہ لوگ اللہ کا ذکر کریں تو تم ان میں سب سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو اور اگر گپ شپ شروع کر دیں تو تم اس مجلس کو چھوڑ دو۔

مروی ہے کہ آپ اپنے بچے کو نصیحت کرنے کے لیے جب بیٹھے تو رائی کی بھری ہوئی ایک تھیلی اپنے پاس رکھ لی تھی اور ہر ہر نصیحت کے بعد ایک دانہ اس میں سے نکال لیتے یہاں تک کہ تھیلی خالی ہوگئی تو آپ نے فرمایا بچے اگر اتنی نصیحت کسی پہاڑ کو کرتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، چنانچہ آپ کے صاحبزادے کا بھی یہی حال ہوا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حبشیوں کو دیکھا کہ ان میں سے تین شخص اہل جنت کے سردار ہیں، لقمان حکیم، نجاشی اور حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ۔ (تفسیر ابن کثیر:۴/۱۹۰،۱۹۱)

﴿۵۳﴾ دیندار فقراء جنت کے بادشاہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کے بادشاہ وہ لوگ ہیں جو پراگندہ اور بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں، غبار آلود اور گرد سے اَٹے ہوئے، وہ امیروں کے گھر جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہیں ملتی، وہ اگر کسی بڑے گھرانے میں مانگا ڈالیں تو وہاں کی بیٹی انہیں نہیں ملتی۔ ان مسکینوں سے انصاف کے برتاؤ نہیں برتے جاتے۔ ان کی حاجتیں اور اُن کی اُمنگیں اور مرادیں پوری ہونے سے پہلے ہو خود فوت ہو جاتے ہیں اور آرزوئیں دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہیں۔ انہیں قیامت کے دن اس قدر نور ملے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تو تمام دنیا کو کافی ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے اشعار میں ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھے جاتے ہیں کل قیامت کے دن تخت و تاج والے، ملک و منال والے، عزت و جلال والے بنے ہوئے ہوں گے۔ باغات میں، نہروں میں، نعمتوں میں، راحتوں میں مشغول ہوں گے۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ میرا پسندیدہ ولی وہ ہے جو کم مال والا، کم جانوں والا، نمازی، عبادت و اطاعت گزار، پوشیدہ و علانیہ مطیع ہو، لوگوں میں اس کی عزت اور اس کا وقار نہ ہو، اس کی جانب انگلیاں نہ اٹھتی ہوں اور وہ اس پر صابر ہو۔ پھر حضور ﷺ نے چٹکی بجا کر فرمایا: اس کی موت جلدی آجاتی ہے، اس کی میراث بہت کم ہوتی ہے، اس پر رونے والیاں تھوڑی ہوتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب بندے غرباء ہیں جو اپنے دین کو لیے پھرتے ہیں۔ جہاں دین کے کمزور ہونے کا خطرہ ہوتا ہے وہاں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر:۴/۱۹۰،۱۹۲)

﴿۵۴﴾ دعا مانگنے کے آداب

(۱) دعا صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے:

دعا صرف خدا سے مانگئے، اس کے سوا کبھی کسی کو حاجت روائی کے لیے نہ پکاریے، اس لیے کہ دعا، عبادت کا جوہر ہے اور عبادت کا مستحق تنہا خدا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ﴾ (سورۃ الرعد: آیت ۱۴)

ترجمہ: ''اسی کو پکارنا برحق ہے۔ اور یہ لوگ اس کو چھوڑ کر جن ہستیوں کو پکارتے ہیں وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ ان کو پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا کر چاہے کہ پانی (دور ہی سے) اس کے منہ میں آپہنچے، حالانکہ پانی اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بے نتیجہ بھٹک رہی ہیں۔''

یعنی حاجت روائی اور کارسازی کے سارے اختیارات خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں۔اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔سب اسی کے محتاج ہیں۔اس کے سوا کوئی نہیں جو بندوں کی پکار سنے اور اس کی دعاؤں کا جواب دے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ (سورۃ الفاطر: آیت ۱۵)

ترجمہ: ”انسانو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اللہ ہی غنی اور بے نیاز اور اچھی صفات والا ہے۔“

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کو حرام سمجھو، میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں۔

میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں۔ پس تم مجھ ہی سے روزی مانگو میں تمہیں روزی دوں گا۔ میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے۔ سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، پس تم مجھ ہی سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤں گا۔

میرے بندو! تم رات میں بھی گناہ کرتے ہو اور دن میں بھی اور میں سارے گناہ معاف کردوں گا۔ (صحیح مسلم)

اور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ”آدمی کو اپنی ساری حاجتیں خدا سے ہی مانگنی چاہئیں۔ یہاں تک کہ اگر جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو خدا ہی سے مانگے اور اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اسی سے مانگے۔“ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کے لیے خدا ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔اس کے سوا نہ کوئی دعاؤں کا سننے والا ہے اور نہ کوئی مرادیں پوری کرنے والا ہے۔

(۲) ناجائز اور نامناسب باتوں کی دعا نہ مانگو:

خدا سے وہی کچھ مانگئے جو حلال اور طیب ہو، ناجائز مقاصد اور گناہ کے کاموں کے لیے خدا کے حضور ہاتھ پھیلانا انتہائی درجے کی بے ادبی، بے حیائی اور گستاخی ہے، حرام اور ناجائز مرادوں کے پورا ہونے کے لیے خدا سے دعائیں کرنا اور منتیں ماننا دین کے ساتھ بدترین قسم کا مذاق ہے۔اسی طرح ان باتوں کے لیے بھی دعا نہ مانگئے جو خدا نے ازلی طور پر طے فرمادی ہیں اور جن میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ مثلاً کوئی پستہ قد انسان اپنے قد کے دراز ہونے کی دعا کرے، یا کوئی غیر معمولی دراز قد انسان قد کے پست ہونے کی دعا کرے، یا کوئی دعا کرے کہ میں ہمیشہ جوان رہوں اور کبھی بڑھاپا نہ آئے وغیرہ۔قرآن کا ارشاد ہے:

﴿وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾

ترجمہ: ”اور ہر عبادت میں اپنا رُخ ٹھیک اسی طرح رکھو اور اسی کو پکارو اس کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔“ (سورۂ اعراف: آیت ۲۹)

خدا کے حضور اپنی ضرورتیں رکھنے والا نافرمانی کی راہ پر چلتے ہوئے ناجائز مرادوں کے لیے دعائیں نہ مانگے بلکہ اچھا کردار اور پاکیزہ جذبات پیش کرتے ہوئے نیک مرادوں کے لیے خدا کے حضور اپنی درخواست رکھے۔

(۳) دعا اخلاص اور یقین کے ساتھ مانگنی چاہیے:

دعا، گہرے اخلاص اور پاکیزہ نیت سے مانگئے۔اور اس یقین کے ساتھ مانگئے کہ جس خدا سے آپ مانگ رہے ہیں وہ آپ کے حالات کا پورا پورا یقینی علم رکھتا ہے اور آپ پر انتہائی مہربان بھی ہے، اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی پکار سنتا اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہے، نمود ونمائش، ریاکاری اور شرک کے ہر شائبے سے اپنی دعاؤں کو بے آمیز رکھئے۔قرآن میں ہے:

﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ (سورۃ المومن: آیت ۱۴)

ترجمہ: ”پس اللہ کو پکارو اس کے لیے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔“

اور سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۸۶)

ترجمہ: ”اور اے رسول! جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دیجئے کہ میں اسے قریب ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں، لہٰذا انہیں میری دعوت قبول کرنی چاہیے اور مجھ پر ایمان لانا چاہیے تا کہ وہ راہِ راست پر چلیں۔“

(۴) دعا پوری توجہ اور حضورِ قلب سے مانگنی چاہیے:

دعا پوری توجہ، یکسوئی اور حضورِ قلب سے مانگئے اور خدا سے اچھی امید رکھئے اپنے گناہوں کے انبار پر نگاہ رکھنے کے بجائے خدا کے بے پایاں عفو و کرم اور بے حد حساب جود و سخا پر نظر رکھئے۔ اس شخص کی دعا در حقیقت دعا ہی نہیں ہے جو غافل اور لا پرواہ ہو اور لا ابالی پن کے ساتھ محض نوک زبان سے کچھ الفاظ بے دلی کے ساتھ ادا کر رہا ہو اور خدا سے خوش گمان نہ ہو۔ حدیث میں ہے۔

”اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے (حضورِ قلب سے) دعا کیجئے۔ خدا ایسی دعا کو قبول نہیں کرتا جو غافل اور بے پروا دل سے نکلی ہو۔“ (ترمذی)

(۵) دعا انتہائی عاجزی اور خشوع کے ساتھ مانگنی چاہیے:

دعا انتہائی عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ مانگئے۔ خشوع اور خضوع سے مراد یہ ہے کہ آپ کا دل خدا کی ہیبت اور عظمت و جلال سے لرز رہا ہو اور جسم کی ظاہری حالت پر بھی خدا کا خوف پوری طرح ظاہر ہو، سر اور نگاہیں جھکی ہوئی ہوں، آواز پست ہو، اعضاء ڈھیلے پڑے ہوئے ہوں، آنکھیں نم ہوں، اور تمام انداز و اطوار سے مسکینی اور بے کسی ظاہر ہو رہی ہو، نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے دوران اپنی ڈاڑھی کے بالوں سے کھیل رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم پر بھی خشوع طاری ہوتا۔“ دراصل دعا مانگتے وقت آدمی کو اس تصور سے لرزنا چاہیے کہ میں ایک درماندہ فقیر ایک بے نوا مسکین ہوں، اگر خدا نخواستہ میں اس در سے ٹھکرا دیا گیا تو پھر میرے لیے کہیں کوئی ٹھکانا نہیں، میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے جو کچھ ملا ہے خدا ہی سے ملا ہے اور اگر خدا نہ دے تو دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہے جو مجھے کچھ دے سکے۔ خدا ہی ہر چیز کا وارث ہے۔ اسی کے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے۔ بندہ محض فقیر اور عاجز ہے۔ قرآن پاک میں ہدایت ہے:

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا ﴾ (سورۃ الاعراف: آیت ۵۵)

ترجمہ: ”اپنے رب کو عاجزی اور زاری کے ساتھ پکارو۔“

عبدیت کی شان ہی یہی ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کو نہایت عاجزی اور مسکنت کے ساتھ گڑگڑا کر پکارے۔ اور اس کا دل و دماغ، جذبات و احساسات اور سارے اعضاء اس کے حضور جھکے ہوئے ہوں، اور اس کے ظاہر و باطن کی پوری کیفیت سے احتیاج و فریاد ٹپک رہی ہو۔

(۶) دعا چپکے چپکے دھیمی آواز سے مانگنی چاہیے:

دعا چپکے چپکے دھیمی آواز سے مانگئے۔ خدا کے حضور ضرور گڑگڑائیے لیکن اس گریہ وزاری کی نمائش ہرگز نہ کیجئے۔ بندے کی عاجزی اور انکساری اور فریاد صرف خدا کے سامنے ہونی چاہیے۔ بلاشبہ بعض اوقات دعا زور زور سے بھی کر سکتے ہیں لیکن یا تو تنہائی میں ایسا کیجئے یا پھر جب اجتماعی دعا کرا رہے ہوں تو اس وقت بلند آواز سے دعا کیجئے تاکہ دوسرے لوگ آمین کہیں۔ عام حالات میں خاموشی کے ساتھ پست آواز میں دعا کیجئے اور اس بات کا پورا اہتمام کیجئے کہ آپ کی گریہ وزاری اور فریاد بندوں کو دکھانے کے لیے ہرگز نہ ہو۔

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾

(سورۂ اعراف: آیت ۲۰۵)

ترجمہ: ’’اور اپنے رب کو دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ یاد کیا کرو اور زبان سے بھی ہلکی آواز سے صبح و شام یاد کرو۔ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔‘‘

حضرت زکریا علیہ السلام کی شان بندگی کی تعریف کرتے ہوئے قرآن میں کہا گیا ہے:

﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾ (سورۂ مریم: آیت ۳)

ترجمہ: ’’جب اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے سے پکارا۔‘‘

(۷) دعا کرنے سے پہلے کوئی نیک کام کیجئے یا نیک کام کا واسطہ دے کر دعا کیجئے:

دعا کرنے سے پہلے کوئی نیک عمل ضرور کیجئے مثلاً کچھ صدقہ و خیرات کیجئے، کسی بھوکے کو کھانا کھلا دیجئے، یا نفل نماز اور روزوں کا اہتمام کیجئے اور اگر خدانخواستہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں تو اپنے اعمال کا واسطہ دے کر دعا کیجئے جو آپ نے پورے اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کے لیے کئے ہوں۔ قرآن میں ہے:

﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ (سورۃ الفاطر: آیت ۱۰)

ترجمہ: ’’اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل انہیں بلند مدارج طے کراتے ہیں۔‘‘

نبی کریم ﷺ نے ایک بار تین ایسے اصحاب کا واقعہ سنایا جو ایک اندھیری رات میں ایک غار کے اندر پھنس گئے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے مخلصانہ عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی اور خدا نے ان کی مصیبت کو دور فرما دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ تین ساتھیوں نے ایک رات غار میں پناہ لی، خدا کا کرنا، پہاڑ سے ایک چٹان پھسل کر غار کے منہ پر آپڑی اور غار بند ہو گیا۔ دیو قامت چٹان تھی، بھلا ان کے بس میں کہاں تھا کہ اس کو ہٹا کر غار کا منہ کھول دیں۔ مشورہ یہ ہوا کہ اپنی اپنی زندگی کے مخلصانہ عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کی جائے، کیا عجب کہ خدا سن لے اور اس مصیبت سے نجات مل جائے۔ چنانچہ ایک نے کہا:

’’میں جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور اسی پر گزارہ تھا میرا۔ جب میں جنگل سے واپس آتا تو سب سے پہلے اپنے بوڑھے ماں باپ کو دودھ پلاتا اور پھر اپنے بچوں کو، ایک دن میں دیر سے آیا۔ بوڑھے ماں باپ سو چکے تھے۔ بچے جاگ رہے تھے اور بھوکے تھے۔ لیکن میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ ماں باپ سے پہلے بچوں کو پلاؤں اور یہ بھی گوارا نہ کیا کہ والدین کو جگا کر تکلیف پہنچاؤں۔ چنانچہ میں رات بھر دودھ کا پیالہ لئے ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ بچے میرے پیروں میں چمٹ چمٹ کر روتے رہے لیکن میں صبح تک اسی طرح کھڑا رہا۔ خدایا! میں نے یہ عمل خالص تیری خاطر کیا! تو اس کی برکت سے غار کے منہ سے چٹان ہٹا دے۔‘‘ اور چٹان اتنی ہٹی کہ آسمان نظر آنے لگا۔

دوسرے نے کہا: ’’میں نے کچھ مزدوروں سے کام لیا اور سب کو مزدوری دے دی لیکن ایک شخص اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ کچھ

عرصے کے بعد جب وہ مزدوری لینے آیا تو میں نے اس سے کہا یہ گائیں بکریاں اور یہ نوکر چاکر سب تمہارے ہیں لے جاؤ۔ وہ بولا خدا کے لیے مذاق نہ کرو۔ میں نے کہا مذاق نہیں واقعی یہ سب کچھ تمہارا ہے تم جو رقم چھوڑ کر گئے تھے۔ میں نے اس کو کاروبار میں لگایا۔ خدا نے اس میں برکت دی اور جو کچھ تم دیکھ رہے ہو سب اسی سے حاصل ہوا ہے یہ تم اطمینان کے ساتھ لے جاؤ۔ سب کچھ تمہارا ہے، وہ شخص سب کچھ لے کر چلا گیا۔ خدایا! یہ میں نے محض تیری رضا کے لیے کیا۔ خدایا! تو اس کی برکت سے غار کے منہ سے چٹان کو دور فرما دے۔" خدا کے کرم سے چٹان اور ہٹ گئی۔

تیسرے نے کہا: "میری ایک چچازاد بہن تھی جس سے مجھ کو غیر معمولی محبت ہو گئی تھی۔ اس نے کچھ رقم مانگی۔ میں نے رقم مہیا کر دی، لیکن جب میں اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کے پاس بیٹھا تو اس نے کہا خدا سے ڈرو اس کام سے باز رہو۔ میں فوراً اٹھ گیا اور میں نے وہ رقم بھی اس کو بخش دی۔ اے خدا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے یہ سب محض تیری خوشنودی کے لیے کیا۔ خدایا! تو اس کی برکت سے غار کے منہ کو کھول دے۔" خدا نے غار کے منہ سے چٹان ہٹا دی اور تینوں کو خدا نے اس مصیبت سے نجات بخشی۔

(۸) اچھے کاموں کی طرف سبقت اور حرام کاموں سے پرہیز کیجئے:

نیک مقاصد کے لیے دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو خدا کی ہدایت کے مطابق سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش کیجئے، گناہ اور حرام سے پوری طرح پرہیز کیجئے۔ ہر کام میں خدا کی ہدایت کا پاس ولحاظ کیجئے اور پرہیزگاری کی زندگی گزاریئے۔ حرام کھا کر، حرام پی کر، حرام پہن کر اور بے باکی کے ساتھ حرام کے مال سے اپنے جسم کو پال کر دعا کرنے والا یہ آرزو کرے کہ میری دعا قبول ہو، تو یہ زبردست نادانی اور ڈھٹائی ہے۔ دعا کو قابل قبول بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کا قول وعمل بھی دین کی ہدایت کے مطابق ہو۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "خدا پاکیزہ ہے اور وہ صرف پاکیزہ مال ہی کو قبول کرتا ہے اور خدا نے مومنوں کو اسی بات کا حکم دیا ہے، جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا ہے چنانچہ اس نے فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ﴾ (سورۃ المومنون: آیت ۵۱)

ترجمہ: "اے رسولو! پاکیزہ روزی کھاؤ اور نیک عمل کرو۔"

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۷۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو! جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں وہ کھاؤ۔"

پھر آپ ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبی مسافت طے کر کے مقدس مقام پر حاضری دیتا ہے، غبار میں اٹا ہوا ہے۔ گرد آلود ہے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی سے اس کے جسم کی نشو ونما ہوئی ہے۔ تو ایسے (باغی اور نافرمان) شخص کی دعا کیوں قبول ہو سکتی ہے؟ (صحیح مسلم)

(۹) اللہ تعالیٰ سے برابر دعا مانگتے رہو:

برابر دعا کرتے رہو۔ خدا کے حضور، اپنی عاجزی اور احتیاج اور عبودیت کا اظہار خود ایک عبادت ہے، خدا نے خود دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ بندہ جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی سنتا ہوں۔ دعا کرنے سے کبھی نہ اکتایئے۔ اور اس چکر میں کبھی نہ پڑیئے کہ دعا سے تقدیر بدلے گی یا نہیں، تقدیر کا بدلنا نہ بدلنا، دعا کا قبول کرنا یا نہ کرنا خدا کا کام ہے، جو علیم وحکیم ہے۔ بندے کا کام بہرحال یہ ہے کہ وہ ایک فقیر محتاج کی طرح برابر اس سے دعا کرتا رہے اور لمحہ بھر کے لیے بھی خود کو بے نیاز نہ سمجھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سب سے بڑا عاجز وہ

ہے جو دعا کرنے میں عاجز ہے۔'' (طبرانی)

اور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''خدا کے نزدیک دعا سے زیادہ عزت و اکرام والی چیز اور کوئی نہیں ہے۔'' (ترمذی)

مومن کی شان ہی یہ ہے کہ وہ رنج و راحت، دکھ اور سکھ، تنگی اور خوش حالی، مصیبت و آرام ہر حال میں خدا ہی کو پکارتا ہے، اسی کے حضور اپنی حاجتیں رکھتا ہے اور برابر اس سے خیر کی دعا کرتا رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''جو شخص خدا سے دعا نہیں کرتا۔ خدا اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

(۱۰) دعا قبول نہ ہو پھر بھی دعا مانگتے رہو:

دعا کی قبولیت کے معاملے میں خدا پر بھروسہ رکھئے، اگر دعا کی قبولیت کے اثرات جلد ظاہر نہ ہو رہے ہوں تو مایوس ہو کر دعا چھوڑ دینے کی غلطی کبھی نہ کیجئے، قبولیت دعا کی فکر میں پریشان ہونے کے بجائے صرف دعا مانگنے کی فکر کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مجھے دعا قبول ہونے کی فکر نہیں ہے، مجھے صرف دعا مانگنے کی فکر ہے۔ جب مجھے دعا مانگنے کی توفیق ہو گئی تو قبولیت بھی اس کے ساتھ حاصل ہو جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جب کوئی مسلمان خدا سے کچھ مانگنے کے لیے خدا کی طرف منہ اٹھاتا ہے تو خدا اس کا سوال ضرور پورا کر دیتا ہے، یا تو اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے یا خدا اس کے لیے اس کی مانگی چیز کو آخرت کے لیے جمع فرما دیتا ہے۔''

قیامت کے دن خدا ایک بندہ مومن کو اپنے حضور طلب فرمائے گا اور اس کو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا ''اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تیری دعا کو قبول کروں گا۔ تو کیا تو نے دعا مانگی تھی؟'' وہ کہے گا ''پروردگار! مانگی تھی۔'' پھر خدا فرمائے گا۔ ''تو نے مجھ سے جو دعا بھی مانگی تھی میں نے وہ قبول کی، کیا تو نے فلاں دن یہ دعا نہ کی تھی کہ میں تیرا رنج و غم دور کروں جس میں تو مبتلا تھا اور میں نے تجھے اس رنج و غم سے نجات بخشی تھی؟'' بندہ کہے گا ''بالکل سچ ہے پروردگار!''

پھر خدا فرمائے گا: ''وہ دعا تو میں نے قبول کر کے دنیا ہی میں، میں نے تیری آرزو پوری کر دی تھی اور فلاں روز پھر تو نے دوسرے غم میں مبتلا ہونے پر دعا کی کہ خدایا! اس مصیبت سے نجات دے مگر تو نے اس رنج و غم سے نجات نہ پائی اور برابر اس میں مبتلا رہا۔'' وہ کہے گا ''بے شک پروردگار!'' تو خدا فرمائے گا ''میں نے اس دعا کے عوض جنت میں تیرے لیے طرح طرح کی نعمتیں جمع کر رکھی ہیں۔'' اور اسی طرح دوسری حاجتوں کے بارے میں بھی دریافت کر کے یہی فرمائے گا۔''

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بندۂ مومن کی کوئی دعا ایسی نہ ہو گی جس کے بارے میں خدا یہ بیان نہ فرما دے کہ یہ میں نے دنیا میں قبول کی اور یہ تمہاری آخرت کے لیے ذخیرہ کر کے رکھی اس وقت بندۂ مومن سوچے گا کاش میری کوئی دعا بھی دنیا میں قبول نہ ہوتی اس لیے بندے کو ہر حالت میں دعا مانگتے رہنا چاہیے۔'' (حاکم)

(۱۱) دعا کے وقت ظاہر و باطن پاک صاف ہونا چاہیے:

دعا مانگتے وقت ظاہری آداب، طہارت، پاکیزگی کا پورا پورا خیال رکھئے اور قلب کو بھی ناپاک جذبات، گندے خیالات اور بے ہودہ معتقدات سے پاک رکھئے۔ قرآن میں ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۲۲۲)

ترجمہ: ''بے شک خدا کے محبوب بندے وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرتے ہیں اور نہایت پاک صاف رہتے ہیں۔''

اور سورۂ مدثر میں ہے:

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (سورۃ المدثر: آیت ۳،۴)

ترجمہ: ''اور اپنے رب کی کبریائی بیان کیجئے اور اپنے نفس کو پاک رکھئے۔''

(۱۱) پہلے سے اپنے لیے پھر دوسروں کیلئے دعا کیجئے:

دوسروں کے لیے بھی دعا کیجئے۔ لیکن ہمیشہ اپنی ذات سے شروع کیجئے۔ پہلے اپنے لیے دعا مانگئے پھر دوسروں کے لیے۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی دو دعائیں نقل کی گئی ہیں جن سے یہی سبق ملتا ہے:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ﴾ (سورۃ ابراہیم: آیت ۴۰۔۴۱)

ترجمہ: ''اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔ پروردگار! میری دعا قبول فرما۔ اور میرے والدین اور سارے مسلمانوں کو اس دن معاف فرمادے جبکہ حساب قائم ہوگا۔''

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ (سورۃ نوح: آیت ۲۸)

ترجمہ: ''میرے رب! میری مغفرت فرما، اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما، اور ان مومنوں کی مغفرت فرما جو ایمان لاکر میرے گھر میں داخل ہوئے اور سارے ہی مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما۔''

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کا ذکر فرماتے تو اس کے لیے دعا کرتے اور دعا اپنی ذات سے شروع کرتے۔ (ترمذی)

(۱۳) امام کو جامع اور جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے:

اگر آپ امامت کر رہے ہیں تو ہمیشہ جامع دعائیں مانگئے اور جمع کے صیغے استعمال کیجئے۔ قرآن پاک میں جو دعائیں نقل کی گئی ہیں، ان میں بالعموم جمع ہی کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔

(۱۴) دعا میں تنگ نظری سے پرہیز کیجئے:

دعا میں تنگ نظری اور خود غرضی سے بھی بچیئے اور خدا کی عام رحمت کو محدود سمجھنے کی غلطی کرکے اس کے فیض و بخشش کو اپنے لیے خاص کرنے کی دعا نہ کیجئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں ایک بدو آیا، اس نے نماز پڑھی، پھر دعا مانگی اور کہا اے خدا مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ فرما۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے خدا کی وسیع رحمت کو تنگ کردیا۔'' (بخاری)

(۱۵) دعا میں بہ تکلف قافیہ بندی سے پرہیز کیجئے:

دعا میں بہ تکلف قافیہ بندی سے بھی پرہیز کیجئے اور سادہ انداز میں گڑگڑا کر دعا مانگئے گانے اور سر ہلانے سے اجتناب کیجئے۔ البتہ بغیر کسی تکلیف کے کبھی زبان سے موزوں الفاظ نکل جائیں یا قافیے کی رعایت ہوجائے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعض دعائیں ایسی منقول ہیں جن میں بے ساختہ قافیہ بندی اور وزن کی رعایت کی گئی ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہایت ہی جامع دعا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ نَّفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّا يُسْتَجَابُ لَهَا''

ترجمہ: ''خدایا! میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو، اس نفس سے جس میں صبر نہ ہو، اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو، اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو۔''

(۱۶) دعا کا آغاز اللہ کی حمد وثنا اور صلوٰۃ وسلام سے کیجئے:

دعا کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور درود وسلام سے کیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب کسی شخص کو خدا یا کسی انسان سے ضرورت وحاجت پوری کرنے کا معاملہ درپیش آئے تو اس کو چاہیے کہ پہلے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور پھر خدا کی حمد وثنا کرے اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجے اس کے بعد خدا کی بارگاہ میں اپنی ضرورت کو بیان کرے۔'' (ترمذی)

نبی کریم ﷺ کی شہادت ہے کہ بندہ کی جو دعا خدا کی حمد وثنا اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کے ساتھ پہنچتی ہے، وہ شرفِ قبولیت پاتی ہے۔

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی اور نماز کے بعد کہا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ''خدایا! میری مغفرت فرما۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر اس سے کہا: ''تم نے مانگنے میں جلد بازی سے کام لیا۔ جب نماز پڑھ کر بیٹھو تو پہلے خدا کی حمد وثنا کرو پھر درود شریف پڑھو پھر دعا مانگو۔'' آپ ﷺ یہ فرما ہی رہے تھے کہ دوسرا آدمی آیا اور اس نے نماز پڑھ کر خدا کی حمد وثنا بیان کی، درود شریف پڑھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اب دعا مانگو، دعا قبول ہوگی۔'' (ترمذی)

(۱۷) قبولیت دعا کے خاص اوقات اور حالات:

خدا سے ہر وقت ہر آن دعا مانگتے رہو اس لیے کہ وہ اپنے بندوں کی فریاد سننے سے کبھی نہیں اکتاتا۔ البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ خاص اوقات اور مخصوص حالات ایسے ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں لہٰذا ان مخصوص حالات میں دعاؤں کا خصوصی اہتمام فرمایئے۔

① رات کے پچھلے حصے کے سناٹے میں جب عام طور پر لوگ میٹھی نیند کے مزے میں مست پڑے ہوتے ہیں جو بندہ اٹھ کر اپنے رب سے راز ونیاز کی گفتگو کرتا ہے اور مسکین بن کر اپنی حاجتیں اس کے حضور رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ خصوصی کرم فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''خدا ہر رات کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے یہاں تک کہ جب رات کا پچھلا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے: کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت چاہتا ہے کہ میں اسے معاف کروں۔'' (ترمذی)

② شب قدر میں زیادہ سے زیادہ دعا کیجئے کہ یہ رات خدا کے نزدیک ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے اور یہ دعا خاص طور پر پڑھے۔ (ترمذی)

''اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ''

ترجمہ: ''خدایا تو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس تو مجھے معاف فرما دے۔''

③ میدانِ عرفات میں جب ۹/ ذی الحجہ کو خدا کے مہمان جمع ہوتے ہیں۔

④ جمعہ کی مخصوص ساعت میں جو جمعہ کا خطبہ شروع ہونے سے نماز کے ختم ہونے تک یا نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک ہے۔

⑤ اذان کے وقت اور میدان جہاد میں جب مجاہدوں کی صف بندی کی جارہی ہو۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''دو چیزیں خدا کے

دربار میں رد نہیں کی جاتیں، ایک اذان کے وقت کی دعا، دوسری جہاد (میں صف بندی) کے وقت کی دعا۔ (ابوداؤد)

⑥ اذان اور تکبیر کے درمیانی وقفہ میں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "اذان اور اقامت کے درمیانی وقفہ کی دعا رد نہیں کی جاتی" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا، یارسول اللہ! اس وقفے میں کیا دعا مانگا کریں۔ فرمایا: "یہ دعا مانگا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

ترجمہ: "خدایا! میں تجھ سے عفو و کرم اور عافیت و سلامتی مانگتا ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

⑦ رمضان کے مبارک ایام میں بالخصوص افطار کے وقت۔ (بزار)

⑧ فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی)

⑨ سجدے کی حالت میں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب سے بہت ہی قربت حاصل کر لیتا ہے پس تم اس حالت میں خوب خوب دعا مانگا کرو۔"

⑩ جب آپ کسی شدید مصیبت یا انتہائی رنج و غم میں مبتلا ہوں۔ (حاکم)

⑪ جب ذکر فکر کی کوئی دینی مجلس منعقد ہو۔ (بخاری، مسلم)

⑫ جب قرآن پاک کا ختم ہو۔ (طبرانی)

(۱۸) قبولیت دعا کے مخصوص مقامات:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ سے بصرہ جانے لگے تو آپ نے مکہ والوں کے نام ایک خط لکھا جس میں مکہ کے قیام کی اہمیت اور فضائل بیان کئے اور یہ بھی واضح کیا کہ مکے میں ان پندرہ مقامات پر خصوصیت کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے۔

① ملتزم کے پاس ② میزاب رحمت کے نیچے ③ کعبہ کے اندر

④ چاہ زمزم کے پاس ⑤ صفا و مروہ پر ⑥ صفا و مروہ کے پاس جہاں سعی کی جاتی ہے

⑦ مقام ابراہیم کے پیچھے ⑧ عرفات میں ⑨ مزدلفہ میں

⑩ منیٰ میں ⑪ جمرات کے پاس۔ (حصن حصین)

(۱۹) منقول دعاؤں کا اہتمام کیجئے:

برابر کوشش کرتے رہو کہ آپ کو خدا سے دعا مانگنے کے وہی الفاظ یاد ہو جائیں جو قرآن پاک اور احادیث رسول میں آئے ہیں۔ خدا نے اپنے پیغمبروں اور نیک بندوں کو دعا مانگنے کے جو انداز اور الفاظ بتائے ہیں ان سے اچھے الفاظ اور انداز کوئی کہاں سے لائے گا؟ پھر خدا کے بتائے ہوئے اور رسولوں کے اختیار کئے ہوئے الفاظ میں جو اثر، مٹھاس، جامعیت، برکت اور قبولیت کی شان ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کلام میں کیسے ممکن ہے! اسی طرح نبی کریم نے شب و روز کی جو دعائیں مانگی ہیں ان میں بھی سوز، مٹھاس، جامعیت اور عبدیت کاملہ کی ایسی شان پائی جاتی ہے کہ ان سے بہتر دعاؤں، التجاؤں اور آرزوؤں کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن و حدیث کی بتلائی ہوئی دعاؤں کا ورد رکھنے اور ان کے الفاظ اور مفہوم پر غور کرنے سے ذہن و فکر کی یہ تربیت بھی ہوتی ہے کہ مومن کی تمنائیں اور التجائیں کیا ہونی چاہئیں۔ کن کاموں میں اس کو اپنی قوتوں کو کھپانا چاہیے اور کن چیزوں کو اپنا منتہائے مقصود بنانا چاہیے۔

بلاشبہ دعا کے لیے کسی زبان، انداز یا الفاظ کی کوئی قید نہیں ہے۔ بندہ اپنے خدا سے جس زبان اور جن الفاظ میں جو چاہے مانگے۔ مگر یہ خدا کا مزید فضل و کرم ہے کہ اس نے یہ بھی بتایا کہ مجھ سے مانگو اور اس طرح مانگو اور دعاؤں کے الفاظ تلقین کر کے بتا دیا کہ مومن کو

دین و دنیا کی فلاح کے لیے کیا نقطہ نظر رکھنا چاہیے۔ اور کن تمناؤں اور آرزوؤں سے دل کی دنیا کو آراستہ رکھنا چاہیے اور پھر دین و دنیا کی کوئی حاجت اور خیر کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے لیے دعا نہ سکھائی گئی ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ خدا سے، قرآن و سنت کے بتائے ہوئے الفاظ ہی میں دعا مانگیں اور انہیں دعاؤں کا ورد رکھیں جو قرآن میں نقل کی گئی ہیں یا مختلف اوقات میں خود نبی کریم ﷺ نے مانگی ہیں۔ البتہ جب تک آپ کو قرآن و سنت کی یہ دعائیں یاد نہیں ہو جاتیں اس وقت تک کے لیے آپ کم از کم یہی اہتمام کیجئے کہ اپنی دعاؤں میں کتاب و سنت کی بتائی ہوئی دعاؤں کے مفہوم ہی کو پیش نظر رکھیں۔ آگے، قرآن پاک اور نبی کریم ﷺ کی چند جامع دعائیں نقل کی جاتی ہیں، ان مبارک دعاؤں کو دھیرے دھیرے یاد کیجئے اور پھر انہیں کا ورد رکھئے۔

(۳۰) چند جامع دعائیں:

① ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۰۱)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے! اور آخرت میں بہتری دیجئے! اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے!''

② ﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (سورۂ فرقان: آیت ۷۴)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم کو ہماری عورتوں (یا ہمارے شوہروں) اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما! اور ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔''

③ ﴿رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۶)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے! اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے!''

④ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ (سورۂ فاتحہ: آیت ۵)

ترجمہ: ''بتا ہم کو سیدھی راہ۔''

⑤ ﴿وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۂ بقرہ کی آخری آیات)

ترجمہ: ''اور در گزر کیجئے ہم سے! اور بخشش دیجئے ہم کو! اور رحم کیجئے ہم پر! آپ ہمارے کارساز ہیں، سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔''

⑥ ﴿رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (سورۂ یونس: آیت ۸۵-۸۶)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم کو ان ظالم لوگوں کا تختۂ مشق نہ بنا، اور ہم کو مہربانی فرما کر ان کافروں سے نجات دے!''

⑦ ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ (سورۂ ابراہیم: آیت ۴۱)

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! میری مغفرت کر دیجئے! اور میرے ماں باپ کی اور تمام مومنین کی بھی، حساب قائم ہونے کے دن۔''

⑧ (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى) (رواہ مسلم، مشکوٰۃ: ص ۲۱۸)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں آپ سے ہدایت، پرہیزگاری، پاکدامنی اور بے نیازی طلب کرتا ہوں۔''

⑨ (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں آپ سے بخشش اور عافیت طلب کرتا ہوں دنیا اور آخرت میں۔'' (رواہ الترمذی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ: ص ۲۱۹)

⑩ (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضَا بِالْقَدْرِ) (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر، مشکوۃ: ص ۲۲۰)

ترجمہ: "اے اللہ! میں آپ سے صحت وتندرستی اور پاکدامنی وپارسائی امانت اور اچھی سیرت اور تقدیر پر راضی رہنے کی درخواست کرتا ہوں۔"

⑪ (اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِیْ مِنَ الْخِيَانَةِ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ) (حوالہ بالا)

ترجمہ: "یاالٰہی! پاک کردے میرے دل کو نفاق سے، اور میرے عمل کو ریاکاری سے، اور میری زبان کو جھوٹ سے، اور میری نگاہ کو خیانت سے، آپ خوب جانتے ہیں، آنکھوں کی خیانت کو اور ان باتوں کو جن کو دل چھپاتے ہیں۔"

⑫ (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا وَرِزْقًا طَيِّبًا) (حوالہ بالا)

ترجمہ: "یاالٰہی! میں آپ سے نفع بخش علم، مقبول عمل اور پاکیزہ روزی مانگتا ہوں۔"

⑬ (اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ) (رواہ مسلم، مشکوۃ: ص ۲۱۸)

ترجمہ: "یاالٰہی! میری مغفرت فرما! اور مجھ پر رحم فرما! اور مجھے ہدایت نصیب فرما! اور مجھے عافیت عطا فرما، اور مجھے روزی عطا فرما۔"

⑭ (اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ) (مشکوۃ: ص ۱۸۲)

ترجمہ: "یاالٰہی! آپ معاف کرنے والے ہیں، معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔ پس میری خطائیں معاف فرما!"

⑮ (اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ) (رواہ مسلم، مشکوۃ: ص ۸۷)

ترجمہ: "اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں قبر کے عذاب سے، اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں کانے دجال کے فتنے سے، اور میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔"

⑯ (رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ) (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی، مشکوۃ: ص ۸۸)

ترجمہ: "اے میرے رب! میری مدد فرما، تیرا ذکر کرنے، تیرا شکر کرنے اور تیری اچھی عبادت کرنے پر۔"

⑰ (رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا) (سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۱۴)

ترجمہ: "اے میرے رب میرے علم وفہم میں اضافہ فرما۔"

﴿۵۵﴾ پریشانیوں سے نجات اور رزق میں برکت کیلئے آسان نبوی نسخہ

" مَاشَاءَ اللّٰهُ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ "

ترجمہ: "وہی ہوگا جو اللہ چاہے نہ کوئی طاقت ہے نہ قوت سوائے اللہ کے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص صبح میں یہ دعا پڑھ لے تو اس دن بہترین رزق سے نوازا جائے گا اور برائیوں سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو اس رات بہترین رزق سے نوازا جائے گا اور برائیوں سے محفوظ رہے گا۔

(ابن السنی، کنز العمال: ۲/۱۰۶، الدعاء المسنون: ص ۲۵۴)

﴿۵۶﴾ بسم اللہ کے خواص

① مجربات دیربی مطبوعہ مصر ص ۲ پر شیخ احمد دیربی کبیر فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کے بعض خواص میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی محرم کی یکم

تاریخ کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ایک ورق (کاغذ) پر ایک سو تیرہ (۱۱۳) بار لکھ کر اپنے پاس رکھے تو پوری زندگی اس کو کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔

۲ بعض صالحین سے منقول ہے کہ جو شخص بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو بارہ ہزار بار پڑھے، اور ہر ایک ہزار کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے، اور اس کے ساتھ حق تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے، پھر دوبارہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھے اور ایک ہزار کے بعد دو رکعت نماز اور درود شریف پڑھ کر طلب حاجت کرے، اسی طرح پڑھتا رہے یہاں تک کہ بارہ ہزار عدد مذکور پورے ہو جائیں۔ پس جو کوئی اس پر عمل کرے گا، حاجت اس کی جس طرح کی ہو گی باذن اللہ پوری ہو گی۔

(مجربات دیربی: ص ۴)

۳ جو شخص بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سات سو چھیاسی (۷۸۶) بار متواتر سات دن جس کام کے واسطے پڑھے گا خواہ نفع حاصل کرنے کے واسطے ہو یا مصیبت کو ہٹانے کے واسطے ہو یا کاروبار کے واسطے ہو۔ انشاء اللہ وہ مقصد پورا ہو گا۔ (مجربات دیربی: ص ۴)

۴ خزینۃ الاسرار للنازلی میں لکھا ہے کہ جو شخص رات کو سوتے وقت اکیس (۲۱) دفعہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر سوئے وہ تمام انسانی، شیطانی شرارتوں اور جن، بھوت اور آگ سے محفوظ رہے گا۔

۵ مرگی والے کے کان میں اکتالیس (۴۱) مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر دم کرنے سے وہ ہوش میں آ جاتا ہے۔

۶ درد یا جادو وغیرہ متواتر (لگاتار) سات دن سو (۱۰۰) مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے سے درد اور جادو دور ہو جاتا ہے۔

۷ اتوار کی صبح سورج نکلتے ہی تین سو تیرہ (۳۱۳) دفعہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور سو (۱۰۰) دفعہ درود شریف پڑھنے سے غیبی رزق کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

۸ اکیس (۲۱) مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالنے سے بچہ تمام آفات و بلیات سے مامون رہتا ہے۔

۹ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اکسٹھ (۶۱) بار کسی کاغذ پر لکھی جائے اور جس عورت کی اولاد زندہ نہ رہتی ہو اور اس کو اپنے پاس بطور تعویذ رکھے۔ انشاء اللہ اس کی اولاد زندہ رہے گی، یہ امر مجرب اور آزمودہ ہے۔ (مجربات دیربی)

۱۰ اگر کوئی شخص بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ایک سو ایک (۱۰۱) بار لکھ کر اپنے کھیت میں دفن کرے تو موجب سرسبزی کھیت و فراوانی غلہ و حفاظت از جملہ آفات و باعث حصول برکت ہو گا۔ (مجربات دیربی: صفحہ ۶)

۱۱ ایک مرد صالح نے کہا کہ جو کوئی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ چھ سو پچیس (۶۲۵) بار لکھ کر اپنے پاس رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہیبت عظیم دے گا۔ کوئی شخص اس کو ستا نہ سکے گا۔ باذن اللہ۔ (کتاب الداء والدواء للنواب صدیق حسن خان: ص ۱۷)

۱۲ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۱۶۸ پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی برکات بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فرعون نے دعوائے الوہیت کرنے سے پہلے ایک مکان بنایا تھا اور اس کے بیرونی دروازے پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی تھی۔ جب اس نے خدائی دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تبلیغ کی تو اس نے قبول نہ کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے حق میں بددعا کی: "خداوندا! تو نے اس خبیث کو کس لیے مہلت دے رکھی ہے؟" وحی آئی اے موسیٰ! یہ ہے تو اس قابل کہ اس کو ہلاک کر دیا جائے لیکن اس کے دروازے پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ عذاب سے بچا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے فرعون پر گھر میں عذاب نہیں آیا، بلکہ وہاں سے نکال کر دریا میں غرق کر دیا گیا۔

سبحان اللہ! جب ایک کافر کا گھر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی وجہ سے عذاب سے بچ گیا تو اگر کوئی مسلمان اس کو اپنے دل و دماغ اور زبان پر لکھ لے تو کیوں نہ وہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔

⑬ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ مفسرین نے کہا ہے کہ جب طوفان نوح نے اس دنیا کو اپنے خوف ناک عذاب کے چنگل میں گھیر لیا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں سوار ہوئے تو وہ بھی خوف غرق سے بہت ہراساں و لرزاں تھے۔ انہوں نے غرق سے نجات پانے اور اسی عذاب خداوندی سے محفوظ رہنے کے لیے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کہا اس کلمہ کی برکت سے ان کی کشتی غرقابی سے محفوظ و سالم رہی۔

مفسرین کہتے ہیں کہ جب اس آدھے کلمے کی وجہ سے اتنے ہیبت ناک طوفان سے نجات حاصل ہوئی، تو جو شخص اپنی پوری زندگی اس پورے کلمے یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے اپنے ہر کام کی ابتداء کرنے کا التزام کرلے وہ نجات سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے؟ (تفسیر عزیزی: صفحہ ۱۶ و تفسیر کبیر: جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

⑭ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس ملکہ یمن کو پہلا خط لکھا تو "اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھا تو اس کی برکت سے بلقیس ان کے نکاح میں آئی اور اس کا پورا ملک حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضہ میں آیا۔ (تفسیر کبیر: جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

⑮ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک دفعہ قبرستان سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص کو نہایت شدت کے ساتھ عذاب دیا جا رہا ہے، یہ دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چند قدم آگے تشریف لے گئے اور وضو اور نہا کر واپس ہوئے۔ اب واپسی پر جو اس قبر کے پاس سے گزرے تو ملاحظہ فرمایا کہ اس قبر میں نور ہی نور ہے اور وہاں رحمت الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔ آپ بہت حیران ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ مجھے اس کا راز بتایا جائے۔ ارشاد ہوا کہ روح اللہ! یہ شخص سخت گنہگار و بدکار تھا، اس وجہ سے عذاب میں گرفتار تھا لیکن اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی تھی اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور آج اس کو مکتب بھیجا گیا، وہاں اس کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھائی۔ مجھے حیا آئی کہ زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں کہ جس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔ (تفسیر کبیر: جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

⑯ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص زہر ہلاہل (مہلک) کا لبریز پیالہ لایا اور کہا کہ اگر آپ اس زہر کو پی کر صحیح سلامت زندہ رہیں تو ہم جان لیں گے کہ آپ کا مذہب اسلام سچا مذہب ہے۔ آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر وہ زہر پی لیا اور خدا کے فضل سے کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

⑰ قیصر روم کو بڑی شدت سے درد سر ہوا۔ علاج معالجہ سے مایوسی کے بعد اس نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ مجھے درد سر کی شکایت ہے کچھ علاج کیجئے۔ آپ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیج دی۔ جب بادشاہ ٹوپی اوڑھتا تھا تو درد کافور ہو جاتا اور جب اتار دیتا تھا تو درد سر دوبارہ شروع ہو جاتا، اس کو سخت تعجب ہوا۔ اس نے ٹوپی کو کھلوا کر دیکھا تو اس میں ایک پرچہ رکھا ہوا تھا جس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھا ہوا تھا۔ (تفسیر کبیر: جلد ۱ صفحہ ۱۷۱)

⑱ نیز علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ پانچ گھنٹوں کے لیے تو پانچ وقت نمازیں مقرر ہیں اور انیس (۱۹) گھنٹوں کے لیے یہ انیس حروف عطا فرمائے گئے تاکہ انیس گھنٹوں میں ہر نشست و برخاست ہر حرکت و سکون اور ہر کام کے وقت ان انیس حروف کے ذریعے برکت و عبادت حاصل ہو۔ یعنی ان حروف (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کی برکت سے یہ انیس گھنٹے بھی عبادت میں لکھے جائیں۔ (تفسیر عزیزی: ۱/۱۶)

⑲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی برکات سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص بیت الخلاء جانا چاہے تو چاہیے کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہہ کر جائے تاکہ (اس کی وجہ سے) اس کی شرم گاہ اور جنات کے درمیان پردہ واقع ہو جائے۔ یعنی جب کوئی شخص بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہہ کر بیت الخلاء جاتا ہے تو اس کا خاصہ یہ ہے کہ جنات کی نظر اس کی شرمگاہ کی طرف نہیں جاتی۔ لہٰذا جب اس کی تاثیر یہ ہے کہ یہ آیت انسان اور اس کے دشمن (جنات) کے درمیان پردہ بن جاتی ہے

تو اُمید ہے کہ یہ ایک مسلمان اور عذاب عقبیٰ کے درمیان بھی یقیناً پردہ بن کر حائل ہوگی۔ (تفسیر عزیزی)

۴۰ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے پرچہ پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھی ہوئی زمین پر پائی، اس کو اُٹھالیا۔ ان کے پاس سوائے دو درہم کے اور کچھ نہ تھا۔ خوشبو خرید کر اس پرچہ کو آپ نے خوشبو لگائی اس کے صلہ میں خواب کے اندر حق سبحانہ وتعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا: اے بشر! تونے میرے نام کو خوشبودار بنایا، میں تیرے نام کو دنیا اور آخرت میں خوشبودار بناؤں گا۔

(کتاب الداء والدواء للواب صدیق حسن تفسیر کبیر: صفحہ ۱۷۱)

﴿۵۷﴾ ایک یتیم بچے کا درد بھرا قصہ

وہ خوش نصیب صحابی جن کی قبر میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُترے اور فرمایا:

"اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا"

ایک یتیم بچہ تھا، اس کا نام عبداللہ تھا۔ چچا نے پرورش کی تھی، جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ بکریاں غلام دے کر ان کی حیثیت درست کر دی تھی۔ عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا شوق پیدا ہوا لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے تو عبداللہ نے چچا سے کہا: "پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں؟ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے، میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا، مجھے اجازت دیجئے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔" چچا نے جواب دیا "دیکھ اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا تیرے بدن پر چادر اور تہبند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔"

عبداللہ نے جواب دیا "چچا جان! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع قبول کروں گا، شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں، اب جو آپ کا منشاء ہے کیجئے اور جو کچھ میرے قبضہ میں زر و مال وغیرہ ہے سب کچھ سنبھال لیجئے، میں جانتا ہوں کہ ان چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے اس لیے میں ان کے لیے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔"

عبداللہ نے یہ کہہ کر کپڑے اُتار دیئے اور ماں کے سامنے گئے۔ ماں دیکھ کر حیران ہوئی کہ کیا ہوا! عبداللہ نے کہا: "میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں، ستر پوشی کے لیے کپڑے کی ضرورت ہے مہربانی کر کے دے دیجئے۔" ماں نے ایک کمبل دے دیا، عبداللہ نے کمبل پھاڑا، آدھے کا تہبند بنالیا، آدھا اوپر کرلیا اور مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ علی الصبح مسجد نبوی میں پہنچ گیا اور مسجد سے تکیہ لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے، فقیر و مسافر ہوں، عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر در دولت آ پہنچا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارا نام عبداللہ ہے، ذُو الْبِجَادَيْن لقب ہے، تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو۔" عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتا۔

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر! اسے کچھ نہ کہو یہ تو خدا اور رسول کے لیے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔"

عبداللہ کے سامنے غزوۂ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے عرض کیا یا رسول اللہ! دعا فرمایئے کہ میں بھی راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ کسی درخت کا چھلکا اُتار لاؤ۔ عبداللہ لے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا: "الٰہی! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں۔" عبداللہ نے کہا: "یا رسول اللہ

ﷺ! میں تو شہادت کا طالب ہوں۔" نبی کریم ﷺ نے فرمایا" جب اللہ کے راستے میں نکلو اور پھر بخار آئے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔" تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ بخار چڑھا اور انتقال کر گئے۔ بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دفن کی کیفیت دیکھی۔ رات کا وقت تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چراغ تھا، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے: اپنے بھائی کو مجھ سے قریب کرو، آنحضرت ﷺ نے قبر میں اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا" اے اللہ! میں ان سے راضی ہوا تو بھی ان سے راضی ہو جا۔" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کاش اس قبر میں میں دفن کیا جاتا۔

(مدارج النبوۃ مترجم: ۲/۹۰، ۹۱، ابن ہشام: ۲/۵۲۷، ۵۲۸)

﴿۵۸﴾ قیامت کے دن صلہ رحمی کی رانیں ہرن کی رانوں کی طرح ہوں گی

مسند احمد میں ہے کہ صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی، اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے، وہ بہت صاف اور تیز زبان سے بولے گی پس وہ (رحمت سے) کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملایا جائے گا جو اسے ملاتا تھا۔

صلہ رحمی کے معنی ہیں: قرابت داروں کے ساتھ بات چیت میں، کام کاج میں سلوک و احسان کرنا اور ان کی مالی مشکلات میں ان کے کام آنا۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا تو رحم (رشتہ داری) کھڑی ہوئی اور رحمٰن سے چمٹ گئی اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیری پناہ میں آنے کا۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تیرے ملانے والے کو میں (اپنی رحمت سے) ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں! اس پر میں بہت خوش ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کشادہ روزی اور عمر دراز چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم (رشتہ داری) عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملائیں گے، اور جو قطع رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے کاٹیں گے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کہا: یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ بُرا برتاؤ کرتے ہیں، میں ان کی غلطیوں کو نظر انداز کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ جاہلانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر تو ایسا ہی ہے جیسا تو کہہ رہا ہے تو گویا تو ان کے منہ پر گرم راکھ ڈال رہا ہے۔ (یعنی تو ان کو ذلیل و رسوا کر رہا ہے) اور جب تک تیری یہی حالت رہے گی تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک مددگار (فرشتہ) رہے گا۔ (مسلم شریف)

﴿۵۹﴾ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو پریشانیوں سے نجات کی دعا سکھائی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جب بھی ہمیں کوئی مصیبت پیش آئی حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے اور فرماتے یہ دعا پڑھو:

"تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۔"

ترجمہ: "بھروسہ کیا میں نے اس ذات پر جو زندہ ہے مرے گی نہیں جس نے نہیں بنایا بیٹا نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے نہ کوئی ذلت میں مددگار ہے۔ اس کی بڑائی بیان کیجئے۔" (کنز العمال: ۲/۴،۲/۷، الدعاء المسنون: ص۳۱۸، ۳۱۹)

﴿۶۰﴾ گھر کے ملازم اور پڑوسیوں کے شر سے بچئے

سارا جہاں جانتا ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور باپ جنت کا دروازہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی سچ ہے کہ بہو کے ہاتھ میں جنت اور جہنم کی چابی ہے۔ اب یہ بہو کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کون سی چابی استعمال کرتی ہے۔ معاشرے کا جائزہ لینے پر پتہ چلتا ہے کہ اکثر بہو جہنم کی چابی استعمال کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر گھروں سے سکون اور اطمینان غائب ہو جاتا ہے اور برکت اُٹھ جاتی ہے، خوش حالی روٹھ جاتی ہے، گھر جہنم بن جاتا ہے۔ آپ ہمیشہ الجھن کا شکار رہتی ہیں جس کا اثر پورے خاندان پر پڑتا ہے۔ پڑوس اور محلے میں آپ کے چرچے ہونے لگتے ہیں، آپ کو دیکھ کر لوگ ناک سکوڑنے لگتے ہیں۔ بیزارگی کے عالم میں آپ سے ملاقات کے وقت مجبوراً مسکراتے ہیں لیکن ان سب باتوں کا آپ کو علم نہیں ہوتا کیونکہ آپ سمجھتی ہیں کہ گھر کی باتیں گھر کا معاملہ ہے، گھر ہی تک محدود ہے۔ لیکن آپ کے نوکر آپ کے پڑوسیوں سے مفت کی چائے پینے کی خاطر آپ کے گھر کی باتیں نمک مرچ لگا کر ان تک پہنچاتے ہیں اور پڑوسی آپ کے معاملہ کو محلے والوں تک پہنچاتے ہیں۔ معمولی سی بات، معمولی سی تلخی، معمولی سی غلط فہمی آپ کی اور آپ کے خاندان کی عزت کی دھجیاں اُڑا دیتی ہے، جس کا اثر آپ کے خاندان پر ہی نہیں پڑتا بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی بچوں کے ہونے والے رشتوں پر بھی اس کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔ آپ اچھے رشتوں کی تلاش میں رہتے ہیں لیکن چاہتے ہوئے آپ ان رشتوں کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے ہیں۔ اب وہی پڑوسی انکوائری کرنے والوں کے ہمدرد بن کر بتاتے ہیں کہ لڑکے کی والدہ نہایت گرم مزاج ہے اپنی ہی ساس سے تو اس کی کبھی نہیں بنی۔ اب بتایئے کون بے وقوف والدین ہوں گے جو ایسی رپورٹ ملنے کے بعد اپنی بیٹی کو، آپ کی بہو بنانے کے لیے راضی ہو جائیں گے؟

اسی طرح آپ کے کرتوت کے پھل آپ کی لاڈلی کے راستے میں بھی رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ آپ کی تلخ مزاجی، سلوک اور ساس سے آپ کے رویہ کو آپ کی لاڈلی کے مزاج سے جوڑ کر دیکھا جاتا ہے۔ نتیجۃً آپ کی بیٹی خوبصورت ہے، خوب سیرت ہے، تعلیم یافتہ ہے، ہنر مند ہے، ہر لحاظ سے وہ ایک کامیاب بہو ثابت ہو سکتی ہے اور اچھے خاندان اسے اپنی بہو بنانے کے متمنی ہیں لیکن آپ کے مزاج کے سلسلے میں جو خبریں معاشرے میں پھیلی ہوئی ہیں، آپ کی بیٹی کو اچھا گھر، اچھا شوہر پانے سے جس کی وہ حقدار ہے، محروم کر دیتی ہیں۔ آپ کے سسرال، پڑوس اور معاشرے میں اپنے آپ کو ہر دلعزیز بنانے کے لیے الگ سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ دین اسلام اور پیارے نبی ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اپنے اندر موجود باغی پن کو قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

لڑکی کو اپنے میکے سے سسرال جانے سے پہلے اپنے آپ کو تیار کر لینا چاہیے کہ اب آپ اپنے حقیقی میکے جا رہی ہیں، جہاں آپ کو تاحیات رہنا ہے اور ذمہ داریوں کو اچھے انداز سے نبھانا ہے۔ میکا تو صرف درسگاہ ہے، جو آپ کو رشتوں اور ذمہ داریوں کو نبھانے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ ساس اور سسر آپ کے حقیقی والدین ہیں۔ دیور اور نندیں آپ کے حقیقی بھائی بہن ہیں۔ جس طرح میکے میں سب مل کر آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور آپ کی خواہش کا احترام کرتے تھے، اسی طرح اب باری آپ کی ہے سسرال میں، آپ کو سب کو خوشی دینی ہے، سب کی خواہشوں کے ساتھ ساتھ جذبات کا بھی احترام کرنا ہے اور یہ سب آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

اوّل آپ کو ہر ایک رشتے کو میکے میں جوڑ کر دیکھنا چاہیے۔ دوم اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی سمجھنا ہے، کشادہ دل رکھ کر ہر وقت قربانی کے جذبے سے سرشار رہنا ہے۔ اپنے اندر کے باغیانہ جذبات پر قابو رکھنا ہے، زبان کو ہر حال میں شیریں رکھنا ہے۔ سب کی منشاء اور

اُمیدوں سے ایک قدم آگے چلنا ہے۔ پھر دیکھیے سسرال کا ہر ایک فرد آپ کی دِل سے عزت واحترام کرنے لگے گا اور جہاں دو انسانوں کے درمیان عزت واحترام کا پلِ تعمیر ہو جائے وہاں تمام مشکلیں آسان ہو جاتی ہے۔ خوشیاں در کی غلام بن جاتی ہیں، نیک نامی سایہ فگن رہتی ہے۔ ازدواجی زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے۔ آپ کی نیک۔ نامی کے سبب آپ کی اولاد دنیا کے ہر میدان میں کامران رہتی ہے۔ آپ کا بڑھاپا محفوظ اور پرسکون ہو جاتا ہے۔ یعنی آپ کی زندگی کامیاب ہو جاتی ہے اور گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔

والدین بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ لڑکی ہمیشہ پرائی ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی تربیت میں کوئی کمی نہ برتیں۔ بعض اوقات جب لڑکی بیاہ کر سسرال جاتی ہے تو نہ اسے سسرال کے طور طریقوں کا پتہ ہوتا ہے اور نہ ہی شوہر کی پسند ناپسند کا۔ ایسے حالات میں لڑکی سے بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں جو گھریلوں جھگڑوں کا سبب بنتی ہیں۔ اس لیے یہ والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنی بچیوں کو اچھی تربیت دیں اور پہلے سے سسرال کے طور طریقوں اور سسرال میں اُٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ سکھائیں تو بہت سی مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ہی اپنی بچیوں کو یہ تعلیم ضرور دیں کہ وہ اپنی ساس سسر کو اپنے والدین کا درجہ دیں۔ بیشتر گھرانوں میں ازدواجی زندگی کے مسائل کی شروعات انہیں مسئلوں کی بناء پر ہوتی ہے۔

کہتے ہیں کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے ہم ان سسرالیوں سے بھی یہی بات کہیں گے کہ وہ اپنی بہوؤں کو اپنی بیٹیاں جانیں، انہیں نئے ماحول میں رچنے بسنے کی مہلت دیں۔ انہیں وہ محبت وشفقت عطا کریں جو وہ اپنی بچیوں کے لیے پسند کرتے ہیں۔ اکثر گھروں میں جھگڑے کا سبب دوسروں کی باتوں پر کان دھرنے سے بھی ہوتا ہے، جو عام طور پر ساس، بہو کے معاملے میں زیادہ کارگر ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دونوں ہی کچے کان کی ہوتی ہیں۔ اس لیے دونوں اس بات کو اپنی گرہ میں اچھی طرح باندھ لیں کہ کسی بھی معاملے میں ایک دوسرے سے بدظن ہونے سے پہلے معاملے کو سمجھیں اور غیروں کی باتوں پر آنکھ موند کر یقین کرنے سے پہلے آپس میں ایک دوسرے کی غلط فہمی کو دور کر لیں تو زندگی آسان ہو جائے گی۔

﴿۶۱﴾ عورت کا حسن کردار روح کی پاکیزگی ہے

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ تندرست رہے۔ اسی طرح خواتین بھی تندرست رہنا چاہتی ہیں، مگر خواتین میں ایک اور بھی جذبہ ہوتا ہے اور وہ ہے خوبصورتی بڑھانے اور سنگھار کرنے کا۔ یہ دونوں جذبے ہمارے جسم سے تعلق رکھتے ہیں، یعنی تندرست رہنے اور خوبصورتی بڑھانے کا جذبہ۔ مگر کیا کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ اپنی روح کی بالیدگی، روح کی صحت اور روح کے حسن کے لیے آپ کیا کرتی ہیں؟ عموماً دیکھا گیا ہے کہ انسان اچھی غذا استعمال کرتا ہے، ورزش کرتا ہے، خوبصورتی بڑھانے والی مصنوعات کا استعمال کرتا ہے۔ یہ ساری چیزیں آپ کے جسم کو تندرست اور خوبصورت بناتی ہیں۔ اس سے جسمانی اعضاء بہتر طور پر کام انجام دیتے ہیں، اچھی غذا اور اچھے میک اپ کے استعمال سے چہرے پر نکھار آ جاتا ہے اور چہرے کے داغ دھبے دور ہو جاتے ہیں اور ہر فرد آپ کی تعریف کرنے لگتا ہے کہ آپ نے کیا حسن وصحت پائی اور خواتین اپنی تعریف سن کر بہت خوش ہوتی ہیں۔ خواتین کو اگر ہفت اقلیم بھی مل جائے تو انہیں وہ خوشی نہیں ہوتی جو کسی دوسرے سے اپنے حسن اور صحت کی تعریف سن کر ہوتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حسن وصحت سے روح کا گہرا تعلق ہے۔ آپ کے حسن اور صحت مند جسم میں ایک روح ہے، جس کی پاکیزگی اور خوبصورتی زیادہ معنی رکھتی ہے بہ نسبت خوبصورت اور صحت مند جسم کے۔ روح کو پاکیزہ رکھنے والا انسان ظاہری طور پر بھی خوبصورت ہوتا ہے اور باطنی طور پر بھی اپنے حسن اخلاق سے دوسروں کو مطمئن اور خوش رکھتا ہے۔ وہ اپنے برتاؤ سے اپنی عادتوں سے دوسروں میں نہ صرف مقبول ہوتا ہے بلکہ لوگ اس کا احترام اور عزت کرتے ہیں۔

عموماً ایسے لوگوں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ بڑی سے بڑی مشکلوں میں ہونے کے باوجود اپنی زندگی معمول کے مطابق گزارتے ہیں اور کسی کو احساس تک نہیں ہونے دیتے کہ انہیں کسی بات کی تکلیف ہے، خواہ انہیں کوئی بڑی بیماری ہو، مالی تنگی کا سامنا ہو یا کسی اور

بات کی پریشانی ہو۔ وہ بالکل اپنا کام اسی انداز میں انجام دیتے ہیں جس طرح وہ اپنی صحت مند زندگی میں انجام دیا کرتے تھے۔

روح کی پاکیزگی رکھنے والے اپنا کام خود کرتے ہیں ہر وقت خوش وخرم نظر آتے ہیں۔ کسی میک اپ کے بغیر ان کا حسن پرنور ہوتا ہے، پیشانی چمکتی ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کبھی غور کیا ہے آپ نے؟ یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ وہ روح کی پاکیزگی پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے جسم اور حسن سے زیادہ اپنی روح کی پرورش کرتے ہیں۔ انہیں سنوارتے ہیں سجاتے ہیں۔ روح کی خوبصورتی اور غذا عبادت ہے۔ نیک اور صالح انسان اپنی روح کو غذا کس طرح دیتا ہے یہ بھی غور طلب بات ہے۔ مثلاً ایک ماں اپنے بچے کی صحت اور تعلیم وتربیت سے متعلق ہمیشہ کوشاں رہتی ہے۔ بچہ ذرا سا بیمار پڑ جائے تو وہ رات بھر بیٹھ کر اس کی تیمارداری کرتی ہے۔ خدا کی بارگاہ میں اس کی صحت اور تندرستی کے لیے گڑگڑاتی ہے اور جب بچہ خوش اور صحت مند ہوتا ہے تو اس کی روح کو اپنے آپ غذا مل جاتی ہے۔

اسی طرح روح کی پاکیزگی ہمیں ان لوگوں میں بھی دکھائی دیتی ہے جو اپنے غموں سے زیادہ دوسروں کے دکھ کو اپنا سمجھتے ہیں اور ان کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں۔ گویا دوسروں کی مدد کرنا بھی روح کی پاکیزگی کی علامت ہے۔ خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں روح کی پرورش کرنا آتا ہے جو اپنی روح کو دوسروں کی غیبت، چغلی، کینہ، جھوٹ، بغض جیسے امراض میں مبتلا نہیں کرتے، جو صرف اپنے نفس کو سکون نہیں پہنچاتے بلکہ اپنے نفس پر قابو پاتے ہوئے دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جو دوسروں کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہیں، دوسروں کی مدد کرتے ہیں، اپنی خوشیوں کا گلا گھونٹ کر دوسروں کو سکھ پہنچاتے ہیں اور اپنے نفس پر ہر ممکن قابو پاتے ہیں وہی انسان پاکیزہ روح رکھتے ہیں۔ نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ نوح انسان پر زلزلے سیلاب وغیرہ جیسے عذاب نازل ہوا کرتے ہیں یہ تب ہوتا ہے جب جسم کی خواہشات روح کی ضرورتوں پر غالب آجاتی ہیں، تباہی اور بربادی کو انسان خود ہی دعوت دیتا ہے۔ مگر ہم یہ ساری باتیں ماننے سے انکار کرتے ہیں اور خواب خرگوش میں مبتلا رہتے ہیں۔ جن گناہوں کے سبب ہم پر عذاب آیا ان گناہوں سے ہم پھر بھی توبہ نہیں کرتے۔ میری مخاطب تو خاص خواتین ہیں۔ عورتیں گو کہ ملکہ ہیں، اگر وہ چاہیں کہ ان کا گھر گناہوں سے پاک رہے تو رہ سکتا ہے۔ اب بھی وقت ہے اپنا محاسبہ کریں۔ اپنی بیمار روح کا علاج کریں۔ جتنا ہمارا جسم تندرست ہے روح کو بھی اتنا ہی صحتمند بنائیں۔

آپ جانتی ہیں روح کی بالیدگی کے لیے کیا کرنا ہے؟

اس سے پہلے کہ ہم پر کوئی آفت آئے، معافی مانگ کر اپنے آپ کو آنے والے روشن مستقبل کے لیے تیار کرلیں۔ دوسروں سے اپنا مقابلہ نہ کریں۔ دوسروں نے قرآن مجید جیسے لائحہ عمل کو پڑھا ہی نہیں ہے۔ وہ اسلام کی چاشنی سے روشناس ہی نہیں ہوئے ہیں۔ وہ اگر پیاسے ہیں تو مجبور ہیں، دریا ان سے کافی دور ہے۔ مگر ہم تو دریا کے قریب رہ کر بھی پیاسے ہیں۔ روح کی پیاس بجھانا کوئی بہت بڑا عمل نہیں ہے اور نہ ہی بہت بڑا کام ہے۔ انسان کو اپنی روح کی خوبصورتی اور صحت کے لیے صرف اور صرف اپنے نفس پر قابو پانے کی ضرورت ہے۔ آج اگر ہماری روح زخمی ہے تو اس کی وجہ بھی ہم خود ہی ہیں کہ ہم نے گھروں میں نحوستیں پال رکھی ہیں، اپنوں سے ناطہ توڑلیا ہے، محبت کو بالائے طاق رکھ دیا ہے، دولت کے پجاری ہیں، روح بھی خوبصورت اور پاکیزہ نہیں ہوسکتی بھلے ہی وہ جسمانی شکل وصورت میں خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ کیونکہ جس انسان کے دل میں کسی اور کے لیے ہمدردی نہ ہو، دوسروں کے لیے پیار نہ ہو، قربانی کا جذبہ نہ ہو، وہ نہ تو جسمانی طور پر خوبصورت کہلاتا ہے اور نہ روحانی طور پر خوبصورت ہوسکتا ہے۔

روح کا سارا حسن عبادت، تقوٰی اور پرہیزگاری پر منحصر ہوتا ہے، انسان پر جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت فرض ہے وہیں ایک انسان کے لیے دوسرے انسان کے تئیں ہمدردی اور بھائی چارگی اور عزت واحترام کا جذبہ بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہ ساری خوبیاں انسان میں نہ ہوں تو وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوگا اور آخرت میں بھی۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے جسم اور حسن کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ روح کی صحتمند اور پاکیزہ بنانے کی کوشش کرے۔

﴿۶۲﴾ غصہ پی جائیے جونسی حور چاہیے لے لیجئے

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”جو شخص اپنا غصہ اُتارنے کی طاقت رکھتا ہے، پھر بھی ضبط کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا دل امن و امان سے پُر کر دیتا ہے، جو شخص باوجود موجود ہونے کے شہرت کے کپڑے کو تواضع کر کے چھوڑ دے اسے اللہ تعالیٰ کرامت اور عزت کا جوڑا قیامت کے دن پہنائے گا اور جو کسی کا سر چھپائے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بادشاہت کا تاج پہنائے گا۔“ (ابوداؤد)

حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”جو شخص باوجود قدرت کے اپنا غصہ ضبط کر لے اسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے ساتھ بلا کر اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے۔“ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۴۵۸)

﴿۶۳﴾ حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہیں کرتا

ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ اپنے اصحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ راہ سے گزر رہے تھے، ایک چھوٹا سا بچہ راہ میں کھیل رہا تھا۔ اس کی ماں نے جب دیکھا کہ ایک جماعت آ رہی ہے تو اسے ڈر لگا کر بچہ روندن میں نہ آ جائے۔ میرا بچہ میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی آئی اور جھٹ سے بچے کو گود میں اُٹھالیا۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: حضور! یہ عورت تو اپنے پیارے بچے کو کبھی بھی آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیارے بندوں کو ہرگز جہنم میں نہیں لے جائے گا۔“ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۳۰۷)

﴿۶۴﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے حیاء کھینچ لیتا ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ برائی اور ہلاکت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے حیاء نکال لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اور وہ بھی لوگوں سے بغض رکھتا ہے۔ جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اس سے رحم کرنے اور ترس کھانے کی صفت نکال دی جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بداخلاق، اکھڑ طبیعت اور سخت دل ہو جاتا ہے، جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو اس سے امانت داری کی صفت چھین لی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے خیانت کرتا ہے اور لوگ بھی اس سے خیانت کرتے ہیں، جب وہ ایسا ہو جاتا ہے تو پھر اسلام کا پٹہ اس کی گردن سے اُتار لیا جاتا ہے اور پھر اللہ اور اس کی مخلوق بھی اس پر لعنت کرتی ہے اور وہ بھی دوسروں پر لعنت کرتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۵۷۴، ۵۷۵)

﴿۶۵﴾ یہ قندیل حیا یارب! رہے فانوس کے اندر

الٰہی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو دینداری دے
الٰہی پود کو اسلام کی فصل بہاری دے

بچا لے مومنہ کو اے خدا مغرب پرستی سے
بچا اس شمع کو بادِ فنا کی چیرہ دستی سے

یہ قندیل حیا یا ربّ! رہے فانوس کے اندر
یہ جسم پارسا یا ربّ! رہے ملبوس کے اندر

پتہ بجھنے کا دے جاتی ہے شعلہ کی پریشانی
کفن کی چادروں کا نام ہے ملبوس عریانی

الٰہ العالمین یہ وقت فتنوں کا زمانہ ہے
ہزاروں بجلیوں میں ایک اپنا آشیانہ ہے

سروں میں عقل دے یا ربّ دلوں میں نور ایمانی
کہ خیرہ ہو گئی ان تابشوں میں چشم نسوانی

﴿۶۶﴾ خلوت کے گناہوں کی وجہ سے مومنین کے دلوں میں نفرت ڈال دی جاتی ہے

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آدمی کو اس سے بچتے رہنا چاہیے کہ مومنوں کے دل اس

سے نفرت کرنے لگ جائیں اور اسے پتہ بھی نہ چلے، پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: بندہ خلوت میں اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی نفرت مومنوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۲۷۶)

﴿۶۷﴾ ایک مکھی کی وجہ سے ایک آدمی جنت میں اور ایک آدمی دوزخ میں گیا

طارق بن شہاب مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ صرف ایک مکھی کی بدولت ایک شخص تو جنت داخل ہوگیا اور دوسرا دوزخ میں۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا یارسول اللہ! یہ کیسے؟ فرمایا: ''کسی قوم کا ایک بت تھا ان کا دستور یہ تھا کہ کوئی شخص اس پر بھینٹ چڑھائے بغیر ادھر سے گزر نہیں سکتا تھا، اتفاق سے دو شخص ادھر سے گزرے، انہوں نے اپنے دستور کے مطابق ان میں سے ایک شخص سے کہا نیاز چڑھا، وہ بولا اس کے لیے میرے پاس تو کچھ نہیں ہے، وہ بولے کچھ نہ کچھ تو ضرور چڑھا دے، خواہ ایک مکھی ہی سہی۔ اس نے ایک مکھی چڑھا دی اور اس وجہ سے وہ دوزخ میں گیا۔ انہوں نے اس کو تو چھوڑ دیا۔ اب دوسرے سے کہا کہ تو بھی کچھ چڑھا، وہ بولا اللہ کی ذات کے سوا میں تو کسی اور کے نام کی نیاز نہیں دے سکتا، یہ سن کر انہوں نے اس کی گردن اُڑا دی، اس لیے وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ (احمد، ترجمان السنۃ: جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

﴿۶۸﴾ عاشورہ کے دن پیش آنے والے اہم واقعات

یوم عاشورہ بڑا ہی مہتم بالشان اور عظمت کا حامل ہے۔ تاریخ کے عظیم واقعات اس سے جڑے ہوئے ہیں، چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

① یوم عاشورہ میں ہی حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔
② اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہو کر کوہ جودی پر لنگر انداز ہوتی۔
③ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''خلیل اللہ'' بنایا اور ان پر آگ گلزار بنی۔
④ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم و استبداد سے نجات دلائی۔
⑤ اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت ملی۔
⑥ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت بیماری سے شفاء ہوئی۔
⑦ اسی دن حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔
⑧ اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات ایک طویل عرصے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہوئی۔
⑨ اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
⑩ اور اسی دن یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اُٹھائے گئے۔

بعض علمائے کرام نے مذکورہ بالا اہم واقعات کے علاوہ کچھ اور واقعات بھی بیان کیے ہیں جو یوم عاشورہ سے متعلق ہیں۔ مثلاً:

① اسی دن اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین، قلم، حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو پیدا کیا۔
② اسی دن قیامت آئے گی۔
③ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی۔
④ اسی دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔
⑤ اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔

⑥ اسی دن دنیا میں پہلی باران رحمت (رحمت کی بارش) ہوئی۔
⑦ اسی دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔
⑧ اسی دن ابولولو مجوسی کے ہاتھوں سے مصلی رسول اللہ ﷺ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زخمی ہو کر جام شہادت نوش فرمایا۔

(اسماء الرجال مشکوۃ)

⑨ اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسہ رسول ﷺ اور جگر گوشہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔
⑩ اسی دن قریش خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔ (معارف الحدیث: ۴/۱۶۸، پیغام حق وصداقت: ص ۱۶۸)
⑪ اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے اوپر سے عذاب ٹلا۔ (معارف القرآن: پ ۱۱ آیت ۹۸)
⑫ اسی دن حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔

﴿۶۹﴾ حضور اکرم ﷺ نے حضرت تمیم داری سے فرمایا: ’’اگر میری لڑکی ہوتی تو تجھے اپنا داماد بنالیتا‘‘

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ جب شام سے مدینہ آئے تو آپ اپنے ساتھ کچھ قندیلیں اور تھوڑا سا تیل بھی لیتے آئے مدینہ پہنچ کر قندیلوں میں تیل ڈال کر مسجد نبوی میں لٹکا دیں اور جب شام ہوئی تو انہوں نے انہیں جلا دیا اور اس سے پہلے مسجد میں روشنی نہیں ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور مسجد کو روشن پایا تو دریافت فرمایا کہ مسجد میں روشنی کس نے کی ہے؟

صحابہ نے حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کا نام بتایا آپ ﷺ بے حد خوش ہوئے ان کو دعائیں دیں اور فرمایا: اگر کوئی میری لڑکی ہوتی تو میں تمیم سے اس کا نکاح کر دیتا۔ اتفاق سے اس وقت نوفل بن حارث رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ انہوں نے اپنی بیوہ صاحبزادی اُمّ المغیرہ کو پیش کیا آپ نے اسی مجلس میں اُمّ المغیرہ سے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ شام کے رہنے والے تھے، قبیلہ لخم سے نسبی تعلق تھا اور مذہباً عیسائی تھے۔ اسلام لانے کے بعد جتنے غزوات پیش آئے سب میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کفاف (گزارہ) کے لیے شام میں قریہ عینو کا ایک حصہ آپ کو دے دیا تھا اس کی تحریری سند بھی لکھ دی تھی مگر دیار محبوب کی محبت نے وطن کی محبت فراموش کر دی چنانچہ عہد نبوی کے بعد خلفائے ثلاثہ کے زمانہ تک آپ مدینہ ہی میں رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ملی فتنہ وفساد شروع ہوا تو آپ بادل ناخواستہ مدینہ چھوڑ کر اپنے وطن شام چلے گئے۔

فتح الباری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت قائم کی تو مردوں کا امام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو عورتوں کا امام حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ ایک مرتبہ روح بن زنباع رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ گھوڑے کے لیے جو صاف کر رہے ہیں اور گھر کے تمام لوگ آپ کے گرد بیٹھے ہیں۔ روح نے عرض کیا کیا ان لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس کام کو کر سکے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ: ’’جب کوئی مسلمان اپنے گھوڑے کے لیے دانہ صاف کرتا ہے اور پھر اس کو کھلاتا ہے تو ہر دانہ کے بدلے اسے ایک نیکی ملتی ہے۔‘‘ اس لیے میں خود اپنے ہاتھ سے کام کرتا ہوں تاکہ ثواب سے محروم نہ رہ جاؤں۔ انہوں نے ایک بہت قیمتی جوڑا خریدا تھا، جس روز ان کو شب قدر کی توفیق ہوتی تھی اسے اس روز پہنتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ مقام حرہ میں آگ لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ حضرت تمیم رضی اللہ عنہ وہاں گئے اور بے خطر آگ میں گھس گئے اور اسے بجھا کر صحیح وسالم واپس چلے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو خیر اہل المدینہ (مدینہ کے سب سے اچھے اور نیک آدمی) فرمایا کرتے تھے۔ (سیر الصحابہ: ۴/۱۴۰)

﴿۷۰﴾ اللہ کا وعدہ ہے "اے محمد ﷺ! ہم تم کو تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کر دیں گے"

حضرت محمد ﷺ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اُمت کے لیے یہ دعاء مانگی "اے اللہ! میری اُمت، اے اللہ! میری اُمت، اے اللہ! میری اُمت" اور آپ ﷺ رونے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے جبرئیل! تمہارا رب سب اچھی طرح جانتا ہے لیکن تم محمد کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں رو رہے ہیں؟" چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر پوچھا۔ حضور ﷺ نے رونے کی وجہ بتائی (کہ قیامت کے دن میری اُمت کا کیا ہوگا؟) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے واپس آ کر اللہ تعالیٰ کو وجہ بتائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو ہم تم کو تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کریں گے اور تمہیں رنجیدہ اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔"

(حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۳۷۱،۳۷۲)

﴿۷۱﴾ بیس اہم نصیحتیں

① قیامت اس وقت آئے گی جب زمین پر کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا۔
② جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتے ایک میل دور ہٹ جاتے ہیں۔
③ اللہ کی یاد اور عمل صالح کے لیے نیت لازم ہے۔
④ ضرورت کی ایک حد ہے مگر حرص کی کوئی حد نہیں۔
⑤ بہادری یہ ہے کہ کمزور ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنی کمزوری کا احساس مت ہونے دو۔
⑥ کامیابی کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ کامیابی حاصل کرنے کا احساس دل میں زندہ رکھا جائے۔
⑦ منجمد لوگوں کا سہارا مت لو ورنہ وہ تمہیں بھی منجمد کر دیں گے۔
⑧ اللہ والے بات بات پر تکلیف کا اظہار نہیں کرتے۔
⑨ جس کا کوئی مقصد نہیں اس کی کوئی منزل نہیں۔
⑩ سختیاں انسان کو طاقتور بنا دیتی ہیں اگر انسان کو صبر کرنے کی طاقت حاصل ہو۔
⑪ شخصیت کو نشوونما اس وقت رکتی ہے جب انسان اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے۔
⑫ کوشش تمہارا کام ہے اور نتیجہ نکالنا خدا کا کام ہے۔
⑬ شیخی انسان کے دل میں چپکے سے پیدا ہوتی ہے اسے برباد کر دیتی ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔
⑭ تم جس کام کی ذمہ داری اُٹھاؤ گے تمہارا ذہن اس کے لیے ہی کام کرے گا۔
⑮ دنیا میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں، لیکن ان میں سے ذلت قرض سب سے سخت تر ہے۔
⑯ تمہارا قرض خواہ تمہاری صحت چاہے گا اور تمہارا مقروض تمہاری موت۔
⑰ بیمار تو سو بھی جاتا ہے مگر مقروض کو نیند نہیں آتی۔
⑱ عقل مند وہ ہے جو کم بولے اور زیادہ سنے۔
⑲ جو شخص علم رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا وہ اس مریض کے مانند ہے جو دوا تو رکھتا ہے، استعمال نہیں کرتا۔
⑳ اپنی ضرورت کو محدود کر لینا ہی دولت ہے۔

﴿۷۲﴾ سانپ بچھو وغیرہ سے بچنے کی نبوی دعاء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور شکایت کی کہ مجھے بچھو نے کاٹ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم شام کو یہ دعا پڑھ لیتے تو وہ تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا تھا:

(اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)

ترجمہ: ''اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (عمل الیوم: ص ۳۸۸، مسلم: ص ۳۴۷، ابن ماجہ: ص ۲۵۱)

﴿۷۳﴾ پیشاب کی بندش اور پتھری کا نبوی علاج

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور یہ کہا کہ اس کے والد کا پیشاب رُک گیا ہے اور پیشاب میں پتھری آگئی ہے۔ انہوں نے درج ذیل دعا سکھائی جو انہوں نے رسول پاک ﷺ سے حاصل کی تھی۔

(رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ وَاغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ فَاَنْزِلْ شِفَآءً مِّنْ شِفَآئِكَ وَرَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ)

ترجمہ: ''ہمارا رب جو آسمان میں ہے، مقدس ہے تیرا نام، تیرا حکم زمین وآسمان میں ہے جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے، پس ڈال دے اپنی رحمت زمین میں، ہمارے گناہ اور ہماری خطائیں معاف فرما، تو ہی پاکیزہ ہستیوں کا رب ہے، اپنی شفاء سے شفاء اور اپنی رحمت سے رحمت اپنی بیماری پر نازل فرما۔'' (عمل الیوم نسائی: ص ۵۷۶، ابوداؤد: ص ۵۴۳)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ دو شخص عراق سے کسی کے پیشاب کی شکایت لے کر آئے، لوگوں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی نشاندہی کی تو حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے کہ جسے یا جس کے بھائی کو یہ شکایت ہو اسے پڑھے۔

(عمل الیوم: ص ۵۷۶)

فائدہ: بیمار اس دعا کو پڑھتا رہے یہ نہ ہو سکے تو کوئی دوسرا شخص پڑھ کر اس پر دم کرے یا کاغذ پر لکھ کر اس کا پانی پلایا جائے۔

(الدعاء المسنون: ص ۳۳۹)

﴿۷۴﴾ ہر بلا سے حفاظت کا نبوی نسخہ

مسند بزار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص شروع دن میں آیت الکرسی اور سورۂ مومن کی پہلی تین آیتیں پڑھ لے وہ اس دن ہر برائی سے اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ اس کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔

(معارف القرآن: ۷/۵۸۱، ابن کثیر: ۴/۳۴۹)

سورۂ مومن کی پہلی تین آیتیں یہ ہیں:

﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (سورۃ المومن: آیت ۱-۳)

﴿۷۵﴾ ایک چیونٹی کی دعا سے سلیمان علیہ السلام کو پانی ملا

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء (بارش کی دعاء مانگنے) کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی اُلٹی لیٹی

ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے دعاء کررہی ہے کہ خدایا! ہم بھی تیری مخلوق ہیں۔ پانی برسنے کی ضرورت ہمیں بھی ہے۔ اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گی۔ چیونٹی کی یہ دعا سن کر آپ علیہ السلام نے لوگوں میں اعلان کیا کہ لوٹ چلو، کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۴ صفحہ ۶۳)

﴿۷۶﴾ درد وغیرہ دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے جسم میں کسی درد و تکلیف کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسم کے جس حصہ میں درد ہو وہاں ہاتھ رکھو اور یہ پڑھو۔ تین مرتبہ بسم اللہ سات مرتبہ یہ دعا:

(اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)

ترجمہ: ''قدرت وعزت خداوندی کے واسطے سے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کی تکلیف اور جس سے ڈر محسوس کرتا ہوں۔'' (مسلم: ص ۲۲۴، اذکار: ص ۱۱۲، الدعاء المسنون: ص ۲۳۶)

﴿۷۷﴾ آٹھ آیتوں کا ثواب ایک ہزار آیتوں کے برابر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرکے فرمایا کہ ''کیا تم میں سے کوئی آدمی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ ہر روز قرآن کی ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ روزانہ ایک ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں کوئی ﴿اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ﴾ نہیں پڑھ سکتا۔'' مطلب یہ ہے کہ ﴿اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ﴾ روزانہ پڑھنا ایک ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مظہری، بحوالہ حاکم وبیہقی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، معارف القرآن: ۸/۸۱۰)

﴿۷۸﴾ تواضع کی چند عظیم مثالیں

① عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رات کو لکھ رہے تھے کہ ان کے پاس ایک مہمان آگیا، چراغ بجھ رہا تھا مہمان چراغ درست کرنے کے لیے جانے لگا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''مہمان سے خدمت لینا کرم وشرف کے خلاف ہے۔'' مہمان نے کہا: ''میں نوکر کو اُٹھا دیتا ہوں۔'' عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''وہ ابھی ابھی سویا ہے، اسے اُٹھانا مناسب نہیں ہے۔'' چنانچہ خود اُٹھے تیل کی بوتل سے چراغ بھر کر روشن کر دیا، جب مہمان نے کہا: ''آپ نے خود ہی یہ کام کر لیا ہے؟'' تو فرمایا: ''میں پہلے بھی عمر تھا اور اب بھی وہی ہوں، میرے اندر کوئی بھی کمی نہیں ہوئی اور انسانوں میں اچھا وہ ہے جو اللہ کے ہاں متواضع ہے۔''

② حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھائے مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے اور ان دنوں مدینہ میں مروان کے قائم مقام تھے اور فرما رہے تھے ''امیر (یعنی ابوہریرہ) آرہا ہے، گزرنے کے لیے راستہ کھلا کر دو، اس لیے کہ وہ لکڑیوں کا گٹھا اُٹھائے ہوئے ہے۔''

③ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن بائیں ہاتھ میں گوشت اُٹھائے ہوئے تھے اور دائیں ہاتھ میں کوڑا تھا اور یہ ان دنوں خلیفہ اور امیر المؤمنین تھے۔

④ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے گوشت خریدا اور اپنی چادر میں باندھ لیا، ساتھیوں نے کہا ہم اُٹھا لیتے ہیں۔ فرمایا: ''جن بچوں کو کھانا ہے ان کا باپ اُٹھائے یہ بہتر ہے۔''

⑤ سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی لونڈی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں چاہتی دوسرے لوگوں سے الگ (بات کرنے کے لیے) لے جاتی۔

⑥ ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہا: ''لوگوں نے لباس، طعام، سواری اور پینے کی چیزوں کیا کیا ایجادات کرلی ہیں؟'' ابو سعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''بھتیجے! آپ کا کھانا، پینا اور پہننا سب اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔ اس میں اگر خود پسندی، فخر، ریا اور نمائش پیدا ہو جائے تو یہ گناہ اور اسراف ہے۔ تو گھر کے کاموں میں وہ سب کام کر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کو چارا ڈالتے اور اسے باندھتے، گھر میں جھاڑو دیتے، بکری دوہتے، جوتے گانٹھتے، کپڑے پیوند کر لیتے، نوکر کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے، وہ تھک جاتا تو آٹا پیس دیتے، بازار سے چیزیں خرید لاتے اور اس میں کبھی کوئی عار محسوس نہ کرتے اور خریدی ہوئی چیز اپنے ہاتھ میں پکڑے آتے، یا کپڑے میں باندھ کر گھر واپس لے آتے۔ غنی، فقیر، بڑے اور چھوٹے سب سے مصافحہ کرتے اور نمازیوں میں سے جو سامنے آ جاتا چھوٹا یا بڑا، کالا یا گورا، آزاد یا غلام، ہر ایک کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔'' (منہاج المسلم: ص ۲۷۷، ۲۷۸)

⑦ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ ان کی خلافت کے وقت کا ہے۔ غلام کو ساتھ لے کر بازار گئے۔ غلام سے فرمایا کہ مجھ کو کپڑا بنوانا ہے اور تم کو بھی کپڑوں کی ضرورت ہے، تم کپڑے کی دکان پر میرے لیے اور اپنے لیے کپڑے پسند کرو۔ غلام نے دو طرح کے کپڑے خرید لیے۔ ایک قیمتی اور ایک کم قیمت والا۔ امیر المومنین جب وہ کپڑا درزی کو دینے لگے تو سستے کپڑے کے متعلق امیر المومنین نے فرمایا یہ میرے لیے اور مہنگے کپڑے کے متعلق فرمایا کہ یہ غلام کے لیے قطع کر دو۔ غلام نے کہا آپ آقا ہیں، امیر المومنین ہیں، آپ کو اچھے کپڑوں کی ضرورت ہے اور اچھا لباس چاہیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں بڈھا ہوں، تم جوان ہو، تم کو اچھے لباس کی ضرورت ہے۔'' (ندائے شاہی، ستمبر ۲۰۰۵ء)

﴿۷۹﴾ پہلی صف والوں سے دوگنا اجر و ثواب

جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھیے اور جہاں جگہ مل جائے وہیں بیٹھ جائیے۔ لوگوں کے سروں اور کندھوں پر سے پھاند پھاند کر جانے کی کوشش نہ کیجیے۔ ان سے لوگوں کو جسمانی تکلیف بھی ہوتی ہے اور قلبی کوفت بھی اور ان کو سکون، یکسوئی اور توجہ میں بھی خلل پڑتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جو شخص پہلی صف کو چھوڑ کر دوسری صف میں اس لیے کھڑا ہوا کہ اس کے بھائی مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کو پہلی صف والوں سے دوگنا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔''

(طبرانی، آدابِ زندگی: ص ۱۰۱)

﴿۸۰﴾ رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا خصوصی اہتمام کیجیے

رمضان کے مہینے کو قرآن پاک سے خصوصی مناسبت ہے۔ قرآن پاک ماہِ رمضان میں نازل ہوا اور دوسری آسمانی کتابیں بھی ماہ رمضان میں نازل ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رمضان کی پہلی یا تیسری تاریخ کو صحیفے عطا کیے گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو رمضان کے مہینے کی ۱۲ یا ۱۸ کو زبور دی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رمضان کے مہینے کی ۶ تاریخ کو تورات نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی رمضان المبارک کی ۱۲ یا ۱۳ تاریخ کو انجیل دی گئی۔ اس لیے رمضان کے مہینے میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے کی کوشش کیجیے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن سناتے اور سنتے تھے اور آخری سال آپ علیہ السلام نے دو بار رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دور فرمایا۔ (آدابِ زندگی: ص ۱۱۷)

﴿۸۱﴾ حضرت داؤد علیہ السلام کی موت کا عجیب و غریب قصہ

مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے جب آپ علیہ السلام گھر سے

باہر جاتے تو دروازے بند کرتے جاتے پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام اسی طرح باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بیوی صاحبہ کی نظر اٹھی تو دیکھتی ہیں گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں۔ حیران ہو گئیں، اور دوسروں کو دکھایا، آپس میں سب کہنے لگیں یہ کہاں سے آگئے؟ دروازے بند ہیں یہ داخل کیسے ہوئے؟ خدا کی قسم حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے ہماری سخت رسوائی ہوگی۔ اتنے میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی آگئے۔ آپ علیہ السلام نے بھی انہیں کھڑا دیکھا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا وہ جسے کوئی روک اور دروازہ روک نہ سکے وہ جو کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پروانہ کرے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے: مَرْحَبًا (خوش آمدید) مَرْحَبًا (خوش آمدید) آپ ملک الموت ہیں۔ اسی وقت ملک الموت نے آپ علیہ السلام کی روح قبض کی۔

(تفسیر ابن کثیر: جلد ۴ صفحہ ۶۳)

﴿۸۲﴾ خدا کی نظر میں بدترین آدمی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''خدا کی نظر میں بدترین آدمی قیامت کے روز وہ ہوگا جس کی بدزبانی اور فحش کلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔'' (بخاری و مسلم)

﴿۸۳﴾ ہر مومن اپنے بھائی کا آئینہ ہے

اپنے دوستوں کی اصلاح و تربیت سے کبھی غفلت نہ کیجئے اور اپنے دوستوں میں وہ بیماری کبھی نہ پیدا ہونے دیجئے جو اصلاح و تربیت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ یعنی خود پسندی اور کبر۔ دوستوں کو ہمیشہ آمادہ کرتے رہیے کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کو محسوس کریں۔ اپنی خطاؤں کے اعتراف میں جرأت سے کام لیں اور اس حقیقت کو ہر وقت نگاہ میں رکھیں کہ اپنی کوتاہی کو محسوس نہ کرنے اور اپنی برأت پر اصرار کرنے سے نفس کو بدترین غذا ملتی ہے۔

دراصل نمائشی عاجزی دکھانا، الفاظ میں اپنے کو حقیر کہنا، رفتار اور انداز میں خشوع کا اظہار کرنا، یہ نہایت آسان ہے لیکن اپنے نفس پر چوٹ سہنا، اپنی کوتاہیوں کو ٹھنڈے دماغ سے سننا اور تسلیم کرنا اور اپنے نفس کے خلاف دوستوں کی تنقیدیں برداشت کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ لیکن حقیقی دوست وہی ہے جو بیدار ذہن کے ساتھ ایک دوسرے کی زندگی پر نگاہ رکھیں اور اس پہلو سے ایک دوسرے کی تربیت و اصلاح کرتے ہوئے کبر اور خود پسندی سے بچاتے رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تین باتیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں:

① ایسی خواہش کہ انسان اس کا تابعدار اور غلام بن کر رہ جائے۔ ② ایسی حرص جس کو پیشوا مان کر آدمی اس کی پیروی کرنے لگے۔

③ اور خود پسندی اور یہ بیماری ان تینوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

تنقید و احتساب ایک ایسا نشتر ہے جو اخلاق وجود کے تمام فاسد مادوں کو باہر نکال پھینکتا ہے اور اخلاقی توانائیوں میں خاطر خواہ اضافہ کر کے فرد اور معاشرے میں نئی روح پھونک دیتا ہے۔ دوستوں کے احتساب اور تنقید پر بپھرنا، ناک بھوں چڑھانا اور خود کو اس سے بے نیاز سمجھنا بھی ہلاکت ہے اور اس خوشگوار فریضے کو ادا کرنے میں کوتاہی برتنا بھی ہلاکت ہے۔ دوستوں کے دامن پر گھناؤنے دھبے نظر آئیں تو بے چینی محسوس کیجئے اور انہیں صاف کرنے کی حکیمانی تدبیریں کیجئے اور اسی طرح خود بھی فراخ دلی اور عاجزی کے ساتھ دوستوں کو ہر وقت یہ موقع دیجئے کہ وہ آپ کے داغ دھبوں کو آپ پر نمایاں کریں۔ اور جب وہ تلخ فریضہ انجام دیں تو اپنے نفس کو پھیلانے کے بجائے انتہائی عالی ظرفی، خوش دلی اور احسان مندی کے جذبات سے ان کی تنقید کا استقبال کیجئے اور ان کے اخلاق و کرم کا شکریہ ادا کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثالی دوستی کو ایک بلیغ تمثیل سے اس طرح واضح فرمایا ہے: ''تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے، پس اگر وہ

اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کرے۔" (ترمذی)

اس تمثیل میں پانچ ایسے روشن اشارے ملتے ہیں جس کو پیش نظر رکھ کر آپ اپنی دوستی کو واقعی مثالی دوستی بنا سکتے ہیں۔

① آئینہ آپ کے داغ دھبے اسی وقت ظاہر کرتا ہے جب آپ اپنے داغ دھبے دیکھنے کے ارادے سے اس کے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں ورنہ وہ بھی مکمل خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے دوست کے عیوب اسی وقت واضح کریں جب وہ خود کو تنقید کے لیے آپ کے سامنے پیش کرے اور فراغ دلی سے تنقید واحتساب کا موقع دے اور آپ بھی محسوس کریں کہ اس وقت اس کا ذہن تنقید سننے کے لیے تیار ہے اور دل میں اصلاح قبول کرنے کے لیے جذبات موجزن ہیں اور اگر آپ یہ کیفیت نہ پائیں تو حکمت کے ساتھ اپنی بات کو کسی اور موقع کے لیے اُٹھا رکھیں اور خاموشی اختیار کریں، اور اس کی غیر موجودگی میں تو اس قدر احتیار کریں کہ آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ بھی نہ آئے جس سے اس کے کسی عیب کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ اس لیے کہ یہ غیبت ہے اور غیبت سے دل جڑتے نہیں بلکہ ٹوٹتے ہیں۔

② آئینہ چہرے کے انہیں داغ دھبوں کی صحیح صحیح تصویر پیش کرتا ہے جو فی الواقع چہرے پر موجود ہوتے ہیں، نہ وہ کم بتاتا ہے اور نہ وہ ان کی تعداد بڑھا کر پیش کرتا ہے۔ پھر وہ چہرے کے صرف انہی عیوب کو نمایاں کرتا ہے جو اس کے سامنے آتے ہیں، وہ چھپے ہوئے عیوب کا تجسس نہیں کرتا اور نہ کرید کرید کر عیوب کی کوئی خیالی تصویر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح بھی اپنے دوست کے عیوب بے کم و کاست بیان کریں، نہ تو بے جا مروت اور خوشامد میں عیوب چھپائیں اور نہ اپنی خطابت اور روز بیان سے اس میں اضافہ کریں۔ اور پھر صرف وہی عیوب بیان کریں جو عام زندگی سے آپ کے سامنے آئیں، تجسس اور ٹوہ میں نہ لگیں۔ پوشیدہ عیبوں کو کریدنا کوئی اخلاقی خدمت نہیں بلکہ ایک تباہ کن اور اخلاق سوز عیب ہے۔ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ منبر پر چڑھے اور نہایت اونچی آواز میں آپ ﷺ نے حاضرین کو تنبیہ فرمائی:

"مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہوتا ہے، خدا اس کے پوشیدہ عیوب کو طشت از بام کرنے پر تل جاتا ہے اور جس کے عیب افشا کرنے پر خدا تل جائے اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی کیوں نہ بیٹھ جائے۔" (ترمذی)

③ آئینہ ہر غرض سے پاک ہو کر بے لاگ انداز میں اپنا فرض ادا کرتا ہے اور جو شخص بھی اس کے سامنے اپنا چہرہ پیش کرتا ہے وہ بغیر کسی غرض کے اس کا صحیح نقشہ اس کے سامنے رکھ دیتا ہے نہ وہ کسی سے بغض اور کینہ رکھتا ہے اور نہ کسی سے انتقام لیتا ہے۔ آپ بھی ذاتی اغراض، جذبہ انتقام، بغض و کینہ اور ہر طرح کی بد نیتی سے پاک ہو کر بے لاگ احتساب کیجئے اور اس لیے کیجئے کہ آپ کا دوست اپنے کو سنوار لے۔ جس طرح آئینہ کو دیکھ کر آدمی اپنے کو سنوار لیتا ہے۔

④ آئینہ میں اپنی صحیح تصویر دیکھ کر نہ تو کوئی جھنجھلاتا ہے اور نہ غصے سے بے قابو ہو کر آئینہ کو توڑ دینے کی حماقت کرتا ہے۔ بلکہ فوراً اپنے کو بنانے اور سنوارنے میں لگ جاتا ہے اور دل ہی دل میں آئینے کی قدر و قیمت محسوس کرتے ہوئے زبان حال سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کہتا ہے واقعی آئینے نے میرے بننے سنورنے میں میری بڑی مدد کی فطری فریضہ انجام دیا اور پھر نہایت احتیاط کے ساتھ دوسرے وقت کے لیے اس کو بحفاظت رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح جب آپ کا دوست اپنے الفاظ کے آئینے میں آپ کے سامنے آپ کی صحیح تصویر رکھے تو آپ جھنجھلا کر دوست پر جوابی حملہ نہ کریں، بلکہ اس کے شکر گزار ہوں کہ اس نے دوستی کا حق ادا کیا اور نہ صرف زبان سے بلکہ دل سے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسی لمحے اپنی اصلاح و تربیت کے لیے فکر مند ہو جائیں اور انتہائی فراخ

دلی اور احسان مندی کے ساتھ دوست کی قدر و عظمت محسوس کرتے ہوئے اس سے درخواست کریں کہ آئندہ بھی وہ آپ کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتا رہے۔

۵ اور آخری اشارہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے اور بھائی بھائی کے لیے اخلاص و محبت کا پیکر ہوتا ہے، وفادار اور خیر خواہ ہوتا ہے، ہمدرد اور غمگسار ہوتا ہے۔ بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے اور خوش دیکھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس لیے بھائی اور دوست جو تنقید کرے گا اس میں انتہائی دل سوزی اور غم خواری ہوگی۔ محبت اور خلوص ہوگا۔ بے پایاں دردمندی اور خیر خواہی ہوگی، اور لفظ لفظ جذبہ اصلاح کا آئینہ دار ہوگا۔ اور ایسی تنقید سے دلوں کو جوڑنے اور زندگیوں کو بنانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

(۸۴) گناہوں سے توبہ کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں

۱ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم خطائیں کرتے کرتے زمین و آسمان پر کر دو پھر اللہ سے استغفار کرو تو یقیناً وہ تمہیں بخش دے گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اگر تم خطائیں کرو ہی نہیں تو اللہ عزوجل تمہیں فنا کر کے ان لوگوں کو لائے جو خطا کر کے استغفار کریں اور پھر خدا انہیں بخشے۔“ (مسند امام احمد رحمہ اللہ)

۲ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے انتقال کے وقت فرماتے ہیں: ایک حدیث میں تم سے آج تک بیان نہیں کی تھی۔ اب بیان کر دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ عزوجل ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی پھر خدا انہیں بخشتا۔“ (صحیح مسلم وغیرہ)

۳ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”گناہ کا کفارہ ندامت اور شرمساری ہے۔“ اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں پھر وہ انہیں بخش دے۔“ (مسند احمد)

۴ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو کامل یقین رکھنے والا اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو۔“

(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۳۶)

فائدہ: ان حدیثوں کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو گناہ پسند ہیں، بلکہ ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والے بندے اللہ کو بہت پسند ہیں، لہٰذا گناہگار بندے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں، گناہوں سے توبہ کریں اللہ تعالیٰ خوش ہو کر معاف فرمائیں گے۔ (محمد امین)

(۸۵) بہترین رازدار بنو

دوست آپ پر اعتماد کر کے آپ سے دل کی بات کہہ دے تو اس کی حفاظت کیجیے اور کبھی دوست کے اعتماد کو ٹھیس نہ لگائیے۔ اپنے سینے کو رازوں کا محفوظ دفینہ بنائیے تاکہ دوست بغیر کسی جھجک کے ہر معاملہ میں آپ سے مشورہ طلب کرے اور آپ دوست کو اچھے مشورے دے سکیں اور تعاون کر سکیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حفصہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہوگئیں تو میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ اگر تم چاہو تو حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں اس معاملہ پر غور کروں گا۔ میں نے کئی راتوں تک ان کا انتظار کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور بولے میرا ابھی شادی کرنے کا خیال نہیں ہے۔ میں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور کہا اگر آپ پسند فرمائیں تو حفصہ کو اپنی زوجیت میں لے سکتے ہیں۔ وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے ان کی خاموشی بہت کھلی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ کھلی۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے پھر نبی کریم ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام بھیجا اور میں نے نبی کریم ﷺ سے حفصہ کا نکاح کر دیا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے اور فرمایا "تم نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا اور میں نے خاموشی اختیار کی تھی؟ ہوسکتا ہے تمہیں میری خاموشی سے تکلیف ہوئی ہو۔" میں نے کہا: "ہاں! تکلیف تو ہوئی تھی۔" فرمایا: "مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ایسا خیال ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک راز تھا جس کو میں ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا، اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہ فرماتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔" (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک دن لڑکوں میں کھیل رہے تھے کہ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمیں سلام کیا پھر اپنی ایک ضرورت بتا کر مجھے بھیجا۔ مجھے اس کام کے کرنے میں دیر لگی۔ کام سے فارغ ہو کر جب گھر گیا تو ماں نے پوچھا: "اتنی دیر کہاں لگائی؟" میں نے کہا: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک ضرورت سے بھیجا تھا۔" بولیں: "کیا ضرورت تھی؟" میں نے کہا: "وہ راز کی بات ہے۔" ماں نے کہا: "دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی کو نہ بتانا۔" (مسلم)

﴿۸۶﴾ دوستوں کے درمیان ہشاش بشاش رہو

دوستوں پر اعتماد کیجئے، ان کے درمیان ہشاش بشاش رہیے۔ افسردہ رہنے اور دوسروں کو افسردہ کرنے سے پرہیز کیجئے۔ دوستوں کی صحبت میں بے تکلف اور خوش مزاج رہیے۔ تیوری چڑھانے اور لیے دیئے رہنے سے پرہیز کیجئے۔ دوستوں کے ساتھ ایک بے تکلف ساتھی، خوش مزاج ہم نشین اور خوش طبع رفیق بننے کی کوشش کیجئے۔ آپ کی صحبت سے احباب اُکتائیں نہیں بلکہ مسرت، فرحت اور خوشی محسوس کریں۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں سو (۱۰۰) مجلسوں سے بھی زیادہ مجلسوں میں بیٹھا ہوں ان مجلسوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اشعار بھی پڑھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیاں بھی سناتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی سے یہ سب سنتے رہتے تھے بلکہ کبھی کبھی خود بھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ سواری پر بیٹھے بیٹھے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمیہ بن ابی صلت کے سو (۱۰۰) اشعار سنائے ہر شعر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کچھ اور سنا اور میں سناتا۔ (ترمذی)

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں خود بھی کبھی کبھی قصے سناتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا۔ ایک عورت نے کہا یہ عجیب وغریب قصہ تو بالکل خرافہ کے قصوں کی طرح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہیں خرافہ کا صحیح قصہ بھی معلوم ہے؟" اور پھر خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرافہ کا اصل قصہ تفصیل سے سنایا۔ اسی طرح ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گیارہ عورتوں کی ایک بہت ہی دلچسپ کہانی سنائی۔

حضرت بکر بن عبداللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے تکلفی اور خوش طبعی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہنسی اور تفریح کے طور پر ایک دوسرے کی طرف تربوز کے چھلکے پھینکا کرتے تھے۔ لیکن جب لڑنے اور مدافعت کرنے کا وقت آتا تو اس میدان کے شہسوار بھی صحابہ ہی ہوتے تھے۔" (الادب المفرد)

﴿۸۷﴾ لڑکیوں کی پیدائش کو بوجھ مت سمجھئے

لڑکی کی پیدائش پر بھی اسی طرح خوشی منایئے جس طرح لڑکے کی پیدائش پر مناتے ہیں۔ لڑکی ہو یا لڑکا دونوں ہی خدا کا عطیہ ہیں اور خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ کے حق میں لڑکی اچھی ہے یا لڑکا۔ لڑکی کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھانا اور دل شکستہ ہونا اطاعت شعار مومن کے لیے کسی طرح زیب نہیں دیتا۔ یہ ناشکری بھی ہے اور ناقدری بھی۔

① حدیث میں ہے کہ جب کسی کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں: ''اے گھر والو تم پر سلامتی ہو۔'' وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں ''یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے، جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔'' (طبرانی)

② لڑکیوں کی تربیت و پرورش انتہائی خوش دلی، روحانی مسرت اور دینی احساس کے ساتھ کیجئے اور اس کے صلے میں خدا سے بہشت بریں کی آرزو کیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کی سرپرستی کی، انہیں تعلیم و تہذیب سکھائی اور ان کے ساتھ رحم سلوک کیا۔ یہاں تک کہ خدا ان کو بے نیاز کر دے تو ایسے شخص کے لیے خدا نے جنت واجب فرما دی۔'' اس پر ایک آدمی بولا، اگر دو ہی ہوں تو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''دو لڑکیوں کی پرورش کا بھی یہی صلہ ہے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک کے بارے میں پوچھتے تو آپ ﷺ ایک کی پرورش پر بھی یہی بشارت دیتے۔ (مشکوٰۃ)

③ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے میرے پاس آئی اور اس نے کچھ مانگا۔ میرے پاس صرف ایک ہی کھجور تھی، وہ میں نے اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور آدھی آدھی دونوں بچیوں میں بانٹ دی اور خود نہ کھائی۔ اس کے بعد وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور باہر نکل گئی۔ اسی وقت نبی کریم ﷺ گھر تشریف لائے۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جاتا ہے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آزمائش میں کامیاب ہو تو یہ لڑکیاں اس کے لیے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔'' (مشکوٰۃ)

④ لڑکیوں کو حقیر نہ جانیے، نہ لڑکے کو اس پر کسی معاملہ میں ترجیح دیجئے۔ دونوں کے ساتھ یکساں محبت کا اظہار کیجئے اور یکساں سلوک کیجئے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے جاہلیت کے طریقے پر اسے زندہ دفن نہیں کیا اور نہ اس کو حقیر جانا اور نہ لڑکے کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی تو ایسے آدمی کو خدا جنت میں داخل کرے گا۔'' (ابوداؤد)

⑤ جائیداد میں لڑکی کا مقرر حصہ پوری خوش دلی اور اہتمام کے ساتھ دیجئے۔ یہ خدا کا فرض کردہ حصہ ہے اس میں کمی بیشی کرنے کا کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ لڑکی کا حصہ دینے میں حیلے کرنا یا اپنی صوابدید کے مطابق کچھ دے دلا کر مطمئن ہو جانا اطاعت شعار مومن کا کام نہیں ہے۔ ایسا کرنا خیانت بھی ہے اور خدا کے دین کی توہین بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

﴿۸۸﴾ نو اہم نصیحتیں

① پڑھیں......انتخاب کے ساتھ
② غور کریں......گہرائی کے ساتھ
③ خدمت کریں......لگن کے ساتھ
④ بحث کریں......دلیل کے ساتھ
⑤ بولیں......اختصار کے ساتھ
⑥ مقابلہ کریں......جرأت کے ساتھ
⑦ عبادت کریں......محبت کے ساتھ
⑧ بات سنیں......توجہ کے ساتھ
⑨ زندگی طے کریں......اعتدال کے ساتھ

﴿۸۹﴾ تعجب ہے چار قسم کے آدمیوں پر جو چار باتوں سے غافل ہیں ساری پریشانیاں دور کرنے کا قرآنی علاج

حضرت جعفر الصادق رحمہ اللہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ ان سے علمی استفادہ کے لیے آئے۔ آپ نے لوگوں سے کہا

کہ مجھے تعجب ہے چار قسم کے آدمیوں پر جو چار باتوں سے غافل ہیں:

① مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو مصیبت میں پھنسا ہوا ہو اور ''یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ'' نہ پڑھتا ہو، حالانکہ قرآن پاک حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ﴾ (سورۂ انبیاء: آیت ۸۳)

ترجمہ: ''اور ایوب نے جب اپنے رب کو پکارا کہ میں مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں آپ ''یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ'' ہیں۔''

اس دعا کا فائدہ خود قرآن کریم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ﴾ (سورۂ انبیاء: آیت ۸۴)

ترجمہ: ''پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی تکلیف دور فرمائی۔''

② مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو غم میں پھنسا ہوا ہو اور وہ دعا نہ پڑھے جو حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھی تھی۔ وہ دعا یہ ہے:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

ترجمہ: ''تیرے سوا کوئی حاکم نہیں، تو بے عیب ہے، میں گناہگار ہوں۔'' (سورۂ انبیاء: آیت ۸۷)

اس کا فائدہ قرآن پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِی الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (سورۂ انبیاء: آیت ۸۸)

ترجمہ: ''پس ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو غم سے نجات دی، اور اسی طرح ہم مومنین کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

③ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو کوئی خوف لاحق ہو اور وہ دعا نہ پڑھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خوف کے وقت پڑھی تھی۔ وہ دعا یہ ہے:

﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۷۳)

ترجمہ: ''کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے!''

اس کا فائدہ قرآن پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے:

﴿فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ﴾

ترجمہ: ''پس لوٹے وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ اور ان کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔'' (سورۂ آل عمران: آیت ۱۷۴)

④ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دشمنوں کے مکر و فریب میں مبتلا ہو اور وہ دعا نہ پڑھے جو فرعون کے خاندان کے ایک مومن نے پڑھی تھی ...... وہ دعا یہ ہے:

﴿اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾

ترجمہ: ''میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو، بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے۔'' (سورۂ مومن: آیت ۴۴)

اس کا فائدہ قرآن میں یہ بیان کیا گیا ہے:

﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا﴾ (سورۂ مومن: آیت ۴۵)

ترجمہ: ''پس اللہ نے اس کو ان کے برے مکر و فریب سے بچا لیا۔''

﴿۹۰﴾ اسلامی سلام میں سلامتی ہی سلامتی ہے

سلام ایک ایسی عظیم چیز ہے جو جھگڑوں کو ختم کر دیتی ہے۔ سلام آدمی نہ کرے تو برا سمجھا جاتا ہے اور اگر سلام کر لے تو جاہل بھی جھک

جائیں گے کہ یہ بڑا اچھا آدمی ہے سلام کر رہا ہے۔ اس واسطے فرمایا گیا اگر باہم دشمنیاں بھی ہوں، عداوتیں بھی ہوں، اگر دشمن کو آپ سلام کریں گے تو دشمنیاں ڈھیلی پڑ جائیں گی۔ وہ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنے پر مجبور ہوگا۔ جس کا مطلب ہے کہ تمہارے لیے بھی سلامتی ہو۔ جب سلامتی کی دعا دے گا تو جھگڑا اُٹھائے گا کیوں؟ خود کہہ رہا ہے کہ اللہ تمہیں صحیح سلامت رکھے تو دعا بھی دے اور اوپر سے جھگڑا بھی اُٹھائے؟ اس سلام نے ساری دشمنی ختم کردی۔ اس واسطے حدیث میں فرمایا گیا کہ:

"تَقْرَئُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ" (بخاری، مسلم)

ترجمہ: "سلام کرنے کی عادت ڈالو، خواہ تعارف ہو یا نہ ہو۔"

آج کے زمانہ کا تمدن یہ ہے کہ جب تک تیسرا آدمی تعارف نہ کرائے، نہ بول، نہ چال، نہ سلام، نہ کلام، یہ متکبرانہ تمدن ہے۔ یہ اسلام کا تمدن نہیں ہے۔ اسلام کا تمدن یہ ہے کہ جب ہم میں اور تم میں اسلام کا رشتہ مشترک، اسلامی اخوت اور بھائی بندی پھیلی ہوئی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ کوئی تیسرا تعارف کرائے۔ پہلے سے ہی تعارف حاصل ہے۔ یہ ہمارا بھائی مسلمان ہے۔ اس میں اسلام بھرا ہوا ہے۔ ملیں تو یہ انتظار نہ کریں کہ دوسرا مجھے سلام کہے۔ بلکہ سلام کرنے میں پہل کیجئے اس میں زیادہ ثواب ہے۔

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ یہودیوں کا سلام انگلیوں سے ہے، نصاریٰ کا سلام ہتھیلی سے ہے اور مسلمانوں کا سلام اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ ہے۔ یعنی یہود و نصاریٰ کا سلام صرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کا سلام ایک مستقل دعا ہے کہ تم پر سلامتی ہو، اللہ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں، برکتیں تم پر نازل ہوں۔ ہر مسلمان دوسرے کو دعا دے۔ اس سے اس کی خیر خواہی اور محبت ظاہر ہوگی۔ تعلق بھی مضبوط ہو جائے گا۔ قصہ مشہور ہے کہ کسی آدمی کے سامنے جن آ گیا۔ تو اسے خطرہ لاحق ہو گیا کہ یہ تو کھا جائے گا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا ماموں جان! سلام۔ اس نے کہا بھانجے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ اور کہا کہ میرا ارادہ تجھے کھانے کا تھا لیکن تو نے ماموں کہا اور سلام کہا میرے دل میں رحم آ گیا میں نے چھوڑ دیا اب تو آزاد ہے، جہاں چاہے چلا جا، تو نے سلام کر کے جان بچائی۔ یہی صورت دشمن کی بھی ہے۔ اگر کسی سے پکی دشمنی ہے، آپ کہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وہ پسیج جائے گا۔ دشمنی ڈھیلی پڑ جائے گی۔ الغرض یہ بہت بڑی نعمت اور عظیم دعا ہے۔

حضرت طفیل کہتے ہیں کہ میں اکثر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بازار جایا کرتا۔ جب ہم دونوں بازار جاتے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس کے پاس سے بھی گزرتے تو اس کو سلام کرتے، چاہے وہ کوئی کباڑیہ ہوتا، چاہے کوئی دکاندار ہوتا، چاہے کوئی غریب اور مسکین ہوتا، غرض کوئی بھی ہوتا آپ اس کو سلام ضرور کرتے۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں آیا تو آپ نے کہا: چلو بازار چلیں۔ میں نے کہا: حضرت! بازار جا کے کیا کیجئے گا؟ آپ نہ تو کسی سودے کی خریداری کے لیے کھڑے ہوتے ہی نہ کسی مال کے بارے میں معلومات کرتے ہیں۔ نہ مول بھاؤ کرتے ہیں۔ نہ بازار کی محفلوں میں بیٹھتے ہیں۔ آیئے یہیں بیٹھ کر بات چیت کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اے بڑے پیٹ والے! ہم تو صرف سلام کرنے کی غرض سے بازار جاتے ہیں کہ ہمیں جو ملے ہم اسے سلام کریں۔ (مؤطا امام مالک)

ہمیشہ زبان سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر سلام کیجئے اور ذرا اونچی آواز سے سلام کیجئے تاکہ وہ شخص سن سکے جس کو آپ سلام کر رہے ہیں۔ البتہ اگر کہیں زبان سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کے ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مثلاً آپ جس کو سلام کر رہے ہیں وہ دور ہے اور خیال ہے کہ آپ کی آواز اس تک نہ پہنچ سکے گی یا کوئی بہرہ ہے اور آپ کی آواز نہیں سن سکتا، تو ایسی حالت میں اشارہ بھی کیجئے۔ (آداب زندگی: ص ۲۱۸)

بہرحال اس حدیث میں ہدایت کی گئی ہے کہ پہچان پہچان کر سلام نہ کرو۔ اس واسطے کہ تعارف کرانے میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بڑا آدمی ہو، اس کا تو تعارف ہو گیا اور اگر کوئی چھوٹا موٹا آدمی آئے تو اس کا کوئی تعارف نہیں کراتا۔ گویا آپ کا سلام بڑے آدمی کو تو ہوگا

چھوٹے کو نہیں ہوگا۔ یہ خود ایک تکبر ہے کہ چھوٹوں کو منہ نہ لگایا جائے اور بڑوں کے سامنے جھکے۔

اسی واسطے فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی سواری پر جارہا ہو اور لوگ سڑک پر سامنے بیٹھے ہوئے تو سوار ہونے والے کا فرض ہے کہ وہ بیٹھنے والوں کو سلام کرے۔ اپنے اندر خاکساری پیدا کرے۔ ایسی صورت نہ پیدا ہونے دے جس میں یہ انتظار ہو کہ یہ مجھے سلام کریں کیونکہ یہ میرے سے چھوٹے ہیں یہ چھوٹائی بڑائی کہاں کی؟ آدمی خود ہی چھوٹا ہے۔ بڑا اللہ ہے۔ سب سے بڑی ذات وہ ہے۔ اس کے سامنے چھوٹے ہیں۔ اس لیے ہر شخص یہ سمجھے کہ میں چھوٹا ہوں وہ بڑا ہے۔ جب یہ سمجھے گا تو سلام کی ابتداء کرنے کی کوشش کرے گا۔

﴿۹۱﴾ شہید کو چھ انعامات ملتے ہیں

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ شہید کو چھ انعامات حاصل ہوتے ہیں۔

① اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے کل گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

② اسے اس کا جنت میں مکان دکھلا دیا جاتا ہے۔

③ اور نہایت خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے۔

④ وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہتا ہے۔ ⑤ وہ عذاب قبر سے امن میں رہتا ہے۔

⑥ اسے ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے۔ جس میں کا ایک یاقوت تمام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے گران بہا ہے۔ اسے بہتر (۷۲) حوریں ملتی ہیں اور اپنے خاندان کے ستر (۷۰) شخصوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے سوائے قرض کے شہیدوں کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ شہیدوں کے فضائل کی حدیثیں اور بھی بہت ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۹۹، ۱۰۰)

﴿۹۲﴾ حرام لقمہ کی وجہ سے چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کو قبول فرمایا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! پاک چیزیں اور حلال لقمے کھاتے رہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرماتا رہے گا، قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے حرام لقمہ جو انسان اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے اس کی شومی کی وجہ سے چالیس دن کی اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی، جو گوشت پوست حرام سے پلا وہ جہنمی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۳۵)

﴿۹۳﴾ مانگی روٹی اور ملے چالیس ہزار دینار

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو بھوک لگی تو انہوں نے ایک شخص کو ایک چیز دی جو اس کے پاس موجود تھی اور اس سے کہا اس کو گروی رکھ کر کھانے کا انتظام کرو، جب وہ شخص وہ چیز لے کر وہاں سے نکلا تو اچانک اس کو ایک شخص ملا جو ایک خچر کے ساتھ چلا آرہا تھا اس خچر پر چالیس ہزار دینار لدے ہوئے تھے اس نے اس شخص سے حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ یہ چالیس ہزار دینار ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کی میراث ہیں جو ان تک ان کے والد کے مال سے پہنچی ہے، میں ان کا غلام ہوں میراث کا یہ مال میں ان کی خدمت میں لایا ہوں۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا اور چالیس ہزار دینار ان کے حوالے کیے۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر تم سچ کہتے ہو کہ تم میرے ہی غلام ہو اور یہ مال بھی میرا ہی ہے تو میں تمہیں خدا کی خوشنودی کے

لیے آزاد کرتا ہوں اور چالیس ہزار دینار بھی تمہیں بخشتا ہوں۔ بس تم اب میرے پاس سے چلے جاؤ۔ جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تو حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ "پروردگار! میں نے تیرے سامنے روٹی کی خواہش کا اظہار کیا تھا تو نے مجھے اتنی مقدار میں دنیا دے دی! پس قسم ہے تیری ذات کی! اب اگر تو مجھے بھوک سے مار بھی ڈالے گا تو تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔" (مظاہر حق جدید: ۳/۱۴۲)

﴿۹۴﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک روح نرخرے میں نہ آ جائے

① رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جب تک غرغرہ شروع نہ ہو۔ (ترمذی)

② جو بھی مومن بندہ اپنی موت سے مہینہ بھر پہلے توبہ کر لے اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے یہاں تک کہ اس کے بعد بھی بلکہ موت سے ایک دن پہلے بھی بلکہ ایک ساعت پہلے بھی جو بھی اخلاص اور سچائی کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھکے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔

③ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو مہینہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ہفتہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ایک دن پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے۔

④ مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی رضی اللہ عنہم جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ دوسرے نے پوچھا کیا سچ مچ تم نے حضور ﷺ سے اسے سنا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! تو دوسرے نے کہا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر آدھا دن پہلے بھی توبہ کرے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ تیسرے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ کہا: ہاں! میں نے خود سنا ہے۔ کہا: میں نے سنا ہے اگر ایک پہر پہلے توبہ نصیب ہو جائے تو وہ بھی قبول ہوتی ہے۔ چوتھے نے کہا: تم نے یہ سنا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ کہا میں نے تو حضور ﷺ سے یہاں تک سنا ہے کہ جب تک اس کے نرخرے میں روح نہ آ جائے توبہ کے دروازے اس کے لیے بھی کھلے رہتے ہیں۔

⑤ حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر لعنت نازل فرمائی تو اس نے ڈھیل طلب کی اور کہا تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم کہ ابن آدم کے جسم میں جب تک روح رہے گی میں اس کے دل سے نہ نکلوں گا۔ اللہ تعالیٰ عز وجل نے فرمایا: مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم جب تک اس میں روح رہے گی اس کی توبہ قبول کروں گا۔

⑥ ایک مرفوع حدیث میں اس کے قریب قریب مروی ہے۔ پس ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بندہ زندہ ہے اور اسے اپنی حیات کی اُمید ہے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس پر رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے۔ ہاں! جب زندگی سے مایوس ہو جائے، فرشتوں کو دیکھ لے اور روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے، سینہ میں گھٹنے لگے حلق میں اٹکے غرغرہ شروع ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۵۲۳)

﴿۹۵﴾ صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر نہ سمجھ، یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے

حضور ﷺ فرماتے ہیں: "صغیرہ گناہ کو بھی ہلکا نہ سمجھو خدا کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہونے والا ہے۔" (نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ) حضرت سلیمان بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جسے میں نے حقیر سمجھا، رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آنے والا آیا اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے سلیمان!

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ صَغِيْرًا ۔۔۔ إِنَّ الصَّغِيْرَ غَدًا يَعُوْدُ كَبِيْرًا

إِنَّ الصَّغِيْرَ وَلَوْ تَقَادَمَ عَهْدُهٗ ۔۔۔ عِنْدَ الْإِلٰهِ مُسَطَّرٌ تَسْطِيْرًا

فَازْجُرْ هَوَاكَ عَنِ الْبِطَالَةِ لَا تَكُنْ ۔۔۔ صَعْبَ الْقِيَادِ وَشَمِّرَنْ تَشْمِيْرًا

إِنَّ الْمُحِبَّ إِذَا أَحَبَّ إِلٰهَهٗ ۔۔۔ طَارَ الْفُؤَادُ وَأُلْهِمَ التَّفْكِيْرَا

فَاسْأَلْ هِدَايَتَكَ الْإِلٰهَ فَتَهْتَدِيْ ۔۔۔ فَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا

ترجمہ

① یعنی صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر اور ناچیز نہ سمجھ، یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے۔

② گو گناہ چھوٹے چھوٹے ہوں اور انہیں کیے ہوئے بھی عرصہ گزر چکا ہو، اللہ کے پاس وہ صاف صاف لکھے ہوئے موجود ہیں۔

③ بدی سے اپنے نفس کو روکے رکھو اور ایسا نہ ہو جائے کہ مشکل سے نیکی کی طرف آئے بلکہ اونچا دامن کر کے بھلائی کی طرف لپک۔

④ جب کوئی شخص سچے دل سے اللہ سے محبت کرتا ہے، تو اس کا دل اُڑنے لگتا ہے اور اسے خدا کی جانب سے غور و فکر کی عادت الہام کی جاتی ہے۔

⑤ اپنے رب سے ہدایت طلب کر اور نرمی اور ملائمت کر، ہدایت اور نصرت کرنے والا رب تجھے کافی ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۲۲۷)

﴿۹۶﴾ کوئی تدبیر موت کو ٹال نہیں سکتی

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ایک مطول قصہ بزبان حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ مروی ہے کہ اگلے زمانے میں ایک عورت حاملہ تھی جب اسے درد ہونے لگا اور بچی تولد ہوئی تو اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ۔ وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے پوچھتا ہے کہ کیا ہوا لڑکی یا لڑکا؟ اس نے کہا لڑکی ہوئی ہے۔ کہا سن یہ لڑکی ایک سو (۱۰۰) آدمیوں سے خلوت کرائے گی پھر اس کے وہاں اب جو شخص ملازم ہے اسی سے اس کا نکاح ہوگا اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث بنے گی۔ وہ ملازم یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چھری لے کر اس لڑکی کے پیٹ کو چیر ڈالا اور اسے مردہ سمجھ کر وہاں سے بھاگ نکلا، اس کی ماں نے یہ حال دیکھا تو اپنی بچی کے پیٹ میں ٹانکے دیئے اور علاج معالجہ شروع کیا، جس سے اس کا زخم بھر گیا۔ اب ایک زمانہ گزر گیا ادھر یہ لڑکی بلوغت کو پہنچ گئی اور تھی بھی اچھی شکل وصورت کی، بدچلنی میں پڑ گئی۔ ادھر وہ ملازم سمندر کے راستے کہیں چلا گیا، کام کاج شروع کیا اور بہت رقم پیدا کی، کل مال سمیٹ کر بہت مدت بعد یہ پھر اسی اپنے گاؤں میں آگیا اور ایک بڑھیا عورت کو بلا کر کہا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ گاؤں میں بہت خوبصورت عورت ہو اس سے میرا نکاح کرادو۔ یہ عورت گئی اور چونکہ شہر بھر میں اس لڑکی سے زیادہ خوش شکل کوئی عورت نہ تھی یہیں پیغام ڈالا، منظور ہو گیا نکاح بھی ہو گیا اور رودا ع ہو کر یہ اس کے یہاں آ بھی گئی۔

دونوں میاں بیوی میں بہت محبت ہو گئی ایک دن ذکر اذکار میں اس عورت نے اس سے پوچھا آخر آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں یہاں کیسے آگئے؟ وغیرہ۔ اس نے اپنا تمام ماجرا بیان کر دیا کہ میں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا وہاں سے اس کی لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا اب اتنے برسوں بعد یہاں آیا ہوں۔ تو اس لڑکی نے کہا جس کا پیٹ چیر کر تم بھاگے تھے میں وہی ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے اس زخم کا نشان بھی اسے دکھایا تب تو اسے یقین آگیا اور کہنے لگا جب تو وہی ہے تو ایک بات تیری نسبت مجھے اور بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تو ایک سو آدمی سے مجھ سے پہلے مل چکی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے لیکن گنتی یاد نہیں۔

اس نے کہا کہ مجھے تیری نسبت ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی، خیر چونکہ مجھے تجھ سے

بہت زیادہ محبت ہے میں تیرے لیے ایک بلند وبالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرا دیتا ہوں۔ اس میں تو رہنا کہ وہاں تک ایسے کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی محل تعمیر ہوا اور یہ وہاں رہنے سہنے لگی...... ایک مدت کے بعد ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی۔ اسے دیکھتے ہی اس شخص نے کہا دیکھو! آج یہاں مکڑی دکھائی دی، عورت بولی اچھا یہ میری جان لیوا ہے؟ جب ہی سمجھی کہ میں اس کی جان لوں۔ غلام کو حکم دیا کہ اسے زندہ پکڑ کر میرے سامنے لاؤ۔ وہ پکڑ کر لایا، اس نے زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسے مل ڈالا اور اس کی جان نکل گئی اس سے جو پیپ نکلا اس کا ایک آدھ قطرہ اس کے انگوٹھے کے ناخن اور گوشت کے درمیان اڑ کر پڑا اس کا زہر چڑھا پیر سیاہ پڑ گیا اور اسی میں مر گئی۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/۶۰۲، ۶۰۳)

﴿۹۷﴾ بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص ایک آیت سن کر صالح ہو گیا

سلطنت بنو امیہ کا ایک باغی شخص جس کا نام علی اسدی تھا اس نے لڑائی کی، راستے پر کر دیئے، لوگوں کو قتل کیا، مال لوٹا، سالار لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ جنگل میں تھا کہ ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (سورۂ زمر: آیت ۵۳)

ترجمہ: ''میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش، بڑی رحمت والا ہے۔''

یہ اسے سن کر ٹھٹک گیا اور اس سے کہا ''اے خدا کے بندے! یہ آیت مجھے دوبارہ سنا۔'' اس نے پھر پڑھی۔ خدا کے اس ارشاد کو سن کر وہ فرماتا ہے ''اے میرے گنہگار بندو! تم میری رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ میں سب گناہوں کو بخشنے پر قادر ہوں، میں غفور و رحیم ہوں۔'' اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار کو میان میں کر لیا اور اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینہ پہنچ گیا، غسل کیا اور مسجد نبوی میں نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب چاندنا ہو گیا تو لوگوں نے اسے پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے۔ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ اسے گرفتار کر لیں، اس نے کہا ''سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے اس لیے کہ تم مجھ پر قابو پاؤ اس سے پہلے ہی میں توبہ کر چکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد تمہارے پاس آ گیا ہوں۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس چلے۔ یہ اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا یہ علی اسدی ہے یہ توبہ کر چکے ہیں اس لیے اب تم انہیں کچھ کر نہیں سکتے۔

چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا۔ جب مجاہدین کی ایک جماعت رومیوں سے لڑنے کے لیے چلی تو ان مجاہدوں کے ساتھ یہ بھی ہو لیے۔ سمندر میں ان کی کشتی جا رہی تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رومیوں کی آ گئیں یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کے لیے ان کی کشتی میں کود گئے۔ ان کی آبدار خارشگاف تلوار کی چمک کی تاب رومی نہ لا سکے اور نامردی سے ایک طرف کو بھاگے یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرح چلے، چونکہ سارا بوجھ ایک طرف ہو گیا اس لیے کشتی پلٹ گئی جس سے وہ سارے رومی ہلاک ہو گئے اور حضرت علی اسدی رحمۃ اللہ علیہ بھی ڈوب کر شہید ہو گئے (خدا ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے)۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)

﴿۹۸﴾ دجال کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درد بھرا بیان

صحیح مسلم میں ہے ایک دن صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا اور اس طرح اسے بلند و پست کیا کہ ہم سمجھے کہیں مدینہ کے

نخلستان میں موجود نہ ہو پھر جب ہم لوٹ کر آپ ﷺ کی طرف آئے تو ہمارے چہروں سے آپ ﷺ نے جان لیا اور دریافت فرمایا کیا بات ہے؟ ہم نے بیان کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو میں خود اسے سمجھ لوں گا اور اگر وہ میرے بعد آیا تو ہر مسلمان اس سے آپ بھگت لے گا۔ میں اپنا خلیفہ ہر مسلمان پر خدا کو بناتا ہوں، وہ جوان ہوگا آنکھ اس کی ابھری ہوئی ہوگی، بس یوں سمجھ لو کہ عبدالعزیٰ بن قطن کی طرح ہوگا تم میں سے جو اسے دیکھے اس کو چاہیے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے۔ وہ شام وعراق کے درمیانی گوشہ سے نکلے گا اور دائیں بائیں گشت کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! خوب ثابت قدم رہنا۔

ہم نے پوچھا حضور! وہ کتنی مدت رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: چالیس دن۔ ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک مہینے کے برابر، ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمہارے معمولی دنوں کی طرح...... پھر ہم نے دریافت کیا کہ جو دن سال کے برابر ہوگا اس میں ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! بلکہ اندازہ کر لو۔ ہم نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اس کی رفتار کی سرعت کیسی ہوگی؟ فرمایا: ایسی جیسے بادل ہواؤں سے بھاگتے ہیں۔ ایک قوم کو اپنی طرف بلائے گا، وہ مان لیں گے تو آسمان سے ان پر بارش ہوگی، زمین سے کھیتی اور پھل اُگیں گے، ان کے جانور تر وتازہ اور زیادہ دودھ دینے والے ہو جائیں گے۔ ایک قوم کے پاس جائے گا جو اسے جھٹلائے گی اور ان کا انکار کردے گی، یہ وہاں سے واپس ہوگا تو اس کے ہاتھ میں کچھ نہ رہے گا۔ وہ بنجر زمین پر کھڑا ہو کر حکم دے گا کہ اے زمین کے خزانو! نکل آؤ تو وہ سب نکل آئیں گے اور شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے۔ پھر یہ ایک نوجوان کو بلائے گا اور اسے قتل کرے گا اور اس کے ٹھیک دو ٹکڑے کر کے اتنی دور ڈال دے گا کہ ایک تیر کی رفتار ہو، پھر اسے آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر ہنستا ہوا اس کے پاس آ جائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا، وہ دمشق کے سفید مشرقی مینارے کے پاس دو چادریں اوڑھے باندھے دو فرشتوں کے پروں پر بازو رکھے ہوئے اتریں گے جب سر جھکائیں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب اُٹھائیں گے تو مثل موتیوں کے وہ قطرے لڑھکیں گے، جس کافر تک ان کا سانس پہنچ جائے گا وہ مر جائے گا اور آپ علیہ السلام کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک نگاہ پہنچے۔ آپ علیہ السلام دجال کا پیچھا کریں گے اور باب لد کے پاس اسے پا کر قتل کردیں گے۔ پھر ان لوگوں کے پاس آئیں گے جنہیں خدا نے اس فتنے سے بچایا ہوا ہوگا، ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور ان کے جنتی درجوں کی انہیں خبریں دیں گے۔ اب خدا کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئے گی کہ میں اپنے بندوں کو بھیجتا ہوں جن کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا، تم میرے ان خاص بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ پھر یاجوج وماجوج نکلیں گے اور وہ ہر طرف سے کودتے پھاندتے آجائیں گے۔ بحیرۂ طبریہ پر ان کا پہلا گروہ آئے گا اس کا سارا پانی پی جائے گا جب ان کے بعد ہی دوسرا گروہ آئے گا تو وہ ایسا سوکھا پڑا ہوگا کہ وہ کہیں گے شاید یہاں کبھی پانی ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی مومن وہاں (کوہ طور پر) اس قدر محصور رہیں گے کہ ایک بیل کا سر انہیں اس سے بھی اچھا لگے گا جیسے تمہیں آج ایک سو دینار محبوب ہیں۔ اب آپ علیہ السلام اور مومن خدا سے دعائیں اور التجائیں کریں گے، اللہ تعالیٰ ان (یاجوج وماجوج) پر گردن کی گلٹی کی بیماری بھیج دے گا جس میں سارے کے سارے ایک ساتھ ایک دم میں فنا ہو جائیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی زمین پر اتریں گے مگر زمین پر بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں اور بدبو سے خالی ہو۔ پھر آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور التجائیں کریں گے تو بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر ایک قسم کے پرند اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو جہاں خدا چاہے ڈال آئیں گے۔ پھر بارش ہوگی جس سے تمام زمین دھل دھلا کر آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گی۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے خزانے نکال اور اپنی برکتیں لوٹا۔ اس دن ایک انار ایک جماعت کو کافی ہوگا اور وہ سب اس کے چھلکے تلے آرام حاصل کرسکیں گے۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے سے نہیں پیا جائے گا۔ پھر پروردگار عالم ایک لطیف اور پاکیزہ ہوا چلائے گا جو تمام ایمانداروں مرد عورتوں کے بغل تلے سے نکل جائے گی اور ساتھ ہی ان کی روح بھی پرواز کرجائے گی اور بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو آپس

میں گدھوں کی طرح دھینگا مشتی میں مشغول ہو جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۲۷۲،۲۷۳)

﴿۹۹﴾ دجال کے فتنے اور قیامت کی نشانیاں

محدثین نے لکھا ہے کہ درج ذیل حدیث اپنے بچوں کو سکھایئے بلکہ لکھوایئے تاکہ انہیں بھی یاد رہے

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک خطبہ کا کم وبیش حصہ دجال کا واقعہ بیان کرنے، اس سے ڈرانے میں صرف کیا۔ جس میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو اس سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو، وہ یقیناً تمہیں میں آئے گا۔ اگر میری موجودگی میں آ گیا تب تو میں اس سے نمٹ لوں گا اور اگر بعد میں آیا تو ہر شخص کو اپنا آپ اس سے بچانا پڑے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کو ہر مسلمان کا خلیفہ بناتا ہوں۔

وہ شام وعراق کے درمیان نکلے گا، دائیں بائیں خوب گھومے گا۔ لوگو! اے اللہ تعالیٰ کے بندو! دیکھو! تم ثابت قدم رہنا۔ سنو! میں تمہیں اس کی ایسی صفت سناتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی اُمت کو نہیں سنائی۔

وہ ابتداً دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں...... پھر وہ اس سے بھی بڑھ جائے گا اور کہے گا کہ میں خدا ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ خدا کو ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا، ہاں! مرنے کے بعد دیدارِ باری تعالیٰ ہو سکتا ہے...... اور سنو! وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ غرض ہر ایماندار پڑھ لے گا۔

اس کے ساتھ آگ ہوگی اور باغ ہوگا۔ اس کی آگ دراصل جنت ہے اور اس کا باغ دراصل جہنم ہے۔ سنو! تم میں سے جسے وہ آگ میں ڈالے وہ اللہ تعالیٰ سے فریادرسی چاہے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے، اس کی وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام پر نمرود کی آگ ہوگئی تھی۔

اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے مرے ہوئے ماں باپ کو زندہ کر دوں، پھر تو تو مجھے رب مان لے گا۔ وہ اقرار کرے گا۔ اتنے میں دو شیطان اس کی ماں اور باپ کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور اسے کہیں گے بیٹے! یہی تیرا رب ہے تو اسے مان لے۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک شخص پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اسے آرے سے چروا کر دو ٹکڑے کروا دے گا۔ پھر لوگوں سے کہے گا کہ میرے اس بندے کو دیکھنا اب میں اسے زندہ کر دوں گا۔ لیکن پھر بھی یہ یہی کہے گا اس کا رب میرے سوا اور ہے۔ چنانچہ یہ اسے اُٹھائے بٹھائے گا اور یہ خبیث اس سے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دے گا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور تو خدا کا دشمن دجال ہے خدا کی قسم! اب تو مجھے پہلے سے بھی بہت زیادہ یقین ہو گیا۔ دوسری سند سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ مومن میری تمام اُمت سے زیادہ بلند درجہ کا اُمتی ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سن کر ہمارا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت تک ہمارا یہی خیال رہا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا اور آسمان سے بارش ہوگی، وہ زمین کو پیداوار اُگانے کا حکم دے گا اور زمین سے پیداوار ہوگی۔

اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلے کے پاس جائے گا اور وہ اسے نہ مانیں گے اسی وقت ان کی تمام چیزیں برباد اور ہلاک ہو جائیں گی...... دوسرے قبیلے کے پاس جائے گا جو اسے خدا مان لے گا۔ اسی وقت اس کے حکم سے ان پر آسمان سے بارش برسے گی اور زمین پھل اور کھیتی اُگائے گی ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے۔

سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام زمین (ممالک) کا دورہ کرے گا۔ جب مدینہ کا رُخ کرے گا تو یہاں ہر راہ پر فرشتوں کو کھلی تلواریں

لیے ہوئے پائے گا تو سمجھ کی انتہائی حد پر ظریب احمر کے پاس ٹھہر جائے گا۔ پھر مدینہ میں تین بھونچال آئیں گے اس وجہ سے جتنے منافق مرد اور جس قدر منافقہ عورتیں ہوں گی اور سب مدینہ سے نکل کر اس کے لشکر میں مل جائیں گے اور مدینہ ان گندے لوگوں کو اس طرح اپنے میں سے دور پھینک دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو الگ کر دیتی ہے۔ اس دن کا نام یوم الخلاص ہوگا۔

اُم شریک رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا: اوّلاً تو ہوں گے ہی بہت کم اور اکثریت ان کی بیت المقدس میں ہوگی۔ ان کا امام ایک صالح شخص ہوگا جو آگے بڑھ کر صبح کی نماز پڑھا رہا ہوگا، جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ یہ امام پچھلے پیروں پیچھے ہٹے گا، تاکہ آپ علیہ السلام آگے بڑھ کر امامت کرائیں، لیکن آپ علیہ السلام اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ، اقامت تمہارے لیے کہی گئی ہے۔ پس ان کا امام ہی نماز پڑھائے گا۔

نماز سے فارغ ہو کر آپ علیہ السلام فرمائیں گے دروازہ کھول دو۔ پس کھول دیا جائے گا، ادھر دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لیے ہوئے موجود ہوگا جن کے سر پر تاج اور جن کی تلواروں پر سونا ہوگا۔ دجال آپ علیہ السلام کو دیکھ کر اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے اور ایک دم پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دے گا۔ لیکن آپ علیہ السلام فرمائیں گے خدا نے مقرر کر دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھائے گا، تو اسے ٹال نہیں سکتا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اسے بابِ لُد کے پاس پکڑ لیں گے اور وہیں اسے قتل کر دیں گے۔ اب یہودی بدحواسی سے منتشر ہو کر بھاگیں گے، لیکن انہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی۔ ہر پتھر، ہر درخت، ہر دیوار اور ہر جانور بولتا ہوگا کہ اے مسلمان! یہاں یہودی ہے، آ خر اسے مار ڈال۔ ہاں! ببول کا درخت یہودیوں کا درخت ہے یہ نہیں بولے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میری امت میں حاکم ہوں گے، عادل ہوں گے، امام ہوں گے، باانصاف ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیے کو ہٹا دیں گے، حسد اور بغض بالکل جاتا رہے گا، ہر زہریلے جانور کا زہر ہٹا دیا جائے گا۔ بچے اپنی انگلی سانپ کے منہ میں ڈالیں گے لیکن وہ انہیں کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ شیروں سے لڑکے کھیلیں گے، نقصان کچھ نہ ہوگا۔ بھیڑیے بکریوں کے گلے (ریوڑ) میں اس طرح پھریں گے جیسے رکھوالا کتا ہو۔ تمام زمین اسلام اور اصلاح سے اس طرح بھر جائے گا جیسے کوئی برتن پانی سے لبالب بھرا ہوا ہو۔ سب کا کلمہ ایک ہو جائے گا۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی لڑائی اور جنگ بالکل موقوف ہو جائے گی۔ زمین مثل سفید چاندی کے منور ہو جائے گی۔ ایک جماعت کو ایک انگور کو خوشہ پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہوگا، ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک جماعت کھائے اور سیر ہو جائے۔ بیل اتنی اتنی قیمت پر ملے گا اور گھوڑا چند درہموں پر ملے گا۔ لوگوں نے پوچھا اس کی قیمت گر جانے کی کیا وجہ ہوگی؟ فرمایا: اس لیے کہ لڑائیوں میں اس کی سواری بالکل نہ لی جائے گی۔ دریافت کیا گیا کہ بیل کی قیمت بڑھ جانے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: اس لئے کہ تمام زمین میں کھیتیاں ہونی شروع ہو جائیں گی۔

دجال کے ظہور سے تین سال پیشتر سخت قحط سالی ہوگی۔ پہلے سال بارش کا تیسرا حصہ بحکم خدا روک لیا جائے گا اور زمین کی پیداوار کا بھی تیسرا حصہ کم ہو جائے گا۔ پھر دوسرے سال خدا آسمان کو حکم دے گا کہ بارش کی دو تہائیاں روک لے اور یہی حکم زمین کو ہوگا کہ اپنی پیداوار دو تہائی کم کر دے۔ تیسرے سال آسمان سے بارش کا ایک قطرہ نہ برسے گا نہ زمین سے کوئی روئیدگی پیدا ہوگی۔ تمام جانور اس قحط سے ہلاک ہو جائیں گے، مگر جسے خدا چاہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ پھر اس وقت لوگ زندہ کیسے رہ جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی غذا کے قائم مقام اس وقت ان کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا اور سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا ہوگا۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میرے استاد نے اپنے استاد سے سنا وہ فرماتے تھے یہ حدیث اس قابل ہے کہ بچوں کے استاد اسے بچوں کو بھی سکھا دیں، بلکہ لکھوائیں تاکہ انہیں بھی یاد رہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲)

﴿۱۰۰﴾ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں جمع کئے جائیں گے

مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں جمع کیے جائیں گے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ان کے اوپر ہوگی، انہیں جہنم کے جیل خانے میں ڈالا جائے گا اور بھڑکتی ہوئی سخت آگ ان کے سروں پر شعلے مارے گی انہیں جہنمیوں کو لہو پیپ اور پاخانہ پیشاب پلایا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۴ صفحہ ۲۷۴)

﴿۱۰۱﴾ بادلوں سے آواز آئی

چلو مدینے! عمر نے بلایا ہے، چلو مدینے! عمر نے بلایا ہے

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب (نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَبَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَہٗ) نے پاکستان میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت (۱۸ھ) میں پورے جزیرۂ عرب میں ایسا قحط پڑا کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی کسی قیمت پر نہیں ملیں، فاقوں کی شدت کی وجہ سے لوگ انتقال کر رہے تھے، اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ مصر کے اندر بے شمار پیداوار ہے اور مصر اس سے پہلے فتح ہو چکا تھا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو خط لکھا کہ:

''یہاں حجاز میں بالکل غلہ نہیں ہے، اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ مصر میں بہت غلہ ہے لہٰذا یہاں والوں کے لیے وہاں سے غلہ بھیجو۔''

گورنر صاحب نے جواب تحریر فرمایا:

''آپ مطمئن رہیں میں اتنا بڑا قافلہ غلے سے لدوا کر بھیجوں گا کہ اس کا پہلا اونٹ مدینہ میں اتر رہا ہوگا اور آخری اونٹ مصر میں لدر رہا ہوگا۔''

مصر اور حجاز کا ایک مہینہ کا راستہ ہے۔ جو اس زمانے میں اونٹوں کے ذریعے طے کیا جاتا تھا۔ یہ سارا راستہ غلہ کے اونٹوں سے بھر دوں گا۔ چنانچہ غلہ آیا اور اتنا ہی آیا اور مدینہ پاک میں اور اطراف میں منادی کروادی گئی کہ جس کا جی چاہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دستر خوان پر کھانا کھائے اور جس کا جی چاہے اپنا راشن اپنے گھر لے جائے چنانچہ ہزار ہا ہزار لوگوں نے وہیں دستر خوان پر کھانا کھایا اور بہت سے اپنے گھر لے گئے۔ ایک صحابی جو جنگل میں اپنے رٹھان (ٹھکانے) پر رہتے تھے، انہوں نے بھی آنے جانے والوں سے سنا کہ مدینہ پاک میں غلہ آ گیا ہے اور تقسیم ہو رہا ہے ان کے پاس ایک بکری تھی، انہوں نے سوچا کہ میں چلا جاؤں گا اور اکیلی بکری کو کوئی جانور وغیرہ کھا جائے گا۔ لاؤ بکری کو ذبح کرلوں اور کھالوں کہ چلنے کی طاقت آجائے گی۔ چنانچہ بکری کو ذبح کیا تو ایک قطرہ بھی خون نہ نکلا یہ منظر دیکھ کر وہ صحابی رو پڑے اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ ہمارا بھی برا حال ہے اور تو اور ہمارے جانوروں کا بھی خون خشک ہو گیا (بکری میں خون جب ہوتا جب چارہ کھاتی، پانی پیتی، جب نہ چارہ کھایا نہ پانی پیا، تو نہ خون رہا نہ نکلا) وہ صحابی سر پکڑ کر رونے لگے اور روتے روتے گر گئے اور گر کر نیند آ گئی۔ نیند میں انہوں نے دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور میری طرف سے سلام کہہ دو اور کہہ دو کہ تو تو بڑا عقلمند تھا تیری عقل کو کیا ہوا؟ یہ صحابی اُٹھے اور گرتے پڑتے مدینہ طیبہ پہنچے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر دستک دی اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ننگے پیر مکان سے باہر تک آئے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے خواب کا پورا قصہ بیان کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سن کر لرز گئے اور کہنے لگے کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی؟ اس وقت مدینہ پاک میں جو اہل الرائے تھے ان کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ بھائی! بار بار میں تم لوگوں سے کہتا رہا کہ اگر مجھ سے کوئی چوک ہو جائے تو مجھے متنبہ کر دیا جائے مگر تم لوگوں نے مجھے متنبہ نہیں کیا، میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ پیام بھیجا ہے، بتاؤ! مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہماری سمجھ میں تو کوئی غلطی نہیں آئی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میری سمجھ میں ایک

بات آئی ہے کہ آپ کے ملک میں قحط پڑ رہا تھا اور غلہ نہیں تھا اور لوگ بھوک کی وجہ سے مر رہے تھے، مگر بجائے اس کے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے مانگتے آپ نے اپنے گورنروں اور اپنے ہی جیسے انسان سے درخواست کی، یہ ہے وہ غلطی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واقعتاً یہی غلطی ہے، پھر سب نے کہا کہ واقعی یہی غلطی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وقت دعا مانگی اپنی خطا کی معافی چاہی دعا کرنا تھا کہ آسمان کے بادلوں میں کھلبلی مچ گئی اور دوڑ لگ گئی اور ہر بادل ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا:

چلو مدینے عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا ہے   چلو مدینے عمر رضی اللہ عنہ نے بلایا ہے

(تاریخ کامل: جلد ۲ صفحہ ۲۳۵، آخرت کی یاد ملفوظات حضرت اقدس مولانا افتخار الحسن کاندھلوی ص ۶۰)

﴿۱۰۲﴾ نیک اور دیندار کی موت پر دھوم دھام عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

اس مضمون کو بہت غور سے پڑھیں

اللہ تبارک وتعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ تو میرے دوست کے پاس جا میں نے اسے آسانی سختی سے ہر طرح آزمالیا ہے ہر ایک حالت میں اسے اپنی خوشی میں خوش پایا، تو جا اور اسے میرے پاس لے آ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام وعیش دوں۔ ملک الموت اپنے ساتھ پانچ سو فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں ان کے پاس جنتی کفن، وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں جس کے سر پر بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے۔ سفید ریشمی کپڑے میں اعلیٰ مشک بہ تکلف لپٹی ہوتی ہے۔ یہ سب آتے ہیں، ملک الموت تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ جو کچھ جنتی تحفہ ہے وہ اس کے اعضاء پر رکھ دیا جاتا ہے اور سفید ریشم اور مشک اس کی تھوڑی تلے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے کبھی جنتی لباسوں سے کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچے کو لوگ بہلاتے ہیں اس وقت اس کو حوریں ہنس ہنس کر اس کی چاہت کرتی ہیں۔ روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے۔

ملک الموت فرماتے ہیں ہاں! اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیریوں کی طرف اور لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل۔ واللہ ماں جس قدر بچے پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت ورحمت کرتا ہے اس لیے کہ اسے علم ہے کہ یہ محبوب خدا ہے، اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہوگی۔ بس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔

ملک الموت کے روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھے جزائے خیر دے تو خدا کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور خدا کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا۔ تو نے آپ بھی نجات پائی اور مجھے بھی نجات دلوائی۔ جسم بھی روح کو ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر وہ عبادت خدا کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور جن سے اس کی روزیاں اترتی تھیں اس پر روتے ہیں۔

اسی وقت وہ پانچ سو فرشتے اس جسم کے اردگرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کو نہلانے میں شامل رہتے ہیں انسان اس کی کروٹ بدلے، اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں اور ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دو رخ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے لیے استغفار کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس روز سے رنج کے ساتھ چیختا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اور کہتا ہے کہ میرے لشکریو! تم برباد ہو جاؤ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا۔

جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ہر ایک اسے جداگانہ بشارت خداوندی سناتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی روح عرش خدا کے پاس پہنچتی ہے وہاں جاتے ہی سجدے میں گر پڑتی ہے۔ اسی وقت جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیریوں میں اور تہ بہ تہ کیلوں کے درختوں میں اور لمبے سایوں میں اور بہتے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے، بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے، سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے، نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے۔ ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردن لپکتی آتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی۔ وہ بائیں طرف سے آتی ہے، یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا۔ سرہانے سے آتی ہے یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں۔ وہ پیروں کی طرف سے آتی ہے یہاں سے اس کا نمازوں کے لیے چل کر جانا اور اسے روک دیتا ہے۔ غرض چوطرف سے محبوب کے لیے روک ہو جاتی ہے اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی وہ واپس چلا جاتا ہے۔ اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا اب میں پل صراط پر اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے دانت سیاہ جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں۔ ان کے بال پیروں تلے لٹکے ہوتے ہیں۔ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے۔ ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن ہے۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں اُٹھ بیٹھ۔ یہ اُٹھ کر سیدھی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا کفن اس کے پہلو پر آ جاتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟

صحابہ رضی اللہ عنہم سے رہا نہ گیا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ایسے ڈراؤنے فرشتوں کو کون جواب دے گا؟ آپ ﷺ نے اسی آیت ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے۔ اور میرا دین اسلام ہے۔ جو فرشتوں کا بھی دین ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں جو خاتم النبیین تھے۔

وہ کہتے ہیں آپ نے صحیح جواب دیا اب تو وہ اس کے لیے اس کی قبر کو اس کے دائیں سے اس کے بائیں سے اس کے آگے سے، اس کے پیچھے سے، اس کے سر کی طرف سے، اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں، وہ دو سو ہاتھ کی وسعت کر دیتے ہیں اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں اپنی نظریں اوپر اٹھا۔ یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے، وہ کہتے ہیں اے خدا کے دوست! چونکہ تو نے خدا کی بات مان لی ہے تیری منزل یہ ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل کو ہوتی ہے وہ لازوال ہوتی ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ دیکھ اس سے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لیے نجات بخشی۔ پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابدالآباد تک ہٹتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے لیے ستر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں جہاں سے بادِ صبا کی لپٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل اس کو اس خواب گاہ سے قیامت کے قائم ہو جانے پر اُٹھائے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۷۴۲ تا ۷۴۳)

﴿۱۰۳﴾ میت پر آنسو بہانا جائز ہے مگر میت پر نوحہ اور ماتم نہیں کرنا چاہیے

زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مر جاتا تھا تو وہ وصیت کر کے جاتا کہ چھ مہینے تک یا سال یا دو برس تک مجھے رویا

جائے، اب ظاہر بات ہے کہ اتنے دنوں تک آنکھوں میں کوئی آنسو لے کر بیٹھ جائے تو یہ ہو نہیں سکتا اور نہ روئے تو لوگ کہیں گے بھئی کوئی بڑا آدمی نہیں تھا معمولی تھا مر گیا۔ لہٰذا چھ مہینے روؤ تا کہ معلوم ہو کہ بڑا آدمی گزرا ہے۔ مگر اب چھ مہینے تک روئے کون؟ تو رونے والیاں کرائے پر لی جاتی تھیں کہ وہ چھ مہینے تک بیٹھ کر روئیں۔ اور وہ عورتیں ہی رکھی جاتی تھیں اس لیے کہ آنسو بہانا انہیں آسانی سے آتا ہے بس ارادہ کیا اور ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے شروع ہو گئے تو رونے اور رُلانے کے لیے عورتوں سے بہتر دوسرا کرایہ دار نہیں مل سکتا تھا اس لیے عورتوں کو کرایہ پر رکھتے تھے۔ اجرت بھی دی جاتی اور کھانا کپڑا بھی۔ اور ان کا طریقہ کیا تھا؟ گھر میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ کھا پی رہی ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ کوئی تعزیت کے لیے آیا، بس وہ فوراً گھیرا بنا کر بیٹھ گئیں اور انہوں نے ''راں راں'' کر کے رونا شروع کر دیا کہ ہوا گئے۔۔۔۔۔۔ ذنا!!! واجبلاً ہا!! واکشمسا ہا!! تو تو پہاڑ تھا، تو تو آفتاب تھا، چاند تھا وغیرہ۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مریض ہوئے تو رسول کریم ﷺ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے ہوئے ان کی عیادت کے لیے آئے۔ آپ ﷺ جب اندر تشریف لائے تو ان کو غاشیہ میں یعنی بڑی سخت حالت میں پایا، یا آپ ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے گرد آدمیوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''ختم ہو چکے'' (بطور مایوسی یا حاضرین سے استفسار کے طور پر آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی) تو لوگوں نے عرض کیا ''نہیں حضرت! ابھی ختم نہیں ہوئے'' تو رسول اللہ ﷺ کو ان کی حالت دیکھ کر رونا آ گیا۔ جب اور لوگوں نے آپ ﷺ پر گریہ کے آثار دیکھے تو وہ بھی رونے لگے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''لوگو! اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر تو سزا نہیں دیتا کیونکہ اس پر بندے کا اختیار اور قابو نہیں ہے۔'' پھر زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''لیکن اس کی غلطی پر یعنی زبان سے نوحہ ماتم کرنے پر سزا بھی دیتا ہے اور پڑھنے پر اور دعا و استغفار کرنے پر رحمت بھی فرماتا ہے۔'' (صحیح بخاری و صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو بند کیا اور فرمایا ''جب روح جسم نکالی جاتی ہے تو بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے اس لیے موت کے بعد آنکھوں کو بند کر دینا چاہیے۔'' آپ ﷺ کی یہ بات سن کر ان کے گھر کے لوگ چلا چلا کر رونے لگے اور اس رنج وصدمہ کی حالت میں ان کی زبانوں سے ایسی باتیں نکلنے لگیں جو خود ان لوگوں کے حق میں بددعا تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''لوگو! اپنے حق میں خیر اور بھلائی کی دعا کرو اس لیے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے خود اس طرح دعا فرمائی:

''اے اللہ! ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما اور اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور اس کے بجائے تو ہی سرپرستی اور نگرانی فرما اس کے پسماندگان کی۔ اور رب العالمین بخش دے ہم کو اور اس کو اور اس کی قبر کو وسیع اور منور فرما۔''

(صحیح مسلم، معارف الحدیث)

آپ ﷺ نے اپنی اُمت کے لیے جملہ استرجاع ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ اور اللہ کی قضا پر راضی رہنا مسنون قرار دیا اور یہ باتیں گریہ چشم اور غم دل کے منافی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوق میں سب سے زیادہ راضی بقضائے الٰہی اور سب سے زیادہ حمد کرنے والے تھے اور اس کے باوجود اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ پر وفور محبت و شفقت سے رقت کے باعث رو دیئے اور آپ ﷺ کا قلب اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا و شکر سے بھرپور اور زبان اس کے ذکر و حمد میں مشغول تھی۔ (زاد المعاد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ابو سیف آہنگر کے گھر گئے، یہ ابو سیف رسول اللہ ﷺ کے فرزند ابراہیم کی دایہ خولہ بنت منذر کے شوہر تھے اور ابراہیم رضی اللہ عنہ اس وقت کے رواج کے مطابق اپنی دایہ کے گھر ہی رہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے کو اُٹھالیا، چوما اور ان کے رخساروں پر ناک رکھی، جیسا کہ بچوں کو پیار کرتے وقت کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد ایک دفعہ پھر آپ کے صاحبزادے ﷺ کی آخری بیماری میں ہم وہاں گئے۔ اس وقت ابراہیم جان دے رہے تھے۔

نزع کے عالم میں تھے۔ ان کی اس حالت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (جو ناواقفیت کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس قسم کی چیزوں سے متاثر نہیں ہوسکتے) تعجب سے کہا "یارسول اللہ! آپ کی بھی یہ حالت؟" آپ ﷺ نے فرمایا "اے ابن عوف! یہ کوئی بری بات اور بری حالت نہیں بلکہ یہ شفقت اور دردمندی ہے۔" پھر دوبارہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہے تو آپ ﷺ نے فرمایا "آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل مغموم ہے اور زبان سے ہم وہی کہیں گے جو اللہ کو پسند ہے یعنی ﴿اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ﴾ اور اے ابراہیم! تمہاری جدائی کا ہمیں صدمہ ہے۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم بحوالہ معارف الحدیث، اسوۂ رسول اکرم ﷺ ص ۵۵۷، ۵۵۹)

﴿۱۰۴﴾ اللہ تعالیٰ کی شاندار تعریف پر مشتمل ایک دیہاتی کی دعا اور آنحضرت ﷺ کا قیمتی ہدیہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دیہاتی کے پاس سے گزرے، وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

- اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں۔
- اے وہ ذات کہ کسی کا خیال وگمان اس تک نہیں پہنچ سکتا۔
- اے وہ ذات کہ اوصاف بیان کرنے والے اس کے اوصاف بیان نہیں کرسکتے۔
- اے وہ ذات کہ حوادثِ زمانہ اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔
- اے وہ ذات کہ اسے گردشِ زمانہ سے کوئی اندیشہ نہیں۔
- اے وہ ذات جو پہاڑوں کے وزنوں کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو دشمنوں کے پیمانوں کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو سمندروں کے قطروں کی تعداد کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو بارش کے قطروں کی تعداد کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتی ہے۔
- اے وہ ذات جو ان تمام چیزوں کو جانتی ہے جن پر رات کی تاریکی چھاتی ہے، اور جن کو دن روشن کرتا ہے۔
- اے وہ ذات جس کو آسمان دوسرے آسمان سے چھپا نہیں سکتا۔
- اے وہ ذات جس کو زمین دوسری زمین سے چھپا نہیں سکتی۔
- اے وہ ذات کہ سمندر کے پیٹ میں کیا ہے وہ بھی تجھے معلوم ہے۔
- اے وہ ذات کہ چٹانوں میں کیا چھپا ہے وہ بھی تو جانتا ہے
- تو میری عمر کے آخری حصہ کو سب سے بہتر بنادے۔
- اور میرے آخری عمل کو سب سے بہتر عمل بنادے۔
- اور میرا بہترین دن وہ بنا جس دن میری تجھ سے ملاقات ہو۔

آپ ﷺ نے ایک آدمی کے ذمہ لگایا کہ جب یہ دیہاتی نماز سے فارغ ہوجائے تو اسے میرے پاس لے آنا چنانچہ وہ نماز کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ کے پاس ایک کان سے کچھ سونا ہدیہ میں آیا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے وہ سونا ہدیہ میں دیا پھر اسے پوچھا کہ اے اعرابی! تم کون سے قبیلہ کے ہو؟ اس نے کہا یارسول اللہ! بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ کا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں نے تم کو یہ سونا کیوں ہدیہ کیا ہے؟ اس نے کہا یارسول اللہ! ہماری آپ کی جو رشتہ داری ہے اس کی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا: رشتہ داری کا بھی حق ہوتا ہے لیکن میں نے تمہیں سونا اس وجہ سے ہدیہ کیا ہے کہ تم نے بہت عمدہ طریقے سے اللہ کی شان بیان کی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/۳۶۸، ۳۶۹)

﴿۱۰۵﴾ اللہ تعالیٰ کا وہ نام کہ اس کے وسیلہ سے جب دعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الطَّاھِرِ الطَّیِّبِ الْمُبَارَکِ الْاَحَبِّ اِلَیْکَ الَّذِیْ اِذَا دُعِیْتَ بِہٖ اَجَبْتَ وَاِذَا سُئِلْتَ بِہٖ اَعْطَیْتَ وَاِذَا اسْتُرْحِمْتَ بِہٖ رَحِمْتَ وَاِذَا اسْتُفْرِجْتَ بِہٖ فَرَّجْتَ"

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نام کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو پاک عمدہ مبارک اور تجھے سب سے زیادہ محبوب

ہے جب تجھے اس کے ذریعہ پکارا جاتا ہے تو تو ضرور متوجہ ہوتا ہے اور جب تجھ سے اس کے وسیلہ سے مانگا جاتا ہے تو تو ضرور دیتا ہے اور جب تجھ سے اس کے ذریعہ رحم طلب کیا جاتا ہے تو تو ضرور رحم فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے تجھ سے کشادگی مانگی جاتی ہے تو تو ضرور کشادگی دیتا ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ! کیا تمہیں پتہ چلا کہ اللہ نے مجھے وہ نام بتادیا ہے کہ جب اس نام کے وسیلہ سے اس سے دعا کی جاتی ہے تو وہ ضرور قبول فرماتا ہے۔" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ نام مجھے بھی سکھا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ! تجھے سکھانا مناسب نہیں"...... وہ فرماتی ہیں میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی پھر میں کھڑی ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کا بوسہ لیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وہ نام سکھا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ! تمہارے لیے مناسب نہیں کہ میں تمہیں سکھاؤں کیونکہ تمہارے مناسب نہیں کہ تم اس کے ذریعہ دنیا کی کوئی چیز مانگو۔" میں وہاں سے اٹھی اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دعا مانگی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَ لِيْ وَتَرْحَمَنِيْ"

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھے اللہ کہہ کر پکارتی ہوں، تجھے رحمان کہہ کر پکارتی ہوں، تجھے نیکوکار، رحیم کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھے تیرے ان اچھے ناموں سے پکارتی ہوں جن کو میں جانتی ہوں اور جن کو نہیں جانتی ہوں، اور یہ سوال کرتی ہوں کہ تو میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرمادے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری یہ دعا سن کر بہت ہنسے اور فرمایا "تم نے جن ناموں سے اللہ کو پکارا ان میں وہ خاص نام بھی شامل ہے۔" (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰)

(۱۰۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طبیعت ٹھیک ہوگی

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیمار ہوا، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود کھڑے ہو کر نماز شروع فرمادی اور اپنے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا۔ پھر نماز کے بعد فرمایا "اے ابن ابی طالب! اب تم ٹھیک ہوگئے ہو کوئی فکر نہ کرو، میں نے جو چیز بھی اللہ سے اپنے لیے مانگی اس جیسی میں نے اللہ سے تمہارے لیے بھی مانگی، اور میں نے جو چیز بھی اللہ سے مانگی وہ اللہ نے مجھے ضرور دی۔ بس اتنی بات سے مجھ سے یوں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" چنانچہ میں وہاں سے اٹھا تو میں بالکل ٹھیک ہو چکا تھا اور ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں بیمار ہی نہیں ہوا تھا۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۷۲)

(۱۰۷) پریشانی اور غم دور کرنے کا ایک نبوی نسخہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور فرماتے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ"

ترجمہ: "اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا ہے، اے اللہ! تو ہر فکر اور غم کو مجھ سے دور فرمادے۔"

ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر پھیرتے اور فرماتے:

"اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ"

ترجمہ: ''اے اللہ! تو ہر فکر اور غم کو مجھ سے دور فرما دے۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۸۴،۳۸۵)

﴿۱۰۸﴾ اپنے بیوی بچوں کو اللہ کی حفاظت میں دینے کا ایک نبوی نسخہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور مال کے بارے میں بہت ڈرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''صبح اور شام یہ کلمات کہا کرو۔''

"بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى دِيْنِيْ وَنَفْسِيْ وَوَلَدِيْ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ"

ترجمہ: ''میں اپنے دین پر اپنی جان پر، اپنی اولاد پر، اپنے گھر والوں پر اور اپنے مال پر اللہ کا نام لیتا ہوں۔''

اس آدمی نے یہ کلمات کہنے شروع کر دیئے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تمہیں جو ڈر لگتا تھا اس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا وہ ڈر بالکل جاتا رہا۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۸۹)

﴿۱۰۹﴾ شیطان کے شر سے بچنے کا ایک نبوی نسخہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے:

"اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ"

ترجمہ: ''میں مردود شیطان سے عظمت والے اللہ کی اس کی کریم ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں۔''

﴿۱۱۰﴾ ابن آدم! غصے کے وقت مجھے یاد کرلیا کر میں بھی غضب کے وقت تجھے معافی عطا کروں گا

ابن ابی حاتم میں حضرت وہیب بن ورد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے ابن آدم! اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کرلیا کر میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معافی عطا فرما دیا کروں گا۔ اور جن پر میرا عذاب نازل ہوگا میں تجھے ان سے بچالوں گا، برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا، اے ابن آدم! جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر سہار کے ساتھ کام لے مجھ پر نگاہ رکھ، میری مدد پر بھروسہ رکھ، میری امداد پر راضی رہ، یاد رکھ! میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں بھلائیوں کی توفیق دے، اپنی امداد نصیب فرمائے۔ آمین (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

﴿۱۱۱﴾ مندرجہ ذیل دعا جو پڑھے گا وہ آزمائش میں مبتلا نہیں ہوگا

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا:

"اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ"

ترجمہ: ''اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام اچھا فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی سے اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

طبرانی کی روایت میں ہے اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو یہ دعا مانگتا رہے گا وہ آزمائش میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی مر جائے گا۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۴۰۳)

﴿۱۱۲﴾ گھبراہٹ اور وحشت دور کرنے کا نبوی تعویذ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ وہ رات کو کچھ ڈراؤنی چیزیں دیکھتے ہیں جن کی وجہ سے وہ رات کو تہجد کی نماز نہیں پڑھ سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جب تم

ان کو تین مرتبہ پڑھ لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری یہ تکلیف دور کر دے گا۔" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ضرور سکھائیں، میں نے آپ کو اپنی یہ تکلیف اسی لیے تو بتائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ کلمات کہا کرو":

"اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ"

ترجمہ: "میں اللہ کے غصہ اور اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وساوس سے اور شیاطین کے میرے پاس آنے سے اس کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں چند راتیں ہی گزری تھیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے جو کلمات آپ نے مجھے سکھائے وہ میں نے تین مرتبہ پورے ہی کئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دور کر دی اور اب تو میرا یہ حال ہے کہ شیر کے بن (جنگل) میں اس کے پاس رات کو بھی بلا خوف و خطر جا سکتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند میں گھبرائے تو یہ دعا پڑھے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ آخر تک۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نیند میں گھبرا جایا کرتے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ آخر تک۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں لکھا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں سوتے میں ڈر جاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ دعا پڑھ لیا کرو، اور پچھلی دعا ذکر کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے گھبراہٹ اور وحشت محسوس ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بستر پر لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو پھر پچھلی دعا ذکر کی۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳، صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

﴿۱۱۳﴾ ولایت کے لباس مختلف ہوتے ہیں

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ کے اکابر اولیاء میں سے ہیں، لیکن بادشاہوں کی وہ شان نہیں ہوتی تھی جو ان کی شان تھی۔ مسند الگ تھی۔ صفائی ستھرائی الگ، خدام الگ کھڑے ہوئے ہیں، دروازے کے اوپر دربان الگ موجود ہیں۔ اور صفائی کا یہ عالم کہ اگر ایک تنکا بھی سامنے پڑا ہوا ہوتا تھا تو سر میں درد ہو جاتا تھا۔ فرماتے تھے "کوڑا کباڑ گھر کے اندر بھر رکھا ہے۔" بہت نزاکت تھی۔

بادشاہ وقت نے ملنے کی آرزو کی۔ بہت چاہا کہ مجھے اجازت مل جائے مگر اجازت نہیں تھی۔ آخر حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ تو ان کے دل میں گھر کیے ہوئے ہے، تیرا معاملہ بہت رسوخ کا ہے، تو میرے لیے ایک پانچ منٹ کی مہلت لے لے۔ اس نے کچھ اتار چڑھاؤ کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا تو پانچ منٹ کی اجازت ہوگی کہ بادشاہ آ سکتے ہیں۔ بادشاہ سلامت آئے، بہت ادب کے ساتھ دو زانو ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ نصائح فرمائیں۔ اس دوران میں حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پیاس معلوم ہوئی تو خادم کو پانی لانے کا اشارہ کیا۔ بادشاہ نے سمجھ لیا کہ پانی چاہتے ہیں تو کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ اگر مجھے اجازت ہو؟ اجازت ہوگئی کہ اچھا تم پانی پلاؤ۔ تو بادشاہ پانی لینے گئے تو گھڑے کے اوپر جو بڈولی ڈھکی ہوئی تھی۔ پانی لے کر جو اسے رکھا تو وہ کچھ ٹیڑھی رکھی گئی، بس مزاج میں تغیر پیدا ہو گیا۔ فرمایا "تمہیں پانی پلانا تو آتا نہیں تم بادشاہت کیسے کرتے ہو گے؟ ہٹو یہاں سے"۔ اپنے خادم خاص کو حکم دیا کہ وہی پانی پلائے گا۔ اس شان کے بھی بزرگ گزرے ہیں ان کی ولایت میں کوئی کمی نہیں ولی کامل ہیں۔ ان کی نسبت وتصرف اور زیر بیعت سے ہزاروں اولیاء بن گئے۔ ایک شان یہ ہے۔

اور ایک شان حضرت شاہ غلام علی صاحب کی ہے شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال کہ نہ گھر نہ در نہ کپڑا نہ لتا۔ زہد و قناعت اور فقر و

فاقے اور اس پر مہمانوں کی یہ کثرت کہ تین تین سو، چار چار سو مہمان ہر وقت ان کے دستر خوان پر ہوتے تھے۔ لیکن ظاہر میں ذریعہ معاش کچھ نہیں ہے۔ ریاست ٹونک کے نواب، نواب میر خاں، وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ شیخ کے ہاں تین تین سو چار چار سو مہمان ہوتے ہیں۔ آخر کہاں سے آتا ہوگا؟ بڑی تنگی اٹھاتے ہوں گے، بڑی پریشانی ہوتی ہوگی تو ریاست ٹونک کا ایک ضلع جس کی ایک ایک سال کی کئی لاکھ روپے آمدنی تھی، وہ پورے کا پورا حضرت شاہ غلام علی رحمۃ علیہ کی خدمت میں پیتل کے پتر پر لکھ کر بھیجا کہ میں آپ کو ہدیہ کرتا ہوں تاکہ مہمانوں اور گھر والوں کا خرچہ چلے۔ آپ اسے خدا کے لیے قبول فرمالیں۔ شاہ غلام علی صاحب رحمۃ علیہ نے اسی پتر پر جواب لکھا اور اس پر ایک شعر لکھ کر بھیج دیا۔ لکھا:

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم　　　بامیر خاں بگوئے کہ روزی مقدر است

ہم اپنے فقر و فاقہ کی آبرو کھونا نہیں چاہتے۔ میری طرف سے انہیں کہہ دو کہ روزی مقدر ہے تمہارے ضلع کی ہمیں ضرورت نہیں۔

تو ایک طرف یہ زہد و قناعت اور ایک طرف یہ ٹھاٹھ باٹھ جو مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ علیہ کے وہاں ہے۔ ہیں یہ بھی ولی کامل اور وہ بھی ولی کامل۔ ولایت کے لباس مختلف ہوتے ہیں، ولایت کا تعلق کپڑوں سے نہیں، قلب سے ہے۔ قلب جب اللہ رسیدہ بن جائے وہ ولی کامل ہے، اپنے جس نیت سے کوئی لباس فاخرہ پہنتا ہے، اس میں بھی نیکی کی نیت پوشیدہ ہوتی ہے اس میں بھی مصلحت ہے کسی پر زہد و قناعت کا غلبہ ہوتا ہے۔ (خطباتِ حکیم الاسلام: جلد ۴ صفحہ ۳۴۳ تا ۳۴۵)

﴿۱۱۴﴾ رمضان کی پہلی رات ہی میں مسلمانوں کی مغفرت کردی جاتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ماہ رمضان قریب آگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کے وقت مختصر بیان فرمایا، اس میں ارشاد فرمایا "رمضان تمہارے سامنے آگیا ہے اور تم اس کا استقبال کرنے والے ہو، غور سے سنو! رمضان کی پہلی رات ہی میں اہل قبلہ (مسلمانوں) میں سے ہر ایک کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰)

﴿۱۱۵﴾ دعا کی قبولیت کیلئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو وظیفہ سکھایا

تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف کردیا اور ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ (سورۂ یوسف: آیت ۹۲) کا اعلان کردیا تو بھائیوں نے کہا اے ابا جان! اور اے ہمارے بھائی! آپ لوگوں نے معاف کردیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو معاف نہ فرمایا تو آپ حضرات کا عفو ہم کو کچھ مفید نہ ہوگا اس لیے آپ حضرات اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ ہماری خطاؤں کی معافی بذریعہ وحی نازل فرمادیں۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام ارحم الخلائق ہوتے ہیں اس لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا، بے شک وہ غفور و رحیم ہے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام آگے قبلہ رو دعا کے لیے کھڑے ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پیچھے اور ان دونوں کے پیچھے سب بھائی کھڑے ہوئے اور نہایت ذلت اور خشوع کے ساتھ دعا کی لیکن بیس سال تک دعا قبول نہ ہوئی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ دعا سکھائی:

① "يَا رَجَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَاءَنَا"　ترجمہ: "اے ایمان والوں کی امید! ہماری امیدوں کو قطع نہ فرمائیے۔"

② "يَا غِيَاثَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَغِثْنَا"　ترجمہ: "اے ایمان والوں کے فریادرس! ہماری مدد فرما۔"

③ "يَا مُعِيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِنَّا"　ترجمہ: "اے ایمان والوں کے مددگار! ہماری مدد کیجئے۔"

④ "يَا مُحِبَّ التَّوَّابِيْنَ تُبْ عَلَيْنَا"　ترجمہ: "اے توبہ کرنے والوں سے محبت کرنے والے! ہمارے اوپر توجہ فرما۔"

﴿۱۱۶﴾ سخت ترین مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کا بہترین وظیفہ

ایک لاکھ اکیاون ہزار مرتبہ پڑھیں یَا حَلِیْمُ ، یَاعَلِیْمُ ، یَا عَلِیُّ ، یَا عَظِیْمُ

مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سخت سے سخت مقدمہ کے لیے ان اسماء کا پڑھنا مفید ہے، کئی مرتبہ کا آزمودہ ہے۔ یہ وظیفہ ایک لاکھ اکیاون ہزار مرتبہ بطور ختم پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوگا۔ یہ عمل برائے افادۂ عام درج ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تجربہ کے بہت مفید ثابت ہوگا، مکان اور کپڑے پاک ہونے چاہئیں۔ خوشبو لگا دیں۔ وہ اسماء یہ ہیں: یَا حَلِیْمُ ، یَاعَلِیْمُ ، یَا عَلِیُّ ، یَا عَظِیْمُ

(الطرائف والظرائف: حصہ۲ صفحہ۲۶، کشکول معرفت: ص ۲۹)

﴿۱۱۷﴾ معمولی نیکی بھی مغفرت کا سبب بنتی ہے

اللہ تعالیٰ شکور ہے اور شکور کی تعریف مرقاۃ میں یہ ہے کہ "اَلَّذِیْ یُعْطِی الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ عَلَی الْاَمْرِ الْقَلِیْلِ" جو قلیل عمل پر عظیم جزاء عطا فرمائے اس کو شکور کہتے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کو خواب میں دیکھا گیا، دریافت کیا گیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ کہا میرا حساب ہوا پس میں ڈر گیا کہ نیکیوں کا پلہ ہلکا تھا۔ اچانک اس میں مٹی کی تھیلی آ گری اور وزن نیکیوں کا بڑھ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تھیلی کہاں سے آ گئی؟ ارشاد ہوا کہ یہ وہ مٹی ہے جو تو نے کسی مسلمان کی قبر پر ڈالی تھی۔ (کشکول معرفت: صفحہ ۶۰، ۶۱)

﴿۱۱۸﴾ ایک بیوہ کا عجیب قصہ

اگر بیوہ بچوں کی تربیت کی خاطر دوسرا نکاح نہ کرے تو باقی پوری زندگی اس کو غازی بن کر زندگی گزارنے کا ثواب دیا جاتا ہے۔

(رواہ البخاری وباب الساعی علی الارملۃ ہو رقم: ۲۰۰۶)

ایک واقعہ سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا دور ہے، آپ کی ایک شاگردہ جو باقاعدہ آپ کا درس سننے کے لیے آیا کرتی تھی، عبادت گزار خاتون تھیں، باقاعدہ درس سنتی اور نیکی پر زندگی گزارتی تھی، اس بے چاری کا جوانی میں خاوند چل بسا، اس نے دل میں سوچا کہ ایک بیٹا ہے، اگر میں دوسرا نکاح کرلوں گی تو مجھے خاوند مل جائے گا مگر بچہ کی زندگی برباد ہو جائے گی۔ پتہ نہیں وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ اب وہ جوان ہونے کے قریب ہے، یہی میرا سہارا بنے گا۔ لہٰذا یہ سوچ کر ماں نے جذبات کی قربانی دی، ایسی عورت کے لیے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو اس طرح اگلی شادی نہ کرے اور بچوں کی تربیت وحفاظت کے لئے اسی طرح زندگی گزارے، تو باقی پوری زندگی اس کو غازی بن کر زندگی گزارنے کا ثواب دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ جہاد کر رہی ہے، اپنے نفس کے خلاف۔

وہ ماں گھر میں بچہ کا پورا پورا خیال رکھتی تھی لیکن یہ بچہ جب گھر سے باہر نکل جاتا تو ماں سے نگرانی نہ ہو پاتی، اب اس کے پاس مال کی بھی کمی نہیں تھی، اٹھتی ہوئی جوانی بھی تھی، یہ جوانی دیوانی مستانی ہوتی ہے، چنانچہ وہ بچہ بری صحبت میں گرفتار ہو گیا۔ شباب اور شراب کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ ماں برابر سمجھاتی لیکن بچہ پر کچھ اثر نہ ہوتا، چکنا گھڑا بن گیا، وہ ان کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے کر آتی، حضرت بھی اس کو کئی کئی گھنٹے سمجھاتے، لیکن اس کا نیکی کی طرف دھیان ہی نہیں تھا، کبھی کبھی ماں سے ملنے آتا، ماں پھر سمجھاتی اور پھر اس کو حضرت کے پاس لے جاتی۔ حضرت بھی سمجھاتے دعائیں بھی کرتے مگر اس کے کانوں پر جوں نہ رینگتی حتیٰ کہ حضرت کے دل میں یہ بات آئی کہ شاید اب اس کا دل پتھر بن گیا ہے، مہر لگ گئی ہے، ماں تو بہر حال ماں ہوتی ہے دنیا میں ماں ہی تو ہے جو اچھوں سے بھی پیار کرتی ہے، بروں سے بھی پیار کرتی ہے۔ اس کی نظر میں تو اس کے بچے بچے ہی ہوتے ہیں، ماں تو ان کو نہیں چھوڑ سکتی، باپ بھی کہہ دیتا ہے کہ گھر

سے نکل جاؤ اس کو دھکا دو۔ مگر ماں، ماں ہی ہوتی ہے، کبھی نہیں کہتی، اس کے دل میں اللہ نے محبت رکھی ہے۔ چنانچہ ماں اس کے لیے پھر کھانا بنا کر دیتی ہے۔ اس کے لیے دروازہ کھولتی ہے، اور پھر پیار سے سمجھاتی ہے، میرے بیٹے! نیک بن جا، زندگی اچھی کر لے۔

اب دیکھئے اللہ کی شان کہ کئی سال برے کاموں میں لگ کر اس نے صحت بھی تباہ کر لی اور دولت بھی تباہ کر دی اس کے جسم میں بیماریاں پیدا ہو گئیں، ڈاکٹروں نے بیماری بھی لاعلاج بتائی۔ اب اُٹھنے کی بھی سکت نہیں رہی، اور بستر پر پڑ گیا۔ اتنا کمزور ہو گیا کہ اب اس کو آخرت کا سفر سامنے نظر آنے لگا۔ ماں پھر پاس بیٹھی ہوئی محبت سے سمجھا رہی ہے، میرے بیٹے! اب تو نے جو زندگی کا حشر کر لیا، تو کر لیا، اب بھی وقت ہے تو معافی مانگ لے توبہ کر لے۔ اللہ گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ جب ماں نے پھر پیار و محبت سے سمجھایا، اس کے دل میں کچھ اثر ہوا، کہنے لگا کہ ماں میں کیسے توبہ کروں! میں نے بہت بڑے بڑے گناہ کیے ہیں۔ ماں نے کہا بیٹا! حضرت سے پوچھ لیتے ہیں، کہا امی! میں چل کر نہیں جا سکتا، آپ اُٹھا کر لے جا نہیں سکتیں، تو میں کیسے ان تک پہنچوں؟ امی! آپ ایسا کریں کہ آپ خود ہی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جائیں اور حضرت کو بلا کر لے آئیں۔ ماں نے کہا ٹھیک ہے بیٹا میں حضرت کے پاس جاتی ہوں۔ بچے نے کہا کہ امی اگر آپ کے آنے تک میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو امی! حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہنا کہ میرے جنازے کی نماز وہی پڑھائیں۔

چنانچہ ماں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئی، حضرت کھانے سے فارغ ہوئے تھے اور تھکے ہوئے تھے اور درس بھی دینا تھا اس لیے قیلولہ کے لیے لیٹنا چاہتے تھے، ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا کون؟ عرض کیا حضرت! میں آپ کی شاگردہ ہوں، میرا بچہ اب آخری حالت میں ہے وہ توبہ کرنا چاہتا ہے، لہٰذا آپ گھر تشریف لے چلیں اور میرے بچے کو توبہ کرا دیں۔ حضرت نے سوچا کہ اب پھر وہ اس کو دھوکا دے رہا ہے، پھر وہ اس کا وقت ضائع کرے گا اور اپنا بھی کرے گا۔ سالوں گزر گئے اب تک کوئی بات اثر نہ کر سکی اب کیا کرے گی، کہنے لگے میں اپنا وقت کیوں ضائع کروں؟ میں نہیں آتا۔ ماں نے کہا حضرت اس نے تو یہ بھی کہا کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازہ کی نماز حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پڑھائیں۔ حضرت نے کہا میں اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھاؤں گا اس نے تو کبھی نماز ہی نہیں پڑھی۔

اب وہ شاگردہ بھی چپ کر کے اُٹھی مغموم دل سے، ایک طرف بیٹا بیمار دوسری طرف سے حضرت کا انکار۔ اس کا غم تو دوگنا ہو گیا تھا۔ وہ بے چاری آنکھوں میں آنسو لیے اپنے گھر واپس آئی، بچے نے ماں کو زار و قطار روتا ہوا دیکھا۔ اب اس کا دل اور موم ہو گیا، کہنے لگا امی! آپ کیوں اتنا زار و قطار رو رہی ہیں؟ ماں نے کہا بیٹا! ایک تیری یہ حالت ہے اور دوسری طرف حضرت نے تیرے پاس آنے سے انکار کر دیا، تو اتنا برا کیوں ہے؟ کہ وہ تیرے جنازے کی نماز بھی پڑھانا نہیں چاہتے۔ اب یہ بات بچے نے سنی تو اس کے دل پر چوٹ لگی، اس کے دل پر صدمہ ہوا، کہنے لگا امی! مجھے مشکل سے سانسیں آ رہی ہیں، ایسا نہ ہو میری سانس ٹوٹنے والی ہو لہٰذا میری ایک وصیت سن لیجیے۔ ماں نے پوچھا بیٹا وہ کیا؟

عجیب وصیت:

کہا امی! میری وصیت یہ ہے کہ جب میری جان نکل جائے تو سب سے پہلے اپنا دوپٹہ میرے گلے میں ڈالنا، میری لاش کو کتے کی طرح صحن میں گھسیٹنا جس طرح مرے ہوئے کتے کی لاش گھسیٹی جاتی ہے۔ ماں نے پوچھا بیٹا وہ کیوں؟ کہا امی! اس لیے کہ دنیا والوں کو پتہ چل جائے کہ جو اپنے رب کا نافرمان اور ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے اس کا انجام یہ ہوا کرتا ہے...... اور امی! مجھے قبرستان میں دفن نہ کرنا۔ ماں نے کہا بیٹے تجھے قبرستان میں دفن کیوں نہ کروں؟ کہا امی! مجھے اسی صحن میں دفن کر دینا ایسا نہ ہو کہ میرے گناہوں کی وجہ سے قبرستان کے مردوں کو تکلیف پہنچے۔

جس وقت نوجوان نے ٹوٹے دل سے عاجزی کی یہ بات کہی تو پروردگار کو اس کی یہ بات اچھی لگی، روح قبض ہو گئی، ابھی روح نکلی ہی تھی اور ماں اس کی آنکھیں بند کر رہی تھی کہ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے، عورت نے اندر سے پوچھا: کون ہے جس نے دروازہ

کھٹکھٹایا؟ جواب آیا میں حسن بصری ہوں۔ کہا حضرت! آپ کیسے؟ فرمایا جب میں نے تمہیں جواب دے دیا میں سو گیا، خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا، پروردگار نے فرمایا حسن بصری تو میرا کیسا ولی ہے؟ میرے ایک ولی کا جنازہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے میں سمجھ گیا کہ اللہ نے تیرے بیٹے کی توبہ کو قبول کر لیا ہے، تیرے بچے کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کھڑا ہے۔

پیارے اللہ! جب تو اتنا کریم ہے کہ مرنے سے چند لمحہ پہلے اگر کوئی بندہ شرمندہ ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے تو میرے مالک! آج ہم تیرے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں، آج ہم اپنے جرم کی معافی مانگتے ہیں، اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہیں، میرے مالک ہم مجرم ہیں، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، ہماری حقیقت تیرے سامنے کھلی ہوئی ہے، میرے مولیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہم سے تو دھوپ کی گرمی برداشت نہیں ہوتی اے اللہ! جہنم کی گرمی کہاں سے برداشت ہوگی۔ اے پروردگار عالم! ہماری توبہ کو قبول کر لے اور باقی زندگی ایمانی، اسلامی، قرآنی بسر کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین (دوائے دل: صفحہ ۸۷ سے ۹۱ تک)

﴿۱۱۹﴾ مناجات

دل مغموم کو مسرور کر دے	دل بے نور کو پر نور کر دے
فروزاں دل میں شمع طور کر دے	یہ گوشہ نور سے معمور کر دے
مرا ظاہر سنور جائے الٰہی	میرے باطن کی ظلمت دور کر دے
مئے وحدت پلا مخمور کر دے	محبت کے نشے میں چور کر دے
ہے میری گھات میں خود نفس میرا	خدایا اس کو بے مقدور کر دے

﴿۱۲۰﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی طالب علم یا عالم سے خوش ہوتا ہے تو اس کیلئے جنت میں شہر آباد کر دیتا ہے

ہمارے اسلاف نے علم حاصل کرنے کے لیے بڑی قربانیاں دیں، بڑی محنتیں کیں، بڑی لگن کے ساتھ اپنے کام میں مگن رہے، بس لگے رہتے تھے۔ مدرسہ کو اپنا وطن سمجھتے تھے اور کتابوں کے کاغذ کو اپنا کفن سمجھتے تھے۔ زندگیاں لگا دیتے تھے پڑھنے پڑھانے میں، اسی لیے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اگر نیک نیت ہو تو طالب علم سے افضل اور کوئی نہیں ہوتا، اتنی برکت والی یہ شخصیت ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت کے فرشتے بھی اس کی تعظیم میں اپنی پرواز روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ رب العزت جب کسی عام مومن سے خوش ہوتا ہے تو اس کے لیے جنت میں ایک محل بنواتا ہے لیکن جب کسی طالب علم یا عالم سے خوش ہوتا ہے ہے تو اس کے لیے جنت میں شہر آباد کروا دیتا ہے۔ جیسے دنیا میں نواب ہوتے ہیں ان کا اپنا ایک علاقہ ہوتا ہے تو اللہ عالم سے خوش ہوا تو جنت کے اندر اس کے لیے شہر آباد فرمائے گا۔ اس کی اپنی اسٹیٹ ہوگی، اس لیے فرمایا: "مَنْ کَانَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ کَانَتِ الْجَنَّۃُ فِیْ طَلَبِہٖ" جو انسان علم کی طلب میں لگا رہے گا جنت اس کے طلب میں رہے گی۔

یہ اللہ رب العزت کا بڑا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں کو علم دین کے حصول کے لیے قبول فرمائے گا۔ آپ حضرات بڑے خوش نصیب ہیں اللہ رب العزت کے پسندیدہ بندے ہیں، قرآن اس پر دلیل ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے: ﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا﴾ (سورۃ الفاطر۔ آیت ۳۲) پھر میں نے اس کتاب کا وارث اپنے ان بندوں کو بنا دیا جن کو میں نے چن لیا تھا۔ جو میرے لیے چنے ہوئے بندے تھے، میرے لاڈلے تھے، میرے پیارے تھے، میرے محبوب بندے تھے تو جو کتاب کا وارث ہوتا ہے وہ اللہ کا پیارا ہوتا ہے۔ کتنی رحمت اللہ رب العزت کی کہ اس نے اس کتاب کے علم کے لیے ہماری زندگیوں کو قبول کر لیا، ہم اللہ رب العزت

کا احسان مانتے ہوئے محبت کے ساتھ علم حاصل کریں نہایت لگن کے ساتھ۔ (دوائے دل، صفحہ۴۴۴)

(۱۲۱) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادیوں کا علمی معیار

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ منیٰ کے بازار میں تھا، حج کے ایام میں۔ فرماتے ہیں کہ جمرات فراغت ہوگئی مجھے ایک بوڑھا آدمی ملا تھوڑی دیر اس نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا تجھے اللہ کا واسطہ تو میری دعوت قبول کرلے۔ فرماتے ہیں میں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا، اور وہ بھی ایسا بے تکلف کہ جو اس کے پاس تھا پیش کردیا، اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور وہی دستر خوان پر رکھ دیا او رکھنے لگا کھاؤ۔ میں نے کھانا شروع کردیا، وہ مجھے دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ تو قریشی ہے۔ میں نے کہا ہاں! لیکن تجھے کیسے پتہ چلا؟ اس نے کہا کہ یہ قریشی دعوت دینے میں بھی بے تکلف ہوتے ہیں اور قبول کرنے میں بھی، پھر باتیں کرتے رہے مجھے پتہ چلا کہ یہ مدینہ سے آیا ہے، فرماتے ہیں میں نے اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا تو اس نے مجھے ان کے کچھ حالات سنائے۔

جب اس نے دیکھا کہ میں بڑے شوق سے ان کے حالات پوچھ رہا ہوں تو وہ کہنے لگا کہ اگر آپ مدینہ جانا چاہتے ہیں تو یہ خالی رنگ کا اونٹ ہمارے پاس خالی ہے۔ یہ ہم آپ کو دے دیں گے آپ مدینہ پہنچ جائیں گے۔ کہنے لگے کہ میں تو پہلے سے ہی تیار تھا، لہذا میں نے حامی بھرلی۔ فرماتے ہیں میں قافلہ کے ساتھ سوار ہوا، ہمیں راستہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچنے میں سولہ دن لگے، اس دوران میں سولہ قرآن مجید پڑھ لئے۔

آج یہ حال ہے کہ حج کرکے آتے ہیں، دس دس دن مدینہ گزار کر آتے ہیں، ایک قرآن مجید بھی مکمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، ہمارے اسلاف جب حج کے لیے آتے جاتے تھے تو سینکڑوں لوگ ان کے ہاتھوں پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا کرتے تھے اور آج حج کرکے آتے ہیں خود مسلمان بن کر صحیح طرح سے نہیں آتے واپس آکر پھر گناہوں کی طرف چل دیتے ہیں۔

الغرض امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سفر میں سولہ دن میں سولہ قرآن مجید پورے کئے۔ فرماتے ہیں، جب ہم مسجد نبوی میں پہنچے تو نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اونچے قد کا ہے اور اس نے ایک تہبند باندھا ہے اور ایک چادر لپیٹی ہوئی ہے، وہ ایک اونچی جگہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور لوگ اس کے اردگرد بیٹھ گئے تو میں سمجھ گیا کہ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔ یہ وہ ایام تھے جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث کا املاء کرا رہے تھے، مؤطا امام مالک کی جو احادیث ہیں ان کو لکھوا رہے تھے، میں نے ایک تنکا اٹھالیا اور دل میں یہ سوچا کہ یہ میرا قلم ہے اور ہاتھ سامنے کرلیا اور سوچا کہ یہ میری کاپی ہے، اور میں نے اپنی زبان سے اس تنکے کو لگا کر جیسے میں اس کو سیاہی لگا رہا ہوں اور ہتھیلی پر لکھنا شروع کردیا۔ اب طلباء کاغذوں پر لکھ رہے ہیں، چنانچہ میں نے بھی ان سے املاء کی نسبت حاصل کرنے کے لیے ہتھیلی پر لکھنا شروع کردیا، کہنے لگے اس دوران امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے میری طرف دیکھا، انہوں نے اس محفل میں ایک سو ستائیس (۱۲۷) احادیث لکھوائیں، جب اگلی نماز کا وقت ہوگیا تو محفل برخاست ہوگئی، طلباء چلے گئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دیکھا تو اپنی طرف بلایا اور مجھ سے کہا تو اجنبی معلوم ہوتا ہے، میں نے کہا جی ہاں! میں مکہ مکرمہ سے آیا ہوں، کہنے لگے کہ تو ہتھیلی پر کیا کر رہا تھا؟ میں نے کہا میں احادیث لکھ رہا تھا، کہنے لگے کہ دکھاؤ، میں نے جو دکھایا تو ہتھیلی پر تو کچھ لکھا ہوا ہی نہیں تھا، انہوں نے کہا یہاں تو کچھ نہیں لکھا، میں نے کہا کہ حضرت نہ میرے پاس قلم تھا نہ کاغذ میں تو آپ جو املاء لکھوا رہے تھے اس کی نسبت حاصل کرنے کے لیے ایک تنکے سے بیٹھا ہوا ہتھیلی پر لکھ رہا تھا۔ اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوئے کہ یہ تو حدیث پاک کے ادب کے خلاف ہے کہ تم نے اس طرح سے لکھا، میں نے کہا کہ حضرت میں تو ظاہری مناسبت کے لیے ہاتھ پر تنکا چلا رہا تھا حقیقت میں تو حدیث پاک دل میں لکھ رہا تھا۔ کہنے لگے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا اگر تو دل میں لکھ رہا تھا تو مجھ چند

روایتیں اس میں سے سنادے تو میں تجھے جانوں۔ فرمانے لگے میں نے ان کو ایک سے لے کر ایک سوستائیس (۱۲۷) حدیثیں متن اور سند کے ساتھ سنا دیں، یہ ہے علم ۱۲۷ احادیث جس ترتیب سے لکھوائی تھیں، تمام اسی ترتیب پر ان کو سنا دیں۔

فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے، کہنے لگے کہ اچھا اے نوجوان، تو میرا مہمان بن جا، اندھے کو کیا چاہیے؟ دو آنکھیں۔ میں تو پہلے ہی سے تیار تھا کہنے لگا کہ حضرت! میں تیار ہوں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لے گئے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ان کی بیٹیاں تھیں اور وہ عالمہ تھیں حدیث کی حافظہ تھیں۔ قرآن مجید کی حافظہ تھیں، بہت متقیہ پاک صاف زندگی گزارنے والی عورتیں حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اتنا علم رکھتی تھیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ حدیث کا درس مسجد نبوی میں دیتے وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر حدیث کے درس میں شریک ہوتیں اور ان کا علمی معیار اتنا اونچا تھا کہ کئی مرتبہ ان کا شاگرد جب کسی حدیث پاک کی تلاوت کرتا اور عبارت میں کہیں غلطی کرتا تو ان کی بیٹیاں لکڑی کے اوپر لکڑی مار کر آواز کرتیں جس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سمجھ جاتے کہ پڑھنے والے نے غلطی کی ہے۔ آپ نے جا کر گھر میں بتایا کہ آج ایک عالم آرہے ہیں اور وہ بڑے دانا ہیں اور بڑا علم کا شوق ہے، وہ تو بہر حال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تھے، انہوں نے گھر میں کھانے کا بڑا اہتمام کیا، بستر لگایا، مصلی بچھایا، لوٹا پانی کا بھر کر رکھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھایا، لیٹ گئے، صبح کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد میں آگئے جب اشتراق کی نماز پڑھ کر واپس گھر گئے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ میری بیٹیوں کو آپ پر ایک اعتراض واقع ہوا ہے اور میں آپ سے پوچھتا ہوں، یہ سچے لوگ تھے کھرے لوگ تھے، صاف بات کرتے تھے، فرمایا کہ بچیاں کہہ رہی ہیں کہ ابو! آپ نے تو یہ کہا تھا کہ یہ بڑے نیک اور اچھے انسان ہیں لیکن ہمیں ان پر اشکال واقع ہوا ہے:

① پہلا اعتراض یہ ہے کہ جتنا کھانا ہم نے پکا کر بھیجا تھا وہ تو کئی آدمیوں کے لیے کافی تھا۔ ماشاء اللہ یہ اکیلے مہمان سبحان اللہ بالکل صاف ہو کر برتن واپس آئے کہ ہمیں دھونے کی بھی ضرورت پیش نہ آئی۔

آج دنیا کہتی ہے کہ بچوں کو عالم بناؤ گے تو یہ روٹی کہاں سے کھائیں گے؟! آپ بتائیے آج تک آپ نے کبھی سنا کہ کوئی عالم باعمل ہو یا حافظ باعمل ہو اور وہ بھوک پیاس سے ایڑیاں رگڑتے ہوئے مرگیا ہو؟ کوئی ایک مثال نہیں دے سکتے۔ میں نے دنیا کے کئی ملکوں میں یہ سوال پوچھا کوئی ایک مثال تو بتا دو لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر پی ایچ ڈی ڈاکٹر کئی ایک ایسے تھے کہ بڑھاپے میں ان کا وہ وقت بھی آیا کہ بھوک و پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے تو رزق کس لائن سے زیادہ ملا؟ دینی لائن سے زیادہ۔ ہمارے پاس یہ مثالیں تو ہیں کہ کھانا زیادہ کھالیا اور موت آگئی؟ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث تلاش کر رہے تھے اور کھجوریں پانی میں رکھی ہوئی تھیں اور حدیث پاک کو ڈھونڈنے کے اندر اتنے منہمک تھے کہ کھاتے رہے حتیٰ کہ زیادہ کھانے کی وجہ سے موت واقع ہوگئی، تو زیادہ کھا کر مرجانے کی مثالیں تو ہیں لیکن بھوک پیاس سے مرنے کی مثالیں اس لائن میں نہیں ہیں۔ الحمدللہ رزق کی اللہ تعالیٰ خوب فراوانی کر دیتا ہے اور دنیا اس رزق سے ڈرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ عالم بنیں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟ وہ اللہ کے بندے وہاں سے کھائیں گے جہاں سے اللہ رب العزت اپنے انبیاء کو کھلایا کرتا تھا، تو خیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بات تو انہوں نے یہ پوچھی کہ سارا کھانا تنہا کھا گئے۔

② دوسرا یہ کہ ہم نے مصلی بچھا کر رکھا اور پانی کا برتن رکھا لیکن جیسا مصلی بچھا تھا صبح کو ویسا ہی رکھا ملا اور پانی بھی جوں کا توں تھا، تو لگتا ہے کہ تہجد کی نماز بھی نہیں پڑھی اور پھر مسجد میں تو وضو کا انتظام بھی نہیں لوگ گھروں سے وضو کر کے جاتے ہیں اور یہ اسی طرح آپ کے ساتھ اٹھ کر مسجد میں چلے گئے، پتہ نہیں نماز بھی انہوں نے کیسے پڑھی؟ یہ بات ہماری سمجھ میں سے بالاتر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ حضرت بات یہ ہے کہ جب میں نے آپ کے یہاں کھانا کھایا تو کھانے میں اتنا نور تھا اتنا نور تھا کہ ہر ہر لقمہ کھانے پر مجھے سینہ نور سے بھرتا نظر آتا تھا، میں نے سوچا کہ ممکن ہے اتنا حلال مال زندگی میں پھر میسر نہ ہو کیوں نہ میں اسے جزو بدن بناؤں! اس لیے میں نے اس سارے کھانے کو اپنے بدن کا جزو بنا لیا۔ اللہ اکبر!

فرماتے ہیں کہ پھر میں لیٹ گیا لیکن اس کھانے کا نور اتنا تھا کہ نیند غائب، تو میں احادیث میں غور کرتا رہا فرمانے لگے کہ ایک حدیث میرے پیش نظر رہی کہ نبی ﷺ نے چھوٹے بچے کو جس کا پرندہ مر گیا تھا پیار محبت سے کہا تھا: یا ابا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر تو یہ چند الفاظ تھے میں ان کے اندر غور کرتا رہا اور آج کی رات میں نے ان چند الفاظ سے فقہ کے چالیس (۴۰) مسائل اخذ کر لئے، اتنی سی عبارت یا ابا عمیر! کہ کنیت کیسی ہونی چاہیے؟ بچوں سے انداز تخاطب کیسا ہونا چاہیے؟ کسی کے دل کی ملاطفت کے لیے کیسے بات کرنی چاہیے؟ یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر صرف اس میں غور کر کے میں نے چالیس فقہ کے مسائل اخذ کر لیے اور پھر فرمایا چونکہ میرا وضو باقی تھا اس لیے میں اُٹھا اور فجر کی نماز اسی وضو سے ادا کی۔ ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا۔ تو سب سے پہلا قدم علم حاصل کرنے اور دوسرا قدم اس علم کے اوپر عمل کرنا لیکن عمل کرنے کے ساتھ کام ختم نہیں ہوتا ایک قدم اور اُٹھانا ضروری ہے اس کو کہتے ہیں اخلاص پیدا کرنا۔

(دوائے دل: صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۵۰ تک)

﴿۱۲۲﴾ ہر فکر و پریشانی سے نجات حاصل کرنے کے لیے نبوی نسخہ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو آدمی صبح و شام یہ کلمات سات مرتبہ کہے گا:

"حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ"

ترجمہ: "اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر میں نے توکل کیا اور وہ عظیم عرش کا رب ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہر فکر و پریشانی سے اس کی کفایت کرے گا۔ چاہے سچے دل سے کہے یا جھوٹے دل سے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۳۲)

﴿۱۲۳﴾ قیامت کے دن تنگی سے بچنے کا ایک نبوی نسخہ

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بشیر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو کیا کرے گا جس دن لوگ خدائے رب العالمین کے سامنے تین سو سال تک کھڑے رہیں گے، نہ تو کوئی خبر آسمان سے آئے گی نہ کوئی حکم کیا جائے گا۔ حضرت بشیر غفاری رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ ہی مددگار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! جب بستر پر جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے اور حساب کی برائی سے پناہ مانگ لیا کرو۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کھڑے ہونے کی جگہ کی تنگی سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چالیس سال تک لوگ سر اونچا کئے کھڑے رہیں گے، کوئی بولے گا نہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سو سال تک کھڑے رہیں گے۔ (ابن جریر)

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو اُٹھ کر تہجد کی نماز کو شروع کرتے تو دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے، دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے، دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے پھر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ خدایا مجھے بخش دے، مجھے ہدایت دے، مجھے روزی دے اور عافیت عنایت فرما۔ پھر اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن کے مقام کی تنگی سے پناہ مانگتے تھے۔

﴿۱۲۴﴾ زبان اچھی بھی ہے اور بری بھی

یہ مضمون غور سے پڑھیں

مسند احمد میں ہے انسان ایک کلمہ اللہ کی رضا مندی کا کہہ گزرتا ہے جسے وہ کوئی بہت بڑا اجر کا کلمہ نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اپنی رضا مندی اس کے لیے قیامت تک لکھ دیتا ہے، اور کوئی کلمہ برائی کا خدا کی ناراضگی کا اسی طرح بے پرواہی سے کہہ گزرتا ہے جس کی وجہ سے خدا اپنی ناراضگی اس پر اپنی ملاقات کے دن تک لکھ دیتا ہے حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث نے مجھے بہت سی

باتوں سے بچالیا۔ ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔

احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دائیں طرف والا نیکیاں لکھتا ہے اور یہ بائیں طرف والے پر امین ہے۔ جب بندے سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو یہ کہتا ہے ٹھہر جا، اگر اس نے اسی وقت توبہ کر لی تو اسے لکھنے نہیں دیتا، اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ لکھ لیتا ہے۔ (ابن ابی حاتم)

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ﴾ (سورۃ الانفطار: آیت ۱۰) کی تلاوت کر کے فرماتے تھے اے ابن آدم! تیرے لیے صحیفہ کھول دیا گیا ہے اور دو بزرگ فرشتے تجھ پر مقرر کر دیے گئے ہیں۔ ایک تیرے داہنے طرف دوسرا بائیں۔ دائیں طرف والا تو تیری نیکیوں کی حفاظت کرتا ہے اور بائیں طرف والا برائیوں کو دیکھتا رہتا ہے، اب تو جو چاہے عمل کر کمی کر یا زیادتی کر جب تو مرے گا تو یہ دفتر لپیٹ دیا جائے گا اور تیرے ساتھ تیری قبر میں رکھ دیا جائے گا اور قیامت کے دن جب تو اپنی قبر سے اُٹھے گا تو یہ تیرے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۵ صفحہ ۱۶۴)

﴿۱۲۵﴾ مرد تین قسم کے ہوتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مرد تین قسم کے ہوتے ہیں:

① پاک دامن، منکسر المزاج، نرم طبیعت، درست رائے والا، اچھے مشورے دینے والا۔ جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو خود سوچ کر فیصلہ کرتا ہے اور ہر کام کو اس کی جگہ رکھتا ہے۔

② وہ مرد ہے جو سمجھدار نہیں اس کی اپنی کوئی رائے نہیں ہے، لیکن جب اسے کوئی کام پیش آتا ہے تو وہ سمجھدار اور درست رائے والے لوگوں سے جا کر مشورہ کرتا ہے اور ان کے مشورے پر عمل کرتا ہے۔

③ وہ مرد جو حیران و پریشان ہوا سے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا یوں ہی ہلاک ہو جاتا ہے، کیونکہ اپنی سمجھ پوری نہیں اور سمجھدار اور صحیح مشورہ دینے والوں کی مانتا نہیں۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۵۷۶)

﴿۱۲۶﴾ پریشانی اور تنگدستی دور کرنے کا نبوی علاج

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم سب گھر میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے کی دونوں چوکھٹوں کو پکڑ کر فرمایا: اے بنو عبد المطلب! جب تم لوگوں کو کوئی پریشانی سختی یا تنگدستی پیش آئے تو یہ کلمات کہا کرو: اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبُّنَا لَا نُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۴۱۱)

﴿۱۲۷﴾ دل کی سختی دور کرنے کا نبوی علاج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔''

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری یہ ضرورت پوری ہو جائے؟ تم یتیم پر شفقت کیا کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اپنے کھانے میں اسے شریک کیا کرو اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔''

حضرت بشیر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا میرے والد کا کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ میں یہ سن کر رونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا

اور مجھے اپنے ساتھ سواری پر سوار کر لیا اور فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا باپ بن جاؤں اور عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۶۳۸، ۶۳۹)

﴿۱۲۸﴾ ایک دینی بہن پر تہمت لگی رجم کا حکم ہو گیا مگر اللہ نے اپنی قدرت سے اسے بچالیا

ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا اس طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی اس پر وہ رؤساء اکڑ گئے اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے۔ چاروں کے متفق بیان پر حکم ہو گیا کہ اسے رجم کیا جائے۔

اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور ایک عورت کی نسبت یہی کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان چاروں کو الگ الگ کر دو پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ، پھر دوسرے کو تنہا بلایا اور اس سے بھی یہی سوال کیا؟ اس نے کہا سرخ، تیسرے نے کہا خاکی، چوتھے نے کہا سفید۔ آپ نے اسی وقت فیصلہ کر دیا کہ عورت پر نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کے رنگ کی بابت سوال کیا۔ یہ گڑبڑا گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۳۸۸)

﴿۱۲۹﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے تہجد کے وقت ایک خاص آواز آتی تھی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ خدایا! تو نے پکارا میں نے مان لیا، تو نے حکم دیا میں بجالایا، یہ سحر کا وقت ہے پس تو مجھے بخش دے۔ آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے یہ آواز آ رہی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا یہی وہ وقت ہے جس کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمہارے لیے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۱۴)

﴿۱۳۰﴾ ایک شرابی کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط

اگر آپ شراب کے عادی ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھیں، انشاء اللہ آپ کی عادت چھوٹ جائے گی۔

حضرت یزید ابن اصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شام کا ایک آدمی بہت طاقت ور اور خوب لڑائی کرنے والا تھا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا وہ چند دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نظر نہ آیا تو فرمایا: فلاں ابن فلاں کا کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! اس نے شراب پینی شروع کر دی ہے اور مسلسل پی رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی کو بلا کر فرمایا خط لکھو:

یہ خط عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے فلاں بن فلاں کے نام۔

سَلَامٌ عَلَيْكَ

میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور بڑا انعام و احسان کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم لوگ اپنے بھائی کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو اپنی طرف متوجہ

فرمادے اور اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادے۔ جب اس کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو وہ اسے بار بار پڑھنے لگا اور کہنے لگا وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے (اس آیت میں) اللہ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ ابو نعیم کی روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ وہ اسے بار بار پڑھتا رہا پھر رونے لگا پھر اس نے شراب پینی چھوڑ دی اور مکمل طور پر چھوڑ دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی یہ خبر پہنچی تو فرمایا ایسا کیا کرو، جب تم دیکھو کہ تمہارا بھائی پھسل گیا ہے اسے راہِ راست پر لاؤ اور اسے اللہ کی معافی کا یقین دلاؤ اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور تم اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو (اور اسے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرو)۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷)

﴿۱۳۱﴾ آپ ڈراؤنا خواب دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں تو مندرجہ ذیل نبوی نسخہ استعمال کریں

جب کبھی خدانخواستہ کوئی ناپسندیدہ اور ڈراؤنا خواب دیکھیں تو ہرگز کسی سے بیان نہ کیجئے اور اس خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگئے۔ خدا نے چاہا تو اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ حضرت ابو سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ناگوار خوابوں کی وجہ سے اکثر بیمار پڑ جایا کرتا تھا ایک روز میں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی ”اچھا خواب خدا کی جانب سے ہوتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اچھا خواب دیکھے تو اپنے مخلص دوست کے سوا کسی اور سے بیان نہ کرے اور کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو قطعاً کسی کو نہ بتائے بلکہ جاگتے ہی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

پڑھ کر تین بار بائیں جانب تھتکارے اور کروٹ بدل لے۔ تو وہ خواب کے شر سے محفوظ رہے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر فجر کی نماز کے بعد پالتی مار کر بیٹھ جاتے اور لوگوں سے فرماتے جس نے جو خواب دیکھا ہو بیان کرو اور خواب سننے سے پہلے یہ فرماتے: خواب کی بھلائی تمہیں نصیب ہو، اور اس کی برائی سے تم محفوظ رہو، ہمارے حق میں خیر ہو اور ہمارے دشمنوں کے لیے وبال ہو، اور حمد و شکر خدا ہی کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

کبھی خواب میں ڈر جائیں یا کبھی پریشان کن خواب دیکھ کر پریشان ہو جائیں تو خوف اور پریشانی دور کرنے کے لیے یہ دعا پڑھیں اور اپنے ہوشیار بچوں کو بھی یہ دعا یاد کرائیں:

”أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ“

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب کوئی خواب میں ڈر جاتا یا پریشان ہو جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پریشانی دور کرنے کے لیے یہ دعا تلقین فرماتے:

”أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ“

ترجمہ: ”میں خدا کے کلمات کاملہ کی پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب و غصہ سے، اس کی سزا سے، اس کے بندوں کی برائی سے، شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔“ (ریاض الصالحین، مسلم، آداب زندگی، ص ۵۰، ۵۱)

﴿۱۳۲﴾ کعبہ پر پردے کی ابتداء کیسے ہوئی؟

گرامی قدر حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد سلام عرض گزارش ہے کہ کئی عرصہ سے میرے قلب میں یہ سوال جگہ پکڑے ہوئے کہ کعبہ پر غلاف (پردہ) کی ابتداء کیسے ہوئی؟

کون سا سبب پیش آ گیا؟ برائے کرم تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام۔ آپ کی دینی بہن، بمبئی۔ ۸

جواب: ایک بادشاہ کو حاسدوں نے مشورہ دیا کہ اس بیت اللہ کو گرادو راستہ میں اسے یہودی علماء نے کہا کہ اگر اپنی اور اپنے خاندان کی سلامتی چاہتا ہے تو ایسا مت کر۔ وہ کام کر جو یہاں کئے جاتے ہیں۔ احرام و طواف و سعی و حلق و ذبح و نماز، ذکر، رونا، دعا وغیرہ۔ دل اس کا مان گیا۔ حاسدوں کو قتل کرا دیا۔ حج والے سارے کام کئے۔ پھر خواب میں دیکھا کہ اس گھر پر پردہ ڈالا گیا، اس نے پردہ ڈالا۔ دوسرے خواب میں اس سے اچھا پردہ ڈالنے کا حکم ہوا۔ اور اس نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے خواب میں اس سے بھی اچھے پردہ کا حکم ہوا، اس نے اس حکم کو پورا کر دیا۔ اس وقت سے پردہ بیت اللہ کا شروع ہوا۔ جس نے بیت اللہ کی حرمت کو قائم رکھا۔ خدا نے اس کی نسل کو باقی رکھا اور جو بیت اللہ کو گرائے گا اس کا حشر حبش ابرہہ کی طرح ہوگا۔ (ماخذ جواب: خصوصی تقاریر حضرت جی مولانا یوسف صاحب: صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶)

﴿۱۳۳﴾ ہر غم سے نجات حاصل کرنے کا بہترین حضرمی نسخہ

امام ابوبکر محمد بن ولید رحمۃ اللہ علیہ کتاب الدعاء میں مطرف بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں خلیفہ منصور کے پاس گیا تو انہیں سخت غمزدہ پایا، وہ اپنے بعض احباء کو کھو لنے کی وجہ سے چپ سادھے بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے کہا اے مطرف! مجھ پر ایسا غم سوار ہو چکا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا...... جس نے مجھے آزمائش میں ڈالا ہے...... کوئی دور نہیں کر سکتا، کیا کوئی ایسی دعا ہے جسے پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھ سے غم کو دور فرما دے؟ میں نے جواب دیا اے امیر المومنین! مجھے محمد بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ بصری کے رہنے والے ایک شخص کے کان میں مچھر گھس گیا اور اس کے دماغ تک جا پہنچا۔ وہ شخص تکلیف میں مبتلا تھا اور دن رات نیند سے محروم تھا۔ تب اسے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ والی دعا پڑھو، جو انہوں نے جنگل اور سمندر میں پڑھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت فرمائی۔ بیمار شخص نے کہا اللہ جل جلالہ تم پر رحم کرے وہ کون سی دعا ہے؟

انہوں نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ بحرین کی طرف بھیجا گیا، میں بھی اس لشکر میں شامل تھا ہم ایک ویران صحرا میں سے گزرے جہاں سخت پیاس نے ہمیں اتنا ستایا کہ ہمیں ہلاکت کا خوف ہونے لگا، تب حضرت علاء رضی اللہ عنہ سواری سے اُترے اور انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی پھر کہا: يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَسْقِنَا (ہمیں سیراب فرما)، پس اسی وقت ایک بدلی آئی جیسے کسی پرندے کا پر ہو وہ ہم پر خوب برسی یہاں تک کہ ہم نے برتن بھی بھر لئے اور اپنے جانوروں کو بھی سیراب کر لیا۔

پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ ایک سمندری خلیج پر پہنچے جو اس قدر گہری تھی کہ اس دن سے پہلے اور نہ اس دن کے بعد اس میں کوئی داخل ہوا ہمیں وہاں کوئی کشتی نہیں ملی تو حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا: يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَجِزْنَا (ہمیں پار فرما)۔ پھر انہوں نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑی اور فرمایا ''اللہ جل جلالہ کے نام سے پار کرو۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پانی پر چل رہے تھے بخدا ہم میں سے کسی کے پاؤں یا ہمارے کسی جانور کے کھر تک گیلے نہیں ہوئے۔ یہ ہمارا لشکر چار ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ یہ واقعہ سن کر بیمار آدمی نے ان اسماء کے ذریعہ دعا کی اللہ تعالیٰ کی قسم ہم ابھی وہیں تھے کہ مچھر اس کے کان سے نکل گیا وہ بھنبھنا رہا تھا یہاں تک کہ دیوار سے جا ٹکرایا اور وہ آدمی ٹھیک ہو گیا۔

یہ سن کر خلیفہ منصور قبلہ رو ہوئے اور انہوں نے تھوڑی دیر ان اسماء کے ذریعہ دعا مانگی۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اے مطرف! اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور فرما دیا ہے۔ پھر انہوں نے کھانا منگوایا اور مجھے اپنے ساتھ بٹھا لیا اور میں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ (حیوۃ الحیوان: جلد ا صفحہ ۱۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ جہاد سے واپسی پر حضرت علاء رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہم نے انہیں غسل وکفن کے بعد قبر کھود کر دفنا دیا۔ دفن کے بعد ایک مقامی شخص آیا اور کہنے لگا یہ (مدفون) کون ہیں؟ ہم نے کہا یہ ایک بہترین انسان علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا یہ زمین مردوں کو باہر اُگل دیتی ہے تم لوگ انہیں اگر میل دو میل دور لے جاؤ تو وہاں کی زمین مردوں کو قبول کرتی ہے۔ ہم نے کہا ہمارے ساتھی (حضرت علاء رضی اللہ عنہ) کا کیا قصور ہے کہ ہم انہیں درندوں کا لقمہ بنا کر چھوڑ جائیں؟ چنانچہ ہم نے قبر کھودنے پر اتفاق کر لیا۔ جب ہم نے قبر کھودی تو حضرت علاء رضی اللہ عنہ اس میں موجود نہیں تھے اور قبر تا حد نظر نور سے جگمگا رہی تھی۔ ہم نے یہ دیکھ کر واپس مٹی ڈال دی اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ (ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ)

﴿۱۳۴﴾ اللہ تعالیٰ کی چند نعمتوں کا تذکرہ

﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴾ (سورۂ مومنون: پ۱۸، آیت ۱۸)

اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت وضرورت بارش برساتا ہے۔ نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار سڑ گل جائے، بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو بلکہ اس اندازے سے کہ کھیتی سرسبز رہے، باغات ہرے بھرے رہیں، حوض، تالاب، نہریں، ندیاں، نالے، دریا بہہ نکلیں، نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی یہاں تک کہ جس جگہ بارش کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے زیادہ ہوتی ہے، اور جہاں کم کی، کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا۔ لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔

سبحان اللہ! اس لطیف وخبیر غفور ورحیم خدا کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں۔ زمین میں خدا پانی کو ٹھہرا دیتا ہے زمین میں اس کے چوس لینے اور جذب کرنے کی قابلیت خدا تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تاکہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے۔

پھر فرمایا ہے ہم اس کے لیے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں۔ اگر چاہیں شور سنگلاخ زمین پر اور پہاڑوں اور بے کار بنوں میں برسا دیں۔ اگر چاہیں پانی کو کڑوا کر دیں نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا۔ اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے چوس لے بلکہ اوپر ہی اوپر تیرتا رہے پھر یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لیے بے کار ہو جائے اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اُٹھا سکو۔ یہ خاص خدا کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر اُدھر ریل پیل کر دیتا ہے کھیتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں خود پیتے ہو اپنے جانوروں کو پلاتے ہو، نہاتے دھوتے ہو، پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو فالحمد للہ! آسمانی بارش سے رب العالمین تمہارے لیے روزیاں اُگاتا ہے لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں، کہیں سرسبز باغ ہیں جو علاوہ خوشنما اور خوش منظر ہونے کے مفید اور فیض والے ہیں۔ کھجور، انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لیے الگ الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں جن کی پوری شکر گزاری بھی کسی کے بس کی نہیں بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور خوش ذائقی سے بھی کھا کر فائدہ اُٹھاتے ہو۔

پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فائدہ انسان اُٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کا گوشت کھاتے ہیں ان کے بالوں اور اون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں ان پر سوار ہوتے ہیں ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی، بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت والا ہے جیسے فرمان ہے:

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ ﴾ الخ

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انہیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفعے حاصل کریں۔ کیا اب بھی ان پر ہماری شکر گزاری واجب نہیں۔ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔

اے میرے بندو! تم نے میری قدر نہ کی نہ کر رہے ہو میں نے تمہارے لیے آسمان وزمین بنائے، سورج کو تمہارا باورچی بنایا، چاند کو تمہارا حلوائی بنایا، چاند کی کرنوں سے پھلوں میں مٹھاس پیدا کی، زمین کو حکم دیا کہ میرے بندوں کے لیے نکالتی رہ اپنے پانی کو بھی اپنے خزانوں کو بھی، اپنے دفینوں کو بھی، ہوا کو حکم دیا ٹھنڈی ہو کے بھی چل، گرم ہو کے بھی چل، آہستہ بھی چل، تیز بھی چل، درختوں کو حکم دیا پھل نکالو، پرندوں کو حکم دیا ان کی ضروریات کا سامان مہیا کرو۔ گائے بھینسوں کو حکم دیا کہ ان کو دودھ پلاؤ، گھوڑے خچر کو حکم دیا ان کے سامان اٹھا کے چلو، تم گائے کو سبز گھاس کھلاتے ہو، اندر خون بنتا ہے سرخ، گوبر بنتا ہے پیلا، گوبر بھی ناپاک خون بھی ناپاک، پیلی اور سرخ گندگی کے درمیان سفید پاک دودھ کا کارخانہ اللہ ہی لگاتا ہے، سارے جہاں کو ہماری خدمت پر لگا دیا ہم سے کہہ دیا کہ میری بھی مان لینا کچھ دنیا میں جا کر مجھے مت بھول جانا۔

﴿۱۳۵﴾ پردے کا حکم علماء کا ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا حکم ہے جو قرآن سے ثابت ہے

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ﴾ (سورۂ احزاب: آیت ۵۹)

ترجمہ: ''اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکا لیا کریں۔''

جَلَابِیْب جِلْبَابٌ کی جمع ہے۔ جو ایسی بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے پورا بدن ڈھک جائے، اپنے اوپر چادر لٹکانے سے مراد اپنے چہرے پر اس طرح گھونگھٹ نکالنا ہے کہ جس سے چہرے کا بیشتر حصہ بھی چھپ جائے اور نظریں جھکا کر چلنے سے اسے راستہ بھی نظر آتا جائے، پاک وہند یا دیگر اسلامی ممالک میں برقعہ کی جو مختلف صورتیں ہیں، عہد رسالت میں یہ برقعے عام نہیں تھے پھر بعد میں معاشرت میں وہ سادگی نہیں رہی جو عہد رسالت اور صحابہ وتابعین کے دور میں تھی، عورتیں نہایت سادہ لباس پہنتی تھیں بناؤ سنگھار اور زیب وزینت کے اظہار کا کوئی جذبہ ان کے اندر نہیں ہوتا تھا، اس لیے ایک بڑی چادر سے بھی پردے کے تقاضے پورے ہو جاتے تھے، لیکن بعد میں یہ سادگی نہیں رہی، اس کی جگہ تجمل اور زینت نے لے لی اور عورتوں کے اندر زرق برق لباس اور زیورات کی نمائش عام ہوگئی جس کی وجہ سے چادر سے پردہ کرنا مشکل ہو گیا اور اس کی جگہ مختلف انداز کے برقعے عام ہو گئے گو اس سے بعض دفعہ عورت کو بالخصوص سخت گرمی میں کچھ دقت بھی محسوس ہوتی ہے لیکن یہ ذرا سی تکلیف شریعت کے تقاضوں کے مقابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی، تاہم جو عورت برقے کی بجائے پردے کے لیے بڑی چادر استعمال کرتی ہے اور پورے بدن کو ڈھانکتی اور چہرے پر صحیح معنوں میں گھونگھٹ نکالتی ہے، وہ یقیناً پردے کے حکم کو بجالاتی ہے، کیونکہ برقعہ کی کوئی مخصوص شکل ایسی لازمی شئے نہیں ہے جسے شریعت نے پردے کے لیے لازمی قرار دیا ہو، لیکن آج کل عورتوں نے چادر کو بے پردگی اختیار کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے، پہلے وہ برقعہ کی جگہ چادر اوڑھنا شروع کرتی ہیں، پھر چادر بھی غائب ہو جاتی ہے صرف دوپٹہ رہ جاتا ہے اور بعض عورتوں کے لیے اس کا لینا بھی گراں ہوتا ہے۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اب برقعہ کا استعمال ہی صحیح ہے کیونکہ جب سے برقعہ کی جگہ چادر نے لی ہے، بے پردگی عام ہوگئی ہے بلکہ عورتیں نیم برہنگی پر بھی فخر کرنے لگی ہیں، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o۔

بہر حال اس آیت میں نبی کریم ﷺ کی بیویوں، بیٹیوں اور عام مومن عورتوں کو گھر سے باہر نکلتے وقت پردے کا حکم دیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ پردے کا حکم علماء کا ایجاد کردہ نہیں ہے جیسا کہ آج کل بعض لوگ باور کراتے ہیں یا اس کو قرار واقعی اہمیت نہیں دیتے بلکہ یہ

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے اس لیے اعراض انکار اور بے پردگی پر اصرار کفر فسق تک پہنچا سکتا ہے۔

(تفسیر مسجد نبوی: صفحہ ۱۱۹۲، ۱۱۹۳)

﴿۱۳۶﴾ کسی کا نام لے کر سلام کرنا قیامت کی علامت ہے

مجلس میں جائیں تو پوری مجلس کو سلام کیجیے مخصوص طور پر کسی کا نام لے کر سلام نہ کیجیے۔ ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے کہ ایک سائل آیا اور اس نے آپ کا نام لے کر سلام کیا۔ حضرت نے فرمایا خدا نے سچ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے لوگ انتظار میں بیٹھے رہے کہ آپ کے فرمانے کا مطلب کیا ہے؟ خیر جب آپ آئے تو حضرت طارق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: حضرت! ہم لوگ آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھ سکے، تو فرمایا نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے قریب لوگ مجلسوں میں لوگوں کو مخصوص کر کے سلام کرنے لگیں گے۔ (الادب المفرد، آداب زندگی: صفحہ ۲۱۹)

﴿۱۳۷﴾ بنی اُمیہ کے بعض مکانات میں چاندی کا ایک ڈبہ ملا جس پر سونے کا تالا لگا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا "ہر بیماری سے شفا اس ڈبہ میں ہے"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بنی اُمیہ کے بعض مکانات میں چاندی کا ایک ڈبہ ملا جس پر سونے کا تالا لگا ہوا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا "ہر بیماری سے شفا اس ڈبہ میں ہے"...... اس میں یہ دعا لکھی ہوئی تھی:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اُسْكُنْ اَيُّهَا الْوَجَعُ سَكَّنْتُكَ بِالَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اُسْكُنْ اَيُّهَا الْوَجَعُ سَكَّنْتُكَ بِالَّذِيْ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد میں کبھی طبیب کا محتاج نہیں ہوا۔ یہ دعا درد سر کے لیے مفید و مجرب ہے۔

(حیاۃ الحیوان: جلد ۱ صفحہ ۴۰)

﴿۱۳۸﴾ ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ تین سلوک کریں ان شاء اللہ اولاد کبھی ناراض نہ ہوگی

ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہیے اولاد کے سلسلے میں کیا سلوک ہونا چاہیے؟ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المؤمنین! اولاد ہمارے قلوب کا ثمرہ ہیں...... کمر کی ٹیک ہیں...... ہماری حیثیت ان کے لیے زمین کی طرح ہے جو نہایت نرم اور بے ضرر ہے...... ہمارا وجود ان کے لیے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے...... ہم انہی کے ذریعے بڑے بڑے کام انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں۔

① اگر وہ آپ سے کچھ مطالبہ کریں تو ان کو خوب دیجیے۔
② اگر کبھی گرفتہ دل ہوں تو ان کے دلوں کا غم دور کیجیے نتیجہ میں وہ آپ سے محبت کریں گے آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کریں گے۔
③ کبھی ان پر ناقابل برداشت بوجھ نہ بنیے کہ وہ آپ کی زندگی سے اُکتا جائیں اور آپ کی موت کے خواہاں ہوں، آپ کے قریب آنے سے نفرت کریں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ حکیمانہ باتیں سن کر بہت متاثر ہوئے۔ اور فرمایا: "احنف! خدا کی قسم جس وقت آپ میرے پاس آ کر بیٹھے میں یزید کے خلاف غصے میں بھرا بیٹھا تھا۔"

پھر جب حضرت احنف رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور یزید سے راضی ہو گئے اور اسی وقت یزید کو دو سو درہم اور دو سو جوڑے بھجوائے۔ یزید کے پاس جب یہ تحفے پہنچے تو یزید نے یہ تحفے دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے دو سو درہم اور دو سو جوڑے حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھجوا دیئے۔ (آداب زندگی: صفحہ ۱۶۴)

﴿۱۳۹﴾ سلطان ملک شاہ کا مثالی انصاف

سلجوقی سلطنت کا ایک بادشاہ سلطان ملک شاہ نامی ہوا ہے۔ ایک دن اصفہان کے جنگل میں شکار کو نکلا ایک گاؤں سے گزر رہا تھا کہ شاہی آدمیوں کو بھوک لگی ایک غریب بڑھیا کی گائے بندھی ہوئی تھی جس کے دودھ سے بڑھیا کے تین بچے پلتے تھے۔ انہوں نے اس کو ذبح کیا اور خوب کباب بنا کر کھائے۔ بڑھیا روئی پیٹی چلائی مگر کسی نے پروا نہ کی۔ دل میں کہنے لگی بادشاہ سے کیوں نہ فریاد کی جائے۔ ایک روز خبر ملی کہ بادشاہ نہر کے پل سے گزرے گا وہ وہاں جا کر کھڑی ہو گئی۔ بادشاہ کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے آگے بڑھ کر گھوڑی کی لگام تھام لی، کہنے لگی "بادشاہ سلامت میرا انصاف نہر کے پل پر کیجئے گا یا پل صراط پر؟ بادشاہ کے ہمراہی بڑھیا کی جرأت دیکھ کر حیران ہو گئے اور اس کو وہاں سے ہٹانا چاہا۔ لیکن بادشاہ گھوڑے پر سے اُتر پڑا کہنے لگے "پل صراط کی طاقت نہیں یہیں انصاف کروں گا۔"

بڑھیا نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ کو بہت افسوس ہوا، جن لوگوں کا قصور تھا ان کو سزا دی اور بڑھیا کو ایک گائے کے عوض ستر گائیں عطا کیں۔ بڑھیا بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی "اے بادشاہ! تو نے میرے ساتھ انصاف کیا خدا اس کا بدلہ تجھے دے گا۔" انصاف دلانے والا بادشاہ خدا کی رحمت میں ہوتا ہے۔ (تعمیر حیات: جلد ۲۴ صفحہ ۲۱)

﴿۱۴۰﴾ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے بیان میں قسمیں کھانے سے لوگ تو خوش ہو جاتے ہیں مگر روحانیت ختم ہو جاتی ہے

حضرت ابو مطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی نے مجھے پیچھے سے آواز دے کر کہا "اپنی لنگی اونچی کر لے کیونکہ لنگی اونچا کرنے سے پتہ چلے گا کہ تم اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والے ہو اور اس سے تمہاری لنگی زیادہ صاف رہے گی اور اپنے سر کے بال صاف کر لے اگر تو مسلمان ہے۔" میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چلتے چلتے اونٹوں کے بازار میں پہنچ گئے تو فرمایا "بیچو ضرور لیکن قسم نہ کھاؤ کیونکہ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔"

پھر ایک کھجور والے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک خادمہ رو رہی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس خادمہ نے کہا اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیں لیکن میرے آقا نے انہیں لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھجور والے سے کہا تم اس سے کھجوریں واپس لے لو اور اسے درہم دے دو کیونکہ یہ تو بالکل بے اختیار ہے (اپنے مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی) وہ لینے سے انکار کرنے لگا۔ ابو مطر نے کہا کیا تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں، میں نے کہا یہ حضرت علی امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے فوراً کھجوریں لے کر اپنی کھجوروں میں ڈال لیں اور اسے ایک درہم دے دیا اور کہا اے امیر المومنین! میں چاہتا تھا کہ آپ مجھ سے راضی رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جب تم لوگوں کو پورا دو گے تو میں تم سے بہت زیادہ راضی رہوں گا۔" پھر کھجور والوں

کے پاس سے گزرتے ہوئے فرمایا "مسکین کو کھلایا کرو اس سے تمہاری کمائی بڑھ جائے گی۔"

پھر مچھلی والوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا "ہمارے بازار میں وہ مچھلی نہیں بکنی چاہیے جو پانی میں مر کر اوپر تیرنے لگ گئی ہو۔"

پھر آپ کپڑے کے بازار میں پہنچ گئے۔ یہ کھدر کا بازار تھا ایک دکاندار سے کہا اے بڑے میاں! مجھے اپنی قمیص تین درہم کی دے دو۔ اس دکاندار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا تو اس سے قمیص نہ خریدی، پھر دوسرے دکاندار کے پاس گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو اس سے بھی نہ خریدی، پھر ایک نوجوان لڑکے سے تین درہم کی قمیص خریدی (وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پہچان سکا) اور اسے پہن لیا اس کی آستین گٹے تک لمبی تھی اور خود قمیص ٹخنے تک تھی...... پھر اصل دکاندار کپڑوں کا مالک آ گیا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے نے امیر المومنین کے ہاتھ تین درہم میں قمیص بیچی ہے۔ تو اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو درہم کیوں نہ لیے چنانچہ وہ دکاندار ایک درہم لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یہ درہم لے لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ اس قمیص کی قیمت دو درہم تھی میرے بیٹے نے آپ سے تین درہم لے لیے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "اس نے اپنی رضامندی سے تین درہم میں بیچی اور میں نے اپنی خوشی سے تین میں خریدی ہے۔" (حیاۃ الصحابہ: جلد ۲ صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳)

﴿۱۴۱﴾ جس کے پاس ایمان کی دولت ہے اس سے بڑھ کر کوئی دولتمند نہیں ہو سکتا

ایک بزرگ جا رہے تھے۔ بزرگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ لباس کی کچھ زیادہ خبر نہیں ہوتی۔ بس جیسا مل گیا پہن لیا، کبھی شاہانہ لباس، کبھی پھٹے پرانے کپڑے۔ وہ بزرگ پھٹے پرانے کپڑوں میں چلے جا رہے تھے، ایک شہر سامنے آیا تو سارے شہر کے دروازے بند۔ اب ہزاروں گاڑیاں اندر جانے والی وہ باہر رکی ہوئی ہیں اور اندر کی اندر، تجارت اور کاروبار بھی سب بند۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھئی یہ دروازے کیوں بند ہو گئے۔

لوگوں نے کہا کہ اس شہر کا بادشاہ ہے اس کا باز کھو گیا ہے۔ باز ایک پرندہ ہوتا ہے جس سے چڑیوں کا شکار کرتے ہیں وہ کھو گیا ہے تو بادشاہ نے کہا چونکہ باز کھو گیا، شہر کے دروازے بند کر دو اور اسے کہیں سے پکڑ لاؤ۔

انہوں نے کہا کیسا احمق بادشاہ ہے!! بھئی! پرندے کو اس سے کیا مطلب کہ دروازے بند کیے ہیں۔ وہ اُڑ کر باہر نہیں چلا جائے گا؟ اسے دروازے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسا احمق آدمی ہے! پرندے کو اگر پکڑنا تھا تو شہر پر جال لگا دیتا کہ اوپر سے اُڑ کر نہ نکلے۔ دروازے بند کرانے کی کونسی تک ہے؟ اور اس بزرگ نے کہا یا اللہ یہ تیری عجیب قدرت ہے کہ اس کندہ ناتراش کو تو نے بادشاہ بنا دیا جس کو یہ بھی تمیز نہیں کہ باز کو روکنے کے لیے جال ڈالنا چاہیے یا شہر کے دروازے بند کرانے چاہئیں اور مجھ جیسے عالم فاضل کو بھیک منگا بنا رکھا ہے کہ جوتیاں چٹخاتے پھر رہا ہوں۔ کوئی پوچھتا نہیں عجب تیری قدرت ہے اور تیرا انتظام کہ اس احمق کو سلطنت دے دی اور مجھے جوتیاں چٹخانے کے لیے چھوڑ دیا۔

اس بزرگ کے دل میں یہ وسوسہ گزرا۔ حق تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ کیا تم اس کے لیے تیار ہو کہ تمہارے دل کی، ایمان کی دولت اس بادشاہ کو دے دیں اور اس کی سلطنت تمہیں دے دیں۔

تھرا گئے۔ عرض کیا نہیں یا اللہ میں ایمان نہیں دینا چاہتا۔

فرمایا: اتنی بڑی دولت دے دی پھر بھی بے وقوف اپنے کو بھیک منگا سمجھ رہا ہے۔ یہ دولت ظاہری جس کے پاس ہے وہ کل کو ختم ہو گی جس کے پاس ایمان ہے وہ دولت ہے جو ابد الآباد تک چلنے والی ہے تو تجھے ابدی دولت دی اور اسے عارضی دولت دی، تو نے اس کی قدر نہ کی۔

پھر توبہ کی اور کہا کہ یا اللہ! مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے معاف کر واقعی تو نے مجھے دولت مند بنایا جس کے پاس ایمان کی دولت ہے اس

سے بڑھ کر کون دولتمند ہے؟ یہ دولت آگے تک جانے والی ہے مسلمانوں کو اگر مادی دولت ملے تو شکر ادا کرنا چاہیے کہ ایمان کی دولت الگ دی اور دنیا کی دولت بھی دی۔ (خطبات حکیم الاسلام: جلد ۳ صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷)

﴿۱۴۲﴾ امتحان عاشق کا ہوتا ہے منافق کا نہیں

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ آپ کو رومی کفار نے قید کرلیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کرلیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہارے نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا؟ اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پھر جاؤں تو یہ ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کردوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں! یہ تجھے اختیار ہے۔

چنانچہ اسی وقت حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا، بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کرلو مگر آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے کہ ہرگز نہیں۔ آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اُتار لو پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے، چنانچہ وہ پیش ہوئی۔ بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمر ہو کر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا، ہڈیاں چمکنے لگیں۔

پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا دیکھو! اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کرلو، ورنہ اس آگ کی دیگ میں تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمان جوش سے کام لے کر فرمایا کہ ناممکن ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو۔ جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لیے چرخی پر اُٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رُک جاؤ انہیں اپنے پاس بلایا اس لیے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میری دامادی میں آکر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا۔

لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور خیال محض بے سود نکلا، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے روتا تھا کہ آہ! آج ایک ہی جان ہے جسے راہ خدا تعالیٰ میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں، کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج سب جانیں راہ خدا میں اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا، کھانا پینا بند کردیا۔ کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور ان سے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لیے حلال تو ہوگا لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقع دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کردیتا ہوں۔ آپ نے اسے قبول فرما لیا اور اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چومے اور میں ابتداء کرتا ہوں۔ یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۲ صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸)

﴿۱۴۳﴾ دین کے کام میں آرڈر نہیں دیا جاتا بلکہ ماحول بنایا جاتا ہے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ایک شادی کے سلسلے میں تھانہ بھون تشریف لے گئے۔ تو خیال ہوا کہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی زیارت بھی کرلوں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوگیا کہ یہ فطرت سلیمہ رکھتے ہیں۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ کسی سے بیعت بھی ہوئے یا نہیں؟ آپ نے کہا نہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر مجھ سے بیعت ہو جاؤ۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اس شرط پر بیعت ہوں گا کہ آپ مجھ ذکر و شغل کا حکم نہ فرمائیں۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تو بیعت ہونے کو کہا ہے۔ شغل کا تو میں نے کہا ہی نہیں اور وعدہ بھی فرمایا کہ آئندہ بھی نہیں کہوں گا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ دو تین دن یہاں ٹھہر جاؤ۔ آپ وہیں تھانہ بھون میں تین دن ٹھہرے جب رات کے وقت اڑھائی تین بجے دیکھا کہ سب لوگ اُٹھ کر نماز تہجد ادا کر رہے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو شرم آئی انہوں نے بھی اُٹھ کر نماز تہجد پڑھی پھر جب دوسرے لوگوں کو ذکر و شغل میں دیکھا تو آپ بھی ذکر میں مشغول ہو گئے۔

دوسرے دن پھر یہی حالت ہوئی۔ تیسرے دن خود بخود خوشی سے تہجد پڑھی اور ذکر و شغل میں مشغول ہوئے۔ تیسرے دن حضرت کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ آپ نے تو سب کچھ ہی کرا دیا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے تھوڑا ہی کہا تھا میں نے وعدہ خلافی نہیں کی۔ اب آپ جاسکتے ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ اب تو میں نہیں جاتا، چالیس دن وہاں ٹھہرے اور اس تھوڑے عرصے کے بعد خلافت لے کر واپس ہوئے۔ پس یہ عبادت پہلے ریا تھی پھر عادت ہوئی پھر عبادت ہوگئی اور ساتھ ہی خلافت بھی مل گئی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ جب میری عمر آٹھ برس کی تھی۔ ایک دفعہ میرا گنگوہ جانا ہوا وہاں ذکر و شغل کا ماحول تو تھا ہی گنگوہ کی مسجد میں، بہت سے دھوبی کپڑے دھوتے تھے، وہ جب کپڑے کو مارتے تو اِلَّا اللّٰہ بھی ساتھ کہتے۔ یہ ماحول کا اثر تھا ورنہ ان کو پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ مقولہ مشہور ہے "ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد" بس ماحول کا اثر یہی ہے۔ جو نیکی کے ماحول میں ہوگا اس کا بھی اثر ضرور ہوگا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ایک ماحول تھا کہ جو بھی اس میں آتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور ان کا ماحول بھی بہت قوی تھا۔ حتیٰ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد انہیں کا درجہ تھا۔ اُمت کا اجماع ہے کہ

اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ

وہ معصوم تو نہیں تھے لیکن محفوظ ضرور تھے۔

اُمت کا اتفاق ہے کہ کوئی شخص کتنا بڑا غوث اور قطب بن جائے لیکن ادنیٰ صحابی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے کہ جو ماحول ان کو میسر آیا وہ کسی کو میسر نہ آسکا ایسے ماحول سے ابوجہل جیسا بدبخت ہی متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا ہے، اور جبری طور پر تو وہ بھی مومن تھا چنانچہ اپنے گھر میں کہتا تھا کہ بات تو ٹھیک ہے لیکن اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیں، تو ان کی غلامی کرنی پڑے گی اسی سے اس کو عار تھی۔ بہرحال اگر ایک گھرانہ یہ عہد کرے کہ ہم گناہ چھوڑ دیں تو ان کے ماحول میں جو داخل ہوگا انہیں کی طرح ہو جائے گا۔ (خطبات حکیم الاسلام: جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

﴿۱۴۴﴾ قیامت کے دن ہر حاکم کی گردن میں طوق ہوگا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر امیر و حاکم خواہ وہ دس ہی آدمیوں کا امیر و حاکم کیوں نہ ہو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہوگا یہاں تک کہ اس کو اس طوق سے یا تو اس کا عدل نجات دلائے گا یا اس کا ظلم ہلاک کرے گا۔" (دارمی)

مطلب یہ ہے کہ ایک بار تو ہر حاکم کو خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، بارگاہِ رب العزت میں باندھ کر لایا جائے گا اور پھر تحقیق کے بعد اگر وہ عادل ثابت ہوگا، اس کو نجات دے دی جائے گی اور اگر ظالم ثابت ہوگا تو ہلاکت یعنی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (مظاہر حق جدید: جلد ۳ صفحہ ۳۳۱)

﴿۱۴۵﴾ آنحضرت ﷺ نے انتقال کے وقت فرمایا

''صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دو کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے''

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ (مرض وفات میں) مختلف کنوؤں سے سات مشکوں میں (پانی بھر کر) میرے اوپر ڈالو تا کہ (مجھے کچھ افاقہ ہو جائے اور) میں لوگوں کے پاس باہر جا کر انہیں وصیت کر دوں چنانچہ (پانی ڈالنے سے حضور اکرم ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا تو) حضور اکرم ﷺ سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر آئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا:

''اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ یا تو وہ دنیا میں رہ لے یا اللہ کے ہاں جو اجر و ثواب ہے اسے لے لے۔ اس بندے نے اللہ کے ہاں اجر و ثواب کو اختیار کر لیا۔'' (یہاں اس بندے سے مراد خود حضور ﷺ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اس دنیا سے جلد تشریف لے جانے والے ہیں)۔

حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھ سکا اور اس پر وہ رونے لگے اور عرض کیا ہم اپنے ماں باپ اور آل اولاد سب آپ ﷺ پر قربان کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' (اے ابوبکر!) ذرا آرام سے بیٹھے رہو (مت روؤ) مال خرچ کرنے اور ساتھ رہنے کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ مسجد میں جتنے دروازے کھلے ہوئے ہیں سب بند کر دو صرف ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دو، کیونکہ میں نے اس پر نور دیکھا ہے۔'' (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۱۷۱)

﴿۱۴۶﴾ قیامت کے دن گنہگار کی آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی

حضرت یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بیان فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ ایک ایسے بندے کو قیامت کے دن لایا جائے گا جسے اللہ نے دنیا میں بہت نعمتیں دی تھی، اسے رزق میں خوب وسعت دی تھی اور اسے جسمانی صحت بھی دی لیکن اس نے اپنے رب کی ناشکری کی تھی اسے اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا تم نے آج کے دن کے لیے کیا کیا؟ اور اپنے لیے کون سے عمل آگے بھیجے؟ وہ کوئی نیک عمل آگے بھیجا ہوا نہ پائے گا اس پر وہ رونے لگے گا اور اتنا روئے گا کہ آنسو ختم ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے احکام ضائع کرنے کی وجہ سے اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا اس پر خون کے آنسو روئے گا، پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک کھا جائے گا، پھر اللہ کے احکام ضائع کرنے پر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا جس پر وہ اونچی آواز سے روئے گا اور اس کی آنکھیں نکل کر اس کے رخساروں پر آگریں گی اور دونوں آنکھوں میں سے ہر آنکھ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی ہوگی، پھر اسے شرم دلائی جائے گی اور رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ پریشان ہو کر کہے گا اے میرے رب! مجھے دوزخ میں بھیج دے اور مجھ پر رحم فرما کر مجھے یہاں سے نکال دے۔ (حیاۃ الصحابہ: ۳/ ۴۸۳)

﴿۱۴۷﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش

میمون بن اصبغ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں تھا، اچانک شور کی آواز سنی۔ دریافت کیا کہ یہ کیسا شور و غل ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آج

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان ہو رہا ہے۔

حضرت میمون بن اصبغ فرماتے ہیں کہ پس میں بھی وہاں پہنچا جب پہلا کوڑا مارا گیا تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ۔

جب دوسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

جب تیسرا کوڑا مارا گیا تو فرمایا: قرآن اللہ کا کلام ہے جو مخلوق نہیں۔

مجھ کو جی بھر کے ستا لیں شوق سے　　میں نہ کھولوں گا خلاف حق زبان

جب چوتھا کوڑا مارا گیا تو فرمایا:

﴿لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا﴾ (سورۂ توبہ: آیت ۵۱)

یعنی ہم کو ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔

ہو خوشی یا درد و غم کی داستاں　　سب میں شامل ان کا ہے لطف نہاں
ان کی مرضی پر مری قربان جاں　　اللہ اللہ میں تھا اس قابل کہاں
ہے مدد پر جب مکین لامکاں　　پھر کریں گے کیا میرے نامہرباں

اس طرح سے کل انتیس (۲۹) کوڑے مارے گئے۔

﴿۱۴۸﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

جس وقت کوڑے لگ رہے تھے آپ کے پاجامے کا ازار بند کپڑے کا تھا جو ٹوٹ گیا اور پاجامہ آپ کے پیڑو (ناف کے نیچے) تک اُتر گیا۔ آپ ڈر گئے کہ نیچے گر جائے گا فوراً آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور ہونٹوں کو ہلایا۔ تو پاجامہ بہت تیزی سے اُٹھ کر ناف تک پہنچ کر خود بخود بندھ گیا اور گرنے نہیں پایا۔

میمون بن اصبغ کہتے ہیں کہ میں سات دن کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ سے کیا کہہ رہے تھے؟ فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِيْ مَلَئْتَ بِهِ الْعَرْشَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّيْ عَلَى الصَّوَابِ فَلَا تَهْتِكْ لِيْ سِتْرًا"

ترجمہ: "اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں، آپ کے اس نام کے ساتھ جس سے عرش اعظم کو آپ نے بھر دیا ہے، اگر آپ جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں تو آپ میرا ستر نہ کھلنے دیں۔"

﴿۱۴۹﴾ واقعہ کی تفصیلات امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو خود تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں میں جب اس مقام پر پہنچا جس کا نام باب البستان ہے تو میرے لیے سواری لائی گئی اور مجھ کو سوار ہونے کا حکم دیا گیا، مجھے اس وقت کوئی سہارا دینے والا نہیں تھا اور میرے پاؤں میں بوجھل بیڑیاں تھیں، سوار ہونے کی کوشش میں کئی مرتبہ اپنے منہ کے بل گرتے گرتے بچا، آخر کسی نہ کسی طرح سوار ہوا اور معتصم کے محل میں پہنچا۔ مجھے ایک کوٹھڑی میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا، آدھی رات کا وقت تھا اور وہاں کوئی چراغ نہیں تھا، میں نے نماز کے لیے مسح کرنا چاہا اور ہاتھ بڑھایا تو پانی کا ایک پیالہ اور طشت رکھا ہوا ملا، میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

اگلے دن معتصم کا قاصد آیا اور مجھے خلیفہ کے دربار میں لے گیا، معتصم بیٹھا ہوا تھا۔ قاضی القضاۃ ابن ابی دواد بھی موجود تھا اور ان کے ہم خیالوں کی ایک بڑی جمعیت تھی۔ ابوعبدالرحمٰن الشافعی بھی موجود تھے، اسی وقت دو آدمیوں کی گردنیں بھی اڑائی جا چکی تھیں، میں نے ابوعبدالرحمٰن الشافعی سے کہا کہ تم کو امام شافعی سے مسح کے بارے میں کچھ یاد ہے؟ ابن ابی دواد نے کہا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اس کی گردن اُڑائی جانے والی ہے اور یہ فقہ کی تحقیق کر رہا ہے! معتصم نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ وہ برابر مجھے پاس بلاتا رہا یہاں تک کہ بہت قریب ہو گیا۔ اس نے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیڑیوں سے تھک گیا تھا اور بوجھل ہو رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟ خلیفہ نے کہا کہو۔ میں نے کہا کہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کس چیز کی طرف دعوت دی ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت کی طرف۔ میں نے کہا تو میں اس کی شہادت دیتا ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ آپ کے جد امجد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان سے سوال کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایمان کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ معلوم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے پانچویں حصہ کا نکالنا...... اس پر معتصم نے کہا کہ اگر تم میرے پیش رو کے ہاتھ میں پہلے نہ آ گئے ہوتے تو میں تم سے تعرض نہ کرتا۔ پھر عبدالرحمٰن بن اسحاق کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تم کو حکم نہیں دیا تھا کہ اس آزمائش کو ختم کرو؟ امام احمد رحمۃ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ اکبر! اس میں تو مسلمانوں کے لیے کشائش ہے۔ خلیفہ نے علمائے حاضرین سے کہا کہ ان سے مناظرہ کرو اور گفتگو کرو۔ پھر عبدالرحمٰن سے کہا کہ ان سے گفتگو کرو (آگے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس مناظرہ کی تفصیل بیان کرتے ہیں)۔

ایک آدمی بات کرتا اور میں اس کا جواب دیتا، دوسرا بات کرتا اور میں اس کا جواب دیتا۔ معتصم کہتا، احمد تم پر خدا رحم کرے، تم کیا کہتے ہو؟ میں کہتا امیر المومنین! مجھے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ میں سے کچھ دکھائیے تو میں اس کا قائل ہو جاؤں، معتصم کہتا ہے کہ اگر یہ میری بات قبول کرلیں تو میں اپنے ہاتھ سے ان کو آزاد کردوں، اور اپنے فوج و لشکر کے ساتھ ان کے پاس جاؤ اور ان کے آستانہ پر حاضری دو۔ پھر کہتا احمد! میں تم پر بہت شفیق ہوں اور مجھے تمہارا ایسا ہی خیال ہے جیسے اپنے بیٹے ہارون کا، تم کیا کہتے ہو؟ میں وہی جواب دیتا کہ مجھے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ میں سے کچھ دکھاؤ تو میں قائل ہو جاؤں۔ جب بہت دیر ہو گئی تو وہ اُکتا گیا اور کہا جاؤ، اور مجھے قید کر دیا اور میں اپنی پہلی جگہ واپس کر دیا گیا...... اگلے دن پھر مجھے طلب کیا گیا اور مناظرہ ہوتا رہا اور میں سب کا جواب دیتا رہا، یہاں تک کہ زوال کا وقت ہو گیا۔ جب اُکتا گیا تو کہا کہ ان کو لے جاؤ۔

تیسری رات کو میں سمجھا کہ کل کچھ ہو کر رہے گا۔ میں نے ڈوری منگوائی اور اس سے اپنی بیڑیوں کو کس لیا اور جس ازار بند سے میں نے بیڑی باندھ رکھی تھی، اس کو اپنے پائجامہ میں پھر ڈال لیا کہ کہیں کوئی سخت وقت آئے اور میں برہنہ ہو جاؤں۔ تیسرے روز مجھے پھر طلب کیا گیا میں نے دیکھا دربار بھرا ہوا ہے، میں مختلف ڈیوڑھیاں اور مقامات طے کرتا ہوا آگے بڑھا، کچھ لوگ تلواریں لیے کھڑے تھے، کچھ لوگ کوڑے لیے، اگلے دونوں دن کے بہت سے لوگ آج نہیں تھے۔ جب میں معتصم کے پاس پہنچا تو کہا بیٹھ جاؤ، پھر کہا ان سے مناظرہ کرو اور گفتگو کرو، لوگ مناظرہ کرنے لگے میں ایک کا جواب دیتا، پھر دوسرے کا جواب دیتا۔ میری آواز سب پر غالب تھی، جب دیر ہو گئی تو مجھے الگ کر دیا اور ان کے ساتھ تخلیہ میں کچھ بات کی، پھر ان کو ہٹا دیا اور مجھے بلایا۔ پھر کہا احمد! تم پر خدا رحم کرے، میری بات مان لو میں تم کو اپنے ہاتھ سے رہا کروں گا۔ میں نے پہلا سا جواب دیا۔ اس پر اس نے برہم ہو کر کہا ان کو پکڑو اور کھینچو اور ان کے ہاتھ اکھیڑ دو۔ معتصم کرسی پر بیٹھ گیا اور جلادوں اور تازیانہ لگانے والوں کو بلایا، جلادوں سے کہا آگے بڑھو، ایک آدمی آگے بڑھتا اور مجھے دو کوڑے لگاتا۔ معتصم کہتا زور سے کوڑے لگاؤ، پھر وہ ہٹ جاتا اور دوسرا آتا اور دو کوڑے لگاتا، انیس (۱۹) کوڑوں کے بعد پھر معتصم میرے پاس آیا اور

کہا کیوں احمد اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو؟ بخدا مجھے تمہارا بہت خیال ہے۔ ایک شخص مجھے اپنی تلوار کے دستے سے چھیڑتا ہے اور کہتا کہ تم ان سب پر غالب آنا چاہتے ہو؟ دوسرا کہتا اللہ کے بندے! خلیفہ تمہارے سر پر کھڑا ہے، کوئی کہتا کہ امیر المومنین! آپ روزے سے ہیں، اور آپ دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ معتصم پھر مجھ سے بات کرتا اور میں اس کو وہی جواب دیتا، وہ پھر جلادوں کو حکم دیتا کہ پوری قوت سے کوڑے لگاؤ۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر اس اثنا میں میرے حواس جاتے رہے، جب میں ہوش میں آیا تو دیکھا کہ بیڑیاں کھول دی گئی ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم نے تم کو اوندھے منہ گرا دیا تم کو روندا، احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ کو کچھ احساس نہیں ہوا۔

﴿۱۵۰﴾ بے نظیر عزیمت واستقامت

اس کے بعد احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو گھر پہنچا دیا گیا، جب سے وہ گرفتار کیے گئے، رہائی کے وقت تک اٹھائیس مہینے ان کو حبس میں گزرے، ان کو ۳۳۔۳۴ کوڑے لگائے گئے، ابراہیم ابن مصعب جو سپاہیوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ میں نے احمد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ جری اور دلیر نہیں دیکھا، ان کی نگاہ میں ہم لوگوں کی حقیقت بالکل مکھی کی سی تھی...... محمد بن اسمٰعیل کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ احمد کو ایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگر ایک کوڑا ہاتھی پر پڑتا تو چیخ مار کر بھاگتا...... ایک صاحب جو واقعہ کے وقت موجود تھے، بیان کرتے ہیں کہ امام روزے سے تھے میں نے کہا بھی کہ آپ روزے سے ہیں، اور آپ کو اپنی جان بچانے کے لیے اس عقیدہ کا اقرار کر لینے کی گنجائش ہے لیکن انہوں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا...... ایک مرتبہ پیاس کی شدت ہوئی تو پانی طلب کیا، آپ کے سامنے برف کے پانی کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے اس کو ہاتھ میں لیا اور کچھ دیر اس کو دیکھا پھر بغیر پیے واپس کر دیا۔

آپ کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت میرے والد کے جسم پر ضرب کے نشان تھے۔ ابو العباس الرقی کہتے ہیں کہ احمد جب "رقہ" میں محبوس تھے تو لوگوں نے ان کو سمجھانا چاہا اور اپنا بچاؤ کرنے کی حدیثیں سنائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ خباب کی حدیث کا کیا جواب ہے؟ جس میں کہا گیا ہے کہ پہلے بعض لوگ ایسے تھے جن کے سر پر آرا رکھ کر چلا دیا جاتا پھر بھی وہ اپنے دین سے ہٹتے نہیں تھے۔ یہ سن کر لوگ ناامید ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ اپنے مسلک سے نہیں ہٹیں گے اور سب کچھ برداشت کریں گے۔

﴿۱۵۱﴾ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ اور اس کا صلہ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بے نظیر ثابت قدمی اور استقامت سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا اور مسلمان ایک بڑے دینی خطرہ سے محفوظ ہو گئے جن لوگوں نے اس دینی ابتلاء میں حکومت وقت کا ساتھ دیا تھا اور موقع پرستی اور مصلحت شناسی سے کام لیا تھا وہ لوگوں کی نگاہوں سے گر گئے اور ان کا دینی وعلمی اعتبار جاتا رہا اس کے بالمقابل امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی شان دوبالا ہو گئی۔ ان کی محبت اہل سنت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شعار اور علامت بن گئی ان کے ایک معاصر قتیبہ کا مقولہ ہے کہ:

"جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ وہ سنت کا متبع ہے۔"

ایک دوسرے عالم احمد بن ابراہیم الدورقی کا قول ہے:

"جس کو تم احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر برائی سے کرتے سنو اس کے اسلام کو مشکوک نظر سے دیکھو۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں امام وقت تھے۔ مسند کی ترتیب وتالیف ان کا بہت بڑا علم کا خزانہ ہے۔ وہ مجتہد فی المذہب اور امام مستقل ہیں۔ وہ بڑے زاہد وعابد تھے۔ یہ سب فضیلتیں اپنی جگہ پر مسلم ہیں لیکن ان کی عالمگیر مقبولیت ومحبوبیت اور عظمت وامامت کا اصل

راز ان کی عزیمت اور استقامت اس فتنہ عالم آشوب میں دین کی حفاظت اور اپنے وقت کی سب سے بڑے بادشاہ کا تنہا مقابلہ تھا۔ یہی ان کی قبول عام اور بقائے دوام کا اصل سبب ہے۔

ان کے معاصرین نے جنھوں نے اس فتنہ کی عالم آشوبی دیکھی تھی، ان کے اس کارنامہ کی عظمت کا بڑی فراخ دلی سے اعتراف کیا ہے، اور اس کو دین کی بروقت حفاظت اور مقام صدیقیت سے تعبیر کیا ہے ان کے ہم عصر اور ہم استاد مشہور محدث وقت علی ابن المدینی (جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز استاد ہیں) کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ نے اس دین کا غلبہ وحفاظت کا کام دو شخصوں سے لیا ہے جن کا کوئی تیسرا ہمسر نظر نہیں آتا۔ ارتداد کے موقع پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔"

اس عظمت ومقبولیت کا نتیجہ یہ تھا کہ ۲۴۱ ہجری میں جب اس امام سنت نے انتقال کیا تو سارا شہر اُمنڈ آیا، کسی کے جنازہ پر خلقت کا ایسا ہجوم اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا اندازہ یہ ہے کہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں تھیں۔

(تاریخ دعوت وعزیمت: جلد ۱ صفحہ ۹۶ تا ۱۰۲)

﴿۱۵۲﴾ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قمیص کو دھو کر اس کا پانی پیا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خبر سنی کہ آپ کے کوڑے مارے گئے ہیں تو فرمایا کہ مجھے وہ قمیص بھیج دیجئے جو کوڑے مارنے کے وقت آپ کے جسم پر تھی۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وہ قمیص بھجوادی۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قمیص کو دھو کر اس کا پانی پی لیا...... ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ان کے مناقب میں عظیم الشان واقعہ ہے۔ کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی اور بغداد کی سڑکوں سے آپ کا جنازہ گزر رہا تھا اس دن بیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہو گئے۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

یہ ہے اللہ والوں کے جنازوں کی جان کہ جسے دیکھ کر اتنے کفار مسلمان ہو گئے۔

﴿۱۵۳﴾ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: "یہ میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے"

احمد بن محمد الکندی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، میں نے دریافت کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا اے احمد! کیا میرے راستے میں تجھے کوڑے مارے گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں میرے رب! فرمایا یہ میرا چہرہ ہے تو جی بھر کے دیکھ لے۔ میں نے اپنا دیدار تیرے لئے مباح کر دیا۔

﴿۱۵۴﴾ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی لاش کی حفاظت فرمائی

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو سو تیس (۲۳۰) سال کے بعد جب آپ کی قبر کے قریب کسی معزز شہری کو ان کے پہلو میں دفن کیا جا رہا تھا تو ان کی قبر اچانک کھل گئی پس آپ کا کفن بالکل صحیح وسالم پایا گیا اور آپ کے جسم مبارک میں کسی قسم کا تغیر نہیں تھا۔ گویا کہ ابھی دفن کیا گیا ہے۔ (کشکول معرفت: ص ۲۷۳، ۲۷۵، خطبات جمیل: جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
تصحیح و اضافہ شدہ
بکھرے موتی
حصہ پنجم
حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
انتخاب و ترتیب
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی
مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

فہرست (پنجم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿۱﴾ سب سے پہلے نمازِ فجر حضرت آدم علیہ السلام نے ادا کی

ہم جو فجر کی نماز ادا کرتے ہیں اور اس میں دو رکعتیں فرض پڑھتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی، جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اتارا، اس وقت دنیا میں رات چھائی ہوئی تھی، حضرت آدم علیہ السلام جنت کی روشنی سے نکل کر دنیا کی اس تاریک اور اندھیری رات میں دنیا میں تشریف لائے، اس وقت ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بڑی تشویش اور پریشانی لاحق ہوئی کہ یہ دنیا اتنی تاریک ہے، یہاں زندگی کیسے گزرے گی؟ نہ کوئی چیز نظر آتی ہے، نہ جگہ سمجھ میں آتی ہے کہ کہاں ہیں اور کہاں جائیں؟ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ چنانچہ خوف محسوس ہونے لگا، اس کے بعد آہستہ آہستہ روشنی ہونے لگی اور صبح کا نور چمکنے لگا صبح صادق ظاہر ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام کی جان میں جان آئی اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے سورج نکلنے سے پہلے دو رکعتیں بطور شکرانہ ادا فرمائیں۔ ایک رکعت رات کی تاریکی جانے کے شکرانہ میں ادا فرمائی اور ایک رکعت دن کی روشنی نمودار ہونے کے شکرانے میں ادا فرمائی۔ یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور اقدس ﷺ کی امت پر فرض فرمادیا (عنایہ) اس سے اندازہ لگائیں کہ یہ فجر کی نماز کتنی اہم ہے۔

﴿۲﴾ سب سے پہلے ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا کی

اسی طرح ظہر کی چار رکعت جو ہم ادا کرتے ہیں۔ یہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادا فرمائی تھیں اور اس وقت ادا فرمائی تھیں جس وقت وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے امتحان میں کامیاب ہوگئے تھے۔ ایک رکعت تو اس امتحان میں کامیابی پر شکرانہ کے طور پر ادا فرمائی یا اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ کی مدد سے میں اس مشکل امتحان میں کامیاب ہوگیا۔ دوسری رکعت اس بات کے شکرانہ میں ادا فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض میں جنت سے ایک مینڈھا اتار دیا چونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی انعام تھا اس لیے اس کے شکرانے کے طور پر دوسری رکعت ادا فرمائی۔

تیسری رکعت اس شکرانے میں ادا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر براہِ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰإِبْرٰهِيْمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○﴾ (سورۂ صفت: ۱۰۵)

ترجمہ: "یعنی ہم نے آواز دی: اے ابراہیم! بلاشبہ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔"

اس خطاب کے شکرانے میں تیسری رکعت ادا فرمائی۔ چوتھی رکعت اس بات کے شکرانے میں ادا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا صابر بیٹا عطا فرمایا، جو اس سخت امتحان کے اندر بھی نہایت صابر اور متحمل رہا اور صبر کا پہاڑ بن گیا۔ اگر وہ متزلزل ہو جاتا تو میرے لیے اللہ کا حکم پورا کرنا دشوار ہو جاتا۔ چنانچہ خواب دیکھنے کے بعد بیٹے ہی سے مشورہ کیا کہ اے بیٹے! میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ تم غور کرو، تمہارا کیا ارادہ ہے؟ بیٹے نے جواب دیا "ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے وہ کر گزریئے، عنقریب ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔" ایسا صابر اور متحمل بیٹا ملنے کے شکرانے میں چوتھی رکعت ادا فرمائی۔ اس طرح یہ چار رکعتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظہر کے وقت بطور شکرانے کے ادا فرمائی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ سرکار دو عالم ﷺ کی امت پر فرض فرمادیں۔ (عنایہ)

(۳) سب سے پہلے عصر کی نماز حضرت یونس علیہ السلام نے ادا فرمائی

نماز عصر کی چار رکعتیں سب سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے ادا فرمائیں۔ جس وقت وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا جس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نقل فرمایا ہے:

﴿ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (سورۃ انبیاء: ۸۷_۸۸)

ترجمہ: ”چنانچہ انہوں نے ہمیں تاریکیوں میں پکارا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ تو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی، اور ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دے دی (جو ان کو مچھلی کے پیٹ میں ہو رہی تھی) اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیتے ہیں۔“

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا تو انہوں نے شکرانے کے طور پر چار رکعت نماز ادا کی، اور چار رکعتیں اس لیے ادا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چار تاریکیوں سے نجات عطا فرمائی تھی، ایک مچھلی کے پیٹ کی تاریکی سے، دوسرے پانی کی تاریکی سے، تیسرے بادل کی تاریکی سے اور چوتھے رات کی تاریکی سے۔ ان چار تاریکیوں سے نجات کے شکرانے میں عصر کے وقت حضرت یونس علیہ السلام نے چار رکعت نماز ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو یہ چار رکعت اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس ﷺ کی امت پر ان کو فرض فرما دیا۔ (عنایہ)

(۴) سب سے پہلے مغرب کی نماز حضرت داؤد علیہ السلام نے ادا کی

مغرب کی تین رکعتیں سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام نے ادا فرمائیں، اگرچہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ سرزد نہیں ہوتے، وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، لیکن بعض اوقات کوئی نامناسب کام یا کوئی لغزش، یا کوئی خلاف ادب کام بھی ان سے ذرہ برابر سرزد ہو جائے تو اس پر بھی انہیں تنبیہ کی جاتی ہے، اور ان کو توجہ دلائی جاتی ہے، اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے۔ بہر حال حضرت داؤد علیہ السلام کی کسی لغزش کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا اعلان فرمایا کہ ”فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ“ یعنی ہم نے ان کی مغفرت کر دی تو اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بخشش کے شکرانے میں مغرب کے وقت چار رکعت کی نیت باندھی۔ جب تین رکعت ادا فرما لیں تو اس کے بعد آپ پر اپنی لغزش کے احساس کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ پر بے ساختہ گریہ طاری ہو گیا۔ اور ایسا گریہ ہوا کہ اس کی شدت کی وجہ سے چوتھی رکعت نہ پڑھ سکے۔ چنانچہ تین رکعت ہی پر آپ نے اکتفا فرمایا۔ (بذل المجہود) اور چوتھی رکعت پڑھنے کی ہمت نہ رہی، یہ تین رکعت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس ﷺ کی امت پر ان کو مغرب کے وقت فرض فرما دیا۔

(۵) نماز عشاء کی فرضیت

عشاء کے وقت جو چار رکعت ہم ادا کرتے ہیں۔ اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نماز ادا فرمائی۔ جس وقت آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال قیام کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر واپس تشریف لا رہے تھے اور آپ کے گھر میں سے امید سے تھیں۔ ولادت کا وقت قریب تھا۔ اور سفر بھی خاصا طویل تھا۔ اس وجہ سے آپ کو بڑی فکر لاحق تھی کہ یہ اتنا لمبا سفر کیسے پورا ہوگا؟ دوسرے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی فکر تھی، تیسرے فرعون جو آپ کا جانی دشمن تھا، اس کا خوف اور اس کی طرف سے فکر لاحق تھی۔ اور چوتھے ہونے والی اولاد کی فکر لاحق تھی۔ ان چار پریشانیوں کے ساتھ آپ سفر

کر رہے تھے۔ پھر سفر کے دوران صحیح راستے سے بھی ہٹ گئے۔ جس کی وجہ سے پریشانی میں اور اضافہ ہو گیا، اس پریشانی کے عالم میں چلتے چلتے آپ کوہِ طور کے قریب اس کے مغربی اور داہنی جانب پہنچ گئے۔ رات اندھیری ٹھنڈی اور برفانی تھی، اہلیہ محترمہ کو ولادت کی تکلیف شروع ہو گئی، چقماق پتھر سے آگ نکلی اس حیرانی و پریشانی کے عالم میں دیکھا کہ کوہِ طور پر آگ جل رہی ہے۔ آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا آپ یہاں ٹھہریں میں کوہِ طور سے آگ کا کوئی شعلہ لے کر آتا ہوں۔ جب کوہِ طور پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اور آپ کو بطورِ خاص ہم کلامی کی نعمت سے نوازا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ ﴾ (سورۂ طٰہٰ: ۱۱۔۱۳)

ترجمہ: ”پھر جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ آواز دی گئی کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تمہارا رب ہوں آپ اپنے جوتے اتار دیں۔ اس لیے کہ آپ مقدس وادی طویٰ میں ہیں۔ اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہٰذا جو وحی آپ کی طرف بھیجی جا رہی ہے۔ اس کو غور سے سنیں۔“

بہرحال جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ انعام حاصل ہوا تو آپ کی چار پریشانیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ کسی نے بڑا اچھا شعر کہا ہے:

تو ملے تو کوئی مرض نہیں ۔۔۔ نہ ملے تو کوئی دوا نہیں

اس موقع پر عشاء کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان چار پریشانیوں سے نجات کے شکرانے میں چار رکعت نماز ادا فرمائی، یہ چار رکعت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس ﷺ کی امت پر ان کو فرض کر دیا۔ (حاشیہ)

دوسری روایت یہ ہے کہ یہ عشاء کی نماز سب سے پہلے جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمائی۔ (بذل المجہود) اس لیے یہ نماز بہت اہم عمل ہے۔ (نماز کی بعض کتاہیاں، از حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی)

﴿۶﴾ ایک مچھیرے کا درد بھرا قصہ...... جیسی کرنی ویسی بھرنی...... ظلم سے بچئے

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے کہا میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ کاندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ”مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو، اور کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو۔“ میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا میرے بھائی تیرا کیا قصہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا بھائی میرا قصہ عجیب و غریب ہے۔ دراصل میں ظلم کرنے والوں کا ساتھ دیا کرتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے میں نے ایک مچھیرے کو دیکھا جس نے کافی بڑی مچھلی پکڑ رکھی تھی۔ مچھلی مجھے پسند آئی۔ میں اس کے پاس پہنچا اور کہا مجھے یہ مچھلی دے دو، اس نے جواب دیا میں یہ مچھلی تمہیں نہیں دوں گا کیونکہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت سے مجھے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا ہے۔ میں نے اسے مارا پیٹا اور اس سے زبردستی سے مچھلی چھین لی اور اپنی راہ لی۔ جس وقت مچھلی کو اٹھائے جا رہا تھا، اچانک مچھلی نے میرے انگوٹھے میں زور سے کاٹ لیا۔ میں مچھلی لے کر گھر آیا اور اسے ایک طرف ڈال دیا۔ اب میرے انگوٹھے میں ٹیس اور درد تھا اور اتنی تکلیف ہونے لگی کہ اس کی شدت سے میری نیند اڑ گئی۔ پھر میرا پورا ہاتھ سوج گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں طبیب کے پاس آیا اور اس سے درد کی شکایت کی۔ طبیب نے کہا یہ انگوٹھا سڑنا شروع ہو گیا ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اس کو کٹوا دو، ورنہ پورا ہاتھ سڑ جائے گا۔ میں نے انگوٹھا کٹوا کر نکلوا دیا، لیکن اس کے بعد سڑاند ہاتھ میں شروع ہوئی اور درد کی شدت سے میں سخت بے چین ہو گیا اور سو نہ سکا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ہتھیلی کاٹ کر نکلوا دو میں نے ایسا ہی کیا۔ اب درد بڑھ کر پہنچوں تک پہنچ گیا۔ میرا چین اور نیند سب اڑ گئی اور میں درد کی شدت سے رونے اور فریاد کرنے لگا۔ ایک شخص نے مشورہ دیا کہ کہنی سے ہاتھ الگ کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا لیکن اب درد مونڈھے تک پہنچ گیا اور سڑاند وہاں

تک پہنچ گئی۔ لوگوں نے کہا کہ اب تو پورا ہاتھ مونڈھے سے کٹوا دینا ہوگا ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔ اب لوگ مجھ سے پوچھنے لگے کہ آخر یہ تکلیف تمہیں کیوں کر شروع ہوئی۔ میں نے مچھلی کا قصہ انہیں سنایا۔ انہوں نے کہا اگر تم ابتدا میں مچھلی والے کے پاس جا کر اس سے معافی مانگتے، اسے کہہ سن کر راضی کر لیتے اور کسی صورت میں مچھلی کو اپنے لیے حلال کر لیتے تو تمہارا ہاتھ یوں کاٹا نہ جاتا، اس لیے اب بھی جاؤ اور اس کو ڈھونڈ کر اسے خوش کرو، ورنہ تکلیف پورے بدن میں پھیل جائے گی۔ اس شخص نے کہا میں نے یہ سنا تو مچھلی والے کو پورے شہر میں ڈھونڈنے لگا۔

آخر ایک جگہ اس کو پا لیا۔ میں اس کے پیروں پر گر پڑا اور انہیں چوم کر رو رو کر کہا کہ میرے آقا تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے معاف کر دو۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے بتایا میں وہ شخص ہوں جس نے تم سے مچھلی چھین لی تھی پھر میں نے اس سے اپنی کہانی بیان کی اور اسے اپنا ہاتھ دکھایا۔ وہ دیکھ کر رو پڑا اور کہا میرے بھائی میں نے اس مچھلی کو تمہارے لیے حلال کیا، کیوں کہ تمہارا حشر میں نے دیکھ لیا۔ میں نے اس سے کہا میرے آقا خدا کا واسطہ دے کر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ جب میں نے تمہاری مچھلی چھینی تو تم نے مجھے کوئی بددعا دی تھی۔ اس شخص نے کہا ہاں میں نے اس وقت یہ دعا مانگی کہ اے اللہ یہ اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ میں مجھ پر غالب آیا اور تو نے جو رزق دیا اس نے مجھ سے چھین لیا اور مجھ پر ظلم کیا، اس لیے تو میرے سامنے اس پر زور کا کرشمہ دکھا۔ میں نے اسے کہا میرے مالک اللہ نے اپنا زور تمہیں دکھا دیا۔ اب میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ کسی ظالم کی مدد ہرگز نہیں کروں گا۔ نہ کبھی خود ظلم کروں گا۔ نہ ان کے دروازہ پر کبھی جاؤں گا اور انشاء اللہ جب تک زندہ رہوں گا اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

لَا تَظْلِمَنَّ اِذَا مَا كُنْتَ مُقْتَدِرًا   فَالظُّلْمُ تَرْجِعُ عُقْبَاهُ اِلَى النَّدَمِ

ترجمہ: "جب تمہیں اقتدار حاصل ہے، کسی پر ہرگز ظلم نہ کرو کیونکہ ظلم کا انجام ندامت اور شرمندگی ہے۔

تَنَامُ عَيْنَاكَ وَالْمَظْلُوْمُ مُنْتَبِهٌ   يَدْعُوْا عَلَيْكَ وَعَيْنُ اللّٰهِ لَمْ تَنَمْ

ترجمہ: "تیری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور مظلوم جاگتا ہے اور تجھے بددعائیں دیتا ہے اور اللہ کی آنکھ کبھی نہیں سوتی۔"

اِذَا مَا الظَّلُوْمُ اسْتَوْطَأَ الْاَرْضَ مَرْكَبًا   وَلَجَّ غُلُوًّا فِيْ قَبِيْحِ اكْتِسَابِهٖ

ترجمہ: "جب ظالم سوار ہو کر دھرتی کا سینہ روندتا ہے اور ہر کرتوت میں حد سے گزر جاتا ہے۔"

فَكِلْهُ اِلٰى صَرْفِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ   سَيُبْدِىْ لَهٗ مَا لَمْ يَكُنْ فِيْ حِسَابِهٖ

ترجمہ: "تب تم اسے زمانے کی گردش کے حوالے کر دو، کیونکہ زمانہ اس کے سامنے وہ چیز کھول کر رکھ دے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگی۔" (معاشرے کی مہلک بیماریاں: صفحہ ۳۷۶)

﴿۷﴾ اللہ کے حکم سے مومنین کے دلوں سے تمام غموں کو نکال دینے والا عجیب فرشتہ

حضرت عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ انہیں موت آ جائے اس لیے یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ! میری عمر بڑی ہو گئی اور میری ہڈیاں پتلی اور کمزور ہو گئیں لہٰذا مجھے اپنے پاس اٹھا لے۔ حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں دمشق کی مسجد میں تھا وہاں مجھے ایک نوجوان نظر آیا جو بہت حسین و جمیل تھا اس نے سبز جوڑا پہنا ہوا تھا اس نے کہا آپ یہ کیا دعا کرتے ہیں؟ میں نے اس سے کہا اے میرے بھتیجے! پھر میں کیا دعا کروں؟ اس نے کہا یہ دعا کریں اے اللہ عمل اچھے کر دے اور مجھے موت تک پہنچا دے۔ میں نے کہا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ریائیل (وہ فرشتہ) ہوں جو مومنوں کے دلوں سے تمام غم نکالتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۲۰۸)

﴿۸﴾ بعض وحشی جانوروں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک جنگلی جانور تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جاتے تو اِدھر اُدھر دوڑتا اور کلاڑیاں کرتا اور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی آہٹ محسوس کرتا بس فوراً ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ جاتا اور ذرا آواز نہ نکالتا اس خیال سے کہ مبادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو۔ (مسند احمد، ابو یعلی، البدایہ والنہایہ، ترجمان السنہ: جلد ۴ ص ۱۵۰)

فائدہ: جہاں تک الفاظ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وحشی جانور ہرن تھا۔ جس میں تربیت کا اثر بہت کم ہوتا ہے ہاں بعض اور حیوانات ایسے ہیں جن میں تدریب وتربیت سے کچھ نہ کچھ تہذیب کی حرکات پیدا ہو جاتی ہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ اس وقت عرب میں بالعموم ہرن کی تربیت وتہذیب کرنے کی عادت نہ تھی بالخصوص بیت نبوت میں حیوانات کی تربیت کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے پر جو جانور گھروں میں گھل مل جاتے ہیں وہ عام طور پر اپنے مالک کو دیکھ کر خوشی میں کودنے اچھلنے لگتے ہیں مگر یہاں صورت اس کے برعکس تھی، یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جاتے تو وہ کودتا اچھلتا اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا بس فوراً خاموش ہو کر ایک گوشہ میں جا بیٹھتا۔

(ترجمان السنہ: جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)

﴿۹﴾ حاکم کے شر سے بچنے کا مجرب نسخہ

اگر کسی شخص کو کسی حاکم، بادشاہ یا کسی سے بھی شر کا خطرہ ہو یا یہ سمجھے کہ اگر میں اس کے پاس جاؤں گا تو میری جان خطرے میں پڑ جائے گی تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ڈر اور شر سے بچنے کے لیے یہ عمل کرے۔ عمل یہ ہے کہ ایسے شخص کے پاس جانے سے پہلے یہ کلمات پڑھے: "کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ" پھر ان تینوں کلمات کے دس حرفوں کو اس طرح شمار کرے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کردے۔ جب اس ترکیب سے شمار کر لے تو دونوں ہاتھ کی مٹھیاں بند کر لے اور دل میں سورۂ فیل پڑھے۔ جب "تَرْمِیْھِمْ" پر پہنچے تو اس لفظ "تَرْمِیْھِمْ" کو دس مرتبہ پڑھے اور ہر مرتبہ ایک انگلی کھولتا جائے۔

﴿۱۰﴾ مندرجہ ذیل آیات سکینہ دل ودماغ کے سکون کے لیے پڑھ کر دم کریں

① ﴿وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۴۸)

② ﴿ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ﴾ (سورۂ توبہ: ۲۶)

③ ﴿فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (سورۂ توبہ: ۴۰)

④ ﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (سورۂ فتح: ۴)

⑤ ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ (سورۂ فتح: ۱۸)

⑥ ﴿إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَ

هُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴾ (سورۂ فتح:۲۶)

﴿۱۱﴾ دل رو رہا ہے میرا مگر آنکھ تر نہیں

اس راز کی کسی کو بھی مطلق خبر نہیں | دل رو رہا ہے میرا مگر آنکھ تر نہیں
غیروں پہ تیری جاتی ہے کس واسطے نظر | واللہ ان کے ہاتھ میں نفع و ضرر نہیں
جب میں ہوں انکے ذکر کی دولت سے مالا مال | کیوں غم ہو جو اپنے پاس لعل و گوہر نہیں
تسکین خود وہ آکے مجھے دے رہے ہیں آج | صد شکر ہے آہ میری بے اثر نہیں
ہم ہیں مریض عشق نہ ہوگی ہمیں شفا | تدبیر تیرے بس میں کوئی چارہ گر نہیں
الفت میں ان کی عقلوں کو جس نے بھلا دیا | دونوں جہاں میں پھر اسے خوف و خطر نہیں
احمد کس کے عشق میں دیوانہ ہو گیا | وہ بے خبر بھی ہو کر مگر بے خبر نہیں

﴿۱۲﴾ تیری رحمت تو ہر ایک پر عام ہے

جب سے ہونٹوں پہ یارب تیرا نام ہے تیرے بیمار کو کافی آرام ہے
تو نے بخشا ہمیں نورِ اسلام ہے ہم پہ تیرا حقیقی یہ انعام ہے
جس کو تیری خدائی سے انکار ہے بادشاہت میں رہ کر بھی ناکام ہے
روٹھتا ہے زمانہ اگر روٹھ جائے راضی کرنا تجھے بس میرا کام ہے
آسمانوں کی دنیا میں ہے محترم تیری خاطر جو دنیا میں بدنام ہے
اپنے منکر کو بھی رزق دیتا ہے تیری رحمت تو ہر ایک پر عام ہے
ہاں قدم کا اٹھانا میرا کام ہے پار بیڑا لگانا تیرا کام ہے

﴿۱۳﴾ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کا جملہ اس امت کی خصوصیت ہے اور اس کے بہت سے فضائل ہیں

مندرجہ ذیل احادیث غور سے پڑھیے:

① حضرت سعد ابن جبیر فرماتے ہیں: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کی ہدایت صرف اس امت کو کی گئی ہے اس نعمت سے پہلی امتیں مع اپنے نبیوں سے محروم تھیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقع پر یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت و شکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین رہا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰، انی تفسیر قولہ تعالیٰ یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ)

② ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا آپ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بھی مصیبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو جو امر ناگوار پہنچتا ہے وہی مصیبت ہے۔ اس حدیث کو طبرانی نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔

③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جایا کرے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ بھی مصیبت ہے۔ (تفسیر مظہری جلد ۱ ۲۶۱، تحت قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ الخ)

④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی فرمادیں گے اور اس کی آخرت اچھی کردیں گے اور اسے ضائع شدہ چیز کے بدلے اچھی چیز عطا فرمائیں گے۔ (درمنثور، بحوالہ انوار البیان تحت قولہ تعالیٰ: اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ الخ)

⑤ مسند احمد میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے خاوند ابو سلمہ رضی اللہ عنہ ایک روز میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے ہو کر آئے اور خوشی خوشی فرمانے لگے، آج تو میں نے ایسی حدیث سنی ہے کہ میں بہت خوش ہوا ہوں وہ حدیث یہ ہے کہ جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کہے: "اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا" یعنی خدایا مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اُسے اجر اور بدلہ ضرور ہی دیتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس دعا کو یاد کر لیا۔ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھ کر پھر یہ دعا بھی پڑھ لی لیکن مجھے خیال آیا کہ بھلا ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص مجھے کون مل سکتا ہے؟ جب میری عدت گزر چکی تو میں ایک روز ایک کھال کو دباغت دے رہی تھی تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اپنے ہاتھ دھو ڈالے، کھال رکھ دی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کی درخواست کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گدی پر بٹھا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اپنا نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو میری خوش قسمتی کی بات ہے لیکن اول تو میں بڑی باغیرت عورت ہوں، ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کے خلاف کوئی بات مجھ سے سرزد ہو جائے اور خدا کے یہاں عذاب ہو، دوسرے یہ کہ میں عمر رسیدہ ہوں، تیسرے بال بچوں والی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو، ایسی بیجا غیرت اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور عمر میں میں بھی کچھ چھوٹی عمر کا نہیں اور تمہارے بال بچے میرے ہی بال بچے ہیں۔ میں نے یہ سن کر کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عذر نہیں۔ چنانچہ میرا نکاح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے میرے میاں سے بہت ہی بہتر یعنی اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمایا۔ فالحمد للہ

⑥ مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی مسلمان کو کوئی رنج و مصیبت پہنچے اس پر گو زیادہ وقت گزر جائے پھر اسے یاد آئے اور وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھ لے تو مصیبت پر صبر کے وقت جو اجر ملا تھا وہی اب بھی ملے گا۔

⑦ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ابو سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ایک بچے کو دفن کیا ابھی میں اس کی قبر میں سے نکلا تھا کہ ابو طلحہ خولانی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے نکالا اور کہا سنو! میں تمہیں خوش خبری سناؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے دریافت فرماتا ہے کہ تو نے میرے بندے کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے کلیجہ کا ٹکڑا چھین لیا، بتلا اس نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں خدایا تیری تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بَیْتُ الْحَمْدِ رکھو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲۷۸، فی تفسیر اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

﴿۱۴﴾ اولاد سے گناہ وخطا ہو جائے تو قطع تعلق کے بجائے ان کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے

برادران یوسف علیہ السلام سے جو خطا اس سے پہلے سرزد ہوئی وہ بہت سے کبیرہ اور شدید گناہوں پر مشتمل تھی مثلاً اول جھوٹ بول کر والد کو اس پر آمادہ کرنا کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ تفریح کے لیے بھیج دیں۔ دوسرے والد سے عہد کر کے اس کی خلاف ورزی، تیسرے چھوٹے معصوم بھائی سے بے رحمی اور شدت کا برتاؤ۔ چوتھے ضعیف والد کی انتہائی دل آزاری کی پرواہ نہ کرنا۔ پانچویں ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانا۔ چھٹے ایک آزاد انسان کو جبراً اور ظلماً فروخت کرنا، یہ ایسے انتہائی اور شدید جرائم تھے کہ جب یعقوب علیہ السلام پر یہ واضح ہو گیا کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے اور دیدہ دانستہ یوسف علیہ السلام کو ضائع کیا ہے تو اس کا مقتضیٰ بظاہر یہ تھا کہ وہ ان

صاحبزادوں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں یا ان کو نکال دیتے، مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ بدستور والد کی خدمت میں رہے، یہاں تک کہ انہیں مصر سے غلہ لانے کے لیے بھیجا اور اس پر مزید یہ کہ دوبارہ پھر ان کے چھوٹے بھائی کے متعلق والد سے عرض معروض کرنے کا موقع ملا اور بالآخران کی بات مان کر چھوٹے صاحبزادے کو بھی ان کے حوالے کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر اولاد سے کوئی گناہ و خطا سرزد ہو جائے تو باپ کو چاہیے کہ تربیت کر کے ان کی اصلاح کی فکر کرے، اور جب تک اصلاح کی امید ہو قطع تعلق نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور بالآخر وہ سب اپنی خطاؤں پر نادم اور گناہوں سے تائب ہوئے ہاں اگر اصلاح سے مایوسی ہو جائے اور ان کے ساتھ تعلق قائم رکھنے میں دوسروں کے دین کا ضرر محسوس ہو تو پھر قطع تعلق کر لینا مناسب ہے۔ (معارف القرآن: جلد۵ صفحہ۱۰۴)

﴿۱۵﴾ رات کے وقت گھر میں سورۂ واقعہ پڑھ لیجئے فاقہ نہیں آئے گا

حضرت ابوظبیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا آپ کو کیا شکایت ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اپنے گناہوں کی شکایت ہے۔ حضرت عثمان نے فرمایا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے طبیب کو نہ بلا لاؤں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا طبیب ہی نے (یعنی اللہ ہی نے) تو مجھے بیمار کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں آپ کے لیے بیت المال سے عطیہ نہ مقرر کر دوں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ عطیہ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو مل جائے گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فاقہ کا ڈر ہے؟ میں نے اپنی بیٹیوں کو کہہ رکھا ہے کہ جو شخص ہر رات میں سورۂ واقعہ پڑھے گا اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ (لہٰذا عطیہ کی ضرورت نہیں) (حیاۃ الصحابہ: جلد۲ صفحہ۱۷۷)

﴿۱۶﴾ خدا کی خصوصی قدرت کا مظاہرہ ایک بچہ کا گہوارہ میں بولنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گود کے بچوں میں سے صرف تین ہی بچے بولے ہیں۔ ایک تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ایک جریج عابد والا لڑکا ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جریج ایک عابد شخص تھا۔ اس نے اپنی عبادت کے لیے ایک کوٹھڑی بنا رکھی تھی۔ وہ ایک دن اس میں عبادت کر رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی اس نے پکارا اے جریج! جریج نے خیال کیا، کیا کروں اے اللہ! ادھر خدا کی نماز کا لحاظ، ادھر ماں کا لحاظ۔ پھر نماز ہی کو ترجیح دی اور اسی میں لگا رہا۔ ماں واپس چلی گئی۔ دوسرا دن ہوا تو ماں پھر اس کے پاس آئی اور وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے پکارا اے جریج! اس نے دل میں سوچا یا اللہ! کیا کروں، ادھر ماں ادھر نماز پھر نماز میں ہی لگا رہا۔ ماں کے بلانے پر نہیں گیا پھر تیسرے دن ماں آئی اور اس نے پکارا اے جریج! اس نے دل میں سوچا اے اللہ! ادھر ماں ادھر نماز کیا کروں؟ پھر بھی نماز ہی کی طرف متوجہ رہ گیا بس ماں نے جھنجھلا کر بددعا کی اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ اس کو پہلے فاحشہ عورتوں سے پالا نہ پڑے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل میں جریج کی عبادت اور زہد کا شہرہ اڑنے لگا۔ ایک بدکار عورت تھی جس کا حسن و جمال ضرب المثل تھا۔ اس نے بنی اسرائیل سے کہا اگر تم کہو تو میں جا کر اسے لبھاؤں۔ یہ کہہ کر وہ ایک دن اس کے پاس آئی۔ جریج نے اس کی طرف نظر تک نہ اٹھائی، وہ فاحشہ عورت کھسیا کر جذبہ انتقام میں بھر گئی اور ایک گڈریئے کے پاس گئی جو اسی عبادت خانے میں سویا کرتا تھا اور اس گڈریئے کو اپنے اوپر قابو دے دیا اور اس کے ساتھ منہ کالا کیا۔ اس سے حمل ٹھہر گیا۔ جب اس نے بچہ جنا تو اس نے جریج سے انتقام لینے کے لیے مشہور کیا کہ یہ لڑکا جریج سے ہوا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اس کو عبادت خانے سے نیچے گھسیٹ لائے، اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا اور لگے اسے مارنے (کہ عابد بن کر حرام کاری کرتا ہے) جریج نے پوچھا

بتاؤ تو مجھے کیوں مار رہے ہو؟ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ تو نے اس فاحشہ کے ساتھ زنا کیا اور اس نے تیرے نطفہ کا بچہ جنا ہے۔ جریج نے کہا اچھا تو وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ وہ بچہ لے کر آئے۔ اس نے کہا ذرا مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ اجازت ملی۔ اس نے نماز پڑھی پھر وہ جریج اس بچہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس بچے کے پیٹ میں انگلی چبھو کر بولا اے بچے! تو سچ سچ بتا تیرا باپ کون ہے؟ تو وہ چند دن کا بچہ قدرت خدا سے بولا کہ فلاں گڈریا۔ یہ کرامت دیکھ کر اب وہی لوگ جریج کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اسے تبرک بنا کر چھونے لگے۔ کہنے لگے اب ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنائے دیتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں یہ سب رہنے دو جیسا وہ مٹی کا پہلے تھا ویسا بنا دو تو لوگوں نے ویسا ہی بنا دیا۔ (بخاری و مسلم بحوالہ ترجمان السنہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۵)

﴿۱۷﴾ خدا کی خصوصی قدرت کا مظاہرہ ایک اور بچہ کا گہوارہ میں بولنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا کہ سامنے سے ایک سوار عمدہ گھوڑے پر اچھے لباس اور اچھی شکل وصورت والا گزرا۔ ماں نے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو اسی سوار جیسا شاندار بنانا۔ بچہ نے ماں کا پستان چھوڑ کر اس سوار پر ایک نظر ڈالی اور صاف الفاظ میں کہا نہیں اے اللہ مجھے اس سوار جیسا مت بنانا یہ کہہ کر پھر پستان چوسنے اور دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ سناتے وقت آنحضرت ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی (سبابہ) جس طرح اپنے دہن مبارک میں ڈالی اور بچہ کے دودھ پینے کو بتانے کے لیے جس طرح خود اس انگلی کو چوسا وہ منظر اس وقت تک میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ پھر حضور ﷺ نے بقیہ قصہ سنایا کہ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ ایک لڑکی کو پکڑے ہوئے اور اسے مارتے ہوئے سامنے سے گزرے اور کہہ رہے تھے کہ کمبخت تو نے زنا کیا اور چوری کی اور وہ بیچاری کہے جارہی تھی کہ بس میرا سہارا اللہ ہی ہے اور وہ کیسا اچھا کام بنانے والا ہے۔ ماں نے یہ ذلت کا منظر دیکھ کر شفقت سے بچہ کے لیے دعا کی کہ اے اللہ میرے بچہ کو اس لونڈی (لڑکی) کی طرح نہ بنانا۔ بچہ نے پھر دودھ چھوڑ کر ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی اور صاف صاف کہا کہ اے اللہ مجھے اسی جیسا بنایئے گا۔ اس پر ماں بیٹوں میں حجت ہونے لگی۔ ماں بولی جب ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا تو میں نے تیرے لیے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو ایسا شاندار بنانا تو اس پر تو یوں کہنے لگا کہ نہیں یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا اور اب جو لوگ ایک لڑکی کو ذلت کے ساتھ پکڑے مارتے ہوئے جارہے ہیں اور میں نے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو ایسا نہ بنانا تو تو یوں کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی بنانا یہ کیا بے عقلی ہے؟ تب وہ بچہ پھر بولا سنو! بات یہ ہے کہ وہ آدمی بڑا ظالم جابر تھا تو میں نے کہا اے خدا مجھے اس کی طرح ظالم جابر نہ بنایئے گا اور بے چاری یہ لڑکی! لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا بھی کیا ہے، تو نے چوری بھی کی ہے مگر اس بیچاری نے نہ چوری کی ہے نہ زنا کیا ہے، تو میں نے کہا اے اللہ مجھے ایسا ہی مظلوم بے گناہ بنایئے گا۔

(بخاری و مسلم، بحوالہ ترجمان السنہ: جلد ۴ صفحہ ۳۵۷)

﴿۱۸﴾ انیس (19) اہم نصیحتیں

① محنت سے گھبرانے والے کبھی ترقی نہیں کرتے۔ ② وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو حقیقت کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔
③ محنت مزدوری کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ ④ حقیقی کامیابی اپنی قربانیوں سے حاصل ہوتی ہے۔
⑤ وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ⑥ اپنے وطن کو جان سے عزیز رکھو اور ہر وقت اپنے ہم وطنوں کی خدمت میں لگے رہو۔
⑦ کوئی ملک اس وقت تک غلام نہیں ہو سکتا جب تک اس کے اپنے لوگ غداری نہ کریں کیونکہ اکیلا لوہا جنگل سے ایک لکڑی نہیں کاٹ سکتا جب تک لکڑی اس سے مل کر کلہاڑی نہ بنے۔ ⑧ زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے تو پھاڑ کھائے۔
⑨ نیک عمل کرو تمہاری عمر میں برکت ہوگی۔

⑩ جس گھر میں تعلیم یافتہ نیک ماں ہوتی ہے وہ گھر تہذیب اور انسانیت کی یونیورسٹی ہے۔
⑪ انسانوں میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔
⑫ دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی عزت اعمال سے ہے۔ ⑬ خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔
⑭ خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھو۔ ⑮ اپنا اندازِ گفتگو نرم رکھو، کیونکہ لہجہ کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔
⑯ کسی سے بدلہ لینے میں جلدی نہ کرو اور کسی سے نیکی کرنے میں تاخیر نہ کرو۔
⑰ انسان کے اچھے اعمال ہی اسے احسان عطا کرتے ہیں۔
⑱ قیامت کے دن میزان عمل میں سب سے زیادہ وزن دار چیز جو رکھی جائے گی وہ اچھے اخلاق ہوں گے۔
⑲ دن بر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے انسان جو مرتبہ حاصل کرتا ہے وہی درجہ وہ اچھے اخلاق سے حاصل کر لیتا ہے۔

﴿۱۹﴾ گنہگار قابل رحم ہیں نہ کہ قابل حقارت

﴿ اَنَّ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ کَانَ یَقُوْلُ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَتَقْسُوْ قُلُوْبُکُمْ فَاِنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِیَ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ وَلَا تَنْظُرُوْا فِیْ ذُنُوْبِ النَّاسِ کَاَنَّکُمْ عَبِیْدٌ فَاِنَّمَا النَّاسُ مُبْتَلًی وَّمُعَافًی فَارْحَمُوْا عَلٰی اَھْلِ الْبَلَاءِ وَاحْمَدُوا اللّٰہَ عَلَی الْعَافِیَۃِ ﴾:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا دوسرے کلام کی کثرت نہ کرو ورنہ اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور قلب قاسی اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہو جاتا ہے لیکن چونکہ (یہ قرب اور بعد ایک امر معنوی ہے اس لیے) تمہیں اس کا علم بھی نہ ہوگا اور لوگوں کے (یعنی اہل ذنوب کے) گناہوں کو اس طرح نہ دیکھو گویا تم ہی خدا ہو (یعنی اس طرح نظر نہ کرو جس کا منشاء کبر وتحقیر ہو) اپنے گناہوں کو اس طرح دیکھو گویا کہ تم بندے خطاوار ہو (اور یہ) اس لیے کہ لوگ مبتلا (معاصی بھی) ہیں اور اہل عافیت بھی (یعنی اہل طاعت وحفاظت بھی) پس تم کو چاہیے کہ اہل ابتلاء پر رحم کرو اور اپنی عافیت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔ (جمع الفوائد: جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

﴿۲۰﴾ حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنی آبرو کا عجیب صدقہ کیا

حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے ساتھ جانے کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تو رات کو نکلے اور کافی دیر تک رات میں نماز پڑھتے رہے۔ پھر رو پڑے اور عرض کیا اے اللہ! آپ نے جہاد میں جانے کا حکم دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے پھر آپ نے نہ مجھے اتنا دیا کہ میں اس سے جہاد میں جا سکوں اور نہ اپنے رسول کو سواری دی جو مجھے (جہاد میں جانے کے لیے) دے دیتے۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان نے مال یا جان یا عزت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا ہو وہ معاف کر دیتا ہوں اور اس معاف کرنے کا اجر وثواب تمام مسلمانوں کو صدقہ کر دیتا ہوں۔ اور پھر یہ صبح لوگوں میں جا ملے۔ حضور ﷺ نے فرمایا آج رات کو صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ تو کوئی نہ کھڑا ہوا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا صدقہ کرنے والا کہاں ہے؟ کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت علبہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضور ﷺ کو اپنا سارا واقعہ سنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہارا یہ صدقہ مقبول خیرات میں لکھا گیا ہے۔

حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علبہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے صدقہ کرنے کی ترغیب دی تو ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق جو اس کے پاس تھا وہ لانے لگا۔ حضرت علبہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا اے

اللہ! میرے پاس صدقہ کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔اے اللہ! تیری مخلوق میں سے جس نے بھی میرے آبرو ریزی کی ہے میں اسے صدقہ کرتا ہوں (یعنی اسے معاف کرتا ہوں) حضور ﷺ نے ایک منادی کو حکم دیا جس نے یہ اعلان کیا کہ کہاں ہے وہ آدمی جس نے گزشتہ رات اپنی آبرو کا صدقہ کیا؟ اس پر حضرت علبہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا صدقہ قبول ہو گیا۔

(حیاۃ الصحابہ: جلد ۱ صفحہ ۵۸۲)

﴿۲۱﴾ مسلمانوں کی پستی کے اسباب

جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی جارہی ہے ویسے ہی اخلاقی قدروں کا معیار گرتا جارہا ہے۔ جس طرح آج کا انسان تہذیب وتمدن کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا ہے اس سے خطرہ یہ ہے کہ معاشرہ تباہی و بربادی کی گہری کھائی میں گر جائے گا۔ جس طرف بھی نگاہ دوڑایئے تو شرافت واخلاق کا جنازہ نکلا جارہا ہے۔ فیشن کے نام پر عریانیت کو فروغ دیا جارہا ہے۔ تعلیم کے حصول کو مشکل سے مشکل بنانے کی سعی کی جارہی ہے۔ عشرت گاہوں کو آباد کیا جارہا ہے۔ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں۔ ان کی عبادت گاہوں کو نذر آتش کیا جارہا ہے۔ ہماری ماؤں اور بہنوں کی عصمتوں کو تار تار کیا جارہا ہے۔ آخر کیوں؟ کیا مسلمانوں کے اندر طاقت کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے؟ کیا مسلمان صرف نام کا مسلمان رہ گیا ہے؟ کیا مسلمانوں کا ضمیر مردہ ہو گیا ہے؟ کیا مسلمانوں کے اندر ایمانی طاقت بالکل ناپید ہو گئی ہے؟ کیا ہم پھر سے جہالت کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں ہم نے سب کچھ اس دار فانی (دنیا) کو سمجھ لیا ہے۔ آج مسلمانوں کے اندر ایمان کی دولت کم اور مال کی دولت بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ آج ہم نے مخلوق سے محبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور خالق کو یکسر فراموش کر دیا۔ ایمانی قوت ہی مومن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے اور اسی سے ہمیں دنیا وآخرت میں کامیابی ملے گی۔ چند کھنکتے ہوئے سکوں اور ہرے نوٹوں کے عوض ایمان کو بیچ دینا مسلم معاشرے کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ جب ان سارے کاموں میں مسلمان پیش پیش رہیں گے تو بھلا بتایئے کہ آخر کیسے ہم دنیا وآخرت میں کامیاب رہیں گے؟ کس طرح مسلم معاشرہ عروج تک پہنچے گا؟ کیسے مسلمان دشمنان اسلام کا خاتمہ کر سکے گا؟ کس طرح ایمان کو بچایا جائے گا؟ مسلمان تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کی نگاہ سے باطل تھرتھرا اٹھتا ہے اس کے قدم جہاں بھی پڑتے ہیں اخوت ومحبت کا دریا رواں ہو جاتا ہے۔ اس مسلمان کا ہر کردار غیروں کے لیے مشعل راہ ہے اور اسی مسلمان کے لیے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ایک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھرتھرا جائے نظر تلوار بن جائے نفس جھنکار ہو جائے

اس لیے مسلمانو! ہوش میں آؤ، اپنے آپ کو پہچانو اور غیروں کو اپنے اخلاق وکردار سے اپنی طرف راغب کرو۔ مسجدوں کو آباد کرو، قرآن کی تعلیمات کو عام کرو، نیک اعمال کرو، بداعمالیوں سے پرہیز کرو۔ اللہ کے مقدس رسول ﷺ کی سنتوں پر خود بھی عمل کرو اور دوسروں کو بھی تلقین کرو۔ برائیوں سے بچو اور دوسروں کو بھی بچاؤ۔ غرباء ومساکین کی اعانت کرو، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرو۔ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کو ادا کرنے میں تساہلی سے کام مت لو۔

اگر ہم نے مندرجہ بالا باتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی تو یہ ہمارے لیے باعث نجات ہے اور ہماری دنیا وآخرت کے سنورنے کی بشارت ہے۔ ورنہ اگر ہم عمل کرنے کے بجائے اسی راہ پر گامزن رہے تو ہماری تباہی وبربادی کے ذمہ دار ہم خود ہوں گے۔ پھر ہمارا کوئی پرسان حال نہ ہوگا۔ پھر سے مسلمانوں کے خون سے خدا کی زمین کو رنگین کیا جائے گا، مسجدوں کو نذر آتش کیا جائے گا، ماؤں بہنوں کی عصمت کو پامال کیا جائے گا اور ہم مسلمان صرف تماشائی بن کر رہ جائیں گے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو! تمہاری داستان تک نہ ہو گی ، داستانوں میں

رسول پاک ﷺ نے فرمایا: "سب سے اچھے انسان وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔" یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے مسلمان ہونے کی شرط بھی نہیں رکھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اخلاق کا درجہ کس قدر بلند ہے۔ آج افراتفری کے اس دور میں والدین کو بچوں کی طرف توجہ دینے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اس ذمہ داری کو وہ اسکول پر اور اساتذہ پر چھوڑ دیتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔

ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہے، اسی لیے اخلاق و آداب کا درس دینا اس کی ذمہ داری ہے۔ اگر ماں خوش اخلاق ہے تو بچے بھی خود بخود خوش اخلاق ہو جائیں گے۔ پھر بھی کچھ باتوں کی عادت ڈالنا از حد ضروری ہوتا ہے۔ کسی سے ملاقات ہو تو سلام کے لیے پہل کرنا ، بڑوں کا احترام اور ان کی عزت کرنا، چھوٹوں سے شفقت اور نرمی سے پیش آنا، کسی نے کوئی احسان کیا ہو تو شکر گزار ہونا۔ اگر کسی نے کوئی چیز طلب کی تو اسے دے دینا۔ اگر آپ کے پاس وہ چیز موجود نہ ہو تو خوش اخلاقی سے معذرت کرنا، چہرے پر ہمیشہ مسکراہٹ رکھنا وغیرہ۔ بظاہر یہ تمام چیزیں معمولی سی لگتی ہیں مگر ان تمام چھوٹی چھوٹی باتوں سے انسان خوش اخلاق بنتا ہے اور خوش اخلاق انسان ہر کسی کا دل جیت لیتا ہے۔ زبان کے ذریعے انسان سب سے زیادہ خوش اخلاق بن جاتا ہے اور اسی زبان سے بدکلامی، غیبت، چغل خوری اور گالی گلوچ کر کے بداخلاقی کے سب سے نچلے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ زبان انسان کو شاہی تخت پر بٹھا سکتی ہے اور زبان ہی انسان کو گدھے پر سوار کرا سکتی ہے۔ اکثر گناہ کبیرہ زبان کے ذریعہ ہی سرزد ہوتے ہیں اور جھوٹ ان میں سرفہرست ہے۔

اگر بچہ خوش اخلاق ہو گا تو علم حاصل کر کے اونچے سے اونچے مدارج طے کرتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اس کی زبان اس سلسلے میں اس کی مددگار ثابت ہو گی۔ کئی مرتبہ دولت سے جو کام نہیں ہو پاتا وہ خوش کلامی سے ہو جاتا ہے۔ خندہ پیشانی سے ملنے والا انسان ہر دلعزیز ہوتا ہے اور مارکیٹنگ کی دنیا میں اس طرح کے لوگوں کی کافی مانگ ہے۔ آج کا دور ہی مارکیٹنگ کا دور ہے اور اگر کامیابی حاصل کرنا ہے تو خوش اخلاقی کو اپنانا بہت ضروری ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں خوش اخلاقی مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک بچہ جسے والدین نے بہتر تربیت اور خوش اخلاقی کے جذبے سے سرفراز کیا ہے۔ وہ بچہ صبح اٹھتے ہی بزرگوں کو سلام کرے گا اور بزرگ اسے دعائیں دیں گے۔ پھر وہ ضروریات زندگی کے لیے میٹھی زبان سے گفتگو کرے گا تو جو اس سے چھوٹے ہیں وہ بھی اس کی تقلید کریں گے۔ خوش اخلاق بچہ نہ کبھی کھلونوں کے لیے ضد کرے گا نہ دوستوں سے لڑے گا اور نہ بری عادتیں اپنائے گا۔ اسکول میں وہ استاد کی خاص توجہ کا مستحق ہو گا۔ غرض وہ جہاں جہاں اور جس کسی سے مخلصانہ برتاؤ کرے گا اور خوش اخلاقی سے پیش آئے گا۔ لوگ اس کے خاندان اور اس کے والدین کے بارے میں مثبت رائے قائم کریں گے۔ لڑکیوں میں خوش اخلاقی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جن گھروں کی لڑکیوں میں خوش اخلاقی اور سلیقہ مندی ہوتی ہے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں اور اسی خوش اخلاقی کی بدولت والدین کے لیے ان کی لڑکیوں کے رشتے بہت جلد اچھے گھرانوں میں طے پاتے ہیں۔

سلیقہ مند اور خوش اخلاق عورت اپنے شوہر اور سسرال والوں کے دلوں میں ایسا مقام بنا لیتی ہے جس کی مثالیں لوگ دیتے ہیں۔ خوش اخلاق اور سلیقہ مند بیوی کا شوہر جب تھکا ماندہ گھر لوٹتا ہے تو وہ اپنی رفیق حیات کے مسکراتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اپنی تھکن بھول جاتا ہے اور اسے ایک الگ طرح کا سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ مگر اب یہ تمام باتیں تو اگلے وقت کی داستان بن کر رہ گئی ہیں۔ ازدواجی زندگی گھریلو ناچاقیوں سے پر ہیں۔ ایک طوفان بدتمیزی ہے جس کا گھر شکار ہے۔ کچھ بداخلاقی ہم نے اس جادو کے پٹارے سے سیکھ لی ہے جسے ہم ٹی وی کہتے ہیں اور کچھ بداخلاقیاں ہمیں بھاگتی دوڑتی زندگی نے سکھا دی ہیں۔ پہلے لوگ جب کسی کے گھر جاتے تھے تو ساتھ چھوٹا سا تحفہ بھی لے جاتے تھے کچھ کھانے پینے کی اشیاء یا بچوں کے لیے کھلونے وغیرہ۔ اس طرح نہ صرف تعلق، اپنائیت اور تال میل پروان چڑھتا تھا۔ بلکہ بچے بھی کھلونے یا چاکلیٹ پا کر خوش ہو جایا کرتے تھے۔ آج یہ اخلاق کم ہی نظر آتے ہیں۔ تحفہ تو چھوڑیے ہم اپنے چہرے پر مسکراہٹ کے پھول بھی میزبان کو تحفۃً دینے کے روادار نہیں ہیں، جس پر کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا۔

آج ہمارے اخلاق اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ ہم اپنے مذہب کو اپنے اخلاق کی بدولت بدنام کر رہے ہیں۔ لہجے میں تو تلخی جیسے ہماری پہچان بن چکی ہے۔ آج اپنے اخلاق ہی ایسے ہیں جن کی بدولت ہم بہت ساری کامیابیوں سے محروم ہیں۔ انسان کی کامیابی اور اس کی اپنی شناخت کا معاملہ اس کے اخلاق پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنا اور اپنے بچوں کا نئے سرے سے جائزہ لینا بہت ضروری ہے تا کہ ہم اور ہمارے بچے خوش اخلاقی کو اپنا کر دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو ہوں۔

(۲۲) نافرمان اولاد اور والدین کے حقوق

انسان پر جو حقوق واجب ہیں ان میں ایک حقوق العباد بھی ہے۔ اس میں سب سے پہلا حق رسول ﷺ کا ہے۔ پھر آپ کے بعد نسبتی اور خونی رشتہ کا درجہ آتا ہے۔ جس میں ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بھائی بہن اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق کا درجہ ہے۔ لیکن جب ہم معاشرے کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو والدین کے حقوق کا خاطر خواہ خیال رکھتے ہیں۔ والدین کے حقوق کا خیال تو در کنار ہم تو والدین کی نافرمانی اور حکم عدولی میں ذرہ برابر بھی شرم وندامت محسوس نہیں کرتے۔ بعض تو ایسے ہیں جو اپنی بیوی کے سامنے والدین کی بے عزتی اور ان سے زبان درازی کرتے ہیں اور افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اسے بہت بڑا کارنامہ سمجھتے ہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو اللہ رب العزت اور اس کے محبوب سرکار دو عالم ﷺ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ ادب واحترام، حسن وسلوک کے حقدار والدین ہی ہیں۔ قرآن شریف میں اکثر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ حسن وسلوک، خوش اسلوبی، فرمانبرداری، احسان شناسی اور شکر گزاری کا بھی درس دیا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں والدین کا رتبہ کیا ہے اور ان کا مقام کیا ہے، بلکہ یہاں تک حکم ہے کہ اگر والدین کی کسی تکلیف دہ بات سے اولاد کے دل کو ٹھیس پہنچتی ہے تو انہیں اف تک کہنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار اور خدمت گزار کوئی بھی فرزند، جب ان کی طرف محبت سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر نگاہ کے بدلے ایک حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح والدین کی نافرمانی ایذارساں اولاد کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی بھی خبر دی ہے۔ کتنی خوش نصیب ہے وہ اولاد جن کے والدین باحیات ہیں اور وہ اپنے والدین کی نگہبانی اور خدمت میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔ جو اپنے والدین کی معمولی سی تکلیف کا خیال رکھتے ہیں اور ان کی چھوٹی بڑی ضرورتوں کو خوشی خوشی پورا کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں، ایسی اولاد کے لیے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

دور حاضر میں اولاد دنیاوی تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ عہدہ یا ملازمت پانے کے بعد نہ صرف اپنے عزیز واقارب اور خاندان سے کٹنے لگی ہیں بلکہ جن والدین نے شب وروز محنت ومشقت کر کے لکھایا پڑھایا وہی انہیں اب حقیر لگنے لگے ہیں۔ والدین کی معمولی غلطی، غیر ضروری کلمات یا حرکات جو بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے قدرتی ہوتے ہیں، اب اولاد کو برگشتہ کرنے لگے ہیں، ماں باپ ان کی ناراضگی کا سبب بننے لگے ہیں یہ اور اس طرح کی دوسری وجوہات کی بناء پر والدین کو الگ کر دیا جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بعض اولادیں اپنے بیوی بچوں تک کو ان سے ملنے سے منع کر دیتے ہیں۔ بہت سی اولادیں ایسی بھی ہیں جو محض اس لیے والدین سے رشتہ منقطع کر دیتے ہیں کہ جاہل اور کم پڑھے لکھے ماں باپ کی وجہ سے ان کی ماڈرن تہذیب اور اعلیٰ طرز کے رکھ رکھاؤ میں بگاڑ پیدا نہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ نہیں چاہتے ہیں کہ والدین ان کی ذاتی زندگی میں دخل انداز ہوں۔ اس لیے وہ انہیں اپنے سے دور رکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

ادھر ماں باپ اپنے پوتا، پوتیوں کی یاد میں پریشان ہو کر اپنی زندگی کے آخری ایام بڑی کسمپرسی میں گزارتے ہیں۔ یہ ایک ایسا دردناک پہلو ہے جس سے گھبرا کر دوسری قوموں نے بوڑھوں کا ہاسٹل بنا رکھا ہے، جہاں عمر کے آخری لمحوں میں انہیں وہاں تنہا چھوڑ دیا جاتا

ہے۔ وہاں پہنچ کر بوڑھے بس اپنی موت کا انتظار کرتے نظر آتے ہیں اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ اولاد کی شدید مصروفیات کی وجہ سے وہ دو سروں کے کندھوں کے سہارے اس دارِ فانی (دنیا) سے رخصت ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرے کے تعلیم یافتہ، نئی تہذیب کے دلدادہ، فیشن پرست نوجوانوں کو اپنے والدین بوجھ نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے نہ جانے کن کن تکلیفوں، منتوں، اپنے ارمانوں اور خواہشات کا گلا گھونٹ کر اولاد کو پڑھایا لکھایا اور قابل انسان بنانے میں اپنی پوری پونجی اور طاقت لگادی، لیکن اس کا بدلہ سوائے حقارت اور نفرت کے کچھ نہ ملا۔

اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی ماں باپ اپنی اولاد کو برا کہنا گوارا نہیں کرتے بلکہ تعریف ہی کرتے ہیں، کیونکہ اولاد ان کے جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے۔ بھلے ہی یہ ٹکڑا کتنا ہی فریبی، احسان فراموش، خودغرض اور مفاد پرست کیوں نہ ہو۔ ماں باپ کی نظر میں وہ معصوم اور بے گناہ ہی ہوتا ہے۔ اولاد کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ ایک مدت ہوتی ہے۔ اگر وہ اس حد سے تجاوز کر جائے تو ماں کے دکھے دل سے نکلی ایک آہ بددعا بن کر ہنستے کھیلتے، پھلے پھولے گلستاں کو تباہ و برباد کر سکتی ہے۔ والدین چاہے کتنے ہی غریب، مفلس، کمزور لاچار کیوں نہ ہوں وہ ہمیشہ اپنی محنت و مشقت سے اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ مگر آج معاشرے کا حال یہ ہے کہ پانچ بچے مل کر بھی اپنے والدین کو سہارا دینے میں آنا کانی کرتے ہیں۔ کئی کئی بھائیوں سے انہیں اپنے سے الگ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان پانچ بچوں کے لیے ان کے والدین ایک بہت بڑا مسئلہ بلکہ بہت بڑا بوجھ اور مصیبت ہوتے ہیں۔

اسلام میں جب والدین کا اتنا بڑا رتبہ اور مقام ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے والدین کے ساتھ (وہ چاہے کیسے بھی ہوں حسن و سلوک سے پیش آئیں تاکہ جنت کے مستحق بن سکیں۔ ماں باپ کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کریں اور ان کی مرضی اور مزاج کے خلاف کوئی ایسا کام نہ کریں جو ان کی ناراضگی کا سبب بنے۔ خاص طور پر اس وقت ان کا زیادہ خیال رکھیں جب وہ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور اور مزاج کے چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت والدین کی خدمت کرنا اور انہیں ہر طرح کا آرام پہنچانا ہی اصل خدمت ہوگی۔

﴿۲۳﴾ ایک اہم نصیحت: مجلس میں بیٹھ کر دین کی باتیں سنئے

دین کی مجالس میں جو لوگ دور بیٹھ کر یہ سمجھ رہے ہیں کہ آواز تو یہاں بھی آ رہی ہے۔ یہیں سے بیٹھ کر سن لیں۔ وہ حضرات یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ آواز کو تو نہ فرشتے گھیرتے ہیں اور نہ ہی آواز پر مغفرت کا وعدہ ہے۔ اس لیے وہ حضرات دور بیٹھ کر اپنا نقصان نہ کریں۔ مجلس کے ساتھ مل کر بیٹھ جائیں۔ ہمارے دور میں دین کی خدمت کرنے والی پوری دنیا میں پھیلی ہوئی بڑی بڑی چار جماعتیں ہیں:

① تبلیغی جماعت ② علماء وطلباء کی جماعت

③ مشائخ واہل اللہ کی جماعت ④ دینی کتابیں لکھنے والے مصنفین کی جماعت۔

ان چاروں دینی خدمات کے نام یہ ہیں۔

① تبلیغ ② تدریس ③ تزکیہ ④ تصنیف وتالیف

ان چاروں ناموں کے شروع میں تاء ہے جو ان چاروں میں اتحاد کی طرف اشارہ کرتا ہے، دوسرا اشارہ تاء کے دونوں نقطوں سے اس طرف ہے کہ اگر ان چاروں سلسلوں میں اتحاد ہوگا تو پوری امت اوپر آئے گی جیسے تاء کے نقطے اوپر ہیں، اور اتحاد پیدا کرنے کے لیے تقویٰ اور تعاون کی تاء کو بھی اپنے اندر شامل کرنا ہوگا جو اہل تقویٰ کی صحبت ہی سے مشائخ بنے، پھر ان کے فیض سے امت کو خوب فائدہ پہنچا، اللہ تعالیٰ ان چاروں سلسلوں میں ایک دوسرے کی قدردانی، محبت وعظمت عطا فرمادے، باہم تنافر و تباغض (جو عدم اخلاص کی بڑی علامت ہے) اس سے ان چاروں سلسلوں کو بچائے۔ آمین یارب العالمین۔

﴿۲۴﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا مناظرہ

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قحط سالی تھی لوگ نمرود کے پاس جاتے تھے اور غلہ لے آتے تھے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بھی گئے وہاں یہ مناظرہ ہو گیا۔ بدبخت نے آپ علیہ السلام کو غلہ نہ دیا۔ آپ خالی ہاتھ واپس آئے۔ گھر کے قریب پہنچ کر آپ نے دونوں بوریوں میں ریت بھر لی کہ گھر والے سمجھیں کچھ لے آئے۔ گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ علیہا السلام اٹھیں، بوریوں کو کھولا تو عمدہ اناج سے دونوں پر تھیں۔ کھانا پکا کر تیار کیا۔ آپ کی بھی آنکھ کھلی دیکھا کہ کھانا تیار ہے۔ پوچھا اناج کہاں سے آیا؟ کہا دو بوریاں جو آپ بھر کر لائے انہی میں سے یہ اناج نکالا تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے برکت اور اس کی رحمت ہے۔ اس نابکار بادشاہ کے پاس خدا تعالیٰ نے اپنا ایک فرشتہ بھیجا اس نے آ کر اسے توحید کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی دوبارہ دعوت دی لیکن انکار کیا، تیسری مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف بلایا لیکن پھر بھی یہ منکر ہی رہا، اس بار بار کے انکار کے بعد فرشتے نے اس سے کہا اچھا تو اپنا لشکر تیار کر میں بھی اپنا لشکر لے کر آتا ہوں۔ نمرود نے بڑا بھاری لشکر تیار کیا اور زبردست فوج کو لے کر سورج نکلنے کے وقت میدان میں آ ڈٹا، ادھر اللہ تعالیٰ نے مچھروں کا دروازہ کھول دیا بڑے بڑے مچھر اس کثرت سے آئے کہ لوگوں کو سورج بھی نظر نہ آتا تھا، یہ خدائی فوج نمرودیوں پر گری اور تھوڑی دیر میں ان کا خون تو کیا ان کا گوشت پوست سب کھا پی گئی اور سارے کے سارے وہیں ہلاک ہو گئے ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا۔ انہیں مچھروں میں سے ایک نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا دماغ چاٹتا رہتا۔ ایسے سخت عذاب میں وہ رہا کہ اس سے موت ہزاروں درجہ بہتر تھی، اپنا سر دیواروں اور پتھروں پر مارتا تھا۔ ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا۔ یونہی رینگ رینگ کر بدنصیب نے ہلاکت پائی۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ (اللہ ہم کو اپنی پناہ میں رکھے) آمین۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۳۵۶)

﴿۲۵﴾ پانچ (5) اہم نصیحتیں

① حقیر سے حقیر پیشہ ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔

② ہر اچھا کام پہلے ناممکن ہوتا ہے۔

③ نفس کی تمنا پوری نہ کرو، ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔

④ جس نعمت کی قدر نہ کی جائے وہ ختم ہو جاتی ہے۔

⑤ اس راستے پر چلو جو بندے کو خالق سے ملا دیتا ہے۔

﴿۲۶﴾ حضرت عبداللہ بن سلام کا عجیب خواب اور اس کی تعبیر

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں تھا، ایک شخص آیا جس کا چہرہ خدا ترس تھا۔ دو رکعتیں نماز کی اس نے ادا کیں، لوگ انہیں دیکھ کر کہنے لگے یہ جنتی ہیں، جب وہ باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے گیا، باتیں کرنے لگا۔ جب وہ متوجہ ہوئے تو میں نے کہا جب آپ تشریف لائے تھے تب لوگوں نے آپ کی نسبت یوں کہا تھا۔ کہا سبحان اللہ! کسی کو وہ نہ کہنا چاہیے جس کا علم اسے نہ ہو، ہاں البتہ اتنی بات تو ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا میں ایک لہلہاتے ہوئے سرسبز گلشن میں ہوں اس کے درمیان ایک لوہے کا ستون ہے جو زمین سے آسمان تک چلا گیا ہے اس کی چوٹی پر ایک کڑا ہے مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ میں نے کہا میں تو نہیں چڑھ سکتا۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھے تھاما اور میں بآسانی چڑھ گیا اور اس کڑے کو تھام لیا۔ اس نے کہا دیکھو مضبوط پکڑے رہنا۔ بس اس حالت میں میری آنکھ کھل گئی کہ وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ تو آپ نے فرمایا گلشن باغ اسلام ہے اور ستون، ستون دین ہے اور کڑا عروۃ الوثقیٰ ہے تو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے گا۔ یہ شخص عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۵۷)

﴿۲۷﴾ دینار کو دینار کیوں کہتے ہیں (وجہ تسمیہ)

ابن ابی حاتم میں حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول مروی ہے کہ دینار کو اس لیے دینار کہتے ہیں کہ وہ دین یعنی ایمان بھی ہے اور نار یعنی آگ بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق کے ساتھ لو تو دین، ناحق لو تو نار یعنی آتش دوزخ۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۴۴۳)

﴿۲۸﴾ جیسی نیت ویسا اللہ کا معاملہ

(مندرجہ ذیل قصہ بخاری شریف میں سات جگہ آیا ہے)

مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار اُدھار مانگے۔ اس نے کہا گواہ لاؤ۔ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ کہا ضمانت لاؤ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی ضمانت کافی ہے۔ کہا تو نے سچ کہا ہے۔ ادائیگی کی میعاد مقرر ہوگئی اور اس نے اسے ایک ہزار دینار گن دیئے۔ اس نے تری کا سفر کیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا۔ جب میعاد پوری ہونے کو آئی تو یہ سمندر کے قریب آیا کہ کوئی جہاز کشتی ملے تو اس میں بیٹھ کر جاؤں اور رقم ادا کر آؤں لیکن کوئی جہاز نہ ملا جب دیکھا کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا تو اس نے ایک لکڑی لی اور بیچ میں سے کھوکھلی کر لی اور اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک پرچہ بھی رکھ دیا۔ پھر منہ بند کر دیا اور خدا تعالیٰ سے دعا کی "اے پروردگار! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیے اس نے مجھ سے ضمانت طلب کی میں نے تجھے ضامن بنایا اور اس پر وہ خوش ہوگیا، گواہ مانگا میں نے گواہ بھی تجھ ہی کو رکھا۔ وہ اس پر بھی خوش ہوگیا، اب جب کہ وقت مقررہ ختم ہونے کو آیا تو میں نے ہر چند کشتی تلاش کی کہ جاؤں اپنا قرض ادا کر آؤں لیکن کوئی کشتی نہیں ملتی اب میں اس رقم کو تجھے سونپتا ہوں اور سمندر میں ڈالتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رقم اسے پہنچا دے۔" پھر اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا اور خود چلا گیا لیکن پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ مل جائے تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا، وہاں جس شخص نے اسے قرض دیا جب اس نے دیکھا کہ وقت پورا ہوا آج اسے آجانا چاہیے تو وہ بھی دریا کے کنارے آکھڑا ہوا کہ وہ آئے گا اور میری رقم مجھے دے گا یا کسی کے ہاتھ بھجوائے گا مگر جب شام ہونے کو آئی اور کوئی کشتی اس طرف نہیں آئی تو یہ واپس لوٹا۔ کنارے پر ایک لکڑی دیکھی تو یہ سمجھ کر خالی جا ہی رہا ہوں آؤ اس لکڑی کو لے کر چلوں پھاڑ کر سکھا لوں گا جلانے کے کام آئے گی، گھر پہنچ کر جب اسے چیرا تو کھنا کھن بجتی ہوئی اشرفیاں نکلتی ہیں۔ گنتا ہے تو پوری ایک ہزار ہیں۔ وہیں پرچہ پر نظر پڑتی ہے، اسے بھی اٹھا کر پڑھتا ہے۔ پر ایک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار دینار پیش کر کے کہتا ہے کہ یہ لیجیے آپ کی رقم معاف کیجئے گا میں نے ہر چند کوشش کی کہ وعدہ خلافی نہ ہو لیکن کشتی کے نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور دیر لگ گئی آج کشتی ملی آپ کی رقم لے کر حاضر ہوا۔ اس نے پوچھا کہ کیا میری رقم آپ نے بھجوائی بھی ہے؟ اس نے کہا میں تو کہہ چکا کہ مجھے کشتی نہ ملی۔ اس نے کہا اپنی رقم واپس لے کر خوش ہو کر چلے جاؤ۔ آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈال کر اسے توکلا علی اللہ دریا میں ڈالا تھا اسے خدا تعالیٰ نے مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے اپنی پوری رقم وصول کر لی۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۳۷۷)

﴿۲۹﴾ خیانت کرنے والے کا عبرت ناک انجام

① ابن جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں تم میں سے اس شخص کو پہچانتا ہوں جو چلاتی ہوئی بکری کو اٹھائے ہوئے قیامت کے دن آئے گا اور میرا نام لے لے کر مجھے پکارے گا۔ میں کہہ دوں گا کہ میں خدا کے پاس تیرے کچھ کام نہیں آسکتا میں تو پہنچا چکا ہوں۔

② اسے بھی میں پہچانتا ہوں جو اونٹ کو اٹھائے ہوئے آئے گا جو بول رہا ہو گا یہ بھی کہے گا کہ اے محمد ﷺ! اے محمد ﷺ! میں کہوں گا

میں تیرے لیے خدا کے پاس کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تو تبلیغ کر چکا تھا۔

③ میں اسے بھی پہچانتا ہوں جو اسی طرح گھوڑے کو لادے ہوئے آئے گا جو ہنہنا رہا ہوگا، وہ بھی مجھے پکارے گا اور میں کہہ دوں گا کہ میں تو پہنچا چکا تھا آج کچھ کام نہیں آسکتا۔

④ اس شخص کو بھی میں پہچانتا ہوں جو کھالیں لیے ہوئے حاضر ہوگا اور کہہ رہا ہوگا یا محمد ﷺ! یا محمد ﷺ! میں کہوں گا میں خدا کے پاس کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا میں تو تجھے بتا چکا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ا صفحہ ۳ ۷ ۲)

﴿۳۰﴾ عقلمند لوگ کون ہیں؟

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ ﴾ (سورۂ آل عمران: ۱۹۰)

ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

آیت کا مطلب یہ ہے کہ آسمان جیسی بلند اور وسعت والی مخلوق اور زمین جیسی پست اور سخت لمبی چوڑی مخلوق پھر آسمانوں میں بڑی بڑی نشانیاں مثلاً چلنے پھرنے والے اور ایک جگہ ٹھہرے رہنے والے اور زمین کی بڑی بڑی پیداوار مثلاً پہاڑ اور جنگل اور درخت اور گھاس اور کھیتیاں اور پھل اور مختلف قسم کے جاندار اور کانیں اور الگ الگ ذائقے والے اور طرح طرح کی خوشبوؤں والے میوے وغیرہ، کیا یہ سب آیات قدرت ایک سوچ سمجھ والے انسان کی رہبری خدا تعالیٰ کی طرف نہیں کرسکتیں؟ جو اور نشانیاں دیکھنے کی ضرورت باقی رہے۔ پھر دن رات کا آنا جانا اور ان کا کم زیادہ ہونا پھر برابر ہو جانا یہ سب اس عزیز وعلیم خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی پوری پوری نشانیاں ہیں۔ اسی لیے آخر میں فرمایا کہ ان میں عقلمندوں کے لیے کافی نشانیاں ہیں جو پاک نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظر ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں۔ جن کی حالت اور جگہ بیان ہوئی کہ وہ آسمان اور زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو پاک نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظر ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں۔ جن کی حالت اور جگہ بیان ہوئی کہ وہ آسمان اور زمین کی بہت سی نشانیاں پیروں تلے روندتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور غور وفکر نہیں کرتے ان میں اکثر باوجود خدا کو ماننے کے پھر بھی شرک سے نہیں چھوٹ سکتے۔ اب ان عقلمندوں کی صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ:

① وہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے خدا کا نام جپا کرتے ہیں۔

صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور یہ بھی نہ ہو سکے تو لیٹے لیٹے ہی سہی۔ یعنی کسی حالت میں ذکر خدا تعالیٰ سے غافل مت رہو۔ دل میں اور پوشیدہ اور زبان سے ذکر خدا کرتے رہا کرو۔ یہ لوگ آسمان اور زمین کی پیدائش میں نظر دوڑاتے ہیں اور ان کی حکمتوں پر غور کرتے ہیں جو اس خالق یکتا کی عظمت و قدرت علم وحکمت اختیار ورحمت پر دلالت کرتی ہے۔

② حضرت شیخ سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”گھر سے نکل کر جس جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ اس میں خدا تعالیٰ کی ایک نعمت مجھ پر موجود ہے اور میرے لیے وہ باعث عبرت ہے۔“

③ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ”ایک ساعت غور وفکر کرنا رات بھر کے قیام کرنے سے افضل ہے۔“

④ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ”غور وفکر اور مراقبہ ایک ایسا آئینہ ہے جو تیرے سامنے تیری برائیاں بھلائیاں پیش کردے گا۔“

⑤ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”غور وفکر ایک نور ہے جو تیرے دل پر اپنا پرتو ڈالے گا۔“ اور بسا اوقات یہ شعر پڑھتے:

اِذَا الْمَرْءُ کَانَتْ لَہٗ فِکْرَۃٌ   فَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ عِبْرَۃٌ

ترجمہ: ''یعنی جس انسان کو باریک بینی کی اور سوچ سمجھ کر عادت پڑ گئی اسے ہر چیز میں ایک عبرت اور آیت نظر آتی ہے۔''

⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو بولنا ذکر اللہ اور نصیحت ہو اور اس کا چپ رہنا غور و فکر ہو اور اس کا دیکھنا عبرت اور تنبیہ ہو۔''

⑦ لقمان حکیم کا یہ حکمت آمیز مقولہ بھی یاد رہے کہ ''تنہائی کی گوشہ نشینی جس قدر زیادہ ہو تو اسی قدر غور و فکر اور انجام بینی زیادہ ہوتی ہے اور جس قدر یہ بڑھ جائے اسی قدر وہ راستے انسان پر کھل جاتے ہیں جو اسے جنت میں پہنچا دیں گے۔''

⑧ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس قدر مراقبہ زیادہ ہوگا اسی قدر سمجھ بوجھ تیز ہوگی اور جتنی سمجھ زیادہ ہوگی اتنا علم نصیب ہوگا اور جس قدر علم نصیب ہوگا نیک اعمال بھی بڑھیں گے۔''

⑨ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ عزوجل کے ذکر میں زبان کا چلانا بہت اچھا ہے اور خدا کی نعمتوں میں غور و فکر کرنا افضل عبادت ہے۔''

⑩ حضرت مغیث اسود رحمۃ اللہ علیہ مجلس میں بیٹھے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''لوگو! قبرستان ہر روز جایا کرو، تاکہ تمہیں انجام کا خیال پیدا ہو پھر اپنے دل میں اس منظر کو حاضر کرو کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو پھر ایک جماعت کو جہنم میں جانے کا حکم ہوتا ہے اور ایک جماعت جنت میں جاتی ہے، اپنے دلوں کو اس حال میں جذب کر دو اور اپنے بدن کو بھی وہیں حاضر جان لو جہنم کو اپنے سامنے دیکھو اس کے ہتھوڑوں کو اس کی آگ کے قید خانوں کو اپنے سامنے لا۔'' اتنا فرماتے ہیں کہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگتے ہیں یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

⑪ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ایک شخص نے ایک راہب سے ایک قبرستان اور ایک کوڑا اڈالنے کی جگہ پر ملاقات کی اور اس سے کہا، اے راہب! تیرے پاس اس وقت دو خزانے ہیں ایک خزانہ لوگوں کا یعنی قبرستان، ایک خزانہ مال کا یعنی کوڑا کرکٹ پاخانہ پیشاب ڈالنے کی جگہ۔''

⑫ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کھنڈرات پر جاتے اور کسی ٹوٹے پھوٹے دروازے پر کھڑے رہ کر نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ آواز نکالتے اور فرماتے ''اے اجڑے ہوئے گھرو! تمہارے رہنے والے کہاں ہیں؟'' پھر خود فرماتے ''سب زیر زمین چلے گئے، سب فنا کا جام پی چکے، صرف ذات خدا کو ہمیشگی والی بقا ہے۔''

⑬ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''دو رکعتیں جو دل بستگی کے ساتھ ادا کی جائیں اس تمام نماز سے افضل ہیں جس میں ساری رات گزار دی لیکن دلچسپی نہ تھی۔''

⑭ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اے ابن آدم! اپنے پیٹ کے تیسرے حصہ میں کھا، تیسرے حصے میں پانی پی اور تیسرا حصہ ان سانسوں کے لیے چھوڑ جس میں تو آخرت کی باتوں پر، اپنے انجام پر اور اپنے اعمال پر غور و فکر کر سکے۔'' بعض حکیموں کا قول ہے ''جو شخص دنیا کی چیزوں پر بغیر عبرت حاصل کیے نظر ڈالتا ہے اس غفلت کے اندازے سے اس کی دل کی آنکھیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔''

⑮ حضرت بشر بن حارث حافی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ''اگر لوگ خدا تعالیٰ کی عظمت کا خیال کرتے تو ہرگز ان سے نافرمانیاں نہ ہوتیں۔''

⑯ حضرت عامر بن عبد قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے بہت سے صحابہ سے سنا ہے کہ ایمان کی روشنی غور و فکر اور مراقبہ ہے۔''

⑰ مسیح ابن مریم سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ''ابن آدم! اے ضعیف انسان! جہاں کہیں تو ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہ دنیا میں

عاجزی اور مسکینی کے ساتھ رہ، اپنا گھر مسجدوں کو بنالے، اپنی آنکھوں کو رونا سکھا، اپنے جسم کو صبر کی عادت سکھا، اپنے دل کو غور وفکر کرنے والا بنا، کل کی روزی کی فکر آج نہ کر۔"

⑱ امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مجلس میں بیٹھے ہوئے رو دیے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: "میں نے دنیا میں اور اس کی لذتوں میں اور اس کی خواہشوں میں غور وفکر کیا اور عبرت حاصل کی جب نتیجہ پر پہنچا تو میری امنگیں ختم ہو گئیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے اس میں عبرت ونصیحت ہے اور وعظ وپند ہے۔" (تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۲۹۲، ۲۹۳)

﴿۳۱﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے میں سانپ کا قصہ

(کپڑا پہننے سے پہلے ضرور جھاڑ لیجئے)

کپڑے پہننے سے پہلے ضرور جھاڑ لیجئے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کوئی موذی جانور رہو اور خدانخواستہ کوئی ایذا پہنچائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ایک جنگل میں اپنے موزے پہن رہے تھے۔ پہلا موزہ پہننے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا موزہ پہننے کا ارادہ فرمایا تو ایک کوا جھپٹا اور وہ موزہ اٹھا کر اڑ گیا اور کافی اوپر لے جا کر اسے چھوڑ دیا۔ موزہ جب اونچائی سے گرا تو گرنے کی چوٹ سے اس میں سے ایک سانپ دور جا پڑا۔ یک دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا: "ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔" (طبرانی، آداب زندگی: صفحہ ۲۹، ۳۰)

﴿۳۲﴾ جنت کی چادر اوڑھنے کا نبوی نسخہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی ایسی عورت کی تعزیت کی جس کا بچہ مر گیا ہو تو اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت کی چادر اڑھائی جائے گی۔" (ترمذی، آداب زندگی: ص ۶۲)

﴿۳۳﴾ مشورہ میں امانت کا رنگ ہونا چاہیے سیاست وچالاکی کا نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ مشورہ

ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "لوگوں کی آؤ بھگت، خیر خواہی اور چشم پوشی کا مجھے خدا کی جانب سے اسی طرح حکم کیا گیا ہے جس طرح فرائض کی پابندی کا۔ چنانچہ اس آیت میں بھی فرمان ہے، تو ان سے درگزر کر، ان کے لیے استغفار کر، اور کاموں کا مشورہ ان سے لیا کر۔" اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے جیسے:

① بدر والے دن قافلے کی طرف بڑھنے کے لیے مشورہ لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر آپ سمندر کے کنارے پر کھڑے ہو کر ہمیں فرمائیں گے کہ اس میں کود پڑو اور اس پار نکلو تو بھی ہم سرتابی نہ کریں گے اور اگر ہمیں برک الغماد تک لے جانا چاہیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم وہ نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے صحابیوں کی طرح کہہ دیں کہ تو اور تیرا رب لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں صفیں باندھ کر جم کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا مشورہ بھی لیا کہ منزل کہاں ہے اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے آگے بڑھ کر ان کے سامنے ہو۔

② اسی طرح احد کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکلیں؟ اور جمہور کی رائے یہی ہوئی کہ باہر میدان میں جا کر لڑنا چاہیے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کیا۔

③ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے موقعہ پر بھی اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کہ مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا تہائی حصہ دینے کا وعدہ

کر کے مخالفین سے مصالحت کر لی جائے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا اور آپ ﷺ نے بھی اس مشورہ کو قبول کر لیا اور مصالحت چھوڑ دی۔

④ اسی طرح آپ ﷺ نے حدیبیہ والے دن اس امر کا مشورہ کیا کہ آیا مشرکین کے گھروں پر دھاوا بول دیں؟ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہمارا ارادہ صرف عمرہ کا ہے۔ چنانچہ اسے بھی آپ ﷺ نے منظور فرما لیا۔

⑤ اسی طرح جب منافقین نے آپ ﷺ کی بیوی صاحبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے مسلمانو! مجھے مشورہ دو کہ ان لوگوں کا میں کیا کروں جو میرے گھر والوں کو بدنام کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم میرے علم میں تو میرے گھر والوں میں کوئی برائی نہیں اور جس شخص کے ساتھ تہمت لگا رہے ہیں واللہ! میرے نزدیک تو وہ بھی بھلائی والا ہی ہے اور آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جدائی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا۔ غرض لڑائی کے کاموں میں بھی دیگر امور میں بھی حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اور روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مشورہ لے تو اسے چاہیے بھلی بات کا مشورہ دے۔ (ابن ماجہ تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۴۲۳)

﴿۳۴﴾ ہوائیں بھی آپس میں باتیں کرتی ہیں

بیہقی کی ''شعب الایمان'' ہی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا ''اے پیارے بیٹے! میں نے چٹان، لوہے اور ہر بھاری چیز کو اٹھایا لیکن میں نے پڑوسی سے زیادہ ثقیل کسی چیز کو نہیں پایا اور میں نے تمام کڑوی اور تلخ چیزوں کا ذائقہ چکھ لیا لیکن فقر و تنگدستی سے تلخ کوئی چیز نہیں پائی۔ اے بیٹے! جاہل شخص کو ہرگز اپنا قاصد اور نمائندہ مت بنا اور اگر نمائندگی کے لیے کوئی قابل اور عقل مند شخص نہ ملے تو خود اپنا قاصد بن جا۔''

''بیٹے! جھوٹ سے خود کو محفوظ رکھ کیونکہ یہ چڑیا کے گوشت کے مانند نہایت مرغوب ہے۔ تھوڑا سا جھوٹ بھی انسان کو جلا دیتا ہے۔ اے بیٹے! جنازوں میں شرکت کیا کر اور شادی کی تقریبات میں شرکت سے پرہیز کر، کیونکہ جنازوں کی شرکت تجھے آخرت کی یاد دلائے گی اور شادیوں میں شرکت دنیا کی خواہشات کو جنم دے گی۔ آسودہ شکم ہوتے ہوئے دوبارہ شکم سیر ہو کر مت کھا کیوں کہ اس صورت میں کتوں کو ڈال دینا کھانے سے بہتر ہے۔ بیٹے نہ اتنا شیریں بن کہ لوگ تجھے نگل جائیں اور نہ اتنا کڑوا کہ تھوک دیا جائے۔''

(حیاۃ الحیوان: جلد ۲ صفحہ ۱۵۳)

﴿۳۵﴾ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا درد بھرا خط ہارون رشید ہر نماز کے بعد پڑھتے تھے اور روتے تھے

امام بن بلبان وغزالی نے ذکر کیا ہے کہ جب ہارون رشید خلیفۃ المسلمین بنے تو تمام علماء کرام ان کو مبارک باد دینے کے لیے ان کے پاس گئے، لیکن حضرت سفیان ثوری نہیں گئے حالانکہ ہارون رشید اور سفیان ثوری ایک دوسرے کے ساتھی اور دوست تھے۔ چنانچہ حضرت سفیان کے نہ آنے سے ہارون رشید کو بڑی تکلیف ہوئی اور اس نے حضرت سفیان کے نام ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے:

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔''

عبداللہ ہارون امیر المومنین کی طرف سے اپنے بھائی سفیان ثوری کی طرف۔

بعد سلام مسنون! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان ایسی بھائی چارگی اور محبت ودیعت کی ہے کہ جس میں کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ میں نے بھی آپ سے ایسی ہی محبت اور بھائی چارگی کی ہے کہ اب نہ میں اس کو توڑ سکتا ہوں اور نہ اس سے جدا ہو سکتا

ہوں۔ یہ خلافت کا جو طوق اللہ تعالیٰ نے میرے پر ڈال دیا ہے اگر یہ میرے گلے میں نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کی محبت کی بنا پر آپ کے پاس خود آتا یہاں تک کہ اگر میں چلنے میں معذور ہوتا تو گھسٹ کر آتا۔ چنانچہ اب جب کہ میں خلیفہ ہوا تو میرے تمام دوست واحباب مجھے مبارک باد دینے کے لیے آئے۔ میں نے ان کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور قیمتی سے قیمتی چیزوں کا عطیہ دے کر اپنے دل اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ لیکن آپ تشریف نہیں لائے حالانکہ مجھے آپ کا شدید انتظار تھا۔ یہ خط آپ کو بڑے ذوق وشوق اور محبت کی بنا پر لکھ رہا ہوں۔ اے ابو عبداللہ! آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ مومن کی زیارت اور مواصلت کی فضیلت ہے اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ جیسے ہی میرا یہ خط آپ کو ملے تو جتنی بھی جلدی ممکن ہو تشریف لائیے۔'' ہارون رشید نے یہ خط عباد طالقانی نامی ایک شخص کو دیا اور کہا یہ خط ثوری کو پہنچاؤ اور خاص طور سے یہ ہدایت کی کہ خط سفیان کے ہاتھ میں ہی دینا اور وہ جو جواب دیں اس کو غور سے سننا اور ان کے تمام احوال اچھی طرح معلوم کرنا۔ عباد کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لے کر کوفہ کے لیے روانہ ہوا اور وہاں جا کر حضرت سفیان کو ان کی مسجد میں پایا۔ حضرت سفیان نے مجھ کو دور سے دیکھا تو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے:

﴿"أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَأَعُوْذُ بِكَ اللّٰهُمَّ مِنْ طَارِقٍ يَطْرُقُ إِلَّا بِخَيْرٍ"﴾

ترجمہ: ''میں مردود شیطان سے اللہ سمیع وعلیم کی پناہ چاہتا ہوں اس شخص سے جو رات میں آتا ہے الا یہ کہ وہ کوئی خیر میرے پاس لے کر آئے۔''

عباد فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد کے دروازہ پر اپنے گھوڑے سے اترا تو سفیان نماز کے لیے کھڑے ہو گئے حالانکہ یہ کسی نماز کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ میں پھر ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور وہاں پر موجود لوگوں کو سلام کیا۔ مگر کسی نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ مجھے بیٹھنے کو کہا حتیٰ کہ کسی نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت بھی نہ کی اس ماحول میں مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور بدحواسی میں میں نے وہ خط حضرت سفیان کی طرف پھینک دیا۔ حضرت سفیان کی نظر جیسے ہی خط پر پڑی تو وہ ڈر گئے اور خط سے دور ہٹ گئے گویا وہ کوئی سانپ ہے۔ پھر کچھ دیر بعد سفیان نے اپنی آستین کے کپڑے سے اس خط کو اٹھایا اور اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کو پڑھے کیوں کہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کسی ایسی چیز کے چھونے سے جس کو کسی ظالم نے چھو رکھا ہو۔

چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے اس خط کو کھولا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔ پھر اس نے اس کو پڑھا۔ خط کا مضمون سن کر سفیان کسی متعجب شخص کی طرح مسکرائے اور کہا کہ اس خط کو پلٹ کر اس کی پشت پر جواب لکھ دو۔ اہل مجلس میں سے کسی نے حضرت سفیان سے عرض کیا کہ حضرت وہ خلیفہ ہیں، لہٰذا اگر کسی کورے صاف کاغذ پر جواب لکھواتے تو اچھا تھا۔ حضرت سفیان نے فرمایا کہ نہیں اسی خط کی پشت پر جواب لکھو اس لیے کہ اگر اس نے یہ کاغذ حلال کمائی کا استعمال کیا ہے تو اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اگر یہ کاغذ حرام کمائی کا استعمال ہے تو عنقریب اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ رہنی چاہیے جسے کسی ظالم نے چھوا ہو کیونکہ یہ چیز دین میں خرابی کا باعث ہو گی۔ پھر اس کے بعد سفیان ثوری نے کہا کہ لکھو:

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور بڑا مہربان ہے۔''

سفیان کی جانب سے اس شخص کی طرف جس سے ایمان کی مٹھاس اور قرأت قرآن کی دولت کو چھین لیا گیا۔

بعد سلام مسنون!

یہ خط تم کو اس لیے لکھ رہا ہوں تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ میں نے تم سے اپنا دینی رشتہ یعنی بھائی چارگی اور محبت کو منقطع کر لیا ہے اور یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے اپنے خط میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تم نے اپنے دوست واحباب کو شاہی خزانہ سے مالا مال کر دیا ہے۔ لہٰذا اب میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کا غلط استعمال کیا ہے اور مسلمانوں کی بغیر اجازت کے اپنے نصاب پر خرچ کیا

اور اس پر طرہ یہ کہ تم نے مجھ سے بھی اس آرزو کا اظہار کیا کہ میں تمہارے پاس آؤں لیکن یاد رکھو میں اس کے لیے بھی راضی نہ ہوں گا۔ میں اور میرے اہل مجلس جس نے بھی تمہارے خط کو سنا وہ سب تمہارے خلاف گواہی دینے کے لیے انشاء اللہ کل قیامت کے دن خداوند قدوس کی عدالت میں حاضر ہوں گے کہ تم نے مسلمانوں کے مال کو غیر مستحق لوگوں پر خرچ کیا۔

اے ہارون! ذرا معلوم کرو کہ تمہارے اس فعل پر اہل علم، قرآن کی خدمت کرنے والے، یتیم بیوہ عورتیں، مجاہدین، عاملین سب راضی تھے یا نہیں؟ کیونکہ میرے نزدیک مستحق اور غیر مستحق دونوں کی اجازت لینی ضروری تھی اس لیے اے ہارون! اب تم ان سوالات کے جوابات دینے کے لیے اپنی کمر مضبوط کرلو۔ کیونکہ عنقریب تم کو اللہ جل شانہ کے سامنے جو عادل و باحکمت ہے حاضر ہونا ہے۔ لہٰذا اپنے نفس کو اللہ سے ڈراؤ۔ جس نے قرآن کی حلاوت، علم کی مجلسوں کو چھوڑ کر ظالم اور ظالموں کا امام بننا قبول کرلیا۔

اے ہارون! اب تم سر پر بیٹھنے لگے اور حریر تمہارا لباس ہوگیا اور ایسے لوگوں کا لشکر جمع کرلیا جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں مگر تم انصاف نہیں کرتے۔ تمہارے یہ لوگ شراب پیتے ہیں مگر تم کوڑے دوسروں پر لگاتے ہو۔ تمہارے ہی لشکر (افسران) چوری کرتے ہیں مگر تم ہاتھ کاٹتے ہو بے قصور لوگوں کے، تمہارے یہ کارندے قتل عام کرتے ہیں۔ مگر تم خاموش تماشائی بنے ہو۔ اے ہارون! کل میدان حشر کیسا ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارنے والا پکارے گا کہ "ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو حاضر کرو۔" تو تم اس وقت آگے بڑھو گے اس حال میں کہ تمہارے دونوں ہاتھ تمہاری گردن سے بندھے ہوں گے اور تمہارے اردگرد تمہارے ظالم مددگار ہوں گے اور انجام کار تم ان ظالموں کے امام بن کر دوزخ کی طرف جاؤ گے۔ اس دن تم اپنی حسنات تلاش کرو گے تو وہ دوسروں کی میزان میں ہوں گی اور تمہاری میزان میں برائیاں ہی برائیاں نظر آئیں گی اور پھر تم کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ تم اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرو اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ بادشاہت تمہارے پاس ہمیشہ نہیں رہے گی۔ یہ یقیناً دوسروں کے پاس چلی جائے گی۔ چنانچہ یہ امر ایسا ہے کہ بعض اس سے دنیا و آخرت سنوار لیتے ہیں اور بعض دنیا و آخرت دونوں برباد کرلیتے ہیں۔

اور اب خط کے آخر میں یہ بات غور سے سنو کہ آئندہ کبھی مجھ کو خط مت لکھنا اور اگر تم نے خط لکھا تو بھی یاد رکھنا اب بھی مجھ سے کسی جواب کی امید مت رکھنا۔ والسلام۔"

خط مکمل کرا کے حضرت سفیان نے اس کو قاصد کی طرف پھینکوا دیا۔ نہ اس پر اپنی مہر لگائی اور نہ اس کو چھوا۔ قاصد (عباد) کہتے ہیں کہ خط کے مضمون کو سن کر میری حالت غیر ہوگئی اور دنیا سے ایک دم التفات جاتا رہا۔ چنانچہ میں خط لے کر کوفہ کے بازار میں آیا اور آواز لگائی کہ ہے کوئی خریدار جو اس شخص کو خرید سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہا ہو۔ چنانچہ لوگ میرے پاس درہم اور دینار لے کر آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے مال کی ضرورت نہیں، مجھے تو صرف ایک جبہ اور قطوانی عبا چاہیے۔ چنانچہ لوگوں نے یہ چیزیں مجھے مہیا کردیں۔ چنانچہ میں نے اپنا وہ قیمتی لباس اتار دیا جسے میں دربار میں ہارون کے پاس جاتے وقت پہنتا تھا اور پھر میں نے گھوڑے کو بھی ہنکا دیا۔ اس کے بعد میں ننگے سر پیدل چلتا ہوا ہارون رشید کے محل کے دروازہ پر پہنچا۔ محل کے دروازہ پر لوگوں نے میری حالت کو دیکھ کر میرا مذاق اڑایا اور پھر اندر جا کر ہارون سے میری حاضری کی اجازت لی۔ چنانچہ میں اندر گیا۔ ہارون رشید نے جیسے ہی مجھ کو دیکھا کھڑا ہوگیا اور اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا وائے بربادی، وائے خرابی، قاصد آباد ہوگیا اور بھیجنے والا برباد ہوگیا اب اسے دنیا کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے بعد ہارون نے بڑی تیزی سے مجھ سے جواب طلب کیا۔ چنانچہ جس طرح سفیان ثوری نے وہ خط میری طرف پھینکوایا تھا اسی طرح میں نے وہ خط ہارون رشید کی طرف اچھال دیا۔ ہارون رشید نے فوراً جھک کر ادب سے اس خط کو اٹھالیا اور کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے ہارون رشید کے رخسار آنسوؤں سے تر ہوگئے حتیٰ کہ ہچکی بندھ گئی۔

ہارون رشید کی یہ حالت دیکھ کر اہل دربار میں سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین سفیان کی یہ جرأت کہ وہ آپ کو ایسا لکھیں اگر آپ حکم دیں تو ہم ابھی سفیان کو جکڑ کے قید کر لائیں تاکہ اس کو ایک عبرت انگیز سزا مل سکے۔ ہارون نے جواب دیا کہ "اے مغرور! دنیا کے غلام! سفیان کو کچھ مت کہو ان کو ان کی حالت پر رہنے دو۔ بخدا دنیا نے ہم کو دھوکہ دیا اور بدبخت بنا دیا۔ تمہارے لیے میرا یہ مشورہ ہے کہ تم سفیان کی مجلس میں جا کر بیٹھو کیونکہ اس وقت سفیان ہی حضور ﷺ کے حقیقی امتی ہیں۔"

قاصد عباد کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہارون رشید کی یہ حالت تھی کہ سفیان کے اس خط کو ہر وقت اپنے پاس رکھتے اور ہر نماز کے بعد اس کو پڑھتے اور خوب روتے یہاں تک کہ ہارون کا انتقال ہو گیا۔ (حیاۃ الحیوان: جلد ۲ صفحہ ۲۶۶، ۲۶۹)

﴿۳۶﴾ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ہر بچہ اپنی فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا مجوسی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔" (صحیح البخاری) فطرت سے مراد اللہ پاک کی توحید اور اسلام کے بلند مرتبہ اصول و مبادی ہیں کیونکہ یہ دین فطرت انسانی اور عقل سلیم کے عین مطابق ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر بچہ عقائد و اعمال کا ذہن لے کر دنیا میں آتا ہے، اگر والدین اس کی اچھی تربیت اور ذہن سازی کریں تو یہ بلند پایہ اوصاف پروان چڑھتے ہیں اور یہ انسان ایک بہترین مسلمان بن کر معاشرہ کا مفید فرد بن جاتا ہے لیکن اگر صورت حال اس کے برعکس ہوئی تو والدین کی غلط تربیت اور ماحول کے بد اثرات سے اس کے افکار و اعمال بھی بگڑتے جاتے ہیں۔ جیسے ہم عملی طور پر دیکھتے ہیں کہ مسلمان گھرانوں کے بچے عیسائیوں کے مشنری اسکولوں یا دیگر غیر مسلموں کے مذہبی تعلیمی اداروں میں داخل کرا دیے جاتے ہیں اور پھر وہ ان کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں، اور اسلام کے فطری اور عقلی نظریات اور اعمال سے بیگانہ ہو جاتے ہیں، بچے کی اس روحانی اور اخلاقی تباہی و بربادی میں والدین برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی اولاد کو دین اسلام کے مطابق تعلیم و تربیت کریں تاکہ وہ اعلیٰ مفید اور مثالی مسلمان بن سکیں۔

﴿۳۷﴾ بچے کے کان میں اذان و اقامت کی مسنونیت

بچے کی پیدائش کے بعد ایک سنت عمل یہ ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے، اس سلسلے میں جو احادیث مروی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

① حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کے یہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو وہ بچہ ام الصبیان (سوکڑہ کی بیماری) سے محفوظ رہے گا۔" (سنن بیہقی)

② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے (دائیں) کان میں جس دن وہ پیدا ہوئے اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ (بیہقی)

③ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں اذان دی۔ (ابوداؤد، ترمذی شریف)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس اذان اور اقامت کی حکمت یہ ہے کہ اس طرح سے نومولود بچے کے کان میں سب سے پہلے جو آواز پہنچتی ہے، وہ خدائے بزرگ و برتر کی بڑائی اور عظمت والے کلمات اور اس شہادت کے الفاظ ہوتے ہیں، جس کے ذریعہ انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ گویا اسے دنیا میں آتے ہی اسلام اور خدائے واحد کی بڑائی کی تلقین کی جاتی ہے۔ جس کے اثرات ضرور بچے کے دل و دماغ پر پڑتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان اثرات کو ابھی سمجھ نہیں پاتا۔

اس کی ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اذان سے چونکہ شیطان بھاگتا ہے، جو کہ انسان کا ازلی دشمن ہے اس لیے اذان کہی جاتی ہے، کہ دنیا میں قدم رکھتے ہی بچے پر پہلے پہل شیطان کا قبضہ نہ ہو، اور اس کا دشمن ابتدا ہی میں بھاگ کر پسپا ہو جائے۔

یہ حکمت بھی بیان کی گئی ہے کہ بچے کے کان میں پیدائش کے بعد اذان دی جاتی ہے اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے، گویا جیسے عام نمازوں کے لیے اذان دی جاتی ہے، اور تیاری کے کچھ وقفے کے بعد نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس طرح تمام انسانوں کو یہ سمجھانا مقصود ہوتا ہے کہ پیدا ہونے کے بعد اذان دی گئی ہے اور اس اذان کے بعد تمہاری نماز (نماز جنازہ) جلد ہونے والی ہے، لہٰذا درمیان کے مختصر عرصے میں آخرت کی تیاری کرو، تاکہ مرنے کے بعد پچھتانا نہ پڑے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

آئے ہوئی اذان ، گئے ہوئی نماز بس اتنی دیر کا جھگڑا ہے زندگی کیا ہے

تحنیک کی سنت:

تحنیک کا مطلب یہ ہے کہ کھجور چھوہارا منہ میں چبایا جائے اور اس کا تھوڑا سا حصہ انگلی پر لے کر نومولود کے منہ میں داخل کیا جائے۔ پھر انگلی کو آہستگی کے ساتھ دائیں بائیں حرکت دی جائے، تاکہ چبائی ہوئی چیز پورے منہ میں پہنچ جائے، یہ سنت عمل ہے، جس کا ثبوت مندرجہ ذیل احادیث سے ملتا ہے۔

④ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے شکم میں تھے تو فرماتی ہیں کہ میرے حمل کے دن پورے ہو چکے تھے، میں (ہجرت کر کے) مدینہ آئی اور قباء میں قیام کیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وہیں پیدا ہوئے، میں انہیں حضور ﷺ کے پاس لے گئی اور انہیں آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ کا آب دہن تھا، پھر ان کے منہ میں چھوہارا ڈالنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی، اسلام میں (ہجرت کے بعد) یہ بچہ کی پہلی پیدائش تھی۔ (بخاری: جلد۲ صفحہ ۵۷۵)

⑤ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، میں اسے نبی ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگائی۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور اسے مجھے دے دیا۔

(بخاری: جلد۲ صفحہ ۶۹۹)

تحنیک کی حکمت حدیث نمبر 4 کی عبارت سے واضح ہوگئی کہ اس سے مراد حصول برکت ہے، جیسے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے شکم میں پہنچی وہ آپ ﷺ کا آب دہن مبارک تھا۔ سبحان اللہ

﴿۳۸﴾ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

آج ہمارے درمیان حضور اقدس ﷺ کی ذات پاک موجود نہیں ہے مگر آپ ﷺ کی سنت موجود ہے۔ لہٰذا کسی نیک آدمی سے تحنیک کی سنت ادا کرنی چاہیے۔ طبی اعتبار سے بھی تحنیک ایک فائدہ مند عمل ہے۔ کیونکہ بچہ جب اس دنیا میں نیا نیا آتا ہے تو اس کا منہ پیدائشی بند ہونے کی وجہ سے ابھی کھلنے کا عادی نہیں ہوتا۔ تحنیک کے عمل سے جبڑے کھل جاتے ہیں اور منہ ماں کے دودھ کو لینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کھجور کا رس بدن کے لیے قوت بخش بھی ہے۔

﴿۳۹﴾ بچے کا سر مونڈنا

اسلام میں نومولود بچے کے بارے میں جو احکام وارد ہوئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ساتویں روز بچے کے سر کے بال مونڈے جائیں اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دی جائے، اس سنت کی تائید مندرجہ ذیل

احادیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

⑥ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی پیدائش کے ساتویں دن حکم دیا کہ ان کے سر کے بال مونڈے جائیں۔ چنانچہ وہ مونڈوائے گئے اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

(تحفۃ المودود باحکام المولود صفحہ: ۵۸)

⑦ محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی اور فرمایا اے فاطمہ! اس کے سر کے بال مونڈ لے اور ان کے برابر چاندی خیرات کر دے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وزن کیا تو ان کا وزن ایک درہم یا اس سے کچھ کم تھا۔

⑧ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر بچہ عقیقہ تک بندھا ہوتا ہے، اس کی طرف سے ساتویں دن (بکرا یا بکری) ذبح کی جائے اور سر کے بال مونڈے جائیں اور اس کا نام رکھا جائے۔ (ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

مسئلہ کی رو سے بچہ اور بچی دونوں کے سر کے بال مونڈے جانے چاہئیں اور ہر ایک کے سر کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنی چاہیے۔ کیونکہ بچہ اور بچی دونوں خدا کی نعمت ہیں اور سر کے بال مونڈنے کی حکمتیں دونوں سے متعلق ہیں، بال مونڈنے میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ سارے سر کے بال مونڈے جائیں، کیونکہ بال مونڈنے کا ایک غلط طریقہ یہ ہے کہ سر کے کچھ بال مونڈے جائیں اور کچھ چھوڑ دیئے جائیں، اس کو عربی میں قزع کہتے ہیں، جس کو منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

⑨ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

سر مونڈوانے کی سنت سے جو حکمت معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بچے کے پیدائش وبال مادر شکم میں آلائش وغیرہ کے ساتھ گندے ہو چکے ہوتے ہیں، ان گندے بالوں کو دور کر کے صفائی ستھرائی حاصل ہوتی ہے دوسرے یہ کہ پیدائشی بال انتہائی کمزور ہوتے ہیں جس کے دور کرنے سے نسبتاً طاقتور بال اگ آتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ پیدائشی بالوں کو دور کرنے سے سر کے مسام کھل جاتے ہیں، جس کے صحت پر اچھے اثرات پڑتے ہیں، نیز سر کے بال کٹوانے سے دیکھنے، سننے، سونگھنے اور سوچنے کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ اس سنت کا دوسرا جز بالوں کے برابر چاندی کا خیرات کرنا ہے، جس کی حکمت ظاہر ہے کہ بچے کی پیدائش پر جو خوشی ہوتی ہے، اس میں فقراء اور مساکین کو بھی شریک کر لیا جاتا ہے۔ یوں یہ خوشی صرف ایک گھر تک محدود نہیں رہتی بلکہ آس پاس کے غریب لوگ بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ نیز خدا کی طرف سے اولاد کے عطا ہونے پر یہ صدقہ خوشی اور تشکر کا اظہار بھی ہے۔ (ماہنامہ المحمود فروری ۲۰۰۶ء صفحہ ۲۳)

﴿۴۰﴾ نظر بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر ہے شفیع المذنبین میری

دواؤں سے طبیعت روبہ صحت ہے نہیں میری
طبیعت مضطرب ہے اب نہیں لگتی کہیں میری

نہیں سمجھا کوئی اس درد کو یہ درد کیسا ہے
دواؤں سے شفا ہرگز نہیں ہرگز نہیں میری

علاج اس کا فقط یہ ہے کہ طیبہ ہونگا ہوں میں
دیار قدس میں اشکوں سے تر ہو آستیں میری

دیار پاک ہوتا اور ہوتی یہ جبیں میری
خدا کی رحمتوں سے زندگی ہوتی حسیں میری

گزر جائے یہ باقی عمر ان کے آستانے پر
جہاں ہیں سرور عالم بنے تربت وہیں

متاع درد دل جو مل گئی مشکل سے ملتی ہے
خدا کا فضل ہے حالت تو ایسی تھی نہیں میری

نہ دن میں چین ملتا ہے نہ شب میں نیند آتی ہے
سکوں باقی نہیں ہے، خاطر اندوہگیں میری

ہوا پیدا اسی غم کے لیے راحت کا طالب ہوں
طلب کرتا ہوں ایسی شئے جو قسمت میں نہیں میری
وہ نقشہ جم گیا ہے اب تو دل میں ذاتِ اقدس کا
تصور میں وہ رہتے ہیں نگاہیں ہوں کہیں میری
ہوا دیوانہ جب سے آپ کا خلوت میں رہتا ہوں
کسی سے بات کرنے کی کوئی خواہش نہیں میری
یہ دنیا دارِ فانی ہے فقط اک خواب ہے شب کا
جو دیکھا غور سے میں نے تو آنکھیں کھل گئیں میری
کسی لائق نہیں ثاقب مگر بخشش کا طالب ہوں
نظر بس آپ ﷺ پر ہی ہے شفیع المذنبین میری

(۴۱) ولی ہو کر نبی کا کام کرو

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث ہیں۔ ایک مرتبہ حج کے سفر پر روانہ ہوئے تو جنگل میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ ان کے ساتھی کسی کام کے لیے شہر گئے تو وہ اپنے خیمے میں اکیلے تھے اتنے میں ایک خوبصورت عورت ان کے خیمے میں آئی اور کچھ مانگنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے کچھ کھانا اس کو دینا چاہا تو اس عورت نے برملا کہا کہ میں آپ سے وہ کچھ چاہتی ہوں جو ایک عورت مرد سے چاہتی ہے دیکھو تم نوجوان ہو میں خوبصورت ہوں ہم دونوں کے لطف اندوز ہونے کے لیے تنہائی کا موقع بھی ہے۔ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ شیطان نے میری عمر بھر کی محنت ضائع کرنے کے لیے اس عورت کو بھیجا ہے۔ وہ خوف خدا سے زار و قطار رونے لگے اتنا روئے اتنا روئے کہ وہ عورت شرمندہ ہو کر واپس چلی گئی۔ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مصیبت سے جان چھوٹی۔ رات کو سوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مبارک باد ہو، تم نے ولی ہو کر وہ کام کر دکھایا جو ایک نبی نے کیا تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک امیر شخص تھا جس کی بیوی رشک قمر اور پری چہرہ تھی۔ اس عورت کو اپنے حسن پر بڑا ناز تھا۔ ایک مرتبہ بناؤ سنگھار کرتے ہوئے اس نے ناز نخرے سے اپنے شوہر سے کہا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھے دیکھے اور میری طمع نہ کرے۔ خاوند نے کہا مجھے امید ہے کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو آزما لیتی ہوں۔ یہ کون سا مشکل کام ہے۔ یہی گھوڑا اور یہی گھوڑے کا میدان۔ دیکھ لیتی ہوں جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کتنے پانی میں ہیں۔ خاوند نے اجازت دے دی۔

وہ عورت بن سنور کر جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور ایک مسئلہ پوچھنے کے بہانے چہرے سے نقاب کھول دیا۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی تو انہوں نے زور سے اللہ کے نام کی ضرب لگائی۔ اس عورت کے دل میں یہ نام پیوست ہو گیا۔ اس کے دل کی حالت بدل گئی وہ اپنے گھر واپس آئی اور سب ناز نخرے چھوڑ دیے۔ زندگی کی صبح و شام بدل گئی۔ سارا دن قرآن مجید کی تلاوت کرتی اور ساری رات مصلے پر کھڑے ہو کر گزار دیتی۔ خشیتِ الٰہی اور محبت الٰہی کی وجہ سے آنسوؤں کی لڑیاں اس کے رخسار پر بہتی رہتیں۔ اس عورت کا خاوند کہا کرتا تھا کہ میں نے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے میری بیوی کو راہبہ بنا دیا اور میرے کام کا نہ چھوڑا۔

(۴۲) بدنظری سے توفیق عمل چھن جاتی ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''بدنظری نہایت ہی مہلک مرض ہے۔ ایک تجربہ تو میرا بھی اپنے بہت سے احباب پر ہے کہ ذکر شغل کی ابتداء میں لذت و جوش کی کیفیت ہوتی ہے مگر بدنظری کی وجہ سے عبادت کی حلاوت اور لذت فنا ہو جاتی ہے اور اس کے بعد رفتہ رفتہ عبادات کے چھٹنے کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔'' (آپ بیتی:۶،۴۱۸)

مثال کے طور پر اگر صحت مند جوان شخص کو بخار ہو جائے اور اترنے کا نام ہی نہ لے تو لاغری اور کمزوری کی وجہ سے اس کے لیے چلنا پھرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ بستر پر پڑے رہنے کو جی چاہتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کو بدنظری کی بیماری لگ

جائے وہ باطنی طور پر کمزور ہو جاتا ہے۔ نیک عمل کرنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس سے عمل کی توفیق چھین لی جاتی ہے نیک کام کرنے کی نیت بھی کرتا ہے تو بدنظری کی وجہ سے نیت میں فتور آ جاتا ہے۔ بقول شاعر:

تیار تھے نماز کو ہم سن کے ذکر حور　　جلوہ بتوں کا دیکھ کر نیت بدل گئی

﴿۴۳﴾ بدنظری سے قوت حافظہ کمزور ہوتا ہے

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ غیر محرم عورتوں کی طرف یا نوعمر لڑکوں کی طرف شہوت کی نظر ڈالنے سے قوت حافظہ کمزور ہو جاتی ہے اس کی تصدیق کے لیے یہ ثبوت کافی ہے کہ بدنظری کرنے والے حفاظ کو منزل یاد نہیں رہتی اور جو طلباء حفظ کر رہے ہوں ان کے لیے سبق یاد کرنا مصیبت ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد امام کو امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے قوت حافظہ میں کمی کی شکایت کی تو انہوں نے معصیت سے بچنے کی وصیت کی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس گفتگو کو شعر کا جامہ پہناتے ہوئے فرمایا:

شَكَوْتُ اِلٰی وَكِيْعٍ سُوْءَ حِفْظِيْ　　فَاَوْصَانِيْ اِلٰی تَرْكِ الْمَعَاصِيْ

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰهِيْ　　وَنُوْرُ اللّٰهِ لَا يُعْطٰی لِعَاصِيْ

(میں نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظے کی کمی کی شکایت کی۔ انہوں نے یہ وصیت کی کہ اے طالب علم گناہوں سے بچ جاؤ کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور کسی گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا)۔

﴿۴۴﴾ دل و دماغ کو چوٹ پہنچانے والا قصہ

کہتے ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بہروپیا آتا تھا، وہ مختلف روپ بدل کر آتا تھا۔ اورنگ زیب ایک فرزانہ و تجربہ کار شخص تھے جو اس طویل و عریض ملک پر حکومت کر رہے تھے، اس کو پہچان لیتے، وہ فوراً کہہ دیتے کہ تو فلاں ہے، میں جانتا ہوں۔ وہ ناکام رہتا، پھر دوسرا بھیس بدل کر آتا پھر وہ تاڑ جاتے اور کہتے میں نے پہچان لیا تو فلاں کا بھیس بدل کر آیا ہے تو تو فلاں ہے، بہروپیا عاجز آ گیا، آخر میں کچھ دنوں تک خاموش رہی، ایک عرصہ تک وہ بادشاہ کے سامنے نہیں آیا، سال دو سال کے بعد شہر میں یہ افواہ گرم ہوئی کہ کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں اور وہ فلاں پہاڑ کی چوٹی پر خلوت نشین ہیں، چلہ کھینچے ہوئے ہیں، بہت مشکل سے لوگوں سے ملتے ہیں۔ کوئی بڑا خوش قسمت ہوتا ہے، جس کا وہ سلام یا نذرانہ قبول کرتے ہیں اور اس کو باریابی کا شرف بخشتے ہیں۔ بالکل یکسو اور دنیا سے گوشہ گیر ہیں۔ بادشاہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے مکتب کے پروردہ تھے، اور ان کو اتباع سنت کا خاص اہتمام تھا۔ وہ اتنی جلدی کسی کے معتقد ہونے والے نہیں تھے، انہوں نے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا، ان کے ارکین دربار نے کئی بار عرض کیا کہ کبھی جہاں پناہ بھی تشریف لے چلیں اور بزرگ کی زیارت کریں اور ان کی دعا لیں، انہوں نے ٹال دیا دو چار مرتبہ کہنے کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا بھئی چلو کیا حرج ہے، اگر خدا کا کوئی مخلص بندہ ہے اور خلوت گزیں ہے تو اس کی زیارت سے فائدہ ہی ہوگا، بادشاہ تشریف لے گئے اور مؤدب ہو کر بیٹھ گئے اور دعا کی درخواست کی اور ہدیہ پیش کیا، درویش نے لینے سے معذرت کی۔ بادشاہ وہاں سے رخصت ہوئے تو درویش کھڑے ہو گئے اور آداب بجا لائے، فرشی سلام کیا اور کہا کہ جہاں پناہ! مجھے نہیں پہچان سکے، میں وہی بہروپیا ہوں جو کئی بار آیا اور سرکار پر میری قلعی کھل گئی، بادشاہ نے اقرار کیا، کہا بھائی بات تو ٹھیک ہے، میں اب کہ نہیں پہچان سکا لیکن یہ بتاؤ کہ میں نے جب تمہیں اتنی بڑی رقم پیش کی جس کے لیے تم یہ سب کمالات دکھاتے تھے، تو تم نے کیوں نہیں قبول کیا؟ اس نے کہا سرکار میں نے جن کا بھیس بدلا تھا ان کا یہ شیوہ نہیں، جب میں ان کے نام پر بیٹھا اور میں نے ان کا کردار ادا کرنے کا بیڑہ اٹھایا تو پھر مجھے شرم آئی کہ میں جن کی نقل کر رہا ہوں، ان کا یہ طرز نہیں کہ وہ بادشاہ کی رقم قبول کریں، اس لیے میں نے نہیں قبول کیا۔ اس واقعہ سے دل و دماغ کو ایک چوٹ لگتی ہے کہ ایک بہروپیا یہ کہہ سکتا ہے

،تو پھر سنجیدہ لوگ، صاحب دعوت انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول کر کے ان کا مزاج اختیار نہ کریں، یہ بڑے ستم کی بات ہے۔ میں نے یہ لطیفہ تفریح طبع کے لیے نہیں بلکہ ایک حقیقت کو ذرا آسان طریقہ پر نشین کرنے کے لیے سنایا۔ ہم داعی و مبلغ ہوں، یا دین کے ترجمان یا شارح۔ ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ یہ دین اور دعوت ہم نے انبیاء علیہم السلام سے اخذ کی ہے، اگر انبیاء علیہم السلام یہ دعوت لے کر نہ آتے تو ہم کو اس کی ہوا بھی نہ لگتی۔

﴿۴۵﴾ عورت اذان کیوں نہیں دے سکتی

عورت کی آواز اگر چہ ستر نہیں ہے بوقت ضرورت وہ غیر محرم مرد سے گفتگو کر سکتی ہے یا فون سن سکتی ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کی آواز میں کشش ہوتی ہے۔ اسی لیے فقہا نے عورت کو اذان دینے سے منع کیا چونکہ اذان خوش الحانی کے ساتھ دی جاتی ہے۔ اس سے فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ ایک ریڈیو اناؤنسر کے کئی نادیدہ عاشق ہوتے ہیں۔ آواز کا جادو بھی اپنا اثر دکھاتا ہے اس لیے غیر محرم سے بات چیت کے دوران مناسب لہجے میں بات چیت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو عورتیں مجبوری کی وجہ سے خرید و فروخت اور لین دین کا کام خود کرتی ہیں وہ بہت خطرے میں ہوتی ہیں۔ دکاندار، درزی، جیولرز، منیاری والا، رنگریز، ڈاکٹر اور حکیم سے بہت محتاط انداز میں بات کرنی چاہیے۔ مرد لوگ تو پہلے ہی عورت کو شیشے میں اتارنے کے لیے تیار ہوتے ہیں اگر کوئی عورت ذرا سا ڈھیلا پن دکھائے تو بات بہت دور نکل جاتی ہے۔ جیولرز کا کام تو ویسے ہی زیب و زینت کے متعلق ہوتا ہے۔ کئی عورتیں انگوٹھی اور چوڑیاں خرید کر مرد سے کہتی ہیں کہ پہنادیں۔ جب ہاتھ ہی ہاتھ میں دے دیا تو پیچھے کیا رہا ؎

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں تو خزاں کے دن بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا تو چراغ راہ کے جل گئے

ڈاکٹر یا حکیم کو بیماری کے متعلق کیفیات بتاتی ہوں تو نہایت احتیاط برتی جائے ایسا نہ ہو کہ جسم کا علاج کرواتے کرواتے دل کا روگ لگا بیٹھیں۔ کئی ڈاکٹر حضرات مریضہ کا علاج کرتے ہوئے خود مریض عشق بن جاتے ہیں۔

بعض لوگ اپنی نو جوان بچیوں کو مرد استاد کے پاس ٹیوشن پڑھنے بھیجتے ہیں یا انہیں ٹیوشن پڑھانے اپنے گھر بلاتے ہیں۔ دونوں صورت میں نتائج برے ہوتے ہیں۔ شرع شریف سے غفلت برتنے کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ شاگردہ کو استاذ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے تو شیطان مشورہ دیتا ہے کہ کتابیں پڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی شخصیات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرو۔ جب پرسنل لائف کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں تو حرام کاری کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ٹیوشن پڑھنی تھی ٹینشن پلے پڑ گئی۔

مردوں کو بھی عورتوں سے گفتگو کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

﴿ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّخْضَعَ الرَّجُلُ بِغَيْرِ امْرَاَةٍ اَنْ يَّلِيْنَ لَهَا بِالْقَوْلِ بِمَا يُطْمِعُهَا مِنْهُ

ترجمہ: ”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مرد اپنی بیوی کے سوا کسی دوسری عورت کے سامنے نرمی سے بات چیت کرے جس سے عورت کو مرد میں دلچسپی پیدا ہو جائے۔“ (النہایہ)

بعض لڑکیاں حالات کی مجبوری کا بہانا بنا کر دفتروں یا کارخانوں میں مرد حضرات کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ شیطان کے لیے ان لڑکیوں کو زنا میں پھنسانا بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے۔ اکثر اوقات تو افسر ہی عزت کا ستیاناس کر دیتا ہے۔ ورنہ ساتھ مل کر کام کرنے والے لڑکے ہی میل ملاپ کی راہیں ڈھونڈ لیتے ہیں۔ مرد حضرات ایسی صورت حال پیدا کر دیتے ہیں کہ لڑکیوں کو گناہ میں ملوث ہونا پڑتا ہے۔ ایک سختی کرتا ہے کہ تم اچھا کام نہیں کرتی تمہاری چھٹی کروا دینی چاہیے۔ لڑکی ڈر جاتی ہے گھبرا جاتی ہے دوسرا نجات دہندہ بن جاتا ہے کہ میں تمہاری مدد کروں گا۔ کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ کچھ عرصے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ لڑکی نجات دہندہ کے پھندے میں پھنس چکی ہوتی ہے۔

دفتر میں کام کرنے والی لڑکیوں کو کم یا زیادہ ایسے ناپسندیدہ واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں، وہ نوکری پیشہ خواتین جو کم گو ہوتی ہیں۔ کسی مرد پر اعتبار نہیں کرتیں نہ ہی کسی سے اپنی زندگی کے بارے میں تبادلہ خیالات کرتی ہیں بس کام سے کام رکھتی ہیں۔ جو مردان سے (Loose Talk) یعنی آزاد گفتگو کرنے لگے اسے ڈانٹ پلا دیتی ہیں اگرچہ وہ دفتر میں سڑیل مشہور ہو جائیں مگر کم از کم اپنی عزت بچا لیتی ہیں۔ غیر محرم سے باتیں کرنا بھی زنا کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے حکم دیا ہے عورتوں کو کہ اگر انہیں کسی وقت غیر محرم مرد سے گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو اپنی آواز میں لوچ اور نرمی پیدا نہ ہونے دیں۔ نہ ہی پر تکلف انداز سے چبا چبا کر اور الفاظ کو بنا سنوار کر باتیں کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴾ (سورۃ الاحزاب: ۳۲)

ترجمہ: ''اور نہیں چبا چبا کر باتیں کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ تمنا کرنے لگے اور تم معقول بات کرو۔''

عورت اگر پردے کی اوٹ میں بھی بات کرے تو آواز میں شیرینی اور جاذبیت پیدا نہ ہونے دے بلکہ لب و لہجہ خشک ہی رکھے۔ ایسی لگی لپٹی باتیں جن کو سن کر مرد کی شہوت بھڑکے ان سے عورت کو اجتناب کرنا ضروری ہے۔ غیر محرم مرد سے گفتگو نرمی اور ادا کے ساتھ نہ کی جائے بلکہ صاف کھلی اور ڈھلی بات ہو، مختصر ہو، جو بات دو فقروں میں کہی جاتی ہے اس کو ایک میں ہی کہے تو بہتر ہے، مرد کو بھی خواہ مخواہ ایک سے دوسری بات کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ جب غیر محرم مرد اور عورت کے درمیان بے جھجک بات کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے تو معاملہ ایک قدم آگے اور بڑھتا ہے۔ یعنی ایک دوسرے کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔ اس کی دلیل قرآن مجید سے ملتی ہے کہ انبیائے کرام تو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ آئے مگر ان میں سے کسی نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر نہیں کی، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ﴾ (سورۃ اعراف: ۱۴۳)

ترجمہ: ''اے میرے پروردگار مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر رب کریم سے ہم کلامی کے لیے جایا کرتے تھے۔ لہٰذا کلیم اللہ ہونے کی وجہ سے ان کے دل میں محبوب حقیقی کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بات سے بات بڑھتی ہے، پہلے بات کرنے کا مرحلہ طے ہوتا ہے پھر دیکھنے کی نوبت آتی ہے، جب دیکھ لیا جائے تو ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے دل کہتا ہے کہ ؎

نہ تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

جب حجاب اتر جاتا ہے تو میل ملاپ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں۔

﴿۴۶﴾ بدنظری کے تین بڑے نقصانات

بدنظری سے انسان کے اندر نفسانی خواہشات کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور انسان اس سیلاب کی رو میں بہہ جاتا ہے۔ اس میں تین بڑے نقصانات وجود میں آتے ہیں:

① بدنظری کی وجہ سے انسان کے دل میں خیالی محبوب کا تصور پیدا ہو جاتا ہے۔ حسین چہرے اس کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ وہ شخص چاہتا ہے کہ میں ان حسین شکلوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا مگر اس کے باوجود تنہائیوں میں ان کے تصور سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ تو گھنٹوں ان کے ساتھ خیال کی دنیا میں باتیں کرتا ہے معاملہ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

بدنظری کے ساتھ ہی شیطان انسان کے دل و دماغ پر سوار ہو جاتا ہے اور اس شخص سے شیطانی حرکتیں کروانے میں جلدی کرتا ہے۔

جس طرح ویران اور خالی جگہ پر تند و تیز آندھی اپنے اثرات چھوڑتی ہے۔ اسی طرح شیطان بھی اس شخص کے دل پر اپنے اثرات چھوڑتا ہے۔ تاکہ اس دیکھی ہوئی صورت کو خوب آراستہ و مزین کر کے اس کے سامنے پیش کرے اور اس کے سامنے ایک خوبصورت بت بنادے۔ ایسے شخص کا دل رات دن اسی بت کی پوجا میں لگا رہتا ہے وہ خادم آرزوؤں میں الجھا رہتا ہے۔ اسی کا نام شہوت پرستی، خواہش پرستی، نفس پرستی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ (سورۂ کہف: ۲۸)

ترجمہ: ''اور اس کا کہنا نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے۔''

ان خیالی معبودوں سے جان چھڑائے بغیر نہ تو ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے نہ قرب الٰہی کی ہوا لگتی ہے۔ بقول شاعر ع

بتوں کو توڑ تخیل کے ہوں کہ پتھر کے

② بدنظری کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ انسان کا دل و دماغ متفرق چیزوں میں بٹ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے صالح و منافع کو بھول جاتا ہے۔ گھر میں حسین و جمیل نیکوکار اور وفادار بیوی موجود ہوتی ہے مگر اس شخص کا دل بیوی کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا۔ بیوی اچھی نہیں لگتی۔ ذرا ذرا سی بات پر اس سے الجھتا ہے، گھر کی فضا میں بے سکونی پیدا ہو جاتی ہے، جب کہ یہی شخص بے پردہ گھومنے والی عورتوں کو اس طرح للچائی نظروں سے دیکھتا ہے، جس طرح شکاری کتا اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ بسا اوقات تو اس شخص کا دل کام کاج میں بھی نہیں لگتا۔ اگر طالب علم ہے تو پڑھائی کے سوا ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ اگر تاجر ہے تو کاروبار سے دل اکتا جاتا ہے۔ کئی گھنٹے سوتا ہے مگر پرسکون نیند سے محروم رہتا ہے۔ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ سویا ہوا ہے جب کہ وہ خیالی محبوب کے تصور میں کھویا ہوا ہوتا ہے۔

③ بدنظری کا تیسرا بڑا نقصان یہ ہے کہ دل حق و باطل اور سنت و بدعت میں تمیز کرنے سے عاری ہو جاتا ہے۔ قوت بصیرت چھن جاتی ہے۔ دین کے علوم و معارف سے محرومی ہونے لگتی ہے۔ گناہ کا کام اس کو گناہ نظر نہیں آتا۔ پھر ایسی صورت حال میں دین کے متعلق شیطان اس کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اسے دینی نیک لوگوں سے بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں حتیٰ کہ اسے دینی شکل و صورت والے لوگوں سے ہی نفرت ہو جاتی ہے۔ وہ باطل پہ ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اور بالآخر ایمان سے محروم ہو کر دنیا سے جہنم رسیدہ ہو جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

﴿۴۷﴾ بدنظری سے پرہیز کا خاص انعام

جو شخص اپنی نگاہوں کی حفاظت کر لے اسے آخرت میں دو انعامات ملیں گے:

① ہر نگاہ کی حفاظت پر اسے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

② ایسی آنکھیں قیامت کے دن رونے سے محفوظ رہیں گی۔ حدیث پاک میں ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی سوائے اس آنکھ کے جو خدا کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے بند رہے۔ اور وہ آنکھ جو خدا کی راہ میں جاگی رہے اور وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے روئے گو اس میں سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکلے۔

﴿۴۸﴾ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب سوانح عمری حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا قصہ

بہت دنوں کی بات ہے۔ شہر حران میں ایک ترکی تاجر رہتا تھا۔ یہ بہت بڑا مالدار تھا۔ اس کے پاس انگور، انار اور سیب کے بڑے بڑے باغ تھے، شاندار کوٹھیاں تھیں، دولت کی ریل پیل تھی، عیش و آرام کی کون سی چیز تھی جو اس کے پاس نہ تھی۔ لوگ اسے دیکھ کر اس کی

زندگی پر رشک کرتے تھے۔ لیکن ایک فکر تھی جو اسے اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔ دن رات وہ اسی فکر میں گھلتا، اپنے دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ کرتا لیکن اس کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی اور کوئی فیصلہ نہ کر پاتا۔

بات یہ تھی کہ اس کی ایک نوجوان لڑکی تھی، بڑی ہی خوبصورت، نیک اور سلیقہ والی، ادب، تہذیب علم، ہنر، نیکی اور دینداری سب ہی خوبیاں اللہ نے اسے دے رکھی تھیں۔ گھر گھر سے اس کے پیغام آرہے تھے۔ چونکہ یہ ترکی تاجر ایک اونچے شریف خاندان کا آدمی تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے مال و دولت بھی دے رکھا تھا۔ طبیعت میں نیکی اور بھلائی بھی تھی۔ اس لیے ہر ایک چاہتا تھا کہ وہ اس کی لڑکی کو بیاہ کر لائے لیکن ترکی تاجر کا دل کسی بھی لڑکے کے لیے نہ ٹکتا تھا۔ بڑے بڑے گھرانوں کے پیغام آئے لیکن باپ نے ہر جگہ انکار ہی کیا وہ جس قسم کے لڑکے سے اپنی پیاری بیٹی کی شادی کرنا چاہتا تھا، ابھی تک اسے ایسا کوئی لڑکا نہ مل سکا تھا۔

حضرت مبارک کی نیکی:

اس تاجر کے ایک باغ کی دیکھ بھال جو صاحب کرتے تھے ان کا نام مبارک تھا۔ تھے وہ بھی واقعی بڑے مبارک بڑے ہی نیک اور دیندار آدمی تھے۔ تاجر کے دل میں بھی ان کی بڑی عزت تھی اور ہر کام میں وہ ان پر بھروسہ کرتا تھا۔

ایک دن اتفاق سے یہ ترکی تاجر اپنے باغ میں گیا۔ مبارک وہاں اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ مالک کو دیکھ کر جھٹ آئے، سلام کیا اور بات چیت ہونے لگی تھوڑی دیر بعد مالک نے کہا "میاں مبارک! جاؤ ایک میٹھا سا انار تو توڑ لاؤ۔" مبارک باغ میں گئے اور ایک خوبصورت بڑا سا انار توڑ کر لائے؟" مالک نے خفا ہو کر کہا "یہ تو میٹھا نہیں" مبارک نے کہا "حضور! اور توڑ لاؤں؟" مالک نے کہا، "ہاں جاؤ ذرا میٹھا سا توڑ کر لاؤ۔ اتنے دن ہو گئے ابھی تک تمہیں یہ نہ معلوم ہوا کہ کس پیڑ کے انار میٹھے ہیں؟" مالک نے کہا۔

"حضور! مجھے کیسے معلوم ہوتا؟ مجھے آپ نے کھٹے میٹھے انار چکھنے کے لیے تو نہیں مقرر کیا ہے۔ میرا کام تو صرف یہ ہے کہ باغ کی دیکھ بھال کروں، مجھے اس سے کیا مطلب کہ کس پیڑ کے انار میٹھے ہیں اور کس کے کھٹے!"

مبارک کی یہ بات سن کر مالک بہت خوش ہوا، دل ہی دل میں کہنے لگا، مبارک کیسا دیانتدار آدمی ہے! یہ تو آدمی نہیں فرشتہ لگتا ہے، بھلا ایسے لوگوں کا کام باغ کی حفاظت ہے؟ یہ شخص تو اس لائق ہے کہ ہر وقت میرے ساتھ رہے، ہر کام میں میں اس سے مشورہ لوں اور اس کی صحبت میں رہ کر بھلائی اور نیکی سیکھوں۔

یہ سوچ کر اس نے مبارک سے کہا: "بھائی تم میرے ساتھ کوٹھی پر چلو، آج سے تم وہیں کوٹھی میں میرے ساتھ رہنا، باغ کی حفاظت کے لیے کسی اور آدمی کو مقرر کر دیا جائے گا۔" مبارک خوشی خوشی اپنے مالک کے ساتھ کوٹھی پر پہنچے اور آرام سے رہنے لگے۔ مالک بھی اکثر آ کر مبارک کی اچھی صحبت میں بیٹھتا دین و ایمان کی باتیں سنتا، خدا رسول کا ذکر سنتا اور خوش ہوتا۔

ایک دن مبارک نے دیکھا کہ مالک کچھ سوچ رہا ہے۔ جیسے اسے کوئی بہت بڑی فکر ہو۔ پوچھا: "بھائی کیا بات ہے؟ آج آپ بڑے فکرمند نظر آرہے ہیں؟" مالک جیسے اس سوال کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اس نے اپنی ساری پریشانی کی کہانی سنا ڈالی۔

مالک نے کہا "مبارک بھائی! یہ بتاؤ، میں اب کیا کروں؟ بے شمار پیغام ہیں، کس سے اقرار کروں، اور کس سے انکار کروں؟ اسی فکر میں دن رات گھلتا ہوں اور کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا۔"

مبارک نے کہا "بے شک یہ فکر کی بات ہے۔ جوان لڑکی جب گھر میں بیٹھی ہو تو ماں باپ کو فکر ہوتی ہے۔ اگر مناسب رشتہ مل جائے تو زندگی بھر سکھ اور چین ہے اور کسی برے سے خدانخواستہ پالا پڑ جائے تو زندگی بھر کا رونا ہے۔"

"پھر تم ہی کوئی حل بتاؤ" مالک نے کہا۔

''حضور! میرے نزدیک تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے لیے آپ دن رات غمگین اور اپنی صحت خراب کریں۔ ہم اور آپ خدا کا شکر ہے مسلمان ہیں، زندگی کے ہر معاملہ میں پیارے رسول ﷺ کی پاک زندگی ہمارے لیے بہترین اسوہ ہے۔ اس اسوہ پر جب بھی ہم عمل کریں گے ان شاء اللہ اچھائی ہی ہمارے سامنے آئے گی۔'' مبارک نے پورے اطمینان سے کہا۔ اچھا تو پھر بتاؤ پیارے رسول ﷺ کے اسوہ کی روشنی میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ یہ تو حقیقت ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان اس سے بہترین اسوہ سے منہ موڑے گا ذلیل ہوگا۔ مالک نے کہا: ''دیکھئے جہاں تک اسلام سے پہلے کے لوگوں کا تعلق ہے، یہ لوگ عزت، شہرت اور خاندانی بڑائی ڈھونڈتے تھے۔ یہودی لوگ مال پر جان چھڑکتے تھے، اور عیسائی خوبصورت اور حسن تلاش کرتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کو پیارے رسول نے تاکید کی ہے تم رشتہ کرتے وقت ہمیشہ نیکی اور دین داری کو دیکھنا۔'' مالک یہ سن کر خوشی سے اچھل پڑا اور کہا ''مبارک بھائی! خدا کی قسم تم نے میرا سارا غم دھو دیا۔ جیسے اب مجھے کوئی فکر ہی نہیں ہے۔''

مبارک کی شادی:

وہ خوشی خوشی گھر پہنچا۔ بیوی کو سارا قصہ سنایا۔ وہ بھی خوش ہوئی اور مبارک کی نیکی اور سوجھ بوجھ کی تعریف کرنے لگی۔ ترکی تاجر نے موقع مناسب پاکر بیوی سے کہا ''پھر ہم کیوں نہ اپنی پیاری بیٹی کا نکاح مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیں۔''

''ہائیں کیا کہا؟ گھر کے نوکر سے! غلام سے! دنیا کیا کہے گی۔'' بیوی چلائی۔

''کیا حرج ہے اگر نوکر ہے؟ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا ہے، تم نیکی اور دینداری کو دیکھو۔ خدا کی قسم مجھے تو اس کسوٹی کے لحاظ سے پورے شہر حران میں مبارک سے زیادہ نیک اور دیندار نظر نہیں آتا۔ بڑا ہی سمجھدار اور دیانتدار آدمی ہے۔ اگر پیارے رسول ﷺ سچے ہیں، اور ان کا کہا ماننے میں بھلائی ہے، تو ہمیں دنیا سے بے فکر ہو کر اپنے جگر گوشے کو مبارک کے حوالے کر دینا چاہیے اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو گویا ہم خود ہی اپنے عمل سے پیارے رسول ﷺ کی بات کو جھٹلائیں گے۔ ترکی تاجر نے اطمینان اور یقین سے کہا۔

شوہر کا یہ عزم دیکھ کر اور سیدھی اور سچی بات سن کر بیوی بھی دل سے راضی ہوگئی۔ اور حران کے رئیس کی اس چاند سی لڑکی کی شادی ایک ایسے غریب سے رچائی گئی، جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ تھا نہ کوئی گھر، اور نہ ہی کسی اونچے گھرانے سے اس کا تعلق تھا۔ اس کے پاس اگر کوئی دولت تھی تو ایمان و اسلام کی، نیکی اور تقویٰ کی۔ یہ وہی لڑکی تھی جس کے لیے حران کے بڑے بڑے رئیسوں نے پیغام بھیجے، اونچے اونچے خاندانی لڑکوں نے پیغام بھیجے۔ لیکن مبارک کی نیکی اور تقویٰ کے مقابلے میں ہر ایک نے شکست کھائی۔

حضرت عبداللہ کی پیدائش:

مبارک کی شادی ہوگئی۔ اور دونوں میاں بیوی خوشی خوشی رہنے لگے۔ مبارک جیسے خود نیک تھے، ویسے ہی ان کی بیوی بھی ہزاروں لاکھوں میں ایک تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اللہ نے ان کو ایک چاند سا بیٹا دیا۔ ماں باپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، بیٹے کا نام عبداللہ رکھا اور وہ واقعی عبداللہ ہی ثابت ہوا۔ یہ وہ عبداللہ ہیں جن کے علم و تقویٰ کی پوری دنیا میں دھوم ہوئی۔ جو مشرق و مغرب کے عالم کہلائے۔ جو اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ اور عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ ان کے شاگرد تھے۔ تھوڑے دن کے بعد اس ترکی تاجر کا انتقال ہوگیا، اور اس کے مال و دولت کا ایک بڑا حصہ حضرت عبداللہ کے والد حضرت مبارک کو ملا۔ یہ ساری دولت حضرت عبداللہ کے کام آئی۔ نیک باپ نے بیٹے کی تعلیم پر ساری دولت بہادی، اور خدا کا کرنا کہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے امام کہلائے۔

وطن:

حضرت عبداللہ کا اصلی وطن مرو ہے اسی وجہ سے ان کو مروزی کہتے ہیں۔ مرو خراسان میں مسلمانوں کا بہت پرانا شہر ہے۔ یہاں بھی

اسلامی تعلیم اور دینداری کا دور دورہ تھا۔ ہر طرف دین و ایمان کے چرچے تھے۔ بڑے بڑے عالم اور بزرگ یہاں پیدا ہوئے۔ جنہوں نے اللہ کے دین اور رسول پاک ﷺ کی احادیث کی خوب خدمت کی۔

ابتدائی زندگی:

نیک ماں باپ نے حضرت عبداللہ کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ شروع ہی سے انتہائی شفقت و محبت سے ان کی پرورش کی۔ دین و اخلاق کی باتیں سکھائیں۔ نیکی اور بھلائی کی تعلیم دی۔ قرآن شریف سمجھا سمجھا کر پڑھایا، پیارے رسول ﷺ کی حدیثیں پڑھائیں اور ہر طرح ایک بھلا انسان بنانے کی کوشش کی۔ ماں باپ خود نیک تھے، اور ان کی یہ دلی تمنا تھی کہ ان کا بیٹا بھی دنیا میں نیک بن کر چمکے۔ لیکن شروع میں ان کی تمام کوششیں بے کار گئیں۔ عبداللہ دن رات کھیل کود میں مست رہتے ہر کام میں لاپرواہی برتتے، ہر وقت برائیوں میں پھنسے رہتے، گانا بجانا اور عیش اڑانا ہی ان کا دن رات کا محبوب مشغلہ تھا، اور جوانی میں تو یار دوستوں کے ساتھ پینا پلانا بھی شروع ہو گیا۔ رات رات بھر دوستوں کی محفلیں جمی رہتیں، ستار بجتے، گانا ہوتا اور شراب کا دور چلتا۔

اللہ کی رحمت نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑا:

حضرت عبداللہ کی یہ گھناؤنی زندگی دیکھ کر ماں باپ کی بری حالت تھی۔ نہ کھانا اچھا لگتا نہ پینا۔ اندر ہی اندر کڑھتے اور روتے۔ بیٹے کی تربیت کے لیے انہوں نے کیا کچھ نہ کیا تھا لیکن انسان کے بس میں کیا ہے۔ دلوں کا پھیرنا تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ اب بھی جوان سے بن آتا کرتے رہے۔ نذریں مانتے، صدقے دیتے، اللہ سے رو رو کر دعائیں کرتے۔

ایک رات عبداللہ کے سارے یار دوست جمع تھے۔ گانے بجانے کی محفل خوب گرم تھی۔ شراب کے دور پر دور چل رہے تھے اور ہر ایک نشے میں مست تھا۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ کی آنکھ لگ گئی۔ اور انہوں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک لمبا چوڑا خوبصورت باغ ہے اور ایک ٹہنی پر ایک پیاری چڑیا بیٹھی ہوئی ہے، اور اپنی سریلی آواز میں قرآن شریف کی یہ آیت پڑھ رہی ہے:

﴿ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ ﴾ (سورۂ حدید: ١٦)

ترجمہ: "کیا ابھی تک وہ گھڑی نہیں آئی کہ اللہ کا ذکر سن کر مومنوں کے دل لرز جائیں اور نرم پڑ جائیں۔"

حضرت عبداللہ گھبرائے ہوئے اٹھے۔ ان کی زبان پر یہ بول جاری تھے۔ "اللہ تعالیٰ وہ گھڑی آ گئی ہے۔" اٹھے شراب کی بوتلیں پھینک دیں، چنگ دستار چور کر دیے، رنگین کپڑے پھاڑ ڈالے اور غسل کر کے سچے دل سے توبہ کی اللہ سے پکا عہد کیا کہ اب کبھی تیری نافرمانی نہ ہوگی۔ پھر کبھی کسی برائی کے قریب نہ پھٹکے اور گناہوں سے ایسے پاک ہو گئے کہ گویا کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ سچ ہے توبہ ہے ہی ایسی چیز۔ اگر آدمی سچے دل سے اللہ سے عہد کرلے اور برائیوں سے بچنے کا پکا ارادہ کرلے تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کی مدد فرماتا ہے اور نیکی کی راہ سجھاتا ہے، پھر نیکی کی راہ پر چلنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ اور برائی کی راہ پر جانا اتنا مشکل ہو جاتا ہے جتنا دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑنا۔ آدمی کو کبھی بھی اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ عبداللہ رات رات بھر گناہوں میں لت پت رہتے، خدا اور رسول کی نافرمانی کرتے، اور ہر ایک کو ان کی زندگی سے گھن آتی۔ لیکن جب انہوں نے سچے دل سے توبہ کی، اپنے گناہوں پر شرمندہ ہوئے اور اپنے اللہ سے پختہ عہد کیا کہ اب جیتے جی کبھی برائی کے قریب بھی نہ پھٹکیں گے تو اللہ کی رحمت نے ان کا ہاتھ پکڑا، نیکی کی راہ پر لگایا اور وہ ایسے نیکوں کے نیک بنے کہ اپنے زمانے کے تمام علماء نے ان کو اپنا سردار مانا۔ حدیث کے امام کہلائے۔ اور آج تک دنیا ان کی نیکی اور علم سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

حضرت عبداللہ کا زمانہ:

حضرت عبداللہ 118ھ میں پیدا ہوئے اور 181ھ میں انتقال ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ تو اتنے علوم مرتب ہوئے تھے، نہ سائنس کی یہ تحقیقات سامنے آئی تھیں، نہ اتنے فنون ایجاد ہوئے تھے۔ نہ باقاعدہ اسکول اور کالج تھے نہ بڑی بڑی یونیورسٹیاں تھیں۔ بس جگہ جگہ دین کے کچھ علماء تھے، جو قرآن وحدیث کے ماہر تھے، دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور بغیر کچھ فیس لیے لوگوں کو اللہ کا دین سکھاتے تھے، دور دور سے طالب علم سفر کرکے ان کے پاس پہنچتے ان کی صحبت میں رہتے اور ان سے علم حاصل کرتے۔ اس زمانہ کا علم نہ تو دولت کمانے کے لیے تھا۔ اور نہ ملازمتیں حاصل کرنے کے لیے۔ لوگ اپنے شوق سے پڑھتے، اپنی دولت لٹا کر علم سیکھتے اور پھر پوری بے نیازی کے ساتھ بغیر کسی طلب کے دوسروں کو سکھاتے۔ دوسروں تک دین پہنچانا اور دین کی باتیں سکھانا، اپنا دینی فرض سمجھتے۔

یہ لوگ خوب جانتے تھے کہ دین کا علم حاصل کرنا اور پھیلانا مسلمانوں کا فرض ہے اور خدا کے نزدیک سب سے اچھا اور پسندیدہ کام بھی ہے کہ آدمی علم کی روشنی حاصل کرے، جہالت کے اندھیروں سے نکلے۔ خود علم کی روشنی میں چلے اور دوسروں کو چلائے۔ اللہ کا دین سیکھ کر لوگوں کو سکھائے، لیکن لوگوں سے کچھ بدلہ نہ چاہے، صرف اللہ سے بدلہ چاہے۔ اسی پاک نیت سے یہ لوگ خود علم حاصل کرتے اور اسی نیت سے دوسروں کو سکھاتے۔ اس زمانہ میں لوگ قرآن، حدیث، فقہ، ادب، شعر، نحو، سب ہی کچھ پڑھتے اور سیکھتے تھے۔ لیکن خاص طور پر حدیث کا بڑا چرچا تھا۔ پیارے رسول ﷺ کی حدیثیں معلوم کرنا، ان کو جمع کرنا، سمجھنا اور یاد رکھنا۔ اسی پر لوگوں کی ساری توجہ رہتی تھی۔ اس کو سب سے بڑا کام سمجھتے تھے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ یہ بہت بڑا علمی اور دینی کام تھا جو ان بزرگوں نے انجام دیا۔

حدیث:

پیارے رسول ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں جو کچھ کیا، اور فرمایا، پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو دیکھا۔ سنا، یاد رکھا اور اس پر عمل کیا۔ اسی کا نام حدیث ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ دین کی تبلیغ کے لیے مختلف شہروں میں پھیل گئے تھے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے ملکوں ملکوں گھومتے تھے اس لیے حدیث کا شوق رکھنے والے ان کے پتے معلوم کرکے دور دور سے سفر کرکے ان کے پاس پہنچتے، ان سے حدیثیں سنتے، لکھتے اور یاد کرتے۔ صحابہ اکرام کو دیکھنے والے ان بزرگوں کو تابعین کہتے ہیں۔ پھر رسول پاک ﷺ کے پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم جب دنیا سے رخصت ہوگئے تو تابعین کا زمانہ آیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے خود حدیثیں سنی تھیں، سمجھی تھیں اور خود اپنی آنکھوں سے ان نیک صحابہ رضی اللہ عنہم کا دیدار کیا تھا۔ جن کی زندگی حدیث رسول ﷺ کی سچی تصویر تھی۔ یہ لوگ مختلف ملکوں اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے، جگہ جگہ ان کے علم کی شمع روشن تھی اور حدیث رسول ﷺ کے پروانے دور دور سے سفر کی سختیاں جھیلتے ہوئے ان کے پاس پہنچتے ان کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے، پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں سنتے اور اسی روشنی کو گھر گھر پہنچانے کا عزم لے کر واپس لوٹتے۔ ان لوگوں کو تبع تابعین رحمہم اللہ کہتے ہیں۔

فقہ:

تابعین اور تبع تابعین نے قرآن وحدیث کو سمجھنے میں اپنی پوری پوری عمریں کھپائیں قرآن وحدیث کی باریکیوں کو خوب خوب سمجھا۔ ان کا گہرا علم حاصل کیا اور ان کی تہہ تک پہنچنے کے لیے اپنی زندگیاں گزاریں۔ لیکن قرآن وحدیث میں یہ تو ہے نہیں کہ انسان کی ضرورت کے سارے چھوٹے بڑے مسئلے بیان کردیئے گئے ہوں، ان میں تو موٹی موٹی اصولی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس لئے ان بزرگوں کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے ایک نیا علم ایجاد کیا، اور قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی راہ آسان کی۔

ہماری زندگی کی بے شمار ضرورتیں ہیں، قدم قدم پر ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کا حکم کیا ہے؟ شریعت کا مسئلہ کیا ہے؟ کس راہ پر چلنا اسلام کے مطابق ہے اور کس راہ پر چلنا اسلام کے خلاف ہے؟ ان بزرگوں نے ہماری ایک ایک ضرورت کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث سے شریعت کے مسئلے اور احکام سمجھنے کے اصول بنائے اور تفصیل کے ساتھ وہ مسئلے اور احکام کتابوں میں جمع کیے۔ اسی علم کا نام "فقہ" ہے۔ فقہ کے معنی ہیں "سوجھ بوجھ" اس علم کو فقہ اس لیے کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے زندگی کے ہر معاملے کے لیے نکالنا اور قرآن و حدیث کی منشا کو سمجھنا بڑا سوجھ بوجھ کا کام ہے۔ اس کے لیے دین کے گہرے علم اور انتہائی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔ فقہ جاننے والوں اور قرآن و حدیث سے احکام معلوم کرنے والوں کو فقیہ کہتے ہیں۔

ان بزرگوں کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔ ان ہی کی محنت اور کوشش کا نتیجہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر معاملے میں انتہائی آسان اور اطمینان کے ساتھ دین پر عمل کر سکتے ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی مرضی پر چل سکتے ہیں اور دین و دنیا کے لحاظ سے ایک کامیاب زندگی گزار سکتے ہیں۔ رہتی زندگی تک مسلمان ان کی محنتوں اور کوششوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے، ان کی قدر کریں گے، ان کے احسان مند رہیں گے اور ان کے اس کارنامے پر فخر کرتے رہیں گے۔

مبارک کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے:

حضرت عبداللہ کا وطن مرو خراسان کا ایک مشہور علمی شہر ہے۔ جہاں بڑے بڑے عالم موجود تھے۔ ہر طرف علم کا چرچا تھا۔ پھر ان کے والدین کی انتہائی خواہش بھی یہ تھی کہ ان کا پیارا بیٹا علم کے آسمان پر سورج بن کر چمکے۔ اس کے لیے شروع ہی سے حضرت کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی گئی اور زمانے کے رواج کے مطابق ان کو پڑھانے لکھانے کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ دراصل علم کا شوق ان کو جوانی میں ہوا۔ کتنی مبارک تھی وہ گھڑی جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق بخشی اور ان کی زندگی میں ایک پاکیزہ انقلاب آیا اور ہر طرف سے منہ پھیر کر وہ پوری یکسوئی کے ساتھ دین کا علم حاصل کرنے میں لگ گئے اور پھر تو ان کے شوق کا یہ حال ہوا کہ اپنا سب کچھ علم کی راہ میں لٹا دیا۔ ایک مرتبہ ان کے والد نے کاروبار کے لیے ان کو پچاس ہزار درہم دیئے۔ حضرت نے وہ رقم لی اور سفر پر چل دیئے۔ دور دور ملکوں کے سفر کیے۔ بڑے بڑے عالموں کی خدمت میں پہنچے، ان سے فیض حاصل کیا اور حدیث رسول ﷺ کے دفتر کے دفتر جمع کر کے گھر واپس آئے۔

حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیٹے کی آمد کی خبر سن کر استقبال کے لیے گئے۔ پوچھا "کہو بیٹے تجارتی سفر کیسا رہا؟ کیا کچھ کمایا؟" حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اطمینان اور سنجیدگی سے جواب دیا "ابا جان! خدا کا شکر ہے، میں نے بہت کچھ کمایا۔ لوگ تو ایسی تجارتوں میں رقم لگاتے ہیں جن کا نفع بس اس دنیا کی زندگی ہی میں ملتا ہے۔ لیکن میں نے اپنی رقم ایسی تجارت میں لگائی ہے جس کا فائدہ دونوں جہاں میں ملے گا۔" حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ بیٹے کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔ پوچھا: "وہ کون سی تجارت ہے، جس کا نفع تمہیں دونوں جہاں میں ملے گا؟ بتاؤ تو سہی کیا کما کر لائے ہو؟" حضرت عبداللہ نے حدیث کے دفتروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ ہے وہ دونوں جہاں میں نفع دینے والا مال، پیارے رسول ﷺ کے علم کا خزانہ۔ میں نے اسی خزانے کو حاصل کرنے میں اپنی ساری دولت لگا دی۔" حضرت مبارک کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ اٹھے بیٹے کو گلے لگایا۔ دعائیں دیں۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ بیٹے کو گھر لے گئے اور تیس ہزار کی اور رقم دے کر کہا "بیٹے! یہ لو، اور اگر تمہاری کامیاب تجارت میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو اس کو پورا کر لو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تجارت میں برکت دے اور اس کے نفع سے دونوں جہاں میں تمہیں مالا مال کرے۔" (آمین)

علم کے لیے سفر:

حضرت عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں جمع کرنے کے لیے بہت دور دور کے سفر کیے، شہر شہر گھومتے، ملک ملک کی خاک

چھانتے، جہاں کسی بڑے عالم کا ذکر سنتے، بس وہیں پہنچنے کی ٹھان لیتے اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے موتیوں سے اپنے دامن کو بھرنے کی کوشش کرتے۔ شام، مصر، کوفہ، بصرہ، یمن، حجاز کون سا ملک تھا جہاں حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ علم کے شوق میں نہ پہنچے ہوں۔ علم کے لیے آپ نے مصیبتیں جھیلیں۔ کیونکہ اس زمانہ کا سفر آج کل کا سا تو تھا نہیں کہ تیز رفتار سواریوں میں بیٹھ کر چند گھنٹوں میں آدمی کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ اس زمانہ میں یا تو لوگ پیدل چلتے یا پھر اونٹوں اور خچروں پر سفر کرتے۔ اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچنے میں مہینوں لگ جاتے۔ لیکن حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے شوق میں ان تکلیفوں سے ہرگز نہ گھبراتے، راستے کی دشواریوں نے کبھی ان کے قدم نہ روکے۔ وہ اپنے زمانے کے تمام بڑے اور ممتاز عالموں کے پاس پہنچے، اور حدیث رسول ﷺ کے ان زندہ چشموں سے علم کی پیاس بجھائی۔ حضرت کے مشہور شاگرد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "دین کا علم حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ سفر کرنے والا ان کے زمانہ میں کوئی اور نہ تھا۔" حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا خود اپنا بیان ہے کہ "میں نے چار ہزار استادوں سے علم حاصل کیا۔" ظاہر ہے کہ یہ چار ہزار استاد کسی ایک شہر میں تو ہوں گے نہیں۔ ان سب کے پاس پہنچنے کے لیے آپ نے طویل طویل سفر کیے ہوں گے، اور سالوں مشقیں برداشت کی ہوں گی۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا، آپ کب تک علم حاصل کرتے رہیں گے؟ فرمایا "موت تک، ہو سکتا ہے کہ وہ بات مجھے اب تک معلوم نہ ہوئی ہو جو میرے کام کی ہو۔"

مشہور اساتذہ:

حضرت کے بعد استاد بہت مشہور ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ ان کے بنانے میں ان مخلص اساتذہ کی پاک نیت، محنت اور محبت کو بڑا دخل ہے۔ اپنے تمام اساتذہ میں ان کو سب سے زیادہ محبت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب سے انہوں نے بہت کچھ حاصل کیا۔ فقہ امام صاحب کا خاص مضمون تھا۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر فقہ میں بہت کچھ مہارت پیدا کر لی تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو ان کو "خراسان کا فقیہ" کہا کرتے تھے۔ ان کے ایک استاد حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کی صحبت سے بھی حضرت نے بہت کچھ فائدہ اٹھایا تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ "اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے فائدہ اٹھانے کا موقع اللہ تعالیٰ نہ بخشتا تو سچی بات یہ ہے کہ میں بھی عام لوگوں کی طرح ہوتا۔"

پھر جب حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا تو وہ مدینہ منورہ پہنچے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے لگے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کو بہت مانتے تھے اور وہ بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان لوگوں کے علاوہ بھی ان کے بہت سے مشہور استاذ ہیں جن سے انہوں نے فیض حاصل کیا۔

حدیث کا شوق:

یوں تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تمام ہی علوم میں مانے ہوئے تھے لیکن علم حدیث سے ان کو خاص لگاؤ تھا۔ حدیثیں جاننے، یاد کرنے اور جمع کرنے کا ان کو انتہائی شوق تھا اور اسی شوق کی برکت تھی کہ یہ حدیث کے امام کہلائے۔ حج، جہاد اور عبادت سے جو وقت بچتا اس کو علم حدیث حاصل کرنے میں لگاتے۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ گھر سے نکلتے ہی نہیں۔ ایک بار کسی نے پوچھا، آپ اکیلے گھر میں پڑے رہتے ہیں، طبیعت نہیں گھبراتی؟ اس سوال پر ان کو بہت تعجب ہوا، فرمانے لگے: "تعجب ہے گھر میں جب ہر وقت مجھے پیارے رسول ﷺ اور پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت حاصل ہے تو گھبرانا کیسا؟" کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ رات میں اگر حدیث رسول ﷺ کا ذکر چھڑ جاتا تو پوری پوری رات جاگنے میں کٹ جاتی۔ علی ابن حسن رحمۃ اللہ علیہ ان کے زمانے کے ایک مشہور عالم ہیں ایک دن کا قصہ سناتے ہیں کہ عشاء کی نماز پڑھ کر یہ دونوں بزرگ دروازے سے نکل رہے تھے۔ مسجد کے دروازے پر علی بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حدیث کے بارے میں پوچھ لیا، پھر

کیا تھا۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم کے دریا بہانے شروع کر دیئے رات بھر یہی عالم رہا۔ جب مؤذن نے صبح کی اذان دی تو انہیں محسوس ہوا کہ صبح ہو گئی۔ مسجد کے دروازے پر کھڑے کھڑے ساری رات گزاری۔ حضرت کی زندگی مجاہدانہ تھی۔ کبھی حج میں ہیں تو کبھی جہاد کے میدان میں، کبھی مصر میں ہیں، تو کبھی حجاز میں، کبھی بغداد میں ہیں تو کبھی رقہ میں۔ غرض ایک جگہ جم کر کبھی نہیں بیٹھے۔ لیکن جہاں پہنچتے یہی شوق لیے ہوئے پہنچتے اور ہزاروں علم کے پیاسے اس رواں دواں چشمے سے سیراب ہونے کے لیے جمع ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ شمار میں نہیں آسکتی۔

شہرت:

دور دور کے لوگ ان سے فیضاب ہوئے۔ ہر جگہ ان کے علم وفضل کے چرچے ہونے لگے۔ بڑے بڑے علماء کو ان کو دیکھنے کا شوق تھا، ان سے ملنے کی تمنا تھی۔ ہر جگہ ان کی بزرگی اور کمال کے تذکرے تھے۔ ان کے علم وفضل کی قدر تھی۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ ان کے استاد تھے اور خود حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کو بہت مانتے تھے لیکن وہ بھی حضرت کے علم وکمال سے بہت متاثر تھے۔ ایک بار خراسان کے رہنے والے کسی شخص نے حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ پوچھا، تو فرمایا بھئی مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ تمہارے یہاں تو خود مشرق ومغرب کے سب سے بڑے عالم موجود ہیں۔ ان سے پوچھو۔ ان کے ہوتے ہوئے ہم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ انہی سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار کسی نے حضرت عبداللہ کو "مشرق کا عالم" کہہ دیا تو بہت خفا ہوئے اور ڈانٹ کر کہا عبداللہ کو "مشرق ومغرب کا عالم" کہا کرو۔

آپ کی شہرت دور دور پھیل چکی تھی۔ بے دیکھے لوگوں کو آپ سے عقیدت تھی۔ ایک بار حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ یہ اس وقت کے بہت بڑے محدث تھے۔ عراق کے شیخ مانے جاتے تھے۔ جب حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس پہنچے تو پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا خراسان۔ شیخ عراق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، خراسان تو بہت بڑا ملک ہے، خراسان کے کس شہر سے آئے ہو؟ حضرت نے بتایا کہ "مرو" سے۔ مرو کا نام سنتے ہی شیخ عراق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اب تو آپ حضرت عبداللہ کو جانتے ہوں گے؟ حضرت نے فرمایا، وہ تو آپ کی خدمت میں موجود ہے۔ شیخ عراق حضرت حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہیں عقیدت سے جھک گئیں۔ اٹھ کر حضرت عبداللہ کو گلے سے لگایا، اور نہایت عزت واحترام سے پیش آئے۔

مقبولیت:

شہرت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبولیت بھی ایسی بخشی تھی کہ جہاں جاتے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ عقیدت ومحبت سے آپ کی راہ میں آنکھیں بچھاتے اور آپ سے مل کر ایمان میں تازگی محسوس کرتے۔ کوئی ایسی بستی نہ تھی جہاں کے لوگ آپ کو دل سے نہ چاہتے ہوں اور آپ سے محبت نہ کرتے ہوں۔

ایک مرتبہ آپ شہر رقہ تشریف لے گئے۔ خلیفہ ہارون الرشید بھی وہاں موجود تھے۔ شہر میں ہر طرف آپ کے آنے کا چرچا تھا، استقبال کی تیاریاں تھیں اور لوگ جوق در جوق آپ کو دیکھنے اور آپ کے دیدار سے آنکھوں کو روشن کرنے کے لیے چلے آرہے تھے۔ ہر طرف خوشی اور مسرت سے لوگوں کے چہرے دمک رہے تھے اور ہر ایک بے اختیار کھنچا چلا آرہا تھا۔

شاہی بالا خانے پر ہارون الرشید کی ایک لونڈی بیٹھی ہوئی یہ منظر دیکھ رہی تھی، بہت حیران ہوئی کہ آخر ایسا کون سا شخص ہے جس کو دیکھنے اور جس سے ملنے کے لیے یہ لوگ اتنے بے تاب ہیں اور دوڑے چلے آرہے ہیں۔ معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا، مشرق ومغرب کے عالم حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ ان کو دیکھنے کے لیے یہ مخلوق دوڑی چلی آرہی ہے۔ سچی بادشاہی تو حضرت

عبداللہ ہی کو حاصل ہے کہ لوگ اپنے جذبہ اور شوق سے کھنچے چلے آ رہے ہیں۔ بھلا ہارون کی بھی کوئی بادشاہی ہے، کہ لوگ فوج اور ڈنڈے کے زور سے لائے جاتے ہیں اور سزا کے ڈر سے جمع ہو جاتے ہیں۔

جب موصل کے قریب قصبہ ہیت میں ان کی وفات ہوئی تو لوگوں کی اتنی بھیڑ تھی کہ ہیت کا حاکم حیران تھا، بہت متاثر ہوا اور فوراً اپنے دارالسلطنت بغداد میں اس کی اطلاع بھجوائی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند پر ابن مبارک کو بٹھایا:

ایک مرتبہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے پہنچے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنی شاہانہ شان کے ساتھ طلباء کو حدیث پڑھانے میں مشغول تھے، جونہی آپ کو دیکھا، فوراً اپنی جگہ سے اٹھے، آپ سے گلے ملے اور نہایت عزت کے ساتھ آپ کو اپنی مسند پر بٹھایا اس سے پہلے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کسی کے لیے مجلس سے نہیں اٹھتے تھے اور نہ ہی کسی کو اس عزت کے ساتھ اپنے قریب مسند پر بٹھایا تھا۔ طلباء کو اس واقعہ پر بڑی حیرت تھی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طلباء کی اس حیرت کو بھانپ لیا۔ سمجھاتے ہوئے فرمایا: ”عزیزو! یہ خراسان کے فقیہ ہیں۔“

سوچنے کی بات:

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیوں لوگ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دل و جان سے چاہتے تھے؟ اور کیوں آپ پر جان چھڑکتے تھے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:

ترجمہ: ”جو لوگ (سچے دل سے) ایمان لائے اور (پھر) بھلے کام کیے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل میں ان کی محبت بھر دے گا۔“

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگی اس آیت کی سچی تصویر تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر آدمی سچے دل سے ایمان لا کر بھلے کاموں سے اپنی زندگی سنوار لے تو واقعی اس لائق ہے کہ دونوں جہاں میں اس کی قدر ہو۔ حضرت کی زندگی کے حالات جب ہم پڑھتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ نیکی اور بھلائی کا نمونہ تھے۔ اسلام کا ایک نشان تھے، کہ ہمیشہ کے لیے لوگ ان سے رہنمائی حاصل کریں۔ یوں تو آپ کی زندگی سرتاپا بھلائی اور نیکی ہی تھی لیکن چند خوبیاں ابھری ہوئی تھیں کہ جرت کا نام سنتے ہی ان خوبیوں کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے:

① خدا کا خوف	② دین کی صحیح سمجھ	③ عبادت
④ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت	⑤ امیروں سے بے نیازی	⑥ عاجزی اور تواضع
⑦ مخلوق کے ساتھ سلوک	⑧ دین کی اشاعت	⑨ جہاد کا شوق

خدا کا خوف:

خدا کا خوف تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔ اس آدمی سے بھلائی کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی جس میں خدا کا خوف نہ ہو۔ بری باتوں سے رکنا، اچھے کاموں کی طرف بڑھنا، لوگوں کے حقوق کا خیال، ذمہ داری کا احساس، غریبوں کے ساتھ حسن سلوک، لیکن دین اور معاملات میں سچائی اور دیانت، غرض ہر نیکی کی جڑ خدا کا خوف ہے۔

قیامت کے دن خدا کے سامنے پیشی ہوگی، وہ ہم سے پل پل کا حساب لے گا۔ ایک ایک کام کی پوچھ گچھ ہوگی۔ یہ یقین نیکی کی ضمانت ہے، یہ یقین رکھنے والا شخص کبھی کسی کو دھوکہ نہ دے گا، کسی برائی کے قریب نہ پھٹکے گا، کسی غیر ذمہ داری کی حرکت نہ کرے گا۔ کبھی کسی کا حق نہ مارے گا، کبھی کسی کا دل نہ دکھائے گا۔ ہر آدمی کو اس سے بھلائی کی امید ہوگی اور ہر حال میں وہ سچائی پر قائم رہے گا۔ خدا سے

ڈرنے والا بڑے سے بڑے خطرے سے نہیں ڈر سکتا۔ اس شخص کے دل میں ایمان ہی نہیں ہے جو خدا سے نہیں ڈرتا۔

مدینہ کے مشہور عالم حضرت قاسم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ اکثر سفر میں حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک بار فرمانے لگے، میں بھی کبھی یہ سوچتا تھا کہ آخر حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ میں وہ کون سی خوبی ہے جس کی وجہ سے ان کی اتنی قدر ہے۔ اور ہر جگہ پوچھ ہے۔ نماز وہ بھی پڑھتے ہیں، ہم بھی پڑھتے ہیں، روزہ وہ رکھتے ہیں تو ہم بھی رکھتے ہیں، وہ حج کو جاتے ہیں تو ہم بھی جاتے ہیں وہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تو ہم بھی جہاد میں شریک ہوتے ہیں۔ کسی بات میں ہم ان سے پیچھے نہیں ہیں، لیکن پھر بھی جہاں دیکھئے لوگوں کی زبان پر انہی کا نام ہے اور انہی کی قدر ہے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم لوگ شام کے سفر پر جا رہے تھے، راستے میں رات ہوگئی ایک جگہ ٹھہر گئے۔ کھانے کے لیے جب سب لوگ دستر خوان پر بیٹھے تو اتفاق کی بات کہ یکایک چراغ بجھ گیا۔ خیر ایک آدمی اٹھا اور اس نے چراغ جلایا۔ جب چراغ کی روشنی ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔ چراغ بجھنے سے گھبرائے تو ہم سب ہی تھے، لیکن حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تو کسی اور ہی دنیا میں پہنچ گئے، انہیں قبر کی اندھیریاں یاد آگئیں اور ان کا دل بھر آیا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ خدا کا خوف ہے اور اس کے سامنے حاضری کا ڈر ہے جس نے حضرت کو اس اونچے مقام پر پہنچا دیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس بات میں ہم ان سے پیچھے ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ اونچا مرتبہ اسی لیے ملا کہ وہ خدا سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔" ذمہ داری کا احساس اتنا تھا کہ ایک مرتبہ شام میں کسی سے لکھنے کے لیے قلم لے لیا اور دینا یاد نہیں رہا۔ جب اپنے وطن مرو واپس آگئے تو یاد آگیا۔ گھبرا گئے۔ فوراً سفر کا ارادہ کیا۔ شام مرو سے سینکڑوں میل دور ہے۔ سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہوئے شام پہنچے اور جب اس شخص کو قلم دیا تو اطمینان کا سانس لیا۔ فرمایا کرتے تھے "اگر شبہ میں تمہارے پاس کسی کا ایک درہم رہ جائے تو اس کا واپس کرنا لاکھ روپیہ صدقہ کرنے سے زیادہ اچھا ہے۔" ان ہی کا ایک شعر ہے۔

مَنْ رَّقَبَ اللّٰہَ رَجَعَ عَنْ سُوْءِ مَا کَانَ مَنَعَ

ترجمہ: "جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی برائی کے قریب نہیں پھٹکتا۔"

دنیا سے بے رغبتی اور زہد پر آپ نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "کتاب الزہد" ہے۔ جب شاگردوں کو یہ کتاب پڑھاتے تو ان کا دل بھر آتا، آنکھوں میں آنسو آجاتے اور آواز گھٹنے لگتی۔

دین کی صحیح سمجھ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "خدا جس کو بھلائی سے نوازنا چاہتا ہے، اس کو دین کی گہری سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔" حقیقت یہ ہے کہ دین کی صحیح سمجھ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے اگر دین کی سمجھ سے آدمی محروم ہو تو کبھی دین پر صحیح صحیح عمل نہیں کر سکتا، زندگی کے بہت سے معاملات میں دین کا تقاضا کچھ ہوگا اور وہ کچھ عمل کرے گا اور اس طرح اس کی ذات سے دین کو فائدہ پہنچنے کے بجائے نقصان پہنچے گا۔ بہت سی باتوں کو وہ دینداری سمجھ کر اختیار کرے گا حالانکہ وہ باتیں دین کے خلاف ہوں گی۔

خدا کا دین ایک فطری دین ہے وہ انسانی ضرورتوں کا لحاظ کرتا ہے۔ انسان کے جذبات کا لحاظ کرتا ہے اور ہر ہر بات میں اعتدال اور میانہ روی کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ وہ بندوں کو خدا کے حقوق بھی بتاتا ہے۔ اور بندوں کے حقوق بھی اور ایسی جامع ہدایت دیتا ہے کہ اگر آدمی ان ہدایات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ان کی پیروی کرے تو وہ دنیا کے لیے رحمت کا سایہ بن جاتا ہے۔ وہ دنیا کے معاملات کو روشنی میں دیکھتا ہے اور کبھی کسی کا حق نہیں مارتا۔ مثلاً آپ سوچئے کہ ایک شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے ایک جنگل کا سفر کر رہا ہے، اس کے

ساتھ اس کا ساتھی بھی سفر کر رہا ہے۔ یہ شخص بڑے جذبے کے ساتھ قرآن کی تلاوت میں مشغول ہے۔ آگے ایک ندی آئی ندی میں پانی تھوڑا معلوم ہو رہا ہے اور اس کا ساتھی پار جانے کے لیے بے دھڑک ندی میں کود پڑتا ہے۔ اتفاق کی بات ہے جہاں وہ کودتا ہے وہ گہرا گڑھا ہے، اور وہ ڈوبتے ڈوبتے بچتا ہے۔ جب وہ باہر نکل کر آتا ہے تو اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ آپ تو اکثر و بیشتر اس راستے پر سفر کرتے ہیں، اور آپ کو یہ نہیں معلوم کہ یہاں اتنا گہرا گڑھا ہے۔ اتنی دیر میں وہ قرآن پاک کی سورۃ پوری کر کے اپنے اوپر دم کر لیتا ہے اور کہتا ہے بھائی مجھے تو خوب معلوم تھا کہ یہاں گہرا گڑھا ہے اور خدا نے خیر کر دی کہ تم بچ گئے مگر میں تمھیں کیسے بتاتا میں تو قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا اور سورۃ پوری نہیں ہوئی تھی۔ آپ ہی سوچیے اس شخص کا یہ عمل کیسا ہے؟ بے شک قرآن شریف کی تلاوت ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ لیکن جب اس شخص کی جان جاری ہو تو کیا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ قرآن پڑھتا رہے، اور رک کر اس کو یہ نہ بتائے کہ آگے جان کا خطرہ ہے۔ دراصل یہ دین کی صحیح سمجھ سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ یہ دینداری کی غلط مثال ہے۔

اور سوچیے، ایک شخص ہر وقت خدا کی عبادت میں لگا رہتا ہے۔ جب دیکھو نفل پڑھ رہا ہے، تسبیح پڑھ رہا ہے، قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اور لوگوں کو دین کی باتیں بھی سمجھا رہا ہے لیکن اس کے بچے اکثر فاقے سے رہتے ہیں، ان کے بدن پر کپڑے نہیں ہیں، وہ بھوک سے بے تاب ہو کر پاس پڑوس سے مانگنے کے لیے پہنچ جاتے ہیں اور جب اس شخص سے کہا جاتا ہے کہ بھائی تم دن رات وظیفے پڑھنے اور تلاوت کرنے میں مشغول رہتے ہو، آخر کچھ محنت مزدوری کیوں نہیں کرتے؟ تمہارے بچوں کا یہ حال ہے۔ وہ بڑے فخر سے کہتا ہے خدا کے دربار سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ بہت سا وقت اس کی عبادت میں گزر جاتا ہے۔ کمانا اور دنیا جمع کرنا تو دنیاداروں کا کام ہے۔ مومن کو تو خدا نے عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو بتائیے اس شخص کا یہ عمل دین کی ہدایت کے لحاظ سے کتنا غلط ہے؟ لیکن وہ سمجھتا ہے کہ میں دیندار ہوں، اور بچوں کو بھوکا مار کر نفل پڑھتے رہنا بہت بڑی دینداری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر دین کی صحیح سمجھ سے محروم ہو تو وہ کبھی بھی دین پر صحیح عمل نہیں کر سکتا اور لوگ اس کو دیکھ کر ہمیشہ دین کے بارے میں غلط تصور قائم کریں گے۔ اگر آدمی دین کی صحیح سمجھ رکھتا ہو تو وہ کبھی ایسی حرکتیں نہیں کر سکتا۔ نبی ﷺ نے ایک بار فرمایا: ''میں نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھاؤں کہ اتنے میں کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے کہ لمبی نماز پڑھا کر بچے کی ماں کو پریشان کروں۔''

عجیب و غریب حج:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے ماہر تھے۔ نبی ﷺ کے مزاج اور دین کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ صحیح دینداری کیا ہے؟ ایک بار آپ حج کو جا رہے تھے۔ سفر میں ایک مقام پر ایک لڑکی کو دیکھا کہ کوڑے پر سے کچھ اٹھا رہی ہے۔ ذرا اور قریب گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بے چاری ایک مری ہوئی چڑیا کو جلدی جلدی ایک چیتھڑے میں لپیٹ رہی ہے۔ حضرت وہیں رک گئے اور حیرت و محبت کے ساتھ اس غریب بچی سے پوچھا: ''بیٹی تم اس مردار چڑیا کا کیا کرو گی؟'' اور اپنے پھٹے پرانے میلے کپڑوں کو سنبھالتے ہوئے لڑکی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رندھی ہوئی آواز میں بولی: ''چچا میاں! ہمارے ابا کو کچھ ظالموں نے قتل کر دیا۔ ہمارا سب مال چھین لیا اور ساری جائیداد ہتھیا لی۔ اب میں ہوں اور میرا ایک بھائی ہے۔ خدا کے سوا ہمارا کوئی سہارا نہیں۔ اب ہمارے پاس نہ کھانے کے لیے کچھ ہے، اور نہ پہننے کے لیے۔ کئی کئی وقت ہم یوں ہی گزر جاتے ہیں۔ اس وقت بھی ہم چھ وقت کے فاقے سے ہیں۔ بھیا گھر میں بھوک سے نڈھال پڑا ہے۔ میں باہر نکلی کہ شاید کچھ مل جائے۔ یہاں آئی تو یہ مردار چڑیا پڑی ملی۔ ہمارے لیے یہ بھی بڑی نعمت ہے۔'' یہ کہتے ہوئے فاقہ کی ماری بچی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ حضرت کا دل بھر آیا۔ بچی کے سر پر ہاتھ رکھا، اور خود بھی رونے

لگے۔ اپنے خزانچی سے پوچھا "اس وقت تمہارے پاس کتنی رقم ہے؟" "حضرت ایک ہزار اشرفیاں ہیں" خزانچی نے جواب دیا۔ "میرے خیال میں مرو تک پہنچنے کے لیے بیس اشرفیاں کافی ہوں گی۔" حضرت نے پوچھا۔ "جی ہاں، بیس اشرفیاں گھر تک پہنچنے کے لیے بالکل کافی ہیں۔" خزانچی نے جواب دیا۔ "تو پھر تم بیس اشرفیاں روک لو اور باقی ساری رقم اس لڑکی کے حوالے کر دو۔ ہم اس سال حج کو نہیں جائیں گے۔ یہ حج کعبہ کے حج سے بھی زیادہ بڑا ہے۔" حضرت نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ خزانچی نے ساری رقم لڑکی کے حوالے کر دی، غم اور فاقہ سے کملایا ہوا چہرہ ایک دم کھل اٹھا اور لڑکی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی خوشی خوشی اپنے گھر کو لوٹ گئی۔ حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا اور خزانچی سے فرمایا: "چلو اب یہیں سے گھر کو واپس چلیں، خدا نے یہیں ہمارا حج قبول فرما لیا۔"

عبادت:

عبادت کا شوق مومن کی پہچان ہے۔ مومن ہر وقت بے چین ہوتا ہے کہ اسے خدا سے قریب ہونے کا موقع ملے۔ اس کے دربار میں حاضر ہو۔ اس کی چوکھٹ پر سر جھکانے کی عزت ملے۔ عبادت ہی کے ذریعہ بندہ خدا سے قریب ہوتا ہے اور عبادت کر کے ہی دنیا میں خدا سے ملنے کی تمنا پوری کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ عبادت میں پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کا سچا نمونہ تھے۔ عبادت گزاری اور شب بیداری میں بے مثال تھے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مکہ کے بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ فرماتے تھے جب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پڑھتا ہوں اور غور کرتا ہوں تو حضرت عبداللہ کو کسی چیز میں بھی ان سے کم نہیں پاتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان یہ تھی کہ ان کی راتیں نمازوں میں گزرتیں اور دن میدان جہاد میں اور یہی حال حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ لیکن ہاں ایک چیز ایسی ہے جو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل نہیں ہے اور وہ "پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت" ہے۔ ظاہر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس فضیلت کو کون پاسکتا ہے؟ یہ تو اللہ کا ایک انعام ہے کہ اس میں قیامت تک کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ امت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت کی عبادت گزاری اور بزرگی کا کسی قدر اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کے زمانے کے بڑے بڑے زاہد اور عابد و بزرگ ان کو اپنا سردار مانتے تھے اور ان سے اس لیے محبت کرتے تھے کہ خدا کا قرب حاصل کریں۔ حضرت ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور محدث اور بہت بڑے زاہد و عابد گزرے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے "حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ میں کون سی خوبی نہیں ہے۔ خدا ترسی، عبادت خلوص، جہاد، زبردست علم، دین میں مضبوطی، حسن سلوک، بہادری۔ خدا کی قسم مجھے ان سے محبت ہے اور ان کی محبت سے مجھے بھلائی کی امید ہے۔"

حج کے شوق کا یہ حال تھا کہ سال کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ چار مہینے حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزارتے، چار مہینے جہاد میں رہتے اور چار مہینے حج کے سفر میں رہتے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے "میں نے بہت کوشش کی کہ کم از کم ایک سال ہی حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح زندگی گزار لوں۔ لیکن کبھی کامیاب نہ ہوا۔" کبھی کبھی فرماتے "کاش میری پوری زندگی حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین دن کے برابر ہوتی۔"

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

وہ شخص مومن ہی نہیں ہے جس کے دل میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو۔ آج ہم میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود تو موجود نہیں ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی کی ہو بہو تصویر حدیث میں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، رہنا سہنا، نماز، روزہ، وعظ اور نصیحت سب ہی کچھ حدیث میں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا بھلا کون ہوگا جو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے پڑھانے کو اپنی سب سے بڑی خوش قسمتی نہ سمجھتا ہو۔ اور دن رات اس آئینے میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھنے کا خواہش مند نہ ہو۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا حال تو یہ تھا کہ گھر سے نکلتے ہی نہ تھے۔ ہر وقت گھر میں تنہا بیٹھے حدیث رسول ﷺ میں مشغول رہتے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت! تنہا گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کی طبیعت نہیں گھبراتی؟ فرمایا: ''خوب! میں تو ہر وقت پیارے رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ہوتا ہوں، ان کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہوں اور ان سے بات چیت میں مشغول ہوتا ہوں، پھر گھبرانا کیسا؟'' یہی وجہ ہے حدیث کی مشہور کتابوں میں آپ کی بیان کی ہوئی حدیثیں اکیس ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ اور حدیث کے علماء ان کو علم حدیث میں امیر المومنین اور امام المسلمین کہا کرتے تھے۔

حضرت فضالہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جب کبھی کسی حدیث کے بارے میں علماء میں اختلاف ہوتا، تو کہتے چلو حدیث کی نبض پہچاننے والے ''طبیب حدیث'' سے پوچھیں۔'' یہ طبیب حدیث حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

جس طرح آپ کو حدیث سے محبت تھی، ایسا ہی آپ حدیث کا ادب بھی کرتے تھے، کبھی اگر کسی کی زبان سے کوئی بے ادبی کی بات سنتے، یا کوئی بے ادبی کرتے دیکھتے تو غصہ سے چہرہ سرخ ہو جاتا اور بہت خفا ہوتے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ راستہ چلتے لوگ کسی عالم کو روک کر مسئلے پوچھنے لگتے ہیں، آپ اس کو بہت برا سمجھتے تھے۔ ایک بار راستے میں کسی نے حدیث کے بارے میں ان سے کچھ پوچھا۔ غصہ میں چپ ہو گئے اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے کہ ''یہ حدیث رسول ﷺ پوچھنے کی جگہ نہیں ہے۔'' مطلب یہ تھا کہ حدیث گلی، کوچوں میں پوچھنے کی چیز نہیں ہے۔ ''اگر تمہیں حدیث جاننے کا شوق ہے تو کسی کے پاس جا کر ادب سے پوچھو۔'' یہی بات بھی یہ ہے کہ جو شخص علم کا ادب نہیں کرتا اس کو کبھی علم نہیں آسکتا۔

امیروں سے بے نیازی:

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ دنیادار حکمرانوں اور امیروں سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔ وہ ان کے پاس جانا علم کی ناقدری سمجھتے تھے۔ جس کو اللہ نے علم کی ختم نہ ہونے والی دولت دے رکھی ہو، اس کی نظر میں دنیا کی فنا ہونے والی دولت کی کیا قدر ہو سکتی ہے؟ مغرور حاکموں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ علماء ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ لیکن دین کے سچے عالموں نے کبھی ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ ہمیشہ ان سے بے نیاز رہے۔ ہزار تکلیفیں اٹھائیں لیکن کبھی ان کی چوکھٹ پر حاضری نہ دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے ''بادشاہوں کی ڈیوڑھیوں پر فتنے اس طرح جمے بیٹھے رہتے ہیں جیسے اونٹ اپنی تھانوں پر۔ خدا کی قسم ان کی ڈیوڑھی پر جا کر جتنی دنیا کماؤ گے اس سے زیادہ وہ تمہارا دین تم سے لے لیں گے۔'' ایک اور بزرگ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''مال جمع کرنا اور بادشاہوں کے دربار میں حاضری دینا دونوں باتیں آدمی کے دین کو اس طرح چٹ کر جاتی ہیں جس طرح دو خونخوار بھیڑیے اگر بکریوں کے باڑے میں ایک رات رہ جائیں۔''

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''سب سے برے حاکم وہ ہیں جو عالموں سے دور رہتے ہیں اور سب سے برے عالم وہ ہیں جو حاکموں اور مالداروں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔'' حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ خود تو مالداروں اور مغرور حاکموں سے بچتے ہی تھے اپنے دوستوں اور عزیزوں کو بھی سختی کے ساتھ روکتے تھے۔ ہارون الرشید نے کئی مرتبہ حضرت سے ملنا چاہا لیکن آپ نے ہمیشہ ٹال دیا۔

اسماعیل بن علیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے عزیز دوست تھے، بہت بڑے عالم اور محدث تھے۔ کاروبار میں بھی حضرت کے شریک تھے۔ جب انہیں صدقات کی وصولی کا اونچا عہدہ ملا تو حاکموں اور امیروں کے پاس آنا جانا بھی شروع ہو گیا۔ ایک دن حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ملنے آئے تو حضرت نے کوئی توجہ ہی نہ دی۔ ان کو بہت رنج ہوا، گھر گئے اور صدمہ میں ایک لمبا خط اپنے استاد حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ اپنے رنج و غم کا اظہار کیا۔ جواب میں حضرت نے چند شعر لکھ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا:

"تم دین کے علم سے دنیا سمیٹنے لگ گئے ہو، دنیا کی لذتوں کے پیچھے پڑ گئے ہو، یہ لذتیں تمہارے دین کو پھونک کر رکھ دیں گی۔ تم تو خود وہ حدیثیں بیان کرتے تھے جن میں دنیادار حاکموں سے میل بڑھانے سے ڈرایا گیا ہے۔ دیکھو دنیا پرست پادریوں کی طرح دین سے دنیا نہ کماؤ۔" حضرت اسماعیل یہ اشعار پڑھ کر رونے لگے۔ اسی وقت اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا اور کبھی کسی حاکم کی ڈیوڑھی پر نہیں گئے۔

عاجزی اور تواضع:

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کی شان ایک طرف تو یہ تھی کہ بڑے بڑے حاکموں کو بھی منہ نہ لگاتے تھے اور دوسری طرف حال یہ تھا کہ ہر وقت لوگوں کی خدمت میں لگے رہتے، لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے، ہر ایک سے خاکساری اور تواضع سے پیش آتے، کبھی اپنی بڑائی کا اظہار نہ کرتے۔ فرمایا کرتے شہرت سے ہمیشہ بچتے رہو۔ گمنامی میں بھلائی ہے۔ لیکن کسی پر یہ بھی نہ ظاہر ہونے دو کہ تم گمنامی کو پسند کرتے ہو، اس سے بھی غرور پیدا ہو سکتا ہے۔

مرو میں آپ کا ایک بہت بڑا مکان تھا۔ اور ہر وقت عقیدت مندوں اور شاگردوں کی بھیڑ رہتی تھی کچھ دنوں تک آپ نے برداشت کیا۔ لیکن جب دیکھا روز بروز زیادتی ہی ہو رہی ہے تو کوفہ چلے گئے اور وہاں ایک چھوٹی سی اندھیری کوٹھڑی میں رہنے لگے۔ لوگوں نے ہمدردی کرتے ہوئے کہا حضرت یہاں اس اندھیر کوٹھڑی میں تو آپ کی طبیعت گھبراتی ہوگی؟ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: لوگ عقیدت مندوں کے ہجوم میں رہنا پسند کرتے ہیں اور میں اس سے بھاگتا ہوں اسی لیے تو مرو سے کوفہ بھاگ کر آیا ہوں۔

ایک مرتبہ کسی سبیل پر پانی پینے کے لیے پہنچے۔ وہاں بھیڑ تھی۔ لوگوں کا ریلا آیا تو دور جا گرے۔ واپسی میں اپنے ساتھی حضرت حسن رحمہ اللہ سے کہنے لگے، زندگی ایسی ہی ہو کہ نہ لوگ ہمیں پہچانیں اور نہ ہمیں کوئی بڑی چیز سمجھیں۔ ایک بار لوگوں نے ان سے پوچھا، حضرت تواضع کسے کہتے ہیں؟ تو فرمایا تواضع یہ ہے کہ تمہاری خودداری تمہیں مالداروں سے دور رکھے۔

مخلوق کے ساتھ سلوک:

کسی شخص کی نیکی اور دینداری کا صحیح اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ رحمہ اللہ ہر ایک کام آتے اور اپنے پرائے کا خیال کیے بغیر ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک کرتے۔ وہ غیروں پر اپنی دولت اس طرح لٹاتے کہ کوئی اپنوں پر بھی کیا لٹائے گا۔ حج کے لیے تو ہر سال جاتے ہی تھے۔ بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ہو لیتے۔ سفر پر جاتے ہوئے۔ آپ صرف اپنے ہی کھانے کا انتظام نہ کرتے۔ بلکہ اپنے ساتھیوں کے لیے بھی کھانے پینے کا انتظام کرکے چلتے۔ ایک سال تو لوگوں نے یہ دیکھا کہ ان کے ساتھ دو اونٹوں پر صرف بھنی ہوئی مرغیاں لدی ہوئی تھیں۔ حج کو روانہ ہونے سے پہلے اپنے تمام ساتھیوں سے کہتے کہ اپنی اپنی رقمیں میرے پاس جمع کرو۔ سب سے رقم لے کر الگ الگ تھیلیوں میں رکھ لیتے اور ہر تھیلی پر دینے والے کا نام اور رقم کی مقدار لکھتے۔ پھر راستہ بھر اپنے پاس سے خرچ کرتے۔ اچھے سے اچھا کھلاتے لوگوں کے آرام کا خیال رکھتے اور ہر طرح کی سہولت پہنچانے کی کوشش کرتے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچتے تو ساتھیوں سے کہتے، اپنے گھر والوں کے لیے ضرورت کی چیزیں لینا چاہو لے لو۔ لوگ اطمینان کے ساتھ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لیتے۔ حج سے واپس آ کر اپنے سارے ساتھیوں کی دعوت کرتے اور پھر ہر ایک کو اس کی تھیلی رقم سمیت واپس کر رہے ہیں۔ فرمایا: اگر پہلے سے لوگوں کو بتا دوں کہ اپنے پاس سے خرچ کر رہا ہوں تو کون آسانی سے تیار ہوگا کہ راستہ بھر میرے مال سے کھائے، اور گھر والوں کے لیے ضرورت کا سامان خریدے اس بہانے مجھے موقع مل جاتا ہے کہ میں اپنا مال ان لوگوں پر خرچ کرنے کی سعادت پاتا ہوں، جو اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں۔

کھانا ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھاتے، اور ہمیشہ ان کے دستر خوان پر کوئی نہ کوئی مہمان ضرور ہوتا۔ فرماتے مہمان کے ساتھ جو کھانا

کھایا جاتا ہے اس کا حساب نہیں ہوتا، پیسے سے بھی ہر ایک کی مدد کرتے۔ جہاں کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ مقروض ہے اور قرض مانگنے والا اس کو پریشان کر رہا ہے۔ بے چین ہو جاتے اور جس طرح بن پڑتا اس کو قرض کے بھاری بوجھ سے چھٹکارا دلاتے۔

شام کے سفر پر اکثر جایا کرتے تھے۔ راستہ میں رقہ کے مقام پر ایک سرائے پڑتی تھی ہمیشہ وہاں ٹھہرتے۔ سرائے میں ایک نوجوان آدمی تھا، وہ جی جان سے آپ کی خدمت کرتا اور آپ سے پیارے رسول ﷺ کی حدیثیں بڑے شوق سے سیکھتا۔ آپ بھی بڑی محبت سے اس کو سکھاتے اور خوش ہوتے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ آپ سرائے میں پہنچے تو وہ نوجوان نظر نہیں آیا۔ آپ کو فکر ہوئی پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ گرفتار ہو گیا ہے۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ وجہ معلوم کی تو لوگوں نے بتایا کہ اس پر ایک آدمی کا قرضہ تھا۔ قرضہ بہت زیادہ تھا۔ قرض والا تقاضے کرتا اور اس کے پاس دینے کے لیے کچھ تھا نہیں۔ اس لیے اس آدمی نے اس کو پکڑوا دیا۔ آپ تلاش کرتے کرتے اس شخص کے پاس پہنچے، جس کا قرضہ تھا۔ اس سے تنہائی میں فرمایا: تمہارا کتنا قرض ہے؟ تم قرضہ کی ساری رقم مجھ سے لے لو، اور اس نوجوان کو رہا کرادو، اور اس سے قسم لے لی کہ کسی کو یہ بات بتائے نہیں۔ وہ شخص خوشی خوشی راضی ہو گیا۔ آپ نے اس کو رقم دی اور اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب وہ نوجوان چھوٹ کر سرائے میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ آئے تھے اور اسے پوچھ رہے تھے۔ نوجوان کو نہ ملنے کا بہت افسوس ہوا اور دل میں ٹھانی کہ جیسے بھی ہو حضرت سے ملنا چاہیے، چنانچہ فوراً وہاں سے روانہ ہوا۔ تلاش کرتا کرتا کئی دن کے سفر کے بعد حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور حالات معلوم کیے۔ نوجوان نے اپنی ساری آپ بیتی سنائی، اور یہ بھی بتایا کہ سرائے میں خدا کا کوئی نیک بندہ آیا تھا اس نے چپکے سے میری طرف سے رقم ادا کر دی اور میں چھوٹ گیا۔ معلوم نہیں کون تھا؟ میرے دل سے ہر وقت اس کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا، خدا کا شکر ہے کہ تم نے مصیبت سے نجات پائی۔

جب حضرت کا انتقال ہوا تو اس شخص کو یہ راز لوگوں نے بتایا کہ وہ رقم ادا کرنے والے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

ایک آدمی پر سات سو کا قرضہ تھا۔ بے چارا بہت پریشان تھا۔ لوگوں نے حضرت سے ذکر کیا۔ آپ نے اسی وقت اپنے منیجر کو رقعہ لکھا کہ اس شخص کو سات ہزار درہم دے دو۔ رقعہ لے کر یہ شخص منیجر کے پاس پہنچا اور زبانی بھی منیجر کو بتایا کہ مجھ پر سات سو کا قرضہ ہے، منیجر نے کہا آپ ذرا ٹھہریے، اس میں رقم کچھ زیادہ لکھی گئی ہے۔ میں ذرا معلوم کرلوں۔ حضرت کو پرچہ لکھ کر بھیجا کہ اس شخص کو سات سو کی ضرورت ہے اور آپ نے بھولے سے سات ہزار لکھ دیے ہیں۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ فوراً اس شخص کو چودہ ہزار دے دو۔ منیجر نے حضرت کی خیر خواہی میں پھر پرچہ لکھ بھیجا کہ آپ اگر اس طرح دولت لٹاتے رہے تو کچھ ہی دنوں میں یہ سارا خزانہ ختم ہو جائے گا۔

حضرت کو اس بات سے رنج ہوا اور لکھ بھیجا کہ دنیا کی دولت لٹا کر آخرت کی دولت سمیٹنے کی فکر میں ہوں۔ کیا تمہیں پیارے رسول ﷺ کا یہ قول یاد نہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کو کسی ایسی بات سے اچانک خوش کر دے جس کی اسے امید نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ بتاؤ کیا چودہ ہزار میں یہ سودا گھاٹے کا ہے؟ حضرت نے دوسری مرتبہ سات ہزار کے بجائے چودہ ہزار اس لیے لکھے تھے کہ سات ہزار کی رقم تو اسے معلوم ہو گئی تھی۔ اگر اسے سات ہزار دیتے تو اس کی امید تو اسے تھی ہی۔ اس لیے آپ نے چودہ ہزار کا حکم دیا کہ امید کے خلاف اچانک اتنی بڑی رقم دیکھ کر وہ انتہائی خوش ہوگا۔

دین کی اشاعت:

پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کے حالات جب ہم پڑھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بس ایک دھن تھی کہ اللہ کا دین گھر گھر پہنچ جائے اور ہر ایک خدا کے دین پر چلنے لگے۔ حضرت عبداللہ ان کے سچے پیرو تھے۔ آپ کی زندگی کی کوئی گھڑی اس دھن سے خالی نہ تھی۔

گھر رہتے تو دین سکھانے میں لگے رہتے، سفر پر جاتے تو اسی فکر میں رہتے، دولت کماتے تو اسی لیے کہ اللہ کا دین پھیلانے میں خرچ کریں۔ لوگوں کو دین کا علم حاصل کرتے دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، ہر طرح ان کا ساتھ دیتے، ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے طالب علموں کی مدد کرتے جو علم دین کا شوق رکھتے ہیں لیکن غربت کی وجہ سے پریشان ہوتے، یا جو لوگ دینی علم سکھانے میں لگے رہتے اور روزی کے لیے دوڑ دھوپ کا موقع نہ نکال پاتے۔ ہزاروں روپے ان کے لیے بھیجتے اور فرماتے روپیہ خرچ کرنے کا اس سے اچھا موقع اور کوئی نہیں ہے۔

ایک بار فرمایا: "میں اپنا روپیہ ان لوگوں پر خرچ کرتا ہوں جو دین کا علم حاصل کرنے میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گھر والوں کے لیے روزی کمانے کا وقت نہیں نکال پاتے اور اگر روزی کمانے میں لگیں تو دین کا علم ختم ہو جائے گا۔ میں ان کی مدد اس لیے کرتا ہوں کہ ان کے ذریعے دین کا علم پھیلتا ہے اور نبوت ختم ہو جانے کے بعد نیکی کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ دین کا علم پھیلایا جائے۔" اس کام کے لیے شہر جاتے، ہر قسم کے لوگوں سے ملتے، ان کے سدھارنے کی کوشش کرتے اور بڑے سلیقے سے اس کام کو انجام دیتے۔

فرمایا کرتے تھے "جب امت کے بڑے ذمہ دار لوگ بگڑ جاتے ہیں تو پوری امت میں بگاڑ آ جاتا ہے" پانچ قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پوری سوسائٹی بگڑ جاتی ہے۔

① دین کے علماء: یہ انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کا لایا ہوا علم ان کے پاس ہے۔ اگر یہی لوگ دنیا کے لالچ میں پھنس جائیں تو پھر عام لوگ کس سے دین سیکھیں؟ اور کس کو اپنے لیے نمونہ بنائیں؟

② تاجر: اگر یہی لوگ خیانت کرنے لگیں، ایمانداری چھوڑ دیں اور ناحق لوگوں کی دولت لوٹنے پر کمر باندھ لیں، تو پھر لوگ کس پر بھروسہ کریں گے؟ اور کس کو امانت دار سمجھیں گے؟

③ زاہد لوگ: ان کی زندگیوں کو دیکھ کر لوگ دین پر عمل کرتے ہیں اگر یہی بگڑ جائیں تو لوگ کس کے پیچھے چلیں گے؟

④ مجاہد: جب ان کا مقصد غنیمت کا مال جمع کرنا ہو، اور حکومت کا ٹھاٹھ جمانے کے لیے لڑیں گے تو دین کیسے پھیلے گا؟ اور اس کی فتح کیونکر ہوگی؟

⑤ حاکم: حاکموں کی مثال ایسی ہے جیسے بھیڑیوں کا چرواہا، چرواہے کا کام بھیڑوں کی دیکھ بھال اور ہر خطرے سے ان کی حفاظت ہے۔ لیکن اگر چرواہا خود بھیڑیا بن جائے تو پھر بھیڑوں کی حفاظت کرنے والا کون ہوگا؟

مطلب یہ ہے کہ امت کی اصلاح اسی وقت ہو سکتی ہے جب بڑے اور ذمہ دار لوگوں کی اصلاح ہو جائے۔ ان کی زندگیاں سدھر جائیں تو سب کی زندگی سدھر سکتی ہے۔ اور اگر ان کا بگاڑ دور ہو جائے تو پوری امت کی زندگی میں ایک اچھا اور پسندیدہ انقلاب آ سکتا ہے، جسے دیکھنے کے لیے آج ہر خیر پسند کی آنکھیں ترس رہی ہیں۔

جہاد کا شوق:

کفر و شرک کا زور توڑنے اور اسلام پھیلانے کے لیے کبھی کبھی جنگ کے میدان میں بھی اترنا پڑتا ہے۔ مسلمان کی سب سے بڑی تمنا یہی ہوتی ہے کہ اس کی جان و مال اللہ کی راہ میں کام آ جائے۔ حضرت عبداللہ رحمہ اللہ کی سب سے بڑی تمنا یہی تھی۔ نیکی کے ہر کام میں آگے آگے رہتے۔ راتیں خدا کی یاد میں گزرتیں، دن حدیث پڑھنے پڑھانے میں گزرتے۔ مال و دولت اللہ کی راہ میں خرچ ہوتا اور جہاد کا موقع آتا تو میدان جنگ میں بہادری کے جوہر دکھاتے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں اور رومی کافروں میں ٹھنی ہوئی تھی۔ اور آئے دن جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ حضرت عبداللہ رحمہ اللہ ان مقابلوں میں اکثر شریک ہوتے۔ ایک بار مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے تھیں اور بڑا سخت مقابلہ تھا۔ ایک کافر اکڑتا ہوا میدان میں اترا اور مسلمان سپاہیوں کو مقابلے کے لیے پکارا۔ مسلمانوں میں سے

ایک مجاہد بپھرے ہوئے شیر کی طرح اس پر جھپٹا، اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر ایک اور کافر اتراتا ہوا میدان میں آیا۔ مجاہد نے اسے بھی ایک ہی وار میں ڈھیر کر دیا۔ اسی طرح کئی کافر مقابلہ پر آئے اور اس نے سب کو جہنم رسید کیا۔ اس بہادر شیر کی یہ بہادری دیکھ کر مسلمان بہت خوش ہوئے اور اس کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھے۔ خدا کے اس سپاہی نے بندوں کی تعریف سے بے نیاز ہو کر منہ پر کپڑا ڈال رکھا تھا۔ کپڑا ہٹایا گیا۔ تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

تجارت:

مال کی بے جا محبت، جمع کرنے کی ہوس اور اس پر اترانا تو بے شک بہت بڑی برائی ہے اور اسلامی زندگی سے اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ لیکن اچھے کاموں میں خرچ کرنے کے لیے مال کمانا ایک پسندیدہ کام ہے۔ اور اسلام نے اس پر ابھارا ہے۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اگر تم اپنے وارثوں کو خوش حال چھوڑ جاؤ، تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں غریب چھوڑ جاؤ، اور وہ تمہارے بعد بھیک مانگتے پھریں۔"

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے حضرت حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کرتے تھے "مال جمع کرو۔ کیونکہ مال سے شریفوں کی عزت ہوتی ہے اور وہ کمینے لوگوں سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔" حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "خدا کی قسم وہ آدمی کسی کام کا نہیں ہے جو اپنی عزت وآبرو بچانے کے لیے مال جمع نہیں کرتا۔"

حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "بازار میں جم کر کاروبار کرو۔ تم دین پر مضبوطی کے ساتھ جم سکو گے اور لوگوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔" حضرت عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور میں اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہوں تو مجھے مال سے کوئی خطرہ نہیں۔" بزرگوں کے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کمانا کوئی برائی نہیں ہے جس سے گھن کی جائے۔ برائی تو اصل میں یہ ہے کہ آدمی مال و دولت کی محبت میں دین سے غافل ہو جائے۔ آخرت کو بھول کر عیاشی میں پڑ جائے۔ ہمارے بزرگوں نے دین کی اونچی سے اونچی خدمت کی ہے۔ لیکن ہمیشہ اپنی روزی خود کماتے، کاروبار کرتے، یا اور کوئی پیشہ کرتے، دوسروں کے سہارے پر کبھی زندگی نہ گزارتے۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے کاروباری تھے۔ ان کی تجارت بہت بڑے پیمانے پر تھی۔ خراسان سے قیمتی سامان لاتے اور حجاز میں بیچتے تھے۔ اللہ نے تجارت میں خوب برکت دی تھی۔ سال میں ایک لاکھ تو غریبوں اور مسکینوں کو خیرات دیتے۔

تجارت کس لیے؟:

ایک مرتبہ ان کے مشہور شاگرد حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا حضرت! آپ لوگوں کو تو نصیحت کرتے ہیں کہ دنیا سے دور رہو اور آخرت کمانے کی فکر کرو، اور خود قیمتی قیمتی سامانوں کی تجارت کرتے ہیں؟

فرمایا "فضیل! تم نے یہ بھی سوچا کہ میں تجارت کس لیے کرتا ہوں۔ میں تجارت صرف اس لیے کرتا ہوں کہ مصیبتوں سے بچ سکوں، اپنی عزت آبرو کی حفاظت کر سکوں، اپنے پرایوں کے جو حقوق مجھ پر آتے ہیں انہیں اچھی طرح ادا کر سکوں، اور اطمینان کے ساتھ اللہ کی بندگی کر سکوں۔"

انمول موتی:

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی انمول باتیں کتابوں میں ملتی ہیں۔ چند یہ ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہم ہر وقت انہیں یاد رکھیں:

① ہر کام میں ادب وتہذیب کا خیال رکھو۔ دین کے دو حصے ادب وتہذیب ہیں۔

② متقی آدمی بادشاہ سے زیادہ معزز ہوتا ہے۔ بادشاہ زبردستی لوگوں کو اپنے پاس جمع کرتا ہے اور متقی آدمی لوگوں سے بھاگتا ہے لیکن لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔

③ حق پر جمے رہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔

④ غرور وتکبر یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو ذلیل سمجھے، اور یہ خیال کرے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ دوسروں کے پاس نہیں۔

⑤ وہ شخص ہرگز عالم نہیں ہے، جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو۔ اور جو دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہو۔

⑥ دنیا کے مال پر کبھی غرور نہ کرنا چاہیے۔

⑦ ایسا دوست ملنا انتہائی مشکل ہے جو صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔

⑧ ایسی چیزوں سے پیٹ بھرو جسے ایک مومن کا پیٹ گوارا کر سکے۔

⑨ طالب علم کے لیے پانچ باتیں ضروری ہیں:

① اچھی نیت ② استاد کی باتوں کو دھیان سے سننا ③ استاد کی باتوں پر غور وفکر کرنا

④ استاد کی باتوں کو یاد رکھنا ⑤ استاد کی باتوں کو اچھے لوگوں میں پھیلانا۔

⑩ حسن اخلاق پر اپنا مال خرچ کریں، اور اپنی ذات سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔

بندوں پر اپنا مال خرچ کریں، اور اپنی ذات سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچنے دیں۔

چند شعر:

حضرت عبداللہ رحمہ اللہ شاعر بھی تھے۔ آپ اکثر ایک شعر گنگنایا کرتے تھے اور ہے بھی وہ اس لائق کہ بار بار پڑھا جائے۔

؎ أَرٰی أُنَاسًا بِأَدْنَی الدِّیْنِ قَدْ قَنَعُوْا

ترجمہ: ”دین کی باتوں میں تو لوگ تھوڑے ہی کو بہت سمجھ لیتے ہیں۔“

؎ وَلَا أَرٰهُمْ رَضُوْا فِی الْعَیْشِ بِالدُّوْنِ

ترجمہ: ”لیکن دنیا کے ساز وسامان میں تھوڑے پر راضی رہنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔“

جو دنیا میں ”کمی“ کو رو رہے ہیں ”ذرا سے دین“ پر خوش ہو رہے ہیں

(ش۔ نوید)

حضرت کی شان میں بہت سے لوگوں نے قصیدے لکھے۔ ایک قصیدے کے یہ دو شعر بہت مشہور ہیں۔

؎ إِذَا سَارَ عَبْدُ اللّٰهِ مِنْ مَرْوَ لَیْلَةً

ترجمہ: ”جب ایک رات عبداللہ مرو سے چلے۔“

؎ فَقَدْ سَارَ عَنْهَا نُوْرُهَا وَجَمَالُهَا

ترجمہ: ”تو مرو کی ساری روشنی اور رونق جاتی رہی۔“

؎ إِذَا ذُکِرَ الْأَحْبَارُ فِیْ کُلِّ بَلْدَةٍ

ترجمہ: ”جب کسی شہر میں نیک عالموں کے تذکرے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ۔

؎ فَهُمْ أَنْجُمٌ فِیْهَا وَأَنْتَ هِلَالُهَا

ترجمہ: وہ سب تارے ہیں اور آپ ان میں چاند کی طرح چمکتے ہیں۔"

ایک نرالا سورج غروب ہوا تو اس کی روشنی کچھ اور پھیل گئی:

جہاد کے لیے تو حضرت ہر سال ہی جاتے۔۱۸۱ھ میں جہاد سے واپس آ رہے تھے۔ موصل کے قریب ہیت نامی بستی میں پہنچے تو طبیعت بگڑ گئی۔ آپ سمجھ گئے کہ اب آخری وقت ہے فرمایا:

"مجھے فرش سے اٹھا کر زمین پر ڈال دو۔"

نصر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو زمین پر ڈال تو دیا، لیکن مہربان آقا کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ حضرت نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ نصر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا" حضرت! ایک وہ زمانہ تھا کہ دولت کی ریل پیل تھی، شان و شوکت تھی، اور جاہ و جلال کی زندگی تھی۔ اور ایک یہ وقت ہے کہ آپ مسافرت میں ہیں۔ عزیز و اقارب دور ہیں غریبی کی زندگی ہے۔ بے بسی ہے، اور پھر آپ خاک پر پڑے ہوئے ہیں، یہ سب دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔"

﴿۴۹﴾ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

"نصر! رنج کی کوئی بات نہیں۔ میں نے ہمیشہ خدا سے یہی دعا کی، کہ خدایا! میری زندگی مالداروں کی سی ہو کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤں اور تیری راہ میں کھلے دل سے دولت لٹاؤں اور میری موت غریبوں اور خاکساروں کی سی ہو کہ تیری خدمت میں غریب اور بے بس بن کر پہنچوں کہ تجھے رحم آئے۔ خدا کا شکر ہے کہ میری دعا قبول ہوئی۔" رمضان کا مبارک مہینہ تھا کہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ایمان و عمل کا تحفہ لیے اپنے رب کے حضور پہنچے اور وہ سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا جس نے 63 سال تک مصر، شام، کوفہ، بصرہ، یمن اور حجاز کو اپنی علمی روشنی سے جگمگایا۔ مگر یہ ایک نرالا ہی سورج تھا۔ غروب ہوا تو اس کی روشنی کچھ اور پھیل گئی۔ آج تک ساری دنیا اس کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور جب تک خدا چاہے گا جگمگاتی رہے گی۔ اللہ کی ہزار ہزار نعمتیں ان پر خدا توفیق دے کہ ہم بھی ان کی پھیلائی ہوئی روشنی میں چلیں۔

﴿۵۰﴾ ایک انگریز جج نے فیصلہ کیا کہ مسلمان ہار گئے اسلام جیت گیا

کاندھلہ میں ایک مرتبہ ایک زمین کا ٹکڑا تھا اس پر جھگڑا چل پڑا، مسلمان کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، چنانچہ یہ مقدمہ بن گیا۔ انگریز کی عدالت میں پہنچا، جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کر دیا۔ کہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا، ہندوؤں نے جب سنا تو انہوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا اگر ہمیں ملا تو ہم اس پر مندر بنائیں گے۔ اب بات دو انسانوں کی انفرادی تھی، لیکن اس میں رنگ اجتماعی بن گیا، حتی کہ ادھر مسلمان جمع ہو گئے اور ادھر ہندو اکٹھے ہو گئے اور مقدمہ ایک خاص نوعیت کا بن گیا، اب سارے شہر میں قتل و غارت ہو سکتی تھی، خون خرابہ ہو سکتا تھا، تو لوگ بھی بڑے حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟ انگریز جج تھا وہ بھی پریشان تھا کہ اس میں کوئی صلح و صفائی کا پہلو نکالے ایسا نہ ہو کہ یہ آگ اگر جل گئی تو اس کا بجھانا مشکل ہو جائے۔ جج نے مقدمہ سننے کے بجائے ایک تجویز پیش کی کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ آپس میں بات چیت کے ذریعے مسئلہ کا حل نکال لیں، تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام تنہائی میں بتائیں گے، آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجئے اور ان سے پوچھ لیجئے، اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین نہیں، ہندوں کی ہے تو ہمیں دے دیجئے۔ جب جج نے دونوں فریقان سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے۔ مسلمانوں کے دل میں یہ تھی کہ مسلمان ہوگا جو بھی ہوا تو وہ مسجد بنانے کے لیے بات کرے گا، چنانچہ انگریز نے فیصلہ دے دیا اور مہینہ یا چند دنوں کی تاریخ دے دی کہ بھئی اس دن آنا اور اس میں اس بڈھے کو بھی بلوا

لوں گا۔ اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے، سب کو درہے تھے، نعرے لگا رہے تھے۔ ہندوؤں نے پوچھا اپنے لوگوں سے کہ تم نے کیا کہا انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک مسلمان عالم کو حاکم بنالیا ہے کہ وہ اگلی پیشی پر جو کہے گا اسی پر فیصلہ ہوگا، اب ہندوؤں کے دل مرجھا گئے اور مسلمان خوشیوں سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بتایا کہ جو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے اور اللہ نے ان کو سچی زندگی عطا فرمائی تھی، مسلمانوں نے دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہیں تو وہ سوچنے لگے کہ مفتی صاحب تو مسجد کی ضرور بات کریں گے۔ چنانچہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتایئے مفتی صاحب یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے؟ ان کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندوؤں کا ہے۔ اب جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہندو کا ہے تو انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا اب ہندو لوگ اس کے اوپر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے فرمایا جب ملکیت ان کی ہے تو وہ جو چاہیں کریں چاہے گھر بنائیں یا مندر بنائیں، یہ ان کا اختیار ہے۔ چنانچہ فیصلہ دے دیا گیا کہ یہ زمین ہندوؤں کی ہے، مگر انگریز نے فیصلے میں ایک عجیب بات لکھی، فیصلہ کرنے کے بعد لکھا کہ " آج اس مقدمہ میں مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا۔" جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلہ دے دیا ہماری بات بھی سن لیجیے ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے۔ تو عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولا کہ مسجد بنے گی مگر حضرت مفتی صاحب نے سچ بولا اور سچ کا بول بالا، سچے پروردگار نے اس جگہ مسجد بنوا کر دکھلا دی۔ تو کئی مرتبہ نظر آتا ہے کہ جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے، جھوٹ بولنا آسان راستہ نہیں ہے یہ کانٹوں بھرا راستہ ہوا کرتا ہے، جھوٹے سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں، انسان نفرت کرتے ہیں، انسان اعتماد کھو بیٹھتا ہے، ایک جھوٹ کو بولنے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، لہٰذا جھوٹی زندگی گزارنے کے بجائے سچی زندگی کو آپ اختیار کیجیے اس پر پروردگار آپ کی مدد فرمائے گا۔

﴿۵۱﴾ اپنی بیوی کا دل پیار سے جیتئے تلوار سے نہیں

جو خاوند اپنی بیوی کا دل پیار سے نہیں جیت سکا وہ اپنی بیوی کا دل تلوار سے ہرگز نہیں جیت سکتا۔ دوسرے الفاظ میں جو عورت اپنے خاوند کو پیار سے اپنا نہ بنا سکی وہ تلوار سے بھی اپنے خاوند کو اپنا نہیں بنا سکے گی۔ کئی مرتبہ عورتیں سوچتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کو کہوں گی وہ میرے خاوند کو ڈانٹے گا، میں اپنے ابو کو بتاؤں گی وہ میرے خاوند کو سیدھا کر دیں گے، ایسی عورتیں انتہائی بے وقوف ہوتی ہیں بلکہ پرلے درجے کی بے وقوف ہوتی ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے بھائی اور آپ کے باپ ڈانٹیں گے اور آپ کا خاوند ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ تیسرے بندے کے درمیان میں آنے سے ہمیشہ فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔ جب آپ نے اپنے اور خاوند کے معاملے میں اپنے ماں باپ کو ڈال دیا تو آپ نے تیسرے بندے کو درمیان میں ڈال کر خود فاصلہ کر لیا، تو جب آپ خود اپنے اور اپنے میاں کے درمیان فاصلہ کر چکیں، تو اب یہ قریب کیسے ہوگا؟ اس لیے اپنے گھر کی باتیں اپنے گھر میں سمیٹی جاتی ہیں، لہٰذا یاد رکھیے:

﴿۵۲﴾ اپنا گھونسلہ اپنا کچا ہو یا پکا

خاوند کے گھر میں اگر آپ فاقہ سے بھی وقت گزاریں گی تو اللہ رب العزت کے یہاں درجے اور رتبے پائیں گی، اپنے والد کے گھر کی آسانیوں اور ناز و نعمت کو یاد نہ کرنا، ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کہ بیٹیاں ماں باپ ہی کے گھر میں رہتی رہیں، بالآخر ان کو اپنا گھر بسانا ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے جو زندگی کی ترتیب ہے اسی کو اپنانا ہوتا ہے، تو اس لیے اگر خاوند کے گھر میں رزق کی تنگی ہے یا خاوند کی عادتوں میں سے کوئی عادت خراب ہے تو صبر و تحمل کے ساتھ اس کی اصلاح کے بارے میں فکرمند رہیں، سوچ سمجھ کر ایسی باتیں کریں، خدمت کے ذریعے خاوند کا دل جیت لیں۔ تب آپ جو بھی کہیں گی خاوند مان لے گا۔

﴿۵۳﴾ گھر میں عافیت اور سلامتی کا مجرب نسخہ

ایک عمل کی اجازت سب مستورات کو دی جاتی ہے وہ پڑھنا شروع کردیں۔ جتنی عورتیں شادی شدہ ہیں وہ تو ضرور ہی پڑھیں لیکن جو بڑی عمر کی بچیاں ہیں سمجھدار ہیں، وہ بھی پڑھیں، جب اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر ان کے گھر آباد کردیں گے تو ان شاء اللہ ان کو خوشیاں نصیب ہوں گی۔ عمل یہ ہے کہ آپ جب بھی کوئی نماز پڑھیں فرض ہو، واجب ہو، نفل ہو، اس کی آخری التحیات میں (یعنی دو رکعت کی تو ایک ہی التحیات ہوتی ہے لیکن چار رکعت میں تو دو مرتبہ التحیات میں بیٹھتے ہیں) تو آخری التحیات جس میں آپ کو سلام پھیرنا ہوتا ہے اس میں جب آپ ربنا اتنا ...... الخ یا اللّٰھم انی ظلمت نفسی الخ یا کوئی بھی دعا پڑھتی ہیں اور سلام پھیرنے لگتی ہیں اس وقت سلام پھیرنے سے پہلے آپ یہ دعا بھی پڑھا کریں:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴾ (سورۂ فرقان:۷۴)

اس دعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ آپ کے گھر کے سارے افراد کو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیں گے، اس کی اجازت ان تمام عورتوں کو ہے جو یہ آواز سن رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکتیں عطا کرے اور گھروں میں سکھ و سکون کی زندگی نصیب ہو۔

﴿۵۴﴾ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے

خاموش رہنا تدبر کی علامت ہوتی ہے، عقلمندی کی علامت ہوتی ہے، اور انسان کے سمجھدار ہونے کی علامت ہوتی ہے، جب کہ ہر وقت ٹر ٹر کرتے رہنا یہ انسان کی بے وقوفی کی علامت ہوتی ہے، یاد رکھیے گا کہ ”زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔“ پاؤں پھسل گیا تو بندہ پھر اٹھ سکتا ہے لیکن اگر زبان پھسل گئی تو وہ لفظ پھر واپس نہیں آسکتا اس لیے جس بندے کی زبان بے قابو ہو تو اس بندے کی موت کا فیصلہ وہی کرتی ہے۔

جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خموش ہے   کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت

﴿۵۵﴾ نیک بیویاں اپنے خاوند سے نیکی کے کام کروایا کرتی ہیں

ایک خاتون گزری ہیں جن کو حاتم طائی کی بیوی کہا جاتا تھا۔ نیک اور دیندار، مالدار خاوند کی بیوی تھیں، ان کا گھر جس بستی میں تھا اس کے قریب سے ایک عام سڑک گزر رہی تھی، دیہاتوں کے لوگ اپنی بستیوں سے چل کر اس سڑک تک آتے اور بسوں کے ذریعے پھر شہروں میں جاتے۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ وہ جب پہنچتے تو بس کا آخری وقت ختم ہو چکا ہوتا، رات گہری ہو چکی ہوتی اب ان مسافروں کو بس نہ ملنے کی وجہ سے انتظار میں بیٹھنا پڑتا اور بیٹھنے کے لیے کوئی خاص جگہ بھی بنی ہوئی نہیں تھی، اس نیک عورت نے جس کا شوہر خوش حال تھا اپنے خاوند کو یہ تجویز پیش کی کہ کیوں نہ ہم مسافروں کے لیے ایک چھوٹا سا مسافر خانہ بنا دیں تاکہ وقت بے وقت لوگ اگر آئیں اور ان کو سواری نہ ملے تو وہ لوگ ایک کونہ میں بیٹھ کر وقت گزار لیں۔ خاوند نے مسافر خانہ بنوا دیا، لوگوں کے لیے بڑی آسانی ہوگئی، جب بھی لوگ آتے تو اس کمرے میں بیٹھ کر تھوڑی دیر انتظار کر لیتے، پھر اس نیک عورت کو خیال آیا کہ کیوں نہ ان مسافروں کے لیے چائے پانی کا تھوڑا سا انتظام ہی ہو جائے، چنانچہ اس کو جو جیب خرچ ملتا تھا اس نے اس میں سے مسافروں کے لیے چائے پانی کا نظم کر دیا۔ اب مسافر اور خوش ہو گئے اور اس عورت کو اور زیادہ دعائیں دینے لگے۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں میں یہ بات بہت پسند کی جانے لگی کہ اللہ کی نیک بندی نے لوگوں کی تکلیف کو دور کر دیا حتیٰ کہ اس کو اور چاہت ہوئی اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہوا ہے ہم اگر کھانے کے وقت میں ان مسافروں کو کھانا بھی کھلا دیا کریں تو اس میں کون سی بڑی بات ہے، اللہ کے دیئے ہوئے میں سے ہم

خرچ کریں گے چنانچہ خاوند مان گیا۔ نیک بیویاں اپنے خاوند سے نیکی کے کام کروایا کرتی ہیں یہ نہیں ہوتا کہ کوئی تو تاج محل بنوائے اور کوئی گلشن آرا کا باغ بنوائے یہ تو بیوقوفی کی باتیں ہیں، کہ دنیا کی چیزیں بنوالیں یہ کیا یادگار ہوئی۔ یادگار تو وہ تھی جو زبیدہ خاتون نے چھوڑی، کہ جن کی نہر سے لاکھوں انسانوں نے پانی پیا اور اپنے نامہ اعمال میں اس کا اجر لکھا گئی، تو نیک بیویاں اپنے خاوندوں سے ہمیشہ نیک کاموں میں خرچ کرواتی ہیں۔ چنانچہ شوہر نے مسافروں کے لیے کھانے کا انتظام بھی کر دیا لہٰذا جب مسافروں کو کھانا بھی ملنے لگا تو بہت سے مسافر رات میں وہاں ٹھہر جاتے اور اگلے روز بس پکڑ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے یہاں تک کہ وہاں پر سو پچاس مسافر رہنے لگ گئے۔ کھانا پکتا لوگ کھاتے اس کے لیے دعائیں کرتے اب کچھ لوگ ضرورت سے زیادہ خیر خواہ بھی ہوتے ہیں، جو خیر خواہی کے رنگ میں بدخواہی کر رہے ہوتے ہیں، دوستی کے رنگ میں دشمنی کر رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایسے آدمیوں میں سے ایک دو نے اس کے خاوند سے بات کی کہ جی تمہاری بیوی تو فضول خرچ ہے، سو پچاس بندوں کا کھانا روز پک رہا ہے، یہ فارغ قسم کے لوگ نکھٹو اور نالائق قسم کے لوگ نکھٹو اور نالائق قسم کے لوگ آ کر یہاں پڑے رہتے ہیں کھاتے رہتے ہیں تمہیں اپنے مال کا بالکل احساس نہیں یہ تو تمہیں ڈبو کر رکھ دے گی۔ انہوں نے ایسی باتیں کہیں کہ خاوند نے کہا کہ اچھا ہم ان کو چائے پانی تو دیں گے البتہ کھانا دینا بند کر دیتے ہیں، چنانچہ کھانا بند کر دیا گیا۔ جب عورت کو پتہ چلا تو اس عورت کے دل پر تو بہت صدمہ گزرا، مگر عورت سمجھدار تھی وہ جانتی تھی کہ موقع پر کہی ہوئی بات سونے کی ڈلیوں کی مانند ہوتی ہے، اس لیے مجھے اپنے خاوند سے الجھنا نہیں، موقع پر بات کرنی ہے تاکہ میں اپنے خاوند سے بات کہوں اور میرے خاوند کو بات سمجھ میں آ جائے۔ چنانچہ دو چار دن وہ خاموش رہی۔ ایک دن وہ خاموش بیٹھی تھی، خاوند نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ خاموش کیوں بیٹھی ہو؟ کہنے لگی کہ بہت دن ہو گئے گھر میں بیٹھے ہوئے سوچتی ہوں کہ ہم ذرا اپنی زمینوں پر چلیں، جہاں کنواں ہے، ٹیوب ویل ہے، باغ ہے۔ کہنے لگا بہت اچھا میں تمہیں لے چلتا ہوں۔ چنانچہ خاوند اپنی بیوی کو لے کر اپنی زمینوں پر آ گیا۔ جہاں باغ تھا، پھل پھول تھے وہاں ٹیوب ویل بھی لگا ہوا تھا، چنانچہ وہ عورت پہلے تو تھوڑی دیر پھولوں میں، باغ میں، گھومتی رہی اور پھول توڑتی رہی پھر آخر میں آ کر یہ کنویں کے قریب بیٹھ گئی اور کنویں کے اندر دیکھنا شروع کر دیا۔ خاوند سمجھا کہ ویسے ہی کنویں کی آواز سن رہی ہے پانی نکلتا ہوا دیکھ رہی ہے۔ کافی دیر جب ہو گئی تو خاوند نے کہا کہ نیک بخت چلو گھر چلتے ہیں، کہنے لگی کہ ہاں بس ابھی چلتے ہیں اور بیٹھی رہی۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر کہا کہ چلو گھر کہنے لگی کہ ہاں بس ابھی چلتے ہیں اور پھر بیٹھی رہی، تیسری مرتبہ اس نے پھر کہا کہ ہمیں دیر ہو رہی ہے مجھے بہت سے کام سمیٹنے ہیں، چلو گھر چلتے ہیں کہنے لگی کہ جی ہاں چلتے ہیں اور کنویں میں دیکھتی رہی، اس پر خاوند قریب آیا اور کہا کہ کیا بات ہے؟ تم کنویں میں کیا دیکھ رہی ہو؟ تب اس عورت نے کہا کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ جتنے ڈول کنویں میں جا رہے ہیں سب کے سب کنویں سے بھر کر واپس آ رہے ہیں لیکن پانی جیسا تھا ویسا ہی ہے، ختم نہیں ہو رہا۔ اس پر خاوند مسکرایا اور کہنے لگا کہ اللہ کی بندی بھلا کنویں کا پانی بھی کبھی کم ہوا ہے یہ تو سارا دن اور ساری رات بھی اگر نکلتا رہے اور ڈول بھر بھر کر آتے رہیں تب بھی کم نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نیچے سے اور بھیجتے رہتے ہیں۔ جب اس مرد نے یہ بات کہی تب اس سمجھدار خاتون نے جواب دیا کہنے لگی اچھا یہ اسی طرح ڈول بھر بھر کر آتے رہتے ہیں اور پانی ویسا ہی رہتا ہے، نیچے اور آتا رہتا ہے؟ خاوند نے کہا کہ تمہیں نہیں پتہ! بیوی نے کہا کہ میرے دل میں ایک بات آ رہی ہے کہ اللہ نے نیکیوں کا ایک کنواں ہمارے یہاں بھی جاری کیا تھا، مسافر خانہ کی شکل میں۔ لوگ آتے تھے اور ڈول بھر بھر کر لے جاتے تھے تو کیا آپ کو خطرہ ہو گیا تھا کہ اس کا پانی ختم ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اور نہیں بھیجے گا؟ اب جب اس نے موقع پر یہ بات کہی تو خاوند کے دل پر جا لگی، کہنے لگا کہ واقعی تم نے مجھے قائل کر لیا۔ چنانچہ شوہر واپس آیا اور اس نے دوبارہ مسافر خانہ میں کھانا شروع کروا دیا اور جب تک یہ میاں بیوی زندہ رہے، مسافر خانہ کے مسافروں کو کھانا کھلاتے رہے۔ تو یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ نیک بیویاں فوراً ترکی بہ ترکی جواب نہیں دیا کرتیں بلکہ بات کرتی ہیں، موقع پر بات کرتی ہیں اور کئی مرتبہ یہ دیکھا گیا کہ مرد اگر غصہ میں کوئی بات کر بھی جائے تو دوسرے موقع پر آپ نے کوئی

بات کہی، اس پر مرد نے کہا میں ہرگز نہیں کروں گا، آپ خاموش ہو جایئے، دوسرے موقع پر وہ خوشی سے بات مان لے گا یہ غلطی ہرگز نہ کریں کہ ہر بات کا جواب دینا اپنے اوپر لازم کرلیں، اس غلطی کی وجہ سے بات بھی چھوٹی ہوتی ہے، مگر بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے اور تفرقہ پیدا ہو جاتا ہے اور میاں بیوی کے اندر جدائیاں واقع ہو جاتی ہیں تو اس لیے عقلمند عورت "پہلے تولے گی اور پھر بولے گی" اس لیے کہ اسے پتہ ہے اگر میں موقع پر بات کہوں گی تو اس بات کا نتیجہ اچھا نکلے گا۔

﴿۵۶﴾ بیوی اچھی ہو یا بری فائدہ ہی فائدہ ہے

سوال محترم المقام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد سلام، گزارش ہے کہ میں نوجوان ہوں۔ شادی کا تقاضہ ہونے کے باوجود دل گوارا نہیں کرتا کہ شادی کروں۔ پتہ نہیں بد اخلاق بیوی یا خوش اخلاق بیوی سے پالا پڑتا ہے۔ تسلی بخش جواب مرحمت فرمایئے، عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام۔

جواب آپ بہر صورت شادی کر لیجئے۔ ایک نوجوان شادی سے کترا رہا تھا۔ سقراط نے اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا: "تم ہر حال میں شادی کرلو۔ اگر تمہاری بیوی نیک رہی تو خوش وخرم رہو گے اور اگر تمہارے نصیب میں بد اخلاق بیوی لکھی ہوگی تب بھی تمہارے اندر حکمت اور دانائی آجائے گی اور یہ دونوں چیزیں انسان کے لیے سود مند ہیں۔"

﴿۵۷﴾ ملاح بولا میں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے پوری عمر ڈبوئی

ایک بار چند طلباء تفریح کے لیے ایک کشتی پر سوار ہوئے، طبیعت موج پر تھی، وقت سہانا تھا ہوا نشاط انگیز اور کیف آور تھی اور کام کچھ نہ تھا۔ یہ نوعمر طلباء خاموش کیسے بیٹھ سکتے تھے جاہل ملاح دلچسپی کا اچھا ذریعہ اور فقرہ بازی، مذاق وتفریح طبع کے لیے بے حد موزوں تھا۔ چنانچہ ایک تیز طرار صاحبزادے نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: "چچا میاں! آپ نے کون سے علوم پڑھے ہیں؟"

ملاح نے جواب دیا: "میاں میں کچھ پڑھا لکھا نہیں۔"

صاحبزادے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا: "ارے آپ نے سائنس نہیں پڑھی؟" ملاح نے کہا: "میں نے تو اس کا نام بھی نہیں سنا۔"

دوسرے صاحبزادے بولے: "جیومیٹری اور الجبرا تو آپ ضرور جانتے ہوں گے؟" اب تیسرے صاحبزادے نے شوشہ چھوڑا: "مگر آپ نے جغرافیہ اور ہسٹری تو پڑھی ہی ہوگی؟" ملاح نے جواب دیا: "سرکار یہ شہر کے نام ہیں یا آدمی کے؟" ملاح کے اس جواب پر لڑکے اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکے اور انہوں نے قہقہہ لگایا، پھر انہوں نے پوچھا "چچا میاں تمہاری عمر کیا ہوگی؟" ملاح نے بتایا "یہی کوئی چالیس سال" لڑکوں نے کہا "آپ نے اپنی آدھی عمر برباد کی اور کچھ پڑھا لکھا نہیں۔"

ملاح بیچارہ خفیف ہو کر رہ گیا اور چپ سادھ لی، قدرت کا تماشا دیکھئے کہ کشتی کچھ ہی دور گئی تھی کہ دریا میں طوفان آ گیا، موجیں منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی تھیں اور کشتی ہچکولے لے رہی تھی معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوبی تب ڈوبی۔ دریا کے سفر کا لڑکوں کو پہلا تجربہ تھا، ان کے اوسان خطا ہو گئے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، اب جاہل ملاح کی باری آئی، اس نے بڑی سنجیدگی سے منہ بنا کر پوچھا "بھیا تم نے کون کون سے علم پڑھے ہیں؟" لڑکے اس بھولے بھالے ملاح کا مقصد نہ سمجھ سکے اور کالج یا مدرسہ میں پڑھے ہوئے علوم کی لمبی فہرست گنوانی شروع کر دی اور جب وہ یہ بھاری بھرکم مرعوب کن نام گنا چکے تو اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا "ٹھیک ہے، یہ سب تو پڑھا لیکن کیا تیراکی بھی سیکھی ہے؟ اگر خدانخواستہ کشتی الٹ جائے تو کنارے کیسے پہنچ سکو گے؟"

لڑکوں میں کوئی بھی تیرنا نہیں جانتا تھا انہوں نے بہت افسوس کے ساتھ جواب دیا "چچا جان! یہی ایک علم ہم سے رہ گیا ہے، ہم اسے نہیں سیکھ سکے؟" لڑکوں کا جواب سن کر ملاح زور سے ہنسا اور کہا "میاں نے تو اپنی آدھی عمر کھوئی مگر تم نے تو آج پوری عمر ڈبوئی، اس

لیے کہ اس طوفان میں تمہارا پڑھا لکھا کام نہ آئے گا، آج تیرا کی ہی تمہاری جان بچا سکتی ہے اور وہ تم جانتے ہی نہیں۔"

آج بھی دنیا کے بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں میں جو بظاہر دنیا کی قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں، صورت حال یہی ہے کہ زندگی کا سفینہ گرداب میں ہے، دریا کی موجیں خونخوار نہنگوں کی طرح منہ پھیلائے ہوئے بڑھ رہی ہیں، ساحل دور ہے اور خطرہ قریب لیکن کشتی کے معزز و لائق سواروں کو سب کچھ آتا ہے مگر ملاحی کا فن اور تیراکی کا علم نہیں آتا، دوسرے الفاظ میں انہوں نے سب کچھ سیکھا ہے، لیکن بھلے مانسوں شریف، خدا شناسی اور انسانیت دوست انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کا فن نہیں سیکھا، اقبال نے اپنے اشعار میں اس نازک صورت حال اور اس عجیب و غریب "تضاد" کی تصویر کھینچی ہے جس کا اس بیسویں صدی کا مذہب اور تعلیم یافتہ فرد بلکہ معاشرہ شکار ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

(تحفہ کشمیر، صفحہ ۱۰۱)

﴿۵۸﴾ دنیا کی عجیب مثال

امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ بات بڑے اچھے انداز میں سمجھائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جا رہا تھا۔ ایک شیر اس کے پیچھے بھاگا۔ اس کے قریب کوئی بھی درخت نہیں تھا کہ جس پر وہ چڑھ جاتا۔ اسے ایک کنواں نظر آیا، اس نے سوچا کہ میں کنویں میں چھلانگ لگا دیتا ہوں، جب شیر چلا جائے گا تو میں بھی کنویں سے باہر نکل آؤں گا۔ جب اس نے نیچے چھلانگ لگانے کے لیے دیکھا تو کنویں میں پانی کے اوپر ایک کالا ناگ تیرتا ہوا نظر آیا۔ اب پیچھے شیر تھا اور نیچے کنویں میں کالا ناگ تھا۔ وہ اور زیادہ پریشان ہو کر سوچنے لگا کہ اب میں کیا کروں۔ اسے کنویں کی دیوار پر کچھ گھاس اگی ہوئی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ اس میں گھاس کو پکڑ کر لٹک جاتا ہوں، نہ اوپر رہوں کہ شیر کھائے اور نہ نیچے جاؤں کہ سانپ ڈسے، میں درمیان میں لٹک جاتا ہوں جب شیر چلا جائے گا تو میں بھی باہر نکل آؤں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک کالا اور سفید چوہا دونوں اسی گھاس کو کاٹ رہے ہیں۔ جس گھاس کو پکڑ کر وہ لٹک رہا تھا اب اسے اور زیادہ پریشانی ہوئی۔ اس پریشانی کے عالم میں جب اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اسے قریب ہی شہد کی مکھیوں کا ایک چھتہ نظر آیا۔ اس پر مکھیاں تو نہیں تھیں مگر وہ شہد سے بھرا ہوا تھا۔ یہ چھتہ دیکھ کر اسے خیال آیا کہ ذرا دیکھوں تو سہی اس میں کیسا شہد ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ہاتھ سے گھاس کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی پر جب شہد لگا کر چکھا تو اسے بڑا مزا آیا۔ اب وہ اسے چاٹنے میں مشغول ہو گیا۔ نہ اسے شیر یاد رہا نہ ناگ یاد رہا اور نہ ہی اسے چوہے یاد رہے، سوچیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ "اے دوست! تیری مثال اسی انسان کی سی ہے، ملک الموت شیر کی مانند تیرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ قبر کا عذاب اس سانپ کی صورت میں تیرے انتظار میں ہے، کالا اور سفید چوہا یہ تیری زندگی کے دن اور رات ہیں، گھاس تیری زندگی ہے جسے چوہے کاٹ رہے ہیں، اور یہ شہد کا چھتہ دنیا کی لذتیں ہیں جن سے لطف اندوز ہونے میں تو لگا ہوا ہے تجھے کچھ یاد نہیں، سوچ کہ تیرا انجام کیا ہوگا۔" واقعی بات یہی ہے کہ انسان دنیا کی لذتوں میں پھنس کر اپنے رب کو ناراض کر لیتا ہے۔ کوئی کھانے، پینے کی لذتوں میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی اچھے عہدے اور شہرت کی لذت میں پھنسا ہوا ہے، یہی لذتیں انسان کو آخرت سے غافل کر دیتی ہیں۔ اس لیے جہاں ترک دنیا کا لفظ آئے گا اس سے مراد ترک لذات ہوگا۔

﴿۵۹﴾ سانپ کے بچے وفادار نہیں ہو سکتے

برے دوست کے ساتھ دوستی نہ کریں اور اپنے نسب کو دھبہ نہ لگائیں، کڑوے کنویں کبھی میٹھے نہیں ہو سکتے چاہے تم اس میں لاکھوں

من گڑ ڈال دو، کوے کے بچے کبھی ہنس نہیں بنا کرتے چاہے تم ان کو موتیوں کی غذا کھلاتے رہو، سانپ کے بچے وفادار نہیں ہو سکتے چاہے چلو میں دودھ لے کر ان کو کیوں نہ پلا دیں حنظل کبھی تربوز نہیں بنتا ہے چاہے اس پھول کو تم مکہ ہی کیوں نہ لے کے چلے جاؤ۔

﴿۶۰﴾ بیوی کا پیار والا نام رکھنا سنت ہے...... مگر ایسا ویسا نام نہ رکھنا

نبی کریم ﷺ اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہت ہی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ" "میں تم میں سے اپنے اہل خانہ کے لیے سب سے بہتر ہوں۔"

ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے۔ اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ پیالے میں پانی پی رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے دور سے فرمایا، حمیرا! میرے لیے بھی کچھ پانی بچا دینا۔ ان کا نام تو عائشہ تھا لیکن نبی کریم ﷺ ان کو محبت کی وجہ سے حمیرا فرماتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کا محبت میں کوئی ایسا نام رکھے جو اسے بھی پسند ہو اور اسے بھی پسند ہو۔ ایسا نام محبت کی علامت ہوتا ہے اور جب اس نام سے بندہ اپنی بیوی کو پکارتا ہے تو بیوی قرب محسوس کرتی ہے، یہ سنت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جب فرمایا کہ حمیرا! میرے لیے بھی کچھ پانی بچا دینا۔ تو سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچا دیا۔ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے پیالہ حاضر خدمت کر دیا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ ﷺ پانی پینے لگے تو آپ رک گئے اور سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے پوچھا، "حمیرا! تو نے کہاں سے لب لگا کر پانی پیا تھا؟ کس جگہ سے منہ لگا کے پانی پیا تھا؟" انہوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا۔ خاوند اپنی بیوی کو ایسی محبت دے گا تو وہ کیونکر گھر آباد نہیں کرے گی۔ اب سوچئے کہ رحمۃ للعالمین تو آپ ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ آپ سید الاولین والآخرین ہیں، اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی اہلیہ کا بچا ہوا پانی پیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ ﷺ کا بچا ہوا پانی وہ پیتیں۔ مگر یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے تھا۔

﴿۶۱﴾ بیوی سے محبت کی باتیں سنئے

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے فرمایا: "حمیرا! تم مجھے مکھن اور چھوہارے ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہو۔" وہ مسکرا کر کہنے لگیں "اے اللہ کے نبی کریم ﷺ! مجھے آپ مکھن اور شہد ملا کر کھلانے سے زیادہ محبوب ہیں۔" نبی کریم ﷺ نے مسکرا کر فرمایا "حمیرا! تیرا جواب میرے جواب سے زیادہ بہتر ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے دل میں جتنی خشیت الٰہی تھی اس کا تو ہم اندازہ ہی نہیں لگا سکتے مگر آپ کا اپنے اہل خانہ کی موانست، پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ یہ چیز عین مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس چیز کو پسند کرتے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بھی گھر تشریف لاتے تھے تو ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔ اس حدیث پاک کے آئینہ میں ذرا ہم اپنے چہرے کو دیکھیں کہ جب ہم اپنے گھر آتے ہیں تو تیوریاں چڑھی ہوتی ہیں۔

﴿۶۲﴾ نفس کی ہر خواہش پوری نہیں ہو سکتی

ایک بادشاہ کے ہاں بیٹا نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے وزیر سے کہا: "بھئی! کبھی اپنے بیٹے کو لے آنا۔" اگلے دن وزیر اپنے بیٹے کو لے کر آیا۔ بادشاہ نے اسے دیکھا اور پیار کرنے لگا۔ بادشاہ نے کہا "اچھا اس بچے کو آج کے بعد رونے نہ دینا۔" اس نے کہا "بادشاہ سلامت! اس کی ہر بات کیسے پوری کی جائے" بادشاہ نے کہا "اس میں کون سی بات ہے، میں سب سے کہہ دیتا ہوں کہ بچے کو جس چیز کی ضرورت

ہو اسے پورا کر دیا جائے اور اسے رونے نہ دیا جائے" وزیر نے کہا "ٹھیک ہے، جی اب آپ اس بچے سے پوچھیں کیا چاہتا ہے؟ چنانچہ بادشاہ نے بچے سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاتھی۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تو بڑی آسان فرمائش ہے۔ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ایک ہاتھی لا کر بچے کو دکھا دو۔ وہ ہاتھی لے آیا۔ بچہ تھوڑی دیر تو کھیلتا رہا لیکن بعد میں پھر رونا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے پوچھا اب کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا ایک سوئی چاہیے۔ بادشاہ نے کہا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ چنانچہ ایک سوئی منگوائی گئی۔ اس نے سوئی کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس بچے نے پھر رونا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے کہا ارے اب تو کیوں رو رہا ہے؟ وہ کہنے لگا، جی اس ہاتھی کو سوئی کے سوراخ میں سے گزاریں۔ جس طرح بچے کی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی اسی طرح نفس کی بھی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہیے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

(۶۳) ایک لالچی کا قصہ

مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب تراشے میں "اشعب طامع" نامی شخص کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اس کے اندر طمع بہت زیادہ تھا، وہ اپنے زمانے کا نامی گرامی طامع تھا حتیٰ کہ اس کی یہ حالت تھی کہ اس کے سامنے اگر کوئی آدمی اپنا جسم کھجاتا تو وہ سوچ میں پڑ جاتا تھا کہ شاید یہ کہیں سے کچھ دینار نکال کر مجھے ہدیہ کر دے گا۔ وہ خود کہتا تھا کہ جب میں دو بندوں کو سرگوشی کرتے دیکھتا تو میں ہمیشہ یہ سوچا کرتا تھا کہ ان میں سے شاید کوئی یہ وصیت کر رہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد میری وراثت اشعب کو دے دینا۔ جب وہ بازار میں سے گزرتا اور مٹھائی بنانے والوں کو دیکھتا تو ان سے کہتا کہ بڑے بڑے لڈو پیڑے بناؤ۔ وہ کہتے کہ ہم بڑے لڈو کیوں بنائیں؟ یہ کہتا کہ کیا پتہ کوئی خرید کر مجھے ہدیے میں ہی دے دے۔

ایک مرتبہ لڑکوں نے اس کو گھیر لیا۔ حتیٰ کہ اس کے لیے جان چھڑانا مشکل ہو گیا۔ بالآخر اس کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ لڑکوں سے کہنے لگا، کیا تمہیں پتہ نہیں کہ سالم بن عبداللہ کچھ بانٹ رہے ہیں، تم بھی ادھر جاؤ شاید کچھ مل جائے۔ لڑکے سالم بن عبداللہ کی طرف بھاگے تو پیچھے سے اس نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔ جب سالم بن عبداللہ کے پاس پہنچے تو وہ تو کچھ بھی نہیں بانٹ رہے تھے۔ لڑکوں نے اشعب سے کہا کہ آپ نے تو ہمیں ایسے ہی غلط بات کر دی۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے تو جان چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ لڑکوں نے کہا کہ پھر تم خود ہمارے پیچھے پیچھے کیوں آ گئے؟ کہنے لگا کہ مجھے خیال آیا کہ شاید وہ کچھ بانٹ ہی رہے ہوں۔

(۶۴) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حکمت یہودی کے ساتھ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت نے خوب مال دیا تھا۔ لیکن ان کے دل میں مال کی محبت نہیں تھی۔ وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ بئر رومہ ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا۔ اس وقت مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی مشکل کا سامنا تھا۔ وہ اس یہودی سے پانی خریدتے تھے۔ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے تو وہ یہودی کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ کنواں فروخت کر دو۔ اس نے کہا، میری تو بڑی کمائی ہوتی ہے میں تو نہیں بیچوں گا۔ یہودی کا جواب سن کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ آدھا بیچ دیں اور قیمت پوری لے لیں۔ وہ یہودی نہ سمجھ سکا۔ اللہ والوں کے پاس فراست ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا، ہاں ٹھیک ہے کہ آدھا حق دوں گا اور قیمت پوری لوں گا۔ چنانچہ اس نے قیمت پوری لے لی اور آدھا حق دے دیا اور کہا کہ ایک دن آپ پانی نکالیں اور دوسرے دن ہم پانی نکالیں گے۔

جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے پیسے دے دیے تو آپ نے اعلان کروا دیا کہ میری باری کے دن مسلمان اور کافر سب بغیر قیمت کے اللہ کے لیے پانی استعمال کریں۔ جب لوگوں کو ایک دن مفت پانی ملنے لگا تو دوسرے دن خریدنے والا کون ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ یہودی

چند مہینوں کے بعد آیا اور کہنے لگا، جی آپ آدھا بھی خرید لیں۔ آپ نے باقی آدھا بھی خرید کر اللہ کے لیے وقف کر دیا۔ (خطبات فقیر: جلد ۹ صفحہ ۳۷)

﴿۶۵﴾ مصیبت میں تقدیر کا سہارا لینا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین اپنے پروردگار کے سامنے گفتگو ہوئی اس میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی" آپ وہی آدم علیہ السلام تو ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا، پھر آپ میں اپنی خاص روح پھونکی، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا۔ آپ نے یہ کیا کیا کہ اپنی ایک خطا کی بدولت اپنی تمام اولاد کو زمین پر نکلوا پھینکا۔" آدم علیہ السلام نے فرمایا:" اچھا تم بھی وہی موسیٰ تو ہو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور شرف ہم کلامی کے لیے منتخب کیا، تورات کی تختیاں عنایت فرمائیں جس میں ہر ہر بات کی تفصیل موجود تھی، پھر تم کو اپنی سرگوشی کے لیے قریب بلایا۔ ذرا بتاؤ تو سہی اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کتنے سال پہلے تو رات لکھ دی تھی؟" موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا چالیس سال پہلے آدم علیہ السلام نے فرمایا:" کیا تم کو اس میں یہ لکھا ہوا بھی ملا:

﴿ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴾ (سورۂ طہٰ: ۱۲۱)

ترجمہ:" آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس بہک گیا۔"

انہوں نے عرض کیا جی ہاں! آدم علیہ السلام نے فرمایا" پھر بھلا ایسی بات پر مجھے کیا ملامت کرتے ہو جس کا کرنا اللہ تعالیٰ میری قسمت میں میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ چکا تھا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" بس اس بات پر آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔" (مسلم شریف)

تشریح: خلاق عالم نے عالم کو پیدا فرما کر جہاں عالم کو پیدا فرما کر جہاں عالم کے جملہ حوادث طے فرما کر لکھ دیے تھے۔ اس کے ساتھ ہی نسل انسانی کی سبق آموزی کے لیے تقدیر کے ایک واقعہ کا ذکر بھی کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری ہی مشیت تھی کہ زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنائیں، اس لیے ہم نے ہی آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ہم نے ہی ان کو گیہوں کھانے سے منع کیا اور پھر ہم نے ہی ان کو اس کی قدرت دے کر ان سے اس کا ارتکاب بھی کرایا اور اس کے بعد پھر ہم نے ہی آدم علیہ السلام کو مخاطب کر کے یہ سوال کیا" اے آدم! کیا ہم نے تم کو اس درخت کے پاس پھٹکنے سے بھی منع کر دیا تھا اور کیا اس سے بھی خبردار نہیں کر دیا تھا کہ دیکھو شیطان تمہارا بڑا دشمن ہے اس کے کہے میں نہ آنا پھر تم ان سب باتوں کو فراموش کر کے کیوں گیہوں کھا بیٹھے۔"

اب نسل انسانی کو خوب سن لینا چاہیے کہ اس کے جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ صرف گریہ وزاری تھا اس کے سوا، ایک حرف تک منہ سے نہیں نکلا اور کلمات استغفار بھی اس وقت کہنے کی جرأت کی جب کہ پروردگار ہی کی طرف سے ان کا القاء کیا گیا۔ اس واقعہ میں بھی بڑا سبق تھا کہ جو خالق اور مالک ہو اس سے سوال کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنچتا یہ حق صرف اسی کا ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے باز پرس کرے۔ یہاں ممکن تھا کہ کسی کے دل میں وسوسہ گزر جاتا کہ شاید حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں اس وقت جواب نہ آ سکا ہو گا اس لیے عالم غیب میں اس عقدہ کے حل کے لیے بھی ایک محفل مکالمہ مرتب فرمائی گئی اور عالم غیب میں کشف اسرار کے لیے یہ بھی ایک طریقہ ہے اور گفتہ آید در حدیث دیگراں، کی صورت سے معاملہ کی حقیقت واضح کر دی گئی۔ یہاں ابو البشر سے مکالمہ کے لیے مشیت الٰہی نے ان کی اولاد میں سے ایسے فرزند کو منتخب فرمایا جو فطرۃً تیز مزاج اور ناز پروردہ تھے تا کہ ان سے گفتگو کی ابتداء کر سکیں اور ان کے سامنے سوال و جواب کے لیے یہی موضوع رکھ دیا اور ضمن میں یہ واضح کر دیا کہ ابو البشر کے پاس جواب تو تھا اور ایسا تھا کہ حضرت موسیٰ جیسا اولوالعزم پیغمبر بھی ان کے جواب سے عاجز ہو گیا۔ یہاں معاملہ مخلوق کا مخلوق کے سامنے تھا لیکن جب یہی معاملہ خالق کے سامنے پیش آیا تھا تو آدم

ایسے لاجواب تھے کہ گریہ وزاری کے سوا ان کے پاس کوئی اور جواب ہی نہ تھا۔

یہ واضح رہنا چاہیے کہ جو سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ آپ نے گیہوں کھایا کیوں، بلکہ یہ ہے کہ آپ نے ہم کو اس دار تکلیف میں رہنے کی مصیبت میں کیوں ڈال دیا، مگر چونکہ یہاں آنا گیہوں کھانے کے نتیجہ میں ہوا تھا اس لیے اس کا ذکر بھی ضمناً آ گیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اپنی مصیبت کے لیے تقدیر کا عذر کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے چہ جائیکہ نبی کے لیے ورنہ تو پھر تمام بساط شریعت ہی درہم برہم ہو جاتی ہے اور دنیا اپنے تمام معاصی کے لیے تقدیر کا عذر پیش کر کے اپنا پیچھا چھڑا سکتی ہے۔ پس آدم علیہ السلام نے تقدیر کا عذر اپنی معصیت کے لیے نہیں کیا بلکہ دنیا میں آنے کی جو مصیبت ان کی اولاد کو پیش آ گئی ہے اس کی تسلی وتشفی کے لیے کیا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ یہ مصیبت تمہارے لیے پہلے سے مقدر ہو چکی تھی پھر جو بات پہلے سے مقدر ہو چکی تھی اس کا باعث گو میں ہی ہوا لیکن اس پر مجھے ملامت کرنا درست نہیں وہ تو شدنی امر تھا، ہو کر رہا۔ مصیبت میں تقدیر کا ذکر کرنا رضاء بالقضاء کی علامت ہے اور گناہ پر تقدیر کی آڑ لینا انتہائی جسارت ہے۔ آج بھی دنیا اس قسم کے مواقع میں تقدیر ہی کا تذکرہ کر کے اپنے دل کی تسلی کا سامان کیا کرتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص تجارت کا ایک شعبہ چھوڑ کر دوسرا شعبہ اختیار کر لے اور اس میں اس کو کافی نقصان ہو جائے تو اگر لوگ اس تبدیلی پر اس کو ملامت کریں تو ان سے پیچھا چھڑانے اور اپنے نفس کو تسلی دینے کے لیے وہ تقدیر کا ہی پہلو اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے مقدر کی بات تھی اس لیے نقصان ہونا تھا ہو گیا، حافظ ابن تیمیہ نے اپنی مختلف تصانیف میں اس واقعہ کی بھی توجیہ فرمائی ہے اور یہی سب سے مستحسن اور بے تکلف بھی ہے مگر اس کی پوری وضاحت حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمائی ہے، اس کے علاوہ بھی اور جوابات دیے گئے ہیں مگر وہ سب تکلف معلوم ہوتے ہیں۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کی تردید بھی فرمائی ہے۔

(دیکھو شفاء العلیل صفحہ ۱۸، وشرح عقیدۃ الطحاویہ صفحہ ۹۷، البدایہ والنہایہ: جلد ۱ صفحہ ۸۵، ترجمان السنۃ: جلد ۳ صفحہ ۶۹، حدیث نمبر ۹۱۲)

﴿۶۶﴾ ایک زمانہ آئے گا کہ قبر کی زمین بھی مہنگی ہو جائے گی

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ پھر فرمایا:

۱۔ ’’اگر کسی زمانہ میں لوگ بھوک کی شدت میں مبتلا ہوں ایسی بھوک کہ اس کی وجہ سے تم اپنے بستر سے اٹھ کر نماز کی جگہ بھی نہ آ سکو تو بتاؤ اس وقت تم کیا کرو گے۔‘‘ انہوں نے عرض کیا یہ تو خدا تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جان سکتے ہیں۔ فرمایا: ’’دیکھو اس وقت بھی کسی سے سوال نہ کرنا۔‘‘

۲۔ ’’اچھا ابوذر! بتاؤ، اگر لوگوں میں موت کی ایک گرم بازاری ہو جائے کہ ایک قبر کی قیمت ایک غلام کے برابر جا پہنچے، بھلا ایسے زمانے میں تم کیا کرو گے؟‘‘ یہ بولے کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: ’’دیکھو صبر کرنا۔‘‘ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۳۔ ’’اگر لوگوں میں ایسا قتل وقتال ہو کہ خون ’’حجار زیت‘‘ تک بہہ جائے بھلا اس وقت تم کیا کرو گے؟‘‘ انہوں نے عرض کیا کہ یہ بات تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا ’’بس اپنے گھر میں گھسے رہنا اور اندر سے اپنا دروازہ بند کر لینا۔‘‘ انہوں نے عرض کیا اگر اس پر بھی چھوٹ نہ سکوں۔ فرمایا کہ ’’پھر جس قبیلے کے ہو وہاں چلے جانا‘‘ انہوں نے عرض کیا اگر میں بھی اپنے ہتھیار سنبھال لوں؟ فرمایا ’’تو تم بھی فتنے میں ان کے شریک سمجھے جاؤ گے۔ اس لیے شرکت ہرگز نہ کرنا اور اگر تم کو ڈر ہو کہ تلوار کی چمک تم کو خوفزدہ کر دے گی تو اپنی چادر کا پلہ اپنے منہ پر ڈال لینا اور قتل ہونا گوارا کر لینا تمہارے اور قاتل کے گناہ سب کے سب قاتل ہی کے سر پڑ جائیں گے۔‘‘ (ابن حبان، ترجمان السنۃ: جلد ۴ صفحہ ۲۷)

﴿۶۷﴾ تہجد کے وقت مندرجہ ذیل کلمات دس دس مرتبہ پڑھیں

اَللّٰہُ اَکْبَرُ	دس بار
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ	دس بار
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ	دس بار
سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ	دس بار
اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ	دس بار
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	دس بار
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ	دس بار

(بحوالہ ابوداؤد شریف: جلد ۲ صفحہ ۶۹۴، ابن السنی: صفحہ ۷۶۱)

﴿۶۸﴾ دل کی بیماریاں دور کرنے کا مجرب نسخہ

"یَا قَوِیُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّنِیْ وَقَلْبِیْ" ۷ مرتبہ ہر نماز کے بعد داہنا ہاتھ قلب پر رکھ کر پڑھے۔ اگر دوسرا پڑھے تو کہے:
"یَا قَوِیُّ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ قَوِّہٖ وَ قَلْبَہٗ"

﴿۶۹﴾ تمام ضرورتوں کو پورا کیے جانے کا مجرب نسخہ

"یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ" کثرت سے پڑھا جائے، بغیر قید تعداد۔

﴿۷۰﴾ عیادت کے وقت بیمار کی شفایابی کی دعا

"اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ" ۷ مرتبہ پڑھنے سے مریض کو شفا ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ۱۳۵)

﴿۷۱﴾ رزق میں برکت اور ظاہری و باطنی غناء کا مجرب نسخہ

"یَا مُغْنِیْ" ۱۱۱۱ (گیارہ سو گیارہ) مرتبہ کسی وقت قبل و بعد درود شریف ۱۱۔۱۱ مرتبہ پابندی سے پڑھیں۔

﴿۷۲﴾ عمل سورۂ فلق حاسد کے حسد سے بچنے کا مجرب نسخہ ہے

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ بعد فجر اور بعد مغرب پڑھنا بہت نافع ہے۔

﴿۷۳﴾ بیماری سے صحت پانے کا مجرب نسخہ

"یَا سَلَامُ" ۱۴۲ مرتبہ روزانہ صبح و شام پڑھیں۔ اول و آخر درود شریف تین تین مرتبہ، متفرق اوقات میں جس قدر پڑھ سکیں پڑھ لیا کریں

﴿۷۴﴾ مخالفین کے شر سے حفاظت کا مجرب نسخہ

"اَللّٰھُمَّ اکْفِنَا بِمَا شِئْتَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ" ہر نماز کے بعد ۱۱ مرتبہ پڑھا کریں۔

﴿۷۵﴾ خارجی اثرات کو ہٹانے اور فتنوں کے شر سے حفاظت کا مجرب نسخہ

درود شریف تین بار، سورۂ فاتحہ تین بار، آیت الکرسی تین بار، سورۂ اخلاص تین بار، سورۂ فلق تین بار، سورۂ ناس تین بار پڑھ کر دم کرنا اور جو پڑھ نہ سکے اس پر دوسرا دم کرے اور پانی پر دم کر کے پلانا، ہر نماز کے بعد ورنہ صبح و شام روزانہ ۱۱ مرتبہ پڑھنا بہتر ہے۔

﴿۷۶﴾ برائے تسہیل و تعجیل نکاح ورشتہ مناسب

① والدین یا سرپرست میں سے کوئی پڑھے "یَا لَطِیْفُ یَا وَدُوْدُ" تعداد گیارہ سو گیارہ مرتبہ بعد عشاء اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔

② لڑکا یا لڑکی پڑھے "یَا جَامِعُ" گیارہ سو گیارہ مرتبہ اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ۔

﴿۷۷﴾ ہر بیماری سے شفا کے لیے

"الحمد شریف" گیارہ بار روزانہ پانی پر دم کر کے پلاتے رہیں، برابر سلسلہ رکھا جائے، سورۂ فلق، سورۂ ناس تین تین بار بڑھا لیں تو بہت اچھا ہے۔

﴿۷۸﴾ دشمنوں کے شر سے حفاظت اور غلبہ کے لیے

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾ (پارہ ۱۴، رکوع ۴ سورۂ حجر: آیت ۹۵) ایک ہزار مرتبہ بعد نماز عشاء ۱۱ یوم پھر ۱۰۰ مرتبہ یومیہ۔ اہم معاملہ میں ۱۱ یوم سے زیادہ پڑھنا بہتر ہے۔

﴿۷۹﴾ کام کی تکمیل اور آسانی کے واسطے

"یَا سُبُّوْحُ یَا قُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ" حاکم کے سامنے یا جس سے کام ہو یا جو پریشان کرتا ہو اس کے سامنے جانے پر اس سے بات چیت پر چپکے چپکے پڑھیں۔ بلا قید تعداد پڑھیں۔

﴿۸۰﴾ خاص ورد

اول وآخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ: ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾

① حفاظت از شر ورفتن — ۳۳۱ مرتبہ

② برائے وسعت رزق وادائے قرض — ۳۳۱ مرتبہ

③ برائے تکمیل خاص کام — ۱۱۱ مرتبہ

④ برائے کفالت از مصائب و پریشانی — ۱۴۰ مرتبہ

﴿۸۱﴾ بہ نیت اصلاح حال وادائے حقوق

"یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ یَا خَالِقَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ یَا عَزِیْزُ یَا لَطِیْفُ یَا غَفَّارُ"

200 مرتبہ چالیس یوم تک کسی وقت، پھر اس کے بعد روزانہ 21-21 مرتبہ اول وآخر 11-11 مرتبہ درود شریف۔

﴿۸۲﴾ شیطان کی کہانی اس کی زبانی...... آغاز تو اچھا ہے انجام خدا جانے

شیطان کے مکر وفریب کے بارے میں حدیث پاک میں بہت ہی عجیب واقعہ آیا ہے۔ ابن عامر نے عبید بن یسار سے لے کر نبی

علیہ السلام تک اس واقعہ کی سند پہنچائی ہے۔ یہ واقعہ تلبیس ابلیس میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل میں برصیصا نامی ایک راہب تھا۔ اس وقت بنی اسرائیل میں اس جیسا کوئی عبادت گزار نہیں تھا۔ اس نے ایک عبادت خانہ بنایا ہوا تھا۔ وہ اسی میں عبادت میں مست رہتا تھا۔ اسے لوگوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ نہ تو وہ کسی سے ملتا تھا اور نہ ہی کسی کے پاس آتا جاتا تھا۔ شیطان نے اسے گمراہ کرنے کا ارادہ کیا۔ برصیصا اپنے کمرے سے باہر نکلتا ہی نہیں تھا۔ وہ ایسا عبادت گزار تھا کہ اپنا وقت ہرگز ضائع نہیں کرتا تھا۔ شیطان نے دیکھا کہ جب دن میں کچھ وقت یہ تھکتے ہیں تو کبھی کبھی اپنی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھ لیتے ہیں۔ ادھر کوئی آبادی نہیں تھی اس کا اکیلا صومعہ تھا۔ اس کے اردگرد کھیت اور باغ تھے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ دن میں ایک یا دو مرتبہ کھڑکی سے دیکھتے ہیں تو اس مردود نے انسانی شکل میں آ کر اس کھڑکی کے سامنے نماز کی نیت باندھ لی۔ اس کو نماز کیا پڑھنی تھی، فقط شکل بنا کر کھڑا تھا۔ اب دیکھو کہ جس کی جولانی ہوتی ہے اس کو گمراہ کرنے کے لیے اس کے مطابق (دلکش) بہروپ بناتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے کھڑکی میں سے باہر جھانکا تو ایک آدمی کو قیام کی حالت میں دیکھا وہ بڑا حیران ہوا۔ جب دن کے دوسرے حصے میں اس نے دوبارہ ارادۃً باہر دیکھا تو وہ رکوع میں تھا۔ بڑا لمبا رکوع کیا۔ پھر تیسری مرتبہ سجدے کی حالت میں دیکھا۔ کئی دن اسی طرح ہوتا رہا۔ آہستہ آہستہ برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی کہ یہ تو کوئی بڑا ہی بزرگ انسان ہے جو دن رات اتنی عبادتیں کر رہا ہے۔ وہ کئی مہینوں تک اسی طرح شکل بنا کر قیام، رکوع اور سجدے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی کہ میں اس سے پوچھوں تو سہی کہ یہ کون ہے؟ جب برصیصا کے دل میں یہ بات آنے لگی تو شیطان نے کھڑکی کے قریب مصلی بچھانا شروع کر دیا۔ جب مصلی کھڑکی کے قریب آ گیا اور برصیصا نے باہر جھانکا تو اس نے شیطان سے پوچھا، تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا، آپ کو مجھ سے کیا غرض ہے، میں اپنے کام میں لگا ہوا ہوں، مجھے ڈسٹرب نہ کریں۔ وہ سوچنے لگا کہ عجیب بات ہے کہ کسی کی کوئی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتا۔ دوسرے دن برصیصا نے پوچھا کہ آپ اپنا تعارف کروائیں۔ وہ کہنے لگا مجھے اپنا کام کرنے دو۔ اللہ کی شان کہ ایک دن بارش ہونے لگی۔ وہ بارش میں بھی نماز کی شکل بنا کر کھڑا ہو گیا۔ برصیصا کے دل میں بات آئی کہ جب یہ اتنا عبادت گزار ہے کہ اس نے بارش کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی، کیوں نہ میں ہی اچھے اخلاق کا مظاہرہ کروں اور اس سے کہوں کہ میاں! اندر آ جاؤ۔ چنانچہ اس نے شیطان کو پیشکش کی کہ باہر بارش ہو رہی ہے، تم اندر آ جاؤ۔ وہ جواب میں کہنے لگا، ٹھیک ہے، مومن کو مومن کی دعوت قبول کر لینی چاہیے، لہٰذا میں آپ کی دعوت قبول کر لیتا ہوں۔ وہ تو چاہتا ہی یہی تھا۔ چنانچہ اس نے کمرے میں آ کر نماز کی نیت باندھ لی۔ وہ کئی مہینوں تک اس کے کمرے میں عبادت کی شکل میں بنا رہا۔ وہ دراصل عبادت نہیں کر رہا تھا فقط نماز کی شکل بنا رہا تھا، لیکن دوسرا یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ اس کو نماز سے کیا غرض تھی، وہ تو اپنے مشن پر تھا۔

جب کئی مہینے گزر گئے تو برصیصا نے اسے واقعی بہت بڑا بزرگ سمجھنا شروع کر دیا اور اس کے دل میں اس کی عقیدت پیدا ہونا شروع ہو گئی اتنے عرصے کے بعد شیطان برصیصا سے کہنے لگا کہ اب میرا سال پورا ہو چکا ہے لہٰذا میں اب یہاں سے جاتا ہوں۔ میرا مقام کہیں اور ہے۔ روانہ ہوتے وقت ویسے ہی دل نرم ہو چکا ہوتا ہے لہٰذا وہ برصیصا سے کہنے لگا، اچھا میں آپ کو جاتے جاتے ایک ایسا تحفہ دے جاتا ہوں جو مجھے اپنے بڑوں سے ملا تھا۔ وہ تحفہ یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی بھی بیمار آئے تو اس پر یہ پڑھ کر دم کر دیا کرنا، وہ ٹھیک ہو جایا کرے گا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کوئی آیا تھا اور تحفہ دے گیا تھا۔ برصیصا نے کہا، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ ہمیں یہ نعمت طویل مدت کی محنت کے بعد ملی ہے، میں وہ نعمت تمہیں تحفے میں دے رہا ہوں اور تم انکار کر رہے ہو، تم تو بڑے نالائق انسان ہو۔ یہ سن کر برصیصا کہنے لگا، اچھا جی، مجھے بھی سکھا ہی دیں۔ چنانچہ شیطان نے اسے ایک دم سکھا دیا اور یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گیا کہ اچھا پھر کبھی ملیں گے۔

وہ وہاں سے سیدھا بادشاہ کے گھر گیا۔ بادشاہ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ شیطان نے جا کر اس کی بیٹی پر اثر ڈالا اور وہ مجنونہ سی بن گئی۔ وہ خوبصورت اور پڑھی لکھی لڑکی تھی لیکن شیطان کے اثر سے اسے دورے پڑنا شروع ہو گئے۔ بادشاہ نے اس کے علاج کے لیے

حکیم اور ڈاکٹر بلوائے۔ کئی دنوں تک وہ اس کا علاج کرتے رہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب کئی دنوں کے علاج کے بعد بھی کچھ افاقہ نہ ہوا تو شیطان نے بادشاہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ بڑے حکیموں اور ڈاکٹروں سے علاج تو کروالیا ہے، اب کسی دم والے ہی سے دم کروا کر دیکھ لو۔ یہ خیال آتے ہی اس نے سوچا کہ ہاں کسی دم والے کو تلاش کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنے سرکاری نمائندے بھیجے تاکہ وہ پتہ کر کے آئیں کہ اس وقت سب سے زیادہ نیک بندہ کون ہے؟ سب نے کہا کہ اس وقت سب سے زیادہ نیک آدمی تو برصیصا ہے اور وہ تو کسی سے ملتا ہی نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ کسی سے نہیں ملتا تو ان کے پاس جا کر میری طرف سے درخواست کرو کہ ہم آپ کے پاس آ جاتے ہیں۔

کچھ آدمی برصیصا کے پاس گئے۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا آپ مجھے ڈسٹرب کرنے کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ کی بیٹی بیمار ہے، حکیموں اور ڈاکٹروں سے بڑا علاج کروایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، بادشاہ چاہتے ہیں کہ آپ بے شک یہاں نہ آئیں تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ آئے، ہم آپ کے پاس بچی کو لے کر آ جاتے ہیں، آپ یہیں اس بچی کو دم کر دینا، ہمیں امید ہے کہ آپ کے دم کرنے سے وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ ہاں میں نے ایک دم سیکھا تو تھا، اس دم کو آزمانے کا یہ اچھا موقع ہے۔ چلو یہ تو پتہ چل جائے گا کہ وہ دم ٹھیک بھی ہے یا نہیں، چنانچہ اس نے ان لوگوں کو بادشاہ کی بیٹی کو لانے کی اجازت دے دی۔

بادشاہ اپنی بیٹی کو برصیصا کے پاس لے کر آ گیا اس نے جیسے ہی دم کیا وہ فوراً ٹھیک ہو گئی۔ مرض بھی شیطان نے لگایا تھا اور دم بھی اسی نے بتایا تھا۔ لہٰذا دم کرتے ہی شیطان اس کو چھوڑ کر چلا گیا اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ میری بیٹی اس کے دم سے ٹھیک ہوئی ہے۔ ایک ڈیڑھ ماہ کے بعد اس نے پھر اسی طرح بچی پر حملہ کیا اور وہ اسے پھر برصیصا کے پاس لے آئے۔ اس نے دم کیا تو وہ پھر اسے چھوڑ کر چلا گیا حتیٰ کہ دو چار دن کے بعد بادشاہ کو پکا یقین ہو گیا کہ میری بیٹی کا علاج اس کے دم میں ہے اب برصیصا کی بڑی شہرت ہوئی کہ اس کے دم سے بادشاہ کی بیٹی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس بادشاہ کے ملک پر کسی نے حملہ کیا۔ وہ اپنے شہزادوں کے ہمراہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیاری کرنے لگا۔ اب بادشاہ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر جنگ میں جائیں تو بیٹی کو کس کے پاس چھوڑ کر جائیں۔ کسی نے مشورہ دیا کہ کسی وزیر کے پاس چھوڑ جائیں اور کسی نے کوئی اور مشورہ دیا۔ بادشاہ کہنے لگا کہ اگر اس کو دوبارہ بیماری لگ گئی تو پھر کیا بنے گا؟ برصیصا تو کسی کی بات بھی نہیں سنے گا۔ چنانچہ بادشاہ نے کہا کہ میں خود برصیصا کے پاس اپنی بیٹی کو چھوڑ جاتا ہوں۔ دیکھو شیطان کیسے جوڑ ملا رہا ہے۔ بادشاہ اپنے تینوں بیٹوں اور بیٹی کو لے کر برصیصا کے پاس پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ ہم جنگ پر جا رہے ہیں، زندگی اور موت کا پتہ نہیں ہے۔ مجھے اس وقت سب سے زیادہ اعتماد تم ہی پر ہے اور میری بیٹی کا علاج بھی تمہارے ہی پاس ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہ بچی تمہارے پاس ہی ٹھہر جائے برصیصا کہنے لگا، توبہ توبہ! میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں کہ یہ اکیلی میرے پاس ٹھہرے۔ بادشاہ نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، بس آپ اجازت دے دیں، میں اس کے رہنے کے لیے آپ کے عبادت خانے کے سامنے ایک گھر بنوا دیتا ہوں، اور یہ اسی گھر میں ٹھہرے گی۔ برصیصا نے یہ سن کر کہا، چلو ٹھیک ہے۔ جب اس نے اجازت دی تو بادشاہ نے اس کے عبادت خانے کے سامنے گھر بنوا دیا اور بچی کو وہاں چھوڑ کر جنگ پر روانہ ہو گئے۔

اب برصیصا کے دل میں بات آئی کہ میں اپنے لیے تو کھانا بناتا ہی ہوں، اگر بچی کا کھانا بھی میں ہی بنا دیا کروں تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ وہ اکیلی ہے پتہ نہیں کہ اپنے لیے کھانا پکائے گی بھی یا نہیں پکائے گی۔ چنانچہ وہ کھانا بناتا اور آدھا خود کھا کر باقی آدھا کھانا اپنے عبادت خانے کے دروازے کے باہر رکھ دیتا اور اپنا دروازہ کھٹکھٹا دیتا۔ یہ اس لڑکی کے لیے اشارہ ہوتا تھا کہ اپنا کھانا اٹھا لو۔ اس طرح وہ لڑکی کھانا اٹھا کر لے جاتی اور کھا لیتی۔ کئی مہینوں تک یہی معمول رہا۔

اس کے بعد شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھو، وہ لڑکی اکیلی رہتی ہے، تم کھانا پکا کر اپنے دروازے کے باہر رکھ دیتے ہو اور لڑکی کو وہ کھانا اٹھانے کے لیے گلی میں نکلنا پڑتا ہے۔ اگر کبھی کسی مرد نے دیکھ لیا تو وہ تو اس کی عزت خراب کر دے گا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ کھانا بنا کر اس کے دروازے کے اندر رکھ دیا کروں تا کہ اس کو باہر نہ نکلنا پڑے۔ چنانچہ برصیصا نے کھانا بنا کر اس کے دروازے کے اندر رکھنا شروع کر دیا۔ وہ کھانا رکھ کر کنڈی کھٹکھٹا دیتا اور وہ کھانا اٹھا لیتی۔ یہی سلسلہ چلتا رہا۔

جب کچھ اور مہینے بھی گزر گئے تو شیطان نے اس کے دل میں ڈالا کہ تم خود تو عبادت میں لگے رہتے ہو۔ یہ لڑکی اکیلی ہے، ایسا نہ ہو کہ تنہائی کی وجہ سے اور زیادہ بیمار ہو جائے، اس لیے بہتر ہے کہ اس کو کچھ نصیحت کر دیا کرو تا کہ یہ بھی عبادت گزار بن جائے اور اس کا وقت ضائع نہ ہو۔ یہ خیال دل میں آتے ہی اس نے کہا کہ ہاں، یہ بات تو بہت اچھی ہے لیکن اس کام کی ترتیب ہونی چاہیے۔ شیطان نے اس بات کا جواب بھی اس کے دل میں ڈالا کہ اس کو کہہ دو کہ وہ اپنے گھر کی چھت پر آ جایا کرے اور تم بھی اپنے گھر کی چھت پر بیٹھ جایا کرو اور اسے وعظ ونصیحت کیا کرو۔ چنانچہ اس نے اسی ترتیب سے وعظ ونصیحت کرنا شروع کر دی اس کے وعظ کا اس لڑکی پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے نمازیں اور وظیفے شروع کر دیے اب شیطان نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ دیکھ، تیری نصیحت کا اس پر کتنا اثر ہوا۔ ایسی نصیحت تو ہر روز ہونی چاہیے۔ چنانچہ اس نے روزانہ نصیحت کرنی شروع کر دی۔ اسی طرح کرتے کرتے جب کچھ وقت گزر گیا تو شیطان نے پھر اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم اپنے گھر کی چھت پر بیٹھتے ہو اور وہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھتی ہے، راستے میں گزرنے والے کیا باتیں سوچیں گے کہ یہ کون باتیں کر رہے ہیں؟ اس طرح تو بہت ہی غلط تاثر پیدا ہو جائے گا اس لیے بہتر یہ ہے کہ چھت پر بیٹھ کر اونچی آواز سے بات کرنے کی بجائے تم دروازے سے باہر کھڑے ہو کر تقریر کرو اور وہ دروازے کے اندر کھڑے ہو کر سن لے، پردہ تو ہو گا ہی سہی۔ چنانچہ اب اس ترتیب سے وعظ ونصیحت شروع ہو گئی۔

کچھ عرصہ تک اسی طرح معمول رہا۔ اس کے بعد شیطان نے پھر برصیصا کے دل میں خیال ڈالا کہ تم باہر کھڑے رہ کر تقریر کرتے ہو، دیکھنے والے کیا کہیں گے کہ پاگلوں کی طرح ایسے ہی باتیں کر رہا ہے، اس لیے اگر تقریر کرنی ہی ہے تو چلو کواڑ کے اندر کھڑے ہو کر کر لیا کرو۔ وہ دور کھڑے ہو کر سن لیا کرے گی۔ چنانچہ اب اس نے دروازے کے اندر کھڑے ہو کر تقریر کرنا شروع کر دی جب اس نے اندر کھڑے ہو کر تقریر کرنا شروع کی تو لڑکی نے اس کو بتایا کہ اتنی نمازیں پڑھتی ہوں اور اتنی عبادت کرتی ہوں۔ یہ سن کر اسے بڑی خوشی ہوئی کہ میری باتوں کا اس پر بڑا اثر ہو رہا ہے۔ اب میں اکیلا ہی عبادت نہیں کر رہا ہوں بلکہ یہ بھی عبادت کر رہی ہے۔ کئی دن تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔

بالآخر شیطان نے لڑکی کے دل میں برصیصا کی محبت ڈالی۔ اور برصیصا کے دل میں لڑکی کی محبت ڈالی۔ چنانچہ لڑکی نے کہا کہ آپ جو کھڑے کھڑے بیان کرتے ہیں، میں آپ کے لیے چارپائی ڈال دیا کروں گی، آپ اس پر بیٹھ کر بیان کر دیا کرنا اور میں دور بیٹھ کر سن لیا کروں گی۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ لڑکی نے دروازے کے قریب چارپائی ڈال دی۔ برصیصا پر بیٹھ کر نصیحت کرتا رہا اور لڑکی دور بیٹھ کر بات سنتی رہی۔ اس دوران شیطان نے برصیصا کے دل میں لڑکی کے لیے بڑی شفقت وہمدردی پیدا کر دی۔ کچھ دن گزرے تو شیطان نے عابد کے دل میں بات ڈالی کہ نصیحت سنانی تو لڑکی کو ہوتی ہے دور بیٹھنے کی وجہ سے اونچا بولنا پڑتا ہے۔ گلی سے گزرنے والے لوگ بھی سنتے ہیں، کتنا اچھا ہو کہ یہ چارپائی ذرا آگے کر کے رکھ لیا کریں اور پست آواز میں گفتگو کر لیا کریں۔ چنانچہ برصیصا کی چارپائی لڑکی کی چارپائی کے قریب تر ہو گئی اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رہا۔

کچھ عرصہ اسی طرح گزرا تو شیطان نے لڑکی کو مزین کر کے برصیصا کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیا اور وہ یوں اس لڑکی کے حسن و جمال کا گرویدہ ہوتا گیا۔ اب شیطان نے برصیصا کے دل میں جوانی کے خیالات ڈالنا شروع کر دیے حتیٰ کہ برصیصا کا دل عبادت خانے سے اچاٹ ہو گیا اور اس کا زیادہ وقت لڑکی سے باتیں کرنے میں گزر جاتا۔ سال گزر چکا تھا۔ ایک دفعہ شہزادوں کی خبر گیری کی تو شہزادی کو خوش خرم پایا اور راہب کے گن گاتے دیکھا۔ شہزادوں کو لڑائی کے لیے دوبارہ سفر پر جانا تھا اس لیے وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ اب شہزادوں

کے جانے کے بعد شیطان نے اپنی کوششیں تیز تر کر دیں۔ چنانچہ اس نے برصیصا کے دل میں لڑکی کا عشق پیدا کر دیا اور لڑکی کے دل میں برصیصا کا عشق بھر دیا۔ حتیٰ کہ دونوں طرف برابر کی آگ سلگ اٹھی۔

اب جس وقت عابد نصیحت کرتا تو سارا وقت اس کی نگاہیں شہزادی کے چہرے پر جمی رہتیں۔ شیطان لڑکی کو ناز و انداز سکھاتا اور وہ سراپا نازنین رشک قمر اپنے انداز و اطوار سے برصیصا کا دل لبھاتی۔ حتیٰ کہ عابد نے علیحدہ چارپائی پر بیٹھنے کی بجائے لڑکی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھنا شروع کر دیا۔ اب اس کی نگاہیں جب شہزادی کے چہرے پر پڑیں تو اس نے اسے سراپا حسن و جمال اور جاذب نظر پایا۔ چنانچہ عابد اپنے شہوانی جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور اس شہزادی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شہزادی نے مسکرا کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ یہاں تک کہ برصیصا زنا کا مرتکب ہو گیا۔ جب دونوں کے درمیان سے حیا کی دیوار ہٹ گئی اور زنا کے مرتکب ہوئے تو وہ آپس میں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے۔ اس دوران شہزادی حاملہ ہو گئی۔

اب برصیصا کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو کیا بنے گا، مگر شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا کہ کوئی فکر کی بات نہیں، جب وضع حمل ہوگا تو نومولود کو زندہ درگور کر دینا اور لڑکی کو سمجھا دینا، وہ اپنا بھی عیب چھپائے گی اور تمہارا عیب بھی چھپائے گی۔ اس خیال کے آتے ہی ڈر اور خوف کے تمام حجاب دور ہو گئے اور برصیصا بے خوف و خطر ہوس پرستی اور نفس پرستی میں مشغول رہا۔

ایک وہ دن بھی آیا جب اس شہزادی نے بچے کو جنم دیا، جب بچے کو وہ دودھ پلانے لگی تو شیطان نے برصیصا کے دل میں ڈالا کہ اب تو ڈیڑھ دو سال گزر گئے ہیں اور بادشاہ اور دیگر لوگ جنگ سے واپس آنے والے ہیں۔ شہزادی ان کو سارا ماجرا سنا دے گی۔ اس لیے تم اس کا بیٹا کسی بہانے سے قتل کر دو تاکہ گناہ کا ثبوت نہ رہے۔

چنانچہ ایک دفعہ شہزادی سوئی ہوئی تھی۔ اس نے بچے کو اٹھایا اور قتل کر کے گھر کے صحن میں دبا دیا۔ اب ماں تو ماں ہی ہوتی ہے۔ جب وہ اٹھی تو اس نے کہا، میرا بیٹا کدھر ہے؟ اس نے کہا، مجھے تو کوئی خبر نہیں ہے۔ ماں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو بیٹے کا کہیں سراغ نہ ملا۔ چنانچہ وہ اس سے خفا ہونے لگی۔ جب وہ خفا ہونے لگی تو شیطان نے برصیصا کے دل میں بات ڈالی کہ دیکھو، یہ ماں ہے، یہ اپنے بچے کو ہرگز نہیں بھولے گی، پہلے تو یہ معلوم بتاتی یا نہ بتاتی اب تو یہ ضرور بتا دے گی لہٰذا اب ایک ہی علاج باقی ہے لڑکی کو بھی قتل کر دو۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ جب بادشاہ آ کر پوچھے گا تو بتا دینا کہ وہ بیمار ہوئی تھی اور مر گئی تھی جیسے ہی اس کے دل میں یہ بات آئی کہنے لگا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ اس نے لڑکی کو بھی قتل کر دیا اور لڑکے کے ساتھ ہی صحن میں دفنا کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی عبادت میں لگ گیا۔

کچھ مہینوں کے بعد بادشاہ سلامت واپس آ گئے۔ اس نے بیٹوں کو بھیجا کہ جاؤ اپنی بہن کو لے آؤ۔ وہ برصیصا کے پاس آئے اور کہنے لگے، جی ہماری بہن آپ کے پاس تھی، ہم اسے لینے آئے ہیں۔ برصیصا ان کی بات سن کر رو پڑا اور کہنے لگا کہ آپ کی بہن بہت اچھی تھی، بڑی نیک تھی اور ایسی ایسی عبادت کرتی تھی، لیکن وہ اللہ کو پیاری ہو گئی یہ صحن میں اس کی قبر ہے۔ بھائیوں نے جب سنا تو وہ رو دھو کر واپس چلے گئے۔ گھر جا کر جب وہ رات کو سوئے تو شیطان خواب میں بڑے بھائی کے پاس گیا اور اس سے پوچھنے لگا، بتاؤ تمہاری بہن کا کیا بنا؟ وہ کہنے لگا، ہم جنگ کے لیے گئے ہوئے تھے، اسے برصیصا کے پاس چھوڑ کر گئے تھے، وہ اب فوت ہو چکی ہے۔ شیطان کہنے لگا، وہ تو فوت نہیں ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ اگر فوت نہیں ہوئی تو پھر کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا برصیصا نے خود یہ کرتوت کیا ہے اور اس نے خود اسے قتل کیا ہے اور فلاں جگہ اسے دفن کیا اور بچے کو اس نے اسی کے ساتھ دفن کیا ہے۔ اس کے بعد وہ خواب میں ہی اس کے درمیانی بھائی کے پاس گیا اور اس کو بھی یہی کچھ کہا اور پھر اس کے چھوٹے بھائی کے پاس جا کر بھی یہی کچھ کہا۔

تینوں بھائی جب صبح اٹھے تو ایک نے کہا میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے بھی خواب دیکھا اور تیسرے نے کہا میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ سب کو ایک جیسا خواب آیا ہے۔ سب سے چھوٹے

بھائی نے کہا یہ اتفاق کی بات نہیں ہے بلکہ میں تو جا کر تحقیق کروں گا۔ دوسرے نے کہا، چھوٹا بھائی غصہ میں آ کر چل پڑا۔ اسے دیکھ کر باقی بھائی بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔ انہوں نے جب جا کر زمین کو کھودا تو انہیں اس میں بہن کی ہڈیاں بھی مل گئیں اور ساتھ ہی چھوٹے سے بچے کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی مل گیا۔

جب ثبوت مل گیا تو انہوں نے برصیصا کو گرفتار کر لیا۔ اسے جب قاضی کے پاس لے جایا گیا تو اس نے قاضی کے روبرو اپنے اس گھناؤنے اور مکروہ فعل کا اقرار کر لیا اور قاضی نے برصیصا کو پھانسی دینے کا حکم دے دیا۔

جب برصیصا کو پھانسی کے تختے پر لایا گیا اور اس کے گلے میں پھندا ڈالا گیا اور پھر پھندا کھینچنے کا وقت آیا تو پھندا کھینچنے سے عین دو چار لمحے پہلے شیطان اس کے پاس وہی عبادت گزار کی شکل میں آیا۔ وہ اس سے کہنے لگا، کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ برصیصا نے کہا، ہاں میں تمہیں پہچانتا ہوں تم وہی عبادت گزار ہو جس نے مجھے وہ دم بتایا تھا۔ شیطان نے کہا، وہ دم بھی آپ کو میں نے بتایا تھا۔ لڑکی کو بھی میں نے اپنا اثر ڈال کر بیمار کیا تھا، اسے قتل بھی میں نے تجھ سے کروایا تھا اور اگر اب تو بچنا چاہتا ہے تو میں ہی تجھے بچا سکتا ہوں۔ برصیصا نے کہا، اب تم مجھے کیسے بچا سکتے ہو؟ یہ کہنے لگا، تم میری ایک بات مان لو میں تمہارا یہ کام کر دیتا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ میں آپ کی کون سی بات مانوں؟ اس شیطان نے کہا کہ بس یہ کہہ دو کہ خدا نہیں ہے۔ برصیصا کے تو حواس باختہ ہو چکے تھے۔ اس نے سوچا کہ چلو میں ایک دفعہ کہہ دیتا ہوں، پھر پھانسی سے بچنے کے بعد دوبارہ اقرار کر لوں گا۔ چنانچہ اس نے کہہ دیا، خدا موجود نہیں ہے۔ عین اس لمحہ میں کھینچنے والے نے پھندا کھینچ دیا اور یوں اس عبادت گزار کی کفر پر موت آ گئی۔

اس سے اندازہ لگایئے کہ یہ کتنی لانگ ٹرم پلاننگ کر کے انسان کو گناہ کے قریب کرتا چلا جاتا ہے اس سے انسان نہیں بچ سکتا، اللہ ہی اس سے بچا سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ رب العزت کے حضور یوں دعا مانگنی چاہیے:

"اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ"

ترجمہ: "اے اللہ! ہمیں شیطان مردود کے شر سے محفوظ فرما۔ اے پروردگار! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس آئیں۔"

﴿۸۳﴾ وساوس سے دین کا ضرر بالکل نہیں ہوتا اطمینان رکھئے

سوال مکرم ومحترم جناب مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام گزارش ہے کہ آج کل میں وسوسوں کا مریض بن چکا ہوں۔ دن بدن وساوس بڑھتے جا رہے ہیں۔ جس سے دل میں شدید بے قراری ہوتی ہے۔ براہ کرم کوئی مناسب علاج میرے لیے تجویز فرمایئے۔

جواب مندرجہ ذیل باتوں کا اہتمام کیجئے:

① وساوس سے دین کا ضرر بالکل نہیں ہوتا، اطمینان رکھئے۔
② کسی دینی یا دنیوی کام میں مشغول ہو جایئے۔
③ وساوس کو دور کرنے کی فکر مت کیجئے، اس سے اور لپٹتے ہیں۔
④ وساوس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کتا بھونکتا ہے اس کے بھونکنے کی فکر نہ کی جائے۔
⑤ وساوس آتے ہی "اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" پڑھ لینا کافی ہے۔ یعنی ایمان لایا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر۔ (حصن حصین: صفحہ ۲۴۵)

⑥ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" کا ورد رکھئے۔

⑦ صبح وشام اس دعا کا اہتمام کیجئے:

"اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَّ مَلِیْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ مِنْ شَرِّ الشَّیْطٰنِ وَشِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّهٗ اِلٰی مُسْلِمٍ"

(ابوداؤد: صحیح ترمذی: جلد ۳ صفحہ ۱۴۲)

⑧ "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھئے۔ دس مرتبہ صبح۔ (حصن حصین: صفحہ ۲۲۵)

⑨ "اَللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ، لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" (اللہ ایک ہے، بے نیاز ہے، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے) پڑھئے۔ (حصن حصین: صفحہ ۲۲۵) واللہ اعلم۔ والسلام

اللہ کی رضا کا طالب: محمد یونس پالن پوری

﴿۸۴﴾ مال دار یا مال کے چوکیدار

یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ کچھ لوگ مالدار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ مال کے چوکیدار ہوتے ہیں۔ مالدار تو وہ ہوتے ہیں کہ جن کے پاس مال ہو اور اللہ کے راستے میں خوب لگا رہے ہوں اور مال کے چوکیدار وہ ہوتے ہیں جو روزانہ بینک بیلنس چیک کرتے ہیں۔ وہ گنتے رہتے ہیں کہ اب اتنے ہو گئے اب اتنے ہو گئے۔ وہ بیچارے چوکیداری کر رہے ہوتے ہیں خود تو چلے جائیں گے اور ان کی اولادیں عیاشیاں کریں گے۔

﴿۸۵﴾ دنیوی زندگی کی مثال قرآن نے پانی سے کیوں دی ہے؟

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ﴾ (سورۂ کہف: ۴۵)

ترجمہ: "اور ان کو بتا دیں کہ دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے اتارا پانی آسمان سے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کی مثال پانی سے دی ہے۔ دنیا اور پانی میں آپ کو کئی چیزیں مشترکہ نظر آئیں گی۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

① پانی کی صفت ہے کہ وہ ایک جگہ پر کبھی نہیں ٹھہرتا۔ جہاں اسے بہنے کا موقع ملے بہتا ہے۔ جس طرح پانی ایک جگہ پر کبھی نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح دنیا بھی ایک جگہ نہیں ٹھہرتی جہاں موقع ملتا ہے دنیا ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ جو بندہ یہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس دنیا ہے اس کے پاس سے دنیا روزانہ کھسک رہی ہوتی ہے۔ یاد رکھیں کہ یہ آہستہ آہستہ کھسکتی ہے۔ کسی کے پاس سے پچاس سال میں کھسکتی ہے، کسی کے پاس سے ستر سال میں کھسکتی ہے اور کسی کے پاس سے سو سال میں کھسکتی ہے۔ مگر بندے کو پتہ نہیں چلتا۔ یہ ہر بندے کے پاس جاتی ہے مگر یہ کسی کے پاس ٹھہرتی نہیں ہے۔ اس نے کئی لوگوں سے نکاح کئے اور ان سب کو رنڈوا کیا۔ ایک بزرگ نے ایک مرتبہ خواب میں دنیا کو ایک کنواری لڑکی کے مانند دیکھا۔ انہوں نے پوچھا تو نے لاکھوں نکاح کیے اس کے باوجود کنواری ہی رہی؟ کہنے لگی، جنہوں نے مجھ سے نکاح کئے، وہ مرد نہیں تھے اور جو مرد تھے وہ مجھ سے نکاح کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوئے۔

اس لیے اللہ والے دنیا کے طرف محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ان کی نظر میں مطلوب حقیقی اللہ رب العزت کی ذات ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کی توجہ اسی کی طرف ہوتی ہے۔ وہ آخرت کی لذتوں کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ بلکہ جب ان کو دنیا کی لذتیں ملتی ہیں تو وہ اس بات

سے گھبراتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ نیک اعمال کا اجر آخرت کی لذتوں کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ بلکہ جب ان کو دنیا کی لذتیں ملتی ہیں تو وہ اس بات سے گھبراتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ نیک اعمال کا اجر آخرت کے بجائے کہیں ہمیں دنیا ہی میں نہ دے دیا جائے۔

④ دوسری صفت یہ ہے کہ جو آدمی بھی پانی میں داخل ہوتا ہے وہ تر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اسی طرح دنیا بھی ایسی ہی ہے کہ جو آدمی بھی اس میں گھسے گا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

④ تیسری صفت یہ ہے کہ پانی جب ضرورت کے مطابق ہو فائدہ مند ہوتا ہے اور جب ضرورت سے بڑھ جائے تو نقصان دہ ہوتا ہے اسی طرح دنیا بھی اگر ضرورت کے مطابق ہو تو بندے کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے اور جب ضرورت سے بڑھ جائے تو پھر یہ نقصان پہنچانا شروع کر دیتی ہے۔ پانی کا سیلاب جب آتا ہے تو بند بھی توڑ دیتا ہے کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کے پاس بھی ضرورت سے زیادہ مال ہوتا ہے وہ عیاشیاں کرتے ہیں اور شریعت کی حدود کو توڑ دیتے ہیں۔ جو لوگ جوئے کی بازیاں لگاتے ہیں اور ایک ایک رات میں لاکھوں گنواتے ہیں وہ ان کی ضرورت کا پیسہ تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ انہیں تو بالکل پرواہ ہی نہیں ہوتی۔

(۸۶) دنیا استغناء سے آتی ہے

ہمارے اکابرین پر ایسے ایسے واقعات پیش آئے کہ انہیں وقت کے بادشاہوں نے بڑی بڑی جاگیریں پیش کیں مگر انہوں نے اپنی ذات کے لیے کبھی قبول نہ کیں۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالم رحمہ اللہ ایک مرتبہ حرم مکہ میں تشریف لائے۔ مطاف میں آپ کی ملاقات وقت کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک سے ہوئی۔ ہشام نے سلام کے بعد عرض کیا حضرت! کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں تاکہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکوں۔ آپ نے فرمایا: ہشام! مجھے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر غیر اللہ کے سامنے حاجت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے کیونکہ ادب الٰہی کا تقاضا ہے کہ یہاں فقط اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ ہشام لاجواب ہو گیا۔ قدرتاً جب آپ حرم شریف سے باہر نکلے تو ہشام بھی عین اسی وقت باہر نکلا۔ آپ کو دیکھ کر وہ پھر قریب آیا اور کہنے لگا حضرت! اب فرمایئے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہشام! بتاؤ میں تم سے کیا مانگوں دین یا دنیا؟ ہشام جانتا تھا کہ دین کے میدان میں تو آپ کا شمار وقت کی بزرگ ترین ہستیوں میں ہوتا ہے، لہٰذا کہنے لگا، حضرت! آپ مجھ سے دنیا مانگیں۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ ”دنیا تو میں نے کبھی دنیا کے بنانے والے سے بھی نہیں مانگی بھلا تم سے کیا مانگوں گا۔“ یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

(۸۷) شیطان رشوت نہیں لیتا ہے

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان ہمارا ایسا دشمن ہے کہ جو کبھی رشوت قبول نہیں کرتا باقی دشمن ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی ہدیے، تحفے اور رشوت دے دے تو وہ نرم پڑ جائیں گے اور مخالفت چھوڑ دیں گے اور اگر خوشامد کی جائے تو اسے بھی وہ مان جائیں گے مگر شیطان وہ دشمن ہے جو نہ تو رشوت قبول کرتا ہے اور نہ خوشامد قبول کرتا ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہم ایک دن بیٹھ کر اس کی خوشامد کر لیں گے اور یہ ہماری جان چھوڑ جائے گا۔ یہ ہرگز نہیں چھوڑے گا اس لیے کہ یہ ایمان کا ڈاکو ہے اور اس کی ہر وقت اس بات پر نظر ہے کہ میں کس طرح انسان کو ایمان سے محروم کر دوں۔

(۸۸) وضو کی ترتیب میں سنت کو فرض پر مقدم کیوں کیا؟

مکرم و محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام، گزارش ہے کہ مجھے ایک طالب علمانہ سوال ہوتا ہے کہ وضو میں چہرے کا دھونا فرض کی رو سے ضروری ہے جب کہ اس کی فرضیت کی ادائیگی سے پہلے ہاتھ بھی دھوتے ہیں، کلی بھی کرتے ہیں اور ناک میں بھی پانی ڈالتے ہیں۔ جب کہ یہ سب چیزیں سنت کی قبیل سے ہیں تو وضو کی ترتیب میں حق یہ بنتا ہے کہ فرض پہلے ہو اور سنتیں بعد میں ہوں، لہٰذا سنت کو فرض پر مقدم کیوں کیا؟

فقہاء نے اس کا بھی جواب دیا ہے کہ جب کوئی آدمی پانی سے وضو کرنے لگے گا اور وہ اپنے ہاتھ میں پانی لے گا تو اسے آنکھوں سے دیکھ کر پانی کے رنگ کا پتہ چلے گا جب منہ میں ڈالے گا تو ذائقہ کا پتہ چلے گا اور جب ناک میں ڈالے تو اسے بو کا پتہ چل جائے گا۔ اسی طریقہ سے جب اسے تسلی ہو جائے گی کہ پانی کا رنگ بھی ٹھیک ہے، اس کا ذائقہ بھی ٹھیک ہے اور اس کی بو بھی ٹھیک ہے تو وہ شریعت کا حکم پورا کرنے کے لیے چہرے کو دھوئے گا۔

مکرم ومحترم!

بعد سلام، گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دنیا کو کھیل تماشا کیوں فرمایا:

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَـيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (سورۃ عنکبوت: ۶۴)

دنیا میں سب سے جلدی ختم ہونے والی چیز کھیل تماشا ہے۔ جتنے بھی کھیل تماشے ہیں۔ وہ چند گھڑیوں کے ہوتے ہیں۔ اسکرین پر تماشا دیکھیں تو بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے۔ سرکس کا تماشا بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے، ریچھ بندر کا تماشا بھی چند گھڑیوں کا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی دنیا کو کھیل تماشے کے ساتھ تشبیہ دی ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ دنیا گھڑی دو گھڑی کا معاملہ ہے یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن کہیں گے:

﴿مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ﴾ (سورۃ روم: ۵۵)

ترجمہ: ”وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی۔“

حتیٰ کہ کچھ تو یہاں تک کہیں گے:

﴿لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا﴾ (سورۃ نزعت: ۴۶)

ترجمہ: ”وہ دنیا میں نہیں رہے مگر صبح کا تھوڑا سا وقت یا شام کا تھوڑا سا وقت۔“

سو سال کی زندگی بھی تھوڑی سی نظر آئے گی گویا

ع ”خواب تھا جو کچھ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا“

دنیا کو کھیل تماشے سے تشبیہ دینے میں دوسری بات یہ تھی کہ عام طور پر کھیل تماشا دیکھنے کے بعد بندے کو افسوس ہی ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ بس پیسے بھی ضائع کیے اور وقت بھی ضائع کیا۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ جو لوگ کھیل تماشا دیکھتے ہیں۔ وہ بعد میں کہتے ہیں کہ بس ہم ایسے ہی چلے گئے، ہمارے کئی ضروری کام رہ گئے ہیں۔ دنیا دار کا بھی بالکل یہی حال ہوتا ہے کہ اپنی موت کے وقت افسوس کرتا ہے کہ میں نے تو اپنی زندگی ضائع کر دی۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کے کھیل تماشے عام طور پر سائے کی مانند ہوتے ہیں۔ اسکرین پر تو نظر آتا ہے کہ بندے چل رہے ہیں مگر حقیقت میں ان کا سایہ چل رہا ہوتا ہے اور جو ان کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ سائے کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں۔ دنیا کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے جو اس کے پیچھے بھاگتا ہے وہ بھی سایہ کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا ہے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

﴿۸۹﴾ بہترین مال وہ ہے جو جیب میں ہو دل میں نہ ہو، بدترین مال وہ ہے جو جیب میں نہ ہو دل میں ہو

مال کی مثال پانی کی سی ہے۔ کشتی کے چلنے کے لیے پانی ضروری ہے۔ مگر کشتی تب چلتی ہے جب پانی کشتی کے نیچے ہوتا ہے اور اگر نیچے کی بجائے پانی کشتی کے اندر آجائے تو یہی پانی اس کے ڈوبنے کا سبب بن جائے گا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اے مومن! تیرا مال پانی کی طرح ہے اور تو کشتی کی مانند ہے، اگر یہ مال تیرے نیچے رہا تو تیرے تیرنے کا ذریعہ بنے گا اور اگر یہاں سے نکل کر تیرے دل میں آ گیا تو پھر یہ تیرے ڈوبنے کا سبب بن جائے گا۔ اس لیے ثابت ہوا کہ اگر مال جیب میں ہو تو وہ بہترین خادم ہے اور اگر دل میں ہو تو بدترین آقا ہے۔ ملفوظات والد صاحب نور اللہ مرقدہ۔

﴿۹۰﴾ میاں بیوی کو شیطان جلدی لڑا دیتا ہے

شیطان خوشگوار ازدواجی زندگی کو قطعاً ناپسند کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میاں بیوی میں رنجش پیدا ہو اور ازدواجی تعلقات میں خرابی پیدا ہو۔ وہ خاص طور پر خاوندوں کے دماغ میں فتور ڈالتا ہے۔ لہٰذا خاوند باہر دوستوں کے اندر گلاب کا پھول بنا رہتا ہے اور گھر کے اندر کریلا نیم چڑھا بن جاتا ہے۔ نوجوان آ کر کہتے ہیں، حضرت! پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ گھر میں آتے ہی دماغ گرم ہو جاتا ہے۔ وہ اصل میں شیطان گرم کر رہا ہوتا ہے وہ میاں بیوی کے درمیان الجھنیں پیدا کرنا چاہتا ہے۔

شیطان پہلے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا کروا کے خاوند کے منہ سے طلاق کے الفاظ کہلواتا ہے۔ جب اس کی عقل ٹھکانے آتی ہے تو وہ کہتا ہے میں نے تو غصے میں طلاق کے الفاظ کہہ دیئے تھے۔ چنانچہ وہ بغیر کسی کو بتائے میاں بیوی کے طور پر آپس میں رہنا شروع کر دیں گے۔ وہ جتنا عرصہ اسی حال میں ایک دوسرے سے ملتے رہیں گے تب تک انہیں زنا کا گناہ ملتا رہے گا۔ اب دیکھیں کہ کتنا بڑا گناہ کروا دیا، یہ ایسے کلیدی گناہ کرواتا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قرب قیامت کی علامات میں سے ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کو طلاق دیں گے اور پھر بغیر نکاح اور رجوع کے ان کے ساتھ اسی طرح اپنی زندگی گزاریں گے۔

﴿۹۱﴾ شیطان کی شرارت

ایک مرتبہ ایک آدمی نے شیطان کو دیکھا۔ اس نے کہا مردود! تو بڑا ہی بدمعاش ہے، تو نے کیا فساد مچایا ہوا ہے، اگر تو آرام سے ایک جگہ بیٹھ جاتا تو دنیا میں امن ہو جاتا۔ وہ مردود جواب میں کہنے لگا، میں تو کچھ نہیں کرتا، صرف انگلی لگاتا ہوں۔ اس نے پوچھا، کیا مطلب؟ شیطان کہنے لگا، ابھی دیکھنا۔ قریب ہی ایک حلوائی کی دکان تھی، وہاں کسی برتن میں شیرہ پڑا ہوا تھا۔ شیطان نے انگلی شیرہ میں ڈبوئی اور دیوار پر لگا دی۔ مکھی آ کر شیرے پر بیٹھ گئی۔ اس مکھی کو کھانے کے لیے ایک چھپکلی آ گئی۔ ساتھ ہی ایک آدمی کام کر رہا تھا۔ اس نے چھپکلی کو دیکھا تو اس نے جوتا اٹھا کر چھپکلی کو مارا۔ وہ جوتا دیوار سے ٹکرا کر حلوائی کی مٹھائی پر گرا۔ جیسے ہی جوتا مٹھائی پر گرا تو حلوائی اٹھ کھڑا ہوا اور غصہ میں آ کر کہنے لگا، اوئے تو نے میری مٹھائی میں جوتا کیوں مارا؟ اب وہ الجھنے لگ گئے۔ ادھر سے اس کے دوست آ گئے اور ادھر سے اس کے دوست پہنچ گئے۔ بالآخر ایسا جھگڑا مچا کہ خدا کی پناہ۔ اب شیطان اس آدمی سے کہنے لگا، دیکھ! میں نہیں کہتا تھا کہ میں تو صرف انگلی لگاتا ہوں۔ جب اس کی ایک انگلی کا یہ فساد ہے تو پورے شیطان میں کتنی نحوست ہوگی۔ ملفوظات حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ۔

﴿۹۲﴾ حسد اور حرص دو خطرناک روحانی بیماریاں ہیں

جب حضرت نوح علیہ السلام اپنے امتیوں کو لے کر کشتی میں بیٹھے تو انہیں کشتی میں ایک بوڑھا نظر آیا۔ اسے کوئی پہچانتا بھی نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں بٹھایا مگر وہ اکیلا تھا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ یہ بوڑھا کون

ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے پوچھا بتاؤ تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا، جی میں شیطان ہوں۔ آپ نے سن کر فرمایا، تو اتنا چالاک بدمعاش ہے کہ کشتی میں آ گیا، کہنے لگا، جی مجھ سے غلطی ہو گئی اب آپ مجھے معاف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا، تمہیں ہم ایسے ہی نہیں چھوڑیں گے، تو ہمیں اپنا گر بتاتا جا جس سے تو لوگوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہے۔ کہنے لگا جی میں سچ سچ بتاؤں گا البتہ آپ وعدہ کریں کہ آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ وہ کہنے لگا میں دو باتوں سے انسان کو زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔

① حسد ② حرص

پھر وہ کہنے لگا کہ حسد ایک ایسی چیز ہے کہ میں خود اس کی وجہ سے برباد ہوا اور حرص وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا۔ اس لیے میں انہی دو چیزوں کی وجہ سے انسان کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتا ہوں۔

واقعی یہ دونوں ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جو تمام بیماریوں کی بنیاد بنتی ہیں۔ آج کے سب لڑائی جھگڑے یا تو حسد کی وجہ سے ہیں یا حرص کی وجہ سے۔ حاسد انسان اندر ہی اندر آگ میں جلتا رہتا ہے۔ وہ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتا۔ دوسرے انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتی ہیں۔ اور حاسد کے اندر مروڑ پیدا ہوتے ہیں کہ وہ اچھی حالت میں کیوں ہے۔ ملفوظات حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خصوصی مجلس میں۔

﴿۹۳﴾ شیطان کی چالاکیاں

ایک دفعہ شیطان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا، تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا، میں شیطان ہوں۔ انہوں نے فرمایا: تو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بڑے ڈورے ڈالتا پھرتا ہے، تیرے تجربے میں کون سی بات آئی ہے؟ وہ کہنے لگا، آپ نے تو بڑی عجیب بات پوچھی ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو اپنی ساری زندگی کا تجربہ بتا دوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، پھر کیا ہے بتا دے۔ وہ کہنے لگا، تین باتیں میرے تجربات کا نچوڑ ہیں:

① پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر آپ صدقہ کرنے کی نیت کر لیں تو فوراً دے دینا کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ نیت کرنے کے بعد بندے کو بھلا دوں۔ جب میں کسی کو بھلا دیتا ہوں تو پھر اسے یاد ہی نہیں ہوتا کہ میں نے نیت کی تھی یا نہیں۔

② دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کریں تو اسے فوراً پورا کر دینا کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں اس وعدے کو توڑ دوں۔

مثلاً کوئی وعدہ کرے کہ اے اللہ! میں یہ گناہ نہیں کروں گا تو میں خاص محنت کرتا ہوں کہ وہ اس گناہ میں ضرور مبتلا ہو۔

③ تیسری بات یہ ہے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا کیونکہ میں مرد کی کشش عورت کے دل میں پیدا کر دیتا ہوں اور عورت کی کشش مرد کے دل میں پیدا کر دیتا ہوں۔ میں یہ کام اپنے چیلوں سے نہیں لیتا بلکہ میں بذات خود یہ کام کرتا ہوں۔ (تلبیس ابلیس)

﴿۹۴﴾ موت کے وقت مریض کے قریب جا کر مت کہو کہ مجھے پہچانتے ہو کہ نہیں

اگر مریض کا ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو اس کے ساتھ بار بار باتیں مت کرو اور اس کا آخری کلام کلمہ ہی رہنے دیں۔ ایسا نہ ہو کہ بہن آ کر کہے، مجھے پہچان رہے ہو میں کون ہوں؟ اس وقت اس سے اپنی پہچان مت کروائیں اور خاموش رہیں تاکہ اس کا پڑھا ہوا کلمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے۔ یہ چیزیں صاحب دل لوگوں کے پاس بیٹھ کر سمجھ میں آتی ہیں ورنہ اکثر رشتہ دار اس پر ظلم کرتے ہیں اور اسے اس وقت کلمہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ اللہ کرے کہ موت کے وقت کوئی صاحب دل پاس ہو جو بندے کو اس وقت کلمہ پڑھنے کی تلقین کر دے۔

(۹۵) شیطان دو سمتیں بھول گیا اس لیے ہم بچ گئے

جب شیطان نے کہا کہ اے اللہ! میں اولاد آدم پر دائیں، بائیں، آگے اور پیچھے چاروں طرف سے حملے کروں گا۔ تو فرشتے یہ سن کر بڑے حیران ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے فرشتو! اتنے متعجب کیوں ہو رہے ہو؟'' فرشتوں نے کہا، اے اللہ! اب تو ابن آدم کے لیے مشکل بن گئی ہے، وہ تو اس مردود کے ہتھکنڈوں سے نہیں بچ سکیں گے۔ پروردگار عالم نے فرمایا ''تم اتنے متعجب نہ ہو، اس نے چار سمتوں کا نام تو لیا ہے مگر اوپر اور نیچے والی دو سمتوں کو بھول گیا ہے اس لیے میرا گنہگار بندہ جب بھی نادم اور شرمندہ ہو کر میرے در پے آ جائے گا اور اپنے ہاتھ مانگنے کے لیے اٹھائے گا تو چونکہ اس کے ہاتھ اوپر کی سمت کو اٹھیں گے اور شیطان اوپر کی سمت سے اثر انداز نہیں ہو سکے گا اس لیے ابھی میرے بندے کے ہاتھ نیچے نہیں جائیں گے کہ میں اس سے پہلے اس کے گناہوں کو معاف فرما دوں گا۔

میرے دوستو! اوپر اور نیچے کی سمتیں محفوظ ہیں اس لیے پروردگار عالم سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیجیے۔ تنہائیوں میں ہاتھ اٹھا کر معافی مانگیے، سجدہ میں سر ڈال کر معافی مانگیے۔ پروردگار عالم کی رحمتوں کا مہینہ ہے، بلکہ مغفرت کا عشرہ ہے اور آپ حضرات یہاں اللہ کے در کی چوکھٹ کو پکڑ کر بیٹھے ہیں، کیا بعید ہے کہ ہم میں کسی کی ندامت، اللہ کو پسند آئے اور اس کے اخلاص کی برکت سے اللہ تعالیٰ سب کی توبہ کو قبول فرمالے۔ رب کریم! ہمیں آنے والی زندگی میں شیطان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ فرمالے اور موت کے وقت ایمان کی حفاظت عطا فرمادے۔ (آمین ثم آمین)

(۹۶) ڈاکٹر موت کے وقت نشے کا انجکشن نہ دے

جب آپ دیکھیں کہ کسی کی موت کا وقت قریب ہے تو اسے ڈاکٹروں سے بچائیں۔ اللہ ان ڈاکٹروں کو ہدایت دے کہ وہ موت کی علامات ظاہر ہونے کے بعد بھی اسے نشے کا ٹیکہ لگا دیتے ہیں۔ نشے کا ٹیکہ لگنے کی وجہ سے اس بیچارے کو کلمہ پڑھنے کی توفیق ہی نہیں ملتی اور وہ اسی طرح دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اس لیے جب پتہ چل جائے کہ اب موت کا وقت قریب ہے تو ڈاکٹر کو ڈانٹ کر کہیں کہ خبردار اسے نشے کا انجکشن مت لگانا، کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور مومن مرنے کے لیے ہر وقت تیار ہوتا ہے۔ اس سے کہہ دیں کہ جناب! آپ اپنی طرف سے اس کا علاج کر چکے ہیں، اب چونکہ موت کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں اس لیے اسے اللہ کے حضور میں پہنچنے کے لیے تیاری کرنے دیں اور اسے ہوش میں رہنے دیں تا کہ آخری وقت میں کلمہ پڑھ کر دنیا سے رخصت ہو۔

(۹۷) بیت اللہ جائیے اور یہ اشعار پڑھیے

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔۔۔ تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

اپنا دیوانہ بنایا، میں تو اس قابل نہ تھا ۔۔۔ گرد کعبے کے پھروایا، میں تو اس قابل نہ تھا

مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا ۔۔۔ جام زم زم کا پلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک میرے سینے میں تو نے ساقیا ۔۔۔ اپنے سینے سے لگایا، میں تو اس قابل نہ تھا

بھا گیا میری زبان کو ذکر الا اللہ کا ۔۔۔ یہ سبق کس نے پڑھایا، میں تو اس قابل نہ تھا

خاص اپنے در کا رکھا تو نے اے مولا مجھے ۔۔۔ یوں نہیں در در پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا ۔۔۔ پر نہیں تو نے بھلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

میں کہ تھا بے راہ تو نے دستگیری آپ کی ۔۔۔ تو ہی مجھ کو در پہ لایا، میں تو اس قابل نہ تھا

عہد جو روز ازل میں کیا تھا یاد ہے ۔۔۔ عہد وہ کس نے نبھایا، میں تو اس قابل نہ تھا

تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب ... گنبد خضراء کا سایہ، میں تو اس قابل نہ تھا
میں نے جو دیکھا سو دیکھا بارگاہِ قدس میں ... اور جو پایا سو پایا، میں تو اس قابل نہ تھا
بارگاہ سید الکونین ﷺ میں آ کر یونس ... سوچتا ہوں کیسے آیا، میں تو اس قابل نہ تھا

﴿۹۸﴾ آٹھ گھنٹہ کی ڈیوٹی آسان ہے آٹھ منٹ کی تہجد مشکل ہے

کتنی عجیب بات ہے کہ وہ دکان اور دفتر جس سے انسان کو سبب کے طور پر رزق ملتا ہے۔ وہاں روزانہ آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے۔ اے انسان جس سبب سے تجھ کو رزق ملتا ہے اس سبب پہ محنت کرنے میں روزانہ آٹھ گھنٹے لگاتا ہے اور مسبب الاسباب جہاں سے بغیر سبب کے رزق ملتا ہے اس کے سامنے دامن پھیلانے کی تجھے آٹھ منٹ کی بھی فرصت نہیں ہے۔ کیا کبھی کسی نے آٹھ منٹ تہجد کے وقت اللہ کے سامنے دامن پھیلایا؟ وہاں تو سبب کے بغیر ڈائریکٹ مل رہا ہوتا ہے۔ ارے! واسطے کے ذریعے لینے پر آٹھ گھنٹے اور جہاں سے بلا واسطہ ملتا ہے وہاں آٹھ منٹ بھی نہیں دیتے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم تنہائی میں اللہ رب العزت کے سامنے بیٹھیں اور اپنے سب احوال اسی کے سامنے بیان کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ بندہ ہر چیز اسی سے مانگے اور ہر وقت اسی سے مانگے اور نعمتیں ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

﴿۹۹﴾ آپ کے دل میں آ گیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا گویا آپ نے شکر ادا کر لیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ اے اللہ کَیْفَ اَشْکُرُکَ میں آپ کا شکر کیسے ادا کروں؟ کیونکہ آپ کی ایک نعمت ایسی ہے کہ میں ساری زندگی بھی عبادت میں لگا رہا ہوں تو میں صرف ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا، اور آپ کی تو بے انتہا نعمتیں ہیں۔ میں ان سب نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں؟ جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان پر وحی نازل فرمائی اور فرمایا کہ "اے موسیٰ! اگر آپ کے دل میں یہ بات ہے کہ آپ ساری زندگی شکر ادا کریں تو پھر بھی شکر ادا نہیں کر سکتے تو سن لیں کہ اَلْاٰنَ شَکَرْتَنِیْ اب تو آپ نے میرا شکر ادا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔" سبحان اللہ۔

﴿۱۰۰﴾ اللہ نے آپ کو بہت مال دیا ہے اس میں دوسروں کا بھی حق ہے

میرے دوستو! بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے انسان کو رزق کی فراوانی اس لیے بھی زیادہ دی ہوتی ہے کہ وہ رزق اس کا اپنا نہیں ہوتا بلکہ وہ طلباء، غرباء اور اللہ کے دوسرے مستحق بندوں کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لیے دیا ہوتا ہے کہ وہ ان تک یہ پہنچا دے۔ مگر جب وہ اللہ کے راستے پر خرچ نہیں کرتا اور ڈاک نہیں پہنچاتا تو اللہ تعالیٰ اس ڈاکیے کو معزول کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ کسی اور کو ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

اس لیے جب اللہ تعالیٰ ضرورت سے زیادہ رزق دے تو سمجھیں کہ اس میں صرف میرا ہی حق نہیں بلکہ:

﴿ وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ ﴾ (سورۃ معارج ۲۴-۲۵)

کے مصداق اس میں اللہ کے بندوں کا بھی حق ہے۔ یہ بھی اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شکر ہے۔ رب کریم ہمیں اپنی نعمتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرما دیں اور ہمیں محرومیوں سے محفوظ فرما دیں۔ کفار کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے سے محفوظ فرما لیں اور جس طرح پروردگار ہمارے ہاتھوں کو بھی غیر کے سامنے پھیلنے سے محفوظ فرما لے۔ (آمین ثم آمین)

﴿۱۰۱﴾ بندوں سے اللہ کی ایک شکایت

عطا ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے ایک بزرگ صالح بندے گزرے ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ "ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل

میں یہ بات القا فرمائی کہ اے عطا! ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر ان کو رزق کی تھوڑی سی تنگی پہنچے تو یہ فوراً محفل میں بیٹھ کر میرے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب کہ ان کے نامہ اعمال گناہوں سے بھرے ہوئے میرے پاس آتے ہیں مگر میں فرشتوں کی محفل میں ان کی شکایتیں بیان نہیں کرتا۔"

﴿۱۰۲﴾ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کی نصیحت عجیب انداز میں

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ایک مرتبہ کہیں کھڑی تھیں۔ ان کے قریب سے ایک نوجوان گزرا۔ اس نے اپنے سر میں پٹی باندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے پوچھا بیٹا کیا ہوا؟ اس نے کہا، اماں! میرے سر میں درد ہے، جس کی وجہ سے پٹی باندھی ہوئی ہے، پہلے تو کبھی درد نہیں ہوا۔ انہوں نے پوچھا، بیٹا آپ کی عمر کتنی ہے؟ وہ کہنے لگا، جی میری عمر تیس سال ہے۔ یہ سن کر وہ فرمانے لگیں بیٹا! تیرے سر میں تیس سال تک درد نہیں ہوا تو نے شکر کی پٹی تو کبھی نہیں باندھی، تجھے پہلی دفعہ درد ہوا ہے تو تو نے شکوے کی شکایت کی پٹی فوراً باندھ لی ہے۔ ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم سالہا سال اس کی نعمتیں اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں، ہم اس کا تو شکر ادا نہیں کرتے اور جب ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

﴿۱۰۳﴾ نعمتوں کی بقا کا آسان نسخہ

اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (سورۃ ابراہیم: آیت ۷) اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتیں ضرور بالضرور اور زیادہ عطا کریں گے۔ گویا شکر ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے نعمتیں باقی رہتی بھی ہیں اور بڑھتی بھی چلی جاتی ہیں ۔

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے   بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کا کیا کہنا   لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ مانگنے والوں کو اپنے مانگنے میں کمی کا شکوہ رہا جب کہ دینے والے کے خزانے بہت زیادہ ہیں اور مانگنے والوں کے دامن چھوٹے ہیں جو جلدی بھر جاتے ہیں۔

﴿۱۰۴﴾ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیجئے

ایک مرتبہ سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ وقت کا بادشاہ ہارون الرشید اس وقت ان کے دربار میں موجود تھا۔ ہارون الرشید کو پیاس لگی۔ اس نے اپنے خادم سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ خادم ایک گلاس میں ٹھنڈا پانی لے کر آیا۔ جب بادشاہ نے گلاس ہاتھ میں پکڑ لیا تو سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ذرا رک جائیے۔ وہ رک گئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایک بات بتائیے کہ جیسے آپ کو ابھی پیاس لگی ہے ایسے ہی آپ کو پیاس لگے اور پوری دنیا میں اس پانی کے سوا کہیں اور پانی نہ ہو تو آپ یہ بتائیں کہ آپ اس پیالے کو کتنی قیمت میں خریدنے پر تیار ہو جائیں گے؟ ہارون الرشید نے کہا، میں تو آدھی سلطنت دے دوں گا۔ پھر سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ یہ پانی پی لیں اور یہ آپ کے پیٹ میں چلا جائے، لیکن اندر جا کر آپ کا پیشاب بند ہو جائے اور پھر وہ نکل نہ پائے اور پوری دنیا میں صرف ایک ڈاکٹر یا حکیم ہو جو اسے نکال سکتا ہو تو بتائیے کہ اس کو نکالنے کی فیس کتنی دیں گے؟ سوچ کر ہارون الرشید نے کہا، بقیہ آدھی سلطنت بھی اس کو دے دوں گا۔ وہ کہنے لگے، بادشاہ سلامت! ذرا غور کرنا کہ آپ کی پوری سلطنت پانی کا ایک پیالہ پینے اور پیشاب بن کر نکلنے کے برابر ہے۔ اگر ہم اللہ رب العزت کی نعمتوں پر غور کریں تو پھر دل سے یہ آواز نکلے گی کہ ہمیں اپنے رب کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ ہم پر تو اس کی بڑی نعمتیں ہیں۔ ہم تو واقعی ان کا شکر ادا ہی نہیں کر سکتے۔

مادی اعتبار سے اللہ رب العزت کی جتنی نعمتیں آج ہیں اتنی اس سے پہلے نہیں تھیں۔ آج کا عام بندہ بھی پہلے وقت کے بادشاہوں سے کئی معاملات میں بہتر زندگی گزار رہا ہے۔ پہلے وقت کے بادشاہوں کے گھر میں گھی کے چراغ جلتے تھے جب کہ آج کے غریب آدمی کے گھر میں بھی بجلی کا قمقمہ جلتا ہے۔ ایسی روشنی پہلے وقت کے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں تھی۔ بادشاہوں کے خادم ان کو ہاتھ سے پنکھا کیا کرتے تھے جب کہ آج کے غریب آدمی کے گھر میں بھی بجلی کا پنکھا موجود ہے۔ جو ٹھنڈا پانی آج ایک آدمی کو حاصل ہے وہ پہلے وقت کے بادشاہوں کو بھی حاصل نہیں تھا۔ اس پر قیاس کرتے جایئے کہ پہلے وقت کے بادشاہ اگر سفر کرتے تو ان کو گھوڑوں پر سفر کرنا پڑتا تھا اور انہیں ایک ایک مہینہ سفر میں لگ جاتا تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی سے بمبئی چلیں تو یہ ایک مہینہ کا سفر بنے گا۔ لیکن آج کا ایک عام انسان اگر ریل گاڑی پر بیٹھ کر بمبئی جانا چاہے تو یہ ایک دن سوار ہو گا اور دوسرے دن سورج ڈوبنے سے پہلے بمبئی پہنچ چکا ہو گا۔ پہلے وقت کے بادشاہوں کو صرف موسم کے پھل ملتے تھے جب کہ آج ایک عام غریب آدمی کو بھی بے موسم کے پھل نصیب ہیں۔ پہلے علاقائی پھل ملا کرتے تھے جب کہ آج آدمی کو دوسرے ملکوں کے پھل بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ مزے سے کھا رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے یہ نعمتیں عام کر دی۔

گویا مادی اعتبار سے نعمتوں کی جتنی بارش آج ہے اتنی پہلی کبھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی جتنی ناشکری آج ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ جس کی زبان سے سنو، اس کی زبان پر ناشکری ہے ہر بندہ کہے گا کہ کاروبار اچھا نہیں، گھر میں مشکلات ہیں اور صحت خراب ہے۔ ہزاروں میں سے ایک بندہ ہو گا جس سے بات کریں تو وہ اللہ کا شکر کرے گا آخر وجہ کیا ہے؟ کھانے پینے کی بہتات کا یہ عالم ہے کہ آج فقیر اور بھکاری بھی روٹی نہیں مانگتا بلکہ سگریٹ پینے کے لیے دو روپے مانگتا ہے۔ اس لیے کہ اسے نشہ کرنا ہے اور مزید بات یہ ہے کہ وہی بھکاری موبائل فون اٹھائے پھرتا ہوا ملے گا۔ ناگپاڑہ پر ایک فقیر کو دو روپے دیئے اس نے جیب میں سے 5 روپے نکال کر مجھے دیئے کہ بچوں کو چائے پلا دینا، اب 2 روپے زمانہ نہیں ہے۔

﴿۱۰۵﴾ ایک اہم نصیحت

کچھ چیزیں وزن میں اتنی ہلکی ہوتی ہیں وہ پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہیں مثلاً کاغذ، لکڑی اور گھاس پھوس وغیرہ۔ لیکن کچھ چٹانیں ہوتی ہیں جو پانی کے ساتھ بہتی نہیں ہیں بلکہ وہ پانی کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ ہم مومن ہیں اس لیے ہم گھاس پھوس اور تنکے نہ بنیں بلکہ ہم چٹان بن جائیں اور بہتے ہوئے پانی کا رخ پھیر دیں۔

﴿۱۰۶﴾ درخت نے سری سقطی کو نصیحت کی

ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جا رہے تھے، دوپہر کا وقت تھا۔ انہیں نیند آئی۔ وہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس درخت میں سے آواز آ رہی تھی جس کے نیچے وہ لیٹے ہوئے تھے۔ جی ہاں، جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسے واقعات رونما کر دیتے ہیں۔ درخت ان سے کہہ رہا تھا، يَا سِرِّيْ! كُنْ مِثْلِيْ ، اے سری تو میرے جیسا ہو جا۔ وہ آواز سن کر بڑے حیران ہوئے۔ جب پتہ چلا کہ یہ آواز درخت سے آ رہی ہے تو آپ نے اس درخت سے پوچھا: كَيْفَ اَكُوْنُ مِثْلَكَ اے درخت میں تیرے جیسا کیسے بن سکتا ہوں؟ درخت نے جواب دیا: اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَنِيْ بِالْاَحْجَارِ فَاَرْمِيْهِمْ بِالْاَثْمَارِ اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف اپنے پھل لوٹاتا ہوں۔ اس لیے تو بھی میرے جیسا بن جا۔ وہ اس کی بات سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوئے۔ مگر اللہ والوں کو فراست ملی ہوتی ہے لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا؟ انہوں نے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو

فَکَیْفَ مَصِیْرُکَ اِلَی النَّارِ ؟ یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟ اس پر درخت نے جواب دیا اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت بڑی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ایک خامی بھی بہت بڑی ہے۔ اس خامی نے میری اتنی بڑی خوبی پر پانی پھیر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو میری خامی اتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کی غذا بنا دیا ہے۔ میری خامی یہ ہے کہ فَاَمَلْتُ بِالْهَوَا هٰكَذَا هٰكَذَا جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ہی ڈول جاتا ہوں، یعنی میرے اندر استقامت نہیں ہے۔

﴿۱۰۷﴾ تکبر کی سزا دنیا میں جلدی ملتی ہے اللہ حفاظت فرمائے

ایک بڑا زمیندار آدمی تھا۔ انگریزوں کی حکومت نے اسے اتنی زمینیں دیں کہ ریل گاڑی چلتی تو اگلا اسٹیشن اس کی زمین سے آتا تھا، پھر ریل گاڑی چلتی تو دوسرا اسٹیشن بھی اس کی زمین ہی میں آتا تھا، پھر ریل گاڑی چلتی تو تیسرا اسٹیشن بھی اس کی زمین سے آتا تھا۔ گویا ریل گاڑی کے تین اسٹیشن اس کی زمینوں میں آتے تھے۔ وہ اربوں پتی آدمی تھا۔ اس کا عالیشان گھر تھا۔ خوبصورت بیوی تھی اور ایک ہی بیٹا تھا۔ اس کی زندگی ٹھاٹ کی گزر رہی تھی۔ وہ ایک مرتبہ اپنے دوستوں کے ساتھ شہر کے ایک چوک میں کھڑا آئس کریم کھا رہا تھا۔ اسی دوران اس کے دوستوں نے کہا کہ آج کل کاروبار اچھا نہیں ہے، کچھ پریشانی ہے اور ہم مصروف رہتے ہیں یہ سن کر اس کے اندر "میں" آئی اور وہ کہنے لگا، یار! تم بھی کیا ہو، ہر وقت پریشان پھرتے ہو کہ آئے گا کہاں سے؟ لیکن میں تو پریشان پھرتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں پہ۔ میری تو اکیس نسلوں کو بھی کمانے کی پرواہ نہیں ہے۔ جب اس نے تکبر کی یہ بات کی تو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند آئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ چھ مہینوں کے اندر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

﴿۱۰۸﴾ زمانہ جاہلیت میں عورت کا کیا مقام تھا؟

ازدواجی زندگی کے عنوان پر بات کرتے ہوئے اس پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہوگا کہ اسلام سے پہلے دنیا کی مختلف تہذیبوں اور مختلف معاشروں میں عورت کو کیا مقام حاصل تھا؟ تاریخ عالم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اسلام سے پہلے دنیا کے مختلف ممالک میں عورت اپنے بنیادی حقوق سے بالکل محروم تھی:

① فرانس میں عورت کے بارے میں یہ تصور تھا کہ یہ آدھا انسان ہے اس لیے معاشرے کی تمام خرابیوں کا ذریعہ بنتی ہے۔

② چین میں عورت کے بارے میں یہ تصور تھا کہ اس میں شیطانی روح ہوتی ہے لہٰذا یہ برائیوں کی طرف انسان کو دعوت دیتی ہے۔

③ جاپان میں عورت کے بارے میں یہ تصور تھا کہ یہ ناپاک پیدا کی گئی ہے، اس لیے عبادت گاہوں سے اس کو دور رکھا جاتا تھا۔

④ ہندوازم میں جس عورت کا خاوند مر جاتا تھا اس کو معاشرے میں زندہ رہنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے خاوند کی نعش کے ساتھ زندہ جل کر اپنے آپ کو ختم کر لے، اگر وہ اس طرح نہ کرتی تو اس کو معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔

⑤ عیسائی دنیا میں عورت کو معرفت الٰہی کے راستے میں رکاوٹ سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں کو تعلیم دی جاتی تھی کہ کنواری رہ کر زندگی گزاریں۔ جبکہ مرد راہب بن کر رہنا اعزاز سمجھتے تھے۔

⑥ جزیرۂ عرب میں بیٹی کا پیدا ہونا عار سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا ماں باپ خود اپنے ہاتھوں سے بیٹی کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ عورت کے حقوق اس قدر پامال کیے جا چکے تھے کہ اگر کوئی آدمی مر جاتا تو جس طرح وراثت کی چیزیں اس کی اولاد میں تقسیم ہوتی تھیں اسی طرح بیوی بھی اس کی اولاد کے نکاح میں آجاتی تھی۔

☆ اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تو مکہ مکرمہ سے باہر ایک کالی کوٹھڑی میں اس عورت کو دو سال کے لیے رکھا جاتا تھا طہارت کے لیے پانی اور دوسری ضروریات زندگی بھی پوری نہ دی جاتی تھی۔ اگر دو سال یہ جتن کاٹ کر بھی عورت زندہ رہتی تو اس کا منہ کالا کر کے مکہ مکرمہ میں پھرایا جاتا۔ اس کے بعد اسے گھر میں رہنے کی اجازت دی جاتی تھی۔

اب سوچئے تو سہی کہ خاوند تو مرا اپنی قضاء سے، بھلا اس میں بیوی کا کیا قصور؟ مگر یہ مظلومہ اتنی بے بس تھی کہ اپنے حق میں کوئی آواز ہی نہیں اٹھا سکتی تھی۔ ایسے ماحول میں جبکہ چاروں طرف عورت کے حقوق کو پامال کیا جارہا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کو اسلام کی نعمت دے کر بھیجا۔ آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور آپ ﷺ نے آکر عورت کے مقام کو نکھارا۔ بتلایا کہ اے لوگو! اگر یہ بیٹی ہے تو تمہاری عزت ہے، اگر بہن ہے تو تمہارا ناموس ہے اگر بیوی ہے تو زندگی کی ساتھی ہے، اگر ماں ہے تو اس کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔

(۱۰۹) اچھی عورت کی کیا صفات ہونی چاہئیں؟

اہل اللہ نے لکھا کہ بیوی میں چار صفات ضروری ہونی چاہئیں:

① پہلی صفت اس کے چہرے پر حیا ہو یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہو کہ جس عورت کے چہرے پر حیا ہوگی اس کا دل بھی حیا سے لبریز ہو گا۔ مثل مشہور ہے کہ چہرہ انسان کے دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مردوں میں بھی حیا بہتر ہے مگر عورت میں بہترین ہے۔

② دوسری صفت اس کی زبان میں شیرینی ہو یعنی جو بولے تو کانوں میں رس گھولے۔ یہ نہ ہو کہ ہر وقت خاوند کو جلی کٹی سناتی رہے یا بچوں کو بات بات پر جھڑکتی رہے۔

③ تیسری صفت یہ کہ اس کے دل میں نیکی ہو۔

④ چوتھی صفت یہ کہ اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف رہیں۔

یہ خوبیاں جس عورت میں ہوں یقیناً وہ بہترین بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار سکتی ہے۔

(۱۱۰) بے دین عورت کی زبان وہ تلوار ہے جو کبھی زنگ آلود نہیں ہوتی

بدزبان بیوی اپنے شوہر کو قبر تک پہنچانے کے لیے گھوڑے کی ڈاک کا کام کرتی ہے، جس کی بیوی بدزبان ہو اس کو ساری زندگی سکون نہیں مل سکتا۔ عورت کو کہا گیا ہے کہ وہ اپنی زبان کے اندر نرمی اور مٹھاس پیدا کرے اور اچھے انداز سے بات کرے۔ ویسے یہ پکی بات ہے کہ میٹھی سے میٹھی عورت کیوں نہ ہو پھر بھی اس کے اندر تھوڑی بہت تلخی ضرور ہوتی ہے کیونکہ تعلق ہی ایسا ناز و انداز کا ہوتا ہے۔ تاہم عورت کی زبان میں نرمی ہونی چاہیے۔ شریعت نے کہا اپنے خاوند سے نرم انداز میں بات کرے، جہاں کسی غیر مرد سے بات کرنے کا وقت ہو تو سختی سے بات کرے تاکہ اسے دوسری بات پوچھنے کی جرأت نہ ہو۔ آج کل کی فیشن ایبل عورتوں کا معاملہ برعکس ہے۔ خاوند سے بات کرنی ہو تو ساری دنیا کی کڑواہٹ سمٹ آتی ہے اور کسی غیر سے بات کرنی ہو تو ساری دنیا کی شیرینی سمٹ آتی ہے۔ بہر حال یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جن رشتوں کو تلوار نہیں کاٹ سکتی اس کو زبان کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ عورت کی زبان وہ تلوار ہے جو کبھی زنگ آلود نہیں ہوتی۔ بعض عورتیں تو اتنی بدزبان ہوتی ہیں کہ اگر عورتیں نہ ہوتیں تو ناقابل برداشت ہوتیں۔ کئی عورتیں تو بدزبانی اور بدگمانی ہی کی وجہ سے گھر برباد کر لیتی ہیں۔ شرع شریف نے حکم دیا کہ محرم مرد سے بات کرو تو نرمی سے، غیر محرم سے بات کرنی پڑ جائے تو سختی سے کرو، دانایان فرنگ میں سے کسی کا قول ہے کہ اگر عورت سارے دن میں ایک مرتبہ اپنے خاوند سے نرمی سے بات کرے، جس نرمی

سے وہ پڑوسی مرد سے بات کرتی ہے تو گھر آباد رہے۔ اس طرح اگر مرد پورے دن میں ایک مرتبہ بیوی کو اس محبت کی نگاہ سے دیکھے جس نظر سے وہ پڑوسی عورت کو دیکھتا ہے تو بھی گھر آباد رہے۔

نوٹ: غیر محرم عورت کو دیکھنا یا غیر محرم مرد کو دیکھنا شرعاً ناجائز ہے۔

﴿۱۱۱﴾ سلف صالحین کا معمول اپنی کنواری بیٹیوں کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی ایک پوری سورۃ جسے ''سورۃ النساء'' کہتے ہیں اس میں مرد اور عورت کی ازدواجی زندگی کے احکام بتلائے ہیں۔ سلف صالحین کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو نکاح سے پہلے سورۃ النساء اور سورۃ النور ترجمہ کے ساتھ پڑھادیا کرتے تھے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ جن کے ہاں بیٹی ہو وہ اس کو اگر پورا قرآن پاک ترجمہ کے ساتھ نہیں پڑھا سکتے تو کم از کم سورۃ النساء اور سورۃ النور کو ترجمہ کے ساتھ پڑھادیا کریں تاکہ لڑکی اچھی ازدواجی زندگی گزار سکے۔ بعض سلف صالحین کا تو عجیب معمول تھا کہ جب بچی پڑھ لکھ جاتی ابھی شادی کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا (اس وقت پرنٹنگ پریس نہیں ہوتے تھے) تو یہ بیٹی کے ذمہ لگادیتے کہ بیٹی اپنے لیے ایک قرآن پاک لکھ لو، تو یہ بچہ روزانہ باوضو ہو کر خوش نویسی سے قرآن پاک لکھتی تھی اور جب قرآن پاک مکمل ہو جاتا تو سنہری جلد باندھ کر باپ اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا کرتا تھا۔ یہ پہلے وقتوں کا جہیز ہوا کرتا تھا گویا اس کے خاوند کو پیغام مل رہا ہوتا تھا کہ میری بیوی نے گھر میں جو زندگی گزاری ہے اس کا فارغ وقت اس قرآن پاک کو لکھنے میں گزرا ہے۔

﴿۱۱۲﴾ مکان تو ہاتھوں سے بن جایا کرتے ہیں مگر گھر ہمیشہ دلوں سے بنا کرتے ہیں

کہنے والے نے کہا ہے کہ مکان تو ہاتھوں سے بن جایا کرتے ہیں مگر گھر ہمیشہ دلوں سے بنا کرتے ہیں۔ اینٹیں جڑتی ہیں مکان بن جاتے ہیں مگر جب دل جڑتے ہیں تو گھر آباد ہو جایا کرتے ہیں۔ میرے دوستو! ہم ان باتوں کو توجہ کے ساتھ سنیں اور اچھی ازدواجی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔ ہم دیار غیر میں بیٹھے ہیں ہماری چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہونے والے جھگڑے جب مقامی انتظامیہ کو پہنچتے ہیں تو وہ اسلام پر ہنستے ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر انگلیاں اٹھاتے ہیں، کتنی بدبختی ہے۔ اگر ہم نے اپنی کم ظرفی کی وجہ سے کسی کو اسلام پر انگلی اٹھانے کا موقع دیا، چھوٹی چھوٹی باتیں اپنے گھر میں سمیٹ لیا کریں۔ ایسا جھگڑا نہ بنائیں جو کمیونٹی میں ٹاک آف دی ٹاؤن بنا کرے، ہم اپنی ذات کے خول سے باہر نکلیں۔ ہم مسلمانوں کی بدنامی کے بجائے مسلمانوں کی نیک نامی کا ذریعہ بنیں۔ آج ایسی سوچ رکھنے والے اتنے تھوڑے ہیں چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت ہے ؎

ایک ہجوم اولادِ آدم کا جدھر بھی دیکھیے ڈھونڈیے تو ہر طرف اللہ کے بندوں کا کال

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب میاں بیوی قریب ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اگر اسی حالت میں خاوند فوت ہو جائے تو بھی بیوی ساری زندگی خاوند کو یاد کر کے روتی رہے گی کہ جی اتنا اچھا تھا، میرے لیے تو بہت ہی اچھا تھا۔ اگر بیوی فوت ہو جائے تو بھی خاوند ساری زندگی یاد کر کے روتا رہے گا کہ بیوی اتنی اچھی تھی، میرا کتنا خیال رکھتی تھی۔ ہم بندے کی قدر اس کے قریب رہتے ہوئے کر لیا کریں۔ کئی مرتبہ یہ دیکھا گیا ہے کہ میاں بیوی جھگڑے میں ایک دوسرے کو طلاق دے دیتے ہیں، جب ہوش آتا ہے تو خاوند اپنی جگہ پاگل بنا پھرتا ہے اور بیوی اپنی جگہ پاگل بنی پھرتی ہے۔ پھر ہمارے پاس آتے ہیں کہ مولوی صاحب کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ ہم پھر سے میاں بیوی بن کر رہ سکیں۔ ایسی صورت حال ہرگز نہیں آنے دینی چاہیے۔ عفو و درگزر اور افہام و تفہیم سے کام لینا چاہیے بلکہ ایک روٹھے تو دوسرے کو منا لینا چاہیے۔ کسی شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے ؎

اتنے اچھے موسم میں روٹھنا نہیں اچھا
ہار جیت کی باتیں کل پہ ہم اٹھا رکھیں
آج دوستی کر لیں

اسی مضمون کو ایک دوسرے شاعر نے نئے رنگ سے باندھا ہے:

زندگی یونہی بہت کم ہے محبت کے لیے روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے

﴿۱۱۳﴾ ایک مردِ صالح کا عجیب قصہ...... ہمیشہ باوضو رہئے روزی میں برکت ہوگی

حضرت فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی زمین تھی۔ اس میں خود ہل چلاتے تھے۔ خود پانی دیتے تھے، خود کاٹتے، خود بیج نکالتے، پھر وہ گندم گھر آتی تھی۔ پھر رات کو عشاء کے بعد میاں بیوی اسے پیسا کرتے اور اس آٹے سے بنی ہوئی روٹی خانقاہ میں مریدوں کو کھلائی جاتی تھی۔ آپ اندازہ کیجئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ سب کچھ خود کرتے تھے۔ حضرت کی عادت تھی کہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، گھر والوں کی بھی یہی عادت تھی۔ ایک دن حضرت نے کھانا پکوایا اور خانقاہ میں لے آئے۔ اللہ اللہ سیکھنے والے سالکین آئے ہوئے تھے وہ کھانا حضرت نے ان کے سامنے رکھا۔ جب وہ کھانے لگے، آپ نے انہیں کہا "فقیرو (حضرت قریشی مریدوں کو فقیر کہتے تھے) تمہارے سامنے جو روٹی پڑی ہے اس کے لیے ہل چلایا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر بیج ڈالا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر اس کو پانی دیا تو وضو کے ساتھ، پھر اس کو کاٹا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر گندم بھوسے سے الگ کیا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر گندم کو پیسا گیا تو وضو کے ساتھ، پھر آپ کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا تو وضو کے ساتھ۔ کاش کہ تم وضو کے ساتھ اسے کھا لیتے۔" حدیث شریف میں ہے ہمیشہ باوضو رہئے روزی میں برکت ہوگی۔

(لمبی حدیث ہے دیکھئے بکھرے موتی: جلد ۳ صفحہ ۸۹)

﴿۱۱۴﴾ نعمت کی موجودگی میں نعمت کی قدر کرنا سیکھئے

بخاری و مسلم شریف میں مندرجہ ذیل حدیث ہے کہ:

بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ان میں ایک آدمی برص کا مریض تھا اس کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا کہ بھائی! کیا آپ کو کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا، میں کون سی پریشانی آپ کو بتاؤں؟ ایک تو میں برص کا مریض ہوں جس کی وجہ سے لوگ میری شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور دوسرا رزق کی بڑی تنگی ہے۔ اس آدمی نے کہا، اچھا اللہ تعالیٰ آپ کی بیماری بھی دور کردے اور آپ کو رزق میں برکت بھی عطا فرمادے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری بھی دور کر دی اور اللہ تعالیٰ نے اسے ایک اونٹنی عطا فرمائی۔ اس اونٹنی کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں اونٹوں اور اونٹنیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا جس کی وجہ سے وہ بڑا امیر آدمی بن گیا اور رہائش کے لیے محلات بنا لیے۔

دوسرا آدمی گنجا تھا، وہ آدمی اس گنجے کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا، جناب میرے سر پر تو بال ہی نہیں ہیں، جس کے پاس بیٹھوں وہی مذاق کرتا ہے۔ جو کاروبار کرتا ہوں ٹھیک نہیں چلتا۔ اس نے کہا اچھا، اللہ تعالیٰ تجھے سر پر خوبصورت بال بھی عطا فرمائے اور تجھے اللہ تعالیٰ رزق بھی دے دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک گائے عطا کی، اس گائے کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں گائیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا۔ وہ بھی عالی شان محل میں بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گزارنے لگ گیا۔

تیسرا آدمی اندھا تھا، وہ آدمی اس اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا، بھائی آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں؟ اس نے کہا، جی میں تو در بدر کی ٹھوکریں کھاتا ہوں، لوگوں کے گھروں سے جا کر مانگتا ہوں، ہاتھ پھیلاتا ہوں، میری بھی کوئی زندگی ہے، ٹکڑے مانگ کر

کھاتا پھرتا ہوں، میں نہ اپنی ماں کو دیکھ سکتا ہوں اور نہ باپ کو اس کے علاوہ رزق کی تنگی بھی ہے۔ اس آدمی نے اس کی بینائی کے لیے رزق کی فراخی کے لیے دعا کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بینائی بھی دے دی اور اس کو ایک بکری دی۔ اس بکری کا ریوڑ اتنا بڑھا کہ وہ ہزاروں بکریوں کا مالک بن گیا۔ اس طرح وہ بھی عالی شان محل میں عزت کی زندگی گزارنے لگ گیا۔ کئی سالوں کے بعد وہ تینوں اپنے وقت کے سیٹھ کہلانے لگے۔ کافی عرصہ گزرنے کے بعد وہی آدمی پہلے آدمی کے پاس آیا اور اس نے اس سے کہا، میں ایک محتاج ہوں، اللہ کے نام پر مانگنے کے لیے آیا ہوں، اسی اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا، آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، آج اتنا کچھ آپ کے پاس ہے، آپ اس میں سے اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی کچھ دے دیں۔ جب اس نے سنا کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو اس کا پارہ چڑھ گیا اور کہنے لگا، ذلیل قسم کے لوگ مانگنے کے لیے آ جاتے ہیں، خبردار! آئندہ ایسی بات نہ کرنا، میں امیر، میرا باپ امیر اور میرا پردادا امیر تھا۔ ہم تو جدی پشتی امیر ہیں، تم کون ہو بات کرنے والے کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا، چلو جاؤ یہاں سے ورنہ میں جوتے لگواؤں گا۔ چنانچہ اس نے کہا، اچھا میاں! ناراض نہ ہونا، تم جیسے تھے اللہ تمہیں ویسا ہی کر دے۔ جب یہ کہہ کر چلا گیا تو اس کے جانوروں میں ایک بیماری پڑ گئی اور اس کے سب اونٹ وغیرہ مر گئے اور برص کی بیماری بھی دوبارہ لگ گئی، گویا وہ جس پوزیشن میں تھا اسی پوزیشن میں دوبارہ لوٹ آیا۔

اس کے بعد وہ شخص دوسرے آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں محتاج ہوں، میں اسی اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں جس نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، آج اتنا کچھ ہے، جب اس نے یہ بات کی تو وہ بڑا غصے میں آ گیا اور کہنے لگا، تم تو مفت خورے ہو، ہم نے کما کر اتنا کچھ بنایا ہے، میں نے فلاں سودا کیا تو اتنی بچت ہوئی اور فلاں سودا کیا تو اتنے کمائے، لوگ مجھے بڑا بزنس مائنڈیڈ کہتے ہیں۔ میری تو یہ خون پسینے کی کمائی ہے ایسے ہی درختوں سے توڑ کر نہیں لائے اور نہ یہ چوری کا مال ہے۔ اب چلا جا یہاں سے ورنہ تھپڑ لگاؤں گا۔ جب اس امیر آدمی نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی تو اس نے کہا، بھائی! ناراض نہ ہونا تم جیسے پہلے تھے اللہ تمہیں دوبارہ ویسا ہی کر دے۔ چنانچہ اس کے سر کے بال بھی غائب ہو گئے اور اللہ رب العزت نے اس کی گائیوں میں ایک ایسی بیماری پیدا کر دی جس سے سب گائیں مر گئیں، اسی طرح وہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی بن گیا۔

اس کے بعد وہ شخص تیسرے آدمی کے پاس گیا اور اس سے کہا، بھائی میں اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں محتاج ہوں، آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا، اب اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی دے دو۔ جب اس نے یہ بات سنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ کہنے لگا، بھائی! تم نے بالکل سچ کہا ہے، میں تو اندھا تھا، لوگوں کے لیے صرف رات کو اندھیرا ہوتا ہے اور میرے لیے تو دن میں بھی اندھیرا ہوا کرتا تھا، میں تو در در کی ٹھوکریں کھاتا تھا، لوگوں سے مانگ مانگ کر زندگی گزارتا تھا، میری بھی کوئی حالت تھی؟ کوئی خدا کا بندہ آیا، اس نے مجھے دعا دی، اللہ نے مجھے بینائی دے دی اور اتنا رزق بھی دے دیا۔ آج آپ اس اللہ کے نام پر مانگنے کے لیے آئے ہیں تو میاں! ان دو پہاڑوں کے درمیان ہزاروں بکریاں پھر رہی ہیں، جتنی چاہو تم اللہ کے نام پر لے جاؤ۔ جب اس امیر آدمی نے یہ بات کی تو مخاطب کہنے لگا، مبارک ہو، میں تو اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے تین بندوں کی طرف آزمائش بنا کر بھیجا تھا، وہ تو اپنی بنیاد کو بھول گئے ہیں مگر تم نے اپنی بنیاد کو یاد رکھا ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں اور زیادہ برکت عطا فرمائے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ وہ آدمی بنی اسرائیل کا سب سے بڑا امیر کبیر آدمی تھا۔ ثابت ہوا کہ بندہ اگر اپنی اوقات اور بنیاد کو یاد رکھے تو اللہ تعالیٰ برکت دے دیتے ہیں۔ الفاظ بندے کے ہیں، حدیث کا مضمون بخاری و مسلم میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

﴿۱۱۵﴾ کل بن دیکھے سودا تھا اس لیے سستا تھا قصہ غور سے پڑھیے

ہارون الرشید کے زمانے میں بہلول رحمۃ اللہ علیہ نامی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ مجذوب اور صاحب حال تھے۔ ہارون الرشید ان کا

بڑا احترام کرتا تھا۔ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون بھی ایک نیک اور پارسا عورت تھی۔ اس نے اپنے محل میں ایک ہزار ایسی خادمائیں رکھی ہوئی تھیں جو قرآن کی حافظہ اور قاریہ تھیں۔ ان سب کی ڈیوٹیاں مختلف شفٹوں میں لگی ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس کے محل سے چوبیس گھنٹے ان بچیوں کے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی ہوتی تھی۔ اس کا محل قرآن کا گلشن محسوس ہوتا تھا۔

ایک دن ہارون الرشید اپنی بیوی کے ساتھ دریا کے کنارے ٹہل رہا تھا کہ ایک جگہ بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا، السلام علیکم۔ بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں کہا، وعلیکم السلام۔ ہارون الرشید نے کہا، بہلول! کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ریت کے گھر بنا رہا ہوں۔ پوچھا، کس کے لیے بنا رہے ہو؟ بہلول نے جواب دیا کہ جو آدمی اس کو خریدے گا میں اس کے لیے دعا کروں گا کہ اللہ رب العزت اس کے بدلے اس کو جنت میں گھر عطا فرما دے۔ بادشاہ نے پوچھا، بہلول اس گھر کی قیمت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک دینار۔ ہارون الرشید نے سمجھا کہ یہ ایک دیوانے کی بڑ ہے لہٰذا وہ آگے چلا گیا۔

اس کے پیچھے زبیدہ خاتون آئیں۔ اس نے بہلول کو سلام کیا، پھر پوچھا بہلول رحمۃ اللہ علیہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ریت کے گھر بنا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا، کس لیے گھر بنا رہے ہو؟ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو آدمی اس گھر کو خریدے گا میں اس کے لیے دعا کروں گا کہ یا اللہ! اس کے بدلے اس کو جنت میں گھر عطا فرما دے۔ اس نے پوچھا، بہلول اس گھر کی قیمت کیا ہے؟ بہلول نے کہا ایک دینار۔ زبیدہ خاتون نے ایک دینار نکال کر اس کو دے دیا اور کہا کہ میرے لیے دعا کر دینا۔ وہ دعا کروا کر چلی گئی۔

رات کو جب ہارون الرشید سویا تو اس نے خواب میں جنت کے مناظر دیکھے، آبشاریں، مرغزاریں اور پھل پھول وغیرہ دیکھنے کے علاوہ بڑے اونچے اونچے خوبصورت محلات بھی دیکھے۔ ایک سرخ یاقوت کے بنے ہوئے محل پر اس نے زبیدہ کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ ہارون الرشید نے سوچا کہ میں دیکھوں تو سہی کیونکہ یہ میری بیوی کا گھر ہے۔ وہ محل میں داخل ہونے کے لیے جیسے ہی دروازے پر پہنچا تو ایک دربان نے اسے روک لیا۔ ہارون الرشید کہنے لگا، اس پر تو میری بیوی کا نام لکھا ہوا ہے، اس لیے مجھے اندر جانا ہے۔ اس نے کہا نہیں، یہاں کا دستور الگ ہے، جس کا نام ہوتا ہے اسی کو اندر جانے کی اجازت ہوتی ہے، کسی اور کو اجازت نہیں ہوتی، لہٰذا آپ کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ جب دربان نے ہارون الرشید کو پیچھے ہٹایا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے بیدار ہونے پر فوراً خیال آیا کہ مجھے تو لگتا ہے کہ بہلول کی دعا زبیدہ کے حق میں اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو گئی۔ پھر اسے اپنے آپ پر افسوس ہوا کہ میں بھی اپنے لیے ایک گھر خرید لیتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ وہ ساری رات اسی افسوس میں کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح ہوئی تو اس نے دل میں سوچا کہ آج پھر میں ضرور دریا کے کنارے جاؤں گا۔ اگر آج مجھے بہلول ملے تو میں بھی ایک مکان ضرور خریدوں گا۔

چنانچہ وہ شام کو پھر بیوی کو لے کر چل پڑا۔ وہ بہلول کو تلاش کرتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک جگہ بہلول بیٹھا اسی طرح کا مکان بنا رہا تھا۔ اس نے کہا السلام علیکم! بہلول نے جواب میں وعلیکم السلام کہا۔ ہارون الرشید نے پوچھا، کیا کر رہے ہو؟ بہلول نے کہا، میں گھر بنا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کس لیے؟ بہلول نے کہا، جو آدمی یہ گھر خریدے گا میں اس کے لیے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جنت میں گھر عطا کر دے۔ ہارون الرشید نے پوچھا، بہلول اس کی قیمت کیا ہے؟ بہلول نے کہا، اس کی قیمت پوری دنیا کی بادشاہی ہے۔ ہارون الرشید نے کہا، اتنی قیمت تو میں دے نہیں سکتا، کل تو ایک دینار کے بدلے دے رہے تھے اور آج پوری دنیا کی بادشاہی مانگتے ہو۔ بہلول نے کہا، بادشاہ سلامت! کل بن دیکھے معاملہ تھا اور آج دیکھا ہوا معاملہ ہے۔ کل بن دیکھے سودا تھا اس لیے سستا مل رہا تھا اور آج چونکہ دیکھ کے آئے ہو اس لیے اب اس کی قیمت زیادہ دینی پڑے گی۔

ہماری مثال ایسی ہی ہے کہ آج ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بن دیکھے مانا تھا اس لیے جنت بڑی سستی ہے۔ لیکن

جب موت کے وقت آخرت کی نشانیاں دیکھ لیں گے تو اس کے بعد پھر اس کی قیمت ادا نہیں کر سکیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ ۝ ﴾ (سورۃ المعارج: ۱۱۔۱۴)

ترجمہ: ”روزِ محشر مجرم یہ تمنا کرے گا کہ کاش میں اپنی سزا کے بدلے میں اپنا بیٹا دے دیتا، بیوی دے دیتا، اپنا بھائی دے دیتا، وہ خاندان والے دے دیتا، جو اسے ٹھکانہ دیتے حتیٰ کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب دے دیتا اور میں جہنم سے بچ جاتا۔ فرمایا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔“

﴿۱۱۶﴾ غموں سے نجات کا قرآنی اور نبوی نسخہ

﴿ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ ﴾ (پارہ ۱۷، سورۃ انبیاء: ۸۷)

ترجمہ: ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔“

﴿۱۱۱۷﴾ فضیلت

① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا کہ اچانک ایک اعرابی آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا، بہت وقت گزر گیا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہولیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے قریب پہنچ گئے، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ جاؤں تو میں نے زور زور سے زمین پر پاؤں مار کر چلنا شروع کیا، میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابواسحٰق؟ میں نے کہا، جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دعا کا ذکر کیا پھر وہ اعرابی آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشغول کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں ہاں وہ دعا حضرت ذوالنون علیہ السلام کی ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی ” لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ “ سنو جو بھی مسلمان کسی معاملہ میں جب بھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ ضرور اسے قبول فرماتا ہے۔

② ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔

③ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔

④ ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خدا کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرمالے اور جو مانگا جائے وہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعا میں ہے۔

⑤ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دعا، حضرت یونس علیہ السلام کے لیے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لیے عام جو بھی یہ دعا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اسے غم سے چھڑالیا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔

⑥ ابن ابی حاتم میں ہے کہ کثیر بن سعید فرماتے ہیں میں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ابو سعید! خدا کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ

نے جواب دیا کہ برادرزادے کیا تم نے قرآن کریم میں خدا کا یہ فرمان نہیں پڑھا پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا، بھتیجے! یہی خدا کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: جلد ۳ صفحہ ۳۹۵، ۳۹۶)

⑦ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مسلمان نے اپنی بیماری کی حالت میں چالیس مرتبہ مذکورہ بالا آیت کریمہ پڑھ لی تو اگر اس بیماری میں وفات پا گیا تو چالیس شہیدوں کا اجر پائے گا اور اگر تندرست ہو گیا تو اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (حصن حصین: صفحہ ۲۴۱)

﴿۱۱۸﴾ والدین کا حق ادا کرنے کی دعا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ النُّوْرُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ مذکورہ بالا دعاء پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے، اس نے والدین کا حق ادا کر دیا اور تین مرتبہ قل ہو اللہ، تین مرتبہ الحمد للہ شریف اور تین مرتبہ درود شریف بھی شامل کرلیں تو والدین کا فرمانبردار نہ ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفل صدقہ کرے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اس کا ثواب والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (کنز)

نوٹ: اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے لیے استغفار کرے۔ اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرمانبرداروں میں شمار ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرمانبردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے، ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا ان کے لیے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہوتا ہے۔ (درمنثور)

﴿۱۱۹﴾ حکمت بھرا کلام

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

① اے بیٹے! تم حفاظت کرو نماز میں اپنے دل کی۔ ② لوگوں کی محفل میں اپنی زبان کی۔
③ دوسروں کے گھروں میں اپنی نگاہوں کی۔ ④ دسترخوان پر اپنے معدہ کی۔

﴿۱۲۰﴾ اور دو چیزوں کو فراموش کر دیا کرو

① تمہارے ساتھ اوروں کا برا رویہ۔ ② تمہارا اوروں کے ساتھ حسن سلوک۔

﴿۱۲۱﴾ اور دو چیزوں کو ہمیشہ یاد رکھو

① اللہ کی یاد۔ ② موت کی تیاری۔

﴿۱۲۲﴾ ارشادِ ربانی

① میں نے اپنی رضا کو مخالفتِ نفس میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے موافقتِ نفس میں تلاش کرتے ہیں۔ ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
② میں نے آرام کو جنت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے دنیا میں تلاش کرتے ہیں۔ ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
③ میں نے علم و حکمت کو بھوک میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے سیری میں تلاش کرتے ہیں ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
④ میں نے تونگری کو قناعت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے مال میں تلاش کرتے ہیں۔ ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟
⑤ میں نے عزت کو اپنی طاعت میں رکھ دیا ہے۔ لوگ اسے بادشاہوں کے دروازوں پر تلاش کرتے ہیں۔ ...... بھلا وہ کیسے پائیں گے؟

﴿۱۲۳﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے

میری طرف آ کر تو دیکھ — متوجہ نہ ہوں تو کہنا
میری راہ میں چل کر تو دیکھ — راہیں نہ کھول دوں تو کہنا
میرے لیے بے قدر ہو کر تو دیکھ — قدر کی حد نہ کر دوں تو کہنا
میرے لیے ملامت سہ کر تو دیکھ — اکرام کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا
میرے لیے لٹ کر تو دیکھ — رحمت کے خزانے نہ لٹا دوں تو کہنا
میرے کوچے میں بک کر تو دیکھ — تجھے انمول نہ کر دوں تو کہنا
مجھے اپنا رب مان کر تو دیکھ — سب سے بے نیاز نہ کر دوں تو کہنا
میرے خوف سے آنسو بہا کر تو دیکھ — مغفرت کے دریا نہ بہا دوں تو کہنا
وفا کی لاج نبھا کر تو دیکھ — عطا کی حد نہ کر دوں تو کہنا
میرے نام کی تعظیم کر کے تو دیکھ — تکریم کی انتہا نہ کر دوں تو کہنا
میری راہ میں نکل کے تو دیکھ — اسرار عیاں نہ کر دوں تو کہنا
مجھے حی القیوم مان کر تو دیکھ — ابدی حیات کا امین نہ بنا دوں تو کہنا
اپنی ہستی کو فنا کر کے تو دیکھ — جامِ وفا سے سرفراز نہ کر دوں تو کہنا
بالآخر میرا ہو کر تو دیکھ — ہر کسی کو تیرا نہ بنا دوں تو کہنا

﴿۱۲۴﴾ جب بالغ ہوئے تو کیا دیکھا

دولت کی نمائش کرنے والوں کو — مفلسی کی آغوش میں دیکھا
علم کی نمائش کرنے والوں کو — جاہلوں کی مجلس سجاتے دیکھا
طاقت کی نمائش کرنے والوں کو — کمزوروں کی غلامی کرتے دیکھا

عبادت کی نمائش کرنے والوں کو ۔۔۔ دین سے منہ موڑتے دیکھا
سخاوت کی نمائش کرنے والوں کو ۔۔۔ صدقات کی روٹی پر پلتے دیکھا
لوگوں کے رحم پر پلنے والوں کو ۔۔۔ ہمیشہ مفلسی اور محتاجی میں دیکھا
دین سے دنیا کمانے والوں کو ۔۔۔ چہرے سے رونق اڑتے دیکھا
صبر و شکر کرنے والوں کو ۔۔۔ دنیا میں با وقار دیکھا
حسد و کینہ میں جلنے والوں کو ۔۔۔ روزی کی تنگدستی میں دیکھا
جھوٹ بولنے والوں کو ۔۔۔ ایمان سے دور ہوتے دیکھا
غصہ میں رہنے والوں کو ۔۔۔ عقل کی محرومی میں دیکھا
لوگوں سے امیدیں رکھنے والوں کو ۔۔۔ نا اُمید اور پریشان دیکھا
لوگوں سے سوال کرنے والوں کو ۔۔۔ بے عزتی کے عالم میں دیکھا
سچی توبہ کرنے والوں کو ! ۔۔۔ عبادت میں لذت لیتے دیکھا
گناہوں میں جینے والوں کو ۔۔۔ پریشانی کی دلدل میں دھنستے دیکھا
بندوں کے حقوق جھٹلانے والوں کو ۔۔۔ اپنے حق پر روتے دیکھا
ناجائز کمائی پر پلنے والوں کو ۔۔۔ مصیبتوں کے جال میں پھنستے دیکھا
والدین کے فرماں برداروں کو ۔۔۔ ترقی کی منزل چھوتے دیکھا
ماں باپ کے نا فرمانوں کو ۔۔۔ اولاد کے ظلم و ستم سہتے دیکھا
ظلم و ستم کرنے والوں کو ۔۔۔ مظلوم کی خوشامد کرتے دیکھا
اللہ کے حقوق ادا کرنے والوں کو ۔۔۔ اپنے ہی سائے سے ڈرتے دیکھا
بندوں کے حقوق ادا کرنے والوں کو ۔۔۔ دنیا میں شہرت پاتے دیکھا
استاد کی خدمت کرنے والوں کو ۔۔۔ خدمت گزاروں کے سائے میں دیکھا
بے ہوشی میں جینے والوں کو ۔۔۔ جب ہوش میں آئے تو کیا کیا دیکھا

﴿۱۲۵﴾ خواتین اسلام سے اسلام کے مطالبے

① اپنی زیب وزینت کی چیزوں کا مردوں پر اظہار نہ ہونے دیں۔
② اپنے زیورات کی آواز تک، غیر محرموں کے کان تک نہ جانے دیں۔
③ خوشبو، عطر وغیرہ لگا کر گھر سے باہر نہ نکلیں۔
④ مردوں سے گفتگو کرتے وقت لب ولہجہ اور آواز میں نزاکت پیدا نہ کریں۔
⑤ راہ چلتے یا غیر مرد سے باتیں کرتے وقت اپنی نظریں نیچی رکھیں۔
⑥ ایسے راستے سے نہ گزریں جہاں مردوں کی ریل پیل ہو بلکہ کنارے کنارے ہو کر گزریں۔
⑦ گھر سے باہر نکلنے کے بعد اپنی چال ڈھال میں حیا کو مقدم رکھیں۔

⑧ کسی غیر عورت کی صفت اپنے خاوند سے بیان نہ کریں۔
⑨ کسی غیر محرم کے ساتھ سفر نہ کریں خواہ سفر حج ہی کیوں نہ ہو۔
⑩ اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔

﴿۱۲۶﴾ خود کی حقیقت

اگر ساری دنیا ہماری تعریف کرے تو اس تعریف سے ہمارا کچھ بھلا نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ نہ فرما دیں کہ میں تم سے راضی ہو گیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اگر بہت سے لوگ تمہاری تعریف کریں تو تم اپنی قیمت نہ لگا لینا کیونکہ غلاموں کے قیمت لگانے سے غلاموں کی قیمت نہیں بڑھتی، غلاموں کی قیمت مالک کی رضا سے بڑھتی ہے، لہٰذا سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے ۔

ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے   وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے

یہاں ہماری خوب تعریفیں ہو رہی ہیں لیکن وہاں ہماری قیمت کیا ہوگی یہ قیامت کے دن معلوم ہوا۔ ان کا دوسرا شعر ہے ۔

حیاتِ دو روزہ کا کیا عیش و غم ہے   مسافر رہے جیسے تیسے رہے

کیونکہ عارضی حیات سے بعض وقت آدمی کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔

جسے دنیا کا عیش حاصل ہو ضروری نہیں کہ اس کے قلب میں بھی عیش ہو۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

از بروں چو گور کافر پر حلل   و اندرون قہر خدائے عز و جل

اگر کسی کافر بادشاہ کی قبر پر سنگ مرمر لگا دیا جائے اور دنیا بھر کے سلاطین اگر وہاں پھولوں کی چادریں چڑھا دیں اور بینڈ باجے بج جائیں اور فوج کی سلامی ہو لیکن قبر کے اندر جو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہو رہا ہے اس کی تلافی قبر کے اوپر سنگ مرمر نہیں کر سکتے اور اوپر کی روشنیاں اور بجلیاں اور دنیا والوں کے سلوٹ اور سلامتی کچھ مفید نہیں ہیں۔ اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کیا، چاہے ایئر کنڈیشن میں بیٹھے ہوں، بیوی بچے بھی ہوں اور خوب خزانہ ہو ہر وقت ریالوں کی گنتی ہو رہی ہو اور بینک میں بھی کافی پیسہ جمع ہو لیکن یہ ظاہر کا آرام ہے۔ یہ جسم ایک قبر ہے، جسم کے اوپر کا ٹھاٹ باٹ دل کے ٹھاٹ باٹ کے لیے ضروری نہیں ہے۔ ایئر کنڈیشن ہماری کھالوں کو تو ٹھنڈا کر سکتے ہیں مگر دل کی آگ کو نہیں بجھا سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہیں تو جسم لاکھ آرام میں ہو لیکن دل عذاب میں مبتلا رہے گا اور چین نہیں پا سکتا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار   دل بیاباں ہو گیا عالم بیاباں ہو گیا

اور ایک بزرگ کا عربی شعر ہے ۔

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ   وَلَيْسَ اللّٰهُ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

یعنی ہر شے جس سے تم جدا ہو گے اس کا بدل مل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے تم کو جدائی ہوگئی تو حق سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی ہمسر اور بدل نہیں۔

﴿۱۲۷﴾ کھانے کا مزا جدا جدا ہے اسی طرح اعمال کا مزا بھی جدا جدا ہے

میرے دوستو! جس طرح ہر کھانے کا مزا جدا جدا ہے اللہ کی قسم ہر نیک عمل کی لذت جدا جدا ہے۔ مثلاً:

آم کھائیے اس کا مزا کچھ اور ہے۔   انار کھائیے اس کا مزا کچھ اور ہے۔

پپیتا کھایئے اس کا مزا کچھ اور ہے۔ شربت پیجیے اس کا مزا کچھ الگ ہے۔
ٹھنڈا پانی پیجیے اس کا مزا کچھ الگ ہے۔ مختلف نوع کے مشروبات کہ جن کا مزا الگ الگ ہے۔
تو جس طرح کھانے پینے کی مختلف چیزوں کا مختلف اور الگ الگ مزا ہے اسی طرح دین کے مختلف شعبوں کے مختلف اعمال کا مزا بھی جدا جدا ہے:

- پرخلوص نماز پڑھنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- روزہ رکھنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- ایمان میں پختگی یقین کا مزا کچھ اور ہے۔
- ذکر اللہ کا مزا کچھ اور ہے۔
- چلہ دینے کا مزا کچھ اور ہے۔
- گشت کرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- معاملات میں جھوٹ، دھوکہ وغیرہ سے بچنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا مزا کچھ اور ہے۔
- اولاد کے مابین برابری کرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- اچھی بری تقدیر پر رضامندی کا مزا کچھ اور ہے۔
- انعامات پر شکر کا مزا کچھ اور ہے۔
- نفس میں صبر و ضبط کا مزا کچھ اور ہے۔
- فرائض و سنن کی پابندی کا مزا کچھ اور ہے۔
- مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے کا مزا کچھ اور ہے۔
- ظالم کا بدلہ عفو و درگزر سے دینے کا مزا کچھ اور ہے۔
- یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- بیوہ عورتوں کی فریاد رسی کرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- غیر محرم سے آنکھ بند کرنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- سچ بولنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- مسجد وار جماعت میں بیٹھنے کا مزا کچھ اور ہے۔
- دوسرے کی خاطر قربانی دینے کا مزا کچھ اور ہے۔
- کسی مسلمان کی حاجت کے لیے چلنے کا مزا کچھ اور ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ والے تلاوت قرآن کے دوران ایک ایک آیت پڑھنے پر مزا محسوس کرتے ہیں جیسے آئس کریم کھانے والا ہر چمچ پر مزا محسوس کرتا ہے۔
تین چلہ پیدل جماعت میں جانے کا مزا کچھ اور ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ﴾ (سورۂ انفال:۲)
ترجمہ: ”جب اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں ان کا ایمان اور زیادہ ہو جاتا ہے۔“

﴿۱۲۸﴾ ہمیں تلاوت قرآن کا لطف کیوں نہیں آتا؟

جب اللہ کا قرآن پڑھا جاتا ہے، اللہ والوں کو لطف آتا ہے ہمیں لطف کیوں نہیں آتا؟ اس لیے کہ ہم نے اندر کی مایہ پر محنت نہیں کی ہے۔ آج نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اور خیالوں میں بازار میں پھر رہے ہوتے ہیں، تلاوت کر رہے ہوتے ہیں دل و دماغ کسی اور کے خیالات میں لگا ہوا ہوتا ہے، ایسے وقت میں عبادات کی لذت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔

﴿۱۲۹﴾ عجیب عبادتیں

آج ہماری عبادات کی حالت عجیب ہے۔ ایسے مواقع آئے کہ امام کو نماز کی رکعتوں میں سہو ہوا، بعد میں مقتدیوں سے پوچھا تھی

رکعات پڑھیں، بھری مسجد میں کوئی بتانے والا نہیں کتنی رکعت پڑھیں...... سب غیر حاضر۔ اللہ اکبر۔ یہ نمازوں کی حالت ہے، یہ عبادات کی کیفیت ہے۔ کسی عارف نے کیا پیاری بات کہی، فرماتے ہیں ؎

بہ زمین چوں سجدہ کر دم ازز مین ندا بر آمد — کہ مرا خراب کردی تو بسجدہ ریائی

جب میں نے زمین پر سجدہ کیا تو زمین سے ندا آئی، اور یا کے سجدہ کرنے والے تو نے مجھے بھی خراب کردیا ؎

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا — تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

جب دل صنم خانہ بن چکا ہو بت خانہ بن چکا ہو تو پھر سجدے کی لذت نہیں آیا کرتی ؎

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی — اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

جن پہ سجدے مچلتے تھے وہ پیشانیاں کہاں گئیں۔ جو اللہ کے ڈر سے کانپتے تھے وہ دل کہاں گئے؟ آج زندگی مختلف ہوگئی ؎

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے — شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

آئے عشاق گئے وعدۂ فر دا لے کر — اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

نہ تلقین غزالی نظر آتی ہے نہ پیچ وتاب رازی نظر آتا ہے کیا وجہ ہے؟ محنت کا رخ جدا ہو گیا۔ اصلی مایہ پر محنت کرنے کی بجائے آج ہم نے نقلی مایہ پر محنت کرنا شروع کردی ہے۔ اصلی مایہ کو بھلا بیٹھے، جب ہم نے اصلی مایہ کو بھلا دیا تو ہم دنیا کے اندر ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں ؎

بہ زمین چوں سجدہ کر دم ازز مین ندا بر آمد — غیروں کی کہانی یاد رہی ہم اپنا فسانہ بھول گئے

منہ دیکھ لیا آئینے میں پر داغ نہ دیکھے سینے میں — جی ایسا لگایا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے

تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور — جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

کہاں گئے وہ نوجوان جو رات کے آخری پہر میں اٹھ کر لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ضربیں لگایا کرتے تھے۔ ان کے سینوں میں دل کانپتے تھے، جن کے معصوم ہاتھ اٹھتے تھے تو دنیا میں ایسے انقلاب آجاتے تھے جو ایٹم بموں سے بھی نہیں برپا ہوتے۔ رات کو اٹھ کر رونے کی لذت سے آج ہم نا آشنا ہیں۔ تہجد کا وقت تو قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

﴿۱۳۰﴾ مناجات

یا الٰہی روز و شب توفیق احساں دے مجھے — خوف اپنا ظاہر و باطن میں یکساں دے مجھے

حب سنت یا الٰہی عشق قرآں دے مجھے — نعمت دارین یعنی نور ایماں دے مجھے

میں نہیں کہتا کہ تو تخت سلیمانؑ دے مجھے — اپنی الفت دے مجھے بس عزم وایقاں دے مجھے

تادم آخر رہوں اسلام پر ثابت قدم — استقامت پختگی ہر لمحہ ہر آں دے مجھے

عزم دے ایسا پہاڑوں سے بھی جا ٹکراؤں میں — قوت حیدرؓ دے مجھ کو جذب سلیماںؓ دے مجھے

مشعل راہ ہدایت اسوۂ فاروقؓ ہو — عشق نبیؐ جذبہ صدیقؓ و عثماںؓ دے مجھے

راہ خدمت میں ہی مر مٹنے کی ہے بس آرزو — اے مرے اللہ تو اسباب و ساماں دے مجھے

تجھ کو پا کر اے خدا پاؤں حیات جاوداں — جو خزاں نا آشنا ہو وہ گلستاں دے مجھے

بحر ظلمت میں بنے میرے لیے جو خضر راہ — غیب سے کوئی مرد مسلماں دے مجھے

قلب دے ایسا جو تیری یاد میں پگھل جائے / خوف سے اپنے الٰہی چشم گریاں دے مجھے
کر مجھے یا رب غنائے ظاہر و باطن عطا / تندرستی اے طبیب درد مندا دے مجھے
اہل بدعت اور بدکاروں کی صحبت سے بچا / یا الٰہی الفت پرہیز گاراں دے مجھے
کام میرا زندگی بھر خدمت قرآن ہو / فہم قرآں دے خدایا نور عرفاں دے مجھے

راز و احقر کو عطا کر اے خدا اپنی رضا
استقامت تا دم آخر اے رحماں دے مجھے

اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
وہ حاضر و ناظر قادر مطلق / وارد محشر قاہر برحق
عالم کی ضیا وہ نور فلق / سب سے نرالا ہے غَنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
سب کا مالک سب کا خالق / سب کا حاکم سب کا رازق
سب سے لائق سب سے فائق / دنیا اس کے کُنْ سے بنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
ہاتھ پساریں کس کے آگے / سب غوث و قطب محتاج اس کے
لینا دینا اس کے قبضے / اس نے ہی بنائی جس کی بنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
اس کو منائیں سب من جائیں / اس سے چھٹیں سب سے چھٹ جائیں
پھر کیوں نہ اسی کو اپنائیں / سنتا ہے جو ہر دم بات اپنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ

جب حکم قضا آ جائے گا
سب ٹھاٹ پڑا رہ جائے گا

اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
وہ ہی مارے وہ ہی جلائے / وہ ہی کھلائے وہ ہی پلائے
وہ ہی جگائے وہ ہی سلائے / ہے اس سے بڑا پھر کون دھنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ / اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
کوئی بھی نہیں اس کا ہم سر / ہو پیر و ولی یا پیغمبر
سب شاہ و گدا اس کے چاکر / پھر کیوں نہ ہو اس سے حسن ظنی

اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ　　اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
جس کو چاہے عزت دے دے　　جس کو چاہے ذلت دے دے
صورت دے دے سیرت دے دے　　کوئی نہیں اس سے مُسْتَغْنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ　　اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
نوح کا بیڑا پار لگایا　　آگ کو بھی گلزار بنایا
فخر جہاں سردار بنایا　　تقدیر شکستہ اپنی بنی
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ　　اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ

اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ
اَللّٰہُ غَنِیْ اَللّٰہُ غَنِیْ

دو چار دنوں کا ڈیرا ہے　　یہ دنیا ایک بکھیڑا ہے
انسان کو طمع نے گھیرا ہے　　یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
یہ زندگی آنی جانی ہے　　یہ دنیا دار فانی ہے
بے کار کی آنا کانی ہے　　یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
اس دنیا میں جو آئے گا　　کچھ روز ٹھہر کے جائے گا
یہ جھگڑا کام نہ آئے گا　　یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
قارون گیا دولت نہ گئی　　دارا بھی گیا حشمت نہ گئی
انسان کی مگر خصلت نہ گئی　　یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
زر زور زمیں، زن زیور سب　　ہیں باعث قتل و جنگ و غضب
دنیا کے ہر ایک جھگڑے کا سبب　　یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
جب روح جدا ہوگئی تن سے　　واپس نہیں آسکتی دھن سے
پھر کیوں یہ تپیا ہے من سے　　یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
دولت کا شوق ہے حرص آگیں　　مہر نیک نہیں تو بد بھی نہیں
اتنا نہ مگر بڑھ جائے کہیں　　یہ تیرا ہے وہ میرا ہے
عدم سے بشر آئے گا ایک دن　　زمانہ کہے گا اے نیک دن
لڑکپن کے دن ہوں گے شاہی کے دن　　محبت کے دن بے گناہی کے دن

خوشی ان دنوں نور برسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

پھر آئے گا مدہوش کرنے شباب　　رہے گا خیال شراب و کباب
کبھی جوش مستی کبھی نوش خراب　　نہ فکر ثواب و نہ خوف عذاب

گھٹاؤں پہ پندار کی چھائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزرجائے گی

سپاہی جواں مرد کہلائے گا — لڑائی میں زخم گراں کھائے گا
غش آئے گا سیروں لہو جائے گا — کراہے گا تڑپے گا چلائے گا
فضا بوند پانی کو ترسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

بشر ہوگا عالم میں ذی احتشام — بڑھے گی لیاقت سے شہرت تمام
رہے گی نہ شہرت بھی اس کی مدام — کہ شہرت کو بھی یاں نہیں ہے قیام
یہ شہرت نیا رنگ چمکائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

زمانہ کرے گا جواں کو ادھیڑ — توانائی کا ہوگا پژمردہ پیڑ
لگائے گا اسپ جوانی کو ایڑ — نقاہت کرے گی قواؤں سے چھیڑ
طبیعت اس آفت سے گھبرائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

بڑھاپے سے ہوگا بڑا انقلاب — نہ ہوگی دلیری نہ ہو گا شباب
ضعیفی کرے گی کل اعضا خراب — یہاں تک کہ جینا بھی ہو گا عذاب
اجل چیل سی سر پہ منڈ لائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

مرض موت کا جب اٹھائے گا سر — دوا کر کے ہاریں گے کل چارہ گر
بگڑ جائے گا کھیل سب سربسر — بن آئے گی بیمار کی جان پر
بڑی سختیاں نزع دکھلائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

(۱۳۱) صحت کا فارمولہ

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے

اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی — تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی — تو پی لے سونف یا ادرک کا پانی
بنے گر خون کم، بلغم زیادہ — تو کھا گاجر، چنے، شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا — اگر ضعف جگر ہے کھا پپیتا

جگر میں ہو اگر گرمی وہی کھا — اگر آنتوں میں خشکی ہو تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے — تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے
زیادہ گر دماغی ہے ترا کام — تو کھا لے شہد کے ہمراہ بادام
اگر ہو قلب پر گرمی کا احساس — مربا آملہ کھا اور اناس
جو دکھتا ہو گلا نزلے کے مارے — تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر ہے درد سے دانتوں کے بیکل — تو انگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل
جو بدہضمی میں چاہے تو افاقہ
تو دو ایک وقت کا کر لے تو فاقہ

﴿۱۳۲﴾ حمد باری تعالیٰ

تیری ذات پاک ہے اے خدا — تیری شان جل جلالہٗ
نہیں کوئی تجھ سا بھی دوسرا — تیری شان جل جلالہٗ
تو خدا غریب و امیر کا — تو سہارا شاہ و فقیر کا
تو ہے ساری دنیا کا آسرا — تیری شان جل جلالہٗ
جسے چاہے تو وہ جلیل ہو — جسے چاہے تو وہ ذلیل ہو
کرے کون تجھ سے مقابلہ — تیری شان جل جلالہٗ
کرے کون ظاہر جو بیاں — تو سبھوں کی بھرتا ہے جھولیاں
ہے مجھے بھی تیرا ہی آسرا — تیری شان جل جلالہٗ
جسے چاہے زندہ اٹھائے تو — جسے چاہے مردہ اٹھائے تو
تیرے ہاتھ میں ہے فنا بقا
تیری شان جل جلالہٗ

﴿۱۳۳﴾ مناجات

اے خالق ارض سما — اے مالک روز جزا
تو ابتداء تو انتہا — کوئی نہیں تیرے سوا
سب کا تو ہی حاجت روا — مشکل میں تو مشکل کشا
کرتے ہیں تجھ سے التجا — سن لے ہماری بھی دعا
جو راہ سیدھی ہو دکھا — رستے صحیح ہم کو چلا
کر علم کی دولت عطا — عزت عطاء شہرت عطا
رکھ ہر برائی سے پرے — جب ہے بھلائی میں بھلا

لے کام بھی ہم سے وہی جس میں ہو بس تیری رضا
کر سرخ رو دنیا میں بھی عقبیٰ کے بھی قابل بنا
ہر اک کا بیڑا پار کر
سب کو ٹھکانے سے لگا

﴿۱۳۴﴾ ہر قسم کی بیماری، مصیبت، تجارتی قرض، دشمنوں سے حفاظت کا نسخہ

ہر قسم کی بیماری، مصیبت، تجارتی، قرض، دشمنوں سے بچاؤ اور حفاظت میں اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے یہ دعا پڑھی جائے تو کبھی کبھی تو شام تک نتیجہ سامنے آ جاتا ہے اور کبھی اللہ کے چاہنے سے تھوڑا انتظار کرنا پڑ سکتا ہے لیکن تاثیر الحمدللہ اپنے وقت پر اثر دکھا کر رہتی ہے۔
دعا کے وقت صرف عربی متن ہی پڑھیں۔ ترجمہ اس لیے لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھ سکے کہ کیا کچھ پڑھ رہا ہے۔

﴿۱۳۵﴾ سولہ (16) آیاتِ حفاظت

﴿أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ○﴾
﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○﴾

① ﴿وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ○﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۵۵)
ترجمہ: ”اور ان سب کی حفاظت کرنے میں بھی تھکتا نہیں، وہ بہت عالی شان اور عظیم الشان ہے۔“

② ﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ○﴾ (سورۂ یوسف: ۶۴)
ترجمہ: ”بہتر حفاظت کرنے والا تو بس اللہ ہی ہے اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔“

③ ﴿وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ○﴾ (سورۂ صٰفٰت: ۷)
ترجمہ: ”اور آسمان کو ہم نے ہر مردود شیطان کے شر سے محفوظ کر دیا۔“

④ ﴿وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○﴾ (سورۂ حٰم السجدہ: ۱۲)
ترجمہ: ”اور مکمل حفاظت ہے۔ یہ اندازہ باندھا ہوا ہے غالب علم والے کا۔“

⑤ ﴿وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ○﴾ (سورۂ حجر: ۱۷)
ترجمہ: ”اور آسمان کی حفاظت کے لیے ہم نے ہر شیطان مردود پر انگاروں کا پتھراؤ جاری کر دیا۔“

⑥ ﴿اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ○﴾ (سورۂ طارق: ۴)
ترجمہ: ”ایسی کوئی بھی جان نہیں ہے کہ اس پر محافظ مقرر نہ ہو۔“

⑦ ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ○﴾ (سورۂ بروج: ۲۱-۲۲)
ترجمہ: ”بلکہ یہ تو وہ قرآن ہے جو بڑی شان والا ہے جیسا لوح محفوظ میں تھا ویسا ہی یہاں آیا ہے۔“

⑧ ﴿وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ (سورۂ انعام: ۶۱)
ترجمہ: ”اور اللہ تم پر حفاظت کرنے والے پہریدار بھیجتا ہے۔“

⑨ ﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ○﴾ (سورۂ ہود: ۵۷)

ترجمہ: "بے شک میرا رب ہر چیز پر خود ہی نگہبان اور حفاظت فرمانے والا ہے۔"

⑩ ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۝﴾ (سورۂ رعد:۱۱)

ترجمہ: "اللہ نے ہر شخص کے آگے پیچھے لگے ہوئے چوکیدار مقرر کر دیے ہیں جو اللہ کے حکم سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں۔"

⑪ ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (سورۂ حجر:۹)

ترجمہ: "بے شک اس نصیحت نامہ کو ہم نے نازل فرمایا ہے اور یقیناً ہم اس کی حفاظت کریں گے۔"

⑫ ﴿وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝﴾ (سورۂ انبیاء:۸۲)

ترجمہ: "اور ان سب کے لیے حفاظت کرنے والے ہم تھے۔"

⑬ ﴿وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝﴾ (سورۂ سبا:۲۱)

ترجمہ: "اور آپ کا رب ہر چیز کا نگران ہے۔"

⑭ ﴿اَللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝﴾ (سورۂ شوریٰ:۶)

ترجمہ: "ان کی حفاظت صرف اللہ کرتا ہے ان کی نگرانی کرنا آپ کی ذمہ داری نہیں۔"

⑮ ﴿وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝﴾ (سورۂ ق:۴)

ترجمہ: "ہمارے پاس حفاظت کا دستور لکھا ہوا موجود ہے۔"

⑯ ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝﴾ (سورۂ انفطار:۱۰)

ترجمہ: "اور بے شک تم پر حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں۔"

﴿۱۳۶﴾ مرض سے شفایابی کی دعا

ایسا مرض جس سے طبیب بھی عاجز آ چکے ہوں تو اس کے لیے بڑی آسان ترکیب ہے اول و آخر 17.17 مرتبہ آیۃ الکرسی (کل 85 مرتبہ) پانی پر دم کر کے مریض یا مریضہ کو پلائیں۔ ان شاء اللہ بحکم ربی جلد یا دیر افاقہ ہوگا۔

﴿۱۳۷﴾ گھر والوں میں اتفاق پیدا کرنے کا نسخہ

اگر آپس میں گھر والوں میں نا اتفاقی ہو تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سات مرتبہ پڑھ کر کھانے پر دم کر کے سب کھالیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی۔

﴿۱۳۸﴾ ممکن نہیں

① جیسی صحبت میں بیٹھے ویسا نہ بنے۔
② ہر کام میں جلدی کرے اور نقصان نہ اٹھائے۔
③ ہمت اور استقلال کو شعار بنائے اور مراد کو نہ پہنچے۔
④ عورتوں کی صحبت میں بیٹھے اور رسوا نہ ہو۔
⑤ دوسروں کے جھگڑوں میں پڑتا پھرے اور آفت میں نہ پھنسے۔
⑥ دنیا سے دل لگائے اور پشیمان نہ ہو۔
⑦ زیادہ باتیں کرے اور کوفت نہ اٹھائے۔

(۱۳۹) بھروسہ نہیں

① ابر کے سایہ کا۔
② غیر عورت کی محبت کا۔
③ خوشامدی کی تعریف کا۔
④ غرض مند کی دوستی کا۔
⑤ جواری کی مالداری کا۔
⑥ کھانے پینے کے یاروں کا۔
⑦ تندرستی اور زندگی کا

(۱۴۰) مت کھا

① زیادہ۔
② ہر کسی کے سامنے۔
③ بازار میں کھڑے ہو کر۔
④ بغیر خوب بھوک کے۔
⑤ بات بات پر قسم۔
⑥ بخیل کے یہاں دعوت۔
⑦ حرام مال۔

(۱۴۱) آتی ہے

① محبت ودیانت اور کفایت شعاری سے دولت۔
② بے ادبی کرنے سے بدنصیبی۔
③ فضول خرچی سے مفلسی۔
④ بڑوں کی صحبت میں بیٹھنے سے عقل۔
⑤ غیبت کرنے اور سننے سے بیماری۔
⑥ مصیبت وتکلیف میں صبر کرنے اور شکوہ نہ کرنے سے راحت۔
⑦ یتیم، بیوہ اور وقف کا مال ناحق کھانے سے بربادی۔

(۱۴۲) شکست کھالے

① علم وہنر کے اظہار میں استاد سے۔
② زبان چلانے میں عورت سے۔
③ اونچی آواز سے بولنے میں گدھے سے۔
④ بحث کرنے میں جاہل سے۔
⑤ کھانے پینے میں ساتھی سے۔
⑥ مال خرچ کرنے میں شیخی خورے سے۔
⑦ لڑائی میں بیوی سے۔

(۱۴۳) قبول کرلے

① بھائی کا عذر چاہے دل نہ مانے۔
② نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو۔
③ دوست کا ہدیہ چاہے حقیر ہو۔
④ اپنی غلطی چاہے ذلت ہو۔
⑤ غریب کی دعوت چاہے تکلیف ہو۔
⑥ ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو۔
⑦ بیوی کی محبت چاہے بدصورت ہو۔

(۱۴۴) نیکی اور شرافت

① اہل وعیال والے مفلس کی خفیہ مدد کرنا۔
② مخفی قرض اور حق کو ادا کردینا۔
③ برائی پانے کے باوجود رشتہ داروں کے ساتھ احسان وسلوک کرتے رہنا۔

④ جہاں کوئی نہ کہہ سکے اور ضرورت ہو وہاں حق بات کہہ دینا۔ ⑤ کمزور اور مظلوم کی حمایت کرنا۔
⑥ قابو پا کر معاف کر دینا۔

(۱۴۵) شکایت مت کر

① اپنی قسمت کی اور زمانہ کی۔ ② اپنے ذاتی مکان کی تنگی کی۔
③ اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی۔ ④ کبھی بھول کر بھی ماں، باپ اور استاد کی۔
⑤ غیر کے سامنے اپنے دوست کی۔ ⑥ بیوی کے سامنے اس کے میکے والوں کی۔
⑦ رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی۔

(۱۴۶) منتظر رہے

① زیادہ کھانے والا بیماری کا۔ ② اوباش یاروں والا بربادی کا۔
③ چغل خوری کرنے والا ذلت وخواری کا۔ ④ خسر وساس سے برابر برتاؤ کرنے والا اپنے داماد کا۔
⑤ ماں باپ کا نافرمان اپنی اولاد کی نافرمانی اور مفلسی کا۔ ⑥ ظلم کرنے والا اپنی ہلاکت کا۔
⑦ پڑوسی کو تکلیف پہنچانے والا خدا کے قہر وعذاب کا۔

(۱۴۷) بہتر ہے

① بدکار اور برے آدمی کی صحبت سے سانپ کی صحبت۔ ② جھگڑا مول لینے سے غم کھانا۔
③ بے غیرتی کی زندگی سے عزت کی موت۔ ④ بے موقع بولنے کی عادت سے گونگا ہو جانا۔
⑤ چھچھورے آدمی کی مدد اور ہدیہ سے فاقہ۔ ⑥ حرام مال کی مالداری سے مفلسی۔
⑦ خوف وذلت کے حلوے سے آزادی کی خشک روٹی۔

(۱۴۸) دور بھاگ

① تہمت کی جگہ سے۔ ② جھگڑے اور مقدمہ بازی سے۔ ③ سودھیانہ کے پڑوس سے۔
④ غیبت کے کرنے اور سننے سے۔ ⑤ فحش ناولوں اور رسالوں سے۔ ⑥ نشہ بازوں سے۔
⑦ بری صحبت سے۔

(۱۴۹) آزمایا جاتا ہے

① بہادر مقابلے کے وقت۔ ② مستقل مزاج مصیبت کے وقت۔
③ امانت دار مفلسی کے وقت۔ ④ عورت کی محبت کو فاقہ کے وقت۔
⑤ دوست ضرورت کے وقت۔ ⑥ شریف معاملہ ٹوٹنے کے وقت۔
⑦ بردبار غصہ کے وقت۔

﴿۱۵۰﴾ ظاہر مت کر

① کسی کا عیب۔ ② دل کا بھید۔ ③ سفر کرنے کی سمت۔ ④ اپنی تجارت کا فائدہ اور نقصان۔
⑤ امانت کی بات۔ ⑥ پوری طاقت۔ ⑦ زیادہ ضرورت۔

﴿۱۵۱﴾ آٹھ آدمیوں پر تعجب ہے!

① تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو اور پھر بھی ہنسے۔
② تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ یہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔
③ تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔
④ تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔
⑤ تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔
⑥ تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر بھی کسی اور کا ذکر کرے۔
⑦ تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر بھی کسی چیز میں راحت پائے۔
⑧ تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اسی کی اطاعت کرے۔

﴿۱۵۲﴾ کھانے کی کچھ سنتیں

① دستر خوان بچھانا۔ ② دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔
③ کلی کرنا ضروری نہیں لیکن اگر کوئی منہ کی صفائی کے لیے کرنا چاہے تو منع نہیں ہے البتہ حالت جنابت میں کلی کے بغیر کھانا مکروہ ہے۔
④ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا۔ ⑤ داہنے ہاتھ سے کھانا۔
⑥ کھانے کی مجلس میں جو شخص سب سے زیادہ بزرگ اور بڑا ہو اس سے کھانا شروع کرانا۔
⑦ کھانا ایک قسم کا ہو تو اپنے سامنے سے کھانا۔ ⑧ اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھانا۔
⑨ ٹیک لگا کر نہ کھانا۔ ⑩ کھانے میں کوئی عیب نہ نکالنا۔
⑪ جوتا اتار کر کھانا۔
⑫ کھانے کے وقت اکڑوں بیٹھنا کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور سرزمین پر ہو۔ یا ایک گھٹنا کھڑا ہو اور دوسرے گھٹنے کو بچھا کر اس پر بیٹھے یا دونوں گھٹنے زمین پر بچھا کر قعدہ کی طرح آگے کی طرف ذرا جھک کر بیٹھے۔
⑬ کھانے کے بعد برتن پیالہ و پلیٹ کو اچھی طرح انگلی سے صاف کر لینا، کیونکہ برتن بھی اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔
(مشکوٰۃ)

⑭ کھانے کے بعد کی دعا پڑھنا:
"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ"
ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔''
⑮ پہلے دستر خوان اٹھوانا اور پھر خود اٹھنا۔ ⑯ دونوں ہاتھ دھونا۔ ⑰ کلی کرنا۔

⑱ اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یوں پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ
⑲ جب کسی کے یہاں دعوت کھائے تو میزبان کو یہ دعا پڑھے:

﴿۱۵۳﴾ اذکارِ عالیہ۔ اللہ کا ذکر ہر حال میں

جب کوئی بھی کام شروع کرے تو کہے	بِسْمِ اللّٰهِ
جب کسی کام کے کرنے کا وعدہ کرے تو کہے	اِنْ شَآءَ اللّٰهُ
جب کسی چیز میں موجود خوبی کی تعریف کرے تو کہے	سُبْحَانَ اللّٰه
جب کوئی دکھ تکلیف پیش آئے تو کہے	يَا اَللّٰهُ
جب کسی چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے تو کہے	مَاشَآءَ اللّٰهُ
جب کسی کا شکریہ ادا کرے تو کہے	جَزَاكَ اللّٰهُ
جب نیند سے بیدار ہو تو کہے	لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
جب چھینک آئے تو کہے	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
جب کسی دوسرے کو چھینکتا ہوا دیکھے تو کہے	يَرْحَمُكَ اللّٰهُ
جانے انجانے میں کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو کہے	اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ
جب کسی کو کچھ خیرات کرے تو کہے	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
جب کسی کو رخصت کرے تو کہے	فِيْ اَمَانِ اللّٰهِ
جب کوئی مصیبت یا مشکل درپیش ہو تو کہے	تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ
جب کوئی ناپسندیدہ، نازیبا کلمات سے یا کہے ہوں تو کہے	نَعُوْذُ بِاللّٰهِ
جب کوئی دل پسند بات کہے یا سنے تو کہے	فَتَبَارَكَ اللّٰهُ
جب دعا میں شریک ہو تو کہے	آمِیْن
جب کسی کی موت کی خبر ملے تو کہے	اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

﴿۱۵۴﴾ امت مسلمہ سے قرآن کی شکایت ہے کہ

① آپ نے قرآن کا حق ادا نہیں کیا، اس سے غفلت برتی۔
② آپ کے گھر سے فحش گانوں کی آواز تو آتی ہے مگر قرآن کی تلاوت کی نہیں۔
③ آپ نے اسے جزدانوں اور طاقتوں میں سجایا مگر زندگیوں میں نہیں اتارا۔
④ آپ کے پاس کیبل ٹی وی اور فلمیں دیکھنے، ریڈیو سننے، ٹیپ ریکارڈ سننے، میوزک سننے، ناول، گندے فلمی رسالوں کے پڑھنے کے لیے وقت ہے لیکن قرآن کی تلاوت پر مبنی کتابوں کے مطالعے کے لیے وقت نہیں۔

﴿۱۵۵﴾ عجیب قصہ

بادشاہ کی بیوی نے بادشاہ سے کہا تو جہنمی ہے، بادشاہ نے کہا اگر میں جہنمی ہوں تو تجھے تین طلاق، اب یہ بیوی حلال ہے یا حرام؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور فقیہ کے دور کا واقعہ ہے کہ اس وقت کا بادشاہ اپنی بیوی کے ساتھ تخلیہ میں تھا۔ اس کی بیوی کسی وجہ سے اس سے ناراض تھی، بادشاہ چاہتا کہ محبت و پیار میں وقت گزاریں اور بیوی جلی بیٹھی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ اس کی شکل ایک آنکھ بھی نہ دیکھوں۔ ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ جب بہت دیر گزر گئی تو بادشاہ نے محبت میں کچھ اور بات کر دی۔ جب بادشاہ نے بات کر دی تو بیوی نے کہا، جہنمی دفعہ ہو یہاں سے۔ جب بیوی نے اتنی بڑی بات کہہ دی تو بادشاہ کو بھی غصہ آ گیا، چنانچہ کہنے لگا، اچھا اگر میں جہنمی ہوں تو تجھے بھی تین طلاق۔ اب بادشاہ نے بات تو کہہ دی، مگر وہ دونوں پوری رات متفکر رہے کہ آیا طلاق ہوئی بھی ہے یا نہیں۔

خیر صبح اٹھے تو ان کے دماغ ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ چنانچہ فتویٰ لینے کے لیے متفکر ہو گئے۔ کسی مقامی عالم کے پاس پہنچے اور ان کو پوری صورت حال بتائی اور کہا کہ بتائیں کہ طلاق واقع بھی ہوئی یا نہیں کیونکہ مشروط تھی، انہوں نے کہا، میں اس کا فتویٰ نہیں دے سکتا کیونکہ میں نہیں جانتا کہ تم جہنمی ہو یا نہیں۔ کئی اور علماء سے بھی پوچھا گیا مگر ان سب نے کہا کہ ہم اس کا فتویٰ نہیں دے سکتے کیونکہ بات مشروط ہے۔

بادشاہ چاہتا تھا کہ اس قدر خوبصورت اور اچھی بیوی مجھ سے جدا نہ ہو۔ مگر مسئلہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اب حلال بھی ہے یا نہیں، چنانچہ بڑا مسئلہ بنا۔ بلکہ بادشاہ کا مسئلہ تو اور زیادہ پھیلتا ہے۔ بالآخر ایک فقیہ کو بلایا گیا اور ان سے عرض کیا گیا کہ آپ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں جواب تو دوں گا مگر اس کے لیے مجھے بادشاہ سے تنہائی میں کچھ پوچھنا پڑے گا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پوچھیں۔ چنانچہ انہوں نے بادشاہ سے علیحدگی میں پوچھا کہ کیا آپ کی زندگی میں کبھی کوئی ایسا موقع آیا ہے کہ آپ اس وقت گناہ کرنے پر قادر ہوں مگر آپ نے اللہ کے خوف سے وہ کبیرہ گناہ چھوڑ دیا ہو۔

بادشاہ سوچنے لگا، کچھ دیر کے بعد اس نے کہا، ہاں! ایک مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ پوچھا، وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا، ایک مرتبہ جب میں آرام کے لیے، دوپہر کے وقت اپنے کمرے میں گیا تو میں نے دیکھا کہ محل میں کام کرنے والی لڑکیوں میں سے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی میرے کمرے میں کچھ چیزیں سنوار رہی تھی۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو میں نے اس لڑکی کو کمرے میں اکیلے پایا۔ اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر میرا خیال برائی کی طرف چلا گیا، چنانچہ میں نے دروازے کی کنڈی لگا دی اور اس کی طرف آگے بڑھا۔ وہ لڑکی ایک نیک عفیفہ اور پاکدامنہ تھی۔ اس نے جیسے ہی دیکھا کہ بادشاہ نے کنڈی لگائی ہے اور میری طرف خاص نظر کے ساتھ قدم اٹھا رہا ہے تو وہ فوراً گھبرا گئی، جب میں اس کے قریب پہنچا تو وہ کہنے لگی یَا مَلِكُ اِتَّقِ اللّٰهَ اے بادشاہ! اللہ سے ڈرو۔ جب اس نے یہ الفاظ کہے تو اللہ کا نام سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اللہ کا جلال میرے اوپر غالب آ گیا۔ چنانچہ میں نے اس لڑکی سے کہا، اچھا، چلی جا۔ میں نے دروازہ کھولا اور اسے کمرے سے بھیج دیا۔ اگر میں گناہ کرنا چاہتا تو اس وقت لڑکی سے گناہ کر سکتا تھا، مجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا مگر اللہ کے جلال، عظمت اور خوف کی وجہ سے میں نے اس لڑکی کو بھیج دیا اور گناہ سے باز آیا۔

اس فقیہ نے فرمایا کہ اگر تیرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے اور تیری طلاق واقع نہیں ہوئی ہے۔

اب دوسرے علماء نے کہا، جناب! آپ کیسے فتویٰ دے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جناب! میں نے اپنی طرف سے فتویٰ نہیں دیا بلکہ یہ فتویٰ تو قرآن دے رہا ہے۔ وہ حیران ہو گئے کہ قرآن نے فتویٰ کہاں دیا۔ انہوں نے جواب میں قرآن کی آیت پڑھی:

﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ (سورۃ نزعت: ۴۰-۴۱)

ترجمہ: ''جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات میں پڑنے سے بچا لیا تو ایسے بندے کا ٹھکانہ جنت ہوگی۔''

پھر انہوں نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا، چونکہ تم نے اللہ کے خوف کی وجہ سے گناہ کو چھوڑا تھا اس لیے میں لکھ کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معیت کا یہ استحضار نصیب فرمادیں، ہمیں گناہوں کی لذت سے محفوظ فرمادیں اور بقیہ زندگی گناہوں سے پاک ہو کر گزارنے کی توفیق عطا فرمادیں۔ (آمین ثم آمین)

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے سبھی پر یکساں ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

﴿۱۵۶﴾ آسمانی کتابوں میں صرف قرآن اپنی اصلی صورت پر باقی ہے

ایک دینی عالم کو بیرون ملک میں ایسی جگہوں پر بیٹھنے کا موقع ملا جہاں عیسائیوں کا پادری بھی بیٹھا ہوتا تھا، یہودیوں کا ربائی بھی ہوتا تھا اور ہندوؤں کا پنڈت بھی ہوتا تھا، گویا مختلف مذاہب کے عالم ہوتے تھے اور ہر ایک کو اپنے اپنے مذہب کے بارے میں بات کرنی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک عیسائی نے پوچھا کہ آئندہ جب ہماری محفل ہوگی تو ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیے؟ ان عالم صاحب نے کہا کہ ہر ہر مذہب والے کے پاس جو "اللہ کا کلام" ہے اس کی تلاوت کرنی چاہیے اور پڑھ کر سمجھانا بھی چاہیے کہ اس کا خلاصہ کیا ہے۔ اس بات پر سب آمادہ ہو گئے۔

چنانچہ جب اگلی دفعہ پہنچے تو انہوں نے سب سے پہلے ان عالم سے کہا کہ آپ ہی ابتداء کریں۔ اس مولانا نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور اس کا خلاصہ بھی انہیں سمجھایا کیونکہ یہ فاتحۃ الکتاب ہے۔ مولانا کے بعد عیسائی کی باری تھی۔ اس نے بائبل پڑھنی شروع کی، جب اس نے بائبل پڑھی تو مولانا نے اس سے کہا کہ مجھے ایک بات کی وضاحت مطلوب ہے۔ وہ کہنے لگا، کیا وضاحت مطلوب ہے؟ مولانا نے کہا، آپ بائبل کس زبان میں پڑھ رہے ہیں؟ کہنے لگا، انگریزی زبان میں۔ مولانا نے کہا، آپ اللہ کا کلام پڑھیں، اللہ کا کلام انگریزی زبان میں تو نازل نہیں ہوا تھا، چونکہ یہ بات طے ہوئی تھی کہ ہر مذہب والے کے پاس جو اللہ کا کلام ہے وہ پڑھیں گے اس لیے آپ اللہ کا کلام پڑھیں۔ وہ کہنے لگا، جی وہ تو ہمارے پاس نہیں ہے، ہمارے پاس تو فقط اس کا انگلش ترجمہ ہے جو کہ انسانوں کے الفاظ ہیں۔ آگے یہودی بیٹھا تھا وہ کہنے لگا کہ پھر تو ہمارے پاس بھی اللہ کا کلام نہیں ہے۔ مولانا نے پوچھا، کیوں؟ وہ کہنے لگا کہ جس زبان میں ہماری یہ کتاب نازل ہوئی آج وہ زبان بھی دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے، اس زبان کو پڑھنے اور سمجھنے والے ہی موجود نہیں تو وہ کتاب کیسے پڑھیں؟

بالآخر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ پوری دنیا کے ادیان میں سے صرف دین اسلام والے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس اللہ رب العزت کا کلام اصل شکل میں آج تک موجود ہے۔ جب مولانا نے انہیں بتایا کہ اس کتاب کے ہمارے ہاں حافظ بھی موجود ہیں تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ مولانا نے کہا کہ آپ کی کتاب کے کسی ایک صفحہ کا کوئی حافظ ہو تو مجھے دکھائیں۔ اول تو کتاب ہی محفوظ نہیں اور جو کچھ موجود ہے اس کے ایک صفحہ کا بھی کوئی حافظ نہیں۔ یہ شرف اللہ تعالیٰ نے دین اسلام ہی کو بخشا ہے ؎

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا ٹوٹے جو ستارہ تو زمیں پہ نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

﴿۱۵۷﴾ ناجائز عشق سے دنیا وآخرت تباہ ہو جاتی ہے...... طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے

بدنگاہی کے مضرات اس قدر ہیں کہ بسا اوقات ان سے دنیا و دین دونوں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، آج کل اس مرض روحانی میں مبتلا ہونے کے اسباب بہت زیادہ پھیلتے جا رہے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس کے بعض مضرات اور ان سے بچنے کا علاج مختصر طور پر تحریر

کر دیا جائے، تا کہ اس کے مضرات سے حفاظت کی جا سکے، چنانچہ حسب ذیل امور کا اہتمام کرنے سے نظر کی حفاظت بسہولت ہو سکے گی۔

① جس وقت مستورات کا گزر ہو، اہتمام سے نگاہ نیچی رکھنا خواہ کتنا ہی نفس کا تقاضا دیکھنے کا ہو۔

جیسا کہ اس پر عارف ہندی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب نے اس طور پر تنبیہ فرمائی ہے:

کوئے بتاں میں اگر جائے تو سر جھکائے جا ۔۔۔ دین کا دیکھ ہے خطر، اٹھنے نہ پائے ہاں نظر

② اگر نگاہ، اٹھ جائے، کسی پر پڑ جائے تو فوراً نگاہ نیچی کر لینا، خواہ کتنی ہی گرانی ہو خواہ دم نکل جانے کا اندیشہ ہو۔

③ یہ سوچنا کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں لذت کا اندیشہ ہے، طاعات کا نور سلب ہو جاتا ہے، آخرت کی تباہی یقینی ہے۔

④ بدنگاہی پر کم از کم چار رکعت نفل پڑھنے کا اہتمام اور کچھ نہ کچھ حسب گنجائش خیرات اور کثرت سے استغفار کرنے کا معمول بنا لینا چاہیے۔

⑤ یہ سوچنا کہ بدنگاہی کی ظلمت سے قلب کا ستیاناس ہو جاتا ہے اور یہ ظلمت بہت دیر میں دور ہوتی ہے، حتیٰ کہ جب تک بار بار نگاہ کی حفاظت نہ کی جائے، باوجود تقاضے کے اس وقت تک قلب صاف نہیں ہوتا۔

⑥ یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے میلان، میلان سے محبت اور محبت سے عشق پیدا ہو جاتا ہے اور ناجائز عشق سے دنیا و آخرت تباہ ہو جاتی ہے۔

⑦ یہ سوچنا کہ بدنگاہی سے طاعات، ذکر، شغل سے رفتہ رفتہ رغبت کم ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ترک کی نوبت آتی ہے پھر نفرت پیدا ہونے لگتی ہے۔

﴿۱۵۸﴾ میرا دل صاف ہے، میری نظر پاک ہے یہ جملہ کہنا عام طور سے شیطان کا دھوکا ہوتا ہے

"کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ ...... الخ" یہ بہترین امت تھی جو تمام کائنات کے لیے بھلائی پھیلانے اور برائی سے روکنے کے لیے پیدا کی گئی تھی، لیکن وہی امت آج خود ہی جرائم کی عادی ہو رہی ہے۔

تو نہیں ہے اس جہاں میں منہ چھپانے کے لیے ۔۔۔ تو نمونہ بن کے آیا ہے زمانے کے لیے
تو نہیں ہے وقت غفلت میں گنوانے کے لیے ۔۔۔ تو ہے دنیا بھر کے سوتوں کو جگانے کے لیے

ارشاد فرمایا کہ بے پردگی کے مفاسد کو اہل تھانوی سے پوچھیے۔ ایک عورت نے خط لکھا کہ میری بہن بے پردہ آتی جاتی تھی، میرے شوہر کا دل اس پر آیا، مجھے بھنگن کی طرح ذلیل رکھتا ہے، کوئی تعویذ دیجئے۔ بعض لوگ دل صاف اور نظر پاک یا نظر صاف اور دل پاک کا بہانہ کرتے ہیں، ان سے پوچھتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل اور ان کی نظر کے بارے میں کیا خیال ہے، کہنے لگے، ارے صاحب کیا کہنا ہے ان کا دل تو پاک اور نظر بھی پاک تھی۔ میں نے کہا پھر حضور ﷺ نے ان کو کیوں حکم دیا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! پہلی اچانک نظر معاف ہے، مگر خبردار دوسری نظر مت ڈالنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کی نظر اور آپ لوگوں کا دل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاف اور پاک ہے۔ دیکھیے اگر بجلی کا تار ننگا ہو اور پاور ہاؤس سے اس وقت بجلی نہ آ رہی ہو تو بھی اس کو عقلمند نہیں چھوتے، اور کہتے ہیں کہ ارے بھائی پاور ہاؤس سے بجلی آنے میں دیر تھوڑا ہی لگتی ہے۔ بس یہی حال نظر کا ہے، ابھی پاک ہے مگر اسی نامحرم سے جس سے نظر ابھی پاک ہے ذرا تنہائی ہو تو ناپاک ہونے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں لگتی۔ جنہوں نے اپنے نفس پر بھروسہ کیا عمر بھر کا تقویٰ اور دین ذرا سی دیر میں غارت ہو گیا۔

﴿۱۵۹﴾ انگوٹھی پر تعویذ لکھنا جائز ہے یا نہیں

مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعض سلام عرض ہے کہ مجھے انگوٹھی کے بارے میں کچھ سوالات کرنے ہیں، برائے کرم تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔

۱ انگوٹھی پر بعض مرتبہ ذکر اللہ یا حکمت کا کلام یا نانا یا دیگر تعویذات مثلاً مقطعات قرآنیہ اور دیگر کلمات یا دعائیں وغیرہ لکھنا اور پہننا

درست ہے؟

جواب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک انگوٹھی چاندی کی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا۔ (بخاری، صفحہ ۸۷۳)
ابوالشیخ کی ایک روایت بواسطہ انس رضی اللہ عنہ ہے کہ آپ کی انگوٹھی پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کندہ تھا۔ (فتح الباری، جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۹)
اس سے معلوم ہوا کہ انگوٹھی کے نگینہ پر ذکر اللہ وغیرہ کندہ کرانا درست ہے۔ چنانچہ حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ سے بھی انگوٹھیوں پر کندہ کرانا منقول ہے۔ دیکھئے:

① حضرت حذیفہ وحضرت عبیدہ رضی اللہ عنہما کی انگوٹھیوں پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔
② حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر بِسْمِ اللّٰہِ۔
③ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر اَلْعِزَّۃُ لِلّٰہِ۔
④ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر باللّٰہ لکھا ہوا تھا۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۸)
⑤ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر نعم القادر اللّٰہ لکھا تھا۔ (طحاوی: صفحہ ۳۵۴)
⑥ حضرت عبداللہ بن عمرو قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر نعم القادر اللّٰہ کندہ تھا۔
⑦ ابن سیرین نے کہا کہ انگوٹھیوں پر حَسْبِیَ اللّٰہُ کا نقش ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ (جمع الوسائل: صفحہ ۱۸۴)
⑧ حضور ﷺ کی انگوٹھی پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تھا۔
⑨ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا۔
⑩ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر لَتَصْبِرَنَّ اَوْ لَتَنْدَمَنَّ۔
⑪ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی پر اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ۔
⑫ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر قُلِ الْخَیْرَ وَاِلَّا فَاسْکُتْ۔
⑬ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر مَنْ عَمِلَ بِرَاْیِہٖ فَقَدْ نَدِمَ۔
⑭ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر مَنْ صَبَرَ ظَفِرَ۔
⑮ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر مَنْ صَبَرَ ظَفِرَ۔
⑯ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی انگوٹھی پر از گروہ اولیاء اشرف علی۔ (اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ انگوٹھی پر اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام کندہ کرانا اور پہننا جائز ہے۔ علامہ نووی نے بھی جمہور کا قول جواز کا لکھا ہے۔ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ کراہت استنجاء وغیرہ کی صورت میں بے احتیاطی سی ہوسکتی ہے۔ ورنہ کوئی کراہت نہیں۔ (جلد ۱۰، صفحہ ۳۲۸) ویسے اس قسم کی انگوٹھیوں کو پاخانہ پیشاب سے پہلے اتار لینا چاہیے جیسا کہ حدیث پاک میں آپ ﷺ سے منقول ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض انگوٹھیوں پر جو تعویذات لکھے ہوتے ہیں جیسا کہ سوال مذکورہ میں آپ نے بتایا (مقطعات قرآنیہ یا اور دیگر کلمات یا دعائیں) تو ان کا پہننا درست ہے ان کو ممنوع قرار دینا مطلقاً درست نہیں نہ اس میں کوئی قباحت ہے، البتہ بے ادبی سے بچانا لازم ہے۔ (شمائل کبریٰ، جلد ۲ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳)

سوال پیتل اسٹیل اور لوہے کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں کہ نہیں؟

جواب مذکورہ آلات کی انگوٹھیاں پہننا ممنوع ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہے میں تم میں بت کی بو پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے پھینک دیا۔ پھر آیا اور اس کے پاس لوہے کی انگوٹھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہے میں تم پر جہنمیوں کا زیور پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے بھی پھینک دیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا چاندی کی بنواؤ، سونا نہ شامل کرنا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۵۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو کراہت محسوس کی، انہوں نے اتار دی، پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا بات ہے میں تم پر جہنمیوں کا زیور پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے بھی پھینک دیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا چاندی کی بنواؤ، سونا نہ شامل کرنا۔ (ابوداؤد: صفحہ ۵۸۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا تو کراہت محسوس کی، انہوں نے اتار دی۔ پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو اور زیادہ خبیث ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے بھی اتار دیا اور چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آپ ﷺ خاموش رہے۔ (عمدۃ القاری: جلد ۲۲، صفحہ ۳۳)

فائدہ: قاضی خاں نے لکھا ہے کہ چاندی کے علاوہ کوئی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔ اسٹیل اور لوہے کی انگوٹھی بھی مکروہ ہے۔ کہ یہ دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ (مجمع، صفحہ ۱۴۸)

بعض لوگ اسٹیل کی خوشنما انگوٹھی پہنتے ہیں۔ درست نہیں۔ چاندی کے علاوہ کی انگوٹھی مطلقاً ناجائز ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ پیتل، لوہا اور رصاص (سیسہ دھات) سب مطلقاً حرام ہے۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۷، شمائل کبریٰ: جلد ۲ صفحہ ۱۵۲،۱۵۱)

سوال عقیق، یاقوت وغیرہ پتھروں کی انگوٹھیاں بنا کر پہن سکتے ہیں۔

جواب عقیق، یاقوت وغیرہ پتھر انگوٹھی میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ حلقہ تو چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول پاک سے نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو عقیق کی انگوٹھی بنائے گا وہ ہمیشہ بھلائی پائے گا۔

(مجمع الزوائد: جلد ۵ صفحہ ۱۵۷، عن المطہر انی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خاندان جعفر سے کوئی آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا، آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، اے اللہ کے رسول آپ میرے ساتھ کسی کو بھیج دیجئے جو چپل یا جوتا اور انگوٹھی خرید دے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال کو بلایا اور فرمایا، بازار چلے جا، چپل خرید لو مگر کالا نہ ہو۔ انگوٹھی خرید لو جس کا نگینہ عقیق کا ہو۔ (مجمع، صفحہ ۱۵۸)

فائدہ: ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حفاظ نے حدیث مذکورہ کو غیر ثابت مانا ہے۔ جمع الوسائل میں ہے کہ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ زرد یاقوت کا نگینہ طاعون سے روکتا ہے۔ (صفحہ ۱۳۹) ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ سے عقیق کی انگوٹھی پہننا ثابت ہے۔ (صفحہ ۱۳۹)

شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے کہ چاندی اور عقیق کا نگینہ سنت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہنو، یہ مبارک پتھر ہے اس جیسا کوئی پتھر نہیں۔ مناسب یہ ہے کہ حلقہ تو چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا۔ (جمع الوسائل: صفحہ ۱۴۰)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک انگوٹھی یاقوت پتھر کی تھی۔ قوت قلب کے لیے جس پر لا الٰہ الا اللہ الحق المبین لکھا تھا۔ (جلد ۲۲ صفحہ ۳۴)

﴿۱۶۰﴾ پاخانہ جاتے وقت تعویذ والی انگوٹھی نکال لے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار دیتے تھے۔ (نسائی، جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، ابن حبان)

فائدہ: اگر انگوٹھی میں کچھ لکھا ہو تو بیت الخلاء سے قبل اسے اتار دے۔ آپ ﷺ کی انگوٹھی میں چونکہ کلمہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اس احترام کی وجہ سے آپ ﷺ اتار دیتے تھے۔ (حاشیہ نسائی: صفحہ ۲۸۹)

﴿۱۶۱﴾ چودہ (14) عیوب عام طور پر ماؤں بہنوں میں پائے جاتے ہیں جن سے بچنا بہت ضروری ہے

① ایک عیب یہ ہے کہ بات کا معقول جواب نہیں دیتیں جس سے پوچھنے والے کو تسلی ہو جائے بہت فضول باتیں اُدھر اُدھر کی اس میں ملا دیتی ہیں اور اصل بات پھر بھی معلوم نہیں ہوتی۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ جو شخص جو کچھ پوچھے اس کا مطلب خوب غور سے سمجھ لو پھر اس کا جواب ضرورت کے موافق دے دو۔

② ایک عیب یہ ہے کہ چاہے کسی چیز کی ضرورت ہو یا نہ ہو لیکن پسند آنے کی دیر ہے ذرا پسند آئی اور لے لی، خواہ قرض ہی ہو جائے لیکن کچھ پرواہ نہیں اور اگر قرض بھی نہ ہوا تب بھی اپنے پیسے کو اس طرح بیکار کھونا کون سی عقل کی بات ہے۔ فضول خرچی گناہ بھی ہے جہاں خرچ کرنا ہو اول خوب سوچ لو یہاں خرچ کرنے میں کوئی دین کا فائدہ یا دنیا کی ضرورت بھی ہے اگر خوب سوچنے سے ضرورت اور فائدہ معلوم ہو تو خرچ کرو نہیں تو پیسہ مت کھوؤ اور قرض تو جہاں تک ہو سکے ہرگز مت لو چاہے تھوڑی سی تکلیف بھی ہو جائے۔

③ ایک عیب یہ بھی ہے کہ جب کہیں جاتی ہیں خواہ شہر کے شہر میں سفر میں ٹالتے ٹالتے بہت دیر کر دیتی ہیں کہ وقت تنگ ہو جاتا ہے اگر سفر میں جانا ہے تو منزل پر دیر میں پہنچیں گی۔ اگر راستہ میں دیر ہوگئی تو جان و مال کا اندیشہ ہے، اگر گرمی کے دن ہوئے تو دھوپ میں خود بھی تپیں گی اور بچوں کو بھی تکلیف ہوگی، اگر برسات ہے اول تو برسنے کا ڈر، دوسرے گارے کیچڑ میں گاڑی کا چلنا مشکل اور دیر بھی دیر ہو جاتی ہے اگر سویرے سے چلیں، ہر طرح کی گنجائش رہے اور اگر بستی میں ہی جانا ہوا جب بھی رکشہ کو کھڑے پریشانی، پھر دیر میں سوار ہونے سے دیر میں لوٹنا ہوگا، اپنے کاموں میں حرج ہوگا کھانے کے انتظام میں دیر ہوگی کہیں جلدی میں کھانا بگڑ گیا کہیں میاں تقاضا کر رہے ہیں، کہیں بچے رو رہے ہیں، اگر جلدی سوار ہو جاتیں تو یہ مصیبتیں کیوں ہوتیں۔

بعض عورتوں کو آواز کے پردے کا بالکل اہتمام نہیں ہوتا حالانکہ آواز کا پردہ بھی واجب ہے جیسا صورت کا پردہ ضروری ہے لہٰذا گناہ گار ہوتی ہیں، ہر قسم کے پردے کا نہایت سخت اہتمام کرنا چاہیے۔

④ ایک عیب یہ ہے کہ آپس میں دو عورتیں جو باتیں کرتی ہیں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک کی بات ختم ہونے نہیں پاتی کہ دوسری شروع کر دیتی ہے بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دونوں ایک دم سے بولتی ہیں کہ وہ اپنی کہہ رہی ہے اور یہ اپنی ہانک رہی ہے نہ وہ اس کی سنے، نہ یہ اس کی بھلا ایسی بات کرنے ہی سے کیا فائدہ ہمیشہ یاد رکھو کہ جب ایک کی بات ختم ہو جائے، اس وقت دوسری کو بولنا چاہیے۔

⑤ ایک عیب یہ بھی ہے کہ زیور اور کبھی، روپیہ پیسہ بھی بے احتیاطی سے کبھی تکیہ کے نیچے رکھ دیا کبھی کسی طاق میں کھلا رکھ دیا، کبھی غسل خانے میں رکھ دیا۔ تالا ہوتے ہوئے سستی کے مارے اس میں حفاظت سے نہیں رکھتیں، پھر کوئی چیز جاتی رہی تو سب کا نام لگاتی پھرتی ہیں۔

⑥ ایک عیب یہ ہے کہ ان کو ایک کام کے واسطے بھیجو جا کر دوسرے کام میں لگ جاتی ہیں۔ جب دونوں سے فراغت ہو جائے تب لوٹتی ہیں، اس میں بھیجنے والے کو سخت تکلیف اور الجھن ہوتی ہے کیونکہ اس نے تو ایک کام کا حساب لگا رکھا ہے کہ یہ اتنی دیر کا ہے جب اتنی دیر گزر جاتی ہے پھر اس کو پریشانی شروع ہوتی ہے اور عقل مند یہ کہتی ہے کہ آئے تو ہیں ہی لاؤ دوسرا کام بھی لگے ہاتھ کرتے چلیں۔ ایسا مت کرو اول پہلا کام کر کے اس کی فرمائش پوری کر دو پھر اپنے طور پر اطمینان سے دوسرا کام کر لو۔

⑦ ایک عیب سستی کا ہے کہ ایک وقت کے کام کو دوسرے وقت پر اٹھا رکھتی ہیں اس سے اکثر حرج اور نقصان ہو جاتا ہے۔

⑧ ایک عیب یہ ہے کہ کوئی چیز کھو جائے تو بے تحقیق کسی پر تہمت لگا دیتی ہیں یعنی جس نے بھی کوئی چیز چرائی تھی بے دھڑک کہہ دیا کہ بس جی اسی کا کام ہے حالانکہ یہ کیا ضروری ہے کہ سارے عیب ایک ہی آدمی نے کیے ہوں۔ اسی طرح اور بری باتوں میں ذرا سے شبہ سے ایسا پکا یقین کر کے اچھا خاصا گھڑ مڑھ دیتی ہیں۔

⑨ ایک عیب یہ ہے کہ اپنی خطا یا غلطی کا کبھی اقرار نہ کریں گی جہاں تک ہو سکے بات کو بنائیں گی خواہ بن سکے یا نہ بن سکے۔

⑩ ایک عیب یہ ہے کہ کہیں سے تھوڑی چیز ان کے حصہ میں آئے یا ادنیٰ درجہ کی چیز آئے تو اس پر ناک ماریں گی، طعنہ دیں گی کہ گھر گئی ایسی چیز بھیجنے کی کیا ضرورت تھی، بھیجتے ہوئے شرم نہ آئی۔ یہ بری بات ہے کہ اس کی اتنی ہی ہمت تھی تمہارا تو اس نے کچھ نہیں بگاڑا اور خاوند کے ساتھ بھی ان کی یہی عادت ہے کہ خوش ہو کر چیز کم لیتی ہیں اس کو رد کر کے عیب نکال کر تب قبول کرتی ہیں۔

⑪ ایک عیب یہ ہے کہ ان سے کسی کام کو کہو اس میں جھک جھک کر لیں گی پھر اس کام کو کریں گی، بھلا جب وہ کام کرنا ہے پھر اس واہیات سے کیا فائدہ نکلا، ناحق دوسرے کا بھی جی برا کیا۔

⑫ ایک عیب یہ ہے کہ آنے کے وقت اور چلنے کے وقت مل کر ضرور روتی ہیں چاہے رونا نہ بھی آئے مگر اس ڈر سے روتی ہیں کہ کوئی یوں نہ کہے کہ اس کو محبت نہیں۔

⑬ ایک عیب یہ ہے کہ اکثر تکیہ میں یا ویسے ہی سوئی رکھ کر اٹھ جاتی ہیں اور کوئی بے خبری میں آ بیٹھتا ہے، اس کے سوئی چبھ جاتی ہے۔

⑭ ایک عیب یہ ہے کہ بچوں کو گرمی سردی سے نہیں بچاتیں، اس سے اکثر بچے بیمار ہو جاتے ہیں پھر تعویذ گنڈے کراتی پھرتی ہیں، علاج یا آئندہ کو احتیاط پھر بھی نہیں کرتیں۔

﴿۱۶۲﴾ وضو کا بچا ہوا پانی اپنے بچے کے چہرے پر پھیریئے اور دعا دیجئے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی، اس چھوٹے سے بندے ابو عامر کو درجہ میں قیامت کے دن اکثر لوگوں سے اوپر کر دینا۔

حضرت حسان بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری والدہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں تا کہ آپ میرے اس بیٹے کے لیے دعا کر دیں اور اسے بڑا اچھا بنا دیں۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور وضو کے بچے ہوئے پانی کو میرے چہرے پر پھیرا اور یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! اس عورت کے لیے اس کے بیٹے میں برکت عطا فرما اور اسے بڑا اور عمدہ بنا۔ (حیاۃ الصحابہ: جلد ۳ صفحہ ۳۸۳)

﴿۱۶۳﴾ شادی گھر بسانے کے لیے کی جاتی ہے گھریلو زندگی زوجین کے اتحاد سے ہی پر سکون بنتی ہے

شادی گھر بسانے کے لیے کی جاتی ہے۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے زیادہ توقعات وابستہ کرنے اور ضد پر اڑ جانے کے بجائے درگزر اور ایثار کا رویہ اپنائیں تو گھر خوشیوں کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

انسان کی بقا کے لیے قانونِ فطرت مسلسل مصروفِ عمل ہے۔ اس کی بنیاد "محبت" جیسے پاکیزہ جذبے پر رکھی گئی ہے کہ کسی بھی گھر کو برائیوں سے پاک رکھنے کے لیے محبت جیسے پرخلوص جذبے کی ضرورت ہمیشہ رہے گی۔ دین اسلام میں دلوں کو آپس میں جوڑنے اور باہمی آہنگی پیدا کرنے کے لیے شادی جیسا مقدس بندھن موجود ہے۔ شادی ایک ایسا مذہبی فریضہ ہے جس کے سبب ایک صحیح مکمل خاندان، گھر اور معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

یوں بھی زندگی ایک سفر کے مانند ہے اور میاں بیوی اس سفر کے ایسے ساتھی ہیں جس کا راستہ بھی ایک ہے اور منزل بھی ایک، اگر ان کے درمیان مکمل ذہنی ہم آہنگی اور جذبہ محبت موجود ہو تو یہ سفر نہایت آرام اور سکون سے کٹ سکتا ہے، ویسے جب دو روحیں نکاح جیسے پاک بندھن میں بندھتی ہیں تو پھر ان کی یکجائی خاندان کی اکائی کو جنم دیتی ہے، یہی اکائی آگے جا کر بہتر گھر اور صالح معاشرے کی صورت میں ڈھلتی ہے۔ گویا بہترین گھر اور صالح معاشرے کی تعمیر کے لیے خاندان کی اکائی مضبوطی اور خوبصورتی نہایت ضروری ہے۔ یوں سمجھئے پر سکون گھر اور معاشرہ پر سکون ازدواجی زندگی سے مشروط ہے۔ بظاہر تو کوئی بھی لڑکی نئے گھر کی بنیاد اس لیے نہیں رکھتی کہ اسے آباد نہ کیا جائے، گھر کا ماحول خوشگوار نہ ہو، مگر بعض اوقات حالات موافقت نہیں رکھتے۔ بہت کچھ توقعات کے خلاف ہو جاتا ہے تو زندگی کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ایسا ہونا درست نہیں، یہ طے ہے کہ مردوں کی بہ نسبت خواتین کو زیادہ قربانیاں اور خدمات پیش کرنی پڑتی ہیں لیکن عورت کی قربانی اور ایثار سے ایک خوبصورت گھر اور معاشرہ تخلیق پاتا ہے تو اس سے بڑھ کر اعزاز کیا ہوگا۔ ذیل میں گھر اور بہترین معاشرے کی تشکیل کے لیے چند باتیں درج کی گئی ہیں۔ جو عام سی ہونے کے باوجود بے حد اہم ہیں اور خوشگوار ازدواجی زندگی کی کنجی ہیں:

① دن بھر تھکا ہارا شوہر جب گھر میں داخل ہو تو اس کا استقبال ایک بھرپور مسکراہٹ اور سلام سے کریں، اس طرح وہ ساری تھکن بھول کر اپنے آپ کو ایک دم تر و تازہ محسوس کرے گا۔ کوشش کریں کہ شوہر کی آمد سے قبل گھر کی صفائی اور لباس صاف ستھرا پہن کر ہلکا پھلکا تیار ہوں اور بچوں کو بھی صاف ستھرا رکھیں۔ اس طرح گھر کے ماحول میں خوشگواری رچی بسی رہے گی۔

② ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کریں، اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو اس بات کا طعنہ کبھی نہ دیں، بلکہ ایسے مرحلے میں ان کا ساتھ دیں۔ ایسے حالات میں کفایت شعاری سے کام لیں، ناشکری نہ کریں۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ عورتوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں نے دوزخ میں سب سے زیادہ عورتوں کو دیکھا ہے۔ وجہ پوچھنے پر بتایا شوہروں کی نافرمانی اور ناشکری کی وجہ سے۔

③ اپنے غصے کو قابو میں رکھیں، کیونکہ زیادہ تر اختلافات غصہ کی وجہ سے ہوتے ہیں اگر شوہر غصہ میں ہو تو خاموش رہیں۔ کچھ وقت گزر جانے کے بعد انہیں اپنی بات نہایت ہی شیریں لہجہ میں سمجھائیں تاکہ وہ آپ کے موقف اچھی طرح سمجھ سکے، اس طرح بات بھی نہیں بڑھے گی۔ البتہ شوہر کے دل میں آپ کی اہمیت اور عزت مزید بڑھ جائے گی۔

④ آپ سسرالی رشتہ داروں کے متعلق کوئی بات اپنے میکہ میں نہ کریں۔ اپنے سسر، ساس، نند، جیٹھ اور دیور کی عزت دل سے کریں۔ انہیں اس طرح سمجھیں جیسے میکے میں والدین اور بہن بھائیوں کو سمجھتی تھی، معمولی باتوں کو دل پر نہ لیں بلکہ یہ سوچ کر خود کو ذہنی طور پر مطمئن کریں کہ جب شادی سے پہلے بھی کبھی والدین کسی بات پر ڈانٹ دیتے تھے یا بہن بھائیوں سے کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تھا تو ہم ایک دوسرے کو جلدی سے منا لیا کرتے تھے۔ میکے کی طرح اگر سسرال میں بھی یہی سوچ اور رویہ رکھیں گی تو یقیناً ذہنی طور پر مطمئن رہیں گی جس سے آپ کی طبیعت اور مزاج پر بھی بہت اثر پڑے گا۔

⑤ کوشش کیجئے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر کہیں باہر نہ نکلیں۔ کیونکہ اس طرح تعلقات میں بھی اعتماد کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔ بہتر ہے کہ ایک دوسرے کو ہر بات سے آگاہ رکھا جائے تاکہ رشتے میں مضبوطی اور اعتماد پیدا ہو۔

⑥ ماں، بہن اور بیوی کا احترام کریں، کسی ایک فریق کی بات سن کر دوسرے کو بے عزت کبھی نہ کریں، بلکہ پوری بات جان کر انصاف کریں اور ہر حال میں احتیاط کا دامن تھامے رہیں۔

⑦ بیوی کی خدمات کو سراہیں، اس کے کاموں کی تعریف کریں، ہر وقت نقص نہ نکالیں، بلکہ غلطی ہو جانے پر اسے اطمینان سے سمجھائیں کہ پیار سے تو سنگ دل کو بھی نرم کیا جا سکتا ہے۔

③ اپنے لہجے کو شیریں بنائیں، آپ کا شیریں لہجہ بیوی کے دل میں آپ کے لیے محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔
④ بیوی پر بلاوجہ تنقید نہ کریں، ہر معاملے میں خود کو اس سے بہتر تصور نہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ باتوں کی سمجھ اسے آپ سے بہتر ہو۔ اس سے ہر بات شیئر کریں، کیونکہ بیوی آپ کی شریک حیات ہی نہیں اچھی دوست بھی ہوتی ہے۔ آپ کے ہر سکھ دکھ کی ساتھی ہوتی ہے۔ اس لیے اپنی بیوی کی قدر کیجئے اور اسے ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھئے، ایک دوسرے سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کر لی جائیں تو عمر گزر جاتی ہے توقعات پوری نہیں ہوتیں۔ اس لیے زیادہ نہیں چند ایک چھوٹی چھوٹی باتوں ہی کا خیال رکھ لیا جائے تو چھوٹا سا گھر ہنستی مسکراتی جیتی جاگتی جنت کا نمونہ بن سکتا ہے۔

﴿۱۶۴﴾ خط کی ابتداء ۷۸۶ سے مت کیجئے

① خط کی ابتداء ہمیشہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے کیجئے، اختصار کرنا چاہیں تو باسمہ تعالیٰ لکھئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کام کے شروع میں بسم اللہ نہیں کی جاتی وہ ادھورا اور بے برکت رہتا ہے۔ بعض لوگ الفاظ کے بجائے ۷۸۶ لکھتے ہیں، اس سے پرہیز کیجئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے تلقین کیے ہوئے الفاظ میں ہی برکت ہے۔
② اپنا پتہ ہر خط میں ضرور لکھئے۔ یہ سوچ کر پتہ لکھنے میں ہرگز سستی نہ کیجئے کہ آپ مکتوب الیہ کو اپنا پتہ اس سے پہلے لکھ چکے ہیں یا اس کو یاد ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ کا پتہ مکتوب الیہ کے پاس محفوظ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مکتوب الیہ کا آپ کا پتہ یاد ہی ہو۔
③ اپنا پتہ دائیں جانب ذرا سا حاشیہ چھوڑ کر لکھئے۔ پتہ ہمیشہ صاف اور خوش خط لکھئے اور پتے کی صحت اور املا کی طرف سے ضرور اطمینان کر لیجئے۔
④ اپنے پتے کے نیچے یا بائیں جانب سرنوشت پر تاریخ ضرور لکھ دیا کیجئے۔
⑤ تاریخ لکھنے کے بعد مختصر القاب و آداب کے ذریعے مکتوب الیہ کو مخاطب کیجئے۔ القاب و آداب ہمیشہ مختصر اور سادہ لکھئے، جس سے خلوص و قربت محسوس ہو، ایسے القاب سے پرہیز کیجئے جن سے تصنع اور بناوٹ محسوس ہو۔ القاب و آداب کے ساتھ ہی یا القاب کے نیچے دوسری سطر میں سلام مسنون یا السلام علیکم یا سلام مسنون لکھنے کے بجائے آداب و تسلیمات وغیرہ جیسے الفاظ لکھئے۔
⑥ غیر مسلم کو خط لکھ رہے ہوں تو السلام علیکم یا سلام مسنون لکھنے کے بجائے آداب و تسلیمات وغیرہ جیسے الفاظ لکھئے۔
⑦ القاب و آداب کے بعد اپنا وہ اصل مطلب و مدعا لکھئے جس غرض سے آپ خط لکھنا چاہتے ہیں۔ مطلب اور مدعا کے بعد مکتوب الیہ سے اپنا تعلق ظاہر کرنے والے الفاظ کے ساتھ اپنا نام لکھ کر خط کو ختم کیجئے۔ مثلاً آپ کا خادم، دعا کا طالب، خیر اندیش، دعا گو، اللہ کی رضا کا طالب وغیرہ وغیرہ۔
⑧ خط نہایت صاف، سادہ اور خوش خط لکھئے کہ آسانی سے پڑھا اور سمجھا جا سکے اور مکتوب الیہ کے دل میں اس کی وقعت ہو۔
⑨ خط میں نہایت شستہ، آسان اور سلجھی ہوئی زبان استعمال کیجئے۔
⑩ خط مختصر لکھئے اور ہر بات کھول کر وضاحت سے لکھئے، محض اشاروں سے کام نہ لیجئے۔
⑪ پورے خط میں القاب و آداب سے لے کر خاتمہ تک مکتوب الیہ کے مرتبہ کا لحاظ رکھئے۔
⑫ نیا پیراگراف شروع کرتے وقت لفظ کی جگہ چھوڑ دیجئے۔
⑬ خط میں ہمیشہ سنجیدہ انداز رکھئے، غیر سنجیدہ باتوں سے پرہیز کیجئے۔
⑭ خط کبھی غصہ میں نہ لکھئے اور نہ کوئی سخت، سست بات لکھئے۔ خط ہمیشہ نرم لہجہ میں لکھئے۔

⑮ عام خط میں کوئی راز کی بات نہ لکھئے۔

⑯ جملے کے آخر میں ڈیش (۔) ضرور لگائیے۔

⑰ کسی کا مکتوب بغیر اجازت ہرگز نہ پڑھئے۔ یہ زبردست اخلاقی خیانت ہے، البتہ گھر کے بزرگوں اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ چھوٹوں کے خطوط پڑھ کر ان کی تربیت فرمائیں، اور انہیں مناسب مشورے دیں۔ لڑکیوں کے خطوط پر خصوصی نظر رکھنی چاہیے۔

⑱ رشتہ داروں اور دوستوں کو خیر وعافیت کے خطوط برابر لکھتے رہئے۔

⑲ کوئی بیمار ہو جائے، خدانخواستہ کوئی حادثہ ہو جائے یا کسی اور مصیبت میں کوئی پھنس جائے تو اس کو ہمدردی کا خط ضرور لکھئے۔

⑳ کسی کے یہاں کوئی تقریب ہو، کوئی عزیز آیا ہو، یا خوشی کا کوئی اور موقع ہو تو مبارک باد کا خط ضرور لکھئے۔

㉑ خطوط ہمیشہ نیلی یا سیاہ روشنائی سے لکھیں، پنسل یا سرخ روشنائی سے ہرگز نہ لکھئے۔

㉒ کوئی شخص ڈاک میں ڈالنے کے لیے خط دے تو نہایت ذمہ داری کے ساتھ بروقت ضرور ڈال دیا کیجئے، لاپروائی اور تاخیر ہرگز نہ کیجئے۔

㉓ غیر متعلق لوگوں کو جواب طلب باتوں کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیج دیا کیجئے۔

㉔ لکھ کر کاٹنا چاہیں تو ہلکے ہاتھ سے اس پر خط کھینچ دیا کیجئے۔

㉕ خط میں صرف اپنی دلچسپی اور اپنے ہی مطلب کی باتیں نہ لکھئے۔ بلکہ مخاطب کے جذبات واحساسات اور دلچسپیوں کا بھی خیال رکھئے۔ صرف اپنے ہی متعلقین کی خیر وعافیت نہ بتائیے بلکہ مخاطب کے متعلقین کی خیر وعافیت بھی معلوم کیجئے اور یاد رکھئے: خطوط میں بھی کسی سے زیادہ مطالبے نہ کیجئے، زیادہ مطالبے کرنے سے آدمی کی وقعت نہیں رہتی۔ آج کل موبائل اور فون کی سہولتوں کی وجہ سے خط وکتابت میں کافی کمی آئی ہے ایسا نہ کیجئے بلکہ خط وخطابت کی عادت رکھئے۔

﴿۱۶۵﴾ مجنوں کو مجنوں کیوں کہا گیا؟

انسان میں شہوانی محبت جنون کی حد تک پیدا ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اس محبت میں پاگل ہو جاتا ہے۔ عرب میں قیس نامی ایک آدمی تھا۔ اس کو کسی خاتون سے تعلق ہو گیا۔ اگر چہ وہ خاتون رات کی طرح کالی تھی اور اس کے ماں باپ نے بھی اس کا نام لیلیٰ رکھ دیا تھا لیکن قیس اس کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔ سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آپس میں صلح ہوئی۔ حدیث پاک میں بھی ان دونوں کے لیے فرمایا گیا۔ فئتین عظیمتین۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔ اگلے دن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کو قیس مل گیا۔ اس کو سلام کیا، پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیس! یہ میں نے اچھا کیا ہے ناں کہ میں نے حکومت انہی کے سپرد کر دی ہے جو اس کے زیادہ اہل تھے۔ قیس خاموش رہا۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ قیس! تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ قیس کہنے لگا، جی بات تو یہ ہے کہ حکومت لیلیٰ کو بجتی ہے۔ یہ سن کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انت مجنون (تو پاگل ہے) اس وقت سے اس کا نام مجنوں پڑ گیا۔ اس کا یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ اس کے اصل نام سے بہت لوگ ناواقف ہیں۔ مجنوں کے والد نے ایک مرتبہ اسے کہا کہ تیری وجہ سے میری بڑی بدنامی ہوتی ہے۔ چل تجھے بیت اللہ شریف لے جاتا ہوں اور وہاں جا کر اس تعلق سے توبہ کراتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے والد کے ساتھ مقام ابراہیم پر پہنچ گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس کے والد نے اس سے کہا کہ اب دعا کرو کہ اے اللہ! میں لیلیٰ کی محبت سے توبہ کرتا ہوں۔ اس نے والد کے کہنے پر ہاتھ تو اٹھا لیے مگر دعا کرتے ہوئے کہنے لگا:

اِلٰهِیْ تُبْتُ مِنْ كُلِّ الْمَعَاصِیْ وَلٰكِنْ حُبُّ لَیْلٰی لَا اَتُوْبُ

ترجمہ: ”اے اللہ! میں سب گناہوں سے توبہ کرتا ہوں لیکن لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتا ہوں۔“

ایک آدمی نے سوچا کہ لیلیٰ کا بڑا نام سنا ہے، ذرا دیکھوں تو سہی کہ وہ حور پری کون سی ہے۔ جس کی مجنوں کے ساتھ اتنی باتیں مشہور ہیں۔ اس نے دیکھا تو وہ عام لوگوں سے بھی گئی گزری تھی۔ لہٰذا اس نے دیکھتے ہی اس سے کہا: ''از دگر خوباں تو افزوں نیستی۔''
(اے خاتون! کیا بات ہے کہ تو دوسری حسین عورتوں سے بڑھی ہوئی تو نہیں ہے)۔ وہ کہنے لگی؟ گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی۔
(اے خاتون! کیا بات ہے کہ تو دوسری حسین عورتوں سے بڑھی ہوئی تو نہیں ہے)۔ وہ کہنے لگی؟ گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی۔
(اس نے کہا تو چپ ہو جا کیونکہ تو مجنوں نہیں ہے) یعنی اگر تو مجھے مجنوں کی نظر سے دیکھے گا تو ساری دنیا کی حسین عورتوں سے زیادہ میں تجھے حسین نظر آؤں گی۔ ایسی محبت کو محبت نہیں کہتے بلکہ پاگل پن کہتے ہیں۔ ایک دفعہ مجنوں کتے کو بیٹھا چوم رہا تھا، کسی نے کہا، ارے مجنوں! تو کتے کو چوم رہا ہے۔ کہنے لگا، ہاں میں اسے اس لیے چوم رہا ہوں کہ یہ اس دیار سے ہو کر آیا ہے، جہاں لیلیٰ رہتی ہے۔

(۱۶۶) شیطان کے چھ ہتھیار

شیطان مختلف طریقوں سے فتنہ میں ڈالتا ہے:

① علماء نے لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلے انسان کو طاعات سے روکتا ہے۔ یعنی انسان کے دل سے طاعات کی اہمیت نکال دیتا ہے جس کی وجہ سے بندہ کہتا ہے کہ اچھا، میں نماز پڑھ لوں گا، حالانکہ دل میں پڑھنے کی نیت نہیں ہوتی۔

② اگر انسان شیطان کے کہنے سے بھی نیکی سے نہ رکے اور وہ نیت کر لے کہ مجھے یہ نیکی کرنی ہے تو پھر وہ دوسرا ہتھیار استعمال کرتا ہے کہ وہ اس نیک کام کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ میں توبہ کر لیتا ہوں تو یہ اس کے دل میں ڈالتا ہے کہتا ہے اچھا، پھر کل سے توبہ کر لینا، کسی کے دل میں یہ بات آئی کہ میں نماز پڑھوں گا تو کہتا ہے کہ کل سے نماز شروع کر دینا۔ یوں شیطان اسے نیکی کے کام سے ٹالنے کی کوشش کرتا ہے اور یاد رکھیں کہ جو کام ٹال دیا جاتا ہے وہ کام ٹل جایا کرتا ہے۔

③ اگر کوئی بندہ شیطان کے اکسانے پر بھی نیک کام کرنے سے نہ ٹلے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کام کرنا ہے تو پھر وہ دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی کر لو۔ مثلاً کسی جگہ پر کھانا بھی کھانا ہو اور نماز بھی پڑھی ہو تو دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی کر لو۔ مثلاً کسی جگہ پر کھانا بھی کھانا ہو اور نماز بھی پڑھنی ہو تو دل میں ڈالتا ہے کہ جلدی سے نماز پڑھ لے پھر کھانا کھانا۔ نہیں بھائی نہیں یوں کہنا چاہیے کہ بھائی! جلدی جلدی کھانا کھالو، پھر تسلی سے نماز پڑھ لیں گے۔

④ اگر کوئی آدمی جلدی میں کوئی نیک کام کر لیتا ہے تو پھر وہ اس میں ریاء کرواتا ہے اور یوں وہ ریا کے ذریعے اس کے کیے ہوئے عمل کو برباد کرواتا ہے۔ وہ دل میں سوچنے لگتا ہے کہ ذرا دوسرے بھی دیکھ لیں کہ میں کیسا نیک عمل کر رہا ہوں۔

⑤ اگر اس میں کام کرتے وقت ریاء پیدا نہ ہو تو وہ اس کے دل میں عجب ڈالتا ہے اور وہ سوچتا ہے کہ میں دوسروں سے بہتر ہوں۔ مثلاً یہ کہتا ہے کہ میں تو پھر بھی نماز پڑھ لیتا ہوں لیکن فلاں تو نماز ہی نہیں پڑھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں تو آخر پڑھا لکھا ہوں، حافظ ہوں، قاری ہوں، عالم ہوں، اور میں نے اتنے حج کیے ہیں۔ جب اس طرح اس میں تکبر آ جاتا ہے تو یہی عجب اس کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

⑥ اگر اس کے دل میں عجب بھی پیدا نہ ہو تو وہ آخری حربہ یہ استعمال کرتا ہے کہ وہ اس کے دل میں شہرت کی تمنا پیدا کر دیتا ہے۔ وہ زبان سے شہرت پسندی کی باتیں نہیں کرے گا بلکہ اس کے دل میں یہ بات ہوگی کہ لوگ میری تعریفیں کریں اور جب لوگ اس کی تعریف کریں گے تو وہ خوش ہوگا۔ شیطان ان چھ ہتھکنڈوں سے انسان کے نیک اعمال برباد کر دیتا ہے۔

﴿۱۶۷﴾ پانچ چیزوں میں جلد بازی جائز ہے

① جب لڑکی جوان ہو جائے تو جتنی جلدی اس کا رشتہ مل سکے اتنا اچھا ہے، جب مل جائے تو پھر اس کی شادی میں جلدی کرنی چاہیے۔
② اگر کسی کے ذمہ قرض ہو تو اس قرض کو ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔
③ جب کوئی بندہ فوت ہو جائے تو اس مرحوم کو دفن کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔
④ جب کوئی مہمان آ جائے تو اس کی مہمان نوازی میں جلدی کرنی چاہیے۔ ہم نے وسط ایشیا کی ریاستوں میں دیکھا ہے کہ جیسے ہی مہمان گھر میں آتا ہے تو فوراً کم از کم پانی تو ضرور ہی مہمان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد مشروبات اور کھانے پیش کیے جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ پانی پلانا بھی مہمان نوازی میں شامل ہے لہٰذا جس نے مہمان کے سامنے پانی کا کٹورا بھر کر رکھ دیا اس نے گویا مہمان نوازی کر لی۔
⑤ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔

﴿۱۶۸﴾ تہجد کے لیے توفیق کی دعا

جب یہ امت راتوں کو رویا کرتی تھی تو دن کو ہنسا کرتی تھی۔

ایک نکتہ ذہن میں رکھ لیجیے کہ اگر آپ تھکے ہوئے ہیں۔ نیند غالب ہے اور اٹھ نہیں سکتے، تو کئی مرتبہ انسان کی رات میں آنکھ کھلتی ہے۔ کسی تقاضے کی وجہ سے کروٹ لیتے ہوئے آنکھ ضرور کھلتی ہے۔ جن حضرات کو تہجد کی توفیق نہیں ملتی وہ جب کروٹ لینے کے لیے بیدار ہوں تو اس ایک لمحہ میں اللہ رب العزت سے تہجد کی توفیق کی دعا ضرور مانگ لیا کریں۔ یہ ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن اس کا آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ اس لمحے کی مانگی ہوئی دعا بھی آپ کو اللہ رب العزت کا مقبول بنا دے گی۔ ہمارے مشائخ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو عورتیں فجر کی اذان سے پہلے اٹھ کر گھروں کو صاف کرتی ہیں یا چائے بنا لیتی ہیں وہ بھی اللہ کی رحمت سے فائدہ پا لیتی ہیں۔

﴿۱۶۹﴾ لفظ "جناب" کسی زمانے میں گالی ہوتی تھی

اردو زبان کے کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا ہر حرف بڑا بامعنی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک جگہ پر کچھ انگریزی خواں لوگ تھے۔ وہ دینی طلبہ کو بہت تنگ کرتے تھے۔ وہ عربی مدارس کے طلباء کو بھی قربانی کا مینڈھا کہتے، کبھی کچھ کہتے، کبھی کچھ کہتے۔ ایک دن وہ سب طلبہ مل بیٹھے اور کہنے لگے کہ انگریزی خواں لوگوں کے لیے کوئی ایسا لفظ بنائیں جس میں ان کی ساری صفات آ جائیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ان میں ہوتا کیا ہے۔ ایک نے کہا کہ ان میں بڑی جہالت ہوتی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ یہ لوگ بڑے نالائق ہوتے ہیں۔ تیسرے نے کہا کہ یہ بڑے احمق ہوتے ہیں۔ چوتھے نے کہا کہ یہ تو بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں، ہم ان چاروں الفاظ کے پہلے حرف کو لے کر ایک لفظ بناتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک لفظ بنایا "جناب" ج سے جاہل، ن سے نالائق، الف سے احمق، ب سے بیوقوف۔ اس کے بعد انہوں نے ہر انگریزی خواں کو جناب کہنا شروع کر دیا۔ یہ لفظ ایسا مشہور ہوا کہ آج کسی کو پتہ ہی نہیں کہ یہ بنا کیسے تھا۔ سب ایک دوسرے کو جناب کہتے پھرتے ہیں۔ آج عرف عام میں جناب بمعنی بارگاہ ہے جیسا کہ حضرت بمعنی بارگاہ ہے۔ جناب اور حضرت یہ دونوں الفاظ اعزازی بن گئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج کل انگریزی پڑھے لکھے بھی خوب دینداری میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ (خطبات فقیر، جلد ۹ صفحہ ۱۹)

﴿۱۷۰﴾ ایک عورت کا دل ٹوٹا، روئی، سوئی آپ ﷺ کی زیارت ہوگئی

کتابوں میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک خاتون نہایت ہی پاک دامن اور نیک تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔ وہ درود شریف بھی بہت پڑھتی تھی لیکن زیارت نہیں ہوتی تھی۔ ان کے خاوند بڑے اللہ والے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنے خاوند سے اپنی یہی تمنا ظاہر کی کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہو، لیکن کبھی یہ شرف نصیب نہیں ہوا، اس لیے آپ مجھے کوئی عمل ہی بتادیں جس کے کرنے سے میں خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل کرلوں۔ انہوں نے کہا کہ میں آپ کو عمل تو بتاؤں گا لیکن آپ کو میری بات ماننا پڑے گی۔ وہ کہنے لگی کہ آپ مجھے جو بات کہیں گے وہ مانوں گی۔ وہ کہنے لگے کہ اچھا تم بن سنور کر دلہن کی طرح تیار ہو جاؤ۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے غسل کیا، دلہن والے کپڑے پہنے، زیور پہنے اور دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی، جب وہ دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی تو وہ صاحب ان کے بھائی کے گھر چلے گئے اور جا کر اس سے کہا کہ دیکھو، میری کتنی عمر ہو چکی ہے اور اپنی بہن کو دیکھو کہ وہ کیا بن کر بیٹھی ہوئی ہے۔ جب بھائی گھر آیا، اور اس نے اپنی بہن کو دلہن کے کپڑوں میں دیکھا تو اس نے اسے ڈانٹنا شروع کیا کہ تم کو شرم نہیں آتی، کیا یہ عمر دلہن بننے کی ہے، تمہارے بال سفید ہو چکے ہیں، تمہاری کمر سیدھی نہیں ہوتی، اور بیس سال کی لڑکی بن کر بیٹھی ہوئی ہو۔ اب جب بھائی نے ڈانٹ پلائی تو اس کا دل ٹوٹا اور اس نے رونا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ روتے روتے سو گئی۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ اللہ رب العزت نے اسے اسی نیند میں اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کروادی۔ وہ زیارت کرنے کے بعد بڑی خوش ہوئی، لیکن خاوند سے پوچھنے لگی کہ آپ نے وہ عمل بتایا ہی نہیں جو آپ نے کہا تھا اور مجھے زیارت تو ویسے ہی ہوگئی ہے۔ وہ کہنے لگا، اللہ کی بندی! یہی عمل تھا، کیونکہ میں نے تیری زندگی پر غور کیا، مجھے تیرے اندر ہر نیکی نظر آئی، تیری زندگی شریعت وسنت کے مطابق نظر آئی، البتہ میں نے یہ محسوس کیا کہ میں چونکہ آپ سے پیار محبت کی زندگی گزارتا ہوں اس لیے آپ کا دل کبھی نہیں ٹوٹا، اس وجہ سے میں نے سوچا کہ جب آپ کا دل ٹوٹے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اترے گی اور آپ کی تمنا کو پورا کر دیا جائے گا۔ اسی لیے تو میں نے ایک طرف آپ کو دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھنے کو کہا اور دوسری طرف آپ کے بھائی کو بلا کر لے آیا، اس نے آ کر آپ کو ڈانٹ پلائی جس کی وجہ سے آپ کا دل ٹوٹا اور اللہ رب العزت کی ایسی رحمت اتری کہ اس نے آپ کو اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کروادی۔ اللہ اکبر

﴿۱۷۱﴾ منتخب اشعار

دل کی محرابوں پہ لکھی ہیں وفا کی آیتیں
دیکھتے تو ہیں بظاہر ان کو پڑھتا کون ہے

محبت کے مسافر کی مہک صدیوں نہیں جاتی
یہاں سے کون گزرا ہے یہ رستہ بول دیتا ہے

کشاں کشاں وہ میرے دل پہ چھائے جاتے ہیں
بھلا رہا ہوں مگر یاد آئے جاتے ہیں

چراغوں کو لہو دینا پڑے گا
اندھیروں کی حکومت ہو رہی ہے

مجھ میں برائیاں تو برابر تلاش کر
لیکن کمی کچھ اپنے بھی اندر تلاش کر

انہیں کیا خوف طوفانوں کا ہو گا
جو طوفانوں میں پالے جا رہے ہیں

﴿۱۷۲﴾ ابوذر رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ میرا کفن وہ دے جس نے حکومت عثمانی میں نوکری نہ کی ہو

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جنگل میں رہتے تھے، موت کا وقت آگیا، ان دنوں وہاں کوئی نہیں تھا، صرف حج کے دنوں میں عراق کے حاجی وہاں سے جاتے تھے، اس وقت حج کا موسم نہیں تھا، ان کی صرف ایک بیوی اور ایک بیٹی تھی، اب ان کو کفن دفن کون کرے گا، غسل

کون دے گا، جنازہ کون پڑھے گا، قبر کون کھودے گا؟ بیوی کہنے لگی کہ اب کیا بنے گا ہمارا، تمہارا مسئلہ یہ ہوگیا، ہم کیا کریں؟ تو کہنے لگے مَا کَذَبْتُ مَا کُذِبْتُ نہ تم سے جھوٹ کہوں گا، نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا۔ میں ایک محفل میں بیٹھا تھا، میرے آقا نے فرمایا کہ تم میں سے ایک آدمی ایسا ہے، اکیلا مرے گا، اکیلا اٹھے گا، جنازہ مسلمانوں کی ایک جماعت پڑھے گی، جتنے آدمی اس محفل میں تھے۔ وہ سارے مر گئے، شہروں میں، میں اکیلا بچ گیا ہوں جنگل میں، معلوم نہیں کون آئے گا، کہاں سے آئے گا، اور خبر سچی ہے، لہٰذا غم نہ کرو، میرا جنازہ پڑھنے کوئی آئے گا۔ یہ تقویٰ کی ایسی نشانی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا علم ان کے دلوں میں اترا ہوا تھا، دیکھو بمبئی کے بازار والوں سے پوچھو کہ اللہ کا دین کیا کہتا؟ اس تجارت میں تمہیں پتہ ہے؟ کس طریقہ سے یہ کاروبار چلایا جائے گا کہ اللہ اور اس کا حبیب ناراض نہ ہوجائے، کوئی نہیں بتا سکتا، اسی طرح زمینداروں سے پوچھ لو، کہ بھائی! کس طرح زمینداری کرنی ہے؟ کہ اللہ اور اس کا رسول راضی ہوجائے اور ناراض نہ ہوں، جو سارے تاجر کر رہے ہیں وہ یہ بھی کر رہا ہے، یہ جھوٹ بول رہا ہے، اور وہ بھی جھوٹ بول رہے ہیں، وہ سود پہ چل رہا ہے، یہ بھی سود پہ چل رہے ہیں، لیکن ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پر ایک دن گزر گیا، دوسرا دن گزر گیا، تیسرے دن ان پر موت کے آثار آ گئے، بیٹی کو بلایا کہ بیٹی، آج مہمان ضرور آئیں گے میرے جنازے میں! روٹی پکاؤ تاکہ مہمانوں کی خدمت میں کمی نہ آئے، میں ضرور مرجاؤں گا، ان کو کھانا پکانے میں لگادیا اور بیوی سے کہا کہ تو جا راستہ میں بیٹھ، کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا، وہ جاکے بیٹھ گئیں راستے میں، اللہ اکبر! کافی عرصہ گزر گیا، امید ناامیدی میں بدل گئی کہ اچانک عراق کی سڑک سے غبار اٹھتا ہوا نظر آیا، جب غبار کا پردہ پھٹا تو بیس (۲۰) اونٹنیوں کے سوار نمودار ہوئے۔ ان کی بیوی نے سامنے سے کھڑے ہوکر اشارہ کیا، جب انہوں نے عورت کو جنگل اور تنہائی میں دیکھا تو اپنی سواریاں موڑلیں، تو اس عورت نے کہا کہ ایک اللہ کا بندہ مر رہا ہے، اس کا جنازہ پڑھ لو تو تمہیں اجر ملے گا؟ انہوں نے کہا کہ وہ کون ہے؟ کہا کہ اللہ کے حبیب کا ساتھی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہے۔ سارے یک دم رونے لگے اور کہا، ہمارے ماں باپ ابوذر رضی اللہ عنہ پر قربان۔ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے 19 ساتھی۔ غیبی نظام کیسے چلا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج پر پہنچے ہوئے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کوئی چیز تھی، تو ان سے کہلوا بھیجا کہ بیٹھے ہوتو کھڑے ہوجاؤ اور کھڑے ہوتو چل پڑو، ہر حال میں مکہ آکر مجھ سے ملو، تم سے مشورہ کرنا ہے، حج ملے یا نہ ملے اس کی فکر نہ کرو، لیکن فوراً مکہ پہنچ جاؤ۔ ظاہری سبب تو یہ بنا لیکن اندر کا سبب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ بنا کہ ان کا جنازہ کون آکے پڑھے گا؟ ان حضرات نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا، تو یہ حضرات سواریوں سے اترے اور دوڑتے ہوئے آئے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ اسی اطمینان میں ہیں۔ پہلے ہی پتہ تھا کہ کوئی آئے گا، لیکن ابوذر رضی اللہ عنہ تقویٰ کے اتنے بڑے مقام پر پہنچے ہوئے ہیں کہ فرماتے ہیں، جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت کی نوکری کی ہو وہ مجھے نہ کفن دے۔ ان 19 میں سے ہر ایک نے حکومت میں ملازمت کی تھی، البتہ ان میں سے ایک نوجوان کھڑے ہوئے کہ میں نے آج تک حکومت کی نوکری نہیں کی ہے اور یہ احرام بھی میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے، کہا بس ٹھیک ہے تو میرا سارا انتظام کرے گا۔ پھر ان کا انتقال ہوگیا، یہ سارے ان کو دفن کرکے چلنے لگے، بیٹی نے کہا: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ اے چچا کھانا تیار ہے۔ کہا یہ کھانا پہلے سے کیسے تیار ہوگیا۔ کہا میرے بابا نے کہا تھا کہ آج میرے مہمان آئیں گے میرا جنازہ پڑھنے کے لیے، ان کی خدمت میں غفلت نہ ہو، اس لیے پہلے سے کھانا تیار کرکے رکھنا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، واہ رے واہ! ابوذر رضی اللہ عنہ سے زندہ بھی تھی اور مر کر بھی تھی۔

نوٹ: یہ قصہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا مختلف الفاظ سے اکثر تاریخی کتابوں میں موجود ہے۔ (دیکھئے سیرۃ الصحابہ، اسد الغابۃ، حیاۃ الصحابۃ)

﴿۱۷۴﴾ ایک عورت کا حسن انتخاب

حجاج کے دربار میں کیس آیا، تین آدمی تھے، ان کے قتل کا حکم دیا، ایک خاتون بھی ساتھی تھی، اس نے کہا چھوڑ دے، تیری بڑی مہربانی

ہو گی۔ حجاج کہنے لگا، تینوں میں سے ایک چن لے (اس ایک کو چھوڑ دوں گا، باقی دو کو قتل کروں گا) ایک بیٹا تھا، ایک خاوند تھا، ایک بھائی تھا۔ عورت نے کہا، خاوند دوسرا بھی مل جائے گا، بچے اور بھی پیدا ہو جائیں گے، میرے ماں باپ مر گئے، بھائی اب کوئی نہیں ملے گا، میرا بھائی چھوڑ دے باقی سب کو قتل کر دے۔ حجاج نے کہا، میں تیرے حسن انتخاب پر تینوں کو چھوڑتا ہوں۔ (اصلاحی واقعات: صفحہ ۱۴۴)

﴿۱۷۴﴾ دو عورتوں کا عجیب واقعہ

ایک بزرگ ہیں، ان کا نام ہاشم رحمۃ اللہ علیہ وہ کہتے ہیں میں سفر میں تھا تو میں ایک خیمے میں اترا، مجھے بھوک لگی ہوئی تھی، اس خیمے میں ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی، میں نے کہا کہ بہن بھوک لگی ہے، کھانا مل جائے گا؟ کہنے لگی کہ میں مسافروں کے لیے کھانا پکانے بیٹھی ہوں؟ جا اپنا راستہ لے۔ کہنے لگے کہ بھوک ایسی تھی کہ میں اٹھ نہ سکا، میں نے سوچا کہ ذرا سستا کر چلا جاؤں گا۔ اتنے میں اس کا خاوند آ گیا۔ اس نے مجھے دیکھا اور کہا:

مرحبا کون ہیں؟

کہا، میں مسافر ہوں۔

کھانا کھایا؟

نہیں کھایا۔

کیوں؟

مانگا تھا لیکن ملا نہیں۔

اس نے اپنی بیوی سے کہا، ظالم تو نے اسے کھانا ہی نہ کھلایا، اس نے کہا کہ میں کوئی مسافروں کے لیے بیٹھی ہوں۔ مسافروں کو کھانا کھلا کھلا کر اپنا گھر خالی کر لوں۔

ایسی بد اخلاقی میں خاوند نے بیوی سے کوئی بدتمیزی نہیں کی۔ کہا کہ اللہ تجھے ہدایت دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہترین مرد وہ ہے جو بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ انہوں نے کہا، اچھا تو اپنا گھر بھر لے، پھر اس نے بکری ذبح کی، اس کو کاٹا اور گوشت بنایا، پکایا، کھلایا، اور ساتھ ہی معذرت بھی کی اور ان کو روانہ کیا، چلتے چلتے آگے ایک جگہ پہنچے، اگلی منزل پر بھی ایک خیمہ آیا وہاں پڑاؤ ڈالا تو ایک خاتون بیٹھی تھی، کہا، بہن، مسافر ہوں کھانا مل جائے گا۔ اس نے کہا مرحبا، اللہ کی رحمت آ گئی، اللہ کی برکت آ گئی، اب میں آپ کو سچ بتاؤں۔ کسی زمانہ میں بوڑھیاں، دادیاں، کوئی مہمان آتا تو وہ خوش ہو کر کہتیں، اللہ کی برکت آ گئی، نوکرانیوں کو ہٹا کر خود کام کرنا شروع کر دیتیں۔ اور اب جب ساری سہولتیں ہیں اس وقت بھی کہتی ہیں کہ یہ بے وقت آ گیا، ان کو وقت کا احساس نہیں ہوتا اور آ جاتے ہیں۔ تو اس خاتون نے کہا ماشاء اللہ مہمان آ گیا، برکت آ گئی، جلدی سے بکری ذبح کی، پکائی اور پکا کر اس کے سامنے رکھی تو اس پر اس کا خاوند آ گیا۔

اس نے کہا کون ہے تو؟

کہا جی میں مہمان ہوں۔

یہ انگوٹھی کہاں سے لی؟

جی آپ کی بیگم نے دی۔

تو اس نے اپنی بیگم پر چڑھائی کر دی۔ تجھے شرم نہیں آتی، مہمانوں کو کھلا کر میرا گھر خالی کر دے گی۔ تو ان کو ہنسی آ گئی، زور سے قہقہہ لگایا تو وہ کہنے لگا کیوں ہنستے ہو؟ کہنے لگا کہ پیچھے اس کا الٹا دیکھا تھا، کہنے لگا کہ جانتے بھی ہو وہ کون ہے۔ کہا کہ وہ میری بہن ہے یہ اس کی

بہن ہے۔یعنی ایک بھائی بہن بخیل، ایک بھائی بہن تھی۔ (اصلاحی واقعات: صفحہ ۵۰)

﴿۱۷۵﴾ ایک عورت نے دیوار کے ساتھ جوانی گزار دی

فروخ تابعین میں سے ہیں، بیوی حاملہ تھی کہنے لگے اللہ کے راستہ میں جانے کی آواز لگ رہی ہے، چلا نہ جاؤں؟ بیوی کہنے لگی میں تو حاملہ ہوں، میرا کیا بنے گا؟ کہا تو اور تیرا حمل اللہ کے حوالے۔ ان کو تیس ہزار درہم دے کر گئے کہ یہ تو خرچہ رکھ اور میں اللہ کے راستے میں جاتا ہوں۔ کتنی خزائیں اور بہاریں آئیں اور کتنے دن صبح سے شام میں بدلے، شام ڈھل کر میں بدلی، پر فروخ نہ آیا، دو، تین، چار، پانچ، دس، بیس، پچیس، ستائیس، اٹھائیس، تیس سال گزر گئے، ایک عورت نے دیوار کے ساتھ جوانی گزار دی۔ فروخ لوٹ کے نہ آیا، تیس سال گزر گئے، ایک دن ایک بڑے میاں مدینے کی گلیوں میں داخل ہوئے، پراگندہ شکستہ حال، بڑھاپے کے آچار اور اپنے گھوڑے پہ چلے آرہے ہیں، تیس برس میں تو ایک نسل ختم ہو جاتی ہے، اب یہ پریشان ہیں کوئی مجھے پہچانے گا کہ نہیں پہچانے گا؟ وہ مرگئی یا زندہ ہے؟ کیا ہوا؟ کیا بنا؟ گھر وہی ہے کہ بدل گیا؟ انہیں پریشانیوں میں غلطاں وپیچاں گھر کے دروازے پر پہنچے۔ پہچانا کہ وہی ہے۔ اندر جو داخل ہوئے تو گھوڑے کی آواز، اپنی آواز، ہتھیاروں کی آواز، بیٹا بیدار ہو گیا، دیکھا تو ایک بڑے میاں چاندی کی چاندنی میں کھڑے ہوئے ہیں۔ تو ایک دم جھپٹے اور اس پر لپکے اور گریبان سے پکڑا، جان کے دشمن، تجھے شرم نہیں آئی؟ بڑھاپے میں مسلمان کے گھر میں بن اجازت داخل ہوئے ہو؟ ایک دم جھٹکا دیا، جھنجوڑا، وہ ڈر سے گھبرا گئے، وہ سمجھے کہ شاید میں غلط گھر میں آگیا ہوں، میرا گھر بک گیا، کوئی اور اس میں آگیا، کہنے لگے بیٹا! معاف کرنا، غلطی ہو گئی، میں سمجھا میرا ہی گھر ہے، تو ان کو اور غصہ چڑھ آیا، کہنے لگے اچھا، ایک غلطی کی، اور اب گھر ہونے کا دعویٰ بھی، چلو، میں ابھی تجھے قاضی کے پاس لے چلتا ہوں، تیرے لئے وہ سزا تجویز کردے گا، اب وہ چڑھ رہے ہیں اور یہ دب رہے ہیں، ادھر بڑھاپا، ادھر جوانی، ادھر سفروں نے ماردیا، ہڈیاں کھوکھلی ہو گئیں، اور پھر شک بھی ہے کہ پتہ نہیں میرا گھر ہے یا کسی اور کا؟ اسی کشمکش میں اوپر سے ماں کی آنکھ کھلی، اس نے کھڑکی سے دیکھا تو فروخ کا چہرہ بیوی کی طرف اور بیٹے کی پشت بیوی کی طرف، تو تیس سال کے دریچے کھل گئے، اور بڑھاپے کی جھریوں میں سے فروخ کا چمکتا چہرہ نظر آنے لگا اور اس کی ایک چیخ نکلی، اے ربیعہ! اور ربیعہ کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، یہ میری ماں کو کیا ہوا؟ دیکھا تو اوپر کھڑی ہوئی، اے ربیعہ!

کیا ہوا اماں؟

کون ہے؟

پتہ نہیں!

اے ظالم! باپ سے لڑپڑا، تیرا باپ ہے، جس کے لیے تیری ماں کی جوانی گزر گئی، اور اس کی رات دن میں ڈھل گئی، بال جس کے چاندی بن گئے یہ وہ ہے، تیرا باپ! جس کے لیے میں نے ساری زندگی کاٹ دی۔ ربیعہ رو دیئے، معافی نامے ہو رہے ہیں، رات کار گزاری میں گزر گئی۔ فجر کی اذان پہ اٹھے، کہنے لگے، ربیعہ کہاں ہے؟ کہا وہ تو اذان سے پہلے چلا جاتا ہے، یہ گئے تو نماز ہو چکی تھی۔ اپنی نماز پڑھی، روضہ اطہر مسجد سے باہر ہوتا تھا، آکے صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگے، پڑھتے پڑھتے جو مسجد کی طرف نظر پڑی تو یوں مجمع بھرا پڑا اور ایک نوجوان حدیث پڑھا رہے ہیں، دور سے دیکھا، نظر کمزور تھی۔ پتہ نہ چلا کون ہے؟ ادھر ہی پیچھے بیٹھ گئے اور سننا شروع کر دیا۔ حدیث پاک کا درس ہو رہا ہے، جب فارغ ہو گئے تو برابر والے سے کہنے لگے: بیٹا! کون تھا یہ کون تھا جو درس دے رہا تھا؟

اس نے کہا، آپ جانتے نہیں، آپ مدینے کے نہیں ہیں؟

کہنے لگے، بیٹا میں مدینے کا ہوں، آیا بڑی دیر سے ہوں۔

کہا، یہ ربیعہ ہیں، مالک کے استاذ، سفیان ثوری کے استاذ، ابو حنیفہ کے استاذ، وہ اپنے جوش میں تھا، تو سنتے سنتے کہنے لگے، بیٹا! تو نے یہ نہیں بتایا، بیٹا کس کا ہے؟ کہا، اس کے باپ کا نام فروخ تھا، اللہ کے راستے میں چلا گیا۔

ان مشقت کی وادیوں میں اسلام نے سفر کیا ہے۔ (تاریخ بغداد، جلد ۸ صفحہ ۴۲۰)

﴿۱۷۶﴾ منتخب اشعار

کہنے کو ایک ذرۂ نا چیز ہیں مگر — تعمیر کائنات کے کام آ رہے ہیں ہم

اس لیے آرزو ہے جینے کی — دیکھ لوں پھر زمین مدینے کی

ستارے کا ڈوبنا، شبنم کا رونا، شمع کا بجھنا — ہزاروں مرحلے ہیں صبح کے ہنگامے سے پہلے

عجب کیا؟ شان رحمت ڈھانپ لے میرے گناہوں کو — خطا کی ہے، مگر تیری عطا کو دیکھ کر کی ہے

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی — اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو، شکریہ — اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اے شمع! تجھ پہ رات یہ بھاری ہے جس طرح — ہم نے تمام عمر گزاری ہے اس طرح

چھپ گیا آفتاب، شام ہوئی — اک مسافر کی رہ تمام ہوئی

راقم الحروف کو مندرجہ ذیل شعر نہایت پسند ہے۔ بقول شاعر ؎

﴿۱۷۷﴾ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرا بندہ سچا ہے...... تیرا قرضہ میں ادا کروں گا

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک قرض دار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کر دی؟ جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے وہ جواب دے گا کہ خدایا! تجھے خوب علم ہے میں نے نہ یہ رقم کھائی، نہ پی، اور نہ اڑائی بلکہ میرے ہاں سے مثلاً چوری ہو گئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا، جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اپنے فضل و رحمت سے جنت میں لے جائے گا۔

(مسند احمد، تفسیر ابن کثیر: جلد ۱ صفحہ ۳۷۲)

﴿۱۷۸﴾ خوشی کا دن سب سے زیادہ برا دن ثابت ہوا

یزید بن ملک اموی خلیفہ گزرے ہیں، یہ نئے خلیفہ تھے، عمر بن عبدالعزیز کے بعد آئے تھے، ایک دن وہ کہنے لگے کہ کون کہتا ہے کہ بادشاہوں کو خوشیاں نصیب نہیں ہوتیں؟ میں آج کا دن خوشی کے ساتھ گزار کر دکھاؤں گا، اب میں دیکھتا ہوں کہ کون مجھے روکتا ہے؟ کہا آج کل بغاوت ہو رہی ہے، یہ ہو رہا ہے، وہ ہو رہا ہے، تو مصیبت بنے گی، کہنے لگا، آج مجھے کوئی ملکی خبر نہ سنائی جائے، چاہے بڑی سے بڑی بغاوت ہو جائے، میں کوئی خبر سننا نہیں چاہتا، آج کا دن خوشی کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ اس کی بڑی خوبصورت لونڈی تھی، اس کے حسن و جمال کا کوئی مثل نہ تھا، اس کا نام حبابہ تھا، بیویوں سے زیادہ اسے پیار کرتا تھا، اس کو لے کر محل میں داخل ہو گیا، پھل آ گئے، چیزیں آ گئیں، مشروبات آ گئے، آج کا دن امیر المومنین خوشی سے گزارنا چاہتے ہیں، آدھے سے بھی کم دن گزرا ہے، حبابہ کو گود میں لیے ہوئے ہے، اس کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہا ہے، اور اسے انگور کھلا رہا ہے، اپنے ہاتھ سے توڑ توڑ کر اس کو کھلا رہا ہے، ایک انگور کا دانہ لیا اور اس کے

منہ میں ڈال دیا، وہ کسی بات پر ہنس پڑی تو وہ انگور کا دانہ سیدھا اس کی سانس کی نالی میں جا کر اٹکا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اس کی جان نکل گئی، جس دن کو وہ سب سے زیادہ خوشی کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا، اس کی زندگی کا ایسا بدترین دن بنا کہ دیوانہ ہو گیا، پاگل ہو گیا، تین دن تک اس کو دفن کرنے نہیں دیا، تو اس کا جسم گل گیا، سڑ گیا، زبردستی بنوامیہ کے سرداروں نے اس کی میت کو چھینا اور دفن کیا، اور دو ہفتے کے بعد یہ دیوانگی میں مر گیا۔ (حیاۃ الحیوان)

﴿۱۷۹﴾ ایک قیمتی بات

حاکم وقت ایک دریا کی مانند ہے اور رعایا چھوٹی ندیاں، اگر دریا کا پانی میٹھا ہوگا تو ندیاں بھی میٹھا پانی دیں گی، اور اگر دریا کا پانی تلخ ہوگا تو لازماً ندیوں کا پانی بھی تلخ ہوگا۔

﴿۱۸۰﴾ اللہ نے ایک موتی کو ہدایت دی

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جب سکھوں کے خلاف جہاد کیا تھا تو دہلی کے کوٹھے پر ایک بہت مشہور رقاصہ تھی، موتی اس کا نام تھا۔ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز پڑھ کر نکلے اور بازار حسن میں پہنچے اور موتی کے گھر پر دستک دی، وہاں سے ان کو خیرات دی جانے لگی، تو انہوں نے کہا فقیر پہلے صدا لگاتا ہے، پھر خیرات لیتا ہے، تم میری صدا سن لو۔ سب لوگ جمع ہو گئے تو قرآن کی آیات تلاوت کیں۔ والتین والزیتون ...... الخ "قسم ہے تین (انجیر) کی اور زیتون کی اور طور سینین کی اور پاک شہر کی۔ سب سے بہترین ہم نے انسان کو بنایا، پھر اسی کو ہم نے سب سے ذلیل بنا کر پیچھے بھی لوٹایا۔" سب سے بہترین اور سب سے ذلیل کی تشریح بیان کرنی شروع کی تو موتی کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے اور ان آنسوؤں سے اس کی پچھلی زندگی کے سب داغ اللہ نے دھو دیئے اور اس نے توبہ کی اور کہا اب میں ساتھ جاؤں گی۔ اس کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کرایا اور پھر وہ مجاہدین کے لیے آٹا پیستی تھی، اور مجاہدین کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہو گئی۔ اس موتی کا کوٹھا کس نے چھڑایا؟ اللہ نے۔ وہ کون سی حلاوت تھی، لذت تھی، وہ قرآن کی حلاوت تھی، کاش ہم اس مٹھاس سے باخبر ہو جائیں۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض اللہ ہی کا نور ہے کائنات میں۔ اللہ کی قسم! اللہ کہتا ہے کہ جو آنکھوں کے پردے حرام سے گرا لیتا ہے، اللہ اسے چپے چپے پر اپنا نور دکھاتا ہے۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ اللہ کی تسبیح پڑھ رہا ہے۔ اور اللہ کی قسم اللہ سناتا ہے اور جو اپنے کانوں کو گانے بجانے سے محفوظ کر لیتا ہے۔ اللہ اسے سناتا ہے، جس کی آنکھوں نے حرام دیکھنا چھوڑا، جس کے کانوں نے حرام سننا چھوڑا، اللہ اس کو دنیا ہی میں دکھا دیتا ہے۔ اللہ پر ایمان لاؤ، سب کچھ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کہہ رہا ہے میرے حکموں پر تجارت کرو، میں تمہاری تجارت کے منافع کی گارنٹی دیتا ہوں۔ کوئی شئے اپنی ذات میں کچھ نہیں۔ جو ہے میرے اللہ کا امر ہے۔ (اصلاحی واقعات: صفحہ ۵۲۶)

الحمدللہ یہ کتاب بکھرے موتی جلد پنجم (۵) مکۃ المکرمہ حرم شریف میں رات کے وقت پونے ایک بجے (12:45) پوری ہوئی۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے۔

20 جون 2006ء بمطابق ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ بروز منگل۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تصحیح و اضافہ شدہ
بکھرے موتی
حصہ ششم
حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
انتخاب و ترتیب
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی
مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح ونظرثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

فہرست (ششم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

تقریظ

مفسر قرآن، محدث کبیر، فقیہ النفس

حضرت مولانا مفتی **سعید احمد صاحب** پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند اور شارح حجۃ اللہ البالغہ

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ!﴾

"بکھرے موتی" میں جناب مکرم مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری نے گلہائے رنگ چن کر حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔ یہ کتاب مولانا زید مجدہم کا کشکول ہے جس میں آپ نے قیمتی موتی اکٹھے کیے ہیں۔ ایک حسین دستر خوان ہے جس پر انواع واقسام کے لذیذ کھانے چنے گئے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں تفسیری فوائد ونکات ہیں، حدیثی نصائح وارشادات بھی ہیں۔ دعوتی اور تبلیغی چاشنی لئے ہوئے صحابہ اور بعد کے اکابر کے واقعات بھی ہیں، جن سے دل جلد اثر پذیر ہوتا ہے۔ نیز ایسی دعائیں بھی شامل کتاب کی گئی ہیں جو ایک گونہ عملیات کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ اس طرح کتاب بہت دلچسپ بن گئی ہے۔

نیز مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند کی نظر ثانی نے اس کی اعتباریت میں اضافہ کیا ہے، گویا کتاب میں چار چاند لگائے ہیں۔ اس لئے اُمید ہے کہ کتاب لوگوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں اور اُمت کو اس سے فیض یاب بنائیں۔

والسلام

کتبہ سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

16 صفر 1426ھ

☆..................☆☆☆..................☆

تعارف وتبصرہ

حضرت مولانا **شمس الحق** صاحب ندوی زید مجدہم

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، دعوت وتبلیغ کے نامور خطیب وواعظ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (جنہوں نے اپنی پوری عمر دعوت وتبلیغ کے لیے وقف فرمادی تھی، جو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تربیت یافتہ تھے، اور حضرت جی کی وفات کے بعد تو بڑے اجتماعات کو عموماً مولانا ہی خطاب فرماتے تھے، مولانا کی تقریر بڑی مؤثر اور عام فہم ہوتی تھی، دُعا بھی طویل فرماتے تھے، مولانا یونس صاحب انہیں) کے فرزند ارجمند ہیں اور مولانا کی وفات کے بعد اپنے وقت کا بڑا حصہ مرکز نظام الدین میں گزارتے ہیں، مولانا کو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے حضرت کی تصنیفات کا بھی ذوق وشوق کے ساتھ مطالعہ فرماتے ہیں۔ بڑے اجتماعات میں شرکت کا پورا اہتمام رہتا ہے، جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں دواہم اجتماعات میں شرکت کے بعد اس وقت یعنی 9 ذی الحجہ کو عشق ومستی کے عالم میں عرفات میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حج نصیب فرمائے، یہ ایک دور افتادہ کی دُعا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

مولانا اپنی تقاریر میں احادیث شریفہ اور تقاریر اور بزرگوں کے تذکروں میں مذکور مؤثر واقعات وحکایات اور نصائح وحکم کو بیان کرتے اور سامعین کے دلوں کو گرماتے، اور دینی غیرت وحمیت کو جگاتے ہیں۔ مولانا عرصہ سے ایسے مؤثر واقعات تعلیمات اور بعض ضروری مسائل وفتاوی کی بیاض بھی تیار کرتے جاتے ہیں جو واقعی بکھرے موتیوں کا بڑا خوبصورت ودلکش ہار ہے، جو پڑھنے والے کے دل کو کھینچتا ہے اور روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے۔ خصوصاً رمضان المبارک میں مولانا موصوف کا تراویح کے بعد بمبئی میں دوجگہ وعظ اور تفسیر قرآن پاک بیان کرنے کا معمول ہے، جس کا سلسلہ بارہ بجے رات تک جاری رہتا ہے اور اختتام گلوگیر آواز میں طویل دُعا پر ہوتا ہے۔ لوگوں نے دور دور کنکشن لے رکھے ہیں جس سے گھروں میں مستورات بھی شوق کے ساتھ مولانا کے مؤثر وعظ کو سنتی ہیں، ان تقریروں اور بیان میں مولانا انہیں بکھرے موتیوں کو موقع مناسبت سے زینت بیان وتقریر بناتے جاتے ہیں، جو اب کتابی شکل میں آگئے ہیں۔ ان بکھرے موتیوں کا مطالعہ بڑا مفید اور دل کو گرمانے والا ہے، زبان وبیان آسان ورواں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ (تعمیرات۔ ۲۵ جنوری ۲۰۰۵ء، صفحہ ۲۶)

☆..............☆☆☆..............☆

تقریظ

حضرت مولانا مفتی **محمد امین** صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ!﴾

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بڑے صاحب زادے ہیں، موصوف نے 1339ھ مطابق 1973ء میں بظاہر علوم سہارن پور سے علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی ہے، طالب علمی کے زمانہ سے آپ کا محبوب مشغلہ اسلاف واکابر کی کتابوں کا مطالعہ اور پسندیدہ باتوں کو کاپی میں محفوظ کرنا ہے۔

علوم متداولہ سے فراغت کے بعد ایک طویل عرصہ تک والد محترم کے زیر سایہ دعوت وتبلیغ کے کام میں شب وروز لگے رہے، والد محترم کے اوصاف وکمالات کو جذب کرتے رہے، جن حضرات نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بیانات سنے ہیں اور ان کو قریب سے دیکھا ہے، وہ اس بات کی کھلے دل سے گواہی دیں گے کہ مولانا محمد یونس صاحب زید مجدہم اخلاق وعادات اور اوصاف وکمالات میں عمر ثانی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے کام سے مولانا زید مجدہم جو دلچسپی رکھتے ہیں وہ اَظْھَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے، رمضان المبارک میں تراویح کے بعد بمبئی میں موصوف کے جو بیانات ہوتے ہیں ان سے آپ کی علوم قرآن کے ساتھ مناسبت عیاں ہے ہزاروں آدمی اپنے گھروں میں کنکشن صرف مولانا کے بیانات سننے کے لیے رکھتے ہیں۔ اس طرح مردوں کے ساتھ مستورات بھی آپ کے بیانوں سے خوب استفادہ کرتی ہیں۔

دوسری طرف مولانا زید مجدہم اُن پسندیدہ باتوں کو جو آپ طالب علمی کے زمانہ سے اب تک منتخب ومحفوظ فرما رہے ہیں "بکھرے موتی" کے نام سے شائع فرما کر پوری اُمت مسلمہ کو فیض پہنچا رہے ہیں، بلاشبہ یہ کتاب اسم بامسمّٰی ہے۔ جو خوش قسمت اس کو دیکھتا ہے، ختم کیے بغیر دم نہیں لیتا۔ یہ کتاب صحابہ کرام، ائمہ عظام اور بزرگانِ دین کے عبرت آموز واقعات، پریشان حال لوگوں کے لیے مجرب وظائف اور نبوی، تبلیغی اور اصلاحی بیانوں اور عمدہ نصیحتوں کا حسین گلدستہ ہے۔

چھٹا حصہ پہلی بار شائع ہو رہا ہے، سابقہ حصوں کی طرح اس حصہ میں بھی مولانا نے عبرت آموز واقعات، نہایت مفید مضامین اور کار آمد باتیں جمع کر دی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اُمت کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے اور موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

محمد امین پالن پوری

خادم حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

10 محرم 1427 ہجری

☆..............☆☆☆..............☆

﴿۱﴾ دعاء کی قبولیت کا مجرب نسخہ

ائمہ حدیث اور علماء سیر نے اپنی اپنی تصانیف میں اسماء بدریین کے ذکر کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ مگر حروف تہجی کے لحاظ سے سب سے پہلے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسماء بدریین کو مرتب فرمایا اور اہل بدریین سے صرف چوالیس (44) نام اپنی جامع صحیح میں ذکر فرمائے جو ان کی شرائط صحت واستناد کے مطابق تھے۔ علامہ دوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ہم مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ صحیح بخاری میں منقول اسماء بدریین کے ذکر کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے اور بار بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔''

﴿۲﴾ حضرات بدریین مہاجرین رضی اللہ عنہم

سید المہاجرین، امام البدریین، اشرف الخلائق اجمعین، خاتم الانبیاء والمرسلین
سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ واصحابہ اجمعین

- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
- ابو عبداللہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ
- زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- انسہ حبشی مولیٰ رسول اللہ رضی اللہ عنہ
- ابو کبشہ فارسی مولیٰ رسول اللہ رضی اللہ عنہ
- ابو مرثد کناز بن حصن رضی اللہ عنہ
- مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ یعنی کناز بن حصین کے بیٹے
- ابو سنان بن محصن رضی اللہ عنہ
- عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ
- طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ
- حصین بن حارث رضی اللہ عنہ
- مسطح عوف بن اثاثہ رضی اللہ عنہ
- ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
- صبیح مولیٰ ابی العاص اُمیہ رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
- عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ
- شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
- یزید بن رقیش
- محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ
- ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ
- محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ
- مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ
- مدلج بن عمرو رضی اللہ عنہ
- سوید بن مخشی رضی اللہ عنہ
- عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
- جناب مولیٰ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
- حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
- سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ
- مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ
- سویبط بن سعد رضی اللہ عنہ
- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

- عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- ذوالشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
- بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ
- صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ
- ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ
- ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ
- معتب بن عوف رضی اللہ عنہ
- عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ
- واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- مالک بن ابی خولی رضی اللہ عنہ
- عامر بن بکیر رضی اللہ عنہ
- خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ
- سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ
- سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
- خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ
- عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ابوعبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ
- سہیل بن وہب رضی اللہ عنہ
- عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ
- حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
- مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ
- مسعود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- خباب بن الارت رضی اللہ عنہ
- عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ
- طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ
- شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ
- عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
- مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
- خولی بن ابی خولی رضی اللہ عنہ
- عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ
- ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ
- عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ عنہ
- قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ
- معمر بن حارث رضی اللہ عنہ
- ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ
- سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ
- عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ
- صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ
- وہب بن سعد رضی اللہ عنہ
- عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ

(۳) حضرات بدریین انصار رضی اللہ عنہم

- سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
- حارث بن انس رضی اللہ عنہ
- سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہ
- سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ
- حارث بن خزمہ رضی اللہ عنہ
- عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ یعنی سعد بن معاذ کے بھائی
- سعد بن زید رضی اللہ عنہ
- عباد بن بشر بن وقش رضی اللہ عنہ
- رافع بن یزید رضی اللہ عنہ
- محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ

- سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ
- عبید بن التیہان رضی اللہ عنہ
- قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
- نصر بن الحارث رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ
- ابو عبس بن جبیر رضی اللہ عنہ
- عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ
- عمرو بن معبد رضی اللہ عنہ
- مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ
- سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ عنہ
- رافع بن عنجدہ رضی اللہ عنہ
- ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ
- حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ
- عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ
- معن بن عدی رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ
- ربعی بن رافع رضی اللہ عنہ
- عاصم بن قیس رضی اللہ عنہ
- سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ
- خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ عنہ
- ابو عقیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- منذر بن قدامہ رضی اللہ عنہ
- حارث بن عرفجہ رضی اللہ عنہ
- جبر بن عتیک رضی اللہ عنہ
- نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ
- سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
- خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ
- سماک بن سعد رضی اللہ عنہ
- عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
- ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ
- عبید بن اوس رضی اللہ عنہ
- معتب بن عبید رضی اللہ عنہ
- مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ
- ابو بردہ ہانی بن نیار رضی اللہ عنہ
- معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ
- سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ
- رفاعہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ
- عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ
- عبید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ
- ابو لبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ
- حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ
- انیس بن قتادہ رضی اللہ عنہ
- ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ
- زید بن اسلم رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ
- ابو ضیاح بن ثابت رضی اللہ عنہ
- حارث بن النعمان رضی اللہ عنہ
- منذر محمد رضی اللہ عنہ
- سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
- مالک بن قدامہ رضی اللہ عنہ
- تمیم مولیٰ سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ
- مالک بن نمیانہ رضی اللہ عنہ
- خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
- بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ
- سبیع بن قیس رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عبس رضی اللہ عنہ

- یزید بن حارث رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- سفیان بن بشر رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عرفطہ رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی رضی اللہ عنہ
- زید بن ودیعہ رضی اللہ عنہ
- رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- معبد بن عباد رضی اللہ عنہ
- نوفل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ
- ثابت بن ہزال رضی اللہ عنہ
- ربیع بن ایاس رضی اللہ عنہ
- عمرو بن خشخاش رضی اللہ عنہ
- عماد بن خشخاش رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ
- ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- عبدربہ بن حق رضی اللہ عنہ
- ضمرہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہ
- قراش بن صمہ رضی اللہ عنہ
- عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ
- معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
- ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- بشر بن البراء رضی اللہ عنہ
- طفیل بن النعمان رضی اللہ عنہ
- خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ
- حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- تمیم بن یعار رضی اللہ عنہ
- زید بن المزین رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ
- اوس بن خولی رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
- عامر بن سلمہ رضی اللہ عنہ
- عامر بن البکیر رضی اللہ عنہ
- عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ
- نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ
- مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ
- ورقہ بن ایاس رضی اللہ عنہ
- مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ
- نحاب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ
- مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ
- کعب بن جماز رضی اللہ عنہ
- زیاد بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ
- حباب بن منذر رضی اللہ عنہ
- تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ عنہ
- معاذ بن عمرو الجموح رضی اللہ عنہ
- خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ
- حبیب بن اسود رضی اللہ عنہ
- عمیر بن الحارث رضی اللہ عنہ
- طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ
- سنان بن صیفی رضی اللہ عنہ

- عبداللہ بن جذ بن قیس رضی اللہ عنہ
- جبار بن صخر رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن حمیر رضی اللہ عنہ
- معقل بن المنذر رضی اللہ عنہ
- ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- معبد بن قیس رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن مناف رضی اللہ عنہ
- خلید بن قیس رضی اللہ عنہ
- ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ عنہ
- قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
- عبس بن عامر رضی اللہ عنہ
- ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عمرو بن طلق رضی اللہ عنہ
- قیس بن محصن رضی اللہ عنہ
- جبیر بن ایاس رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ
- مسعود بن خلدہ رضی اللہ عنہ
- اسعد بن یزید رضی اللہ عنہ
- معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
- مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ
- خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ
- زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ
- خالد بن قیس رضی اللہ عنہ
- عطیہ بن نویرہ رضی اللہ عنہ
- عمارۃ خرم رضی اللہ عنہ
- حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
- سہیل بن قیس رضی اللہ عنہ
- مسعود بن اوس رضی اللہ عنہ
- رافع بن حارث رضی اللہ عنہ
- عتبہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
- خارجہ بن حمیر رضی اللہ عنہ
- یزید المنذر رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن النعمان رضی اللہ عنہ
- سعاد بن زریق رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
- جابر بن عبداللہ بن ریاب رضی اللہ عنہ
- نعمان بن سنان رضی اللہ عنہ
- سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عنترہ مولی سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہ
- سہل بن قیس رضی اللہ عنہ
- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
- حارث بن قیس رضی اللہ عنہ
- سعد بن عثمان رضی اللہ عنہ
- ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
- عباد بن قیس رضی اللہ عنہ
- فاکہ بن بشر رضی اللہ عنہ
- عائذ بن ماعص رضی اللہ عنہ
- رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ
- عبید بن زید رضی اللہ عنہ
- فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- جبلہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- خلقہ بن عدی رضی اللہ عنہ
- سراقہ بن کعب رضی اللہ عنہ
- سلیم بن قیس رضی اللہ عنہ
- عدی بن زغبار رضی اللہ عنہ
- ابوخزیمہ بن اوس رضی اللہ عنہ
- عوف بن حارث رضی اللہ عنہ

- معوذ بن حارث رضی اللہ عنہ
- نعمان بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ
- ودیعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ
- انس بن معاذ رضی اللہ عنہ
- ابوطلحہ بن سہل رضی اللہ عنہ
- عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
- ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ
- عامر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ
- سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ
- ابوالاعور بن حارث رضی اللہ عنہ
- حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ
- عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ
- ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ عنہ
- قیس بن مخلد رضی اللہ عنہ
- حماک بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
- جابر بن خالد رضی اللہ عنہ
- کعب بن زید رضی اللہ عنہ
- عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ
- عصمہ بن الحصین رضی اللہ عنہ
- معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ
- عامر بن مخلد رضی اللہ عنہ
- عصیمہ اشجعی رضی اللہ عنہ
- ابوالحمراء مولیٰ حارث بن عفراء رضی اللہ عنہ
- سہیل بن عتیک رضی اللہ عنہ
- اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ
- اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ
- حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ
- سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ
- ثابت بن خنساء رضی اللہ عنہ
- محرز بن عامر رضی اللہ عنہ
- ابوزید قیس بن سکن رضی اللہ عنہ
- سلیم بن ملحان رضی اللہ عنہ
- قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ
- عصمہ اسدی رضی اللہ عنہ
- سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
- نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ
- سلیم بن حارث رضی اللہ عنہ
- سعد بن سہیل رضی اللہ عنہ
- بجیر بن ابی بجیر رضی اللہ عنہ
- ملیل بن وبرہ رضی اللہ عنہ
- بلال بن المعلی رضی اللہ عنہ

(سیرۃ المصطفیٰ، جلد دوم، صفحہ 136 تا 145)

﴿۴﴾ اللہ کے راستے میں نکلئے، سورج غروب ہوتے ہی آپ کے گناہ معاف

﴿ رُوِیَ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا رَاحَ مُسْلِمٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مُجَاهِدًا أَوْ حَاجًّا مُهِلًّا أَوْ مُلَبِّيًا إِلَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ بِذُنُوْبِهٖ ﴾ (الترغیب والترہیب، جلد ۲ صفحہ ۲۶۹)

ترجمہ: ”سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان بھی اللہ کے راستہ میں شام کرتا ہے اس حال میں کہ وہ جہاد کر رہا ہو یا حج کرتے ہوئے تہلیل (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) پڑھ رہا ہو یا تلبیہ (لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ...... الخ) پڑھ رہا ہو تو سورج اس مسلمان کے گناہوں کو لے کر ڈوبتا ہے۔“

﴿۵﴾ نمازی کی نماز کا اثر سارے جہاں پر پڑتا ہے

جس طرح بچے کے رونے کا اثر پورے گھر کے ماحول میں پڑتا ہے، اسی طرح نمازی کی نماز کا اثر سارے جہاں پر پڑتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں نمازِ استسقاء پڑھنا، سورج گرہن کے وقت نمازِ کسوف پڑھنا اور چاند گرہن کے وقت نمازِ خسوف پڑھنا اس کی واضح دلیل ہے۔

انسانی زندگی کے مختلف مراحل کو اوقاتِ نماز کے ساتھ خصوصی مناسبت ہے۔ مثلاً:

- نمازِ فجر کو بچپن کے ساتھ مناسبت ہے۔ (دن کی ابتداء ہوتی ہے)
- نمازِ ظہر کو جوانی کے ساتھ مناسبت ہے۔ (سورج اپنے عروج پر ہوتا ہے)
- نمازِ عصر کو بڑھاپے کے ساتھ مناسبت ہے۔ (دن ڈھل جاتا ہے)
- نمازِ مغرب کو موت کے ساتھ مناسبت ہے۔ (زندگی کا سورج ڈوب جاتا ہے)
- نمازِ عشاء کو عدم کے ساتھ مناسبت ہے۔ (انسان کا دُنیا سے نام ونشان مٹ جاتا ہے)

اس لئے نمازِ عشاء کو ثلث لیل تک پڑھنا مستحب ہے، چونکہ روشنی کا نام ونشان مٹ جاتا ہے، اور رات کے بعد پھر دن ہوتا ہے اسی لیے قیامت کے دن کا تذکرہ ہے۔ یوم الدین اور یوم القیامۃ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ لیل القیامۃ نہیں کہا گیا۔

(نماز کے اسرار ورموز، صفحہ ۸۳)

﴿۶﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر فرشتے بات کرتے تھے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے بغض کیا، اس نے مجھ سے بغض کیا اور جس نے عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی۔ اور عرفات کی شام کو اللہ نے مسلمانوں پر عام طور سے فخر کیا لیکن عمر رضی اللہ عنہ پر خاص طور سے فخر کیا اور اللہ نے جو نبی بھی بھیجا اس کی اُمت میں ایک محدث ضرور پیدا کیا اور اگر میری اُمت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا! محدث کون ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی زبان پر فرشتے بات کرتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۶۱۰)

﴿۷﴾ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو شاندار مناجات سکھائی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسجد میں جاؤں گا اور اللہ کی ایسی تعریف کروں گا کہ ویسی تعریف کسی نے نہیں کی ہوگی۔ چنانچہ جب وہ نماز پڑھ کر اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے لیے بیٹھے تو انہوں نے اچانک اپنے پیچھے سے ایک بلند آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں اور ساری بادشاہت تیری ہے اور ساری خیریں تیرے ہاتھ میں ہیں اور سارے چھپے اور پوشیدہ اُمور تیری طرف ہی لوٹتے ہیں، ساری تعریفیں تیرے لئے ہیں تو ہر چیز پر قادر ہے، میرے پچھلے سارے گناہ معاف فرما اور آئندہ زندگی میں ہر گناہ اور ہر ناگواری سے میری حفاظت فرما اور ان پاکیزہ اعمال کی مجھے توفیق عطا فرما جن سے تو مجھ سے راضی ہو جائے اور میری توبہ قبول فرما۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۶۱۰)

﴿۸﴾ مومن کی موت پر فرشتے کی نرمی

حضرت سلمہ بن عطیہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک آدمی کی عیادت کے لئے گئے۔ وہ نزع کی حالت میں تھا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فرشتے! ان کے ساتھ نرمی کرو۔ اس بیمار آدمی نے کہا: وہ فرشتہ کہہ رہا ہے میں ہر مؤمن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۶۰۹)

﴿۹﴾ ''یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ'' کہہ کر دُعا مانگئے ظالم کے ظلم سے نجات ملے گی

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ اس طرح سنایا کہ میں نے طائف میں ایک آدمی سے کرایہ پر خچر لیا، کرایہ پر دینے والے نے شرط لگائی کہ وہ راستہ میں جس منزل پر چاہے گا مجھے ٹھہرائے گا۔ چنانچہ وہ مجھے ایک ویرانے کی طرف لے کر چل پڑا اور وہاں پہنچ کر اس نے کہا: یہاں اُتر جاؤ۔ میں وہاں اُتر گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ وہاں قتل ہوئے پڑے تھے۔ جب وہ مجھے قتل کرنے لگا تو میں نے کہا: مجھے ذرا دو رکعت نماز پڑھنے دو اس نے کہا، پڑھ لو، تم سے پہلے ان لوگوں نے بھی نماز پڑھی تھی لیکن نماز سے انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا تھا جب میں نماز پڑھ چکا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو میں نے کہا: یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ تو اس نے ایک آواز سنی کہ اسے قتل نہ کرو، وہ ایک دَم ڈر گیا اور اس آواز سے کہا یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ اس طرح تین مرتبہ ہوا پھر اچانک گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک نیزہ تھا، اس نیزے کے سرے سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا۔ اس سوار نے اس کو اس زور سے نیزہ مارا کہ پار ہو کر کمر کی طرف نکل آیا اور وہ مر کر زمین پر گر گیا۔ پھر مجھ سے کہا، جب تم پہلی دفعہ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ کہہ کر پکارا تو میں اس وقت ساتویں آسمان پر تھا، جب تم نے دوبارہ پکارا تھا تو میں آسمان دُنیا پر تھا، جب تم نے تیسری بار پکارا تو میں اس وقت ساتویں آسمان پر تھا، جب تم نے دوبارہ پکارا تھا تو میں آسمان دُنیا پر تھا، جب تم نے تیسری بار پکارا تو میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۶۰۶)

﴿۱۰﴾ دشمن پر غالب ہونے کا نبوی نسخہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ دشمن سے مقابلہ ہوا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دُعا کرتے ہوئے سنا:

﴿ یا مٰلِكَ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾

ترجمہ: ''اے روزِ جزا کے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

میں نے دیکھا کہ دشمن کے آدمی گرتے چلے جا رہے ہیں اور فرشتے انہیں آگے سے پیچھے سے مار رہے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۶۰۲)

﴿۱۱﴾ لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں:

① ایک تو وہ جسے بھلائی میں سے بہت حصہ ملا لیکن اس کے اخلاق اچھے نہیں۔
② وہ جس کے اخلاق تو اچھے ہیں لیکن بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔
③ وہ جس کے نہ اخلاق اچھے ہیں اور نہ بھلائی کے کاموں میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ (یہ تمام لوگوں میں سب سے برا ہے)۔

④ چوتھا وہ جس کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں اس کا حصہ بھی خوب ہے، یہ لوگوں میں سب سے افضل ہے۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۹۰)

﴿۱۲﴾ اے گناہ کرنے والے، گناہ کے بُرے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے گناہ کرنے والے، گناہ کے بُرے انجام سے مطمئن نہ ہو جانا، گناہ کرنے کے بعد بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جو گناہ سے بھی بڑی ہوتی ہیں۔ گناہ کرتے ہوئے تمہیں اپنے دائیں بائیں کے فرشتوں سے شرم نہ آئی، تم نے جو گناہ کیا ہے یہ اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کریں گے اور پھر تم ہنستے ہو تمہارا یہ ہنسنا گناہ سے بھی بڑا ہے اور جب تمہیں گناہ کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور تم اس گناہ پر خوش ہوتے ہو تو تمہاری یہ خوشی اس گناہ سے بھی بڑی ہے اور جب تم گناہ نہ کر سکو اور اس پر تم غمگین ہو جاؤ تو تمہارا یہ غمگین ہونا اس گناہ کے کر لینے سے زیادہ بڑا ہے۔ گناہ کرتے ہوئے ہوا کے چلنے سے تمہارے دروازہ کا پردہ ہل جائے، اس سے تم ڈرتے ہو اور اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے تمہارا دل پریشان نہیں ہوتا تو یہ کیفیت اس گناہ کے کر لینے سے بڑا گناہ ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۸)

﴿۱۳﴾ دشمن سے کنارہ کش رہو اور دوست کے ساتھ چوکنا ہو کر چلو

ایک آدمی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا، اے ابو المنذر! آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ فرمایا: لایعنی والے کام میں ہرگز نہ لگو اور دشمن سے کنارہ کش رہو۔ اور دوست کے ساتھ چوکنے ہو کر چلو (دوستی میں تم سے غلط کام نہ کروا لے) زندہ آدمی کی انہیں باتوں پر رشک کرو جن باتوں پر مر جانے والے پر رشک کرتے ہو یعنی نیک اعمال اور اچھی صفات پر اور اپنی حاجت اس آدمی سے نہ طلب کرو جسے تمہاری حاجت پوری کرنے کی پرواہ نہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۷)

﴿۱۴﴾ مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مؤمن چار حالتوں کے درمیان رہتا ہے، اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور اگر کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر کرتا ہے اور اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو انصاف والا فیصلہ کرتا ہے اور ایسے مؤمن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۵)

مؤمن پانچ قسم کے نوروں میں چلتا پھرتا ہے اس کا کلام نور ہے اور اس کا علم نور ہے۔ مؤمن اندر جاتا ہے تو نور میں اور باہر آتا ہے تو نور سے اور قیامت کے دن یہ نور کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اور کافر پانچ قسم کی ظلمتوں (اندھیروں) میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کا کلام ظلمت ہے، اس کا عمل ظلمت ہے، کافر اندر جاتا ہے تو ظلمت میں اور باہر آتا ہے تو ظلمت سے اور قیامت کے دن یہ بے شمار ظلمتوں کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۶)

﴿۱۵﴾ فتنہ تین آدمیوں کے ذریعہ سے آتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، فتنہ تین آدمیوں کے ذریعے سے آتا ہے۔ ایک تو اس ماہر اور طاقتور عالم کے ملحد ہو جانے کے ذریعے سے جو اُٹھنے والی ہر چیز کا تلوار کے ذریعہ سے قلع قمع کر دیتا ہے، دوسرے اس بیان والے کے ذریعہ جو فتنہ کی دعوت دیتا ہے، تیسرے سردار اور حاکم کے ذریعے سے۔ عالم اور بیان کرنے والے کو تو فتنہ منہ کے بل گرا دیتا ہے البتہ سردار کو فتنہ خوب کر دیتا ہے اور پھر جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے اس سب کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۵)

﴿۱۶﴾ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، فتنوں سے بچ کر رہو اور کوئی آدمی خود اُٹھ کر فتنے کی طرف نہ جائے کیونکہ اللہ کی قسم! جو بھی از خود اُٹھ کر فتنوں کی طرف جائے گا اسے فتنے ایسے بہا کر لے جائیں گے جیسے سیلاب کوڑے کے ڈھیر کو بہا کر لے جاتا ہے۔ فتنہ جب آتا ہے تو بالکل حق جیسا لگتا ہے یہاں تک کہ جاہل کہتا ہے کہ یہ تو حق جیسا ہے (اس وجہ سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں) لیکن جب جاتا ہے تو اس وقت صاف پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو فتنہ تھا۔ لہٰذا جب تم فتنہ کو دیکھو تو اس سے بچ کر رہو اور گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تلواریں توڑ ڈالو اور کمان کی تانت کے ٹکڑے کر دو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۵)

﴿۱۷﴾ دِل چار قسم کے ہوتے ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دِل چار قسم کے ہوتے ہیں:

① ایک وہ دِل جس پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ تو کافر کا دل ہے۔

② دوسرا دو منہ والا دِل یہ منافق کا دِل ہے۔

③ تیسرا وہ صاف ستھرا دِل ہے۔ جس میں چراغ روشن ہے یہ مؤمن کا دِل ہے۔

④ چوتھا وہ دِل جس میں نفاق بھی ہے اور ایمان بھی۔ ایمان کی مثال درخت جیسی ہے جو عمدہ پانی سے بڑھتا ہے اور نفاق کی شان پھوڑے جیسی ہے جو پیپ اور خون سے بڑھتا ہے۔ ایمان اور نفاق میں سے جس کی صفات غالب آجائیں گی وہی غالب آجائے گا۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۸۴)

﴿۱۸﴾ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا درد بھرا خط

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے نام

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابودرداء نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ اے میرے بھائی! اپنی صحت اور فراغت کو اس بلاء کے آنے سے پہلے غنیمت سمجھو جس کو تمام بندے مل کر نہیں ٹال سکتے (اس بلا سے مراد موت ہے) اور مصیبت زدہ کی دُعا کو غنیمت سمجھو۔ اور اے میرے بھائی! مسجد تمہارا گھر ہونا چاہئے، یعنی مسجد میں زیادہ وقت اعمال میں گزرے کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور مسجد جن لوگوں کا گھر ہوگی ان کے لئے اللہ نے یہ ذمہ داری لے رکھی ہے کہ انہیں خوشی اور راحت نصیب ہوگی اور وہ پل صراط کو پار کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کریں گے اور اے میرے بھائی! یتیم پر رحم کرو اسے اپنے قریب کرو اور اسے اپنے کھانے میں سے کھلاؤ کیونکہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دِل نرم ہو جائے۔ اس نے کہا، جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے۔ اس نے کہا، جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یتیم کو اپنے سے قریب کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے اپنے کھانے میں کھلاؤ، اس سے تمہارا دِل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ہر ضرورت پوری ہوگی۔ اے میرے بھائی! اتنا جمع نہ کرو جس کا تم شکرانہ کر سکو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ دُنیا والا انسان جس نے اس دُنیا کے خرچ کرنے میں اللہ کی اطاعت کی تھی اسے قیامت کے دن اس حالت میں لایا جائے گا کہ وہ آگے آگے ہوگا اور اس کا مال پیچھے ہوگا، وہ جب بھی پل صراط پر لڑکھڑائے گا تو اس کا مال اس سے کہے گا کہ تم بے فکر ہو کر چلتے رہو (تم جہنم میں نہیں گر سکتے کیونکہ) مال کا جو حق تمہارے ذمہ تھا وہ تم نے

ادا کیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے اس دُنیا کے بارے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی تھی اسے اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا مال اس کے کندھوں کے درمیان ہوگا اور اس کا مال اسے ٹھوکر مار کر کہے گا، تیرا ناس ہو تو نے میرے بارے میں اللہ کے حکم پر عمل کیوں نہیں کیا؟ یہ مال اس کے ساتھ بار بار ایسا ہی کرتا رہے گا، یہاں تک کہ وہ ہلاکت کو پکارنے لگے گا اور اے میرے بھائی! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم نے ایک خادم خریدا ہے، حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کا اللہ سے اور اللہ کا بندے سے تعلق اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ اس کی خدمت نہ کی جائے اپنے کام وہ خود کرے اور جب اس کی خدمت ہونے لگتی ہے تو اس پر حساب واجب ہو جاتا ہے۔ ام درداء رضی اللہ عنہا نے مجھ سے ایک خادم مانگا تھا اور میں ان دِنوں مالدار بھی تھا لیکن میں نے چونکہ حساب والی حدیث سن رکھی تھی اس وجہ سے مجھے خادم خریدنا پسند نہ آیا اور اے میرے بھائی! میرے لئے اور تمہارے لئے کون اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ ہم قیامت کے دن ایک دوسرے سے مل سکیں گے اور ہمیں حساب کا کوئی ڈر نہ ہوگا؟ اور اے میرے بھائی! حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی وجہ سے دھوکے میں مت آ جانا کیونکہ ہم نے حضور ﷺ کے بعد بہت لمبا عرصہ گزار لیا ہے اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ ہم نے حضور ﷺ کے بعد کیا کیا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ ۵۸۰)

﴿۱۹﴾ اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین کام ایسے ہیں جن کو کرنے سے ابن آدم کے سارے کام قابو میں آ جائیں گے۔

① تم اپنی مصیبت کا کسی سے شکوہ نہ کرو۔ ② اپنی بیماری کسی کو مت بتاؤ اور اپنی زبان سے اپنی خوبیاں بیان نہ کرو۔

③ اپنے آپ کو مقدس اور پاکیزہ مت سمجھو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳ صفحہ ۵۸۰)

﴿۲۰﴾ زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، زندگی بھر خیر کو تلاش کرتے رہو۔ اللہ کی رحمت کے جھونکوں کے سامنے خود کو لاتے رہو، کیونکہ اللہ کی رحمت کے جھونکے چلتے رہتے ہیں، جنہیں اللہ اپنے جن بندوں پر چاہتے ہیں بھیج دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ وہ تمہارے عیبوں پر پردہ ڈالے اور تمہاری خوف کی جگہوں کو امن والا بنائے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ ۵۷۹)

﴿۲۱﴾ ایک زبردست اور مؤثر نصیحت

حضرت شرجیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے، تم صبح کو جا رہے ہو، شام کو ہم بھی تمہارے پاس آ جائیں گے، یا تم شام کو جا رہے ہو صبح کو ہم بھی آ جائیں گے۔ جنازہ ایک زبردست اور مؤثر نصیحت ہے لیکن لوگ کتنی جلدی غافل ہو جاتے ہیں، نصیحت حاصل کرنے کے لیے موت کافی ہے۔ ایک ایک کر کے لوگ جا رہے ہیں اور آخر میں ایسے لوگ رہتے جا رہے ہیں جنہیں کچھ سمجھ نہیں ہے۔ (جنازہ دیکھ کر پھر اپنے دینوی کاموں میں لگے رہتے ہیں) (حیاۃ الصحابہ، جلد۳، صفحہ ۵۷۸)

﴿۲۲﴾ وہ قوم جس کے گھر قبر میں بدل گئے

حضرت ابوالدرداء فرماتے تھے، اے دمشق والو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ اتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہیں سکتے اور اتنے گھر بنا رہے ہو جن میں تم رہ نہیں سکتے اور اتنی بڑی اُمیدیں لگا رہے ہو جن تک تم پہنچ نہیں سکتے اور تم سے پہلے کی قومیں مال جمع کر کے محفوظ کر لیتی تھیں اور اُنہوں نے بڑی لمبی اُمیدیں لگا رکھی تھیں اور بڑی مضبوط عمارتیں بنائی تھیں لیکن اب وہ سب ہلاک ہو چکی ہیں اور اُن کی اُمیدیں دھوکہ ثابت ہوئیں اور ان کے گھر قبر بن چکے ہیں۔ یہ "قوم عاد" ہے جن کے مال و اولاد سے عدن سے عمان تک کا سارا علاقہ بھرا ہوا تھا

لیکن اب مجھ سے "عاذ" کا سارا اثر کہ دو درہم میں خریدنے کے لیے کون تیار ہے؟ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۵۷۷)

﴿۲۳﴾ جو لوگوں کے عیب تلاش کرے گا اس کا غم لمبا ہو گا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تم لوگوں کو ان چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جن کے وہ (اللہ کی طرف سے) مکلف نہیں ہیں، لوگوں کا رب تو ان کا محاسبہ نہ کرے اور تم ان کا محاسبہ کرو، یہ ٹھیک نہیں۔ اے ابن آدم! تو اپنی فکر کر کیونکہ جو لوگوں میں نظر آنے والے عیوب تلاش کرے گا، اس کا غم لمبا ہو گا اور اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہو سکے گا۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۶)

﴿۲۴﴾ زمین کسی کو پاک نہیں بناتی، انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (دمشق میں رہتے تھے، انہوں نے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ آپ (دمشق کی) پاک سرزمین میں تشریف لے آئیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا کہ زمین کسی کو پاک نہیں بناتی انسان تو اپنے عمل سے پاک اور مقدس بنتا ہے اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کو وہاں طبیب (یعنی قاضی) بنا دیا گیا ہے، اگر آپ کے ذریعہ سے بیماروں کو صحت مل رہی ہے یعنی آپ عدل وانصاف والے فیصلے کر رہے ہیں تو پھر تو بہت اچھی بات ہے، شاباش ہو کہ آپ کو اور اگر آپ کو طب نہیں آتی اور زبردستی حکیم وطبیب سے بنے ہوئے ہیں تو پھر آپ کسی انسان کو (غلط فیصلہ کر کے) مار ڈالنے سے بچیں ورنہ آپ کو جہنم میں جانا ہو گا۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ جب بھی دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور وہ دونوں پشت پھیر کر جانے لگتے تو انہیں دیکھ کر فرماتے، میں تو اللہ کی قسم! اناڑی حکیم ہوں، تم دونوں میرے پاس واپس آ کر اپنا سارا واقعہ دوبارہ سناؤ (یعنی بار بار تحقیق کر کے فیصلہ کرتے) (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۵)

﴿۲۵﴾ تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے

حضرت جعفر بن بُرقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تین آدمیوں پر ہنسی آتی ہے اور تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔ ایک تو اس آدمی پر ہنسی آتی ہے جو دنیا کی اُمیدیں لگا رہا ہے حالانکہ موت اُسے تلاش کر رہی ہے۔ دوسرے اس آدمی پر جو غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس سے غفلت نہیں برتی جا رہی۔ یعنی فرشتے اس کا ہر برا عمل لکھ رہے ہیں اور اسے ہر عمل کا بدلہ ملے گا۔ تیسرے منہ بھر کر ہنسنے والے پر جسے معلوم نہیں ہے کہ اس نے اپنے رب کو خوش کر رکھا ہے یا ناراض۔ اور مجھے تین چیزوں سے رونا آتا ہے۔ پہلی چیز محبوب دوستوں یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کی جدائی، دوسری موت کی سختی کے وقت آخرت کے نظر آنے مناظر کی ہولناکی۔ تیسری اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا جبکہ مجھے یہ معلوم نہیں ہو گا کہ میں جہنم میں جاؤں گا یا جنت میں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۴)

﴿۲۶﴾ حق وزنی ہوتا ہے اور باطل ہلکا ہوتا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حق (نفس پر) بھاری ہوتا ہے لیکن اس کا انجام اچھا ہوتا ہے اور باطل ہلکا لگتا ہے لیکن اس کا انجام برا ہوتا ہے اور انسان کی بہت سی خواہشیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے نتیجے میں انسان کو بڑے لمبے غم اُٹھانے پڑتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کبھی دلوں میں نیک اعمال کا بڑا شوق اور جذبہ ہوتا ہے اور کبھی شوق اور جذبہ بالکل نہیں رہتا تو جب دل میں شوق اور جذبہ ہو تو اسے تم لوگ غنیمت سمجھو اور جب شوق اور جذبہ بالکل نہ ہو تو دل کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۷۱)

﴿۲۷﴾ دُنیا کا صاف حصہ چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے اس آدمی پر بہت غصہ آتا ہے جو مجھے فارغ نظر آتا ہے، نہ آخرت کے کسی عمل میں لگا ہوا ہے اور نہ دُنیا کے کسی کام میں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ملنا چاہیے جو رات کو مردہ پڑا رہے اور دن کو "قطرب" کیڑے کی طرح پھدکتا پھرے یعنی رات بھر تو پڑا سوتا رہے اور دن میں دُنیا کے کاموں میں خوب بھاگ دوڑ کرے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دُنیا کا صاف حصہ تو چلا گیا اور گدلا حصہ رہ گیا ہے، لہٰذا آج تو موت ہر مسلمان کے لیے تحفہ ہے۔

(خرجہ ابونعیم فی الحلیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱)

ایک روایت میں یہ ہے کہ دنیا تو پہاڑ کی چوٹی کے تالاب کی طرح ہے جس کا صاف حصہ جا چکا ہے اور گدلا حصہ رہ گیا ہے۔

(خرجہ ابونعیم، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱)

﴿۲۸﴾ سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین کام ایسے ہیں جو انہیں کرے گا وہ اپنے آپ کو بے زاری اور نفرت کے لئے پیش کرے گا یعنی لوگ اس سے بے زار ہو کر نفرت کریں گے، غیر تعجب کی بات پر ہنسنا اور بغیر جاگے رات بھر سونا اور بغیر بھوک کے کھانا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تنگدستی کی آزمائش سے تم لوگوں کا امتحان لیا گیا۔ اس میں تو تم کامیاب ہو گئے، تم نے صبر سے کام لیا، اب خوشحالی کی آزمائش میں ڈال کر تمہارا امتحان لیا جائے گا اور مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر عورتوں کی آزمائش کا ہے۔ جب وہ سونے، چاندی کے کنگن پہن لیں گی اور ملک شام کی باریک اور یمن کی پھول دار چادریں پہن لیں گی تو وہ مالدار مرد کو تھکا دیں گی اور فقیر مرد کے ذمہ ایسی چیز لگا دیں گی جو اُسے میسر نہیں ہوں گی۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ، جلد ۱، صفحہ ۲۳۷)

﴿۲۹﴾ اپنے ذمہ داروں کی خیر خواہی کرو اُن کو دھوکہ نہ دو

حضرت سعید بن ابی سعید مقبری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قبر اُردن میں ہے، جب وہ طاعون میں مبتلا ہوئے تو وہاں جتنے مسلمان تھے ان سب کو بلا کر فرمایا، میں تمہیں وصیت کرنے لگا ہوں اگر تم اسے قبول کرو گے تو ہمیشہ خیر پر رہو گے۔ نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، صدقہ خیرات دو، حج اور عمرہ کرتے رہو، ایک دوسرے کو وصیت کرو، اپنے امیروں کی خیر خواہی کرو، ان کو دھوکہ نہ دو، اور دُنیا تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائے، اگر کسی آدمی کو ہزار برس کی زندگی بھی مل جائے تو آخر اسے اسی جگہ جانا ہوگا جہاں آج تم مجھے جاتا ہوا دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم پر موت کو لکھ دیا ہے۔ لہٰذا اُن سب کو مرنا ہے اور ان میں سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے رب کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا اور اپنی آخرت کے لیے سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اے معاذ بن جبل! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے سامنے اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی گناہوں سے توبہ کرے گا اللہ کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کا اللہ پر یہ حق ہوگا کہ اللہ اس کے سارے گناہ معاف کر دے لیکن اس توبہ سے قرض معاف نہیں ہوگا وہ تو ادا ہی کرنا ہوگا کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کے بدلے میں گروی رکھ دیا جائے گا، تم میں سے جس نے اپنے بھائی کو چھوڑا ہوا ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ خود جا کر اپنے بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے، کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ نہ ہو چھوڑے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (اخرجہ ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز، جلد ۵، صفحہ ۷۴)

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مومن کے دِل کی مثال چڑیا جیسی ہے جو ہر دن نا معلوم کتنی مرتبہ اِدھر اُدھر پلٹتا رہا ہے (اس لئے آدمی مشورہ کے تابع ہو کر چلے) (اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۰۲)

﴿۳۰﴾ پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعے سے ختم کرو

حضرت نمراں بن مخمر ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ لشکر میں چلے جا رہے تھے۔ فرمانے لگے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے کپڑوں کو تو خوب اجلا اور سفید کر رہے ہیں، لیکن اپنے دین کو میلا کر رہے ہیں، یعنی دین کا نقصان کر کے دُنیا اور ظاہری شان و شوکت حاصل کر رہے ہیں۔ غور سے سنو! بہت سے لوگ دیکھنے میں تو اپنے نفس کا اکرام کرنے والے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے نفس کی بے عزتی کرنے والے ہوتے ہیں، پرانے گناہوں کو نئی نیکیوں کے ذریعہ سے ختم کرو اگر تم میں سے کوئی اتنے گناہ کرلے جس سے زمین و آسمان کے درمیان کا خلا بھر جائے اور پھر وہ ایک نیکی کرلے تو یہ نیکی ان سب گناہوں پر غالب آجائے گی۔

(عند ابن السمعانی کذا فی الکنز، جلد ۸، صفحہ ۲۳۶)

﴿۳۱﴾ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوالحسن! مجھے کچھ نصیحت کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

① آپ اپنے یقین کو شک نہ بنائیں (یعنی مثلاً روزی کا ملنا یقینی ہے، اس کی تلاش میں اس طرح اور اتنا نہ لگیں کہ گویا آپ کو اس میں کچھ شک ہے)۔

② اور اپنے علم کو جہالت نہ بنائیں (جو علم پر عمل نہیں کرتا وہ اور جاہل دونوں برابر ہوتے ہیں)۔

③ اور اپنے گمان کو حق نہ سمجھیں (یعنی آپ اپنی رائے کو وحی کی طرح حق نہ سمجھیں) اور یہ بات آپ جان لیں کہ آپ کی دُنیا تو صرف اتنی ہے کہ جو آپ کو ملی اور آپ نے اسے آگے چلا دیا یا تقسیم کر کے برباد کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! آپ نے سچ کہا۔ (خرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز، جلد ۸، صفحہ ۲۲۱)

﴿۳۲﴾ علمائے کرام اس مضمون کو ضرور پڑھیں

ہمارے اس زمانہ میں ایک نہایت ہی اہم دینی ضرورت یہ ہے کہ ہمارے جید الاستعداد علماء کرام چھوٹے بچوں کو انگلش اور ہندی اور مقامی زبان سکھانے کے لئے اسلامی طرز پر ایک کورس تیار کریں۔ جس میں جانداروں کی تصاویر بالکل نہ ہوں اور غیر اسلامی ناموں کے بجائے اسلامی نام ہوں، اور اسکولوں میں رائج کورس میں جو غیر اسلامی مضامین ہوتے ہیں ان سے بھی وہ کورس پاک وصاف ہو، بلکہ اسلامی عقائد اور ہمارے اسلاف کے واقعات و کارناموں سے وہ آراستہ ہو، جس سے بچے زبان دانی کے ساتھ اسلام کے عقائد و آداب سے بھی واقف ہوں بلکہ ہمارے اسلاف کے کارناموں سے بھی آگاہ ہوں۔ چنانچہ کچھ حساس بیدار مغز علماء نے اس دینی ضرورت کو محسوس کر کے اسلامی طرز پر مقامی زبان سکھانے والی ابتدائی و بنیادی کتابیں تالیف کرنا شروع بھی کر دیا ہے اور کچھ حضرات نے ایسی ہی کچھ کتابیں شائع بھی کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مبارک محنتوں کو قبول فرمائے اور تکمیل تک پہنچائے اور ہمارے عوام کو ان کی قدر دانی نصیب فرمائے۔ آمین

اس کام کی بڑی اہمیت اس بناء پر ہے کہ اسکولوں میں رائج کورس کو پڑھ کر ہمارے بچوں کا ذہن غیر اسلامی بنتا ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کی تصویر دیکھ کر اور ان کو سولی دینے کا مضمون پڑھ کر بچوں کا ذہن قرآن کے خلاف بنتا ہے، قرآن تو صاف الفاظ

میں کہتا ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾ (سورۃ النساء، آیت:۱۵۷) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمنوں نے قتل نہیں کیا اور نہ سولی دی۔ اسی طرح دوسرے غیر اسلامی مضامین پڑھ کر عقائد خراب ہوتے ہیں، حالانکہ عقائد ہی اصل ایمان ہے۔

﴿۳۳﴾ عنقریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے

حضرت ابو زید مدنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک سیڑھی نیچے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا، تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے ابو ہریرہ کو اسلام کی ہدایت دی اور تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے ابو ہریرہ کو قرآن سکھایا اور تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا موقع عنایت فرما کر ابو ہریرہ پر بڑا احسان فرمایا۔ تمام تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے خمیری روٹی کھلائی اور اچھا کپڑا پہنایا، تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے بنت غزوان سے میری شادی کرادی۔ حالانکہ پہلے میں پیٹ بھر کھانے کے بدلے اس کے پاس مزدوری پر کام کرتا تھا اور وہ مجھے سواری دیا کرتی تھی اور اب میں اسے سواری دیتا ہوں جیسے وہ دیا کرتی تھی۔ پھر فرمایا عربوں کے لیے ہلاکت ہو کہ ایک بہت بڑا شر قریب آ گیا ہے اور ان کے لیے ہلاکت ہو کہ عنقریب بچے حاکم بن جائیں گے اور لوگوں میں اپنی مرضی اور خواہش کے فیصلے کریں گے اور غصہ میں آ کر لوگوں کو ناحق قتل کریں گے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۲۵)

﴿۳۴﴾ دُنیا نے اپنے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے

حضرت خالد بن عمیر عدوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بصرہ کے گورنر تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ہم لوگوں میں بیان کیا تو پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا امابعد! دنیا نے اپنے ختم ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر تیزی سے جا رہی ہے اور دُنیا میں سے بس تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا جیسے برتن میں پانی اخیر میں تھوڑا سا رہ جاتا ہے۔ اور آدمی اسے چوس لیتا ہے اور تم یہاں سے منتقل ہو کر ایسے جہاں میں چلے جاؤ گے جو کبھی ختم نہیں ہو گا، لہٰذا جو اچھے اعمال تمہارے پاس موجود ہیں ان کو لے کر اگلے جہاں میں جاؤ، ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو ستر (70) سال تک جہنم میں گرتا رہے گا لیکن پھر بھی اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اللہ کی قسم! یہ جہنم بھی ایک دن انسانوں سے بھر جائے گی، کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے؟ اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ لیکن ایک دن ایسا آئے گا کہ جنتیوں کے ہجوم کی وجہ سے اتنا چوڑا دروازہ بھی بھرا ہوا ہو گا اور میں نے وہ زمانہ بھی دیکھا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف سات آدمی تھے اور میں بھی ان میں شامل تھا اور ہمیں کھانے کو صرف درختوں کے پتے ملتے تھے جنہیں مسلسل کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے بھی زخمی ہو گئے تھے اور مجھے ایک گری پڑی چادر ملی تھی، میں نے اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک ٹکڑے کو میں نے لنگی بنا لیا اور ایک کو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے۔ ایک زمانہ میں تو ہمارا فقر و فاقہ کا یہ حال تھا اور آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا گورنر بنا ہوا ہے اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی نگاہ میں تو بڑا ہوں اور اللہ کے یہاں چھوٹا ہوں۔ (اخرجہ مسلم کذا فی الترغیب، جلد ۵، صفحہ ۱۷۹)

حاکم کی روایت کے آخر میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہر نبوت کی لائن دن بدن کم ہوتی چلی گئی ہے اور بالآخر اس کی جگہ بادشاہت نے لے لی ہے اور میرے بعد تم اور گورنروں کا تجربہ کر لو گے۔ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک، جلد ۳، صفحہ ۲۶۱)

﴿۳۵﴾ سانپ مارنے کی عجیب فضیلت

حضرت ابوالاحوص جشمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن حضرت ابن مسعود بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں انہیں دیوار پر سانپ چلتا ہوا نظر

آیا، انہوں نے بیان چھوڑ کر چھڑی سے اسے اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔ پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی سانپ کو مارا تو گویا اس نے ایسے مشرک آدمی کو مارا ہے جس کا خون بہانا حلال ہو گیا ہے۔ (اخرجہ احمد، جلد ۱، صفحہ ۴۲۱)

﴿۳۶﴾ لوگوں میں لگ کر اپنے سے غافل نہ ہو جاؤ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو یہ نصیحت فرمائی کہ لوگوں میں لگ کر اپنے آپ سے غافل نہ ہو جاؤ کیونکہ تم سے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ ادھر اُدھر پھر کر دن نہ گزار دیا کرو کیونکہ تم جو بھی عمل کرو گے وہ محفوظ کر لیا جائے گا۔ جب تم سے کوئی برا کام ہو جایا کرے تو اس کے بعد فوراً کوئی نیکی کا کام کر لیا کرو کیونکہ جس طرح نئی نیکی پرانے گناہ کو بہت زیادہ تلاش کرتی ہے اور اسے جلدی سے پالیتی ہے اسی طرح اس سے زیادہ تلاش کرنے والی میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ (اخرجہ الدینوری کذافی الکنز، جلد ۸، صفحہ ۲۰۸)

﴿۳۷﴾ آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے منبر پر ارشاد فرمایا جو تھوڑے پر شکر نہیں کرتا وہ زیادہ پر بھی نہیں کر سکتا اور جو انسانوں کا شکر نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی نہیں کر سکتا اور اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا بھی شکر ہے اور انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے۔ آپس کا جوڑ سراسر رحمت ہے اور آپس کا توڑ عذاب ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے کہا تم سوادِ اعظم کو چمٹے رہو یعنی علماء حق سے جڑے رہو۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۴۵۶)

﴿۳۸﴾ فرض نمازوں کے پانچ ہونے کی حکمت

سوال نمازیں پانچ ہی کیوں فرض ہوئیں، کیا حکمت ہے؟

جواب دستور یہ ہے کہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ (دانا کا فعل دانائی سے خالی نہیں ہوتا) پانچ نمازوں کی چند حکمتیں درج ذیل ہیں۔

حکمت (1):

جب نبی کریم ﷺ معراج کے لیے تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ ﷺ کے لیے پچاس نمازوں کا تحفہ عطا فرمایا۔ پھر نبی کریم ﷺ کی بار بار شفاعت پر پینتالیس (45) نمازیں معاف کر دی گئیں۔ مگر اُصول بنا دیا گیا کہ:

﴿ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ﴾ (سورۂ سبا، آیت: ۱۳)

ترجمہ: "جو ایک نیکی لایا اسے دس گنا اجر دیا جائے گا۔"

اللہ رب العزت کی شانِ رحمت کا اندازہ لگائے کہ اُمت پانچ نمازیں پڑھے گی مگر پچاس کا اجر وثواب پائے گی۔

عربی زبان میں صفر کو نکتہ کی مانند لکھتے ہیں۔ پروردگارِ عالم نے نکتہ ہٹا دیا اور اُمت کے لیے آسانی پیدا کر دی۔ قیامت کے دن رب کریم کی نکتہ نوازی کا ظہور ہوگا۔ رحمت کا نکتہ شامل کر کے پانچ کے بجائے پچاس نمازوں کا ثواب ہوگا۔ اُردو زبان میں سخی کی سخاوت بیان کرنے کے لئے نکتہ نوازی کا محاورہ شاید اسی واقعہ سے مشہور ہوا ہے۔ اگر پچاس نمازیں ہوتیں تو ہزاروں میں کوئی ایک نمازی ہوتا۔ پانچ کی وجہ سے کمزوروں کے لئے بھی آسانی ہوگی۔ ہزاروں لوگ نمازی بن گئے۔ بڑا بوجھ گردنوں سے اُٹھ گیا۔

حکمت (2):

انسان کے جسم میں حواس خمسہ موجود ہیں۔

① دیکھنے کی حس (قوتِ باصرہ) ② سننے کی حس (قوتِ سامعہ) ③ سونگھنے کی حس (قوت شامہ)

④ چکھنے کی حس (قوت ذائقہ) ⑤ چھونے کی حس (قوتِ لامسہ)

اللہ تعالیٰ نے پانچ حواس کے بدلے پانچ نمازیں عطا فرمائیں تاکہ ہر حس عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جا سکے۔

حکمت (3):

انسانی زندگی کی پانچ نعمتیں نمایاں ہیں:

① کھانا پینا ② لباس ③ مکان ④ بیوی بچے ⑤ سواری

جان کا شکریہ ایمان لانا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرنا جبکہ بقیہ پانچ نعمتوں کے شکرانے کے طور پر پانچ نمازیں عطا کر دی گئیں۔

جو شخص پانچ نمازیں باقاعدگی سے ادا کرتا ہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندوں میں سے ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص طواف کے دوران دُعا مانگ رہا تھا کہ اے اللہ! مجھے قلیل لوگوں میں سے بنا دے۔ کسی نے پوچھا کہ قلیل لوگوں میں سے کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴾ (سورۂ سبا، آیت: ۱۳)

ترجمہ: ''میرے بندوں میں تھوڑے شکر گزار ہیں۔''

حکمت (4):

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو پانچ نعمتیں مل گئیں وہ سمجھ لے کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل گئیں۔

① شکر کرنے والی زبان۔ ② ذکر کرنے والا دل۔ ③ مشقت اٹھانے والا بدن۔

④ نیک بیوی۔ ⑤ سہولت کی روزی۔

پانچ نمازیں ان پانچ نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کافی ہیں۔

حکمت (5):

انسانی زندگی کی پانچ حالتیں ممکن ہیں:

① کھڑا ہونا ② بیٹھنا ③ لیٹنا ④ جاگنا ⑤ سونا

ان پانچ حالتوں میں انسان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کی بارش ہو رہی ہوتی ہے۔ اگر انسان ہر نعمت کا حق ادا کرنا چاہے تو وہ حق ادا کر ہی نہیں سکتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب ہم نعمتوں کو گن ہی نہیں سکتے تو اُن کا شکریہ کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گن ہی نہیں سکتے تو اُن کا شکریہ کیسے ادا کر سکتے ہیں۔ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ظاہراً ناممکن نظر آتا ہے۔ پروردگارِ عالم نے احسان فرمایا کہ انسان پر پانچ نمازیں فرض فرما دیں۔ پس جو شخص اہتمام کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کرے وہ زندگی کی ہر حالت میں ہونے والی اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت کا شکر ادا کرنے والا بن جائے گا۔

حکمت (6):

شریعت محمدیہ میں نجاست سے پاکی حاصل کرنے والے غسل پانچ ہیں:

① جنابت کا غسل ② حیض کا غسل ③ نفاس کا غسل

④ اسلام لانے کا غسل ⑤ میت کا غسل

یہ پانچ غسل ہر قسم کی حقیقی نجاستوں اور حکمی نجاستوں کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں۔ سے ادا کر لے وہ ہر قسم کی باطنی نجاستوں سے پاک ہو جائے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال ایک نہر کی مانند ہے جو مؤمن کے سامنے جاری ہو۔ پھر وہ مؤمن اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔ کیا اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اسی طرح جو شخص پانچ نمازیں ادا کر لیتا ہے اس کے ذمہ گناہوں کا میل کچیل نہیں رہ سکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (سورۂ ہود، آیت:۱۱۴)

ترجمہ: ''بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔''

حکمت (7):

قبلے پانچ طرح کے ہیں:

① بیت اللہ۔ اُمت محمدیہ کا قبلہ ② بیت المقدس۔ یہودیوں کا قبلہ ③ مکاناً شرقیاً یعنی مشرقی سمت، نصاریٰ کا قبلہ
④ بیت المعمور۔ ملائکہ کا قبلہ ⑤ وجہ اللہ۔ راہ گم متحیر انسان کا قبلہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ (سورۃ البقرہ، آیت:۱۱۵)

گویا عبادت کرنے والے پانچ قسم کے لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کیں تا کہ ان کو تمام عبادت گزاروں سے مناسبت ہو اور سب کی عبادت کے بقدر اُن کو عبادت کرنے کا اجر و ثواب حاصل ہو۔

حکمت (8):

انسان کی دنیاوی زندگی ختم ہونے پر اُسے پانچ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا:

① سکرات موت ② عذاب قبر ③ روز محشر نامۂ اعمال کا ملنا
④ پل صراط سے گزرنا ⑤ جنت کے دروازے سے گزرنا

جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پانچ مصیبتوں کو آسان فرمادیں گے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے زواجر میں حدیث نقل کی ہے:

﴿وَمَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ كَرَّمَهُ اللَّهُ بِخَمْسِ خِصَالٍ. يَرْفَعُ عِنْدَ ضِيقِ الْمَوْتِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَيُعْطِيهِ اللَّهُ بِيَمِينِهِ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

ترجمہ: ''جس نے نمازوں کی حفاظت کی، اللہ تعالیٰ پانچ خصلتوں سے اس کا اکرام فرمائے گا۔ اول موت کی سختی سے بچائے گا، دوسرے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، تیسرے حشر کے دن نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملے گا، چوتھے پل صراط سے بجلی کی طرح پار ہو جائے گا، پانچویں جنت میں بلا حساب داخل کر دیا جائے گا۔'' (نماز کے اسرار و رموز، صفحہ ۸۴)

﴿۳۹﴾ غم ہلکا کرنے کا مجرب عمل

نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ کفار کی ایذا رسانیوں کی وجہ سے بڑے مغموم تھے۔ اللہ رب العزت نے کتنے پیارے انداز میں فرمایا:

﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ○ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ ﴾ (سورۂ نحل: آیت ۱۲۷، ۱۲۸)

کبھی آپ بہت پریشان ہوں تو اس آیت کو ذرا چند بار پڑھ کر دیکھا کیجئے، آزمودہ چیز ہے، بڑے بڑے غم اور مصیبتیں اللہ رب العزت اس آیت کے پڑھنے سے بندے کے سر سے دور فرمائیں گے، دل میں ٹھنڈک آجائے گی، اللہ کے اس کلام میں عجیب تاثیر ہے۔ پریشان بندے کو خوش کرنے کے لیے یہ آیت اکسیر ہے، اس پر آپ خود بھی عمل کر لیجئے گا کبھی بھی کوئی پریشانی آئے آپ اس آیت کو پڑھیئے۔ دیکھئے پھر اللہ تعالیٰ دل کی حالت کو کیسے بدلتے ہیں۔

﴿۴۰﴾ خط۔ مسجد کی خدمت کیجئے، اللہ آپ کو نیک خادمہ بیوی دے گا

سوال مکرم...... بندہ، بہت دنوں سے بیوی ڈھونڈ رہا ہے، کوئی لڑکی دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا، کوئی وظیفہ بتایئے۔

جواب ① استغفار کی کثرت کرو۔

② یا جامِعُ ۵۰۰ مرتبہ پڑھا کرو۔

③ علماء نے لکھا ہے کہ جس نوجوان کی شادی میں رکاوٹ ہو۔ اگر وہ مسجد میں جھاڑو دے اور خدمت کرے تو اس خدمت کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو خادمہ عطا فرما دیتے ہیں۔

④ اگر آپ ایسی بیوی کی تلاش میں ہیں کہ جس میں کوئی عیب نہ ہو تو آپ کو بیوی ملنا مشکل ہے۔ وہ تو انشاء اللہ جنت میں ملے گی اس لئے اس کی بندی مل جائے تو اسے اپنی شریک حیات بنالیجئے۔

⑤ سورۂ احزاب لکھ دیجئے اور گھر میں رکھئے۔

⑥ اگر عورت کو شوہر کی ضرورت ہو تو بھائی کو مسجد کی صفائی کے لیے بھیجے۔

﴿ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ ﴾

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ ﴾

﴿۴۱﴾ دِل ہلا دینے والی دُعا

رب کریم ہم ظاہر میں بندے ہیں حقیقت میں نہایت گندے ہیں، اللہ ہمارے اندر کی گندگیوں کو دور فرما، ہمارے دلوں کی ظلمت کو دور فرما۔ ہمارے دلوں کی سختی کو دور فرما، اللہ ہمارے دلوں کو منور فرما، ہمارے دل کی دُنیا کو آباد فرما، میرے مالک ہماری نگاہوں کو پاک فرما۔ ہمارے دلوں کو صاف فرما، ہمارے سینوں کو اپنی محبت سے لبریز فرما۔

اپنے عشق کی آتش ہمارے سینوں میں پیدا فرما۔ ہمارے انگ انگ سے اپنے ذکر کو جاری فرما، روئیں روئیں سے اپنے ذکر کو جاری فرما، ہماری ہڈی ہڈی، بوٹی بوٹی میں اپنی محبت پیدا فرما۔ اے مالک ہمارے عمل میں اخلاص پیدا فرما، رزق میں برکت پیدا فرما، صحت میں برکت پیدا فرما، کاموں میں برکت پیدا فرما، قدم قدم پر اپنی برکتیں شامل حال فرما۔

اے مالک! ہماری جسمانی بیماریوں کو دور فرما، ہماری روحانی بیماریوں کو دور فرما، نفس و شیطان کے مکر و فریب سے حفاظت فرما۔ بُرا چاہنے والوں کی برائی سے محفوظ فرما، اے اللہ! ہمیں دشمنوں کی دشمنی سے محفوظ فرما، عزت و آبرو کی حفاظت فرما، اے اللہ ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، اے مالک! ہمیں برے کاموں سے محفوظ فرما، بُرے دن سے محفوظ فرما، بُری رات سے محفوظ فرما، بُرے وقت سے محفوظ فرما،

بُرے کاموں سے محفوظ فرما، اے اللہ! ہمیں بُرے انجام سے محفوظ فرما، بُرے دوستوں سے محفوظ فرما، بُرے حالات سے محفوظ فرما۔

رب کریم ہمارے حال پر رحمت کی نظر فرما، اللہ ہمیں نماز کی حضوری نصیب فرمایا، سجدوں کا سرور نصیب فرما، قرآن پاک پڑھنے کا لطف نصیب فرما، رات کے آخری پہر مناجات کی لذت نصیب فرما، اے مالک! ایمان حقیقی کی لذت نصیب فرما، رب کریم! ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرما، اے اللہ! جس طرح ماں باپ اپنے کمزور بچے کا زیادہ لحاظ کرتے ہیں، اے اللہ ہم آپ کے کمزور بندے ہیں ہمارا زیادہ لحاظ فرما، ہم پر خصوصی رحمت کی نظر فرما دیجئے۔

اللہ تری اک نگاہ کی بات ہے　　میری زندگی کا سوال ہے

آپ کی ایک رحمت کی نظر ہوگی ہمارا بیڑا پار ہو جائے گا، اے اللہ! آپ کو اسی وقت تک منانا ضروری ہے جب تک کہ آپ راضی نہیں ہو جاتے، اے اللہ! ہم سے راضی ہو جایئے، اے مالک رضا عطا فرما دیجئے، اے مالک! ہمارے گناہوں کے سبب ہم سے ناراض نہ ہوئیے، ہمارے ساتھ رحمت کا معاملہ فرما دیجئے، اے اللہ! جب بچہ پریشان ہوتا ہے، اپنے ماں باپ کی طرف دوڑتا ہے، جب بندے پریشان ہوتے ہیں اپنے پروردگار کے در پر آتے ہیں، اے بے کسوں کے دستگیر، اے ٹوٹے دلوں کو تسلی دینے والے، اے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے والے، اور غمزدہ دلوں کے غموں کو دور کرنے والے، اے پھیلے ہوئے دامنوں کو بھر دینے والے، اللہ ہماری توبہ کو قبول فرما۔

اے مالک! ہماری دُعاؤں کو کہیں پھٹے کپڑے کی طرح منہ پر نہ مار دینا، اللہ ہم آپ کی شان بے نیازی سے ڈرتے ہیں، اے مالک! جب آپ کی بے نیازی کی نگاہ اُٹھتی ہے تو بلعم باعورا کی چار سو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگا دیتے ہیں، اللہ ہمارے پلے تو عبادتیں بھی نہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں، اللہ ہم تو گناہوں کے گٹھڑ لے کر آگے کھڑے ہیں، اے مالک! اس امید کے ساتھ کہ جب کوئی شہنشاہ کے دروازے پر جاتا ہے تو شہنشاہ یہ نہیں پوچھتا کہ تم کیا لے کر آئے ہو، ہمیشہ یہ پوچھتا ہے کیا لینے کے لئے آئے ہو، اے مولیٰ! ہمارے پاس کوئی ایسا عمل نہیں کہ جو آپ کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ ہم تو لینے کے لیے آئے ہیں، مانگنے کے لیے آئے ہیں، رب کریم! رحمت کی نظر کر دیجئے، اے مالک! ہم پر احسان فرما دیجئے، اے اللہ! جب کوئی ماں بچے کو نجاست میں لتھڑا دیکھتی ہے، وہ بچے کو پھینک نہیں دیتی، نفرت نہیں کرتی، سمجھتی ہے یہ نادان ہے، نجاست میں لتھڑا پڑا ہے اس کو دھو لیتی ہے سینے سے لگا لیتی ہے، مولیٰ! ہم بھی گناہوں کی نجاست میں لتھڑے ہوئے ہیں، مولیٰ ہم بڑے نادان، بڑے جاہل بن کر زندگی گزارتے پھر رہے ہیں، مگر بندے تو آپ ہی کے ہیں، اے اللہ! اپنی رحمت کی نظر کر دیجئے، اور ہمارے گناہوں کی نجاست کو دھو دیجئے اور اپنی رحمت کی چادر میں چھپا لیجئے۔

اے مالک! ہمارے جیسے تو آپ کے اربوں، کھربوں بندے ہیں، لیکن ہمارا تو تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ! ہم قسم کھا کر کہتے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیں تو آپ ہی کے در سے مانگنا ہے، اللہ! اپنے دروازے کھول دیجئے، رحمت کی نظر ڈال دیجئے، اے مالک! ہمارے لئے رحمت کا معاملہ فرما دیجئے، اے اللہ! یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تھا، آپ تو ان سے زیادہ کریم ہیں، آپ اپنے بندوں کو معاف فرما دیجئے، میرے مالک! کرم کا معاملہ فرما دیجئے۔

رب کریم! احسان کا معاملہ فرما دیجئے اور ہماری زندگی کے پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، یہاں جتنی بچیاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئی ہیں جتنی معلمات ہیں، یا خادمات ہیں، اللہ سب کی محنتوں کو قبول فرما، سب کو اپنے مقرب بندوں میں شامل کر لیجئے، رب کریم ہم نے تو یہ معمول دیکھا کہ اگر کسی سے کوئی لڑا ہوا اور کسی کی عورتیں معافی مانگنے گھر پر آجائیں تو دنیادار لوگ بھی چل کر آنے والی عورتوں کا لحاظ کر لیتے ہیں۔ قتل کے مقدمے تک معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ جب لوگ عورتوں کے چل کر آنے کا اتنا لحاظ کرتے ہیں، آپ کی یہ بندیاں اپنے گھروں سے چل کر یہاں آ کی بیٹھی ہیں، دامن پھیلائے بیٹھی ہیں، اللہ رحمت کی سوالی ہیں، آپ سے آپ کی رحمت

مانگتی ہیں، مولیٰ ان کے گناہوں کو بخش دیجئے، ان کی خطاؤں کو معاف کر دیجئے، رب کریم! احسان فرما دیجئے۔

اے اللہ! ہم نے علماء سے یہ مسئلہ سنا ہے کہ جب باپ کوئی چیز کھانے، پینے کی خرید کر لائے اس کے بیٹے بھی ہوں، بیٹیاں بھی ہوں، وہ بیٹی کو پہلے دے، اس عزت کی وجہ سے جو آپ نے بیٹی کو عطا کی ہے، اے اللہ! جب آپ نے ہمیں یہ حکم دیا، ہم بیٹیوں کا اکرام کریں، اے اللہ! آپ کی بندیاں آپ کے سامنے ہیں، دامن پھیلائے بیٹھی ہیں، آپ ان پر کرم فرما دیجئے۔ میرے مولیٰ! یہ اپنے دل کے غم کس کے سامنے کھولیں، مولیٰ آپ تو سینے کے بھید جاننے والے ہیں، اے اللہ! انہیں شیطانی وساوس سے بچا لیجئے۔ نفسانی وساوس سے بچا لیجئے، ان کو عزت و پاک دامنی کی زندگی عطا کر دیجئے، اے اللہ! ان کی عزت و ناموس کی حفاظت فرمائیے، رب کریم! احسان فرمائیے اور ان کو نیکو کاری کی زندگی عطا فرما دیجئے، زیور علم سے ان کو آراستہ فرما دیجئے، ان کے سینوں کو قرآن و حدیث کے نور سے منور فرما دیجئے، زندگی اور آخرت کے ہر امتحان میں کامیاب فرما دیجئے، اے اللہ! یہ اپنے ماں باپ سے دور، عزیز و اقارب سے دور تیرے دین کا علم حاصل کرنے کے لئے، اللہ ان جامعات میں آئی ہیں، پروردگار! آپ تو مسافر کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں، اے اللہ! ان طالبات کی دعاؤں کو قبول کر لیجئے، اے اللہ! ان کے جو نیک مقاصد ہیں ان کو پورا فرما دیجئے، اور جو ان کی مشکلات ہیں ان کو آسان کر دیجئے، اے اللہ! اغنا نیت والا پاکیزہ رزق عطا فرما دیجئے، دوغلی دورنگی زندگی سے محفوظ فرما دیجئے، اے اللہ! ہماری ان دعاؤں کو قبول فرمائیے۔

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا يَا مَوْلَنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴾ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ﴾

﴿۴۲﴾ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دھوبن نے توحید سکھائی

حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ مجھے ایک دھوبن نے توحید سکھائی کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوبی رہتا تھا۔ میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا گرمی کی رات میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ ہمسایہ سے میں نے ذرا اونچا اونچا بولنے کی آواز سنی، پوچھا کہ بھائی خیریت تو ہے، کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی، وہ اپنے خاوند کو کہہ رہی تھی کہ دیکھ تیری خاطر میں نے تکلیفیں گزاریں، فاقے کاٹے، سادہ لباس پہنا، مشقتیں اٹھائیں، ہر دکھ سکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کے لیے اب بھی تیار ہوں۔ لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کر لے، تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہو سکتا۔ میں تیرے ساتھ کبھی نہیں رہ سکتی۔ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۱۱۶)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے تو جو بھی گناہ لے کر آئے گا میں چاہوں گا سب معاف کر دوں گا، لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہو سکتا۔ (تمنائے دل، صفحہ ۳۸)

﴿۴۳﴾ دینی پیشوا اگر پھسل جائے تو قوم کا کیا ہوگا

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے کچھ واقعات زندگی میں بڑے عجیب لگے، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت وہ کون سے؟ کہنے لگے کہ:

① ایک مرتبہ دس بارہ سال کی ایک لڑکی آ رہی تھی اس کی بات نے مجھے حیران کر دیا۔ بارش ہوئی تھی میں مسجد جا رہا تھا اور وہ بازار سے

کوئی چیز لے کر آ رہی تھی۔ جب ذرا میرے قریب آئی تو میں نے کہا کہ بچی ذرا سنبھل کر قدم اُٹھانا کہیں پھسل نہ جانا تو جب میں نے یہ کہا تو اس نے آگے سے یہ جواب دیا، حضرت! میں پھسل گئی تو مجھے نقصان ہوگا آپ ذرا سنبھل کر قدم اُٹھانا اگر آپ پھسل گئے تو قوم کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے کہ اس لڑکی کی بات مجھے آج تک یاد ہے، اس لڑکی نے کہا تھا کہ آپ سنبھل کر قدم اُٹھانا آپ پھسل گئے تو قوم کا کیا بنے گا۔

④ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اس کے سامنے سے ایک عورت روتی ہوئی کھلے چہرے اور کھلے سر کے ساتھ آگے سے گزری، اس نے سلام پھیرا تو اس عورت پر بڑا ناراض ہوا، کہنے لگا کہ تجھے شرم نہیں آتی، دھیان نہیں ننگے سر اور کھلے چہرے کے ساتھ اس حال میں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے آگے سے گزر گئی۔ اس عورت نے پہلے تو معافی مانگی اور معافی مانگ کر کہنے لگی کہ دیکھو میرے میاں نے مجھے طلاق دے دی اور میں اس وقت غم زدہ ہوں، مجھے پتہ نہیں چلا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں یا نہیں، میں اس حالت میں آپ کے سامنے سے گزر گئی مگر حیران اس بات پر ہوں کہ میں خاوند کی محبت میں اتنی گرفتار کہ مجھے سامنے سے گزرنے کا پتہ نہ چلا اور تم اللہ کی محبت میں کیسے گرفتار ہو کہ کھڑے پروردگار کے سامنے ہو اور دیکھ میرا چہرہ رہے ہو۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی یہ بات مجھے آج تک یاد ہے اور واقعی ہماری نمازوں کا یہی حال ہے، نیچے کی منزل پر اگر نماز پڑھ رہے ہوں اور اوپر کی منزل میں اگر کوئی ہمارا نام لے دے تو ہمیں نماز میں پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا نام پکارا گیا، ہماری نماز کی توجہ کا یہ عالم ہوتا ہے۔ (تمنائے دل صفحہ ۴۰)

﴿۴۴﴾ مردوں کا فتنہ جمال ہے، عورتوں کا فتنہ مال ہے

اللہ تعالیٰ کی محبت کے حاصل ہونے میں دو چیزیں رکاوٹ سبب بنتی ہیں:

① جمال ② مال

جمال کیسے رکاوٹ بنتا ہے؟ یہ ہر ایک کو پتہ ہے، مسجد میں نماز پڑھی، باہر نکلتے ہیں تو آنکھ قابو میں نہیں رہتی۔ ادھر بھی ہوس سے نگاہ پڑ رہی ہے اور اُدھر بھی ہوس کی نگاہ پڑ رہی ہے۔ اِدھر اُدھر ہوس کی نگاہوں کا اُٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ جمال اس کے لیے پھندہ بن گیا ہے، آنکھیں غیر محرم سے قابو میں نہیں رہتیں، آج کل مردوں کے لیے یہ سب سے بڑا فتنہ ہے۔

دوسرا فتنہ مال ہے اور یہ مردوں کی نسبت عورتوں کے لیے زیادہ بڑا فتنہ ہے۔ مال کی محبت عورت کے دل میں شدید ہوتی ہے اور جمال کی محبت مرد کے دِل میں شدید ہوتی ہے اور آج کے نوجوانوں کو مال اور جمال کے پھندوں نے پھنسا دیا اور اللہ سے دور کر دیا، اس لئے اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں دو چیزوں سے نظریں ہٹانے کا حکم دیا ہے۔

❁ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ (سورۂ طٰہٰ: آیت ۱۳۱)

ترجمہ: ”اے محبوب! آپ ان کافروں کے مال کو نہ دیکھیں، ان سے اپنی نگاہوں کو ہٹا لیجیے، یہ چند دن کی چاندنی ہے، ان سے اپنی نگاہیں ہٹا لیجیے تو ایک تو مال سے نگاہیں ہٹانے کا حکم دیا اس کی طرف دیکھو ہی نہیں۔“

❁ اور دوسرا غیر محرم کی طرف سے نگاہیں ہٹانے کا حکم فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ (سورۂ نور: آیت: ۳۰)

ترجمہ: ”ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں (یعنی جمال سے اور مال سے نگاہوں کا پرہیز کرنے کا حکم دیا۔)“

اور ایک چیز ایسی ہے جس کی طرف نگاہیں جمانے کا حکم دیا۔ پروردگار عالم فرماتے ہیں:

﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ﴾

(سورۃ الکہف، آیت:۲۸)

ترجمہ: ''اے محبوب! اپنے آپ کو صبر دیجئے، اپنے آپ کو بٹھایئے، اپنے آپ کو نتھی رکھئے ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اللہ کی رضا کے لیے اس کو یاد کرتے ہیں اور اے محبوب! آپ کی نگاہیں ان کے چہروں سے اِدھر اُدھر ہٹنے نہ پائیں، ان پر نگاہیں جمائے رکھے۔''

تو ایک چیز پر نگاہیں جمانے کا حکم دیا۔ قرآن عظیم الشان ہمیں یہ سبق دے رہا ہے کہ ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ تمہاری نگاہیں ان کے چہروں سے ہٹیں نہیں ہر وقت ان کی طرف نگاہیں لگی ہوئی ہوں۔ معلوم ہوا کہ یہ نگاہیں اگر اللہ والوں کے چہروں پر لگی رہیں گی تو پھر بندے کا راستہ بھی سیدھا رہے گا، وہ خود بھی اللہ کے قریب ہوتا چلا جائے گا، تو دو چیزوں سے نگاہیں ہٹانے کا حکم دیا، ایک مال سے اور ایک جمال سے، اور ایک چیز پر نگاہ جمانے کا حکم دیا اور وہ ہے اللہ والوں کے چہروں پر نگاہیں جمانے کا حکم ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ اگر آپ نگاہیں ہٹائیں گے ﴿تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ پھر آپ دُنیا کی زینت کے چاہنے والے بن جائیں گے۔

﴿۴۵﴾ رابعہ بصریہ نے فرمایا: ''اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ''

کسی نے رابعہ بصریہ کو یہ دُعا دی تھی کہ: ''اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں گھر عطا کردے۔'' کہنے لگیں کہ ''اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ'' پہلے پڑوسی کی بات کرو بعد میں گھر کی بات کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے پڑوس کی جگہ عطا فرمادے۔

﴿۴۶﴾ مجنون، بہرا اور چھوٹے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں

مکرم ومحترم حضرت مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا بھائی کانوں سے بہرا ہے، اسی طرح ہمارے چچازاد بھن دماغ سے معذور ہے، اب بتایئے مرنے کے بعد ایسے لوگوں کا کہاں ٹھکانا ہوگا، جنت میں یا جہنم میں۔ جواب سے مطلع فرمایئے اور خوشی کا موقع دیجئے۔ فقط والسلام

﴿۴۷﴾ جوابِ خط

دیکھئے بھائی! اللہ کے یہاں یقیناً کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا، اس لیے بہرا، پاگل، فاتر العقل اور زمانہ فترت یعنی دو نبیوں کے درمیان زمانے میں فوت ہونے والے لوگوں کا مسئلہ ہے، ان کی بابت بعض روایات میں آتا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف فرشتے بھیجے گا اور وہ انہیں کہیں گے کہ جہنم میں داخل ہوجاؤ، اگر وہ اللہ کے اس حکم کو مان کر جہنم میں داخل ہوجائیں گے تو جہنم ان کے لیے گلزار بن جائے گی، بصورتِ دیگر انہیں گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (مسند احمد، جلد۴، صفحہ ابن حبان، جلد۹، صفحہ ۲۲۶)

چھوٹے بچوں کی بابت اختلاف ہے۔ مسلمانوں کے بچے تو جنت میں ہی جائیں گے، البتہ کفار ومشرکین کے بچوں میں اختلاف ہے، کوئی توقف کا قائل ہے، کوئی جنت میں جانے کا اور کوئی جہنم میں جانے کا قائل ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میدان محشر میں ان کا امتحان لیا جائے گا، جو اللہ کے حکم کی اطاعت اختیار کرے گا، وہ جنت میں اور جو نافرمانی کرے گا جہنم میں جائے گا۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اس سے متضاد روایات میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے، (تفصیل کے لیے تفسیر ابن کثیر ملاحظہ کیجئے)۔ مگر صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کے بچے بھی جنت میں جائیں گے۔ (دیکھئے صحیح بخاری، ۲:۱۲،۲۵۱:۳۳۸، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۷۷)

﴿۴۸﴾ سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکینت و برکت نازل ہوتی ہے

سورۂ کہف پڑھنے سے گھر میں سکینت و برکت نازل ہوتی ہے، ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سورۂ کہف پڑھی، گھر میں ایک جانور بھی تھا، وہ بدکنا شروع ہوگیا، انہوں نے غور سے دیکھا کہ کیا بات ہے؟ تو انہیں ایک بادل نظر آیا، جس نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا، صحابی رضی اللہ عنہ نے اس موقع کا ذکر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے پڑھا کرو، قرآن پڑھتے وقت سکینت نازل ہوتی ہے۔ (صحیح بخاری: فضل سورۃ الکہف مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب نزول السکینہ بقراءۃ القرآن، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۷۹۹)

﴿۴۹﴾ دن اور رات یہ دونوں اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں

دن اور رات، یہ دونوں اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں۔ رات کو تاریک بنایا تا کہ سب لوگ آرام کرسکیں۔ اس اندھیرے کی وجہ سے ہر مخلوق سونے اور آرام کرنے پر مجبور ہے۔ ورنہ اگر آرام کرنے اور سونے کے اپنے اپنے اوقات ہوتے تو کوئی بھی مکمل طریقے سے سونے کا موقع نہ پاتا، جب کہ معاشی تگ ودو اور کاروبار جہاں کے لئے نیند کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر توانائی بحال نہیں ہوتی۔ اگر کچھ لوگ سو رہے ہوتے اور کچھ جاگ کر مصروف تگ و تاز ہوتے، تو سونے والوں کے آرام و راحت میں خلل پڑتا، نیز لوگ ایک دوسرے کے تعاون سے بھی محروم رہتے۔ جبکہ دُنیا کا نظام ایک دوسرے کے تعاون و تناصر کا محتاج ہے اس لیے اللہ نے رات کو تاریک کردیا تا کہ ساری مخلوق بیک وقت آرام کرے اور کوئی کسی کی نیند اور آرام میں مخل نہ ہوسکے۔ اسی طرح دن کو روشن بنایا تا کہ روشنی میں انسان اپنا کاروبار بہتر طریقے سے کرسکے۔ دن کی یہ روشنی نہ ہوتی تو انسان کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، اسے ہر شخص بآسانی سمجھتا اور اس کا ادراک رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے حوالے سے اپنی توحید کا اثبات فرمایا ہے کہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ دن اور رات کا یہ نظام ختم کرکے ہمیشہ کے لیے تم پر رات ہی مسلط کردے تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ایسا ہے جو تمہیں دن کی روشنی عطا کردے؟ یا اگر وہ ہمیشہ کے لیے دن ہی دن رکھے تو کیا کوئی تمہیں رات کی تاریکی سے بہرہ ور کرسکتا ہے، جس میں تم آرام کرسکو نہیں، یقیناً نہیں۔ یہ صرف اللہ کی کمال مہربانی ہے کہ اس نے دن اور رات کا ایسا نظام قائم کردیا ہے کہ رات آتی ہے تو دن کی روشنی ختم ہوجاتی ہے اور تمام مخلوق آرام کرلیتی ہے اور رات جاتی ہے تو دن کی روشنی سے کائنات کی ہر چیز نمایاں اور واضح تر ہوجاتی ہے اور انسان کسب و محنت کے ذریعے سے اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرتا ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۰۹۳)

﴿۵۰﴾ دِل کی بیماریاں

یعنی دِل کی وہ دس باتیں جن کی اصلاح سے دِل کی دوسری بیماریاں دور ہوجاتی ہیں:

① زیادہ کھانے کی ہوس ② زیادہ بولنے کی فکر ③ بے جا غصہ ④ حسد کرنا
⑤ بخل اور مال کی مذمت ⑥ شہرت اور جاہ کی محبت ⑦ دنیا کی محبت ⑧ تکبر کرنا
⑨ عجب یعنی خود پسندی ⑩ ریاء یعنی دکھلاوا

﴿۵۱﴾ منوراتِ ظاہری

یعنی وہ دس اعمال جن کا انسان کے ظاہری اعضاء سے تعلق ہے ان کا اہتمام کرنے سے دوسرے حکموں پر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے:

① نماز ② زکوٰۃ و خیرات ③ روزہ ④ حج ⑤ تلاوت قرآن پاک
⑥ کثرت ذکر ⑦ طلب حلال ⑧ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت

⑨ اتباعِ سنت ⑩ اچھی بات کہنا اور بری باتوں سے روکنا

﴿۵۲﴾ منوراتِ باطنی

یعنی وہ دس اعمال جن کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ ان کا اہتمام کرنے سے دل کے دوسرے احکام پر عمل کرنا سہل ہو جاتا ہے۔

① توبہ ② خوف ③ زہد ④ صبر ⑤ شکر
⑥ اخلاص وصدق ⑦ توکل ⑧ اللہ کی محبت ⑨ رضا برقضا ⑩ سفرِ وطن کی اصلی تیاری

﴿۵۳﴾ بارش کو بارش کے ان راستوں سے طلب کرو جو آسمانوں میں ہیں

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝﴾ (سورۂ نوح، پارہ:۲۹، آیت:۱۰تا۱۲)

ترجمہ: ''اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا، اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔''

بعض علماء اسی آیت کی وجہ سے نمازِ استسقاء میں سورۂ نوح کے پڑھنے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایک مرتبہ نمازِ استسقاء کے لئے منبر پر چڑھے تو صرف آیاتِ استغفار (جن میں یہ آیات بھی تھیں) پڑھ کر منبر سے اُتر آئے اور فرمایا کہ میں نے بارش کو بارش کے ان راستوں سے طلب کیا ہے، جو آسمانوں میں ہیں، جن سے بارش زمین پر اُترتی ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت حسن بصری کے متعلق مروی ہے کہ ان سے آ کر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اسے استغفار کی تلقین کی، کسی دوسرے شخص نے فقر وفاقہ کی شکایت کی، اسے بھی انہوں نے یہی نسخہ بتلایا۔ ایک اور شخص نے اپنے باغ کے خشک ہونے کا شکوہ کیا، اس سے بھی فرمایا: استغفار کر۔ ایک شخص نے کہا، میرے گھر اولاد نہیں ہوتی، اسے بھی کہا اپنے رب سے استغفار کر۔ کسی نے جب ان سے کہا کہ آپ نے استغفار ہی کی تلقین کیوں کی؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا کہ میں نے اپنے پاس سے یہ بات نہیں کی، یہ وہ نسخہ ہے جو ان سب باتوں کے لیے اللہ نے بتلایا ہے۔ (ایسر التفاسیر، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۶۲۳)

استغفار سے متعلق کچھ احادیث پڑھ لیجئے:

① مسند احمد میں بہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے پھر خدا کے سامنے حاضر ہو کر کہتا ہے کہ پروردگار مجھ سے گناہ ہو گیا تو معاف فرما، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے سے گو گناہ ہو گیا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اس کا رب گناہ پر پکڑ بھی کرتا ہے اور اگر چاہے تو معاف بھی فرما دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف فرمایا۔ اس سے پھر گناہ ہوتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ پھر معاف فرماتا ہے، پھر تیسری مرتبہ اس سے گناہ ہو جاتا ہے یہ پھر توبہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بخشتا ہے۔ چوتھی مرتبہ پھر گناہ کر بیٹھتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر کہتا ہے اب میرا بندہ جو چاہے کرے۔ (مسند احمد) یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دلوں میں رقت طاری ہو جاتی ہے اور ہم اللہ والے بن جاتے ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو وہ حالت

نہیں رہتی، عورتوں، بچوں میں پھنس جاتے ہیں، گھربار کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، سنو جو کیفیت تمہارے دلوں کی میرے سامنے ہوتی ہے اگر یہی کیفیت ہر وقت رہتی تو پھر فرشتے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہاری ملاقات کو تمہارے گھروں پر آتے۔ سنو! اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں سے ہٹا دے اور دوسری قوم کو لے آئے جو گناہ کرے پھر بخشش مانگے، اور خدا انہیں بخشے۔ ہم نے کہا، حضور! یہ تو فرمائیے کہ جنت کی بنا کیا ہے؟ آپ ﷺ اور خدا انہیں بخشے۔ ہم نے کہا، حضور! یہ تو فرمائیے کہ جنت کی بنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی، اس کا گارہ مشک خالص ہے، اس کے کنکر لؤلؤ اور یاقوت ہیں، اس کی مٹی زعفران ہے، جنتیوں کی نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی، ان کی زندگی ہمیشگی والی ہوگی، ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے، ان کی جوانی فنا نہ ہوگی، تین شخصوں کی دُعا رد نہیں ہوتی: ① عادل بادشاہ ② روزے دار ③ مظلوم اس کی دُعا بادلوں میں اُٹھائی جاتی ہے اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جناب باری ارشاد فرماتا ہے، مجھے میری عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا، اگرچہ کچھ وقت کے بعد ہو۔ (مسند احمد)

③ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص کوئی گناہ کرے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرے اور اپنے گناہ کی معافی چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (مسند احمد)

④ صحیح مسلم میں بروایت امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مروی ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے جو شخص کامل وضو کر کے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھے، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں، جس سے چاہے اندر چلا جائے۔

⑤ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سنت کے مطابق وضو کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں، میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص مجھ جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

پس یہ حدیث تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے، اس سے اگلی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، اس سے اگلی روایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور اس تیسری روایت کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ تو الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی وسیع مغفرت اور اس کی بے انتہا مہربانی کی خبر سید الاولین والآخرین کی زبانی آپ کے چاروں برحق خلفاء کی معرفت ہمیں پہنچی۔

آؤ! اس موقعہ پر ہم گنہگار بھی ہاتھ اُٹھائیں اور اپنے مہربان رحیم و کریم خدا کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اس سے معافی طلب کریں۔ خدایا! اے ماں باپ سے زیادہ مہربان! اے عفو و درگزر کرنے والے اور کسی بھکاری کو اپنے در سے خالی نہ پھیرنے والے! تو ہم خطا کاروں کی سیاہ کاریوں سے بھی درگزر فرما اور ہمارے کل گناہ معاف فرما دے۔ آمین۔ (محمد یونس پالن پوری)

⑥ مسند ابو یعلیٰ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کثرت سے پڑھا کرو اور استغفار پر مداومت کرو، ابلیس گناہوں سے لوگوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اور اس کی اپنی ہلاکت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور استغفار سے ہے، یہ حالت دیکھ کر ابلیس نے لوگوں کو خواہش پرستی پر ڈال دیا۔ پس وہ اپنے تئیں راہ راست پر جانتے ہیں، حالانکہ ہوتے ہیں ہلاکت پر۔

⑦ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے کہا اے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! میں بنی آدم کو ان کے آخری دم تک بہکاتا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھے بھی میرے جلال اور میری عزت کی قسم! جب تک مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا۔

⑧ مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا، مجھ سے گناہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا توبہ کر لے۔ اُس نے کہا، میں نے توبہ کی پھر گناہ ہو گیا۔ فرمایا، پھر توبہ کر لے۔ اس نے کہا، مجھ سے پھر گناہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر استغفار کر۔ اس نے کہا، مجھ سے اور گناہ ہوا۔ فرمایا: استغفار کیے جاؤ۔ یہاں تک کہ شیطان تھک جائے۔ پھر فرمایا، گناہ کو بخشنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

⑨ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک قیدی آیا اور کہنے لگا، یا اللہ! میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں، محمد ﷺ کی طرف توبہ نہیں کرتا (یعنی خدایا تیری ہی بخشش چاہتا ہوں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے حق حقدار کو پہنچایا۔

⑩ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دو یا تین مرتبہ کہا، ہائے میرے گناہ! ہائے میرے گناہ! حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کہو:

﴿ اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ ﴾

ترجمہ: ”اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسعت والی ہے اور مجھے اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کی اُمید ہے۔“

اس نے یہ کہا۔ حضور ﷺ نے کہا، دوبارہ کہو۔ اس نے دوبارہ کہا۔ حضور ﷺ نے کہا، پھر کہو۔ اس نے پھر کہا۔ حضور ﷺ نے کہا، اُٹھ جا، اللہ نے تیری مغفرت کر دی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۳۵۰)

﴿۵۴﴾ مرد بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے یہ اللہ کی ایک نشانی ہے

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (پارہ ۲۱، سورۂ روم، آیت: ۲۱)

ترجمہ: ”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، تا کہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: ﴿مَوَدَّةً﴾ سے مراد یہ ہے کہ مرد بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے اور ایسے ہی بیوی شوہر سے۔ جیسا کہ عام مشاہدہ ہے، ایسی محبت جو میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے، دنیا میں کسی بھی دو شخصوں کے درمیان نہیں ہوتی۔ اور رحمت یہ ہے کہ مرد بیوی کو ہر طرح کی سہولت اور آسائشیں بہم پہنچاتا ہے۔ جس کا مکلف اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور ایسے ہی عورت بھی اپنے قدرت و اختیار کے دائرہ میں۔ تاہم انسان کو یہ سکون اور باہمی پیار انہیں جوڑوں سے حاصل ہوتا ہے جو قانونِ شریعت کے مطابق باہم نکاح سے قائم ہوتے ہیں اور اسلام انہی کا جوڑا قرار دیتا ہے۔ غیر قانونی جوڑوں کو وہ جوڑا ہی تسلیم نہیں کرتا بلکہ انہیں زانی اور بدکار قرار دیتا ہے اور ان کے لیے سخت سزا تجویز کرتا ہے۔ آج کل مغربی تہذیب کے علمبرداران مذموم کوششوں میں مصروف ہیں کہ مغربی معاشروں کی طرح اسلامی ملکوں میں بھی نکاح کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے بدکار مرد و عورت کو ”جوڑا“ (Couple) تسلیم کروایا جائے اور ان کے لیے سزا کی بجائے وہ حقوق منوائے جائیں جو ایک قانونی جوڑے کو حاصل ہوتے ہیں۔ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ﴾ (تفسیر مسجد نبوی: صفحہ ۱۱۲۸)

﴿۵۵﴾ دُنیا میں اتنی زبانوں کا پیدا کرنا بھی اللہ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہے

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴾
(پارہ ۲۱، سورۂ روم، آیت: ۲۲)

ترجمہ: ”اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف (بھی) ہے، دانش مندوں کے لیے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں۔“

دُنیا میں اتنی زبانوں کا پیدا کر دینا بھی اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے، عربی، ہے ترکی ہے، انگریزی ہے، اُردو، ہندی ہے، پشتو، فارسی، سندھی بلوچی وغیرہ ہے۔ پھر ایک ایک زبان کے مختلف لہجے اور اسلوب ہیں، ایک انسان ہزاروں اور لاکھوں کے مجمع میں اپنی زبان اور اپنے لہجے سے پہچان لیا جاتا ہے۔ کہ یہ شخص فلاں مل اور فلاں علاقہ کا ہے۔ صرف زبان ہی اس کا مکمل تعارف کرا دیتی ہے۔ اس طرح ایک ہی ماں (آدم وحوا علیہما السلام) سے ہونے کے باوجود رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کوئی کالا ہے، کوئی گورا، کوئی نیلگوں ہے تو کوئی گندمی رنگ کا، پھر کالے اور سفید رنگ میں بھی اتنے درجات رکھ دیئے ہیں کہ بیشتر انسانی آبادی دو رنگوں میں تقسیم ہونے کے باوجود اُن کی بیسیوں قسمیں ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل الگ اور ممتاز۔ پھر ان کے چہروں کے خدوخال، جسمانی ساخت اور قدوقامت میں ایسا فرق رکھ دیا گیا ہے کہ ایک ایک ملک کا انسان الگ سے پہچان لیا جاتا ہے۔ یعنی باوجود اس بات کے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے نہیں ملتا، حتیٰ کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے مختلف ہے، لیکن اللہ کی قدرت کا کمال ہے کہ پھر بھی کسی ایک ہی ملک کے باشندے، دوسرے ملک کے باشندوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۱۱۲۹)

﴿۵٦﴾ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قرض ادا کرنے کی دُعا سکھائی

سوتے وقت مندرجہ ذیل دُعا پڑھنا مسنون ہے، لہٰذا اپنے متعلقین اور متعلقات کو یہ دُعا سکھا دیجئے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی:

﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰی اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهٖ ٥ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ﴾ (صحیح مسلم، تفسیر مسجد نبوی، صفحہ ۵۳۲)

ترجمہ: ''اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں کے اور عرشِ عظیم کے رب! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے تورات و انجیل اور قرآن کے اُتارنے والے! اے دانوں اور گٹھلیوں کے اُگانے والے! تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اُس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے، تو اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا، تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں، تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں، تو باطن ہے کہ تجھ سے چھپی ہوئی کوئی چیز نہیں، ہمارے قرض ادا کر دے اور ہمیں فقیری سے غنا دے۔''

حضرت ابوصالح رحمہ اللہ اپنے متعلقین کو یہ دُعا سکھاتے اور فرماتے، سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دُعا پڑھ لیا کرو۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۲٦۸)

نوٹ: دُعا کے الفاظ میں روایات کا فرق ہے، ملاحظہ کیجئے مسلم شریف اس لئے زیادہ حیرانی میں نہ پڑیں۔ اور اپنے بچوں کو بھی مذکورہ دعا پڑھنے کی تاکید کیجئے۔

﴿۵۷﴾ بہترین ہدیہ سلام ہے

حضرت البختری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت اشعث بن قیس اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے اور شہر مدائن کے ایک کنارے میں ان کی جھگی کے اندر گئے، اندر جا کر انہیں سلام کیا، اور یہ دُعائیہ کلمات کہے: ''حَیَّاكَ اللّٰہُ'' اللہ آپ کو زندہ رکھے۔ پھر ان دونوں نے پوچھا، کیا آپ ہی سلمان فارسی ہیں؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، جی ہاں! ان دونوں حضرات نے کہا، کیا آپ ﷺ کے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا: معلوم نہیں۔ ان پر ان دونوں حضرات کو شک ہو گیا اور انہوں نے کہا، شاید یہ وہ

سلمان فارسی نہیں ہیں جن سے ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا، میں ہی تمہارا وہ مطلوبہ آدمی ہوں جس سے تم ملنا چاہتے ہو، میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں، لیکن حضور ﷺ کا ساتھ وہ ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ جنت میں چلا جائے (یعنی اس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے اور مجھے اپنے خاتمہ کے بارے میں پتہ نہیں ہے)۔ آپ لوگ کس ضرورت کے لیے میرے پاس آئے ہیں؟ ان دونوں نے کہا: ملک شام میں آپ کے ایک بھائی ہیں ہم ان کے پاس سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کون ہیں؟ ان دونوں نے کہا، وہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے جو ہدیہ بھیجا ہے وہ کہاں ہے؟ ان دونوں نے کہا: انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی ہدیہ نہیں بھیجا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ سے ڈرو اور جو امانت لائے ہو وہ مجھے دے دو۔ آج تک جو بھی ان کے پاس سے میرے پاس آیا ہے وہ اپنے ساتھ ان کی طرف سے ہدیہ ضرور لایا ہے۔ ان دونوں نے کہا، آپ ہم پر کوئی مقدمہ نہ بنائیں، ہمارے پاس ہر طرح کا مال وسامان ہے آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، میں تمہارا مال یا سامان لینا نہیں چاہتا، میں تو وہ ہدیہ لینا چاہتا ہوں جو انہوں نے تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان دونوں نے کہا، اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے ساتھ کچھ نہیں بھیجا، بس ہم سے اتنا کہا تھا کہ تم لوگوں میں ایک صاحب (ایسے قابل احترام) رہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب ان سے تنہائی میں بات کیا کرتے تھے تو کسی اور کو ان کے ساتھ نہ بلاتے تھے، جب تم دونوں ان کے پاس جاؤ تو انہیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا، میں اس کے علاوہ اور کون سا ہدیہ تم دونوں سے چاہتا تھا؟ اور کون سا ہدیہ سلام سے افضل ہو سکتا ہے؟ یہ اللہ کی طرف سے ایک بابرکت اور پاکیزہ سلام ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۶۲۸)

﴿۵۸﴾ جن کے دِل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں ان کی عقلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں

حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دو کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دِل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں، میں ان کی عقلوں پر پردے ڈال دیتا ہوں، جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اُسے محروم کر دیتا ہوں۔ مسند احمد میں ہے، مجھے اپنی اُمت پر دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے، ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے، دوسرے یہ کہ منافق لوگ دُنیا دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مؤمنوں سے لڑیں جھگڑیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۳۰۹)

﴿۵۹﴾ شب معراج میں آپ ﷺ نے ایک عجیب تسبیح آسمانوں میں سنی

طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام آپ کے دائیں تھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں۔ آپ کو ساتوں آسمانوں تک اُڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے، آپ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ:

سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰی مِنْ ذِی الْمَهَابَةِ مُشْفِقَاتٍ الَّذِی الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔

"مخلوق میں سے ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات، نباتات، جمادات سب اس کے تسبیح خواں ہیں۔" (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۰۲)

﴿۶۰﴾ کھانا بھی ذکر کرتا ہے

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھانے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ والی حدیث

میں ہے کہ حضور نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں، میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح خدا کررہی تھیں، اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے کچھ لوگوں کو حضور ﷺ نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو، راستوں اور بازاروں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنا لیا کرو، بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے افضل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد)

سنن نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا تسبیح خدا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۰۲)

﴿۶۱﴾ شہد کی مکھیوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عجیب بات سمجھائی گئی ہے

شہد کی مکھیوں کو خدا تعالیٰ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ وہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائیں۔ اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں کے، پھولوں کے اور گھاس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے، آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو، چاہے بیابان کے درخت ہو، چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں، یہ نہ راستہ بھولے، نہ بھٹکتی پھرے۔ خواہ کتنی ہی دور نکل جائے، لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے، اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۲۸)

﴿۶۲﴾ "ہوا" کا خدا کا نظارہ پڑھ لیجئے

① ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے اور بادلوں کو پُر کر دیتی ہے۔
② ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے۔
③ ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو اِدھر اُدھر سے اُٹھاتی ہے۔
④ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہ بہ تہ کر دیتی ہے۔
⑤ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے۔
⑥ ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھلدار ہونے کے قابل کر دیتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۹۲)

﴿۶۳﴾ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟

حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا تعالیٰ عزوجل سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا کہ داؤد! اب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اللہ ہی کے لیے تو حمد ہے، جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکرگزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی جس کا شکریہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر پورا ادا نہیں ہو سکتا، تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۷۸)

﴿۶۴﴾ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے

بزار میں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے، ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی، دوسرے میں گناہ ہوں گے، تیسرے میں خدا کی نعمتیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اُٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے۔ اس سے اس کے سارے ہی نیک عمل ختم ہو جائیں گے، پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے، اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر خدا کا ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر جائے گا اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۷۸)

﴿۶۵﴾ اے اللہ! رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا

اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو، آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے، زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے، آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل، کھیتیاں، باغات، تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں، تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا وہاں لے جاؤ، لے آؤ، نفع حاصل کرو، تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں، تم ان کا پانی پیو، پلاؤ، ان سے کھیتیاں کرو، نہاؤ، دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ دائماً چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں، نہ ان میں ٹکراؤ ہو، نہ آگے پیچھے ہوں، دن رات انہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے، اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ وہ رب العالمین بابرکت ہے، کبھی دنوں کو بڑا کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ خدا عزیز و غفار ہے، تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں، تم اپنے حال و قال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمہیں دے دیا ہے، مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی۔ اس کا ہاتھ نہیں رکتا، تو بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکر یہ تم کیا ادا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور خدا کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں۔ لوگو! صبح و شام توبہ، استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا! تیرے ہی لئے سب حمد و ثنا سزاوار ہے۔ ہماری ثنائیں ناکافی ہیں پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں، خدایا تو معاف فرما۔ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر پورا ادا نہیں ہو سکتا، تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۷۷)

﴿۶۶﴾ عبداللہ بن سلام مکہ مکرمہ عید منانے گئے اور اللہ نے اسلام دے دیا

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے علماء و یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کی مسجد میں جا کر عید منائیں۔ مکہ مکرمہ پہنچے، آنحضرت ﷺ یہیں تھے۔ یہ لوگ جب حج سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے، اور لوگ بھی آپ ﷺ کے پاس تھے، یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں۔ کہا: ہاں، فرمایا: قریب آؤ۔ جب قریب ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے کہا، آپ خدا کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے۔ اسی

وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے، آپ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کہو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ آپ ﷺ نے پوری سورۃ پڑھ سنائی۔ ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا، مسلمان ہو گئے، مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے۔ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینے پہنچے، اس وقت آپ ﷺ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اُتار رہے تھے، جب آپ ﷺ کو خبر پہنچی، اسی وقت درخت سے کود پڑے۔ ماں کہنے لگیں کہ اگر (حضرت) موسیٰ علیہ السلام بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے، کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماں جی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے خاتم المرسلین ﷺ کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۵۴)

﴿۶۷﴾ داعی کی حیات اسلام کی حیات ہے، اور داعی کی موت بھی اسلام کی حیات ہے

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں گزشتہ زمانے میں ایک بادشاہ تھا، اس کے یہاں جادوگر تھا، جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت قریب آ رہا ہے، مجھے کسی بچہ کو سونپ دو تو میں اُسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔ لڑکا اُس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک راہب کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا۔ یہ لڑکا بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا۔ آتے جاتے یہاں رک جایا کرتا تھا۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی کیونکہ وہاں بھی دیر میں پہنچتا اور یہاں بھی دیر میں آتا۔ ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی۔ راہب نے کہا کہ جادوگر تجھ سے پوچھے کہ کیونکر دیر ہو گئی تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا، اور گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا۔ یونہی ایک زمانہ گزر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا، دوسری جانب کلام اللہ اور دین سیکھتا تھا۔

ایک دن یہ دیکھتا ہے کہ راستہ میں ایک زبردست ہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے، لوگوں کی آمد و رفت بند کر رکھی ہے۔ اِدھر والے اُدھر اور اُدھر والے اِدھر نہیں آ سکتے۔ اور سب لوگ اِدھر اُدھر حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ اُس نے اپنے دِل میں سوچا کہ آج موقعہ ہے کہ میں امتحان کرلوں کہ راہب کا دین خدا کو پسند ہے یا جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اُٹھایا اور یہ کہہ کر اُس پر پھینکا کہ خدایا! اگر تیرے راہب کا دین اور اُس کی تعلیم جادوگر کے امر سے زیادہ محبوب ہے تو تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے، تا کہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ پھر جا کر راہب کو خبر دی تو اس نے کہا، پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے، اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو کسی کو میری خبر نہ کرنا۔

اب اس بچہ کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا لگ گیا، اور اُس کی دُعا سے مادر زاد اندھے، کوڑھی، جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی، وہ بڑے تحفے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب میں تجھے دے دوں گا۔ اُس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں، میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا، شفا دینے والا تو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے، اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اُس سے دُعا کروں۔ اس نے اقرار کیا۔ بچے نے اُس کے لئے دُعا کی، اللہ تعالیٰ نے اُسے شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اُس نے کہا، میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا، ہاں یعنی میں نے۔ وزیر نے کہا نہیں! نہیں! میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے کہا، اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور رب بھی ہے؟ وزیر نے کہا، ہاں! میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔ اب اُس نے اُسے مار پیٹ شروع کر دی اور طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا، تجھے یہ تعلیم کس نے دی؟ آخر اُس نے بتا دیا کہ اُس بچہ کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا، اس نے اسے بلوایا اور کہا، اب تو تم جادو

میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے ہو۔ اُس نے کہا، غلط ہے، نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔ شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے۔ کہنے لگا، ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے، کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں۔ اُس نے کہا، ہرگز نہیں۔ کہا، پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے؟ تو وہ کہنے لگا، ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اب اسے بھی طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کر دیں یہاں تک کہ راہب کا پتہ لگا لیا۔ راہب کو بلا کر اُس سے کہا کہ تو اسلام کو چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا۔ اُس نے انکار کیا، تو اس بادشاہ نے آرے سے اُسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو بھی دین سے پھر جا، اُس نے بھی انکار کیا۔ تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں فلاں پہاڑ لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر پھر اسے اس کے دین چھوڑ دینے کو کہیں، اگر مان لے تو اچھا ورنہ وہیں سے اسے لڑھکا دیں۔ چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے، جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا کی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ۔ خدایا! جس طرح چاہ مجھے ان سے نجات دے۔ اس دُعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے، صرف وہ بچہ ہی بچا رہا۔ وہاں سے وہ اُترا اور ہنسی خوشی پھر اُس ظالم بادشاہ کے پاس آ گیا۔ بادشاہ نے کہا، یہ کیا ہوا؟ میرے سپاہی کہاں ہیں؟ فرمایا، میرے خدا نے مجھے اُن سے بچا لیا۔ اُس نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور اُن سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ، اور بیچوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ۔ یہ اُسے لے کر چلے اور بیچ میں پہنچ کر جب سمندر میں پھینکنا چاہا تو اُس نے پھر وہی دعا کی کہ بار الٰہا! جس طرح چاہ مجھے ان سے بچا۔ موج اُٹھی اور وہ سپاہی سارے کے سارے سمندر میں ڈوب گئے، صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا، میرے رب نے مجھے اُن سے بھی بچا لیا۔ اے بادشاہ تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔ ہاں! جس طرح میں کہوں اُس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائے گی۔

اُس نے کہا، کیا کروں؟ فرمایا: تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر، پھر کھجور کے تنے پر سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر میری کمان پر چڑھا اور بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ یعنی اُس اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اس بچہ کا رب ہے، کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک، وہ مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا۔ تیر بچے کی کنپٹی میں لگا، اس نے اپنا ہاتھ اُس جگہ رکھ لیا اور شہید ہو گیا۔ اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین آ گیا۔ چاروں طرف سے یہ آوازیں اُٹھنے لگیں کہ ہم سب اس بچہ کے رب پر ایمان لا چکے۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بڑے گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے، اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں۔ دیکھئے! اس کا یہ اثر پڑا کہ یہ تمام لوگ اُس کے مذہب پر ہو گئے۔ ہم نے تو اسی لئے اسے قتل کیا تھا کہ کہیں یہ مذہب پھیل نہ پڑے لیکن وہ ڈر تو سامنے آ ہی گیا اور سب مسلمان ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا یہ کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ اور اُن میں لکڑیاں بھرو، اور اُن میں آگ لگا دو، جو اس دین سے پھر جائے اُسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اُسے اُس آگ میں ڈال دو۔ ان مسلمانوں نے صبر وسہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کر لیا اور اُس میں کود کود کر گرنے لگے۔ البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اُس بچہ کو خدا تعالیٰ نے بولنے کی طاقت دی، اُس نے کہا، اماں! کیا کر رہی ہو؟ تم تو حق پر ہو، صبر کرو اور اس میں کود پڑو۔ (یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے اور صحیح مسلم کے آخر میں بھی ہے اور نسائی میں بھی قدرے اختصار کے ساتھ ہے۔)

نوٹ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں اس بچہ کو اس کی قبر سے نکالا گیا تھا، اس کی انگلی اُسی طرح کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی، جس طرح بوقت شہادت تھی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد، جلد ۵، صفحہ ۵۲۱)

﴿۶۸﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہر رات حضور ﷺ کو خواب میں دیکھتے تھے

حضرت مثنی بن سعید ذراع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے کہ میں ہر رات اپنے حبیب ﷺ کو خواب میں دیکھتا ہوں اور یہ فرما کر رونے لگ پڑے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد، صفحہ ۴۴۸)

﴿۶۹﴾ جنت اور جہنم کی آپس میں گفتگو

صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت ودوزخ میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا، مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں اور جہنم نے کہا، میں تکبر اور تجبر کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھ سے نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے، جس سے میں چاہوں تیرے عذابوں سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پُر ہو جاؤ گی، جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھے گا، تب وہ کہنے لگے گی، تیری عزت کی قسم! اب بس ہے، بس ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۵۱۹)

﴿۷۰﴾ ایک آدمی کا عجیب صدقہ

صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات میں صدقہ دوں گا، لے کر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دے کر چلا آیا۔ صبح لوگوں میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ آج رات کو کوئی شخص ایک بدکار کو کوئی خیرات دے گیا۔ اُس نے بھی سنا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر اپنے جی میں کہا کہ آج رات پھر صدقہ کروں گا۔ لے کر چلا اور ایک شخص کی مٹھی میں رکھ کر چل آیا۔ صبح سنتا ہے کہ لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ آج رات ایک نادار کو کوئی صدقہ دے گیا۔ اس نے پھر خدا تعالیٰ کی حمد کی اور ارادہ کیا کہ آج رات کو تیسرا صدقہ دوں گا، دے آیا۔ دن کو معلوم ہوا کہ وہ چور تھا۔ تو کہنے لگا، خدایا! تیری تعریف ہے، زانیہ عورت کو دیئے جانے پر بھی مالدار شخص کو دیئے جانے پر بھی اور چور کو دیئے جانے پر بھی، خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے تیرے تینوں صدقے قبول ہو گئے۔ شاید بدکار عورت مال پا کر اپنی حرامکاری سے رک جائے، اور شاید مالدار کو عبرت حاصل ہو اور وہ بھی صدقے کی عادت ڈال لے اور شاید چور مال پا کر چوری سے باز رہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۳۶۸)

﴿۷۱﴾ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے، صبر کر لیجئے، اللہ آپ کے درجے بڑھا دے گا

ایک قریشی نے ایک انصاری کو زور سے دھکا دے دیا، جس سے اُس کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ گیا اور جب وہ بہت سر ہو گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اچھا جا تجھے اختیار ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ وہیں تھے، فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے جسم کو کوئی ایذا پہنچائی جائے اور وہ صبر کرلے، بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ اُس کے درجے بڑھاتا ہے اور اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے۔ اس انصاری نے یہ سن کر کہا، کیا سچ مچ آپ نے خود ہی اسے حضور ﷺ کی زبانی سنا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں! میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے یاد کیا ہے۔ اس نے کہا، پھر گواہ رہو کہ میں نے اپنے مجرم کو معاف کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اُسے انعام دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۷۶۱)

﴿۷۲﴾ خدایا تو سلام ہے اور میں اسلام ہوں

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، قیامت کے دن اعمال آئیں گے، نماز آ کر کہے گی کہ خدایا! میں نماز ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اچھی چیز ہے۔ صدقہ آئے گا اور کہے گا، پروردگار! میں صدقہ ہوں۔ جواب ملے گا تو بھی خیر پر ہے۔ روزہ آ کر کہے گا میں روزہ ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی بہتری پر ہے۔ پھر اسی طرح اور اعمال بھی آتے جائیں اور سب کو یہی جواب ملتا رہے گا۔ پھر اسلام آئے گا اور کہے گا، خدایا! تو سلام ہے اور میں اسلام۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے، آج تیرے ہی باعث میں پکڑوں گا اور تیری ہی وجہ سے میں انعام دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا، صفحہ ۴۳۰)

﴿۷۳﴾ منافقین کے بارے میں کچھ پڑھ لیجئے

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ٥ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ٥﴾

(سورۃ النساء، آیت: ۱۴۲، ۱۴۳)

ترجمہ: ''بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے، اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یادِ الٰہی تو یونہی برائے نام کرتے ہیں، وہ درمیان میں ہی معلق ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے تو تو اس کے لئے کوئی راہ نہیں پائے گا۔''

تشریح: سورۂ بقرہ کے شروع میں بھی آیت ﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ ...... الخ﴾ اس مضمون میں گزر چکی ہے۔ یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ یہ کم سمجھ منافق اس خدا کے سامنے چالیں چلتے ہیں جو سینوں میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے پوشیدہ رازوں سے آگاہ ہے، کم فہمی سے یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ جس طرح ان کا نفاق دُنیا میں چل گیا اور مسلمانوں میں ملے جلے رہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پاس بھی یہ مکاری چل جائے گی۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ قیامت کے دن بھی یہ لوگ خدا کے سامنے اپنی یک رنگی کی قسمیں کھائیں گے جیسے یہاں کھاتے ہیں، لیکن اس عالم الغیب کے سامنے یہ ناکارہ قسمیں ہرگز کارآمد نہیں ہوسکتیں۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں دھوکے میں رکھ رہا ہے، وہ ڈھیل دیتا ہے، بڑھوتری دیتا ہے، یہ پھولتے ہیں، خوش ہوتے ہیں اور اپنے لئے اسے اچھائی سمجھتے ہیں۔ قیامت میں بھی ان کا یہی حال ہو گا، مسلمانوں کے نور کے سہارے میں ہوں گے، وہ آگے نکل جائیں گے، آوازیں دیں گے کہ ٹھہرو! ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں، جواب ملے گا کہ پیچھے مڑ جاؤ اور روشنی تلاش کر لاؤ، یہ مڑیں گے، اِدھر حجاب حائل ہو جائے گا، مسلمانوں کی جانب رحمت اور ان کی طرف زحمت۔ حدیث شریف میں ہے، جو سنائے گا اللہ اُسے بھی سنائے گا۔ جو ریاکاری کرے گا اللہ بھی اسے دکھائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے، ان منافقوں میں وہ بھی ہوں گے کہ بظاہر لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرمائے گا انہیں جنت میں لے جاؤ، فرشتے لے جا کر دوزخ میں ڈال دیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ پھر ان منافقوں کی بدذوقی کا بیان ہو رہا ہے کہ نماز جیسی بہترین عبادت بھی مشغولی اور دلچسپی سے ادا کرنی انہیں نصیب نہیں ہوتی، کیونکہ نیک نیتی، حسن عمل، حقیقی ایمان، سچا یقین ان میں ہے ہی نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تھکے ہارے ہوئے بدن کسمسا کر نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ نمازی کو چاہئے کہ ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین مانے کہ اس کی آواز پر خدا تعالیٰ کے کان ہیں، اس کی طلب پوری کرنے کو خدا

تیار ہے، یہ تو ہوئی ان منافقوں کی ظاہری حالت کہ تھکے ہارے تنگدلی کے ساتھ بطور بیگار ٹالنے کے لئے نماز کے لئے آئے۔ پھر اندرونی حالت یہ کہ اخلاص سے کوسوں دور ہیں۔ رب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، نمازی مشہور ہونے کے لئے لوگوں میں اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لیے نماز پڑھ رہے ہیں۔ بھلا ان صنم آشنا دِل والوں کو نماز میں کیا ملے گا؟ یہی وجہ ہے کہ ان نمازوں میں جن میں لوگ ایک دوسرے کو کم دیکھ سکیں یہ غیر حاضر رہتے ہیں، مثلاً عشاء کی نماز اور فجر کی نماز۔ بخاری و مسلم میں ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے زیادہ بوجھل نماز منافقوں پر عشاء اور فجر کی ہے۔ اگر دراصل یہ ان نمازوں کے فضائل کے دِل سے قائل ہوتے تو گھٹنوں چل کر آنا پڑے یہ ضرور آجاتے، میں تو ارادہ کررہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اُٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے ارد گرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں میں جلادو۔ ایک روایت میں ہے، خدا کی قسم! اگر انہیں ایک چرب ہڈی یا دو اچھے کھر ملنے کی اُمید ہو تو دوڑتے چلے آئیں لیکن آخرت کی اور خدا کے.......... کی انہیں اتنی بھی قدر نہیں، اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔ ابو یعلی میں ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں، جو شخص لوگوں کی موجودگی میں تو نماز کو سنوار کر ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے، لیکن جب کوئی نہ ہو تو بری طرح نماز پڑھ لے، یہ وہ ہے جس نے اپنے رب کی اہانت کی۔ پھر فرمایا، یہ لوگ ذکر اللہ بھی بہت کم کرتے ہیں، یعنی نماز میں ان کا دل نہیں لگتا، یہ اپنی کہی ہوئی بات سمجھتے بھی نہیں بلکہ غافل دِل اور بے پرواہ نفس سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، یہ نماز منافق کی ہے، یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کی طرف دیکھ رہا ہے، یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا اور شیطان نے اپنے دونوں سینگ اس کے ارد گرد لگا دیئے تو یہ کھڑا ہوا اور جلدی جلدی چار رکعتیں پڑھ لیں جن میں خدا کا ذکر برائے نام ہی کیا۔ (مسلم وغیرہ)

یہ منافق متحیر ششدر و پریشان حال ہیں، ایمان و کفر کے درمیان ان کا دِل ڈانواڈول ہو رہا ہے، نہ تو صاف طور سے مسلمانوں کے ساتھ ہی ہیں، نہ بالکل کفار کے ساتھ، کبھی نورِ ایمان چمک اُٹھا تو اسلام کی صداقت کرنے لگے، کبھی کفر کی اندھیریاں غالب آگئیں تو ایمان سے یکسو ہوگئے، نہ تو حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف ہیں، نہ یہودیوں کی جانب۔ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے دو ریوڑ کے درمیان کی بکری کہ کبھی تو وہ مَیں مَیں کرتی اس ریوڑ کی طرف دوڑتی ہے کبھی اُس طرف۔ اس کے نزدیک ابھی یہ طے نہیں ہوا کہ اس میں جائے یا اس کے پیچھے لگے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس معنی کی حدیث حضرت عبید بن عمیر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کچھ الفاظ کے ہیر پھیر سے بیان کی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے سنے ہوئے الفاظ دہرا کر کہا، یوں نہیں بلکہ دراصل حدیث یوں ہے، جس پر حضرت عبید رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوئے۔ (ممکن ہے ایک بزرگ نے ایک طرح کے الفاظ سنے ہوں اور دوسرے نے دوسری قسم کے) ابن ابی حاتم میں ہے، مؤمن کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی ہے جو ایک دریا پر گئے، ایک تو کنارے ہی کھڑا رہ گیا، دوسرا اُتر کر پار ہو کر منزل مقصود کو پہنچ گیا، تیسرا اُتر اچلا، جب بیچوں بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے چلا، اِدھر آ۔ ادھر والے نے آواز دی کہ آجاؤ! نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرح پہنچ جاؤ، آدھا راستہ طے کر چکے ہو۔ اب یہ حیران ہو کر کبھی اِدھر دیکھتا ہے کبھی اُدھر نظر ڈالتا ہے۔ مذبذب ہے کہ کدھر جاؤں کدھر نہ جاؤں؟ ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے چلی، غوطے کھا کھا کر مر گیا۔ پس پار ہو جانے والا تو مسلمان ہے، کنارے کھڑا رہ جانے والا کافر ہے اور موج میں ڈوب مرنے والا منافق ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۲۵۴)

﴿۷۴﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عجیب خواب اور اس کی تعبیر

موطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿رَأَيْتُ ثَلَاثَةَ أَقْمَارٍ سَقَطْنَ فِي حُجْرَتِي، فَقَصَصْتُ رُؤْيَايَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ﴾

ترجمہ: "میں نے خواب میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں۔ میں نے اپنے خواب کا تذکرہ (اپنے والد محترم) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔"

طبقات ابن سعد کی روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم نے اس خواب کی تعبیر کیا کی ہے؟ میں نے عرض کیا:

﴿أَوَّلْتُهَا وَلَدًا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ﴾

ترجمہ: "میں نے اپنے طور پر یہ تعبیر کی ہے کہ میرے ہاں رسول اللہ ﷺ سے اولاد پیدا ہوگی۔"

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔

پھر جب رسول اکرم ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن کیے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (خواب کی تعبیر کے طور پر) فرمایا:

﴿هٰذَا أَحَدُ أَقْمَارِكِ وَهُوَ خَيْرُهَا﴾

ترجمہ: "تمہارے ایک چاند یہ ہیں اور بقیہ دو چاندوں سے بہتر ہیں۔" (موطا امام مالک، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی دفن المیت، ۱/۲۳۲)

بعد میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن ہوئے۔

﴿۷۵﴾ سات بیٹیوں کی برکت سے ایک آدمی جہنم سے بچ گیا تاریخ میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے

تاریخ میں ایک دلچسپ واقعہ ملتا ہے، وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

ایک شخص کے ہاں صرف بیٹیاں تھیں۔ ہر مرتبہ اس کو اُمید ہوتی کہ اب تو بیٹا پیدا ہوگا مگر ہر بار بیٹی ہی پیدا ہوتی۔ اس طرح اس کے ہاں یکے بعد دیگرے چھ بیٹیاں ہو گئیں، اس کی بیوی کے ہاں پھر ولادت متوقع تھی۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں پھر لڑکی پیدا نہ ہو جائے۔ شیطان نے اس کو بہکایا، چنانچہ اس نے ارادہ کر لیا کہ اب بھی لڑکی پیدا ہوئی تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔

اس کی کج فہمی پر غور کریں! بھلا اس میں بیوی کا کیا قصور! رات کو سویا تو اس نے عجیب و غریب خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہو چکی ہے، اس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جن کے سبب اس پر جہنم واجب ہو چکی، لہٰذا فرشتوں نے اس کو پکڑا اور جہنم کی طرف لے گئے۔ پہلے دروازے پر گئے تو دیکھا کہ اس کی ایک بیٹی وہاں کھڑی تھی جس نے اسے جہنم میں جانے سے روک دیا۔ فرشتے اسے لے کر دوسرے دروازے پر چلے گئے، وہاں اس کی دوسری بیٹی کھڑی تھی جو اس کے لیے آڑ بن گئی۔ اب وہ تیسرے دروازے پر اسے لے گئے، وہاں تیسری لڑکی کھڑی تھی جو رکاوٹ بن گئی۔ اس طرح فرشتے جس دروازے پر اسے لے کر جاتے وہاں اس کی ایک بیٹی کھڑی ہوتی جو اس کا دفاع کرتی اور جہنم میں جانے سے روک دیتی۔ غرض یہ کہ فرشتے اسے جہنم کے چھ دروازوں پر لے کر گئے مگر ہر دروازے پر اس کی کوئی نہ کوئی بیٹی رکاوٹ بنتی چلی گئی۔ اب ساتواں دروازہ باقی تھا۔ فرشتے اس کو لے کر اس دروازے کی طرف چل دیئے۔ اس پر گھبراہٹ طاری ہوئی کہ اس دروازے پر میرے لئے رکاوٹ کون بنے گا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ جو نیت اس نے کی تھی وہ غلط تھی۔ وہ شیطان کے بہکاوے میں آ گیا تھا۔ انتہائی پریشان اور خوف و دہشت کے عالم میں اس کی آنکھ کھل چکی تھی اور اس نے رب العزت کے

حضور اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور دعا کی:

﴿اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا السَّابِعَةَ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ مجھے ساتویں بیٹی عطا فرما۔''

اس لئے جن لوگوں کا قضا و قدر پر ایمان ہے، انہیں لڑکیوں کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہیے۔ ایمان کی کمزوری کے سبب جن بدعقیدہ لوگوں کا یہ تصور بن چکا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش کا سبب ان کی بیویاں ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ اس میں بیویوں کا یا خود ان کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ میاں بیوی تو صرف ایک ذریعہ ہیں، پیدا کرنے والی ہستی تو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ وہی جس کو چاہتا ہے لڑکا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکی دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔ ایسی صورت میں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ کی قضا و قدر پر راضی ہو۔ اللہ نے سورۂ شوریٰ میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۴۹، ۵۰)

ترجمہ: ''آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے، یا پھر لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔'' (سنہری کرنیں، صفحہ ۴۳)

﴿۷۶﴾ باون لاکھ درہم، پھر بھی زکوٰۃ واجب نہیں

ایک مرتبہ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کھجوروں کی گٹھلیاں سر پر اُٹھائے ہوئے مدینہ کے اطراف سے شہر کی طرف جا رہی تھیں۔ اللہ کے رسول ﷺ اونٹنی پر سوار وہاں سے گزر رہے تھے اور ان کی سالی بھی تھیں اور پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی۔ آپ ﷺ نے ساربان سے کہا: ''رُک جاؤ، رُک جاؤ۔ اسماء کو سوار کرلیں۔'' آپ ﷺ نے اسماء کو اونٹنی پر سوار ہونے کی دعوت دی۔ وہ فرماتی ہیں: ''میں نے اپنے خاوند زبیر کی غیرت کو یاد کیا اور اونٹنی پر سوار ہونے سے معذرت کر دی۔'' (بخاری: ۵۲۲۵، مسلم: ۲۱۸۲)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اونٹنی پر بیٹھنے سے انکار کیوں کیا، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سواری پر بیٹھنے سے انکار؟ وہ مقدس اور پاکباز ہستی، طاہر، مطہر، معصوم نبی ﷺ کیا خاوند ناراض ہوتا؟ ہرگز نہیں! یہ کیسے ممکن ہے، مگر دراصل یہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی غایت درجہ کی خاوند کی فرمانبرداری اور اس کے جذبات کا احترام تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بھی سواری پر بیٹھنے سے معذرت کر دی۔

کچھ عرصے کے بعد ان کے والد محترم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو گھوڑا اور اس کی نگہداشت کے لیے خادم عطا کیا۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کے ساتھ مشکل حالات میں صبر کیا، تنگی اور ترشی میں گزارا کیا اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وافر مقدار میں رزق عطا فرمایا اور جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو آپ جانتے ہیں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ترکہ میں کیا ملا؟

وہ عورت جو کھجوروں کی گٹھلیاں اکٹھی کر کے لایا کرتی تھیں، اسے باون لاکھ (52,000,00) درہم ترکہ میں ملے۔ اور یہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حرام کی کمائی سے یا لوگوں کا مال چھین کر جمع نہیں کیے اور نہ لوگوں کو قربت رسول اور حواریٔ رسول ہونے کا وسیلہ دے کر اکٹھے کیے بلکہ اُنہوں نے تجارت کی اور حلال ذرائع سے مال اکٹھا کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے خاوند کے پاس ایک ہزار کارندے تھے جو ان کے لئے کام کرتے اور اس کا حصہ ان کو دیتے تھے۔ اتنا رزق، اتنی جائداد اور مال و دولت کے باوجود ان پر کبھی زکوٰۃ نہیں ہوئی کیونکہ انہوں نے کبھی مال و دولت کو ذخیرہ نہیں کیا نہ اس کے انبار لگائے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس جب کچھ نہ تھا، فقر

وفاقہ تھا تو وہ اس حال میں گھبرائی نہیں اور واویلا نہیں کیا اور مال و دولت آئی تو اس پر فخر و غرور کا اظہار نہیں کیا اور ساری زندگی خیر کے کاموں میں، لوگوں پر احسان کرنے میں اور نیکی کرنے میں گزاری۔ (اسد الغابہ، جلد۲، صفحہ ۳۰۹)

﴿۷۷﴾ شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ لنگڑی ہے

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے، شادی کے بعد معلوم ہوا کہ وہ لنگڑی ہے۔ کیا اس کو اس کے والدین کے گھر واپس بھجوا دوں؟ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے، اگر تمہیں بیوی کے ساتھ دوڑ لگانی ہے، پھر تو تمہیں ضرور اسے چھوڑ دینا چاہئے، اور اگر ایسا نہیں تو پھر......!! (سنہری کرنیں، صفحہ ۵۴)

﴿۷۸﴾ نہایت ذہین بیوی

ایک شخص اپنی بیوی سے بڑا تنگ تھا اور اسے ہر حالت میں طلاق دینا چاہتا تھا۔ ایک دِن اُس نے دیکھا کہ اس کی بیوی سیڑھیاں چڑھ رہی ہے۔ اس نے بیوی کو مخاطب کیا اور کہنے لگا: سنو! اگر تو اوپر چڑھی تو تجھے طلاق، نیچے اُتری تو طلاق اور اپنی جگہ کھڑی رہی تو پھر بھی طلاق۔ اس عورت نے اپنے خاوند کی طرف دیکھا، لمحہ بھر کے لئے رُکی، ذرا سوچا اور پھر اس کے خاوند نے دیکھا کہ اس نے سیڑھی سے چھلانگ لگا دی۔ خاوند کی حسرتوں پر پانی پھر گیا، اپنی بیوی سے مخاطب ہوا، میرے ماں باپ تجھ پر قربان! تو کتنی بڑی فقیہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وفات پا جائیں تو ممکن ہے اہلِ مدینہ فتویٰ کے لئے تیرے ہی پاس آئیں۔ (سنہری کرنیں، صفحہ ۵۵)

﴿۷۹﴾ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی عجیب شادی اور عجیب شہادت

جلیبیب رضی اللہ عنہ ایک انصاری صحابی تھے۔ نہ مالدار تھے، نہ کسی معروف خاندان سے تعلق تھا۔ صاحب منصب بھی نہ تھے، رشتہ داروں کی تعداد بھی زیادہ نہ تھی۔ رنگ بھی سانولا تھا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ بھوک کی حالت میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علم سیکھتے اور فیضیاب ہوتے۔ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کی نظر سے دیکھا اور ارشاد فرمایا:

﴿یا جُلَیْبِیْبُ! اَلَا تَتَزَوَّجُ؟﴾

ترجمہ: جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟"

جلیبیب نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ جیسے آدمی سے بھلا کون شادی کرے گا؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟" اور وہ جواباً عرض گزار ہوئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بھلا مجھ سے کون شادی کرے گا؟ نہ مال، نہ جاہ و جلال!!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ بھی ارشاد فرمایا: "جلیبیب! تم شادی نہیں کرو گے؟" جواب میں انہوں نے پھر وہی کہا: "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے شادی کون کرے گا؟ کوئی منصب نہیں، میری شکل بھی اچھی نہیں، نہ میرا خاندان بڑا ہے اور نہ مال و دولت رکھتا ہوں۔" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اِذْهَبْ اِلٰی ذَاکَ الْبَیْتِ مِنَ الْاَنْصَارِ وَقُلْ لَهُمْ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یُبَلِّغُکُمُ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ: زَوِّجُوْنِیْ اِبْنَتَکُمْ﴾

ترجمہ: "فلاں انصاری کے گھر جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سلام کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اپنی بیٹی سے میری شادی کر دو۔"

جلیبیب رضی اللہ عنہ خوشی خوشی اس انصاری کے گھر گئے اور دروازہ پر دستک دی۔ گھر والوں نے پوچھا: کون؟ کہا جلیبیب۔ گھر والوں نے

کہا: ہم تو تمہیں نہیں جانتے، نہ تم سے کوئی غرض ہے۔ خیر گھر کا مالک باہر نکلا، اُدھر جلیبیب کھڑے تھے۔ پوچھا: کیا چاہتے ہو، کدھر سے آئے ہو؟ کہا اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں سلام بھجوایا ہے۔

یہ سننے کی دیر تھی کہ گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سلام کا پیغام بھجوایا ہے۔ ارے! یہ تو بہت ہی خوش بختی کا مقام ہے کہ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے سلام کہلا بھیجا ہے۔

جلیبیب کہنے لگے: ''آگے بھی سنو! اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو۔''

صاحب خانہ نے کہا: ذرا انتظار کرو، میں لڑکی کی ماں سے مشورہ کرلوں۔ اندر جاکر لڑکی کی ماں کو پیغام پہنچایا اور مشورہ پوچھا۔ وہ کہنے لگی: ''نانا...... نانا...... قسم اللہ کی! میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے شخص سے نہیں کروں گی، نہ خاندان، نہ شہرت، نہ مال و دولت۔'' ان کی نیک سیرت بیٹی بھی گھر میں ہونے والی گفتگو سن رہی تھی اور جان گئی تھی کہ حکم کس کا ہے؟ کس نے مشورہ دیا ہے؟ سوچنے لگی اگر اللہ کے رسول ﷺ راضی ہیں تو اس میں یقیناً میرے لئے بھلائی اور فائدہ ہے۔ اس نے والدین کی طرف دیکھا اور مخاطب ہوئی:

﴿أَتَرُدُّونَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَمْرَهُ؟ اِدْفَعُونِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَإِنَّهُ لَنْ يُضَيِّعَنِي﴾

ترجمہ: ''کیا آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کا حکم ٹالنے کی کوشش میں ہیں؟ مجھے اللہ کے رسول ﷺ کے سپرد کردیں (وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہیں میری شادی کردیں) کیونکہ وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں ہونے دیں گے۔''

پھر لڑکی نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تلاوت کی:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت: ۳۶)

ترجمہ: ''اور دیکھو! کسی مؤمن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے اُمور میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔''

لڑکی کا والد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا حکم سر آنکھوں پر، آپ کا مشورہ، آپ کا حکم قبول میں شادی کے لیے راضی ہوں۔ جب رسول اکرم ﷺ کو اس لڑکی کے پاکیزہ جواب کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس کے حق میں یہ دعا فرمائی:

﴿اَللّٰهُمَّ صُبَّ الْخَيْرَ عَلَيْهَا صَبًّا وَّلَا تَجْعَلْ عَيْشَهَا كَدًّا﴾

ترجمہ: ''اے اللہ! اس بچی پر خیر اور بھلائی کے دروازے کھول دے اور اس کی زندگی کو مشقت و پریشانی سے دور رکھ۔''

(موارد الظمآن: ۲۲۶۹، احمد: ۴/۴۲۵، مجمع الزوائد: ۹/۳۷۰ وغیرہ)

پھر جلیبیب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی۔ مدینہ منورہ میں ایک اور گھرانہ آباد ہوگیا جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر تھی، جس کی چھت مسکنت اور محتاجی تھی، جس کی آرائش، وزیبائش تکبیر و تہلیل اور تسبیح و تحمید تھی۔ اس مبارک جوڑے کی راحت نماز میں اور دل کا اطمینان تھی دو پہروں کے نفلی روزوں میں تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے یہ شادی خانہ آبادی بڑی ہی برکت والی ثابت ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کے مالی حالات اس قدر اچھے ہوگئے کہ راوی کا بیان ہے:

﴿فَكَانَتْ مِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ نَفَقَةً وَّمَالًا﴾

ترجمہ: ''انصاری گھرانوں کی عورتوں میں سب سے خرچیلا گھرانہ اس لڑکی کا تھا۔''

ایک جنت میں اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا:

﴿ هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ؟ ﴾

ترجمہ: دیکھو! تمہارا کوئی ساتھی بچھڑا تو نہیں گیا۔"

مطلب یہ تھا کہ کون کون شہید ہو گیا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہاں! فلاں فلاں حضرات موجود نہیں ہیں۔ پھر ارشاد ہوا:

﴿ هَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ أَحَدٍ؟ ﴾

ترجمہ: "کیا تم کسی اور کو گم پاتے ہو؟"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لٰكِنِّيْ أَفْقِدُ جُلَيْبِيْبًا فَاطْلُبُوْهُ ﴾

ترجمہ: "لیکن مجھے جلیبیب نظر نہیں آرہا، اس کو تلاش کرو۔"

چنانچہ ان کو میدان جنگ میں تلاش کیا گیا۔ وہ منظر بڑا عجیب تھا۔ میدان جنگ میں ان کے اردگرد سات کافروں کی لاشیں تھیں۔ گویا وہ ان ساتوں سے لڑتے رہے اور پھر ساتوں کو جہنم رسید کر کے شہید ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو خبر دی گئی۔ رؤف و رحیم پیغمبر ﷺ تشریف لائے۔ اپنے پیارے ساتھی کی نعش کے پاس کھڑے ہوئے، منظر کو دیکھا، پھر فرمایا:

﴿ قَتَلَ سَبْعَةً ثُمَّ قَتَلُوْهُ، هٰذَا مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ، هٰذَا مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ ﴾

ترجمہ: "اس نے سات کافروں کو قتل کیا، پھر دشمنوں نے اُسے قتل کر دیا۔ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔"

﴿ فَوَضَعَهُ عَلٰى سَاعِدَيْهِ لَيْسَ لَهُ إِلَّا سَاعِدَا النَّبِيِّ ﷺ ﴾

ترجمہ: "پھر آپ ﷺ نے اپنے پیارے ساتھی کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھایا اور شان یہ تھی کہ اکیلے ہی اس کو اُٹھایا ہوا تھا۔ صرف آپ کے دونوں بازوؤں کا سہارا اسے میسر تھا۔"

جلیبیب رضی اللہ عنہ کے لئے قبر کھودی گئی، پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اُنہیں قبر میں رکھا۔ (صحیح مسلم: ۲۴۷۲)

﴿۸۰﴾ بہترین عورت کی خوبیاں

ایک اعرابی سے جس کا عورتوں کی صفات کے بارے میں خاصہ تجربہ تھا، پوچھا گیا: "بہترین عورت میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں۔" اس نے جواب دیا، ایک اچھی عورت میں درج ذیل خوبیاں ہوتی ہیں۔ کھڑی ہو تو لمبے قد کی ہو، اور بیٹھے تو نمایاں نظر آئے۔ گفتگو کرے تو سچ بولے۔ اس کو غصہ دلایا جائے تو بردباری کا مظاہرہ کرے۔ ہنسے تو صرف مسکراہٹ بکھیرے، کھانا پکائے تو نہایت ہی لذیذ، اپنے خاوند کی فرماں بردار ہو۔ اپنے گھر سے محبت کرنے والی، اور کم سے کم گھر سے باہر نکلنے والی ہو۔ اپنی قوم میں نہایت عزیز اور باوقار ہو، مگر انتہائی متواضع و منکسر مزاج ہو۔ خاوند سے محبت کرنے والی اور کثرت سے اولاد جننے والی ہو، پھر اس کا ہر کام نہایت پسندیدہ ہوگا۔

﴿۸۱﴾ کبھی کبھی بیوی اپنے شوہر پر خرچ کرے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا بڑی مالدار خاتون تھیں۔ فرماتی ہیں کہ ایک دن کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہم نے سنا:

﴿ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ ﴾

ترجمہ: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ اور خیرات کیا کرو اگرچہ اپنا زیور (فروخت کرکے) ہی کیوں نہ ہو۔''

کہتی ہیں کہ میں اپنے خاوند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہا، آپ محتاج ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں صدقہ و خیرات کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کریں۔ اگر یہ صدقہ میں آپ پر کروں اور یہ کفایت کر جائے تو ٹھیک ورنہ میں یہ صدقہ دوسروں کو دیا کروں گی۔ عبداللہ بن مسعود نے ان سے کہا: تم ہی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: چنانچہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے گھر کی طرف چل دی، وہاں دروازے پر ایک انصاری عورت کھڑی تھی۔ میں نے جب اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟ تو اس کا مسئلہ بھی میرے ہی جیسا تھا۔ اب احترام کے باعث باہر کھڑی ہو گئیں کہ اندر جانے کی جرأت کون کرے۔ اتنے میں گھر سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ ہم نے موقع غنیمت جانا اور ان سے کہا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا وہ اپنا صدقہ اور خیرات اپنے شوہروں کو دے سکتی ہیں اور اسے اپنے زیر پرورش یتیموں پر خرچ کر سکتی ہیں، اور ساتھ ہی ان سے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو ہمارے بارے میں نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس گئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ جو دو عورتیں دروازے پر ہیں کون کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ایک تو انصاری عورت ہے اور دوسری زینب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: أَيُّ الزَّيَانِبِ ''کون سی زینب؟'' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''عبداللہ بن مسعود کی بیوی۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ ﴾

ترجمہ: ''ان کے لیے دوہرا اجر و ثواب ہے، ایک تو قرابت داروں سے حسن سلوک کا اور دوسرا صدقہ و خیرات کرنے کا۔''

(بخاری: ۱۴۶۶، مسلم ۱۰۰۰)

﴿۸۲﴾ ایک عورت کو مرگی کے دورے پڑتے تھے مگر وہ جنتی تھی

امام بخاری و مسلم یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے تھے کہ سامنے سے کالے رنگ کی ایک لونڈی گزری۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے عطاء رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ کہنے لگے: تمہارا کیا خیال ہے؟ کیوں نہ تمہیں ایک جنتی عورت دکھاؤں حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے تعجب سے کہا کہ ایک جنتی عورت؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں! ایک عورت ہے، جب وہ وفات پا جائے گی تو جنت میں جائے گی۔ عطاء رضی اللہ عنہما نے تعجب کیا، کہنے لگے کہ مجھے دکھائیں، وہ کون سی خوش نصیب خاتون ہے جو جنتی ہے، ہمارے درمیان رہتی ہے۔ بازاروں گلیوں میں چلتی پھرتی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کالے رنگ کی اس بوڑھی لونڈی کی طرف اشارہ کیا۔ کہنے لگے کہ وہ بوڑھی عورت جنتی ہے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے پوچھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ! آپ کو کیسے معلوم کہ وہ جنتی ہے؟

جواب دیا: کئی سال گزرے یہ کالی کلوٹی لونڈی اللہ کے رسول کے پاس آئی، تب اس کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آکر شفا کے لیے دعا کی درخواست کی۔ وہ کہنے لگی: ''میری زندگی اجیرن ہو گئی ہے، بچے مجھ سے ڈرتے ہیں، میرا مذاق اڑاتے ہیں، مجھ پر ہنستے ہیں، میں بازار میں ہوں یا گھر میں، یا لوگوں کے پاس، اچانک مجھے دورہ پڑتا ہے اور مجھے ہوش نہیں رہتا، میں اس زندگی سے تنگ آچکی ہوں، اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے۔'' رسول اللہ ﷺ نے چاہا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبر پر درس دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ﴾

ترجمہ: ''اگر تم چاہو تو صبر سے کام لو اور اس کے عوض تمہارے لئے جنت ہے۔ اور اگر چاہو تو میں تمہاری شفا کے لیے اللہ سے دعا کر دوں۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے جب بات ختم کی تو اس عورت نے غور و فکر کیا، سوچا، اپنے حالات اور اپنی بیماری کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے فرمان کو اپنے دِل میں دہرایا۔ اب وہ دونوں میں فیصلہ کرنا چاہ رہی تھی کہ کس کو اختیار کرے۔ صبر کو یا دنیاوی آرام کو؟ سوچا، غور کیا کہ دُنیا تو فانی ہے، اسے ایک دن ختم ہو جانا ہے۔ میں جنت کی طلبگار کیوں نہ بنوں، اس کی چاہت کیوں نہ کروں؟ اور پھر اس نے اپنا فیصلہ صادر کر دیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں صبر سے کام لوں گی، لیکن جب مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، اس لئے آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرما دیں کہ وہ مجھے بے پردہ نہ کرے۔'' رسول اکرم ﷺ نے اس کے حق میں دُعا فرما دی۔ (بخاری: ۵۶۵۲، مسلم: ۲۵۷۶)

﴿۸۳﴾ ہمیشہ دُم بن کر رہو، سر بن کر نہ رہو، کیونکہ سب سے پہلے مار ہمیشہ سر پر پڑا کرتی ہے...... بارہ اہم نصیحتیں

- کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے نفس نے رات دن میں حق تعالیٰ کا کوئی بھی ضروری حق ذرہ برابر بھی کچھ ادا کیا ہے، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب ہم اپنے نور ایمان سے یہ سمجھ لیں کہ ہمارے جتنے بھی کام ہیں شروع سے لے کر آخر تک سب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، بھلا غور کریں کہ غلام کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے سب اس کے آقا کا عطیہ ہوتا ہے، اگر وہ اس کو آقا کی خدمت میں پیش کر کے یہ سمجھ لے کہ میں نے اس کا حق ادا کر دیا تو اس سے زیادہ بے وقوف دُنیا میں کوئی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو آقا سے بھی زیادہ تعلق ہے، پیدا اُس نے کیا، ہوش و حواس، عقل و تمیز، بینائی شنوائی، ہاتھ، پیر، غذا وغیرہ سب اسی کی دی ہوئی ہے۔ جن کے سہارے ہم کچھ ٹوٹے پھوٹے اعمال کر لیتے ہیں، پھر حق کس چیز سے ادا کیا۔ ع

جاں دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ کہ حق ادا نہ ہوا

- اپنے اقوال اور اعمال و افعال میں توحید خالص کا استحضار رہے، مثلاً کبھی یوں نہ کہیں کہ فلاں چیز میری ہے، یا جیسے میری مرضی۔ ہاں مجازاً یا بھولے سے ایسی بات ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ خدا کی عبادت کرو، اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ''شَيْئًا'' ارشاد فرمایا کسی شئی کو متعین نہیں فرمایا۔

حقیقتاً ہر چیز اللہ کی ہے، اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے انتظام کے تحت لوگوں کو اس کا قبضہ دیا ہوا ہے، اگر کسی نے آپ کی ملک والی چیز بغیر اجازت کے لے لی یا چوری کر لی تو یہ نہ سوچیں کہ اس نے میری چیز لے لی، اب میں اس کا مواخذہ کرتا ہوں بلکہ یہ سوچیں کہ اس نے بادشاہ کے انتظام میں خلل ڈالا ہے، لہٰذا میں قانون شریعت کی وجہ سے اس کا مواخذہ کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک بزرگ نے دُعا کی کہ اے اللہ! تو نے توحید خالص پر مغفرت کا وعدہ کیا ہے، میں تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، لہٰذا میری بخشش فرما، ان کو الہام ہوا کہ وہ وقت یاد کریں جب آپ کو دودھ پیش کیا گیا تو آپ نے کہا میں نہیں پیتا کہ اس سے مجھے ضرر نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس کلمے پر گرفت فرمائی کہ ضرر پہنچنے کو دودھ سے منسوب کر دیا تھا۔

- اپنے اعمال پر اس لحاظ سے ثواب طلب نہ کریں کہ یہ ہمارے کئے ہوئے کام ہیں بلکہ صرف خدا کے فضل و احسان پر نظر کر کے ثواب طلب کریں، اور اس میں راز یہ ہے کہ جو شخص اپنے نیک اعمال پر اس وجہ سے ثواب طلب کرے گا کہ اس نے خود یہ اعمال کئے ہیں، تو اس کے لئے کچھ بعید نہیں کہ برے اعمال کی سزا دینے کے واسطے بھی ترازوئے اعمال قائم کی جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ثواب چاہو تو محض اس کے احسان و فضل سے مانگو۔

❁ اپنے آپ کو سرداری کے لئے آگے نہ بڑھائیں، کسی بھی امر میں اپنے آپ کو بطور قائد سردار اور ذمہ دار آگے نہ بڑھائیں۔ مثلاً مشیخیت، امامت، امارت اور تدریس وغیرہ میں اپنے بھائیوں کے تابع بننے کی کوشش کریں نہ کہ اس سے سبقت لے جانے کی مگر اس صورت میں کہ وہ خود ہمیں آگے بڑھائیں یا ہماری پیش قدمی سے دوسروں سے بلاء اور مصیبت دور ہوتی ہو یا انہیں نیک کاموں کی رغبت ہوتی ہو تو پھر مضائقہ نہیں، کیونکہ نیک کاموں میں سبقت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہمیشہ دُم بن کر رہو، سر بن کر نہ رہو، کیونکہ سب سے پہلے مار ہمیشہ سر پر پڑا کرتی ہے۔

❁ کسی منصب یا ذمہ داری کی تمنا نہ کریں اور اپنی طرف سے اس کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کی مشیت پر نظر رکھیں، اور صبر کریں یہاں تک کہ خود ان سے اسے قبول کرنے کی درخواست نہ کی جائے، کیونکہ اپنی کوشش سے کوئی منصب حاصل کرو گے تو تمہیں اس منصب کے حوالے کر دیا جائے گا، اور اگر بغیر کوشش کے کوئی ذمہ داری ملے گی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت کی جائے گی۔

❁ ہمیشہ یہ اعتقاد پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں، اگر یہ اعتقاد رکھیں گے تو کسی معاملے میں بھی دل میں ناخوشی پیدا نہ ہوگی، اور جو شخص اس اعتقاد سے غافل رہے گا وہ ضرور تقدیر سے ناخوش ہوگا، بلکہ بعض اوقات اعتراض کا مرتکب ہوگا۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات کے دیکھا تو میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ کہنے لگے کہ مجھے بخش دیا اور کسی بات پر عتاب نہیں فرمایا، البتہ ایک بار میری زبان سے اتنی بات نکل گئی تھی کہ اس سال زمین کو بارش کی زیادہ ضرورت ہے، اس پر حق تعالیٰ نے مجھے عتاب فرمایا کہ اے جنید! تم مجھے خبر دینا چاہتے تھے، حالانکہ میں علیم و خبیر ہوں۔

❁ جب ہمارے اوپر دُنیا میں تنگی اور کمی کر دی جائے تو اس صورت میں بھی ہم اپنے پروردگار سے ایسے ہی راضی رہیں جیسا کہ فراخی کی صورت میں، ہم اس سے خوش رہتے ہیں، بلکہ وسعت کی حالت میں ڈرتے رہنا بھی چاہئے، کیونکہ دُنیا کا کم ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت میں رکھنا چاہتے ہیں، اور زیادہ ہونے میں اندیشہ ہے کہ ہم اس میں مشغول ہو جائیں اور دفعۃً پکڑے جائیں۔

❁ اپنے دِل کو دُنیا میں مشغول نہیں کرنا چاہئے حتی الوسع لین دین اور جمع تقسیم کے معاملات سے دِل کو فارغ رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے، اگر کسی سے کچھ قرض وغیرہ لینا ہو تو زیادہ سختی نہ کریں، نرمی سے دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ مطالبہ نہ کریں، یہ سوچ لیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہے، تو اللہ اور رسول کی عظمت کو سوچتے ہوئے اس سے زیادہ تقاضہ نہ کریں۔

❁ دُنیا اور اس کی شہوات ولذات کو بے رغبتی کی نگاہ سے دیکھا کریں، رغبت کی نگاہ اس طرف نہ کریں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، دُنیا اس بوسیدہ ہڈی کی مانند ہے، جس پر بہت سے کتے چھینا جھپٹی کر رہے ہوں، لہٰذا جو کوئی بھی دُنیا میں رغبت کرے گا، ضرور نجاست سے آلودہ ہوگا، اور اس کو کتے کاٹیں گے، اور اس پر دانت نکال کر بھونکیں گے لہٰذا بڑی مصیبت اُٹھانا پڑے گی۔

❁ دُنیا کی چیز پر مزاحمت نہ کریں، فقراء کو چاہئے کہ دُنیا کی کسی چیز پر مزاحمت، جھگڑا اور تکرار نہ کریں، کیونکہ دُنیا پر جھگڑنے سے دِلوں میں دشمنی اور نفوس میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ جان لیں کہ ہر وہ چیز جو نزاع اور تکرار سے حاصل ہو وہ دُنیا ہے اگرچہ بظاہر وہ دینی چیز محسوس ہوتی ہے، اس لئے کہ جو کام بھی خالص آخرت کے لیے ہوں ان میں جھگڑا اور نزاع نہیں ہو سکتا، اگر نزاع کی نوبت آتی ہے تو سمجھ لیں کہ اس میں دُنیا کی آمیزش ضرور ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کی محبت کو دُنیا کی تمام محبتوں پر غالب رکھیں، خواہ محبت مال کی ہو یا اولاد کی ہو یا ازواج کی ہو یا اصحاب (دوستوں) کی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑے غیرت والے ہیں، وہ اپنے مؤمن بندے کے دل میں کسی غیر کی محبت کو پسند نہیں کرتے، ! جن کی محبت کا خود

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، جیسے انبیاء وملائکہ، علماء، اولیاء اللہ تو ان کی محبت اللہ کے حکم کی بجا آوری کے لیے ہے۔

صوفیہ کی اصطلاح میں غیر کی محبت سے مراد وہ محبت ہے جو ''وصول إلی اللہ'' میں داخل نہیں۔ تو انبیاء علیہم السلام اور اپنے مشائخ اور جملہ اولیاء اللہ سے محبت چونکہ حق تعالیٰ تک پہنچانے والی ہے، اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہی شمار ہوتی ہے، ازواج واولاد سے اس قدر محبت جائز اور ضروری ہے، جس سے ان کے حقوق ادا کرنے میں آسانی ہو، اس سے زائد محبت جس کی وجہ سے احکام الٰہی میں سستی اور فتور آنے لگے وہ نقصان دہ ہے۔ حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ تمہارے بیوی، بچوں کو اس لئے مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ تمہارے دل میں ان کی محبت جم گئی ہوتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس پر غیرت کھاتے ہیں) اور کبھی ان کی محبت کی وجہ سے خود تمہارے اوپر عتاب فرماتے ہیں۔

❁ جس شخص کی عادت لڑائی جھگڑے کی ہو اس سے مناظرہ نہ کریں۔ جس شخص میں دیکھیں کہ اس کی طبیعت میں جوش زیادہ ہے، اور لڑائی جھگڑے اور مناظرہ کرنے کی عادت ہے، اس سے مناظرہ نہ کریں، اور اپنی بات کو دلائل سے منوانے کی کوشش نہ کریں، ایسے شخص کے سامنے جتنی مرضی معقول بات کی جائے اس کی کوشش ہمیشہ دوسرے کو نیچا دکھانے اور اپنی عقل وفہم کو صائب الرائے ثابت کرنے کی ہوگی۔

ایسے شخص سے بات کرنے سے پہلے کوئی ایسی حکمت عملی اپنائیں کہ اس کو جوش نفس آپ کے لیے نرم ہو چکا ہو، مشائخ جب کسی کو برے کاموں کا مرتکب دیکھتے تو اس شخص کو نصیحت کرنے سے پہلے اس کی اچھائیوں کو بیان کرتے اور درمیان میں اس کی خامیوں کو بیان کر دیتے اور کہتے کہ ان سے بھی بچ جاتے تو بہت اچھا ہوتا، اس طرح وہ شخص ان برائیوں سے اجتناب کرنے لگتا۔

﴿۸۴﴾ قضائے حاجات کے لیے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بتایا ہوا مجرب عمل

بندہ ایک روز اپنی اہلیہ کے ساتھ دیو بند کے سفر پر تھا، وہاں پہنچ کر میری اہلیہ نے حضرت شیخ حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ سے کچھ نصیحت کی فرمائش کی تو حضرت شیخ کی اہلیہ محترمہ نے بتلایا کہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ کی نیت سے پڑھیے جس کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس (50) مرتبہ سورۂ اخلاص اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھیے، پھر اللہ سے اپنی حاجت کے پورا ہونے کا سوال کیجئے۔ حضرت مدنی مشکلات کے وقت یہ عمل لوگوں کو بتلایا کرتے تھے اور خود بھی عمل کرتے تھے:

نوٹ: مذکورہ مجرب عمل اگرچہ احادیث میں موجود نہیں، مگر اللہ والے کا بتایا ہوا عمل ہے، اور کئی لوگوں کا مجرب عمل ہے، اس لئے اگر آپ بھی کسی سخت سے سخت مسئلے میں اُلجھے ہوئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے تمہارا مسئلہ سلجھا دے گا۔

﴿۸۵﴾ پروردِگارِ عالم! میرا رزق تیرے ذمے ہے

ابو عبداللہ بن جعفر جو کہ برقی کے لقب سے مشہور ہیں، کہتے ہیں میں نے ایک بیابان میں ایک بدو خاتون کو دیکھا جس کی کھیتی کڑاکے کی سردی، زوردار آندھی اور موسلا دھار بارش کے سبب تباہ وبرباد ہو چکی تھی، لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور اس کی فصل تباہ ہونے پر اسے دلاسا دے رہے تھے۔ اس نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہنے لگی:

﴿اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَأْمُولُ لِأَحْسَنِ الْخَلَفِ، وَبِيَدِكَ التَّعْوِيضُ عَمَّا تَلَفَ، فَافْعَلْ بِنَا مَا أَنْتَ أَهْلُهُ، فَإِنَّ أَرْزَاقَنَا عَلَيْكَ وَآمَالَنَا مَصْرُوفَةٌ إِلَيْكَ﴾

ترجمہ: ''اے پروردگار! پسماندگان کی عمدہ دیکھ بھال کے لیے تجھ ہی سے اُمید وابستہ کی جاتی ہے جو کچھ تباہ وبرباد ہو گیا اس کی تلافی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، اس لئے تو اپنی نرالی شان کے مطابق ہمارے ساتھ معاملہ فرما، کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ

ہماری روزی کا بندوبست تیرے ہی ذمہ ہے اور ہماری آرزوئیں اور تمنائیں تجھی سے وابستہ ہیں۔"

ابوعبداللہ بن جعفر کہتے ہیں: میں ابھی اس خاتون کے پاس ہی تھا کہ ایک آدمی وہاں آپہنچا، ہمیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ مقصد کیا ہے؟ جب اس عورت کے عقیدے، منہج اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا پتہ چلا تو اس نے پانچ سو (500) دینار نکالے اور اس عورت کی خدمت میں پیش کر کے اپنی راہ چلتا بنا۔ (مجلۃ العربی: ۴۴۴۔۱۸۸ انسا روز کیات جدا: ۴۴)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد کرے گا، اور تقویٰ اختیار کرے گا، وہ کبھی نعمت خداوندی سے محروم نہیں رہے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ اسے ایسے راستے سے روزی بہم پہنچائیں گے جس کا وہ کبھی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا، جیسا کہ اس دیہاتی خاتون کے ساتھ واقعہ پیش آیا، جس کا آپ نے اوپر مطالعہ کیا۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وضاحت ہوتی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (سورۃ الطلاق، آیت: ۲،۳)

ترجمہ: "جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے (مشکل سے) چھٹکارے کی شکل پیدا فرما دیتا ہے، اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے، جس کا اسے گمان بھی نہ ہو۔"

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ان سطور کے راقم کے عربی ادب کی بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ ایک فقیر محتاج عورت، بادیہ نشین، جنگل میں خیمہ لگائے ہوئے تھی۔ اپنی ضرورتوں کے لئے اس نے اردگرد کھیتی لگا رکھی تھی، گزر اوقات اسی سے کرتی تھی۔ ایک دن طوفان آیا، بجلی چمکی اور کڑکی، آسمان سے ژالہ باری ہوئی اور کھیتی تباہ و برباد ہوگئی۔ جب طوفان تھم گیا تو اس عورت نے خیمے سے سر نکالا۔ اپنی کھیتی کو دیکھا، ہر چیز تباہ و برباد ہو چکی تھی۔ اس نے حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور کہنے لگی:

﴿اِصْنَعْ يَا اِلٰهِيْ مَا شِئْتَ، فَاِنَّ رِزْقِيْ عَلَيْكَ﴾

ترجمہ: "اے میرے پروردگار! جو جی چاہے کر (تجھے کون پوچھنے والا ہے) ہاں (اتنی بات ضرور ہے کہ) میرا رزق تو تیرے ہی ذمہ ہے۔"

﴿۸۶﴾ عورت کا حسن اس کے ٹیڑھے پن میں ہے

مشہور مؤرخ و سیرت نگار واقدی کا بیان ہے کہ میں ایک روز خلیفہ مہدی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس سے چند احادیث بیان کیں۔ میری بیان کردہ حدیثیں اس نے لکھ لیں، پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنے گھر میں داخل ہوا۔ جب وہ گھر سے نکلا تو غصہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا اور وہ غیظ و غضب سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا، امیر المؤمنین! خیریت تو ہے؟ خلیفہ مہدی کہنے لگا:

﴿دَخَلْتُ عَلَى الْخَيْزُرَانِ فَقَامَتْ اِلَيَّ وَمَزَّقَتْ ثَوْبِيْ وَقَالَتْ: مَا رَاَيْتُ خَيْرًا مِّنْكَ﴾

ترجمہ: "میں اپنی بیوی "خیزران" کے پاس گیا تو اس نے میرا کپڑا اس قدر زور سے کھینچا کہ وہ پھٹ گیا اور کہنے لگی: میں نے تم میں کوئی خیر کا پہلو نہیں دیکھا ہے۔"

خلیفہ نے مزید کہا: اے واقدی! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے "خزران" کو ایک غلام فروش سے خریدا تھا، پھر میں نے اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لی چنانچہ اب وہ قیصر شاہی میں میری بیوی کی حیثیت سے خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے۔ نیز اس کو ناز و نعم اور آرائش و زیبائش کے لیے وہ چیزیں دستیاب ہیں جو دیگر عورتوں کو کم ہی نصیب ہوا کرتی ہیں۔ مگر آج اس کا ذہن اس قدر بدل گیا ہے کہ اس نے میرے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا اور کہنے لگی کہ آج تک میں نے کبھی تم میں خیر نہیں دیکھی۔ حالانکہ میں نے اس کے دونوں لڑکوں (ہادی اور ہارون رشید) کے لیے پیشگی بیعت کروا دی ہے، میرے بعد یکے دیگرے وہ دونوں مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے،

پھر بھی وہ مجھے طعنے دے رہی ہے کہ میں نے اس کے لئے کوئی بھلائی نہیں کی ہے!!

واقدی نے خلیفہ مہدی کی بات سن کر کہا: امیر المؤمنین! آپ ناراض نہ ہوں، کیونکہ کفرانِ نعمت عورتوں کی فطرت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي﴾

ترجمہ: ''تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل خانہ کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔'' (صحیح ابن ماجہ، کتاب النکاح: ۱۹۷۷)

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ﴾ (بخاری: ۳۳۳۱، مسلم: ۱۴۶۸)

ترجمہ: ''عورتوں کے بارے میں میری نصیحت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے، اگر تم اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرو گے تو انجام کار توڑ کر رہو گے۔ اور اگر اس ٹیڑھی پسلی کو یونہی چھوڑ دو گے تو ویسے ہی ٹیڑھی رہے گی (اور تم اس کے ٹیڑھے پن کے باوجود اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو) پس تم لوگ عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کیا کرو۔''

واقدی نے اس موضوع سے متعلق چند مزید احادیث خلیفہ سے بیان کیں۔ خلیفہ مہدی نے انہیں دو ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ جب واقدی خلیفہ کے پاس سے نکل کر اپنے گھر پہنچے تو اسی وقت ملکہ ''خیزران'' کا پیغامبر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ملکہ کا دیا ہوا تقریباً دو ہزار دینار کا عطیہ بھی ان کی خدمت میں پیش کیا، علاوہ ازیں کپڑے اور جوتے بھی تھے۔ ملکہ نے پیغامبر کے ذریعے ان عطیات کے ساتھ ساتھ اس کارِ خیر پر اُن کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۳/ ۵۴۵ طبع دار ہجر)

﴿۸۷﴾ نہر زبیدہ کا درد بھرا واقعہ

یہ دوسری صدی ہجری کا زمانہ تھا۔ دنیا کے چپے چپے میں اسلام کی کرنیں اپنی تابناک شعاعیں بکھیر رہی تھیں۔ وہی عرب جو کچھ عرصہ پہلے انتقام کی آگ میں جھلس رہے تھے، آج اسلامی تعلیمات کی بدولت تمام بھائی بھائی بن چکے تھے۔ قبائل کے درمیان باہمی اختلافات پائے جاتے تھے مگر محاذ جنگ پر جب اکٹھے ہوتے تو سب ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔ تلواروں کے سائے میں ان کی نمازیں ادا ہوتی تھیں اور جن جن ملکوں میں وہ جہاد کا پرچم لہراتے وہاں کے باشندوں کے ساتھ عدل وانصاف کرنا ان کی شان تھی۔ دوسری جانب مسلمان مبلغین بھی دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی تعداد میں بے تحاشہ اضافہ ہونے لگا۔ دوسری صدی ہجری کے اواخر میں مملکت اسلامیہ کی باگ دوڑ خلیفہ ہارون رشید کے ہاتھ میں ہے، دُنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنے کے لیے آرہے ہیں، مکہ مکرمہ میں پانی ناپید ہے، حجاج کرام اور اہل مکہ بڑی مشکل سے کسی طرح پانی کا بندوبست کر پاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں ملکہ زبیدہ بنت جعفر فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ آتی ہیں۔ انہوں نے جب اہل مکہ اور حجاج کرام کو پانی کی دشواری اور مشکلات میں مبتلا دیکھا تو انہیں سخت افسوس ہوا، چنانچہ انہوں نے اپنے اخراجات سے ایک عظیم الشان نہر کھودنے کا حکم دے کر ایک ایسا فقید المثال کارنامہ انجام دیا جو رہتی دُنیا تک عالم بشریت کو یاد رہے گا۔

ام جعفر زبیدہ بنت جعفر بن ابو جعفر منصور ہاشمی خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔ یہ خلیفہ ہارون رشید کی چچا زاد بہن تھیں۔ ان کا نام''

ۃ العزیز" تھا، ان کے دادا منصور بچپن میں ان سے خوب کھیلا کرتے تھے۔ ان کو "زبیدہ" (دودھ پلانے والی مٹھائی) کہہ کر پکارتے تھے، چنانچہ سب اسی نام سے پکارنے لگے اور اصلی نام لوگ بھول ہی گئے۔ یہ نہایت خوبصورت اور ذہین وفطین تھیں۔ جب جوان ہوئیں تو خلیفہ ہارون رشید سے ان کی شادی ہوگئی۔ یہ شادی بڑی دھوم دھام سے ذوالحجہ ۱۶۵ ہجری میں ہوئی۔ ہارون رشید نے اس شادی کی خوشی میں ملک بھر سے عوام وخواص کو دعوت پر بلایا اور مدعوین کے درمیان اس قدر زیادہ مال تقسیم کیا جس کی مثال تاریخ اسلامی میں مفقود ہے۔ اس موقع پر خاص بیت المال سے اس نے پچاس ملین درہم (50,000,000) خرچ کیے۔ ہارون رشید نے اپنے خاص مال سے جو کچھ خرچ کیا وہ اس کے علاوہ تھا۔ ہارون رشید ملکہ زبیدہ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر پکارا: ھَلُمِّی یَـا اُمَّ نَھْـرٍ " اُم نہر! ذرا ادھر آنا۔" زبیدہ نے بعد میں مشہور عالم اصمعی کو بلوا کر پوچھا: امیر المومنین مجھے "اُم نہر" کہہ کر پکارتے ہیں، اس کے کیا معنی ہیں؟ اصمعی نے جواب دیا، چونکہ جعفر عربی لغت میں نہر کو کہتے ہیں اور آپ کی کنیت ام جعفر ہے، اس لیے نہر معنی مراد لے کر آپ کو اس نام سے پکارا ہوگا۔ زبیدہ بڑی ہی سمجھدار خاتون تھیں، حاشیہ برداروں کے کہنے پر بھی فوری فیصلہ نہیں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک شاعر نے ان کی خدمت میں چند اشعار سنائے، مگر ردیف وقافیہ اور الفاظ کی ترکیب میں شاید وہ اپنا مافی الضمیر اچھی طرح سے ادا نہیں کر سکا۔ شعر کے مفہوم سے ان کی عظمت کے بجائے گستاخی عیاں تھی۔ حشم وخدم نے شاعر کی عبارت کو ملکہ کی بے ادبی پر محمول کیا اور اس کو گرفتار کرنا چاہا مگر ملکہ نے ان سے کہا:

﴿ دَعُوْهُ فَاِنَّ مَنْ اَرَادَ خَيْرًا فَاَخْطَأَ خَيْرٌ مِّمَّنْ اَرَادَ شَرًّا فَاَصَابَ ﴾

ترجمہ: "اس کو نظر انداز کردو، کیونکہ جس کی نیت اچھی بات لینے کی ہو مگر اس سے لغزش ہو جائے ایسا شخص اس آدمی سے بہتر ہے جس کی نیت بری ہو مگر وہ اچھی بات کہہ جائے۔"

ملکہ زبیدہ کی خدمت کے لیے ایک سو کنیزیں تھیں جن کو قرآن کریم یاد تھا اور وہ ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہتی تھیں، ان کے محل میں قرأت کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آتی رہتی تھی۔

زبیدہ نے پانی کی قلت کے سبب حجاج کرام اور اہل مکہ کو درپیش مشکلات اور دشواریوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو انہوں نے مکہ میں ایک نہر بنانے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے بھی وہ مکہ والوں کو بہت زیادہ مال سے نوازتی رہتی تھیں اور حج وعمرہ کے لیے مکہ آنے والوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد فیاضانہ تھا۔ اب نہر کی کھدائی کا منصوبہ سامنے آیا تو مختلف علاقوں سے ماہر انجینئر بلوائے گئے۔ مکہ مکرمہ سے 35 کلومیٹر شمال مشرق میں وادیٔ حنین کے "جبال طاد" سے نہر نکالنے کا پروگرام بنایا گیا۔ ایک نہر جس کا پانی "جبال قرا" سے "وادی نعمان" کی طرف جاتا تھا اُسے بھی نہر زبیدہ میں شامل کرلیا گیا۔ یہ مقام عرفات سے 12 کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع تھا۔ علاوہ ازیں منیٰ کے جنوب میں صحرا کے مقام پر ایک تالاب بئر زبیدہ کے نام سے تھا جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا تھا، اس سے سات کاریزوں کے ذریعہ پانی نہر میں لے جایا گیا، پھر وہاں سے ایک چھوٹی نہر مکہ مکرمہ کی طرف اور ایک عرفات میں مسجد نمرہ تک لے جائی گئی۔ اس عظیم منصوبے پر سترہ لاکھ (17,00,000) دینار خرچ ہوئے۔

ملکہ زبیدہ نے انتہائی شوق اور جذبۂ اخلاص کے تحت نہر کی کھدائی کرائی تھی۔ وہ حجاج کرام اور اہل مکہ کو پانی کی دشواریوں سے نجات دلانا چاہتی تھی اور یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اُنہوں نے کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب نہر زبیدہ کی منصوبہ بندی شروع ہوئی تو اس منصوبہ کا منتظم انجینئر آیا اور کہنے لگا: "آپ نے جس منصوبہ کا حکم دیا ہے اس کے لیے خاصے اخراجات درکار ہیں، کیونکہ اس کی تکمیل کے لیے بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹنا پڑے گا، چٹانوں کو توڑنا پڑے گا، نشیب وفراز کی مشکلات سے نمٹنا پڑے گا، سینکڑوں مزدوروں کو دن رات محنت کرنی پڑے گی، تب کہیں جا کر اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔"

یہ سن کر ملکہ زبیدہ نے جو جواب دیا وہ دلچسپ بھی ہے اور اس سے ان کی قوت فیصلہ اور منصوبے سے دلچسپی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔
انہوں نے چیف انجینئر سے کہا:
﴿اِعْمَلْهَا وَلَوْ كَانَتْ ضَرْبَةُ فَاْسٍ بِدِيْنَارٍ﴾
ترجمہ: ''اس کام کو شروع کرو، خواہ کلہاڑے کی ایک ضرب پر ایک دینار خرچ آتا ہو۔''
اس طرح جب نہر کا منصوبہ تکمیل کو پہنچ گیا تو منتظمین اور نگران حضرات نے اخراجات کی تفصیلات ملکہ کی خدمت میں پیش کیں۔ اس وقت ملکہ دریائے دجلہ کے کنارے واقع اپنے محل میں تھیں۔ ملکہ نے وہ تمام کاغذات لئے اور انہیں کھول کر دیکھے بغیر دریا میں ڈال دیا اور کہنے لگیں: ''الٰہی! مجھے دُنیا میں کوئی حساب کتاب نہیں لینا تو مجھ سے قیامت کے دن حساب نہ لینا۔''
ملکہ زبیدہ نے یہ عظیم الشان کام انجام دے کر حجاج کرام اور باشندگان مکہ مکرمہ کو پانی کی قلت کے سبب درپیش مشکلات کا مسئلہ حل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس نہر کو ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔
ان کی وفات بغداد میں جمادی الاولیٰ 216 ہجری میں ہوئی۔ (وفیات الأعیان، البدایۃ والنہایہ، کتاب الوافی بالوفیات، الأعلام للزرکلی اور تاریخ مکہ مکرمہ، محمد عبدالمعبود وغیرہ کتب سے مواد اکٹھا کر کے لکھا گیا ہے)

﴿۸۸﴾ کھجوروں میں برکت

جنگ خندق کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ مسلمانوں کی جماعت رسول اللہ ﷺ کے اردگرد خندق کی کھدائی میں مشغول تھی۔ بہت سے مسلمانوں کے گھروں میں ایک وقت کی روٹی بھی دستیاب نہ تھی۔ پھر بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت اور شدید لگاؤ کے سبب آپ کے حکم کی تکمیل میں لگے رہتے تھے۔ بھوک کی شدت سے نڈھال ہو جاتے تو اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کی کھدائی کرتے تاکہ زیادہ سے زیادہ بھوک برداشت کر سکیں، حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھ رکھے تھے اور خندق کی کھدائی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پورے انہماک کے ساتھ مشغول تھے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:
﴿شَكَوْنَا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ حَجَرَيْنِ﴾
ترجمہ: ''ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے پیٹ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ سے دو پتھر بندھے ہوئے ہمیں دکھائے۔'' (جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۲، صفحہ ۴۴۸)
خندق کی کھدائی کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک ہزار اور واقدی کی روایت کے مطابق تین ہزار بتائی گئی ہے۔ خندق کی کھدائی کے دوران کئی معجزات رونما ہوئے۔ ان میں سے ایک معجزہ یہاں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔
حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن کا بیان ہے کہ میری والدہ عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بلایا اور دو مٹھی کھجوریں دے کر کہنے لگیں: بشیر اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کی خدمت میں لے جاؤ تاکہ وہ دوپہر کے کھانے میں کچھ کھا لیں۔ میں کھجوریں لے کر اپنے والد اور ماموں کی تلاش میں نکلی، وہ دونوں دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے۔ مجھے انہیں تلاش کرتے ہوئے دیکھ کر رسول اکرم ﷺ نے بلایا اور پوچھنے لگے: ﴿مَا الَّذِيْ مَعَكِ﴾ ''تیرے پاس کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا:
﴿هٰذَا تَمْرٌ بَعَثَتْنِيْ بِهِ أُمِّيْ إِلَى أَبِيْ وَخَالِيْ يَتَغَدَّيَانِهِ﴾
ترجمہ: ''یہ چند کھجوریں ہیں جنہیں دے کر میری امی نے میرے ابو اور ماموں کے پاس بھیجا تاکہ وہ دوپہر کے کھانے میں کچھ کھا لیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (ھَاتِیْہِ) "یہ کھجوریں مجھے دے دو۔"

میں نے کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں رکھ دیں۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں نہیں بھریں۔ پھر آپ ﷺ کے حکم سے چادر بچھائی گئی اور آپ ﷺ نے چادر پر کھجوریں پھیلا دیں۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا: "اہل خندق کو آواز دو کہ وہ آ کر دوپہر کا کھانا لیں۔" یہ آواز سنتے ہی خندق کی کھدائی کرنے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دسترخوان پر حاضر ہوئے اور کھجوریں تناول کرنے لگے۔ اہل خندق کھجوریں کھاتے گئے اور وہ بڑھتی گئیں۔ سارے اہل خندق کھا کر واپس ہو گئے مگر کھجوریں تھیں کہ کپڑے کے کنارے سے باہر گر رہی تھیں۔ واضح رہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران اس قسم کے کئی معجزانہ برکات کا ظہور ہوا۔

(دیکھئے سیرت ابن ہشام: ۲/ ۲۱۸، المغازی للواقدی: ۲/ ۴۷۶، اُسد الغابہ: ۳۱۴)

﴿۸۹﴾ 14 آیات سجدہ کو ایک مجلس میں پڑھ کر دُعاء کی قبولیت

پورے قرآن کریم میں چودہ (14) آیات سجدہ ہیں۔ یہ سب ایک مجلس میں، ایک ہی بیٹھک میں علی الترتیب پڑھی جائیں اور ہر ایک کے ساتھ ساتھ سجدہ بھی کیا جائے اور پھر اس کے بعد دُعا کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی۔ اور اگر مصیبت زدہ ہے تو اس کی مصیبت اور پریشانی بہت جلد دور ہو جائے گی۔ یہ اکابر فقہاء اور ائمہ مجتہدین کا مجرب عمل ہے۔

(نور الایضاح، صفحہ ۱۱۵، ایضاح المسائل، صفحہ ۴۵، مراقی الفلاح، صفحہ ۲۷۲)

ہم آسانی کے لیے قرآن کریم کی چودہ (14) آیات سجدہ کو علی الترتیب یہاں پر یکجا جمع کر دیتے ہیں تاکہ اس پر عمل کرنے والوں کے لئے آسانی ہو جائے۔

﴿أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝﴾

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾

۞ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝﴾ (پارہ ۹، سورۃ اعراف، آیت ۲۰۶)

ترجمہ: "یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔"

۞ ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝﴾ (پارہ ۱۳، سورۃ رعد، آیت: ۱۵)

ترجمہ: "اور اللہ ہی کے سامنے سب سرخم کئے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں، خوشی سے اور مجبوری سے، اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقت۔"

۞ ﴿يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝﴾ (پارہ ۱۴، سورۃ نحل، آیت: ۵۰)

ترجمہ: "وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ اُن پر بالادست ہے، اور اُن کو جو کچھ حکم کیا جاتا ہے وہ اُس کو کرتے ہیں۔"

۞ ﴿وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝﴾ (پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۱۰۹)

ترجمہ: "اور ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن اُن کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔"

۞ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝﴾ (پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت: ۵۸)

ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے من جملہ انبیاء کے آدم علیہ السلام کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے

جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی نسل سے اور اُن لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔"

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ۝﴾ (پارہ ۱۷، سورۂ حج، آیت: ۱۸)

ترجمہ: "اے مخاطب! کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ کے سامنے سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے آدمی بھی، اور بہت سے ایسے ہیں جن پر عذاب ثابت ہو گیا ہے، اور جس کو خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہے کرے۔"

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا۝﴾ (پارہ ۱۹، سورۂ فرقان، آیت: ۶۰)

ترجمہ: "اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے۔ کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کو تم سجدہ کرنے کے لیے ہم کو کہو گے۔ اور اس سے اُن کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔"

﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝﴾ (پارہ ۱۹، سورۂ نمل، آیت: ۲۶)

ترجمہ: "بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں، اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے۔"

﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۝ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ۝﴾ (پارہ ۲۳، سورۂ ص، آیت: ۲۴، ۲۵)

ترجمہ: "داؤد علیہ السلام نے کہا کہ یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے۔ اور اکثر شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ اور داؤد علیہ السلام کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔ سو ہم نے ان کو معاف کر دیا، اور ہمارے یہاں ان کے لیے قرب اور نیک انجامی ہے۔"

﴿فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ۝﴾ (پارہ ۲۴، سورۂ حم سجدہ، آیت: ۳۸)

ترجمہ: "پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اور وہ نہیں اکتاتے۔"

﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا۝﴾ (پارہ ۲۷، سورۂ نجم، آیت: ۶۲)

ترجمہ: "سو اللہ کی اطاعت کرو اور عبادت کرو۔"

﴿وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ۝﴾ (پارہ ۳۰، سورۂ انشقاق، آیت: ۲۱)

ترجمہ: "اور جب اُن کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو نہیں جھکتے۔"

﴿كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۞﴾ (پارہ ۳۰، سورۃ العلق، آیت:۱۹)

ترجمہ: ”ہرگز نہیں، آپ اس کا کہنا نہ مانئے، اور آپ نماز پڑھتے رہئے اور قرب حاصل کرتے رہئے۔“

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

نوٹ: اس کتاب کو پڑھنے والے تمام بھائیوں سے اللہ کے نیک بندوں سے سیاہ کار راقم الحروف کی درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں کے ساتھ ناکارہ راقم الحروف اور اس کے والدین کی فلاحِ دارین کے لیے بھی دعا کریں، بہت بڑا احسان ہوگا۔

﴿۹۰﴾ ایک عورت کی بہادری کا واقعہ

اسلامی تاریخ میں جن نامور اور بہادر خواتین کا تذکرہ آیا ہے ان میں زرقاء بنت عدی بن غالب قیس ہمدانیہ کا ذکر بھی ہے۔ یہ کوفہ کی رہنے والی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرجوش حامی تھیں۔ اپنے رشتہ داروں سمیت جنگ صفین میں شامل تھیں۔ انہوں نے لڑائی کے دوران فوجیوں سے متعدد بار خطاب کیا اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیئے جس سے فوجی اور زیادہ جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ ان کے حوالے سے تاریخ نے ایک دلچسپ مگر سبق آموز واقعہ محفوظ کیا ہے۔ آیئے صنفِ نازک سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کی جواں مردی اور حق گوئی کا مطالعہ کیجئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 14 ہجری میں خلافت سنبھال چکے تھے۔ مسلمانوں میں صلح ہو چکی تھی۔ کبھی کبھار جنگوں کے حوالے سے بعض مجالس میں تذکرہ ہو جاتا۔ ایک رات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بعض خاص ساتھیوں کے ہمراہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک کسی نے جنگ صفین کا تذکرہ کر دیا۔ اہل کوفہ کی جواں مردی کا تذکرہ ہوا تو زرقاء کا بھی نام لیا گیا۔ کسی نے کہا کہ اس روز اس عورت نے بڑی زوردار تقاریر کیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو جوش دلایا۔ ان کے عزم و استقلال کو جلا بخشی اور اس پُرجوش طریقے سے فوجیوں سے خطاب کیا کہ بزدل سے بزدل آدمی بھی اگر سن لے تو میدان کارزار میں آگے بڑھتا چلا جائے۔ چنانچہ اس کے خطاب کی وجہ سے کتنے ہی لوگ جو میدان جنگ سے پلٹ رہے تھے لوٹ آئے، جو صلح و آشتی کی طرف مائل تھے میدان کارزار میں گھس گئے۔ اس کے الفاظ کیا تھے، ایک جادو تھا، نہایت ہی کاٹ دار فقرے، پاٹ دار آواز، اس کی وجہ سے متزلزل قدم جم گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی گفتگو سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اتنی عظیم عورت! یہ درست ہے کہ وہ مخالف گروپ سے تعلق رکھتی تھی مگر اس نے ایک عورت ہونے کے باوجود پامردی کا ثبوت دیا۔ اس کے استقلال اور ثابت قدمی سے وہ خاصے متاثر تھے۔ اچانک سوال کیا، ساتھیو! اس عورت کی تقریروں کے اقتباسات کسی کو یاد ہیں، بہت سوں نے جواب دیا، ہاں! کیوں نہیں! وہ الفاظ کوئی بھولنے والے نہیں تھے۔ کم و بیش سب کو یاد ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک اور سوال کر دیا:

﴿فَمَا تُشِيرُونَ عَلَيَّ فِيهَا ؟﴾

ترجمہ: ”اس عورت کے بارے میں مجھے کیا مشورہ دیتے ہو؟“

بہت سوں نے اس عورت کے قتل کا مشورہ دیا مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو عرب کے نہایت ذہین و فطین آدمی تھے، یوں گویا ہوئے:

﴿بِئْسَ مَا أَشَرْتُمْ بِهٖ وَقُبْحًا لِمَا قُلْتُمْ ! أَيَحْسُنُ أَنْ يُشْتَهَرَ عَنِّي أَنَّنِي بَعْدَ مَا ظَفِرْتُ وَقَدَرْتُ قَتَلْتُ امْرَأَةً، وَفَتْ لِصَاحِبِهَا، إِنِّي إِذَنْ لَلَئِيمٌ ، لَا وَاللّٰهِ ! لَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ أَبَدًا ﴾

ترجمہ: ”جو کچھ تم لوگوں نے کہا ہے، تمہارا یہ مشورہ اور قول بہت ہی بُرا اور نامناسب ہے! کیا یہ اچھا ہوگا کہ میرے متعلق مشہور ہو جائے کہ میں نے زمام اقتدار ہاتھ میں آ جانے کے بعد ایک ایسی خاتون کو قتل کر دیا جس نے اپنے ساتھی (حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نہایت ہی وفاداری کا ثبوت دیا؟ اللہ کی قسم! میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسی صورت

میں یہ مصری خست اور کمینگی کی دلیل ہوگی۔"

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حاکم کوفہ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون تھا:

﴿اَنْ اَوْفِدْ اِلَیَّ الزَّرْقَاءَ بِنْتَ عَدِیٍّ مَعَ نَفَرٍ مِنْ عَشِیْرَتِهَا وَ فُرْسَانٍ مِنْ قَوْمِهَا، وَ مَهِّدْ لَهَا وِطَاءً لَیِّنًا وَ مَرْکَبًا ذَلُوْلًا﴾

ترجمہ: "زرقاء بنت عدی کو اس کے خاندان کے چند افراد اور اس کی قوم کے چند شہسواروں کے ہمراہ میری خدمت میں روانہ کریں۔ اس کے لیے نرم گدے اور آرام دہ سواری کا بندوبست کرنا نہ بھولیں۔"

حاکم کوفہ نے جب زرقاء بنت عدی کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط سے آگاہ کیا تو اس نے حکم کی تعمیل میں جلدی کی اور کہنے لگی: "امیر المؤمنین کی طاعت و فرماں برداری واجب ہے میں اعراض نہیں کر سکتی۔"

چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حاکم کوفہ نے زرقاء کو ان کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ جب زرقاء امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچی تو انہوں نے پرتپاک استقبال کیا اور پوچھنے لگے: "خالہ! کیا حال ہے؟ آپ کا سفر کیسا رہا؟ کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

زرقاء بنت عدی نے عرض کیا: "رَبِیْبَةُ بَیْتٍ أَوْ طِفْلًا مُمَهَّدًا"

مفہوم یہ ہے کہ الحمد للہ میں خیریت سے ہوں۔ مجھے گھر کی مالکن کی طرح باعزت لایا گیا ہے، یا پھر گہوارے والے بچے کی طرح محفوظ طریقے سے آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: دراصل میں نے یہ حکم دے رکھا تھا، آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کس لیے یہاں آنے کی زحمت دی ہے؟

زرقاء بنت عدی نے کہا:

﴿وَ اَنّٰی لِیْ بِعِلْمِ مَا لَمْ اَعْلَمْ ؟ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی﴾

ترجمہ: "بھلا جس بات کی مجھے خبر نہیں اس کے بارے میں کیا جانوں؟ غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔"

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "صفین کی جنگ میں تم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو میرے خلاف جنگ پر اُبھارا تھا اور انہیں اپنے پرجوش خطاب سے غیرت دلا رہی تھیں اور تم ہی وہ عورت ہو جس کی چرب زبانی نے نہ جانے کتنے بزدلوں کو ہمت و شجاعت سے بہرہ ور کر دیا جو میرے خلاف اندھا دھند تلواریں چلانے لگے تمہیں یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا کہ سورج کی تابناک روشنی میں چراغ کی کوئی اہمیت نہیں اور چاند کا مقابلہ تارے نہیں کر سکتے۔ اس لئے اب تم مردانہ وار لڑو، صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو، اس میں تمہاری سربلندی ہے، جیو تو شان سے، مرو تو شان سے!! اور جان لو:

﴿اِنَّ خِضَابَ النِّسَاءِ الْحِنَّاءُ وَ خِضَابُ الرِّجَالِ الدِّمَاءُ﴾

ترجمہ: "عورتوں کا خضاب مہندی ہے جبکہ مردوں کا خضاب خون ہے۔"

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"زرقاء! میں نے تمہارے حوالے سے جو کچھ کہا ہے کیا یہ سچ نہیں ہے؟"

زرقاء بنت عدی نے اثبات میں جواب دیا۔ امیر معاویہ کہنے لگے:

﴿لَقَدْ شَارَکْتِ عَلِیًّا فِیْ کُلِّ دَمٍ سَفَکَهٗ﴾

ترجمہ: "گویا کہ تم ہر اُس خون میں علی کی شریک ہو جو انہوں نے بہایا ہے۔"

زرقاء بنت عدی نے جواب دیا:

''امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کی بات کو شرف قبولیت سے نوازے کیونکہ یہ میرے لئے بشارت سے کم نہیں۔ بلاشبہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی اور ان کی طرف سے بہائے گئے ہر ایک خون میں میری شرکت میرے لئے قابل فخر ہے۔ آپ کا شکریہ جو آپ نے مجھے اس خوشخبری سے نوازا۔''

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس عورت کی ہمت وشجاعت اور بے خوفی وبے باکی کو دیکھ کر ہنس پڑے اور کہنے لگے:

﴿وَاللّٰهِ لَوَفَاؤُكُمْ بَعْدَ مَوْتِهِ أَعْجَبُ عِنْدِيْ مِنْ حُبِّكُمْ لَهُ فِيْ حَيَاتِهِ﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موت کے بعد تم لوگ ان کے ساتھ جو بے انتہا وفاداری کا ثبوت پیش کر رہے ہو، مجھے یہ بات ان کی زندگی میں تمہاری محبت سے زیادہ تعجب خیز لگ رہی ہے۔''

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

''تمہاری کوئی ضرورت ہو تو پیش کرو، میں حاضر ہوں۔''

زرقاء بنت عدی کہنے لگی:

﴿يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنِّيْ آلَيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ أَلَّا أَسْأَلَ أَحَدًا أَعَنْتُ عَلَيْهِ أَبَدًا﴾

ترجمہ: ''امیر المؤمنین! میں نے اپنے بارے میں قسم کھا رکھی ہے کہ میں نے جس شخص کے خلاف (میدان جنگ میں) کردار ادا کیا ہے اس کے آگے کبھی دست سوال نہیں دراز کروں گی۔''

''مجھے چند لوگوں نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا ہے۔''

زرقاء کہنے لگی:

''مشورہ دینے والے کم ظرف لوگ ہیں، آپ اگر ان کی بات مان کر مجھے قتل کردیں گے تو پھر آپ کا شمار بھی ان ہی جیسے لوگوں میں ہوگا۔''

چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے اس عورت کو معاف کردیا اور خلعت کے ساتھ ساتھ درہم و دینار سے بھی نوازا۔ مزید اُسے ایک ایسی جاگیر سے نوازا جس سے سالانہ دس ہزار درہم کی آمدنی ہوتی تھی، اور اسے اس کے خاندان والوں کے ساتھ صحیح سلامت کوفہ روانہ کردیا۔ حاکم کوفہ کو خط بھی لکھا کہ اس خاتون اور اس کے خاندان کا خاص خیال رکھا جائے۔

(دیکھئے من قصص العرب: ۲۳۷، العقد الفرید: ۲/۱۰۶، بلاغات النساء: ۳۷)

﴿۹۱﴾ ماں نے فرمایا: ''بیٹا حق پر جان دے دو''

انسان ایک ہدف متعین کر کے اس کے حصول کی کوشش میں تن من دھن کی بازی لگا دیتا ہے اور خاص طور پر جب اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ جس ہدف کے حصول میں کوشاں ہے وہی ہدف صحیح ڈگر پر لے جانے والا ہے اور اس کے مقابل جو بھی اہداف ہیں وہ سیدھے راستے سے ہٹانے والے ہیں تو پھر وہ اپنے مقصد کے حصول میں جان کی بازی لگانے سے بھی چنداں دریغ نہیں کرتا، خواہ اس کی راہ میں مضبوط سے مضبوط چٹان کیوں نہ حائل ہو، وہ اس چٹان کو چکنا چور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ یہی عزم واستقلال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اندر بھی تھا، انہوں نے جس بات کو حق سمجھا اس کے لیے زندگی کی آخری سانس تک لڑتے رہے، اور ان کے اندر یہ جوش وجذبہ پیدا کرنے والی ان کی بہادر ماں سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما تھیں۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں اس کے سپہ سالار حجاج بن یوسف کے لشکر نے خلافت کے دعویدار عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو حرم مکہ میں محصور کر رکھا تھا اور ان کے اپنے بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وقت کی گردش ان کے

خلاف ہے، لوگوں کی اکثریت ان کے مشن کی مخالف ہوگئی ہے اور لوگوں کی نگاہ میں ان کی کوئی وقت باقی نہیں رہی ہے تو انہیں اپنی سبکی محسوس ہوئی، چنانچہ وہ اپنی والدہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امی جان! آپ دیکھ رہی ہیں کہ مجھے چاروں طرف کے لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہے، اور تو اور میرے بیوی بچے بھی میرے مشن کے خلاف ہیں ان کی نگاہ میں بھی میری کوئی وقت نہیں ہے۔ اب معدودے چند لوگ ہی میرا ساتھ دینے کے لئے رہ گئے ہیں وہ بھی اس قدر کمزور ہیں کہ چند لمحے بھی مخالف گروہ کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔ اگر آج میں اپنے مشن سے دستبردار ہو جاؤں تو مجھے معاشرے میں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، میں ساری بے رُخ نگاہوں کی توجہ کا مرکز بن جاؤں گا، دُنیاوی مال ومتاع سے مالا مال کر دیا جاؤں گا اور میرے جانی دشمن میرے غمگسار ہمدم بن جائیں گے، پھر ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ امی جان! اس وقت میں زندگی اور موت کی کشمکش میں سانس لے رہا ہوں، مجھے آگے قدم بڑھانے کے لئے آپ کا مشورہ درکار ہے۔" سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیٹے کی درد انگیز گفتگو سن کر کہنے لگیں: جانِ من! تم اپنے متعلق جتنا کچھ جانتے ہو کوئی دوسرا اس قدر نہیں جان سکتا، اگر تمہیں اپنے طور پر کلی اطمینان ہے کہ تم جس بات کی طرف دعوت دے رہے ہو، اس میں حق پر ہو اور تمہارے مقابل ناحق پر، تو پھر اپنی دعوت سے بازمت آؤ اور قدم آگے کی جانب بڑھاتے چلے جاؤ۔ پست ہمتی کا ثبوت ہرگز نہ دو اور اپنی گردن کو اتنی ڈھیل مت دو کہ بنو اُمیہ کے بچے تمہارے سر سے کھلواڑ کریں۔ اور اگر تم یہ سب کچھ دنیاوی مال ومتاع کے لالچ میں کر رہے تھے تو پھر تم ایک بدترین آدمی ہو، تم نے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو تباہ وبرباد کر ڈالا اور تمہارے جو ساتھی قتل کر دیئے گئے ہیں ان کے قتل کے ذمہ دار تم اور صرف تم ہو۔ اور اگر تمہاری رائے یہ ہے کہ تم حق پر تھے مگر جب تمہارا ساتھ دینے والے کمزور پڑ گئے تو تم نے بھی ہمت ہار کر سر تسلیم خم کر دیا تو پھر یہ آزاد لوگوں کی شان نہیں اور نہ ہی اہل دین کا شیوہ۔ آخر اس دنیا میں تمہاری زندگی ہے ہی کتنی؟ ذلت کے ساتھ زندہ رہنے سے عزت کے ساتھ قتل ہو جانا کہیں بہتر ہے:

﴿وَاللّٰهِ لَضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ فِيْ عِزٍّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ ضَرْبَةٍ ٥ بِسَوْطٍ فِيْ ذُلٍّ﴾

ترجمہ: "اللہ کی قسم! عزت وشان میں تلوار کی ضرب کھانا مجھے ذلت ورسوائی کی حالت میں کوڑا کھانے سے زیادہ محبوب ہے۔"

ماں کی یہ ایمان افروز تقریر سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

﴿إِنِّيْ أَخَافُ إِنْ قَتَلُوْنِيْ أَنْ يُمَثِّلُوْنِيْ﴾

ترجمہ: "مجھے خدشہ ہے کہ اگر میرے دشمن مجھے قتل کر دیں گے تو میرا مثلہ کریں گے۔" (مُثلہ کہتے ہیں میت یا مقتول کے کان، ناک، آنکھ یا ہاتھ وغیرہ اعضائے جسمانی کو بری طرح کاٹنے اور مسخ کرنے کو)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿يَا بُنَيَّ! إِنَّ الشَّاةَ لَا يَضُرُّهَا سَلْخُهَا بَعْدَ ذَبْحِهَا﴾

ترجمہ: "بیٹے! بکری کے ذبح ہونے کے بعد اس کی چمڑی اُدھیڑنا اس کے لیے کسی تکلیف کا باعث نہیں ہوتا (اس لئے قتل کے بعد تمہاری لاش کی جتنی بھی بے حرمتی ہو، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔)"

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اپنی ماں کے سر کا بوسہ لیا اور کہنے لگے:

"اللہ کی قسم! یہی میری رائے بھی ہے۔ جس دعوت کا علم میں نے بلند کیا تھا، آج تک اسی کی سربلندی کے لئے کوشاں ہوں، میں نے کبھی دُنیا کو حسن نگاہ سے نہیں دیکھا ہے اور نہ آج دنیوی حرص وطمع کی میرے اندر گنجائش ہے۔"

﴿وَمَا دَعَانِيْ إِلَى الْخُرُوْجِ إِلَّا الْغَضَبُ أَنِ اللّٰهُ تُسْتَحَلُّ حُرُمُهُ﴾

ترجمہ: ''میں نے وقت حکمرانوں کے خلاف جو جنگ چھیڑ رکھی ہے اس کا سبب میری دینی حمیت ہے، کیونکہ ان کے دور میں اللہ تعالیٰ کی محرمات کی پامالی ہو رہی ہے اور انہیں جائز ٹھہرالیا گیا ہے۔''

پھر بولے:

''امی جان! میں نے اپنے مشن سے متعلق آپ کی رائے لے لینا مناسب سمجھا، الحمد للہ آپ کی ایمان افروز گفتگو نے میری بصیرت میں مزید اضافہ کر دیا۔ امی جان! آج ہی میں قتل ہونے والا ہوں، میرے قتل پر غمزدہ نہ ہونا اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دینا کیونکہ آپ کے اس صاحبزادے نے کبھی کسی منکر و ناجائز کام کے کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور نہ کسی غلط اور اخلاق سے گری ہوئی بات میں ملوث ہوا۔ میں نے اللہ کی سلطنت میں کبھی ظلم و استبداد کو نہیں سراہا، امن و امان کا جھانسا دے کر کسی پر دست درازی نہیں کی، کسی مسلمان یا غیر مسلم پر زیادتی کو روا نہیں رکھا۔ میرے عمال کی طرف سے ظلم و زیادتی کی جب بھی مجھے شکایت ملی، میں نے مظلوموں کی بھرپور تائید کی اور ان کے حقوق دلوائے۔ میں نے کبھی رضائے الٰہی پر اپنے خواہش کو ترجیح نہیں دی۔ بلکہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا۔''

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَآ اَقُوْلُ هٰذَا تَزْكِيَةً مِّنِّيْ لِنَفْسِيْ اَنْتَ اَعْلَمُ بِيْ وَلٰكِنْ اَقُوْلُهٗ تَعْزِيَةً لِاُمِّيْ لِتَسْلُوْا عَنِّيْ﴾

ترجمہ: ''اے اللہ! یہ سب باتیں میں اپنی ذات کے تزکیہ کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس سے تو بخوبی واقف ہے، بلکہ میں یہ سب کچھ اپنی ماں کو تسلی دینے کے لیے کہہ رہا ہوں تاکہ وہ مجھے پہنچنے والی مصیبت کو بھول جائے۔''

یہ تعزیت بھرے الفاظ سن کر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ کہنے لگیں:

﴿اِنِّيْ لَاَرْجُوْا مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّكُوْنَ عَزَآئِيْ فِيْكَ حَسَنًا اِنْ تَقَدَّمْتَنِيْ وَاِنْ تَقَدَّمْتُكَ فَفِيْ نَفْسِيْ حَرَجٌ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلٰى مَا يَصِيْرُ اَمْرُكَ﴾

ترجمہ: ''مجھے اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے اللہ کے پاس چلے گئے تو تمہارے بارے میں میری تعزیت اچھی ہوگی، البتہ اگر میں تم سے پہلے انتقال کر گئی تو میرے دِل میں یہ خلش باقی رہے گی کہ میں تمہارے مشن کا انجام نہ دیکھ سکی۔''

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنی ماں سے دُعا کی درخواست کرتے ہوئے ان کے پاس سے روانہ ہو گئے اور اسی روز انہیں حجاج بن یوسف اور اس کے ساتھیوں نے شہید کر دیا۔

(دیکھئے تاریخ طبری: ۶/۱۸۸، بلاغات النساء: ۱۳۰، العقد الفرید: ۴/۴۱۷، قصص العرب: ۲/۱۳۲)

﴿۹۲﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں میں جھگڑا ہو گیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو عورتوں میں جھگڑا ہو گیا۔ ان میں سے ایک حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ربیع بن نضر رضی اللہ عنہا تھیں جنہوں نے دوسری عورت کا دانت توڑ دیا تھا۔ جب یہ مقدمہ بارگاہِ نبوت میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اَلْقِصَاصُ اَلْقِصَاصُ﴾ ''کتاب اللہ کے فیصلے کے مطابق دانت کے بدلہ میں دانت ہی توڑا جائے گا۔''

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور بعد میں انہوں نے حمیت اسلامی سے سرشار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا:

﴿وَاللّٰهِ! لَئِنْ اَشْهَدَنِيَ اللّٰهُ قِتَالَ الْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ﴾

ترجمہ: ''اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین سے جنگ کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ خوب دیکھے گا کہ میں کیسے کارنامے انجام دیتا ہوں۔''

چنانچہ غزوۂ احد میں بڑی جواں مردی سے کافروں نے ان کا اس قدر بُرے طریقے سے مثلہ کیا تھا کہ ان کی بہن ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا انہیں پہچان نہ سکیں۔ بلکہ ان کی انگلیوں کے پوروں کی مدد سے انہیں پہچانا۔

غرض یہ صحابی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میری بہن ربیع کا دانت توڑ دیا جائے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿نَعَمْ! كِتَابُ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: "ہاں! کتاب اللہ کا یہی فیصلہ ہے۔"

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اللہ کی قسم! میری ہمشیرہ کا دانت نہیں ٹوٹے گا!" آخر یہ قسم کیسی تھی؟ کیا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے شرعی حکم پر اعتراض کیا تھا؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قبول نہ تھا؟

ہرگز نہیں! بلکہ انہوں نے یہ قسم اس لئے کھائی کہ انہیں اللہ کی ذات سے اُمید تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو رائیگاں نہیں جانے دے گا، بلکہ ضرور کوئی دوسری صورت پیدا فرمادے گا، وہ اپنے رب ذوالجلال سے دُعا کر رہے تھے۔

چنانچہ جب انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس (زخمی) عورت کے گھر والوں کے پاس جاؤ، اگر وہ لوگ تاوان پر راضی ہو جائیں تو پھر کوئی حرج نہیں۔"

لوگ اس زخمی عورت کے گھر والوں کے پاس گئے، ان لوگوں نے تاوان پر رضامندی ظاہر کردی، حالانکہ اس سے پہلے وہ راضی نہیں ہو رہے تھے بلکہ وہ ربیع بنت نظر رضی اللہ عنہا کا دانت توڑنے پر مصر تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ چھا گئی اور آپ انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے پھٹے ہوئے کپڑے اور ان کے دبلے پتلے جسم کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر فرمایا:

﴿إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ﴾

ترجمہ: "اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ (کے بھروسہ) پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دیتے ہیں۔" (بخاری: ۲۷۰۳، مسند احمد: ۳/۱۲۸)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض تھی، ابوزناد سے مروی ہے کہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص تھی جو انہوں نے اپنے عظیم بیٹے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا کردی تھی مگر جب انہیں مخالفین نے قتل کر دیا تو اس عظیم سانحہ کے باعث وہ قمیض گم ہوگئی۔ اس حادثہ کے بعد بسا اوقات حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی تھی:

﴿لَلْقَمِيصُ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ قَتْلِ عَبْدِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: "میرے لخت جگر عبداللہ کا قتل اس قدر تکلیف کا باعث نہیں جتنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض کے گم ہو جانے سے مجھے تکلیف ہوئی۔"

کچھ عرصہ بعد ملکِ شام کے ایک شخص کے متعلق پتہ چلا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قمیض اس شامی کے پاس ہے۔ جب قمیض کے متعلق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حزن وملال کا اس شامی کو علم ہوا تو اس نے قمیض لوٹانے کے لیے شرط عائد کردی کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعائے مغفرت کریں چنانچہ وہ کہنے لگا:

﴿لَا أَرُدُّهُ أَوْ تَسْتَغْفِرِي لِي أَسْمَاءُ﴾

ترجمہ: ''میں اس قمیص کو اسی صورت میں لوٹاؤں گا جبکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مغفرت کریں۔''

جب یہ بات سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو پہنچی تو انہوں نے عرض کیا:

﴿كَيْفَ أَسْتَغْفِرُ لِقَاتِلِ عَبْدِ اللّٰهِ ؟﴾

ترجمہ: ''بھلا اپنے لخت جگر عبداللہ کے قاتل کے لئے میں کیوں کر دُعائے استغفار کر سکتی ہوں؟''

لوگوں نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ جب تک آپ اس شامی کے حق میں دُعا استغفار کے لیے اللہ کے دربار میں ہاتھ دراز نہیں کریں گی وہ رسول اکرم ﷺ کی قمیص واپس کرنے سے انکاری ہے، جس کی واپسی کی آپ خواہاں ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: شامی کو میرے پاس آنے کے لیے کہو۔ چنانچہ وہ شامی رسول اکرم ﷺ کی قمیص لے کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت اس کے ہمراہ عبداللہ بن عروہ بھی موجود تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے شامی سے کہا: قمیص عبداللہ بن عروہ کے حوالے کر دو۔ شامی نے قمیص عبداللہ بن عروہ کے حوالے کر دی تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے پوچھا: عبداللہ قمیص حاصل کر لی؟ عبداللہ بن عروہ نے عرض کیا: ہاں۔ تب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

﴿غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: ''عبداللہ! اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔''

شامی نے سمجھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ''عبداللہ'' کہہ کر اُس کے لئے مغفرت کی دُعا کی ہے، حالانکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عبداللہ سے عبداللہ بن عروہ مراد لیا اور کنایہ میں انہی کو دُعا دے گئیں مگر شامی نہیں سمجھ سکا۔ (فراسۃ المؤمن: ۴۱، ابراہیم الحازمی)

﴿۹۳﴾ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے عجیب دل ہلانے والی نصیحت کی

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو سنو! لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ ''تمہیں شرم نہیں آتی، تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم نہیں کھا سکتے، تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے، تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے، تم سے اگلے لوگوں نے بھی دولتیں جمع جتھا کر کے سنبھال سنبھال کر رکھی تھیں بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے، بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے، ان کی پونجی برباد ہو گئی، اُن کے مکانات اور بستیاں اُجڑ گئیں، عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک اُن کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۱)

﴿۹۴﴾ شیطان ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے

اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقویٰ کا حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے: ''اس دن باپ اپنے بچے کے اور بچہ اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا، ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا، تم دنیا پر اعتماد نہ کر لو اور دارِ آخرت کو فراموش نہ کر جاؤ، شیطان کے فریب میں نہ آ جاؤ، وہ تو صرف ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے۔'' ابن ابی حاتم میں ہے، عزیز علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم و رنج بہت بڑھ گیا، نیند اُچاٹ ہو گئی تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ فرماتے ہیں، میں نے نہایت تضرع و زاری کی، خوب رویا گڑگڑایا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، دُعائیں مانگیں۔ ایک مرتبہ روز تضرع کر رہا تھا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ آ گیا، میں نے

اس سے پوچھا کہ کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟ اس نے فرمایا، قیامت کا دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ خود سامنے ہوگا، کوئی بغیر اس کی اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا، کسی کو دوسرے کے بارے میں نہ پکڑا جائے گا، نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ بیٹا باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے، نہ غلام آقا کے بدلے، نہ کوئی کسی کا رنج و غم کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت و محبت ہوگی۔ نہ ایک دوسرے کی طرف سے پکڑا جائے گا، ہر شخص آپا دھاپی میں ہوگا، ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا، ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا، ہر ایک اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا نہ کسی اور کا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۹۹)

﴿۹۵﴾ مندرجہ ذیل گیارہ آیتوں پر جو جم گیا وہ جنتی ہے

رسول اللہ ﷺ کی عجیب وغریب دُعاء

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ① الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ② وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ③ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ④ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⑤ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ⑥ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۵۴)

ترجمہ: ''یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کرلی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں، جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں۔''

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ⑨ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪﴾ (سورۃ المومنون، آیت ۱ تا ۱۱)

ترجمہ: ''جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں، یہی وارث ہیں جو فردوس کے وارث ہیں۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

نسائی، ترمذی، مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی اترتی تو ایک ایسی میٹھی میٹھی بھنی بھنی ہلکی ہلکی سی آواز آپ ﷺ کے پاس سنی جاتی جیسے شہد کی مکھیوں کے اڑنے کی بھنبھناہٹ کی ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ یہی حالت طاری ہوئی، تھوڑی دیر کے بعد جب وحی اتر چکی تو آپ ﷺ نے قبلے کی طرف متوجہ ہوکر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا کی کہ:

''خدایا! تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر ہمارا اکرام کر اہانت نہ کر، ہمیں انعام عطا فرما محروم نہ رکھ، ہمیں دوسروں پر اختیار کر لے ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما، ہم سے تو خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے۔''

عربی کے الفاظ یہ ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَرْضِنَا﴾

پھر فرمایا، مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو ان پر جم گیا وہ جنتی ہوگیا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۲۳۶)

﴿۹۶﴾ نافرمان بیوی کے لیے ایک مجرب عمل

سوال میں آج کل بہت پریشان ہوں، میری اہلیہ میری کوئی بات نہیں مانتی ہے، میرے والدین، بھائی، بہن سب ہی سے لڑائی کرتی ہے اور ان سب کے ساتھ مجھے قتل کی بھی دھمکی دیتی ہے میں ہر ممکن کوشش سمجھانے کی کر چکا ہوں، اس سے علیحدہ بھی رہ چکا ہوں، اس

کے والدین بجائے اس کو سمجھانے کے اس کی ہمت افزائی کرتے ہیں جن سے وہ اور بھی زیادہ شوخ چشم بن گئی ہے۔ آپ اس کے لئے دُعا فرمانے کے ساتھ کوئی تدبیر ایسی بتائیں کہ میں اس مصیبت و پریشانی سے نجات پاسکوں۔

جواب: آپ کے پریشان کن حالات سے بہت قلق ہے، جو عادت لگ جاتی ہے اس کا چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ صبر و تحمل کی ضرورت ہے۔ آپ اس کو سمجھاتے ہیں اس کے اقوال واعمال سے خوش نہیں ہیں پھر بھی وہ باز نہیں آتی۔ اس کا گناہ آپ کے سر نہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد "یَا مُقَلِّبَ وَالْاَبْصَارِ یَا خَالِقَ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ یَا عَزِیْزُ یَا لَطِیْفُ یَا غَفَّارُ" دوسو مرتبہ، اول وآخر درود شریف گیارہ مرتبہ پابندی سے پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

﴿۹۷﴾ جس کی اصلاح مشائخ سے نہیں ہوتی اس کی اصلاح نافرمان بیوی سے ہوتی ہے

سوال: حضرت! میری بیوی بہت پریشان کر رہی ہے، میکے میں ہی رہتی ہے، بات بات پر غصہ ناراضگی، گھر میں جوان بچے پھر بھی ہر وقت اپنے میکے چلے جانا، ہر طرح سے پریشان کر رکھا ہے، اس کو طلاق رجعی دینے کا ارادہ کرلیا ہے۔

جواب: آپ بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ ہرگز نہ کریں کہ ابغض المباحات ہے۔ آپ کو بھی دشواری پیش آئے گی اس کو بھی۔ جس کی اصلاح مشائخ سے نہیں ہوتی اس کی اصلاح بیوی سے ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ شریف مرد پر اس کی بیوی حاوی رہتی ہے اور کمینہ مرد اپنی بیوی پر حاوی رہتا ہے۔ شریف ہو کر اس حال میں رہوں کہ میری بیویاں حاوی رہیں مجھے پسند ہے اس سے کہ میں کمینہ بن کر بیویوں پر حاوی رہوں۔ جب سسرال قریب ہے تو آپ وہاں ہو کر آیا کریں، بیوی اگرچہ اپنے دل میں ناخوش رہے مگر آپ اس سے ناخوش نہ ہوں بلکہ اس سے کہہ دیں کہ میری طرف سے اجازت ہے جب تک جی چاہے آٹھ روز، دس روز اپنے میکہ میں رہو۔ ناراضگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ اس سے بہت سی اُلجھنیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ قلب میں صلاحیت پیدا فرمائے۔

﴿۹۸﴾ خواب میں کسی کے سر پر تاج رکھ دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن جاتا

سوال: حضرت! رات میں کبھی خواب دیکھتا ہوں کہ ساری جائداد میرے ملک کی میرے قبضہ میں آچکی ہے اور میں اس ملک کا بادشاہ بن چکا ہوں۔ کبھی دیکھتا ہوں کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور پبلک میرے پیچھے پیچھے چل رہی ہے، کبھی دیکھتا ہوں کہ میں ایک بڑے دستر خوان پر جس پر عجیب قسم کے میوہ جات چیزیں ہیں، اس میں سے کھا رہا ہوں، کبھی ڈراؤنے خواب دیکھتا ہوں کہ میرے پیچھے ایک کالا سانپ دوڑ رہا ہے اور میں اس کے آگے دوڑ رہا ہوں مگر دل کی گھبراہٹ نے مجھے دوڑنے نہیں دیا اور سانپ کا نوالہ بننے کے قریب کر دیا۔ برائے کرم جواب دے کر تسلی دیجئے۔

جواب: دیکھئے بھائی! اولاً تو ہر خواب کی تعبیر کی جستجو نہ کیجئے، خواب چند وجوہات کی بنا پر آدمی دیکھتا ہے:

- خواب دماغی انتشار اور ماحول کے اثرات سے کم خالی ہوتے ہیں۔
- خزانہ خیال میں کبھی کبھی دیکھی ہوئی چیزیں پڑی رہتی ہیں، قوت متصرفہ ان کو جمع کر دیتی ہے۔
- معدے سے بخارات اُٹھ کر دماغ کی طرف عود کرتے ہیں تو اس سے بکثرت خواب نظر آتے ہیں۔
- مزاجی کیفیت سوداء، صفراء، دم، بلغم کی وجہ سے بکثرت خواب نظر آتے ہیں۔
- نفس کی خواہشات کو خواب میں بڑا دخل ہوتا ہے۔
- شیطان حسد کر کے پریشان کن خواب دکھلاتا ہے۔

❁ خواب بسا اوقات تمثیل ہوتا ہے اور کبھی عین ہوتا ہے۔

اس لئے ہر خواب کی تعبیر تلاش کرنا اور ہر خواب کی تعبیر کے درپے نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی بھوکا پیاسا آدمی خواب میں روٹی کھالے، پانی پی لے تو اس سے بھوک اور پیاس رفع نہیں ہو جاتی۔ خواب میں کسی کے سر پر تاج رکھ دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن جاتا، اچھا خواب نظر آئے تو اس پر الحمد للہ پڑھ لیا جائے اور برا خواب نظر آئے تو لاحول اور استغفار پڑھ دیا جائے۔ آپ کو اگر موقع ہو تو یہاں تشریف لے آیئے، زبانی فہمائش اچھی طرح کر دی جاتی ہے، اُمید تو یہ ہے کہ آپ کے چار صفحات گنجان کے جواب میں یہ سطریں بھی کافی ہو جائیں گی۔

اللہ کی رضا کا طالب

محمد یونس پالن پوری

﴿۹۹﴾ معاف کر دینے والا بآرام میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دُھن والا دن رات متفکر رہتا ہے اور جوڑ جوڑ سوچتا ہے

سنو معاف کر دینے والا تو بآرام میٹھی نیند سو جاتا ہے، اور بدلے کی دُھن والا رات دن متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے لیکن جب اُس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ناراض ہو کر چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے رہے، اور جب میں نے اس کی دو ایک باتوں کا جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضی سے اُٹھ چلے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! جب تک تم خاموش تھے، فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم خود بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا۔ پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا، سنو ابوبکر! تین چیزیں بالکل برحق ہیں:

❁ جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔

❁ جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا۔

❁ اور جو شخص بڑھانے کے لیے سوال کا دروازہ کھول لے گا اس سے اُس سے مانگتا پھرے گا اللہ تعالیٰ اس کے یہاں بے برکتی کر دے گا اور کمی میں ہی مبتلا رکھے گا۔ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۲۳)

﴿۱۰۰﴾ معاف کرنے میں جو لذت ہے، بدلہ لینے میں نہیں ہے

❁ نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو فرما کر فرما دیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرما دے۔

❁ اور جیسے کہ سردارِ انبیاء رسول خدا، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا جب کہ اسی (80) کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے، جب یہ پکڑ لئے گئے اور گرفتار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

❁ اور جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غورث بن حارث کو معاف کر دیا۔ یہ وہ شخص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے ہوئے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

تلوار پر قبضہ کرلیا۔ جب آپ ﷺ جاگے اور اسے ڈانٹا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ ﷺ نے تلوار لے لی، اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا کر یہ منظر بھی دکھایا اور یہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرمادیا اور جانے دیا۔

- اسی طرح لبید بن اعصم نے جب آپ ﷺ پر جادو کیا تو باوجود علم وقدرت کے آپ ﷺ نے اس سے درگزر فرمالیا۔
- اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ ﷺ کو زہر دیا تھا، آپ ﷺ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا۔ اور باوجود قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے بھی آپ ﷺ نے اتنے بڑے واقعہ کو آنا جانا کر دیا۔ اس عورت کا نام زینب تھا۔ یہ مرحب یہودی کی بہن تھی جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا تھا۔ خود شانے ہی نے آنحضرت ﷺ کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ ﷺ نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو یہ آپ ﷺ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، اگر آپ ﷺ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے راحت حاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہو جانے پر اس کے اقبال کر لینے پر بھی خدا تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسے چھوڑ دیا، معاف فرمادیا، گو بعد میں وہ قتل کر دی گئی، اس لئے کہ اسی زہر سے اور اسی زہر ملے کھانے سے حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی اور بھی حضور ﷺ کے ایک واقعات بہت سے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۲۱)

﴿۱۰۱﴾ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ سے خوب خوش ہوتا ہے

صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی اونٹنی جنگل بیابان میں گم ہو گئی ہو، جس پر اس کا کھانا پینا بھی ہو یہ اس کی جستجو کر کے عاجز آ کر درخت تلے پڑا رہا اور اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، اونٹنی سے بالکل مایوس ہو گیا کہ یکا یک وہ دیکھتا ہے کہ اونٹنی اس کے پاس ہی کھڑی ہے، یہ فوراً ہی اُٹھ بیٹھتا ہے، اس کی نکیل تھام لیتا ہے اور اس قدر خوش ہوتا ہے کہ بے تحاشہ اس کی زبان سے نکل جاتا ہے یا اللہ! بے شک تو میرا غلام اور میں تیرا رب ہوں اپنی خوشی کی وجہ سے خطا کر جاتا ہے ایک مختصر حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہوں جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہو گیا ہو جو اسے دفعتاً مل جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۶)

﴿۱۰۲﴾ آخرت کی بھلائیاں صرف ان کے لئے ہیں جو دُنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال کو میرا فضل اور میری رضامندی کی دلیل جان کر مالداروں کے مثل بن جائیں تو میں کفار کو یہ دُنیا حقیر اتنی دیتا کہ ان کے گھر کی چھتیں بلکہ ان کے کوٹھوں کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعے یہ بالا خانوں پر پہنچتے اور ان کے دروازے ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے بھی۔ میرے نزدیک دُنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے انہیں یہیں مل جاتے ہیں، کھانے پینے، رہنے سہنے، برتنے برتانے میں کچھ سہولتیں بہم پہنچ جاتی ہیں، آخرت میں تو محض خالی ہاتھ ہوں گے۔ ایک نیکی باقی نہ ہو گی جو خدا تعالیٰ سے کچھ حاصل کر سکیں، جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے اور حدیث میں ہے کہ اگر دُنیا کی قدر خدا تعالیٰ کے یہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا، پھر فرمایا آخرت کی بھلائیاں

صرف ان کے لیے ہیں جو دُنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتے رہے، ڈر ڈر کر زندگی گزارتے رہے۔ وہاں رب تعالیٰ کی خاص نعمتیں اور مخصوص رحمتیں جو انہیں ملیں گی ان میں کوئی اور ان کا شریک نہ ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالا خانے میں گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کر رکھا تھا، تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی کے ٹکڑے پر لیٹے ہوئے ہیں جس کے نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نمایاں ہیں۔ تو رو دیے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیصر و کسریٰ کس آن بان اور کس شان و شوکت سے زندگی گزار رہے ہیں اور آپ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیارے رسول ہو کر کس حال میں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے یا فوراً تکیہ چھوڑ دیا اور فرمانے لگے، اے ابن خطاب! کیا تو شک میں ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں جلدی سے انہیں مل گئیں، ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، سونے چاندی کے برتنوں میں کھاؤ پیو نہیں یہ دُنیا میں ان کے لئے ہیں اور آخرت میں ہمارے لئے ہیں اور دُنیا میں یہ ان کے لئے یوں ہیں کہ رب اللہ تعالیٰ کی نظروں میں دُنیا ذلیل و خوار ہے۔ ترمذی وغیرہ کی ایک حسن صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دُنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو کسی کافر کو اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ پانی نہ پلاتا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۳)

﴿۱۰۳﴾ ہر دوستی قیامت کے دِن دشمنی سے بدل جائے گی مگر پرہیزگاروں کی دوستی قائم رہے گی

ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، دو ایمان دار جو آپس میں دوست ہوتے ہیں جب ان میں سے ایک کا انتقال ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے، خدایا! فلاں شخص میرا ولی دوست تھا جو مجھے تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیتا تھا، بھلائی کی ہدایت کرتا تھا، برائی سے روکتا تھا اور مجھے یقین دلایا کرتا تھا کہ ایک روز خدا تعالیٰ سے ملنا ہے، پس اے باری تعالیٰ! تو اسے راہِ حق پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ اسے بھی تو وہ دکھائے جو تو نے مجھے دکھایا ہے اور اس سے بھی تو اسی طرح راضی ہو جائے جس طرح مجھ سے راضی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے تو ٹھنڈے کلیجوں چلا جا۔ اس کے لئے جو کچھ میں نے تیار کیا ہے اگر تو اسے دیکھ لیتا تو بہت ہنستا اور بالکل آزردہ نہ ہوتا۔ پھر جب دوسرا دوست مرتا ہے اور ان کی روحیں ملتی ہیں تو کہا جاتا ہے کہ تم آپس میں ایک دوستی کا تعلق بیان کرو۔ پس ہر ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہ میرا بڑا بھائی تھا اور نہایت نیک ساتھی تھا اور بہت بہتر دوست تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۴۱)

﴿۱۰۴﴾ سب سے نیچے درجہ کا جنتی اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جائے گی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے نیچے درجہ کا جنتی جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو (100) سال کے راستے تک جاتی ہوگی لیکن برابر وہاں تک اسے اپنے ہی ڈیرے، خیمے اور محل سونے کے اور زمرد کے نظر آئیں گے جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پُر ہوں گے۔ صبح شام ستر ستر ہزار رکابیاں پیالے الگ الگ وضع کے کھانے سے پُر اس کے سامنے رکھے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اس کی خواہش کے مطابق ہوگا اور اول سے آخر تک اس کی اشتہار برابر اور یکساں رہے گی، اگر وہ روئے زمین والوں کی دعوت کر دے تو سب کو کفایت کر جائے اور کچھ نہ گھٹے۔ (عبدالرزاق)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنتی ایک لقمہ اُٹھائے گا اور اس کے دل میں خیال آئے گا کہ فلاں قسم کا کھانا ہوتا، چنانچہ وہ نوالہ اس کے منہ میں وہی چیز بن جائے گا جس کی اس نے خواہش کی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ مسند احمد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول فرماتے ہیں سب سے ادنیٰ مرتبہ کے جنتی کے بالا خانے کی سات منزلیں ہوں گی،

یہ چھٹی منزل میں ہوگا اور اس کے اوپر ساتویں ہوگی۔ اس کے تین خادم ہوں گے جو صبح شام تین سو سونے کے برتنوں میں اس کے لئے طعام و شراب پیش کریں گے، ہر ایک میں الگ الگ قسم کا عجیب و غریب اور نہایت لذیذ کھانا ہوگا۔ اول سے آخر تک اسے کھانے کی اشتہا ویسی ہی رہے گی۔ اسی طرح تین سو سونے کے پیالوں اور کٹوروں اور گلاسوں میں اسے پینے کی چیزیں دی جائیں گی، وہ بھی ایک سے ایک بڑھ کر ہوگی۔ یہ کہے گا کہ خدایا! اگر تو مجھے اجازت دے تو میں تمام جنتیوں کی دعوت کروں، سب بھی اگر میرے ہاں کھا ئیں تو بھی میرے کھانے میں کمی نہیں آسکتی۔ اور اس کی بہتر (72) بیویاں حور عین میں سے ہوں گی۔ اور دُنیا کی اور بیویاں الگ ہوں گی۔ ان میں سے ایک ایک میل میل بھر کی جگہ میں بیٹھے گی۔ پھر ساتھ ہی ان سے کہا جائے گا کہ یہ نعمتیں بھی ہمیشگی والی ہیں، اور تم بھی یہاں ہمیشہ ہی رہو گے نہ موت آئے نہ گھاٹا آئے، نہ جگہ بدلے، نہ تکلیف پہنچے، پھر ان پر اپنا فضل و احسان بتلایا جاتا ہے کہ تمہارے اعمال کا بدلہ میں نے اپنی وسیع رحمت سے تمہیں یہ دیا ہے کیونکہ کوئی شخص بغیر رحمت خدا تعالیٰ کے صرف اپنے اعمال کی بنا پر جنت میں نہیں جا سکتا۔ ہاں! البتہ جنت کے درجوں میں تفاوت جو ہوگا وہ نیک اعمال کے تفاوت کی وجہ سے ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۴۴)

﴿۱۰۵﴾ آپ ﷺ کی عجیب مناجات

مسند احمد میں ہے اُحد کے دن جب مشرکین ٹوٹ پڑے تو حضور ﷺ نے فرمایا، درستگی کے ساتھ ٹھیک ٹھاک ہو جاؤ تو میں اپنے رب عزوجل کی ثنا بیان کروں۔ پس لوگ آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے یہ دُعا پڑھی:

﴿ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ اَللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ وَلَا هَادِيَ لِمَنْ اَضْلَلْتَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ يَوْمَ الْعَيْلَةِ وَالْاَمْنَ يَوْمَ الْخَوْفِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَيْتَنَا وَمِنْ شَرِّ مَا مَنَعْتَنَا اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلٰهَ الْحَقِّ ﴾ (نسائی)

ترجمہ: ”یعنی تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں تو جسے کشادگی دے اسے کوئی تنگ نہیں کر سکتا تو جسے گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے اس سے کوئی باز رکھ نہیں سکتا جسے تو دور کر دے اسے قریب کرنے والا کوئی نہیں اور جسے تو قریب کر لے اسے دور کرنے والا کوئی نہیں، اے اللہ! ہم پر اپنی برکتیں، رحمتیں، فضل اور رزق کشادہ کر دے، اے اللہ! میں تجھ سے وہ ہمیشگی کی نعمتیں چاہتا ہوں جو نہ اِدھر اُدھر ہوں نہ زائل ہوں۔ خدایا! فقیری اور احتیاج والے دن مجھے اپنی نعمتیں عطا فرما اور خوف والے دن مجھے امن عطا فرما پروردگار! جو تو نے مجھے دے رکھا ہے اور جو نہیں دیا ان سب کی برائی سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے معبود! ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اسے ہماری نظروں میں زینت دار بنا دے اور کفر، بدکاری اور نافرمانی سے ہمارے دِلوں میں دوری اور عداوت پیدا کر دے اور ہمیں راہ یافتہ لوگوں میں کر دے۔ اے رب ہمارے! ہمیں اسلام کی حالت میں فوت کر اور اسلام پر ہی زندہ رکھ۔ اور نیک کار لوگوں سے ملا دے، ہم رسوا نہ ہوں، ہم فتنے میں نہ ڈالے جائیں۔ خدایا! ان کافروں کا ستیاناس کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلائیں اور تیری راہ سے روکیں، تو ان پر اپنی سزا اور عذاب نازل فرما۔ الٰہی اہل کتاب کے کافروں کو بھی تباہ کر، اے سچے معبود۔“

یہ حدیث امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلہ" میں لائے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

﴿۱۰۶﴾ حق کے مطابق فیصلہ کیجئے، دو فرشتے ساتھ رہیں گے اور آپ کی رہبری کریں گے

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر اس یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ نے حق کا فیصلہ کیا ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے (خوشی میں ہلکا سا) کوڑا مارا اور فرمایا، تجھے کس طرح پتہ چلا (کہ حق کیا ہوتا ہے) اس پر یہودی نے کہا، اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستہ پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد۲، صفحہ ۱۴۴)

﴿۱۰۷﴾ امارت کے خواہش مند اپنی خواہش کے انجام کو سوچیں

ہر امیر چاہے اچھا ہو یا بُرا جہنم کے پُل پر کھڑا کیا جائے گا اور اسے طوق پہنایا جائے گا

حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کو ہوازن کے صدقات (وصول کرنے پر) عامل مقرر کیا لیکن حضرت دشر (ہوازن کے صدقات وصول کرنے) نہ گئے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم (ہوازن) کیوں نہیں گئے؟ کیا ہماری بات کو سننا اور ماننا ضروری نہیں ہے؟ حضرت دشر نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جسے مسلمانوں کے کسی اُمر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہو گا تو وہ نجات پائے گا اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہو گی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر (70) برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت پریشان اور غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ راستہ میں ان کی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا، کیا بات ہے؟ میں آپ کو پریشان اور غمگین دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں کیوں نہ پریشان اور غمگین ہوؤں جبکہ میں حضرت بشر بن عاصم رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن چکا ہوں کہ جسے مسلمانوں کے کسی اُمر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا، اگر وہ (اس کا ذمہ دار بنانے میں) ٹھیک ہے تو (دوزخ سے) نجات پائے گا اور اگر وہ اس میں ٹھیک نہیں تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر (70) برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا اور وہ جہنم کالی اندھیری ہے۔ (آپ بتائیں کہ) ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کے سننے سے آپ کے دل کو زیادہ تکلیف ہوئی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دونوں کے سننے سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے؟ جب خلافت میں ایسا زبردست خطرہ ہے تو اسے کون قبول کرے گا؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا، اسے وہی قبول کرے گا جس کی ناک کاٹنے کا اور اس کے رخسار کو زمین سے ملانے کا یعنی اسے ذلیل کرنے کا اللہ نے ارادہ کیا ہو، بہر حال ہمارے علم کے مطابق آپ کی خلافت میں خیر ہی خیر ہے، ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس خلافت کا ذمہ دار ایسے شخص کو بنا دیں جو اس میں عدل وانصاف سے کام نہ لے تو آپ بھی اس کے گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔

(حیاۃ الصحابہ، جلد۲، صفحہ ۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر امیر وحاکم خواہ وہ دس ہی آدمیوں کا امیر وحاکم کیوں نہ ہو قیامت کے دن اس طرح لایا جائے گا کہ اس کی گردن میں طوق ہو گا یہاں تک کہ اس طوق سے یا تو اس کا عدل نجات دلائے گا یا اس کا ظلم ہلاک

کرے گا۔ (دارمی)

مطلب یہ ہے کہ ایک بار تو ہر حاکم کو خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، بارگاہِ رب العزت میں باندھ کر لایا جائے گا اور پھر تحقیق کے بعد اگر وہ عادل ثابت ہو تو اس کو نجات دے دی جائے گی اور اگر ظالم ثابت ہو گا تو ہلاکت یعنی عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (مظاہر حق جدید، جلد ۳، صفحہ ۴۳۶)

﴿۱۰۸﴾ شیطان کی تصویر بنادیجئے

جاحظ ایک بہت معروف ادیب گزرا ہے، اس کا نام ابوعثمان بن بحر بن محبوب تھا، یہ معتزلی تھا، اس کی شکل وصورت بہت ہی بُری اور خوفناک تھی، گویا یہ بدصورتی کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھا، اس کا عقیدہ بھی درست نہیں تھا، البتہ علم وفن میں اس کی مثال خال خال ہی نظر آتی ہے۔ اس نے بہت سے علوم سیکھ رکھے تھے، چنانچہ اس نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ غیر معمولی حافظے کا مالک تھا۔ اس کی لکھی ہوئی کتاب میں دو کتابیں۔ ''کتاب الحیوان'' اور ''البیان والتبیین'' بہت ہی مشہور ہیں۔ اس کے بارے میں یہ بات تاریخ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے کہ:

﴿لَمْ يَقَعْ بِيَدِهٖ كِتَابٌ قَطُّ إِلَّا اسْتَوْفٰى قِرَاءَتَهٗ حَتّٰى إِنَّهٗ كَانَ يَكْتَرِيْ دَكَاكِيْنَ الْكُتُبِيِّيْنَ وَيَبِيْتُ فِيْهَا لِلْمُطَالَعَةِ﴾

ترجمہ: ''جو کتاب بھی اس کے ہاتھ لگی وہ اسے مکمل پڑھ ڈالتا، بلکہ اس کا شوق مطالعہ اس حد تک تھا کہ وہ کتب فروشوں کی دکانیں اُجرت پر لے کر رات رات بھر ان میں مطالعہ کرتا۔''

چہرہ تو اس کا بڑا بدصورت اور بدشکل تھا مگر مستحکم علم نے اسے خوب صورت بنادیا تھا، آج بھی وہ اپنے علم کے سبب تاریخ وادب کی کتابوں میں زندہ ہے۔ اس کی بدصورتی کے متعلق ایک واقعہ معروف ہے جو ایک خاتون کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جاحظ کا اپنا بیان ہے:

﴿مَا أَخْجَلَتْنِيْ قَطُّ إِلَّا امْرَأَةٌ مَرَّتْ بِيْ إِلٰى صَائِغٍ، فَقَالَتْ لَهٗ: اِعْمَلْ مِثْلَ هٰذَا﴾

ترجمہ: ''مجھے ایک عورت کے سوا کبھی کسی عورت نے رسوا نہیں کیا۔ ہوا یہ کہ وہ عورت مجھے ایک سنار کے پاس لے گئی اور اس سے کہنے لگی: اس کی طرح بنادو۔''

یہ کہہ کر وہ عورت تو چلی گئی مگر میں حیرت میں پڑ گیا۔ پھر میں نے زرگر سے پوچھا: یہ عورت تم سے میرے بارے میں کیا کہہ کر چلی گئی؟ زرگر نے جواب دیا:

﴿هٰذِهٖ امْرَأَةٌ أَرَادَتْ أَنْ أَعْمَلَ لَهَا صُوْرَةَ شَيْطَانٍ فَقُلْتُ: لَا أَدْرِيْ كَيْفَ أُصَوِّرُهٗ، فَأَتَتْ بِكَ إِلَيَّ أُصَوِّرُهٗ عَلٰى صُوْرَتِكَ﴾

ترجمہ: ''اس عورت نے (اپنی انگوٹھی پر) مجھ سے شیطان کی تصویر بنانے کی خواہش کی۔ میں نے اس سے کہا کہ جب میں نے کسی شیطان کو دیکھا ہی نہیں ہے تو بھلا اس کی شکل کیسے بنا سکتا ہوں؟ چنانچہ وہ آپ کو میرے پاس لے کر آئی تا کہ آپ کی صورت دیکھ کر اس کے لئے (اس کی انگوٹھی پر) شیطان کی تصویر منقش کروں۔''

(المستطرف: ۱/ ۳۸، جاحظ کی سوانح کے لیے دیکھئے: سیر أعلام النبلاء: ۱۱/ ۵۲۶، معجم الادباء: ۵/ ۲۱۰۱، البدایہ والنہایہ: ۱۴/ ۵۱۴، دار ہجر)

﴿۱۰۹﴾ میاں بیوی کی شکر رنجی اگر ہو تو باوقار ہو

ہر گھر میں بعض اوقات شکر رنجیاں ہو جاتی ہیں۔ میاں بیوی میں بھی کبھی کبھار غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بعض اوقات بیوی خاوند سے ناراض اور بسا اوقات خاوند کو بیوی سے شکوہ۔ کائنات کے سب سے بہترین گھرانے میں بھی بعض اوقات ایسی شکر رنجیاں پیدا ہو جاتی تھیں۔ ان کا اظہار کیسے ہوا؟ آیئے ایک حدیث پڑھتے ہیں، اس کے مطالعے کے بعد بہت سے اُمور آپ کے علم میں آئیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

﴿إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً وَّإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى﴾

ترجمہ: ”جب تم مجھ سے خوش ہوتی رہو تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے اور جب ناراض ہو تب بھی میں سمجھ جاتا ہوں۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

﴿مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ﴾

ترجمہ: ”آپ ﷺ کیسے یہ سمجھ جاتے ہیں۔“

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُوْلِيْنَ: لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ، وَإِذَا كُنْتِ غَضْبَى قُلْتِ: لَا وَرَبِّ إِبْرٰهِيْمَ﴾

ترجمہ: ”جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو تو کہتی ہو: محمد (ﷺ) کے رب کی قسم، اور جب مجھ سے ناخوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: ابراہیم (علیہ السلام) کے رب کی قسم!“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

﴿أَجَلْ وَاللّٰهِ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ﴾

ترجمہ: ”بالکل درست فرمایا آپ نے اے اللہ کے رسول ﷺ! میں قسم کھاتے وقت صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔“

دیکھئے! اظہار ناراضی کا کتنا لطیف انداز ہے اور بیوی کے مزاج کو اللہ کے رسول ﷺ کس قدر گہرائی میں جا کر سمجھ لیتے ہیں۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں کی شکر رنجی کے انداز بھی نرالے اور باوقار ہوتے ہیں۔

﴿۱۱۰﴾ باندی کی حاضر دماغی سے سیٹھ بچ گیا

مدائنی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زیاد گھڑسواروں کے ساتھ نکلا۔ گھڑسواروں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کے ساتھ ایک لونڈی بھی تھی۔ وہ لونڈی انتہائی حسین وجمیل تھی۔ گھڑسواروں نے اس آدمی کو دھمکی آمیز لہجے میں پکارا: اس لونڈی کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس آدمی کے پاس ایک کمان تھی۔ اس نے گھڑسواروں میں سے ایک آدمی کو دے ماری جس سے کمان کی تانت ٹوٹ گئی اور گھڑسواروں کو طیش آ گیا۔ چنانچہ اسے پکڑنے کے لیے سارے ہی گھڑسوار اس پر ٹوٹ پڑے اور اس سے لونڈی کو چھین لیا، وہ آدمی اپنی جان بچا کر ان سے بھاگ نکلا۔ چونکہ گھڑسواروں کی توجہ کا مرکز لونڈی ہی تھی، اس لئے آدمی سے ان کی توجہ ہٹ گئی۔

گھڑسواروں میں سے ایک شخص نے لونڈی کے کان کی بالی کو غور سے دیکھا تو بالی میں ایک بہت ہی نادر اور بیش قیمت موتی نظر آیا۔ لونڈی کہنے لگی: یہ موتی کوئی بڑی قیمت نہیں رکھتا، اگر تم اس آدمی کی ٹوپی کو کھول کر دیکھتے تو تمہیں اندازہ ہوتا کہ کس قدر بیش قیمت موتی اس نے چھپا رکھے ہیں۔ ان موتیوں کے مقابلے میں تو اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ سننا تھا کہ سارے گھڑسوار اس آدمی کے پیچھے دوڑ پڑے اور جب اس کے قریب پہنچے باآواز بلند کہنے لگے: جو کچھ تمہاری ٹوپی میں ہے اسے ہمارے حوالے کر دو، ہم تمہاری جان چھوڑ دیں گے۔

اس آدمی کی ٹوپی میں کمان کی ایک تانت تھی، جسے اس نے بطورِ احتیاط چھپا رکھا تھا، تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئے مگر مارے خوف و دہشت کے اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس کے پاس تانت موجود ہے۔ جس کو کمان پر چڑھا کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ گھڑسواروں نے جب ٹوپی کے اندر کا سامان طلب کیا تو فوراً اسے یاد آ گیا کہ میں نے تو کمان کی تانت ٹوپی کے اندر چھپا رکھی ہے۔ وہ ہوشیار ہو گیا اور ٹوپی سے تانت نکال کر کمان پر چڑھائی اور پھر گھڑسواروں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جب گھڑسواروں نے اس کی یہ جرأت مندانہ کیفیت

دیکھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے اور لونڈی کو چھوڑ دیا۔ (المجلۃ العربیۃ: ۹۷۔۵۵، ۷، شاہ ذکیات جدا: ۱۱۸)
اس طرح لونڈی کی حاضر دماغی نے ابن زیاد کے آدمیوں کو ناکام کر دیا۔

﴿۱۱۱﴾ ہر ہر قدم پر سال بھر کے روزے اور سال بھر تہجد کا ثواب لینے کا نبوی نسخہ

سنن اربعہ میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے سے ہی مسجد کی طرف چل دے، پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے، لغو نہ کرے تو اسے ہر ہر قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۵۷)

﴿۱۱۲﴾ بچوں کے ساتھ جھوٹا وعدہ کبھی مت کیجئے

مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا، ہاں! حضور کھجور دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو خیر، ورنہ یاد رکھو کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں ہی کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وعدہ کے ساتھ کئے ہوئے کی تاکید کا تعلق ہے تو اس وعدے کو وفا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا۔ اس نے نکاح کر لیا تو جب تک نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق دیتا رہے اس لئے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۴۴)

﴿۱۱۳﴾ دو جمعہ یعنی ایک ہفتے کے گناہ معاف کرانے کا نبوی نسخہ

مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کے خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے، پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کو ایذاء نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آ جائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے۔
(تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۵۷)

﴿۱۱۴﴾ اپنے دِل کی محراب کو رذائل سے بچائیے

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، دیکھو! ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آ رہے تھے۔ ڈاڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے۔ تیسرے دن بھی یہی ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اُٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے اور ان انصاری سے کہنے لگے کہ حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ تکرار ہو گئی جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہ جاؤں گا، پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے یہاں گزار دوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ نے یہ تین راتیں اُن کے گھر ان کے ساتھ گزاریں، دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے، صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر

لیتے ہیں، یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اُٹھیں۔ ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمۂ خیر کے اور کچھ نہیں سنا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا۔ اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت! دراصل نہ تو میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی ایسی بات ہوئی تھی، نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کون سی عبادت کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول ﷺ آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی۔ چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا، نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا۔ اب جا رہا ہوں لیکن بہ زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتایئے آخر وہ کون سا عمل ہے جس نے آپ کو پیغمبر خدا ﷺ کی زبانی جنتی بتایا؟ آپ نے فرمایا: بس تم میرے اعمال کو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں۔ چنانچہ ان سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی دور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا، ہاں! میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا، میں کبھی کسی مسلمان کا بد خواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا، اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ امام نسائی نے اپنی عمل الیوم واللیلۃ میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۳۱۷)

﴿۱۱۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آیت سن کر مہینہ بھر بیمار رہے

ابن ابی الدنیا میں ہے کہ رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہر کی دیکھ بھال کے لیے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی، وہ سورۂ والطور پڑھ رہے تھے۔ آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے۔ جب وہ آیت:

﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهُ مِن دَافِعٍ﴾

ترجمہ: ''بے شک تیرے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے اسے کوئی روک سکنے والا نہیں۔''

پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم! سچی ہے۔ پھر اپنے گدھے سے اُتر پڑے، اور دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے، چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی، دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش وحواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن خدا کے کلام کی اس ڈراؤنی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟ ایک روایت میں ہے، آپ کی تلاوت میں ایک مرتبہ یہ مذکورہ آیت آئی، اُسی وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے، چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۱۸۹)

﴿۱۱۶﴾ قیامت کے دن آسمان تھرتھرائے گا، پھٹ جائے گا، چکر کھانے لگے گا

قیامت کے دن آسمان تھرتھرائے گا، پھٹ جائے گا، چکر کھانے لگے گا، پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے، اِدھر اُدھر ہو جائیں گے، کانپ کانپ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، آخر روئی کے گالوں کی طرح اِدھر اُدھر اُڑ جائیں گے اور بے نام ونشان ہو جائیں گے اس دن اُن لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے ویل وحسرت خرابی اور ہلاکت ہوگی، خدا کا عذاب فرشتوں کی مار، جہنم کی آگ ان کے لیے ہوگی جو دنیا میں مشغول تھے، اور دین کو ایک کھیل تماشہ مقرر کر رکھا تھا، اس دن انہیں دھکے دے کر نارِ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغۂ جہنم ان سے کہیں گے یہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے، پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے، اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ یہ تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی اب اس کے عذاب کی تمہیں سہار ہو یا نہ ہو، ہائے

ہائے کرو خواہ خاموش رہو، اس میں پڑے جھلستے رہو گے، کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی، کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے، یہ خدا کا ظلم نہیں بلکہ صرف تمہارے اعمال بد کا بدلہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ۱۸۹)

﴿۱۱۷﴾ اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زمانہ کفر کی نیکیاں قبول ہوسکتی ہیں یا نہیں

مکرم ومحترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام عرض ہے کہ میں نومسلم عورت ہوں، اسلام سے پہلے حالت کفر میں میں بہت کار خیر کر چکی ہوں، پانی کی سبیل میں نے مسافروں کے لئے بنائی ہے، فقراء ومحتاج لوگوں کی بہت امداد کی ہے، عزیز واقارب سے حسن سلوک نبھایا ہے، قیدیوں کو قید سے رہا کرنے میں اپنی حسن تدبیر انجام دی ہے وغیرہ تو کیا بعد قبول اسلام ان اعمال خیر کا مجھ کو اجر وثواب ملے گا، برائے کرم جواب دے کر اُخروی خوشی کا موقع دیجئے۔

فقط والسلام

آپ کی دینی بہن

مریم

﴿۱۱۸﴾ جوابِ خط

آپ روایت سنئے۔ حضرت حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ فرمایئے میرے وہ نیک کام جو میں زمانہ جاہلیت میں کیا کرتا تھا جیسے صدقہ، غلام آزاد کرنا اور عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا کیا ان کا بھی مجھ کو ثواب ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جتنی نیکیاں پہلے کر چکے ہو، ان سب کے ساتھ مسلمان ہوئے ہو (یعنی ان کا بھی ثواب ملے گا)

(بخاری، مسلم، مستدرک)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کے نیک عمل اسلام کے بعد معتبر ہوسکتے ہیں۔ (ترجمان السنۃ، جلد۲، صفحہ۳۱۹)

﴿۱۱۹﴾ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے بندے مجھے ڈھونڈتا کہ تو مجھے پالے

بعض آسمانی کتابوں میں ہے اے ابن آدم! میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پس تو اس سے غفلت نہ کر، تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بے جا تکلف نہ کر، مجھے ڈھونڈتا کہ مجھے پالے، جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پالیا۔ اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا۔ ان تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہئے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ۱۸۶)

﴿۱۲۰﴾ جہنم کا خطرناک ساحل

جیسے سمندر کا ساحل ہوتا ہے ایسے ہی جہنم کا بھی ساحل ہے، وہاں کیڑے مکوڑے، حشرات الارض اور کھجور کے درخت جتنے لمبے سانپ اور خچر کے برابر بچھو ہیں، جب جہنم والے اللہ سے فریاد کریں گے کہ ہمارا جہنم کا عذاب ہلکا کر دیا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ جہنم سے نکل کر ساحل پر چلے جاؤ وہ نکل کر وہاں آئیں گے تو وہ کیڑے مکوڑے، حشرات الارض ان کے ہونٹوں، چہروں اور دوسرے اعضاء کو پکڑ لیں گے اور انہیں نوچ کھائیں گے تو اب وہ یہ فریاد کرنے لگیں کہ ہمیں ان سے چھڑایا جائے اور جہنم میں واپس جانے دیا جائے اور جہنم والوں پر خارش کا عذاب بھی مسلط کیا جائے گا اور جہنمی اتنا کھجائے گا کہ اس کی ہڈی ننگی ہو جائے گی، فرشتہ کہے گا، اے

فلانے! کیا تجھے اس خارش سے تکلیف ہورہی ہے؟ وہ کہے گا، ہاں۔ فرشتہ کہے گا تو جو مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتا تھا یہ اس کے بدلہ میں ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ا، صفحہ ۵۵۱)

﴿۱۲۱﴾ مسجدوں کو دلہن نہ بنایئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جب تم اپنی مسجدوں کو دلہن بنادو اور قرآنوں کو سجادو پس تمہاری ہلاکت ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، اصلاحی مضامین، صفحہ ۸۷)

﴿۱۲۲﴾ نہر کوثر کا تذکرہ پڑھ لیجئے

مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کہ مجھے کوثر عنایت کی گئی ہے جو ایک جاری نہر ہے لیکن گڑھا نہیں ہے اس کے دونوں کنارے موتی کے خیمے ہیں، اس کی مٹی خالص مشک ہے، اس کے کنکر بھی سچے موتی ہیں، اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر جنت میں اس نہر کو دیکھا اور جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون سی نہر ہے؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، یہ کوثر ہے جو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں اور بہت سی ہم نے سورۂ اسراء کی تفسیر میں بیان بھی کر دی ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، جس کے کنارے دراز گردن والے پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا، وہ پرندے تو بہت ہی خوبصورت ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھانے میں بھی وہ بہت لذیذ ہیں۔ (ابن جریر)

اور روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوثر کیا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پرندوں کی نسبت یہ فرمایا۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ نہر بیچوں بیچ جنت کے ہے۔ ایک منقطع سند سے حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ کوثر کے پانی کے گرنے کی آواز جو سننا چاہے وہ اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں ڈال لے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۶۰۴)

﴿۱۲۳﴾ جنت میں بڑے بڑے شاپنگ سینٹر اور مول ہوں گے

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے۔ جس پر حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، کیا جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جنتی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق درجے پائیں گے تو دُنیا کے اندازے سے جمعہ والے دن انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی اجازت ملے گی۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اس کا عرش ظاہر ہوگا۔ وہ سب جنت کے باغیچہ میں نور کے اور لولو اور یاقوت کے اور زبرجد (زمرد) اور سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھیں گے۔ بعض اور جو نیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کمتر نہیں۔ وہ مشک کے اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے، لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ہاں! دیکھو گے۔ آدھے دن کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہو اسی طرح خدائے تعالیٰ کو دیکھو گے۔ اُس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تبارک وتعالیٰ بات چیت کرے گا یہاں تک کہ کسی سے فرمائے گا، یاد ہے فلاں دن تم نے فلاں کام میرے خلاف کیا تھا۔ وہ کہے گا کیوں جناب باری! تو تو وہ خطا

معاف کر چکا تھا پھر اس کا ذکر، کہے گا ہاں ٹھیک ہے اسی میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو تو اس درجے پر پہنچا۔ یہ اسی حالت میں ہوں گے انہیں ایک بادل ڈھانپ لے گا اور اس سے ایسی خوشبو برسے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی تھی۔ پھر رب العالمین عزوجل فرمائے گا کہ اُٹھو اور میں نے جو انعام واکرام تمہارے لئے تیار کر رکھے ہیں انہیں لو۔ پھر یہ سب ایک بازار میں پہنچیں گے جسے چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنی تھیں، نہ کبھی خیال میں گزری تھیں، جو شخص جو چیز چاہے گا لے لے گا، خرید وفروخت وہاں نہ ہوگی، بلکہ انعام ہوگا، وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ ایک کم درجے کا جنتی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا تو اُس کے لباس وغیرہ دیکھ کر جی میں خیال کرے گا، وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھے گا کہ اُس سے بھی اچھے کپڑے اس کے ہیں، کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج وغم نہ ہوگا۔ اب ہم سب لوٹ کر اپنی اپنی منزلوں میں جائیں گے، وہاں ہماری بیویاں ہمیں مرحبا کہیں گے اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے تب یہ ترو تازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو جمال وخوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے، ہم آج خدائے تعالیٰ کی مجلس میں تھے اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۹۵)

﴿۱۲۴﴾ عرش کے اُٹھانے والے فرشتے مندرجہ ذیل تسبیح پڑھتے رہتے ہیں

حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ حاملان عرش آٹھ ہیں، جن میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہے:

﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ﴾

ترجمہ: ”یعنی اے باری تعالیٰ تیری پاک ذات ہی کے لیے ہر طرح کی حمد وثنا ہے کہ تو باوجود علم کے پھر بُردباری اور حلم کرتا ہے۔“

اور دوسرے چار کی تسبیح یہ ہے:

﴿سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ﴾

ترجمہ: ”یعنی اے اللہ! قدرت کے باوجود تو جو معافی اور درگزر کرتا رہتا ہے اس پر ہم تیری پاکیزگی اور تعریف بیان کرتے ہیں۔“

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۵۳)

﴿۱۲۵﴾ ایک بزرگ کو ایک جن نے بڑی عجیب نصیحت کی

ابن ابی حاتم میں ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا، ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بہ آواز بلند کہہ رہا ہے، خدایا! اُس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے بھی تیرے سوا دوسرے کی ذات سے اُمیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ خدایا! اُس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوروں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پُرزور آواز لگائی اور کہا، پورا تعجب اس پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسروں کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے وہ کام کرتا ہے جن سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟ جواب آیا کہ انسان ہوں۔ تو اُن کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں، اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۷)

﴿۱۲۶﴾ ایک بڑے میاں نے حضور ﷺ سے عجیب سوال کیا

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھا شخص لکڑی ٹیکتا ہوا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یا تو خدا کی توحید کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا: ہاں! اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۴۴)

﴿۱۲۷﴾ چہرہ پردہ میں داخل ہے یا نہیں؟

سورۂ احزاب میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًاۚ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ (سورۂ احزاب، آیت: ۳۲،۳۳)

ترجمہ: ”اے نبی (ﷺ) کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس تم (نامحرم مردسے) بولنے میں (جبکہ ضرورتاً بولنا پڑے) نزاکت مت کرو، کیونکہ اس سے ایسے شخص کو میلان قلبی ہو جائے گا جس کے دل میں روگ ہو (بلکہ تم قاعدہ کے موافق بات کرو (جیسے پاکباز عورتیں اختیار کرتی ہیں) اور تم اپنے گھروں میں رہو اور زمانہ قدیم کی جہالت کے مطابق مت پھرو اور تم نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو۔“

ان آیات میں اول تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی غیر محرم سے ضرورۃً اگر بات کرنی پڑے تو گفتگو کے انداز میں نزاکت اور لہجہ میں جاذبیت نہ ہو جس طرح چال ڈھال اور رفتار کے انداز سے دل کھنچتے ہیں۔ اسی طرح گفتار کے نزاکت والے لہجہ کی طرف بھی کشش ہوتی ہے، عورت کی آواز میں طبعی اور فطری طور پر نرمی اور لہجہ میں دلکشی ہوتی ہے۔ پاک نفس عورتوں کی یہ شان ہے کہ غیر مردوں سے بات کرنے میں بہ تکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں خشونت اور روکھاپن ہوتا کہ کسی بد باطن کا قلبی میلان نہ ہونے پائے۔

دوسرا حکم یہ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے شب و روز گزارنے کی اصل جگہ ان کے اپنے گھر ہی ہیں۔ شرعاً جن ضرورتوں کے لیے گھر سے نکلنا جائز ہے پردہ کے خوب اہتمام کے ساتھ بقدرِ ضرورت نکل سکتی ہیں۔

آیت کے سیاق سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بلا ضرورت پردہ کے ساتھ بھی باہر نکلنا اچھا نہیں ہے، جہاں تک ہو سکے، نامحرم کی نظروں سے لباس بھی پوشیدہ رکھنا چاہیے۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ زمانہ قدیم کی جہالت کے مطابق مت پھرا کرو۔ زمانہ قدیم کی جہالت سے عرب کی وہ جاہلیت مراد ہے جو حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب کے رواج و سماج میں جگہ پکڑے ہوئے تھی۔ اس زمانہ کی عورتیں بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ بلا جھجک بازاروں میں اور میلوں اور گلی کوچوں میں بے پردہ ہو کر پھرا کرتی تھیں اور بن ٹھن کر نکلتی تھیں، سر پر یا گلے میں فیشن کے لیے دوپٹہ ڈال دیا، نہ اس سے سینہ ڈھکا، نہ کان اور چہرہ چھپایا، جدھر کو جاتا ہوا چل پڑیں۔ مردوں کی بھیڑ میں گھس گئیں، نہ محرم اور غیر محرم کا امتیاز یہ تھا جاہلیت اولیٰ کا رواج اور سماج جو آج بھی اسلام کا دعویٰ کرنے والی عورتوں میں جگہ لے چکا ہے۔

ان آیات میں گو ازواجِ مطہرات کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ احکام تمام عورتوں کے لیے عام ہیں۔ اجماعِ اُمت اور احادیث نبویہ سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ ان آیات کا حکم اُمت کی تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے لیے عام ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا۔

ایک موٹی سمجھ والا انسان بھی (جسے خدا کا خوف ہو) ان آیات سے یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوگا کہ جب ازواج مطہرات کے لیے یہ حکم ہے کہ اپنے گھروں ہی میں رہا کریں اور جاہلیت اولیٰ کے دستور کے مطابق باہر نہ نکلیں، حالانکہ ان کو تمام مؤمنین کی مائیں فرمایا گیا ﴿ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ تو اُمت کی دوسری عورتوں کے لیے بے پردہ ہو کر نکلنا کیوں کر درست ہوگا؟ شرف اور احترام کے باعث اُمت کی نظریں جن مقدس خواتین پر نہیں پڑ سکتی تھیں جب ان کو بھی ﴿ قرار فی البیوت ﴾ (یعنی گھروں میں رہنے) کا حکم دیا گیا ہے تو جن عورتوں کی طرف قصداً نظریں اُٹھائی جاتی ہوں اور خود یہ عورتیں بھی مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں، ان کو جاہلیت اولیٰ

کے طریقہ پر باہر نکلنے کی کیسے اجازت ہوگی۔

صحیح بخاری جلد ۲، صفحہ ۲۹۶ میں واقعہ افک کی تفصیل مروی ہے، اس میں لکھا ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق کے موقعہ پر جب حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر نظر پڑی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کی آواز سنی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے فوراً چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ صفوان رضی اللہ عنہ نے مجھے پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔ اسی سے سمجھ لیا جائے کہ پردہ کا جو حکم نازل ہوا تھا وہ چہرہ سے بھی متعلق تھا۔ ورنہ انہیں چہرہ ڈھانکنے کی کیا ضرورت تھی۔

نیز صحیح بخاری جلد ۱، صفحہ ۷۸۸ پر ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، وہیں ایک مخنث بھی تھا اس نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے طائف کو فتح کر دیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی بتادوں گا۔ جو ایسی ایسی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ ہرگز تمہارے گھروں میں داخل نہ ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے پاس (اندرونِ خانہ) اچھے برے لوگ آتے جاتے ہیں (وہاں اُمہات المؤ منین کو پردہ کرنے کا حکم دے دیتے تو اچھا ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ والی آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پردہ کی آیت میں نامحرموں کے سامنے چہرہ ڈھانپنے کا حکم نازل ہوا، کیونکہ اس سے پہلے بھی وہ کپڑے پہنے ہوئے بیٹھی رہتی تھیں صرف چہرہ ہی کھلا رہتا تھا۔ پردہ کا حکم ہونے کا یہی مطلب ہے کہ چہرہ چھپائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اور سنیے، وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب گزار کر صبح کو ولیمہ کیا تو خوب بڑی دعوت کی، لوگ آتے رہے اور کھا کر جاتے رہے، کھانے سے فارغ ہو کر سب لوگ چلے گئے لیکن تین اصحاب رہ گئے وہ باتیں کرتے رہے، آپ ﷺ کے مزاج میں حیاء بہت تھی، آپ ﷺ نے ان سے نہیں فرمایا کہ تم چلے جاؤ، بلکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف چلے گئے۔ جب میں نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے تو آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ (حسب عادت) داخل ہونے لگا تو آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان میں پردہ ڈال دیا اور آیت حجاب ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ۔ الآیۃ﴾ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی۔ (صحیح بخاری، صفحہ ۷۰۶، ۷۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ پرانے خادم تھے، دس برس تک انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت کی جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اندر آنے نہیں دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس سے پہلے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ گھروں میں اندر آتے جاتے تھے کیا ازواج مطہرات کپڑے پہن کر نہیں رہتی تھیں، ان کی جو نظر پڑتی تھی کیا چہرہ کے سوا کسی اور جگہ بھی پڑتی تھی، اگر چہرہ پردہ میں نہیں تو ان کو اندر جانے سے کیوں روکا گیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمادیتے کہ اس کو آنے جانے دو صرف چہرہ کھلا رکھا کرو۔ لیکن وہاں مستقل داخل ہونے پر پابندی لگادی گئی۔ اسی سے سمجھ لیا جائے کہ پردہ کا جو حکم نازل ہوا اس میں اصل چہرہ کا چھپانا ہے ورنہ جسم کے دوسرے حصے پہلے بھی نامحرموں کے سامنے ظاہر نہیں کیے جاتے تھے۔

سنن ابوداؤد "کتاب الجہاد" میں ہے کہ حضرت اُم خلاد رضی اللہ عنہا کا صاحبزادہ ایک جہاد کے موقعہ پر شہید ہوگیا، وہ چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لیے آئی ہو؟ حضرت اُم خلاد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، اگر بیٹے کے بارے میں مصیبت زدہ ہوگئی ہوں تو اپنی شرم وحیا کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی (یعنی حیاء کا چلا جانا ایسی ہی مصیبت زدہ کر دینے والی چیز ہے جیسے بیٹے کا ختم ہو جانا)۔ حضرت اُم خلاد رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر حضور ﷺ نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لیے دو شہیدوں کا ثواب ہے۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیوں؟ ارشاد فرمایا، اس لئے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۳۳۶)

اس واقعہ سے بھی ان مغربیت زدہ مجتہدین کی تردید ہوتی ہے جو چہرہ کو پردہ سے خارج کرتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ ہر حال میں لازم ہے رنج ہو یا خوشی، نامحرم کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا منع ہے، بہت سے مرد اور عورت ایسا طرز اختیار کرتے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک شریعت کا کوئی قانون مصیبت کے وقت لاگو نہیں ہے، جب گھر میں کوئی موت ہو جائے گی تو اس بات کا جانتے ہوئے کہ نوحہ کرنا سخت منع ہے، عورتیں زور زور سے نوحہ کرتی ہیں، جنازہ جب گھر سے باہر نکالا جاتا ہے تو عورتیں دروازے کے باہر تک اس کے پیچھے چلی آتی ہیں اور پردہ کا کچھ خیال نہیں کرتیں، خوب یاد رکھو! غصہ ہو یا رضامندی خوشی ہو یا مصیبت، ہر حال میں احکام شریعت کی پابندی لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حج، عمرہ کے مسائل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ **المحرمة لا تنتقب** یعنی احرام والی عورت نقاب نہ ڈالے۔ (سنن ابوداؤد، جلد ۱، صفحہ ۲۵۴)

اس سے ظاہر ہے کہ زمانہ نبوت میں عورتیں چہروں پر نقاب ڈال کر باہر نکلتی تھیں۔ یاد رہے کہ حکم یہ ہے کہ عورت حالت احرام میں چہرہ پر کپڑا نہ ڈالے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھول کر پھرا کریں۔ یہ عورتوں میں مشہور ہے کہ حالت احرام میں پردہ نہیں یہ غلط ہے۔ اس غلط فہمی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث سے دور کرلیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم حالت احرام میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تھے، گزرنے والے اپنی سواریوں پر ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہم اپنی چادر کو اپنے سر سے آگے بڑھا کر چہرہ کے سامنے لٹکا لیتے تھے۔ جب وہ لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۳۶، از ابی داؤد)

منہ پر کپڑا نہ لگنا اور بات ہے اور محرموں کے سامنے پھرنا یہ دوسری بات ہے، حج یا عمرہ میں بے پردگی جائز نہیں ہو جاتی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی بیوی جب اپنے شوہر کو لے کر حضور ﷺ کے پاس چلی اور راستہ میں عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنی چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں اور عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری بات ماننے سے تم کو جس کام نے روکا ہے وہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑا کام ہے۔ تو جب بیوی عکرمہ رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور ﷺ کے پاس پہنچی تو چہرہ پر نقاب (پردہ) تھا۔ پھر شریعت چہرہ کو کھلا رکھنے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۱، صفحہ ۲۲۸)

﴿۱۲۸﴾ اے اللہ ہماری زبان اور دل کو مسلمان بنا دے

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائیں ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ دُنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو، لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہے، پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے، اس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے اور بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا، ایذائیں کیا کیا ہیں؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سنو! جو شخص مال حرام کھائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا اور جتنا کچھ مال اپنے بعد باقی چھوڑ مرے وہ سب اس کے لئے دوزخ کی آگ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی بھلائی سے مٹاتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۵۱۶)

﴿۱۲۹﴾ حرام بستر کے علاوہ سب کچھ کر لیا اب میں کیا کروں

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آئی تھی افسوس کہ میں اسے کوٹھری میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو حکم خدا ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، شاید

اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا: جی ہاں! یہی بات تھی۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح فرمایا۔ پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوا اور اپنی حالت بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید اس کا خاوند راہِ خدا میں گیا ہوا ہوگا؟ پس قرآن کریم کی یہ آیت اتری:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَوٰةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّـَٔاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّٰكِرِينَ۝﴾

(سورۂ ھود، آیت:۱۱۴)

ترجمہ: ''دن کے دونوں سروں میں نماز پڑھو اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں، یہ ہے نصیحت، نصیحت پکڑنے والوں کے لیے۔''

تو وہ کہنے لگا کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا نہیں! اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوسکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ سچے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۵۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی کی نظر کسی غیر محرم عورت پر پڑ گئی۔ عورت کے حسن و جمال نے مرد کے دل کو اپنی طرف مائل کیا، حتیٰ کہ مرد نے مغلوب الحال ہو کر عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر اس پر خوف خدا غالب ہوا کہ میں نے تو حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرلی۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس آدمی کا رو رو کو برا حال ہوا۔ ندامت کی آگ نے ان کے دل کو بے قرار کر دیا۔ وہ مسلسل توبہ واستغفار میں لگے رہے، حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی یہ آیت اتری:

﴿إِنَّ الْحَسَنَٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّـَٔاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّٰكِرِينَ۝﴾ (سورۂ ھود، آیت:۱۱۴)

ترجمہ: ''البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، یہ یادگار ہے یاد کرنے والوں کے لیے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلا کر خوشخبری سنائی کہ تیرا رونا دھونا قبول ہوگیا اللہ تعالیٰ نے تجھے معافی عطا فرمادی۔ اس نے پوچھا کہ یہ آیت خاص میرے لئے اتری ہے، فرمایا نہیں! سب لوگوں کے لئے ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

﴿۱۳۰﴾ زبیدہ کی ایک نیکی پر مغفرت

اذان کا ادب کیجئے، خاص طور سے مائیں بہنیں

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی۔ اس نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی۔ اس نے پوچھا کہ زبیدہ خاتون! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ خاتون نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے بخشش فرمادی۔ جواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے ''نہر زبیدہ'' بنوا کر مخلوق خدا کو فائدہ پہنچایا، آپ کی بخشش تو ہونی ہی تھی۔ زبیدہ خاتون نے کہا، نہیں! نہیں! جب ''نہر زبیدہ'' والا عمل پیش ہوا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا، اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لئے کیا عمل کیا۔ زبیدہ نے کہا، میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا، مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمائی، مجھے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آگیا۔ ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دستر خوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی۔ تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا، تم نے لقمے کو واپس رکھا، پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا، پھر لقمہ کھایا، تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی، چلو ہم نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان جب اذان کی آواز سنے تو ادب کی وجہ سے خاموش ہو جائے اذان کا جواب دے اور آخر میں مسنون دُعا پڑھے۔ میرا تجربہ ہے کہ اذان کے ادب کی وجہ سے اسے موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی توفیق نصیب ہوگی۔

(نماز کے اسرار ورموز، صفحہ ۵۵)

﴿۱۳۱﴾ زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دِن فقیر بنا دیتی ہے

حضرت سلیمان کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ پیارے بچے! رات کو بہت نہ سویا کرو، رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۲۹۰)

﴿۱۳۲﴾ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو مندرجہ ذیل دُعا سکھاتے تھے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کلمات پڑھتے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾ (صحیح بخاری)

ترجمہ: ''اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور بزدلی سے تیری پناہ پکڑتا ہوں اور یہ کہ میں رذیل عمر میں ڈال دیا جاؤں، اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں اور دُنیا کی آزمائش اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔'' (منہاج المسلم، صفحہ ۳۲۸)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ دُعا اپنے بچوں کو بھی سکھاتے تھے۔

﴿۱۳۳﴾ مناجاتِ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ

هَجَرْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِیْ هَوَاكَا   وَاَيْتَمْتُ الْعِيَالَ لِكَیْ اَرَاكَا

ترجمہ: ''میں نے آپ کی محبت میں تمام دُنیا کو چھوڑ دیا، اور آپ کی زیارت کے اشتیاق میں اپنے عیال کو یتیم کیا۔''

وَلَوْ قَطَّعْتَنِیْ فِی الْحُبِّ اِرْبًا   لَمَا حَنَّ الْفُؤَادُ اِلٰی سِوَاكَا

ترجمہ: ''اگر آپ رگِ محبت کاٹ دیں، تب بھی دِل آپ ہی کی طرف مائل رہے گا۔''

تَجَاوَزْ عَنْ ضَعِيْفٍ قَدْ اَتَاكَا   وَجَاءَ رَاجِيًا يَرْجُوْا نَدَاكَا

ترجمہ: ''جو ضعیف آپ کے در پر آ گیا ہے اس کو معاف کیجئے اور جو آپ سے بخشش کی اُمید لگا کر آیا ہے اس کی تمنا پوری کیجئے۔''

وَاِنْ يَّكُ يَا مُهَيْمِنُ قَدْ عَصَاكَا   فَمَا سَجَدْتُ لِمَعْبُوْدٍ سِوَاكَا

ترجمہ: ''اے غفار! اگرچہ میں آپ کی حکم عدولی کر چکا ہوں، مگر آپ کے سوا کسی کو سجدہ تو نہیں کیا۔''

اِلٰهِیْ عَبْدُكَ الْعَاصِیْ اَتَاكَا   مُقِرًّا بِالذُّنُوْبِ وَقَدْ دَعَاكَا

ترجمہ: ''اے خداوند! آپ کا نافرمان بندہ آپ کی بارگاہ میں آیا ہے جسے اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور عفو کا خواستگار ہے۔''

وَاِنْ تَغْفِرْ فَاَنْتَ لِذَالِكَ اَهْلٌ   وَاِنْ تَطْرُدْ فَمَنْ يَّرْحَمْ سِوَاكَا

ترجمہ: ''اگر آپ بخش دیں تو آپ کی شان یہی ہے اور اگر آپ دھتکار دیں تو بتایئے کون آپ کے سوا رحم کر سکتا ہے۔''

﴿۱۳۴﴾ رنگ برنگی باتیں جن سے خوشبو آئے

- زیادہ باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہوتا۔

- دوسروں کے آنسوؤں کو زمین پر گرنے سے پہلے اپنے دامن میں جذب کر لینا انسانیت کی معراج ہے۔
- نیک بننے کی کوشش کرو جیسے حسین بننے کی کوشش کرتے ہو۔
- اعتماد وہ شیشہ ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو دوبارہ نہیں بنتا۔
- جس طرح سمندر اپنی لہروں کو اپنی حدود میں رکھتا ہے اسی طرح ماں اپنی اولاد کا ہر دُکھ اپنے دِل تک محدود رکھتی ہے۔
- جو یہ کہے کہ اس کی بات سچی ہے تو اس کی ہر بات جھوٹ ہوگی۔
- محنت سے بھی آدمی تھک جاتا ہے اور کاہلی سے بھی۔ مگر محنت کا نتیجہ صحت اور دولت ہے اور کاہلی کا نتیجہ بیماری اور افلاس ہے۔
- راحت کثرت سے آمدنی میں نہیں ہے، قلت مصارف میں ہے۔

﴿۱۳۵﴾ جواہر پارے

- رخصت کرنے کے بعد اپنے مہمان کی شکایت نہ کر۔
- کبھی بھی اپنے ماں باپ اور اُستاد کی شکایت نہ کر۔
- اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی شکایت نہ کر۔
- بے موقع بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔
- بری صحبت سے دور رہنا بہتر ہے۔
- سب سے اچھا نشہ خدمت خلق ہے۔
- مرد کی خوبصورتی اس کی فصاحت ہے۔
- ماں باپ کا حکم چاہے ناگوار ہو قبول کرلے۔
- یتیم اور بیوہ کا مال کھانے سے پریشانی آتی ہے۔
- بحث کرنے میں جاہل سے شکست کھالے۔
- بے ادبی کرنے سے بدنصیبی آتی ہے۔
- غریب کی دعوت چاہے تکلیف دہ ہو قبول کرلے۔
- غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔
- جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے۔
- امانت دار مفلسی کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
- اپنی زبان کو ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔
- خاموش زبان سینکڑوں زبانوں سے اچھی ہے۔
- بہادر مقابلے کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
- بیوی کے سامنے اس کے میکے والوں کی شکایت نہ کر۔
- ماں باپ کا نافرمان اپنی اولاد کی نافرمانی کا منتظر رہے۔
- بے عزتی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔
- سب سے اچھی خیرات معاف کر دینا ہے۔
- سب سے بڑا بہادر بدلہ نہ لینے والا ہے۔
- غیبت عمل کو کھا جاتی ہے۔
- نصیحت کی بات چاہے کڑوی ہو قبول کرلے۔
- خیرات سے مال میں کمی نہیں آتی۔
- فضول خرچی کرنے سے مفلسی آتی ہے۔
- توبہ گناہ کو کھا جاتی ہے۔
- تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔
- انصاف ظلم کو کھا جاتا ہے۔
- دوست کو مصیبت کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
- بردبار کو غصے کے وقت آزمایا جاتا ہے۔
- خدا سے ڈرنے والے کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔

﴿۱۳۶﴾ قرآن

- قرآن......ایک حکمت بھری کتاب ہے۔
- قرآن......نصیحت کی ایک آسان راہ ہے۔
- قرآن......حق و باطل کے امتیاز کے لئے ہے۔
- قرآن......ہر قسم کے فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

- قرآن......ایک فیصلہ کن قوت ہے۔
- قرآن......کوئی ہنسی کی چیز نہیں ہے۔
- قرآن......ہی انسان کو چشم بنا دیتا ہے۔
- قرآن......میں شفا اور رحمت کے دریا بہتے ہیں۔
- قرآن......نے انسان کو علم و حکمت عطا کیا۔
- قرآن......تاریکی سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔
- قرآن......سلامتی کی راہیں کھول دیتا ہے۔
- قرآن......حق و سعادت کا مرقع ہے۔
- قرآن......ایمان کا سرچشمہ اور عمل کا مرکز ہے۔
- قرآن......تصفیہ معاملات کے لیے بہترین ضابطہ ہے۔
- قرآن......رہنمائی اور لیڈری کے حقیقی گر بتاتا ہے۔
- قرآن......جملہ انسانی ضروریات کے مسائل بیان کرتا ہے۔
- قرآن......فکر و عمل کی راہوں کو ہموار کرتا ہے۔
- قرآن......سے مسائل زندگی سیکھو۔
- قرآن......کی تصدیق پچھلی الہامی کتابیں کرتی ہیں۔
- قرآن......پچھلی الہامی کتابوں کا جامع اور محافظ ہے۔
- قرآن......اللہ تعالیٰ، رب کائنات و خالق جہاں کا کلام ہے۔
- قرآن......فہمی کامیابی کی ضامن ہے، وقت کی اہم ضرورت ہے۔

﴿۱۳۷﴾ مسجد میں اللہ کے ذکر و عبادت میں خلل ڈالنے والا سب سے بڑا ظالم ہے

قرآن پاک کے پہلے پارے (سورۂ بقرہ، آیت:۱۱۴) میں ہے:

﴿ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ...... الخ﴾

ترجمہ: ”جو شخص اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکے اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔“

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر و نماز سے روکنے کی جتنی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز اور حرام ہیں، ان میں سے ایک صورت تو یہ کھلی ہوئی ہے کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز و تلاوت سے صاف طور پر روکا جائے، دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شور و شغب کر کے یا مسجد کے قریب باجے گاجے بجا کر لوگوں کی نماز و ذکر وغیرہ میں خلل ڈالے، یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے، اسی طرح تیسری صورت یہ ہے کہ اوقات نماز میں جب لوگ اپنی نوافل یا تسبیح و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت کرنے لگے تو یہ بھی نماز و تسبیح میں خلل ڈالنے کی ایک صورت ہے۔ اسی لئے فقہاء نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (معارف القرآن، جلد۱، صفحہ۲۴۲)

﴿۱۳۸﴾ نمازیوں کی توجہ ہٹانے والا سزا کا مستحق ہے

حکایت: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، ایک شخص کوئی چیز لے کر آیا اور اس کو صف کے آگے ڈال کر خود نماز میں شریک ہو گیا (جیسا کہ آج کل عموماً کیا جاتا ہے) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈالا۔ (الاعتصام للشاطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازیوں کی توجہ نماز سے ہٹا دینے والا کوئی بھی کام کرنا منع ہے۔

﴿۱۳۹﴾ مسجد میں دُنیا کی باتیں کرنے والوں کے لیے سخت وعید

حدیث: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ اپنی مسجدوں میں دُنیا کی باتیں کریں گے، اس لئے تم ان کے پاس مت بیٹھنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں۔ (مشکوٰۃ، صفحہ۷۱)

فائدہ: علامہ طیبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بے تعلق ہے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے

نکل جاتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو کسی کی بھی حاجت نہیں ہے۔ غور کریں! اس میں کتنی بھاری دھمکی اور کیسی سخت وعید ہے، فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ دُنیا کی باتیں مسجد میں مکروہ ہیں، اس سے نیکیاں جل جاتی ہیں۔

﴿۱۴۰﴾ مسجد میں دُنیا کی باتیں کرنے کے لیے بیٹھنا ناجائز ہے

مسئلہ: جو دُنیا کی باتیں مسجد سے باہر جائز ہیں وہ مسجد میں ناجائز ہیں۔ اور جو باتیں مسجد سے باہر ناجائز ہیں وہ مسجد میں سخت حرام ہیں۔ مثلاً غیبت کرنا، تہمت لگانا وغیرہ۔ اور ''خزانۃ الفقہ'' میں لکھا ہے کہ جو شخص مسجد میں دُنیا کی باتیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے عمل بے کار دیتا ہے۔ (آداب المساجد، صفحہ ۳۸)

﴿۱۴۱﴾ اپنی گمشدہ چیز کے لئے مسجد میں اعلان کرنے کی مذمت

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کو اپنی گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں کرتے ہوئے سنے تو اعلان سننے والا یوں کہے: ''اللہ تعالیٰ تیری گمشدہ تجھے نہ لوٹائے، اس لے کہ مسجدیں ایسے اعلانوں کے واسطے نہیں بنائی گئیں۔'' (مسلم شریف)

فائدہ: جب اتنے سے اعلان کی ممانعت ہے تو مستقل باتیں کرنے کے لیے بیٹھنا کتنا سخت گناہ ہوگا۔

﴿۱۴۲﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد سے باہر چبوترا بنانا

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر کنارہ پر ایک چبوترا بنایا تھا اور اعلان کر دیا تھا کہ جو باتیں کرنا چاہے یا شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے وہ اس چبوترے پر چلا جائے۔ (مؤطا امام مالک)

﴿۱۴۳﴾ مسجد کی عظمت ارشادِ خداوندی کی روشنی میں

حدیث: یہود کے ایک بہت بڑے عالم نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ سب سے بہتر جگہ کون سی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے دِل میں طے کر لیا کہ جب جبرئیل علیہ السلام آئیں گے ان سے پوچھ کر جواب دوں گا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہی سوال کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس کا جواب مجھے معلوم نہیں لیکن دربارِ خداوندی سے معلوم کر کے جواب دوں گا۔ چنانچہ وہ پوچھنے گئے اور واپس آکر یہ عرض کیا کہ اے محمد ﷺ! اس وقت مسئلہ پوچھنے کی برکت سے خدا تعالیٰ سے اتنی نزدیکی ہوئی کہ مجھے اتنی نزدیکی کبھی نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا، کتنی نزدیکی ہوئی؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نورانی پردے رہ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بری جگہ بازار ہے، اور سب سے اچھی جگہ مسجد ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۷۱)

﴿۱۴۴﴾ ایک عام غلطی کی اصلاح

ہر محلّہ میں مسجد بنانے کا حکم حدیث شریف کی روشنی میں

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے محلّہ محلّہ میں بنانے کا حکم فرمایا ہے اور ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجدیں زیادہ بنانا شرعاً مطلوب ہے، اس حکم نبوی کے مطابق اگر ہر محلّہ میں مسجدیں بن جائیں (خواہ سادہ ہی ہوں) تو بارش، سخت گرمی اور سردی میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا آسان ہو جائے، خصوصاً بوڑھے لوگوں کے لئے

اور بیماروں کے لئے زیادہ سہولت ہو جائے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہوگئی، جو ایک گاؤں میں زیادہ مسجدیں بنانے کو اجتماعیت کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے کہ ان کا یہ خیال حدیث بالا کے خلاف ہے۔ واللہ الموفق۔

﴿۱۴۵﴾ ذمہ دار علماء کرام سے درخواست

ہر مقام کے ذمہ دار علماء کرام سے درخواست ہے کہ وہ کسی نماز کے بعد لوگوں کو یہ مضمون پڑھ کر سنائیں اور مسجد میں لٹکا دیں اور جب بھی اس کو سنانے کی ضرورت محسوس کریں سنا دیا کریں۔

حضرت مفتی محمد آدم صاحب بھیلونی مدظلہٗ
مدرسہ جامعہ نذیریہ، کاکوسی، شمالی گجرات

﴿۱۴۶﴾ سادگی بذاتِ خود حسن ہے

موجودہ دور میں گھر ہو یا سڑک، کالج ہو یا دفتر، پارٹی ہو یا میلاد ہر جگہ نوجوانوں میں فیشن و سجنے کا رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے، قیمتی لباس کو آج امارت کی نشانی سمجھا جاتا ہے، آج مہمانوں کی تواضع بھی ان کے زیب کردہ لباس کو دیکھ کر کی جاتی ہے، کیا ہم نے اپنی اصل کو کھو دیا ہے؟ کیا ہمارے مقابل ذاتی صفات کی اہمیت نہیں؟ کیا محض دکھاوے کی چاہ میں ہم سرگرداں ہو رہے ہیں؟ یہ تمام سوالات قابل غور ہیں۔ آج کے نوجوانوں کو اگر کسی تقریب میں جانا مقصود ہو تو ہفتہ بھر قبل ہی ذہن پریشانیوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ لباس ایسا ہو جو قیمتی بھی ہو اور خوبصورت بھی، لباس سے میچ کرتے سینڈلز بھی نئے ہونے چاہئیں، پھر جیولری بھی قیمتی ہونی چاہئے، اس فیشن اور نقالی کی دوڑ میں لڑکیوں نے بھی اپنے قدم پیچھے نہیں رکھے ہیں، موجودہ دور کی سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی چیز "موبائل" بھی ہے، جس کا استعمال ضرورت کے تحت ہی کیا جاتا تھا مگر اب فقط فیشن کا ایک سمبل بن کر رہ گیا ہے۔

سجنے سنورنے اور فیشن شو کو جب ٹی وی، اخبار، رسالے اور فلموں میں دکھایا جاتا ہے اور جنہیں دیکھ کر نوجوان بھی اسی دوڑ میں شامل ہو جاتے ہیں، بازاروں میں مختلف اشیاء سنگھار، میک اپ کے لوازمات اور لباس مشہور ماڈلز اور ہیرو، ہیروئن کے نام پر فروخت کئے جاتے ہیں جنہیں نوجوان لڑکے لڑکیاں نہایت جوش و خروش سے خریدتے ہیں۔ اکثر اوقات اس فیشن کے وبائی مرض میں مبتلا لوگ گھر کی خستہ حالی کو بھی فراموش کر دیتے ہیں، دیگر انتہائی ضروریات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اپنے بے جا فیشن کی تکمیل کرتے ہیں۔ آج بیشتر لڑکیاں محض اپنے فیشن کی ضروریات کی تکمیل کی خاطر ملازمت بھی کرتی ہیں اور اسی کی خاطر سڑکوں کی خاک چھانتی ہیں۔

یہ فیشن کا مرض فقط ذات تک ہی محدود نہیں بلکہ اب گھروں کو سجانے سنوارنے کے فیشن نے بھی لوگوں کو ادھر مرا کر دیا ہے۔ بڑھتی مہنگائی اور محدود تنخواہ میں دوسروں کی نقالی کا جنون راتوں کو بے خواب کرنے لگا ہے، شاید ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مصنوعی لوازمات کا بوجھ لاد کر فیشن ایبل بن جانے سے ہم "خوبصورتی" کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے اور یہی ہماری سب سے بڑی بھول ہے۔

صحرا کے پیاسے کو کون بتلائے کہ دور سے چمکتے ذرے آب نہیں محض سراب ہیں اسی رات کا ایک حصہ ہیں جن میں وہ سرگرداں ہیں آج ہم نے ان زریں اقوال کو فراموش کر دیا ہے جو حقیقت کو آشکار کرتے ہیں۔ آج ہم سچے مسلمان نہیں، پھر ہمارے چہرے پرنور کیسے ہو سکتے ہیں؟ آج ہم نے خوش خلقی کو خود سے کوسوں دور کر رکھا ہے۔ ریاکاری کی دوڑ میں ہمیں اتنی فراغت ہی دستیاب نہیں ہوئی کہ ہم کسی سے خوش گفتاری و ملنساری کے ہمراہ گفتگو کر سکیں، پھر ہم میں جاذبیت کیوں کر پیدا ہوگی؟ آج ہم نے مہمان نوازی کو فقط ایک بوجھ تصور کر لیا ہے، پھر ہمارے گھر رحمت و برکت کس طرح برس سکتی ہے اور بغیر رحمت و برکت کے گھروں میں دلکشی کس صورت میں ہو سکتی ہے؟

ہم ٹی وی، اخبار، رسالوں میں سجے سنورے کرداروں کو دیکھ کر ان جیسا بننے کی کوشش میں سر دھڑ کی بازی لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ کس قدر نادانی کی بات اور حماقت ہے، ہم کیوں فراموش کر جاتے ہیں کہ ان کرداروں کا فیشن کرنا ان کی ضرورت یا مجبوری ہے۔ اگر وہ

اس میں گلیمر نہیں پیدا کریں گے تو لوگ انہیں ذوق وشوق سے نہیں دیکھیں گے۔ لان، گاڑیاں، پارٹیاں، سجاوٹ، جاہ وحشم ناظرین کو دکھلانا ان کی ضرورت ہے تا کہ ہم ان کے پروگرام دیکھنے اور رسائل خریدنے پر مائل ہوں۔

ہم میں اس فیشن کی مہلک بیماری کے پھیلنے کی سب سے بڑی وجہ مذہب سے دوری ہے، دوسری بڑی وجہ ہوس ہے اور تیسری وجہ نقالی کا زور ہے۔ زندگی خواہشوں کا ایک ایسا دائرہ ہے جس میں انسان مقید ہے اور یہ لحہ بہ لحہ بڑھتی ہی جارہی ہے۔ ایک خواہش کے اختتام پر دوسری خواہش اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ یوں خواہشات کا یہ طویل سلسلہ زندگی کے ساتھ چلتا ہی رہتا ہے۔ زندگی بذاتِ خود ایک خواہش ہے، زندہ رہنے کی خواہش، دوسروں سے آگے نکل جانے کی خواہش اور بے شمار خوشیاں حاصل کرنے کی خواہش۔

انسان اپنی خواہشات کے حصول کے لیے دن رات ایک کردیتا ہے۔ اگر خواہشات قبولیت کا لبادہ اوڑھ لے تو زندگی مسرتوں سے ہمکنار ہونے لگتی ہے۔ لیکن اگر خواہشات حسرت کی صورت میں تبدیل ہوجائیں تو انسان کی زندگی دکھ اور کرب کی المناک تصویر بن جاتی ہے۔ آج ہم بھی خواہشات کے سمندر میں غوطہ زن ہوچکے ہیں۔ بیرونی ممالک کی تہذیبی، خوش رنگی ہمیں مارڈالتی ہے۔ رہن سہن کی آسائشوں سے لیس ہونے کے لیے ہماری خواہش قالین، صوفے، پردے غرض گھر کی سجاوٹ کے لیے ضروری ہر چیز کی خواہش اور حسرت لئے ہوئے ہے۔ اپنی ذات کے متعلق فیشن اور میک اپ ہمیں ہمہ وقت متفکر رکھتا ہے ہم نے سادگی کو خود سے دور کرلیا ہے۔ یہ ساری باتیں ہلاکت کی ہیں، ترقی کی نہیں۔

ذہن نشین رکھیں سادگی میں آسانی اور خوبصورتی دونوں ہی مضمر ہیں۔ سادگی زندگی کو سہل اور دلکش بناتی ہے۔ جس طرح ایک کنول اپنی حقیقت کو فراموش نہ کرتے ہوئے کیچڑ میں جاذب نظر و دلکش نظر آتا ہے، اتنا حسین کسی قیمتی گلدان میں نظر نہیں آتا۔ یہی فلسفہ انسانی زندگی پر بھی صادق ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی تہذیب اور کلچر کو فراموش کریں اور اپنے نفس پر قابو پانا سیکھیں۔

﴿۱۴۷﴾ روزی میں برکت کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء بہت نفع بخش ہے

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام نے زمین پر آنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا پھر دروازہ کے سامنے دو رکعت نماز پڑھی، پھر ملتزم پر تشریف لائے اور یہ دعا پڑھی:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سَرِيْرَتِيْ وَعَلَانِيَتِيْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ فَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا يُصِيْبُنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَالرِّضَاءَ بِمَا قَضَيْتَ عَلَيَّ﴾

ترجمہ: تو حضرت آدم علیہ السلام پر وحی آئی کہ تم نے ایسی دعا کی جو قبول کی گئی تمہاری اولاد میں سے جو بھی یہ دعا کرے گا اس کے غم وفکر کو دور کردوں گا اور اس کی روزی کو کافی کردوں گا، اس کے دل سے فقر کو دور کردوں گا، اور اس کو غنی کردوں گا، اس کی طرف اسبابِ رزق کو متوجہ کردوں گا، اس کی طرف دنیا ذلیل ہوکر آئے گی اگرچہ وہ دنیا کو نہ چاہے گا۔

(مناسک، جلد ۲، صفحہ ۷۱۔ الدعاء المسنون، صفحہ ۴۳۱)

﴿۱۴۸﴾ واہ رے واہ اللہ! سبحان تیری قدرت

بلی کی تربیت کا عجیب انداز

بلی حاملہ ہوتی ہے تو وہ کونہ تلاش کرنے لگتی ہے، بچہ دینے کے لئے، اس کو اس کی ماں نے نہیں بتایا کہ تجھے بچہ دینا ہے، کسی کونے میں

چھپنے کی جگہ دیکھنی ہے، کسی ٹریننگ سنٹر سے نہیں سیکھا، کسی نرسنگ ہاؤس سے ٹریننگ نہیں لی، اس کو من جانب اللہ الہام کہ میں ایک ایسی جگہ بچہ دے دوں کہ وہ ضائع نہ ہو جائے۔ اس کا کوئی ٹیچر یا استاد نہیں، اللہ کا نظام ہے، اس کو بھی ہدایت دیتا چلا آ رہا ہے، بلی کسی کونے میں جا کر بچہ دیتی ہے تو بچہ کو نہیں پتہ کہ میری ماں کی چھاتی کہاں ہے اور اس میں میری غذا ہے اس کو ماں نے نہیں بتایا۔

ماں تو خود اپنے بچے کو سینے سے لگاتی ہے اور اس کے منہ میں چھاتی دیتی ہے وہ چوستا ہے، بلی تو ایسا نہیں کرتی، اس کے بچے کی آنکھیں بند ہوتی ہیں، اس کی تقدیر اور اللہ کی ربوبیت اس کو اس طرف لے جا رہی ہے، اس کو چوسنے کا طریقہ بتا رہی ہے۔

ہم تو بچے کے منہ میں چوسنی دے دیتے ہیں تو اس کو چوسنے کا طریقہ آ جاتا ہے اور اس کی مختلف طریقوں سے تربیت کرتے ہیں تو وہ سیکھتا ہے، بلی کا بچہ ہے جس نے کبھی دیکھا نہیں، سنا نہیں، وہ خود بخود چھاتی کی طرف لپکتا ہے اور دودھ پیتا ہے، یہ سارے کا سارا نظام اللہ تعالیٰ غیب کے پردوں سے چلا رہا ہے۔ ایک مادہ ہے، وہ انڈے دیتی ہے، انڈے دینے کے بعد وہ کیڑے کو ڈنک مارتی ہے، ایسے ڈنک مارتی ہے کہ وہ مرے نہیں، بے ہوش ہو جائے، مر جائے تو گل جائے گا، سڑ جائے گا، اتنا ڈنک مارتی ہے کہ بے ہوش ہو جائے، مرے نہیں۔ وہ ان کیڑوں کو اپنے انڈوں کے پاس رکھ لیتی ہے اور ان کی بے ہوشی اتنی ہوتی ہے کہ جب تک وہ بچہ انڈے کے اندر سے نکلتا ہے تو پہلے سے اس کے لیے گوشت کا انتظام کیا جا چکا ہوتا ہے۔ وہ ماں چلی جاتی ہے، انڈے سے نکلنے والا بچہ جب دیکھتا ہے کہ میرے لئے کھانا تیار ہے تو پھر اس کو کھاتا ہے، پروان چڑھتا ہے، پھر اس کے پر لگتے ہیں یہ بچہ جب بڑا ہو کر انڈے دینے پر آتا ہے تو اسی کام کو کرتا ہے، جو اس کی ماں نے کیا تھا، نہ وہ اپنی ماں کو دیکھتا ہے نہ اپنی ماں سے سنتا ہے، نہ اپنی ماں سے سیکھتا ہے۔

(اصلاحی واقعات، صفحہ ۳۹۴)

﴿۱۴۹﴾ ایک لڑکی نے کہا کہ میں طلحہ رضی اللہ عنہ سے شادی کروں گی، اس لئے کہ وہ گھر میں آتے ہیں ہنستے ہوئے اور گھر سے جاتے ہیں مسکراتے ہوئے اور مالدار بھی ہیں

عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی اُم ابان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو انکار کر دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا تو انکار کر دیا، پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا تو انکار کر دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا تو اُسے قبول کر لیا۔ جب نکاح ہو رہا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پردے سے اُس عورت سے کہا کہ امیر المؤمنین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے تو نکاح کرنے سے انکار کر دیا، طلحہ رضی اللہ عنہ سے کر لیا، جواب ملا، جیسے خدا کی مرضی! خیر طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ہم سے اچھا ہے۔ بعد میں اس نے عورتوں میں بتایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ زندگی گزارنی بہت سخت ہوگی۔ علی رضی اللہ عنہ کے پاس صرف محبت ہی ہے، زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس صرف لاٹھی ہے، طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زندگی گزارنے کا مزہ ہے ہنستے ہوئے گھر میں آئیں گے ہنستے ہوئے گھر سے نکلیں گے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے حسن معاشرت کے باعث بیوی بچوں میں نہایت محبوب تھے، وہ اپنے کنبہ میں جس لطف و محبت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی اُم ابان سے اگرچہ بہت سے معزز اشخاص نے شادی کی درخواست کی، لیکن انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو سب پر ترجیح دی، لوگوں نے وجہ پوچھی، تو کہا: "میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں، وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے اور اگر کوئی کام کر دو تو شکر گزار ہوتے ہیں اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔"

(سیر الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۱۱۷، خصوصی بیانات مولانا یوسف صاحب، کنز العمال، جلد ۶/ ۴۱۳)

﴿۱۵۰﴾ کن کن وقتوں میں دُعا قبول ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں

جس طرح مخصوص اوقات مقبولیتِ دعا میں اثر رکھتے ہیں، اسی طرح انسان کے بعض حالات کو بھی حق تعالیٰ نے مقبولیت دُعا کے لیے مخصوص فرمایا، جن میں کوئی دُعا رد نہیں کی جاتی، وہ حالات یہ ہیں:

- اذان کے وقت۔ (ابوداؤد، مستدرک)
- اذان و اقامت کے درمیان۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)
- حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے بعد اس شخص کے لئے جو کسی مصیبت میں گرفتار ہو اس وقت دُعا کرنا بہت مجرب و مفید ہے۔ (مستدرک)
- جہاد میں صف باندھنے کے وقت۔ (ابن حبان، طبرانی، مؤطا)
- جہاد میں گھمسان کی لڑائی کے وقت۔ (ابوداؤد)
- فرض نمازوں کے بعد۔ (ترمذی، نسائی)
- سجدہ کی حالت میں۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

فائدہ: مگر فرائض میں نہیں۔

- تلاوتِ قرآن کے بعد (ترمذی) اور بالخصوص ختم قرآن کے بعد۔ (طبرانی، ابویعلیٰ)

اور بالخصوص پڑھنے والوں کی دُعا بہ نسبت سننے والوں کے زیادہ مقبول ہے۔ (ترمذی، طبرانی)

- آب زمزم پینے کے وقت۔ (مستدرک حاکم)
- میت کے پاس حاضر ہوتے وقت۔ یعنی جو شخص نزع کی حالت میں ہو اس کے پاس آنے کے وقت بھی دُعا قبول ہوتی ہے۔ (مسلم وسنن اربعہ)
- مرغ کے آواز کرنے کے وقت۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)
- مسلمانوں کے اجتماع کے وقت۔ (صحاح ستہ عن عطیۃ الانصاریۃ)
- مجالس ذکر میں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)
- امام کے ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہنے کے وقت۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

فائدہ: بظاہر امام جزری کی مراد اس سے وہ حدیث ہے جو ابوداؤد نے باب التشہد میں ذکر کی ہے۔ وَاِذَا قَرَءَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔ یعنی جب امام ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے تو تم آمین کہو، حق تعالیٰ تمہاری دُعا قبول فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر دُعا سے مراد صرف آمین کہنا ہے دوسری دُعا مراد نہیں۔

- اقامت نماز کے وقت۔ (طبرانی، ابن مردویہ)
- بارش کے وقت۔ (ابوداؤد، طبرانی، ابن مردویہ عن سہل بن سعد الساعدی)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا یہ عمل سنا ہے کہ بارش کے وقت خصوصیت سے دُعا مانگتے تھے۔

- بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت۔ (ترمذی، طبرانی)

﴿۱۵۱﴾ دُعا کی قبولیت کے لئے بہت مجرب عمل

- سورۂ انعام کی آیت کریمہ:

﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (سورۂ انعام: آیت: ۱۲۴)

میں دونوں اسم اللہ کے درمیان جو دعا کی جائے وہ بھی مقبول ہوتی ہے۔ امام جزری فرماتے ہیں ہم نے اس کا بار ہا تجربہ کیا

ہے اور بہت سے علماء سے اس کا مجرب ہونا منقول ہے۔

توضیح: حاجتوں کی تکمیل کروانے کے لیے اس عمل کا شروع اس طرح کیجئے کہ مذکورہ آیت پڑھنا شروع کیجئے جیسے: ﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ پھر اس آیت کا آگے کا حصہ چھوڑ کر اللہ سے اپنی ساری مرادیں مانگئے پھر پڑھئے: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ان شاء اللہ ضرور بالضرور دُعا قبول ہوگی۔

﴿۱۵۲﴾ ایک جیب کترے نے عجیب نصیحت کی

ایک جیب کترا شام کو اپنے استاد کے پاس دو روپے لے کر گیا۔ اس نے کہا، آج سارا دن کیا کیا۔ کہنے لگا، مال تو بہت ہاتھ آیا تھا ایک گورے کی جیب کاٹی تھی، جب لے کر چلا تو خیال آیا کہ اگر قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام نے رسول پاک ﷺ سے گلہ کر دیا کہ آپ کے اُمتی نے میرے اُمتی کی جیب کاٹی تھی تو بس ان کو کیا منہ دکھاؤں گا، تو میں نے بٹوہ اس کو واپس کر دیا۔ نافرمانوں کو ایسی شرم و حیا تھی تو فرمانبردار کیسے ہوں گے:

جو ساز سے نکلی ہے وہ سُر سب نے سنی ہے   جو تار پہ بیتی ہے وہ بس دل کو پتہ ہے

﴿۱۵۳﴾ جس اللہ کو زمین کے اوپر بھول نہ سکی تو زمین کے نیچے کیسے بھول سکتی ہوں

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کا انتقال ہوگیا، تو خواب میں اپنی خادمہ کو ملیں، اُنہوں نے کہا کہ اماں! آپ کے ساتھ کیا ہوا؟ کہا کہ میرے پاس منکر نکیر آئے، مجھ سے کہنے لگے: مَنْ رَّبُّكَ؟ ''تیرا رب کون ہے؟'' تو میں ان سے کہا کہ مَنْ رَّبُّكَ؟ ''تمہارا رب کون ہے؟'' اور کہاں سے آئے ہو؟ تو فرشتوں نے کہا: اپنے پروردگار کے پاس سے۔ تو حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ نے کہا: جب اتنی دوری سے آنے پر تم اپنے رب کو نہیں بھولے تو میں چار ہاتھ زمین کے نیچے آ کر اپنے رب کو کیسے بھول سکتی ہوں۔ یہ نہیں کہا کہ رَبِّیَ اللّٰهُ۔ کہا کہ جس رب کو ساری زندگی نہیں بھولی، اس کو چار ہاتھ زمین کے نیچے آ کر کیسے بھول جاؤں گی۔ اُنہوں نے کہا: چھوڑو اس کا کیا حساب لینا۔

خادمہ کہنے لگی کہ آپ کی گدڑی کہاں گئی؟ گدڑی ایک لمبا ساجبہ کو کہتے ہیں جو عرب پہنتے ہیں ہمارے ہاں اس کا کوئی دستور نہیں۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ نے کہا تھا کہ مجھے کفن میری گدڑی میں ہی دے دینا، میرے لئے نیا کپڑا نہ لانا۔ لیکن ان کی خادمہ نے دیکھا کہ بہت عالی شان پوشاک پہنی ہوئی ہیں۔ کہنے لگیں کہ وہ گدڑی کہاں گئی؟ کہا کہ اللہ نے سنبھال کر رکھ دی ہے کہ قیامت کے دن میری نیکیوں میں اس کو بھی تولے گا اور اس کا بھی وزن کرے گا۔ ہمارے دور اول کی حکومتیں اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ تھیں، ان کی تجارتیں اسلام کے پھیلانے کا ذریعہ تھیں، ہماری تجارتیں اسلام کو مٹانے کا ذریعہ ہیں۔

﴿۱۵۴﴾ گنجائش والا اسلام نبھے گا اور قربانی والا اسلام چلے گا

جب ملک فتح ہو گئے اور فتوحات کے دروازے کھل گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشورہ کیا کہ اب یہ بوڑھے ہو گئے ہیں اور فتوحات ہوگئی ہیں، اب ان کی زندگی بڑی مشقت والی ہے انہیں چاہئے کہ اچھا کھائیں، اچھا لباس پہنیں، کوئی خادم رکھ لیں، جو کھانا پکایا کرے اور لباس اور آرام کا خیال کیا کرے۔ علی، عبدالرحمٰن، عثمان، طلحہ، زبیر سعد رضی اللہ عنہم۔ یہ چھ بڑے صحابی آپس میں مشورہ کر رہے ہیں انہوں نے کہا: بات کون کرے؟ طے یہ ہوا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور اُم المؤمنین ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور بات عرض کی کہ امیر المؤمنین کو اب سختی پر نہیں رہنا چاہئے تھوڑی نرمی پر آجانا چاہئے اور ان سے بات کریں اگر مان جائیں تو ہمارا نام بتا دیجئے اگر نہ مانیں تو ہمارا نام ظاہر نہ کیجئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا، ابا جان! اب آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اگر آپ خادم رکھ لیں جو آپ کے لیے کھانا پکایا کرے، لباس اچھا پہن لیا کریں، آپ کے پاس دور دور سے وفد آتے ہیں، کچھ آرام کر لیا کریں۔

فرمایا: حفصہ رضی اللہ عنہا یہ بات کس نے تجھ سے کہی ہے؟

فرمایا کہ پہلے آپ یہ بتاؤ مانتے ہو کہ نہیں۔

حضرت عمر نے فرمایا: اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے تو میں مار مار کے ان کے چہرے لہولہان کر دوں۔ اے حفصہ! "صَاحِبُ الْبَيْتِ ادری بما فیہ" گھر والے کو پتہ ہوتا ہے کہ گھر کا حال کیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہے، تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا، اے حفصہ! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تو نے ایک مرتبہ چھوٹی سی میز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا رکھ دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کھانا نیچے رکھو، میں میز پر نہیں کھاؤں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کو نیچے رکھ کر کھایا تھا اور حفصہ رضی اللہ عنہا تجھے یاد ہے حضور کے پاس ایک ہی جوڑا ہوتا تھا جسے وہ دھو کر پہنتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ ابھی وہ کپڑا خشک نہیں ہوتا تھا کہ نماز کا وقت ہو جاتا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ آ کے کہتے تھے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! الصلوٰۃ الصلوٰۃ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتظار کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ جوڑا خشک ہوتا تھا اور اسی کو پہن کر جاتے تھے۔ اے حفصہ رضی اللہ عنہا! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تیرے گھر میں ایک ٹاٹ تھا جسے تو دوہرا کر کے بچھاتی تھی، رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کے لیے ایک رات تو نے چوہرا کر کے بچھا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حفصہ! اس ٹاٹ کو دوہرا کر دے، اس نے رات کو کھڑا ہونے سے مجھے روک دیا۔ اے حفصہ! تجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چادریں ہدیہ میں بھیجی تھیں ایک چادر پہلے بھیج دی، دوسری چادر دیر سے بھیجی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی کپڑا نہیں تھا اسی چادر وآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کانٹوں سے سی کر اور گانٹھ لگا کر اسے پہن کر نماز پڑھائی تھی۔ اے حفصہ! گھر والا اچھی طرح سمجھتا ہے، اور پھر رونا شروع کیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی بھی چیخیں نکل رہی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی چیخیں نکل رہی ہیں اور فرمایا: حفصہ رضی اللہ عنہا! سن لے، میری مثال اور میرے ساتھیوں کی مثال ایسی ہے، تین راہی ہیں تین مسافر ہیں ایک اٹھا منزل کو چلا، ایک راستہ پر چلا اور وہ چلتا چلتا منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ پھر دوسرا اٹھا منزل کو چلا، ایک راستے پر چلا اور وہ چلتا چلتا منزل مقصود تک پہنچ گیا، اب تیسرے کی باری ہے اور میں تیسرا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں اپنے نفس کو مجاہدے پر رکھوں گا اور دُنیا کی لذتوں سے ہٹا کر چلوں گا یہاں تک کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جاؤں، اگر میں نے اپنے راستے کو جدا کر دیا تو میں اپنے ساتھیوں سے نہیں مل سکتا، میں اسی طرح چلوں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ ان (کھردرے) کپڑوں سے زیادہ نرم کپڑے پہنتے اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرما دی ہے اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرما دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تمہارے خلاف دلیل تم سے ہی مہیا کرتا ہوں۔ کیا تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے، یہاں تک کہ وہ رونے لگیں، پھر ان سے فرمایا، تم نے مجھے یہ کہا ہے لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں مشقت اور تنگی والی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات جیسی زندگی گزاروں گا تا کہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی ان دونوں حضرات جیسی زندگی مل سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زہد کے باب میں اس بارے میں بہت سی مختصر اور لمبی روایتیں گزر چکی ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۳۷۵)

﴿۱۵۵﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا منظر

پھر اللہ نے دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ ملا دیا، جب ابولولو نے خنجر مارا اور آپ گرے، آنتیں کٹ گئیں اور خون بہنے لگا، غذا کھلائی تو آنتوں سے باہر نکل گئی، پتہ چل گیا کہ اب میں نہیں بچتا تو اپنے بیٹے کو بلایا، اے عبداللہ جاؤ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر اجازت لو، امیر المؤمنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن ہونا چاہتا ہے۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ یہاں حاضر ہوئے، دروازے پر دستک دی، کہا عبداللہ حاضر ہے، امیر المؤمنین یہ اجازت چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن کئے جائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمانے لگیں، اے اللہ! یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی، عمر رضی اللہ عنہ کو لایا جائے۔ واپس جا کر اپنے ابا جان سے فرمایا: خوشخبری ہو آپ کو اجازت مل گئی۔

فرمایا: بیٹا! نہیں نہیں ہو سکتا ہے کہ میری شرم میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے ہو، جب میں مر جاؤں میرے جنازے کو دروازے پر رکھنا پھر دوبارہ اجازت مانگنا، اگر اجازت دے دیں تو دفن کر دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا جب موت کا وقت قریب آیا تو بیٹے نے سر کو گود میں رکھا ہوا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بیٹا میرا سر زمین پر رکھ دو۔ حضرت عبداللہ کو سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہا بیٹا! میرا سر زمین پر رکھ، اب مجھے یاد نہیں کہ کیا لفظ فرمایا: ''تربت یداك'' یا یوں فرمایا: ''ثکلتك امك'' تیری ماں تجھے روئے، تیرے ہاتھ ٹوٹیں، مجھے زمین پر ڈال، میں اپنے چہرے کو خاک آلود کرنا چاہتا ہوں تا کہ میرے مولیٰ کو میرے اوپر رحم آ جائے۔

یہ وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ انتقال ہوا، نماز جنازہ پڑھی گئی، جنازہ اُٹھا، حجرۂ مبارک کے سامنے جنازہ رکھا گیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ام المؤمنین! امیر المؤمنین دروازے پر آ چکے ہیں اور اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مرحبا امیر المؤمنین مرحبا امیر المؤمنین بے شک امیر المؤمنین کو اندر آنے کی اجازت ہے، امیر المؤمنین کو اندر آنے کی اجازت ہے۔

میرے بھائیو! اللہ نے دکھا دیا کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلتا ہے، میں اُسے کیسے ساتھ ملاتا ہوں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اوڑھنی سر پر رکھی اور باہر نکل گئیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں دفن کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں قیامت کے دن اُٹھوں گا اور میرے دائیں طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور بائیں طرف عمر ہوں گے اور بلال رضی اللہ عنہ میرے آگے آگے اذان دیتے ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب ابولولو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نیزے کے دو وار کیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ شاید اُن سے لوگوں کے حقوق میں کوئی ایسی کوتاہی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُن سے بہت محبت تھی، وہ اپنے قریب ان کو رکھتے تھے اور ان کی بات سنا کرتے تھے اور ان سے فرمایا، میں یہ چاہتا ہوں کہ تم یہ پتہ کرو کہ کیا میرا یہ قتل لوگوں کے مشورے سے ہوا ہے؟ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے۔ وہ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے وہ روتے نظر آتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آ کر عرض کیا، یا امیر المؤمنین! میں جس جماعت کے پاس سے گزرا میں نے اُن کو روتے ہوئے پایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آج اُن کا پہلا بچہ گم ہو گیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ کے مجوسی غلام ابولولو نے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ان کا قاتل مسلمان نہیں بلکہ مجوسی ہے) تو میں نے ان کے چہرے میں خوشی کے آثار دیکھے اور وہ کہنے لگے تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرا قاتل ایسے آدمی کو نہیں بنایا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر مجھ سے حجت بازی کر سکے۔ غور سے سنو! میں نے تم کو کسی عجمی کافر غلام کو ہمارے یہاں لانے سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔

پھر فرمایا، میرے بھائیوں کو بلالاؤ۔ لوگوں نے پوچھا، وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجا پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا۔ جب وہ حضرات آگئے تو میں نے کہا، یہ سب آگئے ہیں۔ تو فرمایا، اچھا! میں نے مسلمانوں کے معاملہ میں غور کیا، میں نے آپ چھ حضرات کو مسلمانوں کا سردار اور قائد پایا ہے اور یہ امر خلافت صرف تم میں ہی ہوگا۔ جب تک تم سیدھے رہو گے اس وقت تک لوگوں کی بات بھی ٹھیک رہے گی۔ اگر مسلمانوں میں اختلاف ہوا تو پہلے تم میں ہوگا۔ جب میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپس کے اختلافات کا ذکر کیا ہے تو میں نے سوچا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی چیز کہی ہو اور میں نے اسے نہ دیکھا ہو۔ پھر ان کے زخموں سے بہت سا خون نکلا جس سے وہ کمزور ہو گئے۔ وہ چھ حضرات آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ لوگ ابھی اپنے میں کسی ایک سے بیعت ہو جائیں گے، اس پر میں نے کہا ابھی امیر المؤمنین زندہ ہیں اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں (ابھی کسی کو خلیفہ نہ بناؤ) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مجھے اٹھاؤ۔ چنانچہ ہم نے ان کو اٹھایا پھر انہوں نے فرمایا، تم لوگ تین دن مشورہ کرو اور اس عرصہ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں۔ ان حضرات نے پوچھا، ہم کن سے مشورہ کریں۔ انہوں نے فرمایا، مہاجرین اور انصار سے اور یہاں جتنے لشکر ہیں ان کے سرداروں سے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ منگایا اور اسے پیا تو دونوں زخموں میں سے دودھ کی سفیدی باہر آنے لگی جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ موت آنے والی ہے۔ پھر فرمایا، اب اگر میرے پاس ساری دنیا ہو تو میں اسے موت کے بعد آنے والی ہولناک منظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں۔ لیکن مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے کہ میں خیر ہی دیکھوں گا۔ حضرت ابن عباس[نے کہا، آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بہترین بدلہ اللہ آپ کو عطا فرمائے، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس زمانے میں مسلمان مکہ میں خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی کہ آپ کو ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ دین کو اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلام عزت کا ذریعہ بنا اور آپ کے ذریعہ سے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کھلم کھلا سامنے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی ہجرت فتح کا ذریعہ بنی۔ پھر جتنے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے قتال فرمایا آپ کسی سے غیر حاضر نہ ہوئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول کی خوب زور دار مدد کی اور ماننے والوں کو لے کر آپ نے نہ ماننے والوں کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ لوگ طوعاً وکرہاً اسلام میں داخل ہو گئے (بہت سے لوگ خوشی سے داخل ہوئے، کچھ ماحول اور حالات سے مجبور ہو کر داخل ہوئے) پھر ان کا خلیفہ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو اچھے طریقے سے انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے بہت سے نئے شہر آباد کرائے (جیسے کوفہ اور بصرہ) اور (مسلمانوں کے لئے روم فارس کے) سارے اموال جمع کر دیئے اور آپ کے ذریعہ دشمن کا قلع قمع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر گھر میں آپ کے ذریعہ دین کو بھی ترقی عطا فرمائی اور رزق میں بھی وسعت عطا فرمائی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتمہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا، یہ مرتبہ شہادت آپ کو مبارک ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! تم (ایسی باتیں کر کے) جسے دھوکہ دے رہے ہو اگر وہ ان باتوں کو اپنے لئے مان جائے گا تو وہ واقعی دھوکہ کھانے والا انسان ہے، پھر فرمایا: اے عبداللہ! کیا تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی میرے حق میں ان تمام باتوں کی گواہی دے سکتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں۔ تو فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ میری گواہی دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تیار ہو گئے ہیں، پھر فرمایا)، اے عبداللہ

بن عمر! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو۔ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اُٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا۔ تو فرمایا نہیں! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ڈاڑھی اور رخسار کو اُٹھا کر زمین پر رکھ دیا۔ اور فرمایا: او عمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی ہلاکت ہے اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے، اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو حکم دے گئے ہیں کہ آپ لوگ مہاجرین اور انصار سے اور جتنے لشکر یہاں موجود ہیں اُن کے امراء سے مشورہ کریں۔ اگر آپ لوگ یہ کام نہیں کرو گے تو میں آپ لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا۔ جب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے انتقال کے وقت کے عمل کا اور ان کے اپنے رب سے ڈرنے کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا، مومن ایسے ہی کیا کرتا ہے کہ عمل بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اللہ سے بھی ڈرتا ہے اور منافق عمل بھی برے کرتا ہے اور اپنے بارے میں دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ کی قسم! گزشتہ زمانے میں اور موجودہ زمانے میں میں نے یہی پایا کہ جو بندہ اچھے عمل میں ترقی کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرنے میں بھی ترقی کرتا ہے اور جو برے عمل میں ترقی کرتا ہے اس کا اپنے بارے میں دھوکہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر[نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، دیکھو! مجھ پر کتنا قرض ہے، اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے کہا، چھیاسی ہزار (86000) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر عمر رضی اللہ عنہ کا خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لے کر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اُتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ (حجرۂ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنا اور اس کے ساتھ امیر المؤمنین نہ کہنا، کیونکہ میں آج امیر المؤمنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں۔ سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لیے نیت کی ہوئی تھی، لیکن میں آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی (یعنی ان کو اجازت ہے)۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اس وقت) میرے نزدیک اس کام سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تم میرے جنازے کو اُٹھا کر (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے سامنے) لے جانا۔ پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمر بن خطاب (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے کو اُٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں نکل گئیں اور) اور ایسا لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمر بن خطاب (اندر دفن ہونے کی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف عطا فرما دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا، آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں (ان چھ آدمیوں کی) اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حقدار نہیں پاتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنا لیں وہی میرے

بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی خلافت سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہو ئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کردو۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا اختیار علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ فیصلہ میرے حوالہ کردو اور میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم میں سے سب سے افضل آدمی کی مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا، ہم دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنادوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تنہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا، جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا، اے عثمان رضی اللہ عنہ! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں، چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور باقی لوگوں نے بیعت کی۔

حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے کہا، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ چنانچہ یہ حضرات آگئے۔ ان حضرات میں سے صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گفتگو فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے علی رضی اللہ عنہ! یہ حضرات آپ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کو ان کے داماد ہونے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم اور فقہ عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں، لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنادیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنوفلاں (یعنی بنوہاشم) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اے عثمان رضی اللہ عنہ! یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اور آپ کی عمر زیادہ ہے اور آپ بڑی شرافت والے ہیں، لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنادیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنوفلاں (یعنی اپنے رشتہ داروں) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر فرمایا، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ (وہ آئے تو) ان سے فرمایا، تم لوگوں کو تین دن نماز پڑھا۔ یہ (چھ) حضرات ایک گھر میں جمع رہیں، اگر یہ حضرات کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دینا۔

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرات شوریٰ سے فرمایا۔ آپ لوگ اپنے امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں (اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات) اگر دو اور دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو پھر دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ یعنی چار کی رائے کو اختیار کر لینا۔ حضرت اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر رائے کے اختلاف کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو جائیں تو جدھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں اُدھر کی رائے اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ! تم اپنی قوم انصار کے پچاس آدمی لے کر ان حضرات شوریٰ کے ساتھ رہنا میرا خیال یہ ہے کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کے گھر

جمع ہوں گے تم ان کے دروازے پر اپنے ساتھی لے کر کھڑے رہنا اور کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ان کو تین دن تک چھوڑنا یہاں تک کہ یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیں۔ اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہے۔ (الفاظ ذاتی ہیں، مضمون دیکھئے حیاۃ الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۴۷ سے ۵۱)

﴿۱۵۶﴾ حل مشکلات کا نبوی نسخہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مشکل میں یہ دعا فرماتے:

﴿اَللّٰھُمَّ لَا سَھْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَہٗ سَھْلًا وَّ اَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ اِذَا شِئْتَ سَھْلًا﴾

ترجمہ: ''اے اللہ! کچھ آسان نہیں مگر جسے آپ آسان بنا دیں، آپ غم کو جب چاہیں آسان بنا دیں۔''

(ابن حبان، جلد ۳، صفحہ ۹۷۴، ابن سنی، ۳۶۱، بہ سند صحیح)

﴿۱۵۷﴾ ہر رنج وغم دور کرنے کا نبوی نسخہ

﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ﴾

ترجمہ: ''نہ کوئی قوت ہے، نہ طاقت ہے، سوائے اللہ کے۔ نہ کوئی جائے پناہ ہے اللہ سے مگر اسی کی طرف۔''

(ابونعیم، جلد ۳، صفحہ ۵۶۰، ابن ابی شیبہ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۲۹)

﴿۱۵۸﴾ فقر دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کو اس بات سے کون سی چیز روکتی ہے کہ جب تنگی معیشت ہو تو جب گھر سے نکلو تو پڑھو:

﴿بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ مَالِیْ وَ دِیْنِیْ اَللّٰھُمَّ رَضِّنِیْ بِقَضَآئِكَ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْمَا قُدِّرَ لِیْ حَتّٰی لَا اُحِبَّ تَعْجِیْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَا تَاْخِیْرَ مَا عَجَّلْتَ﴾

ترجمہ: ''اللہ کا نام اپنی جان، مال و دین پر، اے اللہ! اپنے فیصلہ سے مجھے راضی فرما دے اور جو مقدر فرمائیں اس میں برکت عطا فرما تا کہ جسے آپ تاخیر سے دیں اس میں جلدی اور جسے آپ جلدی نوازیں اس میں تاخیر میں نہ چاہوں۔''

(نزل الابرار، صفحہ ۲۶۴، ابن سنی، صفحہ ۳۵۰)

﴿۱۵۹﴾ امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں عجیب دعا سکھائی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر تھا، ایک لاکھ درہم۔ ایک ماہ وظیفہ آنے میں دیر ہو گئی اور بڑی تنگی آئی تو خیال آیا کہ خط لکھ کر یاد دلاؤں قلم اور دوات منگوایا پھر یکدم چھوڑ دیا۔ قلم کاغذ سرہانے رکھ کر سو گئے، خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا، حسن! میرے بیٹے ہو کر مخلوق سے مانگتے ہو؟ کہا: تنگی آ گئی ہے۔ تو فرمایا: تو میرے اللہ سے کیوں نہیں مانگتا؟ کہا: کیا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مندرجہ ذیل دعا سکھائی:

﴿اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَآءَكَ، وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَآ اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْہُ اَمَلِیْ، وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّآ اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

ترجمہ: "اے اللہ! ہمارے دل کو اپنی اُمیدوں سے وابستہ فرما، اور اپنے علاوہ سے ہماری اُمیدیں ختم فرما، یہاں تک کہ تیرے علاوہ کسی سے اُمید نہ ہو۔ اے اللہ! میری قوت کمزور ہوگئی، اُمید ختم ہوگئی اور میری رغبت تیری طرف ختم نہیں ہوئی، نہ میرا سوال تجھ تک پہنچ سکا اور میری زبان پر وہ یقین نہ جاری ہوسکا جو تو نے اولین وآخرین کو دیا اے رب العالمین مجھے بھی اس کے ساتھ خاص کردے۔"

کیا زبردست دُعا ہے، بیٹا یہ دُعا مانگ۔ چند دن کے بعد ایک لاکھ کے بجائے پندرہ لاکھ کو پہنچ گیا۔

(الارج، ابن ابی الدنیا: ۳۔۔۔۔۔۸۶، الدعاء المسنون، صفحہ ۵۲۰)

﴿۱۶۰﴾ نعت

نبی اکرم شفیع اعظم، دُکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دُنیا کے ہم ستائے، کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو

شکستہ کشتی ہے تیز دھارا، نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں ہے کوئی نا خدا ہمارا، خبر تو عالی مقام لے لو

قدم قدم پہ ہے خوف رہزن، زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن، تم محبت سے کام لے لو

عجیب مشکل میں کارواں ہے، نہ کوئی جادہ ہے نہ پاسباں ہے
بشکل رہبر چھپے ہیں رہزن، اُٹھو ذرا انتقام لے لو

کبھی تقاضا وفا کا ہم سے، کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دُنیا خفا ہے ہم سے، خبر تو خیر الانام لے لو

یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں، نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو

یہ دل میں ارماں ہے اپنے یونس مزار اقدس پہ جاکے ایک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا، کہوں میں ان سے سلام لے لو

نبی اکرم شفیع اعظم، دُکھے دلوں کا سلام لے لو
تمام دُنیا کے ہم ستائے، کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو

(قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

﴿۱۶۱﴾ یار ہے یارب تو میرا

یار ہے یارب تو میرا اور میں تیرا یار ہوں
مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں

ہر دم ذکر و فکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے نہ مجھ کو کسی کا تیرا مگر ہوش یار رہے

اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

دونوں جہاں میں جو کچھ ہے سب ہے تیرے زیر نگیں
جن و انس و حور و ملائک عرش و کرسی چرخ و زمیں

کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور مبیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

یاد میں تیری سب کو بھلادوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے

سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے تیرے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

تیرا گدا بن کر میں کسی کا دست نگر اے شاہ نہ ہوں / بندۂ مال و زر نہ بنوں طالب عز و جاہ نہ ہوں
راہ پہ تیری پڑ کے قیامت تک میں کبھی بے راہ نہ ہوں / چین نہ لوں میں جب تک رازِ وحدت سے آگاہ نہ ہوں
اب تو رہے تادم آخر وردِ زباں اے میرے اللہ / لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہُ، لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہُ
یار رہے یا رب تو میرا اور میں تیرا یار رہوں / مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت خلق سے میں بیزار رہوں

﴿۱۶۲﴾ اللہ نے کان دو دیئے ہیں (یعنی زیادہ سنو) زبان ایک دی ہے (یعنی ڈھنگ کا بولو اور کم بولو)

سخت بات سے اصلاح نہیں ہوتی:

نرم اور میٹھی بات کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے بغیر ہڈی کے زبان بنائی ہے، جس طرح زبان میں ہڈی نہیں ہوتی اسی طرح تمہاری بات میں بھی ہڈی نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ سخت بات سے عام طور پر اصلاح نہیں ہوتی۔

﴿۱۶۳﴾ اللہ تک پہنچنے کے لئے بے شمار راستے ہیں

جب بندہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ بھی اسے قرب عطا فرماتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

﴿مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا﴾

ترجمہ: ''جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔'' جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

دیکھیے! کس قدر پیار ہے اللہ کو اپنے بندوں سے لیکن اپنی طرف سے طلب تو ہو، وہ تو اس قدر مہربان ہے کہ ہماری طرف سے طلب میں ضرور دستگیری فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ (پارہ۲۱، سورۃ العنکبوت، آیت ۶۹)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقت برداشت کرتے ہیں، ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھلاتے ہیں۔''

یعنی جو لوگ راہِ خدا میں جدوجہد کرتے ہیں، ان کے لئے راستے کھول دیئے جاتے ہیں۔ بزرگوں کا قول ہے: طرق الوصول الی اللّٰہ بعدد انفس الخلائق۔

معلوم ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے بے شمار راستے ہیں، ضروری نہیں کہ ہر ایک کے لئے ایک ہی طریقہ ہو، بلکہ حالات وصلاحیت کے لحاظ سے الگ الگ ہو سکتا ہے، عالم کے لیے الگ، اللہ کے علم والے کے لئے الگ اور کم فرصت والے کے لئے الگ الگ طریقے ہوں گے۔ تاہم شرط ایک ہے، طلب ہو، اس کی فکر اور لگن ہو۔

﴿۱۶۴﴾ طلب مجنوں کی طرح

در راہ لیلیٰ خطرہ است بجاں / شرط اول آنکہ تو مجنوں باشی

ترجمہ: ''لیلیٰ کی راہ میں جان کو خطرہ ہے، شرط یہ ہے کہ تو مجنوں بن جائے۔''

لہٰذا پہلے ہمیں اللہ کی راہ کا مجنوں بننا پڑے گا، اور جس کے پاس اللہ کی محبت ہے، اس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا پڑے گا۔ علماء، صلحاء اور بزرگوں کے پاس، ان کی مجلسوں میں آنا جانا ہو گا، پھر ان شاء اللہ تم کو بھی وہ محبت کی آگ لگ جائے گی، اس کے بعد تو دِل کی دُنیا بدل جائے گی۔

جو خاصیت آگ کی ہے وہ خاصیت عشق کی ہے ایک خانہ بہ خانہ ہے ایک سینہ بہ سینہ ہے

دُنیا کی آگ سے جو قریب ہوتا ہے وہ آگ اس کو جلا دیتی ہے، اس طرح جن اللہ والوں کے دلوں میں عشق کی آگ ہے وہ ان سے قریب ہوتا ہے۔

﴿۱۶۵﴾ اصلی اور نقلی مجنوں

ایک دفعہ مجنوں ایک جگہ پر بیٹھا لیلیٰ لیلیٰ کر رہا تھا، لیلیٰ نے اپنے خادم کو دودھ دے کر بھیجا کہ مجنوں کو پہنچا آؤ۔ ایک شخص نے دیکھا کہ مجنوں کے لئے دودھ جا رہا ہے، راستہ میں بناوٹی مجنوں بن کر بیٹھ گیا، خادم نے مجنوں سمجھ کر اس کو ہی دودھ دے دیا، اس نے پی لیا۔ خادم جب واپس پہنچا تو لیلیٰ نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا، مجنوں کو دے دیا اور اس نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بھیجا، پھر وہی بناوٹی مجنوں پی گیا۔ تیسرے دن بھی وہی پی گیا۔ لیلیٰ نے سوچا کہ امتحان لینا چاہئے۔ چنانچہ خادم کو چھری اور گلاس دے کر بھیجا اور کہا کہ جاؤ، مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ بیمار ہے اور حکیم نے کہا ہے کہ مجنوں کا خون پئے گی تو صحت یاب ہوگی، لہٰذا لیلیٰ کو تیرے خون کی ضرورت ہے۔ اب خادم نے اس سے جا کر کہا، اس نے کہا کہ بھائی! میں تو دودھ پینے والا مجنوں ہوں، خون دینے والا مجنوں نہیں۔ وہ تو جنگل میں بیٹھا ہے۔ چنانچہ خادم اصلی مجنوں کے پاس پہنچا تو اس نے فوراً اپنے بدن پر چاقو چلایا، لیکن خون نہیں نکلا کیونکہ لیلیٰ کے عشق میں اس کے بدن کا سارا خون ختم ہو گیا تھا۔

عشق مولیٰ کے کم از عشق لیلیٰ بود گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

اندازہ لگائیے کہ لیلیٰ کے عشق میں مجنوں کتنا بے قرار ہوا کہ اس کے بدن کا سارا خون ختم ہو گیا، یہ دُنیا کی محبت کا حال ہے، اصل اللہ کی محبت حاصل کرنی چاہئے۔

﴿۱۶۶﴾ محبت الٰہی کے ساتھ محبت نبوی

اللہ کی محبت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی محبت بھی پیدا کرنی ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتا، جب تک کہ اس کے والد، اولاد اور سارے لوگوں کے مقابلہ میں میں سب سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔'' (مسلم شریف: ۴۹)

یعنی جب ہر ایک کے مقابلہ میں سب سے زیادہ مجھ سے محبت ہوگی تو ہی اتباع و اطاعت ہو سکے گی، جس کو اطاعت کی توفیق مل جائے، نماز و روزہ کی توفیق ہو جائے تو فخر نہیں کرنا چاہئے، اور جو نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہیں ہے، اس کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ پیار و محبت سے سمجھانا چاہئے تاکہ اطاعت والی زندگی میں رنگ آ جائے۔

﴿۱۶۷﴾ عرش جب میدانِ محشر میں اُترے گا سارے فرشتے عجیب تسبیح پڑھیں گے، وہ تسبیح مندرجہ ذیل ہے

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر ایک لمبی حدیث لکھی ہے جس میں صور وغیرہ کا مفصل بیان ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ مسند وغیرہ میں یہ حدیث ہے، اس میں ہے کہ جب لوگ گھبرا اُٹھیں گے تو انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ایک ایک پیغمبر کے پاس جائیں گے اور وہاں سے صاف جواب پائیں گے، یہاں تک کہ ہمارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس پہنچیں گے۔ آپ ﷺ جواب دیں گے کہ میں تیار ہوں، میں ہی اس کا اہل ہوں۔ پھر آپ ﷺ جائیں گے اور عرش تلے سجدے میں گر پڑیں گے اور اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گے کہ وہ بندوں کا فیصلہ کرنے کے لئے تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ

آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا اور بادلوں کے سائبان میں آئے گا۔ آسمانِ دُنیا ٹوٹ جائے گا اور اس کے تمام فرشتے آ جائیں گے۔ پھر دوسرا بھی پھٹ جائے گا اور اس کے فرشتے بھی آ جائیں گے۔ اسی طرح ساتوں آسمان شق ہو جائیں گے اور ان کے فرشتے آ جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا عرش اُترے گا اور بزرگ تر فرشتے نازل ہوں گے اور خود وہ جبار خدا تشریف لائے گا، فرشتے سب کے سب تسبیح خوانی میں مشغول ہوں گے۔ ان کی تسبیح اس وقت یہ ہوگی:

﴿سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، سُبْحَانَ الَّذِیْ یُمِیْتُ الْخَلَائِقَ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ قُدُّوْسٌ، سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰی، سُبْحَانَ ذِی السُّلْطَانِ وَالْعَظَمَةِ، سُبْحَانَهٗ سُبْحَانَهٗ اَبَدًا اَبَدًا﴾ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا، صفحہ ۲۸۸)

﴿۱۶۸﴾ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے اپنے خطبے میں فرمایا، لوگو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے اللہ کی امانت سے انہیں لیا ہے اور اللہ کے کلمہ سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے۔ عورتوں پر تمہارا یہ حق ہے کہ وہ تمہارے فرش پر کسی ایسے کو نہ آنے دیں جس سے تم ناراض ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو انہیں مارو لیکن ایسی مار نہ ہو کہ ظاہر ہو۔ ان کا تم پر یہ حق ہے کہ انہیں اپنی بساط کے مطابق کھلاؤ پلاؤ، پہناؤ اور اڑھاؤ۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہماری عورتوں کے ہم پر کیا حق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اسے گالیاں نہ دو، اس سے روٹھ کر اور کہیں نہ بھیجو، ہاں گھر ہی میں رکھو۔ اسی آیت کو پڑھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لئے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ا، صفحہ ۳۱۳)

﴿۱۶۹﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت روئے

ابن مردویہ میں ہے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ کے اور ان کے درمیان پردہ تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، عبید! تم کیوں نہیں آیا کرتے؟ حضرت عبید نے جواب دیا، اماں جان! صرف اس لئے کہ کسی شاعر کا قول ہے: زُرْغِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا یعنی کم آؤ تا کہ محبت بڑھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اب ان باتوں کو چھوڑ دو۔ مائی صاحبہ! ہم یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب بات جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھی ہو وہ ہمیں بتاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رو دیں اور فرمانے لگیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کام عجیب تر تھے۔ اچھا ایک واقعہ سنو، ایک رات میری باری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے ساتھ سوئے پھر مجھ سے فرمانے لگے، عائشہ! میں اپنے رب تعالیٰ کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں، مجھے جانے دو۔ میں نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ اللہ عزوجل کی عبادت بھی کریں۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، پھر جو رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی، پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہو گئی، پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر نماز کے لئے بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا کہ اے خدا تعالیٰ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے

گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بلال! میں کیوں نہ روؤں، مجھ پر آج کی رات یہ آیت اتری ہے: ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ ...... الخ﴾ یعنی سورۂ آل عمران کا آخری رکوع ویل یعنی ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اسے پڑھے اور پھر اس میں غور و تدبر نہ کرے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۴۹۵)

﴿۱۷۰﴾ مہمان کو کھلایئے، اللہ کے مقرب بن جاؤ گے

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کے ساتھ کھائیں۔ ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے لیکن کوئی نہ ملا۔ واپس آئے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔ پوچھا! اے اللہ کے بندے تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا: اس مکان کے حقیقی مالک نے۔ پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسے بشارت سنا دوں کہ خدا نے اُسے اپنا خلیل کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا، پھر تو مجھے ضرور بتایئے کہ وہ بزرگ کون ہیں، خدا کی قسم وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں ہوں، میں ضرور جا کر اُن سے ملاقات کروں گا، پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گزاروں گا۔ یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہا، وہ شخص خود آپ ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا، کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا، ہاں! آپ ہی ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا آپ مجھے یہ بھی بتائیں گے کہ کس بنا پر، کن اُمور پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا، اس لئے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور کسی سے خود کچھ طلب نہیں کرتے۔ روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم کو خلیل خدا کے ممتاز اور مبارک لقب سے خدا نے ملقب کیا تب سے ان کے دل میں اس قدر خوف خدا اور ہیبت رب سما گئی کہ ان کے دل کا اُچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرندکی پرواز کی آواز۔ صحیح حدیث میں جناب رسول آخر الزماں ﷺ کی نسبت بھی وارد ہے کہ جس وقت خوف خدا آپ پر غالب آ جاتا تھا تو آپ کے رونے کی آواز جسے آپ ضبط کرتے جاتے تھے اس طرح دور و نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی کہ جیسے کسی ہنڈیا کی کھدبد کی آواز ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۱، صفحہ ۶۴۳)

﴿۱۷۱﴾ توبہ کی پختگی کے لیے اللہ کے راستے میں نکلنا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے

بخاری شریف کی روایت ہے کہ ننانوے (99) قتل کرنے والے نے سوچا کہ توبہ کر لوں، کسی اَن پڑھ سے پوچھا کہ توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا، آپ کی کوئی توبہ نہیں۔ اس نے کہا، پھر سو قتل پورے کر دوں؟ تو اس کو بھی ختم کر دیا تو سو ہو گئے۔

پھر کسی عالم سے پوچھا کہ میری توبہ ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں! توبہ تو ہے لیکن یہ جگہ چھوڑ دو۔ اس نے کہا، بخشش ہو جائے گی، تو میں تیار ہوں۔ چل پڑے، راستے میں موت آ گئی اور سفر ابھی تھوڑا ہی طے ہوا تھا۔ اب تو مصیبت یہ ہے کہ نیک لوگوں کی بستی کہاں ہے۔ تو اس عالم نے کہا، بیٹا! بستی چھوڑ دو۔ اس نے کہا، بخشش ہو جائے گی، تو میں تیار ہوں۔ چل پڑے، راستے میں موت آ گئی اور سفر ابھی تھوڑا ہی طے ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لئے نمونہ بنایا تھا، دو فرشتے آ گئے جنت کے بھی اور دوزخ کے بھی۔ دوزخ والا کہتا ہے یہ ہمارا ہے، اور جنت والا کہتا ہے، یہ ہمارا ہے۔ جنت والے کہتے ہیں توبہ کر لی ہے۔ دوزخ والے کہتے ہیں، توبہ پوری ہی نہیں ہوئی، وہاں جا کے پوری ہوتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیسرا فرشتہ بھیجا، اس نے کہا، اس کے سفر کی مسافت کو ناپورا کرو، اگر یہ یہاں سے گھر کے قریب ہے تو دوزخی، اگر نیک لوگوں کی بستی کے قریب ہے تو جنتی۔ جب فاصلہ ناپنے لگے تو نیک لوگوں کی بستی کا فاصلہ زیادہ تھا اور اپنی بستی کا فاصلہ تھوڑا تھا، اللہ تعالیٰ نے گھر کی طرف والی زمین سے کہا، پھیل جاؤ اور بستی والی زمین سے کہا سکڑ جاؤ، تو وہ پھیل گئی اور یہ سکڑتی چلی گئی۔ یہاں چاروں طرف گندہی گند ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہمیں ایک ماحول دیا ہے، دس بارہ آدمی ایک ایمانی فضا بنا کر چل رہے ہوتے ہیں اس کے اندر جو چلا جاتا ہے تو ایک ایسی فضاء میں آ جاتا ہے ان کے اعمال اگرچہ کمزور ہوتے ہیں، اس کے اندر آہستہ آہستہ اس

کے دل و دماغ میں توبہ کی طاقت پیدا کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے چلتا پھرتا ماحول ہمیں عطا فرما دیا ہے۔

نوٹ: الفاظ ذاتی ہیں، یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔

(۱۷۲) آپ ﷺ نے قبرستان میں عجیب بیان کیا

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، اور قبر تک پہنچے تو آنحضرت ﷺ وہاں بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے اطراف بیٹھے تھے اور ایسے خاموش گویا پرندے ہمارے سروں پر بیٹھ گئے ہیں (ہمیں خاموش و بے حرکت دیکھ کر) آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، زمین پر اس سے ایک شغل کے طور پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اُٹھایا اور فرمانے لگے، عذابِ قبر سے خدا کی پناہ مانگو، دو یا تین دفعہ فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ مؤمن جب دُنیا سے اُٹھنے لگتا ہے اور آخرت کا رُخ کرتا ہے تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے اُترتے ہیں، جنت کا کفن لیے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوئیں ساتھ لاتے ہیں۔ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں: "اے مطمئن روح! مغفرتِ خداوندی کی طرف چل۔" یہ سنتے ہی روح نکل پڑتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کے قطرے نکلنے لگتے ہیں، روح نکلتے ہی چشم زدن میں وہ اس کو جنتی کفن پہنا دیتے ہیں اور جنتی خوشبو میں اُس کو بساتے ہیں، وہ مشک کی ایسی بہتر خوشبو ہوتی ہے کہ دُنیا میں جو بہترین ہو سکتی ہے اس کو لے کر آسمان پر چڑھنے لگتے ہیں۔ جہاں کہیں سے گزرتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاک روح لے جا رہے ہو؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھول دیا جاتا ہے ان کے ساتھ دوسرے تمام فرشتے بھی آسمان دوم تک ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح آسمان بہ آسمان ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو علیین کے دفتر میں لکھ لو اور زمین کی طرف واپس کر دو۔ کیونکہ میں نے اس کو مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔ اسی کے اندر اس کو واپس کرتا ہوں اور پھر دوبارہ اُسی کے اندر سے اس کو اُٹھاؤں گا۔

اب اس کی روح واپس کی جاتی ہے، یہاں دو فرشتے آتے ہیں، اس کے پاس بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کون سا ہے؟ وہ کہتا ہے، اسلام میرا دین ہے۔ پھر پوچھتے ہیں، وہ کون شخص ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ خدا کے رسول تھے۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تمہارا ذریعہ علم کیا تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی، اس پر ایمان لایا تھا۔ اب آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لیے جنت کا فرش لاؤ، جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو تا کہ جنت کی ہوا اور خوشبو اُس کو پہنچتی رہے۔ اس کی قبر تا حد نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔ ایک خوبصورت شخص اچھے لباس میں خوشبو میں بسا ہوا اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہو جاؤ کہ تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا آج پورا کیا جاتا ہے۔ وہ پوچھے گا، تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا، میں تمہارا عمل صالح ہوں۔ تو متوفی کہے گا، اے خدا! اسی وقت قیامت قائم کر دے، میں اپنے اہل اور مال سے ملوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کافر جب دُنیا سے منہ موڑنے لگتا ہے تو سیاہ رنگ کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے آ پہنچتے ہیں اور تا حد نظر ہوتے ہیں۔ اب ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث روح! نکل اور خدا کی ناراضی اور غضب کی طرف جا تو وہ جسم کے اندر گھسنے لگتی ہے۔ فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کہ لوہے کی سیخ بھیگے ہوئے بالوں کے اندر سے نکالی جاتی ہے۔ وہ اس کو لیتے ہی طرفۃ العین میں ٹاٹ کے اندر لپیٹ لیتے ہیں، اس کے اندر سے سڑے ہوئے مردار کی طرح بدبو نکلتی ہے، اس کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں، یہ کس کی خبیث روح ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ اور جب آسمان پر پہنچ کر

کہتے ہیں کہ دروازہ کھولو! تو نہیں کھولا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے لَا تُفَتَّحُ والی آیت پڑھی۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس کو زمین کے طبقہ سجین میں لے جاؤ۔ چنانچہ اس کی روح وہاں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "جو اللہ کا شرک کرتا ہے گویا آسمان سے گر پڑا اور پرندے اس کا گوشت نوچ رہے ہوں یا ہوائیں دور دراز اس کو لیے اُڑ رہی ہوں۔" اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے، دو فرشتے آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے، افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں، تیرا دین کون سا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے، ہائے! میں واقف نہیں۔ اب دریافت کرتے ہیں کہ تیری طرف کون بھیجا گیا؟ وہ کہتا ہے، حیف مجھے علم نہیں۔ اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹ کہتا ہے، اس کے لیے دوزخ کا فرش لاؤ اور دوزخ کا دروازہ اس پر کھول دو تا کہ اس کو دوزخ کی حرارت اور بادِ گرم پہنچتی رہے۔ اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور اتنا دباتی ہے کہ ہڈی پسلی مل جائے۔ ایک قبیح چہرے والا میلے کچیلے کپڑے پہنے بدبودار اُس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے تجھے اپنی بدبختیوں کی بشارت ہے یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ پوچھتا ہے، تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے، میں تیرا عمل بد ہوں، کافر کہنے لگتا ہے کہ خدا کرے قیامت قائم نہ ہو (تا کہ مجھے دوزخ میں نہ جانا پڑے)۔ براء عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ باہر نکلے، جنازے کے ساتھ تھے، (باقی بیان سابقہ بیان کی طرح ہے) حتیٰ کہ مومن کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان و زمین کے فرشتے اس کے لئے رحمت کی دُعا کرتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، سارے فرشتوں کی دُعا یہی ہوتی ہے کہ اس کی روح کو ہمارے سامنے سے لیتے جائیں۔ کافر کی روح پر ایک ایسا فرشتہ متعین ہوتا ہے جو اندھا، بہرا اور گونگا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو ریزہ ریزہ ہو جائے، پھر وہ جیسا تھا ویسا بحکم خدا بن جاتا ہے۔ پھر ایک اور مار پڑتی ہے، وہ چیخ اُٹھتا ہے کہ جن وانس کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔ اب دوزخ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور آگ بجھ جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۱۷۱)

﴿۱۷۳﴾ آسمان کے فرشتے ذراتِ زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں

کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سوئی کی نوک برابر بھی کوئی جگہ زمین میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ تسبیح خدا میں مصروف نہ ہو اور آسمان کے فرشتے ذراتِ زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں اور عرش کے حامل فرشتوں کے ٹخنے سے ساق تک کی مسافت ایک سو برس کی مسافت ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں سن رہے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں آسمان کا چرچرانا سن رہا ہوں اور وہ کیوں نہ دبے اور کیوں نہ چرچرائے آسمان میں بالشت بھر جگہ بھی تو ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام میں موجود نہ ہو۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۱۸)

﴿۱۷۴﴾ ایک آیت اُتری اور سارے جنات شہروں سے نکل پڑے

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝﴾ (سورۂ یونس، پارہ ۱۱، آیت: ۳)

ترجمہ: "بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں، ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو، کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا، کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دِنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا، جس کا بیان آگے آئے گا، پھر وہ عرش عظیم پر متمکن ہو گیا اور عرش سب مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے، وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے یا یہ کہ وہ بھی خدا کا ایک نور ہے، خدا سارے خلائق کا مدبر سر پرست اور کفیل ہے۔ اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرہ بھی بچا یا چھوٹا نہیں۔ ایک طرف کی توجہ اس کو دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی اس کے لیے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی۔ پہاڑوں، سمندروں، آبادیوں اور جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے اس کو نہیں روک سکتی، کوئی جاندار بھی دُنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو، ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے، ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر وخشک ایسا ہے جو اس کے لوحِ محفوظ یعنی کتاب علم میں نہ ہو، جس وقت یہ آیت اُتری:

﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...... الخ ﴾

مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا، معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا، تم کون ہو؟ تو کہا، ہم جن ہیں، اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۴۴۴)

﴿۱۷۵﴾ اللہ کی قدرت

﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (سورۂ یونس، آیت: ۱۰۱ تا ۱۰۳)

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو نشانیاں اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں، سو وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کریں۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ ساری کائنات میں ہماری جو نشانیاں جیسے آسمان، ستارے، سیارے، شمس و قمر، لیل و نہار پھیلی ہوئی ہیں ان پر نظرِ بصیرت ڈالو کہ رات میں دن کیسے داخل ہو جاتا ہے، اور دن میں رات کیسے داخل ہو جاتی ہے، کبھی دِن بڑا اور کبھی رات بڑی۔ آسمان کی بلندی اور پھیلاؤ، سیاروں سے اُس کی زیب و زینت آسمان سے پانی برسنا، زمین کا سوکھ جانے کے بعد پھر زندہ و سرسبز ہو جانا۔ درختوں میں پھل، پھول، کلیاں پیدا ہونا مختلف نباتات کا اگنا، مختلف نوع کے جانور، اُن کی شکلیں الگ الگ، ان کے رنگ، ان کے افادات سب الگ الگ، پہاڑ، چٹیل میدان، جنگل، باغ، آبادیاں اور ویرانے، سمندر کی تہہ کے عجائبات، موجیں، ان کے مد و جذر، اس کے باوجود سفر کرنے والوں کے لیے سمندر کا مسخر ہو جانا، جہازوں کا چلنا یہ سب خدائے قادر کی نشانیاں ہیں جس کے سوا کوئی دوسرا خدا ہے ہی نہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ ساری نشانیاں کافروں کے غور و فکر کا کچھ بھی سبب نہیں بنتیں۔ خدا کی دلیل ثابت ہو چکی ہے، ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں، یہ لوگ تو انہی عذاب کے دِنوں کا انتظار کر رہے ہیں جس سے سابقہ پہلے کی قوموں کو پڑا تھا۔ اے نبی! کہہ دو کہ وقت کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور جب ختم انتظار پر عذاب آ جائے گا تو پھر ہم اپنے رسولوں کو بچا لیں گے اور ان کی اُمت کو بھی۔ اور پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ مؤمنین کو

بچالے۔ جیسے کہ نیکو کاروں پر رحمت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب لوح محفوظ جو عرش پر ہے اس میں مکتوب ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، صفحہ ۲۷۶)

﴿۱۷۶﴾ محمد بن قاسم کا ایک گھر اُجڑ گیا اور لاکھوں کروڑوں انسان اسلام میں آ گئے

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ جن کے ذریعہ سے سندھ اور پنجاب مسلمان ہوا ان کی شادی کو چار مہینے ہوئے تھے، ان کے چچا حجاج ابن یوسف نے اپنی بیٹی نکاح میں دی تھی، چار مہینے بعد ان کو بھیجا تھا، سو دو سال تک وہ یہاں رہے ہیں۔ آج تک مسلمانوں کے نامہ اعمال ان کے نام پر جا رہے ہیں، ساڑھے دو سال بعد گرفتار دیئے، سلیمان کے ظلم کا شکار ہوئے، جیل میں شہید ہوئے، اپنے گھر کو صرف چار مہینے آباد دیکھ سکے، اور ہمیشہ کے لئے دُنیا چھوڑ گئے لیکن کروڑوں انسانوں کو ہدایت کا اجر و ثواب اپنے نامہ اعمال میں لکھوائے گئے اور ابھی تک لکھا جا رہا ہے۔ جب ان کو شہید کیا جانے لگا تو کہنے لگے: اَضَاعُوْنِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا انہوں نے مجھے ضائع کیا اور کیسے جوان کو ضائع کیا۔ جو اُن کی حدود کی حفاظت کرتا تھا اور مشکل وقت میں ان کے کام آتا تھا آج اس کو انہوں نے ضائع کر دیا۔

محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک گھر اُجڑ گیا اور لاکھوں کروڑوں انسان اسلام میں آ گئے۔ (اصلاحی واقعات، صفحہ ۲۷۶)

ایک اللہ والے نے ملک کافور احمد بن طولون کو نصیحت کی، تو اس کو غصہ آ گیا، ان کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کے بھوکے شیروں کے سامنے ڈال دیا اور اعلان کرا دیا کہ بادشاہ کے سامنے گستاخی کرنے والے کا انجام ایسا ہوتا ہے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو ایک بھوکا شیر آ کر اپنی زبان سے ان کے پاؤں اور ہاتھوں کو چاٹنے لگا جیسے جانور اپنے بچوں کو زبان سے چاٹتے ہیں۔

یہ جانور کی محبت اور پیار کا طریقہ ہے، وہ شیر اس اللہ والے کے پیر چاٹ رہا تھا تو اُن پر بھی لرزہ طاری ہو گیا کہ میں ابھی اس کے منہ میں جاؤں گا اس کے بعد ان کے ہاتھ اور پاؤں کھول کر باہر لایا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ جب شیر آپ کے پاؤں چاٹ رہا تھا تو آپ اپنے دل میں کیا سوچ رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں سوچ رہا تھا کہ میرے پاؤں پاک ہیں یا ناپاک ہیں۔ اللہ کی عظمت دل میں اتر جاتی ہے تو شیر کو بھی اللہ تعالیٰ بکری بنا دیتا ہے اور ہم انسان نما بکریوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے ہیں۔ (اصلاحی واقعات، صفحہ ۲۷۸)

﴿۱۷۷﴾ جو حد سے زیادہ خرچ کرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت: ۲۹، ۳۰)

حکم ہو رہا ہے کہ زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو، نہ بخیل بنو، نہ مسرف، ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو، یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو۔ یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ ان پر خدا کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ خدا کو بخیلی کی طرف منسوب کرتے ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کریم و وہاب پاک اور بہت دور ہے۔ پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھیل نہ کھیلو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو۔ پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو ملامتی بن جاؤ گے۔ ہر ایک کی انگلی اُٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہے ہر ایک دور ہو جائے گا کہ یہ شخص بے فیض آدمی ہے۔ جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے:

وَمَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّيَبْخَلُ بِمَالِهٖ ... عَلٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمِ

یعنی جو مالدار ہو کر بخیلی کرے لوگ اس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں۔ پس بخیلی کی وجہ سے انسان بُرا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے، ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گزرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا، ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے، جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے اور راستے میں اَڑ جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ ۱۹۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
تصحیح و اضافہ شدہ
حصہ ہفتم
بکھرے موتی
حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
انتخاب و ترتیب
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی
مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

فہرست (ہفتم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿۱﴾ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال انتقال کے بعد

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ ابھی جنازہ رکھا ہے، ایک صاحب نسبت نے مکاشفے میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمارہے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر سے فرش نکال کر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میں بچھادیا جائے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر میں نیا فرش جنت سے لاکر بچھادیا جائے۔ جس شخص نے اپنی پوری زندگی دین کے لئے قربان کی، زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ کے لاڈلے پیغمبر کے دین کے لئے قربان کیا اگر اس کا یہ اکرام کیا جائے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

(ماہنامہ المحمود، ربیع الثانی سن ۱۴۲۹ھ، اپریل سن ۲۰۰۸ء)

﴿۲﴾ نابیناؤں کے لئے خاص فضیلت

سوال جنت میں اللہ کا دیدار سب سے پہلے کون کرے گا؟

جواب حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کرے گا وہ اندھا ہوگا۔ نیز حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ جنت والوں کے سامنے تجلی فرمائیں گے اور جنتی اللہ کی زیارت سے مشرف ہوں گے تو جنت کی تمام نعمتیں بھول جائیں گے۔

عجب تیری ہے اے محبوب! صورت نظر سے گر گئے سب خوب صورت

﴿۳﴾ وہ گناہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہواؤں کو پاگل زمینوں کو بے وفا اور سمندروں کو سرکش بنادیتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت پندرہ (۱۵) قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرے گی تو اُمت پر بلائیں اور مصیبتیں آپڑیں گی، کسی نے پوچھا:

یارسول اللہ! وہ کیا کیا برائیاں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① جب مالِ غنیمت کو شخصی دولت بنالیا جائے گا۔
② اور امانت کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا۔
③ اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائے گا۔
④ اور علم دین کو دُنیا طلبی کے لئے سیکھا جائے گا۔
⑤ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے گا۔
⑥ اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے گا۔
⑦ اور آدمی اپنے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے گا اور اپنے باپ کے ساتھ سختی اور بداخلاقی سے پیش آئے گا۔
⑧ اور مسجد میں شور وغل ہونے لگے گا۔
⑨ جب قبیلہ کا سرداران کا بدترین شخص بن جائے گا۔
⑩ اور قوم کا سربراہ ذلیل ترین شخص ہوگا۔
⑪ آدمی کا اعزاز واکرام اس کے شر سے بچنے کے لئے کیا جائے گا۔
⑫ لوگ کثرت سے شراب پینے لگیں گے۔
⑬ مرد بھی ریشم کے کپڑے پہننے لگیں گے۔
⑭ ناچنے گانے والی عورتوں اور گانے بجانے کی چیزوں کو اپنالیا جائے گا۔
⑮ اس اُمت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت بھیجیں گے۔

تو اس وقت سرخ آندھی، زلزلہ، زمین کے دھنس جانے، شکل بگڑ جانے اور پتھروں کے برسنے کا انتظار کرو۔ اور ان نشانیوں کا انتظار

کر وجو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گی جیسے کسی ہار کی لڑی ٹوٹ جانے سے اس کے دانے یکے بعد دیگرے بکھرتے چلے جاتے ہیں۔ (ترمذی شریف: ۴۴/۲)

﴿۴﴾ والدہ کی فرمانبرداری کا عجیب واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا یا اللہ! میرا جنت کا ساتھی کون ہے تو فرمایا کہ فلاں قصائی۔ قصائی کا پتہ بتایا۔ نہ کسی ابدال کا، نہ کسی قطب کا، نہ کسی شہید کا، نہ محدث کا۔

کہا کہ فلاں قصائی! حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہو گئے۔ پھر اس قصائی کو دیکھنے چلے گئے۔ قصائی بازار میں بیٹھا گوشت بیچ رہا ہے۔ شام ڈھلی اس نے دُکان بند کی اور گوشت کا ٹکڑا تھیلے ڈالا اور گھر چل دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بھی ساتھ ہو گئے۔ کہنے لگے بھائی! تیرے ساتھ جاؤں گا۔ اس کو نہیں پتا تھا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کہنے لگا آ جاؤ۔ گھر گئے، اس نے بوٹیاں بنا کر سالن چڑھایا، آٹا گوندھا، روٹی پکائی، سالن تیار کیا۔ پھر ایک بڑھیا تھی اسے اُٹھا کر کندھے کا سہارا دیا۔ سیدھے ہاتھ سے لقمے بنا بنا کر اسے کھلائے۔ اس کا منہ صاف کیا، اس کو لٹایا۔ وہ کچھ بولی بڑبڑائی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میری ماں ہے۔ صبح کو اس کی ساری خدمت کر کے جاتا ہوں اور رات کو آ کر پہلے اس کی خدمت کرتا ہوں۔ اب اپنے بچوں کو دیکھوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کچھ کہہ رہی تھی؟ کہا: ہاں جی! روز کہتی ہے، عجیب بات ہے۔ میں روز اس کی خدمت کرتا ہوں تو کہتی ہے کہ اللہ تجھے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی بنائے۔ میں قصائی اور موسیٰ علیہ السلام نبی کہاں؟ (اللہ اکبر)۔

﴿۵﴾ ماں کی نافرمانی قیامت کی علامت ہے

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا کہ اللہ ہی کو پتا ہے کب آئے گا۔ کہا کوئی نشانی تو بتائیں، فرمایا! دیکھو جب اولاد ماؤں سے نوکروں کی طرح بات کرے تو بس قیامت آگئی، جب اولاد والدین کے ساتھ ایسے بات کرے جیسے نوکروں سے کی جاتی ہے اور اس سے وہ سلوک کرے جو نوکروں سے کیا جاتا ہے تو پھر سمجھنا قیامت قریب آچکی ہے۔

﴿۶﴾ لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی

افغانستان کے ایک شہر میں قحط آ گیا۔ یہاں ایک آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان تھا وہ فوت ہو گیا اور بچے یتیم ہو گئے تو انہوں نے قحط کی وجہ سے شہر چھوڑا، ایک جوان عورت سمرقند پہنچی، ایک مسجد میں بچوں کو بٹھایا۔ جو سمرقند کا والی تھا اس کے پاس پہنچی کہ میں آلِ رسول ہوں میرے ساتھ یہ قصہ ہوا ہے۔ مجھے پناہ چاہئے، مجھے کھانا بھی چاہئے۔ تو وہ کہنے لگا کہ تم گواہ پیش کرو کہ میں آلِ رسول ہوں۔ کہا میں پردیسی ہوں، میرا گواہ کہاں سے آئے گا کہنے لگا ادھر ہر آدمی آلِ رسول کے دعوے کرتا ہے۔ چلی جاؤ۔ اُٹھ کر باہر نکلی تو اس کو کسی نے کہا کہ ایک مجوسی ہے آتش پرست ہے، وہ بڑا سخی ہے۔ اس کے پاس چلی جا، وہ عورت اس کے پاس چلی گئی۔ اس نے اس کا اکرام کیا۔ پھر اپنے گھر لایا، کھانا پانی میسر کیا۔ رات کو والی سمرقند نے خواب دیکھا کہ جنت میں اللہ کے نبی کھڑے ہیں اور ایک بڑا عالی شان محل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یارسول اللہ! میں بھی ایمان والا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے ایمان پر گواہ پیش کرو۔ تو اس کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی تیرے پاس آئی تھی اور تو اس سے گواہیاں مانگنے لگا کہ گواہ پیش کر۔ اسی ڈانٹ پڑی۔ جب آنکھ کھلی تو پسینے پسینے ہو گیا۔ سیدھا اس (مجوسی) کے دروازے پر گیا اور رونے لگا کہ یہ خاندان مجھے دے دے، منہ مانگی دولت لے لے۔ کہا!

این سعادت بزور بازو نیست

یہ نعمت مجھے دی ہے میں تمہیں کیسے دوں؟ تجھے پتہ ہے رات کو خواب دیکھ رہا تھا اور تجھے ڈانٹ پڑ رہی تھی اور مجھے عطا کیا جا رہا تھا۔ میں ایمان لا چکا ہوں، میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ وہ محل تیرے نام سے کٹ کر میرے نام لگا دیا۔ میں یہ گھر تجھے کیسے دے دوں؟ محل کے باہر تجھے ڈانٹ پڑ رہی تھی اور میں محل میں کھڑا کھڑا سن رہا تھا۔

﴿۷﴾ عبرت انگیز مکالمہ

ایک مرتبہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ یا رسول اللہ! میری ماں بدمزاج ہے۔ پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

''نو مہینے تک مسلسل جب یہ تجھے پیٹ میں لئے پھری اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی۔''

وہ شخص بولا: ''حضرت! میں سچ کہتا ہوں وہ بدمزاج ہی ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب یہ رات رات بھر تیری خاطر جاگتی تھی اور اپنا دودھ تجھے پلاتی تھی اس وقت تو یہ بدمزاج نہ تھی۔''

اس آدمی نے کہا: ''میں اپنی ماں کو ان باتوں کا بدلہ دے چکا ہوں۔''

حضور ﷺ نے پوچھا: ''تو کیا بدلہ دے چکا ہے بھلا؟''

اس نے کہا: ''میں نے اپنے کاندھوں پر بٹھا کر اس کو حج کرایا ہے۔''

رحمت عالم ﷺ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''کیا تو اسے اس دردِ زہ کی تکلیف کا بدلہ بھی دے سکتا ہے جو تیری پیدائش کے وقت اس نے اُٹھائی ہے؟'' (ماخوذ حسن معاشرت: ص ۴۸)

﴿۸﴾ ماں کی خدمت سے کبیرہ گناہوں کی معافی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک ادمی آیا اور اس نے کہا: ''حضرت! میں نے ایک جگہ شادی کا پیغام بھیجا لیکن لڑکی نے انکار کر دیا۔ ایک دوسرے آدمی نے پیغام بھیجا لڑکی نے منظور کر لیا۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی غیرت آئی اور میں نے جذبات سے بے قابو ہو کر اس عورت کو مار ڈالا۔ حضرت بتایئے! اب میرے لئے توبہ کی کوئی شکل ہے؟'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا: ''یہ بتاؤ کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟'' وہ آدمی بولا: ''حضرت ماں کا تو انتقال ہو چکا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''جاؤ سچے دل سے توبہ کرو اور جہاں تک تم سے ہو سکے ایسے کام کرو جن سے خدا کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو۔'' حضرت زید بن اسلم، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور پوچھا: حضرت یہ تو بتایئے! اس آدمی سے آپ نے یہ کیوں پوچھا تھا کہ کیا تمہاری ماں زندہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے ماں کے ساتھ نیک سلوک سے بڑھ کر مجھے نہیں معلوم کہ کوئی اور عمل بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضور ﷺ کے زمانے میں بھی پیش آیا۔ ایک آدمی پیارے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں ایک بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں۔ اے اللہ کے رسول! کیا میرے لئے بھی توبہ کی کوئی صورت ممکن ہے؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیری ماں زندہ ہے؟'' اس آدمی نے کہا حضور! والدہ تو زندہ نہیں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: اچھا تمہاری خالہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: خالہ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

ان واقعات سے ماں کی عظمت اور ماں کی خدمت کی دینی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر آدمی بڑے سے بڑا گناہ کر لے تو اس کے عذاب سے بچنے اور خدا کو خوش کرنے کی شکل حضور ﷺ نے یہ بتائی کہ ماں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور یہ خدا کی رحمت کی انتہا ہے کہ اگر ماں انتقال کر گئی ہو تو ماں کی بہن کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آدمی اپنی آخرت بنا سکتا ہے۔ (ماخوذ حسن معاشرت: ص ۵۳)

﴿۹﴾ اولاد سے عام شکایت

یہی اولاد، جس کی خدمت میں نحیف ماں نے دن رات مشغول رہ کر اپنے جسم و جان کی قوتیں گھلا دیں اور جھولی پھیلا پھیلا کر ان کے لئے ہر وقت دُعائیں کرتی رہی، اگر ماں کی اُمیدوں پر پانی پھیر دے اور اس کی توقعات کے خلاف وہ نافرمان اور باغی بن کر اُٹھے تو اندازہ کیجئے اس ماں کا کیا حال ہوگا۔ اس کی روحانی اذیت اور دلی رنج وغم کو الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔

آج کے دور میں چند خوش نصیب گھرانوں کو چھوڑ کر ہر گھر میں یہی رونا ہے کہ اولاد بے کہی ہوگئی ہے، بیٹے ہوں یا بیٹیاں، ماں باپ کے حقوق سے غافل ہیں، ماں باپ کا ادب واحترام اور فرمانبرداری کا جذبہ جیسے دلوں سے بالکل ہی نکل چکا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک، ان کی خوشنودی کا خیال، ان کی خدمت وفرمانبرداری، ان کا ادب واحترام، ان کے جذبات کا پاس ولحاظ، یہ سب گویا بے معنی الفاظ ہیں۔

ایک عام سی شکایت ہے کہ اولاد نافرمان، باغی اور سرکش اُٹھ رہی ہے، جس مجلس میں بیٹھے، جس گھر میں جائیں، والدین یہی روتا روتے نظر آئیں گے۔ پھر کچھ بڑی بوڑھیاں آپ کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہنا شروع کریں گی، ارے بیٹی! ایک ہمارا زمانہ تھا، بھلا کیا مجال کہ اولاد ماں باپ کے سامنے اُونچی آواز میں بات بھی کر سکے اور پھر ماحول کی خرابی، زمانے کی رنگا رنگی، غلط اور گمراہ کن افکار و نظریات کی اشاعت، فحش لٹریچر، بے اخلاق تعلیم اور آزادروی کی رنج دہ شکایت کی طویل داستان شروع ہو جائے گی اور ہر خاتون ایک طرح ایک اطمینان محسوس کرتے ہوئے یوں سوچے گی، ان حالات میں یہی کچھ ہونا بھی چاہئے، ماں باپ کے بس کی کیا بات ہے یہ صورتِ حال انتہائی افسوس ناک ہے۔

﴿۱۰﴾ معصوم بچی کا حسرت ناک واقعہ

قبیلہ بنو تمیم میں بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا ظالمانہ رواج کچھ زیادہ تھا۔ اس قبیلے کے سردار قیس بن عاصم جب اسلام لائے تو انہوں نے اپنی معصوم بچی کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے کا حسرت ناک واقعہ سناتے ہوئے کہا۔

''یارسول اللہ! میں گھر سے باہر سفر پر گیا ہوا تھا۔ میرے بعد میرے گھر میں ایک بچی پیدا ہوئی۔ میں گھر میں ہوتا تو اس کی آواز سنتے ہی اس کو مٹی میں دبا کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیتا۔ ماں جیسے تیسے اس کو چند روز تک پالتی رہی۔ مگر چند دن پالنے کی وجہ سے ماں کی ممتا نے کچھ ایسا جوش مارا کہ وہ اس تصور سے لرز اُٹھتی کہ باپ آ کر اس فرشتے کو مٹی میں زندہ دبا دے گا۔ چنانچہ میرے ڈر سے اس نے اپنی پیاری بچی کو اس کی خالہ کے یہاں بھیج دیا کہ وہاں پرورش پا کر جب بڑی ہو جائے گی تو باپ کو بھی رحم آ جائے گا۔ میں جب سفر سے واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے یہاں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا اور بات آئی گئی ہوگئی۔ بچی اپنی خالہ کے زیر سایہ پلتی رہی یہاں تک کہ کافی بڑی ہوگئی۔ خدا کرنا کسی ضرورت سے ایک دن گھر سے باہر گیا۔ ماں نے یہ سوچا کہ آج بچی کا باپ گھر نہیں ہے کیوں نہ اس کو بلالوں اور ماں نے اس کو بلالیا۔ شامت اعمال، کچھ دیر کے بعد میں بھی گھر پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نہایت خوبصورت بنی سنوری پیاری سی بچی گھر میں اِدھر اُدھر دوڑتی پھر رہی ہے۔ میرے دل میں ایک انجانی محبت نے جوش مارا۔ بیوی نے بھی میری نگاہوں کا اندازہ دیکھ کر بھانپ لیا کہ پدری محبت جاگ اُٹھی ہے اور خون کا اثر رنگ لے آیا ہے۔ میں نے بیوی سے پوچھا: نیک بخت! یہ کس کی بچی ہے؟ بڑی پیاری بچی ہے۔

اور بیوی نے سارا قصہ سنا دیا۔ میں نے بے اختیار بچی کو گلے سے لگایا۔ ماں نے اس کو بتایا کہ یہ تیرے باپ ہیں اور وہ مجھ سے چمٹ گئی۔ باپ کا پیار پا کر وہ تو کچھ ایسی خوش ہوگئی کہ اباّ! اباّ! کہتے اس کا منہ سوکھتا تھا اور جب ابا! ابا! کہہ کر دوڑ کر آتی تو میں اسے گلے لگا کر

عجیب سکون سا محسوس کرتا۔

اس طرح دن گزرتے گئے اور لڑکی پیار و محبت کے سائے میں ہر فکر سے بے پرواہ پرورش پاتی رہی۔ مگر اس کو دیکھ کر میں کبھی کبھی سوچتا کہ اس کی وجہ سے مجھے داماد والا بننا پڑے گا۔ مجھے یہ ذلت بھی برداشت کرنا ہوگی کہ میری لڑکی کسی کی بیوی بنے گی۔ میں لوگوں کے سامنے کیا منہ دکھاؤں گا۔ میری تو ساری عزت خاک میں مل جائے گی اور آخر کار میری غیرت نے مجھے جھنجھوڑا، میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور میں نے طے کرلیا کہ اس ذلت کے سامان کو دفن کر کے ہی دم لوں گا۔ اور میں نے بیوی سے کہا: بچی کو تیار کردو، ایک دعوت میں ساتھ لے جاؤں گا۔ بیوی نے اس کو نہلایا دھلایا، صاف ستھرے کپڑے پہنائے اور بنا سنوار کر تیار کردیا۔ بچی خوشی سے چہک رہی تھی کہ ابا جان کے ساتھ جا رہی ہے۔ اور میں اسے لے کر ایک سنسان جنگل کی طرف روانہ ہوگیا۔ بچی کودتی پھاندتی میرے ساتھ چل رہی تھی اور مجھ سنگ دل پر یہ جنون سوار تھا کہ جلد از جلد اس شرم کی پوٹلی کو مٹی میں دبا دوں۔

بچی کو کیا خبر تھی، معصوم بچی خوشی میں کبھی میرا ہاتھ پکڑتی، کبھی مجھ سے آگے آگے دوڑتی، کبھی پیاری زبان میں باتیں کرتی۔ یہاں تک کہ میں ایک جگہ جا کر رک گیا۔ پھر میں نے زمین میں ایک گڑھا کھودنا شروع کیا۔ بچی حیران تھی کہ ابا جان یہاں سنسان جنگل میں یہ گڑھا کیوں کھود رہے ہیں اور پوچھتی: ابا! یہ کیوں کھود رہے ہیں؟ اسے کیا خبر تھی کہ ظالم باپ اس چہکتی پھول سی بچی کے لئے قبر کھود رہا ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے اسے خاموش کردے۔

گڑھا کھودتے ہوئے جب میرے پیروں اور کپڑوں پر مٹی آتی تو معصوم بچی اپنے چھوٹے چھوٹے، پیارے اور نازک ہاتھوں سے مٹی جھاڑتی اور توتلی زبان میں کہتی: ابا! آپ کے کپڑے خراب ہو رہے ہیں۔ جب میں نے گہرا گڑھا کھودلیا تو ایک دم اس بے گناہ ہنستی کھیلتی بچی کو اٹھا کر اس گڑھے میں پھینک دیا اور جلدی جلدی اس پر مٹی ڈالنے لگا۔ بچی مجھے حسرت سے دیکھتے ہوئے چیختی رہی، ابا جان! میرے ابا جان! یہ کیا کر رہے ہو؟ ابا! آپ کیا کر رہے ہو؟ ابا! میں نے کچھ بھی تو نہیں کیا۔ ابا! آپ مجھے کیوں مٹی میں دبا رہے ہیں؟ اور میں بہرا اندھا اور گونگا بنا اپنا کام کرتا رہا۔ یا رسول اللہ! مجھ سنگدل اور ظالم کو ذرا بھی رحم نہ آیا۔ بچی کو میں زندہ دفن کر کے اطمینان کی سانس لیتا ہوا واپس آگیا۔''

معصوم بچی کی مظلومیت، بے بسی کا یہ حسرت ناک واقعہ سن کر رحمت عالم ﷺ کا دل بھر آیا، آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو رواں ہوگئے۔ آپ رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ''یہ انتہائی سنگ دلی ہے، جو دوسروں پر رحم نہیں کھاتا اللہ اس پر کیسے رحم کھائے گا؟''

﴿۱۱﴾ عبرت ناک کارگزاری

نبی ﷺ کے سامنے ایک صاحب نے اپنے زمانہ جاہلیت کی آپ بیتی سنائی اور اس کا حسرت ناک نقشہ کچھ اس طرح کھینچا کہ نبی ﷺ بے قرار ہوگئے۔

''یا رسول اللہ! ہم لوگ ناواقف تھے۔ ہمیں کچھ خبر نہ تھی۔ پتھر کے بتوں کو پوجتے تھے اور اپنی پیاری اولاد کو خود اپنے ہی ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتار دیتے تھے۔ یا رسول اللہ! میری ایک بہت ہی پیاری بچی تھی۔ میں جب بھی اس کو بلاتا وہ دوڑ کر میرے پاس آجاتی۔ ایک دن میں نے اس کو اپنے پاس بلایا وہ خوشی خوشی دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں اس کو اپنے ساتھ لے کر چلا۔ آگے آگے میں تھا اور وہ میرے پیچھے دوڑی چلی آرہی تھی۔ میرے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر ایک گہرا کنواں تھا۔ جب میں اس کنویں کے قریب پہنچا تو رُک گیا۔ لڑکی بھی میرے قریب آگئی۔ پھر یا رسول اللہ! میں نے اس بچی کا ہاتھ پکڑا اور اُٹھا کر اس کنویں میں ڈال دیا۔ معصوم بچی کنویں میں چیختی رہی اور بڑی درد بھری آواز میں مجھے ابا! ابا! کہہ کر پکارتی رہی۔ یا رسول اللہ! یہی اس کی زندگی کی آخری پکار تھی۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ درد بھری داستان سنی تو دل بھر آیا اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ایک صحابی نے ان کو برا بھلا کہا کہ تم نے خواہ مخواہ یہ دردناک آپ بیتی سنا کر رسول اللہ ﷺ کو دُکھ پہنچایا۔رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا: ''نہیں ان سے کچھ نہ کہو،ان سے کچھ نہ کہو۔اس پر جو مصیبت پڑی ہے یہ اس کا علاج پوچھنے آئے ہیں۔'' اور پھر انہی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا عجیب حال تھا۔روتے روتے آپ ﷺ کی داڑھی تر ہو گئی اور پھر ان سے کہا: تم اسلام لے آئے ہو تو اس برکت سے زمانۂ جاہلیت کے سارے گناہ معاف ہو گئے۔جاؤ اور اب اچھے کام کرو۔(سند دارمی)

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی بے گناہ اور بے بس بچیاں اس ظلم اور سفاکی کا نشانہ بنیں اور کتنے دنوں تک بیٹیاں اپنے ماں باپ کے ہاتھوں زندہ دفن ہوتی رہیں۔اگرچہ اس دور میں بھی کچھ رحم دل خداترس انسان ضرور تھے جو لڑکیوں کو اس ظلم اور بربریت سے بچانے کے لئے اپنی کوششیں کرتے رہتے تھے لیکن یہ انفرادی کوششیں اس ہولناک رسم کو ختم نہ کر سکیں۔

﴿۱۲﴾ فرزدق کے دادا نے چورانے (۹۴) بچیوں کو ظالم باپوں کے چنگل سے بچالیا

فرزدق عرب کے مشہور شاعر تھے۔ان کو اس بات پر بجا فخر تھا کہ ان کے دادا حضرت مصعصعہ نے کتنی ہی لڑکیوں کو اس دور میں زندہ دفن ہونے سے بچایا،جس میں اہلِ عرب لڑکی کے تصور ہی سے شرم محسوس کرتے تھے۔حضرت مصعصعہ خود ہی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

''ایک بار میں اپنی دو گم شدہ اُونٹنیوں کی تلاش میں نکلا۔دُور ایک آگ نظر آئی،کبھی اس کے شعلے بھڑک اُٹھتے اور کبھی بجھ جاتے۔میں نے سوچا چل کر دیکھنا چاہئے ممکن ہے کسی مصیبت زدہ نے جلا رکھی ہو اور میں اس کے کام آ سکا تو ضرور اس کی مصیبت دُور کرنے کی کوشش کروں گا۔چنانچہ میں نے اُونٹ تیز کیا اور تھوڑی ہی دیر میں بنی انمار کے محلے میں پہنچ گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھا شخص لمبے لمبے بالوں والا اپنے گھر کے سامنے بیٹھا سوگ منا رہا ہے،اور بہت ساری عورتیں ایک عورت کو گھیرے میں لئے بیٹھی ہیں جو دردِ زہ میں مبتلا ہے۔سلام دُعا کے بعد میں نے ان سے معاملے کی نوعیت معلوم کی تو پتا چلا کہ تین روز سے یہ عورت اس تکلیف میں مبتلا ہے۔بڑے میاں سے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ عورتوں کی آواز آئی،بچہ پیدا ہو گیا۔بوڑھا چلایا،اگر لڑکا ہے تو خیر اور اگر لڑکی ہے تو میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا۔میں اسی دم اسے مار ڈالوں گا۔

میں نے بڑی لجاجت سے بڑے میاں سے کہا کہ شیخ! ایسا نہ کیجئے،آپ ہی کی بیٹی ہے۔رہا روزی کا سوال تو اس کی رزق دینے والا اللہ ہے۔بوڑھا پھر گرجا۔نہیں میں اس کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔میں اسے قتل کر کے ہی دم لوں گا۔میں نے نرمی سے پھر اصرار کیا تو اس نے ذرا تیور بدل کر کہا کہ اگر تم ایسے ہی رحم دل ہو تو اس کی قیمت دو اور لے جا کر پال لو۔میں نے بلا تامل کہا۔ہاں! میں خریدنے کے لئے تیار ہوں اور میں بچی کو خرید کر خوشی خوشی لوٹ آیا اور میں نے خدا سے عہد کیا کہ اس بچی کو شفقت و محبت سے پالوں گا اور میں نے خدا سے یہ بھی عہد کیا کہ جب بھی کوئی سنگ دل کسی معصوم بچی کو مار ڈالنے کا ارادہ کرے گا میں ہرگز اس کو ایسا نہ کرنے دوں گا۔قیمت دے کر اس بچی کو حاصل کروں گا اور نہایت پیار و محبت کے ساتھ اس کی پرورش کروں گا۔

پھر یہ سلسلہ چلتا رہا،یہاں تک کہ خدا نے حضرت کو مبعوث فرمایا۔اس وقت تک میں چورانے (۹۴) بچیوں کو ظالم باپوں کے چنگل سے بچا چکا تھا اور پھر تو حضور ﷺ نے اس لعنت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

اسلام نے قتلِ اولاد کی تمام ظالمانہ رسموں سے اپنے معاشرے کو پاک کیا اور خدا کے پیارے بندوں کی پہچان یہ بتائی کہ وہ اولاد کے لئے یہ دُعا کرتے رہتے ہیں کہ پروردگار ان کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

"اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو کہتے ہیں ہمارے رب ہمارے جوڑوں کو اور ہماری اولاد کو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنادے۔"

﴿۱۳﴾ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں نوک جھوک

رسول کریم ﷺ ایک دن اپنے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے، گھر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا تنہا تھیں اور علی رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔ بیٹی پوچھا: "کہاں ہیں تمہارے چچا کے بیٹے؟" بیٹی نے کہا: "میرے اور ان کے درمیان کچھ ناگواری ہوگئی، وہ مجھ پر بگڑ گئے اور خفا ہو کر کہیں چلے گئے۔ یہاں انہوں نے قیلولہ بھی نہیں کیا۔"

نبی ﷺ نے ایک آدمی سے کہا: "ذرا دیکھ کے تو آؤ علی کہاں ہیں؟" اس آدمی نے بتایا: "وہ مسجد کی دیوار سے لگے سو رہے ہیں۔"
نبی ﷺ ان کے پیچھے نکلے، دیکھا کہ وہ چت لیٹے ہوئے ہیں، چادر بھی کچھ سرک کر گر گئی ہے اور جسم پر مٹی لگ رہی ہے۔ نبی ﷺ ان کی پیٹھ سے مٹی جھاڑتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "اُٹھ ابوتراب! اُٹھ ابوتراب!"

﴿۱۴﴾ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک عجیب تمنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک بار نبی ﷺ نے ایک واقعہ سنایا۔ آپ نے بتایا کہ ایک بار کسی آدمی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا: حضرت آپ کی آنکھیں کس وجہ سے جاتی رہیں اور آپ کی کمر کس وجہ سے جھک گئی ہے؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا، آنکھیں تو یوسف کے غم میں روتے روتے جاتی رہیں اور کمر اس کے بھائی بنیامین کے صدمے سے جھک گئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اور بولے: "آپ اللہ کی شکایت کر رہے ہیں؟" حضرت یعقوب علیہ السلام بولے: "نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے غم اور دُکھ کی فریاد پیش کر رہا ہوں۔" حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: "آپ نے اپنا جو دُکھ بیان کیا ہے، اللہ کو سب معلوم ہے۔" پھر جبرئیل علیہ السلام چلے گئے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے کمرے میں داخل ہوئے اور کہنے لگے: اے میرے پروردگار! کیا تجھے ایک بوڑھے آدمی پر رحم نہیں آتا، تو نے میری آنکھیں بھی چھین لیں اور میری کمر بھی جھکا دی۔ پروردگار! میرے دونوں پھولوں کو مجھے لوٹا دے کہ دونوں کو صرف ایک بار سونگھ لوں پھر تو جو چاہے میرے ساتھ سلوک کر۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام پھر تشریف لائے اور بولے! اے یعقوب! اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یعقوب خوش ہو جاؤ، اگر تمہارے دونوں بیٹے مر گئے ہوتے تو بھی تمہاری خاطر انہیں زندہ کر کے اُٹھا دیتا تاکہ تم دونوں کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے۔ (ترغیب وترہیب ج۔سوم ص ۳۵۰)

﴿۱۵﴾ عظیم ماں کی تربیت لوگوں کی تقدیریں بدل دیتی ہے

سوداگروں کا ایک قافلہ بغداد کی طرف جا رہا تھا۔ ان کے ساتھ ایک نوعمر لڑکا بھی تھا۔ جس کو اس کی ماں نے کچھ ہدایات دے کر اس قافلے کے ساتھ اس لئے کر دیا تھا کہ حفاظت کے ساتھ یہ اپنی منزل پر پہنچ جائے اور دین کا علم حاصل کر کے اللہ کے بندوں کو اللہ کی ہدایات اور روشنی دکھائے۔

قافلہ اطمینان سے چلا جا رہا تھا کہ ایک جگہ کچھ ڈاکوؤں نے اس پر حملہ کر دیا۔ قافلے والوں نے اپنا مال و اسباب بچانے کے لئے بڑی چالیں چلیں کہ کسی طرح ان ڈاکوؤں سے اپنا کچھ مال بچا لیں لیکن ڈاکو نہ ان کی چالوں میں آئے اور نہ ان کی رحم کی اپیلوں سے ان کی دل پسیجے۔ قافلے کے ایک ایک آدمی سے انہوں نے سب کچھ چھین لیا۔

ڈاکو جب اپنا کام کر چکے تو ان میں سے ایک نے اس نوعمر غریب اور پریشان حال بچے سے پوچھا:

ڈاکو: کہو میاں تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟

نوعمرلڑکا: جی ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

ڈاکو: تمہارے پاس چالیس دینار ہیں۔ (ڈاکو کو یقین نہ آیا کہ اس خستہ حال اور غریب کے پاس بھلا چالیس دینار کہاں سے آئے اور اگر ہوتے بھی تو یہ ہمیں کیوں بتاتا۔ ڈاکو نے سوچا اور اس عجیب و غریب لڑکے کو اپنے سردار کے پاس لے گیا)۔

ڈاکو: سردار! اس لڑکے کو دیکھئے، کہتا ہے کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

سردار: میاں صاحبزادے کیا تمہارے پاس واقعی دینار ہیں؟

نوعمرلڑکا: جی ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

سردار: بھلا تمہارے پاس دینار کہاں رکھے ہیں؟ سردار نے غریب لڑکے کو حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

نوعمرلڑکا: جی میری کمر سے ایک تھیلی بندھی ہوئی ہے اس میں ہیں۔

سردار نے لڑکے کی کمر سے تھیلی کھولی، دینار گنے۔ واقعی چالیس دینار تھے۔ سردار حیرت سے کچھ دیر اس لڑکے کو دیکھتا رہا پھر بولا صاحبزادے! تم کہاں جا رہے ہو؟

نوعمرلڑکا: میں دین کا علم حاصل کرنے کے لئے بغداد جا رہا ہوں۔

سردار: کیا وہاں تمہارا جاننے والا کوئی ہے؟

نوعمرلڑکا: جی نہیں وہ ایک اجنبی شہر ہے، میری امی نے مجھے یہ چالیس دینار دیئے تھے کہ میں اطمینان کے ساتھ علم دین حاصل کر سکوں اس اجنبی شہر میں میری ضروریات کا کون خیال کرے گا اور کیوں کسی کا احسان اُٹھاؤں۔

سردار بڑی دلچسپی اور حیرت کے ساتھ نوعمر لڑکے کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی سنجیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا، اس نوعمر نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں اگر یہ نہ بتاتا تو میرے کسی ساتھی کو گمان بھی نہ ہوتا کہ اس پریشان حال مفلس لڑکے کے پاس بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ اس لڑکے نے یہ کیوں نہ سوچا کہ میں ایک اجنبی مقام پر جا رہا ہوں، میرے مستقبل اور تعلیم کا دارومدار اسی رقم پر ہے۔ آخر اس نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں۔ بچے کی سادگی اور سچائی نے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑنا شروع کیا، اور اس نے پوچھا: صاحبزادے! تم نے یہ رقم چھپائی کیوں نہیں؟ اگر تم نہ بتاتے اور انکار کر دیتے تو ہمیں شبہ بھی نہ ہوتا کہ تمہارے پاس بھی کوئی رقم ہو سکتی ہے۔

نوعمرلڑکا: جب میں گھر سے نکل رہا تھا تو میری ماں نے مجھے یہ نصیحت کر دی تھی کہ بیٹا کچھ بھی ہو تم جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔ بھلا میں ماں کے حکم کو کیسے ٹال دیتا۔

سردار کے اندر کا انسان جاگ گیا۔ وہ سوچنے لگا یہ نوعمر لڑکا اپنی ماں کا ایسا اطاعت گزار ہے کہ وہ اپنا مستقبل تباہ ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے لیکن ماں کا حکم ٹالنے کو تیار نہیں اور میں کتنے عرصے سے برابر اپنے پروردگار کے حکموں کو روندر ہا ہوں، اس نے لڑکے کو گلے سے لگایا، اس کے دینار اس کو واپس کیے، قافلے والوں کا سامان واپس کیا اور اللہ کے حضور سجدے میں گر کر گڑگڑانے لگا۔ سچے دل سے اس نے توبہ کی اور اللہ کی رحمت نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا، یہ ڈاکو پھر اپنے وقت کا ایک زبردست ولی بنا اور اللہ کے بندوں کو لوٹنے والا اللہ کے بندوں کو دین کی دولت تقسیم کرنے والا بن گیا۔ عظیم ماں کی تربیت نے صرف نوعمر لڑکے کو ہی اُونچا نہیں اُٹھایا بلکہ ڈاکوؤں کی بھی تقدیر بدل دی۔ یہ وہی ہونہار لڑکا ہے جس کو ساری اسلامی دُنیا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے اور جس کا نام آتے ہی دل عقیدت و احترام سے جھک جاتے ہیں۔

﴿۱۶﴾ مناسب رشتے کی تلاش

بچے کی شادی میں تاخیر بالعموم اس لئے ہوتی ہے کہ مناسب رشتہ نہیں مل پاتا۔ آپ کی یہ خواہش اور کوشش بالکل بجا ہے کہ آپ کے بیٹے یا بیٹی کے لئے مناسب رشتہ ملے بلکہ یہ فکر و جستجو آپ کا فرض ہے۔ اسلامی تعلیمات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ مناسب رشتہ کے لئے پوری جدوجہد کریں۔

اسلام کا مطالبہ آپ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ کو جو بھلا برا رشتہ مل جائے، آنکھ بند کر کے بس اسے قبول ہی کر ڈالیں، اور اس معاملے میں کچھ غور و خوض نہ کریں۔ شادی نہایت اہم معاملہ ہے۔ پوری زندگی کا مسئلہ ہے۔ نہ صرف دُنیا کے بنے بگڑنے تک اس کے اثرات محدود ہیں بلکہ آخرت کی زندگی پر بھی اس کے اثرات پڑ سکتے ہیں۔

یہ معاملہ نہایت سنجیدہ ہے۔ شریک حیات کے انتخاب میں سوچ بچار لازمی ہے۔

سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ آپ کی سوچ بچار اسلام کی روشنی میں ہو۔ انتخاب کا جو معیار اسلام نے بتایا ہے وہی آپ کے پیش نظر ہو۔ اس کا جائزہ لینا ضروری ہے اپنی اولاد کے لئے شریک حیات کے انتخاب میں انہیں بنیادوں کو سامنے رکھئے جن کو پیش نظر رکھنے کی اسلام نے ہدایت دی ہے۔ بے لاگ جائزہ لیجئے کہ بچے کی شادی میں کہیں اس لئے تو تاخیر نہیں ہو رہی ہے کہ آپ نے لڑکے یا لڑکی کے انتخاب میں کچھ ایسی باتوں کو اہمیت دے رکھی ہے جن کی دین میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آپ اور باتوں کو اس لئے اہمیت دے رہے ہیں کہ سماج میں عام طور پر انہی کو اہمیت دی جا رہی ہے یا آپ کو اس لئے ان پر اصرار ہے کہ آپ نے یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات کیا ہیں۔

﴿۱۷﴾ شریک حیات کے انتخاب کا معیار

شریک حیات کے انتخاب میں عام طور پر پانچ باتیں پیش نظر رہتی ہیں:

① مال و دولت ② حسب و نسب ③ حسن و جمال

④ دین و اخلاق ⑤ تعلیم

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پانچوں باتیں اپنی جگہ اہم ہیں۔ مال و دولت کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ بالخصوص اس دور میں۔ خاندان اور حسب و نسب بھی بعض پہلوؤں سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں ہیں۔ بعض خاندان یا برادریاں جو عرصۂ دراز سے پسماندہ ہیں ان میں بعض معاشرتی، ذہنی اور اخلاقی کمزوریاں ضرور ہوتی ہیں اور طرزِ معاشرت، اندازِ فکر اور سلوک و برتاؤ کا فرق بعض اوقات اس درجہ اثر انداز ہوتا ہے کہ خوشگوار ازدواجی زندگی کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی۔

انتخاب میں حسن و جمال کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے اور لڑکی کے انتخاب میں تو خاص طور پر یہی چیز فیصلہ کن ہوتی ہے۔ اس سے انکار کی کیا گنجائش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذوقِ جمال دیا ہے اور خوبصورتی پسند کرنے ہی کی چیز ہے۔

تعلیم کی اہمیت اور ضرورت بھی مسلم ہے اور دورِ حاضر میں تو تعلیم اور ڈگری کا رشتے کے معاملے میں خصوصی خیال رکھا جانے لگا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ اونچی تعلیم حوصلوں کو بلند کرتی ہے۔ تہذیب سے آراستہ کرتی ہے، عزت و احترام کا ذریعہ بنتی ہے، خوشحال زندگی اور سماج میں وقعت و عظمت کا سبب بنتی ہے۔

رہا دین و اخلاق کا معاملہ تو ظاہر ہے مسلمان کے نزدیک اس کی اہمیت اور قدر تو ہونا ہی چاہئے۔ مسلمان ماں یہ کیسے گوارا کر سکتی ہے

کہ وہ زیر تجویز فرد میں سب کچھ تو دیکھے لیکن اس پہلو کو نظر انداز کردے یا اسے کوئی اہمیت ہی نہ دے۔

آپ کی خواہش، آرزو اور کوشش اگر یہ ہے کہ آپ کی بیٹی یا بیٹے کو ایسا شریک زندگی ملے جوان پانچوں خوبیوں میں معیاری ہو تو آپ کی تمنا بھی مبارک، آپ کی آرزو بھی درست اور آپ کی کوشش بھی حق بجانب۔ کون نہیں چاہے گا کہ اس کے جگر گوشے کو ایسا ہی جوڑا ملے جوان پانچوں خوبیوں سے آراستہ ہو۔

اسلام آپ کی اس خواہش، تمنا اور کوشش کو ہرگز ناقدری نہیں کرتا۔ وہ آپ کے ان جذبات کا احترام کرتا ہے۔

اگر آپ کو ایسا جوڑا مل جائے جس میں یہ ساری خوبیاں موجود ہوں تو یقین کیجئے کہ اللہ کی خصوصی نوازش ہے۔ مگر عام حالات میں یہ انتہائی مشکل ہے کہ ہر رشتے کے لئے آپ کو یہ ساری خوبیاں یکجا مل جائیں۔ کسی میں کچھ خوبیاں ملیں گی تو کچھ خرابیاں بھی ہوں گی۔ دراصل اسی میں آپ کا امتحان ہے کہ آپ انتخاب میں اسلامی نقطۂ نظر اپنے سامنے رکھیں اور اُن ہی خوبیوں کو وجہ ترجیح بنائیں جن کو اسلام نے ترجیح دی ہے۔

﴿۱۸﴾ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت

رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ آپ انتخاب کرتے وقت دین واخلاق کو اوّلین اہمیت دیں۔ دین واخلاق کے ساتھ دوسری چار چیزوں میں سے جو بھی میسر آجائیں اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور پھر بے وجہ ٹال مٹول نہ کریں۔ ہاں وہ رشتہ آپ کے لئے ہرگز قابل قبول نہ ہونا چاہئے جس میں ساری خوبیاں تو ہوں مگر دین واخلاق کی طرف سے مایوسی ہو۔ مسلمان ماں باپ کے لئے دیکھنے کی اوّلین چیز دین واخلاق ہے، جو شخص اس سے کورا ہے وہ دوسری تمام چیزوں میں مثالی ہو تو بھی اس لائق نہیں کہ آپ اپنے جگر گوشے کے لئے اس کا انتخاب کریں۔ اسے اپنے گھر کی بہو بنائیں یا اپنا داماد بنائیں۔ دوسری تمام چیزوں کے نقص کی تلافی تو دین واخلاق سے ہوسکتی ہے، یا یوں کہئے دین واخلاق کی خاطر دوسری کمزوریوں کو تو گوارا کیا جاسکتا ہے لیکن کسی بڑی سے بڑی خوبی کی خاطر بھی دین واخلاق سے محرومی کو گوارا نہیں کیا جاسکتا، دین واخلاق کی تلافی کسی دوسری خوبی سے نہیں ہوسکتی۔ اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت ہے۔

''نکاح کے لئے عام طور پر عورت میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ ① مال و دولت ② خاندانی شرافت ③ حسن و جمال ④ دین واخلاق۔ تم دیندار عورتوں سے شادی کرو تمہارا بھلا ہو۔''

یہ حدیث آپ کو بتاتی ہے کہ آپ اپنے بیٹے کے لئے ایسی بہو بیاہ کر لائیں جو دیندار ہو اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہو۔ ایسی بہو کے ذریعہ ہی آپ کا گھر اسلام کا گہوارہ بن سکتا ہے اور ایسی بہو سے ہی توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کی گود سے ایسی نسل اُٹھے جو دین وایمان اور اسلام کے لئے جذبہ اشاعت وجہاد سے سرشار ہو۔

اسی طرح داماد اور بہو کے انتخاب کے لئے بھی آپ ﷺ کی ہدایت ہے کہ دین واخلاق ہی کو بنیادی اہمیت دینی چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے یہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے اپنے جگر گوشے کی شادی کردو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں زبردست فساد پھیل جائے گا۔''

یہ حدیث آپ کو فیصلہ کن انداز میں بتاتی ہے کہ جب آپ کے یہاں کسی ایسے لڑکے کا پیغام آجائے جس کے دین واخلاق کی طرف سے آپ کو اطمینان ہو، آپ کی یقینی معلومات یہ ہوں کہ یہ خدا ترس، دیندار، صوم وصلوٰۃ کا پابند اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہے تو پھر بلاوجہ تاخیر اور ٹال مٹول کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔ اللہ کے بھروسے پر اس کے ساتھ ہی شادی کردیجئے اور خیر کی توقع رکھئے۔ اس لئے کہ

رشتہ نکاح میں مسلمان کے لئے اوّلین اہمیت کی چیز دین وایمان ہی ہے اور جس سماج میں دین وایمان کو نظر انداز کر کے دوسری چیزوں کو اہمیت دی جائے یا مال ودولت اور حسن وجمال کو دین واخلاق پر ترجیح دی جائے تو ایسے سماج میں فتنہ وفساد کا طوفان اُٹھ کر رہے گا اور دُنیا کی کوئی طاقت ایسے سماج کو اس طوفان سے بچا نہ سکے گی۔

﴿۱۹﴾ ذرا غور کریں: مرنے سے پہلے موت کی تیاری کیجئے

① کیا آپ نے وصیت نامہ لکھ لیا ہے؟
② کیا آپ نے توبہ کر لی ہے؟
③ کیا آپ نے قرض ادا کر دیا ہے؟
④ کیا آپ نے بیوی کو مہر ادا کر دیا ہے؟
⑤ کیا آپ نے تمام مالی حقوق ادا کر دیئے ہیں؟
⑥ کیا آپ نے تمام جانی حقوق ادا کر دیئے ہیں؟
⑦ کیا آپ کے ذمہ کوئی نماز باقی ہے؟
⑧ کیا آپ کے ذمہ کوئی روزہ باقی ہے؟
⑨ کیا آپ کے ذمہ کوئی زکوٰۃ باقی ہے؟
⑩ کیا آپ کے ذمہ کوئی حج فرض باقی ہے؟

﴿۲۰﴾ قرآنِ پاک کا ادب واحترام

سوال محترم المقام عالی جناب مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری دامت برکاتہم زید الطافکم سلام مسنون۔

قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کی بے حرمتی، مساجد میں بے ترتیب اور بے ڈھنگے طور پر کلام پاک کا رکھا ہونا نیز بغیر جزدان یا بے حد بے ترتیبی سے رکھے قرآن شریف کو دیکھ کر ہمیں بے حد افسوس ہوتا ہے۔ ہم ''بکھرے موتی'' برابر پڑھتے ہیں اور واقعی یہ ایسی کتاب ہے کہ ہزاروں گھروں میں اسے پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ یہ سوال اپنے جواب کے ساتھ آئندہ اشاعت میں شائع فرمادیں تو اُمت پر یہ آپ کا احسانِ عظیم ہوگا۔ کلام پاک کے ساتھ اس بے حرمتی کا کیا سدباب ہونا چاہئے، اس پر روشنی ڈالیے تاکہ قرآنِ حکیم کے ساتھ ہونے والی اس بے حرمتی کی روک تھام ہو سکے۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

نیاز مند محمد افضل لاڈی والے، اے ر۲۰۱ علی چیمبرس

نزد دار الفلاح، پونے روڈ، کوسہ، ممبرا ضلع تھانہ

جواب آپ نے اللہ کی کتاب قرآنِ مجید کے تعلق سے جو سوال پوچھا ہے۔ اس پر میں بھی بے حد رنجیدہ ہوں، خاص طور پر جب مساجد یا گھروں میں کلام پاک کی بے حرمتی دکھائی دیتی ہے تو بڑی روحانی اذیت ہوتی ہے۔

پہلے تو یہ سمجھ لیجئے کہ قرآنِ پاک کا درجہ کیا ہے اور اس کی کس قدر وقعت ہے؟

پہلے آسانی کتب صرف کتابِ الٰہی کہلاتی تھیں مگر قرآنِ پاک کا اعزاز یہ ہے کہ یہ ''کتاب الٰہی'' بھی ہے اور ''کلام الٰہی'' بھی ہے۔ پورا کلام پاک پہلے لوحِ محفوظ پر رقم کیا گیا اور پھر حسب ضرورت ۲۳ برسوں میں تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا گیا۔ یہ نزول اس طرح عمل میں آتا تھا کہ اللہ جل شانہٗ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو اپنا کلام سناتے اور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور وحی نزول فرماتے۔

اتنی عظیم المرتبت اور آفاقی کتاب جو اللہ کا کلام بھی ہے۔ اس کے ساتھ آج اُمت کے ذریعہ ہو رہی بے حرمتی پر جتنے آنسو بہائے جائیں، کم ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں جبکہ اور قرآنِ پاک اللہ کی آخری کتاب ہے یعنی اب صبح قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی دوسری کتاب۔

آج یہ آخری کتاب یعنی قرآنِ عظیم ہمارے درمیان ہے مگر اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ جیسا کہ اس کا حق ہے۔ آج صرف

مرحومین کو ایصال ثواب کے لئے اس کا ورد کیا جاتا ہے یا پھر حلفیہ بیان کے لئے اسے ہاتھوں پر اُٹھایا جاتا ہے۔ جبکہ یہ نازل اس لئے کیا گیا تھا کہ اس پر غور و فکر کیا جائے، تدبر کیا جائے اور اس کی روشنی میں زندگی کے مراحل طے کئے جائیں، دُنیا و عقبیٰ کو سنوارا جائے۔

قرآنِ پاک کی بے حرمتی خود مسلمانوں کے ہاتھوں ہو تو اس سے زیادہ افسوس کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

بات لکھنے کی نہیں لیکن عبرت کے لئے لکھ رہا ہوں کہ آج ہمارا حال یہ ہے کہ خود تو بہترین کپڑے پہن کر گھومتے ہیں اور جب قرآن شریف پر جز دان چڑھانے کی بات آتی ہے تو بیوی سے کہا جاتا ہے کہ پرانی ازار کا کپڑا تراش کر جز دان بنا دو۔ بتایئے کتنی گری ہوئی ذہنیت کا اظہار اس عمل سے ہوتا ہے۔ وہ عظیم الشان کتاب جو اللہ کا کلام ہے اور آپ ﷺ حامل قرآن ہیں، اس کی یہ بے حرمتی کتنی بڑی جسارت ہے؟ کیا اللہ پاک اس توہین آمیز حرکت کو برداشت کریں گے؟

اب میں اس بات پر بھی روشنی ڈالتا چلوں کہ اگر قرآنِ پاک کے اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں تو اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

بڑی سیدھی سی بات ہے کہ آپ قرآن کے بوسیدہ اوراق کو مساجد کے باہر لگے باکس میں ڈال دیجئے۔ مساجد کے منتظمین اسے جمع کر کے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ اگر یہی کام آپ گھر بھی چاہیں تو بآسانی کر سکتے ہیں۔ ایک تھیلی مستقل اسی کام کے لئے رکھئے۔ قرآن شریف کے بوسیدہ اوراق، اخبار کے وہ تراشے جن میں دینی باتیں درج ہوں، نیز رمضان المبارک میں روزہ افطار کے ٹائم ٹیبل وغیرہ جن پر قرآنی آیات نیز احادیث شائع کی جاتی ہیں، انہیں گھر میں رکھی ہوئی اس تھیلی میں جمع کرتے جایئے، مہینے دو مہینے میں جب تھیلی بھر جائے تو اسے خود جا کر سمندر میں ڈال آیئے۔ اس طرح قرآن پاک کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی غیروں کو کہنے کا موقع ملے گا کہ اپنی مذہبی کتابوں کو جا بجا پھینکتے ہیں۔

خوب سمجھ لیجئے: با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب!

کلامِ پاک یا دیگر دینی کتابوں کے بوسیدہ اوراق کی بے ادبی یا بے حرمتی گناہِ عظیم ہے، مسجد میں قرآنِ پاک کو صاف اور عمدہ جز دان میں لپیٹ کر رکھئے۔ ترتیب سے رکھئے۔ یہ نہیں کہ جہاں جی میں آیا، قرآن شریف اُٹھا کر رکھ دیا۔ چھوٹی سائز کے قرآن شریف الگ رکھئے، بڑے سائز کے قرآن الگ رکھئے، یہ نہیں کہ چھوٹے قرآن پر بڑا قرآن رکھ دیا کہ غلطی سے ہاتھ لگ جائے تو قرآن پاک نیچے گر جانے کا خدشہ رہے۔

بہت سے نمازی ممبر پر قرآن شریف رکھ دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن کی جگہ ممبر پر نہیں بلکہ مساجد میں لگے ہوئے طاق یا الماری میں ہونی چاہئے۔ ممبر تو صرف خطیب و امام کے کھڑے ہونے اور بیٹھنے کی جگہ ہے۔ ممبر خطبہ یا تقریر کے لئے ہوتا ہے اس پر ہرگز ہرگز قرآن مجید نہیں رکھنا چاہئے۔ اور نہ کوئی دینی کتاب رکھی چاہئے۔

آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کا یہ سوال بمعہ جواب ''بکھرے موتی'' میں شامل کر رہا ہوں تا کہ زیادہ سے زیادہ قارئین تک پہنچ سکے، اللہ پاک ہمیں اپنی آخری کتاب ''قرآنِ حکیم'' کی عزت اور توقیر کرنے کی سعادت نصیب فرمائے اور اس کی بے ادبی یا بے حرمتی سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین!

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

(مولانا) محمد یونس پالن پوری

۱۴ر شوال المکرم سنہ ۱۴۲۷ھ ۲۶ر اکتوبر سنہ ۲۰۰۷ء

﴿۲۱﴾ مال سے ہم کتابیں تو خرید سکتے ہیں علم نہیں خرید سکتے

مال سے دُنیا کے چند بڑے فائدے تو حاصل کئے جا سکتے ہیں مگر ہر مشکل میں مال کام نہیں آتا۔ مثلاً:

مال سے ہم عینک تو خرید سکتے ہیں بینائی نہیں خرید سکتے۔ مال سے ہم نرم بستر تو خرید سکتے ہیں میٹھی نیند نہیں خرید سکتے۔
مال سے ہم کتابیں تو خرید سکتے ہیں علم نہیں خرید سکتے۔ مال سے ہم خوشامد تو خرید سکتے ہیں کسی کی محبت نہیں خرید سکتے۔
مال سے ہم زیورات تو خرید سکتے ہیں حسن نہیں خرید سکتے۔ مال سے ہم گھر میں نوکر تو لا سکتے ہیں بیٹا نہیں لا سکتے۔
مال سے ہم خضاب تو خرید سکتے ہیں شباب نہیں خرید سکتے۔
پس انسان کو چاہئے کہ طالب مال بننے کے بجائے طالب علم بن کر دُنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کرے۔

﴿۲۲﴾ دیندار غربا اللہ کے قریب ہوں گے

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ”قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب وہ ہوگا جس کا فاقہ، پیاس اور غم دُنیا میں طویل مدت تک رہا۔ اگر وہ غائب ہو جائیں تو لوگ تلاش نہ کریں، جب رات کو لوگ بستر بچھا لیتے ہیں تو وہ رب کے حضور پیشانیاں اور گھٹنے بچھا لیتے ہیں اور جب زمین انہیں کھوتی ہے تو روتی ہے۔ جب تو اُن کو کسی شہر میں دیکھے تو جان لے کہ یہ لوگ اس شہر میں ایمان کی علامت ہیں۔“

﴿۲۳﴾ دوست کو دوست کیوں کہتے ہیں؟

سلف صالحین سے منقول ہے کہ دوست کا لفظ چار حروف سے مل کر بنا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:
د: سے درد، یعنی جو دُکھ درد بانٹنے والے ہوں۔
و: سے وفا، یعنی جن کی آپ میں وفا ایسی ہو کہ زندگی بھر ساتھ نبھائیں۔
س: سے سچائی، یعنی ایک دوسرے کے ساتھ سچائی کا معاملہ کریں۔
ت: سے تابعداری، یعنی ہر ایک دوسرے کی بات ماننے کے لئے تیار رہے۔

﴿۲۴﴾ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پڑھ لیجئے

① اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے خوشخبری دی کہ ان کی کنیز ”خیرۃ“ نے ایک لڑکے کو جنم دیا ہے۔ یہ خبر سن کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دل باغ باغ ہو گیا، چہرۂ مبارک پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پہلی فرصت میں بچہ کو دیکھنے کا شوق دل میں پیدا ہوا، لہٰذا زچہ اور بچہ دونوں کو اپنے گھر بلانے کے لئے پیغام بھیجا۔ انہیں اپنی اس کنیز سے بے حد پیار تھا۔ اس کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ زچگی کے ایام یہاں گزارے۔

② پیغام بھیجے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آپ کی کنیز ”خیرۃ“ اپنے ہاتھوں میں نومولود بچہ کو اُٹھائے پہنچ گئی۔ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی نگاہ بچے کے معصوم چہرے پر پڑی تو وفورِ شوق سے آگے بڑھیں اور اسے اپنی گود میں لے کر پیار کیا۔ یہ بچہ کیا تھا قدرت کا انمول ہیرا، اتنا خوبصورت گلِ رخ، ماہ جبیں اور صحتمند کہ کیا کہتے۔ ہر دیکھنے والا قدرت کے اس شاہکار کو دیکھتا ہی رہ جاتا۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیز سے پوچھا: اے خیرۃ! کیا بچے کا نام تجویز کر لیا ہے؟ اس نے کہا۔ امی جان! ابھی نہیں، یہ میں نے آپ پر چھوڑ رکھا ہے، جو نام آپ کو پسند ہو رکھ دیجئے۔
فرمایا: ہم اس کا نام اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت سے حسن تجویز کرتے ہیں۔ پھر ہاتھ اُٹھائے اور نومولود کے حق میں دُعا کی۔

③ حسن کی پیدائش سے صرف ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہی خوشیوں کا گہوارہ نہ بنا بلکہ مدینہ منورہ کا ایک اور گھرانہ اس

خوشی میں برابر کا شریک رہا اور وہ تھا، کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا گھرانہ، وہ خوشی میں اس لئے شریک تھے کہ نومولود کا باپ یساران کا غلام تھا اور ان کے دل میں اپنے غلام کی بڑی عزت تھی اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

④ حسن بن یسار نے جو بعد میں حسن بصری کے نام سے مشہور ہوئے، رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آپ کی زوجہ محترمہ ہند بنت ابی امیہ کی گود میں پرورش وتربیت پائی، جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے نام سے مشہور تھیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عرب خواتین میں سے سب سے بڑھ کر عقلمند، سلیقہ شعار، محتاط، حساس، پیکر حسن و جمال اور صاحب فضل و کمال تھیں۔ علم و ہنر اور تقویٰ وخشیت میں ممتاز مقام پر فائز تھیں۔ آپ سے "۳۷۸" احادیث مروی ہیں، زمانہ جاہلیت میں آپ کا شماران خواتین میں ہوتا تھا جو لکھنا جانتی تھیں۔

حضرت حسن بصری کا تعلق ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ صرف ان کی کنیز کے بیٹے کی حیثیت سے ہی نہیں تھا بلکہ اس سے بھی کہیں گہرا اور قریبی تعلق پایا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ بسا اوقات حسن کی والدہ خیرۃ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کسی ضروری کام کو نمٹانے کے لئے گھر سے باہر جاتیں تو یہ بچپن میں بھوک وپیاس کی وجہ سے رونے لگتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انہیں اپنی گود میں لے لیتیں۔ ماں کی غیر حاضری میں بچے کو تسلی اور دلاسہ دینے کے لئے اپنی چھاتی اس کے منہ کو لگاتیں، دُودھ اُتر آتا، بچہ جی بھر کر پیتا اور خاموش ہو جاتا۔

اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حسن بصری کے ساتھ دو نسبتیں تھیں۔ ایک ام المومنین کے اعتبار سے ماں کی اور دوسری رضاعی ماں ہونے کی۔

⑤ اُمہات المومنین کے باہمی خوشگوار تعلقات اور گھروں کے آپس میں قرب وربط کی وجہ سے اس خوش نصیب بچے کو تمام گھروں میں آنے جانے کا موقع ملتا رہتا اور اس طرح سے اہل خانہ کے پاکیزہ اخلاق واطوار اپنانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں ازواج مطہرات کے گھروں میں میرے آنے جانے اور کھیل کود سے چہل پہل رہتی اور تمام گھر خوشیوں کا گہوارہ بنے رہتے۔ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں اُچھلتا کودتا ہوا گھروں کی چھتوں پر چڑھ جاتا، مجھے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔

⑥ حضرت حسن بصری کا بچپن انوار نبوت کی چمکیلی اور معطر فضاؤں میں ہنستے کھیلتے گزرا اور یہ رشد وہدایت کے ان میٹھے چشموں سے جی بھر کر سیراب ہوئے جو اُمہات المومنین کے گھروں میں جاری وساری تھے۔ بڑے ہوئے تو مسجد نبوی میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے زانوئے تلمذ کے شرف سے نوازے گئے اور ان سے علم حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔

انہیں حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن سب سے بڑھ کر امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پیار تھا، دینی مسائل میں ان کے مضبوط دلائل، عبادت میں گہری دلچسپی اور دُنیوی زیب وزینت سے بے رغبتی نے بہت متاثر کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سحر انگیز بیان، حکمت و دانش سے لبریز باتیں، مسجع ومقفیٰ عبارتیں اور دل ہلا دینے والی نصیحتیں ان کے دل پر اثر انداز ہوئیں تو ان کے ہو کر رہ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقویٰ واخلاق کا رنگ ان پر چڑھا اور حضرت حسن بصری نے فصاحت وبلاغت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلوب اختیار کیا۔

حضرت حسن بصری جب اپنی عمر کی چودہ بہاریں دیکھ چکے تو اپنے والدین کے ہمراہ بصرہ منتقل ہو گئے اور وہیں اپنے خاندان کے ساتھ مستقل رہائش اختیار کر لی۔ اس طرح حسن بصرہ کی طرف منتقل ہوئے اور لوگوں میں حسن بصری کے نام سے مشہور ہوئے۔

⑦ جن دنوں حضرت حسن بصری بصرہ میں آباد ہوئے، بلادِ اسلامیہ میں یہ شہر علوم وفنون کا سب سے بڑا مرکز تصور کیا جاتا تھا، اس کی مرکزی مسجد صحابہ کرام اور تابعین عظام سے بھری رہتی تھی۔

مسجد کا ہال اور صحن مختلف علوم وفنون کے حلقہ ہائے درس سے آباد تھا۔ حضرت حسن بصری اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جید وممتاز عالم دین، مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے تفسیر، حدیث اور تجوید کا علم حاصل کیا، فقہ، بلغت اور ادب جیسے علوم دیگر صحابہ کرام سے حاصل کئے۔ یہاں تک کہ یہ ایک راسخ عالم دین اور فقیہ کے مرتبہ کو پہنچے۔ علم میں رسوخ کی وجہ سے عام لوگ دیوانہ وار ان کی طرف متوجہ ہوئے، لوگ ان کے پاس بیٹھ کر خاموشی سے ایسے مواعظ سنتے جن سے پتھر دل بھی موم ہو جاتے، اور گنہگار آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے، آپ کی زبان سے نکلنے والی حکمت ودانش کی باتوں کو لوگ سرمایہ حیات سمجھتے ہوئے اپنے دلوں میں محفوظ کر لیتے اور آپ کی قابل رشک سیرت کو اپنانے کے لئے ہر دم کوشاں رہتے۔

⑧ حضرت حسن بصری کا نام پورے ملک میں مشہور ہو گیا۔ لوگ اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر خیر کرنے لگے۔ حکمران کی خیریت دریافت کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے، ان کے شب وروز کے معمولات سے آگاہی کی دلی تمنا رکھتے۔

خالد بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ میں عراق کے ایک قدیم شہر "حیرہ" میں بنوامیہ کے جرنیل اور فاتح قسطنطنیہ مسلمہ بن عبدالملک سے ملا، اُس نے مجھ سے دریافت کیا۔

خالد! مجھے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ بتاؤ۔ میرا خیال ہے انہیں جتنا تم جانتے ہو کوئی اور نہیں جانتا۔

میں نے کہا: آپ کا اقبال بلند ہو، ہر دم کامیابی آپ کے قدم چومے، بلاشبہ میں ان کے متعلق آپ کو بہتر معلومات بہم پہنچا سکتا ہوں، کیونکہ میں ان کا پڑوسی بھی ہوں اور ہم نشین بھی، بلکہ اہل بصرہ میں سب سے زیادہ انہیں جانتا ہوں، اس نے کہا: ان کے متعلق کچھ مجھے بھی بتائیں۔ میں نے کہا: ان کا باطن ظاہر جیسا ہے۔ ان کا قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ جب وہ کسی کو نیکی کا حکم دیتے ہیں پہلے خود اس پر عمل کرتے ہیں۔ جب کسی کو برائی سے روکتے ہیں تو خود بھی اس برائی کے قریب نہیں پھٹکتے۔ میں نے دُنیاوی مال ومتاع سے انہیں بالکل مستغنی و بے نیاز پایا، جو علم وتقویٰ کا خزانہ ہے، لوگ اسے حاصل کرنے کے لئے دیوانہ وار ان کی طرف لپکتے ہیں، وہ لوگوں کے محبوب نظر ہیں۔ یہ باتیں سن کر جرنیل مسلمہ بن عبدالملک پکار اُٹھا: "خالد! اب بس کیجئے، اتنا ہی کافی ہے، بھلا وہ قوم کیسے گمراہ ہو سکتی ہے، جس میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت موجود ہو۔"

⑨ جب حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا اور اس نے اپنے دورِ حکومت میں ظلم وتشدد کی انتہا کر دی تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان معدودے چند اشخاص میں سے ایک تھے جنہوں نے اس کی سرکشی اور ظلم وجور کو آگے بڑھ کر روکا، اس کے برے کارناموں کی ڈٹ کر مخالفت کی اور حق بات ڈنکے کی چوٹ سے اس کے منہ پر کہی۔

حجاج بن یوسف نے وسط شہر میں اپنے لئے ایک عالی شان محل تعمیر کروایا۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو گئی، اس نے افتتاحی تقریب میں لوگوں کو دعوتِ عام دی تاکہ وہ عظیم الشان محل کو دیکھیں، اس کی سیر کریں، بزبانِ خود تعریف کریں اور دُعائیہ کلمات سے نوازیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال آیا کہ اس سنہرے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔ وہ یہ نیت لے کر گھر سے نکلے کہ آج لوگوں کو نصیحت کریں گے، انہیں دُنیاوی مال ومتاع سے بے رغبتی اختیار کرنے کا درس دیں گے۔ اور جو اللہ کے یہاں

انعامات ہیں، انہیں حاصل کرنے کی ترغیب دیں گے۔ جب آپ موقع پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ اس عالی شان اور بلند و بالا محل کے چاروں طرف جمع ہیں اور عمارت کی خوبصورتی پر فریفتہ، اس کی وسعت پر انگشت بدنداں اور اس کی آرائش وزیبائش سے مرعوب نظر آتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کو جھنجوڑتے ہوئے کہا:

ہمیں یہ معلوم ہے کہ فرعون نے اس سے زیادہ مضبوط، خوبصورت اور عالی شان محلات تعمیر کیے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کر دیا اور اس کے محلات کو بھی تباہ کر دیا۔

کاش! حجاج کو یہ معلوم ہو جائے کہ آسمان والے اس سے ناراض ہیں اور زمین والوں نے اسے دھوکے میں رکھا ہوا ہے۔

وہ پورے جوش وولولہ سے حجاج کے خلاف برس رہے تھے۔ ان کے منہ سے الفاظ تیروں کی طرح نکل رہے تھے، مجمع ان کی شعلہ بیانی پر دم بخود تھا۔ یہاں تک کہ سامعین میں سے ایک شخص نے حجاج بن یوسف کے انتقامی جذبے سے خوفزدہ ہو کر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: جناب! اب بس کیجیے، اتنا ہی کافی ہے، کیوں اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں دے رہے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس نیک دل شخص سے کہا: میرے بھائی! اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے یہ پیمان لیا ہے کہ وہ ظالم کے منہ پر بغیر کسی خوف کے حق بات کی تبلیغ کرتے رہیں گے اور کبھی اس راہ وفا میں جفا کا گزر نہیں ہونے دیں گے۔ یہی ہمیشہ حق والوں کا وطیرہ رہا ہے اور یہی فریضہ آج میں ادا کر رہا ہوں۔

⑩ دوسرے روز حجاج گورنر ہاؤس میں آیا تو اس کا چہرہ غصے سے لال پیلا تھا۔ اس نے غضب ناک انداز میں اہل مجلس سے کہا: لاکھ لعنت ہے تمہارے وجود پر، بزدلو! کمینو! میری آنکھوں سے دُور ہو جاؤ، کتنے افسوس کی بات ہے کہ بصرے کا ایک غلام ابن غلام مجمع عام میں بے لگام ہو جی میں آتا ہے میرے خلاف کہہ جاتا ہے اور تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس کی زبان کو روکے، شرم کرو، حیا کرو۔ اے گروہ بزدلان اقلیم من! کان کھول کر سنو! اللہ کی قسم! اب میں اس کا خون تمہیں پلا کر رہوں گا۔ اسے آج ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ دُنیا انگشت بدنداں رہ جائے گی۔ پھر اس نے تلوار اور چمڑے کی چادر منگوائی۔ یہ دونوں چیزیں فوراً اس کی خدمت میں پیش کر دی گئیں۔ اس نے جلاد کو حکم دیا، وہ پلک جھپکتے ہی سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر پولیس کو حکم دیا کہ حسن بصری کو گرفتار کر کے لایا جائے۔

پولیس تھوڑی ہی دیر میں انہیں پکڑ کر لے آئی۔ منظر بڑا ہی خوفناک تھا، ہر طرف دہشت پھیلی ہوئی تھی، لوگوں کی نظریں اُوپر اُٹھی ہوئی تھیں، ہر شخص مغموم تھا، دل کانپ رہے تھے۔ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار، جلاد اور چمڑے کی چادر کو دیکھا تو وہ زیر لب مسکرائے اور کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔

جب وہ حجاج کے سامنے آئے تو ان کے چہرے پر مومن کا جاہ وجلال، مسلمان کی شان وشوکت اور مبلغ کی آن بان کا عکس جمیل نمایاں تھا۔

حجاج بن یوسف نے ان کی طرف دیکھا تو اس پر ہیبت طاری ہوگئی، غصہ کافور ہو گیا اور بڑی دھیمی آواز میں کہا: ابو سعید حسن بصری! میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں، آیئے تشریف رکھئے اور میرے قریب بیٹھیں۔ آپ بیٹھنے لگے تو کہا: ذرا اور قریب ہو جایئے یہاں تک کہ انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھا لیا۔ لوگ یہ منظر حیرت، استعجاب اور خوف کے ملے جلے جذبات سے دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بڑے اطمینان سے تخت پر بیٹھ گئے، تو حجاج نے ان سے دینی مسائل دریافت کرنے شروع کر دیئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہر سوال کا جواب بڑی دلجمعی، سحر بیانی اور عالمانہ انداز میں دیتے رہے۔ حجاج بن یوسف ان کے جوابات

سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا:
ابوسعید! تم واقعی علماء کے سردار ہو، پھر قیمتی عطر منگوایا اور ان کی داڑھی کو محبت بھرے انداز میں لگا کر رخصت کیا۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دربار سے نکلے تو حجاج کا دربان بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ تھوڑی دُور جا کر اس نے کہا: اے ابوسعید! حجاج نے آج آپ کو کسی اور غرض سے بلوایا تھا، لیکن اس کی طرف سے یہ حسن سلوک دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ مجھے ایک بات بتائیں، جب آپ گرفتار ہو کر دربار میں تشریف لائے تھے، آپ نے تلوار، جلاد اور چمڑے کی چادر کو دیکھا تو آپ کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔ آپ کیا پڑھ رہے تھے؟
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اس وقت یہ دُعا کی تھی:
"الٰہی! تو مجھ پر کی گئی نعمتوں کا والی ہے۔ ہر مصیبت کے وقت میرا ملجا وماویٰ ہے۔
الٰہی! ساری مخلوق کے دل تیرے قبضے میں ہیں۔
الٰہی! حجاج کے غصے کو میرے لئے ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دے، جس طرح تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دیا تھا۔"

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

میری دُعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا اور حجاج کا غصہ محبت میں بدل گیا۔

⑨ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو جابر و ظالم حکمرانوں کے ساتھ کئی مرتبہ اس نوعیت کا پالا پڑا، لیکن آپ ہر دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حکمرانوں کی نگاہ میں محترم اور ان کے دلوں پر اپنی عظمت و خودداری کے گہرے نقوش ثبت کر کے واپس لوٹے۔
اسی قسم کا ایک حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا جب خدا ترس، منصف مزاج، سادہ منش، پاک بیں، پاک طینت، خوش گہر اور پاکیزہ خو خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد یزید بن عبدالملک مسند خلافت پر جلوہ گر ہوا۔ اس نے عمر بن ہبیرہ فزاری کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔ پھر اس کے اختیارات میں اضافہ کر کے خراسان کا علاقہ بھی اس کے ماتحت کر دیا۔
یزید بن عبدالملک نے عنانِ اقتدار سنبھالتے ہی ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جو سلف صالحین کے طرزِ عمل کے بالکل برعکس تھا۔ وہ اپنے گورنر عمر بن ہبیرہ کو کثرت سے خط لکھتا اور ان خطوط میں ایسے احکامات جاری کرتا جو بسا اوقات حق کے منافی ہوتے اور انہیں فوری طور پر نافذ کرنے کا حکم دیتا۔
ایک دن عمر بن ہبیرہ نے حسن بصری اور عامر بن شرحبیل کو مشورے کے لئے بلایا اور عرض کیا کہ امیر المومنین یزید بن عبدالملک کو اللہ تعالیٰ نے مسند خلافت عطا کی ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، اس نے مجھے عراق اور خراسان کا گورنر مقرر کیا ہے، کبھی کبھی وہ مجھے ایسے سرکاری خطوط ارسال کرتا ہے جن میں بعض ایسے اقدامات کرنے کا حکم ہوتا ہے جو میرے نزدیک مبنی برانصاف نہیں ہوتے کیا ایسے احکامات سے پہلوتہی اختیار کرنے کا دینی لحاظ سے میرے لئے کوئی جواز نکلتا ہے؟
حضرت عامر بن شرحبیل نے ایسا جواب دیا جس میں خلیفہ کے لئے نرم رویہ اور گورنر کو خوش کرنے کا انداز پایا جاتا تھا لیکن حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ خاموش بیٹھے رہے۔
گورنر عمر بن ہبیرہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھا اور کہا ابوسعید! آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا:

''اے ابن ہبیرہ! ہوسکتا ہے کہ آسمان سے ایک ایسا سخت گیر فرشتہ نازل ہو جو قطعاً اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا۔ وہ تجھے تخت سے اُٹھا کر اور اس محل کی وسعتوں سے نکال کر ایک تنگ و تاریک قبر میں ڈال دے، وہاں تو یزید کو نہیں دیکھ سکے گا، وہاں تجھے وہ عمل ملے گا جس میں تو نے اپنے اور یزید کے ربّ کی مخالفت کی تھی۔

اے ابن ہبیرہ! اگر تو اللہ کا ہو جائے اور ہر دم اس کی اطاعت میں سرگرم رہے تو وہ تجھے یقیناً دُنیا و آخرت میں یزید کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے یزید کا ساتھ دے گا تو پھر اللہ تعالیٰ بھی تجھے یزید کے ظلم و ستم کے حوالے کر دے گا۔ اے ابن ہبیرہ! خوب اچھی طرح جان لو، مخلوق میں خواہ کوئی بھی ہو اس کا وہ حکم نہیں مانا جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہو۔ یہ باتیں سن کر ابن ہبیرہ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوگئی۔ پھر وہ حضرت عامر بن شرحبیل شعبی کو چھوڑ کر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مائل ہوئے اور حد درجہ ان کی عزت و اکرام بجالائے۔

جب دونوں بزرگ گورنر کی ملاقات سے فارغ ہو کر مسجد میں پہنچے، لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان سے گورنر کے ساتھ ہونے والی باتیں معلوم کرنے لگے۔ حضرت عامر بن رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کے سامنے برملا کہا۔

لوگو! ہمیں ہر حال میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کو مخلوق پر ترجیح دینی چاہیے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، آج حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے گورنر عمر بن ہبیرہ کو کوئی ایسی بات نہیں کہی جسے میں نہ جانتا ہوں لیکن میں نے اپنی گفتگو میں گورنر کی خوشنودی کو ملحوظِ خاطر رکھا اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گفتگو میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے گورنر کی نظروں میں گرا دیا اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی نگاہوں میں محبوب بنا دیا۔

(۱۲) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اسی (۸۰) برس تک زندہ رہے۔ اس دوران دُنیا کو اپنے علم و عمل، حکمت و دانش اور فہم و فراست سے فیض یاب کرتے رہے۔ انہوں نے نئی نسل کے لئے جو عظیم ورثہ چھوڑا وہ ان کے رقت انگیز پند و نصائح ہیں جو رہتی دُنیا تک خزاں گزیدہ دلوں کے لئے بہار بنے رہیں گے، ان کی نصیحتیں دلوں میں گداز اور انتعاش پیدا کرتی رہیں گی، ان کے رقت انگیز مواعظ کے اثر کی بنا پر احساسِ ندامت سے آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑیاں لگتی رہیں گی، بیتاب آنسو بہتے رہیں گے، پریشان حال لوگوں کو راہنمائی ملتی رہے گی اور غفلت شعار انسانوں کو دُنیا کی حقیقت سے آگاہی حاصل ہوتی رہے گی۔

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے دُنیا کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے دُنیا و آخرت کے متعلق پوچھتے ہو، سنو! دُنیا و آخرت کی مثال مشرق و مغرب جیسی ہے، جتنا زیادہ تم ایک کے قریب جاؤ گے اتنا ہی دوسرے سے دُور ہوتے جاؤ گے۔

تم کہتے ہو کہ میں دُنیا کے اوصاف بیان کروں، میں تمہارے سامنے اس گھر کی کیا صفت بیان کروں جس کا آغاز مشیت و تکلیف پر مبنی ہے اور جس کا انجام فنا و بربادی ہے۔ اس میں جو حلال ہے اس کا حساب لیا جائے گا اور جو حرام ہے اس کے استعمال پر سزا دی جائے گی۔ جو اس میں تونگر و مالدار رہا وہ فتنے میں مبتلا ہوا اور جو فقیر محتاج ہوا وہ حزن و ملال کا شکار ہوا۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ سے آپ کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

بھائی! میرا حال کیا پوچھتے ہو، افسوس! ہم نے اپنی جانوں پر کتنے ظلم ڈھائے، ہم نے اپنے دین کو کمزور کر دیا اور دُنیاوی حرص نے ہمیں موٹا کر دیا، ہم نے اپنے اخلاق بوسیدہ کر دیئے اور اپنے بستر اور کپڑے نئے بنوا لئے۔ ہم میں سے ایک اپنے بائیں پہلو پر ٹیک لگائے مزے سے پڑا رہتا ہے اور غیروں کے مال بڑی بے پرواہی سے ہڑپ کئے جاتا ہے۔

پھر تو تمکین کے بعد میٹھا کھانے کے لئے منگواتا ہے، ٹھنڈے کے بعد گرم پیتا ہے، خشک کے بعد تر کھجوریں کھاتا ہے، پاپی پیٹ میں

درد اٹھتا ہے اور قے آنے لگتی ہے، پھر گھر میں شور مچاتا ہے کہ جلدی چورن لاؤ تاکہ کھانا ہضم ہو جائے۔ اے گھٹیا نادان! اللہ کی قسم! تو اپنے دین کے سوا کچھ بھی ہضم نہیں کر سکے گا۔

احمق! تیرا پڑوسی کہاں اور کس حال میں ہے؟ تیری قوم کا بھوکا یتیم کہاں ہے؟ وہ مسکین کہاں ہے جو تیری طرف دیکھتا رہتا ہے؟ وہ مخلوق کہاں ہے جس کی نگرانی اور دیکھ بھال کی اللہ تعالیٰ نے تجھے وصیت کی تھی؟ کاش! تجھے علم ہوتا تو محض ایک گنتی کا ہندسہ ہے، جب ایک دن کا سورج غروب ہوتا ہے تو تیری زندگی کا ایک دن کم ہو جاتا ہے۔

⑬ یکم رجب سنہ ۱۱۰ ہجری جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے اپنے رب کی صدا پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی۔ صبح کے وقت جب ان کی وفات کی خبر لوگوں میں پھیلی تو بصرے میں کہرام مچ گیا۔ آپ کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا اور اس مرکزی مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی گئی جس میں زندگی کا بیشتر حصہ عالم، معلم اور داعی و مبلغ کی حیثیت میں گزارا۔ بصرہ کے تمام باشندے نماز جنازہ میں شریک ہوئے، اس روز بصرہ کی مرکزی مسجد میں نماز عصر کی جماعت نہیں ہوئی کیونکہ شہر میں نماز پڑھنے والا کوئی فرد باقی نہیں رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس خوش گہر، پاکیزہ خو، سادہ منش، شیریں سخن، پاک طینت، پاک جبیں، فرخندہ اور خندہ جبیں عظیم المرتبت شخصیت کی قبر کو منور کرے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

⑭ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

① الطبقات الکبریٰ	۲۰۲،۱۹۷،۱۹۵،۱۸۸،۱۸۲،۱۷۹
② الطبقات الکبریٰ	۲۲۷/۲۳۳/۳
③ حلیۃ الاولیاء اصفہانی	۱۶۱،۱۳۱/۲
④ تاریخ خلیفہ بن خیاط	۳۵۴،۳۳۱،۲۸۷،۱۸۹،۱۲۳
⑤ وفیات الاعیان ابن خلکان	۱۳۹،۳۵۴/۱
⑥ شذرات الذھب	۱۳۹،۱۳۸/۱
⑦ میزان الاعتدال	۲۵۴/۱
⑧ امالی المرتضیٰ	۱۶۰،۱۵۸،۱۵۳،۱۵۲/۱
⑨ البیان والتبیین	۱۴۴/۳،۱۷۳/۲،
⑩ المحبر محمد بن حبیب	۳۷۸،۲۳۵
⑪ کتاب الوفیات احمد بن حسن بن علی	۱۰۹،۱۰۸
⑫ حسن بصری، احسان عباس	

﴿۲۵﴾ ایران کی تین شہزادیوں نے مدینہ منورہ کے تین دیندار لڑکوں کو پسند کیا

جس روز ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کو ذلت آمیز انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا اس روز اس کے تمام جرنیل، حفاظتی دستہ اور اہل خانہ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بن گئے اور مال غنیمت کو سمیٹ کر مدینہ منورہ لایا گیا۔ اس عظیم فتح کے موقع پر جس کثیر تعداد میں قیمتی

قیدی مدینہ منورہ میں لائے گئے، اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی، ان قیدیوں میں ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کی تین بیٹیاں بھی تھیں۔

① لوگ قیدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے پلک جھپکتے ہی انہیں خرید لیا اور رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ صرف ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹیاں باقی رہ گئیں۔ وہ بلاشبہ حسن و جمال کا پیکر، پری رُخ اور سیمیں بدن دوشیزائیں تھیں جب انہیں فروخت کرنے کے لیے پیش کیا گیا تو مارے ذلت و رسوائی کے ان کی آنکھیں زمین میں گڑ گئیں۔ حسرت و یاس اور انکساری و درماندگی کی وجہ سے ان کی غزالی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، انہیں دیکھ کر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دل میں ترس آگیا اور یہ خیال آیا کہ انہیں وہ شخص خریدے جو ان سے حسن سلوک سے پیش آئے۔ اس میں حیران ہونے کی بھی کوئی بات نہیں، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''شکست خوردہ قوم کے معزز افراد پر ترس کھایا کرو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے امیر المومنین! بادشاہ کی بیٹیوں کے ساتھ امتیازی سلوک ہونا چاہیے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ سچ کہتے ہیں، لیکن اس کی صورت کیا ہو؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک تو ان کی قیمت زیادہ لگائیں اور دوسرے ان کو اختیار دے دیں جس پر یہ راضی ہو جائیں ان کے ہاتھ انہیں دے دیا جائے اور ان پر قطعاً کوئی جبر نہ ہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر بہت خوشی ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو نافذ کر دیا۔

ان میں سے ایک نے حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پسند کیا۔ دوسری نے حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور تیسری حسن و جمال کی وجہ سے جسے ملکہ خواتین کہا جاتا تھا اس نے اپنے لئے نواسہ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پسند کیا۔

② تھوڑے ہی عرصہ بعد ملکہ خواتین نے اپنی دلی رغبت سے اسلام قبول کر لیا، یہ دین قیم کی راہ پر گامزن ہوئیں، غلامی سے آزاد کر دی گئیں، کنیز سے آزاد ہو کر بیوی کا باعزت مقام حاصل کیا، پھر اس نے سوچا کہ ماضی کی تمام شرکیہ یادیں یکسر بھلا دی جائیں اور اس نے اپنا نام شاہ زندہ سے بدل کر غزالہ رکھ لیا۔

غزالہ کے نصیب میں بہترین رفیق حیات آیا۔ بڑی خوشگوار زندگی بسر ہونے لگی، میٹھے لمحوں میں گزرنے لگے۔ اب ایک ہی دلی خواہش باقی رہ گئی تھی کہ اسے چاند سا بیٹا نصیب ہو جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کی یہ خواہش بھی پوری کر دی، ایک مہتاب چہرہ بیٹے نے جنم لیا۔ برکت کے لئے اس کا نام دادا کے نام پر علی رکھا گیا لیکن غزالہ کے لئے یہ خوشی چند لمحات سے زیادہ دیکھنا نصیب نہ ہوئی کیونکہ اپنے بیٹے کو جنم دیتے ہی اللہ کو پیاری ہو گئی۔

③ اس نومولود کی پرورش و نگہداشت ایک کنیز کے سپرد کر دی گئی جس نے اسے ماں جیسا پیار دیا، اس نے اس پر اپنی محبت کو اس طرح نچھاور کیا جس طرح کوئی ماں اپنے اکلوتے بیٹے سے پیار کرتی ہے اور اس کی اس طرح پرورش کی کہ یہ نومولود بڑا ہو کر اسے ہی اپنی حقیقی ماں سمجھنے لگا۔

④ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ جب سن شعور کو پہنچے تو حصول علم کی طرف شوق و رغبت سے متوجہ ہوئے، پہلا مدرسہ گھر ہی تھا اور یہ کتنا اچھا مدرسہ تھا۔

پہلے اُستاد ان کے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہما تھے اور یہ کتنے عظیم اُستاد تھے، دوسرا مدرسہ رسول اکرم ﷺ کی مسجد تھا۔ مسجد نبوی ﷺ میں ان دنوں صحابہ کرام اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی چہل پہل تھی۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام بڑی ہی دلی رغبت کے ساتھ

پھولوں جیسے نونہال بیٹوں کو کتاب الٰہی پڑھایا کرتے تھے اور اس میں غور و تدبر کی تلقین کرتے، حدیث رسول ان کے سامنے بیان کرتے اور اس کے مقاصد سمجھاتے۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرت اور غزوات کے واقعات بیان کرتے، مختلف شعراء کے اشعار پڑھ کر سناتے اور پھر ان کے مطالب بیان کرتے اور ان کے دلوں میں حب الٰہی، خشیت الٰہی اور تقویٰ کی جوت جگاتے۔ اس طرح یہ نونہال باعمل علماء اور باکردار راہنما بن کر اُبھرتے۔

⑤ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ کے دل میں قرآنی علم نے گھر کر لیا۔ اس کے سوا کسی اور علم کی طرف دل راغب ہی نہ ہوا۔ قرآن مجید کے وعدہ و وعید کی وجہ سے ان کے احساسات میں لرزہ طاری ہو جاتا۔ جب قرآنِ مجید کی کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں جنت کا تذکرہ ہوتا تو دل شوق و رغبت سے اس کے حصول کا متمنی ہوتا، اور جب قرآنِ مجید کی ایسی آیت پڑھتے جس میں جہنم کا تذکرہ ہوتا تو ایک گرم اور لمبی سانس لیتے، انہیں یوں محسوس ہوتا جیسے جہنم کی آگ کا دہکتا ہوا شعلہ ان کے دامن میں اُتر آیا ہے۔

⑥ حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ جوانی اور علم کے نکتۂ عروج پر پہنچے تو مدنی معاشرے کو ایک ایسا جوان ملا جو بنو ہاشم کے جوانوں میں عبادت اور تقویٰ میں مثالی شان رکھنے والا، فضل و شرف اور اخلاق و کردار میں سب سے بڑھ کر، نیکی و بردباری میں سب سے اعلیٰ مقام پر فائز، ان کی عبادت اور تقویٰ کا یہ حال تھا کہ وضو اور نماز کے درمیان ان کے بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی اور ان کا جسم مسلسل رعشے کی زد میں آ جاتا اور اس سلسلے میں ان سے بات کی جاتی تو فرماتے:

''تم پر بڑا افسوس ہے، کیا تم جانتے نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں؟ کیا تم جانتے نہیں کہ کس کے ساتھ میں سرگوشی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں؟''

⑦ اس ہاشمی نوجوان کی نیکی، تقویٰ اور عبادت گزاری سے متاثر ہو کر لوگوں نے اس زین العابدین کے نام سے پکارنا شروع کر دیا اور اسی نام سے آپ مشہور ہو گئے۔ یہاں تک کہ لوگ ان کے اصلی نام کو بھول گئے۔ غرضیکہ لقب اصلی نام پر غالب آ گیا، ان کی سنجیدہ ریزی اور نماز کے دوران دُنیا کی بے نیازی کی وجہ سے اہل مدینہ نے انہیں ''ثانی السجوذ'' کا لقب دے دیا۔ ان کے باطن کی صفائی اور دل کی پاکیزگی کی وجہ سے لوگوں نے انہیں پاک باز و پاک طینت شخصیت قرار دے دیا۔

⑧ حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کا اس بات پر یقین تھا کہ عبادت کا مغز دُعا ہے۔ وہ کعبہ شریف کے پردے سے چمٹ کر گھٹنوں رب جلیل کی بارگاہ میں دُعائیں کرتے۔ بیت اللہ کے ساتھ کتنی ہی مرتبہ چمٹ کر انہوں نے یہ دُعا کی:

''پروردگار! تو نے بے پایاں رحمت مجھ پر نچھاور کی، مجھ پر انعام و اکرام کی بے انتہا بارش کی۔ میں بلاخوف و خطر تیری بارگاہ میں التجا کرتا ہوں، محبت و اُلفت کی بنا پر تجھ سے سوالی ہوں، تیری بارگاہ سے مزید رحمت کا ملتجی ہوں۔ تیرے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہمت و طاقت کی التجا ہے۔ الٰہی! میں تجھ سے اس بیچارے گہرے پانی میں ڈوبنے والے کے مانند مانگتا ہوں جسے کنارے لگنے کے لئے تیرے سوا کوئی سہارا نظر نہ آتا ہو۔ الٰہی! کرم فرما اور میری زندگی کی منجدھار میں پھنسی ہوئی ناؤ کو کنارے لگا دے، بلاشبہ تو سب سے بڑھ کر اپنی مخلوق پر کرم کرنے والا ہے۔''

⑨ حضرت طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ یہ بیت اللہ کے سائے میں کھڑے مضطرب شخص کی طرح پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ سخت بیمار کی طرح کراہ رہے تھے محتاج کی طرح دُعا کر رہے تھے۔ حضرت طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ کھڑے انتظار کر رہے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے رونا بند کر دیا، دُعا سے فارغ ہوئے تو طاؤس بن کیسان نے ان سے کہا: ''اے اللہ کے رسول

ﷺ کے نواسے! میں نے آج تیری حالت دیکھی ہے، تجھ میں تین خوبیاں ایسی پائی جاتی ہیں جو تجھے خوف سے بچالیں گی۔"

حضرت زین العابدین نے پوچھا: "اے طاؤس! وہ کون سی خوبیاں ہیں؟"

آپ نے فرمایا: "ایک تو آپ رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں، دوسری تجھے اپنے نانا کی شفاعت حاصل ہوگی اور تیسری اللہ تعالیٰ کی رحمت تیرے شاملِ حال ہوگی۔"

انہوں نے فرمایا: "اے طاؤس! قرآنِ مجید کی درج ذیل آیت سننے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میرا رسول کے ساتھ انتساب مجھے فائدہ نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ" (سورۂ مؤمنون: آیت ۱۰۱)

"تو جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان کوئی حسب و نسب کام نہ آئے گا اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔"

جہاں تک میرے نانا کی شفاعت کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد میرے پیش نظر ہے۔

"وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ" (سورۃ الانبیاء: آیت ۲۸)

"کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو۔"

اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے:

"إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ" (سورۃ الاعراف: آیت ۵۶)

"بے شک اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے۔"

تقویٰ اور خوفِ خدا نے حضرت زین العابدین میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دیں۔ فضل و شرف اور نرمی اور بردباری کے خوگر ہوئے، ان مثالی اوصاف کے دل پذیر تذکروں سے سیرت کی کتابیں مزین ہیں اور تاریخ کے صفحات چمک رہے ہیں۔

حضرت حسن بن حسن بیان کرتے ہیں۔ میرے اور چچازاد بھائی زین العابدین کے درمیان ایک مرتبہ اختلاف پیدا ہوگیا، میں ان کے پاس گیا۔ وہ مسجد میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، غصے میں آکر میں نے جو منہ میں آیا انہیں کہہ دیا لیکن وہ میری کڑی کسیلی باتیں خاموشی سے سنتے رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں غصے کا بھرپور اظہار کر کے چلا گیا، رات کو میرے دروازے پر کسی نے دستک دی، یہ دیکھنے کے لئے اُٹھا کہ اس وقت میرے دروازے پر کون ہو سکتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ زین العابدین کھڑے ہیں، مجھے اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ یہ اب اپنا بدلہ لینے آئے ہیں، لیکن انہوں نے فرمایا:

"میرے بھائی! آج صبح جو آپ نے میرے بارے میں کہا اگر اس میں آپ سچ ہیں تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کردے اور اگر آپ ان باتوں میں سچے نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کردے۔"

یہ کہا، مجھے سلام کیا اور واپس چلے گئے۔ میں نے انہیں روکا اور عرض کیا، "آئندہ میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو آپ کو ناگوار گزرے۔ بھائی مجھے معاف کردیجئے۔"

اُن کا دل نرم ہوگیا اور فرمایا: "کوئی بات نہیں، میرے بارے میں آپ کو بات کرنے کا حق پہنچتا ہے۔"

⑩ مدینہ منورہ کا ایک باشندہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ زین العابدین مسجد سے باہر نکلے اور میں بھی ان کے پیچھے ہولیا، میں بغیر کسی وجہ کے انہیں گالیاں دینے لگا، لوگ یہ سن کر مجھ پر پل پڑے، مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ قریب تھا کہ وہ میرا کچومر نکال دیتے، زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا: رُک جاؤ۔ تو وہ سب رُک گئے، جب آپ نے مجھے کانپتے ہوئے دیکھا تو

بڑی خندہ پیشانی سے میری طرف متوجہ ہوئے، مجھے دلاسہ دینے لگے تاکہ میرا خوف جاتا ہے۔
پھر آپ نے فرمایا: ''آپ نے مجھے اپنی معلومات کے مطابق گالی دی لیکن وہ عیب جن پر پردہ پڑا ہوا ہے، آپ نہیں جانتے، وہ تو کہیں زیادہ ہیں۔'' پھر مجھ سے پوچھا: ''کیا تمہاری کوئی ایسی ضرورت ہے جسے پورا کر کے ہم تمہاری مدد کر سکیں۔''
میں شرمندہ ہوا اور کچھ کہہ نہ سکا۔ جب انہوں نے میری شرمساری دیکھی تو اپنی قیمتی چادر اُتار کر مجھ پر ڈال دی اور ایک ہزار درہم مجھے عنایت کئے۔

ایک غلام کہتے ہیں کہ میں زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ کا غلام تھا۔ انہوں نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا، میں نے تاخیر کر دی، جب میں ان کے پاس آیا تو بڑے غصے سے کوڑا پکڑا اور میری پٹائی شروع کر دی، میں رونے لگا، مجھے غصہ بھی بہت آیا، آپ نے اس سے پہلے کسی کو مارا بھی نہیں تھا۔
میں نے کہا: ''اے علی بن حسین! اللہ سے ڈریں، ایک تو آپ مجھ سے خدمت لیتے ہیں، میں آپ کے حکم کے مطابق ہر کام پوری محنت سے کرتا ہوں، اُوپر سے آپ میری پٹائی کرتے ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟''
میری یہ بات سن کر رو پڑے اور فرمایا: ''ابھی مسجد نبوی ﷺ میں جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو پھر یہ دُعا کرو۔ الٰہی! علی بن حسین کو معاف کر دے، اگر آج آپ یہ کریں گے تو میری غلامی سے آپ آزاد ہوں گے۔'' میں مسجد گیا، نماز پڑھی اور دُعا کی۔ جب میں گھر واپس لوٹا تو آزاد تھا۔

⑪ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت زین العابدین رحمہ اللہ پر بڑی وافر مقدار میں مال و دولت اور رزق کے خزانے کھول رکھے تھے۔ تجارت میں انہیں بہت نفع ہوتا تھا۔ زراعت میں بھی بڑی فراوانی میسر تھی۔
یہ دونوں کام آپ کے نوکر چاکر انجام دیا کرتے تھے۔ زراعت وتجارت کے ذریعے وافر مقدار میں مال و دولت ان کے ہاتھ لگتا، لیکن اس تونگری وفراوانی نے ان کے اندر نخوت یا تکبر کا کوئی شائبہ پیدا نہیں کیا۔ البتہ دُنیا کے مال کو انہوں نے آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنایا۔ ان کی دولت وثروت ہر لحاظ سے ان کے لئے مفید کارآمد ثابت ہوئی۔ رازداری اور پوشیدہ انداز میں صدقہ وخیرات کرنا انہیں بہت محبوب تھا۔ جب رات کا اندھیرا چھا جاتا تو یہ اپنی کمزور کمر پر آٹے کے تھیلے اُٹھاتے اور مدینے کے ان ضرورت مندوں کے گھر چپکے سے چھوڑ آتے جو خودداری کی وجہ سے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ یہ کام سرانجام دینے کے لئے رات کی تاریکی میں اس وقت نکلتے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے۔
مدینہ منورہ میں بہت سے گھر خوشحالی سے زندگی بسر کر رہے تھے، جنہیں یہ بھی پتا نہیں تھا کہ ان کے پاس وافر مقدار میں رزق کہاں سے آتا ہے۔ حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ فوت ہو گئے اور ان لوگوں کے پاس آتا آنا بند ہو گیا تب پتا چلا کہ یہ کہاں سے آتا تھا۔

حضرت زین العابدین کو غسل دینے کے لئے جب تختے پر رکھا گیا، غسل دینے والوں نے پیٹھ پر سیاہ نشان دیکھا تو کہنے لگے، یہ کیا ہے؟ انہیں بتایا کہ یہ آٹے کی بوریاں اُٹھانے کی وجہ سے نشان پڑا، جو وہ مدینے کے تقریباً ایک سو گھروں میں پہنچایا کرتے تھے، آج اس طرح فیاضی کے ساتھ خرچ کرنے والا دُنیا سے رُخصت ہو گیا۔

⑫ حضرت زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ اپنے غلاموں کو اس کثرت اور فیاضی سے آزاد کیا کرتے تھے کہ اس کا چرچا مشرق ومغرب میں سفر کرنے والے مسافروں تک پہنچ چکا تھا۔ ان کا یہ کارنامہ لوگوں کی فکر ونظر کے اُفق سے بھی کہیں بلند تھا، اس کی پرواز تخیلات

سے بھی کہیں اُونچی تھی، کوئی عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

یہ ہر اُس غلام کو آزاد کر دیا کرتے تھے، جو ان سے حسن سلوک سے پیش آتا، اس کی آزادی اس کے حسن سلوک کا بدلہ ہوگی۔ یہ اس غلام کو بھی آزاد کر دیا کرتے تھے جو نافرمانی کرتا اور پھر توبہ کر لیتا۔ اُسے اپنی توبہ کے بدلے آزادی مل جاتی۔ ان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلام آزاد کیے۔ آپ اپنے کسی غلام یا کسی کنیز سے ایک سال سے زائد خدمت نہیں لیا کرتے تھے۔

عید الفطر کی رات بہت زیادہ غلاموں کو آزاد کیا کرتے تھے، ان سے یہ مطالبہ کیا کرتے تھے قبلہ رُخ ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کریں: ''الٰہی! علی بن حسین کو معاف کر دے۔'' اس طرح انہیں دہری خوشی نصیب ہوتی، ایک خوشی عید کی اور دوسری خوشی آزادی کی۔

⑬ حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ کی محبت لوگوں کے دلوں میں اُتر چکی تھی۔ لوگ انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے، لوگوں کے دلوں میں ان کا بہت مرتبہ تھا۔ گویا یہ لوگوں کے بے تاج بادشاہ تھے۔ ان کے دور میں یہ مقام کسی اور کو حاصل نہ تھا، لوگوں کو ان سے سچی محبت تھی، ان کے ساتھ بڑی تعظیم سے پیش آتے، بڑا ہی گہرا تعلق تھا، لوگوں کی نگاہیں ہر دم ان کی متلاشی رہتیں۔ گھر سے نکلتے ہوئے یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے، مسجد جاتے ہوئے یا مسجد سے واپس آتے ہوئے لوگ ان کی زیارت کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔

⑭ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہشام بن عبدالملک حج کے لئے مکہ معظمہ آیا۔ اس وقت وہ ولی عہد تھا، وہ طواف کرتا اور حجر اسود کو چومنا چاہتا تھا، حفاظتی دستے نے لوگوں کو ہٹو بچو کرتے ہوئے اس کے لئے راستہ بنانا شروع کر دیا۔ لیکن لوگوں میں سے ایک شخص نے ان کی طرف دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی ان کے لئے راستہ بنایا بلکہ وہ یہ کہہ رہا تھا: ''یہ گھر اللہ کا ہے، تمام لوگ اس کے بندے ہیں۔''

اسی دوران دُور سے ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کی آوازیں سنائی دینے لگیں، لوگ ٹکٹکی لگا کر اس کی طرف دیکھنے لگے، وہ کیا دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے جھرمٹ میں ایک خوبصورت، چھریرے بدن اور روشن چہرے والا شخص احرام باندھے بڑے ہی وقار کے ساتھ بیت اللہ کی جانب چلا آرہا ہے۔ اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان نمایاں ہے۔ لوگ عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے لئے راستہ بنا رہے ہیں اور اسے محبت وعقیدت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں، وہ شخص حجر اسود تک پہنچا اور اسے بڑے ہی باوقار انداز میں چوما۔

ہشام بن عبدالملک کے حاشیہ برادروں میں سے ایک شخص نے اس سے پوچھا، یہ کون ہے جس کی لوگ اس انداز میں تعظیم بجا لا رہے ہیں۔ ہشام نے کہا، میں اسے نہیں جانتا۔

دُنیائے عرب کا مشہور شاعر فرزدق وہاں موجود تھا۔ اس نے کہا، اگر ہشام اس کو نہیں جانتا تو کیا ہوا، میں اسے جانتا ہوں اور تمام دُنیا اسے جانتی ہے۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا فرزند ارجمند علی ہے جسے لوگ زین العابدین کے نام سے جانتے ہیں، پھر برجستہ ان کی شان میں اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

① یہ وہ شخص ہے جس کے قدموں کی آہٹ کو وادی بطحاء جانتی ہے
بیت اللہ بھی اس کو جانتا ہے اور حل و حرم بھی اسے جانتے ہیں

② یہ اللہ کے بندوں میں سب سے بہتر انسان کا نواسہ ہے
یہ متقی پرہیزگار، پاک صاف اور ممتاز انسان ہے

③ یہ فاطمۃ الزہرا کا پوتا ہے ، اگر تو نہیں جانتا تو سن لے
اس کے نانا خاتم الانبیاء ﷺ ہیں
④ تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے اسے کوئی نقصان نہیں دے گا
تو اسے اگر نہیں جانتا عرب و عجم تو اسے جانتے ہیں
⑤ اس کے دونوں ہاتھ بڑے فیاض ہیں
لوگ اس کی فیاضی سے خوب مستفیض ہوتے ہیں
⑥ یہ نرم طبیعت ہے اس میں ترش روئی کا شائبہ تک نہیں ہے
دو خوبیوں نے اس کا آراستہ کیا ہے وہ حسن اخلاق اور نرم طبیعت ہے
⑦ تشہد کے علاوہ اس کی زبان پر لا نہیں آتا
اگر تشہد نہ ہوتا تو یہ لا بھی نعم ہوتا
⑧ اس کے احسانات خلق خدا پر عام ہیں
جن کی وجہ سے تاریکیاں ، غربت و افلاس ختم ہوگئے
⑨ جب قریش نے اسے دیکھا تو اس کا ایک شخص پکار اٹھا
یہ وہ شخص ہے جس پر حسن اخلاق ختم ہے
⑩ یہ حیا کی وجہ س اپنی نگاہیں نیچی رکھتا ہ
اور لوگ اس کی ہیبت سے نگاہیں جھکا لیتے ہیں
⑪ اس کی ہتھیلی ریشم کی طرح نرم ہے اور اس سے کستوری کی خوشبو آتی ہے
اور اس کی ناک کھڑی ہے جس سے شخصی عظمت آشکار ہوتی ہے
⑫ اس کا اصل رسول ﷺ سے مشتق ہوا ہے
اس کا حسب و نسب کس قدر عمدہ ہے

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ ہر اُس شخص کے لئے نادر نمونہ تھے، جو پوشیدہ اور علانیہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے ثواب کا لالچ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بچا بچا کر رکھتے ہیں۔

نوٹ: بندے کے والد صاحب بیانات میں عربی کے یہ اشعار مع ترجمہ درد بھرے انداز میں پڑھتے تھے، مجمع بہت روتا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت نصیب فرمائے، آمین!

⑮ حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

① طبقات ابن سعد	۲۱۱/۵	② تاریخ البخاری	۲۲۶/۲
③ المعارف	۲۱۴	④ المعرفۃ والتاریخ	۵۴۴،۳۶۰/۱
⑤ الجرح والتعدیل	۱۷۸/۳	⑥ طبقات الفقہاء (شیرازی)	۶۳
⑦ تاریخ ابن عساکر	۵۱۵/۱۲	⑧ الاسماء واللغات	۳۴۳/۱

⑨ وفیات الاعیان	۳۶۶/۳	⑩ تاریخ اسلام	۳۴/۴
⑪ العبر	۱۱۱/۱	⑫ البدایۃ والنہایۃ	۱۰۳/۹
⑬ النجوم الزاہرہ	۲۲۹/۱		

﴿۲۶﴾ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد سلام عرض ہے کہ بارہا آپ کے وعظ میں حضرت ثمامہ بن اُثال کا واقعہ سنتا ہوں جو میں نے کسی کتاب میں پڑھا نہیں ہے حالانکہ میں بفضلہٖ وکرمہ علم کی دولت کے حصول میں کچھ عرصہ دے چکا ہوں، برائے کرم تفصیلی خطاب سے مستفیض فرما کر قلبی فرحت کا موقع عنایت کیجئے۔ فقط والسلام!

جواب خط

رسول اللہ ﷺ نے سنہ ۶ ہجری میں دعوتِ اسلامی کا دائرہ وسیع کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے لئے آپ ﷺ نے عرب وعجم کے حکمرانوں کو آٹھ دعوتی خط لکھے۔ آپ نے جن حکمرانوں کے پاس یہ خطوط ارسال فرمائے تھے، ان میں سے ایک ثمامہ بن اُثال حنفی تھا، ثمامہ کو اہم حکمرانوں میں شامل کرنا اور اس کے یہاں دعوتی خط روانہ کرنا حیرت انگیز اور قابل تعجب اس لئے نہیں تھا کہ وہ نہایت بااثر اور اہم شخصیت کا مالک تھا۔ وہ دور جاہلیت میں عرب کا ایک حکمراں قبیلہ بنوحنفیہ کا ایک سربرآوردہ رئیس اور علاقہ یمامہ کے ان بادشاہوں میں سے تھا جن کی کوئی بات ٹھکرائی نہیں جاتی تھی۔

جب ثمامہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا تو اس نے اس کے ساتھ نہایت توہین آمیز اور غیر ذمہ دارانہ رویہ اپنایا۔ جھوٹے پندار اور جاہلانہ غرور نے اس کو کفار پر جما دیا اور اس نے دعوتِ حق سے اپنے کان بند کر لئے، پھر شیطان اس پر سوار ہو گیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ پر بے خبری کی حالت میں اچانک حملہ کر کے آپ ﷺ کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا اور اپنے اس ناپاک منصوبے کی تکمیل کے لئے وہ کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ ثمامہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے ارادہ قتل سے باز آ گیا لیکن وہ آپ کے صحابہ کو قتل کرنے کے ارادے سے دست بردار نہیں ہوا، وہ برابر ان کی تاک میں لگا رہا، آخر کار وہ چند صحابہ پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا اور ان کو نہایت دردناک طریقے سے شہید کر ڈالا۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ میں اس بات کا اعلان فرما دیا کہ وہ جہاں کہیں ملے قتل کر دیا جائے۔ صحابہ کے قتل اور نبی کریم ﷺ کے اس اعلان کے کچھ ہی دنوں بعد ثمامہ نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کیا اور اس ارادے سے وہ اپنے علاقہ یمامہ سے مکہ کی سمت روانہ ہوا، وہاں پہنچ کر وہ کعبہ کا طواف اور اس میں رکھے ہوئے بتوں کے لئے قربانی کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اپنے اس سفر کے دوران وہ مدینہ کے قریب ایک راستے سے گزرتے ہوئے اچانک ایک ایسی آفت میں پھنس گیا جس کا اسے وہم وگمان تک نہیں تھا۔ ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے کچھ مسلمانوں پر مشتمل ایک فوجی دستے نے جو اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں کوئی شر پسند رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر مدینہ کے باشندوں کو نقصان نہ پہنچا دے، ثمامہ کو دیکھا اور اسے گرفتار کر لیا (حالانکہ ان میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا نہ تھا) اور اس کو مدینہ لائے اور اُسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس اس قیدی کے حالات سے واقفیت حاصل کر کے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر سے مسجد کی طرف آئے اور اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ کی نظر ثمامہ پر پڑی جو ستون

سے بندھا ہوا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا: "جانتے ہو تم لوگوں نے کس کو گرفتار کیا ہے؟"

صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں، اے اللہ کے رسول! ہم اس سے واقف نہیں ہیں۔

"یہ قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار ثمامہ بن اُثال ہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔" آپ ﷺ نے قیدی کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔ پھر آپ واپس گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں سے کہا کہ "تمہارے پاس جو بھی کھانا ہو، اسے جمع کر کے ثمامہ بن اُثال کے پاس بھیج دو۔" پھر آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ "میری اُونٹنی کا دُودھ صبح وشام دُوہ کر اس کو پیش کیا جائے۔" پھر آپ ثمامہ کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے خیال سے اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے پوچھا کہ "ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ تم ہماری طرف سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟"

"میں آپ کے متعلق اچھا گمان اور آپ سے اچھے برتاؤ کی اُمید رکھتا ہوں لیکن اگر آپ میرے قتل کا فیصلہ کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص کو قتل کرائیں گے جو قتل کا مجرم ہے، اور اگر احسان کر کے مجھے چھوڑ دیں تو ایک احسان شناس کو اپنا ممنون کرم پائیں گے اور اگر آپ کو مال کی خواہش ہے تو وہ بھی فرمایئے، جتنا مال چاہیں گے، دیا جائے گا۔" اس نے جواب دیا۔

اس گفتگو کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ کو اس کے حال پر چھوڑا اور دو روز تک اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اس دوران اس کے پاس حسب معمول کھانے پینے کی چیزیں اور اُونٹنی کا دُودھ برابر پہنچتا رہا۔ دو دن بعد رسول اللہ ﷺ پھر اس کے پاس تشریف لائے اور وہی سوال کیا۔ "ثمامہ! تمہارا کیا خیال ہے تم ہم سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "میرے پاس کہنے کی وہی باتیں ہیں جو اس سے پہلے میں کہہ چکا ہوں، اگر آپ میرے اُوپر احسان کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے جو اس کی قدر پہچانتا ہے اور اگر میرے قتل کا فیصلہ کرتے ہیں تو آپ کا یہ فیصلہ حق بجانب ہوگا کیونکہ میں آپ کے آدمیوں کو قتل کر کے اس کا مستحق قرار پا چکا ہوں اور اگر آپ کو مال کی خواہش ہے تو بتایئے، جو چاہیں گے آپ کو پیش کیا جائے گا۔" اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے اس سے مزید کچھ نہیں کہا بلکہ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ البتہ اگلے روز آپ ﷺ پھر اس کے پاس گئے اور پھر وہی سوال دہرایا۔ "ثمامہ! تم کو ہماری طرف سے کس طرح کے برتاؤ کی اُمید ہے؟" اور اس نے بھی حسب سابق وہی جواب دیا۔ "اگر آپ میرے اُوپر احسان کرتے ہیں تو ایک احسان شناس شخص پر احسان کریں گے اور مجھے قتل کرا دیتے ہیں تو میں اس کا مستحق ہوں، اور اگر آپ کو مال کی ضرورت ہو تو فرمایئے آپ کا مطلوبہ مال میں آپ کو پیش کر دوں۔"

اس سوال وجواب کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ثمامہ کو رہا کر دو۔" اور حسب ارشاد اس کی زنجیریں کھول دی گئیں۔ رہائی پا کر ثمامہ مسجد سے نکلا اور مدینے کے باہر بقیع کے قریب واقع کھجوروں کے ایک باغ میں گیا جس میں کنواں تھا، اپنی سواری کو اسی کنویں کے پاس بٹھا کر اس کے پانی سے خوب اچھی طرح غسل کیا اور پاک صاف ہو کر پھر اسی راستے سے چل کر مسجد میں واپس آ گیا، اس نے مسجد میں مسلمانوں کی ایک مجلس کے قریب پہنچ کر بآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ کر اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا پھر رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "اے محمد! اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہ تھا مگر اب یہ مجھے ہر چہرے سے زیادہ محبوب ہے، اور اللہ کی قسم! آپ کے دین سے زیادہ قابل نفرت میرے نزدیک کوئی دین نہ تھا، لیکن اب یہ مجھے تمام ادیان سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ میرے نزدیک کوئی دوسرا شہر نہیں تھا مگر اب آپ کا یہ شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ پسند ہے۔"

تھوڑی دیر رُک کر پھر بولے۔ "میں نے آپ کے کچھ ساتھیوں کو قتل کیا ہے، اس کی تلافی کے لئے آپ میرے اُوپر کیا عائد کرتے ہیں؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ثمامہ! اس سلسلے میں تمہارے اُوپر نہ قصاص ہے نہ دیت کیونکہ اسلام نے تمہاری تمام سابقہ زیادتیوں

اور غلط کاریوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔“

پھر آپ ﷺ نے اسلام لانے کی وجہ سے جنت کی خوشخبری دی، ان کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اُٹھا۔ کہنے لگے کہ ”اللہ کی قسم! میں نے آپ کے جتنے صحابہ کو قتل کیا ہے اس سے کئی گنا تعداد میں مشرکین کو قتل کروں گا اور اپنی ذات کو، اپنی تلوار کو اور اُن لوگوں کو جو میرے ماتحت اور ہم نوا ہیں، آپ کی اور آپ کے دین کی نصرت و تائید کے لئے وقف کرتا ہوں۔“

قدرے توقف کے بعد پھر کہا: ”اے اللہ کے رسول! آپ کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا تھا جب میں عمرہ کی نیت سے نکلا تھا تو آپ کے خیال میں اب مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟“ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تم مکہ جا کر عمرہ ادا کرلو۔ مگر یہ عمرہ اب تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت کے مطابق ادا کرو گے۔“ پھر آپ ﷺ نے مناسک حج اور افعال عمرہ کی تعلیم دی۔

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوئے۔ جب بطن مکہ میں پہنچے تو وہیں کھڑے ہو کر بلند آواز سے تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا:

”لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ“

”میں حاضر ہوں، خدایا! میں ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں، بیشک ساری تعریفیں اور تمام نعمتیں تیرے لئے ہیں اور اقتدار تیرا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔“

وہ دُنیا کے سب سے پہلے مسلمان تھے جو تلبیہ پڑھتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے قریش کے لوگ ناگہانی اور غیر متوقع آواز کو سن کر سہم گئے اور غضب ناک ہو کر دوڑے، انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کرلیں اور آواز کی طرف لپکے تاکہ اس شخص پر ٹوٹ پڑیں جو ان کے کچھار میں گھس آیا تھا۔ وہ لوگ ثمامہ کی طرف بڑھے تو انہوں نے تلبیہ کی آواز اور تیز کر دی۔ وہ ان کی طرف نہایت لاپرواہی اور بے خوفی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ایک قریشی جوان نے تیر چلا کر ان کو شہید کرنا چاہا مگر دوسروں نے اس کو یہ کہتے ہوئے ایسا کرنے سے روک دیا کہ ”تیرا برا ہو، جانتا ہے یہ کون ہے؟ یہ یمامہ کا بادشاہ ثمامہ بن اُثال ہے۔ اگر تم نے اس کو کوئی نقصان پہنچایا تو اس کے قبیلے والے ہمارے یہاں غلے کی برآمد روک کر ہم کو بھوکوں ماردیں گے۔“ پھر وہ لوگ اپنی تلواریں میان میں کر کے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور ان سے بولے: ”ثمامہ! یہ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم بے دین ہو گئے ہو؟ اور تم نے اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دیا ہے؟“

”نہیں! میں بے دین نہیں ہوا ہوں، بلکہ میں نے سب سے اچھے دین محمد ﷺ کے دین کی پیروی اختیار کر لی ہے۔“ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، اس کے بعد انہوں نے کہا: ”اس گھر والے کی قسم! میرے واپس جانے کے بعد یمامہ کے گیہوں کا ایک دانہ اور وہاں کی پیداوار کا کوئی حصہ اس وقت تک تمہارے یہاں نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ تم سب کے سب محمد ﷺ کا اتباع نہ اختیار کرلو۔“

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے قریش کی آنکھوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمرہ کے ارکان ادا کیے، انہوں نے غیر اللہ اور بتوں کے لئے نہیں، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے قربانی کے جانور ذبح کیے اور اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔ واپس آ کر انہوں نے اپنے قبیلہ والوں کو قریش کے یہاں غلے کی سپلائی روک دینے کا حکم دیا، قبیلہ والوں نے ان کے اس حکم کی تعمیل کی اور اہل مکہ کے یہاں اپنی پیداوار کی سپلائی بند کر دی۔

اقتصادی پابندی جو ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ نے قریش کے خلاف لگائی تھی، بتدریج سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی، اس کے نتیجے میں غلے کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا، لوگوں میں فاقہ کشی عام ہو گئی اور ان کی تکلیف اور پریشانی زیادہ بڑھ گئی اور جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان کو اپنے اور بال بچوں کی بھوک سے مرجانے کا شدید خطرہ لاحق ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو لکھا۔

ہم آپ کے متعلق پہلے سے یہ بات جانتے ہیں کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور دوسروں کو اس کی تاکید کرتے ہیں مگر اس وقت ہم جس صورت حال کا سامنا کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ قطع رحمی کا طرز عمل اختیار کر رکھا ہے، آپ نے ہمارے باپوں کو تلوار سے قتل کیا، اور بیٹوں کو بھوکوں مار رہے ہیں۔ ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ نے غلے کی برآمد پر پابندی لگا کر ہمیں سخت تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کو لکھ دیں کہ وہ غلہ وغیرہ پر عائد پابندی ختم کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثمامہ کو لکھ دیا کہ وہ قریش کے خلاف پیداوار کی برآمد کی لگائی ہوئی بندش ختم کر دیں، چنانچہ انہوں نے آپ کے حکم کے مطابق وہ پابندی اُٹھالی اور قریش کے یہاں کی سپلائی جاری کر دی۔

حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ زندگی بھر اپنے دین کے وفادار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے ہوئے عہد کے پابند رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور اہل عرب اجتماعی اور انفرادی طور پر اللہ کے دین سے نکلنے لگے اور مسیلمہ کذاب نے بنوحنفیہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے انہیں اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دینی شروع کی تو حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے ڈٹ گئے، انہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ "بنوحنفیہ کے لوگو! خبردار اس گمراہ کن دعوت کو ہرگز قبول نہ کرنا جس میں نورِ ہدایت کا دُور دُور تک پتا نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! یہ شقاوت و بدبختی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ان لوگوں پر مسلط کیا ہے جو اسے اختیار کریں، اور زبردست امتحان و آزمائش ہے، ان لوگوں کے لئے جو اس سے انکار کریں۔" انہوں نے مزید فرمایا: "بنوحنفیہ والو! ایک وقت میں دو نبی نہیں ہو سکتے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، نہ ان کی نبوت میں کسی کو شریک کیا گیا ہے۔"

"حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ" (سورۃ المؤمن: آیت ۳۱)

"حا، میم، اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے، جو زبردست ہے۔ سب کچھ جاننے والا گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت عذاب دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔"

پھر فرمایا کہ کہاں اللہ کا یہ عظیم کلام اور کہاں مسیلمہ کذاب کا قول:

"يَاضِفْدَعُ نَقِّي مَاتَنِقِّيْنَ لَا الشَّرَابَ تَمْنَعِيْنَ وَلَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ"

"اے مینڈک! تم جتنا چاہو ٹرٹر کرتے رہو، اپنی اس ٹرٹر سے نہ تم پانی پینے سے روک سکتے ہو، نہ پانی کو گدلا کر سکتے ہو۔"

پھر وہ اپنے قبیلے کے ان لوگوں کو لے کر الگ ہو گئے جو اسلام پر ثابت قدم رہ گئے تھے اور راہِ خدا میں جہاد اور اس کے دین کو زمین پر غالب کرنے کے لئے مرتدین کے ساتھ جنگ وقتال میں مشغول ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے اور اس جنت سے نوازے جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے۔ اور ہم کو بھی جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین!

﴿۴۷﴾ پوشیدہ قرضہ ادا کر دیجئے جس حور سے چاہیں نکاح کر لیجئے اور جس دروازے سے چاہیں جنت میں داخل ہو جائیے

ابویعلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین کام ہیں جو انہیں ایمان کے ساتھ کر لے وہ جنت کے تمام دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں چلا جائے اور جس کسی حورِ جنت سے چاہے نکاح کر لے۔

① جو اپنے قاتل کو معاف کر دے۔ ② پوشیدہ قرض ادا کر دے۔

④ ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۂ الاخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.....الخ کو پڑھ لے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یارسول اللہ! جوان تینوں کاموں میں سے ایک کرلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ایک پر بھی یہی درجہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ ۶۱۶)

﴿۲۸﴾ مسلمان رسم ورواج ٹوٹنے پر تڑپتے ہیں اور سنت نبوی ﷺ کے چھوٹنے پر ٹس سے مس نہیں ہوتے

آج کل کے مشینی دور کا عام انسان خود بھی ایک مشین کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔ کام کاج کی زیادتی اور معاشی و معاشرتی پریشانیوں نے اسے اُلجھا رکھا ہے۔ پُرآسائش زندگی کے باوجود اسے وسائل اور اطمینانِ قلب کی کمی کا شکوہ رہتا ہے۔ ایک طرف مادی ترقی نے اسے اپنی ذات کے خول میں بند کر دیا ہے، دوسری طرف سائنسی علوم نے عقل کو اس قدر مسحور کر رکھا ہے کہ دینی علوم کی اہمیت دلوں سے نکلتی جارہی ہے، اپنی زبان سے ''دین و دُنیا برابر'' کا نعرہ لگانے والے بھی عملاً دُنیادارانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ رسم ورواج ٹوٹنے پر تڑپتے ہیں اور سنت نبوی ﷺ کے چھوٹنے پر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مسلمان نوجوان فرنگی تہذیب کے اس قدر رولدادہ بن چکے ہیں کہ لباس و طعام اور نشست و برخاست میں فرنگی طور طریقوں کو اپنانا روشن خیالی کی علامت سمجھتے ہیں۔ کفر والحاد نے مسلمان معاشرے پر اپنے مکروہ سائے ڈالنے شروع کر دیئے ہیں۔ جبکہ جدید تعلیم نے جلتی پر تیل کا کام کر دیا ہے۔ بقول اکبر الہ آبادی:

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے — لب خندہ سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ
ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم — کیا پتا تھا کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

آج کل کے مسلمان بچے ماں باپ کی گود سے ہی انگریزی زبان کے الفاظ اس طرح سیکھ رہے ہیں جس طرح ماضی میں کلمہ طیبہ اور قرآنِ مجید کی آیتیں سیکھا کرتے تھے۔ جب بچے کی اُٹھان ہی ایسی ہی تو کیا گلہ اور کیا شکوہ کہ بچہ بڑا ہو کر ماں باپ کا نافرمان بنتا ہے۔

طفل سے بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی — دُودھ ڈبوں کا ہے اور تعلیم ہے سرکار کی

بعض عورتوں کا تو یہ نظریہ ہوتا ہے کہ بچہ بڑا ہو کر خود بخود سنور جائے گا، لہٰذا بچہ کی بری حرکات و سکنات دیکھ کر خود تھوڑا بہت ڈانٹ لیتی ہیں، باپ کو روک ٹوک نہیں کرنے دیتیں۔ حالانکہ بچپن کی بگڑی عادتیں جوانی میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ بچہ سیال فولاد کی طرح بچپن میں جس سانچے میں ڈھل جائے ساری عمر اسی طرح رہتا ہے۔ رہی سہی کسر کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم پورا کر دیتی ہے جس سے نوجوان طبقہ ''مان کر چلنے'' کے بجائے ''منوا کر چلنے'' کا عادی ہو جاتا ہے، اب اگر انہیں روک ٹوک کی جائے تو یہ ماں کو دقیانوسی سمجھتے ہیں اور باپ سے یوں نفرت کرتے ہیں جیسے پاپ سے نفرت کی جاتی ہے۔

ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں — جن کو پڑھ کر بچے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اکثر نوجوان جب یونیورسٹیوں کی تعلیم پا کر نکلتے ہیں تو دین کے ہر مسئلے کو عقل کی ترازو پر تولنا ان کا محبوب مشغلہ بن چکا ہوتا ہے۔ پھر اگر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیرونِ ملک جانے کا موقع مل جائے تو عموماً ''ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ'' (اندھیرے در اندھیرے) والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ ایسے حضرات کو اپنی اصلاح کے بجائے دین کی اصلاح کی فکر زیادہ ہوتی ہے۔ میاں بیوی خود دین کے مطابق ڈھلنے کے بجائے دین کو اپنی مرضی و سہولت کے مطابق ڈھالتے رہتے ہیں۔

خدا کے فضل سے میاں بیوی دونوں مہذب ہیں — انہیں غصہ نہیں آتا انہیں غیرت نہیں آتی

دین کی سچی محبت رکھنے والے حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان کی اولاد کی اچھی تربیت کیسے ہو؟ جن گھروں میں اولاد کی تربیت کے لئے کوششیں ہو بھی رہی ہیں وہاں خاطر خواہ نتائج مرتب نہیں ہو رہے۔ انہیں بھی علمی تعاون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

﴿۲۹﴾ برش، منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے مسواک کا ثواب نہیں ملے گا

خیال رہے کہ جہاں تک نظافت اور دانتوں کی صفائی اور ستھرائی کا حکم ہے وہاں تک دانتوں کی صفائی کے لئے کوئی چیز بھی استعمال کرے، نظافت اور صفائی کا حصول ہو جائے گا اور عام نظافت اور صفائی کے حکم کی تعمیل کا نیت کے پائے جانے پر ثواب مل جائے گا۔ مگر مسواک کی جو فضیلت ہے اس سے نماز کا ثواب ۷۰۔۷۵ گنا بڑھ جاتا ہے، یہ فضیلت اور اُخروی ثواب احادیث میں مسواک کی قید سے مقید ہونے کی وجہ سے اسی سے متعلق رہے گا۔ اسی طرح مسواک کے جو بنیادی طبّی فوائد ہیں، وہ منجن ٹوتھ پیسٹ سے حاصل ہو جائیں گے۔

اس دور میں خصوصاً جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں اور نئی عمر اور نئے ذہن والے لوگوں میں برش اور پیسٹ کا رواج ہے، اس سے وہ دُنیاوی صفائی و نظافت تو حاصل کر لیں گے مگر مسواک کی سنت اور اس کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ افسوس کہ اب تو مدارس کے ماحول نے بھی مسواک کے بجائے ٹوتھ پیسٹ کو اختیار کر لیا ہے۔ اسلام کے طور اور طریقہ کو چھوڑ کر مغربیت پر فدا ہو رہے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ ممنوع ہے مگر سنت کے ثواب سے محروم اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے طریق سے تو ہٹ کر ہے۔ کتب فتاویٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے: ''جب مسواک کی موجودگی میں اُنگلیاں جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور قول ثابت ہے، مسواک کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں تو برش وغیرہ کیسے مسواک کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ سنت درخت کی مسواک ہے۔''

(توضیح المسائل، صفحہ ۳۰، فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۱، صفحہ ۱۲۶)

اسی طرح فضائل مسواک میں آیا ہے:

''منجن کا استعمال جائز ہے۔ لیکن محض منجن پر اکتفا کر لینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔'' (صفحہ ۴۷)

سعادیہ میں حاشیہ ہدایہ جونفوری کے حوالہ سے ہے کہ ''اُنگلیوں سے ملنا مسواک ملنے اور پائے جانے کی صورت میں سنت ادا کرنے والا نہ ہوگا۔'' (صفحہ ۱۱۷)

ان اکابر کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نظافت اور صفائی اور چیز ہے، سنت کا ثواب اور چیز ہے۔ منجن اور پیسٹ کے استعمال سے عام صفائی و پاکیزگی حاصل ہو جائے گی مگر مسواک کا ثواب نہ ملے گا۔ لہٰذا سنت کے ثواب اور اس کی تاکید و ترغیب کے پیش نظر اُمت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ مسواک کی سنت کو ترک نہ کریں۔ منجن اور پیسٹ کے علاوہ خصوصاً نماز کے اوقات میں مسواک کا اہتمام رکھیں تاکہ نبیوں والا طریقہ ماحول میں رائج ہو۔

﴿۳۰﴾ مسواک کرتے وقت یہ نیت کیجئے

امام غزالی نے لکھا ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ نیت کرے کہ ''اللہ کے ذکر اور تلاوت کے لئے منہ صاف کرتا ہوں۔'' اس کی شرح احیاء میں ہے کہ محض ازالہ گندگی کی نیت نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ یعنی صفائی کی نیت کے ساتھ ذکر و تلاوت کی نیت کرے تاکہ اس کا بھی ثواب ملے۔ (اتحاف السادہ، جلد ۲، صفحہ ۳۴۸)

﴿۳۱﴾ مسواک کرنے کا مسنون طریقہ

علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک دانت کے اُوپری حصہ اور نچلے حصہ اور تالو پر ملے اور مسواک ملنے میں دائیں جانب پہلے کرے پھر بائیں جانب کم از کم تین بار اُوپر کے دانتوں کو اسی طرح تین بار نیچے کے دانتوں کو ملے، مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑ کر لمبائی اور چوڑائی دونوں میں کرے۔

طحطاوی علی المراقی میں طریقۂ مسواک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دانت کے اندرونی حصہ اور دانت کے باہری حصہ دونوں جانب کرے اور منہ کے اُوپری حصہ میں بھی ہے۔ (طحاوی علی المراقی، صفحہ ۳۸)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مسواک دانتوں کے باہری حصہ پر گھما گھما کر کرے اور چوڑے دانت کے اُوپری حصہ کے اور دونوں دانتوں کے جوڑ میں بھی کرے۔ (شامی، جلد ۱، صفحہ ۱۱۴)

﴿۳۲﴾ مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ

مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی خنصر (سب سے چھوٹی اُنگلی) کو مسواک کے نیچے کرے اور بنصر (اس کی بغل والی) اور سبابہ یعنی انگشت شہادت مسواک کے اُوپر رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے رکھے، اور مسواک دائیں ہاتھ سے پکڑے۔ (عن ابن مسعود: السعایہ، صفحہ ۱۱۹، عمدۃ القاری، جلد ۳، صفحہ ۱۷۵)

﴿۳۳﴾ مسواک کی موٹائی کتنی ہو؟

مسواک کی موٹائی چھوٹی اُنگلی کے برابر ہو۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۸، عمدۃ القاری، صفحہ ۱۸۵)

مطلب یہ ہے کہ ایسی ہو کہ سہولت سے چبایا جائے اور نرم ہو۔ اگر اس سے موٹا ملے تو نہ چھوڑے، لے لے کہ اسے بھی کیا جاسکتا ہے۔

﴿۳۴﴾ مسواک کی لمبائی کتنی ہو؟

مسواک ایک بالشت سے زائد نہ ہو ورنہ اس پر شیطان سوار ہو جاتا ہے، ہاں مسواک کرتے وقت چھوٹا ہو جائے کوئی حرج نہیں۔

(السعایہ، صفحہ ۱۱۹)

﴿۳۵﴾ مسواک کو بچھا کر نہ رکھئے بلکہ کھڑی کر کے رکھئے جنون سے حفاظت ہوگی

مسواک کو بچھا کر نہ رکھئے، بلکہ کھڑی کر کے رکھیں۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۹، الشامی، صفحہ ۱۱۵)

مسواک کو دھو کر رکھے اور پھر کرتے وقت دھوئے۔ مسواک زمین پر نہ رکھے کہ جنون کا اندیشہ ہے، بلکہ طاق یا کسی اور اُونچے مقام، دیوار وغیرہ پر کھڑی رکھئے۔ (شامی، جلد ۱، صفحہ: ۱۱۵)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مسواک کو زمین پر رکھنے کی وجہ سے مجنون ہو جائے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے کہ یہ خود اس کی اپنی غلطی ہے۔

﴿۳۶﴾ مسواک کرنے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھئے ورنہ کئی بیماریوں کا اندیشہ ہے

مسواک کو مٹھی میں پکڑ کر نہ کرے اس سے مرض بواسیر پیدا ہوتا ہے۔ (السعایہ، صفحہ ۱۱۹)

مسواک لیٹ کر نہ کرے کہ اس سے تلی بڑھتی ہے۔ (طحاوی، صفحہ ۳۸)

مسواک کو چوسے نہیں کہ اس سے نابینائی، اندھاپن آتا ہے۔ ہاں مگر مسواک نئی ہو تو پہلی مرتبہ صرف چوسا جاسکتا ہے۔

(السعایہ، صفحہ ۱۹۹)

پہلی مرتبہ نئی مسواک کو چوسنا جذام اور برص کو دفعہ کرتا ہے۔ موت کے علاوہ تمام بیماریوں سے شفا ہے، اس کے بعد چوسنا نسیان پیدا کرتا ہے۔ (اتحاف السادہ، صفحہ ۵۳۶، شامی جلد ۱، صفحہ ۱۱۵)

﴿۳۷﴾ بلا اجازت دوسرے کی مسواک استعمال کرنا مکروہ ہے

مسواک کرنے سے پہلے بھی دھوئے اور کرنے کے بعد دھو کر رکھے، ورنہ شیطان مسواک کرنے لگتا ہے۔ (طحاوی، صفحہ ۳۷)
مسواک کو ہمیشہ اپنے پاس جیب وغیرہ میں رکھنا بہتر ہے، تاکہ جب جہاں نماز وضو کا موقع ہو مسواک کی فضیلت کے ساتھ ہو۔
(فضائل مسواک، صفحہ ۹۷)

﴿۳۸﴾ دینداروں کے ساتھ دُشمنی نہ رکھئے

ہم کسی مؤذن یا کسی خادمِ مسجد سے خواہ دربان ہو، صفائی کرنے والا ہو یا غسل خانوں کو صاف کرنے والا ہو کبھی دُشمنی پیدا نہ کریں۔ خصوصاً اگر یہ لوگ اپنے فرضِ منصبی کو محض ثواب سمجھ کر یا کسی اور اچھی نیت سے کرتے ہوں تب تو اور زیادہ ان کا احترام کرنا چاہئے، اور یہ ادب اگرچہ سب مسلمانوں کے لئے ہے لیکن ان کی خاص رعایت کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال کر کے ان لوگوں سے عداوت نہ کریں، وہ اللہ کے دربار کے خادم ہیں جن میں سب سے زیادہ مرتبہ مؤذن کا ہے کیونکہ وہ اکثر صبح کی اذان کے لئے صبح صادق سے پہلے جاگ اُٹھتا ہے اور پچھلی راتوں کو خدائی لشکروں کے ساتھ دربارِ خاص میں حاضر ہوتا ہے۔

﴿۳۹﴾ نفس کے باریک باریک دھوکوں سے بچئے

جب تک اپنے نفس کے باریک باریک دھوکوں کی مبالغہ کے ساتھ تفتیش نہ کرلیں اس وقت تک کسی مسلمان سے قطع تعلق اور بول چال بند کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قطع تعلق تو خواہش نفس کی وجہ سے ہوتی ہے اور نفس یہ سمجھاتا ہے کہ میں تو اللہ کے واسطے قطع تعلق کرتا ہوں اور اس پر بہت سے دلائل بھی باندھتا ہے، اگر ہم اس بات پر غور کرلیا کریں کہ قطع تعلقی کے گناہ کی وجہ سے ہمارا کوئی عمل آسمان تک نہیں پہنچے گا تو ہرگز قطع تعلقی میں جلدی نہ کریں گے۔

﴿۴۰﴾ مخالف کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیجئے

جو شخص بھی ہمارا مخالف ہو اور ہماری بدخواہی میں لگا رہتا ہو، ہمیں چاہئے کہ ہم اس کی خیر خواہی اور احسان وسلوک کا معاملہ کرتے رہیں، ہمیں حق تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندوں کے بارے میں ویسا ہی معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ کر رہا ہے جیسے ہم دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے الطاف واحسانات منقطع نہیں ہوتے، ایسا ہی معاملہ ہمیں اس کی مخلوق کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی طرف بلانے والا ہو اس پر یہ بات واجب ہے کہ ادب اور تمیز سے باہر ہونے والوں کا علاج نرمی اور حکمت سے کرے اور ان سے سلوک واحسان سے پیش آتا رہے کیونکہ وہ راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ان ذاکرین سے نفرت ہوگئی جو میرے پاس رہتے تھے اور میں نے ان کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا تو اسی رات مجھے سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم کو رسول اللہ ﷺ حکم فرماتے ہیں کہ اپنے لوگوں کی صحبت پر اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے صبر کرتے رہو اور اچھی نصیحت سے ہر وقت ان کی خبر گیری کرتے رہو۔ اس شخص کی طرح نہ بنو جس کی بکریاں دُشوار گزار زمین میں منتشر ہوگئیں اور غصہ میں ان کو جنگل میں بھیڑیئے کے واسطے چھوڑ آیا کہ وہ ان کو پھاڑ کھائے۔

جب کوئی ظالم ہمارے اُوپر ظلم کرے تو اپنے آپ کو اس سے بھی زیادہ کا مستحق سمجھیں۔ جو شخص آگ میں جلانے کے قابل ہو پھر ذرا

سی راکھ اس پر ڈال کر اس سے صلح کر لی جائے تو اس کے خوش ہونے کا مقام ہے کہ بڑی بلا آنے سے نجات ملی اور تھوڑی سی ہی پر ٹل گئی۔

جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے سامنے ہمارے عیوب ظاہر کر دیں تو ہم حق تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور جب وہ ہم کو اپنے بندوں میں رُسوا کریں تو یہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے راضی رہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ یہ برتاؤ کسی حکمت کاملہ ہی کی وجہ سے کیا ہے، جس پر ہم جیسوں کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ پس ہم کو اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی پیروی کرنی چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مخلوق پر ہمارے عیبوں کو اس لئے ظاہر کر دیا کہ وہ ہم کو ان سے مطلع کر دیں تا کہ ہم ان سے باز رہیں، آئندہ ہمیشہ ان سے بچتے رہیں۔ کیونکہ انسان کی حالت یہ ہے کہ جب کسی عیب کے ساتھ لوگوں میں اس کی تنقیص ہونے لگتی ہے تو وہ اپنے ظاہر و باطن کو اس سے بچالیتا ہے۔

پھر اس صورت میں دوسروں کو ملامت ہرگز نہیں کرنی چاہئے کیونکہ حقیقت میں ملامت کے قابل ہم ہی ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر ایسے افعال کا ارتکاب کیا جو کہ بدنامی اور پردہ دری کا سبب بن گئے اور ہم اللہ تعالیٰ کی نگہداشت رکھتے اور اس سے پوری طرح شرماتے تو ہرگز تنہائی میں کوئی گناہ نہ کرتے، پھر جب ہم اس بات سے نہ ڈرے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال کو جانتے ہیں تو اس نے مخلوق کو ہمارے حال کی خبر کر دی کہ ان عیبوں سے ہم باز آ جائیں اور اس میں منجانب اللہ ہمارے لئے بہت بڑی دھمکی ہے کہ ہمیں مخلوق کی تو پرواہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے مطلع ہونے کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔

(۴۱) حکیم ترمذی کا عجیب خواب

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بھی حکیم بنایا تھا اور دُنیا کی بھی حکمت دی تھی۔ ترمذ کے رہنے والے تھے۔ دریا آمو کے بالکل کنارے پر ان کا مزار ہے۔ آپ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے محدث بھی تھے اور طبیب بھی۔ اللہ رب العزت نے آپ کو حسن و جمال اتنا دیا تھا کہ دیکھ کر دل فریفتہ ہو جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باطنی حسن و جمال بھی عطا کیا ہوا تھا۔ اللہ رب العزت نے ان کو اپنے علاقے میں قبولیت تامہ عطا کر رکھی تھی۔ آپ عین جوانی کے وقت ایک دن اپنے مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا۔ وہ بڑی حسینہ و جمیلہ تھی۔ کہنے لگی کہ میں آپ پر فریفتہ ہوں، بڑی مدت سے موقع کی تلاش میں تھی، آج تنہائی ملی ہے، آپ میری خواہش پوری کریں۔ آپ کے دل پر خوف خدا غالب ہوا تو رو پڑے۔ آپ اس انداز سے روئے کہ وہ عورت نادم ہو کر واپس چلی گئی۔ وقت گزر گیا اور آپ اس بات کو بھول گئے۔

جب آپ کے بال سفید ہو گئے اور کام بھی چھوڑ دیا تو ایک مرتبہ آپ مصلّٰے پر بیٹھے تھے، ایسے ہی آپ کے دل میں خیال آیا کہ فلاں وقت جوانی میں ایک عورت نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا، اس وقت اگر میں گناہ کر بھی لیتا تو آج میں توبہ کر لیتا۔ لیکن جیسے ہی دل میں یہ خیال گزرا تو رونے بیٹھ گئے۔ کہنے لگے، اے رب کریم! جوانی میں تو یہ حالت تھی کہ میں گناہ کا نام سن کر اتنا رویا کہ میرے رونے سے وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی تھی، اب میرے بال سفید ہو گئے تو کیا میرا دل سیاہ ہو گیا۔ اے اللہ! میں تیرے سامنے کیسے پیش ہوں گا، اس بڑھاپے کے اندر جب میرے جسم میں قوت ہی نہیں رہی تو آج میرے دل میں گناہوں کا خیال کیوں پیدا ہوا۔

روتے ہوئے اسی حالت میں سو گئے۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ پوچھا، حکیم ترمذی! تو کیوں روتا ہے؟ عرض کیا، میرے محبوب! جب جوانی کا وقت تھا، جب شہوت کا دور تھا، جب قوت کا زمانہ تھا، جب اندھے پن کا وقت تھا، اس وقت تو خشیت کا یہ عالم تھا کہ گناہ کی بات سن کر میں اتنا رویا کہ وہ نادم ہو کر چلی گئی، لیکن اب جب بڑھاپا آیا ہے، تو اے اللہ کے محبوب! میرے بال سفید ہو گئے، لگتا ہے کہ میرا دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں اس عورت کی خواہش پوری کر لیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا۔ میں اس لئے آج بہت پریشان ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''یہ تیری کمی اور قصور کی بات نہیں، جب تو جوان تھا

تو اس زمانے کو میرے زمانے سے قرب کی نسبت تھی، ان برکتوں کی وجہ سے تیری کیفیت اتنی اچھی تھی کہ گناہ کی طرف خیال ہی نہ گیا۔ اب تیرا بڑھاپا آ گیا ہے تو میرے زمانے سے دوری ہو گئی ہے، اس لئے اب دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہو گیا تھا۔"

﴿۴۲﴾ گھر میں داخل ہو کر سورۃ الاخلاص پڑھ لیجئے انشاء اللہ روزی میں برکت ہوگی

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۃ الاخلاص کو گھر میں جاتے وقت پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس گھر والوں سے اور اس کے پڑوسیوں سے فقیری دور کر دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۶۱۶)

﴿۴۳﴾ حضرت عبداللہ بن مبارک کا انتقال کیسے ہوا؟

استاذ المحدثین حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حدیث پاک پڑھنے والے ہزاروں طلبا ہوتے تھے۔ مُکَبِّر جیسے نماز میں آگے تکبیر کہتے ہیں اسی طرح لوگ ان سے حدیث پاک آگے نقل کرتے تھے۔ ایک مجمع میں المُکَبِّرِیْن کی تعداد گیارہ سو (۱۱۰۰) تھی۔ مجمع کا اندازہ آپ خود لگا لیں۔ ایک مجمع میں دواتوں کو گنا گیا تو اس مجمع میں چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) دواتیں تھیں۔ اتنے بڑے مجمع میں وہ حدیث پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ جب ان کے آخری لحات آئے، بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور کیفیت بدل رہی تھی۔ اسی اثناء میں اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے اُٹھا کر نیچے زمین پر لٹا دو۔ شاگرد حیران تھے کہ اب کیا کریں؟ اس وقت چپس کے فرش نہیں ہوتے تھے، فقط مٹی ہوتی تھی۔ پھر فرمایا، مجھے اُٹھاؤ اور زمین پر لٹا دو۔ شاگردوں نے حکم کی تعمیل کی اور مٹی پر لٹا دیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وقت کے اتنے بڑے شیخ اپنے رُخسار کو زمین پر ملنے لگے اور یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! تو عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما۔ میرے دوستو! جن کی زندگی حدیث پاک کی خدمت میں گزری، جب وہ اپنے آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح عاجزی کرتے تھے تو ہمیں بھی عاجزی و انکساری کرنی چاہئے، کیونکہ ہمارے پاس تو عمل بھی نہیں ہے۔ ہم واقعی قابل رحم ہیں، اللہ رب العزت ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین!

﴿۴۴﴾ جو حال آدمی کو اللہ سے قریب کر دے وہ اچھا حال ہے

صحابہ کرام کی اس بات پر بڑی نظر ہوتی تھی کہ ہمارے اُوپر غم اور پریشانیاں آ رہی ہیں یا نہیں۔ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت سمجھتے تھے، بھوک اور فاقہ آتا تھا تو وہ خوش ہوتے تھے کہ فاقے وہ نعمتیں ہیں جو پروردگار عالم اپنے پیاروں کو عطا کیا کرتے ہیں۔ غم اور پریشانی پر خوش ہوتے تھے کہ پروردگار نے ہمیں اپنا سمجھا ہے اس لئے یہ پریشانی بھیجی ہے۔

ایک صحابیہ کا واقعہ ہے کہ گھر کے اندر لیٹی ہوئی تھیں میاں نے کہا کہ مجھے پانی لا دے۔ کہنے لگی کہ بہت اچھا وہ گئیں اور پانی کا پیالہ لے کر آ گئیں۔ سردیوں کا وقت تھا میاں کو نیند آ گئی۔ اب یہ اللہ کی بندی پانی کا پیالہ لے کر انتظار میں کھڑی رہی کہ میاں کی آنکھ کھلے گی تو میں انہیں پانی کا پیالہ پیش کر دوں گی۔ جب صبح کا وقت ہونے لگا تو ان کی آنکھ کھلی۔ انہوں نے دیکھا کہ بیوی پانی کا پیالہ لے کر ان کے انتظار میں کھڑی ہے۔ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے کہ اچھا! میں تجھ سے اتنا خوش ہوں کہ تو آج جو بھی مطالبہ کرے گی میں تیرے اس مطالبے کو پورا کر دوں گا۔ بیوی نے کہا: اچھا! پھر میرا مطالبہ یہ ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیجئے۔ اب پریشان ہوئے کہ اتنی محبت کرنے والی، اتنی خدمت کرنے والی، اتنی وفادار، اتنی نیک بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے اور قول بھی میں دے بیٹھا ہوں۔ پوچھنے لگے کہ طلاق کیوں چاہتی ہے؟ بیوی نے کہا کہ آپ نے خود ہی کہا ہے جو مطالبہ کرے گی میں پورا کروں گا۔ اب اپنے قول کو نبھائیے اور مجھے طلاق دے دیجئے۔ فرمانے لگے، صبح کو ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس جائیں گے اور اپنا مسئلہ پیش کریں گے، کہنے لگی: بہت اچھا! فجر کی نماز کے بعد چل پڑے۔ ابھی راستے میں جا رہے تھے کہ خاوند کا پاؤں کسی پتھر سے اٹکا اور وہ نیچے گر گیا۔ اس کے بدن سے کچھ خون نکلا، بیوی

نے فوراً دوپٹہ پھاڑا اور اس کا زخم صاف کر کے پٹی باندھی اور کہنے لگی کہ نہیں اب مسئلہ پوچھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب مجھے آپ سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے یہ کیا بات ہوئی، طلاق مانگی تھی تو بھی میری سمجھ میں بات نہ آئی۔ جب مطالبہ چھوڑ دیا تو بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی، اصل بات کیا ہے؟ بیوی نے کہا، گھر چلیں وہاں بتاؤں گی۔ جب گھر پہنچے تو خاوند نے بیٹھتے ہی کہا کہ بتایئے، اصل بات کیا تھی؟ کہنے لگی: آپ نے ہی تو نبی اکرم ﷺ کی حدیث سنائی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتے ہیں تو پریشانیاں اس کی طرف یوں دوڑتی ہیں جس طرح پانی اونچی جگہ سے نیچی جگہ کی طرف جاتا ہے۔ میں آپ کی بیوی ہوں، کتنا عرصہ آپ کے ساتھ گزار چکی ہوں۔ میں نے آپ کے گھر میں دولت دیکھی، سکھ دیکھا، آرام دیکھا خوشیاں دیکھیں مگر میں نے آپ کے گھر میں کبھی غم اور پریشانی نہیں دیکھی۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ کے دل میں نفاق ہو، جس کی وجہ سے ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا برتاؤ اپنے پیاروں جیسا نہیں ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ میرے آقا ﷺ کی حدیث سچی ہے جو کچھ دیکھ رہی ہوں یہ غلط ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں نے چاہا تم سے طلاق لے لوں۔ لیکن جب راستے میں جاتے ہوئے آپ کو زخم لگا، پریشانی آئی تو میں نے فوراً سمجھ لیا کہ آپ کے ایمان میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا۔ اب میں ساری زندگی آپ کی بیوی بن کر آپ کی خدمت کروں گی۔

﴿۴۵﴾ مالک تو سب کا ایک، مالک کا کوئی ایک ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

بھرے بازار میں کتے، بلی اور خنزیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیانات میں ایک عجیب بات ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ بازار جا رہا تھا۔ وہاں مجھے ایک مجذوب نظر آئے، میں نے ان کے قریب ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پہچان کر پوچھا، احمد علی! انسان کہاں بستے ہیں؟ میں نے حیران ہو کر بھرے بازار کی طرف اشارہ کر کے کہا، حضرت! یہ سب انسان ہی تو ہیں۔ جب یہ کہا تو انہوں نے حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور حسرت بھرے لہجے میں کہا، یہ سب انسان ہیں؟ ان کی توجہ کی تاثیر ایسی تھی کہ جب میری نگاہ مجمع پر دوبارہ پڑی تو مجھے بازار میں کتے، بلی اور خنزیر چلتے ہوئے نظر آئے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ مجذوب جا چکے تھے۔ یہ واقعہ اپنے بیانات میں سنا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

مالک تو سب کا ایک، مالک کا کوئی ایک ہزاروں میں نہ ملے گا لاکھوں میں تو دیکھ

جی ہاں! لاکھوں میں سے کوئی ہی ہوگا جو سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک اپنے آپ کو پروردگار کے حوالے کر دے اور کہہ دے کہ اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے حکموں کے مطابق میری آئندہ زندگی گزرے گی۔ اس کو کہتے ہیں: اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَافَّةً ''تم پورے کے پورے سلامتی میں داخل ہو جاؤ'' مگر میرے دوستو! ہم تو اپنی مرضی کے مالک بنے پھرتے ہیں۔ ہم دوستوں میں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ ہم کام تو وہ کریں گے جس کے لئے ہمارا دل کہے گا اور پھر اللہ رب العزت کی طرف سے خاص رحمتیں بھی طلب کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ جب تک ہم اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے سپرد نہیں کریں گے تب تک اللہ رب العزت کی طرف سے خاص رحمتیں نازل نہیں ہوں گی۔

﴿۴۶﴾ کتے کی دس صفات

حیوان اپنے مالک کا زیادہ وفادار ہوتا ہے جبکہ انسان اپنے پروردگار کا اتنا وفادار نہیں ہوتا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کتے کے اندر دس صفات ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک صفت بھی انسان کے اندر پیدا ہو جائے تو وہ ولی اللہ بن جائے۔ فرماتے ہیں کہ:

① کتے کے اندر قناعت ہوتی ہے جو مل جائے یہ اسی پر قناعت کر لیتا ہے، راضی ہو جاتا ہے، یہ قانعین یا صابرین کی علامت ہے۔
② کتا اکثر بھوکا رہتا ہے، یہ صالحین کی نشانی ہے۔
③ کوئی دوسرا کتا اس پر زور کی وجہ سے غالب آ جائے تو یہ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ راضیین کی علامت ہے۔
④ اس کا مالک اسے مارے بھی تو یہ اپنے مالک کو چھوڑ کر نہیں جاتا۔ یہ صادقین کی نشانی ہے۔
⑤ اگر اس کا مالک بیٹھا کھانا کھا رہا ہو تو یہ باوجود طاقت اور قوت کے اس سے کھانا نہیں چھینتا، دُور سے ہی بیٹھ کر دیکھتا رہتا ہے۔ یہ مساکین کی علامت ہے۔
⑥ جب مالک اپنے گھر میں ہو تو یہ دُور جوتے کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔ ادنیٰ جگہ پہ راضی ہو جاتا ہے۔ یہ متواضعین کی علامت ہے۔
⑦ اگر اس کا مالک اسے مارے اور یہ تھوڑی دیر کے لئے چلا جاتا ہے اور پھر مالک اسے دوبارہ ٹکڑا ڈال دے تو دوبارہ آ کر کھانا کھا لیتا ہے اس سے ناراض نہیں ہوتا، یہ خاشعین کی علامت ہے۔
⑧ دُنیا میں رہنے کے لئے اس کا اپنا کوئی گھر نہیں ہوتا، یہ متوکلین کی علامت ہے۔
⑨ رات کو یہ بہت کم سوتا ہے، یہ محبین کی علامت ہے۔
⑩ جب مرتا ہے تو اس کی کوئی میراث نہیں ہوتی۔ یہ زاہدین کی علامت ہے۔

غور کریں کہ کیا ان صفات میں سے کوئی صفت ہم میں بھی موجود ہے؟

ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر　　لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

﴿۴۷﴾ گناہ کرنے کی چار وجوہات ہیں

عموماً گناہ کرنے کی چار وجوہات ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام وجوہات کے جوابات قرآنِ مجید میں ارشاد فرما دیے ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ مجھے گناہ کرتے وقت کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ پروردگارِ عالم نے اس کا جواب یوں دیا ہے: "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ" کہ تیرا ربّ تیری گھات میں لگا ہوا ہے۔" (سورۃ الفجر: آیت ۱۴) شکاری جب شکار پر اپنا نشانہ باندھتا ہے تو تھوڑی دیر کے لئے بہت ہی زیادہ متوجہ ہو کر اس کی طرف دیکھتا ہے۔ توجہ کی اس کیفیت کے ساتھ دیکھنے کو "مرصاد" کہتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ اس قدر غور سے انسان کو دیکھ رہا ہے۔ دوسری وجہ گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ انسان سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ جب تم تین ہوتے ہو تو وہ چوتھا ہوتا ہے: "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ" کہ وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔ (سورۃ الحدید: آیت ۴)

تیسری وجہ گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ آدمی کے دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ میری حرکتوں کا کسی کو پتا نہیں چلا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ" کہ وہ جانتا ہے تمہاری آنکھوں کی خیانت کو اور جو تمہارے دلوں میں چھپا ہوا ہے۔ (سورۃ مومن: آیت ۱۹)

چوتھی وجہ گناہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ آدمی یہ کہتا ہے کہ میں اگر یہ برائی کرتا بھی ہوں تو کوئی میرا کیا کر لے گا۔ جی ہاں! جب انسان باغی ہو جائے اور گناہ پر جرأت بڑھ جائے تو وہ بے شرم ہو کر ایسی باتیں کہہ دیتا ہے۔ اللہ ربّ العزت اس کا بھی جواب دیتے ہیں۔ فرمایا: "اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ" اس پروردگار کی پکڑ بڑی دردناک اور بڑی شدید ہے۔ (سورۃ الھود: آیت ۱۰۲) "وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ" ایسے باندھے گا کہ تمہیں ایسے کوئی دوسرا باندھ نہیں سکتا۔ (سورۃ الفجر: آیت ۲۶) "فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ" میں پروردگار

وہ عذاب دوں گا کہ جہانوں میں کوئی دوسرا عذاب دے نہیں سکتا۔ (سورۃ المائدہ: آیت ۱۱۵)

گناہ کرنے کی ان وجوہات کا جواب قرآن مجید میں دینے کی وجہ یہ تھی کہ انسان گناہوں سے بچ جائے اور اپنے پروردگار کا فرمانبردار بندہ بن جائے، شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان کو گناہوں میں مست رکھے اور رحمٰن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ انسان ظاہر ہو یا پوشیدہ جو بھی گناہ کرتا ہے اس کو چھوڑ دے۔ اب بندے کو چاہئے کہ اپنے پروردگار کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے گناہوں بھری زندگی کو چھوڑ دے اور نیکیوں والی زندگی کو اختیار کرے۔

﴿۴۸﴾ حضرت جنید بغدادی نبی کریم ﷺ کی قرابت کے واسطے کی خاطر بالقصد کشتی ہار گئے

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے۔ بادشاہِ وقت نے اعلان کروا رکھا تھا کہ جو شخص ہمارے پہلوان کو گرائے گا اس کو بہت زیادہ انعام دیا جائے گا۔ سادات کے گھرانے کا ایک آدمی بہت کمزور اور غریب تھا، نانِ شبینہ کو ترستا تھا، اس نے سنا کہ وقت کے بادشاہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ جو ہمارے پہلوان کو گرائے گا ہم اسے اتنا زیادہ انعام دیں گے۔ اس نے سوچا کہ جنید کو رستمِ زماں کہا جاتا ہے، میں اسے گرا تو نہیں سکتا مگر میرے گھر میں غربت بہت زیادہ ہے، مجھے پریشانی بھی بہت ہے اور سادات میں سے ہوں، اس لئے کسی کے آگے جا کر اپنا حال بھی نہیں کہہ سکتا، چلو میں مقابلہ کی کوشش کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے جنید سے کشتی لڑنے کا اعلان کر دیا۔ وقت کا بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے پہلوان کے مقابلے میں ایک کمزور سا آدمی۔ بادشاہ نے اس سے کہا کہ تو شکست کھا جائے گا۔ اس نے کہا کہ نہیں میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

مقابلے کے لئے دن متعین کر دیا گیا، بادشاہِ وقت بھی کشتی دیکھنے کے لئے آیا، جب دونوں پہلوانوں نے پنجہ آزمائی شروع کی تو وہ سید صاحب کہتے ہیں، جنید! تو رستمِ زماں ہے، تیری بڑی عزت ہے، تجھے بادشاہ سے روزینہ ملتا ہے، لیکن دیکھ میں سادات میں سے ہوں، غریب ہوں، میرے گھر میں اس وقت پریشانی اور تنگی ہے، آج اگر تو گر جائے گا تو تیری عزت پر وقتی طور پر حرف آئے گا لیکن میری پریشانی دُور ہو جائے گی، اس کے بعد اس نے کشتی لڑنا شروع کر دی۔ جنید حیران تھے کہ اگر چاہتے تو بائیں ہاتھ کے ساتھ اس کو نیچے پٹخ سکتے تھے، مگر اس نے نبی کریم ﷺ کی قرابت کا واسطہ دیا تھا، یہ محبوب ﷺ کی نسبت تھی، جس سے جنید کا دل پسیج گیا تھا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ جنید! اس وقت عزت کا خیال نہ کرنا، تجھے محبوب ﷺ کے ہاں عزت مل جائے، تو تیرے لئے یہی کافی ہے، چنانچہ تھوڑی دیر پنجہ آزمائی کی اور اس کے بعد جنید خود ہی چت ہو گئے اور وہ کمزور آدمی ان کے سینے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے ان کو گرا لیا۔

بادشاہ نے کہا، نہیں کوئی وجہ بن گئی ہوگی لہٰذا دوبارہ کشتی کروائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ کشتی ہوئی، جنید خود ہی گر گئے اور اسے اپنے سینے پر بٹھا لیا، بادشاہ بہت ناراض ہوا۔ اس نے جنید کو بہت زیادہ لعن طعن کی حتیٰ کہ اس نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ جوتوں کا ہار تیرے گلے میں ڈال کر پورے شہر میں پھرا دوں، تو اتنے کمزور آدمی سے ہار گیا۔ آپ نے وقتی ذلت کو برداشت کر لیا، گھر آ کر بتایا تو بیوی بھی پریشان ہوئی اور باقی اہلِ خانہ بھی پریشان ہوئے کہ تو نے اپنی عزت کو آج خاک میں ملا دیا، مگر جنید کا دل مطمئن تھا۔ اس صفت کی وجہ سے جنید بغدادی بنے ہیں اور اللہ نے ان سے خوب دین کا کام لیا۔

﴿۴۹﴾ اللہ نے کہا: تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا جا میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں

ایک آدمی کی بیوی سے کوئی غلطی ہو گئی، نقصان کر بیٹھی، اگر وہ چاہتا تو اسے سزا دے سکتا تھا، اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے کر گھر بھیج سکتا تھا، کیونکہ وہ حق بجانب تھا۔ تاہم اس آدمی نے یہ سوچا کہ میری بیوی نقصان تو کر بیٹھی ہے، چلو میں اس اللہ کی بندی کو معاف کر دیتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد اس شخص کی وفات ہو گئی، کسی کو خواب میں نظر آیا، خواب دیکھنے والے نے پوچھا کہ سناؤ! آگے کیا معاملہ بنا؟ کہنے

لگا کہ اللہ رب العزت نے میرے اُوپر مہربانی فرمادی۔ اس نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میری بیوی غلطی کر بیٹھی تھی، میں چاہتا تو سزا دے سکتا تھا، مگر میں نے اس کو اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا۔ پروردگار عالم نے فرمایا کہ تو نے اسے میری بندی سمجھ کر معاف کر دیا، جا میں تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں۔

﴿۵۰﴾ خواب میں کھارا پانی اپنے کھیت میں دیکھنا اور اس کی تعبیر

سوال بخدمت حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد سلام عرض ہے کہ میں خواب میں اپنے کھیت کا حال دیکھتا ہوں کہ وہ کھارے پانی سے بھرا ہوا ہے، تو میرے لئے اپنے کھیت کی یہ حالت نفع بخش ہے، یا ضرر رساں، برائے کرم جواب دے کر تشویش قلب کو دفع دیجئے۔ فقط والسلام!

جواب آپ کا اپنے کھیت کو اس حالت پر دیکھنا نقصاندہ ثابت ہوگا۔ کیونکہ کھارا پانی قابل زراعت نہیں ہے، لہٰذا کھیت سماوی آفات کا شکار ہو سکتا ہے، اب آپ برے خواب سے بچائے کے لئے سنتوں کا اہتمام لازم سمجھئے اور آیت "لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" پڑھنے کا اہتمام کیجئے اور ہمیشہ باوضو رہنے کا بھی اہتمام کیجئے۔

﴿۵۱﴾ حضرت عقبہ بن عامر کو حضور ﷺ کی بڑی عجیب نصیحت

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے جلدی سے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا: یا رسول اللہ! مومن کی نجات کس عمل پر ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عقبہ! زبان تھامے رکھ، اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہا کر اور اپنی خطاؤں پر روتا رہ۔ پھر دوبارہ جب حضور سے میری ملاقات ہوئی تو آپ نے خود میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: عقبہ! کیا میں تمہیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں اُتری ہوئی تمام سورتوں سے بہتر تین سورتیں بتاؤں۔ میں نے کہا: ہاں حضور! ضرور ارشاد فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ پس آپ نے مجھے سورۃ الاخلاص اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس بتائیں۔ دیکھو عقبہ! انہیں نہ بولنا اور ہر رات انہیں پڑھ لیا کرنا۔ فرماتے ہیں کہ پھر نہ میں انہیں بھولا اور نہ کوئی رات ان کے پڑھے بغیر گزاری۔ میں نے پھر آپ سے ملاقات کی اور جلدی کرکے آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بہترین اعمال ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سن! جو تجھ سے کٹے تو اس سے جڑ، جو تجھے محروم رکھے تو اسے دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اس سے درگزر کر اور معاف کر دے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۵، صفحہ ۶۱۶)

﴿۵۲﴾ ’’اللہ کا رنگ اختیار کرو‘‘ اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال بخدمت حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد سلام عرض ہے کہ ’’اللہ کا رنگ اختیار کرو‘‘ اس کا کیا مطلب ہے؟ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۳۸)

’’اللہ کا رنگ اختیار کرو، اللہ تعالیٰ سے اچھا اور رنگ کس کا ہوگا۔‘‘

جواب مذکورہ آیت سے دو چیزیں بتلانا مقصود ہے:

﴿۱﴾ نصاریٰ کی ایک رسم کی تردید کرنا۔ ﴿۲﴾ علامات ایمان کا مومن کی ذات اور افعال میں ظہور ہونا چاہیے۔

① نصاریٰ کی یہ رسم جاری تھی کہ جو بچہ پیدا ہوا اس کو ساتویں روز ایک رنگین پانی میں نہلاتے تھے اور بجائے ختنہ کے اسی نہلانے کو بچہ کی طہارت اور دین نصرانیت کا پختہ رنگ سمجھتے تھے۔ اس رسم کا نام ان کے یہاں بپتسمہ ہے۔ جوان کے یہاں لازم تھا، جس کے بغیر وہ کسی کو پاک تصور نہیں کرتے تھے۔ اس آیت نے بتلا دیا کہ یہ پانی کا رنگ تو ڈھل کر ختم ہو جاتا ہے، اس کا بعد میں کوئی اثر نہیں رہتا، نیز ختنہ نہ کرنے کی وجہ سے جو گندگی اور ناپاکی جسم میں رہتی ہے، اس سے بھی یہ رنگ نجات نہیں دیتا، اصل رنگ دین و ایمان کا رنگ ہے، جو ظاہری اور باطنی پاکی کی ضمانت بھی ہے اور باقی رہنے والا بھی ہے۔

② علامات ایمان کا مومن کی ذات اور افعال میں ظہور ہونا چاہیے۔ دین و ایمان کو رنگ فرما کر اس طرف اشارہ ہو گیا کہ جس طرح رنگ آنکھوں سے محسوس ہوتا ہے مومن۔ کہ ایمان کی علامت اس کے چہرہ بشرہ اور تمام حرکات و سکنات، معاملات و عادات میں ظاہر ہونی چاہیے۔ واللہ اعلم! (تفسیر مسجد نبوی، معارف القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۵۶)

﴿۵۳﴾ سو (۱۰۰) بکھرے موتی پڑھ لیجیے

① ساتھیوں کو چاہیے کہ رات کے آخری حصے میں تہجد کے لئے اُٹھیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "رات کے آخری حصہ میں مرغ کا تجھ پر اُٹھنے میں سبقت لے جانا، تیرے لئے باعث ندامت ہے۔"

② رات کو اُٹھو اس لئے کہ عشاق رات کو راز و نیاز کرتے ہیں، دوست کے دروازے اور چھت کے اردگرد پرواز کرتے ہیں۔ ہر جگہ کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے ہیں، سوائے دوست کے دروازے کے جسے رات کو کھول دیتے ہیں۔

③ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ چار رکعت، آٹھ رکعت یا بارہ رکعت تہجد ادا کرے۔ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کا معمول تھا کہ پہلے دوگانہ میں آیت الکرسی والا رکوع سورۃ البقرۃ کا آخری رکوع پڑھتے۔ پھر آٹھ رکعت میں دس دس آیات پڑھ کر سورۃ یٰسین مکمل کرتے۔ آخری دو رکعت میں تین تین بار سورۃ الاخلاص پڑھتے۔ (حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی صحبت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے فیضان پایا آپ ان دونوں حضرات کے پیر تعلیم کہلاتے ہیں)۔

④ اللہ کے خزانہ میں چار چیزیں نہیں ہیں:

① عدم ② حاجت ③ عذر ④ گناہ

⑤ **سوال** استغفار پہلے پڑھیں یا درود شریف پہلے پڑھیں۔

جواب شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: "استغفار پہلے پڑھے کہ درود شریف۔" فرمایا کہ استغفار کی مثال کپڑے دھونے والے صابن کی سی ہے، جبکہ درود شریف کی مثال کپڑے پر لگانے والے عطر کی سی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کپڑے کو پہلے عطر لگائیں یا صابن سے دھوئیں؟ سائل نے عرض کیا: حضرت پہلے صابن سے دھونا چاہیے پھر عطر لگانا چاہیے۔ فرمایا: "بس اسی طرح پہلے خوب نادم و شرمندہ ہو کر استغفار پڑھیں تاکہ دل ڈھل جائے پھر محبت و عقیدت سے درود شریف پڑھیں تاکہ عطر لگے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو انگ انگ میں سما جائے۔"

⑥ ایک شخص نے رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس دُنیا کی برائی کا تذکرہ کیا۔ فرمایا "آئندہ میرے پاس نہ آنا، تمہیں دُنیا سے بہت محبت ہے۔"

⑦ بعض لوگوں نے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: فلاں جماعت شغل و طرب میں مشغول ہے، بددعا کریں۔ فرمایا: اللہ! جیسے تو نے انہیں دُنیا میں خوشیاں دیں، آخرت میں بھی خوشیاں عطا فرما۔

⑧ اگر کوئی اہل دُنیا کی تعظیم کرے تو کون سی عجیب بات ہے، لوگ تو سانپ اور بچھو کو دیکھ کر بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔

⑨ سوال: اسم اعظم کیا ہے؟

جواب: دل غیر سے خالی اور پیٹ حرام سے خالی ہو تو ہر اسم ''اسم اعظم'' ہوتا ہے۔

⑩ لقمان حکیم نے فرمایا: ''میں چاند اور سورج کی روشنی میں پرورش پاتا رہا مگر دل کی روشنی سے بڑھ کر کسی کو سودمند نہ پایا۔

⑪ دل سیاہ ہو تو چمکتی آنکھیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

جس دل میں غم نہ ہو:

⑫ جس گھر میں آرائش نہ ہو بگڑ جاتا ہے، اسی طرح جس دل میں غم نہ ہو تو وہ بھی بگڑ جاتا ہے۔

دل ہنڈیا کے مانند ہے:

⑬ یحییٰ بن معاویہ نے فرمایا: ''دل ہنڈیا کے مانند ہے جبکہ زبان چمچے کے مانند۔ چمچہ وہی نکالتا ہے جو ہنڈیا میں ہوتا ہے۔''

⑭ قیامت کے بازار میں سودے کی اتنی قیمت نہ ہوگی جتنا مومن کا دل خوش کرنے کی۔

⑮ نماز میں جی نہ لگنے کی وجہ ایسی ہے جیسے چمڑے کے کارخانے میں کام کرنے والا عطر کی دُکان پر جائے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔

⑯ ایک تاجر نے تین سال روزے رکھے، گھر والے سمجھتے تھے، دن کا کھانا دُکان پر کھاتا ہوگا، دُکان والے سمجھتے تھے گھر سے کھا کر آتا ہوگا۔ کسی کو پتا نہ چلنے دیا، اسے اخلاص کہتے ہیں۔

⑰ جو عبادت دُنیا میں مزہ نہ دے گی وہ آخرت میں کیا جزا دے گی۔

ولی، گنہگار اور شیطان:

⑱ جو گناہ پر پچھتائے اسے ولی سمجھو، جو پروا نہ کرے اسے گنہگار انسان سمجھو، جو گناہ کر کے اترائے اسے شیطان سمجھو۔

⑲ گناہ کو نہ دیکھو کہ کتنا چھوٹا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھو کہ کس کی نافرمانی کی جا رہی ہے۔

سچ کو باہر مت چھوڑیئے:

⑳ اگر تم غلطیوں کو چھپانے کے لئے دروازے بند کرو گے تو سچ بھی باہر ہی رہ جائے گا۔

㉑ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بدی جو تمہیں رنجیدہ کرے اس نیکی سے بہتر ہے جو تمہیں نازاں کرے۔

اخلاص کیا ہے؟

㉒ حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''اخلاص یہ ہے کہ اپنی نیکیوں کو اس طرح چھپائے جس طرح اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔''

㉓ ساتھیوں کو چاہئے کہ لوگوں کو اللہ کی نعمتیں یاد دلائے تاکہ شکر کریں، اپنے گناہ یاد دلائے تاکہ توبہ کریں۔ نفس و شیطان کی عداوت یاد دلائے تاکہ بچ سکیں۔

㉔ ایک غافل نے کسی شیخ سے کہا کہ آپ کا مرید ریائی ذکر کرتا ہے۔ فرمایا: اس کے پاس ٹمٹماتا چراغ ہے، لہٰذا بخشش کی اُمید ہے، آپ کے پاس تو یہ بھی نہیں۔

㉕ جس نے معمولات میں پابندی حاصل کر لی اس پر رحمت ہوگئی۔ فرحت قلب اس کی لونڈی ہے جو خود بخود مل جائے گی۔

㉖ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو شخص بیعت کی تمنا ظاہر کرے، میں اس کو اس لئے مرید کر لیتا ہوں کہ پیر کو

قیامت کے دن جہنم جاتا دیکھ کر مرید ترس کھائے گا۔ شاید اسی برکت سے بخشا جاؤں۔

۴۷ ایک شخص نے کسی بزرگ کو ہدیہ دے کر دُعا کر درخواست کی۔ فرمایا: ''ہدیہ واپس لے جاؤ، یہ دُعا کی دُکان نہیں ہے۔''

۴۸ شیخ گنہگار مرید کو یوں سمجھے جیسے کسی حسینہ نے چہرے پر سیاہی لگائی ہے، اگر دھوئے تو چاند سا چہرہ نکل آئے گا۔

۴۹ تقویٰ یہ ہے کہ روزِ محشر کوئی تمہارا گریبان نہ پکڑے۔

۵۰ ہم ایسے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں کہ سلف صالحین نے اپنے علم و تقویٰ کے باوجود اس سے پناہ مانگی تھی۔

۵۱ شیخ عثمان خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ گاہکوں کو کھوٹے سکوں کے بدلے میں بھی مال دے دیتے تھے، مرتے وقت دُعا مانگی کہ ''میں نے لوگوں کے کھوٹے سکے قبول کیے، اے اللہ! تو میرے کھوٹے اعمال کو قبول فرما۔''

۵۲ شیخ شہاب الدین خطیب رحمۃ اللہ علیہ دُعا مانگتے تھے کہ یا اللہ! مرتے وقت کوئی پاس نہ ہو، نہ اپنا نہ پرایا نہ ہی ملک الموت۔ بس میں اور تو۔

۵۳ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا یہ ہوتی تھی: ''اے اللہ! اگر میری مغفرت نہیں کرنی تو جہنم کو مجھ سے بھر دے اور باقی سب انسانوں کی مغفرت نہیں کرنی تو جہنم کو مجھ سے بھر دے اور باقی سب انسانوں کی مغفرت فرما دے۔''

۵۴ دُعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن کہے گا: ''اے اللہ! میں نے تو دُعا کی تھی مجھے نیک بنا، پس معذور سمجھا جائے گا۔

۵۵ جس سے حسد ہو اُس کے لئے بلندیٔ درجات کی دُعا کرنا حسد کا بہترین علاج ہے۔

۵۶ محنت ہمارے ہاتھ میں ہے، نصیب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمیں اسی سے کام لینا چاہئے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔

۵۷ بے کار انسان مردے سے بھی بدتر ہے کیونکہ مردہ کم جگہ روکتا ہے۔

جہنم میں ایک مصلّٰے کی جگہ:

۳۸ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیزادی کی قضا کے لئے کسی بزرگ سے سفارش کروائی، انہوں نے سفارشی رقعے میں لکھا: ''یہ مردِ صالح عالم فاضل ہے، جہنم میں ایک مصلے کی جگہ چاہتا ہے۔''

۳۹ جس طرح مخلوق کے لئے عمل کرنا ریا ہے، اسی طرح مخلوق کے لئے عمل ترک کرنا بھی ریا ہے۔

۴۰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہمارے بازاروں میں خرید و فروخت وہ کرے جو فقیہ ہو۔'' سبحان اللہ! سارے ملک کو درسگاہ بنا دیا۔

۴۱ نفس کی سرکشی کو توڑنا ''اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ'' میں داخل ہے۔

۴۲ آج عام روحانی مرض ہے: ''يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ'' ''کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا۔ یہ تو بڑا قسمت کا دھنی ہے۔'' (سورۃ القصص: آیت ۷۹)

۴۳ جس سے محبت ہو اس کا نام آئے تو نبض تیز ہو جاتی ہے، یہی معنیٰ ''وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ'' کا ہے۔ (سورۃ الانفال: آیت ۲)

۴۴ ''فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ'' (سورۃ الانبیاء: آیت ۹۴)

''پھر جو کچھ بھی نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں کی جائے گی ہم تو اس کے لکھنے والے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نیکیاں لکھنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ قربان جائیں اس عزت افزائی پر۔

۴۵ بغیر مصیبت کے کوئی نعمت چھن جائے تو بہتر ملتی ہے۔ ''مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا'' (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۰۶) اس کی دلیل ہے۔

''جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں۔''

(۴۶) کسی نے حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے کہا: آپ بھوک کی اتنی تعریف کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: ”اگر فرعون بھوکا ہوتا تو ”اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى“ (سورۃ النازعات: آیت ۲۴) نہ کہتا۔

(۴۷) علماء کا درسِ نظامی کا نصاب آٹھ سالہ ہوتا ہے۔ سند یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رہنے کا عہد آٹھ سالہ ہے لیکن تخصص کے لئے ”فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ“ (سورۃ القصص: آیت ۲۷) ہے۔

(۴۸) بعض اسلاف کے چراغ کے تیل کا خرچہ زیادہ ہوتا تھا، اور کھانے کا خرچہ کم ہوتا تھا۔

(۴۹) ایک مرتبہ شیخ الاسلام عزیز الدین بن السلام سے کسی نے کہا کہ بادشاہ کے ہاتھ چومئے۔ حضرت نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! میں اس پر بھی راضی نہیں ہوں کہ وہ میرا ہاتھ چومے چہ جائیکہ میں اس کے ہاتھ چوموں۔“

(۵۰) حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہِ وقت نے بڑی جاگیر پیش کی تو فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ساری دُنیا کو ”مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ“ (سورۃ النساء: آیت ۷۷) کہا۔ اسی قلیل میں سے تھوڑا سا حصہ آپ کو ملا ہے۔ اب اس میں سے بھی تھوڑا سا حصہ آپ مجھے دیں گے تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے بھی مجھے شرم آتی ہے۔

(۵۱) ایک ککڑی بیچنے والے نے آواز لگائی: ”عَشْرَةُ خِيَارٍ بِدَانِقٍ“ (دس ککڑی ایک دانق کے بدلے میں) خیار عربی میں ککڑی کو کہتے ہیں۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے چیخ ماری کہ جب دس خیار کی یہ قیمت ہے تو ہم اشرار کی کیا قیمت ہوگی؟

(۵۲) نادانوں کی بات پر تحمل عقل کی زکوٰۃ ہے۔

(۵۳) بہت زیادہ کھا کر بیمار ہونے والوں کی تعداد فاقہ کشی سے بیمار ہونے والوں سے زیادہ ہے۔

(۵۴) ہر بچے کی پیدائش اس بات کی علامت ہے کہ اللہ ابھی بندے سے مایوس نہیں ہوا ہے۔

(۵۵) سچ پر چلنے والوں کا ہر قدم شیطان کے سینے پر ہوتا ہے۔

(۵۶) حیرت ہے کہ انسان ہاتھ تو دُنیا کے آگے پھیلاتا ہے مگر گلہ اللہ سے کرتا ہے۔

(۵۷) بری عادتوں کی طاقت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب انہیں چھوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۵۸) جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدھی محنت میں جنت ملتی ہے۔

(۵۹) ترکِ تبلیغ کے لئے مخاطب کی ناگواری عذر نہیں۔ ”اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ“ (سورۃ الزخرف: آیت ۵) ”کیا ہم اس نصیحت کو تم سے اس بنا پر ہٹا لیں کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔“

دوزخ میں بھی ایمان کی برکت: گنہگار مؤمنین کو جہنم میں تکلیف کا احساس نہیں ہوگا:

(۶۰) ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وہ جہنمی جو جہنم کے مستحق ہیں تو انہیں جہنم میں نہ موت آئے گی (کہ تکلیف کا چھٹکارا پالیں) اور نہ انہیں زندگی (کا لطف) نصیب ہوگا، لیکن تم (مومنین) میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں پہنچیں گے، پھر اللہ تعالیٰ انہیں ایک خاص قسم کی موت دے گا (جس سے تکلیف کا احساس نہیں ہوگا) یہاں تک کہ جب وہ (جل کر) کوئلہ ہو جائیں گے تو (دوسرے جنتی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو (ان کے حق میں) سفارش کرنے کی اجازت دی جائے گی، لہٰذا انہیں مختلف ٹکڑیوں میں (اس طرح اُٹھا کر) لایا جائے گا جس طرح سامان اُٹھایا جاتا ہے۔ پھر انہیں جنت کی نہروں میں بکھیر دیا جائے گا پھر جنت والوں سے کہا جائے گا کہ ان پر (زندگی کا پانی) بہاؤ۔ چنانچہ (وہ اس پانی سے اتنی تیزی کے ساتھ) زندہ ہوں گے (جتنی تیزی کے ساتھ) وہ گھاس اُگتی ہے جو کیچڑ میں ہوتی ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان، صفحہ ۴۵۹)

نوٹ: ڈاکٹر کا آپریشن مریض کے لئے تکلیف دہ نہیں ہوتا، چمڑی (کھال) کے سن ہونے کی وجہ سے۔ ویسے ہی عاصی مؤمن کا جہنم میں دل تکلیف دہ نہیں ہوگا، قلب میں ایمان کی وجہ سے۔

(۶۱) انگریزی پڑھ کر دیندار بنا عربی پڑھ کر بے دین بننے سے بہتر ہے۔

(۶۲) یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جو بچہ سورۃ الیوسف پہلے یاد کرے اسے قرآن جلدی یاد ہو جاتا ہے۔

(۶۳) مرشد کی دُعا کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال پہلے ایمان لائے مگر حافظہ اتنا تھا کہ روایات سب سے زیادہ ہیں۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی تھی۔

(۶۴) جس طرح شہوت بغیر محل حرام ہے اسی طرح غصہ بھی بغیر محل حرام ہے۔

(۶۵) بزرگوں کا کلام نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو طوطا کیسے ہو بہو آدمی کی طرح بولتا ہے، کیا وہ آدمی ہو جاتا ہے، ہرگز نہیں۔

(۶۶) سچائی کی مشعل جہاں جلتی دیکھو فائدہ اُٹھاؤ، یہ نہ دیکھو کہ مشعل بردار کون ہے۔

(۶۷) مسلمان کو فائدہ نہ پہنچا سکو تو نقصان نہ دو۔ خوش نہ کر سکو تو رنجیدہ نہ کرو۔ تعریف نہ کر سکو تو غیبت نہ کرو۔

(۶۸) سو سال کی عمر میں ایک لمحے کی غلطی انسان کا رُخ مشرق سے مغرب کی طرف بدل دیتی ہے۔

(۶۹) غلطی کے بعد چہرے کو بہانے کی چادر سے نہ چھپاؤ، کیونکہ چادر چہرے سے زیادہ میلی ہے۔

(۷۰) کمینے آدمی سے دوستی نہ کرو، کیونکہ گرم کوئلہ ہاتھ جلاتا ہے اور ٹھنڈا کوئلہ ہاتھ کالے کرتا ہے۔

(۷۱) حیوانات میں مکھی سب سے زیادہ حریص اور مکڑی سب سے زیادہ قناعت پسند ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مکھی کو مکڑی کی غذا بنا دیا۔

(۷۲) اگر انسان کے خیالات شرعی گواہ ہوتے تو کئی نیک لوگ بدمعاش ہوتے۔

(۷۳) حضرت عبداللہ بن مبارک نے نصیحت فرمائی: ''بری نظر چھوڑ دو، خشوع کی توفیق ملے گی۔ بیہودہ گوئی چھوڑ دو، دانائی ملے گی۔''

(۷۴) فحش کلامی کرنے پر ایک نوجوان کو کسی بزرگ نے کہا: ''دیکھ تو اللہ تعالیٰ کے نام کیسا خط بھیج رہا ہے۔''

(۷۵) اگر غرور کوئی علم ہوتا تو اس کے کئی سند یافتہ ہوتے۔

(۷۶) اگر تو حق تعالیٰ سے راضی ہے تو یہ نشانی ہے اس بات کی کہ وہ تجھ سے راضی ہے۔

(۷۷) انکساری کا سہارا لے کر چلو ورنہ ٹھوکر کھا کر گر پڑو گے۔

(۷۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی: ''خدایا! مخلوق کی زبان مجھ سے روک دے۔'' فرمایا ''اگر میں ایسا کرتا تو اپنے لئے کرتا۔''

(۷۹) اشراف نفس کے بغیر جو ہدیہ ملے اس میں برکت ہوتی ہے۔

(۸۰) لباس کے تین درجے ہیں: ایک آسائش کا جو ضروری ہے، دوسرا زیبائش کا جو جائز ہے اور تیسرا نمائش کا جو منع ہے۔

(۸۱) شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۰ سال رات کو جاگ کر عبادت کرنے کا معمول رکھا، ایک رات سو گئے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ عرض کی: ''یا اللہ! میں نے جاگنے میں آپ کو ڈھونڈا مگر آپ سونے میں ملے۔'' فرمایا: ''جاگنے کی برکت سے سونے میں ملا ہوں۔''

(۸۲) اے دوست! تو اپنے اصل مکان کی طرف جا رہا ہے، لیکن سست رفتاری کے ساتھ، اصل مکان کی طرف تو جانور بھی تیز چلتے ہیں۔

(۸۳) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کی کہ کوئی پیٹھ کی طرف سے پکارے تو جواب نہ دو، پیٹھ کی طرف سے جانوروں کو پکارتے ہیں۔

(۸۴) جو نعمت کی قدر نہیں کرتا، نعمت نامعلوم طریقے سے چھین لی جاتی ہے۔

۸۰ وعظ گوئی سے عجب پیدا ہو تو لکھ کر وعظ کرے، اس طرح لوگ کہیں گے کہ بیچارہ دیکھ دیکھ کر بول رہا تھا۔

۸۱ اپنے اختیار و قصد سے کسی کی برائی دل میں رکھنا اور اسے ایذا پہنچانے کی تدبیر کرنا کینہ ہے۔ اگر کسی سے رنج کی بات پیش آئے تو طبیعت ملنے کو نہ چاہے تو یہ انقباض ہے، دُور ہونے کی دُعا کرے۔

۸۲ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی فاقے کی شکایت کرتا تو فرماتے: ''تم فاقے کی قدر کیا جانو، ہم نے سلطنت دے کر خریدے ہیں، ہم سے پوچھو۔''

۸۳ عورت کے لئے زیور و لباس کی محبت کم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں اچھے کپڑے پہنے۔ دوسری جگہ جائے تو معمولی کپڑے پہنے۔

۸۴ ابن عطاء سکندری کو الہام ہوا کہ میں ایسا رازق ہوں اگر تو دُعا کرے کہ رزق نہ ملے تو پھر بھی دوں گا، اگر رو رو کر مانگے گا تو کیوں نہ دوں گا۔

۸۵ دریا کے پانی اور آنکھوں کے پانی میں صرف جذبات کا فرق ہوتا ہے۔

۸۶ ہماری مشرقی عورتیں عام طور پر عاشقات الازواج اور قاصرات الطرف (دوسروں کی طرف نہ دیکھنے والیاں) ہوتی ہیں۔ عورتیں فطرتاً مرد کے تابع، مگر مرد محبت کی وجہ سے عورت کا تابع ہوتا ہے۔

۸۷ بوڑھا آدمی چراغِ سحر ہے تو جوان آدمی چراغِ شام ہے۔

۸۸ اپنا بچہ روئے تو دل میں درد ہوتا ہے، اور دوسرے کا بچہ روئے تو سر میں درد ہوتا ہے۔

۸۹ تہجد کے وقت آنکھ کھلے تو سمجھ لو کہ آسمان سے فون آیا ہے۔

۹۰ ذکر سے خالی بات لغو ہے۔ عبرت سے خالی نظر لہو ہے اور فکر سے خالی خاموشی سہو ہے۔

۹۱ حضرت ابو یوسف محی الدین یحییٰ مدنی فرماتے ہیں: خبردار! کسی اہل اللہ کی شان میں گستاخی نہ کر دینا، ورنہ تمہاری زندگی پھیکی ہو گی۔

۹۲ بیمار دل کی چار علامتیں ہیں:

① اطاعت میں حلاوت محسوس نہ کرے۔ ② اس میں اللہ کا خوف نہ رہے۔
③ دُنیا کی چیزوں کو نگاہِ عبرت سے نہ دیکھے۔ ④ جو علم سنے اسے سمجھے نہیں۔

۹۳ حضرت عثمان الحیری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ کو زبان سے یاد کرتا ہوں مگر دل اس کے ساتھ موافقت نہیں کرتا۔ فرمایا: شکر کرو کہ اللہ کی یاد میں ایک عضو تو مطیع ہوا، دوسرا بھی ہو جائے گا۔

۹۴ گناہوں سے پرہیز کیا جائے تو دین و دُنیا میں مزے ہی مزے ہیں۔

۹۵ تمام برائیوں کی جڑ دُنیا کی دوستی ہے۔

﴿۵۴﴾ مسجد میں داخل ہوتے ہی یہ دُعا پڑھ لیجئے شیطان سے آپ کی حفاظت ہو جائے گی

حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

''میں مردود شیطان سے عظمت والے اللہ، اس کی کریم ذات کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں۔''

آدمی جب یہ کلمات کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے: باقی سارے دن میں اس آدمی کی مجھ سے حفاظت ہو گئی۔ (حیاۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۳۹۴)

﴿۵۵﴾ ایک قیمتی نصیحت: حضور ﷺ کی شفقت ودلجوئی کا عجیب واقعہ

غزوۂ حنین کے موقع پر ایک عجیب افراتفری مچی ہوئی تھی، لوگوں کا اژدحام اور بھیڑ بہت زیادہ تھی، ایک صحابی پیر میں موٹا جوتا پہنے ہوئے تھے، اتفاق ایسا ہوا کہ ان کا پیر جناب رسول اللہ ﷺ کے قدمِ مبارک پر پڑا اور اس سے آپ ﷺ کا پیر مبارک روندا گیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں ایک کوڑا تھا، آپ ﷺ نے اس کوڑے کے کنارے سے ان کو مارا اور فرمایا: "أَوْجَعْتَنِي" "تم نے مجھے تکلیف دی ہے۔" وہ صحابی فرماتے ہیں: میں نے رات کس طرح گزاری "فَبِتُّ بِلَيْلَةٍ كَمَا يَعْلَمُ اللّٰهُ" صبح ہوئی دیکھا ایک شخص میرا نام لے کر آواز لگا رہا ہے کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا: وہ شخص میں ہی ہوں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو بلاتے ہیں۔ میں چل دیا اور دل میں گھبراہٹ تھی کہ دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے: "فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مُتَخَوِّفٌ" چنانچہ میں پہنچا، آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے جوتے سے میرے پیر کو روند دیا تھا اور میں نے تم کو کوڑا مارا تھا۔ یہ اسی (۸۰) اونٹنیاں ہیں تم اس کے عوض ان کو لے لو اور جو تکلیف تم کو پہنچی ہے اس کو درگزر کردو۔

مذکورہ واقعہ پر غور کریں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ پر کس قدر شفقت تھی کہ محض اس معمولی کوڑے کے مار دینے سے اس قدر آپ کو احساس ہوا، اور اس کے عوض اسی (۸۰) اونٹنیاں آپ ﷺ نے ان کو دیں، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کی کس قدر دلجوئی فرمایا کرتے تھے، اور ان کو خوش کرنے کی کس قدر کوشش کرتے تھے۔ ہمیں بھی یہ معاملہ اپنے اہل تعلق کے ساتھ کرنا چاہئے کہ کسی کو اگر کوئی ناگواری اور تکلیف ہم سے پہنچ جائے تو پھر اس کا دل خوش کرنے کی کوشش کی جائے۔

(ماہنامہ الحسن، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷، صفحہ ۱۰)

﴿۵۶﴾ ایک قیمتی نصیحت: حضور اکرم ﷺ کا بیمار کی مزاج پرسی کا عجیب واقعہ

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ آپ بیمار لوگوں کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔ خواہ کسی بھی درجہ کا بیمار ہوتا شریف اور معزز آدمی ہوتا یا غیر معزز اور معمولی سب کی عیادت فرماتے، حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کی عیادت اور مزاج پرسی فرمایا کرتے تھے اور جس سے آپ کو بے حد اذیت اور تکلیف پہنچی اور جو آپ کا بہت بڑا دشمن تھا، یعنی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی، اس تک کی آپ نے عیادت فرمائی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک یہودی لڑکا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور کبھی کبھار آپ اس سے کوئی کام بھی لے لیا کرتے تھے، وہ بیمار ہو گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ اس کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ اس کے سر کے قریب بیٹھ گئے۔ اس لڑکے کا آخری وقت تھا، آپ نے ازراہِ شفقت اور اپنے حق رسالت کو ادا کرتے ہوئے اس لڑکے کو اسلام کی تبلیغ فرمائی، لڑکے نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا، باپ حقیقت دین محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے واقف تھا ہی، اس لئے قبول اسلام کی اجازت دے دی اور وہ لڑکا مشرف باسلام ہو گیا اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کو بے حد مسرت اور خوشی ہوئی اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْقَذَهُ مِنَ النَّارِ" غرض یہ کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ کو اہل علم سے معلوم کر کے ہمیں اپنی زندگیوں میں لانا چاہئے۔ آپ کی ایک ایک سنت اور آپ کی ایک ایک ادا اللہ کو محبوب ہے، اور جو اس کو اختیار کرے گا یقیناً نص قرآنی ہے وہ اللہ کا محبوب ہوگا: "فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" (سورۂ آل عمران، آیت ۳۱) اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق دے۔ (ماہنامہ الحسن، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷، صفحہ ۱۱)

﴿۵۷﴾ ایک قیمتی نصیحت: ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رُخ دیکھا کریں

ہم سے یہ عہد لیا گیا کہ ہر نعمت اور مصیبت کے دونوں رُخ دیکھا کریں۔ کسی نعمت یا مصیبت کی محض ظاہری صورت کو نہ دیکھیں

کیونکہ بعض دفعہ مصیبتوں کی شکل میں نعمتیں آتی ہیں اور بھی نعمتوں کی صورت میں بلائیں آ جاتی ہیں۔

اگر ہم نعمتوں کے باطنی رُخ کو دیکھیں گے تو ان کو طرح طرح کی آزمائشوں میں گھرا ہوا پائیں گے، کم از کم ایک بلا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نعمت والے سے یہ مطالبہ فرماتے ہیں کہ اس نعمت کو کسی وقت بھی کسی مخلوق کی طرف سے منسوب نہ کرے کہ فلاں کی وجہ سے مجھ کو یہ نعمت ملی، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے، اور اللہ تعالیٰ اس سے یہ بھی مطالبہ فرماتے ہیں کہ نعمت کو ان ہی مواقع میں صرف کرے جہاں اللہ تعالیٰ اس کے صرف کرنے کو پسند کرتے ہیں اور یہ مطالبہ بھی ہوتا ہے کہ نعمت کا شکر بجالائے محض زبان سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی۔ اب جو شخص نعمت میں ان بلاؤں کا مشاہدہ کرتا ہو وہ ان سے لذت حاصل کرنے کی فرصت کب پائے گا۔

اسی طرح اگر ہم تکلیفوں اور مصیبتوں کے باطن پر نظر کریں تو ان کا اپنے حق میں بہت بڑی نعمت ہونا معلوم ہوگا کیونکہ ان سے ذلت وعاجزی پیدا ہوتی ہے اور ہمارا بازو جھک جاتا ہے اور سرکشی جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى" (سورۃ العلق: آیت ۶، ۷) "کچھ نہیں، واقعی انسان سرکش بن جاتا ہے جب اپنے کو مستغنی دیکھتا ہے۔" ان تکالیف ومصائب میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ان سے درجے ملتے ہیں لیکن ان سے طاعات (عبادات) اور علوم ومعارف میں عجب نہیں پیدا ہوتا۔

مصیبت سے انسان کی آزمائش اس وقت کی جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دربار خداوندی کی طرف اس کو متوجہ نہ کرتی ہوں، جب نعمتیں اس کو اللہ کی طرف متوجہ نہیں کرتیں تو اب اللہ تعالیٰ اس کو مصائب میں مبتلا کر دیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: "وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" (سورۃ الاعراف: آیت ۱۶۸) "اور ہم نے ان کو راحتوں اور مصیبتوں میں مبتلا کیا شاید اللہ کی طرف رجوع کریں۔" یعنی اوّل تو ان کو راحتوں اور نعمتوں میں رکھا جب ان سے رجوع نہ ہوئے تو مصائب وتکالیف میں مبتلا کر دیا۔

اور سیّدی تاج الدین بن عطاء اللہ نے اس سے بھی زیادہ عجیب بات بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "جو گناہ ذلت وانکساری پیدا کر دے وہ اس اطاعت سے بہتر ہے جو غرور وتکبر پیدا کر دے۔" (ماہنامہ المحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷، صفحہ ۱۸)

﴿۵۸﴾ ایک قیمتی نصیحت دین کے کام کے ذریعے شہرت طلب کرنا کمر کو توڑ دیتا ہے

دُنیا میں تصرف وکرامت کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے طالب ہرگز نہ ہوں، کیونکہ جس کو اس بات کی خواہش ہوتی ہے اس کا دین برباد ہو جاتا ہے اور عالم آخرت میں خالی ہاتھوں پہنچتا ہے۔ مگر یہ کہ کوئی محض اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے بغیر اپنی خواہش سے ظاہر اور مشہور ہو گیا ہو جیسا اولیاء کاملین کو پیش آتا ہے۔ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر اولیاء کاملین کو شہرت کی خواہش ہوتی تو ان کو کوئی بھی نہ پہچانتا۔ سیّدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دُنیا میں درویش کی حالت ایسی ہے جیسے کوئی پاخانہ میں بیٹھا ہو، اب اگر وہ آگے سے دروازہ بند کر لے گا تو پردہ کے ساتھ اپنی حاجت پوری کر لے گا، اور ڈھکا وہاں سے نکل جائے گا کہ کسی کی نظر اس کے عیبوں پر نہ پڑی ہوگی اور اگر دروازہ کھول کر بیٹھا تو اس کے عیوب ظاہر ہو جائیں گے اور اس کے اندرونی جسم کا پردہ چاک ہو جائے گا اور جو کوئی دیکھے گا اس پر لعنت کرے گا۔

سیّد محمد عمری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "ظہور اور شہرت کی طلب کمر توڑ دیتی ہے۔" یاد رکھیں! اس کارخانہ دُنیا میں کوئی ولی اور عالم ایسا نہیں جس کا دل شہرت سے مکدر نہ ہوا ہو، وہ شہرت کے بعد اس صفائے قلب کے ایک ذرّہ کو ڈھونڈتے اور ترستے ہیں، جو شہرت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے دل میں پاتے تھے، مگر اب نہیں پا سکتے، اسی لئے تمام عارفین اپنے ابتدائی احوال کی طرف مشتاق ہوتے ہیں، اس کو خوب سمجھ لیں۔ (ماہنامہ المحمود، ۱۴۱۹ ہجری مطابق ۱۹۹۷، صفحہ ۱۹)

﴿۵۹﴾ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت پر عمل کرتے تھے سنت سمجھ کر اور ہم سنت کو چھوڑ دیتے ہیں سنت سمجھ کر، یہ کہتے ہوئے کہ سنت ہی تو ہے فرض تو نہیں ہے

شریعت کی رخصتوں (آسانیوں) پر بھی بعض اوقات شوق سے عمل کیا کریں، اپنا ضعف ظاہر کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا مقام حاصل کرنے کے لئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے ہاتھوں رخصت کا ظاہر کرنا بھی محبوب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی رُخْصَۃٌ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰی عَزَآئِمُہٗ" "اللہ تعالیٰ رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی یونہی پسند فرماتے ہیں جیسا کہ اصل احکام پر عمل کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔"

مگر رخصت پر عمل کرتے ہوئے اس کی شرط کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ وہ شرط یہ ہے کہ اصلی حکم پر عمل کرنے میں سخت مشقت کے قدرت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا جب تک عادتاً افضل کام پر آسانی سے قدرت ہو سکے اس وقت تک رخصتوں پر نہ اُترنا چاہئے اور جب افضل اپنانے میں دُشواری ہو تو مشقت برداشت کر کے اسی پر اڑنا بھی نہ چاہئے کیونکہ جو شخص اپنے نفس کی کمزوری اور عاجزی ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں اور رحمت الٰہی اس کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔

﴿۶۰﴾ ایک عجیب واقعہ: ہار بھی ملا ہار والی بھی ملی

مکہ مکرمہ میں ایک عبادت گزار حاجی صاحب رہتے تھے۔ وہ کہیں جا رہے تھے راستہ میں ایک ریشمی تھیلی ملی، جس میں ایک قیمتی ہار تھا۔ بڑا قیمتی ہار ہے، ہیرے جواہرات اس میں جڑے ہوئے ہیں، یہ تو بہت قیمتی ہے اسے چھپا لینا چاہئے، اللہ کا ڈر غالب آیا، اللہ کا خوف غالب آیا کہ بھائی! اللہ تو دیکھ رہا ہے، اگر اسے چھپا لیا تو اللہ تو کہیں بھی پکڑ سکتا ہے، اور جہنم میں ڈال سکتا ہے، تو میں کیا کروں گا اس لئے اس کو چھپانے کی بجائے طے کر لیا کہ مالک ملے گا تو میں مالک کے حوالہ کر دوں گا۔ اتفاق سے مالک بھی مل گیا کوئی تلاش کرتا پھر رہا ہے، بھائی! میرا ہار گم ہو گیا ہے، انہوں نے کہا بھائی! میرے پاس بھی ایک تھیلی ہے تم دیکھو تمہاری تو نہیں، اس نے دیکھا اور دیکھ کر پہچان لیا کہ ہاں! یہی میری تھیلی ہے، اور یہ میرا ہار ہے وہ بڑا خوش ہوا، تاجر نے اس کو پانچ سو اشرفیاں نکال کر انعام میں دیں، اس نے کہا مجھ کو انعام نہیں چاہئے، میں نے تو یہ جو کچھ کیا، اللہ کو خوش کرنے کے لئے کیا، اللہ کی رضا کے لئے کیا، تیرے انعام کے لئے نہیں کیا، اس نے بہت اصرار کیا اور کہا میں نے نیت کی تھی کہ اگر ہار مل جائے تو میں اس کے پانے والے کو اور لانے والے کو پانچ سو اشرفیاں دوں گا، اس لئے میں تم کو دے رہا ہوں، کہا کہ نہیں مجھ کو پانچ سو اشرفیاں نہیں چاہئیں، بہر حال وہاں سے وہ چلا گیا، اور اپنی بستی میں جا کے کہتا تھا کہ ایسا نیک آدمی نوجوان مجھ کو ملا، ایسا لڑکا اگر مجھ کو اپنے یہاں مل جاتا تو میں اپنی بیٹی کی شادی کر دیتا اور وہ اپنے یہاں کا بہت بڑا تاجر تھا۔

اب اللہ کی قدرت دیکھو، یہ نوجوان مکہ مکرمہ کا رہنے والا تھا، اس کو سفر پیش آیا، سمندری سفر۔ سفر میں چلے اچانک طوفان آیا، اور کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ ایک تختہ کے اُوپر یہ لیٹے ہوئے ہیں اور تختہ بہتا ہوا چل رہا ہے، تمام ساتھی اِدھر اُدھر ہو گئے، معلوم نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کون ڈوبا، کون بچا، بہتے ہوئے تختہ پر جا رہے ہیں، چلتے چلتے ایک کنارہ پر یہ تختہ رُکا، وہاں ایک بستی آباد تھی، بستی کے لوگ اتفاق سے آئے ہوئے تھے، جب دیکھا کہ کوئی بیچارہ مسافر تختہ کے اُوپر بہہ رہا ہے تو انہوں نے اُس کو نکال لیا اور نکال کر اپنی بستی میں لے گئے۔ وہاں بستی میں رکھا، ان کو ہوش آیا، کھلایا پلایا، آرام کرایا، کئی دن گزر گئے اور حالات معلوم کئے کہ یہ تو بڑے عالم ہیں، اور بڑی مہارت بھی ان کو ہے، حافظ بھی ہیں، اور عالم بھی اور بہت نیک صالح شخص ہیں۔ ان کو اپنے یہاں امام بنا لیا جائے اور اپنے بچوں کو پڑھانے پر مقرر کر لیا اور ان کی تنخواہ مقرر کر دی اور سب نے ان کو اپنا شیخ بھی بنا لیا اور اپنے سب کام ان کے مشورہ سے کرنے لگے۔

ان لوگوں نے سوچا کہ اتنا نیک آدمی مل گیا ہے، اتنا بڑا عالم یہ کسی طرح یہاں سے چلا نہ جائے، اس لئے ایسی شکل کرنی چاہئے کہ یہ ہماری بستی میں رہے، ایسے نیک آدمی کا بستی سے چلا جانا تو ٹھیک نہیں، اس کی کیا شکل ہو، اس کی شکل یہ ہے کہ ان کی یہاں شادی کردو، شادی کے لئے سوچا فلاں لڑکی مناسب ہے۔ ایک بڑے تاجر کا انتقال ہوا، ان کی بیٹی بہت خوبصورت، بہت حسین اور جوان ہے، اسے رشتے کی ضرورت ہے، ان سے کہا کہ بھئی فلاں رشتہ طے کردیا جائے، لڑکی سے پوچھا لڑکی بھی تیار ہوگئی، اس کے گھر والوں سے معلوم کیا وہ بھی تیار ہوگئے۔ جب دونوں کی شادی ہوگئی، اور یہ رات کو وہاں پہنچا اور بیوی سے ملاقات ہوئی تو دیکھا اس کے گلے میں وہی ہار پڑا ہوا ہے جو ہار ان کو مکہ مکرمہ میں ملا تھا اور انہوں نے اس تاجر کو واپس کردیا تھا اور انعام لینے سے بھی انکار کردیا تھا۔ وہ تاجر کہتا تھا کہ اگر یہ مجھے میرے یہاں مل جاتا تو میں اس کی شادی اپنی بیٹی سے کردیتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کی برکت سے اس تقویٰ اور پرہیزگاری کی برکت سے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ تم نے ہمارے ڈر کی وجہ سے ہار واپس کیا ہے، اب ہم ہار بھی دیں گے اور ہار والی بھی دیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ ہار بھی واپس کیا اور ہار والی بھی عطا کی، پھر یہ مکان اور کوٹھی بھی اور تجارت بھی اور جائیداد بھی۔ اس تاجر کی وہ تمام کی تمام ملکیت اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کردی۔ یہ ہے اللہ کا ڈر اور اللہ کا خوف جس دل میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ کا خوف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دُنیا میں بھی اس طرح نوازتا ہے اور بھائی یہ تو دُنیا میں ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ نوازیں گے۔ تو بھائی ہم یہاں دُنیا میں رہتے ہوئے اصل یہ ہے کہ ہم اللہ کا ڈر اور اللہ کا خوف حاصل کریں، اس کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور نافرمانیوں سے پرہیز کریں، اور اسی کے اُوپر اللہ کی مدد آتی ہے۔

﴿۶۱﴾ اختلاف اتحاد کو لے ڈوبتا ہے

اللہ کے بندوں کو باہم ایک دوسرے کا محبوب بنادیں، لہٰذا ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ دو شخصوں کے درمیان بھی دُشمنی اور کینہ ہرگز باقی نہ رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک کے سامنے دوسرے کی خوبیاں بیان کیا کریں اور ایک دوسرے کے متعلق یہ خبر دیا کریں کہ وہ تو مجلسوں میں تمہاری خوبیاں ظاہر کرتا ہے، نیز لوگوں کو اس بات کی تاکید کریں کہ باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کریں۔

﴿۶۲﴾ جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں

جب کسی محفل میں لوگ ہماری تعریف کریں تو خاموش رہا کریں اور اس وقت یوں نہ کہیں کہ ہم تو سب سے کمتر ہیں یا لوگوں کی جوتیوں کی خاک ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ اس قسم کی باتیں تلبیسات نفس میں شمار کی گئی ہیں، اس قسم کی باتوں سے نفس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس وقت کی خاموشی سے میرے متعلق یہ گمان نہ کریں کہ مجھے اپنی تعریف سنن سے خوشی ہوئی ہے اور اگر وہ خاموشی ہی اختیار کرلے تو اس میں مجاہدہ زیادہ ہے۔ جو شخص نفس سے مغلوب ہو اس کو ایسا ہی کرنا لازم ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ پر فضل وکرم فرمایا ہو کہ نفس اس کے قبضہ میں اس طرح آگیا جیسے گدھا سدھانے سے قابو میں آجاتا ہے تو اس کو اختیار ہے، چاہے جواب دے یا خاموش رہے۔

﴿۶۳﴾ اکتیس (۳۱) اہم نصیحتیں

① آنحضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو آدمی نافرمانی کی ذلت سے نکل کر فرمانبرداری کی عزت کی طرف آجائے تو اللہ تعالیٰ:

① بغیر مال کے اس کو غنی بنادیں گے۔ ② بغیر لشکر کے اس کی مدد فرمائیں گے۔

③ بغیر خاندان کے اس کو عزت عطا فرمائیں گے۔

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تم نے کس حال میں صبح کی؟ انہوں نے عرض کیا، ہم نے اس حال میں صبح کی کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: تمہارے ایمان کی

علامت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

(۱) ہم تکلیف پر صبر کرتے ہیں۔ (۲) خوشحالی پر شکر کرتے ہیں۔ (۳) تقدیر پر راضی رہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”رب کعبہ کی قسم! بے شک تم مومن ہو۔“

(۲) اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف اس طرح کی وحی بھیجی ہے۔

(۱) جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہو، میں اس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا۔

(۲) جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے ڈرتا ہو، تو میں اس کو اپنی جہنم سے دُور رکھوں گا۔

(۳) جو شخص مجھ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ مجھ سے حیا کرتا ہو، میں کراماً کاتبین (فرشتوں) کو اس کے گناہ بھلا دوں گا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے تم پر جو چیزیں فرض فرمائی ہیں ان کو ادا کرو لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی حرام فرمودہ چیزوں سے بچو، لوگوں میں سب سے زیادہ زاہد بن جاؤ گے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے تم کو جو کچھ عطا فرمایا اس پر راضی رہو، لوگوں میں سب سے زیادہ غنی بن جاؤ گے۔

(۴) حضرت صالح مرقدی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ بعض مکانوں کے پاس سے گزرے، (مکانوں کو مخاطب کر کے) ارشاد فرمایا:

(۱) تمہارے پہلے مالک کہاں چلے گئے؟ (۲) تمہارے پہلے آباد کرنے والے کہاں ہیں؟

(۳) تمہارے اندر پہلے رہنے والے کہاں ہیں؟

ہاتف غیبی نے آواز دی:

(۱) ان کے نشانات مٹ گئے۔ (۲) ان کے جسم مٹی کے نیچے بوسیدہ ہو گئے۔

(۳) ان کے اعمال ان کی گردنوں میں ہار بنا کر ڈال دیئے گئے۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

(۱) جس پر چاہو احسان کرو، پس تم اس کے امیر ہو۔ (۲) جس سے چاہو سوال کرو، پس تم اس کے غلام ہو۔

(۳) جس سے چاہو استغناء اختیار کرو، پس تم بھی اسی کے مثل (غنی) ہو۔

(۶) مصائب سے مت گھبرایئے اس لئے کہ ستارے اندھیروں میں ہی چمکتے ہیں۔

(۷) حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ان سے دریافت کیا گیا کہ تم نے کس چیز کی وجہ سے زہد کو اختیار کیا، ارشاد فرمایا: تین چیزوں کی وجہ سے:

(۱) میں نے دیکھا کہ قبر وحشت ناک جگہ ہے اور میرے پاس میرا کوئی مونس نہیں۔

(۲) میں نے دیکھا کہ راستہ طویل ہے اور میرے پاس توشہ نہیں۔

(۳) میں نے دیکھا فیصلہ کرنے والا خدائے جبار ہے اور میرے پاس کوئی حجت نہیں۔

(۸) حضرت شبلی سے منقول ہے، جو بڑے عارف ہیں، وہ (مناجات میں) کہا کرتے تھے:

(۱) الٰہی! میں اپنی حاجت مندی اور ناتوانی کے باوجود پسند کرتا ہوں کہ اپنی تمام نیکیاں آپ کو بخش دوں، پس اے میرے آقا! آپ کیسے پسند نہیں فرمائیں گے کہ میرے تمام گناہ بخش دیں حالانکہ آپ اے میرے سردار مجھ سے بے نیاز ہیں۔

⑦ ان کا یہ بھی ارشاد ہے: جب تم اللہ تعالیٰ سے اُنس حاصل کرنا چاہو تو اپنے نفس سے وحشت اختیار کرو۔

⑧ اور یہ بھی ارشاد فرمایا: اگر تم وصال کی حلاوت چکھ لو تو فراق کی تلخی پہچان سکتے ہو، مطلب یہ ہے کہ جو شخص وصال کی حلاوت سے نا آشنا ہے وہ فراق کی تلخی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

جس نے اسے یار پایا تازیست نہ پھر قرار پایا

⑨ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے: ان سے دریافت کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس کیا چیز ہے؟ فرمایا یہ ہے کہ:

① کسی حسین چہرہ ② حسین آواز ③ اور خوش بیان زبان کے ساتھ اُنس حاصل کرو۔

⑩ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: ''زہد'' کے تین حروف ہیں:

① زا ② ہا ③ دال

① پس زا سے مراد ہے زاد المعاد، آخرت کا توشہ۔ ② ہا سے مراد، ہدایت دین۔

③ دال سے مراد، دوام علی الطاعت. اطاعت پر ہمیشگی۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا، زہد کے تین حروف ہیں:

① زا سے مراد، ترک زینت، زینت کا ترک کر دینا۔ ② ہا سے مراد، ترک خواہش نفس: نفس کی خواہش کا ترک کر دینا۔

③ دال سے مراد، ترک دُنیا، دُنیا کا ترک کر دینا۔

⑪ حضرت حامد سے منقول ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ان سے نصیحت کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے جواب دیا، اپنے دین کے لئے غلاف بنا لینا، جس طرح قرآن پاک کے لئے غلاف ہوتا ہے۔ ان سے سوال کیا گیا، دین کا غلاف کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا:

① ترک کلام مگر بقدر ضرورت ② ترک دُنیا مگر حسب ضرورت ③ ترک اختلاط مگر بقدر ضرورت

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے قرآن پاک کی حفاظت کے لئے غلاف کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح دین کی حفاظت کے لئے بھی غلاف کی ضرورت ہے اور وہ غلاف یہ تین چیزیں ہیں کہ ان تینوں چیزوں کو بالکلیہ کر دیا جائے کہ ان تینوں سے ہی زیادہ تر دین کا نقصان ہوتا ہے، صرف بقدر ضرورت کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو اختیار کیا جائے۔ پھر جان لو کہ اصل زہد یہ تین چیزیں ہیں:

① حرام چیزوں سے اجتناب وہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔ ② تمام فرائض کی ادائیگی وہ آسان ہوں یا دُشوار۔

③ دُنیا کو اہل دُنیا پر چھوڑ دینا وہ قلیل ہو یا کثیر۔

⑫ حضرت لقمان حکیم سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی، بیٹا انسان کے تین حصے ہیں:

① ایک حصہ اللہ کے لئے۔ (اللہ کا حصہ اس کی روح ہے)۔

② ایک حصہ اس کے نفس کے لئے۔ (اس کے نفس کے لئے اس کا عمل ہے)۔

③ ایک حصہ کیڑے مکوڑوں کے لئے۔ (کیڑے مکوڑوں کے لئے اس کا جسم ہے)۔

⑬ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں حفظ کو بڑھاتی ہیں اور بلغم کو دُور کرتی ہیں:

① مسواک ② روزہ ③ تلاوت قرآن پاک

⑭ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: مومنوں کے لئے شیطان سے حفاظت کے تین قلعے ہیں:

① مسجد ایک قلعہ ہے۔ ② ذکر اللہ ایک قلعہ ہے۔ ③ تلاوتِ قرآن ایک قلعہ ہے۔

⑮ بعض حکماء سے منقول ہے: انہوں نے فرمایا، تین چیزیں اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ہیں کہ وہ چیزیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں ہی کو عطا فرماتے ہیں:

① فقر (کہ اس کے ذریعہ بہت سے گناہوں اور دُنیوی تکالیف سے انسان محفوظ رہتا ہے)۔
② مرض (کہ اس کے ذریعہ بہت سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں)۔ ③ صبر (کہ رفع درجات کا سبب ہے)۔

⑯ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ان سے سوال کیا گیا:

① بہترین دن کون سا ہے؟ ② بہترین مہینہ کون سا ہے؟ ③ بہترین عمل کون سا عمل ہے؟

انہوں نے جواب دیا:

① بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ ② بہترین مہینہ رمضان کا مہینہ ہے۔
③ بہترین عمل پانچ وقت کی نماز ان کے وقت پر ادا کرنا ہے۔

اس کی خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہنچی کہ ان سے یہ سوال کیا گیا تھا اور انہوں نے یہ جواب دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مشرق و مغرب کے درمیان تمام علماء حکما اور فقہاء سے یہ سوال کیا جائے تو وہ سب بھی یہی جواب دیں گے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا مگر ایک بات اور کہتا ہوں:

① بہترین عمل وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ قبول کر لے۔ ② بہترین مہینہ وہ ہے جس میں تم اللہ تعالیٰ سے کامل توبہ کر لو۔
③ بہترین دن وہ ہے جس دن تم دُنیا سے اللہ تعالیٰ کے پاس ایمان کی حالت میں نکل جاؤ۔

شاعر نے کہا ہے:

کیا تو نہیں دیکھتا کس طرح ہم کو روز و شب آزما رہے ہیں اور ہم ظاہر و باطن میں کھیلنے میں مشغول ہیں، ہرگز دُنیا اور اس کی نعمتوں کی طرف مائل مت ہو، اس لئے کہ اس کا وطن اصل وطن نہیں ہے، اور مرنے سے پہلے پہلے اپنے لئے عمل کر لے، پس دوستوں اور بھائیوں کی کثرت تجھ کو دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

مقولہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو:

① اللہ تعالیٰ اس کو دین کی سمجھ عطا فرمایا ہے۔ ② دُنیا سے بے رغبت بنا دیتا ہے۔
③ اپنے نفس کے عیوب کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے۔

⑰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

① لوگوں کے ساتھ حسن محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے۔ ② حسن سوال آدھا علم ہے۔
③ حسن تدبیر آدھی معیشت ہے۔

⑱ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔

① جو شخص دُنیا کو ترک کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔
② جو شخص گناہوں کو ترک کر دے فرشتے اس کو محبوب رکھتے ہیں۔
③ جو شخص مسلمانوں سے طمع ختم کر لے مسلمان اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

⑲ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

① دُنیا کی نعمتوں میں سے نعمت اسلام کافی ہے۔ ② مشاغل میں سے شغل عبادت کافی ہے۔
③ عبرت کی چیزوں میں سے موت عبرت کے لئے کافی ہے۔

⑩ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:
① کتنے لوگ ہیں کہ ان پر نعمت کئے جانے کی وجہ سے وہ گناہوں میں مبتلا ہو گئے ہیں، (اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوتا تو ہم سے یہ نعمت چھین لی جاتی) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت سے خوش ہے، اس لئے وہ بدستور گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔
② کتنے لوگ ہیں جو اپنی تعریف کئے جانے کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں، یعنی خوشامدی قسم کے لوگ جو تعریف کرتے ہیں اس سے فتنے میں مبتلا ہو گئے کہ اگر ہم کسی قابل نہ ہوتے تو لوگ ہماری تعریف کیوں کرتے، اس لئے بدستور اپنی بدحالی میں مبتلا رہتے ہیں اور اپنی اصلاح کی کوئی فکر نہیں کرتے۔
③ کتنے لوگ ہیں جو اپنے عیوب پر پردہ پوشی کی وجہ سے فریب میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پردہ پوشی فرمانے کی وجہ سے لوگ عزت و اکرام کا معاملہ کرتے ہیں، جس سے اپنے آپ کو عند اللہ مقبول سمجھتے ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ اگر اللہ تعالیٰ پردہ پوشی نہ فرماتے تو کوئی بات کرنا گوارا نہ کرتا۔

⑪ حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے۔ زبور میں وحی کی گئی ہے کہ عقلمند پر لازم ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہو:
① آخرت کے لئے توشہ کی تیاری۔ ② کسب معاش۔ ③ حلال کے ذریعہ طلب لذت۔

⑫ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشادِ عالی منقول ہے:
① تین چیزیں نجات دینے والی ہیں۔ ② تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔
③ تین چیزیں بلندئ درجات کا ذریعہ ہیں۔ ④ تین چیزیں گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ ہیں۔

تین نجات دینے والی چیزیں:

① سِرًّا و عَلَانِیَہ "ظاہر و باطن" میں اللہ تعالیٰ کا خوف (کہ خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے)۔
② تنگدستی و خوشحالی میں میانہ روی (ایسا نہ ہو کہ خوشحالی میں اسراف میں مبتلا ہو جائے)۔
③ رضامندی و ناراضگی میں عدل وانصاف (ایسا نہ ہو کہ کسی سے ناراض ہو تو اس کے بارے میں انصاف بھی نہ کرے جیسا کہ عموماً ہوتا ہے)۔

تین ہلاک کرنے والی چیزیں:

① شدتِ بخل (کہ حقوق واجبہ بھی ادا نہ کرے)۔
② ہوائے نفسانی جس کا اتباع کیا جائے (کہ ہوائے نفسانی میں حدودِ شرع کی بھی پرواہ نہ کرے)۔
③ خود پسندی (کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے)۔

تین درجات بلند کرنے والی چیزیں:

① سلام کو عام کرنا (کہ ہر مسلمان کو سلام کرے خواہ اس سے تعارف ہو یا نہ ہو)۔ ② کھانا کھلانا (حسب وسعت)۔

④ رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز پڑھنا (یعنی تہجد کی نماز پڑھنا)۔

فائدہ: سلام کرنے سے:

① دل کی کدورتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ② باہم الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے۔
③ کبر ختم ہو جاتا ہے۔ ④ کبر سے پیدا ہونے والی برائیاں بھی ختم ہو جاتی ہیں۔
⑤ سلام ایک جامع دُعا ہے۔ سلام کو عام کرنے سے ایک دوسرے کے لئے دُعاؤں کا سلسلہ عام ہو جاتا ہے۔

کھانا کھلانے سے:

① رنجش ختم ہو جاتی ہے۔ ② باہم الفت ومحبت پیدا ہو جاتی ہے۔
③ بخل ختم ہو جاتا ہے۔ ④ بخل سے پیدا ہونے والی برائیاں (حقوقِ واجبہ ادا نہ کرنا وغیرہ ختم ہو جاتی ہیں)۔

رات کے وقت نماز پڑھنا:

① اخلاص پیدا کرتا ہے جو ہر عمل کی جان ہے۔
② اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے ہر نیکی کی رغبت اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔
③ جو شخص نماز تہجد کی پابندی کرتا ہے دیگر نمازوں کی پابندی بدرجہ اولیٰ کرتا ہے۔

تین گناہوں کا کفارہ کر دینے والی چیزیں:

① سردی میں وضو کامل کرنا۔ ② باجماعت نماز کے لئے قدم اُٹھا کر چلنا۔ ③ نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نصیحت:

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو تین نصیحتیں فرمائیں:

① جتنا چاہے زندہ رہو آخر کو مرنا ہے۔ ② جس سے چاہے دوستی کرلو آخر اس سے جدا ہونا ہے۔
③ جو چاہے عمل کرو آخر کار اس کا بدلہ ملنا ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب آخر کو مرنا ہی ہے تو اس کے لئے تیاری کرنا چاہئے اور جب ہر دوست سے جدا ہونا ہی ہے تو اس ذات سے تعلق قائم کرنا چاہئے جس سے کبھی جدائی نہیں ہوگی، یعنی حق تعالیٰ شانہٗ سے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

عشق بامردہ نبا شد پائیدار عشق راباحی و باقیوم دار

اور جب ہر عمل کا بدلہ ملنا ہے، یعنی نیک عمل کا اچھا بدلہ اور برے عمل کا برا بدلہ تو ہر ہر نیکی کی کوشش کرنا چاہئے اور ہر ہر برائی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

⑬ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز کی وجہ سے خلیل بنایا؟ ارشاد فرمایا: تین چیزوں کی وجہ سے:

① میں نے اللہ کے حکم کو اس کے غیر کے حکم پر اختیار کیا۔
② جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ذمہ لیا ہے میں نے اس کی فکر نہیں کی۔
③ مہمان کے بغیر صبح یا شام کا میں نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔

بعض حکماء سے منقول ہے:
تین چیزیں رنج وغم کو دُور کرتی ہیں:
① اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ ② اولیاء اللہ کی ملاقات۔ ③ عقلمندوں کا کلام۔

⑮ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:
① جس کو ادب نہیں اس کو علم نہیں۔ ② جس کو صبر نہیں اس کو دین نہیں۔
③ جس کے لئے پرہیزگاری نہیں اس کے لئے قرب خداوندی نہیں۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ علم کا تقاضا ادب ہے کہ ہر کسی کے ساتھ اس کے مناسب ادب سے پیش آئے، اگر کسی شخص میں علم کے باوجود ادب نہیں تو یہ کہا جائے گا کہ گویا علم ہی نہیں۔

اسی طرح دین کے اندر خلاف مزاج باتوں پر صبر کرنا چاہئے، اگر کسی کے اندر صبر نہیں تو اس کا دین پختہ اور کامل نہیں۔

اسی طرح اللہ کا قرب پرہیزگاری کے بقدر ہوگا، اگر کسی میں پرہیزگاری نہیں تو اللہ کا قرب بھی اس کو حاصل نہیں۔

منقول ہے کہ ایک اسرائیلی شخص تحصیل علم کے لئے نکلا، اس کی خبر ان کے نبی کو پہنچی اور انہوں نے اس شخص کو طلب کیا۔ وہ شخص حاضر ہوا تو انہوں نے اس سے فرمایا: اے جوان! میں تجھ کو تین چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں، ان میں اوّلین وآخرین کا علم ہے۔
① ظاہر وباطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔
② اپنی زبان کو مخلوق سے روک لینا اور خیر کے بغیر ان کا ذکر نہ کرنا۔
③ جو کھانا کھاؤ خیال رکھنا کہ وہ حلال ہو۔

پس وہ جوان سفر سے رُک گیا۔

فائدہ: یعنی تین چیزوں میں تمام علم جمع ہو گیا، پھر مزید کیوں وقت ضائع کروں۔

منقول ہے کہ ایک اسرائیلی شخص نے علم کے اسی (۸۰) صندوق جمع کئے اور اس علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا یعنی اس پر عمل نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کے پاس وحی بھیجی کہ تو جتنا چاہے علم جمع کر لے جب تک تین چیزوں پر عمل نہ کرے تجھ کو کوئی نفع نہیں ہوگا۔

وہ تین چیزیں یہ ہیں:
① دُنیا سے محبت نہ کرے، اس لئے کہ وہ مومنین کا گھر نہیں۔
② شیطان کی ہم نشینی اختیار نہ کرے، اس لئے کہ وہ مومنین کا رفیق نہیں۔
③ کسی کو ایذا نہ پہنچائے، اس لئے کہ یہ مومنین کا پیشہ نہیں۔

⑯ ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ وہ مناجات میں کہا کرتے تھے:
① الٰہی! اگر تو مجھ سے میرے گناہ کا مطالبہ کرے گا تو میں تجھ سے تیری معافی کو طلب کروں گا۔
② اگر تو میرے بخل کا مطالبہ کرے گا تو میں تجھ سے تیری سخاوت کو طلب کروں گا۔
③ اگر تو مجھ کو جہنم میں داخل کرے تو میں جہنمیوں کو خبردار کروں گا کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ (تاکہ جہنمیوں کو محبین خدا کا حال معلوم ہو کر کچھ تسلی ہو)۔

منقول: جس شخص کو تین چیزیں حاصل ہیں وہ سعادتمند ہے۔

① جاننے والا دل۔ ② صبر کرنے والا بدن۔ ③ اپنے پاس جو موجود ہو اس پر قناعت۔

⑰ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ پہلے لوگ جو ہلاک ہوئے وہ تین باتوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے:

① فضول کلام ② زیادہ کھانا ③ زیادہ سونا

فائدہ: جب فضول کلام ہوگا تو غیبت، چغلی وغیرہ ہوگی۔ زیادہ کھانے سے زیادہ شہوت پیدا ہوگی اور زیادہ سونے سے سستی کاہلی پیدا ہوتی ہے۔

⑱ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اس شخص کے لئے مبارکباد ہے جو یہ تین کام کرے:

① جو دُنیا کو چھوڑ دے اس سے پہلے کہ دُنیا اس کو چھوڑ دے۔

② جو قبر میں داخل ہونے سے پہلے قبر کو (نیک اعمال کے ذریعہ) آراستہ کر لے۔

③ اپنے رب سے ملاقات سے پہلے اس کو راضی کر لے۔

⑲ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس کے پاس تین چیزیں نہیں اس کے پاس کچھ بھی نہیں: وہ تین چیزیں یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی سنت ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ③ اولیاء اللہ کی سنت

دریافت کیا گیا، اللہ تعالیٰ کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: راز کا چھپانا۔ عرض کیا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آنا۔ عرض کیا گیا: اولیاء اللہ کی سنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: لوگوں کی تکالیف کو برداشت کرنا۔

پہلے زمانہ کے لوگ ایک دوسرے کو تین چیزوں کی وصیت کیا کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو لکھ کر دیا کرتے تھے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں:

① جو شخص اپنی آخرت کے لئے عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دُنیا دونوں کی کفایت فرما دیتے ہیں۔

② جو شخص اپنے باطن کو درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی درست کر دیتا ہے۔

③ جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ صحیح کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملہ کو بھی صحیح کر دیتا ہے۔

⑳ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

① اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بہترین بن کر رہو۔ ② اپنے نفس کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین بن کر رہو۔

③ لوگوں کے نزدیک ایک عام انسان بن کر رہو۔

مقولہ: حضرت عزیز نبی علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

① اے عزیز! جب تم چھوٹا گناہ کرو، اس کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ اس کو دیکھو جس کا گناہ کیا ہے۔

② جب تم کو معمولی خیر پہنچے اس کے معمولی ہونے کو نہ دیکھو بلکہ اس کو دیکھو جس نے وہ تم کو عطا کی ہے۔

③ جب تم کو کوئی تکلیف پہنچے۔ میری مخلوق سے میری شکایت نہ کرو، جس طرح جب تمہارے گناہ مجھ تک پہنچتے ہیں تو میں اپنے فرشتوں سے تمہاری شکایت نہیں کرتا۔

㉑ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ: ہر روز صبح ہوتی ہے تو شیطان مجھ سے کہتا ہے:

① تو کیا کھائے گا؟ ② کیا پہنے گا؟ ③ کہاں رہے گا؟

میں اس کو جواب دیتا ہوں:

① موت کو کھاؤں گا۔ ② کفن پہنوں گا۔ ③ قبر میں رہوں گا۔

﴿۶۴﴾ چھ لاکھ سیٹوں والا ہوائی جہاز

تفسیر ابن کثیر میں ہے تخت سلیمان علیہ السلام جو ہوا پر چلتا تھا اس کی کیفیت یہ بیان کی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے لکڑی کا ایک بہت وسیع تخت بنوایا تھا، جس پر خود مع اعیانِ سلطنت اور مع لشکر اور آلات حرب کے سب سوار ہو جاتے، پھر ہوا کو حکم دیتے وہ اس عظیم الشان وسیع و عریض تخت کو اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر جہاں کا حکم ہوتا وہاں جا کر اُتار دیتی تھی۔ یہ ہوائی تخت صبح سے دوپہر تک ایک مہینہ کی مسافت طے کرتا تھا، اور دوپہر سے شام تک ایک مہینہ کی یعنی ایک دن میں دو مہینوں کی مسافت ہوا کے ذریعے طے ہو جاتی تھی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ اس تخت سلیمانی پر چھ لاکھ کرسیاں رکھی جاتی تھیں، جس میں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان انسان سوار ہوتے تھے اور ان کے پیچھے اہل ایمان جن بیٹھتے تھے، پھر پرندوں کو حکم ہوتا کہ وہ اس پورے تخت پر شامیہ کر لیں تا کہ آفتاب کی تپش سے تکلیف نہ ہو۔ پھر ہوا کو حکم دیا جاتا تھا وہ اس عظیم الشان مجمع کو اُٹھا کر جہاں کا حکم ہوتا پہنچا دیتی تھی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس ہوائی سفر کے وقت پورے راستہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام سر جھکائے ہوئے اللہ کا ذکر و شکر میں مشغول رہتے تھے، دائیں بائیں کچھ نہ دیکھتے تھے، اور اپنے عمل سے تواضع کا اظہار فرماتے تھے۔ (ابن کثیر بحوالہ معارف القرآن، جلد ۶، صفحہ ۲۱۲)

﴿۶۵﴾ دعوت کا کام فرض ہے یا واجب یا سنت؟

سوال بخدمت حضرت مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد سلام عرض یہ ہے کہ دعوت کا کام فرض ہے یا واجب یا سنت؟

جواب اگر اُمت میں فرائض چھوٹ رہے ہیں تو دعوت کا کام فرض ہے، اگر واجبات چھوٹ رہے ہیں تو دعوت کا کام واجب ہے، اگر سنتیں چھوٹ رہی ہیں تو دعوت کا کام سنت ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ اُمت اس وقت کیا چھوڑ رہی ہے اور اپنے دل سے فتویٰ لیں۔

﴿۶۶﴾ جنت کے ہوائی جہازوں میں سونے کی کرسیاں ہوں گی

حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب جنتی اپنی قبروں سے نکلیں گے، ان کا استقبال کیا جائے گا اور ان کے لئے پروں والی اونٹنیاں لائی جائیں گی، جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے۔ ان کی جوتیوں کے تسمے نور سے چمک رہے ہوں گے۔ یہ اونٹنیاں ایک ایک قدم اس قدر دُور رکھتی ہیں جہاں تک انسان کی نگاہ جا سکتی ہے۔ جنتی ایک درخت کے پاس پہنچیں گے، جس کے نیچے سے دو نہریں نکلتی ہیں، ایک نہر کا پانی یہ پئیں گے جس سے ان کے پیٹ کے تمام فضلات اور میل کچیل ڈھل جائیں گے۔

دوسری نہر سے یہ غسل کریں گے پھر ہمیشہ تک ان کے بدن میلے نہ ہوں گے، ان کے بال پراگندہ نہ ہوں گے اور ان کے جسم اور چہرے بارونق رہیں گے۔ اب یہ جنت کے دروازوں پر آئیں گے، دیکھیں گے کہ ایک کنڈا سرخ یاقوت کا ہے جو سونے کی تختی پر آویزاں ہے۔ یہ اسے ہلائیں گے تو ایک عجیب سریلی اور موسیقی کی صدا پیدا ہوگی، اسے سنتے ہی ہر حور جان لے گی کہ اس کے خاوند آ گئے۔ یہ داروغہ کو حکم کرے گی کہ جاؤ دروازہ کھولو، وہ دروازہ کھول دے گا۔ یہ اندر قدم رکھتے ہی اس داروغہ کو نورانی شکل دیکھ کر سجدے میں گر جائے گا، لیکن وہ اسے روک لے گا اور کہے گا: اپنا سر اُٹھا میں تو تیرا ماتحت ہوں، اور اسے اپنے ساتھ لے چلے گا۔ جب یہ اس دریاقوت کے خیمے کے پاس پہنچے گا جہاں اس کی حور ہے وہ بے تابانہ دوڑ کے خیمے سے باہر آ جائے گی اور بغل گیر ہو کر کہے گی: تم میرے محبوب ہو اور میں

تمہاری چاہنے والی ہوں، میں یہاں ہمیشہ رہنے والی ہوں، مروں گی نہیں، میں نعمتوں والی ہوں، فقر وفاقہ سے دور ہوں، میں آپ سے ہمیشہ راضی، خوش رہوں گی، کبھی ناراض نہیں ہوں گی، میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والی ہوں، کبھی اِدھر اُدھر ہٹوں گی نہیں۔
پھر یہ گھر میں جائے گا، جس کی چھت فرش سے ایک لاکھ ہاتھ بلند ہوگی، اس کی کل دیواریں قسم قسم کے اور رنگ برنگ موتیوں کی ہوں گی، اس گھر میں ستر تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ستر ستر جوڑے ہوں گے، اور ان سب حلوں کے نیچے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا، ان کے ایک جماع کا انداز ایک پوری رات کا ہوگا، ان کے باغوں اور مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کا پانی کبھی بدبودار نہیں ہوتا، صاف شفاف موتی جیسا پانی ہے۔
اور دودھ کی نہریں ہوں گی جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا، جو دودھ کسی جانور کے تھن سے نہیں نکلا۔ اور شراب کی نہریں ہوں گی جو نہایت لذیذ ہوگی اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی جو مکھیوں کے پیٹ سے حاصل شدہ نہیں۔ قسم قسم کے میووں سے لدے ہوئے درخت اس کے چاروں طرف ہوں گے جن کا پھل ان کی طرف جھکا ہوا ہوگا، یہ کھڑے کھڑے پھل لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں، اگر یہ بیٹھے بیٹھے پھل توڑنا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں گی کہ یہ توڑ لیں، اگر یہ لیٹے لیٹے پھل لینا چاہیں تو شاخیں اور جھک آئیں گی۔ پھر آپ ﷺ نے آیت "وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا الخ" پڑھی یعنی ان جنتی درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے میوے، بہت قریب کر دیئے جائیں گے۔ یہ کھانا کھانے کی خواہش کریں گے تو سفید رنگ یا سبز رنگ پرندان کے پاس آکر اپنا پر اونچا کر دیں گے، یہ جس قسم کا اس کے پہلو کا گوشت چاہیں کھائیں گے، پھر وہ زندہ کا زندہ جیسا تھا، ویسا ہی ہو کر اڑ جائے گا۔ فرشتے ان کے پاس آئیں گے، سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ جنتیں ہیں جن کے تم اپنے اعمال کے باعث وارث بنائے گئے ہو۔ اگر کسی حور کا ایک بال زمین پر آ جائے تو وہ اپنی چمک سے اور اپنی سیاہی سے نور کو روشن کرے اور سیاہی نمایاں رہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ ۴۴۷)

﴿۶۷﴾ جنت کا درخت جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہیں

ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر جنتی ایک درخت کو دیکھیں گے جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہوں گی۔ ایک میں وہ غسل کریں گے جس سے اس قدر پاک صاف ہو جائیں گے کہ ان کے جسم اور چہرے چمکنے لگیں گے، ان کے بال کنگھی کیے ہوئے، تیل والے ہو جائیں گے کہ پھر کبھی سلجھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے، نہ چہرے اور جسم کا رنگ روپ ہلکا پڑے۔ پھر یہ دوسری نہر پر جائیں گے گویا کہ ان سے کہہ دیا گیا ہو اس میں سے پانی پئیں گے جن سے تمام گھن کی چیزوں سے پاک صاف ہو جائیں گے۔ جنت کے فرشتے انہیں سلام کریں گے، مبارکباد پیش کریں گے اور انہیں جنت میں جانے کو کہیں گے کہ آپ خوش ہو جایئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں، ان میں سے کچھ بھاگے دوڑے جائیں گے۔
اور جو حوریں اس جنتی کے لئے مخصوص ہیں ان سے کہیں گے: لو مبارک ہو! فلاں صاحب آ گئے۔ نام سنتے ہی خوش ہو کر وہ پوچھیں گی کہ کیا تم نے خود انہیں دیکھا ہے، وہ کہیں گے: ہاں! ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آ رہے ہیں۔ یہ مارے خوشی کے دروازے پر آ کھڑی ہوں گی، جنتی جب اپنے محل میں آ کر دیکھے گا کہ گدے برابر برابر لگے ہوئے ہیں، اور آبخورے رکھے ہوئے ہیں، اور قالین بچھے ہوئے ہیں، اس فرش کو ملاحظہ فرما کر اب جو دیواروں کی طرف نظر کرے گا تو وہ سرخ وسبز اور زرد وسفید اور قسم قسم کے موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی، پھر چھت کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو وہ اس قدر شفاف اور مصفا ہوگی کہ نور کی طرح چمک دمک رہی ہوگی، جس کی روشنی آنکھوں کی روشنی کو بجھا دے، اگر اللہ اسے برقرار نہ رکھے۔ پھر اپنی بیویوں پر یعنی جنتی حوروں پر محبت بھری نگاہ ڈالے گا، پھر اپنے تختوں میں سے جس پر اس کا جی چاہے بیٹھے گا اور کہے گا: اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت کی، اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا تو ہم تو ہرگز اسے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد۴، صفحہ ۴۴۷)

﴿۶۸﴾ مندرجہ ذیل کلمات پڑھ لیجئے اور چھ بڑی بڑی فضیلتیں حاصل کر لیجئے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عثمان! جو شخص اسے صبح کو دس بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ فضائل عطا فرماتا ہے:

① وہ شیطان اور اس کے لشکر سے بچ جاتا ہے۔ ② اسے ایک قنطار اجر ملتا ہے۔
③ اس کا ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔ ④ اس کا حور عین سے نکاح کرادیا جاتا ہے۔
⑤ اس کے پاس بارہ فرشتے آتے ہیں۔
⑥ اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے جیسے کسی نے قرآن اور تورات اور انجیل و زبور پڑھی، پھر ساتھ ہی اسے ایک قبول شدہ حج اور ایک مقبول عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۴۳۹)

﴿۶۹﴾ رسول اللہ ﷺ کی خانگی زندگی

رسول اللہ ﷺ فداہ ابی و امی کی زندگی کی ہر گوشۂ انسانیت کے لئے نمونہ و اسوہ ہے، اس لئے اللہ کی مشیت نے اس کا انتظام کیا کہ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ محفوظ اور آئینہ کی طرح شفاف ہو۔

دُنیا کا ہر انسان اپنی خانگی زندگی کو راز رکھنا چاہتا ہے، مگر محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی طرف سے اس بات کی عام اجازت بلکہ ترغیب تھی کہ آپ کے اندرونِ خانہ کے حالات و کوائف کو بھی عام کیا جائے اور اس سے سبق حاصل کیا جائے اور یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کی ایسی دقیق ترین تفصیلات ریکارڈ میں ہیں جن کا کسی اور کے بارے میں محفوظ ہونا ممکن نہیں۔

آپ ﷺ کی گھریلو زندگی بالکل اسی طرح دلکش و دیدہ زیب اور اعلیٰ ترین انسانی کردار کا نمونہ تھی، جس طرح آپ ﷺ کی باہر کی زندگی تھی۔ آپ ﷺ گھر میں بھی اسی طرح رحمت و شفقت کا پیکر تھے، جس طرح آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تھے۔ گھر میں بھی آپ ویسے ہی معلم اخلاق و مربی تھے جیسے اپنے حلقہ وعظ میں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمت و تدبر کا جو حال گھر کے اندر نظر آتا ہے وہ اس سے کسی طرح کم نہیں جو گھر کے باہر نظر آتا ہے۔ آپ اپنے متبعین کو جس طرز عمل اور جن اخلاق و اوصاف کی تلقین کرتے تھے، خود گھر کی خلوتوں میں بھی اس پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کی گھریلو اور خانگی زندگی بھی ویسی ہی سبق آموز ہے جس طرح آپ کی اجتماعی زندگی ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے۔

﴿۷۰﴾ ایک سادہ انسانی زندگی

آپ ﷺ کی گھریلو زندگی بالکل سادہ اور سارے تکلفات سے بالکل پاک تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو جو عظیم ترین مقام و مرتبہ ملا تھا اور خلق خدا کے دلوں میں آپ کی جو عظمت و محبت تھی اس کے باوجود آپ گھر میں بالکل سادگی و تواضع کے ساتھ رہتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے گھر کے اندر کے معمولات کے سلسلہ میں کسی سوال کرنے والے کے جواب میں فرماتی ہیں:

كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَخْدِمُ نَفْسَهٗ (شمائل ترمذی)

یعنی آپ ﷺ عام انسانوں کی طرح گھر میں رہتے اور وہ تمام گھریلو و خانگی کام جو عام انسان کرتے ہیں آپ بھی اپنے گھر میں کر لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کپڑوں میں جوئیں ہو جاتیں تو ان کو بھی نکال لیتے تھے، اپنی بکری کا دُودھ دوہ لیا کرتے تھے اور اپنے ذاتی کام خود کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی ایک اور روایت ہے کہ " آپ ﷺ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے، جوتا درست کر لیتے۔ (مسند احمد) اور اپنے اہل خانہ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے، نماز کا وقت ہوتا تو باہر چلے جاتے۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ) گھر میں داخل ہوتے تو خود سلام کر کے داخل ہوتے، اہل خانہ کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے اور نرمی کا معاملہ کرتے۔

﴿۷۱﴾ ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسن معاشرت

آپ ﷺ بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید فرماتے اور ان کی خلقی و طبعی کمزوریوں سے صرفِ نظر کرنے کا حکم دیتے۔ متعدد روایات میں اس کا ذکر ہے کہ عورتوں کے مزاج میں تخلیقی طور پر کچھ کجی ہوتی ہے، اس کو بالکل سیدھا کرنا ممکن نہیں، ان کے ساتھ گزارے کی صورت یہی ہے کہ ان کی اس طبعی کمزوری سے درگزر اور بہتر سے بہتر سلوک کیا جائے۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب الوصایا بالنساء)
آپ ﷺ نے اس حسن سلوک کو ایمان کے کمال کا سبب بتلایا ہے۔ (ترمذی، کتاب الایمان) خود آپ ﷺ کا طرزِ عمل ان ہدایات پر پورا اترا تھا اور ایسا تھا کہ اس سے بہتر مثال ممکن نہیں۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بھی فرمایا کہ "وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِی" اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کے حق میں بہتر ہوں۔ (ترمذی، مناقب ۶۳، ابن ماجہ، نکاح ۵۰)
ازواجِ مطہرات اگرچہ ساری دُنیا کی عورتوں میں بہترین اور اللہ کی طرف سے اپنے رسول کی رفاقت کے لئے منتخب عورتیں تھیں، لیکن تھیں تو عورتیں ہی، اسی لئے (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) ان میں بھی عورتوں کی فطری کمزوریاں کسی نہ کسی درجہ میں موجود تھیں اور ان کا اظہار بھی کبھی کبھی ہو جاتا تھا، لیکن آپ کی جانب سے ہمیشہ عفو و درگزر اور حسن سلوک کا معاملہ ہی ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ازواج آپ سے دن دن بھر ناراض رہتیں اور آپ حلم و عفو کا معاملہ فرماتے۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا)
ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے ناراض ہو کر بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں، اتفاقاً ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سرزنش کرنی چاہی: تو اللہ کے رسول سے چلا کر بولتی ہے، مگر آپ ﷺ نے ہی ان کو بچا لیا۔
(ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی المزاح)
ایک بار آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تب بھی مجھے پتا چل جاتا ہے اور جب راضی ہوتی ہو تب بھی کہتی ہو کہ محمد کے رب کی قسم! اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ ابراہیم کے رب کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: لیکن اے اللہ کے رسول! میں صرف نام لینے کی حد تک ناراض ہوتی ہوں دل میں ناراض نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم)

﴿۷۲﴾ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حساب کتاب برابر ہو گیا

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور لطف و کرم کے ایسے ایسے واقعات حدیث کی کتابوں میں ذکر کئے جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اگر ثابت نہ ہوتو لوگ شاید اپنی شانِ بزرگی کے خلاف سمجھیں۔ مثلاً حدیث کی کتابوں میں آپ ﷺ کا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک عجیب و غریب واقعہ مذکور ہے۔ ایک سفر میں آپ کے اور حضرت عائشہ صدیقہ کے درمیان پیدل دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیت گئیں، پھر کبھی سفر میں دوبارہ ایسا ہی مقابلہ ہوا اور اب کی بار اُم المومنین ہار گئیں۔ آپ نے فرمایا: عائشہ! حساب کتاب برابر ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ کم عمری ہی میں آپ ﷺ کے نکاح میں آ گئی تھیں، اس لئے کم سنی کے شوق اور تقاضے ابھی باقی تھے۔ آپ ان کی دلجوئی کے لئے ان کے شوق اور جائز خواہشات کی تکمیل کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔ ان کی سہیلیاں آپ کے یہاں آ کر ان کے ساتھ کھیلتی اور گاتی تھیں، اور آپ کی طرف سے اس کی اجازت ہوتی تھی، بلکہ اگر سہیلیوں کو آپ کی وجہ سے کھیلنے میں تکلف ہوتا تو آپ خود باہر تشریف لے جاتے اور ان لڑکیوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتے۔ ان کے شوق کی تکمیل کے سلسلہ کا ایک واقعہ حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن آپ کے گھر کے سامنے مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں کچھ حبشی لوگ نیزہ بازی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس کے دیکھنے کا شوق ہوا، آپ نے ان کو یہ کھیل دکھانے کا اہتمام اس طرح فرمایا کہ خود دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اپنے پیچھے (غالباً پردہ کے خیال سے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کھڑا کر لیا اور وہ آپ کی آڑ میں کھڑے ہو کر آپ کے کندھے اور کان کے درمیان سے کافی دیر تک کھیل دیکھتی رہیں اور آپ ان کے خیال سے مسلسل کھڑے رہے۔

(بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب اصحاب الحراب فی المسجد، مسلم کتاب العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب یوم العید)

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کا دل خوش کرنے کی یہ اعلیٰ مثالیں ہیں۔ ان کا اتباع بھی اتباع سنت ہی ہے اور اس میں ان لوگوں کے لئے خاص سبق ہے، جن کے نزدیک یہ طرز عمل بزرگی اور بلند مقامی کے منافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں تمام ہر طرح کے تفکرات اور نبوت کی عظیم ذمہ داریوں کے باوجود وہ لطیف احساسات و جذبات جلوہ ریز تھے جو ایک معتدل انسانی فطرت کا تقاضا ہیں۔ آپ اپنے اعزہ و اہل خانہ سے محبت و تعلق خاطر میں بھی ایک قابل تقلید نمونہ تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کو بے انتہا محبت تھی، گھر میں کوئی جانور ذبح کرتے تو اس کا کچھ حصہ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے۔ آپ ﷺ ان کے انتقال کے بعد بکثرت ان کو یاد کرتے، یہاں تک کہ دوسری ازواج مطہرات کو ان پر رشک آتا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح کا کچھ اظہار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھ کو ان کی محبت دی ہے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل خدیجہ رضی اللہ عنہا) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ دار ملنے آتے تو آپ بڑی مسرت کا اظہار فرماتے۔ (ایضا) دیگر ازواج مطہرات سے بھی آپ ﷺ بہت محبت فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی غیر معمولی ذہانت و علمی مزاج اور دینی بصیرت کی وجہ سے خاص تعلق تھا۔

﴿۴۷﴾ بچوں سے محبت اور شفقت

گھر میں بچے اب تو لائق التفات سمجھے جاتے ہیں (خصوصاً زمانہ جاہلیت میں) تو بالکل ہی ان کو قابل توجہ اور لائق التفات نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے بچوں کو بھی اپنی خاص الخاص رحمتوں سے نوازا اور اس سلسلہ میں اپنے قول و عمل سے ایسا اسوہ اور نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے بچوں کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ کی خاص الخاص نعمت ہیں ان کی تعلیم و تربیت اور ان کو حسن ادب کے ساتھ متصف کرنا ماں باپ کی ذمہ داری ہے، بچوں کا یہ بھی حق ہے کہ والدین اور گھر کے دوسرے بڑے ان کے ساتھ شفقت اور محبت کا معاملہ کریں۔ بچوں میں اگر لڑکیاں ہیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک اور برتاؤ میں کسی قسم کی تفریق نہ برتیں۔ خود آپ ﷺ کا عمل بھی اپنے گھر کے بچوں کے ساتھ اور بچیوں کے بارے میں ایسا ہی تھا۔ آپ کی اپنی بیٹیوں سے غیر معمولی محبت تھی اور ان کے ساتھ صرف شفقت ہی نہیں اکرام کا معاملہ بھی فرماتے تھے۔ آپ کے لخت جگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ ﷺ پیش قدمی فرما کر ان کا استقبال کرتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔ (مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل فاطمہ)

ان کے فضائل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ دوسری صاحبزادیوں کے ساتھ بھی آپ کا

معاملہ اسی طرح کا تھا اور ان کے متعلق بھی آپ کے اکرام وشفقت کا ذکر حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔

گھر کے چھوٹے بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ نہایت پیار ومحبت اور شفقت کا تھا (اور یہی معیارِ کمال ہے)۔ آپ کے دونوں نواسے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ ہی کی گود میں پلے ہیں، نبوت کی ساری ذمہ داریوں کے باوجود آپ ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ فرماتے تھے۔ ان کو گود میں لیتے، اپنے کندھوں پر سوار کرتے، ان کو پیار کرتے، ان کو سونگھتے اور مستقبل میں ان کو حاصل ہونے والے کمالات کا ذکر بھی کرتے اور نیز ان کو دُعائیں دیتے، اپنے ساتھ سواری پر سوار کرتے۔ (ترمذی باب فی رحمۃ الولد)

کبھی فرماتے تم دونوں میرے گلدستے ہو۔ (بخاری وترمذی، کتاب المناقب الحسن والحسین)

ایک صحابی حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ کو دیکھا کہ آپ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے دس بیٹے ہیں، میں نے کبھی بھی ان کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر منجانب اللہ رحم نہیں کیا جاتا۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد)

یعنی بچوں کو پیار کرنا بھی رحمت خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ حضرات حسنین کے علاوہ آپ کا معاملہ درجہ بدرجہ خاندان کے دیگر بچوں کے ساتھ محبت وشفقت کا ہی رہا ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرات حسنین گھر سے نکل آئے، نیا نیا چلنا شروع کیا تھا، قدم لڑکھڑا رہے تھے، فرطِ محبت میں آپ ﷺ سے رُکا نہ جاسکا، آپ درمیانِ خطبہ ممبر سے اُترے اور بڑھ کر ان کو گود میں اُٹھالیا۔ پھر فرمایا: اللہ نے سچ کہا ہے: اولاد انسان کی کمزوری ہے۔ میں نے دیکھا، یہ دونوں اپنے کپڑوں میں اُلجھ کر لڑکھڑا رہے ہیں، مجھ سے صبر نہ ہوا اور میں نے درمیانِ خطبہ ہی اُتر کر ان کو گود لے لیا۔ (نسائی کتاب الجمعہ، باب نزول الامام الخ)

کبھی ایسا بھی ہوا کہ درمیانِ نماز کوئی نواسی یا نواسہ آکر کندھے یا پیٹھ پر سوار ہوگیا، آپ نے نماز جاری رکھی، جب رکوع یا سجدہ کیا تو اُتار دیا اور پھر اُٹھالیا۔ (ملاحظہ ہو، بخاری کتاب الادب، باب رحمۃ الولد اور مسند احمد، جلد ۳، صفحہ ۴۹۳۔۴۹۴، نسائی کتاب الصلوٰۃ، باب من یجوز ان یکون سجدۃ اطول من سجدۃ)

اولاد سے آپ ﷺ کو بڑی محبت تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اولاد کے ساتھ رحم دل وشفیق شخص نہیں دیکھا۔ (مسلم کتاب الفضائل، باب رحمۃ علیہ السلام، وتواضعہ)

اور اگر ان کو تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ بیتاب ہو جاتے، ایک مرتبہ برسرِ عام کہا، فاطمہ! میری ہے، میں فاطمہ کا ہوں، فاطمہ کی تکلیف میری تکلیف ہے۔ (مسلم ترمذی، باب فضل فاطمہ)

غزوۂ بدر میں آپ ﷺ کے داماد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص قیدی بنے، ان کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی، انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ حضرت زینب کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا ایک قیمتی ہار تھا، جو ان کو شادی میں ملا تھا۔ جب نقد رقم پوری نہ ہوئی تو انہوں نے اپنے گلے کا ہار بھی اُتار کر بھیج دیا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے جب وہ ہار آیا تو نہ جانے کیا کیا یادیں نظر کے سامنے گھوم گئیں۔ آپ بے تاب ہو کر رو پڑے۔ شدید رقت طاری ہوگئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اگر تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کردوں۔ صحابہ نے رضامندی ظاہر کی اور وہ ہار واپس کردیا۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فداء الاسیر بالمال)

آپ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ سے کچھ دُور عوالی میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں جاتے اور بچہ کو دیکھ آتے۔ اللہ کی تقدیر کہ ان کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا، جب کہ آپ کبرسنی کو پہنچ چکے تھے، اور ابراہیم رضی اللہ عنہ اکیلے نرینہ اولاد تھے۔ آپ ﷺ انتقال کے وقت پہنچ گئے، بچے نے اس حال میں دم توڑا کہ اس کا سر آپ کی گود میں تھا اور آپ کی آنکھیں شدتِ غم سے جاری تھیں۔ مگر اس وقت بھی سیدنا محمد ﷺ بشر کے ساتھ نبی بھی تھے، اس حال میں آپ کو اللہ کی رضا کا خیال تھا،

پورے صبر کے ساتھ زبان سے یہ ایمان افروز کلمات نکلے:

"اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی بِهٖ رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ"

(بخاری کتاب الجنائز، باب قول النبی انا بک لمحزونون)

"آنکھ آنسو بہارہی ہے، دل غمگین ہے، مگر سوائے اس بات کے جو اللہ کو پسند ہو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بخدا! ابراہیم! تمہاری جدائی سے ہم بہت غمگین ہیں۔"

﴿۷۴﴾ خادموں کے ساتھ برتاؤ

گھر کے لوگوں میں سب سے کمزور پوزیشن ملازم یا خادم پیشہ لوگوں کی ہوتی ہے اور اگر یہ لوگ غلام یا باندی ہوں تب تو ان کی بیچارگی اور کسمپرسی کی کوئی حد اور انتہا ہی نہیں رہتی۔ زمانہ جاہلیت میں ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس ذلیل مقام سے اٹھا کر آزادوں کے تقریباً مساوی مقام دیا' غلاموں کے مالکوں کو مخاطب کرکے فرمایا: یہ تمہارے بھائی ہیں' اللہ نے ان کو تمہاری ملکیت میں دے دیا ہے' مالکوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے غلاموں کے ساتھ نہایت درجہ کا حسن سلوک کریں' جو خود کھائیں وہی انہیں بھی کھلائیں جو خود پہنیں وہی ان کو بھی پہنائیں۔ ان کی طاقت سے زیادہ کاموں کا بوجھ ان پر نہ ڈالیں۔ اور اگر کسی وجہ سے کوئی مشکل کام ان کے سپرد کریں تو خود بھی اس کام میں شریک ہو جائیں اور ان کی مدد کریں۔ (بخاری' کتاب الایمان' باب المعاصی من امر الجاهلية)

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں آپ ﷺ کی تاکید اور خود آپ کے طرز عمل نے صحابہ کرام ﷺ کے یہاں محمود وایاز کا فرق باقی نہ رہنے دیا تھا۔ آپ نے حضرت زید کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کر دی تھی' وہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہی تھے۔ آپ ان سے اور ان کے صاحبزادہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ایسی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے کہ دیگر صحابہ ان دونوں کو "محبوب رسول ﷺ" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک خاص مسئلہ میں صحابہ نے آپ ﷺ سے سفارش کرنی چاہی' مگر رعب کی وجہ سے ایسا نہیں کر پا رہے تھے' باہمی مشورہ سے کہا گیا کہ یہ سفارش بس اسامہ ہی کر سکتے ہیں' جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب بھی ہیں اور محبوب زادے بھی۔ (بخاری' کتاب احادیث الانبیاء۔ مسلم کتاب الحدود' باب قطع ید السارق)

آپ کا عام معمول تھا کہ جو غلام بھی آپ ﷺ کے پاس آتا اس کو آپ فوراً آزاد کر دیتے۔ وہ آزاد ہو جاتا لیکن آپ کے احسان و کرم کی قید سے آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آپ نے آزاد کر دیا تھا' ان کے باپ ان کو لینے کے لیے آئے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی محبت و تعلق نے ان کو جانے نہیں دیا۔ آپ ﷺ نے اپنی عمر بھر کسی عورت یا خادم پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خادم خاص تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال لگاتار آپ کی خدمت کی' آپ نے ایک مرتبہ بھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا' اور نہ کبھی یہ کہا' کہ ایسا کیوں کیا؟ یا ایسا کیوں نہیں کیا۔ (بخاری' کتاب الادب باب حسن الخلق والسخاء)

﴿۷۵﴾ رسول اللہ ﷺ کے معمولات

رسول اللہ ﷺ جو وقت اپنے گھر میں گزارتے تھے' اس کے آپ نے تین حصے کر لیے تھے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تھا' دوسرا اہل خانہ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے' اور تیسرا حصہ اپنے آرام وراحت کے لیے۔ پھر اس تیسرے حصہ میں بھی جو اپنے آرام و راحت کے لیے تھا آپ اپنے امتیوں کو بھی شریک فرما لیا کرتے تھے اور اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اس وقت خواص صحابہ کرام کو حاضری کی اجازت ہوتی تھی اور ان کے ذریعہ علوم و معارف عوام تک پہنچاتے تھے' اس طرح اگرچہ یہ وقت عمومی ملاقات کا تو نہ تھا لیکن اس کے فیض سے عامۃ الناس بھی محروم نہ رہتے تھے۔ خواص صحابہ کرام اس وقت میں اپنے اور دوسروں کے مسائل لے کر حاضر ہوتے اور آپ

ﷺ ان مسائل کو حل فرماتے تھے کہ جو شخص کسی بھی وجہ سے اپنی ضرورت مجھ سے نہ کہہ سکتا ہو' آپ حضرات اس کی حاجت و ضرورت مجھ تک پہنچا دیا کریں اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اس کارِ خیر کے بدلے اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ (شمائل ترمذی)

نمازِ عصر کے بعد آپ اُمہات المؤمنین کے یہاں تشریف لے جاتے اور سب سے خیریت دریافت کرتے۔

(شرح المواہب للزرقانی' ذکر ام سلمہ)

رات کے معمولات حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے آئے ہیں۔ عشاء کے بعد ازواجِ مطہرات میں جس کی باری ہوتی' ساری ازواجِ مطہرات وہاں جمع ہوتی اور کچھ دیر مجلس رہتی۔ (ابوداؤد) عشاء کے بعد دیر تک جاگنا آپ کو ناپسند تھا' لیکن اگر کبھی کوئی معاملہ مشورہ طلب ہوتا تو آپ اکابر صحابہ سے اس وقت مشورہ کرتے۔ (ترمذی' کتاب الصلوٰۃ) نصف شب عبادت فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو کوئی اگر رات میں سوتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا اور اگر نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو دیکھ لیتا۔

﴿۷۶﴾ خانہ نبوی ﷺ کا زاہدانہ ماحول

رسول اللہ ﷺ کو اپنے اہل و عیال سے کامل محبت تھی اور آپ ﷺ ان کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اس کا تقاضا یہ ہو سکتا تھا کہ آپ خود تنگی و پریشانی کے ساتھ گزر اوقات کر لیتے مگر اپنے گھر والوں کے لیے تو کم از کم رفاہیت اور آرام کے انتظامات کر ہی دیتے۔ انسان کے لیے خود پریشانیاں برداشت کرنا آسان ہوتا ہے' مگر اپنے اہل خانہ اور بچوں کے چہروں پر وہ فقر کے سائے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن آپ ﷺ کا طرزِ عمل اس سلسلہ میں بالکل ممتاز اور آپ ﷺ کی شانِ نبوت کے مطابق ہے۔ آپ کے گھر کا ماحول اور عمومی نقشہ ویسا ہی تھا جو:

"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ" اور "اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ"

"یعنی اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہی ہے۔ اور رہی دنیا تو یہ لعنتی ہے سوائے ان چیزوں کے جن کا اللہ سے کچھ تعلق ہے۔"

آپ ﷺ نے کبھی اس کی فکر نہیں کی کہ آپ کے گھر والوں کو دنیا کی زندگی میں رفاہیت حاصل ہو۔ آپ ﷺ یہ دعا اکثر فرماتے تھے کہ:

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا" (بخاری' کتاب الرقاق' باب کیف کان عیش النبی)

"اے اللہ! محمد ﷺ کے گھر والوں کو بقدرِ ضرورت رزق عطا فرما دیجیے۔"

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو آپ ﷺ کو انتہائی محبوب تھیں' فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کئی کئی دن چولہا جلنے کی نوبت نہیں آتی تھی' پوچھا گیا: ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پھر کیسے بسر ہوتی تھی؟ کہا بس کھجور اور پانی سے۔ (بخاری' کتاب الرقاق' باب کیف کان عیش النبی)

ایک اور روایت میں فرماتی ہیں کہ کبھی ہم کو دو وقت لگاتار باقاعدہ کھانا نہیں ملا' ایک وقت ضرور صرف کھجور پر بسر کرتے۔

(بخاری' کتاب الرقاق' باب کیف کان عیش النبی)

ازواجِ مطہرات کے پاس صرف ایک ہی جوڑا کپڑا رہتا۔ (بخاری' کتاب الحیض' باب تصلی المرأۃ فی ثوب)

گھر میں آٹا چھانے بغیر پکتا۔ کبھی چپاتی پکنے کی نوبت نہیں آتی' راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے۔ (بخاری' کتاب الصلوٰۃ' باب الصلوٰۃ علی فراش)

آپ ﷺ کے بستر کی یہ حالت ہوتی کہ ایسی چٹائی پر لیٹتے کہ جسم مبارک پر اس کے نشان پڑ جاتے۔ (حوالہ بالا و ترمذی' کتاب الزہد)

کبھی چمڑے کے اندر بھوسا بھر کر گدا بن جاتا' بس یہی بستر تھا۔ (بخاری' کتاب الرقاق)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر نظر دوڑائی تو گھر کی کل متاع چند کلو جَو اور چمڑے کے چند ٹکڑے ہی نظر آئے۔ رسول اللہ

ﷺ کی اس بے سروسامانی کی زندگی پر ان کا یہ فدائی رو پڑا۔ عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ کا یہ حال ہے' قیصر و کسریٰ اللہ کے باغی کیسے کیسے عیش لوٹتے ہیں؟ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور جلالی شان کے ساتھ فرمایا: عمر کچھ شک ہے' اُن لوگوں کو سارے مزے دنیا ہی میں لوٹ لینے ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

حجرات نبوی کی تعمیر کا یہ حال تھا کہ تعمیر کچی اینٹ کی تھی۔ کچھ حجرے کھجور کی ٹٹیوں کے تھے' چھت اتنی نیچی کہ کھڑے ہو کر ہاتھ لگتا۔ چوڑائی چھ سات گز اور لمبائی دس ہاتھ تھی۔ دروازوں کو قاعدے کا پردہ بھی میسر نہ تھا۔ بوسیدہ کمبل ہی ڈال دیا جاتا تھا۔

ازواجِ مطہرات بھی اس طرزِ عمل پر نہایت قانع تھیں اور صبر و شکر سے گزر کرتی تھیں۔ جب اللہ کی طرف سے فتوحات کے بعد غذائی اشیاء اور مال و دولت کی کچھ فراوانی ہوئی تو اُن کو امید ہوئی کہ عام انسانوں کی طرح اللہ کے رسول ﷺ اپنے گھر کے معیار میں کچھ بہتری لائیں گے۔ کم از کم دو وقت کی روٹی کی حد تک تو ان کو بھی اُمید تھی کہ یہ میسر ہو ہی جائے گی اور انہوں نے اس کا مطالبہ کیا' مگر اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو ایسا ناپسند کیا کہ ایک ماہ تک گھر کے اندر تشریف نہیں لے گئے۔ اور اللہ کی طرف سے آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اپنی بیویوں سے صاف کہہ دیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی رفاقت تو اسی حال اور فقر و فاقہ کے ساتھ ہی ممکن ہے' اس گھر کا تو یہی حال رہے گا' اگر تم میں سے کسی کو دنیا کی زندگی کی رفاہیت و زینت کی طلب ہے تو وہ مجھ سے بحسن و خوبی الگ ہو سکتی ہے اور اگر تم کو اللہ کی رضا و رسولِ خدا کی رفاقت اور آخرت زیادہ محبوب ہے تو اللہ نے تمہارے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ یہ حکم قرآن کی آیات کی شکل میں نازل ہوا۔ (سورۃ الاحزاب: ۲۸'۲۹) آپ نے ازواجِ مطہرات تو اس فیصلہ سے مطلع کر دیا' ان سب نے بیک زبان اللہ کے رسول ﷺ کی رفاقت کو اختیار کیا۔ (مسلم کتاب الطلاق' باب بیان ان تخییر المرأۃ لا یکون طلاقا)

جیسا کہ ابھی اشارہ کیا جا چکا ہے کہ یہ فقر و زبوں حالی اس وقت بھی قائم رہی جب آپ ﷺ کے پاس مال و دولت کے ڈھیر آ کر لگنے لگے تھے۔ جس دن مال آتا' آپ اُس وقت تک گھر کے اندر تشریف نہ لے جاتے جب تک وہ تقسیم نہ ہو جاتا' فدک سے کچھ غلہ آیا' حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بیچ کر وہ قرض ادا کیا جو ایک یہودی سے آپ ﷺ نے کسی دینی ضرورت کے لیے لیا تھا۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے (جو گھریلو امور کی نگرانی کرتے تھے) پوچھا کہ کچھ بچا تو نہیں؟ انہوں نے کہا: کچھ بچ رہا۔ فرمایا: جب تک کچھ بچ رہے گا میں گھر کے اندر نہیں جا سکتا۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ کیا کروں' کوئی سائل بھی تو نہیں۔ مگر آپ نے رات مسجد ہی میں بسر کی۔ دوسرے دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی' اللہ کے رسول ﷺ! اللہ نے آپ کو سبکدوش کر دیا' یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم کر دیا گیا' آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر گھر کے اندر گئے۔ (ابوداؤد' باب ہدایات المشرکین)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کو جیسا تعلق تھا اس کا کچھ تذکرہ گزر چکا ہے۔ ان کا یہ حال تھا کہ گھر کے سارے کام کاج کرتے کرتے کپڑے غبار میں اَٹ جاتے' چکی پیسنے سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے' مشک بھر بھر کر لانے سے گردن میں نشان پڑ گیا تھا۔ ایک موقع پر کہیں سے کچھ غلام و باندیاں آئیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حالت آپ ﷺ کو بتلائی اور ایک خادمہ مانگی۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا اللہ سے ڈرو! گھر کا کام خود کرو' اللہ کے حقوق و فرائض ادا کرو اور سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر سویا کرو۔ یہ تمہارے لیے باندی سے بہتر ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدر کے یتیموں کا حق تم سے پہلے ہے۔ دوسری روایات میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ اہل صفہ کے پیٹ بھوک سے چپکے جا رہے ہیں' میں تم کو کیسے دے دوں۔ (ابوداؤد' کتاب الخراج' باب بیان موضع قسم الخمس بخاری کتاب الجہاد' باب بیان ان الخمس النوائب رسول اللہ ﷺ بحوالہ ماہنامہ الفرقان' ماہ مارچ ۲۰۰۷ء مطابق صفر ۱۴۲۸ھ)

﴿۷۷﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک تحریری فتویٰ

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک تحریری استفتاء لیا گیا کہ اے امیر المومنین! ایک وہ شخص جسے نافرمانی کی خواہش ہی نہ ہو اور نہ کوئی نافرمانی اس نے کی ہو اور وہ شخص جسے خواہش معصیت ہے لیکن وہ برا کام نہیں کرتا تو ان میں افضل کون ہے؟ آپ نے جواب میں لکھا کہ جنہیں معصیت کی خواہش ہوتی ہے پھر نافرمانیوں سے بچتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے آزمالیا ہے ان کے لیے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

﴿۷۸﴾ ایک نومسلمہ عورت کی عجیب کارگزاری

میں ایک امریکی خاتون ہوں اور امریکہ کے قلب ''نیویارک'' میں پیدا ہوئی۔ میری نوجوانی ایک ''امریکی'' لڑکی ہی کی طرح گزری۔ میرا ایک ہی شوق تھا امریکہ کے ''عظیم شہر'' کی گلیمر بھری زندگی میں جاذبیت اور دلکشی کی دوڑ میں حصہ لوں۔ میں فلوریڈا کے شہر میامی کے ایک ساحلی مقام پر رہنے لگی پھر سال گزرنے لگے اور میرے اندر اطمینان اور سکون بجائے بڑھنے کے کم ہوتا گیا میری نسوانی کشش جس قدر بڑھتی جاتی' اور جتنا میں (بظاہر) کامیابیوں کی منزلیں طے کرتی میرے اندرونی خلا اور بے اعتمادی میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا جاتا۔ میں ایک شدید قسم کی ذلت اور حقارت میں اپنے آپ کو ڈوبا ہوا محسوس کرتی' میں فیشن کی غلام بن گئی تھی اور میرا مصرف بس یہ تھا کہ دوسروں کی آنکھوں اور دلوں کو خوش کروں۔

میرا معیار زندگی جتنا ''اونچا'' ہوتا میرا اعتماد اتنا ہی نیچا ہو جاتا۔ میں نے ان حقائق سے منہ چرانا چاہا' مگر وہ فرار کے ہر موڑ پر مجھ کو منہ چڑانے کے لیے موجود ہوتے۔ آخر میں اپنے آپ سے ادب گئی' میں نے نشہ کی پناہ لی' کلبوں اور پارٹیوں میں جا کر دل بہلانا چاہا' مگر سب بے سود۔ میں نے روحانی مراقبوں سے اپنی بے سکونی کا علاج کرنا چاہا' جب یہ تدبیریں ناکام ہو گئیں تو مذہب بدلے' ایکٹوازم کا سہارا لیا' یعنی فلاحی اور اجتماعی تحریکوں میں لگی' مگر مرض بڑھتا گیا' جوں جوں دوا کی کے مصداق میری ترقیوں میں جو اضافہ ہو رہا تھا' اور میرا لائف اسٹائل جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا' میری اندرونی بے اعتمادی کی آگ مجھے جلاتی جا رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اسلام اور اسلامی اقدار وتہذیب کے خلاف ایک خطرناک اور چوطرفہ حملہ ہو چکا ہے۔ اور پھر بد اور بدنام ''نئی صلیبی جنگ'' کا بھی اعلان ہوتا ہے' اب مجھے اسلامی نامی ایک چیز کی طرف توجہ ہوتی ہے' اب تک تو میرے ذہن میں اسلام کے نام پر صرف چند تصویروں کے نقوش تھے' ترپالوں میں لپٹی عورت' بیبیوں کو پیٹتے مرد' گھروں کے پچھلے حصے میں زنان خانے اور دہشت گردی کی دنیا۔

میں ایک سماجی کارکن تھی' جو عورتوں کی آزادی کی علم بردار اور دنیا میں لوگوں کی بہتر زندگی کے لیے کچھ کرنا چاہتی تھی' اپنے اس کام کے سلسلے میں میری ملاقات ایک سینئر کارکن سے ہوئی جو اس سلسلے میں اچھا کام کر چکا تھا۔ وہ بلا کسی تفریق کے سارے انسانوں کے لیے انصاف اور فلاح و بہبود کا داعی تھا' اس شخص سے ملاقات کے بعد مجھے احساس ہوا کہ انصاف' آزادی اور احترام' یہ آفاقی اقدار ہیں اور سارے انسانوں کو ملنے چاہیے نہ کہ صرف بعض کو۔ اب مجھے احساس ہوا کہ سارے انسانوں کے لیے بھلا سوچنا خلوص کے بعد ہی ممکن ہے' پہلے میں صرف چند کے لیے اچھا سوچتی تھی' اب میں بلاتفریق ہر قسم کے لوگوں کے حقوق کے بارے میں سوچنے لگی۔

اچانک ایک دن میرے سامنے قرآن مقدس آیا' مغرب نے جس کی بڑی منفی تصویر بنا رکھی ہے۔ پہلے تو قرآن کے اسلوب وانداز نے مجھے متوجہ کیا' پھر اس نے کائنات' انسان اور زندگی کے حقائق اور عبد ومعبود کے رشتے پر جو روشنی ڈالی ہے اس نے مجھے مسحور کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن نے اپنی بصیرت کا مخاطب براہ راست انسان اور اس کی روح کو بنایا ہے' اور وہ کسی بچولیے یا پادری کے بغیر انسان کو اللہ

کا مخاطب بنتا ہے۔ آخر کار وہ لمحہ آ گیا جب میں نے سچائی کو تسلیم کر لیا اور میں جس منزل کے لیے سرگرداں تھی اور جس سکون کے لیے بے تاب تھی' مجھے یقین ہو گیا کہ وہ صرف اسلام قبول کر کے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ میری داخلی بے تابیوں اور اضطراب کا علاج صرف ایمان سے ہو سکتا ہے' اور میرے مسائل کا حل مہم جوئی میں نہیں عملی مسلم بننے میں ہے۔

میں نے ایک برقعہ اور سر اور گردن کو ڈھکنے والا اسکارف خرید لیا' جو ایک مسلم عورت کا شرعی لباس ہے۔ اب میں اس اسلامی باوقار لباس کے ساتھ ان راستوں اور ان دوکانوں اور لوگوں کے سامنے سے گزرتی جن کے سامنے کچھ دن پہلے میرا گزر شارٹ اور ''شاندار'' مغربی لباسوں میں ہوتا تھا۔ سب کچھ وہی ہوتا جو پہلے ہوتا تھا' بس ایک چیز بدلی ہوئی تھی' یعنی میں اور میرا اندرونی اطمینان و سکون اور خود اعتمادی اور تحفظ کا احساس۔ ایسا احساس جو مجھے پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ مجھے محسوس ہوا ساری زنجیریں ٹوٹ کر بکھر گئی ہیں' میری گردن کے طوق پاش پاش ہو گئے ہیں' اور میں نے آزادی حاصل کر لی ہے۔ میں بڑی خوش تھی کہ ان آنکھوں میں اب تعجب اور دوری کے آثار تھے' جو پہلے مجھ کو ایسے دیکھتے تھے جیسے شکاری اپنے شکار کو اور باز ننھی چڑیا کو۔ حجاب نے میرے کندھوں کے ایک بڑے بوجھ کو ہلکا کر دیا' مجھے ایک خاص طرح کی غلامی اور ذلت سے نکال لیا' اب دوسروں کے دلوں کو لبھانے کے لیے میں گھنٹوں میک اپ نہیں کرتی تھی' اب میں اس غلامی سے آزاد تھی۔ ابھی میں پردے میں صرف سر اور گردن ڈھکتی اور ''عبایہ'' (برقعہ) پہنتی' مگر مجھے نقاب کی طرف توجہ ہوئی اور وہ اس لیے کہ میں نے دیکھا کہ مغرب کی مسلم عورتوں میں نقاب کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ میں نے اپنے شوہر سے (جن سے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے نکاح کر لیا تھا) مشورہ کیا۔ ان کی رائے تھی کہ چہرہ ڈھکنا یعنی نقاب افضل ہے' لازمی نہیں' البتہ حجاب یعنی چہرے کے علاوہ جسم ڈھکنا لازم ہے۔ ابھی تک میرا پردہ یہ تھا کہ صرف ہاتھ اور چہرے کو چھوڑ کر میرا پورا جسم ڈھکا ہوتا' میں ایک اسکارف اور ایک ڈھیلا ڈھالا لمبا عبایہ (گاؤن) استعمال کرتی۔ ڈیڑھ سال اسی طرح گزرا' پھر میں نے اپنے شوہر سے کہا: میں چہرہ بھی ڈھکنا چاہتی ہوں اس لیے کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ میرے اللہ کو زیادہ راضی کرنے والا عمل ہوگا۔ وہ مجھے ایک دوکان پر لے گئے' جہاں میں نے ''اسدال'' (ایک عربی برقعہ جو سر سے پاؤں تک ہر چیز ڈھک دیتا ہے) خریدا۔ جس میں صرف آنکھیں کھلتی ہیں اور کچھ نہیں۔

ہدایت یابی کا میرا یہ سفر جاری تھا کہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ آزادی کے علمبرداروں اور نام نہاد انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والوں نے حجاب و نقاب کے خلاف مہم چھیڑ دی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ حجاب عورت پر ظلم کی علامت ہے' کوئی اعتراض کر رہا ہے کہ یہ اتحاد و یکجہتی میں رکاوٹ بن رہا ہے' اور اب مصر سے کسی نے یہ کہتے ہوئے سُر میں سُر ملایا کہ یہ پچھڑے پن کی نشانی ہے۔ یہ بھی کیسی منافقت اور دوغلا رویہ ہے کہ اگر کوئی حکومت عورتوں کے لباس کے لیے کچھ ضابطے بنائے تو مغرب کہتا ہے کہ یہ انسانی آزادی کی مخالفت اور حقوق انسانی کی خلاف ورزی ہے' اور اگر عورت اپنے انتخاب سے نقاب اوڑھے تو آپ اُس کی آزادیوں کو سلب کرتے ہیں' اس کو تعلیم اور سروس سے محروم کر دیتے ہیں۔ یہ ظلم صرف تیونس اور مراکش جیسی استبدادی حکومتیں ہی نہیں کر رہی ہیں بلکہ یہ فرانس' ہالینڈ اور برطانیہ میں بھی ہو رہا ہے۔

اب میں بھی فیمنسٹ (عورتوں کے حقوق کی حامی) ہوں مگر ایک مسلم فیمنسٹ' جو مسلم عورتوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنی ایمانی ذمہ داریوں کو ادا کریں' اپنے شوہروں کو ایک اچھا مسلمان بننے میں مدد کریں' اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ استقامت کے ساتھ دین پر جمیں اور اندھیروں میں بھٹک رہی انسانیت کے لیے منارۂ نور بن جائیں۔ میری آپ کو دعوت ہے کہ آپ ہر خیر کو لازم پکڑ لیں اور ہر شر سے نبرد آزما ہو جائیں' حق کی آواز بلند کریں اور بدی کی مخالفت پر کمر کس لیں۔ ہمارے نقاب و حجاب کے حق کے لیے لڑیں اور اللہ کو راضی کریں۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم سب پردہ کرنے والی عورتیں اپنی ان ساری بہنوں کو حجاب کے بارے میں بتائیں جو بدقسمتی سے نہیں جانتیں کہ پردہ کیا مبارک شے ہے۔ ہم ان کو بتائیں کہ حجاب ہم کو کتنا عزیز ہے اور ہم کیوں نہایت فخر و محبت کے ساتھ اس کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں۔

میں جن معزز خواتین کو جانتی ہوں کہ انہوں نے صرف حجاب پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نقاب سے چہرہ بھی ڈھکا ان میں سے اکثر مغربی نو مسلم خواتین ہیں۔ ان میں سے کچھ تو غیر شادی شدہ دوشیزائیں ہیں۔ اکثر کو تو نقاب کی وجہ سے مسائل بھی پیش آتے ہیں' ان کی سوسائٹی' خاندان اور گھر کے لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ آزادانہ انتخاب کے حق کو تسلیم نہ کرنے ہی کی ایک شکل ہے کہ معاشرے میں ہر طرف سے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سے عورتوں پر ننگے ہونے اور بھڑکیلے کپڑے کی حد تک دلربائی اختیار کرنے کی اندھا دھند تبلیغ کی جائے۔ اور عملاً ان کو خواہی نہ خواہی اس کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا جائے' میرا کہنا ہے کہ عورتوں کو حجاب کی تہذیب کو جاننے کا بھی برابر موقع دیا جانا چاہیے' تاکہ وہ اس پاک و پرسکون تہذیب کی خوبیوں کو جان سکیں' اور ان کو وہ معلوم ہو جو مجھے معلوم ہوا ہے' میں کل تک عریانیت کو ہی اپنی آزادی کی علامت سمجھتی تھی' پھر مجھ پر منکشف ہوا کہ وہ ایک پابجولاں آزادی تھی' جس نے مجھ کو خود اعترافی اور ذاتی اعتماد سے عاری کر دیا تھا اور میری روح کو بے چینی کی آگ میں ڈال دیا تھا۔

مجھے اپنے فحش لباس کو اُتار کر اور مغرب کی دلربا طرز زندگی کو چھوڑ کر اپنے خالق کی معرفت و بندگی والی ایک باوقار زندگی کو اختیار کرنے سے جو مسرت واطمینان کا احساس ہوا ہے میں اس کی کوئی مثال نہیں دے سکتی۔ ایسی خوشی مجھے کبھی نہیں ہوتی تھی' اس لیے چہرہ ڈھکنے اور نقاب پر مجھے اصرار ہے' پردہ میرا حق ہے جو میں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتی۔ اس کے لیے میں لڑ مروں گی مگر اس کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی۔ نقاب آج عورت کی آزادی کی ایک باعزت علامت ہے' جو اس کو گندی مخلوق کی ہوس رانیوں کا' ٹائلٹ پیپر کی طرح کا' سامان بننے سے بچاتا ہے' نقاب پہن کر عورت پہچانتی ہے کہ وہ کون ہے؟ اس کا مقصد زندگی کیا ہے؟ اور اس کو اپنے خالق اللہ سے کیسا رشتہ ورابطہ قائم کرنا ہے۔ جو عورتیں اسلامی حجاب کی باوقار وباحیا تہذیب کے بارے میں مغرب کے قدیم گھسے پٹے متعصبانہ تصورات کی شکار ہیں ان سے میں کہتی ہوں:

"تمہیں پتہ نہیں تم کس عظیم نعمت سے محروم ہو۔"

اور "تہذیب" کے نامبارک ٹھیکیداروں اور نام نہاد "مصلیبوں" سے میرا کہنا ہے کہ:

"تم بھی حجاب کو اختیار کرو' اسی میں تمہاری نجات ہے۔" (ماہنامہ الفرقان' مارچ ۲۰۰۷ء مطابق ۱۴۲۸ھ' صفحہ ۳۳)

خواب کا بیان

﴿۷۹﴾ خواب کے آداب

① اچھے خوابوں کو پسند کرنا اور ان سے خوش ہونا۔ ② بڑوں کا چھوٹے سے خواب معلوم کرنا۔

③ مسجد میں خواب معلوم کرنا۔ ④ مسجد میں خواب کی تعبیر دینا۔

⑤ تعبیر دیتے وقت دعاء ماثورہ کا پڑھنا۔ ⑥ فجر کے بعد خواب کی تعبیر دینا۔

⑦ خواب کی کسی صالح' صاحب الرائے اور اہل تعبیر سے تعبیر لینا۔

⑧ خواب صالح یا اہل محبت سے ذکر کرنا۔ ⑨ اچھے خواب پر الحمد للہ کہنا۔

⑩ برے خواب پر تعوذ پڑھنا۔ ⑪ پریشان کن خواب پر نماز پڑھنا۔

⑫ پریشان کن اور برے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

﴿۸۰﴾ خواب معلوم کرنا

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ اپنے اصحاب سے بکثرت یہ پوچھا کرتے تھے کہ تم میں سے کسی نے خواب میں کچھ دیکھا ہے؟ پس جو خواب دیکھتا وہ آپ کے سامنے خواب پیش کرتا۔ (مختصر البخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۲)

فائدہ: مؤمن کا خواب مبشرات الٰہی اور نبوت کا ایک جز ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ چونکہ آپ ﷺ خواب کی تعبیر بہت عمدہ دیا کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ پوچھا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا یہ پوچھنا فجر کی نماز کے بعد ہوا کرتا تھا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۲)

﴿۸۱﴾ خواب پیش کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خواب دیکھا کرتا تھا' وہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی (اس تمنا میں کہ کوئی خواب دیکھوں تو آپ کی خدمت میں پیش کروں) کہا' اے اللہ! کوئی خیر ہو تو ہمیں بھی دکھا تا کہ اس کی تعبیر حضور پاک ﷺ سے معلوم کروں۔ چنانچہ میں سویا تو خواب دیکھا۔ (مختصر البخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد نبوت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی خواب دیکھتا تو آپ ﷺ کی خدمت میں وہ خواب پیش کرتا' تو آپ فرماتے' ماشاء اللہ۔ میں نئی عمر کا جوان تھا' نکاح سے قبل مسجد میں سویا کرتا تھا' میں اپنے دل سے کہتا: اگر تیرے اندر کوئی بھلائی ہوتی تو تو بھی خواب دیکھتا۔ ایک رات میں سویا تو کہا: اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ مجھ میں کوئی اچھائی ہے تو مجھے بھی کوئی خواب دکھایئے۔ (مسند طیالسی' جلد ۱ صفحہ ۲۵۰' بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۱)

﴿۸۲﴾ خواب پسند کرنا

ابو بکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ کو اچھے خواب بہت پسند تھے' آپ لوگوں سے خواب کے متعلق پوچھا کرتے تھے' پھر اس کی تعبیر دیتے تھے۔ (ابوداؤد طیالسی' جلد ۱' صفحہ ۳۵۰)

﴿۸۳﴾ فجر کے بعد خواب معلوم کرنا

ابن زمیل جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی پاک ﷺ فجر کی نماز پڑھ لیتے تو پیر نکال کر بیٹھ جاتے (یعنی آرام سے) ۷۰ مرتبہ استغفار پڑھتے' فرماتے کہ ۷۰ سات سو کے برابر ہے۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے زائد ہوں' پھر لوگوں کی طرف رُخ فرماتے۔ آپ ﷺ خواب کو بہت پسند فرماتے۔ آپ پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے' چنانچہ راوی ابن زمیل کہتے ہیں کہ میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ (سیر' صفحہ ۴۱۱' مجمع' جلد ۶' صفحہ ۱۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو پوچھتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے اور فرماتے کہ میرے بعد نبوت باقی نہیں رہے گی' مگر اچھے خواب۔ (ابوداؤد' صفحہ ۵۸۴)

فائدہ: آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ فجر کی جماعت سے فارغ ہو کر لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر خواب معلوم فرماتے' کبھی حضرات صحابہ خواب بیان کرتے' کبھی آپ اپنا خواب' حضرات صحابہ کے سامنے بیان کرتے۔

﴿۸۴﴾ خواب کی تعبیر صبح کی نماز کے بعد دینا

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بسا اوقات اپنے اصحاب سے پوچھتے کہ کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس جس کے بارے

میں اللہ پاک چاہتا (جس کو اللہ پاک خواب دکھاتا) خواب ذکر کرے وہ ذکر کرتا اور آپ اس کی تعبیر دیتے۔ (بخاری مختصراً جلد:۲ صفحہ:۱۰۴۳)

آپ ﷺ کی عادتِ طیبہ تھی کہ آپ صبح کی نماز کے بعد خواب معلوم کرتے اور اسی وقت تعبیر دیتے۔

صبح کی نماز کے بعد ہی خواب کی تعبیر دینی سنت اور بہتر ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم کیا ہے: "تَعْبِیْرُ الرُّؤْیَا بَعْدَ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ" علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ طلوعِ شمس سے قبل خواب کی تعبیر دینی مستحب ہے۔ نمازِ صبح کے وقت خواب اور اس کی تعبیر اس وجہ سے بہتر ہے کہ رات کے قریب ہونے کی وجہ سے خواب محفوظ ہوگا' تازہ ہونے کی وجہ سے ذہن سے خواب یا اس کے اجزاء غائب نہ ہوں گے' نیز اور بھی دوسرے مصالح ہیں۔

﴿۸۵﴾ پہلی تعبیر کا اعتبار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو پہلی تعبیر دے اس کا اعتبار ہے۔ (ابن ماجہ' صفحہ:۲۷۹)

فائدہ: جس سے اولاً خواب بیان کرے اور تعبیر لے اسی تعبیر کا اعتبار ہے' اسی لیے حکم ہے کہ ہر ایک سے خواب بیان نہ کرے۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ مسند عبدالرزاق میں ابوقلابہ کا قول ہے کہ جیسی تعبیر دی جائے واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ:۴۳۲)

﴿۸۶﴾ خواب کی تعبیر دیتے اور سنتے وقت کیا پڑھے؟

حضرت ضحاک جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خواب سننے کے وقت پڑھا:

خَیْرٌ تَلَقَّاہُ وَشَرٌّ تَوَقَّاہُ وَخَیْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَآئِنَا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سیرۃ' جلد:۷' صفحہ:۴۱۱)

"تم کو بھلائی حاصل ہو' برائی سے محفوظ رہو' بھلائی ہمارے لیے برائی دوسروں کے لیے' تعریف اللہ کے لیے' جو ہر عالم کا مربی ہے۔"

﴿۸۷﴾ مؤمن کا خواب نبوت کا ایک حصہ ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اچھے خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (بخاری' جلد:۲' صفحہ:۱۰۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

(بخاری' جلد:۲' صفحہ ۱۰۳۵)

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خطابی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نبوت سے پہلے چھ ماہ تک اچھے خواب دیکھتے رہے' اس کے بعد وحی کا سلسلہ شروع ہوا جو ۲۳ سال تک جاری رہا اور ایک سال کے ۲ مہینوں کے اعتبار سے دو حصے ہوتے ہیں' پس ۲۳ سال کے کل چھیالیس (۴۶) حصے ہوئے' اس اعتبار سے ۶ ماہ جو اچھے خواب دیکھنے کا زمانہ ہے وہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ بن گیا' اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ہمیں اس کی حقیقت اور مطلب معلوم نہیں' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔

﴿۸۸﴾ اچھا خواب مؤمن کے لیے بشارت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: نبوت میں مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں۔ پوچھا کہ مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب۔ (بخاری' جلد:۲' صفحہ:۱۰۳۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی' نہ میرے بعد رسول ہے نہ نبی۔ البتہ مبشرات ہیں۔ پوچھا کہ وہ مبشرات کیا ہیں' فرمایا: اچھے خواب جس کے نیک مؤمن دیکھتا ہے یا دکھایا جاتا ہے۔

(ترمذی' جلد ۲ صفحہ ۵۱' ابوداؤد' احمد' سیرۃ' جلد ۷' صفحہ ۴۰۸' ابن ماجہ' صفحہ ۲۷۸)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کا قول (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا) (ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بشارت ہے) کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا' وہ اچھے خواب ہیں جن کو مؤمن دیکھتا ہے یا دکھایا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ' صفحہ ۲۷۸)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: اچھے خواب مؤمن کے لیے دنیا میں بشارت ہیں۔

(طبرانی' کنزالعمال' جلد ۱۵' صفحہ ۳۹۳)

وحی کے ختم اور خواب کے باقی رہنے کا مطلب حافظ ابن حجر نے یہ ذکر کیا ہے کہ میری (یعنی نبی کریم) کی وفات سے وحی کا سلسلہ جس سے آئندہ ہونے والے اُمور کا علم ہو یہ تو منقطع ہوگیا' البتہ سچے خواب جن سے ہونے والی باتوں کا علم ہوسکتا ہے' باقی ہیں۔ (صفحہ ۳۷۶)

﴿۸۹﴾ اچھا خواب دیکھے تو کیا کرے؟

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اللہ کی جانب سے ہے۔ اس پر الحمدللہ کہے اور اسے بیان کرے۔ (بخاری' صفحہ ۱۰۴۳)

یعنی اس نعمت پر شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت کی ایک خیر سے نوازا۔

﴿۹۰﴾ خواب کی نوعیت اور اس کی قسمیں

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ خواب کی تین نوعیتیں ہیں۔

① نفس و ذہن کی باتیں۔ اس کی کچھ حقیقت (تعبیر) نہیں۔

② جو شیطان کی جانب سے ہو۔ پس جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو شیطان سے پناہ مانگے اور بائیں جانب تھتکارے۔ اس کے بعد کوئی نقصان نہ ہوگا۔

③ وہ جو خدا تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہو۔ اور مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے' اسے کسی خیرخواہ صاحب الرائے کے سامنے پیش کرے کہ وہ اچھی تعبیر دے' اور اچھی بات کہے۔ (ابواسحٰق' سیرۃ جلد ۷' صفحہ ۴۰۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں: ① اللہ کی طرف سے بشارت ② خیالی باتیں ③ شیطان کا خوفزدہ کرنا۔ (ابن ماجہ' صفحہ: ۲۷۹)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: خواب تین قسم کے ہوتے ہیں: بعض وہ ہوتے ہیں جو شیاطین کی جانب سے خوف کنندہ ہوتے ہیں' تاکہ وہ انسان کو رنجیدہ کریں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جن کو انسان بیداری میں خیال کرتا ہے اور سوچتا ہے اور بعض وہ ہیں جو نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں (یعنی سچا خواب' جو خدا کی جانب سے ہے)۔ (ابن ماجہ' صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: بسا اوقات انسان بیداری میں جو کرتا اور سوچتا ہے' اس کے ذہن میں رہتا ہے۔ وہ بھی خواب میں آجاتا ہے' اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ وہ خیال کی ایک تصویر ہے' لہٰذا تعبیر کے وقت اس کا خیال ضروری ہے کہ وہ خواب کی کس قسم سے متعلق ہے' صرف ایک قسم کے خواب کی کچھ تعبیر ہوسکتی ہے۔ یہ وہی ہے جسے مبشرات کہا گیا ہے۔ "لَهُمُ الْبُشْرٰى" سے قرآن میں اسی کی جانب اشارہ ہے۔ یہی نبوت

کا چھیالیسواں جزء ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ خواب کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں:

حدیث پاک میں تین قسمیں جو مذکور ہیں' یہ حصر کے لیے نہیں ہے' اس کے علاوہ اور بھی خواب کی قسمیں ہیں۔ مثلاً بیداری کی باتیں' بعینہٖ خواب میں دیکھنا' جیسے کسی کی عادت ہے' فلاں وقت کھانے کی چنانچہ اسی وقت کھانے کو وہ خواب میں دیکھ رہا ہے۔

(فتح الباری' جلد ۱۲' حصہ ۴۰۸)

خواب کی ایک قسم اضغاث بھی ہے جسے خوابہائے پریشان بھی کہا جاتا ہے۔ (صفحہ ۴۰۸) اِدھر اُدھر کا دیکھنا' اس کا تعلق بھی خیالی اُمور سے ہوتا ہے اس کی بھی کوئی تعبیر نہیں۔

﴿۹۱﴾ شیطانی خواب

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور بُرے (ڈراؤنے' پریشان کن خواب) شیطان کی جانب سے ہوتے ہیں۔

فائدہ: شیطان پریشان کرنے کے لیے اور وہم میں مبتلا کرنے کے لیے ڈراؤنے خواب دکھاتا ہے۔

﴿۹۲﴾ ناپسندیدہ خواب کسی سے بیان نہ کرو

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی پسندیدہ خواب دیکھو تو اپنے دوستوں کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرو' اور جب ناپسندیدہ خواب دیکھو تو کسی سے بیان نہ کرو' اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا۔ (مختصر البخاری' جلد ۲' صفحہ ۱۰۴۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناپسندیدہ خواب دیکھو تو یہ شیطان کی جانب سے ہے۔ اس کی برائی سے پناہ مانگو اور اسے کسی سے بیان نہ کرو' تو نقصان نہ ہوگا۔ (مختصر البخاری' جلد ۲' صفحہ ۱۰۴۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میرا سر کٹ گیا ہے۔ آپ مسکرانے لگے اور فرمایا: جب تمہارے ساتھ خواب میں شیطان کھیلے تو کسی سے مت بتاؤ۔ (مشکوٰۃ' صفحہ ۳۹۵)

فائدہ: جو خواب "اضغاث احلام" ہوتے ہیں یعنی شیطان کی جانب سے پریشان کن ہوتے ہیں' ان کی تعبیر نہیں ہوتی۔

شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم بذریعہ وحی ہو گیا ہو کہ اس کی کوئی تعبیر نہیں۔ معبرین ایسے خواب کی تعبیر زوال سلطنت یا نعمتوں کے زوال سے دیتے ہیں۔ (طیبی' مشکوٰۃ' صفحہ ۳۹۵)

﴿۹۳﴾ ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب ہو جائے' اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے' اس کی برائی سے پناہ مانگے۔ (ابن ماجہ' صفحہ ۲۷۹' سیرۃ' جلد ۷' صفحہ ۴۰۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو بائیں جانب تھتکار دے اور شیطان سے پناہ مانگے (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) پڑھے اور کروٹ بدل لے۔ (ابوداؤد' صفحہ ۶۰۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ابن ماجہ والی روایت میں ہے بائیں جانب تین مرتبہ تھتکار دے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھے خواب خدا کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے خواب دیکھے تو شیطان مردود سے پناہ مانگے یعنی (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ

مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ) پڑھے اور جس کروٹ پر ہو اُسے بدل لے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۹)

﴿۹۴﴾ خواب سے بیماری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں ایسا ڈراؤنا خواب دیکھتا ہوں کہ اسے دیکھنے کے بعد بیمار پڑ جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھے خواب اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں اور برے شیطان کی جانب سے۔ اگر تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے تو بائیں جانب ۳ مرتبہ تھوک دے اور (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ) پڑھے تو اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ (مجمع' جلد ۷ صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض شیطانی خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جس سے انسان بیمار پڑ سکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابوسلمہ اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہما کے متعلق بیان کیا وہ خواب دیکھتے تو بیمار پڑ جاتے۔ (بخاری' جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۳)

لہٰذا اگر اس قسم کے خواب کے بعد مذکورہ عمل کر لیا جائے تو ضرر سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

فائدہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بیان کیا ہے کہ اگر ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اُٹھ جائے اور نماز پڑھے اور کسی سے بیان نہ کرے۔ (بخاری' جلد ۲ صفحہ ۱۰۴۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر برے خواب دیکھے تو اس کے یہ آداب ہیں:

① (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ) پڑھے۔ ② بائیں جانب تھتکار دے۔
③ کسی سے بیان نہ کرے۔ ④ کروٹ بدل لے۔
⑤ اُٹھ کر نماز پڑھ لے۔

بعضوں نے ایسے موقع پر آیۃ الکرسی بھی پڑھنے کو کہا ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۰)

علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ برے خواب کے بعد نماز پڑھنا سب آداب کو شامل اور جامع ہے۔ (فتح الباری' صفحہ ۳۷۱)

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے ناپسندیدہ خواب کے بعد یہ دُعا منقول ہے اُسے پڑھ لے:

"اَعُوْذُ بِمَا عَاذَتْ بِهٖ مَلَآئِكَةُ اللّٰهِ وَرُسُلُهٗ مِنْ شَرِّ رُؤْيَا هٰذِهٖ اَنْ تُصِيْبَنِيْ فِيْهَا مَا اَكْرَهُ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ"

(سعید ابن منصور فتح ۱۲ صفحہ ۳۷۱)

"میں اس خواب کی تکلیف دہ اُمور سے اپنے دینی اور دنیوی معاملات میں پناہ مانگتا ہوں' جیسے کہ خدا کے فرشتوں اور اس کے رسول نے پناہ مانگی ہے۔"

﴿۹۵﴾ صبح کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ سچا خواب صبح کے وقت کا ہوتا ہے۔ (ترمذی' صفحہ ۳۹۷)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سحر کے وقت کے خواب کی تعبیر بہت جلد واقع ہوتی ہے' خاص کر صبح صادق کے وقت کی۔ دوپہر کے وقت کی بھی خواب کی تعبیر جلد واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲ صفحہ ۳۹۰)

دن اور رات مرد اور عورت کے خواب کا یکساں حکم ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲ صفحہ ۳۹۲)

یعنی جس طرح مرد کا خواب صحیح اور قابل تعبیر ہوگا۔ اسی طرح عورت کا بھی ہوگا۔

﴿۹۶﴾ سچ بولنے والے کا خواب سچا ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو سچ بولنے والا ہوتا ہے اس کا خواب سچا ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ، صفحہ ۲۸۰)

فائدہ: جو آدمی جھوٹ بولتا ہے اس کا خواب بھی جھوٹا ہوتا ہے اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس کا خواب کیسا ہوگا۔ آج جھوٹ کی بیماری عام ہے کہ بسا اوقات آدمی بلاقصد وارادہ کے بھی جھوٹ بول دیتا ہے۔ جو جتنا سچا ہوگا اس کا خواب اتنا ہی سچا ہوگا۔ اسی لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کا خواب سچا ہوتا ہے۔ جو لوگ نیکی اور صلاح میں کم ہیں اکثر ان کا خواب اضغاث احلام ہوتا ہے بہت کم سچا اور لائق تعبیر ہوتا ہے۔ (فتح الباری، صفحہ ۳۶۳)

﴿۹۷﴾ خواب کس سے بیان کرے؟

ابورزین عقیلی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ تاوقتیکہ نہ بیان کیا جائے معلق رہتا ہے۔ اسے اپنے دوست، سمجھدار کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ خواب کی جب تک تعبیر نہ دی جائے معلق رہتا ہے۔ جب تعبیر دی جاتی ہے تو واقع ہو جاتا ہے خواب کو کسی خیر خواہ دوست اور صاحب الرائے کے علاوہ کسی سے نہ بیان کرو۔ (مشکوٰۃ، صفحہ ۳۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خواب کسی عالم یا خیر خواہ کے علاوہ سے بیان مت کرو۔

(مجمع، جلد ۷، صفحہ ۱۸۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خواب دیکھے تو اسے کسی خیر خواہ یا صاحب علم سے بیان کرے۔ (کنز العمال، جلد ۱۹، صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے سامنے خواب نہ بیان کرے کہ ناپسندیدہ غلط تعبیر نہ دے دے۔ بلکہ دیندار کے سامنے اسے پیش کرے اور اسی سے تعبیر لے کر بسا اوقات جو تعبیر دی جاتی ہے واقع ہو جاتی ہے۔ مزید یہ بھی خیال رہے کہ ہر خواب قابل تعبیر بھی نہیں کہ خواب کی تعبیر کے لیے پریشان ہو۔

﴿۹۸﴾ خواب اپنے خیر خواہ دوست سے بیان کرے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو اسے اپنے دوست کے علاوہ کسی سے بیان نہ کرے۔

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے دوست کے علاوہ کسی اور سے اس وجہ سے منع کیا ہے کہ بسا اوقات دوسرا شخص بغض یا حسد کی وجہ سے ناپسندیدہ تعبیر نہ دے دے اور ایسا ہی واقع ہو جائے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۴۳۱)

آپ ﷺ سے متعدد احادیث میں منقول ہے کہ ہر شخص سے اپنا خواب نہ بیان کرے بلکہ عالم، خیر خواہ، دوست، ذی عقل، صاحب الرائے سے بیان کرے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عالم جہاں تک ممکن ہوگا اچھی تعبیر نکالے گا۔ خیر خواہ خیر ہی کا رُخ اختیار کرے گا، دوست اگر خیر سمجھے گا تو تعبیر دے گا، اگر کچھ شک ہوگا تو خاموش ہو جائے گا۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۶۹)

﴿۹۹﴾ ذکرِ خواب کے آداب

احادیث پاک سے اچھے خواب کے ذکر کے تین آداب معلوم ہوئے۔

(۱) الحمدللہ کہے (۲) اسے ذکر کرے (۳) اس کی تعبیر کسی عالم خیر خواہ (واقف فن) سے لے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۷۰)

﴿۱۰۰﴾ تعبیر واقع ہوتی ہے

آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم تعبیر دو تو اچھی تعبیر دو' خواب کی تعبیر دینے والے کے موافق واقع ہوتی ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۳۲)

﴿۱۰۱﴾ تعبیر کے اُصول

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلا سوچے سمجھے اور اُصولِ تعبیر سے واقفیت کے بغیر تعبیر نہیں دینا چاہیے۔ چونکہ تعبیر کا دینا ایک لطیف فن ہے۔ جو شخص عالم ربانی' متقی' پرہیزگار' علومِ اسلام سے واقف عالم امثال کے نکات واسرار کا عالم ہوگا' وہی شخص اچھی تعبیر دے سکتا ہے۔ خصائل نبوی میں ہے: خواب کی تعبیروں کو دیکھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے بکثرت خوابوں کی تعبیر نقل کی گئی ہے۔ فن تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والے شخص کے لیے ضروری ہے کہ سمجھدار' متقی' پرہیزگار' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا واقف ہو۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۹۲)

دربارِ نبوت کی چند تعبیریں

﴿۱۰۲﴾ چاند کی تعبیر

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے پوچھا' تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' میں نے دیکھا ہے کہ تین چاند ہمارے حجرے میں گرے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرا خواب سچ ہے تو میرا خیال (اس کی تعبیر کے متعلق یہ ہے کہ) اس میں تین افضلین اہل جنت مدفون ہوں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں مدفون ہوئے۔ (مجمع الزوائد' جلد ۷' صفحہ ۱۸۵)

﴿۱۰۳﴾ دودھ پینے کی تعبیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک خواب بیان کیا کہ میرے سامنے دودھ لایا گیا' میں نے اسے پیا (اور پی کر اس قدر سیراب ہوا) کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی سیرابی ناخن سے نکل رہی ہے۔ پھر باقی ماندہ عمر کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا' آپ نے کیا تعبیر دی؟ آپ نے فرمایا: علم سے۔ (بخاری' جلد ۲' صفحہ ۱۰۳۷)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ دودھ کی تعبیر قرآن' سنت' علم سے ہوتی ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۹۳)

لہٰذا جس نے جتنا دودھ پیتا دیکھا' اسی قدر وہ علم سے مستفیض ہوگا۔ بکری کا دودھ کمالِ صحت' خوشی کی طرف اشارہ ہے' گائے کا دودھ ملک کی خوشحالی کی طرف اشارہ ہے' البتہ درندوں کا دودھ دیکھنا اچھا نہیں ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۹۳)

﴿۱۰۴﴾ پھونک مار کر اُڑانے کی تعبیر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سو رہا تھا' دیکھا کہ میرے

ہاتھ میں سونے کے کنگن رکھ دیئے گئے ہیں' جو مجھے بڑے گراں گزرے اور مجھے رنج میں ڈال دیا۔ خواب ہی میں کہا گیا کہ میں اسے پھونکوں۔ چنانچہ میں نے پھونک ماری (تو دونوں اُڑ گئے)۔ میں نے اس کی تعبیر دی کہ دو جھوٹے مدعی نبوت ظاہر ہوں گے۔ ایک اسود عنسی جسے فیروز نے یمن میں مار ڈالا اور دوسرا مسیلمہ کذاب جسے عکرمہ رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا۔ (بخاری' جلد۲' صفحہ۱۰۴۱)

حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا کہ جس نے دیکھا کہ وہ اُڑ رہا ہے' اگر آسمان کی طرف ہو اور بلا کسی سیڑھی وغیرہ کے ہو تو ضرر کی طرف اشارہ ہے۔ اگر دیکھا کہ آسمان میں اُڑا اور غائب ہوگیا تو موت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر لوٹ آیا تو مرض سے صحت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر چوڑائی میں اُڑ رہا ہے تو سفر کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد۱۲' صفحہ۴۳۰)

﴿۱۰۵﴾ شہد اور گھی کی تعبیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کی دو انگلیوں میں سے ایک انگلی میں شہد اور دوسری انگلی میں گھی ہے۔ دونوں کو چاٹ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے تعبیر دیتے ہوئے فرمایا: اگر تم زندہ رہے تو دو کتابیں یعنی تورات اور قرآن پڑھو گے یعنی اُس کے عالم ہو گے۔ چنانچہ دونوں کے عالم ہوئے۔ (ابو یعلیٰ سیرۃ' جلد۷' صفحہ۴۱۰) فائدہ: شہد اور گھی کی تعبیر علم اور بھلائی سے ہوتی ہے۔

﴿۱۰۶﴾ سر کٹنے کی تعبیر

ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں خواب دیکھتا ہوں کہ میرا سر کاٹ دیا گیا ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: جب تمہارا سر کاٹ دیا گیا تو تم کس آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اُن کا انتقال ہوگیا۔ سر کٹنے کی تاویل ان کی وفات سے دی اور دیکھنے کی تعبیر اتباع سنت ہے۔ (سیرۃ' جلد۷' صفحہ۴۱۷)

﴿۱۰۷﴾ خواب گویا حقیقت

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا' انہوں نے اس کا تذکرہ آپ ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ لیٹ گئے اور انہوں نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ (مجمع الزوائد' جلد۱' صفحہ۱۸۲)

فائدہ: خواب کو آپ ﷺ نے حقیقت میں پیش کر دیا' جس سے خواب کا سچا ہونا واضح ہوگیا۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک سے یہ اصول مستنبط کیا ہے' خواب میں کوئی نیک کام کرتا دیکھے تو بیداری میں کر لینا مستحب ہے۔ (مرقات' جلد۲' صفحہ۵۵۰)

﴿۱۰۸﴾ سفید لباس کی تعبیر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں معلوم کیا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے تو آپ کی تصدیق کی تھی لیکن ظہور نبوت سے قبل ان کا وصال ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ خواب میں دکھائے گئے تو ان پر سفید لباس تھے اگر وہ دوزخی ہوتے تو ان کا لباس اس کے علاوہ ہوتا۔ (مشکوٰۃ' صفحہ۳۹۶)

سفید کپڑے میں ملبوس ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کو ناجی میں شمار فرمایا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو سفید ملبوس میں دیکھا جائے تو یہ نجات یافتہ کی علامت ہے۔

﴿۱۰۹﴾ اعضاء و جوارح کی تعبیر

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا کہ میں اپنے گھر میں آپ کے اعضاء میں سے کوئی عضو

دیکھتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اچھا خواب دیکھا۔ فاطمہ کی اولاد کو تم دودھ پلاؤ گی۔" (ابن ماجہ، صفحہ ۲۸۰)

عضو سے اشارہ اولاد کی طرف ہے اور گھر میں دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گھر میں اس کا رہنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ بچہ کا رہنا پرورش اور دودھ پلانے کے لیے ہی ہو سکتا ہے۔

﴿۱۱۰﴾ چند خوابوں کی تعبیریں

حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں احادیث سے ماخوذ چند تعبیریں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ہم چند تعبیریں نقل کرتے ہیں۔

① خواب میں محل کا دیکھنا۔ دیندار دیکھے تو عمل صالح کی طرف اشارہ ہے' غیر دیندار دیکھے تو قید اور تنگی کی طرف اشارہ ہے۔ اور محل میں داخل ہونا شادی کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۱۶)

② خواب میں وضو کرتے ہوئے دیکھنا کسی اہم کام کے ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر وضو مکمل کیا ہے تو اس کی تکمیل اور اگر ادھورا چھوڑا ہے تو اس کے ناقص ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۱۷)

③ خواب میں کعبہ کا طواف' حج اور نکاح کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۱۷)

④ پیالہ کا دیکھنا عورت یا عورت کی جانب سے مال ملنے کی طرف اشارہ ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۲۰)

⑤ جس نے خواب میں کوئی بڑی تلوار دیکھی' اندیشہ ہے کہ کسی فتنہ میں پڑے گا' تلوار پانے سے اشارہ ہے حکومت یا ولایت یا اونچی ملازمت کی طرف۔ تلوار کو میان میں کر لینا اشارہ ہے شادی کی طرف۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۲۷)

⑥ خواب میں قمیص پہنتے دیکھنا دین کی جانب اشارہ ہے' جس قدر لمبی قمیص اور بڑی دیکھے گا اسی قدر دین اور عمل صالح کی زیادتی کی جانب اشارہ ہوگا۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۹۵)

⑦ شاداب باغیچے کی تعبیر بھی دین اسلام سے ہے' کبھی ہرے بھرے باغ کی تعبیر علمی کتابوں سے بھی ہوتی تھی۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۹۷)

⑧ عورتوں کا دیکھنا حصول دنیا اور کبھی وسعت رزق کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۴۰۰)

بسا اوقات عورتوں کا دیکھنا اور اس سے لطف وحظ حاصل کرنا یہ شیطانی خواب ہوتا ہے' اس کی کوئی تعبیر نہیں جیسا کہ عموماً نئی عمر والوں کو ہوتا ہے۔

﴿۱۱۱﴾ نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا' پس اس نے مجھ ہی کو دیکھا' شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا' تحقیق اس نے مجھے بیداری میں دیکھا۔ (دارمی' کنز العمال' جلد ۱۹' صفحہ ۲۷۴)

ابوبکر اصفہانی نے بیان کیا کہ سعد بن قیس نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو روحوں میں محمد ﷺ کی روح پر' جسموں میں محمد ﷺ کے جسم پر' قبروں میں محمد ﷺ کی قبر پر درود پڑھے گا' وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا قیامت میں مجھے دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی سفارش کروں گا' اور جس کی میں سفارش کروں گا وہ میرے حوض سے پانی پیئے گا اور اللہ جل شانہ اس کے بدن کو جہنم پر حرام فرما دیں گے۔ (القول البدیع السخاوی' صفحہ ۲۳' فضائل درود' صفحہ ۵۱)

فائدہ: نبی پاک ﷺ کو خواب میں دیکھنا بڑی مبارک بات ہے۔ ہر مومن بندہ کو اس امر عظیم کا اشتیاق رہتا ہے' کتنے ایسے برگزیدہ

بندے جو تمنا لیے اس دنیا سے رخصت ہو گئے، مگر ان کو یہ دولت میسر نہیں آئی۔ خیال رہے کہ خواب میں آپ ﷺ کا دیدار ہونا ضرور ایک اچھی اور قابلِ رشک و تعریف کی بات ہے، مگر نہ ہونا دین کے نقص اور خلل کی بات نہیں۔

خواب میں اگر آپ ﷺ کو اس شکل مبارک میں دیکھا ہے جو احادیث پاک میں مذکور ہے، تو حقیقتاً آپ ﷺ ہی کو دیکھا، اگر کچھ معمولی فرق کے ساتھ دیکھا ہے تو آپ کا مثل ہے۔ ایسے خواب کو "اضغاث" خوابہائے پریشان میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

(فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۸۶)

اگر ایسی حالت میں دیکھا جو آپ ﷺ کے خلاف تھی تو یہ دیکھنے والے کا قصور ہے۔ مثلاً خلاف سنت لباس میں دیکھا۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس حالت میں بھی آپ کو دیکھا بشارت خواب کا مستحق ہوگا۔ (فتح الباری، صفحہ ۳۸۸)

اگر آپ کو خلاف سنت و خلاف شرع حکم کرتے ہوئے دیکھا تو یہ دیکھنے والے کا قصور ہے۔ اور خوابی حکم ظاہری اُصول شرع کے مطابق خلاف سنت یا خلاف شرع رہے گا۔ مثلاً حکم کرتا دیکھا کہ کوٹ پتلون پہنو، یا فلاں کو قتل کر دو یا شراب پیو، تو اس پر عمل کرنا درست نہ ہو گا۔ یہ دراصل اس کے خیالات کا آئینہ ہے، جو متصور ہوا ہے۔ (فتح الباری، صفحہ ۳۸۶)

اسی طرح خواب سے احکام شریعت ثابت نہیں ہوتے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۸۸)

مناوی نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو غیر معروف صفت پر دیکھنے والا بھی آپ ﷺ ہی کو دیکھنے والا ہے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۲۳)

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ بعد الموت آپ ﷺ کے مخصوص دیدار مبارک سے نوازا جائے گا۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۸۵)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو مسکراتا دیکھا اسے اتباع سنت کی توفیق ہوگی۔ (جمع، صفحہ ۲۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس نے خواب میں مجھ کو دیکھا اس نے حقیقۃً مجھ ہی کو دیکھا، اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ (شمائل ترمذی، صفحہ ۳۰)

فائدہ: حق تعالیٰ جل شانہٗ نے جیسا کہ عالم حیات میں حضور اقدس ﷺ کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا ایسے ہی وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ کی صورت بنا سکے۔ (خصائل، صفحہ ۳۸۷)

کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک سنایا جو مجھے خواب میں دیکھے، وہ حقیقۃً مجھ ہی کو خواب میں دیکھتا ہے۔ اس لیے کہ شیطان میرا شبیہ نہیں بن سکتا۔ کلیب کہتے ہیں میں نے اس حدیث کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ مجھے خواب میں زیارت ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خیال آیا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے اس خواب کی صورت کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صورت کے بہت مشابہ پایا، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تصدیق فرمائی کہ واقعی حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بہت مشابہ تھے۔ (فتح الباری، جلد ۱۲، صفحہ ۳۸۹)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرات انبیاء اور فرشتوں کی شکل میں شیطان نہیں آسکتا۔ (جمع، صفحہ ۲۳۲)

فائدہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ سینہ اور اس کے اوپر کے بدن کا حصہ تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس ﷺ کے مشابہ تھا اور بدن کے نیچے کا حصہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس ﷺ کے زیادہ مشابہ تھا۔ (خصائل، صفحہ ۳۸۸)

﴿۱۱۲﴾ زیارت متبرک کے کچھ فوائد و تعبیرات

جس نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا، اس کے صلاح و کمال دین کی علامت ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو خواب میں دیکھنا صلاح

تقویٰ' کمالِ مرتبہ اور فلاح کی علامت ہے۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۸۷)

جس نے آپ ﷺ کو خواب میں مسکراتا ہوا دیکھا اسے اتباع و احیاء سنت کی بیش بہا دولت ملے گی۔ جس نے آپ کو غصہ و غیظ کی حالت میں دیکھا اس کے دین میں نقصان یا اس سے دین میں نقصان کی علامت ہے۔ "اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ" (جمع' صفحہ ۲۴۳)

آپ ﷺ کو خواب میں دیکھنا اسلام پر موت اور آخرت میں ملاقات اور زیارت کی علامت ہے۔ (جمع' صفحہ ۲۴۳)

جو آپ کو خواب میں دیکھے گا' مرنے کے بعد اسے خصوصی زیارت کا شرف ملے گا۔ (فتح الباری' جلد ۱۲' صفحہ ۳۸۵)

آپ ﷺ کی زیارتِ پاک قیامت میں شفاعت و سفارش کی علامت ہے۔ (القول البدیع' صفحہ ۴۳)

ابن سیرین نے بیان کیا اگر مدیون آپ کی زیارت کرے گا' تو قرضہ ادا ہوگا۔ مریض زیارت کرے گا تو مرض سے شفاء پائے گا۔ اگر ظلم کے مقام میں دیکھے گا تو عدل و انصاف کا زمانہ آئے گا' اگر جنت کے موقع پر دیکھے گا تو غلبہ کی علامت ہے۔ (منتخب الکلام جلد ۱' صفحہ ۵۷)

﴿۱۱۳﴾ خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کے حصول کا بیان

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترغیب اہل السعادۃ میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نفل نماز ادا کرے' ہر رکعت میں گیارہ (۱۱) بار آیۃ الکرسی اور گیارہ (۱۱) بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور سو (۱۰۰) بار درود شریف سلام کے بعد پڑھے۔ انشاء اللہ تین جمعہ گزرنے نہ پائیں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ درود شریف یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ

اسی طرح شیخ نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے۔ اور ہر رکعت میں الحمد للہ کے بعد ۲۵ مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اور سلام کے بعد یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے' زیارت نصیب ہوگی۔ وہ درود شریف یہ ہے: "صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ"

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد باوضو ایک پرچہ پر محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ ۳۵ مرتبہ لکھے۔ اور اس پرچہ کو اپنے ساتھ رکھے۔ اللہ جل شانہٗ اس کو طاعت پر قوت عطا فرماتے ہیں' برکت میں مدد فرماتے ہیں' شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتے ہیں' اور اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوعِ آفتاب کے بعد درود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی پاک ﷺ کی زیارت خواب میں بکثرت ہوا کرے گی۔ (فضائل درود شریف' صفحہ ۵۳)

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قولِ بدیع میں بیان کیا ہے کہ جو اس درود شریف کو پڑھے گا خواب میں دیکھے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْهِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ ۝ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ ۝ (صفحہ ۱۳۰)

﴿۱۱۴﴾ زبیدہ ملکہ کی بخشش

زبیدہ خاتون ایک نیک ملکہ تھی۔ اس نے نہرِ زبیدہ بنوا کر مخلوقِ خدا کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اپنی وفات کے بعد وہ کسی کو خواب میں نظر آئی۔ اس نے پوچھا کہ زبیدہ! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟ زبیدہ نے جواب دیا کہ اللہ رب العزت نے بخشش فرما دی۔ خواب دیکھنے والے نے کہا کہ آپ نے نہرِ زبیدہ بنوا کر مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچایا' آپ کی بخشش تو نہیں ہی تھی۔ زبیدہ خاتون نے کہا' نہیں! نہیں! جب نہرِ زبیدہ والا عمل پیش ہوا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ کام تو تم نے خزانے کے پیسوں سے کروایا۔ اگر خزانہ نہ ہوتا تو نہر بھی نہ بنتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے لیے کیا عمل کیا۔ زبیدہ نے کہا کہ میں تو گھبرا گئی کہ اب کیا بنے گا۔ مگر اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی

فرمائی۔ مجھ سے کہا گیا کہ تمہارا ایک عمل ہمیں پسند آ گیا۔ ایک مرتبہ تم بھوک کی حالت میں دسترخوان پر بیٹھی کھانا کھا رہی تھیں کہ اتنے میں اللہ اکبر کے الفاظ سے اذان کی آواز سنائی دی۔ تمہارے ہاتھ میں لقمہ تھا' اور سر سے دوپٹہ سرکا ہوا تھا' تم نے لقمے کو واپس رکھا' پہلے دوپٹے کو ٹھیک کیا' پھر لقمہ کھایا' تم نے لقمہ کھانے میں تاخیر میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی اس لیے ہم نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

﴿۱۱۵﴾ ایک لوہار کا واقعہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا' بال بچوں کی کثرت کی وجہ سے وہ سارا دن کام میں لگا رہتا۔ اس کی عادت تھی کہ اگر اس نے ہتھوڑا ہاتھ میں اُٹھایا ہوتا کہ لوہا کوٹ سکے اور اسی دوران اذان کی آواز آ جاتی تو وہ ہتھوڑا لوہے پر مارنے کے بجائے اسے زمین پر رکھ دیتا اور کہتا کہ اب میرے پروردگار کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے۔ میں پہلے نماز پڑھوں گا' پھر کام کروں گا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو کسی کو خواب میں نظر آیا' اس نے پوچھا کہ کیا بنا؟ کہنے لگا کہ مجھے امام احمد بن حنبل کے نیچے والا درجہ عطا کیا گیا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارا علم اور عمل اتنا تو نہیں تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے نام کا ادب کرتا تھا اور اذان کی آواز سنتے ہی کام روک دیتا تھا تاکہ نماز ادا کروں۔ اس ادب کی وجہ سے اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرمادی۔

﴿۱۱۶﴾ خواب میں اذان دینا عزت بھی اور ذلت بھی

امام ابن سیرین کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ خواب کی حالت میں اذان دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے عزت نصیب ہوگی' کچھ عرصے کے بعد اُس شخص کو عزت ملی۔ دوسرے شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ اذان دے رہا ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ تجھے ذلت ملے گی۔ وہ شخص کچھ عرصہ بعد چوری کے جرم میں گرفتار ہوا' اس کے ہاتھ کاٹے گئے۔ ابن سیرین کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ حضرت دونوں نے ایک جیسا خواب دیکھا' مگر تعبیر مختلف کیوں ہوئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب پہلے نے اذان دیتے ہوئے دیکھا تو میں نے اُس شخص میں نیکی کے آثار دیکھے تو مجھے قرآن کی یہ آیت سامنے آئی: ﴿وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ (سورۃ الحج: آیت ۲۷) ''اور پکار دے لوگوں کو حج کے واسطے۔'' میں نے تعبیر دی کہ اسے عزت ملے گی۔ جب دوسرے نے خواب سنایا تو اس کے اندر فسق و فجور کے آثار تھے' مجھے قرآن مجید کی یہ آیت سامنے آئی ﴿ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ﴾ (سورۂ یوسف: آیت ۷۰) ''پھر پکارا پکارنے والے نے' اے قافلہ والو! تم تو البتہ چور ہو۔'' پس میں نے تعبیر یہ لی کہ اس شخص کو ذلت ملے گی' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

﴿۱۱۷﴾ مسجد کے آداب

(ہماری جماعتیں بہت اہتمام سے یہ مضمون پڑھیں)

مسجدیں' اللہ کے گھر ہیں اور اس کے دربار ہیں۔ دربار شاہی کے کچھ آداب ہوتے ہیں' ان آداب کی خلاف ورزی کرنے والا گستاخ سمجھا جاتا ہے' اور ان آداب کی رعایت رکھنے والا بادشاہ کا مقرب بھی ہوتا ہے اور اس کے کام بھی بنتے ہیں اور اس کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ قرآن و حدیث میں مساجد کے آداب و احکام بیان ہوئے ہیں کہ مساجد میں کیا کرنا ہے اور کن چیزوں سے احتیاط کرنا ہے۔ ہماری جماعتیں عام طور سے ان آداب کا خیال نہیں رکھتی ہیں' اس لیے تفصیل سے آدابِ مسجد بیان کیے جاتے ہیں تاکہ جماعتوں میں جانے والے ان آداب کا خاص خیال رکھیں۔

① خدا کی نظر میں روئے زمین کا سب سے بہترین حصہ وہ ہے جہاں مسجد تعمیر ہو' خدا سے پیار رکھنے والے کی پہچان یہ ہے کہ وہ مسجد سے بھی پیار رکھے۔ قیامت کے خوفناک دن میں خدا اُس شخص کو اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظِلِّہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ وَفِیْھِمْ رَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ فِیْ ○ (متفق علیہ ٗریاض الصالحین ٗباب فضل البکاء من خشیۃ اللہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کے سائے میں رکھیں گے' جس دن کہ اس کے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا ان ہی میں ایک وہ شخص ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔

② فرض نمازیں ہمیشہ مسجد میں جماعت سے پڑھیے' مسجد میں جماعت اور اذان کا باقاعدہ نظم رکھیے اور مسجد کے نظام سے اپنی پوری زندگی کو منظم کیجئے۔ مسجد ایک ایسا مرکز ہے کہ مؤمن کی پوری زندگی اسی کے گرد گھومتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِلْمَسَاجِدِ اَوْتَادًا اَلْمَلَائِکَۃُ جُلَسَاؤُھُمْ اِنْ غَابُوْا یَفْتَقِدُوْنَھُمْ' وَاِنْ مَرِضُوْا عَادُوْھُمْ' وَاِنْ کَانُوْا فِیْ حَاجَۃٍ عَانُوْھُمْ' وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَلِیْسُ الْمَسْجِدِ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ: اَخٌ مُسْتَفَادٌ اَوْ کَلِمَۃٌ مُحْکَمَۃٌ اَوْ رَحْمَۃٌ مُنْتَظِرَۃٌ ○ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہیں وہ مسجدوں کے کھونٹے ہیں' فرشتے ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں' اگر وہ مسجدوں میں موجود نہ ہوں تو فرشتے انہیں تلاش کرتے ہیں' اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسجد میں بیٹھنے والا تین فائدوں میں سے ایک فائدہ حاصل کرتا ہے۔ کسی بھائی سے ملاقات ہوتی ہے' جس سے کوئی دینی فائدہ ہو جاتا ہے یا کوئی حکمت کی بات سننے کو مل جاتی ہے' یا اللہ کی رحمت مل جاتی ہے' جس کا ہر مسلمان کو انتظار رہتا ہے۔

③ مسجد کو صاف ستھرا رکھیے' مسجد میں جھاڑو دیجئے' کوڑا کرکٹ صاف کیجئے' خوشبو سلگایئے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ امْرَاَۃً سَوْدَاءَ کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَفَقَدَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' فَسَاَلَ عَنْھَا بَعْدَ اَیَّامٍ' فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھَا مَاتَتْ فَقَالَ فَھَلَّا آذَنْتُمُوْنِیْ' فَاَتٰی قَبْرَھَا فَصَلّٰی عَلَیْھَا○ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو لگاتی تھی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دنوں تک اس عورت کو نہیں پایا' تو اس کے بارے میں سوال کیا۔ حضور سے کہا گیا کہ اُس کا تو انتقال ہو چکا ہے' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے کیوں خبر نہ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور نماز پڑھی۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِی الدُّوْرِ' وَاَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَیَّبَ○ (رواہ احمد و ترمذی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائیں' مسجدوں کو صاف ستھرا رکھیں اور مسجدوں میں خوشبو سلگائیں۔

④ مسجد میں سکون سے بیٹھیے اور دنیا کی باتیں نہ کیجئے۔ مسجد میں شور مچانا' ٹھٹھا مذاق کرنا' بازار کا بھاؤ پوچھنا اور بتانا' دنیا کے حالات پر تبصرہ کرنا' اور خرید و فروخت کا بازار گرم کرنا مسجد کی بے حرمتی ہے۔ مسجد خدا کی عبادت کا گھر ہے' اس میں صرف عبادت کیجئے۔ اسی طرح مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں کو نہ لے جایئے جو مسجد کے احترام کا شعور نہ رکھتے ہوں' اور مسجد میں پیشاب پاخانہ کریں یا تھوکیں۔ اسی طرح مسجد میں تیر اور تلوار نہ نکالیں۔

عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَمَجَانِیْنَکُمْ وَشِرَاءَکُمْ وَبَیْعَکُمْ وَخُصُوْمَاتِکُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِکُمْ وَاِقَامَۃَ حُدُوْدِکُمْ وَسَلَّ سُیُوْفِکُمْ ...... (ابن ماجہ ٗباب یکرہ فی المسجد)

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجدوں سے دور رکھو (یعنی مسجدوں میں نہ لے جاؤ) اپنے بچوں کو' مجنونوں کو' خرید و فروخت کو' جھگڑوں کو' شوروغل کو' حدود قائم کرنے کو' اور تلواروں کے نکالنے کو۔

⑤ مسجد میں تھوکنے سے احتیاط کرو۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا○

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور (اگر تھوک دیا تو) اس کا کفارہ اس تھوک کو صاف کرنا ہے۔

⑥ اگر آپ کی کوئی چیز کہیں باہر گم ہوجائے تو اس کا اعلان مسجد میں نہ کیجئے۔

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَارَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ○

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو اس کو بددعا دو اور کہو کہ اللہ یہ چیز تجھے واپس نہ کرے۔

⑦ مسجد کو گزرگاہ نہ بنایئے' مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کے بعد مسجد کا یہ حق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں یا بیٹھ کر ذکر تلاوت کریں۔

⑧ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھیے اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجئے' پھر یہ دعا پڑھیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو پہلے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ○ (مسلم)

اے خدا! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نفل پڑھیے' اس نفل کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں' اسی طرح جب بھی سفر سے واپسی ہو تو سب سے پہلے مسجد پہنچ کر دو رکعت نفل پڑھیے اور اس کے بعد اپنے گھر جائیے' نبی کریم ﷺ جب بھی سفر سے واپس ہوتے تو پہلے مسجد میں جا کر نفل پڑھتے اور پھر اپنے گھر تشریف لے جاتے۔

⑨ مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر رکھیے اور یہ دُعا پڑھیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ○ (مسلم)

اے خدا! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

⑩ مسجد میں باقاعدہ اذان اور نماز باجماعت کا نظم قائم کیجئے۔ اور موذن اور امام ان لوگوں کو بنایئے جو اپنے دین و اخلاق میں بحیثیت مجموعی سب سے بہتر ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو کوشش کیجئے کہ ایسے لوگ اذان اور امامت کے فرائض انجام دیں جو معاوضہ نہ لیں' اور اپنی خوشی سے اجر آخرت کی طلب میں ان فرائض کو انجام دیں۔

⑪ اذان کے بعد یہ دعا پڑھیں' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سُن کر یہ دعا مانگی' قیامت کے روز وہ میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ○

(البخاری)

ترجمہ: اے اللہ! اس کامل دعوت اور اس کھڑی ہونے والی نماز کے مالک محمد ﷺ کو اپنا قرب اور فضیلت عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔

⑫ مؤذن جب اذان دے رہا ہو تو اس کے کلمات سُن سُن کر آپ بھی دہرایئے البتہ جب وہ "حي على الصلوٰة" اور "حي على الفلاح" کہے تو اس کے جواب میں کہیے: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اور فجر کی اذان میں جب مؤذن "اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہے تو جواب میں یہ کلمات کہے: صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ۔

⑬ تکبیر کہنے والا جب "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ" کہے تو جواب میں یہ کلمات کہیے: "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" خدا اسے ہمیشہ قائم رکھے۔"

⑭ ہوشیار بچوں کو اپنے ساتھ مسجد میں لے جایئے' ماؤں کو چاہیے کہ وہ ترغیب دے دے کر بھیجیں تا کہ بچوں میں شوق پیدا ہو اور مسجد میں ان کے ساتھ نہایت نرمی' محبت اور شفقت کا سلوک کیجیے۔

⑮ مسجد میں ڈرتے لرزتے جایئے اور داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہیے اور خاموش بیٹھ کر اس طرح ذکر کیجئے کہ خدا کی عظمت و جلال آپ کے دل پر چھایا ہوا ہو' ہنستے بولتے غفلت کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا' غافلوں اور بے ادبوں کا کام ہے' جن کے دل خدا کے خوف سے خالی ہیں۔ بعض لوگ امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے اور رکعت پانے کے لیے مسجد میں دوڑتے ہیں' یہ مسجد کے احترام کے خلاف ہے' رکعت ملے نہ ملے' سنجیدگی' وقار اور عاجزی کے ساتھ مسجد میں چلیے اور بھاگ دوڑ سے پرہیز کیجیے۔

⑯ مسجد میں نماز کے لیے ذوق وشوق سے جایئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو لوگ صبح کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتے ہیں قیامت میں ان کے ساتھ کامل روشنی ہوگی' اور یہ بھی فرمایا: نماز باجماعت کیلئے مسجد میں جانے والے کا ہر قدم ایک نیکی کو واجب کرتا اور ایک گناہ کو مٹاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

⑰ بعض لوگ مساجد میں اپنے موبائل چارج کرتے ہیں' یہ صحیح نہیں ہے' کیونکہ مسجد کی تمام چیزیں موقوفہ ہیں' اور اس طرح کی حرکت کرنا خیانت ہے' اگر چارج کرنا ضروری ہو تو مسجد کے اطراف سے کسی دوکان میں چارج کرلیں اور اگر مسجد ہی میں چارج کرلیا تو اندازہ سے اتنی رقم مسجد میں دے دے۔ اسی طرح مسجد میں داخل ہونے سے پہلے موبائل بند کردیں' اس لیے کہ اس کی گھنٹی سے نمازیوں کی نمازوں میں خلل واقع ہوگا۔

⑱ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص باوضو فرض نماز کے لیے چل کر مسجد جاتا ہے اس کا ثواب محرم حاجی کی طرح ہوتا ہے اور جو چاشت کی نماز کی غرض سے چل کر جاتا ہے اور صرف چاشت کی نماز کا ارادہ ہی اس کو کھڑا کرتا ہے' اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ہوتا ہے۔ اور (ایک) نماز کے پیچھے (دوسری) نماز علیین میں لکھ دی جاتی ہے۔ بغوی اور طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث مذکور ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے جو شخص فرض نماز کے لیے پیدل چل کر مسجد گیا تو یہ نماز نفل کی حج طرح ہوگی' اور جو شخص نفل نماز کے لیے پیدل چل کر گیا تو یہ نماز نفل عمرہ کی طرح ہوگی۔ (تفسیر مظہری' جلد ۸' صفحہ ۳۸۲)

⑲ اذان واقامت سننے کی حالت میں نہ کلام کرے نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے (یعنی مناسب نہیں ہے اور خلاف اولیٰ ہے)۔ اذان اور اقامت کے وقت قرآن شریف بھی نہ پڑھے اور اگر پہلے سے پڑھ رہا ہے تو پڑھنا چھوڑ کر اذان یا اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو یہ افضل ہے اور اگر پڑھتا رہے تب بھی جائز ہے۔ اگر اقامت کے وقت دعا میں مشغول ہو تو مضائقہ نہیں۔ (فضائل اذان واقامت' مصنفہ: عبدالرحمٰن ہاشمی)

⑳ مسجد میں اجازت کے بغیر پنکھا اور لائٹ استعمال نہ کرے۔

﴿۱۱۸﴾ حدیث اور صاحب کا مقام رفیع

حدیث قدسی میں وارد ہے: "لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔"

(اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا ہی نہ کرتا)۔

یعنی اگر محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری نہ ہوتی تو یہ جن و بشر، شمس و قمر، شجر و حجر، بحر و بر، پھولوں کی مہک، چڑیوں کی چہک، سبزے کی لہک، ساہ و سمک، رفعت و پستی، خوشحالی و بدحالی، زمین کی نرمی، سورج کی گرمی، دریا کی روانی، کواکب آسمانی، خزاں و بہار، بیابان و مرغزار، نباتات و جمادات، جواہر و معدنیات، جنگل کے درندے، ہوا کے پرندے، غرض کائنات کی کسی چیز کا نام و نشان نہ ہوتا۔ فخر موجودات سید الاولین محبوب رب العالمین ﷺ وہ ذات ستودہ صفات ہیں کہ:

① جن کی خاطر کائنات ہست و بود کو وجود ملا۔
② جن کی برکت سے انسانیت کو شعور ملا۔
③ جن کے گلے میں لولاک کا ہار پہنایا گیا۔
④ جن کو (رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) کا تاج پہنایا گیا۔
⑤ جن کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سیادت کا تمغہ ملا۔
⑥ جن کا کلمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر کندہ تھا۔
⑦ جن کے حسن و جمال کا پرتو حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا۔
⑧ جن کے صبر کا نمونہ حضرت ایوب علیہ السلام کو ملا۔
⑨ جن کے قرب کا ایک لحظہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مکالمات کی صورت میں ملا۔
⑩ جن کے مرتبے کا ایک حصہ حضرت ہارون علیہ السلام کو وزارت کی صورت میں ملا۔
⑪ جن کی نعت کا ایک مصرع حضرت داؤد کا نغمہ بنا۔
⑫ جن کی عفت کا شمہ عصمتِ یحییٰ علیہ السلام کو جلوہ بنا۔
⑬ جن کے دفترِ حکمت کی ایک سطر حضرت لقمان کو نصیب ہوئی۔
⑭ جن کی رفعت و بلندی کی ایک جھلک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصیب ہوئی۔
⑮ جن کا وجودِ مسعود دعائے خلیل اور نوید مسیحا بنا۔
⑯ جن کی آمد کی برکت سے لشکر ابرہہ "كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ" بنا۔
⑰ جن کی ولادت باسعادت سے فارس کے آتش کدے بجھے۔
⑱ جن کو بعثت سے ہی صادق امین کا لقب ملا۔
⑲ جن کی انگشت مبارک کے اشارے پر چاند دولخت ہوا۔
⑳ جن کی رسالت کی گواہی جمادات نے بھی دی۔
㉑ جن کے حصے میں معراج کی عظمت آئی۔
㉒ جن کے درِ اقدس کے خاک نشین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنے۔
㉓ جن کے خرمنِ ایمان کے ریزہ چیں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بنے۔
㉔ جن کے حیاء کی کرن سے عثمان رضی اللہ عنہ ذی النورین بنے۔
㉕ جن کے بحرِ علم کے چھینٹوں سے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ باب العلم بنے۔
㉖ جن کے شہر کو رب کائنات نے "بلد امین" کہا۔
㉗ جن پر نازل ہونے والی کتاب کو "کتاب مبین" بتلایا۔
㉘ جن پر رب کریم اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔
㉙ جن کی امت کو خیر الامم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس خاصہ خاصانِ رسل کے آداب بجالانے کی تاکید کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ (سورۂ فتح: آیت ۸، ۹)

"یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ (اے مسلمانو!) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور ان کا ادب کرو۔"

﴿۱۱۹﴾ حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ادب

وہ شاہِ اُمم، وہ سراپا جود و کرم، وہ ماہِ فضل و کمال، وہ سراپا حسن و جمال کہ:

۳۰ جن کی آمد کی خوشخبری ہر الہامی کتاب میں دی گئی۔ ۳۱ جن کے نورِ ولادت نے دنیا کو جگمگایا۔

۳۲ جن کے حسن و جمال کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا۔ ۳۳ جن کے لعابِ مبارک نے کڑوے پانی کو میٹھا کر دیا۔

۳۴ جن کی مبارک انگلیوں سے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ ۳۵ جن کی چشم مبارک اگر محوِ خواب ہوتی تو بھی دل مبارک بیدار رہتا۔

۳۶ جن کا مبارک پسینہ مشک و عنبر سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ ۳۷ جن کے جسم اطہر پر مکھی بھی نہ بیٹھتی تھی۔

۳۸ جن کی ولادت باسعادت پر شیاطین کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا۔

۳۹ جن کا قرین اور موکل جن بھی مسلمان ہو گیا۔ ۴۰ جن پر درود و سلام بھیجنا امت کے لیے واجب کر دیا گیا۔

۴۱ جن کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ ۴۲ جن کے سر پر نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ کا تاج سجایا گیا۔

۴۳ جن کے حجرہ اور منبر کا درمیانی حصہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۴۴ جن کو قیامت کے دن مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔ ۴۵ جن کو حوضِ کوثر کا والی بنایا جائے گا۔

۴۶ جن کی اُمت قیامت کے دن سب امتوں سے زیادہ ہو گی۔ ۴۷ جن سے دین کی تبلیغ پر قیامت کے دن گواہی طلب کی جائے گی۔

۴۸ جن پر نازل ہونے والی کتاب، جنت میں بھی پڑھی جائے گی۔ ۴۹ جن کی زبان عربی اہل جنت کی زبان بنا دی جائے گی۔

۵۰ جن کے خیر مقدم کے لیے کائنات کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ بقول شخصے:

کتابِ فطرت کے سرِ ورق پر جو نامِ احمد ﷺ رقم نہ ہوتا — تو نقشِ ہستی اُبھر نہ سکتا وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا

زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا — یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہِ اُمم نہ ہوتا

قاضی عیاض رحمہ اللہ کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں کہ وہ تمام چیزیں جن کو سیدنا رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہے، اُن کی تعظیم و تکریم کرنا، حرمین میں آپ ﷺ کے مشاہد و مساکن کی تعظیم کرنا اور وہ چیزیں جو آپ ﷺ کے نام سے پکاری جاتی ہوں یا جن کو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے چھوا ہو، اُن سب کا ادب و اکرام کرنا درحقیقت نبی کریم ﷺ ہی کے اکرام میں داخل ہے۔ سلف صالحین کا دستور تھا کہ جن محفلوں میں حدیث نبوی سنی یا سنائی جاتی ان محفلوں میں باادب اور باوقار بیٹھتے، جس طرح صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں باادب ہو کر بیٹھتے تھے۔ یہ سب اس لیے تھا کہ وہ حدیث رسول کے ادب کو درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا ادب تصور کرتے تھے۔

﴿۱۲۰﴾ حدیث مبارک پڑھنے یا پڑھانے اور سننے یا سنانے کی مجالس کے چند آداب

① افضل درجہ تو یہ ہے کہ غسل کر لیا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم باوضو ہو کر شاملِ مجلس ہونا۔

② جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا۔ ③ دوزانو ہو کر بیٹھنا۔

④ پڑھنے والے کے لیے حدیث مبارک اونچی جگہ پر بیٹھ کر پڑھنا۔

⑤ جب حدیث مبارک پڑھی جائے تو آواز کو پست رکھنا۔ ⑥ سننے والوں کے لیے حدیث مبارک خاموشی سے سننا۔

⑦ حدیث مبارک پڑھنے یا پڑھانے کے دوران اگر کوئی مہمان بھی آ جائے تو اس کی تعظیم کے لیے نہ اٹھنا۔

⑧ اگر کوئی حدیث مبارک پہلے پڑھی یا سنی ہو تو اسے بھی اس طرح پوری توجہ سے سننا جیسے پہلی دفعہ سن رہا ہو۔

﴿۱۲۱﴾ حدیث شریف کے ادب کے تعلق سے چند واقعات

پہلا واقعہ:

ایک شخص نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو سبز رنگ کا نہایت خوبصورت جوتا ہدیہ پیش کیا' آپ نے ہدیہ کو سنت کی نیت سے قبول تو فرما لیا مگر جوتے کو استعمال نہ کیا۔ کسی کے پوچھنے پر فرمایا: قاسم کو زیب نہیں دیتا کہ گنبد خضریٰ کا رنگ بھی سبز ہو اور میرے جوتے کا رنگ بھی سبز ہو' سبز رنگ کا جوتا پہننا میرے نزدیک بے ادبی ہے۔

دوسرا واقعہ:

کسی شخص نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک کپڑا پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ مدینہ منورہ سے لایا ہوں۔ آپ نے اُس کپڑے کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ ایک طالب علم نے کہا: حضرت! یہ تو غیر ملکی کپڑا ہے' مدینے کا بنا ہوا تو نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا: جس ملک کا بھی بنا ہوا ہو' اسے دیار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوا تو لگی ہے۔ عشق نبوی اور ادب نبوی کی کتنی عمدہ مثال ہے۔

تیسرا واقعہ:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام عبدالرحمٰن بن مہدی (المتوفی ۱۹۸ھ) کا یہ معمول تھا کہ جب ان کے سامنے حدیث پاک پڑھی یا سنائی جاتی تو وہ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے (لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ) کہ اپنی آوازوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو' اور یہ بھی فرماتے کہ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت خاموش رہنا اسی طرح لازم ہے' جس طرح آپ کے دنیا میں ارشاد فرماتے وقت لازم تھا۔ (مدارج النبوۃ)

چوتھا واقعہ:

رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۳ ہجری) بیمار ہونے کی وجہ سے ایک پہلو پر لیٹے ہوئے تھے' اتنے میں ایک شخص نے ان سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا: وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئے اور حدیث بیان کی۔ سائل نے کہا کہ آپ نے اتنی تکلیف کیوں کی۔ فرمایا: میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کروٹ کے بل لیٹے لیٹے بیان کروں۔ (مدارج النبوۃ' جلد ۱ صفحہ ۵۴۱)

پانچواں واقعہ:

جب لوگ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آتے تو ایک خادمہ ان لوگوں سے پہلے دریافت کرتی کہ حدیث مبارک کے لیے آئے ہو یا فقہی مسائل معلوم کرنے کے لیے؟ اگر وہ کہتے کہ مسائل معلوم کرنے کے لیے آئے ہیں تو امام مالک فوراً نکل آتے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث مبارک کی سماعت کے لیے آئے ہیں' تو امام مالک غسل کر کے خوشبو لگاتے اور نیا لباس زیب تن کر کے باہر تشریف لاتے۔ آپ کے لیے ایک تخت بچھایا جاتا جس پر بیٹھ کر آپ حدیث بیان فرماتے۔ اثنائے روایت مجلس میں عود (خوشبو) کی دھونی دی جاتی۔ کسی طالب علم نے اس اہتمام کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اس طرح سیّدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

چھٹا واقعہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ درسِ حدیث میں مشغول تھے کہ انہیں سخت پیاس کی وجہ سے حلق اتنا خشک محسوس ہوا کہ بولنا

بھی مشکل ہوگیا۔ انہوں نے ایک طالب علم سے فرمایا: پانی لے آؤ۔ طالب علم جب گھر پہنچا اور پینے کے لیے پانی طلب کیا تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا ''افسوس! ہمارے خاندان سے علم رخصت ہوگیا۔'' اہلیہ صاحبہ نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں' چنانچہ انہوں نے پانی کے گلاس میں سرکہ ملا کر بھیجا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پی لیا اور انہیں پتہ ہی نہ چلا کہ پانی میں سرکہ ملا ہوا ہے۔ جب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ صورتحال معلوم ہوئی تو فرمایا: ''الحمدللہ! ابھی ہمارے خاندان میں علم باقی ہے۔''

ساتواں واقعہ:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ادب کی وجہ سے امام اعظم بنے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے' جب بھی ان کی والدہ صاحبہ کو مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ ایک سن رسیدہ فقیہ سے دریافت کرتیں' ایسے موقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود نکیل پکڑ کر پیدل چلتے۔ جب لوگ دیکھتے تو ادب واحترام کی وجہ سے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام کرتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ان سے مسئلہ دریافت کرتیں' کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ معمر فقیہ کو مسئلہ کا صحیح حل معلوم نہ ہوتا تو وہ زیر لب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیتے۔ پھر اونچی آواز سے آپ کی والدہ کو بتا دیتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور ادب کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی اپنی والدہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جو مسائل آپ ان سے پوچھتی ہیں وہ میں ہی تو بتاتا ہوں۔ یہ سب اس لیے تھا کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت جس طرح مطمئن ہوتی ہے ہونی چاہیے' اس ادب واحترام کے صدقے ہی امام اعظم بنے۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ جل شانہ' ہم سب کو حدیث اور صاحب حدیث کا ادب کرنے کی بھرپور توفیق عطا فرمائے' اس لیے کہ ادب ہی سے انسان درجۂ کمال کو پہنچتا ہے اور بے ادب محروم رہتا ہے۔

﴿۱۲۲﴾ سات عجیب وغریب سوال اور سات عجیب وغریب جواب

ایک آدمی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ایک عجیب وغریب سوال کیا کہ آپ اُس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو:

① بن دیکھے گواہی دیتا ہو۔
② یہود ونصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو۔
③ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہو۔
④ مُردار کھالیتا ہو۔
⑤ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو۔
⑥ جس سے اللہ نے ڈرایا ہو اس کا خوف نہ کرتا ہو۔
⑦ فتنے کو محبوب رکھتا ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ شخص مؤمن ہے' سوال پوچھنے والا بڑا حیران ہوا' کہنے لگا: جی وہ کیسے؟ فرمایا:

① دیکھو! تم نے کہا کہ بن دیکھے گواہی دیتا ہو' تو مؤمن اپنے پروردگار کی بن دیکھے گواہی دیتا ہے۔
② دیکھو! تم نے کہا کہ یہود ونصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو' قرآن میں آیا ہے:

(وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ) (سورۃ البقرۃ: ۱۱۳)

''یہود کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں۔'' تو مؤمن ان دونوں کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔

③ دیکھو! تم نے کہا کہ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے۔ تو دیکھو! بارش اللہ کی رحمت ہے' اور بارش سے تو ہر بندہ بھاگتا ہے کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں۔
④ دیکھو! تم نے کہا کہ مردار کھاتا ہے' تو مچھلی مردہ ہوتی ہے' اس کو تو ہر بندہ مزے لے لے کر کھاتا ہے۔
⑤ دیکھو! تم نے کہا کہ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہے اس کی طرف رغبت نہیں کرتا' پس وہ جنت ہے کہ اللہ نے اس کی طرف بلایا ہے:

(وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ) مگر اس کو مشاہدۂ حق اتنا مطلوب ہے اللہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ جنت کی طرف نظر ڈالنا بھی پسند نہیں کرتا۔

⑥ دیکھو! تم نے کہا کہ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اس سے وہ ڈرتا نہیں تو وہ دوزخ ہے اس کو اپنے محبوب کی ناراضگی کی اتنی فکر رہتی ہے کہ جہنم میں جلنے کی پرواہ نہیں کرتا۔

⑦ دیکھو! تم نے کہا کہ اُسے فتنہ محبوب ہے پس اولاد کو قرآن میں فرمایا گیا: (اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) (سورۂ تغابن: آیت ۱۵) اور اولاد سے ہر شخص کو طبعی محبت ہوتی ہے۔ پس وہ شخص مؤمن ہے سوال پوچھنے والا حیران رہ گیا۔

ایک اور آدمی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ہر سوال کا جواب دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تم بھی پوچھو۔ کہنے لگا: آپ یہ بتائیں کہ پاخانہ میٹھا ہوتا ہے یا نمکین؟ آپ نے فرمایا کہ میٹھا ہوتا ہے کہنے لگا: آپ کے پاس اس کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا کہ نمکین چیز پر مکھیاں نہیں بیٹھتیں ہمیشہ میٹھی چیز پر بیٹھتی ہیں۔

﴿۱۲۳﴾ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! تیری راتیں بہت چھوٹی ہوگئی ہیں میں نے دو رکعت کی نیت کی اور تیری رات ختم ہوگئی

ایک وقت تھا کہ عورتیں سارا دن گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی تھیں اور جب رات آتی تھی تو مصلیٰ پر رات گزار دیا کرتی تھیں۔ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ سردیوں کی لمبی رات تھی عشاء کی نماز پڑھ کر دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی طبیعت میں ایسا سرور تھا ایسا مزہ تھا تلاوت قرآن میں ایسی حلاوت نصیب ہوئی کہ پڑھتی رہیں حتیٰ کہ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ صبح کا وقت ہونے کو ہے تو رونے بیٹھ گئیں اور یہ دُعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! تیری راتیں بھی چھوٹی ہوگئیں کہ میں نے دو رکعت کی نیت باندھی اور تیری رات ختم ہوگئی۔ ایک وہ عورتیں تھیں جن کو راتوں کے چھوٹا ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا آج ہماری مائیں بہنیں ہیں جن میں سے قسمت والیوں کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔

﴿۱۲۴﴾ آپ کا شوہر جب تجارت کے لیے جائے تو آپ چاشت کی نماز پڑھ کر برکت کی دعا کریں تو روزی میں برکت ہوگی

ایک وقت تھا جب کہ خاوند حضرات تجارت کے لیے گھر سے نکلا کرتے تھے تو ان کی بیویاں مصلّے پر بیٹھ کر چاشت کی نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ ان کی بیویاں اپنے دامن پھیلا کر اللہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔ اے اللہ! میرا خاوند اس وقت رزق حلال کے لیے گھر سے نکل پڑا ہے اس کے رزق میں برکت عطا فرما اس کے کام میں برکت عطا فرما عورت رو رو کر دُعا مانگ رہی ہوتی تھی اللہ تعالیٰ مرد کے کام میں برکت دے دیتے تھے۔ مسلمان معاشرے میں عورت گھر کی ملکہ کا درجہ رکھتی ہے۔ لہٰذا گھر کے ماحول کا دارومدار عورت کی دینداری پر موقوف ہوتا ہے۔ عورتیں اگر نیک طبع ہوں گی تو بچوں کو بھی دینی رنگ سے رنگ کریں گی۔ پس مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کو دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت پر بالخصوص محنت کی ضرورت ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ”مرد پڑھا فرد پڑھا عورت پڑھی خاندان پڑھا۔“ دانا یان فرنگ میں سے کسی کا قول ہے کہ ”تم مجھے اچھی مائیں دو میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔“

امت مسلمہ کو مسلمان لڑکیوں کی دینی تعلیم و تربیت پر محنت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ماں کی گود سے ہی دین کی محبت اور عمدہ اخلاق کی دولت پائیں اور اُفق عالم پر آفتاب و ماہتاب کی طرح نور برائیں۔

﴿۱۲۵﴾ پہلے زمانے میں عورتیں روٹیاں پکاتے پکاتے کئی پارے قرآن پڑھ لیا کرتی تھیں

جس طرح مرد عبادت کر کے اللہ رب العزت کا تعلق حاصل کر سکتا ہے اسی طرح عورت بھی عبادت کر کے اللہ رب العزت کا تعلق اور اس کی معرفت حاصل کر سکتی ہے۔ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا نے تنور پر روٹیاں پکوائیں اور ان کو اپنے سر پر رکھا اور چلتے ہوئے کہنے لگی' اے بہن! میرے تو تین پارے بھی مکمل ہو گئے' اور میری روٹیاں بھی پک گئیں۔ تب پتہ چلا کہ یہ عورتیں جتنی دیر روٹی پکنے کے انتظار میں بیٹھتی تھیں ان کی زبان پر قرآن جاری رہتا تھا' حتیٰ کہ اس دوران میں تین تین پارے قرآن کی تلاوت کر لیا کرتی تھیں۔

﴿۱۲۶﴾ پہلے زمانے میں مائیں بچوں کو دودھ پلاتے پلاتے کئی پارے قرآن پڑھ لیتی تھیں

آج ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں بچے کا یقین اللہ کے ساتھ بناتی ہوں؟ ہے کوئی ماں جو کہے کہ میں تو صبح شام کھانا کھلاتے ہوئے اپنے بچے کو ترغیب دیتی ہوں کہ ہر حال میں سچ بولنا ہے؟ ان چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ باپ ذرا سی نصیحت کر دے تو ماں فوراً کہتی ہے: بڑا ہو گا تو ٹھیک ہو جائے گا' حالانکہ بچپن کی بری عادتیں بعد میں نہیں چھوٹتیں۔ آج تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اولاد جب بڑی ہوتی ہے تو وہ اپنے باپ سے یوں نفرت کرتی ہے جیسے باپ سے نفرت کی جاتی ہے۔

ایک وقت تھا کہ عورت صبح کی نماز پڑھا کرتی تھی اور بچوں کو اپنی گود میں لے کر کبھی سورۃ یٰسین پڑھ رہی ہوتی تھی' کبھی سورۂ واقعہ پڑھ رہی ہوتی تھی' اس وقت بچے کے دل میں انوارات اُتر رہے ہوتے تھے' آج وہ مائیں کہاں گئیں جو صبح کے وقت بچے کو گود میں لے کر قرآن پڑھا کرتی تھیں؟ آج تو سورج نکل جاتا ہے مگر بچہ بھی سویا ہوا ہوتا ہے' ماں بھی سوئی ہوئی ہوتی ہے۔ شام کا وقت ہوتا ہے' بچے کو ماں نے گود میں ڈالا۔ ادھر سینے سے لگا کر دودھ پلا رہی ہے' ساتھ ہی بیٹھی ٹی وی پر ڈرامہ دیکھ رہی ہے۔ اے ماں! جب تو ڈرامے میں غیر محرم کو دیکھے گی' موسیقی سنے گی اور غلط کام کرے گی اور ایسی حالت میں بیٹے کو دودھ پلائے گی تو بتا تیرا بیٹا بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کیسے بنے گا! بتا کہ تیرا بیٹا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیسے بنے گا؟

﴿۱۲۷﴾ ہیرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگا دیں گے

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا۔ اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عمارت میں بنوا دیتا ہوں مگر آباد کیسے ہو گا؟ علماء نے کہا کہ ہم آپ کو ایک ایسی شخصیت کے بارے میں بتائیں گے' آپ انہیں لے آنا مدرسہ چل جائے گا۔ اس نے کہا: ہیرا تم ڈھونڈنا اور قیمت ہم لگا دیں گے۔ نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا۔ چنانچہ جب عمارت بن گئی تو اس نے علماء سے پوچھا: بتاؤ کون سا ہیرا ڈھونڈا ہے؟ کہنے لگے: قاسم نانوتوی' اس نے علماء سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہو گی؟ انہوں نے کہا کہ حضرت کی تنخواہ چار پانچ روپے ہو گی۔ اُس دور میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی۔ کہنے لگا: جاؤ اور میری طرف سے حضرت کو سو روپیہ ماہانہ کا پیغام دے دو۔ اب جس آدمی کو پانچ روپے کے بجائے سو روپیہ ملنا شروع ہو جائیں تو کتنا فرق ہے۔ چنانچہ علماء بڑے خوش ہوئے جی ہاں! اب تو حضرت ضرور آ جائیں گے۔ دیوبند جا کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملے' حضرت نے ان کی خوب خاطر تواضع فرمائی' پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے: حضرت! نیا مدرسہ بنایا ہے' آپ وہاں تشریف لائیں۔ نواب صاحب نے آپ کے لیے سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا: بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپیہ ہے' اس میں سے تین روپے میرے ذاتی خرچہ کے ہیں اور دو روپے میں غریبوں' مسکینوں اور یتیموں میں خرچ کرتا ہوں' اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپیہ تنخواہ ہو گئی تو میرا خرچ تو تین روپے رہے گا اور باقی ستانوے روپے غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈنا پڑے گا اور میں پڑھا نہیں سکوں گا' لہٰذا میں وہاں نہیں جا سکتا۔ ایسی دلیل دی کہ اُن علماء کی زبانیں گنگ ہو

گئیں۔ اسے زہد فی الدنیا کہتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیراً۔

ہمارے اکابرین علم کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی ہے۔

① ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو کبھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا۔ میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا۔
② دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چار پائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا' اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔
③ تیسری بات یہ کہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا' کیونکہ یہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔
④ چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اتنے زیادہ مشہور کیوں ہو گئے؟ کسی نے کہا: اچھے مفسر تھے۔ کسی نے کہا: اچھے محدث تھے' اچھے شاعر تھے' وہ منطق اچھی جانتے تھے۔ فرمایا نہیں' کسی نے یہی سوال ایک مرتبہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیا تو فرمایا: دو باتیں میرے اندر تھیں:

① جب مطالعہ کرتا تھا تو باوضو کرتا تھا۔ اور ② جب مجھے کتاب کا حاشیہ پڑھنے کی ضرورت پڑتی تھی اور حاشیہ دوسری طرف ہوتا تو میں اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری طرف آ کر حاشیہ پڑھ لیتا تھا۔ حدیث کی کتابوں کو میں نے کبھی اپنے تابع نہیں کیا۔

﴿۱۲۸﴾ علماء کی تین قسمیں

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء کی تین قسمیں ہیں:

① عالم باللہ اور عالم بامر اللہ' یہ وہ عالم ہے جو اللہ سے ڈرتا اور اس کے حدود و فرائض کو جانتا ہے۔
② صرف عالم باللہ' جو اللہ سے تو ڈرتا ہے لیکن اس کے حدود و فرائض سے بے علم ہے۔
③ صرف عالم بامر اللہ' جو حدود و فرائض سے باخبر ہے لیکن خشیت الٰہی سے عاری ہے۔ (تفسیر مسجد نبوی ص:۱۲۲۵)

﴿۱۲۹﴾ لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث خشکی اور تری میں فساد پھیل گیا ہے

(ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ○) (الروم:۴۱)

"خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لیے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آ جائیں۔"

تشریح: خشکی سے مراد انسانی آبادیاں اور تری سے مراد سمندر' سمندری راستے اور ساحلی آبادیاں ہیں۔ فساد سے مراد ہر وہ بگاڑ ہے جس سے انسانوں کے معاشرے اور آبادیوں میں امن و سکون تہ و بالا اور ان کے عیش و آرام میں خلل واقع ہو۔ اس لیے اس کا اطلاق معاصی و سیئات پر بھی صحیح ہے کہ انسان ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں' اللہ کی حدوں کو پامال اور اخلاقی ضابطوں کو توڑ رہے ہیں اور قتل و خونریزی عام ہو گئی ہے' اور ان ارضی و سماوی آفات پر بھی اس کا اطلاق صحیح ہے جو اللہ کی طرف سے بطور سزا و تنبیہ نازل ہوتی ہیں۔ جیسے قحط' کثرت موت' خوف اور سیلاب وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ کی نافرمانی کو اپنا وطیرہ بنا لیں تو پھر مکافات عمل کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے اعمال و کردار کا رخ برائیوں کی طرف پھر جاتا ہے اور زمین فساد سے بھر جاتی ہے۔ امن و سکون ختم ہو جاتا

ہے اور اس کی جگہ خوف ودہشت' سلب ونہب اور قتل وغارت گری عام ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض دفعہ آفات ارضی وسماوی کا بھی نزول ہوتا ہے۔ مقصد اس سے یہی ہوتا ہے کہ اس عام بگاڑ یا آفات الٰہیہ کو دیکھ کر شاید لوگ گناہوں سے باز آ جائیں' توبہ کر لیں اور ان کا رجوع اللہ کی طرف ہو جائے۔

اس کے برعکس جس معاشرے کا نظام اطاعت الٰہی پر قائم ہو اور اللہ کی حدیں نافذ ہوں' ظلم کی جگہ عدل کا دور دورہ ہو۔ وہاں امن و سکون اور اللہ کی طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے: ''زمین میں اللہ کی ایک حد کا قائم کرنا' وہاں کے انسانوں کے لیے چالیس روز کی بارش سے بہتر ہے۔'' (النسائی' کتاب قطع ید السارق' باب الترغیب فی اقامۃ الحد' ابن ماجہ)

اسی طرح یہ حدیث ہے کہ ''جب ایک بدکار (فاجر) آدمی فوت ہو جاتا ہے تو بندے ہی اس سے راحت محسوس نہیں کرتے بلکہ شہر بھی' درخت اور جانور بھی آرام پاتے ہیں۔''

(صحیح بخاری' کتاب الرقاق' باب سکرات الموت' مسلم' کتاب جنائز باب ماجاء فی مستریح ومستراح منہ بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص ۱۱۲۵م)

﴿۱۳۰﴾ دیہات میں عورتوں کے لیے تعلیم کی اہمیت وضرورت

مسلم سماج میں لڑکیاں بہ نسبت لڑکوں کے مختلف قسم کی پابندیوں کا شکار ہیں۔ شریعت نے ان پر جو پابندیاں عائد کی ہیں وہ بالکل درست ہیں اور وہ ان پر عمل پیرا ہو کر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہیں۔ اس کے برعکس حالات کے مدنظر لوگوں کا لڑکیوں کے تئیں پرانا شیوہ اختیار کرنا کہاں تک درست ہے؟

لڑکے کسی حد تک اپنے مستقبل کو اپنے تصور میں لا سکتے ہیں' لیکن لڑکیوں کے لیے شادی سے پہلے اپنے مستقبل کا تصور کرنا ایک نہایت ہی مشکل امر ہے۔ کیونکہ ایک لڑکی یہ نہیں جانتی کہ اس کی آنے والی زندگی کسی گاؤں' دیہات یا کسی شہر میں گزرے گی۔ گاؤں یا دیہات کے مقابلے شہر میں پڑھے لکھے لوگوں کی کثرت ہے' جس کی وجہ سے شہروں میں شادی سے پہلے لڑکیاں کسی طرح کی پابندیوں کا شکار نہیں ہوتیں اور اپنے بہتر مستقبل کے بارے میں بآسانی غور وفکر کر لیتی ہیں۔ اس کے برخلاف گاؤں' دیہات میں والدین ناقص علم کی وجہ سے اپنے گھر کی لڑکیوں کو پرانے رسم ورواج کی زنجیر میں جکڑے رہتے ہیں۔ مثلاً لڑکیوں کی پڑھائی کو فضول سمجھنا' گھر سے باہر آنے جانے پر پابندی لگانا وغیرہ۔ بہرحال اسے والدین کی لاپرواہی نہیں کہہ سکتے بلکہ ان سب باتوں سے ماں باپ کا اپنی اولاد کے تئیں شفقت و محبت کا فطری جذبہ عیاں ہوتا ہے۔ گاؤں دیہات کے والدین کا اپنی لڑکیوں کے تعلق سے قدیم طرز کا یہ رویہ اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ رویہ ان بچیوں کو اپنے تعلق سے فیصلہ کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہو سکتا ہے؟ جی نہیں' بلکہ اس طرح ان کی خود اعتمادی کی دیوار کھوکھلی پڑ جائے گی اور وہ کمزور ہو جائیں گی۔ اور یہی کمزوریاں شادی کے بعد سسرال میں ہونے والے ظلم وستم کا سبب بنتی ہیں اور ظاہر ہے کہ بچی پر ڈھائے جانے والے مظالم سے ماں باپ بھی صدموں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اس وقت انہیں یہ خیال آتا ہے کہ کاش ہم نے اپنی بچی کو پڑھایا ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا اور کوئی بلاوجہ ہماری بچی پر ظلم ڈھانے کی کوشش نہ کرتا۔ لیکن افسوس اس وقت کا پچھتانا کسی کام نہیں آتا ہے۔ گاؤں اور دیہات کے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی لڑکیوں کی تعلیم کی طرف توجہ دیں اور فرسودہ رسم ورواج کی بندشوں سے انہیں آزاد کریں تاکہ وہ اس نئے دور میں' ادب کے دائرے میں رہ کر دوسروں کے مقابل کھڑی رہ سکیں اور اپنا دفاع کر سکیں۔

ہم سبھی جانتے ہیں کہ آئے دن گاؤں کی لڑکیاں سسرال والوں کے ظلم کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔ ہرچند کہ یہ معاملہ شہروں میں بھی پیش آتا ہے۔ لیکن یہاں ان کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے کئی تنظیمیں موجود ہیں البتہ گاؤں میں اگر کسی عورت پر ظلم ہوتا ہے تو گاؤں میں اسے انصاف دلانے والا نہ کوئی ادارہ موجود ہے اور نہ تنظیمیں اور نہ ہی وہ خود اپنا حق حاصل کر پاتی ہیں۔ اس ظلم سے بچنے کا بہترین ہتھیار

تعلیم ہے' جس سے ہر ایک کو استفادہ کرنا چاہیے تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائیں اور خود کفیل ہو جائیں۔ لڑکی ایک بار خود کفیل ہو گئی تو اسے مستقبل کے تعلق سے اتنی فکر نہیں رہ جاتی بلکہ وہ اپنے مستقبل کو خود بنانے اور سنوارنے لگتی ہے۔ گاؤں کی لڑکیوں میں تعلیم کا رجحان بڑھانے کے لیے شہر کے پڑھے لکھے طبقات کی عورتوں کو چاہیے کہ وہ سب متحد ہو کر اپنی مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکال کر اپنے اطراف کے گاؤں میں خواتین کو تعلیم سے روشناس کرائیں اور ان میں تعلیم کے تئیں بیداری پیدا کریں۔

﴿۱۳۱﴾ بوڑھے ماں باپ کا ہر حال میں خیال رکھیے

بوڑھے عام طور پر بوجھ سمجھے جاتے ہیں اور بہت سے گھروں میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ ان کے مشوروں اور نصیحتوں کو بکواس سمجھا جاتا ہے۔ کاروبار کرنے اور پنشن پانے والے بزرگوں کو برداشت کر لیا جاتا ہے' مگر جن بزرگوں کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا وہ پوری طرح سے گھر والوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں اور ان کی حالت دگرگوں ہو کر رہ جاتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ایسے بزرگ جو کما کر لاتے ہیں یا کاروبار کرتے ہیں یا پھر پنشن پاتے ہیں تب تک ان کی خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی جاتی اور انہیں بوجھ نہیں سمجھا جاتا۔ وقت پر کھانا ہی نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً گھر والوں کا پیار بھی امڈتا رہتا ہے اور بیمار ہونے پر ان کی تیمارداری بھی کی جاتی ہے کیونکہ وہ دواؤں کا خرچ خود برداشت کرتے ہیں۔

ایسے بزرگوں کی بھی عزت کی جاتی ہے جن کے نام زمین اور جائیداد ہوتی ہے۔ اور ان کی تیمارداری یا ان پر محبتیں اس لیے لٹائی جاتی ہیں کہ انہیں اس جائیداد میں سے حصہ مل جائے' یعنی کمانے والے' کاروبار کرنے والے یا بے شمار دولت رکھنے والے بزرگوں کو سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے۔ وہ بھی اس وقت تک جب تک ان کے پاس دولت ہوتی ہے یا وہ کمانے کے قابل ہوتے ہیں۔ جہاں ان کے پاس دولت ختم ہو جاتی ہے یا وہ کمانے کے لائق نہیں رہ جاتے' انہیں بوجھ سمجھا جانے لگتا ہے۔ ایسا ہر گھر میں نہیں ہوتا' لیکن بیشتر گھروں میں بزرگوں کو اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

بات وہیں پر آ کر رک جاتی ہے کہ آخر اس کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا وہ بچے ہیں جن کی پرورش ان ہی بزرگوں نے بڑے ناز و نعم سے تو کی لیکن انہیں بزرگوں کی عزت اور خدمت کا سلیقہ نہیں سکھایا؟ انہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی اپنے بچوں کے بیمار ہونے پر انہیں بوجھ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی یہ سوچ کر انہیں تعلیم سے محروم نہیں رکھا کہ چھوڑو کون تعلیم دلوائے۔ کہاں سے میں اتنے پیسے خرچ کروں؟ انہوں نے اپنے بچوں کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ انہیں اچھے اور عمدہ لباس پہننے کے لیے دن رات کتنی محنت کرنی پڑی تھی۔ ان کا پیٹ بھرنے کے لیے بعض اوقات وہ خود بھوکے سو جایا کرتے تھے لیکن انہیں پیٹ بھر کھانا کھلائے بغیر کبھی نہیں سلایا۔ بچوں کا مستقبل سنوارنے کے لیے انہیں بزرگوں نے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ پھر ان کے ساتھ برا سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟

کیا نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے؟ اپنے والدین اور بزرگوں کے ساتھ بدسلوکی اور بدتمیزی کرنے والے نوجوان والدین یہ بھول جاتے ہیں کہ کل کو ان کی بھی اولاد جوان ہو گی اور کل وہ بھی بوڑھے ہوں گے اور جو سلوک وہ اپنے ماں باپ اور بزرگوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے۔

زندگی اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے کا نام ہے۔ یعنی آپ اپنے بزرگوں سے جیسا سلوک روا رکھیں گے ہو سکتا ہے کل آپ کو بھی اس طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہر انسان ایک نہ ایک دن بڑھاپے کی دہلیز پر پہنچے گا۔ ظاہر ہے کہ ہم نے جس طرح اپنے ماں باپ اور بزرگوں کے ساتھ سلوک کیا ہو گا ویسا ہی سلوک ہمیں اپنے بچوں سے ملے گا۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھیں بلکہ ان کی قربانیوں اور ان کی بزرگی کا خیال کرتے ہوئے ان کی تیمارداری' ان کی دل

بلکہ اُن کی پسند ناپسند اُن کے آرام اور ان کی ضروریات کا بھرپور خیال رکھیں۔

بزرگ بڑھاپے میں تھوڑے سخت اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں اور یہ عمر کا تقاضا ہے۔ کہتے ہیں کہ بچہ اور ایک بوڑھا برابر ہوتے ہیں۔ یعنی جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ بچوں جیسا ہو جاتا ہے۔ ان کا ضد کرنا' بات بات پر چڑنا عام بات ہے۔ بزرگ بالکل اس بچے کی طرح ہو جاتے ہیں جو اپنی بات پوری نہ ہونے یا کسی چیز کے نہ ملنے پر ناراض یا چڑچڑا جاتا ہے۔ ان کی خدمت اس طرح کریں جیسے ہم اپنے بچے کی کرتے ہیں۔

بزرگوں کی خدمت کرنا نہ صرف دنیا میں آپ کو سرخرو کرے گا بلکہ آپ کی آخرت بھی سنور جائے گی۔ بوڑھوں کا بیمار ہونا' بات پر نکتہ چینی کرنا یا گھر ہی میں موجود رہنا بے شک آپ کو پریشان کرتا ہوگا لیکن ان حالات میں ہی آپ کی صحیح آزمائش ہوتی ہے کہ آپ کو اپنے والدین کو یا گھر کے بزرگوں کو کتنی اہمیت دیتے ہیں اور ان کی کتنی تیمارداری کرتے ہیں۔ ایک طرح سے یہ آپ کا امتحان ہے اور اس امتحان میں کامیابی کے بعد ہی آپ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

بزرگوں سے بھی ایک گزارش ہے کہ وہ اپنے آپ کو اتنا کمزور اور لاچار نہ بنائیں کہ بچے آپ کو بوجھ سمجھنے لگیں یا آپ سے چڑنے لگیں۔ یہ اسی وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب بزرگ نہ صرف اپنے آپ کو مثالی والدین بنا کر پیش کریں' بلکہ بچوں کی تربیت بھی اس انداز میں کریں کہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں آپ سے بدتمیزی کرنے کی ہمت کر سکیں' نہ ہی آپ کے مشوروں کو رد کر سکیں۔

بعض بزرگ بلاوجہ گھر کے معاملات میں دخل دیتے ہیں یا اپنی بات منوانے کے لیے بچوں کو برا بھلا بھی کہتے رہتے ہیں۔ بھلے ہی ان کی بات نامناسب ہو وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ انہیں کی بات مانی جائے۔ ایسے حالات میں اولاد اور والدین کے درمیان تلخیاں بڑھ جاتی ہیں' اس لیے بزرگوں کو بھی عمر اور تجربات کی روشنی میں اور مصلحت سے کام لیتے ہوئے اپنے خاندان کو آگے بڑھانے میں مدد دینی چاہیے اور نوجوانوں کو بھی ان کا ساتھ دینا چاہیے تب جا کر نوجوانوں اور بزرگوں کے بیچ کی اس خلش کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ مسلم معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بزرگوں کے احترام اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔ اس سے دوگنا فائدہ ہوگا دنیاوی بھی اخروی بھی۔

﴿۱۳۲﴾ عورت ماں' بیٹی' بیوی اور بہن کی حیثیت سے

معاشرے میں عورت کی حیثیت کو ہمیشہ کمزور صنف مانا گیا اور عورت نے بھی سر تسلیم خم کر کے اس حقیقت کو قبول کر لیا جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ دراصل صنفِ نازک ہی طاقت کا سرچشمہ ہے اور اس کی کئی حیثیتیں ہیں۔

ماں: عورت ماں ہوتی ہے تو اتنی عظیم طاقت اس کے پاس ہے کہ وہ مرد کو جنم دیتی ہے' اس طرح خالق دو جہاں نے ماں کو وہ طاقت دی کہ وہ تخلیق کا کام کر سکے۔ وہ زمانے کے سرد و گرم سے اپنے بچے کی حفاظت بھی کرتی ہے اور اس طرح اپنی ساری قوت صرف کر کے' اپنے بچے کو اپنا دودھ پلا کر' اپنی گود میں سلا کر اور اس کی صحت کا ہر طرح سے خیال رکھ کر اس کی پرورش کرتی ہے کیا یہ مرد جو دولت کما کر لاتا ہے اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے بچے کے لیے یہ سب کر سکے؟

بیٹی: ایک بیٹی اپنے والدین کے لیے ایسا سہارا ہے جس کے نہ ہونے سے والدین بڑھاپے میں بے یار و مددگار ہو جاتے ہیں۔ بیٹے کے والدین پیری میں اکثر یہ افسوس کرتے ہیں کہ کاش ہم بیٹی کی نعمت سے محروم نہ ہوتے۔ ایک بیٹی بچپن سے جوانی تک یہاں تک کہ شادی ہو جانے کے باوجود قدم قدم پر والدین کا سہارا بنتی ہے۔ وہ ماں کے ساتھ گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹاتی ہے' چھوٹے بھائی بہنوں کی پرورش میں مدد کرتی ہے' باپ تھکا ماندہ گھر لوٹتا ہے تو اس کا خیر مقدم کرتی ہے اور اپنی بساط بھر اس کے کام آتی ہے۔ اور آج کی

بیٹی تو اس سے بھی کہیں آگے والدین کے لیے مالی سہارا بنتی ہے اگر گھر کی آمدنی کم ہے تو وہ مالی طور پر بھی مدد کرنے میں پیچھے نہیں رہتی۔ وہ پڑھائی کے دوران ٹیوشن وغیرہ کر کے گھر کی آمدنی میں اضافہ کرتی ہے اور ان پر بوجھ نہیں بنتی۔

بیوی: شریک حیات کی حیثیت سے ایک عورت وہ کارہائے نمایاں انجام دیتی ہے جو شاید ہی کبھی مرد بحیثیت شوہر کے انجام دے سکے۔ وہ بیوی بن کر مرد کی کمزوریوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے نہ صرف گھر گرہستی سنبھالتی ہے بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر بعض اوقات شوہر کی آمدنی میں اضافہ کے لیے خود ملازمت وغیرہ کرتی ہے۔ بچوں کی پرورش اس طرح کرتی ہے کہ کبھی کبھی تو شوہر کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کے بچے کس طرح اس مقام تک پہنچ گئے۔ شوہر کے بیمار پڑنے پر عورت دن رات ایک کر کے اس کی تیمارداری کرتی ہے۔

بہن: عورت ایک بہن کی صورت میں بھی بھائی کے لیے کسی نعمت سے کم نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ دسترخوان پر بہن اپنے منہ کا نوالا بھی اپنے بھائی کے لیے رکھ دیتی ہے۔ خود اپنا دل مار کر بھائی کو اچھا کپڑا پہننے کا موقع دیتی ہے کہ اسے گھر سے باہر نکلنا ہوتا ہے۔ اپنی پڑھائی سے زیادہ بھائی کی تعلیم پر توجہ دیتی ہے۔ بھائی کو جذباتی سہارا دینے میں بھی بہن ہمیشہ آگے آگے رہتی ہے۔ بہن کے آنچل میں منہ چھپا کر اکثر بھائی اپنے سارے غم ہلکے کر لیتے ہیں۔

ان تمام حیثیتوں کے علاوہ بھی عورت بحیثیت دفتری کارکن یا افسر اپنی ڈیوٹی ہمیشہ مرد کی نسبت زیادہ اچھی طرح انجام دیتی ہے۔ اگر وہ ایک معلمہ ہے تو بچے کو زیادہ اچھی طرح پڑھاتی ہے۔ عورت کی شفقت اور ممتا نے اس میدان میں اسے مرد سے کہیں آگے کا مقام دلایا ہے۔ "ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔" یہ کہاوت بہت مشہور ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بہت سارے تجربات اور مطالعہ کے بعد یہ کہاوت وجود میں آئی۔ آدم علیہ السلام نے جب تنہائی سے گھبرا کر ایک ساتھی کی تمنا کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو عورت کی شکل میں ایک ایسا ساتھ عطا کیا' جو ان کے لیے ہر صورت میں ایک مکمل ساتھی ثابت ہوا۔ اس کے باوجود مرد نے کبھی عورت کی قدر نہیں کی اور اسے ہمیشہ اپنا غلام سمجھا۔ اسلام نے عورتوں کو وہ رتبہ عطا کیا جو کسی اور مذہب نے نہیں دیا ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں میں بھی عورتوں کی ناقدری اور ان پر ظلم وستم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مرد اس سے اپنی ہر جائز و ناجائز بات منوانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں' اسی طرح وہ خدا کی بخشی ہوئی اس نعمت کی ناقدری ہی کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مرد عورت کی طاقت کو پہچانیں اور ان کو وہ مقام دیں جو اسلام نے انہیں عطا کیا ہے۔

﴿۱۳۳﴾ عورت کی اصل درس گاہ اس کی سسرال ہے

جس طرح ایک شخص کے عادات واطوار اور خیالات کی ترتیب کسی کتب یا تربیتی ادارے میں ممکن ہوتی ہے' بالکل اسی طرح ایک عورت کو زندگی بہترین ڈھنگ سے گزارنے اور معاملات سے بہتر طور پر نمٹنے کا ہنر سسرال میں سیکھنے کو ملتا ہے۔ عورت کا اصل گھر اس کا سسرال یا اس کے شوہر کا گھر ہے۔ اسی گھر میں وہ زندگی کی ہر اونچ نیچ کا مقابلہ کرنا سیکھتی ہے۔ جب تک ایک لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر یعنی میکے میں ہوتی ہے' لاڈ پیار کے باعث بہت سی باتوں پر توجہ مرکوز کرنے کی اسے ترغیب نہیں ملتی۔ یہ بے فکری کی زندگی ہوتی ہے' جس کو وہ زیادہ سے زیادہ انجوائے کرنا چاہتی ہے۔ .والدین کے گھر میں رہ کر کوئی بھی لڑکی اپنی اصل زندگی یعنی ازدواجی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں سیکھ پاتی۔ ازدواجی زندگی کے اسرار ورموز شادی کے بعد سسرال میں ہی کھلتے ہیں۔ والدین اپنی بچی کو زیادہ سے زیادہ سکھ اور آرام دینا چاہتے ہیں۔ شادی سے پہلے لڑکی اپنے گھر میں ہر لمحے اور ہر پل کا لطف اٹھاتی ہے' اس زندگی کو پریشانیوں اور الجھنوں کی نذر کرنا نہیں چاہتی۔ یہی سبب ہے کہ زندگی کی بہت سی بنیادی باتوں کی جانب وہ دھیان نہیں دیتی اور ان باتوں کا علم اسے شادی کے بعد ہی ہوتا ہے۔ عورت کے لیے سسرال مثالی درس گاہ ہی نہیں ہوتی بلکہ ایک امتحان گاہ بھی ہوتی ہے اور ساس اس درسگاہ اور امتحان گاہ کی سربراہ

ہوتی ہے۔ساس کی سمجھداری اور معاملہ فہمی پر پورے گھر کی خوشیوں اور سکون کا دارومدار ہے۔اگر ایمان داری اور غیر جانب داری سے جائزہ لیں تو اندازہ ہوگا کہ بیشتر ساسیں محدود ذہنیت اور بہت سی باتوں میں انا کا مظاہرہ کرتی ہیں؛ جس کے باعث بہوؤں سے ان کی چپقلش رہتی ہے اور اچھا خاصا گھر جہنم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہ درست ہے کہ معاملات میں قصوروار صرف ساس ہی نہیں ہوتی' مگر یہ سچ ہے کہ بیشتر ساسیں انتہائی استحقاق پسند ہوتی ہیں۔وہ بیٹے اور بہو دونوں کو مٹھی میں رکھنا چاہتی ہیں اور یہیں سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔بیٹا اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارنا چاہتا ہے اور بہو کی آنکھوں میں بھی خود مختار زندگی کے سپنے ہوتے ہیں۔ایسے میں کسی اور کی مرضی کا پابند ہونا ان دونوں کو اچھا نہیں لگتا۔

زیادہ تر مائیں اپنے بیٹوں کی شادی کے لیے بہت بیتاب دکھائی دیتی ہیں۔یہاں تک کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتی ہیں۔بہو کے لیے زیور تیار کرنے کی غرض سے وہ اپنا زیور بیچ ڈالتی ہیں یا اپنی ہی زیور بہو کو دے دیتی ہیں۔ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شادی کے کچھ ہی دنوں بعد بہو کو غلام کیوں سمجھنے لگتی ہیں اور بہو کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کا وہ جذبہ سرد کیوں پڑ جاتا ہے؟ بعض ساسیں اتنی تنگ نظر اور بدمزاج ہوتی ہیں کہ بہو کو ہر وقت جہیز کم لانے کے طعنے دیتی رہتی ہیں' ایسے میں بہو کوئی چیز مانگ لے تو ساس کی طرف سے ٹکا سا جواب ملتا ہے کہ "اپنی ماں سے کیوں نہیں کہا' وہ تمہیں جہیز میں دے دیتیں یا اپنے ماں باپ سے کیوں نہیں مانگتیں۔"

ہم اس حقیقت کو تسلیم نہ کریں تو صورت حال بدلے گی نہیں کہ آج ہمارے سماج کے بیشتر گھرانوں میں ساس اور بہو کے مابین خلیج بہت زیادہ ہے۔ان مسائل کے حل کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے بھاگنے کے بجائے ان کا سامنا کیا جائے۔اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے خاص طور پر مرد کو اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ان حالات میں ماں، بیوی دونوں کا مؤقف سننے کی ضرورت ہے۔کسی ایک کی بات سن کر دوسرے سے فوری ناراضگی یا برہمی کا اظہار غیر دانشمندانہ رویہ ہے۔اس سے نہ تو انصاف ہوگا اور نہ ہی معاملات حل ہوں گے،لیکن یہ بات افسوس ناک ہے کہ ہمارے یہاں عام طور پر مردوں کا رویہ یکطرفہ ہو جاتا ہے۔ماں کو سمجھانے کے بجائے وہ سارا غصہ بیوی پر نکالتے ہیں یا بیوی کی ناراضگی کے خوف سے اس کی غلط اور ناپسندیدہ باتوں کو بھی خاموشی سے برداشت کر لیتے ہیں جن کا بعض اوقات بہوئیں ناجائز فائدہ اٹھاتی ہیں۔ہر ماں چاہتی ہے کہ اس کی بیٹی جس گھر میں جائے راج کرے۔حالانکہ یہ راج کرنے والی سوچ درست نہیں ہے۔راج کرنے یا کسی کا راج قبول کرنے سے معاملات ہمیشہ بگڑتے ہیں۔گھریلو معاملات حکم چلانے یا کسی کا بے جا حکم ماننے سے نہیں چلائے جا سکتے، کیونکہ یہ دوطرفہ معاملہ ہوتا ہے۔اس میں کبھی اپنی بات منوائی جاتی ہے اور کبھی دوسروں کی باتوں پر سر تسلیم خم کیا جاتا ہے۔اگر والدین اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ان کی بیٹی کو زندگی میں کوئی دکھ یا کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے تو ضروری ہے کہ وہ داماد منتخب کرتے وقت اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کریں۔

دوسری طرف بہوؤں پر یہ فرض ہے کہ سسرال کے ہر فرد، بالخصوص ساس کو اپنی ماں کی طرح سمجھیں۔ان کی کوشش ہونی چاہئے کہ شوہر کی پوری توجہ اپنی طرف مرکوز کرنے کے بارے میں سوچنے کے بجائے سب کو اپنا سمجھے اور سب کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنے کی کوشش کرے۔دوسری جانب ہر ساس کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ بہو کو بیٹی سے بڑھ کر نہیں تو بیٹی کے برابر ضرور سمجھے۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ گھر میں توازن کی فضا پیدا ہوگی اور کامیاب زندگی توازن ہی چاہتی ہے۔ہر گھر میں معاملات نشیب و فراز کے مراحل سے گزرتے ہیں، ان سے گزر کر ہی زندگی بنتی ہے۔اگر ساس ضرورت سے زیادہ انا پرستی اور بہو غیر ضروری ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرے تو تعلقات میں کشیدگی بڑھتی رہے۔دونوں انسان ہیں، دونوں کو اصولوں میں لچک پیدا کرنی ہوگی، معاملات کو درست ڈھنگ سے چلانے کے لئے بہت سی

خواہشات ترک کرنا پڑیں گی اور اپنے نام نہاد دائرے سے باہر نکلنا ہوگا، تب کہیں جا کر یہ مسائل ختم ہوں گے۔

﴿۱۳۴﴾ ترقی صرف معاشی خوش حالی کا نام نہیں ہے

آج پوری دُنیا اضطراب اور بے چینی کے عالم میں ہے اور کہیں سکون نہیں ہے۔ دُنیا کے مختلف خطوں میں جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ جنگ و جارحیت آگ برسا رہی ہے۔ حقوق پامال ہو رہے ہیں، ہر طرف ظلم و ناانصافی کا برہنہ رقص ہو رہا ہے، ظلم و زیادتی افراد ہی کا نہیں قوموں کا شیوہ بن گئی ہے۔ محبت، اخوت، اخلاص، ہمدردی، صداقت، امانت و دیانت اور ایفائے عہد سے انسان کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ رشوت، چوری اور خونریزی کا بازار گرم ہے۔ شراب اور منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے۔ عریانی و فحاشی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے، معصوم بچے جرائم میں لت پت کر دیئے گئے ہیں۔ معمولی باتوں پر قتل عام سی بات ہے۔ عشق و عاشق کے نام پر ہوس کاری پھیلی ہوئی ہے اور بہت سارے اسکول اور کالج اس کے اڈے بن چکے ہیں۔ یہ ساری خرابیاں اور برائیاں روپ بدل بدل کر سامنے آ رہی ہیں۔ یہ ہیں نتائج عورت کی کوتاہیوں کا جسے انسان کا کردار سنوارنے پر مامور کیا گیا تھا مگر وہ ترقی اور ملازمت، مساوات مرد و زن، فیشن و میک اَپ اور تفریح کی محفلوں میں کھوگئی ہے۔ بظاہر آج کی عورت بہت ترقی کر گئی ہے۔ ملازمت کے ہر شعبے اور بیشتر کاروبار سے وابستہ ہے۔ وہ باس بنی بیٹھی ہے اور بزنس کے بڑے بڑے شعبے چلا رہی ہے اور کون سا ایسا میدان ہے جہاں عورت نہیں۔ کلرک، ٹیچر، لیکچرار، کاروبار سے لے کر آئی پی ایس اور آئی ایس افسر تک کے عہدے پر فائز ہے۔ تعلیمی میدان میں اپنی قابلیت اور کامیابی کے جھنڈے گاڑتی چلی جا رہی ہے۔ ترقی کی دھن میں وہ آگے ہی آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی یہ محنت، جستجو اور کامیابی قابل ستائش ہے۔ لیکن اس دوڑ میں وہ اپنا نام، شناخت اور پہچان بھول چکی ہے، پیچھے مڑنا اسے گوارا نہیں۔ نسوانیت کو وہ بائے بائے کہہ چکی ہے۔ دوڑتے دوڑتے اس نے شرم و حیا کا لبادہ اُتار کر پھینک دیا ہے۔ پردے کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اپنی عزت و عصمت کی دھجیاں خود ہی بکھیر دی ہیں۔ اس کے دائیں بائیں، آگے پیچھے اس کے چاروں طرف خونخوار بھیڑیئے ہیں جنہیں وہ اپنا ہمدرد، پرستار اور دوست سمجھ رہی ہے۔ یہ اس کی بے وقوفی نہیں تو اور کیا ہے؟ آزادی، ترقی اور ملازمت کے چکر میں وہ جیسے ہی گھر سے نکلتی ہے اس کی تباہی اور بربادی کی داستان شروع ہو جاتی ہے۔

شیطان جانتا تھا کہ انسان کا سب سے مضبوط مورچہ اس کا گھر ہے، اس لئے اس نے اپنے چیلوں کو اشارہ کیا کہ جب تک اس گھر کی نگہبان کو بے گھر نہ کیا جائے اس وقت تک کامیابی نہیں مل سکتی۔ چنانچہ اس کے چیلوں نے عورت کی آزادی کا نعرہ بلند کیا، پھر آواز لگائی کہ عورت اور مرد دونوں ہر حیثیت سے برابر ہیں اور عورت کو گھر میں رکھنا اس پر ظلم کرنا ہے۔ لہٰذا اسے بھی مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کیا جائے۔ عورت کی نادانی دیکھئے کہ وہ مساوات مرد و زن کے چکر میں خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار بیٹھی اور اب اس پر دوہری ذمے داری عائد ہے۔ اسے گھر سنبھالنا ہے اور دفتر بھی۔ کیا یہ صنف نازک پر ظلم نہیں ہے؟ صبح سویرے اُٹھنا، گھر کے سارے کام انجام دینا، بچوں کو کھلانا، ٹفن تیار کرنا اور پھر دفتر جانے کے لئے اپنی تیاری کرنا، گھر کی صفائی خادمہ کے حوالے، شام میں جب میاں بیوی دونوں تھکے ہارے آتے ہیں اور غصہ ان کی ناک پر ہوتا ہے اور ذرا سی بات کو لے کر جھگڑا ہو جاتا ہے۔ جبکہ پہلے ہوتا یہ تھا کہ جب شوہر دفتر سے تھکا ہارا گھر لوٹتا تھا تو بیوی مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کرتی، چائے پیش کرتی، گھر صاف ستھرا رکھتی اور اس طرح بچوں کو ہنستا کھیلتا دیکھ کر شوہر بھی اپنی تھکان بھول جایا کرتا تھا۔ مگر اب ایسے منظر کم ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

اس ہائی ٹیک دور میں دونوں میاں بیوی کے کمانے اور معیار زندگی بلند کرنے کے چکر میں کہاں گھر کا سکھ چین ملے گا۔ دونوں کو اتنی فرصت نہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں یا بچوں کی ضرورتوں کو محسوس کر سکیں اور ایسے ماحول میں تربیت پانے والے بچے کیسے ہو سکتے ہیں آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ یہ بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو انہیں ماں باپ سے بھی کوئی محبت نہیں ہوتی اور جہاں خون کے رشتے

میں محبت نہ ہو وہاں انسانیت کہاں باقی رہتی ہے۔ پیسے کمانے کے دھن میں ہم آج کسی سے بھی پیچھے نہیں ہیں جتنی بھی دولت ہمارے ہاتھ آتی ہے وہ ہمارا پیٹ نہیں بھرتی بلکہ آتش حرص اور بھڑکتی ہے۔ اگر عورت سلیقہ شعار ہو تو کم آمدنی میں بھی گزارا کرلے گی اور حرف شکایت بھی زبان پر نہیں لائے گی لیکن یہی عورت اگر سلیقہ شعار اور سگھڑ نہ ہو تو اسے ماہانہ بیس ہزار بھی کم پڑیں گے اور شکوے شکایت کا پٹارا الگ کھول دے گی۔ آج کئی خواتین ایسی ہیں جو ملازمت بھی کرتی ہیں اور گھرداری بھی بحسن وخوبی نبھاتی ہیں۔ شوہر بھی ان سے خوش ہیں اور بچے بھی تربیت یافتہ ہیں کیونکہ وہ ملازمت کے ساتھ گھر کے سارے فرائض بخوبی انجام دے رہی ہیں۔ وہ ملازمت یا کاروبار کرنے کے باوجود اپنی عصمت وعزت کی نگہبانی کرنا خوب جانتی ہیں۔ ترقی صرف معاشی خوش حالی کا نام نہیں ہے۔ اگر خواتین نئی نسل کو اچھی تربیت دیں، انسانیت سکھائیں اور ان کے اندر اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کریں تو یہ نہ صرف قوم وملت کے لئے مفید ہے بلکہ ملک کی ترقی کے لئے بھی سودمند ہوسکتا ہے۔ الغرض عورت کا اصل میدان اس کا اپنا گھر ہے، اس حقیقت کو نہ بھولیں۔

﴿۱۳۵﴾ بیٹی اللہ کی رحمت بھی ہے اور نعمت بھی ہے

خداوند کریم نے اس کائنات میں کوئی تخلیق بے مقصد، بے کار اور بے فائدہ نہیں پیدا کی، خواہ اس کا تعلق حیوانات، جمادات اور نباتات سے ہو یا اشرف المخلوقات حضرت انسان سے ہو۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ بعض کی علت تخلیق فہم انسانی اور اس کے شعور وادراک سے ماورا ہو لیکن یہ حق کسی کو حاصل نہیں ہے کہ رب العٰلمین کی تخلیق پر اعتراض کرے، ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار کرے، کیونکہ خالقِ کائنات اپنی تخلیق کی افادیت واہمیت سے خوب واقف ہے، خواہ دیکھنے میں وہ ہمیں کتنی ہی حقیر لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کی ایک عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ حضرت! پروردگار عالم نے چھپکلی کو کیوں پیدا کیا؟ یہ تو کسی کام کی نہیں، دیکھنے میں بھدی اور شکل وصورت ایسی کہ ڈر لگے، کوئی خوبصورتی نہیں، کسی کام کی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''یہی سوال انسان کے بارے میں پروردگار عالم سے چھپکلی نے کیا کہ اے خداوند عالم! آپ نے انسان کو کیوں پیدا فرمایا، یہ ناشکرا، بے صبر، لڑنے جھگڑنے والا، روئے زمین پر فساد برپا کرنے والا، طمع پسند، بغض کینہ رکھنے والا ہے، اس کی تخلیق سے کیا فائدہ؟'' اس کو جواب ملا ''میں اپنی تخلیق کی افادیت اور حکمت سے زیادہ واقف ہوں۔''

کسی کی پیدائش ہماری خواہش اور مرضی کے مطابق ہو؟ یہ سوچ اور یہ خیال نادانی پر ہی نہیں عقل وفہم سے بھی بعید ہے۔ اس سوچ کا مظاہرہ اگر انسان کی طرف سے ہو جس کو اپنی فہم وفراست پر ناز ہے، اپنے علم اور عقل پر گھمنڈ ہے تو تعجب ہی نہیں افسوس بھی ہوتا ہے۔

زمانہ جاہلیت سے وطیرہ چلا آرہا ہے کہ انسان لڑکے کی پیدائش پر خوشی اور لڑکی کی پیدائش پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے۔ قرآن پاک میں اس طرز عمل پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ (سورۃ النحل: ۵۸، ۵۹)

''جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے، غصے کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا مٹی میں چھپا دے گا۔''

ان کے اس سنگ دلانہ اور وحشیانہ طرز عمل سے تو دنیا واقف ہے کہ وہ لڑکی کو زندہ دفن کردیا کرتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے تھے۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں آج بھی لڑکی کے حوالے سے یہ منفی رویہ پایا جاتا ہے۔ لڑکے کی پیدائش پر خوشی کا جو اظہار نظر آتا ہے، لڑکی کی پیدائش پر وہ مفقود ہوتا ہے۔ عالم، فاضل اور جاہل سب ہی کم وبیش اس مرض میں مبتلا ہیں۔ ذرا غور تو فرمائیں لڑکی کی پیدائش میں

عورت کا کیا قصور؟ جو چیز اس کی قدرت میں نہیں، جس پر اسے اختیار نہیں بلکہ وہ نو ماہ کی مدت تک جو مشقت اور تکلیف برداشت کرتی ہے، مرد نو دن تو کیا شاید نو گھنٹے بھی برداشت نہ کر سکے، ہمارا طرزِ عمل اس کے ساتھ ظالمانہ اور بے رحمانہ ہوتا ہے۔ ہم لڑکی کی پیدائش پر ناراض ہو جاتے ہیں، تیوری پر بل آ جاتا ہے بلکہ کئی روز تک بیوی سے بات تک نہیں کرتے اور بچی کا چہرہ نہیں دیکھتے۔ پھر عورت کا عورت کے ساتھ یہ ظلم ہوتا ہے کہ ساس، نندیں برا بھلا کہتی ہیں، بدکلامی، بدزبانی سے پیش آتی ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے لڑکے کی دوسری شادی کرنے کی دھمکی دے کر اس کا دل دکھاتی ہیں، بلکہ کچھ تو ایسا کر گزرتی ہیں۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا یہ طرزِ عمل اللہ کی نعمت کا ناشکراپن ہے۔ اس کی عطا کی ناقدری ہے۔ انسانیت کے ناطے بے قصور کو قصوروار ٹھہرانا ایک ظالمانہ طرزِ عمل ہے۔

بیٹی اللہ کی نعمت بھی ہے اور رحمت بھی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی اور انہیں حسن تربیت سے مالا مال کیا یہاں تک کہ وہ سن شعور کو پہنچیں، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے جس طرح میرے ہاتھ کی یہ دو انگلیاں۔''

(مسلم، کتاب البر والصلۃ)

اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور ساتھ والی انگلی کو ملا کر دکھایا۔ صحیح مسلم میں حدیث مبارک ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص لڑکیوں کی پیدائش میں آزمائش میں ڈالا جائے پھر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز دوزخ سے آڑ ہوں گی۔'' (مسلم کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات)

اس کے علاوہ متعدد احادیث مبارکہ میں لڑکیوں کی پرورش اور حسن تربیت پر نوید بخشش ہے اور ان کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔
اسی لئے کہا گیا ہے کہ بیٹی نعمت بھی ہے اور رحمت بھی۔ اولاد ہونے کی وجہ سے نعمت اور بخشش کا سبب ہونے کی وجہ سے رحمت۔

اسلام نے عورت کو بڑے مراتب عطا کئے ہیں۔ عورت کو ماں، بہن اور بیٹی کے مقدس رشتے سے سرفراز کیا ہے۔ آج کی پیدا ہونے والی بیٹی کل ماں کے مقدس رشتہ کی حامل ہوگی کہ اس کی رضا بخشش کا سبب، اس کی دعا قبولیت کا ذریعہ، اس کو عزت واحترام سے دیکھنا حج کا ثواب، اس کی خدمت میں دخول جنت کا راستہ۔ یہ بیٹی ہی تو ہے جو اس مقدس مرتبہ کی حامل بنی۔ سلسلۂ نسب میں سب سے اعلیٰ وارفع سلسلہ سادات کا ہے۔ اس پر غور کیجئے تو بہت واضح طور پر یہ چیز سامنے آتی ہے، اس سلسلۂ نسب کا تعلق حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہے۔ یہ شرف ایک بیٹی کو حاصل ہے کہ وہ سلسلۂ سادات کی منبع ہے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں کیا ہمیں یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم بیٹی کی ولادت پر غم، رنج، ناراضی اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کریں اور جس کی تخلیق یعنی اس کی پیدائش میں جس کا کوئی دخل نہ ہو، کوئی قصور نہ ہو اس کو قصوروار ٹھہرائیں؟ ہمارا یہ طرزِ عمل جہاں ظالمانہ ہے وہاں نعمت خداوندی پر ناشکراپن بھی اور اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ روزمرہ زندگی میں یہ تجربہ ہے کہ بیٹے کے مقابلے میں بیٹی زیادہ وفادار، محبت کی مظہر، شریک غم اور دکھ درد میں شامل رہتی ہے۔

﴿۱۳۶﴾ ماں کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی ہم میں سے کس نے نہیں سنا ہے؟ چھیاسی سال کی عمر میں چند سال قبل ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء کو رمضان کی تیئیسویں شب میں آپ کا انتقال ہوا۔ اللہ نے آپ سے دین کا وہ کام لیا جس کی نظیر ماضی قریب کی اسلامی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی محبوبیت اور مقبولیت عطا فرمائی تھی، عنداللہ آپ کے مقبول ومحبوب ہونے کے دسیوں قرائن پائے جاتے ہیں۔ جمعہ کے روز، روزے کی حالت میں، عین نماز جمعہ سے قبل سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ دنیا کے تقریباً تمام براعظموں اور اہم ممالک میں آپ کی نماز غائبانہ ادا کی گئی، رمضان

المبارک کی ستائیسویں شب کو حرم مکی و مدنی یعنی حرم شریف اور مسجد نبوی ﷺ میں ستائیس لاکھ سے زائد اللہ کے بندوں نے آپ کی نماز غائبانہ ادا کی اور آپ کی مغفرت و رفع درجات کے لئے اللہ سے دُعائیں کیں۔ اس طرح کی عند اللہ محبوبیت و مقبولیت دُنیا میں اللہ کے بہت کم ہی بندوں کے حصہ میں آتی ہے۔

مولانا اپنے بچپن میں نہ بہت ذہین تھے اور نہ بہت چست و چالاک، آپ کی علمی صلاحیت بھی مدرسہ میں عام اور درمیانہ درجہ کے طالب علم کی تھی۔ اس کے باوجود آپ سے اللہ نے دین کا جو کام لیا وہ حیرت انگیز بھی تھا اور تعجب خیز بھی۔ حضرت مولانا سے جب ان کو حاصل ہونے والی اس توفیق خداوندی کے اسباب و محرکات کے متعلق دریافت کیا جاتا تو آپ بیان کرتے کہ اللہ نے ہمارے لئے مقدر دین کی اس خدمت میں ہماری والدہ ماجدہ کی خصوصی دُعاؤں کا بڑا حصہ رکھا تھا اور یہ اس کی برکت تھی۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور ذاکرہ تھیں۔ ۹۳ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ اپنی وفات تک ہمیشہ روزانہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنے اس بیٹے کے لئے دُعا کرتی تھیں کہ "اے اللہ! میرے نورِ نظر علی سے کوئی غلط کام نہ ہو، زندگی کے ہر موڑ پر اے اللہ! تو ہی اس کی صحیح راہنمائی فرما۔" انہوں نے اپنے اس بیٹے کو وصیت کی تھی کہ "علی! تم روزانہ اپنے معمولات میں اس دُعا کو شامل کرنا کہ اے اللہ! تو مجھے اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں کو دیئے جانے والے حصوں میں سے افضل ترین حصہ عطا فرما۔" "اَللّٰھُمَّ اٰتِنِیْ بِفَضْلِكَ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَكَ الصّٰلِحِیْنَ" آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر انہوں نے خود اپنی وفات سے پہلے دیکھی، خواب یہ تھا کہ ہاتف غیبی نے ان کی زبان پر قرآن کی اس آیت کو جاری کر دیا ہے کہ ہم نے تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے جو مخفی خزانہ چھپا رکھا ہے اس کا تمہیں اندازہ نہیں۔ "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ" (السجدۃ:۱۷) مولانا کی انہوں نے اس طرح تربیت فرمائی کہ ان سے اگر کسی خادم یا ملازمہ کے بچے پر زیادتی ہوتی تو نہ صرف معافی منگواتیں بلکہ ان سے مار بھی کھلاتیں، اسی کا نتیجہ تھا کہ بچپن ہی سے مولانا کو ظلم، غرور و تکبر سے نفرت تھی اور کسی کی دل آزاری سے وحشت ہوگئی۔ عشاء کی نماز پڑھے بغیر اگر سو جاتے تو آپ کی والدہ اُٹھا کر نماز پڑھواتیں، صبح کو جماعت کے ساتھ نماز کے لئے بھیجتیں، فجر کے بعد تلاوت کا ناغہ نہیں ہونے دیتیں۔

مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں ہم اپنا جائزہ لیں تو شاید ہی ہم میں سے دو فیصد والدین اس کے مطابق اپنے کو پائیں۔ روزانہ صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر اپنی اولاد کے لئے دُعا مانگنا تو دُور کی بات زندگی بھر میں اللہ سے اپنی اولاد کی نیک نامی اور صلاح مانگنے کے لئے ہم نے ایک بار بھی صلوٰۃ الحاجۃ نہیں پڑھی ہوگی جبکہ اللہ نے ہمیں اپنی اولاد کی بھلائی اور نیک نامی کے لئے مانگنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے اور اس کے آداب بھی بتائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کے لئے تم مجھ سے اس طرح مانگو کہ "اے اللہ! ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہمیں متقین کا امام بنا۔" "رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا" (الفرقان:۷۴)

﴿۱۳۷﴾ فضول گوئی سے پرہیز کیجیے

جب دو خواتین آپس میں ملاقات کرتی ہیں تو وہ کسی تیسری خاتون کے بارے میں فضول باتیں کرنے لگتی ہیں۔ اس طرح کی فضول اور بے مطلب باتوں کا اثر کیا ہوتا ہے؟

اگر آپ کوئی کہانی بیان کرنا چاہتی ہیں جو کسی اور کے بارے میں ہو اور کسی دوسری خاتون نے آپ کو سنائی ہو تو اس بات کو کہنے سے پہلے آپ تین مرحلوں پر اچھی طرح سے غور کر لیجیے اور یہ تین بالکل مختلف طریقے ہیں۔ پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ آپ جو کچھ کہنے جا رہی ہیں کیا وہ سچ ہے؟ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ کیا یہ ضروری ہے؟ آخری مرحلہ یہ ہے کہ آیا یہ بات دوسروں کے لئے تکلیف دہ تو نہیں ہے۔

انگریزی کا لفظ "گوسپ" جسے ہم اردو میں گپ بازی کہہ سکتے ہیں آج کے دور میں ایک دلچسپ اور وسیع مفہوم کا حامل بن گیا ہے اور اس کی اپنی ایک تاریخ ہے۔ اس لفظ کے اصل معنی لوگوں کے درمیان قرابت داری کے ہیں۔ لیکن دوسرے لوگوں کے ذاتی معاملات کے بارے میں غیر ذمہ داری کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔

ہم میں سے بہت سے لوگوں کے لئے گپ شپ کرنا ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ لوگ آپس میں بیٹھ کر گپ شپ کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار رسائل وجرائد اور اخبارات ہیں جو ہمارے سامنے خوب چٹ پٹی کہانیاں پیش کرتے ہیں، جو عام طور سے مبالغہ آمیز اور فرضی ہی ہوتی ہیں یا جنہیں طرح طرح کے لالچ اور رشوت دے کر لکھوایا جاتا ہے۔

گپ بازی یا گپ شپ کیا ہے؟ گپ بازی کی بہت سی شکلیں ہوتی ہیں۔ اِدھر اُدھر خبریں پھیلانے والے سیدھے سادھے اور بے ضرر لوگوں سے لے کر بات کا بتنگڑ بنانے والوں اور بدنام کرنے والوں تک کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ بے فکرے لوگوں کی یہ ایک عادت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں آپس میں گپ شپ کرتے ہیں۔ جب ایسے دو افراد ملتے ہیں جن کے پاس وقت کی کمی نہیں ہوتی اور جو بہت دیر تک باتیں کر سکتے ہیں تو ان کی گفتگو کا رخ لازمی طور پر اپنے پڑوسیوں اور دوستوں کی جانب مڑ جاتا ہے اور وہ ان کے بارے میں جھوٹی سچی باتیں کرتے ہیں۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ طرح طرح کی خبریں پھیلانے والے دانستہ طور پر ایسا کرتے ہیں اور ان کا مقصد دوسروں کے لئے مسائل پیدا کرنا ہو، لیکن وہ اس بات کا اندازہ بھی نہیں لگا پاتے کہ ان کی زبان سے نکلی ہوئی غیر ذمہ دارانہ باتوں کا سلسلہ دوسری جگہوں تک جا پہنچتا ہے جس سے بات کا بتنگڑ بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں شر انگیزی اور دلوں میں تلخی جنم لیتی ہے۔

باتونی شخص کسی بات کو صیغۂ راز میں نہیں رکھ سکتا۔ جن رازوں سے وہ واقف ہوگا اسے ضرور دوسروں تک پہنچائے گا۔ اس قسم کی سرگوشیاں بنیادی طور پر خود پر قابو رکھنے کی صلاحیت سے محرومی کے باعث جنم لیتی ہیں اور ان کو روکنے کے لئے شعوری کوشش کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ہم ان باتوں کا اظہار نہ کریں جن کو راز رکھنے کے لئے ہم پر اعتماد کیا گیا ہو۔

سب سے زیادہ خراب اور نقصان دہ قسم کی گپ شپ وہ ہے جو کسی کو بدنام کرنے کے لئے کی جائے۔ وہ شخص جو دوسروں کے خلاف دشنام طرازی کی مہم چلاتا ہے اور انہیں بدنام کرتا ہے، فی الحقیقت اپنی بغل میں ایسے ہتھیار چھپائے ہوتا ہے، جن کے ذریعہ وہ کسی بھی نامور کردار کا صرف ایک وار کے ذریعہ خاتمہ دیتا ہے۔ دشنام طرازی کرنے والا شخص عام طور پر حاسد بھی ہوتا ہے اور وہ حسد کے تحت لوگوں کی پیٹھ پیچھے برائیاں کرتا ہے۔ ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں غلط سلط باتیں پھیلاتا رہتا ہے۔ غلط باتوں، جھوٹی اور من گھڑت کہانیوں کے ذریعہ لوگوں کے درمیان نفاق کے بیج بوتا ہے۔ وہ کسی بھی بات میں اپنی طرف سے رنگ آمیزی کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ لوگوں کے درمیان فتنہ اور فساد کو ہوا دیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے اس قسم کے لوگ کسی کے بھی خیر خواہ نہیں ہوتے اور ان کی زبان سے کسی کے لئے بھی کلمہ خیر نہیں نکلتا۔ اس طرح کے لوگوں کو گپ شپ کرنے میں، دوسروں کے بارے میں جھوٹ گھڑنے میں اور اسے پھیلانے میں سکون ملتا ہے۔ اگر ہم دوسروں کی مدد نہیں کر سکتے تو ہمیں ان کے معاملات میں زیادہ دلچسپی کا بھی مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

﴿۱۴۸﴾ اپنی اصلاح آپ کریں

اللہ کی مخلوق کم وبیش چھتیس ہزار ہے، جس میں انسان بھی ایک ہے۔ اللہ نے انسان کو جو خوبیاں عطا کی ہیں ایسی خوبیاں کسی بھی خلق میں ناپید ہیں۔ انسان کو اللہ نے سب سے بڑا تحفہ نطق کا دیا ہے۔ انسان کو اللہ نے اعضاء وجوارح عطا کئے جس کا استعمال انسان اچھے یا برے کاموں میں کرتا ہے اور سب سے بہترین عطیہ اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل وفہم اور دانائی سے نوازا ہے۔ اس کے لئے

زمین وآسمان مسخر کیے اور اپنی نشانیوں کو انسان کے سامنے بیان کیا تاکہ انسان کا عقیدہ اور ایمان پختہ ہو جائے اور انسان اس کی اطاعت کرے۔ انسان غلطیوں اور گناہوں کا پتلا ہے۔ غلطی کرنا اس کی سرشت میں شامل ہے، اس کے باوجود اللہ نے اپنے بندوں کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے لیکن کچھ ایسے بھی انسان اس دُنیا میں بستے ہیں جو صرف دوسروں کی غلطیوں پر انگشت نمائی کرتے ہیں اور دوسروں کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں لیکن شاید وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کے اندر بھی کچھ خامیاں ہیں۔ ان کے اندر بھی برائی کے کچھ عنصر موجود ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان خود اپنی خامیوں اور اپنی غلطیوں کو نہیں گنواتا بلکہ اپنی غلطی اور کوتاہی چھپانے کے لئے دوسروں کے عیوب کو عیاں کرتا ہے۔ چنانچہ ہمیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جتنا آسان غیروں کی عیب جوئی کرنا ہے اتنا ہی مشکل خود شناسی ہے۔ ہم دوسروں کی اصلاح کا بیڑہ اُٹھا تو سکتے ہیں، مگر اپنی اصلاح کے معاملے میں کوتاہ نظر آتے ہیں۔

ایک بات قابل غور بھی ہے اور قابل مشاہدہ بھی کہ اگر ایک اُنگلی ہم کسی کی غلطی کی جانب اُٹھاتے ہیں تو چار اُنگلیاں ہماری جانب اُٹھ جاتی ہیں، اس وقت بھی ہمیں یہ احساس نہیں ہوتا کہ شاید وہ خامی ہمارے اندر بھی موجود ہو اور یہ بات صد فیصد سچ ہے کہ جب تک ہم اپنے قول پر عمل نہیں کریں گے ہم دوسروں کو اس کے زیر اثر نہیں لا سکتے۔ یہی کمی ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے اور ہم اسے ''ناممکن'' کہہ دیتے ہیں۔

اگر ہماری سوچ میں گہرائی اور گیرائی ہو تو یہی ناممکن ہماری کامیابی کی بنیاد بن سکتی ہے۔ لفظ ''ناممکن'' سے ''نا'' نکال دیں تو ''ممکن'' ہو جاتا ہے اور ہم اسے بآسانی انجام دے سکتے ہیں۔ ''نا'' لفظ ہی تو تمام جدوجہد اور کاوشوں کی جڑ ہے۔ اسی ''نا'' کے لئے تو ہم بار بار کوششیں کرتے ہیں اور یہی ''نا'' ہماری راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتا ہے۔ تمام تگ و دو اسی ''نا'' کے لئے ہوتی ہے۔

نپولین بونا پارٹ کی کامیابیوں کا راز اسی ''نا'' یا ''نہیں'' میں مضمر تھا۔ بقول نپولین، اس کی زندگی کی لغت میں لفظ ''نہیں'' یا ''نا'' نہیں ہے۔ کچھ یہی داستان انگریزی کے لفظ Impossible کی ہے۔ انگریزی میں سلیس انداز میں اس لفظ کو ادا کر کے کسی کام کے نا ہونے کی مہر ثبت کر دیتے ہیں لیکن یہی لفظ خود متکلم کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اس میں جو راز مخفی ہے وہ خفیف سی کاوش کے بعد عیاں ہوتا ہے۔ یہی Impossible جو زبان سے کہتا ہے I M (am) possible یعنی یہ ناممکن چیخ کر کہتا ہے ''میں ممکن ہوں'' پھر بھی ہماری فہم و فراست اس کو قبول نہیں کرتی۔

بعض اوقات انسان یہ کیوں سوچ لیتا ہے کہ اگر اس میں کوئی خامی ہے تو وہ دُور نہیں ہو سکتی؟ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر انسان کوشش کرے تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا؟ لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ انسان اپنے اندر اچھی عادتیں پیدا کر کے ایک مثال قائم کرے بلکہ ہوتا تو یوں ہے کہ ''اندھے کے ہاتھوں میں چراغ'' جس سے اندھے کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ دوسرے اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

ہم دوسروں پر ہنستے ہیں اور دوسرے ہماری ذات سے اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ ہم دوسروں کی غلطیوں پر ہنستے ہیں، ہم دوسروں کی قابلیت دیکھ کر حسد کرتے ہیں جبکہ ہونا تو یوں چاہئے کہ بجائے حسد کے ہم ان پر رشک کریں اور اپنے اندر اتنی زیادہ قابلیت و اہلیت پیدا کریں کہ وہی ہماری طاقت بن جائے۔ دوسروں کو ٹوکنے سے زیادہ بہتر ہے کہ اپنی اصلاح کی جائے۔ یہ کام اسی وقت شروع کر دیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری نظر اس سوال پر جائے کہ کیسے شروع کریں اور کہاں سے شروع کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس سے پہلے کچھ نہ ہوا ہو، اسے شروعات کہتے ہیں بالکل اسی طرح اگر ہم خود اپنی اصلاح کے بارے میں آج ہی سے ابتدا کریں اور دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیں تو شاید بہت حد تک ہم ایک کامیاب زندگی گزارنے والوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

(۱۳۹) کیا آپ ﷺ کے بدن کا سایہ نظر آتا تھا؟

سوال کیا آپ ﷺ کا سایہ ہوتا تھا؟

جواب حضرت ذکوان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تو دن میں نظر آتا تھا اور نہ ہی رات میں۔

اس کو حکیم ترمذی نے نقل کرنے کے بعد فرمایا:

وجہ یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر نہ چلے، اگر کوئی کافر آپ کے سایہ مبارک پر چلے گا تو یہ آپ کے لئے باعث ذلت ہوگا۔

ابن سبع فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایۂ مبارک زمین پر پڑتا ہی نہیں تھا۔ آپ تو نور تھے، رات دن میں جب بھی چلتے مگر سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس کی تائید آپ ﷺ کے فرمان "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا" سے بھی ہوتی ہے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد جلد ۲ص ۹)

(۱۴۰) آپ کی کتاب ''مؤمن کا ہتھیار'' پڑھتی ہوں مگر......

سوال ہم آپ کی کتاب ''مؤمن کا ہتھیار'' بلاناغہ صبح وشام پڑھتے ہیں، لیکن کبھی کبھی کسی مشغولیت کی وجہ سے نہیں پڑھ پاتے تو کیا اس کو دوسرے وقت میں پڑھ سکتے ہیں؟

جواب امام نووی اپنی کتاب ''الاذکار'' صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں کہ جس شخص کا رات یا دن کے کسی وقت میں یا نماز کے بعد یا کسی اور وقت میں ذکر کا وظیفہ متعین ہو اور اس سے اس وقت میں وہ وظیفہ فوت ہو جائے تو مناسب ہے کہ اس کو جب بھی وقت ملے اس کا تدارک کر لے، ترک نہ کرے اس لئے کہ جب وظیفہ کی عادت بن جائے گی تو وہ وظیفہ اس سے نہیں چھوٹے گا۔ لیکن اگر وہ اس وظیفہ کو پورا کرنے میں غفلت کرے گا تو پھر وظیفہ کا اس وقت میں ضائع ہونا بھی آسان ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو آدمی اپنے کل وظیفہ یا اس میں سے کچھ حصہ پورا کیے بغیر سو گیا پھر صبح اس کو فجر کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز تک کسی وقت میں پورا کر لیا تو اس کے لئے ایسا ہی لکھا جائے گا کہ گویا اس نے اس کو رات ہی میں پڑھا ہے۔'' (صحیح مسلم جلد ۱ص ۲۵۶) لہٰذا بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو ناغہ نہ کیجیے۔

(۱۴۱) جہیز کی لعنت سے بچیے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوقات میں انسان کو سب سے افضل واعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔ اس میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ ساری دنیا کے انسانوں سے قطع نظر، ہم اگر صرف مسلمانوں کی بات کریں تو ان کی کچھ حرکتیں دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ وہ قوم جسے پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے اپنے ہر ہر عمل سے زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا ہے، کس طرح کچھ حرکتوں کی وجہ سے بدنام ہے۔ ''جہیز'' کا شمار بھی ایسی ہی حرکتوں میں ہوتا ہے۔ جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس کے باوجود مسلمانوں میں اس کی وبا عام ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''وہ شادی بہت بابرکت ہے جس کا بار کم سے کم پڑے۔'' (شعب الایمان للبیہقی)

جہیز ایک خطرناک وبا کی طرح ہمارے سماج میں موجود ہے۔ اس کے لیے کسی حد تک نوجوانوں کو بھی ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے جو اپنے والدین کے ساتھ جہیز کی فرمائشوں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ حالانکہ نوجوانوں کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کریں اور اس کے لیے والدین کو راضی بھی کر سکتے ہیں۔ جہیز کے خلاف انقلاب لانے میں نوجوان اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ والدین اپنی بیٹی کو جہاں تک ممکن ہوتا ہے، اپنی اوقات سے زیادہ دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود جہیز کے لالچی انسانوں کا دل نہیں بھرتا اور

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو سماج کے عزت دار لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں جہاں نوجوانوں پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہیں لڑکی اور اس کے اہل خانہ کو بھی اس سے بری نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لڑکی کے والدین اس کی خوشی کے لیے قرض لے کر یا گھر بیچ کر کسی بھی طرح جہیز کا سامان خریدتے ہیں' چاہے لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ ہو یا نہ ہو۔ یہ لڑکی والوں کا غلط فیصلہ ہوتا ہے کہ سامان دینے سے ان کی بیٹی خوش رہے گی۔ اول تو جہیز دینا ہی نہیں چاہیے' دوسرے یہ کہ جہیز مانگنے والوں کے یہاں اپنی بیٹی کا رشتہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جو لوگ آج مطالبہ کر رہے ہیں اس کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ اتنے پر ہی اکتفا کرلیں گے؟ کبھی کبھی تو ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ منگنی کے چند مہینہ بعد لڑکے والے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں اور لڑکی والے عزت کے مارے چپ چاپ ان کا مطالبہ قبول کرلیتے ہیں۔ کیونکہ دوسری صورت میں منگنی توڑ دینے کی دھمکی دی جاتی ہے اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ اگر لڑکی کی کسی وجہ سے منگنی ٹوٹ گئی تو قصوروار نہ ہوتے ہوئے بھی سارا الزام اسی پر دھر دیا جاتا ہے کہ یقیناً اس میں کوئی خرابی ہوگی تب ہی تو اتنے دنوں پرانی منگنی ٹوٹ گئی۔ لیکن اس طرح کا دھوکہ لڑکی والوں کو برداشت نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح کے عناصر سے نمٹنے کے لیے قانون کا سہارا بھی لیا جاسکتا ہے۔

جہیز کی وبا نے ہمارے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اب کیا پڑھے لکھے اور کیا جاہل' سب ہی ایک صف میں نظر آتے ہیں۔ عیش و آرام اور غیر ضروری اخراجات کو پورا کرنے کے لیے شادی کے برسوں بعد بھی فرمائشیں کی جانے لگی ہیں اور پوری نہ ہونے کی صورت میں' زندگی بھر کا ساتھ نبھانے کا وعدہ پلوں میں توڑ دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح لڑکی جب واپس اپنے والدین کے گھر آتی ہے تو اکیلی نہیں ہوتی' بلکہ اس کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری اس کے والدین کو اٹھانی پڑتی ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر لڑکا کوئی کام وغیرہ نہیں کرتا ہے تو اس کے والدین سعودی وغیرہ بھیجنے کا خرچ بھی لڑکی سے مانگتے ہیں۔ اس طرح کے واقعات عام ہیں لیکن اسے ہماری بے حسی کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہم دیکھ کر بھی انجان بنے رہتے ہیں۔

جہیز کے مطالبے کی وجہ سے کتنی ہی بیٹیاں والدین کی چوکھٹ نہیں پار کرسکی ہیں اور ان کی عمر گزری جارہی ہے۔ دور جدید میں لوگوں نے جہیز کو فیشن بنالیا ہے۔ ہر چند کہ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو سادگی سے اس مقدس فرض کو انجام دے رہے ہیں' اس کے باوجود اکثریت مطالبہ کرنے والوں کی ہے۔ اس وباء کے تدارک کے لیے نوجوانوں کے ساتھ خواتین بھی اہم کردار ادا کرسکتی ہیں' کیونکہ عام طور سے فرمائشیں ساس اور نندوں کی طرف سے زیادہ ہوتی ہیں۔

اسلام جیسے آسان مذہب کے پیروکار ہونے کے ناطے' ہمارا فرض ہے کہ ہم اس طرح کی معاشرتی برائیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ کیونکہ یہی اسلام کا شیوہ ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے گھر سے ہی اس کی شروعات کرنی چاہیے۔

(۱۴۲) اسلامی سزائیں انسانی معاشرے کے لیے رحمت ہیں

اسلام میں عورت کو جو مقام و مرتبہ دیا گیا ہے وہ اسے تاریخ کے کسی دور میں بھی حاصل نہیں رہا ہے۔ جہاں تک عورت اور مرد کے درمیان تقابل کی بات ہے' حقوق و احترام کے معاملہ میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ دونوں کا مزاج اور فطری تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے دونوں کی ذمہ داریوں میں فرق رکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے دونوں کا مقام عمل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ کوئی افضلیت اور عدم افضلیت یا برتری اور کمتری کی بات نہیں بلکہ ایک ناگزیر معاشرتی ضرورت ہے۔ عورت اور مرد کے فرائض کے معاملے میں شریعت کے احکامات کو اسی نقطہ نظر سے دیکھا جانا چاہیے۔

دونوں کا خالق و مالک ایک ہے۔ وہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد سے عمر کے آخری لمحے تک دونوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتتا ہے اور نہ ہی ایک کے دکھ درد کو دوسرے سے ہلکا تصور کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام میں عورت اور مرد کے درمیان نا اتفاقی کی صورت میں جس طرح مرد کو طلاق کا اختیار ہے اسی طرح عورت کو بھی خلع کا حق دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے مذاہب میں اس طرح کی کوئی سہولت نہیں پائی جاتی۔ مثال کے طور پر ہمارے ملک کا ایک قدیم مذہب ہندوازم یا سناتن دھرم ہے جس کی انسان دوستی اور رواداری نظریاتی سطح پر ہی سہی زبان زد عام ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی کے نازک معاملات میں ہندو دھرم کوئی واضح رہنمائی نہیں دے پاتا۔ طلاق و خلع جیسے عین فطری اصول ہندو دھرم میں نہیں ملتے۔ خلع کا تصور تک اس دھرم کے گرنتھوں میں نہیں پایا جاتا۔ عورت نے جس مرد کے ساتھ اگنی کے سات پھیرے لگا لیے اسی کے دامن سے اسے آخری سانس تک بندھے رہنا ہے خواہ عائلی زندگی میں کیسا ہی اتار چڑھاؤ آئے اور میاں بیوی کی زندگی زہر سے بھی تلخ تر کیوں نہ ہو جائے۔ بیوہ کے مسائل تو اس سے بھی زیادہ سنگین ہیں۔ عورت اگر بیوہ ہو جائے تو بن ٹھن کر نکلنا اور بناؤ سنگھار کرنا تو درکنار بناؤ سنگھار کی اشیاء رکھنے تک کی اسے اجازت نہیں ہوتی دوسری شادی کا حق تو بہت دور کی بات ہے۔ اس کے برعکس اسلام میں عورت کے حقوق کی کتنی ٹھوس ضمانت ہے اور وہ عورت کی عظمت کا کتنا اونچا تصور رکھتا ہے اس کا اندازہ اس ایک مسئلہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کی پاکدامنی پر انگلی اٹھائے تو اسے اپنے الزام کے ثبوت میں پورا آدمیوں کو پیش کرنا پڑے گا۔ اگر وہ چار مردوں کی گواہی نہ پیش کر سکا تو اس کی ننگی پیٹھ پر ۸۰ کوڑے مارے جائیں گے۔ اس باب میں اسلام کا موقف یہ ہے کہ کسی عورت پر انگشت نمائی کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح سوچ لو سوچے سمجھے بغیر محض قیاس آرائی کی بنیاد پر ہرگز زبان نہ کھولو۔

رسول اللہ ﷺ کی عائلی و معاشرتی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی لیکن آپ ﷺ نے کامل تحقیق کے بغیر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے اصحاب بالفاظ دیگر اس وقت کے اسلامی معاشرہ نے بھی حسن ظن سے کام لیا اور صبر و انتظار کی پالیسی پر چلتے ہوئے حد درجہ قوت برداشت اور ضبط و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ بالآخر ام المومنین کی برائت میں پورا ایک رکوع نازل ہوا اور منافقین کی پھیلائی ہوئی افواہ کے غبارے کی ہوا نکل گئی۔

مغربی مصنفین جن اسلامی سزاؤں کا برسر عام مذاق اڑاتے ہیں انہیں میں ایک حد زنا ہے۔ ان سزاؤں کو وہ دور وحشت کی یادگار قرار دیتے ہیں۔ لیکن اسلامی تعزیرات میں دور وحشت کی یادگاروں جیسی کوئی چیز نہیں آتی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اسلامی سزائیں انسانی معاشرہ کے لیے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہیں۔ اب حد زنا ہی کو لے لیجئے۔ یہ محض تعزیر نہیں سوسائٹی کے لیے تنبیہ بھی ہے۔ اس کا مقصد سوسائٹی کو اخلاقی آلودگی سے پاک و صاف رکھنا ہے۔ مغرب کے وضع کردہ قوانین کے نزدیک زنا ایک معمولی چیز ہے۔ اس کے گناہ ہونے کا تصور تک مغربی تہذیب میں نہیں ہے۔

جدید قوانین یا مغربی تہذیب میں صرف زنا بالجبر کو جرم شمار کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مغرب کا تصور آزادی یہ ہے کہ آزادی اس وقت تک جب تک وہ دوسرے کی آزادی سے متصادم نہ ہو۔ لیکن اسلام میں آزادی کا تصور اس سے مختلف ہے۔ اسلام اسی کے ساتھ ایک قید اور لگاتا ہے وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ بے قید آزادی کے استعمال سے معاشرہ پر کس قسم کے اثرات مرتب ہوں گے۔ گویا مغرب میں براہ راست مداخلت ہی کو آزادی کے منافی سمجھا جاتا ہے جبکہ اسلام اس کا دائرہ فرد سے معاشرہ تک وسیع کرتا ہے۔ براہ راست مداخلت کے ساتھ وہ بالواسطہ مداخلت کو بھی آزادی کے خلاف مانتا ہے اور اسے انسانی سماج کے لیے مضر قرار دیتا ہے۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ اسلام کا تصور آزادی اور سوسائٹی کو صاف و شفاف رکھنے کا دعویٰ سر آنکھوں پر لیکن ایسی بھی کیا سنگ دلی

کہ اگر کسی سے زنا کا صدور ہو جائے تو اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ سنگسار کیے جانے کی یہ سزا (رجم) انتہائی وحشت ناک اور اعلیٰ درجہ کی سنگدلی کی علامت ہے۔ لیکن اعتراض اٹھانے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ جن ممالک میں اسلامی قوانین نافذ ہیں وہاں پر رجم' قصاص اور اسی طرح قطع ید کے کتنے مقدمات سامنے آتے ہیں۔ اس کے برعکس جن ممالک میں بے قید آزادی کا رجحان اور جدید کلچر کا غلبہ ہے۔ بالخصوص مغربی ممالک میں زنا' قتل' اغواء' ڈکیتی اور غنڈہ گردی کی شرح کس تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اسلام اپنے مضبوط موقف کے ذریعہ معاشرہ کو اس انجام بد سے بچانا چاہتا ہے اور جدید انسانوں کو ان اخلاقی بیماریوں اور آلائشوں سے پاک رکھنا چاہتا ہے جو بدقسمتی سے مغربی اقوام کا مقدر بنی ہوئی ہیں۔

آج وہ تعزیرات نہیں ہیں چنانچہ دیکھ لیجئے انسان شتر بے مہار بنا ہوا ہے اور ادھر اُدھر منہ مارتا پھر رہا ہے۔ خصوصاً مغربی ممالک میں جہاں اسلامی وافکار و نظریات کا مذاق اڑایا جاتا ہے' وہاں اعلیٰ انسانی اوصاف اور روحانی و اخلاقی اقدار خواب میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتے۔ مغربی سوسائٹی میں روحانیت پر مبنی سوچ کو رجعت پسندی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آپ ان ممالک میں جا کر دیکھئے جہاں پر کسی نہ کسی درجہ میں اسلامی قوانین نافذ ہیں یا جہاں کے عوام میں اسلامی قوانین اور اسلامی افکار و عقائد کو فکری و نظریاتی سطح پر برتری حاصل ہے' وہاں وہ حیاء سوز مناظر دیکھنے کو نہیں ملتے جو لندن' پیرس یا دیگر یورپی ممالک میں برسرِ عام دیکھے جاتے ہیں۔

ضرورت ہے کہ اسلام کے عائلی و معاشرتی قوانین کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دور کیا جائے اور اسلام کے ابدی و آفاقی اصولوں کو سمجھا جائے۔

﴿۱۴۳﴾ تیری گود میں پلتی ہے تقدیر اُمم

علم کی اہمیت و افادیت اپنی جگہ مسلم ہے' آج کے اس عہد میں تعلیم اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ زندگی کے لیے سانس کی آمد و رفت۔ ایک بچہ کے لیے ماں کی گود سب سے پہلا مدرسہ ہوتا ہے۔ ایک نومولود جب اس دنیا میں آتا ہے تو وہ بالکل معصوم اور فرشتے کی طرح ہر گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ تمام دنیاوی امور اور مسائل سے آزاد ہوتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے وہ اپنی زندگی کے ابتدائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنی طفلانہ زندگی کا آغاز کرتا ہے' ہر شئے لاشعوری طور پر اس کے سامنے آتی ہے۔ بچہ جب اپنی ماں کی گود سے اترتا ہے تو وہ اپنے گھر کی زمین پر قدم رکھتا ہے گویا اسے یہیں احساس ہو جاتا ہے کہ اس کے اطراف کا ماحول کیا ہے۔ وہ اپنے اطراف کے ماحول سے مانوس ہوتا چلا جاتا ہے اور ان چیزوں کو قبول کرتا ہے جو اس کے ارد گرد پھیلی ہوئی ہیں۔

سماجی نقطۂ نظر سے ایک بچہ کا سماج اس کا گھر ہوتا ہے اور بچہ اپنے اس ماحول کے تمام طور طریقوں سے مطابقت کرنا سیکھتا ہے یا والدین اسے سکھاتے ہیں۔ اس میں مرکزی کردار ماں کا ہوتا ہے' اس لیے کہ باپ تو تلاش معاش میں گھر سے باہر ہوتا ہے۔ اگر ماں تعلیم یافتہ ہے تو سب سے پہلے بچے کو لکھنا پڑھنا سکھاتی ہے' لیکن ماں اگر ان پڑھ ہے تو وہ اس کی چنداں فکر نہیں کرتی لہٰذا بچہ اس سے آزاد اور کھیل کود میں مگن رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ اسکول میں داخل ہوتا ہے تو اس میں وہ دلچسپی یا رغبت مفقود ہوتی ہے جو تعلیم یافتہ ماحول سے آنے والے بچوں میں ہوتی ہے۔

ماں کی گود کے بعد اور اسکول میں داخلے سے پہلے ایک بچے کا جو مکتب ثانی ہوتا ہے وہ اس کا گھر اور آس پاس کا ماحول ہوتا ہے۔ گھر کے باہر کا ماحول بھی بچے کو اتنا ہی متاثر کرتا ہے جتنا کہ اندر کا۔ عموماً بچے گھر کے باہر نازیبا کلمات اور گالی گلوچ سیکھتے ہیں اور اس کا ردعمل کم یا زیادہ گھر میں بھی نظر آتا ہے۔ بھائی بہن کی لڑائی میں ان کی زبان سے یہ کلمات نہ چاہتے ہوئے بھی ادا ہوتے ہیں۔ یہ بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ بیرونی ماحول سے اپنے ہم عمر بچوں سے سننے والی باتیں وہ جلد قبول کرتے ہیں۔ مشترکہ خاندانوں میں بچے زیادہ نفسیاتی اور

حساس ہوتے ہیں۔ مشترکہ خاندان میں افراد کی تعداد زیادہ ہونے کے سبب تو تو میں میں عام بات ہوتی ہے اور دو افراد کے بیچ ردعمل کو جب دیکھتے ہیں تو اس کا اثر قبول کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ اکثر بچے گھر کے باہر لڑائی جھگڑے میں پیش پیش رہتے ہیں۔

اگر مشترکہ خاندان میں بچوں کے سامنے احتیاطی تدابیر اختیار نہ کی جائیں تو بچے اسی رو میں بہنا شروع کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں آگے چل کر خاندان کے دوسرے افراد متاثر ہو سکتے ہیں۔ تجربات اور مشاہدات یہ ثابت کرتے ہیں کہ بچوں کا ذہن و دماغ ایک کورے کاغذ کی طرح ہوتا ہے' بچپن میں جو باتیں یا عادتیں انہیں سننے اور دیکھنے کو ملتی ہیں وہ ان کے دماغ میں ثبت ہو جاتی ہیں اور عمر کے ساتھ ساتھ ان میں پختگی بھی ہو جاتی ہیں۔

ہمیں اپنے معاشرے کو صحت مند بنانے کے لیے اس قول کو اہمیت دے کر ایک بچے کو آنے والے کل کا ایک بہترین انسان بنانا ہوگا تاکہ وہ ایک اچھا اور سمجھدار انسان بن سکے۔ جس طرح ایک سمجھدار انسان ایک چھوٹے سے بچے سے بہت ساری باتیں سیکھتا ہے بعینہٖ ایک بچہ بھی اپنے بڑے بزرگوں سے بہت ساری نہیں بلکہ تمام باتیں سیکھتا اور قبول کرتا ہے۔

بچے فطرتاً نقال ہوتے ہیں۔ اس لیے گھر کے افراد کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جو بھی حرکات وسکنات ان سے سرزد ہوں گی بچہ اسے فوراً قبول کرے گا' اس لیے بچوں کے سامنے لغویات اور فضولیات سے پرہیز کرنا' والدین اور دیگر بڑوں کی اخلاقی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ سماجی ذمہ داری بھی ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم ان بچوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے انہیں ایک صالح' صاف ستھرے ماحول کی تشکیل کے لیے فضاء سازگار کرتے ہیں۔

بچے مستقبل کا سرمایہ ہیں۔ اس لیے یہ بات نہایت ہی اہم ہے کہ ان کی پرورش کے لیے گھر کا ماحول خوشگوار اور صحت مند رکھیں۔ کیونکہ ایک بچہ اپنے گھر میں والدین کے ساتھ ساتھ گھر کے دیگر افراد کے ساتھ بھی وقت گزارتا ہے۔ ایک نیک اور صالح بچہ جب گھر کے باہر قدم رکھتا ہے تو سماج میں مختلف لوگوں سے اس کا سابقہ پڑتا ہے۔ متعلقہ افراد بچے کے عادت واطوار اور کردار وگفتار سے یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ اس بچے کے گھر کا ماحول کس طرح کا ہے۔

ماحول دینی ہو تو اس کا اثر بچے کے ذہن کو متاثر ضرور کرتا ہے ورنہ عموماً نئی نسل اپنے مذہب اور دین سے کوسوں دور نظر آ رہی ہے۔ اس کمی کے لیے بھی والدین اور گھر کے افراد ہی ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے۔ بچے قدرتی طور پر معصوم ہوتے ہیں اور ان کی اس معصومیت میں آنے والے کل کا مستقبل پوشیدہ ہوتا ہے۔ بالخصوص ایک ماں کی گود میں بچے کی تقدیر پلتی ہے جو کہ اس مصرعے کی غماز ہے:

تیری گود میں پلتی ہے تقدیر امم

﴿۱۴۴﴾ قریش کی عورتیں

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی چچازاد بہن تھیں۔ نبوت سے قبل اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے چچا سے ان کا رشتہ مانگا مگر بوجوہ انہوں نے انکار کر دیا اور ان کی شادی کسی اور جگہ ہو گئی' پھر ایک وقت آیا جب یہ بیوہ ہو گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بڑی خواہش تھی کہ اگر ان کی شادی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہو جائے تو بڑے شرف کی بات ہے' چنانچہ ایک دن انہوں نے موقع پا کر اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ ﷺ ام ہانی بنت ابی طالب سے نکاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دو رشتوں سے نواز دے گا۔ وہ پہلے بھی آپ ﷺ کی قریبی رشتہ دار ہیں اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کی زوجیت میں آ جائیں گی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو پسند فرمایا اور ام ہانی رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھجوا دیا۔ انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کے رسول ﷺ مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کا حق بہت عظیم ہے۔ میرے بچے یتیم ہیں جن کی میں پرورش کر رہی

ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں آپ ﷺ کی خدمت کا حق ادا کرنے لگ جاؤں گی تو میرے بچوں کے حقوق متاثر ہوں گے اور اگر بچوں کے حقوق ادا کرنے لگ گئی تو اللہ کے رسول ﷺ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی آ جائے گی۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے جب ام ہانی رضی اللہ عنہا کا جواب سنا تو نہایت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا: "قریش کی عورتیں تمام عورتوں سے بہتر ہیں' اونٹ کی سواری بھی کر لیتی ہیں' چھوٹے بچوں پر نہایت مہربان اور مشفق ہیں اور اپنے شوہر کے ذاتی کاموں پر بھرپور توجہ مرکوز کرنے والی ہیں۔" (الاصابہ جلد ۸ ص ۱۸۵)

یہ زمانہ جاہلیت کی بات ہے۔ مکہ میں ایک بڑے سردار کی بیٹی تھی جس کا نام ہند بنت عتبہ بن ربیعہ تھا۔ وہ اپنے زمانے کی نہایت ذہین و فطین اور حسین و جمیل لڑکی تھی۔ اس سے شادی کے لیے ایک ہی وقت میں سہیل بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب نے پیغام بھیجا۔ اس کے والد عتبہ اپنی بیٹی کے پاس آئے اور کہا "بیٹی! مکہ کے دو بہترین نوجوانوں نے تم سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے جس کو تم پسند کرو گی میں اس سے تمہاری شادی کر دوں گا۔" ہند کہنے لگی کہ ابا جان! ان دونوں کی عادات اور خصائل سے مجھے آگاہ کریں تاکہ مجھے فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

عتبہ نے سہیل بن عمرو کا تعارف یوں کروایا:

"سہیل بن عمرو خاندان کا منتخب اور بہتر آدمی ہے اور زندگی کے ناز و نعم کی سہولتیں اس کو میسر ہیں۔ دولت و ثروت کے سکوں کی اس کے آنگن میں کثرت رہتی ہے۔ میری لاڈلی! اگر تو نے اس کا پیغام قبول کر لیا تو وہ تیرا ہو کر رہے گا' تیری باتوں کی موافقت کو اپنی شان تصور کرے گا۔ اگر تو نے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی اور اس کی طرف محبت و میلان کو مقدم کر دیا تو یقیناً اس کی نگاہوں کا تارا بن جائے گی۔ تیرا ہر قدم اس کی ہتھیلی پر ہوگا اور تیری ہر بات اس کے سر آنکھوں پر۔ اس کے اہل خانہ کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہوگی اور مال و دولت پر تیری حکمرانی ہوگی۔"

جہاں تک ابوسفیان بن حرب کی بات ہے تو وہ خوشحال ہے' حسب و نسب والا اور پختہ و مضبوط رائے کا مالک ہے۔ اس کا گھرانہ شرافت میں معروف ہے۔ یہ خاندان مونچھوں پر ہاتھ پھیرنے والا' شدید غیرت اس کی فطرت ہے اور کثرت قال اس کی عادت ہے' اپنے مال کے ضیاع سے وہ غافل نہیں رہتا اور نہ اپنے اہل خانہ پر لاٹھی اٹھانے سے کبھی باز آتا ہے۔" ہند نے والد کی بات سن کر عرض کیا۔

"والد محترم! پہلا آدمی سہیل بن عمرو سردار اور اپنی بیوی کے نشہ میں اس کے قدموں کے نیچے مال و دولت بچھا دینے والا ہے' اس لیے ممکن ہے بیوی کی ناخوشگواری کے باوجود اس کے لیے الفت و محبت کا نذرانہ پیش کرنا اپنا شیوہ بنا لے اور اپنے دل کے نرم گوشوں میں اسے جگہ دے کر اپنا تن من دھن سب کچھ اس کے سپرد کر دے' لیکن جب اس کے اہل خانہ کی ذمہ داری بیوی کے کمزور کندھوں پر آ پڑے گی تو پھر اس کی زندگی کا ستارہ گردش کرنے لگے گا اور وہ غلطی کا شکار ہو جائے گی اور جب اہل خانہ اس سے کوئی رکاوٹ محسوس کریں گے تو پھر اطمینان کی سانس لینا بھی اس کے لیے دو بھر ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں اس کی حیثیت کم سے کم تر ہو جائے گی اور اس کا سارا ناز نخرا گھڑاؤں کی دھول کی طرح منتشر ہو جائے گا۔ اگر اس کے بطن سے کوئی بدصورت بچہ جنم لے گا تو احمقوں کی فہرست میں اس عورت کا ایک نام کا اضافہ ہو جائے گا اور اگر کوئی شریف بچہ جنم لے گا تو ایسے گھرانے میں ان کی بدقسمتی اس کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہ ہوگی۔ لہٰذا اے والد محترم! اس رشتہ کو نامنظور کر دیجیے۔ جہاں تک دوسرے آدمی ابوسفیان بن حرب کی بات ہے تو وہ عفت مآب' آزاد اور شریکِ دوشیزہ کا شوہر بننے کے لیے بالکل مناسب ہے اور ہاں میں بھی اس کے خاندان کا ایک ایسا فرد بن کر رہوں گی کہ اسے میرے خلاف غیرت کھانے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ یعنی بالکل پاکدامن رہوں گی اور اپنی ساری توجہ اپنے شوہر ہی پر مرکوز رکھوں گی اور خاندان کو میری طرف سے کوئی

شکایت نہ ہوگی تاکہ میری ہونے والے شریک حیات کو اس کی طرف سے کسی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں ایسے غیرت مند آدمی سے شادی پر اتفاق کرتی ہوں۔ سو ابو جان آپ میری شادی اسی سے کر دیجیے۔"

بیٹی کا یہ دور رس تجزیہ سننے کے بعد عتبہ بن ربیعہ نے بیٹی کی شادی ابو سفیان بن حرب سے کر دی۔ یہ وہی ہندہ ہے جو ایک وقت میں اللہ کے رسول ﷺ کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ غزوۂ بدر میں اس کا باپ عتبہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تو اس نے انتقام لینے کی ٹھانی' چنانچہ غزوۂ اُحد سے پہلے وحشی کو اسی نے بدلہ لینے کے لیے تیار کیا تھا۔ خود عورتوں نے ایک وفد کی قیادت کرتی ہوئی اُحد میں شریک ہوئی پھر وقت آیا کہ فتح مکہ کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا۔ چھپتی ہوئی اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بیعت کے لیے آئی۔ جب آپ ﷺ نے بیعت کی شرائط میں یہ ذکر فرمایا کہ زنا نہیں کرنا تو بے اختیار پکار اٹھی کہ کیا آزاد عورت بھی ایسی گھٹیا حرکت کی مرتکب ہو سکتی ہے؟ اس خاتون کے بطن سے ایک ایسی شخصیت نے جنم لیا۔ جو عرب کی نہایت ذہین و فطین' متحمل مزاج اور کامیاب سیاسی شخصیت تھی' جس کو دنیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی ہے۔

﴿۱۴۵﴾ کبر کی تعریف اور اس کا نتیجہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا۔"

ایک شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا بھی اچھا ہو۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ کبر تو حق کے مقابلے میں اترانے اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔" (مسلم)

فائدہ: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جائز حد کے اندر لباس میں' رہائش میں' زیبائش (سجانا) میں خوبصورتی اور نفاست اختیار کرنا اور اپنے جی کو خوش کرنا دین کے خلاف نہیں ہے۔ البتہ یہ سب لوگوں کے سامنے بڑا بننے کے لیے اور دوسروں کو حقیر جانتے ہوئے کی جائے تو یہ کبر اور غرور ہے اور اس کا نتیجہ جہنم ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: آرائش بھی جائز' زیبائش بھی جائز' پر نمائش ناجائز! اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے۔

﴿۱۴۶﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام تھا؟

سوال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا کیا نام ہے؟

جواب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام امیمہ رضی اللہ عنہا تھا۔

واقعہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امیر بنانے کے لیے بلایا۔ انہوں نے امارت قبول کرنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو حالانکہ اسے تو اس شخص نے مانگا تھا جو تم سے بہتر تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کون؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت یوسف علیہ السلام تو خود اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے تھے (انہیں ایسا کرنے کا حق تھا)۔ میں تو امیمہ نامی عورت کا بیٹا ابو ہریرہ ہوں' اور امیر بننے میں مجھے تین اور دو (کل پانچ) باتوں کا ڈر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پانچ ہی کیوں نہیں کہہ دیتے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (دو باتیں تو یہ ہیں کہ) ① میں علم کے بغیر کوئی بات کہہ دوں۔ ② اور کوئی غلط فیصلہ کر دوں۔ (امیر بن کر مجھ سے یہ دو غلطیاں ہو سکتی ہیں جس کے نتیجہ میں مجھے یہ تین سزائیں امیر المؤمنین کی طرف سے مل سکتی ہیں کہ) ① میری کمر پر کوڑے مارے جائیں۔ ② میرا مال چھین لیا جائے اور ③ مجھے بے آبرو کر دیا جائے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۶۳)

﴿۱۴۷﴾ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہلاک ہوگا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قاضی بنانا چاہا تو انہوں نے معذرت کر دی اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قاضی تین قسم کے ہیں۔ ایک نجات پائے گا دو دوزخ میں جائیں گے۔ جس نے ظالمانہ فیصلہ کیا یا اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا وہ ہلاک ہوگا اور جس نے حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ نجات پائے گا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۶۴)

﴿۱۴۸﴾ سب سے پہلے اسلام میں امیر کون بنا؟

سوال سب سے پہلے اسلام میں امیر کون بنا ہے؟

جواب حضرت عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ یہ سب سے پہلے صحابی ہیں جن کو اسلام میں امیر بنایا گیا۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۵۴)

﴿۱۴۹﴾ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تیر کر طواف کرنا

سوال ہم نے سنا ہے کہ کسی زمانے میں لوگ تیر کر طواف کرتے تھے۔ کیا صحیح ہے؟

جواب جی ہاں صحیح ہے۔

قصہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ عبادت میں اس درجے کو پہنچے جس درجے کو کوئی اور نہ پہنچ سکا۔ ایک مرتبہ اتنا زبردست سیلاب آیا کہ اس کی وجہ سے لوگ طواف نہ کر سکتے تھے۔ لیکن حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ ایک ہفتے تک تیر کر طواف کرتے رہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۱۵۷)

﴿۱۵۰﴾ منتخب اشعار

ہم نے کانٹوں کو بھی نرمی سے چھوا ہے لیکن
لوگ بے درد ہیں پھولوں کو مسل دیتے ہیں
نہ جانے کتنے چراغوں کو مل گئی شہرت
اک آفتاب کے بے وقت ڈوب جانے سے

﴿۱۵۱﴾ آپ بہت اچھے ماں باپ بن سکتے ہیں

آپ بہت اچھے ماں باپ بن سکتے ہیں بشرطیکہ آپ اپنے بچوں کو سمجھیں ان کا خیال رکھیں ان کی باتیں توجہ سے سنیں اور اپنی رائے دیں۔ آپ اس وقت بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں جب آپ کا بچہ آدھی رات کو اٹھا کر آپ سے کوئی سوال کرے اور کوئی ایسا مسئلہ پیدا کرے جسے فوری حل کرنا ضروری ہو۔ جب آپ بچوں کی دن رات کی پریشانیوں کا حل نکالیں گے تو بچوں کو گھر میں تحفظ کا احساس ہوگا اور وہ پُر اعتماد ہوں گے۔

اگر آپ بچوں کو زندگی میں کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں تو بہتر ہوگا کہ ان کی مسلسل نگرانی کرنا چھوڑ دیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جو چاہے کرتے رہیں آپ ان پر نظر رکھیں لیکن اس طرح کہ انہیں یہ احساس نہ ہو کہ ان پر ہر وقت نظر رکھی جا رہی ہے۔

آج کل کے والدین بچوں کے معاملے میں بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ وہ بچوں کے سوالات کا بھی نہ صرف سختی سے جواب دیتے ہیں بلکہ ان کو مار پیٹ کر سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر آپ کا بچہ اپنے ہم عمروں کے ساتھ دوستانہ طریقے سے رہتا ہے اور اپنے

ماحول سے مانوس ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ بچے جن میں فنکارانہ صلاحیتیں ہوتی ہیں لیکن وہ اپنا زیادہ وقت بے کار کاموں میں صرف کرتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یاد رکھیں! بچپن کی مار بچوں کی صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ اگر آپ مسلسل بچوں کے بارے میں پریشان رہیں گے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ خود الجھن اور پریشانی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لیے بچوں کی حرکتوں کی وجہ سے جذبات میں نہ آئیں بلکہ ٹھنڈے دل سے ان کی باتوں پر غور کریں۔ بچوں کے ماہر ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ والدین خوش باش یا چڑچڑے بچے کا اندازہ تین سال کی عمر تک لگا سکتے ہیں۔ اگر اس کی صحت اچھی ہے اور وہ اپنے آپ سے کافی دیر تک کھیلتا رہتا ہے ماں باپ کی توجہ کے بغیر تو یہ اچھی بات ہے۔ آپ اپنے بچے کو بہت زیادہ توجہ دے کر اپنا محتاج نہ بنائیں۔ اس کی شخصیت بنانے میں اس کی مدد کریں۔ گھر کے ماحول کو پرسکون رکھیں' کیونکہ ماں باپ ہی بچوں کا آئیڈیل ہوتے ہیں۔ جب آپ دونوں گھر پر موجود ہوں تو اپنا وقت بچوں کو دیں' اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو بچے آپ سے دور ہونا شروع ہو جائیں گے' بچے کو تیرہ سال کی عمر تک آپ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے' جب وہ کالج جانا شروع کرتا ہے تو پھر اپنا وقت گزارنے کا خود فیصلہ کر لیتا ہے اس وقت اس کی مصروفیات پوچھیں' مگر بلاوجہ روک ٹوک نہ کریں۔ چھٹی کے دن بچوں کو گھمانے ضرور لے کر جائیں۔ بچوں کی بہتر نشوونما کے لیے ان کی غیر محسوس طریقے سے مدد کریں تاکہ ان میں اچھے انسان بننے کی صلاحیتیں بتدریج پیدا ہوں۔

عموماً پہلی بار والدین بننے والے اپنے بچے سے بہت جلد غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ بچے کو کیسے ایک مکمل اور اچھا انسان بنائیں۔ وہ اپنا زیادہ وقت بچے کو مختلف باتیں سمجھاتے ہوئے گزارتے ہیں اور بچے کے سامنے لوگوں کو یہ بتاتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے بچے سے بہت پیار کرتے ہیں اور اس کے لیے بہت قربانی دے رہے ہیں۔ اس طرح کی باتیں کہنا اور وہ بھی بچوں کے سامنے' مناسب نہیں ہے۔

بچے کبھی کبھی اپنے رویہ سے پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ مثلاً مالی لحاظ سے یا خرابی صحت کی وجہ سے۔ یہ ایسے لمحات ہیں جن میں بچے اپنے آپ کو غلط نہیں سمجھتے۔ یقیناً یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس طرح کے مسائل میں اول تو آپ خود میں تھوڑا صبر پیدا کریں' غصے کو قابو میں رکھیں' اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کریں اس سے آپ کی بیزاری اور غصہ کم ہوگا۔

اپنے بچوں کو مکمل انسان بنانے کے لیے آپ درج ذیل نکات کو ضرور ذہن میں رکھیں۔

① بچوں کو ہر وقت نصیحت نہ کریں۔
② خود ان کو اپنے طور پر سوچنے کا موقع دیں تاکہ وہ آپ کے سامنے اپنے آپ کو اچھا پیش کر سکیں۔
③ آپ اس بات پر غور کریں کہ آپ اپنے بچے سے کیا کہہ رہے ہیں۔
④ بچے کی بے عزتی نہ کریں۔
⑤ انہیں یہ احساس نہ دلائیں کہ آپ ان کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہیں۔
⑥ بچوں پر ہر وقت تنقید نہ کریں ورنہ ایک وقت آئے گا کہ وہ بھی آپ کی باتوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیں گے۔ یا پھر آپ کو پلٹ کر جواب دے دیں گے۔
⑦ زیادہ بلند آواز میں بچوں سے بات نہ کریں۔
⑧ بہت ساری نصیحتیں ایک ساتھ نہ کریں۔
⑨ بچوں کو گھر میں بند رکھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ ان کی عمر کے مطابق ان کو کھلونے یا میدان میں کھیلنے کی تربیت دیں۔

⑩ اپنے رویے پر غور کریں۔ بچہ آپ کے غصے خوشی اور مایوسی سے بہت زیادہ سیکھتا ہے۔
⑪ بچے کو سزا دینے کے بجائے سمجھائیں۔

﴿۱۵۲﴾ صنف نازک کی حفاظت بے حد ضروری ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (الاحزاب:۵۹)

"اے پیغمبر! اپنی شریک حیات' اپنی بیٹیوں اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ گھر کی چار دیواری سے باہر نکلیں تو اپنے چہروں پر شرافت کا دوپٹہ اوڑھ لیں تا کہ ان ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کا شریف ہونا ثابت ہو جائے اور سر بازار رسوائی کا سبب نہ بن جائیں۔"

عورت صنف نازک ہے' جس کی حفاظت بے حد ضروری ہے' چنانچہ اگر یہ پردہ میں رہے تو اس کی حفاظت آسان ہو جاتی ہے۔ پردہ اور پردے کی غرض و غایت ظاہر عمل کی پہچان ہے' یعنی جو چیز پردے میں رہ کر محفوظ ہے گویا اس کو کسی چیز کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ یہی بات میں ان دانشوروں' شاعروں اور ادیبوں سے کہنا چاہتا ہوں جو سماجی اعتبار سے سرگرم اور فعال واقع ہوئے ہیں اور سماج میں جن کا اثر و رسوخ ہے۔ اگر وہ پردے کی وکالت کریں گے تو ظاہر ہے کہ اس کا اثر سماج پر ہوگا۔

فطرت کا تقاضا ہی ایسا ہے کہ والدین کا اثر اولاد کی نفسیات پر پڑتا ہے' یعنی اولاد کے شب و روز کا خیال رکھنا' اچھے اور برے کی تمیز سکھانا اور زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرنا ہماری ذمہ داری ہوتی ہے۔ اب رہا ماحول کی نزاکت' حالات کی کیفیت جو زمانے کی رفتار کے مطابق بدلتی رہتی ہے لیکن ہمیں اس وقت یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہم کون ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟

دراصل ہم پر وہ سارے آداب لازم ہوتے ہیں جو اسلامی قوانین کہلاتے ہیں۔ درحقیقت ہم نے اپنی پہچان کی نوعیت بھی بدل ڈالی ہے۔ دین سے غفلت اور دنیاوی خوشحالی ہم پر کچھ زیادہ ہی حاوی ہیں۔ غرض کہ معاشرے کا مزاج بدلتا جا رہا ہے۔ نفسانفسی کے عالم میں اخلاقی گراوٹ کا پہلو نمایاں ہے۔ خاص کر ہماری ماؤں اور بہنوں نے اسے اپنا لیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج ہماری پھول جیسی بچیاں دنیا کے بازار میں پسی جا رہی ہیں اور ہم خسارے کی طرف جا رہے ہیں۔ عیاری' مکاری اور خود غرضی نے ہمیں لاپرواہ کر دیا ہے۔ ہماری عزت مآب مائیں گھر سے نکل کر دنیا کے بازاروں میں کھو جاتی ہیں' اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہیں۔

سوچئے اور غور کیجئے' کہیں نہ کہیں آپ کو ایسی خواتین دیکھنے میں آئیں گی جن کی پیشانی دین کی خوبیوں سے چمکتی ہوں گی' جن کا ضمیر ایمان کی خوشبو سے مہکتا ہوگا۔ ایسا آئیڈیل کردار ہمارے سماج کے اردگرد آج بھی موجود ہے' لیکن قصور ہماری نظروں کا ہے سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی انجان بنے رہتے ہیں۔ غفلت کے خمار نے' لاپرواہی کے سرور نے ہمیں اندھا کر دیا ہے اور ہم اس آئیڈیل کو دیکھ کر بھی کچھ سیکھتے نہیں ہیں۔

اسلام کا پاکیزہ تصور روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہ ہماری اپنی غلطی ہے' جس کا خمیازہ آج ہم بھگت رہے ہیں۔ انسانیت کا بھرم ہمارے معاشرے سے ختم ہوتا جا رہا ہے۔ کیا ہوگا اور کیا ہونے والا ہے یہ سوچنے کی ہم ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ ہمارے معاشرہ میں جو ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہو رہا ہے' ہماری بہت سی بہنوں نے پردہ کو اپنایا ضرور لیکن اس کی نوعیت بدل دی ہے' جس کے سبب اب ہمارا پردہ ریاکاری اور نمائش میں داخل ہو گیا ہے۔

ہماری بے پردگی نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا۔ پہلے ہم یہودیوں کو دیکھ کر شرماتے تھے اور آج ہم کو دیکھ کر غیر قومیں ہنس رہی ہیں۔

ہماری چند ایک خواتین کی بے پردگی کو دیکھ کر دنیا حیرت زدہ ہے۔ موقع پرست اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ہماری بے پردہ ماؤں بہنوں کو دیکھ کر آوازیں کسیں۔

آخر یہ کیسا انقلاب ہے؟ نئے زمانے کی نئی منطق نے ہمارے احوال کھول دیے ہیں۔ پھر بھی ہم خاموش تماشائی بن کر کف افسوس مل رہے ہیں نہ وصال یار ملا نہ صنم کدے کے ساتھ ہوا' پردہ ایک تھا اس کا رنگ انوکھا تھا۔ اب اس کی نوعیت بدل چکی ہے' انگنت برقعوں نے نئے نئے ڈیزائن کا روپ دھار لیا ہے جس کا پہننا اور نہ پہننا برابر ہو کر رہ گیا ہے۔

میں ان ماؤں' بہنوں سے کہنا چاہتا ہوں جو زمانے کی روش کو اپنا کر اپنے وجود سے اور اپنی پہچان سے بے وفائی کر رہی ہیں۔ رونا تو اس بات کا ہے کہ گھر ان کے لیے قید خانہ' پارک' سینما ہال اور بازار ان کے لیے سکون وانبساط کی جگہ بن گئے ہیں۔ نگاہیں نیچی رکھنا تو دور کی بات' نگاہیں لڑانا ان کا شعار بنتا جا رہا ہے۔ سروں سے چادر سرکنی شروع ہو گئی ہے اب وہ بازار میں ننگے سر گھومتی ہے۔ بے شک عورت کو باہر نکلنے کی اجازت ہے لیکن اس طرح کہ وہ اغیار کی نظروں میں محفوظ رہیں اور شرافت' نفاست اور تقدس کو نعم البدل بنائیں۔

میری قابل صد احترام ماؤں' بہنوں اور بیٹیو! اگر آپ چاہتی ہیں کہ معاشرے کا وجود قائم رہے تو سب سے پہلے آپ کو اپنے اندر جھانکنا ہوگا۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا ضروری ہے۔ شروع میں مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ کانٹوں سے الجھنا ہوگا لیکن ان تاریکیوں سے نکلنا ہوگا۔ تب کہیں جا کر گمشدہ منزل کی بازیابی ممکن ہو سکے گی۔ کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں؟

ہمیں اپنی ترجیحات متعین کرنی ہوں گی۔ اپنی عزت اور عفت کے نظریے کو قائم رکھنا ہے تو اس کا اہم ذریعہ پردہ ہے۔ بے پردگی کے چلن سے ہمارے معاشرے میں سوائے برائی کے بھلائی کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ برائی کو روکا نہ گیا تو تہذیب وتمدن کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ بس وہی مثال دہرائی جائے گی: ہو رہا ہونے دو چل رہا چلنے دو:

تم اپنی شمع سے اس گھر میں روشنی کر دو — مرا چراغ سرِ راہ گزر رکھا ہے

﴿۱۵۳﴾ معاشرے کی تعمیر میں عورت کا رول

مرد اور عورت کے ملاپ سے ہی انسانی نسل بڑھ رہی ہے۔ دونوں کے تعلق سے آگے چل کر خاندان اور معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ انسان آپس میں مل جل کر رہتے ہیں' ایک دوسرے کی مدد اور تعاون سے زندگی گزارتے ہیں یعنی کہ انسان معاشرہ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ معاشرے میں طرح طرح کے واقعات پیش آتے ہیں جیسے کہ شادی بیاہ' غمی خوشی' عیادت' تعزیت اور مذہبی ودنیاوی اجتماع۔ ان تمام مواقع پر عورتیں ایک جگہ جمع ہوتی ہیں' ان میں آپس میں گفتگو پہلے موقع اور محل کے لحاظ سے پھر آہستہ آہستہ موقع سے ہٹ کر دیگر مسائل پر بات چیت شروع ہو جاتی ہے اور بات چیت شکوہ شکایات تک پہنچ جاتی ہے۔

اکثر خواتین زبان کا استعمال محتاط ہو کر نہیں کرتی ہیں۔ اگر عورتیں زبان کا استعمال صحیح اور محتاط ہو کر کریں تو ہمارا معاشرہ بہت سی خرابیوں سے پاک رہ سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ "ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور لغو باتوں سے دور رہتے ہیں۔" (المؤمنون:۱۔۳)

معاشرہ میں شادی کو لے لیجیے۔ شادی سے پہلے منگنی کی رسم ہوتی ہے' دونوں طرف سے عورتوں کا آنا جانا ہوتا ہے' رات بھر ڈھول بجا کر گیت گایا جاتا ہے' عورتیں اور لڑکیاں بن سنور کر محرم اور نامحرم سب کے سامنے ناز ونخرے سے چلتی پھرتی ہیں۔ اس طرح کی محفلوں میں زیادہ تر بہو اپنی ساس کی شکایت اور نند بھاوج کی برائیاں بیان کرتی ہیں۔ اس طرح کی محفلوں میں مذاق مذاق میں جھوٹ بھی بولا جاتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

''حضور ﷺ سے حضرات صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ہم سے مذاق فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں (مذاق میں بھی) سچی ہی بات کہتا ہوں۔'' (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ ص ۶۷۲)

بہت سے ایسے (دنیاوی) اجتماعات ہوتے ہیں جن میں عورتوں کو جانا ہی نہیں چاہیے مگر عورتیں جانا فرض عین سمجھتی ہیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ اسلامی تعلیم پر عمل کریں۔ کیونکہ عورت معاشرہ کی تعمیر میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ اسلام کا تصور ہے کہ عورت اور مرد مل کر معاشرہ کو بناتے یا بگاڑتے ہیں۔ خدا شناس عورت اور مرد ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں اور معاشرہ کو تقویٰ کی راہ پر لے جا سکتے ہیں۔

﴿۱۵۴﴾ امام ابوحنیفہ کی دانش مندی نے ایک گھر برباد ہونے سے بچالیا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کے گھر میں چوری ہوگئی۔ چور اسی محلے کے تھے۔ چور نے اس شخص کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق۔ اس بیچارے نے مجبوراً طلاق کا حلف لے لیا اور چور اس کا سارا مال لے کر چلا گیا۔ اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چور کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی اور اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مال اور بیوی میں تقابل پڑ گیا کہ یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے۔ بڑی الجھن کا شکار تھا' کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ چور نے اس سے عہد لے رکھا تھا۔ چنانچہ وہ شخص حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ بہت غمگین اور اداس و پریشان تھا امام صاحب نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو' کیا بات ہے؟ اس نے کہا: حضرت! میں کہہ بھی نہیں سکتا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ کچھ تو کہو۔ اس نے کہا کہ حضرت! اگر میں نے کچھ کہا تو نہ جانے کیا ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اجمالاً کہو۔ تو اس نے کہا کہ حضرت! چوری ہوگئی ہے اور میں نے یہ عہد کرلیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا پتہ کسی کو بتلایا تو بیوی پر طلاق ہو جائے گی' مجھے معلوم ہے کہ چور کون ہیں وہ تو محلے کے ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا کہ تم مطمئن رہو' بیوی بھی نہیں جائے گی اور مال بھی مل جائے گا اور تم ہی چوروں کا پتہ بھی بتاؤ گے۔ کوفہ میں شور ہوگیا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ یہ تو ایک عہد ہے' جب وہ پورا کرے گا تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ یہ امام صاحب نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائے گی اور نہ مال جائے گا۔ غرض علماء وفقہاء پریشان ہوگئے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آ کر پڑھوں گا۔ چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے' وہاں نماز پڑھی اور اس کے بعد اعلان کر دیا کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں' کوئی باہر نہ جائے۔ اس میں چور بھی تھے۔ اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا۔ ایک طرف خود بیٹھ گئے اور ایک طرف اس شخص کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا۔ جو چور نہ ہو' اس کے متعلق کہتے جانا یہ چور نہیں ہے اور جب چور نکلنے لگے تو چپ ہو کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے ان کے متعلق وہ کہتا جاتا تھا یہ چور نہیں ہے' یہ بھی نہیں۔ اور جب چور نکلتا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتا۔ اس طرح گو اس نے بتلایا بھی نہیں مگر بنا بتائے سارے چور معلوم ہوگئے۔ چنانچہ وہ پکڑے بھی گئے' مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی۔

﴿۱۵۵﴾ ایک لاکھ حدیثیں اس طرح یاد ہیں جیسے لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہے

ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ ایک محدث گزرے ہیں۔ ان کی محفل میں ایک شاگرد آیا کرتا تھا اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ ایک دن محفل ذرا لمبی ہوگئی تو اس کو گھر جانے میں دیر ہوگئی۔ جب وہ رات دیر سے گھر پہنچا تو بیوی الجھ پڑی کہ میں انتظار میں تھی تم نے آنے میں کیوں دیر کی؟ اس نے سمجھایا کہ میں وقت ضائع نہیں کر رہا تھا میں تو حضرت کے پاس تھا۔ وہ کچھ زیادہ غصے میں تھی۔ غصے میں کہہ بیٹھی کہ تیرے حضرت کو

کچھ نہیں آتا' تجھے کیا آئے گا۔ استاد کے بارے میں بات سن کے یہ نوجوان بھڑک اُٹھا۔ جب بیوی نے یہ کہا کہ تیرے استاد کو کچھ نہیں آتا۔ تجھے کیا آئے گا تو یہ سن کر نوجوان کو بھی غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اگر میرے استاد کو ایک لاکھ احادیث یاد نہ ہوں تو تجھے میری طرف سے تین طلاق ہیں۔

صبح اُٹھ کر دماغ ذرا ٹھنڈا ہوتو سوچنے لگے کہ میں نے تو بہت بڑی بے وقوفی کی۔ بیوی نے خاوند سے پوچھا کہ میری طلاق مشروط تھی اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ تو استاد صاحب سے پوچھنا پڑے گا۔ اس نے کہا کہ جائیں پتہ کر کے آئیں۔ چنانچہ یہ نوجوان اپنے استاد کے پاس پہنچا اور کہا کہ رات یہ واقعہ پیش آیا' اب آپ بتایئے کہ نکاح سلامت رہا یا طلاق واقع ہو چکی ہے۔ ان کے استاد یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جاؤ تم میاں بیوی والی زندگی گزارو۔ کیونکہ ایک لاکھ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں جس طرح لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے سبحان اللہ! یہ قوت حافظہ کی برکت تھی اور علم کی برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کر دی تھی۔

نوٹ: مذکورہ قصہ بندہ نے اپنی والدہ محترمہ کو سنایا تو والدہ نے کتاب میں لکھنے کا ذکر کیا چنانچہ بحکم والدہ اس قصہ کو بندہ نے اپنی کتاب میں لکھ لیا۔

﴿۱۵۶﴾ شہوت کا مفہوم اور اس سے بچنے کا طریقہ

سوال بعد سلام عرض ہے کہ ہم نے بار ہا آپ کے اور دیگر بزرگوں کے بیانوں میں شہوت کے سنگین گناہ ہونے کو سنا ہے' تو شہوت کس چیز کا نام ہے؟ برائے کرم قدرے تفصیل سے مستفیض فرمایئے اور اس گناہ سے بچنے کی کوئی اہم تدبیر بتلائے۔

جواب شہوت کا لفظ اشتہا سے نکلا ہے۔ عربی زبان میں اشتہا کسی چیز کی طلب اور بھوک کو کہتے ہیں۔ جب انسان بھوکا ہوتا ہے تو گویا اس کو روٹی کی شہوت ہوتی ہے' پیاسے بندے کو پانی پینے کی شہوت ہوتی ہے' بعض لوگوں کو اچھے کھانے کی شہوت ہوتی ہے' کئی لوگوں کو اچھے سے اچھا لباس پہننے کی شہوت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب انسان جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے تو اسے بیوی کی ضرورت ہوتی ہے' اس کے لیے بھی شہوت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح شہوت کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے' بچوں کے اندر میٹھی چیزیں کھانے کی شہوت ہوتی ہے۔ ان کو ماں باپ چیونگم اور ٹافی کھانے سے منع بھی کرتے رہیں پھر بھی وہ چھپ چھپ کر کھاتے رہتے ہیں۔ ان کے اندر میٹھی چیزوں کی اشتہا رکھ دی گئی ہے۔ کچھ لوگوں کو کھانے پینے کی اشتہا اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ بیچارے کھانے کے چٹورے بنے پھرتے ہیں۔ ان کو ہر وقت کھانے پینے کی فکر درپیش رہتی ہے۔ کچھ لوگوں کو دنیا میں حکومت کرنے کی اشتہا ہوتی ہے' وہ بیچارے اس کی خاطر زندگی برباد کر بیٹھتے ہیں۔ کچھ تو پا لیتے ہیں اور کچھ محروم رہتے ہیں۔

نوجوان مردوں کے اندر عورت کی شہوت زیادہ ہوتی ہے جب کہ عورت کے دل میں کپڑوں وغیرہ کی نمائش کا رجحان زیادہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کے اندر علیحدہ علیحدہ بیماریاں ہوتی ہے۔ آج کل کے مردوں کو جمال نے برباد کر دیا ہے اور عورتوں کو مال نے برباد کر دیا ہے۔ گویا پوری دنیا کے مسلمان مال اور جمال کے ہاتھوں برباد ہوئے پڑے ہیں۔ مرد نیک ہو' شریف ہو یا صوفی ہو' جمال اس کی کمزوری ہے' اسی لیے آنکھیں قابو میں نہیں رہتیں۔ اس مرض سے چھٹکارا پانے کے لیے محنت کرنی پڑتی ہے۔ کتابیں بھی پڑھ لیتے ہیں اور نیکی کے دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں لیکن آنکھوں پر قابو پانے کے لیے پیدل چلنا راہ خدا میں خاص کر مطلوب ہوتا ہے' جو نفس کے تزکیہ کا باعث ہے۔ تب جا کر فکر کی گندگی دور ہوتی ہے۔

(۱۵۷) نماز کے فوائد، حضور ﷺ کی زبانی

① نماز دین کا ستون ہے۔
② نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔
③ نماز مؤمن کا نور ہے۔
④ نماز افضل جہاد ہے۔
⑤ جب کوئی آفت آسمان سے اُترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔
⑥ اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی۔
⑦ اللہ نے سجدے کی جگہ کو آگ پر حرام فرمادیا ہے۔
⑧ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔
⑨ اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسند ہے کہ اس کو سجدے میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمیں میں رگڑ رہا ہے۔
⑩ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔
⑪ جنت کی کنجیاں نماز ہیں۔
⑫ جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔
⑬ نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے۔
⑭ نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا درجہ بدن میں۔
⑮ نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے نماز کے ذریعہ سے بنالے۔
⑯ جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے اس کے بعد خشوع وخضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرمادیتے ہیں۔
⑰ زمین کے جس حصے پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔
⑱ جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ دعا قبول فرمالیتے ہیں۔
⑲ جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔
⑳ جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہوجاتی ہے۔
㉑ جو پانچوں کی نمازوں کا اہتمام کرتا رہے اُن کے رکوع اور سجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنت اس کے لیے واجب ہوجاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہوجاتی ہے۔
㉒ مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہوجاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

۲۳ نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔
۲۴ سب سے افضل عمل اول وقت نماز پڑھنا ہے۔
۲۵ صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔
۲۶ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا۔
۲۷ جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔
۲۸ افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے۔ مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں۔
۲۹ اس میں کوئی تردد نہیں کہ مؤمن کی شرافت تہجد کی نماز ہے۔
۳۰ اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں اگر مجھے (حضور ﷺ فرماتے ہیں) مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو امت پر فرض کر دیتا۔
۳۱ تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ تہجد گناہوں سے روکتی ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔
۳۲ جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری طرح توجہ فرماتے ہیں۔ جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔
۳۳ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے' فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں۔
۳۴ آدمی اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔
۳۵ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز کا ہی حساب ہوگا۔
۳۶ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔
۳۷ اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے تو وہ مؤمن ہے۔
۳۸ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن' میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔
۳۹ نمازی پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے۔
۴۰ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے۔
۴۱ قیامت کے دن نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔
۴۲ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔
۴۳ حساب سے محفوظ رہے گا۔ (ماخوذ از فضائل اعمال)

﴿۱۵۸﴾ مال حرام کی نحوست

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی پرواہ نہ ہوگی کہ جو مال وہ لے رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔" (بخاری)

یعنی قرب قیامت کے قریب بہت سی گمراہیاں پھیلیں گی اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوں گی وہیں ایک بڑی خرابی یہ بھی پیدا ہوگی کہ لوگ مال و دولت کے بے انتہا حریص اور لالچی بن جائیں گے اور اس لالچ کی وجہ سے وہ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کریں گے' آدمی کی نظر صرف مال پر ہوگی اور وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ یہ مال حرام ہے یا حلال' میرے لیے اس کا استعمال جائز ہے یا ناجائز۔ اپنی آنکھیں بند کر کے مال کے پیچھے دوڑے گا' بالکل یہی صورت حال آج کے زمانے میں پائی جا رہی ہے۔ جھوٹ' دھوکہ دہی' فریب کاری' قتل' ڈاکہ زنی' لوٹ مار اور وعدہ خلافی کون سا ایسا فعل ہے جو مال کو پانے کے لیے نہ اپنایا جا رہا ہو۔ جوا' سٹہ' شراب کی خرید و فروخت' سود اور رشوت بازاری عام ہے اور اب تو یہ تصور عام کیا جانے لگا ہے کہ ان کاموں کو اپنائے بغیر کوئی کاروبار نہیں چل سکتا اور نہ ہی مال و دولت کا حصول ممکن ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت کی رحمت کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور کوئی اللہ کا بندہ خوف خدا اپنے دل میں رکھتا ہو اور وہ ان حرام ذرائع سے بچ کر رزق کی طلب میں سرگرداں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو محروم نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنے فضل خاص سے عنایت فرماتے ہیں اور اس کی مختصر سی روزی میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے' جبکہ حرام روزی سے اللہ تعالیٰ اپنی برکت اٹھا لیتے ہیں اور اس کے اندر بے برکتی اور نحوست پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے اثرات دنیا و آخرت دونوں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے متعدد مواقع پر مال حرام کی نحوست اور اس کے برے نتائج کے بارے میں بیان فرمایا ہے۔

مال حرام کی نحوست یہ ہے کہ اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں' عبادت کا ذوق جاتا رہتا ہے اور دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح حلال کھانے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے' اخلاق رذیلہ سے نفرت اور اخلاق فاضلہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے' عبادت میں دل لگتا ہے' گناہ سے دل گھبراتا ہے' دعا قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان اگر مال حرام کماتا ہے اور پھر اس کے ذریعہ سے کار خیر کرتا ہے۔ مثلاً صدقہ دیتا ہے یا غریبوں پر خرچ کرتا ہے یا حج بیت اللہ کے لیے جاتا ہے تو اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا' کیونکہ عمل حرام کو تو اللہ تعالیٰ کسی قیمت پر قبول نہیں کرتے۔ حرام مال کی نحوست کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ قسم کھا کر فرمایا: ''جب کسی بندہ کے پیٹ میں حرام لقمہ پہنچ جاتا ہے تو چالیس دن اس کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت مسلمہ کو حرام مال سے بچائے اور حلال کمائی کی توفیق عطا فرمائے۔

﴿۱۵۹﴾ والدین کا فرمانبردار بننے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَهُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ لِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَهُ الْعَظَمَةُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ هُوَ الْمَلِكُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَهُ النُّوْرُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ یہ کلمات کہے' اور اس کے بعد یہ دعا کرے کہ ''یا اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے۔ اس نے والدین کا حق ادا کر دیا اور تین مرتبہ قل ھو اللہ' تین مرتبہ الحمد للہ شریف اور تین مرتبہ درود شریف بھی شامل کر لیں تو والدین کا فرماں بردار شمار ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ آدمی اگر کوئی نفل صدقہ کرے تو اس میں کیا حرج ہے کہ اس کا ثواب والدین کو بخش دیا کرے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں' اس صورت میں ان کو ثواب پہنچ جائے گا اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (کنز العمال)

نوٹ: اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں نافرمان ہو' پھر ان کے انتقال کے بعد

ان کے لیے استغفار کرے اگر ان کے ذمہ قرض ہو تو اس کو کو ادا کرے اور ان کو برا نہ کہے تو وہ فرماں برداروں میں شمار ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص والدین کی زندگی میں فرماں بردار تھا لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کو برا بھلا کہتا ہے ان کا قرض بھی ادا نہیں کرتا اور ان کے لیے استغفار بھی نہیں کرتا وہ نافرمان شمار ہو جاتا ہے۔ (در منثور)

﴿۱۶۰﴾ مستورات کے چوبیس گھنٹے کے مختصر کام

عورتوں کا اصل کام تو یہ ہے کہ اپنے گھروں میں پانچوں نمازیں اول وقت میں خشوع وخضوع سے کھڑی ہو کر پڑھتی رہیں اور قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہیں۔ اگر پڑھی ہوئی نہیں ہیں تو روزانہ اپنے کسی محرم سے یا صحیح پڑھنے والی کسی عورت سے ۲۔۲،۴۔۴ آیتیں سبقاً سبقاً سیکھتی رہیں۔ صبح وشام ۳۔۳ تسبیحات بیٹھ کر پڑھتی رہیں تو زیادہ اچھا ہے۔ اپنے بچوں کی دینی تربیت وتعلیم اور اپنے خاوند کی خدمت کرتی رہیں اور اگر کوئی عزیز رشتہ دار خاتون یا سہیلی کسی بھی کام کے لیے آئیں تو انہیں پیار ومحبت سے اور حکمت سے دین پر چلنے اور گھر میں تعلیم کرنے نیز اپنے محرموں کو اللہ کے راستے میں نکلنے کی ترغیب دیں اگر آپ نے ان کو ان باتوں کے لیے تیار کر دیا تو یہ بہت بڑی کمائی کر لی۔ روزانہ اپنے گھر میں فضائل اعمال کی تعلیم کرتی رہیں جب تعلیم کرتے کرتے ذہن بن جائے تو ایک جماعت پانچ عورتوں کی بنالی جائے۔

اس میں ۲۔۳ پرانی اور ۲۔۳ نئی عورتیں ہوں۔ ہر ایک کے ساتھ ان کا حقیقی محرم (باپ، بیٹا، بھائی، خاوند، ماموں) ہو۔ بچے ساتھ نہ ہوں۔ ایسی جگہ جائیں جہاں پوری جان پہچان ہو اور پہلے سے ان کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی جائے۔ وہاں پہنچ کر مردوں میں سے کوئی دعا کرائے اور عورتیں ایک طرف کھڑی ہو کر چپکے چپکے آمین کہتی رہیں۔ یہ جب ہے کہ استقبال والوں کی بھیڑ نہ ہو اگر استقبال والے زیادہ ہوں تو مرد باہر دعا کریں اور عورتیں اندر چلی جائیں اور وضو کر کے نفلیں پڑھیں بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ مردوں کی دعا کافی ہو جائے گی۔ بہتر تو یہ ہے کہ جہاں جانا ہے اس شہر میں داخل ہوتے ہی دعا کر لیں۔ اپنی مخصوص گاڑی ہو تو گاڑی میں بہتر ہے۔ مرد مسجد میں جا کر بعد تحیۃ الوضو مشورہ کریں۔ اور عورتوں کے لیے طے کریں کون سی خاتون تعلیم کرائے گی اور کون خدمت کرے گی۔ پرچہ میں لکھ کر بھیج دیں اور جماعت کے دو حصے ہرگز نہ کریں۔ جب تک مشورہ کا پرچہ آئے اس وقت تک عورتیں نفل پڑھنے کے بعد جو مقامی بہنیں آئی ہوئی ہیں ان سے دینی ترغیبی بات کریں۔ جب مشورہ کا پرچہ آجائے تو اس کے مطابق کام کریں۔ عورتیں صرف کتابی تعلیم کریں گی۔ تقریر کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ اپنے ہی ساتھ آئی ہوئی بہنوں سے قرآن مجید کی تصحیح کرنے کا حلقہ چلائیں۔ جتنی دیر مناسب سمجھیں پھر کتابی تعلیم کریں۔ کتابی تعلیم اس طرح آہستہ آہستہ کریں کہ جو بہنیں بے پڑھی ہیں وہ بھی سمجھ جائیں اور چھ نمبر کا مذاکرہ بھی حلقہ بنا کر بیٹھ کر کریں۔ یہ ظہر سے پہلے کا کام ہے۔

ظہر کے بعد مقامی عورتیں تعلیم میں آئیں گی۔ مشورہ سے جس کا تعلیم کرنا طے ہوا ہے وہ خاتون تعلیم کرے۔ تعلیم اور بیان کے انتظار میں تسبیح وغیرہ پڑھ سکتی ہیں۔ تعلیم بیٹھ کر شروع کریں اگر عورتیں کم ہوں۔ تعداد بڑھ جائے تو اسٹول یا چوکی پر بیٹھ کر تعلیم کر سکتی ہیں کرسی یا صوفہ پر نہ بیٹھیں۔ مجمع زیادہ ہو اور گھر میں گنجائش ہو تو دو حلقے کر سکتی ہیں۔ فضائل اعمال کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہ پڑھی جائے۔ کسی خاتون کو کسی مسئلہ کی ضرورت پڑے تو اپنے کسی محرم کے ذریعہ معتبر ومعقول عالم سے معلوم کر لے۔ مسائل کی اجتماعی تعلیم نہیں ہوگی۔ انفرادی طور پر مسائل کی کتاب پڑھی جا سکتی ہے۔

جب کوئی مرد بیان کرنے آئے تو عورتیں اپنی تعلیم بند کر دیں۔ عورتیں اس کی پوری احتیاط کریں کہ ان کی آواز مردوں تک نہ پہنچے۔ مرد بیان کے بعد تشکیل کا موقع دیں۔ عورتیں مقامی مستورات کی تشکیل کریں کہ کون کون اپنے شوہروں کو اپنے بیٹوں کو یا دوسرے عزیزوں کو اللہ کے راستہ میں تین چلے یا چلہ کے لیے بھیجیں گی۔ اور دعا سے پہلے ان کے نام پورے پتہ کے ساتھ لکھوا کر بھجوا دیں تا کہ ان

کی وصولی میں آسانی ہو۔ پرچہ مقامی ذمہ داروں کو بھجوائیں۔ مرد دعا کر کے چلے آئیں۔ پھر عورتیں عصر کی نماز ادا کریں اور تسبیحات پوری کریں اگر کچھ مقامی عورتیں بیٹھی ہوں تو ان سے دینی ترغیبی بات کریں۔ مغرب کی نماز کے بعد اوابین پڑھیں اور اگر موقع ہو تو انفرادی اعمال سیکھنا سکھانا وغیرہ کریں یا آرام کریں۔ عشاء کی نماز کے بعد کوئی تعلیم نہ ہو اور سونے میں جلدی کریں تا کہ تہجد میں اٹھنا آسان ہو۔ کھانا عشاء سے پہلے یا بعد جیسی سہولت ہو کھا لیں۔ نماز تہجد کے بعد دعا مانگیں اپنے ماں باپ اور پوری امت کے لیے نیز نماز خشوع و خضوع سے پڑھنے کی مشق کریں۔ بعد نماز فجر ناشتہ میں دیر ہو تو آرام کر لیں۔ ناشتہ جلدی ہو جائے تو بعد ناشتہ مختصر آرام کر لیں۔ تعلیم کا جو وقت مقرر ہے اس سے پہلے اپنے انفرادی اعمال و ضرورتوں سے فارغ ہو جائیں اگر مردوں میں سے کوئی ساتھی بات کرنے والے ہوں تو نماز فجر کے بعد ۳۰۔۴۰ منٹ بات کریں۔ بشرطیکہ ناشتہ میں دیر ہو۔ ورنہ ناشتہ کے بعد بات کریں تا کہ عورتیں شام تک کاموں میں لگی رہ سکیں۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر آرام کریں تو مشورہ سے ایک بہن ایسی جگہ بیٹھے جہاں سے باہر آنے والی بہنوں پر نظر رہے۔ یہ بہن قرآن شریف لے کر نہ بیٹھے بلکہ تسبیح لے کر بیٹھے تا کہ آنے والی بہنوں کا استقبال کر سکے۔ ان سے ایسی جگہ بیٹھ کر بات کرے کہ سونے والی بہنوں کی نیند میں خلل نہ ہو اس لیے کہ جہاں مستورات کی جماعت جاتی ہے مقامی عورتیں ملنے کے لیے آیا کرتی ہیں۔ اگر سب کو سوتا پائیں گی تو مایوس ہو کر واپس ہوں گی۔ اس لیے مشورہ سے کبھی کوئی کبھی کوئی بیٹھا کرے۔ جماعت میں آنے والے محرم مرد اپنی عورتوں سے ملنے مغرب سے پہلے آسکتے ہیں مغرب کے بعد مناسب نہیں لوگوں نے جو عورتوں کا اجتماع نام رکھا ہے اصل میں وہ عورتوں کی تعلیم ہے۔ عورتیں گشت نہیں کریں گی نہ چھوٹی نہ بڑی عمر کی نہ مقام پر نہ جماعت میں باہر نکلنے کے زمانے میں جو محرم ساتھ آئے ہیں وہ مقامی مردوں کے ساتھ مل کر گشت کریں۔ اور مقامی مردوں کو اپنی مستورات کو جہاں تعلیم ہو رہی ہو وہاں بھیجنے کی دعوت دیں اور تاکید کریں کہ وہ سادہ لباس اور سادہ طریقے سے شرکت کریں۔ بن سنور کر زیوروں سے آراستہ ہو کر نہ جائیں۔ اگر ممکن ہو تو ہوٹل سے روٹی منگوا لیں اور کوئی عورت گھر میں سالن بنا لے۔ عورت تعلیم میں بیٹھے بیٹھے سالن دیکھ سکتی ہے۔ یہ سولہ باتیں ہیں جن کو حضرت شاہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

چار کام خوب کرنے کے ہیں۔

① دعوت ② تعلیم و تعلم ③ عبادات ④ خدمت۔

چار کاموں میں وقت کم لگانا۔

① کھانے پینے میں ② سونے میں ③ نہانے دھونے میں ④ جائز دیگر کاموں میں۔

چار کاموں میں دخل نہ دے۔

① سیاست ② بحث و مباحثہ ③ مسائل کے تذکرے ④ حالات حاضرہ۔

بس دین و ایمان کی فکر ہو اور آخرت کی سوچ۔ آپ نے اچھا کیا جو پوچھ لیا۔ جو پوچھ پوچھ کر چلے گا وہ صحیح کام کر سکے گا۔

نوٹ: ان باتوں میں جان ڈالنے کے لیے گھر پر فضائل اعمال کی تعلیم بچوں کو اہتمام سے ساتھ لے کر روزانہ فکر و لگن سے کریں۔

﴿۱۶۱﴾ مستورات میں دعوت کے کام کی شروعات

مولانا داؤد دانا وڑی کا خط ریٹائرڈ حاجی بشیر احمد صاحب کے نام

مکرم بندہ جناب بھائی الحاج محمد بشیر احمد صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ یہاں پر بھی خیریت ہی ہے۔ دو سال سے گھٹنوں میں ورم ہے اور درد ہے۔ اور اب دو

ہفتے سے ناف کے نیچے رگ میں ایک گلٹی اٹھی ہے؛ جس میں درد رہتا ہے۔ بولنے سے درد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہے۔

اچھا مستورات کے کام کی ابتداء ۱۹۲۶ء؛ ۱۹۲۸ء میں بالکل نہیں ہوئی۔ بندہ ۱۹۴۰ء میں مدرسہ سے فارغ ہوا۔ ۱۹۴۱ء میں غالباً میں نظام الدین میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بندہ مدرسہ سبحانیہ میں پڑھتا تھا۔ حضرت مولانا عبد السبحان اور آپ کی گھر والی؛ ہم انہیں ماں جی کہا کرتے تھے؛ بہت محبت کرتی تھیں۔ اماں جی دہلی میں مختلف جگہوں میں کتابیں سنایا کرتی تھیں۔ بندہ ان کی کارگزاری حضرت مولانا شاہ محمد الیاس کو سناتا تھا اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات ان کو بتلایا کرتا تھا۔ ایک دن اماں جی نے کہا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے کہو کہ "حضرت مردوں کی جماعت بھیجتے ہیں تو عورتوں کی جماعت کیوں نہیں بھیجتے۔" میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اماں جی یوں کہتی ہیں کہ حضرت عورتوں کی جماعت کیوں نہیں بھیجتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بے شمار دعائیں دیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم ان تینوں سے مشورہ لو کہ مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتا ہوں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ العالی کے پاس گیا کہ حضرت مستورات کی جماعت بھیجنا چاہتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ العالی کے الفاظ تو مجھے یاد نہیں مطلب یہ تھا کہ ابھی تو مردوں کا نکلنا ہی علماء کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے عورتوں کا نکلنا کیسے مان لیں گے۔ اس لیے میری رائے نہیں ہے۔ یہی بات قاری داؤد صاحب مرحوم نے فرمائی۔ پھر میں حضرت مولانا شاہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گیا۔ آپ مسجد کے برابر اوپر کے مکتب میں رہا کرتے تھے جہاں آج کل حافظہ کا مکتب ہے۔

جب میں نے رائے لی تو یوں فرمایا کہ میری تو رائے نہیں ہے؛ اگرچہ ایک عورت کے ساتھ دو محرم ہوں اور اس کا باپ بھی ہو اور خاوند بھی ہو۔ جب بھی میری رائے نہیں ہے۔ بس جیسی ان تینوں حضرات نے اپنی اپنی رائے دی تھی؛ میں نے ویسے ہی حضرت جی سے عرض کر دیا کہ فلاں نے یوں فرمایا؛ فلاں نے یوں فرمایا۔ حضرت شاہ محمد یوسف صاحب کی بات سن کر غصہ فرمایا اور مجھے فرمایا کہ جو عورتیں جماعت میں جانے کے لیے تیار ہیں تو ان کو دہلی میں جا کر ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دے اور میں دیکھتا ہوں ان مسلمانوں کو ان کی رائے کیوں نہیں ہے۔ پہاڑ گنج ملتانی ڈھانڈا میں ایک گھر میں جمع کر کے بات شروع کر دی؛ ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولوی نور محمد مرحوم با جھوٹ کو لے کر پہاڑ گنج پہنچ گئے او مولوی نور محمد مرحوم نے بیان شروع کیا۔ دورانِ بیان مولوی صاحب نے فرمایا کہ دین سیکھنے کے لیے عورتوں کا بھی نکلنا ضروری ہے۔ مگر عورتیں بغیر محرم نہیں جا سکتیں۔ بیان کے ختم ہونے کے بعد حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی نور محمد صاحب کو ڈانٹا کہ تجھے مفتی کس نے بنایا تھا۔ جو تم نے بغیر محرم نکلنے کو منع کر دیا یعنی پہلی جماعت ہے؛ ابھی سے مسائل پر زور مت دو خالی نکلنے کی ترغیب دو۔ یہاں تو یہ ہوا اور جب بڑے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے دہلی بھیج دیا تو لکڑی یعنی اپنی بینت لے کر حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ تو ہی مسلمان ہے میں مسلمان نہیں ہوں؛ تو نے کیسے کہا کہ عورتوں کو تبلیغ میں نہیں جانا چاہیے۔ یہ عورتیں کہاں نہیں جاتیں۔ یہ شادیوں میں جاتی ہیں؛ غمی میں جاتی ہیں؛ دہلی کی عورتیں مہرولی جاتی ہیں؛ سیر کرنے کو اوکھلا جاتی ہیں؛ پھر تم نے کیسے کہا کہ میری رائے نہیں ہے۔ جب حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے خفا ہو کر آئے تو مولانا محمد یوسف میرے اوپر خفا ہوئے کہ داؤد نے ابا جی کو کیا کہہ دیا۔ مغرب کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دو لڑکے حوض پر بٹھا دیئے کہ جب داؤد دہلی سے آئے تو میرے پاس پکڑ کر لاؤ؛ میں دہلی سے عشاء پڑھ کر آیا گرمیوں کے دن تھے۔ یہ لڑکے مجھے حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے اوپر کبھی اتنے خفا نہیں ہوئے اور آج صرف اتنی کسر رہی کہ لکڑی سے مارا نہیں۔ ورنہ زبان سے بہت کچھ کہا۔ تو تقریباً آدھا اشکال تو حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت کی خفگی سے نکل گیا اور میوات کو بار بار جماعت جانے لگے۔ تو حضرت مفتی کفایت اللہ مفتی اعظم ہند کو عورتوں کا نکلنا معلوم ہوا تو بہت خفا ہوئے کہ یہ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے کیا کیا اور دوسرے حضرات کو جو خطرہ تھا وہ سامنے آ گیا۔

مفتی صاحب کے خفاء ہونے کا کسی نے بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو آ کر کہا تو بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تانگہ لے کر مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے اور حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے عورتوں کے نکلنے کے فائدے بتلائے۔ ساتھ ساتھ عورتوں کے نکلنے کا اہتمام پیش کیا کہ جب مستورات کی جماعت نکالی جاتی ہے تو ہر عورت کو محرم کے ساتھ نکالا جاتا ہے اول تو خاوند ہو یا بیٹا یا باپ ہو یا بھائی ہو اگر کوئی عورت بغیر محرم آ گئی اور کہا کہ میرا محرم کل پرسوں آئے گا تو اس عورت کو واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور جہاں جماعت جا رہی ہے ان کو پہلے مطلع کر دیا جاتا ہے تا کہ وہ مکان طے کر کے خالی کرالیں۔ جس مکان میں عورتیں ٹھہرتی ہیں وہ اسی مکان میں رہتی ہیں۔ گاؤں والی عورتیں جماعت کے پاس آتی ہیں۔ گشت عورتوں کے محرم اور مقامی مرد مل کر کرتے ہیں۔ یہ مرد مردوں سے بات کرتے ہیں کہ اپنی مستورات کو فلاں صاحب کے گھر میں جماعت کے پاس بھیجو۔ یہ جماعت کی عورتیں کہیں نہیں جاتیں۔ پردے کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پورا اطمینان ہو گیا کہ اگر اتنا اہتمام کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر جو جماعت مستورات کی کام کر کے آتی تو حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو کارگزاری دیتی۔ ان تمام باتوں سے حضرت مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اشکال آہستہ آہستہ ختم ہو گیا۔ سب سے پہلی جماعت گھاسیڑہ اور نوح کے قریب آس پاس کے علاقے میں آٹھ یوم لگا کر آئی۔ بندہ جماعت کے ساتھ تھا۔ جب آٹھ یوم میں واپس ہوئے تو بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ خفاء ہوئے کہ اتنی جلدی کیوں آ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت عورتیں زیادہ کپڑے لے کر نہیں گئی تھیں۔ تو فرمایا کہ تو نوح سے نئے کپڑے بنوا کر دیتا' پیسے مجھ سے آ کر لے لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مشورہ والوں نے فرمایا تھا کہ یہ پہلی جماعت ہے ان کے واجبات کا خیال رکھنا اس لیے جلدی آ گئے۔ مشورہ کی بات سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں۔ جب یہ جماعت مشورہ سے گھاسیڑہ وغیرہ طے ہوئی تو حضرت نے چودھریوں کے نام خط لکھا کہ میں تمہارے یہاں دہلی کی پردہ نشین مستورات بھیج رہا ہوں تم ان کی خوب نصرت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ گھاسیڑہ والوں کو جماعت کا انتظار تھا' سڑک پر استقبال کے لیے آ گئے۔ جب جماعت پہنچی تو گاؤں والوں نے استقبال میں کافی بندوقیں چلائیں' اور پُر زور استقبال کیا کہ مستورات کی پہلی جماعت ہمارے گاؤں میں آئی ہے اور ہر گاؤں میں ایسا ہی استقبال ہوا۔ پھر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کئی جماعتیں نکلیں۔ بعدہ میوات سے مستورات کی جماعت کے مطالبے آنے لگے۔ مستورات کا کام غالباً ۱۹۴۲ء میں شروع ہوا ہے۔ اس سے پہلے نہیں۔ اس لیے کہ بندہ ۱۹۴۱ء میں مرکز آیا تھا۔ مرکز میں آنے کے بعد مستورات کا کام شروع ہوا ہے۔ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے دس سال پہلے شروع ہوتا تو ہندوستان کے کئی شہروں میں مستورات کی بے شمار جماعتیں پہنچ جاتیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں میوات کے علاوہ کہیں یہ جماعتیں نہیں گئیں۔

(از محمد داؤد)

﴿۱۶۲﴾ ایمان اعمالِ صالحہ کے بغیر ایسا ہے جیسے پھول خوشبو کے بغیر

(وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا) (سورۂ نساء: ۵۷)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور شائستہ اعمال کیے ہم عنقریب انہیں ان جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' ان کے لیے وہاں صاف ستھری بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں (اور پوری راحت) میں رکھیں گے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایمان' عمل صالح کے بغیر ایسے ہی ہے جیسے پھول ہو مگر خوشبو کے بغیر' درخت ہو مگر بے ثمر۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علیہم اجمعین اور خیر

القرون کے دوسرے مسلمانوں نے اس نکتے کو سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ ان کی زندگیاں ایمان کے پھل' اعمال صالحہ سے مالا مال تھیں۔ اس دور میں بے عمل یا بد عملی کے ساتھ ایمان کا تصور ہی نہیں تھا۔ اس کے برعکس آج ایمان صرف زبانی جمع خرچ کا نام رہ گیا ہے۔ اعمالِ صالحہ کے دعویداروں کا دامن ایمان سے خالی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسے اعمال کرتا ہے جو اعمالِ صالحہ ہیں۔ مثلاً راست بازی' امانت و دیانت' ہمدردی و غمگساری اور دیگر اخلاقی خوبیاں۔ لیکن ایمان کی دولت سے محروم ہے تو اس کے یہ اعمال' دنیا میں تو اس کی شہرت و نیک نامی کا ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کی بارگاہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ ان کا سرچشمہ ایمان نہیں ہے جو اچھے اعمال کو عنداللہ بارآور بناتا ہے۔

﴿۱۶۳﴾ جہنمی جہنم میں بہت موٹے ہو جائیں گے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول بعض آثار میں بتلایا گیا ہے کہ جہنم میں جب جہنمیوں کی کھال آگ سے بالکل جل جائے گی تو اللہ تعالیٰ دوسری کھال میں تبدیل کر دے گا اور کھالوں کی یہ تبدیلی دن میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں مرتبہ عمل میں آئے گی۔ اور مسند احمد کی ایک روایت کی رو سے جہنمی جہنم میں اتنے فربہ ہو جائیں گے کہ ان کے کانوں کی لو سے پیچھے گردن تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت جتنا ہوگا اور ان کی کھال کی موٹائی ستر (۷۰) بالشت اور ڈاڑھ اُحد پہاڑ جتنی ہوگی۔ (تفسیر مسجد نبوی ص ۲۲۹)

﴿۱۶۴﴾ اللہ کے فضل سے جنت ملے گی

بھلائی کا ملنا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے یعنی کسی نیکی یا اطاعت کا صلہ نہیں ہے۔ کیونکہ نیکی کی توفیق بھی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی نعمتیں اتنی بے پایاں ہیں کہ ایک انسان کی عبادت و طاعت اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ اسی لیے ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جو بھی جائے گا محض اللہ کی رحمت سے جائے گا (اپنے عمل کی وجہ سے نہیں)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ولا انت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہاں جب تک اللہ مجھے بھی اپنے دامانِ رحمت میں نہیں ڈھانک لے گا جنت میں نہیں جاؤں گا۔"

(صحیح بخاری' کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل)

﴿۱۶۵﴾ فریقین کی بات سن کر کوئی فیصلہ کریں

فریقین میں سے جب تک کسی کی بابت پورا یقین نہ ہو کہ وہ حق پر ہے' اس کی حمایت و وکالت کرنا جائز نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی فریق دھوکے اور فریب اور اپنی چرب زبانی سے عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کرالے حالانکہ وہ صاحب حق نہ ہو تو ایسے فیصلے کی عنداللہ کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمایا: "خبردار! میں ایک انسان ہی ہوں اور جس طرح میں سنتا ہوں' اسی کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہوں۔ ممکن ہے ایک شخص اپنی دلیل و حجت پیش کرنے میں تیز طرار اور ہوشیار ہو اور میں اس کی گفتگو سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں حالانکہ وہ حق پر نہ ہو اور اس طرح میں دوسرے مسلمان کا حق اسے دے دوں' اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ یہ اس کی مرضی ہے چاہے تو لے لے یا چھوڑ دے۔"

(صحیح بخاری' کتاب الشہادۃ والحیل والاحکام۔ صحیح مسلم' کتاب الاقضیۃ۔ بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص: ۲۵۳)

﴿۱۶۶﴾ کسی کے اندر برائی دیکھو تو اس کا چرچا نہ کرو

(لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا) (سورۂ نساء: ۱۴۸)

"برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے۔"

تشریح: شریعت نے یہ تاکید کی ہے کہ کسی کے اندر کوئی برائی دیکھو تو اس کا چرچا نہ کرو' بلکہ تنہائی میں اسے سمجھاؤ' الا یہ کہ کوئی دینی مصلحت ہو۔ اسی طرح کھلے عام اور علی الاعلان برائی کرنا بھی سخت ناپسندیدہ ہے۔ برائی کا ارتکاب ویسے ہی منع ہے' چاہے پردے کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ اسے برسرِ عام کیا جائے یہ مزید ایک جرم ہے اور اس کی وجہ سے اس برائی کا جرم دو چند بلکہ دہ چند ہو جاتا ہے۔ قرآن کے الفاظ مذکورہ سے دونوں قسم کی برائیوں کے اظہار سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی شخص کو گواس کی کردہ یا نا کردہ حرکت پر برا بھلا کہا جائے۔ البتہ اس میں ایک استثناء ہے کہ اگر کسی نے تم پر ظلم کیا ہے تو تم لوگوں کے سامنے بیان کر سکتے ہو۔ جس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ شاید وہ ظلم سے باز آ جائے یا اس کی تلافی کی سعی کرے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لوگ اس سے بچ کر رہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے میرا پڑوسی ایذا دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: "تم اپنا سامان نکال کر باہر راستے میں رکھ دو۔"

اس نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جو بھی گزرتا اس سے پوچھتا' وہ پڑوسی کے ظالمانہ رویے کی وضاحت کرتا' جسے سن کر ہر رہ گزر اس پر لعنت ملامت کرتا۔ پڑوسی نے یہ تکلیف دہ صورتحال دیکھ کر معذرت کر لی اور آئندہ کے لیے ایذاء نہ پہنچانے کا فیصلہ کر لیا اور اس سے اپنا سامان اندر رکھنے کی التجا کی۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب)

﴿۱۶۷﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ہی ہے کہ دنیا میں صالح و فاسق اور مؤمن و کافر دونوں ہی اس کی رحمت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ۱۰۰ حصے ہیں۔ یہ اس کی رحمت کا ایک حصہ ہے کہ جس سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی اور وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں اور اس نے اپنی رحمت کے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔

(صحیح مسلم نمبر ۲۱۰۸' وابن ماجہ حدیث' نمبر ۴۲۹۳' بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص ۳۵۹)

﴿۱۶۸﴾ ہر متقی مؤمن اللہ کا ولی ہے

ہر متقی مؤمن اللہ کا ولی ہے۔ لوگ ولایت کے لیے اظہار کو ضروری سمجھتے ہیں اور پھر وہ اپنے بنائے ہوئے ولیوں کے لیے جھوٹی سچی کرامتیں مشہور کرتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے' کرامت کا ولایت سے چولی دامن کا ساتھ ہے نہ کہ اس کے لیے شرط۔ یہ ایک الگ چیز ہے کہ اگر کسی سے کرامت ظاہر ہو جائے تو اللہ کی مشیت ہے' اس میں اس بزرگ کی مشیت شامل نہیں ہے۔ لیکن کسی متقی مؤمن اور متبع سنت سے کرامت کا ظہور ہو یا نہ ہو' اس کی ولایت میں کوئی شک نہیں۔ (تفسیر مسجد نبوی ص ۵۸۲)

﴿۱۶۹﴾ جنت اور جہنم میں جھگڑا

حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جنت اور دوزخ آپس میں جھگڑ پڑیں' جنت نے کہا کیا بات ہے کہ میرے اندر وہی لوگ آئیں گے جو کمزور اور معاشرے کے گرے پڑے لوگ ہوں گے؟" جہنم نے کہا "میرے اندر تو بڑے بڑے جبار اور متکبر قسم کے لوگ

ہوں گے۔" اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: "تو میری رحمت کی مظہر ہے تیرے ذریعے سے میں جس پر چاہوں اپنا رحم کروں۔ اور جہنم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میرے عذاب کی مظہر ہے تیرے ذریعے سے میں جس کو چاہوں سزا دوں۔ اللہ تعالیٰ جنت اور دوزخ دونوں کو بھر دے گا۔ جنت میں ہمیشہ اس کا فضل ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایسی مخلوق پیدا فرمائے گا جو جنت کے باقی ماندہ رقبے میں رہے گی اور جہنم جہنمیوں کی کثرت کے باوجود "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" کا نعرہ بلند کرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھے گا جس پر جہنم پکار اٹھے گی: "قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ" "بس بس! تیری عزت وجلال کی قسم۔"

(صحیح بخاری کتاب التوحید باب ما جاء فی قولہ تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین وتفسیر سورۃ ق مسلم کتاب الجنۃ باب النار یدخلہا الجبارون والجنۃ یدخلہا الضعفاء بحوالہ تفسیر مسجد نبوی ص ۲۳۶)

﴿۱۷۰﴾ سجدۂ تلاوت کی مسنون دعا

سجدۂ تلاوت کی مسنون دعا یہ ہے:

"سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ" (ابوداؤد ترمذی نسائی بحوالہ مشکوٰۃ باب سجود القرآن)

بعض روایات میں یہ اضافہ ہے

"فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔"

﴿۱۷۱﴾ منتخب اشعار

آج ان ذروں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے
میرے در کا نقش سجدہ جن کی پیشانی پہ ہے

ایک ہاتھی ایک راجا ایک رانی کے بغیر
نیند بچوں کو نہیں آتی کہانی کے بغیر

دیوانے بھاگ جا دامن کی ساری دھجیاں لے کر
یہاں تار گریباں سے نئی زنجیر بنتی ہے

واپسی کا کوئی سوال نہیں
گھر سے نکلے ہیں آنسوؤں کی طرح

ہم تو وفا کے عادی ہیں
ظلم ترا دستور سہی

پیاسے نے خشک ہونٹ نہ رکھے فرات پر
تاریخ میں یہ پانی کی پہلی شکست ہے

پریوں کے دیس والی کہانی بھی خوب ہے
بچوں کو ماں نے پھر یوں ہی بھوکا سلا دیا

میرے سجدے اسی دنیا میں میرے کام آئے ہیں
میرے قاتل نے مجھ کو میری پیشانی سے پہچانا

پانی کی طرح بہہ گئیں صدیاں بھی بھی
اکثر ہوا ہے یوں بھی کہ لمحہ ٹھہر گیا

ہم نے نگاہِ ناز کو سمجھا تھا نیشتر
تم نے تو مسکرا کے رگ جاں بنا دیا

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

کچھ ایسے بدحواس ہوئے آندھیوں میں لوگ
جو پیڑ کھوکھلے تھے انہیں سے لپٹ گئے

چاند کا کردار اپنایا ہے ہم نے دوستو
داغ اپنے پاس رکھے روشنی بانٹا کیے

جب بلندی پر پہنچ جاتے ہیں لوگ
کس قدر چھوٹے نظر آتے ہیں لوگ

وہ حبس تھا کہ دعا دو ہمیں جہاں والو
نہ ہم چراغ جلاتے نہ یہ ہوا چلتی

کام اب کوئی نہ آئے گا فقط دل کے سوا
راستے بند ہیں سب کوچۂ قاتل کے سوا

کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعجازِ سخن
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو' جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
ایک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

سورج کی سرپرستی سے نقصان یہ ہوا ہے
اب شمع مانگتا ہوں تو دیتا نہیں کوئی

دل کی آزادی شہنشاہی' شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

﴿۱۷۲﴾ خوش رہ کر دوسروں کو خوش رکھیے

انسان کی زندگی خواہشات' امیدوں اور ذمے داریوں سے عبارت ہے۔ اپنی ابتدائی زندگی میں وہ صرف اپنے لیے خواہشات اور امیدیں رکھتا ہے۔ لیکن اسے بہت جلد احساس ہو جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے معاشرے میں رہتا ہے' جہاں اسے صرف اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ تب اس کی خواہشات اور امیدوں میں کچھ ذمہ داریاں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اور ایسے موقع پر اپنی شخصیت کو قابل قدر اور قابل قبول بنانا بھی' ایک اہم ضرورت ہے ایسا کرتے ہوئے جہاں چند نادانستہ اور فطری اور ذہنی عوامی شخصیت پر

اثر انداز ہوتے ہیں وہاں خود انسان بھی لوگوں میں اپنی ذات کو تبدیل کرنے لگتا ہے۔ یہ ایک ایسا احساس مرحلہ ہوتا ہے کہ اکثر اوقات انسان اپنی ترجیحات اور پسند کو بھی یکسر فراموش کر بیٹھتا ہے۔ وہ ''اپنے'' لیے نہیں بلکہ ''دوسروں'' کے لیے جیتا ہے۔ ذیل میں ان تمام عوامل کو زیر بحث لایا گیا ہے جو آپ کی شخصیت کو بنانے اور بگاڑنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے لیے کس راستے کا انتخاب کرتا ہے۔

﴿۱۷۳﴾ اندرونی احساسات کو چھپانا سیکھئے

بعض ناخوشگوار سچائیاں، تلخ حقیقتوں اور واقعات سے ہم کچھ نہ کچھ سیکھتے رہتے ہیں۔ چہرے کے تاثرات اور جسمانی حرکات و سکنات کے ذریعہ اپنے اندرونی احساس و جذبات کو ظاہر نہ کرنا بھی سیکھ لیتے ہیں۔ ہماری شخصیت کا یہ بناوٹی نقاب کئی لحاظ سے ہمارے لیے سودمند ثابت ہوتا ہے۔ ذرا تصور تو کریں کہ اگر ہمارا چہرہ کسی آئینے کی طرح ہمارے اندرونی خیالات و احساسات کی عکاسی کرنے لگے تو زندگی کیسی ہو جائے گی؟ ہوسکتا ہے ہم میں سے اکثر اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ازدواجی زندگی بھی متاثر اور انتشار کا شکار ہو جائے۔ کوئی دوست ہو اور نہ کوئی رشتہ دار، کیونکہ اپنے چہرے سے جھلکنے والے ''سچے تاثرات'' کے جرم میں ہم سب کو اپنا دشمن بنا چکے ہوں گے، لہٰذا آپ اس بات کے لیے پریشان نہ ہوں کہ آپ کی شخصیت میں منافقت یا دوغلے پن کا عنصر کیوں موجود ہے یا آپ تضاد سے سمجھوتہ کر رہے ہیں۔ آپ اسے مصلحت کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ ایک ایسی مصلحت جو سماجی تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے نہایت ضروری ہے۔

﴿۱۷۴﴾ معاشرتی دباؤ سے مزاج کو ہم آہنگ بنائیں

ہم معاشرے میں مختلف لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں، اس کا دارومدار ہماری ذہانت اور معاشی حالت پر ہے۔ معاشرے کے مزاج کے مطابق ہم کس طرح اپنے جذبات کا اظہار کریں یہ چیز رویوں کے بننے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کی پسند و ناپسند کے مطابق اپنی شخصیت کو بنائیں، قطع نظر اس سے کہ ہمارے کیا احساسات ہیں اور فطرتاً ہمیں کیا بات اچھی لگتی ہے اور کیا بری، وہ مسلسل اپنی منوانے پر تلے رہتے ہیں۔ جو شخص اپنے آپ کو ان سے ہم آہنگ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے وہ اپنی زندگی کو کامیاب و کامران بنا دیتا ہے اور جو اس سے بغاوت کرتا ہے اس نے گویا خود کو لوگوں کی نظر میں برا بنا دیا۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ آپ مکمل طور پر اپنی شخصیت کو فراموش کر دیں۔

﴿۱۷۵﴾ تلخ باتوں کو بھول جائیں

ذرا غور کریں! زندگی کے چھوٹے چھوٹے سانحات یا واقعات کو اگر ہم یاد رکھیں تو زندگی کتنی تکلیف دہ ہو جائے گی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ''اگر آپ اپنے تعلقات کو خوش گوار اور دیرپا بنانا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی یادداشت محدود ہو۔'' فراموشی کی یہ عادت ایک اور افادیت رکھتی ہے۔ اکثر اوقات لوگ کسی خوفناک واقعہ سے دوچار ہوتے ہیں (مثلاً ایکسیڈنٹ، قتل یا کوئی قدرتی سانحہ) تو ان کا دماغ ان کے اثرات سے بچنے کے لیے اپنی یادداشت کی دھند میں اسے چھپانے کی کوشش کرتا ہے، نتیجتاً دماغ پر ایک خود فراموشی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس خودکار دفاعی عمل کی وجہ سے جسمانی اعصاب پر برے اثرات نہیں پڑتے۔ جن لوگوں میں تلخ اور ناپسندیدہ باتوں کو فراموش کرنے کی عادت نہیں ہوتی وہ زیادہ تر پریشان کن زندگی سے دوچار رہتے ہیں اور لوگوں سے ان کا رویہ بھی تلخ رہتا ہے۔ لہٰذا آپ کی کوشش ہونی چاہیے کہ جو باتیں آپ کی تکلیف کا باعث بنیں انہیں جہاں تک ممکن ہو ذہن سے نکال دیں۔

﴿۱۷۶﴾ لوگوں کے جذبات کی قدر کریں

آپ کا لوگوں کے ساتھ جذباتی رویہ کیسا ہوتا ہے؟ یہ چیز معاشرے میں خود کو ہر دلعزیز بنانے کے لیے بہت ضروری ہے۔ بہت سے افراد ذہانت اور قابلیت کے مالک ہوتے ہیں لیکن وہ لوگوں کے جذبات کی قدر نہیں کر پاتے' انہیں صرف اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ لوگ ان کی شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور یہی چیز انہیں معاشرتی طور پر نقصان پہنچاتی ہے' جبکہ اکثر لوگ ذہنی طور پر اتنے قابل نہیں ہوتے لیکن چونکہ وہ دوسروں کے جذبات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں اور سمجھدار افراد سے بھی زیادہ ذہین نظر آتے ہیں۔ آپ بے جا اور نام نہاد انا پسندی کا شکار نہ ہوں۔ اور نہ آپ کے کسی عمل سے لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

﴿۱۷۷﴾ چاپلوسانہ روش سے گریز کیجیے

معاشرے میں دولت اور ظاہری خوبصورتی کی بنیاد پر انسان کو اہمیت دی جاتی ہے اور اسی بنیاد پر دوسروں کے جذبات کا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی شخصیت مکمل طور پر تصنع اور بناوٹ بن کر رہ جاتی ہے۔ ان کے دل میں کچھ ہوتا ہے اور زبان پر کچھ۔ انہیں خود اپنی شخصیت پر یقین نہیں ہوتا کہ وہ کیا ہیں اور ان کی حقیقی قدر و قیمت کیا ہے؟

یہ ایک ایسی نفسیاتی بیماری ہے' جس میں انسان کی ''انا'' اندر ہی اندر گھٹ کر رہ جاتی ہے۔ اکثر فلم اسٹار اس کے شکار ہوتے ہیں۔ ہم میں سے بھی ہر ایک شخص اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی اس کیفیت سے ضرور دوچار ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ کبھی اس مرض میں مبتلا نہیں ہوتا تو وہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ یہ انسان پر منحصر کرتا ہے کہ اس بناوٹی ماحول سے نکلنے کی کس قدر صلاحیت رکھتا ہے اور یہ حوصلہ مندانہ قدم جتنی جلدی اٹھایا جائے گا' ایک متوازن اور اچھا انسان بننے کے لیے اتنا ہی بہتر ہوگا۔

﴿۱۷۸﴾ نظریات میں لچک پیدا کیجیے

ہم اپنی زندگی میں بعض مواقع پر ایسی باتیں کہتے ہیں جس سے ہمارے خیالات واحساسات کی ترجمانی نہیں ہوتی اور اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہم مروتاً دوسروں کو ناراض کرنا نہیں چاہتے ہوں یا پھر دوسرے کی دل سے تعریف کرنے کے خواہش مند نہ ہوں لیکن اخلاقاً کرنا پڑتی ہو۔ اسی طرح بعض اوقات اپنی ذات کے لیے بھی اپنے حقیقی احساسات کو چھپانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ وجہ کچھ بھی ہو سچ تو یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا زیادہ حصہ ''آدھے سچ اور آدھے جھوٹ'' کے سہارے بسر کرتے ہیں' ایک شخص کتنا ہی انا پرست یا خوددار ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کرتا ہو وہ سادہ سی زندگی اپنی انا کے حصار میں نہیں جی سکتا' کہیں نہ کہیں اسے لازمی طور پر خود کو دوسروں کی خاطر تھوڑا سا منکسر المزاج اور لچکدار بننا پڑتا ہے اور اکثر اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

اے مالک دو جہاں ‏ اے میرے پیارے خدا
ہم پہ رحمت ہو سدا ‏ آنکھ سے جو بہتا ہے پانی
اُس پہ ہو تیری مہربانی ‏ سینے میں جو درد جاگے
تیرا مرہم اُس پہ لاگے ‏ جان پہ بن آئی ہے
ہر سو رسوائی ہے ‏ ہم پہ رحمت ہو سدا
لب بھلے خاموش ہوں ‏ سُن رہا ہے تو صدا
سب کا تو حاجت روا ‏ مشکل میں تو مشکل کشا

راستے خاموش ہیں گلستاں ویران ہے
ہم پہ رحمت ہو سدا تیری رحمت سے ہے روشن
یہ جہاں تو ابتداء تو انتہاء طوفاں میں شمع جلا
کشتی تو ساحل پر لگا ہم پہ رحمت ہو سدا

﴿۱۷۹﴾ کچھ منتخب اشعار

غیر آباد گھر کا دروازہ
کون کھولے گا کھٹکھٹانے سے
شام ہوتے ہی مہک اُٹھی فضا
یاد اُن کی رات رانی ہو گئی
بو کہاں سے آئے گی ماں باپ کے اطوار کی
دودھ ہے ڈبے کا اور تعلیم ہے سرکار کی
آدمی کوئی ہو چہرے سے نہ پرکھا جائے
کیا ضروری ہے کہ اندر بھی ہو باہر جیسا

﴿۱۸۰﴾ نیک کردار بیوی ایک انمول خزانہ ہے

نیک کردار شریک حیات بلاشبہ ایک انمول خزانہ کے مانند ہے۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ بعض بڑے نامور لوگوں کی ناموری اور شہرت میں نیک سیرت شریک زندگی (بیوی) کا بھی بڑا دخل رہا ہے۔ چنانچہ دنیا کے سب سے محترم انسان حضرت محمد ﷺ پر جب غار حرا میں پہلی وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوئی' تو آپ ﷺ بے حد متوحش و پریشان ہوئے۔ گھبراہٹ اور پسینہ آلود پیشانی لیے جب گھر تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ ﷺ کو تسلی دینے' ماتھے کا پسینہ پوچھنے' ہمت دحوصلہ بڑھانے اور آپ ﷺ کے کلمۂ حق پر ایمان لانے والی' ہمدرد اور غمگسار ہستی اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ تھیں۔ جنہوں نے قدم قدم پر جاں نثاری کا حق ادا کیا اور اپنی تمام دولت اشاعت اسلام کے لیے وقف کر دی۔ اور جب آپ ﷺ مرض وفات میں مبتلا ہوئے اس وقت بھی آپ کا سرِ مبارک زانوئے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہی تھا۔ وہ امت کی مائیں تھیں جنہوں نے حضور سرور کائنات ﷺ کے تبلیغی مشن کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا۔ خاندانی اہل ثروت والی بعض زوجہ محترمہ بھی تھیں جو اگر چاہتیں تو اس دولت کا سہارا لے کر بڑے عیش و راحت کی زندگی بسر کر سکتی تھیں مگر انہوں نے زوجۂ رسول ﷺ بن کر عسرت کی زندگی کو دولت پر ترجیح دی۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ بہترین خزانہ نیک سیرت شریک زندگی ہے کہ جب مرد اس کو دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب شوہر اسے کچھ حکم دے تو وہ دل و جان سے اس کا پورا کرے اور اگر شوہر گھر میں موجود نہ ہو تو وہ اپنے نفس اور عصمت کی حفاظت' شوہر کے گھر کی حفاظت نیز بچوں کی بہترین تربیت کرے اور ایسے کسی شخص کو شوہر کی عدم موجودگی میں گھر کے اندر نہ آنے دے جس کا آنا شوہر کو ناپسند ہو۔ (نسائی کتاب النکاح' مسند احمد) یہ سچ ہے کہ دولت تو صرف مادی ضروریات کی تکمیل کرتی ہے' لیکن صالح عورت (بیوی) خاندان کو اور گھر کو خوشی اور امن دامان کا گہوارہ بنا دیتی ہے۔ وہ اپنی شیریں گفتگو اور بلند اخلاق سے گھر کی فضا میں مٹھاس گھول دیتی ہے اور محبت کی خوشبو سارے گھر میں بکھیر

دیتی ہے۔ اس کا بلند اخلاق اور گھر کے بھی افراد کے ساتھ خوشگوار برتاؤ خاندان کے تمام افراد کے لیے تربیت گاہ بن جاتا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں' پوری کائنات تو عارضی نفع پہنچاتی ہے مگر عورت (بیوی) دائمی خوشی اور خوشگوار زندگی (دنیا میں عارضی جنت کا نمونہ بن جاتی ہے) کی ضمانت ہے۔ کسی دانشور نے اس کو اس انداز سے ثابت کرنے کی کوشش کی جو حکایت کے طور پر درج ذیل ہے۔ جس میں عورتوں کے لیے لائق تقلید درس بھی ہے۔

ایک ضعیفہ جو باوجود کبرسنی کے انتہائی خوبصورت اور نورانی چہرہ کی مالکہ تھیں۔ ان سے کسی جوان شادی شدہ عورت نے اس نورانیت اور خوبصورتی کا راز دریافت کیا۔ اس معمر عورت نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ ''میں نے اپنے ہونٹوں پر ہمیشہ حق کی سرخی لگائی' اپنی زبان کو ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رکھا' جن چیزوں کو اللہ نے دیکھنے سے منع فرمایا ہے ان سے ہمیشہ پرہیز کیا یعنی پرہیز کا سرمہ استعمال کیا' اپنے ہاتھوں میں عطا (سخاوت وفیاضی) کی مہندی لگائی اور اپنے اعمال پر صبر واستقامت کا پاؤڈر لگایا' اپنے دل پر خدا کی محبت اور اس کا خوف لازم کیا' اپنی عقل پر حکمت وبصیرت کو غالب رکھا اور اپنے نفس پر اللہ کے حکم کے بعد اپنے شوہر کی اطاعت اور خوشنودی کو مقدم جانا۔ نفس کو اس خیال سے باندھ کر رکھا کہ اللہ تو ہر جگہ ہے اور وہ ہر بات سے واقف ہے۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ یہ میرے چہرے کا نور اسی نیک اعمال کا صدقہ ہے۔'' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے گھرانوں کے ماحول کو بھی اسی بزرگ مؤمنہ خاتون کے اعمال جیسا بنادے۔ آمین

﴿۱۸۱﴾ اپنی ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنایئے

میاں بیوی کے درمیان معمولی بات پر اختلاف کی صورت میں اگر عقل مندی اور حکمت کا مظاہرہ نہ کیا جائے تو معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ ازدواجی زندگی میں تلخیاں بھی آتی ہیں لیکن فی زمانہ دونوں جانب سے محض جذبات کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ لڑکی اور لڑکے کے والدین بھی اولاد کی محبت اور ذاتی انا کی خاطر مسئلہ کو حل کرنے کے بجائے اسے پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ خاندان کے وہ بزرگ جنہیں صلح صفائی کرانی چاہیے وہ بھی معاملے کا ایک پہلو دیکھ کر حالات خراب کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

میاں بیوی کے تلخ تعلقات میں یوں تو ہر دو فریق کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ لیکن ان تعلقات کو دوبارہ محبت کے راستہ پر لانے کی ہمیں بھرپور اور مخلصانہ کوشش کرنی چاہیے۔ حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لیے مکمل طور پر قابل تقلید ہے' اس لیے ہمیں ازدواجی زندگی کے اس پہلو کو بھی حضور ﷺ کی حیات طیبہ سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی چہیتی بیٹی تھیں اور آپ ﷺ اپنے جگر کا ٹکڑا اور خواتین جنت کی سردار کہا کرتے تھے۔ ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اتنے عظیم مرتبہ پر فائز ان شخصیات کے درمیان بھی کبھی کبھار تلخیاں ہو جایا کرتی تھیں۔

سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے کہ ایک بار دونوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شفیق باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ پیچھے پیچھے داماد رسول ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی گھبرائے ہوئے پہنچے اور دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ سوچنے لگے کہ اگر خدانخواستہ خدا کے رسول ﷺ ناراض ہو گئے تو دین ودنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے اپنے شوہر کی شکایت کی' حال سنایا اور زار وقطار رونے لگیں۔ لیکن آپ ﷺ نے جو ردعمل ظاہر کیا وہ ہماری سوچ کے بالکل برعکس ہے۔ گھر بسانے والا رویہ تھا' باپ نے بیٹی کو جو اس طرح روتے دیکھا تو دل بھر آیا' آبدیدہ ہو گئے۔ بیٹی کو سمجھاتے ہوئے شفیق باپ نے کہا: ''بیٹی میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو قریش کے جوانوں اور اسلام لانے والوں میں سب سے افضل ہے۔ بیٹی میاں بیوی میں کبھی کبھی ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں' چاہے وہ کوئی سے میاں بیوی ہوں۔ اور بیٹی یہ کیسے ممکن

ہے کہ مرد سارے کام ہمیشہ عورت کی مرضی کے مطابق ہی کیا کرے اور اپنی بیوی کو کچھ نہ کہے۔ جاؤ اپنے گھر جاؤ' خدا تمہیں خوش اور آباد رکھے اور میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھوں۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا' آڑ سے نکل کر سامنے آئے' آنکھوں میں آنسو تھے' رقت کے انداز میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: خدا کی قسم! آئندہ تم ایسی کوئی بات نہ دیکھو گی جس سے تمہارے نازک دل کو دکھ پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دل بھر آیا اور کہنے لگیں کہ غلطی تو میری ہی تھی۔ پھر دونوں خوشی خوشی گھر لوٹ آئے۔

﴿۱۸۲﴾ اپنے گھر کا ماحول اسلامی بنایئے

اسلام دشمن تحریکیں اور تنظیمیں اپنے اہداف و مقاصد کے پیش نظر عالمی پیمانے پر پوری دنیا خصوصاً مسلمانوں کے اندر الحاد و لادینیت اور عریانیت و فحاشیت عام کرنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو مٹانے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ لیکن عصر حاضر میں ان کے اندر کسی قدر تیزی آگئی ہے۔ اس کے لیے وہ متعدد ترکیبیں اور تدبیریں اختیار کر رہی ہیں۔ مثلاً ویڈیو' ٹیلی ویژن' ریڈیو' آڈیو کیسیٹ' مخرب اخلاق کتابیں' رسائل و جرائد اور لٹریچر۔ ان تمام آلات جدیدہ سے مسلح ہو کر وہ مسلمانوں کے ذہن و شعور سے اسلامی تعلیمات اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو کھرچ کر پھینک دینا چاہتے ہیں۔ خصوصاً ناپختہ شعور رکھنے والے بچوں اور بچیوں کو مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھال کر ان سے ان کی معصومیت' ان کا بھولا پن اور ان کی پاکیزگی اور عفت کو چھین لینا چاہتی ہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

سب سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ وہ مسلمان جو کبھی اپنے اخلاق اور تہذیب و ثقافت کے ذریعہ پوری دنیا پر حکومت کرتے تھے آج وہی جدیدیت اور ترقی کے نام پر مغربی تہذیب میں ڈھلتے جا رہے ہیں۔ ان پر عالم گیر فکری انحطاط اور عملی زوال طاری ہوتا جا رہا ہے۔ اکثر مسلم گھرانوں میں تمام مخرب اخلاق چیزیں در آئی ہیں۔ مسلمان بچے اور بچیاں غیر اسلامی افکار و نظریات کی دلدادہ نظر آ رہی ہیں اور اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہوتی جا رہی ہیں۔ بہت سے خاندان ایسے بھی ہیں جنہیں مسلمان ہونے کے باوجود کلمہ توحید لا الہ الا اللہ تک یاد نہیں ہے۔ وہ صرف خاندانی مسلمان ہیں۔ ان سے اگر کسی فلم یا سیریل کی کہانی پوچھی جائے تو وہ من وعن نقل کرنے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہیں کریں گے لیکن اگر ان سے یہ پوچھا جائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا نام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کون سی کتاب نازل ہوئی؟ خلفائے راشدین کون تھے؟ اسلام کے بنیادی ارکان اور تقاضے کیا ہیں؟ تو وہ کوئی جواب نہیں دے پاتے۔ یہ صورت حال امت مسلمہ کے لیے بڑا المیہ اور لمحہ فکریہ ہے۔

بچوں کے موجودہ بگاڑ کے جملہ اسباب میں سب سے اہم سبب والدین کا اپنے فریضے سے بے توجہی برتنا ہے۔ بچے اور بچیاں اللہ کی جانب سے ایک امانت ہیں۔ ان کی اچھی تربیت اور دیکھ بھال کرنا' انہیں اسلامی تعلیمات کا پابند بنانا والدین کا دینی فریضہ ہے' کیونکہ بچوں کے بناؤ اور بگاڑ میں والدین کا بڑا عمل ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی' نصرانی' یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" (بخاری' مسلم) یعنی بچے اپنے والدین کا عکس ہوا کرتے ہیں۔ ان کی مثال چھوٹے پودوں کے مانند ہوتی ہے کہ انہیں شجر کاری کرنے والا لگانے کے بعد اگر دیکھ بھال کرتا ہے' ان کی سینچائی کرتا ہے اور ہوا کے جھونکوں سے بچانے کے لیے لکڑیوں کا سہارا دیتا ہے اور انہیں حتی الامکان سیدھا رکھنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ پودے بڑے ہونے کے بعد سیدھے اور لائق دید ہوتے ہیں اور اگر ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے تو ڈالیاں اور شاخیں ادھر ادھر جھک جاتی ہیں اور بے ڈھنگی معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کی اچھی اور غلط تربیت ان کے مستقبل کے بننے اور سنورنے میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔

بچوں کی تعمیر اور تخریب میں ماں کی ذمہ داری بہت اہم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہی نسل انسانی کی مربیہ ہوتی ہے۔ پورے خاندان اور معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ کا دارومدار اسی پر ہوتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگراں ہے اور اس سے اولاد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔'' (بخاری و مسلم)

ایک ماں یہ فرض اس وقت انجام دے سکتی ہے جب وہ خود تربیت کے تمام اصول وضوابط سے مزین ہوگی۔ ایک ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پختہ اور اعلیٰ سیرت و کردار کی مالک ہو' اپنے مقام ومرتبے کا شعور رکھے' خود کو اسلامی تعلیمات کا نمونہ بنائے' معروف اور اچھی باتوں کو اپنانے کی کوشش کرے اور منکر سے بچے۔ حلال وحرام کی پابندیوں کا لحاظ کرے' لالچ' حسد' جھوٹ' بغض اور منافقت جیسی بیماریوں سے دور رہنے کی سعی کرے۔ اپنے خیالات' عبادات' معاشرت' دین' اخلاق غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے کو دین کے تابع کر دے۔ اس کے بعد وہ اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہے تو اس کے گھر کا ماحول اسلامی بن جائے گا۔ گھر سے غیر اسلامی رسوم ورواج اور قدیم وجدید جاہلیت کے آثار یکلخت ختم ہو جائیں گے۔ صحابیات اور عہد تابعین کی خواتین کی زندگیاں واضح ثبوت ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان والدین اپنے اخلاق و کردار کو سنوار کر ایک نئے دور اور نئے معاشرے کی تشکیل وتعمیر کا عہد کریں۔ ایثار ومحبت اور اخوت و بھائی چارگی کو عام کرنے کی کوشش کریں۔ اگر والدین نے ایسا نہیں کیا تو قیامت کے دن انہیں اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا' جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: ''تم میں ہر شخص نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (بخاری' مسلم) اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔

﴿۱۸۳﴾ حکمت کے موتی

① ایمان داری سے خرید وفروخت کرنے والے کا انجام نیکوکار اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔
② تنگ دست آدمی جو رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھتا ہے' اس مالدار سے اچھا ہے جو ان سے قطع تعلق رکھتا ہے۔
③ برا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رہ سکتا۔
④ اصلاح کے بغیر پشیمانی ایسی ہے جیسے سوراخ بند کیے بغیر جہاز میں سے پانی نکالنا۔
⑤ پریشانی دور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی تعمیری کام میں مصروف رکھیں۔
⑥ چالاک لوگ ان درندوں کے مانند ہیں جو اپنے شکار کی تاک میں ناخن چھپائے بیٹھے ہیں۔
⑦ بنی اسرائیل اس لیے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے تھے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے۔
⑧ دنیا خراب اخلاق کا نمونہ پیش کرے تب بھی انسان کو اپنے اخلاق حسنہ نہیں چھوڑنے چاہئیں۔
⑨ اللہ سے اس کا فضل طلب کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے۔
⑩ ہر مقصد میں خدا تعالیٰ کی بڑائی' ملک کی بھلائی اور حق کی تلاش مدنظر رکھو۔
⑪ اپنے دلوں سے دوستی کا حال پوچھو' کیونکہ یہ ایسے گواہ ہیں جو کسی سے رشوت نہیں لیتے۔
⑫ اپنے مال کی خاطر لڑنے والا آخرت میں شہیدوں میں شامل ہوگا۔
⑬ قرآن کریم اور ذکر الٰہی کو لازم پکڑلو' کیونکہ یہ چیز تمہارے لیے روئے زمین پر نور اور آسمان پر ذکر خیر کا ذریعہ ہے۔
⑭ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ خدا کا شکر گزار نہیں ہوسکتا۔
⑮ سب سے بہتر جہاد یہ ہے کہ تم انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بھی غصہ کو پی جاؤ۔
⑯ علم مال سے بہتر ہے کہ وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی حفاظت کرتے ہو۔

⑰ صرف خواہش کرنے سے ہر چیز نہیں مل جاتی' خواہش کے ساتھ جدوجہد بھی لازمی ہے۔

⑱ اگر اونچی پرواز کرنا چاہتے ہو تو اپنی ہمت کو بلند رکھو کیونکہ ہمت ہی آپ کی طاقت ہے۔

⑲ خود خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو بھی خوش رکھا کرو۔

⑳ کسی کی خوبیوں کی تعریف کرنے میں اپنا وقت برباد نہ کرو بلکہ اس کی خوبیاں اپنانے کی کوشش کرو۔

﴿۱۸۴﴾ شادی شدہ لڑکے اور لڑکی کی ذمہ داریاں

شادی شدہ مرد اپنی نئی نویلی دلہن کی محبت میں مگن اور مدہوش ہو جاتا ہے اور وہ باقی ساری دنیا کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اس کی پوری توجہ بیوی کی خوشیوں کی طرف ہوتی ہے اور وہ خود بھی ان خوشیوں کے گہوارے میں جھولنا شروع کر دیتا ہے' بعض اوقات اس کے نتائج بڑے تباہ کن نکلتے ہیں۔

گزشتہ دنوں ایک لڑکے کی شادی ہوئی۔ لڑکے کے والد کو کسی ضروری کام سے شہر سے باہر جانا پڑا۔ وہ اپنے بیٹے کو بزنس کی دیکھ بھال کرنے کی ہدایت دے کر روانہ ہو گئے' جو عموماً دونوں مل کر سنبھالتے تھے۔ نوجوان دولہا اپنی نئی نویلی دلہن کی محبت میں ایسا سرشار رہا کہ والد کی تمام ہدایات کو یکسر فراموش کر دیا جس کے نتیجے میں زبردست مالی خسارے کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر بیوی میں عقل ہوتی تو وہ اپنے میاں کو مجبور کر سکتی تھی کہ وہ محبت کی گرداب سے نکل کر کاروبار کی طرف بھی توجہ دے۔ ایسی صورت میں یہ افسوس ناک صورتحال نہ دیکھنی پڑتی۔ ایک بیوی کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کا شوہر اپنی ڈیوٹی اور فرائض سے غفلت نہ برتے اور اسی طرح کسی شوہر کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی سانحہ کے پیش آ جانے کی صورت میں ساری ذمہ داری بیوی کے سر پر ڈال دے۔ اس پر خود غرض' مطلب پرست اور غیر حساس ہونے کا الزام لگائے۔

ایک شادی شدہ جوڑا ہنی مون منا کر جب گھر لوٹا تو شوہر بجائے دفتر جانے کے تین دنوں تک مسلسل دفتر میں فون کر کے یہ کہتا رہا کہ اس کی طبیعت خراب ہے۔ شروع میں یہ بات بیوی کو بھی اچھی معلوم ہوئی کہ اس کا شوہر اسے کتنا چاہتا ہے اور اس کے دل میں اس کی کتنی اہمیت ہے۔ لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ یہ طریقہ غلط ہے اور اس نے خود ہی اپنے شوہر کو کام پر جانے کے لیے اس طرح مجبور کیا کہ اسے برا بھی نہ لگے اور اپنی ذمہ داری بھی بخوبی نبھاتا رہے۔

بعض مرتبہ بیٹا ماں باپ کے لیے اپنے فرائض سے کوتاہی برتنے لگتا ہے۔ شادی کے بعد تو بوڑھے والدین کے لیے اس کے پاس وقت ہی نہیں رہتا۔ لیکن اگر دلہن کو ساس سسر کی تکلیف کا بخوبی احساس ہو تو وہ بڑی آسانی سے ساس سسر اور شوہر کے درمیان "پل" کا کام انجام دے سکتی ہے اور اپنے شوہر کو والدین کے فرائض یاد دلا سکتی ہے۔

فضول خرچ شوہروں کو ان کی بیویاں موقع شناسی سے کام لے کر اور تھوڑی سمجھداری سے انہیں اپنے پیسے کی اہمیت کا احساس دلا سکتی ہیں۔ ایک صاحب جو اپنی پوری تنخواہ ۲۰ تاریخ تک ختم کر دیتے اور پھر اس کے بعد وہ اخراجات پورے کرنے کے لیے دوستوں سے قرض لے کر گزارا کرتے تھے' لیکن شادی کرنے کے بعد ان کی زندگی یکسر تبدیل ہو گئی۔ بیوی نے شوہر کی تنخواہ کا حساب اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ذہانت سے بجٹ بنانے اور خرچ کرنے کے باعث انہوں نے اخراجات پورے کرنے کے علاوہ ہنگامی ضرورتوں کے لیے تھوڑی سی رقم پس انداز بھی کرنا شروع کر دی۔

بعض اوقات کوئی لڑکا شادی کے وقت کسی پروفیشنل ادارے میں تعلیم حاصل کر رہا ہوتا ہے' چنانچہ اپنی خوبصورت دلہن کی زلف کا اسیر ہو کر وہ اپنی ساری پڑھائی بھلا بیٹھتا ہے۔ یہ صورتحال بھی خطرے سے پُر ہے۔ صرف ذہین دلہن ہی سمجھداری سے کام لیتے ہوئے اپنے

شوہر کو پڑھائی کی طرف راغب کر سکتی ہے۔ وہ اپنی کوشش سے اس بات کو یقینی بنائے کہ پڑھائی پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے شوہر کو خاموش ماحول میسر آئے' اور وہ اپنے شوہر کو ہلکی لیکن غذائیت سے پُر خوراک بھی دے۔ اس طرح شوہر کی کامیابی کے انعام سے بیوی بھی نوازی جائے گی۔ ظاہر ہے اچھے نتائج حاصل کرنے کے بعد جب وہ اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگا تو بیوی کو بھی راحت اور خوشیاں میسر آئیں گی۔

یہ ایک صرف پہلو ہے جس میں ہم صرف عورت کو ہر چیز کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ کیا ہم یہ نہیں سوچ سکتے کہ کسی بھی غلطی یا کوتاہی میں تنہا لڑکی ہی ذمہ دار نہیں ہوتی؟ ہم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر سے رخصت ہو کر ایک نئے ماحول' نئے لوگوں کے بیچ ایک نئے ہم سفر کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے۔ ایسے میں اگر اسے پیار کرنے والا شوہر مل جائے جو اس کا ہر ممکن خیال رکھتا ہو' اسے سر آنکھوں پر بٹھاتا ہو' اور اس کی ہر بات پوری کرتا ہو اور ساتھ ہی اپنے گھر والوں کے تئیں اپنی دوسری ذمہ داریوں سے خود ہی منہ موڑ لیتا ہو تو اس میں کس کی غلطی ہے؟ کیا اس کی ذمہ دار صرف لڑکی ہے' جس نے ابھی پوری طرح سے گھر کے ماحول کو نہ سمجھا اور نہ ہی افراد خانہ کے مزاج کو ہی سمجھ پائی ہو۔ اس میں اگر اس کا شوہر اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہا ہے تو اس کا ذمہ دار صرف اور صرف اس عورت کو ہی کیوں ٹھہرایا جاتا ہے۔ اگر لڑکا یعنی شوہر اپنی بیوی سے پیار' محبت کا برتاؤ کرتا ہے تو یہ اس کا فرض ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے والدین اور اپنے افراد خانہ کی بھی ضرورتوں اور گھر کے تئیں ذمہ داریوں کو سمجھے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو لڑکی پر یہ تہمت نہیں لگانی چاہیے کہ اس نے اپنے شوہر کو اس پر مجبور کیا ہے۔

اگر کسی کاروبار میں نقصان ہو جائے' گھر میں کسی بھی قسم کی مالی پریشانی ہو جائے یا خدانخواستہ کسی کی موت ہو جائے تو' ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ سماج ہونے کے باوجود اس کا الزام نئی نویلی دلہن کے سر ڈال دیا جاتا ہے۔

شادی کے بعد لڑکا والدین اور گھر کے افراد کے تئیں اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی برتتا ہے تو یقینی طور پر بیوی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی صلاحیت اور قابلیت سے اسے اس طرح کی غفلت برتنے سے باز رکھے' لیکن اس کے باوجود اگر لڑکا اپنی ذمہ داریوں کو نہیں نبھاتا تو اس کا الزام لڑکی پر لگانا سراسر غلط ہے۔ ہاں اگر لڑکی بھی اپنی ذمہ داریوں سے کوتاہی برتے تب میاں بیوی دونوں ہی اس کے ذمہ دار ہوں گے کیونکہ لڑکے کا نہ صرف یہ فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کا حق ادا کرے بلکہ اپنے والدین اور گھر کے تمام افراد کی خوشحالی کا خیال رکھے اور سمجھدار وہی ہے جو نہ صرف بیوی سے پیار کرے بلکہ والدین اور تمام افراد خانہ کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے۔

﴿۱۸۵﴾ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہے

قدرت کا یہ احسانِ عظیم ہے کہ انگنت صلاحیتوں اور احساسات کو یکجا کرتے ہوئے انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا' ایسا بھی ہو سکتا تھا کہ بجائے انسان کے حیوان یا کوئی چرند کی شکل دے دیتا۔ قدرت نے انسان کو ایک نہایت ہم خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے جسم کے ہر عضو کو توانا' کارآمد اور کامل بنایا ہے' ایسی بھی صورتیں ہیں کہ کسی مصلحت کی بناء پر قدرت نے انسان کو کسی عضو یا احساس سے جزوی یا کلی طور پر محروم کر دیا اور اس کو پیدائشی بدصورت یا بیمار یا پھر معذور بنا دیا یا بجائے کسی ممتاز و معزز قوم' قبیلے یا خاندان میں پیدا کیے جانے کے اس کے برعکس عمل کیا۔

درحقیقت معذور وہ ہے جو اپنے آپ کو لاچار و مجبور سمجھے یا کسی معقول یا حتیٰ کہ معمولی کام کی انجام دہی میں بھی اپنی معذوری کا عذر پیش کرتے ہوئے خود کو دوسروں کے رحم و کرم کے حوالے کر دے۔ قدرت کا ایک اٹل اصول و فطری مصلحت ہے کہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی چھوٹی یا بڑی خامی میں مبتلا اور نقص سے دوچار ہے۔ ہم صرف ایک نامکمل شخص کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کوئی بھی یہ دعویٰ کبھی بھی نہیں کر سکتا کہ وہ ہر زاویہ سے ایک مکمل شخصیت ہے۔ زندگی کے اس طویل سفر میں کہیں نہ کہیں اس کا نقص و لاچاری ابھر کر آتی ہے۔ اس

لیے مایوس ہونے اور افسوس کرنے کے بجائے ہم کو اپنی خامیوں سے آگاہ ہونا اور ان کو قبول کرنا چاہیے۔

اس دنیا میں کوئی شخص یا چیز باوجود اپنے نقص اور خامی کے ناکارہ اور بے مصرف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان نقائص کو بہتر طور پر استعمال کرنے اور دنیا کو فیضیاب ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ انسان میں یہ خوشگوار احساس پیدا ہو کہ اس کی زندگی ان خامیوں کے باوجود اس کے لیے بلکہ دنیا اور اس کے خاندان کے لیے خوبصورت تحفہ ہے۔ یہ حقیقت صرف اور صرف محسوس کرنے' جاننے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔

دنیا میں بے شمار مثالیں ایسی ہیں کہ بالکل معذور انسانوں نے جو پیدائشی طور پر یا پیدائش کے بعد کسی مہلک بیماری یا کسی حادثہ کے باعث کسی عضو کی خرابی یا خامی اور صلاحیت سے جزوی یا مکمل طور پر محروم ہو چکے ہیں' اپنی معذوری کے باوجود زندگی کو دلیرانہ مقابلہ کیا' حالات سے نبرد آزما ہوئے اور اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے وقت کی نہایت ہی کامیاب اور مثالی شخصیت بن کر ابھری اور دنیا ان کی تعظیم و تکریم کرنے پر مجبور ہوئی۔ رشک آتا ہے اور حیرت ہوتی ایسے لوگوں کے بڑے کارناموں پر جن کی توقع بھی ان سے نہیں کی جا سکتی' مگر وہ کام ان لوگوں نے کر دکھایا۔

﴿۱۸۶﴾ مشرقی اور مغربی تہذیب کا فرق

مشرق و مغرب کے تضاد اور مغرب کی برائیوں کے بارے میں ہم بہت سی باتیں کرتے ہیں اور مشرقی تہذیب کو سب سے بہتر اور اچھی تہذیب قرار دیتے ہیں۔ کیا مغربی تہذیب کو برا کہنے سے ہم اپنی تہذیب اور اپنے معاشرے کی برائیوں کو چھپا سکتے ہیں یا اس بات کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم اپنی مشرقی تہذیب اور اپنے معاشرے کی ہر ضرورت کو سچائی اور ہر رشتے کو پوری ایمان داری سے نبھا رہے ہیں؟ ان سب باتوں کا جواب ہمیں خود ہی تلاش کرنا ہوگا تب کہیں جا کر ہم اپنے آپ کو مشرقی تہذیب اور انسانی رشتوں کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے اور اسے پورا کرنے والا کہہ سکتے ہیں۔ ذیل میں اسی بات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک مفکر نے کہا تھا: ''مشرق' مشرق ہے اور مغرب' مغرب اور یہ دونوں کبھی باہم نہیں مل سکتے۔ ہر آدمی کی ہر بات درست نہیں ہوتی' لیکن یہ بات ضرور درست مانی جا سکتی ہے کہ واقعی مشرق کی کچھ باتیں مغرب کی کچھ باتوں سے قطعی مختلف ہیں۔ کچھ خوبیاں ہماری مشرقی روایات اور اقدار میں پائی جاتی ہیں۔ کچھ اچھائیاں مغرب کے اصول پسند معاشرے کا لازمی اور بہترین حصہ ہیں۔ مشرق اپنی اخلاقی قدروں اور روحانی پاکیزگی کے حوالے سے مغرب سے کہیں بلند ہے اور طریقہ ہائے زندگی کو درست طور پر چلانے میں مغرب ہم سے کہیں بہتر ہے۔

کہا جاتا ہے کہ انگریز برصغیر سے جاتے ہوئے تین چیزیں لے کر گئے: خوف خدا' قانون کا احترام اور وقت کی پابندی۔ اگر ہم اپنے معمولات زندگی پر نظر ڈالیں تو واقعی ہمارا دامن ان چیزوں سے خالی دکھائی دیتا ہے۔ لیکن مغرب نے والدین کا احترام' بزرگوں کی عزت' رشتے ناتوں کی اہمیت اور گھر گرہستی جیسی انمول چیزوں کو کھو دیا ہے' اس لیے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مشرق بہرحال مشرق ہے۔ لیکن صرف چند اچھی باتوں پر فخر کرنے سے ہم اپنی خامیوں کی پردہ پوشی نہیں کر سکتے۔

یہ بات ہمارے ذہنوں میں رہے کہ معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے۔ انسان کبھی اکیلا نہیں رہ سکتا۔ اسے اپنی زندگی بہتر اور محفوظ طریقے سے بسر کرنے کے لیے گروہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا خاندان' قبیلہ' قوم اور ملک اس کی اس ضرورت کو پورا کرنے میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔

انسان بلاشبہ ایک معاشرتی حیوان ہے۔ اس لیے اسے اپنے دل کا حال سننے' سنانے والا کوئی ہمدم' کوئی ساتھی درکار رہتا ہے۔ تارک

الدنیا ہو جانے سے دنیا کو تیاگ دینے سے انسان کو بھی سکون میسر نہیں آتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو رشتے نبھانے گھر بنانے خاندان کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تلقین کی کہ انسان ایک دوسرے کے دکھ درد کو بانٹ سکے ایک دوسرے کی خوشیوں میں شریک ہو سکے مشکلات میں ایک دوسرے کی مدد کر سکے اور جب خود کسی پریشانی کا شکار ہو تو اسے چار لوگ حوصلہ دینے والے موجود ہوں۔ لیکن ذرا اپنے معاشرے کے مجموعی حالات پر نظر ڈالیے تو معاشرے کی حالت کچھ اور ہی نظر آتی ہے۔ ایسے ہی حالات پر مرزا غالب کا یہ شعر صحیح ثابت ہوتا ہے:

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو　　ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ

اور معاشرے کی حالت راز کو دیکھتے ہوئے فیض کو اپنا دردان لفظوں میں بیان کرنا پڑا:

زندگی کیا مفلس کی قبا ہے جس میں　　ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

یہ کیفیت ہر اس دردمند اور حساس شخص کے دل پر طاری ہوتی ہے جو انسان کو انسان سے محبت کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ جب وہ انسان کو محض اولادِ آدم نہیں بلکہ شرف انسانیت سے بھی ہمکنار دیکھنا پسند کرتا ہے مگر کیا ہمارا معاشرہ جس میں بے شمار خوبیاں ہیں واقعی اتنا ہی قابل ہے جتنا ہم کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں۔ ہم گھر اور گرہستی یعنی چادر اور چار دیواری کے تحفظ کی بات کرتے ہیں لیکن یہ ہمارا ہی معاشرہ ہے جہاں عورت اگر اکیلی ہو تو خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہے اور اپنے حقیقی رشتوں کے ساتھ ہو تب بھی استحصال کا شکار ہوتی ہے۔

سچ یقیناً کڑوا ہوتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں خواتین اپنے حقیقی رشتوں کے ہاتھوں زیادہ ذلیل و خوار ہوتی ہیں۔ اگر وہ بیٹی ہے تو باپ کی عزت پر قربان ہو رہی ہے۔ ماں ہے تو بیٹے کی محبت پر مر رہی ہے بہن ہے تو بھائی کی غیرت کے بوجھ تلے پس رہی ہے اور بیوی شوہر کی زیادتی کا شکار ہے۔ غرض وہ ساس ہے یا بہو نند ہے یا بھاوج دیورانی ہے یا جٹھانی جہاں جہاں مرد اس کے ساتھ ہے وہ اپنی جیسی دوسری عورت کا استحصال کر رہی ہے۔ کیونکہ کمزور کی حکومت کمزور ہی پر ہوتی ہے۔ مرد پر وہ حاکم نہیں ہو سکتی اس لیے اپنی جیسی عورت کو محکوم بنا کر خوش ہوتی ہے۔

ایک طرف تو ہم اپنے بزرگوں کا خیال رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف پبلک ٹرانسپورٹ میں کھڑے ہو کر سفر کرنے والے بزرگوں پر نظر ڈالیے۔ بینکوں کی قطار میں ٹیلی فون اور بجلی وغیرہ کے بل جمع کرنے کی قطار میں سودا سلف لانے لے جانے والے بوجھ اٹھانے والے اپنی جسمانی طاقت سے زیادہ مشکل کام کرنے والے اسپتالوں میں کھڑے ہوئے بے بس ولاچار بزرگوں کو دیکھیے! کیا ہم میں سے زیادہ تر لوگ ایسے ہیں یا چند لوگ ایسے ہیں جو ان بزرگوں کی مدد کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں؟ سوچنے اور کرنے کے لیے ہمارے پاس بے شمار باتیں اور بہت سے کام ہیں بس صاحب دل ہونا چاہیے۔ ہمارے یہاں ان باتوں کو بیان کرنے کا مقصد صرف آپ کے ذہن پر دستک دینا ہے۔ یہ سب طے شدہ باتیں ہیں لیکن مجموعی طور پر جو نظر آتا ہے اسے دیکھ کر اس پر غور کر کے اگر اپنی خامیوں کو دور کر لیا جائے تو مشرق یقیناً اپنی خوبیوں کے ساتھ مغرب سے زیادہ بہتر معاشرہ بن سکتا ہے کیونکہ زندگی ٹیکنالوجی کے ساتھ نہیں انسانوں کے ساتھ بسر کی جاتی ہے۔

﴿۱۸۷﴾ فجر کی نماز پڑھ کر بلا عذر سو جانا منع ہے

صبح کی نماز پڑھ کر طلوعِ آفتاب تک بغیر کسی وجہ سے سونا درست نہیں ہے۔ یہ عبادت اور ذکر الٰہی کا وقت ہے۔ تمام چیزیں اپنی اپنی زبان میں خدا کی حمد و ثناء اور تسبیح میں مصروف ہوتی ہیں۔ انسان کو ذکر الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ صبح کو سونے سے آدمی کی روزی سلب ہو جاتی ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں نَوْمُ الصُّبْحِ يَمْنَعُ الرِّزْقَ "صبح کا سونا روزی سے محروم کر دیتا ہے۔" حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

روایت کرتی ہیں کہ میں صبح کو سوئی ہوئی تھی' رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے پاؤں سے مجھے ہلا کر فرمایا: اے میری پیاری بچی کھڑی ہو جا۔ پروردگار کی روزی کے پاس حاضر ہو۔ غافلین میں سے مت ہو۔ اللہ تعالیٰ صبح صادق اور آفتاب نکلنے کے درمیان لوگوں کی روزیاں تقسیم کرتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے آفتاب نکلنے سے پہلے سونے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا صبح کی نماز کے بعد ذکرِ الٰہی' تلاوت قرآن مجید اور وظائف میں مشغول رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نیک عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین) (احمد جلد ا ص ۱۴۷' الکامل جلد ا ص ۳۲۱)

☆..................☆☆☆..................☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
تصحیح و اضافہ شدہ
بکھرے موتی
حصہ ہشتم
حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی
انتخاب و ترتیب
صاحبزادہ محترم حضرت مولانا مبلغ اعظم محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و نظر ثانی
حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری مدظلہ العالی
مکتبہ عائشہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب .... بکھرے موتی

انتخاب وترتیب .... حضرت مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ العالی

صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح ونظر ثانی .... حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام .... محمد قیصر محمود مہاروی

مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ناشر .... **مکتبہ عائشہ**

حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور 042-7360541

........................ملنے کے پتے........................

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور	حق پبلی کیشنز اُردو بازار لاہور
شمع بک ایجنسی اُردو بازار لاہور	کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
ملت پبلی کیشنز اسلام آباد	مکتبہ رشیدیہ کمیٹی چوک راولپنڈی
احمد بک کارپوریشن راولپنڈی	دار المطالعہ نزد پرانی ٹینکی حاصل پور منڈی
کتابستان شاہی بازار بہاول پور	اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک صدر کراچی
مکتبہ دار القرآن اُردو بازار کراچی	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
دار اخلاص محلہ جنگی، پشاور	ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ قاسمیہ ملتان	مکتبہ القرآن بنوری ٹاؤن کراچی
کتاب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی	ادارۃ المعارف دار العلوم کراچی
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
مکتبہ حقانیہ ملتان	مکتبہ اسلامیہ کوتوال روڈ فیصل آباد

فہرست (ہشتم)

تقریظ

مفسر قرآن، محدث کبیر، فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی **سعید احمد صاحب** پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دار العلوم دیو بند اور شارح حجۃ اللہ البالغہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ:

''بکھرے موتی'' میں جناب مکرم مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری نے گلہائے رنگارنگ چن کر حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔ یہ کتاب مولانا زید مجد ہم کا کشکول ہے جس میں آپ نے قیمتی موتی اکٹھے کیے ہیں۔ ایک حسین دستر خوان ہے جس پر انواع واقسام کے لذیذ کھانے چنے گئے ہیں۔ اس کتاب میں جہاں تفسیری فوائد ونکات ہیں، حدیثی نصائح وارشادات بھی ہیں۔ دعوتی اور تبلیغی چاشنی لیے ہوئے صحابہ اور بعد کے اکابر کے واقعات بھی ہیں جن سے دل جلد اثر پذیر ہوتا ہے۔ نیز ایسی دعائیں بھی شامل کتاب کی گئی ہیں جو گونہ عملیات کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ اس طرح کتاب بہت دلچسپ بن گئی ہے۔

نیز مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیو بند کی نظر ثانی نے اس کی اعتباریت میں اضافہ کیا ہے، گویا کتاب کو چار چاند لگائے ہیں۔ اس لیے امید ہے کہ یہ کتاب لوگوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مصنف کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور امت کو اس سے فیض یاب فرمائے۔ والسلام۔

کتبہ

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیو بند

تعارف و تبصرہ

از...... حضرت مولانا شمس الحق صاحب ندوی زید مجدہم

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری، دعوت و تبلیغ کے نامور خطیب و واعظ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری (جنہوں نے اپنی پوری عمر دعوت و تبلیغ کے لیے وقف فرمادی تھی، جو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تربیت یافتہ تھے، اور حضرت جی کی وفات کے بعد بڑے اجتماعات کو عموماً مولانا ہی خطاب فرماتے تھے، مولانا کی تقریر بڑی مؤثر اور عام فہم ہوتی تھی، دعا بھی طویل فرماتے تھے مولانا یونس صاحب انہیں) کے فرزند ارجمند ہیں اور مولانا کی وفات کے بعد اپنے وقت کا بڑا حصہ مرکز نظام الدین میں گذارتے ہیں، مولانا حضرت مفکر اسلام کی تصنیفات کا بھی ذوق و شوق کے ساتھ مطالعہ فرماتے ہیں، بڑے اجتماعات میں شرکت کا پورا اہتمام رہتا ہے، جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں دو اہم اجتماعات میں شرکت کے بعد اس وقت یعنی ۹ رذی الحجہ کو عشق و سرمستی کے عالم میں عرفات میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حج مبرور نصیب فرمائے یہ ایک دور افتادہ کی دعا ہے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

مولانا اپنی تقاریر میں احادیث شریفہ اور بزرگوں کے تذکروں میں مذکور مؤثر واقعات و حکایات اور نصائح و حِکَم کو بیان کرتے ہیں، اور سامعین کے دلوں کو گرماتے اور دینی غیرت و حمیت کو جگاتے ہیں۔ مولانا عرصہ سے ایسے مؤثر واقعات تعلیمات اور بعض ضروری مسائل و فتاویٰ کی بیاض بھی تیار کرتے جاتے ہیں، جو واقعی بکھرے موتیوں کا بڑا خوبصورت و دلکش بار ہے، جو پڑھنے والوں کے دل کو کھینچتا ہے اور روح کو بالیدگی عطا کرتا ہے، خصوصاً رمضان المبارک میں مولانا موصوف کا تراویح کے بعد ممبئی میں دو جگہ وعظ اور تفسیر قرآن پاک بیان کرنے کا معمول ہے، جس کا سلسلہ بارہ بجے رات تک جاری رہتا ہے اور اختتام گلوگیر آواز میں طویل دعا پر ہوتا ہے، لوگوں نے دور دور کنکشن لے رکھے ہیں گھروں میں مستورات بھی شوق کے ساتھ مولانا کے مؤثر وعظ کو سنتی ہیں، ان تقریروں اور بیان میں مولانا انہیں بکھرے موتیوں کو موقع و مناسبت سے زینت بیان و تقریر بناتے ہیں، جو اَب کتابی شکل میں آگئے ہیں، ان بکھرے موتیوں کا مطالعہ بڑا مفید اور دل کو گرمانے والا ہے، زبان و بیان آسان و رواں ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے، کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔

(تعمیرات حیات، ۲۵ر جنوری ۲۰۰۵ء، ص: ۲۶)

تقریظ

مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ:

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری: حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بڑے صاحب زادے ہیں، موصوف نے ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں مظاہر علوم سہارن پور سے علومِ متداولہ سے فراغت حاصل کی، طالب علمی کے زمانہ سے آپ کا محبوب مشغلہ اسلاف واکابر کی کتابوں کا مطالعہ اور پسندیدہ باتوں کو کاپی میں محفوظ کرنا ہے۔ علوم متداولہ سے فراغت کے بعد ایک عرصہ تک والد محترم کے اوصاف وکمالات کو جذب کرتے رہے، جن حضرات نے مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہٗ کے بیانات سنے ہیں اور ان کو قریب سے دیکھا ہے، وہ اس بات کی کھلے دل سے گواہی دیں گے کہ مولانا محمد یونس صاحب زید مجدہم اخلاق وعادات اور اوصاف وکمالات میں عمر ثانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔

دعوت وتبلیغ کے کام سے مولانا زید مجدہم جو دلچسپی رکھتے ہیں وہ اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے۔ اور رمضان المبارک میں تراویح کے بعد ممبئی میں موصوف کے جو بیانات ہوتے ہیں ان سے علوم قرآن کے ساتھ مناسبت عیاں ہے۔ ہزاروں آدمی اپنے گھروں میں کنکشن صرف مولانا کے بیانات سننے کے لیے رکھتے ہیں۔ اس طرح مردوں کے ساتھ مستورات بھی آپ کے بیانوں سے خوب استفادہ کرتی ہیں۔

دوسری طرف مولانا زید مجدہم ان پسندیدہ باتوں کو جو آپ طالب علمی کے زمانہ سے اب تک منتخب ومحفوظ فرما رہے ہیں ''بکھرے موتی'' کے نام سے شائع فرما کر پوری امت مسلمہ کو فیض پہنچا رہے ہیں، بلا شبہ یہ کتاب اسم با مسمّٰی ہے، جو خوش قسمت اس کو دیکھتا ہے، ختم کیے بغیر دم نہیں لیتا۔

مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری زید مجدہم نے اس کتاب میں بڑی قیمتی اور انمول باتیں کسی ترتیب کا لحاظ کیے بغیر جمع کر دی ہیں۔ اس لیے اس کا نام ''بکھرے موتی'' رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو امت کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے! اور موصوف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

رحمت بارگاہ رسالت

رحمت بارگاہ رسالت بھول جانے کے قابل نہیں ہے
کیسے کیسے عنایت ہوئی ہے یہ بتانے کے قابل نہیں ہے

تاب دیدار کی بھی نہیں ہے ضبط غم کا بھی یارا نہیں ہے
پاس آنے کے قابل نہیں ہے دور جانے کے قابل نہیں ہے

دولت دردِ دل دینے والے حوصلہ ضبطِ غم کا بھی دیدے
ناتواں ہے مریض مدینہ غم اُٹھانے کے قابل نہیں ہے

میں ہوں بندہ تو خالق میرا ہے میں بھی کیا میرا سجدہ بھی کیا
سر جھکانا فریضہ ہے ورنہ سر جھکانے کے قابل نہیں ہے

بارگاہ نبی میں پہنچ کر دیر تک ہم یہ سوچا کئے ہیں
سامنے کونسا منھ لے کے جائیں منھ دکھانے کے قابل نہیں ہے

فرد عصیاں میں لکھے ہوئے تھے چند آنسو بھی یاد نبی کے
اور حکم ہوا روز محشر یہ جلانے کے قابل نہیں ہے

ہر نفس تیرے لطف وکرم کی ہے یہ محتاج دونوں جہاں میں
امت مصطفٰے میرے مولیٰ آزمانے کے قابل نہیں ہے

دیکھ کر میری پتھرائی آنکھیں قافلے والے کہنے لگے ہیں
چھوڑ دو اس کو شہر نبی میں اب یہ جانے کے قابل نہیں ہے

اک نظر اے تمنا ئے ہر دل جانب یونسؔ دل شکستہ
سر جھکائے ہوئے آگیا ہے سر اُٹھانے کے قابل نہیں ہے

دنیا میں ہر وقت گونجنے والی آواز ''اذان'' ہے

دنیا میں ہر وقت گونجنے والی آواز اذان کی آواز ہے۔ رپورٹ کے مطابق انڈونیشیا کے مشرق میں واقع جزائر سے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور بیک وقت ہزاروں مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان کرتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر تک چلا جاتا ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے قصبوں اور دیہاتوں میں اذانیں شروع ہونے سے پہلے ہی ملایا کی مسجد میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ایک گھنٹہ کے بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق بنگلہ دیش میں ابھی اذانیں ختم نہیں ہوتیں کہ کلکتہ سے سری لنکا تک فجر کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی تک پہنچتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضاء توحید اور رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا وقت ایک ہی ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ ہیں اس عرصہ میں فجر کی اذانیں پاکستان میں گونجتی رہتی ہیں۔ پاکستان میں یہ سلسلہ شروع ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں اذانیں سعودی عرب، یمن، متحدہ عرب امارات، کویت اور عراق تک گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس وقت شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں شمالی امریکہ، لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے شروع ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارہ تک پہنچتی ہیں۔

فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے پہلے مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹے میں بمشکل جکارتہ تک پہنچتا ہے اور مشرقی جزائر میں مغرب کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں بھی سیلز سے سماٹرا تک ہی پہنچتی ہیں کہ اتنے میں انڈونیشا کے مشرقی جزائر میں عشاء کی اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ رپورٹ کے مطابق کرۂ ارض پر ایک بھی سکنڈ ایسا نہیں گزرتا ہوگا جب سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول کی رسالت کا اعلان نہ کرتے ہوں۔

حرم مکہ اور حرم مدینہ کا احترام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حرم مکہ میں تشریف لائے۔ مطاف میں آپ کی ملاقات وقت کے بادشاہ ہشام بن عبدالملک سے ہوئی ہشام نے سلام کے بعد عرض کیا کہ حضرت! کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمایئے تاکہ میں آپ کی خدمت کر سکوں۔ آپ نے فرمایا: ہشام! مجھے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر غیر اللہ سے حاجت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ادب الٰہی کا تقاضہ ہے کہ یہاں فقط اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے۔ ہشام لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا۔ قدرتاً جب آپ حرم شریف سے باہر نکلے، تو ہشام بھی عین اسی وقت باہر نکلا۔ آپ کو دیکھ کر قریب آیا۔ اور کہنے لگا کہ حضرت! اب فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہشام بتاؤ میں تم سے کیا مانگوں، دین یا دنیا؟ ہشام جانتا تھا کہ دین کے میدان میں تو آپ کا شمار وقت کی بزرگ ترین ہستیوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا کہنے لگا: حضرت! آپ مجھ سے دنیا مانگیں۔ آپ نے فوراً جواب دیا کہ دنیا تو میں نے کبھی خالق و مالک سے نہیں مانگی، بھلا

تم سے کہاں مانگوں گا۔ یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا۔ سچ ہے جن حضرات کو بارگاہ رب العزت میں فریاد پیش کرنے کے آداب آتے ہیں وہ دنیا والوں کے سامنے دست دراز نہیں کرتے۔

بعض مشائخ عظام سفر مدینہ کے لیے پیادہ پا اپنے گھروں سے روانہ ہوئے۔ جب پوچھا گیا تو فرمایا: مفرور غلام اپنے آقا کے دروازے پر سوار ہو کر نہیں آتا۔ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو سر کے بل چل کر آتے۔

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت وفات آیا، بعض لوگوں نے سوچا کہ انہیں گنبدِ خضریٰ میں دفن کریں گے جب یہ بات ان کے کانوں میں پڑی تو منع کرتے ہوئے فرمایا: ''میرا نبی اکرم ﷺ کے قریب دفن ہونا بڑی گستاخی اور نبی ﷺ کی بے ادبی ہے۔ میری اوقات کیا ہے کہ میری قبر ان کے قریب ہو۔''

تلاوت قرآن کے آداب

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب دو طرح کے ہیں۔ ایک آداب ظاہری اور دوسرے آداب باطنی۔ دونوں طرح کے آداب کی تفصیل درج ذیل ہے:

آداب ظاہری

- باوضو اور قبلہ رو ہو کر بیٹھے اگر خوشبو لگا لے تو بہتر ہے۔
- تلاوت کرتے وقت لباس بھی پاکیزہ ہونا چاہیے۔
- ایسی جگہ نہ بیٹھے جہاں آنے جانے والوں کو تنگی ہو یا ان کی پشت ہونے کا امکان ہو۔
- قرآن مجید کو تکیہ، رحل یا اونچی جگہ پر رکھے۔
- تلاوت قرآن کا آغاز تعوذ اور تسمیہ سے کرے۔
- جب دوران تلاوت کوئی سورت آجائے، تو تعوذ پڑھنے کی ضرورت نہیں صرف تسمیہ پڑھا جائے۔
- جب آغاز تلاوت سورۂ توبہ سے ہو، تو تعوذ ضروری ہے اور تسمیہ میں اختیار ہے چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔
- جب دوران تلاوت سورۂ توبہ آجائے تو تعوذ اور تسمیہ دونوں کا پڑھنا ضروری نہیں۔
- جہاں مختلف لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں وہاں زیر لب پڑھنا بہتر ہے۔
- اگر تنہائی نصیب ہو تو اونچی آواز سے تلاوت کر سکتا ہے، اگر کسی کو تکلیف کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے۔
- اونچی آواز سے تلاوت کرتے ہوئے اپنے کان یا رخسار پر ہاتھ نہ رکھے، کیونکہ یہ گانے والوں کا طریقہ ہے۔
- قرآن مجید کو تجوید کے اصولوں کے مطابق عمدہ اور صحیح مخارج اور صفات کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھے۔
- جتنا ممکن ہو قرآن مجید کو ترتیل سے (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھے۔
- رموز و اوقاف کا خیال رکھ کر تلاوت کرے۔
- اپنی بساط کے مطابق خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کرے تاہم راگ اور گانے کی طرز لگانا بے ادبی ہے۔
- آیات رحمت پر رحمت کی دعا کرے جبکہ آیات وعید پر مغفرت کی دعا کرے۔
- دوران تلاوت اِدھر اُدھر دیکھنا بے ادبی میں داخل ہے۔
- تلاوت کرتے وقت اپنے پاؤں پر ہاتھ نہ رکھے اور نہ اِدھر اُدھر کی چیزوں کے ساتھ کھیلے۔ اگر ورق الٹنا پڑے تو انگلی پر تھوک زبان سے نہ لگائے کہ یہ بے ادبی ہے۔

- دوران تلاوت ناک میں انگلی ڈالنا ادب کے خلاف ہے۔
- دوران تلاوت کسی سے بات نہ کرے۔ اگر ضروری ہو، تو آیت مکمل کر کے بات کرے۔ اگر ممکن ہو تو رکوع مکمل کر کے کلام کرے۔ دوبارہ تلاوت کرنے سے پہلے تعوذ ضرور پڑھے۔
- دوران تلاوت آیات عذاب پر رونے کی کوشش کرے تو بہتر ہے۔
- آیات سجدہ پر سجدہ کرے اگر فوراً نہیں تو بعد میں پہلی فرصت میں سجدہ کرے۔ یہ ان آیات کا حق ہے۔
- جب طبیعت تلاوت کرتے کرتے تھک جائے تو رک جائے۔ تلاوت کے دوران طبیعت کا انشراح بہتر ہے۔
- قرآن مجید مکمل کرنے پر دعا کرنا سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام ہے۔

آداب باطنی

قرآن مجید کی تلاوت کے باطنی آداب درج ذیل ہیں:

- کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو دل میں رکھے کہ جس کا کلام ہے۔
- دل کو وساوس اور خطرات سے پاک رکھے۔
- معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔
- جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنا دے مثلاً اگر آیت عذاب زبان پر ہے تو دل لرز جائے۔
- اپنے کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا اللہ تعالیٰ کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔

قرآن مجید کی بے ادبی کی مختلف صورتیں

قرآن مجید کی بے ادبی کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں۔ ہر مسلمان کو ان سے حتی الوسع اجتناب کرنا چاہئے:

- بغیر وضو قرآن مجید کو چھونا۔
- کتب تفاسیر یا عام کتابوں میں مرقوم قرآنی آیات پر بغیر وضو ہاتھ لگانا۔
- نجس جگہ پر بیٹھے ہوئے زبانی یا ناظرہ قرآن مجید پڑھنا۔
- جب تلاوت کی آواز کانوں میں پڑ رہی ہو تو اس کو خاموشی سے نہ سننا۔
- قرآن مجید یاد کر کے بھول جانا۔
- قرآن مجید کے اوپر کوئی کتاب رکھنا خواہ حدیث یا فقہ ہی کی کیوں نہ ہو۔
- قرآن مجید کے اوپر اپنی عینک، قلم یا ٹوپی وغیرہ رکھنا۔
- قرآن مجید کی طرف پاؤں پھیلانا۔
- قرآن مجید نیچے ہونا اور خود قریب ہی اونچی جگہ بیٹھنا۔
- قرآن مجید ایسی جگہ پر رکھنا جہاں آنے جانے والوں کی پشت ہوتی ہو۔
- تلاوت کے دوران پاؤں کو ہاتھ لگانا یا ناک میں انگلی ڈالنا۔
- بغیر شرعی عذر کے لیٹ کر قرآن مجید پڑھنا، خواہ ناظرہ ہو یا زبانی۔
- قرآن مجید کا مطالعہ کرتے وقت حقہ یا سگریٹ پینا یا منہ میں نسوار رکھے ہوئے تلاوت کرنا۔
- ناجائز کاروبار میں برکت کے لیے قرآن مجید پڑھنا یا پڑھوانا۔
- قرآنی حروف والی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء میں جانا۔
- اخبارات میں قرآنی آیات کی اشاعت کرنا اور پھر انہیں عام کاغذوں کی طرح زمین پر پھینک دینا۔
- اخبار و رسائل وغیرہ جن میں آیات قرآنی ہوں ان کو دستر خوان وغیرہ کے لیے استعمال کرنا۔

- قرآن کریم کے نقوش والے کیلنڈر یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا۔
- مونوگرام یا گفٹ کی اشیاء وغیرہ پر آیات لکھنا کہ جس سے بے ادبی کا اندیشہ ہو۔
- قرآن مجید کی آیات کو مصوری اور خطاطی کے مختلف ڈیزائنوں میں اس طرح لکھنا کہ پڑھنے والے نہ سمجھ سکیں اور غلط پڑھیں سخت بے ادبی ہے۔
- قرآن مجید کو میت کے ساتھ قبر میں رکھنا۔
- قرآن مجید کے بوسیدہ اوراق کو عام کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں پھینکنا (اگر ضرورت پیش آئے تو ایسے اوراق کو جمع کر کے نہر یا دریا کے پانی میں بہا دینا چاہئے۔)
- قرآنی آیات والا کاغذ کھلی حالت میں بیت الخلاء لے جانا (چاندی چمڑے وغیرہ میں بند ہو تو مستثنیٰ ہے۔)
- آیات قرآنی یا قرآن مجید کو حقیر سمجھتے ہوئے آگ میں ڈالنا۔
- لہو ولعب کی مجالس کی ابتداء تلاوت قرآن سے کرنا۔
- جس نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور گمان کیا کہ کوئی شخص اس سے افضل چیز کا حامل ہے تو اس نے کلام اللہ کی توہین کی۔

والدین کے آداب کے ثمرات

بنی اسرائیل کا ایک یتیم بچہ ہر کام اپنی والدہ سے پوچھ کر ان کی مرضی کے مطابق کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک خوبصورت گائے پالی اور ہر وقت اس کی دیکھ بھال میں مصروف تھا۔ ایک مرتبہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں اس بچے کے سامنے آیا اور گائے خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بچے نے قیمت پوچھی تو فرشتے نے بہت تھوڑی قیمت بتائی۔ جب بچے نے ماں کو اطلاع دی تو اس نے انکار کر دیا۔ فرشتہ ہر بار قیمت بڑھاتا رہا اور بچہ ہر بار اپنی ماں سے پوچھ کر جواب دیتا رہا۔ جب کئی مرتبہ ایسا ہوا تو بچے نے محسوس کیا کہ میری والدہ گائے بیچنے پر راضی نہیں ہیں۔ لہٰذا اس نے فرشتے کو صاف انکار کر دیا کہ گائے کسی قیمت پر نہیں بیچی جا سکتی۔ فرشتے نے کہا تم بڑے خوش بخت اور خوش نصیب ہو کہ ہر بات اپنی والدہ سے پوچھ کر کرتے ہو۔ عنقریب تمہارے پاس کچھ لوگ اس گائے کو خریدنے کیلئے آئیں گے تو تم اس گائے کی خوب قیمت لگانا۔

دوسری طرف بنی اسرائیل میں ایک آدمی کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور انہیں جس گائے کی قربانی کا حکم ملا وہ اسی بچے کی گائے تھی۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے لوگ جب اس بچے سے گائے خریدنے کے لیے آئے تو اس بچے نے کہا کہ اس گائے کی قیمت اس کے وزن کے برابر سونا ادا کرنے کے برابر ہے۔ بنی اسرئیل کے لوگوں نے اتنی بھاری قیمت ادا کر کے گائے خرید لی۔ تفسیر عزیزی اور تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن میں لکھا ہے کہ اس بچے کو یہ دولت والدین کے ادب اور ان کی اطاعت کی وجہ سے ملی۔ تفسیر طبری میں بھی اسی طرح کا واقعہ منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت وادب کا کچھ صلہ اس دنیا میں بھی دیدیا جاتا ہے۔

ایک نوجوان اپنے والدین کا بڑا ادب کرتا تھا اور ہر وقت ان کی خدمت میں مشغول رہتا تھا۔ جب والدین کافی عمر رسیدہ ہو گئے تو اس کے بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کیوں نہ اپنی جائیداد کو والدین کی زندگی میں ہی تقسیم کر لیا جائے تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ کھڑا ہو۔ اس نوجوان نے کہا کہ آپ جائیداد کو آپس میں تقسیم کر لیں اور اس کے بدلے مجھے اپنے والدین کی خدمت کا کام سپرد کر دیں۔ دوسرے بھائیوں نے برضا ورغبت یہ کام اس کے سپرد کر دیا۔ یہ نوجوان سارا دن محنت مزدوری کرتا پھر گھر آ کر بقیہ وقت اپنے والدین کی خدمت اور بیوی بچوں کی دیکھ بھال میں گزارتا۔ وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ اس کے والدین نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

ایک مرتبہ یہ نوجوان رات کو سورہا تھا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا اسے کہہ رہا ہے، اے نوجوان! تم نے اپنے والدین کا ادب کیا، ان کو راضی وخوش رکھا، اس کے بدلے تمہیں انعام دیا جائے گا۔ جاؤ فلاں چٹان کے نیچے ایک دینار پڑا ہے وہ اٹھالو۔ اس میں تمہارے لیے برکت رکھ دی گئی ہے۔ یہ نوجوان صبح کے وقت بیدار ہوا تو اس نے چٹان کے نیچے جا کر دیکھا تو اسے ایک دینار پڑا ہوا مل گیا۔ اس نے دینار اٹھالیا اور خوشی خوشی گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک مچھلی فروش کی دکان کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے خیال آیا کہ اس دینار کے بدلے میں ایک بڑی مچھلی خرید لی جائے تاکہ بیوی بچے آج اس کے کباب بنا کر کھائیں۔ چنانچہ اس نے دینار کے بدلے ایک بڑی مچھلی خرید لی۔ جب گھر واپس آیا تو اس کی بیوی نے مچھلی کو پکانے کے لیے کاٹنا شروع کیا۔ پیٹ چاک کیا تو اس میں سے ایک قیمتی ہیرا نکلا۔ نوجوان اس ہیرے کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ جب بازار جا کر اس ہیرے کو بیچا تو اس کی اتنی قیمت ملی کہ اس کی ساری زندگی کا خرچہ پورا ہو گیا۔

والدین کا ادب اور نقوشِ اسلاف

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے۔ جب کبھی ان کی والدہ صاحبہ کو مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ ایک سن رسیدہ فقیہ سے دریافت کرتیں۔ ایسے موقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل چلتے۔ جب لوگ دیکھتے تو ادب واحترام کی وجہ سے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام کرتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ان سے مسئلہ دریافت کرتیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ معمر فقیہ کو مسئلہ کا صحیح حل معلوم نہ ہوتا تو وہ زیر لب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ لیتے پھر اونچی آواز سے آپ کی والدہ کو بتا دیتے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع اور ان کے ادب کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی اپنی والدہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جو مسائل آپ ان سے پوچھتی ہیں وہ میں ہی تو بتاتا ہوں۔ یہ سب اس لیے تھا کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت جس طرح مطمئن ہوتی ہے ہونی چاہیے۔ اس ادب واحترام کے صدقے ہی امام اعظم بنے۔

خلاصۂ کلام

اگرچہ والدین کا ادب واحترام عمر کے ہر حصے میں واجب ہے لیکن جب دونوں شباب کی بہاروں، رعنائیوں اور توانائیوں سے محروم ہو کر بڑھاپے کی زندگی گزار رہے ہوں تو اولاد کو چاہیے کہ ان کا زیادہ خیال رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ اولاد کی ذرا سی بے رخی والدین کے لیے دل کا روگ بن جائے۔ جب والدین اولاد کے رحم وکرم کے محتاج ہوں تو حالات کے ان بے رحم تھپیڑوں میں اولاد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ایسا کوئی قولی یا فعلی رویہ اختیار نہ کرے جس سے والدین کو ایذاء پہنچے۔ بلکہ اس وقت انسان اپنے بچپن کو یاد کرے کہ جب وہ اپنے والدین کی شفقت اور حسن سلوک کا اس سے زیادہ محتاج تھا۔ اپنے ننگے بدن کو ڈھانپ نہیں سکتا تھا، خود اپنی مرضی سے کروٹ نہیں بدل سکتا تھا، اپنی غذا کا بندوبست نہیں کر سکتا تھا حتیٰ کہ اپنے بدن کے ساتھ لگی نجاست کو نہیں دھو سکتا تھا۔ اس بے بسی کے عالم میں باپ کی شفقت اور ماں کی مامتا نے شجر سایہ دار کی مانند اسے اپنی محبت کی گھنی چھاؤں سے نوازا۔ یہ ماں ہی تو تھی جو بچے کو پہلے کھلاتی تھی پھر خود کھاتی تھی۔ جو بچے کو پہلے پلاتی تھی بعد میں خود پیتی تھی۔ جو بچے کو پہلے سلاتی تھی بعد میں خود سوتی تھی۔ جو اپنے سر کی ایک چادر کے ایک کونے سے بیٹے کے جوتوں کو صاف کرتی تھی۔ جو اپنے ہاتھوں سے بچے کے پاؤں میں جوتا پہناتی تھی۔ آج اس ماں کے احسانات کا بدلہ چکانے کا وقت آپہنچا۔ پس اولاد کو چاہیے کہ والدین کا ادب واحترام کا خیال رکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

"جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے"۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ [مشکوٰۃ: ج۲، ص۴۱۹]

"رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے"۔

سچ تو یہ ہے کہ اولاد اپنے والدین کی جتنی خدمت کرے ان کے احسانات کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ بلکہ اگر ساری کائنات کی نعمتوں کا ایک لقمہ بنا بنا کر والدین کے منہ میں دیدے تو بھی والدہ کے سینے سے پیے ہوئے دودھ کا بدلہ نہیں چکا سکتی۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ باپ بیٹے کی محبت میں کتنا فرق ہے؟ فرمایا: بیٹا بیمار ہو اور لاعلاج مرض میں گرفتار ہو جائے تو باپ اس کی درازعمری کی رو رو کر دعائیں کرتا ہے اس کے بس میں ہو تو اپنی بقیہ زندگی کے ایام اپنے بیٹے کو دے کر خود موت کو قبول کر لے، لیکن جب باپ بیمار ہو اور لاعلاج ہو جائے تو چند دن ہی میں بیٹا مایوس ہو کر دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ! میرے بوڑھے باپ کو اپنے پاس بلا لے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ وفا کے بدلے اتنی جفا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں والدین کے ادب واحترام اور خدمت واطاعت کی توفیق عطا فرمادے۔

عزت اسے ملی جو گھر سے نکل گیا وہ پھول سر چڑھا جو چمن سے نکل گیا

طالب علم کو علم کا حریص ہونا چاہئے، اگر وطن میں مواقع میسر نہ ہوں تو سفر کرنے سے گھبرانا نہیں چاہئے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مومن کو علم سے سیری حاصل نہیں ہوتی یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ علم کب تک حاصل کرنا چاہئے؟ فرمایا: جب تک زندگی ہے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک حدیث کے لیے کئی دن اور کئی رات سفر کرتا تھا۔ شعبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "اگر کوئی شخص ملک شام کے آخر سے چل کر یمن کے آخر تک محض اس لیے سفر کرے کہ علم کی ایک بات سنے تو میرے نزدیک اس کا سفر ضائع نہیں ہوا۔"

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: "جو کوئی طلب علم کے سفر کو جہاد نہیں سمجھتا اس کی عقل میں نقص ہے۔"

ابن ابی غسان کا مقولہ ہے: "آدمی اس وقت تک عالم ہے جب تک طالب علم ہے۔ جب طالب علمی کو خیرباد کہہ دے تو جاہل ہے۔"

ابواسامہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

﴿مَا رَأَیْتُ رَجُلاً أَطْلَبَ الْعِلْمِ فِی الْآفَاقِ مِنِ ابْنِ الْمُبَارَکِ﴾

میں نے عبداللہ بن مبارک سے زیادہ ملک در ملک گھوم کر طلب علم کرنے والا نہیں دیکھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ جب پہلی مرتبہ طلب علم کے لیے نکلے، تو سات سال تک سفر ہی میں رہے۔ بحرین سے مصر پھر رملہ وہاں سے طرطوس کا سفر پیدل کیا۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی۔ ابن المقری فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ کی خاطر ستر منزل کا سفر کیا۔ ان بزرگوں کے دل میں شوق علم کی ایسی بے تابی تھی جوان کو کسی شہر یا ملک میں قرار نہیں لینے دیتی تھی۔ ایک سمندر سے دوسرے سمندر اور ایک بر اعظم سے دوسرے براعظم کا سفر تحصیل علم کے لیے کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی والدہ نے کسب معاش کے لیے بھیجا۔ یہ حصول رزق کے لیے مختلف کام کرتے رہے۔ والدہ کا مشورہ تھا کہ اگر کپڑے دھونے کا فن سیکھ لیں تو کچھ گزر اوقات کا بندوبست ہو جائے۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں شریک ہوئے، تو انہیں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ والدہ صاحبہ کی طرف سے اصرار تھا کہ محنت مزدوری کر کے پیسہ کمائیں اور ان کا دل چاہتا تھا کہ علم حاصل کر کے عالم بنوں، انہوں نے سارا حال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے گوش گزار کر دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاگرد رشید میں سعادت کے آثار دیکھے، تو فرمایا کہ آپ درس میں باقاعدگی سے آتے رہیں، ہم آپ کو کچھ ماہانہ وظیفہ دے دیا کریں گے، وہ آپ اپنی والدہ کو دے دیا کریں۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سارا مہینہ امام صاحب کی مجلس درس میں شریک رہتے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی گرہ سے کچھ وظیفہ کے طور پر پیسے دیدیتے جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کے سپرد کر دیتے، کافی عرصہ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ ایک دن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کو پتہ چلا کہ بیٹا محنت مزدوری کے بجائے تحصیل علم میں مشغول ہے تو وہ برافروختہ ہوئیں۔ بیٹے کو سمجھایا کہ تمھارے والد فوت ہو گئے ہیں، گھر میں کوئی دوسرا مرد نہیں جو کما سکے۔ لہٰذا تم اگر کوئی کام کاج کرتے تو اچھا ہوتا۔ بہتر تھا کہ کوئی فن سیکھ لیتے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ماجرا امام صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اپنی والدہ سے کہنا کہ کسی وقت آ کر میری بات سنیں۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ والدہ نے امام صاحب کی خدمت میں وہی صورت حال پیش کی جو آپ پہلے سن چکے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں آپ کے بیٹے کو ایک فن سکھا رہا ہوں کہ جس سے یہ پستہ کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سمجھیں کہ شاید امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوش طبعی فرما رہے ہیں تاہم خاموش ہو گئیں۔ کیونکہ گھر کا خرچ تو وظیفہ کی وجہ سے چل رہا تھا۔ جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تکمیل علم سے فراغت حاصل کر لی اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام بن گئے، تو ان کے علم کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ حکومت وقت نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا، تو انہوں نے علمی مشغولیت کی وجہ سے معذرت کر دی۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ وہ یہ عہدہ قبول کر لیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ وقت کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) بن گئے۔ پورے ملک میں ان کی قبولیت عام ہو گئی۔ حکومت وقت نے یہ ذمہ لیا کہ کام کے دوران کھانے کا بندوبست حکومت کی طرف سے ہو گا۔ ایک دفعہ خلیفۂ وقت ان کو ملنے کے لیے آیا اور اپنے ہمراہ پیالے میں فالودہ لایا۔ جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کیا تو کہا، حضرت! یہ قبول فرمائیں، یہ وہ نعمت ہے جو ہمیں بھی کبھی ملتی ہے مگر آپ کو روزانہ ملا کرے گی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا یہ پستہ کا بنا ہوا فالودہ ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حیران ہوئے کہ استاذ مکرم کے منہ سے نکلی ہوئی بات من وعن پوری ہو گئی۔

دسترخوان مناسب جگہ پر جھاڑا جائے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مولانا سید اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان ہوئے۔ کھانے سے فراغت پر مفتی صاحب نے دسترخوان سمیٹنا چاہا۔ مولانا اصغر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا کرنا چاہتے ہیں؟ بتایا کہ دسترخوان جھاڑ دوں۔ پوچھا: دسترخوان جھاڑنا آتا بھی ہے؟ مفتی صاحب حیران ہوئے کہ اس میں جاننے والی کون سی بات ہے۔ لہٰذا یوں پوچھا کہ آپ بتا دیجئے کیسے جھاڑتے ہیں؟ فرمایا: یہ بھی ایک فن ہے۔ پھر ہڈیوں کو، گوشت لگی بوٹیوں کو، روٹی کے ٹکڑوں کو اور چھوٹے ذرات کو الگ الگ کیا۔ پھر ہڈیوں کو ایسی جگہ پھینکا جہاں کتے کھا سکیں۔ گوشت لگی بوٹیوں کو ایسی جگہ پھینکا جہاں بلی کھا سکے۔ روٹی کے ٹکڑوں کو دیوار پر رکھ دیا تا کہ پرندے کھا

سکیں۔ چھوٹے چھوٹے ذرات کو ایسی جگہ ڈالا جہاں چیونٹیوں کا بل قریب تھا۔ پھر فرمایا: یہ اللہ کا رزق ہے اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ایک صاحب مہمان ہوئے، تو ان کے کھانے میں پھل پیش کیے۔ فراغت پر اس عالم صاحب نے کہا: حضرت! پھلوں کے چھلکے میں باہر پھینک دیتا ہوں۔ پوچھا: پھینکنے آتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس میں آنے والی بات کیا ہے؟ فرمایا: میرے پڑوس میں غرباء رہتے ہیں۔ اگر سب چھلکے ایک جگہ پھینک دیے، تو انہیں دیکھ کر حسرت ہوگی۔ پس تھوڑے تھوڑے چھلکے اس طرح متعدد جگہوں پر پھینک دیئے کہ دیکھنے والوں کو احساس بھی نہ ہو۔

بعض لوگ روٹی کے بڑے ٹکڑے کوڑے کرکٹ میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سخت بے ادبی ہے۔ دیکھنے والوں کو چاہئے کہ وہ ان ٹکڑوں کو اُٹھا کر اونچی جگہ رکھ دیں۔

ایک بزرگ اپنی سواری پر بیٹھے کہیں جا رہے تھے اور چنے بھی کھا رہے تھے۔ ایک چنا ہاتھ سے گر گیا۔ انہوں نے سواری روکی اور نیچے اُتر کر چنا اُٹھا کر کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام گناہوں کی مغفرت فرما دی کہ اس بندے نے میرے رزق کا ادب کیا۔

آج کل مشروب پیتے ہوئے تھوڑا سا مشروب برتن میں بچا دینا فیشن بن گیا ہے۔ یہ تکبر کی علامت ہے اور رزق کی بے ادبی ہے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو آپ کے لیے دودھ لایا گیا۔ اور تھوڑا سا بچا ہوا دودھ سرہانے رکھ دیا۔ اس دوران آپ کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو گلاس اپنی جگہ سے غائب پایا۔ خادم سے پوچھا کہ بچے ہوئے دودھ کا کیا معاملہ بنا؟ اس نے کہا: حضرت! ایک گھونٹ ہی تو تھا پھینک دیا۔ آپ بہت ناراض ہوئے۔ فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی۔ خود ہی پی لیتے یا طوطے، بلی وغیرہ کو پلا دیتے تاکہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا۔ پھر ایک اصول سمجھایا کہ جن چیزوں کی زیادہ مقدار سے انسان اپنی زندگی میں فائدہ اُٹھاتا ہے اس کی تھوڑی مقدار کی قدر اور تعظیم اس کے ذمہ واجب ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ فضل علی شاہ قریشی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ پر سالکین کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب سالکین کے لیے دسترخوان بچھایا گیا اور کھانا چن دیا گیا، تو حضرت نے فرمایا: فقیرو! یہ روٹی جو تمہارے سامنے رکھی ہے۔ اس کے گندم کے لیے کھیت میں با وضو ہل چلایا گیا، باوضو پانی دیا گیا، جب گندم کی فصل پک کر تیار ہوگئی تو اسے باوضو کاٹا گیا پھر گندم کو بھوسے سے باوضو جدا کیا گیا۔ اس گندم کو باوضو پیس کر آٹا بنایا گیا، پھر اس آٹے کو باوضو گوندھا گیا۔ اس کی روٹی باوضو بنائی گئی پھر باوضو آپ کے سامنے لاکر رکھی گئی۔ کاش! کہ آپ اسے باوضو کھا لیتے۔

عورتوں کے لیے مخصوص آداب

- راستہ میں چلتے ہوئے مردوں سے علیحدہ ہو کر چلیں۔ ❁ راستوں کے درمیان نہ چلیں بلکہ کناروں پر چلیں۔ (ابوداؤد)
- بجنے والا زیور نہ پہنیں۔ (ابوداؤد)
- جو عورت شان (بڑائی) ظاہر کرنے کے لیے زیور پہنے گی تو اس کو عذاب ہوگا۔
- چاندی کے زیور سے کام چلانا بہتر ہے۔ (ابوداؤد) ❁ عورت کو اپنے ہاتھوں میں مہندی لگاتے رہنا چاہیے۔
- عورت کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ ظاہر ہو مگر زیادہ نہ پھیلے۔ (ابوداؤد)
- عورت ایسا باریک کپڑا نہ پہنے جس میں سے بدن نظر آئے۔ (ابوداؤد)
- اگر دوپٹہ باریک ہو تو اس کے نیچے موٹا کپڑا لگالیں۔ (ابوداؤد)

❁ جو عورتیں مردوں کی شکل اختیار کریں ان پر لعنت ہے۔ (بخاری)

❁ کوئی (نامحرم) مرد ہرگز کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے۔ ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے مگر اس حال میں کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔ (بخاری)

عورت ایام حیض میں مقدس مقامات مثلاً مسجد میں نہیں جاسکتی۔ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتی تاہم وہ کسی چیز کو چھو لے تو وہ چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ کھانا پکا سکتی ہے۔ شرع شریف کے مطابق مرد ایسی حالت میں عورت سے جماع کے علاوہ سب کام لے سکتے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں اس حالت میں نبی کریم ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرتی تھی، آپ ﷺ کے سر کو دھوتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے کوئی چیز اُٹھا کر لانے کے لیے کہا۔ میں نے ناپاکی کا عذر کیا، تو فرمایا کہ ناپاکی تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔''

• اللہ تعالیٰ کو صفائی ستھرائی پسند ہے۔ لہٰذا گھروں سے باہر جو جگہیں خالی پڑی ہیں ان کو صاف رکھو۔ (ترمذی) عورتیں گھر کے اندر صفائی خود رکھیں اور باہر بچوں سے صفائی کرالیا کریں۔

متفرق آداب

① اکڑ اکڑ کر اتراتے ہوئے نہ چلیے۔

② کوئی مرد عورتوں کے درمیان نہ چلے۔ (ابوداؤد)

③ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا (جاندار کی) تصویریں ہوں۔ (بخاری)

④ جب کسی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اندر سے پوچھیں کون ہو، تو یہ نہ کہو کہ میں ہوں (بلکہ اپنا نام بتاؤ)۔ (بخاری)

⑤ چھپ کر کسی کی باتیں نہ سنئے۔ (بخاری)

⑥ جب کسی کو خط لکھو تو شروع میں اپنا نام لکھ دو۔ (بخاری)

⑦ جب کسی کے گھر جاؤ تو پہلے اجازت لو پھر داخل ہو۔ (بخاری)

⑧ تین مرتبہ اجازت مانگنے پر بھی نہ ملے تو واپس ہو جاؤ۔ (بخاری)

⑨ اجازت لیتے وقت دروازہ کے سامنے کے بجائے دائیں یا بائیں جانب کھڑے رہو۔

⑩ اپنی والدہ کے پاس جانا ہو تب بھی اجازت لے کر جاؤ۔ (مالک)

⑪ کسی کی چیز مذاق میں لے کر نہ چل دو۔ (ترمذی)

⑫ اسی طرح چھری، چاقو وغیرہ کا حکم ہے۔ اگر ایسا کرنا پڑے تو پھل اپنے ہاتھ میں رکھو اور دستہ ان کو پکڑاؤ۔ (ترمذی)

⑬ زمانہ کو برا مت کہو کیونکہ اس کی اُلٹ پھیر اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ (مسلم)

⑭ ہوا کو برا مت کہو۔ (ترمذی)

⑮ بخار کو بھی برا مت کہو۔ (مسلم)

⑯ جب رات کا وقت ہو جائے تو بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کر دو کیونکہ شیطان بند دروازے نہیں کھولتا۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر مشکیزوں کے منہ تسموں سے باندھ دو۔ برتنوں کو ڈھانپ دو۔

⑰ جب رات کو گلی کوچوں میں آمد و رفت بند ہو جائے تو ایسے وقت میں باہر کم نکلو۔ (شرح السنہ)
⑱ عام لوگوں کے سامنے انگڑائی اور ڈکار لینا تہذیب کے خلاف ہے۔
⑲ اگر پیٹ میں ہوا کا دباؤ ہو تو بیت الخلاء میں یا خلوت میں اس کو خارج کرنا چاہئے۔

دور حاضر میں امت مسلمہ کی حالت زار

آج امت مسلمہ داخلی انتشار و اندرونی خلفشار پیدا کرنے والے فکری بحران کا شکار ہے۔ گو کہ علم و دانش کی کوئی کمی نہیں مگر مفاد پرستی اور نفس پرستی نے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ علم تو پالیا مگر آداب علم سے غافل رہے۔ وسیلہ تو مل گیا مگر مقصد ہاتھ سے جاتا رہا۔ امر مباح و مندوب پر اختلافات نے امت سے بہت ساری چیزیں چھین لیں۔ مسلمانوں کو فن اختلاف میں تو مہارت حاصل ہو گئی مگر "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" کے اصول و آداب سے عملاً نا آشنا رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر میدان میں مسلمان اتنے زوال پذیر ہوئے کہ ہوا ہی اکھڑ گئی۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ﴾ (الانفال:۴۶)

"اور آپس میں نہ جھگڑو پس تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی"۔

آج مسلمان مادی وسائل و اسباب کے اعتبار سے خود کفیل ہیں مگر افکار و نظریات کے لحاظ سے کمزور قوم بن چکے ہیں۔ اپنی اعلیٰ اقدار و روایات سے عملی طور پر دستبردار ہو کر پدرم سلطان بود کے زبانی دعووں سے اپنا دل بہلا رہے ہیں۔

چھ آدمی جن پر لعنت کی گئی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ (طرح کے) آدمی ایسے ہیں جن پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جاتی ہے:

① ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔
② اللہ کی تقدیر کا جھٹلانے والا۔
③ زبردستی تسلط اور غلبہ حاصل کرنے والا تاکہ اس شخص کو عزت دے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اور اس شخص کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی۔
④ اللہ کے حرم (میں قتل و قتال اور شکار وغیرہ) کو حلال سمجھنے والا۔
⑤ میری اولاد کے حق میں اس چیز کو حلال جاننے والا جس کو اللہ نے حرام قرار دیا۔
⑥ میری سنت کو ترک کرنے والا۔

مومنین اور مشرکین کی اولاد کا انجام

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان (دونوں کمسن) بچوں کے بارے میں جو (ان کے پہلے شوہر سے تھے) زمانۂ جاہلیت میں مر گئے تھے، پوچھا (کہ ان کا کیا انجام ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وہ دونوں (دوزخ کی) آگ میں ہیں۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر خدیجہ رضی اللہ عنہا کچھ ملول اور رنجیدہ سی ہو گئیں

اور) آنحضرت ﷺ نے ان کے چہرہ پر رنجیدگی اور ناپسندیدگی کے اثرات دیکھے تو ارشاد فرمایا: ''اگر تم اپنے بچوں کا حال ٹھکانہ دیکھ لو (کہ وہ کیسی ذلت اور رحمت الٰہی سے کتنے دور ہیں) تو خود تم ان سے نفرت کرنے لگو گی۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بولیں: ''یارسول اللہ! اور میرے ان (کمسن) بچوں کا (کیا انجام ہے) جو آپ سے ہوئے تھے یعنی قاسم اور عبداللہ؟ حضور نے فرمایا وہ جنت میں ہیں۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل ایمان اور ان کی اولاد کا ٹھکانہ جنت ہے اور اہل کفر و شرک اور ان کی اولاد کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (اس بات کی دلیل میں) یہ آیت ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾ تلاوت فرمائی۔ (احمد)

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤد علیہ السلام کو ہدیہ دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا (یعنی فرشتہ کو ہاتھ پھیرنے کا حکم دیا) پس ان کی پشت سے وہ تمام جانیں باہر نکل آئیں جن کو اللہ تعالیٰ ان (آدم علیہ السلام) کی نسل سے قیامت تک پیدا کرنے والا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نورانی چمک رکھی، اس کے بعد ان تمام جانوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا پروردگار یہ سب کون ہیں؟ پروردگار نے ارشاد فرمایا، یہ سب تمہاری اولاد ہیں (جن کو پشت بہ پشت قیامت تک پیدا ہونا ہے) حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک کو جو دیکھا تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک ان کو بہت بھلی لگی۔ انہوں نے پوچھا، ''اے میرے پروردگار! یہ کون ہے؟'' پروردگار نے ارشاد فرمایا، یہ داؤد (علیہ السلام) ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا، میرے پروردگار! تو نے اس کی عمر کتنی مقرر کی ہے؟ پروردگار نے ارشاد فرمایا، ساٹھ برس! حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، میرے پروردگار! میری عمر سے چالیس سال لیکر اس کی عمر میں اضافہ کر دیجئے۔ (ترمذی)

نوٹ: اس سلسلہ میں اس سے طویل اور اہم حدیث صفحہ نمبر ۶۵ پر ہے اسے ضرور پڑھیں۔

خدایا اپنی داہنی مٹھی والا ہم کو بنا دے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب پیدا کیا تو ان کے دائیں مونڈھے پر (دست قدرت سے یا فرشتہ کے ہاتھ کے ذریعہ) تھپکی لگائی اور ان کی اولاد باہر نکالی جو سفید چمکدار تھیں پھر بائیں مونڈھے پر تھپکی لگائی اور ان کی مزید اولاد باہر نکالی وہ ایسی معلوم پڑتی تھیں جیسے وہ کوئلہ ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے (آدم علیہ السلام کی) اس اولاد کے بارے میں جو ان کے دائیں مونڈھے کی (طرف سے نکلی) تھیں، ارشاد فرمایا کہ یہ جنت میں جانے والی مخلوق ہیں اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں۔ پھر (آدم علیہ السلام کی) اس اولاد کے بارے میں، جو ان کے بائیں مونڈھے کی (طرف سے نکلی) تھیں، ارشاد فرمایا کہ یہ آگ میں جانے والی مخلوق ہیں اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں۔'' (احمد)

حضرت ابو نضرہ (تابعی) سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی جن کو ابو عبداللہ کہا جاتا تھا۔ جب (بیمار ہوئے) ان کے احباب عیادت کے لیے ان کے پاس پہنچے تو (دیکھا کہ) وہ (اللہ کے خوف اور آخرت کی باز پرس کے ڈر سے) رو رہے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا، کاہے کو روتے ہو؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اپنے لب کے بال خوب پست کرواور اس پر قائم رہو یہاں تک تم مجھ سے آملو۔ ابو عبداللہ نے کہا ہاں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بھی فرماتے سنا ہے، ''کہ اللہ بزرگ

وبرتر نے (اپنی مخلوق میں سے) ایک حصہ کو اپنے داہنے ہاتھ کی مٹھی میں لیا اور دوسرے حصہ کو دوسرے ہاتھ میں لیا، پھر فرمایا، یہ (دائیں مٹھی) جنت میں جانے کے لیے ہیں اور مجھے اس کی پرواہ نہیں اور یہ (بائیں مٹھی) دوزخ میں جانے کے لیے ہیں اور مجھے اسکی پرواہ نہیں۔" (پھر ابوعبداللہ نے کہا) مجھے معلوم نہیں کہ میں ان دونوں مٹھیوں میں سے کس میں ہوں۔؟ (احمد)

انسان کی خصلت و جبلت اٹل ہوتی ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم (چند صحابہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے وقوع پذیر ہونے والی چیزوں کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہماری باتوں کو سن کر) ارشاد فرمایا "اگر تم سنو کہ کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے سرک گیا ہے تو اس کو (چاہے) سچ مان لینا، لیکن اگر تم یہ سنو کہ کسی شخص کی خصلت و جبلت بدل گئی ہے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا، کیوں کہ جو شخص جس خصلت و جبلت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے وہ اسی کا ہو کر رہے گا۔" (احمد)

جنت میں داخل ہونے کے تین آسان نبوی نسخے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے پاک (رزق) کھایا اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کی زیادتیوں سے محفوظ رہے وہ جنت میں جائے گا"۔

(یہ سن کر) ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ: آج کل تو یہ بات بہت لوگوں میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اور میرے بعد کے زمانوں میں بھی اس طرح کے لوگ ہوں گے۔" (ترمذی)

جھگڑالو آدمی گمراہ ہو جاتا ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کوئی بھی قوم راہ ہدایت پر گامزن ہونے کے بعد، اسی وقت گمراہی کا شکار ہوئی جب اس کو جھگڑنے کی عادت ہوگئی۔" اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

"وہ (کفار) اس بات کو آپ کے سامنے صرف جھگڑنے کے لیے بیان کرتے ہیں بلکہ (درحقیقت) وہ قوم جھگڑالو ہے۔"

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ایک بدعت کی ایجاد سے ایک سنت اُٹھالی جاتی ہے پھر وہ قیامت تک واپس نہیں آتی

حضرت غضیف بن حارث ثمالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو بھی قوم و جماعت کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے، تو اس جیسی کوئی سنت اُٹھالی جاتی ہے۔ بس سنت کو مضبوطی سے پکڑنا، بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔" (احمد)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم و جماعت اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی سنت ان سے چھین لیتا ہے اور پھر وہ سنت قیامت تک ان کے پاس لوٹ کر نہیں آسکتی۔ (دارمی)

دعوت کے بارے میں یہ مضمون عجیب ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم صحابہ کو مخاطب کر کے) ارشاد فرمایا: "دیکھو!

لوگ تمہارے تابع ہیں (یعنی میرے بعد لوگ تمہاری پیروی کریں گے، تمہارے طریقے پر چلیں گے) اور اطراف عالم سے کتنے ہی لوگ دین کا علم و فہم حاصل کرنے کے لیے تمہارے پاس آئیں گے، پس جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کرنا، اور ان کو دینی علم کی تعلیم دینا۔" (ترمذی)

دل سے علم کیسے نکل جاتا ہے؟

حضرت سفیان (تابعی) سے روایت ہے کہ (ایک دن) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (مشہور تابعی عالم اور تورات وغیرہ کے علوم پر گہری نظر رکھنے والے) حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک ارباب علم کون ہیں؟ حضرت کعب نے جواب دیا، وہ لوگ جو ان باتوں پر عمل کرتے ہیں جن کو وہ جانتے ہیں (یعنی عالم باعمل ہی کو ارباب علم میں شمار کیا جا سکتا ہے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اچھا وہ کون سی چیز ہے جو علماء کے دلوں سے علم (کی برکت و ہیبت اور علم کے نور) کو نکال دیتی ہے؟ حضرت کعب بن احبار نے جواب دیا، طمع (اور لالچ)۔ (دارمی)

قیامت کے دن سب سے بدترین شخص کون ہوگا؟

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ کے اعتبار سے بدترین شخص وہ عالم ہے، جس نے اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا۔" (دارمی)

گناہ گار ذمہ دار کے فیصلے اسلام کو ڈھا دیتے ہیں

حضرت زیاد بن حدیر رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں: کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا، جانتے ہو کیا چیز اسلام (کی عمارت) کو ڈھا دیتی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا: "عالم کا پھسلنا (یعنی اس کا خطا اور گناہ میں مبتلا ہو جانا) منافق کا کتاب اللہ کے ذریعہ جھگڑا کرنا اور گمراہ قائدین کا احکام صادر کرنا، اسلام کو ڈھا دیتا ہے۔" (دارمی)

جنت میں بہت بہت محل بنانے کا نبوی نسخہ

حضرت سعید بن مسیب بطریق ارسال نقل کرتے ہیں: کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو سورۂ قل ھو اللّٰہ احد دس (۱۰) بار پڑھے، اس کے لیے اسکی وجہ سے جنت میں ایک محل بنایا جاتا ہے اور جو شخص اس کو بیس (۲۰) مرتبہ پڑھے، اس کے لیے اس کی وجہ سے دو محل بنائے جاتے ہیں اور جو شخص اس کو تیس (۳۰) مرتبہ پڑھے، اس کے لیے جنت میں تین محل بنائے جاتے ہیں۔ لسان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے "خدا کی قسم! اے اللہ کے رسول پھر ہم (جنت میں) اپنے بہت زیادہ محل بنالیں گے" (یعنی جب اس سورت کو پڑھنے کی یہ برکت ہے اور اس کا یہ ثواب ہے تو ہم اس سورت کو پڑھیں گے تاکہ اس کی وجہ سے جنت میں ہمارے لیے بہت زیادہ محل بنیں۔) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ فراخ ہے۔" (یعنی اس سورت کی فضیلت اور اس کا ثواب بہت عظیم اور بہت وسیع ہے لہٰذا اس بشارت پر تعجب نہ کرو بلکہ اس کے حصول کی کوشش کرو۔) (دارمی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام عرش پر لیا گیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم

دیا ہے، کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں۔'' حضرت ابی نے عرض کیا۔'' کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا، ''تمام جہانوں کے پروردگار کے یہاں میرا ذکر کیا گیا؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' یہ سنتے ہی حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، کہ میں تمہارے سامنے ﴿لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾ پڑھوں۔'' حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں'' (یہ سنتے ہی) حضرت اُبی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ (بخاری، مسلم)

آپس کے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوگئے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا اور رسول خدا ﷺ کو اس کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا تھا، چنانچہ میں اس شخص کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا اور آپ سے صورت حال بیان کی (کہ اس شخص کی قراءت آپ کی قراءت سے مختلف ہے) پھر میں نے محسوس کیا کہ (میرے جھگڑے اور اختلاف کی وجہ سے) آپ کے چہرۂ اقدس پر ناگواری کے آثار نمایاں ہیں۔ بہر کیف آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دونوں صحیح اور اچھا پڑھتے ہو۔ (دیکھو) آپس میں اختلاف نہ کرو کیونکہ وہ لوگ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں وہ آپس کے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ (بخاری)

دعا کے بعد منہ پر ہاتھ کیوں پھیرتے ہیں؟

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ راوی ہیں: کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس وقت تم اللہ سے دعا مانگو تو اس سے اپنے ہاتھ کے اندرونی رُخ کے ذریعہ مانگو، اس سے اپنے ہاتھوں کے اوپر کے رُخ کے ذریعہ نہ مانگو۔''

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کے اندرونی رخ کے ذریعہ مانگو، اس سے اپنے ہاتھوں کے اوپر کے رخ کے ذریعہ نہ مانگو اور جب تم دعا سے فارغ ہو جاؤ، تو اپنے ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لو (تاکہ وہ برکت جو ہاتھوں پر اُترتی ہے منہ کو بھی پہنچ جائے۔)'' (ابوداؤد)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں: کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارا پروردگار بہت حیا مند ہے (یعنی وہ حیا مندوں کا سا معاملہ کرتا ہے) اور بڑا سخی ہے، وہ اپنے بندے سے حیا کرتا ہے کہ اسے خالی ہاتھ واپس کرے۔ جب اس کا بندہ اس کی طرف (دعا کے لیے) اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد، بیہقی)

حضرت سائب بن یزید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ جب دعا مانگتے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے، تو اپنے منہ پر دونوں ہاتھوں کو پھیرتے۔ (بیہقی)

اللہ سے بہت دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ کلام نہ کرو کیونکہ ذکر اللہ کے علاوہ کلام کی کثرت دل کی سختی کا باعث ہے اور یاد رکھو! آدمیوں میں اللہ سے بہت دور وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہے۔'' (ترمذی)

اپنی زندگی میں اپنی جنت دیکھنے کا نبوی نسخہ

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول خدا ﷺ ارشاد فرماتے تھے۔ غافلوں کے درمیان خدا کا ذکر کرنے والا، بھاگنے والوں کے بیچ لڑنے والے کے مانند ہے (یعنی اس شخص کے مانند ہے جو کارزار میں اپنے لشکر کے بھاگ کھڑے ہونے کے بعد تنہا کافروں کے مقابلہ میں ڈٹ رہا ہے) نیز غافلوں کے درمیان خدا کا ذکر کرنے والا، خشک درختوں کے بیچ میں سبز درخت کی مانند ہے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ سرسبز وشاداب درخت کے مانند ہے۔

اور خدا کا ذکر کرنے والا، اندھیرے گھر میں چراغ کے مانند ہے، اور غافلوں میں خدا کا ذکر کرنے والے کو، اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں جنت میں اس کی جگہ دکھا دیتا ہے۔ اور غافلوں میں خدا کو یاد کرنے والے کے لیے، ہر فصیح اور غیر فصیح (یعنی تمام انسانوں اور چوپایوں کی) گنتی کے بقدر گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (رزین)

قاتل اور مقتول کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ ہنستا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو دیکھ کر ہنستا ہے (یعنی ان سے راضی ہوتا ہے اور اپنی رحمت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے) ان میں سے ایک تو وہ ہے، جو خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور شہید ہو جاتا ہے (یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ اس کے قاتل کو توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے (اور پھر وہ کفر سے تائب ہو کر ایمان لے آتا ہے) پھر خدا کی راہ میں جہاد کر کے شہید ہو جاتا ہے (لہٰذا اس کو بھی جنت میں داخل کیا جاتا ہے)۔'' (بخاری ومسلم)

شہید کے لیے خصوصی انعام

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حق تعالیٰ کے یہاں شہید کے لیے چھ خصلتیں (یعنی چھ امتیازی انعامات) ہیں:

① اس کو اول وہلہ میں (یعنی خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی) بخش دیا جاتا ہے اور اس کو جنت میں اپنا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔
② وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔
③ وہ بڑی گھبراہٹ (یعنی آگ کے عذاب) سے مامون رہے گا۔
④ اس کے سر پر عظمت ووقار کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر وگرانمایہ ہوگا۔
⑤ اس کی زوجیت میں بڑی آنکھ والی بہتر (۷۲) حوریں دی جائیں گی۔
⑥ اور اس کے عزیز واقرباء میں سے ستر (۷۰) آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

سوال وجواب کے انداز میں

حسناء بنت معاویہ (بن سلیم) فرماتی ہیں کہ مجھ سے میرے چچا حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، کہ (ایک دن) میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: ''جنت میں کون کون لوگ ہوں گے؟'' تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں نبی ہوں گے، شہید ہوں گے، جنت میں بچے ہوں گے اور جنت میں وہ بچے بھی ہوں گے جن کو جیتے جی گاڑ دیا گیا ہے۔'' (ابوداؤد)

ہاتھ کا بوسہ وغیرہ لینا کیسا ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول خدا ﷺ نے ہمیں لشکر میں بھیجا (وہاں پہنچ کر ہمارے لشکر کے) لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ ہم مدینہ واپس آئے تو (مارے شرم وندامت کے) اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے اور ہم نے (اپنے دل میں) کہا یا رسول اللہ! ہم میدان چھوڑ کر بھاگ آنے والے لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "(نہیں) بلکہ تم دوبارہ حملہ کرنے والے لوگ ہو اور میں تمہاری جماعت ہوں۔" (ترمذی)

اور ابوداؤد نے بھی ایسی ہی روایت نقل کی ہے۔ اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ "نہیں بلکہ تم دوبارہ حملہ کرنے والے لوگ ہو۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (جب ہم نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے ہم سے کوئی جواب طلب کرنے یا سرزنش کرنے کے بجائے اس شفقت آمیز انداز میں ہماری ہمت بڑھائی، تو (فرط عقیدت ومحبت سے) ہم آپ کے قریب پہنچے اور آپ کے دست مبارک کا بوسہ لیا، پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں مسلمانوں کی جماعت ہوں۔"

مردے بھی زندوں کا کلام سنتے ہیں

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہمارے سامنے یہ بیان کیا، کہ اللہ کے نبی ﷺ نے جنگ بدر کے دن (مکہ کے) کفار قریش کے چوبیس (مقتول) سرداروں کے بارے میں حکم دیا (کہ ان کو ٹھکانے لگا دیا جائے) چنانچہ ان کی نعشوں کو بدر کے ایک ایسے کنوئیں میں ڈال دیا گیا، جو ناپاک تھا اور ناپاک کرنے والا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی یہ عادت تھی کہ جب آپ (جنگ میں) کسی قوم (یعنی دشمنوں) پر غلبہ پالیتے تو میدان جنگ میں تین راتیں قیام فرماتے۔

چنانچہ (اسی عادت کے مطابق آپ جنگ جیت لینے کے بعد بدر کے میدان میں بھی تین راتیں قیام فرما رہے اور) جب تین دن گزر گئے تو آپ نے اپنی سواری کے اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کجاوہ باندھ دیا گیا اور آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور آپ کے صحابہ بھی آپ کے پیچھے ہو لیے (جب اس کنوئیں پر پہنچے جس میں سرداران قریش کی نعشیں ڈالی گئیں تھیں تو) آپ اس کنوئیں کے کنارے کھڑے ہو گئے اور سرداروں کو ان کا اور ان کے باپوں کا نام لے کر پکارنا شروع کیا، کہ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں! کیا (اب) تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ بلاشبہ ہمیں تو وہ چیز حاصل ہو گئی جس کا ہم سے ہمارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا، کیا تم نے بھی وہ چیز پالی جس کا تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا؟ (یعنی ہم کو تو خدا کے وعدے کے مطابق فتح وکامیابی حاصل ہو گئی۔ کیا تم کو بھی عذاب ملا جس سے تمہارے پروردگار نے تمہیں ڈرایا تھا؟)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ایسے جسموں سے گفتگو کر رہے ہیں، جن میں روحیں نہیں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، ان (جسموں) سے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اسکو زیادہ سننے والے نہیں ہو۔" اور ایک روایت میں یوں ہے۔ کہ "تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن (تم جواب دینے پر قادر ہو اور) یہ جواب نہیں دے سکتے۔" (بخاری، مسلم)

مال غنیمت میں خیانت کرنے کا وبال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ایک دن ہمارے سامنے خطبہ دیا اور (اس خطبہ کے دوران) مال

غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا: چنانچہ آپ نے اس کو بہت بڑا گناہ بتایا اور بڑی اہمیت کے ساتھ اس کو بیان کیا، پھر ارشاد فرمایا:

① "(خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر بلبلاتے ہوئے اونٹ کو لادے ہوئے (میدانِ حشر میں) آئے (یعنی جو شخص مالِ غنیمت سے مثلاً: اونٹ کی خیانت کرے گا، وہ شخص میدانِ حشر میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کی گردن پر وہی اونٹ سوار ہوگا اور بلبلا رہا ہوگا) پھر مجھ سے یہ کہے: یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا (یعنی میں تمہیں اللہ کے عذاب سے چھٹکارا نہیں دلاسکتا) کیونکہ میں نے تمہیں (دنیا میں) شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔"

② (خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر ہنہناتے ہوئے گھوڑے کو لادے ہوئے (میدانِ حشر میں، آئے) پھر مجھ سے یہ کہے: "یارسول اللہ ﷺ میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کے جواب میں کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا، کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے (یعنی تمہیں پہلے ہی آگاہ کردیا تھا کہ مالِ غنیمت میں خیانت یا کسی چیز میں ناحق تصرف کرنا بہت بڑا گناہ ہے)"۔

③ (اور خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر ممیاتی ہوئی بکری لادے ہوئے (میدانِ حشر میں) آئے، اور پھر مجھ سے یہ کہے: "یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں جواب میں کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا، کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔"

④ (اور خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر کسی چلاتے ہوئے آدمی کو (یعنی کسی غلام یا باندی کو، جو اس نے غنیمت کے قیدیوں میں سے خیانت کرکے لے لیا ہو) لادے ہوئے (میدانِ حشر میں) آئے، اور پھر مجھ سے کہے: "یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کے جواب میں کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔"

⑤ (خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر لہراتے ہوئے کپڑے رکھے ہوئے (میدانِ حشر میں) آئے، پھر مجھ سے کہے: "یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کے جواب میں یہ کہہ دوں، کہ میں (اب) تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا، کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔"

⑥ (اور خبردار!) میں تم میں سے کسی کو قیامت کے دن اس حال میں نہ دیکھوں، کہ وہ اپنی گردن پر سونا چاندی لادے ہوئے (میدانِ حشر میں) آئے، پھر مجھ سے کہے، "یارسول اللہ! میری فریادرسی کیجئے اور میں اس کو جواب میں یہ کہہ دوں، کہ (اب) میں تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتا، کیونکہ میں نے تمہیں شریعت کے احکام پہنچادیئے تھے۔" (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول خدا ﷺ کی خدمت میں ایک غلام ہدیہ کے طور پر پیش کیا، جس کا نام 'مدعم' تھا (ایک دن غالباً کسی میدانِ جنگ میں) وہ رسول خدا ﷺ کا کجاوہ اُتار رہا تھا کہ اچانک کسی نامعلوم شخص کا تیر آکر لگا، جس سے وہ جاں بحق ہوگیا۔ لوگوں نے کہا: 'مدعم' کو جنت مبارک ہو (یعنی مدعم خوش قسمت رہا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے شہید ہوا اور جنت میں پہنچ گیا)۔

(یہ سن کر) رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "نہیں! ایسا نہیں ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ چادر جس کو

مدعم نے خیبر کے دن مال غنیمت میں سے اس کی تقسیم سے قبل لے لیا تھا، آگ بن کر مدعم پر شعلے برسا رہی ہے۔"

جب لوگوں نے (اس شدید وعید کو) سنا، تو ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے (واپس کرنے کے لیے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ ﷺ نے (اس کو دیکھ کر) فرمایا: "یہ آگ کا تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں۔" (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام "کرکرہ" تھا کسی غزوہ میں رسول خدا ﷺ (کی طرف سے سامان واسباب) کا نگران مقرر ہوا، جب اس کا انتقال ہوا تو رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ (کرکرہ) دوزخ میں ہے۔" چنانچہ لوگوں نے (اس کے سامان کو) دیکھنا شروع کیا تو اس میں ایک کملی پائی گئی جو اس نے مال غنیمت میں سے خیانت کر کے لے لی تھی۔ (بخاری)

ابوجہل کی تلوار کس کو ملی؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے جنگ بدر کے دن مجھ کو ابوجہل کی تلوار (میرے حصہ میں) زائد دی۔ اور ابوجہل کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کمزور تھے، پنڈلیاں کمزور تھیں مگر کام اللہ نے بڑا لیا۔ (از مؤلف)

دو درہم سے کم خیانت کرنے والے کی نماز جنازہ آپ ﷺ نے نہیں پڑھائی

حضرت یزید بن خالد رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص کا خیبر کے دن انتقال ہو گیا، صحابہ نے رسول خدا ﷺ سے اس کا ذکر کیا (یعنی آپ کو بتایا گیا کہ فلاں شخص کا انتقال ہو گیا ہے) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ اس کے جنازہ کی نماز پڑھ لو (میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا) یہ سن کر لوگوں کا رنگ بدل گیا، تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "(میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا کیونکہ) تمہارے (اس) ساتھی نے اللہ کی راہ میں (یعنی مال غنیمت میں) خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔"
چنانچہ ہم نے اس کے اسباب کی تلاشی لی، تو اس میں ہمیں یہود (کی عورتوں) کے ہیروں میں سے کچھ ہیرے ملے، جو دو درہموں کے برابر بھی نہیں تھے (یعنی اس کی قیمت دو درہم سے بھی کم تھی)۔ (مالک، ابوداؤد، نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب مال کو جمع کروا کر تقسیم کرنے کا ارادہ فرماتے، تو حضرت بلال کو (اعلان کرنے کا) حکم دیتے۔ چنانچہ وہ لوگوں کے درمیان اعلان کرتے اور (اس اعلان کو سنتے ہی) لوگ اپنی اپنی غنیمت لے آتے، پھر آنحضرت ﷺ (پہلے) خمس یعنی پانچواں حصہ نکالتے اور اس کے بعد اس مال غنیمت کو لوگوں (یعنی مجاہدین) کے درمیان تقسیم فرما دیتے۔

(ایک دفعہ ایسا ہوا کہ) ایک شخص (مال غنیمت میں سے خمس نکالنے اور اس کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کرنے کے) ایک دن بعد بالوں کی بنی ہوئی ایک مہار لے کر آیا اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! جو مال غنیمت ہمارے ہاتھ لگا تھا اس میں مہار بھی تھی۔" آپ نے ارشاد فرمایا: "بلال نے تین بار جو اعلان کیا تھا اس کو تم نے سنا تھا؟" اس نے کہا ہاں میں نے سنا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "پھر اس کو (اسی وقت) لانے سے تمہیں کس چیز نے روکا تھا" اس نے کوئی عذر بیان کیا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: "بس (اب) یوں ہی رہو (اب اس کو اپنے ہی پاس رکھو اب تو) کل قیامت کے دن ہی اس کو لے کر آنا (اور خدا تعالیٰ کو اس تاخیر کا جواب دینا) میں (اب) اس کو تم سے ہرگز نہ لوں گا۔" (ابوداؤد)

مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی سزا

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (حضرت شعیب) سے اور شعیب اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کا سامان و اسباب جلا ڈالا اور اس کی پٹائی (بھی) کی۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی (یعنی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام) نے جہاد کا ارادہ کیا اور جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے، تو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو اور اس عورت کو اپنے گھر لا کر اس سے صحبت کا ارادہ رکھتا ہو اور ابھی تک اس کو (اپنے گھر) نہ لایا ہو اور میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے گھر بنایا ہو، لیکن (ابھی تک) اس کی چھت نہ ڈال سکا ہو، نیز وہ شخص (بھی) میرے ساتھ نہ چلے جس نے گابھن بکریاں یا گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچے جننے کا منتظر ہو۔'' (اس لیے کہ جہاد میں جائے گا تو اس کا دل بیوی اور مکان میں اور بچوں کے جننے میں اٹکا رہے گا)۔

اس کے بعد وہ نبی (اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ) جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور جب اس بستی کے قریب پہنچے جہاں وہ جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، تو نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ اس نبی نے آفتاب کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''تو بھی چلنے پر مامور ہے اور میں بھی (اس بستی کو فتح کرنے پر مامور ہوں) اے اللہ! تو اس آفتاب کو ٹھہرا دے۔'' چنانچہ آفتاب ٹھہر گیا، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان نبی کو فتح عطا فرمادی۔ پھر جب مال غنیمت جمع کیا گیا اور اس کو جلا ڈالنے کے لیے آگ آئی، تو اس آگ نے مال غنیمت کو نہیں جلایا۔ (یہ دیکھ کر) ان نبی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''یقیناً تمہارے اندر مال غنیمت میں خیانت واقع ہوئی ہے۔ (یعنی تم میں سے کسی نے مال غنیمت کے اندر خیانت کی ہے جس کی وجہ سے یہ آگ اپنا کام نہیں کر رہی ہے) لہٰذا تم میں سے ہر قبیلہ میں سے ہر شخص مجھ سے بیعت ہو۔''

چنانچہ (جب بیعت شروع ہوئی تو) ایک شخص کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ سے چپک کر رہ گیا۔ نبی علیہ السلام نے (اس شخص سے) فرمایا: ''خیانت، تمہارے قبیلہ کی طرف سے ہوئی ہے۔'' پھر اس قبیلہ کے لوگ سونے کا ایک سرلائے جو بیل کے سر کے مانند تھا اور اس کو رکھ دیا، اس کے بعد آگ آئی اور اس نے اس کو جلا دیا۔

اور ایک روایت میں راوی نے یہ عبارت بھی نقل کی ہے (کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا) ''کہ ہم سے پہلے کسی کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں (مالی طور پر) ضعیف و کمزور دیکھا تو مال غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عدل وانصاف

حضرت مغیرہ بن مقسم فرماتے ہیں: جب حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم خلیفہ بنائے گئے، تو انہوں نے مروان کے بیٹوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا: ''رسول خدا ﷺ فدک (کی زمین و جائیداد) پر اپنا ذاتی حق رکھتے تھے۔ جس کے محاصل (آمدنی و پیداوار) کو آپ ﷺ (اپنے اہل وعیال اور فقراء و مساکین پر) خرچ کرتے تھے۔ اسی میں سے بنو ہاشم کے چھوٹے بچوں پر اور نادار مرد و عورت کی شادی میں خرچ کرتے تھے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور غیر شادی شدہ عورتوں اور مردوں کی شادی کرتے تھے۔

(ایک مرتبہ) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت سے یہ درخواست کی تھی، کہ فدک (کی زمین وجائیداد) میرے نام کر دیجئے۔ لیکن آپ نے ان کی درخواست کو رد کر دیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں معاملہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، تو ان کا معمول بھی وہی رہا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی حیات مبارکہ میں تھا (یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ معمول کی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی فدک کے محاصل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال اور بنو ہاشم کے بچوں پر اور نادار مردوں وعورتوں کی شادی میں خرچ کرتے تھے۔) یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہوگئے اور (ان کے بعد) جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، تو اس سلسلہ میں ان کا بھی وہی عمل رہا جو ان دونوں (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کا رہا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔

پھر مروان نے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں یا اپنی حکمرانی کے دور میں) اس (فدک) کو اپنی (اور اپنے وارثین کی) جاگیر قرار دے دیا۔ چنانچہ (اب) وہ جاگیر عمر بن عبدالعزیز بن مروان کی ہوگئی ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جس چیز کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی بیٹی) فاطمہ کو نہیں دیا، اس کا مستحق میں نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا میں تمہیں (اپنے اس فیصلہ کا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فدک کو اس کی اسی حیثیت پر واپس کر دیا جس پر وہ تھا اب پھر اسی طریقہ پر خرچ کیا جائے گا اور فدک کسی شخص کی ذاتی جاگیر نہیں بنے گا)۔'' (ابوداؤد)

یہودیوں کا سلام، انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے، اور عیسائیوں کا سلام، ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے، اور مسلمانوں کا سلام، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا ہے

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ (حضرت شعیب) سے اور شعیب اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے غیروں کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تم نہ یہودیوں کی مشابہت اختیار کرو اور نہ عیسائیوں کی، یہودیوں کا سلام انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے۔'' (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور ان کے جسم میں روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی انہوں نے الحمدللہ کہا، اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق واجازت سے خدا تعالیٰ کی حمد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان (کی حمد) کے جواب میں فرمایا: یرحمک اللہ یعنی تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ پھر فرمایا: '' آدم! فرشتوں کی اس جماعت کے پاس جاؤ جو وہاں بیٹھی ہوئی ہے، اور کہو السلام علیکم (چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام ان فرشتوں کے پاس گئے اور ان کو سلام کیا) فرشتوں نے (جواب میں) کہا: علیک السلام ورحمۃ اللہ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اپنے پروردگار کے پاس آئے (یعنی اس جگہ لوٹ کر واپس آئے جہاں پروردگار نے ان سے کلام کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: یہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا باہمی سلام ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ بند تھے۔ ان دونوں ہاتھوں میں سے جس کو چاہو پسند کرلو، حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: میں نے اپنے پروردگار کے داہنے ہاتھ کو پسند کرلیا اور میرے پروردگار کے دونوں ہاتھ داہنے بابرکت ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھ کو کھولا تو حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا: کہ اس میں آدم اور آدم کی اولاد کی صورتیں تھیں۔ انہوں نے پوچھا: پروردگار! یہ کون ہیں؟ پروردگار نے فرمایا: ''یہ تمہاری اولاد ہیں۔'' اور حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بھی دیکھا کہ ہر انسان کی عمر اس کی دونوں

آنکھوں کے درمیان لکھی ہوئی ہے۔ پھر ان کی نظر ایک ایسے انسان پر پڑی جو سب سے زیادہ روشن تھا یا روشن ترین لوگوں میں سے تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے (اس انسان کو دیکھ کر) پوچھا: میرے پروردگار! یہ کون ہے؟ پروردگار نے فرمایا: یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے اور میں نے اس کی عمر چالیس سال لکھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: پروردگار! اس کی عمر کچھ اور بڑھا دیجیے۔ پروردگار نے فرمایا: ''یہ وہ چیز ہے جس کو میں اس کے حق کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔'' حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: پروردگار! (اگر اس کی عمر لکھی جا چکی ہے تو) میں اپنی عمر کے ساٹھ سال اس کو دیتا ہوں۔ پروردگار نے فرمایا: ''تم جانو اور تمہارا کام جانے'' (یعنی اس معاملہ میں تم خود مختار ہو)۔

رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہے جب تک اللہ نے چاہا، پھر ان کو جنت سے (زمین پر) اُتارا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام برابر اپنی عمر کے سال گنتے تھے۔ (جب ان کی عمر نو سو چالیس سال کی ہوئی تو) موت کا فرشتہ (روح قبض کرنے کے لیے) ان کے پاس آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے کہا: تم نے جلدی کی، میری عمر تو ایک ہزار سال مقرر کی گئی ہے۔ فرشتے نے کہا: (یہ صحیح ہے) لیکن آپ نے اپنی عمر کے ساٹھ سال اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دے دیے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے انکار کیا اس لیے ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اس لیے ان کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس دن سے لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ترمذی)

اپنے ماتحتوں کی تربیت کی خاطر اجازت طلب نہ کرنے پر تنبیہ

حضرت کلدہ بن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے (میرے ہاتھ) رسول خدا ﷺ کے لیے دودھ، ہرن کا بچہ اور ککڑیاں بھیجیں اور اس وقت رسول خدا ﷺ مکہ کے بالائی کنارہ پر (جس کو معلی کہتے ہیں) قیام پذیر تھے۔ کلدہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (اور داخل ہونے سے پہلے) نہ میں نے سلام کیا، نہ اجازت مانگی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا: واپس جاؤ (یعنی یہاں سے نکل کر دروازہ پر جاؤ) اور وہاں کھڑے ہو کر کہو السلام علیکم، کیا اندر آ سکتا ہوں؟ (ترمذی، ابوداؤد)

لوگ کہتے ہیں: کہہ کر بات چلتی ہے مرد کی بری سواری ہے

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ سے یا حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کہ آپ نے رسول خدا ﷺ سے ﴿زَعَمُوْا﴾ (لوگ کہتے ہیں) کے بارے میں کیا فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ (یہ لفظ) مرد کی بری سواری ہے۔ (کیونکہ 'لوگ کہتے ہیں' یہ بول اکثر و بیشتر انسان جھوٹی بات میں بیان کرتا ہے)۔ (ابوداؤد)

تقریر میں بے فائدہ مبالغہ آرائی کرنے والے کا نہ فرض قبول ہے نہ نفل قبول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص طرح طرح سے بات کرنے کا سلیقہ سیکھے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر قابو پالے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کی نفل عبادت قبول کرے گا نہ فرض۔'' (ابوداؤد)

زبان کی خوب حفاظت کریں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی کو ''کافر'' کہہ کر پکارے یا کسی کو ''خدا کا دشمن'' کہے اور

وہ درحقیقت ایسا نہ ہو، تو اس کا کہا ہوا خود اس پر لوٹ جاتا ہے (یعنی کہنے والا خود کافر یا خدا کا دشمن ہو جاتا ہے)۔" (بخاری، مسلم)

آگ کی دوزبانوں سے بچیں

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "جو شخص دنیا میں دوزخا ہوگا، قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دوزبانیں ہوں گی۔" (دارمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن سب سے بدتر شخص وہ ہوگا جو (فتنہ انگیزی کی خاطر) دو منہ رکھتا ہے، ایک جماعت کے پاس جاتا ہے تو کچھ کہتا ہے اور دوسری جماعت کے پاس جاتا ہے تو کچھ اور کہتا ہے۔" (بخاری، مسلم)

افسوس ہے تم پر! تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو، تو ان کے منہ میں خاک ڈال دو (یعنی ان کا منہ بند کردو اور تعریف کرنے سے روکو)۔" (مسلم)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک شخص نے ایک آدمی کی (مبالغہ آمیزی کے ساتھ تعریف کی اور جس کی وہ تعریف کررہا تھا وہ وہاں موجود تھا) چنانچہ آنحضرت ﷺ نے (تعریف کرنے والے سے) فرمایا: "افسوس ہے تم پر تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔" آپ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے (پھر فرمایا) "اگر تم میں سے کوئی شخص کسی کی تعریف کرنا ضروری سمجھے، تو یوں کہے: میں فلاں شخص کے بارے میں یہ گمان رکھتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے اور وہی اس کے اعمال کا حساب لینے والا ہے، اگر تعریف کرنے والا یہ گمان رکھتا ہے کہ اس نے جس شخص کی تعریف کی وہ واقعۃً ایسا ہی ہے اور اللہ پر (لازم کرکے) کسی کی تعریف نہ کرے (یعنی پورے وثوق کے ساتھ کسی کی تعریف نہ کرے ورنہ اللہ پر حکم کرنا لازم آئے گا)۔" (بخاری ومسلم)

دو چیزیں جنت میں اور دو چیزیں دوزخ میں پہنچاتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "جانتے ہو لوگوں کو عام طور پر کون سی چیز جنت میں داخل کرتی ہے؟" وہ تقویٰ (یعنی اللہ سے ڈرنا) اور اچھا خلق ہے اور جانتے ہو! لوگوں کو عام طور پر کون سی چیز دوزخ میں لے جاتی ہے؟ وہ دو کھوکھلی چیزیں ہیں یعنی منہ اور شرمگاہ۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

افسوس ہے اس شخص پر! افسوس ہے اس شخص پر!

بہز بن حکیم اپنے والد (حکیم بن معاویہ) سے اور حکیم، بہز کے دادا (حضرت معاویہ بن حیدہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "افسوس ہے اس شخص پر جو بات کرے تو جھوٹ بولے تا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ہنسائے، افسوس ہے اس شخص پر! افسوس ہے اس شخص پر!" (احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "بیشک بندہ ایک بات کہتا ہے اور صرف اس لیے کہتا ہے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، تو وہ اس بات کی وجہ سے زمین اور آسمان کے درمیان جتنی دوری ہے اس سے زیادہ دور (دوزخ میں) جا گرتا

ہے اور بلاشبہ بندے کی زبان اس کے قدموں سے زیادہ پھسلتی ہے۔" (بیہقی)

جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کے قابل نہ ہو، تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ جب کوئی بندہ کسی چیز (یعنی کسی انسان یا غیر انسان) پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے، تو آسمان کے دروازے اس لعنت پر بند کر دیے جاتے ہیں، پھر زمین کی طرف اُترتی ہے، تو اس لعنت پر زمین کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر وہ لعنت دائیں بائیں طرف جاتی ہے (مگر ادھر سے بھی دھتکار دی جاتی ہے) چنانچہ جب وہ کسی طرف بھی راستہ نہیں پاتی تو اس چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس چیز پر لعنت کی گئی ہے اگر وہ چیز اس لعنت کی اہل و سزاوار ہوتی ہے، تو اس پر واقع ہو جاتی ہے، ورنہ اپنے کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔" (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (ایک دن) ایک شخص کی چادر ہوا میں اُڑ گئی، تو اس نے ہوا کو لعنت کی۔ اس پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "ہوا کو لعنت نہ کرو کیونکہ وہ تو حکم کے تابع ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کے قابل نہ ہو، تو وہ لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے۔" (ترمذی، ابوداؤد)

اپنے ذمہ دار کے سامنے کسی ساتھی کی شکایت نہ کریں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "میرے صحابہ میں سے کوئی شخص کسی کے بارے میں مجھ تک کوئی (ایسی) بات نہ پہنچائے جس سے اس کی برائی ظاہر ہوتی ہو (یعنی میرے پاس آ کر کسی کے بارے میں یہ نہ کہے کہ فلاں آدمی نے یہ برا کام کیا یا یہ بری بات کہی ہے یا وہ اس بری عادت میں مبتلا ہے) کیونکہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں جب (گھر سے) نکل کر تمہارے پاس آؤں، تو میرا سینہ صاف ہو (یعنی میرے دل میں تم میں سے کسی کی طرف سے ناراضگی، غصہ اور بغض نہ ہو)۔" (ابوداؤد)

غیبت دریا کو بھی خراب کر دیتی ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک دن) میں نبی کریم ﷺ سے یہ کہہ بیٹھی کہ صفیہ کے تئیں بس آپ کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں (یعنی پستہ قد ہیں) رسول خدا ﷺ نے (میری یہ بات سن کر ناگواری کے ساتھ) فرمایا: "تم نے اپنی زبان سے ایسی بات نکالی ہے، کہ اس کو دریا میں ملایا جائے، تو بلاشبہ یہ بات دریا پر غالب آ جائے۔" (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

کسی کو گناہ پر عار نہ دلائے

حضرت خالد بن معدان، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی گناہ پر عار دلاتا ہے (یعنی ایسے گناہ پر سرزنش کرتا ہے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے) تو وہ عار دلانے والا مرنے سے پہلے اس گناہ میں (کسی نہ کسی طرح ضرور) مبتلا ہوتا ہے۔" (ترمذی)

کسی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار نہ کریں

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف، پر خوشی مت ظاہر کرو، ہو سکتا ہے (تمہاری بے جا خوشی سے ناراض ہو کر) اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل کر دے (یعنی اس کو مصیبت و آفت سے نجات دے دے) اور تمہیں

اس آفت میں مبتلا کردے۔" (ترمذی)

فاسق کی تعریف سے عرش بھی کانپ اُٹھتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ (تعریف کرنے والے پر) غصہ ہوتا ہے اور اس کی تعریف کی وجہ سے عرش الٰہی کانپ اُٹھتا ہے۔" (بیہقی)

حضرت محمد ﷺ نے سات بکھرے موتی ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد (خود ابوذر رضی اللہ عنہ نے یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے راوی نے) طویل حدیث بیان کی (جو یہاں نقل نہیں کی گئی ہے بلکہ اس کے یہ آخری جملے نقل کیے گئے ہیں) پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

موتی نمبر ۱: "میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ تمہارے تمام (دینی و دنیاوی) امور و اعمال کو بہت زیادہ زینت و آرائش بخشنے والا ہے۔"

موتی نمبر ۲: میں نے عرض کیا: مجھے کچھ اور (نصیحت) فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کو اپنے لیے ضروری سمجھو، کیونکہ (تلاوت قرآن اور ذکر اللہ) تمہارے لیے آسمان میں ذکر کا سبب ہوگا اور زمین پر نور کا سبب ہوگا۔"

موتی نمبر ۳: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "طویل خاموشی کو اپنے اوپر لازم کرلو، کیونکہ خاموشی شیطان کو دور بھگاتی ہے اور دینی امور میں تمہاری مددگار ہوتی ہے۔"

موتی نمبر ۴: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بہت زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کرتا ہے اور چہرے کی رونق کھودیتا ہے۔"

موتی نمبر ۵: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "سچی بات کہو، اگرچہ کڑوی ہو۔"

موتی نمبر ۶: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "خدا کے دین اور خدا کے پیغام کو ظاہر کرنے اور اس کی تائید و تقویت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔"

موتی نمبر ۷: میں نے عرض کیا: میرے لیے کچھ اور (نصیحت) فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ چیز تمہیں لوگوں کے عیوب (ظاہر کرنے) سے روکے، جس کو تم اپنے بارے میں جانتے ہو (یعنی جب تمہیں کسی کے عیب کا خیال آئے تو فوراً اپنے عیوب کی طرف دیکھو اور سوچو کہ خود میری ذات میں عیب ہیں، دوسرے کے عیوب بیان کرنے سے کیا فائدہ؟)۔" (بیہقی)

غیبت کا کچھ کفارہ ادا کر دیجیے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: "غیبت کا کچھ کفارہ یہ ہے کہ تم اس شخص کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا مانگو، جس کی تم نے غیبت کی ہے اور اس طرح مانگو

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ﴾

"اے اللہ! ہم کو اور اس شخص کو (جس کی میں نے غیبت کی ہے) بخش دے۔" (بیہقی)

وعدہ کے پاس ولحاظ کا نادر ترین واقعہ

حضرت عبداللہ بن ابی حساء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے نبی ہونے سے پہلے (ایک مرتبہ) میں نے آپ ﷺ سے ایک چیز خریدی اور کچھ قیمت کی ادائیگی مجھ پر باقی رہ گئی، میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں بقیہ قیمت لے کر اسی جگہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ لیکن میں اس وعدہ کو بھول گیا اور تین دن کے بعد یہ بات یاد آئی (تو آپ رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا) تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور (مجھے دیکھ کر) فرمایا: کہ تم نے مجھے زحمت میں مبتلا کر دیا، میں تین دن سے اسی جگہ بیٹھا ہوا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

حسن معاشرہ کی مثال

حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ (ایک دن) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ (کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ) سے اجازت طلب کی۔ جبھی انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز سنی، جو زور زور سے بول رہی تھیں۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ جب گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنے کے ارادہ سے پکڑا اور کہا: (خبر دار! آئندہ) میں تمہیں رسول خدا ﷺ کی آواز سے اونچی آواز میں بولتے ہوئے نہ دیکھوں۔ ادھر نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مارنے سے روکنا شروع کیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں باہر نکل کر چلے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا: "تم نے دیکھا میں نے تمہیں اس آدمی یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے کس طرح بچالیا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: (اس کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (مجھ پر خفگی کی بناء پر یا آنحضرت ﷺ سے شرمندگی کی وجہ سے) کئی دن تک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں نہیں آئے، پھر (ایک دن) انہوں نے دروازے پر حاضر ہو کر (اندر آنے کی) اجازت مانگی (اور اندر آئے تو) دیکھا کہ دونوں (یعنی آنحضرت ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہا) صلح کی حالت میں ہیں۔ پس انہوں نے دونوں کو مخاطب کر کے کہا: تم دونوں مجھ کو اپنی صلح میں شریک کرلو، جس طرح تم نے مجھ کو اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: "بیشک ہم نے ایسا ہی کیا، بیشک ہم نے ایسا ہی کیا (یعنی تمہیں اپنی صلح میں شریک کرلیا)۔" (ابوداؤد)

ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا ہے (یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی ہے) تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک (زندہ) ہو (اور اس نے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی ہے) تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ اور جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ ماں باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ہے (یعنی اس نے ماں باپ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی ہے) تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک (زندہ) ہو (اور اس نے اس کی نافرمانی کی ہے) تو ایک دروازہ کھلا ہوتا ہے۔" (یہ ارشاد سن کر) ایک شخص نے عرض کیا: اگرچہ ماں باپ

اس پر ظلم کریں؟ آپ نے فرمایا: "ہاں اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں، اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں، اگر چہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کیوں نہ کریں۔" (بیہقی)

مسلمان بھائی کے حقوق

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا دینی بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کو دشمن کے حوالہ کرتا ہے (بلکہ دشمن کے مقابلہ پر اس کی مدد کرتا ہے) اور (یاد رکھو) جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کی سعی و کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے۔ نیز جو شخص کسی مسلمان بھائی کے غم اور تکلیف کو دور کرتا ہے (خواہ وہ غم اور تکلیف زیادہ ہو یا کم) تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے غموں میں سے ایک بڑے غم سے نجات دے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان بھائی کے عیب کو چھپاتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔" (بخاری، مسلم)

جنتی اور جہنمی آدمی

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جنتی تین طرح کے ہیں:

① ایک تو وہ حاکم جو عدل و انصاف کرنے والا اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے اور جس کو نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق دی گئی ہے۔

② دوسرا وہ شخص جو (چھوٹوں اور بڑوں پر) مہربان اور قرابت داروں اور مسلمانوں کے لیے رقیق القلب یعنی نرم دل ہے۔

③ اور تیسرا وہ شخص جو (ناجائز چیزوں سے) بچنے والا (کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے سے) پرہیز کرنے والا اور عیال دار (بال بچوں والا) ہے (یعنی محتاج ہونے کے باوجود ناجائز چیزوں سے بچتا ہے اور اللہ کے سوا کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا)۔

اور دوزخی پانچ طرح کے ہیں:

① ایک وہ کمزور آدمی جو گناہوں سے بچنے کی ہمت نہیں رکھتا اور تمہارا تابع اور طفیلی ہے، نہ بیوی تلاش کرتا ہے (تاکہ جائز طریقہ پر اپنی خواہش کو پورا کرے) نہ مال کمانے کی فکر کرتا ہے (بلکہ دوسروں کے ٹکڑوں پر زندگی بسر کرتا ہے اور غلط کام کرتا رہتا ہے)۔

② دوسرا وہ خائن و بددیانت آدمی جو پوشیدہ چیز کو ڈھونڈ نکالتا ہے اور اس میں خیانت کرتا ہے چاہے طمع کی چیز معمولی کیوں نہ ہو۔

③ تیسرا وہ آدمی جو صبح و شام تمہیں تمہارے اہل خانہ اور مال میں دھوکہ دینے کے چکر میں رہتا ہے۔

④ اور (چوتھے آدمی کے بارے میں راوی کو اچھی طرح یاد نہ رہا کہ آپ نے اس کا کس طرح تذکرہ کیا اس لیے راوی کہتا ہے کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخل یا جھوٹ کا تذکرہ کیا۔

⑤ اور پانچواں آدمی بداخلاق فحش گو ہے۔ (مسلم)

تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی ہے پڑوسیوں کو ایذاء پہنچانے والا کامل مؤمن نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قسم ہے خدا کی! وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں ہے، قسم ہے خدا کی! وہ شخص

(کامل) مؤمن نہیں ہے، قسم ہے خدا کی! وہ شخص (کامل) مؤمن نہیں ہے۔'' (جب آپ نے بار بار یہ الفاظ ارشاد فرمائے اور اس شخص کی وضاحت نہیں کی تو) صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ و مامون نہ ہوں۔'' (بخاری و مسلم)

جنت میں نبی ﷺ کے پڑوس میں رہنے کا نبوی نسخہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص محض خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کسی یتیم بچے (لڑکے یا لڑکی) کے سر پر (پیار و محبت اور شفقت کے ساتھ) ہاتھ پھیرتا ہے اس کے لیے ہر بال کے عوض میں جس پر اس کا ہاتھ لگا ہے، نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ نیز جو شخص اس یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ جو اس کی پرورش و تربیت میں ہو، اچھا سلوک کرتا ہے، وہ شخص اور میں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا (یعنی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر دکھایا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اسی طرح میں اور وہ شخص جنت میں ایک دوسرے کے قریب ہوں گے)۔''

(احمد، ترمذی)

جنت واجب کرنے والے کام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے کھانے پینے میں کسی یتیم کو شریک کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ بلاشبہ جنت واجب کر دیتا ہے، البتہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو بخشے جانے کے قابل نہ ہو (تو اس کے لیے جنت واجب نہیں ہوتی)۔

اور جو شخص تین بیٹیوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے پھر ان کی تربیت کرے اور ان کے ساتھ پیار و شفقت کا برتاؤ کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بے پرواہ نا دے (یعنی وہ بڑی ہو جائیں اور بیاہ دی جائیں) اس پر بھی اللہ تعالیٰ جنت واجب کر دیتا ہے۔ یہ سن کر ایک صحابی نے عرض کیا: کیا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کرنے پر بھی یہ اجر ملتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں دو پر بھی یہ اجر ملتا ہے۔'' (راوی کہتے ہیں) اگر صحابہ ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں بھی سوال کرتے، تو آپ یہی جواب دیتے کہ ہاں ایک پر بھی یہی اجر ملتا ہے۔

پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس شخص کی دو پیاری چیزیں لے لے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔'' پوچھا گیا: یارسول اللہ! دو پیاری چیزوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کی دونوں آنکھیں۔''

بیوہ عورت بچوں کی تربیت پر دھیان دے

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''میں اور وہ عورت جس کے رخسار (اپنی اولاد کی پرورش و دیکھ بھال کی وجہ سے) سیاہ پڑ گئے ہوں، قیامت کے دن اس طرح ہوں گے۔'' اس حدیث کے راوی یزید بن زریع نے یہ الفاظ بیان کرنے کے بعد انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا (جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسری کے قریب قریب ہیں، اسی طرح قیامت کے دن آپ ﷺ اور وہ بیوہ عورت قریب قریب ہوں گے) اور (سیاہ رخسار والی عورت کی تشریح کرتے ہوئے بتایا: کہ اس سے مراد) وہ عورت ہے، جو اپنے شوہر کے مرجانے یا اس کے طلاق دے دینے کی وجہ سے بیوہ ہو گئی ہو اور وہ حسین و جمیل اور جاہ و عزت والی ہونے کے باوجود محض اپنے یتیم بچوں کی پرورش اور ان کی بھلائی کی خاطر (دوسرا نکاح کرنے سے) اپنے آپ کو باز رکھے یہاں تک کہ وہ بچے جدا ہو جائیں (یعنی بڑے اور بالغ ہو جانے کی وجہ سے اپنی ماں کے محتاج نہ رہیں) یا مر جائیں۔ (ابوداؤد)

پڑوسی اچھا کہیں تو آپ اچھے، پڑوسی برا کہیں تو آپ برے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کس طرح معلوم کر سکتا ہوں کہ میں اچھا ہوں یا برا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے اچھا کیا، تو بلاشبہ تم اچھے ہو۔ اور جب تم پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو! کہ تم نے برا کیا، تو یقیناً تم برے ہو (یعنی پڑوسی تمہیں اچھا کہیں، تو تم اچھے ہو اور پڑوسی تمہیں برا کہیں، تو تم برے ہو)۔'' (ابن ماجہ)

ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نہایت پریشان حال کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے تہتر (۷۳) بخششیں لکھ دیتا ہے۔ ان میں سے صرف ایک بخشش سے اس کی تمام (دنیاوی اور اخروی) امور کی اصلاح ہو جاتی ہے اور باقی بہتر (۷۲) بخششیں قیامت کے دن اس کے درجات کی بلندی کا سبب ہوں گی۔'' (بیہقی)

ستر ہزار فرشتوں کو اپنے پیچھے چلانے کا نبوی نسخہ

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے ان سے فرمایا: ''میں تمہیں اس امر کی (یعنی دین کی) جڑ نہ بتا دوں، جس کے ذریعہ تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر سکو؟ (پھر آپ نے فرمایا):

① اہلِ ذکر کی مجالس میں ضرور بیٹھا کرو (تا کہ تمہیں بھی ذکر اللہ کی توفیق و سعادت نصیب ہو)۔

② اور جب تم تنہا ہو، تو جس قدر ممکن ہو اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت میں رکھو (یعنی لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی اللہ کا ذکر کرو اور تنہائی میں خدا کی یاد میں مشغول رہو)۔

③ نیز اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے محبت کرو۔ ④ اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے بغض رکھو۔

(اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا) ابورزین! کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی زیارت و ملاقات کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے، تو ستر (۷۰) ہزار فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور وہ (سب فرشتے) اس کے لیے دعاء و استغفار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! اس شخص نے محض تیری رضا و خوشنودی کی خاطر (ایک مسلمان بھائی سے) ملاقات کی ہے، تو اس کو اپنی رحمت و مغفرت کے ساتھ منسلک فرما۔ لہٰذا! اگر تم ان کاموں کو کر سکتے ہو تو ضرور کرو۔ (بیہقی)

سات بری خصلتیں معاشرہ کو بگاڑ دیتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا:

① (کسی کے بارے میں) بدگمانی قائم کرنے سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ بدترین جھوٹ ہے۔

② کسی کے احوال کی ٹوہ میں نہ رہو۔ ③ نہ کسی کے احوال کی کھود کرید کرو۔

④ نہ کسی کے سودے پر خریدنے کا اظہار کرو۔ ⑤ نہ ایک دوسرے سے حسد کرو۔

⑥ نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو۔

⑦ نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور تم سب خدا کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہو۔ (بخاری و مسلم)

کینہ نہ رکھئے، صلح وصفائی کر لیجئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر ہر اس بندے کی بخشش کی جاتی ہے، جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔ مگر جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے کینہ اور دشمنی رکھتا ہو، ان کے بارے میں فرشتوں سے کہا جاتا ہے: ان دونوں کو (جو آپس میں عداوت و دشمنی رکھتے ہیں) مہلت دو، یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح وصفائی کر لیں۔" (مسلم)

ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: "ہر ہفتہ میں دوبار پیر اور جمعرات کے دن پروردگار کے حضور لوگوں کے عمل پیش کیے جاتے ہیں، پھر ہر مومن بندہ کی مغفرت کی جاتی ہے۔ مگر جو بندہ اپنے مسلمان بھائی سے کینہ اور دشمنی رکھتا ہے، ان کے بارے میں فرشتوں سے کہا جاتا ہے: ان دونوں کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ وہ (دونوں عداوت و دشمنی سے) باز آ جائیں۔" (مسلم)

طویل مدت تک ترک ملاقات کا گناہ اور ناحق قتل کرنے کا گناہ قریب قریب ہے

حضرت خراش ابوسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "جس شخص نے (ناراضگی کی وجہ سے) اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال تک ملنا جلنا چھوڑے رکھا، اس نے گویا اس کا خون کیا (یعنی طویل مدت تک ترک ملاقات کا گناہ اور ناحق قتل کرنے کا گناہ قریب قریب ہے)۔" (ابوداؤد)

صلح کرانے کی فضیلت اور فساد پھیلانے کی مذمت

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتادوں، جس کا درجہ (اور ثواب) (نفلی) روزے، (نفلی) صدقے اور (نفلی) نماز کے درجے (اور ثواب) سے زیادہ ہے؟ ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: ہاں، ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آپس میں دشمنی رکھنے والوں کے درمیان صلح کرانا (اس کے بعد فرمایا) اور آپس میں فساد پھیلانا ایسی خصلت ہے، جو دین کو مونڈنے والی اور برباد کرنے والی ہے۔" (ترمذی، ابوداؤد)

اس امت کی طرف یہود و نصاریٰ کی ایک بیماری سرک آئی ہے

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: "تمہاری طرف تم سے پہلی امتوں (یعنی یہود و نصاریٰ) کی بیماری حسد اور جلن سرک آئی اور بغض و عداوت مونڈنے والی ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ دین کو مونڈتی ہے اور برباد کر دیتی ہے۔" (احمد، ترمذی)

جب کسی مؤمن سے حیا کو چھین لیا جاتا ہے تو ایمان بھی رخصت ہو جاتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حیاء اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ لہٰذا جب ان

دونوں میں سے ایک کو اٹھایا جاتا ہے، تو دوسرے کو بھی اٹھالیا جاتا ہے (یعنی جب کسی مؤمن سے حیا کو چھین لیا جاتا ہے، تو ایمان بھی رخصت ہو جاتا ہے)۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں ہے کہ "جب ان دونوں میں سے ایک کو چھین لیا جاتا ہے، تو دوسرا اس کے پیچھے چل دیتا ہے۔" (بیہقی)

تین چیزیں قابل توجہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اس کی باتیں سن کر) تعجب فرماتے تھے اور مسکراتے تھے۔ جب اس شخص نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو) بہت برا بھلا کہا، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی گئے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! جب وہ شخص مجھ کو برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ وہاں بیٹھے رہے، لیکن میں نے جب اس کی بعض باتوں کا جواب دیا، تو آپ ناراض ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے (اس میں کیا حکمت تھی)؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا، جو (تمہاری طرف سے) اس کو جواب دے رہا تھا مگر جب تم نے خود جواب دیا، تو شیطان درمیان میں کود پڑا (اس لیے میں وہاں سے کھڑا ہو گیا)۔

پھر فرمایا: "ابوبکر! تین باتیں ہیں اور وہ سب حق ہیں:

① جس بندہ پر کوئی ظلم کیا جاتا ہے، پھر وہ مظلوم بندہ اللہ (کی رضا) کے لیے اس ظلم سے چشم پوشی کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس (ظلم سے چشم پوشی) کی وجہ سے اس کی بھرپور مدد کرتا ہے۔

② جو بندہ عطا و بخشش کا دروازہ کھولتا ہے، تا کہ اسکے ذریعہ اپنے قرابت داروں اور مسکینوں کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کرے، تو اللہ تعالیٰ اس (عطا و بخشش) کی وجہ سے اس کے مال و دولت میں اضافہ کرتا ہے۔

③ اور جو شخص سوال و گدائی کا دروازہ کھولتا ہے، تا کہ اس کے ذریعہ سے اپنی دولت کو بڑھائے، تو اللہ تعالیٰ اس (گدائی کی وجہ) سے اس کے مال و دولت کو کم کر دیتا ہے۔" (احمد)

حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا یہ تکبر ہے

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتلا دوں؟ (یعنی یہ بتاؤں کہ کون لوگ جنتی ہیں، سنو!) ہر وہ ضعیف شخص (جنتی ہے) جس کو لوگ ضعیف و حقیر سمجھیں (اور اس کی کمزوری و شکستہ حالی کی وجہ سے اس کے ساتھ جبر و تکبر کا معاملہ کریں۔ مگر وہ کمزور شخص اللہ کے نزدیک اس قدر اونچا مرتبہ رکھتا ہے کہ) اگر وہ اللہ پر بھروسہ کر کے کسی بات پر قسم کھا بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دے اور کیا میں تمہیں وہ لوگ نہ بتاؤں جو دوزخی ہیں (سنو!) ہر وہ شخص (دوزخی ہے) جو جھگڑالو اور اکھڑ مزاج ہے اور تکبر و عناد کی وجہ سے حق بات کو قبول نہیں کرتا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا، جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا۔" (یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا: کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں (اور وہ اپنی اس پسند و خواہش کے تحت اچھا لباس پہنتا ہے اور اچھے جوتے استعمال کرتا ہے تو کیا اس کو بھی تکبر کہیں گے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ

جمیل (یعنی اچھا اور آراستہ ہے) اور جمال (آراستگی) کو پسند کرتا ہے اور تکبر تو حق بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا ہے۔" (مسلم)

حد سے زیادہ تکبر کرنے کا نتیجہ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص اپنے نفس کو برابر بلند کرتا رہتا ہے (یعنی تکبر کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ (اس کا نام) سرکشوں (یعنی ظالم اور متکبر لوگوں کی فہرست) میں لکھ دیا جاتا ہے۔ پھر جو آفت و بلا ان سرکشوں کو پہنچتی ہے، وہی اس شخص کو بھی پہنچتی ہے۔" (ترمذی)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے، وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح آدمی کی صورت میں جمع کیا جائے گا (یعنی ان کی شکل و صورت تو آدمیوں کی سی ہوگی، لیکن جسم چیونٹیوں کے برابر ہوگا) اور ہر طرف سے ذلت و خواری ان کو پوری طرح گھیر لے گی۔ پھر ان کو جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف جس کا نام "بولس" ہے، ہانکا جائے گا۔ وہاں آگوں کی آگ ان پر چھا جائے گی اور ان کو دوزخیوں کا نچوڑ یعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا خون اور پیپ پلایا جائے گا۔" (ترمذی)

نو (۹) برے بندے

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

① برا ہے وہ بندہ جس نے اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جانا اور تکبر کیا اور خداوند بزرگ و برتر کو بھول گیا (یعنی اس نے یہ فراموش کر دیا کہ بزرگی اور بلندی و برتری صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ یا یہ بھول گیا کہ اس نے دنیا میں احتیاط و تقویٰ کی راہ چھوڑ کر، جس برے راستہ کو اختیار کیا ہے، اس کی جواب دہی اس کو آخرت میں کرنی ہوگی اور وہاں خدا کا عذاب بھگتنا پڑے گا)۔

② برا ہے وہ بندہ جس نے لوگوں پر جبر و ظلم کیا اور ظلم و فساد ریزی میں حد سے بڑھ گیا اور خداوند جبار و قہار کو بھول گیا، جس کی قدرت و عزت سب سے بلند ہے۔

③ برا ہے وہ بندہ جو دین کے کاموں کو بھول گیا اور دنیا داری میں مشغول رہا اور اس نے مقبروں کو اور خاک میں مل جانے والے جسم کی بوسیدگی کو فراموش کر دیا (یعنی اس نے اس بات سے کوئی عبرت نہیں پکڑی کہ کیسے کیسے لوگ ہزاروں من مٹی کے نیچے دفن کر دیے گئے اور ان کے جسم کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن گئے)۔

④ برا ہے وہ بندہ جس نے فتنہ و فساد برپا کیا اور حد سے تجاوز کر گیا اور اپنی ابتداء کو بھول گیا (یعنی نہ تو اس کو یہ یاد رہا کہ وہ کتنی حقیر چیز سے پیدا کیا گیا ہے اور ابتداء میں وہ کس قدر عاجز و ناتواں تھا اور نہ اس کو اپنا انجام یاد رہا، آخر کار پیوند زمین ہو جاتا ہے)۔

⑤ برا ہے وہ بندہ جو دین کے ذریعہ دنیا حاصل کرے (یعنی دنیا کو حاصل کرنے کے لیے دین کو وسیلہ بنائے۔ یا یہ معنی ہیں کہ صلحاء اور بزرگوں کی سی شکل اختیار کر کے اور دین کا لبادہ اوڑھ کر اہل دنیا کو فریب دے، تاکہ وہ اس کے معتقد و مداح ہوں اور ان سے مال و جاہ حاصل کرے)۔

⑥ برا ہے وہ بندہ جس نے شبہات میں مبتلا ہو کر دین کو خراب کر دیا۔

⑦ برا ہے وہ بندہ جس نے مخلوق سے طمع اور امید قائم کی اور حرص و طمع اس کو دنیا داروں کے دروازوں پر کھینچے کھینچے پھرتی ہے اور جدھر

چاہتی ہے لے جاتی ہے۔

⑧ برا ہے وہ بندہ، جس کو خواہش نفس، گمراہ کرتی ہے۔

⑨ برا ہے وہ بندہ جسکو دنیا کی رغبت، حصولِ دنیا کی حرص اور کثرتِ مال وجاہ کی ہوس، ذلیل وخوار کرتی ہے۔ (ترمذی، بیہقی)

غصہ ایمان کو خراب کردیتا ہے

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ بہز کے دادا حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ غصہ ایمان کو خراب کردیتا ہے، جس طرح ایلوا شہد کو خراب کردیتا ہے۔" (بیہقی)

عام طور پر ظالم کی عمر دراز نہیں ہوتی

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے (یعنی دنیا میں اس کی عمر دراز کرتا ہے، تاکہ وہ ظلم کرتا رہے اور آخرت میں سخت عذاب میں گرفتار ہو) یہاں تک کہ جب اس کو پکڑتا ہے، تو پھر چھوڑتا نہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دلیل کے طور پر) یہ آیت پڑھی:

﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾

"اور آپ کے رب کی دارو گیر ایسی ہی ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے، جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس کی دارو گیر بڑی تکلیف دہ اور سخت ہے"۔ (بخاری ومسلم)

برائی کا جواب اچھائی سے دینا چاہیے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ﴿اِمَّعَــہ﴾ نہ بنو یعنی یہ نہ کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے، تو ہم بھی ان کے ساتھ بھلائی کریں گے اور اگر لوگ ہمارے ساتھ ظلم کریں گے، تو ہم بھی ان کے ساتھ ظلم کریں گے۔ بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر جماؤ کہ اگر لوگ بھلائی کریں، تو تم بھی بھلائی کرو اور اگر لوگ برائی کریں، تو تم ظلم نہ کرو۔" (ترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن مرتبہ کے اعتبار سے بدترین آدمی وہ بندہ ہوگا، جس نے دوسرے کی دنیا (بنانے) کی وجہ سے اپنی آخرت برباد کردی (جیسے ظالم حاکم کے مددگار کیا کرتے ہیں)۔" (ابن ماجہ)

ظالم کی تائید اور موافقت کرنے والا کمال ایمان سے محروم ہوجاتا ہے

حضرت اوس بن شرحبیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ "جو شخص کسی ظالم کی تقویت وتائید کے لیے اس کے ساتھ چلے (یعنی اس کی موافقت وحمایت کرے) اور وہ یہ جانتا ہو کہ (میں جس شخص کی مدد اور تائید کررہا ہوں) وہ ظالم انسان ہے، تو وہ شخص اسلام سے خارج ہوجاتا ہے (یعنی وہ کمال دین سے محروم ہوجاتا ہے)۔" (بیہقی)

ظلم کی نحوست یہ ہے کہ حُباری پرندہ بھی گھونسلے میں دبلا ہوکر مرجاتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا: کہ ظالم حقیقت میں اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے (دوسروں تک اس کے ظلم کے اثرات نہیں پہنچتے)۔ (یہ سن کر) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کیوں نہیں، خدائے پاک کی

قسم (ظالم اپنی ظالمانہ حرکتوں سے دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے) یہاں تک کہ حباری پرندہ اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کی وجہ سے دبلا ہو کر مر جاتا ہے۔" (بیہقی)

ظالم کو محبت سے سمجھانا چاہئے ورنہ عذاب سب پر آئے گا

اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ جب لوگ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں (یعنی اس کو ظلم سے نہ روکیں) تو قریب ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔

رسول خدا ﷺ کا ایک اہم بیان اس کو یاد کر لیجیے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ (ایک دن) عصر کے بعد رسول خدا ﷺ ہمارے سامنے خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس خطبہ میں آپ نے قیامت تک پیش آنے والی کوئی ضروری بات نہیں چھوڑی، جس کا آپ نے تذکرہ نہ کیا ہو۔ یاد رکھنے والوں نے ان کو یاد رکھا اور بھولنے والا اس کو بھول گیا۔ آپ ﷺ نے اس وقت جو کچھ فرمایا اس میں یہ بھی تھا کہ "یہ دنیا بڑی شیریں اور ہری بھری ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا وہ دیکھتا ہے: کہ تم کس طرح عمل کرتے ہو؟ پس خبردار! تم دنیا سے بچو اور عورتوں سے دور رہو۔" آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا: کہ "قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے ایک نشان (علامتی جھنڈا) کھڑا کیا جائے گا جو دنیا میں اس کی عہد شکنی کے بقدر ہوگا، اور کوئی عہد شکنی امیر عام کی عہد شکنی سے زیادہ بری نہیں۔ چنانچہ اس کا نشان اس کی سرین کے قریب کھڑا کیا جائے گا (تاکہ اس کی زیادہ فضیحت و رسوائی ہو)۔" حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "تم میں سے کسی کو لوگوں کی ہیبت اور خوف، حق بات کہنے سے باز نہ رکھے، جب کہ وہ حق بات سے واقف ہو۔"

اور ایک روایت میں یوں ہے: کہ "اگر تم میں سے کوئی شخص کسی خلاف شرع بات کو دیکھے، تو لوگوں کی ہیبت اس کو خلاف شرع بات کی اصلاح سے باز نہ رکھے۔" (یہ بیان کر کے) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہنے لگے: کہ ہم نے خلاف شرع بات کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھا اور لوگوں کے خوف سے ہم اس کے بارے میں کچھ نہ بول سکے۔ (اس کے بعد حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ) حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "جان لو! انسان کو مختلف جماعتوں اور متضاد اقسام و مراتب پر پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ:

① ان میں سے بعض وہ ہیں، جن کو مومن پیدا کیا جاتا ہے اور ایمان کی حالت میں زندہ رہتے ہیں اور ایمان پر ہی ان کا خاتمہ ہوتا ہے۔
② اور ان میں سے بعض وہ ہیں، جن کو کافر پیدا کیا جاتا ہے اور کفر کی حالت میں زندہ رہتے ہیں اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوتا ہے۔
③ اور ان میں سے بعض وہ ہیں، جن کو مومن پیدا کیا جاتا ہے اور ایمان ہی کی حالت میں زندہ رہتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے۔
④ اور ان میں سے بعض وہ ہیں، جن کو کافر پیدا کیا جاتا ہے اور کفر کی حالت میں زندہ رہتے ہیں لیکن ان کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (اس موقع پر) حضور ﷺ نے غضب و غصہ کی قسموں کو بھی ذکر کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

① بعض آدمی بہت جلد غضب ناک ہو جاتے ہیں، لیکن ان کا غصہ جلد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کا بدل بن جاتا ہے (یعنی یہ شخص نہ اچھا ہے نہ برا)۔
② اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں، جن کو غصہ دیر میں آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کا بدل بن جاتا ہے (یعنی یہ شخص نہ اچھا ہے نہ برا)۔

③ اور تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جس کو غصہ دیر سے آتا ہے اور جلد ختم ہو جاتا ہے۔

④ اور تم میں سے بدترین شخص وہ ہے، جس کو جلد غصہ آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے۔" (اس کے بعد) حضور ﷺ نے فرمایا: "تم غصہ سے بچو، کیونکہ غصہ ابن آدم کے قلب پر ایک دہکتا ہوا انگارہ ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ (جب کوئی شخص غضب ناک ہوتا ہے تو) اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، لہٰذا جو شخص غصہ کا اثر محسوس کرے، وہ فوراً پہلو پر لیٹ جائے اور زمین سے چمٹ جائے۔"

اور حضور ﷺ نے قرض کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

① تم میں سے بعض آدمی (قرض کی) ادائیگی میں اچھے ہوتے ہیں، لیکن اپنا قرض وصول کرنے میں سختی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی دونوں خصلتوں میں سے ایک، دوسری کا بدل ہو جاتی ہے۔

② اور بعض آدمی قرض ادا کرنے میں تو برے ثابت ہوتے ہیں، لیکن کسی سے اپنا قرض وصول کرنے میں اچھے ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کی ان دونوں خصلتوں میں سے ایک دوسرے کا بدل ہو جاتی ہے۔

③ اور تم میں بہترین شخص وہ ہے، جو کسی کا قرض ادا کرنے میں بھی اچھا ہو اور کسی سے اپنا قرض وصول کرنے میں بھی اچھا ہو۔

④ اور تم میں بدترین شخص وہ ہے، جو قرض ادا کرنے میں بھی برا ہو اور کسی سے اپنا قرض وصول کرنے میں بھی برا ہو۔"

حضور ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں یہ نصیحتیں فرمائیں۔ یہاں تک کہ جب سورج کی روشنی کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں تک آ گئی (یعنی جب دن کا آخر ہو گیا) تو آپ نے فرمایا: "یاد رکھو! اس دنیا کا جو زمانہ گزر چکا ہے، اس کی بہ نسبت، صرف اتنا زمانہ باقی رہ گیا ہے، جتنا آج کے دن کے گزرے ہوئے حصہ کی بہ نسبت، یہ آخری وقت (یعنی جس طرح آج کے دن کا قریب قریب پورا حصہ گزر چکا ہے اور تھوڑا سا باقی ہے، اسی طرح اکثر زمانہ گزر گیا اب بہت قلیل عرصہ باقی رہ گیا ہے)۔" (ترمذی)

آخری زمانہ کے متعلق اہم ہدایات

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری امت کو آخر زمانہ میں ان کے حکمران کی طرف سے سختیاں اور بلائیں پہنچیں گی۔ اس کی سختیوں سے نجات پانے والا ایک تو وہ شخص ہوگا، جس نے خدا کے دین کو (اچھی طرح) جانا اور پہچانا، پھر دین کو سر بلند کرنے کے لیے اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے دل سے جہاد کیا۔ بس دنیا و آخرت کی سعادتیں اس کی طرف سبقت کریں گی۔ اور دوسرا وہ شخص ہوگا، جس نے خدا کے دین کو جانا، پھر زبان اور دل سے اس کی تصدیق کی (یعنی صرف زبان اور دل سے جہاد کیا، قوت سے کام نہیں لیا)۔ اور تیسرا وہ شخص ہوگا، جس نے خدا کے دین کو پہچانا، پھر اس پر سکوت اختیار کیا۔ چنانچہ جب کسی کو نیک کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے، تو اس کو دوست رکھتا ہے اور کسی کو غلط کام کرتے دیکھتا ہے، تو اس سے نفرت کرتا ہے اور یہ شخص بھی نیکی سے محبت اور گناہ سے نفرت کو پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے نجات پائے گا۔ (بیہقی)

لوگوں کے ڈر سے اصلاح کی فکر نہ کرنے والے کی معافی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: "اللہ بزرگ و برتر قیامت کے دن بندے سے پوچھے گا: تجھ کو کیا ہوا تھا کہ جب تو نے خلافِ شرع کام کو دیکھا تھا، تو اس سے کیوں نہیں روکا تھا؟ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: پھر اس کو دلیل

سکھائی جائے گی۔ چنانچہ وہ عرض کرے گا: میرے پروردگار! میں لوگوں سے ڈرتا تھا اور تیرے عفو ومغفرت کی امید رکھتا تھا۔"

قابل رشک بندہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "میرے نزدیک میرے دوستوں (یعنی مومنین) میں نہایت قابل رشک وہ مومن ہے، جو سبک بار ہے، نماز سے بہت زیادہ بہرہ مند ہے اور اپنے رب کی عبادت خوبی کے ساتھ کرتا ہے (اور جس طرح ظاہر میں عبادت کرتا ہے اسی طرح) خلوت میں بھی طاعت الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور لوگوں میں گمنام ہے کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہیں کیا جاتا۔ نیز اس کی روزی بقدر کفایت ہے اور اسی پر صابر وقانع ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے چٹکی بجائی اور ارشاد فرمایا: "اس کی موت بس یوں (چٹکی بجاتے) اپنا کام جلد پورا کر لیتی ہے اور اس کی موت پر رونے والی عورتیں بھی کم ہیں اور اس کا ترکہ بھی بہت مختصر ہے۔" (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

مساکین مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "اے اللہ! مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین ہی کی حالت میں مجھے موت دے اور مسکینوں ہی کے زمرہ میں میرا حشر فرما۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا تو) کہنے لگیں، "یارسول اللہ! آپ ایسی دعا کیوں کرتے ہیں؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس لیے کہ مساکین مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، اے عائشہ! کسی مسکین کو اپنے دروازے سے ناامید نہ جانے دینا۔ اگرچہ اس کو دینے کے لیے تمہارے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ عائشہ! (اپنے دل میں) مسکینوں سے محبت رکھو اور ان کو اپنی قربت سے نوازو (یعنی ان کو حقیر و کمتر جان کر اپنے یہاں آنے جانے سے مت روکو) اگر تم ایسا کرو گی، تو اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اپنی قربت سے نوازے گا۔"
(ترمذی، بیہقی، ابن ماجہ)

سات بکھرے موتی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سات باتوں کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک حکم تو یہ دیا کہ:

① میں فقراء ومساکین سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں۔
② دوسرا حکم یہ دیا کہ میں اس شخص کی طرف دیکھوں جو (دنیاوی اعتبار سے) مجھ سے کمتر درجہ کا ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھوں جو (جاہ ومال اور منصب میں) مجھ سے بالاتر ہے۔
③ تیسرا حکم یہ دیا کہ میں قرابت داروں سے ناتے داری کو قائم رکھوں اگرچہ کوئی (قرابت دار) ناتے داری کو منقطع کرے۔
④ چوتھا حکم یہ دیا کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز نہ مانگوں۔
⑤ پانچواں حکم یہ دیا کہ میں (ہر حالت میں) حق بات کہوں اگرچہ وہ (سننے والے کو) تلخ معلوم ہو۔
⑥ چھٹا حکم یہ دیا کہ میں خدا کے دین کے معاملہ میں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔
⑦ اور ساتواں حکم یہ دیا کہ میں کثرت کے ساتھ "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کہا کروں، کیونکہ یہ کلمات اس خزانہ میں سے ہیں جو عرش

الٰہی کے نیچے ہے۔" (احمد)

بوڑھے کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انسان بوڑھا ہو جاتا ہے، مگر اس میں دو چیزیں جوان اور قوی ہو جاتی ہیں، ایک تو مال (جمع کرنے) کی حرص اور درازئ عمر کی آرزو۔" (بخاری، مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، ایک دنیا کی محبت میں اور دوسری آرزو عمر کی درازی میں۔" (بخاری، مسلم)

حلال کمائی اور آرزوؤں کی کمی کا نام زہد ہے

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: "زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) اس کا نام نہیں ہے کہ موٹے اور سخت کپڑے پہن لیے جائیں اور روکھا سوکھا اور بدمزہ کھانا کھایا جائے بلکہ دنیا سے زہد اختیار کرنا حقیقت میں آرزوؤں اور امیدوں کی کمی کا نام ہے۔" (بغوی)

حضرت زید بن حسین فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ دنیا سے زہد اختیار کرنا کس چیز کا نام ہے؟ تو میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "حلال کمائی اور آرزوؤں کی کمی کا نام زہد ہے۔" (بیہقی)

یہ دنیا بس چار آدمیوں کے لیے ہے

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "تین باتیں ہیں جن کی حقانیت و صداقت پر میں قسم کھا سکتا ہوں اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں تم اس کو یاد رکھنا پس وہ تین باتیں جن کی حقانیت و صداقت پر میں قسم کھا سکتا ہوں، یہ ہیں:

1. بندہ کا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے کم نہیں ہوتا۔
2. اور جس بندہ پر ظلم کیا جائے اور اس کا مال ناحق لے لیا جائے اور وہ بندہ اس ظلم و زیادتی پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو بڑھاتے ہیں۔
3. اور جس بندہ نے اپنے نفس پر سوال کا دروازہ کھولا اللہ تعالیٰ اس کے لیے فقر و افلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور رہی وہ بات جس کے بارے میں میں نے کہا تھا کہ اس کو یاد رکھنا وہ یہ ہے کہ:

1. ایک تو وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و زر بھی عطا کیا اور علم کی دولت سے بھی نوازا، پس وہ بندہ اپنے مال و دولت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (یعنی اس کو حرام و ناجائز کاموں میں خرچ نہیں کرتا) اس کے ذریعہ اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرتا ہے اور اس مال و زر میں اس کے حق کے مطابق اللہ تعالیٰ کے لیے کام کرتا ہے (یعنی مال و دولت کے تئیں اللہ تعالیٰ نے جو حقوق متعین کیے ہیں ان کو ادا کرتا ہے) پس یہ بندہ مرتبہ کے اعتبار سے کامل ترین ہے۔
2. دوسرا وہ بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم تو عطا کیا لیکن اس کو مال عنایت نہیں فرمایا پس وہ بندہ (اپنے علم کے سبب سچی نیت رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں شخص جیسے اچھے کام کرتا، پس ان دونوں کا اجر و ثواب برابر ہے۔"

③ تیسرا بندہ وہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے لیکن علم نہیں دیا پس وہ بندہ بے علم ہونے کی وجہ سے اپنے مال کے بارے میں بھٹک جاتا ہے وہ اس مال و دولت کے بارے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا ہے اور اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کے ساتھ مالی احسان و سلوک نہیں کرتا ہے اور نہ ان حقوق کو ادا کرتا ہے جو اس مال و دولت سے متعلق ہیں پس یہ بندہ مرتبہ کے اعتبار سے بدترین ہے۔

④ اور چوتھا بندہ وہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ تو مال عطا کیا ہے اور نہ علم دیا ہے، پس وہ بندہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس کو فلاں شخص کی طرح (برے کاموں میں) خرچ کرتا۔ پس یہ بندہ بدنیت ہے اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔" (ترمذی)

جہاں تک اس زمانہ کا تعلق ہے تو اب مال و دولت بھی مسلمانوں کی ڈھال ہے

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانے میں مال کو برا سمجھا جاتا تھا لیکن جہاں تک اس زمانہ کا تعلق ہے، تو اب مال و دولت مسلمانوں کی ڈھال ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ "اگر (ہم لوگوں کے پاس) یہ درہم و دینار اور روپیہ پیسہ نہ ہوتا، تو یہ (آج کل کے) سلاطین و امراء ہمیں ذلیل و پامال کر ڈالتے۔ نیز انہوں نے فرمایا، کسی شخص کے پاس اگر تھوڑا بہت مال ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح کرے (یعنی اس تھوڑے سے مال کو یوں ہی ضائع نہ ہونے دے، بلکہ تدبیر وغیرہ و ہنر مندی کے ساتھ اس کو کسی تجارت وغیرہ میں لگا کر بڑھانے کی سعی کرے) کیونکہ ہمارا یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی محتاج و مفلس ہوگا تو (دنیا کو حاصل کرنے کی خاطر) اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے گنوانے والا سب سے پہلا شخص وہی ہوگا۔" حضرت سفیان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ "حلال مال، اسراف کو برداشت نہیں کرتا (یعنی حلال مال میں اسراف نہیں کرنا چاہیے)۔" (بغوی)

قیامت کے دن اعلان ہوگا کہ ساٹھ سال کی عمر والے لوگ کہاں ہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اعلان کرنے والا (فرشتہ) قیامت کے دن (اللہ کے حکم سے) یہ اعلان کرے گا کہ ساٹھ سال کی عمر والے لوگ کہاں ہیں؟ (یعنی دنیا میں جن لوگوں نے ساٹھ سال کی عمر پائی، وہ اپنی عمر کا حساب دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں) اور یہ عمر، وہ عمر ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾

"کیا ہم نے تم کو ایسی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے اور تمہارے پاس ڈرانے والا (بڑھاپا) بھی آچکا ہے۔" (بیہقی)

اللہ کے نزدیک اس مسلمان سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے جس نے اسلام کی حالت میں زیادہ عمر پائی

حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنی عذرہ قبیلہ کے کچھ لوگ جن کی تعداد تین تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا (پھر وہ لوگ حصول دین کی خاطر اور خدا کی راہ میں ریاضت و مجاہدہ کی نیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہر گئے۔ ان کی مالی حالت چونکہ بہت خستہ تھی اور وہ اپنی ضروریات زندگی کی کفالت خود کرنے پر قادر نہیں تھے اس لیے) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "کون ہے جو ان لوگوں کی خبر گیری کے سلسلے میں مجھے بے فکر کر دے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ تینوں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے لگے (کچھ دنوں کے بعد) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طرف ایک لشکر بھیجا، تو اس

(لشکر) میں ان تینوں میں سے ایک شخص گیا اور میدانِ جنگ میں (دشمنوں سے لڑتا ہوا) شہید ہو گیا، اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک اور لشکر بھیجا، اس کے ساتھ دوسرا شخص گیا اور وہ بھی شہید ہو گیا اور پھر تیسرا شخص اپنے بستر پر اللہ کو پیارا ہو گیا۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ نے بیان کیا کہ (ان تینوں کے انتقال کے بعد ایک دن خواب میں) میں نے دیکھا کہ وہ تینوں جنت میں ہیں، نیز میں نے دیکھا کہ جو شخص اپنے بستر پر اللہ کو پیارا ہوا تھا، وہ تو سب سے آگے ہے اور جو شخص دوسرے لشکر کے ساتھ جا کر شہید ہوا تھا وہ اس کے پیچھے اور اس کے بالکل قریب ہے اور ان تینوں میں سے جو پہلے لشکر کے ساتھ جا کر شہید ہوا تھا سب سے آخر میں ہے چنانچہ (ان تینوں کو اس طرح ایک دوسرے کے آگے پیچھے دیکھ کر) میرے دل میں شبہ پیدا ہو گیا، چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا، حضور ﷺ نے (وہ خواب اور اس پر میرا شبہ سن کر) ارشاد فرمایا: ''اس میں شک وشبہ اور انکار کی باعث کون سی چیز ہے؟ (تم نے اپنے خواب میں تینوں کو جس ترتیب کے ساتھ دیکھا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے) کیوں کہ اللہ کے نزدیک اس مسلمان سے زیادہ افضل کوئی نہیں ہے، جس نے اسلام کی حالت میں زیادہ عمر پائی اور اس کی وجہ سے اس کو خدا کی تسبیح وتکبیر اور تہلیل کا زیادہ موقع ملا۔''

(مسند احمد)

خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہو کیونکہ جو چیز خدا کے پاس ہے اس کو اس کی اطاعت وخوشنودی ہی کے ذریعہ پایا جا سکتا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم کو جنت سے قریب کردے اور دوزخ سے دور کردے، مگر اس (کو اختیار کرنے) کا حکم میں نے تمہیں دیا ہے اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم کو دوزخ سے قریب کردے اور جنت سے دور کردے، مگر اس سے میں نے تمہیں منع کیا ہے اور روح الامین اور ایک روایت میں ہے کہ روح القدس (یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام) نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ بلاشبہ کوئی شخص اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنا رزق پورا نہیں کر لیتا، لہٰذا غور سے سنو! تم خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہو اور حصولِ معاش کی سعی وجدوجہد میں نیک روی اور اعتدال اختیار کرو (تاکہ تمہارا رزق تم تک جائز وحلال وسائل وذرائع سے پہنچے) اور رزق پہنچنے میں تاخیر تمہیں اس بات پر نہ اکسائے کہ تم گناہوں کے ارتکاب کے ذریعہ رزق حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگو کیونکہ جو چیز خدا کے پاس ہے اس کو اطاعت وخوشنودی ہی کے ذریعہ پایا جا سکتا ہے۔'' (بغوی)

اپنے آپ کو ایک کے حوالے کر دو تو وہ ایک، ایک ایک کو ہمارے حوالے کر دے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اس جہاد میں شریک تھے جو نجد کے اطراف میں ہوا تھا اور جب رسولِ خدا ﷺ جہاد سے فارغ ہوئے، تو جابر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی واپس ہوئے (اسی سفر کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک دن) صحابہ رضی اللہ عنہم دوپہر کے وقت ایک ایسے جنگل میں پہنچے جس میں کیکر کے درخت زیادہ تھے، چنانچہ رسولِ خدا ﷺ (صحابہ کے ساتھ) وہیں اتر پڑے اور تمام لوگ درختوں کے سایہ کی تلاش میں ادھر اُدھر پھیل گئے اور رسولِ خدا ﷺ بھی کیکر کے ایک بڑے درخت کے نیچے فروکش ہو گئے اور اپنی تلوار کو اس درخت کی ٹہنی میں لٹکا دیا۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ہم لوگ سو چکے تھے کہ اچانک ہم نے سنا کہ رسولِ خدا ﷺ ہمیں آواز دے رہے ہیں، چنانچہ ہم لوگ (اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر) آپ کے پاس پہنچے، تو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک دیہاتی کافر موجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے (ہمارے جمع ہونے پر) ارشاد فرمایا ''یہ دیہاتی اس وقت جب میں سو رہا تھا، مجھ پر میری

تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے فوراً جواب دیا: میرا خدا مجھے بچائے گا۔ حضور ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ کہی اور اس دیہاتی کو کوئی سزا نہیں دی، پھر آپ بیٹھ گئے۔" (بخاری، مسلم)

اور اس روایت میں جس کو ابوبکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے یہ الفاظ ہیں کہ اس دیہاتی نے (آنحضرت ﷺ پر تلوار سونت کر) کہا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ بچائے گا۔ (یہ سنتے ہی) دیہاتی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضور ﷺ نے تلوار کو اٹھا لیا اور فرمایا: (اگر میں تمہیں قتل کرنا چاہوں تو بتاؤ) تمہیں کون مجھ سے بچائے گا۔ دیہاتی نے جواب دیا کہ آپ بہترین (تلوار) پکڑنے والے ہو جائیں (یعنی آپ مجھے معاف کر دیں) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ دیہاتی نے کہا: مسلمان تو نہیں ہوتا البتہ آپ سے یہ عہد ضرور کرتا ہوں کہ میں نہ خود آپ سے لڑوں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑیں گے۔ بہر حال آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا اور جب وہ دیہاتی اپنی قوم میں پہنچا تو کہنے لگا کہ میں تمہارے درمیان ایک ایسے شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو سب سے بہتر انسان ہے۔

(بخاری)

بلاشبہ انسان کے دل کے لیے ہر جنگل میں ایک شاخ ہے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بلاشبہ انسان کے دل کے لیے ہر جنگل میں ایک شاخ ہے (یعنی انسان کے دل میں رزق کے اسباب و ذرائع اور اس کے حصول کے تعلق سے طرح طرح کی فکریں اور غم ہیں) پس جس شخص نے اپنے دل کو ان شاخوں کی طرف متوجہ رکھا (یعنی اس نے اپنے دل کو ان تفکرات اور غموں میں مشغول و منہمک رکھا) تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ اس کو کس جنگل میں ہلاک کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔" (ابن ماجہ)

رزق بندے کو تلاش کرتا ہے

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رزق بندے کو تلاش کرتا ہے، جس طرح انسان کو اس کی موت ڈھونڈتی ہے۔" (ابو نعیم)

آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کے نام پر دنیا کے طلب گار ہوں گے ان کا انجام پڑھیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: "آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کے نام پر دنیا کے طلب گار ہوں گے (یعنی دینی و اخروی اعمال کے ذریعہ دنیا کمائیں گے) اور لوگوں کے سامنے نرمی ظاہر کرنے کے لیے دنبوں کی کھال کا لباس پہنیں گے (تاکہ لوگ انہیں عابد و زاہد، دنیاوی نعمتوں سے بے پرواہ اور آخرت کے طلب گار سمجھ کر ان کے مرید و معتقد ہوں) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے دل کی طرح (سخت) ہوں گے" اللہ تعالیٰ (ایسے لوگوں کو تنبیہ کرنے کے لیے) فرماتا ہے: "کیا یہ لوگ میری طرف سے مہلت دیے جانے کی وجہ سے فریب میں مبتلا ہیں یا یہ لوگ میری مخالفت پر کمر بستہ ہیں؟ پس میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً ان لوگوں پر انہیں میں سے کچھ لوگوں کو فتنہ اور بلا کی شکل میں مسلط کر دوں گا جو بڑے

سے بڑے دانشور اور عقلمند شخص کو بھی عاجز و حیران کر دیں گے۔" (ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ایک ایسی مخلوق پیدا کی ہے جس کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں ہیں اور جس کے دل ایلوے سے زیادہ تلخ ہیں۔ پس میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یقیناً ان پر ایسی بلائیں نازل کروں گا جو بڑے سے بڑے دانشور و عقل مند شخص کو بھی حیران و عاجز بنا دیں گی۔ کیا وہ لوگ مجھے دھوکہ دیتے ہیں یا مجھ پر جرأت و دلیری دکھاتے ہیں؟" (ترمذی)

آخر زمانہ میں ایسی جماعتیں پیدا ہوں گی جو ظاہر میں تو دوست ہوں گی مگر باطن میں دشمن ہوں گی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "آخر زمانہ میں ایسی جماعتیں پیدا ہوں گی جو ظاہر میں تو دوست ہوں گی مگر باطن میں دشمن ہوں گی۔" عرض کیا گیا: "یا رسول اللہ! ایسا کیونکر اور کس سبب سے ہوگا؟" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایسا اس وجہ سے ہوگا کہ ان میں سے بعض بعض سے غرض و لالچ رکھیں گے اور بعض بعض سے خوف زدہ ہوں گے۔" (احمد)

شرک خفی مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم لوگ آپس میں مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آ کر ہمارے درمیان تشریف فرما ہو گئے۔ (پھر ہماری بات چیت سن کر) فرمانے لگے کہ "کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں نہ بتلاؤں جو میرے نزدیک تمہارے حق میں مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔؟" ہم نے عرض کیا: "ہاں یا رسول اللہ۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وہ چیز شرک خفی ہے۔ (اور شرک خفی یہ ہے کہ مثلاً) ایک آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور اپنی نماز میں زیادتی کرتا ہے، محض اس لیے کہ کوئی شخص اس کو نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے۔" (ابن ماجہ)

نو باتوں کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرے رب نے مجھ کو نو باتوں کا حکم دیا ہے:

① ظاہر اور پوشیدہ ہر حالت میں اللہ سے ڈرنے کا۔
② غصہ اور ناراضگی کی حالت میں راستی و درست بات کہنے کا۔
③ غریبی اور مالداری کی حالت میں میانہ روی اختیار کرنے کا۔
④ اور جو میرے ساتھ بدسلوکی کرے اس کے ساتھ میں نیک سلوک کروں۔
⑤ جو مجھے محروم رکھے، اس کو میں داد و دہش سے نوازوں۔
⑥ اور جو شخص مجھ پر ظلم کرے اس سے درگذر کروں۔
⑦ اور میری خاموشی فکر ہو۔
⑧ میرا بولنا ذکر ہو۔
⑨ اور میرا دیکھنا عبرت ہو، نیز میرے رب نے مجھے یہ بھی حکم دیا ہے کہ میں نیکی کی تلقین کرتا رہوں۔ (رزین)

قرب قیامت میں شر و فساد کرنے والا عقلمند شمار ہوگا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قیامت اس وقت تک نہ آئیگی یہاں تک کہ دنیا میں سب سے بڑا اقبال مند وہ شخص ہوگا جو کمینہ اور احمق ہے اور کمینہ کا بیٹا ہے۔" (ترمذی، بیہقی)

کون سے گناہ پر کونسا عذاب آتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "جب کوئی قوم مال غنیمت میں خیانت کرنے لگتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے دلوں میں دشمن کا رعب وخوف پیدا کر دیتا ہے۔

جس قوم میں زنا کاری پھیل جاتی ہے اس میں اموات کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس کا رزق اٹھا لیا جاتا ہے (یعنی برکت ختم کر دی جاتی ہے یا اس قوم کو حلال رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے)۔

جو قوم ناحق احکام جاری کرنے لگتی ہے، ان کے درمیان خون ریزی پھیل جاتی ہے، اور جو قوم اپنے عہد وپیمان توڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔" (مالک)

یہودیوں کا درخت کونسا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے نہ لڑیں گے، چنانچہ (اس لڑائی میں) مسلمان یہودیوں کو بہت قتل کریں گے، یہاں تک کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپتا پھرے گا اور درخت یہ کہے گا: اے مسلمان! اے خدا کے بندے! ادھر آ، میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے اس کو مار ڈال۔ مگر غرقد کا درخت (ایسا نہ کہے گا) کیوں کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔" (مسلم)

کعبہ کا خزانہ ایک حبشی نکالے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "تم حبشیوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو تاوقتیکہ وہ تم سے کچھ نہ کہیں اور تم سے تعرض نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کعبہ کا خزانہ ایک حبشی ہی نکالے گا جس کی دونوں پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔" (ابوداؤد)

سب سے پہلے ختم ہونے والی مخلوق ٹڈی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس سال وفات پائی اس سال ٹڈیاں گم ہو گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹڈیوں کے گم ہونے کی وجہ سے سخت غمگین اور متفکر ہوئے (کہ کہیں ٹڈیوں کا مکمل خاتمہ تو نہیں ہو گیا) پھر انہوں نے ایک سوار یمن کی طرف، ایک سوار عراق کی طرف اور ایک شام کی طرف بھیجا تاکہ وہ لوگوں سے دریافت کریں کہ آیا کسی شخص نے کہیں کچھ ٹڈیاں دیکھی ہیں۔ چنانچہ جس سوار کو یمن بھیجا گیا تھا وہ ایک مٹھی ٹڈیاں لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان کے سامنے وہ ٹڈیاں ڈال دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹڈیاں دیکھیں تو (خوشی سے) اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، پھر فرمایا: "(میں ٹڈیوں کے مکمل خاتمہ سے اس لیے متفکر اور پریشان ہو گیا تھا کہ) میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے:

خداوند بزرگ وبرتر نے حیوانات کی ہزار قسمیں پیدا کی ہیں۔ ان میں چھ سو (۶۰۰) دریا میں ہیں اور چار سو (۴۰۰) جنگل میں ہیں اور جب قیامت آنے کو ہو گی تو ان میں سے سب سے پہلے ٹڈیاں ہلاک ہوں گی پھر جب ٹڈیاں ہلاک ہوں گی تو حیوانات کی دوسری قسمیں بھی اسی طرح پے در پے ہلاک ہونا شروع ہو جائیں گی، جس طرح موتیوں کی لڑی ٹوٹنے پر موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں۔" (بیہقی)

رکعت چھوٹنے کی چار شکلیں اور ان کے پورا کرنے کے طریقے

سوال: اگر ایک رکعت چھوٹی ہو تو اس کو کس طرح پورا کریں؟

جواب: اگر آپ کی ایک رکعت چھوٹی ہو، تو اس طرح پوری کریں۔ امام کے ساتھ آپ سلام نہ پھیریں۔ جب امام دونوں طرف سلام پھیر چکے، تو آپ کھڑے ہو جائیں۔ یاد رکھیں امام کے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کا کھڑا ہونا ٹھیک نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ امام سجدہ سہو کا سلام پھیر رہا ہو۔ آپ کی جو رکعت چھوٹی ہے وہ پہلی رکعت تھی۔ آپ اس کو پہلی رکعت کی طرح پڑھیں یعنی پہلے ثنا (سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ) پڑھیں۔ امام کے پیچھے تو آپ سورۂ فاتحہ وغیرہ نہیں پڑھتے لیکن چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرتے وقت سورۂ فاتحہ (الحمد) اور اس کے ساتھ کوئی سورت یا قرآن کی تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھیں۔ باقی نماز عام نماز کی طرح پوری کریں۔

سوال: اگر دو رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں، تو کس طرح پوری کریں؟

جواب: ان کو پورا کرنے کا طریقہ بہت آسان ہے۔ بس عام نمازوں کی طرح آپ کو دو رکعت پڑھنی ہیں، لیکن یہ رکعتیں آپ تنہا نماز کی طرح پڑھیں گے یعنی آپ پہلی رکعت میں ثنا، الحمد وغیرہ پڑھیں گے اور دوسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھیں گے۔ اگر ظہر، عصر اور عشاء کی نماز ہے، تو آپ نے جو دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہیں وہ تیسری اور چوتھی رکعتیں تھیں، اب آپ کو پہلی اور دوسری رکعت پڑھنی ہے۔ بہت سے لوگ امام کیساتھ ملنے والی آخری دو رکعتوں کو اپنی پہلی دو رکعتیں سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں اور اس وجہ سے چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرتے وقت ان میں سورت نہیں ملاتے جس سے ان کی نماز نہیں ہوتی۔

سوال: اگر تین رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں، تو کس طرح پوری کریں؟

جواب: تین رکعتیں چھوٹنے کی صورت میں ان کو پورا کرتے وقت عام طور پر لوگ غلطیاں کرتے ہیں، لہٰذا اس کو اہتمام سے سمجھنے کی کوشش کریں تین رکعتیں چھوٹنے کی صورت میں آپ پہلے چھوٹی ہوئی پہلی رکعت پڑھیں گے یعنی سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے آپ کھڑے ہو جائیں گے اور سب سے پہلے ثنا پڑھیں گے، پھر تعوذ (اعوذ باللہ) اور تسمیہ (بسم اللہ) کے بعد سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) اور اس کے ساتھ کوئی سورت پڑھیں گے۔ اور ایک رکعت پوری کر کے قعدہ میں بیٹھیں گے اور صرف التحیات والی دعا پڑھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اب آپ اپنی چھوٹی ہوئی دوسری رکعت پڑھیں گے یعنی اس میں الحمد کے ساتھ سورت ملائیں گے۔ اس رکعت کو پوری کر کے آپ اپنی تیسری رکعت پڑھیں گے جس میں صرف الحمد پڑھی جائے گی۔ (امام کے ساتھ آپ کو جو رکعت ملی تھی وہ چوتھی رکعت تھی) لہٰذا اس تیسری رکعت کو پورا کرنے پر آپ کی چاروں رکعت مکمل ہو جائیں گی، اب آپ قعدہ اخیرہ میں بیٹھیں گے جس میں التحیات کے ساتھ آپ دونوں درود شریف (اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ) اور دعا (اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ـــ) پڑھ کر سلام پھیریں گے، لیجئے آپ کی نماز مکمل ہو گئی۔

سوال: اگر چار رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں تو کس طرح پوری کریں؟

جواب: چاروں رکعتیں چھوٹنے کی صورت میں آپ ان کو چار رکعت کی تنہا فرض نماز کی طرح پڑھ کر پوری کریں یعنی پہلی رکعت میں ثنا، سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھیں گے، دوسری میں سورۂ فاتحہ و سورت اور تیسری اور چوتھی میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھیں گے۔

سوانح .... حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ

وطن، ولادت اور زمانۂ طفولیت

آپ کا وطن پالن پور سے پانچ کلومیٹر گاؤں "گٹھامن" ہے۔ آپ کے والد کاروبار کی غرض سے بمبئی میں رہتے تھے، نام وزیر الدین تھا۔ آپ کی پیدائش بمبئی میں ۱۵۔ ستمبر ۱۹۲۹ء اتوار کا دن گزر کر رات ۱۲ بجے یعنی پیر کی رات میں ہوئی اور نام محمد عمر رکھا گیا۔ آپ نے سات سال کے بعد حنفیہ اسکول بمبئی میں داخلہ لیا۔ اس کے ایک سال کے بعد آپ کے والد وزیر الدین بن نصیر الدین کھروڈیہ کا انتقال ہو گیا اور آپ یتیم ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ آپ کے گھریلو حالات تنگی ترشی سے گزر رہے تھے۔ مگر جب باری تعالیٰ کسی کو نوازنا چاہتا ہے، تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتے ہیں۔ آپ کی تربیت کا سبب قوی آپ کی والدہ تھیں۔ آپ کے محلہ میں ایک مریم خالہ رہتی تھیں۔ وہ بھی پارسا تھیں اور مشکوٰۃ شریف تک تعلیم لی ہوئی تھیں۔ مولانا کی والدہ مریم خالہ کی صحبت میں رہتیں اور ان سے دین وایمان کی باتوں کو سنا کرتیں جس سے بدرجہ اتم فکر آخرت اور خوف خدا پیدا ہو گیا تھا۔ اسی فکر آخرت اور خوف خدا سے اپنے بیٹے کو آراستہ کرنے کی تا حین حیات کوشش کرتی رہیں۔ آپ فرماتے ہیں: کہ والدہ اگرچہ پڑھی ہوئی نہ تھیں مگر میرے بارے میں ان کی تمنا تھی کہ میں عالم بنوں۔ اور فرماتے: کہ والدہ کو قرآن تو میں نے پڑھایا مگر مجھے قرآن پر والدہ نے ڈالا۔ ہر دن دین وایمان کی کوئی نہ کوئی بات ذہن نشیں کراتیں۔ بچپن ہی میں انبیاء علیہم السلام کے قصے جو قرآن پاک میں ہیں والدہ سنایا کرتیں اور قیامت کی ہولناکی سے ڈراتیں۔ ایک مرتبہ والدہ نے فرمایا: کہ قبر میں دو فرشتے آئیں گے اور تین سوالات کریں گے۔ تین سوالات بھی بتائے اور اس کے جواب بھی۔ پھر دوسرے موقع پر قبر کے عذاب سے ڈرانا شروع کیا، تو آپ نے والدہ سے فرمایا: کہ مجھے فرشتوں کے سوالات اور جوابات یاد ہو گئے ہیں تو جواب میں والدہ نے فرمایا: کہ قبر میں چمڑے کی زبان کام نہ دے گی، وہاں عمل کی زبان جواب دے گی، پس تم عمل کرو اور حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے؟ مجھے بھی بتاؤ چونکہ میں تو ان پڑھ ہوں اور تم اب پڑھنے لگے ہو۔ اور والدہ فرماتیں: بیٹا! غیبت کرنا چاہو تو میری کر لیا کرنا کہ بات گھر کی گھر میں رہے، تیری نیکیاں مجھ کو ملیں۔ آپ فرماتے کہ منشا غیبت سے ڈرانا اور بچانا تھا۔ اس لیے کہ آدمی بڑا بھولا بھالا ہے، دشمن کی غیبت کر کے اس کو اپنی نیکیاں دے دیتا ہے۔ اور والدہ فرماتیں: کہ صدقہ سے بلا دور ہوتی ہے اور دینے والا ہاتھ ہمیشہ اوپر رہتا ہے۔ آپ بچپن میں جب والدہ سے دین کی بات سنتے تو سلیم الفطرت ہونے کی بناء پر پورا تاثر لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے آپ خود بیان فرماتے ہیں: کہ میری والدہ نے قیامت کا منظر کھینچا کہ آسمان ٹوٹے گا اور زمین ہلے گی وغیرہ وغیرہ۔ رات میں میں فرش پر سویا تھا اور چھوٹا بھائی چار پائی پر، خواب میں میں نے قیامت کا منظر دیکھنا شروع کیا۔ اتفاق سے چھوٹا بھائی چار پائی سے مجھ پر گرا۔ میں نے چلانا شروع کر دیا کہ قیامت آ گئی اور حساب دینا پڑے گا۔ والدہ نے چراغ جلایا اور فرمانے لگیں کہ عمر تم کیوں روتے ہو چھوٹا بھائی ہی تو گرا ہے؟ آپ آنکھیں بند کیے روتے ہوئے کہتے جاتے قیامت آ گئی، گویا بچپن ہی سے خوف خدا اور خوف قیامت آپ کے رگ وریشہ میں جا

گزیں ہو گیا تھا۔

آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ مریم خالہ سے ایک حدیث سنی جس میں فرمایا گیا ہے: کہ جو قرآن سیکھ لے، تو اس کے والدین کو تاج پہنایا جائے گا، جو نور کا ہوگا۔ حدیث سن کر آپ کی والدہ روئیں اور فرمایا: بیٹا! تو تو قرآن پڑھ لے اور بخاری شریف پڑھ لے۔ والد صاحب نے فرمایا: کہ اماں اسکول کی تعلیم کا کیا ہوگا؟ اماں نے کہا کہ کچھ بھی ہو، بس تو علم الٰہی حاصل کر لے۔

اسکول کی تعطیلات اپنے وطن گٹھامن میں

بہر حال آپ کی والدہ اسکول کے زمانہ میں جو بچپن کا زمانہ ہے آپ کی تربیت فرماتی رہیں اور پانچ سال اسکول کے پورے فرما کر ۱۹۴۲ء کو تعطیلات گزارنے کے لیے آپ والدہ کے ہمراہ اپنے وطن گٹھامن میں آئے۔ انہی دنوں میں مولانا عبدالحفیظ صاحب جلال پوری (یوپی) مدرس ہو کر گٹھامن میں آئے۔ نہایت مخلص اور زاہد تھے۔ جب مدرسے میں مولانا کی والدہ نے آپ کو بھیجنا شروع کیا تو استاد نے آپ کی ذہانت و فطانت دیکھ کر آپ کے ساتھ خصوصی محنت کی اور ایک ہی سال میں پچاس کتابیں پڑھ ڈالیں۔ جب سالانہ امتحان کا موقع آیا تو پالن پور سے حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ امتحان کے لیے تشریف لائے۔ جب آپ کی پڑھی ہوئی کتابوں کا امتحان لیا، تو آپ اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ اس پر مولانا نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے متعجب ہو کر معلوم کیا کہ کس کا لڑکا ہے؟ والد چونکہ غیر معروف تھے۔ تو آپ کے دادا حاجی نصیرالدین کھر وڈیہ کا نام لیا گیا کہ ان کا پوتا ہے، تو آپ پھڑک اٹھے اور یہ پھڑک کیوں نہ ہو۔ حاجی نصیرالدین کھر وڈیہ وہ ہیں جب مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علاقے میں اصلاح کا کام جاری فرمایا، تو ان خطرناک حالات میں حاجی نصیرالدین گٹھامن کے ان چار حضرات میں سے تھے، جنھوں نے دین وایمان کی صحیح راہ کو سب سے پہلے اپنایا تھا اور مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معاونت میں دست راست بنے رہے تھے۔ مولانا نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی نصیرالدین صاحب کی قربانی یاد آ گئی اور اس قربانی کا ثمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ زہد واخلاص سے متصف مولانا عبدالحفیظ صاحب جن کی تنخواہ اس وقت بیس روپے تھی، اپنے ہمراہ اپنی دو چھوٹی اولاد بھی لائے تھے۔ ہر جمعہ کو پالن پور پیدل (پانچ کلومیٹر دور) جاتے اور ضروری سامان کے ساتھ چھ عدد مولی بھی لاتے، جو ان کے ہفتہ بھر کے سالن کا کام دیتیں۔ چھ مولی الماری میں قفل لگا کر رکھ دیتے اور ہر روز ایک مولی کا سالن بناتے۔ اس طرح پورا ہفتہ نکالتے۔ آپ کے استاد ایک مرتبہ خارج اوقات میں مسجد میں حوض کے کنارے بیٹھ کر ہدایۃ النحو کا سبق پڑھا رہے تھے کہ استاد زادہ عبدالحسیب جو چھوٹا بچہ تھا، آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا بھوک لگی ہے، ابا گھر جلدی چلو نہیں تو سب سینگلی کھا جاویں گے یعنی مولی سب کی سب کھا جاویں گے۔ استاد بیس روپے لے کر نہ صرف یہ کہ مدرسے کے اوقات کے پابند تھے بلکہ خارج اوقات میں بھی پڑھایا کرتے تھے، شاگرد کے پڑھنے کا شوق و ذوق مخلص استاد کو پڑھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری والدہ نے حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پانچ روپے بطور ہدیہ بھیجے، تو رونے لگے اور پانچ روپے واپس کر دیئے اور فرمایا: کہ میں محمد عمر پر اپنی آخرت کے لیے محنت کر رہا ہوں۔ درمیان سال میں مولانا عبدالحفیظ صاحب اپنے وطن جانے لگے تو دادی صاحبہ کو پیغام بھیجا کہ میں آپ کے لڑکے کو اپنے ہمراہ اپنے وطن لے جانا چاہتا ہوں تا کہ اس کی پڑھائی کا نقصان نہ ہو۔ والدہ کی تمنا عالم بنانے کی تھی ہی۔ لہٰذا اس تنگی ترشی کے زمانے میں پچاس روپے بطور قرض لے کر والد صاحب کو عنایت کیے اور آپ اپنے استاذ کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔

دنیا قدموں میں آئے گی...

انہیں دنوں میں ممبئی سے رشتہ دار آپ کی والدہ کے پاس پہنچ کر ذہن سازی کر رہے تھے کہ اسکول کی تعلیم میں اس کا نتیجہ اچھا ہے۔ ۲۶۔ رانی چھاپ سکہ انعام میں مل چکا ہے، پھر یہ مدرسہ کی تعلیم پڑھا کر مولوی مُلّا بنا کر کیا کرو گی؟ آپ کی والدہ نے فرمایا: کہ تم لوگ دنیا دنیا کیا کرتے ہو، دنیا تو اس کے قدموں میں آئے گی، انشاء اللہ۔ الغرض والد صاحب اپنے استاذ کے ہمراہ ان کے وطن روانہ ہو گئے اور استاذ نے پانچ چھ مہینے پڑھایا اور اس کے بعد آپ کو پہلی مرتبہ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخل فرمایا۔ آپ کا امتحان داخلہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لیا اور آپ کو مطلوبہ کتابیں کنز الدقائق وغیرہ مل گئیں۔ ان دنوں آپ نے علم دین کی تحصیل میں خوب محنت کی یہاں تک کہ بائیس گھنٹے آپ پڑھتے صرف دو گھنٹے آرام کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی صحت متاثر ہوئی اور آپ کو تپ دق (ٹی بی) کا مرض لاحق ہو گیا۔ سالانہ امتحان سے فراغت کے بعد آپ ممبئی کے لیے واپس ہوئے۔ یہ واپسی ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔ ممبئی میں کچھ مدت کے بعد ایک چلہ کی جماعت میں مرکز دہلی پہنچے۔ اس وقت حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھانپ لیا اور آپ کو مشورہ دیا کہ ممبئی میں رہ کر تعلیم پوری کرو۔ آپ اس سفر میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے۔ آپ نے ممبئی میں اپنے کچھ کاروباری شغل کے ساتھ مدرسے میں تعلیم جاری رکھی۔ ہر موقع پر آپ کے لیے باری تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دیا، جو ہر وقت آپ کی رہبری کرتا۔ والد صاحب ابتداء ہی سے اپنے بڑوں کی بات دھیان میں لے کر عمل پیرا ہونے کے خوگر تھے اور اسی میں آپ کی ترقی کا راز مضمر تھا۔ باری تعالیٰ کی طرف سے ہر آن اسباب و وسائل جاری و ساری ہیں مگر ہر آدمی جدوجہد اور توفیق کے بقدر مستفید ہوتا ہے۔

ممبئی میں دینی تعلیم اور نکاح

آپ کا نکاح ۳ رمئی ۱۹۴۶ء کو ہوا اور رخصتی ۵ رمئی ۱۹۵۰ء جمعہ کو عمل میں آئی۔ بہر حال حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے سے آپ نے ممبئی میں رہتے ہوئے درسیات کی تعلیم اور مطالعہ جاری رکھا۔ آپ نے جلالین شریف کے سال میں بیان القرآن کا مکمل مطالعہ کر لیا۔ منگلی کندوری مسجد میں ۱۹۵۲ء میں امامت اختیار فرمائی۔ ان دنوں آپ ہفتے میں مسلسل چھ دن پڑھنے میں مشغول رہتے اور ایک دن گھر جاتے۔ والدہ کو گھر میں دین و ایمان کی باتیں سناتے۔ اس وقت والدہ فرماتیں: ”تمہاری بات آج میں اکیلی سن رہی ہوں، مگر ایک وقت ہوگا کہ تم سے لاکھوں انسان دین و ایمان کی باتیں سنیں گے۔“ آپ کی والدہ کی دونوں پیشین گوئیاں باری تعالیٰ نے آپ کے حق میں من و عن پورا کر کے دکھادیں، پہلی پیشین گوئی یہ تھی کہ دنیا تیرے قدموں میں آئے گی اور دوسری یہ کہ دین و ایمان کی بات تجھ سے لاکھوں انسان سنیں گے۔ حضرت والد صاحب اس سلسلے میں فرمایا کرتے کہ جو بھی دین و ایمان کی محنت اخلاص اور استقلال سے کرے گا، خدا اس کو دنیا پیر پڑی دیں گے اور جو دین و ایمان کی محنت نہ کرے گا، اس کو بھی دنیا ملے گی مگر سر چڑھی ملے گی (یہ الفاظ بذات خود والد صاحب کے ہیں) اور آپ کی پوری زندگی اس کی شاہد عدل ہے۔

آپ کا تعلیمی سلسلہ جاری تھا جب کہ آپ کے گھریلو حالات پریشان کن تھے، مگر آپ عزم و ہمت کے پہاڑ بنے ہوئے ہمہ تن پڑھنے میں منہمک رہے۔ آپ نے ”مشکوٰۃ“ کے سال میں ”مظاہر حق“ کا مکمل مطالعہ کیا۔ گاہے گاہے تبلیغی کام میں عملاً شریک ہو کر چلے وغیرہ بھی لگاتے۔

چار ماہ کے لیے تبلیغی جماعت میں

اسی اثناء مرکز دہلی سے ایک جماعت جس کے امیر قاری عبدالرشید خورجوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، بمبئی پہنچی تھی۔ اس نے آپ کی تشکیل چار ماہ کی کی۔ آپ چار ماہ کے لیے تیار ہو گئے اور جماعت کے ہمراہ اپنے بستر کے ساتھ اسٹیشن پہنچے۔ آپ کے رشتہ داروں کو معلوم ہوا، تو وہ بھی اسٹیشن پہنچ گئے اور والد صاحب کے گھریلو حالات کی تنگی ترشی بتا کر جماعت میں جانے کا ارادہ ملتوی کرنے پر مجبور کیا مگر اس جماعت کے ایک ساتھی (منشی انیس ادارۂ اشاعت دینیات) نے والد صاحب کو ایک طرف لے جا کر فرمایا: کہ نبیوں والا کام کرو گے، تو خدا تمہیں ضائع نہیں کرے گا بلکہ خدا تم کو بھی چمکائے گا اور تمہاری قوم کو بھی چمکائے گا۔

مطلق آں آواز حق از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

''وہ مطلق آواز شاہ حقیقی کی ہوتی ہے اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو''۔

والد صاحب نے بالآخر عزم مصمم کر لیا اور بستر لے کر جماعت کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ والد صاحب فرماتے ہیں: کہ میرے یہ چار مہینے آج تک پورے نہیں ہوئے اور خدا کرے پورے نہ ہوں۔ باری تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا بھی قبول فرمالی اور تاحین حیات اسی راہ میں مشغول رہے حتیٰ کہ اللہ ہی کے راستہ میں وقت موعود آپہنچا۔

بہر حال یہ جماعت کام کرتے کرتے جب مرکز دہلی پہنچی، تو یہاں آپ کے مربی اور محسن حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا: کہ اب تو مجموعہ تعلیم پوری کرلو۔ چونکہ آپ کی تعلیم مشکوٰۃ تک ہوئی تھی اور دورۂ حدیث باقی تھا۔ والد صاحب جماعت کا وقت پورا فرما کر بمبئی پہنچے۔ آپ کی اس ساری نقل و حرکت میں بہت سے حوادثات پیش آئے حتیٰ کہ آپ مقروض بھی ہو چکے تھے۔ بال بچوں کا بھی سوال تھا مگر فکر آخرت اور امت کا درد پیدا ہو گیا تھا اور تعلیم کو پورا کرنا بھی ضروری سمجھتے تھے۔ چونکہ یہی تمنا آپ کی مشفقہ والدہ کی تھی اور یہ تمنا آپ کے مربی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی۔ آپ کی والدہ صاحبہ فراش اور چلت پھرت، بینائی و شنوائی سے معذور ہو چکی تھیں۔ ہر اعتبار سے حالات شدیدہ کا سامنا تھا۔ اس کے باوجود تعلیم کے لیے آپ نے سفر کا ارادہ فرمالیا اور والدہ سے اجازت لی۔ والدہ نے فرمایا: بیٹا! ہم کو چھوڑ کر جاؤ گے؟ فرمایا: اللہ کے دین کو سیکھنے جا رہا ہوں۔ والدہ نے فرمایا: جاؤ بیٹا۔ آپ کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور آپ اللہ کی ذات پر توکل کرتے ہوئے تکمیل کے لیے دیوبند روانہ ہو گئے۔

دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

ممبئی سے دہلی مرکز کی مسجد میں پورے رمضان کا اعتکاف کر کے آپ دارالعلوم دیوبند میں دوسری مرتبہ ۱۱ رجون ۱۹۵۵ء کو داخل ہوئے۔ داخلہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور مطلوبہ درجہ (دورۂ حدیث) مل گیا۔ اس وقت دارالعلوم دیوبند میں یگانۂ روزگار اساتذہ موجود تھے۔ خصوصاً شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ آپ کے بخاری شریف کے استاذ تھے۔ آپ تعلیم میں ہمہ تن مشغول ہو گئے مگر اپنے مربی حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت پیش نظر رہتی تھی کہ تمہیں تعلیم بھی حاصل کرنا ہے اور تبلیغ بھی کرنا ہے۔ تبلیغ میں اس قدر منہمک نہ ہونا کہ تعلیم کا نقصان ہو اور تعلیم میں بھی اس قدر مشغول نہ ہونا کہ تبلیغ کا نقصان ہو۔ آپ نے اس نصیحت کے پیش نظر اپنے وقت کی ترتیب اس طرح جمائی کہ ہر ہفتہ میں چار گھنٹے تبلیغ کے لیے فارغ کرتے اور ہفتہ بھر کے کام کی ترتیب

ان چار گھنٹوں میں جمادیتے۔ اس طرح آپ کے دونوں مشغلے جاری رہتے۔ اس وقت دار العلوم کیا، پورے ملک میں تبلیغ کا عمومی ماحول نہ تھا۔ اس لیے بعض طلبہ آپ کا مذاق اڑاتے تھے۔ مگر آپ لومة لائم کی پرواہ کیے بغیر تعلیمی اور تبلیغی دونوں کام انجام دیتے رہے۔ طلبہ کا عمومی ذہن یہ تھا کہ تبلیغ میں، غبی لگتے ہیں یا ذہین لگ کر غبی بن جاتے ہیں۔ جب سہ ماہی امتحان کے نتائج برآمد ہوئے، تو آپ اعزازی نمبرات کے ساتھ دورۂ حدیث شریف میں اول نمبر پر کامیاب ہوئے۔ طلبہ اس کے بعد آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور تبلیغ کا کام خوب لیا۔

والدہ کی وفات

جب آپ کی والدہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئیں، تو رشتے داروں نے کہا کہ دیو بند سے محمد عمر کو بھی بلالیں، تو فرمانے لگی: نہیں نہیں! اسے نہ بلاؤ۔ دین کے کام میں گیا ہوا ہے۔ میں تو خالی ہاتھ ہوں ہی، وہی ذریعہ آخرت بنے گا اور اگر اللہ مجھ سے پوچھے گا کہ کیا لائی ہو؟ تو میں کہوں گی ایک چہیتے بیٹے کو تیرے راستے میں چھوڑ آئی ہوں جسے میں نے تیرے لئے جدا کیا ہے۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو والدہ نے فرمایا: کہ مجھے خوشبو آرہی ہے حالانکہ ناک کان مدت سے ماؤف ہو چکے تھے۔ اس کے بعد والدہ نے سلام کیا اور مسکرائیں پھر بیہوش رہیں۔ ہوش آنے پر گھر والوں نے معلوم کیا کہ اماں! آپ نے کس کو سلام کیا تھا اور کیوں مسکرائی تھیں؟ تو فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹے محمد عمر کو دو فرشتوں کے درمیان دیکھا، تو اس نے سلام کیا اور بیٹے کو دیکھ کر مسکرائیں۔ اس کے بعد یہ عابدہ، زاہدہ خاتون دنیا کی تنگی ترشی برداشت فرما کر اپنے پیارے بیٹے کو فکر آخرت میں سنوار کر اللہ کے حوالے کر کے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ (رحمها الله رحمةً واسعة)

رحلت کا دن ۱۴۔ دسمبر ۱۹۵۵ء ہے۔ آپ نے اپنی والدہ کی خواب میں زیارت کی۔ آپ نے معلوم کیا کہ اماں! آپ کہاں ہو؟ تو عربی میں جواب دیا "انا في الجنة" میں جنت میں ہوں اور فرمانے لگیں: تم نے مجھے حج نہیں کرایا۔ اسکے بعد آپ نے اپنی والدہ کی طرف سے حج کروایا اور ایصال ثواب کیا۔

بعض عورتیں پورے گھرانے میں دین لانے کا سبب بنتی ہیں

آپ فرماتے ہیں کہ بچپن میں میری والدہ ہر وقت مجھے ساتھ رکھتیں اور رات میں بھی جدا نہ کرتیں اور دین وایمان کی باتوں کو خوب سناتیں اور لمبی نماز پڑھاتیں اور لمبی دعا کرتیں اور خدا کا مالک وخالق ہونا سمجھاتیں۔ ایک مرتبہ محلہ میں ایک گھر فروخت ہوا، تو والدہ نے مجھ سے معلوم کیا کہ کس کا گھر فروخت ہوا ہے؟ جواب میں فرمایا: کہ اس گھر کا مالک پارسی تھا۔ میرے منہ سے مالک کا لفظ سن کر والدہ ناراض ہو گئیں کہ مالک تو خدا ہے، تم نے پارسی کو مالک کیوں کہا۔ بالآخر مریم خالہ کی سفارش وگذارش سے میری والدہ راضی ہوئیں۔ یہ تھا آپ کی والدہ کا زمانہ طفولیت میں انداز تربیت جو ہمارے لیے باعث عبرت ہے۔

جسے تو غم سمجھتا ہے خزانہ ہے مسرت کا
جسے تو چشم تر کہتا ہے سر چشمہ ہے رحمت کا

وقت کی قدر وقیمت

آپ کی طالب علمی کا زمانہ بھی نہایت تنگی ترشی سے گزر رہا تھا۔ چراغ جلانے کے لیے تیل نہ ہوتا، تو اس زمانے میں سڑک کی

لالٹین کی روشنی میں مطالعہ کرتے۔ اپنا کوئی وقت ضائع نہ ہونے دیتے حتیٰ کہ رشتے دار مدرسے میں آتے، تو آپ کے منہ سے إنا للہ نکل جاتا کہ اب وقت ضائع ہوگا۔ جب کوئی ساتھی مدرسہ دکھانے والا ل جاتا، تو خوشی ہوتی کہ ضیاع وقت سے حفاظت ہوگئی اس قدر وقیمت کی بناء پر ششماہی امتحان میں بھی اعزازی نمبرات حاصل کیے۔ مولانا اس کی وجہ بیان فرماتے تھے۔ کہ پرچوں کے جوابات میں حاشیئے اور شروحات کی بات کو بھی خوب لکھتا۔ اس کے علاوہ ان احادیث کے جوابات میں حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سنی ہوئی علمی باتوں کو موقع بموقع جوڑ دیتا اور یہ باتیں ممتحن کے لیے نئی چیزیں ہوتیں۔ اس طرح سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبرات کے ساتھ نمبر دوم پر دورۂ حدیث میں کامیاب ہوئے اور ۸/اپریل ۱۹۵۶ء میں فراغت حاصل فرمائی۔

لاکھوں انسانوں کو دین وایمان کی بات سنانے کی ایک کامیاب مثال

ہندوستان اور بیرونی ممالک میں ہونے والے بڑے اجتماعات میں تقریباً آپ کا بیان خاص طور پر طے ہوتا اور لاکھوں انسان جمع کر دین وایمان کی باتیں سنتے اور آپ کی دین وایمان کی باتیں کامل اخلاص اور درد کے ساتھ ولولہ انگیز ہوتیں۔ ہزاروں انسانوں کی زندگیاں بن جاتیں اور ہزاروں فسق وفجور والے راستے سے تائب ہوتے اور ہزاروں مردہ دلوں کو روح کا سامان مل جاتا اور ہزاروں انسان اپنے جان ومال کو اللہ کے راستے میں لگانے کا عزم مصمم کرتے اور بڑی تعداد میں نقد نکلتے تبلیغی جدوجہد کے لیے بیرونی ممالک میں اکیاسی مرتبہ تشریف لے گئے اور حج بیت اللہ کے لیے بیس مرتبہ۔ آپ کی یہ نقل وحرکت مختلف مقامات کے لیے اور بیانات تقریباً چالیس سال تک پورے عالم اسلام میں ہوتے رہے۔ بعض مرتبہ کئی کئی لاکھ کا مجمع سننے والا ہوتا۔ اس قدر بیانات اور مقامات اور سننے والوں کی تعداد تاریخ میں بہت کم ملتی ہے، کہ ایک شخص واحد نے بے شمار انسانوں کو دین وایمان کی بات سنائی اور پہنچائی ہو:

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

یہ اسفار اور انتھک جدوجہد اور اس کے نتیجہ میں دین کی نسبت پر انسانوں کی نقل وحرکت کسی انسان کے بس میں نہیں ہے جب تک کہ خدا کی مدد شامل حال نہ ہو۔ یہ آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی جو باری تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں صادر فرمائی اور خدائی وعدہ ہے:

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾

جو بھی احیاء دین وایمان کی محنت کرے گا، خدا اس کی مدد کرے گا مگر درد واخلاص کے بقدر فیض یاب ہوگا۔ آپ کی ذات میں امت کا بے پناہ درد، خدا کی طرف سے ودیعت فرمایا گیا تھا۔ دین وایمان کی دعوت کے بغیر آپ کی بے قرار طبیعت کو قرار نہ آتا تھا۔ آپ اکثر وبیشتر بیانات میں یہ شعر ترنم کے ساتھ والہانہ انداز میں پڑھتے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

بھوکوں کو کھانا کھلا دینا اور ننگوں کو کپڑا پہنا دینا اور کسی حاجت مند کی حاجت کو پورا کر دینا یہ بھی درد دل میں داخل ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر درد دل کا عمل جو ہوسکتا ہے، وہ یہ ہے کہ انسانوں کو جہنم کے راستے سے ہٹا کر جنت کے راستے پر لایا جائے اور ان کی ابدالآباد کی زندگی کی فکر وکڑھن پیدا کی جائے، یہی درد اور فکر وکڑھن انبیاء علیہم السلام دنیا میں لے کر مبعوث ہوئے تھے اور یہی شیوہ نائبین انبیاء کا رہا ہے۔

یہ درد امت آپ میں فزوں تر تھا جس کی بناء پر پورے عالم اسلام میں کئی معذوریوں کے ساتھ چلت پھرت کر کے پوری امت میں دین وایمان کے پیدا کرنے کی جدوجہد فرمائی اور تاحین حیات اس جدوجہد میں کمی گوارانہ فرمائی۔

اجتماعات میں آپ کے بیانات کی نوعیت

آپ بیان کی ابتداء میں خطبہ مسنونہ پڑھتے۔ خطبہ کے شروع ہوتے ہی مشغول اور منتشر حضرات مانوس آواز سن کر اجتماع گاہ کی طرف پروانہ وار دوڑتے ہوئے جمع ہو جاتے اور بیان کے ختم تک مؤدب بیٹھے رہتے۔ عموماً آپ کے بیانات میں قرآنی قصص جن میں خدا کی مان کر زندگی گزارنے والوں کی کامیابی اور نہ ماننے والوں کی تباہی کا ذکر ہوتا، نیز جنت اور جہنم کا ذکر بھی تفصیلی ہوتا۔ جنت کا ذکر اس طرح فرماتے جیسے جنت پوری آرائش وزیبائش کے ساتھ آپ کے سامنے موجود ہے۔ آپ اس کی نعمتوں کو دیکھتے ہوئے بیان فرمارہے ہیں۔ اثناء بیان میں آیات قرآنیہ اپنے مخصوص خوبصورت الحان کیساتھ تلاوت فرماتے، تو پورے مجمع پر ایک کیف کا سا بندھ جاتا اور ایسا معلوم ہوتا جیسا کہ قرآن دل میں اترتا جارہا ہے۔ اس کے بعد توحید و معرفت کی باتوں کو محسوس مثالوں سے سمجھاتے اور خدا کی قدرت کو واشگاف بیان کرتے۔ الغرض تمام خوبیوں کا جامع بیان ہوتا، جس سے عوام وخواص یکساں طور پر مستفید اور محظوظ ہوتے اور گاہے یہ شعر بھی پڑھتے۔

در فیض محمد ﷺ وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

اجتماع اور آپ کی ذات لازم وملزوم تھے۔ اجتماع کا نام آتے ہی آپ کی ذات کا تصور دل ودماغ میں آجاتا تھا۔ ملک کے کسی گوشے میں بڑا اجتماع ہوتا، تو آپ کا بیان ضرور ہوتا۔ بیان میں حقائق ومعارف کی بڑی باتیں سیدھی سادی محسوس مثالوں سے عام طور پر لاکر بیان کرتے۔ سن کر ہر آدمی اپنے اندر روحانی کیفیت محسوس کرتا۔ ایک نووارد اس قدر ضرور متاثر ہوتا، کہ وہ کم سے کم دعوت کے کام سے منسلک اور مانوس ہو جاتا۔ آپ کو بیان کا منجانب اللہ خصوصی ملکہ عنایت ہوا تھا۔ آپ ابتدائے بیان میں دین کا شوق وذوق پیدا فرما کر رغبت پیدا فرمادیتے اور اپنی جان ومال کو دین کے کام کے لیے بے قیمت جتلا کر اللہ کی راہ میں کھپانے کو مقصد زندگی ثابت کرتے تھے۔ اس طرح پورے مجمع کی ذہن سازی فرما کر اخیر بیان میں شوق وذوق کے ساتھ جوش بھی دلاتے، جس سے اللہ کی راہ میں نکلنا آسان ہو جاتا اور اجتماعی تشکیل میں ایسا انداز اختیار فرماتے، جیسا فرداً فرداً آپ تشکیل فرمارہے ہیں۔ ہر آدمی اپنی جگہ متفکر ہو جاتا، نام لکھوانے والوں کی ہمت افزائی کرتے اور خصوصی دعاؤں سے نوازتے اور اس وقت پوری بشاشت میں آجاتے۔ جس قدر زیادہ نام آتے اسی قدر آپ کی خوشی میں اضافہ ہوتا رہتا۔ لاکھوں بندگان خدا خدا کی راہ میں نکل کر اپنی پچھلی زندگیوں سے تائب ہوتے اور صحیح راہ پر گامزن ہوتے اور آپ کی پوری زندگی کی نقل وحرکت سے صاف محسوس ہوتا، جیسا کہ آپ اسی کام کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ حقیقت بھی یہی تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی آپ نے دعوت کے کام کو اپنا لیا تھا اور پوری زندگی یہی ایک مشغلہ رہا۔ یہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ آپ کے پاس ملنے والے خصوصی حضرات ہوں یا عام لوگ، ضرور ان کو اس کام کی دعوت دیتے۔ حسب موقع کم سے کم تین دین کی تشکیل کرتے۔ اس قدر گنجائش نہ ہوتی، تو ایک رات دن کی اور یہ بھی نہ ہوتا، تو صبح کا بیان سن کر جانے کے لیے آمادہ کرتے۔ شب وروز عمومی اور خصوصی طور پر یہی دعوت دین کا مشغلہ تھا۔ فرماتے: کہ قرون اولیٰ میں یہی دعوت کا کام مہتم بالشان اور اصل اصول کے درجے پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ

رضی اللہ عنہم نے دعوت کے کام کو اپنالیا اور پوری دنیا پر چھا گئے۔ اگر آج بھی امت مسلمہ اس کام کو اصولی طور پر اپنا لے، تو خدائی وعدہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں پورا ہوا، آج بھی وہی وعدہ ہے۔ خدا اپنے فضل وکرم سے دینی اور دنیوی سرسبزی اور شادابی پیدا فرمادیں گے۔ آپ کی فکر وکڑھن اور جدوجہد کے نتیجہ میں باری تعالیٰ اس کام کو پھیلانے اور سمجھانے کی نئی نئی راہیں آپ کو ودیعت فرماتا تھا۔ آپ اسی انداز سے امت مسلمہ کی رہبری فرماتے تھے۔

آپ کی زندگی کے آخری ایام

آپ کا آخری حج ۱۹۹۷ء میں ہوا تھا۔ آخری حج بیت اللہ کے سفر سے واپسی ۲۹ راپریل ۱۹۹۷ء کو بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ میں ہوئی۔ آپ کی طبیعت عرصہ سے علیل چل رہی تھی۔ کبھی صحت کبھی علالت رہتی تھی، مگر آپ عزم وہمت کے پہاڑ تھے۔ کسی قدر صحت غالب دیکھتے۔ اپنے معمول کے مطابق بیان وغیرہ جاری رکھتے۔ ان دنوں میں حضرت مولانا کے وطن (گٹھامن) کے احباب واعزہ مرکز بستی حضرت نظام الدین میں تشریف لائے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ گٹھامن میں اجتماع جو مشورے سے طے ہوا تھا اس میں آپ کی شرکت ہوجائے۔ انکے اصرار پر حضرت مولانا گٹھامن اجتماع کے لیے روانہ ہوئے۔ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے احمد آباد اور پھر احمد آباد سے بذریعہ کار کاکوسی "مدرسہ نذیریہ" میں پہنچے۔ یہاں آپ کا مختصر بیان ہوا۔ جس میں ابتدائی طالب علمی کے دور کی باتیں بیان فرمائیں۔ اس کے بعد آپ اپنے وطن گٹھامن پہنچے۔ تین دن کا اجتماع تھا۔ الحمد للہ طبیعت اچھی رہی۔ اعزہ واقرباء سے ملاقات ہوئی۔ گاؤں اور علاقے کے تمام حضرات سے تعارف کے ساتھ ملاقات کی حتیٰ کہ آپ اپنے بچپن کے ہندو ساتھیوں سے بھی ملے اور انہیں دعوت بھی دی۔

آپ کا اہل وطن اور قوم سے آخری خطاب عام

یہ تقریباً ۷ارمئی ۱۹۹۷ء کی تاریخ تھی۔ آپ کی وفات سے تقریب چار روز پہلے اپنے گاؤں گٹھامن میں قوم سے آخری خطاب فرمارہے تھے۔ کسے خبر تھی کہ دین وایمان کی روشنی پھیلانے والا آفتاب عنقریب غروب ہونے والا ہے۔ آپ نے اس بیان میں ابتدائی بیرونی اسفار کی کارگزاری پر روشنی ڈالی تھی اور اسلام اور مسلمانوں پر جو حالات آئے اس کی مثال میں دور صدیقی کے حالات دہرائے تھے اور اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس طرح عمل کیا۔ ہمیں بھی ان حالات میں یہ اعمال اختیار کرنے ہیں۔ اس پر مفصل روشنی ڈالی تھی، قوم وملت کا ہمدرد اور غمگسار یہ آخری خطاب فرما کر ہمیشہ کے لیے عنقریب رخت سفر باندھنے والا ہے۔ سوائے علام الغیوب کے کوئی نہ جانتا تھا۔ بیان کے بعد حسب معمول پورے جوش اور شوق وذوق کے ساتھ پورے مجمع کی تشکیل فرمائی اور اللہ کی راہ میں نکلنے والوں اور ارادہ کرنے والوں کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔ اور اخیر میں پورے مجمع کو بلند آواز سے تین بار السلام علیکم کہا۔ سب نے بیک زبان، وعلیکم السلام، سے جواب دیا اور دعا میں یہ الفاظ بھی فرمائے: کہ یا اللہ! اب میں ضعیف اور کمزور ہوچکا ہوں۔ یہ مجمع بڑی مشکل سے وجود میں آیا ہے، یا اللہ! تو اس مجمع کی حفاظت فرما، اس بندۂ خدا کو درد تھا اور چاہت تھی، تو یہ کہ ہر حال میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ اللہ کی راہ میں نکلیں اور قوموں اور ملکوں میں چلت پھرت کر کے بے دینوں اور بے طلبوں کو دین کی دعوت دے کر جنت والے راستے پر لے آویں۔ یہی ایک فکر اور کڑھن تھی۔ مرتے مرتے کر گئے اور کرتے کرتے مر گئے۔ بہرحال چار روز کے بعد بذریعہ کار گٹھامن سے احمد آباد آئے اور پھر دہلی کے لیے روانگی ہوئی اور دہلی مرکز (بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ) پہنچے۔ صبح کو یوم عاشورہ پر معمول کے مطابق بیان ہوا۔ ۱۰۔ ۱۱۔ اور ۱۲۔ محرم ۱۴۱۸ھ کو مدراس کے اجتماع کے لیے سفر درپیش تھا۔ پہلے گنگوارہ ضلع ایٹہ میں اجتماع تھا۔ اس میں شرکت کے لیے

بذریعہ کار جانا طے ہوا تھا۔ ۲۱ مئی ۱۹۹۷ء کو صبح کے وقت میں نماز پڑھی اور خادم سے فرمایا: کہ اب مجھے گاڑی میں بٹھادیا جائے تاکہ میری وجہ سے دوسروں کو انتظار کی تکلیف نہ ہو۔ آپ کے ارشاد کے مطابق گاڑی میں سوار کر دیا گیا مگر آپ کی طبیعت میں خاموشی زیادہ تھی۔ بہر حال سفر شروع ہوا۔ آپ کے ہمراہ اس سفر میں دو خادم تھے۔ آپ کی گاڑی خورجہ پہنچی۔ یہاں پہنچ کر دعا کرانا طے تھا۔ یہاں پہنچ کر والد صاحب نے استنجا کیا۔ آپ کی ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ کچھ کھانے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔ فرمایا: مجھے دوا کھلا کر گاڑی میں بٹھادو۔ جب آپ کو کہا گیا کہ گھنٹہ بھر آرام فرمالیں اور بعد میں آجاویں۔ اس پر والد صاحب نے فرمایا: کہ میں اکیلا رہنا نہیں چاہتا، قافلے سے الگ کہاں رہوں گا، مجھے تو ساتھ لے چلو۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد خادم نے آپ کی حالت زار دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت! میں تو آپ کو مرکز (بستی حضرت نظام الدین) واپس لے چلتا ہوں۔ فرمایا کہ نہیں قافلہ والوں سے بات نہیں ہوسکی ہے۔ حالانکہ آپ کی طبیعت میں بے انتہا کمزوری محسوس ہوتی تھی اس لیے خادم نے کہا کہ قافلہ والوں کو میں اطلاع کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں تاکہ انتظار کی تکلیف نہ ہو اور میری وجہ سے پریشانی نہ ہو۔ یہ آپ کی آخری دن سے پہلے والے دن کی باتیں ہیں۔ اس قدر تکلیف اور معذوری میں بھی دوسروں کو معمولی تکلیف دینا بھی گوارہ نہ کیا۔ جب خادم نے کہا کہ علی گڑھ فون کر کے خبر دے دی گئی ہے، تب فرمایا: کہ واپس چلو اور جلدی کرو۔ یہ خورجہ سے آخری سفر کی واپسی ہو رہی ہے۔ جہاں سے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ کا تبلیغی ابتدائی سفر ہوا تھا اور جس جماعت کے امیر نے آپ کے ابتدائی چار ماہ کی تشکیل کی تھی، وہ بھی اسی خورجہ کے رہنے والے تھے یعنی قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دونوں کی قبریں بھی پاس پاس بنی ہوئی ہیں۔

دین وایمان کا نور اور روشنی پھیلانے والا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا

خورجہ سے واپسی میں سیدھا آپ کو ہسپتال لے جایا گیا۔ علاج ومعالجہ کے بعد دوسرے دن افاقہ ہونے کی وجہ سے صبح گیارہ بجے بستی حضرت نظام الدین لایا گیا۔ محبین نے فرط محبت اور دیدار کی خوشی میں آپ کو ہاتھوں ہاتھ اٹھالیا اور آپ کے حجرے میں لٹایا گیا۔ کیا معلوم تھا اس دنیا کے جیل خانے سے طائر لاہوتی اپنا قفس چھوڑنے والا ہے۔ سب لوگ آپ کی صحت یابی پر مسرور تھے۔ آپ آرام فرمارہے تھے۔ تقریباً بارہ بجے دین وایمان کا نور پھیلانے والا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا واخلف لنا خیراً منہ

۲۲ مئی ۱۹۹۷ء کا دن امت مسلمہ کے لیے یہ عظیم حادثہ تھا۔ بجلی کی مانند خبر اطراف عالم میں پھیل گئی۔ اس حادثے نے بے شمار انسانوں کے دلوں کو تڑپا دیا۔ یہ امت مسلمہ کا عظیم غم خوار راتوں کو اٹھ کر خدائے بے نیاز کے سامنے گھنٹوں رونے والا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا سچا درد رکھنے والا اور امت کی بے دینی پر کڑھنے والا اور دین وایمان کا نور پھیلانے والا آفتاب آناً فاناً غروب ہوگیا اور امت اپنے عظیم محسن سے محروم ہوگئی اور پوری دنیا ماتم کدہ بن گئی۔ بازار بے رونق ہوگئے، چہار سو اداسی چھاگئی اور ہر جانب سے معتقدین اور عاشقین جوق در جوق آخری دیدار کے لیے آنے لگے۔ ہر ایک اس مسافر آخرت کا آخری دیدار کر کے ذکر ودعا اور تلاوت میں مشغول ہوگیا۔ کوئی آہ وفغاں کر رہا تھا کہ آہ ہمارا پرسان حال رہبر اب کون بنے گا۔ ایسا رہبر کامل، جو اللہ کی طرف اس خوش اسلوبی سے لے چلے، جس طرح یہ مرد مجاہد چلتا رہا۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب اور حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ سب کے سب یکے بعد دیگرے رحلت فرما ہوئے، تو غم خواری اور تسلی دینے والا موجود تھا، جس

نے پوری امت کی خیر خواہی کی اور دعوت کے کام کی سطح کو سنبھالا اور بڑھایا بھی۔ آج یہ بھی داغ مفارقت دے گیا۔ ہر ایک مغموم اور حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ مگر قضائے الٰہی پر رضا کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ عشا کی نماز تک بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گلی کوچے انسانوں سے بھر چکے تھے۔ ازدحام کثیر ہونے کی بناء پر نماز جنازہ ہمایوں کے مقبرہ کے بالمقابل پارک میں ہوئی پھر وہاں سے پنج پیراں قبرستان میں جنازہ پہنچا، جہاں ایک چھوٹے سے حصۂ زمین میں ایک طرف مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے، دوسری جانب قاری عبدالرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خورجوی کی اور تیسری جانب منشی بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اور درمیان میں پوری دنیا کو بہانگ دہل اللہ کی بات پہنچانے والا تھکا ماندہ مسافر خود خاموش ہو کر سو گیا۔ رحمهم الله رحمةً واسعةً

تعزیت نامے

احباب شوریٰ رائے ونڈ کی طرف سے تعزیت نامہ

بقلم جناب عبدالوہاب صاحب دامت برکاتہم

دن کے ڈیڑھ بجے حادثۂ فاجعہ کی خبر مل گئی تھی، انا للہ وانا الیه راجعون۔ ان لله تعالٰی ما اخذ وله ما اعطی، وکل شیء عنده باجل مسمّٰی۔ ہم سب کو بہت دلی صدمہ ہوا۔ سب اسی وقت اعمال اور دعائے مغفرت میں لگ گئے۔ ظہر کے بعد مدرسہ میں قرآن شریف پڑھے گئے۔ ایک ہی مجلس میں سترہ قرآن ختم ہو گئے۔ اب تک ایصال ثواب کا سلسلہ جاری ہے۔ ان کے جانے سے امت مسلمہ کا عموماً اور اہل تبلیغ کا خصوصاً بڑا نقصان ہوا۔ اللّٰھم اجرنا فی مصیبتنا ھذہ واخلف لنا خیرًا منه۔ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں تبلیغی محنت میں شامل ہوئے اور بتدریج قربانی کے ساتھ آگے بڑھتے رہے، پھر اسی محنت کے ہو گئے اور مرکز بستی حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی بہار بن گئے اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بیان کی ذمہ داری بھی انہی پر آگئی اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ جس شوریٰ کے حوالے کام کر کے گئے، اس شوریٰ میں وہ بھی شامل تھے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغی محنت کو چلانے اور بڑھانے کے لیے جن حضرات سے کام لیا ہے، وہ ان میں سے ایک تھے۔ ہمارے یہاں سالانہ اجتماع میں وہی رونق تھے۔ مولانا تو اب جا چکے اور ان کے جانے پر صدمہ ہونا ایک طبعی چیز ہے، صبر اور ایسے موقع پر حوصلے اور ہمت سے کام لینا اور رضا بر قضاء مومن کی شان ہے، جب ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت کر رکھی ہے، جن سے ہمیں جان، مال، آل اولاد، عزیز و اقارب، اساتذہ و مشائخ سے بھی زیادہ محبت ہے، تو ہمیں حضرت مولانا کی جدائی کو احسن طریقے سے برداشت کر لینا چاہیے۔ ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خاص لطف و کرم کا معاملہ فرمائیں۔ بال بال مغفرت فرمائیں، اعلیٰ درجات سے نوازیں اور آپ کے سب پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائیں۔ ان کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو جن برکتوں اور رحمتوں سے نوازر ہے تھے، اب بھی ان سے نوازتے رہیں۔ اللّٰھم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده واغفرلنا وله۔ جس اللہ تعالیٰ نے نبوی محنت کو اس زمانے میں

شروع فرما کر یہاں تک پہنچایا اور اس محنت کی ترقی میں مولانا مرحوم کو ذریعہ بنایا، اسی نے مولانا مرحوم کو صفاتِ مطلوبہ سے نوازا تھا اور وہی مولانا مرحوم جیسے صفات والے ہزاروں، لاکھوں افراد امت مسلمہ کو دے سکتا ہے۔ اسی مولائے کریم کی بارگاہ میں درخواست ہے کہ وہ اپنے خصوصی کرم سے اس تبلیغی محنت کی تکمیل فرمائے۔ اور اس کے ذریعہ سے سارے دین کو سارے عالم میں زندہ فرمائے اور اس کے لیے ساری امت مسلمہ کو قبول فرما کر صفات تبلیغ سے آراستہ فرمائے اور اہل تبلیغ کو مطلوبہ قربانیوں کے ساتھ تبلیغی محنت میں ظاہراً و باطناً ترقی کرنے والا بنائے۔

حضرات مرکز نظام الدین کی خدمت میں سلام مسنون اور مضمون تعزیت، اس وقت آپ سب کے دل شکستہ ہیں اور آپ کی دعائیں قبولیت کا خاص درجہ رکھتی ہیں، ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے تعزیت

منجانب مولانا مرغوب الرحمان صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کا یہ اجلاس حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور بارگاہ خداوندی میں حضرت مرحوم کی مغفرت اور ترقی درجات کے لیے دعا گو ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری مرحوم دارالعلوم دیوبند کے قدیم فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے تلامذہ میں تھے، زمانۂ طالب علمی ہی سے اپنی نیک سیرت، جدوجہد، مقصد سے لگن اور صالحین سے تعلق کی بناء پر مشہور تھے۔

طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ شدید بیماری کے سبب ترک تعلیم پر مجبور ہو گئے تھے۔ لیکن مقصد سے بے پناہ دلچسپی کے سبب کئی سال کی بیماری کے بعد پھر طلب علم میں لگ گئے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد موصوف تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو گئے اور پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کر دی، اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں بڑی تاثیر عطا فرمائی تھی۔ ان کی تقریروں سے ہزاروں انسانوں کی زندگی میں انقلاب آیا اور اس طرح وہ اکابر دیوبند کے مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لیے اپنی تمام توانائیوں کو صرف فرماتے رہے۔ موصوف کئی سال سے دارالعلوم تشریف لا کر اس مادر علمی کو خراج عقیدت پیش کرتے تھے اور دعوت وتبلیغ کے لیے طلبہ عزیز کی ذہن سازی فرمایا کرتے تھے۔ مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے فرزند قدیم اور مسلک دیوبند کے قدیم تبلیغی ترجمان کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتی ہے اور موصوف کے صاحب زادگان، اہل خاندان اور جملہ متعلقین خصوصاً تبلیغی جماعت کے احباب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتی ہے اور بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہے کہ وہ موصوف کی مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے اور ان کی خدمات کو قبولیت کا شرف عطا کرے۔ (آمین)

تعزیت نامہ

از طرف حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

آج ہی دوپہر کو سفر طویل سے واپسی ہوئی، عصر کے وقت اطلاع ملی کہ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کی رحلت ہوگئی ہے، بہت ہی صدمہ اور افسوس ہوا، اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے مدارج کو بلند فرمادیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشیں، داعیہ ہوا کہ فوری حاضری دوں مگر تعب اور تکان اتنا ہے کہ قریب کی مسجد میں بھی حاضری نہ دے سکا۔ اس لیے چند کلمات تحصیل ثواب تعزیت کے لیے معروض ہیں۔

تعزیت نامہ

از طرف حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عمر صاحب بے حد مخلص اور امت کا درد رکھنے والے اور عالم ربانی تھے، اللہ پاک نے مولانا مرحوم کو گونا گوں کمالات سے نوازا تھا، خود کو دین کے لیے وقف کر دیا تھا۔ رات دن ان کی زندگی کا ہر لمحہ دینی فکروں اور امت کے درد میں گزرتا تھا، متعدد امراض کے شکار تھے، مگر ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر وقت دینی کاموں میں مشغول رہتے، اپنی راحت آرام کو دین کے لیے قربان کر دیا تھا۔

مرحوم کو احقر سے للہ فی اللہ بڑی محبت تھی اور بہت ہی اخلاص سے ملتے تھے، حقیقت میں مجسم اخلاص تھے، روحانی طاقت اور تعلق مع اللہ کی قوت کارفرما تھی، ورنہ اتنے امراض کے باوجود اس قدر بڑی ذمہ داریوں کو سنبھالنا، انسانی طاقت سے باہر ہے، بس وہ دین ہی کے لیے زندہ تھے اور بیشک ﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ کے مصداق تھے، ان کی وفات ملت اسلامیہ کا حادثہ ہے اور موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ اللہ پاک ہم سب کی طرف سے مرحوم کو بہترین بدلہ عطا فرمائیں۔ بلند درجات نصیب فرمائیں اور مرحوم جن فکروں کو اور امت کا جو درد اپنے اندر رکھتے تھے، اللہ پاک ہمارے اندر بھی دین کی فکر اور امت کا درد نصیب فرمائے اور ہم سب کو بھی زندگی کے آخری لمحہ تک دین کے لیے قبول فرمائے۔ (آمین)

آپ سب حضرات سے عرض ہے کہ میرے لیے بھی ضرور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائیں اور وقت موعود پر حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔ اسی طرح میرے اہل وعیال واعزا واقربا ومتعلقین، خدام اور احباب سے بھی اللہ پاک راضی ہو جائیں اور سب کو ایمان واعمال صالحہ پر استقامت اور اسی پر حسن خاتمہ نصیب فرمائیں اور ہم سب کو اور پوری امت کو ایمان ویقین اور ہدایت عطا فرمائیں۔ (آمین)

تعزیت نامہ

از طرف حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فیروز پوری پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم معہد علمی کنز مرغوب پٹن (گجرات)

بعد تحیہ مسنونہ! بزرگان نظام الدین کے حالیہ سفر گجرات کے تذکرے ابھی زبانوں پر جاری ہی تھے، کہ اچانک یہ جان گداز اور روح فرسا خبر سنی کہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری جنہیں اب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے انتہائی رنج وقلق ہو رہا ہے، اپنے قلب سلیم، روح بیتاب، بے آزار طبیعت اور پاکیزہ شخصیت کے ساتھ خدا کے ہزاروں بندوں کو سوگوار اور اشکبار چھوڑ کر سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

کیا خبر تھی کہ مولاناؒ کے وطن میں ان سے یہ ملاقات اب آخری ملاقات ہوگی اور دعوت وتبلیغ اور ارشاد دین کا یہ چراغ جو عرصہ سے اپنی ناہمواری صحت اور طویل ضعف وعلالت کے سبب چراغ سحری ہو رہا ہے، گل ہونے کے قریب ہے اور یہ سلسلہ خیر وبرکت جلد ہی ختم ہونے والا ہے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا اخلاص وللّٰہیت، تعلق مع اللہ، دعوت کے کاموں میں انہاک واستغراق، ایثار وقربانی کی کیفیت، تواضع وانکساری اور پھر اسی راہ کی موت برسوں دل کو تڑپاتی اور ان کی یاد تازہ کرتی رہے گی۔

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾

خبر سنتے ہی معہد میں تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب کا خصوصی اہتمام کیا گیا اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے۔

اللھم اغفر له وارحمه وادخله جنان الفردوس عندك ونور قبرهٗ وبرد مضجعه ووسع مدخله وامطر عليه شابيب رحمتك۔ (آمین)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اظہار الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی پے در پے رحلت کے بعد اس نازک گھڑی میں اب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اٹھ جانا بظاہر "مرکز دعوت وتبلیغ" کے لیے ایک ایسا خلا ہے، جو بہت دور تک اور بہت دیر تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔ دعا ہے کہ رب رحیم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مغفرت ورحمت سے نوازے، ان کے درجات بلند فرمائے، تمام اعزا وپسماندگان، تمام مخلصین ومحبین نیز تمام کام کرنے والوں کو اس صدمے پر صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور دین کی محنت کے اس عالمی کام کی مکمل حفاظت فرما کر آپ تمام حضرات کی پوری پوری رہنمائی ودستگیری فرمائے۔ (آمین)

تعزیت نامہ

از احباب شوریٰ موریشش السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! اللہ جل شانہ آپ حضرات کے فیوض سے ہمیں مستفید فرمائے اور آپ حضرات کی زندگیوں میں برکت دے، آمین ثم آمین۔

کل صبح بعض احباب نے بذریعہ فون حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر سنائی، توثیق کے لیے ہم

نے ادھر ادھر فون کے ذریعہ پتہ لگایا، تو معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ امت کی رہبری میں ایک ایسی کمی واقع ہوئی کہ شاید پر نہ ہو سکے گی۔ حضرت نے ساری زندگی دعوت وتبلیغ میں گزاری اور امت کو ایک ایسا راستہ دیا جس پر چل کر امت منزل مقصود تک پہنچ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری امت کی طرف سے ان کو بہت بہت جزائے خیر دے اور جنت میں اعلیٰ مقام نصیب کرے (آمین)۔ ساری امت ان کی کمی محسوس کرے گی، خصوصاً ہم موریشش والے کم نصیب ہیں کہ اجتماع کی تاریخ مقرر ہونے کے بعد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار واستفادہ کرنے کا شدت سے انتظار کر رہے تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو جو کہ ساری امت ہے، صبر جمیل کی توفیق دے اور باقی رہنے والے حضرات اکابرین کی قدر اور ان سے استفادہ کی توفیق دے، آمین ثم آمین۔ شوریٰ موریشش کے سارے مسلمانوں بلکہ موریشش کے سارے مسلمانوں کی طرف سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان اور اکابرین کی خدمت میں تعزیت وسلام اور دعاؤں کی درخواست ہے۔ فقط والسلام

تعزیت نامہ

از مسجد وار جماعت چپاٹا زامبیا

محترم ومکرم مولانا محمد یونس صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون! حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر آج دوپہر کو ٹیلی فون کے ذریعہ ہوئی۔ اور پورا ملک مغموم ہو گیا۔ کس کس کی تعزیت کی جائے۔ لاکھوں دل سوگوار اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ وہ جو پوری امت کے سرمایۂ حیات تھے، جو عالم میں روشنی کے مینار تھے، جو لاکھوں دلوں میں بستے تھے، جو روزانہ شیریں بیان سے امت کے ہزاروں انسانوں کو دعوت کے نکات اور اصول بتلایا کرتے تھے، جنہوں نے اپنے لیے اور دوسرے لاکھوں انسانوں کے لیے فی سبیل اللہ سفر کرنا اپنا محبوب مشغلہ بنایا تھا، وہ زندگی بھر کا تھکا مسافر سارے قافلے کو چھوڑ کر منزل پر جا پہنچا، فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

رب رحیم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا کرے اور ان کے تمام پسماندگان کو خصوصاً اور محبین اور مخلصین کو عموماً اس شدید ترین صدمہ پر اپنی شایان شان صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور باقی ماندہ حضرات اکابر کی عمروں میں برکت نصیب فرمائے اور ان کا سایہ ہم سب پر اور پوری امت پر تادیر قائم فرما کر ہم سب کو اور تمام کام کرنے والوں کو بلکہ پوری امت کو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق ارزانی کرے، آمین وما ذالك على الله بعزيز۔

خصوصیات، صفات اور معمولات

اس کے نفس گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاک چمنستاں شرر آمیز

① دعوت دین کی بھرپور لگن کے ساتھ اصولِ دعوت کی پوری پوری رعایت فرماتے، حوصلہ شکن حالات میں نتائج سے بے پرواہ ہو کر دعوت دین کے عمل میں مشغول رہتے۔ تھکن اور اکتاہٹ کی پرواہ کیے بغیر، کسی شخص کو دین کی بات پہنچانے کا جہاں موقع مل جاتا

اسے غنیمت شمار کر کے پہنچا ہی دیتے۔ ساتھ ہی اصول کا بھی لحاظ فرماتے کہ داروغہ بن کر اس کے پیچھے پڑنے کے بجائے اپنی بات مؤثر انداز میں کہہ کر فارغ ہو جاتے۔ پھر جب دیکھتے کہ اس پر عمل نہیں ہوا، تو پھر موقع دیکھ کر خوبصورت انداز میں کہتے لیکن نہ مسلط ہونے کا طریقہ اختیار فرماتے اور نہ مایوس ہو کر بیٹھ جاتے۔

اور مخاطب کے ساتھ مشفقانہ لہجہ اختیار فرماتے جس میں اپنی برتری اور مخاطب کی تحقیر کا کوئی شائبہ نہ پایا جاتا اور دین کی بات کہنے میں موقع اور ماحول ایسا تلاش کرتے، جو مخاطب کے لیے زیادہ مؤثر ثابت ہو، نیز انداز بیان اور اسلوب ایسا اختیار فرماتے جو نرمی، ہمدردی اور دلسوزی کا آئینہ دار ہو، مخاطب آپ کے کمال اخلاص کی حلاوت محسوس کرتا اور اس کا دل بے اختیار پکار اٹھتا کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اس سے رضاء الٰہی اور کمال خیر خواہی کے سوا کچھ اور مطلوب و مقصود نہیں، لہٰذا وہ مستفید اور مطمئن ہو کر عمل پیرا ہو جاتا ؎

حکمت و دانائی و عشق ومحبت کا نشاں
پھونک دیتا تھا رگوں میں زندگی جس کا بیاں

④ والد صاحب دعوت دین کی نقل وحرکت کے لیے جس طرح دوسروں کی تشکیل کرتے تھے، خود بھی حسب ضرورت مرکز سے باہر رہتے تھے اور مہینوں باہر گزارتے تھے۔ حالانکہ مرکز میں آپ کی موجودگی بے حد ضروری تھی، تب بھی دعوت دین کی اہمیت کے پیش نظر ہندوپاک کے متعدد اجتماعات اور مدارس ومراکز کے خصوصی مجمعوں نیز افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ وغیرہ بیرونی ممالک کے دور دراز اسفار کرتے اور اجتماعات میں شرکت کرتے، حج کا فریضہ ادا کرنے کے بعد نفلی حج اور عمرے کے لیے جماعتیں لے لے کر کئی مرتبہ حجاز مقدس پہونچے اور وہاں مسلمانان عالم کے اجتماع سے بھر پور دینی مقاصد حاصل کیے ملکوں کے لیے وہاں سے جماعتیں روانہ کیں، مقدس مقامات میں دنیا کے مسلمانوں کے لیے عموماً اور ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے خصوصاً فلاح وعافیت اور روحانی ترقی کے لیے دعائیں کیں اپنی فکر کامل اور سعی بلیغ کے ذریعہ عالم اسلامی سے خصوصی ربط پیدا کر کے ملکوں میں دعوت دین کی نت نئی راہیں کھولیں ؎

کون نکلے گا خدا کی راہ میں دیوانہ وار
دیں کی خاطر ٹھوکریں در در کی اب کھائے گا کون
آسمان زہد و تقویٰ پیکر حسن ویقین
اب ہمیں راہ توکل آہ سمجھائے گا کون

④ ممالک عرب وعجم میں دعوت دین کی اس قدر اشاعت ہو جانے اور آپ کی شخصیت مشہور اور مقبول ہو جانے کے بعد بھی کبھی آپ نے خود تو کیا کسی دوسرے کو بھی اجازت نہ دی کہ خصوصیت کے ساتھ ان کی شخصیت کی طرف دعوت دی جائے یا اجتماعات میں ان کے بیانات کا اعلان کیا جائے بلکہ ہمہ دم اللہ کی مخلوق کو اس کے خالق اور خالق کے کام کے ساتھ جوڑنے کی جد وجہد فرماتے رہے۔ امت کے مختلف طبقات کو باہم قریب کرنے کی جو تعلیم آپ دیتے تھے۔ خود آپ کی ذات اس کا بہترین نمونہ تھی۔

ایک مرتبہ اہل مجلس نے دیکھا کہ آپ نے حدیث پڑھانے والے اپنے ایک معاصر ساتھی کے ہونٹوں کو بوسہ دیا اور فرمایا: کہ ان ہونٹوں سے ہر وقت قال اللہ قال الرسول کا ورد رہتا ہے۔ اس لائق ہیں کہ ان ہونٹوں سے برکت حاصل کی جائے۔

④ دعوت دین کی تحریک آپ کے آخری دور میں ہمہ گیر اور عالمگیر ہو جانے کی وجہ سے ہر خطے اور ہر ملک میں مسجد وار جماعت اور مشورہ کی جماعت بن چکی تھی۔ باہم مشورہ میں اختلاف اور انتشار کے نازک مواقع میں اختلافات کو خوش اسلوبی کے ساتھ اس طرح

رفع کرتے جس سے احباب میں پہلے کی بنسبت زیادہ میل محبت ہوجاتی اور کام کی مقدار بھی بڑھ جاتی۔ اگر کسی علاقے یا فرد میں بے اصولی ہوتی، تو اس پر فوری روک نہ لگاتے بلکہ حسن تدبیر کے ساتھ تدریجی طور پر ان کو اصول پر لے آتے، جس سے علاقے میں دعوت کا کام بھی قائم رہتا اور وہ فرد بھی کام سے جڑا رہتا اور اصول کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا۔ نیز بعض موقعوں پر امت کے فاسد خون کو نکالنے کے لیے نشتر ضرور لگاتے مگر اس کے بعد ان کے مرہم لگانے کا جو انداز ہوتا اس سے نشتر کی تکلیف جاتی رہتی۔

⑤ آپ کو اس بات کا کامل یقین حاصل تھا کہ ایمان ویقین کے بغیر امت مسلمہ میں کوئی تغیر اور انقلاب پیدا نہیں ہوسکتا ہے، اس کے بغیر کوشش کرنا اسلام کی روح اور اس امت کے مزاج کے خلاف ہے چونکہ اس امت نے قرن اول میں ایمان کے بل بوتے پر ہی کامیابی حاصل کی ہے اور بحر وبر پر چھا گئی ہے اور ایمان ہی کے کمزور ہونے سے اختلاف وانتشار میں مبتلا ہوکر اپنی جمعیت کھو بیٹھی ہے۔

لہٰذا آپ کے بیان کا موضوع ہی ایمان ویقین تھا اور یہ یقین رگ وریشہ میں پیوست ہوگیا تھا، لاکھوں کے مجمع کو پوری قوت اور دلسوزی کے ساتھ ایمان ویقین کی باتوں کو واشگاف بیان فرماتے۔ نیز آخرت پر یقین خدا کے وعدوں پر اعتماد، توکل، جنت وجہنم کا مؤثر تذکرہ، روح انسان کی حقیقت واہمیت، غیبی حقائق کا اثبات اور مادیت کا انکار، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگی اور ان کے بصیرت افروز نمونے، دعوت کی طاقت اور اس کی تاثیر وتسخیر، انہی باتوں پر آپ کا بیان مشتمل ہوتا تھا اور ہر طبقہ اور ہر حلقہ کو کوئی نہ کوئی پہلو ضرور متاثر کرتا تھا، اس میں آپ کے ایمان ویقین کی بھرپور کیفیت کا بھی دخل تھا۔

حضرت والد صاحب کو امت مسلمہ کے ہر طبقے اور ہر حلقے میں اللہ تعالیٰ نے مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی، لاکھوں آدمی آپ کے گرویدہ تھے، غیر ممالک کے اہل درد وفکر بھی اس کی تمنا کرتے تھے کہ والد صاحب ان کے ملکوں میں تشریف لائیں اور اپنے انمول وشیریں بیانات سے مستفید اور محظوظ فرمائیں اور آپ سے استفادہ کو باعث فخر واعزاز محسوس کرتے تھے۔

⑥ اپنے تمام اکابر کے ساتھ خادمانہ اور نیاز مندانہ تعلق رکھتے تھے بالخصوص شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تو بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ ان بزرگوں کی جدائی سے والد صاحب کو جو صدمہ پہنچا تھا اس کو حد تحریر میں نہیں لایا جاسکتا ہے۔ آپ ان بزرگوں کے ساتھ کمال ادب واحترام اور تعظیم واکرام کا معاملہ فرماتے تھے۔ آج کے دور میں بزرگوں کے ساتھ یہ محبت، یہ خلوص، یہ جذبہ تعظیم وتکریم نایاب نہ سہی کمیاب ضرور ہے۔

⑦ آپ ان بزرگوں کے متعلقین کا بھی بڑا احترام اور اعزاز فرماتے نیز مرکز کے تمام رفقاء اور بیرون مرکز کے تمام کام کرنے والوں سے جن میں امیر وغریب، تاجر وکاشت کار اور ملازم، کالج اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ اسلامی مدارس کے معلمین اور متعلمین، ڈاکٹر اور انجینیر ہر طبقے کے افراد ہوتے، سب سے درجہ بدرجہ اکرام اور شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے۔ سب کام کرنے والوں کی طرف سے اپنا دل صاف رکھتے تھے اور اس کا پورا اہتمام کرتے تھے کہ اگر کسی کی کوتاہی معلوم ہوجاتی، تو حکمت عملی سے اس کا تدارک فرماتے اور اپنی کسی چوک پر بڑی ہو یا چھوٹی معافی طلب کرنے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے اور علماء دین سے استفادہ کرنے میں کسی طرح کا تکلف اور حجاب نہ فرماتے تھے۔

⑧ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن حفظ کرنے کے بارے میں استصواب فرمایا، تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: کہ دعوت کی مشغولی کے ساتھ نبھ جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی میں واقع ریاض الجنۃ میں حضرت

جی ؒ ہی سے حفظ قرآن کی ابتداء فرمائی اور دعوت کے شغل کے ساتھ چار سال کی مدت میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور اس کا ختم بھی حضرت جی ؒ کے پاس ریاض الجنۃ میں قرآن پاک کی آخری آیتیں سنا کر کیا۔ چونکہ آپ نے بڑی عمر میں حفظ قرآن کیا تھا اس وجہ سے اپنے عام بیانوں میں یہ بات فرماتے تھے کہ اکثر بچپن کے حافظ ہوتے ہیں اور میں پچپن کا حافظ ہوں۔

⑨ حضرت والد صاحب مرحوم کو قرآن پاک سے والہانہ تعلق تھا۔ جہاں موقع ملتا قرآن پاک کی تلاوت شروع فرما دیتے، اسی تعلق کی بناء پر دعوت و تبلیغ کی ہمہ گیر مشغولیت کے باوجود بڑی عمر میں حفظ قرآن پاک کی دولت بھی حاصل کر لی اور اپنے عمومی اور خصوصی بیانات میں خطبۂ مسنونہ کے بعد اور دوران بیان بڑے والہانہ انداز میں کیف و سرور کے ساتھ قرآن پاک کی آیتوں کی تلاوت فرماتے، ایسا محسوس ہوتا کہ وہ کہہ رہے ہیں۔

قرآن میں ہو، غوطہ زن اے مرد مسلمان

سادگی اور تواضع

آپ کی ذات میں سادگی اور تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جس زمانے میں آپ مرکز دہلی میں بغیر اہل وعیال کے تنہا قیام پذیر تھے، تو ایسے حجرے میں جہاں دو تین حضرات آپ کے ساتھ رہتے تھے آپ بغیر چار پائی کے نیچے فرش پر بستر لگا کر آرام کرتے، عام طالب علموں کی مانند بے تکلف رہتے۔ ملک اور بیرون ملک کی بڑی بڑی شخصیتیں آتیں، آپ اسی حجرے میں فرش زمین پر بیٹھ کر بے تکلف باتیں کرتے۔ فضل وکمال کے ہوتے ہوئے اس قدر سادگی اور تواضع واردین کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی۔ دنیوی چیزوں سے بے رغبتی کی وجہ سے بے خبری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ راقم الحروف بھی اسی مجلس میں تھا آپ نے اہل مجلس سے فرمایا: کہ میرا کرتا الٹا ہے یا سیدھا؟ سبھی نے جواب دیا کہ کرتا سیدھا ہے۔ اس سوال کی وجہ دریافت کی گئی، تو آپ نے فرمایا: سال گذشتہ میرا افریقہ کا سفر ہوا تھا۔ جب میں افریقہ کے ہوائی اڈے پر اترا تو وہاں کے احباب نے بتایا کہ مولانا کا کرتا الٹا ہے تو میں نے ہوائی اڈے پر ہی کرتا سیدھا کیا تھا۔ آج بھی میرا افریقہ کا سفر ہے، اس لیے معلوم کر رہا ہوں کہ سال گذشتہ کی طرح نہ ہو چونکہ آج کل کپڑوں کا الٹا سیدھا واضح نہیں ہوتا ہے۔

باوجود کمالات کے آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ کبھی اپنے آپ کو کسی دوسرے پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ملے رہتے تھے۔ کبھی اپنے لیے خصوصی امتیاز کے روادار نہ ہوئے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

من تواضع للّٰه رفعه اللّٰه

”جس نے اللہ کے لیے عاجزی کی اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے“۔

آپ اس حدیث کے صحیح مصداق تھے۔ آپ کی سادگی اور تواضع کے طفیل باری تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی عزت وعظمت کے انمٹ نقوش قائم فرمائے اور بے مثال محبوبیت عنایت فرمائی۔ خدائے پاک اس پیکر خلوص کے نقش قدم پر ہمیں بھی چلنے کی توفیق بخشے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست برجریدۂ عالم دوام ما

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

صبر وتحمل اور شفقت

آپ کی عمر کا اکثر حصہ دعوت دین کے عمل میں مصروف رہا ہے جس میں بہت سی ناہمواریوں اور ناگوار خاطر امور سے واسطہ پڑا مگر صبر وتحمل کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا، کبھی کوئی شکوہ، شکایت زبان پر نہ آئی۔ وقتِ ملاقات ومصافحہ بعض عوام الناس کی جانب سے خلاف طبع طرز عمل یا اپنی ضرورت کے اظہار کے لیے آپ کو بے موقع تکلیف دینے کے باوجود آپ نہایت تحمل اور خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے اور ان کی دلجوئی بھی فرماتے اور اطمینان سے سب کی بات سنتے اور فرماتے، غرباء اور مساکین کی دعاؤں سے میں چل رہا ہوں۔ کسی کو کیا خبر ان پر کیا گزرتی ہے اور ان کے احوال سن کر رو دیا کرتے اور اس وقت اپنی ابتدائی زندگی کی حالت بھی بیان فرماتے کہ میری والدہ محترمہ اگرچہ نادار تھیں مگر غرباء اور مساکین سے ہمدردی کرنے کو کہا کرتیں اور جتنا اپنے پاس ہوتا اسی میں سے دے دیا کرتیں۔ آپ بھی مستحق کی امداد کرتے۔ آپ خدمت خلق کو سب سے اعلیٰ عمل سمجھتے اور اس کا خوب خیال فرماتے۔ باقاعدہ مستحقین حضرات کی فہرست اور موقع بموقع ان کی امداد کرتے اور غریب طلبہ کی مدد کرتے۔ نیز علماء کرام کی خدمت میں ہدیہ پہنچانے کا بھی آپ کا معمول تھا۔

ایک مجلس میں ایک طالب علم جو آپ سے قرض کی کچھ رقم لے گیا تھا جب واپس ادا کرنے آیا تو آپ نے وہ رقم طالب علم ہی کو عنایت کر دی۔ اس کے بعد اہل مجلس سے فرمایا: نبیوں والا کام کرنا اور بنیوں والا حساب رکھنا مناسب نہیں ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بتسبیح وسجادہ ودلق نیست

”طریقت خدمت خلق کا نام ہے، تسبیح، مصلی اور گدڑی کا نام نہیں ہے“۔

اتباع سنت کا بہت اہتمام فرماتے، آپ کی زندگی سنت کی پیروی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کی پرتو تھی۔ ہر وقت اور ہر عمل میں ادعیہ مسنونہ وماثورہ کا خاص اہتمام فرماتے۔ آپ کی زندگی کا محبوب مشغلہ ہی احیاء سنت تھا۔ اپنے بیانوں میں سنت کی پیروی اور ہر ہر سنت کو زندہ کرنے کی پرزور دعوت دیتے تھے۔ خاص کر یہ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کی ایک ایک بات کا پورا کرنا اللہ کی مدد اترواتا ہے اور حضور ﷺ کی کسی ایک بات کا چھوٹ جانا اللہ کی غیبی مدد کا ہٹ جانا ہے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شب وروز کے اوقات معمولات سے گھرے رہتے۔ کوئی گھڑی ضائع کرنا گوارہ نہ فرماتے۔ صبح ڈھائی گھنٹے کا بیان اور کام سے متعلق امور کا مشورہ اور خطوط کے جوابات اور اوراد ومشاغل کے علاوہ کتابوں کے مطالعہ کے لیے بھی ضرور وقت نکالتے خصوصاً حیاۃ الصحابہ کے لیے فرماتے کہ اس کا کچھ حصہ ضرور مطالعہ کرتا ہوں اور میرا تجربہ ہے کہ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کے نشیب وفراز اور زندگی کے ہر پہلو پر واضح ہدایات کی وجہ سے تحریک دعوت کے قیمتی اصول مل جاتے ہیں۔ نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات وواقعات بڑی خیر وبرکت کا سبب ہیں۔ پوری امت کے لیے قابل تقلید نمونہ اور ذریعۂ نجات وبرکات ہیں۔ حضرت والد صاحب نے مرض الوفات میں مجھ سے فرمایا: کہ مرکز نظام الدین میں تقریباً پینتیس (۳۵) سال رہا ہوں اور مرکز کی بجلی اور پانی کو استعمال کیا ہے۔

لہٰذا میرے انتقال کے بعد پچاس ہزار روپے مرکز کے حساب میں جمع کرا دینا۔ اللہ کا شکر ہے کہ والد صاحب ؒ کی وصیت ہوئی اور اس مذکورہ رقم کو اسی وقت جمع کروا دیا۔

اپنے مقصد زندگی کی لگن اور دھن میں جہاں دعوت وتبلیغ کے لیے عالمی طور پر فکریں کرتے تھے وہیں اپنے گھرانے کی تربیت کی بھی فکر میں رہتے تھے۔ دعوت وتبلیغ کے لیے جہاں لوگوں کی خروج فی سبیل اللہ کے لیے تشکیل فرماتے رہے وہیں علم دین سے محروم علاقوں میں مکاتب اور مدارس کے زیادہ سے زیادہ قیام کے لیے بھی ہر ممکن کوشش وسعی فرماتے تھے اور اپنے اثر وتائید سے اس کار خیر کو ترقی وتقویت پہنچاتے تھے۔

والد صاحب کی خواہش تھی کہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین زندہ ہو اور فرماتے تھے دعوت دین کی جدوجہد کا مقصد بھی یہ ہے کہ امت میں دین کی طلب پیدا ہو، جس سے دین کے تمام شعبے ترقی پذیر ہوں۔ ان جملہ فکروں میں ایک فکر اپنے علاقے اور برادری کے لوگوں کے معاملات صحیح اسلامی نہج پر لانے کے لیے تھی۔ علاقے کے عوام اور عمائد قوم کو برابر توجہ دلاتے رہتے تھے۔ جس کے نتیجہ میں اپنے علاقے کے ممتاز علماء اور بڑے کاروباری حضرات کے مستقل مذاکرے ہوئے اور اصلاح معاملات کے لیے فکرمند ہوئے، معاملات کی ظاہری اور باطنی جو کچھ اصلاح ہوئی اس میں والد صاحب کی توجہ اور فکروں کا بھی بڑا حصہ ہے۔ ؎

آں لطافت پس بدان کز آب نیست
جز عطاء مبدع وہاب نیست

"یہ مہربانی آب وگل کی نہیں ہے، صرف پیدا کرنے والے اور عطا کرنے والے کی بخشش ہے"۔

مرکز نظام الدین میں متواتر تیس سال تک بعد فجر مفصل بیان

مرکز نظام الدین میں بعد فجر ہونے والا یہ طویل اور مفصل بیان ہمیشہ غیر معمولی اہمیت وحیثیت کا حامل رہا ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب ؒ اور ان سے قبل حضرت مولانا الیاس صاحب ؒ یہ بیان خود فرماتے تھے۔ لیکن حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ؒ نے اپنے دور امارت میں یہ بھاری ذمہ داری خود رحمۃ قبول کرتے ہوئے والد صاحب ؒ کو سونپ دی تھی اور حضرت والد صاحب ؒ نے اپنی رفاقت کا حق بھرپور طریقہ سے ادا کرتے ہوئے اس بیان کو متواتر تیس سال تک جس عزم واستقلال اور ہمت کے ساتھ جاری رکھا اور اس امانت کا حق ادا کیا وہ دعوت وتبلیغ کی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ؒ کو بھی دعوتی وتبلیغی معاملات وامور میں آپ پر بڑا اعتماد رہا۔ بالخصوص آپ کی تقریروں پر جو دعوت وتبلیغ سے بھرپور ہوتی تھیں، بہت انشراح واطمینان تھا۔ بسا اوقات خواص کے مجمع میں بھی آپ اس کا برملا اظہار فرمادیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ دونوں حضرات مسجد نبوی سے نکل رہے تھے۔ عرب ممالک میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کا ایک منتخب مجمع سامنے تھا۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ؒ نے ان حضرات سے مصافحہ کرکے اس مجمع سے حضرت والد صاحب ؒ کا تعارف هذا شیخ عمر لسان الدعوة والتبلیغ کہہ کر کرایا۔

(سوانح مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی جلد اول ص ۳۰۵)

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب ؒ کے انتقال کے بعد مرکز نظام الدین میں فجر کے بعد والا طویل بیان جب حضرت

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ آیا، تو اس کی ابتداء میں یہ نوعیت ہوئی کہ مرکز میں مولانا کے بیان کے وقت ایک جانب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہوتے اور دوسری جانب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوتے۔ دونوں بزرگوں نے پندرہ دن تک بیان سنا، پھر تین دن تک دونوں بزرگ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پاس بیان ختم ہونے تک مراقب رہے۔ جب حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور تشریف لے جانے لگے تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کہ مولوی محمد عمر کے بیان میں تمہیں چالیس روز تک اہتمام سے بیٹھنا ہے جب چالیس دن پورے ہوئے، تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سہارنپور سے تشریف لے آئے پھر ایک ہفتہ تک دونوں بزرگوں نے مراقب ہو کر بیان سنا۔ اس کے بعد حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کہ اب بیان سننے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ نے بات دنیا میں چلا دی۔

دوسرے موقع پر چند مہینوں کے بعد جب شیخ الحدیث قدس سرہٗ مرکز میں تشریف لائے۔ دورانِ قیام والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کیا کہ کس سے بیعت ہو؟ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: کہ پہلے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا، اب مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ پیارے میرے ہاتھ پر بیعت کرلے۔ چنانچہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب نے خلافت بھی عنایت فرما دی۔

اس واقعہ کے بعد والد صاحب کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ سے والہانہ محبت ہو گئی اور عقیدت و عظمت بڑھ گئی۔ جس کی بناء پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے خاص و عام حالات کی اطلاع اور مشورہ لازمی بنالیا تھا حتیٰ کہ اپنے گھریلو مسائل کا بھی مشورہ ضرور لیتے اور سفر و حضر میں اپنے حالات و کیفیات کے خطوط لکھنے کا بھی معمول رکھتے، بیرونی ممالک کے لیے سفروں کی کارگزاری کے خطوط جس طرح مرکز حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ارسال فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کو بھی تحریر فرماتے، نیز مولانا نے کئی مرتبہ اپنے خوابوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیارت فرمائی ہے اور دعوت دین کے عمل کے متعلق کئی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے تو یہ خواب اور اس کی حقیقت حال سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ضرور مطلع فرماتے۔ حضرت شیخ خوش ہوتے اور مبارک بادی کے ساتھ دعائیہ کلمات جواب میں تحریر فرماتے۔ الغرض حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے الطاف و عنایات اور توجہات کے خاص مورد بن گئے تھے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی ملفوظات

① ہم اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جو چاہتے ہیں، اللہ کے بندوں کے ساتھ وہی معاملہ اختیار کریں اگر چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے تو ہم دوسروں پر رحم کریں، اگر چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں کو معاف کردیں تو ہم دوسروں کی غلطیوں کو معاف کریں۔

② اگر رنج و تکلیف آئے تو آدمی گھبرائے نہیں اور اگر راحت و نعمت میسر ہو تو آدمی اترائے نہیں، اس لیے کہ اللہ کا دھیان ضروری ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے اللہ کا ذکر ہے، قرآن پاک کی تلاوت ہے، دعائیں مانگنا ہے۔

③ بعضے لوگوں سے مناسبت ہوگی اور بعضے لوگوں سے نہیں ہوگی اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس لیے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے، جس

سے بھی لوگ محبت کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بار خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمایا تو اس وقت یہ عجیب بات ارشاد فرمائی:

﴿احبک محب وابغضک مبغض﴾

''بہت سے آدمی آپ سے محبت کریں گے اور بہت سے ناگواری کا اظہار کریں گے''۔

ہر ایک آدمی اپنے مزاج کی مناسبت سے معاملہ کرے گا، تو پھر ہماری تمہاری کیا حیثیت ہے؟ ہم ایسا کیوں سمجھیں کہ سارے لوگ ہماری ہاں میں ہاں ملائیں، ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔

④ عورتیں عام طور پر الٹی باتیں کرتی ہیں، تو ان سے مشورہ کرو، لیکن جو رائے وہ دیں اس کا الٹا کرو، جب الٹی کو الٹ دو گے تو سیدھی ہو جائے گی، نفی کی نفی اثبات کا فائدہ دیتی ہے۔ پس شاوروھن وخالفوھن (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے) مشورہ کرو پھر الٹا کر دو، سیدھا ہو جائے گا لیکن یہ مقولہ قاعدہ کلیہ نہیں ہوگا اکثریت کے حکم میں آسکتا ہے۔

⑤ حالات سے متاثر ہونا عیب نہیں ہے، لیکن اس قدر متاثر ہونا کہ اللہ کا حکم ٹوٹ جائے یہ عیب ہے۔

⑥ اپنے گروپ کی ناحق طرف داری کرنا اور دوسرے گروپ کی حق تلفی کرنا اس کا نام عصبیت ہے اور یہ عصبیت آدمی کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔

⑦ اپنے آپ کو اتنا بھاری بھرکم نہ بناؤ (یعنی دل و دماغ میں بڑائی کا تصور نہ رکھو) کہ کوئی بھی بات یا نصیحت کرنا چاہے، تو نہ کر سکے بلکہ اپنے آپ کو متواضع بنائے رکھو، تاکہ ہر کوئی بے تکلف نصیحت اور بھلی بات کہہ سکے۔

⑧ بعضوں کو حق بات تسلیم کرنے میں اپنی ناک کٹتی نظر آتی ہے، اس لیے ناک اتنی لمبی نہ بناؤ کہ کٹنے کا سوال پیدا ہو۔

⑨ اللہ سے لینے والا بن اور محبوب خدا بن اور بندوں کو دینے والا بن اور محبوب خلق خدا بن تو اللہ کا بھی محبوب ہوگا اور بندوں کا بھی محبوب ہوگا۔

⑩ جو گنہگار توبہ استغفار کر کے اللہ کے سامنے گڑگڑائے، وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اس شخص سے جو نیک عمل کر کے فخر اور بڑائی میں مبتلا ہو۔

⑪ اپنے اندر وجوہ اکرام تلاش کرو گے تو آپس میں توڑ ہوگا۔ اور دوسروں کے اندر وجوہ اکرام تلاش کرو گے تو جوڑ ہوگا۔

⑫ اگر کسی کو تقویٰ یعنی خدا کا خوف اور راتوں کا رونا میسر ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا رعب دوسروں پر ڈال دیتے ہیں۔

⑬ اجتماعی کام میں بھلے اور برے سب کو نبھا کر چلنا ہے۔ یہ کام کسی کو غلط اور برا سمجھ کر چھانٹنے کا نہیں ہے۔ اگر چھانٹنے والا عمل رہے گا تو آہستہ آہستہ لوگ کم ہوتے چلے جائیں گے اور اس چھانٹنے والے میں بھی کوئی کمزوری ہوگی تو دوسرا اس کو بھی چھانٹ دے گا، نتیجہ یہ ہوگا کہ آدمی ہی ختم ہو جائیں گے، کام اور اصول کا محل بھی نہیں رہے گا۔

⑭ شیطان اور نفس یہ دونوں انسان کے دشمن ہیں لیکن بڑا دشمن نفس ہے، چونکہ شیطان کو نفس ہی نے گمراہ کیا تھا۔ اس کا دعویٰ ''انا خیر'' نفسیات کی وجہ سے تھا اور بڑائی کا مادہ بچپن ہی سے ہوتا ہے۔ بچے کو کسی معاملہ میں سراہا جائے تو خوش ہوتا ہے اور اس کو نکما اور بیکار کہا جائے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور یہ بڑائی کا شمہ ہے جو بچپن ہی سے ہوتا ہے، یہ بڑائی کا مادہ بڑے مجاہدات کے بعد آدمی میں سے سب سے آخر میں نکلتا ہے۔

⑮ بعضے دین کا کام کرنے والے آدمی بزرگوں سے قریب ہوتے ہیں، مگر دل سے دور ہوتے ہیں۔ اور بعضے آدمی دین کا کام دور رہ کر کرتے ہیں، مگر وہ بزرگوں کے دل سے قریب ہوتے ہیں۔

⑯ شادی کو کم خرچ والی اور سستی بناؤ تو زنا کا وجود مہنگا اور مشکل ہو جائے گا۔ اور اگر شادی زیادہ خرچ والی اور مہنگی بناؤ گے تو زنا سستا اور عام ہو جائے گا۔ مزاج شریعت یہ ہے کہ شادی کو آسان، مختصر اور سادی کرو۔

⑰ زندگی میں دین کو مقدم کرو اور دنیا کو مؤخر، تو زندگی دین بن جائے گی۔ اور اگر دنیا کو مقدم کیا اور دین کو مؤخر کیا، تو زندگی دنیا بن جائے گی۔

⑱ آپ کو یہ نہیں کہتا کہ اپنی اولاد کو مولوی بناؤ یا ماسٹر بناؤ، جو چاہے بناؤ، مگر مشورہ یہ دوں گا کہ دیندار بناؤ۔
پھر تشریح فرماتے کہ اگر ماسٹر ہے مگر دیندار ہے، تو گھرانے کو جنت میں لے جائیگا اور اگر مولوی ہے مگر بے دین ہے، تو گھرانے کو جہنم میں پہنچائے گا۔

⑲ اگر تو آسمان پر مقام کا طالب ہے تو زمین پر لوگوں کے ساتھ محبت واخلاق کا معاملہ کر، اگر بیجا سختی کرے گا تو تیری برابری والا تجھ سے جھگڑا کرے گا اور اگر وہ تجھ سے چھوٹے اور عاجز ہیں، تو وہ اندر ہی اندر کڑھیں گے اور ان کے اندر کی کڑھن تجھے خدا سے دور کردے گی۔

⑳ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں امیروں (گورنروں) کو لکھا کرتے کہ تم محبوب بننے سے بے رغبت نہ بن جانا یعنی یوں مت سمجھ لینا کہ لوگ مجھ سے محبت کریں یا نہ کریں، میں تو اچھا ہی ہوں۔ بلکہ اپنے اخلاق سے محبوب بننے کی کوشش کرو۔

㉑ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ اگر کسی کو معلوم کرنا ہو کہ آسمان میں میرا کیا مقام ہے تو وہ اپنے دوستوں اور متعلقین کو دیکھ لے، اگر وہ سب راضی اور خوش ہیں تو تیرا آسمان میں مقام ہے اور اگر وہ تیرے ساتھ اندر ہی اندر کڑھ رہے ہوں تو تیرا آسمان میں کوئی مقام نہیں ہے۔

㉒ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو سخت مزاج بنایا ہے اور بعضوں کو نرم مزاج بنایا ہے۔ اس میں نبھاؤ کا طریقہ یہ ہے کہ سخت مزاج کی سختی پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ سخت مزاج کے ساتھ سختی کرنا جھگڑے اور انتشار کا باعث بنے گا اور نرمی کرنا میل محبت کا باعث بنے گا۔
جیسا کہ دانت سخت ہیں مگر زبان اپنی نرمی کی بناء پر بتیس (۳۲) دشمنوں کے درمیان محفوظ رہتی ہے، لیکن نرمی اس قدر بھی مفید نہیں ہے کہ جو چاہے غلط عمل کرائے اور آدمی ہر جگہ استعمال ہو جائے ؎

نہ حلوی بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے
نہ کڑوا بن کہ جو چکھے سو تھوکے

㉓ نعمتوں کا حصول خدا کی رضا کی دلیل نہیں ہے، اسی طرح تکلیفوں کا آنا بھی خدا کے ناراض ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ صرف تحقیق یہ کرنا ہے کہ ہماری زندگی خدا اور اس کے رسول کے طریقے کے مطابق ہے یا نہیں ہے۔

㉔ فرمانبردار کو نعمتیں راضی ہو کر دی جاتی ہیں، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کے لیے۔ اور نافرمان کو نعمتیں ناراض ہو کر دی جاتی ہیں، جیسا کہ فرعون اور قارون کے لیے۔ مثلاً طوطے کو پنجرے میں نعمتیں دی جاتی ہیں خوش ہو کر، دل بہلانے کے لیے اور چوہے کو پنجرے میں نعمتیں دی جاتی ہیں ناخوش ہو کر، دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے۔

⑮ نعمتوں میں شکر گزار کامیاب ہے، اور ﴿فَرِحٌ فَخُورٌ﴾ یعنی اترانے والا ناکام ہے۔ اور تکلیفوں میں صبر کرنے والا کامیاب ہے، اور ﴿یَئُوسٌ کَفُورٌ﴾ ناشکری کرنے والا ناکام ہے۔

⑯ آخرت کے امتحان کی کامیابی موقوف ہے دنیا کے امتحان کی کامیابی پر دنیا میں امتحان بھلے برے حالات لاکر کیا جاتا ہے۔ ہر حال میں خدا کے حکم کو پورا کرنا کامیابی کی دلیل ہے۔

⑰ انبیاء کا درد وغم آدمی کو کام کے لائق بناتا ہے۔ یہی بے چینی دین کا کام کروائے گی۔ کم صلاحیت والے سے بھی، زیادہ صلاحیت والے سے بھی، کم مال والے سے بھی، زیادہ مال والے سے بھی، کم علم والے سے بھی، زیادہ علم والے سے بھی، چونکہ کام لینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

⑱ ہر کام طریقے سے تدریجاً ہوتا ہے۔ دین بھی طریقے کی محنت سے حاصل ہوگا اگر دین کا درخت تیار کرنا ہو، تو پہلے دعوت کی زمین ہموار کرو، ایمانیات کی جڑ لگاؤ، تعلیم کے حلقوں کا پانی دو اور قربانی کی کھاد دو اور گناہوں سے بچنے کی باڑھ لگاؤ اور ذکر و تلاوت اور رونا دھونا، بلبلانا، تلملانا، گرم گرم آنسوؤں کا بہانا، ٹھنڈی آہوں کا بھرنا اس کی فضا ہو اور ارکان اسلام کا تنا ہو اور معاشرت اور معاملات کو عدل وانصاف کے ساتھ چلانے کا درخت ہو اور اس کے اوپر اخلاق کے پھل ہوں اور اخلاق کے پھلوں میں اخلاص کا رس ہو، تب دین کا درخت تیار ہوگا اور لوگ استفادہ کریں گے۔

⑲ دین میں پختگی اور جماؤ حاصل کرنے کے لیے حالات اور رکاوٹوں کا آنا ضروری ہے۔ یہ حالات اور رکاوٹیں انڈے کے چھلکے کی طرح ضروری ہیں، جس طرح انڈے سے چوزہ بننے کے لیے انڈے کا چھلکا ضروری ہے۔ بغیر چھلکے کے صرف زردی اور سفیدی سے بیس سال میں بھی چوزہ نہیں بنے گا، اسی طرح دین میں جماؤ حاصل کرنے کے لیے حالات اور رکاوٹوں کا چھلکا ضروری ہے، انڈے میں چوزہ بننے کے بعد ہی چھلکا ٹوٹتا ہے، اسی طرح دین میں جماؤ حاصل ہونے کے بعد ہی حالات کا چھلکا ٹوٹتا ہے۔

⑳ جوش کے ساتھ ہوش اور ہوش کے ساتھ جوش ضروری ہے۔ نوجوانوں کو جوش بہت ہوتا ہے ان کو ہوش کی لگام دینی پڑتی ہے۔ اور بڑی عمر والوں میں جوش کا دھکا دینا پڑتا ہے، دونوں ہی کام ضروری ہیں۔

㉑ ہر نیک عمل کے اچھے اثرات پورے عالم پر غیر محسوس طریقہ سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ عمل نہج نبوی پر ہو۔ گویا نیک عمل کا اثر عالمگیر ہوتا ہے جس طرح ایک بڑے حوض میں پانچ ڈول پانی ڈالنے سے اس حوض کی سطح غیر محسوس طریقہ پر چہار جانب کچھ نہ کچھ بڑھتی ہے اور پانچ ڈول نکالنے سے پورے حوض کی چہار جانب سے پانی کم ہوتا ہے، چاہے حوض کی ایک ہی جانب سے ڈول ڈالے یا نکالے گئے ہوں۔

㉒ دوسروں کے جان ومال سے مستغنی ہونا اور اپنے جان ومال کو دوسروں کے لیے استعمال کرنا جوڑ اور اجتماعیت کا باعث ہوگا۔

㉓ روحانی نعمت جس پر اتراہٹ پیدا ہو جائے، وہ روحانی نعمت نہیں رہتی بلکہ نفسانی بن جاتی ہے۔

㉔ راحت ونعمت باعث برکت بھی ہے اور وقفۂ مہلت بھی، اگر راحت ونعمت فرمانبرداری کے ساتھ ہے، تو یہ باعث رحمت وبرکت ہے اور اگر نافرمانی کے ساتھ ہے، تو یہ وقفۂ مہلت ہے۔

㉕ نماز پڑھنے پر کام بن جانا اور اس وجہ سے اپنے آپ کو بزرگ اور پاک صاف تصور کرنا تنزل کا باعث ہے، چونکہ اس میں آدمی کا کمال نہیں ہے، بلکہ تاثیر عمل کا اظہار اور وعدۂ خداوندی کا اتمام ہے۔ باری تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ﴾ اپنے آپ

کو پاک صاف نہ سمجھو، جو گنہگار توبہ واستغفار کر کے اللہ کے سامنے گڑگڑاوے وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے اس شخص سے جو نیک عمل کر کے فخر اور بڑائی میں مبتلا ہو۔

۴۶ مجاہدہ بے تکی تکلیفوں کے اٹھانے کا نام نہیں ہے۔ یہ جوگیوں والا مجاہدہ ہے جو شریعت میں مطلوب ومحمود نہیں ہے، جیسے سردی میں بچاؤ کا سامان ہے اور استعمال نہ کرنا، یہ مجاہدہ نہیں ہے، اس میں ثواب بھی نہیں بلکہ گناہ ہے۔ مجاہدہ وہ بنتا ہے کہ خدا کا حکم اور دین کا تقاضہ سامنے آئے جو نفس کے خلاف ہو تکلیف اٹھا کر اس کو پورا کرے لیکن تکلیف کی حد یہ ہے کہ خدا کا حکم ٹوٹنے نہ پائے، یہ مجاہدہ انسان کے لیے باعث ترقی بنے گا۔

۴۷ اللہ تعالیٰ نے جس کو نرم بنایا ہے وہ نرم رہے گا، لیکن نرمی کا غلط استعمال نہیں ہونا چاہیے اور جس کو سخت بنایا ہے وہ سخت رہے گا، مگر اس کی سختی سے دل برداشتہ نہ ہونا چاہئے، بلکہ اجتماعیت اور جوڑ برقرار رکھنے کے لیے ایک دوسرے کو نبھانا ضروری ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جمالی تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جلالی، مگر ایک دوسرے کو نبھاتے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے مقابلہ کا حکم دیا، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ازواج مطہرات اور عورتوں، بچوں کی حفاظت کا مسئلہ ہے۔ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جلال میں آ کر سختی کے ساتھ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جبار في الجاهلية وخوار في الاسلام اسلام سے پہلے بڑے جابر اور جری تھے اور اسلام میں بزدل بن رہے ہو، تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سختی برداشت کی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حکم تسلیم کر لیا۔ ایک دوسرے موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے موجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے دو اصحاب کو زمین کی دستاویز لکھ دی۔ جب یہ دو صحابی رضی اللہ عنہما فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دستخط کے لیے پہنچے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ دستاویز کو پھاڑ دیا اور کہہ دیا کہ یہ زمین عامۃ المسلمین کی ہے، صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق نہیں ہے۔ جب ان دونوں حضرات نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سختی کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ امیر المؤمنین آپ ہیں یا عمر؟ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی کہ امیر بننے کا استحقاق تو عمر کا تھا، مگر یہ بار میرے سر پر تھوپ دیا ہے۔ الغرض اللہ نے جس کو سخت مزاج بنایا وہ سخت ہی رہے گا، مگر اجتماعیت اور جوڑ برقرار رکھنے کے لیے تحمل ضروری ہے۔

۴۸ سفلی نظام بھی علوی نظام کی طرح ضروری ہے، لیکن عمدہ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ سفلی نظام کے علاوہ علوی نظام میں بھی جڑنے والا بنے، لیکن سفلی نظام کو بھی بیکار نہ سمجھا جائے چونکہ ان کا بندوبست میں لگنا پورے مجمع کے لیے راحت پہنچانے کا قوی ذریعہ ہے، اگر سفلی نظام عمل میں نہ آیا، تو علوی نظام دھرارہ جائے گا اور مجمع پریشانیوں میں مبتلا ہوگا اور اس کے بغیر مجمع جوڑا بھی نہیں جا سکتا ہے (سفلی نظام یعنی مجمع کو راحت پہنچانے والے اسباب میں لگنا، کھانے پینے، لائٹ اور شامیانے وغیرہ کا بندوبست اور علوی نظام، یعنی تعلیم، گشت، بیان، جماعت میں نکلنا وغیرہ)۔

دین و دعوت اور داعی کی دل نشین تشریح

انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی بات

① جس طرح اللہ تعالیٰ نے چیزوں میں تاثیر رکھی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اعمال میں بھی تاثیر رکھی ہے، لیکن چیزوں کی تاثیر کا اللہ تعالیٰ نے تجربہ کرادیا اور اعمال کی تاثیر کا اللہ نے وعدہ کیا ہے، انسان کے تجربہ سے زیادہ پکی اور سچی بات اللہ کا وعدہ ہے، انسان کے تجربہ کے خلاف ہوسکتا ہے، لیکن اللہ کے وعدے کے خلاف نہیں ہوسکتا ہے۔

اصل کام

② اگر دعوت دین کا کام نہج نبوی کے مطابق ہوگا، تو نبیوں کے ملک میں اولیاء پیدا ہوں گے اور اگر دعوت دین کا عمل نہ ہوگا، تو نبیوں کے ملک میں دہریے پیدا ہوں گے۔

ذکر رسول کے ساتھ فکر رسول

③ ذکر رسول ﷺ کے ساتھ فکر رسول بھی ضروری ہے، ربیع الاول کا مہینہ صرف ذکر ولادت کے لیے نہیں ہے، بلکہ آپ والی فکر کے حصول کے لیے بھی ہے۔ اس لیے ایک ہی مہینہ ذکر کے لیے کافی نہ سمجھا جائے بلکہ قدم قدم پر آپ کا ذکر اور آپ والا فکر ضروری ہے۔

④ محض تبلیغ میں پھرنا نہیں ہے، بلکہ اپنے اندرون میں اس کی حقیقت کو پھرانا ہے۔ فقط اوقات مطلوب نہیں ہیں، بلکہ اوصاف کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

فتویٰ اور تقویٰ کیا ہے

⑤ فتویٰ حدود شریعت کو بتلاتا ہے اور تقویٰ مزاج شریعت کی نشاندہی کرتا ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مزاج شریعت کو بتلایا ہے اور عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے حدود شریعت کو بتلایا ہے۔

اصول میں لچک ہے

⑥ دعوت و تبلیغ کے مروجہ اصول میں لچک ہے۔ یہ اصول منصوص نہیں ہیں کہ اس میں تبدیلی نہ ہو، حالات اور موقع ومحل کے اعتبار سے اس میں لچک کی گنجائش ہے۔

اصل یہ ہے کہ آدمی اصول پر آجائے

⑦ کسی جگہ پر دعوت کے کام میں بے اصولی ہو رہی ہو، تو اس پر ایک دم بریک مت لگاؤ۔ اس سے اصول آتا نہیں ہے اور کام تھوڑا بہت جو ہو رہا تھا وہ ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی آدمی سے بے اصولی ہو رہی ہو، تو اسے بھی خوش اسلوبی سے اصول پر لانے کی کوشش کرو۔ اس کو کام سے کاٹنے اور دور کرنے کا مت سوچو، انفرادی طور پر بے اصولی ہو رہی ہو یا اجتماعی طور پر، اس انداز سے بے اصولی کو ختم کرنا ہے کہ ہمارا بھائی اور کام بھی باقی رہے اور دین کا کام اور ہمارا بھائی بھی اصول پر آجائے۔

طریقۂ اجتماعیت

⑧ دینی دعوت کا کام اجتماعی ہے۔ اس لیے ایک دوسرے کے ساتھ نبھاؤ کے لیے میل محبت اور اخلاق والا معاملہ ضروری ہے، خصوصاً اپنی زبان کی حفاظت کی جائے، چاپلوسی، خوشامد اور مداہنت کر کے محبت حاصل کرنا خدا کو پسند نہیں ہے، چونکہ چاپلوسی سے جو محبت حاصل کی جاتی ہے۔ اس میں اپنے والوں کی طرف داری اور غیروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس لیے ان تمام نزاکتوں کی رعایت اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

صرف محنت باقی ہے

⑨ دنیا کی کوئی یونیورسٹی، کالج یا مدرسہ امتحانات کے پرچے ظاہر اور آؤٹ نہیں کرتا ہے اور سوالات کا پرچہ آؤٹ ہو جانے پر بھی کوئی طالب علم فیل ہو جائے تو وہ نہایت پھسڈی اور نا اہل سمجھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے سوالات ظاہر اور آؤٹ کر دیے اور مزید یہ کرم کیا کہ جوابات بھی بتلا دیے، صرف ہمیں اس دنیا میں تیاری کرنی ہے۔

حیات دین کے لیے اہم شئے

⑩ خدا کی طاقت کے مقابلہ میں دنیا کی ساری طاقتیں مکڑی کا جالا ہیں اور خدا کے خزانوں کے مقابلے میں دنیا کے خزانے مچھر کا پر ہیں۔ خدا کی طاقت اور خزانوں سے تعلق دین کی وجہ سے ہوگا۔ اس عظیم دین کو زندہ کرنے کے لیے ملک و مال اور عہدہ کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے انسان کا مجاہدہ، قربانی اور اس کے حوصلے کی ضرورت ہے۔

لیاقت شرط نہیں ہے

⑪ دین کے حصول کے لیے مجاہدہ اور تکلیفیں اٹھانے کے عادی بنو۔ بے کس اور بے بس انسان بھی قربانی اور مجاہدہ اختیار کر کے خدا اور اس کے دین سے تعلق پیدا کرے گا، تو خدا اس کے ہاتھوں بھی دین کو زندہ فرما دیں گے۔ خدا کے نزدیک عہدہ، ملک و مال اور لیاقت شرط نہیں ہے، صرف خدا کی رضا اور اس کی نظر کرم شرط ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں بادشاہت والی نبوت نہیں چاہتا، بلکہ فقیری والی نبوت چاہتا ہوں۔

شیطان کا دھوکہ

⑫ دعوت کا کام کرنے والوں کو بانجھ بن کر نہیں مرنا ہے، بانجھ کے معنی یہ ہیں کہ فلاں آدمی مر گیا، تو دین کا کام بند ہو گیا۔ ایسے انداز

سے کام لیا جائے کہ دوسرے کام کرنے والے بنیں۔ آدمی خوب کام کرے اور اپنے آپ کو تھکا دے، لیکن دوسرے کام کرنے والے آدمی نہ بنائے تو یہ اس کے لیے شیطان کا دھوکہ ہے۔

⑬ خدا اپنی ذات سے چھپا ہوا ہے، مگر دلائل کے اعتبار سے نرالا ہے۔ خدا کے منکر کو خدا کی نشانیاں سمجھا کر قائل کرو۔ پھر خدا کی مرضی بتا کر دین کی طرف مائل کرو، پھر دعوت کے کام پر کھڑا کر کے گھائل کرو۔

⑭ آج کا غیب موت پر مشاہد ہوگا اور آج کا مشاہد موت پر چھپ جائے گا، موت کے وقت ایمان واعمال کی قیمت اور تاثیر کو تسلیم کرنا اللہ اور اس کے رسول کی خبر کو تسلیم کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنی نظر کو تسلیم کرنا ہے۔

مقصدِ جہاد کیا ہے؟

⑮ حضور ﷺ نے پاکیزہ طریقہ عام کرنے کے لیے صحابہ کی جماعتوں کو باہر بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ ہمارا مقصد لڑائی نہیں ہے، دین میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کی مثال جسم کے پھوڑوں کی ہے۔ اس کا اندر سے علاج دعوت کے جوشاندہ سے کرنا ہے اور باہر سے اخلاق کا مرہم لگانا ہے۔ اس کے باوجود پھوڑے زہریلے اور لاعلاج ہوں تو پھر ان کا آپریشن کرنا ہے۔ جس طرح مکی زندگی میں اندر کا علاج دعوت کے جوشاندہ سے اور باہر کا علاج اخلاق کے مرہم سے کیا گیا، مگر پھوڑے زہریلے اور لاعلاج ہونے کی وجہ سے بدر میں ان کا آپریشن کرنا پڑا۔ بہرحال مقصد لڑائی نہیں ہے، پاکیزہ طریقہ پوری دنیا میں عام کرنے کے لیے درمیان میں آنے والی رکاوٹوں کا دفع کرنا مقصود ہے۔

دین کیسے پھیلے گا؟

⑯ موجودہ دور فتنوں کا دور ہے۔ کہیں جھوٹی نبوت کا دعویٰ ہے، کہیں حدیث کا انکار ہے، کہیں حضرت علی کی محبت میں بے انتہا غلو ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ اسلامی حکومت ہوگی، تو دین پھیلے گا۔ ان کے برخلاف ہم یوں کہتے ہیں کہ حکمت ہوگی، تو دین پھیلے گا اور حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے اصل دعوت دین کو اختیار کیا جائے، جس میں تمام فتنوں اور اختلافات کا حل ہے۔

رات دن کا تجربہ اور مشاہدہ

⑰ کائنات کا خالق اور مالک ذات واحد ہے، نیز انسانوں کا دنیا میں آنے کا طریقہ بھی واحد ہے اور اس دنیا سے ہر ایک کے جانے کا بھی طریقہ واحد ہے، دونوں کا دنیا میں امن وراحت حاصل کرنے کا طریقہ بھی واحد ہے جس کو قادر مطلق واحد ذات نے تجویز فرمایا ہے، جو انسان اپنی عقل سے طریقہ حیات تجویز کرتا ہے، اس کے غلط ہونے کا تجربہ اور مشاہدہ رات دن ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے ماورائے عقل باتوں کو سمجھنے کے لیے انبیاء کرام کا سہارا لینا پڑتا ہے، جن کا تعلق وحی سے ہے۔

قربانی کی سیڑھی یا چبوترہ

⑱ دین کا کام جس قدر ہو رہا ہے لائق شکر ہے، لیکن زیادہ کام باقی ہے۔ اس کی فکر ضروری ہے۔ لہٰذا دین کی جدوجہد کرنے والوں کے

لیے قربانی کی مقدار بڑھتی رہنی چاہیے۔ قربانی کی سیڑھی بناؤ، چبوترہ نہ بناؤ ورنہ نئے کام کرنے والے رک جائیں گے۔ جس طرح حضور ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر زخم خوردہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیا اور لشکر کفار کا پیچھا کیا۔ دوسرے تازہ دم صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ نہیں لیا۔ جب قربانی دینے والوں کی مقدار کو بڑھایا تب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگئی۔

حصول ہدایت کے لیے دعا کے ساتھ محنت بھی ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے حالات کو اعمال سے جوڑا ہے اور اعمال کو اعضاء سے اور اعضاء کو دل سے جوڑا ہے اور دل خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اگر دل کا رخ اللہ کی طرف ہو جائے، تو اعمال اللہ کے لیے ہو کر دنیا اور آخرت کے حالات بنیں گے اور اگر دل کا رخ غیر اللہ کی طرف ہوا، تو اعمال غیر اللہ کے لیے ہو کر حالات خراب ہوں گے حتیٰ کہ سخی، شہید اور قاری بھی ہو، تو دوزخ میں جائے گا۔ لہٰذا دل کا رخ اللہ کی طرف ہوا سے ہدایت کہتے ہیں جو ایک نور ہے جو انسان کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ جیسے خارجی روشنی چاند سورج کی ہے، اس سے چیزوں کا نفع نقصان نظر آتا ہے اور باطنی اعمال کے نفع و نقصان کو بتلانے کے لیے نورِ ہدایت ہے۔ دل میں ہدایت کا نور ہو، تو امانت اور سچائی میں نفع نظر آتا ہے اور خیانت اور جھوٹ میں نقصان نظر آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہدایت کی ہے اور ہدایت خدا کے قبضہ میں ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾

خدا سے ہدایت لینے کے لیے سوائے دعا کے اور کوئی راستہ نہیں ہے، اس لیے سب کے لیے مشترکہ دعا سورۂ فاتحہ میں ہدایت کی تجویز کی، روزانہ نماز میں قریباً پچاس مرتبہ ہدایت کی دعا مانگنا ضروری قرار دیا ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ لیکن یہ دنیا دار الاسباب ہے، اس لیے دعا کے ساتھ ہدایت کے حصول کے لیے محنت کرنا بھی ضروری ہے، اگر مجاہدہ کیا جائے، تو اللہ کی طرف سے ہدایت کا وعدہ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ ایک طرف مجاہدہ، دوسری طرف دعا ہو، تو اللہ کی ذات سے ہدایت ملنے کا یہ قوی ذریعہ ہے ؎

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست
زین تقلب ہر قلب آگاہ نیست

"دعا اور عاجزی کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے، اس الٹ پھیر سے ہر دل خبردار نہیں ہے"

تخلیقِ کائنات کی چار مصلحتیں

کائنات کی پیدائش کی مصلحتوں میں سے ایک مصلحت یہ ہے کہ انسان کا بدن کائنات کی چیزوں سے بنایا گیا ہے، تو کائنات کی پیدائش انسان کے جسم کی تربیت کا ذریعہ ہے۔ دوسری مصلحت خدا کی معرفت کی اس میں نشانیاں ہیں۔ خدا کی ذات دکھائی نہیں دیتی اس کے لیے زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے انسانوں کی آوازوں اور چہروں کا الگ الگ ہونا، رات اور دن کا ہونا ایسی بے شمار نشانیاں مظاہر قدرت ہیں جن سے انسان خدا کی معرفت حاصل کر سکتا ہے گویا کائنات کی پیدائش سلسلۂ معرفت خداوندی ہے۔ تیسری مصلحت کائنات کی پیدائش آزمائش کے لیے ہے کہ انسان کائنات کی چیزوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے یا احکام خداوندی کی رعایت میں چیزوں کو قربان کرتا ہے۔ چوتھی مصلحت کائنات کی چیزیں ملک و مال، سونا و چاندی، روپیہ و پیسہ، عہدہ و ڈگری، دوکان و کھیت یہ ظرف یعنی برتن

کے قائم مقام ہیں۔ اس برتن میں وہ ملے گا جو خدا کی طرف سے ڈالا جائے گا۔ فرعون کے ملک ومال کے ظرف میں ناکامی ڈالی گئی اور سلیمان علیہ السلام کے ملک ومال کے ظرف میں کامیابی ڈالی گئی تو عزت وذلت اور کامیابی اور ناکامی کا معیار برتن کا چھوٹا بڑا ہونا یا کم یا زیادہ ہونا نہیں ہے بلکہ معیار انسان کے بدن سے نکلنے والے اعمال ہیں اس کے مطابق خدا کے فیصلے ہوتے ہیں۔

آج کی سب سے بے قیمت مخلوق

انسان نے پاخانہ سے لے کر چاند تک کا ریسرچ کیا، مگر اپنے آپ کو نظر انداز کیا۔ ڈاکٹروں نے پاخانہ کا ریسرچ کیا اور سائنس دانوں نے چاند کا ریسرچ کیا، لیکن انسان نے اپنا ریسرچ نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے زیادہ بے قیمت مخلوق آج دنیا میں انسان ہے۔ مکان، دوکان اور زمین کے ٹکڑوں کے لیے انسانوں کو مارا جائے اور منصوبہ بندی کی اسکیم انسانوں پر تھوپ کر خلق کو آئندہ دنیا میں آنے سے روکنے کی کوشش کی جائے، حالانکہ درخت کے لیے قانون نہیں کہ ایسا درخت لگاؤ جس میں صرف تین پھل ہوں یا ایسا کھیت لگاؤ جسمیں پیداوار صرف تین من ہو، لیکن حضرت انسان بے قیمت ہیں کہ تین سے زیادہ دنیا میں نہ آویں، کیونکہ انسان نے اپنی قیمت کو کھو دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا قیمتی بنایا تھا کہ فرشتوں سے سجدہ کرایا اور ان پر فضیلت دی۔ جب انسانوں نے حیوانوں جیسے کام کیے، تو انسانوں سے انسان کی زندگی اجڑنے لگی اور انسان بے قیمت ہوتا چلا گیا۔

بعث بعد الموت کی پختہ دلیل

روح انسانی دائمی اور ابدی ہے۔ محض روح کے مقامات تبدیل ہوتے ہیں۔ عالم ارواح سے جسم میں اور جسم سے عالم برزخ میں اور آخری مقام عالم آخرت ہوگا۔ اور جسم انسانی کائنات کی چیزوں سے تیار ہوا ہے۔ اس کے اجزاء پوری کائنات میں بکھرے ہوئے تھے۔ سورج کی کرنوں اور چاند کی روشنی میں، ستاروں کی تاثیر اور ہواؤں کی لہروں میں، بارش کے قطرات اور زمین کے ذرّات میں اور کھاد کی گندگیوں میں باری تعالیٰ کے نظام نے سارے اجزاء کو یکجا کر کے خوراک اور غذا تیار کی۔ مرد وعورت نے استعمال کی اور منی بنی اور اسی سے انسانی بدن تیار کیا اور اس کی روح عالم ارواح سے آئی اور انسان وجود میں آیا، جس کی حد موت ہے۔ پھر جسم فنا کر دیا جائے گا اور بروز قیامت دوبارہ ذرات کو جمع کر کے وجود بخشا جائے گا جو خدا ایک بار کائنات کے ذرات جمع کر کے پیدا کر چکا ہے، اس کے لیے دوسری مرتبہ پیدا کرنا نہایت آسان ہے، کروڑوں انسان اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور جو باخبر ہیں وہ بھی غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں الغرض بعث بعد الموت یقینی ہے۔

چھیننے کا مزاج اور دینے کا مزاج

محمد ﷺ کے پاک طریقہ میں ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا کرنے کی تعلیم ہے جس سے انسانوں میں عطا اور بخشش یعنی بانٹنے اور تقسیم کرنے کا مزاج پیدا ہوتا ہے اور یہ مزاج مابین محبت والفت، ہمدردی، جاں نثاری، وفا واعتماد میں اضافہ کرتا ہے جو امن وامان اور دارین میں ترقیات کا باعث ہے۔ برخلاف اہل دنیا کے کہ ان کا مزاج مختلف طریقوں سے لوٹنے اور چھیننے کا چوری، ڈکیتی، سود، رشوت، مکر وفریب اور ناپ تول میں کمی کر کے جس سے آپس میں عداوتوں اور زیادتیوں کے ساتھ انتشار اور پریشانیوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور دنیا جہنم کدہ بن جاتی ہے مثلاً سود کے بارے میں انسانوں کا خالق فرماتا ہے کہ ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، مگر انسان میں جرائم کے جراثیم اور حیوانات کے صفات پیدا ہو جانے کی وجہ سے سود میں مال کا

بڑھنا اور صدقات میں مال کا گھٹنا دکھائی دیتا ہے اگر محنت مجاہدہ کر کے جرائم سے مجتنب ہو کر حیوانات کی صفات دور کی جائیں اور فرشتوں والی صفات پیدا کی جائیں، تو اس وقت وہی دکھائی دے گا جو خالق و مالک فرماتا ہے، یعنی صدقات میں مال کا بڑھنا اور سود میں مال کا گھٹنا صاف طور پر معلوم ہوگا۔

دعا اور محنت میں تطابق ضروری ہے

دعا اور محنت میں موافقت ضروری ہے۔ ڈھائی تولہ کی زبان نبیوں والی دعا میں مصروف ہے۔ کہتا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ اور بازار میں ڈھائی من کا بدن ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ والے طریقے پر حرکت کرتا ہے، تو دعا اور محنت میں موافقت کی جائے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ اللہ کے راستے کی محنت کرو، راستہ دور سے بند نظر آتا ہے۔ چلنا شروع کرو کھلتا جائے گا۔ دعا اور محنت میں موافقت ہو جائے گی اور نیک ثمرات مرتب ہوں گے۔

بروز قیامت خدا کا معاملہ فضل کا ہوگا یا عدل کا

قیامت کے دن خدا کا معاملہ فضل کا ہوگا یا عدل کا، رابطہ کا ہوگا یا ضابطہ کا، مہربانی کا ہوگا یا قانون کا۔ اگر مسلمانوں کے ساتھ عدل کا معاملہ ہوا تو گناہوں کے بقدر جہنم میں رکھا جائے گا تاکہ گناہوں سے پاک صاف کر دیئے جائیں اور اگر فضل کا معاملہ ہوا تو سیدھا جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ عدل کا تقاضہ ہے کہ نیکیوں کو زیادہ کیا جائے۔ عدل کا حاصل خوف ہے اور فضل کا حاصل امید ہے۔ خوف اس قدر بھی مفید نہیں ہے جو ہلاکت کا باعث بنے اور امید بھی اس قدر مفید نہیں ہے کہ گناہوں پر جری کر دے، بلکہ امید اور خوف کے درمیان کا نام ایمان ہے۔ الایمان بین الخوف والرجاء۔

راز کی بات علی الاعلان عالم کے سامنے

کوئی آدمی راز اور داؤ کی بات نہیں بتلاتا ہے بلکہ چھپاتا ہے۔ ہم علی الاعلان اور ڈنکے کی چوٹ پورے عالم میں بسنے والے انسانوں کو بتلاتے ہیں کہ اگر لوگوں میں دو باتیں پیدا ہو جائیں، تو زمین و آسمان کا خالق فرماتا ہے کہ ہم تمہیں برباد نہیں کریں گے بلکہ آباد کریں گے، ایک اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف دل میں پیدا ہو جائے، دوسرے برے اعمال پر اللہ کی وعیدوں کا ڈر پیدا ہو جائے:

﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ﴾

ذٰلِكَ کا مشارالیہ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ ہے انسانوں میں آخرت کا فکر اور خوف پیدا کرنے کے لیے پورے عالم میں نقل و حرکت کر کے اس کا خوب تذکرہ کیا جائے یہاں تک کہ لوگوں میں فکر آخرت پیدا ہو جائے اور بربادی والی راہ سے بچ کر آباد کرنے والی راہ پر گامزن ہو جائیں۔

دنیا کی حکومتوں کے پاس طریقۂ راحت و امن نہیں ہے

عالم میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے اس دور کی عدالتیں، کچہریاں اور مختلف محکمے، اسکیمیں اور انتظامات ناکام اور فیل ہیں۔ پورے عالم کی حکومتیں غیر معیاری اور تشویشناک صورت حال میں مبتلا ہیں چونکہ ان کے پاس طریقۂ راحت و امن نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے کسی کی جان، عزت اور مال محفوظ نہیں ہے، لیکن امت مسلمہ کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے سرکار محمد ﷺ نے

اس سے زیادہ مایوس کن حالات میں اپنا پاکیزہ طریقہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور عالم کی حکومتیں اس پاکیزہ طریقہ کو اپنا کر امن وامان سے ہمکنار ہوئیں۔ آج بھی محمد ﷺ کا لایا ہوا پاکیزہ طریقہ اپنانے کی اور اس کو دعوت کے ذریعہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ آج بھی پورا عالم امن وامان سے ہمکنار ہوسکتا ہے اور ابدی راحتوں سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔

جہنم اہل ایمان کے لیے ہسپتال اور شفا خانہ ہے

اہل ایمان کا اصلی ٹھکانہ جنت ہے اور انکے لیے جہنم ہاسپٹل اور شفا خانہ ہے، چونکہ جنت پاک جگہ ہے اور اس کے مکانات پاک ہیں، فرمایا گیا ہے ﴿وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً﴾ اور جنت کی عورتیں بھی پاک ہیں ﴿أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾ اور جنت کی شراب بھی پاک ہے ﴿شَرَابًا طَهُورًا﴾ ایمان والا جہنم میں گندگیوں اور گناہوں سے پاک ہوجائے گا تب جنت میں داخل ہوگا اور کہا جائے گا ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾ لیکن جہنم کا علاج بہت بھاری ہے، اس لیے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے پاک صاف کرنے کے لیے بطور علاج تین چیزیں بتلائی ہیں:

① نیکیوں کا کرنا گناہوں کو زائل کرتا ہے۔ ② غیر اختیاری طور پر بیماریوں اور تکلیفوں پر صبر کرنے سے گناہ زائل ہوتے ہیں۔

③ توبہ سے کبائر گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں۔

جہنم میں کفر وشرک کا گناہ لاعلاج بیماری ہے، دنیا میں اسی سال کا مشرک بوڑھا توبہ کرے گا تو معافی مل سکتی ہے۔ سچی توبہ کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں:

① گناہوں پر ندامت۔ ② آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم۔

③ گذشتہ گناہوں کی تلافی۔ ④ توبہ کے وقت گناہوں میں مبتلا نہ ہونا۔

دنیا میں ان خوبیوں کو حاصل کرنے کے لیے ماحول شرط ہے اور ماحول دعوت دین کے عمل سے زندہ ہوگا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہترین طریقہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہترین طریقہ اخلاق اور محبت کے ساتھ میل جول رکھنا ہے، اخلاق کا بے انتہا دباؤ اور اثر ہوتا ہے، ابتداء اسلام میں جب تک آپس میں انتشار اور جھگڑا تھا، صلح حدیبیہ تک انیس سال میں فقط ڈیڑھ ہزار مسلمان ہوئے، اس کے بعد فتح مکہ تک دو سال میں دس ہزار ہوگئے۔ اس کے بعد ایک ہی سال میں غزوۂ تبوک کے موقع پر تیس ہزار کی تعداد ہوگئی اور اس کے ایک سال کے بعد حجۃ الوداع میں سوا لاکھ کا مجمع ہوگیا۔ اس کا راز یہی ہے کہ محبت اور اخلاق کے ساتھ میل جول تھا، لیکن شرط ہے کہ حقیقی اخلاق ہوں، خوشامد نہ ہو ورنہ لوگ سر چڑھ جائیں گے اور فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔

ہر انسان کے لیے چار منزلیں

ہر انسان کو چار منزلوں سے گزرنا ہے، پہلی منزل ماں کا پیٹ ہے، یہ اس کی ذات بننے کی جگہ ہے، جس میں اس کے لیے کوئی اختیار نہیں ہے، دوسری منزل دنیا کا پیٹ ہے، یہ صفات بنانے کی جگہ ہے، یہاں اس قدر اختیار دیا جاتا ہے کہ نیک وشر میں امتیاز کر کے نیکیوں کو اختیار کرلے، تیسری منزل قبر ہے اور چوتھی منزل قیامت کا دن ہے۔ اس دن اولین اور آخرین کا سب سے بڑا اجتماع ہوگا:

إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ

ہر ایک کے ساتھ اپنے صفات کے اعتبار سے معاملہ ہوگا۔ اس اجتماع سے نافرمانوں کی جماعتیں بن بن کر جہنم کی طرف جائیں گی:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ (الآیۃ)

اور فرمانبرداروں کی جماعتیں بن بن کر جنت کی طرف جائیں گی:

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا﴾

آئندہ منزلوں میں صفات کے اعتبار سے پیش آنے والی باتیں ماوراء عقل ہیں، خلاف عقل نہیں ہیں۔ جس طرح اس دنیا میں دو سو سال پہلے بہت سی باتیں ماوراء عقل تھیں، آج وہ عقل میں آگئیں، اسی طرح مابعد الموت کی ماوراء العقل باتیں موت کے وقت عقل میں آجائیں گی۔ یہ تمام باتیں انبیاء علیہم السلام نے خالق و مالک اور حکیم و علیم کی وحی کے ذریعہ بتلائی ہیں جو انمٹ اور اٹل ہیں۔

طاقتِ ایمان کیا ہے؟

اللہ کی ذات کا یقین ایسا ہو کہ دل میں غیر کا یقین نہ رہے۔ اس ایمان کی طاقت کے ذریعہ نماز، دعا اور تمام اعمال صالحہ آسمان پر جائیں گے جس طرح چاند پر بھیجنے کے لیے سائنس والوں کو راکٹ کے دھکے کی ضرورت پڑی۔ اسی طرح اعمال اور دعاؤں کو آسمان پر پہنچانے کے لیے طاقت ایمان کی ضرورت ہے:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾

فقط ایمان کا بول اور الفاظ کافی نہیں ہے بلکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے۔ لہٰذا اس کی حقیقت دل میں اتارنی ضروری ہے اور دل میں ایمان ہونے کی نشانی یہ ہے کہ مومن ہر حال میں خدا کے اوامر پر عمل کرنے والا بنے اور منکر چیزوں سے روکنے والا بنے چاہے اس کو کتنی ہی راحتیں قربان کرنی پڑیں۔ قرآن میں جس قدر بڑے بڑے وعدے ہیں وہ اس ایمان پر ہیں۔ کامیابی اور نصرت کا وعدہ، سربلندی اور عزت کا وعدہ نجات اور امن کا وعدہ، معیتِ خداوندی اور جنت کا وعدہ، فضل کبیر اور محبوبیت کا وعدہ نیز صفات ایمان پر بھی معیتِ خداوندی کا وعدہ ہے اور وہ تقویٰ اور صبر و احسان ہے۔

① ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ایمان والوں کے لیے کامیابی کا وعدہ ہے۔

② ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ ایمان والوں کے لیے نصرت کا وعدہ ہے۔

③ ﴿وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ ایمان والوں کے لیے سربلندی کا وعدہ ہے۔

④ ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ ایمان والوں کے لیے عزت کا وعدہ ہے۔

⑤ ﴿وَكَذَٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾ ایمان والوں کے لیے نجات کا وعدہ ہے۔

⑥ ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ ایمان والوں کے لیے امن کا وعدہ ہے۔

⑦ ﴿وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ایمان والوں کے لیے معیت خداوندی کا وعدہ ہے۔

⑧ ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ ایمان والوں کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

⑨ ﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا﴾ ایمان والوں کے لیے فضل کبیر کا وعدہ ہے۔

⑩ ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا﴾ ایمان والوں کے لیے محبوبیت کا وعدہ ہے۔

صفاتِ ایمانی پر معیتِ خداوندی کا وعدہ ہے

① ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

② ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

③ ﴿اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ﴾ اللہ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔

ایک یورپین آدمی کے سوالات کا اطمینان بخش جواب

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک یورپین آدمی آیا اور عرض کیا کہ مجھے چند سوالات درپیش ہیں اگر آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں، تو میں صاف طور پر پیش کروں؟ آپ نے اس کو اطمینان دلایا اور بے تکلف سوالات کرنے کی اجازت دے دی۔ اس نے کہا کہ آسمانی کتابیں توریت، زبور، انجیل اس دور کے مناسب حال نازل ہوئی تھیں۔ آخر میں نازل ہونے والا قرآن یہ بھی اونٹ اور تلوار کے زمانہ کا ہے، اب راکٹ اور ایٹمیات کا زمانہ ہے، لہٰذا اب محمدی قرآن کے بجائے کوئی ماڈرن کتاب ہونی چاہئے یا یوں سمجھئے کہ توریت میں کوئی کمی تھی وہ زبور میں پوری کی گئی اور زبور کی کمی کو انجیل میں پورا کیا گیا اور انجیل کی کمی کو قرآن میں پورا کیا گیا ہے۔ اب اس دور کے مناسب حال جو کمی محسوس ہو رہی ہے وہ ماڈرن کتاب نکال کر پوری کرنی چاہئے۔ یا تو جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ علیم وحکیم ہے اور یہ قرآن قیامت تک کے لیے نازل کیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ ابتداء ہی سے تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے ایک ہی کتاب طے کر دیتے۔ یورپین آدمی نے ایک ہی سوال کی کئی شکلیں نکال کر جواب طلب کیا۔ حضرت والد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا کہ میری تیس سال کی عمر ہے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ یہ آپ کی بھرپور جوانی کا زمانہ ہے۔ اب آپ کا یہ قد وقامت نہ بڑھے گا اور نہ گھٹے گا، جس کی وجہ سے آپ کے لباس کی سائز جو اس وقت ہے یہی سائز موت تک رہے گی۔

جب آپ کی عمر ایک سال کی تھی تو آپ کا کرتا آپ کی والدہ نے بہت چھوٹا بنایا تھا۔ جب دو سال کی عمر ہوئی پھر کرتے کی سائز بدل کر کچھ بڑا بنایا، جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو اور بڑا کرتا بنایا۔ اسی طرح سائز بڑھتے بڑھتے موجودہ سائز تک پہنچی۔ اب آپ کی اس وقت جو عمر ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ اب آپ کا قد وقامت موت تک یہی رہے گا اور لباس کی سائز بھی یہی رہے گی۔ تو یہاں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک سال اور دو سال والا چھوٹا کرتا جو آپ کی والدہ نے بنایا تھا یہ والدہ کی بھول یا چوک تھی بلکہ اس کو آپ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بچپن کا زمانہ تھا۔ جوں جوں قد وقامت بڑھتا رہا لباس بھی اس اعتبار سے بڑھتا رہا حتیٰ کہ جوانی کا زمانہ یہ وہ زمانہ ہے کہ اب قد وقامت بڑھنے گھٹنے کا سوال نہ رہا۔ اس لیے یہی سائز موت تک رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ یقیناً علیم وحکیم ہے، ہر زمانہ میں جو کچھ کیا اور جو کچھ کر رہا ہے، اس میں نہ بھول ہے اور نہ چوک صرف سمجھ کا فرق ہے۔

وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی اور آدمی ہیں، یہ زمانہ انسانیت کے اعتبار سے بچپن کا زمانہ تھا، ان کے مناسب حال احکامات دیے گئے۔ پھر نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا۔ انسانیت کے معیار میں جس قدر تبدیلی آئی اس کے مناسب اوامر دیے گئے۔ اسی طرح توریت، انجیل، زبور اور ان کتابوں میں بھی بقدر ضرورت فروعی احکام میں تبدیلی کی گئی، یہاں تک کہ آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے، تو ٹھیک انسانیت کی جوانی کا زمانہ تھا۔ آپ کو قرآن میں وہ اصولی چیزیں جن میں تمام انبیاء علیہم السلام متحد اور متفق ہیں مثلاً توحید، رسالت، آخرت وغیرہ۔ ان کے علاوہ فروعات میں ترمیم کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ احکامات اور ضابطے دیے گئے جو پورے عالم

کے لیے اور قیامت تک کے لیے کافی ہیں۔ اس لیے محمد ﷺ کی نبوت پر رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین کی مہر ثبت کر دی گئی اور اس کے ساتھ قرآن میں بھی اعلان کر دیا گیا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (پ:۷)

''آج تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر لیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت تام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین بنا کر میں راضی ہو گیا۔''

لہٰذا اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور محمد ﷺ والا طریقہ تا قیامت جاری رہے گا اور یہی طریقہ پورے عالم کے لیے باعث رحمت و برکت ہوگا۔

اس یورپین آدمی نے مذکورہ بات غور سے سننے کے بعد دوسرا سوال پیش کیا کہ جب نبیوں کا آنا باعث رحمت ہے اور نبیوں کے سلسلے کا بند ہو جانا باعث زحمت ہے، پھر آپ کا خاتم النبیین ہونا باعث فضیلت کیسے ہو سکتا ہے۔ جب آپ کو خاتم النبیین تسلیم کیا جائے، تو رحمۃ للعالمین کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر رحمۃ للعالمین ہونا تسلیم کیا جائے تو خاتم النبیین کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

والد صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ بیشک محمد ﷺ نے نبیوں کا سلسلہ بند کر دیا، مگر آپ نے نبیوں والا کام بند نہیں کیا بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام والا کام اپنے مخصوص طریقہ کے ساتھ اس امت کے حوالہ کر دیا تا کہ امت محمدیہ تا قیامت تمام انبیاء علیہم السلام کے انوارات اور ان کی رحمتیں اور برکتیں محمدی مہر کے ساتھ حاصل کر سکیں۔ اسی لیے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد آپ کی شان میں فرمایا گیا ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ ﴾

''اے محمد! تمام انبیاء ہدایت پر تھے اور سیدھی راہ چلے ہیں۔ آپ بھی ان کی چال چلیے۔''

اور جو حکم آپ کو ہوگا امت بھی اس کی مکلف ہے بشرطیکہ آپ کے لیے وہ حکم خاص نہ کر دیا گیا ہو، لہٰذا امت محمدیہ تمام انبیاء کی چال چلے گی محمدی طریقے کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام والا کام بھی کیا اور تیسرا مخصوص کام یہ کیا کہ آپ نے کام کرنے والے داعی تیار کیے، آپ کی اقتداء میں امت دین پر عمل کرے گی اور دوسروں میں اعمال زندہ کرنے کی کوشش کرے گی اور تیسرا اس امت کا مخصوص کام یہ ہوگا کہ دعوت دین کے لیے داعی تیار کرے گی تا کہ پورے عالم میں تا قیامت دین زندہ اور تابندہ رہے۔ انبیاء سابقین میں اسماعیل علیہ السلام اپنے گھرانے کے لیے مبعوث ہوئے، تو یہ امت بھی اپنے گھرانہ میں دعوت دین کا عمل کر کے اسماعیل علیہ السلام والا نور حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ اور نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام اپنی قوموں کے لیے مبعوث ہوئے تھے، یہ امت بھی اپنی قوموں میں دعوت دین کا عمل کر کے ان انبیاء علیہم السلام کے انوارات حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ اور شعیب علیہ السلام تاجروں میں مبعوث ہوئے اور قوم سبا کے تیرہ انبیاء علیہم السلام کسانوں اور جاگیرداروں میں مبعوث ہوئے، یہ امت بھی ان طبقوں میں دعوت کا عمل کر کے ان انبیاء علیہم السلام والے انوارات حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حکومت والوں میں مبعوث ہوئے، یہ امت بھی حکومت والوں میں دعوت دین کا عمل کرے گی۔ موسوی نور حاصل کرے گی محمدی مہر کے ساتھ، الغرض عالم کے سب طبقات میں تا قیامت یہ امت دعوت دین کا عمل کر کے سارے انبیاء علیہم السلام کے انوارات اور رحمتیں برکتیں حاصل کرے گی محمد مہری کے ساتھ۔

لہٰذا آپ کا خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا شرف اور رحمتوں اور برکتوں کا باعث ہے اور امت محمدیہ کے لیے طرۂ امتیاز بھی ہے اور باعث فخر و اعزاز بھی، نیز محمدی طریقہ موجودہ دور میں بھی امن و امان کا باعث ہے بشرطیکہ دعوت دین کا عمل نہج نبوی پر کیا جائے۔ موجودہ دور کی

پریشانیاں اور شر وفساد ان ماڈرن طریقوں کی ایجادات ہیں اور ماڈرن طریقہ امن وامان قائم رکھنے میں ناکام اور فیل ثابت ہو چکا ہے۔

اس یورپین آدمی نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سن کر کہا کہ مجھے اپنی زندگی میں کوئی مطمئن نہیں کر سکا تھا، آج آپ نے مجھے کامل مطمئن کر دیا اور آج سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا تسلیم کرتا ہوں۔ اب صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کیا اس دور میں محمدی طریقہ اپنانے کے بعد چین وسکون اور امن وامان قائم ہونے کا کوئی نمونہ بھی موجود ہے۔

اس کے جواب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کہ اطراف عالم میں جہاں پر دعوت دین کی محنت نہج نبوت پر کی گئی ہے، کئی قوموں اور ملکوں کے سینکڑوں افراد نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ اپنایا جس کے نتیجہ میں ان کو میل محبت اور چین وسکون والی زندگی نصیب ہوئی۔ اس سلسلہ میں ہماری ایک جماعت کی کارگزاری جو افریقہ گئی ہوئی تھی مختصر طور پر اس کے سنانے پر اکتفا کرتا ہوں اس کے بعد آپ نے افریقہ میں گئی ہوئی جماعت کی کارگزاری سنائی۔

دینی دعوت کی بے شمار مصروفیات کے باوجود فن فلکیات کے متعلق عمیق باتیں

سینہ روشن ہو، تو ہے سوز سخن عین حیات
ہو نہ روشن، تو سخن مرگ دوام اے ساقی

نمازوں کے اوقات کے لیے طلوع وغروب کا علم جس قدر ضروری اور اہم ہے، اس سے کون ناواقف ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فنی حیثیت سے طلوع وغروب کے وقت کی تخریج میں اتنی مہارت حاصل تھی کہ آپ مختلف علاقوں کے طلوع وغروب اور زوال کے اوقات کی آسانی سے تخریج کر لیتے تھے۔ حالانکہ اس فن سے دلچسپی اس دور میں عنقا ہوتی جارہی ہے۔ سعودی عرب کے طلوع وغروب میں آپ کے حساب سے معمولی سا فرق تھا۔ آپ نے اس لائن کے دیگر ماہرین سے اپنے حساب کا استصواب کروایا۔ یہ تو تحقق ہو گیا کہ حرمین کے طلوع وغروب کے وقت میں معمولی فرق ہے جس سے نمازوں کے معاملہ میں غلطی کا قوی احتمال تھا۔ اس کی اصلاح کی غرض سے آپ نے امام حرم مکی شیخ عبداللہ السبیل صاحب سے ملاقات کی اور نہایت متانت کے ساتھ اوقات کے مسئلہ کو زیر غور لانے کی طرف متوجہ فرمایا۔ مگر اصلاح اوقات کا معاملہ صرف امام صاحب کے اختیار میں نہ تھا جب تک کہ حرمین کے ماہرین اوقات کو اس طرف متوجہ نہ کرایا جائے۔ اس کے لیے آپ کی جدوجہد جاری رہی۔ بالآخر واسطہ در واسطہ حرمین کے ماہرین اوقات تک یہ بات پہنچائی گئی اور اس سلسلہ کو وہاں کے ماہرین نے غور وفکر کر کے جو بھول تھی اس کی اصلاح فرمائی اور الحمد للہ نماز کے اوقات کی اصلاح کا مسئلہ اس طرح پایہ تکمیل تک پہنچا۔

اسی طرح والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا فکر لگا رہتا تھا کہ جس ملک میں بھی مسلمان قیام پذیر ہوں، وہاں رمضان المبارک کی ابتداء، عید الفطر، بقر عید صحیح وقت پر ہو۔ ظاہر ہے کہ اسکا تعلق رویت قمر کی شہادت سے ہے اور رویت قمر کا مدار شرعاً نص صحیح کے مطابق شہادت پر ہی ہے اور شہادت ہی میں احتیاط نہ ہو، تو مختلف مسلم علاقوں اور اسلامی ممالک میں افراتفری یا کم از کم انتشار پھیل سکتا ہے اور ایسا کئی بار ہوا بھی ہے۔ اسی لیے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ متعلقین اور ذمہ داروں کو شہادت میں حزم اور احتیاط کی طرف خاص متوجہ کرتے رہتے۔ بالخصوص ایسے ایام کی شہادت میں تو انتہائی کرید کی ضرورت ہے، جنہیں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے مطابق فقہی اصطلاح میں قران شمس وقمر یا تولید قمر جسے انگریزی میں نیو مون (New Moon) کہتے ہیں یعنی ہر ماہ کی آخری تاریخوں میں چاند سورج کی محاذات میں آجاتا ہے اور چاند کا وجود چند منٹ کے لیے دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے بعد چاند کا الگ ہونا محسوس ہوتا ہے۔ اس علیحدگی کی ابتدا کے

بعد ماہرین فلکیات کے نزدیک کم سے کم سترہ گھنٹے اور عموماً بیس بائیس گھنٹوں کے بعد چاند رویت کے قابل ہوتا ہے۔

فلکیات کے ماہرین کی رائے کے مطابق قران یا نیو مون کے دن چاند کا دکھائی دینا ممکن نہیں ہے۔ اسی لیے اس روز کی شہادت میں انتہائی احتیاط اور تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ شہادت میں کوئی وہم و ابہام نہ رہ جائے۔ امکان رویت اور اس کے متعلقات کے سلسلہ میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس فن سے دلچسپی رکھنے والے بعض حضرات سے خط و کتابت کر کے خصوصی طور پر توجہ دلا کر تاکید فرمائی ہے۔

جناب مولانا برہان الدین صاحب کے نام ایک مکتوب میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شہادت کا سلسلہ بلاشبہ شریعت کے متفق علیہ اور نص قطعی پر منحصر مسئلہ ہے اور اس کی بنیاد پر دیے گئے علماء کرام کے فیصلوں کو ہر حال میں قبول کرنا ہے خواہ وہ بداہت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اتنا ضرور ہے کہ بداہت کو بالکلیہ نظر انداز کرنے کا موجودہ جو رویہ ہے اس میں تبدیلی اور قرآن پاک کی آیت مبارکہ ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾ کی نص قطعی کی طرف اذہان کو متوجہ کر کے اس کی اہمیت کا احساس اور اس کے فقہی وزن کے تعین کی ضرورت ہے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تمنا تو یہ تھی کہ بداہت فن یعنی عملاً رویت قمر کے امکانی اوقات سے قبولیت شہادت کے ذمہ داران بھی اچھی طرح واقف ہوتے تاکہ شہادت کے فقہی احکام اور فن ہیئت کے اعتبار سے قران یا نیو مون کے متصلاً بعد رویت قمر کے ممکنہ ایام دونوں کی فقہی اہمیت کے امتزاج کو بروئے کار لا سکے۔

مذکورہ خط میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ دل میں یہ بات آئی کہ کاش ایسی کوئی کتاب یا رسالہ تصنیف کیا جائے جو آسان زبان میں ہو اور جس میں دنیا کے سبھی ممالک کے اہم مقامات پر امکان رویت کا دن درج ہو اور اس میں ہر ماہ قرانِ شمس و قمر یا تولید قمر یا نیو مون کا دن اور وقت بھی دکھایا جائے۔ پھر اسے ہر ملک کے اعلان رویت کے ذمہ داران تک پہنچایا جائے تاکہ وہ حضرات جس دن ان کے یہاں مطلع پر امکان رویت ہی نہیں ہے اس دن رویت ہلال کی شہادت قبول کرنے میں حزم و احتیاط کی طرف پورے طور پر متوجہ ہو سکیں۔

اس معاملہ میں آپ کس قدر متفکر رہتے تھے اس کا اندازہ پروفیسر ملیشیا ڈاکٹر محمد الیاس صاحب کے نام لکھے ہوئے ایک مکتوب میں اس تحریر سے کر سکتے ہیں۔ لکھا ہے: اس وقت میں اس معاملہ میں بہت پریشان ہوں کہ اس سال برطانیہ، دہلی اور امریکہ میں چاند دیکھا گیا جب کہ اس وقت چاند کی عمر کہیں ۷، ۸ گھنٹے تھی اور دہلی میں تو نیو مون سے بھی پہلے شہادت ملی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے کہ ۲۰۔۲۴ گھنٹے کے بعد ہی چاند دیکھا جا سکتا ہے حالانکہ اس فن کے ماہرین کے نزدیک یہ بات ضروری ہے۔ اب دو صورتیں ہیں یا تو ماہرین سے حساب میں کہیں چوک ہوئی یا علماء سے گواہوں کی تحقیق میں کوئی تسامح ہوا۔ آگے اسی خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

میں یہ چاہتا ہوں کہ مختصر سی ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں ساٹھ سالہ نیو مون کا حساب جو میرے پاس ہے، وہ ہو اور مولانا برہان الدین صاحب کا مضمون ہو۔ پھر آپ ایک قاعدہ اور ضابطہ آسان کر کے ترتیب دے دیں کہ (۱) کتنی عمر میں چاند کا دیکھا جانا ممکن ہے (۲) نیز سورج کے ڈوبنے کے کتنی دیر بعد چاند نظر آ سکتا ہے۔ یہ بھی لکھیں کہ طول البلد اور عرض البلد کے فرق سے کتنا فرق ہو سکتا ہے اور موسم کے اعتبار سے کیا فرق ہوگا۔

میرے علم میں یہ ہے کہ اگر یہ دو باتیں قابو میں آ گئیں تو کام آسان ہوگا اگرچہ اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں ہیں مگر یہ دونوں زیادہ اہم ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور بات آپ لکھنا چاہیں تو مجھے لکھ سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سورج کے حساب کی دائمی جنتری تو بن سکتی ہے مگر چاند کے لیے دائمی جنتری نہیں بن سکتی بلکہ ہر سال کے لیے علیحدہ جنتری بنانی پڑے گی کیا یہ بات صحیح ہے؟ اس مختصر کتاب میں اگرچہ ساٹھ سالہ حساب ہوگا پھر بھی لوگ ہر مہینے کا سن سیٹ اور مون سیٹ اپنے یہاں کے آبزرویٹری سے معلوم کریں۔ اس کے علاوہ اور کون سی بات آپ مناسب سمجھتے ہیں مگر ہاں اس کتاب میں فن بالکل نہ ہو بلکہ صرف آپ کی بڑی کتاب کا حوالہ ہو۔

چونکہ رمضان المبارک کی ابتداء اور عیدین نیز حج میں یوم عرفہ کی تعیین وغیرہ تمام ہی مذکورہ ارکان کا تعلق رویت قمر کی شہادت سے ہے۔ اسی شرعی اہمیت کے پیش نظر آپ نے مختلف ذرائع حتی کہ رسائل واخبارات وغیرہ سے بھی کدوکاوش کر کے ساٹھ سالہ ریکارڈ جمع کیا تھا جس سے رویت کے اس ریکارڈ کی ایک مثال مولانا برہان الدین صاحب کے نام مذکورہ گرامی نامہ میں شوال ۱۴۰۷ھ کا قران شمس وقمر یعنی نیومون کے متعلق اوقات ومعلومات حسب ذیل تحریر فرمائی ہے:

شوال ۱۴۰۷ھ SHAWWAL 1407 H.

27 MAY 15:13 (3:13)PM.G.M.T.(WEDNES DAY)

27 MAY 20:45 (8:43)PM. INDIAN TIME

SUN SET 27 MAY IN DELHI=)7:11 PM.M.

MOON SET 27 MAY IN DELHI = 7:11 PM.

۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء کا یہ نیومون مثال کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ اسی سے ساٹھ سالہ ریکارڈ کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار را

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا ہے

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل فرمایا ہے، جن میں آپ نے دین کی جد وجہد کرنے والوں کے لیے بشارتیں فرمائیں ہیں، بالخصوص دعوت دین کے عمل کرنے والوں کے لیے بشارتوں کے علاوہ آپ ﷺ کی توجہات کو اس کام کی طرف ہونا بتایا گیا ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایسے کئی خواب ہیں، علاوہ ازیں دوسرے حضرات نے بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ زیارت فرمائی ہے لیکن ان سب میں سے صرف وہ خواب جو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور آپ نے ان کو قلم بند کیا ہے، اس میں سے چند خواب درج ذیل ذکر کیے جاتے ہیں، جس سے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آپ ﷺ کے ساتھ غایت درجہ محبت کا نیز دعوت دین کے عمل کی عظمت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

خواب (۱) - از محمد عمر پالنپوری

۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۸۰ء اتوار کا دن گزر کر آدھی رات کو ڈھاکہ کو کرائیل میں میں نے خواب دیکھا کہ

حضور اکرم ﷺ کو تلاش کر رہا ہوں، لوگ بڑی تعداد میں جا رہے ہیں۔ ایک جگہ چند آدمیوں کے درمیان میں حضور ﷺ ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور مصافحہ کیا اور جنت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میں تو انشاء اللہ جانا ہے، بڑے مزے ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت جی دونوں نے سلام کہا ہے اور آپ ﷺ نے سلام قبول فرمایا اور فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث تو ایسے ہیں کہ آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں یعنی خوب نور ہے۔ یہ دل میں آیا، الفاظ چکا چوند کے ہیں پھر آنکھیں کھل گئی۔

خواب (۲)

ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۹ ردسمبر ۱۹۷۷ء مسجد نور میں حضرت جی مدظلہ کی قیام گاہ پر سویا۔ خواب میں کئی آدمی دیکھے۔ ایک نوجوان سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کہاں ہیں؟ اس نے اشارہ کیا کہ اس کمرہ میں ہیں۔ میں کمرہ میں داخل ہوا، تو دیکھا کہ بہت سے نیک لوگ اس میں ہیں۔ ایک کنارے پر ابراہیم عبدالجبار صاحب بھی ہیں اوروں پر غور نہیں کیا۔ آپ چار پائی پر تشریف فرما ہیں۔ میں نے مصافحہ کرنا چاہا، تو فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ یہ فرما کر آپ ﷺ چار پائی سے نیچے اتر آئے اور مصافحہ کیا پھر چار پائی پر پاؤں پھیلا کر تشریف فرما ہوئے۔ میں نے آپ کے دونوں پاؤں مبارک خوب چومے اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ پھر میں نے زیارت کرنا چاہا۔ آپ دوسرے سے بات کرنے میں مشغول تھے۔ مجھے روکا اور فارغ ہو کر ارشاد فرمایا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مولوی صاحب اس وقت ہم ایک مہم پر ہیں تم بھی آ جانا۔ میں نے کہا کہ کب؟ فرمایا کہ کل۔ میں نے معلوم کیا، کہاں؟ فرمایا حرم میں (یعنی مدنی حرم مراد ہے)۔ میں نے کہا کس وقت؟ فرمایا: جس وقت چاہو آ جانا۔ پھر میں نے شیخ الحدیث اور حضرت جی مدظلہما کے بارے میں معلوم کرنا چاہا لیکن خواب ختم ہو گیا۔

خواب (۳)

۱۳۸۹ھ سرائے گاؤں جو جوالا پور کے قریب ہے، وہاں سویا تھا کہ خواب میں بڑا مجمع دیکھا جس میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ میں جا کر ملا، مصافحہ ہوا۔ میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں بات کرنا چاہا کہ کیا نظام رہے، لیکن میری بات سے پہلے آپ ﷺ نے بہت اہتمام سے یہ بات تبلیغ کے بارے میں کہنی شروع فرمائی کہ یہ کیوں کہا جا رہا ہے کہ کچھ نہیں ہو رہا ہے اور تبلیغ والے کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ خود یوں کہو کہ ہم سے کچھ نہیں ہو رہا ہے، تو اضع والی بات اور ہے لیکن ناشکری کی حد تک نہ ہو۔ پانچ دس بار اسی کو فرماتے رہے حتیٰ کہ مجھے حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ کے بارے میں بات کرنے کا موقع نہ ملا اور آنکھ کھل گئی۔ میں زبان سے اور تحریر سے اس منظر کو ادا نہیں کر سکتا جو آپ ﷺ کا تھا اور بار بار فکر سے فرما رہے تھے کہ ہو رہا ہے۔

خواب (۴)

پانولی کے اجتماع کے آخری دن فجر کی نماز کے بعد نیند آ گئی تو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ کے قریب میں ایک اور صاحب بھی کرسی پر تھے۔ ان سے پوچھا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ ہیں۔ پھر میں نے آپ سے بھی پوچھا کہ میں نے آپ کو صحیح نہیں پہچانا۔ فرمایا: میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں۔ میں نے کہا: آپ نہ فرماتے تو بھی آپ ہی کی حدیث کی وجہ سے

مجھے پکا یقین تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ شیطان آپ کی صورت میں نہیں آسکتا۔ مصافحہ، معانقہ خوب اچھی طرح کیا۔ شروع میں دور سے تو حضرت شیخ کی شکل کے مشابہ شکل تھی پھر دوسری شکل ہوگئی، وہی آخر تک رہی۔ فرمایا کہ کیا حضرت دہلی گئے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں۔ فرمایا: حضرت شیخ کا کل سفر ہے؟ میں نے پہلے تو کہا ہاں، پھر کہا ابھی تو کئی دن ہیں۔ میں سوال سے پہلے سمجھا کہ بمبئی کا سفر کل ہے، بعد میں جواب میں ہی احساس ہوا کہ مدینہ منورہ کا سفر مراد ہے تو عرض کیا کہ اس کو بھی کئی دن باقی ہیں۔ فرمایا: بہت اچھا پھر بہت سی باتیں فرمائیں اور خوب تبلیغ کے کام پر ہمت افزائی فرمائی۔ میں نے کہا کہ حضرت امت بہت پریشان ہے۔ فرمایا: تبلیغ والے بھی تو مجاہدہ میں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دینی محنت سے خوش ہیں؟ فرمایا: میں بہت خوش ہوں۔ عرض کیا: ہم تبلیغ والوں کے لیے کوئی خاص پیغام ہو تو ارشاد فرمائیں۔ فرمایا: تبلیغ والے مجاہدوں میں ہیں، بس میں تو اہمیت کے ساتھ دو باتیں کہتا ہوں کہ محنت کرنے والے اغراض سے پاک ہو کر اللہ کی رضا کے لیے کریں، دوسرے یہ کہ استخلاص ہو یعنی جو اس کام میں لگیں وہ اور جھمیلوں میں نہ پڑیں، اس کام پر پوری قوت لگادیں۔ پوری دنیا کے انسانوں کی پریشانیوں کا حل اس میں ہے۔ میں نے کہا: حضور ﷺ آپ نے خواب میں وہ بھی جو جاگتے میں قرآن وحدیث میں بھی اور کوئی بات فرماتے تو ہمیں تاویل کرنی پڑتی، یہ تو صاف بات ہے۔ میں فجر کی نماز کے بعد تھوڑا سو کر بیرون کے آئے ہوئے احباب سے بات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مولوی موسیٰ صاحب نے کہا تجھے ساڑھے سات بجے اٹھاؤں گا۔ میں نے کہا میاں جی محراب صاحب کا حکم ہے کہ آٹھ بجے بڑے مجمع میں آنا ہے پھر تو مشکل ہوگی، اس لیے فجر کے بعد تم فوراً انہیں جمع کرلو، جب جمع ہوجائیں فوراً بلالو۔ دس پندرہ منٹ کا وقفہ ملے گا اس میں سولوں گا، بے تکلف مجھے جگا دینا۔ تو میں ان دو فکروں کے ساتھ سویا کہ اللہ دونوں کام کروادے تاکہ حضرت کے بڑے مجمع میں پہنچنے تک بات پوری ہوجائے۔ میں نے سونے سے پہلے حضرت والا سے پوچھا کہ بیرون والوں سے کیا بات کروں؟ ارشاد فرمایا: اخلاص اور استخلاص۔ میں نے اس کے بیان کا ارادہ کرلیا اور سوگیا۔ اس میں یہ خواب آیا اور حضور ﷺ نے بھی یہی دو باتیں مع تشریح ارشاد فرمائیں جو حضرت جی مدظلہ کے دو کلموں کی تفصیل تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ ﷺ سے ملتے ہی میرا مصافحہ، معانقہ ہو چکا ہے، لیکن ایسے موقعے مجھ جیسے ضعیف کو بار بار کہاں ملتے ہیں۔ اس کے بعد اب دوبارہ مصافحہ ومعانقہ کروں اور پیشانی پر بوسہ بھی دوں۔ آمادگی کا اظہار فرمایا۔ میں نے بہت اچھی طرح مصافحہ کیا، بہت دیر تک معانقہ میں ایک دوسرے کو دبانے کی کوشش تھی۔ جب فارغ ہوا تو ارشاد فرمایا: اب میں تمہاری پیشانی کو بوسہ دوں گا۔ میں نے شرم کے مارے سر نیچا کرلیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اونچا کرکے پیشانی پر بوسہ دیا، پھر ہونٹ چوما، پھر ہونٹوں پر دم کیا۔ اس وقت میرا منہ معمول کے مطابق کھلا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ اور زیادہ ہونٹ کھولو تاکہ میرا تھوک اور میرا لعاب دہن مبارک تمہاری زبان تک پہنچے۔ منہ اتنا ہی کھولا پھر آپ بار بار کچھ پڑھ کر اندر دم فرماتے رہے اور لعاب دہن مبارک میرے منہ کے اندر ہونٹوں پر اور خصوصاً زبان تک پہنچتا رہا۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔

میں کاغذ لے کر یہ خواب لکھنے بیٹھا تاکہ بھول نہ جاؤں۔ اتنے میں مولوی موسیٰ آگئے اور کہا کہ تجھے جگانے میں ڈر لگتا تھا، لیکن ضروری بھی تھا۔ اس لیے ہمت کرکے میں نے کمرے کا دروازہ اس نیت سے کھولا کہ انشاء اللہ آپ جگانے سے خوش ہوں گے، کیونکہ دینی تقاضے پر جگایا جاتا ہے۔ یہ سوچ کر دروازہ کھولا۔ یہ مولوی موسیٰ صاحب کا تھوڑا سا توقف کرنا میرے خاص خواب کا وقت تھا اور وہ ڈرے اور جگانے میں انہیں دیر ہوئی، اس میں خواب پورا ہوگیا۔ میں پھر خواب لکھے بغیر بیرون والوں میں خلاف معمول بلا وضو گیا ورنہ باوضو بیان کرنے کی عادت ہے بشرطیکہ ذیابیطس کا زور نہ ہو اور کان نہ بہتا ہو۔ یہاں وقت کی تنگی کی وجہ سے بلا وضو گیا۔ بیرون والوں سے

فارغ ہوکر بڑے مجمع میں جانے سے پہلے استنجاء زور سے آرہا تھا اس لیے استنجاء و وضو دونوں چیزیں قابو میں آ گئیں۔ پھر نرم غذا کا ناشتہ جلدی سے کر کے الحمد للہ چل دیا۔ حضرت والا کی تشریف آوری سے پہلے جتنی باتیں کرنے کا ارادہ تھا کر چکا تو حضرت والا تشریف لائے اور بیان فرمایا اور دعا بھی کی۔

حضور ﷺ نے بہت تفصیل سے بات فرمائی اور کام کے حالات پوچھتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ الحمد للہ ہر جواب پر آپ کا انشراح اور انبساط پایا۔ پورے خواب میں تکدر ایک سیکنڈ کے لیے بھی محسوس نہ ہوا اور خواب ہی میں یہ محسوس ہوا کہ آپ تبلیغی کام کی طرف ہمہ تن متوجہ ہیں اور سوالات اس انداز کے تھے جیسے نگرانی کرنے والا پوچھا کرتا ہے۔ اس وقت جو یاد ہیں وہ لکھ لیے ہیں۔

خواب (۵)

۱۳۹۶ھ/۱۷ جون ۱۹۷۶ء لنکا میں فجر کی نماز کے بعد خواب میں دیکھا کہ عام اجتماع ہے، کوئی ساتھی بات کر رہے ہیں۔ ایک کمرے میں حضرت جی مدظلہ ہیں اور ایک کمرہ میں چارپائی پر مولانا منظور احمد نعمانی سرہانے بیٹھے ہیں اور مولانا حبیب اللہ صاحب پالنپوری (مصنف حرکت آفاق اور صور اسرافیل مہتمم دارالعلوم چھاپی) پائنتی پر بیٹھے ہیں۔ میں ان دونوں حضرات سے ملنے گیا۔ مولانا حبیب اللہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ کے فلاں بیان کے فلاں عربی شعر میں نحو کے اعتبار سے فلاں غلطی تھی۔ مولانا منظور احمد نعمانی صاحب نے ان سے کہا کہ ایسی گرفت نہیں کرنی چاہئے، مضمون دیکھو۔ میں نے مولانا منظور احمد صاحب سے عرض کیا کہ نحو کی غلطی بتائی ہے۔ حضور ﷺ بھی ایک کمرہ میں مقیم ہیں لیکن میں کبھی حضرت جی مدظلہ کے پاس، کبھی عام مجمع میں، کبھی خواص کے پاس ادھر اُدھر جا رہا ہوں تا کہ آپ کے پاس جانے سے پہلے تبلیغی کام ہر اعتبار سے ٹھیک ہو رہا ہو تا کہ آپ سے ملاقات پر ناراضگی نہ ہو۔ میں آپ سے مل نہ سکا اور خواب ہی میں میری آنکھ کھل گئی، حقیقت میں یہ بھی خواب ہی تھا۔ میں نے حضرت جی مدظلہ کو یہ سارا ماجرہ سنایا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ سے ملاقات تو نہ ہوئی، لیکن آپ کی طرف سے دل میں خواب کی تعبیر کی چند باتیں القا ہوئیں ہیں حضرت جی مدظلہ کو سنائیں۔ ایک یہ کہ سفر منظور اور مقبول ہے اور اللہ کی محبت کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے، دوسرے یہ کہ میری امت کے عوام میں محنت کی وجہ سے امت کے خواص بھی عوام کی طرح ہو رہے ہیں یعنی یہ بات علی سبیل المدح آئی، تیسری بات یہ ہے کہ ہندوستان کا تبلیغی کام قابل اطمینان ہے۔ میں نے کہا کہ پاکستان کا؟ تو دل میں آیا یعنی آپ والا ہی القا ہے کہ پاکستان، سیلون، برما، بنگلہ دیش سب ہندوستان ہی میں داخل ہیں یہ تقسیم تو اعداء کی ہے۔ یہ سب سنا کر میں نے حضرت جی مدظلہ سے عرض کیا کہ ابھی جو عوام آپ کی خدمت کر رہے ہیں انہیں نہ ہٹایا جائے، ہٹانے والے بھی ابھی احتیاط کریں تو چاروں طرف خدمت کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ پھر میں نے حضرت جی سے عرض کیا کہ پھر میں سوتا ہوں تا کہ آپ ﷺ سے ملاقات کر لوں تا کہ حضرت شیخ کا کوئی پیغام ملے یا آپ کے نام کوئی پیغام ملے یا کم از کم زیارت ہی ہو جائے۔ پھر خواب ہی میں سو گیا لیکن زیارت نہ ہوئی۔ پھر سچ مچ آنکھ کھل گئی۔

نوٹ: اس کے علاوہ بہت سے خواب ہیں جو اگلی جلدوں میں آتے رہیں گے ان شاء اللہ۔

والد صاحب کی تدفین سے پہلے خواب

تدفین سے پہلے دہلی کے ایک عالم صاحب نے خواب دیکھا جو دہلی کی کسی مسجد میں امام ہیں۔ فرمایا کہ کچھ نورانی اشخاص

جارہے ہیں اوران کے ہاتھوں میں کوئی عجیب سی چیز ہے تو دل میں گمان ہوا کہ ملائکہ ہی ہیں تو آواز آئی کہ یہ فرش ہے جو ہمارے ہاتھ میں ہے ہم جسے حضور اکرم ﷺ کی قبر اطہر سے لے آئے ہیں اور حضرت مولانا صاحب کی قبر میں بچھانے کے لیے لے جارہے ہیں۔ تو ان کو خیال آیا کہ پھر حضور ﷺ کی قبر میں کیا رہا، تو جواب ملا کہ آپ کے لیے جنت سے لاکر نیا فرش بچھادیا گیا ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مدینہ کے مشہور عالم عبدالسنان صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک مجمع ہے جس میں حضور پاک ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہاں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔ اتنے میں دیکھا گیا کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوراللہ مرقدہ پیدل چلتے ہوئے تشریف لارہے تھے۔ جب قریب ہوئے تو حضور ﷺ نے بہت اکرام کیا اور ایک جوڑا اٹھایا اور جوڑا پیش کرتے ہوئے فرمایا: تم اس کو پہن لو اور فرمایا کہ تم بہت ہی تھک کر آئے ہو، آرام کرو اور آپ کا بیان میرے صحابہ کو بہت پسند ہے۔ پھر خواب دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اس کے فوراً بعد ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ ہائے افسوس! آپ کی منزلت کو ہم نہ پاسکے، آپ کی ذات مجمع کمالات اور باعث خیر وبرکات تھی۔ آپ کو اپنی حیات میں حضور ﷺ کی زیارت کا شرف خواب میں کئی مرتبہ نصیب ہوا اور عجیب واردات میں نصیب ہوئیں۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ۱۹۷۷ء میں مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر اپنا منہ کھولو۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالنا شروع کیا حتی کہ مولانا کے منہ سے لعاب باہر آنا شروع ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر! تمہارا پیٹ بھر گیا۔ والد صاحب نے فرمایا: ہاں پیٹ بھر گیا؟ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوگئے۔ خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی اس حال میں کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ عمر مدینہ سے چل کر تمہاری عیادت کے لیے آیا ہوں۔

آپ کی وفات کے بعد اطراف عالم سے بے شمار تعزیت کے خطوط آئے جس میں عظیم حادثے کا اظہار افسوس کے ساتھ امت مسلمہ کے لیے پُر نہ ہونے والا خلا محسوس کیا گیا پورے ملک کے رسائل اور جرائد نے آپ کے اوصاف جمیلہ اور خدمات مقدسہ کا اعتراف کرتے ہوئے بلند وبالا الفاظ میں مضامین شائع فرمائے۔ روئے زمین پر بسنے والا انسان ولی کامل اور قطب زماں سے محروم ہوگیا، وہ یکتائے زمانہ اور یگانہ روزگار جس سے تمام شعبہائے دین رونق پذیر تھے جس پر مدارس اسلامیہ کو فخر تھا اور علماء دین کو ناز تھا اور جس کے اردگرد عاشقان رسول اور افراد امت محمدیہ جمع ہوکر تذکروں اور مشوروں سے مجلس گرم کیے رہتے تھے آج اپنی قبر میں ابدی نیند سو رہا ہے، وہ پیکر صدق وصفا اور کوہ عزم ووفا اور حامی ایمان ویقین جنت کی فضاؤں سے لطف اندوز ہورہا ہے، ایسی امید ہے۔ خدائے پاک ہمیں اس خسارہ عظیم کا نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اور ہمت عنایت کرے۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

اَللّٰهُمَّ اَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَنَقِّهٖ عَنِ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَلِّغْهُ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ ۔ (آمین)

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا چلہ

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد صاحب زادہ محترم حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت دین کو اطراف عالم میں متعارف کرانے اور پھیلانے کے لیے بلند عزائم کے ساتھ جدوجہد شروع کردی۔ سب سے پہلے ہندوستان کی چہار جانب بڑے شہروں کے لیے پیدل جماعتیں روانہ کیں۔ ایک جماعت دہلی سے کلکتہ، دوسری دہلی سے ممبئی، تیسری دہلی سے پشاور، چوتھی

دہلی سے کراچی۔ ان پیدل جماعتوں نے خوب مجاہدوں اور مشقتوں کے ساتھ جنگل اور پہاڑی راستوں کو عبور کرتے ہوئے شہر شہر اور گاؤں گاؤں میں دعوت دین کی محنتیں کیں۔ اس سے ہندوستان کے چہار جانب دعوت دین کی صدا پہنچی۔

نیز اس کام کے لیے سب سے موزوں مقام حجاز مقدس معلوم ہوا اور ۱۹۴۶ء میں سب سے پہلی جماعت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لے کر حجاز مقدس گئے۔ ۱۹۴۷ء میں دوسری جماعت مولانا سعید خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع مفتی زین العابدین صاحب کے گئی۔ ان سب حضرات نے خوب جم کر کام کیا۔ حکومت کی جانب سے دشواریوں کے باوجود مشکلات کا تحمل کرتے ہوئے خفیہ طور پر حکمت کے ساتھ گھروں میں اور خصوصی جگہوں میں کام کرتے رہے۔ علاوہ ازیں ممبئی سے ہندوستان کے حاجی حجاز مقدس میں پہنچتے ہیں۔ اس لیے ممبئی حاجیوں میں یہ کام بھی ضروری معلوم ہوا۔ دہلی سے ایک جماعت ۱۹۴۸ء میں حاجیوں میں اور شہر میں کام کرنے کے لیے روانہ فرمائی جس میں منشی انیس اور مولوی موسیٰ، مولوی حکمت اللہ، قاری سلیمان ننگل والے، جناب افتخار فریدی وغیرہ حضرات تھے۔ ان کی محنت سے ممبئی میں کام کی ابتداء ہوئی۔ ایک دن کی جماعت بھی تین دن کی جماعت بنی جوڈابھیل تک گئی۔ ان میں حاجی علاء الدین، حاجی عبدالرحیم جباری ہوٹل والے اور دیگر احباب ممبئی کے تھے۔ یہاں تک کہ حاجیوں کی واپسی ہوئی۔ اس موقع پر گھوگھاری محلہ کے جماعت خانہ میں ایک اجتماع ہوا جس میں مولانا عمران خاں صاحب کا بیان ہوا اور ایک چلہ کی جماعت تیار ہوئی۔ یہ پہلی جماعت تھی جو ممبئی سے دہلی کے لیے روانہ ہوئی۔ اس جماعت میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ ۱۹۴۸ء کا آخری اور ۱۹۴۹ء کا ابتدائی زمانہ تھا۔ آپ کے ہمراہ حاجی علاؤ الدین، حاجی عبدالرحیم جباری ہوٹل والے، حاجی حبیب نصیر الدین وغیرہ تھے۔ یہ جماعت آنند پھر احمد آباد، سدھپور، چھاپی، پالن پور ان مقامات پر ایک دو دن کام کرتے ہوئے دہلی نظام الدین پہنچی۔ چند دن دہلی میں کام کر کے اس جماعت کو کلکتہ روانہ کر دیا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور سے دہلی مرکز میں واپس تشریف لائے چونکہ آپ نے تین چلہ کا ارادہ کر لیا تھا۔ آپ کو جماعت کے ہمراہ میوات بھیجا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد انہی تین چلہ میں آپ کے دماغ کو خشکی کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اس لیے آپ کو اپنے وطن گٹھامن واپس بھیج دیا گیا۔ آپ نے پالن پور میں ماہر حکیم حضرت مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چند دن علاج کروایا اور افاقہ ہو گیا۔ آپ ممبئی پہنچ کر اپنے تعلیمی شغل میں مصروف ہو گئے۔ اسی سفر میں حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر لی تھی۔ اس کے بعد تعلیمی شغل کے ساتھ گاہے گاہے چلہ بیس دن کے لیے نکلتے رہے یہاں تک کہ ایک جماعت ۱۹۵۵ء میں دہلی سے ممبئی پہنچی جس نے آپ کی چار ماہ کی تشکیل کی اور آپ تیار ہو گئے۔ (اسی چار ماہ کے بارے میں اپنے بیان میں فرماتے تھے کہ میرے چار ماہ پورے نہیں ہوئے اور خدا کرے نہ ہوں) جب آپ نظام الدین پہنچے اور وقت پورا ہو رہا تھا اور تعلیم کا ایک سال باقی تھا۔ اس لیے حضرت جی نے تعلیم مکمل کر لینے کا مشورہ دیا۔ آپ نے دوبارہ دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۵۶ء میں فراغت حاصل کر کے مرکز نظام الدین واپس پہنچے۔

حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد اور نیز فکر اور کڑھن کے اعتبار سے من جانب اللہ اس کام کو پھیلانے، بڑھانے اور جمانے کی نت نئی راہیں ودیعت کی جاتی تھی۔ اسی اعتبار سے رجال کار بھی فراہم ہو رہے تھے۔ آپ کو جس طرح حجاز مقدس کی فکر تھی اسی طرح یورپ کے ممالک کی بھی فکر تھی جہاں انگریزی داں حضرات کی ضرورت تھی۔ اس لیے آپ نے علی گڈھ یونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ کو اس کام کے لیے موزوں سمجھا اور اس جانب محنتیں شروع کر دیں اور اجتماع بھی طے کر دیا۔ انہی ایام میں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فراغت حاصل کر کے پہنچ چکے تھے۔ آپ کو سب سے پہلے خورجہ اور علی گڑھ کی محنت کے لیے روانہ کیا۔ باری تعالیٰ نے ابتداء ہی سے خلوص، سادگی اور اس راہ کی محنت و مشقت کا عادی بنا دیا تھا۔ اس اعتبار سے آپ نے خوب جم کر کام کیا اور ماہ رمضان کے

اخیر عشرہ کا اعتکاف مرکز کی مسجد میں پورا کیا، دوبارہ اسی جانب جماعت لے کر محنت کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں کے اجتماع تک کام کرتے رہے۔ اجتماع سے فراغت کے بعد واپسی میں دونوں حضرت جی صاحبان مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باہم مشورہ سے آپ کے لیے حجاز مقدس کی پورے ایک سال کی تشکیل کی اور آپ تیار ہو گئے۔ یہ دعوت دین کے لیے بیرون کا پہلا سفر تھا۔

ایک نصیحت

انتقام لینے والا اپنے دشمنوں ہی کی سطح پر رہتا ہے
اور معاف کرنے والا اس سے بلند ہو جاتا ہے۔

نذرانۂ عقیدت

از سید محمد جامی

برسانحۂ ارتحال لسان التبلیغ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

ماہ منیر دمہر درخشاں چلا گیا — قندیل علم وحکمت وعرفاں چلا گیا
امت کے غم میں ہائی بے تاب تھا جو دل — آتش بجاں وہ سوختہ ساماں چلا گیا
روتے ہیں جن کو منبر ومحراب رات دن — وہ سنت نبی ﷺ کا ثنا خواں چلا گیا
پیغام دین جس کا وظیفہ تھا عمر بھر — وہ جاں نثار دعوت ایماں چلا گیا
کتنے ہی غم زدہ ہیں تڑپتے ہیں آج بھی — انسانیت کے درد کا درماں چلا گیا
بکھرے ہیں یوں تو علم کے موتی چہار سُو — لیکن وہ ایک لعل بدخشاں چلا گیا
سرشار جن سے ہوتے تھے سب طالبان حق — وہ ساغر نشاط خمستاں چلا گیا
تیرہ شبی میں ڈوب چکی تھی تمام قوم — اپنے لہو سے کرکے چراغاں چلا گیا
تیرا وجود رونق مرکز تھا اے عمر — تو کیا گیا کہ دید کا ساماں چلا گیا
آتے ہیں یاد اب بھی ترے دل نشیں بیان — لگتا ہے عندلیب گلستاں چلا گیا
کھلتے ہیں یوں تو آج بھی گل ہائے رنگا رنگ — یادش بخیر وہ گل خنداں چلا گیا
سینچا تھا جس کو خون سے اپنے تمام عمر — آج اس چمن کو چھوڑ کے ویران چلا گیا
جانے کو یوں تو روز ہی جاتے ہیں سینکڑوں — تو کیا گیا زمیں سے اک انساں چلا گیا
راتوں کو اٹھ کے روتے ہیں پسماندگاں تیرے — کیوں سب کو چھوڑ چھاڑ کے گریاں چلا گیا
چشم فلک بھی خون چکیدہ تھی اس گھڑی — جس دم تو سوئے گور غریباں چلا گیا

جادو سے حفاظت کا بہت ہی مجرب نسخہ

① آگے پیچھے گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ لیجئے۔
② سورۂ فاتحہ- تین مرتبہ۔
③ چاروں قل- تین مرتبہ۔
④ آیۃ الکرسی- تین مرتبہ۔
⑤ ﴿ وَلَا يَـُٔودُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ نو مرتبہ۔
⑥ ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴾ تین مرتبہ۔
⑦ ﴿ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴾ سات مرتبہ۔

اپنے بدن پر اور بچوں کے بدن پر دم کر لیجئے اور پانی پر دم کر کے پی لیجئے اور پلا دیجئے۔

ہر قسم کی پریشانی سے چھٹکارے کا تعویذ لکھ کر گلے میں ڈال دیجئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزَنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ يَا حَيُّ حِيْنَ فِيْ دَيْمُوْمَةِ مُلْكِهٖ وَبَقَائِهٖ يَا حَيُّ يَا حَيُّ يَا حَيُّ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ

بکھرے موتی

- غیبت نیک اعمال کو کھا جاتی ہے۔
- توبہ گناہوں کو کھا جاتی ہے۔
- غم عمر کو کھا جاتا ہے۔
- صبر بلاؤں کو کھا جاتا ہے۔
- نیکی بدی کو کھا جاتی ہے۔
- جھوٹ رزق کو کھا جاتا ہے۔
- غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔
- تکبر علم کو کھا جاتا ہے۔
- عدل ظلم کو کھا جاتا ہے۔
- بہادر وہ ہے، جو مصیبت کے وقت صبر و تحمل سے کام لے اور آڑے وقت میں برے پڑوسی کی مدد کرے۔
- اللہ تعالیٰ بہترین بدلہ لینے والا ہے۔
- وہ شخص سب سے بہتر ہے جو زندگی بسر کرتا ہے، اپنی ضروریات کے لیے کسی غیر پر بھروسہ نہیں رکھتا۔
- قوانین قدرت سے انحراف کرنے والا کبھی سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

- دنیا کی تھکن اُتارنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ذکر ہے۔
- ایک سچا دوست کسی ہیرے سے کم نہیں۔
- موت کا تعلق جسم سے نہیں احساس سے ہوتا ہے۔
- رشتوں میں سے سب سے افضل رشتہ و درجہ ماں کا ہے۔
- سب سے بڑا گناہ کسی کا دل دکھانا ہے۔
- دوستی کرنے سے پہلے صورت کو نہیں سیرت کو دیکھو۔
- کسی کو حد سے زیادہ چاہو تو وہ مغرور ہو جاتا ہے۔
- دنیا میں اس سے بڑی مصیبت کوئی نہیں کہ تمہارا کوئی دشمن ہو۔
- غصہ ایسا طوفان ہے، جو دماغ کا چراغ بجھا دیتا ہے۔
- ترقی نام ہے غلطیوں کی اصلاح کا۔
- محبت اور عداوت کبھی پوشیدہ نہیں رہتی۔
- نظر نہ آنے والی چیزوں پر یقین کرنا ایمان کہلاتا ہے۔
- ظالم لوگ ایسی زنجیریں ابھی تک تلاش نہیں کر سکے، جو دماغوں کو جکڑ سکے۔
- دنیا والے دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور دنیا اہل اللہ کے پیچھے۔
- غم آخرت دل کا نور ہے۔
- ایک رات کی نیند میں انسان ساڑھے چھ ہزار مرتبہ سانس لیتا ہے۔
- انسانی جسم میں ساڑھے تین کروڑ سوراخ ہوتے ہیں جن سے پسینہ خارج ہوتا ہے۔
- جنوبی افریقہ میں اس طرح کی مکڑی پائی جاتی ہے جو پرندوں کا شکار کرتی ہے۔
- چیل سورج کی طرف ایک گھنٹے تک دیکھ سکتی ہے۔
- چین میں ایک ایسا پھول ہے، جس کا رنگ رات میں سفید ہوتا ہے اور سورج نکلتے ہی سرخ ہو جاتا ہے۔
- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول کہا گیا اور امیر المؤمنین سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا ہے۔
- حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آج کے فقیر کا مطلب ہے کہ ف سے فیرنی، ق سے قورمہ، یا سے یخنی اور را سے روٹی، اور پہلے زمانہ کے فقیر کا مطلب ف سے فاقہ، ق سے قناعت، ی سے یاد الٰہی اور ر سے ریاضت تھی۔
- حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امیر کا مطلب ہم سمجھتے ہیں کہ ہم امر بنے، حالانکہ امیر تو وہ ہے جو چوبیس گھنٹہ اللہ کے اوامر سے مربوط رہے اور ساتھیوں کو ترغیب، شفقت اور خوشامد کر کے اللہ کے اوامر سے مربوط رکھے۔
- دولت دل کی تاریکی بڑھاتی ہے۔
- اگر غلط فہمیوں کو دور نہ کیا جائے، تو وہ نفرتوں میں بدل جاتی ہیں۔
- ہمیشہ سچ بولو تاکہ قسم کھانے کی ضرورت نہ پڑے۔

- مرجھائے ہوئے پھول بہار میں تازہ ہو سکتے ہیں مگر گزرے ہوئے دن بھی لوٹ کر واپس نہیں آتے۔
- خدا کو اگر دل کی نظروں سے دیکھو گے تو خدا تمہیں شہ رگ سے قریب ملے گا۔
- اے اللہ کے بندے تو دنیا میں رہنے کے سامانوں میں لگا ہے اور دنیا تجھے اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے۔
- اگر سکون سے رہنا چاہتے ہو تو لوگوں سے وعدے کم کرو۔
- علم سے محبت اور استاذ کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
- کام کرو کیونکہ کام سے غلطی، غلطی سے تجربہ اور تجربہ ہی سے عقل آتی ہے۔
- غصے میں کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے بعد میں ندامت ہو۔
- ہر مشکل اور پریشانی میں جوش کے بجائے ہوش سے کام لو۔
- دوسروں میں برائیاں تلاش کرنے کے بجائے اپنی برائیاں دور کرنے کی کوشش کرو۔
- اچھے دوست تلاش کرو اس سے انسان کی عزت بڑھ جاتی ہے۔
- کبھی ایسی چیز کی خواہش نہ کرو جو پوری نہ ہو۔
- اس محفل میں نہ جاؤ جس میں رسوائی کا اندیشہ ہو۔
- اپنی ہار پر مت روؤ کیونکہ تمہاری ہار کسی کی جیت کا سبب بنتی ہے۔
- جو شخص اپنے خلوص کی قسمیں کھائے اس پر کبھی اعتبار نہ کرو۔
- جو لوگ آج کا کام کل پر چھوڑتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ آج ہم نے کیا کیا جو کل کریں گے۔
- عالم اسے کہتے ہیں جو در پردہ خدا سے ڈرتا رہے اور خدا کی رضا مندی کی رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت کرے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں علم نام ہے بکثرت اللہ سے ڈرنے کا۔
- جس نے محفل میں اپنے آپ کو برا کہا اس نے اپنی تعریف کی اور یہ ریا کی علامت ہے۔ (حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ)
- حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قرآن کی دو آیتیں ہیں ان دو آیتوں کو جس نے پڑھ لیا اس کے بعد اس کو عجب نہیں آسکتا۔ ایک علم کے بارے میں، دوسرے عمل کے بارے میں، اللہ اپنے محبوب کو فرماتے ہیں: اگر ہم چاہیں ہم سب کچھ لے لیں جو کچھ ہم نے وحی کے ذریعہ آپ کو عطا کیا۔ (پ ۱۵ ار اسرائیل آیت ۸۶) اور دوسری آیت فرمائی عمل کے بارے میں (اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتے ہیں اے محبوب اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچے۔

(پ ۱۵ ار اسرائیل آیت ۷۴)

- اکمال الشیم میں ایک عجیب بات لکھی ہے فرماتے ہیں، اے دوست جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی اور واقعی گناہوں میں بو ہوتی تو کوئی پرہیزگار جو پارسائی میں مشہور ہیں ان کے جسموں سے ایسی بو آتی کہ کوئی ان کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔
- عطاء بن رباح رحمۃ اللہ علیہ الہامی کلام فرمایا کرتے تھے عجیب بات کہی فرماتے ہیں ایک دفعہ رب العزت نے الہام فرمایا عطاء! ان لوگوں سے کہہ دو اگر ان کو رزق کی چھوٹی موٹی تنگی اور پریشانی آتی ہے یہ فوراً لوگوں کی محفل میں بیٹھ کر میرے شکوے شروع کر دیتے

ہیں جب ان کے اعمال نامے گناہوں سے بھرے میرے پاس آتے ہیں میں فرشتوں کی محفل میں ان کی شکایتیں نہیں کرتا۔

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے فرماتے ہیں یہ نہ دیکھنا گناہ چھوٹا ہے یا بڑا بلکہ اس ذات کی عظمت کو دیکھنا جس کی تو نافرمانی کرتا ہے۔

وقت کی قدر

❁ وقت کسی کا میراث نہیں۔ ❁ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔

❁ لوگ کہتے ہیں وقت گزر جاتا ہے.........جی نہیں ہم گزر جاتے ہیں۔

❁ وقت کو استعمال کرنے کی عادت ڈالو۔ ❁ وقت کی اپنی زندگی ہے۔

منتخب اشعار

اپنی پیاس کو لے کر کس کے پاس جاتا میں
جن کے پاس دریا تھے ان سے ہی لڑائی تھی

☆

تیری گالی میرے کانوں تک تو پہنچی بعد میں
پہلے تیرے منہ میں رہ کر تجھ کو گندہ کر گئی

☆

نہ جانے کتنے چراغوں کو مل گئی شہرت
اک آفتاب کے بے وقت ڈوب جانے سے

☆

اک روز کھل ہی جائے گی تیری منافقت
خنجر کو آستین میں کب تک چھپائے گا

☆

نہ جی رہے ہیں نہ مر رہے ہیں مگر بتانے سے ڈر رہے ہیں
کسے پڑی ہے جو جا سنائے ہماری پی کو ہماری بتیاں

☆

غزل کے شعروں پہ اس بار تازگی کم ہے
میرے خیال سے آنکھوں میں کچھ نمی کم ہے

☆

دلوں میں پہلی سی چاہت کہاں ہے
کہ اب انسان کی قیمت کہاں ہے

سامنا تھا مخالف ہوا کا مگر
میں چراغ محبت جلاتا رہا

☆

پھلے پھولے کیسے یہ گونگی محبت
نہ وہ بولتے ہیں نہ ہم بولتے ہیں

☆

ملے غیروں سے وہ ہنس کر چلے دل پر مرے نشتر
خدا ہی جانتا ہے زخم کھائے کس قدر میں نے

☆

ہم کو روکو نہ افزائش نسل سے
ہم کو مرنا بھی تو ہے فسادات میں

☆

انہیں فیشن نے ننگا کر دیا ہے
جنہیں سادہ لبادے کاٹتے ہیں

☆

پرچہ دوا کا پھاڑ کے بولے حکیم جی
لٹھے کا تھان لیجیے بیمار کے لیے

☆

ہماری تشنگی معیار تک پہنچی نہیں ورنہ
یہ دریا کیا سمندر بھی ہمیں کو ڈھونڈتا پھرتا

☆

بے نیازی سے رکھا ہے میں نے غربت کا بھرم
پھر بھی مجھ کو دے دیا لوگوں نے بے گانے کا نام
بس تجھی سے مانگتا ہوں کامیابی کی دعا
اے خدا تیرے علاوہ سرخرو کرتا ہے کون

☆

روزے رکھ کر صرف جو پانی پئے افطار پر
کیسے بچوں کو کرے خوش عید کے تہوار پر

☆

پیدا ہونے سے ہی پہلے قتل دختر الاماں
پچھلے وقتوں سے گیا گزرا زمانہ آگیا

☆

حکومت کی طرح غربت میں ماں بھی اپنے بچوں کی
ضدوں کو، کرکے کل پرسوں کے وعدے ٹال دیتی ہے

☆

اکیلے پار اُتر کے بہت ہے رنج مجھے
میں اس کا بوجھ اُٹھا کر بھی تیر سکتا تھا

☆

ہم انتظار کریں گے قیامت تک
خدا کرے آج قیامت نہ آئے

☆

کانٹوں میں جو کھلتا ہے شعلوں میں جو پلتا ہے
وہ پھول ہی گلشن کی تاریخ بدلتا ہے

☆

ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر
افسوس تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے

☆

اعمال کو دیکھوں تو پرواز کی جرأت نہیں ہوتی
رحمت تری دیکھوں تو سر عرش کھڑا ہوں

☆

اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
ڈھونڈ اُجڑے ہوئے لوگوں میں وفا کے موتی
یہ خزانے تجھے ممکن ہے خرابوں میں ملیں

غم دنیا بھی غم یار میں شامل کر لو
نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں
تو خدا ہے نہ مرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انساں ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں
آج ہم دار پہ کھینچے گئے جن باتوں پر
کیا عجب کل وہ زمانے کو نصابوں میں ملیں
اب نہ وہ میں، نہ وہ تو ہے نہ وہ ماضی ہے فراز
جیسے دو شخص تمنا کے سرابوں میں ملیں

☆

دوست بن کر بھی نہیں ساتھ نبھانے والا
وہی انداز ہے ظالم کا زمانے والا
اب اسے لوگ سمجھتے ہیں گرفتار مرا
سخت نادم ہے مجھے دام میں لانے والا
صبح دم چھوڑ گیا نکہتِ گل کی صورت
رات کو غنچۂ دل میں سمٹ آنے والا
کیا کہیں کتنے مراسم تھے ہمارے اس سے
وہ جو اک شخص ہے منہ پھیر کے جانے والا
تیرے ہوتے ہوئے آجاتی تھی ساری دنیا
آج تنہا ہوں تو کوئی نہیں آنے والا
منتظر کس کا ہوں ٹوٹی ہوئی دہلیز پہ میں
کون آئے گا یہاں کون ہے آنے والا
کیا خبر تھی کون مری جاں میں گھلا ہے اتنا
ہے وہی مجھ کو سردار بھی لانے والا
میں نے دیکھا ہے بہاروں میں چمن کو جلتے
ہے کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا
تم تکلف کو بھی اخلاص سمجھتے ہو فراز
دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا

☆

یہ رات دن کی آمد — شام و سحر کا جانا
یہ تیز گام دریا — یہ صاف صاف چشمے
پیدا ہوئے ہیں یونہی — ہرگز نہیں ہے ایسا
ہے کوئی ایک بے شک — جس نے کیا ہے پیدا

سوچو میرے عزیزو!

یہ نرم نرم سبزہ — یہ سبز سبز پتے
موتی کے مثل شبنم — ہلکے لطیف جھونکے
خود ہو گئے ہیں پیدا — ہرگز نہیں ہے ایسا

سوچو میرے عزیزو!

بادِ سحر کے جھونکے — یہ بھینی بھینی خوشبو
یہ مسکراتی کلیاں — یہ چہچہاتی چڑیاں
پیغام دے رہی ہیں — جاگو سحر ہے جاگو
لو نام اس کا اُٹھ کر — جس نے کیا ہے پیدا

سوچو میرے عزیزو!

تخلیق کی بلندی — عقل و دماغ روشن
یہ بولنے کی طاقت — یہ سوچنے کی قوت
ہے کون ان کا خالق — یہ سب اسی کی راہ میں
قربان کیوں نہ کر دیں — آجاؤ اب تو مل کر

سب اس کا گیت گائیں

☆

لطف دنیا کے ہیں چند دن کے لئے
کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے
یہ کیا اے دل تو سب پھر یوں سمجھ
تو نے نادان گل دئے تنکے کے لئے

☆

ہمیں تو آج بھی سورج کا اعتبار نہیں
ہمارے گھر میں ابھی تک چراغ جلتا ہے

۲۷ چیزیں قرب قیامت کی علامت ہیں!

قصبہ سلمان پاک جسے زمانہ قدیم میں مدائن کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور جو آج بھی عراق میں بدترین تباہی اور بربادی کے باوجود بغداد سے تقریباً چالیس میل کی مسافت پر آباد ہے ایک متحیر اور روح پرور واقعے کے سبب امت مسلمہ کو تا قیامت اللہ کی روشن نشانی کا احساس دلا کر جھنجھوڑتا رہے گا یہ الگ بات ہے کہ ہم سماعت کے باوجود سننے سے محروم، بصارت کے باوجود دیکھنے سے عاری اور ادراک کے باوجود تفکر سے خالی رہیں اور مجھے بھی یہ ایمان افروز واقعہ کسی وجہ سے تحریر کرنا پڑ رہا ہے ورنہ تو اسے لکھنے کے لیے انگلیوں کا وضو، پڑھنے کے لیے طہارت چشم اور سننے کے لیے پاکیزہ سماعت کا ہونا بہت ضروری ہے وجہ کیا ہے؟ یہ اگلی سطروں میں واضح ہو جائے گی۔

قصبہ سلمان پاک کی ایک پرشکوہ عمارت میں صحابی رسول سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے اور اب اسی مزار کے گنبد سے متصل سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جلیل القدر صحابہ (جن سے متعدد احادیث مروی ہیں) حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کی مرقد پرنور موجود ہیں لیکن یہ پہلے یہاں نہیں تھیں بلکہ سلمان پاک سے تقریباً تین یا چار فرلانگ کے فاصلے پر ایک غیر آباد جگہ پر موجود تھیں جہاں زیر زمین پانی کے آنے کے سبب حضرت حذیفہ بن الیمان نے دو مرتبہ شاہ عراق (فیصل اول) کے خواب میں آ کر اس سے کہا کہ مجھے اور جابر کو یہاں سے منتقل کر دو کیونکہ دریائے دجلہ کا پانی قبر میں رس رہا ہے شاہ عراق نے مسلسل دو راتوں تک یہی خواب دیکھا مگر سمجھ نہیں پایا تاہم جب تیسری رات حضرت حذیفہ نے مفتی اعظم عراق نوری السعید پاشا کے خواب میں آ کر یہی بات دہرائی اور جب مفتی صاحب نے شاہ عراق سے اس کا ذکر کیا تو اس نے فوراً ہی ان سے عرض کی کہ آپ مزارات سے اجساد مبارکہ منتقل کرنے کا فتویٰ جاری کر دیجیے میں بلا کسی تردد عمل کروں گا فتویٰ اور شاہی فرمان عراق کے تمام اخبارات میں شائع ہوا اور بعض خبر رساں اداروں نے اس تاریخی خبر کو پوری دنیا میں پھیلا دیا مقررہ دن اور وقت یعنی ۲۴ ذی الحجہ پیر کے دن (۱۹۳۲ء) لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں یہ مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا حضرت حذیفہ بن الیمان کے قبر مبارک میں پانی آ چکا تھا اور حضرت جابر بن عبداللہ کے مزار میں نمی پیدا ہو چکی تھی حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم ۲ فرلانگ دور تھا تمام ممالک کے سفراء اور عراق کے اراکین حکومت، مذہبی رہنماؤں اور شاہ عراق کی موجودگی میں پہلے حضرت حذیفہ کے جسد مبارک کو کرین کے ذریعہ زمین سے اس طرح اوپر اٹھایا گیا کہ مقدس نعش کرین کے ساتھ رکھے ہوئے اسٹریچر پر خود بخود آ گئی اور پھر کرین سے اسٹریچر کو علیحدہ کر کے شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور ولی عہد مصر شہزادہ فاروق نے کاندھا دیا اور یہ جسد مبارک بڑے احترام سے شیشے کے تابوت میں رکھ دیا گیا، پھر اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ کے جسد مبارک کو قبر سے نکالا گیا، حدیث لکھنے والے ان عظیم المرتبت صحابہ کرام کے چہروں، کفن اور ریش مبارک دیکھ کر لگتا تھا کہ جیسے انہیں رحلت فرمائے ۱۴۰۰ برس نہیں بس چند گھنٹے ہی گزرے ہیں سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان آنکھوں کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیں مگر وہ اس طرح چندھیا جاتیں کہ ہر شخص دور ہٹ جاتا اور یقیناً وہ دیکھ بھی کیسے سکتے تھے کہ ان مبارک آنکھوں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان کی شبیہ کو محفوظ کر رکھا تھا اب جو ان آنکھوں کو دیکھتا تو میرے سرکار کو دیکھتا اور انہیں دیکھنے کے لیے آنکھ کی نہیں طیب نظر کی ضرورت ہے۔ یہی حضرت حذیفہ بن الیمان بتاتے ہیں کہ مجھ سے میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۲۷ چیزیں قرب قیامت کی علامت ہیں۔ جب تم دیکھو کہ لوگ نمازیں غارت کرنے

لگیں۔ امانت ضائع کرنے لگیں۔ سود کھانے لگیں۔ جھوٹ کو حلال سمجھنے لگیں معمولی باتوں پر خوں ریزی کرنے لگیں۔ اور اونچی اونچی عمارتیں بنانے لگیں۔

دین بیچ کر دنیا سمیٹنے لگیں۔ قطع رحمی (یعنی قریبی اعزا اور رشتے داروں سے بدسلوکی) ہونے لگے۔ انصاف کمزور ہو جائے۔ جھوٹ سچ بن جائے۔ لباس ریشم کا ہو جائے۔ ظلم، طلاق اور ناگہانی موت عام ہو جائے۔ خیانت کار کو امین اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے۔ تہمت تراشی عام ہو جائے۔ بارش کے باوجود گرمی ہو۔ اولاد غم وغصے کا موجب ہو۔ کمینوں کے ٹھاٹھ ہوں اور شریفوں کا ناک میں دم آجائے۔ امیر و وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں۔ امین خیانت کرنے لگیں۔ قوم کے سردار ظالم ہوں۔ عالم اور قاری بدکار ہوں۔ اور جب لوگ بھیڑ کی کھالیں یعنی پوستین پہننے لگیں۔ ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار اور ایلوے سے زیادہ تلخ ہوں، اس وقت انہیں اللہ تعالیٰ ایسے فتنے میں ڈال دے گا جس میں یہودی ظالموں کی طرح بھٹکتے پھریں گے۔ اور جب سونا عام ہو جائے گا۔ چاندی کی مانگ ہوگی۔ گناہ زیادہ ہو جائیں گے، امن کم ہو جائے گا۔ مصحف (یعنی قرآن) کو آراستہ کیا جائے گا۔ مساجد میں نقش ونگار بنائے جائیں گے۔ اونچے اونچے مینار بنائے جائیں گے، دل ویران ہوں گے، شرابیں پی جائیں گی، شرعی سزاؤں کو معطل کر دیا جائے گا، لونڈی اپنے آقا کو جنے گی، جو لوگ کسی زمانے میں برہنہ پا اور ننگے بدن رہا کرتے تھے وہ بادشاہ بن بیٹھیں گے، زندگی کی دوڑ اور تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شریک ہو جائے گی، مرد عورتوں کی نقالی پر فخر کریں گے اور عورتیں مردوں کی شباہت آزادانہ اختیار کریں گی، غیر اللہ کی قسمیں کھائی جائیں گی، غیر دین (غیر مسلم) کے لیے شرعی قانون پڑھا جائے گا، آخرت کے عمل سے دنیا کمائی جائے گی، غنیمت کو دولت، امانت کو غنیمت کا مال اور زکوٰۃ کو تاوان قرار دیا جائے گا، سب سے رذیل قوم کا رہنما بن بیٹھے گا۔ آدمی اپنے باپ کا نافرمان ہوگا ماں سے بدسلوکی کرے گا، دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہ کرے گا اور بیوی کی اطاعت کرے گا، بدکاروں کی آوازیں مساجد میں بلند ہونے لگیں گی، گانے والی عورتیں داشتہ رکھی جائیں گی اور گانے کا سامان تفریح۔ کما۔ بانے کا سرراہ شرابیں پی جائیں گی، ظلم کو فخر سمجھا جائے گا، انصاف بکنے لگے گا، درندوں کی کھال کے موزے بنائے جائیں گے اور امت کا پچھلا حصہ پہلے لوگوں کو لعن طعن کرنے لگے گا اس وقت سرخ آندھی، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے اور آسمان سے پتھر برسنے جیسے عذابوں کا انتظار کیا جائے گا۔

احادیث مبارکہ پر اپنی عقل ناقص سے اعتراضات کی لکیریں کھینچنے والے روشن خیال، اعتدال پسند متجددین پہلے حضرت حذیفہ کی قبر کا واقعہ غور سے پڑھ لیں تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ اس صحابی رسول پر شک کرنا اپنے رہے سہے ایمان کو غارت کرنے کے مترادف ہے اور پھر ذرا سوچیے!

اپنے بچوں کے ناموں کے ساتھ داعی الی الخیر بھی لگایا کرو

سوال: مولانا صاحب آپ سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔ سنا ہے کہ ناموں کے اثرات انسان کی زندگی میں پڑتے ہیں اور میرے بچے بہت آوارہ ہیں اور نافرمان ہیں تو کیا میں ان کے نام بدل دوں یا نام لکھ کر آپ کو بھیجوں یا کیا تدبیر اختیار کروں؟

جواب: ہم مسلمان ہیں۔ ہمارے ہر کام میں دین کا جذبہ غالب ہونا چاہیے مثلاً تجارت بھی کریں تو ایسی کہ اس میں دین کا فائدہ ہو۔ اسی طرح نام بھی ایسے رکھیں کہ اس میں دین کی اشاعت کا جذبہ ہو مثلاً اپنے بچوں کے ناموں کے ساتھ داعی الی الخیر (خیر کی طرف دعوت دینے والا) لگایا کرو کہ اس نام کی برکت سے وہ بہت سے گناہوں سے بچ جائیں گے۔ مثلاً مقداد داعی الی الخیر، نافل داعی الی الخیر وغیرہ

کہ نام کی برکت سے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ میرے بچے دھیان سے پڑھتے نہیں ہیں تو انہیں پڑھاؤں یا پڑھائی موقوف کرادوں؟ تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ کم از کم نام کے بھی مولوی بنادو کہ اس نام سے بھی بہت سے گناہوں سے بچ جائیں گے۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ اپنے بچوں کے لئے دعا کرو کیونکہ ماں باپ کی دعا اپنے بچوں کے لئے قبول ہوتی ہے۔ تیسری تدبیر یہ ہے کہ بچے اگر چھوٹے اور ضدی ہیں تو ان کے دونوں کانوں میں پوری پوری سورۂ صف پڑھ لیا کرو اور بندہ کی کتاب بکھرے موتی جلد دوم اور سوم میں اور بھی بہت سے روحانی نسخے لکھے ہیں اس کا مطالعہ کریں۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ فقط والسلام

پانی منہ میں رکھ لینا، اور بیٹھ جانا پانی نگلنا بھی نہیں اور باہر نکالنا بھی نہیں

دو میاں بیوی میں آپس میں اختلاف تھا اور بالکل طلاق کی نوبت آنے کے لئے تیار، وہ بیوی ایک بزرگ کے پاس گئی اور پورا واقعہ بیان کیا، کہ حضرت جی مجھے صبح وشام میں طلاق ہونے والی ہے، بزرگ نے کہا کہ اچھا، ایک تدبیر بتائی کہ تو بوتل میں پانی لیکر آ، میں پڑھ کر دوں گا وہ پانی لیکر آئی بزرگ نے پڑھ کر دیا اور اس سے کہا کہ جب تیرا شوہر گھر میں آئے اور لڑائی کرے، جھگڑا کرے، پانی منہ میں رکھ لینا، اور بیٹھ جانا پانی نگلنا بھی نہیں اور باہر نکالنا بھی نہیں، جب تک شوہر کا غصہ ختم نہ ہو جائے، پانی منہ میں لئے رہنا، چنانچہ اس نے حضرت جی کی بات پر عمل کیا عادت کے مطابق لڑائی شروع کی جھگڑا شروع کیا یہ جلدی سے اٹھی اور بوتل سے پانی منہ میں لیا اور بیٹھ گئی، حکم تھا نگلنا بھی نہیں اور باہر بھی نہیں نکالنا، اب جواب دے گی تو پانی نکل جائے گا، تو اس لئے وہ اب نہیں بولتی بالکل خاموش بیٹھی ہوئی ہے، پانچ منٹ ہوئے دس منٹ ہوئے، آخر شوہر گالی دیتے ہوئے برا بھلا کہتے ہوئے عاجز آ گیا، اور سوچا کہ یہ تو کوئی جواب نہیں دیتی اب اسے پھر شرمندگی ہوئی کہ یہ جواب نہیں دیتی، اور میں اسے برابر گالیاں دے رہا ہوں" اب اسے ذرا ندامت ہوئی، لیکن پھر سوچا ممکن ہے، اتفاق سے آج ایسا ہو ورنہ یہ ایسی نہیں تھی، یہ تو بڑی زبان چلاتی تھی، اب میں دوسرے وقت میں پھر دیکھوں گا کہ زبان چلاتی ہے کہ نہیں، پھر دوسرے وقت میں آیا اور پھر اسی طرح گالیاں دینا شروع کیں، اور برا بھلا کہنا شروع کیا، یہ پھر جلدی سے اٹھی اور جلدی سے پانی لیکر منہ میں رکھ کر پھر بیٹھ گئی، شوہر عاجز آ گیا تھک گیا، اس نے کہا بھائی یہ بیوی تو واقعی پہلے جیسی بیوی نہیں رہی، جواب ہی نہیں دیتی اب اُسے اور زیادہ شرمندگی ہوئی، لیکن اس نے سوچا ابھی تو دو مرتبہ ہی ہوا ہے، ہوسکتا ہے یہ اتفاق ہو پھر تیسری مرتبہ دیکھا چوتھی مرتبہ دیکھا اور وہ کوئی جواب نہیں دیتی، جلدی سے پانی منہ میں لیکر بیٹھ جاتی، جواب ہی نہیں دیتی، اب شوہر نے سوچ لیا کہ واقعی اب تو یہ بیوی پہلے جیسی نہیں ہے، اب تو یہ برداشت کرنے والی بن گئی، صبر کرنے والی بن گئی، میری بات کا جواب تک نہیں دیتی، میں بھی اب اُسے کچھ نہیں کہوں گا، اس لئے اب اس نے بھی توبہ کر لی، اور اب الٹا بیوی سے معافی مانگتا ہے، میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں میں نے تجھے بہت ستایا ہے تیری کوئی غلطی نہیں، تو تو بہت اچھی بیوی ہے غلطی میری ہے، شوہر الگ سے معافی مانگ رہا ہے، بیوی الگ سے معافی مانگ رہی ہے، یا تو وہ طلاق کی نوبت تھی، اور گھر برباد ہونے کو تھا، اور اب آپس میں معافی تلافی ہو کر ایک ذرا سی تدبیر کرنے کی وجہ سے اور صبر کرنے کی وجہ سے گھر برباد ہونے سے بچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نشانی "ہوا"

﴿ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾

"اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید رہتا ہے، دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں"۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بے شمار ہیں ہر چیز میں دلیل اس کی توحید و یکتائیت کی پائی جاتی ہے، جسے ایک شاعر نے یوں کہا ہے "فی کل شیء وله آية تدل على انه واحد" اس کی منجملہ نشانیوں کے اک نشانی ہواؤں کا اختلاف وانقلاب ہے، کہ ہوا کبھی ٹھنڈی ہوتی ہے، تو کبھی گرم کبھی سخت ہوتی ہے، کبھی نرم کبھی تیز ہوتی ہے کبھی آہستہ کبھی پُروا چلتی ہے، کبھی پچھوا، کبھی شمالی چلتی ہے کبھی جنوبی، کبھی رحمت کی خبر و بشارت دیتی ہے تو کبھی عذاب لیکر آتی ہے، غرضیکہ ہواؤں کا یہ تغیر وانقلاب قدرت خداوندی اور اس کی وحدانیت کی دلیل ہے، قاضی شریح فرماتے ہیں کہ ہوا یا تو بیمار کو صحت وتندرستی بخشتی ہے، یا تندرست کو بیمار کرتی ہے، چنانچہ ہوتا بھی ایسا ہے، کہ ہوا کسی کے لئے صحت وشفاء کا باعث بنتی ہے، تو کسی کے لئے بیماری اور کمزوری کا سبب بنتی ہے، علماء نے لکھا کہ ہواؤں کی آٹھ قسمیں ہیں، جنکا تذکرہ قرآن کریم میں ہے، جن میں چار قسم کی ہوائیں رحمت اور خداوندی عنایت کی پیش گوئی کرتی ہیں، اور چار قسم کی ہوائیں عذاب اور خدا کی پکڑ کو لاتی ہیں، ان رحمتوں کی ہواؤں میں دو کا تعلق خشکی سے ہے، اور دو کا تعلق دریاؤں سے، اسی طرح عذاب والی ہواؤں میں بھی دو کا تعلق خشکی سے اور دو کا تعلق سمندر اور تری سے ہے، رحمت کی ہوا جس کا تعلق خشکی سے ہے ان کو مبشرات کہا جاتا ہے، اور دوسری کو رخاء کہا گیا ہے، اور جن کا تعلق سمندروں سے ہے ان میں ایک کو ناشرات اور دوسری کو مرسلات کہتے ہیں، اسی طرح عذاب والی ہوا جو خشکی پر چلتی ہے ان میں ایک کو عقیم اور دوسری کو صرصر کہتے ہیں اور دریائی اور سمندروں کی جو عذاب والی ہوا چلتی ہے ان میں سے ایک کو عاصف اور دوسری کو قاصف کہتے ہیں۔

یہ ہوا اللہ تعالیٰ کے بے شمار لشکروں میں ایک عظیم لشکر ہے، جسکے ذریعہ دین کے دشمنوں کو سزا دی گئی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سب سے بڑا لشکر ہوا، اور پانی ہیں، چنانچہ اس ہوا کے ذریعہ بڑے بڑے طاقتور لوگوں کو ہلاک وبرباد کیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ اپنے نیک بندوں اور رسولوں کی مدد ونصرت فرمائی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد جسکی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث کیا تھا، اور اس نے ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور ان کو اذیت وتکلیف دی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پچھوا ہوا کو مسلط کر دیا اور اس کے ذریعہ ان کو برباد کر دیا، قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے، جس کی مختصر توضیح بعض قرآن اور حسب تفسیر یہ ہے۔

قوم عاد جسے اللہ تعالیٰ نے عاد اولی کے نام سے تعبیر کیا تھا، جس کا شمار قدیم ترین قوموں میں ہوتا ہے، بعض حضرات نے ان کو دو ڈھائی ہزار سال قبل از مسیح مانا ہے، سامی النسل قوموں میں اس کو سب سے پہلی مقتدر اور حکمران قوم مانا ہے، ان کی آبادی عمان سے حضر موت اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی، بڑی طاقتور اور متمدن قوم تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمدن اور معیشت کے ایسے نادر وسائل اور بیش قیمت ذرائع عطا فرمائے تھے کہ دوسری کسی قوم کو ویسے وسائل میسر نہیں تھے، دنیا میں کوئی قوم اس جیسی قوت وجثہ والی نہیں تھی، اور سنگ تراشی اور نقاشی میں بڑی مہارت رکھتی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ ﴾

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴾

ان کو اپنی قوت وطاقت پر بڑا غرور تھا، اور اپنے مقابلہ کے لئے ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ کا نعرہ لگاتے تھے، ان کے ایک ایک فرد کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ ایسا طاقتور تھا کہ پہاڑ کی چٹان کو اُٹھا کر دشمنوں کے قبائل کے اوپر دے مارتا تھا، ایک ایک آدمی انکا بارہ بارہ گز لمبا تھا، غرض کہ بڑے بڑے ڈیل ڈول کے مالک تھے، ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، اور انہوں نے ان کو کفر وشرک سے روکا، اور بت پرستی سے ہٹا کر توحید الٰہی کی طرف بلایا مگر قوم نہیں مانی، اور پیغمبر کو جھٹلایا اور ہدایت قبول کرنے سے انکار کر دیا، حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں نافرمانی کی صورت میں عذاب الٰہی سے ڈرایا، بجائے اس کے کہ ان میں خوف ودہشت پیدا ہوتی اُلٹا مطالبہ عذاب کی جلدی کا کرنے لگے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا (الآیۃ)" جب قوم عاد کسی طرح نہ مانی اور انتہائی جرأت کے ساتھ عذاب میں جلدی مچانے لگی، تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ہلاکت کا یہ سامان ہوا، کہ ایک بادل کو بھیجا گیا جسے دیکھ کر قوم عاد نے کہا کہ یہ بادل ہم پر پانی برسائے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خوش فہمی کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو وہ عذاب ہے جس کی تم نے جلدی مچا رکھی تھی، وہ بادل اپنے اندر ایک تباہ کن طوفان باد کو لئے ہوئے تھا، چنانچہ سخت سردی میں سات رات اور آٹھ دن تک مسلسل یہ ہوائی طوفان ان پر چلتا رہا، ایسی تیز آندھی چلتی کہ ان دیو ہیکل لوگوں کو تنکے کی طرح اوپر اُٹھاتی اور زمین پر پٹخ دیتی جس سے ان کے سر چکنا چور ہو جاتے، ان کے پیٹ پھٹ جاتے، آنتیں باہر نکل کر پھیل جاتیں، اسی طرح ان کے مویشیوں کو اٹھا کر پٹخ دیتی، پچھوائی طوفان باد نے انہیں ایسا تباہ کیا کہ گویا کھجور کے کھوکھلے بے جان تنے ہیں، جن کے سر اوپر سے کاٹ دیئے گئے ہیں، اور انکا غرور اپنی ایک مخلوق "ہوا" کے ذریعہ نکال دیا، یہ ہوا ان کے مکانوں کے اندر داخل ہوتی اور انکی چھتوں کو اُٹھا کر پلٹ دیتی، مکان، درخت، مویشی کوئی چیز نہیں چھوڑی سب کو ہلاک وبرباد کر دیا۔

قرآن کریم میں متعدد جگہ پر اسکا تذکرہ ہے، ایک جگہ ہے:

﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴾

۵ھ ماہ شوال میں ابوسفیان عرب کے اکثر قبیلوں کو لیکر مدینہ منورہ چڑھ آیا اور وہ سب لوگ متفق اور متحد ہو کر مسلمانوں کی بیخ کنی اور انکا بالکل نام ونشان مٹانے کے لئے اور سب کو فنا کی گھاٹ اتارنے کے لئے جمع ہو گئے تھے، اور اب ابوسفیان کے پرچم تلے اکٹھے ہو گئے تھے، جن کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی، آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور بالخصوص سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کے بعد مدینہ طیبہ کے تحفظ کے لئے ایک خندق جو تقریباً ساڑھے تین میل کی تھی، کھدوائی اور ہر دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بنا کر چالیس چالیس ہاتھ خندق کھودنے کی انہیں ذمہ داری دیدی اور خود بھی بنفس نفیس اس کے کھدوانے میں شریک رہے، اس خندق کو کفار نے دیکھا تو حیران رہ گئے، اس لئے کہ عرب میں اس طرح خندق کھودنے کا کوئی دستور ہی نہیں تھا، اس لئے کہنے لگے "ان هٰذه مكيدة" (بغوی) اس خندق کی وجہ سے کفار، مدینہ پر چڑھائی نہ کر سکے، اور مسلمانوں سے بڑی لڑائی بھی نہ ہوئی، البتہ ایک مہینہ تک پورے زور وشور کے ساتھ مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا، اور ہر طرف سے پوری شدت کے ساتھ نظر رکھی گئی، اس مدت میں باہم کچھ معمولی سی جھڑپیں ہوئیں اور مسلمانوں کو بہت خوف ودہشت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، اسی درمیان کہ سخت سردی کا موسم تھا، ایک روز بہت تیز طوفان، پُر وا ہوا کا چلا جس نے ان کے خیمے ڈیرے اکھاڑ پھینکے اور ان کی ہانڈیاں چولہوں سے اوندھا دیں، اور برتن بھانڈے بکھیر دیئے، اس تیز ہوا میں سنگ ریزے اور مٹی نے ان کے چہروں پر ضربیں لگائیں، اور ان کے دلوں میں ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ بالکل

سراسیمہ ہوگئے اور کم ہمت اور شکست خوردہ مدہوش ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے اس جم گھٹ کو اس پروا ہوا کے ذریعہ منتشر کردیا، جو درحقیقت اہل اسلام کے لئے باعث رحمت بنی اور رسول کریم ﷺ کا ایک عظیم معجزہ ہوا، ''سورۂ احزاب'' میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا﴾ (الآیۃ)

حدیث شریف میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

(نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ)

''میری پروا ہوا کے ذریعے مدد کی گئی ہے، اور قوم عاد کو پچھوا ہوا کے ذریعہ ہلاک کیا گیا تھا''۔

رسول اللہ ﷺ کی گھبراہٹ

یوں تو ہر وقت ہی رسول اللہ ﷺ کا قلب خوف و دہشت الٰہی سے معمور رہتا تھا، کسی وقت بھی اس سے خالی نہیں رہتا تھا، اور بے فکری کبھی پیدا نہیں ہوتی تھی، لیکن تیز ہوا چلتی اور اس کے جھکڑ چلتے یا آسمان پر گہری گھٹا چھا جاتی اور سیاہ بادل منڈلانے لگتے، تو آپ ﷺ انتہائی فکر مند ہو جاتے، اور اس فکر کا اثر آپ ﷺ کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتا تھا، جس کی وجہ یہی تھی کہ کہیں یہ ہوا اور ابر مخلوق کیلئے مصیبت اور پریشانی کا سبب نہ بن جائے، اور اس کے ذریعہ قوموں کو ہلاک و برباد نہ کردیا جائے، چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے حلق کا کوا نظر آیا ہو، آپ ﷺ تو صرف مسکراتے تھے اور جب آپ ﷺ بادل یا ہوا کو دیکھتے تو چہرۂ انور پر تغیر صاف نمایاں ہوتا تھا۔

اور اس گھبراہٹ کی وجہ سے کبھی آپ گھر میں داخل ہوتے کبھی باہر نکلتے، کبھی آگے کو ہوتے، کبھی پیچھے کو ہوتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) آسمان پر چھائے ہوئے اس ابر سے خوف و اضطراب کا سبب یہ ہے کہ کہیں یہ بادل اسی طرح کا نہ ہو جسکے متعلق قوم عاد نے کہا تھا ''هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا'' پھر جب قوم عاد نے اس ابر کو دیکھا جو ان کی وادیوں کے سامنے آیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ابر ہے جو ہم پر برسے گا۔

تیز ہوا چلے تو یہ دعا پڑھے

جب تیز ہوا چلتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے:

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا فِیْهَا وَ خَیْرَ مَآ اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِیْهَا وَشَرِّ مَآ اُرْسِلَتْ بِهٖ)۔

''اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ بھلائی (جو طبعی طور پر) انہیں تو نے رکھی ہے، اور وہ بھلائی جو اس میں پوشیدہ ہے، یعنی منافع، اور اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں رکھی گئی ہے، اور اس چیز کی برائی سے جس کے لئے اس کو بھیجا گیا ہے۔'' (مشکوٰۃ مظاہری)

ہوا کو برا مت کہو

ہوا کو برا بھلا کہنا اور اس کو لعن طعن کرنا منع ہے، جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی موجودگی میں ہوا کو برا کہا اور لعنت بھیجی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو برا مت کہو اس پر لعنت مت بھیجو اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے، اور حکم الٰہی کی بنا پر چل رہی ہے۔ جس چیز پر لعنت کی جائے اور وہ اس کی مستحق نہ ہو تو وہ لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ (ترمذی شریف)

نیز ایک روایت میں ہے جبکہ ایک عورت نے جب آپ ﷺ کے قافلہ کے ساتھ اپنی اونٹنی کو برا بھلا کہا، آپ ﷺ نے اس کو اپنے لشکر سے الگ کر دیا، اور فرمایا کہ "لاینبغی معنا الملعونۃ" لعنت کی ہوئی چیز ہمارے ساتھ نہیں رہے گی۔

(حاشیہ ترمذی شریف، صاوی، در منثور، بغوی، بیان القرآن)

قرآنی معلومات

سوال نمبر (۱): وہ کتنے انبیاء ہیں جن کے نام ان کی پیدائش سے پہلے رکھے گئے؟

جواب: قرآن کریم میں پانچ انبیاء کا ذکر ہے جن کے نام ان کی پیدائش سے پہلے رکھے گئے ہیں۔ ① حضرت اسحاق علیہ السلام ② حضرت یعقوب علیہ السلام ارشاد باری ہے "فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ" سو ہم نے ان کو بشارت دی اسحاق کی اور اسحاق سے پیچھے یعقوب کی ③ حضرت یحییٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى" ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا ④ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چنانچہ حضرت مریم کو خطاب کیا گیا ہے "اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ" اے مریم بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہوگا اس کا نام (لقب) مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا ⑤ حضرت نبی کریم ﷺ چنانچہ ارشاد ہے "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ" اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جنکا نام احمد ہوگا، ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

سوال نمبر (۲): قرآن کریم میں کتنے فرشتوں کے نام مذکور ہیں اور کیا کیا ہیں؟

جواب: قرآن شریف میں متعدد فرشتوں کے نام ذکر کئے گئے ہیں، جو ذیل میں درج ہیں: ① جبرئیل علیہ السلام ② میکائیل علیہ السلام ③ ہاروت ④ ماروت ⑤ رعد ⑥ برق ⑦ مالک ⑧ سجل شرح الالفاظ قعید۔

سوال نمبر (۳): جبرئیل اور میکائیل کے معنی کیا ہیں؟

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر وہ نام جس میں ایل کا لفظ ہو اسکے معنی عبداللہ کے ہونگے جیسے اسرائیل بمعنی عبداللہ، اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب) بمعنی عبداللہ جبرئیل بمعنی عبداللہ اور میکائیل بمعنی عبداللہ۔

دربار خداوندی کا انعقاد

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ہر ہفتہ میں............... وہاں ہفتے تو نہیں ہوں گے مگر ایک ہفتے کی جتنی مسافت اور مقدار ہوتی ہے........... اس میں دربار خداوندی ہوگا۔ اوپر نیچے سو جنتیں ہیں اور ہر جنت آسمانوں اور زمینوں سے بڑی ہے ان سو کے اوپر پھر کرسی ہے، اس کے اوپر سمندر ہے۔ اس کے اوپر پھر عرش خداوندی ہے۔ تو کرسی گویا جنتیوں کی چھت کے اوپر ہے۔ اس میں دربار ہوگا۔

آخرت میں رؤیت خداوندی کا مقام

وہ دربار کہاں ہوگا..............؟

تو حدیث میں اس کی شرح یہ فرمائی گئی کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک دفعہ حاضر ہوئے تو ایک آئینہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ آئینے کے بیچ میں ایک نکتہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نکتہ کیسا ہے..........؟

عرض کیا کہ اس کا نام مزید ہے۔

فرمایا "مزید" کیا چیز ہے؟

عرض کیا یا رسول اللہ! جنت میں ایک میدان ہے جس کا نام مزید ہے۔ اور وہ اتنا بڑا ہے کہ لاکھوں برس سے میں گھوم رہا ہوں اور اب تک مجھے اس کے کناروں کا پتہ نہیں چلا کہ کہاں ہیں اس کی ہر چیز سفید ہے۔ زمین سفید ہے۔ کنکریاں سفید ہیں گھاس بھی سفید غرض ہر چیز سفید ہے تو جب جمعہ کا دن آئے اس وقت اس دربار کے لئے تیاری کی جائے گی۔ اس کے تمام میدان میں بیچوں بیچ تو اللہ تعالیٰ کی کرسی بچھائی جائے گی، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ﴾

آسمانوں اور زمینوں سے کہیں زیادہ کرسی بڑی ہے۔ لیکن اس میدان میں جب کرسی بچھے گی تو وہ ایسی معلوم ہوگی جیسے ایک بڑے میدان میں ایک چھوٹا سا چھلہ ڈال دیا جائے۔ وہ بیچوں بیچ بچھائی جائے گی..... اس کے اردگرد انبیاء علیہم السلام کے منبر ہوں گے۔ وہ نور کے منبر ہوں گے۔ ہر منبر کے پیچھے امتیوں کی کرسیاں ہوں گی۔ پھر جو عمل میں انبیاء سے زیادہ قریب ہیں ان کی کرسیاں منبر کے قریب، اور جو عمل میں بعید تھے کوتاہ عمل تھے ان سے ان کی بعید۔ درجہ بدرجہ۔

دربار خداوندی میں اہل جنت کی شرکت

جب یہ دربار کا دن آئے گا تو تمام اہل جنت دربار کی شرکت کے لئے چلیں گے اب یہ لاکھوں میل کا فاصلہ ہوگا مگر سواریوں پر جائیں گے، تخت ہوا ہوں گے وہاں کوئی مشین نہیں ہے۔ جیٹ طیارے نہیں ہوں گے کہ ان کی مرمت کی ضرورت پیش آئے۔ بلکہ قوت متخیلہ کے تابع ہوں گے تخت پر بیٹھ کر آپ نے ارادہ کیا کہ چلے۔ اب وہ تخت چلنا شروع ہوا۔ اور لاکھوں میل کا فاصلہ وہاں کی سواریاں پل بھر میں طے کریں گی، کوئی براق پر سوار ہے کوئی تخت ہوا پر سوار ہے۔ درجہ بدرجہ مختلف سواریاں ہوں گی اس میدان میں آ کر بیٹھیں گے۔ جہاں کرسیاں ہوں گی۔

پھر کرسیوں میں یہ نہیں کہ وہاں نظم کرنے والے کھڑے ہوں کہ بھئی! یہ کرسی تمہاری ہے۔ یہ سیٹ تمہاری ہے۔ وہاں نہ بیٹھ جانا۔ یہ نہیں ہوگا، ہر شخص اپنی قلبی شہادت سے اپنے مقام کو پہچانے گا۔ ٹھیک اسی کرسی پر جا کر بیٹھے گا جو اس کے نام زد ہے۔ یہ نہیں ہوگا کہ دوسری کرسی پر بیٹھ جائے۔ تو تمام لوگ جمع ہو جائیں گے اور میدان بھر جائے گا۔ اس میں جو بالکل عوام ہوں گے، جن میں عملی کوتاہیاں زیادہ تھیں، تو کرسیوں کے پیچھے چبوترے ہوں گے، ان پر مشک وعنبر کے غالیچے ہوں گے، وہ اس پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اب یہ پورا دربار شروع ہوگا۔ جیسے احادیث میں فرمایا گیا ہے یہ محسوس ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ کی تجلیات اتریں گی تو کرسی اس طرح چرچرائے گی جیسے اب ٹوٹ کے دی۔ اب ٹوٹ کے دی وہاں بوجھ بدن کا نہیں ہوگا۔ حق تعالیٰ بدن سے پاک ہیں وہ بدن کے بھی خالق ہیں اور روح کے

بھی ہیں۔ وہ عظمت کا بوجھ ہوگا جس کوارواح محسوس کریں گی وہ حسی اور جسمانی بوجھ نہیں ہوگا تو کرسی گویا ایسے چرچرائے گی جیسے تحمل کی طاقت نہیں ہے۔

اب گویا تجلیات اُتر چکی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ موجود ہیں اور انبیاء علیہم السلام اردگرد نورانی منبروں پر ہیں اور ان کے پیچھے امتیں اربوں کھربوں اولین وآخرین جمع ہیں۔

دربار خداوندی میں شراب طہور کا دور

حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ ملائکہ علیہم السلام کو فرمائیں گے کہ وہ جو ہم نے قرآن کریم میں وعدہ کیا تھا: ﴿ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴾ ایک پاک قسم کا شربت ہم پلائیں گے، وہ ان بندوں کو تقسیم کرو۔ ملائکہ تقسیم شروع کریں گے۔ گویا شاہی دربار کی طرف سے ایک ضیافت ہوگی۔ اس کو پئیں گے اس سے ایسا سرور پیدا ہوگا، اس کو نشہ تو نہیں کہہ سکتے روحانی نشہ ضرور ہوگا یعنی دنیا کی شراب میں تو یہ نشہ ہے کہ عقل جاتی رہتی ہے۔ آدمی مجنون ہو جاتا ہے، خبطی بن جاتا ہے۔

اس شراب کے پینے سے عقل میں اور تیزی پیدا ہوگی۔ اور معارف الٰہیہ اور علوم ربانیہ اور زیادہ کھلنے شروع ہو جائیں گے، انوار وبرکات بڑھ جائیں گے۔ تو یہ شراب طہور تقسیم ہوگی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی تلاوت ومناجات

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام، جن کو آواز کا معجزہ دیا گیا تھا اتنی پاکیزہ۔ پاک اور خوشنما آواز تھی کہ جب وہ حمد وثنا کی مناجاتیں پڑھتے تھے تو چرند وپرند سب ان کے اردگرد جمع ہو کر سر دھنتے تھے اور مست ہو جاتے تھے۔

حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ: "اے داؤد! ان اہل دربار کو وہ مناجاتیں سناؤ جو تم دنیا میں پڑھتے تھے۔ اور اسی اعجازی آواز سے سناؤ"۔

داؤد علیہ السلام حمد وثنا کی وہ مناجاتیں پڑھنا شروع کریں گے، تو آواز تو معجزہ تھی ہی اور وہاں میدان میں سارے اللہ والے جمع ہیں سارے انبیاء علیہم السلام جمع ہیں، اربوں کھربوں ملائکہ جمع ہیں اور خود حق تعالیٰ شانہٗ موجود تو اس کی تاثیر کی کیا انتہا ہوگی جب وہ مناجاتیں پڑھی جائیں گی تو عجیب قسم کے آثار نمایاں ہوں گے، سب بندے اس کے اندر محو ہو جائیں گے۔

جمال خداوندی کے دیدار کا سوال

اس کے بعد حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ سَلُوْنِيْ مَا شِئْتُمْ جس کا جی چاہے، ہم سے مانگے۔ اور ہم سے سوال کرے۔ بندے عرض کریں گے کونسی نعمت ہے جو آپ نے ہمیں عطا نہیں کی جنت ساری نعمتوں کا مجموعہ ہے، وہاں نقص کا نشان نہیں۔ ہر چیز میں کمال ہے۔ جب آپ نے ہمیں سب کچھ دے دیا تو اب ہم کیا مانگیں ہمارے تو خیال سے بھی زیادہ بلند چیزیں ہمیں مل چکی ہیں۔ اب کیا مانگیں ہمارا تخیل بھی نہیں جا سکتا۔

ارشاد ہوگا نہیں! مانگو جب کسی کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو سب مل کر علماء کی طرف رجوع کریں گے کہ تم فتویٰ دو اور مشورہ دو کہ کیا مانگیں ہمیں تو سب مل چکا ہے۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ لوگ دنیا میں علماء سے کنارہ کشی چاہتے ہیں کہ چھوڑ دیں یہ وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وہاں بھی فتوے کی ضرورت پڑے گی وہاں بھی علماء کی حاجت پڑے گی۔ علم خداوندی کے بغیر نہ دنیا میں کام چل سکتا ہے نہ

آخرت میں کام چل سکتا ہے۔

علماء فتویٰ دیں گے کہ ایک چیز نہیں ملی، وہ مانگو، بے شک ساری نعمتیں مل گئیں مگر ایک چیز ابھی تک نہیں ملی، اور وہ یہ کہ جمال خداوندی کا دیدار ابھی تک نہیں ہوا۔ وہ طلب کرو اس وقت بندے عرض کریں گے کہ "اے اللہ! اپنا جمال مبارک دکھلا دیجئے" آپ نے سب نعمتیں دیں مگر یہ نعمت ابھی تک باقی ہے۔ یہ درخواست منظور کی جائے گی۔

نعمت مزید

اور حق تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَنْ کَمَا اَنْتُمْ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر ٹھہری رہے۔ اگر یہ نہ فرمادیں تو لَاَحْرَقَ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا مِنْ یَدَیْهِ اس کے چہرے کی پاکیزگیاں ہر چیز کو جلا کر خاک کر دیں۔ خود فرمادیں گے کہ ہر چیز تھمی رہے۔

اس کے بعد حجابات اُٹھنے شروع ہو جائیں گے حجابات اُٹھ کر ایک حجاب کبریائی کا باقی رہ جائے گا۔

اس وقت بندوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ ایک تو شراب طہور سے روحانی نشہ چڑھا تھا۔ داؤد علیہ السلام کے مضمونوں سے معرفت کا نشہ بڑھا۔ حق تعالیٰ کا جمال دیکھ کر اتنے محو ہوں گے کہ ایک دوسرے کی خبر نہیں رہے گی۔ یہ سمجھیں گے کہ کوئی نعمت ہی ہمیں اب تک نہیں ملی تھی۔ آج ہمیں نعمت ملی ہے۔ اس نعمت کا نام شریعت کی اصطلاح میں "مزید" ہے۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ میدان مزید ہے۔ اس میں وہ نعمت ملے گی جو سب کے اوپر مزید ہے، جس کو قرآن کریم میں فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ ہم ضابطے کا اجر تو سب کو دیں گے، اور کچھ مزید بھی ہے جو ہم بعد میں کریں گے وہ مزید نعمت ہوگی۔

امارت قبول کرنے سے انکار کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد بن اسود کو گھوڑے سواروں کی ایک جماعت کا امیر بنایا جب یہ واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا یہ لوگ مجھے اُٹھاتے اور بٹھاتے تھے یعنی میرا خوب اکرام کرتے تھے جس سے اب مجھے یوں لگ رہا ہے کہ وہ پہلے جیسا مقداد نہیں رہا (میری تواضع والی کیفیت میں کمی آ گئی ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی امارت ایسی ہی چیز ہے۔

حضرت مقداد نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی کسی کام کا ذمہ دار نہیں بنوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد ان سے لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ آگے تشریف لا کر ہمیں نماز پڑھا دیں تو یہ صاف انکار کر دیتے تھے (کیونکہ نماز میں امام بننا امارت صغریٰ ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے سواری پر بٹھایا جاتا اور سواری سے اُتارا جاتا جس سے مجھے یوں نظر آنے لگا کہ مجھے ان لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امارت تو ایسی ہی چیز ہے (اب تمہیں اختیار ہے) چاہے اسے آئندہ قبول کر و یا چھوڑ دو۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی دو آدمیوں کا بھی امیر نہیں بنوں گا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھے کسی جگہ (امیر بنا کر) بھیجا، جب میں واپس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے کہا آہستہ آہستہ میری کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ مجھے اپنے تمام ساتھی اپنے خادم نظر آنے لگے اور اللہ کی قسم! اس کے بعد میں کبھی بھی دو آدمیوں کا امیر بھی نہیں بنوں گا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک آدمی کو ایک جماعت کا امیر بنایا وہ کام کر کے واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا میں جماعت کے بعض افراد کی طرح تھا جب میں سوار ہوتا تو ساتھی بھی سوار ہو جاتے اور جب میں سواری سے اُترتا تو وہ بھی اُتر جاتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عام طور پر ہر سلطان ایسے (ظالمانہ) کام کرتا ہے جس سے وہ اللہ کی ناراضگی کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر جس سلطان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے لیں وہ اس سے بچ جاتا ہے (بلکہ وہ تو اللہ کے عرش کا سایہ پاتا ہے) اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم! اب میں نہ آپ کی طرف سے اور نہ کسی اور کی طرف سے امیر بنوں گا۔ اس پر آپ اتنا مسکرائے کہ آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگ گئے۔

حضرت رافع طائی کہتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ہم واپس آنے لگے تو میں نے کہا اے ابو بکر! مجھے کچھ وصیت فرمادیجئے۔ انہوں نے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پڑھا کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کیا کرو، رمضان کے روزے رکھا کرو، اللہ کا حج ادا کیا کرو، اور اس بات کا یقین رکھو کہ اسلام میں ہجرت بہت اچھا عمل ہے اور ہجرت میں جہاد بہت اچھا عمل ہے اور تم امیر نہ بننا۔ پھر فرمایا کہ یہ امارت جو آج تمہیں ٹھنڈی اور مزیدار نظر آرہی ہے۔ عنقریب یہ پھیل کر اتنی بڑھے گی کہ نااہل لوگ بھی اسے حاصل کرلیں گے (اور یہ یاد رہے کہ جو امیر بنے گا۔ اس کا حساب سب لوگوں سے زیادہ لمبا ہوگا اور اس پر عذاب سب سے زیادہ سخت ہوگا اور جو امیر نہیں بنے گا اس کا حساب سب سے زیادہ آسان ہوگا اور اس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا۔ کیونکہ امراء کو مسلمانوں پر ظلم کرنے کے زیادہ مواقع ملتے ہیں اور جو مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے وہ اللہ کے عہد کو توڑتا ہے اس لئے کہ یہ مسلمان اللہ کے پڑوسی اور اللہ کے بندے ہیں اللہ کی قسم! تم میں سے کسی کے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر کوئی مصیبت آتی ہے (وہ بکری یا اونٹ چوری ہو جاتا ہے یا کوئی اسے مار دے یا ستائے تو اس پڑوسی کی ہمدردی اور حمایت میں) غصہ کی وجہ سے ساری رات اس کے پٹھے پھولے رہتے ہیں اور کہتا رہتا ہے میرے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر فلاں مصیبت آئی ہے (جب انسان اپنے پڑوسی کی وجہ سے اتنا غصہ میں آتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اپنے پڑوسی کی خاطر غصہ میں آنے کا زیادہ حق دار ہے۔ (حیاۃ الصحابہ)

آپ کی کتاب "مومن کا ہتھیار" حیض کی حالت میں پڑھ سکتی ہوں یا نہیں

سوال (۱): حالت حیض میں دعاؤں کی ایسی کتاب پڑھنا (جس میں قرآن پاک کی آیتیں ہوں یا سورتیں ہوں) جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً "مومن کا ہتھیار" یا "مناجات مقبول" یا "الحزب الاعظم" یا "منزل" ان کتابوں میں آیۃ الکرسی، سورۂ فاتحہ، چارقل، وغیرہ بہت سی قرآنی دعائیں ہوتی ہیں، کیا ان کو عورتیں حالت حیض میں پڑھ سکتی ہیں یا نہیں پڑھ سکتیں؟

الجواب حامدًا و مصلیًا ومسلمًا:

جواب (۱): دعا کی نیت سے اُن آیات وسورتوں کو حالت حیض میں پڑھنا جائز ہے، کسی قسم کی کراہت نہیں ہے، تلاوت قرآن کی نیت سے ان کو پڑھنا جائز نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ ان کتابوں کو وظائف واوراد کے طور پر ہی پڑھا جاتا ہے۔ تلاوت قرآن کے طور پر نہیں پڑھا جاتا ہے، ہاں جیسی سورتیں بطور تلاوت پڑھی جاتی ہیں اس لئے ان کو حالت حیض میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد از امداد الفتاویٰ ۱/۱۹۳ احسن الفتاویٰ ۲/۷۱)

سوال(۲): دعاؤں کی ان کتابوں کو بغیر وضو کے یا حیض کی حالت میں پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب(۲): ان کتابوں کو بغیر وضو کے یا حیض کی حالت میں پکڑنا جائز ہے، البتہ خاص اس جگہ جہاں قرآن کی آیت ہو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، باقی دوسرے حصوں کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۱/۹۳)

فقط والسلام واللہ اعلم (مفتی) آدم صاحب پالنپوری ۶ رشوال ۱۴۳۰ھ

نوٹ: مذکورہ فتویٰ صحیح ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

(اللہ کی رضا کا طالب: محمد یونس پالنپوری)

بے عقلی بھی نعمت ہے

ان منافع اور حیوانات کے ان خلقی مقاصد پر غور کرو۔ تو ان کے لئے فہم و عقل کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ عقل ان میں حارج ہوتی کیونکہ اگر ان میں عقل ہوتی تو جب انسان ان پر سوار ہوتا زین رکھتا بوجھ لادتا تو عقل مند جانور کہہ اٹھتا کہ ذرا ٹھہریئے پہلے ثابت کیجئے کہ آپ کو مجھ پر سواری کرنے یا بوجھ لادنے کا حق ہے یا نہیں؟ اب آپ دلائل بیان کرتے وہ اپنی عقل کے مطابق آپ سے بحث کرتا، تو سواری اور بوجھ تو رہ جاتا بحث چھڑ جاتی۔ اور اگر کہیں بحث میں جانور غالب آجاتا تو آپ کھڑے منہ تکتے رہ جاتے۔ بلکہ ممکن ہو جاتا کہ وہی آپ پر سواری کرتا۔ ظاہر ہے یہ بڑی مشکل بات ہوتی۔ ہر حیوان سے کام لیتے وقت یہی مناظرہ بازی کا بازار گرم رہتا نہ بیل کھیت جوت سکتا۔ نہ گھوڑے سواری لے جا سکتے نہ حلال جانور کا گوشت کھایا جا سکتا۔ سارے کام تجارت وغیرہ کے معطل ہو جاتے اور انسان کو ان حیوانوں کے مناظروں سے کبھی بھی فرصت نہ ملتی اور یہ ساری خرابی حیوانوں کو عقل وفہم ملنے سے ہوتی پھر آپ کی تعلیم گاہوں میں بھی جو علم حاصل کرنے جمع ہوتے اور ایک ہی کلاس میں گھوڑے گدھے کتے سب جمع رہتے بلکہ جنگلوں سے شیر، بھیڑیئے، ریچھ، گیدڑ، بھی جمع ہوتے تو آپ کو علم حاصل کرنا وبال جان بن جاتا۔ غرض علمی اور عملی کارخانے سب کے سب درہم برہم ہو جاتے۔ اس لئے شکر کیجئے کہ اللہ نے انہیں عقل وفہم نہیں دیا۔ جن سے آپ کے کام کاج چل رہے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح عقل نعمت ہے۔ اسی طرح بے عقلی بھی نعمت ہے۔ حیوانات کی بے عقلی ہی سے انسان فائدہ اٹھا رہا ہے۔ حتیٰ کہ جو انسان بے عقل اور بے وقوف ہیں وہ عقل مندوں کے محکوم ہیں۔ جس سے لیڈروں کی حکمرانی چل رہی ہے بے وقوف نہ ہوتے تو لیڈروں کو غذا نہ ملتی۔ اگر بے فہم نہ ہوتے تو لیڈری کی دوکان نہ چل سکتی۔ پس کہیں عقل نعمت ہے تو کہیں بے عقلی نعمت ہے۔ اس لئے جانوروں میں مادۂ عقل نہ ہونا ہی نعمت ہے جس سے ان سے مختلف قسم کے کام بلا بحث ومجادلہ نکال لئے جاتے ہیں ورنہ اگر ان میں عقل ہوتی تو یہ تمام منافع جو انسان ان سے لیتا ہے۔ پامال ہو جاتے، حاصل یہ نکلا کہ جانور کی پیدائش سے جو مقاصد متعلق ہیں ان میں عقل کی ضرورت نہ تھی اس لئے ان کو ان کے فرائض کی وجہ سے بے سمجھ رکھا گیا، تاکہ وہ انسان کی اطاعت سے منہ نہ موڑیں اور جب عقل وفہم ان کو نہیں دیا گیا تو ان سے خطاب کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ کہ ان کے لئے کوئی شرعی قانون اُتارا جاتا، اور وہ مخاطب اور مکلف بنائے جاتے۔ پس ان کے لئے نہ امر ہے نہ نہی نہ شریعت آئی نہ کوئی تشریعی قانون صرف لاٹھی اور ڈنڈا ہے، جس سے وہ کام پر لگے رہتے ہیں اور روز وشب مشغول ومنہمک رہتے ہیں۔

دنیا کی بہترین نعمت، نیک اور دیندار بیوی ہے

تاریخ انسانی میں محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس ہی وہ واحد ذات ہے، جس نے اپنی تعلیمات اور احکام کے ذریعے صنف نازک اور جنس لطیف کو ذلت ونکبت کے عمیق غار سے نکال کر عزت وعظمت کے بلند مقام پر پہنچایا اور انسانی معاشرے میں عورت کو وقار واحترام کا وہ درجہ عطا کیا جو فطرت اور انسانیت کا متقاضی تھا۔ اسلام سے پہلے عورت کی تاریخ مظلومیت ومحکومیت پر مشتمل تھی۔ عورت کو ساری قوموں اور ملتوں میں کمتر اور فروتر مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ اس کا نہ کوئی مستقل مقام تھا اور نہ اس کو کوئی زندہ رہنے کا حق دینے کو تیار تھا۔ دین اسلام ان کے لئے باران رحمت بن کر آیا اور اس نے عورت کی محکومیت ومظلومیت کے خلاف اس قدر زور سے صدائے احتجاج بلند کی کہ ساری دنیا لرز اٹھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں"۔ (النساء،۱) دوسری جگہ ارشاد ہے "ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزر بسر کرو۔ اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ ایک چیز تم کو ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ اس میں کوئی بڑی بھلائی رکھ دے"۔ (النساء،۱۹)

اسلام نے اسے دامن عافیت کے سائے میں جگہ دی۔ ناموس نسواں کی قدر وقیمت کو اجاگر کیا۔ بدکاری و بے حیائی اور بے آبروئی کے جتنے سرچشمے تھے ایک ایک کر کے سب کو بند کیا اور اس طرح انسانی تہذیب وتمدن کی ترقی اور استحکام کے لئے ایک ایسی پائدار، مضبوط اور ٹھوس بنیاد قائم کر دی جس کے بغیر ایک صالح معاشرے کا وجود ناممکن ہے۔ اب اسے میراث وجائداد میں شریک کیا جانے لگا۔ وہ معاشرے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جانے لگی بلکہ اسے ایمان کی تکمیل قرار دیا جانے لگا۔ قرآن مجید نے عورتوں کو مردوں کا اور مردوں کو عورتوں کا لباس قرار دیا "وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے" (البقرہ،۱۸۷) اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس طرح لباس پہن کر سردی گرمی کے مضر اثرات سے محفوظ رہتا ہے اور زیب وزینت اختیار کرتا ہے اسی طرح مرد جائز طریقے سے ازدواجی تعلقات قائم کر کے ہر قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ عورت مرد کی رفیق حیات بھی ہے اور دل ودماغ کے لئے راحت وسکون کا ذریعہ بھی۔ اس کے وجود کے بغیر مرد کی زندگی بے کار اور بے سرور ہے۔ وہی مرد کی ویران زندگی میں خوشیاں بکھیرتی ہے اور اس کے گلستان حیات کو انواع واقسام کے حسین وخوبصورت پھولوں سے لالہ زار بناتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے راحت وسکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت ورحمت پیدا کر دی۔ بلاشبہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں"۔ (الروم ۲۱)

بہت سے معاشروں میں عورتوں کو خلع کا حق حاصل نہیں تھا۔ اسلام نے عورتوں کو خلع کا حق دیا۔ ان معاشروں میں شوہر کی وفات کے بعد بیوہ شادی نہیں کر سکتی تھی اور پوری زندگی سوگ اور رنج وملال کی حالت میں گزار دیتی تھی۔ مطلقہ عورت کا دوسری مرتبہ عقد نکاح سے منسلک ہونا سخت عیب سمجھا جاتا تھا لیکن اسلام نے ان سب باطل افکار وخیالات پر کاری ضرب لگائی اور کہا کہ موت وحیات کی مالک اللہ کی ذات ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے مارتا ہے اور جس کو چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے شوہر کی وفات سے عورت ہمیشہ کے لئے مسرت وشادمانی سے محروم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ بھی مخصوص ایام عدت گزارنے کے بعد ازدواجی تعلقات قائم کر سکتی ہے اور کسی مرد کے گلشن حیات کی خوشبودار کلی بن سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور اپنے میں سے بیوہ عورتوں کا نکاح کرو"۔ (النور ۳۲)

اسلام نے اس کو معاشی تمدنی اور تعلیمی حقوق دیئے۔ اس نے مرد وزن کے درمیان فرق وامتیاز کو ختم کیا اور معیار بزرگی تقویٰ اور خشیت الٰہی کو قرار دیا۔ اسلام میں دوسرے مذاہب کی طرح بزرگی اور کمتری کا معیار جنس کو قرار نہیں دیا بلکہ یہاں عزت وشرافت اور بڑائی کا معیار ایمان واعمال کی درستگی، فکر کی سلامتی، خداترسی، خوش اخلاقی، خلوص اور حسن سیرت ہے۔ جو آدمی خواہ وہ مرد ہو یا عورت جتنا زیادہ وہ خداترس اور خداشناس ہوگا، احکام الٰہی پر عمل پیرا ہوگا اور سنت کے مطابق زندگی گزارے گا وہ اللہ کے یہاں اتنا ہی زیادہ معزز ومحترم اور برگزیدہ سمجھا جائے گا۔

چنانچہ اسلام کے اس اساسی دستور کو یوں واضح کیا گیا ہے "اللہ کے یہاں تم میں سے بزرگ ترین شخص وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے" (الحجرات ۱۳) صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو مساوی قرار دیا ہے اور بتایا کہ ایک عورت اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور تقرب کو انہی شرائط کی پابندی کر کے حاصل کر سکتی ہے جو مردوں کے لئے مقرر ہے۔ مرد کو اگر اچھے اعمال کی بدولت جنت ملے گی تو عورت بھی اپنی نیکیوں کے بدلے جنت کی مستحق ہوگی۔

اسلام نے زندگی کی تعمیر وترقی کا جو تصور پیش کیا ہے اس کا تعلق طاعات وعبادات سے ہو یا باہمی معاملات اور لین دین سے ہو۔ خانگی انتظام وانصرام سے ہو یا معاشرتی آداب واقدار سے ہو۔ اس نے ہر شعبہ زندگی میں عورت کا صحیح منصب ومقام متعین کیا اور اسکا ذکر خیر ومدح کے ساتھ کیا اور اسے معاشرے اور سوسائٹی کے لئے موجب ننگ وعار نہیں سمجھا بلکہ اس کے لئے لازمی جز وقرار دیا۔

اسلام نے عورت کو بجائے لعنت وملامت کرنے کے اسے رحمت وسکینت کا مظہر ٹھہرایا۔ محسن انسانیت ﷺ نے عورتوں کے متعلق مردوں کو دلوں میں نفرت وکدورت نہ رکھنے اور پیار ومحبت اور شفقت وہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کی متعدد حدیثوں میں نصیحت فرمائی ہے۔ درج ذیل چند حدیثوں میں اسی کا ذکر ہے۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "دنیا کی چیزوں میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب عورت اور خوشبو ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے"۔ (نسائی)

"تم میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں اور اپنی بیوی کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آتا ہو"۔ (ترمذی)

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے بہترین ثابت ہو اور خود میں اپنے اہل وعیال کے لئے تم سب سے بہتر ہوں"۔ (مشکوٰۃ)

"نیک اور دیندار بیوی دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی نعمتوں میں کوئی چیز نیک بیوی سے بہترین نہیں"۔ (ابن ماجہ)

"دنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک بیوی ہے"۔ (نسائی)

حقیقت حسن

خدا سے حسن نے اک روز یہ سوال کیا
جہاں میں کیوں نہ مجھے تو نے لازوال کیا

ملا جواب کہ تصویر خانہ ہے دنیا
شب درازِ عدم کا فسانہ ہے دنیا
ہوئی ہے رنگ تغیر سے جب نمود اس کی
وہی حسین ہے حقیقت زوال ہے جس کی
کہیں قریب تھا، یہ گفتگو قمر نے سنی
فلک پہ عام ہوئی، اختر سحر نے سنی
سحر نے تارے سے سن کر سنائی شبنم کو
فلک کی بات بتا دی زمیں کے محرم کو
بھر آئے پھول کے آنسو پیام شبنم سے
کلی کا ننھا سا دل خون ہوگیا غم سے
چمن سے روتا ہوا موسم بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا، سوگوار گیا

حضرت قتادہ کا فلسفیانہ مقولہ ہے کہ زندگی کا سامان اتنا ہی اچھا ہے۔ جتنے میں سرکشی، لاابالی پن نہ آئے۔

دل کا زنگ دور کرنے کا نبوی نسخہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بنی آدم کے قلب پر اسی طرح زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ آ جاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ: حضور (ﷺ) دلوں کے اس زنگ کو دور کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: موت کو زیادہ یاد کرنا، اور قرآن مجید کی تلاوت۔ (شعب الایمان للبیہقی)

دوسروں کی اولاد کو برا کہنا بھی گناہ ہے!

اسماعیل صاحب اگرچہ عالم نہیں تھے لیکن انتہائی دین دار اور تہجد گزار، نماز باجماعت تکبیر اولی تک کے پابند تھے۔ ان کے کل چھ بچے تھے، انتقال سے پہلے وہ جس اذیت ناک کرب والم میں تھے وہ بچوں کے تئیں فکرمندی تھی۔ ان کی تین بچیوں کی شادی ہوچکی تھی تینوں لڑکے ابھی غیر شادی شدہ تھے اور ان میں سے دو چھوٹے فرزند، ان کے لئے بدنامی کا سبب بن گئے تھے۔ وہ ناخلف اور آوارہ ہو گئے تھے اور پورے محلے اور گاؤں کے لوگ ان سے تنگ آ گئے تھے۔ دوسرا بچہ بدنام ترین شخص بن گیا تھا۔

ان بچوں کے والد آخر تک رو رو کر کہتے رہے کہ اے اللہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے زندگی میں کون سا ایسا گناہ کیا، جس کی وجہ سے مجھے آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔ ان کے ہم عمر بھی یہ کہتے تھے کہ وہ بچپن ہی سے نیک اور صالح تھے۔ حرام وحلال کی ہمیشہ تمیز رہی، کبھی شراب وزنا وجوے کے قریب بھی نہیں گیا۔ ایک طرف سے ان کے یہ مثبت حالات تھے تو دوسری طرف ان کی اولاد کی منفی کیفیات، مشکل

سلجھ نہیں رہی تھی۔ کئی لوگوں نے اس پر بہت غور کیا۔ اس سلسلہ میں ایک معاصر بزرگ نے مدد کی اور بات جلد ہی سمجھ میں آ گئی۔ ان کے بزرگ ساتھی کا کہنا تھا کہ جوانی میں مسجد میں جاتے ہوئے راستے میں جب شریر لڑکوں سے اسماعیل صاحب کا سامنا ہوتا تھا تو ان کو وہ طعنہ دیتے تھے کہ تمہیں کس بدمعاش باپ نے جنا ہے؟ کیا تمہارا باپ حرام کماتا ہے اور وہی کھلاتا ہے، جس کی وجہ سے تم لوگوں کی یہ حالت ہو گئی ہے؟

کسی کے متعلق کوئی منفی، ناپسندیدہ اور ناقابل یقین بات سننے میں آتی تو وہ سب کے سامنے تبصرہ کرتے کہ کمینوں کی اولاد بھی کمینی ہوتی ہے ان بچوں کے والد نے بھی اپنی جوانی میں اس طرح کی حرکت کی ہوگی، تبھی تو ان کی اولاد کی یہ حالت ہو گئی ہے۔

غرض یہ کہ کسی کو طعنہ دینے اور کسی کے گناہ پر عار دلانے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث یاد آتی ہے کہ کوئی شخص کسی کو کسی گناہ پر عار دلاتا ہے تو مرنے سے پہلے خود اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ اس کا عیب چھپائے گا اور تمہیں اس مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

ہمیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اولاد کا یہ برا انجام جوانی میں ان کی اس بدزبانی اور دوسروں کو عار دلانے کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ ان کے اسی بزرگ دوست نے یہ بھی کہا کہ اپنی اولاد کے سلسلہ میں وہ بہت سخت واقع ہوئے تھے۔ ان کے کسی نازیبا فعل کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے، ڈانٹتے، مارتے اور کبھی غصہ میں ان کو شیطان، ابلیس اور ملعون و مردود بھی کہہ دیتے تھے۔ ہو سکتا ہے وہ قبولیت کی گھڑی ہو، تبھی تو اللہ نے ان کی اولادوں کو شیطان صفت بنا دیا، اس لئے کہ جس طرح اولاد کے حق میں والدین کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے اسی طرح بددعا بھی والدین کی اپنی اولادوں کے حق میں جلد اپنا اثر کر دکھاتی ہے۔ اس لئے کبھی بھول کر غلطی سے بھی، غصہ و جوش میں بھی اپنی اولاد کو ڈانٹنے میں غلط ناموں سے نہیں پکارنا چاہئے، مبادا قبولیت کا وقت ہو اور اس کا اثر ظاہر ہو۔ انہوں نے اپنے اولاد کے حق میں پابندی سے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں اور دعاؤں سے اپنے بچوں کی تربیت کی ہوتی اور کسی دوسرے کے بچوں کو برا نہ کہا ہوتا تو شاید انہیں یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ "اے اللہ ہمیں ایسی بیویاں اور بچے عطا فرما جو ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنیں اور ہمیں تقویٰ والوں کا امام بنا۔

حضور اکرم ﷺ کی مبارک مجلس کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم یہ بزرگ حضرات صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف لے گئے تو اس مبارک مجلس میں سرور کونین حضور اقدس ﷺ اور چاروں خلفاء راشدین موجود ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے ان معزز مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے کے لئے ان کے پاس جو سب سے بہترین چیز تھی وہ پیش کی ایک شہد کا پیالہ وہ خوبصورت اور چمکدار پیالہ تھا، اتفاق سے شہد کے پیالہ میں ایک بال گر گیا حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک میں جب وہ پیالہ آیا تو آپ نے ان حضرات کے سامنے وہ پیالہ پیش فرمایا اور ارشاد فرمایا دیکھو خوبصورت پیالہ۔ اس میں شیریں شہد ہے۔ اس میں ایک بال پڑا ہوا ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی طبیعت پر زور ڈال کر اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس پیالہ اور بال کے متعلق اپنی رائے پیش کرے (۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ میرے نزدیک مومن کا دل طشت سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے اور اس کے دل میں جو ایمان ہے وہ شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن ایمان کو موت تک حفاظت کر کے لے جانا

بال سے زیادہ باریک ہے(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ پیالہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکومت اس طشت سے زیادہ چمکدار اور روشن ہے حکمرانی کرنا یہ شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن حکومت میں عدل و انصاف کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک علم دین طشت سے زیادہ روشن ہے اور علم دین سیکھنا شہد سے زیادہ شیریں ہے لیکن اس پر عمل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک معزز مہمان طشت سے زیادہ روشن ہے اور ان کی مہمان نوازی شہد سے زیادہ شیریں ہے اور ان کو خوش کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

(۵) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں عورت کے حق میں حیا اس طشت سے زیادہ روشن اور چمکدار ہے اور اس کے چہرے پر پردہ اس شہد سے زیادہ شیریں ہے اور ایک غیر مرد پر نگاہ نہ پڑے اور غیر مرد کی اس پر نگاہ نہ پڑے یہ بال سے بھی زیادہ باریک ہے(۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی معرفت طشت سے زیادہ روشن ہے اس کے بعد فرمایا معرفت الٰہی سے آگاہ ہوجانا اور معرفت الٰہی حاصل ہوجانا اس شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اللہ کی معرفت کے بعد اس پر عمل کرنا یہ بال سے زیادہ باریک ہے۔(۷) حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا میرے نزدیک راہ خدا یعنی اللہ کی راہ طشت سے زیادہ روشن ہے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کرنا، جہاد کرنا شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے بعد فرمایا اس پر استقامت یعنی موت تک راہ خدا میں چلتے رہنا بال سے زیادہ باریک ہے(۸) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جنت اس طشت سے زیادہ روشن ہے اور جنت کی نعمتیں اس شہد سے زیادہ شیریں ہیں لیکن جنت تک پہنچنے کے لئے پل صراط سے گذرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

دین فطرت اور ہماری زندگی

پورے عالم میں اس وقت امت مسلمہ کے افراد ایک بڑی تعداد میں موجود ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ دنیا کی پوری آبادی کا ایک بٹہ چھ حصہ ہیں اس طرح مسلمان دوسرے مذاہب اور تہذیبوں کے ماننے والوں کے مقابلے میں ایک عظیم قوم شمار کئے جاتے ہیں اور برابر اس میں اضافہ ہورہا ہے صرف امریکہ میں تقریباً ایک کروڑ مسلمان موجود ہیں اور ان کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے اس طرح یورپ کے تمام ممالک اور دنیا کے مشرقی حصے میں بھی اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں نہایت تیزی سے اضافہ ہورہا ہے اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مادی تہذیبوں کے سائے میں جن لوگوں نے وقت گزارے اور عیش و عشرت سے پوری طرح فائدہ اٹھایا، وہ سب کچھ حاصل کرنے کے باوجود جوہر نایاب سے محروم رہے اور اس کو دور کرنے کے لئے انہوں نے تمام فارمولوں کو آزما کر دیکھ لیا لیکن ان کو وہ سکون نہیں مل سکا جس کے بغیر زندگی میں کوئی لذت یا اس کی کوئی قیمت باقی رہے آخر کار ان کو اسلام کا مطالعہ کرنے اور اس کے بنائے ہوئے نظام زندگی کو بہ نظر غائر دیکھنے کی توفیق ہوئی اور ان کو وہ متاع گمشدہ مل گئی جس سے ان کی زندگی کا رخ بدل گیا ان کو خالق کائنات کا یقین حاصل ہوا اور اس کے بنائے ہوئے اصول زندگی کو انہوں نے آزمایا تو اچانک ان کے اندر ایک انقلاب برپا ہوا۔ یہ اسلام کے دین فطرت ہونے اور انسانی مزاج سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کی وضاحت فرماتے ہیں کہ ”پس سیدھا رکھ اپنا رخ دین کے لئے یکسو ہوکر۔ وہی اللہ کی فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔“ (سورۂ روم: ۳۰) البتہ جن لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی وہ اس کو اپنانے اور اس کو اپنی زندگی کا رہنما بنانے پر متفق ہوگئے اور دنیا کی عظیم سے عظیم تر متاع ان کی نظروں میں بے قیمت بن کر رہ گئی، وہ اس دریافت پر نہ

صرف یہ کہ بے حد مسرور و مطمئن ہیں بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و انعام سمجھ کر اس پر نازاں ہیں اور اسے اپنی زندگی کا اصل سرمایہ سمجھتے ہیں۔ ایک نومسلم نے اسلام قبول کرنے کے بعد جب انتہائی مسرت کا اظہار کیا تو مسلمان رہنما نے اس کو مبارکباد دی۔ اس وقت اس نے جواب دیا کہ مبارکباد کس بات کی؟ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے فطرت کو پالیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو پیدا کیا اور وہ فطرت اسلام ہے۔ لہٰذا میں نے گویا اپنے آپ کو دریافت کیا ہے اور اس کے قبل میں گمراہی میں مبتلا تھا اور خود اپنی ذات سے ناآشنا تھا۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے اپنی فطرت کے خلاف زندگی کی گاڑی چلا رکھی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم کو قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہم کو مٹانے کی کوشش تیز رفتاری کے ساتھ جاری ہے اور کامیابی سے ہم کنار ہو رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ سارے جہاں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ اس سراپا رحمت کا نمونہ آپ کی سیرت طیبہ میں موجود ہوتے ہوئے بھی ہم اس سے بڑی حد تک مستغنی ہوگئے ہیں اور ہم تہذیبوں کی بے رحمانہ بندشوں میں اپنے آپ کو مقید کرنے میں کوئی عار نہیں محسوس کرتے۔ مشرق و مغرب میں ہر جگہ ہم یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اب اسلامی نظام عدل و مساوات اور عالمی اخوت کا تصور ایک خواب بن کر رہ گیا ہے اور مادہ پرست نظام زندگی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عورتوں کو اس نے ایک طویل غلامی اور بے رحمانہ زندگی سے نجات دلا کر عزت و عظمت کا بلند مرتبہ عطا کیا اور اسلامی معاشرے کی تعمیر میں ان کے کرداروں کو دنیاوی اہمیت دی۔ آج ہم اپنے صراط مستقیم سے ہٹ کر دیگر اقوام کی طرح بے سمت مادہ پرستی کے علم بردار بن کر رہ گئے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ یہ ایسا سنگین خطرہ ہے کہ ہم اس کا مقابلہ سنجیدگی کے ساتھ اس وقت کر سکتے ہیں جب ہم مکمل طور پر اسلامی تہذیب کی نمائندگی کر سکیں۔ یہی تہذیب زندہ و جاوید ہے اور ہر زمان و مکان میں اس کی قیادت انسان کی عظمت کو تسلیم کرانے میں مشعل راہ ہے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت آج دوراہے پر کھڑی ہے اور اپنے کردار کو رحمت کے آئینے میں پیش کرنے سے دور ہے۔

ایک آنسو کا مقام

حضرت رسول اللہ ﷺ سے روایت کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس بندے کی آنکھیں خوف خدا سے بھر جائیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام کر دیتے ہیں پھر اگر وہ اس کے رخسار پر بہہ پڑے تو اس کے چہرے کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ذلت۔ اور اگر کوئی بندہ جماعتوں میں سے کسی جماعت میں رو پڑے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے رونے کے خاطر اسے جہنم سے نجات دے دیں گے ہر عمل کا وزن اور ثواب ہے لیکن آنسو کے ثواب کا کوئی بھی حساب نہیں یہ تو جہنم کے آگ کے پہاڑوں کو بجھا کر رکھ دیتا ہے۔ (ابن ابی دنیا)

والدین کے ساتھ میدان حشر میں سلوک کرنے والے کا عجیب قصہ

حدیث میں ایک شخص کے میزان عمل کے دونوں پلڑے برابر ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم جنت والوں میں سے نہیں اور نہ ہی دوزخ والوں میں سے ہو تو اس وقت ایک فرشتہ ایک کاغذ لے کر آئے گا اور اس کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے گا اس کاغذ میں ''اف لکھی ہوگی تو یہ ٹکڑا نیکیوں پر بھاری ہو جائیگا کیونکہ یہ والدین کی نافرمانی کا ایسا کلمہ ہے جو دنیا کے پہاڑوں سے بھی بھاری ہو جائے گا چنانچہ اسے دوزخ میں لے جانے کا حکم کیا جائے گا کہتے ہیں وہ شخص مطالبہ کرے گا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس واپس لے چلیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسے لوٹا لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے اے نافرمان بندے کس وجہ سے تم میرے پاس واپس آنے کا مطالبہ کر رہے

تھے؟ وہ کہے گا الٰہی آپ نے دیکھ لیا میں دوزخ کی طرف جا رہا ہوں اور مجھے کوئی جائے فرار نہیں میں اپنے والدین کا نافرمان تھا حالانکہ وہ بھی میری طرح دوزخ میں جا رہے ہیں آپ ان کی وجہ سے میرے عذاب کو بڑھا دیں اور ان کو دوزخ سے نجات دے دیں۔

فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ہنس پڑیں گے اور فرمائیں گے تو نے دنیا میں تو ان کی نافرمانی کی اور آخرت میں ان کے ساتھ نیک سلوک کیا، جا اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ اور دونوں جنت میں چلے جاؤ۔ (جنت کے حسین مناظر)

اللہ کی رحمت پر یقین رکھنے والا نوجوان

حضرت ابو غالب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ملک شام میں آتا جاتا رہتا تھا۔ ایک دن میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے پڑوسی نوجوان کے پاس گیا جو بیمار ہو رہا تھا اس کے پاس اس کا چچا بھی موجود تھا وہ اس نوجوان سے کہہ رہا تھا اے خدا کے دشمن، میں نے تمہیں یہ کام کرنے کو نہیں کہا تھا، میں نے تجھے اس کام سے نہیں روکا تھا؟ تو اس نوجوان لڑکے نے کہا اے چچا جان! اگر اللہ تعالیٰ مجھے میری ماں کے سپرد کر دیں تو وہ میرے ساتھ کیا معاملہ کریں گی؟ چچا نے کہا وہ تجھے جنت میں داخل کر دے گی، تو لڑکے نے کہا، اللہ تعالیٰ میری ماں سے زیادہ شفیق ہے۔ اس سے زیادہ مجھ پر مہربان ہے۔ بس یہی بات کہی اور اس کی جان نکل گئی۔ تب اس کے چچا نے اس کے کفن دفن کا انتظام کیا اور اس پر نماز جنازہ پڑھ لی اور ارادہ کیا کہ اس کو قبر میں اُتارے تو میں بھی اس کے چچا کے ساتھ قبر میں اُترا جب اس نے لحد کو درست کیا تو اس کی چیخ نکل گئی اور گھبرا گیا۔ میں نے ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا اس نے بتایا کہ اس کی قبر بہت وسیع ہو گئی اور نور سے بھر گئی ہے میں اسی سے دہشت زدہ ہو گیا۔ (جنت کے حسین مناظر)

ایک ملک ایسا بھی ہے جو ویران نہ ہو اور نہ اس کا مالک مرے

گزشتہ زمانے میں ایک بادشاہ نے ایک شہر بسایا اور نہایت خوبصورت بنوایا، اور اس کی زیبائش اور زینت میں بہت سا مال خرچ کیا پھر اسنے کھانا پکوا کر لوگوں کی دعوت کی اور کچھ آدمی دروازے پر بٹھلائے کہ جو نکلے اس سے پوچھا جائے کہ اس مکان میں کوئی عیب تو نہیں ہے۔ چنانچہ سب نے جواب دیا کوئی عیب نہیں ہے، آخر میں کچھ لوگ کمبل پوش آئے ان سے بھی سوال کیا گیا کہ تم نے اس میں کوئی عیب دیکھا؟ کہا دو عیب ہیں، پاسبانوں نے انہیں روک لیا اور بادشاہ کو اطلاع دی بادشاہ نے کہا میں ایک عیب پر بھی راضی نہیں ہوں انہیں حاضر کرو پاسبانوں نے ان کمبل پوشوں کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا بادشاہ نے دریافت کیا کہ وہ دو عیب کیا ہیں؟ کہنے لگے کہ یہ مکان اُجڑ جائے گا اور اس کا مالک مر جائے گا۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ ایسا بھی کوئی مکان ہے کہ کبھی ویران نہ ہو اور نہ اس کا مالک مرے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ اور انہوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کو ذکر کیا اور شوق دلایا اور دوزخ اور اس کے عذاب سے ڈرایا۔ اور حق تعالیٰ کی عبادت کی رغبت دلائی۔ اس نے ان کی دعوت قبول کی اور اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ گیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔

بے تکلف ہونے کے باوجود بھی اجازت ضروری

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند اصحاب رفقاء کا گزر ایک خاتون کی طرف ہوا تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کھانا تیار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک لقمہ لیا مگر اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلق سے اُتار نہیں سکے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بکری اصل مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر لی گئی ہے اس خاتون نے عرض کیا کہ ہم لوگ معاذ (اپنے پڑوسی) کے گھر والوں سے کوئی تکلف نہیں کرتے ہم ان کی چیز لے لیتے ہیں اسی طرح وہ ہماری چیز لے لیتے ہیں۔ (مسند احمد)

اس واقعہ میں یہ بات خاص قابل غور ہے کہ بکری نہ چرائی گئی تھی نہ غصب کی گئی تھی بلکہ باہمی تعلقات اور رواج وچلن کی وجہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔اور ذبح کر لی گئی۔اس کے باوجود اس میں ایسی خباثت اور خرابی پیدا ہوگئی۔

علم کی اہمیت

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا دروازہ جس سے ابلیس لوگوں کے پاس آتا ہے وہ جہالت کا دروازہ ہے۔پس ابلیس جاہلوں کے یہاں بے کھٹکے داخل ہوتا ہے اور عالم کے یہاں سوائے چوری کے کسی طرح نہیں آسکتا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف اس حال میں ہوا کہ وہ وضو کر رہے تھے۔فرمایا اے سعد یہ کیا اسراف ہے،سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی پانی کا اسراف معتبر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ تو بہتے دریا سے وضو کرے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو میں وساوس کے واسطے ایک شیطان مقرر ہے اس کا نام ولہان ہے تم اس سے بچو وہ وضو میں لوگوں سے مسخکہ فرماتا ہے۔

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کی ایک ''مظلوم''غزل

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں، نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
مرا رنگ وروپ بگڑ گیا، مرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اُجڑ گیا، میں اس کی فصل بہار ہوں
نہ تو میں کسی کا حبیب ہوں، نہ تو میں کسی کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں، جو اُجڑ گیا وہ دیار ہوں
پئے فاتحہ کوئی آئے کیوں، کوئی چار پھول چڑھائے کیوں
کوئی آکے شمع جلائے کیوں، میں وہ بے کسی کا مزار ہوں
میں نہیں ہوں نغمہ جانفزا، مجھے سن کے کوئی کرے گا کیا
میں بڑے روگ کی ہوں صدا، میں بڑے دکھی کی پکار ہوں

رحمت کی گھٹا اُٹھی اور ابر کرم چھایا

پڑھتا محشر میں جب صلِّ علیٰ آیا
رحمت کی گھٹا اُٹھی اور ابر کرم چھایا

جب وقت پڑا نازک اپنے ہوئے بیگانے
ہاں کام اگر آیا تو نام ترا آیا

پرسش تھی گناہوں کی اور پاس کا تھا عالم
بے کس کی خبر لینے محبوب ﷺ خدا آیا

یہ نام مبارک تھا یا حق کی تجلی تھی
دم بھر میں ہوا فاسق ابدال کا ہم پایا

چرچے ہیں فرشتوں میں اور رشک ہے زاہد کو
اس شان سے جنت میں شیدائے نبی ﷺ آیا

کیوں نزع کی دشواری آسان نہ ہوجاتی
تھا نام ترا لب پر اور سر پہ ترا سایا

حکمت کا سبق چھوڑا عزت کی طلب چھوڑی
دنیا سے نظر پھیری سب کھوکے تجھے پایا

سمجھے تھے سیہ کاری اپنی ہے فزوں حد سے
دیکھا تو کرم تیرا اس سے بھی سوا پایا

زندگی جس جگہ بھی گزرے یادِ خدا میں گزرنی چاہئے

جیل جانے سے چند ماہ پہلے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے اوپر ایک بلا نازل ہوگی، جو میرے لئے مقامات اور ولایت کی ترقیات کا ذریعہ ہوگی اس بلا کے بغیر ان ترقیات کا حصول ممکن نہیں، حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زمانہ قید میں بھی کبھی بادشاہ کو بددعا نہیں دی بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ بادشاہ اگر مجھ کو جیل خانے میں نہ بھیجتے تو اتنے ہزار نفوس کو دینی فوائد کیسے ملتے، اور ہمارے مراتب کی ترقی جو اسی مصیبت کے نزول پر منحصر تھی کیسے حاصل ہوتی، آپ کے ساتھی یہ چاہتے تھے کہ آپ بددعا کرکے بادشاہ کو نقصان پہنچائیں، انکو آپ منع فرماتے رہتے چونکہ آپ حتی الوسع انبیاء کرام کی سنت کو نہیں چھوڑتے تھے تو تقدیر الٰہی کا تقاضہ ہوا کہ جیل کے خانے کے ذریعے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت کو بھی ادا کرایا جائے۔

آپ نے جیل خانے سے اپنے فرزند خواجہ معصوم صاحب کو لکھا کہ آزمائش اگرچہ تلخ اور بے مزہ ہے اگر توفیق ہو تو بسا غنیمت ہے آج کل آپ کو فرصت میسر ہے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے کام میں مشغول رہو ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔

تین چیزیں پہلی تلاوت قرآن، دوسری طویل قراءت کے ساتھ ادائے نماز، تیسرا کلمہ لا الہ الا اللہ کا ورد، ان میں سے کسی ایک کا ورد ہر وقت رکھو کلمۂ لا سے نفس کے معبودوں کی نفی کرو، اپنے مقاصد اور مرادوں کو دفع کرو، اپنی مراد مانگنا یہی اپنی معبودیت کا دعویٰ ہے، سینے میں اپنی کوئی مراد و ہم و خیال میں بھی اپنی کوئی ہوس باقی نہ رہے، بندہ کی شان اس وقت ظاہر ہوتی ہے، اپنی مراد مانگنے میں اپنے

مولی کی مراد کی تردید ہوتی ہے اور اپنے مولی کے ارادے کا مقابلہ ہے۔ گویا اپنے آقا کے حکم کو رد کر کے خود کو آقا قرار دیا جا رہا ہے اس کی قباحت کو اچھی طرح ذہن نشیں کر کے نفسانی معبود کے دعویٰ معبودیت کی تردید کرے، اس ابتلا اور آزمائش کے دور میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے یہ بات پوری طرح میسر ہو جائے گی، زمانہ ابتلا کے سوا دیگر اوقات میں اپنی مرادیں اور خواہشات سد سکندری بنی رہی ہیں، خدا خیریت رکھے ملاقات ہو یا نہ ہو ہماری نصیحت یہ ہے کہ اپنی مراد یا ہوس باقی نہ رہے، جو کچھ ہو رضائے الٰہی اور ارادۂ خداوندی ہو حتیٰ کہ میری رہائی جو آج کل تمہارا بہت بڑا مقصد بنا ہوا ہے، وہ بھی مقصود اور مراد نہ ہو اور حضرت حق جل مجدہ کی مقرر فرمودہ تقدیر پر اس کے ارادے اور اس کی مرضی پر پوری طرح راضی ہو جاؤ۔

حویلی کنواں باغ اور کتابوں کا غم بہت معمولی بات ہے اگر ہم مر جاتے تب بھی جاتی رہتی اب زندگی میں جاتی رہی تو کوئی فکر کی بات نہیں ہے، اولیاء اللہ ان چیزوں کو خود چھوڑ دیتے ہیں اب شکر ادا کرو کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑا دیا، چند روز زندگی ہے جہاں بیٹھے ہو اس کو وطن خیال کرو، زندگی جس جگہ بھی گزرے یاد خدا میں گزرنی چاہئے، دنیا کا معاملہ آسان ہے آخرت کی طرف متوجہ رہو، اپنی والدہ کو تسلی دیتے رہو، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہماری ملاقات ہو گی ورنہ حکم خدا پر راضی رہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ایک جگہ رکھے اور ملاقات دنیا کی تلافی کرے۔

وفائے محبوب سے جفائے محبوب زیادہ لذت بخش ہوا کرتی ہے

ایک دوسرا خط حضرت مجددصاحب کا شیخ بدر الدین صاحب کے نام ہے لکھتے ہیں: تمہارے خط میں مخلوق کے ظلم و تعدی کی شکایت تحریر تھی، یہ چیزیں درحقیقت جماعت اولیاء کا جمال ہے، اور ان کے زنگ کے لئے صیقل، لہٰذا تنگ دلی اور کدورت کا سبب کیوں ہو، اول جب یہ فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ لوگوں کی ملامت کے نور شہر اور دیہاتوں سے بلند ہو کر نورانی بادلوں کی صورت میں میرے پاس پے درپے پہنچ رہے ہیں۔ اور میرے معاملے کو پستی سے بلندی پر پہنچا رہے ہیں۔

تربیت جمالی سے سالہا اس مسافت کو طے کیا ہے اب تربیت جلالی سے ان مراحل کو طے کیا جا رہا ہے، صبر و رضا کے مقام میں رہو، جمالی اور جلالی کو مساوی سمجھو تحریر فرمایا تھا کہ ظہور فتنہ سے نہ ذوق رہا ہے نہ حال، حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ ذوق اور حال میں اور زیادتی ہو کیونکہ وفائے محبوب سے جفائے محبوب زیادہ لذت بخش ہوا کرتی ہے، کیا ہو گیا ہے عوام کی طرح بات کرتے ہو اور محبت ذاتیہ سے بہت دور ہو گئے ہو، بہر حال گذشتہ کے خلاف آئندہ جلال کو جمال سے بڑھا ہوا سمجھو اور انعام کے مقابلے میں تکلیف کو بہتر تصور کرو، کیونکہ جمال اور انعام میں محبوب کی مراد کے ساتھ اپنی مراد کی بھی آمیزش ہے، اور جلال و تکلیف میں صرف محبوب کی مراد سامنے ہے اور اپنی مراد کی مخالفت ہے۔

محبوب کی ہر ادا محبوب ہی ہے

ایک دوسرے خط میں میر لقمان صاحب کو تحریر فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ میری رہائی کے متعلق خیر اندیش احباب کی جدوجہد کامیاب نہیں ہوئی الخیر فیما صنع اللہ تعالیٰ بمقتضائے بشریت کسی قدر افسوس ضرور ہوا مگر تھوڑی دیر کے بعد خداوند عالم کے فضل و کرم سے وہ تمام حزن، افسوس مسرت اور خوشی میں بدل گیا اور خاص طور پر اسکا یقین ہو گیا کہ یہ جماعت جو ہماری ایذا رسانی کے درپے ہے، اس کی مراد جبکہ حضرت حق جل مجدہ کے ارادے کے مطابق ہے، تو تنگ دلی اور حزن و ملال بے معنیٰ اور دعویٰ محبت کے سراسر مخالف،

محبوب کی ہر ادا محبوب ہی ہے عاشق جس طرح انعام سے خوش ہوتا ہے اسی طرح تکلیف وایذا سے بھی لذت حاصل کرتا ہے بلکہ تکلیف و ایذاء میں لذت زیادہ ہوتی ہے وہ حظ نفس اور اپنی خواہش و مراد کے شائبے سے بھی مبرا ہے، حضرت حق جل سلطانہٗ جمیل مطلق ہے اس بندۂ ناچیز کی آزار و پریشانی منظور ہے ان کی عنایت سے یہ بندۂ ناچیز خوش ہے، بلکہ لذت محسوس کر رہا ہے لہٰذا اس شخص کی برائی چاہنا اور اس کی برائی کے درپے رہنا منافی محبت ہے، یہ شخص کیا اور اس کی حقیقت کیا وہ صرف فعل محبوب کا آئینہ دار ہے، جو لوگ درپے آزار ہیں تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پیارے معلوم ہوتے ہیں احباب سے فرمائیں کہ تنگی دل دور کریں اور اس جماعت کی تکلیف دہی کا خیال بھی چھوڑ دیں بلکہ چاہئے کہ ان کے افعال سے لذت اندوز ہوں، ہاں چونکہ دعا کے لئے مامور ہے لہٰذا حضرت حق جل سلطانہ سے عاجزی اور تضرع کے ساتھ دفعیۂ بلا کی دعا کریں، یہ حکم دعا کی تعمیل ہی ہے، آرزوئے دل نہیں، کیونکہ تمنائے دل تو وہ ہے جو مراد محبوب ہو۔

یہ یاد رکھو غضب حقیقی، دشمنان خدا کا حصہ ہے اور عاشقان خدا کے لئے تو صرف صورت غضب ہے جو حقیقت میں آئینۂ رحمت ہے۔ اور اس قدر منافع کے حامل ہیں کہ اس کی تفصیل ناممکن ہے۔ نیز اس صورت غضب میں منکروں کی خرابی مضمر ہے۔ اور ان کی ابتلاء کا باعث وسبب۔

بکھرے موتی

جلد نہم

خدا کی عظمت
خدا کے کلام سے

انتخاب و ترتیب

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 37221395-37224228-(042)

بکھرے موتی

بکھرے موتی

جلد نہم

خدا کی عظمت
خدا کے کلام سے

انتخاب و ترتیب

محمد یونس
ابن حضرت مولانا
محمد عمر صاحب
پالنپوری

مکتبہ رحمانیہ
MAKTABA-E-REHMANIA
اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

نام کتاب: .... بکھرے موتی

انتخاب و ترتیب: .... حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالنپوری مدظلہ العالی

ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .... لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

منتخب اشعار

①

عاشقوں کو شباب نے مارا — فاسقوں کو شراب نے مارا
عالموں کو کتاب نے مارا — منشیوں کو حساب نے مارا
ہم جواب تک بچے رہے ان سب سے — ہم کو روٹی، کباب نے مارا
اے خدا میری منت کی لاج رکھ لے — میری نہیں تو اپنی رحمت کی لاج رکھ لے

②

خود مسیحا، خود ہی قاتل وہ بھی آخر کیا کرے
زخم دل اچھا کرے یا درد دل پیدا کرے

③

وہی قاتل ، وہی منصف ، وہی شاہد
میرے اقرباء خون کا دعویٰ کریں کس پر

④

تو رحمت تمام ہے یہ مانتا ہوں میں
پھر کس کے واسطے یہ جہنم بنائے ہیں

⑤

اس سے بڑھ کر اور کیا حسنِ یقین ہوگا یونسؔ
اس کی رحمت کے سہارے ہم خطا کرتے رہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور حضور ﷺ پر بہترین درود ہو۔

امابعد!

الحمدللہ بکھرے موتی جلد نہم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے پہلے کی جلدوں میں تو متفرق مضامین تھے کسی بھی جلد میں مکمل ایک ہی مضمون نہیں تھا لیکن الحمدللہ اس نویں جلد میں مکمل ایک ہی مضمون ہے اور یہ ہے۔ اللہ کی عظمت کے سلسلہ میں جو آیات ہیں ان آیات کو مع ترجمہ وتشریح یہاں جمع کیا گیا ہے، اور تشریح مکمل تفسیر ابن کثیر سے لی گئی ہے اور اس کی تکمیل پندرہویں شعبان رات دس بجے مرکز نظام الدین دہلی میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اس سے امت کو فائدہ پہنچائے۔ (آمین)

اللہ کی رضا کا طالب
محمد یونس پالن پوری
۱۵۔ شعبان ۱۴۲۳ھ
مرکز نظام الدین دہلی

①

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ (البقرة:۲۲)

ترجمہ: "جس نے تمہارے لیے زمین کوفرش اور آسمان کوچھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار! باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔"

تشریح: اللہ اپنے بندوں کو عدم سے وجود میں لایا، اسی نے ہر طرح کی ظاہری و باطنی نعمتیں عطا فرمائیں، اس نے زمین کا فرش بنایا اور اس میں مضبوط پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور آسمان کو چھت بنایا، پانی آسمان سے اُتارنے کا مطلب بادل سے نازل فرمانا ہے۔ اس وقت جبکہ لوگ فائدہ اٹھائیں اور ان کے جانور بھی، اور اسی وجہ سے وہی مستحق ہے ہر قسم کی عبادتوں کا اور شریک نہ کیے جانے کا۔

②

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ (البقرة:۲۹)

ترجمہ: "وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف قصد کیا اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔"

تشریح: وہ اللہ جس نے زمین کو صرف دو دن میں پیدا کیا جو رب العالمین ہے جس نے زمین میں مضبوط پہاڑ اوپر سے گاڑ دیے ہیں، جس نے اس زمین میں برکتیں اور روزیاں رکھیں اور چار دن میں زمین کی سب چیزیں درست کر دیں۔

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہو کر جو دھوئیں کی شکل میں تھے فرمایا، کہ اے زمینو اور آسمانو! خوشی یا ناخوشی سے آ ؤ تو دونوں نے کہا باری تعالیٰ ہم تو خوشی خوشی حاضر ہیں، دو دن میں ان دونوں آسمانوں کو پورا کر دیا اور ہر آسمان میں اس کا کام بانٹ دیا اور دنیا کے آسمان کو ستاروں کے ساتھ مزین کر دیا اور انہیں شیطانوں سے بچاؤ بنایا، اس نے پہلے زمین پیدا کی پھر ساتوں آسمانوں کو بنایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی موٹائی بلند کر کے انہیں ٹھیک ٹھاک کیا اور ان میں سے رات دن پیدا کیا، پھر اس کے بعد زمین پھیلائی اس سے پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو گاڑا۔

ابن مسعود، ابن عباس اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور کسی چیز کو پیدا نہیں کیا تھا، جب اور مخلوق کو رچانا چاہا تو پانی سے دھواں بلند کیا وہ اونچا چڑھا اور اس سے آسمان بنائے پھر پانی خشک ہو گیا اور اس سے زمین

بنائی، پھر اسی کو ایک ایک کر کے سات زمینیں بنائیں۔ اتوار اور پیر کے دو دن میں یہ ساتوں زمینیں بن گئیں، زمین مچھلی پر ہے اور مچھلی پانی میں ہے اور پانی صفاۃ فرشتے پر اور فرشتہ پتھر پر اور پتھر ہوا پر ہے، مچھلی کے ہلنے سے زمین کانپنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو گاڑ دیا اور وہ ٹھہر گئی، پہاڑ زمین کی پیداوار ہے، درخت وغیرہ زمین کی کل چیزیں منگل اور بدھ کے دو دنوں میں پیدا کیں، پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی جو دھواں تھا، آسمان بنایا پھر اسی میں سے سات آسمان بنائے، جمعرات اور جمعہ کے دو دنوں میں، ہر آسمان میں اس نے فرشتوں کو پیدا کیا اور ان ان چیزوں کو جن کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں۔

آسمان کو ستاروں کے ساتھ زینت دی اور انہیں شیطان سے حفاظت کا سبب بنایا، اور چھ دن میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر کے پھر عرش پر مستوی ہوگیا اور آسمان اور زمین دونوں دھواں تھے ہم نے انہیں پہاڑ اور پانی سے ہر چیز کی زندگی کی۔

ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اتوار سے مخلوق کی پیدائش شروع ہوئی، دو دن میں زمین پیدا ہوئی، دو دن میں ان کی تمام چیزیں پیدا کیں اور دو دن میں آسمانوں کو پیدا کیا، جمعہ کے دن آخری وقت ان کی پیدائش ختم ہوئی اور اسی وقت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی وقت میں قیامت قائم ہوگی۔

مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا کیا، اس سے جو دھواں اوپر چڑھا اس کے آسمان بنائے جو ایک پر ایک اس طرح سات ہیں، اور زمین ایک کے نیچے ایک اس طرح سات ہیں۔ صحیح بخاری میں بروایت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے کہ زمین کی پیداوار آسمانوں سے پہلے کی گئی لیکن پھیلائی گئی بعد میں اور اس کے بعد جو پانی چارہ پہاڑ اور جن جن چیزوں کی نشوونما کی قوت اس زمین میں رکھی تھی ان سب کو ظاہر کر دیا اور زمین کی پیداوار اور طرح طرح کی مختلف شکل اور مختلف قسموں کی نکل آئی اسی طرح آسمان میں بھی ٹھہرے رہنے والے اور چلنے والے ستارے وغیرہ بنائے۔

صحیح مسلم اور نسائی میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، مٹی کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں عصر کے بعد سے رات تک۔

③

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

(البقرة: ۳۱-۳۲)

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا کر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ، ان سب نے کہا اے اللہ! تیری ذات پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا

ہے، پورے علم وحکمت والا تو ہی ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک خاص قسم کا علم دے کر فرشتوں پر فضیلت دی، فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو تمام نام بتائے یعنی ان کی تمام اولاد کے، سب جانوروں کے، زمین، آسمان، پہاڑ، تری، خشکی، گھوڑے، گدھے، برتن، بھانڈے، چرند، پرند، فرشتے، تارے وغیرہ تمام چھوٹی بڑی چیزوں کے۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ تمام چیزوں کے نام سکھائے تھے ذاتی نام بھی، صفاتی نام بھی اور کاموں کے نام بھی جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ گوز کا نام بھی بتایا گیا تھا۔

④

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ (النمل:٦٠)

ترجمہ: "بھلا بتاؤ کہ آسمان کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی، پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اُگا دیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اُگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں (سیدھی راہ سے)۔"

تشریح: بیان ہو رہا ہے کہ کل کائنات کا رچانے والا، سب کا پیدا کرنے والا، سب کو روزیاں دینے والا، سب کی حفاظت کرنے والا، تمام جہاں کی تدبیر کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، ان بلند آسمانوں کو ان چمکتے ستاروں کو اسی نے پیدا کیا، اس بھاری بوجھل زمین کو ان بلند چوٹیوں والے پہاڑوں کو، ان پھیلے ہوئے میدانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے، کھیتیاں، باغات، پھل، پھول، دریا، سمندر، حیوانات، جنات، انسان، خشکی اور تری کے تمام جاندار اسی ایک کے بنائے ہوئے ہیں۔ آسمانوں سے پانی اُتارنے والا وہی ہے، اپنی مخلوق کی روزی کا ذریعہ اسی نے بنایا ہے، باغات کھیت سب وہی اُگاتا ہے جو علاوہ خوش منظر ہونے کے بے حد مفید ہوتے ہیں، علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے زندگی قائم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ تم میں سے یا تمہارے معبودان باطلہ میں سے کوئی بھی نہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے نہ کسی درخت کے اُگانے کی، جنس وہی خالص وارزاں ہے۔

زمین اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنائی تاکہ دنیا بآرام اپنی زندگی بسر کر سکے، اس نے زمین پر پانی کے دریا بہا دیئے جو اِدھر اُدھر بہتے رہتے ہیں اور ملک ملک پہنچ کر زمین کو سیراب کرتے ہیں تاکہ زمین سے کھیت باغ وغیرہ اُگیں۔ اس نے زمین کی مضبوطی کے لیے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں، تاکہ وہ تمہیں ہلا جلا نہ سکے ٹھہری رہے۔ اس کی قدرت دیکھو کہ ایک کھاری سمندر ہے ایک میٹھا ہے دونوں بہہ رہے ہیں، بیچ میں کوئی روک، آڑ پردہ یا حجاب نہیں ہے لیکن قدرت نے ایک کو ایک سے الگ کر رکھا ہے نہ کڑوا میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کڑوے میں۔ کھاری اپنے فوائد پہنچاتا رہے، میٹھا اپنے فائدے دیتا رہے، اس کا نتھرا ہوا خوش ذائقہ

سہتا پچتا پانی لوگ پئیں، اپنے جانوروں کو پلائیں، کھیتیاں باڑیاں، باغات وغیرہ میں یہ پانی پہنچائیں، نہائیں، دھوئیں وغیرہ۔ کھاری پانی اپنے فوائد سے لوگوں کو سودمند کرے یہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تاکہ ہوا خراب نہ ہو، ان دونوں سمندروں کا جاری کرنے والا اللہ ہے اور اسی نے ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل رکھ دی ہے۔

⑤

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَؕ ﴿۶۳﴾ (النمل:۶۳)

ترجمہ: ”کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں، ان سب سے اللہ بلند و بالاتر ہے۔“

تشریح: آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں کہ خشکی اور تری میں جو راہ بھول جائے وہ انہیں دیکھ کر راہ راست اختیار کرلے جیسے فرمایا ہے کہ ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں۔ سمندروں میں اور خشکی میں انہیں دیکھ کر اپنا راستہ ٹھیک کرلیتے ہیں، بادل پانی بھرے برسیں، اس سے پہلے ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں وہ چلاتا ہے جس سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب رب کی رحمت برسے گی، خدا کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی نہیں، نہ کوئی ان پر قادر ہے، تمام شریکوں سے وہ الگ ہے اور پاک ہے سب سے بلند ہے۔

سختیوں اور مصیبتوں کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے، بے کس بے بس لوگوں کا سہارا وہی ہے، گرے پڑے بھولے بھٹکے مصیبت زدہ اسی کو پکارتے ہیں اسی کی طرف لو لگاتے ہیں۔ جیسے فرمایا کہ تمہیں جب سمندر کے طوفان زندگی سے مایوس کردیتے ہیں تو تم اسی کو پکارتے ہو، اسی کی طرف گریہ وزاری کرتے ہو اور سب کو بھول جاتے ہو۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور! آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، جو اس وقت تجھے کام آتا ہے جب تو کسی پھنساوڑے میں پھنسا ہو، وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارے تو وہ تیری رہنمائی کردے، تیرا کوئی کھو گیا ہو اور تو اس سے التجا کرے تو وہ تجھ کو ملا دے، قحط سالی ہوگئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے تو وہ موسلا دھار بارش تجھ پر برسا دے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ نصیحت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو برا مت کہہ، نیکی کے کسی کام کو ہلکا اور بے وقعت نہ سمجھ، گو اپنے مسلمان بھائی سے بہ کشادہ پیشانی ملنا ہی ہو، گو اپنے ڈول سے کسی پیاسے کو ایک گھونٹ پانی کا دینا ہی ہو اور اپنے تہبند کو آدھی پنڈلی تک رکھ، نہ مان تو زیادہ سے زیادہ ٹخنے تک، اس سے نیچے لٹکانے سے بچتا رہ، اس لیے کہ یہ فخر وغرور ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں نے اگلی آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم جو شخص مجھ پر اعتماد کرے اور مجھے تھام لے تو میں اُسے اس کے مخالفین سے بچا لوں گا اور ضرور بچا لوں گا، گو آسمان وزمین اور کل مخلوق

اس کی مخالفت پر اور ایذا دہی پر تل جائے اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امن و امان سے چلتا پھرتا ہی اگر چاہوں گا تو زمین میں دھنسا دوں گا اور اس کی کوئی مدد نہ کروں گا۔

ایک بہت ہی عجیب واقعہ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زبدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر تھی، ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا، میں نے اسے سوار کرایا، اور لے چلا، ایک جگہ دو راستے تھے پہنچے تو اس نے کہا اس راہ چلو میں نے کہا میں اس سے واقف نہیں ہوں، سیدھی راہ یہی ہے، اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں، یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے، میں اس کے کہنے سے اسی کی راہ چلا تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق و دق بیابان میں ہم آ گئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا، نہایت خطرناک جنگل اور بَن ہے، اور ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں، میں سہم گیا، وہ مجھ سے کہنے لگا، ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اُترنا ہے، میں نے لگام تھام لی وہ اُترا اور اپنا تہبند اونچا کر کے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا، میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا، میں اسے قسمیں دینے لگا لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا، میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تجھے زندہ چھوڑنا چاہتا ہی نہیں، میں نے اسے خدا کا خوف دلایا اور آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا، اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لیے تیار ہو گیا اور اس سے بہ منت التجا کی کہ آپ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دیجئے، اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے میں نے نماز شروع کی لیکن اللہ کی قسم میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا، یوں ہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا، اسی وقت یہ آیت میری زبان پر آ گئی۔

﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾

یعنی اللہ ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو سنتا اور قبول فرماتا ہے اور بے بس، بے کس کی سختی اور مصیبت کو دور کرتا ہے، پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھوڑ سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے، اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں نیزہ گھسیڑ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا، وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا، سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور بالحاح کہنے لگا اللہ کے لیے یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں، بے کسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سالم واپس لوٹا۔ رحمہ اللہ

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے جنگ میں کافروں سے شکست کھائی اور واپس لوٹے ان میں ایک مسلمان جو بڑے سخی اور نیک تھے وہ بھی تھے، ان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا راستہ میں اڑ گیا، اس ولی اللہ نے بہت کوشش کی لیکن جانور نے قدم ہی نہ اُٹھایا۔ آخر عاجز آ کر اس نے کہا کیا بات ہے جو تو اڑ گیا، ایسے ہی موقع کے لیے تو میں نے تیری خدمت کی تھی اور تجھے پیار سے پالا تھا، گھوڑے کو خدا نے زبان دی، اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ آپ میرا گھاس دانہ سائیس کو سونپ

دیتے تھے وہ اس میں سے چرالیتا تھا مجھے بہت کم کھانے کو دیتا تھا اور مجھ پر ظلم کرتا تھا، خدا کے اس نیک بندے نے کہا اب تو چل، میں خدا کو بیچ میں رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اب سے تجھے میں ہمیشہ اپنی گود ہی میں کھلایا کروں گا، جانور یہ سنتے ہی تیزی سے لپکا اور انہیں جائے امن تک پہنچا دیا۔ حسب وعدہ اب سے یہ بزرگ اپنے جانور کو اپنے گود ہی میں کھلایا کرتے تھے، لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، انہوں نے کسی سے واقعہ کہہ دیا، جس کی عام شہرت ہوگئی اور لوگ اس واقعہ کو سننے کے لیے ان کے پاس دور دور سے آنے لگے۔ شاہ روم کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ کسی طرح اپنے شہر میں بلا لے، بہت کوشش کی لیکن بے سود رہی، آخر میں اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ کسی طرح حیلے بہانے سے انہیں بادشاہ تک پہنچائے، یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تھا۔ یہ بادشاہ کے پاس سے چلا یہاں آکر ان سے ملا اپنا اسلام ظاہر کیا، توبہ کی اور نہایت نیک بن کر رہنے لگا، یہاں تک کہ اس ولی اللہ کو اس پر پورا اعتماد ہوگیا اور اسے صالح اور دیندار سمجھ کر انہوں نے دوستی پیدا کر لی اور ساتھ ساتھ پھرنے لگے اس نے اپنا پورا رسوخ جما کر اپنی ظاہری دینداری کے فریب میں انہیں پھنسا کر ادھر بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وقت دریا کے کنارے ایک مضبوط جری شخص کو بھیجو، میں انہیں لے کر وہاں آجاؤں گا اور اس شخص کی مدد سے انہیں گرفتار کرلوں گا۔

یہاں سے انہیں جُل دے کر لے چلا اور اسی جگہ پہنچایا، دفعتاً ایک شخص نمودار ہوا اور اس بزرگ پر حملہ کیا، ادھر سے اس مرتد نے حملہ کیا، اس نیک دل شخص نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور دعا کی کہ خدایا اس شخص نے تیرے نام سے مجھے دھوکا دیا ہے میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچالے۔ وہیں جنگل سے دو درندے بھاگتے ہوئے آتے دکھائی دیئے اور ان دونوں شخصوں کو انہوں نے دبوچ لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے چل دیئے اور یہ بندۂ خدا وہاں سے بامن و امان صحیح و سالم واپس تشریف لے آئے۔ رحمہ اللہ۔

اپنی اس شان رحمت کو بیان فرما کر پھر جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ وہی تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے ایک ایک کے پیچھے چلا آ رہا ہے اور مسلسل سلسلہ چلا جا رہا ہے اس خدا نے تمہیں زمینوں کا جانشین بنایا ہے اور تم میں سے ایک کو ایک پر درجوں میں بڑھا دیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی جو خلیفہ کہا گیا وہ اسی اعتبار سے کہ ان کی اولاد ایک دوسرے کی جانشین ہوگی وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ والی آیت کے اس جملے سے بھی یہی مراد ہے کہ ایک کے بعد ایک، ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ، ایک قوم کے بعد دوسری قوم۔ پس یہ خدا کی قدرت ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی وقت ایک ساتھ پیدا کر دیتا اور ایک ساتھ فنا کر دیتا لیکن اب اس نے یہ رکھا کہ ایک مرے ایک پیدا ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان سے ان کی نسل پھیلائی اور دنیا میں ایک ایسا طریقہ رکھا کہ دنیا والوں کی روزیاں اور ان کی زندگیاں تنگ نہ ہوں، ورنہ سارے انسان ایک ساتھ شاید زمین میں تنگی سے گزارتے اور ایک سے ایک کو نقصانات پہنچتے، پس موجودہ طرز خدا کی حکمت پر دلیل ہے سب کی پیدائش کا، موت کا، آنے جانے کا وقت اس کے نزدیک مقرر ہے، ایک ایک اس کے علم میں ہے۔ اس کی نگاہ سے کوئی اوجھل نہیں، وہ ایک دن ایسا بھی لانے والا ہے کہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے اور ان کے فیصلے کرے نیکی، بدی کا بدلہ دے، ان اپنی قدرتوں کو بیان فرما کر فرماتا ہے کہ: ہے کوئی جو ان کاموں کو کر سکتا ہے، ایسی صاف دلیلیں بہت کم سوچی جاتی ہیں، اور ان سے بھی نصیحت بہت کم لوگ حاصل کرتے ہیں۔

⑥

وَ مِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (سورۃ الروم:۲۱)

ترجمہ: "اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب انسان بن کر چلتے پھرتے پھیل رہے ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی۔ یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

تشریح: فرماتا ہے کہ: خدا تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، تم سب کو اس نے بے وقعت پانی کے قطرے سے پیدا کیا، پھر تمہاری بہت اچھی صورتیں بنائیں، نطفے سے خون بستہ کی شکل میں پھر گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں کر کے پھر ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر روح پھونکی۔ آنکھ، کان، ناک پیدا کئے، ماں کے پیٹ سے سلامتی سے نکالا، پھر کمزوری کو قوت سے بدلا، دن بہ دن طاقتور اور مضبوط قد آور کیا، عمر دی، حرکت و سکون کی طاقت دی، اسباب اور آلات دیئے اور مخلوق کا سردار بنایا، اِدھر سے اُدھر پہنچنے کے ذرائع دیئے، سمندروں کی زمین کی مختلف سواریاں عطا فرمائیں، عقل، علم، سوچ، سمجھ، تدبیر، غور کے لیے دماغ عطا فرمائے، دنیاوی کام سمجھائے، رزق، عزت حاصل کرنے کے طریقے کھول دیئے۔ ساتھ ہی آخرت کو سوارنے کا علم اور عمل بھی سکھایا، پاک ہے وہ خدا تعالیٰ جو ہر چیز کا صحیح اندازہ کرتا ہے ہر ایک کو ایک مرتبے پر رکھتا ہے۔ شکل و صورت میں، بول چال میں، امیری فقیری میں عقل و ہنر میں، بھلائی برائی میں، سعادت و شقاوت میں ہر ایک کو جداگانہ کر دیا تا کہ ہر شخص رب تعالیٰ کی بہت سی نشانیاں اپنے میں اور دوسرے میں دیکھ لے۔

مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام زمین سے ایک مٹھی مٹی کی لے کر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پس زمین کے مختلف حصوں کی طرح اولادِ آدم کی مختلف رنگتیں ہوئیں، کوئی سفید، کوئی سرخ، کوئی سیاہ، کوئی خبیث، کوئی طیب، کوئی خوش خلق، کوئی بد خلق وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی قدرت یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے بنائے کہ وہ تمہاری بیویاں بنتی ہیں اور تم ان کے خاوند ہوتے ہو یہ اس لیے کہ تمہیں ان سے سکون و راحت، آرام و آسائش حاصل ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تا کہ وہ اس کی طرف راحت حاصل کرے۔ حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے جو سب سے زیادہ چھوٹی ہے پیدا ہوئیں ہیں، پس اگر انسان کا جوڑا انسان سے نہ ملتا اور کسی اور جنس سے اس کا جوڑا بندھتا تو موجودہ اُلفت و رحمت اس میں نہ ہو سکتی۔ یہ پیار و اخلاص ایک جنس کی وجہ سے ہے، ان میں آپس میں محبت و مودت، رحمت و الفت، پیار و اخلاص، رحم اور

مہربانی ڈال دی، پس مرد یا تو محبت کی وجہ سے عورت کی خبر گیری کرتا ہے یا رحم کھا کر اس کا خیال رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس سے اولاد ہو چکی ہے۔ اس کی پرورش ان دونوں کے میل ملاپ پر موقوف ہے۔ الغرض بہت سی وجہیں رب العالمین نے رکھ دی ہیں۔ جن کے باعث انسان بآرام اپنے جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے یہ بھی رب تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی قدرت کاملہ کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ادنیٰ سے غور سے انسان کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے۔

(۷)

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝۲۲ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝۲۳ (سورۂ روم: ۲۲۔۲۳)

ترجمہ: ”اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے۔ دانش مندوں کے لیے اس میں یقیناً بڑی نشانیاں ہیں اور بھی اس کی قدرت کی نشانی تمہاری راتوں اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل (یعنی روزی) کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے۔ جو لوگ کان لگا کر سننے کے عادی ہیں ان کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: رب العالمین اپنی زبردست قدرت کی ایک نشانی اور بیان فرماتا ہے کہ اس قدر بلند کشادہ آسمان کی پیدائش، اس میں ستاروں کا جڑاؤ، ان کی چمک دمک، ان میں سے بعض کا چلتا پھرتا ہونا، بعض کا ایک جا ثابت رہنا، زمین کو ایک ٹھوس شکل میں بنانا، اسے کثیف پیدا کرنا، اس میں پہاڑ، میدان، جنگل، دریا، سمندر، ٹیلے، پتھر، درخت وغیرہ جما دینا، خود تمہاری زبانوں میں رنگتوں میں اختلاف رکھنا، عرب کی زبان اور تاتاریوں کی اور کردوں کی اور رومیوں کی اور فرنگیوں کی اور تکروریوں کی اور بربر کی اور حبشیوں کی اور ہندیوں کی اور ایرانیوں کی اور صقالبہ کی اور ارمینوں کی اور جزریوں کی اور خدا جانے کتنی کتنی زبانیں زمین پر بنو آدم میں بولی جاتی ہیں۔ انسانی زبانوں کے اختلاف کے ساتھ ہی ان کی رنگتوں کا اختلاف بھی شان باری تعالیٰ کا مظہر ہے، خیال تو فرمائیے کہ لاکھوں آدمی جمع ہو جائیں ایک کنبے قبیلے کے ایک ملک ایک زبان کے ہوں لیکن ناممکن ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اختلاف نہ ہو حالانکہ اعضائے بدن کے اعتبار سے کلی موافقت ہے، سب کی دو آنکھیں، دو پلکیں، ایک ناک، دو کان، ایک پیشانی، ایک منہ دو ہونٹ، دو رخسار، وغیرہ لیکن تاہم ایک سے ایک علیحدہ ہے، کوئی نہ کوئی ہیئت، عادت، خصلت، کلام، بات چیت، طرز ادا ایسی ضرور ہو گی کہ جس میں ایک دوسرے کا امتیاز ہو جائے، گو وہ بعض مرتبہ پوشیدہ سی اور ہلکی سی چیز ہو، گو خوبصورتی اور بدصورتی میں کئی ایک یکساں نظر آئیں لیکن جب غور کیا جائے تو ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے والا کوئی نہ کوئی وصف ضرور نظر آ جائے گا۔ ہر جاننے والا اتنی بڑی طاقتوں اور قوتوں کے مالک کو پہچان سکتا ہے۔ اور اس صنعت سے صانع کو جان سکتا ہے۔ نیند بھی قدرت کی ایک نشانی ہے۔

جس سے تھکان دور ہو جاتی ہے۔ راحت وسکون حاصل ہوتا ہے۔ اس کے لیے قدرت نے رات بنادی ہے۔ کام کاج کے لئے، دنیا حاصل کرنے کے لئے، کمائی دھندے کرنے کے لئے، تلاش معاش کے لیے اس اللہ تعالیٰ نے دن کو پیدا کر دیا جو رات کے بالکل خلاف ہے۔ یقیناً سننے سمجھنے والوں کے لیے یہ چیزیں نشان قدرت ہیں۔

⑧

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ (سورۂ روم: ۲۴۔۲۵)

ترجمہ: ”اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امیدوار بنانے کے لیے بجلیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اس میں بھی عقلمندوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں، اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آ ؤ گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جارہی ہے کہ آسمانوں پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے جسے دیکھ کر کبھی تمہیں دہشت لگنے لگتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کڑا کا کسی کو ہلاک کر دے کہیں بجلی وغیرہ، اور کبھی تمہیں امید بندھتی ہے کہ اچھا ہوا، اب بارش برسے گی، پانی کی ریل پیل ہوگی، ترسالی ہو جائے گی وغیرہ۔ وہی ہے جو آسمان سے پانی اُتارتا ہے اور اس زمین کو جو خشک پڑی ہوئی تھی، جس پر نام نشان کو کوئی ہریالی نہ تھی، مثل مردے کے بیکار تھی، اس بارش سے وہ زندہ کر دیتا ہے لہلہانے لگتی ہے۔ ہری بھری ہو جاتی ہے۔ اور طرح طرح کی پیداوار اُگا دیتی ہے۔ عقلمندوں کے لیے عظمت خداوندی کی یہ ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہ اس نشانی کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں کہ اس زمین کو زندہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہماری موت کے بعد ہمیں بھی از سر نو زندہ کر دینے پر قادر ہے۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زمین و آسمان کو تھامے ہوئے اور انہیں زوال سے بچائے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس خدا تعالیٰ کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان ٹھہرے ہوئے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ زمین و آسمان کو بدل دے گا۔ مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ خود خدا تعالیٰ انہیں آواز دے گا اور یہ صرف ایک آواز پر زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جس دن وہ تمہیں پکارے گا، تم اس کی حمد کرتے ہوئے اسے جواب دو گے، اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم رہے اور آیت میں ہے فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ﴿۱۴﴾ صرف ایک ہی آواز سے ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہو جائے گی۔ اور آیت میں اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ یعنی وہ تو صرف ایک آواز ہوگی جسے سنتے ہی سب کے سب ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

⑨

وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

(سورۃ الروم: ۲۶۔۲۷)

ترجمہ: ''اور زمین و آسمان کی ہر ہر چیز اس کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے تحت ہے، وہی ہے جو اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے، اس کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔''

تشریح: فرماتا ہے کہ تمام آسمانوں کی اور ساری زمینوں کی مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، سب اس کے لونڈی غلام ہیں سب اس کی ملکیت میں ہیں، ہر ایک اس کے سامنے عاجز و لاچار مجبور و بے بس ہے۔ ابتدائی پیدائش بھی اسی نے کی اور وہی اعادہ بھی کرے گا اور اعادہ بہ نسبت ابتداء کے عادتاً آسان اور ہلکا ہوتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے اور اُسے یہ چاہئے نہیں تھا۔ وہ مجھے برا کہتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا، اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ جس طرح اس نے مجھے اوّلاً پیدا کیا اس طرح دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا حالانکہ دوسری مرتبہ کی پیدائش پہلی دفعہ کی پیدائش سے بالکل آسان ہوا کرتی ہے۔ اس کا مجھے برا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ میں احد وصمد ہوں، جس کی نہ اولاد نہ ماں باپ اور جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ الغرض دونوں پیدائشیں اس مالک کی قدرت میں ہے، نہ اس پر کوئی کام بھاری نہ بوجھل بعض اہل ذوق نے کہا ہے کہ جب صاف شفاف پانی کا ستھرا پاک صاف حوض ٹھہرا ہوا ہو اور بادِ صبا کے تھپیڑے اسے ہلاتے جلاتے نہ ہوں، اس وقت اس میں آسمان صاف نظر آتا ہے سورج اور چاند ستارے بالکل صاف دکھائی دیتے ہیں، اسی طرح بزرگوں کے دل ہیں جن میں وہ خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس پر کسی کا بس نہیں، نہ اس کے سامنے کسی کی چل سکے، ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے سامنے پست و لاچار، عاجز و بے بس ہے۔ اس کی قدرت، سطوت، سلطنت ہر چیز پر محیط ہے، وہ حکیم ہے اپنے اقوال میں افعال میں شریعت میں، تقدیر میں، غرض ہر ہر امر میں۔

⑩

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (سورۂ روم: ۴۶)

ترجمہ: ”اس کی نشانیوں میں سے خوشخبریاں دینے والی ہواؤں کو چلانا بھی ہے اس لیے کہ تمہیں اپنی رحمت سے لطف اندوز کرے اور اس لیے کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لیے کہ اس کے فضل کو تم ڈھونڈو اور اس لیے کہ شکر گزاری کرو۔“

تشریح: بارش کے آنے سے پہلے بھینی بھینی ہواؤں کا چلنا اور لوگوں کو بارش کی امید دلانا، اس کے بعد بارش برسانا تاکہ بستیاں آباد رہیں، جاندار رہیں، سمندروں میں، دریاؤں میں جہاز اور کشتیاں چلیں، کیونکہ کشتیوں کا چلنا بھی ہوا پر موقوف ہے، اب تم اپنی تجارت اور کمائی دھندے کے لیے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جا سکو۔ پس تمہیں چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی ان بے شمار ان گنت نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔

⑪

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۚ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾ وَ لَىِٕنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ (الروم: ۴۸۔۵۱)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ ہوائیں چلاتا ہے وہ ابر کو اُٹھاتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنی منشاء کے مطابق اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر سے قطرے نکلتے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان بندوں پر وہ پانی برساتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں، یقین مانا کہ بارش ان پر برسنے سے پہلے پہلے تو وہ نا اُمید ہو رہے تھے، پس آپ رحمت الٰہی کے آثار دیکھیں کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرتا ہے؟ کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے، اور اگر ہم بادِ تند چلائیں اور یہ لوگ کھیتوں کو مرجھائی ہوئی زرد پڑی ہوئی دیکھ لیں تو پھر اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اُٹھاتی ہیں یا تو سمندروں پر سے یا جس طرح اور جہاں سے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو، پھر رب العالمین ابر کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے۔ تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بالشت دو بالشت کا ابر اُٹھا پھر وہ جو پھیلا تو آسمان کے کنارے ڈھانپ لیے اور کبھی یہ بھی دیکھا ہوگا کہ سمندروں سے پانی بھرے ابر اٹھتے ہیں، اسی مضمون کو ﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ .... الخ﴾ میں بیان فرمایا ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے، وہ پانی سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ زمین کے

قریب ہوجاتے ہیں۔ پھر بارش ان بادلوں کے درمیان سے برسنے لگتی ہے جہاں برسی وہیں کے لوگوں کی باچھیں کھل گئیں۔ پھر فرماتا ہے یہی لوگ بارش سے ناامید ہوچکے تھے، اور پوری ناامیدی کے وقت بلکہ ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برسیں اور جل تھل ہوگئے، یعنی بارش ہونے سے پہلے یہ اس کے محتاج تھے، اور وہ حاجت پوری ہوگئی اس سے پہلے وقت کے ختم ہوجانے کے قریب بارش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مایوس ہوچکے تھے، پھر اس ناامیدی کے بعد دفعتاً ابر اُٹھتا ہے اور برس جاتا ہے اور ریل پیل کردیتا ہے اور ان کی خشک زمین تر ہوجاتی ہے۔ قحط سالی تر سالی سے تبدیل ہوجاتی ہے یا تو زمین صاف چٹیل میدان تھی یا ہر طرف ہریالی دکھائی دینے لگتی ہے۔ دیکھ لو کہ جس رب تعالیٰ کی یہ قدرت دیکھ رہے ہو وہ ایک دن مردوں کو ان کی قبروں سے بھی نکالنے والا ہے، جبکہ ان کے جسم گل سڑ گئے ہوں گے، سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پژمردہ ہوجائیں تو وہ پھر سے کفر کرنے لگ جاتے ہیں، چنانچہ سورۂ واقعہ میں بھی یہی بیان ہوا ہے۔ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ سے مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۶۷﴾ تک۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں چار رحمت کی۔ ناشرات، مبشرات، مرسلات اور ذاریات تو رحمت کی ہیں، اور عقیم، صرصر، عاصف اور قاصف عذاب کی، ان میں پہلی دو خشکیوں کی اور آخری دو تری کی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ہوائیں دوسری سے مسخر ہیں یعنی دوسری زمین سے، جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ہواؤں کے داروغہ کو یہ حکم دیا، اس نے دریافت کیا کہ جناب باری تعالیٰ کیا میں ہواؤں کے خزانے میں اتنا سوراخ کردوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے؟ تو فرمان باری تعالیٰ ہوا کہ نہیں نہیں اگر ایسا ہوا تو کل زمین اور زمین کی کل چیزیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی، اتنا نہیں بلکہ وزن کرو کہ جتنا انگوٹھی میں ہوتا ہے۔ اب صرف اتنے سے سوراخ سے ہوا چلی جہاں پہنچی وہاں بھس اڑا دیا، جس چیز پر سے گزری اسے بے نشان کردیا۔

⑫

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾ (سورۂ روم: ۵۴)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی، پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ سب سے پورا واقف اور سب پر پورا قادر ہے۔“

تشریح: انسان کی ترقی وتنزلی پر نظر ڈالو اس کی اصل تو مٹی سے ہے پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے، پھر روح پھونکی جاتی ہے پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف ونحیف ہوکر نکلتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے، اور مضبوط ہوجاتا ہے، پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے، پھر جوانی کے قریب پہنچتا ہے، پھر جوان ہوتا ہے، آخر نشوونما موقوف ہوجاتی ہے، اب قویٰ پھر مضمحل ہونے شروع ہوتے ہیں، طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں، ادھیڑ عمر کو

پہنچتا ہے، پھر بڈھا ہوتا ہے، پھر بڈھا پھوس ہو جاتا ہے، طاقت کے بعد کی یہ ناطاقتی بھی قابل عبرت ہوتی ہے، کہ ہمت پست ہے، دیکھنا، سننا، چلنا، پھرنا، اٹھانا، اُچکنا، پکڑنا غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے، بدن پر جھریاں پڑ جاتی ہیں، رخسار پچک جاتے ہیں، دانت ٹوٹ جاتے ہیں، بال سفید ہو جاتے ہیں، یہ ہے قوت کے بعد کی ضعیفی اور بڑھاپا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، بنانا بگاڑنا اس کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں ساری مخلوق اس کی غلام، وہ سب کا مالک، وہ عالم وہ قادر، نہ اس کا سا کسی کا علم نہ اس کی جیسی کسی کی قدرت۔

⑬

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۞ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۞ (سورۂ لقمان: ۱۰۔۱۱)

ترجمہ: ”اسی نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تاکہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے لگا دیئے، یہ ہے اللہ کی مخلوق۔ اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی مخلوق تو دکھاؤ (کچھ نہیں) بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔“

تشریح: اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ زمین وآسمان اور ساری مخلوق کا خالق صرف وہی ہے۔ آسمان کو اس نے بے ستون اونچا رکھا ہے۔ واقع میں کوئی ستون ہے ہی نہیں، زمین کو مضبوط کرنے کے لیے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لیے اس نے اس میں پہاڑ کی میخیں گاڑ دیں کہ وہ تمہیں زلزلے اور جنبش سے بچالے، اس قدر قسم قسم کے بھانت بھانت کے جاندار اس خالق حقیقی نے پیدا کیئے کہ آج تک ان کا کوئی حصر نہیں کر سکا۔ اپنا خالق اور خلاق ہونا بیان فرما کر اب رازق اور رزاق ہونا بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے بارش اُتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اُگا دی جو دیکھنے میں خوش منظر، کھانے میں بے ضرر، نفع میں بہت بہتر، شعبی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کا قول ہے کہ انسان بھی زمین کی پیداوار ہے، جنتی کریم ہیں اور دوزخی لئیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ساری مخلوق تو تمہارے سامنے ہے اب جنہیں تم ان کے سوا پوجتے ہو ذرا بتاؤ تو ان کی مخلوق کہاں ہے؟ جب نہیں تو وہ خالق نہیں اور جب خالق نہیں تو معبود نہیں، پھر ان کی عبادت نرا ظلم اور سخت ناانصافی ہے۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے زیادہ اندھا، بہرا، بے عقل، بے علم، بے سمجھ، بے وقوف اور کون ہوگا۔

⑭

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً

وَّ بَاطِنَةً ۭ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝

(سورۃ لقمان: ۲۰)

ترجمہ: "کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں، بعض لوگ اللہ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔"

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کا اظہار فرما رہا ہے کہ دیکھو آسمان کے ستارے تمہارے لیے کام میں مشغول ہیں، چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں۔ بادل، بارش، اولے، خشکی، سب تمہارے نفع کی چیزیں ہیں، خود آسمان سے تمہارے لیے محفوظ اور مضبوط چھت ہے، زمین کی نہریں، چشمے، دریا، سمندر، درخت، کھیتی، پھل، پھول یہ سب نعمتیں بھی اسی نے دے رکھی ہیں۔ پھر ان ظاہری بے شمار نعمتوں کے علاوہ باطنی بے شمار نعمتیں بھی اس نے دے رکھی ہیں، مثلاً رسولوں کا بھیجنا، کتابوں کا نازل فرمانا، شک شبہ وغیرہ دلوں سے دور کرنا وغیرہ اتنی بڑی اور اتنی ساری نعمتیں جس نے دے رکھی ہیں حق یہ تھا کہ اس کی ذات پر سب کے سب ایمان لاتے لیکن افسوس کہ بہت سے لوگ اب تک خدا تعالیٰ کے بارے میں ہی الجھ رہے ہیں، اور محض جہالت سے ضلالت سے بغیر کسی سند اور دلیل کے اڑے ہوئے ہیں۔

⑮

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ (لقمان: ۲۵-۲۶)

ترجمہ: "اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ، تو کہہ دیجئے کہ سب تعریفوں کے لائق اللہ ہی ہے، لیکن ان میں کے اکثر بے علم ہیں۔ آسمانوں میں زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بڑا بے نیاز اور سزاوار حمد وثنا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ مشرک اس بات کو مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اکیلا ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھی دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ ان کی نسبت خود جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اور اس کے ماتحت ہیں، ان سے پوچھا جائے اگر کہ خالق کون ہے؟ تو ان کا جواب بالکل سچا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ۔ تو کہہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اتنا تو تمہیں اقرار ہے، بات یہ ہے کہ اکثر مشرک بے علم ہوتے ہیں، زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی، چھپی کھلی چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے، وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، وہی سزاوار حمد ہے، وہی خوبیوں والا ہے، پیدا کرنے میں بھی، احکام مقرر کرنے میں بھی وہ قابل تعریف ہے۔

(۱۶)

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (لقمان: ۲۷۔۲۸)

ترجمہ: "روئے زمین کے (تمام) درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے، بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے۔ تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

تشریح: اللہ رب العالمین اپنی عزت، کبریائی، بڑائی، بزرگی، جلالت، اور شان بیان فرما رہا ہے، اپنی پاک صفتیں، اپنے بلند ترین اور اپنے بے شمار کلمات کا ذکر فرما رہا ہے، جنہیں نہ کوئی گن سکے، نہ شمار کر سکے، نہ ان پر کسی کا احاطہ ہو، نہ ان کی حقیقت کو کوئی پا سکے سید البشر خاتم النبیین ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ ((لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ)) خدایا میں تیری نعمتوں کا شمار بھی نہیں کر سکتا جتنی ثنا تو نے اپنی آپ بیان فرمائی ہے، پس یہاں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام تر درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کے پانی سیاہی بن جائیں اور ان کے ساتھ ہی سات سمندر اور بھی ملائے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وصفات، جلالت وبزرگی کے کلمات لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ تمام قلم گھس جائیں، ختم ہو جائیں، سب سیاہی پوری ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی، یہ نہ سمجھا جائے کہ سات سے زیادہ سمندر ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کے پورے کلمات لکھنے کے لیے کافی ہو جائیں۔ نہیں، یہ گنتی تو زیادتی کے لیے ہے اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر موجود ہیں اور وہ عالم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ البتہ بنو اسرائیل کی ان سات سمندروں کی بابت ایسی روایتیں ہیں لیکن نہ تو انہیں سچ کہا جا سکتا ہے اور نہ جھٹلایا جا سکتا ہے۔ ہاں جو ہم نے بیان کی ہے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا.... الخ﴾ یعنی اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور رب تعالیٰ کے کلمات کا لکھنا شروع ہو تو کلمات خداوندی کے ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ایسا ہی اور سمندر اس کی مدد میں لائیں، پس یہاں بھی مراد صرف اسی جیسا ایک ہی سمندر لانا نہیں بلکہ ویسا ایک پھر ایک اور بھی پھر ویسا ہی پھر ویسا ہی، الغرض خواہ کتنے ہی آ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔

حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ لکھوانا شروع کرے کہ میرا یہ امر اور یہ امر تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں اور تمام سمندروں کے پانی ختم ہو جائیں، مشرکین کہتے تھے کہ یہ کلام اب ختم ہو جائے گا جس کا رد اس آیت میں ہو رہا ہے کہ نہ رب تعالیٰ کے عجائبات ختم ہوں، نہ اس کی حکمت کی انتہا، نہ اس کی صفت اور اس کے علم کا آخر۔ تمام بندوں کے علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں فنا نہیں ہوتیں نہ اسے کوئی ادراک کر سکتا ہے، ہم جو کچھ اس کی تعریفیں کریں وہ اس سے سوا ہے۔

یہود کے علماء نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ یہ جو آپ قرآن میں پڑھتے ہیں ﴿ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾ یعنی تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے ہم یا آپ کی قوم؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سب انہوں نے کہا پھر آپ کلام اللہ شریف کی اس آیت کو کیا کریں گے جہاں فرمان ہے کہ توراۃ میں ہر چیز کا بیان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! وہ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے کلمات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ تمہیں جو کفایت ہوا تنا اللہ نے نازل فرما دیا ہے۔ اس پر یہ آیت اُتری لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مدنی ہونی چاہئے حالانکہ مشہور یہ ہے کہ آیت مکی ہے۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے، تمام اشیاء اس کے سامنے پست و عاجز ہیں، کوئی اس کے ارادہ کے خلاف نہیں جا سکتا، وہ اپنے افعال، اقوال، شریعت، حکمت اور تمام صفتوں میں سب سے اعلیٰ اور سب پر غالب وقہار ہے۔ پھر فرماتا ہے تمام لوگوں کا پیدا کرنا اور انہیں مار ڈالنے کے بعد جلا دینا مجھ پر ایسا ہی آسان ہے جیسے شخص واحد کا، اس کا تو کسی بات کا حکم فرما دینا کافی ہے، ایک آنکھ جھپکاتے جتنی دیر نہیں لگتی، نہ دوبارہ کہنا پڑے نہ اسباب اور مادے کی ضرورت۔ ایک فرمان میں قیامت قائم ہو جائے گی اور ایک ہی آواز میں سب جی اٹھیں گے اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا سننے والا ہے، سب کے کاموں کا جاننے والا ہے، ایک شخص کی باتیں اور اس کے کام جیسے اس پر مخفی نہیں اسی طرح تمام جہاں کے کام بھی اس پر مخفی نہیں ہیں۔ اللہ اکبر

(۱۷)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ۝ (لقمان: ۲۹-۳۰)

ترجمہ: "کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کھپا دیتا ہے، سورج، چاند کو اسی نے فرماں بردار کر رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے، یہ سب انتظامات اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ حق ہے، اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلندیوں والا ہے اور بڑی شان والا ہے۔"

تشریح: رات کو کچھ گھٹا کر دن کو کچھ بڑھانے والا اور دن کو کچھ گھٹا کر رات کو کچھ بڑھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جاڑوں کے دن چھوٹے اور راتیں بڑی، گرمیوں کے دن بڑے اور راتیں چھوٹی اسی کی قدرت کا ظہور ہے۔ سورج، چاند اس کے تحت فرمان ہیں، جو جگہ مقرر ہے وہیں چلتے ہیں، قیامت تک برابر اسی چال چلتے رہیں گے، اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔

صحیحین میں ہے حضور ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟

جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول جانتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ جا کر اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑتا ہے، اور اپنے رب تعالیٰ سے اجازت چاہتا ہے۔ قریب ہے ایک دن اس سے کہہ دیا جائے جہاں سے آیا تھا وہیں کو لوٹ جا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ سورج بمنزلہ ساقیہ کے ہے۔ دن کو اپنے دوران میں جاری رہتا ہے، غروب ہو کر رات کو پھر زمین کے نیچے گردش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی مشرق سے ہی طلوع ہو، اسی طرح چاند بھی، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے، جیسے فرمان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ زمین آسمان میں جو کچھ ہے سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، سب کا خالق سب کا عالم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جیسے ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کے مثل زمینیں بنائیں (الخ) نشانیاں پروردگار عالم اس لیے ظاہر فرماتا ہے کہ تم ان سے اللہ تعالیٰ کے حق وجود پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا سب کو باطل مانو۔ وہ سب سے بے نیاز اور سب سے بے پرواہ ہے۔ سب کے سب اس کے محتاج اور اس کے فقیر ہیں، سب اس کی مخلوق اور اس کے غلام ہیں، کسی کو ایک ذرے کے حرکت میں لانے کی قدرت نہیں، گو ساری مخلوق مل کر ارادہ کر لے کہ ایک مکھی پیدا کریں سب عاجز آ جائیں گے اور ہرگز اتنی قدرت بھی نہ پائیں گے، وہ سب سے بلند ہے جس پر کوئی چیز نہیں، وہ سب سے بڑا ہے جس کے سامنے کسی کو کوئی بڑائی نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے حقیر اور پست ہے۔ سبحان اللہ

⑱

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

(سورۃ لقمان ۳۱۔۳۲)

ترجمہ: ”کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ دریا میں کشتیاں اللہ کے فضل سے چل رہی ہیں اس لیے کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے، یقیناً اس میں ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ (نہایت) خلوص کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں، پھر جب وہ (باری تعالیٰ) انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچاتا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد، ناشکرے ہوں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندروں میں جہاز رانی ہو رہی ہے، گر وہ پانی میں کشتی کو تھامنے اور کشتی میں پانی کو کاٹنے کی قوت نہ رکھتا تو پانی میں کشتیاں کیسے چلتیں؟ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا رہا ہے، مصیبت میں صبر اور راحت میں شکر کرنے والے ان سے بہت کچھ عبرتیں حاصل کر سکتے ہیں جب ان کفار کو سمندروں میں موجیں گھیر لیتی ہیں اور ان کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور موجیں پہاڑوں کی طرح اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر کشتیوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرنے لگتی ہیں تو اپنا شرک و کفر سب بھول جاتے ہیں اور

گریہ وزاری سے ایک خدا کو پکارنے لگتے ہیں جیسے اور جگہ ہے: ﴿وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ..... الخ﴾ دریا میں جب تمہیں ضرر پہنچتا ہے تو بجز اللہ تعالیٰ کے سب کو کھو بیٹھتے ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ..... الخ﴾ ان کی اس وقت کی لجاجت پر اگر ہمیں رحم آ گیا اور انہیں سمندر سے پار کر دیا تو سوائے چند ایک کے، سب کافر ہو جاتے ہیں، مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہی تفسیر کی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝﴾ لفظی معنی یہ ہے کہ ان میں سے بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں، ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ یہی کہتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ..... الخ﴾ ان میں کے بعض ظالم ہیں بعض میانہ رو ہیں الخ، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں تو مطلب یہ ہوا کہ جس نے ایسی حالت دیکھی ہو جو اس مصیبت سے نکلا ہوا سے تو چاہئے کہ نیکیوں میں پوری طرح کوشش کرے لیکن تاہم یہ بیچ میں ہی رہ جاتے ہیں اور کچھ تو پھر کفر پر چلے جاتے ہیں۔

(۱۹)

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

(سورۂ لقمان: ۳٤)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے، کوئی (بھی) نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔"

تشریح: یہ غیب کی وہ کنجیاں ہیں جن کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اسے معلوم کرائے۔ قیامت آنے کا صحیح وقت نہ تو کوئی نبی مرسل جانے نہ کوئی مقرب فرشتہ، اس کا وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح بارش کب، کہاں اور کتنی برسے گی، اس کا علم بھی کسی کو نہیں، ہاں جب ان فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہیں تب وہ جانتے ہیں۔ اسی طرح حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسے بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہاں جب جناب باری تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اسی کام پر مقرر ہیں تب انہیں پتہ چلتا ہے کہ نر ہوگا یا مادہ، لڑکا ہوگا یا لڑکی، نیک ہوگا یا بد؟ اسی طرح کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ علم ہے کہ وہ کہاں مرے گا؟ اور آیت میں ہے ﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ غیب کی کنجیاں خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہیں بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور حدیث میں ہے کہ غیب کی کنجیاں یہی پانچ چیزیں ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر آپ نے اسی آیت مذکورہ کی تلاوت فرمائی۔ بخاری کی حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ یہ پانچ غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا..... الخ

مسند احمد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مجھے ہر چیز کی کنجیاں دی گئی ہیں مگر پانچ، پھر یہی آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے۔ پوچھنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو، فرشتوں کو، کتابوں کو، رسولوں کو، آخرت کو، مرنے کے بعد جی اُٹھنے کو مان لینا۔ اس نے پوچھا اسلام کیا چیز ہے؟ فرمایا: ایک اللہ کی عبادت کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا نمازیں پڑھنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، اس نے دریافت کیا احسان کیا چیز ہے؟ فرمایا: تیرا اس طرح خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا حضور ﷺ قیامت کب ہے؟ فرمایا: اس کا علم نہ مجھے ہے نہ تجھے، ہاں میں اس کی نشانیاں بتلاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے میاں کو جنے اور جب ننگے پیروں اور ننگے بدنوں والے، لوگوں کے سردار بن جائیں، علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ شخص واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اسے لوٹا لاؤ لوگ دوڑ پڑے، لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آیا، آپ ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے، لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے۔ (بخاری)

مسند احمد میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ہتھیلیاں حضور ﷺ کے گھٹنوں پر رکھ کر یہ سوالات کئے تھے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے اور اللہ کے وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونے کی گواہی دے اور محمد کے عبدہٗ و رسولہٗ ہونے کی۔ جب تو یہ کر لے تو مسلمان ہو گیا۔ پوچھا اچھا ایمان کس کا نام ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر، نبیوں پر عقیدہ رکھنا، موت اور موت کے بعد کی زندگی کو ماننا، جنت، دوزخ، حساب، میزان اور تقدیر کی بھلائی برائی پر ایمان رکھنا۔ پوچھا جب میں ایسا کر لوں کیا میں مؤمن ہو جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پھر احسان کا پوچھا اور جواب پایا جو اوپر مذکور ہوا، پھر قیامت کا پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، سبحان اللہ! یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ پھر نشانیوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ لوگ لمبی چوڑی عمارتیں بنانے لگیں گے۔

بنو عامر قبیلے کا ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا میں آؤں؟ آپ ﷺ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ جا کر انہیں ادب سکھاؤ۔ یہ اجازت مانگنا نہیں جانتے۔ ان سے کہو کہ پہلے سلام کرو، پھر دریافت کرو میں آ سکتا ہوں؟ انہوں نے سن لیا اور اسی طرح سلام کیا اور اجازت چاہی۔ یہ گئے اور جا کر کہا کہ آپ ہمارے لیے کیا لے کر آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بھلائی۔ سنو! تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ لات و عزیٰ کو چھوڑ دو۔ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھو۔ اپنے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے اپنے فقیروں پر تقسیم کر دو۔ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا علم میں سے کچھ ایسا بھی باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، ایسا علم بھی ہے جسے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔

مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گاؤں کے رہنے والے ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ میری عورت حمل سے ہے، بتایئے کیا بچہ ہوگا؟ ہمارے شہر میں قحط ہے فرمایئے بارش کب ہوگی؟ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میں کب پیدا ہوا، اب یہ آپ معلوم کرا دیجئے کہ میں کب مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت اُتری کہ مجھے ان چیزوں کا مطلق علم نہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں یہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کی نسبت فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں جو تم سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے تھے تو سمجھ لینا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا؟۔

قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں کرایا، نہ نبی کو، نہ فرشتہ کو، اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے کوئی نہیں جانتا کہ کس سال کس مہینے کس دن یا کس رات میں وہ آئے گی۔ اسی طرح بارش کا علم بھی اس کے سوا کسی کو نہیں کہ کب آئے؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ حاملہ کے پیٹ کا بچہ نر ہوگا یا مادہ، سرخ ہوگا یا سیاہ، اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ نیکی کرے گا یا بدی، مرے گا یا جئے گا، بہت ممکن ہے کل موت یا آفت آ جائے۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس زمین میں وہ دبایا جائے گا یا سمندر میں بہایا جائے گا یا جنگل میں مرے گا یا نرم یا سخت زمین میں جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے جب کسی کی موت دوسری زمین میں ہوتی ہے تو اس کا وہیں کا کوئی کام نکل آتا ہے اور وہیں موت آ جاتی ہے اور روایت میں ہے کہ یہ فرما کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی۔ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں، طبرانی وغیرہ میں یہ حدیث ہے۔

⑳

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ (السجدہ: ۴-۶)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا، پھر عرش پر قائم ہوا، تمہارے لیے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں، کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، وہ آسمان سے لے کر زمین تک (ہر) کام کی تدبیر کرتا ہے پھر (وہ کام) ایک ایسے دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔"

تشریح: تمام چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے چھ دن میں زمین و آسمان بنائے۔ پھر عرش پر قرار پکڑا۔ مالک خالق وہی ہے ہر چیز کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ تدبیریں سب کاموں کی وہی کرتا ہے، ہر چیز پر غلبہ اسی کا ہے، اس کے سوا مخلوق کا نہ کوئی والی نہ اس کی اجازت بغیر کوئی سفارشی۔ اے وہ لوگو! جو اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو، دوسروں پر بھروسہ کرتے ہو کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی قدرتوں والا کیوں کسی کو اپنا شریک کار بنانے لگا۔ وہ برابری سے وہ وزیر و مشیر سے وہ شریک و سہیم سے پاک و منزہ

اور مبرا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار ہے۔

نسائی میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزیں پیدا کر کے ساتویں دن عرش پر قیام کیا۔ مٹی ہفتے کے دن بنی، پہاڑ اتوار کے دن، درخت پیر کے دن، برائیاں منگل کے دن، نور بدھ کے دن، جانور جمعرات کے دن، آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں، اسے تمام روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا جس میں سرخ، سیاہ، اچھی، بری، ہر طرح کی تھی۔ اسی باعث اولادِ آدم بھلی بری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اُترتا ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے تک پہنچتا ہے جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ ﴾ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور انہیں کے مثل زمین، اس کا حکم ان سب کے درمیان اترتا ہے، اعمال اپنے دیوان کی طرف اُٹھائے اور چڑھائے جاتے ہیں جو آسمان دنیا کے اوپر ہے۔ زمین سے آسمانِ اوّل پانچ سو سال کے فاصلہ پر ہے اور اتنا ہی اس کا دل ہے۔ اتنا اُترنا چڑھنا خدا تعالیٰ کی قدرت سے فرشتہ ایک آنکھ جھپکنے میں کر لیتا ہے۔ اسی لیے فرمایا ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے۔ ان امور کا مدبر خدا تعالیٰ ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے، سب چھوٹے بڑے عمل اس کی طرف چڑھتے ہیں، وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو اپنا ماتحت کر رکھا ہے، کل بندے اور کل گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں، وہ اپنے مومن بندوں پر بہت ہی مہربان ہے، عزیز ہے اپنی رحمت میں اور رحیم ہے اپنی عزت میں۔

(۲۱)

الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۚ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾ (السجدہ ۷۔۹)

ترجمہ: ”جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی، پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے نچوڑ سے چلائی، جسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں اپنی روح پھونکی، اس نے تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے (اس پر بھی) تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔“

تشریح: فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز قرینے سے بہترین طور سے بہترین ترکیب پر خوبصورت بنائی ہے۔ ہر چیز کی پیدائش کے ساتھ ہی خود انسان کی پیدائش پر غور کرو، اس کا شروع دیکھو کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے، پھر ان کی نسل نطفے سے جاری رکھی جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے۔ پھر اسے یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور درست کیا اور اس میں اپنے پاس سے روح پھونکی، تمہیں کان، آنکھ، سمجھ عطا فرمائی، افسوس کہ پھر بھی تم

شکرگزاری میں کثرت نہیں کرتے، نیک انجام اور خوش فرجام وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے، جل شانہ وعز اسمہ۔

(۲۲)

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الم سجدہ: ۱۰۔۱۱)

ترجمہ: ”اور انہوں نے کہا، کیا جب ہم زمین میں رل مل جائیں گے، کیا پھر نئی پیدائش میں آجائیں گے؟ بلکہ (بات یہ ہے) کہ وہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات کے منکر ہیں، کہہ دیجئے! کہ تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

تشریح: کفار کا عقیدہ بیان ہورہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد جینے کے قائل نہیں اور اسے وہ محال جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمارے ریزے ریزے جدا ہوجائیں گے اور مٹی میں مل کر مٹی ہوجائیں گے پھر بھی ہم نئے سرے سے بنائے جاسکتے ہیں؟ افسوس یہ لوگ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو قیاس کرتے ہیں اور اپنی محدود قدرت پر اللہ تعالیٰ کی نامعلوم قدرت کا اندازہ کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اول بار پیدا کیا ہے، تعجب ہے کہ پھر دوبارہ پیدا کرنے پر اسے قادر کیوں نہیں جانتے؟ حالانکہ اس کا تو صرف فرمان چلتا ہے۔ جہاں کہا یوں ہوجا وہیں وُوں ہوگیا، اسی لیے فرمادیا کہ انہیں اپنے پروردگار کی ملاقات سے انکار ہے، اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ ملک الموت جو تمہاری روح کے قبض کرنے پر مقرر ہیں تمہیں فوت کردیں گے، ہاں ان کے ساتھی اور ان کے ساتھ کام کرنے والے اور فرشتے بھی ہیں جو جسم سے روح کو نکالتے ہیں اور نرخرے تک پہنچ جانے کے بعد ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے کوئی سینی رکھی ہوئی ہو کہ جو چاہا اُٹھالیا۔

ایک مُرسل حدیث بھی ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مقولہ بھی ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ! تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے، واللہ میں خود با ایمان کے ساتھ نہایت ہی نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی تمام دنیا کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ خشکی میں ہو یا تری میں ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں، ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا وہ خود اپنے آپ کو جانتے ہوں، یا رسول اللہ یقین مانئے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوجائے۔

حضرت جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کی ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ علیہ السلام پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں کہ اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہے تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے اور اس کے آخری وقت فرشتہ اُسے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتا ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہر دن ہر گھر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔ کعب احبار اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات مرتبہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کی روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہو، پھر قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ قبروں سے نکل کر میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی اپنی کرنی کا پھل پائیں گے۔

(۲۳)

اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَسُوۡقُ الۡمَآءَ اِلَی الۡاَرۡضِ الۡجُرُزِ فَنُخۡرِجُ بِہٖ زَرۡعًا تَاۡکُلُ مِنۡہُ اَنۡعَامُہُمۡ وَ اَنۡفُسُہُمۡ ؕ اَفَلَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۷﴾ (الم سجدہ: ۲۷)

ترجمہ: ”کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو بنجر (غیر آباد) زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں پھر اس سے ہم کھیتیاں نکالتے ہیں کہ جسے ان کے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں، کیا پھر بھی یہ نہیں دیکھتے۔“

تشریح: جناب باری تعالیٰ اپنے لطف و کرم کو احسان و انعام کو بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے پانی اُتارتا ہے، پہاڑوں سے، اونچی جگہوں سے سمٹ کر نالوں کے، ندیوں کے دریاؤں کے ذریعہ وہ اِدھر اُدھر پھیل جاتا ہے۔ بنجر غیر آباد زمین اس سے ہریاول والی ہو جاتی ہے خشکی، تری سے موت، زیست سے بدل جاتی ہے۔ آیت میں تمام وہ حصے ہیں جو سوکھ گئے ہوں، جو پانی کے محتاج ہوں، سخت ہو گئے ہوں، زمین یبوست کے مارے پھٹنے لگی ہو، بیشک مصر کی زمین بھی ایسی ہے دریائے نیل سے سیراب کی جاتی ہے۔ حبش کی بارشوں کا پانی اپنے ساتھ سرخ رنگ کی مٹی کو بھی گھسیٹتا جاتا ہے اور مصر کی زمین جو شور اور ریتلی ہے وہ اس پانی اور اس مٹی سے کھیتی کے قابل بن جاتی ہے اور ہر سال ہر فصل کا غلہ تازہ پانی سے انہیں میسر آتا ہے جو اِدھر اُدھر کا ہوتا ہے، اس حکیم و کریم، منان اور رحیم کی یہ سب مہربانیاں ہیں، اسی کی ذات قابل تعریف ہے۔

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بوؤنہ مہینے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا، ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارہویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو، اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے اور بہت قیمتی زیور پہنا کر، بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے، تم ایسا نہیں کر سکتے، وہ باز رہے۔

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا، مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں، یہاں کی بود و باش ترک کر دیں، اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور بارگاہِ خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں

ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پرچہ کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف، بعد حمد وصلوٰۃ کے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر، نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے، یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا، ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی جو دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے، گرانی، ارزانی سے بدل گئی، خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا، اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اسی آیت کے مضمون کی آیت یہ بھی ﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ.... الخ﴾ یعنی انسان اپنی غذا کو دیکھے کہ ہم نے بارش اُتاری اور زمین پھاڑ کر اناج اور پھل پیدا کیے، اسی طرح یہاں بھی فرمایا، کیا یہ لوگ اسے نہیں دیکھتے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ وہ زمین ہے جس پر بارش ناکافی برسی ہے پھر نالوں اور نہروں کے پانی سے وہ سیراب ہوتی ہے۔ ابن زید رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے یہ وہ زمین ہے جس میں پیداوار نہ ہو اور غبار آلود ہو۔ اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ.... الخ﴾ ان کے لیے مردہ زمین بھی ایک نشانی ہے جسے ہم زندہ کر دیتے ہیں۔ الخ

۲۴

أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ (العنکبوت ۱۹۔۲۰)

ترجمہ: ”کہہ دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً پیدائش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تشریح: دیکھتے ہیں کہ وہ کچھ نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا لیکن تاہم مر کر جینے کے قائل نہیں، حالانکہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں، جو ابتداءً پیدا کر سکتا ہے اس پر دوبارہ پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ پھر انہیں ہدایت کرتے ہیں کہ تم زمین کی اور نشانیوں پر غور کرو۔ آسمانوں کو ستاروں کو زمینوں کو پہاڑوں کو درختوں کو جنگلوں کو نہروں کو دریاؤں کو سمندروں کو پھلوں کو کھیتوں کو دیکھو تو سہی کہ سب کچھ کچھ نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ کر دیا، کیا تمام نشانیاں خدا تعالیٰ کی قدرت کو تم پر ظاہر نہیں کرتیں؟ تم نہیں دیکھتے کہ اتنا بڑا صانع قدیر خدا کیا کچھ نہیں کر سکتا؟ وہ تو صرف ”ہو جا“ کے کہنے سے تمام کو رچا دیتا ہے۔ وہ خود مختار ہے اسے اسباب اور سامان کی ضرورت نہیں، اسی مضمون کو اور جگہ فرمایا کہ وہی نئی پیدائش میں پیدا کرتا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت آسان ہے۔ پھر فرمایا زمین میں چل پھر کر دیکھو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی پیدائش کس طرح کی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کے

دن کی دوسری پیدائش کی کیا کیفیت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جیسے فرمایا ہم انہیں دنیا کے ہر حصے میں اور خود ان کی اپنی جانوں میں اپنی نشانیاں اس قدر دکھائیں گے کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ .... الخ﴾ کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کئے گئے یا وہی اپنے خالق ہیں؟ کچھ نہیں، بے یقین لوگ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے، وہ حاکم ہے قبضے والا ہے جو چاہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے جاری کر دیتا ہے کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا ہے۔ کوئی اس کے ارادے کو بدل نہیں سکتا۔ کوئی اس سے چوں چرا کر نہیں سکتا اور کوئی اس سے سوال کر ہی نہیں سکتا اور وہ سب پر غالب ہے جس سے چاہے پوچھ بیٹھے سب اس کے قبضے میں ہیں اس کی ماتحتی میں ہیں، خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے اس نے جو کچھ کیا سراسر عدل ہے، اس لیے وہی مالک ہے وہ ظلم سے پاک ہے۔

حدیث شریف میں ہے اگر اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں والوں اور ساتوں زمین والوں کو عذاب کرے تب بھی وہ ظالم نہیں، عذاب ورحم سب اس کی چیزیں ہیں۔ سب کے سب قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گے، اسی کے سامنے حاضر ہو کر پیش ہوں گے۔ زمین والوں میں سے اور آسمان والوں میں سے کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔ بلکہ سب پر وہی غالب ہے ہر ایک اس سے کانپ رہا ہے، سب اس کے در کے فقیر ہیں اور وہ سب سے غنی ہے۔ تمہارا کوئی والی اور مددگار اس کے سوا نہیں۔

﴿۲۴﴾

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (العنکبوت: ۴۱ تا ۴۳)

ترجمہ: ”جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ ابھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہے، کاش وہ جان لیتے، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکارتے ہیں، انہیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔“

تشریح: جو لوگ اللہ تعالیٰ رب العالمین کے سوا اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ہیں ان کی کمزوری اور بے علمی کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ ان سے مدد کے، روزی کے، سختی میں کام آنے کے امیدوار رہتے ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی مکڑی کے جالے میں بارش اور دھوپ اور سردی سے پناہ چاہے، اگر ان میں علم ہوتا تو یہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرتے، پس ان کا حال ایماندار کے حال کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ایک مضبوط کڑے کو تھامے ہوئے ہیں اور یہ مکڑی کے جالے میں اپنا سر چھپائے ہوئے ہیں اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا جسم اعمال صالحہ کی طرف مشغول ہے اور اس کا دل مخلوق کی طرف اور جسم اس کی پرستش د

طرف جھکا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈرا رہا ہے کہ وہ ان سے ان کے شرک سے اور ان کے جھوٹے معبودوں سے خوب آگاہ ہے انہیں ان کی شرارت کا وہ مزہ چکھائے گا کہ یہ یاد کریں۔ انہیں ڈھیل دینے میں بھی اس کی مصلحت وحکمت ہے نہ یہ کہ وہ علیم خدا تعالیٰ ان سے بے خبر ہو۔ لیکن ان کے سوچنے سمجھنے کا مادہ ان میں غور وفکر کرنے کی توفیق صرف باعمل علماء کو ہوتی ہے جو اپنے علم میں پورے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھ لینا سچے علم کی دلیل ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک ہزار مثالیں رسول اللہ ﷺ سے سیکھی سمجھی ہیں (مسند احمد) اس سے آپ کی فضیلت اور آپ کی علمیت ظاہر ہے۔

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کلام اللہ شریف کی جو آیت میری تلاوت میں آئے اور اس کا تفصیلی معنی مطلب میری سمجھ میں نہ آئے تو میرا دل دُکھتا ہے، مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری گنتی جاہلوں میں تو نہیں ہوگئی کیونکہ فرمانِ الٰہی یہی ہے کہ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن سوائے عالموں کے انہیں دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔

(۲۶)

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ (العنکبوت: ٤٤)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، ایمان والوں کے لیے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قدرت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہی آسمانوں کا اور زمینوں کا خالق ہے۔ اس نے انہیں کھیل تماشے کے طور پر یا لغو وبیکار نہیں بنایا بلکہ اس لیے کہ یہاں لوگوں کو بسائے، پھر ان کی نیکیاں بدیاں دیکھے اور قیامت کے دن ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا سزا دے۔ بُروں کو ان کی بداعمالیوں پر سزا اور نیکوں کو ان کی نیکیوں پر بہتر بدلہ۔

(۲۷)

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ (العنکبوت: ٥٢)

ترجمہ: "کہہ دیجئے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے، وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا عالم ہے، جو لوگ باطل کے ماننے والے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے ہیں وہ زبردست نقصان اور گھاٹے میں ہیں۔"

تشریح: کافروں کی ضد، تکبر اور ہٹ دھرمی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول سے ایسی ہی نشانی طلب کی جیسی کہ

حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے مانگی تھی۔ پھر اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ انہیں جواب دیجئے کہ آیتیں، معجزے اور نشانات بتانا میرے بس کی بات نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ اگر اس نے تمہاری نیک نیتیں معلوم کر لیں تو وہ معجزے دکھائے گا اور اگر تم اپنی ضد اور انکار سے بڑھ بڑھ کر باتیں ہی بنا رہے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ تم سے دبا ہوا نہیں کہ اس کی چاہت تمہاری چاہت کے تابع ہو جائے جو تم مانگو وہ خواہ مخواہ کر ہی دکھائے جیسے اور آیت میں ہے کہ آیتیں بھیجنے سے ہمیں کوئی مانع نہیں بجز اس کے کہ اگلے بھی برابر انکار ہی کرتے رہے، ثمودیوں کو دیکھو ہماری نشانی اونٹنی جوان کے پاس آئی انہوں نے اس پر ظلم ڈھا دیا۔ کہہ دو میں تو صرف ایک مبلغ ہوں، پیغامبر ہوں، قاصد ہوں، میرا کام تمہارے کانوں تک آوازِ خداوندی کو پہنچا دینا ہے میں نے تو تمہیں تمہارا برا بھلا سمجھا دیا، نیک بد سمجھا دیا اب تم جانو اور تمہارا کام۔ ہدایت ضلالت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ اگر کسی کو گمراہ کر دے تو اس کی رہبری کوئی نہیں کر سکتا، چنانچہ اور جگہ ہے تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اور اس کی چاہت پر موقوف ہے، بھلا اس فضول گوئی کو دیکھو کہ کتاب عزیز ان کے پاس آ چکی جس کے کسی طرف سے باطل اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا اور انہیں اب تک نشان کی طلب ہے۔ حالانکہ یہ تو تمام معجزات سے بڑھ کر معجزہ ہے، تمام دنیا کے فصیح و بلیغ اس کے معارضہ سے اور اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے، پورے قرآن کا تو معارضہ کیا کرتے؟ دس سورتوں کا بلکہ ایک سورۃ کا معارضہ بھی باوجود چیلنج کے نہ کر سکے۔ تو کیا اتنا بڑا اور بھاری معجزہ انہیں کافی نہیں جو اور معجزہ طلب کرنے بیٹھے ہیں، یہ تو وہ پاک کتاب ہے جس میں گزشتہ باتوں کی خبر ہے اور ہونے والی باتوں کی پیشینگوئی اور جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور یہ اس کی زبان سے پڑھی جاتی ہے جو محض امی ہے جس نے کسی سے الف باء بھی نہیں پڑھا، جو ایک حرف لکھنا نہیں جانتا بلکہ جو اہل علم کی صحبت میں بھی کبھی نہیں بیٹھا، اور وہ کتاب پڑھتا ہے جس سے اگلی کتابوں کی بھی صحت عدم صحت معلوم ہوتی ہے، جس کے الفاظ میں حلاوت، جس کی نظم میں ملاحت، جس کے انداز میں فصاحت، جس کے بیان میں بلاغت جس کا طرز دلربا جس کا سیاق دلچسپ جس میں دنیا کی بھی خوبیاں موجود، خود بنی اسرائیل کے علماء بھی اس کی تصدیق پر مجبور۔ اگلی کتابیں جس پر شاہد بھلے لوگ جس کے مداح اور قائل عامل، اس اتنے بڑے معجزے کی موجودگی میں کسی اور معجزے کی طلب محض گریز ہے پھر فرماتا ہے کہ اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت و نصیحت ہے۔ یہ قرآن حق کو ظاہر کرنے والا، باطل کو برباد کرنے والا، اگلوں کے واقعات تمہارے سامنے رکھ کر تمہیں نصیحت و عبرت کا موقع دیتا ہے، گنہگاروں کے انجام دکھا کر تمہیں گناہوں سے روکتا ہے۔ کہہ دو کہ مجھ میں اور تم میں خدا تعالیٰ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ تمہاری تکذیب سرکشی کو اور میری سچائی اور خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے۔ اگر میں اس پر جھوٹ باندھتا تو وہ ضرور مجھ سے انتقام لے لیتا، وہ ایسے لوگوں کو بے انتقام نہیں چھوڑتا جیسے خود اس کا فرمان ہے کہ اگر یہ رسول مجھ پر ایک بات بھی گھڑ لیتا تو میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگِ جان کاٹ لیتا اور کوئی نہ ہوتا جو اسے میرے ہاتھ سے چھڑا سکے۔ چونکہ اس پر میری سچائی روشن ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اس کا نام لے کر اس کی کہی ہوئی تم سے کہتا ہوں، اس لیے وہ میری تائید کرتا ہے اور مجھے روز بروز غلبہ دیتا جاتا ہے اور مجھ سے معجزات پر معجزات ظاہر کراتا جاتا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے غیب کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں، باطل کو ماننے والے اور اللہ تعالیٰ کو نہ جاننے والے ہی نقصان یافتہ اور ذلیل ہیں۔ قیامت کے دن انہیں ان کی بداعمالی کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جو سرکشیاں یہاں کی ہیں سب کا مزہ چکھنا پڑے گا، بھلا اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا اور بتوں کو ماننا اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا؟ وہ علیم و حکیم اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیئے بغیر ہرگز نہ رہے گا۔

(۲۸)

وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

(العنکبوت: ٦٠)

ترجمہ: "اور بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اُٹھائے نہیں پھرتے، ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے، وہ بڑا ہی جاننے والا ہے۔"

تشریح: مہاجرین کے رزق میں ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ برکتیں دیں کہ یہ دنیا کے کناروں کے مالک ہو گئے، تو فرمایا کہ بہت سے جانور ہیں جو نہ اپنے رزق کو جمع کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اسے حاصل کرنے کی، نہ وہ کل کے لیے کوئی چیز اُٹھا کر رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ذمہ ان کی روزیاں ہیں، پروردگار انہیں اُن کے رزق پہنچا دیتا ہے، تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ کسی مخلوق کو کسی حالت میں کسی وقت نہیں بھولتا۔ چیونٹیوں کو ان کے سوراخوں میں، پرندوں کو آسمان وزمین کی خلا میں، مچھلیوں کو پانی میں وہی رزق پہنچاتا ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ.... الخ﴾ یعنی کوئی جانور روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔ وہی ان کے ٹھہرنے اور رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے۔ یہ سب اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا، مدینے کے باغات میں سے ایک باغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گئے اور گری پڑی ردّی کھجوریں کھول کھول کر صاف کر کر کے کھانے لگے، مجھ سے کھانے کو فرمایا، میں نے کہا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے تو یہ ردّی کھجوریں نہیں کھائی جائیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن مجھے تو یہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اس لیے کہ چوتھے دن کی صبح ہے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا اور نہ کھانے کی وجہ یہ ہے کہ ملا ہی نہیں۔ سنو! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ مجھے قیصر وکسریٰ کا ملک دے دیتا۔ اے ابن عمر! تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تو ایسے لوگوں میں ہوگا، جو سال بھر کے غلے وغیرہ جمع کر لیا کریں گے اور ان کا یقین اور توکل بالکل بودا ہو جائے گا۔ ہم ابھی تو وہیں اسی حالت میں تھے جو یہ آیت ﴿وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ.... الخ﴾ نازل ہوئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے دنیا کے خزانے جمع کرنے کا اور خواہشوں کے پیچھے لگ جانے کا حکم نہیں کیا، جو شخص دنیا کے خزانے جمع کر لے اور اسے باقی والی زندگی چاہے وہ سمجھ لے کہ حیات باقی والی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے دیکھو، میں تو نہ دینار ودرہم جمع کروں نہ کل کے لیے آج روزی کا ذخیرہ جمع کر رکھوں۔

یہ مشہور ہے کہ کوّے کے بچے جب نکلتے ہیں تو ان کے پَر و بال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کوّا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے، کچھ دنوں بعد ان پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے، تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ بھراتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جب کہ ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے مچھر ان کے پاس بھیج دیتا ہے، وہی ان کی غذا بن جاتے ہیں۔ عرب کے شعراء نے اسے نظم بھی کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے سفر کرو تاکہ صحت اور روزی پاؤ اور روایت میں ہے کہ سفر کرو تاکہ صحت وغنیمت ملے اور حدیث میں ہے سفر کرو نفع اٹھاؤ

گے روزے رکھو تندرست رہو گے، جہاد کرو غنیمت ملے گی اور روایت میں ہے جد والوں اور آسانی والوں کے ساتھ سفر کرو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کی حرکات وسکنات کو جاننے والا ہے۔

(۲۹)

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ (العنکبوت: ۶۱-۶۳)

ترجمہ: ”اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ زمین وآسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ، پھر کدھر اُلٹے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا جاننے والا ہے، اور اگر آپ اُن سے سوال کریں کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کس نے کیا؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں کہ ہر تعریف اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ معبودِ برحق صرف وہی ہے۔ خود مشرکین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا، سورج چاند کو مسخر کرنے والا، دن رات کو پے در پے لانے والا، خالق رازق، موت وحیات پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غناء کے لائق کون ہے؟ اور فقر کے لائق کون ہے؟ اپنے بندوں کی مصلحتیں اس کو پوری طرح معلوم ہیں۔ پس جب کہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، سب پر قابض صرف وہی ہے، پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں۔ اور اُس کے سوا دوسروں پر توکل کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ ملک کا مالک وہ تنہا ہے تو عبادتوں کے لائق بھی وہ اکیلا ہی ہے۔ توحید ربوبیت کو مان کر پھر توحید الوہیت سے انحراف عجیب چیز ہے۔ قرآنِ کریم میں توحید ربوبیت کے ساتھ ہی توحید الوہیت کا ذکر بکثرت ہے۔ اس لیے کہ توحید ربوبیت کے قائل مشرکین مکہ تھے تو انہیں قائل معقول کر کے پھر توحید الوہیت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ مشرکین حج وعمرے میں لبیک پکارتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے شریک ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ کہتے تھے لبيك لا شريك لك الا شريكا هو لك تملكه و ما ملك یعنی خدایا! ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک کہ جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔

(۳۰)

اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ

اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۞ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؕ ۞ (الروم: ۸۔۹)

ترجمہ: ”کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لیے (ہی) پیدا کیا ہے، ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں، کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا برا ہوا، وہ ان سے بہت زیادہ توانا اور طاقتور تھے، اور انہوں نے بھی زمین بوئی جوتی تھی، اور ان سے زیادہ آبادی تھی، اور اُن کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے۔ یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن (دراصل) وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔“

تشریح: چونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ حق جل وعلا کی قدرت کا نشان ہے اور اس کی توحید اور ربوبیت پر دلالت کرنے والا ہے، اس لیے ارشاد ہوتا ہے کہ موجودات میں غور وفکر کیا کرو اور قدرتِ خدا تعالیٰ کی ان نشانیوں سے اس مالک کو پہچانو اور اس کی قدر و تعظیم کرو۔ کبھی عالم علوی کو دیکھو، کبھی عالم سفلی پر نظر ڈالو، کبھی اور مخلوقات کی پیدائش کو سوچو اور سمجھو کہ یہ چیزیں عبث اور بیکار پیدا نہیں کی گئیں۔ بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں کار آمد اور نشانِ قدرت بنایا ہے۔ ہر ایک کا ایک وقت مقرر ہے یعنی قیامت کا دن، جسے اکثر لوگ مانتے ہی نہیں۔ اس کے بعد نبیوں کی صداقت کو اس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ دیکھ لو ان کے مخالفین کا کس قدر عبرت ناک انجام ہوا؟ اور ان کے ماننے والوں کو کس طرح دونوں جہاں کی عزت ملی؟ تم چل پھر کر اگلے واقعات معلوم کرو کہ گزشتہ امتیں جو تم سے زیادہ زور آور تھیں، تم سے زیادہ مال و زر والی تھیں، تم سے زیادہ کنبے قبیلے اور بیٹے پوتے والی تھیں، تم تو ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے، وہ تو تم سے زیادہ عمر والے تھے، تم سے زیادہ آبادیاں انہوں نے کیں، تم سے زیادہ کھیتیاں اور باغات ان کے تھے، باوجود ان سب کے جب اُن کے پاس اس زمانے کے رسول آئے، انہوں نے دلیلیں اور معجزے دکھائے، اور پھر بھی اس زمانے کے ان بدنصیبوں نے ان کی نہ مانی اور اپنے خیالات میں مستغرق رہے اور سیاہ کاریوں میں مشغول رہے تو بالآخر عذاب الٰہی اُن پر برس پڑے، اُس وقت کوئی نہ تھا جو انہیں بچا سکے یا کسی عذاب کو ان پر سے ہٹا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے۔ یہ عذاب تو ان کے اپنے کرتوتوں کا وبال تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو یہ جھٹلاتے تھے، رب تعالیٰ کی باتوں کا مذاق یہ اُڑاتے تھے، جیسے اور آیت میں ہے کہ ان کی بے ایمانی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں کو، اُن کی نگاہوں کو پھیر دیا اور انہیں ان کی سرکشی میں ہی حیران چھوڑ دیا ہے، اور آیت میں ہے کہ ان کی کجی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے اور آیت میں ہے کہ اگر اب بھی منہ موڑیں تو سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں پر ان کی پکڑ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔

(۳۱)

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۞ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۞ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۞ (الروم: ۱۷۔۱۹)

ترجمہ: "پس اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب صبح کرو۔ تمام تعریفوں کے لائق آسمان وزمین میں صرف وہی ہے۔ تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت بھی (اس کی پاکیزگی بیان کرو) (وہی) زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔"

تشریح: اُس رب تبارک وتعالیٰ کی کمالِ قدرت اور عظمتِ سلطنت پر دلالت اُس کی تسبیح اور اُس کی حمد سے ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہبری کرتا ہے، اور اپنا پاک ہونا اور قابل حمد ہونا بھی بیان فرماتا رہا ہے۔ شام کے وقت جب کہ دن اپنی روشنیوں کو لے کر آتا ہے اتنا بیان فرما کر اس کے بعد کا جملہ بیان فرمانے سے پہلے ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ زمین وآسمان میں قابل حمد وثنا وہی ہے، ان کی پیدائش خود ان کی بزرگی پر دلیل ہے۔ پھر صبح وشام کے وقتوں کی تسبیح کا بیان جو پہلے گزرا تھا اس کے ساتھ عشاء اور ظہر کا وقت ملا لیا، جو پوری اندھیری اور کامل اُجالے کا وقت ہوتا ہے۔ بیشک تمام تر پاکیزگی اسی کو سزاوار ہے جو رات کے اندھیروں کو اور دن کے اُجالوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ صبح کو ظاہر کرنے والا رات کو سکون والی بنانے والا وہی ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا نام خلیل وفادار کیوں رکھا؟ اس لیے کہ وہ صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ سے ﴿تُظْهِرُوْنَ﴾ تک کی دونوں آیتیں تلاوت فرمائیں۔ طبرانی کی حدیث میں ان دونوں آیتوں کی نسبت ہے کہ جس نے صبح شام یہ پڑھ لیں اس نے دن رات میں جو اس سے فوت ہوا اُسے پالیا۔ پھر بیان فرمایا کہ موت وزیست کا خالق، مردوں سے زندوں کو اور زندوں سے مردوں کو نکالنے والا وہی ہے۔ ہر شے پر اور اس کی ضد پر وہ قادر ہے۔ دانے سے درخت، درخت سے دانے، مرغی سے انڈا، انڈے سے مرغی، نطفے سے انسان، انسان سے نطفہ، مومن سے کافر، کافر سے مومن، غرض ہر چیز اور اُس کے مقابلہ کی چیز پر اُسے قدرت حاصل ہے، خشک زمین کو وہی تر کر دیتا ہے، بنجر زمین سے وہی زراعت پیدا کر دیتا ہے، جیسے سورۂ یٰسین میں فرمایا کہ خشک زمین کا تروتازہ ہو کر طرح طرح کے اناج وپھل پیدا کرنا بھی میری قدرت کا ایک کامل نشان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تمہارے دیکھتے ہوئے اس زمین کو جس میں سے دھواں اٹھتا ہو دو بوند سے تر کر کے میں لہلہا دیتا ہوں اور ہر قسم کی پیداوار سے سرسبز کر دیتا ہوں۔ یہاں بیان فرمایا اسی طرح تم سب بھی مرنے کے بعد قبروں میں سے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔

(۳۲)

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (الروم: ۳۷)

ترجمہ: "کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے کشادہ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگ، اس میں بھی ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں نشانیاں ہیں۔"

تشریح: صحیح حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے، اس کے لیے خدا تعالیٰ کی ہر قضا بہتر ہی ہوتی ہے، راحت پر شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور مصیبت پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی متصرف اور مالک ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق جہاں رچائے ہوئے ہے کسی کو کم دیتا ہے کسی کو زیادہ دیتا ہے۔ کوئی تنگی ترشی میں ہے کوئی وسعت اور فراخی میں۔ اس میں مومنوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

(۳۳)

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الروم: ۴۰)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر روزی دی، پھر مار ڈالے گا پھر زندہ کرے گا، بتاؤ تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے پاکی اور برتری ہے ہر اس شریک سے جو یہ لوگ مقرر کرتے ہیں۔"

تشریح: انسان اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا، بےعلم، بے کان، بے آنکھ، بے طاقت نکلتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے سب چیزیں عطا فرماتا ہے۔ مال بھی، ملکیت بھی، کمائی بھی، تجارت بھی، غرض بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ دو صحابیوں کا بیان ہے کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت آپ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے ہم نے بھی آپ ﷺ کا ہاتھ بٹایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو سر ہلنے لگے تب تک بھی روزی سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ انسان ننگا بھوکا دنیا میں آتا ہے، ایک چھلکا بھی اس کے بدن پر نہیں ہوتا، پھر رب تعالیٰ ہی اُسے روزیاں دیتا ہے، وہ اس حیات کے بعد تمہیں مار ڈالے گا، پھر قیامت کے دن زندہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو اُن میں سے ایک بھی ان باتوں میں سے کسی ایک پر قابو نہیں رکھتا، ان کاموں میں سے ایک بھی کوئی نہیں کر سکتا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی تنہا خالق، رازق اور موت زندگی کا مالک ہے، وہی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جلا دے گا۔ اُس کی مقدس منزہ معظم اور عزت و جلال والی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس جیسا

ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کی اولاد ہو یا ماں باپ ہوں۔ وہ اَحد ہے، صمد ہے، فرد ہے، ماں باپ سے، اولاد سے پاک ہے، اس کی کفو کا کوئی نہیں۔

(۳۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲ (سورۂ سبا: ۱۔۲)

ترجمہ: "تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، آخرت میں بھی تعریف اسی کے لیے ہے، وہ (بڑی) حکمتوں والا اور (پورا) خبردار ہے۔ جو زمین میں جائے، اور جو اس سے نکلے، جو آسمان سے اُترے، اور جو چڑھ کر اس میں جائے، وہ سب سے باخبر ہے۔ اور وہ مہربان نہایت بخشش والا ہے۔"

تشریح: چونکہ دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں رحمتیں خدا ہی کی طرف سے ہیں، ساری حکومتوں کا حاکم وہی ایک ہے، اس لیے ہر قسم کی ہر ایک تعریف وثنا کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، اسی کے لیے دنیا اور آخرت کی حمد وثنا سزاوار ہے، اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جاتے ہیں۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اس کی ماتحتی میں ہے، جتنے بھی ہیں سب اس کے غلام ہیں اس کے قبضے میں ہیں، سب پر تصرف اسی کا ہے، جیسے اور آیت ہے ﴿وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰی﴾ آخرت میں اسی کی تعریفیں ہوں گی وہ اپنے اقوال وافعال اور تقدیر پر سب میں حکمتوں والا ہے اور ایسا خبردار ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں، جس سے کوئی ذرّہ پوشیدہ نہیں، جو اپنے احکام میں حکیم، جو اپنی مخلوق سے باخبر۔ جتنے قطرے بارش کے زمین میں جاتے ہیں، جتنے دانے اس میں بوئے جاتے ہیں، اس کے علم سے باہر نہیں، جو زمین سے نکلتا ہے اُگتا ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے۔ اس کے محیط اور وسیع اور بے پایاں علم سے کوئی چیز دور نہیں۔ ہر چیز کی گنتی کیفیت اور صفت اسے معلوم ہے۔ آسمان سے جو بارش برستی ہے اس کے قطروں کی گنتی بھی اس کے علم میں محفوظ ہے، جو رزق وہاں سے اُترتا ہے، اُس کے علم سے نیک اعمال وغیرہ جو آسمان پر چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں، وہ اپنے بندوں پر خود ان سے بھی زیادہ مہربان ہے اسی وجہ سے ان کے گناہوں پر اطلاع رکھتے ہوئے انہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں اور برائیاں چھوڑ دیں، رب کی طرف رجوع کرلیں۔ پھر غفور ہے، ادھر بندہ جھکا رویا پیٹا، اُدھر اُس نے بخش دیا معاف فرما دیا درگزر کرلیا۔ توبہ کرنے والا دھتکارا نہیں جاتا توکل کرنے والا نقصان نہیں اُٹھاتا۔

۳۵

اَفَلَمۡ يَرَوۡا اِلٰى مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ‌ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰ لِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ۝

(سورۂ سبا:۹)

ترجمہ: ”کیا پس وہ اپنے آگے پیچھے آسمان وزمین کو دیکھ نہیں رہے ہیں؟ ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرادیں، یقیناً اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لیے جو (دل سے) متوجہ ہو۔“

تشریح: جس نے محیط آسمان اور بسیط زمین پیدا کر دی۔ جہاں جاؤ نہ آسمان کا سایہ چھوٹے نہ زمین کا فرش جیسے فرمان ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَيۡنٰهَا بِاَيۡٮدٍ وَّاِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ ۝ وَالۡاَرۡضَ فَرَشۡنٰهَا فَنِعۡمَ الۡمٰهِدُوۡنَ ۝

”ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں، زمین کو ہم نے ہی بچھایا اور ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں۔“

یہاں بھی فرمایا کہ آگے دیکھوتو، اور پیچھے دیکھوتو، اسی طرح دائیں نظر ڈالوتو اور بائیں طرف التفات کروتو وسیع آسمان اور بسیط زمین نظر آئے گی۔ اتنی بڑی مخلوق کا خالق اتنی زبردست قدرتوں پر قادر، کیا تم جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے پھر پیدا کرنے پر قدرت کھو بیٹھا؟ وہ تو قادر ہے کہ اگر چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے یا آسمان تم پر توڑ دے۔ یقیناً تمہارے ظلم اور گناہ اسی قابل ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اور عفو ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیئے ہوئے ہے جس میں عقل ہو، جس میں دوربینی کا مادّہ ہو، جس میں غور وفکر کی عادت ہو، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والی طبیعت ہو، جس کے سینے میں دل، دل میں حکمت اور حکمت میں نور ہو، وہ تو ان زبردست نشانات کو دیکھنے کے بعد اُس قادر و خالق خدا کی اس قدرت میں شک کر ہی نہیں سکتا کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے۔ آسمانوں جیسے شامیانے اور زمینوں جیسے فرش جس نے پیدا کر دیے اس پر انسان کی پیدائش کیا مشکل ہے؟ جس نے ہڈیوں، گوشت اور کھال کو ابتداءً پیدا کیا۔ اسے ان کے سڑ گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو کر جھڑ جانے کے بعد اکٹھا کر کے اٹھانا، بٹھانا کیا بھاری ہے۔ اسی کو اور آیت میں فرمایا ﴿اَوَلَيۡسَ الَّذِىۡ.... الخ﴾ یعنی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں، بیشک قادر ہے، اور آیت میں ہے:

لَخَلۡقُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَكۡبَرُ مِنۡ خَلۡقِ النَّاسِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝

”یعنی انسانوں کی پیدائش سے بہت زیادہ مشکل تو آسمان و زمین کی پیدائش ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔“

(۳۶)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ (سورۂ سبا: ۲۴)

ترجمہ: ”پوچھئے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے؟ (خود) جواب دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ (سنو) ہم یا تم۔ یا تو یقیناً ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ صرف وہی خالق و رازق ہے اور صرف وہی الوہیت والا ہے، جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا اور زمینوں سے اناج اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، ایسے ہی انہیں یہ بھی مان لینا چاہئے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے۔

(۳۷)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① (فاطر: ۱)

ترجمہ: ”اس اللہ کے لیے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد) بنانے والا ہے۔ مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔“

تشریح: ابتداءً بے نمونہ صرف اپنی قدرتِ کاملہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

ضحاک رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔ اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اُس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے جو پروں والے ہیں، اُڑتے ہیں تاکہ جلدی سے خدا کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچا دیں، ان میں سے بعض دو پروں والے ہیں، بعض کے تین پر ہیں، بعض کے چار چار پر ہیں، بعض کے ان سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا، اس کے چھ سو پَر تھے اور ہر دو پر کے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ تھا۔ یہاں بھی فرماتا ہے، رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے، جس کے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پَر کر دیتا ہے اور کائنات میں جو چاہے رَچاتا ہے۔

(۳۸)

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ (فاطر:۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے، سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں، اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے۔ بے اس کی چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو وہ دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں۔

حضرت امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ بارش برستی تو حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے، ہم پر فتح کے تارے سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے۔ (ابن ابی حاتم)

(۳۹)

وَ اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۞ (سورۂ فاطر:۹)

ترجمہ: "اور اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں، اور اس سے اس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا (بھی) ہے۔"

تشریح: موت کے بعد زندگی پر قرآن کریم میں عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے سے استدلال کیا گیا ہے جیسے سورۂ حج وغیرہ میں ہے، بندوں کے لیے اس میں پوری عبرت اور مُردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے کہ زمین بالکل سوکھی پڑی ہے، کوئی تروتازگی اس میں نظر نہیں آتی، لیکن بادل اٹھتے ہیں، پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی تازگی سے اور اس کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا بھی نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریاول ہی ہریاول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزاء قبروں وغیرہ میں بکھرے پڑے ہوں گے ایک سے ایک الگ ہوگا، لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اُگنے لگیں گے، جیسے زمین سے دانے اُگ آتے ہیں۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے! ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی، اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔ یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا، اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورۂ حج کی تفسیر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ابو رزین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ حضور! اللہ تعالیٰ مُردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی

مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا: اے ابورزین! کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوتی ہے، پھر جو تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہلہا رہی ہے۔ حضرت ابورزین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ہاں حضور ﷺ! یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کر دے گا۔ جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرنی چاہیے، وہی اس مقصد کا پورا کرنے والا ہے، دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے، ساری عزتیں اس کی ملکیت میں ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہماری عزت ہو، وہ عزت سے ہاتھ دھو رکھیں۔ عزتیں تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ اور جگہ فرمانِ عالی شان ہے، تجھے اُن کی باتیں غمناک نہ کریں۔ تمام تر عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، اور ایک آیت میں اللہ جل جلالہٗ کا فرمان ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

یعنی عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے، لیکن منافق لوگ بے علم ہیں۔"

(۴۰)

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ (فاطر: ۱۱)

ترجمہ: "لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے، پھر نطفہ سے پیدا کیا، پھر تمہیں جوڑے جوڑے (مرد و عورت) بنا دیا ہے، عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا تولد ہونا سب اس کے علم سے ہی ہے اور جو بڑی عمر والا عمر دیا جائے اور جس کسی کی عمر گھٹے وہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر یہ بات بالکل آسان ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی نسل کو ایک ذلیل پانی سے جاری رکھا، پھر تمہیں جوڑ جوڑ بنایا یعنی مرد و عورت۔ یہ بھی اس کا لطف و کرم و انعام و احسان ہے کہ مردوں کے لیے بیویاں بنائیں، جو ان کے سکون و راحت کا سبب ہیں، ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچے کے تولد ہونے کی اُسے خبر ہے بلکہ یہ پتے کے ٹھہرنے سے اور اندھیرے میں پڑے ہوئے دانے سے اور ہر تر و خشک چیز سے وہ باعلم ہے بلکہ اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔ اسی آیت جیسی ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى..... الخ﴾ والی آیت بھی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے، اسی طرح اللہ عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفے کو لمبی عمر ملنے والی ہے یہ بھی اس کے پاس لکھا ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس شخص کے لیے میں نے طویل عمر مقدر کی ہے وہ اُسے پوری کر کے ہی رہے گا لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے وہیں تک پہنچے گی اور جس کے

لیے میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے، اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے، بعض انسان سو سو سال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مرجاتے ہیں۔ ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں عمر کی لمبائی یا کمی لکھ لی جاتی ہے، ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوئی، کوئی لمبی عمر والا، کوئی کم عمر والا، یہ سب خدا کے وہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آ رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں سے جو گزر رہی ہے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

(۴۱)

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ (سورۂ فاطر: ۱۲)

ترجمہ: ”اور برابر نہیں دو دریا، یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے، پینے میں خوشگوار اور یہ دوسرا کھاری ہے، کڑوا ہے، تم ان دونوں میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیورات نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرنے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں۔ تاکہ تم اس کا فضل ڈھونڈو اور تاکہ تم اس کا شکر کرو۔“

تشریح: مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دیئے، ایک کا تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں، جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرے ساکن دریا جن کا پانی کھاری اور کڑوا ہے جس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں اور دونوں قسم کے دریا میں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو اور تر و تازہ گوشت تم کھاتے رہتے ہو، پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو، یعنی لؤلؤ اور مرجان، یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کر لو۔ تجارتی سفر ان پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو۔ اور تاکہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ یہ سب چیزیں تمہارے تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندر سے، دریاؤں سے، کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو، جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو، اس قدرت والے خدا نے آسمان و زمین کی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، یہ صرف اس کا فضل و کرم ہے۔

(۴۲)

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۖ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ

قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾ (سورۂ فاطر: ۱۳)

ترجمہ: ”وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا، اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہے ہیں کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی کی راتیں بڑی، کبھی کے دن بڑے، کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں، کبھی گرمیاں۔ اُسی نے سورج اور چاند کو اور ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے، مقدار معین پر خدا کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں، پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے خدا نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ جس اللہ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو اور خدا کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں، خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں، لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں، آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں۔ جن جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں۔ بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتی ہیں اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اس لیے وہ تمہاری حاجت برآری نہیں کر سکتے، قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے۔ تم سے بیزار نظر آئیں گے۔

﴿۴۳﴾

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾ (فاطر: ۲۷-۲۸)

ترجمہ: ”کیا آپ نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگتوں کے پھل نکالے اور پہاڑوں کے مختلف حصے ہیں، سفید اور سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ، اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں، کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں، اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔“

تشریح: رب کی قدرتوں کے کمالات دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گونا گوں نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک پانی آسمان سے اترتا ہے اور اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگ کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں، سرخ، سبز، سفید وغیرہ۔ اسی طرح ہر ایک کی خوشبو الگ الگ، ہر ایک کا ذائقہ جدا گانہ جیسے اور آیت میں فرمایا ہے ﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ﴾ یعنی کہیں انگور ہے کہیں کھجور ہے کہیں کھیتی ہے وغیرہ، اسی طرح پہاڑوں کی پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے، کوئی سرخ ہے، کوئی کالا ہے، کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں، کوئی لمبا ہے، کوئی ناہموار ہے۔ ان بے جان چیزوں کے بعد جاندار چیزوں پر نظر ڈالو۔ انسانوں کو، جانوروں کو، چوپایوں کو، دیکھو ان میں بھی قدرت کی وضع وضع کی گلکاریاں پاؤ گے۔ بربر حبشی طماطم بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ صقالبہ رُومی بالکل سفید رنگ، عرب درمیانہ، ہندی اُن کے قریب قریب۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ﴾ تمہاری بول چال کا اختلاف، تمہاری رنگتوں کا اختلاف بھی ایک عالم کے لیے تو قدرت کی کامل نشانی ہے۔ اسی طرح چوپائے اور دیگر حیوانات کے رنگ روپ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔ بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں، سبحان اللہ۔ سب سے اچھا خالق خدا کیسی کچھ برکتوں والا ہے۔

مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ رنگ آمیزی بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں ایسا رنگ رنگتا ہے جو کبھی ہلکا نہ پڑے، سرخ زرد اور سفید، اس کے بعد ہی فرمایا کہ جتنا کچھ خوفِ خدا کرنا چاہیے اتنا خوف تو اس سے صرف علماء ہی کرتے ہیں کیونکہ وہ جاننے بوجھنے والے ہوتے ہیں۔ حقیقتاً جو شخص جس قدر ذاتِ خدا کی نسبت معلومات زیادہ رکھے گا اسی قدر اس عظیم قدیر علیم خدا کی عظمت و ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی، اور اسی قدر اُس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی، جو جانے گا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے، وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا۔ خدا کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کے حلال کیے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے کاموں کو حرام جانے، اس کے فرمان پر یقین کرے، اس کی وصیت کی نگہبانی کرے۔ اس کی ملاقات کو برحق جانے، اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور خدا کی نافرمانی کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی خدا سے ڈرتا رہے اور خدا کی رضامندی کی رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں، علم نام ہے بکثرت خدا سے ڈرنے کا، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ کثرتِ روایات کا نام علم نہیں، علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، علم کثرتِ روایت کا نام نہیں بلکہ علم نام ہے اس کا جس کی تابعداری خدا کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب وسنت اور جو صحابہ اور ائمہ سے پہنچا ہو وہ روایت سے ہی حاصل ہوتا ہے، نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے، مروی ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں۔ عالم باللہ، عالم بامر اللہ اور عالم باللہ و بامر اللہ، عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ و بامر اللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حدود و فرائض کو جانتا ہو، عالم باللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو لیکن حدود و فرائض کو نہ جانتا ہو۔ عالم بامر اللہ وہ ہے جو حدود و فرائض کو تو جانتا ہو لیکن دل اس کا خشیت خدا سے خالی ہو۔

(۴۴)

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَ لَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَ لَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ (فاطر: ۳۸-۳۹)

ترجمہ: "بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا، بیشک وہی جاننے والا ہے سینوں کی باتوں کا۔ وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا، سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کے لیے اُن کا کفران کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرمارہے ہیں کہ وہ تو آسمان وزمین کی ہر چیز کا عالم ہے، دلوں کے بھید، سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا وہ بدلہ دے گا۔ اس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جوں اپنے اپنے کفر میں بڑھتے ہیں، ڈوں خدا کی ناراضگی ان پر بڑھتی ہے اور ان کا نقصان اور زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی عمر جس قدر بڑھتی ہے نیکیاں بڑھتی ہیں اور درجے پاتا ہے اور خدا کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔

(۴۵)

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ (فاطر: ۴۱)

ترجمہ: "یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور اگر وہ ٹل جائیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ وہ حلیم غفور ہے۔"

تشریح: خدائے تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت وطاقت دیکھو کہ آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے۔ اِدھر اُدھر جنبش بھی تو نہیں کھا سکتا۔ آسمان کو مین پر گرنے سے خدا تعالیٰ روکے ہوئے ہے، یہ دونوں اس کے فرمان سے ٹھہرے ہوئے ہیں، اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے، روک سکے۔ نظام پر قائم رکھ سکے۔ اس حلیم وغفور خدا کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک کی نافرمانی، سرکشی، کفر وشرک دیکھتے ہوئے بھی بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے، ڈھیل اور مہلت دیے ہوئے ہے، گناہوں کو معاف فرماتا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس آیت کی تفسیر میں ایک حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ منبر پر بیان فرمایا کہ آپ کے دل میں خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ کبھی سوتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا، جس نے انہیں تین دن تک سونے نہ دیا۔ پھر اُن کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو یہ گریں نہیں، ٹوٹیں نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے، لیکن نیند کا غلبہ تھا، اونگھ آنے لگی، کچھ جھونکے تو ایسے آئے کہ آپ ہوشیار ہو گئے اور بوتل گرنے نہ دی۔ لیکن آخر نیند غالب آ گئی اور بوتلیں ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چورا چورا ہو گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ سونے والا دو بوتلیں نہیں تھام سکتا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو زمین و آسمان کی حفاظت اس سے کیسے ہوتی۔

(۴۶)

اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ (فاطر: ٤٤)

ترجمہ: "اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا؟ حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کو ہرا دے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ بڑے علم والا، بڑی قدرت والا ہے۔"

تشریح: حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے فرما دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں تو سہی کہ ان جیسے ان سے اگلے لوگوں کے کیسے عبرتناک انجام ہوئے۔ ان کی نعمتیں چھن گئیں، ان کے محلات اُجاڑ دیئے گئے، ان کی طاقت طاق ہو گئی، ان کے مال تباہ کر دیئے گئے، ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئیں۔ اللہ کے عذاب ان پر سے کسی طرح نہ ٹلے۔ آئی ہوئی مصیبت کو وہ نہ ہٹا سکے، نوچ لیے گئے، تباہ و برباد ہو گئے۔ کچھ کام نہ آیا۔ کوئی فائدہ کسی سے نہ پہنچا۔ اللہ کو کوئی ہرا نہیں سکتا۔ اُسے کوئی امر عاجز نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی ارادہ مراد سے جدا نہیں۔ اس کا کوئی حکم کسی سے ٹل نہیں سکتا وہ تمام کائنات کا عالم ہے وہ تمام کاموں پر قادر ہے۔ اگر وہ اپنے بندوں کے تمام گناہوں پر پکڑ کرتا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو جاتے۔ جانور اور رزق تک برباد ہو جاتے۔ جانوروں کو ان کے گھونسلوں اور بھٹوں میں بھی عذاب پہنچ جاتا، زمین پر کوئی جانور باقی نہ بچتا، لیکن اب ڈھیل دیئے ہوئے ہے، عذابوں کو مؤخر کیے ہوئے ہے۔

(۴۷)

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ (یٰسین:۳۱)

ترجمہ: ”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان کے پہلے بہت سی قوموں کو ہم نے غارت کر دیا کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا اور کیوں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف کیا۔ دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انہوں نے بے تامل جھٹلایا، اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی۔ وہ اگر یہاں تامل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت و برباد کر دیئے گئے، اُن کی بھوسی اُڑا دی گئی، ایک بھی تو ان میں سے نہ بچ سکا، نہ اُس دارِ آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔

(۴۸)

وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ (یٰسین ۳۳۔۳۶)

ترجمہ: ”اور ان کے لیے ایک نشانی (خشک) زمین ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور اس سے غلہ نکالا جس میں سے وہ کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں کھجوروں کے اور انگور کے باغات پیدا کر دیئے اور جن میں ہم نے چشمے بھی جاری کر دیئے ہیں۔ تا کہ لوگ اس کے پھل کھائیں اور اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، پھر کیوں شکر گزاری نہیں کرتے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہوں، خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ (چیزیں) ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر اور میری زبردست قدرت پر اور مُردوں کے جلانے پر ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مُردہ زمین جو بنجر خشک پڑی ہوتی ہے جس میں کوئی روئیدگی، تازگی، ہریاول اور گھاس وغیرہ نہیں ہوتی، میں اس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں اور وہ مُردہ زمین جی اٹھتی ہے، لہلہانے لگتی ہے، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اُگ جاتا ہے اور قسم قسم کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ ہم اس مُردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں قسم قسم کے اناج پیدا کر دیتے ہیں، بعض کو تم کھاتے

ہو، اور بعض تمہارے جانور کھاتے ہیں۔ ہم اس میں کھجوروں کے، انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں، نہریں جاری کر دیتے ہیں۔ جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب سرسبز و شاداب کرتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس لیے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے، کھیتوں اور باغات سے منافع حاصل کرے۔ اور حاجتیں پوری کرے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ کسی کے بس اور اختیار میں نہیں۔ تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ چیزیں نہیں، نہ تم میں ان کو اُگانے کی طاقت، نہ تم میں ان کو بچانے کی قدرت، نہ ان کو پکانے اور تیار کرنے کا تمہیں اختیار۔ صرف اللہ تعالیٰ کے یہ کام ہیں، اور اسی کی یہ مہربانی ہے، اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ یہ اس کی قدرت کے نمونے ہیں، پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکر گزاری نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل یہ کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا ہوا یہ پاتے ہیں۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت میں ہے پاک اور برتر اور تمام نقصانات سے بری وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین کی پیداوار کو اور خود تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور مختلف قسم کی مخلوق کے جوڑے بنائے ہیں جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(۴۹)

وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ (یسین: ۳۸۔۴۰)

ترجمہ: ”اور ان کے لیے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو کھینچ دیتے ہیں تو وہ یکا یک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں، اور سورج کے لیے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ ہے مقرر کردہ غالب، باعلم اللہ تعالیٰ کا۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی بیان ہو رہی ہے، اور وہ دن رات ہیں، جو اجالے اور اندھیرے والے ہیں اور برابر ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہے ہیں جیسے فرمایا ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ رات کو دن سے چھپاتا ہے، رات دن کو جلدی جلدی ڈھونڈتی آتی ہے۔ یہاں بھی فرمایا رات میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں، دن تو ختم ہوا اور رات آ گئی، اور چاروں طرف سے اندھیرا چھا گیا۔

پس ایک سورج ہی نہیں بلکہ کل مخلوق عرش کے نیچے ہی ہے اس لیے کہ عرش ساری مخلوق کے اوپر ہے، اور سب کو احاطہ کیے ہوئے ہے، اور وہ کرہ نہیں ہے جیسے کہ ہیئت داں کہتے ہیں۔ بلکہ وہ مثل قبے کے ہے جس کے پائے ہیں اور جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ انسانوں کے سروں کے اوپر، اوپر والے عالم میں ہے، بس جب کہ سورج فلکی قبے میں ٹھیک ظہر کے وقت ہوتا ہے، اس وقت وہ عرش سے بالکل قریب ہوتا ہے۔ پھر جب وہ گھوم کر چوتھے فلک میں اسی مقام کے بالمقابل آ جاتا ہے، یہ آدھی رات کا وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ عرش سے بہت دور ہو جاتا ہے، پس وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں سورج کے غروب ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عرش تلے جا کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کا مطلب پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واپس ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے، گویا اس سے کہا جاتا ہے کہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا، تو وہ اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے نکلتا ہے اور یہی اس کا مستقر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے ابتدائی فقرے کو پڑھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن قبول نہ کیا جائے اور اجازت مانگے لیکن اجازت نہ دی جائے بلکہ کہا جائے کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ پس وہ مغرب سے ہی طلوع کرے۔ یہی اس آیت کریمہ کے معنی ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہاء ہے، پوری بلندی جو گرمیوں میں ہوتی ہے اور پوری پستی جو جاڑوں میں ہوتی ہے یہ ایک قول ہوا، دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے لفظ مستقر سے اس کی چال کا خاتمہ ہے، قیامت کے دن اس کی حرکت باطل ہو جائے گی یہ بے نور ہو جائے گا، اور یہ عالم کل کا کل ختم ہو جائے گا یہ مستقر زمانی ہے، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ اپنے مستقر پر چلتا ہے یعنی اپنے وقت اور معیار پر جس سے تجاوز نہیں کر سکتا، جو اس کے راستے جاڑوں کے اور گرمیوں کے مقرر ہیں ان ہی راستوں سے آتا جاتا ہے۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قراءت میں ہے کہ اس کے لیے سکون و قرار نہیں بلکہ دن رات بحکم خدا گردش کرتا رہتا ہے نہ رکے نہ تھکے جیسے فرمایا ﴿دَآئِبَيْنِ﴾ یعنی اس نے تمہارے لیے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے جو نہ تھکیں نہ ٹھہریں، قیامت تک چلتے پھرتے ہی رہیں گے۔ یہ اندازہ اس خدا کا ہے جو غالب ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا، جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ علیم ہے ہر ہر حرکت و سکون کو جانتا ہے، اُس نے اپنی حکمت کاملہ سے اُس کی رفتار مقرر کی ہے جس میں نہ اختلاف واقع ہو سکے نہ اس کے برعکس ہو سکے۔

صبح کا نکالنے والا جس نے رات کو راحت کا وقت بنایا اور سورج چاند کو حساب سے مقرر کیا ہے یہ ہے اندازہ غالب ذی علم کا۔ پھر فرماتا ہے کہ چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں وہ ایک جداگانہ چال چلتا ہے جس سے مہینے معلوم ہو جائیں، جیسے سورج کی چال سے رات دن معلوم ہو جاتے تھے، جیسے فرمان ہے کہ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تو جواب دے کہ وقتوں اور حج کے موسم کو بتلانے کے لیے ہے اور آیت میں فرمایا اس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور دیا ہے اور اس کی منزلیں ٹھہرا دی ہیں تاکہ تم برسوں کو اور حساب کو معلوم کر لو۔ الخ۔ ایک آیت میں ہے کہ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا ہے، رات کی روشنی کو

ہم نے دھندلا کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تا کہ تم اس میں اپنے رب تعالیٰ کی نازل کردہ روزی کو تلاش کر سکو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو، پس سورج کی چمک دمک اس کے ساتھ مخصوص ہے اور چاند کی روشنی اسی میں ہے اس کی رفتار بھی مختلف ہے، سورج ہر دن طلوع وغروب ہو جاتا ہے اسی جوت کے ساتھ ہوتا ہے ہاں اس کے طلوع وغروب کی جگہیں جاڑے میں اور گرمی میں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے دن رات کی طوالت میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ سورج دن کا ستارہ ہے اور چاند رات کا ستارہ ہے، اس کی منزلیں مقرر ہیں، مہینے کی پہلی رات طلوع ہوتا ہے بہت چھوٹا ہوتا ہے، روشنی کم ہوتی ہے دوسری شب روشنی اس سے بڑھ جاتی ہے اور منزل بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ پھر جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے روشنی بڑھتی جاتی ہے گو اس کی نورانیت سورج سے ملی ہوئی ہوتی ہے آخر چودھویں رات کو چاند کامل ہو جاتا ہے اور اس کی چاندنی بھی کمال کی ہو جاتی ہے، پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح درجہ بدرجہ بتدریج گھٹتا ہوا مثل کھجور کے خوشے کی ٹہنی کے ہو جاتا ہے، جس پر تر کھجوریں لٹکتی ہوں اور وہ خشک ہو کر بل کھا گئی ہو۔ پھر اسے نئے سرے سے اللہ تعالیٰ دوسرے مہینے کی ابتداء میں ظاہر کرتا ہے۔

عرب میں چاند کی روشنی کے اعتبار سے مہینے کی راتوں کے نام رکھ لیے گئے ہیں، مثلاً پہلی تین راتوں کا نام "غرر" ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام "نفل" ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام "تسع" ہے اس لیے کہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے، اس کے بعد کی تین راتوں کا نام "عشر" ہے اس لیے کہ ان کا شروع دسویں سے ہے۔ ان کے بعد کی تین راتوں کا نام "بیض" ہے اس لیے کہ ان راتوں میں چاند کی روشنی آخر تک رہا کرتی ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام اُن کے ہاں "درع" ہے۔ ان کا یہ نام اس لیے رکھا کہ سولہویں کو چاند ذرا دیر سے طلوع ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک اندھیرا یعنی سیاہی رہتی ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کو "ظلم" کہتے ہیں۔ پھر تین کو "حناوس" پھر تین کو "دراری" پھر تین کو "محاق" اس لیے کہ اس میں چاند ختم ہو جاتا ہے اور مہینہ بھی ختم ہوتا ہے۔

سورج اور چاند کی حدیں اس نے مقرر کی ہیں ناممکن ہے کہ کوئی اپنی حد سے اِدھر یا اُدھر ہو جائے یا آگے پیچھے ہو جائے، اس کی باری کے وقت وہ گم ہے اس کی باری کے وقت یہ خاموش ہے۔ حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ چاند رات کو ہے۔ ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ہوا کے پَر ہیں اور چاند پانی کے غلاف تلے جگہ کرتا ہے۔ ابو صالح رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی روشنی اس کی روشنی کو پکڑ نہیں سکتی۔

عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رات کو سورج طلوع نہیں ہو سکتا نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے یعنی رات کے بعد ہی رات نہیں آ سکتی بلکہ درمیان میں دن آ جائے گا۔ پس سورج کی سلطنت دن کو ہے اور چاند کی بادشاہت رات کو ہے، رات اِدھر سے جاتی ہے اُدھر سے دن آتا ہے ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں لیکن نہ تصادم کا ڈر ہے نہ بے نظمی کا خطرہ ہے۔ نہ یہ کہ دن ہی دن چلا جائے رات نہ آئے نہ اس کے خلاف، ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے ہر ایک اپنے اپنے وقت پر غائب وحاضر ہوتا رہتا ہے۔ سب کے سب یعنی سورج، چاند، دن، رات، فلک آسمان میں تیر رہے ہیں اور گھومتے پھرتے ہیں۔ زید بن عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان فلک میں یہ سب آ جا رہے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں وہ فلک مثل چرخے کے تکلے کے ہے، بعض کہتے ہیں مثل چکی کے پاٹ کے لوہے کے۔

(۵۰)

وَ اٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ﴿۴۴﴾ (یسین: ۴۱۔۴۴)

ترجمہ: ”اوران کے لیے ایک نشانی (یہ بھی) ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اوران کے لیے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ڈبو دیتے پھر نہ تو کوئی ان کا فریادرس ہوتا نہ وہ بچائے جائیں لیکن ہم اپنی طرف سے رحمت کرتے ہیں اور ایک مدت تک کے لیے انہیں فائدے دے رہے ہیں۔“

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بتلا رہا ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمدورفت کررہی ہیں۔ سب سے پہلی کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی تھی جس پر سوار ہو کر وہ خود اور ان کے ساتھ ایماندار بندے نجات پا گئے تھے، باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا۔ ہم نے اس زمانے کے لوگوں کے آباء واجداد کو کشتی میں بٹھالیا تھا جو بالکل بھرپور تھی کیونکہ اس میں ضرورت کا کل اسباب بھی تھا اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں بٹھالیے تھے، ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا تھا، بڑا باوقار مضبوط اور بوجھل وہ جہاز تھا۔ یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر صادق آتی ہے اسی طرح کی خشکی کی سواریاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً اونٹ جو خشکی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کام دیتی ہے، اسی طرح دیگر چوپائے جانور بھی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کشتی نوح نمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بنتے چلے گئے۔

اس مطلب کی تائید آیت ﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً .... الخ﴾ سے بھی ہوتی ہے، یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کرلیا تاکہ اُسے تمہارے لیے ایک یادگار بنادیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ ہمارے اس احسان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو اُسی میں تمہیں ڈبو دیتے، کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی، کوئی نہ ہوتا جو اُس وقت تمہاری فریادرسی کرے نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچا سکے، لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ خشکی اور تری کے لمبے چوڑے سفر تم بآرام وراحت طے کر رہے ہو، اور ہم تمہیں اپنے ٹھہرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں۔

(۵۱)

وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ (یسین: ۷۴۔۷۵)

ترجمہ: ”اور وہ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بناتے ہیں تا کہ وہ مدد کیے جائیں (حالانکہ) ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں (لیکن) پھر بھی (مشرکین) ان کے لیے حاضر باش لشکری ہیں پس آپ کو ان کی بات غمناک نہ کرے، ہم ان کی پوشیدہ اور علانیہ سب باتوں کو (بخوبی) جانتے ہیں۔“

تشریح: مشرکین کے اس باطل عقیدے کی تردید ہو رہی ہے جو وہ سمجھتے تھے کہ جن جن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے یہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد و نصرت کریں گے۔ ان کی روزیوں میں برکت دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان کی مدد کرنے سے عاجز ہیں ان کی مدد تو کجا وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ بت تو اپنے دشمن کے نقصان سے بھی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔ کوئی آئے اور توڑ مروڑ کر بھی چلا جائے تو یہ اُس کا کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ بول چال پر بھی قادر نہیں، سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ بت قیامت کے دن جمع شدہ حساب کے وقت اپنے عابدوں کے سامنے لاچاری اور بے کسی کے ساتھ موجود ہوں گے تا کہ مشرکین کی پوری ذلت و خواری ہو اور ان پر حجت تمام ہو۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ بت تو ان کی کسی طرح کی امداد نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی یہ بے سمجھ مشرکین اُن کے سامنے اس طرح موجود رہتے ہیں، جیسے کوئی حاضر باش لشکر ہو وہ نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکیں، نہ کسی نقصان کو دفع کر سکیں، لیکن یہ ہیں کہ ان کے نام پر مرے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے خلاف آواز سننا نہیں چاہتے اور غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کفار کی باتوں سے آپ غمناک نہ ہوں۔ ہم پر ان کا ظاہر اور باطن روشن ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ گن گن کر ہم انہیں بدلے دیں گے۔

﴿۵۲﴾

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

(یسین: ۷۱۔۷۳)

ترجمہ: ”کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے چوپائے (بھی) پیدا کر دیئے جن کے یہ مالک ہو گئے ہیں اور ان مویشیوں کو ہم نے ان کا تابع فرمان بنا دیا ہے جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں، انہیں ان سے اور بھی بہت فائدے ہیں، اور پینے کی چیزیں۔ کیا پھر (بھی) یہ شکر ادا نہیں کریں گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے انعام واحسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اُس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کیے اور انسان کی ملکیت میں دے دیئے، ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی نکیل تھام لے، اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہے، سو اونٹوں کی ایک قطار ہو، ایک بچے

کے ہانکنے سے سیدھی چلتی رہتی ہے۔ اس ماتحتی کے علاوہ بعض پر لمبے لمبے مشقت والے سفر بآسانی جلدی جلدی طے ہوتے ہیں خود سوار ہوتے ہیں، اسباب لادتے ہیں، بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں۔ اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں۔ پھر صوف، اون، بالوں اور کھالوں وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دودھ پیتے ہیں اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کیے جاتے ہیں۔ کیا پھر ان کو نہ چاہیے کہ ان نعمتوں کے منعم، ان احسانوں کے محسن، ان چیزوں کے خالق، اُن کے حقیقی مالک کا شکر بجالائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں، اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں۔

۵۳

اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ (یسین: ۷۷۔۸۰)

ترجمہ: ”کیا انسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے، پھر یکا یک وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا اور اس نے ہمارے لیے مثال بیان کی اور اپنی (اصل) پیدائش کو بھول گیا، کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ آپ جواب دیجیے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اوّل مرتبہ پیدا کیا ہے، جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے، وہی جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم یکا یک آگ سلگاتے ہو۔“

تشریح: اُبی بن خلف ملعون ایک مرتبہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کھوکھلی سڑی گلی ہڈی لے کر آیا اور اس کو اپنی چٹکی میں ملتے ہوئے جب کہ اس کے ریزے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ حضور ﷺ سے کہنے لگا آپ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا پھر زندہ کر دے گا، پھر تیرا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔ جو شخص بھی دوسری زندگی کا منکر ہو اسے جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنی شروع پیدائش پر غور کریں۔ جس نے ایک حقیر و ذلیل قطرے سے انسان کو پیدا کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا، پھر اس کی قدرت پر حرف رکھنے کے کیا معنی؟ اس مضمون کو بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے جیسے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ اور ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ..... الخ﴾ وغیرہ۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس میں انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! کیا تو مجھے بھی عاجز کر سکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا۔ پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس وبل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں سے روک رکھنا شروع کر دیا۔ ہاں جب دم نرخرے میں اٹکا تو کہنے لگا کہ اب میں اپنا تمام مال راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ الغرض نطفے سے پیدا کیا ہوا انسان حجت بازیاں کرنے

لگا اور اپنا دوبارہ جی اٹھنا محال جاننے لگا۔ اس خدا تعالیٰ کی قدرت سے نظریں ہٹا لیں، جس نے آسمان وزمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ یہ اگر غور کرتا تو علاوہ اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشان عظیم پاتا۔ لیکن اس نے تو عقل کی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی۔ اس کے جواب میں کہہ دو کہ اوّل مرتبہ ان ہڈیوں کو جواب گلی سڑی ہیں جس نے پیدا کیا ہے وہ ہی دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب جانتا ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقبہ بن عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنایئے تو آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا پھر اسے سمندر میں بہا دینا۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اُس نے کہا تھا کہ میری راکھ ہوا کے رُخ اُڑا دینا۔ کچھ تو ہوا میں کچھ دریا میں بہا دینا۔ سمندر نے بحکم خدا تعالیٰ جو راکھ اس میں تھی اُس کو جمع کر دیا، اور اسی طرح ہوا نے بھی۔ پھر خدا تعالیٰ کے فرمان سے وہ کھڑا کر دیا گیا۔ الخ۔

پھر اپنی قدرت کے مشاہدہ کے لیے اور اس بات کی دلیل قائم کرنے کے لیے کہ خدا تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے مُردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے ہیئت کو وہ منقلب کر سکتا ہے، فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی سے میں نے درخت اُگائے جو سرسبز اور شاداب ہرے بھرے پھل والے ہوئے پھر وہ سوکھ گئے اور اُن لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی، کہاں وہ تری اور ٹھنڈک، کہاں یہ خشکی اور گرمی، بس مجھے کوئی چیز کرنی بھاری نہیں، تر کو خشک کرنا، خشک کو تر کرنا، زندہ کو مُردہ کرنا، اور مُردے کو جلا دینا سب میرے بس کی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مُراد اُس سے مَرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں۔ اُن کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقمق کی طرح آگ نکلتی ہے چنانچہ عرب میں ایک مشہور مثل ہے کہ لِكُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَاسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَالْعَفَارُ حکماء کا قول ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔

٥٤

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَآ أَمْرُهٗٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ (یسین: ۸۱-۸۳)

ترجمہ: ”جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں، بے شک قادر ہے اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا (بینا) ہے وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہوجا، وہ اسی وقت ہوجاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت بیان فرمارہا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اوران کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اور اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے جیسے فرمایا ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ یعنی آسمان وزمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے۔ یہاں بھی فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان وزمین کو پیدا کر دیا وہ کیا انسانوں جیسی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انہیں مار ڈالنے کے بعد پھر وہ انہیں جلا دے گا۔ جس نے ابتداءً پیدا کیا ہے، اُس پر اعادہ بہت آسان ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ .... الخ﴾ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس خدا تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بنا دیا اوران کی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھکا، تو کیا وہ مُردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے، وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا بینا اور رَتی رَتی سے واقف ہے۔ وہ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے اُس کا صرف حکم دے دینا کافی ہوتا ہے۔

مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کر دوں تم مجھ سے معافی طلب کرو، میرا وعدہ ہے کہ معاف کر دوں گا، تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں۔ میں جواد ہوں، میں ماجد ہوں، میں واجد ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں، کہہ دیتا ہوں کہ "ہو جا" وہ ہو جاتی ہے، ہر برائی سے اُسی حی وقیوم کی ذات پاک ہے۔ جو زمین وآسمان کا بادشاہ ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں ہیں وہ سب کا خالق ہے وہی اصلی حاکم ہے اُسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے اور وہی عادل منعم خدا تعالیٰ انہیں سزا و جزا دے گا۔

﴿۵۵﴾

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ۝ (الصافات: ۵-۶)

ترجمہ: "آسمانوں اور زمین اوران کے درمیان کی تمام چیزوں اور مشرقوں کا رب وہی ہے ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے آراستہ کیا۔"

تشریح: اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ تم سب کا معبود برحق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی آسمان وزمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک ومتصرف ہے، اُسی نے آسمان پر ستارے اور چاند سورج کو مسخر کر رکھا ہے۔ جو مشرق سے ظاہر ہوتے ہیں، مغرب میں غروب ہوتے ہیں۔ دوسری آیت میں ذکر کر بھی دیا ہے فرمان ہے ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ یعنی جاڑے اور گرمیوں کی طلوع و غروب کی جگہ کا رب تعالیٰ وہی ہے آسمانِ دنیا کو دیکھنے والی نگاہوں میں جو زینت دی گئی ہے اس کا بیان فرمایا۔ اس کے ستاروں کی، اس کے سورج کی روشنی زمین کو جگمگا دیتی ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا .... الخ﴾ ہم نے آسمانِ دنیا کو

زینت دی ستاروں کے ساتھ۔

(۵۶)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ یُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ؕ یَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾ (الزمر: ۵۔۶)

ترجمہ: "نہایت اچھی تدبیر سے اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے اور اس نے سورج چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ مدت تک چل رہا ہے۔ یقین مانو کہ وہی زبردست اور گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ اس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے، پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے (آٹھ نر و مادہ) اتارے وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک بناوٹ کے بعد دوسری بناوٹ پر بناتا ہے تین تین اندھیروں میں، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اسی کے لیے بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہک رہے ہو۔"

تشریح: ہر چیز کا خالق، سب کا مالک، سب پر حکمران اور سب پر قابض اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دن رات کا اُلٹ پھیر اُسی کے ہاتھ میں ہے اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے برابر مسلسل چلے آ رہے ہیں، نہ وہ آگے بڑھ سکے نہ وہ پیچھے رہ سکے۔ سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے، وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں۔ قیامت تک اس نظام میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ وہ عزت و عظمت والا، کبریائی اور رفعت والا ہے۔ گنہگاروں کا بخشنہار اور عاصیوں پر مہربان وہی ہے تم سب کو اس نے ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے پھر دیکھو کہ تم میں آپس میں کس قدر اختلاف ہے۔ رنگ و صورت اور آواز و بول چال اور زبان و بیان ہر ایک الگ الگ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب تعالیٰ ہے، جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے۔ اُسی سے اُس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔ اس نے تمہارے لیے آٹھ نر و مادہ چوپائے پیدا کیے جن کا بیان سورۂ مائدہ کی آیت ﴿مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ..... الخ﴾ میں ہے یعنی بھیڑ بکری، گائے، اونٹ۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے۔ جہاں تمہاری پیدائشیں ہوتی رہتی ہیں۔ پہلے نطفہ پھر خون بستہ، پھر لوتھڑا، پھر گوشت پوست، ہڈی، رگ، پٹھے، پھر روح۔ غور کرو کہ وہ کتنا اچھا خالق ہے۔ تین اندھیریوں میں تمہاری یہ طرح طرح کی تبدیلیوں کی پیدائش کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے۔ رحم کی اندھیری۔ اس کے

اوپر کی جھلی کی اندھیری، اور پیٹ کی اندھیری۔ یہ جس نے آسمان وزمین کو اور خود تم اور تمہارے اگلے پچھلوں کو پیدا کیا ہے، وہی رب تعالیٰ ہے، وہی سب کا مالک ہے، وہی سب میں متصرف ہے، وہی لائق عبادت ہے، اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ افسوس، نہ جانے تمہاری سمجھ اور عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت وبندگی کرنے لگے۔

(۵۷)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ (الزمر:۲۱)

ترجمہ: ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے، پھر اسی کے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ خشک ہوجاتی ہیں اور آپ انہیں زرد رنگ دیکھتے ہیں پھر انہیں ریزہ ریزہ کردیتا ہے، اس میں عقلمندوں کے لیے بہت زیادہ نصیحت ہے۔“

تشریح: زمین میں جو پانی ہے وہ درحقیقت آسمان سے اترا ہوا ہے، جیسے فرمان ہے کہ ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں یہ پانی زمین پی لیتی ہے۔ اور اندر ہی اندر وہ پھیل جاتا ہے، پس حسب حاجت کسی سوت سے اللہ تعالیٰ اُسے نکالتا ہے اور چشمے جاری ہوجاتے ہیں۔ جو پانی زمین کے میل سے کھاری ہوجاتا ہے وہ کھاری ہی رہتا ہے اسی طرح آسمانی پانی برف کی شکل میں پہاڑوں پر جم جاتا ہے جسے پہاڑ جذب کرلیتے ہیں اور پھر ان میں سے سوتیں بہہ نکلتی ہیں ان چشموں اور آبشاروں کا پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے جس سے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں، جو مختلف قسم کے رنگ وبو کی اور طرح طرح کے مزے اور شکل وصورت کی ہوتی ہیں۔ پھر آخری وقت میں ان کی جوانی بڑھاپے سے اور سبزی زردی سے بدل جاتی ہے پھر خشک ہوجاتی ہے اور کاٹ لی جاتی ہیں۔ کیا اس میں عقلمندوں کے لیے بصیرت ونصیحت نہیں؟ کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ اسی طرح دنیا ہے کہ آج جوان اور خوبصورت نظر آتی ہے، کل بڑھیا اور بدصورت ہوجاتی ہے۔ آج ایک شخص نوجوان طاقتور ہے کل وہی بوڑھا بدشکل اور کمزور نظر آتا ہے، پھر آخر موت کے پنجے میں پھنستا ہے۔ پس عقلمند انجام پر نظر رکھیں۔ بہتر وہ ہے جس کا انجام بہتر ہو۔

(۵۸)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ (الزمر:۳۸)

ترجمہ: ”اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، آپ ان سے کہیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے، توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔“

تشریح: اے نبی! یہ لوگ تجھے اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں، یہ ان کی جہالت وضلالت ہے اور خدا جسے گمراہ کردے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ جس طرح خدا کے راہ دکھائے ہوئے شخص کو کوئی بہکا نہیں سکتا اللہ تعالیٰ بلند جناب والا ہے۔ اس پر بھروسہ کرنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور اس کی طرف جھک جانے والا محروم نہیں رہتا۔ اس سے بڑھ کر عزت والا کوئی نہیں، اسی طرح اس سے بڑھ کر انتقام پر قادر بھی کوئی نہیں جو اس کے ساتھ کفر وشرک کرتے ہیں اس کے رسولوں سے لڑتے بھڑتے ہیں قطعاً وہ انہیں سخت سزائیں دے گا۔ مشرکین کی اور جہالت بیان ہو رہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ کو خالق کل ماننے کے پھر بھی ایسے معبودانِ باطلہ کی پرستش کرتے ہیں جو کسی نفع نقصان کے مالک نہیں جنہیں کسی امر کا کوئی اختیار نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھ تو اسے ہر وقت اپنے پاس پائے گا۔ آسانی کے وقت رب کی نعمتوں کا شکر گزار رہ سختی کے وقت وہ تجھے کام آئے گا۔ جب کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اسی سے مدد طلب کر یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ سب تجھے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور سب جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں جو اللہ نے مقدر میں نہ لکھا ہو تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے قلمیں اٹھا لی گئیں۔ یقین اور شکر کے ساتھ نیکیوں میں مشغول رہا کر۔ تکلیفوں میں صبر کرنے پر بڑی نیکیاں ملتی ہیں۔ مدد صبر کے ساتھ ہے۔ غم ورنج کے ساتھ ہی خوشی اور فراخی ہے۔ ہر سختی اپنے اندر آسانی کو لیے ہوئے ہے۔ (ابن ابی حاتم) تو کہہ دے کہ مجھے خدا بس ہے بھروسہ کرنے والے اسی کی پاک ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا تھا جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ اے ہود ہمارے خیال سے تو تمہیں ہمارے کسی معبود نے کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمہارے تمام معبودانِ باطلہ سے بیزار ہوں تم سب مل کر میرے ساتھ جو داؤ گھات تم سے ہو سکتے ہیں سب کر لو اور مجھے مطلق مہلت نہ دو۔ سنو میرا توکل میرے رب پر ہے۔ جو دراصل تم سب کا بھی رب ہے۔ روئے زمین پر جتنے چلنے پھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے۔

﴿۵۹﴾

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(سورۃ الزمر: ۴۲)

ترجمہ: ”اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: ہم ہر موجود میں جو چاہیں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ وفات کبریٰ جس میں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وفات صغریٰ جو نیند کے وقت ہوتی ہے ہمارے ہی قبضے میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ..... الخ﴾ یعنی وہ خدا جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے پھر تمہیں دن میں اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت پورا کر دیا جائے پھر تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا وہی اپنے سب بندوں پر غالب ہے وہی تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے تاوقتیکہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ تقصیر اور کمی نہیں کرتے۔ پس ان دونوں آیتوں میں بھی یہی ذکر ہوا ہے پہلے چھوٹی موت کو پھر بڑی موت کو بیان فرمایا۔ یہاں پہلے بڑی وفات کو پھر چھوٹی وفات کو ذکر کیا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ملأ اعلیٰ میں یہ روحیں جمع ہوتی ہیں بعض سلف کا قول ہے کہ مُردوں کی روحیں جب وہ مریں اور زندوں کی روحیں جب وہ سوئیں قبض کر لی جاتی ہیں اور دوسری روحیں مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دی جاتی ہیں یعنی مرنے کے وقت تک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مُردوں کی روحیں اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحیں واپس بھیج دیتا ہے، اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ غور و فکر کے جو عادی ہیں وہ اسی ایک بات میں قدرتِ خدا کے بہت سے دلائل پا لیتے ہیں۔

(٦٠)

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ (الزمر: ٤٦)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجیے! کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اُلجھ رہے ہیں۔“

تشریح: مشرکین کو توحید سے جو نفرت ہے اور شرک سے جو محبت ہے اسے بیان فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ فرماتا ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ واحد کو ہی پکار جو آسمان و زمین کا خالق ہے اور اس وقت اس نے انہیں پیدا کیا ہے جب کہ نہ یہ کچھ تھے نہ ان کا کوئی نمونہ تھا۔ وہ ظاہر و باطن چھپے کھلے کا عالم ہے۔ یہ لوگ جو جو اختلافات اپنے آپ میں کرتے تھے سب کا فیصلہ اس دن ہوگا جب یہ قبروں سے نکلیں گے اور میدانِ قیامت میں آئیں گے۔

(۶۱)

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۙ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ (الزمر:۶۲-۶۳)

ترجمہ: "اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک وہی ہے۔ جن جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارہ پانے والے ہیں۔"

تشریح: تمام جاندار اور بے جان چیزوں کا خالق مالک رب اور متصرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے قبضے میں اور اس کی تدبیر میں ہے۔ سب کا کارساز اور وکیل وہی ہے، تمام کاموں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ زمین و آسمان کی کنجیوں اور ان کے خزانوں کا وہی تنہا مالک ہے۔ حمد و ستائش کے قابل اور ہر چیز پر قادر وہی ہے۔ کفر و انکار کرنے والے بڑے ہی گھاٹے اور نقصان میں ہیں۔

(۶۲)

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ (الزمر:۶۷)

ترجمہ: "اور ان لوگوں نے جیسی قدر اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی، ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے، وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔"

تشریح: مشرکین نے دراصل اللہ تعالیٰ کی قدر و عظمت جانی ہی نہیں اسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگے۔ اس سے بڑھ کر عزت والا، اس سے زیادہ بادشاہت والا۔ اس سے بڑھ کر غلبہ اور قدرت والا کوئی نہیں۔ نہ کوئی اس کا ہمسر اور برابری کرنے والا ہے، یہ آیت کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہیں اگر قدر ہوتی تو اس کی باتوں کو غلط نہ جانتے۔ جو شخص خدا کو ہر چیز پر قادر مانے وہ ہے جس نے اللہ کی عظمت کی اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ خدا کی قدر کرنے والا نہیں۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم یہ لکھا پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور سب زمینوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ پھر فرمائے گا میں ہی سب کا مالک اور سچا بادشاہ ہوں۔ حضور ﷺ اس کی بات کی سچائی پر ہنس دیے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے مسوڑھے ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ

نے اسی آیت کی تلاوت کی، مسند کی حدیث بھی قریب اسی کے ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ ہنسے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اور روایت میں ہے کہ وہ اپنی انگلیوں پر بتاتا جاتا تھا پہلے اس نے کلمے کی انگلی دکھائی تھی۔ اس روایت میں چار انگلیوں کا ذکر ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کو قبض کرلے گا اور آسمان کو اپنی داہنی مٹھی میں لے لے گا پھر فرمائے گا میں ہوں بادشاہ کہاں ہیں زمین کے بادشاہ مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ زمینیں اس کی ایک انگلی پر ہوں گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے۔ پھر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک دن منبر پر اس آیت کی تلاوت کی اور آپ ﷺ اپنا ہاتھ ہلاتے جاتے تھے آگے پیچھے لا رہے تھے اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اپنی بزرگی آپ بیان فرمائے گا کہ میں جبار ہوں، میں متکبر ہوں، میں مالک ہوں، میں باعزت ہوں، میں کریم ہوں، آپ ﷺ اس کے اس بیان کے وقت اتنا ہل رہے تھے کہ ہمیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں منبر آپ ﷺ سمیت گر نہ پڑے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی پوری کیفیت دکھا دی کہ کس طرح حضور ﷺ نے اسے حکایت کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں۔ اپنی انگلیوں کو کبھی کھولے گا کبھی بند کرے گا اور آپ ﷺ اس وقت ہل رہے تھے یہاں تک کہ حضور ﷺ کے ہلنے سے سارا منبر ہلنے لگا اور مجھے یہ ڈر لگا کہ کہیں وہ حضور ﷺ کو گرا نہ دے، بزار کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور منبر ہلنے لگا پس آپ ﷺ تین مرتبہ آئے گئے۔

معجم کبیر طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے فرمایا میں آج تمہیں سورۂ زمر کی آخری آیتیں سناؤں گا، جسے ان سے رونا آ گیا وہ جنتی ہو گیا۔ اب آپ ﷺ نے اس آیت سے لے کر ختم سورۃ تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ بعض روئے اور بعض کو رونا نہ آیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے ہر چند رونا چاہا لیکن رونا نہ آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا میں پھر پڑھوں گا۔ جسے رونا نہ آئے وہ رونی شکل بنا کر بہ تکلف روئے، ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تین چیزیں اپنے بندوں سے چھپالی ہیں۔ اگر وہ انہیں دیکھ لیتے تو کوئی شخص کبھی کوئی بدی نہ کرتا۔

1. اگر میں پردہ ہٹا دیتا اور وہ مجھے دیکھ کر خوب یقین کر لیتے اور معلوم کر لیتے کہ میں اپنی مخلوق سے کیا کچھ کرتا ہوں جب کہ ان کے پاس آؤں اور آسمانوں کو اپنی مٹھی میں لے لوں۔ پھر زمین کو اپنی مٹھی میں لے لوں پھر کہوں میں بادشاہ ہوں میرے سوا ملک کا مالک کون ہے؟۔
2. پھر میں انہیں جنت دکھاؤں اور اس میں جو بھلائیاں ہیں سب ان کے سامنے کر دوں اور وہ یقین کے ساتھ خوب اچھی طرح دیکھ لیں۔
3. اور میں انہیں جہنم دکھا دوں اور اس کے عذابوں کا معائنہ کرا دوں یہاں تک کہ انہیں یقین آ جائے، لیکن میں نے قصداً یہ چیزیں پوشیدہ کر رکھی ہیں تا کہ میں جان لوں کہ وہ مجھے کس طرح جانتے ہیں۔ کیونکہ میں نے یہ سب باتیں بیان کر دی ہیں۔

(۶۳)

وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ (الزمر: ۷۵)

ترجمہ: ”اور تو فرشتوں کو اللہ کے عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا اور ان میں انصاف کا فیصلہ کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔“

تشریح: جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم کا فیصلہ سنا دیا اور انہیں ان کے ٹھکانے پہنچائے جانے کا حال بھی بیان کر دیا اور اس میں اپنے عدل و انصاف کا ثبوت بھی دے دیا تو اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے روز اس وقت تو دیکھے گا کہ فرشتے اللہ کے عرش کے چوطرف کھڑے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح بزرگی اور بڑائی بیان کر رہے ہوں گے ساری مخلوق میں عدل و حق کے ساتھ فیصلے ہو چکے ہوں گے اس سراسر عدل اور بالکل رحم والے فیصلوں پر کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کی ثنا خوانی کرنے لگے گا۔ اور جان دار اور بے جان چیز سے آواز اٹھے گی کہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ چونکہ اس وقت ہر تر و خشک اللہ کی حمد بیان کرے گی۔

(۶۴)

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَ مَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

(سورہ المؤمن: ۱۳)

ترجمہ: ”وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے۔ نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتے ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا کہ باری تعالیٰ ہم مُردہ تھے تو نے ہمیں زندہ کر دیا۔ پھر مار ڈالا پھر زندہ کر دیا۔ پس تو ہر اس چیز پر جسے تو چاہے قادر ہے ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ یقیناً ہم نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی، اب بچاؤ کی کوئی صورت بنا دے یعنی ہمیں دنیا کی طرف پھر لوٹا دے جو یقیناً تیرے بس میں ہے ہم وہاں جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف اعمال کریں گے۔ اب اگر ہم وہی کام کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ نہیں، اس لیے کہ اگر دوبارہ چلے بھی جاؤ گے تو پھر بھی وہی کرو گے جس سے منع کیے جاؤ گے، تم نے اپنے دل ہی ٹیڑھے کر لیے ہیں تم اب بھی حق کو قبول نہ کرو گے بلکہ اس کے خلاف ہی کرو گے۔ تمہاری تو یہ حالت تھی کہ جہاں خدائے واحد کا ذکر آیا اور تمہارے دل میں کفر سمایا، ہاں اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو تمہیں یقین و ایمان جاتا تھا۔ یہی حالت پھر تمہاری ہو جائے گی۔ دنیا میں اگر دوبارہ گئے دوبارہ یہی

کرو گے پس حاکم حقیقی جس کے حکم میں کوئی ظلم نہ ہو سراسر عدل و انصاف ہی ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے نہ دے جس پر چاہے رحم کرے جس پر چاہے عذاب کرے۔ اس کے حکم و عدل میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ خدا اپنی قدرتیں لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ زمین و آسمان میں اس کی توحید کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سب کا خالق، سب کا مالک سب کا پالنہار اور حفاظت کرنے والا وہی ہے۔ وہ آسمان سے روزی یعنی بارش نازل فرماتا ہے جس سے ہر قسم کے اناج کی کھیتیاں اور طرح طرح کے عجیب عجیب مزے کے مختلف رنگ روپ اور شکل و وضع کے میوے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں حالانکہ پانی ایک، زمین ایک۔ پس اس سے بھی اس کی شان ظاہر ہے سچ تو یہ ہے کہ عبرت نصیحت فکر و غور کی توفیق ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ کی طرف رغبت و رجوع کرنے والے ہوں۔

(۶۵)

اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ (المومن: ۲۱)

ترجمہ: "کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا نتیجہ کیسا کچھ ہوا؟ وہ باعتبار قوت و طاقت کے اور باعتبار زمین میں اپنی یادگاروں کے ان سے بہت زیادہ تھے، پس اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور کوئی نہ ہوا جو انہیں اللہ کے عذاب سے بچا لیتا۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! کیا تیری رسالت کے جھٹلانے والے کفار نے اپنے سے پہلے کے رسولوں کے جھٹلانے والے کفار کی حالتوں کا معائنہ اِدھر اُدھر چل پھر کر نہیں کیا؟ جو ان سے زیادہ قوی طاقتور اور جُثّہ دار تھے جن کے مکانات اور عالی شان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں جو ان سے زیادہ باتمکنت تھے، ان سے بڑی عمروں والے تھے، جب ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے عذابِ الٰہی ان پر آیا تو نہ تو کوئی اسے ہٹا سکا نہ کسی میں مقابلہ کی طاقت پائی گئی نہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نکلی۔ غضب الٰہی ان پر برس پڑنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح دلیلیں اور صاف روشن حجتیں لے کر آئے باوجود اس کے انہوں نے کفر کیا جس پر اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کفار کے لیے انہیں باعث عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری قوت والا، سخت پکڑ والا، شدید عذاب والا ہے۔

(۶۶)

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى

النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ (المؤمن: ۶۱-۶۵)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رات بنا دی کہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو دیکھنے والا بنا دیا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل وکرم والا ہے لیکن اکثر لوگ شکرگزاری نہیں کرتے، یہی اللہ ہے تم سب کا رب ہر چیز کا خالق اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کہاں تم پھرے جاتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بھی پھیرے جاتے رہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنا دیا۔ اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور تمہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کی عطا فرمائیں، یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، پس بہت ہی برکتوں والا اللہ ہے سارے جہان کا پرورش کرنے والا وہ زندہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتا ہے کہ اس نے رات کو سکون و راحت کی چیز بنائی اور دن کو روشن چمکیلا کیا تا کہ ہر شخص کو اپنے کام کاج میں سفر میں طلب معاش میں سہولت ہو اور دن بھر کا کسل اور تھکان رات کے سکون و آرام سے اتر جائے۔ مخلوق پر اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اور یہ راحت و آرام کے سامان مہیا کر دینے والا وہی اللہ واحد ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا اور کوئی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے پھر تم کیوں اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ جو خود مخلوق ہیں کسی چیز کو انہوں نے پیدا نہیں کیا بلکہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو وہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں ان سے پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بہکے اور بے دلیل و حجت غیر خدا کی عبادت کرنے لگے خواہش نفسانی کو سامنے رکھ کر دلائل خدا کی تکذیب کی اور جہالت کو آگے رکھ کر بہکتے بھٹکتے رہے اللہ تعالیٰ نے زمین تمہارے لئے قرارگاہ بنائی یعنی ٹھہری ہوئی اور فرش کی طرح بچھی ہوئی کہ اس پر تم اپنی زندگی گزارو چلو پھرو آؤ جاؤ۔ پہاڑوں کو اس میں گاڑ کر اسے ٹھہرا دیا کہ اب ہل جل نہیں سکتی۔ اس نے آسمان کو چھت بنایا جو ہر طرح محفوظ ہے۔ اسی نے تمہیں بہترین صورتوں میں پیدا کیا۔ ہر جوڑ ٹھیک ٹھاک اور نظر فریب بنایا۔ موزوں قامت مناسب اعضا سڈول بدن خوبصورت چہرہ عطا فرمایا۔ نفیس اور بہتر چیزیں کھانے پینے کو دیں۔ پیدا اس نے کیا، بسایا اس نے، کھلایا پلایا اس نے، پہنایا اوڑھایا اس نے۔ پس صحیح معنی میں خالق و رازق وہی رب العالمین ہے۔ جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا: یعنی لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا تا کہ تم بچو۔ اسی نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے

بارش نازل فرما کر اس کی وجہ سے زمین سے پھل نکال کر تمہیں روزیاں دیں پس تم باوجود ان باتوں کے جاننے کے اللہ کے شریک اوروں کو نہ بناؤ۔ یہاں بھی اپنی یہ صفتیں بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے اور سارے جہان کا رب بھی وہی ہے۔ وہ بابرکت ہے۔ وہ بلندی پاکیزگی برتری اور بزرگی والا ہے۔ وہ ازل سے ہے ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں وہی اول و آخر ظاہر و باطن ہے۔ اس کا کوئی وصف کسی دوسرے میں نہیں۔ اس کا نظیر و عدیل کوئی نہیں۔

(٦٧)

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ (المؤمن: ٦٧)

ترجمہ: ”وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پھر تمہیں بچہ کی صورت میں نکالتا ہے، پھر (تمہیں بڑھاتا ہے کہ) تم اپنی پوری قوت کو پہنچ جاؤ پھر بوڑھے ہو جاؤ۔ تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں، (وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے) تاکہ تم موت معین تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سوچ سمجھ لو۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر کسی کی عبادت سے اپنی مخلوق کو منع فرما چکا ہے اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں اس کی بہت بڑی دلیل اس کے بعد کی آیت ہے جس میں فرمایا کہ اسی وحدہ لاشریک لہ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کی پھٹکی سے پیدا کیا، اسی نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ ان تمام حالات کو وہی بدلتا رہا۔ پھر اسی نے بچپن سے جوانی تک تمہیں پہنچایا۔ وہی جوانی کے بعد بڑھاپے تک لے جائے گا یہ سب کام اسی ایک کے حکم تقدیر اور تدبیر سے ہوتے ہیں پھر کس قدر نامرادی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کی جائے۔ بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں یعنی کچے پنے میں ہی گر جاتے ہیں۔ حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض بچپن میں بعض جوانی میں بعض ادھیڑ عمر میں بڑھاپے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن پاک میں ہے یعنی ہم ماں کے پیٹ میں ٹھہراتے ہیں جب تک چاہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ تاکہ تم وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ اور تم سوچو سمجھو۔ یعنی اپنی حالتوں کے اس انقلاب سے تم ایمان لے آؤ کہ اس دنیا کے بعد بھی تمہیں نئی زندگی میں ایک روز کھڑا ہونا ہے۔ وہی جلانے مارنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی موت زیست پر قادر نہیں۔ اس کے کسی حکم کو کسی فیصلے کو کسی تقرر کو کسی ارادے کو کوئی توڑنے والا نہیں، جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے اور جو وہ نہ چاہے ناممکن ہے کہ وہ ہو جائے۔

(۶۸)

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ (المؤمن: ۷۹-۸۱)

ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کئے جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے اور بعض کو تم کھاتے ہو اور بھی تمہارے لئے ان میں بہت سے نفع ہیں اور تا کہ اپنے سینوں میں چھپی ہوئی حاجتوں کو انہی پر سواری کر کے تم حاصل کرلو اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر سوار کئے جاتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا جا رہا ہے، پس تم اللہ کی کن کن نشانیوں کے منکر بنتے رہو گے۔"

تشریح: یعنی اونٹ گائے بکری اللہ تعالیٰ نے انسان کے طرح طرح کے نفع کے لیے پیدا کئے ہیں سواریوں کے کام آتے ہیں، کھائے جاتے ہیں۔ اونٹ سواری کا کام بھی دے دودھ بھی دے بوجھ بھی ڈھوئے اور دور دراز کے سفر بآسانی طے کرا دے۔ گائے کا گوشت کھانے کے کام بھی آئے دودھ بھی دے ہل بھی جتے بکری کا گوشت بھی کھایا جائے اور دودھ بھی پیا جائے پھر ان سب کے بال بیسیوں کاموں میں آئیں جیسے کہ سورۂ انعام سورۂ نحل وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے یہاں بھی یہ منافع بطور انعام گنوائے جا رہے ہیں۔ دنیا جہاں میں اور اس کے گوشے گوشے میں اور کائنات کے ذرے ذرے میں اور خود تمہاری جانوں میں اس اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنی میں انکاری نہیں ہو سکتا۔

(۶۹)

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ (المؤمن: ۸۲)

ترجمہ: "کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلوں کا انجام نہیں دیکھا؟ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے قوت میں سخت اور زمین میں بہت ساری یادگاریں چھوڑی تھیں، ان کے کاموں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ ان اگلے لوگوں کی خبر دے رہا ہے جو رسولوں کو اس سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ساتھ ہی بتلاتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا کچھ انہوں نے بھگتا۔ باوجودیکہ وہ قوی تھے، زیادہ تھے، زمین میں نشانات عمارتیں وغیرہ بھی زیادہ رکھنے والے تھے اور بڑے مالدار تھے، لیکن کوئی چیز ان کے کام نہ آئی کسی نے اللہ کے عذاب کو دفع کیا نہ کم کیا نہ ہٹایا نہ ٹالا۔ یہ تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل۔

⑦⓪

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ؀

(سورۂ حٰم سجدہ: ۴۷)

ترجمہ: "قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو جو پھل اپنے شگوفوں میں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو بچے وہ جنتی ہے سب کا علم اسے ہے اور جس دن اللہ تعالیٰ ان (مشرکوں) کو بلا کر دریافت فرمائے گا میرے شریک کہاں ہیں، وہ جواب دیں گے کہ ہم نے تو تجھے کہہ سنایا کہ ہم میں سے تو کوئی اس کا گواہ نہیں۔"

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اس کے سوا کسی اور کو نہیں۔ تمام انسانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سب فرشتوں کے سرداروں میں سے ایک سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قیامت کے آنے کا وقت پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ جس سے پوچھا جاتا ہے وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں، مطلب یہی ہے کہ قیامت کے وقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر چیز کو اس اللہ تعالیٰ کا علم گھیرے ہوئے ہے، یہاں تک کہ جو پھل شگوفہ کھلا کر نکلے جس عورت کو حمل رہے جو بچہ اسے ہو سب اس کے علم میں ہے زمین و آسمان کا ایک ذرہ اس کے وسیع علم سے باہر نہیں اور آیت میں ہے یعنی جو پتہ جھڑتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ ہر مادہ کو جو حمل رہتا ہے اور رحم جو کچھ گھٹاتے بڑھاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کے پاس ہر چیز کا اندازہ ہے۔ عمریں جو گھٹیں بڑھیں وہ بھی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ ایسا کوئی کام نہیں جو اللہ تعالیٰ پر مشکل ہو قیامت کے دن مشرکوں سے تمام مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ جنہیں تم میرے ساتھ پرستش میں شریک کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم تو تجھے معلوم کرا چکے کہ آج تو ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقرار نہ کرے گا کہ کوئی تیرا شریک بھی ہے۔ آج ان کے معبودانِ باطل سب گم ہو جائیں گے۔ کوئی نظر نہ آئے گا جو انہیں نفع پہنچا سکے اور یہ خود جان لیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے چھٹکارے کی صورت نہیں۔

⑦①

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ؀ (حٰم سجدہ: ۵۳)

ترجمہ: "عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے، کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف آگاہ ہونا کافی نہیں۔"

تشریح: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت کی نشانیاں اور حجتیں انہیں ان کے گردونواح میں دنیا کے چوطرف دکھادیں گے۔ اسلامیوں کو فتوحات ہوں گی۔ وہ سلطان بنیں گے۔ تمام اور دینوں پر اس دین کو غلبہ ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان کی اپنی جانوں میں ہوں گی کہ یہ لوگ تعداد میں اور شان وشوکت میں بہت زیادہ ہوں گے پھر بھی مٹھی بھر اہل حق انہیں زیر وزبر کر دیں گے اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حکمت الٰہی کی ہزار ہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں۔ اس کی صنعت بناوٹ اس کی ترکیب وجبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ وروپ وغیرہ اس کے خالق وصانع کی بہترین یادگاریں ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں اس کا ہیر پھیر کبھی کوئی حالت بچپن جوانی بڑھاپا بیماری تندرستی تنگی فراخی رنج و راحت وغیرہ اوصاف جو اس پر طاری ہوتے ہیں، الغرض یہ بیروی اور اندرونی آیات قدرت اس قدر ہیں کہ انسان اللہ کی باتوں کی حقانیت کے ماننے پر مجبور ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی گواہی بس ہے اور بالکل کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال وافعال سے واقف ہے۔

(۷۲)

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (شوریٰ:۴)

ترجمہ: "آسمانوں کی (تمام) چیزیں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے وہ برتر اور عظیم الشان ہے۔"

تشریح: پھر فرماتا ہے کہ زمین وآسمان کی تمام مخلوق اس کی غلام ہے اس کی ملکیت ہے۔ اس کے دباؤ تلے اور اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے۔ وہ بلندیوں والا اور بڑائیوں والا ہے۔ وہ بہت بڑا اور بہت بلند ہے۔ وہ اونچائی والا اور کبریائی والا ہے۔ اس کی عظمت و جلالت کا یہ حال ہے کہ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں فرشتے اس کی عظمت سے کپکپائے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے مغفرت تلاش کرتے رہتے ہیں جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ..... الخ﴾ یعنی حاملان عرش اور اس قرب وجوار کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہتے ہیں اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ کہ اے ہمارے رب! تو نے اپنی رحمت وعلم سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرے راستے کے تابع ہیں۔ انہیں عذاب جہنم سے بھی بچالے۔ پھر فرمایا کہ جان لو اللہ غفور ورحیم ہے۔

(۷۳)

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑫ (الشوریٰ:۱۱۔۱۲)

ترجمہ: ”وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس کے جوڑے بنادیئے ہیں اور چوپایوں کے جوڑے بنائے ہیں تمہیں وہ اس میں پھیلا رہا ہے اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے، آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ہیں جس کی چاہے روزی کشادہ کردے اور تنگ کردے یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

تشریح: پھر فرماتا ہے کہ وہ اللہ جو ہر چیز پر حاکم ہے وہی میرا رب ہے، میرا توکل اسی پر ہے اور اپنے تمام کام اسی پر سونپتا ہوں اور ہر وقت اسی کی جانب رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی کل مخلوق کا خالق ہے۔ اس کا احسان دیکھو کہ اس نے تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنادیئے یعنی مرد و عورت اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے جو آٹھ ہیں۔ وہ اسی پیدائش میں تمہیں پیدا کرتا ہے یعنی اسی صفت پر یعنی جوڑ جوڑ پیدا کرتا جا رہا ہے۔ نسلیں کی نسلیں پھیلا دیں۔ قرنوں گزر گئے اور سلسلہ اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ ادھر انسانوں کا ادھر جانوروں کا۔ بغوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں مراد رحم میں پیدا کرنا ہے بعض کہتے ہیں پیٹ میں۔ بعض کہتے ہیں اسی طریق پر پھیلاتا ہے۔

حضرت مجاہد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں نسلیں پھیلانی مراد ہیں، حق یہ ہے کہ خالق جیسا اور کوئی نہیں وہ فرد و صمد ہے وہ بے نظیر ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ آسمان و زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ سارے عالم کا متصرف مالک حاکم وہی یکتا لاشریک ہے جسے چاہے کشادہ روزی دے۔ جس پر چاہے تنگی کردے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ کسی حالت میں وہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

(۴۴)

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ㉘ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ㉙ (الشوریٰ:۲۸۔۲۹)

ترجمہ: ”اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے۔ اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے وہی ہے کارساز اور قابل حمد و ثنا اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور ان میں جانداروں کا پھیلانا ہے۔ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ جب چاہے انہیں جمع کردے۔“

تشریح: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ لوگ باران رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں ایسی پوری حاجت اور سخت مصیبت کے وقت میں بارش برساتا ہوں، ان کی ناامیدی اور خشک سالی کٹ جاتی ہے اور عام طور پر میری رحمت پھیل جاتی ہے۔ امیر المومنین

خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص کہتا ہے امیر المومنین قحط سالی ہوگئی اور اب تو لوگ بارش سے بالکل مایوس ہو گئے تو آپ نے فرمایا جاؤ اب بارش ان شاء اللہ ضرور ہوگی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کی وہ ولی وحمید ہے یعنی مخلوقات کے تصرفات اسی کے قبضہ میں ہیں اس کے کام قابل ستائش وتعریف ہیں مخلوق کے بھلے کو وہ جانتا ہے اور ان کے نفع کا اسے علم ہے اس کے کام نفع سے خالی نہیں، اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت اور سلطنت کا بیان ہو رہا ہے کہ آسمان وزمین اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور ان میں کی ساری مخلوق بھی اسی کی رچائی ہوئی ہے۔ فرشتے، انسان، جنات اور مختلف قسموں کے حیوانات جو کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا جب کہ ان کے حواس اُڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں عدل وانصاف کیا جائے گا۔

۷۵

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ (الشوریٰ:۳۲-۳۳)

ترجمہ: ”اور دریا میں چلنے والی پہاڑوں جیسی کشتیاں اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ہوا بند کر دے اور یہ کشتیاں سمندروں میں رکی رہ جائیں یقیناً ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں۔“

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کے نشان اپنی مخلوق کے سامنے رکھتا ہے کہ اس نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ کشتیاں برابر آئیں جائیں۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندروں میں ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے زمین میں اونچے پہاڑ۔ ان کشتیوں کو اِدھر سے اُدھر لے جانے والی ہوائیں اس کے قبضہ میں ہیں اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے۔ پھر تو بادبان بیکار ہو جائیں اور کشتی رک کر کھڑی ہو جائے ہر ایک وہ شخص جو سختیوں میں صبر کا اور آسانیوں میں شکر کا عادی ہو اس کے لیے تو بڑی عبرت کی جا ہے۔ وہ رب تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کر دے۔ ابھی تو وہ بہت سے گناہوں سے درگزر فرما لیتا ہے اور اگر سب گناہوں پر پکڑے تو جو بھی کشتی میں بیٹھے سیدھا سمندر میں ڈوبے۔ لیکن اس کی بے پایاں رحمت ان کو اس پار سے اس پار کر دیتی ہے۔ علماء تفسیر نے یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسی ہوا کو ناموافق کر دے، تیز وتند آندھی چلا دے جو کشتی کو سیدھی راہ چلنے ہی نہ دے۔ اِدھر سے اُدھر کر دے سنبھالے نہ سنبھل سکے۔ جہاں جانا ہے اس طرف جا ہی نہ سکے اور یونہی سرگشتہ وحیران ہو ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں۔ الغرض اگر بند کر دے تو کھڑے کھڑے ناکام رہیں اگر تیز کر دے تو ناکامی لیکن یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں چلاتا ہے اور لمبے لمبے سفر ان کشتیوں کے ذریعہ بنی آدم طے کرتا ہے اور اپنے مقصد کو پا لیتا ہے۔ یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے خشک سالی رہے دنیا تباہ ہو جائے اگر بہت ہی برسا دے تو تر سالی کوئی چیز پیدا نہ ہونے دے۔ اور دنیا ہلاک ہو جائے ساتھ ہی بارش کی کثرت

طغیانی کا مکانوں کے گرنے کا اور پوری بربادی کا سبب بن جائے۔ یہاں تک کہ رب تعالیٰ کی مہربانی سے جن شہروں میں اور جن زمینوں میں زیادہ بارش کی ضرورت ہے وہاں کثرت سے بارش برساتا ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہے وہاں کمی سے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری نشانیوں میں جھگڑنے والے ایسے موقعوں پر تو مان لیتے ہیں کہ وہ ہماری قدرت سے باہر نہیں ہم اگر انتقام لینا چاہیں ہم اگر عذاب کرنا چاہیں تو چھوٹ نہیں سکتے۔ سب ہماری قدرت اور مشیت تلے ہیں۔

⑦⑥

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ یَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾

(الشوریٰ: ۴۹۔۵۰)

ترجمہ: ”آسمانوں کی اور زمین کی سلطنت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جسے چاہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔“

تشریح: فرماتا ہے کہ خالق مالک اور متصرف زمین و آسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا جسے چاہے دے جسے چاہے پیدا کرے اور بنائے جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ السلام اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرماتا ہے جیسے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جسے چاہے لاولد رکھتا ہے جیسے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ پس یہ چار قسمیں ہوئیں لڑکیوں والے لڑکوں والے، دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ، وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے، قادر ہے جس طرح کا چاہے تفاوت رکھتا ہے، پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الٰہی کے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشان بنائیں۔ یعنی دلیل قدرت بنائیں اور دکھائیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا، حضرت آدم علیہ السلام صرف مٹی سے ہوئے نہ ماں نہ باپ، حضرت حوا علیہا السلام صرف مرد سے پیدا ہوئیں۔ باقی کل انسان مرد و عورت دونوں سے سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کئے گئے۔ پس آپ علیہ السلام کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں پوری ہوگئیں۔ پس یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا اور وہ مقام اولاد کے بارے میں اس کی بھی چار قسمیں اور اس کی بھی چار قسمیں سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کی نشانی۔

⑦⑦

وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۙ﴿۹﴾ الَّذِیْ

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ (الزخرف: ۹۔۱۴)

ترجمہ: ''اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا انہیں غالب و دانا (اللہ) نے ہی پیدا کیا ہے، وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش (بچھونا) بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے کر دیئے تاکہ تم راہ پا لیا کرو۔ اسی نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی نازل فرمایا، پس ہم نے اس سے مُردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں بنائیں اور چوپائے جانور (پیدا کئے) جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر سوار ہوا کرو پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو جب اس پر ٹھیک ٹھاک بیٹھ جاؤ، اور کہو پاک ذات ہے اس کی جس نے اسے ہمارے بس میں کر دیا۔ حالانکہ ہمیں اسے قابو کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اور بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر تم ان مشرکین سے دریافت کرو تو یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اس کی وحدانیت کو جانتے اور مانتے اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں جس نے زمین کو فرش اور قرار گاہ، ٹھہری ہوئی اور ثابت و مضبوط بنایا جس پر تم چلو پھرو رہو سہو اٹھو بیٹھو سوؤ جاگو۔ حالانکہ یہ زمین خود پانی پر ہے۔ لیکن مضبوط پہاڑوں کے ساتھ اسے ہلنے جلنے سے روک دیا گیا ہے اور اس میں راستے بنا دیئے ہیں تاکہ تم ایک شہر سے دوسرے شہر کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچ سکو۔ اسی نے آسمان سے ایسے انداز سے بارش برسائی جو کفایت ہو جائے کھیتیاں اور باغات سرسبز رہیں پھلیں پھولیں اور پانی تمہارے اور تمہارے جانوروں کے پینے میں بھی آئے۔ پھر اس سے مُردہ زمین زندہ کر دی خشکی تری سے تبدیل ہوگئی، جنگل لہلہا اٹھے پھل پھول اُگنے لگے اور طرح طرح کے خوشگوار میوے پیدا ہو گئے پھر اسے دلیل بنائی مُردہ انسانوں کے جی اٹھنے کی اور فرمایا اسی طرح تم قبروں سے نکالے جاؤ گے اس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے۔ مختلف قسم کے حیوانات تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے کشتیاں سمندروں کے سفر کو، چوپائے جانور خشکی کے سفر کو مہیا کر دیئے ان میں سے بہت سے جانوروں کے گوشت تم کھاتے ہو بہت سے تمہیں دودھ دیتے ہیں، بہت سے تمہاری سواریوں میں کام آتے ہیں، تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں۔ تم ان پر سواریاں لیتے ہو اور خوب مزے سے ان پر سوار ہوتے ہو، اب تمہیں چاہیے کہ جم کر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے اور یوں کہو کہ، وہ اللہ تعالیٰ پاک ذات والا ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا، اگر وہ اسے ہمارا مطیع نہ کرتا تو ہم اس قابل نہ تھے نہ ہم میں اتنی طاقت تھی، اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی

طرف جانے والے ہیں، اس آمد ورفت سے اور اس مختصر سفر سے سفر آخرت یاد کرو۔ جیسے کہ دنیا کے توشے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے توشے کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا توشہ لے لیا کرو لیکن بہترین توشہ آخرت کا توشہ ہے اور دنیوی لباس کے ذکر کے موقع پر اخروی لباس پر متوجہ کیا اور فرمایا لباس وتقویٰ افضل و بہتر ہے۔

﴿۷۸﴾

وَ هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ (زخرف: ۸۴-۸۷)

ترجمہ: "وہی آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی وہی قابل عبادت ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور پورے علم والا ہے۔ اور وہ بہت برکتوں والا ہے۔ جس کے پاس آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی بادشاہت ہے۔ اور قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے اور اسی کی جانب تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں (مستحق شفاعت وہ ہیں) جو بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو۔ اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔"

تشریح: پھر ذات حق کی بزرگی اور عظمت وجلال کا مزید بیان ہوتا ہے کہ زمین وآسمان کی تمام مخلوقات اس کی عابد ہے اس کے سامنے پست اور عاجز ہے۔ وہ حکیم وعلیم ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ وہی ہے۔ ہر پوشیدگی اور ظاہر کو اور تمہارے ہر ہر عمل کو جانتا ہے۔ وہ سب کا خالق و مالک سب کا رچانے اور بنانے والا سب پر حکومت اور سلطنت رکھنے والا بڑی برکتوں والا ہے۔ وہ تمام عیبوں سے کل نقصانات سے پاک ہے۔ وہ سب کا مالک ہے بلندیوں اور عظمتوں والا ہے، کوئی نہیں جو اس کا حکم ٹال سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی بدل سکے ہر ایک پر قابض وہی ہے۔ ہر ایک کام اس کی قدرت کے ماتحت ہے قیامت کے آنے کے وقت کو وہی جانتا ہے۔ اس کے سوا کسی کو اس کے آنے کا ٹھیک وقت معلوم نہیں ساری مخلوق اسی کی طرف لوٹائی جائے گی وہ ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا بدلہ دے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کفار کے معبودان باطلہ جنہیں یہ اپنا سفارشی خیال کئے بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی بھی سفارش کے لیے آگے بڑھ نہیں سکتا، کسی کی شفاعت انہیں کام نہ آئے گی لیکن جو شخص حق کا اقراری اور شاہد ہو اور وہ خود بھی بصیرت وبصارت پر یعنی علم ومعرفت والا ہو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت کارآمد ہوگی۔ ان سے اگر تو پوچھے کہ ان کا خالق کون ہے؟ تو یہ اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ افسوس کہ خالق اسی ایک کو مان کر پھر عبادت دوسروں کی بھی کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے قدرت ہیں اور کبھی اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے کہ جب پیدا اسی ایک نے کیا تو ہم دوسرے کی عبادت

کیوں کریں؟ جہالت وغباوت کند ذہنی اور بے وقوفی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ایسی سیدھی سی بات مرتے دم سمجھ میں نہ آئی، بلکہ سمجھانے سے بھی نہ سمجھے اسی لئے تعجباً ارشاد ہوا کہ اتنا مانتے ہوئے پھر کیوں اوندھے ہوئے جاتے ہو۔

(۷۹)

اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ؕ﴿۳﴾ وَ فِیْ خَلْقِکُمْ وَ مَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّہَارِ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْہَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ (جاثیہ: ۳-۶)

ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین میں ایمان داروں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری پیدائش میں اور ان جانوروں کے پھیلانے میں یقین رکھنے والی قوم کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ روزی اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل فرما کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ (اس میں) اور ہواؤں کے بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں ہیں۔ یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم آپ کو راستی سے سنا رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کریں۔ اللہ کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں پھر ان کا شکر بجالائیں۔ دیکھیں کہ اللہ کتنی بڑی قدرتوں والا ہے۔ جس نے آسمان وزمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ فرشتے، جن، انسان، چوپائے، پرند، جنگلی جانور، درند، کیڑے پتنگے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سمندر کی بیشمار مخلوق کا خالق بھی وہی ایک ہے دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے پیچھے وہی لا رہا ہے۔ رات کا اندھیرا دن کا اجالا اسی کے قبضے کی چیزیں ہیں۔ حاجت کے وقت اندازے کے مطابق بادلوں سے پانی وہی برساتا ہے۔ رزق سے مراد بارش ہے اس لئے کہ اسی سے کھانے کی چیزیں اگتی ہیں۔ خشک بنجر زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگاتی ہے۔ شمالی جنوبی پروا پچھوا تر وخشک کم وبیش رات اور دن کی ہوائیں وہی چلاتا ہے۔

بعض ہوائیں بارش کو لاتی ہیں۔ بعض بادلوں کو پانی والا کر دیتی ہیں۔ بعض روح کی غذا بنتی ہیں۔ اور ان کے سوا اور کاموں کے لیے چلتی ہیں۔ پہلے فرمایا کہ اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں، پھر یقین والوں کے لیے فرمایا، پھر عقل والوں کے لیے فرمایا، یہ ایک عزت والے حال سے دوسرے عزت والے حال کی طرف ترقی کرنا ہے۔ اسی کے مثل سورہ بقرہ کی آیت ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ...... الخ﴾ ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک طویل اثر وارد کیا ہے اس میں انسان کو چار قسم کے اخلاط سے پیدا کرنا بھی ہے، مطلب یہ ہے کہ قرآن جو حق کی طرف سے نہایت صفائی اور وضاحت سے نازل ہے۔ اس کی آیتیں تجھ پر تلاوت کی جارہی ہیں جسے یہ سن رہے ہیں اور پھر بھی نہ ایمان لاتے ہیں، نہ عمل کرتے ہیں، تو پھر آخر ایمان کس چیز پر لائیں گے۔

(۸۰)

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ (جاثیہ:۱۲-۱۳)

ترجمہ: "اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے دریا کو تابع بنا دیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر بجالاؤ اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کر دیا ہے جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بیان فرما رہا ہے کہ اسی کے حکم سے سمندر میں اپنی مرضی کے مطابق سفر طے کرتے ہو بڑی بڑی کشتیاں مال سے اور سواری سے لدی ہوئی اِدھر سے اُدھر لے جاتے ہو۔ تجارتیں اور کمائی کرتے ہو۔ یہ اس لیے بھی ہے کہ شکر خدا بجالاؤ، نفع حاصل کر کے رب کا احسان مانو۔ پھر اس نے آسمان کی چیز جیسے سورج، چاند، ستارے اور زمین کی چیز جیسے پہاڑ نہریں اور تمہارے فائدے کی بیشمار چیزیں تمہارے لیے مسخر کر دیں۔ یہ سب اس کا فضل احسان انعام و اکرام ہے اور اسی ایک کی طرف سے ہے۔ جیسے ارشاد ہے: یعنی تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔ اور اب بھی تم سختی کے وقت اس کی طرف گڑگڑاتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہے اور یہ نام اس میں نام ہے اس کے ناموں میں سے۔ پس یہ سب اسی کی جانب سے ہے۔ کوئی نہیں جو اس سے چھینا جھپٹی یا جھگڑا کر سکے۔ ہر ایک اس یقین پر ہے کہ وہ اسی طرح ہے۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا کہ مخلوق کس چیز سے بنائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا نور سے اور آگ سے اور اندھیرے سے اور مٹی سے، اور کہا جاؤ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اگر دیکھو تو ان سے بھی دریافت کر لو۔ اس نے آپ سے بھی پوچھا۔ یہی جواب پایا۔ پھر فرمایا واپس ان کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ سب کس چیز سے پیدا کئے گئے وہ لوٹا اور سوال کیا تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ غور و فکر رکھنے والوں کے لیے اس میں بھی بہت نشانیاں ہیں۔

(۸۱)

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۷﴾ (جاثیہ:۳۶-۳۷)

ترجمہ: "پس اللہ کی تعریف ہے جو آسمانوں اور زمین اور تمام جہان کا پالنہار ہے۔ تمام (بزرگی اور) بڑائی آسمانوں اور زمین میں اسی کی ہے اور وہی غالب اور حکمت والا ہے۔"

تشریح: اب ارشاد فرماتا ہے کہ تمام حمد زمین وآسمان، اور ہر چیز کے مالک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو کل جہان کا پالنہار ہے۔ اسی کی کبریائی یعنی سلطنت اور بڑائی آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ بڑی عظمت و بزرگی والا ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے۔ ہر ایک اس کا محتاج ہے۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے عظمت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے لینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کروں گا یعنی بڑائی اور تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ وہ عزیز ہے یعنی غالب ہے۔ جو کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہونے کا کوئی نہیں جو اس پر روک ٹوک کر سکے اس کے سامنے پڑ سکے وہ حکیم ہے اس کا کوئی قول کوئی فعل اس کی شریعت کا کوئی مسئلہ اس کی لکھی ہوئی تقدیر کا کوئی حرف حکمت سے خالی نہیں وہ بلندی اور برتری والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی مسجود۔

(۸۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۔۳)

ترجمہ: "تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ (غیر اللہ کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا اور (دوسرا) معین وقت خاص اللہ ہی کے نزدیک ہے۔ پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔ اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتا ہے اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریمہ کی مدح فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ گویا کہ بندوں کو حمد کرنا سکھلا رہا ہے۔ دن میں نور کو اور رات میں تاریکی کو اپنے بندوں کے لیے ایک منفعت قرار دیتا ہے۔ یہاں لفظ نور کو واحد لایا گیا ہے اور ظلمات کو جمع لایا گیا ہے کیونکہ اشرف چیز کو واحد ہی لاتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿عَنِ الْیَمِیْنِ وَ الشَّمَآئِلِ﴾ اور ﴿اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ یہاں بھی یمین واحد ہے اور شمائل جمع ہے اور اپنے راستے کو لفظ سبیل کہہ کر واحد لایا ہے اور غلط راستوں کو سُبُل کہہ کر جمع لایا ہے۔ غرض یہ کہ باوجود اس کے بعض بندے کفر کرتے ہیں اور اس کے لیے شریک وعدیل قرار دیتے ہیں۔ اس کے بیوی اور بچے بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے منزہ ہے۔ پھر فرماتا ہے

اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے تھے اور مٹی ہی نے ان کے گوشت پوست کی شکل اختیار کی۔ پھر ان ہی سے لوگ پیدا ہو کر مشرق و مغرب میں پھیل گئے پھر آدم علیہ السلام نے اپنی عمر پوری کی اور اپنے مقررہ وقت موت تک آن پہنچے۔ اجل خاص انسان کی عمر رواں ہے اور اجل عام سے مراد ساری دنیا کی عمر ہے۔ یعنی دنیا کے ختم ہونے اور زوال پذیر ہونے تک اور دار آخرت کا وقت آنے تک۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ پہلی اجل سے مراد مدتِ دنیا ہے اور اجل مسمّٰی سے مراد عمر انسان تا بوقت مرگ ہے۔ گویا کہ وہ اللہ کے اس قول سے ماخوذ ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ ... الخ﴾ یعنی وہ رات میں تم کو مار دیتا ہے۔ اور دن میں تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتا ہے۔ اور رات میں تو تم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ یعنی نیند میں ہوتے ہو جو قبض روح کی شکل میں ہے۔ اور پھر جاگتے ہو تو اپنے ساتھیوں کے پاس گویا واپس آ جاتے ہو، اس وقت کو سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے۔ اس کا وقت خدا کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا اور اسی طرح یہ قول باری ہے کہ اے نبی! تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ سو تمہیں اس کی کیا خبر۔ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ پھر آیت زیر ذکر میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم قیامت کے بارے میں شک کرتے ہو، وہی آسمانوں اور زمینوں کا خدا تمہاری چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے اور کھلی باتوں کو بھی اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے۔

(۸۳)

اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ۝ (الانعام:٦)

ترجمہ: ”کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں جاری کیں۔ پھر ہم نے ان کو گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا۔“

تشریح: اللہ انہیں سمجھا رہا ہے اور ڈرا رہا ہے کہ پہلے کے لوگوں نے جو اُن سے زیادہ قوی اور کثیر التعداد تھے اور اموال و اولاد بھی زیادہ رکھتے تھے، دولت و حکومت بھی حاصل تھی، پھر بھی انہیں کیسا عذاب و نکال پہنچا تھا۔ اسی قسم کے عذاب سے تمہیں بھی سابقہ پڑ سکتا ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے، جو دنیا میں بڑی قدرت رکھتے تھے، کہ ایسے اموال و اولاد و اعمار اور ایسی شان و شوکت تمہیں نصیب ہی نہیں، آسمان سے ہم ان کے لئے پانی برساتے تھے کبھی انہیں قحط سے سابقہ نہیں پڑا۔ ہم نے باغات چشمے اور نہریں دے رکھی تھیں اور اس سے مقصد انہیں فقط ڈھیل دینا تھا پھر ان کے گناہوں اور

نافرمانیوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا۔ اور ان کی جگہ پر دوسری قومیں آباد کیں۔ پہلے لوگ تو جانے والے دن کی طرح چلے گئے اور داستان بن کر رہ گئے۔ لیکن ان بعد کے لوگوں نے بھی پہلے کے لوگوں کی طرح عمل کیا اور سابقہ لوگوں کی طرح یہ بھی ہلاک ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ اے لوگو! اس بات سے ڈرو کہ تمہیں بھی کہیں ایسے ہی حالات سے سابقہ نہ پڑے۔ تم سے نمٹنا خدا کے لیے ان سے زیادہ اہم کام تو نہیں۔ تمہارا رسول جس کی تم تکذیب کر رہے ہو تو یہ تو ان کے رسول سے بھی زیادہ اکرم ہے اس لیے اگر اللہ خاص طور پر مہربانی واحسان نہ کرے تو تم زیادہ عقوبت کے مستحق ہو۔

(۸۴)

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ (الانعام: ۱۷۔۱۸)

ترجمہ: "اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ مالک مضرت و نفع ہے اپنی مخلوقات میں جیسا چاہے تصرف کرے، اس کی حکمت کو نہ کوئی پیچھے ڈالنے والا ہے نہ اس کی قضا کو کوئی روکنے والا ہے۔ اگر وہ مضرت کو روک دے تو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور خیر کو جاری کر دے تو کوئی روکنے والا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ .... الخ﴾ یعنی خدا جسے جو رحمت دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ یعنی وہ خدا وہ ہے جس کے لیے لوگوں کے سر جھک گئے ہیں۔ ہر شے پر وہ غالب ہے اس کی عظمت و کبریائی اور علو قدر کے سامنے سب پست ہیں۔ اس کا ہر فعل حکمت پر مشتمل ہے وہ مواضع اشیاء سے باخبر ہے۔ اگر وہ کچھ دیتا ہے تو مستحق ہی کو دیتا ہے، اور روک دیتا ہے تو غیر مستحق سے روک دیتا ہے۔

(۸۵)

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ

لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(الانعام: ۵۹-۶۰)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو (ایک گونہ) قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام کر دی جائے پھر اسی کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔"

تشریح: پھر ارشاد باری ہے کہ غیب کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غیب کی باتیں پانچ ہیں، وہ یہ کہ قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسرے پانی کا برسنا۔ تیسرے یہ کہ حمل میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ چوتھے یہ کل کوئی شخص کیا کرنے والا ہے پانچویں یہ کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس مقام میں مرے گا۔ اللہ ہی ان باتوں سے خبردار ہے۔

حدیث عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک وقت ایک اعرابی کی شکل وصورت میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور ایمان واسلام واحسان کے بارے میں آپ ﷺ سے سوالات کیے تو نبی کریم ﷺ نے جواب کے ضمن میں فرمایا تھا کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں پھر آیت تلاوت کی ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ.... الخ﴾ اور ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ یعنی اس کا علم کریم جمیع موجودات بری و بحری پر محیط ہے۔ زمین اور آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں، صرصری نے کیا خوب کہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی ذرّہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا، خواہ دیکھنے والوں سے کوئی چیز کھلی رہے یا ڈھکی رہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ جب وہ جمادات تک کی حرکات کو جانتا ہے تو پھر حیوانات اور خصوصاً جن وانس کی حرکات واعمال کو کیسے نہ جانے گا جب کہ وہ مکلّف بھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ﴾ بر و بحر کے ہر شجر تک پر ایک فرشتہ موکل ہے جو پتوں کے گرنے تک کی یادداشت رکھتا ہے۔ کتاب لوح محفوظ میں ہر رطب و یابس ہر سیدھی ٹیڑھی بات اور زمین کی تاریکیوں کے اندر کا ایک ایک ذرہ تک لکھا ہوا ہے، ہر درخت بلکہ سوئی کے ناکے پر بھی فرشتہ مقرر ہے یعنی لکھتا ہے کہ کب یہ تر و تازہ ہوا اور کب سوکھ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ اللہ نے دوات کو پیدا کیا اور الواح پیدا کیے اور دنیا میں تمام ہونے والے امور درج کیے کہ کیسی مخلوق پیدا ہوگی، رزق اس کو حلال ملے گا یا حرام، عمل اس کا نیک ہوگا یا بد۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تیسری زمین سے نیچے اور چوتھی کے اوپر کے جنات نے تمہارے لیے ظاہر ہونا چاہا لیکن ان کا نور اور روشنی کسی زاویہ سے بھی تمہیں دکھائی نہ دے سکی یہ اللہ تعالیٰ کی خواتیم ہیں کہ ہر خاتم پر ایک فرشتہ ہے اللہ تعالیٰ ہر روز ایک فرشتہ کو بھیج کر کہتا ہے کہ جو خاتم تیرے حوالے ہے اس کی حفاظت کر۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو رات کے وقت بوقت خواب وفات دیتا ہے اور یہ وفات اصغر ہے جیسا کہ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تمہیں اٹھا لینے والا ہوں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موت

کے وقت نفوس کو وفات دے دیتا ہے اور جو بحالت خواب مرنہیں جاتے ہیں وہ ایسے نفوس ہوتے ہیں ان پر طاری ہونے والی موت روک دی جاتی ہے۔ اور ان پر دوسری موت بھیجی جاتی ہے یعنی نیند اور یہ مقررہ موت تک ہوتا رہتا ہے۔ اس آیت میں دو وفاتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک موت کبریٰ دوسری موت صغریٰ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ رات کے وقت تم کو وفات دے دیتا ہے تم کاروبار سے رک جاتے ہو لیکن دن میں تم اپنے کام میں لگے رہتے ہو اور وہ تمہارے دن بھر کے اعمال کو جانتا ہے، یہ ایک جملہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق پر کیسا محیط ہے رات کے وقت حالت سکون میں اور دن میں بحالت حرکات۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ یعنی چھپا و کھلا رات کا یا دن کا سب امور کا اسے علم ہے۔ اور فرمایا ﴿وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ..... الخ﴾ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تمہارے لیے دن اور رات بنایا تاکہ رات میں سکون حاصل کرو اور دن میں کماؤ کھاؤ اور فرمایا کہ ہم نے رات کو تمہارے لیے لباس بنایا اور دن کو طلب معاش کا وقت۔ اسی لیے آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ رات کو وہ مار دیتا ہے اور دن میں جو اعمال تم نے کر رکھے ہیں انہیں جانتا ہے۔ پھر اس ظاہری موت کے بعد دن کے وقت پھر تمہیں جیتا جاگتا اٹھاتا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جب وہ سو جائے تو اس کے نفس کو لے لیتا ہے۔ اور اللہ کے پاس لے جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ روک رکھ تو روک لیتا ہے ورنہ پھر اس کے جسم میں واپس کر دیتا ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِيۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ﴾ کا یہی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یعنی ہر شخص کا مقررہ وقت پورا ہو جانے پر اس کی جان خدا تعالیٰ کے پاس پہنچا دی جاتی ہے۔ اللہ پاک اس کو بتلا دیتا ہے کہ تو کیا عمل کرتا تھا اور پھر اس کا بدلہ دیتا ہے خیر ہو تو خیر کا بدلہ بد ہے تو بد اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ﴾ یعنی وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے اس نے انسان پر ملائکہ مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی ہر آن حفاظت کرتے ہیں جیسے فرمایا کہ انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحٰفِظِيۡنَ﴾ اور فرمایا ﴿اِذۡ يَتَلَقَّى الۡمُتَلَقِّيٰنِ.... الخ﴾ اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ جاتی ہے ہمارے ملائکہ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ملک الموت کے کئی فرشتے مددگار ہیں جو جسم سے روح کھینچتے ہیں۔ اور جب حلق تک وہ روح آ پہنچتی ہے تو ملک الموت قبض کر لیتے ہیں پھر فرمایا یعنی وہ روح متوفی کی حفاظت میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ پھر اس کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ اگر وہ نیک ہو تو علیین میں جگہ دی جاتی ہے اور اگر فاجر ہو تو سجین میں۔ جو دوزخ کا طبقہ ہے، خدا کی پناہ۔ پھر یہ ملائکہ ان روحوں کو اپنے مولائے حق کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

یہاں ہم ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مرنے والے کے پاس ملائکہ آتے ہیں، اگر وہ مرد صالح ہو تو کہتے ہیں کہ آ جا اے نفس طیبہ تو تو جسد طیب میں تھا۔ دنیا سے محمود واپس آ۔ تجھ کو جنت کے روح و ایمان کی خوش خبری ہے، خدا تجھ سے ناراض نہیں۔ جب یہ مسلسل کہتے رہتے ہیں تو روح جسم سے نکل آتی ہے وہ اسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کا دروازہ اس کے لیے کھل جاتا ہے پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی روح ہے۔ تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ مرحبا اے نفس طیبہ تو جسم طیب میں تھا۔ تجھے خوش خبری ہے یہاں تک کہ وہ اسے لے کر

اس آسمان تک پہنچتے ہیں جہاں اللہ پاک ہے اور اگر وہ جان بدکار کی جان ہے تو کہتے ہیں کہ اے خبیث جسم میں رہنے والی خبیث جان، نکل ذلیل بن کر، تجھے حمیم وغساق کی خوشخبری ہے اور تیرے لیے اسی پیپ اور آب گرم کی طرح اور دوسرے عذاب بھی ہیں۔ بار بار کہنے کے بعد جب وہ نکلتی ہے تو اسے لے کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ دروازہ کھل جاتا ہے پوچھا جاتا ہے کون ہے؟ کہا جاتا ہے فلاں۔ تو فرشتے کہتے ہیں لعنت ہے تجھ پر اے نفس خبیثہ! تیرے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ پھر وہ جان اپنی قبر کی طرف واپس کردی جاتی ہے اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ ﴿ثُمَّ رُدُّوْا﴾ یعنی ساری مخلوق کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف رد کیا جائے گا اور اللہ پاک حسب انصاف ان پر حکم صادر فرمائے گا جیسا کہ فرمایا ﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝﴾ اور پھر وارد ہے ﴿وَ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ یعنی اولین وآخرین سب کو بروز قیامت جمع کیا جائے گا۔ ہم سب کو اٹھائیں گے۔ کسی کو نہیں چھوڑیں گے اور اللہ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ وہ مولائے حق ہے حکم صرف اسی کا چلتا ہے۔ وہ بہت جلد سب کا حساب لے گا۔

(۸۶)

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ (الانعام ۶۳۔۶۵)

ترجمہ: ”آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے نجات دیتا ہے۔ تم اس کو پکارتے ہو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے، کہ اگر تو ہم کو ان سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے، تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔ آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے۔ آپ دیکھیے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔“

تشریح: اللہ اپنے بندوں پر احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے بر و بحر کی تاریکیوں سے ان پریشان حالوں کو کیسے نجات دی جب کہ بڑی مشکلات اور بحری گرداب میں پھنس گئے تھے جہاں مخالف ہوائیں چل رہی تھیں، اور اس وقت وہ دعا کے لیے خدائے واحد کو مخصوص کر رہے تھے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ جب تمہیں سمندر میں کسی مضرت سے سابقہ پڑتا ہے تو اس وقت یہ سارے شرکاء کو بھول

جاتے ہیں کوئی بت یاد نہیں آتا اور یاد آتا ہے تو صرف اللہ۔ قول پاک ہے کہ تمہارا خدا وہی خدا تو ہے جو بحر و بر میں لے چلتا ہے اور جب جہاز خوشگوار اور موافق ہوا کے ساتھ چلتے ہیں تو بڑے خوش رہتے ہو اور جب باد مخالف چلتی ہے اور ہر طرف سے موجیں ٹکر دیتی رہتی ہیں اور یقین ہو جاتا ہے کہ اب تو موت میں گھر گئے تو بڑے خلوص سے اللہ کو پکارتے ہیں کہ اے اللہ اگر اس مصیبت سے تو ہمیں نجات بخشے گا تو ہم بہت شکر گزار بندے بنیں گے۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ غور تو کرو کہ بحر و برّ کی تاریکیوں میں تمہیں سیدھی راہ کون چلاتا ہے۔ اور خوش آئند ہواؤں کو اپنی رحمت سے کون بھیجتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی ہے جسے تم نے شریک بنا لیا ہو۔ اور یہ آیت کریمہ ظلمات بحر و برّ سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم سرًا اور علانیۃً پکارتے ہو کہ اگر تو ہمیں نجات دے تو ہم شکر گزار بنیں گے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی نے تمہیں اس سے اور ہر درد و کرب سے نجات بخشی ہے۔ لیکن تم بھی خوش حالی میں بتوں کو اس کا شریک بناتے ہو۔ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے جیسا کہ سورۂ سبحان میں ہے کہ تمہارا رب ہی جہازوں کو سمندر میں چلاتا ہے۔ تاکہ تم دولت کماؤ۔ وہ تم پر رحیم و کریم ہے۔ اور جب تمہیں کوئی سمندر کے خطرات سے بچا کر خشکی پر لا کھڑا کرتا ہے تو خدا سے اعراض کر جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکر گزار ہے زمین پر آنے کے بعد کیا تم بچ گئے وہ چاہے تو پانی میں ڈبونے کی طرح کیا زمین کے اندر بھی تمہیں نہیں دھنسا سکتا یا تم پر آسمان سے پتھراؤ ہو جائے اور پھر کوئی تمہارا مددگار نہ ہو وہ تمہیں پھر سمندر کا سفر کرا کے اور باد مخالف کو بھیج کر تمہیں غرق کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ چاہے تو تمہارے سر کے اوپر سے یا تمہارے پیروں تلے ہی سے تم پر عذاب بھیج دے۔ یہ مشرکین سے خطاب تھا۔

مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ تنبیہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ یہاں ہم چند احادیث ذکر کریں گے جو اسی سے متعلق ہیں۔ بھروسہ خدا ہی پر ہے، بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مندرجہ بالا کے بارے میں فرمایا کہ (یَلْبِسَکُمْ) یعنی تم فرقے بن بن کر آپس میں تفرقہ بندیاں کرنے لگو اور ایک دوسرے سے لڑ بیٹھو یعنی اللہ چاہے تو تمہیں ایسے عذاب میں بھی مبتلا فرما سکتا ہے۔ جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری یعنی ﴿عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ والی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ) اور ﴿ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ کے وقت بھی فرمایا (اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ) یعنی اے اللہ تیری پناہ۔ اور جب ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا..... الخ﴾ سنا تو فرمایا یہ نسبتاً سہل ہے۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ..... الخ﴾ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِکَ) پھر ﴿مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ سن کر بھی فرمایا (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ) پھر ﴿يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا﴾ سن کر فرمایا یہ آسان تر ہے۔ اگر اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تو مانگ سکتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اس آیت کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات ہو کر رہے گی اور ابھی تک ہوئی نہیں ہے۔

ایک حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور مسجد بنی معاویہ میں آئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک رب عزوجل سے مناجات میں مصروف رہے پھر فرمانے لگے کہ میں نے تین باتوں کی خدا سے درخواست کی تھی کہ میری امت فرعونیوں کی طرح غرق ہو کر تباہ نہ ہو اور قحط سے ہلاک نہ ہو اور ان کے گروہوں کے اندر جنگ برپا نہ ہو جائے تو پہلی دو باتیں تو منظور کر لی گئیں اور تیسری بات نامنظور کی گئی۔

جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مقام بنی معاویہ میں آئے جو انصار کا ایک گاؤں ہے۔ اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری اس مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ میں نے کہا، ہاں۔ اور ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر پوچھا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کن تین باتوں کی دعاء کی تھی۔ میں نے کہا، ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ کوئی دشمن میری امت پر غالب نہ ہو اور قحط انہیں ہلاک نہ کرے تو یہ دونوں باتیں منظور کر لی گئیں، اور یہ بھی دعا کی تھی کہ ان کی آپس میں جنگ نہ ہو تو یہ دعا قبول نہ ہوئی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ چنانچہ قیامت تک مسلمانوں کی آپس میں جنگیں ہوتی رہیں گی۔

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہا گیا کہ ابھی چلے گئے ہیں جہاں جاتا کہا جاتا کہ ابھی یہاں سے چلے گئے۔ حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ نماز پڑھتے دیکھا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھی نماز کے بعد میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں صلوٰۃ خوف ورغبت پڑھ رہا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی تین دعاؤں کا ذکر فرمایا۔

خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ بنی زہرہ سے روایت ہے جو بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، کہتے ہیں کہ ایک دن میں تمام رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، یہ نماز امید ورجا کی تھی جس کے بعد میں نے خدا سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔ اس کے بعد پوری حدیث مذکور ہے۔

شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے زمین کے مشرق ومغرب قریب کر دیئے گئے اور یہ کہ میری امت ان سب پر مالک ہو جائے گی اور مجھے دونوں خزانے دیئے گئے ہیں۔ خزانہ ابیض بھی اور خزانہ احمر بھی۔ اور میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے ساتھ اے خدا یہ بھی ہو کہ میری امت قحط سے نہ مرے اور نہ کوئی دشمن ان پر ایسا مسلط ہو کہ عمومی ہلاکت لا ڈالے اور ان میں گروہ بندی نہ ہو جائے کہ ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! میں نے جو تقدیر قائم کر دی وہ ہو کر رہے گی۔ میں نے تمہاری دونوں باتیں تو منظور کیں لیکن تمہاری امت بعض کو بعض ہلاک کرے گی یا قید کیا کرے گی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اگر اپنی امت پر خوف ہے تو گمراہ اماموں اور سرداروں کا ہے جب ایک بار میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر نہ رکے گی اور قیامت تک آپس میں جنگ وجدال کا سلسلہ قائم رہے گا۔

نافع بن خالد خزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جو کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے اور بیعت رضوان تحت الشجر میں سے تھے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے ہوئے تھے آپ نے ہلکی نماز پڑھی لیکن رکوع وسجود کامل کیا لیکن جب جلوس کیا تو جلوس بہت طویل تھا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے بعض، بعض کو اشارہ کرنے لگے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اتر رہی ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، میں صلوٰۃ رغبت وہیبت پڑھ رہا تھا پھر ان تینوں باتوں کی پوری حدیث درج ہے۔ وہ یہ حدیث سنا چکے تو میں نے کہا کیا تمہارے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو کہا ہاں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہے اور اپنی ان دس انگلیوں کے برابر دس دفعہ۔

ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خدائے عزوجل سے دعا کی تھی کہ میری امت کو چار چیزوں سے دور رکھ۔ چنانچہ دو باتوں سے اللہ تعالیٰ نے میری امت کو محفوظ رکھا اور دو سے نہیں رکھا۔ میں نے دعا کی تھی کہ میری امت پر آسمان سے پتھراؤ نہ ہو اور اہل فرعون کی طرح وہ غرق ہو کر نہ مریں اور ان میں تفرقہ گیری نہ ہو اور یہ کہ وہ ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں، تو اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ نہ ہونے اور غرق سے محفوظ رہنے کی دعائیں تو قبول کر لیں لیکن آپس میں فرقہ پسندی اور گروہ بندی اور جنگ وقتال باقی رہا، ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ..... الخ﴾ تو نبی ﷺ اٹھے، وضو کیا، اور دعا مانگنے لگے کہ اے خدا! میری امت پر اوپر اور نیچے سے عذاب نازل نہ فرما اور ان میں گروہ بندی اور جنگ نہ ہو، تو جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور کہا اے محمد! اللہ تعالیٰ نے تمہاری امت کو آسمان سے عذاب نازل ہونے اور پاؤں تلے سے عذاب ابلنے سے محفوظ کر دیا ہے، آسمانی عذاب سے پتھراؤ مراد ہے اور پاؤں تلے کے عذاب سے زمین میں دھنس جانا مراد ہے۔ یہ چار چیزیں تھیں جن میں سے دو نبی ﷺ کی وفات سے پچیس برس بعد ہی ظاہر ہونے لگیں۔ یعنی آپس میں اختلاف رائے اور گروہ بندی اور مسلمان کی دو پارٹیوں میں جنگ وجدال رجم اور خسف سے امت محمدی ﷺ مامون ومحفوظ رکھی گئی۔ اس آیت کے بارے میں عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسجد میں یا منبر پر چیخ چیخ کر فرماتے تھے کہ اے لوگو! تم پر اللہ کی آیت اتر چکی ہے۔ اگر عذاب آسمان سے آئے گا تو کوئی نہیں بچے گا اور اگر پاؤں تلے سے آئے گا تو تم زمین میں دھنس کر ہلاک ہو جاؤ گے اگر جماعتوں میں بٹ جاؤ گے اور آپس میں جنگ چھڑ جائے گی تو یہ سب سے بدتر بات ہوگی۔ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ اس آیت ﴿عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ سے برے پیشوا مراد ہیں۔ اور ﴿تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ سے برے خادم اور برے پیرو مراد ہیں۔ یا یہ کہ امراء اور غرباء مراد ہیں، ابن جریر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ اس صحت کی گواہی خدائے پاک کا یہ قول دیتا ہے ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ..... الخ﴾ یعنی کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ اللہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ بھڑکنے اور ابلنے لگے یا اس بات سے محفوظ ہو کہ آسمان سے پہلے کی قوموں کی طرح پتھر برسائے۔ عنقریب تم جان لوگے کہ میری اندیشہ دہانی کتنی صحیح تھی۔

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جب ﴿هُوَ الْقَادِرُ﴾ والی آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں تلوار لے کر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ تو لوگوں نے کہا ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں تو کسی نے کہا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ہم میں کا ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے جب کہ ہم صحیح معنی میں مسلمان ہوں، چنانچہ یہ آیت اتری ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ..... الخ﴾ یعنی تمہاری قوم وحی کو جھٹلائے گی حالانکہ وہ حق ہے۔ تم کہہ دو کہ میں تمہارا کوئی سردھرا تو نہیں نہ ذمہ دار ہر بات کا ایک وقت مقرر ہے قریب میں تم کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

(۸۷)

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

(سورۃ الانعام: ۷۳)

ترجمہ: ”اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا تو ہو جا بس وہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا حق اور باا ثر ہے۔ اور ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہری چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔“

تشریح: اسی نے آسمانوں اور زمین کو اعتدال کے ساتھ پیدا کیا وہ ان کا مالک اور مدبر ہے۔ وہ قیامت کے روز صرف ”کُنْ“ کہے گا اور پلک جھپکنے میں سب چیزیں از خود دوبارہ وجود میں آ جائیں گی جیسا کہ فرمایا ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ہے یعنی آج سلطنت کس کی ہے، واحد قہار کی سلطنت ہے، جیسا کہ فرمایا ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا﴾ اس روز رحمٰن کی سلطنت برحق ہے اور وہ دن کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا، یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اسرافیل علیہ السلام صور کو منہ میں لگائے ہوئے ہیں، سر جھکائے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم صادر ہوتا ہے۔ نبی ﷺ ایک وقت اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک جب آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو صور کو پیدا کیا اور اسرافیل علیہ السلام کو دیا جس کو وہ اپنے منہ میں لگائے ہوئے ہیں۔ آنکھیں عرش کی طرف لگی ہیں منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔ تو ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ صور کیا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ قرنا۔ پوچھا وہ کیسا ہے، کہا بہت بڑا ہے، خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا اس کا عرض اتنا ہے جتنی آسمانوں اور زمین کی لمبائی۔ اس میں تین وقت پھونکا جائے گا۔ پہلی پھونک گھبراہٹ اور پریشانی پیدا کرنے والی پھونک ہوگی اور دوسری سب کو بیہوش کر دینے والی اور تیسری پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے آ کھڑا ہونے کی اللہ پاک پہلی پھونک کا حکم دے گا اس سے ساری دنیا جہاں کے لوگ گھبرا اٹھیں گے مگر جس کو اللہ مستقیم رکھے جب تک دوسرا حکم نہ ہوگا صور پھونکا جاتا رہے گا رُکے گا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ یعنی وہ ایک زبردست چیخ اور بہت ہی بلند آواز ہوگی پہاڑ ابر کی طرح اُڑ رہے ہوں گے اور زمین ہلنے اور جھولنے لگے گی، جیسے سمندر میں شکستہ سفینہ جس کو موجیں ہر طرف دھکیلتی رہتی ہیں۔ جیسے کسی قندیل کو جو چھت میں لٹکی ہوئی ہو ہوا جھولا دیتی رہتی ہے۔ فرمایا: ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ .... الخ﴾ ہے۔ اس روز لرزا دینے والا صور پھونکا جائے گا۔ اور اس کے بعد پھر دوسری بار پھونکا جائے گا۔ اس روز سب کے سب بے انتہا خوف زدہ ہو جائیں گے، لوگ گر پڑیں گے۔ مائیں دودھ پینے والے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، لڑکوں پر خوف کے مارے بڑھاپا طاری ہو جائے گا۔

شیاطین جان بچانے کے خیال سے زمین کے کناروں تک بھاگ جائیں گے لیکن فرشتے مار مار کر واپس لائیں گے۔ ایک دوسرے کو پکارتا رہے گا لیکن کوئی کسی کو پناہ نہ دے سکے گا۔ سوا خدا کے۔ لوگ اسی گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے کہ زمین ہر طرف کے گوشے سے پھٹنے لگے گی۔ ایسا امر عظیم ظاہر ہوگا کہ کبھی نہ دیکھا گیا اور ایسا کرب و ہول لاحق ہوگا کہ اللہ ہی جانتا ہے پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو اس کے پرزے اُڑ رہے ہوں گے ستارے ٹوٹ رہے ہوں گے۔ سورج اور چاند سیاہ پڑ جائیں گے۔

نبی ﷺ نے فرمایا لیکن مردوں کو اس کی خبر نہ ہوگی، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ جب فرمائے گا ﴿فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ تو اللہ تعالیٰ کس کو مستثنیٰ فرمائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شہداء ہیں۔ فزع اور گھبراہٹ تو زندوں کو ہوا کرتی ہے۔ اور وہ زندہ تو ہیں لیکن خدا کے پاس ہیں۔ خدا انہیں رزق دیتا ہے۔ اللہ نے اس دن کے فزع سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ کیونکہ وہ تو اللہ کا عذاب ہے اور عذاب تو اشرار خلق پر اترتا ہے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ﴿تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ..... الخ﴾ والی آیت میں پیش فرمایا ہے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے سے غافل ہو جائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا جب تک خدا چاہے وہ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ طویل عرصہ تک یہ کیفیت رہے گی۔ پھر اللہ پاک بیہوشی لانے والے صور کا حکم اسرافیل کو دے دے گا۔ اس لیے سب اہل سماوات والارض بیہوش ہو جائیں گے لیکن جس کو اللہ چاہے وہ ہوش میں رہے گا۔ ملک الموت اللہ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، اے اللہ سب مر گئے، اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے مگر پوچھے گا باقی کون ہے؟ وہ عرض کریں گے، تُو باقی ہے کہ تجھے تو کبھی موت آنے والی نہیں، اور عرش اٹھانے والے ملائکہ بھی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام بھی باقی ہیں اور میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو بھی مر جانا چاہیے تو عرش بول اٹھے گا۔ یا رب جبرئیل و میکائیل علیہما السلام بھی مر جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، زبان نہ کھولنا تحت العرش جتنے ہیں سب کو مر جانا ہے۔ ملک الموت پھر خدا سے عرض کریں گے یا رب! جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام بھی مر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب کون باقی ہے؟ وہ کہیں گے کہ تو باقی ہے تجھے تو موت آئے گی نہیں۔ اب میں اور عرش اُٹھانے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا عرش اٹھانے والوں کو بھی مر جانا چاہیے وہ بھی مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا اب کون باقی ہے؟ عزرائیل علیہ السلام کہیں گے تُو نہ مرنے والا اور میں۔ اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دے گا اسرافیل علیہ السلام سے صور لے لو، اور اسرافیل علیہ السلام سے کہے گا تم بھی میری مخلوق ہو تم بھی مر جاؤ۔ وہ اسی وقت مر جائیں گے اور خدائے واحد و صمد لم یلد و لم یولد کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو آسمان و زمین لپیٹ دیئے جائیں گے جیسے کہ دفتر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ تین دفعہ اس کو کھولا اور لپیٹا جائے گا۔ پھر فرمائے گا میں جبار ہوں میں جبار ہوں میں جبار ہوں پھر تین دفعہ آواز دے گا کیا آج کے روز ہے کسی کی بادشاہت؟ کون جواب دیتا ہے۔ پھر خود ہی فرمائے گا بادشاہت اللہ واحد القہار کی ہے۔

پھر دوسرے زمین و آسمان پیدا کرے گا انہیں پھیلا دے گا اور دراز کرے گا جس میں کوئی کجی اور نقص باقی نہ رہے گا پھر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست آواز ہوگی تو از سر نو پیدا شدہ زمین سب پہلے کی طرح ہو جائیں گے جو زمین کے اندر اور جو زمین کے باہر ہے وہ باہر۔ پھر تحت عرش سے اللہ تعالیٰ پانی نازل فرمائے گا آسمان کو حکم دے گا کہ برسے۔ چالیس دن تک پانی برستا رہے گا۔ حتیٰ کہ پانی ان پر بارہ گز بلند ہو جائے گا۔ پھر اجسام کو حکم دے گا تو وہ زمین میں سے ایسے نمودار ہونے لگیں گے جیسے نباتات اور سبزیاں اگ آتی ہیں۔ جب اجسام پہلے کی طرح مکمل ہو جائیں گے تو پہلے ملائکۂ عرش زندہ کئے جائیں گے اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ صور لے لو، وہ لے لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا۔ پھر ارواح بلائی جائیں گی۔ مسلمانوں کی روحیں نور کی طرح چمکتی ہوں گی اور کافروں کی روحیں تاریک رہیں گی۔ ان سب کو لے کر صور میں ڈال دیا جائے گا۔ اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ نفخۂ بعث پھونکا جائے چنانچہ زندگی کی پھونک پھونکی جائے گی تو

روحیں ایسی اچھل پڑیں گی جیسے شہد کی مکھیاں کہ زمین و آسمان ان سے بھر جائے گا۔ اب حکم باری ہوگا کہ روحیں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں تو دنیا کی ساری روحیں داخل ہونے لگیں گی اور نتھنوں کی راہ جسموں میں آئیں گی جیسے زہر کسی مار گزیدہ کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر زمین پھٹنے لگے گی اور لوگ اٹھ اٹھ کر اپنے رب کی طرف رخ کرنے لگیں گے اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی خدائے طلب کنندہ کی طرف سب جائیں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا سنگین معلوم ہوتا ہے۔ لوگ برہنہ اور غیر مختون ہوں گے ایک ہی جگہ کھڑے ہوں گے۔ ستر برس یہی عالم رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نہ انہیں دیکھے گا نہ کوئی فیصلہ کرے گا۔ لوگ آہ و گریہ کرنے لگیں گے۔ آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون آنکھوں سے بہنے لگے گا۔ لوگ اپنے پسینہ میں شرابور ہو جائیں گے۔ ٹھوڑیوں تک پسینہ پہنچا ہوا ہوگا۔ لوگ کہیں گے خدا کے پاس کسی کو شفاعت کے لئے جانا چاہیے تاکہ وہ کوئی تصفیہ کردے اب آپس میں کہنے لگیں گے کہ باپ آدم علیہ السلام کے سوا ایسا کون ہوسکتا ہے۔ جو زبان کھول سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھ سے بنایا اپنی روح ان کے اندر پھونکی اور سب سے پہلے ان سے بات کی۔ چنانچہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان کے آگے اپنا مقصد پیش کریں گے، وہ سفارش کرنے سے انکار کردیں گے اور کہیں گے میں اس کے شایان نہیں پھر فرداً فرداً ایک ایک نبی کے پاس آئیں گے جس کے پاس آئیں گے وہ نبی انکار کردے گا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میرے پاس آئیں گے میں جاؤں گا اور سجدے میں فحص پر گر پڑوں گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فحص کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرش کے سامنے کا حصہ۔ اب اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجے گا۔ وہ میرا بازو پکڑ کر اٹھائے گا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں عرض کروں گا یا رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا حق دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ یہ حق مجھے عطا فرما اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تم شفاعت کرسکتے ہو اور میں انسانوں کے درمیان اپنے فیصلے نافذ کردوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پھر میں واپس آ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ ہم سب لوگ کھڑے ہی ہوں گے کہ آسمان سے ایک زور کی آواز ہوگی کہ ہم گھبرا اٹھیں گے۔ زمین جن و انس سے دُگنی تعداد میں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ زمین سے قریب تر آ جائیں گے زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی، وہ صف بندی کرلیں گے ہم ان سے پوچھیں گے کیا اللہ پاک تمہارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں، وہ آنے ہی والا ہے۔ فرشتے آسمان سے دوبارہ اس تعداد میں اتریں گے کہ اُترے ہوئے فرشتوں سے دُگنی تعداد میں اور جن و انس سے بھی دُگنی تعداد میں زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی۔ وہ قرینے سے کھڑے ہو جائیں گے۔ ہم پوچھیں گے کیا اللہ پاک تمہارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں، وہ آنے ہی والا ہے۔ پھر تیسری دفعہ اس سے بھی دُگنی تعداد میں نزول ملائکہ ہوگا۔ اب خدائے جبار عزوجل ابر کے چتر لگائے آٹھ فرشتوں سے اپنا تخت اٹھوائے تشریف فرما ہوگا۔ حالانکہ اس وقت تو اس کا تخت چار فرشتے اٹھائے رہتے ہیں۔ ان کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہہ میں ہیں زمین و آسمان ان کے نصف حصہ جسم کے مقام میں ہیں۔ ان کے کندھوں پر عرش الٰہی ہے، ان کی زبانوں پر تسبیح و تحمید رہے گی وہ کہہ رہے ہوں گے۔

سبحان ذی العرش و الجبروت سبحان ذی الملک و الملکوت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان الذی یمیت الخلائق و لا یموت سبوح قدوس قدوس سبحان ربنا الاعلی الذی یمیت الخلائق و لا یموت.

پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلال افروز ہوگا۔ ایک آواز ہوگی، یَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ! میں نے جب سے تمہیں پیدا کیا ہے۔ آج تک

خاموش تھا۔ تمہاری باتیں سنتا رہا۔ تمہارے اعمال دیکھتا رہا اب تم خاموش رہو تمہارے اعمال کے صحیفے تم کو پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ اگر وہ اچھے ثابت ہوئے تو اللہ کا شکر کرو اور اگر خراب نکلے تو اپنے آپ کو ملامت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دے گا تو اس میں سے ایک تاریک ترین چمک دار صورت رونما ہوگی۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بنی آدم! کیا میں نے حکم نہیں دے رکھا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرنا کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ اس شیطان نے تو بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ اب اے مجرمو! نیکوں سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اب امتوں کو الگ الگ کر دے گا۔ ارشادِ باری ہے کہ اے نبی! تم ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھو گے۔ ہر امت کے پاس اس کا نامۂ اعمال ہوگا اور آج اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے اب اللہ پاک اپنی تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ شروع کر دے گا لیکن جن وانس کا ابھی نہیں۔

اب وحوش و بہائم کے درمیان فیصلے فرمائے گا حتیٰ کہ ایک ظالم اور سینگ والی بکری کے ظلم کا بدلہ بھی دوسری بکری سے دلوائے گا۔ حتیٰ کہ جب انصاف دلوانے سے کوئی جانور بھی باقی نہ رہے گا تو ان جانوروں سے کہے گا کہ مٹی ہو جاؤ تو کافر کہنے لگیں گے کہ کاش ہم بھی اس عذاب سے بچنے کے لیے مٹی ہو جاتے۔ غرض یہ کہ اب بندوں کے درمیان فصل مقدمات ہوگا، سب سے پہلے قتل و خون کے مقدمات پیش ہوں گے، اب ہر وہ مقتول آئے گا جس کو اللہ کی راہ میں قتل کرنے والے نے قتل کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قاتل کو حکم دے گا، وہ مقتول کا سر اٹھائے گا۔ وہ سر عرض کرے گا کہ اے اللہ! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا (حالانکہ وہ خود جانتا ہے) کہ کیوں قتل کیا تھا؟ وہ غازی کہے گا اے اللہ! تیری عزت اور تیرے نام کی خاطر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو سچ کہتا ہے، اور اس کا چہرہ نور شمس کی طرح چمکنے لگے گا۔ ملائکہ اس کو جنت کی طرف لے کر چلے جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مقتول بھی اپنی آنتیں سر پر لئے آئیں گے۔ اللہ ان کے قاتلوں سے بھی پوچھے گا کہ کیوں قتل کیا تھا، ان کو کہنا پڑے گا کہ اپنی شہرت و نام کی خاطر۔ تو فرمائے گا، ہلاک ہو جائے تو، غرض ہر مقتول کا مقدمہ پیش ہوگا اور انصاف ہوگا، اور ہر ظلم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے گا اور جس ظالم کو خدا چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے وہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر ساری مخلوق کا انصاف ہوگا کہ کوئی مظلوم ایسا نہ بچے گا کہ ظالم سے بدلہ نہ دلایا گیا ہو حتیٰ کہ جو دودھ میں پانی ملا کر بیچتا ہے اور کہتا ہے خالص ہے۔ اس کو بھی سزا دی جائے گی۔ اور خریدنے والے کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اس سے بھی جب فراغت ہو جائے گی تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا۔ اور ساری مخلوق سنے گی کہ ہر گروہ کو چاہیے کہ اپنے اپنے خداؤں کی طرف ہو جاؤ اور اپنے معبودوں کا دامن پکڑ لو۔ اب کوئی بُت پرست ایسا نہ ہوگا جس کے بُت اس کے سامنے ذلیل پڑے ہوئے نہ ہوں ایک فرشتہ اس دن عزیر علیہ السلام کی شکل میں آ جائے گا اور ایک فرشتہ کو عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہا السلام کی صورت دی جائے گی۔ چنانچہ یہود تو عزیر علیہ السلام کے پیچھے ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نصاریٰ ہو جائیں گے۔ پھر ان کے یہ فرضی معبود ان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور وہ کہے گا کہ اگر یہ ان کے خدا ہوتے تو اپنے ماننے والوں کو دوزخ کی طرف کبھی نہ لے جاتے۔ اب یہ سب دوزخ میں دوام پذیر ہوں گے۔ اب جب کہ صرف مؤمنین باقی رہ جائیں گے جن میں منافقین بھی شامل رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا، اپنی جس ہیئت متبدّلہ میں چاہے گا، اور فرمائے گا اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی جن کی عبادت کرتے تھے ان سے جا ملو تو یہ سب لوگ

مؤمنین بشمول منافقین یہ کہیں گے کہ خدا کی قسم ہمارا خدا تو تو تھا، تیرے سوا ہم کسی اور کو نہیں مانتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ ان کے پاس سے ہٹ جائے گا۔ پھر اپنی حقیقی شان میں آئے گا ان کے پاس رُکا رہے گا۔ جب تک کہ چاہے پھر سامنے آئے گا اور ارشاد فرمائے گا۔ اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی اپنے معبودوں سے جا ملو۔ وہ کہیں گے اللہ کی قسم تیرے سوا ہمارا تو کوئی خدا نہیں۔ ہم تیرے سوا کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ اب خدائے پاک اپنی ساق کھول دے گا۔ اس کی عظمت سے ان پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ ان کا خدا یہی ہے پھر سب کے سب سجدے میں سر کے بل گر پڑیں گے لیکن جو منافق ہوں گے وہ پیٹھ کے بل گریں گے۔ سجدے کے لیے جھک نہ سکیں گے ان کی پیٹھیں گائے کی پیٹھ کی طرح سیدھی رہیں گی۔ اب اللہ حکم دے گا کہ انہیں اٹھا لے جاؤ اب ان کے سامنے جہنم کا پل صراط آئے گا جو کسی خنجر یا تلوار کی دھار سے بھی تیز تر ہوگا اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے اور بڑی پھسلتی ہوئی اور خطرناک ہوگی۔ اس کے نیچے اور ایک پست تر پھسلواں پل بھی ہوگا۔ نیک لوگ ایسے گزر جائیں گے جیسے آنکھ جھپک جاتی ہے۔ یا بجلی چمک جاتی ہے یا تیز چلنے والی ہوا کی طرح یا تیز رَو گھوڑے یا تیز تر سواری یا تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح کہ بعض تو پوری طرح محفوظ رہیں گے، اور نجات پا جائیں گے بعض زخمی ہو کر اور بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے اور پھر جب اہل جنت جنت کی طرف بھیجے جانے لگیں گے تو کہیں گے اب ہماری شفاعت خدا کے پاس کون کرے گا۔ چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور درخواست شفاعت کریں گے تو وہ اپنے گناہ کا ذکر کریں گے اور کہیں گے کہ میں تو اس کا اہل نہیں، تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خدا کا سب سے پہلا رسول کہا جاتا ہے۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور کہیں گے میں تو اہل نہیں، اور کہیں گے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ اللہ نے انہیں اپنا خلیل کہا ہے۔ وہ بھی اپنی خطاؤں کا ذکر کریں گے اور کہیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ خدا نے ان سے آپ باتیں کی ہیں۔ اور ان پر توریت جیسی کتاب سب سے پہلے اُتاری ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر درخواست کریں گے تو وہ بھی اپنے قتل کے گناہ کا ذکر کر کے کہیں گے کہ میں بھی اس کا اہل نہیں تم روح کے پاس جاؤ وہ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہیں گے کہ نہیں میں اس قابل نہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اب لوگ میرے پاس آئیں گے اور خدا نے مجھے تین شفاعتوں کا حق دیا۔ اور وعدہ فرمایا ہے، اب میں جنت کی طرف چلوں گا حلقۂ باب کو کھٹکھٹاؤں گا۔ دروازۂ جنت کھلے گا مجھے خوش آمدید کہا جائے گا۔ میں جنت میں داخل ہو کر خدا کی طرف نظر اٹھاؤں گا، سجدہ میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے تحمید و تمجید کی اجازت دے گا کہ کسی کو ایسی تحمید نہیں سکھائی تھی، پھر فرمائے گا اے محمد! سر اٹھاؤ کیا شفاعت کرتے ہو! کرو! تمہاری شفاعت سنی جائے گی، تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں کہوں گا یا رب تو نے مجھے شفاعت کا حق دیا ہے۔ اہل جنت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما کہ وہ داخلِ جنت ہو سکیں۔ تو فرمائے گا، اچھا میں نے اجازت دی، یہ لوگ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم تم جنت کے اندر اپنے مساکن اور اپنی ازواج کو اس سے جلد پہچان لو گے جتنا کہ دنیا میں پہچانتے ہو۔ ہر آدمی کو بہتر (۷۲) بیویاں ملیں گی دو اولادِ آدم میں سے اور ستر حوروں میں سے۔ ان دو کو اُن ستر حوروں پر فضیلت حاصل رہے گی، کیونکہ دنیا میں ان نیکو کار عورتوں نے اللہ کی بڑی بڑی عبادت کی تھی۔ وہ ایک کے پاس آئے گا تو وہ ایک یاقوت کے مکان میں موتیوں سے آراستہ سونے کے تخت پر بیٹھی ہوگی۔ جو سندس اور استبرق کے ستر جنتی حُلّے پہنے ہوگی۔ وہ اس کے کندھے پر

ہاتھ رکھے گا تو اپنے ہاتھ کا عکس اس کے سینہ کے ورے اس کے کپڑوں، جسم اور گوشت کے ورے ہوتا ہوا دوسری طرف دکھائی دے گا۔ جسم اس قدر مصفا ہوگا کہ پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا، گویا کہ تم یاقوت کی چھڑی کو دیکھ رہے ہو۔ اُس کا دل اس کے لیے آئینہ بنا ہوگا اور اس کا دل اُس کے لیے، نہ یہ اُس سے تھکے گا نہ وہ اس سے تھکے گی۔ وہ جب کبھی اس عورت کے پاس آئے گا اس کو باکرہ پائے گا، نہ یہ اس سے خستگی کی شکایت کرے گا نہ وہ اس سے خستگی کی شکایت کرے گی۔ ایسے میں آواز آئے گی کہ ہمیں علم ہے کہ تم میں کسی کا جی بھرے گا نہیں۔ لیکن تیری دوسری ازواج بھی تو ہیں۔ چنانچہ وہ باری باری سے ان کے پاس آئے گا۔ اور جس کسی کے پاس وہ آئے گا، کہے گی کہ اللہ کی قسم جنت میں مجھ سے زیادہ خوبتر کوئی نہیں۔ اور نہ میرے پاس تجھ سے زیادہ کوئی محبوب تر ہے۔ لیکن جب اہل نار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو آگ کسی کے تو قدموں تک ہوگی اور کسی کے نصف ساق تک اور کسی کے گھٹنوں اور کمر تک اور چہرے کو چھوڑ کر کسی کے پورے جسم تک کیونکہ چہرے پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ یا رب! میری امت کے اہلِ دوزخ کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو فرمائے گا کہ نکال لو دوزخ سے جن اپنے امتیوں کو تم جانتے ہو۔ چنانچہ کوئی امتی بچا نہ رہے گا، پھر شفاعت عام کی اجازت ملے گی۔ چنانچہ ہر نبی اور شہید اپنی اپنی شفاعتیں پیش کریں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں دینار کے وزن کے برابر بھی ایمان ہو، اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر فرمائے گا اگر دوثلث دینار برابر بھی ہو۔ فرمائے گا اگر ثلث دینار برابر بھی ہو۔ اگر چوتھائی دینار برابر بھی ہو۔ پھر قیراط برابر بھی۔ پھر رائی کے برابر بھی اگر ہو۔ چنانچہ سب دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔ پھر وہ بھی جنہوں نے اللہ کے لئے کار خیر کیا ہو۔ اب کوئی باقی نہ رہے گا۔ جو قابل شفاعت ہو۔ حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ کی اس رحمت عامہ کو دیکھ کر ابلیس کو بھی طمع ہوگی کہ کوئی اس کی شفاعت کرے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ایک میں باقی رہ گیا ہوں میں تو سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنے والا ہوں، چنانچہ جہنم میں وہ اپنے ہاتھ ڈالے گا۔ اور ایسے لاتعداد دوزخیوں کو نکال لے گا جو جل کر کوئلوں کی طرح ہو گئے ہوں گے۔ انہیں جنت کی ایک نہر میں جس کو نہر حیوان کہتے ہیں ڈالا جائے گا وہ از سرنو ایسے سرسبز ہو جائیں گے جیسے جھیل کے کنارے کے نباتات۔ دھوپ انہیں پہنچیں تو سبز دکھائی دیں، اور سائے میں ہوں تو زرد معلوم ہوں۔ وہ شاداب سبزیوں کی طرح اُگ آئیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوں گے ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا، "خدا کے آزاد کردہ جہنمی" اس تحریر سے اہل جنت ان سے متعارف ہو جائیں گے کہ انہوں نے کچھ نیک کام کئے تھے۔ ایک عرصہ تک جنت میں وہ اسی طرح رہیں گے پھر اللہ سے درخواست کریں گے کہ یا رب یہ تحریر مٹا دے۔ چنانچہ مٹا دی جائے گی۔

(۸۸)

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ

الْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ؀ (الانعام: ۹۵۔۹۷)

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ دانہ کو اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے۔ اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ہے، سوتم کہاں اُلٹے چلے جارہے ہو۔ وہ صبح کا نکالنے والا ہے۔ اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھہرائی بات ہے اس ذات کی جو کہ قادر ہے۔ بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں بھی راستہ معلوم کرسکو۔ بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو خبر رکھتے ہیں۔“

تشریح: اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین میں بوئے ہوئے دانے کو وہ اوپر لا کر چیر دیتا ہے۔ اور اس میں سے مختلف نوع کی سبزیاں اور روئیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کے رنگ الگ شکلیں الگ اور ذائقے الگ۔ اور اسی ﴿فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ ایک بے جان چیز کے اندر سے ایک جاندار چیز یعنی نباتات پیدا کرتا ہے۔ اور جاندار کے اندر سے بے جان چیز نکالتا ہے، جیسے بیج اور حبوب کہ بے جان چیز ہیں۔ جو جاندار پودے کے اندر پیدا ہوتے ہیں، جیسا کہ فرمایا سمجھنے کے لیے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ زمین تو ہوتی ہے خشک اور مردہ لیکن پانی برسا کر ہم اسے پھر زندہ کر دیتے ہیں اور اس سے اناج اور غلہ پیدا کرتے ہیں جسے تم کھاتے ہو، کوئی کہتا ہے کہ بے جان انڈے سے جاندار مرغی کا پیدا کرنا مراد ہے۔ یا جاندار مرغی سے بے جان انڈا پیدا کرنا مراد ہے۔ کوئی مراد لیتا ہے کہ فاجر سے ولد صالح اور مرد صالح سے ولد فاجر مراد ہے۔ کیونکہ نیک بمنزلہ زندہ اور بد بمنزلہ مردہ کے ہے۔ اس کے سوا اور بہت سے امور مراد ہو سکتے ہیں۔ فرمایا ہے کہ ان سب کا فاعل اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ تو پھر تم کدھر بھٹکے جارہے ہو، حق سے منہ موڑتے ہو، غیر اللہ کی پرستش کرتے ہو۔ وہ روشنی اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اشیاء متضاد کی تخلیق پر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے اسی لیے فرمایا کہ رات کے اندر سے دن کو چیر کر نکالنے والا ہے۔ اور اسی طرح اس کے برعکس اور رات کو تاریک اور محل سکون بنایا تاکہ ساری چیزیں اس میں سکون چین اور راحت لے سکیں۔ جیسا کہ فرمایا، قسم ہے دن کی روشنی کی اور قسم ہے رات کی جو تاریک تر ہو جاتی ہے۔ اور فرمایا قسم ہے رات کی جو گھٹا ٹوپ تاریکی بن جاتی ہے اور دن کی قسم ہے جو خوب روشن ہو جاتا ہے اور فرمایا قسم ہے دن کی جب اس کی ضیا خوب پھوٹ پڑتی ہے۔ اور رات کی جو ساری دنیا کو گھیر لیتی ہے۔ صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ان کی کثرت شب بیداری کی شکایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے رات کو محل سکون بنایا لیکن صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نہیں کیونکہ صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب جنت یاد آتی ہے تو اس کے شوق میں رات رات بھر نہیں سوتے اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب دوزخ یاد آتی ہے تو ان کی نیند ہی اُڑ جاتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے اور فرمایا کہ سورج اور چاند اپنے اپنے ضابطہ اور حساب سے چلتے رہتے ہیں ان کے قانون رفتار میں ذرہ بھر تغیر نہیں ہوتا۔ نہ ادھر اُدھر بھٹکتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کی منازل مقرر ہیں سردیوں اور گرمیوں میں اپنے اپنے اصول پر چلتے رہتے ہیں اور اسی مرتبہ قائدے سے دن اور رات گھٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا، اسی اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشن تر بنایا اور چاند کو ٹھنڈی روشنی دی اور اس کے گھٹنے

بڑھنے کی منازل قرار دیں۔ اور فرمایا کہ نہ شمس قمر سے ٹکراتا ہے اور نہ اس سے آگے بڑھ جاتا ہے کہ رات کو بھی نمودار ہونے لگے، اور نہ رات دن کو آ پکڑتی ہے۔ ہر سیارہ اپنے اپنے مدار اور محیط پر گردش میں ہے۔ اور فرمایا کہ شمس وقمر اور سب نجوم امر خداوندی ہی کے محکوم اور مسخر ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ خدائے عزیز وعلیم کا قرار دادہ قانون ہے کہ کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ کوئی چیز اس کے علم سے ہٹ نہیں سکتی، خواہ زمین وآسمان کا کوئی ذرہ ہی کیوں نہ ہو۔

جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے خلق لیل ونہار اور خلق شمس وقمر کا ذکر فرمایا ہے تو کلام کو عزیز وعلیم ہی کے الفاظ پر ختم فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی ہے اور جیسا کہ فرمایا، ان کے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ رات جس کے اندر سے ہم دن نکالتے ہیں، وہ ان کے لیے کیسی تاریک رہتی ہے اور سورج اپنی ہی قرارگاہ پر حرکت کر رہا ہے۔ اور اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے۔ یہ خدائے عزیز وعلیم کا قرار دادہ معیار ہے۔ جب اللہ پاک نے اوّل سورہ حم السجدہ میں ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کا ذکر فرمایا تو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس آسمان کو چراغوں سے مزین کر رکھا ہے۔ اور یہی چراغ دنیا کی حفاظت کا کام دیتے ہیں۔ یہ تقدیر عزیز وعلیم ہے اور فرمایا کہ اس نے تمہارے لیے ستارے بنا رکھے ہیں تاکہ تم جب بحر وبرّ کی تاریکیوں میں ہو تو ان سے راہ شناسی کا کام لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ستارے ایک تو آسمان کی زینت ہیں اور دوسرے یہ کہ شیاطین کو اس سے رجم کیا جاتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ان سے ظلمات برّ وبحر میں راستہ پہچانا جاتا ہے۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ نجوم کا مقصد صرف یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ اور کوئی مقصد اگر ان کا کوئی سمجھے تو اس نے خطا کی۔ اللہ تعالیٰ کی آیت پر اضافہ کیا پھر فرمایا کہ ہم نے اپنی آیتیں بہت تفصیل ووضاحت سے بیان کی ہیں تاکہ لوگ کچھ عقل پکڑیں اور حق کو پہچان کر باطل سے اجتناب کریں۔

(۸۹)

وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۝۹۸ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۹۹ (الانعام: ۹۸-۹۹)

ترجمہ: "اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے ان کے گچھے میں سے، خوشے ہیں جو نیچے کو لٹک

جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کے بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور کچھ ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔"

تشریح: اللہ پاک فرماتا ہے کہ اسی نے تم کو ایک روح یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا، اے لوگو! اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا اور اس سے اس کی بیوی کو اور پھر ان دونوں سے بے انتہاء مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ اور فرمایا کہ پھر تم قرار پذیر ہوتے ہو اور پھر دوسری جگہ سونپ دیئے جاتے ہو۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد رحم مادر ہے اور مستودع سے مراد پشت پدر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد قرارگاہ دنیا اور مستودع سے مراد آخرت بعد از موت۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ "استقرار فی الارض" اور ودیعت بعد مرگ مراد ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مرنے پر جو عمل رک گئے یہ مستقر ہے اور مستودع دار آخرت ہے۔ لیکن قول اول زیادہ درست ہے۔ ہم سمجھنے والوں کے لیے بات کو کس قدر واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اسی نے آسمان سے پانی برسایا جو مبارک ہے اور بندوں کے لیے رزق مہیا کرتا ہے۔ مخلوق کی مدد کرتا ہے۔ اسی سے ہم ہر قسم کی نباتات اگاتے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ پانی ہی سے ہر شے زندگی پاتی ہے۔ اسی سے زراعت اور سرسبز درخت اگتے ہیں۔ انہیں درختوں میں پھر دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ہم انہیں کے اندر سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو ایک سے ایک جڑے ہوتے ہیں جنہیں خوشے اور گچھے کہتے ہو۔ درخت خرما میں خوشہ دار ڈالیاں ہوتی ہیں۔ جو قریب قریب اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑے جڑے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے درخت خرما جن کے خوشے زمین سے لگے ہوں مراد ہے۔ پھر فرمایا کہ انگور کے باغات ہم زمین پر پیدا کرتے ہیں۔ خرما اور انگور کا ذکر فرمایا کیونکہ یہی دونوں اہل حجاز کے بہترین ثمر سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ ساری دنیا کے بہترین ثمر ہیں۔ اللہ پاک اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ ان خرما اور انگور کے پھلوں سے تم شراب بناتے ہو، اور اچھی غذا اپنے لیے تیار کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ زمین میں ہم نے خرما اور انگور کے باغات بنائے اور فرمایا کہ زیتون اور انار کے بھی باغات جو پتوں اور شکل کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متشابہ اور قریب ہیں لیکن پھل اور شکل اور ذائقہ اور طبیعت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب وہ پک جائے تو اس کے پھل کی طرف دیکھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تفکر کرو کہ کس طرح ان کو عدم سے وجود میں لایا۔ حالانکہ پھل بننے سے پہلے یہ بھی جلانے کی لکڑی تھی۔ پھر یہی لکڑی خرما اور انگور اور دوسرے میوے بن گئی، جیسا کہ فرمایا کہ زمین پر گنجان درخت اور انگور اور زراعت کے باغات میں جو خوشہ دار بھی ہیں اور غیر خوشہ کی بھی سب کو پانی ایک ہی قسم کا ملتا ہے لیکن کھانے میں ایک بہت افضل ہوتا ہے دوسرے سے اسی لیے یہاں فرمایا کہ اے لوگو! اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت وحکمت کی کمال دلالتیں ہیں۔ اس کو ایمان دار لوگ ہی سمجھتے ہیں اور خدا تعالیٰ ورسول کی تصدیق کرتے ہیں۔

(۹۰)

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (الانعام:۱۰۰)

ترجمہ: ”اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں بلاسند تراش رکھی ہیں اور وہ پاک اور برتر ہے ان بتوں سے جو یہ کرتے ہیں۔“

تشریح: یہاں مشرکین کا رد ہے۔ جو عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں۔ اور شیطان کی پرستش کرنے لگتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ اصنام کی پرستش کرتے تھے، پھر شیطان کی پرستش کا کیا مطلب؟ تو جواب یہ ہے کہ بتوں کی پرستش کرتے تھے تو شیطان کے بہکانے اور اس کی اطاعت کرنے کی بناء پر جیسا کہ فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرنے لگے (یعنی ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہہ کر ان ملائکہ اناث کو پوجنے لگے) وہ تو محض شیطان سرکش کی عبادت کرتے ہیں۔ جس نے کہا تھا کہ اے خدا میں تیرے بندوں کا ایک بڑا حصہ اپنی طرف کھینچ لوں گا۔ انہیں گمراہ کروں گا۔ ان میں دور رس امیدیں پیدا کروں گا۔ میں انہیں حکم دوں گا۔ اور وہ مویشیوں کے کان کاٹ دیا کریں گے میں انہیں ایسا ہی حکم کروں گا تاکہ وہ تیری بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست بنا لیا، وہ بہت کھلے خسارے میں رہا۔ وہ ان مشرکین سے بڑے خوش آئند وعدے کرتا ہے۔ دور رس تمنائیں ان میں پیدا کراتا ہے۔ اور اس کے سارے وعدے دھوکا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو اپناتے ہو۔ حالانکہ تم کو تو میرا دامن پکڑنا چاہیے تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ اے باپ کیا تم شیطان کی عبادت کرتے ہو۔ شیطان تو رحمٰن کا نافرمان ہے۔ اور جیسا کہ فرمایا اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں نہ بتا دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ اور ملائکہ قیامت کے روز کہیں گے تو پاک ہے، تو ہمارا ولی ہے۔ یہ مشرکین اگرچہ ہمیں بنات اللہ کہہ کر پوجتے رہے لیکن ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو دراصل شیطان کو پوجتے رہے اسی لیے آیت زیر ذکر میں فرمایا کہ ان مشرکین نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا۔ حالانکہ ان کو بھی اللہ واحد نے ہی پیدا کیا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بھی کیسے پوجتے ہیں۔ جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ ”کیا تم انہیں چیزوں کو پوجنے لگے ہو۔ جن کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا، حالانکہ تم کو بھی اور تمہارے ان مصنوعات کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ اس لیے چاہئے کہ تم مفرد بالعبادت ہو کر خدائے لاشریک سے تعلق رکھو۔ پھر فرمایا کہ انہوں نے بے سمجھی سے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں بنا ڈالیں۔ یہاں اوصاف خداوندی میں گمراہ کی گمراہی پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں۔ جیسے یہود کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ وہ پیغمبر ہیں۔ اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور مشرکین عرب ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ یہ ظالم جس بات کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالاتر

ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ جن کو شریک عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ خدائے واحد ہی نے انہیں بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے۔ وہ حقیقت سے واقفیت کے بغیر ایسا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت سے جاہل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ ہے اس کو بیٹا، بیٹی، بیوی کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ وہ پاک ہے، ان کے ہفوات و بیہودہ گوئیوں سے بالاتر ہے۔

(۹۱)

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الانعام:۱۰۱)

ترجمہ: "وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔"

تشریح: وہ آسمان و زمین کا موجد ہے خالق ہے۔ کوئی مثال زمین و آسمان کی اس کے سامنے نہیں تھی چنانچہ بدعت کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ سلف میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی ہے۔ لوگ کسی عمل کو اپنی طرف سے ایجاد کر کے اس کو بزعم خود ثواب کا کام سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کا بیٹا کیسے ہوتا، اس کی تو بیوی ہی نہیں اور بیٹا تو شیئین متناسبین سے پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مناسب و مشابہ تو کوئی چیز بھی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اپنا ایک بیٹا بنا لیا ہے، یہ بڑی جھوٹ بات ہے اسی نے ہر شے پیدا کی، پھر اسی کی مخلوق اس کی بیوی کیسے ہوگی، اس کی کوئی نظیر نہیں، پھر اس کا بیٹا اس کی نظیر بن کر کیسے آ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے۔

(۹۲)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (الانعام:۱۰۲۔۱۰۳)

ترجمہ: "یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔"

تشریح: یہی تمہارا رب ہے، جس نے ہر شے پیدا کی ہے سوائے اس کے کوئی خدا نہیں وہی ہر شے کا خالق ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کا نہ کوئی لڑکا ہے نہ کوئی باپ نہ بیوی نہ کوئی اس کا عدیل و نظیر۔ وہ ہر شے پر حفیظ و رقیب ہے۔ ہر چیز کا مدبر ہے وہی رزق دیتا ہے۔ رات اور دن اسی نے بنائے۔ اس کو نگاہیں پا نہیں سکتیں۔ ایک تو یہ کہ اگرچہ آنکھیں

اس کو آخرت میں دیکھ سکیں، لیکن دنیا میں نہیں دیکھ سکتیں نبی کریم ﷺ کی احادیث سے بالتواتر یہی ثابت ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا تو وہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہی آیت پڑھی، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کے برخلاف مروی ہے انہوں نے رویت باری تعالیٰ کو مطلق رکھا ہے اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دیکھا ہے۔

ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ دنیا میں نگاہیں اس کو نہیں دیکھیں گی اور دوسروں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ بھر کر اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس سے تخصیص ہوتی ہے اس رویت کی جو مؤمنین کو دارالآخرت میں حاصل ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایماندار لوگوں کے چہرے اس روز شگفتہ رہیں گے، اور اپنے رب کی طرف وہ نظر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ نیز کافروں سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب کو دیکھنے سے حجاب میں ہوں گے۔ یعنی وہ رب کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ مؤمنین کے لیے رویت باری تعالیٰ میں حجاب نہیں ہوگا۔

اور متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ مؤمنین دار آخرت میں اللہ تعالیٰ کو روضات جنت میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ بات نصیب فرمائے، آمین۔ اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے، یہ ادراک کس قسم کا ہے۔ اس میں کئی قول ہیں۔ جیسے معرفت حقیقت۔ اور حقیقت کو جاننے والا تو بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ مؤمن کو رویت ہوگی لیکن حقیقت اور ہی چیز ہے۔ چاند کو سب دیکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت اس کی ذات اور کہنے تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ پس خدائے تعالیٰ تو بے مثل ہے۔ ابن علیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نہ دیکھنا مخصوص ہے دنیا کے اندر، یعنی دنیا میں آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ اللہ تعالیٰ کو گھیر نہیں سکتی۔ عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا گیا کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ تو کہا، کہ کیا تم آسمان کو نہیں دیکھ سکتے ہو؟ کہا کہ ہاں دیکھ سکتے ہیں۔ تو کہا کیا پورا آسمان بہ یک نظر دیکھتے ہو۔ غرض یہ کہ اس کی شان اس سے بالاتر ہے کہ اس پر نگاہیں پڑ سکیں۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ مؤمنین کے چہرے اس درجہ شگفتہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔ لیکن اس کی عظمت کی وجہ سے نگاہیں اس پر محیط نہ ہوسکیں گی۔ اور اس آیت کی تفسیر میں حدیث وارد ہے کہ اگر تمام جن وانس اور شیاطین و ملائکہ جب سے پیدا کیے گئے ہیں۔ سب کی ایک صف بنائی جائے تو بھی اس کا احاطہ نہ ہو سکے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ جب کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ﴾ تو کہا، آپ ﷺ بھی تو خدا تعالیٰ کا ایک نور ہی ہیں۔ لیکن اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بہ تمامہ اپنے نور کے ساتھ تجلی کرے تو آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اور بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کوئی شے اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کو سزاوار ہے۔ وہ میزان قائم کیے ہوئے ہے، دن کے اعمال رات ہونے سے پہلے اور رات کے اعمال دن ہونے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہوجاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے۔ اگر وہ اٹھ جائے تو اس کی تجلی ساری دنیا کو جلا ڈالے گی۔ کتب متقدمہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! کوئی زندہ میری تجلی پا کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور کوئی خشک چیز بغیر فنا کے نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ شکستہ وسوختہ ہوکر رہ گیا۔ اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوکر گر پڑے۔ اور جب ہوش میں آئے تو کہا ﴿سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ اور اک خاص یوم

قیامت میں رویت کی نفی نہیں کرتا ہے وہ عباد مؤمنین پر اپنی تجلی فرمائے گا۔ اس کی تجلی اور جلال و عظمت اس کے حسب منشاء ہوگی۔ نگاہیں اس کو بہ تمامہ ادراک نہیں کرسکتیں۔ اسی لئے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آخرت میں رویت کی قائل ہیں۔ اور دنیا میں رویت کی نفی کرتی ہیں۔ انہوں نے بھی احتجاج اسی آیت سے کیا ہے۔ پس جس بات کی نفی ادراک کرے کہ اس کے معنی رویت عظمت وجلال کے ہیں وہ بات کیسے ممکن ہے کہ کسی بشر یا کسی فرشتے سے ہو سکے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ﴾ یعنی وہ لوگوں کے ابصار کا ادراک اور احاطہ کرسکتا ہے۔ کیونکہ اسی نے ابصار انسان کو پیدا کیا ہے۔ پھر وہ کیسے احاطہ نہ کر سکے۔ ارشاد ہے کہ کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو نہیں جانے گا۔ وہ لطیف وخبیر ہے۔ اور کبھی لفظ ابصار سے مبصرین مراد ہوتے ہیں یعنی مبصرین اس کو نہیں دیکھ سکتے وہ لطیف ہے یعنی کسی بات کے استخراج میں بہت باریک بین ہے اور ہر چیز کے ٹھکانہ سے باخبر ہے۔ جیسے لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو پند دیتے وقت کہتے ہیں:

﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿١٦﴾﴾

"یعنی اے میرے بچے اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں، اللہ تعالیٰ اُسے لے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔"

﴿۹۳﴾

قَدْ جَاۗءَكُمْ بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾ (الانعام: ۱۰۴)

ترجمہ: "اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔"

تشریح: بصائر یعنی مبینات اور نشانیاں جو قرآن میں ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی ہیں پس جس نے بصیرت سے کام لیا۔ اس کی ذات کو فائدہ پہنچا۔ جیسے فرمایا کہ جو ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنی ذات کے لیے کرے گا اور جو بھٹک جائے گا اس کی مضرت اسی پر رہے گی اسی لیے فرمایا کہ جو اندھا بنے گا اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ جیسے فرمایا کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں اور میں تم پر کچھ حافظ ورقیب ونگران کار تو ہوں نہیں بلکہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں۔ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے جس کو چاہے اور گمراہ ہونے دیتا ہے جس کو چاہے۔

﴿۹۴﴾

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ (الانعام۱۴۱۔۱۴۲)

ترجمہ: "اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جوٹٹیوں میں چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جوٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی مختلف چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اور مویشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے پیدا کیے ہیں جو کچھ اللہ نے تم کو دیا کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو بلاشبہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ ہر شے کا خالق ہے۔ زروع۔ ثمار اور انعام جن پر یہ مشرکین تصرف کرتے ہیں۔ اور اپنی فاسد آراء سے اس کی تقسیم کر کے کسی کو حلال اور کسی کو حرام بنا لیتے ہیں۔ یہ سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ چھتوں اور منڈوے والے اور بے سقف باغات جوٹٹیوں پر چڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ معروشات وہ بیلیں ہیں جوٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی ہوں جیسے انگور وغیرہ اور غیر معروشات وہ ثمر دار درخت جو جنگلوں اور پہاڑوں میں اُگ آتے ہیں۔ جو یکساں بھی ہوتے ہیں۔ اور جداگانہ بھی یعنی دیکھنے میں یکساں اور ذائقہ میں جداگانہ۔ جب خوب پھل پھول جائیں تو ان کے پھل کھاؤ اور کھیت کاٹنے کے وقت غریبوں کو دینے کا حق ہے وہ بھی ادا کر دو۔ بعض نے اس سے زکوٰۃ مفروضہ مراد لیا ہے۔ جب کہ وہ پیداوار ناپی یا تولی جائے تو اسی روز یہ حق ادا کر دیا جائے۔ پہلے لوگ نہیں دیا کرتے تھے۔ پھر شریعت نے دسواں حصہ مقرر کر دیا۔ اور جو خوشوں میں سے گر جائے وہ بھی مسکینوں کا حق ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جس کی کھجوریں دس وسق سے زیادہ ہوں تو وہ ایک خوشہ مساکین کے لیے مسجد میں لا کر لٹکا دے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ حبوب وثمار کا صدقہ ہے اور زکوٰۃ کے سوا غریبوں کا ایک مزید حق ہے۔ اور کھیت کاٹنے اور زکوٰۃ کے سوا یہ دیا جاتا تھا۔ اور جب مساکین اس روز آ جائیں تو انہیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہیے اور کہا کہ کم از کم ایک ایک مٹھی دیا جائے یہ کاشت کے روز، اسی طرح کاٹنے کے وقت بھی ایک ایک مٹھی بھر گرا پڑا بھی مساکین ہی کا حق ہے۔

ابن جبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے قبل کی بات ہے کہ مساکین کے لیے مٹھی بھر کی مقدار تھی۔ اور جانور کے لیے چارہ تھا اور گرا پڑا بھی غریبوں کا حق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کھیت کاٹ تو لیتے ہیں لیکن غریبوں کو اس میں سے صدقہ نہیں کرتے جیسا کہ ایک باغ والوں کا ذکر سورہ "ن" میں کیا گیا ہے۔ کہ جب انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ صبح ہوتے ہی جا کر کھیت کاٹ لیں گے، لیکن ان شاء اللہ نہیں کہا تھا۔ تو رات ہی اس کھیت پر ایک ہوا چلی کہ سارا کھیت برباد ہو گیا۔ اور وہ صبح تک سوتے ہی رہے۔ اور کھیت کے سارے ہی درواز ے کالے جلے ہوئے بن گئے پس جب صبح کو اٹھے تو کہنے لگے

کہ سویرے سویرے کھیت کو چلو۔ جب کہ تمہیں کھیت کاٹنا ہی ہے۔ چنانچہ وہ چلے اور چپکے چپکے بولتے جارہے تھے کہ دیکھو یہ غریب غرباء آج آنے نہ پائیں۔ چنانچہ صبح ہی جلدی پہنچ کر جب انہوں نے اپنے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم بھٹک کر شاید دوسرے باغ میں آ نکلے ہیں۔ پھر کہنے لگے نہیں باغ ہمارا ہی ہے۔ مگر یہ کہ ہم اس باغ سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں کے ایک بہتر آدمی نے کہا میں نے کیا تم سے نہیں کہا تھا۔ پھر کیوں نہ تم خدا کی تسبیح پڑھتے رہے، اب وہ کہنے لگے اے خدا تو پاک ہے۔ اس امر میں زیادتی ہماری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ اب ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا۔ اور کہنے لگا افسوس ہم پر، ہم نے خدا سے سرکشی کی تھی۔ کیا عجب کہ خدا ہم کو اس سے بھی بہتر باغ عنایت فرما دے۔ ہم اپنے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھو عذاب دنیاوی اس طرح ہوتا ہے اور عذاب آخرت تو اس سے بڑا ہے بشرطیکہ ذرا غور کریں۔ ایسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب پک جائیں تو اس کے پھل کھاؤ اور فصل کاٹنے کے وقت غریبوں کو ان کا حق بھی دے دو اور تم اس کے کھانے میں اسراف سے کام نہ لو کیونکہ زیادہ کھانے میں مضرت عقل و بدن ہے۔ جیسا کہ فرمایا کھاؤ پیو لیکن زیادتی نہ کرو۔ صحیح بخاری میں ہے کہ کھاؤ پیو پہنو لیکن ان باتوں میں اسراف نہ کرو اور شان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا﴾ یعنی تمہارے لیے مویشی پیدا کر دیئے جو تمہارے لیے بار برداری کا کام دیتے ہیں اور سواری کے کام میں آتے ہیں۔ جیسے اونٹ ہیں۔ اور فرش سے چھوٹے مویشی مراد ہیں یا چھوٹی قامت کے اونٹ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ "حمولۃ" سے اونٹ گھوڑے خچر گدھے اور ہر جانور جس پر بار برداری ہو مراد ہے۔ اور "فرش" سے بکرے مراد ہیں۔ عبدالرحمٰن بن زید کا خیال ہے کہ "حمولۃ" سواری کا جانور ہے اور فرش سے وہ مویشی مراد ہیں جن کو ذبح کر کے کھاتے ہیں یا ان کا دودھ پیتے ہیں۔ بکری پر بوجھ نہیں لادا جاتا بلکہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کے بالوں سے کمبل اور فرش بنائے جاتے ہیں۔ یہی وہ معنی ہے جو عبدالرحمٰن نے اس آیت کی تفسیر میں کہے اللہ کے اس قول سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ

اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ (یسین: ۷۱-۷۲)

"یعنی کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم نے یہ چیزیں ان کے فائدے کے لیے پیدا کیں اور ان جانوروں کو بنانے میں ہمارے ہاتھوں نے کام کیا۔ جن کے وہ مالک بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ جانور ان انسانوں کے لیے مسخر کر دیے ہیں کہ بعض پر تو وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کو ذبح کر کے کھاتے ہیں۔"

اور فرمایا کہ ان جانوروں میں تمہارے لیے بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ ان کے خون سے بنا ہوا دودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں۔ یہ خالص دودھ پینے والوں کے لیے کس قدر خوشگوار ہوتا ہے۔ اور ان کے بال تمہارے لیے لباس اور اوڑھنے کا کام دیتے ہیں۔ اور دوسرے اغراض سے استعمال میں آتے ہیں۔ اور فرمایا اللہ نے یہ جانور جو تمہارے لیے پیدا کئے تم ان پر سوار ہوتے ہو، انہیں کھاتے ہو اور تمہارے لیے دیگر مصالح بھی ہیں۔ اور تم اپنے دلی مقاصد ان سے پورے کرتے ہو، تم ان پر سوار ہوتے ہو۔ اور جہازوں اور کشتیوں میں بار برداری اور سواری کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی کتنی ہی نشانیاں پیش کرتا ہے۔ تم خدا کی کس کس نشانی کا انکار کرو گے۔ پھر

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ نے جو تمہیں پھل پھلاری حبوب وزروع اور مویشی وغیرہ دیئے ہیں۔ انہیں چاہو تو کھاؤ، ان سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارا رزق بنا دیا ہے اور تم شیطان کے طریق اور اوامر کی پیروی نہ کرو جیسے کہ ان مشرکین نے اتباع کی۔ جنہوں نے خدا کے بعض رزق کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اے لوگو! شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی ذرا بھی سوچو تو اس کی عداوت بالکل ظاہر ہے۔ تم بھی شیطان کو اپنا دشمن قرار دے لو۔ وہ اپنا شیطانی لشکر لے کر تم پر حملہ آور ہوتا ہے تاکہ اہل دوزخ میں سے ہو جاؤ۔ اے بنی آدم! شیطان تم کو فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا اور ان کا لباس ان پر سے اتروا دیا اور وہ کھلے دکھائی دینے لگے۔ اور فرمایا کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو اپنے اولیاء بناؤ گے یہ شیاطین تو تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بہت بری جزا ہے۔ قرآن کے اندر اس موضوع پر بہت کثرت سے آیتیں ہیں۔

﴿۹۵﴾

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾ (الانعام: ۱۶۵)

ترجمہ: ”وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔“

تشریح: ارشاد ہوتا ہے کہ تم یکے بعد دیگرے زمین میں بستیاں بساتے تھے اور اسلاف کے بعد اخلاف کا زمانہ آتا رہتا تھا۔ ایک دوسرے کے جانشین ہوئے جیسا کہ فرمایا اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین تمہاری اولاد یا کسی اور کو بنانے کی بجائے فرشتوں کو بنا دیتے اور تمہارے بعد وہ تمہاری جگہ لے لیتے اور فرمایا کہ یہ زمین اس نے تمہیں یکے بعد دیگرے دی اور فرمایا کہ میں زمین میں ایک اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور فرمایا ممکن ہے کہ عن قریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو اس کی جگہ پر لا بٹھائے اور پھر یہ دیکھے کہ اس کے بعد تم آ کر کیا کردار پیش کرتے ہو اور فرمایا کہ ایک سے اوپر ایک کے درجات بنائے گئے ہیں۔ یعنی ارزاق اور اخلاق اور محاسن اور مساوی مناظر اور اشکال والوان میں سب ایک دوسرے سے کم زیادہ ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی باہمی معیشت کو تقسیم کر دیا ہے۔ اور بعض کے درجے بعض سے اونچے رکھے ہیں۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب اور کوئی آقا ہے اور کوئی اس کا نوکر اور فرمایا غور تو کرو کہ ہم کسی کو کسی پر کیسی برتری اور ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن دنیاوی درجات سے قطع نظر آخرت کے درجات بڑی چیز ہیں اور بڑی فضیلت رکھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ تفریق مدارج اس لیے ہے تاکہ ہم تمہیں آزمائیں۔ دولت مند کو دولت دے کر اس سے پوچھا جائے گا کہ اس دولت کا شکر کس طرح ادا کیا تھا اور غریب سے پوچھا جائے گا کہ اپنی غربت پر صبر بھی کیا تھا یا نہیں۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا شاداب وسرسبز ہے اللہ نے دوسروں کے بعد اب تم کو دنیا سے متمتع ہونے کا موقع دیا ہے اور تمہیں ان کا جانشین بنایا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے بعد اب تم کیا کردار پیش

کرتے ہو۔ اے لوگو! دنیا سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو، پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوا تھا وہ عورتوں ہی سے متعلق تھا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلد تر سزا دینے والا ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی جلد تر ختم ہو جائے گی اور عاقبت وسزا سے سابقہ پڑ جائے گا۔ اور وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔

یہاں خوف بھی دلایا جا رہا ہے اور ترغیب بھی دی جا رہی ہے کہ اس کا حساب اور عقاب جلد تر آ جائیں گے۔ اور خدا کی نافرمانی اور رسولوں کی مخالفت کرنے والے ماخوذ ہو جائیں گے جس نے اللہ کو دوست بنایا۔ اللہ اس کا والی اور غفور ہے۔ اور رحیم ہے۔ اکثر جگہ قرآن میں اللہ کی یہ دونوں صفتیں یعنی غفور اور رحیم ہمیشہ ساتھ ساتھ آئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے کے بارے میں بڑا صاحب مغفرت ہے اور اس کے ساتھ اس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ اور فرمایا اے نبی میرے بندوں سے کہہ دو کہ میں غفور اور رحیم ہوں اور میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب ہے۔ ترغیب وترہیب پر مشتمل آیات بڑی کثرت سے ہیں۔ کبھی تو بندوں کو جنت کی صفات بیان کر کے ترغیب دیتا ہے اور کبھی دوزخ کا ذکر فرما کر اس کے عذاب اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈراتا ہے اور کبھی ایک ساتھ دونوں کا ذکر فرماتا ہے۔ اللہ اپنے احکام میں ہمیں اپنا اطاعت گزار بنائے اور گنہگاروں کے زمرے سے دور رکھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مومن یہ جان لے کہ اللہ کا عذاب کتنا سخت ہوتا ہے تو کوئی جنت کی طمع تک نہ کرے گا۔ کہے گا کہ دوزخ سے چھٹکارا پا جاؤں تو بس ہے اور اگر کافر یہ معلوم کر لے کہ خدا کی رحمت کیسی زبردست ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو حالانکہ اس کو جنت کا استحقاق ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو (۱۰۰) حصے رکھے ہیں اس میں سے ایک حصہ اپنی ساری مخلوقات کے درمیان تقسیم کر دیا کہ اسی کے حصہ رسدی کے سبب دنیا میں لوگ اور جانور ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ہمدردی کرتے ہیں اور باقی ننانوے (۹۹) حصے رحم کے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے رکھ لیے ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی رحمت کیسی زبردست ہوگی۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ جو اس کے پاس فوق العرش ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی اسی ایک حصہ کی یہ برکت ہے کہ جانور گائے، اونٹنی وغیرہ بھی بچے کو کچل دینے سے بچتی ہے اور بچہ پاؤں کے نیچے آ رہا ہو تو بچتی اور احتیاط کرتی ہیں۔

(۹۶)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الاعراف: ۵۴)

ترجمہ: "بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے پھر عرش پر قائم ہوا وہ

رات سے دن کو ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ رات اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے، اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ خدائے پاک زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا ہے جس کا قرآن میں کئی بار ذکر آیا ہے۔ وہ چھ دن یہ ہیں اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ جمعہ ہی کے روز ساری مخلوق مجتمع ہوئی، اور اسی روز آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ ایام کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا دن ان دنوں کی طرح تھا۔ جیسا کہ ذہن فوراً اسی خیال کی طرف منتقل ہوتا ہے، یا یہ کہ ایک ہزار سال والا دن تھا۔ اب رہ گیا ہفتہ کا دن۔ اس دن کچھ پیدا نہیں کیا گیا۔ پیدائش اس روز منقطع تھی۔ اس لیے اس ساتویں دن یعنی ہفتہ کے دن کو یوم السبت کہتے ہیں۔ اور "سبت" کے معنی قطع کے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھاما اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز زمین پیدا کی اور اتوار کے روز پہاڑ پیدا کئے اور پیر کے روز درخت پیدا کئے۔ برائیاں اور مکروہات منگل کے روز، نور بدھ کے روز اور تمام جانور اور ذی روح جمعرات کے روز، اور آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد بروز جمعہ آخری گھنٹے میں عصر اور مغرب کے درمیان اس حدیث سے تو ساتوں دن مصروف ثابت ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ چھ دن مصروفیت کے تھے ان چھ دن کی مصروفیت کے بعد وہ عرش پر جلوہ افروز ہو گیا۔ اس مقام پر بہت کچھ لوگوں نے خیال آفرینیاں کی ہیں اور بہت خیالات دوڑائے ہیں۔ ہم اس بارے میں سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہیں یعنی مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ اور نئے پرانے ائمۃ المسلمین۔ اور وہ مسلک یہ ہے کہ اس پر یقین کر لیا جائے بغیر کسی کیفیت وتشبیہ کے اور بغیر اس فوری خیال کی طرف ذہن لے جانے کے کہ جس سے تشبیہ کا عقیدہ ذہن میں آتا ہے اور جو صفات خدا سے بعید ہیں۔ غرض جو کچھ خدا نے فرمایا ہے بغیر اس پر کچھ خیال آرائی اور شبہ کرنے کے تسلیم کر لیا جائے اور چوں وچراں میں نہ پڑیں۔ کیونکہ اللہ پاک کسی شے کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے۔ وہ سمیع وبصیر ہے۔ جیسا کہ مجتہدین نے فرمایا جن سے نعیم بن حماد الخزاعی بھی ہیں جو بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے استاذ ہیں کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی وہ کفر کا مرتکب ہو گیا۔ اور اللہ پاک نے جن صفات سے اپنے کو متصف فرمایا اس سے انکار کیا تو کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن باتوں سے اللہ کی توصیف نہیں کی ویسی توصیف کرنا یہی تشبیہ ہے۔ اور جس نے اللہ کے لیے وہ اوصاف ثابت کئے جن کی صراحت آیات الٰہی میں اور احادیث صحیحہ میں ہوئی ہے جو خدا کے جلال کو ثابت کرتی ہیں اور ہر نقائص سے اللہ کی ذات کو بری کرتی ہیں تو ایسا ہی شخص صحیح خیال پر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ ڈھانکتا ہے رات سے دن کو یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے، اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے ڈھانک دیتا ہے۔ اور اس رات اور دن میں سے ہر ایک دوسرے کو بڑی تیزی سے پالیتے ہیں۔ یعنی یہ ختم ہونے لگتا ہے تو وہ آدھمکتا ہے اور وہ رخصت ہونے لگتا ہے تو یہ فوراً آپہنچتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۙ ...الخ﴾ یعنی ان کے لیے اس میں نشانی ہے کہ رات کے ذریعہ دن کی پوست کنی ہوتی ہے۔ اور یکا یک تاریکی پھیل جاتی ہے۔ اور سورج اپنی قرارگاہ کی طرف دوڑتا ہے۔ یہ عزیز وعلیم کا مقرر کردہ اصول ہے۔ قمر کی ہم نے منازل قرار دے رکھی ہیں۔ وہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی روز کھجور کی سوکھی ٹہنی کی طرح

باریک ہوجاتا ہے۔شمس سے یہ ناممکن ہے کہ وہ قمر سے آگے بڑھے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے ہر ایک اپنے مقررہ دائرہ اور مدار پر گردش کرتے ہیں۔ اس لیے ﴿ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ ﴾ یعنی سب چیزیں اس کے تحت تصرف میں اور اسی کی تسخیر ومشیت کے اندر ہیں اسی لیے فرمایا ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾ یعنی ملک اور تصرف اسی کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ جیسا کہ فرمایا ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا ....الخ﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عمل صالح کر کے اللہ کا شکرادا نہ کرے بلکہ اپنی تعریف کرے اس نے کفر کیا اور اس کا عمل سلب کرلیا جائے گا اور جس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اپنی کوئی حکمت یا قدرت منتقل کردی ہے، تو اس نے کفر کیا۔ کیونکہ فرمایا ﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ دعائے ماثورہ میں ہے کہ یوں دعا مانگا کرے (اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ)۔

﴿۹۷﴾

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ (الاعراف:۵۷)

ترجمہ: ”اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کردیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھالیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو۔“

تشریح: اللہ پاک جب اس ذکر سے فارغ ہوچکا کہ وہ خالق ارض وسماء ہے متصرف اور حاکم اور مدبر ہے اور دعا مانگنے کے طریقہ کی بھی جب تعلیم دے دی، تو اب اس بات سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہی رازق ہے۔ مرنے والے کو وہی قیامت کے روز اٹھائے گا۔ ہواؤں کو وہی بھیجتا ہے کہ پانی بھرے بادلوں کو ہر چہار طرف پھیلائیں جیسا کہ فرمایا ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ ﴾ یعنی ہوائیں بارش کی بشارت دیتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ﴾ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ لوگوں کے ناامید ہوچکنے کے بعد وہ بادل کو بھیجتا ہے، جو اس کی رحمت کو برساتے ہیں یعنی پانی کو اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے آثار رحمت پر نظر ڈالو کہ زمین کے مُردہ ہوجانے کے بعد کس طرح اس کو زندہ کردیتا ہے۔ اسی طرح وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے ﴿ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا ﴾ یعنی ہوائیں بوجھل بادلوں کو اٹھائے ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان میں وزن دار پانی ہوتا ہے جو زمین سے قریب تر ہوتی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿ سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ ﴾ اور ہم مردہ اور قحط زدہ خشک زمین کو سیراب کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا ﴾ اس لیے ارشاد ہوتا ہے ﴿ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ

الْمَوْتٰی﴾ یعنی جس طرح ہم زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں اسی طرح اجسام کو خاک ہو جانے کے بعد بھی بروز قیامت زندہ کریں گے۔ اللہ پاک آسمان سے پانی برسائے گا اور چالیس دن تک زمین پر بارش ہوتی رہے گی اور اجسامِ انسانی اپنی اپنی قبور سے اس طرح اٹھنے لگیں گے جیسے کہ زمین سے دانہ اُگنے لگتا ہے۔ اس مضمون کی آیتیں قرآن میں کثرت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز کو بطور مثال ذکر فرمایا ہے ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ اس غرض سے کہ شاید تم نصیحت وعبرت حاصل کرو۔

(۹۸)

اَوَ لَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ وَّ اَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ۝۱۸۵ (الاعراف: ۱۸۵)

ترجمہ: ”کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کیں ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔“

تشریح: ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری نشانیوں کو جھٹلانے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہمیں کیسا غلبہ حاصل ہے آسمانوں اور زمین پر اور ان میں جو کچھ ہے ان سب پر۔ انہیں چاہئے تھا کہ اس پر تدبر و تفکر کرتے اور عبرت لیتے اور اس نتیجہ پر پہنچتے کہ یہ سب اس کا ہے جس کا کوئی نظیر وشبیہ نہیں وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت اور خلوص صرف اسی سے برتیں۔ اور اس کے رسول کی تصدیق کریں اس کی اطاعت کی طرف جھک جائیں، بتوں کو نکال پھینکیں اور اس بات سے ڈریں کہ موت قریب ہے اگر کفر ہی پر مرجائیں گے تو عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اب اس کے بعد پھر اور کونسی تخویف و ترہیب چاہئے کہ جو دھمکی آئی ہوئی ہے۔ وہ خدا کی طرف سے آئی ہوئی ہے۔ اگر وہ اس وحی وقرآن کی تصدیق نہ کریں جو محمد ﷺ نے پیش کی ہے تو پھر کس بات کی تصدیق کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شب معراج میں میں نے دیکھا کہ آسمان ہفتم تک جب میں پہنچا تو اوپر نظر کی تو رعد و برق دیکھے اور ایسی قوم پر سے میرا گزر ہوا جن کے پیٹ مٹکوں کی طرح پھولے ہوئے تھے، ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں، اور جب اس پہلے آسمان پر اترا تو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف نظر ڈالی تو ایک دھند اور دھواں تھا اور شور وغوغا برپا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اے جبریل یہ کیا ہے؟ تو کہا یہ وہ شیاطین ہیں جو انسانوں کی آنکھوں کے سامنے گھومتے رہتے ہیں اور آڑ بن جاتے ہیں تاکہ ارض وسماء کے ملکوت میں انسان نظر ہی نہ کرسکے اگر یہ حائل نہ ہوتے تو انسان آسمان کی عجیب عجیب باتیں دیکھتا۔

(۹۹)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ (الاعراف: ۱۸۹۔۱۹۰)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے پھر جب بیوی سے قربت حاصل کی اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا۔ سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بیوی اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے اگر تم نے ہم کو صحیح سلامت اولاد دے دی تو ہم خوب شکر گذاری کریں گے۔ سو جب اللہ نے دونوں کو صحیح سلامت اولاد دے دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے سو اللہ پاک ہے ان کے شرک سے۔''

تشریح: ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا جہاں کے لوگ آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا کئے گئے ہیں اور آدم علیہ السلام ہی سے ان کی بیوی حوا علیہا السلام پیدا کی گئیں۔ انہیں دونوں سے نسل بڑھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور اتنا بڑھایا کہ تم لوگ خاندان اور قبیلے بن گئے اب تمہیں ایک دوسرے کے حقوق پہچاننا چاہئے اور خدا تعالیٰ کی نظروں میں تم میں شریف تر وہی ہوگا جو سب سے زیادہ محتاط عمل کرے۔ ﴿لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا﴾ کے معنی ہیں تاکہ ایک دوسرے میں الفت پذیر رہے۔ اسی لیے فرمایا کہ ﴿جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ یعنی تم دونوں کے دلوں میں محبت اور رحمت ڈال دی۔ دو روحوں میں جو محبت و رحمت ہوتی ہے وہ زوجین کی باہمی الفت و موانست سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ساحر اکثر اپنے سحر کے ذریعہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیں۔ غرض شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ فطری محبت کی بنا پر موانست و قربت اختیار کرتا ہے تو ابتداءً وہ اپنے پیٹ میں ایک ہلکا سا بوجھ محسوس کرنے لگتی ہے۔ یہ آغاز حمل کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت تو عورت کو کوئی تکلیف کا آغاز نہیں ہوتا کیونکہ یہ حمل تو ابھی نطفہ یا علقہ ہے یعنی نطفہ یا گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا۔ ابھی وہ ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حمل لیے ہوئے آسانی سے اٹھ بیٹھ سکتی ہے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ابتدائی زمانہ وہ ہے جب کہ خود اس کو شک ہے کہ مجھے حمل ہے بھی کہ نہیں۔ غرض یہ کہ اس کے بعد جو عورت کو بوجھ اچھا خاصا محسوس ہونے لگتا ہے اور یقین حمل ہو جاتا ہے تو یہ ماں باپ خدا سے تمنا کرنے لگتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سالم بچہ دے تو بڑا احسان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ماں باپ کو ڈر لگا ہوتا ہے کہ کہیں جانور کی شکل یا غیر سالم بچہ نہ ہو جائے جیسا کہ بعض مرتبہ ہو جایا کرتا ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ یہ مطلب لیتے ہیں کہ اگر خدا ہم کو لڑکا دے، کیونکہ مولود میں زیادہ

صلاحیت والا مولود لڑکا ہی ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جب اللہ ان کو صحیح سالم بچہ دیتا ہے تو اس کو بتوں کا حصہ بنا ڈالتے ہیں۔ اللہ کی ذات ایسے شرک سے بے نیاز ہے مفسرین نے یہاں بہت سے آثار و احادیث بیان کی ہیں جن کا ہم ذکر کریں گے، ان پر روشنی ڈالیں گے، پھر ان شاء اللہ صحیح بات کی طرف رہنمائی کریں گے۔ خدا ہی پر بھروسہ ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ حوّا کو جب وضع حمل ہوا تو ابلیس ان کے پاس آیا ان کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا، تو حوّا کو مشورہ دیا کہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھا گیا اور وہ زندہ رہا۔ یہ شیطان کی طرف کی وحی تھی اور حارث شیطان کا نام ہوتا ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ نہیں بلکہ بعض دوسرے مذہب والوں کا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد بعض مشرکین انسان ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ کا فعل بیان ہوا ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی روش پر ڈالتے ہیں۔ اب دوسری احادیث بھی اس بارے میں ہیں، یہ کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حوّا کے جو اولاد ہوتی تھی، ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مخصوص کر دیتی تھیں۔ اور ان کا نام عبداللہ اور عبیداللہ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مر جاتے تھے چنانچہ حضرت آدم و حوّا علیہما السلام کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم اپنی اولاد کا کچھ دوسرا نام رکھا کرو گے تو وہ زندہ رہے گا۔ اب حوّا کے بچہ ہوا ماں باپ نے بچہ کا نام عبدالحارث رکھا اسی سے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ﴾ تا آخر۔ حوّا کو شک تھا کہ حمل ہے یا نہیں۔ غرض جب وہ حمل سے بوجھل ہو گئیں تو ان دونوں نے اللہ سے دعا کی کہ اگر جیتا جاگتا صالح بچہ ہوگا تو ہم بڑا شکر کریں گے۔ اب شیطان ان دونوں کے پاس آیا اور کہنے لگا تمہیں کیا خبر کہ کیسا بچہ پیدا ہوگا، جانور کی شکل وصورت کا ہوگا یا انسان۔ ایک غلط بات ان کی نگاہوں میں اچھی بنا کر پیش کی اور شیطان تو دھوکا دینے والا ہے ہی اس سے پہلے دو بچے ہو چکے تھے اور مر چکے تھے۔ شیطان نے انہیں سمجھایا کہ اگر تم میرے نام پر اس کا نام نہ رکھو گے تو نہ وہ ٹھیک پیدا ہوگا اور نہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس بچہ کا نام عبدالحارث رکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دعا پر صحیح سالم بچہ دیا تو اس کا نام عبدالحارث رکھ کر اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ ان آیتوں میں اسی کا بیان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ کے حمل کے وقت یہ (شیطان) آیا اور انہیں ڈرایا کہ میں وہی ہوں۔ جس نے تمہیں جنت سے نکلوایا اب تم میری اطاعت کرو ورنہ میرے کرتب سے اس کے سینگ پیدا ہو جائیں گے اور وہ پیٹ کو پھاڑ کر نکلے گا اور یہ ہوگا وہ ہوگا، غرض انہیں بہت خوفزدہ کر دیا، مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ خدا کی مصلحت بچہ مردہ پیدا ہوا۔ دوسرا حمل ہوا پھر بھی بچہ مردہ پیدا ہوا۔ اب کے ابلیس نے آ کر اپنی بہت خیر خواہی جتائی۔ بچے کی محبت غالب آ گئی اور اس کا نام انہوں نے عبدالحارث رکھ دیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا﴾ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو لے کر ان کے شاگردوں کی جماعت نے بھی یہی کہا ہے۔ جیسے سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سدی رحمہم اللہ تعالیٰ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ اہل کتاب سے لیا گیا ہے۔ لیکن ہم تو وہی کہتے ہیں جو حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مشرکوں کا اپنی اولاد میں شریک خدا کا بیان ان آیتوں میں ہے نہ حضرت آدم و حوّا علیہما السلام کا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند و بالا ہے۔

(۱۰۰)

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳

(سورۂ یونس: ۳)

ترجمہ: "بلا شبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔"

تشریح: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے۔ اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا، کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا۔ جس کا بیان آگے آئے گا۔ پھر وہ عرش عظیم پر متمکن ہو گیا، اور عرش تمام مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے، وہ سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے یا یہ کہ وہ بھی خدا کا ایک نور ہے خدا سارے خلائق کا مدبر سرپرست اور کفیل ہے۔

اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرہ بھی بچا یا چھوٹا نہیں۔ ایک توجہ اس کی دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی، اس کے لیے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی پہاڑوں، سمندروں، آبادیوں جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے اس کو نہیں روک سکتی۔ کوئی جاندار بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر و خشک ایسا ہے جو اس کی لوح محفوظ یعنی کتاب علم میں نہ ہو۔ جس وقت آیت اتری ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ﴾ مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ تو کہا ہم جن ہیں۔ اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ﴿مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ﴾ یعنی کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ یہ قول خدا کے اس قول کے مطابق ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ اور ﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ.... الخ﴾ یعنی ان لوگوں نے عبادت کے لیے خدا ہی کی ذات کو خاص کر لیا ہے اور اے مشرکو! تم عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو بھی شریک کر لیتے ہو۔ حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پیدا کرنے والا خدا ایک ہی ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ تو اعتراف کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور اگر پوچھو کہ یہ عرش عظیم اور ساتوں آسمانوں کا خدا کون ہے؟ تو فوراً بول اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ تو ان سے پوچھو کہ پھر اس خدا سے ڈرتے کیوں نہیں ہو اور شریک کیوں کرتے ہو؟۔

(۱۰۱)

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝ (یونس: ۵-۶)

ترجمہ: ”وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔ بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں۔“

تشریح: اللہ پاک اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت پر اور عظمت وسلطنت پر دلالت کرنے والی کیسی کیسی نشانیاں پیدا کیں۔ جرم شمس سے نکلنے والی شعاعوں کو اس نے تمہارے لیے ضیاء بنایا اور قمر کی روشنی کو تمہارے لیے نور بنایا۔ روشنی شمس الگ قسم کی ہے اور روشنی قمر الگ نوعیت کی ہے۔ روشنی ایک ہی ہے پھر بھی دونوں میں بڑا فرق ہے کہ ایک روشنی دوسری سے میل نہیں کھاتی۔ دن میں سورج کی بادشاہت ہے تو رات میں چاند کی۔ اجرام سماوی دونوں ہیں۔ لیکن سورج کے منازل نہیں مقرر کئے، اور چاند کے منازل مقرر کئے، پہلی تاریخ کا چاند نکلتا ہے تو بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے پھر اس کی روشنی بھی بڑھتی جاتی ہے اور جرم بھی بڑھتا ہے۔ حتیٰ کہ کامل ہو جاتا ہے گول دائرہ بن جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور پورے ایک مہینے بعد پھر اپنی حالت اوّل پر آ جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ پاک نے ﴿وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ.... الخ﴾ قمر کے لیے ہم نے گھٹاؤ اور بڑھاؤ کے منازل قرار دیئے ہیں کہ وہ گھٹ گھٹ کر پرانی سوکھی ٹہنی کے مانند ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج چاند کو جا پکڑتا ہے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے ضابطہ اور قانون کی رو سے اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول ﴿وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ حُسْبَانًا..... الخ﴾ شمس اور قمر کا اپنا اپنا حساب ہے۔ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شمس کے ذریعہ دن پہچانے جاتے ہیں۔ اور قمر کی گردش سے مہینوں اور سالوں کا حساب لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عبث نہیں پیدا کیا ہے بلکہ خلق عالم میں ایک حکمت عظیمہ پنہاں ہے۔ اور اس کی قدرت پر حجۃ بالغہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا..... الخ﴾ یعنی ہم نے آسمان و زمین ومافیہا کو باطل طور پر نہیں پیدا کیا۔ یہ کافروں کا گمان ہے۔ کافروں پر دوزخ کی ہلاکت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ..... الخ﴾ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کر دیا، عبث پیدا ہو کر تم عبث مر گئے اور پھر ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و بالا ہے۔ وہ خدائے واحد رب عرش کریم ہے۔ آیات کا مطلب ہے کہ ہم حجت و دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ سمجھنے

والے سمجھ جائیں۔ اختلاف لیل و نہار کا مطلب یہ ہے کہ دن جاتا ہے تو رات آتی ہے۔ اور رات جاتی ہے تو دن آتا ہے۔ ایک دوسرے پر غالب آ کر قرار پذیر نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ رات دن پر چھا جاتی ہے اور دن رات پر چھا جاتا ہے۔ مگر کیا مجال کہ سورج چاند سے جا ٹکر کھائے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا﴾ صبح کو پوپھٹتی ہے اور رات سکون سے گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے۔ وہ اس بات کی نشانیاں ہیں کہ اس کی قدرت کتنی عظیم ہے۔ جیسا کہ قول خداوندی ہے ﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ زمین و آسمان میں خدا کی کتنی ہی نشانیاں بھری پڑی ہیں۔ ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَ مَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ .... الخ﴾ غور کرو کہ آسمان وزمین میں کیا کچھ نشانیاں نہیں ہیں۔ اور کافروں کو متنبہ کرنے والے کیا کیا دلائل نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ آسمان وزمین میں اِدھر اُدھر اپنے آگے پیچھے نظر نہیں ڈالتے یہ نشانیاں عقل والوں کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عقاب و عذاب سے بچنے والوں کے لیے ہیں۔

﴿۱۰۲﴾

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

(سورۂ یونس ۳۱۔۳۲)

ترجمہ: ”آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تو ان سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے۔ سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے۔ پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے، پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔“

تشریح: مشرکین پر اللہ تعالیٰ حجت پیش کرتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ یعنی اے نبی! پوچھو کہ وہ کون ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے اور اپنی قدرت سے زمین کو شگاف دیتا ہے۔ جس کے اندر سے دانے، انگور، نیشکر، زیتون، خرما، گھنے گھنے باغ اور خوشہ دار میوے پیدا کرتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہو سکتا ہے تو انہیں ماننا پڑے گا کہ یہ خدا ہی کے کام ہیں۔ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو کون ہے کہ کھول دے؟ اور جس نے یہ قوت سامعہ اور قوت باصرہ دی ہے کہ اگر چاہے تو سلب کر لے۔ تم خود کہہ دو کہ یہ سماعت و بصارت اور ساری انسانی قوتیں اللہ ہی نے پیدا کی ہیں۔ کیا تم اس کو ناراض کر کے پسند کرو گے کہ وہ تمہاری بصارت و سماعت چھین لے۔ جو اپنی قدرت عظیمہ سے میت سے زندہ کو پیدا کرتا ہے اور زندہ سے میت کو نکالتا ہے، اور کون

ساری کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اس کی صوابدید اور مرضی سے۔ سب کو وہ پناہ دیتا ہے۔ اس کے برخلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ سب پر متصرف اور حاکم ہے۔ اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم کوئی چیز نہیں وہ جس کو چاہے پوچھے لیکن اس کو کون پوچھ سکتا ہے۔ آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اسی کی دست نگر ہیں۔ ہر وقت اس کی نرالی شان ہے۔ آسمان و زمین کی ساری بادشاہت اسی کی ہے۔ ملائکہ انس وجان سب اس کے محتاج ہیں۔ اس کے غلام ہیں۔ سب کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ خدا ہی میں یہ ساری قدرت ہے۔ کفار ومشرکین ان ساری باتوں کو جانتے ہیں اور معترف بھی ہیں۔ پھر تم ان سے پوچھو کہ اچھا پھر اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو، اپنی خودسری اور جہالت سے اس کو چھوڑ کر کسی اور کی پرستش کیوں کرتے ہو۔ سچا خدا تو یہی خدا ہے جس کا تم کو آپ اعتراف ہے۔ پھر تو افراد بالعبادۃ کا مستحق وہی ہوا۔ حق بات کو سمجھ لینے کے بعد پھر یہ گمراہی کیسی۔ ہر معبود اس کے سوا باطل ہے۔ تم عبادت حق چھوڑ کر عبادت ماسوا کی طرف کدھر بھٹکے جا رہے ہو ان سارے دلائل کے بعد خدا کی بات ثابت و متحقق ہو چکی ، یعنی جس طرح ان مشرکین نے کفر کیا اور کفر پر قائم رہے۔ اسی طرح انہوں نے اس بات کا اعتراف بھی کر لیا ہے کہ وہی پاک پروردگار خالق ورازق ہے ساری کائنات میں اکیلا متصرف ہے۔ اسی نے اپنے پیغمبروں کو توحید دے کر بھیجا۔ یہی مسلم ہے کہ یہ اشقیاء دوزخی ہیں۔

﴿۱۰۳﴾

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ (یونس: ٦٧)

ترجمہ: ”وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ، تحقیق اس میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔“

تشریح: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے رات بنائی تاکہ دن بھر کی تھکان سے سکون وراحت حاصل کریں اور دن کو حصول معاش کی خاطر روشن بنایا۔ وہ دن میں سفر کرتے ہیں اور روشنی کے اندر ان کے دیگر مصالح ہیں ان دلائل کو سن کر عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے ان آیتوں میں نشانیاں ہیں۔

﴿۱۰۴﴾

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۰۷﴾ (یونس: ۱۰٦-۱۰۷)

ترجمہ: ”اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔“

تشریح: یقیناً تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے۔ فرض کرو کہ درحقیقت تمہارے معبود برحق ہیں تو ان سے کہو کہ مجھے نقصان پہنچائیں یاد رکھو کہ ان میں مضرت و نفع پہنچانے کی قدرت نہیں ہے۔ نفع و ضرر تو خدائے لاشریک کے ہاتھ میں ہے۔ اے نبی! کفار سے اعراض کر کے باخلاص تام خدا کی عبادت میں لگ جاؤ، شرک کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا۔ اگر مضرت و نقصان کے اندر خدا تمہیں گھیر لے تو کون اس گھیرے سے تم کو باہر نکال سکتا ہے۔ نفع و ضرر، خیر و شر تو خدا کی طرف راجع ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر بھر خیر کے طالب رہو اور اللہ کی نعمتوں کو درپیش رکھو۔ اللہ کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہنچ گئیں تو پہنچ گئیں وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرمائے اور اللہ پاک سے درخواست کرو کہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے، اور تمہیں آفات زمانہ اور آفات نفس سے امن میں رکھے۔ وہ غفور و رحیم ہے۔ کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو، توبہ کرلو حتیٰ کہ شرک کر کے بھی توبہ کرلو تو وہ قبول کرلے۔

(۱۰۵)

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (سورۂ ھود: ٦)

ترجمہ: ”زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات جو چھوٹی بڑی یا خشکی و تری میں ہے ان سب کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ وہی ان کے چلنے پھرنے، آنے جانے اور ٹھہر جانے، رہنے سہنے اور جائے موت اور رحم میں رہنے کی جگہ کو جانتا ہے یہ تمام ماجرا اس کتاب میں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لکھا ہوا ہے اور وہی کتاب اس کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ..... الخ﴾ یعنی روئے زمین پر چلنے والے جانور اور پرندے جو اپنے پروں سے اُڑتے ہیں، سب کے سب تمہاری جیسی ہی امتیں ہیں۔ ہم نے کتاب میں کوئی چیز لکھنے سے نہیں چھوڑی۔ یہ سب کے سب اپنے رب کی طرف اکٹھے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ..... الخ﴾ یعنی غیب کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں اور انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کچھ دریا اور جنگل میں ہے۔ اسے بھی وہی جانتا ہے اور جو پتہ

جھڑتا ہے اس کے علم میں ہے۔ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور تر وخشک میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو۔

(۱۰۶)

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (هود:۷)

ترجمہ: "اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے، اگر آپ ان سے کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے یہ تو نرا صاف صاف جادو ہی ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے، آسمان وزمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بنو تمیم تم خوش خبری قبول کرو۔ انہوں نے کہا خوشخبریاں تو آپ نے سنا دیں، اب کچھ دلوایئے۔ آپ نے فرمایا اے اہل یمن تم قبول کرو۔ انہوں نے کہا ہاں ہمیں قبول ہے۔ مخلوق کی ابتداء تو ہمیں سنایئے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تھا۔ اس کا عرش پانی کے اوپر تھا اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ ایک روایت میں ہے اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا پھر آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ مسلم کی حدیث میں ہے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک قدسی حدیث لائے ہیں کہ اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دوں گا۔ اور فرمایا اللہ کا ہاتھ پُر ہے۔ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا خیال تو کرو کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے اب تک کتنا خرچ کیا ہوگا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کے ہاتھ میں میزان ہے جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے۔

مسند میں ہے ابورزین لقیط بن عامر منفق عقیلی نے حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا عماء میں، نیچے بھی ہوا اور اوپر بھی ہوا۔ پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا، مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرے اس سے پہلے عرش خداوندی پانی پر تھا۔ وہب ضمرہ قتادہ ابن جریر وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ابتداء مخلوق کس طرح ہوئی۔ ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا۔ جب آسمان وزمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دیئے نصف عرش کے نیچے، یہی بحر مسجور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔ سعد طائی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا اس لیے کہ کچھ نہ تھا پانی تھا اس پر عرش تھا۔ عرش پر ذوالجلال والاکرام ذوالعزت والسلطان ذوالملک والقدرۃ ذوالعلم والرحمۃ والنعمۃ تھا۔ جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہوا کی پیٹھ پر۔ پھر فرماتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لیے ہے اور تم اس لیے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بے کار پیدا نہیں کئے گئے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں۔ یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لیے آگ کی ویل ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا.... الخ﴾ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا مالک ہے وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ الخ۔ وہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں؟ یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لیے عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر آپ انہیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد بھی جینے والے ہو۔ جس خدا نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گزرا اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گزرے گی؟ یہ تو بنسبت اوّل بار کے بہت ہی آسان ہے۔ فرمان خداوندی ہے ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر جلا دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر وعناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرنے لگ جاتے۔

۱۰۷

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ (الرعد:۲)

ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے اسی نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا ہے، وہی کام کی تدبیر کرتا ہے وہ اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔"

تشریح: کمال قدرت اور عظمت سلطنت خدا دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمان کو اس نے بلند وبالا اور قائم کر رکھا ہے زمین سے آسمان

کو خدا نے کیسا اونچا کیا اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھہرایا۔ جس کی انتہا کوئی نہیں پاتا۔ آسمان دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے اردگرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے۔ زمین سے پانچ سو سال کی راہ پر ہے۔ ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے۔ پھر اس کی اپنی موٹائی اور دل بھی پانچ سو سال کے فاصلے کا ہے۔ پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ وہی پانچ سو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ.... الخ﴾ یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کے مثل زمین۔

حدیث شریف میں ہے ساتوں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو۔ اور کرسی عرش کے مقابلے پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ بعض سلف کا بیان ہے کہ عرش سے زمین تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے۔ لیکن ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قبے کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہی بات ہے اور آیت ﴿ وَ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ ﴾ سے بھی یہی ظاہر ہے۔ یعنی پس آسمان بلاستون اس قدر بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو، یہ ہے کمال قدرت۔

امیہ بن ابو الصلت کے اشعار میں ہے جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں جن میں ہے۔

وَ اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ فَضْلِ مَنٍّ وَّ رَحْمَةٍ — بَعَثْتَ اِلٰی مُوْسٰی رَسُوْلًا مُّنَادِيًا
فَقُلْتَ لَهٗ فَاذْهَبْ وَ هَارُوْنَ فَادْعُوَا — اِلَی اللّٰهِ فِرْعَوْنَ الَّذِیْ كَانَ طَاغِيًا
وَ قُوْلَا لَهٗ اَنْتَ رَفَعْتَ هٰذِهٖ — بِلَا عَمَدٍ اَوْ فَوْقَ ذٰلِكَ بَانِيًا
وَ قُوْلَا لَهٗ هَلْ اَنْتَ سَوَّيْتَ وَسْطَهَا — مُنِيْرًا اِذَا مَا جَنَّتْكَ الَّيْلُ هَادِيًا
وَ قُوْلَا لَهٗ مَنْ اَنْبَتَ الْحَبَّ فِی الثَّرٰی — فَيُصْبِحُ مِنْهُ الْعُشْبُ يَهْتَزُّ رَابِيًا
وَ قُوْلَا لَهٗ مَنْ يُرْسِلُ الشَّمْسَ غُدْوَةً — فَيُصْبِحُ مَا مَسَّتْ مِنَ الْاَرْضِ ضَاحِيًا
وَ يَخْرُجُ مِنْهُ حَبُّهٗ فِیْ رُؤُسِهٖ — فَفِیْ ذٰلِكَ اٰيٰتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِيًا

یعنی تو خدا ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی موسیٰ کو مع ہارون کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرما دیا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کے لیے اس سے کہیں کہ اس بلند و بالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج، چاند، ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گہرے انسان کے لیے خدا ہستی کی دلیل نہیں ہیں۔ پھر خدائے تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ کیفیت تشبیہ تعطیل تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر و بلند و بالا ہے سورج چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں۔ اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ سورج برابر اپنی جگہ چل رہا ہے۔ اس کی جگہ سے مراد عرش کے نیچے ہے۔ جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے یہ او تمام ستارے یہاں تک پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں

کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں یہی ہے کہ وہ قبہّ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح وہ محیط نہیں۔ اس لیے کہ اس کے پائے ہیں۔ اور اس کے اٹھانے والے ہیں۔ اور یہ بات آسمان مُستدیر گھومے ہوئے آسمان میں تصور میں نہیں آسکتی جو بھی غور کرے گا۔ آیات واحادیث کا جانچنے والا اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّه۔ صرف سورج چاند کا ہی ذکر یہاں اس لیے ہے کہ ساتوں سیاروں میں بڑے اور روشن یہی دو ہیں، پس جب کہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولیٰ مسخر ہوئے، جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو سے مراد اور ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے۔ پھر اور روایت میں تصریح بھی موجود ہے، فرمان ہے وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ... الخ یعنی سورج چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں۔ وہی خلق وامر والا ہے وہی برکتوں والا ہے۔ وہی رب العالمین ہے۔ وہ آیتوں کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرمارہا ہے کہ تم اس کی توحید کے قائل ہو جاؤ اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

﴿۱۰۸﴾

وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

(سورۃ الرعد: ۳۔۴)

ترجمہ: ”اسی نے زمین پھیلا کر بچھا دی ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیئے وہ رات کو دن سے چھپا دیتا ہے۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت نشانیاں ہیں۔ اور زمین میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے لگتے لگاتے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیت ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، شاخ دار اور بعض ایسے ہیں جو بے شاخ ہیں سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں۔ پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے ہیں اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: اوپر کی آیات میں عالم علوی کا بیان تھا۔ یہاں عالم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے۔ زمین کو طول وعرض میں پھیلا کر اللہ ہی نے بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں۔ اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے تاکہ مختلف شکل و صورت مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں۔ جوڑ جوڑ میوے اس نے پیدا کئے کھٹے میٹھے وغیرہ، رات دن برابر ایک دوسرے کے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے۔ پس مکان سکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ کی ان نشانیوں کو ان حکمتوں کو اور ان دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت یافتہ ہوسکتا ہے۔ زمین کے

ٹکڑے ملے جلے ہوئے ہیں۔ پھر قدرت کو دیکھئے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو، ایک کی مٹی سرخ، دوسرے کی سفید، یہ زرد یہ سیاہ، یہ پتھریلی یہ نرم، یہ میٹھی یہ شور، ایک ریتلی ایک صاف، غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتلاتی ہے کہ فاعل خود مختار مالک الملک لاشریک ایک وہی خدا خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا۔ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخ دار درخت کھجور ہوتے اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے۔ یہی صنوان ہے اور غیر صنوان۔ یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے، الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف رنگ کا اختلاف، بو کا اختلاف، پتوں کا اختلاف، تر و تازگی کا اختلاف، ایک بہت میٹھا ایک سخت کڑوا۔ ایک نہایت خوش ذائقہ ایک بے حد بدمزہ۔ رنگ کسی کا زرد کسی کا سرخ کسی کا سفید کسی کا سیاہ، اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف، حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کے لیے عبرتیں ہیں۔ اور فاعل مختار خدا کی قدرت کا بڑا زبردست پتا دیتی ہیں کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے عقل مندوں کے لیے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی ووافی ہیں۔

(۱۰۹)

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ (الرعد ۸-۹)

ترجمہ: "مادہ اپنے شکم میں جو کچھ رکھتی ہے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی ہر چیز اس کے پاس اندازے سے ہے۔ ظاہر و پوشیدہ کا وہ عالم ہے (سب سے) بڑا اور (سب سے) بلند و بالا۔"

تشریح: اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تمام جاندار مادائیں حیوان ہوں یا انسان ان کے پیٹ کے بچوں کا۔ ان کے حمل کا خدا کو علم ہے۔ پیٹ میں کیا ہے وہ اسے بخوبی جانتا ہے۔ یعنی مرد ہے یا عورت؟ اچھا ہے یا برا؟ نیک ہے یا بد؟ عمر والا ہے یا بے عمر کا؟ چنانچہ ارشاد ہے ﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ .... الخ﴾ وہ بخوبی جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے، اور جب کہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو۔ الخ۔ اور فرمان ہے ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ .... الخ﴾ وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے۔ ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیریوں میں۔ ارشاد ہے ﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ .... الخ﴾ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، نطفے کو خون بستہ کیا، خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا، لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا، پھر ہڈی پر گوشت چڑھایا۔ پھر آخری اور پیدائش میں پیدا کیا۔ پس بہترین خالق بابرکت ہے۔

صحیحین کی حدیث میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک وہ بصورت خون بستہ رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کل ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے۔ اس کا رزق عمر اور نیک و بد ہونا لکھ لیتا ہے۔

اور حدیث میں ہے وہ پوچھتا ہے خدایا! مرد ہو گا یا عورت؟ شقی ہو گا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ لیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کل کی بات اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پیٹ کیا بڑھتے ہیں اور کیا گھٹتے ہیں، کوئی نہیں جانتا، بارش کب برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔ کون شخص کہاں مرے گا اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب قائم ہو گی، اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔ پیٹ کیا گھٹاتے ہیں، اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے کیسے پورا ہو رہا ہے۔ یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے۔ دیکھ لو کوئی عورت دس مہینے لیتی ہے کوئی نو کسی کا حمل گھٹتا ہے کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا نو ماہ سے بڑھ جانا اللہ کے علم میں ہے۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا۔ جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کمی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون کا آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ زیادہ حمل کا ٹھہرا رہنا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ مثل ایام حیض کے۔ خون کے گرنے سے بچہ اچھا ہو جاتا ہے۔ اور نہ گرے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں بالکل بےغم بے کھٹکے اور بآرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے جو بے طلب بآرام اسے پہنچتا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو زمین پر نکلتے ہی چلاتا ہے۔ اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے۔ جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اب بھی بے طلب و بے جستجو بے رنج وغم بےفکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے، اپنے ہاتھ کھانے پینے لگتا ہے، لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لیے ہائے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس وپیش نہیں کرتا۔ افسوس اے ابن آدم تجھ پر حیرت ہے۔ جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی۔ جس نے تجھے تیری ماں کی گود میں روزی دی۔ جس نے تجھے بچے سے بالغ بنانے تک روزی دی، اب تو بالغ اور عقلمند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا؟ موت ہو یا قتل ہو؟ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس باندازہ ہے۔ رزق اجل سب مقرر شدہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ میرا بچہ آخری حالت میں ہے آپ کا تشریف لانا میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان سے کہہ دو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے۔ ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے۔ ان سے کہہ دو کہ صبر کریں۔ اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔ الخ۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے اور اسے بھی جو بندوں پر ظاہر ہے۔ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں وہ سب سے بڑا وہ ہر ایک سے بلند ہے۔ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے۔ تمام سر اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ تمام بندے اس کے سامنے عاجز لاچار اور محض بے بس ہیں۔

(۱۱۰)

سَوَآءٌ مِّنكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّیْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ (الرعد:۱۰۔۱۱)

ترجمہ: ”تم میں سے کسی کا اپنی بات کو چھپا کر کہنا اور بآواز بلند اسے کہنا اور جو رات کو چھپا ہوا ہو اور جو دن میں چل رہا ہو، سب اللہ پر برابر و یکساں ہیں۔ اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔“

تشریح: علم اللہ تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے۔ چھپا کھلا سب جانتا ہے۔ تم چھپاؤ یا کھولو اس سے مخفی نہیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں وہ اللہ پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے۔ قسم خدا کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کانا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں بھی پوری طرح نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ ..... الخ﴾ اتاریں یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ جو اپنے گھر کے تہہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو وہ اور جو دن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو وہ علم اللہ میں برابر ہیں۔ جیسے آیت ﴿اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ .... الخ﴾ میں فرمایا ہے اور آیت ﴿مَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ﴾ میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت ہم اِدھر اُدھر نہیں ہوتے۔ کوئی ذرّہ ہماری معلومات سے خارج نہیں خدا کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے اردگرد مقرر ہیں جو انہیں آفتوں سے اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی اور جماعت ہے جو باری باری پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے الگ دن کے الگ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے۔ بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت و حراست کرتے رہتے ہیں۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے۔ دو کاتب اعمال دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے پھر رات کے الگ دن کے الگ۔

چنانچہ حدیث میں ہے تم میں فرشتے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے اور دن کے ان کا میل صبح اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ باوجود علم کے اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے

بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔

اور حدیث میں ہے تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوا پاخانے اور جماع کے کسی وقت تم سے علیحدہ نہیں ہوتے پس تمہیں ان کا لحاظ اور ان کی شرم اور ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہیے۔ پس جب خدا کو کوئی نقصان بندے کو پہنچانا منظور ہوتا ہے۔ بقول ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا محافظ فرشتے اس کام کو ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں ہر بندے کے ساتھ خدا کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے انسان سے زہریلے جانوروں اور تمام آفتوں سے بچاتا رہتا ہے۔ ہر چیز کو روک دیتا ہے۔ مگر وہ جسے خدا پہنچانا چاہے۔ ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں وغیرہ کا ذکر ہے جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں۔ ضحاک رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے۔ ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں اسی طرح بندے کے چوکیدار خدا کی طرف سے مقرر شدہ ہوتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمایئے بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے جب تو کوئی نیکی کرتا ہے وہ ایک کے بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں۔ جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے ذرا ٹھہر جاؤ شاید توبہ واستغفار کر لے۔ تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے تب تک بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے اب لکھ لے، اللہ ہمیں اس سے چھٹائے، یہ تو بڑا برا ساتھی ہے۔ اسے خدا کا لحاظ نہیں، یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین اور مہیا ہیں۔ اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ ... الخ﴾ اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے۔ جب تو خدا کے لیے تواضع اور فروتنی کرتا ہے وہ تجھے بلند درجہ کر دیتا ہے اور جب تو اللہ کے سامنے سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے۔ اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں، جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں پس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں۔ پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں۔ یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے من جانب اللہ موکل ہیں ادھر بہکانے کے لیے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے اور رات کو اس کی اولاد کی۔

مسند احمد میں ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے۔ لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے، وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ (مسلم)

یہ فرشتے بحکم خدا اس کی نگہبانی رکھتے ہیں۔ کعب رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کہتے ہیں اگر ابن آدم کے لیے ہر نرم وسخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں۔ جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اُچک لیے جاؤ۔ ابو امامہ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے جو تقدیری امور کے سوا کی اور تمام بلاؤں کو اس سے دفع کرتا رہتا ہے۔

ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا۔ انہیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا کہ قبیلہ مراد کے آدمی آپ

کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ آپ پہرہ چوکی مقرر کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں۔ بغیر تقدیر کے لکھے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے۔ سنو! اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے اور کہا گیا ہے کہ بحکم خدا امر خدا سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

جیسے حدیث شریف میں ہے لوگوں نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے خدا کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی خدا ہوئی کہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے خدا کی اطاعت گزاری کرتے کرتے خدا کی معصیت کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انہیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انہیں تکلیف دینے والی ہوں۔ اس کی تصدیق قرآن کی آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ ..... الخ﴾ سے بھی ہوتی ہے۔ عمیر بن عبدالملک کہتے ہیں کہ کوفے کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور ﷺ بات شروع کرتے اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی اپنی بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرماں برداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔

(۱۱۱)

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَ هُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ (الرعد: ۱۲۔۱۳)

ترجمہ: ”وہ اللہ ہی ہے جو تمہیں بجلی کی چمک ڈرانے اور امید دلانے کے لئے دکھاتا ہے اور بھاری بادلوں کو پیدا کرتا ہے۔ گرج اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی، اس کے خوف سے اور وہی آسمان سے بجلیاں گراتا ہے اور جس پر چاہتا ہے اس پر ڈالتا ہے کفار اللہ کی بابت لڑ جھگڑ رہے ہیں اور اللہ سخت قوت والا ہے۔“

تشریح: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت ونفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا۔ وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین سے قریب آ جاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے، پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے۔ اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح وحمد کرتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں، ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا

اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہو۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اور اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی اور نہیں، اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں۔ ایک انسان جیسا ایک بیل ایک گدھے جیسا ایک شیر جیسا، وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ گرج کڑک سن کر یہ دعاء پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔ (ترمذی)

اور روایت میں یہ دعا ہے: سُبْحَانَ مَنْ یُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرج سن کر پڑھتے: سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَہٗ۔

ابن ابی زکریا فرماتے ہیں: جو شخص گرج کڑک سن کر کہے سبحان اللہ و بحمدہ اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرج کڑک کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ۔

اور فرماتے کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کے لیے بڑی ڈرانے کی چیز ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا رب العزت فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو میں راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا، اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔ طبرانی میں ہے آپ فرماتے ہیں گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑاکا نہیں گرتا۔ وہ کڑاکا بھیجتا ہے۔ جسے چاہے اس پر عذاب کرتا ہے۔ اس لیے آخر زمانہ میں بکثرت بجلیاں گریں گی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلی بکثرت گرے گی۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آکر پوچھے گا کہ صبح کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں فلاں پر۔

ابویعلیٰ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا۔ اس نے کہا کون رسول اللہ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور نبی کریم ﷺ سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا وہ متکبر مغرور شخص ہے، آپ اسے نہ بلوائیں۔ آپ نے فرمایا: دوبارہ جاؤ اور اس سے یہی کہو۔ اس نے جا کر پھر بلایا۔ لیکن اس فرعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا۔ قاصد نے واپس آ کر پھر نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا۔ اب کی مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا۔ کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپڑی اُڑا لے گئی۔ اس کے بعد یہ آیت اتری۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا خدائے تعالیٰ تانبے کا ہے یا موتی کا یا یاقوت کا۔ ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا۔ جو بجلی گری اور وہ تباہ ہو گیا اور یہ آیت اتری۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا اور نبی کریم ﷺ کی نبوت سے انکار کیا۔ اس وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اور یہ آیت اتری۔

اس آیت کے شان نزول میں عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے یہ دونوں سرداران عرب مدینے میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمیں آدھو آدھ کا شریک کر لیں۔ آپ نے

انہیں اس سے مایوس کر دیا، تو عامر ملعون نے کہا واللہ میں سارے عرب کے میدان کو لشکر سے بھر دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو جھوٹا ہے خدا تجھے یہ وقت ہی نہیں دے گا پھر یہ دونوں مدینے میں ٹھہرے رہے کہ موقع پا کر حضور ﷺ کو غفلت میں قتل کر دیں چنانچہ ایک دن انہیں موقع مل گیا۔ ایک نے تو آپ کو سامنے سے باتوں میں لگا لیا دوسرا تلوار لیے پیچھے سے آ گیا لیکن اس محافظ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچا لیا۔ اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے عرب کو آپ کے خلاف اُبھارنے لگے۔ اسی حال میں اربد پر آسمان سے بجلی گری، اور اس کا کام تو تمام ہو گیا۔ عامر طاعون کی گلٹی سے پکڑا گیا اور اسی میں بلک بلک کر جان دی، اور اسی جیسوں کے بارے میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے۔ اربد کے بھائی لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال وہی تیرا حال۔ اس نے کہا پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو دین قبول کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ امر خلافت تیرے لیے ہے نہ تیری قوم کے لیے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہوگا۔ اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے۔ مجھے تو کچے پکے کا مالک کر دیں تو میں دین اسلام قبول کرلوں آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ عامر کہنے لگا واللہ میں مدینے کو چاروں طرف سے لشکروں سے محصور کرلوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا۔ اب ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت ﷺ کو باتوں میں لگائے دوسرا تلوار سے آپ ﷺ کا کام تمام کر دے، پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھٹ جائے گا۔ اب یہ دونوں پھر آپ کے پاس آئے۔ عامر نے کہا ذرا آپ ﷺ اُٹھ کر یہاں آیئے، میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اٹھے، اس کے ساتھ چلے، ایک دیوار تلے وہ باتیں کرنے لگا۔ حضور ﷺ بھی کھڑے ہوئے سن رہے تھے۔ اربد نے موقع پا کر تلوار پر ہاتھ رکھا، اسے نیام سے باہر نکالنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔ اس سے تلوار نکلی ہی نہیں۔ جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور نبی کریم ﷺ کی نظر پشت کی جانب پڑی تو آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینے سے چلے۔ حرہ راقم میں آ کر ٹھہرے۔ لیکن سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہنچے، اور انہیں وہاں سے نکالا۔ راقم میں پہنچے ہی تھے۔ جو اربد پر بجلی گری۔ اس کا تو وہی ڈھیر ہو گیا۔ عامر یہاں سے بھاگا بھاگ چلا لیکن خریم میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گلٹی نکلی۔ بنوسلول قبیلے کی ایک عورت کے ہاں یہ ٹھہرا وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گلٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کو ہوتی ہے۔ افسوس میں سلولیہ عورت کے گھر پر مروں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا، گھوڑا منگوایا، سوار ہوا اور چل دیا لیکن راستے ہی میں ہلاک ہو گیا۔ پس ان کے بارے میں یہ آیتیں ﴿ اَللّٰہُ یَعْلَمُ ﴾ سے ﴿ مِنْ وَّالٍ ﴾ تک نازل ہوئیں۔ ان میں نبی کریم ﷺ کی حفاظت کا ذکر بھی ہے۔ پھر اربد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں جانتے حالانکہ خدائے تعالیٰ اپنے مخالفوں اور منکروں کو سخت سزا اور ناقابل برداشت عذاب کرنے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت ﴿ وَ مَکَرُوْا مَکْرًا وَّ مَکَرْنَا مَکْرًا وَّ ھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ.... الخ ﴾ کے ہے۔ یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی، اس طرح کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا۔ اب تو آپ دیکھ لیں کہ

ان کے مکر کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے بہت قوی ہے۔ پوری قوت و طاقت والا ہے:

(۱۱۲)

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ (ابراھیم: ۳۲-۳۴)

ترجمہ: ”اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمانوں سے بارش برسا کر اس کے ذریعے تمہاری روزی کے پھل نکالے ہیں اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں۔ اسی نے ندیاں اور نہریں تمہارے اختیار میں کر دی ہیں۔ اسی نے تمہارے لئے سورج چاند کو مسخر کر دیا ہے کہ برابر ہی چل رہے ہیں اور رات دن کو بھی تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے اگر تم اللہ کے احسان گننا چاہو تو انہیں پورے گن بھی نہیں سکتے یقیناً انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔“

تشریح: اللہ کی طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کو دیکھو آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے۔ زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے۔ آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں۔ تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا وہاں لے جاؤ لے آؤ نفع حاصل کرو۔ تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں۔ تم ان کا پانی پیو پلاؤ اس سے کھیتیاں کرو۔ نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو ﴿دَآئِبَیْنِ﴾ چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں نہ ان میں ٹکر ہو نہ آگا پیچھا ہو۔ دن رات انہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے اسی حکم کے ماتحت ہیں۔ وہ رب العالمین بابرکت ہے۔ کبھی دنوں کو بڑا کر دیتا ہے، کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ خدا عزیز و غفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لیے مہیا کر دی ہیں۔ تم اپنے حال و قال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے، اس نے سب کچھ تمہیں دے دیا ہے۔ مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بے مانگے بھی۔ اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں۔ لوگو! صبح و شام استغفار کرتے رہو، صحیح

بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے خدایا تیرے ہی لیے سب حمد و ثنا سزاوار ہے۔ ہماری ثنائیں ناکافی ہیں۔ پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں۔ خدایا تو معاف فرما۔

بزار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے، ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی، دوسرے میں گناہ ہوں گے، تیسرے میں اللہ کی نعمتیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اُٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے۔ اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یونہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر خدا کا ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا۔ اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر جائے گا اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔

مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے؟ جواب ملا کہ داؤد اب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کے شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تو حمد ہے۔ جس کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے۔ کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی جس کا شکریہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگھٹے رونگھٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہو سکتا تیرے احسانات اور انعامات بے شمار ہیں۔

(۱۱۳)

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾ (الحجر: ١٦-٢٠)

ترجمہ: ”یقیناً ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کے لئے اسے سجا دیا گیا ہے۔ اور اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے۔ ہاں مگر جو چوری چھپے سننے کی کوشش کرے اس کے پیچھے دھکتا ہوا (کھلا شعلہ) لگتا ہے۔ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے اور اس پر (اٹل) پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور اس میں ہم نے ہر چیز ایک معین مقدار سے اگا دی

ہے اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنا دی ہیں اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔"

تشریح: اس بلند آسمان کا جو ٹھہرے رہنے والے اور چلنے پھرنے والے ستاروں سے زینت دار ہے، پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جو بھی اسے غور وفکر سے دیکھے وہ عجائبات قدرت اور نشانات عبرت اپنے لیے بہت پا سکتا ہے۔ بروج سے مراد یہاں پر ستارے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا..... الخ﴾ بعض کا قول ہے کہ مراد سورج چاند کی منزلیں ہیں۔ عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں وہ جگہیں جہاں چوکی پہرے ہیں اور جہاں سے سرکش شیطانوں پر مار پڑتی ہے کہ وہ بلند و بالا فرشتوں کی گفتگو نہ سن سکیں۔ جو آگے بڑھتا ہے شعلہ اس کے جلانے کو لپکتا ہے۔ کبھی تو یہ نیچے والے کے کان میں ڈال دے، اس سے پہلے ہی اس کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ کبھی اس کے برخلاف بھی ہوتا ہے جیسے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں صراحتاً مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کی بابت فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں۔ جیسے زنجیر پتھر پر، پھر جب ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں تو دریافت کرتے ہیں کہ تمہارے رب کا کیا ارشاد ہوا، وہ کہتے ہیں جو بھی فرمایا حق ہے، اور وہی بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔ فرشتوں کی باتوں کو چوری چوری سننے کے لیے جنات اوپر کو چڑھتے ہیں، اور اسی طرح ایک پر ایک ہوتا ہے۔ راوی حدیث حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اس طرح بتلایا کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے ایک کو ایک پر رکھ لیا۔ اس سننے والے کا کام شعلہ کبھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے کان میں کہہ دے۔ اسی وقت وہ جل جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اسے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے۔ اور وہ بات زمین تک آ جائے اور جادوگر یا کاہن کے کان اس سے آشنا ہو جائیں، پھر تو وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں دونکی لیتا ہے۔ جب اس کی وہ ایک بات جو آسمان کی بات اسے اتفاقاً پہنچ گئی تھی۔ صبح نکلتی ہے تو لوگوں میں اس کی دانشمندی کے چرچے ہونے لگتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے فلاں دن یہ کہا تھا۔ بالکل سچ نکلا۔ پھر اللہ تعالیٰ زمین کا ذکر فرماتا ہے کہ اسی نے اسے پیدا کیا، پھیلایا، اس میں پہاڑ بنائے، جنگل اور میدان قائم کیے، کھیت اور باغات اُگائے، اور تمام چیزیں باندازہ اور بمناسبت اور بموزونیت ہر ہر موسم کے ہر ہر زمین کے ہر ہر ملک کے لحاظ سے بالکل ٹھیک پیدا کیں جو بازار کی زینت اور لوگوں کی خوشگواری کی ہیں۔ زمین میں قسم قسم کی معیشت اس نے پیدا کر دی اور انہیں بھی بنا دیا جن کے روزی رساں تم نہیں ہو یعنی چوپائے اور جانور، لونڈی غلام وغیرہ۔ پس قسم قسم کی چیزیں قسم قسم کے اسباب قسم قسم کی راحت ہر طرح کے آرام اس نے تمہارے لیے مہیا کر دیئے۔ کمائی کے طریقے تمہیں سکھائے۔ جانوروں کو تمہارے زیردست کر دیا کہ کھاؤ بھی سواریاں بھی کرو۔ لونڈی غلام دیئے کہ راحت و آرام حاصل کرو۔ ان کی روزیاں بھی کچھ تمہارے ذمے نہیں بلکہ ان کا رازق بھی اللہ تعالیٰ کہ عالم پروردگار کل ہے۔ نفع تم اٹھاؤ روزی وہ پہنچائے، فسبحانہ ما اعظم شانہ۔

﴿۱۱۴﴾

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ

نُمِيتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ (الحجر: ۲۱۔۲۵)

ترجمہ: ”اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ اندازہ سے اتارتے ہیں۔ اور ہم بھیجتے ہیں بوجھل ہوائیں پھر آسمان سے پانی برسا کر وہ تمہیں پلاتے ہیں اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔ ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی (بالآخر) وارث ہیں۔ اور تم میں سے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے بھی ہمارے علم میں ہیں۔ آپ کا رب سب لوگوں کو جمع کرے گا یقیناً وہ بڑی حکمتوں والا ہے۔“

تشریح: تمام چیزوں کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہر کام اس پر آسان ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ جتنا اور جب جہاں چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔ اپنی حکمتوں کا عالم وہی ہے۔ بندوں کی مصلحتوں سے بھی واقف وہی ہے۔ یہ محض اس کی مہربانی ہے۔ ورنہ کون ہے جو اس پر جبر کر سکے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر سال بارش برابر ہی برستی ہے ہاں تقسیم اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حکم بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں جن کی گنتی کل انسانوں اور جنات سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا، اور اس سے کیا اُگا۔

بزار میں ہے اللہ تعالیٰ کے پاس کے خزانے کیا ہیں؟ صرف کلام ہے۔ جب کہا ہو جا، ہو گیا۔ ہوا چلا کر ہم بادلوں کو پانی سے بوجھل کر دیتے ہیں۔ اس میں سے پانی برسنے لگتا ہے۔ یہی ہوائیں چل کر درختوں کو باردار کر دیتی ہیں کہ پتے اور کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں۔ ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے۔ اور بادلوں کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو اِدھر اُدھر سے اُٹھاتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہ بہ تہ کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھل دار ہونے کے قابل کر دیتی ہے۔ ابن جریر میں ایک حدیث مروی ہے کہ جنوبی ہوا جنتی ہے اس میں لوگوں کے منافع ہیں اور اسی کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔ مسند حمیدی کی حدیث میں ہے کہ ہواؤں کے سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ہوا پیدا کی ہے۔ جو ایک دروازے سے رکی ہوئی ہے۔ اسی بند دروازے سے تمہیں ہوا پہنچتی رہتی ہے۔ اگر وہ کھل جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہوا سے الٹ پلٹ ہو جائیں تم اسے جنوبی ہوا کہتے ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ اس کے بعد ہم تم پر میٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لو۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھاری کر دیں۔ جیسے سورۂ واقعہ میں فرمان ہے کہ جس میٹھے کو تم پیا کرتے ہو، اسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں۔ تعجب ہے کہ تم ہماری شکر گزاری نہیں کرتے۔ اور آیت میں ہے کہ اسی خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا ہے۔ تم اس کے خازن یعنی مانع اور حافظ نہیں ہو۔ ہم ہی برساتے ہیں، ہم جہاں چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں محفوظ کر دیتے ہیں، اگر ہم چاہیں زمین میں دھنسا دیں۔ یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسایا، بچایا، میٹھا کیا، ستھرا کیا کہ تم پیو اپنے جانوروں کو پلاؤ، اپنی کھیتیاں اور باغات بساؤ، اپنی ضرورتیں پوری کرو۔ ہم مخلوق کی ابتدا پھر اس کے اعادہ پر قادر ہیں۔ سب کو

عدم سے وجود میں لائے۔ سب کو پھر معدوم ہم کریں گے۔ پھر قیامت کے دن سب کو اٹھا بٹھائیں گے۔ زمین کے اور زمین والوں کے وارث ہم ہی ہیں۔ سب کے سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔ ہمارے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ اوّل آخر سب ہمارے علم میں ہے۔ پس آگے والوں سے مراد تو اس زمانہ سے پہلے کے لوگ ہیں حضرت آدم علیہ السلام تک کے اور پچھلوں سے مراد اس زمانہ کے اور آئندہ زمانہ کے لوگ ہیں۔ مروان بن حکم سے مروی ہے کہ بعض لوگ بوجہ عورتوں کے پچھلی صفوں میں رہا کرتے تھے پس یہ آیت اتری اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہے۔

ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بہت خوش شکل عورت نماز میں آیا کرتی تھی تو بعض مسلمان اس خیال سے کہ وہ نگاہ نہ چڑھے آگے بڑھ جاتے تھے اور بعض ان کے خلاف اور پیچھے ہٹ جاتے تھے اور سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں تلے سے دیکھتے تھے۔ پس یہ آیت اتری محمد بن کعب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سامنے عون بن عبداللہ جب یہ کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ ہیں جو مر چکے اور پچھلوں سے مراد اب پیدا شدہ اور پیدا ہونے والے ہیں۔ تیرا رب تعالیٰ سب کو جمع کرے گا۔ وہ حکمت و علم والا ہے۔ یہ سن کر حضرت عون رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق اور جزائے خیر دے۔

(۱۱۵)

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ (الحجر: ۲۶۔۲۷)

ترجمہ: "یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے، پیدا فرمایا ہے۔ اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔"

تشریح: ﴿صَلْصَالٍ﴾ سے مراد خشک مٹی ہے۔ اسی جیسی آیت ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ﴾ ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ بودار مٹی کو حماء کہتے ہیں۔ مسنون کہتے ہیں چکنی کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں تر مٹی۔ انسان سے پہلے ہم نے جنات کو جلا دینے والی آگ سے پیدا کیا ہے۔ سموم کہتے ہیں آگ کی گرمی کو اور حرور کہتے ہیں دن کی گرمی کو یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس گرمی کی لپٹیں اس گرمی کا سترواں حصہ ہیں۔ جس سے جن پیدا کئے گئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جن آگ کے شعلوں سے بنائے گئے ہیں۔ یعنی بہت بہتر آگ سے۔ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں سورج کی آگ سے۔ صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جو تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا ہے۔ اس آیت سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت و شرافت اور ان کے عنصر کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان ہے۔

(١٧٦)

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ (النحل: ٣-٤)

ترجمہ: "اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا وہ اس سے بری ہے جو مشرک کرتے ہیں۔ اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔"

تشریح: عالم علوی اور سفلی کا خالق اللہ تعالیٰ کریم ہی ہے بلند آسمان اور پھیلی ہوئی زمین مع تمام مخلوق کے اُسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور یہ سب بطورِ حق ہے نہ کہ بطور عبث۔ نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوگی۔ وہ تمام معبودوں اور مشرکوں سے بری اور بیزار ہے۔ واحد ہے لاشریک ہے، اکیلا ہی خالق کل ہے۔ اور اسی لیے اکیلا ہی سزاوار عبادت ہے۔ اس نے انسان کا سلسلہ نطفے سے جاری کر رکھا ہے جو ایک پانی ہے حقیر و ذلیل۔ یہ جب ٹھیک ٹھاک بنا دیا جاتا ہے تو اکڑفوں میں آجاتا ہے۔ رب سے جھگڑنے لگتا ہے۔ رسولوں کی مخالفت پر تل جاتا ہے۔ بندہ تھا چاہئے تھا کہ بندگی میں لگا رہتا لیکن یہ تو رندگی کرنے لگا۔ اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی سے بنایا اس کا نسب اور سسرال قائم کیا۔ خدا قادر ہے، رب کے سوا یہ ان کی پوجا کرنے لگے ہیں، جو بے نفع اور بے ضرر ہیں۔ کافر کچھ خدا سے پوشیدہ نہیں سورۂ یٰسین میں فرمایا کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا، پھر وہ تو بڑا ہی جھگڑالو نکلا۔ ہم پر بھی باتیں بنانے لگا، اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے نبی! تم ان سے کہہ دو کہ انہیں وہ خالق اکبر پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تو ہر طرح کی مخلوق کی ہر طرح کی پیدائش کا پورا عالم ہے۔

مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر تھوک کر فرمایا کہ جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان کیا تو مجھے عاجز کر سکتا ہے حالانکہ میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے۔ جب تو پورا ہو گیا ٹھیک ٹھاک ہو گیا۔ لباس مکان مل گیا تو تو لگا سمیٹنے اور میری راہ سے روکنے؟ اور جب دم گلے میں اٹکا تو تو کہنے لگا کہ اب میں صدقہ کرتا ہوں، راہِ للہ دیتا ہوں بس اب صدقے خیرات کا وقت نکل گیا۔

(١٧٧)

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النحل: ٥-٧)

ترجمہ: ”اسی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرم لباس ہیں اور بھی بہت سے نفع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں۔ ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی۔ اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم آدھی جان کیے بغیر پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ یقیناً تمہارا رب بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔“

تشریح: چوپائے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور انسان ان سے مختلف فائدے اٹھا رہا ہے اس نعمت کو رب العالمین بیان فرما رہا ہے۔ جیسے اونٹ، گائے، بکری جس کا مفصل بیان سورۂ انعام کی آیت میں آٹھ قسموں سے کیا ہے۔ ان کے بال، اون، صوف وغیرہ کا گرم لباس اور جڑاول بنتی ہے، دودھ پیتے ہیں۔ گوشت کھاتے ہیں۔ شام کو جب وہ چر چُگ کر واپس آتے ہیں بھری ہوئی کوکھوں والے بھرے ہوئے تھنوں والے اونچی کوہانوں والے کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں؟ اور جب چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کیسے پیارے معلوم ہوتے ہیں؟ پھر تمہارے بھاری بھاری بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اپنی کمر پر لاد کر لے جاتے ہیں کہ تمہارا وہاں پہنچنا بغیر آدھی جان کے مشکل تھا حج کے عمرے کے جہاد کے تجارت کے اور ایسے ہی اور سفر ان پر ہوتے ہیں تمہیں لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں۔ جیسے آیت ﴿وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً..... الخ﴾ میں ہے کہ یہ چوپائے جانور بھی تمہاری عبرت کا باعث ہیں ان کے پیٹ سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور ان سے بہت سے فائدے پہنچاتے ہیں۔ ان کا گوشت بھی تم کھاتے ہو ان پر سواریاں بھی کرتے ہو۔ سمندر کی سواری کے لیے کشتیاں ہم نے بنا دی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لَعِبْرَةً..... الخ﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں کہ تم ان پر سواری کرو انہیں کھاؤ نفع اٹھاؤ، دلی حاجتیں پوری کرو۔ اور تمہیں کشتیوں پر بھی سوار کر دیا۔ اور بہت سی نشانیاں دکھائیں پس تم کس کس نشان کا انکار کرو گے؟ یہاں بھی اپنی یہ نعمتیں جتا کر فرمایا کہ تمہارا وہ رب جس نے ان جانوروں کو تمہارا مطیع بنا دیا ہے۔ وہ تم پر بہت ہی شفقت و رحمت والا ہے۔ جیسے سورۂ یٰسین میں فرمایا: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لیے اپنے ہاتھوں چوپائے بنائے اور انہیں ان کا مالک کر دیا۔ اور انہیں ان کا مطیع بنا دیا کہ بعض کو کھائیں بعض پر سوار ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ..... الخ﴾ اُس خدا نے تمہارے لیے کشتیاں بنا دیں۔ اور چوپائے پیدا کر دیئے کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے رب کا فضل و شکر کرو۔ اور کہو وہ پاک ہے جس نے انہیں ہمارا ماتحت کر دیا۔ حالانکہ ہم میں یہ طاقت نہ تھی ہم مانتے ہیں کہ ہم اسی کی جانب لوٹیں گے۔

(۱۱۸)

وَ الْخَیْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِیْنَةً ؕ وَ یَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (النحل: ۸)

ترجمہ: ”گھوڑوں کو، خچروں کو گدھوں کو اس نے پیدا کیا کہ تم ان پر سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں۔ اور بھی ایسی بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔“

تشریح: اپنی ایک اور نعمت بیان فرما رہا ہے کہ زینت کے لئے اور سواری کے لئے اس نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں۔ بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے۔ چونکہ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشیت اور جنگلیت تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے اسے مطیع کر دیا۔ وہب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر ہدیے میں دیا گیا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کرتے تھے۔ ہاں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے، یہ ممانعت اس لیے ہے کہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھی کے ملاپ سے خچر لیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔

(۱۱۹)

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ (النحل: ۱۹)

ترجمہ: "اور اللہ پر سیدھی راہ کا بتا دینا ہے اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا۔"

تشریح: دنیوی راہیں طے کرنے کے اسباب بیان فرما کر اب دینی راہ چلنے کے اسباب بیان فرماتا ہے محسوسات سے معنویات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ قرآن میں اکثر بیانات اس قسم کے موجود ہیں سفر حج کے توشہ کا ذکر کر کے تقویٰ کے توشے کا جو آخرت میں کام دے بیان ہوا ہے۔ ظاہر لباس کا ذکر فرما کر لباس تقویٰ کی اچھائی بیان کی ہے۔ اسی طرح یہاں حیوانات سے دنیا کے کٹھن راستے اور دور دراز سفر طے ہونے کا بیان فرما کر آخرت کے راستے، دینی راہیں بیان فرمائیں کہ حق راستہ اللہ تعالیٰ سے ملانے والا ہے۔ رب تعالیٰ کی سیدھی راہ ہی ہے اسی پر چلو اور راستوں پر نہ لگو۔ ورنہ بہک جاؤ گے اور سیدھی راہ سے الگ ہو جاؤ گے فرمایا میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ یہی ہے اور وہ دین اسلام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے اور ساتھ ہی اور راستوں کی گمراہی بھی بیان فرما دی ہے۔ پس سچا راستہ ایک ہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے باقی اور راہیں غلط راہیں ہیں، حق سے یکسو ہیں، لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں، جیسے یہودیت، نصرانیت، مجوسیت وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ ہدایت رب تعالیٰ کے قبضے کی چیز ہے اگر چاہے تو روئے زمین کے لوگوں کو نیک راہ پر لگا دے، زمین کے تمام باشندے مومن بن جائیں۔ سب لوگ ایک ہی دین کے عامل ہو جائیں، لیکن یہ اختلاف باقی ہی رہے گا مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اسی کے لیے انہیں پیدا کیا ہے۔ تیرے رب تعالیٰ کی بات پوری ہو کر ہی رہے گی کہ جہنم و جنت انسان و جنات سے بھر جائے۔

(۱۲۰)

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (النحل ۱۰۔۱۱)

ترجمہ: "وہی تمہارے فائدے کے لئے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے ہو اور اسی سے اُگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے بیشک ان لوگوں کے لئے تو اس میں بڑی نشانی ہے اور غور وفکر کرتے ہیں۔"

تشریح: چوپائے اور دوسرے جانوروں کی پیدائش کا احسان بیان فرما کر اور احسان بیان فرماتا ہے کہ اوپر سے پانی وہی برساتا ہے۔ جس سے تم آپ فائدہ اٹھاتے ہو اور تمہارے فائدے کے جانور بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میٹھا صاف شفاف خوشگوا اچھے ذائقے کا پانی تمہارے پینے کے کام آتا ہے۔ اُس کا احسان نہ ہو تو وہ کھاری اور کڑوا بنا دے۔ اُسی آبِ باراں سے درخت اُگتے ہیں اور وہ درخت تمہارے جانوروں کا چارہ بنتے ہیں۔

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے سورج نکلنے سے پہلے چرانے کو منع فرمایا۔ پھر اس کی قدرت دیکھو کہ ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے، مختلف شکل کے، مختلف خوشبو کے طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لیے پیدا کرتا ہے۔ پس یہ نشانیاں ایک شخص کو اللہ کی وحدانیت جاننے کے لیے کافی ہیں۔ اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان وزمین کا خالق، بادلوں سے پانی برسانے والا ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا جن کے پیدا کرنے سے تم عاجز تھے اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے ساتھ کوئی اور معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے اِدھر اُدھر ہو رہے ہیں۔

(۱۲۱)

وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ (النحل ۱۲۔۱۳)

ترجمہ: "اسی نے رات دن اور سورج چاند کو تمہارے لئے تابع کر دیا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم کے ماتحت ہیں، یقیناً اس میں عقلمند لوگوں کے لئے کئی ایک نشانیاں موجود ہیں۔ اور بھی بہت سی چیزیں طرح طرح کے رنگ روپ کی اس

نے تمہارے لئے زمین پر پھیلا رکھی ہے۔ بیشک نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی اور نعمتیں یاد دلاتا ہے کہ دن رات برابر تمہارے فائدے کے لیے آتے جاتے ہیں۔ سورج چاند گردش میں ہیں۔ ستارے چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں، ہر ایک کا ایک ایسا صحیح اندازہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے جس سے وہ نہ ادھر ادھر ہوں نہ تمہیں کوئی نقصان ہو۔ ہر ایک رب تعالیٰ کی قدرت میں اور اس کے غلبے تلے ہے۔ اس نے چھ دن میں آسمان زمین پیدا کی پھر عرش پر مستوی ہوا، دن رات برابر پے در پے آتے رہتے ہیں۔ سورج چاند ستارے اس کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں، خلق و امر کا مالک وہی ہے۔ وہ رب العالمین بڑی برکتوں والا ہے۔ جو سوچ سمجھ رکھتا ہو اس کے لیے تو اس میں قدرت و سلطنت خدا کی بڑی نشانیاں ہیں۔ ان آسمانی چیزوں کے بعد اب تم زمینی چیزیں دیکھو کہ حیوانات نباتات جمادات وغیرہ مختلف رنگ روپ کی چیزیں بے شمار فوائد کی چیزیں اسی نے تمہارے لیے زمین پر پیدا کر رکھی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی نعمتوں کی سوچیں اور قدر کریں ان کے لیے تو یہ زبردست نشان ہے۔

(۱۲۲)

وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ۝ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (النحل ١٤۔١٨)

ترجمہ: "اور دریا بھی اس نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں کہ تم اس میں سے (نکلا ہوا) تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی (چلتی) ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم شکر گزاری بھی کرو۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں لے کر ہلے نہ اور نہریں اور راہیں بنا دیں تاکہ تم منزل مقصود کو پہنچو۔ اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں۔ تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اسے نہیں کر سکتے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی اور مہربانی جتاتا ہے کہ سمندر پر دریا پر بھی اس نے تمہیں قابض کر دیا۔ باوجود اپنی گہرائی کے اور اپنی موجوں کے وہ تمہارا تابع ہے۔ تمہاری کشتیاں اس میں چلتی ہیں۔ اسی طرح اس میں سے مچھلیاں نکال کر ان کے تروتازہ گوشت تم کھاتے ہو۔ مچھلی حلت کی حالت میں، احرام کی حالت میں، زندہ ہو یا مردہ ہو خدا کی طرف سے حلال ہے، لؤلؤ اور جوہر اُس نے تمہارے لیے

اس میں پیدا کیے ہیں۔ جنہیں تم سہولیت سے نکال لیتے ہو اور بطور زیور کے اپنے کام میں لیتے ہو پھر اس میں کشتیاں ہواؤں کو ہٹاتی پانی کو چیرتی اپنے سینوں کے بل تیرتی چلی جاتی ہیں۔

سب سے پہلے نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے۔ انہی کو کشتی بنانا اللہ تعالیٰ نے سکھایا پھر لوگ برابر بناتے چلے آئے اور ان پر تری کے لمبے لمبے سفر طے ہونے لگے۔ اس پار کی چیزیں اُس پار اور اُس پار کی اِس پار آنے جانے لگیں۔ اسی کا بیان اس میں ہے کہ تم خدا کا فضل یعنی اپنی روزی تجارت کے ذریعہ ڈھونڈو اور اس کی نعمت واحسان کا شکر مانو اور قدردانی کرو۔

مسند بزار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغربی دریا سے کہا کہ میں اپنے بندوں کو تجھ میں سوار کرنے والا ہوں، تو ان کے ساتھ کیا کرے گا۔ اُس نے کہا ڈبو دوں گا۔ فرمایا تیری تیزی تیرے کناروں پر ہے اور انہیں میں اپنے ہاتھ میں لے چلوں گا۔ تجھے میں نے زیور اور شکار سے محروم کیا۔ پھر مشرقی سمندر سے یہی بات کہی اُس نے کہا میں اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھاؤں گا اور جس طرح ماں اپنے بچے کی خبر گیری کرتی ہے میں ان کی کرتا رہوں گا۔ پس اسے اللہ تعالیٰ نے زیور بھی دیئے اور شکار بھی۔ اس کے بعد زمین کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس کے ٹھہرانے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لیے اس پر مضبوط اور وزنی پہاڑ جما دیئے کہ اس کے ہلنے کی وجہ سے اس پر رہنے والوں کی زندگی دشوار نہ ہو جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا﴾ حضرت حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو وہ ہل رہی تھی یہاں تک کہ فرشتوں نے کہا اس پر تو کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ صبح دیکھتے ہیں کہ پہاڑ اس پر گاڑ دیئے گئے ہیں۔ اور اس کا ہلنا موقوف ہو گیا ہے۔ پس فرشتوں کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے۔ قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین نے کہا کہ تو مجھ پر بنی آدم کو بساتا ہے جو میری پیٹھ پر گناہ کریں گے اور خباثت پھیلائیں گے وہ کانپنے لگی، پس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اس پر جما دیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو۔ اور بعض کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے نہریں چشمے اور دریا چوطرف بہا دیئے، کوئی تیز ہے کوئی مندا کوئی لمبا ہے کوئی مختصر کبھی کم پانی ہے کبھی زیادہ کبھی بالکل سوکھا پڑا ہے۔ پہاڑوں پر، جنگلوں میں، ریتے میں پتھروں میں برابر یہ چشمے بہتے رہتے ہیں اور ریل پیل کر دیتے ہیں۔ یہ سب اس کا فضل وکرم لطف ورحم ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت، وہی رب ہے وہی معبود ہے، اسی نے راستے بنا دیئے ہیں۔ خشکی میں تری میں پہاڑ میں جنگل میں بستی میں جاڑے میں ہر جگہ اس کے فضل وکرم سے راستے موجود ہیں کہ ادھر سے اُدھر لوگ جا آ سکیں۔ کوئی تنگ راستہ ہے کوئی وسیع کوئی آسان کوئی سخت۔ اور بھی علامتیں اس نے مقرر کر دیں جیسے پہاڑ ہیں ٹیلے ہیں وغیرہ، جن سے تری خشکی کے راہ رو مسافر راہ معلوم کر لیتے ہیں۔ اور بھٹکے ہوئے سیدھے راستے لگ جاتے ہیں۔ ستارے بھی رہنمائی کے لیے ہیں۔ رات کے اندھیرے میں انہیں سے راستہ اور سمت معلوم ہوتی ہے۔ مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ نجوم سے مراد پہاڑ ہیں۔ پھر اپنی عظمت وکبریائی جتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ لائق عبادت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ کے سوا جن جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ محض بے بس ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کی انہیں طاقت نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے۔ ظاہر ہے کہ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں پھر دونوں کی عبادت کرنا کس قدر ستم ہے؟ اتنا بھی بے ہوش ہو جانا شایانِ انسانیت نہیں۔ پھر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور کثرت بیان فرماتا ہے کہ تمہاری گنتی میں بھی تو نہیں آ سکتیں۔ اتنی نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں یہ بھی تمہاری طاقت سے باہر ہے کہ میری نعمتوں کی گنتی کر سکو۔ اللہ

تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرماتا رہتا ہے، اگر اپنی تمام تر نعمتوں کا شکر بھی تم سے طلب کرے تو تمہارے بس کا کام نہیں۔ اگر ان نعمتوں کے بدلے تم سے چاہے تو تمہاری طاقت سے خارج ہے۔ سنو! اگر وہ تم سب کو عذاب کرے تو بھی وہ ظالم نہیں ہونے کا لیکن وہ غفور ورحیم خدا تعالیٰ تمہاری برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے، تمہاری تقصیروں سے تجاوز کر لیتا ہے توبہ، رجوع اطاعت اور طلب رضامندی کے ساتھ جو گناہ ہو جائیں ان سے چشم پوشی کر لیتا ہے بڑا ہی رحیم ہے، توبہ کے بعد عذاب نہیں کرتا۔

(۱۲۳)

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ (النحل: ۱۹)

ترجمہ: "اور جو کچھ تم چھپاؤ اور ظاہر کرو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔"

تشریح: چھپا کھلا سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے، دونوں اس پر یکساں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ قیامت کے دن دے گا، نیکوں کو جزا بدوں کو سزا۔ جن معبودانِ باطل سے لوگ اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں وہ کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں جیسے کہ خلیل الرحمن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

﴿ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾

"تم انہیں پوجتے ہو جنہیں خود بناتے ہو۔"

درحقیقت تمہارا اور تمہارے کاموں کا خالق صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ بلکہ تمہارے معبود جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہیں۔ جمادات ہیں، بے روح چیزیں ہیں سنتے دیکھتے اور شعور رکھتے نہیں۔ انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی؟ تو ان سے نفع کی امید اور ثواب کی توقع کیسے رکھتے ہو؟ یہ تو اس خدا تعالیٰ سے ہونی چاہیے جو ہر چیز کا عالم اور تمام کائنات کا خالق ہے۔

(۱۲۴)

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ (النحل: ٦٥)

ترجمہ: "اور اللہ آسمان سے پانی برسا کر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سنیں۔"

تشریح: اس قرآن سے کس قدر مردہ دل جی اٹھتے ہیں اس کی مثال مردہ زمین اور بارش کی ہے۔ جو لوگ بات کو سنیں سمجھیں وہ تو اس سے بہت کچھ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱۲۵)

وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (النحل: ٦٦-٦٧)

ترجمہ: ”تمہارے لئے تو چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے کہ ہم تمہیں اس کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسی میں سے گوبر اورلہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے سہتا پچتا ہے۔ اور کھجور اور انگور کے درختوں کے پھلوں سے تم شراب بنالیتے ہو اور عمدہ روزی بھی۔ جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے تو اس میں بہت بڑی نشانی ہے۔“

تشریح: اونٹ گائے بکریاں وغیرہ بھی اپنے خالق کی قدرت وحکمت کی نشانیاں ہیں۔ چوپائے بھی حیوان ہی ہیں۔ ان حیوانوں کے پیٹ میں جو اَلا بلا بھری ہوئی ہوتی ہے۔ اسی میں سے پروردگار عالم تمہیں نہایت خوش ذائقہ لطیف اور خوشگوار دودھ پلاتا ہے۔ جانور کے باطن میں جو گوبر خون وغیرہ ہے ان سے بچا کر دودھ تمہارے لیے نکالتا ہے۔ نہ اس کی سفیدی میں فرق آئے نہ حلاوت میں نہ مزے میں، معدے میں غذا پہنچی وہاں سے خون رگوں کی طرف دوڑ گیا، دودھ تھن کی طرف پہنچا پیشاب نے مثانہ کا راستہ پکڑا گوبر اپنے مخرج کی طرف جمع ہوا نہ ایک دوسرے سے ملے نہ ایک دوسرے کو بدلے، خالص دودھ جو پینے والے کے حلق میں بآرام اتر جائے۔ اس کی خاص نعمت ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شراب بناتے ہو جو حرام ہے اور طرح طرح کھاتے پیتے ہو، جو حلال ہے مثلاً خشک کھجوریں، کشمش وغیرہ اور نبیذ، شربت بنا کر، سرکہ بنا کر اور اور طرح۔ پس جن لوگوں کو عقل کا حصہ دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کو ان چیزوں اور ان نعمتوں سے بھی پہچان سکتے ہیں۔ دراصل جوہر انسانیت عقل ہی ہے اسی کی نگہبانی کے لیے شریعت مطہرہ نے نشہ والی شرابیں اس امت پر حرام کر دیں۔ اسی نعمت کا بیان سورہ یٰسین آیت ﴿وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ.... الخ﴾ میں ہے یعنی زمین میں ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگا دیئے اور ان میں پانی کے چشمے بہا دیئے تاکہ لوگ اس کا پھل کھائیں یہ ان کے اپنے بنائے ہوئے نہیں، کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے؟ پاک ذات ہے وہ جس نے زمین کی پیداوار میں اور خود انسانوں میں اور اس مخلوق میں جسے یہ جانتے ہی نہیں ہر طرح کی جوڑ جوڑ چیزیں پیدا کر دی ہیں۔

(۱۲۶)

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ

مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ؀

(سورۃ النحل: ۶۸۔۶۹)

ترجمہ: "آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں درختوں اور لوگوں کی بنائی ہوئی اونچی اونچی ٹٹیوں میں اپنے گھر (چھتے) بنا۔ اور ہر طرح کے میوے کھا اور اپنے رب کی آسان راہوں میں چلتی پھرتی رہ، ان کے پیٹ سے رنگ برنگ کا مشروب نکلتا ہے، جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت بڑی نشانی ہے۔"

تشریح: وحی سے مراد یہاں پر الہام ہدایت اور ارشاد ہے۔ شہد کی مکھیوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ وہ پہاڑوں میں درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائے، اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مضبوط، کیسا خوبصورت اور کیسی کچھ کاریگری کا ہوتا ہے۔ پھر اسے ہدایت کی اور اس کے لیے مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں کے، پھولوں کے اور گھاس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔ چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو چاہے بیابان کے درخت ہوں چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسار کھنڈر ہوں یہ نہ راستے بھولے۔ نہ بھٹکتی پھرے۔ خواہ کتنی ہی دور نکل جائے، لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔ اپنے پروں سے موم بنائے اپنے منہ سے شہد جمع کرے اور دوسری جگہ سے بچے۔

ابویعلیٰ موصلی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے۔ سوائے شہد کی مکھی کے اور مکھیاں آگ میں ہیں۔ شہد کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، سفید، زرد، سرخ وغیرہ جیسے پھل پھول اور جیسی زمین۔ اس ظاہری خوبی اور رنگ کی چمک کے ساتھ اس میں شفا بھی ہے۔ بہت سی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ اس سے دور کر دیتا ہے۔

چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ کسی نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ چھوٹ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ وہ گیا شہد دیا۔ پھر آیا اور کہا حضور اسے تو بیماری اور بڑھ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جا اور شہد پلا۔ اس نے جا کر پھر پلایا، پھر حاضر ہو کر یہی عرض کیا کہ دست اور بڑھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جا پھر شہد دے۔ تیسری مرتبہ شہد سے بفضل خدا تعالیٰ شفا حاصل ہوگئی۔ بعض طبیبوں نے کہا ہے ممکن ہے کہ اس کے پیٹ میں فضلے کی زیادتی ہو شہد نے اپنی گرمی کی وجہ سے اس کی تحلیل کر دی فضلہ خارج ہونا شروع ہوا دست بڑھ گئے۔ اعرابی نے اسے مرض کا بڑھ جانا سمجھا حضور ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ نے اور شہد دینے کو فرمایا۔ اس سے اور زور سے فضلہ خارج ہونا شروع ہوا پھر شہد دیا۔ پیٹ صاف ہو گیا بلا نکل گئی اور کامل شفا بفضلِ خدا حاصل ہوگئی اور حضور ﷺ کی بات جو باشارہ خداوندی تھی پوری ہوگئی۔

بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ سرور رسل ﷺ کو مٹھاس اور شہد سے بہت الفت تھی آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین چیزوں میں شفا ہے پچھنے لگانے میں شہد کے پینے میں اور داغ لگوانے میں، لیکن میں اپنی امت کو داغ لگوانے سے روکتا ہوں۔

بخاری کی حدیث میں ہے کہ تمہاری دواؤں میں سے کسی میں اگر شفا ہے تو پچھنے لگانے میں ہے۔شہد کے پینے میں اور آگ سے داغوانے میں جو بیماری کے مناسب ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔مسلم کی حدیث میں ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ بلکہ ناپسند رکھتا ہوں۔ابن ماجہ میں ہے کہ تم ان دونوں شفاؤں کی قدر کرتے رہو شہد اور قرآن۔

فائدہ: ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کریم کی کسی آیت کو کسی صحیفے پر لکھ لے اور اسے بارش کے پانی سے دھو لے اور اپنی بیوی کے مال سے اس کی اپنی رضامندی سے پیسے لے کر شہد خریدے اور اسے پی لے پس اس میں کئی وجہ سے شفا آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ یعنی ہم نے قرآن میں وہ نازل فرمایا ہے جو شفا ہے اور رحمت ہے مؤمنین کے لیے۔اور آیت میں ہے ﴿وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا﴾ ہم آسمان سے بابرکت پانی برساتے ہیں اور فرمان ہے ﴿فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا﴾ یعنی عورتیں اپنے مال مہر میں سے اپنی خوشی سے تمہیں دے دے تو بے شک تم اسے کھاؤ، پیو، سہتا پچتا۔شہد کے بارے میں فرمان خدا تعالیٰ ہے ﴿فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾ شہد میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔

ابن ماجہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح کو شہد چاٹ لے اسے کوئی بڑی بلا نہیں پہنچے گی۔ ابن ماجہ کی ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم سنا اور سنوت کا استعمال کیا کرو ان میں ہر بیماری کی شفا ہے سوائے سام کے۔لوگوں نے پوچھا سام کیا؟ فرمایا موت۔سنوت کے معنی شبت کے ہیں اور لوگوں نے کہا ہے سنوتِ شہد ہے جو گھی کی مشک میں رکھا ہوا ہو شاعر کے شعر میں بھی یہ لفظ اس معنی میں آیا ہے۔پھر فرماتا ہے مکھی جیسی بے طاقت چیز کا تمہارے لیے شہد اور موم بنانا اس کا اس طرح آزادی سے پھرنا اپنے گھر کو نہ بھولنا وغیرہ یہ سب چیزیں غور وفکر کرنے والوں کے لیے میری عظمت خالقیت مالکیت کی بڑی نشانیاں ہیں اسی سے لوگ اپنے اللہ تعالیٰ کے قادر حکیم وعلیم کریم رحیم ہونے پر دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿۱۲۷﴾

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ۙ۫ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْــًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ۝ (النحل:۷۰)

ترجمہ: ” اللہ تعالیٰ ہی نے تم سب کو پیدا کیا وہی پھر تمہیں فوت کرے گا، تم میں ایسے بھی ہیں جو بدترین عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے بوجھنے کے بعد بھی نہ جانیں بیشک اللہ دانا اور توانا ہے۔“

تشریح: تمام بندوں پر قبضہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہی انہیں عدم سے وجود میں لایا ہے وہی انہیں پھر فوت کرے گا۔بعض لوگوں کو بہت بڑی عمر تک پہنچاتا ہے کہ وہ پھر سے بچوں جیسے ناتواں بن جاتے ہیں۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پچھتر سال کی عمر میں عموماً انسان ایسا ہی ہو جاتا ہے۔طاقت طاق ہو جاتی ہے، حافظہ جاتا رہتا ہے علم کی کمی ہو جاتی ہے، عالم ہونے کے بعد بے علم ہو جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی دعا میں فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ.

"یعنی اے اللہ! میں بخل سے عاجزی سے بڑھاپے سے ذلیل عمر سے قبر کے عذاب سے دجال کے فتنے سے زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔"

زہیر بن ابوسلمٰی نے بھی اپنے مشہور معلقہ میں اس عمر کو رنج وغم کا مخزن ومنبع بتایا ہے۔

(۱۲۸)

وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ (النحل: ۷۱)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہی نے تم سے ایک کو دوسرے پر روزی میں زیادتی دے رکھی ہے، پس جنہیں زیادتی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے ماتحت غلاموں کو نہیں دیتے کہ وہ اور یہ اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کے منکر ہو رہے ہیں۔"

تشریح: مشرکین کی جہالت اور ان کے کفر کا بیان ہو رہا ہے کہ باوجود اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے غلام جاننے کے ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حج کے موقع پر وہ کہا کرتے تھے:

لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ.

"یعنی اے اللہ! میں تیرے پاس حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو خود تیرے غلام ہیں ان کا اور ان کی ماتحت چیزوں کا اصلی مالک تو ہی ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ انہیں الزام دیتا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کی اپنی برابری اور اپنے مال میں شرکت پسند نہیں کرتے تو پھر میرے غلاموں کو میری خدائی میں کیسے شریک ٹھہرا رہے ہو؟ یہی مضمون آیت ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ..... الخ﴾ میں بیان ہوا ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے مال میں اپنی بیویوں میں اپنا شریک بنانے سے نفرت کرتے ہو تو پھر میرے غلاموں کو میری خدائی میں کیسے شریک سمجھ رہے ہو؟ یہی خدا کی نعمتوں سے انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ پسند کرنا جو اپنے لیے بھی پسند نہ ہو۔ یہ ہے مثال معبودان باطل کی جب تم آپ اس سے الگ ہو پھر خدا تعالیٰ تو اس سے بہت زیادہ بیزار ہے۔ رب تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر اور کیا ہوگا؟ کہ کھیتیاں اور چوپائے اللہ تعالیٰ ایک کے پیدا کیے ہوئے اور تم انہیں اس کے سوا اوروں کے نام کا کرو۔

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کو ایک خط لکھا کہ اپنی روزی پر قناعت اختیار کرو، اللہ تعالیٰ نے ایک کو ایک سے زیادہ امیر کر رکھا ہے یہ بھی اس کی طرف سے ایک آزمائش ہے کہ وہ دیکھے کہ امیر امراء کس

طرح شکر خداوندی ادا کرتے ہیں اور جو حقوق دوسروں کے ان پر جناب باری تعالیٰ نے مقرر کیئے ہیں کہاں تک انہیں ادا کرتے ہیں۔

(۱۲۹)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ

(النحل: ۷۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تم میں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں۔ کیا پھر بھی لوگ باطل پر ایمان لائیں گے؟ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے۔"

تشریح: اپنے بندوں پر اپنا ایک اور احسان جتا تا ہے کہ انہی کی جنس سے انہی کی ہم شکل ہم وضع عورتیں ہم نے ان کے لیے پیدا کیں۔ اگر جنس اور ہوتی تو دلی میل جول محبت و مودت قائم نہ رہتی۔ لیکن اپنی رحمت سے اس نے مرد و عورت ہم جنس بنائے پھر اس جوڑے سے نسل بڑھائی، اولاد پھیلائی، لڑکے ہوئے، لڑکوں کے لڑکے ہوئے۔ حَفَدَةً کے معنی تو یہی پوتوں کے ہیں، دوسرے معنی خادم اور مددگار کے ہیں۔ پس لڑکے اور پوتے بھی ایک طرح کے خدمت گزار ہوتے ہیں اور عرب میں یہی دستور بھی تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ انسان کی بیوی کی اگلے گھر کی اولاد اس کی نہیں ہوتی۔ حَفَدَة اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سامنے اس کے لیے کام کاج کرے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد داماوی رشتہ ہے۔ معنی کے تحت میں یہ سب داخل ہیں۔ چنانچہ قنوت میں جملہ آتا ہے۔ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ ہماری سعی، کوشش اور خدمت تیرے لیے ہی ہے۔

(۱۳۰)

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞ (النحل: ۷۸-۷۹)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے کہ اس وقت تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اسی نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے کہ تم شکر گزاری کرو۔ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو تابع فرمان ہو کر فضا

میں ہیں، جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں، بیشک اس میں ایمان لانے والے لوگوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم اور کمال قدرت کو بیان فرما رہا ہے کہ زمین و آسمان کا غیب وہی جانتا ہے کوئی نہیں جو غیب داں ہو۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس چیز پر چاہے اطلاع دے دے ہر چیز اس کی قدرت میں ہے نہ کوئی اس کا خلاف کر سکے نہ کوئی اسے روک سکے جس کام کا جب ارادہ کرے قادر ہے پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ آنکھ بند کر کے کھولنے میں تو تمہیں کچھ دیر لگتی ہوگی لیکن حکم الٰہی کے پورے ہونے میں اتنی دیر بھی نہیں لگتی قیامت کا آنا بھی اس پر ایسا ہی آسان ہے وہ بھی حکم ہوتے ہی آ جائے گی۔ ایک کا پیدا کرنا اور سب کا پیدا کرنا اس پر یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ اس نے لوگوں کو ماؤں کے پیٹوں سے نکالا، یہ محض نادان تھے، پھر انہیں کان دیئے جس سے سنیں، آنکھیں دیں جن سے دیکھیں۔ دل دیئے جس سے سوچیں سمجھیں۔ عقل کی جگہ دل ہے اور دماغ بھی کہا گیا ہے۔ عقل سے ہی نفع نقصان معلوم ہوتا ہے یہ قویٰ اور یہ حواس انسان کو بتدریج تھوڑے تھوڑے ہو کر ملتے ہیں۔ عمر کے ساتھ ہی ساتھ اس کی بڑھوتری بھی ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جائیں۔ یہ سب اس لیے ہے کہ انسان اپنی ان طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عبادت میں لگائے رہے۔

صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے کہ جو میرے دوستوں سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے۔ میرے فریضے کی بجا آوری سے جس قدر بندہ میری نزدیکی حاصل کرتا ہے اتنی کسی اور چیز سے نہیں کر سکتا۔ نوافل بکثرت پڑھتے پڑھتے بندہ میرے نزدیک اور میرا محبوب ہو جاتا ہے، جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں۔ جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ تھامتا ہے اور اس کے پیر بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ وہ اگر مجھ سے مانگے میں دیتا ہوں اگر دعا کرے میں قبول کرتا ہوں اگر پناہ چاہے میں پناہ دیتا ہوں۔ اور مجھے کسی کرنے کے کام میں اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا مومن کی روح کے قبض کرنے میں وہ موت کو ناپسند کرتا ہے میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا اور موت ایسی چیز ہی نہیں جس سے کسی ذی روح کو نجات مل سکے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن اخلاص اور اطاعت میں کامل ہو جاتا ہے تو اس کے تمام افعال محض اللہ کے لئے ہو جاتے ہیں، وہ سنتا ہے اللہ کے لیے، دیکھتا ہے اللہ کے لیے یعنی شریعت کی باتیں سنتا ہے شرع نے جن چیزوں کا دیکھنا جائز کیا ہے انہی کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح اس کا ہاتھ بڑھانا، پاؤں چلانا بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اس کا بھروسہ ہوتا ہے اسی سے مدد چاہتا ہے۔ تمام کام اس کے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے ہی ہوتے ہیں۔ اس لیے بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ پھر وہ میرے لیے ہی سنتا ہے اور میرے لیے ہی دیکھتا ہے اور میرے لیے ہی پکڑتا ہے اور میرے لیے ہی چلتا پھرتا ہے۔ آیت میں بیان ہے کہ ماں کے پیٹ سے وہ نکالتا ہے، کان، آنکھ، دل و دماغ وہ دیتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو اور آیت میں فرمان ہے ﴿قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ ... الخ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے، اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے ہیں۔ لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو۔ اسی نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا ہے۔ اور اسی کی طرف تمہارا حشر کیا جانے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ ان پرندوں کی طرف دیکھو جو آسمان و زمین کے درمیان فضا میں پرواز کرتے پھرتے ہیں انہیں پروردگار ہی اپنی

قدرت کاملہ سے تھامے ہوئے ہے۔ یہ قوت پرواز اسی نے انہیں دے رکھی ہے اور ہواؤں کو ان کا مطیع بنا رکھا ہے۔ سورۂ ملک میں بھی یہی فرمان ہے کہ کیا وہ اپنے سروں پر اڑتے ہوئے پرندوں کو نہیں دیکھتے جو پر کھولے ہوئے ہیں اور پر سمیٹے ہوئے بھی ہیں۔ انہیں بجز اللہ رحمٰن ورحیم کے کون تھامتا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔ یہاں بھی خاتمے پر فرمایا کہ اس میں ایمانداروں کے لیے بہت سے نشان ہیں۔

(۱۳۱)

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ (النحل ۸۰۔۸۱)

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گھروں میں سکونت کی جگہ بنادی ہے اور اسی نے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے گھر بنا دیئے ہیں، جنہیں تم ہلکا پھلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے دن اور اپنے ٹھہرنے کے دن بھی، اور ان کی اون اور روؤں اور بالوں سے بھی اس نے بہت سے سامان اور ایک وقت مقررہ تک کے لئے فائدہ کی چیزیں بنائیں۔ اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں وہ اس طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاؤ۔“

تشریح: قدیم اور بہت بڑے ان گنت احسانات وانعامات والا اللہ اپنی اور نعمتیں اظہار فرمارہا ہے اسی نے بنی آدم کے رہنے سہنے، آرام اور راحت حاصل کرنے کے لیے انہیں مکانات دے رکھے ہیں۔ اسی طرح چوپائے جانوروں کی کھالوں کے خیمے، ڈیرے، تمبو اس نے عطا فرما رکھے ہیں کہ سفر میں کام آئیں۔ نہ لے جانا دوبھر، نہ لگانا مشکل، نہ اکھیڑنے میں کوئی تکلیف۔ پھر بکریوں کے بال، اونٹوں کے بال، بھیڑوں اور دنبوں کی اون بیوپار تجارت کے لیے مال کی شکل میں اس نے بنادی ہے وہ گھر کے برتنے کی چیز بھی ہے اس سے کپڑے بھی بنتے ہیں۔ فرش بھی تیار ہوتے ہیں۔ تجارت کے طور پر مال تجارت ہے فائدے کی چیز ہے جس سے لوگ مقررہ وقت تک سودمند ہوتے ہیں۔ درختوں کے سائے اس نے تمہارے فائدے اور راحت کے لیے بنائے ہیں۔ پہاڑوں پر غار قلعے وغیرہ اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ ان میں پناہ حاصل کرو۔ چھپنے اور رہنے سہنے کی جگہ بنالو، سوتی اونی اور بالوں کے کپڑے اس نے تمہیں دے رکھے ہیں کہ پہن کر سردی گرمی کے بچاؤ کے ساتھ ہی اپنا ستر چھپاؤ اور زیب وزینت حاصل کرو۔ اور اس نے تمہیں

زرہیں، خود، بکتر عطا فرمائے ہیں جو دشمنوں کے حملے اور لڑائی کے وقت تمہیں کام دیں۔ اسی طرح وہ تمہیں تمہاری ضرورت کی پوری پوری نعمتیں دیئے چلا جاتا ہے کہ تم راحت و آرام پاؤ اور اطمینان سے اپنے منعم حقیقی کی عبادت میں لگے رہو۔ بیشک جنگل میں بیابان بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے؟ اس لیے ان نعمتوں اور رحمتوں کے اظہار کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اگر اب بھی یہ لوگ میری عبادت اور توحید کے اور میرے بے پایاں احسانوں کے قائل نہ ہوں تو تجھے ان کی ایسی کیا پڑی ہے، چھوڑ دے اپنے کام میں لگ جا، تجھ پر تو صرف تبلیغ ہی ہے وہ کئے جا۔ یہ خود جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی نعمتوں کا دینے والا ہے اور اس کی بیشمار نعمتیں ان کے ہاتھوں میں ہیں لیکن باوجود علم کے منکر ہو رہے ہیں، اور اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ مددگار فلاں ہے رزق دینے والا فلاں ہے۔ یہ اکثر لوگ کافر ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ناشکرے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت اس کے سامنے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہنے سہنے کی جگہ کے لیے گھر اور مکانات دیئے۔ اس نے کہا سچ ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پڑھا کہ اس نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے۔ اس نے کہا یہ بھی سچ ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ ان آیتوں کو پڑھتے گئے اور وہ ہر ہر نعمت کا اقرار کرتا رہا۔ آخر میں آپ ﷺ نے پڑھا اس لیے کہ تم مسلمان اور مطیع ہو جاؤ۔ اس وقت وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا، تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت اتاری کہ اقرار کے بعد انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔

(۱۳۲)

اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۪ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۳۳﴾ (الانبیاء: ۳۰-۳۳)

ترجمہ: ”کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین باہم ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا کیا یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ مخلوق کو ہلا نہ سکے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دیں تاکہ وہ راستہ حاصل کریں۔ آسمان کو مضبوط چھت بھی ہم نے ہی بنایا۔ لیکن لوگ اسکی قدرت کے نمونوں پر دھیان نہیں دھرتے۔ وہی اللہ ہے جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے۔ اور اس کا غلبہ زبردست ہے فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے۔ پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو۔ ابتداءً زمین و آسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بہ تہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینوں کو نیچے آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکمت سے قائم کیا، سات زمینیں پیدا کیں، اور سات ہی آسمان بنائے زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اُگائی۔ ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خودمختاری قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے، اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے۔

فَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَّهٗ اٰیَةٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ

یعنی ہر چیز میں خدا کی خدائی اور اس کی وحدانیت کا نشان موجود ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے۔ تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم (حضرت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کرو اور جو جواب دیں مجھ سے بھی کہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار اُگتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اُگائی جب سائل نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں (حضرت) عبداللہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباس کی جرأت بڑھ گئی ہو لیکن آج وہ وسوسہ دل سے جاتا رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں۔ پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیئے گئے۔ زمین و آسمان کے درمیان خلا رکھ دیا گیا پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبردار کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہریرہ! تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ زمین کو باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تا کہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں۔ اور صرف ایک چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لیے کھلا ہوا ہے تا کہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں پھر

زمین میں خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنا دیں کہ لوگ بآسانی اپنے سفر طے کر سکیں۔ اور دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں۔ شان خدا دیکھئے اس حصے اور اس ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے۔ یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت اور دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت خدا خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے لوگ یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کرلیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں فرماتا ہے قسم ہے آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ ارشاد ہے کہ انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ بنا کہتے ہیں قبے اور خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اسلام کی بنائیں پانچ ہیں جیسے پانچ ستونوں پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے یہ ہے بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلند و بالا اونچا اور صاف ہے۔

جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے آپ نے فرمایا رکی ہوئی موج ہے لیکن لوگ خدا کی ان زبردست نشانیوں سے بھی بے پروا ہیں جیسے فرمان ہے آسمان وزمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں کوئی غور وفکر نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا کتنا بلند کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستونوں کے اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے۔ پھر سورج کی چال مقرر ہے اس کی موجودگی دن ہے اس کا نہ نظر آنا رات ہے پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں پورا کر لیتا ہے اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں اٹکلیں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔ بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کر لی۔ مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا، اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا، اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کر لیا ہوگا؟ اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا۔ جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی اور غور وتدبر کے بغیر ہٹا لی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا، فرمایا بس یہی سبب ہے۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو۔ پھر ایک کے بعد دوسرے کا پے در پے انتظام اور اہتمام کے ساتھ آ جانا دیکھو ایک کا کم ہونا دوسرے کا بڑھنا دیکھو سورج چاند کو دیکھو سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے۔ اور اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے فلک الگ ہے چال الگ ہے انداز اور ہے ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں مشغول ہے جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے۔ وہی ذی عزت غلبے والا اور ذی علم، علم والا ہے۔

(۱۳۳)

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ (مؤمنون:۱۲۔۱۶)

ترجمہ: ”یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر دوسری بناوٹ میں اسے پیدا کر دیا برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مرجانے والے ہو۔ پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کی ابتداء بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہے جو کیچڑ کی اور بجنے والی مٹی کی صورت میں تھی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوئی جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلا دیا۔

مسند میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا جسے تمام زمین پر سے لیا تھا۔ پس اسی اعتبار سے اولادِ آدم علیہ السلام کے رنگ روپ مختلف ہوئے۔ کوئی سرخ ہے، کوئی سفید ہے، کوئی سیاہ ہے کوئی اور رنگ کا ہے۔ ان میں نیک ہیں اور بدبھی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۲۱﴾﴾ پس انسان کے لیے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم ہی ٹھکانا ہوتا ہے۔ جہاں ایک حال سے دوسری حالت کی طرف اور ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نطفے کی جو ایک اچھلنے والا پانی ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے شکل بدل کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے۔ پھر اسے گوشت کے ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا پھر ان میں ہڈیاں بنا دیں سر ہاتھ پاؤں ہڈی رگ پٹھے وغیرہ بنائے۔ پیٹھ کی ہڈی بنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان کا تمام جسم گل سڑ جاتا ہے سوا ریڑھ کی ہڈی کے۔ اسی سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے۔ پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے تاکہ وہ وشیدہ اور قوی رہیں۔ پھر اس میں روح پھونکتا ہے جس سے وہ ہلنے جلنے چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے اور ایک جاندار انسان بن جائے۔ دیکھنے کی سننے کی سمجھنے کی اور حرکت وسکون کی قدرت عطا فرماتا ہے اور وہ بابرکت خدا سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنے والا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب نطفے پر چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین

تین اندھیروں میں اس میں روح پھونکتا ہے۔ یہی معنی ہے کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں۔ یعنی دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے۔ پس ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل ناسمجھ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جوان بن جاتا ہے۔ پھر اسے ادھیڑ پن آتا ہے پھر بوڑھا ہو جاتا ہے۔ پھر بالکل ہی بوڑھا ہو جاتا ہے۔ الغرض روح کا پھونکا جانا اور پھر ان انقلابات کا آنا شروع ہو جاتا ہے، صادق ومصدوق آنحضرت نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے پھر چالیس دن تک وہ خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور بحکم خدا چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں، روزی اجل عمل اور نیک یا بد برا یا بھلا ہونا۔ پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص جنتی کا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جنت سے صرف ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آ جاتا ہے اور خاتمہ کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرتا ہے اور جہنم رسید ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر تقدیر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہو کر داخل فردوس بریں ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل جمے ہوئے خون جیسی ہو جاتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے اصحاب سے باتیں بیان کر رہے تھے جو ایک یہودی آ گیا تو کفار قریش نے اس سے کہا یہ نبوت کے دعویدار ہیں۔ اس نے کہا اچھا میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مرد وعورت کے نطفے سے مرد کا نطفہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔ اس نے کہا آپ سچے ہیں۔ اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب نطفے کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ خدایا یہ نیک ہوگا یا بد؟ مرد ہوگا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے وہ لکھ لیتا ہے اور عمل اور عمر اور نرمی گرمی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا ہے۔ اس میں پھر کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہتی۔

بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے خدایا اب نطفہ ہے خدایا اب لوتھڑا ہے خدایا اب گوشت کا ٹکڑا ہے جب جناب باری اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے خدایا مرد ہو یا عورت، شقی ہو یا سعید، رزق کیا ہے، اجل کیا ہے، اس کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں۔ ان سب باتوں اور اپنی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ سب سے اچھی پیدائش کرنے والا اللہ برکتوں والا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے، جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو بجتی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ نکلا، اور وہی پھر اترا۔ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول کریم ﷺ اوپر والی آیتیں لکھوا رہے تھے اور ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ﴾ تک

لکھوا چکے تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے ساختہ کہا ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ اسے سن کر اللہ کے نبی ﷺ ہنس دیئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیسے ہنسے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس آیت کے خاتمہ پر بھی یہی ہے۔ اس پہلی پیدائش کے بعد تم مرنے والے ہو پھر قیامت کے دن دوسری دفعہ پیدا کئے جاؤ گے پھر حساب کتاب ہوگا خیر وشر کا بدلہ ملے گا۔

۱۳۴

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ (مومنون: ۷۱)

ترجمہ: ”ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم مخلوقات میں غافل نہیں ہیں۔“

تشریح: انسان کی پیدائش کا ذکر کر کے آسمانوں کی پیدائش کا بیان ہو رہا ہے۔ جن کی بناوٹ انسانی بناوٹ سے بہت بڑی اور بہت بھاری اور بہت بڑی صنعت والی ہے۔ سورہ الم سجدۃ میں بھی اسی کا بیان ہے جسے حضور ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز کی اوّل رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ وہاں پہلے آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر ہے پھر انسانی پیدائش کا ذکر ہے۔ پھر قیامت کا اور سزا و جزا کا ذکر ہے وغیرہ۔ سات آسمانوں کے بنانے کا ذکر کیا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ .... الخ﴾ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہے۔ جو چیز زمین میں جائے جو زمین سے نکلے اللہ کے علم میں ہے۔ آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے وہ جانتا ہے جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور تمہارے ایک ایک عمل کو وہ دیکھ رہا ہے۔ آسمان کی بلند و بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں پہاڑوں کی چوٹیاں سمندروں کی تہہ سب اس کے سامنے کھلی ہوئی ہیں پہاڑوں کے ٹیلوں کی ریت کی سمندروں کی میدانوں کی درختوں کی سب کی اسے خبر ہے۔ درختوں کا کوئی پتہ نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو کوئی دانہ زمین کی اندھیریوں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ جانتا نہ ہو کوئی تر خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

۱۳۵

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝ وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ

لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَأْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ (مومنون: ۱۸۔۲۲)

ترجمہ: ”ہم ایک صحیح انداز سے آسمان سے پانی برساتے ہیں، پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر یقیناً قادر ہیں۔ اسی پانی کے ذریعے سے ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں، کہ تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں انہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے اور کھانے والے کے لئے سالن ہے۔ تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی بھاری عبرت ہے۔ ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کی یوں تو بیشمار اور ان گنت نعمتیں ہیں لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت وضرورت بارش برساتا ہے، نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار سڑ گل جائے نہ بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو بلکہ اس اندازے سے کہ کھیتی سرسبز رہے۔ باغات ہرے بھرے رہیں حوض تالاب نہریں ندیاں نالے دریا بہہ نکلیں نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کم کی، کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔ جیسے کہ مصر کے علاقے کی زمین جو دریائے نیل کی تری سے سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی کھنچ کر جاتی ہے۔ جو حبشہ کے علاقے میں ہوتی ہے وہاں کی بارش کے ساتھ وہ مٹی بہہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر ٹھہر جاتی ہے اور زمین قابل زراعت ہو جاتی ہے۔ ورنہ وہاں کی شور زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں۔ سبحان اللہ اس لطیف وخبیر غفور ورحیم خدا کی کیا کیا قدرتیں اور حکمتیں ہیں زمین میں خدا پانی کو ٹھہرا دیتا ہے۔ زمین میں اس کے چوس لینے اور جذب کر لینے کی قابلیت خدا تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے تاکہ دانوں کو اور گٹھلیوں کو اندر ہی اندر وہ پانی پہنچا دے۔ پھر فرماتا ہے ہم اس کے لے جانے اور دور کر دینے پر یعنی نہ برسانے پر بھی قادر ہیں اگر چاہیں شور سنگلاخ زمین پر اور پہاڑوں اور بیکار بنوں میں برسا دیں۔ اگر چاہیں پانی کو کڑوا کر دیں، نہ پینے کے قابل رہے نہ پلانے کے نہ کھیت اور باغات کے مطلب کا رہے نہ نہانے دھونے کے مقصد کا۔ اگر چاہیں زمین میں وہ قوت ہی نہ رکھیں کہ وہ پانی کو جذب کر لے چوس لے بلکہ اوپر ہی اوپر تیرتا پھرے یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ایسی دور دراز جھیلوں میں پانی پہنچا دیں کہ تمہارے لیے بیکار ہو جائے اور تم کوئی فائدہ اس سے نہ اٹھا سکو۔ یہ خاص خدا کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے کہ وہ بادلوں سے میٹھا عمدہ ہلکا اور خوش ذائقہ پانی برساتا ہے پھر اسے زمین میں پہنچاتا ہے اور ادھر ادھر ریل پیل کر دیتا ہے کھیتیاں الگ پکتی ہیں باغات الگ تیار ہوتے ہیں۔ خود پیتے ہو اپنے جانوروں کو پلاتے ہو، نہاتے دھوتے ہو پاکیزگی اور ستھرائی حاصل کرتے ہو، فالحمدللہ آسمانی بارش سے رب العالمین تمہارے لیے روزیاں اُگاتا ہے۔ لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں کہیں سرسبز باغ ہیں جو علاوہ خوشنما اور خوش منظر ہونے کے مفید اور فیض والے ہیں۔ کھجور انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لیے الگ

الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں جن کی پوری شکر گزاری بھی کسی کے بس کی بات نہیں۔ بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور خوش ذائقی سے بھی فائدہ اٹھاتے ہو۔

پھر زیتون کے درخت کا ذکر فرمایا، طور سیناء وہ پہاڑ ہے جس پر خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی تھی اور اس کے اردگرد کی پہاڑیاں۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہرا اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے طور نہیں کہیں گے۔ پس طور سینا میں جو درخت زیتون پیدا ہوتا ہے اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔

حدیث میں ہے زیتون کا تیل کھاؤ اور لگاؤ وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے۔ (احمد)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ایک صاحب عاشورے کی شب کو مہمان بن کر آئے تو آپ نے انہیں اونٹ کی سری اور زیتون کھلایا اور فرمایا یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے کیا ہے۔ پھر چوپایوں کا ذکر ہو رہا ہے اور ان سے جو فوائد انسان اٹھا رہے ہیں ان نعمتوں کا اظہار ہو رہا ہے کہ ان کا دودھ پیتے ہیں ان کا گوشت کھاتے ہیں ان کے بالوں اور اُون سے لباس وغیرہ بناتے ہیں ان پر سوار ہوتے ہیں ان پر اپنا سامان اسباب لادتے ہیں اور دور دراز تک پہنچتے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو وہاں تک پہنچنے میں جان آدھی رہ جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے:

﴿اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ ..... الخ﴾

"کیا وہ نہیں دیکھتے کہ خود ہم نے انہیں چوپایوں کا مالک بنا رکھا ہے کہ یہ ان کے گوشت کھائیں ان پر سواریاں لیں اور طرح طرح کے نفع حاصل کریں۔ کیا اب بھی ان پر ہماری شکر گزاری واجب نہیں؟ یہ خشکی کی سواریاں ہیں پھر تری کی سواریاں کشتی جہاز وغیرہ الگ ہیں۔"

⑬⑥ (۱۳۶)

وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ لَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾ (مؤمنون:۷۸۔۸۳)

ترجمہ: "وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل پیدا کئے، مگر تم بہت (ہی) کم شکر کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے

اور رات دن کے ردوبدل کا مختار بھی وہی ہے۔ کیا تم کو سمجھ بوجھ نہیں بلکہ ان لوگوں نے بھی ویسی ہی بات کہی جو اگلے کہتے چلے آئے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا پھر بھی ہم ضرور اٹھائے جائیں گے۔ ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے پہلے ہی سے یہ وعدہ ہوتا چلا آیا ہے کچھ نہیں یہ صرف اگلے لوگوں کے افسانے ہیں۔"

تشریح: فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں ان کی برائیوں کی وجہ سے سختیوں اور مصیبتوں میں بھی مبتلا کیا لیکن تاہم نہ تو انہوں نے اپنا کفر چھوڑا نہ خدا کی طرف جھکے بلکہ کفر وضلالت پر اڑے رہے نہ ان کے دل نرم ہوئے نہ یہ سچے دل سے ہماری طرف متوجہ ہوئے نہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جیسے فرمان ہے:

﴿فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا..... الخ﴾

"ہمارے عذابوں کو دیکھ کر یہ ہماری طرف عاجزی سے کیوں نہ جھکے؟ بات یہ ہے کہ ان کے دل سخت ہو گئے ہیں..... الخ۔"

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس قحط سالی کا ذکر ہے جو قریش پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے کے صلے میں آئی تھی جس کی شکایت لے کر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی قسمیں دے کر رشتے داریوں کے واسطے دلا کر کہا تھا کہ ہم تو اب لید اور خون کھانے لگے ہیں۔ (نسائی)

صحیحین میں ہے کہ قریش کی شرارتوں سے تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بددعا کی تھی کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں سات سال کی قحط سالی آئی تھی ایسے ہی قحط سے خدایا تو ان پر میری مدد فرما۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو قید کر دیا گیا وہاں ایک نوعمر شخص نے کہا میں آپ کو جی بہلانے کے لیے کچھ اشعار سناؤں؟ تو آپ نے فرمایا اس وقت ہم عذاب خدا میں ہیں اور قرآن نے ان کی شکایت کی ہے جو ایسے وقت بھی خدا کی طرف نہ جھکیں پھر آپ نے تین روزے برابر رکھے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ یہ بیچ میں افطار کئے بغیر روزے کیسے؟ تو جواب دیا کہ ایک نئی چیز ادھر سے ہوئی۔ یعنی قید تو ایک نئی چیز ہم نے کی یعنی زیادتی عبادت۔ یہاں تک کہ حکم خدا آن پہنچا اچانک وقت آ گیا اور جن عذابوں کا خواب وخیال بھی نہ تھا وہ آ پڑے تو تمام خیر سے مایوس ہو گئے آس ٹوٹ گئی اور حیرت زدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھو اس نے کان دیئے آنکھیں دیں دل دیئے عقل وفہم عطا فرمائی کہ غور وفکر کر سکو خدا کی وحدانیت کو اس کی بااختیاری کو سمجھ سکو۔ لیکن جوں جوں نعمتیں بڑھیں شکر کم ہوئے جیسے فرمان ہے تو گو حرص کر لیکن ان میں سے اکثر بے ایمان ہیں۔ پھر اپنی عظیم الشان سلطنت اور قدرت کا بیان فرما رہا ہے کہ مخلوق کو اس نے پیدا کر کے وسیع زمین پر بانٹ دیا ہے پھر قیامت کے دن ان بکھرے ہوؤں کو سمیٹ کر اپنے پاس جمع کرے گا۔ اب بھی اسی نے پیدا کیا ہے پھر بھی وہی جلائے گا۔ کوئی چھوٹا بڑا آگے پیچھے کا باقی نہ بچے گا وہی بوسیدہ اور کھوکھلی ہڈیوں کا زندہ کرنے والا اور لوگوں کو مار ڈالنے والا ہے۔ اسی کے حکم سے دن چڑھتا ہے رات آتی ہے ایک نظام سے ایک کے بعد ایک آتا ہے نہ سورج چاند سے آگے نکلے نہ رات دن پر سبقت کرے کیا تم میں اتنی بھی عقل نہیں کہ اتنے بڑے نشانات کو دیکھ کر اپنے خدا کو پہچان لو؟ اور اس کے غلبے اور اس کے علم کے قائل بن جاؤ۔ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے کافر ہوں یا اگلے زمانوں کے دل ان کے سب یکساں ہیں۔ زبانیں بھی ایک ہی ہیں وہی بکواس جو اگلوں کی تھی پچھلوں کی ہے۔ کہ مر کر مٹی ہو جانے اور صرف بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں باقی رہ جانے کے بعد بھی نئی پیدائش میں پیدا کئے جائیں۔ یہ سمجھ سے باہر ہے۔ ہم سے

بھی یہی کہا گیا ہمارے باپ داداؤں کو بھی اسی سے دھمکایا گیا لیکن ہم نے تو کسی کو مر کر زندہ ہوتے دیکھا نہیں۔ ہم تو جانتے ہیں کہ یہ صرف بکواس ہے۔ دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت بھی پھر زندہ کیے جائیں گے؟ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا جسے تم ان ہونی بات سمجھ رہے ہو وہ تو ایک آواز کے ساتھ ہو جائے گی اور ساری دنیا اپنی قبروں سے نکل کر ایک میدان میں ہمارے سامنے آجائے گی۔ سورۂ یٰسین میں بھی یہ اعتراض و جواب ہے کہ کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ ضدی جھگڑالو بن بیٹھا اور اپنی پیدائش کو بھول بسر گیا اور ہم پر اعتراض کرتے ہوئے مثالیں دینے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون جلائے گا؟ تم انہیں جواب دو کہ انہیں نئے سرے سے وہ خدا پیدا کرے گا جس نے انہیں اوّل بار پیدا کیا ہے اور جو ہر چیز کی پیدائش کا عالم ہے۔

(۱۳۷)

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ (مومنون ۸۴۔۸۹)

ترجمہ: ”پوچھیے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی، کہہ دیجئے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ پوچھیے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ؟ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجئے پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ جل وعلا اپنی وحدانیت خالقیت تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنی چاہیے۔ وہ واحد ہے بے شریک ہے پس اپنے محترم رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ صاف لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے۔ اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتلائیں گے۔ آپ انہیں کے جواب کو لے کر انہیں قائل معقول کریں کہ جب خالق مالک صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کی جائے؟ واقعہ یہی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو بھی مخلوق خدا اور مملوک خدا جانتے تھے لیکن انہیں مقربان خدا سمجھ کر اس نیت سے ان کی عبادت کرتے تھے کہ وہ ہمیں بھی مقرب بارگاہ خدا بنا دیں گے۔ پس حکم ہوتا ہے کہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں کا خالق مالک کون ہے؟ اس کی بابت ان مشرکوں سے سوال کرو۔ ان کا جواب یہی ہوگا کہ

اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ اب تم پھر ان سے کہو کہ کیا اب بھی اس اقرار کے بعد بھی تم اتنا نہیں سمجھتے کہ عبادت کے لائق بھی وہی ہے کیونکہ خالق ورازق وہی ہے۔ پھر پوچھو کہ اس بلند وبالا آسمان کا اس کی مخلوق کا خالق کون ہے جو عرش جیسی زبردست چیز کا رب ہے؟ جو مخلوق کی چھت ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قبہ کی طرح بنا کر بتلایا۔ (ابوداؤد)

اور حدیث میں ہے ساتوں آسمان ساتوں زمین اور ان کی کل مخلوق کرسی کے مقابلے پر ایسی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں کوئی حلقہ پڑا ہو۔ اور کرسی اپنی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں بھی ایسی ہی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ عرش کی ایک جانب سے دوسری جانب کی دوری پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ اور ساتویں زمین سے اس کی بلندی پچاس ہزار سال کی مسافت کی ہے۔ عرش کا نام عرش اس کی بلندی کی وجہ سے ہی ہے۔ کعب احبار رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آسمان عرش کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے کوئی قندیل آسمان وزمین کے درمیان ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آسمان وزمین بمقابلہ عرش خداوندی ایسے ہیں جیسے کوئی چھلا کسی وسیع چٹیل میدان میں پڑا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عرش کی قدر وعظمت کا کوئی بھی بجز اللہ تعالیٰ کے صحیح اندازہ نہیں کرسکتا، بعض سلف کا قول ہے کہ عرش سرخ رنگ کے یاقوت کا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں اس کے عرش کا نور اس کے چہرے کے نور سے ہے۔ الغرض اس سوال کا جواب بھی وہ یہی دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ تعالیٰ ہے تو تم کہو کہ پھر تم اس کے عذابوں اور اس کی سزاؤں سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کہ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادتیں کررہے ہو۔

کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ تعالیٰ ایک حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ جاہلیت کے زمانہ میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اماں جان تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے۔ کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا۔ کہا اللہ نے، پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا؟ اس نے کہا اللہ نے۔ بچہ نے پوچھا اور ان آسمانوں کو؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا اور زمین کو؟ اس نے جواب دیا اللہ نے۔ پوچھا اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پوچھا اور ان ہماری بکریوں کا خالق کون ہے؟ ماں نے کہا اللہ ہی ہے اس نے کہا سبحان اللہ۔ اللہ کی اتنی بڑی شان ہے؟ بس اس کے دل میں اللہ کی عظمت اس قدر سما گئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور جان بحق تسلیم کردی۔ دریافت کر کہ تمام ملک کا مالک ہر چیز کا مختار کون ہے؟ حضور ﷺ کی قسم عموماً ان لفظوں میں ہوتی تھی کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اور جب کوئی تاکیدی قسم کھاتے تو فرماتے اس کی قسم جو دلوں کا مالک اور ان کا پھیرنے والا ہے پھر یہ پوچھ کہ وہ کون ہے؟ جو سب کو پناہ دے اور اس کی دی ہوئی پناہ کو کوئی توڑ نہ سکے اور اس کے مقابلے پر کوئی پناہ دے نہ سکے کسی کی پناہ کا وہ پابند نہیں یعنی اتنا بڑا سید ومالک کہ تمام خلق، ملک، حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ بتلاؤ وہ کون ہے؟ عرب میں دستور تھا کہ سردار قبیلہ اگر کسی کو پناہ دے دے تو سارا قبیلہ اس کا پابند ہے۔ لیکن قبیلے میں سے کوئی کسی کو اپنی پناہ میں لے لے تو سردار پر اس کی پابندی نہیں۔ پس یہاں خدا کی عظمت وسلطنت بیان ہورہی ہے کہ وہ قادر مطلق حاکم کل ہے اس کا ارادہ کوئی بدل نہیں سکتا اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس

سے کوئی باز پرس کر نہیں سکتا۔ اس کی چاہت کے بغیر پتہ ہل نہیں سکتا۔ وہ سب سے باز پرس کر لے لیکن کسی کی مجال نہیں کہ اس سے کوئی سوال کر سکے۔ اس کی عظمت اس کی کبریائی اس کا غلبہ اس کا دباؤ اس کی قدرت اس کی عزت اس کی حکمت اس کا عدل بے پایاں اور بے مثل ہے۔ مخلوق سب اس کے سامنے عاجز پست اور لاچار ہے۔ رب ساری مخلوق کی باز پرس کرنے والا ہے۔ اس سوال کا جواب بھی ان کے پاس بجز اس کے اور نہیں کہ وہ اقرار کریں کہ اتنا بڑا بادشاہ ایسا خود مختار اللہ واحد ہی ہے کہہ دے کہ پھر تم پر کیا ٹپکی پڑی ہے؟ ایسا کون سا جادو تم پر ہو گیا ہے؟ کہ باوجود اس اقرار کے پھر بھی دوسروں کی پرستش کرتے ہو۔ ہم تو ان کے سامنے حق لا چکے، توحید ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید الوہیت بیان کر دی، صحیح دلیلیں اور صاف باتیں پہنچا دیں اور ان کا غلط گو ہونا ظاہر کر دیا کہ یہ شریک بنانے میں جھوٹے ہیں اور ان کا جھوٹ خود ان کے اقرار سے ظاہر و باہر ہے جیسے کہ سورت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کے سوا دوسروں کے پکارنے کی کوئی سند نہیں۔ الخ۔ صرف باپ دادوں کی تقلید پر اڑ رہے اور یہی وہ کہتے بھی تھے کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی پر پایا اور ہم ان کی تقلید نہیں چھوڑیں گے۔

(۱۳۸)

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ (مومنون: ۱۱۵۔۱۱۶)

ترجمہ: ”کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو گے ہم نے تمہیں یونہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بزرگ عرش کا مالک ہے۔“

تشریح: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب جنتی اور دوزخی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جناب باری عزوجل مومنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی کوئی ایک آدھ دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر تو تم بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سی دیر کی نیکیوں کا یہ بدلہ پایا کہ میری رحمت رضامندی اور جنت حاصل کر لی، جہاں ہمیشگی ہے۔ پھر جہنمیوں سے یہی سوال ہو گا وہ بھی اتنی ہی مدت بتلائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری تجارت بڑی گھاٹے والی کہ اتنی سی مدت میں تم نے میری ناراضگی غصہ اور جہنم خرید لیا جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے۔ کیا تم لوگ یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تم بیکار بے قصد و ارادہ پیدا کئے گئے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کر دیا گیا ہے؟ کہ مثل جانوروں کے تم اچھلتے کودتے پھرو؟ ثواب و عذاب کے مستحق نہ ہو؟ یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی بجا آوری کے لیے پیدا کئے گئے ہو۔ کیا تم یہ خیال کر کے نچنت ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں؟ یہ بھی غلط خیال ہے جیسے فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مہمل چھوڑ دیئے جائیں گے؟ اللہ کی ذات اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے، بیکار بنائے بگاڑے وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو تمام مخلوق کو مثل چھت کے چھایا ہوا ہے وہ بہت بھلا اور بہت

عمدہ ہے خوش شکل اور نیک منظر ہے جیسے فرمان ہے زمین میں ہم نے ہر بھلے جوڑ کو پیدا کر دیا ہے۔ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کیے گئے اور تم مہمل نہیں چھوڑ دیئے گئے، یاد رکھو وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کے لیے نازل ہوگا۔ وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا وہ بے نصیب اور بد بخت ہو گیا وہ محروم اور خالی ہاتھ رہا۔ جو خدا کی رحمت سے دور ہو گیا اور جنت سے روک دیا گیا جس کی چوڑائی مثل کل زمینوں اور آسمانوں کے ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن وہ عذاب خدا سے بچ جائے گا جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے۔ اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کے لیے بے تھکان خرچ کر رہا ہے۔ اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے اگلے ہلاک ہوئے جن کے قائم مقام اب تم ہو اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی، لوگو! خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں سے اپنی گور کی طرف جا رہے ہو تمہارے پھل پک رہے ہیں تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں۔ تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں۔ تمہاری اجل نزدیک آگئی ہے، تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے جہاں نہ کوئی بستر ہوگا نہ تکیہ، دوست احباب چھوٹ جائیں گے حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ اعمال سامنے آجائیں گے جو چھوڑ آئے ہو وہ دوسروں کا ہو جائے گا جو آگے بھیج چکے اسے سامنے پاؤ گے نیکیوں کے محتاج ہو گے۔ بدیوں کی سزائیں بھگتو گے اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اس کی باتیں سامنے آجائیں اس سے پہلے موت تم کو اچک لے جائے اس سے پہلے جواب دہی کے لئے تیار ہو جاؤ اتنا کہا تھا جو رونے کے غلبے نے آواز بلند کر دی منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ وزاری شروع ہو گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستا رہا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے پاس آیا تو آپ نے ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ ﴾ سے سورت کے ختم تک کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں۔ وہ اچھا ہو گیا جب نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا، عبداللہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟ آپ نے بتلا دیا تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا۔ واللہ ان آیتوں کو اگر کوئی با ایمان بالیقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ ابونعیم رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے روایت نقل کی ہے کہ ہمیں رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ ہم صبح و شام ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ پڑھتے رہیں۔ ہم نے برابر اس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی الحمد للہ ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں میری امت کا ڈوبنے سے بچاؤ کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے:

بسم اللہ الملک الحق و ما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویت بیمینہ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون بسم اللہ مجریھا و مرسھا ان ربی لغفور رحیم ○

(۱۳۹)

وَ مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ (مومنون: ۱۱۷-۱۱۸)

ترجمہ: "جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بیشک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔ اور کہو کہ اے میرے رب! تو بخش اور رحم کر اور تو سب مہربانوں سے بہتر مہربانی کرنے والا ہے۔"

تشریح: مشرکین کو خدائے واحد ڈرا رہا ہے اور بیان فرما رہا ہے کہ ان کے پاس ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں، یعنی اس کا حساب اللہ کے وہاں ہے کافر اس کے پاس کامیاب نہیں ہو سکتے۔ وہ نجات سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تو کس کس کو پوجتا ہے؟ اس نے کہا اللہ کو اور فلاں فلاں کو۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ ان میں سے ایسا کسے جانتا ہے کہ تیری مصیبتوں میں تجھے کام آئے؟ اس نے کہا صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو آپ ﷺ نے فرمایا جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کے ساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ اکیلا تجھے کافی نہیں ہوگا؟ اس نے کہا یہ تو نہیں کہہ سکتا البتہ ارادہ یہ ہے کہ اوروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجا لا سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! علم کے ساتھ یہ بے علمی جانتے ہو اور پھر انجان بنے جاتے ہو۔ اب کوئی جواب بن نہ پڑا چنانچہ وہ مسلمان ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے مجھے حضور ﷺ نے قائل کر دیا۔ پھر ایک دعا تعلیم فرمائی گئی۔ غفر کے معنی جب وہ مطلق ہو تو گناہوں کو مٹا دینے اور انہیں لوگوں سے چھپا دینے کے آتے ہیں۔ اور رحمت کے معنی صحیح راہ پر قائم رکھنے اور اچھے اقوال و افعال کی توفیق دینے کے ہوتے ہیں۔

(۱۴۰)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ (النور: ۴۱-۴۲)

ترجمہ: "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کی کل مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے کل پرند اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے لوگ جو کچھ کریں اس سے اللہ بخوبی واقف ہے۔ اور زمین و آسمان کی

بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔"

تشریح: کل کے کل انسان اور جنات اور فرشتے اور حیوان یہاں تک کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کے بیان میں مشغول ہیں۔ اور ایک مقام پر ہے کہ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان میں جو ہیں سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی کے بیان میں مشغول ہیں اپنے پروں سے اُڑنے والے پرندے بھی اپنے رب تعالیٰ کی عبادت اور پاکیزگی کے بیان میں ہیں۔ ان سب کو جو جو تسبیح لائق تھی خدا تعالیٰ نے انہیں سکھا دی ہے۔ سب کو اپنی عبادت کے مختلف جداگانہ طریقے سکھا دیئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر کوئی کام مخفی نہیں وہ عالم کل ہے۔ حاکم متصرف، مالک، مختار کل، معبود حقیقی، آسمان وزمین کا بادشاہ صرف وہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کے حکموں کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے وہ جو چاہے گا اپنی مخلوقات میں حکم فرمائے گا۔ برے لوگ بد بدلے پائیں گے نیک نیکیوں کا پھل حاصل کریں گے۔ خالق مالک وہی ہے دنیا اور آخرت کا حاکم وہی ہے اور اس کی ذات لائق حمد وثنا ہے۔

(۱۴۱)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ ؕ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ (النور: ۴۳-۴۴)

ترجمہ: "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے، پھر انہیں ملاتا ہے پھر انہیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں ان کے درمیان مینہ برستا ہے وہی آسمانوں کی جانب اولوں کے پہاڑ میں سے اولے برساتا ہے، پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں برسائے اور جن سے چاہے ان سے انہیں ہٹا دے بادلوں ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی۔ اللہ تعالیٰ ہی دن اور رات کو ردوبدل کرتا رہتا ہے آنکھوں والوں کے لئے تو اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔"

تشریح: پتلے دھوئیں جیسے بادل اوّل اوّل تو قدرت خدا تعالیٰ سے اٹھتے ہیں۔ پھر مل جل کر وہ جسیم ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے بارش برستی ہے ہوائیں چلتی ہیں۔ زمین کو قابل بناتی ہیں۔ پھر ابر کو اٹھاتی ہیں پھر انہیں ملاتی ہیں پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں، پھر برس پڑتے ہیں۔ پھر آسمان سے اولوں کے برسانے کا ذکر ہے کہ آیت کا معنی یہ کئے جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں۔ اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں خدا تعالیٰ برسانا چاہے وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں۔ اور جہاں نہیں چاہتے نہیں جاتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے کھیتیاں اور باغات خراب کر

دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے انہیں بچا لیتا ہے۔ پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب ہے وہ آنکھوں کی روشنی کھو دے۔ دن رات کا تصرف بھی اسی کے قبضے میں ہے جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات کو بڑا کر دیتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے رات چھوٹی کر کے دن کو بڑا کر دیتا ہے۔ یہ تمام نشانیاں ہیں۔ جو قدرت قادر کو ظاہر کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش، رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں۔

(۱۴۲)

وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۵ (النور: ۴۵)

ترجمہ: ”تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پانی سے پیدا کیا ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں بعض چار پاؤں پر، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے۔ سانپ وغیرہ کو دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں جن پر چلتے ہیں حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ وہ بڑا قادر ہے، جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ قادر کل ہے۔

(۱۴۳)

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴۶ (النور: ۴۶)

ترجمہ: ”بلاشبہ ہم نے روشن اور واضح آیتیں اتار دی ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔“

تشریح: یہ حکمت بھرے احکام یہ روشن مثالیں اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ہی نے بیان فرمائی ہیں۔ عقلمندوں کو ان کے سمجھنے کی توفیق دی ہے۔ رب تعالیٰ جسے چاہے اپنی سیدھی راہ پر لگائے۔

(۱۴۴)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝۱ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ﴿۲﴾ (فرقان ۱-۲)

ترجمہ: ”بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔ اسی اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور وہ کوئی اولاد نہیں رکھتا نہ اس کی سلطنت میں کوئی ساتھی ہے اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرایا ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا بیان فرماتا ہے تا کہ لوگوں پر اس کی بزرگی عیاں ہو جائے کہ اس نے اس پاک کلام کو اپنے بندے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے سورۂ کہف کے شروع میں بھی اپنی حمد اسی وصف سے بیان کی ہے یہاں اپنی ذات کا بابرکت ہونا بیان فرمایا اور یہی وصف بیان کیا۔ یہاں لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ فرمایا جس سے بار بار بکثرت اترنا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے فرمان ہے:

﴿وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾

پس پہلی کتابوں کو لفظ ﴿اَنْزَلَ﴾ سے اور آخری کتاب کو لفظ ﴿نَزَّلَ﴾ سے بیان فرمانا اسی لیے ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ اترتی رہیں اور قرآن کریم تھوڑا تھوڑا کر کے حسب ضرورت اترتا رہا کبھی کچھ آیتیں کبھی کچھ سورتیں کبھی کچھ احکام اس میں ایک بہت بڑی حکمت یہ بھی تھی کہ لوگوں کو اس پر عمل مشکل نہ ہو اور خوب یاد ہو جائے اور مان لینے کے لیے دل کھل جائے۔ جیسے کہ اسی سورت میں فرمایا ہے کہ کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن کریم اس نبی ﷺ پر ایک ساتھ کیوں نہ اترا جواب دیا گیا ہے کہ اس طرح اس لیے اترا کہ تیری دل بستگی رہے۔ اور ہم نے ٹھہرا ٹھہرا کر نازل فرمایا۔ یہ جو بھی بات بنائیں گے ہم اس کا صحیح اور جچا تلا جواب دیں گے۔ جو خوب تفصیل والا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اس آیت میں اس کا نام فرقان رکھا۔ اس لیے کہ یہ حق و باطل میں، ہدایت و گمراہی میں فرق کرنے والا ہے۔ اس سے بھلائی برائی میں، حلال و حرام میں تمیز ہوتی ہے۔ قرآن کریم کی یہ پاک صفت بیان فرما کر جس پر قرآن اترا ان کی ایک پاک صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ خاص اس کی عبادت میں لگے رہنے والے ہیں۔ اس کے مخلص بندے ہیں۔ یہ وصف سب سے اعلیٰ وصف ہے۔ اسی لیے بڑی بڑی نعمتوں کے بیان کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کا یہی وصف بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسے معراج کے موقعہ پر فرمایا ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ اور جب بندہ خدا تعالیٰ یعنی حضرت محمد ﷺ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے کھڑے ہوتے ہیں۔ الخ۔ یہی وصف قرآن کریم کے اترنے اور آپ ﷺ کے پاس بزرگ فرشتے کے آنے کے اکرام کے بیان کے موقعہ پر بیان فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اس پاک کتاب کا آپ کی طرف اترنا اس لیے ہے کہ آپ ﷺ تمام جہان کے لیے آگاہ کرنے والے بن جائیں۔ ایسی کتاب جو سراسر حکمت و ہدایت والی ہے جو مفصل معظم مبین اور محکم ہے۔ جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا۔ جو حکیم و حمید خدا تعالیٰ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ آپ ﷺ اس کی تبلیغ دنیا بھر میں کر دیں۔ ہر سرخ و سفید کو ہر دور و نزدیک والے کو اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرا دیں۔ جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے اس کی طرف آپ ﷺ کی رسالت ہے جیسے کہ خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میں تمام سرخ و سفید انسانوں کی طرف بھیجا

گیا ہوں اور فرمان ہے کہ مجھے پانچ باتیں ایسی دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔ لیکن میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ خود قرآن میں ہے:

﴿ قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾

"اے نبی! اعلان کر دو کہ اے دنیا کے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔"

پھر فرمایا کہ مجھے رسول بنا کر بھیجنے والا مجھ پر یہ پاک کتاب اتارنے والا وہ خدا تعالیٰ ہے جو آسمان وزمین کا تنہا مالک ہے جو جس کام کو کرنا چاہے اسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتا ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے اس کی کوئی اولاد نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے، ہر چیز اسی کی مخلوق اور اسی کے زیر پرورش ہے، سب کا خالق، مالک، رزاق، معبود، رب وہی ہے۔ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا وہی ہے۔

۱۴۵

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝ (الفرقان: ۳)

ترجمہ: "ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت وحیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔"

تشریح: مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق مالک قادر مختار بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے تئیں بھی کسی نفع نقصان کے پہنچانے کے مالک نہیں چہ جائے کہ دوسرے کا بھلا کر دیں یا دوسرے کا نقصان کر دیں یا دوسری کوئی بات کر سکیں۔ وہ اپنی موت وزیست کا یا دوبارہ جی اٹھنے کا بھی اختیار نہیں رکھتے، پھر اپنی عبادت کرنے والوں کی ان چیزوں کے مالک وہ کیسے ہو جائیں گے؟ بات یہی ہے کہ ان تمام کاموں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی جلاتا اور مارتا ہے وہی اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن نئے سرے سے پیدا کرے گا۔ اس پر یہ کام مشکل نہیں۔ ایک کا پیدا کرنا اور سب کو پیدا کرنا ایک کو موت کے بعد زندہ کرنا اور سب کو کرنا اس پر یکساں اور برابر ہے۔ ایک آنکھ جھپکانے میں اس کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔ صرف ایک آواز کے ساتھ تمام مری ہوئی مخلوق زندہ ہو کر اس کے سامنے ایک چٹیل میدان میں کھڑی ہو جائے گی۔ اور آیت میں فرمایا ہے صرف ایک دفعہ کی ایک آواز ہوگی کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے حاضر ہو جائے گی۔ وہی معبود برحق ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی رب تعالیٰ ہے نہ لائق عبادت ہے اس کا چاہا ہوا ہوتا ہے، بغیر اس کے چاہے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ ماں باپ سے، لڑکی لڑکوں سے، عدیل وبدیل سے، وزیر ونظیر سے، شریک وسہیم سے پاک ہے۔ وہ احد وصمد ہے، وہ لم یلد ولم یولد ہے، اس کا کفو کوئی نہیں۔

(۱۴۶)

اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوۡ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلۡنَا الشَّمۡسَ عَلَیۡہِ دَلِیۡلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضۡنٰہُ اِلَیۡنَا قَبۡضًا یَّسِیۡرًا ﴿۴۶﴾ وَ ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ لِبَاسًا وَّ النَّوۡمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّہَارَ نُشُوۡرًا ﴿۴۷﴾ (الفرقان: ۴۵۔۴۷)

ترجمہ: "کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا پھر ہم نے آفتاب کو اس پر دلیل بنایا پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند کو راحت بنایا اور دن کو کھڑے ہونے کا وقت۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیلیں بیان ہو رہی ہیں کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے۔ سائے کو وہ بڑھاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ وقت صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک کا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا۔ جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا۔ اور اگر دن ہی دن کرے تو کوئی رات نہیں لا سکتا۔ اگر سورج نہ نکلتا تو سائے کا حال ہی نہ معلوم ہوتا۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ سائے کے پیچھے دھوپ، دھوپ کے پیچھے سایہ، یہ بھی قدرت کا نظام ہے۔ پھر سہج سہج ہم اسے یعنی سائے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ ایک گھٹتا جاتا ہے دوسرا بڑھتا جاتا ہے اور یہ نقلاب سرعت سے ہوتا جاتا ہے۔ کوئی جگہ سائے دار باقی نہیں رہتی، صرف گھروں کے چھپروں کے اور درختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ اسی نے رات کو تمہارے لیے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جیسے فرمان ہے، قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے۔ اسی نے نیند کو سبب راحت وسکون بنایا ہے کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ گئی تھی وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے۔ بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہو، پھیل جاتے ہو، اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو، جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے رات دن مقرر کر دیا ہے کہ تم سکون و آرام بھی حاصل کر لو اور اپنی روزیاں بھی تلاش کر لو۔

(۱۴۷)

وَ ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَہُوۡرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحۡیِۦَ بِہٖ بَلۡدَۃً مَّیۡتًا وَّ نُسۡقِیَہٗ مِمَّا خَلَقۡنَاۤ اَنۡعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ کَثِیۡرًا ﴿۴۹﴾ وَ لَقَدۡ صَرَّفۡنٰہُ

بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ (سورہ الفرقان: ۴۸۔۵۰)

ترجمہ: " اور وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں اور بیشک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور قدرت بیان فرما رہا ہے کہ وہ بارش سے پہلے بارش کی خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ ان ہواؤں میں رب تعالیٰ نے بہت سے خواص رکھے ہیں۔ بعض بادلوں کو پراگندہ کر دیتی ہیں، بعض انہیں اٹھاتی ہیں، بعض انہیں لے چلتی ہیں، بعض خنک اور بھیگی ہوئی چل کر لوگوں کو بارانِ رحمت کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں، بعض اس سے پہلے زمین کو تیار کر دیتی ہیں۔ بعض بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں۔ اور انہیں بوجھل کر دیتی ہیں۔ آسمان سے ہم پاک صاف پانی برساتے ہیں کہ وہ پاکیزگی کا آلہ بنے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بارش کے زمانہ میں نکلا۔ بصرے کے راستے اس وقت بڑے گندے ہو رہے تھے۔ آپ نے ایسے راستے پر نماز ادا کی میں نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا اسے آسمان کے پاک پانی نے پاک کر دیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پاک اتارا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بیر بضاعہ سے وضو کر لیں؟ یہ ایک کنواں ہے جس میں گندگی اور کتوں کے گوشت پھینکے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

عبدالملک بن مروان کے دربار میں ایک مرتبہ پانی کا ذکر چھڑا تو خالد بن یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا بعض پانی آسمان کے ہوتے ہیں۔ بعض پانی وہ ہوتا ہے جسے ابر سمندر سے پیتا ہے اور اسے گرج کڑک اور بجلی میٹھا کر دیتی ہے۔ لیکن اس سے زمین میں پیداوار نہیں ہوتی، ہاں آسمانی پانی سے پیداوار اگتی ہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آسمان کے پانی کے ہر قطرہ سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لوٗلوٗ اور موتی پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی فی البر بر و فی البحر در زمین میں گیہوں اور سمندر میں موتی۔ پھر فرمایا کہ اس سے ہم غیر آباد بنجر خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں وہ لہلہانے لگتی ہے، اور تر و تازہ ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے:

﴿فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ..... الخ﴾

علاوہ مردہ زمین کے زندہ ہو جانے کے یہ پانی حیوانوں اور انسانوں کے پینے میں آتا ہے۔ ان کے کھیتوں اور باغات کو پلایا جاتا ہے جیسے فرمان ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جو لوگوں کی کامل ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برساتا ہے اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آثار رحمت کو دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے ساتھ ہی میری قدرت کا ایک نظارہ یہ بھی دیکھو کہ ابر اٹھتا

ہے گرجتا ہے لیکن جہاں میں چاہتا ہوں برستا ہے، اس میں بھی حکمت و حجت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سال سے کم وبیش بارش کا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ جہاں چاہے برسائے جہاں سے چاہے پھیر لے۔ پس چاہئے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ان زبردست حکمتوں کو اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور یہ بھی جان لیتے کہ بارشیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بند کر لی جاتی ہیں تو ہم گناہ چھوڑ دیں لیکن ان لوگوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ہماری نعمتوں پر اور ناشکری کی۔

ایک حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جو چاہیں دریافت فرما لیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں شہر میں اتنے اتنے قطرے برساؤ، ہم تعمیل ارشاد کر دیتے ہیں۔ بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسائی گئی۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بارش برس چکنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! جانتے ہو تمہارے رب تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جاننے والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ مومن ہو گئے اور بہت سے کافر ہو گئے۔ جنہوں نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ بارش ہم پر برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں تارے کے اثر سے پانی برسایا گیا وہ میرے ساتھ کافر ہوئے اور تاروں کے ساتھ مومن ہوئے۔

۱۴۸

وَ لَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ (الفرقان: ۵۱-۵۴)

ترجمہ: ”اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعے ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں اور وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں، یہ ہے میٹھا اور مزیدار اور یہ ہے کھاری کڑوا ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کر دی۔ وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے۔“

تشریح: اگر رب تعالیٰ چاہتا تو ہر ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دیتا۔ لیکن اس نے تمام دنیا کی طرف صرف ایک ہی نبی بھیجا ہے۔ اور

پھر اسے حکم دے دیا ہے کہ اس قرآن کا وعظ سب کو سنا دے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں اس قرآن سے تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے ہوشیار کردوں اور ان تمام جماعتوں میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے اور فرمان ہے کہ تو مکہ والوں کو اور چوطرف کے لوگوں کو آگاہ کردے اور آیت میں ہے کہ اے نبی! آپ ﷺ کہہ دیجئے اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف رسول اللہ بن کر آیا ہوں۔

صحیحین کی حدیث میں ہے میں سرخ و سیاہ سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے اور میں عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پھر فرمایا کافروں کا کہنا نہ ماننا اور اس قرآن کے ساتھ ان سے بہت بڑا جہاد کرنا۔ جیسے ارشاد ہے :

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ..... الخ﴾

''یعنی اے نبی! کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کرتے رہو۔ الخ''

اسی رب تعالیٰ نے پانی کو دوطرح کا کردیا ہے۔ میٹھا اور کھاری نہروں، چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً شیریں صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر بھی شکر کرنا چاہئے کہ اس نے میٹھے پانی کی چوطرف ریل پیل کردی کہ لوگوں کو نہانے دھونے اور اپنے کھیت اور باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے۔ مشرق اور مغرب میں محیط سمندر کھاری پانی کے اس نے بہا دیئے جو ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اِدھر اُدھر بہتے نہیں۔ لیکن موجیں مار رہے ہیں۔ تلاطم کررہے ہیں بعض میں مدوجزر ہے ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تو ان میں زیادتی اور بہاؤ ہوتا ہے پھر چاند کے گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں اپنی حالت پر آجاتا ہے پھر جہاں چاند چڑھا یہ بھی چڑھنے لگا۔ چودہ تاریخ تک برابر چاند کے ساتھ چڑھتا رہا پھر اترنا شروع ہوا۔ ان تمام سمندروں کو اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ پوری اور زبردست قدرت والا ہے۔ کھاری اور گرم پانی گو پینے کے کام نہیں آتا لیکن ہواؤں کو صاف کردیتا ہے جس سے انسانی زندگی ہلاکت میں نہ پڑے اس میں جو جانور مرجاتے ہیں ان کی بدبو دنیا والوں کو ستا نہیں سکتی اور کھاری پانی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اس کا مزہ پاک طیب ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے جب سمندر کے پانی کی نسبت سوال ہوا کیا ہم اس سے وضو کرلیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔ پھر اس کی قدرت کو دیکھو وہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک کو دوسرے سے جدا رکھا ہے۔ نہ کھاری میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھاری میں مل سکے۔ جیسے فرمایا ہے کہ اس نے دونوں سمندر جاری کردیئے کہ دونوں مل جائیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کردیا ہے کہ حد سے نہ بڑھیں۔ پھر تم اپنے رب تعالیٰ کی کس نعمت کے منکر ہو؟ اور آیت میں ہے کون ہے وہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کردیئے اس پر پہاڑ قائم کردیئے اور سمندروں کے درمیان اوٹ کردی، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بات یہ ہے کہ ان مشرکین کے اکثر لوگ بے علم ہیں اس نے انسان کو ضعیف نطفے سے پیدا کیا ہے پھر اسے ٹھیک ٹھاک اور برابر بنایا ہے اور اچھی پیدائش میں پیدا کر کے پھر اسے مرد یا عورت بنایا۔ پھر اس کے لئے نسب کے رشتہ دار بنا دیئے پھر کچھ مدت بعد سسرالی رشتے قائم کردیئے۔ اتنے بڑے قادر خدا تعالیٰ کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں۔

(۱۴۹)

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿ۚۛ۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚۛ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ (الفرقان: ۵۵-۵۹)

ترجمہ: ”یہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں، اور کافر تو ہے ہی اپنے رب کے خلاف (شیطان کی) مدد کرنے والا۔ ہم نے تو آپ کو خوشخبری اور ڈر سنانے والا (نبی) بنا کر بھیجا ہے۔ کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے۔ اس ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ تعالیٰ پر توکل کرے جسے کبھی موت نہیں اور اس کی تعریف کے ساتھ پاکیزگی بیان کرتے رہیں، وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے، پھر عرش پر مستوی ہوا وہ رحمان ہے، آپ اس کے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لیں۔“

تشریح: مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں اور بلا دلیل و حجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے۔ صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے ان کی محبت و عظمت دل میں جمائے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ شیطانی لشکر میں ہو گئے ہیں اور خدائی لشکر کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غلبہ اللہ والوں کو ہی ہوگا۔ یہ اس امید میں ہیں کہ یہ معبودانِ باطل ان کی امداد کریں گے۔ حالانکہ محض غلط ہے یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں انجام کار مومنوں کے ہی ہاتھ رہے گا۔ دنیا و آخرت میں ان کا پروردگار ان کی امداد کرے گا ان کفار کو تو شیطان صرف خدا تعالیٰ کی مخالفت پر ابھار دیتا ہے اور کچھ نہیں۔ سچے خدا تعالیٰ کی عداوت ان کے دل میں ڈال دیتا ہے، شرک کی محبت بٹھا دیتا ہے۔ یہ خدائی احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اطاعت گزاروں کو جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے۔ لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ اپنے وعظ کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ارادہ اس سے سوائے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہ راست پر آنا چاہے اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں۔ اے پیغمبر اپنے تمام کاموں میں اس خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھئے جو ہمیشگی اور دوام والا ہے، جو موت و فوت سے پاک ہے جو اول و آخر ظاہر و باطن اور ہر چیز سے عالم ہے جو دائم باقی سرمدی ابدی حی و قیوم

ہے جو ہر چیز کا مالک اور رب تعالیٰ ہے اس کو اپنا ماوی ملجا ٹھہرائے۔ اسی کی ذات ایسی ہے کہ اسی پر توکل کیا جائے ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے۔ وہ کافی ہے وہی ناصر ہے وہی مؤید و مظفر ہے، جیسے فرمان ہے اے نبی! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب تعالیٰ کی جانب سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ آپ بے فکر رہیے اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے برے ارادے سے بچا لے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ مدینہ طیبہ کی کسی گلی میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! مجھے سجدہ نہ کر سجدے کے لائق وہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جس پر کبھی موت نہیں۔ اور اس کی تسبیح و حمد کرتا رہ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعمیل میں فرمایا کرتے تھے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ۔ مراد اس سے یہ ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ ہی کی کر، اسی کی ذات پر توکل کر۔ جیسے فرمان ہے، مشرق و مغرب کا رب تعالیٰ وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز سمجھ اور دوسری جگہ ہے اسی کی عبادت کر اسی پر بھروسہ رکھ۔ اور آیت میں ہے کہ اعلان کر دے کہ اسی رحمٰن کے ہم بندے ہیں اور اسی پر ہمارا کامل بھروسہ ہے اس پر بندوں کے کرتوت ظاہر ہیں۔ کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں کوئی بھید کی بات بھی اس سے مخفی نہیں۔ وہی تمام چیزوں کا خالق مالک قابض ہے، وہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے اس نے اپنی قدرت و عظمت سے آسمان و زمین جیسی زبردست مخلوق کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قرار پکڑا ہے۔ کاموں کی تدبیروں کا انجام اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور تدبیر سے ہے۔ اس کا فیصلہ سچا اور اچھا ہی ہوتا ہے جو ذات خدا تعالیٰ سے عالم ہو جو صفات خدا تعالیٰ سے آگاہ ہو تو ایسے سے اس کی شان دریافت کرے۔ یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات کی پوری خبرداری رکھنے والے اس کی ذات سے پورے واقف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جو دنیا اور آخرت میں تمام اولاد آدم کے علی الاطلاق سردار تھے جو ایک بات بھی اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے بلکہ جو فرماتے تھے وہ فرمودۂ خدا تعالیٰ ہی ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو صفتیں اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہیں سب حق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبریں دیں سب سچ ہیں سچے امام آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ تمام جھگڑوں کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حکم سے کیا جا سکتا ہے۔ جو آپ کی بات بتلائے وہ سچا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہے وہ مردود، خواہ کوئی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان یقین کے قابل کھلے طور سے صادر ہو چکا ہے۔ یعنی تم اگر کسی چیز میں جھگڑو تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹاؤ۔ اور فرمان ہے تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے اور فرمان ہے تیرے رب تعالیٰ کی باتیں جو خبروں میں سچی اور حکم و ممانعت میں عدل کی ہیں پوری ہو چکیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے قرآن ہے۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو سجدے کرتے تھے، ان سے جب رحمٰن کو سجدہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ وہ اس سے منکر تھے کہ اللہ تعالیٰ کا نام رحمٰن ہے جیسے حدیبیہ والے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب سے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ تو مشرکین نے کہا نہ ہم رحمٰن کو جانیں نہ رحیم کو، ہمارے رواج کے مطابق بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ لکھ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ..... الخ﴾ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمٰن کو جس نام سے چاہو اسے پکارو اس کے بہت سے بہترین نام ہیں۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے وہی رحمٰن ہے۔ پس مشرکین کہتے تھے کہ کیا صرف تیرے کہنے سے ہم ایسا کر لیں، الغرض وہ اور نفرت میں بڑھ گئے۔ برخلاف مومنوں کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ جو رحمٰن و رحیم ہے اسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اور اسی کے لیے سجدے کرتے ہیں۔

(۱۵۰)

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ (الفرقان: ۶۱-۶۲)

ترجمہ: "بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بنایا اور منور مہتاب بھی۔ اور اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا اس شخص کی نصیحت کے لئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ کی بڑائی عظمت قدرت و رفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے، اس سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں یا چوکیداری کے برج ہیں۔ پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں۔ اور آیت میں ہے کہ آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کے ساتھ مزین بنایا، جیسے فرمان ہے اور ہم نے روشن چراغ یعنی سورج بنایا۔ اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے دوسرے نور سے جو سورج کے سوا ہے۔ جیسے فرمان ہے اس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے ہیں اس کی قدرت کا نظام ہے یہ جاتا ہے وہ آتا ہے اس کا جانا اس کا آنا۔ جیسے فرمان ہے اس نے تمہارے لیے سورج چاند پے در پے آنے جانے والے بنائے۔ اور جگہ ہے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات دن سے سبقت کر سکے۔ اسی سے اس کی عبادتوں کے وقت اس کے بندوں کو معلوم ہوتے ہیں؟ رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کرلیں دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کرلیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے، اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرلے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ضحیٰ کی نماز میں بڑی دیر لگا دی۔ سوال پر فرمایا کہ رات کا میرا وظیفہ کچھ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے پورا یا قضا کرلوں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

(۱۵۱)

اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ (النمل: ۶۳)

ترجمہ: "کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں ان سب سے اللہ بلند و بالاتر ہے۔"

تشریح: آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں رکھ دی ہیں کہ خشکی اور تری میں جو راہ بھول جائے وہ انہیں دیکھ کر راہ راست اختیار کر لے۔ جیسے فرمایا ہے کہ ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں سمندروں میں اور خشکی میں انہیں دیکھ کر اپنا راستہ ٹھیک کر لیتے ہیں بادل پانی بھرے برسیں اور اس سے پہلے ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں وہ چلاتا ہے جس سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب رب کی رحمت برسے گی۔ اللہ کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی نہیں، نہ کوئی ان پر قادر ہے، تمام شریکوں سے وہ الگ ہے اور پاک ہے سب سے بلند ہے۔

(۱۵۲)

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ (قصص: ۶۸-۷۰)

ترجمہ: "اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں اللہ ہی کے لئے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں۔ ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں آپ کا رب سب کچھ جانتا ہے۔ وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے۔"

تشریح: ساری مخلوق کا خالق تمام اختیارات والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، نہ اس میں کوئی اس سے جھگڑنے والا نہ اس کا شریک نہ ساجھی جو چاہے پیدا کرے جسے چاہے اپنا خاص بندہ بنالے، جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ہو ہی نہیں سکتا۔ تمام امور سب خیر و شر اسی کے ہاتھ ہے سب کی بازگشت اسی کی جانب ہے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ یعنی اللہ پسند کرتا ہے اسے جس میں بھلائی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے مروی ہے یہ آیت اسی بیان میں ہے کہ مخلوق کی پیدائش میں تقدیر کے مقرر کرنے میں اختیار رکھنے میں خدا تعالیٰ ہی اکیلا ہے، اور نظیر سے پاک ہے۔ اسی لیے آیت کے خاتمہ پر فرمایا کہ جن بتوں وغیرہ کو وہ شریک خدا ٹھہرا رہے ہیں جو نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی طرح کا اختیار رکھیں اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک اور بہت دور ہے۔ پھر فرمایا سینوں اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور وہ سب بھی اس پر اسی طرح ظاہر ہیں جس طرح کھلم کھلا اور ظاہر باتیں۔ پوشیدہ بات کہو یا اعلان سے کہو وہ سب کا عالم ہے۔ رات میں اور دن میں جو ہو رہا ہے اس پر پوشیدہ نہیں الوہیت میں بھی وہ یکتا ہے اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی طرف مخلوق اپنی حاجتیں لے جائے جس سے مخلوق عاجزی کرے، جو مخلوق کا ماویٰ ملجا ہو، جو

عبادت کے لائق ہو۔ خالق مختار رب مالک وہی ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے سب لائق تعریف ہے اس کا عدل وحکمت اسی کے ساتھ ہے۔ اس کے حکموں کو کوئی رد نہیں کرسکتا، اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ غلبہ حکمت ورحمت اسی کی ذات پاک میں ہے تم سب قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اس پر تمہارے کاموں میں سے کوئی کام چھپا ہوا نہیں نیکوں کو جزا بدوں کو سزا وہ اس روز دے گا اور اپنی مخلوق میں فیصلے فرمائے گا۔

(۱۵۳)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (القصص:۷۲)

ترجمہ: ”پوچھئے! کہ یہ بھی بتا دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لے آئے؟ جس میں تم آرام حاصل کرسکو، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو؟“

تشریح: اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ بغیر تمہاری کوشش اور تدبیر کے دن رات برابر آگے پیچھے آرہے ہیں اگر رات ہی رات رہے تو تم عاجز آجاؤ تمہارے کام رک جائیں تم پر زندگی وبال ہوجائے تم تھک جاؤ اُکتا جاؤ کسی کو نہ پاؤ جو تمہارے لئے دن نکال سکے کہ تم اس کی روشنی میں چلو پھرو دیکھو بھالو اپنے کام کاج کرلو، افسوس تم سن سنا کر ان سنا کردیتے ہو۔ اسی طرح اگر وہ تم پر دن ہی دن رکھے رات آئے ہی نہیں تو بھی تمہاری زندگی تلخ ہوجائے۔ بدن کا نظام الٹ پلٹ ہوجائے تھک جاؤ تنگ آجاؤ، کوئی نہیں جسے قدرت ہو کہ وہ رات لاسکے جس میں تم راحت وآرام کرسکو لیکن تم آنکھیں رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کی ان نشانیوں اور مہربانیوں کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔

(۱۵۴)

وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (القصص:۷۳)

ترجمہ: ”اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل وکرم سے دن رات مقرر کردیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو یہ اس لئے کہ تم شکر ادا کرو۔“

تشریح: یہ بھی اسی کا احسان ہے کہ اس نے دن رات دونوں پیدا کردیئے ہیں کہ رات کو تمہیں سکون وآرام حاصل ہو اور دن کو تم کام کاج تجارت، زراعت، سفر شغل کرسکو۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس مالک حقیقی اس قادر مطلق کا شکر ادا کرو دن کو رات کو اس کی عبادتیں کرو۔ رات کے قصور کی تلافی دن میں اور دن کے قصوروں کی تلافی رات میں کرلیا کرو، یہ مختلف چیزیں قدرت کے نمونے ہیں اور اس لیے ہیں کہ تم نصیحت وعبرت سیکھو اور رب کا شکر کرو۔

(۱۵۵)

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ (البقرہ: ۱۱۷)

ترجمہ: ’’وہ زمین اور آسمانوں کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے، وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، بس وہی ہو جاتا ہے۔‘‘

تشریح: یہ اور اس کے ساتھ کی آیت نصرانیوں کے رد میں ہے اور اسی طرح ان جیسے یہودیوں اور مشرکین کے رد میں جو اللہ کی اولاد بتاتے تھے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین و آسمان وغیرہ تمام چیزوں کا تو اللہ تعالیٰ مالک ہے ان کا پیدا کرنے والا، انہیں روزیاں دینے والا، ان کے اندازے مقرر کرنے والا، انہیں قبضہ میں رکھنے والا، ان میں ہیر پھیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، پھر بھلا اس مخلوق میں سے کوئی اس کی اولاد کیسے ہو سکتا ہے، نہ عزیر علیہ السلام نہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے بن سکتے ہیں۔ جیسے کہ یہود و نصاریٰ کا خیال تھا، نہ فرشتے اس کی بیٹیاں بن سکتے ہیں جیسے مشرکین عرب کا خیال تھا اس لیے کہ دو برابر کے مناسبت رکھنے والے ہم جنس سے اولاد ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی نظیر نہ اس کی عظمت و کبریائی میں اس کا کوئی شریک نہ اس کی جنس کا کوئی اور وہ تو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اس کی اولاد کیسے ہوگی؟ اس کی کوئی بیوی بھی نہیں وہ ہر چیز کا خالق اور ہر چیز کا عالم ہے۔ یہ رحمٰن کی اولاد بتاتے ہیں یہ کتنی بودی اور واہی بات تم کہتے ہو یہ اتنی بری بات زبان سے نکالتے ہو کہ اس سے آسمانوں کا پھٹ جانا اور زمین کا شق ہو جانا اور پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہو جانا ممکن ہے ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے اللہ تعالیٰ کی اولاد تو کوئی ہو ہی نہیں سکتی اس کے سوا جو بھی ہے اس کی ملکیت ہے زمین و آسمان کی کل ہستیاں اس کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہیں جنہیں ایک ایک کر کے اس نے گھیر رکھا ہے اور شمار کر رکھا ہے ان میں سے ہر ایک اس کے پاس قیامت کے دن تنہا تنہا پیش ہونے والا ہے پس غلام اولاد نہیں بن سکتا، ملکیت اور ولدیت دو مختلف اور متضاد حیثیتیں ہیں۔ اور جگہ پوری سورت میں اس کی نفی فرمائی، ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ ﴾

’’آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔‘‘

یعنی کہو کہ خدا ایک ہی ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس کی نہ اولاد ہے نہ ماں باپ، اس کا ہم جنس کوئی نہیں، اور ان جیسی اور آیتوں میں اس خالق کائنات نے اپنی تسبیح و تقدیس بیان کی، اپنا بے نظیر، اپنا بے مثل اور لاشریک ہونا ثابت کیا اور ان مشرکین کے گندے عقیدے کا بطلان کیا اور بتایا کہ وہ تو سب کا خالق و رب ہے پھر اس کی اولاد اور بیٹے بیٹیاں کہاں سے ہوں گے؟۔

سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری کی ایک قدسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے اسے یہ لائق نہ تھا، مجھے وہ گالیاں دیتا ہے اسے یہ نہیں چاہئے تھا اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ میں اسے مار ڈالنے کے بعد پھر زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں اور اس کا گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ میری اولاد بتاتا ہے، حالانکہ میں پاک ہوں اور بلند و بالا ہوں اس سے کہ میرے اولاد اور میری بیوی ہو یہی حدیث دوسری سندوں سے اور کتابوں میں بھی باختلاف الفاظ مروی ہے۔

صحیحین میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بری باتیں سن کر صبر کرنے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی نہیں، لوگ اس کی اولادیں بتائیں اور وہ انہیں رزق و عافیت دیتا رہے۔ پھر فرمایا ہر چیز اس کی اطاعت گزار ہے اس کی غلامی کی اقراری ہے اس کے لیے اخلاص کرنے والی ہے، اس کی سرکار میں قیامت کے روز دست بستہ کھڑی ہونے والی اور دنیا میں عبادت گزار ہے، جس کو کہے یوں ہو، اس طرح بن، وہ اسی طرح ہو جاتی ہے اور بن جاتی ہے، اس طرح ہر ایک اس کے سامنے پست و مطیع ہے، کفار بھی گو نہ چاہیں لیکن ان کے سائے خدا کے سامنے جھکتے رہتے ہیں۔ قرآن نے اور جگہ فرمایا ﴿وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ..... الخ﴾ آسمان و زمین کی کل چیزیں خوشی و ناخوشی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔ ان کے سائے صبح و شام جھکتے رہتے ہیں۔ پھر فرمایا وہ آسمان و زمین کو بغیر نمونہ کے پہلی ہی بار کی پیدائش میں پیدا کرنے والا ہے۔ لغت میں بدعت کے معنی نو پید کرنے، نیا بنانے کے ہیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے وہ آسمان و زمین کی تمام چیزوں کا مالک ہے ہر چیز اس کی وحدانیت کی دلیل ہے ہر چیز اس کی اطاعت گزاری کی اقراری ہے، سب کا پیدا کرنے والا، بنانے والا، موجود کرنے والا، بغیر اصل اور مثال کے وجود میں لانے والا ایک وہی رب العالمین ہے، اس کی گواہی ہر چیز دیتی ہے، خود مسیح علیہ السلام بھی اس کے گواہ اور بیان کرنے والے ہیں۔ جس رب نے ان تمام چیزوں کو بغیر نمونے کے اور بغیر مادے اور اصل کے پیدا کیا۔ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بے باپ کے پیدا کر دیا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم انہیں خواہ مخواہ خدا کا بیٹا مان لو، پھر فرمایا کہ اس خدا کی قدرت و سلطنت و سطوت و شوکت ایسی ہے کہ جس چیز کو جس طرح بنانا اور پیدا کرنا چاہے اُسے کہہ دیتا ہے کہ اس طرح اور ایسی ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے، شاعر کہتا ہے ۔

اِذَا مَا اَرَادَاللّٰهُ اَمْرا فَاِنَّمَا   يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ قَوْلَهٗ فَيَكُوْنُ

مطلب سب کا یہ ہے ادھر خدا کا ارادہ کسی چیز کا ہوا اور اس نے کہا ہو جا، وہی ہو گیا۔ اس کے ارادہ سے مراد جدا نہیں پس مندرجہ بالا آیت میں عیسائیوں کو لطیف پیرائے سے یہ بھی سمجھا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُسی کن کے کہنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہے جنہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر فرمایا ہو جا، وہ ہو گئے۔

﴿۱۵۶﴾

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ (البقرۃ: ۱۶۳)

ترجمہ: ”تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔“

تشریح: یعنی خدائی میں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی ساجھی نہیں، نہ اس جیسا کوئی ہے وہ واحد اور احد ہے وہ فرد اور صمد ہے، اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، وہ رحمٰن اور رحیم ہے سورۂ فاتحہ کے شروع میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اسم اعظم ان دونوں آیتوں میں ہے ایک یہ آیت اور دوسری آیت ﴿الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

﴿هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ اس کے بعد اس توحید کی دلیل ہو رہی ہے، اسے بھی توجہ سے سنئے۔ فرماتا ہے:

(۱۵۷)

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ (البقرة: ١٦٤)

ترجمہ: ”آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا۔ آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس خدا کی خدائی اور اس کی توحید پر دلیل ایک تو یہ آسمان ہے جس کی بلندی لطافت کشادگی جس کے ٹھہرے ہوئے اور چلنے پھرنے والے روشن ستارے تم دیکھ رہے ہو۔ پھر زمین کی پیدائش جو کثیف چیز ہے جو تمہارے قدموں تلے بچھی ہوئی ہے جس میں بلند بلند چوٹیوں کے سر بفلک پہاڑ ہیں، جس میں موجیں مارنے والے بے پایاں سمندر ہیں جس میں انواع و اقسام کے خوش رنگ بیل بوٹے ہیں جس میں طرح طرح کی پیداوار ہوتی ہے جس پر تم رہتے سہتے ہو اور اپنی مرضی کے مطابق آرام دہ مکان بنا کر بستے ہو اور جس سے صدہا طرح کا نفع اٹھاتے ہو، پھر رات دن کا آنا جانا، رات گئی دن آیا، دن گیا رات آگئی نہ وہ اس پر سبقت کرے نہ یہ اس پر، ہر ایک اپنے صحیح اندازے سے آئے اور جائے۔ کبھی کے دن بڑے، کبھی کی راتیں، کبھی دن کا کچھ حصہ رات میں جائے کبھی رات کا کچھ حصہ دن میں آ جائے، پھر کشتیوں کو دیکھو جو خود تمہیں اور تمہارے مال و اسباب اور تجارتی چیزوں کو لے کر سمندر میں ادھر سے اُدھر آتی جاتی رہتی ہیں۔ اس ملک والے اس ملک والوں سے اور اس ملک والے اس ملک والوں سے رابطہ اور لین دین کر سکتے ہیں، یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی یہاں پہنچ سکتی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کاملہ سے بارش برسانا اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دینا، اس سے اناج اور کھیتیاں پیدا کرنا، چوطرف ریل پیل کر دینا، زمین میں مختلف قسم کے چھوٹے بڑے کار آمد جانوروں کو پیدا کرنا، ان سب کی حفاظت کرنا، ان کے لئے روزی پہنچانا، ان کے لئے سونے بیٹھنے چرنے چگنے کی جگہ تیار کرنا، ہواؤں کو پُروا پچھوا چلانا، کبھی ٹھنڈی کبھی گرم، کبھی کم کبھی زیادہ، بادلوں کو زمین اور آسمان کے درمیان مسخر کرنا، انہیں ایک طرف سے دوسری طرف لے جانا، ضرورت کی جگہ برسانا وغیرہ۔ یہ سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن سے عقلمند اپنے خدا کے وجود کو اور اس کی وحدانیت کو پا لیتے ہیں، جیسے اور جگہ فرمایا کہ آسمان و زمین کی پیدائش اور رات دن کے ہیر پھیر میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے

رب تو نے انہیں بیکار نہیں بنایا، تیری ذات پاک ہے تو ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے۔ ہم اس سے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خریدیں اور تیرا ساتھ دیں اور ایمان بھی لائیں۔ آپ نے فرمایا یہ پختہ وعدہ کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں پختہ وعدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کی حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا آپ کی دعا قبول ہے لیکن اگر یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ کا وہ عذاب آئے گا جو آج سے پہلے کسی پر نہ آیا ہو۔ آپ کانپ اٹھے اور عرض کرنے لگے نہیں خدایا تو انہیں یونہی رہنے دے میں انہیں تیری طرف بلاتا رہوں گا۔ کیا عجب آج نہیں تو کل اور کل نہیں پرسوں ان میں سے کوئی نہ کوئی تیری طرف جھک جائے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اگر انہیں قدرت کی نشانیاں دیکھنی ہیں تو کیا یہ نشانیاں کچھ کم ہیں؟ ایک اور شان نزول بھی مروی ہے کہ جب آیت ﴿وَ اِلٰهُكُمْ ..... الخ﴾ اُتری تو مشرکین کہنے لگے ایک خدا تمام جہان کا بندوبست کیسے کرے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ خدا اتنی بڑی قدرت والا ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اللہ کا ایک ہونا سن کر انہوں نے دلیل طلب کی جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نشان ہائے قدرت ان پر ظاہر کئے گئے۔

(۱۵۸)

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (آل عمران:٦)

ترجمہ: "وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

تشریح: اللہ خبر دیتا ہے کہ آسمان وزمین کے غیب کو وہ بخوبی جانتا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں صورتیں عنایت فرماتا ہے جس کی طرح کی چاہتا ہے اچھی بری نیک بد۔ اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے جبکہ صرف اسی ایک نے تمہیں بنایا اور پیدا کیا، پھر عبادت دوسرے کی کیوں کرو؟ وہ لازوال عزتوں والا، غیر فانی حکمتوں والا، اٹل حکموں والا، اس میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے اور اسی کی چوکھٹ پر جھکنے والے تھے جس طرح کل انسان ہیں۔ انہیں انسانوں میں سے ایک آپ بھی ہیں، وہ بھی ماں کے رحم میں بنائے گئے اور میرے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے پھر خدا کیسے بن گئے جیسے کہ اس لعنتی جماعت نصاریٰ نے سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ تو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف رگ وریشہ میں اِدھر اُدھر پھرتے پھراتے رہے، جیسے اور جگہ ہے:

﴿ یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ﴾

"وہ خدا تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے ایک پیدائش کے بعد دوسری طرح کی بناوٹ تین تین اندھیروں میں ہوتی ہے۔"

(۱۵۹)

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ (آل عمران: ۲۶-۲۷)

ترجمہ: ”آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہانوں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے بیشمار روزی دیتا ہے۔“

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد (ﷺ) آپ اپنے رب تعالیٰ کی تعظیم کے طور پر اور اس کا شکریہ بجالانے کے لیے اور اسے اپنے تمام کام سونپ دینے کے لیے اور اس کی ذات پاک پر بھروسہ کرتے ہوئے ان الفاظ میں اس کی بڑائیاں بیان کیجئے جو اوپر بیان ہوئیں۔ یعنی اے اللہ مالک الملک تو ہے، تمام ملک تیری ملکیت میں ہے جسے تو چاہے دے اور جس سے چاہے دیا ہوا بھی لے لے، تو ہی دینے لینے والا ہے تو جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہ چاہے ہو ہی نہیں سکتا۔ اس آیت میں اس بات کی تنبیہ اس نعمت کے شکر کا بھی حکم ہے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کو مرحمت فرمائی گئی کہ نبوت بنی اسرائیل سے ہٹا کر نبی عربی قریشی اُمی مکی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دے دی گئی۔ آپ ﷺ کو علی الاطلاق نبیوں کے ختم کرنے والے اور تمام انس وجن کی طرف رسول بن کر آنے والے بنا کر بھیجا، تمام اگلوں کی خوبیاں آپ ﷺ میں جمع کر دیں اور وہ فضیلتیں آپ ﷺ کو دی گئیں جن سے اور تمام انبیاء بھی محروم رہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کی بابت ہو یا اس رب تعالیٰ کی شریعت کے معاملہ میں ہوں یا ہو چکی اور آنے والی خبروں کے متعلق ہوں۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے آخرت کے کل حقائق کھول دیئے۔ آپ ﷺ کی اُمت کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیا، آپ ﷺ کے دین اور آپ کی شریعت کو تمام دینوں اور کل مذہبوں پر غالب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا درود آپ ﷺ پر نازل ہو، اب سے لے کر قیامت تک جب تک رات دن کی گردش باقی رہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اپنی رحمتیں دوام کے ساتھ نازل فرماتا رہے، آمین۔ پس فرمایا کہ کہو خدایا! تو ہی اپنے خلق میں ہیر پھیر کرتا رہتا ہے جو چاہے کر گزرتا ہے۔ جو لوگ کہتے تھے کہ ان دو بستیوں میں سے کسی بہت بڑے شخص پر اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام کیوں نازل نہ کیا؟ اس کا رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ .... الخ﴾

کیا تیرے رب کی رحمت کے بانٹنے والے یہ ہیں، جب ان کی روزیوں تک کے مالک ہم ہیں جسے چاہے کم دیں جسے چاہے زیادہ دیں تو پھر ہم پر حکومت کرنے والے یہ کون؟ کہ فلاں کو نبی کیوں نہ بنایا۔ نبوت بھی ہماری ملکیت کی چیز ہے ہم ہی جانتے ہیں کہ اس کے دیئے جانے کے قابل کون ہے جیسے اور جگہ ہے:

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾

"جہاں کہیں اللہ تعالیٰ اپنی رسالت نازل فرماتا ہے اسے وہی سب سے بہتر جانتا ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾

"دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ان میں آپس میں ایک دوسرے پر برتری دے رکھی ہے۔"

پھر فرماتا ہے کہ تو ہی رات کی زیادتی کو دن کے نقصان میں بڑھا کر دن رات کو برابر کر دیتا ہے پھر اِدھر کا حصہ اُدھر دے کر دونوں کو چھوٹا بڑا کر دیتا ہے۔ پھر برابر کر دیتا ہے۔ زمین و آسمان پر سورج چاند پر پورا پورا قبضہ اور تمام تر تصرف تیرا ہی ہے۔ اسی طرح جاڑے کو گرمی سے اور گرمی کو جاڑے سے بدلنا بھی تیری قدرت میں ہے بہار و خزاں پر قادر تو ہی ہے، تو ہی ہے کہ زندے سے مردے کو اور مردے سے زندے کو نکالے۔ کھیتی دانے سے اور دانہ کھیتی سے، درخت کھجور گٹھلی سے اور گٹھلی کھجور سے تو ہی پیدا کرتا ہے مومن کو کافر کے ہاں اور کافر کو مومن کے ہاں تو ہی پیدا کرتا ہے۔ مرغی انڈے سے اور انڈا مرغی سے اور اسی طرح کی تمام تر چیزیں تیرے ہی قبضہ میں ہیں تو جسے چاہے اتنا مال دے دے جو نہ گنا جائے نہ احاطہ کیا جائے اور جسے چاہے بھوک کے برابر روٹی بھی نہ دے ہم مانتے ہیں کہ یہ کام حکمت سے پُر ہیں اور تیرے ارادے اور تیری چاہت سے ہوتے ہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم اس آیت ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ ..... الخ﴾ میں ہے کہ جب اس نام سے اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول کر لیتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(انتخاب وترتیب)

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالنپوری

خلف الرشید

مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ

ناشر

مکتبہ ابن کثیر

نام کتاب : بکھرے موتی (جلد ۱۰)

انتخاب وترتیب : حضرت مولانا محمد یونس پالن پوری دامت برکاتہم

اشاعت اول : ۲۰۱۲ء

مطبوعہ : ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرس، نئی دہلی

ملنے کا پتہ :

ناشر

مکتبہ ابن کثیر

225/45, Bellasis Road, Shop No. 8,
Nagpada, Mumbai - 400 008. (INDIA)
Tel.: +9122 23008787 - +9122 23003800
E-mail : mypalanpuri@ibnekaseer.net /com
website : www.ibnekaseer.net /com

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد:-

اللہ کا شکر ہے کہ بکھرے موتی جلد دہم (۱۰) آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب کو لے کر حرمین شریفین آیا اور دسویں جلد کو لے کر بیت اللہ کا طواف کیا، اللہ سے قبولیت کی درخواست کی، اللہ پاک بندہ کی ساری کتابوں کو قبول فرمائے۔ آمین

بندہ حرم شریف مکہ مکرمہ میں ہے۔ ۲۲/رجب ۱۴۳۳۔ ۱۱/جون عشاء کی نماز کے وقت یہ کتاب پوری ہوئی۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ بندہ کے لئے اور خاص طور پر بندہ کے والد محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کیلئے بندہ کی والدہ محترمہ کیلئے اور بندہ کی قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے اور بندہ کی کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والوں کیلئے دعاؤں کا اہتمام کریں۔

۲۲/رجب ۱۴۳۳۔ ۱۱ جون ۲۰۱۲ کو حرم مکہ میں عشاء کی اذان اور فرض کے درمیان یہ تحریر لکھی گئی ہے۔ اللہ کے کرم سے بکھرے موتی جلد گیارہ (۱۱) کا کام بھی آج سے حرم شریف کی مبارک فضا میں شروع کر دیا۔ اللہ آسان فرمائے اور قبول فرمائے (آمین)

اللہ کی رضا کا طالب

محمد یونس پالنپوری

فہرست

نعت شریف

نازاں ہے حسن جس پہ وہ حسن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے
یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کے دھول ہے

اے رہروانِ شوق ! یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستوں کا تو کانٹا بھی پھول ہے

ہر اک قدم پہ اس میں ضروری ہے احتیاط
عشق بتاں نہیں ہے یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

زاہد ! خیال خیال پیروی مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہے
پھر اس کے بعد تیری وفا کا اصول ہے

منبر ہو یا کہ دار نہ جائے گی یادیار
اے دل ! یہ اہل عشق و وفا کا اصول ہے

باطل کے سامنے نہ جھکاؤں گا سر کبھی
میری نظر میں اسوۂ ابن بتول ہے

آئین مصطفی کے سوا حل مشکلات
یہ عقل کا فریب نگاہوں کی بھول ہے

اس پر نزول رحمت پرور دگار ہو
یونسؔ فراق دوست میں جو دل ملول ہے

اقوال زریں

حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ خدا کی خوشنودی حاصل کر، تا کہ وہ بھی تیرے لئے وسائل خوشنودی پیدا کرے۔
★ علم شریعت عین علم نور ہے۔
★ اہل درد کی بات سن، تا کہ تجھے بھی درد دل میسر آئے۔
★ مسلمان وہ ہے جو دوسروں کی بھلائی کے لئے شب و روز وقف کر دے۔
★ کبھی تو نے سوچا کہ تیرے حقوق و فرائض کیا ہیں۔
★ ہمیشہ کم گو رہ، کیونکہ اس بات میں لاتعداد فوائد ہیں۔
★ ہمیشہ دوسروں کے کام آ، خدا بھی تیرے کام آ سکتا ہے۔
★ خدا کے کام کر، خدا تیرے کام کرے گا۔
★ اللہ کی بردباری کی وجہ سے دلیر نہ ہو، کیوں کہ اس کی گرفت بہت سخت ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

★ آہستہ بولنا، نیچی نگاہ رکھنا، میانہ چال چلنا ایمان کی نشانی ہے۔
★ دنیا کے طالب لوگوں کو خدا اتنا ہی دیتا ہے جتنا اللہ نے ان کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔
★ غلط جگہ مال و دولت خرچ کرنا نعمت کی ناشکری ہے۔
★ تنگ دستی پر صبر کرنے سے خدا کی طرف سے فراخ دستی حاصل ہوتی ہے۔
★ نادار کا ایک درہم صدقہ بہتر ہے، دولت مند کے ایک لاکھ درہم صدقہ سے۔

★ نعمت و عافیت کے ہوتے ہوئے زیادہ طلب کرنا بھی شکوہ ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ دعا کے وقت کسی گناہ یا اطاعت کا خیال دل میں لانے کی بجائے خدا کی رحمت پر نظر رکھنی چاہئے

★ انسانی زندگی کا سب سے بہتر مصرف یہ ہے کہ ہر وقت اپنے پیدا کرنے والے کی یاد میں محو رہے۔

★ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھنی چاہئے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ رات کو سوتے وقت دن بھر کے کاموں کا محاسبہ کر لیا کرو۔

☆ کلام میں نرمی اختیار کرو، لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔

☆ تکلف میں زیادتی محبت کی کمی کا سبب بن جاتی ہے۔

☆ عورتوں کی بدخلقی پر صبر کرنے والا حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے برابر ثواب پائے گا۔

☆ غفلت ایسی لعنت ہے، جو بندہ کو خدا سے دور پھینک دیتی ہے۔

☆ قرض بغیر تقاضا ادا کر دینا قرض دار کی طرف سے احسان ہے۔

☆ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو اگرچہ بشکل عبادت ہو گناہ ہے۔

☆ جس احتیاط اور پرہیز سے مسلمان کو رنج پہنچے اس کو چھوڑ دے۔

☆ سب سے بڑی دولت زبان ذاکر، دل شاکر اور فرمانبردار عورت ہے۔

☆ نیک عورت امور دنیا سے نہیں بلکہ اسباب آخرت میں سے ہے۔

☆ عورت کی بد خلقی پر صبر کرنا، اس کی ضروریات مہیا کرنا اور راہ شرع پر اس کو قائم رکھنا بہترین عبادت ہے۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ جو شخص اچھا کھانے، اچھا پہننے اور دولت مندوں کی صحبت میں بیٹھنے کی خواہش رکھتا ہے، وہ دوزخ کے نہایت ہی قریب ہے۔

★ سچ بولو گے اور نیت و فعل میں بھی صدق رکھو گے تو جواں مرد کہلاؤ گے۔

★ اپنے تھوڑے مال پر قانع رہو اور دوسرے کے مال پر بُری نظر مت ڈالو۔

★ اگر جد و جہد کرتے ہوئے کامیابی کو صرف خدا کے حوالے کرو گے تو لوگوں سے بے پرواہ ہو جاؤ گے اور یہی حقیقی استغنا ہے۔

★ سرداری سچائی میں، فخر فقر میں، بزرگی قناعت میں، سربلندی عجز میں اور نسبت پرہیزگاری میں ہے۔ ضرورتیں کم کرو گے تو راحت پاؤ گے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ جب صحیح حدیث مل جائے تو اقوال کو بھول جاؤ۔

★ دل زبان کی کھیتی ہے، اس میں اچھی بوائی کرو۔ سارے نہیں تو ایک دو دانے ضرور اُگ آئیں گے۔

★ بڑی کوتاہیوں سے چشم پوشی کرنے والا دوست مجھے محبوب ہے۔

★ اہل مروت تو مصائب میں مبتلا رہتے ہیں۔

★ تنہائی میں نصیحت کرنا شرافت ہے اور باعث اصلاح ہے، جبکہ سب کے سامنے نصیحت رسوائی ہے۔
★ اس میں کوئی بھلائی نہیں، جو علم کی محبت نہیں رکھتا۔
★ گناہ کا پتہ ہونے پر بھی گناہ کرنے والا سب سے بڑا جاہل ہے۔

حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ تم نے اپنے آپ کو کیوں بھلا دیا، یہی سب سے بڑی غفلت ہے۔
★ تم اپنے آپ کو علم سے آراستہ کرو، کیوں کہ یہی مرد کا زیور ہے۔
★ بدی سے توبہ کرو اور بدنام سے سبق سیکھو اور نیکی کو پوشیدہ رکھو۔
★ راہ فقر اختیار کرنا ہے تو دنیاوی آلائش و آلام سے دل کو پاک رکھ۔
★ درویش کبھی اپنی مرضی نہیں کرتا، رضائے خداوندی اس کا مقدر بن جاتا ہے۔
★ جس نے خدا کو راضی کیا خدا نے اپنے اس بندے کو راضی کیا۔
★ بزرگان دین کی زندگی کو سامنے رکھ کر ہی بہترین زندگی گزاری جا سکتی ہے۔

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ زمانے کی گردش سے دل شکستہ ہو کر نہ بیٹھ، اس لئے کہ صبر اگرچہ کڑوا ہے، لیکن اس کا پھل میٹھا ہے۔
★ مصیبت صبر و ایمان کا امتحان لینے آتی ہے، مایوسی کمزوری ایمان کی دلیل ہے۔
★ جو شخص دوسرے کے غم سے بے غم ہے، آدمی کہلانے کا مستحق نہیں۔
★ دشمن سے ہمیشہ بچو اور دوست سے اس وقت جب وہ تمہاری تعریف کرنے لگے۔

★ اگر چڑیوں میں اتحاد ہو جائے تو وہ شیر کی کھال اُتار سکتی ہیں۔
★ شیریں کلام اور نرم زبان انسان کے غصے کی آگ پر پانی کا سا اثر کرتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ نیک بخت وہ ہے، جو عمر کو غنیمت جان کر اسے یاد خداوندی میں صرف کرے۔
★ آخرت کا کام آج کر، دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔
★ محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب کی ہر چیز محبوب ہو جاتی ہے۔
★ شریعت کے تین جزو ہیں۔علم، عمل اور اخلاص، ان کا حصول اللہ کی رضا کا حصول ہے۔
★ نفس پر شریعت اور نیکی کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں۔
★ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج اور احکام الٰہی کے فروغ کے لئے کوشش کی جائے۔
★ اخلاص مقام رضا کا لازمی نتیجہ ہے، مگر ہزاروں میں سے کوئی ایک اس دولت سے مشرف ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ جو حق بات کہنے میں تامل کر کے چپ رہے گا، وہ گونگا ابلیس ہے۔
☆ علم اختیار کرنے والا اوامر ونواہی کی پابندی کرتا ہے۔
☆ مخلوق سے وہ شخص فارغ ہوتا ہے، جو اپنے اور اللہ کے درمیان صدق اختیار کرے۔
☆ سب سے اچھا آدمی وہ ہے، جو دوسروں میں خوبیاں دیکھے اور اپنی خوبیاں نظر انداز کر دے۔

☆ انسان کو اللہ یا اس کے بندے کی صحبت اختیار کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تک پہنچنے کا صرف یہی راستہ ہے۔

☆ جو حق تعالیٰ کو اپنے نفس پر اختیار کرے وہ صاحب سخا ہے۔

☆ جو حق تعالیٰ پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہو، وہ صاحب ایثار ہے۔

حضرت خواجہ محمد اسد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ جس نے اپنے مالک کا شکریہ ادا نہ کیا، وہ دوسروں کا شکر گزار کیسے ہوسکتا ہے۔

★ جس نے خلق خدا کا شکریہ ادا کیا، اس شخص نے خدا کا بھی شکریہ ادا کیا۔

★ صبر سے کام لو۔ محنت کرو۔ اچھے دن لوٹ آتے ہیں۔

★ دوسروں کی خدمت میں عظمت ہے، غریب پروری سب سے بڑی عبادت ہے۔

★ جس نے خودغرضی سے کام لیا جانو وہ بارگاہ ایزدی سے ٹھکرایا ہوا انسان ہے۔

★ انسانیت پیدا کر، یہی معراج انسانیت ہے۔

★ اپنے ملک وقوم کی خاطر جان قربان کر۔

★ بیماروں کی تیمارداری، مساکین کی حوصلہ افزائی، ظالم سے مقابلہ عین جہاد اکبر ہے۔

حکیم افلاطون کی نصیحتیں

★ وہ شخص جو عقلمند نہیں وہ دنیاوی لذتوں سے خوش ہوگا اور مصیبتوں سے مضطرب ہوگا۔

★ دوست کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ حاکم تک نوبت نہ پہنچے اور دشمن سے اس طرح کا برتاؤ کرو کہ اگر حاکم تک نوبت پہنچے تو کامیابی تجھے ہو۔

★ انسان کا فخر اس میں ہے کہ فخر نہ کرے اور باوجود بڑا ہونے کے اپنے آپ کو کمتر خیال کرے۔

★ جو شخص لوگوں سے کنارہ کشی کرتا ہو تو اس سے مل اور جو شخص لوگوں سے ملنے کا عادی ہو، اس سے کنارہ کشی کر۔

★ خدائے کریم کے تمام عطیوں میں سے حکمت سب سے بڑھکر ہے اور حکیم وہ شخص ہے جس کے قول و فعل دونوں یکساں ہوں۔

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ مسلمان کے لئے جائے پناہ صرف قرآن پاک ہے۔

☆ قرآن کریم کا صرف مطالعہ ہی نہ کیا کرو، بلکہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

☆ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرِّ دین بھی ہے اور وسیلہ دنیا بھی۔ اس کے بغیر انسان نہ دین کا نہ دنیا کا۔

☆ علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے عبادت ہی کی شکل ہے۔

☆ اسلام ہی ہمارا وطن ہے اور اسلام ہی ہماری نسل ہے جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: سلمان ابن اسلام ابن اسلام۔

☆ دنیا ایک بہت اہم مقام ہے اور اس سے صحیح استفادہ کرنے کے لئے ہمیں انسان کامل بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مصطفی کمال اتاترک کی نصیحتیں

❁ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے، جو کسی قوم کو زندگی کے حق سے محروم کر سکے۔

❁ تمام قوموں اور تمام اشخاص کو انصاف اور انسانیت کی بارگاہ میں مشترکہ حقوق حاصل ہیں۔

- کشور کشائی اور جہانگیری کے سنہرے خوابوں کی تعبیر کے پیچھے وقت اور قومی وسائل کو ضائع کرنے سے قطعی پرہیز کرنا چاہئے۔
- معقولیت سے کام لیجئے اور حد سے باہر نکلنے کے بجائے اپنی مشکلات کا اندازہ کیجئے۔
- جس طرح ہمارا ملک اور قوم امن وامان کے حاجت مند ہیں، اسی طرح ساری دنیا صلح صفائی کی طالب ہے۔

حضرت شیخ خدا یار غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ جھوٹ انسانی کردار کو کمزور کر دیتا ہے۔
☆ غیبت معاشرتی برائیوں میں اضافہ کر کے انتشار و نفاق پیدا کرتی ہے۔
☆ دوسروں کی دل شکنی نہیں کرنی چاہئے۔ دل نوازی عبادت ہے۔
☆ مسلمان کی شان بہت بلند ہے کہ آسمان کے ستارے بھی رشک کرتے ہیں۔
☆ مومن اور خدا کے درمیان تمام حجابات دور ہوتے ہیں۔
☆ بندۂ خدا کبھی بھی اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا۔
☆ ذرا اپنی زندگی پر غور کر اور اصلاح کر، تاکہ منزل حق میسر آئے۔
☆ دوسروں کے لئے وہی چاہو جو تم خود اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

حضرت خواجہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ کسی کی دل آزاری سے بچنا چاہئے۔
☆ خدمت خلق دیگر نفلی عبادات سے افضل ترین عبادت ہے۔
☆ تسبیح وتہلیل سے بہتر خدمت خلق ہے۔

☆ استغفار پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ عمل کرنے کی چیز ہے۔ یعنی گناہوں سے بچنا اور اللہ کے سامنے ہاتھ جوڑنا۔

☆ اللہ کے بندے اللہ کی راہ میں لعنت وملامت سے نہیں ڈرتے۔

☆ ظاہر آراستہ کرنے کی بجائے باطن کی پاکیزگی کو ہمیشہ اہمیت وفوقیت ہونی چاہئے۔

☆ پابندی صوم وصلوٰۃ لازم ہے۔

ماں

☆ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ (حدیث شریف)

☆ اگر ہم بہترین قوم کے خواہش مند ہیں تو ہمیں بہترین مائیں پیدا کرنی ہوں گی۔ (سرسید احمد خانؒ)

☆ سخت سے سخت دل کو ماں کے پرنم آنکھوں سے موم کیا جاسکتا ہے۔ (علامہ اقبال)

☆ ہماری ماں نے ہمیں زندہ رہنے اور آزادی سے زندگی گزارنے کا سبق دیا۔ (مولانا شوکت علی)

☆ ماں کی محبت حقیقت کا آئینہ ہوتی ہے۔ (مولانا الطاف حسین حالی)

☆ جس گھر میں تعلیم یافتہ اور نیک ماں ہو، وہ گھر تہذیب وانسانیت کی درس گاہ ہوتا ہے۔ (فریڈرک)

دیگر زریں اقوال

★ انسان کی حقیقی عظمت کا جائزہ اس کے اعمال سے لیا جاسکتا ہے۔

★ تعلیم کا مقصد انسانی علم میں اضافہ کرنا ہی نہیں، اس کا مقصد انسانی ذہن کی تشکیل ہے۔

★ امیروں کا یہ خیال کہ غریب خوش اور بے غم ہوتے ہیں، اتنا ہی احمقانہ ہے ، جتنا غریبوں کا یہ خیال کہ امیر خوش وخرم ہوتے ہیں۔

★ تعلیم کا آغاز تو ماں کی گود سے ہی شروع ہوجاتا ہے، اس وقت ماں کا ہر لفظ بچے کے کردار کی تعمیر پر اثر ڈالتا ہے۔

★ ذاتی لائبریری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور دماغی لائبریری بیش بہا نعمت۔

★ خوشی ہی تندرستی ہے اور اس کے برعکس غم بیماری کا گھر ہے۔

★ اعتماد ہی زندگی کی متحرک قوت ہے۔

☆ ہر کام میں استقلال بڑی چیز ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔

☆ جو کام کرو اس میں ضرور پہلے سوچ لو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور کس طرح کرنا چاہئے تاکہ انجام بخیر ہو۔

☆ کسی کام کو اتنا آسان نہ سمجھو۔ مگر نہ مشکل کہ کم ہمتی سے اسے چھوڑ بیٹھو۔

☆ جس بات میں تمہیں خود شبہ ہو، اس کا دعویٰ ہرگز نہ کرو۔

☆ ظاہری ٹیپ ٹاپ کے بجائے علم واخلاق کے ذریعہ اندرونی زیبائش میں کوشش کرو۔

☆ کھانے میں، پہننے میں ہمیشہ وہ طریقہ اختیار کرو جو نبھ جائے۔

☆ اپنے آپ کو مصروف رکھو، ورنہ غم اور مایوسی تمہیں فنا کر دیں گے۔

☆ تم کہیں بھی رہو، موت آکر رہے گی، خواہ پتھر کی مضبوط عمارتوں میں خود کو بند کرلو۔

☆ اپنے گھر کی باتیں باہر کے لوگوں کو نہ بتاؤ، تمہاری غیر موجودگی میں لوگ تمہارا مذاق اُڑائیں گے۔

☆ آزمائے ہوئے کو بار بار مت آزماؤ۔

☆ اگر اپنا رعب قائم رکھنا چاہتے ہو، تو چشم پوشی سے کام لو۔
☆ نصیحت ایک سچائی ہے اور خوشامد ایک بدترین دھوکہ۔
☆ کبھی کبھی رولیا کرو کہ اس سے تمہیں چند لمحے سکون مل جائے گا۔
☆ شکست فتح کا زینہ ہے۔ اگر جیتنا ہے تو ہارے چلا جا

★ تین قانون کی پابندی لازمی ہے قانونِ قدرت، قانونِ شرع اور قانون سلطنت۔
★ اگر واقعی تم میں کوئی خوبی ہے تو شیخی نہ مارو۔
★ تم اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتے ہو، مگر تمہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔
★ کنجوس اس شکاری کتے کی طرح ہے جو بھوکہ ہونے کے باوجود شکار کی حفاظت کرتا ہے تا کہ اسے دوسرے کھائیں۔
★ خوشی اور غم دونوں میں صبر کرو کیونکہ ہر کام کا ایک انجام ہوتا ہے۔
★ دنیا شیطان کی دکان ہے اس میں کچھ نہ لو، اگر تم نے کچھ لیا تو شیطان تلاش کرتا ہوا تم تک پہنچ جائے گا۔
★ دنیاوی خواہشات سے وہی رکتا ہے جس کے دل میں آخرت کی فکر ہوتی ہے۔
★ بار بار آزمانے پر ہی کسی کو آدمی سمجھا جاتا ہے۔
★ زندگی موت سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ زندگی ہی میں انسان کو ہر قسم کے رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔
★ مایوسی انسان کی سب سے بڑی دشمن اور خدا کا عذاب ہے۔
★ جس بیماری کا سبب معلوم ہو اس کا علاج موجود ہے۔
★ عقل مند وہ شخص ہے کہ اپنی زبان کو دوسروں کی مذمت سے بچائے رکھے۔
★ آدمی کی عقل کی دلیل اس کا قول ہے اور اصل دلیل اس کا فعل ہے۔
★ وہ شخص تعریف کا مستحق ہے، جو قوت علم کے ساتھ شدت غضب کو زائل کر سکے۔

★ نہ زیادہ خاموشی اچھی ہے اور نہ گویائی۔
★ بدتر وہ ہے جس میں حیا کم ہو۔
★ قطرے اپنے استقلال سے چٹان میں سوراخ کر سکتے ہیں۔
★ دوسرے کی غلطیاں نکالتے نکالتے خود ہی نہ بھٹک جانا۔
★ بہترین گھر وہ ہے، جہاں یتیم کا احترام کیا جائے۔
★ جس نے اپنے آپ کو پسند کیا، وہ برباد ہوا۔
★ اپنی مدد آپ کامیابی کا سب سے بڑا اصول ہے۔
★ ایسا اشارہ بھی حرام ہے، جس سے کسی کو رنج پہنچے۔
★ جس فعل سے شرمندگی اٹھانی پڑے اس سے پرہیز کرو۔
★ دانش مند وہ ہے، جو عمر کو ضروری کاموں میں صرف کرے۔
★ موقع کا انتظار نہ کرو، بلکہ اپنے لئے خود موقع تلاش کرو۔
★ بدگمانی ایسا زہر ہے، جو ہرے بھرے درخت کو راکھ کر دیتا ہے۔
★ کوئی آئینہ انسان کی اتنی حقیقی تصویر پیش نہیں کرتا، جتنا اس کی بات چیت۔
★ دنیا میں زندگی کی سانسیں بہت کم ہیں اور قبر کی زندگی بہت طویل ہے۔
★ دل کو قابو میں رکھنا اور اختیار ہونے پر ناجائز خواہشوں سے بچنا ہی مردانگی ہے۔
★ جس طرح سوئی برہنہ رہ کر دوسروں کے تن ڈھانپنے کا سامان کرتی ہے اسی طرح تم بھی دوسروں کے کام آؤ۔
★ جو تم سے نیچا ہو اس سے نرمی اور جو اونچا ہو اس کا ادب کرو۔
★ تنہائی میں نصیحت کرنا شرافت ہے اور باعث اصلاح ہے، جبکہ سب کے سامنے نصیحت رسوائی ہے۔
★ کفایت شعاری ایک قومی فریضہ ہے۔

- ★ تحریک ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے۔
- ★ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے۔
- ★ آنکھیں جھکتی ہیں تو زمانے بھر کی حیا اپنے اندر سمو لیتی ہیں۔
- ★ زندگی صرف خوشیوں کا نام نہیں، بلکہ بہت زیادہ دکھ اور بہت کم سکھ کا نام ہے۔
- ★ کسی دکھی انسان کا ٹھہرا ہوا آنسو پونچھ لینا ہزاروں خون بہانے سے بہتر ہے۔
- ★ مسلسل محنت اور ناکامی سے نہ گھبرانا کامیابی کی دلیل ہے۔
- ★ ہر حرکت اپنے اندر ایک سبق پوشیدہ رکھتی ہے۔
- ★ محنت سے جسم تندرست، دماغ صاف، دل فیاض اور جیب بھری رہتی ہے۔
- ★ اخلاق جسمانی حسن کی کمی کو پوری کر دیتا ہے۔
- ★ اگر تم ہنستے ہو تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہنسے گی، لیکن روتے وقت تمہیں اکیلے رونا پڑیگا۔
- ★ بڑا بننے کے واسطے پہلے چھوٹا بنو، کیونکہ بڑی عمارتیں جب بنتی ہیں تو ان کی بنیاد چھوٹی چھوٹی اینٹوں سے بنتی ہے۔
- ★ دوسروں پر بھروسہ کرنے والے کم ہی کامیاب ہوتے ہیں۔ کسی کے غصے میں کہے الفاظ مت بھولو۔
- ★ سب سے زیادہ مالدار وہ ہے، جو نہ تو قرض لے اور نہ ہی خوشامد کرے۔
- ★ بھوکوں اور فاقہ کشوں کی سازش بہت بری ہوتی ہے۔
- ★ مشورہ لینا گو بری بات نہیں، مگر اس مشورے پر بلا غور و فکر عمل کرنا برا ہے۔
- ★ زندگی میں دو باتیں ہمیشہ یاد رکھیں ، غصے کی حالت میں کوئی فیصلہ نہ کریں، خوشی کی حالت میں کوئی وعدہ نہ کریں۔
- ★ نصیحت کرنا آسان ہے، لیکن حل بتانا مشکل ہوتا ہے۔

★ مفلسی انسان کو کفر کے قریب لے جاتی ہے۔
★ انسان سوتے وقت فی منٹ ۱۴ مرتبہ سانس لیتا ہے۔
★ سورج چاند سے ۴۰۰ گنا بڑا ہے۔
★ پھلوں میں سب سے کم کیلوریز کھیرے میں ہوتی ہے۔
★ دنیا میں بولی جانی والی زبانوں کی کل تعداد ۶۰۰۰ ہے۔
★ عورت کے خون میں مرد کی نسبت سرخ خلئے ۲۰% کم ہوتے ہیں۔
★ الو اپنا سر پورے دائرے میں گھما سکتا ہے۔
★ دنیا کی عزت مال سے اور آخرت کی عزت اعمال سے ملتی ہے۔
★ موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔
★ کردار انسان کا وہ حسن ہے جسے زوال نہیں۔
★ ایک جھوٹ سے بہت سے جھوٹ جنم لیتے ہیں۔
★ مصیبت کا خوش اسلوبی سے اٹھانے والا ہی سب سے بہتر کام کرسکتا ہے۔
★ جنگی فتوحات سے زیادہ اہم امن کی فتح ہے۔
★ پرانا تجربہ ہی نئی تعمیر کی بنیاد ہوتا ہے۔
★ جہاں اعتماد کے بیج کی آبیاری ہو، وہیں مسرتیں پروان چڑھتی ہیں۔
★ موت سونے کی وہ چابی ہے جو جاوداں نامی محل کا دروازہ کھول دیتی ہے۔
★ دیندار عورت سب سے اچھا اور سب سے آخری آسمانی تحفہ ہے۔
★ دنیا میں اچھی بیوی مردوں کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔
★ عقل کی حد ہوسکتی ہے، مگر بے عقلی کی نہیں۔
★ ہر نیک آدمی اپنی جگہ خود بنالیتا ہے۔
★ آہستہ بولنا، نیچی نگاہ رکھنا، میانہ چال چلنا ایمان کی نشانی ہے۔

★ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو خواہ کم ہو یا زیادہ۔
★ گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بے چین رکھتا ہے۔
★ غلط جگہ پر مال و دولت خرچ کرنا نعمت کی ناشکری ہے۔
★ خدا کے احکام پر عمل کرنے کا نام بندگی ہے۔
★ دنیا کے طالب لوگوں کو خدا اتنا ہی دیتا ہے جتنا اللہ نے ان کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔
★ نادار کا ایک درہم صدقہ بہتر ہے دولت مند کے ایک لاکھ درہم کے صدقے سے۔
★ نعمت و عافیت کے ہوتے ہوئے زیادہ طلبی بھی شکوہ ہے۔
★ زندگی کا ایک مقصد بنالو اور پھر ساری طاقت اس کے حصول پر لگادو، تم یقیناً کامیاب ہوگے۔
★ جہاں عورت نہ ہو، وہاں نیکی کے فرشتے نہیں آتے، (حضرت موسیٰ علیہ السلام)
★ عورت اور محبت لازم و ملزوم ہیں۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام)
★ اگر عورت کے دل کو چیرا جائے تو صبر و تحمل، برداشت اور قربانیوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ (راجسٹر)
★ عورت، مرد کے لئے اس طرح ناگزیر ہے، جس طرح زندگی کے لئے سانس۔ (کنفیوشس)
★ عورت اس شاخ کی مانند ہے، جو ہوا کے نرم جھونکوں کے ساتھ جھکتی ہے اور ایک طوفان کی سختی سے ٹوٹ نہیں سکتی۔ (ایڈورڈ مور)
★ دنیا میں سب سے بڑی قوت عورت کے آنسو ہیں۔ (ٹامس مور)
★ اگر مرد کو آنکھ تصور کر لیا جائے تو عورت اس کی بینائی ہے اور مرد پھول ہے تو عورت اس کی خوشبو۔ (سقراط)

★ زندگی بغیر محنت کے مصیبت اور بغیر عقل کے حیوانیت ہے۔

★ کتنی حسین ہے، وہ زندگی جو بغاوت اور تصنع سے پاک ہو۔

★ خود اعتمادی، خود شناسی اور خود ضبطی انسان کی زندگی کو کامل بنا دیتی ہے۔

★ زندگی نام ہے دوسروں کی مدد کرنے کا۔

★ زندگی نام ہے اللہ کے سامنے بے بسی کا۔

★ زندگی میں وہ واحد چیز جس کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہماری ملکیت ہے وہ عمل ہے۔

★ زندگی کے فٹ پاتھوں پر نظر ڈالی جائے تو بے شمار کہانیاں دم توڑتی نظر آئیں گی۔

★ زندگی ایک حسین خواب ہے، جب ٹوٹتا ہے تو پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

★ جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا، اس کے ساتھ تم اچھائی کرو اور جس نے تمہیں ستایا ہے، اسے معاف کرو۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

★ کسی چیز کی شدت سے خواہش محض بری بات نہیں، بلکہ یہ مہلک بھی ہے۔

(امام حسین رضی اللہ عنہ)

★ دنیا سے احتراز کرنے والا زاہد ہے اور اپنی قسمت پر شاکر رہنے والا بھی زاہد ہے۔ (بوعلی سینا رحمۃ اللہ علیہ)

پانی سے علاج

پانی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہوا کے بعد زندگی کی بقا کے لئے اسی نعمت کا درجہ ہے، اللہ نے اس میں قوت حیات رکھی ہے

سب کو معلوم ہے مگر اس میں تاثیر صحت بھی ہے یہ ایک جاپانی ڈاکٹر پر اللہ نے کھولا اور اس ڈاکٹر نے اس پر ایک تحقیقی مضمون تحریر کیا، چینی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور ایک صاحب نے رفاہ عام کیلئے اسے انگریزی ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اس کا اردو ترجمہ عوامی فائدہ کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

میں نے اس قسم کے علاج کے فائدے خود اپنے تجربہ سے بھی دیکھے اور جن لوگوں نے بغیر نقصان و کسی خطرہ کے اس کو استعمال کر کے فائدہ اُٹھایا ان سے سنا بھی ہے۔ میں نے اس کا ترجمہ اس غرض سے کیا کہ وہ لوگ جو اس سے ناواقف ہیں ان کو بھی اللہ کی بڑی نعمت اور دین کے بارے میں معلوم ہو جائے، خصوصاً وہ غریب طبقہ جو آج کل کی مہنگی دوائیں نہیں لے سکتا، طریقۂ علاج مفت و بلاضرر ہے، صرف یقین و صبر کی ضرورت ہے۔ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کو ان چیزوں کا علم دیا جن سے وہ اپنی صحت و قوت کی حفاظت کر سکتے ہیں، اپنی بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں۔

"علاج بالماء" پانی سے علاج کے بارے میں "جاپان مجلس اطباء" نے جو کچھ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ داخلی علاج: ا۔ دردسر ۲۔ ہائی بلیڈ پریشر ۳۔ خون کی کمی ۴۔ بھراہٹ ۵۔ لقوہ ۶۔ فالج ۷۔ کھانسی دمہ ۸۔ پھیپھڑے کی ٹی بی ۹۔ موٹاپا ۱۰۔ گٹھیا۔

(ب) دماغی جھلی کا ورم، جگر کی بیماری، معدہ کی بیماریاں، تیزابیت (ACIDIT) پیچش، قبض، کانچ نکلنا، بواسیر، ذیابطیس۔

(ج) آنکھوں کی بیماریاں، بینائی کی کمزوری، آنکھوں میں خون جمنا، روشنی کی خرابی۔

(د) عورتوں کی بیماری، ایام کی خرابی، سیلان الرحم، رحم کا کینسر، چھاتی کا کینسر۔

(س) گلے کے امراض، حلق کا ورم، نزلہ زکام، چھینک آنا۔

پانی جیسی بے قیمت چیز سے بیماریوں کا علاج نا قابل فہم نظر آتا ہے اور اعتبار نہیں مگر تحقیق و تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ طریقۂ علاج معتبر بھی ہے اور قابل عمل بھی، زیادہ پانی پینے سے بڑی آنت (COLON) میں طاقت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں خون بنانے کی مقدار بڑھتی ہے۔ اس کو ہیموگلوبینیز (HEMAGOLOBENIS) کہا جاتا ہے۔ (ہیموگلوبن بڑی آنت کے بھی ذریعے جذب ہو کر جسم کو غذا فراہم کرتا ہے) یہ نظریہ سات سال پہلے ایک جاپانی ڈاکٹر کے ذریعے ایک میڈیکل یونیورسٹی میں شائع ہوا تھا۔ اسی بڑی آنت میں سستی آجانے سے جسم میں سستی اور تھکن پیدا ہوتی ہے اور بیماری پیدا ہوتی ہے جس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے، انسان میں بڑی آنت تقریباً تین گز ہوتی ہے جو خون میں غذائی اجزاء پہنچاتی ہے، اگر یہ تندرست ہو تو پھر یہ غذائی اجزاء کو بیماری غذا سے جذب کر کے تازہ خون بنانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اسی خون سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ (اگر اس میں خرابی ہو تو علاج محال ہوتا ہے) با الفاظ دیگر ''علاج الماء'' (.WATER THERAPY) کے ذریعے ہمیں تندرستی حاصل ہوگی اور لمبی زندگی بھی۔

آپ کو ایک شفایاب مریض کا حال سناتا ہوں، تقریباً ۳۰ رسال پہلے ایک بوڑھے آدمی سے میری ملاقات ہوئی جو بہت صحت منداور قوی نظر آیا، میں نے اس سے معلوم کیا کہ آپ کو کبھی کوئی بیماری بھی ہوئی ہے؟ اس نے بتایا کافی عرصہ سے بیمار نہیں ہوا، ہاں میں جب دو سال کا تھا، مجھے گیسٹرائیٹس (پیٹ کی بیماری) ہو گئی میں تقریباً دس ۱۰ رسال بستر پر رہا، پانچ ڈاکٹر سے علاج کروایا، طرح طرح کی دوائیں انجکشن لئے مگر بے سود، میرے ایک دوست سے

ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے اس علاج کا مشورہ دیا کہ ہر روز صبح اُٹھتے ہی فوراً (بغیر منہ دھوئے) 1.26 kg پانی لیا کروں اور سونے سے پہلے کچھ نہ کھاؤں، میں نے اس کے کہنے کے مطابق عمل شروع کر دیا، پہلے روز مجھے ایک گھنٹہ میں ۳ر بار پیشاب ہوا میں نے ناشتہ کیا تو مجھے حیرت ہوئی کہ ۱۰ر سال کے بعد میں نے اس میں لذت محسوس کی، تین ماہ میں میرا وزن ۱۰ ر کلو بڑھ گیا۔ میں نے خیال کیا کہ پانی میں جراثیم ہیں لہٰذا میں نے اسے رات کو اُبال کر رکھ دیا اور صبح پی لیا۔ میری صحت بہت اچھی ہوگئی، میرے بچوں کو MENENGITES (دماغی جھلی کا ورم) ہوگیا، وہ بھی اسی علاج سے اچھا ہوا، میری بیوی کو دل کی کمزوری تھی اور موٹاپا بھی تھا، ۱۰ ر دن کے اندر اندر بیماری دور ہوگئی اور ۲ ر ماہ میں ۱۰ کلو وزن بڑھ گیا۔ اس علاج کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے۔

بعض مرتبہ اتنا پانی پینا مشکل نظر آتا ہے۔ اس وقت صبر سے کام لے کر چاہیئے کہ وہ چلیں، دوڑیں یا سائیکل چلائیں، پانی پینے کے بعد ۲۰ ر منٹ ورزش کرنے سے فائدہ ہوتا ہے، اگر بستر میں سے اُٹھنا مشکل ہو تو بستر ہی پر پانی پی کر زور زور سے سانس لے یا ہاتھ سے پیٹ کو دبائے تاکہ پانی آنت میں پہنچ جائے ۳۔ ۴ روز میں عادت ہوجائے گی، اور ایک بار ہی پیشاب ہوگا۔

Gastritis (پیٹ کی بیماری) کیلئے ایک ہفتہ اور Hypertension (ہائی بلڈ پریشر) کے لئے ایک ماہ۔ Gastroptasic (معدہ کی شکایت) کے لئے ۳ر دن قبض کے لئے ایک دن اور Diabetis (شگر کی بیماری) کیلئے ایک ہفتہ Pulmonary Tubberculo (پھیپھڑے کی ٹی بی) کیلئے ۳ر ماہ کافی ہیں۔ Arthrilfs -Theumalisni گٹھیا کیلئے ایک ہفتہ، روزانہ ۳ر مرتبہ یہ علاج کرنا چاہیئے تاکہ مکمل علاج ہوجائے۔ کھاتے وقت حسب

عادت پانی پیا جائے کھانے کے دو گھنٹہ کے بعد مزید پانی نہ پییں۔ اور سونے سے پہلے کچھ نہ کھائیں خصوصاً سیب۔ (فلپائن یونیورسٹی۔ مسیلا)۔ علاج الماء

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختصر سیرت پڑھ لیجئے۔

نوٹ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھنے کی طرف مجھے مولانا زہیر الحسن صاحب کاندھلوی نے متوجہ کیا، اس لئے ان کے ایماء واشارہ پر میں نے یہ مضمون لکھا ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔

دلآویز شخصیت کی عظمت کا راز

داعئ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلآویز شخصیت کی عظمت کا راز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وعمل میں کوئی فاصلہ نہ تھا۔ آپ اپنی اعلیٰ تعلیمات کا نمونہ تھے، جو دوسروں کو بتاتے، اسے خود کر کے دکھاتے، بلکہ عمل کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فداکار دل وجان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کی نقل کرنے کے باوجود پیروی کا حق ادا نہ کر پاتے۔ قول وعمل کی یہ بے مثال مطابقت ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو جتنا زیادہ قریب ہوتا اتنا ہی زیادہ گرویدہ ہو جاتا۔

آپ انسانوں ہی میں پیدا کئے گئے، انسانوں ہی کی طرح پیدا کئے گئے۔ اور انسانوں ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی کے شب و روز گزارے۔ آپ باپ بھی تھے اور بیٹے بھی، بھائی بھی تھے، شوہر بھی تھے، اور ساتھی بھی، خسر بھی تھے اور داماد بھی، عمر میں چھوٹے بھی تھے، اور بزرگ بھی، رفیق سفر بھی تھے، اور تجارت کے شریک بھی، آقا و مولی بھی تھے، اور محنت کش بھی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اس قدر کامل اور جامع تھی کہ کسی ایک آنکھ نے بھی کبھی

کردار کے کسی رُخ میں کوئی جھول محسوس نہیں کیا۔ آپ ﷺ انسانیت کے لئے اسوۂ کامل تھے اور کردار کے ہر رُخ میں اسوۂ کامل تھے۔ تعلقات، معاملات اور خاندان وسماج میں مختلف حیثیتوں سے آپ کے تابناک کردار کا ہر رُخ سامنے آیا، اور جس رُخ پر بھی نگاہ پڑی دل نے یہی کہا۔ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

کردار کی ہیبت

قبیلہ اراش کا ایک شخص مکّے میں اپنے اونٹ بیچنے لایا۔ ابو جہل نے اس سے سارے اونٹوں کا سودا کرلیا۔ اونٹ قبضہ میں کرنے کے بعد ابو جہل نے قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول شروع کردی، اراشی کئی روز مکّے میں ٹھہرا رہا، مگر ابو جہل برابر حیلے بہانے کرتا رہا۔ جب اراشی تنگ آ گیا تو اس نے ایک روز حرم کعبہ میں پہنچ کر قریش کے سرداروں کو اپنی آپ بیتی سنائی اور فریاد کی کہ میری رقم ابو جہل سے دلوادو۔ میں ایک غریب الوطن مسافر ہوں، خدارا میری مدد کرو۔

اتفاق کی بات جس وقت وہ قریش کے سرداروں سے فریاد کر رہا تھا، خدا کے رسول بھی حرمِ کعبہ کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے، سردارانِ قریش کو مذاق سوجھا، اور بولے، بھائی اس معاملہ میں ہم کچھ نہیں کرسکتے، ہاں دیکھو، حرمِ کعبہ کے اس گوشے میں وہ جو ایک صاحب بیٹھے ہیں بڑے بااثر ہیں، ان کے پاس جاؤ، اور ان کے سامنے اپنا مقدمہ رکھو، وہ ضرور تمہاری رقم دلوادیں گے۔

سردارانِ قریش نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مسکرا دئے کہ اب مزا آئے گا۔ وہ ابو جہل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے الجھا کر لطف لینے کے خواہشمند تھے، مظلوم اراشی اپنی فریاد لے کر اللہ کے رسول کے پاس گیا، آپ کو

سارا ماجرا سنایا اور درخواست کی کہ ابوجہل سے میری رقم دلوا دیجئے، یہ ظالم کئی روز سے ٹال مٹول کر رہا ہے اور میں یہاں بے یار و مددگار ہوں، کوئی نہیں جو میرا ساتھ دے سکے۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے، اور اراشی کے ساتھ سیدھے ابوجہل کے مکان پر پہنچے۔ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل نے اندر سے پوچھا، کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد۔

ابوجہل حیران ہوکر باہر نکل آیا۔ اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس کا رنگ فق ہوگیا، آپ نے رُعب دار آواز میں کہا ''تم نے اس اراشی سے اونٹ خریدے ہیں، فوراً اونٹوں کی رقم لاکر اس شخص کو دے دو''۔

ابوجہل کچھ کہے بغیر سیدھا گھر میں گیا، اور رقم لاکر خاموشی کے ساتھ اراشی کے ہاتھ پر رکھ دی۔

قریش کے سرداروں نے اراشی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کرکے ایک آدمی پیچھے پیچھے بھیج دیا تھا، کہ جو کچھ گزرے وہ اس کی خبر لاکر دے۔ قریش کے اس مخبر نے یہ ساری روداد سردارانِ قریش کو آکر سنائی۔ اس نے بتایا کہ آج میں نے وہ عجیب معاملہ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابوجہل گھر سے باہر نکلا، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس کا رنگ اُڑ گیا۔ اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اس اراشی کی رقم لاکر دے دو۔ تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ابوجہل کے جسم میں جان ہی نہیں ہے وہ بغیر کچھ کہے خاموش گھر کے اندر آگیا، اور رقم لاکر اس شخص کے ہاتھ پر رکھ دی۔

قریش کے سرداروں کو حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔ انہوں نے ابوجہل کو بہت ملامت کی کہ بڑا بزدل نکلا! بوجہل نے کہا کم بختو! تمہیں کیا بتاؤں کہ مجھ پر

کیا گزری، جس وقت اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو اس کی ہیبت اور رعب سے میری کچھ ایسی حالت ہوگئی جیسے کوئی بے جان پتلا ہو۔ اور بے اختیار لرزتے کانپتے میں نے وہ سب کچھ کیا، جس کی تمہیں خبر لانے والے نے خبر دی۔

محسن آقا

آٹھ سال کے ایک معصوم بچے کو اسکی ماں سُعدیٰ اپنے میکے لیکر گئیں، سُعدیٰ قبیلہ طے کی ایک شاخ بنی معن کے لڑکے ثعلبہ کی بیٹی تھیں، جن کی شادی قبیلۂ کلب کے ایک شخص حارثہ بن شرحبیل سے ہوئی تھی۔ سُعدیٰ اپنے پیارے بیٹے کو میکے لے کر گئیں تو وہاں ایک انتہائی قیامت خیز حادثہ پیش آیا۔ قبیلہ بن قین بن جبیر کے لوگوں نے ان کے پڑاؤ پر دھاوا بول دیا۔ سب کچھ لوٹ کر لے گئے ، یہ ظالم جن لوگوں کو پکڑ کر لے گئے ان میں سعدیٰ کا پیارا بچہ ''زید'' بھی تھا۔

ان دنوں طائف کے قریب عکاظ کا میلا لگا تھا، جس میں ہر طرح کی ضرورت کا سامان بکتا تھا۔ اسی میلے میں یہ لوگ زید کو بیچنے کے لئے لیکر پہنچے۔ اور حکیم بن حزام نے بچے کو خرید لیا، حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے، حکیم بن حزام کو بچہ بہت پسند آیا، وہ اسے لیکر اپنے پھوپھی کے پاس پہنچے اور اپنی پھوپھی کی خدمت میں اسے نذر کر دیا۔۔۔۔۔۔کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیارے بچے کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہاں دیکھا تو اس کی عادات واطوار آپ کو بہت پسند آئیں اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس بچے کو مانگ لیا۔

حضرت زید کے قسمت کھل گئی۔ اور وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت زید کی عمر صرف ۱۵ ر سال تھی، اس سے چند سال بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، حضرت زید آپ کی خدمت میں رہتے رہے اور ان کی خدمت گزاری اور غلامی رنگ لائی، تاریخ کی کتابوں میں ان کو محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور حضور کی معیت اور سرپرستی میں سب سے بڑی سعادت جو حضرت زید کو ملی وہ یہ کہ خدا نے اپنی آسمانی کتاب میں ان کا ذکر فرمایا، ہزاروں سال سے کروڑوں انسان ان کے نام کی تلاوت کر رہے ہیں اور رہتی دنیا تک اسی طرح نہ جانے کتنے انسان کرتے رہیں گے، سورۂ احزاب میں حضرت زید کا ذکر اس طرح آیا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

پھر جب زید نے ان سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے ان (مطلقہ خاتون) کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔

دن گزرتے رہے اور زید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے رہے، ادھر ان کے والدین کو پتہ چلا کہ ان کا جگر گوشہ مکے میں ہے، زید کے والد حارثہ اور چچا کعب تلاش میں نکلے اور تلاش کرتے کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔

حارثہ آپ انتہائی کریم اور شریف انسان ہیں، ہمارے بچے کو ہمارے ساتھ کر دیجئے، جس کی جدائی کے صدمے سے ان کی ماں کا برا حال ہے، اور ہمارا سکون بھی جاتا رہا ہے، آپ جو فدیہ فرمائیں گے حاضر ہے، مگر بچے کو ہمارے ساتھ کر دیں۔

کعب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاق کریمانہ سے ہمیں پوری طرح توقع ہے کہ آپ ہمارے بچے کو ضرور ہمارے حوالے کر دیں گے، اس کے بدلے میں آپ جو

فدیہ چاہیں گے وہ ہم بلا تامل آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

حضرت محمد ﷺ بے شک اپنے جگر گوشے کی جدائی تمہارے لئے شاق ہوگی اور اس کی ماں بھی اس غم میں بے قرار ہوگی، میں زید کو بلاتا ہوں، میری طرف سے بالکل اجازت ہے اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو میں ہرگز کوئی فدیہ نہ لوں گا، تمہارا بچہ ہے، تم اسے بالکل لے جا سکتے ہو، ہاں اگر وہ میرے پاس رہنا ہی پسند کرے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنا چاہتا ہو میں خواہ مخواہ اسے نکال دوں۔

حضرت محمد ﷺ کی یہ بات سن کر کعب اور حارثہ بہت خوش ہوئے اور بولے آپ نے تو یہ انصاف سے بھی بڑھ کر درست بات فرمائی ہے، بے شک آپ زید کو بلائیے اور اس سے معلوم کر لیجئے۔

زید کے والد حارثہ اور چچا کعب بجا طور پر یہ خیال کرتے تھے، کہ زید جونہی انہیں دیکھے گا، ان سے لپٹ جائیگا، اور پھوٹ پھوٹ کر روئے گا اور اتنے دنوں کی غلامانہ زندگی بسر کرنے کے بعد وہ آزاد ہو کر اپنے ماں باپ اور اپنے گھر کے لوگوں کے پاس پہنچنے کے لئے بے تاب ہو جائیگا۔

زید بلائے گئے۔۔۔۔۔حضور ﷺ نے زید سے فرمایا، تم ان دونوں کو جانتے ہو؟ زید جی ہاں۔ یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔

حضرت محمد ﷺ اچھا تم ان دونوں کو بھی جانتے ہو اور مجھ سے بھی واقف ہو، میری طرف سے تمہیں پوری آزادی ہے تم چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔

مگر یہ کسی عام انسان کے الفاظ نہیں تھے، خدا کے رسول کے الفاظ تھے، حضرت زید اس عظیم ہستی کی غلامی میں تھے، جن کی غلامی کے مقابلے میں دنیا

جہان کی بادشاہی ہیچ ہے۔

زید نے ایک ایک نظر باپ اور چچا پر ڈالی اور حضور کی طرف دیکھتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''میں تو آپ کو چھوڑ کر اب کہیں نہیں جا سکتا''

حارث اور کعب نے خلاف توقع بیٹے کی بات سنی تو کہا، زید! کیا ہم تمہارے باپ اور چچا نہیں ہیں، کیا تم آزادی کے مقابلے میں غلامی کی زندگی پسند کرتے ہو؟ اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتے ہو۔؟

زید کا دل دھڑکنے لگا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

''ابا جان! بے شک آپ میرے والد ہیں۔ بے شک یہ میرے چچا ہیں، بے شک میری ماں بھی مجھے یاد کر رہی ہوگی، لیکن میں بتا نہیں سکتا کہ میں نے کیا چیز دیکھی ہے۔ اپنے آقا کے جو اوصاف میں نے دیکھے ہیں، اب مجھے تا زیست ان کی غلامی ہی سب سے زیادہ محبوب ہے، اب میں دنیا میں کسی کو بھی اپنے محسن آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

زید کا یہ جواب سن کر حارثہ اور کعب نے کہا، زید! ایسی بات ہے تو ہم خوشی سے تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ تم یہیں رہو، تمہاری خوشی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت زید کو آزاد کر دیا اور حرم میں جا کر قریش کے مجمع میں اعلان فرمایا'' آپ لوگ گواہ رہیں آج سے زید میرا بیٹا ہے، میں نے اس کو منہ بولا بیٹا بنا لیا ہے'' حارثہ اور کعب حیران تھے کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں، یہ کوئی خواب ہے، یا واقعی زمین پر کوئی عظیم فرشتہ اُتر آیا ہے۔ اور اس کے بعد قریش کے لوگ زید کو زید بن محمد کے نام سے یاد کرنے لگے۔

یہ وہی زید ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز فرمائے گئے، تو سب سے پہلے ایمان لائے۔۔۔۔۔۔ حضور کو ان سے کتنا لگاؤ تھا، اسکا اندازہ اس سے کیجئے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں جب حضرت اسامہ کا وظیفہ مقرر کرنے لگے تو اپنے بیٹے کا وظیفہ ڈھائی ہزار مقرر کیا اور حضرت اُسامہ کا تین ہزار اور جب حضرت عبداللہ نے شکایت کی تو فرمایا۔ ''عبداللہ! اُسامہ کے والد تمہارے والد سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں محبوب تھے، اور اُسامہ خود تم سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر میں محبوب تھے۔''

یتیموں کا والی

مدینے کی گلیوں میں ہر طرف چہل پہل ہے، مسلمان، بوڑھے، جوان اور ہوشیار بچے صاف ستھرے کپڑے پہنے، خوشبو لگائے عیدگاہ جا رہے ہیں، مدینے کی گزرگاہیں اور راستے تکبیر و تہلیل کی صداؤں سے گونج رہی ہیں، ایک راستے سے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی عید کی نماز پڑھنے کے لئے عیدگاہ کی طرف ذرا تیز تیز جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے ایک جگہ بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رک جاتے ہیں، مدینے کے کچھ بچے بڑی بے فکری سے اچھے اچھے کپڑے پہنے خوش خوش کھیل رہے ہیں، کچھ فاصلے پر ایک طرف کو ایک بچہ سب سے الگ افسردہ اور غمگین بیٹھا ہے، میلے اور پھٹے پُرانے کپڑے پہنے، کھیلنے والے بچوں کو بڑی حسرت سے دیکھ رہا ہے، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس مصیبت زدہ لڑکے کے پاس پہنچے، اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔

''بیٹے! تم نہیں کھیلتے؟ تم نے کپڑے نہیں بدلے؟ بیٹے! تم اتنے غمگین اور افسردہ کیوں ہو؟''

بچے نے سر اُٹھا کر دیکھا اور جلدی سے نگاہیں نیچی کر لیں، ہمدردی اور پیار کا برتاؤ دیکھ کر بے اختیار بچے کے آنسو بہنے لگے۔۔۔مگر اس نے ضبط کیا اور ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

''کوئی بات نہیں، بچے نے لمبی سانس لی اور بولا، میری قسمت میں خوشی اور کھیل کہاں؟ میں تو غم کھانے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہوں'' اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بچے کو روتا دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو تیرنے لگے، لڑکے کو گلے سے چمٹا لیا اور فرمایا۔۔۔'' بیٹے بتاؤ تو سہی، تمہیں کیا دکھ پہنچا ہے، تم پر کیا مصیبت آپڑی ہے؟ آخر تم اتنے افسردہ کیوں ہو؟''

آپ میری مصیبت کی داستان سن کر کیا کریں گے؟۔۔۔۔میں ایک یتیم بچہ ہوں، میرے باپ نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔اور میری ماں۔۔۔۔۔یہ کہتے ہوئے بچے کی آواز حلق میں گھٹنے لگی اور وہ اپنا جملہ پورا نہ کر سکا۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اپنے سے کچھ اور قریب کر لیا، پھر پیار سے بولے،'' بیٹے ماں باپ کا انتقال کب ہوا؟ اور تم کہاں رہتے ہو؟'' میرے باپ ایک جنگ میں خدا کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، میری ماں خدا کا شکر ہے زندہ ہیں لیکن انہوں نے دوسری شادی کر لی اور میرے باپ کا چھوڑا ہوا سامان لیکر اپنے گھر چلی گئیں، اور میں بھی خوشی خوشی اپنی ماں کے ساتھ گیا، مگر کچھ ہی دن وہاں رہا تھا کہ میرے دوسرے باپ مجھ سے خوش نہ رہ سکے اور مجھے گھر سے نکال دیا، اب نہ میرا کوئی گھر در ہے اور نہ کوئی اور سرپرست،۔۔۔۔۔اب مجھ پر ترس کھانے والا کوئی نہیں، میرا کوئی بھی تو نہیں ہیں''

لڑکے کی ہچکی بندھ گئی، میری امی بھی تو کچھ نہیں کرتیں، انہیں تو مجھ سے بڑا پیار تھا مگر وہ مجبور ہیں، ان کے بس میں کیا ہے، اور اب وہ کچھ نہیں کر سکتیں۔

بچے کا حال سن کر اور اسے اس طرح زار و قطار روتے دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھی بے اختیار بہ پڑیں۔ کچھ دیر آپ بھی کھڑے آنسو بہاتے رہے اور یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیر پھیر کر اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش فرماتے رہے، پھر نہایت پیار و محبت کے ساتھ اس بچے سے کہا۔

"بیٹے کیا تم یہ پسند کرو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے باپ ہوں، عائشہ تمہاری ماں، فاطمہ تمہاری بہن ہوں، اور حسن حسین تمہارے بھائی ہوں"۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام سن کر بچہ سنبھلا، اس نے حیرت اور عقیدت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرے کو دیکھا اور پھر نہایت احترام سے نگاہیں نیچی کر لیں، کچھ دیر خاموش رہا، پھر انتہائی عاجزی اور ادب سے بولا۔

"یا رسول اللہ مجھے معاف فرما دیجئے۔۔۔ میں آپ کو پہچان نہ سکا، اور پہلی بار میں نے بڑی لا پروائی سے آپ کو جواب دیا"۔

نہیں بیٹے کوئی بات نہیں،، خدا کے رسول نے مجھے تسلی دی۔

یا رسول اللہ! میرے باپ ہزار بار قربان ہیں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، حضرت عائشہ سے اچھی ماں کہاں ملیں گی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اچھی بہن اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے اچھے بھائی کہاں میسر آئیں گے۔ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا۔ مجھے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان مل رہا ہے۔ یا رسول اللہ میں دل و جان سے آپ کی خدمت کروں گا، کبھی آپ کو ذرا دکھ نہ دوں گا، لڑکا کہتا رہا، اور اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرتے رہے۔

یتیموں کے والی صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا، اسے اپنے گھر لائے اور حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لو عائشہ! خدا نے عید کے دن تمہیں ایک بیٹا دیا ہے۔ لو اپنے بیٹے کو نہلا دھلا کر کپڑے پہناؤ، اور عائشہ کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔

یہ لڑکا آخر وقت تک خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، آخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کا وقت آپہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو اس لڑکے کا برا حال تھا، اس کی ہچکی بندھی ہوئی تھی وہ غم سے نڈھال تھا، اور کہتا تھا ، آج میں یتیم ہو گیا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لڑکے کی کیفیت دیکھی تو ان پر بھی رقت طاری ہو گئی ، پیار سے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا آج سے تم ہمارے ساتھ رہو گے ، اور پھر یہ لڑکا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں پہنچ گیا۔
(نوادرات۔از شہاب الدین قیلولی)

یتیموں کا غمخوار

غم کا مارا ایک بچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربار میں پہنچا اور فریاد کرنے لگا اس نے کہا، یا رسول اللہ! فلاں شخص نے زبردستی میرے کھجور کے باغ پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھے کچھ نہیں دیتا۔

بچے کی فریاد سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس شخص کو دربار رسالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ شخص حاضر ہوا ، اور دربار رسالت میں دونوں نے اپنا مقدمہ پیش کیا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دونوں کے بیانات سنے اور ہر طرح اطمینان کر لینے کے بعد آپ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یتیم بچے کے خلاف تھا۔ اپنے خلاف فیصلہ سن کر یتیم بچہ رونے لگا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکا، یتیم بچے کو روتا دیکھ کر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

شخص سے کہا'' بھائی واقعی باغ کا فیصلہ تو تمہارے ہی حق میں ہوا ہے اور باغ تمہارا ہی ہے، لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم اپنا باغ اس یتیم بچے کو ہبہ کر دو۔ خدا تمہیں اس کے بدلے جنت میں سدا باغ عطا فرمائے گا۔

اس وقت دربار رسالت میں حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے وہ فوراً اُٹھے اور اس شخص کو خاموشی سے ایک طرف لے جا کر اس سے کہا۔

''اگر میں تمہیں اس باغ کے بدلے اپنا فلاں باغ دے دوں تو تم اپنا باغ میرے حوالے کر دو گے؟

''کیوں نہیں'' ـــــــــ وہ شخص فوراً ہی راضی ہو گیا، اس لئے کہ ابو الدّحداح رضی اللہ عنہ کا باغ اس کے باغ سے کہیں زیادہ اچھا اور قیمتی تھا۔

اب ابوالدّحداح رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے اور بولے یارسول اللہ میں آپ سے ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور فرمایا پوچھو ابوالدّحداح! ابوالدّحداح رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ! آپ جو باغ اس یتیم بچے کو دلوانا چاہتے تھے، اگر وہ باغ میں اسے دیدوں تو مجھے اسکے بدلے جنت میں باغ ملے گا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اور مسکراتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یقین میں ڈوبی ہوئی بلند آواز سے کہا، ہاں ہاں ضرور ملے گا۔

ابوالدّحداح رضی اللہ عنہ خوشی سے جھوم اُٹھے، اور کہا یارسول اللہ! میں نے وہ باغ اپنے ایک باغ کے بدلے اس شخص سے لے لیا ہے، اور اب میں وہ باغ اس یتیم بچے کو دے رہا ہوں، خدا کے رسول! آپ گواہ رہیں کہ میں نے صرف خدا کی رضا کے لئے ایسا کیا ہے۔

یتیم بچے کا کمھلایا ہوا چہرہ کھل اُٹھا۔ اور یتیم کے غم خوار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

چہرے پر چمک دوڑ گئی۔ اور ابوالدّ حداح رضی اللہ عنہ جنت کے باغ کا سودہ کر کے خوشی سے سرشار دربار رسالت سے واپس ہوئے۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

جامع اور دلکش شخصیت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اباجان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل وکردار اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیسا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوشِ عقیدت سے اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔ ”آپ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سخت مزاج تھے نہ بدخو، نہ کبھی بیہودہ بات زبان سے نکالتے اور نہ کبھی کسی کی عیب جوئی کرتے، نہ رغبت کا اظہار فرماتے، تین چیزوں سے آپ نے ہمیشہ اپنی ذات کو محفوظ رکھا۔

☆ کبر وغرور سے ☆ مال ودولت جمع کرنے سے ☆ فضول اور لایعنی باتوں سے۔

اسی طرح تین چیزوں سے آپ نے دوسروں کو محفوظ رکھا۔

☆ کبھی کسی کی مذمت نہ کی نہ کسی کی تحقیر کی ☆ کسی کو عیب لگا کر شرمندہ نہیں کیا

☆ کبھی کسی کے پوشیدہ عیوب کی کُرید نہیں کی۔۔۔ آپ صرف وہی بات کرتے جس پر خدا سے اجر وثواب کی توقع ہوتی۔

مجلس میں جب آپ کچھ دیر ارشاد فرماتے تو لوگ اس طرح خاموشی، ادب اور محویت کے ساتھ سنتے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک بولتے سب یکسوئی اور توجہ سے سنتے، کوئی بیچ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کاٹ کر نہ بولتا، جب آپ خاموش ہو جاتے تو لوگ اپنی بات کہتے، اگر کبھی کوئی اجنبی بدّو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے یا کچھ کہنے میں بے ادبی

کر بیٹھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر و تحمل سے کام لیتے، کبھی غصے کا اظہار نہ فرماتے، لوگ ناگواری کا اظہار کر کے اسے وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرتے تو آپ اسے گوارہ نہ کرتے اور فرماتے، جب کوئی ضرورت مند تمہارے سامنے اپنی حاجت رکھے تو اسے مایوس نہ کرو، جہاں تک ہو سکے اس کی حاجت پوری کرو، ورنہ نرمی سے صبر و شکر کی تلقین کرو، اپنی تعریف سے کبھی خوش نہ ہوتے، ہاں اگر کبھی کسی کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات کہہ دی جاتی یا کسی غلط فہمی اور زیادتی کی تلافی کے لئے آپ کی شان میں کبھی کلمۂ خیر کہہ دیا جاتا تو اسے گوارہ کر لیتے، کسی کی بات کاٹ کر آپ کبھی اپنی بات نہ کہتے، آپ کی شخصیت علم و صبر کی جامع تھی ------ اپنی ذات کے لئے نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوتے، اور نہ کبھی نفرت اور بیزاری کا اظہار فرماتے، ہاں اگر کوئی دین کے معاملے میں سرکشی کرتا، یا کسی کا حق دباتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ اس وقت ٹھنڈا نہ ہوتا جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی۔

چار چیزوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی چاق و چوبند تھے، ان میں کبھی سستی نہ دکھاتے ☆ نیکی اور بھلائی اختیار کرنے میں ☆ برائی اور بدی ترک کرنے میں ☆ امت کی فلاح و بہبودی کے کاموں میں غور و فکر کرنے میں ☆ اور ان امور کو اختیار کرنے میں جو امت کی دنیا و آخرت سنوارنے والے ہوں۔

بے مثال مخدوم

حضرت انس رضی اللہ عنہ ابھی دس سال کے بے شعور بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ حضرت ام سلیم ان کو سرور کونین کی خدمت کے لئے ان کے سپرد کر آئیں، حضرت انس اس لا اُبالی کی عمر سے برابر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے،

اور شب و روز ہر طرح کے حالات میں آپ کی خدمت بجالاتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کام میں کوتاہیاں بھی ہوتیں، بہت سے کام بننے کے بجائے بگڑ بھی جاتے۔ اور اس کچی عمر میں لا اُبالی کا اظہار بھی ہو جاتا مگر حیرت ہے کہ دس سال کی طویل مدت میں سخت سست کہنا تو درکنار پیکرِ عفو کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی زبان سے اُف تک نہیں کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

''میں نے مسلسل دس سال رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارے، اس طویل مدت میں کبھی ایک بار بھی میں نے یہ نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس کے ساتھیوں اور ہم نشینوں کی طرف اپنے پاؤں پھیلائے ہوں، نہ کبھی یہ دیکھا کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کیا ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اپنے ہاتھ کھینچ لئے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیئے رہتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا۔

میں نے کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس سے خود بھی ہٹ گئے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر کھڑے رہتے جب تک کہ وہ شخص خود ہی نہ ہٹ جاتا۔

اور میں نے جو کام بھی کیا، ٹھیک ہو گیا ہو یا خراب، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا اور ایسا کیوں کیا، نہ کبھی یہ فرمایا کہ ایسا اور ایسا کیوں نہیں کیا۔

میں نے بارہا عطر سونگھا اور اچھے سے اچھا عطر سونگھا ہے، مگر آج تک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے بہتر خوشبو نہیں سونگھی۔

اور آج تک میں نے کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ کسی نے سرگوشی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سر جھکایا ہو، اور اس شخص کے سر ہٹانے سے پہلے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنا سر اُٹھایا ہو۔

مثالی شوہر

(۱) ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹھ گئیں، کسی گھریلو اورنجی بات پر شوہر سے اختلاف ہو گیا۔ جذبات ذرا تلخ ہو گئے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر وتحمل سے کام لیتے رہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز ذرا بلند ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا مسکرا کر بات سمجھاتے رہے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی طرح زور زور سے بولتی رہیں، اتفاق دیکھئے اسی وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے۔

میاں بیوی میں اختلاف دیکھ کر قدرتی طور پر بہت غمزدہ ہوئے، ایک طرف خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، جن کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے، اور دوسری طرف اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، باپ کے سامنے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز اسی طرح اونچی رہی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے، ''ہائے! تم خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ منہ زوری کر رہی ہو، تمہاری جرأت اب اتنی بڑھ گئی، غصے میں اُٹھے، اور ہاتھ اُٹھا کر مارنا ہی چاہتے تھے کہ درمیان میں فخر کائنات آ گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سہم کر بیٹھ گئیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں باہر چلے گئے۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب برداشت کر سکتے تھے، کہ ان کی حبیبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نازک دل کو ٹھیس لگے، اور وہ ذرا دیر کے لئے بھی مضمحل ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب گئے، اور پیار بھرے انداز میں کہا! کہو عائشہ کیسا بچایا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مُسکرا پڑیں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئیں، یا رسول اللہ! معاف کر دیجئے، مجھے نہ جانے کیا ہو گیا تھا،

خدا معاف کرے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

کچھ دنوں کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر بیٹی سے ملنے آئے، تو دیکھا کہ مثالی شوہر اور معیاری بیوی کے گھریلو حالات میں مثالی خوشگواری ہے، کیوں نہ ہوتی، امت کے لئے یہی تو نمونے کا پیمانہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیار و محبت کی یہ فضا دیکھ کر بہت ہی مسرور ہوئے، اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، یا رسول اللہ! ایک دن میں آپ دونوں کی لڑائی میں شریک ہوا تھا، اس صلح و پیار ومحبت میں مجھے شریک فرمائیے۔ داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ ہاں ضرور۔۔۔۔

(۲) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صرف نو سال کی تھیں، سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ان کی ماں حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے ان کو بلا بھیجا۔ اب عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا وقت تھا۔ دن چڑھے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک نو عمر لڑکی رخصت ہو کر کاشانۂ نبوت میں آ گئیں۔ ایک ذہین نو عمر لڑکی، لا اُبالی کی نئی نئی عمر۔ اور شریک حیات، وہ جن کے کندھوں پر پورے عالم کی قیادت کا بوجھ، انتہائی حلیم وثقہ، عمر بھی ڈھل گئی تھی، کس قدر فرق تھا دونوں کے مزاج، معیارِ فکر اور دلچسپیوں میں، مگر مثالی شوہر نے جس طرح ایک نو عمر لڑکی کے نازک جذبات و احساسات کا خیال رکھا، جس طرح ناز و انداز برداشت کئے، اور اپنی مثالی زندگی سے رہتی زندگی تک خوشگوار ازدواجی زندگی کیلئے نمونہ چھوڑا، وہ خدا کے رسول ہی کا حق تھا۔

عید کا دن تھا، حرم نبوی کے قریب ہی کچھ حبشی اپنے سپاہیانہ کرتب دکھا رہے تھے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا، ایک کمسن لڑکی کس طرح مطالبہ نہ کرتی کہ میں بھی دیکھوں گی، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آڑ میں اپنی حبیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لیکر دروازے میں کھڑے ہو گئے، اور امت کی ماں دوش مبارک

پر ٹھوڑی رکھ کر حبشیوں کا تماشہ دیکھنے لگیں۔ دیر تک دیکھتی رہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، عائشہ! کیا ابھی جی نہیں بھرا۔ ابھی نہیں ۔۔۔۔۔۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بے تکلف کہا۔ اور خدا کے حبیب غیر معمولی ذمے داریوں کے باوجود اپنی حبیبۂ پاک کو اسی طرح کھڑے یہ تماشہ دکھاتے رہے یہاں تک کہ خود اُمّ المؤمنین ہی تھک کر ہٹ گئیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ نئی دلہن کے پاس کمسن بچیاں کھیلنے کے لئے جمع ہو جاتیں گڑیوں کا کھیل ہوتا رہتا، ایک دن خدا کے رسول علیہ وسلم آئے، لڑکیاں گڑیوں سے کھیل رہی تھیں، گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔

''عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہے؟'' خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا

''یہ گھوڑا ہے،'' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

''گھوڑے کے پر کہاں ہوتے ہیں''؟ رسول خدا نے پھر پوچھا۔

''حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے تو پر تھے''، عائشہ حمیراء نے برجستہ جواب دیا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بے ساختہ جواب پر بے اختیار مسکرادئے۔

(۳) شادی کے کچھ ہی دنوں بعد، مدینے سے باہر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ صدیقہؓ سے کہا آؤ! دوڑ میں مقابلہ کررہی ہو؟

ہاں کیوں نہیں۔ عائشہ صدیقہؓ فوراً تیار ہوگئیں اور دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ صدیقہ حمیراء کم سن تھیں اور چھریرا بدن تھا۔ آگے نکل گئیں اور خدا کے رسول پیچھے رہ گئے۔ عائشہ صدیقہؓ کی خوشی دیکھنے کے قابل ہوگئی۔ بہت دنوں کے بعد پھر ایک ایسا ہی موقع آیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر تحریک کی۔ عمر کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا بدن کچھ بھاری پڑ گیا تھا۔ دوڑ ہوئی تو اس بار پیچھے رہ گئیں۔ اور خدا کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ آپ نے پہلا مقابلہ یاد دلا کر کہا عائشہ! یہ اس کا بدلہ ہو گیا۔

(۴) رسولِ خدا سفر میں ہیں، ازواجِ مطہرات بھی ہمراہ ہیں، خدا کا کرنا، حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاس پہنچے، دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں، وجہ معلوم کی اور تسلّی دینے کی کوشش فرمانے لگے۔ مگر آپ جس قدر تسلّی دیتے وہ اور زیادہ روتیں، دیر تک آپ چادر کے پلّو سے ان کے آنسو پونچھتے رہے۔

(۵) حضرت صفیہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی محبت تھی، ہرگز گوارا نہیں تھا کہ ان کے دل پر میل آئے، اور ان کے نازک دل کو کوئی دُکھ پہنچے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ان کا دل اور بھر آیا۔ اور زار و قطار رونے لگیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار سے پوچھا، ''صفیہ، کیوں کیا بات ہے؟

حضرت صفیہ کچھ کہنے کے بجائے اور زیادہ رونے لگیں

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' آخر بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟

''عائشہ اور زینب نے ستا رکھا ہے، کیا بتاؤں، کہتی ہیں، ہم دونوں ساری بیویوں سے افضل ہیں۔ ہم رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہنیں بھی ہیں''۔ یہ کہہ کر حضرت صفیہؓ نے ایک اور ہچکی لی۔

''ارے یہ کونسی اہم بات ہے، تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ، حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں۔ تم مجھ سے افضل کیسے ہو سکتی ہو''۔ یہ سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھل اٹھیں اور رسولِ خدا کا دل باغ باغ ہو گیا۔

(۶) ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں سفر پر جا رہے تھے، پاک بیویاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں، اور اونٹوں پر سوار قافلہ چلا جا رہا تھا، ساربانوں نے جوش میں اونٹ دوڑانا شروع کر دیئے۔ آپ کو فوراً عورتوں کا خیال آیا اور ساربانوں سے فرمایا۔ ذرا خیال رکھو، یہ آبگینے بھی ساتھ ہیں، عورتوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں کیا جذبات تھے، ان کے نازک جذبات کا کس قدر لحاظ تھا۔ اس کیفیت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ادبی جملے میں ظاہر فرمایا، خدا گواہ ہے کہ آبگینوں کی نزاکت کا احساس ظاہر کرنے کے لئے اس سے بہتر انداز ممکن نہیں۔

(۷) اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ ان کی بہن ہالہ ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے گھر تشریف لائیں۔ سلام کہہ کر اندر آنے کی اجازت چاہی، ہالہ رضی اللہ عنہا کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت ملتی جلتی تھی، آپ کے کانوں میں یہ مانوس آواز آئی تو بے اختیار خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لمبی سانس لی اور مسکرا کر فرمایا ہالہ ہوں گی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ کیفیت بھانپ گئیں، انہیں انتہائی رشک ہوا اور بولیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ایک ایسی بوڑھی عورت کو یاد کر رہے ہیں جو مر چکی ہیں، اور خدا نے آپ کو ان سے کہیں زیادہ اچھی اور جوان بیویاں عطا فرما دی ہیں۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، اس وقت آپ پر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد میں کچھ اور ہی کیفیت طاری تھی۔

شفیق باپ

(۱) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے

بڑی صاحبزادی تھیں، کمسنی ہی میں ان کی شادی ابوالعاص بن ربیع سے ہوگئی تھی ، ابوالعاص، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نور نظر تھے۔ حضرت زینب ماں باپ کی بڑی لاڈلی تو تھیں۔ ماں نے جہیز بھی بڑا قیمتی دیا تھا، جہیز میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یمنی عقیق کا اپنا قیمتی ہار بھی بیٹی کو دیا تھا۔

مکّے میں تیرہ سال دعوت حق کا کام کرنے کے بعد جب خدا کا حکم آیا کہ مدینے کو ہجرت کر جاؤ، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّے سے مدینے کو ہجرت فرمائی، اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکّہ ہی میں اپنی سسرال میں رہ گئیں۔ دوسرے سال بدر کی جنگ ہوئی تو ان کے شوہر ابوالعاص بھی مشرکین مکّہ کے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔ بدر میں عبداللہ بن زبیر نے بہت سے دشمنوں کو قید کیا، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ابوالعاص بھی تھے۔

مکّے والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے فدیے بھیجے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شوہر کی گرفتاری کی خبر پہنچی تو بے چین ہوگئیں اور ان کی رہائی کے لئے اپنی ماں کا دیا ہوا ہار اپنے دیور عمرو بن ربیع کو دے کر مدینے بھیجا۔

یہ تمام فدیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ فدیے کی چیزوں میں جب آپ کی نظر اس ہار پر پڑی تو حالت غیر ہوگئی، دل بھر آیا، بیٹی کی محبت نے بھی جوش مارا، اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد بھی تازہ ہوگئی، کچھ دیر آپ خاموش بیٹھے رہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا، یہ ہار محمد کی بیٹی زینب کا ہے، جو اس کی ماں نے اس کو جہیز میں دیا تھا، میں کیسے کہوں کہ ابوالعاص کو فدیے لئے بغیر

چھوڑ دو۔ مگر میرے غم کو تم لوگ سمجھ رہے ہو، تم لوگ خود ہی سوچو کہ ابوالعاص کا فدیہ کیا ہو، مناسب ہو تو یہ ہار بھی زینب کو واپس کردو اور ابوالعاص کو بھی رہا کردو۔

صحابہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا اور کسی طرح یہ بات مناسب معلوم نہ ہوئی کہ ابوالعاص کو فدیہ لئے بغیر واپس کردیا جائے۔ یہ امتیازی سلوک اسلامی ذہن پر بڑا گراں تھا، مشورہ یہ ہوا کہ ابوالعاص کو فدیہ لئے بغیر رہا نہ کیا جائے اور ابوالعاص کا فدیہ یہ ہے کہ وہ مکہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب کو یہاں بھیج دیں۔ ابوالعاص نے بخوشی اس بات کو منظور کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا کہ ابوالعاص کے ساتھ زید بن حارثہ کو بھی بھیج دو۔ زید مکے سے پہلے بطن یا جج میں قیام کر کے انتظار کریں، اور ابوالعاص زینب کو ان کے پاس بطن یا جج پہنچا دیں اور زید بن حارثہ، زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینے کو واپس آجائیں۔ زید اور ابوالعاص دونوں روانہ ہوگئے، زید بن حارثہ بطن یا جج میں ٹھہر گئے اور ابوالعاص مکے پہنچے اور اپنے وعدے کے مطابق بطن یا جج میں حضرت زید کے پاس حضرت زینب کو پہنچا گئے۔

حضرت زینب کو انھوں نے مدینے تو روانہ کردیا لیکن زینب کے بغیر ان کے شب و روز بے نور ہو گئے۔ وہ مغموم رہنے لگے۔ ایک بار شام کے سفر میں تھے کہ بیوی کی یاد نے بے تاب کردیا، اور وہ بے ساختہ یہ اشعار گنگنانے لگے۔

”میں مقام اراسے گذر رہا تھا، کہ زینب کی یاد نے مجھے تڑپا دیا، اور بے اختیار میرے زبان سے یہ دعا نکلی۔ خدا اس شخص کو شاداب و شاد کام رکھے جو حرم میں قیام پذیر ہے، اور امین ﷺ کی لڑکی کو خدا جزائے خیر دے، شوہر اسی بات کو یاد کر کے تعریف کرتا ہے، جس کو وہ خوب جانتا ہے“۔

ابوالعاص جب شام سے اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ واپس آرہے تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کے تعاقب میں ایک سوستر سوار روانہ کئے عیص کے مقام پر ان سواروں نے تجارتی قافلے کو جا پکڑا۔ مشرکین گرفتار کر لئے گئے اور ان کا سامان قبضے میں لے لیا گیا۔ مگر اسلامی شہسواروں نے دامادِ رسول ابوالعاص سے کچھ نہ کہا۔

اب ابوالعاص نے مکّے کے بجائے مدینہ کا رُخ کیا۔ مدینہ پہنچ کر زینب رضی اللہ عنہا کا گھر معلوم کیا اور ان کے پاس پہنچ کر ان سے پناہ کے طالب ہوئے، مسجد نبوی میں فجر کی نماز ہو رہی تھی، لوگوں نے ایک نسوانی آواز سنی "میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، تم لوگوں نے آواز سنی؟ عجیب معاملہ ہے کہ مسلمانوں کی کمزور ہستیاں دشمنوں کو پناہ دے رہی ہیں۔

آپ گھر پہنچے تو پیاری بیٹی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے شفیق باپ سے کہا، یارسول اللہ! کیا یہ ممکن نہیں کہ ابوالعاص کے قافلے کا جو سامان چھینا گیا ہے وہ واپس کر دیا جائے، بیٹی کا مطالبہ سن کر آپ کا دل بھر آیا مگر خاموش رہے، اور کچھ دیر کے بعد ان لوگوں کے پاس یہ پیغام بھیجا "ابوالعاص میری پیاری بیٹی کا شوہر ہے، اور زینب کی خواہش ہے کہ ابوالعاص کا سامان واپس کر دیا جائے، میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ تم ضرور ایسا کرو۔ مگر تم جانتے ہو، زینب کی خوشی میری خوشی ہے، اگر تم ابوالعاص کے ساتھ احسان کرو تو مجھے خوشی ہوگی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا، حضور ہم آپ پر قربان ہم سب کچھ واپس کرنے کو تیار ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیاری بیٹی کے پاس آئے اور فرمایا، دیکھو سامان سب واپس ہو جائیگا۔ تم ابوالعاص کی خاطر تواضع اور عزت واحترام میں ذرا کمی نہ کرنا۔ رسولِ

خدا کی پیغمبرانہ آنکھیں وہ سب دیکھ رہی تھیں جس تک دوسروں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

ابوالعاص سارا مال واسباب لے کر مکّے کی طرف روانہ ہوئے، مگر اس مرتبہ وہ بار بار مڑ مڑ کر مدینے کو دیکھتے تھے، قدم کچھ بوجھل تھے، اور دل کی دنیا کچھ بدلی ہوئی تھی، رسولِ پاک کا بے پناہ احسان وسلوک رنگ لایا، ابوالعاص مکّہ پہنچے، جس جس کا جو مال تھا ادا کیا، ابوالعاص ہمیشہ سے مکّہ میں ایک تجربہ کار اور دیانت دار تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے، سب کے مطالبات ادا کرنے کے بعد آپ نے اعلان کیا، مکّہ کے کسی شخص کا میرے ذمّہ کوئی اور مطالبہ ہوتو وہ مجھ سے وصول کر لے، مکے والوں نے کہا آپ انتہائی باوفا، اور انتہائی شریف بھائی ہیں۔ اب ابوالعاص دل کی بات زبان پر لائے اور کہا، اس بار مدینے سے واپس ہونے کو ہرگز جی نہیں چاہ رہا تھا، مگر یہ سوچ کر واپس ہوا کہ تم یہ خیال نہ کرو کہ میں نے تمہارا مال واسباب غبن کرلیا۔ اب جبکہ میں تمہارے سارے مطالبے ادا کر چکا، اور خدا نے یہ بوجھ میرے دل اور کندھے سے اُتار دیا، تو میں اعلان کرتا ہوں سُن لو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سے ۷ھ محرم کے مہینہ میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ دولتِ ایمان سے مالا مال ہوکر رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بات پوری ہوئی جس کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ نگاہیں اس وقت دیکھ چکی تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کو مکّے رخصت کررہے تھے اور اس خبر سے مدینے میں ہر طرف خوشی کی

لہر دوڑ گئی۔

(۲) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان سے ذرا فاصلے پر رہتی تھیں۔ایک دن خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی سے ملنے کیلئے ان کے یہاں پہنچے، بات چیت ہو رہی تھی کہ شفیق باپ نے شفقت کرتے ہوئے فرمایا۔

لختِ جگر! تم بہت دور رہتی ہو، میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہیں اپنے قریب بُلا لوں، شفیق باپ کے قریب رہنے کی بات سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بے چین ہو گئیں، بولیں یا رسول اللہ! حارث بن نعمان کے کئی مکان ہیں، ایک تو آپ سے بہت ہی قریب ہے، اگر آپ ان سے فرما دیں تو وہ ہرگز انکار نہ کریں گے۔

''مگر بیٹی میں ان سے کیسے کہوں؟ مجھے تو یہ بات کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا۔خیر خدا خود ہی کوئی انتظام فرما دے گا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا، دعائیں دیں اور رخصت ہو گئے۔

حارث رضی اللہ عنہ کو کسی طرح یہ بات معلوم ہوگئی کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کو اپنے قریب بُلانا چاہتے ہیں، وہ خود ہی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے سُنا ہے کہ آپ فاطمہ زہرا کو اپنے قریب کسی مکان میں بُلانا چاہتے ہیں، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش تھے، حارث رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال و جان سب کچھ خدا اور اس کے رسول پر قربان ہے۔آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ کے قریب میرے کئی مکان ہیں، اور خدا شاہد ہے کہ میری جو چیز آپ قبول فرمائیں گے۔اس کا آپ کے پاس رہنا مجھے اپنے پاس رکھنے سے زیادہ محبوب ہوگا، یا رسول اللہ! میرا جو مکان پسند ہو حاضر ہے، میری خوشی بھی یہی ہے کہ آپ فاطمہ زہرا کو اپنے قریب بُلا لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حارث کو دعائیں دیں اور فرمایا حارث! تم نے جو کچھ کہا سچ ہے، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے قریبی مکان میں بلا لیا۔

(۳) رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مدینے کے بیرونی علاقے میں ایک لوہار ابو سیف کے یہاں پرورش پا رہے تھے، آپ اکثر پیدل وہاں جاتے، ابو سیف لوہار تھے، گھر دھوئیں سے بھرا رہتا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نظافتِ طبع کے باوجود بیٹے کی محبت میں وہاں بیٹھے رہتے، اور اسی دھوئیں میں اپنے پیارے بچے کو گود میں لیتے، پیار کرتے، اپنا منہ اور ناک اس کے گالوں پر رکھتے، گویا سونگھ رہے ہیں اور پھر پیدل مدینہ واپس آجاتے۔

ایک بار آپ ابو سیف کے یہاں پہنچے تو پیارے بچے کی سانس اُکھڑ چکی تھی، حضرت انس اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما بھی ہمراہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لختِ جگر کو گود میں لئے بیٹھے تھے، آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں تھے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو خدا کے رسول سے کہا، یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں، فرمایا ”عوف! یہ آنسو رحمت کی نشانی ہیں“ اور آنکھوں سے آنسو پھر ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

نگاہیں حضرت ابراہیم پر تھیں، شفیق باپ کا دل دُکھی تھا، آپ فرما رہے تھے، ”آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل دکھتا ہے، مگر ہم زبان سے صرف وہی کہتے ہیں جس کو ہمارا پروردگار پسند کرتا ہے، اور اے ابراہیم! ہمیں تیری جدائی کا بہت غم ہے“۔

(۴) سرورِ کائنات کا مستقل معمول تھا کہ جب بھی سفر سے آتے تو مسجد میں دو رکعت ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے یہاں تشریف لے جاتے، اور اسی طرح جب بھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے رخصت ہوتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی شفیق باپ سے ایسے ہی مثالی محبت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، تسلی اور تشفی کے کلمات کہنے لگے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت انس سے کہا۔

"آخر تمہارے دل نے یہ کیسے گوارا کیا کہ منوں خاک کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دبا دیا" اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے، پھر مبارک قبر پر پہنچیں اور زار وقطار روتی رہیں، پھر قبر سے مٹی اٹھائی، آنکھوں پر ملی اور یہ دو شعر پڑھے۔

جو شخص بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار کی خاک سونگھے اس پر لازم ہے کہ وہ پھر زندگی بھر کوئی دوسری خوشبو نہ سونگھے۔ مجھ پر جو مصیبتیں آئی ہیں اگر یہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو یہ دن رات بن جاتے۔

نرم دل نانا

(۱) خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی مسجد میں خطبہ دے رہے تھے، دیکھا کہ مسجد میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھی آرہے ہیں، مسجد کے صحن میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے نانا جان کے پاس جلد پہنچنا چاہتے ہیں، لیکن قدم لڑکھڑا رہے ہیں، اور ہر قدم پر خطرہ ہے کہ کہیں گر نہ جائیں۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے، سرخ جوڑا پہنے، بڑے پیارے لگ رہے ہیں، ننھی ننھی ٹانگیں لرز رہی ہیں، اور وہ نانا جان کی طرف بڑھ رہے ہیں، خدا کے رسول کچھ دیر تک تو دیکھتے رہے، مگر ضبط نہ کر سکے، ممبر سے اُترے، نواسوں کو آغوش میں لیا اور لے جا کر اپنے

سامنے بٹھالیا، اب سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، خدا نے کتنی سچی بات فرمائی ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط

فی الواقع تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے ذریعہ آزمائش ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر فرمایا کرتے، ''حسین میرا ہے اور میں حسین کا۔ خدا اس سے محبت رکھے جو میرے حسین سے محبت رکھتا ہے''

(۲) حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ محبت کرنے والے نانا کے پیروں پر پیر رکھے کھڑے تھے۔ آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا بیٹے! اور اوپر چڑھ آؤ، اور وہ اوپر چڑھتے چڑھتے اس سینے پر چڑھ آئے، جس میں پوری انسانیت کا درد تھا، نانا جان نے پیار سے نواسے کا منہ چوما اور خدا سے التجا کی، ''پروردگار! میں اس سے پیار کرتا ہوں تو بھی اس سے پیار کر۔''

(۳) خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے یہاں مدعو تھے، تیز تیز قدموں سے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے رُک گئے۔ پیارے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ راستے میں کھیل رہے تھے۔ آپ نے آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے، اور نواسے کو سینے سے لگانے کے لئے بلایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہنسے اور دوڑتے ہوئے آئے مگر پاس آکر ہر بار کترا جاتے، اور بچ کر نکل جاتے، آخر ایک بار پکڑ میں آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ ان کی تھوڑی پر رکھا اور ایک ہاتھ ان کے سینے پر، اور مبارک سینے سے جوش محبت میں چمٹا لیا۔ اور پھر بڑے پیار سے فرمایا، ''حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں۔''

(۴) آپ ایک شاہراہ سے گذر رہے ہیں، پیارا نواسہ اس کندھے پر سوار ہے جس پر پورے عالم کی قیادت کا بوجھ تھا۔ راہ میں کسی نے کہا، کیا اچھی سواری ہاتھ

آئی ہے تمہیں صاحبزادے! پیار کرنے والے نانا نے کہا، ''سوار بھی کیسا اچھا ہے۔''

(۵) خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں وہ نماز جس کے خلوص اور خشوع وخضوع کی کوئی رمق بھی مل جائے، تو پوری امت کی نماز، نماز ہو جائے۔

اسی دوران ایک پیاری معصوم بچّی آتی ہے اور کندھے پر سوار ہو جاتی ہے، آپ رکوع میں جانا چاہتے ہیں اور بچّی کندھے پر سوار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نرمی سے پیاری بچّی کو کندھے سے اُتار دیتے ہیں، اور خدا کے حضور رکوع وسجود کرتے ہیں، پھر کھڑے ہوتے ہیں، تو بچّی پھر سوار ہو جاتی ہے، نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو پیاری نواسی کو نہ ڈانٹتے ہیں نہ جھڑکتے ہیں بلکہ جوش محبت میں سینے سے لپٹا لیتے ہیں۔

ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ تحفے آئے، اچھے تحفے، ان تحفوں میں ایک سنہرا خوبصورت ہار بھی تھا یہی بچّی ایک کونے میں کھیل رہی تھی، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ ہار تو میں اپنے گھر والوں میں سے اسے دونگا جو مجھے بہت زیادہ پیاری ہے، لوگوں نے سمجھا ضرور آپ یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کی زینت بنائیں گے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیلنے والی پیاری بچّی کو اپنے پاس بلایا، پیار کیا، اور اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ ہار پیاری نواسی امامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ڈال دیا۔

(۶) شفیق نانا پیارے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے تھے، اسی دوران مکّے کے ایک دولت مند سردار اقرع بن حابس بھی خدمت میں حاضر ہوئے! اقرع بن حابس نے یہ منظر دیکھا تو انہیں حیرت ہوئی کہ اتنی عظیم ہستی بچوں کو اس طرح پیار کر رہی ہے۔ اور اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولے۔

''مجھے خدا نے دس بچّے دے رکھے ہیں، مگر میں نے تو آج تک کسی ایک بچّے

کو بھی پیار نہیں کیا ہے''۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے ''حسن اور حسین میرے گلدستے ہیں۔'' جب کبھی آپ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرماتے، ''فاطمہ! میرے بچے کہاں ہیں لاؤ انہیں،'' وہ دونوں بیٹوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سینے سے لپٹاتے، پیار کرتے اور ان کے رخساروں پر اپنا منہ اور ناک رکھ کر اس طرح پیار فرماتے گویا سونگھ رہے ہیں۔

(۷) پیاری بیٹی زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شفیق باپ کے پاس قاصد بھیجا اور کہلوایا، میرے بچے کی جاں کنی کا نازک وقت ہے، ذرا دیر کے لئے تشریف لے آیئے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام پہنچا تو قدرتی طور پر غمزدہ ہوئے، ضبط سے کام لیا اور قاصد سے کہلا بھیجا، بیٹی! تم پر سلامتی ہو، جو کچھ خدا نے لے لیا وہ خدا ہی کا ہے، اور جو کچھ اس نے عطا فرمایا وہ بھی خدا ہی کا ہے، ہر چیز کا اس کے یہاں وقت مقرر ہے۔ بیٹی! صبر سے کام لو خدا تمہیں ضرور اس کا بہترین صلہ دے گا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جاں کنی کا منظر دیکھ کر بے حال تھیں، جگر گوشہ گود میں پڑا اپنی آخری گھڑیاں پوری کر رہا تھا، آپ نے پھر قاصد بھیجا اور کہلوایا، حضور ضرور تشریف لائیں بڑا سخت وقت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے ۔آپ کے ہمراہ حضرت سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، اُبی ابن کعب، زید بن ثابت اور کچھ دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی تھے، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے یہاں پہنچے تو بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا گیا۔ بچے کی جاں کنی ہو رہی

تھی، معصوم بچہ آخری ہچکیاں لے رہا تھا، نواسے کی یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپاٹپ گرنے لگے۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا آپ رو رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا یہ رحم ہے رحم، جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ انہیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔

ادب شناس بیٹا

جعرّانہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک بوڑھی عورت آئی، یہ قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون تھیں، آپ نے بوڑھی عورت کو دیکھا تو استقبال اور احترام کے لئے فوراً اٹھے، اور پنے قریب ہی اپنی چادر بچھائی، پھر نہایت عزت واکرام کے ساتھ اس بوڑھی خاتون کو بٹھایا، ادب واحترام سے ان سے گفتگو کرتے رہے۔ایک صحابی ابوالطفیل رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو لوگوں سے پوچھا، یہ کون خاتون ہیں، جن کا آپ اتنا احترام فرما رہے ہیں، لوگوں نے بتایا یہ قابل احترام خاتون حلیمہ سعدیہ ہیں جنھوں نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پالا تھا، اور اپنا دودھ پلایا تھا۔

حق شناس بھائی

مجاہدین اسلام نے قبیلہ بنی ہوازن پر حملہ کیا، اور بہت کچھ سامان، لونڈی غلام قبضے میں آئے، ان عورتوں میں حارث کی بیٹی شیما بھی تھیں، یہ باندیاں بھی خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئیں تو شیما دیر تک ٹکٹکی باندھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتی رہیں پھر بولیں، جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں

تمہاری رضاعی بہن شیما ہوں دیکھو یہ میری نشانی ہے جس سے تم واقف ہو، حضور نے وہ نشانی دیکھی تو کچھ یادیں تازہ ہو گئیں، آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ منظر یاد آ گیا جب شیما حضور کو اپنی والدہ سعدیہ کی گود میں کھلایا کرتی تھیں۔

شیما بولیں، محمد! تمہیں یاد ہے جب میں تمہیں گود میں لئے کھلاتی تھیں اور یہ گیت گایا کرتی تھی۔

يَارَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا حَتّٰى اَرَاهُ يَافِعًا وَاَمْرَدًا

ثم اراه سَيِّدًا مَسْعُوْدًا وَاكْبِتْ اَعَادِيْهِ الحُسَّدَا

اے ہمارے رب! محمد کو جیتا رکھ کہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کو جوان دیکھیں، پھر ہم اس کو ایک معزز سردار دیکھیں اور اس سے حسد رکھنے والے دشمن، ذلیل اور سرنگوں ہوں، خدایا! تو اس کو ایسی عزت عطا کر جو ہمیشہ ہمیشہ رہے۔

خدا کا شکر ہے یہ سب کچھ آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور شیما کی آنکھوں سے خوشی کے دو موٹے موٹے آنسو ٹپک پڑے، انہیں اسیرانِ جنگ میں آپ کی رضاعی بہن حضرت شیما بھی تھیں لوگوں نے جب اُن کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں لوگ تصدیق کے لئے آپ کی خدمت میں لے کر آئے، شیما نے کہا اے محمد میں تمہاری بہن ہوں اور علامت بتلائی کہ لڑکپن میں ایک مرتبہ تم نے دانت سے کاٹا تھا جس کا یہ نشان موجود ہے، آپ نے پہچان لیا اور مرحبا کہا اور بیٹھنے کیلئے چادر بچھا دی اور فرط، مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت عزت واحترام کے ساتھ تم کو رکھوں گا اور اگر اپنے قبیلہ میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔ شیما نے کہا میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں اور مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا

فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں میں بچپن کا پورا منظر گھوم گیا، پرانی یادیں تازہ ہوگئیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، اپنی پاک چادر اپنے ہاتھ سے بچھائی، بڑی بہن کو عزت کے ساتھ اس پر بٹھایا، کچھ دیر باتیں کرتے رہے، خوشی سے آپ ﷺ کا چہرہ دمک رہا تھا، پھر بہن سے کہا، اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرو تو تو یہاں تمہیں ہر طرح کا آرام ملے گا، عزت و آسائش سے یہاں رہو گی اور اگر اپنے قبیلے ہی میں واپس جانا چاہتی ہو تو تمہیں وہیں آرام و عزت کے ساتھ روانہ کرا دیا جائے۔

شیما نے کہا، پیارے بھائی! سب سے پہلے تو مجھے کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کرو، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمہ پڑھ کر شیما اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگئیں۔ پھر درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ! اب مجھے میرے قبیلے ہی میں واپس بھیجنے کا انتظام فرما دیجئے۔ آپ نے شیما کو تین غلام، ایک باندی، ایک بکری اور کچھ نقد رقم دے کر عزت و اکرام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

مہربان خسر

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "یا رسول اللہ! آپ اپنی بیٹی اور اپنے داماد دونوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں"؟ عجیب وغریب سوال تھا۔ مگر ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑا عجیب وغریب جواب دیا "تم سے زیادہ مجھے فاطمہ محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم مجھے عزیز ہو"۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی بات پر ایک بار کچھ خفگی ہو گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذرا سخت رویہ اختیار کیا، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روٹھ کر اپنے شفیق باپ کے یہاں پہنچیں کہ باپ کو اپنا غم سنا کر دل کا کچھ بوجھ ہلکا کریں۔ پیچھے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی گھبرائے ہوئے پہنچے اور آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ خدا نا خواستہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو دین و دنیا تباہ ہو جائیگی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی سختی اور غصّہ کی شکایت کی، ان کی زیادتی کا حال سنایا اور زار و قطار رونے لگیں۔ شفیق باپ نے اس طرح بیٹی کو روتے دیکھا تو ان کا دل بھر آیا، آبدیدہ ہو گئے مگر داماد کے حق میں کوئی جملہ کہنے کے بجائے بیٹی کو سمجھاتے ہوئے شفیق باپ نے کہا "بیٹی! میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو قریش کے جوانوں میں اور اسلام لانے والوں میں سب سے افضل ہے"۔

"بیٹی! میاں بیوی میں کبھی کبھی ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں، وہ کون سے میاں بیوی ہیں جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش کی بات نہ ہو، اور بیٹی یہ کیسے ممکن ہے کہ مرد سارے کام ہمیشہ عورت کی مرضی کے مطابق ہی کیا کرے۔ اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے، بیٹی! جاؤ اپنے گھر جاؤ، خدا تمہیں ہمیشہ خوش اور آباد رکھے، اور

میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کروں،" بیٹی کے دل سے کبیدگی دور ہو گئی۔ ادھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مہربان خسر کی مشفقانہ گفتگو سنی تو ان کا دل بھی بھر آیا، سامنے آئے، آنکھوں میں آنسو تھے، رقّت کے انداز میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا "خدا کی قسم آئندہ تم ایسی بات نہ دیکھو گی جس سے تمہارے نازک دل کو دُکھ پہنچے"۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دل بھی بھر آیا، بولیں "نہیں، غلطی تو میری ہی تھی" اور دونوں ایک دوسرے کی محبت سے سرشار، خوش خوش اپنے گھر لوٹ گئے، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ اور پھر یہ محبت اس قدر بڑھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، تو آپ روزانہ ان کی قبر پر بے تابانہ پہنچتے اور یہ اشعار آپ کی زبان پر ہوتے

"اے اللہ! یہ میری کیا حالت ہوگئی کہ میں روزانہ قبر پر سلام کرنے آتا ہوں۔ لیکن میرے حبیب کی قبر مجھے کوئی جواب ہی نہیں دیتی' اے قبر! تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کی پکار کا کوئی جواب نہیں دیتی۔ کیا تو احباب کی محبت سے کبیدہ خاطر ہوگئی ہے؟

رحمدل بھتیجا

(۱) غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دودستی تلوار مارتے، بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے تھے، کفّار کی صفوں میں ان کی جاں بازی سے افراتفری مچی ہوئی تھی، جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا، وحشی، جبیر نے وحشی سے وعدہ کرلیا تھا کہ اگر وہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کردے تو آزاد کردیا جائے گا۔ اس لئے وہ برابر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں لگا رہا۔ ایک موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، وحشی کے قریب آئے تو اس حبشی نے اپنا چھوٹا

نیزہ، حربہ تاک کر پیٹ میں مارا، نیزہ ناف میں لگا اور پار ہوگیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پلٹ کر وحشی پر حملہ کریں۔ لیکن زخم کاری تھا، لڑکھڑا کر گر پڑے اور جام شہادت نوش کیا۔

اس غزوہ میں اگرچہ رسول برحق ﷺ کی غیر معمولی شجاعت اور استقلال اور بے مثال تدبّر و بصیرت سے مسلمانوں کی شکست، فتح میں بدل گئی تھی لیکن یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کو اس جنگ میں سخت زِک اٹھانی پڑی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اسلامی فوج جب جنگ سے واپس مدینے پہنچی تو مدینے میں گھر گھر ماتم بپا تھا، خواتین اپنے اپنے شہیدوں کو یاد کر کے نوحہ کر رہی تھیں۔ بڑا ہی رقّت انگیز منظر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا کہ عورتیں اپنے جگر گوشوں اور عزیزوں کا ماتم کر رہی ہیں تو آپ ﷺ کا دل بھر آیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر سامنے آ گیا اور بڑے ہی رقّت انگیز انداز میں فرمایا ''کیا حمزہ کا ماتم کرنے والا کوئی نہیں ہے'' وحشی جنگ طائف کے بعد ایمان لے آئے تھے لیکن جب بھی وحشی پر رحمتِ عالم کی نظر پڑتی، چچا یاد آ جاتے۔ بہت ضبط فرماتے۔ مگر ایک دن وحشی سے فرمایا ''تم میرے سامنے نہ آیا کرو''۔

(۲) غزوۂ بدر کے قیدیوں میں رحمتِ عالم ﷺ کے چچا عباس بھی قید ہو کر آئے۔ مسلمانوں نے قیدیوں کے ہاتھ پاؤں جکڑ کر باندھ دئے تھے، عباس کے ہاتھ پاؤں بھی رسّی اور زنجیروں سے جکڑ دئے گئے تھے، عباس برابر درد سے کراہ رہے تھے۔ ان کے کراہنے کی آواز رحمدل بھتیجے کے کان میں پہنچ رہی تھی۔ اور آپ بے قراری اور بے چینی میں بار بار کروٹیں بدل رہے تھے، نیند کسی کروٹ پر نہیں آ رہی تھی۔ مگر کیسے کہتے کہ عباس کے بندھن ڈھیلے کر دو۔ آپ کو بے قرار دیکھ کر جاں نثار بھی بے قرار ہو گئے اور سمجھ گئے کہ عباس کی کراہوں نے

آپ کو بے چین کر رکھا ہے۔ لوگوں نے عباس کے بندھن ڈھیلے کر دیئے۔ ان کے درد و کرب میں کمی آئی۔ کراہیں بند ہوئیں۔ تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آرام ملا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

ضعیفوں کا ماویٰ

(۱) رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بازار کی طرف جا رہے تھے، جیب میں صرف آٹھ درہم تھے، راستے میں ایک ضعیف عورت بیٹھی رو رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رُک گئے۔ اس کے قریب پہنچے اور اس کے غم میں شریک ہونے کے لئے اس سے پوچھا بڑی بی کیوں رو رہی ہو؟ کیا حادثہ پیش آیا ہے''؟

''بی بی نے دو درہم لے کر سودا لینے کو بھیجا تھا، درہم راستے میں کہیں گر گئے، اب وہ کیا خیال کرے گی!'' یہ کہہ کر بڑھیا پھر زار و قطار رونے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیب سے دو درہم نکالے، بڑھیا کے ہاتھ پر رکھے اور اس کو تسلی دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

بازار پہنچ کر خدا کے رسول نے دو درہم میں ایک قمیص خریدی اور واپس ہو گئے۔ واپسی میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فقیر بالکل ننگا کھڑا ہے، پھٹا پرانا چیتھڑا ٹانگوں پر باندھ رکھا ہے اور صدا لگا رہا ہے'' جو مجھے پہنائے گا خدا اسے جنّت کا جوڑا عطا فرمائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا رُکے، فقیر نے پھر صدا لگائی '' جو مجھے پہنائے گا، خدا اسے جنت کا جوڑا عطا فرمائے گا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص اسی وقت اس فقیر کو پہنا دی، اور پھر بازار کی طرف چل دیئے۔ وہاں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری قمیص دو درہم میں خریدی اور اپنے گھر جانے کے لئے واپس ہوئے، دیکھا کہ راستے

میں پھر وہی بڑھیا کھڑی رو رہی ہے۔

دریافت فرمایا، ''بڑی بی! اب کیا بات ہے''؟

بولی:۔''یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں کہاں تک آپ کو پریشان کروں! گھر سے نکلتے ہوئے کافی دیر ہوگئی ہے۔گھر والیاں انتظار کر رہی ہوں گی۔ یہاں دیر لگ گئی اتنی دیر میں پہنچوں گی تو وہ ناراض ہوں گی بُرا بھلا کہیں گی ،سزا دیں گی۔ بڑھیا یہ کہہ کر پھر زور زور سے رونے لگی۔آپ نے بڑھیا کی فریاد نہایت دھیان سے سنی ، بڑھیا پر بڑا ترس آیا۔اسے تشفی دی اور فرمایا چلو، اچھا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں ، بڑھیا خوش خوش چل دی ،خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ساتھ ساتھ تھے،تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ کچھ انصار کے گھر نظر آئے ۔بڑھیا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا''میں انہیں گھروں میں کام کرتی ہوں،۔ان گھروں کے مرد باہر گئے ہوئے ہیں،گھروں میں صرف عورتیں ہی ہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھروں کے قریب پہنچے اور ذرا بلند آواز سے کہا

''اے بیبیو! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ!''

آواز مانوس تھی، ہر خاتون متوجہ ہوگئی مگر بالکل خاموش رہی، کسی گھر سے کوئی جواب نہ آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بلند آواز سے کہا''السّلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

پھر وہی خاموشی رہی، کسی گھر سے کوئی جواب نہ آیا۔

خواتین دروازوں کے قریب آ گئیں اور مشتاق تھیں کہ دلنواز آواز پھر آئے ،خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری بار پھر ذرا بلند آواز سے کہا

''اے بیبیو! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تیسری آواز پر سارے گھروں کی عورتوں نے مل کر جواب دیا''وعلیکم السلام

ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ،فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ"! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا،"بیبیو! کیا تم نے میری پہلی آواز نہیں سنی تھی"؟

"یارسول اللہ! ہم نے آپ کا پہلا ہی سلام سن لیا تھا، اور آپ کی آواز پہچان لی تھی، لیکن جواب اس لئے نہیں دیا کہ آپ کی زبان مبارک سے سلامتی اور رحمت وبرکت کی دعائیں ہم اور ہمارے بچے بار بار سنیں"۔ عورتوں نے عقیدت وارادت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مُسکرا دئے۔ پھر فرمایا۔

"یہ تمہاری خادمہ ڈر رہی تھی، کہ تم اسے ڈانٹو گی اور سزا دو گی، اتفاق سے اس خدا کی بندی کو دیر ہوگئی تھی ۔ میں اس کی سفارش کے لئے آیا ہوں" رسولِ خدا کے الفاظ سن کر خواتین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔ اور ایک زبان ہو کر بولیں"یارسول اللہ! یہ آپ کو سفارش میں لے کر آئی ہے تو آپ گواہ رہیں ہم اسی وقت اس کو آزاد کرتے ہیں اب اس پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے"۔

باندی کی آزادی پر آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اور آپ ان نیک خواتین کو دعائیں دیتے ہوئے خوشی خوشی گھر واپس آ گئے۔

(۲) مکّہ فتح ہو چکا ہے اور لوگ جوق در جوق اسلام کا شرف حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ کے رفیقِ غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ایک کمزور بوڑھے شخص کو لئے آرہے ہیں، بوڑھے کی ٹانگیں لرز رہی ہیں، آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہے۔ کمزوری کی وجہ سے سانس پھول رہی ہے۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد ابوقحافہ عثمان ہیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! ان کو کلمہ پڑھا کر اسلام کے حلقے میں داخل فرمایئے"

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ابو بکر تم نے خواہ مخواہ ایک بزرگ کو اتنی تکلیف دی، میں خود ہی ان کے پاس چلا جاتا۔ اور پھر آپ نے ان کو کلمہ پڑھا کر اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

صادق وامین

آپ کی شادی ہو چکی تھی، لگ بھگ ۳۰ سال کی عمر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت یا تو عبادت الٰہی میں مصروف رہتے یا مخلوق خدا کی خیر خواہی، بھلائی اور فلاح کے کاموں میں لگے رہتے۔ ملک کا حال ان دنوں بڑا ابتر تھا، ملک میں عام طو پر بدامنی تھی، راستوں میں ہر وقت لوٹ مار کا اندیشہ تھا، مسافر اکثر لٹ جاتے تھے، غریبوں اور کمزوروں پر ہر طرف ظلم وزیادتی عام تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر سوچتے رہتے کہ ان خرابیوں کا انسداد کس طرح ہو۔ قبیلے کے سرداروں سے بھی آپ اکثر ملتے، انہیں توجہ دلاتے، اور ان باتوں کی اصلاح اور سدھار کے لئے آمادہ کرتے رہتے۔ انہیں ابتدائی کوششوں کے نتیجے میں آخر ایک انجمن قائم ہو گئی جس میں بنی ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم کے لوگ شامل تھے۔

اس انجمن میں شامل ہونے والے چند باتوں کا عہد کر کے انجمن کے ممبر بنتے تھے۔

(۱) ہم ملک میں امن وامان قائم کریں گے۔

(۲) ہم مسافروں اور رہگیروں کی حفاظت کریں گے۔

(۳) ہم غریبوں اور معذوروں کی مدد کریں گے۔

(۴) ہم زبردستوں کو کمزوروں پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔

اس انجمن کی کوششوں سے ملک سے بہت کچھ برائیوں کا انسداد ہوا۔ لوگوں کے جان ومال کی حفاظت ہوئی اور کچھ اطمینان وسکون پیدا ہوا۔ کچھ عرصے کے

بعد خدا نے آپ ﷺ کو نبوّت کے منصب پر سرفراز فرمایا، اور پورے عالم کی اصلاح اور قیادت کی ذمّہ داری آپ ﷺ کے سپرد کی۔ نبوّت کے زمانے میں آپ فرمایا کرتے، ''اگر آج بھی کوئی ایسی انجمن کے تعاون کے لئے مجھے بلائے تو میں سب سے پہلے تیار ہوں گا''۔

انہیں نیک کارناموں کے باعث ملک میں آپ ﷺ صادق اور امین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی نیکی، صداقت، اور امانت و دیانت سے مکّے کے سب لوگ واقف اور متاثر تھے۔

انہیں دنوں ایک زبردست سیلاب آیا، بیت اللہ کی دیواریں سیلاب سے پھٹ گئیں۔ بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ اس کی تعمیر میں قریش کے سبھی لوگ شریک ہوئے۔ اب مسئلہ تھا، حجرِ اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے کا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو، بات بڑھ گئی، چار دن اسی کشا کشی میں گزر گئے۔ سخت خونریزی اور فساد کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آخر بنی اُمیہ ابن مغیرہ نے ایک تجویز رکھی کہ کسی کو ثالث بنا لیا جائے۔ اور وہ جو فیصلہ کرے سب مان لیں۔ بنو اُمیّہ قریش کے لوگوں میں معتبر بھی تھا اور سمجھدار بھی، تجویز بھی معقول تھی، سب نے مان لی اور یہ طے ہوا کہ کل جو شخص حرم میں سب سے پہلے داخل ہو گا وہی ثالث مان لیا جائے گا۔

حُسنِ اتفاق دوسرے روز سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے۔ آپ کو دیکھتے ہی لوگ خوشی سے چیخ اُٹھے

هٰذَا الْاَمِيْنُ هٰذَا الصَّادِقُ رَضِيْنَاهُ

یہ امین ہیں۔ یہ صادق ہیں۔ ہم ان کی ثالثی کے لئے راضی ہیں۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبردست بصیرت اور حسن تدبیر سے ایسا فیصلہ کیا کہ لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ نے ایک بڑی چادر بچھائی، اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود اٹھا کر اس چادر پر رکھا، اور پھر ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ چادر کو اٹھائیں، اس طرح سب قبیلوں کے سرداروں کو پتھر اٹھانے کی سعادت حاصل ہوگئی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے پتھر اٹھا کر اس کی جگہ پر اسے نصب کر دیا۔

بے مثال فاتح

ہجرت کا آٹھواں سال تھا۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینے میں عام اعلان کرایا کہ اسلام کے جاں باز مجاہدین تیار ہو جائیں، اور مدینے میں ہر طرف مسلم رضا کار اپنے اپنے ہتھیار درست کرنے میں لگ گئے، گھر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ "میرے ہتھیار تیار کر دیے جائیں ایک بڑا معرکہ درپیش ہے" مگر آپ نے یہ راز کسی پر ظاہر نہ فرمایا کہ کس طرف کا قصد ہے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہتھیار تیار کئے مگر انہیں بھی یہ معلوم نہ تھا کہ اسلامی فوجیں کدھر کا رُخ کر رہی ہیں۔ البتہ عظیم لشکر کی تیاری سے لوگوں نے قیاس ضرور کر لیا تھا کہ ہو نہ ہو مکّے پر چڑھائی کا منصوبہ ہے۔

رمضان کی دس تاریخ تھی، ہجرت کا آٹھواں سال تھا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار جاں نثاروں کی عظیم فوج کو ہمراہ لے کر نہایت شان اور دبدبے کے ساتھ مکّے کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی فوج جوش جہاد سے سرشار برابر آگے بڑھ رہی تھی، اور راستے میں قبیلوں کے لوگ آ کر فوج میں شامل ہو رہے تھے۔ مرّ الظہران پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوجی کیمپ لگایا، حالات کا جائزہ لیا، اور

اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے کام لیتے ہوئے آپ نے اہم فوجی مصلحت کے پیش نظر فوج کو حکم دیا کہ ہر سپاہی اپنے لئے الگ الگ چولہے روشن کرے۔ دس ہزار جوان مردوں نے پورے میدان میں پھیل کر دس ہزار چولہے روشن کئے۔ پورا ریگستان وادیٔ ایمن کا منظر پیش کررہا تھا۔

قریش کو اسلامی لشکر کی آمد کی سُن گُن لگ گئی تھی، تین سردار ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام، بدیل ابن ورقاء تحقیقِ حال کے لئے پہنچے۔ ٹیلے کی بلندی سے تینوں نے دیکھا تو دور دور تک ہزاروں چولہے جلتے نظر آئے، اتنا عظیم لشکر دیکھ کران کے ہوش اڑ گئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی حفاظت کے لئے جو دستہ متعین تھا، اس نے ان کو دیکھا اور ابوسفیان کو پہچان لیا،

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عظیم لشکر کے ساتھ مکے آپہنچے! ابوسفیان نے کہا، اب قریش کا کیا بنے گا! حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ میرے پیچھے خچر پر بیٹھو اور رسولِ خدا سے بات چیت کرلو۔

ابوسفیان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کرنے کے لئے آپ کے خیمے کی طرف روانہ ہوئے، قریب پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا، جوشِ انتقام سے بے قابو ہوگئے۔ اور ابوسفیان سے کہا، او، دشمن خدا! آج تو قابو میں آیا ہے، تیز تیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے ابوسفیان کے قتل کی اجازت چاہی، مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انہیں اپنی پناہ میں آپ کے پاس لایا ہوں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کب چاہتے تھے کہ آج خون بہایا جائے۔ ابوسفیان سے فرمایا۔ ابوسفیان! کیا اب بھی تمہیں یقین آیا کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

ابوسفیان :۔ ’’کوئی اور خدا ہوتا تو ہمارے کام آیا ہوتا‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :۔ ’’کیا اس میں اب بھی شک ہے کہ میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں‘‘؟

ابوسفیان :۔ ’’ہاں اس میں تو کچھ شبہ ہے‘‘

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوڑو اب ڈھٹائی کو، عزت کے ساتھ اسلام قبول کرلو‘‘۔ اور مکّے کے سب سے بڑے سردار نے چاروناچار اسلام کی اطاعت قبول کرلی، اسلام کے فداکاروں نے صبح تک ابوسفیان کو اپنی حراست میں رکھا مگر اس انداز سے کہ ابوسفیان کو محسوس نہ ہونے دیا۔

صبح ہوئی تو اسلامی لشکر کے جاں باز مجاہدین کُدیٰ کے راستے سے مکّے کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ ابوسفیان کو پہاڑی کی چوٹی پر لے جاکر کھڑا کردو، کہ وہ اپنی آنکھوں سے، اسلامی فوج کی عظمت وشان کا منظر دیکھ لے،

پہلے غِفار کا لشکر اپنا پرچم لہراتا، خدا کی عظمت کا ذکر کرتا گزرا، پھر جہینہ، اور سُلیم کے جان باز ہتھیاروں میں ڈوبے، فداکاری کے جذبے سے سرشار، تکبیر کی صدائیں بلند کرتے گزرے، اور آخر میں انصار کے دستے اس شانِ جلال کے ساتھ گزرے کہ ابوسفیان سکتے میں رہ گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نام بتایا اور ٹھیک اسی لمحے برابر سے انصاری فوج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑی شان وشوکت سے گزرے، ابوسفیان پر نظر پڑی تو گرج دار آواز میں کہا۔

اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْیَوْمَ تَسْتَحِلُّ الْکَعْبَةَ۔

آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے۔ آج کے دن کعبہ کے ماحول میں بھی

خونریزی حلال کردی جائے گی۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جوش میں یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ان کے پیچھے دو جہاں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری تھی ، اور یہ سواری سادگی اور عجز کی عجب شان کے ساتھ گزر رہی تھی ۔ابوسفیان کی نظر چہرۂ انور پر پڑی تو بولے یارسول اللہ! آپ نے سعد بن عبادہ کی بات سُن لی؟

فرمایا سعد نے صحیح بات نہیں کہی ،آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے،آج مرحمت ومعافی کا دن ہے۔

اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ آج کا دن مرحمت اور عفو وکرم کا دن ہے۔

اور فرمایا۔سعد بن عبادہ سے فوجی علم لے کر ان کے بیٹے کے حوالے کردیا جائے ۔آپ مکّے میں داخل ہوئے تو دنیا کے فاتحوں سے آپ کی شان اور ادا بالکل مختلف تھی ، نہ کوئی اکڑ تھی ، نہ فخر و تعلّی کے نعرے تھے، نہ جشن کے شادیانے تھے، نہ کسی سے انتقام لینے کی قاہرانہ دھمکیاں تھیں ، نہ اقتدار کے نشے کی بد مستیاں تھیں بلکہ عجز وانکساری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک سواری پر اس طرح جھکا ہوا تھا، کہ پیشانی مبارک کجاوے کو چھو رہی تھی اور سورۂ فتح کی تلاوت میں مصروف تھے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا۔

بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کردی

دریافت کیا گیا حضور کہاں قیام فرمائیں گے، کیا اپنے آبائی مکان میں؟ رقّت انگیز لہجے میں جواب دیا''عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ اس میں اتروں؟ عقیل اپنے مکان ابوسفیان کے ہاتھ بیچ چکے تھے۔میں مقام خیف میں قیام کروں گا جہاں قریش نے ہمارے خلاف باہم عہد و پیمان کیا تھا۔مقامِ خیف میں اترنے کے بعد

آپ حرم کعبہ میں داخل ہوئے، جہاں مشرکین نے ۳۶۰ بُت نصب کرر کھے تھے۔
آپ ایک ایک بت کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکتے اور یہ پڑھتے جاتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً

(بنی اسرائیل ۸۱)

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو ہے ہی مٹنے کے لئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں نماز شکر ادا کی، کچھ دیر ذکر وفکر میں مصروف رہے، کعبہ کے باہر عام ہجوم تھا، لوگ اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے بے تاب تھے۔ اس وقت آپ نے ایک بڑا ہی ایمان افروز خطبہ دیا، جو صرف مکّے والوں کے لئے نہ تھا بلکہ رہتی دنیا کے لئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔
اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی
اور تمام لشکروں کو اس نے تنہا شکست دی۔
آج فخر و غرور کی تمام باتیں، خون کے سارے دعوے، مال کے تمام
مطالبے میرے ان قدموں کے نیچے روند دیئے گئے۔ البتہ بیت اللہ کی
تولیت اور حجاج کی آب رسانی کے منصب اس سے مستثنیٰ ہیں۔
اے قریش کے لوگو! اب جاہلیت کا غرور اور نسل ونسب کا فخر خدا نے مٹا دیا،
سارے آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔
پھر آپ نے یہ قرآن کی یہ آیت پڑھی۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○ (الحجرات ۱۴)

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تا کہ آپس میں پہچان ہو سکے۔ لیکن خدا کی نظر میں سب سے زیادہ عزّت و اکرام والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا پوری طرح باخبر ہے۔

خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجمع پر ایک نظر ڈالی۔ ہر طرف سناٹا تھا لوگوں پر حیرت و ہیبت طاری تھی، یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے چند سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے سے نکالا تھا، ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں اور کوسنے دئے تھے، وہ بھی تھے جنھوں نے طنز و تشنیع سے آپ کا دل دُکھایا تھا، وہ بھی تھے جنھوں نے شانِ رسالت میں گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں غلاظتیں پھینکی تھیں اور کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جنھوں نے پتھر برسا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا تھا۔ وہ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیزوں کا کلیجہ چبایا تھا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے، وہ بھی تھے جنھوں نے مدینے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون کی سانس نہیں لینے دی تھی، وہ بھی تھے جنھوں نے تپتی ریت پر مسلمانوں کو لٹا کر ان کے سینوں پر وزنی پتھر رکھے تھے۔ اور وہ بھی تھے، جنھوں نے مسلمانوں کو زنجیروں میں جکڑ کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا تھا۔ وہ بھی تھے جنھوں نے سعید روحوں کو شعب ابی طالب میں قید کر کے کچے چمڑے اور درختوں کی کھال کھانے پر مجبور کیا تھا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ایک نظر ڈالی اور پُر ہیبت لہجے میں پوچھا، جانتے ہو آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ بے بسی اور ندامت کے عالم میں ہر طرف سے ایک ہی رحم طلب صدا گونجی۔

اَخٌ کَرِیْمٌ، آپ عالی ظرف اور شریف بھائی
وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ۔ ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں

اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

عالی ظرف فاتح نے ان کے جسموں کو تو آزاد کر دیا مگر ان کے دلوں پر قبضہ کر لیا، اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ پھر نماز کا وقت آیا تو مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر پُرجوش لہجے میں اذان دی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرکزِ توحید میں توحید کے پروانوں کو نماز پڑھائی۔

راست باز شریک تجارت

ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ان ساتھی کی بہت تعریف کی۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ پھر ان صاحب نے بتایا کہ میں نے ایک عرصے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت میں تجارت کی ہے، اور میں نے ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاملہ کا کھرا پایا، ایک دوسرے صحابی قیس مخزومی نے بھی کچھ عرصے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت میں کاروبار کیا تھا، قیس مخزومی کا بیان ہے کہ میں نے معاملات میں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو راست باز اور صادق پایا اور آپ کا معاملہ ہمیشہ صاف رہا۔

مکّہ میں سب سے بڑا کاروبار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا، مکّے سے جب کوئی تجارتی قافلہ چلتا تو صاحبِ طبقات ابن سعد کے بقول آدھا مال اگر تمام مکّے والوں کا ہوتا تھا تو آدھا مال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہوتا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی، حُسنِ معاملہ اور امانت و دیانت کا حال سنا تو ان سے درخواست کی کہ اگر آپ شام کو میرا مالِ تجارت لے جانا پسند کریں تو میں آپ کو منافع کا اس سے دوگنا حصّہ دوں گی جتنا دوسروں کو دیتی ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ پیش کش قبول فرمالی اور تجارت کا مال لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

خدا کے فضل وکرم سے اس سفر میں کافی نفع ہوا اور کاروبار میں بڑی خیر و برکت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا حساب سمجھایا، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اس بار تو خدا کی عنایت سے بڑی خیر و برکت ہوئی وہ بہت متاثّر ہوئیں، پھر جب سفر کے ساتھی غلام نے آپ کی پاکبازی، دیانت، سچّائی اور راست بازی کے حالات سنائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آپ کیلئے اور جگہ پیدا ہوئی اور آخرکار اس سفر کے تین مہینے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال کی تھی اور آپ اس وقت صرف ۲۵ سال کے تھے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضامندی دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوگیا۔

بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا

(۱) مکّہ کو فتح ہوئے ابھی ایک ہی دن گزرا تھا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے

جذبے کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ ابن عمیر نے آپ کو دیکھا کہ بڑے انہماک اور دلبستگی کے ساتھ آپ طواف کر رہے ہیں، اسے شیطان نے اکسایا، اور وہ آپ کو (توبہ توبہ) قتل کرنے کے ناپاک ارادے سے آپ کی طرف چل دیا۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو آپ متوجہ ہوئے اور پوچھا، ''کیا فضالہ آ رہا ہے''؟

فضالہ: ''جی ہاں میں فضالہ ہوں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''بتاؤ کس ارادہ سے آئے ہو''؟

فضالہ: ''جی کوئی خاص ارادہ نہیں، بس اللہ اللہ کر رہا ہوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضالہ کا یہ جواب سُن کر مُسکرا دیئے اور فرمایا ''فضالہ تم تو کسی اور ارادے سے آئے ہو''، فضالہ حیرت زدہ رہ گیا، آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ کہا، ''تم اپنے رب سے اپنے لئے معافی مانگو''، اور آپ نے اس کے سینے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ دیا۔

فضالہ کہتے ہیں ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ رکھنا تھا کہ میرے دل کو عجیب قسم کا سکون ہوا، سرور حاصل ہوا اور میرے دل کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ ابھی چند لمحے پہلے میں جس شخص کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا، اب اس کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی تھی، اب میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ میں کچھ دیر ٹکٹکی باندھے اس عظیم ہستی کو دیکھتا رہا، میرے دل کی روشنی برابر بڑھتی رہی، اور میرے روح کو ایسی فرحت حاصل ہو رہی تھی جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں اسی روحانی سرور اور کیفیت کے ساتھ یہاں سے گھر کیلئے واپس ہوا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار چلا جا رہا تھا، راستے میں وہ محبوبہ مل گئی جس کے ساتھ میں پہروں

بیٹھا کرتا تھا اور جس کی محبت میرے دل کے ریشے ریشے میں پیوست تھی، اس محبوبہ نے حسبِ معمول دلنواز انداز میں میرا استقبال کیا اور مجھے بلایا۔

میں نے کہا، نہیں اب میں تمہارے قریب نہیں آسکتا، میں نے اپنا ہاتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں دیدیا ہے۔ اب ان کی محبت کے ساتھ کوئی دوسری محبت جمع نہیں ہوسکتی''۔

(۲) نبوّت کا تیرھواں سال تھا، ماہ صفر کی ستائیسویں شب تھی۔ نہایت ہی تاریک اور بھیانک شب، کفّارِ مکّہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر گھیر رکھا تھا، فیصلہ یہ تھا کہ جونہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائیں گے، سب یکبارگی تلواروں سے حملہ کردیں گے۔ اور اپنے ناپاک منصوبے میں کامیاب ہوجائیں گے، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الٰہی ہدایات کے تحت اپنے جواں سال بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے کفار کے گھیرے سے باہر نکل گئے۔ اور وہ قلب ونظر کے اندھے کچھ نہ دیکھ سکے، صبح جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خدا کی حفاظت میں تشریف لے جاچکے، تو دانت پیستے رہ گئے۔ وہ حیران تھے کہ یہ کیا ہوا، اور کیسے ہوا۔

کفّارِ مکّہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون بہانے کی قیمت مقرر کی اور اعلان کیا کہ جو شخص بھی (توبہ توبہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر کاٹ کر لائیگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ گرفتار کرکے لائے گا، اسے انعام دیا جائے گا۔ بہت بڑا انعام، سو موٹے تازے اونٹ، بہت سے لالچیوں کی رال ٹپکنے لگی، انعام کی لالچ میں سب سے پہلے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کرنے کے لئے دوڑا وہ سراقہ بن جعشم تھا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر سے چلنے کے بعد ایک غار میں پناہ لی، یہ غار مکّے سے خاصے فاصلے پر تھا اور غارِ ثور کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ خدا کے رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن یہاں قیام فرمایا اور چوتھے دن وہاں سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی اور دوشنبہ کا دن تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ایک غلام عامر بن فہیرہ تھے، اور راستہ بتانے کے لئے عبداللہ بن اریقط تھے ان کو رہنمائی کے لئے آپ معاوضہ پر ساتھ لے گئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمندر کے کنارے کنارے جارہے تھے، جب آپ رابغ اور ساحلِ بحر کے درمیان میدان سے گزر رہے تھے، تو یکا یک آپ پر سراقہ بن جعشم کی نظر پڑی، وہ خوشی سے اچھل پڑا اور اس نے اپنا برق رفتار گھوڑا آپ کے تعاقب میں ڈال دیا۔سراقہ سر پر خود رکھے، نیزہ تانے، چمکتے ہتھیار بدن پر سجائے، اپنی گھوڑی کو سرپٹ دوڑا رہا تھا اور دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا، کہ اب کامیابی یقینی ہے، سو اونٹوں کے لالچ میں اس نے اپنی گھوڑی کو ایک اور ایڑ لگائی، اور دوسرے ہی لمحے اس کی صبا رفتار گھوڑی گھٹنوں کے بل زمین پر دھڑام سے گری۔سراقہ بھی منہ کے بل زمین پر اوندھا گرا مگر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھا گھوڑی کو اٹھایا، چند قدم ٹہلایا اور پھر کود کر گھوڑی پر سوار ہو گیا۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر و فکر میں مشغول اپنے رب سے لو لگائے، بے فکری کے ساتھ چلے جا رہے تھے، دشمن جب بالکل ہی قریب پہنچا تو آپ کو اطلاع کی گئی۔آپ نے ایک نظر سراقہ پر ڈالی اور اپنے خدا سے فریاد کی۔ ”پروردگار! تو ہمیں اس کے شر سے بچا“۔زبان مبارک سے دعا کا کلمہ پورا ہوا ہی تھا، کہ گھوڑی کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔سراقہ دھڑام سے زمین پر آ رہا، اور سمجھ گیا کہ خدا نے حفاظت کا خصوصی فیصلہ فرمایا ہے، نہایت عاجزی کے ساتھ اس نے جان کی امان طلب کی، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان کی امان دی، سراقہ نے کہا،

محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے تعاقب میں آنے والے ہر شخص کو راستے سے ہی لوٹا تا رہوں گا۔ سراقہ وعدہ کر کے پلٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”سراقہ! اس وقت تمہاری شان وشوکت کا کیا حال ہوگا جب تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔“

چند سال ہی گزرے تھے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرنے والا یہ سراقہ، رسولِ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہا، یا رسول اللہ! مجھے اپنے فدا کاروں میں شامل فرمائیے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو کلمہ پڑھایا اور اس دل چھیل دینے والے واقعہ کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لائے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مدائن فتح ہوا۔ اور کسریٰ کے تاج اور طلائی، بیش قیمت زیورات فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیے گئے تو امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو اپنے پاس بلایا اور ان کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے، کچھ دیر دیکھتے رہے، پھر فرمایا۔ ”اللہ اکبر، اس بے نیاز کی بھی کیا شان ہے کہ کسریٰ کے کنگن، اس نے عرب کے بدّو سراقہ کو پہنائے۔

(۳) ہجرت نبوی کا تیسرا سال تھا، بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے قریش بے تاب تھے، ایک شخص عمیر بن وہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کٹر دشمن تھا، صفوان بن امیّہ نے اسے زبردست انعام دیا اور اس مقصد سے مدینہ منوّرہ بھیجا کہ وہاں جا کر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے (توبہ توبہ) عمیر نے اپنی تلوار زہر میں بجھائی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے مدینے میں داخل ہوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے اس کے تیور پہچان کر اس کے ساتھ سخت

رویہ اختیار کرنا چاہا، مگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز گوارا نہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے عمیر کو اپنے پاس بٹھایا، محبت کے ساتھ اس سے باتیں کیں اور پھر چپکے سے اس پر وہ راز ظاہر فرمادیا جس ارادے سے وہ آیا تھا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ سن کر وہ سناٹے میں آ گیا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اور سمجھ گیا کہ میری قضا مجھے یہاں لائی تھی، اب یہاں سے بچ کر نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ کیفیت بھانپ لی، اسے اطمینان دلایا اور فرمایا۔ تم آرام سے رہو یا جاؤ، کوئی تم سے کچھ نہ کہے گا۔ یہ بے مثال شانِ کرم دیکھ کر اس کے دل کی گرہیں کھل گئیں، نفرت نے محبت کا روپ دھار لیا۔ وہ اندھیرے سے روشنی میں آ گیا۔ اپنی پیشانی سے ندامت کا پسینہ پونچھا۔ اور کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے کلمہ پڑھایئے اور اپنے جاں نثاروں میں شامل فرمایئے۔ عمیر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر مکے پہنچے، اور وہاں اسلام کی دعوت واشاعت میں لگ گئے۔ (داعیٔ اعظم)

اہل زہد کی حکیمانہ باتیں

وقت چلتی ٹرین ہے

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے پہلو میں سوز و دردمندی سے بے قرار دل ہمہ وقت امت کی اصلاح کیلئے بے چین وفکر مند رہتا تھا، جو دینی حمیت، اتباع سنت، صبر وقناعت اور دین کیلئے جہد ومشقت میں صحابہ کرامؓ کی زندہ یادگار تھے اور بقول صاحب دل: ”اپنے دور میں قدرت کے خزانۂ عامرہ کا انمول ہیرا تھے“۔ فرماتے ہیں: ”وقت چلتی ہوئی ریل ہے، گھنٹے منٹ اور لمحے گویا اس کے ڈبے ہیں اور ہمارے مشاغل اس میں بیٹھنے والی

سواریاں ہیں۔افسوس! ہمارے ”دنیوی اور مادی مشاغل“ نے ہماری زندگی کی ریل کے ڈبوں پر ایسا قبضہ جمالیا ہے کہ ”شریف اخروی مشاغل“ کو اندر آنے نہیں دیتے ۔ ہمارا کام (اور فرض) یہ ہے کہ عزیمت (مضبوط ارادے اور حوصلہ) سے کام لیکران مشاغل کی جگہ ان شریف اوراعلی مشاغل کوقبضہ دلائیں جو خدا کو راضی کرنے اور ہماری آخرت بنانے کا ذریعہ بنیں ۔(ملفوظات مولانا محمد الیاس ؒص ۳۸)

مدرسہ کے اوقات اور اسباق کی پابندی

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوھیؒ نے ایک مجلس میں ارشادفرمایا: مجھے ایسے شخص سے بہت اذیت ہوتی ہے جوطلبہ کا حرج کرتا ہے، مجھے تو سالہا سال گذر جاتے تھے، بیمار رہتا تھا، اس کے باوجود پڑھتا تھا، محض اس اندیشہ سے کہ طلبہ کا حرج ہوگا، میرے والد صاحب کا بھی یہی معمول تھا اور ارشادفرمایا کہ حضرت شیخ (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ) کے چچا(داعی کبیر حضرت مولانا الیاسؒ صاحب) حجاز مقدس سے سہارنپور واپس تشریف لارہے تھے اور ٹرین ایسے وقت پہنچ رہی تھی کہ وہ وقت حضرت شیخ کے سبق کا وقت تھا۔ حضرت شیخ اسٹیشن تشریف نہیں لے گئے کہ طلبہ کا حرج ہوگا۔

(ملفوظات فقیہ الامت ۲ر ۱۹۴و۱۹۵)

اور مشاہدہ ہے کہ جیسے اسباق کے ناغہ سے طلبۂ عزیز کا حرج ہوتا ہے اسی طرح ”تاخیر سے درسگاہ پہنچنا“ بھی طلبہ کی اذیت اور حرج کا سبب ہوتا ہے، انتظار کے لمحات میں یکسوئی نہیں ہوتی ہے، لہٰذا کوئی کام بھی نہیں ہوتا ہے، اس لئے طلبہ بیٹھے بیٹھے کڑھتے رہتے ہیں یا منتشر ہوجاتے ہیں۔ اور وقت ضائع ہوجاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ صدر المدرسین و شیخ الحدیث مدرسہ شاہی اپنی تمام تر مصروفیتوں کے باوجود گھنٹہ شروع ہونے سے پہلے دس پانچ منٹ پہلے ہی درسگاہ کے قریب آ کر بیٹھ جاتے اور گھنٹہ شروع ہوتے ہی درسگاہ میں پہنچ جاتے تھے، حالانکہ ایک عرصہ سے تنخواہ لینا موقوف کر رکھا تھا، فرمایا کرتے تھے: ''او بابا! تنخواہ نہ لینے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ طلبہ کا وقت ضائع کیا جائے'' (او بابا! مرحوم کا تکیہ کلام تھا)۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی نصیحت

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا (محمد یعقوب نانوتویؒ) چونکہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ ہونے کے علاوہ شیخ طریقت اور مرجع خلائق بھی تھے، اس لئے آپ کے پاس عام لوگوں کی آمد و رفت بہت رہتی تھی، لہٰذا بعض اوقات درسگاہ میں پہنچتے پہنچتے دیر ہو جاتی تھی، حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے دارالعلوم کے سرپرست قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے پہلے تو حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کو سمجھایا (کیا سمجھایا؟ اسے جاننے سے پہلے ''حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کی حیثیت اور ان کا مقام حضرت گنگوہی کی نظر میں'' ملاحظہ فرمائیں) حضرت مہتمم صاحب کو بلا کر فرمایا ''میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب کو پابندئ وقت کیلئے کہہ تو دیا ہے لیکن اگر آئندہ کبھی ان سے اس قسم کی شکایت پیش آئے تو آپ اس کی زیادہ فکر نہ کریں کیونکہ خدا کی قسم مولوی محمد یعقوب صاحب کا مقام یہ ہے کہ اگر وہ مدرسہ میں ایک بھی سبق نہ پڑھائیں اور دن میں صرف مدرسہ کا ایک ہی

چکر لگا جایا کریں، تب بھی مدرسہ کے لئے کافی ہے اور ان کی تنخواہ کی قیمت وصول ہے'' اس اعتراف واعلان کے باوجود حضرت گنگوہیؒ نے مولانا مرحوم کو جو نصیحت فرمائی تھی وہ ہم سب کیلئے عبرت کی چیز ہے فرمایا'' مولانا یہ نہ سمجھئے کہ آپ خدمت خلق میں مصروف رہنے کی وجہ سے معذور ہیں، جن لوگوں کی آپ خدمت کرتے ہیں وہ تو مقامی ہیں، لیکن یہ طلبہ جو دور دراز سے تحصیل علم کے لئے آئے ہیں اگر ان کا وقت خراب ہوگا تو آخرت میں آپ سے ان کی باز پرس ہوگی''۔

(جہانِ دیدہ صفحہ ۵۱۶ تا ۵۱۷)

معلوم ہوا کہ ''حق طلبہ'' اور ''حق تنخواہ'' دو الگ الگ حقوق ہیں اور آخرت میں ہر ایک کی باز پرس ہوگی، یہی وجہ ہے کہ حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ ایک طرف تو مہتمم صاحب سے فرما رہے ہیں ''مولوی محمد یعقوب صاحب کا صرف ایک چکر لگا جانا ہی کافی ہے اور اسی ایک چکر میں ان کی تنخواہ کی قیمت وصول ہے'' لیکن دوسری طرف مولانا موصوفؒ سے فرما رہے ہیں کہ اگر تاخیر کی وجہ سے آپ کے انتظار میں طلبہ کا وقت خراب ہوگا تو آخرت میں آپ سے باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تمام معلمین واساتذۂ کرام کو فکر آخرت اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

مدارس اسلامیہ کے اساتذہ کرام!

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے آپ حضرات کو ''معلم خیر'' اور ''اسلامی مربی'' کے عظیم وجلیل منصب پر فائز کیا ہے، آپ کو اصحاب صفہؓ کی یادگار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کا پیشوا ومربی ہونے کا اعزاز عطا فرمایا ہے، آپ ان کے مقتدا وآئیڈیل ہیں اور وہ آپ کے پیروکار وفالور (Follower)

آپ کی معمولی کوتاہی ان کے لئے بڑی لغزش کا پیش خیمہ بن سکتی ہے "زلة العالِم زلة العالَم" (عالِم کی غلطی عالَم کی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے) محض ایک محاورہ ہی نہیں بلکہ ایک ناقابل تردید حقیقت بھی ہے۔ اس لئے اوقات درس کی حاضری میں آپ کی کوتاہی طلبہ کے دل ودماغ پر اور مدارس کی معاشرت پر یہ منفی اثر ڈال سکتی ہے کہ طلبہ کے قلوب اس "قبیح عمل" کی قباحت سے خالی ہوجائیں اور وہ جہاں بھی جائیں اس غلط روش کی داغ بیل ڈالیں اور جب کوئی ہمدرد روک ٹوک کرے تو اپنے اساتذۂ کرام کا "اسوہ" پیش کر کے اسے خاموش کرنے کی ناجائز جسارت دکھائیں، اس طرح آپ کے لئے ایک "سیئۂ جاریہ" کی بنیاد پڑ جائے اور بہت عرصہ تک، مرنے کے بعد بھی نامۂ اعمال میں اس کوتاہی کا اندراج ہوتا رہے گا، ظاہر ہے ایسے نازیبا ماحول میں نہ تعلیم ہوگی نہ تربیت۔ پھر ملت اسلامیہ کو جس عظیم خسارہ سے دوچار ہونا پڑیگا فہیم وباشعور حضرات سے مخفی نہیں اور مرنے کے بعد بھی آپ اس کے وبال سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے، کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ ہر مقتدا وپیشوا کو اس کے پیروکاروں کے عذاب وثواب اور جزا وسزا میں شریک کردیا جاتا ہے، حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ۔ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ (رواہ مسلم والنسائی والترمذی وابن ماجہ)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی اچھے

(اسلامی) طریقہ کو رائج کرتا ہے تو اسے اس کا ثواب اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ملتا رہتا ہے اور پیروکاروں کے ثواب میں ذرہ برابر کی کمی نہیں کی جاتی ہے، اور جو شخص اسلام میں کسی برے (غیر اسلامی) طریقہ کو رائج کرتا ہے تو اس برائی کا گناہ اور ہر اس شخص کا گناہ اس کے سر پڑتا ہے جو اس برائی کو اختیار کرتا ہے اور ان پیروکاروں کے گناہوں میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جاتی۔

پھر ہم جیسے لوگ جو کسی مدرسہ سے ماہانہ تنخواہ لیتے ہیں۔ ضابطہ میں مدرسہ کے ملازم ہیں اور ملازمت کے اسلامی اصول وقوانین کے مکلّف ہیں، اسباق کی پابندی، اوقات مقررہ پر حاضری اور ان میں مفوضہ امور کی انجام دہی، ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ اس میں کوتاہی کرنا نہ صرف ادارہ کی حق تلفی، فرض منصبی سے غفلت ہے بلکہ اسلامی اصول کی خلاف ورزی اور معصیت بھی ہے حتی الامکان اس سے بچنے کا اہتمام ضروری ہے۔ بصورت دیگر توبہ واستغفار لازم ہے لیکن کافی نہیں بلکہ ''حق ادارہ'' میں جو کوتاہی ہو جائے اس کی تلافی کرنا بھی ضروری ہے۔

تاخیر کی تلافی کیسے ہو؟

ہمارے اکابر واسلاف رحمہم اللہ کا دستور تو یہ تھا کہ جتنے منٹ یا گھنٹہ کی تاخیر ہو جاتی تھی اسے یادداشت میں نوٹ کیا کرتے تھے ''اوقات تاخیر'' کی تنخواہ کو اپنے لئے جائز نہ سمجھتے تھے اس لئے پورے مہینہ کی تاخیر کا حساب لگاتے اور اس کے مطابق تنخواہ وضع کرادیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا اختر شاہ خاں سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ جو تقوی وطہارت اور ریاضت ومجاہدہ میں اپنی نظیر آپ تھے، (وفات کے کئی مہینہ کے بعد موصوف کی قبر کھل گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا جسم وکفن پورے طور پر محفوظ ہے۔ مدرسہ

شاہی میں حدیث پاک کا درس دیتے تھے اور فتاویٰ بھی لکھا کرتے تھے) ان کا بھی معمول تھا کہ اگر کبھی کبھار اتفاقاً تاخیر ہو جاتی تو باضابطہ حساب لگا کر تنخواہ وضع کرا دیا کرتے تھے، حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے ملفوظات میں بھی کسی بزرگ کا یہی معمول بتایا گیا ہے، ملفوظات فقیہ الامت میں لکھا ہے:

مولانا موصوف کا تدریس کے زمانہ میں یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص وقت مدرسہ میں مسئلہ معلوم کرتا تو بتلا دیتے اور اگر کوئی ویسے بات چیت کرنے والا ہوتا تو فوراً گھڑی دیکھتے کہ اتنے بجکر اتنے منٹ پر یہ شخص آیا اور وہ جب واپس جاتا تو گھڑی دیکھتے۔ اور یہ کل وقت ایک کاغذ پر (جو حضرت کی کتاب میں رہتا تھا) لکھ لیتے۔ مہینہ ختم ہونے پر روزانہ کا حساب جمع کرتے تھے۔ جتنے گھنٹے اور دن بنتے اس کی اطلاع دفتر میں بھیج دیتے کہ اتنے گھنٹے یا اتنے دن کی تنخواہ وضع کر لی جائے۔ (ملفوظات فقیہ الامت ۲/۲۱۹)

مدرسہ کا وقت کہاں صرف ہو؟

حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث مدرسہ شاہی کو دیکھا، اوقات مدرسہ کی پابندی کا بے حد اہتمام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت والا نظامت تعلیمات کے زمانہ میں دفتر تعلیمات مدرسہ شاہی میں تشریف فرما تھے، ایک ساتھی دفتر پہنچا اور عرض کی، لال باغ تشریف لے چلیں؟ موصوف اٹھ کھڑے ہوئے لیکن اٹھتے اٹھتے گھڑی پر نظر ڈالی اور یہ فرماتے ہوئے بیٹھ گئے کہ ابھی پانچ منٹ باقی ہے، ساتھی نے عرض کیا "اب کوئی کام تو رہا نہیں" مولانا نے فرمایا: "مولوی صاحب! مدرسہ کا وقت مدرسہ میں ہی صرف ہونا چاہیے"۔

افسوس! اکابر واسلاف کی یہ عظیم روایات ختم ہوتی جارہی ہے اور اصاغر واخلاف کو اس کا احساس بھی نہیں

وائے ناکامی! کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

(ملفوظات فقیہ الامت)

انتظار کی بھٹی

دور حاضر کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ اس دور میں جہاں اپنے قیمتی اوقات کو ضائع کرنے والوں کی کمی نہیں ہے وہیں ایسے دانشوروں کی بھی بھرمار ہے جو دوسروں کا وقت ضائع کرنے کو کمال وہنر سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جب دوسروں کے وقت کی ناقدری کی جاتی ہے، اور بار باران کو انتظار کی بھٹی میں تپایا جاتا ہے تو ان میں کسل وبددلی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ بھی ''تاخیر کا شیوہ'' اپنانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ اس لئے اس دانشور طبقہ کو چاہئے کہ وقت کی پابندی کا اہتمام کر کے معاشرہ میں رائج تکلیف دہ صورت حال کو ختم کرنے میں اپنا تعاون پیش کرے۔ الحمدللہ آج بھی امت میں ایسے حساس وباشعور افراد موجود ہیں جو اس مستحسن اقدام کی پیروی وتحسین کے لئے بے تاب ہیں۔

علم کی غیرت وحمیت کو ٹھیس نہ پہنچے

بادشاہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث سننے کی خواہش کی، امام صاحب نے فرمایا "اِنَّ العِلْمَ یُؤْتیٰ وَلَا یَاتِیْ (یعنی علم کی شان یہ ہے کہ کسی کے پاس از خود نہیں جایا کرتا ہے بلکہ اہل علم کی خدمت میں

حاضر ہوکر اسے حاصل کیا جاتا ہے) ہارون رشیدؒ بادشاہ وقت ہونے کے باوجود امام صاحب کے دولت کدۂ علم ومعرفت میں حاضر ہوئے اور بیٹھک میں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ امام صاحب نے استاذ کے احترام وادب کی تعلیم دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث سنائی:

اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ۔ (ابوداؤد ۴۸۴۳)

یعنی اللہ جل جلالہٗ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کی تعظیم کی جائے۔

ہارون رشید امام صاحب کا اشارہ سمجھ گئے اور اپنی جگہ سے اٹھ کر طلبہ کی صف میں جا بیٹھے۔ اس طرح ہارون رشید نے حضرت امام مالکؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور ایک عرصہ بعد اپنا ایک تجربہ پیش کیا جس میں علماء کے لئے بھی درس عبرت ہے اور دولت مندوں کے لئے بھی سامانِ نصیحت ہے۔ ہارون رشید نے حضرت امام مالکؒ سے فرمایا:

یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ! تَوَاضَعْنَا لِعِلْمِکَ فَانْتَفَعْنَا بِہٖ وَتَوَاضَعَ لَنَا عِلْمُ سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَۃَ فَلَمْ نَنْتَفِعْ۔

ابوعبداللہ! ہم نے آپ سے علم حاصل کرنے کے لئے انکساری وتواضع اختیار کی، ہمیں اس علم سے فائدہ ہوا (قلب اس سے متاثر ہوا اور عمل کی توفیق ہوئی) اس کے برخلاف حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہم تک علم پہنچانے کے لئے تواضع سے کام لیا، ہمیں اپنے پاس بلانے کے بجائے خود ہمارے یہاں تشریف لاتے رہے ہمیں اس علم سے فائدہ نہیں ہوا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علم کو اس وقت تک عزت حاصل رہی جب تک اسے بادشاہوں اور دنیا داروں کے دروازوں پر نہیں ڈالا

گیا اور جب علم کو ان کے دروازوں پر ڈال کر دنیا حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تو اللہ نے ایسے علماء کے قلوب سے دین وایمان کی حلاوت (مٹھاس) نکال لی اور اس پر عمل کی توفیق سے محروم کر دیا۔

(کتاب الآداب الشرعیہ ۲/۵۵۔۶۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تین نصیحتیں

يَا عَائِشَةُ! اِنْ اَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِيْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ رَاكِبٍ، وَاِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الاَغْنِيَاءِ ، وَلَا تَسْتَخْلِقِيْ ثَوْباً حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ۔ (ترمذی)

عائشہ! اگر وفات کے بعد مجھ سے ملاقات کرنا پسند کرتی ہو تو (تین نصیحتوں پر عمل کر لینا) (۱) مسافر کے توشہ کے بقدر دنیا تمہیں کافی ہونی چاہئے (۲) دولت مندوں کی صحبت سے بچکر رہنا (۳) اپنے کپڑے پر جب تک پیوند نہ لگالو اسے پرانا کہہ کر ریٹائرمت کرنا۔ یعنی خوراک و پوشاک دونوں میں زہد وسادگی اختیار کرنا اور خوش حال لوگوں سے دور رہنا تاکہ ان کی خوش حالی اور آرائش وزیبائش تمہاری سادگی کو متاثر نہ کرے۔

حضرت گنگوہیؒ کا عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدینہ منورہ سے تشریف لائے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ملاقات کے لئے گنگوہ پہنچے تو حضرت گنگوہی نے سوال کیا کہ روضۂ اطہر کی خاک پاک کہاں ہے؟ حضرت مدنیؒ نے

خدمت میں پیش کردی۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس کو اپنے سرمہ میں ملا دیا۔ اس طرح اس پاک سرزمین کی پاکیزہ مٹی کو آنکھوں میں جگہ دی، یہ ہے عشق نبوی، کہاں ہیں وہ لوگ جو ان بزرگانِ دین اور عاشقان نبی کو گستاخ رسول کہتے ہیں۔ آئیں اور موازنہ کریں۔ (ملفوظات فقیہ الامت ۲/ ۲۹۵)

شادی میں صحابہ کرام کی سادگی

ایک صاحب نے حضرت مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہ سے اپنی بچی کے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ تو ارشاد فرمایا کہ نکاح میں شرعاً اعلان کی اہمیت ہے۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مثلاً عصر بعد لوگوں کو روک لیا جائے کہ میرے بچہ یا بچی کا نکاح ہے۔ لوگ رک جائیں اور نکاح ہو جائے۔ باقی جن لوازمات کو ہندوستان میں اختیار کر رکھا ہے وہ سب زائد (اور مشکلات کا سبب) ہیں (صحابہ کرامؓ کے یہاں اس قسم کے تکلفات اور بے جا رسموں کا تصور بھی نہ تھا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ پر زرد نشان دیکھا جو کسی خوشبو کا تھا، تو دریافت کیا کہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ولیمہ کرنے کی ترغیب دی۔ (البخاری ۲/ ۷۵۹) اسی طرح حضرت جابرؓ کا واقعہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ سے واپس ہوئے، میں ذرا تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے جابر! اتنی جلدی کیوں ہے؟ بتلایا کہ (یا رسول اللہ!) میں نے نئی نئی شادی کی ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ نکاحی سے یا بے نکاحی (کنواری) سے؟ میں نے عرض کیا کہ نکاحی سے الخ۔ (بخاری شریف ۲/ ۷۶۰)

ان دونوں واقعوں سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ حضور اقدس ﷺ سے نکاح پڑھوانے کا اہتمام نہ کرتے تھے بلکہ ان کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی اطلاع دینے کا بھی اہتمام نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کو بعد میں علم ہوتا

"كَانُوْا يَتَزَوَّجُوْنَ مِنْ غَيْرِ عِلْمِهٖ وَحُضُوْرِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ الخ"۔

(فتح القدیر ۳/۱۷۴)

کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ خواہش نہ تھی کہ حضور اقدس ﷺ ان کا نکاح پڑھائیں؟ ضرور تھی مگر چونکہ شرع میں اس کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے وہ بھی اس کا اہتمام نہ کرتے تھے۔

(ملفوظات فقیہ الامت ۱/۳۶۲ تا ۳۶۴)

نکاح میں شرکت کے لئے سفر

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ارشاد فرماتے ہیں: محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ نے ہردوئی سے میرے پاس کانپور لکھا کہ "میری بہن نے بھانجی کا نکاح میرے سپرد کر دیا ہے۔ میں نے اس میں کسی کو نہیں بلایا ہے، صرف آپ کو بلا رہا ہوں۔ تشریف لا کر نکاح پڑھا دیجئے۔ میں نے لکھ دیا کہ حاضری متوقع نہیں اس لئے معذرت خواہ ہوں، البتہ آپ کے علم میں اگر کوئی روایت بھانجی کے نکاح میں اس طرح دور سے کسی کو مدعو کرنے کی ہو تو اس سے مطلع فرمائیں احسان عظیم ہوگا (ملفوظات فقیہ الامت ۳/۲۲۸)

اپنی اولاد کو شیطانی ضرر سے بچائیے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل

فرماتے ہیں:

لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّأْتِيَ اَهْلَهٗ قَالَ "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" فَاِنَّهٗ اِنْ يُّقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطٰنٌ اَبَدًا۔ (رواہ مسلم)

اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ سے ہم بستری کا ارادہ کرتے وقت بسم اللہ سے مارزقتنا تک پڑھے تو اگر اس موقع پر ان کے لئے کوئی بچہ مقدر کر دیا گیا تو اسے شیطان کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جب آدمی ہم بستری کا ارادہ کرے تو کپڑے اتارنے سے پہلے یہ دعا پڑھے "بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" جو شخص اس دعا کا اہتمام کرے گا اس کی اولاد کا ایمان سلامت رہے گا، اور مصنف عبدالرزاق کی ایک مرسل روایت کے مطابق وہ بچہ صالح اور نیک ہوگا۔

یہ دعا کس وقت پڑھی جائے؟

حدیث پاک میں خود وضاحت آچکی ہے کہ جب ہم بستری کا ارادہ کرے اسی وقت یہ دعا پڑھ لے۔ محقق فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے، شروح ہدایہ میں قاعدہ لکھا ہے:

ذِكْرُ اللهِ حَالَ اِنْكِشَافِ الْعَوْرَةِ وَفِيْ مَحَلِّ النَّجَاسَةِ غَيْرُ مُسْتَحِبٍّ تَعْظِيْمًا لِاِسْمِ اللهِ تَعَالٰى۔ (عنایہ، کفایہ، فتح القدیر ص،)

جب شرم گاہ کھلی ہو، اسی طرح جب آدمی کسی ناپاک جگہ پر ہو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں: اعلم انه یکره الذکر فی حالة الجلوس علی البول والغائط وفی حالة الجماع۔ (حاشیۂ مسلم ۱/ ۱۶۲) معلوم ہوا کہ کپڑے اتارنے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے گی، ہم بستری شروع کرتے وقت یا ہم بستری کے دوران زبان سے کوئی بھی ذکر کرنا اللہ جل جلالہٗ کے نام کی بے ادبی اور مکروہ ہے، ہاں دل میں دعا کی جاسکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ''جب انزال ہونے لگے اس وقت دعا کرے ''اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْباً'' ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ دل میں یہ دعا کرے زبان سے نہ پڑھے کیونکہ حالت جماع میں زبان سے ذکر کرنا بالاتفاق مکروہ ہے ''لَعَلَّهٗ يَقُوْلُهَا فِيْ قَلْبِهٖ أَوْ عِنْدَ انْفِصَالِهٖ لِكَرَاهَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ بِاللِّسَانِ فِيْ حَالِ الْجِمَاعِ بِالْإِجْمَاعِ۔ (فتح الملہم شرح مسلم شریف ۳/ ۵۰۷)

غلط فہمی کا ازالہ

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ ''یہ دعا بیوی سے ہم بستری کرتے وقت پڑھنا چاہئے یہ نہ سمجھے کہ اس میں اللہ کا نام بھی ہے۔ ہم بستری کے وقت کیسے پڑھا جائے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم بستری شروع کرتے وقت اس دعا کا پڑھنا مسنون ہے''۔ لیکن مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ کوئی بھی محدث یا فقیہ اس کے مسنون ہونے کا قائل نہیں ہے، ذرا غور فرمائیے! تمام فقہاء کرامؒ کی نظر میں جو عمل مکروہ ہے وہ مسنون کیسے ہوگیا؟ حقیقت یہ ہے کہ جب

کسی قرآن وحدیث کی تشریح میں محض اپنی عقل وفہم پر اعتماد کیا، اپنے اسلاف کی رائے معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی گئی تو لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کی حق گوئی

اجلہ تابعین میں حضرت حسن بصریؒ کا نام نامی ممتاز اور نمایاں ہے، وہ بڑی خوبیوں کے حامل، نیک بخت اور سعادتوں کے جامع تھے، نہایت صالح اور پاکیزہ معاشرہ میں انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ تمام مسلمانوں کی ماں اور عرب کی عاقلہ خاتون ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود حضرت حسن بصریؒ کا گہوارہ بنی، انہوں نے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھر میں شیر خوارگی کا زمانہ گزارا، ان کی والدہ "خیرہ" حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ باندی تھیں اور انہی کی خدمت میں رہا کرتی تھیں، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ حضرت حسن بصریؒ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کام سے گھر سے باہر جاتیں تو حضرت حسنؒ کچھ دیر بعد بھوک کی وجہ سے رونے لگتے، حضرت ام سلمہؓ ان کو گود میں لے کر بہلاتیں اور اپنے سینہ سے لگا کر خونِ جگر پلانا شروع کر دیتیں۔ یہ وہ سعادت تھی جو حضرت حسن بصریؒ کو خداوند قدوس کی جانب سے عطاء کی گئی، اس طرح حضرت ام سلمہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہونے کی حیثیت سے تمام مومنین ومومنات کی ماں تھیں، حضرت حسن بصریؒ کی رضاعی والدہ بھی بن گئیں۔ حضرت ام سلمہؓ بڑی ذی علم، زیرک اور دور اندیش خاتون تھیں، ازواجِ مطہرات میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے سب سے زیادہ (تقریباً ۳۷۸) احادیث نقل کرنے والی آپ ہی ہیں، آپ کا شمار ان اقل قلیل عورتوں میں بھی

ہوتا تھا، جو زمانۂ جاہلیت سے لکھنا جانتی تھیں۔

حضرت حسن بصریؒ اپنی باکمال رضاعی والدہ کی تربیت میں ایسے پروان چڑھے کہ روز بروز زندگی میں نکھار آتا چلا گیا، امہات المؤمنین کے گھروں کی برکتوں سے خوب خوب مالامال ہوئے اور اس چشمۂ فیاض سے جی بھر پیاس بجھاتے رہے، کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، اور سید التابعین کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ کے تو آپ دل دادہ تھے، ان کی صلابت دینی، عبادات میں کامل درجہ کا احسان، زاہدانہ زندگی اور دنیا کی زیب وزینت سے بے رغبتی نے آپ کو نہایت متاثر کیا تھا، اِس کے ساتھ ساتھ آپ کے حکمت ومعرفت سے لبریز جامع اقوال، دلوں کو روشن کرنے والے بیانات اور قلوب جھنجھوڑ دینے والی نصیحتوں نے حضرت حسن بصریؒ کے دل کو موہ لیا، چناں چہ تقویٰ، پرہیزگاری، عبادت، پارسائی اور دنیا سے بے رغبتی جیسی صفات میں حضرت علیؓ کے نقوش قدم پر کامیابی کے ساتھ چلنے لگے، اس کے ساتھ ساتھ فصاحت وبلاغت اور تقریر وخطابت میں بھی کافی حد تک ان کے رنگ میں رنگ گئے۔

حضرت حسن بصریؒ کی بصرہ روانگی

حضرت حسنؒ کی عمر مبارک ۱۴ برس کی ہوئی اور انہوں نے عہد جوانی میں قدم رکھا تو وہ اپنے والدین کے ہمراہ مدینہ منورہ سے بصرہ کی جانب ہجرت کر گئے اور وہیں پر اپنے خاندان کے ہمراہ زندگی بسر کرنے لگے، یہیں سے حضرت حسن

کے ساتھ ''بصرہ'' کی نسبت لگی اور وہ لوگوں میں ''حسن بصری'' کے نام سے معروف ومشہور ہو گئے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب بصرہ دولت اسلامیہ میں کعبۃ العلم اور مرکز العلماء والمحدثین کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، وہاں کی بڑی مسجدیں کبار صحابہ اور اجلہ تابعین سے بھری رہتی تھیں، جگہ جگہ قرآن وحدیث کے حلقے لگے رہتے اور طالبین علوم نبوت اپنی پیاس بجھاتے رہتے، حضرت حسن بصریؒ کا بھی زیادہ وقت انہیں حلقات میں گذرتا، خاص طور سے رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حلقہ آپ کا مرکز توجہ کا بنا رہتا، علم تفسیر وحدیث اور فن قرأت میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے خوب خوب استفادہ کیا، اور ان کے ممتاز شاگردوں میں جگہ حاصل کی، اِن علمی حلقوں سے جاری ہونے والے فیضانِ علوم سے آپ نے اپنی زندگی کو آراستہ کیا اور علوم شرعیہ میں درک وکمال حاصل کر کے مقام بلند پر فائز ہوئے، وہ زمانہ بھی آیا جب آپ نے مسند درس کو زینت بخشی، کچھ ہی دنوں میں علوم نبوت کے پروانوں نے آپ کو گھیر لیا، لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھ کر ان نصیحتوں کو سننے کے لئے جو پتھر دلوں کو موم اور گنہگار آنکھوں کو اشک بار کر دیں ایسے ہمہ تن گوش اور ساکت بیٹھے رہتے، جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں، آپ کے حکمت سے بھرے ان اقوال کو جو عقل وخرد کو موہ لیں، حرز جاں بناتے۔ اور آپ کے سنت نبوی سے معمور اس طریقے کی اتباع میں فخر محسوس کرتے تھے جو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور اور پسندیدہ محسوس ہوتا، حضرت حسن بصریؒ کا شہرہ شہر در شہر عام ہو گیا، وقت کے فرماں رواں رؤساء اور مال دار ترین لوگ آپ کے احوال سے باخبر رہتے اور دینی سرگرمیوں کی معلومات حاصل کرتے رہتے۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ مقام ''حیرہ'' میں میری ملاقات مسلمہ بن عبدالملک سے ہوئی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ: اے خالد! مجھے حسن بصریؒ کے احوال سے مطلع کرو: اس لئے کہ میرے خیال میں تم سے زیادہ ان کے احوال سے واقف کوئی نہیں، میں نے کہا۔ آپ نے صحیح فرمایا۔ میں ہی حسن بصریؒ کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات جاننے والا ہوں، مسلمہ بن عبدالملک نے فرمایا: اپنی معلومات پیش کرو، میں نے کہا کہ حسن بصریؒ ایسی شخصیت ہیں جن کا باطن ظاہر کی طرح نمایاں ہے اور جب کسی برے کام پر نکیر کرتے ہیں تو اس سے سب سے زیادہ باز رہنے والی ذات بھی انہیں کی ہوتی ہے، وہ لوگوں سے بالکل بے نیاز اور ان کے مال و دولت سے حد درجہ بے رغبتی کا مظاہرہ کرتے ہیں، میں لوگوں کو ان کے علم کا محتاج اور ان کی محبت کا اسیر دیکھتا ہوں، یہ سن کر مسلمہ بن عبدالملک نے کہا: خالد بن صفوان بس کرو'' وہ قوم کیسے گمراہ ہوسکتی ہے جس میں حسن بصریؒ جیسی جامع صفات شخصیت موجود ہو''۔

حجاج بن یوسف کا زمانہ ولایت

حجاج بن یوسف ثقفی جب عراق کا والی بنا، اور اس نے اپنی ولایت میں ظلم وطغیان، جبر وتشدد اور ناانصافی کا بازار گرم کیا، تو حسن بصریؒ کا نام تو ان چند لوگوں میں سرفہرست آئے گا، جنہوں نے حجاج جیسے ظالم کی طاقت سے لوہا لیا، اور لوگوں کے درمیان برملا اس کے افعال شنیعہ کی قلعی کھولی، اور اس کے روبرو کھڑے ہوکر حق بات کہنے سے گریز نہیں کیا۔ حجاج نے مقام ''واسط'' میں ایک عالی شان مکان تیار کروایا، جب محل کی تعمیر مکمل ہوگئی تو اس نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ سب لوگ سیر وتفریح کے لئے اس محل کو دیکھنے جائیں اور برکت کی دعا کریں،

حضرت حسن بصریؒ نے غنیمت کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا، وہ لوگوں کے ساتھ مقام ''واسط'' گئے تو ضرور؛ لیکن شاہی محل دیکھنے کی غرض سے نہیں؛ بلکہ ان کو نصیحت کرنے اور اللہ رب العزت والجلال کی یاد دلانے کے لئے، اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی حقیر چمک دمک سے بے رغبت کرنے اور باری تعالیٰ کے پاس آخرت میں میسر ہونے والی لافانی اور لازوال نعمتوں کی طرف راغب کرنے کے لئے، چنانچہ جب آپ متعینہ جگہ پہنچے اور ایک بڑے مجمع کو اس محل کے اردگرد رقص کرتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ لوگ اس عمارت کی شان وشوکت، حسن جمال کی جھلک اور رقبہ کی وسعت سے انگشت بدنداں، حیراں وسرگرداں تھے۔

آپ کی ولولہ انگیز تقریر

ان کے درمیان کھڑے ہوکر آپ نے تقریر شروع کی، اور چند جملے ایسے بامعنی، حقیقت کا جامہ پہنے ہوئے اس انداز میں بولے کہ وہ سامعین کے دلوں میں اترتے چلے گئے، اور انہوں نے پورے ماحول کو زیروزبر کر دیا۔ آپ نے فرمایا: لَقَدْ نَظَرْنَا فِيمَا ابْتَنٰى أَخْبَثُ الْأَخْبَثِيْنَ فَوَجَدْنَا أَنَّ "فِرْعَوْنَ" شَيَّدَ أَعْظَمَ مَا شَيَّدَ، وَبَنٰى أَعْلٰى مِمَّا بَنٰى، ثُمَّ أَهْلَكَ اللهُ فِرْعَوْنَ وَأَتٰى عَلٰى مَا بَنَا وَشَيَّدَ. لَيْتَ الْحَجَّاجَ يَعْلَمُ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ قَدْ مَقَتُوْهُ، وَأَنَّ أَهْلَ الْأَرْضِ قَدْ غَرُّوْهُ. ایک بہت برے شخص کی تعمیر کردہ عمارت کا ہم نے جائزہ لے لیا، ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرعون نے اس سے زیادہ اور بلند وبالا عمارت بنائی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کیا اور اس کی فلک بوس عمارتوں کو تہس نہس کر دیا، کاش کہ حجاج اس وقت کا ادراک کر لیتا کہ

آسمان والے بھی اس سے بیزار ہو چکے ہیں اور دنیا والے بھی بے جا امیدیں دلا کر اسے دھوکہ میں ڈالے ہوئے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ جوش اور ولولہ کے ساتھ اس نہج پر اپنی تقریر جاری رکھے ہوئے تھے کہ سامعین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور ازراہِ ہمدردی عرض کیا: حضرت بس کیجئے! کہیں حجاج انتقام لینے اور سزا دینے پر کمربستہ نہ ہو جائے۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس شخص کو جواب دیا:

لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ الْمِيْثَاقَ عَلٰى اَهْلِ الْعِلْمِ لَيُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا يَكْتُمُوْنَهٗ۔

اللہ تعالیٰ اہل علم سے یہ عہد لے چکے ہیں کہ ہر عالم اپنے علم کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے اور اس کو چھپانے سے گریز کرے۔

حجاج بن یوسف، عالم غضب میں

حضرت حسن بصریؒ کی اس حق گوئی اور جرأت مندانہ انداز خطابت کا علم حجاج بن یوسف کو ہوگیا، وہ تو غصہ سے بھڑک اٹھا اور شدت غضب میں لال پیلا ہوتے ہوئے اپنی مجلس میں آدھمکا، اور حاضرین کو لعن طعن کرتے ہوئے کہنے لگا: ہلاکت و بربادی تمہارا مقدر بنے، بصرہ کا ایک غلام تقریر کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور میرے بارے میں جو چاہتا ہے کہتا ہے اور تم میں سے کسی کو اس کے جواب دینے کی یا زبان روکنے کی ہمت نہیں ہوئی: وَاللّٰهِ لَاُسْقِيَنَّكُمْ مِنْ دَمِهٖ يَا مَعْشَرَ الْجُبَنَاءِ۔ (اے بزدلوں کی جماعت! خدا کی قسم حسن کے خون سے تمہاری پیاس بجھاؤں گا) چنانچہ آناً فاناً اس نے تلوار اور چمڑے کا وہ ٹکڑا لانے کا حکم دیا جس پر سزائے موت کے مستحق مجرم کو بٹھا کر اس کا سر قلم کیا جاتا ہے، پھر اس نے جلاد کو بلایا وہ اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، پھر پولس والوں کو حکم دیا کہ وہ

حسن بصریؒ کو لے کر آئیں، تھوڑی ہی دیر کے بعد حسن بصریؒ کا نورانی چہرہ لوگوں کے سامنے تھا، وہ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حسن بصریؒ کو دیکھ رہے تھے، ان کے دل و دماغ پر لرزہ طاری تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ساتھ ہی ساتھ ہر شخص ان کی جرأت کو سلام بھی کر رہا تھا، حضرت حسن بصریؒ نے جب جلاّد اور تلوار کو اپنے سامنے پایا، تو لوگوں نے ان کے ہونٹوں میں حرکت محسوس کی، پھر وہ حجاج بن یوسف کی طرف اس حال میں متوجہ ہوئے کہ ان کے چہرے پر ایمان کا جلال، اسلام کی عزت، حق گوئی کا نور، دعوت الی اللہ کا وقار اور محبت الٰہیہ کا واضح اثر نمایاں تھا۔

حجاج بن یوسف مرعوبیت کے عالم میں

غصے سے بھرے حجاج بن یوسف نے جب حسن بصریؒ جیسے فرشتہ صفت انسان کو اس حال میں دیکھا، تو اس پر ایسی شدید ہیبت اور رعب طاری ہوا کہ لمحوں میں غصہ کا سارا نشہ کافور ہو گیا، اب اس میں یہ سکت بھی نہ رہی کہ وہ حسن بصریؒ کا نام لے کر ان کو مخاطب کرتا، یا ان کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتا، وہ بہت گھبرا گیا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے، لڑکھڑاتی زبان میں اس نے کہا: ارے ابو سعید (حضرت بصریؒ کی کنیت) ادھر تشریف لایئے، ادھر تشریف لایئے؛ پھر برابر ان کے لئے فراخ دلی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتا رہا؛ یہاں تک کہ ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا، لوگ محو حیرت تھے کہ حسن بصریؒ کے پاس وہ کون سی طاقت تھی کہ جس نے حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور منتقم المزاج شخص کے عزائم اور ارادوں کی دنیا بدل دی، جب حسن بصریؒ مسند پر رونق افروز ہوئے، حجاج بن یوسف ایک طالب صادق کی طرح ان کے سامنے

حاضر ہوا اور مسائل دینیہ کے بارے میں استفسار کیا، حضرت حسن بصریؒ اس کے ہر سوال کا بڑی خوش اسلوبی، خود اعتمادی، جادو بیانی اور گہرائی و گیرائی کے ساتھ جواب دیتے رہے، ان کی ثابت قدمی، بے خوفی اور اولوالعزمی سے متأثر ہو کر حجاج بن یوسف نے کہا: اَنْتَ سَيِّدُ الْعُلَمَاءِ يَا اَبَا سَعِيْدٍ۔ اے ابو سعید! آپ علماء کے سردار اور حقیقتہً ان کے سرتاج ہیں۔ پھر اس نے مشک وعنبر سے بنی ہوئی اعلیٰ درجہ خوشبو منگوائی اور اسے حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں پیش کیا، جب حضرت حسن بصریؒ حجاج بن یوسف کے پاس سے چلے گئے تو حجاج کے ایک دربان نے ان کا پیچھا کیا اور ان سے کہا کہ حضرت! حجاج نے آپ کے ساتھ جس عزم واکرام کا معاملہ کیا وہ اس کے سابقہ ارادے کے بالکل خلاف تھا؛ کیوں کہ وہ تو آپ کے گردن زدنی کا فیصلہ کر چکا تھا، اور اس کی یہ عادت ہے کہ وہ جب کوئی ارادہ یا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹتا، میں تو آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب آپ حجاج کی مجلس میں تشریف لائے تھے اور آپ کی نظر جلاد اور تلوار پر پڑی تھی، تو آپ نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر کون سے کلمات ادا فرمائے تھے؟ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: میں نے تو صرف اپنے اللہ سے لو لگاتے ہوئے یہ کہا تھا:

يَا وَلِيَّ نِعْمَتِيْ وَمَلَاذِيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ اِجْعَلْ نِقْمَتَهٗ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَيَّ كَمَا جَعَلْتَ النَّارَ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (صور من حياة التابعين ۹۵۔۱۰۴، الحب الخالد ۱۷۸، الطبقات الكبرى لابن سعد ۱۵۶/۷)

اے نعمتوں سے سرشار کرنے والے، مصیبت اور آڑے وقت کام آنے والے! حجاج بن یوسف کے میرے خلاف جذبۂ انتقام اور جوش غضب کو ایسے ہی ٹھنڈا اور باعث سلام کر دے جیسا کہ تو نے نمرود کے ذریعہ جلائی جلانے والی

آگ کو اپنے خلیل ابرہیم علیہ السلام کے حق میں ٹھنڈک اور باعث سلام قرار دے دیا تھا۔

دل سے نکلنے والے یہی وہ پر تاثیر کلمے تھے جنہوں نے اپنا رنگ دکھایا، بارگاہ ایزدی میں عاشق صادق کی درخواست کو شرف قبول عطا ہوا، نتیجۃً یہی کلمات اس خونی معرکہ کو انجام دینے میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئے جس کے لئے حجاج زمین ہموار کر چکا تھا، ورنہ تو یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ حجاج سزائے موت کے فیصلے کو واپس بھی لے سکتا ہے؛ لیکن حسن بصریؒ کا رابطہ اللہ رب العزت والجلال سے بڑا مضبوط تھا اور ان کی محبت صادق تھی، یہ حقیقت ہے کہ جب خدائے ذوالجلال کی محبت سے انسان کا قلب سرشار ہو جاتا ہے تو پھر کوئی چیز اس کی راہ میں حائل ورکاوٹ نہیں ہوتی، وہ لوگوں کی ملامت ناراضگی اور دشمنی کی پرواہ کئے بغیر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دینے میں مشغول رہتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کے دلوں میں اپنی محبت کی شمع جلا دے؛ تا کہ ہم ابدی سعادتوں سے بہرہ ور ہو سکیں، ہمیں اپنی زبان سے مندرجہ ذیل دعائیہ کلمات کا ورد رکھنا چاہئے: اِلَیْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنِیْ، وَفِیْ نَفْسِیْ لَكَ رَبِّ فَذَلِّلْنِیْ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِیْ، وَمِنْ سَیِّءِ الْاَخْلَاقِ فَجَنِّبْنِیْ (کنز العمال حدیث: ۵۰۸۷) (اے رب! مجھے اپنا محبوب بنا لیجئے، اور مجھے اپنی نظر میں ذلیل اور لوگوں کی نظر میں باعزت بنا دیجئے اور برے اخلاق سے مجھے بچا لیجئے۔ آمین۔) (یہاں تک کے مضمون کی پروف ریڈنگ مکہ معظّمہ کے قیام کے دوران مکمل کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔) (آمین)

ماہ صفر اور اوہام پرستی

اسلامی نقطۂ نظر

اسلام کا بنیادی عقیدہ ''توحید'' یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی یکتا ہے، خدا کا کوئی کنبہ اور خاندان نہیں اور نہ اس کے لئے اولاد اور اعزہ واقارب ہیں، اور خدا اپنی صفات اور اختیارات کے اعتبار سے بھی یکتا و بے مثال ہے، حیات وموت کی کلید اس نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، وہی رزق دیتا ہے، رزق میں وسعت اور تنگی بڑھاتا ہے اور رزق سے محروم کرتا ہے، اور وہی نقصان سے دوچار کرتا ہے، کامیابی و ناکامی اور فتح وشکست اسی کے حکم سے وابستہ ہے، توحید کا یہ تصور در در سر جھکانے سے انسان کو بچاتا ہے، اور بہت سی غلامیوں سے نجات عطا کرتا ہے، ان ہی میں ایک توہمات کی غلامی ہے۔

اوہام پرستی بھی ایک طرح کی غلامی ہے کہ آدمی اپنے پاؤں کی ٹھوکروں میں رہنے والی چیزوں سے بھی ڈرنے اور خوف کھانے لگے اور اس سے اپنے نفع ونقصان کو وابستہ کرلے، اگر سامنے سے کوئی جانور نکلنے جائے تو آدمی سمجھے کہ یہ سفر ناکام ہوگا گھر پر کوئی پرندہ بیٹھ جائے تو اس کو اپنے لئے مصیبتوں کا پیش خیمہ سمجھنے لگے، کسی خاص پتھر کی انگوٹھی سے کامیابی اور نفع کی امید رکھے، کسی مہینہ، دن اور گھڑی کو نامبارک، منحوس اور ''اشبھ'' تصور کرنے لگے یہ سب توہمات کی غلامی ہے، جو شخص عقیدہ توحید سے محروم ہو اور خدا پر اس کا یقین کامل نہ ہو، مشکل ہے کہ وہ اس غلامی سے آزاد ہوسکے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے ترقی یافتہ ممالک

جہاں صد فیصد تعلیم یافتہ لوگ پائے جاتے ہیں وہاں بھی لوگ بعض اعداد کو منحوس سمجھتے ہیں، ہوٹلوں میں اس نمبر کے روم نہیں رکھے جاتے۔

جو شخص توحید پر جتنا یقین رکھتا ہے اور اللہ پر جس کا جتنا زیادہ ایمان ہو، اوہام پرستی کی اس مصیبت سے آزاد اور توہمات کا اسیر بننے سے محفوظ رہے گا۔ اسلام کی آمد سے پہلے عربوں میں اس طرح کے توہمات پائے جاتے تھے، لوگ سفر کے لئے نکلتے، پرندے کو اڑایا جاتا، اگر وہ دائیں جانب اڑتا، تو اسے نیک فال تصور کرتے اور سفر کرتے، اور اگر بائیں طرف اڑتا تو بدفالی لیتے اور سفر سے گریز کرتے، اسی طرح الّو کو منحوس پرندہ خیال کرتے، کسی کے گھر پر بیٹھ جاتا تو سمجھتے کہ یہ گھر اجڑ جائے گا، صفر کے مہینے کو نامبارک سمجھتے، سمجھتے کہ اس ماہ میں جو کاروبار ہوگا نقصان سے دوچار ہوگا، جو سفر ہوگا وہ نامراد ہوگا، جو شادی ہوگی وہ ناکام ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تصورات کی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا:

ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں (بخاری: باب الجزام)

دوسرے کو بیماری لگنے، پرندہ سے بدفالی، الّو اور ماہ صفر کو منحوس سمجھنے کی کوئی حقیقت نہیں، عربوں میں اور ایک خیال یہ تھا کہ صحرا میں کچھ شیاطین ہوتے ہیں، جو رنگ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور راہ گیروں کو راستے سے بھٹکانے کا کام کرتے ہیں، عرب انہیں ''غول'' کہا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تصور کی بھی نفی فرمائی (فتح الباری: ۱/۱۶۷)۔۔۔۔۔عرب، شوال کے مہینے کو بھی نامبارک اور شادی بیاہ کے لئے ناموزوں تصور کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شوال میں نکاح فرمایا اور شوال ہی میں رخصتی بھی ہوئی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس خام خیالی کی تردید کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ میرے نکاح سے زیادہ بابرکت نکاح

کون سا ہو سکتا ہے؟

خاصے پڑھے لوگ بھی ایسی چیزوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اس ملک میں رہتے ہوئے جہاں ہم نے برادرانِ وطن سے زندگی کے دوسرے شعبوں اور سماجی رسوم وروایات میں ہندو معاشرت کا اثر قبول کیا، وہیں فکر وعقیدہ کے باب میں بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، ان ہی میں سے ایک اوہام پرستی کا مزاج ومذاق ہے، آج مسلمان بھی سمجھتے ہیں کہ بلی راستہ کاٹ دے تو سفر ملتوی کر دینا چاہئے، الو کا بیٹھنا نحس کی علامت ہے، اگر کسی بہو کے گھر میں آنے کے بعد سسرال میں کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کو منحوس تصور کیا جاتا ہے، گھر کی تعمیر شروع ہو تو ناریل توڑے جاتے ہیں، گاڑی خریدی جائے تو چند لیموں لٹکائے جاتے ہیں، اور اب ایک نئی بات گھر کی تعمیر میں ''واستو'' کی شروع ہوئی ہے، پنڈت بتاتا ہے کہ گھر کو کس ڈیزائن کا ہونا چاہئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی میں بے برکتی ہوگی اور نقصان اٹھانا پڑے گا اس کے علاوہ انجینئر سے مشورہ کرنا چاہئے کہ مکان کس طرح کا ہو، کہ ہوا اور روشنی پوری طرح بہم پہنچے، لیکن اس کا مشورہ بھی پنڈتوں سے کیا جاتا ہے، جو محض چند پیسوں کے لئے لوگوں کو اوہام میں گرفتار رکھنا چاہتے ہیں، یہ تمام باتیں محض ایمان کی کمزوری اور ضعف عقیدہ کا نتیجہ ہیں، حد یہ کہ اب بعض مسلمان بھی عقد نکاح کے وقت اور شادی کے جوڑ کے سلسلے میں عاملین سے مشورہ لیتے ہیں گویا جس غلامی سے اسلام نے اسے آزاد کیا تھا، خود ہی اپنے آپ اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے الفاظ میں ''صفر'' کے منحوس ہونے کی تردید فرمائی، یہ تردید نہایت ہی صحیح اور مستند روایت سے ثا

بت ہے اس کے باوجود صفر کی ۱۳ رتاریخ اور آخری چہار شنبہ کو منحوس دن تصور کیا جاتا ہے، کچھ لوگ چھلے فروخت کرنے اور اپنے روزگار کا مسئلہ حل کرنے کی غرض سے باور کراتے ہیں کہ اس دن ڈھیر ساری بلائیں نازل ہوتی ہیں اور وہ ان کا علاج کر سکتے ہیں، حالانکہ اسلام کی نگاہ میں کوئی وقت منحوس نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مہینوں، راتوں اور گھڑیوں کو مبارک ضرور قرار دیا، لیکن کوئی وقت اور گھڑی نامبارک نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نحس ہوتا تو تین چیزوں میں ہوتا: عورت، گھر اور سواری، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز میں نحس ہے ہی نہیں۔ یہ مشرکانہ تصور ہیکہ انسان اللہ کے بجائے ایسی چیزوں سے نفع ونقصان کو متعلق سمجھے، اس سے بھی زیادہ بدقسمتی کچھ اور بھی ہوسکتی ہے کہ کوئی قوم علم رکھنے کے باوجود انجانوں جیسا کام کرے اور خدا نے جس کی پیشانی کو چوکھٹوں کے داغ مذلت سے آزاد کیا ہو وہ خود ہی جبین شرافت کو داغ دار اور رسوا وخوار کرے۔ واللہ المستعان! اے اللہ! ہم کو ایسا ایمان نصیب فرما جو تجھے خوش کردے۔ (آمین)

دنیا کا سب سے آسان کام دوسروں پر نکتہ چینی کرنا ہے

زبان درازوں کی دنیا

کسی شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ: انسان میں کتنے عیب ہوتے ہیں؟ بزرگ نے جواب دیا، انسان میں اتنے عیب ہوتے ہیں کہ اگر گنواؤں تو گن نہ سکو گے، لیکن انسان میں ایک خوبی ہو تو وہ تمام عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے، اور وہ خوبی ہے زبان پر قابو۔

جھوٹ، چغل خوری، عیب جوئی، خوشامد، تلخ کلامی، بہتان طرازی، گالی گلوچ ،نکتہ چینی ، طعنے دینا ، جھوٹی قسمیں کھانا ،اور دوسروں کے عیب اچھالنا ایسی برا ئیاں ہیں جن کا تعلق ہماری زبان سے ہے،اگر موجودہ حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ لوگوں کے تعلقات میں جو بگاڑ پیدا ہوا ہے اور مختلف خاندانی رقابتوں کی وجہ سے جو گھریلو تنازعے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ان میں سب سے بڑا ہاتھ زبان درازی ہی کا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زبان نے ۳۲/دانتوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میر ے کتنے اچھے بھائی ہو،میرا کتنا خیال رکھتے ہو میں بڑی آزادی سے تمھارے حصار میں محفوظ رہتی ہوں،بتیس دانتوں نے جواب دیا: بہن یہ بات تو ہے لیکن تو بھی ہمارا خیال رکھا کر،اور لوگوں سے مت الجھا کر،ورنہ کوئی سر پھرا تیرے بتیس بھائیوں کو گھر سے نکال دے گا۔

زبان درازی سے بچنے کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان کے دل میں کھوٹ،نفرت،بغض اور کینہ نہ ہو،جب دل میں حسد اور جلن ہوگی ،تو گفتگو میں طنز،گالی اور نکتہ چینی خود بخود شامل ہو جائے گی ،اور یہی چیز نہ صرف یہ کہ ناپسندیدہ بلکہ انسانی تعلقات کے بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

دنیا کا سب سے آسان کام دوسروں پر نکتہ چینی کرنا ہے۔دوسروں کو جلی کٹی سنا کر دل کی بھڑاس نکالنا،طنز اور طعنوں سے جگر چھلنی کرنا،معمولی باتوں پر گالی گلوچ پر اتر آنا،اور ہر معاملے میں نکتہ چینی کا رویہ اختیار کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان کے دل میں تکبر اور انا پرستی کا بیج پڑ چکا ہے،اس لئے وہ ہر کسی کو ذلیل اور حقیر سمجھنے لگا ہے،ایسا تلخ رویہ گھر،دفتر،کاروبار،ہمسایوں،خاندانی تعلقات اور دوست احباب میں خرابی پیدا کرتا ہے،ایک مسلمان کو قطعاً یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے غصہ ور طبیعت اور زبان

درازی کی وجہ سے دوستوں اور رشتہ داروں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر شرمندہ ہونے کے بجائے دوسروں کی معمولی معمولی باتوں پر نظر رکھتا ہے، اور دوسروں کی ناپسندیدہ باتوں پر نکتہ چینی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے، یاد رکھئے! الزام تراشی اور تنگ خوئی کا رویہ جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے، جب کہ نرم خوئی، درگذر اور کشادہ دلی کا رویہ آگ بجھاتا ہے، ہم اپنے غرور نفس، اور درشت خوئی کی وجہ سے دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ ہم سے دور بھاگتے ہیں، کنی کتراتے ہیں، مگر ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی شخص کی عزت نفس مجروح ہو جائے تو یہ کانٹا دل سے کبھی نہیں نکلتا:

اس درد کا درماں نہیں الفاظ کا مرہم
جو زخم ترے طرز تکلم سے لگا ہے

شیخ سعدی کی ایک حکایت ملاحظہ ہو:

ایک شہد فروخت کرنے والا شخص نہایت خوش اخلاق اور شیریں بیان تھا، اس کی شیریں بیانی کے باعث لوگ اس کے گرد یوں جمع ہوتے جیسے مکھیاں شہد پر جمع ہوتی ہیں، اس کا سارا شہد دیکھتے ہی دیکھتے بک جاتا، اس کے حاسدوں نے اسے اتنا تنگ کیا کہ اس کی خوش اخلاقی رفتہ رفتہ بدمزاجی اور تلخ کلامی میں بدل گئی، اب گاہک اس سے بات کرتا تو وہ اس سے لڑتا جھگڑتا اور کڑوی بات کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے گاہک ٹوٹ گئے، اور نوبت فاقوں تک پہنچ گئی، ایک دن بیوی سے کہنے لگا، نا جانے خدا ہم سے کیوں ناراض ہو گیا ہے، سارا سارا دن بیکار بیٹھا رہتا ہوں لیکن شہد فروخت نہیں ہوتا، بیوی نے جواب دیا، خدا تو پہلے کی طرح مہربان ہے، فرق تمہارے اخلاق، زبان اور رویہ میں آگیا ہے، پہلے تم

اپنی شیریں بیانی اور حسن اخلاق سے لوگوں کے دل موہ لیتے تھے، ہر شخص تمہاری باتوں سے خوش ہوتا تھا اور دوسرے شہد فروشوں کو چھوڑ کر تم سے شہد خریدتا تھا، اب تمہاری تلخ کلامی نے لوگوں کے دلوں میں تمہارے لئے نفرت پیدا کر دی ہے، وہ تمہاری زبان درازی کی وجہ سے دور رہنا پسند کرتے ہیں انھیں تمہارا میٹھا شہد کڑوا معلوم ہوتا ہے۔

بعض لوگوں میں تلخ کلامی ایک عمارت کی صورت اختیار کر لیتی ہے، اور وہ بات بہ بات بگڑنے کا کوئی بہانہ ڈھونڈ نکالتے ہیں، اگر آج ہم اپنے باہمی اختلافات، گھریلو جھگڑوں اور طلاق کی وجوہات تلاش کریں تو ان میں زبان درازی کا عنصر واضح طور پر سامنے آئے گا، اور اگر ہم اپنے تھانوں، اسپتالوں، عدالتوں اور جیلوں میں پڑے لوگوں کے حالات معلوم کریں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ وہاں کتنے لوگ اپنی انا پرستی، غصیلی طبیعت اور گندی زبان کی جہ سے یہاں تک پہنچے ہیں، غرض ساس بہو کی لڑائی ہو، استاد شاگرد کا اختلاف ہو، نند بھابھی کی کشمکش ہو، بھائی بھائی کا جھگڑا ہو، میاں بیوی کی تکرار ہو، یا گاہک اور دوکاندار کی تلخ کلامی ہو ہر جھگڑے کے پیچھے اندھے جذبات اور بے لگام زبان درازی ہی ہوتی ہے۔

زبان درازی میں غیبت کو برقرار دیا گیا ہے، کیوں کہ یہ باہمی تعلقات خراب کرنے اور افراد کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہے، غیبت سے بڑھکر چغلی ہے، چغلی اتنا گھناؤنا فعل ہے کہ یہ باہمی تعلقات میں آگ لگا دیتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ایک چغل خور نے ایک بزرگ سے کہا کہ فلاں شخص آپ کو گالیاں دے رہا تھا، بزرگ نے فرمایا کہ تم بھی عجیب دوست ہو، جو تیر اس نے مجھے مارے، وہ مجھے نہ

لگ سکے، اب تم تیر اٹھا اٹھا کر مجھے چبھو رہے ہو، تا کہ میں محسوس کروں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی زبان میں یہ خاصیت رکھی ہے، کہ یہ دلوں کو جوڑنے اور توڑنے میں بڑی قوت رکھتی ہے، زبان سے نکلی ہوئی ایک دل آزار بات، طنز یا طعنہ تیر کی طرح دل پر اثر کرتا ہے، اور اس زخم کا مندمل ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، یہ زبان ہی تو ہے جو ہمارے باہمی تعلقات کو عروج سے پستیوں کی طرف دھکیل دیتی ہے، دوسری طرف زبان سے نکلی ہوئی کوئی اچھی بات یا تعریفی جملہ، ہمدردی کا بول اور تسلی آمیز باتیں باہمی تعلقات کو بام عروج پر پہنچا دیتی ہیں۔

غرض ہماری معاشرتی بیماریوں میں زبان درازی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اب اس برائی کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ ہر گھر محلّہ اور خاندان میں کشمکش اور انتشار پھیلتا چلا جا رہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے کہ جس کی زبان کی وجہ سے لوگ اس سے دور رہیں، دیکھنے میں آیا ہے کہ گالی گلوچ کرنے والے، دوسروں کی برائی کرنے والے، چغلی اور شکایتیں کرنے والے، جھوٹے وعدے اور اپنی بڑائی جتانے والے، دوسروں پر طنزیہ فقرے کسنے والے اور بات بات پر لڑنے جھگڑنے والے لوگ معاشرے میں تنہا رہ جاتے ہیں، چونکہ ہمیں یوم آخرت میں، زبان سے کی گئی تمام باتوں کا حساب کتاب دینا ہے، اس لئے زبان کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہئے، کیونکہ ہماری تمام باتوں کا ریکارڈ محفوظ کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہماری گفتگو نوٹ کرتے رہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: جب بھی کوئی بات ان کی زبان پر آتی ہے تو ایک نگراں اس کو لکھنے کے لئے مستعد رہتا ہے (سورہ ق: ۱۸)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کرتے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے، اور اب وہ مکّے سے دور مدینے کے قریب تھے۔ قریش نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سر لانے کے

لئے بھاری انعام کا اعلان کیا تھا۔ بریدہ اپنی قوم کا سردار اور سمجھ دار آدمی تھا، مگر انعام کی لالچ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر میں سرگرداں تھا، یہ اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ آپ کی تلاش میں نکلا تھا، راستہ میں ایک دن خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آمنا سامنا ہو گیا۔ اور اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مگر جب خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی تو دل کی دنیا بدل گئی، اور اسی وقت اپنے ساتھیوں سمیت ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ رسول خدا کے چند بولوں نے بریدہ اسلمی کی قسمت بدل دی، بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پگڑی اتار کر اپنے نیزہ پر باندھی اور اس کا پھریرا ہوا میں اُڑاتے اور یہ خوشخبری سناتے ہوئے آگے آگے روانہ ہوئے۔

''امن کے بادشاہ، صلح کے حامی، اور عالم انسانیت کو عدل وانصاف اور نیکی سے مالا مال کرنے والے تشریف لا رہے ہیں''۔

دیانت دار خریدار

طارق بن عبداللہ بیان کرتے ہیں ''میں مکے کے ایک بازار ''سوق المجاز'' میں کھڑا تھا، کہ ایک آدمی وہاں آیا وہ پکار پکار کر لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ تُفْلِحُوْا۔

لوگو! لا الہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اس آدمی کے پیچھے پیچھے ایک دوسرا آدمی تھا، جو اس کے کنکریاں مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا، ''لوگو! اس آدمی کو سچا نہ سمجھو، یہ بڑا جھوٹا ہے''

لوگ کہہ رہے تھے: یہ پہلا شخص تو بنی ہاشم کے خاندان کا ہے اور اپنے آپ کو خدا کا رسول بتاتا ہے اور یہ دوسرا شخص اس کا چچا عبدالعزّیٰ (ابولہب ہے)

اس واقعہ کو برسوں گزر گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینے چلے گئے، اور وہیں رہنے لگے تھے۔ بات پرانی ہوگئی تھی۔ عرصے کے بعد ہم چند افراد ایک بار کھجوریں خریدنے کے لئے مدینے گئے۔ مدینے کے قریب پہنچ کر ہم ٹھہر گئے، کہ منہ ہاتھ دھو کر اور کپڑے بدل کر شہر کے اندر جائیں گے۔ اتنے میں ایک شخص آتا دکھائی دیا یہ شخص دو پرانی چادریں اوڑھے ہوئے تھا، اس نے ہمیں سلام کیا اور پھر پوچھا، "کہاں سے آئے ہو، اور کہاں کا اردہ ہے"؟

ہم نے بتایا کہ "ہم ربذہ سے آئے ہیں، اور یہیں تک آئے ہیں" پوچھا "یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟"

"ہم نے کہا: مدینے کی شیریں کھجوریں خریدنے آئے ہیں"

ہمارے پاس ایک خوبصورت سرخ اونٹ بھی تھا، جس کے مہار پڑی ہوئی تھی، آنے والے اس شخص نے پوچھا، "اونٹ بیچو گے؟" "ہم نے کہا بیچیں گے، مگر کھجوروں کے بدلے اور اتنی کھجوریں لیں گے" ہمارا جواب سن کر وہ شخص خاموش رہا۔ ایک لفظ بھی نہیں کہا، کہ تم زیادہ کھجوریں مانگ رہے ہو کچھ کم کر دو بلکہ اس نے اونٹ کی مہار پکڑی اور شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور ہم حیرت سے اسے دیکھتے رہے۔ جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ اور شہر میں پہنچ گیا تب ہمیں ذرا فکر ہوئی اور ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا۔ ارے! یہ ہم نے کیا کیا، ایک اجنبی کو اونٹ حوالے کر دیا، نہ ہم اسے جانتے ہیں نہ اس کا پتہ معلوم ہے، اب کیا ہوگا۔ ہودج میں بیٹھی ہمارے سردار کی بیوی ہماری گفتگو سن رہی تھیں۔ کہنے لگیں "تم ذرا فکر نہ کرو۔ میں نے اس خریدار کا چہرہ دیکھا تھا، اس کا چہرہ چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن تھا، یہ شخص دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں ذمہ داری لیتی ہوں۔ اگر یہ نہیں دے گا تو میں دونگی"۔

یہ بات چیت ہو رہی تھی، کہ مدینے کی طرف سے ایک شخص تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آیا، اور بولا: مجھے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، اونٹ کی قیمت کی کھجوریں دی ہیں، اور تمہاری مہمانی کے لئے بھی الگ سے کھجوریں دی ہیں۔ یہ لو قیمت کی کھجوریں تول کر دیکھ لو،۔ ہم لوگوں نے اس سے کھجوریں لیں، اور خوب سیر ہو کر کھائیں اور پھر شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا تقریر کر رہا ہے۔

"لوگو! صدقہ و خیرات دیا کرو۔ صدقہ و خیرات دینا تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہت بہتر ہے۔ خرچ کرو، ماں باپ پر، بہن بھائیوں پر، قریبی رشتہ داروں پر، اور اسی طرح درجہ بدرجہ سارے عزیزوں پر۔"

موبائیل کے نقصانات

گانا سننا اس کو اچھا لگے گا جس میں نفاق پیدا ہو چکا ہو، موبائل پر گانے کی آوازیں لگا کر لوگ نہ صرف یہ کہ خود گنہگار ہوتے ہیں بلکہ اس گناہ میں دوسرے کو بھی شریک کرتے ہیں، اور فعلاً دوسروں کا گناہ بھی اپنے سر لیتے ہیں، افسوس! وہ امت جس کے پیشوا اور آقا سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بتایا تھا کہ مجھے مزامیر (یعنی موسیقی اور گانا بجانا وغیرہ) کو مٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔ آج اس نبی کے نام لیواؤں کی بڑی تعداد اس بلا میں مبتلا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی القلب کَمَا یُنْبِتُ المَاءُ الزَّرْعَ"، یعنی گانا دل میں نفاق کو اس طرح پیدا کرتا ہے جس طرح کہ پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ گانا سننا اس کو اچھا لگے گا

جس میں نفاق پیدا ہو چکا ہو، ایک صالح مسلمان اور نفاق سے خالی مسلمان کبھی گانے کے قریب نہیں جا سکتا، گانے کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے، چلتے پھرتے گانے گنگناتے پھرتے ہیں۔ اور یہ سب ٹی وی کی نحوستیں ہیں جو حقیقتاً ٹی بی ہے اور جس نے سارے جہاں میں فحاشی و بے حیائی کو عام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے، اچھے اچھے دین دار کہلانے والے مختلف حیلے بہانوں سے اپنے گھروں میں ٹی وی رکھتے ہیں، اور موجب لعنت قرار پاتے ہیں، عموماً ٹی وی والے گھرانوں سے حیا کا جنازہ نکل ہی جاتا ہے، آج کی ٹی ویاں خبروں کے ساتھ ساتھ ہر تھوڑے وقفہ سے ایڈوٹائزمنٹ کے بہانے فحش مناظر اور بے حیائی کے سین دکھاتی ہیں، جس کو دیکھنے والے گھر کے سب ہی افراد ہوتے ہیں، بچے کیا بوڑھے کیا، نمازی کیا، حاجی کیا، بیٹی کیا غرض حیاء کی جگہ بے حیائی نے لی ہے، اور کیمرا والے موبائیل نے آکر اور زخم پر نمک چھڑکنے کا کام کیا ہے،،

موبائیل کے ذریعہ بلا وجہ دوسروں کو پریشان کرنا

موبائیل کے ذریعہ بلا وجہ دوسروں کو پریشان کرنا ایک عام رواج سا ہو گیا ہے، یہ عمل جہاں انفرادی طور سے خوب عام ہو رہا ہے کہ یوں ہی بلا وجہ نمبر ملا کر گھنٹی دیکر بند کر دیا جاتا ہے۔ یا بعض بد طینت لڑکے لڑکیاں دوستی گانٹھتی پھرتی ہیں، اور ایک شریف انسان اس سے پریشان ہوتا ہے، وہیں بہت سی تجارتی کمپنیاں ایڈوٹائمزمنٹ کے لئے پیغامات ارسال کرتی رہتی ہیں، اور فون بھی کرتی رہتی ہیں، جس سے موبائیل رکھنے والا پریشان ہو جاتا ہے اور ایک شریف شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر اس کا کیا علاج کیا جائے کہ بیکار کے پیغامات اور لایعنی کالوں کا سلسلہ بند ہو۔ اسی طرح بعض لوگ ہیں کہ ان کی

عادت یہ ہوتی ہے کہ اپنا پیسہ خرچ نہ ہو اس لئے صرف مس کال پر اکتفا کرتے ہیں، یہ فعل از روئے شرع درست نہیں، مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند ہو، حدیث شریف میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے "اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ (لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو) البتہ بعض مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان صرف گھنٹی یا مس کال پر اکتفا کر سکتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، یا کوئی اپنے بڑے کو ایسا کر سکتا ہے، یا کسی کو اجازت دے رکھی ہو تو اور بات ہے۔

موبائیل کے متعلق کچھ اہم ہدایات

موبائیل سے متعلق ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ اہم امور و مناسب ہدایات درج کرتے جائیں تاکہ افادیت میں اضافہ ہو اور با توفیق بندے عمل کر لیں اور ہمیں اجر مل جائے۔(۱) ہر شخص اپنا جائزہ لے کہ کیا موبائیل اس کی ضرورت ہے؟ یا اس کا شوق؟ اگر ضرورت میں موبائیل رکھا گیا ہے تو بقدر ضرورت ہی اس کو استعمال کیا جائے نہ کہ اس کے استعمال میں فضول باتوں یا اس کا فضول استعمال کیا جائے (۲) اگر کوئی شخص شوق میں موبائیل رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے اس شوق کو چھوڑ دے، یہ موبائیل کا شوق تباہ کن شوق ہے، یہ انسان کی خون پسینے کی کمائی کو بڑی آسانی سے کھاتا رہتا ہے، بلکہ یہ موبائیل کا شوق روزانہ کتنے انسانوں کی جان لیتا رہتا ہے، شاید ہماری اس بات سے بعض کو اتفاق نہ ہو لیکن اگر کوئی چند روز اخبارات کا مطالعہ کر لے اور معاشرہ کا گہرائی سے جائزہ لے لے تو یقیناً ہماری اس بات سے اس کو اتفاق ہو جائے گا۔(۳) موبائیل رکھے تو اس کو رکھنے کا نظام ترتیب دے، نہ ہر وقت موبائیل کھلا رہے،

نہ ہر وقت بند، کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں موبائیل کو بند رکھنا نہایت ضروری ہے، مثلاً نماز کے اوقات، یا قضائے حاجت کے اوقات یا اپنی ملازمت یا محنت ومشقت کے کام سے فارغ ہونے کے بعد آرام کے اوقات وغیرہ وغیرہ ان اوقات میں موبائیل کو ضرور بند رکھیں، تا کہ آپ آسانی اور دل جمعی سے زندگی کے ان اہم کاموں کو انجام دے سکیں۔ (۴) موبائیل کی گھنٹی کو سادہ رکھیں، اس میں ساز اور نغمہ اور موسیقی نہ ہو، تا کہ آپ بلا وجہ گناہ میں مبتلا نہ ہوں، اسی طرح سننے والی گھنٹی سادہ رکھیں تا کہ سننے والا بھی حرام موسیقی سننے سے بچ سکے۔ (۵) موبائیل رکھنے میں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ بات بقدر ضرورت ہو، خواہ کوئی موبائیل کمپنیوں سے دی جانے والی کوئی آفر ہی کیوں نہ ہو جس میں پیسہ کا ضیاع نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر پیسہ کا ضیاع اس صورت میں نہ بھی سہی، تاہم بلا وجہ فضولیات باتیں کر کے وقت کا ضیاع تو ہے ہی۔ اور کیا وقت پیسے سے بھی کم قیمت ہے، مشہور قول ہے کہ "اَلْوَقْتُ اَثْمَنُ مِنَ الذَّھَبِ" (وقت سونے (گولڈ سے) بھی زیادہ قیمتی ہے) حدیث شریف میں فضول پیسہ خرچ کرنے اور قیل وقال یعنی بلا وجہ وبلا ضرورت کثرت کلام کی ممانعت وارد ہوئی ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان اللہ کرہ لکم ثلاثا، قیل وقال واضاعۃ المال و کثرۃ السوال" (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں، قیل وقال، اضاعت مال، اور کثرت سوال، لہٰذا جتنی بات کرنا ضروری ہو اتنی ہی کریں اور فوراً موبائیل بند کر دیا کریں تا کہ بلا وجہ پیسہ یا وقت ضائع ہونے سے بچ سکے، واضح ہو کہ وقت ہماری زندگی ہے، جو دھیرے دھیرے ختم ہو رہا ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ وقت گذر گیا۔ جب کہ

حقیقت میں گزرنے والا وقت ہماری زندگی کا جز تھا جس کے گزرنے کا مطلب یہ کہ ہماری زندگی کا ایک جز کم ہوگیا ہے

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے

عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

(۶) چھوٹے بچوں کو موبائیل کے شوق سے محفوظ رکھا جائے، ان کو بتایا جائے کہ موبائیل ایک ضرورت کی چیز ہے جب تم اس لائق ہوجاؤ گے تو تمہیں فراہم کردیا جائے گا (۷) لڑکیوں کو اگر واقعتاً ضرورت نہ ہو تو ان کو موبائیل سے دور رکھا جائے، آج کی لڑکیوں کے پاس موبائیل ہونے سے ایسے ایسے واقعات رونما ہورہے ہیں کہ ایسے واقعات سننے سے ایک ہوشمند کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ موبائیل کے جہاں معاشرہ میں بہت سے نقصانات سامنے آئے ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا نقصان فحاشی کا پھیلاؤ ہے کہ موبائیل کے ذریعہ بآسانی تعلقات ہوجاتے ہیں۔ اور پھر کیا کیا ہوتا ہے اس سے کوئی ہوشمند اور سوجھ بوجھ رکھنے والا غافل نہیں، لہٰذا لڑکیوں کو موبائیل سے دور رکھنا والدین اور سرپرستوں کی اہم ترین ذمہ داری ہے (۸) لڑکے بھی خواہ جوان ہی کیوں نہ ہوا گر وہ تعلیمی لائن سے وابستہ ہیں تو ان کو بھی موبائیل سے دور رکھا جائے، دورانِ تعلیم موبائیل کوئی اچھی چیز نہیں۔ ہاں اگر تعلیم کے علاوہ کسی ملازمت اور تجارت کے پیشے سے وابستہ ہیں تو پھر ان کی ضرورت کو دیکھا جائے۔ اگر ضرورت ہے تو پھر ان کو موبائیل دیں ورنہ ان کو بھی موبائیل سے دور رکھیں بالخصوص شادی سے پہلے کی عمر کا جو مرحلہ یعنی ۱۲ سے ۳۰ سال تک کا عمری مرحلہ بڑا پُر خطر ہے، اس میں والدین اپنے بچوں کی خاص حفاظت کریں، اور کوشش کریں کہ شادی میں تاخیر نہ ہو۔ بیس سال کے بعد جلد از جلد شادی کی فکر کریں، فتنوں کے اس دور میں والدین کے ذمہ ہے کہ وہ

اپنے بچوں کی پاک دامنی کو داغدار ہونے سے بچالیں۔

مقام والدین

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں

۱۔ ماں باپ، رحمت وشفقت، کرم وعنایت اور مہر ومحبت کا پیکر ہیں۔

(سورۃ یوسف، ۸۴، بخاری)

۲۔ ماں باپ، اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہیں کہ جس کا کوئی بدل نہیں۔

(بخاری ومسلم)

۳۔ ماں باپ، قابلِ قدر واحترام، واجب العزت والاکرام اور لائق خدمت واحسان ہیں گرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

(بنی اسرائیل ۲۴ لقمان، بخاری)

۴۔ ماں باپ کی بخشش ومغفرت کے لئے دعا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خصوصی حکم دیا ہے۔　(بنی اسرائیل، ۲۴، ابوداؤد)

۵۔ ماں باپ، اولاد کے حق میں مستجاب الدعا ہوتے ہیں گرچہ غیر مسلم ہی ہوں۔

(بخاری)

۶۔ ماں باپ کی دعاؤں کے آگے تقدیر بھی بے بس ہوتی ہے۔ (ترمذی)

۷۔ ماں باپ کی رضا میں اللہ کی رضا اور ان کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی پنہاں ہے۔　(ترمذی)

۸۔ ماں باپ کی خدمت واطاعت سے رزق اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔

(مسند احمد)

۹۔ ماں باپ پر ایک بار نظرِ شفقت کے ساتھ دیکھنے پر حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے

۔ (شعب الایمان بیہقی)

۱۰۔ ماں باپ کا شکرادا کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا ضروری ہے۔ (لقمان، ۱۴)

۱۱۔ ماں باپ کے بعض حقوق ان کے وفات کے بعد بھی واجب الاداء رہتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

۱۲۔ ماں باپ کے نافرمان کو موت سے پہلے بھی اس جہاں میں ضرور سزا ملتی ہے۔ (شعب الایمان بیہقی مستدرک حاکم)

۱۳۔ ماں باپ کے سامنے اظہار ذلت و کمتری کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (بنی اسرائیل، ۲۴)

۱۴۔ ماں باپ کے نافرمان پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے۔ (دارمی، مسند احمد، نسائی)

۱۵۔ ماں باپ کی خدمت کا فریضہ جہاد میں جان قربان کرنے جیسے فرض پر مقدم ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۶۔ ماں کے قدموں کے پاس اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ترین نعمتوں کا مجموعہ ’’جنت‘‘ ہے۔ (نسائی)

۱۷۔ ماں کی خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت جیسے اعلیٰ مرتبہ پر مقدم ہے۔ (واقعہ اویس قرنی، از حاشیہ مشکوٰۃ)

۱۸۔ ماں کی آنکھوں کو سکون بخشنے کے لئے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی قتل و غارت گری سے محفوظ رکھا۔ (طہ ۴۰)

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی مکمل طور پر خدمت واطاعت کرنیکی توفیق عطا فرمائے، آمین

اے انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان اور صرف اس کی ہی عبادت کر

۱:۔ اے انسان اپنی پیدائش پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۲:۔اپنی مجبوریوں اور معذوریوں پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۳:۔اپنی موت اور بیماریوں پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۴:۔اپنی اولاد کی صورتوں، آوازوں اور مزاجوں کے اختلاف کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۵:۔اپنے بچوں کی نشوونما ان کی حرکات وسکنات کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۶:۔میاں بیوی کی آپسی محبت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۷:۔فضا میں پرندوں کی پرواز کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۸:۔سمندر میں جہازوں کے چلنے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۹:۔بادلوں کا بننا اور کرۂ ارض پر پھیلنے کا نظام دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۰:۔ہر قسم کی زمین پر بارشوں کا برسنا دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۱:۔پہاڑوں کی بلندی کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۲:۔مرغی کے انڈے میں دو مختلف رنگ کے مختلف مادے مل کر بھی جدا جدا، اللہ کی اس قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۳:۔ایک پانی کے بے شمار استعمال کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۴:۔ایک ہی نسان سے پیدا ہونے والے مختلف رنگ ونسل کے انسانوں کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۵:۔انسانوں میں بولی جانے والی بولیوں پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۱۶:۔بیماریوں کے ذریعہ ہزاروں انسانوں کے پلنے کا نظام دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۷:۔ایک ہی ماں باپ کی اولاد میں قد وقامت کا فرق دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۸:۔۳۲ دانتوں کے درمیان نرم ونازک زبان کی حرکات پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۱۹:۔اپنے جسم میں نظام دوران خون پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۲۰:۔اپنے جسم میں نظام انہضام اور اعصابی نظام پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۲۱:۔چھوٹے سے دماغ میں زندگی بھر کے واقعات کا محفوظ رہنا دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۲:۔غیر شعوری طور پر انسانی جسم میں عمر کے ساتھ تبدیلیوں کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۳:۔ایک ہی جسم میں بعض جگہ کے بال ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں اور بعض جگہ کے بالکل نہیں بڑھتے، اللہ کی قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۴:۔پتھروں کی سختی، رنگ، اور مختلف خصوصیات میں اختلاف کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۵:۔ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے نباتات کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۶:۔سارے ہی درختوں کے پتے ہرے مگر پھر بھی رنگ مختلف، اللہ کی قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۷:۔آم کی ایک گٹھلی سے آم کا اتنا بڑا درخت جس میں ہزاروں پھل لگے

ہیں۔اللہ کی قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۸:۔رات طاری کر کے اللہ ساری مخلوق کو سلا دیتا ہے، انسان کی بے بسی کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۹:۔ایک ہی سورج سے پوری دنیا کو نور اور حرارت ملنے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۰:۔سورج کے طلوع و غروب کے منظم □ نظام کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۱:۔چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۲:۔ہواؤں کے چلنے اور رفتار کے کم زیادہ ہونے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۳:۔زمین، اللہ کا صندوق ہے، ہر چیز اس میں سے نکل رہی ہے، اللہ کی قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۴:۔زمین، اللہ کا دستر خوان بھی ہے، ساری مخلوق اسی میں سے اپنی روزی حاصل کرتی ہے۔اللہ کی ربوبیت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۵:۔زمین اللہ کا کوڑا دان بھی ہے، ہر خراب چیز اسی میں سما جاتی ہے۔ سارے مردے اسی میں مل کر مٹی بن جاتے ہیں۔اللہ کے اس نظام کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۶:۔اپنے بچپن، جوانی اور بڑھاپے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۷:۔اپنے سونے میں مجبور ہونے پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۳۸:۔اپنے سو کر اٹھنے سے تازگی حاصل ہونے میں غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۳۹:۔سورج کے ذریعہ بننے والے سایہ کے گھٹنے بڑھنے میں غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۴۰:۔اللہ تعالیٰ اسی زمین سے ۷۰۰ کروڑ انسانوں کو روزی پہنچا رہا ہے۔ اللہ کی ربوبیت میں غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۴۱: حیوانات کی غذاؤں میں غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۴۲:۔انسان کی اندرونی کیفیات کا ظہور کس طرح چہرہ پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ غور کرو اور اللہ کو پہچان۔

۴۳:۔تمام انسانوں کی ہتھیلی اور انگلیوں کی لکیریں کس طرح مختلف ہیں، غور کرو اور اللہ کو پہچان۔

۴۴:۔انسانوں میں پائی جانے والی صفات کس طرح وراثت میں منتقل ہوتی ہیں۔غور کرو اور اللہ کو پہچان۔

۴۵:۔انسانوں کو دیئے گئے علوم وفنون میں غور کرو اور اللہ کو پہچان۔

آپ کس کی عبادت کرتے ہو؟ جس نے آپ کو بنایا اس کی؟ یا جس کو آپ نے بنایا اس کی؟

اللہ اس ذات علی وعظیم کا نام ہے جو اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، وحدہٗ لا شریک لہٗ۔ اس کا کوئی مثل نہیں، جو ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے، وہ باقی ہے اس کے علاوہ سب فانی ہے، انسان اپنی عقل میں تمام مخلوق سے ممتاز ہونے کے باوجود اللہ کی ذات وصفات کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ اسکی ویسی ثناء اور حمد کرنے سے انسان عاجز ہے جیسا کہ وہ اپنی ذات اور اپنی صفات میں ہے، اسکی عظمت اور اس کی قدرت کا کچھ اندازہ اس کی مخلوق میں غور کرنے سے کیا جاسکتا ہے، ورنہ وہ ایسی لطیف ذات ہے جس کو آنکھیں پکڑ نہیں سکتیں۔ اس کا عکس انسانی آنکھ کا پردہ تو کیا کسی بڑے سے بڑے Screen میں بھی سما نہیں سکتا۔ ذیل میں اس کی مخلوق کا کچھ تذکرہ کیا جارہا ہے جس سے اس کی عظمت کا اندازہ کیا جاسکے۔ اپنی ذات کی معرفت کے لئے یہ رہبری بھی اللہ ہی نے کی ہے کہ مجھے پہچانو! میں کیسی طاقت وقوت اور شان وشوکت والا ہوں۔ مثلاً ایک جگہ

فرمایا۔ اَفَلاَ یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَاءِ کَیفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیفَ سُطِحَتْ۔

اونٹ

یہ اونٹ اللہ کی صنعت کا عجیب نمونہ ہے۔ جسیم ایسا کہ ہر جانور اس کے قریب آ کر اپنے کو حقیر سمجھنے لگے، اس کی ٹانگوں سے اپنی ٹانگوں کا موازنہ کرے تو اپنی کوئی حیثیت نہ نظر آئے۔ مطیع اور فرمانبردار اتنا کہ انسان کا بچہ بھی آسانی سے اس پر سواری کر لے اور جہاں چاہے لیجائے۔ جو نہ ریگستان میں چلنے سے پیچھے ہٹے، نہ بارش سے گھبرائے نہ دھوپ کا اس پر اثر ہو، نہ وہ سردی سے کپکپائے۔ کھانے پینے سے بھی اتنا بے پرواہ کہ پندرہ پندرہ دن بے تکلف بغیر کھانے پانی کے چل سکتا ہے، نہ پہاڑوں کی بلندی اسے آگے بڑھنے سے روک سکے نہ وہ پستی میں اترنے اور پھسلنے سے گھبرائے۔ اس کے پیروں میں ایسے Shockab رکھ دیئے گئے ہیں کہ سوار اس پر بیٹھ کر ویسے دھکے نہیں محسوس کرتا جیسے دو یا چار چکوں کی گاڑیوں میں محسوس کرتا ہے۔ بعض نسلیں اونٹ کی ایسی ہیں کہ اگر اس پر پانی سے لبالب بھرا ہوا پیالہ بیٹھے تو ایک قطرہ بھی نہ چھلکے۔ اسی لئے اللہ نے دعوت دی کہ اسے دیکھ کر مجھے پہچانو۔ ضرورت پڑے تو وہی سواری انسان کی غذا بھی بن جائے۔ اگر پانی نہ ملے تو اسی کے جسم کے اندر پانی کا صاف شفاف ذخیرہ موجود ہے۔ اس کا چمڑا بھی انسان کے لئے انتہائی مفید۔ اسی پر دوسرے چوپایوں کو قیاس کر سکتے ہیں۔ تمام جانور اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ جانوروں کی جلدیں، ان کے بال، ان کے دانت، ان کے سینگ سب میں اللہ نے اپنی قدرت سے انسانوں کے لئے منافع بھر دیئے ہیں۔

آسمان

یہ آسمان بھی اللہ کی عجیب وغریب مخلوق ہے۔ بلند اتنا کہ انسانوں کی پہنچ بلکہ سوچ سے بھی بالاتر۔ اسی کو اللہ نے فرمایا دیکھتے نہیں آسمان کو کیسا بلند کیا۔ کَیْفَ رُفِعَتْ۔ اس کا رقبہ اتنا بڑا کہ اسکی پیمائش نہیں کی جاسکتی۔ اسکی وسعت کا اندازہ کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کے مقابلہ میں یہ زمین ایسی ہے جیسے صحرا میں پڑی ہوئی انگوٹھی۔ اتنا بڑا آسمان مگر اسکو کسی ستون کا سہارا نہیں ہے۔ بلکہ بغیر عمد ترونہا فرمایا۔ ایسی شان کے ساتھ کھڑا کیا گیا ہے کہ ہزاروں سال گذر گئے اس میں کوئی تغیر نہیں نہ کبھی اس کی مرمت کی ضرورت پڑی۔ یہ آسمان اپنے بنانے والے پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے، اس کی دعوت ہے کہ دیکھو اور سوچو۔ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چھت ہے وَالسَّقْفِ المرفوع۔ وہیں سے مخلوق کی روزی اتاری جاتی ہے۔ رزقکم فی السماء۔ یہ ایک آسمان ہے جو ہمیں نظر آتا ہے اس سے اوپر اور چھ آسمان ہے، ہر آسمان اپنے نیچے والے آسمان کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے کسی صحرا میں پڑی ہوئی انگوٹھی۔ یہ آسمان فرشتوں کا مسکن ہے۔ ساتویں آسمان پر فرشتوں کے لئے بیت المعمور ہے۔ جس کا فرشتے طواف کرتے رہتے ہیں۔ انسان جو چاند پر پہنچے انہوں نے بھی آسمان کو اتنا ہی بلند پایا جتنا وہ زمین سے بلند نظر آتا ہے۔ زمین سے دیکھنے پر اسکا رنگ نیلا ہے۔ چاند سے اس کو کالے رنگ کا دیکھا گیا۔ کسی اور سیارہ پر پہنچنے سے ممکن ہے کہ آسمان کسی اور رنگ کا نظر آئے۔ رنگ بھی تو اللہ ہی کے ہیں۔ یہ رنگوں کا فلسفہ بھی عجیب ہے۔ دو یا زیادہ رنگوں کو ملایا جائے تو ایک نیا رنگ پیدا ہوتا ہے جو اپنے اجزاء کے رنگ سے مختلف ہوتا ہے۔

پہاڑ

پہاڑ بھی اللہ کی عظمت کی نشانی ہے۔ اللہ نے پہاڑوں کو میخیں فرمایا والجبال اوتاداً جس کی میخیں اتنی بڑی کہ میلوں ان پہاڑوں کا سلسلہ چلتا ہے۔ بلند اتنے کہ انسان کی رسائی نہ ہو سکے۔ جب تک جدید ٹیکنالوجی استعمال نہ کرے۔ یہ پہاڑ اپنی جسامت میں اتنے بڑے کہ زمین کی ہر مخلوق اپنے آپ کو ان کے سامنے چھوٹی سمجھتی ہے۔ ان پہاڑوں کے دامن میں کوئی کھڑا چلا جائے تو اس پر اللہ کی عظمت ٹپکتی ہے، دل اندر سے پکار اٹھتا ہے، ان کا بنانے والا کتنا زبردست ہے۔ پھر ان کی رنگتیں مختلف، بہت کالے بھی ہیں اور مٹیالے اور سرمئی رنگ کے بھی ہیں۔ بعض ایسے کہ نباتات سے ہرے بھرے ہیں تو بعض ایسے کہ کائی جیسی حقیر مخلوق کو بھی اپنے اوپر جگہ نہیں دیتے۔ پھر ان میں اللہ کے مخفی خزانے ہیں۔ کتنی معدنیات ہیں جو ان پہاڑوں میں پائی جاتی ہیں، کسی میں لوہا ہے، تو کسی میں کوئلہ، کہیں سونا ہے، کہیں چاندی۔ یہ پہاڑ زمینوں پرندیوں اور دریاؤں کے جاری ہونے اور ان کے بہتے رہنے کا بھی ذریعہ ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو پانی ان پہاڑوں کی بلندی سے بہتا ہوا دریاؤں اور ندیوں میں جاتا ہے۔ پھر یہی ندیاں آگے جا کر کہیں جھیل بن جاتے ہیں، تو کہیں مصنوعی باندھ کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ابھی قریب میں کشمیر کا سفر ہوا بڑے بڑے پہاڑ ہیں ان میں سے پانی کی نہریں برابر چل رہی ہیں۔ کہاں سے پانی آتا ہے کچھ پتہ نہیں، پھر کینیڈا کا سفر ہوا بہت بڑا پہاڑ ہے۔ ہزاروں سالوں سے پانی نکل رہا ہے، خوب ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔ سبحان تیری قدرت۔

زمین

زمین تو اللہ کی عظمت کی ایسی نشانی ہے جو ہر پہلو اور ہر سمت سے پکارتی رہتی ہے۔ میرے بنانے والے کو پہچانو، وہ کیسی عظیم ذات ہے۔ یہ زمین اللہ کا صندوق ہے، جس میں سے اللہ کے لامحدود خزانے نکل رہے ہیں۔ یہ اللہ کا دسترخوان بھی ہے، اسی سے ساری مخلوق کھا رہی ہے۔ یہ اللہ میاں کا کوڑا دان بھی ہے کہ تمام فاسد اور فضول مادے اسی میں سما جاتے ہیں، اور خود بھی مٹی بن جاتے ہیں۔ یہی زمین تمام حیوانات و نباتات کا مسکن بھی ہے اسی پر سب رہتے ہیں، پرندے بظاہر جو فضا میں نظر آتے ہیں۔ ان کا بسیرا بھی اسی زمین پر کھڑے ہوئے درخت ہیں۔ یہی زمین پانی کا ذخیرہ بھی ہے۔ زمین ہی تمام سمندروں کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے، سارے دریا اور ندی نالے اسی کی گود میں کھیلتے ہیں۔ زمین کی گہرائی میں بھی پانی کی قدرتی پائپ لائن بچھی ہوئی ہے۔ جہاں کھودو پانی موجود جو ہمیں کنوؤں کی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔ یہ زمین اپنی ذات سے اپنے اوپر رہنے والی مخلوق سے ایسا گہرا تعلق رکھتی ہے کہ کوئی چیز اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ کوئی روٹھ کر بھی اس سے دور نہیں جا سکتا، کوئی کتنی ہی بلندی پر پہنچ جائے، وہ زمین پر واپس آنے میں مجبور ہے۔ زمین میں ایسی قوت کشش رکھ دی گئی ہے کہ چاہے جتنی بلندی پر پہنچ جائے زمین اسے اپنی طرف کھینچ لے گی۔ زمین پر مرنے والے انسان اور دوسرے حیوانات بھی مر کر اس زمین سے دور نہیں جا سکتے، زمین ان سب کو اپنے ہی آغوش میں سما لیتی ہے، اور تمام انسان قیامت کے دن اسی زمین سے اٹھائے جائیں گے۔ وقفہ وقفہ سے یہ زمین اپنے رنگ بھی بدلتی رہتی ہے، ضرورت کے لحاظ سے اپنی سختی اور ملائمت میں بھی تبدیلی

کرتی رہتی ہے۔ ہر جگہ اس میں موجود دفینے اور ذخیرے بھی الگ الگ قسم کے ہیں۔ غرض زمین کی حالت دعوت ہے، اس کے مکینوں کے لئے کہ زمین کے پیدا کرنے والے خالق حقیقی کو پہچانو، زمین پر رہنے والی چند مخلوق کی حالت کو بھی ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ ہر چھوٹی بڑی مخلوق اللہ ہی کی طرف متوجہ کرا رہی ہے۔

چیونٹی

چیونٹی کا جثہ تو بہت چھوٹا مگر یہ اللہ کی عظمت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ اس چھوٹے سے جسم میں اللہ نے کتنا شعور اور کتنی قوت رکھ دی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چیونٹی دنیا کا سب سے قوی قلی اور سب سے طاقتور حمال ہے۔ ہاتھی جیسے جانور میں بھی یہ قوت نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کے وزن کے برابر بھی بوجھ برداشت کر سکے لیکن آپ دیکھ سکتے ہیں، تجربہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے جسم سے کئی گنا زیادہ وزن کو آسانی سے کھینچ لیتی ہے۔ آپ ایک چھپکلی کو مار ڈالئے، چند چونٹیاں اس کو آسانی سے کھینچ لیتی ہیں۔ جھنگر کے لئے ایک دو چیونٹیاں ادھر سے ادھر لیجانے کے لئے کافی ہو جاتی ہیں۔ جب کہ اس کا جسم چیونٹی سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اگر ایک چھپکلی مر کر پڑی ہو تو انسان اس کو جب تک دیکھ نہ لے صرف بو سے اس کی موجودگی کا پتہ نہیں چلا سکتا۔ لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ چھپکلی مر کر پڑی اور فوراً چیونٹیاں اس کی تلاش میں نکل جاتی ہیں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اس تک چونٹیوں کا ہجوم لگ جاتا ہے۔ اس چھوٹی سی مخلوق میں سونگھنے کی حس کتنی قوی ہے۔ چیونٹی کے جسم سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ناک کتنی بڑی ہوگی۔ اس میں یہ حیرت انگیز قوت شامہ اللہ کی عظمت کی دلیل نہیں تو کیا ہے۔ اسی لئے اللہ نے اتنی سی مخلوق کے نام سے اپنے کلام میں ایک مستقل سورت سورہ نمل

اتاری ہے۔ اس میں بھی چیونٹی کے ایک کارنامہ کا ذکر ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر چیونٹیوں کی وادی سے گذرنے والا ہے تو ایک چیونٹی دوسری تمام چیونٹیوں کو خبر دے رہی ہے۔ یَاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ یعنی اے چیونٹیوں تم اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں کچل نہ دے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ اگر یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے تب بھی یہ کتنی بڑی بات ہے کہ ایک چیونٹی کو اس کا شعور ہو گیا، اور اس نے اپنی پوری قوم کی فکر کی۔ یہ شعور اس کو کس نے بخشا۔ اس چھوٹے سے دل میں کتنی بڑی بات آ گئی۔ یہی وہ رب ہے جس کا تعارف موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں ان الفاظ میں کرایا تھا۔ ربنا الذی اعطیٰ کل شیئٍ خلقہ ثم ھدیٰ۔ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو خلقت عطا کی اور پھر ہدایت بھی دی۔

چوپائے

چوپائے بے زبان ہوتے ہیں۔ مگر وہ اپنی زبانِ حال سے اللہ کی عظمت بیان کرتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمیں دیکھو اور اپنے اور اپنے رب کو پہچانو، اللہ نے بھی فرمایا اِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً۔ تمہارے چوپایوں میں عبرت کا سامان ہے۔ ہے تو جانور لیکن انسانوں کیلئے کتنے مفید۔ ایک تو اپنی طاقت وقوت کے باوجود انسان کے نہایت مطیع وفرمانبردار۔ کبھی بغاوت نہیں کرتے۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھوں میں بکتے رہتے ہیں، کبھی کوئی شکایت نہیں جہاں رکھیں وہیں رہ جائیں۔ ہرا چارہ نہ ملے تو سوکھے چارہ پر ہی گذارا کریں۔ چارہ پانی میں دیر ہو جائے تو کوئی بات نہیں۔ طاقت سے زیادہ

کام لینے پر بھی صبر کرتے ہیں۔ مالکوں کی بد مزاجی بھی برداشت کرتے ہیں، مار بھی کھاتے ہیں۔بیل، بھینس کھیتوں میں کام کر کے کسانوں کو فصل کی ابتدائی تیاری سے لے کر فصل کو گھر اور پورے کام کو تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ان کا دودھ بھی اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔مِن بَینِ فَرثٍ وَّدَمٍ لَّبَناً خَالِصاً سَائِغاً لِلشّٰرِبِینَ گوبر اور خون کے بیچ سے خالص اور لذیذ دودھ پینے والوں کیلئے مہیا کرتے ہیں۔ پھر اس دودھ کا ان جانوروں سے نکالنا بھی کتنا آسان ،تھوڑے سے چارہ میں مشغول ہو کر پورا دودھ چھوڑ دیتے ہیں۔ دودھ بھی کیسی عجیب چیز ہے کہ انسان اس سے سینکڑوں طرح کی مصنوعات تیار کر لیتا ہے۔اور مزے لے لے کر استعمال کرتا ہے۔ان چوپایوں کا گوشت بھی انسان کی غذا، گوشت بھی جسم کے ہر حصہ کا الگ الگtest لئے ہوئے۔ یہ کیسی اللہ کی قدرت ہے کہ ایک ہی جسم کے الگ الگ حصوں میں الگ الگ لذتیں پیدا کر دی۔ان جانوروں کے بال اور کھال بھی بیکار نہیں۔جانوروں کے سینگ اور بڑی ہڈیاں جو کھانے کے قابل نہیں ہوتیں مگر وہ بھی بے کار نہیں۔سینگ کے ذریعہ پانی کے جہاز میں استعمال ہونے والے پرزے تیار ہوتے ہیں۔ جہاں لکڑی اور لوہا بھی فیل ہو جائے یہ سینگ کے پرزے کار آمد ہوتے ہیں۔کیسی عجیب شان ہے اللہ کی ، کہ ان چوپایوں کے فضلہ کو بھی کار آمد بنا دیا۔ گوبر کی اُپلیاں سکھا کر جلانے کے کام آتی ہیں۔ اگر کوئی کام نہ لیا جائے تو کھیتی کے لئے بہترین کھاد ہے۔غرض جتنا سوچا جائے اللہ کی عظمت ہی ظاہر ہوتی ہے۔

انسان

اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق میں سب سے عظیم شاہکار انسان ہے۔ جسامت میں تو

بہت بڑا نہیں ہے۔ بہت سے جانوروں سے بھی چھوٹا، زمین و آسمان کے مقابلہ میں تو اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں، مگر اللہ نے اسے عقل کا جو جوہر عطا فرمایا تو یہ پوری کائنات میں ایسا ممتاز ہے۔ سب نے اس کی افضلیت تسلیم کر لی۔ یہ کائنات کا بادشاہ ہے۔ جس نے سب کو مسخر کر لیا۔ اس میں تحقیق کا وہ مادہ ہے کہ ہر چیز کی باریکیاں تلاش کرتا رہتا ہے اور اپنی محنت صرف کر کے انکشافات کرتا رہتا ہے اور اپنی زندگی کے معیار کو اور اپنے تعیش کے اسباب کو مستقل بڑھاتا جا رہا ہے، اور یہ سب اس اللہ کی عظمت کا بیان ہے جس نے انسان میں ایسی عجیب وغریب قابلیت رکھ دی ہے۔ مکانات پر محنت میں ترقی کرتے کرتے اب یہ یہاں پہنچ گیا کہ دوسو منزلہ عمارت تیار کر لی۔ سواریوں میں ہوائی جہاز اور راکٹ بنا کر خلاء باز بن بیٹھا۔ زمین کے تابع سیارہ چاند پر تو پہنچ ہی گیا لیکن یہاں پہنچ کر مطمئن نہیں ہے۔ نظام شمس کے دوسرے سیاروں پر پہنچنے کے پلان بنا رہا ہے۔ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل دور بات کر رہا ہے۔ جیسا آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔ گھر بیٹھے دور دراز کے نظارے کر رہا ہے۔ خود انسانی جسم کی ایسی باریکی سے اسٹڈی کی کہ اندرونی اعضاء کی بیرونی آزمائشوں کے ذریعہ بیماریوں کا پتہ لگا کر ہر قسم کے امراض کا علاج کر رہا ہے۔ انی جاعل فی الارض خَلِیْفَةً اپنے عمل سے پوری کائنات کے سامنے ثبوت پیش کر دیا ہے۔

ان ساری ترقیات کے باوجود اللہ نے اپنی عظمت جتانے کے لئے اس کے ساتھ مجبوریاں بھی رکھی ہے۔ چاہے یہ ترقی کرتے کرتے میڈیکل سائنس میں کہیں بھی پہونچ جائے۔ بیمار تو ہونا ہے۔ ترقیات کی جس منزل پر پہنچ جائے موت کے سامنے تو گھٹنے ٹیکنا ہی ہے۔ اپنی جوانی میں جو کرتب چاہے دکھالے بڑھاپا تو آ کر رہے گا۔ اپنی عقل اور ٹیکنالوجی میں ترقی لاکھ کر لے اپنے آپ کو

حوادث اور غموں سے نہیں بچا سکتا اور آخر مجبور ہو کر کائنات کے اس مالک خالق جس کا نام اللہ عظیم ہے، کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ اسلام میں اسی ایک اللہ کو اپنا معبود ماننے کی دعوت دی جا رہی ہے جس کے قبضہ میں کائنات کا ہر ذرہ ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ وہی مالک ہے، اسی کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ دنیا کی ہر مخلوق یہی دعوت دے رہی ہے۔ اے انسان مجھے دیکھ اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان۔ ذیل میں چند اور مخلوقات کا مشاہدہ کیجئے۔

ہوا

ہوا بھی اللہ کی عظمت کی نشانی ہے۔ مقدار کے لحاظ سے اتنی بڑی کہ پورے کرۂ ارض کو چاروں طرف سے کئی میل کی بلندی تک گھیرے ہوئے ہے۔ جو کئی قسم کی گیسوں کا مجموعہ ہے جو تمام جانداروں کی بقا کا ذریعہ ہے۔ تمام اسی ہوا کی آکسیجن کو عمل تنفس کے دوران استعمال کرتے ہیں۔ اللہ نے کیسے عجیب نظام بنائے کہ مسلسل یہ آکسیجن استعمال ہو رہی ہے مگر ختم نہیں ہوتی اس لئے کہ از سر نو بننے کا سلسلہ بھی موجود ہے۔ نباتات کاربن ڈائی آکسائیڈ لیتے ہیں۔ اور آکسیجن چھوڑتے ہیں، اور حیوانات آکسیجن لیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ چھوڑتے ہیں، جس سے نظام اعتدال پر رہتا ہے۔ یہ اللہ رب العالمین ہی کا بنایا ہوا نظام ہے۔ اس کے علاوہ ہوا کی طاقت اللہ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ جب یہ تیز رفتار ہو جاتی ہے تو تمام مخلوق سہم جاتی ہے۔ جب یہ اپنی تیز رفتاری سے چلتی ہے تو نہ بلند عمارتوں کو خاطر میں لاتی ہے نہ درختوں کو۔ انسانوں کو تو تنکوں کی طرح اڑا اڑا کر پھینکتی ہے۔ انسانی ٹیکنالوجی اس کا رخ بدلنے اور اسکی رفتار کو روکنے میں فیل ہے۔ یہی ہوا موسم کی تبدیلی کا بھی ذریعہ ہے۔ یہی ہوا

پیغامات بھی لاتی ہے۔ کہیں بارش ہوتو دوسرے علاقوں میں بھی محسوس ہوجاتا ہے۔ گرمی کے زمانے میں انسان اسی ہوا کو A.C. یا کولر کے ذریعہ مدد کر کے گرمی سے راحت پاتا ہے۔ سردی میں اسی ہوا کو ہیٹر کے ذریعہ گرم کر کے سردی سے اپنا بچاؤ کر لیتا ہے۔ اسکے علاوہ جتنی دو ر تین چار اور زیادہ پہیوں پر گاڑیاں زمین پر دوڑ رہی ہیں۔ سب میں ہوا بھر کے ہی ان گاڑیوں کو ہوا کی طرح تیز رفتار کر دیا گیا ہے۔ اگر اللہ اس ہوا کو سطح ارض سے غائب کر دے تو تمام حیوانات اور نباتات ڈھیر ہو جائیں، یہ ہوا پکار پکار کر کہہ رہی ہے میرے پیدا کرنے والے کی عظمت کو تسلیم کرو۔

پانی

پانی کتنی معمولی اور سادی سی چیز نظر آتی ہے۔ مگر حیات کے لئے کتنی لازمی چیز ہے۔ اس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ **وجعلنا من الماء کل شیئٍ حی۔** ہم نے ہر چیز کو پانی سے حیات بخشی ہے۔ زمین کا 71 فیصد حصہ پانی ہے تو انسانی جسم کا بھی بڑا حصہ پانی ہی ہے۔ کسی وجہ سے Dehydration ہو جائے تو انسان اپنے آپ کو بے جان محسوس کرنے لگتا ہے۔ تمام نباتات کو غذا پانی ہی کے راستے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور حیوانات بھی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ عجیب بات ہے کہ پانی دو گیسوں کا مرکب ہے۔ ایک آکسیجن جو جلنے میں مدد دیتے ہیں اور دوسرے ہائیڈروجن جو خود جلتی ہے مگر پانی نہ جلتا ہے نہ جلنے میں مدد دیتا ہے بلکہ جلتی ہوئی چیز کو بجھا دیتا ہے۔ ایک عجیب نظام اللہ کا یہ ہے کہ پانی اپنی تین حالتوں میں پایا جاتا ہے۔ ٹھوس، مائع اور گیس اور تینوں حالتوں میں اسکا استعمال جدا جدا بھی

اورضروری ہے۔ عام حالت میں تو یہ پانی ہے۔ جب اللہ کو بارش برسا کر زمینوں کو سیراب کرنا ہوتا ہے۔تو اسے گیس (بھاپ) کی شکل میں بلندیوں پر اٹھا کر بادلوں کی شکل دیتا ہے۔ پھران بادلوں کو جہاں چاہتا ہے اپنے مخصوص نظام کے تحت پہنچا تا ہے اور جب چاہتا ہے بارش کی شکل میں برسا دیتا ہے۔ کبھی چاہتا ہے تو بھاپ سے ڈائرکٹ ٹھوس یعنی برف بنا کر برساتا ہے جس کو انسان برف باری کے نام سے جانتا ہے۔ پانی کی ایک عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے تمام عناصر کے معمول کے خلاف رویہ رکھتا ہے جو اللہ کی قدرت اوراسکی عظمت کی نشانیوں میں سے ہے۔مگر عام لوگ اس سے واقف نہیں ہیں۔ وہ یہ کہ دوسری تمام چیزیں گرم کرنے پر پھیلتی ہیں یعنی ٹھوس سے مائع بنایا جائے تو انکا حجم بڑھتا ہے۔اس کے برعکس سرد کرنے پر سکڑتی ہیں۔یعنی ان کا حجم کم ہوتا ہے۔لیکن پانی کا رویہ مختلف ہے۔ جب پانی کو ٹھنڈا کیا جائے تو یہ بھی سکڑتا ہے مگر 4.C سے لیجئے یہ دوبارہ پھیلنے لگتا ہے۔یعنی اسکی کثافت کم ہوجاتی ہے۔اور حجم بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں برف پانی میں تیرتا ہوا نظر آتا ہے۔اس کا بہت بڑا نفع یہ ہے کہ سرد ممالک میں جب درجہ حرارت صفر سے بھی کم ہوجاتا ہے تو تالاب، دریا، جھیل اور تمام پانی کے ذخائر میں اوپر کا پانی برف بن کر نیچے کے پانی کو برف بننے سے محفوظ رکھتا ہے۔جسکی وجہ سے تمام آبی جاندار زندہ رہتے ہیں اور آمدورفت جو پانی کے جہازوں سے ہوتی ہے وہ بھی چلتی رہتی ہے۔ ورنہ برف میں تمام آبی جاندار مرجاتے اور برف پگھلنے پر یہ جانور سڑتے اور ساری فضا کو خراب کردیتے اور زندگی دوبھر ہوجاتی ہے۔ پانی کا یہ رویہ بھی اس علیم وحکیم کی عظمت ظاہر کرتا ہے۔ پانی میں بہت سی اشیاء کو حل کرنے کی جو صفت پائی جاتی ہے وہ بھی اللہ کی عظمت کی دلیل ہیں۔ پانی میں بہت سی چیزوں

کو صاف کرنے کی جو صفت پائی جاتی ہے وہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ یہ پانی اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں سے ناراض ہوتا ہے تو کبھی پانی کم کر کے اور کبھی زیادہ کر کے عذاب بھی دیتا ہے۔ پانی کو کم کرنا چاہے تو بارش کو روک لے اور زمین کے پانی کو خشک کر دے تو کونسی طاقت ہے جو بارش برسا دے۔ اور کبھی اپنے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے تو اتنا برساتا ہے کہ فصلیں برباد ہو جاتی ہیں۔ ندیوں میں سیلاب آتے ہیں، اور آبادیوں کو بہا کر لے جاتے ہیں۔ بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو پانی ہی کا عذاب دیا گیا تھا۔ زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا اور آسمان سے بھی برس رہا تھا۔ پہاڑ کی چوٹیاں تک پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس زمین کا 71 فیصد حصہ پانی ہے۔ اللہ کے پاس ہر چیز کے لامحدود خزانے ہیں۔ زمین اور آسمان کے درمیان پانی کا ایک دریا ہے جو اتنا بڑا ہے کہ اس میں یہ زمین تنکہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ مخفی خزانے جن کی ہمیں خبر ہی نہیں اللہ ہی جانتا ہے۔

بارش

بارش بھی پانی ہی کی ایک متحرک شکل ہے۔ سمندروں میں سے پانی بھاپ بن کر اٹھتا ہے، اوپر جا کر بادلوں کی شکل میں جمع ہوتے رہتے ہیں، پھر اللہ کے متعین کردہ نظم کے تحت چلتے ہیں۔ اور جہاں حکم ہوتا ہے برستے ہیں، اور بلا تفریق ہر جگہ برستے ہیں اور جب برستے ہیں تو مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ بارش کی افادیت ہر جگہ الگ الگ قسم کی ہے۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ بارش ایک اور نفع مختلف اور بھی کئی اقسام کو احاطہ کئے ہوئے۔ جب یہ زرخیز زمینوں پر برستی ہے تو وہاں غلہ، پھل، ترکاریاں، جانوروں کا چارہ اور کئی اقسام

کے نباتات کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ایسے نباتات جو غذا بھی ہیں۔ اوران میں دوائیں بھی ہیں۔ جنگلات میں برستی ہے تو کئی قسم کی مفید لکڑیاں والے درخت نشونما پاتے ہیں۔ ایسی زمینوں کو یہ بارش سرسبز وشاداب بنادیتی ہے۔ دوسری قسم زمین کی وہ ہے جہاں سنگ لاخ پہاڑی سلسلے ہی، چٹانیں یا پتھر ہیں۔ ایک دانہ بھی نہیں اگا سکتے۔ مگر بارش وہاں گرتی ہے اور پانی یہاں سے بہا کر اللہ تعالیٰ ندیوں، جھیلوں، تالابوں میں پہنچاتا ہے جو سال بھر پانی کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ یہی پانی زمین میں جذب ہوکر زمین کے اندر ذخیرہ بنتا ہے اور کنوؤں اور ٹیوب ویل کی شکل میں سال بھر پانی مہیا ہوتا ہے۔ یہ بارش سمندروں پر بھی ہوتی ہے۔ بظاہر کوئی ضرورت نظر نہیں آتی مگر اللہ کا نظام ہے کہ یہاں بارش کے قطروں کے ذریعہ موتی وجود میں آتے ہیں۔ بارشوں کا ایک عالمگیر نفع یہ کہ گرمی کی تمازت اعتدال پر آتی ہے۔ گردوغبار صاف ہوجاتا ہے۔ زمین گویا غسل کرلیتی ہے اور ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوجاتی ہے۔ مذکورہ بالا منافع کے علاوہ کتنے انسانوں کے لئے یہ بارش روزی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ لوگ اپنی چھتوں کو درست کرتے ہیں جس سے مزدوروں کو مزدوری ملتی ہے۔ کتنے لوگ چھتریاں بیچ کر اور چھتریوں کی مرمت کرکے اپنا پیٹ بھرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ کتنے لوگ رین کوٹ بنانے اور کتنے ہی لوگ رین کوٹ بیچنے کے سیزن کا لطف اٹھاتے ہیں۔ یہ ہے اللہ جو ہر چیز پر قادر ہے۔

وہ مخلوق جو دکھائی نہیں دیتی

اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق ایسی بھی بنائی ہے جو نظر بھی نہیں آتی۔ بڑی مشکل

سے خورد بین کے ذریعہ اسکو دیکھنا ممکن ہوا ہے۔ مگر اللہ کی شان کہ انسان اسکے مقابلہ سے عاجز ہے۔ اللہ نے اپنی چھوٹی سی مخلوق کے ذریعہ اپنی قدرت دکھائی۔ وہ مخلوق وائرس اور بیکٹیریا ہیں۔ بیکٹیریا مفید بھی ہوتے ہیں اور اتنے ضروری کہ ان کے بغیر کام ہی نہ چل سکے۔ جیسے دودھ کو دہی میں بدلنے والے بیکٹیریا ہی ہوتے ہیں۔ جو ایک قطرہ دہی میں ہزاروں کی تعداد میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگر ایک لیٹر دودھ میں ایک قطرہ دہی کا پڑ جائے تو یہ بیکٹیریا پورے دودھ کو دہی میں بدل دیتے ہیں اور اب دودھ کی تاثیر ہی بدل جاتی ہے۔ اسی طرح وائرس ہیں۔ یہ پہلوانوں کو بھی لاغر اور کمزور بنا دینے والی فوج ہے۔ باریک اتنے ہوتے ہیں کہ مچھر جب خون پینے کے لئے انسان کے جسم پر بیٹھتا ہے تو اسکی سونڈ سے ہزاروں وائرس انسانی جسم میں داخل ہو جاتے ہیں جو اوپر تو صرف کھجلی کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں، اور اندر جا کر خون میں شامل ہو کر آدمی کو مریض بنا دیتے ہیں۔ ایسے ہی مختلف اقسام کے وائرس ہوتے ہیں جو جسم میں جا کر مختلف قسم کے امراض کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر اور غیر مرئی مخلوق کے ذریعہ انسان کی بے بسی اور اپنی قوت کا اظہار کرتا ہے۔ جتنی قسمیں وائرس کی آج تک معلوم ہو سکی ہیں ان میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ اور ان کو قابو میں لانے کی نئی نئی تدبیریں کی جا رہی ہیں۔

موسم

اللہ کی عظمت اور اسکی معرفت کی ایک نشانی مواسم ہیں۔ انسان تغیر پسند مخلوق ہے، یکسانیت سے اکتا جاتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے حالات کو بدلتا رہتا ہے۔ کسی جگہ 24 گھنٹے بھی یکساں نہیں رہتے۔ یہ 24 گھنٹے دن اور رات

میں تقسیم ہیں۔ اور دن بھی پورا یکساں نہیں ہوتا۔ اس میں صبح کا منظر الگ ہے۔ دوپہر، سہ پہر الگ الگ کیفیات لئے ہوتے ہیں۔ اور شام ایک الگ لطف لے کر آتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ رات یا دن کو منتقل کردے، رات کے بعد دن نہ آئے یا دن کے بعد رات نہ آئے تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کون معبود ہے اللہ کے علاوہ جو تمہارے دن لے آئے۔ یا اگر وہ دن ہی رہنے دے تو وہ کون معبود ہے اللہ کے علاوہ جو تمہارے لئے رات لے آئے جس میں تم سکون پاتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

یہ دن رات کے تغیر کے علاوہ ساری دنیا میں موسم بدلتا رہتا ہے۔ ایک ہی وقت میں کہیں سردی ہے تو کہیں گرمی ہے۔ کہیں بارش ہو رہی ہے کہیں بہار ہے۔ تو کہیں خزاں ہے۔ یہ سب اللہ کی عظمت کی نشانی ہے کہ ایک ہی زمین کے مختلف خطوں پر مختلف موسم ہیں۔ ہر موسم کے ہر جگہ الگ الگ قسم کے نفع ہیں۔ ہر موسم کی نباتاتی پیداوار الگ الگ جن کے استعمالات بھی الگ الگ، ہر موسم اپنے پیدا کرنے والے کا تعارف کرا رہا ہے۔

ایک پائلٹ صاحب نے یہ مضمون دیا ہے جو ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے

اللہ نے بہت بڑی کائنات بنائی ہے۔ اس میں سے ایک ہماری دنیا بھی ہے۔ جسے سائنس کی زبان میں زمین کہتے ہیں۔ اللہ نے زمین پر انسان کو بسایا

اور جو جو چیزیں انسان کے لئے ضروری تھی وہ چیزیں زمین پر رکھی۔ دوسرے سیاروں یا ستاروں کے مقابلہ ہماری دنیا بہت الگ ہیں۔ دنیا ہی ایسی جگہ ہے جہاں موسم کا بدلنا، ہواؤں کا چلنا، بارش کا نظام، سردی گرمی کا نظام، پیڑ پودوں کا نظام، سمندروں کا نظام، پہاڑوں کا نظام اور ساری وہ چیزیں جو انسان کے زندہ رہنے کے لئے چاہئے تھی۔ وہ سب رکھی ہیں۔ دوسرے ستاروں یا سیاروں میں یہ بات نہیں ہیں۔

دنیا (Earth)

اللہ نے دنیا کو مکمل گول نہیں بنایا۔ بلکہ اسے نارنجی کی طرح اوپر سے اور نیچے سے تھوڑا چپٹا کیا ہوا ہے۔ زمین کی گولائی اگر اوپر سے نیچے کی طرف (شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال) ناپی جائے تو پچاس ہزار آٹھ سو بائیس (50,822) کلومیٹر ہوتی ہیں اور دائیں سے بائیں (مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق) ناپے تو (50,993 KM) کلومیٹر ہیں۔ زمین دو طرح کی گردش میں ہیں۔ ایک گردش خود اس کی محور پر اور ایک گردش سورج کے گرد۔ محوری گردش کی وجہ سے دن اور رات کا نظام اللہ نے بنایا۔ اس گردش کو زمین 23 گھنٹے اور 56 منٹ ((23:56 میں پوری کرتی ہے۔ اور اس طرح سورج کے گرد گردش 365 دن 6 گھنٹے اور 9 منٹ (365:06:09:00) میں پوری کرتی ہے۔ اس لئے اگر ایک سال 365 دن کا پکڑتے ہیں تو ہر چوتھے سال فروری میں ایک دن بڑھانا پڑتا ہے (28 کے بجائے 29) کا مہینہ ہوتا ہے۔ زمین اپنے محور پر 66/1/2 جھکی ہوئی چل رہی ہے۔ اور اس جھکاؤ میں اللہ کی بہت سی قدرت پوشیدہ ہیں۔ اسی وجہ سے 6 مہینے زمین کا جنوبی سرا سورج کے

سامنے ہوتا ہیں۔اور 6 مہینے شمالی سِرا سورج کے سامنے ہوتا ہے۔جو سِرا سامنے ہوتا ہے۔اس کے قطب پر 6 مہینے کا دن ہوتا ہے۔اور اس وقت دوسرے قطب پر 6 مہینے رات ہوتی ہیں۔اگر اللہ نے یہ 66.1/2 کا جھکاؤ نہیں رکھا ہوتا تو دونوں قطب پر ہر وقت ایک جیسا اندھیرا ہوتا۔اور نہ ہی موسم کا تغیر ہوتا۔گردش کے دوران، سورج سے اس کا فاصلہ پورے سال بدلتا رہتا ہے۔3 جنوری کو زمین سورج کے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے اسے Perihelion کہتے ہیں۔اور 3 جولائی کو زمین سورج سے سب سے زیادہ دور ہوتی ہے۔اسے Aphelion کہتے ہیں۔(la)

دنیا کا تقریباً پونہ (3/4) حصہ پانی ہے اور باقی حصہ زمین۔اگر دنیا کو بیچ سے خطِ استواء سے دو ٹکڑے کئے جائے اور شمال، جنوب دو حصے کاٹے جائے تو زمین کا زیادہ حصہ شمال میں چلا جائے گا۔صرف آسٹریلیا، نیوزلینڈ، افریقہ کا کچھ حصہ اور جنوبی امریکہ کا کچھ حصہ ہی جنوبی حصے میں آئیں گے۔اس لئے گرمی کے دنوں میں ہمیں وہ گرمی نہیں ہوتی جو افریقہ والوں کو ہوتی ہے۔کیونکہ اس وقت زمین سورج سے دور ہوتی ہے۔جب افریقہ کا گرمی کا موسم ہوتا ہے۔اس وقت زمین سورج کے قریب ہوتی ہیں۔

دنیا میں جو بڑے بڑے سمندر ہیں ان کا بھی بہت سا حصہ قطبین پر برف کی شکل میں اللہ نے جمایا ہوا ہے۔اس کے علاوہ گرین لینڈ، نورتھ کینڈا، الاسکا، نورتھ روس میں بھی بڑے بڑے برف کے پہاڑ ہیں۔اسی طرح یورپ میں بھی کافی برف ہیں۔اور سب سے بڑا برف کا پہاڑی سلسلہ جسے ہم ہمالیہ کہتے ہیں۔جس کی ایک چوٹی کی اونچائی تقریباً سطح سمندر سے ستائیس ہزار (27,000) فٹ ہیں۔جو دنیا میں سب سے بلند ہیں۔اس ہمالیہ کا سلسلہ اتنا بڑا ہیکہ اس

کا کچھ حصہ چائنا میں، کچھ انڈیا میں، کچھ پاکستان میں، افغانستان، تاجکستان تک پھیلا ہوا ہے۔ بلکہ نیپال اور بھوٹان جیسا پورا ملک ہی اس پہاڑ پر ہیں۔ برف کے بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔

اگر اللہ اس بڑے بڑے پہاڑوں (ماؤنٹین) کو پگھلا دے تو سمندر کے پانی کی مقدار مل کر بہت بڑھ جائے گی۔ اور سطح سمندر کی میٹر تک اونچا ہو جائے گی۔ اور اگر ایسا ہوا تو کئی ملک جو آج پانی کے صرف 2 یا 3 میٹر اونچائی پر بسے ہوئے ہیں۔ سارے کے سارے ملک پانی میں غرق ہو جائیں گے۔ ایک نقصان، دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ برف کا میٹھا پانی سمندر کے کھارے پانی میں ملنے کی وجہ سے سمندر کی بحری روا پنا راستہ بدل دیں گی۔ اور اس وجہ سے دنیا کے موسم میں زبردست تبدیلی ہوں گی اور کیا کیا نقصان ہوگا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

زمین میں اللہ نے ایک مقناطیسی کشش رکھی ہے۔ جس کو استعمال کر کے انسان سمتوں کا اندازہ ٹھیک لگا پاتا ہے۔ ہمارے مقناطیس کا شمالی سرا زمین کا جنوبی سرا ہے اور ہمارے مقناطیس کا جنوبی سرا، زمین کا شمالی سرا ہے۔ اسی لئے جب ہم مقناطیس کو فری رکھتے ہیں تو مقناطیس کا شمالی سرا جنوب کی طرف بتا رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین کا وہ سرا اسے کھینچ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری طرف کا حال ہے۔(lb)

ہماری زندگی میں موسم کا بہت اثر ہے۔ اللہ نے ہماری زمین پر ہوا کا غلاف چڑھایا ہوا ہے۔ اور اس ہوا میں کئی قسم کی گیس ہے۔ نائیڈروجن =78% آکسیجن 21% اور آرگون، کاربن ڈائی آکسائیڈ، نیون، ہلیم وغیرہ سب ملا کر =1%۔ ہوا کبھی بھی سوکھی نہیں ہوتی۔ کچھ نہ کچھ مقدار میں آبی بخارات ہمیشہ اس میں رہتے ہیں۔(2)

دنیا پر آب و ہوا کی کئی لہر ہیں۔ جن کے نام ٹروپسفیر، اسٹار ٹوسفیر میسیفر اور تھیر مسیفر ہیں۔ آیئے ہم بات کرتے ہیں۔ صرف ٹروپسیفر کی۔ سارے موسم کا بننا بگڑنا اس ایک ہی تہہ میں ہوتا ہے۔ ٹروپسیفر کی اونچائی سطح سمندر سے لے کر خطِ استوا پر 60,000 فٹ اور قطبین پر 30,000 فٹ ہوتی ہیں۔ اللہ نے زمین پر ایک مناسب اور صحیح اندازے کے مطابق حرارت، دباؤ اور ہوا کا نظام رکھا ہے۔ ہم جیسے جیسے سطح سمندر سے اوپر جاتے ہیں، حرارت بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ دباؤ بھی کم ہوتا جاتا ہے۔ اور ہوا بھی پتلی ہوتی جاتی ہے۔ سورج سے جتنی حرارت زمین پر آتی ہے۔ اس کا 45% حصہ زمین اپنے میں جذب کرتی ہے۔ باقی 55% حصہ فضا میں واپس ہوجاتا ہے۔ اور اسی 45% حرارت سے اللہ سارے دنیا کا کام چلاتے ہیں۔ بادلوں کا بنانا، کھیتوں کا اگانا وغیرہ وغیرہ۔

اگر اللہ اس حرارت کو تھوڑا بھی کم کردے تو دنیا ٹھنڈ سے جم جائے۔ اور اگر تھوڑا بھی زیادہ کردے تو دنیا گرمی سے پگھل جائے۔ جیسے جیسے ہم سمندر سے اوپر جاتے ہیں۔ حرارت (ٹیمپریچر) کم ہوتا جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق حرارت 1000 فٹ کی بلندی پر 2 ڈگری ٹیمپریچر کم ہوتا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بومبے میں سطح سمندر پر 30 ڈگری ٹیمپریچر ہو تو اس وقت ممبئی سے 10,000 فٹ کی بلندی پر حرارت صرف 10 ڈگری ہوگی اور 20,000 فٹ کی بلندی پر نفی 10 (10) ڈگری ہوگی۔ (اس حرارت میں انسان بغیر کسی مناسب لباس کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ (3)

اس طرح جتنی بلندی پر جائیں گے اتنا ہی آکسیجن کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے۔ اور 20,000 سے 30,000 فٹ کی بلندی پر آکسیجن اتنی کم ہوجاتی

ہے۔ کہ کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔(4)

اسی طرح سمندر پر ہوا کا دباؤ 29.92 انچ تسلیم کیا گیا ہے۔ ہر 1000 (ہزار) فٹ کی بلندی پر ایک انچ دباؤ کم ہوجاتا ہے۔ اگر ہم زیادہ بلندی پر یا سمندر کی زیادہ تہہ میں جائے تو یہ دباؤ بہت کم یا بہت زیادہ ہوگا اور زندگی ممکن نہیں ہے۔(5)

اللہ نے انسان کے جسم میں بھی ایک نظام بنایا ہے۔ انسان کے اپنے جسم کی ایک حرارت ہے جو دنیا کی حرارت سے مقابلہ کرسکتی ہے اور دنیا کی ٹھنڈ سے بھی مقابلہ کرسکتی ہے۔ انسان میں سانس لینے کا ایک نظام ہے۔ جو ساری گیس میں سے آکسیجن کو چھانٹ کر اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ انسان میں ایک خاص قسم کا دباؤ ہوتا ہے جو دنیا کے دباؤ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ اگر انسان بہت زیادہ بلندی پر جائے تو وہاں دباؤ کم ہونے کی وجہ سے انسان کے اندر کا دباؤ باہر آئے گا اور اس کے جسم کی چیزیں باہر آجائیں گی اور جسم پھٹ جائے گا۔

اللہ نے زمین پر ایک کشش رکھی ہے۔ جس سے ساری چیزیں زمین سے جوڑی ہوئی ہے۔ ہم بھی زمین پر آسانی سے چل سکتے ہیں۔ اگر یہ کشش اللہ بڑھادے تو زمین پر سے ایک ایک قدم اٹھانا مشکل ہوجائے۔ اگر اللہ اس کشش کو کم کردے تو زمین پر ایک ایک قدم رکھنا دشوار ہوجائے۔ اسی لئے چاند پر لوگ چل نہیں سکتے بلکہ پھدکتے ہیں۔ کیونکہ چاند پر یہ کشش اللہ نے نہیں رکھی ہے۔(6)

ہوا۔ ایئر (Air)

دنیا میں سورج ہر جگہ الگ الگ زاویہ سے اپنی شعاع ڈالتا ہے۔ جس کی وجہ

سے ہر جگہ الگ الگ حرارت ہوتی ہے۔ جو ہوا گرم ہوتی ہے۔ وہ پھیلتی ہے، اور وہاں کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ جہاں ہوا سرد ہوتی ہے وہاں ہوا سکڑتی ہے اور دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ہوا ہمیشہ زیادہ دباؤ والے علاقے سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہے، تاکہ ایک جیسا دباؤ ہو جائے۔ ساری دنیا میں ہواؤں کا چلنا اسی دباؤ کے ہیر پھیر کا نتیجہ ہے۔ ہوا کی بہت سی قسمیں ہیں۔(۱) جو ہوا ریگستان یا گرم علاقے سے آتی ہے۔ وہ گرم اور خشک (گرم اور سوکھی) ہوتی ہے۔(۲) جو ہوا گرم علاقے والے سمندر سے آتی ہیں ۔ وہ گرم اور مرطوب ہوتی ہے۔ (۳) جو ہوا سمندر اور ٹھنڈے علاقوں سے آتی ہے۔ وہ ٹھنڈی اور مرطوب ہوتی ہے۔(۴) جو ہوا ٹھنڈے اور خشک علاقوں سے آتی ہے۔ وہ ٹھنڈی اور خشک ہوتی ہے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی الگ الگ خصوصیت ہے۔ الگ الگ ہواؤں میں اللہ نے الگ الگ نفع اور نقصان رکھا ہے۔(7)

جو علاقے سمندر سے قریب ہوتے ہیں وہاں دن کے وقت ہوا سمندر سے خشکی کی طرف چلتی ہے۔ اسے ''سی بریز'' کہتے ہیں۔ جو ہوا رات کے وقت خشکی سے سمندر کی طرف چلتی ہے، اسے ''لینڈ بریز'' کہتے ہیں۔(8a)

ایک ہی قسم کی خصوصیت والی ہوا جب دوسری قسم کی خصوصیت والی ہوا سے ملتی ہے تو اسے انگلش میں فرنٹس کہتے ہیں۔ الگ قسم کی فرنٹس میں الگ قسم کے بادل الگ قسم کی حرارت اور الگ قسم کا دباؤ وغیرہ ہوتا ہے۔ کولڈ فرنٹس بالکل الگ ہوتی ہے وارم فرنٹس بالکل الگ۔ اور ان دونوں کے ملنے سے جو فرنٹس بنتی ہے اس کی خصوصیت ان دونوں سے بھی الگ ہوتی ہے اسے Occluded کہتے ہیں۔

(Fo fornts)

جب دو قسم کے فرنٹس آپس میں ایک دوسرے سے مخالف سمت سے آ کر ملتے ہیں ۔تو یہ گھوم (رول) ہو جاتے ہیں۔ اور زیادہ رول ہونے کی وجہ سے طوفان بنتے ہیں۔ اس کی کئی قسم ہیں۔ ٹروپیکل سائیکلون اور اکسٹرا لٹروپیکل سائیکلون وغیرہ ۔(8b)

جن علاقوں میں پہاڑ ہوتے ہیں۔ وہاں دن کے وقت ہوا وادی سے پہاڑ کی اونچائی کی طرف چلتی ہے اسے (ویلی ونڈ) کہتے ہیں۔ اور جو ہوا رات کے وقت پہاڑوں کی اونچائی سے نیچے وادی کی طرف چلتی ہے۔ اسے (ماونٹن ونڈ) کہتے ہیں۔

ایک ہوا ہے جسے جیٹ اسٹریم کہتے ہیں۔ یہ ہوا سطح سمندر سے 40 سے 60 ہزار (40000 سے 60000) فٹ کی بلندی پر ہوتی ہے یہ ایک طرح کی گولائی (رول) میں چلتی ہے جیسے ٹرین چلتی ہے اس کی رفتار 100 سے 300 کلومیٹر ہوتی ہے اگر کوئی ایئر پلین اس ہوا کی زد میں آ جائے تو اس کی رفتار پر بہت اثر ہوتا ہے اور جھٹکے بھی بہت محسوس ہوتے ہیں۔ اللہ نے اسی جیٹ اسٹریم میں کہیں کہیں ہوا کا بڑا سا خلاء رکھا ہے اگر ایئر پلین اس خلاء میں چلا جائے تو ایک سیکنڈ میں کئی کئی سو (100) فٹ جھٹکے سے نیچے آ جاتا ہے۔ اسے کٹ (کلیئر ایئر ٹربیلنس (کہتے ہیں۔ اور یہ نظر نہیں آتا۔(10)

اور بھی بہت سی ہوائیں اللہ نے بنائی ہے اگر سب کو یہاں تفصیل سے لکھا جائے تو مضمون بڑا ہو جائے گا۔

(کہرہ۔فوگ)(Fog)

آبی بخارات (موئسچر) کے ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے وہ بہت ہی باریک باریک

پانی کے قطروں میں تبدیل ہو کر دھواں جیسا بن جاتا ہے۔کبھی یہ ہلکا ہوتا ہے، کبھی یہ گہرا ہوتا ہے، اور کبھی یہ اتنا گہرا ہوتا ہے کہ قریب کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔اسے Radiation fog, Advection fog, Upslope fog, precipitation fog, steam fog, Aur, Ice fog, وغیرہ۔(11a)

(بادل۔قلاوَڈس)(Clouds)

اللہ کے حکم سے جب سورج (سن) پانی پر پڑتا ہے تو اسے گرم کرتا ہے۔اور وہ پانی آبی بخارات (موئسچر) میں تبدیل ہو کر گیس کی شکل میں اوپر اٹھتا ہے۔جو نظر نہیں آتا جس طرح آکسیجن وغیرہ نظر نہیں آتے۔جب یہ آبی بخارات اوپر جاتے ہیں تو حرارت کم ہونے کی وجہ سے پھر سے پانی کے قطروں میں تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔یہ قطرے بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں جو آنکھ سے نظر نہیں آتے۔پھر دھوے کی طرح دکھتے ہیں۔جسے ہم بادل کہتے ہیں۔جب یہ ہی بادل اور بلندی پر جاتے ہیں تو حرارت اور کم ہوتی ہے۔اور یہ ہی چھوٹے چھوٹے پانی کے قطرے آپس میں مل کر بڑے ہو جاتے ہیں اور جب یہ اتنے بھاری ہو جاتے ہیں کہ ہوا میں اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں ہوتی تو یہ پھر نیچے کی طرف گرتے ہیں اور ہم اسے بارش (رین) کہتے ہیں۔)

جتنی الگ الگ قسم کی ہوا ہوتی ہے۔اتنے ہی الگ الگ قسم کے بادل بنتے ہیں۔تقریباً بارہ (12) الگ الگ قسم کے بادل ہے۔(11b)

سطح سمندر سے لے کر 6500 فٹ تک جو بادل بنتے ہیں۔ اسے نچلے بادل (لوکلاوڈس) کہتے ہیں۔ اس میں tratus, Nimbo-stratus, Aur strato- Cumulus,(low clouds) نامی بادل بنتے ہیں۔ (12)

6500 فٹ کی بلندی سے لے کر (20,000) فٹ کی بلندی تک جو بادل بنتے ہیں۔ اسے درمیانی بادل (میڈل کلاوڈس) کہتے ہیں۔ اس میں Alto-stratus , Aur alto بنتے ہیں۔

20,000 فٹ کی بلندی سے لے کر تقریباً 60,000 فٹ کی بلندی پر جو بادل بنتے ہیں اسے اونچے بادل (ہائی کلاوڈس) کہتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ 60,000 فٹ سے بھی زیادہ بلندی پر چلے جاتے ہیں۔ اس میں Cirrus, cirro- stratus Aur cirro cumules......

یہ تینوں قسم کے بادل تہہ در تہہ (لیئرس) کی شکل میں بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بادل کی قسم ہیں۔ جو پہاڑوں (ماؤنٹن کی طرح اونچے اونچے بنتے ہیں۔ جس کی نچلی سطح زمین سے 1000 فٹ کی بلندی پر ہوتی ہے۔ اور اوپر کا آخری سرا 40000 فٹ تک ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس کا اوپری سرا ساٹھ ہزار (60000) فٹ سے بھی زیادہ اونچا چلا جاتا ہے۔ اس میں Cumulus, Towering cumulus اور سب سے اہم Cumulonimbus بنتے ہیں۔ (15a)

اور بھی کئی قسم کے بادل ہیں جن میں سے کچھ تو صرف قطبین پر ہی بنتے ہیں۔ پورل کلاوڈس وغیرہ۔ جہاز کو چلانے والے پائلٹ (کیپٹن) ان بادلوں کو دور سے ہی دیکھ کر اندازہ لگالیتا ہے کہ آگے موسم کیسا ہے یا یہ کہ اسے ان بادلوں سے گزرنا ہے یا ان سے بچنا چاہیئے۔ ہر بادل کا رنگ الگ، ساخت الگ، اور

خصوصیت الگ الگ ہے۔ کچھ میں پانی ہوتا ہے۔ کچھ میں نہیں ہوتا۔ کچھ میں برف ہوتا ہے۔ کچھ سے بارش ہوتی ہے۔ کچھ سے نہیں ہوتی۔ اور کچھ سے بارش ہوتی تو ہے۔ پر زمین پر آنے سے پہلے پہلے وہ پانی پھر سے آبی بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسے Virga کہتے ہیں۔(15b)

ہم آیئے بات کرتے ہیں۔ صرف Cumulonimbus کی ،(3) تین باتوں کے مجموعہ کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے culumus بادل بنتے ہیں۔ پھر یہ آہستہ آہستہ بڑے ہوتے ہیں۔ اور آپس میں قریب آ کر ایک ساتھ ملتے جاتے ہیں۔ اور پھر یہ اتنے بڑے ہو جاتے ہیں جیسا بڑا پہاڑ ہو۔ کبھی کبھی یہ ساٹھ ہزار (60,000) فٹ جتنے بھی بڑے ہو جاتے ہیں۔ اس بادل کا گھیراؤ پانچ سے بارہ کلومیٹر جتنا بڑا ہوتا ہے۔ اس میں ہوا تیزی سے گردش کرتی ہے۔ ہوا کی رفتار (اسپیڈ) نیچے سے اوپر جانے کی تین ہزار (3,000) فٹ پر منٹ تک ہوتی ہے۔ اور اوپر سے نیچے آنے کی رفتار (اسپیڈ) 2,500 (فٹ پر منٹ) ہوتی ہے۔ بادل کے اوپری سرے پر حرارت (ٹمپریچر) نفی چالس (40) ڈگری تک چلا جاتا ہے۔ اس میں بجلی (الکٹریکل چارج) ہوتا ہے۔ نچلے سرے میں نفی (-) اور اوپری سرے میں مثبت (+) چارج ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ چارج ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ اور ہمیں زوردار بجلی کی کڑک سنائی دیتی ہے۔ اور آسمان پر بجلی نظر آتی ہے۔ اللہ نے اس میں اتنی طاقت رکھی ہے کہ چھوٹی سی چھوٹی بجلی میں اتنا کرنٹ ہوتا ہے کہ ایک بڑے شہر (سیٹی) کو بجلی (لائٹ) فراہم کر سکتا ہے۔ جب بجلی وجود میں آتی ہے تو اس وقت بجلی کے آس پاس خلاء اتنا گرم ہوتا ہے۔ جتنا سورج کی سطح ہوتی ہے۔ اس بادل میں زبردست پانی کی مقدار ہوتی ہے۔ پانی بادل میں اوپر جانے کے بعد برف میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس بادل سے

برف کے بڑے بڑے گولے گرتے ہیں۔ پھر زمین پر آتے آتے وہ چھوٹے ہوجاتے ہیں۔ ایئر کرافٹ (ایئر وپلین) اس بادل سے کم سے کم 30 کلومیٹر کی دوری سے اڑتا ہے۔ اگر غلطی سے کوئی ایئر پلین اس بادل میں چلا جائے تو اسکے بچنے کی امید بہت ہی کم ہے۔

بھنور (Tornadoes)

اس بادل میں کبھی کبھی طوفان بھی بنتے ہیں۔ جو اتنے تیز ہوتے ہیں کہ کئی کئی گاؤں اور شہر اسکی زد میں آ کر تباہ و برباد ہوجاتے ہیں۔ ان بادلوں میں ہوا کی چال گول گول ہوتی ہے۔ اور اس سے بھنور بنتے ہیں۔ جسے ہم Tornadoes کہتے ہیں۔ اس کی گولائی 300 سے 2000 فٹ تک ہوتی ہے۔ اس میں اللہ نے اتنی طاقت رکھی ہے کہ یہ بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ اس کی زد میں آئی ہوئی چھوٹی چھوٹی کار یا بڑی بڑی ٹرک بھی ہوا میں اڑنے لگتی ہیں۔ شہر کے شہر برباد ہوجاتے ہیں۔ اس میں ہوا کی رفتار 400 کلومیٹر سے بھی تیز ہوتی ہے۔ اگر یہ بھنور سمندر میں بنتا ہے۔ تو پانی میں بھنور پیدا کرتا ہے۔ اور بڑے بڑے جہاز بھی اس میں پھنس کر پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔ اسے ''واٹر اسپاؤٹ'' کہتے ہیں۔ کبھی کبھی اللہ کی قدرت سے یہ بھنور بادلوں میں بنتا تو ہے پر زمین پر آنے سے پہلے ہی اللہ اس کی طاقت کو ختم کر دیتے ہیں۔ اور اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ اسے Funnal کلاؤڈس کہتے ہیں۔ اور بھی بہت سی اللہ کی قدرت ہیں۔ بادلوں کے بارے میں، صرف کچھ کو بتایا گیا ہے۔ (16)

ہندوستان میں بارش کے موسم کو چھوڑ کر اکثر اوپری طرف پنجاب، دہلی، یوپی وغیرہ میں بہت کہرہ (فوگ) ہوتا ہے۔ اکثر بے موسم برسات ہوتی ہے۔ اور

ٹھنڈی میں ٹھنڈ زیادہ ہوتی ہے۔ یہ سب ایک ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو مغرب (ویسٹ) کی طرف سے چلتی ہے جسے ہم (ویسٹن ڈسٹربنس) کہتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کی ایک قدرت ہے بومبے یا ان اطراف میں کبھی بھی برف باری (snow fall) نہیں ہوتا۔

Light and electro megnatic لائٹ wave (EMW)

اللہ نے روشنی (لائٹ) بنائی۔ اس کی رفتار اتنی تیز ہے کہ یہ تین لاکھ کلومیٹر ایک سیکنڈ میں سفر کر سکتی ہیں۔ (3,00,000km/scc) مطلب ایک سیکنڈ میں دنیا کا چھ (6) چکر لگا سکتی ہے۔ مطلب اس کی رفتار گھنٹے کے حساب سے ایک سو آٹھ کروڑ KM ایک گھنٹے میں (108,00,00,00 km/hr) ہوتی ہے۔ یہی رفتار (EMW) کی بھی ہوتی ہے۔ ہے کوئی جو میرے اللہ جتنی تیزی والی سواری بنا لے؟ اسی (EMW) کا استعمال ہم موبائیل وغیرہ میں کرتے ہیں کہ ہم نے ابھی امریکہ فون کیا اور اسی سیکنڈ میں ہم نے اپنے بھائی سے بات کی جیسے وہ ہمارے سامنے بیٹھا ہے۔ (ایک سیکنڈ کی بھی دیری نہیں ہوتی) یا زمین سے بات کی اس سے جو چاند پر ابھی اترا ہے۔ (17)

لائٹ جتنا فاصلہ ایک گھنٹے میں کرتی ہے۔ اسے 24 سے ضرب دیجئے پھر 365 سے ضرب دیجئے (108,00,00,00km x 24 x 265 جو حاصل ضرب آئے گا۔ یہ وہ فاصلہ ہیں۔ جو روشنی ایک سال (1 ایئر) میں سفر کرتی ہے۔ جسے ہم اردو میں ایک نوری سال (x1) (1 لائٹ ایئر) کہتے ہیں۔ اللہ کی کائنات اتنی بڑی ہیں کہ اس میں لاکھوں کہکشائیں ہیں۔ کڑوروں ستارے ہیں۔ کئی کہکشاؤں کا پھیلاؤ کئی کئی سو نوری سال کے فاصلے میں پھیلا ہوا

ہے۔کئی ستارے ایسے ہیں۔ جو دنیا سے کئی نوری سال کے فاصلے پر ہیں۔کئی ستاروں کا تو پتہ ہی نہیں چلا کہ کتنے فاصلے پر ہیں۔کئی ستارے تو آج بھی دریافت ہوتے رہتے ہیں۔جب ستارے اتنے دور کہکشاں اتنی دور وہ بھی ایک نہیں ہزاروں اور کھربوں اوران گنت۔ جب یہ سارے اتنے دور ہیں۔تو میرے اللہ کا بنایا ہوا آسمان کتنا دور ہوا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''جو شخص 100 مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے زمین سے آسمان تک کی درمیانی جگہ نیکیوں سے بھر دی جاتی ہے۔'' اندازہ لگائیے۔کتنی نیکی ہوگی زمین سے آسمان تک۔

زمین سے سورج کئی گنا بڑا ہے۔کئی ستارے سورج سے سوگنا سے بھی زیادہ بڑے ہیں۔ اورستارے بھی آسمان پر کئی ایک نہیں بلکہ کروڑوں ہیں۔ جدا جدا ہیں۔ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر ہیں۔تو اس آسمان نے ان سب کو اپنے اندر اپنے احاطے میں لیا ہوا۔وہ آسمان اللہ نے کتنا بڑا بنایا ہوا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان وزمین سے کہیں زیادہ ہے۔اندازہ لگائیے۔جب آسمان اتنا بڑا تو جنت کتنی بڑی ہوں گی۔ جب کہ اس کی صرف چوڑائی کا ذکر ہے۔اور لمبائی کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔

اس آسمان کے سامنے ہماری دنیا کی کیا اوقات، اوراس بڑے اللہ کے سامنے ہماری کیا اوقات جس نے یہ سب بنایا ہے۔

ساری دنیا کے انسان، جنات اور فرشتے سب کے سب مل کر بھی اللہ کی بڑائی کرے تو بھی اللہ کی بڑائی کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

اللہ کی قدرت کے یہ چھوٹے سے نمونے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن میں خود کہہ رہا

ہے۔''اگر ساری دنیا کے درخت کا قلم بنالو، سارے سمندر کا پانی سیاہی بنالو اور ان سب کو دگنا بھی کردو اور اللہ کی بڑائی لکھنا شروع کرو، قلم ٹوٹ ٹوٹ کر ختم ہو جائیں گے، سیاہی ختم ہو جائے گی پر اللہ کی بڑائی ختم نہیں ہوگی'' (Surach kaliaf)، تو بھلا یہ ناچیز بندہ کیا اللہ کی بڑائی میں لکھ سکتا ہے۔

(Capt. Mahammed Talha)

اللہ ہم سب کو اپنا تعلق عطا فرمائیں۔ آمین۔

شکر خداوندی کے طریقے

شکر نعمت کے تین طریقے ہیں۔

(۱) الشکر بالقلب: دل سے شکر گذاری (۲) الشکر باللسان: زبان سے شکر ادا کرنا۔ (۳) الشکر بالجوارح: اعضاء و جوارح سے شکر گذاری

(۱) دل سے شکر گذاری: دل سے شکر بجالانے کا مطلب یہ ہے کہ منعم حقیقی سے محبت کی جائے، اس کی نعمتوں کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے اس کی فرماں برداری کی جائے۔ کیونکہ شکر گذاری پانچ باتوں پر مبنی ہے۔

(۱) شکر گذار کا مشکور کیلئے عاجزی اختیار کرنا (۲) اس سے سچی محبت کرنا (۳) اس کی نعمتوں کا اعتراف کرنا (۴) اس کی تعریف و توصیف بیان کرنا (۵) اوران نعمتوں کو اس (منعم) کی ناپسندیدہ جگہ میں استعمال نہ کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چار چیزیں جنہیں دی گئیں، انہیں حقیقت میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں دی گئیں۔ ان میں سے ایک شکر گذار قلب ہے۔ (ترمذی ۲۰۱۹، حسن)

(۲) زبان سے شکر بجالانا: یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور اس کی

توصیف اور تعریف کرنا اور ان نعمتوں کا اقرار واعتراف کرنا جیسا کہ حکم الٰہی ہے:

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ (الضحیٰ:۱۱)

ترجمہ: اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔ اس آیت کے مفہوم میں حضرت جابرؓ سے ایک روایت مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کو کوئی تحفہ پیش کیا جائے تو چاہئے کہ وہ اس کا بدلہ تحفہ کی شکل میں دے اور اگر کسی کے پاس بدلہ دینے کے لئے کوئی چیز میسر نہ ہو تو اچھے الفاظ میں اس کی تعریف وتوصیف کی جائے۔ اس لئے کہ جس نے تعریف کی تو اس نے شکر ادا کیا

(ترمذی ۱۹۵۷، وابوداؤد ۴۱۷۹ اور بخاری ۴۸۱۴ و مسلم ۳۹۷۳)

اس حدیث مذکور میں لوگوں کی تقسیم کی گئی ہے (۱) شکر گذار (۲) ناشکرا اور ان نعمتوں کو چھپانے والا (۳) بظاہر ان نعمتوں کا دکھاوا کرنے والا حالانکہ وہ ان نعمتوں کا اہل نہیں ہے۔

(۳) اعضاء وجوارح سے شکر گذاری: مال سے شکران نعمت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے راہ میں اسے خرچ کیا جائے۔ اس لئے کہ شکران نعمت صرف زبان سے کافی نہیں ہے، بلکہ اسے حق کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا وَقَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِيَ الشَّكُوۡرُ

(سبا ۱۳)

ترجمہ: اے آل داؤد، اسکے شکر میں نیک عمل کرو۔ میرے بندوں میں شکر گذار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔ سلف صالحین سے منقول ہے کہ شکرانِ نعمت تین چیزوں سے ہوتی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ جب نوازے تو اس پر اس کی تعریف وتوصیف بیان کرنا۔ (۲) اس نعمت پر راضی ہوجانا جو کچھ بھی میسر ہو۔ (۳) جب تک اس نعمت کا فائدہ

حاصل ہوتا رہے، اسکی نافرمانی نہ کرنا۔ اعضاء وجوارح میں خاص کر آنکھ اور کان اللہ کی بڑی بڑی نعمتوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کا استعمال اللہ کی مرضی کے مطابق کرنا ہی ان کا شکر ادا کرنا ہے۔ لہٰذا ان سے اللہ کی حرام کردہ چیزیں نہ دیکھیں اور نہ سنیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ پر انعام واکرام کرتا ہے تو ان پر ان نعمتوں کے آثار دیکھنا چاہتا ہے۔

سنہری باتیں

☆ نیکی میں غرور نیکی کو تباہ کر دیتا ہے (حضرت علیؓ)

☆ شکر گذار مومن عافیت سے قریب تر ہے، (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

☆ اللہ کے چاہنے والے کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

☆ اگر حرام اور حلال اکھٹے ہو جائیں تو حرام غالب آجاتا ہے، چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

☆ دنیا کا کوئی شخص جاہل نہیں، ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔

☆ جو علم کو دنیا کمانے کیلئے حاصل کرتا ہے علم اس کے قلب میں جگہ نہیں پاتا ہے۔

آپ کے بیان میں حرم شریف کے سب سے پہلے موذن کا قصہ سنا تھا وہ کونسی کتاب میں ہے

جواب: وہ قصہ تفسیر ابن کثیر میں قرآن کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الخ کے ضمن میں ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن محیریز جب شام کے سفر کو جانے لگے تو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے جن کی گود میں انہوں نے ایام

یتیمی بسر کئے تھے کہا کہ آپ کی اذان کے بارے میں مجھ سے وہاں کے لوگ ضرور سوال کریں گے، تو آپ اپنے واقعات تو مجھے بتا دیجئے۔ فرمایا، ہاں سنو: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آ رہے تھے، راستے میں ہم لوگ ایک جگہ تھے اور نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اذان کہی، ہم نے اس کی نقل اور مذاق اڑانا شروع کیا۔ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں بھی آوازیں پڑ گئیں۔ سپاہی آیا اور ہمیں آپ کے پاس لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم سب میں زیادہ اونچی آواز کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سب کو تو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا، اٹھو اور اذان کہو، واللہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اور آپ کی حکم برداری سے زیادہ بری چیز میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن بے بس تھا، کھڑا ہو گیا۔ اب خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان سکھائی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاتے رہے، میں کہتا رہا، (پھر اذان پوری بیان کی) جب اذان سے فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پیٹھ تک لائے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ میں اور تجھ پر برکت دے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کی قسم، میرے دل سے عداوت رسول بالکل جاتی رہی اور بجائے اس کے ایسی ہی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں پیدا ہو گئی، میں نے آرزو کی کہ مکہ کا مؤذن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بنا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ درخواست منظور فرما لی اور میں مکہ میں چلا گیا اور وہاں کے گورنر حضرت عتاب بن اسید سے مل کر مؤذنی پر مامور ہو گیا، حضرت ابو محذورہ کا نام سمرہ بن معیر بن لوذان تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذنوں میں سے ایک آپ تھے اور لمبی مدت تک آپ اہل مکہ کے مؤذن رہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ایک مچھلی کے بارے میں اللہ کی عجیب وغریب قدرت

امام مالکؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو اس کا امیر بنایا۔ یہ تین سو آدمی تھے، میں بھی شامل تھا۔ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادِ راہ ختم ہوگیا تو ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ سارے لشکر میں سے سب کا زادِ راہ لاکر جمع کریں۔ میرے پاس کھجور زادِ راہ تھی۔ ہم اس میں سے ہر روز تھوڑا تھوڑا کھاتے تھے۔ آخر کار وہ ذخیرہ ختم ہوا اور رسد کے طور پر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ ہم لوگ خود اب مرنے کے قریب ہوگئے لیکن سمندر تک آپہونچے تھے۔ ساحل پر دیکھا کہ ایک مچھلی ٹیلے کے مانند چوڑی چکلی پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے سارے لشکر نے اس کو تیرہ دن تک کھایا۔ ابوعبیدہ نے اس مچھلی کی دو پسلیوں کو بصورتِ کمان قائم کرنے کا حکم دیا۔ اس کمان کے نیچے سے ایک اونٹنی سوار گذر گیا اور اس کے بالائی حصے کو چھو نہ سکا۔ جابر بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ساحل بحر پر ایک بلند ٹیلہ سا معلوم ہوا۔ دیکھا تو وہ ایک دریائی جانور مرا پڑا تھا۔ جس کو عنبر کہتے تھے۔ ابوعبیدہ نے کہا یہ تو میت ہے۔ پھر کہا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں۔ بھوک سے مجبور ہوگئے ہیں۔ تازہ تازہ گوشت ہے خوب کھاؤ۔ ہم وہاں ایک مہینہ ٹھہرے رہے ہم تین سو آدمی تھے۔ کھا کھا کر خوب موٹے ہوگئے۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلوں کے اندر سے ہم مٹکے بھر بھر کر روغن نکالتے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لئے تھے جیسے گائے، ابوعبیدہ نے اسکی آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمیوں کو بٹھایا تھا۔ فاس کی ایک پسلی لے کر بصورت کمان زمین پر قائم کی گئی تو بڑے سے بڑا اونٹ اسکے نیچے سے نکل گیا۔ غرض یہ کہ وہ

مچھلی اس قدر بڑی تھی۔ پھر ہم نے اس کا گوشت سکھا کر زادِ راہ بنالیا۔ جب مدینے پہونچے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسکا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خدا کا رزق تھا۔ اگر تمہارے پاس کچھ ہے تو لاؤ ہمیں بھی کھلاؤ! ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ بھیجا۔ آپ نے تناول فرمایا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۲۱)

قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کے بارے میں یہ مضمون ضرور پڑھ لیجئے۔

جب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس وقت فصاحت، بلاغت، نکتہ رسی اور بلند خیالی، بول چال میں نزاکت و لطافت کا زمانہ تھا۔ اس فن میں بلند پایہ شاعروں نے وہ کمال حاصل کرلیا تھا کہ دنیا ان کے قدموں پر جھک پڑی تھی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتاب اللہ ایسی عطا فرمائی گئی کہ ان سب کی کوندتی ہوئی بجلیاں ماند پڑگئیں۔ اور کلام اللہ کے نور نے انہیں نیچا دکھایا اور یقین کامل ہوگیا کہ یہ انسانی کلام نہیں، تمام دنیا سے کہہ دیا گیا اور جتا جتا کر بتا بتا کر سنا سنا کر منادی کر کے بار بار اعلان دے کر کہا گیا کہ ہے کوئی جو اس جیسا کلام کرسکے؟ اکیلے اکیلے نہیں، سب مل جاؤ اور انسان ہی نہیں، جنات کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلو، پھر سارے قرآن کے برابر بھی نہیں، صرف دس سورتوں کے برابر ہی سہی، اور اچھا یہ بھی نہ سہی ایک ہی سورت اس کے مثل تو بنا کر لاؤ۔ لیکن سب کی کمریں ٹوٹ گئیں، ہمتیں پست ہوگئیں، گلے خشک ہوگئے، زبان گنگ ہوگئی اور آج تک ساری دنیا سے نہ بن پڑا اور نہ کبھی ہوسکے گا۔ بھلا کہاں خدا تعالیٰ کا کلام اور کہاں مخلوق کا؟ پس اس زمانہ کے اعتبار سے اس معجزے نے

اپنا اثر کیا اور مخالفین کو ہتھیار ڈالتے ہی بن پڑی اور جوق در جوق اسلامی حلقے میں آ گئے۔(تفسیر ابن کثیر جلد ا سورہ آل عمران)

اللہ دلوں کا بھید جاننے والا ہے

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ پوشیدگیوں کو اور چھپی ہوئی باتوں کو اور ظاہر کی ہوئی باتوں کو بخوبی جانتا ہے۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا علم سب چیزوں کو ہر وقت اور ہر لحظہ گھیرے ہوئے ہے۔ زمین کے گوشوں میں، پہاڑوں میں، سمندروں میں، آسمانوں میں، ہواؤں میں، سوراخوں میں غرض جو کچھ جہاں کہیں ہے سب اس کے علم میں ہے۔ پھر ان سب پر اس کی قدرت ہے۔ جس طرح چاہے رکھے جو چاہے جزا دے، پس اتنے بڑے وسیع علم والے، اتنی بڑی زبردست قدرت والے سے ہر شخص کو ڈرتے ہوئے رہنا چاہئے، اس کی فرمانبرداری میں مشغول رہنا چاہئے اور اس کی نافرمانیوں سے علیحدہ رہنا چاہئے۔ وہ عالم بھی ہے اور قادر بھی ہے۔ ممکن ہے کسی کو ڈھیل دیدے لیکن جب پکڑے گا تب دبوچ لے گا، پھر نہ مہلت ملے گی نہ رخصت، ایک دن آنے والا ہے جس دن تمام عمر کے برے بھلے سب کام سامنے رکھ دیئے جائیں گے، نیکیوں کو دیکھ کر خوشی ہو گی اور برائیوں پر نظریں ڈال کر دانت پیسے گا اور حسرت و افسوس کرے گا اور چاہے گا کہ میں ان سے کوسوں دور ہوتا اور پرے ہی پرے رہتا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۵۸)

دینداروں کا پڑوس اختیار کیجئے

وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ الخ کے ذیل میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ایک نیک بخت ایماندار کی وجہ سے اس کے آس پاس کے سوسو گھرانوں سے خداتعالیٰ بلاؤں کو دور کر دیتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر جلد ۱۲۸)

انسان تنگ دل ہے

قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّيۡۤ اِذًا لَّاَمۡسَكۡتُمۡ خَشۡيَةَ الۡاِنۡفَاقِ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا ۔ انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ رحمت خدا جیسی نہ ختم ہونے والی چیز پر بھی اگر یہ قابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنی بخیلی اور تنگ دلی نہ چھوڑے جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصہ کے یہ مالک ہو جائیں تو کسی کو ایک کوڑی کبھی نہ پرکھائیں، پس یہ انسانی طبیعت ہے۔ ہاں جو خدا کی طرف سے ہدایت کئے جائیں اور توفیق خیر دیئے جائیں وہ اس بدخصلت سے نفرت کرتے ہیں، وہ سخی اور دوسروں کا بھلا کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔ تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے اور راحت کے وقت پھول جاتا ہے اور دوسروں سے روکنے لگتا ہے، ہاں! نمازی لوگ اس سے بری ہیں الخ ایسی آیتیں قرآن میں اور بھی بہت ہیں، اس سے خدا کے فضل وکرم، اسکی بخشش ورحم کا پتہ بھی چلتا ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ خدا کے ہاتھ پُر ہیں، دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا، ابتدا سے اب تک کے خرچ نے بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۷۶)

دو عجیب حدیثیں

وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے، جو مؤذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا، ایک برتن میں قریب تین پاؤ کے پانی آیا۔ آپ نے وضو کر کے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا۔ جو میرے اس وضو کی طرح وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے تمام گناہ معاف، پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف، پھر رات کو وہ سو رہا، صبح اٹھ کر نمازِ فجر ادا کی تو عشاء سے لے کر صبح تک گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۹۹)

وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا۔ مسند احمد میں نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے، آسمان کی طرف دیکھ کر نظریں نیچی کر لیں، ہمیں خیال ہوا کہ شاید آسمان میں کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے بعد جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے والے بادشاہ ہوں گے، جو ان کے جھوٹ کو سچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری کرے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کا ہوں، اور جو ان کے جھوٹ کو نہ سچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری نہ کرے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۰)

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ایک حدیث سننے کیلئے پورے مہینے کا سفر کیا

مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں، مجھے روایت پہونچی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا، سامان کس کر سفر کیا، مہینہ بھر کے بعد شام میں ان کے پاس پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیسؓ ہیں۔ میں نے دربان سے کہا کہ جاؤ۔ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا جابر بن عبداللہ؟ میں نے کہا، جی ہاں، یہ سنتے ہی جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آگئے اور مجھے لپٹ گئے، معانقہ سے فارغ ہو کر میں نے کہا، مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے۔ تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں، اس لئے یہاں آیا، اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں یا آپ کو موت نہ آجائے۔ اب آپ سنایئے وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا۔ ننگے بدن، بے ختنہ، بے سروسامان، پھر انہیں ندا کرے گا جسے دور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے، فرمائے گا کہ میں مالک ہوں، میں بدلہ دلوانے والا ہوں، کوئی جہنمی اسوقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو، میں نہ دلوادوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہوسکتا ہے جب تک اس کا حق جو جہنمی پر ہے میں نہ دلوادوں گو ایک

تھپڑ ہی ہو۔ ہم نے کہا حضور! یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے مال و اسباب ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگوں دار بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کو بدلہ دلوا دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر۔ سورہ کہف)

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت سمجھانے کے لئے دنیا میں اعلان کردیجئے کہ اگر روئے زمین پر سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر خدائی کلمات، خدائی قدرتوں کے اظہار، خدائی باتیں، خدائی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہوجائے گی۔ لیکن خدا کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ گو پھر ایسے ہی دریا لائے جائیں۔ اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ خدا کی قدرتیں، اس کی حکمتیں اور اس کی دلیلیں ختم ہوجائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہیاں بن جائیں پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات خدا تعالیٰ ختم ہوجائیں کلمات خدا ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ اَن گنت ہیں، بے شمار ہیں۔ کون ہے جو خدا کی صحیح اور پوری قدر و عزت جان سکے؟ کون ہے جو اس کی پوری ثنا و صفت بجالا سکے؟ بے شک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرما رہا ہے۔ بیشک ہم جو

تعریفیں اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ یاد رکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلے پر ایک رائی کا دانہ ہے۔ اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل تمام دنیا کی نعمتیں ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر سورہ کہف)

معرفت الٰہی حاصل کرنے کا ایک عجیب نسخہ

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن تیمیہؒ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں اسماء الٰہیہ یعنی الحیّ القیّوم کی حیات قلب کے سلسلہ میں تاثیر عظیم ہیں، اور اشارۃً فرماتے تھے کہ اسم اعظم یہی دونوں اسماء ہیں اور میں نے انہی سے یہ سنا کہ جو شخص فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ چالیس مرتبہ پڑھنے پر مواظبت کرے گا تو اس کو حیات قلب اور معرفت ربانی حاصل ہوگی اور اس کا قلب مردہ نہ ہوگا۔

(مدارج السالکین جلد ۱ صفحہ ۴۴۸، اقوال سلف جلد صفحہ ۲۴۰)

طلباء کے لئے ایک خاص ہدیہ، عوام کیلئے عام ہدیہ

علامہ ابن تیمیہؒ کو جب کسی مسئلہ میں اشکال یا کسی آیت کے سمجھنے میں دقت ہوتی تھی تو وہ کسی سنسان مسجد میں چلے جاتے تھے اور پیشانی خاک پر رکھ کر دیر تک یہ کہتے رہتے یَا مُعَلِّمَ اِبْرَاهِیْمَ فَهِّمْنِیْ (اے ابراہیم کو علم عطا کرنے والے! مجھے اس کی سمجھ عطا فرما) تو وہ مسئلہ ان کا اللہ کی طرف سے حل ہو جاتا تھا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

نوٹ: بندہ کی رائے ہے کہ اس زمانہ میں سنسان مسجد تلاش کرنے کی کوشش نہ کیجئے، اپنے محلہ کی یا کوئی اور آباد مسجد ہو وہاں پر یہ عمل کیجئے اور عورتیں اپنے گھر

پر کر لیں، نہ آپ ابن تیمیہ ہیں، نہ میں ابن تیمیہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

عمر بھر خیر کے طالب رہو

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلاَ کَاشِفَ لَہٗ اِلاَّ ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلاَ رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ اس آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر بھر خیر کے طالب رہو اور خدا کے نعمات کو در پیش رکھو، خدا کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہونچ گئیں تو پہنچ گئیں۔ وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرمائے اور اللہ پاک سے درخواست کرو کہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے اور تمہیں آفات زمانہ اور آفات نفس سے امن میں رکھے، وہ غفور رحیم ہے۔ کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو، توبہ کرلو حتی کہ شرک کر کے بھی توبہ کرلو تو وہ قبول کرے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۸۳))

کیا دل بدل جاتے ہیں؟

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ کے تحت تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا، یارسول اللہ! کیا دل بدل جاتے ہیں۔ فرمایا ہاں، خدا اگر چاہے تو انسان کے دل کو سیدھا اور مستقیم رہنے دے اور اگر چاہے تو وہ ٹیڑھا کر دے۔ اسی لئے ہم خدا تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ یعنی اے خدا! ہدایت پر ہونے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ ہونے دے اور اپنی طرف سے ہمارے لئے رحمت بھیج، تو بڑا وہاب اور بخشنے والا ہے، میں نے کہا یارسول اللہ! مجھے ایسی دعا سکھلایئے کہ میں اپنے

لئے وہ مانگتی رہوں تو فرمایا، یہ دعا مانگا کرو۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا اَحْیَیْتَنِیْ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کے قلوب خدا تعالیٰ کے پاس قلب واحد کی تعریف میں ہیں کہ انہیں جس طرح چاہے پھیرے، پھر فرمایا: اللھم مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا اِلٰی طَاعَتِكَ یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۸۹)

بت پرستی کی ابتداء کیسے ہوئی

علماء تفسیر کہتے ہیں کہ اصنام پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ وہ لوگ جو صالحین تھے جب مر گئے تو ان کے معتقدین نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان کی تصویریں بنا کر اس میں رکھنے لگے تا کہ انہیں دیکھ کر ان کی حالت اور عبادت کو یاد کرتے رہیں اور انہیں جیسے بننے کی کوششیں کرتے رہیں۔ جب کچھ زمانہ گذر گیا تو ان کی تصویروں کے بجائے ان کے پتلے بنا دیئے گئے۔ کچھ دنوں بعد ان پتلوں کا احترام کرنے لگے اور پرستش ہونے لگی۔ ان پتلوں کے نام بھی انہیں صالحین کے نام پر تھے یعنی ود، سُوَاعِ، یَغُوْث، یَعُوْق، نسر وغیرہ۔ جب یہ مجسمہ پرستی بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا کہ پرستش صرف اللہ واحد کی کیجائے کہ اے قوم! عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو، اس کے سوا اقتدار اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر خدا کا عذاب عظیم نازل ہو جائے۔ تو ان کی قوم نے جواب دیا کہ ہمارے آباء واجداد بھی ایسا ہی کرتے تھے، تم ان کی پرستش سے ہمیں روکتے ہو۔ ہم تو تم کو اس بارے میں بڑی غلطی

اور گمراہی میں سمجھتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۷۷)

جنت کے بارے میں کچھ پڑھ لیجئے

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ الخ کی تفسیر میں ابن کثیر میں ہے کہ مؤمنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر و ثواب انہیں ملے گا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں، ہمیشگی کی راحتیں، باقی رہنے والی جنتیں، جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں، جہاں بلند و بالا، خوبصورت، مزین، صاف ستھرے اور آرائش و زیبائش والے محلات اور مکانات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ بھی وہاں ہے سب سونے ہی سونے کا ہے۔ اور دو جنتیں چاندی کی ہیں، برتن بھی اور کل چیزیں بھی، ان میں اور دیدار خداوندی میں کوئی حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل وعلا کے چہرے پر ہے، یہ جنت عدن میں ہوں گے، اور حدیث میں ہے کہ مؤمن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا، ایک ہی موتی کا بنا ہوا، اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا، مؤمن کی بیویاں وہیں ہوں گی، جن کے پاس وہ آتا جاتا رہے گا لیکن ایک دوسرے کو دکھائی نہیں دیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ و رسول پر ایمان لائے، نماز قائم رکھے، رمضان کے روزے رکھے، اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے، اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو، لوگوں نے کہا پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جنت میں ایک سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لئے بنائے ہیں، ہر دو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں، پس جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت

الفردوس طلب کرو، وہ سب سے اونچی اور سب سے بہتر جنت ہے، جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں، اس کی چھت رحمان کا عرش ہے۔ فرماتے ہیں: اہل جنت جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو، یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خاص ایک اعلیٰ مقام ہے جس نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل ہی قریب ہے، یہ جگہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، جب مجھ پر درود پڑھو تو اللہ سے میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو، پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے، فرمایا: جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مؤذن کی اذان کا جواب دو۔ جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو، جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو، وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق خدا میں سے ایک ہی شخص کو ملے گی، مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت ہوگی۔ جو شخص میرے لئے اس وسیلے کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروز قیامت حلال ہوگی، فرماتے ہیں: میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرو۔ دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہمیں جنت کی باتیں سنایئے، اس کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں کی، اس کا گارہ خالص مشک ہے، اس کے کنکر لؤ لؤ اور یاقوت ہے، اس کی مٹی زعفران ہے، اس میں جو جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا، جو کبھی خالی نہ ہوں، وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں، نہ اسکے کپڑے خراب ہوں نہ

اسکی جوانی ڈھلے، فرماتے ہیں: جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا اندر سے، ایک اعرابی نے پوچھا! حضور: یہ بالاخانے کن کے لئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اچھا کلام کرے، کھانا کھلائے، روزے رکھے، اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے، فرماتے ہیں: کوئی ہے جو جنت کا شائق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو۔ واللہ جنت کی کوئی چہار دیواری محدود کرنے والی نہیں۔ وہ تو ایک چمکتا ہوا بقعہ نور ہے، اور مہکتا ہوا گلستان ہے، اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں، اور جاری و ساری لہریں مارنے والی نہریں ہیں، اور گدرائے اور بیش قیمت رنگین ریشمی جوڑے ہیں، مقام ہے، ہیشگی کا گھر ہے، میوے ہیں لدے پھدے، سبزہ ہے پھیلا ہوا، کشادگی اور راحت ہے، امن اور چین ہے، نعمت اور رحمت ہیں، عالیشان، خوش منظر کوشک اور حویلیاں ہیں، یہ سن کر صحابہ بول اٹھے کہ حضور! ہم سب اس جنت کے مشتاق اور اسکے حاصل کرنے کے کوشاں ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ کہو، پس لوگوں نے ان شاء اللہ کہا، پھر فرمایا: ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بالا نعمت اللہ کی رضامندی ہے، چنانچہ اللہ رب العزت جنتیوں کو پکارے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیك ربنا وسعدیك والخیر فی یدیك، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، کہو تم خوش ہو گئے، وہ جواب دیں گے کہ خوش کیوں نہ ہوتے، آپ نے اے پروردگار! ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: لو میں تمہیں اس سے بہت ہی افضل و اعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں، وہ کہیں گے خدایا اس سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا سنو! میں نے اپنی رضامندی تمہیں عطا فرمائی، آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناخوش نہ ہوؤں گا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب جنتی جنت میں پہنچ

جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا: کچھ اور چاہیئے تو دوں۔ وہ کہیں گے خدایا! جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس سے بہتر تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: وہ میری رضامندی ہے جو سب سے بہتر ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ سورہ توبہ)

سوال:۔ آپ کے بیان میں انبیاء کی تصاویر کے بارے میں سنا تھا برائے مہربانی باحوالہ بتایئے

جواب:۔ سورہ اعراف میں ایک آیت ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ ہشام ابن العاص سے روایت ہے کہ ہرقل شاہِ روم کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے میں اور ایک آدمی بھیجے گئے۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس (ہرقل شاہ روم) نے اب ہمیں رخصت کیا۔ ہمیں ضیافت خانے میں ٹھہرایا، ہماری مہمانی کی۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے۔ پھر ایک رات ہمیں بلا بھیجا۔ ہم گئے پھر ہم سے دریافت کیا، پھر ہم نے اپنا مقصد دہرایا۔ اب اس نے ایک بہت بڑی چیز سونے چاندی سے جڑاؤ منگوائی، اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے۔ اس میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خانہ کا قفل کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکلا اس میں ایک سرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ ایک آدمی کی تصویر تھی جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، موٹی رانیں، لمبی اور گھنی داڑھی، سر کے بال دو حصوں میں نہایت خوبصورت اور لمبے لمبے۔ کہنے لگا کیا اسکو جانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، کہنے لگا یہ آدمؑ ہیں۔ ان کے جسم

پر بہت بال تھے۔ پھر اور ایک ڈبے کا قفل کھولا۔ اس میں سے بھی ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا۔ اسمیں ایک گورے رنگ کے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ گھونگر والے بال، سرخ آنکھیں، بڑا سا سر، خوبصورت ڈاڑھی۔ کہنے لگا یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے ایک اور تصویر نکالی۔ بہت ہی گورا رنگ، خوبصورت سی آنکھیں، کشادہ پیشانی، کھڑا چہرہ، سفید ڈاڑھی، ہنس مکھ صورت۔ کہا جانتے ہو کہ کون ہیں؟ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور ڈبہ کھولا۔ ایک روشن اور گورے رنگ کی تصویر تھی اور وہ محمد ﷺ کی تھی۔ پوچھا کیا انہیں جانتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہاں، یہ محمد ﷺ ہیں، تصویر دیکھ کر ہم پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ ہی محمد ﷺ ہیں۔ پھر وہ کھڑا ہوگیا پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم کیا یہ وہی ہیں؟ ہم نے کہا ہاں وہی ہیں۔ اس تصویر کو دیکھ کر تم یہ سمجھ لو کہ آپ ہی کو دیکھا ہے۔ پھر کچھ دیر تک اس صورت کو گھورتا رہا۔ پھر کہا، یہ آخری ڈبہ تھا۔ لیکن میں نے اس کو سب کے آخر میں بتانے کے بجائے دوسرے ڈبے چھوڑ کر درمیان میں بتادیا تا کہ تمہاری سچائی کا امتحان کروں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی جو گندم گوں اور نرم صورت تھی۔ گھونگریالے بال، گڑی ہوئی آنکھیں، تیز نظر، غصیلا چہرہ، جڑے ہوئے دانت، موٹے ہونٹ، کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے، اس کے متصل ایک اور تصویر تھی جو شکل وصورت میں اس سے مشابہت رکھتی تھی۔ مگر یہ کہ بالوں میں تیل پڑا ہوا، کنگھی کی ہوئی، کشادہ پیشانی، آنکھیں بڑی۔ کہنے لگا یہ ہارون بن عمران ہیں۔ پھر ایک ڈبہ میں سے ایک تصویر نکالی۔ گندمی رنگ، میانہ قامت، سیدھے بالوں والا، چہرے سے رنج وغضب آشکار۔ کہنے لگا یہ لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سفید رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا۔ ایک سنہرے رنگ کا آدمی جس کا قد طویل نہ تھا،

رخسار ہلکے تھے، چہرہ خوبصورت تھا۔ کہا یہ حضرت اسحاقؑ ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا، اسمیں سے سفید ریشمی کپڑا نکال کر ہمیں دکھایا۔ اسکی شکل اسحاقؑ کی تصویر سے بہت مشابہ تھی مگر اس کے ہونٹ پر تِل تھا۔ کہا یہ یعقوبؑ ہیں۔ پھر ایک سادہ کپڑے کی تصویر بتائی۔ گورا رنگ، بہت خوبصورت چہرہ، چہرے پر نور اور اخلاص وخشوع کے آثار نمایاں، رنگ سرخی مائل، کہا یہ اسماعیلؑ ہیں۔ پھر اور ایک ڈبی میں سے سفید ریشمی کپڑا نکالا۔ جس کے اندر کی تصویر آدم علیہ السلام کی تصویر سے ملتی جلتی تھی۔ چہرے پر آفتاب چمک رہا تھا۔ کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ سرخ رنگ، بھری پنڈلیاں، بڑی آنکھیں، بڑا پیٹ، ٹھگنا قد، شمشیر آویزاں۔ کہا یہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ موٹی رانیں، لمبے پاؤں۔ گھوڑے پر سوار، کہا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی، جوان، سیاہ ڈاڑھی، گھنے بال، خوبصورت آنکھیں، خوبصورت چہرہ، کہا یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے کہا یہ تصویریں آپ کو کہاں سے ملی، ہم جانتے ہیں کہ یہ تصویریں ضرور انبیاءؑ کی ہوں گی۔ کیونکہ ہم نے اپنے نبی کی تصویر بھی صحیح پائی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ میری اولاد میں انبیاء کو مجھے بتا تو اللہ نے ان انبیاء کی تصویریں حضرت آدمؑ کو دیں، اس کو آدمؑ نے مغربی ملک میں محفوظ رکھا دیا تھا۔ ذوالقرنین نے اس کو نکالا اور دانیال علیہ السلام کے سپرد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ اپنا ملک چھوڑ دوں اور تم میں سے کسی کمترین کا غلام ہو رہوں، حتیٰ کہ مجھے موت آجائے۔

اب ہمیں رخصت کر دیا، انعام واکرام دیا، جانے کے انتظامات کر دیئے۔ جب ہم ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے۔ ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ آبدیدہ

ہو گئے اور کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیتا تو وہ ضرور ایسا کرتا۔ پھر فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ یہود اپنی کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاتے ہیں۔　　(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ سورہ اعراف)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر یہ دعا بتلائی ہے

صبح وشام تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیجئے اور جنت میں داخل ہو جایئے

صبح کے وقت

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ اٰمَنْتُ بِكَ مُخْلِصاً لَّكَ دِيْنِيْ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَتُوْبُ اِلَيْكَ مِنْ سَيِّئِ عَمَلِيْ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِذُنُوْبِي الَّتِيْ لَا يَغْفِرُهَا اِلَّا اَنْتَ۔

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے لئے ساری تعریف ہے، آپ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، اور میں آپ کا حقیقی غلام ہوں، میں آپ پر ایمان لایا۔ میرے دین کو آپ کے لئے خالص کرتے ہوئے، میں نے صبح کی آپ سے کئے ہوئے عہد اور وعدہ پر جہاں تک میرے بس میں ہو، میں اپنے برے عمل سے آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں میرے ان تمام گناہوں سے جنہیں آپ کے علاوہ کوئی معاف نہیں کرسکتا۔

شام کے وقت

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ اٰمَنْتُ بِكَ مُخْلِصاً لَّكَ دِيْنِيْ اِنِّيْ اَمْسَيْتُ عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَتُوْبُ اِلَيْكَ مِنْ سَيِّئِ عَمَلِيْ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِذُنُوْبِي الَّتِيْ لَا يَغْفِرُهَا اِلَّا

اَنْتَ۔

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے لئے ساری تعریف ہے، آپ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، اور میں آپ کا حقیقی غلام ہوں، میں آپ پر ایمان لایا۔ میرے دین کو آپ کے لئے خالص کرتے ہوئے، میں نے شام کی آپ سے کئے ہوئے عہد اور وعدہ پر جہاں تک میرے بس میں ہو، میں اپنے برے عمل سے آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں میرے ان تمام گناہوں سے جنہیں آپ کے علاوہ کوئی معاف نہیں کرسکتا۔

فضیلت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح یہ دعا تین مرتبہ پڑھے اور شام تک انتقال ہو جائے تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر شام کو تین مرتبہ پڑھے اور صبح تک انتقال ہو جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔

(الطبرانی بحوالہ المتجر الرابح)

دعائے انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ظالم وجابر کی ہر اذیت سے حفاظت وسلامتی پانے کی دعاء

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَدِيْنِيْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ وَوَلَدِيْ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مَا اَعْطَانِيَ اللّٰهُ، اَللّٰهُ رَبِّيْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ

يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ۔

(جمع الجوامع ج: ۱۴، صفحہ ۴۸۔ آپ کے مسائل اوران کا حل ص ر ۲۳۳۔)

ترجمہ: اللہ کے نام کی مدد سے اپنی جان اور اپنے دین کی حفاظت چاہتا ہوں، اور ایسے ہی اللہ کے نام کی برکت سے اپنے اہل خانہ، مال اور اولاد کی حفاظت کا طالب ہوں، نیز اللہ کے نام گرامی کی برکت سے ہر اس چیز کی حفاظت اور سلامتی کا طالب ہوں جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ میرے پالنہار ہیں، اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوں، یقیناً اللہ ہی بڑے ہیں، وہی بڑے ہیں، اور وہی سب سے بڑے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ساری چیزوں سے بزرگ تر، غلبہ والے اور بلند مرتبہ والے ہیں، جس سے کہ میں ڈرتا ہوں اور خوف کھاتا ہوں، اے پروردگار! تیری پناہ میں آنے والا ہی غالب ہے اور آپ کی تعریف بہت اونچی ہے، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ! میں اپنے نفس کی شرارت اور ہر سرکش شیاطین نیز ہر زور آور ظالم کی شرارت سے پناہ چاہتا ہوں، (آگے آیت شریفہ کا ترجمہ ہے) پس اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو: اللہ ہمارے لئے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر بھروسہ ہے، وہ عرش عظیم کا مالک ہے، یقیناً میرا کارساز اللہ ہے جس نے کتاب کو نازل فرمایا اور وہ نیک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے

ظالم و گستاخ حجاج...... حضرت انسؓ کا کچھ بگاڑ نہ سکا

شیخ جلال الدین سیوطیؒ جلیل القدر حافظِ حدیث ہیں انہوں نے ''جمع الجوامع'' میں ابوالشیخؒ کی ''کتاب الثواب'' اور ابن عساکرؒ کی تاریخ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن حضرت انسؓ اور مشہور و معروف ظالم و جابر حجاج بن یوسف ثقفی ہر دو بیٹھے ہوئے تھے، حجاج نے اپنے کسی خادم کو یہ کہا کہ ان (حضرت

انس ؓ) کو مختلف قسم کے چار سو گھوڑوں کا معائنہ کرایا جائے، جب وہ گھوڑے دکھائے گئے، تو حجاج نے حضرت انس ؓ سے یہ کہا، ذرا بتائیں! اپنے آقا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اس قسم کے گھوڑے اور ناز و نعمت کے سامان آپ نے کبھی دیکھے تھے،(یہ حجاج دولت و ریاست کے نشے میں مبتلا تھا، کتب تاریخ میں اس جاہل کی خود پسندی والے اس طرح کے بیشمار جملے منقول ہیں، عموماً وہ حضرات صحابہ پر فضیلت جتلاتے ہوئے ناگفتہ بہ اقوال و افعال کر گزرتا تھا، مذکورہ فقرہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے) آپ نے بے ٹوک جواب دیا: بخدا یقیناً میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس سے بدر جہا بہتر چیزیں دیکھیں اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ گھوڑوں کی پرورش کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ شخص جو گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ راہِ خدا میں اس کے ذریعہ جہاد کرے گا، ایسے گھوڑے کا پیشاب، لید، گوشت پوست اور خون، قیامت کے دن اس کے ترازوئے اعمال میں ہوگا، اور دوسرا وہ شخص جو گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ ضرورت کے وقت سواری کیا کرے اور پیدل چلنے کی زحمت سے بچے، یہ نہ ثواب کا مستحق ہے اور نہ عذاب کا اور تیسرا وہ شخص جو گھوڑے کی پرورش نام اور شہرت کے لئے کرتا ہے، تا کہ لوگوں کے دل میں یہ بیٹھ جائے کہ فلاں شخص کے پاس اتنے اور ایسے ایسے عمدہ گھوڑے ہیں، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور اے حجاج! تیرے یہ گھوڑے اسی تیسری قسم میں داخل ہیں، یہ سن کر حجاج بھڑکا اور یہ کہنے لگا کہ اے انس! تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمت کی ہے، اگر اس کا لحاظ نہ ہوتا، نیز امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان نے تمہارے بارے میں سفارش کرتے ہوئے جو خط مجھے لکھا ہے، اس کی پاسداری نہ ہوتی، تو نہ معلوم! آج میں

تمہارے ساتھ کیا کر گزرتا؟ حضرت انسؓ نے فرمایا، خدا کی قسم تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ تجھ میں اتنی ہمت ہے کہ تو مجھے برے ارادہ سے دیکھ سکے، کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند وہ کلمات سن رکھے ہیں، کہ جو شخص اس کی پابندی کرتا ہے، اس کے طفیل پڑھنے والے کی مکمل حفاظت کی جاتی ہے، اسلئے میں ہمیشہ ان ہی کلمات کی پناہ میں رہتا ہوں اور ان کلمات کی برکت سے مجھے نہ کسی سلطان کی سطوت سے خوف ہے، نہ کسی شیطان کے شر سے اندیشہ ہے، حجاج اس کلام کی ہیبت سے بے خود اور مبہوت ہو گیا، تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا اور (نہایت لجاجت سے) درخواست کرنے لگا، اے ابوحمزہ! وہ کلمات مجھے بھی سکھا دیجئے، فرمایا میں تجھے ہر گز نہ سکھاؤں گا، بخدا تو اس کا اہل نہیں۔

حضرت انسؓ کے وصال کا وقت آیا، اور ابان نے جو آپؓ کے خادم تھے، حاضر ہو کر آواز دی، حضرت انسؓ نے فرمایا کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا وہی کلمات سیکھنا چاہتا ہوں جو حجاج نے آپ (رضی اللہ عنہ) سے سیکھنا چاہا تھا، مگر آپ (رضی اللہ عنہ) نے اس کو نہیں سکھلائے، حضرت نے فرمایا ہاں! میں تجھے ضرور سکھلاؤں گا، کیونکہ تو اسکا اہل ہے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی دس برس خدمت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی تھے۔ اسی طرح تو نے بھی میری خدمت دس سال تک کی اور میں دنیا سے اس حالت میں رخصت ہوتا ہوں کہ میں تجھ سے راضی ہوں، صبح وشام یہ کلمات پڑھا کرو، حق سبحانہ وتعالیٰ تمام آفات سے محفوظ رکھیں گے۔

تحقیق (ا) مذکورہ دعا دعائے انس کہلاتی ہے، حضرات اکابر نے اسکی بہت ہی تاکید فرمائی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اپنے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی، جنہوں نے دس سال تک نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر مخدوم اپنے خادم کی خدمت پر خوش ہوکر دل کی گہرائیوں سے دعائیں دیتا ہے اور ایسی دعا کی بڑی اہمیت ہوا کرتی ہے، یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ کی استدعا پر انہیں دنیا وآخرت کی خیر و بھلائی کی دعا سے مشرف فرمایا تھا اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکت سے ان کی عمر، مال اور اولاد میں بے انتہا برکت عطا فرمائی، چنانچہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی اور ان کی صلبی اولاد کی تعداد سو کے قریب ہے، جن میں تہتر مرد تھے اور باقی عورتیں، اور ان کا باغ سال میں دو بار پھل لاتا، یہ دنیا کی برکات تھیں (جو بطفیل دعاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حاصل ہوئیں) باقی آخرت کی برکات کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

(۲) اس دعا کو حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ نے پوری تشریح کے ساتھ اپنی کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ہشتم صفحہ ۲۳۳'' میں نقل فرمایا ہے اور یہ تحریر فرمایا کہ اس کی شرح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بزبان فارسی بنام ''استیناس انوار القبس فی شرح دعاء انس'' تحریر فرمائی، بلکہ حضرت لدھیانویؒ نے غالباً اسی شرح کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس کی تشریح فرمائی۔

(۳) اس دعا کے کلمات مختلف کتابوں میں الگ الگ طریقوں سے نقل ہوئے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) وہ کلمات دعا جو اوپر بیان کئے گئے۔

(۲) "بِسْمِ اللهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَ دِيْنِيْ، بِسْمِ الله عَلٰى أَهْلِيْ وَمَالِيْ وَوَلَدِيْ، بِسْمِ اللهِ عَلٰى مَا أَعْطَانِيَ اللهُ. اَللهُ رَبِّيْ لَا أُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً،

اَللهُ اَکْبَرُ۔ اَللهُ اَکْبَرُ۔اَللهُ اَکْبَرُ۔ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

ترجمہ: اللہ کے نام کی برکت دین و جان کی سلامتی کے لئے، اور ان کے نام کی برکت ہر اس چیز پر جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے، اللہ کے نام کی برکت اپنے اہل وعیال اور مال پر (ہو)، اللہ بڑا ہے، وہی پالنہار ہے، اللہ بڑا ہے، اللہ ہی میرا رب ہے، اس کے ساتھ میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اے اللہ! ہماری حفاظت فرما شیطان مردود اور ہر ضدی ظالم سے، یقیناً میرا کارساز اللہ ہے جس نے کتاب کو نازل فرمایا اور وہ نیک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے، پس اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو اللہ ہمارے لئے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر بھروسہ ہے، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

(الدّعاء ص ر ۱۲۹۴، جلد ۲ بسندِ ضعیف)

(۳) بِسْمِ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ بِسْمِ اللهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَ دِيْنِيْ. بِسْمِ اللهِ عَلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ بِسْمِ اللهِ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ اَعْطَانِيَ اللهُ. بِسْمِ اللهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ دَاءٌ بِسْمِ اللهِ افْتَتَحْتُ وَعَلَى اللهِ تَوَكَّلْتُ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَرَبُّ الْاَرْضِيْنَ وَمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ

غَيْرُكَ اِجْعَلْنِيْ فِيْ جَوَارِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. اِنَّ وَلِيِّيَ اللهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

تحقیق: ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں اس حدیث کا جو طریق نقل کیا ہے، اس میں یہ امور بھی ہیں: (۱) خلیفۃ المسلمین عبد الملک بن مروان نے حجاج کے نام حضرت انس بن مالک ؓ کے لئے جو خط تحریر فرمایا تھا اس میں بطور خاص یہ جملہ تھا انظر الی انس بن مالك خادم رسول الله صلی الله علیه وسلم کہ حضرت انس ؓ کا خیال رکھنا، اسی لئے حجاج نے حضرت انس ؓ کا پہلے تو بہت اکرام کیا اور خاطر تواضع کی، پھر مذکورہ واقعہ پیش آیا۔

(۲) حضرت انس ؓ نے حجاج کو جب دعاء سکھانے سے انکار کر دیا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا...... ٹھیک ہے تو اپنے چچا سے یہ دعاء سیکھ لے۔ (جمع الجوامع جلد ۱۴/ صفحہ ۴۸/ رقم الحدیث: ۹۲۷۹، عن انس بن مالک ؓ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ: ۹۰، رقم الحدیث ۳۴۶۔)

(۳) شیخ اسماعیل بروسوی نے نقل کیا ہے کہ حجاج سے جب پوچھا گیا کہ حضرت انس ؓ کو کیوں چھوڑ دیا؟ جواب دیا میں نے ان کے کندھے پر دو بڑے شیر دیکھے، جن کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ (تنویر الاذہان صفحہ ۵۲)

تیری ایک نگاہ کی بات ہے میری زندگی کا سوال ہے
مجھے اپنی پستی کی ہے شرم تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کا کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

نوٹ:۔ یہ دعا بندہ نے اپنی کتاب مومن کے ہتھیار میں تحریر کر دی ہے۔ اس لئے صبح وشام مومن کا ہتھیار کا اہتمام فرمائے۔

نسیان کا علاج

"اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ عَنْهُ الشَّیْطَانَ"

ترجمہ: اے اللہ! شیطان اور اس کے اثرات کو اس سے ختم فرمادے۔

ملاحظہ: بسا اوقات انسان کا حافظہ اس لئے متاثر ہو جاتا ہے کہ شیطان و جن اس کے بدن میں داخل ہو کر حافظہ پر حائل ہو جاتے ہیں، لہٰذا جب کبھی مستند قرائن سے یہ معلوم ہو جائے کہ نسیان کا سبب یہی ہے تو اس وقت نسیان کو طریقہ سے دور کیا جا سکتا ہے۔

طریقہ: اگر کسی دوسرے پر دم کرنا ہو تو اللھم اَخْرِجْ عَنْهُ الشیطن کہے، اور اگر خود اپنی ذات پر دم کرنا ہو تو اللھم اَخْرِجْ عَنِّیْ الشیطان کہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۱۴۷، رقم الحدیث ۵۷۸)

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ کا مرض نسیان دور ہو گیا

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں ایک مرتبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ شکایت کی کہ میں تو بہت ہی زیادہ یاد داشت والا تھا، مگر کوئی ایسی پریشان کن چیز بدن میں داخل ہو چکی ہے جس کے سبب محفوظات کا کچھ حصہ بھول گیا ہوں (گویا کہ نسیان کی بیماری لاحق ہو گئی ہے) یہ سنتے ہی آپ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ (اوپر والا) کلمہ ارشاد فرمایا، اس کی برکت سے اللہ نے نسیان کی بیماری دور فرما دی۔

اہل ومال کی حفاظت اور مقصد میں کامیابی کی دعاء

"بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ"

ترجمہ: "میں اللہ کے نام کی مدد سے اپنے نکلنے کو شروع کرتا ہوں اور ساری ہی اپنی چیزوں کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں، اور ہر طرح کی نیکی کرنے اور گناہوں سے دور رہنے کی طاقت وقوت اللہ کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی"

فضیلت: حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھر سے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھے، "بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" تو فرشتوں کے ذریعہ خدا کی جانب سے اس کو یہ بشارت سنائی جاتی ہے، کہ اس "توکل" کی برکت سے تیری کفایت (یعنی اہل و مال کی حفاظت وغیرہ) کردی گئی، اور تو ہر قسم کی تکلیف دہ چیزوں سے بچالیا گیا، نیز اس کے علاوہ شیطان بھی اس سے دور ہوجاتا ہے۔

(۱) اللہ کے یہاں رکھی ہوئی امانت جوں کی توں واپس مل گئی

مذکورہ بالا دعاء میں بطور خاص یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی جب اپنی ذات اور متعلقین کو اللہ کے حوالے کردیتا ہے تو اللہ اس کی عجیب وغریب طریقہ سے حفاظت فرماتے ہیں، اسی کی تائید میں حسب ذیل یہ واقعہ پیش کیا جارہا ہے۔

(ترمذی باب مایقول اذا خرج من بیتہ قال حدیث حسن جلد ۲ صفحہ۱۸۱، رقم الحدیث: ۳۴۲۶۔ نزل الابرار صفحہ: ۱۶۷ ابو داؤد باب ما یقول خرج من البیت رقم الحدیث ۵۰۹۵، عمل الیوم و اللیلۃ لابن السنی ص:۵۰ رقم الحدیث ۱۷۸)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی کتابوں میں یہ

روایت دیکھی ہے جس کو زید بن اسلم نے اپنے والد کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجلس میں لوگوں سے مخاطب تھے کہ ایک شخص اپنا لڑکا ساتھ لئے ہوئے حاضر مجلس ہوا، اس کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایسی مشابہت کوّں میں بھی نہیں دیکھی جیسی کہ تجھ میں اور تیرے لڑکے میں ہے، اس شخص نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین اس لڑکے کو اس کی والدہ نے اس وقت جنم دیا جب کہ وہ مر چکی تھی، یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس بچہ کا قصہ مجھ سے بیان کرو۔

چنانچہ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ایک مرتبہ میں نے ایسی حالت میں سفر کا ارادہ کیا کہ اس کی والدہ حمل سے تھی، اس نے مجھ سے کہا کہ تم مجھے ایسی حالت میں چھوڑ کر سفر پر جا رہے ہو، جب کہ میں حمل سے بوجھل ہو رہی ہوں؟ میں نے کہا کہ میں اس بچے کو جو تیرے بطن میں ہے اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یہ کہہ کر میں سفر پر روانہ ہو گیا اور کئی سالوں تک گھر سے باہر رہا، جب گھر میں واپس لوٹا تو حیران رہ گیا، کہ گھر کا دروازہ مقفل ہے، میں نے پڑوسیوں سے معلوم کیا کہ میری اہلیہ کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا تو انتقال ہو گیا، یہ سنتے ہی "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا، اور چچا زاد بھائی کے ساتھ اس کی قبر پر گیا، میں کافی دیر قبر پر ٹھہر کر روتا رہا، میرے بھائی نے مجھے تسلی دی اور گھر چلنے کو کہا، چند گز ہی ہم واپس لوٹے ہوں گے کہ مجھے قبرستان میں ایک آگ نظر آئی، میں نے اپنے بھائی سے پوچھا یہ آگ کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آگ روزانہ رات کے وقت بھابھی مرحومہ کی قبر سے نمودار ہوتی ہے۔

یہ سنتے ہی ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور کہا کہ میری بیوی تو بہت ہی نیک اور تہجد گذار تھی، پھر ایسا کیوں؟ تم مجھے دوبارہ اس کی قبر پر لے چلو، چنانچہ وہ

لوگ مجھے قبر پر لے گئے، جب میں قبرستان میں داخل ہوا تو چچا زاد بھائی وہیں ٹھٹھک گئے اور میں تنہا اپنی مرحومہ بیوی کی قبر پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں!! کہ ایک غیبی آواز آئی کہ ''اے اللہ کو اپنی امانت سپرد کرنے والے! اپنی امانت واپس لے لے، اور اگر تو اس کی والدہ کو بھی اللہ کے سپرد کرتا تو وہ بھی تجھ کو مل جاتی'' یہ سن کر میں نے لڑکے کو اٹھا لیا، میرے لڑکے کو اٹھاتے ہی قبر برابر ہوگئی، امیر المؤمنین! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ (حیاۃ الحیوان صفحہ/ ۲۲۵)

ویران مقامات میں مصیبت سے نجات کا ایک اکسیر نسخہ

"یَآ عِبَادَ اللّٰہِ اِحْبِسُوْا یَآ عِبَادَ اللّٰہِ اِحْبِسُوْ۔"

ترجمہ: (اللہ پاک نے زمین پر لوگوں کی نگہبانی کے لئے فرشتے مقرر کئے ہیں، ان کو خطاب کرتے ہوئے مصیبت زدہ یہ کہے کہ) اے اللہ کے بندو (اللہ کے حکم سے) حفاظت کرو، بچاؤ۔ بعض روایت میں یَا عِبَادَ اللّٰہ اَعِیْنُوْنِیْ ہے (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) (کتاب الاذکار للنووی ص/ ۲۳۲۔ الفتوحات ص/ ۱۵۰، جلد ۵: حصن حصین ص/ ۲۸۳۔ نزل الابرار ص: ۳۳۵)

فضیلت: (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سنسان علاقہ میں تمہاری سواری میں کوئی نقص آجائے، تو مذکورہ اِحْبِسُوْ والی آواز دو۔

(۲): حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب تمہاری کوئی چیز (سواری یا زادِ راہ وغیرہ) گم ہوجائے یا تم ایسی جگہ پر ہو جہاں تمہارا کوئی مددگار نہ ہو، اور تمہیں کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ کہو۔

يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ۔

(۳) طبرانی نے حضرت عتبہ بن غزوانؓ سے حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تمہاری کوئی چیز گم ہو جائے یا تم کو مدد کی ضرورت پڑ جائے اور وہاں تمہارا کوئی مددگار نہ ہو تو تین مرتبہ یہ آواز ''يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ'' دو (اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو تم دیکھتے نہیں ہو، جب تم یہ دعا کرو گے تو وہ تمہاری مدد میں لگ جائیں گے)۔

مذکورہ ہر سہ روایات کا حاصل یہ ہے کہ جنگل بیابان میں یا کسی ایسے مقام پر جہاں کوئی انسان نہ ہو، اور کسی ہلاکت خیز مصیبت میں پھنس جائے (مثلاً غیر آباد علاقے میں سواری میں کوئی نقص آ گیا، یا جان و مال کی ہلاکت کا خطرہ ہو گیا) تو ''يَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ'' تین مرتبہ آواز دے کر کہے، انشاء اللہ غیب سے حفاظت کا انتظام ہو جائے گا، اور غیبی مدد ظاہر ہوگی، یہ طریقہ نہایت ہی مجرب ہے۔ بہت سے اکابر نے اسکو مجرب لکھا ہے، ابن حجرؒ نے ایضاح المناسک کے حاشیہ میں طبرانی کی مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد، نیز ابن حجر مکی نے الفتوحات میں مجرب قرار دیا ہے۔

دشمن کی نظروں سے پوشیدہ رہنے کا نہایت زود اثر نسخہ

(۱) أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ

(پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت / ۱۰۸)

(۲) اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا

(پارہ ۱۵، سورۃ الکہف آیت / ۵۷)

(۳) اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى

سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً۔

(پارہ ۲۵ سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳) (تفسیر قرطبی جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۱۔ معارف القرآن صفحہ ۴۹۱، پارہ ۱۵، رکوع: ۵، سورہ بنی اسرائیل)

فضیلت:۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکین کی آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کریم کی مذکورہ تینوں آیتیں پڑھ لیا کرتے، اس کی برکت سے کفار (دشمن) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت کعبؓ والی تینوں آیتوں کے ساتھ سورۂ یسین کی آیت بھی شامل کر لی جائے، جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرماتے وقت پڑھی تھی، جب کہ مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا تو اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت کریمہ پڑھ کر ان پر مٹی ڈالتے ہوئے سب کے سامنے سے تشریف لے گئے تھے اور کسی نے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا، وہ آیت کریمہ یہ ہے۔ وَجَعَلۡنَا مِنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ سَدًّا وَّمِنۡ خَلۡفِهِمۡ سَدًّا فَاَغۡشَيۡنٰهُمۡ فَهُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ (پارہ ۲۲، سورۂ یسین آیت ۹۔)

قصہ (۱)

ایک ہی راستہ پر قریب سے گزرنے کے باوجود دیکھ نہ سکنا:

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ اور عمل، میں نے ملک شام میں ایک شخص سے بیان کیا۔ اس شامی کو کسی ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا ہوا، وہ وہاں کافی عرصہ تک مقیم رہا، کچھ ہی عرصہ کے بعد رومی کفار نے اسے ستانا شروع کر دیا، تو یہ شخص وہاں سے بھاگ نکلا، رومیوں نے

اس کا تعاقب (پیچھا) کیا، تو اس بندۂ خدا کو حضرت کعبؓ والی روایت یاد آ گئی اور اس کے مطابق وہ آیات پڑھنی شروع کر دی، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ جس راستہ پر یہ شخص چل رہا تھا، اسی راستہ سے اس کے دشمن بھی گزر رہے تھے مگر وہ لوگ اس کو نہ دیکھ سکے۔

قصہ (۲)

بدن سے بدن لگتا رہا...... پھر بھی پکڑ نہ سکے:

امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں: حضرت کعبؓ سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں نے وہ روایت رَے (مشہور شہر) کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی، اتفاق سے دیلم (عراق) کے کفار نے اس کو گرفتار کر لیا، کچھ عرصہ وہ ان کی قید میں رہا، ایک دن موقع پا کر بھاگ نکلا، ان لوگوں نے پکڑنے کے لئے اس کا تعاقب کیا، مگر اس نے بھی بھاگتے ہوئے حضرت کعبؓ کی بتلائی ہوئی مذکورہ آیتوں کا ورد شروع کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑ گیا کہ وہ اس کو نہ دیکھ سکے، حالانکہ وہ اپنے دشمنوں کے ہمراہ ایسے ملے ہوئے چل رہے تھے کہ کبھی کبھی ایک دوسرے کے کپڑے بھی آپس میں لگ جایا کرتے تھے۔

قصہ (۳)

پکڑنے والے آگے نکل گئے:

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: مجھے اپنے ملک اندلس (اسپین) میں قرطبہ کے قریب قلعہ منشور میں یہ واقعہ پیش آیا، کہ میں دشمنوں کے سامنے سے بھاگتا ہوا آگے نکل گیا، اور ایک جگہ جا کر بیٹھ گیا، دشمنوں نے میرے پیچھے دو گھوڑ سوار

دوڑائے، جب کہ میں بالکل کھلے میدان میں اکیلا ہی تھا، میں سورہ یسین شریف کی آیتیں شروع سے لیکر "فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ" تک پڑھتا رہا، یہ دونوں سوار میرے برابر سے گزرے اور یہ کہتے ہوئے آگے کو بڑھ گئے کہ یہ بھاگنے والا کوئی انسان نہیں ہے بلکہ شیطان یا جنات معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کی برکت سے ان کو مجھ سے اندھا کر دیا تھا۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۱۔)

مہلکات اور ظلم سے حفاظت ونجات کی دعاء

" لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔

ترجمہ: کوئی معبود نہیں مگر وہ اللہ جو بے حد بڑا اور بردبار ہے، اور نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ اللہ جو بلند و بالا عرش کا مالک ہے، اور نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ اللہ جو تمام آسمان اور زمین کا پروردگار ہے، اور بہترین قسم کے عرش کا مالک ہے۔(بخاری : باب الدعاء عند الکرب جلد ثانی ص/۹۳۹، رقم الحدیث: ۵۳۴۵۔ الفتح الباری ترتیب مسند احمد ج: ۱۴، ص: ۲۶۳۔ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص: ۸۹)

فضیلت: حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایسے کلمات سکھائے ہیں جن کو جابر و ظالم بادشاہ یا ہر ایسی چیز کے پاس جو مجھے خطرہ میں ڈال دے پڑھتے رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ (احمد، نسائی، کنز) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی)

قصہ (۱)

حجاج بن یوسف جیسا ظالم بھی کچھ نہ بگاڑ سکا:

حضرت ابورافعؓ سے منقول ہے: حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنی بیٹی کی شادی حجاج بن یوسفؒ (جس کا ظلم مشہور ہے) سے کردی، رخصتی کے وقت اپنی بچی سے کہا کہ جب حجاج تیرے پاس آئے تو اس وقت یہ دعا پڑھ لیا کرنا، اور وہ دعاء سکھانے کے بعد حضرت عبداللہ نے دعویٰ (یقین کامل) کے ساتھ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قسم کی سخت مصیبت اور رنج وغم سے دوچار ہوتے ،تو ایسے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے، راوی کہتے ہیں: اس دعا کی برکت سے حجاج ظالم کبھی اس عورت کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچا سکا۔

(حیاۃ الصحابہ)

اس واقعہ کو فتح الباری میں نسائی اور طبرانی کے حوالہ سے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنی بیٹی کی جب شادی کرائی تو نصیحت کے طور پر فرمایا جب بھی تجھے کوئی مصیبت پیش آئے تو قبلہ رخ ہوکر یہ دعاء کرب (مصیبتوں سے نجات دلانے والی دعاء یعنی اوپر والی دعاء) پڑھ لینا۔

(فتح الباری جلد ۱۱، صفحہ ۱۷۶)

قصہ (۲)

بلایا تو تھا قتل کے لئے مگر............

حسن بن حسن بن علی جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اپنے ظلم کا نشانہ بنانے کے لئے طلب کیا، میں اس وقت یہ مذکورہ کلمات

پڑھتے ہوئے پہنچا، مجھے دیکھتے ہی وہ کہنے لگا میں نے تو اس لئے بلایا تھا تاکہ تمہیں قتل کروں مگر اس وقت تم میری نظروں میں انتہائی محبوب ہو چکے ہو، بتاؤ تمہاری کیا ضرورت ہے؟ مجھ سے مانگ لو، اس کے بعد آپ کو باعزت رہا کر دیا۔
(فتح الباری جلد ۱۱، صفحہ ۱۷۶)

قصہ (۳)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی، عمل کیا تو نجات پائی:

ابوبکر بن علی نامی ایک محدث مقام اصبہان میں تھے، ان کے خلاف کسی نے بادشاہ کے کان بھر دیئے، بالآخر بادشاہ نے ان کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا، اس واقعہ کے راوی ابوبکر رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اصبہان ہی میں محدث ابونعیم کے یہاں حدیثیں لکھا کرتا تھا، میں نے ایک رات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، جبرئیل امین دا ہنی جانب تھے، آپ نے مجھ سے یہ فرمایا، ارے تم ابوبکر بن علی کو میرا یہ پیغام پہنچا دو، کہ صحیح بخاری والی دعاء کرب کا اہتمام کرے، جب تک کہ رہائی حاصل نہ ہو جائے، صبح اٹھ کر میں نے ان کو اس خواب سے مطلع کیا، انہوں نے اس کے مطابق عمل شروع کیا، کچھ ہی دنوں میں اللہ نے ان کو نجات عطا فرمائی۔ (فتح الباری جلد ۱۲، صفحہ ۱۷۷)

تحقیق: الفتح الربانی اور الکامل وغیرہ میں محققہ فیصلہ یہ ہے کہ حجاج ثقفی جیسے ظالم کے ساتھ عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنی بیٹی کا نکاح محض دفعِ شر کے لئے کیا تھا، ورنہ باپ اور بیٹی ہر دو اس نکاح سے راضی نہیں تھے، حدیث کے راوی حماد نے ابورافع سے یہ نقل کیا ہے کہ اس دعاء کی برکت سے حجاج اس شریف زادی کے

ساتھ ازدواجی امر میں بامراد نہ ہوسکا اور قریب ہونے میں ناکام رہا۔ (الفتح الربانی جلد ۱۴، صفحہ ۲۶۳) (۲) ابن السنی نے نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت کرنے والے راوی عبداللہ بن الہاد کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ ہمیشہ اس دعاء کی بڑی تاکید فرماتے، نیز اس دعاء کو پڑھ کر بخار زدہ کو دم کرنے کا معمول تھا، رخصتی پر اپنی صاحبزادیوں کو بطور خاص اس دعاء کے اہتمام کی نصیحت فرماتے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ:۸۹)

بے گناہوں میں چلا زاہد جو اس کو دیکھنے
مغفرت بولی ادھر آ، میں گنہگاروں میں ہوں
وہ کرشمے شاہ رحمت نے دکھائے روز حشر
چیخ اٹھا ہر بے گناہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں

چوری، ڈکیتی وغیرہ سے حفاظت کی دعاء

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَ سْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکارو گے، سو اسکے بہت سے اچھے نام ہیں، اور نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیں اور نہ بالکل ہی چپکے چپکے پڑھیں، اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کر لیجئے۔ (سورۂ بنی اسرائیل پارہ:۱۵، آیت ۱۱۰)

فضیلت: حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیتِ شریفہ کے بارے میں فرمایا وھو امان من السرقۃ یعنی اس کے

ذریعہ چوری سے حفاظت وسلامتی نصیب ہوتی ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ص ر ۲۲۸)

چور نے مال اٹھایا تو دروازہ بند اور واپس کیا تو دروازہ کھلا پایا:

ایک مرتبہ ایک صحابی رات کو یہ آیت پڑھ کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ کچھ دیر کے بعد ان کے مکان میں چور آ گھسا، اور مکان میں جو کچھ سامان تھا اسے سمیٹ کر کندھے پر ڈالا اور باہر نکلنے کے ارادے سے دروازے کی جانب بڑھا، مگر دروازہ کو بند پایا، یہ دیکھ کر وہ بڑا پریشان ہوا، کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی، بالآخر سارا سامان گھر میں واپس رکھ دیا اور دروازہ پر پہنچا تو اس نے دروازہ کھلا پایا، یہ دیکھ کر پھر اسکی نیت بگڑی، اور گھر کا سامان اٹھا کر دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش کی مگر پہلے کی طرح پھر دروازہ بند پایا، ایسا تین مرتبہ پیش آیا ادھر یہ صحابی اپنے بستر ہی پر لیٹے لیٹے یہ ماجرہ دیکھ رہے تھے، چنانچہ اس حیرت انگیز حفاظت وسلامتی کو دیکھ کر پہلے تو وہ ہنسے، پھر چور سے کہنے لگے کہ میاں! میں نے تو اپنے پورے مکان کی حفاظت کا سامان کر رکھا ہے۔ اِنِّیْ اَحْصَنْتُ بَیْتِیْ (پھر چوری کیسے ہوسکتی ہے؟) چنانچہ وہ چور ناکام واپس لوٹ گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ص ر ۲۲۸)

قید و بند سے رہائی دلانے والی دعاء

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

(بکثرت اس کو پڑھتا رہے)

ترجمہ: عبادت کرنے کی اور گناہوں سے ہٹنے کی طاقت اس اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں جو بے حد بلند و بالا ہے۔

بیڑیاں خود بخود کھل گئیں:

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لڑکے (حضرت) سالم (رضی اللہ عنہ) کو دشمن گرفتار کر کے لے گئے ہیں، اس کی ماں بہت ہی پریشان ہے، اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ علاج بتائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی اہلیہ سمیت بکثرت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ پڑھتے رہیں۔ چنانچہ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی جس کا اثر یہ ہوا کہ ایک دن سالم بیٹھے ہوئے تھے، اچانک اسی حالت میں ان کی بیڑی کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے، دشمنوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے، راستے میں ان کو اونٹوں کا ریوڑ ملا، انہیں بھی اپنے ساتھ ہانک لائے۔

دشمن ان کے پیچھے تعاقب میں دوڑے، مگر یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، اور سیدھے اپنے گھر پہنچے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی، حضرت عوفؓ نے آواز سن کر اپنی اہلیہ سے فرمایا، اللہ کی قسم! یہ تو سالم ہے۔ بیوی نے کہا، ارے وہ کہاں!! وہ تو بیچارہ قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا، (انہیں یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ ایسی سخت بیڑیوں سے چھوٹ کر وہ کیسے آسکتا ہے؟) اسکے بعد یہ دونوں اور خادم دروازے کی طرف تیزی سے بڑھے، دروازہ کھولا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے، یہ دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھے، خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے اسکا پورا واقعہ بیان کیا، یہ سن کر حضرت عوفؓ کہنے لگے کہ اچھا ٹھہرو: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آتا

ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سارا مال تمہارا ہے، جس طرح چاہو استعمال کرو۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۵، صفحہ ۳۷۶، معارف القرآن جلد ۸، صفحہ ۴۸۷)

تحقیق: بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے انہیں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا مگر اس میں کوئی اشکال نہیں کہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ اختیار کرنے اور بکثرت لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

دشمن پر غلبہ پانے کا نسخہ

"یَا مَالِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔"

ترجمہ: اے وہ جو روز جزاء کا مالک ہے، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے ہر کام میں مدد چاہتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ رصفحہ ۶۰۲، عمل الیوم و اللیلۃ لابن السنی صفحہ ۸۷ حدیث نمبر ۳۳۴، الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۵۔)

قصہ: (۱)

دشمنوں کو فرشتوں کے ذریعہ چاروں سمت سے مار لگنا:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب دشمن سے مقابلہ ہوا، تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ (مذکورہ بالا) دعا کرتے ہوئے سنا، میں نے دیکھا کہ دشمن کے آدمی گرتے چلے جارہے ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ فرشتے اُنہیں آگے سے پیچھے سے مار رہے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ رصفحہ ۶۰۲، نزل الابرار صفحہ: ۲۶۰۔)

قصہ:(۲)

علامہ ابن تیمیہؒ کی تلقین اور بادشاہ وقت کی کامیابی

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ ایک مرتبہ حاکم وقت کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے، جب لڑائی شروع ہوئی، تو حاکم نے اپنے زعم کے مطابق بطور تفاؤل یارب خالد بن الولید زور زور سے پکارا (شاید اس کا مقصد یہ ہو کہ اے خالد بن ولید کو کامیابی دینے والے رب ہمیں بھی فتح و کامیابی عطا فرما) علامہ ابن تیمیہؒ نے سنتے ہی بادشاہ پر نکیر فرمائی اور ارشاد فرمایا ارے **ایاك نعبد و ایاك نستعین** کہو، چنانچہ نیک دل بادشاہ نے ایسا ہی کیا تو آناً فاناً دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔

(نزل الابرار صفحہ:۲۶۰)

ہر قسم کے مریض پر دم کرنے کی دعاء

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ مِنْ شَرِّ مَا تَجِدُ۔

ترجمہ: اس اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان و نہایت رحم کرنے والا ہے، جو یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ جنا گیا، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے تمہاری حفاظت طلب کرتا ہوں اس برائی سے جو تم محسوس کرتے ہو۔

(الدعا صفحہ ۱۳۲۴، جلد ۳، الفتوحات صفحہ ۲۷، جلد ۴، ابویعلی)

دم بدم میں بیماری جاتی رہی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے۔ مذکورہ تعوذ پڑھ کر دعا فرمائی اور جاتے ہوئے فرمایا، اے عثمان! یہ دعا پڑھ کر دم کیا کرو اس کا کوئی مثل نہیں ہے۔

محدث طبرانی کی کتاب الدعا میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مذکورہ کلمات پڑھ کر دم کیا تو اللہ پاک نے صحت دے دی۔

(الدعا صفحہ ۱۳۲۴، جلد ۲۔ الدعاء المسنون صفحہ ۳۱۱۔)

دنیا و آخرت میں بہتری کے لئے ایک مقبول دعاء

حتی کہ لاعلاج بیماری کیلئے بھی مجرب ہے

"رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے، اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرمایئے، اور دوزخ کے عذاب سے بچایئے۔

(مسلم جلد ۲، صفحہ ۳۴۳، باب کراهية الدعاء بتعجيل العقوبة فی الدنیا، رقم الحدیث: ۲۶۸۸، الفتح الربانی ترتیب مسند احمد جلد ۱۴، صفحہ ۲۸۷، ابن کثیر صفحہ ۳۲۷۔)

فضیلت: یہ دعاء بڑی ہی جامع ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن عباسؓ سے جب کوئی دعاء کو کہتا تو مذکورہ دعاء پڑھ دیتے، اور جب زیادتی کا خواہاں ہوتا تو فرماتے، اب اس سے زیادہ کیا دعا کروں۔

قصہ: چوزے کی طرح لاغر کر دینے والے مرض سے شفایابی:

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک

مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، وہ صحابی مرض کی وجہ سے کمزور ہوکر چوزے کے مانند ہو گئے تھے (بہت ضعیف اور ناتواں ہو گئے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: آپ کس طرح دعا کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، کہ میں اس طرح دعا کرتا ہوں کہ: اے اللہ! جو کچھ تو مجھے آخرت میں سزا دینے والا ہو اس کو دنیا ہی میں دیدے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بھائی! تم اسے برداشت نہیں کر سکتے، (لہٰذا ایسی دعا نہ مانگا کرو) بھلا تم نے اس طرح دعا کیوں نہ مانگی؟ "رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" حضرت انسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد انہوں نے مذکورہ دعا مانگنی شروع کر دی، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں شفائے کاملہ عطا فرما دی۔

تحقیق: (۱) حدیث میں قد صار مثل الفرخ وارد ہوا ہے، اور فرخ کے معنیٰ مرغی کا وہ بچہ جو ابھی انڈے سے نکلا ہو، اور ظاہر ہے اس وقت وہ بہت ہی کمزور ہوتا ہے، اسی امر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دورِ حاضر کے بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ایڈز کے مریض کے لئے یہ دعا مفید ہے، کیونکہ اس بیماری میں مریض کا ایسا ہی حال ہوتا ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ پورے یقین کے ساتھ یہ دعا پڑھتا رہے، انشاء اللہ بہت جلد شفا حاصل ہوگی۔

(۲) اس حدیث سے جہاں مذکورہ رَبَّنَا کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخروی سزا اور بلا کو طلب نہ کرنا چاہئے۔

وسوسہ دور کرنے کا علاج

"اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم"

ترجمہ: میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔ (کتاب الاذکار

للنووی صفحہ ۱۰۵)

طریقہ: تین مرتبہ پڑھ کر الٹی جانب تین مرتبہ تھتکار دے۔

حاکم طائف جلیل القدر صحابی کا وسوسہ دور ہو گیا

حضرت عثمان بن العاص الثقفیؓ (جو قبیلۂ بنی ثقیف کے وفد کے ساتھ ۹ھ میں دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے) وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ اللہ کے رسول! یہ شیطان میرے اور میرے قرأت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے، اور تلاوت میں اشتباہ پیدا کر دیتا ہے، (لہٰذا اس کا کوئی علاج عنایت فرمائیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ فرمایا یہ خنزَب نامی شیطان ہوتا ہے، (جو اس طرح کی شرارت کرتا ہے) لہٰذا جب بھی تم کو اسکا احساس ہو تو اس سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ چاہو (بکثرت اعوذ باللہ پڑھو) اور اپنی الٹی جانب تین مرتبہ تھتکار دو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وسوسے کو ہمیشہ کے لئے دور کر دیا۔

فائدہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہ سے منقول، وساوس دور کرنے کے دیگر اذکار۔ مثلاً......

(۱) حدیث میں یہ آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل فرمایا کہ وسوسہ میں آدمی آمَنَّا بِاللّٰہِ وَ بِرَسُوْلِہٖ تین مرتبہ پڑھے۔

(کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۴۔)

(۲) بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وسوسے میں بکثرت تعوذ پڑھے۔ (کتاب الاذکار

للنووی صفحہ ۱۰۴۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ نے ایک صاحب کو وسوسہ کے علاج میں یہ فرمایا جب تم کو وسوسہ پریشان کیا کرے تو یہ آیت پڑھ لیا کرو، هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ (ابوداؤد شریف باب فی رد الوسوسۃ ص ۶۹۶، رقم الحدیث: ۵۱۱۰۔)

(۴) بعض علماء نے وضو، نماز وغیرہ کے وسوسہ کو دور کرنے کے لئے لا الہ الا اللہ کی تلقین فرمائی۔ (کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۵۔

(۵) ابوسلیمان دارانی نے احمد بن ابی الحواری کو دفع وسوسہ کے لئے دائماً خوش رہنے کی ہدایت فرمائی، اور اس کی علت یہ بتائی کہ مؤمن کی خوشی، شیطان کے لئے سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہوتی ہے، لہٰذا صاحب ایمان کی مسرت وفرحت کو دیکھ کر یہ وسوسہ شیطانی خودبخود دور ہو جائے گا۔

(کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۵۔)

ہر قسم کے درد کو ختم کرنے کی ایک عجیب دعا

اور اس کا مخصوص طریقہ

"بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا۔"

(بخاری باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲، صفحہ ۸۵۵، رقم الحدیث: ۵۷۴۵، نزل الابرار صفحہ ۲۷۲۔)

طریقہ: علامہ نوویؒ نے اس دعا کے لئے ایسا طریقہ بتایا ہے جس کو دعا کے مضمون اور موقع ومحل کے اعتبار سے بہت ہی مناسبت ہے، فرماتے ہیں دعا پڑھنے والا سب سے پہلے اپنی شہادت کی انگلی پر کچھ تھوک لے لے اور پھر انگلی کو

مٹی پر لگائے ، اسکے بعد اسی انگلی کو درد والی جگہ پر گھماتے ہوئے مذکورہ بالا دعا طاق عدد میں پڑھتا رہے، انشاء اللہ چند مرتبہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کریں گے۔

پیشاب کی روک اور پتھری دور کرنے کی دعا

" رَبُّنَا الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ، اَمْرُكَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ، وَاغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا، اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ، فَاَنْزِلْ شِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ، وَرَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث ۵۶۷۔ابوداؤد باب کیف الرقی ، صفحہ ۵۴۳، رقم الحدیث: ۳۸۹۲، نزل الابرار صفحہ ۲۶۷۔)

ترجمہ: ہمارا رب وہ ہے جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، تیرا حکم زمین و آسمان میں ہے جس طرح آپ نے اہل سماء پر رحم فرمایا ہے، زمین پر بھی اپنی رحمت نازل فرما، ہمارے گناہ معاف فرما، آپ ہی پاکیزہ ہستیوں کے رب ہیں، اپنے خزانۂ شفاء میں سے شفاء اور اپنے ذخیرۂ رحمت میں سے رحمت اس بیماری پر نازل فرمایا۔

طریقہ: خود اس دعا کو پڑھتا رہے، اور خود نہ پڑھ سکے تو کوئی اور پڑھ کر اس پر دم کر دیا کرے، یا کاغذ پر لکھ کر اس کا پانی پلا دے۔(الدعاء المسنون صفحہ ۳۰۵)

دعاء پڑھتے ہی پیشاب شروع ہو گیا:

حضرت ابو درداؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرے والد کا پیشاب رک

گیا ہے اور پیشاب میں پتھری آچکی ہے، اس پر حضرت ابودرداءؓ نے ان کو ایک دعا سکھائی جس کو انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھی۔ چنانچہ اس آدمی نے یہ دعاء پڑھی تو پیشاب جاری ہوگیا۔

امام نسائی نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت ابودرداء کی خدمت میں عراق کے دو شخص کسی آدمی کے حبس بول کی شکایت لے کر آئے، حضرت ابودرداءؓ نے بطور علاج فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس کسی کو یا اس کے بھائی کو یہ (حبسِ بول کی) شکایت ہو، تو اسے چاہئے کہ یہ (مذکورہ بالا دعا) پڑھے۔ چنانچہ ان حضرات نے یہ دعا پڑھی تو ان کا کام بن گیا۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۵۶۷)

پھوڑا پھنسیوں کا علاج

"اَللّٰهُمَّ مُصَغِّرَ الْكَبِيْرِ وَمُكَبِّرَ الصَّغِيْرِ صَغِّرْ مَا بِيْ"

ترجمہ: اے اللہ بڑے کو چھوٹا کر دینے والے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے، میرے جسم کی پھنسیوں کو ختم فرما دے۔ (الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۷، نزل الابرار صفحہ ۲۷۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۱۶۲۔ حدیث نمبر ۶۳۵۔)

ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کی پھنسی پھوٹ گئی:

ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ پر تشریف لائے، میری انگلی پر پھنسی نکلی ہوئی تھی، اسے دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے پاس ذریرہ (ہندوستان کی خوشبودار لکڑی) ہے؟ جواب دیا: ہاں، چنانچہ اس لکڑی کو پھنسی پر رکھا اور حکم دیا کہ اب یہ دعا پڑھو، میں نے

جب ایسا کیا تو اچانک وہ پھنسی پھوٹ کر ٹھیک ہوگئی۔

تحقیق (۱) عموماً روایت میں عن بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہے، مگر حاکمؒ نے یہ تعیین فرمائی کہ اس سے زینب بنت جحشؓ مراد ہیں۔ (حاشیہ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۱۶۲۔)

(۲) الذریرۃ نوع من الطیب مجموع من اخلاط، قیل ہی فتات قصب ما کان النشاب وغیرہ، (النہایہ دوم صفحہ ۱۵۶) (چند عطریات سے مرکب ایک قسم کی خوشبو، اور اک قول کے مطابق بانس کی لکڑی کی بھوسی جس بانس سے تیر وغیرہ بناتے ہیں۔

بخار دور کرنے کا جھاڑ

"بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ وَاللهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ نَفْسٍ حَاسِدَةٍ وَطَرْفَةِ عَيْنٍ وَاللهُ يَشْفِيْكَ۔"

ترجمہ: اللہ کے نام کی مدد سے میں تجھے دم کرتا ہوں، اللہ ہی تجھے ہر تکلیف دہ بیماری سے تندرستی عطا فرمائے اور ہر حسد کار اور ہر نظر بد سے دور رکھے، اور اللہ تجھے خوب صحت عطا فرمائے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۱۴۵، رقم الحدیث ۵۶۹۔)

پلک جھپکتے ہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بخار ختم ہوگیا:

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور حضرت ابوبکرؓ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بخار میں مبتلا تھے، اور بستر پر لیٹے ہوئے تھے، ہم نے سلام کیا تو آپ

جواب نہ دے سکے، جب ہم نے آپ کی یہ حالت دیکھی، تو مکان سے باہر چلے آئے، ابھی نکلے ہی تھے کہ آپ کا قاصد ہمیں بلانے آپہنچا، جب ہم حاضر خدمت ہوئے تو آپ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا کوئی تکلیف ہی نہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ دونوں کے باہر چلے جانے کے بعد میرے پاس دو فرشتے آئے، ایک تو میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائتیں (پاؤں کی جانب) پر، پائتیں والے نے سرہانے والے سے یہ سوال کیا، کہ انہیں کیا تکلیف ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ انہیں بہت سخت بخار ہے، پائتیں والے نے کہا کہ پھر تو انہیں یہ کلمات پڑھ کر دم کر دیا جائے، فائدہ ہو جائے گا۔ (یہ کہہ کر اوپر والے کلمات بتائے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان فرشتوں نے پڑھ کر دم کیا کہ ساری تکلیف جاتی رہی، اسی خوش خبری کو سنانے کیلئے آپ دونوں حضرات کو طلب کیا۔

ادائیگی قرض کی دو اہم دعائیں

(اول) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں ہر فکر و غم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور بزدلی و کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے مجھ پر مسلط ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۳، صفحہ ۵۳۳، سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۴۔ ابوداؤد جلد ۲، صفحہ ۳۰۷۔)

بے بس کر دینے والا قرضہ ادا ہو گیا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک انصاری صحابی ابو امامہ رضی اللہ عنہ پر پڑی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوامامہ! کیا بات ہے؟ تم آج مسجد میں نماز کے اوقات کے علاوہ دوسرے وقت میں بیٹھے نظر آ رہے ہو، انہوں نے جوابدیا، یارسول اللہ! بے حد غم اور قرضوں نے مجھے گھیر لیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھاؤں کہ جب تم اسے پڑھو گے تو اللہ تمہارا غم دور کر دیں گے اور قرض اتروا دیں گے، انہوں نے کہا یارسول اللہ! ضرور سکھادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح اور شام یہ (مندرجہ ذیل) دعا پڑھا کرو۔

(دوم): اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ، مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمَانَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ۔

ترجمہ: اے بے چینی کو دور کرنے والے اور پریشانی کو ختم کرنیوالے بے قراروں کی دعاء قبول کرنے والے، دنیا اور آخرت ہر دو جہاں میں شفقت و مہربانی کرنے والے، آپ اپنی ایسی رحمت کے ذریعہ مجھ پر رحم فرمائیے کہ جو مجھ کو تیرے سوا ہر کسی کی عنایت و توجہ سے بے نیاز کر دے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۳۔ نزل الابرار صفحہ ۲۶۳۔ (۲) نزل الابرار: صفحہ ۲۶۳)

فضیلت: نزل الابرار میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے اپنے والد محترم کو مذکورہ دعاء برائے ادائے

قرض نقل کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ یہی دعاء حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اپنے حواریین اور متعلقین کو سکھلاتے تھے۔

باپ بیٹی ہر ایک کا عجیب وغریب قصہ

(۱) بیہقی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ والد محترم حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے گھر تشریف لائے، میں نے ان سے کہا کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی دعا سنی ہے کہ اگر کسی شخص پر پہاڑ کے برابر سونا قرضہ ہو اور وہ اس دعاء کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ادا کروا دیں گے، پھر میں نے وہ دعاء پڑھ کر سنائی، حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں مجھ پر وادی بھر قرضہ تھا، جس سے میں کافی پریشان تھا، اس دعا کی برکت سے چند ہی دن گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں وہ فائدہ عنایت فرمایا کہ جتنا قرضہ تھا وہ سب ادا ہو گیا۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے ذمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا ایک دینار اور تین درہم قرضہ تھا، میں ایسی پریشان تھیں کہ جب بھی اسماء کو دیکھتی تو شرما جاتی، مگر یہ دعا پڑھتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے روزی میں وہ برکت دی کہ میں نے ان کا سارا قرضہ ادا کر دیا۔ (ترمذی شریف باب ماجاء مایقول اذا رأی مبتلیٰ جلد ثانی صفحہ ۱۸۱، رقم الحدیث: ۳۴۳۱۔ ابن ماجہ: رقم الحدیث: ۳۸۹۲، کتاب الدعاء للطبرانی صفحہ ۲۵۴، رقم الحدیث: ۷۹۷۔ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ: ۸۲ رقم الحدیث ۳۰۸)

تحقیق: نزل الابرار مں بحوالہ مستدرک حاکم اس حدیث میں یہ اضافہ مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ جب بھی میرے گھر آتی، تو مارے شرم کے ان کے چہرے کی جانب نظر کرنا مشکل ہو جاتا، کیونکہ ادائے قرض کے لئے

میرے پاس کوئی چیز نہ ہوتی تھی، اور جب اس دعاء کی برکت سے من جانب اللہ انتظام ہو گیا تو قرضہ کی ادائیگی کے ساتھ متعلقین میں بھی تقسیم کیا اور اپنی بھتیجی حضرت عبدالرحمن کی بیٹی کو بھی زیورات دیئے، پھر بھی کچھ باقی بچا۔

کسی مصیبت زدہ پر نظر پڑتے وقت کی دعاء

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔"

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہے، جس نے مجھے اس مصیبت سے عافیت عطا فرمائی جس میں تو مبتلا ہے۔ اور بہت سی مخلوق پر مجھے فضیلت بخشی۔ (۱)

فضیلت: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی شخص کسی مصیبت زدہ (بیمار، ایکسیڈنٹ میں زخمی، قید و گرفت، وغیرہ ناگوار حالت والے) کو دیکھ کر مذکورہ بالا دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو یقینا پوری زندگی جب تک وہ رہے اس مصیبت سے اس کو عافیت دیں گے، بچائیں گے (اس مصیبت سے زندگی بھر باذن اللہ اس کو دور رکھا جائے گا)

آٹو میٹک الارام

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔"

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں، میرے پاس بس یہ وحی

آتی ہے، کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے ، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (کتاب فضائل القرآن لابی عبید، باب فی فضل سورۃ الکہف، الزیادۃ و الاحسان فی علوم القرآن للامام محمد ابن احمد بن عقیلہ المکی، صفحہ ۱۶۸، جلد ۲۔ فیض القدیر صفحہ ۱۰۴، جلد ۳)

فضیلت: (۱) حضرت زر بن حبیشؒ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں کہ جو آدمی سورۂ کہف کی آخری آیت اس ارادہ سے پڑھتا ہے کہ رات کے فلاں حصہ میں بیدار ہو جاؤں، اور میری آنکھ کھل جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو متعینہ وقت پر بیدار فرما دیتے ہیں۔

(۲) حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتی ہیں کہ کیا میں آپ لوگوں کو ایسی سورت بتاؤں جس کے عظیم الشان ثواب نے آسمان و زمین کے خلاء کو بھر دیا، اور اس کے لکھنے والے کے لئے بھی، پڑھنے والے کی طرح ثواب ہے۔ اور جو شخص اس کو بروز جمعہ پڑھے اللہ تعالیٰ دوسرے جمعہ تک کے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، اور جو شخص اس سورت کی آخری پانچ آیات کو سونے سے پہلے پڑھتا ہے تو اس کی برکت سے رات کو جس وقت اٹھنا چاہے، اللہ تعالیٰ اسی وقت بیدار فرما دیتے ہیں؟ اور وہ سورت سورۂ کہف ہے۔

فائدہ: پہلی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ متعینہ وقت پر بیدار ہونے کے لئے اس سورت کی فقط آخری آیت پڑھ لی جائے، جب کہ دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اخیر کی کل پانچ آیات یعنی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے آخر سورت تک پڑھے۔

راویٔ حدیث اور مشہور ومعروف قاری کا مشاہدہ:

(۱) حدیث کے راوی ”عبدہ“ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا اور اسی طرح پایا۔

(۲) ابن کثیر مکیؒ فرماتے ہیں کہ بندے نے بیشمار مرتبہ جہاد وغیرہ میں اس کا تجربہ کیا، کہ اس کو پڑھ کر جب میں سویا تو جس وقت اٹھنے کی چاہت ہوتی اسی وقت میری آنکھ کھل جاتی، البتہ میں اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ سے آخر تک پڑھتا ہوں۔ (حاشیہ الزیادۃ والاحسان صفحہ ۱۶۹ جلد ۲۔)

دانت کے درد کی دو اہم دعائیں

(اول) اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ مَا یَجِدُ وَفُحْشَہٗ بِدَعْوَۃِ نَبِیِّكَ الْمَکِیْنِ الْمُبَارَكِ عِنْدَكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! اس کی تکلیف اور سخت درد تیرے بابرکت و مرتبت نبی کی دعا کے صدقہ دور فرما۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱، صفحہ ۴۲۲، بحوالہ بیہقی)

قصہ (۱)

ابن رواحہ کی دانت کی تکلیف دور ہوگئی

بیہقی، عبداللہ بن رواحہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دانتوں کے درد کی شکایت کی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے اس رخسار پر جس میں درد تھا رکھ کر سات مرتبہ یہ (اوپر والی) دعا پڑھی۔

دست مبارک اٹھانے سے پہلے اللہ نے ان کا درد دور فرما دیا

(دوم) بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَسْئَلُكَ بِعِزِّكَ وَ جَلَالِكَ وَ قُدْرَتِكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَاِنَّ مَرْيَمَ لَمْ تَلِدْ غَيْرَ عِيْسٰى مِنْ رُّوْحِكَ وَ كَلِمَتِكَ اَنْ تَكْشِفَ مَا تَلْقٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ خَدِيْجَةَ مِنَ الضُّرِّ۔

ترجمہ: اللہ کی ذات اور صفات، عزت، عظمت اور ہر چیز کی قدرت کے طفیل یہ مانگتا ہوں، کہ فاطمہ بنت خدیجہؓ کو ہونے والی دانت کی تکلیف دور فرما، آپ ایسے قدرت والے ہیں کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے حکمِ خاص اور کلمہ ''کُن'' کی برکت سے جنا۔

حمیدیؒ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دردِ دنداں کی شکایت کرتی ہوئی آئیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے دست مبارک کی انگشت شہادت اس دانت پر رکھ کر جس میں درد تھا پڑھا، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے درد سے آرام ملا۔

ایک لڑکی اور حجاج بن یوسف کا عجیب وغریب قصہ

ام ابان ہندہ بنت نعمان بن بشیر الانصاریہ نامی ایک بہت ہی حسینہ، جمیلہ، فصیحۃ اللسان وادیبۃ الزمان خاتون تھی۔ اس کا پہلا نکاح روح بن زنباع سے ہوا تھا، اس کے بعد جبراً حجاج نے اس سے دو لاکھ درہم پر نکاح کیا، مگر اسکے دل میں حجاج کی نفرت برقرار رہی، ایک مرتبہ آئینہ میں اپنے حسن و جمال اور حجاج کا موازنہ کرتے ہوئے بے ساختہ فی البدیہہ اسکی زبان پر یہ اشعار جاری ہوئے۔

وهل هند الا مهرة عربية سليلة أفراس تحللها بغل

ہندہ نہیں ہے مگر عربی گھوڑی جواچھے گھوڑ کی نسل سے ہے جس سے ایک خچر نے نکاح کیا

فان ولدت فحلاً فللہ درھا وان ولدت بغلا فجاء به البغل

اب اگر باکمال نرکو جنے تو کیا ہی خوب ہے اور اگر خچر کو جنے تو سمجھ لو کہ خچر سے خچر ہی پیدا ہوتا ہے

جس وقت یہ اشعار پڑھ رہی تھی، حجاج اچانک کمرے میں داخل ہوا اور اسنے یہ اشعار سن لئے، تو مارے غصہ کے اسے طلاق دے دی، اور مہر عبداللہ بن طاہر کی معرفت ادا کر دی، لیکن غیرت مند عورت نے یہ کہتے ہوئے ابو طاہر کو وہ رقم بطور تحفہ دے دی، کہ ثقیف کے کتے سے نجات کی بشارت سنانے پر میں یہ خطیر رقم تجھے دیتی ہوں، اس کے بعد عبدالملک بن مروان کو اس کے حسن و جمال کی اطلاع ہوئی تو پیغام نکاح دیا، عورت نے جواباً ایک تحریر لکھی جس کا مضمون یہ تھا کہ امیر المؤمنین کو معلوم ہونا چاہئے کہ برتن میں کتے نے منہ ڈال دیا ہے، خط پڑھ کر عبدالملک خوب ہنسا اور جواب میں لکھا "اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعاً اِحْداً هُنَّ بِالتُّرَابِ فَاغْسِلِ الْاِنَاءَ يَحِلَّ الْاِسْتِعْمَال" جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ اس کو دھویا جاتا ہے تم بھی برتن کو دھولو قابل استعمال ہو جائے گا۔

ہندہ نے عبدالملک کا جواب پڑھ کر انہیں لکھا کہ امیر المؤمنین بخدا میں اس شرط کے ساتھ نکاح کے لئے راضی ہوں کہ میری رخصتی کے وقت حجاج ابن یوسف ثقفی میری سواری کی نکیل تھام کر معرہ (سوریہ میں ایک شہر کا نام ہے) سے لے کر آپ کے شہر تک مجھ کو پہنچائے، اس حال میں کہ وہ ننگے پاؤں پیدل چل رہا ہو، نیز وہ اپنے آباؤ اجداد کے اصلی شتر بانی لباس (اونٹ کے چرواہوں کا پوشاک) میں ہو، یہ شرط سن کر تو عبدالملک ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا اور شرط منظور کرتے ہوئے حجاج کو اسکا مکلف کیا، بادشاہ کے حکم کے سامنے حجاج بے بس

ہو گیا اور چار و نا چار اسے امتثال امر کے لئے تیار ہونا پڑا، چنانچہ حجاج ''ہندہ'' کی رخصتی کے دن حاضر ہوا اور ہندہ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے، ننگے پاؤں شتر بانوں کی ہیئت میں آگے آگے چلنے لگا، ہندہ کے ساتھ سہیلیاں اور خادمات تھیں، چنانچہ موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندہ اپنی سہیلیوں اور ہیفاء کے ساتھ مل کر طنز اور چٹکی بھرتی رہی، حتی کہ ہیفاء سے کہا ارے دایہ! ذرا محمل کا پردہ ہٹاؤ، اسکے بعد حجاج کو دیکھ کر زوروں کے قہقہہ لگائیں۔

اسی طرح استہزاء اور مذاق اڑاتی ہوئی جب عبد الملک کے شہر سے قریب ہوئی، تو اس ادیبۃ الزمان دلہن نے عجیب وغریب انداز سے اپنی ذہانت وفطانت کا لوہا منوایا کہ حجاج کو منہ کی کھانی پڑی، شاید ایسی تحقیر وتذلیل اس کی کبھی نہیں ہوئی ہوگی، ہوا یہ کہ اس نے چپکے سے ایک دینار نکال کر کے زمین پر ڈال دیا، اور حجاج کو مخاطب کیا ''**یا جمال**'' اے شتر بان! ہمارا ایک درہم گر گیا ہے اٹھا کر دے۔

حجاج زمین پر درہم ڈھونڈھنے لگا مگر اسے دینار ہی نظر آیا۔ تو کہنے لگا یہاں دینار ہے، درہم نہیں، ہندہ نے کہا نہیں: وہ تو درہم ہی تھا، اس نے پھر کہا ارے دینار ہی ہے، اب موقع پا کر استعارہ کرتے ہوئے کہنے لگی " اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سَقَطَ مِنَّا دِرْھَمٌ فَعَوَّضَنَا اللّٰہُ دِیْنَاراً"۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں، گرا تو میرا درہم تھا، مگر بدلے میں اس نے دینار عطا کیا (تجھ حقیر کے بدلے عبد الملک بن مروان جیسے بادشاہ وقت کی زوجیت کا شرف بخشا) حجاج پوری بات سمجھ گیا، اور بے حد شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا، اور اس سے کوئی جواب نہ بنا، اس طرح وہ عبد الملک بن مروان کے پاس پہنچ گئی۔ (اعلام النساء جلد ۵، صفحہ ۲۵۶ تا ۲۵۹، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام للذہبی جلد ۶، صفحہ ۱۷۱، الاصابۃ

جلد ۵، صفحہ ۳۰۲، سیر اعلام النبلاء جلد ۵، صفحہ ۳۰۲، البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۱۰۱ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم جلد ۶ صفحہ ۳۳۶۔)

نوٹ:۔الحمدللہ یہاں تک کے مضامین کی پروف ریڈنگ مدینہ منورہ کے قیام میں مکمل ہوئی۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

دعوت فکر وعمل واقعات کی روشنی میں

انوکھا مسافر: اچھرہ لاہور کے قریب ایک اسلامی قصبہ ہے (جس زمانے کا واقعہ ہے اس وقت اچھرہ کی آبادی لاہور سے بالکل الگ تھی اور بیچ میں لمبے فاصلے تک کھیت تھے) کئی سال گزرے اس قصبہ کی جامع مسجد میں نماز مغرب پڑھی جارہی تھی کہ ایک نہایت ہی دبلا پتلا مسافر آیا اور شامل نماز ہوگیا، اگرچہ یہ مسافر محض ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔تاہم اس کی صورت بااثر تھی، نماز پڑھی گئی اور نمازی اپنے اپنے گھر چلے گئے۔کچھ دیر بعد ایک مقامی مسلمان کھانا لے کر داخل مسجد ہوا اور اس نو وارد سے کہا، آپ بھوکے ہوں گے میں کھانا لایا ہوں، براہ کرم تناول فرمالیں، آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔

مسافر نے جواب دیا، معاف فرمایئے! مجھے کچھ پرہیز ہے، مقامی مسلمان نے جواب دیا، حضرت! آپ کچھ فکر نہ کیجئے یہ سادہ سی روٹی ہے۔مرچ کم ہے، اور گھی بھی بازاری نہیں ہے۔

مسافر نے کہا، بھائی میرا یہ مطلب نہیں ہے، مقامی مسلمان نے پوچھا پھر کیا مطلب ہے، مسافر چپ ہوگیا اور مقامی مسلمان اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا، چند منٹ بعد مسافر نے زبان کھولی اور کہا، امید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے، مجھے آپ سے کچھ بھی کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی لیکن آپ

کھانا لے کر آ گئے، تو مجبوراً مجھے عرض کرنا ضروری ہو گیا ہے، آپ جانتے ہیں کہ شریعت اسلام میں رزق حلال نماز پنجگانہ ہی کی طرح فرض ہے، ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کا لقمہ حلال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نہ فرض قبول ہوتے ہیں اور نہ نفل چونکہ اس انگریزی راج میں حلال وحرام کی تمیز اٹھ چکی ہے اس لئے میں جب تک پوری طرح جان پہچان نہیں کر لیتا، میں کسی بھائی کا کچھ نہیں کھاتا ہوں۔

مقامی مسلمان نے کہنا شروع کیا: حضرت آپ نے یہ فرمایا ''معاذ اللہ'' میں حرام خور نہیں ہوں یہ چوری کا مال نہیں ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے، میں یہاں منڈی میں آڑتی ہوں اور بیوپار کر کے اپنی روزی کماتا ہوں۔ آپ اس کا وہم نہ کیجئے۔ مسافر نے پوچھا، تو پھر آپ کی تجارت کے کسی مرحلہ میں سود کا لینا دینا نہیں ہوتا؟

مقامی مسلمان نے جواب دیا: میں یہ تو نہیں کہہ سکتا، کئی مواقع پر ہم کو منڈی سے قرض لینا پڑتا ہے اور مقررہ شرح پر سود دینا پڑتا ہے، اسی طرح تجارتی مال کے ہیر پھیر میں دوسرے سے بھی ہم سود وصول کر لیتے ہیں۔ مسافر نے کہا تو بہت اچھا، میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کو تکلیف ہوئی، احکام قرآن کے مطابق وہ تجارتی منافع جس میں سود کی آمیزش ہو حلال نہیں کہلا سکتا، ممکن ہے کہ آپ تجارتی رسوم یا حکومتی اصرار کے ماتحت مجبور ہوں، لیکن میں مجبور نہیں ہوں، بیشک آپ کو تکلیف ہوئی اور آپ کی دل شکنی بھی ہوئی ہوگی، مگر آپ کے اسلامی اخلاق سے امید کرتا ہوں کہ آپ اس کے لئے مجھے معاف فرما دیں گے۔

اس کے بعد مسافر نے مقامی مسلمان سے رخ پھیر لیا اور قبلے کی طرف منہ

کرلیا اور یاد خدا میں مشغول ہوگیا، مقامی مسلمان اس آخری جواب سے سخت مضطرب اور پریشان ہوا اور اس نے نہایت ندامت سے برتن اٹھائے اور سر جھکا کر واپس چلا آیا اور برتن گھر پہنچا کر ہمسایہ کے یہاں پہنچا اور اس سے کہا کہ مسجد میں ایک بزرگ مسافر آئے ہیں، آپ اپنے یہاں سے کھانا لے کر جائیں اور کھلا آئیں، یہ ہمسایہ مقامی ہسپتال میں ڈاکٹری کا کام کرتا تھا، ڈاکٹر صاحب نے کھانا اٹھایا اور مسجد میں جا پہنچے، مسافر نے نہایت نرمی اور خوش خوئی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے تعارف اور جان پہچان کی فرمائش کی ڈاکٹر صاحب ذرا باتونی بزرگ تھے، انہوں نے کہانی سنانا شروع کی اور فرمایا، حضرت! مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے، میری ایک سو روپیہ تنخواہ ہے دو چار روپئے ہر روز اوپر سے بھی آجاتے ہیں، بڑا لڑکا کچہری میں ملازم ہے، وہ پچھتر روپئے تنخواہ پاتا ہے اور دو چار روپئے روزانہ وہ بھی لے آتا ہے، زمین بھی ہے، جہاں سے سال کا غلہ آجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب کی کہانی ختم ہوئی تو مسافر نے انہیں نہایت ہی محبت اور شیرنی سے سمجھایا کہ اسلام مقدس کی رو سے رشوت ستانی کس قدر بڑا جرم ہے اور آخر میں اپنی معذوری ظاہر کر کے کھانا کھانے سے انکار کردیا، مسافر کی گفتگو اس قدر سنجیدہ اور باوقار تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے بھی ان کے سامنے اپنی گردن خم کردی اور بڑی ندامت کے ساتھ کھانا اٹھا کر گھر واپس چل دیئے، یہاں تاجر صاحب پہلے ہی ان کے منتظر تھے۔ دونوں نہایت ہی درد و ندامت کے ساتھ ایک دوسرے کو اپنی کہانی سنا رہے تھے، کہ اور نیک دل مسلمان وہاں جمع ہوگئے انہوں نے بھی یہ دونوں کہانیاں سنیں اور آناً فاناً یہ بات محلے میں عام ہوگئی۔

ڈاکٹر صاحب اور تاجر صاحب نے مل کر عرض کیا کہ اب کسی زمین دار کے

یہاں سے کھانا بھجوانا چاہئے، تاکہ اس پر سود یا رشوت کا الزام نہ آسکے، چنانچہ اسی وقت ایک زمین دار کے ہاں سے کھانا بھیجوایا گیا۔

مسافر نے اس سے پوچھا، آپ کے پاس کوئی گروی زمین تو نہیں ہے؟ جب زمین دار صاحب نے اس کا اقرار کیا تو مسافر نے انہیں پھیر دیا اور کہا کہ جو شخص مسلمان ہو کر زمین گروی رکھتا ہے اس کی کمائی حرام سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ایک عالم صاحب کو بھیجا گیا ان میں یہ نقص پایا گیا کہ انہوں نے اپنی بہنوں کو حکم شریعت کے مطابق جائیداد میں حصہ نہیں دیا تھا، اس واسطے مسافر نے ان کا کھانا بھی رد کر دیا اور فرمایا کہ آپ بہنوں کے غاصب ہیں، اور کہا آپ کے ہر لقمے میں آدھے سے کم حرام شامل نہیں ہے نماز مغرب سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور رات کے ۹ر بج گئے۔ متعدد مسلمان کھانا لے کر گئے مگر مسجد سے شرمندہ وننگوں سار ہو کر واپس آئے۔

مسافر ''كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا'' کی کسوٹی لئے مسجد میں بیٹھا تھا اور ہر ایک مسلمان کو جو کھانا لے کر جاتا تھا، اسی قرآنی کسوٹی پر پرکھتا اور شرمندہ کر کے باہر نکال دیتا تھا، تمام آبادی میں شور برپا ہو گیا جا بجا یہی چرچا تھا، مسلمانوں کو بھوک اور نیند بھول گئی۔ گھروں میں، بازاروں میں، گلی کوچوں میں جہاں بھی چار آدمی بیٹھے تھے، یہی گفتگو اور ذکر تھا، جب کسی جگہ ایک مسلمان دوسرے کو کہتا تھا کہ تم کھانا لے جاؤ تو وہ اسی وقت کانوں پر ہاتھ رکھ دیتا تھا، کوئی کہتا تھا کہ میں راشی ہوں۔ کوئی کہتا تھا کہ میں سود خور ہوں، کوئی کہتا تھا کہ میں کم تو لتا ہوں۔ کوئی کہتا تھا کہ میں نے بہنوں کو حصہ نہیں دیا۔ کوئی کہتا تھا میرے لڑکوں کی آمدنی میں حرام شامل ہے، مختصر یہ کہ دلوں کے عیوب آج زبانوں پر آگئے تھے، اور ان کا برملا اعلان ہو رہا تھا، اگرچہ اچھرہ میں ہزار ہا مسلمان آباد تھے، مگر

ایک شخص بھی اکل حلال کا مدعی بن کر سامنے نہیں آیا تھا، بزرگان قصبہ کی گردنیں خم تھیں ۔ بااحساس مسلمان زمین میں غرق ہوئے جاتے تھے کہ آج ہزار ہا مسلمانوں میں ایک شخص بھی نہیں ملتا جو ایک ایسے مہمان کو جو اکل حلال کا طالب تھا، ایک ہی وقت کا کھانا کھلا سکے، رات کے دس بج گئے مگر کسی گھر سے کھانا نہ گیا، اب سوال یہ درپیش تھا کہ کیا یہ مسافر اچھرہ سے بھوکا چلا جائے گا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی حرام کھانے پر مصر رہیں گے؟ جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا دلوں کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ رات کے گیارہ بج گئے۔

آخر مجمع کے اندر امید کی کرن جلوہ گر ہوئی ایک شخص نے کہا: میں ابھی بہنوں کا حصہ دیتا ہوں اور اس نے دینے کا پختہ ارادہ کر لیا، دوسرے نے کہا میں گروی زمین چھوڑتا ہوں اور اس نے چھوڑ دی، تیسرے شخص نے کہا: میں آج کے بعد کبھی سود نہ لوں گا اور اس نے سود کا کاروبار ترک کر دیا، مختصر یہ کہ آن کی آن میں اچھرہ کے بیشمار مسلمانوں پر توبہ و استغفار کے دروازے کھل گئے، کسی نے رشوت چھوڑ دی، کسی نے جھوٹی گواہی کا پیشہ چھوڑ دیا، کسی نے راگ رنگ سے توبہ کر لی، کسی نے یتیموں کا غصب شدہ مال واپس کرنا طے کر لیا، اس کے بعد تائبین کی جماعت کھانا لے کر مسافر کے پاس آئی اور اسے بتایا گیا کہ اچھرہ کے بیشمار مسلمان اب اللہ کی بارگاہ میں جھک گئے ہیں، انہوں نے اپنی غلطیوں کو محسوس کر لیا اور اب عملی اصلاح و توبہ کے بعد آپ کے پاس آئے ہیں اور یہ کھانا پیش کرتے ہیں۔

مسافر نے جب یہ واردات سنی تو سجدے میں گر گیا، اس کے بعد دستر خوان بچھایا گیا جس میں سے مسافر نے چند لقمے کھائے اور اس کے بعد لوگوں کو رخصت کر دیا، صبح کے وقت اچھرہ کے بے شمار مسلمان جوق در جوق مسجد

میں آئے تا کہ باخدا انسان کی زیارت کریں جس کے زہد بے ریا نے اپنے صرف ایک عمل سے اچھرہ کے آدھے مسلمانوں کو صحیح معنوں میں سچا مسلمان بنادیا تھا، مگر وہ حیرت زدہ رہ گئے جب انہیں بتایا گیا کہ مسافر تہجد کے بعد مسجد سے نکلا تھا اور واپس نہیں آیا۔

یہ واقعہ ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اہل اللہ کس طرح خلق خدا کی اصلاح کیا کرتے ہیں، اس مسافر نے کوئی وعظ نہیں کیا، کوئی کتاب نہیں چھاپی، کوئی درس وتدریس کا نصاب نہیں بنایا، وہ مغرب سے تہجد تک صرف چند گھنٹے اچھرہ کی جامع مسجد میں ٹھہرا، مگر جب وہاں سے نکلا تو صدہا مسلمانوں کی اصلاح ہوچکی تھی، بے شمار یتیموں کو اپنا حق مل چکا تھا، بے شمار لڑکیوں کو اپنا شرعی حصہ مل چکا تھا، بہت سے رشوت خور رشوت ستانی سے باز آچکے تھے، بہت سے جواری جوا چھوڑ چکے تھے، یہ سب کے سب لوگ تقریباً وہ تھے جن پر صدہا مرتبہ قرآن پڑھا گیا، جنہیں بیسیوں مرتبہ وعظ سنائے گئے اور جن سے متعدد مرتبہ پنچائتوں نے جمع ہوہوکر اہل حق کیلئے حق کے مطالبہ کئے مگر وہ ظلم وستم سے باز نہ آئے لیکن اب وہ ایک ہی رات میں اس طرح از خود گناہوں سے تائب ہوگئے کہ گویا انہوں نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا، پھر لطف یہ کہ یہ سارا کام نماز مغرب سے شروع ہوا اور اسی رات گیارہ بجے ختم ہوگیا، ایسے ہی باعمل اور باخدا انسان ہیں جن کی نگاہوں سے قوموں اور ملکوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں آیئے اپنے اندر اخلاق اور صداقت پیدا کریں۔ (ماہنامہ فیضان حلیم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنتیں تو بے شمار ہیں جن کے ذریعے آپؓ نے ملک

وملت کی تنظیم کی ہے جیسے باجماعت تراویح کا نظام بنایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں باجماعت تراویح کا نظام نہیں تھا۔ لوگ اپنے طور پر تراویح پڑھتے تھے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح چلتا رہا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے باقاعدہ جماعت کے ساتھ تراویح کا نظام بنایا اور ملت کو منظم کیا، اسی طرح ایک مجلس کی اور ایک لفظ کی تین طلاقوں کو تین قرار دیا اور چور دروازہ بند کر دیا یہ بھی ملت کی تنظیم ہے۔ علاوہ ازیں عراق جو لڑکر فتح کیا گیا تھا اس کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم نہیں کیں اور زمینوں پر جزیہ کی شرح مقرر کی۔ یہ سب ملک کی تنظیم ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو زبردست کام کئے ہیں: ایک جمعہ کی پہلی اذان بڑھائی۔ دوسرا: قرآن کو سرکاری ریکارڈ سے نکال کر لوگوں کو سونپ دیا اور امت کو لغت قریش پر جمع کر دیا۔ یہ حضرت عثمانؓ کے دو بڑے کام ہیں۔ جن کے ذریعہ انہوں نے ملت کی تنظیم کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمعہ کی دو ہی اذانیں تھیں، پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر آکر بیٹھتا تھا، یہ اذان مسجد کے دروازے کی چھت پر ہوتی تھی، پھر خطبہ کے بعد نماز سے پہلے اقامت ہوتی تھی یہ دوسری اذان تھی، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مدینہ کی آبادی دور تک پھیل گئی، لوگ اذان کے بعد بھی خطبہ کے دوران آتے رہتے تھے، اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اذان بڑھائی تاکہ سب لوگ خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جائیں، چنانچہ پہلی اذان کے دس منٹ کے بعد حضرت عثمانؓ منبر پر تشریف لاتے تھے، پھر دوسری اذان امام کے

سامنے دی جاتی تھی، پھر نماز سے پہلے اذان یعنی اقامت ہوتی تھی، اس طرح جمعہ کی پہلی اذان کے ذریعہ حضرت عثمانؓ نے امت کو منظم کیا یہ آپؐ کی سنت ہے، حدیث نہیں۔

دوسرے کام کی تفصیل:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً مسلیمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ پیش آئی، جس میں کافی حفاظ شہید ہوئے، حضرت عمرؓ نے صورت حال سے گھبرا کر صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن کریم کو سرکاری ریکارڈ میں لے لیا جائے تاکہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے، حضرت عمرؓ نے اس پر بہت اصرار کیا، چنانچہ صدیق اکبرؓ نے قرآن کو سرکاری ریکارڈ میں لے لیا، پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ کے آخر میں یہ بات سامنے آئی کہ لوگوں نے مختلف طرح سے قرآن لکھ رکھے ہیں۔ کسی نے نزول کی ترتیب سے، کسی نے لوح محفوظ کی ترتیب سے، اس سے اختلاف رونما ہونا ناگزیر تھا، چنانچہ جب حضرت حذیفہ بن الیمانؓ جنگ ارمینیہ اور آزربائجان سے لوٹے تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کو اختلافات کی اطلاع دی، اور عرض کیا کہ اس سے پہلے امت قرآن میں مختلف ہوجائے آپ اس کی خبر لیں، چنانچہ آپؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور تین چار آدمیوں کی کمیٹی بنائی اور ان کو دوبارہ قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔

کمیٹی نے پانچ مصاحف تیار کئے، ایک مصحف حضرت عثمانؓ نے اپنے پاس مدینہ میں رکھا اور باقی مصاحف مختلف شہروں میں بھیج دیئے، اور حکم دیا کہ اب مسلمان اس قرآن سے نقلیں لیں اور یہ بھی حکم دیا کہ لوگوں نے جو مختلف قرآن لکھ رکھے ہیں وہ پایۂ تخت کو بھیج دیں، اس طرح حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو موجودہ قرآن پر جمع کردیا۔

غرض حضرت عثمانؓ نے اس ایک کام کے ذریعہ دو کام کئے: ایک: لوگوں کو موجودہ قرآن پر جمع کردیا، اس لئے آپؓ جامع الناس علی ھذا القرآن ہیں مگر تخفیفاً آپؓ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

دوم: قرآن جو صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا تھا اس کو ریکارڈ سے نکال کر مسلمانوں کو سونپ دیا (جمع قرآن کی تاریخ کے لئے تحفۃ الالمعی ۱:۶۱-۶۶ دیکھیں) چنانچہ آج بھی قرآن کریم دنیا کی کسی اسلامی حکومت کے ریکارڈ میں نہیں، سعودی حکومت قرآن کریم چھاپتی ہے، تفسیر چھاپتی ہے یہ اس کے لئے سعادت کی بات ہے، مگر سعودیہ سمیت کوئی اسلامی حکومت قرآن کریم کی محافظ نہیں۔ قرآن کریم کو حضرت عثمانؓ نے سرکاری ریکارڈ سے نکال کر مسلمانوں کو سونپ دیا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سونپا تھا۔ اب پوری ملت اسلامیہ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ دار ہے، کوئی اسلامی حکومت ذمہ دار نہیں، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دوسرا بڑا کارنامہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی مسلمانوں میں جنگیں شروع ہوئیں، پہلی جنگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، اس جنگ میں حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں اس لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل پڑا، اس جنگ میں حضرت عائشہؓ کی فوج ہاری، اور مال غنیمت اکٹھا ہوا اور قیدی بھی پکڑے گئے، حضرت عائشہؓ بھی قیدیوں میں تھیں، حضرت علیؓ کی فوج نے مال غنیمت کی تقسیم کا مطالبہ کیا، حضرت علیؓ نے تقریر فرمائی کہ اگر مال غنیمت تقسیم ہوگا تو قیدی بھی غلام باندی بنائے جائیں گے، بس تم میں سے کون منحوس ہے جو اپنی ماں حضرت

عائشہؓ کو اپنی باندی بنائے گا؟ بس سناٹا چھا گیا اور مسئلہ طے ہو گیا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو نہ مال، مال غنیمت ہوگا اور نہ قیدی غلام باندی بنائے جائیں گے، یہ حضرت علیؓ کی سنت ہے۔ (تحفۃ القاری مفتی سعید صاحب پالنپوری)

شوگر کے مریضوں کیلئے خوشخبری

دونوں وقت کھانا کھانے کے بعد نیچے لکھی ہوئی آیت کو صرف ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے سیدھے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں پر دم کر لیں اور پانچوں پوروں کو چاٹ لیں۔ دوا جو لے رہے ہوں وہ لیتے رہیں۔ آیت یہ ہے:۔

وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِيۡنَ (سورہ الشعراء آیت نمبر ۱۳۰)

شوگر الحمد للہ بہت جلدی کنٹرول میں آتی ہے۔

منتخب اشعار

میرے دل کی راکھ کرید مت اسے مسکرا کر ہوا نہ دے
یہ چراغ پھر بھی چراغ ہے کہیں تیرا ہاتھ جلا نہ دے

☆☆☆

یہاں لوگ رہتے ہیں رات دن کسی مصلحت کے نقاب میں
یہ تیری نگاہ کی سادگی کہیں دل کے راز بتا نہ دے

☆☆☆

شب انتظار کی کشمکش میں نہ پوچھ کیسے سحر ہوئی
کبھی ایک چراغ بجھادیا کبھی ایک چراغ جلادیا

☆☆☆

کبھی آہ لب سے نکل گئی کبھی اشک آنکھ سے ڈھل گئے
یہ تمہارے غم کے چراغ ہیں کبھی بجھ گئے کبھی جل گئے

☆☆☆

نئے دور کے نئے خواب ہیں نئے موسموں کے گلاب ہیں
یہ محبتوں کے چراغ ہیں انہیں نفرتوں کی ہوا نہ دے

☆☆☆

کیوں میری مقدر پر آپ ہاتھ ملتے ہیں
کچھ چراغ ایسے ہیں بجھتے ہیں نہ جلتے ہیں

☆☆☆

مجھے چھوڑ دے میرے حال پر تیرا کیا بھروسہ ہے چارہ گر
تیری یہ نوازش مختصر میرا درد اور بڑھا نہ دے

☆☆☆

کبھی حسن پردہ نشیں بھی ہو ذرا عاشقانہ لباس میں
جو میں بن سنور کے کہیں چلوں میرے ساتھ تم بھی چلا کرو

....

نہیں بے حجاب وہ چاند سا کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو
اسے اتنی گرمیٔ شوق سے بڑی دیر تک نہ تکا کرو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں

ہو عرش تا فرش تلک درہم و دینار دریا سبھی موتی بنے، پارس بنے کہسار
ہو لعل وزمرد سے لدے یہ سارے اشجار ایک سمت کھڑے ہو میرے یہ سید ابرار
پھر یونس سے پوچھے کوئی، کیا لے نعلین کفِ پائے نبی سر پہ اٹھا لے

حضرت والد صاحبؒ کے بارے میں

تا عمر آتے رہیں گے یاد مولانا عمر
خدمتِ دعوت کے خاطر وقف تھی جن کی عمر
ہم بھلا سکتے نہیں ان کا بیان قرآنی
ایک فرشتہ تھے وہ دنیا میں بشکل انسانی

....

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا
اپنی اپنی طلب، اپنے حوصلے کی بات ہے
چن لیا ہم نے تمہیں، سارا جہاں رہنے دیا

کینسر کا بہت ہی مجرّب علاج

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ

مذکورہ آیت ۲۰۲۲ مرتبہ پڑھ کر مریض پر دم کیجئے پانی اور دوا پر دم کر کے پلائے انشاءاللہ بہت فائدہ ہوگا آگے پیچھے ۱۱ مرتبہ درود شریف بھی پڑھ لیجئے۔

چھ نعمتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ (یارسول اللہ) قرآن کریم کی آیت " لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" (کہ آسمان اور زمین کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں) سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (آسمان وزمین کی کنجیوں سے) یہ کلمات مراد ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اے عثمان! جو شخص یہ کلمات صبح وشام دس (۱۰) دفعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو چھ نعمتوں سے نوازیں گے۔

۱) شیطان اور اس کے لشکر سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔

۲) اس کو اجر وثواب کا بڑا ڈھیر دیا جائے گا۔

۳) حورِعین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔

۴) اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

۵) وہ (جنت) میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوگا۔

۶) بارہ فرشتے اس کی موت کے وقت حاضر ہوں گے اور اس کو جنت کی بشارت سنائیں گے اور اس کو قبر سے عزت واحترام کے ساتھ لے جائیں گے۔

(روح المعانی: ص ۲۲، ج ۲۴)

دیندار بننے کا آسان نسخہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ متعدد مقامات میں وعظ فرمانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں اور وہ وعدہ یہ ہے کہ روزانہ سونے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر یہ دعا کیا کرے، یا اللہ! میں آپ کے دین پر چلنا چاہتا ہوں، لہٰذا مجھے اپنا بنا لیجئے اور اپنا قرب عطا فرما دیجئے، تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ چالیس دن تک کوئی یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور دین پر چلنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

نوٹ:۔ الحمد للہ یہاں تک کے مضامین کی پروف ریڈنگ مدینہ منورہ سے ریاض تک کے سفر کے دوران ہوائی جہاز میں مکمل ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دو اہم اور مجرب وظیفے

(الف) سارے حوائج کے لئے ہر فرض نماز کے بعد ۱۱ مرتبہ درود شریف پھر ۱۰۱ مرتبہ ایاك نعبد و ایاك نستعین، پھر ۱۱ مرتبہ درود شریف۔

(ب) اولاد کو دین پر لانے کے لئے دن میں ایک مرتبہ ۳۱۳ مرتبہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً۔

ہر قسم کی بیماری، مصیبت، تجارتی قرض، دشمنوں سے حفاظت کا نسخہ

ہر قسم کی بیماری، مصیبت، تجارتی قرض، دشمنوں سے بچاؤ اور حفاظت میں اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے یہ آیات صبح پڑھی جائے تو کبھی کبھی تو شام تک نتیجہ سامنے آجاتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے تھوڑا انتظار کرنا پڑ سکتا ہے لیکن تاثیر الحمد للہ اپنے وقت پر اثر دکھا کر رہتی ہے۔ دعا کے وقت صرف عربی متن ہی پڑھیں ترجمہ اس لیے لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھ سکے کہ کیا پڑھ رہا ہے۔

آیاتِ توحید

1-وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾

(۱۶۳ سورۃ البقرۃ)

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

2-اَللّٰهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾ (سورۃ البقرۃ)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا نہ اس کی اونگھ دبا

سکتی ہے نہ نیند آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے سوا اس کے ہاں سفارش کر سکے مخلوقات کے تمام حاضر اور غائب حالات کو جانتا ہے اور وہ سب اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا کہ وہ چاہے اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہی سب سے برتر عظمت والا ہے۔

3۔ الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ سورۃ آل عمران

الم۔ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے نظام کائنات کا سنبھالنے والا ہے اس نے تجھ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی وہ کتابیں لوگوں کے لیے راہ نما ہیں اور اسی نے فیصلہ کن چیزیں نازل فرمائیں بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ دینے والا ہے

4۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶﴾ سورۃ آل عمران

اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں وہی جس طرح چاہے ماں کے پیٹ میں تمہارا نقشہ بناتا ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے۔

5۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ سورۃ آل عمران

اللہ نے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے گواہی دی کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی انصاف کا حاکم ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے بیشک دین اللہ کے ہاں فرمانبرداری ہی ہے۔

6۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ سورۃ النساء

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی بندگی نہیں بیشک قیامت کے دن تم سب کو جمع کرے گا اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے۔

7۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ سورۃ الأنعام

یہی اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے

8۔ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ سورۃ الانعام

تو اس کی تابعداری کر جو تیرے رب کی طرف سے وحی کی گئی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیرے

9- قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سورۃ الأعراف

کہہ دو اے لوگو تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ

10- وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ سورۃ التوبۃ

انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے

11- فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ڶ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ سورۃ التوبۃ

پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو مجھے اللہ ہی کافی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے

12- حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

سورۃ یونس

یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا (فرعون) کہا میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمانبردار میں سے ہوں

13۔فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ سورۃ هود

پھر اگر تمہارا کہنا پورا نہ کریں تو جان لو کہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس کیا تم فرمانبرداری کرنے والے ہو۔

14۔وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ سورۃ الرعد

اور وہ تو رحمن کے منکر ہیں کہہ دو وہی میرا رب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے

15۔يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ﴿۲﴾ سورۃ النحل

وہ اپنے بندوں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

16۔وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰي ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ﴿۸﴾ سورۃ طه

اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ پوشیدہ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ کو جانتا ہے۔ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سب نام اچھے ہیں

17-وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾ سورة طه

اور میں نے تجھے پسند کیا ہے جو کچھ وحی کی جارہی ہے اسے سن لو بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی بندگی کرو اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔

18-اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾ سورة طه

تمہارا معبود ہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے علم میں سب چیز سما گئی ہے۔

19-وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿٢٥﴾ سورة الأنبياء

اور ہم نے تم سے پہلے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو۔

20-وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ سورة الأنبياء

اور مچھلی والے کو جب غصہ ہو کر چلا گیا پھر خیال کیا کہ ہم اسے نہیں پکڑیں گے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو بے عیب ہے بیشک میں بے انصافوں میں سے تھا۔

21-فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ

الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ سورة المؤمنون

سو اللہ بہت ہی عالیشان ہے جو حقیقی بادشاہ ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں عرش عظیم کا مالک ہے۔

22-وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ سورة النمل

اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

23-وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ سورة القصص

اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

24-وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ سورة القصص

اور اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو نہ پکارو اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے

25 يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ سورة فاطر

اے لوگو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو تم پر ہے بھلا اللہ کے سوا کوئی اور

بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پھر کہاں الٹے جا رہے ہو۔

26- اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سورة الصافات

بے شک وہ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کیا کرتے تھے۔

27- ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾ سورة الزمر

یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں پھرے جا رہے ہو؟

28- حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِى الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ سورة غافر

حم۔ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو غالب ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

29- ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ سورة غافر

یہی اللہ تمہارا رب ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کہاں الٹے جا رہے ہو؟

30- هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ سورۃ غافر

وہی ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو پکارو خاص اسی کی بندگی کرتے ہوئے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

31- رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ سورۃ الدخان

آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی۔

32- فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ سورۃ محمد

پس جان لو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اپنے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگیئے اور اللہ ہی تمہارے لوٹنے اور آرام کرنے کی جگہ کو جانتا ہے۔

33- هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ سورۃ الحشر

وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں سب چھپی اور کھلی باتوں کا

جاننے والا ہے وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

34-هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۲۳ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۴ سورۃ الحشر

وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ پاک ذات، سلامتی دینے والا امن دینے والا، نگہبان زبردست، خرابی کا درست کرنے والا بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ پاک ہے اس سے جو اس کے شریک ٹھیراتے ہیں۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا ٹھیک بنانے والا صورت دینے والا، اس کے اچھے اچھے نام ہیں سب چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

35-اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳

سورۃ التغابن

اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی پر ایمانداروں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

36-رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝۹ سورۃ المزمل

وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز بنالو۔ (ماخوذ از بکھرے موتی جلد دہم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

جلد یازدہم

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

خلف الرشید

مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

جلد یازدہم

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

خلف الرشید

مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح و نظر ثانی

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

مکتبہ شیخ سعید احمد خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قاسم سینٹر، دوکان نمبر ۳۳ اردو بازار فون ۳۲۲۱۳۰۵۸ کراچی

نام کتاب ---------- بکھرے موتی جلد یازدہم

تالیف ---------- مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

اشاعت اوّل ---------- ذوالحجۃ ۱۴۳۴ھ

اسٹاکسٹ

کتب خانہ اشرفیہ قاسم سینٹر، دوکان نمبر ۳۳، اردو بازار کراچی

فون: ۳۲۲۱۳۰۵۸

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً کوئی غلطی رہ گئی ہو تو مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ازالہ کیا جائے گا۔ جزاک اللہ خیراً کثیراً

منجانب: احباب کتب خانہ اشرفیہ کراچی

دیگر ملنے کے پتے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بکھرے موتی (جلد یازدھم)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بکھرے موتی (جلد یازدہم)

① بڑی عظمت والی آیت

یہ آیت آیت الکرسی ہے جو بڑی عظمت والی آیت ہے۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اس کا سب سے زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر یہی سوال کرتے ہیں، بار بار کے سوالات پر جواب دیتے ہیں کہ آیت الکرسی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابوالمنذر! خدا تعالیٰ تجھے تیرا علم مبارک کرے، اس خدا تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی زبان ہوگی اور ہونٹ ہوں گے اور یہ بادشاہِ حقیقی کی تقدیس بیان کرے گی اور عرش کے پائے سے لگی ہوئی ہوگی (مسند احمد)۔ صحیح مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے لیکن یہ آخری قسمیہ جملہ اس میں نہیں ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۳۴۸)

② سوال، حضرت میرے روپے گھر میں رکھے رکھے کم ہو جاتے ہیں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں کھجور کی ایک بوری تھی، میں نے دیکھا کہ اس میں سے کھجوریں روز بروز گھٹ رہی ہیں، ایک رات میں جاگتا رہا اور اس کی نگہبانی کرتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جانور مثل جوان لڑکے کے آیا۔ میں نے اسے سلام کیا، اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا تو انسان ہے یا جنّ؟ اس نے کہا میں جن ہوں۔ میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دے۔ اس نے ہاتھ بڑھا دیا، میں نے اپنے ہاتھ میں لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے جیسے ہی بال بھی تھے۔ میں نے کہا کیا جنوں کی پیدائش ایسی ہے؟ اس نے کہا تمام جنات میں سب سے زیادہ قوت والا میں ہی ہوں۔ میں نے کہا بھلا تو میری چیز چرانے پر کیسے دلیر ہو گیا؟ اس نے کہا مجھے معلوم ہے کہ تو صدقے کو پسند کرتا ہے، میں نے کہا پھر ہم کیوں محروم رہیں؟ میں نے کہا تمہارے شر سے بچانے والی کون سی چیز

ہے؟ اس نے کہا آیت الکرسی۔ صبح کو جب میں سرکارِ محمدی ﷺ میں حاضر ہوا تو میں نے رات کا سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خبیث نے یہ بات تو بالکل سچ کہی (ابو یعلی)

نوٹ: آپ بھی گھر کے کونوں میں آیۃ الکرسی پڑھ کر دم کیجئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کا بھی یہی معمول تھا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۴۸)

③ تہجد میں اُٹھیے اور یہ دعا پڑھیے

بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ رات کو جب تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ یعنی اے اللہ! اے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے خدا! اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے خدا! اے چھپے کھلے کے جاننے والے خدا! تو ہی اپنے بندوں کے آپس کے اختلافات کا فیصلہ کرتا ہے۔ میری دعا ہے کہ جس جس چیز میں یہ اختلاف کریں تو مجھے اس میں حق بات سجھا، تو جسے چاہے راہِ راست دکھلا دیتا ہے۔ حضور ﷺ سے ایک دعا یہ بھی منقول ہے اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَجْعَلْہُ مُلْتَبِسًا عَلَیْنَا فَنَضِلَّ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی تابعداری نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچا ایسا نہ ہو کہ حق و باطل ہم پر خلط ملط ہو جائے اور ہم بہک جائیں۔ خدایا! ہمیں نیکوکار و پرہیزلوگوں کا امام بنا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۲۹۱)

④ اگر آپ کے دل میں خیر ہوگی تو اللہ تعالیٰ آپ کو خیر دے گا

(مندرجہ ذیل حدیث صحیح بخاری میں سات جگہ آئی ہے۔)

مسند میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار اُدھار مانگے۔ اُس نے کہا: گواہ لاؤ۔ جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ کہا: ضمانت لاؤ۔ جواب دیا کہ خدا کی ضمانت کافی ہے۔ کہا: تو نے سچ کہا۔ ادائیگی کی میعاد مقرر ہوگئی اور اس نے ایک ہزار دینار گن دیئے۔ اس نے خشکی یا سمندر کا سفر کیا اور اپنے کام سے فارغ ہوا، جب میعاد پوری ہونے کو آئی تو یہ سمندر کے قریب آیا کہ کوئی جہاز کشتی ملے تو اُس میں بیٹھ کر جاؤں اور رقم ادا کر آؤں لیکن کوئی جہاز نہ ملا۔ جب دیکھا کہ وقت پر نہیں پہنچ سکتا تو اس نے ایک لکڑی لی اور بیچ میں سے کھوکھلی کر لی اور اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیے اور ایک پرچہ بھی رکھ دیا۔ پھر منہ بند کر دیا اور خدا تعالیٰ سے دعا کی ''اے پروردگار! تجھے خوب علم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے اُس نے مجھ سے ضمانت طلب کی

میں نے تجھے ضامن بنایا اور اس پر وہ خوش ہو گیا۔ گواہ مانگا میں نے گواہ بھی تجھی کو رکھا۔ وہ اس پر بھی خوش ہو گیا، اب جب کہ وقت مقررہ ختم ہونے کو آیا تو ہر چند کشتی تلاش کی کہ جاؤں اور اپنا قرض ادا کر آؤں لیکن کوئی کشتی نہیں ملی۔ اب میں اس رقم کو تجھے سونپتا ہوں اور سمندر میں ڈال دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ رقم اُسے پہنچا دے۔'' پھر اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا اور خود چلا گیا لیکن پھر بھی کشتی کی تلاش میں رہا کہ مل جائے تو جاؤں۔ یہاں تو یہ ہوا۔ وہاں جس شخص نے قرض دیا تھا جب اس نے دیکھا کہ وقت پورا ہوا اور آج اُسے آجانا چاہئے تو وہ بھی دریا کے کنارے آکھڑا ہوا کہ وہ آئے گا اور میری رقم مجھے دے گا یا کسی کے ہاتھ بھجوائے گا۔ مگر جب شام ہونے کو آئی اور کوئی کشتی اس طرف سے نہیں آئی تو یہ واپس لوٹا۔ کنارے پر ایک لکڑی دیکھی تو یہ سمجھ کر کہ خالی تو جا ہی رہا ہوں، آؤ اس لکڑی کو لے چلوں۔ پھاڑ کر سکھالوں گا، جلانے کے کام آئے گی، گھر پہنچ کر جب اسے چیرتا ہے تو کھنا کھن بجتی ہوئی اشرفیاں نکلتی ہیں، گنتا ہے تو پوری ایک ہزار ہیں، وہیں پرچے پر نظر پڑتی ہے، اُسے بھی اُٹھا کر پڑھ لیتا ہے۔ پھر ایک دن وہی شخص آتا ہے اور ایک ہزار پیش کر کے کہتا ہے کہ یہ لیجئے آپ کی رقم، معاف کیجئے گا، میں نے ہر چند کوشش کی کہ وعدہ خلافی نہ ہو لیکن کشتی کے نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہو گیا اور دیر لگ گئی۔ آج کشتی ملی تو آپ کی رقم لے کر حاضر ہوا۔ اس نے پوچھا کہ کیا میری رقم آپ نے بھجوائی بھی ہے؟ اس نے کہا میں تو کہہ چکا کہ مجھے کشتی نہ ملی۔ اس نے کہا اپنی رقم واپس لے کر خوش ہو کر چلے جاؤ۔ آپ نے جو رقم لکڑی میں ڈال کر اُسے توکلاً علی اللہ دریا میں ڈال دیا تھا اُسے خدا تعالیٰ نے مجھ تک پہنچا دیا اور میں نے اپنی رقم وصول کر لی''۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۷۷)

⑤ عجیب وغریب تین صدقے قبول ہو گئے

صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات میں صدقہ دوں گا۔ لے کر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دے کر چلا آیا۔ صبح لوگوں میں یہ باتیں ہونے لگیں کہ آج رات کو کوئی شخص ایک بدکار عورت کو خیرات دے گیا۔ اس نے بھی سنا اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر اپنے جی میں کہا آج رات پھر صدقہ دوں گا۔ لے کر چلا اور ایک شخص کی مٹھی میں رکھ کر چلا آیا۔ صبح لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ آج رات ایک مالدار کو کوئی صدقہ دے گیا۔ اس نے پھر خدا تعالیٰ کی حمد کی اور ارادہ کیا کہ آج رات کو تیسرا صدقہ دوں گا، دے آیا۔ دن کو پھر معلوم ہوا کہ وہ چور تھا۔ تو کہنے لگا خدایا! تیری تعریف ہے، زانیہ عورت کو دیے جانے پر بھی۔ مالدار شخص کو دیے جانے پر بھی اور چور کو دیے جانے پر بھی۔ خواب دیکھتا ہے کہ فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے کہ تیرے تینوں صدقے قبول ہو گئے۔ شاید بدکار عورت مال پا کر اپنی حرام کاری سے رک جائے اور شاید مالدار کو عبرت حاصل ہو اور وہ بھی صدقے کی عادت ڈال لے اور شاید چور مال پا کر چوری سے باز رہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۶۷)

⑥ آپ کا گذشتہ غم جب بھی یاد آجائے
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ لیجئے

مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی مسلمان کو کوئی رنج ومصیبت پہنچے اس پر گو زیادہ وقت گزر جائے پھر اُسے یاد آئے اور وہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھے تو مصیبت کے صبر کے وقت جو اجر ملا تھا وہی اب بھی ملے گا۔

ابن ماجہ میں ہے حضرت ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے ایک بچے کو دفن کیا۔ ابھی میں اس کی قبر میں سے نکلا تھا کہ ابوطلحہ خولانی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے نکالا اور کہا سنو! میں تمہیں ایک خوشخبری سناؤں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے دریافت فرماتا ہے کہ تو نے میرے بندے کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے کلیجے کا ٹکڑا چھین لیا، بتلا: تو اس نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں خدایا: تیری تعریف کی اور اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۲۲۹)

⑦ سب سے بڑا ایمان والا کون ہے؟

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تمہارے نزدیک سب سے بڑا ایمان والا کون ہے؟ انہوں نے کہا فرشتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا وہ ایمان کیوں نہ لاتے؟ انہیں تو وحی خدا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم۔ فرمایا تم ایمان کیوں نہ لاتے تم میں تو میں خود موجود ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر حضور خود ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا کہ تمام لوگوں سے زیادہ عجیب ایمان والے وہ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔ وہ کتابوں میں لکھا پائیں گے اور اس پر ایمان لائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۲۳۹)

⑧ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا تو میں بھی اپنے غصے کے وقت تجھے یاد رکھوں گا

بعض روایتوں میں ہے: اے ابن آدم! اگر غصے کے وقت تو مجھے یاد رکھے گا یعنی میرا حکم مان کر غصہ پی جائے گا تو میں بھی اپنے غصہ کے وقت تجھے یاد رکھوں گا یعنی ہلاکت کے وقت تجھے ہلاکت سے بچالوں گا (ابن ابی حاتم) اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو شخص اپنا غصہ روک لے اللہ تعالیٰ اُس پر سے اپنا عذاب ہٹالیتا ہے اور جو شخص اپنی زبان (خلاف شرع باتوں سے) روک لے

اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرلے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف معذرت لے جائے اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرماتا ہے اور حدیث شریف میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑے بلکہ حقیقتاً پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (احمد)۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ لوگوں نے کہا حضور! کوئی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو دیکھتا ہوں کہ تم اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال چاہتے ہو۔ اس لئے کہ تمہارا مال تو درحقیقت وہ ہے جو تم راہ خدا میں اپنی زندگی میں خرچ کردو اور جو چھوڑ کر جاؤ وہ تمہارا مال نہیں بلکہ تمہارے وارثوں کا مال ہے۔ تو تمہارا خدا کی راہ میں کم خرچ کرنا اور جمع زیادہ کرنا، یہ دلیل ہے اس امر کی کہ تم اپنے مال سے اپنے وارثوں کے مال کو زیادہ عزیز رکھتے ہو۔ پھر پوچھا تم پہلوان کسے جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا: حضور! اُسے جسے کوئی گرا نہ سکے۔ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ حقیقتاً زوردار پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے جذبات پر قابو رکھے۔ پھر فرمایا: بے اولاد کسے کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا جس کی اولاد نہ ہو۔ فرمایا نہیں بلکہ فی الواقع بے اولاد وہ ہے جس کے سامنے اس کی کوئی اولاد مری نہ ہو۔ (مسلم)۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کنگال کون ہے؟ لوگوں نے کہا جس کے پاس مال نہ ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں! بلکہ وہ جس نے اپنا مال اپنی زندگی میں راہِ خدا میں نہ دیا ہو (مسند احمد) حضرت حارثہ بن قدامہ سعدی رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت نبوی ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور! مجھ سے کوئی نفع کی بات کہیئے اور مختصر ہو تاکہ میں یاد بھی رکھ سکوں۔ آپ نے فرمایا: غصہ نہ کر۔ اُنھوں نے پھر پوچھا۔ آپ نے پھر یہی جواب دیا۔ کئی کئی مرتبہ یہی کہا سنا (مسند احمد) کسی شخص نے حضور ﷺ سے کہا مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا غصہ نہ کر۔ وہ کہتے ہیں: میں نے جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ تمام برائیوں کا مرکز غصہ ہی ہے۔ (مسند احمد) ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا تو آپ بیٹھ گئے اور پھر لیٹ گئے۔ اُن سے پوچھا گیا یہ کیا؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے ہیں: جسے غصہ آئے وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ اگر اس سے بھی غصہ نہ جائے تو لیٹ جائے (مسند)۔ مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ عروہ بن محمد کو غصہ چڑھا، آپ وضو کرنے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: میں نے اپنے استادوں سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ کو بجھانے والی چیز پانی ہے۔ پس تم غصے کے وقت وضو کرنے بیٹھ جاؤ۔ حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے یا اپنا قرض اسے معاف کردے، اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے آزاد کردیتا ہے۔ لوگو! سنو، جنت کے اعمال سخت اور مشکل ہیں اور جہنم کے کام آسان اور سہل ہیں،

نیک بخت وہی ہے جوفتنوں سے بچ جائے۔ کسی گھونٹ کا پینا خدا کو ایسا پسند نہیں جتنا غصے کے گھونٹ کا پی جانا، ایسے شخص کے دل میں ایمان رچ جاتا ہے (مسند احمد)۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: جو شخص اپنا غصہ اتارنے کی طاقت رکھتے ہوئے پھر بھی ضبط کر لے اللہ تعالیٰ اس کا دل امن وامان سے پر کر دیتا ہے۔ جو شخص باوجود موجود ہونے کے شہرت کے کپڑے کو تواضع کر کے چھوڑ دے، اُسے اللہ تعالیٰ کرامت اور عزّت کا حُلّہ قیامت کے دن پہنائے گا اور جو کسی کا عیب چھپائے اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن بادشاہت کا تاج پہنائے گا (ابوداؤد)۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص باوجود قدرت کے اپنا غصہ ضبط کر لے اُسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کر لے (مسند احمد) (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۴۵۷)

⑨ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ہاتفِ غیبی نے ایک اعلان کیا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا کوئی آرہا ہے۔ پاؤں کی چاپ سنائی دیتی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس نے آ کر کہا: اہل بیت تم پر سلام ہو اور خدا کی رحمت وبرکت، ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ تم سب کو تمہارے اعمال کا بدلہ پورا پورا قیامت کے دن دیا جائے گا۔ ہر مصیبت کی تلافی خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ ہر مرنے والے کا بدلہ ہے اور ہر فوت ہونے والے کا حاصل کر لینا ہے، اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو۔ اسی سے بھلی اُمیدیں رکھو، سمجھ لو کہ سچ مچ مصیبت زدہ وہ شخص ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے۔ تم پر خدا کی طرف سے سلامتی نازل ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں (ابن حاتم)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خیال یہ ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۴۸۸)

⑩ توبہ کے بارے میں عجیب وغریب حدیث

مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی رضی اللہ عنہم جمع ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ دوسرے نے پوچھا: کیا سچ مچ تم نے حضور ﷺ سے اسے سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں، تو دوسرے نے کہا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر آدھا دن پہلے بھی توبہ کر لے تو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ تیسرے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ کہا ہاں، میں نے خود سنا ہے۔ کہا: میں نے سنا ہے کہ اگر ایک پہر پہلے توبہ نصیب ہو جائے تو وہ بھی قبول ہوتی ہے۔ چوتھے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ اس

نے کہا ہاں۔ کہا: میں نے تو حضور ﷺ سے یہاں تک سنا ہے کہ جب تک اُس کے نرخرے میں روح نہ آجائے توبہ کے دروازے اس کے لئے بھی کھلے رہتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۵۲۳)

⑪ کسی شخص سے ہرگز یہ نہ کہنا کہ خدا تجھے نہیں بخشے گا

بحوالہ مسند احمد حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ضمضم ابن جوش یمامی سے کہا کہ اے یمامی! کسی شخص سے ہرگز یہ نہ کہنا کہ خدا تجھے نہ بخشے گا یا تجھے جنت میں داخل نہ کرے گا۔ یمامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حضرت یہ بات تو ہم لوگ اپنے بھائیوں اور دوستوں سے بھی غصے غصے میں کہہ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خبردار! ہرگز نہ کہنا، سنو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں دو شخص تھے۔ ایک تو عبادت میں بہت چست و چالاک اور دوسرا اپنی جان پر زیادتی کرنے والا (گناہ گار) اور دونوں میں دوستانہ اور بھائی چارہ تھا۔ عابد بسا اوقات اس دوسرے کو کسی نہ کسی گناہ میں دیکھتا رہتا اور کہتا رہتا تھا اے شخص! باز رہ۔ وہ جواب دیتا تو مجھے میرے رب پر چھوڑ دے، کیا تو مجھ پر نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ایک مرتبہ عابد نے دیکھا کہ وہ پھر کسی گناہ کے کام کو کر رہا ہے جو گناہ اسے بہت بڑا معلوم ہوا تو کہا افسوس تجھ پر، باز آ۔ اس نے وہی جواب دیا۔ تو عابد نے کہا: خدا کی قسم خدا تجھے ہرگز نہ بخشے گا یا جنت نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے اُن کی روحیں قبض کر لیں۔ جب یہ دونوں خدا کے یہاں جمع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار سے فرمایا۔ جا! میری رحمت کی بنا پر جنت میں داخل ہو جا، اور اس عابد سے فرمایا کیا تجھے حقیقی علم تھا؟ کیا تو میری چیز پر قادر تھا؟ اسے جہنم کی طرف لے جاؤ۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی قسم جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم کی جان ہے اس نے ایک کلمہ زبان سے ایسا نکال دیا جس نے اس کی دعا اور آخرت برباد کر دی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۵۸۱)

⑫ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کیوں بنایا

ابن ابی حاتم میں ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کے ساتھ کھائیں۔ ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے لیکن کوئی نہ ملا۔ واپس آئے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے۔ فرمایا: اے اللہ کے بندے! تجھے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا اس مکان کے حقیقی مالک نے، پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسے یہ بشارت سنا دوں کہ خدا نے اُسے اپنا خلیل کر لیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تو پھر مجھے ضرور بتائیے کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ خدا کی قسم وہ زمین کے کسی گوشے میں ہوں، میں ضرور جا کر ان سے ملاقات کروں گا پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی

گزاروں گا۔ یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہا وہ شخص خود آپ ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا ہاں آپ ہی ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا آپ مجھے یہ بھی بتائیں گے کہ کس بنا پر کن امور پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا: اس لئے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور کسی سے خود کچھ طلب نہیں کرتے اور روایت میں ہے جب سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیلِ خدا کے ممتاز اور مبارک لقب سے خدا نے ملقب کیا تب سے ان کے دل میں اس قدر خوفِ خدا اور ہیبت رب سا گئی کہ ان کے دل کا اُچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرند کی آواز۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۶۴۴)

⑬ جنتی لوگ تین قسم کے ہیں اور جہنمی لوگ پانچ قسم کے ہیں

جنتی لوگ تین قسم کے ہیں: ❶ بادشاہ عادل توفیق خیر والا، صدقہ وخیرات کرنے والا اور ❷ رحم دل ہر قرابت دار مسلمان کے ساتھ نرم دِلی کرنے والا اور ❸ باوجود مفلس ہونے کے حرام سے بچنے والا حالانکہ صاحبِ عیال بھی ہے اور جہنمی لوگ پانچ قسم کے ہیں: ❶ وہ سفلے لوگ جو بے دین خوشامد خورے اور ماتحت ہیں جن کے آل اولاد دھن دولت نہیں اور ❷ وہ خائن لوگ جن کے دانت چھوٹی سے چھوٹی چیز پر بھی ہوتے ہیں اور حقیر چیزوں میں بھی خیانت سے نہیں چوکتے اور ❸ وہ لوگ جو صبح وشام لوگوں کو ان کے اہل و مال میں دھوکہ دیتے پھرتے ہیں، اور ❹ بخیل یا فرمایا کذّاب، اور ❺ نظیر یعنی بدگو۔ یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۴۷)

⑭ قریش، یہود ونصاریٰ کے پاس گئے

طبرانی میں ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش یہودیوں کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے پاس کیا کیا معجزات لے کر آئے تھے؟ انہوں نے کہا: اژدھا بن جانے والی لکڑی اور چمکیلا ہاتھ۔ پھر نصرانیوں کے پاس گئے اُن سے کہا تمہارے پاس (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کیا نشانیاں لائے تھے؟ جواب ملا کہ مادرزاد اندھوں کو بینا کر دینا اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا۔ اب یہ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے ہمارے لئے صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی جس پر آیت اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ اُتری یعنی نشانِ قدرت دیکھنے والوں کے لئے اسی میں بڑی نشانیاں ہیں یہ اسی میں غور وفکر کریں گے تو ان قدرتوں والے خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۴۹۲)

⑮ پوشیدگی کا صدقہ خدا کے غضب کو بجھا دیتا ہے

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو ہلنے لگی، اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا کر کے انہیں گاڑ دیا جس سے زمین کا ہلنا موقوف ہو گیا۔ فرشتوں کو پہاڑوں کی ایسی سنگین پیدائش پر تعجب ہوا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ باری تعالیٰ کیا تیری مخلوق میں پہاڑ سے زیادہ سخت بھی کوئی ہے؟ فرمایا ہاں ''لوہا'' پھر اس سے سخت ''آگ'' اور اس سے سخت ''پانی'' اور اس سے سخت ''ہوا''۔ دریافت کیا اس سے بھی زیادہ سخت۔ فرمایا: ابن آدم جو اس طرح صدقہ کرتا ہے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے خرچ کرنے کی خبر نہیں ہوتی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۶۶)

⑯ تین خوش نصیب تین بدنصیب

❶ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تین قسم کے لوگ ہیں جن سے نہ تو خدا تعالیٰ کلام کرے گا اور اُن کی طرف قیامت کے دن نظرِ رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر پوچھا: یہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ! یہ تو بڑے گھاٹے اور نقصان میں پڑے۔ حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر جواب دیا کہ ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے والا، جھوٹی قسم سے اپنا سودا بیچنے والا، احسان جتانے والا۔ مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

❷ مسند احمد میں ہے۔ ابو احمس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے ذکر کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث بیان فرماتے ہیں، تو فرمایا: سنو میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ تو بول نہیں سکتا جب کہ میں نے حضور ﷺ سے سن لیا ہو۔ تم کہو وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ تین قسم کے لوگوں کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے اور تین قسم کے لوگوں کو وہ دشمن رکھتا ہے۔ تو فرمانے لگے ہاں! یہ حدیث میں نے بیان بھی کی ہے اور میں نے حضور ﷺ سے سنی بھی ہے۔ میں نے پوچھا: کس کس کو دوست رکھتا ہے۔ فرمایا: ایک تو وہ جو مردانگی سے دشمنانِ خدا کے مقابلے میں میدانِ جہاد میں کھڑا ہو جائے یا تو اپنا سینا چھدوا دے یا فتح کر کے لوٹے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی قافلے کے ساتھ مسافری میں ہے، بہت رات گئے تک قافلہ چلتا رہا جب تھک کر چور ہو گئے تو اترے، سب تو پڑ سو رہے مگر یہ جاگتا رہا اور نماز میں مشغول رہا یہاں تک کہ کوچ کے وقت سب کو جگا دیا۔ تیسرا وہ شخص جس کی عادت ہو کہ جو اسے ایذا پہنچائے یہ اس پر صبر و سہار کرے یہاں تک کہ موت ان دونوں میں جدائی کرے یا سفر۔ میں نے کہا اور وہ تین کون ہیں جن سے خدا تعالیٰ ناخوش ہے؟ فرمایا: بہت قسمیں کھانے والا تاجر، تکبر کرنے والا فقیر اور وہ بخیل جس سے کبھی احسان ہو گیا تو جتانے بیٹھے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۴۲۵)

⑰ مؤمن، کافر اور منافق کی عجیب مثال

ابن ابی حاتم میں ہے: مومن، کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی ہے جو ایک دریا پر گئے۔ ایک تو کنارے ہی کھڑا رہ گیا، دوسرا اتر کر پار ہو کر منزلِ مقصود کو پہنچ گیا، تیسرا اُترا چلا، جب بیچوں بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے چلا، ادھر آ، واپس چلا آ۔ ادھر والے نے آواز دی کہ آجاؤ! نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرح پہنچ جاؤ، آدھا راستے طے کر چکے ہو۔ اب یہ حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے، تذبذب میں ہے کہ کدھر جاؤں، کدھر نہ جاؤں؟ جو ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے چلی، غوطے کھا کھا کر مر گیا۔ پس پار ہو جانے والا تو مسلمان ہے، کنارے کھڑا رہ جانے والا کافر ہے اور موج میں ڈوب مرنے والا منافق ہے اور حدیث میں ہے کہ منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو ہرے بھرے ٹیلوں پر بکریوں کو دیکھ کر آئی اور سونگھ کر چل دی، پھر دوسرے ٹیلے پر چڑھی اور سونگھ کر آ گئی۔ پھر فرمایا جسے خدا ہی راہ حق سے پھیر دے اس کا ولی و مرشد کون؟ اس کے گمراہ کردہ کو راہ کون دکھا سکے؟ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو ان کی بدترین بدعملی کے باعث راستی سے دھکیل دیا ہے۔ اب نہ کوئی انہیں راہِ راست پر لا سکے نہ چھٹکارا دلا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کون کر سکتا ہے وہ سب پر حاکم ہے۔ اس پر کسی کی حکومت نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ٦۵۵)

⑱ اپنے مجرم کو معاف کر دیجئے، آپ کے گناہ معاف

ایک قریشی نے ایک انصاری کو زور سے دھکا دے دیا جس سے اُس کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ گیا اور جب وہ بہت سر ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اچھا جا تجھے اختیار ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وہیں تھے فرمانے لگے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے جسم کو کوئی ایذا پہنچائی جائے اور وہ صبر کر لے بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے درجے بڑھاتا ہے اور اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے۔ اس انصاری نے یہ سن کر کہا، کیا سچ مچ آپ نے خود ہی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں: میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے یاد کیا ہے۔ اس نے کہا پھر گواہ رہو کہ میں نے اپنے مجرم کو معاف کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اسے انعام دیا۔ (ابن جریر)، ترمذی میں بھی یہ روایت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ٧٦١)

⑲ جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اُسے مفلس کر دے گا یا جذامی

مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے تو اناج

پھیلا ہوا دیکھا، پوچھا: یہ غلہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا بکنے کے لئے آیا ہے۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا! اس میں برکت دے۔ لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے پہلے ہی سے جمع کر لیا تھا۔ پوچھا کس نے جمع کیا تھا؟ لوگوں نے کہا ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے۔ آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں لہٰذا جب چاہیں بیچیں، ہمیں اختیار ہے۔ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اُسے خدا تعالیٰ مفلس کر دے گا یا جذامی۔ یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے میں خدا تعالیٰ سے پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نے پھر یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں اس میں کیا حرج ہے۔ راوئ حدیث حضرت ابویحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر یہ دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی بنا پھرتا تھا۔ ابن ماجہ میں ہے کہ جو شخص مسلمانوں کا غلہ گراں بھاؤ بیچنے کے لئے روک رکھے اللہ تعالیٰ اُسے مفلس کر دے گا یا جذامی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۷۲)

(۲۰) مقروض کو مہلت دیجئے اور بہت بہت نیکیاں کمائیے

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جو شخص مفلس آدمی پر اپنا قرض وصول کرنے میں نرمی کرے اور اسے ڈھیل دے، اس کو جتنے دن وہ قرض کی رقم ادا نہ کر سکے اُتنے دنوں تک ہر دن اُتنی رقم خیرات کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دن اس سے دگنی رقم کے صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ یہ سن کر حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور! پہلے تو آپ نے ہر دن اُس کے مثل ثواب ملنے کا فرمایا تھا آج دو مثل فرماتے ہیں۔ فرمایا ہاں جب میعاد ختم نہیں ہوئی تو مثل کا ثواب، میعاد گزرنے کے بعد دو مثل کا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا قرض ایک شخص کے ذمہ تھا۔ یہ تقاضا کرنے کو آتے لیکن وہ چھپ رہتے اور نہ ملتے، ایک دن، گھر سے ایک بچہ نکلا، آپ نے اُس سے پوچھا، اس نے کہا: ہاں گھر میں موجود ہیں، کھانا کھا رہے ہیں۔ اب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اونچی آواز سے انہیں پکارا اور فرمایا: مجھے معلوم ہو گیا کہ تم گھر میں موجود ہو آؤ، باہر آؤ، جواب دو۔ وہ بیچارے باہر نکلے۔ آپ نے کہا کیوں چھپ رہے ہو؟ کہا: حضرت! بات یہ ہے کہ میں مفلس ہوں اس وقت میرے پاس رقم نہیں، بوجہ شرمندگی کے آپ سے نہیں ملتا۔ آپ نے کہا: قسم کھاؤ۔ اس نے قسم کھالی۔ آپ رو دیئے اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص نادار قرض دار کو ڈھیل دے یا اپنا قرضہ معاف کر دے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سائے تلے ہو گا۔ (صحیح مسلم)۔ ابویعلیٰ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک بندہ خدا تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا اللہ

تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ بتلا! میرے لئے تو نے کیا نیکی کی ہے؟ وہ کہے گا خدایا! ایک ذرّے کے برابر بھی کوئی ایسی نیکی مجھ سے نہیں ہوئی جو آج میں اس کی جزا طلب کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پھر پوچھے گا وہ کہے گا کہ پروردگار! ایک چھوٹی سی بات البتہ یاد پڑتی ہے کہ تو نے اپنے فضل سے کچھ مال بھی مجھے دے رکھا تھا، میں تجارت پیشہ شخص تھا، لوگ اُدھار سدھار لے جاتے تھے۔ میں اگر دیکھتا کہ یہ غریب شخص ہے اور وعدہ پر قرض ادا نہ کرسکا تو میں اُسے اور کچھ مدت کی مہلت دے دیتا، مالداروں پر سختی نہ کرتا، زیادہ تنگی والا کسی کو پاتا تو معاف بھی کر دیتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پھر میں تجھ پر آسانی کیوں نہ کروں، میں تو سب سے زیادہ آسانی کرنے والا ہوں، جا میں نے تجھے بخشا، جنت میں داخل ہو جا۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی کی مدد کرے یا قرضدار بے مال کی اعانت کرے یا غلام جس نے لکھ کر دیا ہو کہ اتنی رقم دے دوں تو آزاد ہوں، اس کی مدد کرے اللہ تعالیٰ اُسے اُس دن سایہ دے گا جس دن اُس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مسند احمد میں ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اُس کی دعائیں قبول کی جائیں اور اُس کی تکلیف و مصیبت دور ہو جائے اُسے چاہئے کہ تنگی والے لوگوں پر کشادگی کرے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۷۴)

(۲۱) نیک بخت وہ لوگ ہیں جو فتنوں سے بچ جائیں

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد آتے ہوئے زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جو شخص کسی نادار پر آسانی کرے یا اُسے معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے بچالے گا۔ سنو! جنت کے کام غم والے ہیں اور خواہش کے خلاف ہیں اور جہنم کے کام آسانی والے اور خواہش نفس کے مطابق ہیں۔ نیک بخت وہ لوگ ہیں جو فتنوں سے بچ جائیں اور وہ گھونٹ جو انسان غصے کا پی لے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کوئی اور گھونٹ پسندیدہ نہیں، ایسا کرنے والے کا دل اللہ تعالیٰ ایمان سے پُر کر دیتا ہے۔ طبرانی میں ہے کہ جو شخص کسی مفلس شخص پر رحم کر کے اپنے قرض کی وصولی میں اُس پر سختی نہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہوں پر اُسے نہیں پکڑتا یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد اوّل صفحہ ۳۷۵)

(۲۲) سورۂ یوسف کی خاص فضیلت

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ اپنے ماتحتوں کو سورۂ یوسف سکھاؤ۔ جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سکرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوّم صفحہ ۵۲۰)

۲۳ جنت میں داخل ہونے کا ایک عجیب نبوی نسخہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کون سی چیز ہنسی کا سبب ہوئی؟ فرمایا: ''کہ میرے دو امتی خدا کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایک خدا سے کہتا ہے کہ یا رب! اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے میں بدلہ چاہتا ہوں۔ اللہ پاک اس سے فرماتا ہے کہ اپنے ظلم کا بدلہ ادا کرو۔ ظالم جواب دیتا ہے، یا رب اب میری کوئی نیکی باقی نہیں رہی کہ ظلم کے بدلے میں اسے دے دوں۔ تو وہ مظلوم کہتا ہے کہ اے خدا! میرے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ وہ بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ لوگ اس بات کے حاجتمند ہوں گے کہ اپنے گناہوں کا بوجھ کسی اور کے سر دھر دیں۔ اب اللہ پاک طالبِ انتقام سے فرمائے گا کہ نظر اُٹھا کر جنت کی طرف دیکھ! وہ سر اُٹھائے گا، جنت کی طرف دیکھے گا اور عرض کرے گا، یا رب! اس میں تو چاندی اور سونے کے محل ہیں موتیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ یا رب! یہ محل کس نبی اور کس صدیق اور شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے اس کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہے گا: یا رب! کون اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ اب وہ عرض کرے گا یا رب کس طرح؟ اللہ جل شانہٗ ارشاد فرمائے گا، وہ اس طرح کہ تو اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ وہ کہے گا: یا رب میں نے معاف کیا۔ اللہ پاک فرمائے گا۔ اب تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو، آپس میں صلح قائم رکھو، کیونکہ قیامت کے روز اللہ پاک بھی مومنین کے درمیان آپس میں صلح کرانے والا ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۲۶۹)

۲۴ ایک عجیب خواب اور اس کی تعبیر

ایک دفعہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ گویا ایک رسّی آسمان میں لٹکی ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھینچ لیا۔ پھر وہ آسمان سے معلق ہو گئی تو اب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھینچ لیا۔ پھر لوگ منبر کے اطراف اس کو ناپنے لگے اور عمر رضی اللہ عنہ کے ناپ میں وہ منبر سے تین ہاتھ لمبی نکل آئی۔ وہاں عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا ''ارے تمہارا خواب چھوڑو بھی، کہاں کا خواب اور ہمیں اس سے کیا واسطہ۔'' لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عوف رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: عوف! تم اپنا خواب تو سناؤ، عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اَب خواب کی کیا پڑی ہے، تم نے تو مجھے اس کے سنانے پر جھڑک دیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا خدا تمہارا بھلا کرے، میں ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ تم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مرگ سناؤ۔ پھر عوف رضی اللہ عنہ نے خواب بیان کیا حتی کہ جب یہاں

تک پہنچے کہ لوگ منبر تک تین تین ہاتھ اُسے ناپنے لگے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تو ان تین میں سے خلیفہ تھا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرا وہ جو خدا کے معاملہ میں کسی کی ملامت و ناراضگی کی پروانہیں کرتا تھا اور تیسرے ہاتھ پر اختتام کا مطلب یہ ہے کہ وہ شہید ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ اب ہم تم کو خلیفہ بناتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو، چنانچہ اے عمر! اب تو خلیفہ بنا ہے اور کرتے وقت سوچ کہ کیا کررہا ہے۔ لَوْمَةَ لَآئِمٍ سے نہ ڈرنے کا ذکر جو عمر رضی اللہ عنہ نے کیا وہ احکام خداوندی کے بارے میں تھا اور لفظ شہید سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ میرے لئے شہادت مقدر ہے اور اس وقت ہے کہ سارے لوگ میرے فرمانبردار ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوّم صفحہ ۴۳۹)

(۲۵) غزوۂ تبوک کی گرمی

قتادہ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے لئے جب چل کھڑے ہوئے تو بڑی سخت گرمی تھی اللہ ہی جانتا ہے کہ کیسی سخت مصیبتیں مجاہدین کو پہنچیں، حتی کہ کہا جاتا ہے کہ ایک کھجور کے دو ٹکڑے کرکے دو آدمیوں میں بانٹ دیا جاتا تھا۔ کھجور دست بدست بڑھائی جاتی، ایک اس کو تھوڑا چوستا پھر پانی پی لیتا پھر دوسرا چوستا اور پانی پی کر تسلی حاصل کرلیتا۔ پھر اللہ نے ان کی سن لی، غزوے سے وہ واپس ہوئے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے تنگدستی کی کیفیت پوچھی گئی تو کہا کہ ہم جنگ تبوک کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ سخت موسم گرما تھا۔ ہم نے ایک جگہ قیام کیا، وہاں ایسی زبردست تشنگی سے ہمیں سابقہ پڑا کہ ہم نے گمان کرلیا کہ ہمارا دم ہی نکل جائے گا۔ اگر کوئی آدمی پانی کی تلاش میں جاتا تو وہ یقین کرلیتا کہ واپس ہونے سے پہلے اس کو موت آجائے گی۔ لوگ اونٹوں کو ذبح کرتے، اس کے معدوں میں ایک مقام پر پے ہوئے پانی کا ذخیرہ جمع رہتا تھا، اسکو نکال لیتے اور پی لیتے اور بچا ہوا کچھ حصہ اپنے جگر پر لگالیتے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا ہے ہمارے لئے دعا فرمایئے! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ایسا چاہتے ہو؟ صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دُعا کے لئے اٹھائے ابھی دُعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بادل چھاگئے اور موسلادھار بارش ہونے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد پانی تھم گیا۔ لوگوں نے اپنے برتن بھر لئے۔ اب ہم لشکر کے پڑاؤ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ چھاؤنی سے آگے کہیں پانی نہیں برسا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوّم صفحہ ۴۱۹)

(۲۶) حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے پوری اُمّت کو خوشخبری

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ خوش

خبری دی کہ جو مر جائے اور اس نے شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا اگر چہ اُس نے زنا کیا ہو چوری کی ہو؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں، زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ تیسری بار کے پوچھنے پر جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں اگر چہ شراب بھی پی لی ہو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ سے یہ تین دفعہ سوال کرنے والے خود ابوذر رضی اللہ عنہ تھے اور تیسری دفعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ''ہاں! ابوذر کی ناک نیچی، خواہ زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔'' ابوذر رضی اللہ عنہ جب کبھی یہ حدیث سناتے تو حدیث پوری کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ بھی ضرور فرمادیتے کہ ''ابوذر کی ناک نیچی۔'' ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے امید قائم رکھے گا اور دعا مانگتا رہے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا۔ جو کچھ تجھ سے گناہ ہو اور میں اس کی پروانہیں کروں گا کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے۔ اگر تو میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں بھی زمین بھر کر مغفرت دوں گا بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔ اگر تیری خطائیں آسمان بھر کے بھی ہوں اور تو نے مغفرت مانگی ہو تو میں مغفرت دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۳۹)

۲۷ مینڈک کو مت مارو

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینڈک کو نہ مارا کرو، کیونکہ مینڈک کا عذاب جب قومِ فرعون پر بھیجا گیا تھا تو ایک مینڈک آگ کے ایک تنور میں خدا کی خوشنودی کی خاطر گر پڑا تھا۔ چنانچہ مینڈکوں کا مسکن اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈی چیز بنائی ہے یعنی پانی کا مقام اور ان کی آواز کو تسبیح قرار دیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۲۱۴)

۲۸ رنج وغم دور کرنے کی دعاء

مسند احمد میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے کبھی بھی کوئی غم و رنج پہنچے تو وہ یہ دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُکَ اَسْاَلُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوْاَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِکَ اَوِاسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَآءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ۔

کہا گیا یا رسول اللہ! کیا ہم یاد نہ کرلیں۔ آپ نے فرمایا، بلکہ جو بھی اسے سنے چاہیے کہ یاد کر لے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۲۴۹)

(۲۹) مال، زائل ہونے والا سایہ ہے

صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال ہے لیکن تیرا مال تو صرف اتنا ہی تھا جتنا کہ تو نے کھایا اور فنا کر دیا، پہنا اور پرانا کر دیا یا دوسروں کو دیا اور گویا باقی رکھ لیا، اس کے سوا تیری ساری دولت دوسروں کے لئے ہے۔ اللہ پاک ابن آدم سے پوچھے گا: کہاں جمع کر رکھا ہے تو کہے گا: اے رب! جمع کیا اور بڑھا کر وہیں چھوڑ آیا۔ پھر فرمایا کہ اس دن کے لئے کیا آگے بھیجا۔ وہ دیکھے گا کہ کچھ بھی نہیں بھیجا۔ پھر فرمائے گا کہ تیرے وہ شفعاء کہاں ہیں جن کو تو سمجھتا تھا کہ وہ میرے ساتھ شریک ہیں اب وہ کیوں شفاعت نہیں کرتے۔ یہ اس کو ملامت اور سرزنش کی جا رہی ہے کیونکہ وہ دنیا میں اوثان و اصنام (بتوں) کو پوجتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس کی حیاتِ دنیاوی اور حیاتِ آخرت میں فائدہ بخش ہوں گے۔ قیامت کے روز تو سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے، گمراہی ختم ہو جائے گی، بتوں کا راج جاتا رہے گا اور اللہ پاک انسانوں سے خطاب کرے گا کہ تمہارے وہ بت اب کہاں ہیں جنہیں تم میرے شرکاء قرار دیتے تھے اور ان سے کہا جائے گا کہ اب تمہارے وہ معبودانِ باطل کہاں ہیں وہ کیا تمہاری اس وقت کوئی مدد کر سکتے ہیں یا تم ان کی مدد کر سکتے ہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوّم صفحہ ۹۶)

(۳۰) کالا کتا شیطان ہوتا ہے

صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوّم صفحہ ۱۱۲)

(۳۱) میدانِ حشر میں مسلمان کو بھی تولا جائے گا

صحیح حدیث میں ہے کہ قرآن پڑھتے رہنے والے کے پاس قرآن ایک نوجوان خوش رنگ کی شکل میں آئے گا۔ قاری پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا: میں قرآن ہوں، رات بھر تمہیں جگاتا رہا اور دن بھر تمہیں تعمیلِ حکمِ صوم میں پیاسا رکھا۔ قصۂ سوالِ قبر میں ہے کہ مومن کے پاس قبر میں ایک خوبصورت نوجوان خوشبودار آئے گا۔ صاحبِ قبر اس سے پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں تمہارا عملِ صالح ہوں۔ حدیثِ بطاقہ میں ہے کہ ایک آدمی کو کاغذ کا پرزہ دیا جائے گا اور وہ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں ننانوے کاغذ کے طومار رکھے جائیں گے۔ ہر ایک اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے اس بطاقہ میں لکھا ہوگا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ وہ کہے گا کہاں یہ کاغذ کا ٹکڑا اور کہاں یہ پورے کے پورے دفتر تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مگر تمہارے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ گناہوں کے طومار دفتر کے دفتر ترازو میں ہلکے ہو جائیں گے اور وہ کاغذ کا چھوٹا سا بطاقہ

وزنی ہو جائے گا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمل یا اعمال نامہ وزن نہیں کیا جائے گا بلکہ صاحب عمل وزن کیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ایک موٹا سا آدمی لایا جائے گا لیکن وہ اللہ کے نزدیک پر پشہ کے برابر بھی وزن نہ رکھتا ہوگا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی **فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا**۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ستائش کرتے ہوئے فرمایا کہ تم کو ابن مسعود کی پتلی پتلی ٹانگوں پر تعجب کیوں ہے۔ خدا کی قسم یہ میزان میں تلے گا تو اس کی پتلی ٹانگیں اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ثابت ہوں گی۔ ان تینوں روایتوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ کبھی اعمال تولے جائیں گے اور کبھی اعمال نامے اور کبھی عمل کرنے والا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۵۷)

(۳۲) ماں حوّا کی وجہ سے ساری عورتیں پریشانی میں آگئیں

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے گندم کھا لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں نے تمہیں اس درخت سے منع کیا تھا تو تم نے کیوں کھایا؟ تو کہنے لگے کہ حوا نے مجھے ایسا مشورہ دیا تھا۔ تو کہا کہ میں حوا کو یہ سزا دیتا ہوں کہ حمل کے زمانے میں بھی اسکو تکلیف اور وضع حمل کے وقت بھی اس کو درد و کرب لاحق رہیں گے۔ یہ سن کر حوّا رونے لگیں تو کہا گیا کہ ولادت کے وقت تم اور تمہارا بچہ دونوں رویا کرو گے۔

آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ کلمات سیکھے تھے **رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ**۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۶۳)

(۳۳) دیندار اور بے دین کی موت کا منظر

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کی مشایعت کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے جب قبر تک پہنچے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف بیٹھے تھے اور ایسے خاموش گویا پرندے ہمارے سروں پر بیٹھ گئے (ہمیں خاموش و بے حرکت دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی زمین پر اس سے ایک شغل کے طور پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمانے لگے: عذاب قبر سے خدا کے پاس پناہ مانگو! دو یا تین دفعہ فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ مومن جب دنیا سے اٹھنے لگتا ہے اور آخرت کا رخ کرتا ہے تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے اترتے ہیں۔ جنت کا کفن لئے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوئیں ساتھ لاتے ہیں۔ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک

الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں: "اے مطمئن روح! مغفرتِ خداوندی کی طرف چل! یہ سنتے ہی روح نکل پڑتی ہے جیسے کہ مشک کے منہ سے پانی کے قطرے نکلنے لگتے ہیں۔ روح نکلتے ہی چشم زدن میں وہ اس کو جنتی کفن پہنا دیتے ہیں اور جنتی خوشبو میں اُس کو بساتے ہیں وہ مشک کی ایسی بہتر خوشبو ہوتی ہے کہ دنیا میں جو بہترین ہو سکتی ہے۔ اس کو لے کر آسمان پر چڑھنے لگتے ہیں۔ جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاک روح لے جا رہے ہو؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں، دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسرے تمام فرشتے بھی آسمانِ دوم تک ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح آسمان بہ آسمان، ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو علّیین کے دفتر میں لکھ لو اور زمین کی طرف واپس کر دو کیونکہ میں نے اس کو مٹی ہی سے پیدا کیا ہے۔ اسی کے اندر اس کو واپس کرتا ہوں اور پھر دوسری بار اُسی کے اندر سے اس کو اٹھاؤں گا۔ اب اس کی روح واپس کی جاتی ہے۔ یہاں دو فرشتے آتے ہیں۔ اُس کے پاس بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کون سا ہے؟ وہ کہتا ہے اسلام میرا دین ہے۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون شخص ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ خدا کے رسول تھے۔ پھر پوچھتے ہیں تمہارا ذریعۂ علم کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تھی اس پر ایمان لایا تھا۔ اب آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اُس کے لئے جنت کا فرش لاؤ۔ جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کا ایک دروازہ اسکے لئے کھول دو تا کہ جنت کی ہوا اور خوشبو اس کو پہنچتی رہے۔ اس کی قبر تا حدِ نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔ ایک خوبصورت شخص اچھے لباس میں خوشبو میں بسا ہوا اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہو جاؤ کہ آج تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا پورا کیا جاتا ہے۔ وہ پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا میں تمہارا عمل صالح ہوں۔ تو متوفی کہے گا اے خدا! اسی وقت قیامت قائم کر دے۔ میں اپنے اہل اور مال سے ملوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندۂ کافر دنیا سے منہ موڑنے لگتا ہے تو سیاہ رنگ کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے آ پہنچتے ہیں اور تا حد نظر ہوتے ہیں۔ اب ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث روح! نکل اور خدا کی ناراضی اور غضب کی طرف جا تو وہ جسم کے اندر گھسنے لگتی ہے، فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کہ لوہے کی سیخ بھیگے ہوئے بالوں کے اندر سے نکالی جاتی ہے۔ وہ اس کو لیتے ہی طرفۃ العین میں اس کو ٹاٹ کے اندر لپیٹ لیتے ہیں۔ اُس کے اندر سے سڑے ہوئے مردار کی طرح بدبو نکلتی ہے، اس کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور جہاں کہیں سے گزرتے ہیں: فرشتے پوچھتے ہیں: یہ کس کی روحِ خبیث ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ اور جب آسمان تک پہنچ کر کہتے ہیں کہ دروازہ کھولو! تو نہیں کھولا جاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تُفَتَّحُ والی آیت پڑھی۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس کو زمین کے طبقۂ زیرین کی سجین میں لے جاؤ چنانچہ اس کی روح وہاں پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

آیت تلاوت فرمائی کہ "جو اللہ کا شرک کرتا ہے گویا آسمان سے گر پڑا اور پرندے اس کا گوشت نوچ رہے ہوں یا ہوائیں دور دراز اس کو لئے اڑ رہی ہوں۔" اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے۔ دو فرشتے آ کر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کون سا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے میں واقف نہیں۔ اب دریافت کرتے ہیں کہ تیری طرف کون بھیجا گیا تھا۔ وہ کہتا ہے حیف مجھے علم نہیں۔ اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹ کہتا ہے۔ اس کے لئے دوزخ کا فرش لاؤ اور دوزخ کا دروازہ اس پر کھول دو تاکہ اس کو دوزخ کی حرارت اور بادِ گرم پہنچتی رہے اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور اتنا دباتی ہے کہ ہڈی پسلی مل جاتی ہے۔ ایک قبیح چہرے والا میلے کچیلے کپڑے پہنے بدبودار اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے اپنی بدبختیوں کی بشارت ہے۔ یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا عملِ بد ہوں۔ کافر کہنے لگتا ہے کہ خدا کرے قیامت قائم نہ ہو (تاکہ مجھے دوزخ میں نہ جانا پڑے)۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۷۲)

(۳۳) حشر کے میدان میں حضور ﷺ کی شفاعت کا مضمون پڑھ لیجئے

قیامت کے روز جب سب بندوں کے فیصلے ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، آپ ہمارے باپ ہیں اللہ کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ کہیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے میرے سوا اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو اور اس میں خاص اپنی روح پھونکی ہو اور کیا ملائکہ نے میرے سوا کسی اور کو بھی سجدہ کیا ہے۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ آدم علیہ السلام کہیں گے لیکن پھر بھی میں کنہِ ذاتِ خداوندی سے واقف نہیں، میں تو شفاعت کی طاقت نہیں رکھتا۔ تم میرے بیٹے ابراہیم کے پاس جاؤ۔ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت کے خواستگار ہوں گے۔ وہ کہیں گے کیا خدا نے میرے سوا کسی کو خلیل قرار دیا ہے اور میرے سوا کیا کسی کو اس کی قوم نے آگ میں جھونکا ہے؟ لوگ کہیں گے نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ اللہ کی کنہ سے واقف نہیں۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کیا میرے سوا خدا نے کسی سے براہِ راست باتیں کی ہیں مگر پھر بھی میں حقیقتِ خداوندی سے واقف نہیں، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کیا میرے سوا خدا نے کسی کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور کیا کسی نے کوڑھی اور جذامی جیسے لاعلاج مریض کو چنگا کیا ہے اور میرے سوا کیا کسی نے مردے کو

زندہ کیا ہے؟ کہیں گے نہیں۔ پھر بھی میں اس کی ذات سے واقف نہیں۔ مجھے اپنی فکر ہے۔ تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں سینے پر ہاتھ مار کر کہوں گا ہاں! میں تمہاری سفارش کروں گا۔ پھر میں خدا کے عرش کے آگے آ کر کھڑا ہوں گا اور میری زبان خدا کی تعریف میں ایسی کھل جائے گی کہ کبھی تم نے ایسی تعریف نہ سنی ہوگی۔ پھر میں سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے محمد! سر اٹھاؤ! بولو کیا چاہتے ہو، شفاعت کرتے ہو تو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں سر اٹھاؤں گا اور پھر خدا کی حمد وثنا کروں گا۔ پھر سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر کہا جائے گا کہ اٹھو! درخواست کرو۔ میں سر اٹھا کر عرض کروں گا ''یا رب میری امت کو بخش دے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''ہاں بخش دیا۔'' اس کیفیت کو دیکھ کر کوئی نبی مرسل اور کوئی فرشتہ نہ ہوگا جس کو رشک نہ ہو۔ یہی مقامِ محمود ہے۔ اب میں سب امتیوں کو لے کر جنت کی طرف آؤں گا۔ جنت کا دروازہ میرے لئے کھل جائے گا۔ اب ان سب امتیوں کو نہر کی طرف لے جایا جائے گا جس کو ''نہر حیوان'' کہتے ہیں۔ جس کے دونوں کنارے موتی، ہیرے اور زر سے مرصع ہوں گے۔ اس کی مٹی مشک ہوگی، اس کے کنکر پتھر یاقوت ہوں گے۔ اس نہر میں یہ لوگ نہائیں گے اور ان کے رنگ جنتیوں کے سے ہو جائیں گے اور ان سے جنتیوں کی خوشبو پیدا ہو جائے گی۔ ایسے معلوم ہوں گے گویا چمکتے تارے ہیں لیکن ان کے سینوں پر روشن نشانات ہوں گے جن سے وہ پہچانے جائیں گے۔ انہیں مساکینِ اہل الجنۃ کہا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۷۸)

(۳۵) ایک یہودی لڑکا مرنے سے پہلے مسلمان ہوا، ایک بھی نماز نہیں پڑھی اور جنت کا مستحق بن گیا

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک بدوی نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں، میں دودھ بیچنے کے لئے مدینے گیا۔ بیع سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا چلو اُن سے بھی (محمد ﷺ سے) مل لوں اور اُن سے کچھ باتیں سنوں، میں نے دیکھا کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے ہیں، میں بھی پیچھے ہولیا، یہ تینوں ایک یہودی کے گھر پہنچے جو تورات جانتا تھا۔ اس کا لڑکا قریب الموت تھا نوجوان اور خوبصورت۔ وہ اس کے پاس بیٹھا تعزیت نفس کی خاطر توریت پڑھ رہا تھا۔ حضرت ﷺ اس یہودی سے باتیں کرنے لگے اور کہا کہ تمہیں توریت نازل کرنے والے کی قسم! سچ بتاؤ اس میں میرا ذکر اور میری بعثت کی خبر بھی ہے کہ نہیں۔ اس نے سر ہلا کر کہا ''نہیں'' تو اس کا قریب الموت جوان لڑکا بول اٹھا کہ توریت نازل کرنے والے کی قسم! کہ ہم اپنی کتابوں میں آپ کی صفت اور بعثت کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ مر گیا تو آپ نے کہا کہ یہ مسلمان ہے

یہودیوں کو یہاں سے ہٹادو۔ پھر آپ نے کفن اور نماز کا انتظام کیا۔ یہ حدیث جید اور قوی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد دوم صفحہ ٢٢٧)

(٣٦) اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت پڑھ لیجئے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا آج کوئی ایسا شخص بھی تجھ پر چڑھا جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہو؛ وہ خوشی سے جواب دیتا ہے کہ ہاں۔ پس پہاڑ بھی باطل اور جھوٹی بات کو اور بھلی بات کو سنتے ہیں اور دوسرا کلام نہیں سنتے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین کو اور اس کے درختوں کو پیدا کیا تو ہر درخت ابن آدم علیہ السلام کو پھل پھول اور نفع دیتا تھا مگر جب زمین میں رہنے والے لوگوں نے خدا کے لئے اولاد کا لفظ بولا تو زمین ہل گئی اور درختوں میں کانٹے پڑ گئے۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ملائکہ غضبناک ہو گئے اور جہنم زور شور سے بھڑک اٹھی۔ مسند احمد میں فرمانِ رسول ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ایذا دہندہ باتوں پر خدا تعالیٰ سے زیادہ صابر کوئی نہیں، لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں، اس کی اولادیں مقرر کرتے ہیں اور وہ انہیں عافیت دے رہا ہے، روزیاں پہنچا رہا ہے، برائیاں ان سے ٹالتا رہتا ہے۔ پس ان کی اس بات سے کہ خدا تعالیٰ کی اولاد ہے، زمین وآسمان اور پہاڑ تک تنگ ہیں۔ خدا تعالیٰ کی عظمت وشان کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو، اس کے لڑکے لڑکیاں ہوں۔ اس لئے کہ تمام مخلوق اس کی غلامی میں ہے۔ اس کی جوڑ کا یا اس جیسا کوئی اور نہیں، زمین وآسمان میں جو ہیں سب اس کے زیرِ فرمان اور حاضر باش غلام ہیں۔ وہ سب کا آقا، سب کا پالنہار، سب کا خبر گیر ہے۔ سب کی گنتی اسکے پاس ہے۔ سب کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے۔ سب اس کی قدرت کے احاطے میں ہیں، ہر مرد وعورت چھوٹے بڑے کی اسے اطلاع ہے۔ شروع پیدائش سے ختم دنیا تک کا اسے علم ہے۔ اس کا کوئی مددگار نہیں، نہ شریک وساجھی۔ ہر ایک بے یار ومددگار اس کے سامنے قیامت کے روز پیش ہونے والا ہے۔ ساری مخلوق کے فیصلے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی وحدہٗ لاشریک لہٗ سب کی چکوتیاں کرے گا، جو چاہے گا کرے گا۔ عادل ہے ظالم نہیں۔ کسی کی حق تلفی اس کی شان سے بعید ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ٣٢٠)

(٣٧) بھلائی کر بھلا ہوگا، برائی کر برا ہوگا

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾

''پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ، جن کا ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ تو نجات والے ہو گئے اور جن کا ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا یہ

ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم واصل ہوئے۔ ان کے چہروں کو آگ جھلستی رہے گی اور وہ وہاں بدشکل بنے ہوئے ہوں گے۔''

جب جی اٹھنے کا صور پھونکا جائے گا اور لوگ اپنی قبر سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے، اس دن نہ تو رشتے ناتے باقی رہیں گے نہ کوئی کسی سے پوچھے گا۔ نہ باپ کو اولاد پر شفقت ہوگی، نہ اولاد باپ کا غم کھائے گی۔ عجب آپا دھاپی ہوگی۔ جیسے فرمان ہے کہ کوئی دوست کسی دوست سے باوجود ایک دوسرے کے دیکھنے کے، کچھ نہ پوچھے گا۔ صاف دیکھے گا کہ قریبی شخص ہے، مصیبت میں ہے، گناہوں کے بوجھ میں دب رہا ہے، لیکن اس کی طرف التفات تک نہ کرے گا۔ نہ کچھ پوچھے گا، بلکہ آنکھ پھیر لے گا، جیسے خود قرآن میں ہے کہ اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے، اور اپنے بچوں سے بھاگتا پھرے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں کو جمع کرے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ جس کسی کا کوئی حق کسی دوسرے کے ذمے ہو وہ آئے اور اس سے اپنا حق لے جائے۔ تو اگرچہ کسی کا کوئی حق اپنے باپ کے ذمے یا اپنی اولاد کے ذمے یا اپنی بیوی کے ذمے ہو وہ بھی خوش ہوتا ہوا اور دوڑتا ہوا آئے گا اور اپنے حق کے تقاضے شروع کرے گا، جیسے اس آیت میں ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جو چیز اسے ناخوش کرے وہ مجھے بھی ناخوش کرتی ہے اور جو چیز اسے خوش کرے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے۔ قیامت کے روز سب رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے لیکن میرا نسب، میری رشتے داری نہ ٹوٹے گی۔ اس حدیث کی اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے اسے ناراض کرنے والی اور اسے ستانے والی چیز مجھے ناراض کرنے والی اور مجھے تکلیف پہنچانے والی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ کہتے ہیں رسول اللہ کا رشتہ بھی آپ کی قوم کو کوئی فائدہ نہ دے گا۔ بخدا میرا رشتہ دنیا میں اور آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اے لوگو! میں تمہارا میر سامان ہوں۔ جب تم آؤ گے، ایک شخص کہے گا کہ یا رسول اللہ میں فلاں ابن فلاں ہوں۔ میں جواب دوں گا کہ ہاں! نسب تو میں نے پہچان لیا لیکن لوگوں نے میرے بعد بدعتیں ایجاد کی تھیں اور ایڑیوں کے بل مرتد ہو گئے تھے۔ مسند امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما میں کئی سندوں سے یہ روایت وارد کی ہے کہ جب آپ نے اُمّ کلثوم بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تو فرمایا کرتے تھے واللہ! مجھے اس نکاح سے صرف یہ غرض تھی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہر حسب و نسب قیامت کے دن کٹ جائے گا مگر میرا نسب اور سبب۔ یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے ان کا مہر از روئے تعظیم و بزرگی چالیس ہزار مقرر کیا تھا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل رشتے ناطے اور سسرالی تعلقات

بجز میرے ایسے تعلقات کے قیامت کے دن کٹ جائیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جہاں میرا نکاح ہوا ہے اور جس کا نکاح میرے ساتھ ہوا ہے وہ سب جنت میں بھی میرے ساتھ رہیں تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی۔ جس کی ایک نیکی بھی گناہوں سے بڑھ گئی وہ کامیاب ہوگیا، جہنم سے آزاد اور جنت میں داخل ہوگیا، اپنی مراد کو پہنچ گیا اور جس سے ڈرتا تھا اس سے بچ گیا اور جس کی برائیاں بھلائیوں سے بڑھ گئیں وہ ہلاک ہوئے، نقصان میں آگئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ترازو پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا جو ہر ایک انسان کو لاکر ترازو کے پاس بیچوں بیچ کھڑا کرے گا۔ پھر نیکی بدی تولی جائے گی۔ اگر نیکی بڑھ گئی تو بہ آوازِ بلند اعلان کرے گا کہ فلاں ابن فلاں نجات پا گیا۔ اب اس کے بعد ہلاکت اس کے پاس بھی نہیں آنے کی اور اگر بدی بڑھ گئی تو ندا کرے گا اور سب کو سنا کر کہے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہلاک ہوا۔ اب وہ بھلائی سے محروم ہوگیا۔ ایسے لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، دوزخ کی آگ ان کے منہ جھلس دے گی چہروں کو جلا دے گی کمر کو سلگا دے گی۔ یہ بے بس ہوں گے، آگ کو ہٹا نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: پہلے ہی شعلے کی لپیٹ ان کا سارا گوشت و پوست ہڈیوں سے الگ کرکے ان کے قدموں میں ڈال دے گی۔ وہ وہاں بدشکل ہوں، گے دانت نکلے ہوئے ہوں گے، ہونٹ اوپر چڑھا ہوا اور نیچے گرا ہوا ہوگا۔ اوپر کا ہونٹ تو تالو تک پہنچا ہوا ہوگا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک آجائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۴۷۰)

۳۸ محرمات کو نہ دیکھنے سے دل پاک ہوتا ہے دین صاف ہوتا ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں۔ یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے۔ لوگ جو کچھ کریں اللہ سب سے خبردار ہے۔''

حکم ہوتا ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا میں نے حرام کر دیا ہے ان پر نگاہیں نہ ڈالو۔ حرام چیزوں سے آنکھیں نیچی کرلو۔ اگر بالفرض اچانک نظر پڑ جائے تو بھی دوبارہ یا نظر بھر کر نہ دیکھو۔ صحیح مسلم میں ہے: حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اچانک نگاہ کے جانے کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنی نگاہ فوراً ہٹالو۔ نیچی نگاہ کرنا یا ادھر ادھر دیکھنے لگ جانا، خدا تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو نہ دیکھنا آیت کا مقصود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ نے فرمایا علی! نظر پر نظر نہ جماؤ، اچانک جو پڑ گئی وہ تو معاف ہے، قصداً معاف نہیں۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: راستوں

پر بیٹھنے سے بچو، لوگوں نے کہا حضور! کام کاج کے لئے وہ تو ضروری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا تو راستوں کا حق ادا کرتے رہو۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا: نگاہ نیچی رکھنا، کسی کو ایذا نہ دینا، سلام کا جواب دینا، اچھی باتوں کی تعلیم کرنا، بری باتوں سے روکنا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ چھ چیزوں کے تم ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں: بات کرتے ہوئے جھوٹ نہ بولو، امانت میں خیانت نہ کرو، وعدہ خلافی نہ کرو، نظر نیچی رکھو، ہاتھوں کو ظلم سے بچائے رکھو، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ صحیح بخاری میں ہے: جو شخص زبان اور شرمگاہ کو خدا تعالیٰ کے فرمان کے ماتحت رکھے میں اسکے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ عبیدہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس چیز کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو وہ کبیرہ گناہ ہے۔ چونکہ نگاہ پڑنے کے بعد دل میں فساد کھڑا ہوتا ہے اس لئے شرمگاہ کو بچانے کے لئے نظریں نیچی رکھنے کا فرمان ہوا۔ نظر بھی ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ پس زنا سے بچنا بھی ضروری ہے اور نگاہ نیچی رکھنا بھی ضروری ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں سے۔ محرمات کو نہ دیکھنے سے دل پاک ہوتا ہے اور دین صاف ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی نگاہ حرام چیزوں پر نہیں ڈالتے اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں میں نور بھر دیتا ہے اور ان کے دل بھی نورانی کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: جس کی نظر کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ ہٹا لے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک ایسی عبادت اسے عطا فرماتا ہے جس کی لذت وہ اپنے دل میں پاتا ہے۔ طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں بدل دے گا (اعاذنا اللہ من کل عذابہ)۔ نظر ابلیسی تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص خوفِ خدا تعالیٰ سے اپنی نگاہ روک رکھے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایسا نور ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ اسے مزا آنے لگتا ہے۔ لوگوں کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں، وہ آنکھوں کی خیانت کو، دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابن آدم کے ذمے اس کا زنا کے حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پالے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، ہاتھوں کا زنا تھامنا ہے، پیروں کا زنا چلنا ہے، دل خواہش تمنا اور آرزو کرتا ہے، پھر شرمگاہ یا تو سب کو سچا کر دیتی ہے یا سب کو جھوٹا بنا دیتی ہے۔ (رواہ البخاری تعلیقاً) اکثر سلف لڑکوں کو گھورا گھوری سے بھی منع کرتے تھے۔ ائمہ صوفیہ میں کے بہتوں نے اس بارے میں بہت کچھ سختی کی ہے۔ اہلِ علم کی جماعت نے اسے مطلق حرام کہا ہے اور بعضوں نے اسے کبیرہ گناہ فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی مگر وہ آنکھ جو خدا تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے دیکھنے سے بند رہے اور وہ آنکھ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں جاگتی رہے اور وہ آنکھ جو خوفِ خدا تعالیٰ سے روئے گو اس میں سے آنسو صرف

مکھی کے سر کے برابر ہی نکلا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۵۰۰)

۳۹ منافق کی زبان مومن ہوتی ہے اور دل کافر ہوتا ہے

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

''بڑی پختگی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ آپ کا حکم ہوتے ہی یہ نکل کھڑے ہوں گے۔ کہہ دے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ، تمہاری اطاعت کی حقیقت معلوم ہے، جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔''

اہل نفاق کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ پیغمبر خدا ﷺ کے پاس آ کر اپنی ایمانداری اور خیر خواہی جتاتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم جہاد کے لئے تیار بیٹھے ہیں بلکہ بے قرار ہیں، آپ کے حکم کی دیر ہے، فرمان ہوتے ہی گھر بار بال بچے چھوڑ کر میدانِ جنگ میں پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سے کہہ دو کہ قسمیں نہ کھاؤ۔ تمہاری اطاعت کی حقیقت تو روشن ہے۔ زبانی ڈینگیں بہت ہیں، عملی حصہ صفر ہے۔ تمہاری قسموں کی حقیقت بھی معلوم ہے۔ دل میں کچھ ہے زبان پر کچھ ہے۔ جتنی زبان مؤمن ہے اتنا ہی دل کافر ہے۔ یہ قسمیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ ان قسموں کو تو یہ لوگ ڈھال بنائے ہوئے ہیں تم سے ہی نہیں بلکہ کافروں کے سامنے بھی ان کی موافقت کی اور ان کی امداد کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن ہیں اتنے بزدل کہ ان کا ساتھ بھی خاک نہیں دے سکتے۔ اس جملے کے ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں تو معقول اور پسندیدہ اطاعت کا شیوہ چاہئے نہ کہ قسمیں کھانے اور ڈینگیں مارنے کا۔ تمہارے سامنے مسلمان موجود ہیں۔ دیکھو نہ! وہ قسمیں کھاتے ہیں، نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں۔ ہاں کام کے وقت سب سے آگے نکل آتے ہیں اور فعلی حصہ بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں اور اپنے بندوں کے ایک ایک فعل سے باخبر ہے۔ ہر عاصی اور مطیع اُس پر ظاہر ہے۔ ہر ایک کے باطن پر بھی اسکی نگاہیں ویسی ہی ہیں جیسی ظاہر پر گو تم ظاہر کچھ کرو لیکن وہ باطن پر بھی آگاہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۵۱۸)

۴۰ حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل دہلا دینے والا درد بھرا خط

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو اس موقع پر جب کہ بنیامین قید میں تھے، ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں۔ میرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے، میرے دادا حضرت اسحٰق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے، میں خود

فراقِ یوسف میں مبتلا ہوں۔ بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انہیں سمجھانا شروع کیا کہ اباجی! آپ تو اسی کی یاد میں اپنے تئیں گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا، میں تو اپنے رب کے پاس اپنا دکھ رو رہا ہوں اور اس کی ذات سے بہت کچھ امیدوار ہوں۔ وہ بھلائیوں والا ہے، مجھے یوسف کا خواب یاد ہے جس کی تعبیر ظاہر ہو کر رہے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپ کی بینائی کیسے جاتی رہی اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہوگئی۔ آپ نے فرمایا۔ یوسف کو رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھا اور بنیامین کے صدمے نے کمر توڑ دی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: آپ کی شکایت کا خدا کو خوب علم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۱۱)

(۴۱) گناہ کی وجہ سے بندہ روزی سے محروم ہو جاتا ہے

پس خدا کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان بھی کہ شکر گذاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی، نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں اور چھن جائیں گی اور انہیں سخت سزا ہوگی۔ حدیث میں ہے: بندہ بوجہِ گناہ کے خدا کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک سائل گذرا۔ آپ نے اسے ایک کھجور دی، وہ بڑا بگڑا اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا۔ آپ نے اسے بھی وہی کھجور دی۔ اس نے اسے بہ خوشی لے لیا اور کہنے لگا: ''اللہ کے رسول کا عطیہ ہے۔'' آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم دیا اور روایت میں ہے کہ آپ نے لونڈی سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں وہ اسے دلوا دو۔

(تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۵۷)

(۴۲) صدقہ کیجئے، ستر شیطانوں کے جبڑے توڑیئے

صحیحین کی حدیث میں ہے: بخیل اور سخی کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جن پر دو لوہے کے جبے ہوں سینے سے گلے تک۔ سخی تو جوں جوں خرچ کرتا ہے اس کی کڑیاں ڈھیلی ہو جاتی ہیں اور اس کے ہاتھ کھلتے جاتے ہیں اور وہ جبہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اسکی پوریوں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اثر کو مٹاتا ہے اور بخیل جب کبھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جبے کی کڑیاں اور سمٹ جاتی ہیں، وہ ہر چند اسے وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ صحیحین میں ہے کہ آپ نے حضرت اسماء

بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ادھر ادھر خدا کی ہر راہ میں خرچ کرتی رہ۔ جمع نہ رکھا کر ورنہ اللہ بھی روک لے گا۔ بند باندھ کر روک نہ لیا کر ورنہ پھر خدا بھی سربند کر لے گا۔ ایک اور روایت میں ہے، شمار کر کے نہ رکھا کر ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گنتی کر کے روک لے گا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو راہ خدا میں خرچ کیا کر، اللہ تعالیٰ تجھے دیتا رہے گا۔ صحیحین میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ ایک دعا کرتا ہے کہ خدایا! سخی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر۔ مسلم شریف میں ہے: صدقے خیرات سے کسی کا مال نہیں گھٹتا اور سخاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے دوسروں سے عاجزانہ برتاؤ کرے اللہ اسے بلند درجے کا کر دیتا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: طمع سے بچو! اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ طمع کا پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ بخیلی کرو، انہوں نے بخیلی کی۔ پھر اس نے انہیں صلہ رحمی توڑنے کو کہا انہوں نے وہ بھی کیا، پھر فسق و فجور کا حکم دیا، یہ اس پر بھی کاربند ہوئے، بیہقی میں ہے کہ جب انسان خیرات کرتا ہے، ستر شیطانوں کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں۔ مسند کی حدیث میں ہے: میانہ خرچ رکھنے والا کبھی فقیر نہیں ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۱۹۷)

۴۳ پوشیدہ دعا خدا کو زیادہ پیاری ہوتی ہے

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ رب سے دعا کرتے تھے لیکن اس وجہ سے کہ لوگوں کے نزدیک یہ انوکھی دعا تھی، کوئی سنتا تو خیال کرتا کہ لو بڑھاپے میں اولاد کی چاہت ہوئی ہے اور یہ وجہ بھی تھی کہ پوشیدہ دعا خدا کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی دل کو بخوبی جانتا ہے اور آہستگی کی آواز کو پوری طرح سنتا ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص اپنے والوں کی پوری نیند کے وقت اُٹھے اور پوشیدگی سے خدا کو پکارے کہ اے میرے پروردگار! اے میرے پالنہار! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لبیک! میں موجود ہوں، میں تیرے پاس ہوں۔ دعا میں کہتے ہیں کہ خدایا! میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں، میری ہڈیاں کھوکھلی ہو گئی ہیں، اندرونی اور بیرونی ضعف نے گھیر لیا ہے۔ میں تیرے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا۔ جب تجھ کریم سے کچھ مانگا تو نے عطا فرمایا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۲۸۷)

۴۴ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیجئے

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

”اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں سے، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے، وہ تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

اس آیت کے شانِ نزول میں ایک حسن حدیث مسند امام احمد میں وارد ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگنائی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عثمان بن مظعون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھتے نہیں ہو؟ وہ بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفعتہً اپنی نظریں آسمان کی جانب اُٹھائیں۔ کچھ دیر اوپر ہی کو دیکھتے رہے، پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کیں اور اپنی دائیں جانب زمین کی طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ بھی کر لیا اور اس طرح سر ہلانے لگے گویا کسی سے کچھ سمجھ رہے ہیں اور کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہہ رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک یہی حالت طاری رہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہیں اونچی کرنی شروع کیں یہاں تک کہ آسمان تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک ٹھاک ہو گئے او اسی پہلی بیٹھک پر عثمان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ یہ سب دیکھ رہے تھے اُن سے صبر نہ ہو سکا، پوچھا کہ حضرت! آپ کے پاس کئی بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا لیکن آج جیسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے کیا دیکھا؟ کہا: یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی، پھر نیچے کر لی اور اپنے دائیں طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف گھوم کر بیٹھ گئے، مجھے چھوڑ دیا، پھر اس طرح سر ہلانے لگے جیسے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہہ رہا ہو اور آپ اچھی طرح ان سے سن سمجھ رہے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تم نے یہ سب کچھ دیکھا! انہوں نے کہا برابر دیکھتا ہی رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ وحی لے کر آیا تھا۔ انہوں نے کہا خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہاں! خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا۔ پوچھا: پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسی وقت میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت نے میرے دل میں گھر کر لیا اور روایت میں حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائیں اور فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے حکم دیا کہ میں اس آیت کو اس سورۃ کی اس جگہ رکھوں۔ یہ روایت بھی صحیح ہے، واللہ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۳۹)

۴۵ حضرت نوح علیہ السلام شکر بہت کرتے تھے

مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چونکہ کھا کر، پی کر، پہن کر غرض ہر وقت خدا کی حمد و ثنا بیان فرماتے

رہتے تھے اس لئے آپ کو شکر گزار بندہ کہا گیا ہے۔ مسند احمد وغیرہ میں فرمانِ رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو نوالہ کھائے تو شکرِ خدا بجالائے اور پانی کا گھونٹ پیے تو خدا کا شکر ادا کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے رہتے۔ شفاعت والی لمبی حدیث جو بخاری وغیرہ میں ہے اُس میں ہے کہ جب لوگ طلبِ شفاعت کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے الخ۔

(تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۱۸۲)

(۴۶) آخری زمانے میں حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا

اللہ تعالیٰ اپنے زبردست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ پر انعام کی ہے یعنی آپ پر وہ پاک کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے، اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی، شام کی طرف سے یہ اٹھے گی، اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾

”اگر ہم چاہیں تو جو وحی تیری طرف ہم نے اُتاری ہے سب سلب کر لیں، پھر تجھے اس کے لئے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی بھی میسر نہ آسکے۔“

پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی، پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلے سے عاجز ہے کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ بے مثل، بے نظیر، بے شریک ہے، اسی طرح اس کا کلام مثلیت سے، نظیر سے اپنے جیسے سے پاک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۲۲۶)

(۴۷) نیکوں اور بروں کا انجام

صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائے گا۔ ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا، اس سے حساب لیا جائے گا تو اس کی پوری عمر میں ایک نیکی بھی نہ نکلے گی۔ پس

اسے جہنم کے داخلے کا حکم ملے گا۔ پھر دوسرا شخص آئے گا جس نے ایک کمبل میں دنیا گزاری تھی، جب اس سے حساب لیا جائے گا تو یہ کہے گا کہ خدایا! میرے پاس دنیا میں تھا ہی کیا جس کا حساب لیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو۔ اسے جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد دونوں کو بلایا جائے گا تو جہنمی بادشاہ تو مثل سوختہ کوئلے کے ہوگیا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہو! کس حال میں ہو؟ یہ کہے گا: نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں۔ پھر جنتی کو بلایا جائے گا، اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا: کہو کیسی گزرتی ہے؟ یہ کہے گا: الحمدللہ! بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ؟ اپنی جگہ پھر چلے جاؤ۔ سعید صواف رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مومن پر تو قیامت کا دن ایسا چھوٹا ہوگا جیسے عصر سے مغرب کا وقت۔ یہ جنت کی کیاریوں میں پہنچادیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اور مخلوق کے حساب ہو جائیں۔ پس جنتی بہتر ٹھکانے والے اور عمدہ جگہ والے ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم صفحہ ۴)

۴۸ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں آسمان زمین کی کنجیاں ہیں

مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کردوں، تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کردوں، میں جواد ہوں، میں ماجد ہوں، میں واجد ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں، کہہ دیتا ہوں کہ 'ہوجا' وہ ہوجاتی ہے۔'' ہر برائی سے اُسی حیّ و قیوم کی ذات پاک ہے۔ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے، جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے وہی اصلی حاکم ہے، اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے اور وہی عادل و منعم خدا تعالیٰ اُنہیں سزا و جزا دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم صفحہ ۳۵۷)

۴۹ دو شریکوں کا درد بھرا قصہ پڑھیے

دو شخص آپس میں شریک تھے، اُن کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہوگئیں، ایک چونکہ پیشے، حرفے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا اس لئے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے، آپ اپنا حق لے کر الگ ہو جایئے، آپ کام کاج سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ الگ کر لئے اور جدا جدا ہو گئے۔ پھر اس حرفے والے نے بادشاہ کے مرجانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا اور اپنے ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا: بتلاؤ میں نے کیسی چیز خریدی؟ اس نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا خدایا! اس میرے ساتھی نے تو ہزار دینار کا قصرِ دنیوی خرید کیا ہے اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں۔ میں تیرے نام پر تیرے

مسکین بندوں پر ایک ہزار دینار خرچ کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار راہِ خدا میں خرچ کر دیئے۔ پھر اُس دنیا دار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا۔ دعوت میں اپنے اس پرانے شریک کو بھی بلایا اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس نے اس کی بھی تعریف کی۔ باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار دینار دیئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے بارِ الٰہا! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کر کے یہاں کی عورت حاصل کی ہے اور میں اس رقم سے تجھ سے حور عین کا طالب ہوں اور پھر وہ رقم راہ خدا میں صدقہ کر دی۔ پھر کچھ مدت کے بعد اُس دنیا دار نے اس کو بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید کیے ہیں دیکھو کیسے ہیں؟ اُس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آ کر اپنی عادت کے مطابق جنابِ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ "خدایا! میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خریدے ہیں میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں۔" چنانچہ اس رقم کو مستحقوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر جب فرشتہ ان دونوں کو فوت کر کے لے گیا، اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں پہنچایا گیا، جہاں پر ایک حسین عورت بھی اسے ملی اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ تو اُسے اُس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آ گیا۔ فرشتے نے بتلایا کہ وہ تو جہنم میں ہے۔ تم اگر چاہو تو جھانک کر اُسے دیکھ سکتے ہو۔ اُس نے جب اُسے جہنم کے اندر جلتا دیکھا تو اُس سے کہا کہ "قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا اور یہ تو رب تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا۔"

اور روایت میں ہے کہ تین تین ہزار دینار تھے، ایک کافر تھا اور ایک مومن تھا۔ جب یہ مومن اپنی کل رقم راہِ خدا میں خرچ کر چکا تو جھلی سر پر رکھ کر، کدال پھاؤڑا لے کر مزدوری کے لئے چلا۔ اُسے ایک شخص ملا اور کہا کہ اگر تو میرے جانوروں کی سائیسی کرے اور گوبر اُٹھائے تو میں تجھے کھانے پینے کو دے دوں گا۔ اس نے منظور کر لیا اور کام شروع کر دیا لیکن یہ شخص بڑا بے رحم اور بدگمان تھا۔ جہاں اس نے کسی جانور کو بیمار یا کمزور دیکھا تو اس مسکین ملازم کی گردن توڑتا، خوب مارتا پیٹتا اور کہتا کہ اس کا دانہ تو چرا لیتا ہوگا۔ اس مسلمان سے یہ بے جا سختی برداشت نہ کی گئی تو ایک دن اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے کافر شریک کے ہاں چلا جاؤں، اس کی کھیتی ہے باغات ہیں۔ میں وہاں کام کاج کر دوں گا اور وہ مجھے روٹی کا ٹکڑا دے دیا کرے گا اور مجھے کیا لینا دینا ہے؟ وہاں جو پہنچا تو شاہی ٹھاٹھ دیکھ کر حیران ہو گیا، ایک بلند و بالا محل ہے، دربان اور پہرے دار ڈیوڑھی پر، اور چوکی دار، غلام اور لونڈیاں سب موجود ہیں۔ یہ ٹھٹکا اور دربانوں نے اُسے روکا۔ اس نے ہر چند کہا کہ تم اپنے مالک سے میرا ذکر کرو۔ انہوں نے کہا اب وقت نہیں، تم ایک کونے میں پڑے رہو، صبح جب وہ نکلیں تو خود سلام کر لینا۔ اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں پہچان لیں گے ورنہ پھر ہمارے ہاتھوں تمہاری پوری مرمت ہو جائے گی۔" اس

مسکین کو یہی کرنا پڑا۔ جو کمبل کا ٹکڑا یہ جسم سے لپیٹے ہوئے تھا اُسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ایک کونے میں دبک کر پڑ گیا۔ صبح کے وقت اُس کے راستے پر جا کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلا اور اس پر نگاہ پڑی تو متعجب ہو کر پوچھا کہ ''ہیں! یہ کیا حالت ہے، مال کیا ہوا؟'' اس نے کہا وہ کچھ نہ پوچھو! اس وقت تو میرا کام جو ہے اُسے پورا کر دو، یعنی مجھے موقع دو کہ میں تمہاری کھیتی باڑی کا کام مثل اور نوکروں کے انجام دوں اور آپ مجھے کھانا دے دیا کیجئے اور جب یہ کمبل بوسیدہ ہو کر پھٹ جائے تو ایک کمبل اور خرید دینا۔ اس نے کہا، نہیں نہیں، میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہوں، لیکن یہ بتلاؤ کہ اس رقم کو تم نے کیا کیا؟ جواب دیا کہ میں نے وہ رقم ایک شخص کو قرض دی ہے۔ اس نے سوال کیا کہ کسے؟ کہا ''ایسے کو جو نہ لے کر مکرے، نہ دینے سے انکار کرے۔'' اس نے کہا وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا ''وہ اللہ تعالیٰ ہے جو میرا اور تیرا رب ہے۔'' یہ سنتے ہی اس کافر نے اس مسلمان سے ہاتھ چھڑا لیا، اور اس سے کہا: ''احمق ہوا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم مر کر جب مٹی ہو جائیں تو پھر دوبارہ زندہ ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں بدلے دے؟ جا! جب تو ایسا ہی بودا اور ایسے عقیدوں والا ہے تو مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔'' پس وہ کافر تو گلچھرے اُڑاتا رہا اور یہ مومن سختی سے دن گزارتا رہا یہاں تک کہ دونوں کو موت آ گئی۔ مسلمان کو جنت میں جو جو نعمتیں اور رحمتیں ملیں وہ انداز و شمار سے زائد تھیں۔ اُس نے جو دیکھا کہ حدِ نظر سے بلکہ ساری دنیا سے زیادہ تو زمین ہے اور بے شمار درخت اور باغات ہیں اور جا بجا نہریں اور چشمے ہیں، تو پوچھا یہ سب کس کا ہے؟ جواب ملا کہ یہ سب آپ کا ہے۔ کہا سبحان اللہ! یہ تو اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔ اب جو آگے بڑھا تو اس قدر لونڈی غلام دیکھے کہ گنتی نہیں ہو سکتی۔ پوچھا یہ کس کے ہیں؟ کہا گیا کہ سب آپ کے۔ اسے اور زیادہ تعجب اور خوشی ہوئی۔ پھر جو آگے بڑھتا ہے تو سرخ یاقوت کے محل نظر آتے ہیں۔ ایک موتی کا ایک محل اور ہر ہر محل میں کئی کئی حورِ عین، ساتھ ہی اطلاع ہوئی کہ یہ سب کچھ بھی آپ ہی کا ہے۔ پھر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگا کہ خدا جانے میرا وہ کافر ساتھی کہاں ہوگا؟ خدا تعالیٰ نے اسے دکھایا کہ وہ جہنم میں جل رہا ہے، اب ان میں وہ باتیں ہوئیں جن کا ذکر یہاں ہوا ہے۔ پس مومن پر دنیا میں جو بلائیں آئی تھیں، اُنہیں وہ یاد کرے گا تو موت سے زیادہ بھاری بلا اُسے کوئی نظر نہ آئے گی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم صفحہ ۳۶۷)

۵۰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں اللہ تعالیٰ سے بات کرنا، یہ سراسر حق ہے اسے پڑھو، پڑھاؤ، سیکھو اور سکھاؤ

مسند احمد میں ہے کہ ایک دن صبح کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت دیر کر دی یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت آ گیا۔ پھر بہت جلدی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تکبیر کہی گئی اور آپ

نے ہلکی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ہم سے فرمایا، تھوڑی دیر ٹھہرے رہو۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، رات میں نمازِ تہجد پڑھ رہا تھا کہ مجھے اونگھ آنے لگی، یہاں تک کہ میں جاگا اور میں نے دیکھا کہ گویا اپنے رب تعالیٰ کے پاس ہوں۔ میں نے اپنے پروردگار کو بہترین عمدہ صورت میں دیکھا۔ مجھ سے جنابِ باری تعالیٰ نے دریافت فرمایا۔ جانتے ہو کہ عالمِ بالا کے فرشتے اس وقت کس امر میں گفتگو اور سوال و جواب کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: میرے رب! مجھے کیا خبر؟ تین مرتبہ کے سوال و جواب کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے دو مونڈھوں کے درمیان اللہ عزوجل نے ہاتھ رکھا یہاں تک کہ انگلیوں کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی اور مجھ پر ایک چیز روشن ہوگئی۔ پھر مجھ سے فرمایا اب بتاؤ! ملأ اعلیٰ میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ میں نے کہا: گناہوں کے کفارے کی۔ فرمایا: پھر تم بتاؤ! کفارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نماز باجماعت کے لئے قدم اُٹھا کر جانا، نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھے رہنا اور دل کے نہ چاہنے پر بھی کامل وضو کرنا۔ پھر مجھ سے میرے خدا تعالیٰ نے پوچھا: درجے کیا ہیں؟ میں نے کہا کھانا کھلانا، نرم کلامی اختیار کرنا اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے پڑے ہوں نماز پڑھنا۔ اب مجھ سے میرے رب تعالیٰ نے فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا: میں نیکیوں کا کرنا، برائیوں کا چھوڑنا، مسکینوں سے محبت رکھنا اور تیری بخشش اور تیرا رحم اور جب تیرا ارادہ کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی موت اور تیری محبت اور تجھ سے محبت رکھنے والوں کی محبت اور اُن کاموں کی چاہت جو تیری محبت کے قریب کرنے والے ہوں، مانگتا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا یہ سراسر حق ہے اسے پڑھو پڑھاؤ، سیکھو سکھاؤ! (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم صفحہ ۴۰۸)

(۵۱) سورۂ اعلیٰ کی خاص فضیلت

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ کو یہ سورت بہت محبوب تھی۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو نے سورہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے ساتھ نماز کیوں نہ پڑھائی؟ مسند احمد میں مروی ہے کہ حضور رسولِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ دونوں عید کی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے اور جمعہ والے دن اگر عید ہوتی تو عید میں اور جمعہ میں دونوں میں انہی دونوں سورتوں کو پڑھتے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بھی ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں بھی مروی ہے۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وتر نماز میں رسول اللہ ﷺ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اور قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔ یہ حدیث بھی بہت سے صحابیوں سے بہت سے طرق کے ساتھ مروی ہے۔ ہمیں اگر کتاب کے مطوّل ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ان سندوں کو اور ان تمام روایتوں کے الفاظ کو جہاں تک میسر ہوتے وارد کرتے لیکن جتنا کچھ اختصار کے ساتھ بیان کر دیا یہ بھی کافی ہے، واللہ اعلم۔ (تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۵۳۹)

۵۲ دیندار بننا آسان ہے، دین پر جمنا مشکل ہے

مسند احمد میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پڑوسی اپنے کسی سفر سے واپس آئے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات کرنے کے لئے گئے۔ انہوں نے لوگوں کی پھوٹ اور ان کے اختلافات کا حال بیان کیا اور ان کی نو ایجاد بدعتوں کا تذکرہ کیا تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے حبیبِ خدا شافعِ روزِ جزا حضرت محمد مصطفیٰ فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگوں کی فوجوں کی فوجیں خدا کے دین میں داخل ہوئیں لیکن عنقریب جماعتوں کی جماعتیں ان میں سے نکلنے بھی لگ جائیں گی۔ (تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۶۱۱)

۵۳ معاف کر دینے والا میٹھی نیند سوتا ہے اور بدلے کی دھن والا غمگین رہتا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جب تم سے آکر کوئی شخص کسی اور کی شکایت کرے تو اسے تلقین کرو کہ بھائی معاف کر دو۔ معافی میں ہی بہتری ہے اور یہی پرہیزگاری کا ثبوت ہے۔ اگر وہ نہ مانے اور اپنے دل کی کمزوری کا اظہار کرے تو خیر کہہ دو کہ جاؤ بدلہ لے لو لیکن اس صورت میں کہ پھر کہیں تم بڑھ نہ جاؤ، ورنہ ہم تو اب بھی یہی کہیں گے کہ معاف کر دو۔ یہ دروازہ بہت وسعت والا ہے اور بدلے کی راہ بہت تنگ ہے۔ سنو! معاف کر دینے والا تو بآرام میٹھی نیند سو جاتا ہے اور بدلے کی دھن والا دن رات متفکر رہتا ہے اور توڑ جوڑ سوچتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں تشریف فرما تھے، آپ مسکرانے لگے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش تھے لیکن جب اس نے بہت گالیاں دیں تو آپ نے بھی بعض کا جواب دیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر وہاں سے چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ مجھے برا کہتا رہا تو آپ بیٹھے سنتے رہے اور جب میں نے اس کی ایک دو باتوں کا جواب دیا تو آپ ناراضی سے اُٹھ چلے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! جب تک تم خاموش تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم آپ بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا؟ پھر فرمایا: سنو! ابوبکر! تین چیزیں بالکل برحق ہیں ❶ جس پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اس سے چشم پوشی کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسے عزت دے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ ❷ جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا فرمائے گا۔ ❸ جو شخص بڑھانے کے لئے سوال کا دروازہ کھول

لے گا تو وہ اُس سے مانگتا پھرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاں بے برکتی دے گا اور کمی میں ہی مبتلا رکھے گا۔ یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے یہ بڑی پیاری حدیث ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۲۲)

۵۴ ابن عباس کو آپ ﷺ نے عجیب نصیحت کی

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے: جو شخص ہر طرف سے کھنچ کر اللہ کا ہو جائے۔ اللہ اس کی ہر مشکل میں اس کی کفالت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو خدا سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے، اللہ بھی اُسے اسی کی طرف سونپ دیتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: بچے! میں تمہیں چند باتیں سکھاتا ہوں: سنو! تم اللہ کی یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اللہ کے حکم کی حفاظت کرو تو اللہ کو اپنے پاس بلکہ اپنے سامنے پاؤ گے، جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرنی ہو اسی سے مدد چاہو کہ تمام امت مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور خدا کو منظور نہ ہو تو ذرا سا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اور اسی طرح سارے کے سارے جمع ہو کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے اگر تقدیر میں نہ لکھا ہو، قلمیں اٹھ چکیں اور صحیفے خشک ہو گئے۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ مسند احمد کی اور حدیث میں ہے جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے جائے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اسی دنیا میں ہی یا دیر کے بعد یعنی موت کے بعد۔

(تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۳۷۶)

۵۵ داعی کی دس صفات ہونی چاہئیں

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۗ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۗ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

”پس تو لوگوں کو اسی طرف بلاتا رہ اور جو کچھ تجھ سے کہا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جم جا اور ان کی خواہشوں پر نہ چل، اور کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان پر ایمان ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم میں انصاف کرتا رہوں۔ ہمارا اور تم سب کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔ ہم تم میں کوئی گفتگو نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔“

اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں۔ وہ یہ کہ اس میں دس کلمے ہیں جو سب مستقل ہیں۔ الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے۔ یہی بات دوسری آیت یعنی آیت الکرسی میں بھی ہے۔ پس ❶ پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ وحی تجھ پر نازل کی گئی ہے اور وہی وحی تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء پر آتی رہی ہے اور جو شرع تیرے لئے مقرر کی گئی ہے اور وہی تجھ سے اگلے تمام انبیائے کرام کے لئے بھی مقرر کی گئی تھی تو تمام لوگوں کو اس کی دعوت دے۔ ہر ایک کو اسی کی طرف بلا اور اس کے منوانے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہ۔ ❷ خدائے تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت پر تو آپ استقامت کر اور اپنے ماننے والوں سے استقامت کرا۔ ❸ مشرکین نے جو کچھ اختلاف کر رکھے ہیں، جو تکذیب و افترا ان کا شیوہ ہے، جو عبادتِ غیر خدا ان کی عادت ہے۔ خبر دار! تو ہرگز ہرگز ان کی خواہشوں اور ان کی چاہتوں میں مت آجانا۔ ان کی ایک بھی نہ ماننا۔ ❹ اور علی الاعلان اپنے اس عقیدے کی تبلیغ کر کہ خدا کی نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے۔ میرا یہ کام نہیں کہ ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں، ایک کو لوں اور ایک کو چھوڑوں۔ ❺ میں تم میں وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں اور جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔ ❻ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہمارا تمہارا معبود برحق وہی ہے اور وہی سب کا پالنہار ہے۔ گرچہ کوئی اپنی خوشی سے اس کے سامنے نہ جھکے لیکن دراصل ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے آگے جھکی ہوئی ہے اور سجدے میں گر پڑی ہوتی ہے۔ ❼ ہمارے عمل ہمارے ساتھ، تمہاری کرنی تمہیں بھرنی۔ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں۔ جیسے اور آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرے لئے میرے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ تم میرے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بیزار۔ ❽ ہم تم میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہیں، کسی بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ حضرت سُدّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حکم تو مکہ میں تھا لیکن مدینہ میں جہاد کے احکام اترے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد کی آیتیں ہجرت کے بعد کی ہیں۔ ❾ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا الخ یعنی تو کہہ دے کہ ہمیں ہمارا رب تعالیٰ جمع کرے گا پھر ہم میں حق کے ساتھ فیصلے کرے گا اور وہی فیصلے کرنے والا اور علم والا ہے۔ ❿ پھر فرماتا ہے: لوٹنا خدا تعالیٰ کی طرف ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۹)

(۵۶) اغراض سے دین کا کام کرنے والوں کی عجیب وغریب علامتیں

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ

پہچان لئے جاتے ہیں۔ ان کا سلام لعنت ہے اور ان کی خوراک لوٹ مار ہے، ان کی غنیمت حرام اور خیانت ہے، وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں، وہ نمازوں کے لئے آخری وقت آتے ہیں، تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں، نرمی اور سلوک، تواضع و انکساری سے محروم ہوتے ہیں، نہ خود ان کاموں کو کریں، نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں، رات کی لکڑیاں اور دن کے شور وغل کرنے والے اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑی کی طرح پڑ رہنے والے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۳۶۰)

۵۷ سوال: حضرت! آپ کے بیان میں میاں بیوی کا قصہ سنا تھا، حوالہ دیجئے

مسند احمد کی حدیث اس جگہ وارد کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کسی زمانے میں ایک میاں بیوی تھے جو فقر و فاقہ سے اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ پاس کچھ بھی نہ تھا۔ ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور سخت بھوکا تھا، بھوک کے مارے بیتاب تھا۔ آتے ہی بیوی سے پوچھا: کھانے کو ہے؟ اس نے کہا: آپ خوش ہو جایئے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آ پہنچی ہے۔ اس نے کہا: پھر لاؤ جو کچھ ہو: دے دو، میں بہت بھوکا ہوں۔ بیوی نے کہا: اور ذرا دیر صبر کر لو، اللہ کی رحمت سے ہمیں بہت کچھ امید ہے، پھر جب کچھ دیر اور ہوگئی تو اس نے بیتاب ہو کر کہا: جو کچھ تمہارے پاس ہے، دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ بیوی نے کہا: اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟ اب تنور کھولتی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد پھر تقاضا کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود کہنے لگیں: اب اٹھ کر تنور دیکھتی ہوں۔ اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرتِ خدا سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے اور دیکھتی ہیں کہ گھر کی دونوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر آٹا نکل رہا ہے۔ انہوں نے تنور میں سے سب گوشت نکال لیا اور چکیوں میں سے سارا آٹا اٹھا لیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر وہ صرف آٹا لیتیں اور چکی نہ جھاڑتیں تو قیامت تک چلتی رہتیں اور روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھر والوں کا برا حال ہے، آپ جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے، یہاں ان کی نیک بخت بیوی صاحبہ نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان حال ہیں اور یہ منظر نہیں دیکھ سکے اور چل دیئے تو چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا، تنور سلگایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں کہ اے اللہ! ہمیں روزی دے۔ دعا کر کے اٹھیں تو دیکھا کہ ہنڈیا گوشت سے پُر ہے، تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا ابلا چلا آتا ہے۔ اتنے میں میاں بھی تشریف لائے۔ پوچھا کہ میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا ہاں! ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ عطا فرما دیا، اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھا لیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے واقعہ بیان ہوا تو آپ نے فرمایا: اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چکی چلتی ہی رہتی۔

(تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۳۸۰)

(۵۸) خدا آپ کو بیوقوفوں کی سرداری سے بچائے

مسند احمد میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا تجھے بیوقوفوں کی سرداری سے بچائے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ میرے بعد کے سردار ہوں گے جو میری سنتوں پر عمل نہ کریں گے، نہ میرے طریقے پر چلیں گے۔ پس جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں اور ان کے ظلم کی امداد کریں، وہ نہ میرے ہیں اور نہ میں ان کا ہوں۔ یاد رکھو! وہ میرے حوضِ کوثر پر بھی نہیں آسکتے اور جو ان کے جھوٹ کو سچا نہ کرے اور ان کے ظلموں میں ان کا مددگار نہ بنے، وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ یہ لوگ میرے حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں گے۔ اے کعب! روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور نماز قربِ خدا کا سبب ہے یا فرمایا کہ دلیلِ نجات ہے۔ اے کعب! وہ گوشت پوست جنت میں نہیں جا سکتا جو حرام سے پلا ہو، وہ تو جہنم میں ہی جانے کے قابل ہے۔ اے کعب! لوگ ہر صبح اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتے ہیں، کوئی تو اُسے آزاد کرا لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر گزرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۴۷۹)

(۵۹) گھر سے دین کی نیت سے نکلیے

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جو نکلنے والا نکلتا ہے، اس کے دروازے پر دو جھنڈے ہوتے ہیں۔ ایک فرشتے کے ہاتھ میں، دوسرا شیطان کے ہاتھ میں۔ پس اگر وہ اس کام کے لئے نکلا جو خدا کی مرضی کا کام ہوتا ہے تو فرشتہ اپنا جھنڈا لئے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور یہ واپسی تک فرشتے کے جھنڈے تلے ہی رہتا ہے اور اگر یہ خدا کی ناراضگی کے کام کے لئے نکلا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لگائے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور واپسی تک یہ شیطانی جھنڈے تلے رہتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۴۷۹)

(۶۰) مدت حمل کے متعلق حضرت علی کا عجیب و غریب فیصلہ

حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ یہ استدلال بہت قوی اور بالکل صحیح ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابۂ کرام کی جماعت نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ حضرت معمر ابن عبداللہ جہنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کے ایک شخص نے جہینہ کی ایک عورت سے نکاح کیا، چھ مہینے پورے ہوتے ہی اسے بچہ تولد ہوا، اس کے خاوند نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ آپ نے اس عورت کے پاس آدمی بھیجا، وہ تیار ہو کر آنے لگی تو ان کی بہن نے گریہ وزاری شروع کر دی۔ اس بیوی صاحبہ نے اپنی بہن کو تسکین دی اور فرمایا: کیوں روتی ہو، خدا کی قسم! مخلوقِ خدا میں سے کسی سے میں نہیں ملی۔ میں نے کبھی کوئی برا فعل

نہیں کیا، تو دیکھو کہ خدا کا فیصلہ میرے بارے میں کیا ہوتا ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آئیں تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے جواب دیا کہ اس عورت کو نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچہ ہوا ہے جو ناممکن ہے۔ یہ سن کر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ فرمایا ہاں پڑھا ہے۔ فرمایا کیا یہ آیت نہیں پڑھی؟ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا اور ساتھ ہی یہ آیت بھی حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ پس مدتِ حمل اور مدتِ دودھ پلائی دونوں کے مل کر تیس مہینے اور اس میں سے جب دودھ پلائی کی کامل مدت دو سال کے چوبیس مہینے وضع کر دیئے جائیں تو باقی چھ مہینے رہ جاتے ہیں تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور اسکی بیوی صاحبہ کو بھی اتنی ہی مدت میں بچہ ہوا، پھر اس پر زنا کا الزام کیسے قائم کر رہے ہو؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! یہ بات بہت ٹھیک ہے۔ افسوس! میرا خیال ہی اس طرف نہیں گیا۔ جاؤ اس عورت کو لے آؤ۔ پس لوگوں نے اس عورت کو اس حال پر پایا کہ سے فراغت حاصل ہو چکی تھی۔ حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واللہ! ایک کوّا دوسرے کوّے سے اور ایک انڈا دوسرے انڈے سے بھی اتنا مشابہ نہیں ہوتا جتنا اس عورت کا یہ بچہ اپنے باپ سے مشابہ تھا۔ خود اس کے والد نے بھی اسے دیکھ کر کہا خدا کی قسم! اس بچے کے بارے میں اب کوئی شک نہیں رہا اور اُسے اللہ تعالیٰ نے ایک ناسور کے ساتھ مبتلا کیا جو اس کے چہرے پر تھا، وہ ہی اسے گھلاتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۷۶)

⑥١ پیاسے کو پانی پلانے کی، بھوکے کو کھانا کھلانے کی اور ننگے کو کپڑا پہنانے کی عجیب وغریب فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے اُسے اللہ تعالیٰ ''رحیق مختوم'' پلائے گا یعنی جنت کی مہر والی شراب اور جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اُسے اللہ تعالیٰ جنت کے میوے کھلائے گا اور جو کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے اللہ تعالیٰ اُسے جنتی سبز ریشم کے جوڑے پہنائے گا۔ (مسند احمد) (تفسیر ابن کثیر جلد پنجم صفحہ ۵۲۴)

⑥٢ اپنے رب سے ہی مانگنے کا تجربہ کیجئے

دہلی کا بادشاہ جنگل میں تنہا گھوڑا دوڑا رہا تھا، تیز رفتار گھوڑے پر سوار، ہرن کے تعاقب میں اپنے ساتھیوں سے بہت دور نکل گیا تھا۔ کئی میل تک گھوڑے نے برق رفتار ہرن کا تعاقب کیا لیکن آخر کار وہ گھنی جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا، دوپہر کا وقت تھا، گرم ہوا سے جسم جھلس رہا تھا، پیاس کی شدت سے ہونٹ خشک تھے اور حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔ شاہجہاں نے گھوڑا روک کر

جسم سے پسینہ پونچھا اور سوچنے لگا کہ اب پانی کی تلاش میں کدھر جائے۔ گھوڑا بھی گرمی کی شدت سے ہانپ رہا تھا۔

کئی میل چلنے کے بعد کسی بستی کے آثار نظر نہ آئے...... البتہ بہت دور کچھ جانور چرتے نظر پڑے اور بانسری کی آواز بھی تیز جھونکوں کے ساتھ محسوس ہوئی۔ بادشاہ نے اسی سمت اپنے گھوڑے کی باگ موڑ دی۔ چند میل چلنے کے بعد وہ جانوروں کے قریب پہنچے۔ بانسری کی آواز اب صاف سنائی دے رہی تھی۔ کوئی منچلا بڑی دردناک آواز میں بانسری بجا رہا تھا۔ بادشاہ نے گھوڑا روکا۔ کچھ فاصلے پر دیکھا کہ ایک نوجوان شکستہ اور میلے کپڑے پہنے ایک درخت کے نیچے بڑی بے نیازی کے ساتھ ریت پر نیم دراز ہے اور دنیا کی ہر فکر سے آزاد بڑی مستی کے ساتھ بانسری بجا رہا ہے...... بادشاہ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ کیا اس جنگل کا بادشاہ یہی شکستہ حال نوجوان ہے، شاہ جہاں نے سوچا۔ نوجوان بانسری بجانے میں مگن تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ایک نظر دیکھا۔ ہونہہ، کوئی شکاری ہوگا۔ دل میں سوچا اور بانسری بجانے لگ گیا۔ بادشاہ اس کے قریب پہنچا اور پوچھا:

''میاں صاحبزادے! یہاں کہیں پینے کے لئے پانی بھی مل جائے گا'' شاہ جہاں کا شاہانہ لباس اور شاندار گھوڑا دیکھ کر چرواہا ذرا چونکا مگر جلد ہی سنبھل کر بولا: ''یہاں پانی کہاں، پانی تو بستی میں ملے گا۔ تھوڑی ہی دور بستی ہے''، ہاتھ کے اشارے سے چرواہے نے رہنمائی کی اور پھر بے نیازی کے ساتھ بانسری بجانے لگا۔ جانور چر رہے تھے اور وہ بانسری بجانے میں مست تھا۔ شاہجہاں گھوڑے پر سوار ہو کر جانے کی سوچ ہی رہا تھا کہ نوجوان نے پوچھا: کیا تمہیں پیاس لگی ہے؟

ہاں بھئی! پیاس سے برا حال ہے شاہ جہاں نے اس عاجزی سے کہا کہ گویا آج چرواہا ہی بادشاہ ہو۔

چرواہا اُٹھا اور درخت کی جڑ میں رکھا ہوا میلا کچیلا برتن اٹھا لایا، لو یہ پی لو۔ اس میں پانی ہے۔

شاہجہاں نے بے قراری کے ساتھ پانی اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ پیاس کی شدت سے شاہ جہاں بوکھلا گیا تھا۔ پانی تو اس نے پہلے بھی پیا تھا لیکن آج تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ شاید ایسی نعمت اسے کبھی نہ ملی تھی۔ وہ احسان مندی اور پیار کی نظروں سے چرواہے کو دیکھتے ہوئے بولا:

میاں صاحبزادے! تم رہتے کہاں ہو؟

اسی بستی میں رہتا ہوں، چند میل دور اسی بستی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چرواہے نے بتایا۔

تم کبھی شہر بھی گئے ہو؟ شاہجہاں نے پوچھا۔

کیا تم شہر میں رہتے ہو؟...... دہلی میں لال قلعہ ہے نا، وہاں ایک بہت بڑی مسجد ہے، وہ ہمارے بادشاہ نے بنوائی ہے، کیا تم وہیں رہتے ہو، میں ایک بار باپ کے ساتھ وہاں گیا تھا، چرواہے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

تم کل وہاں آجانا...... لال قلعہ میں...... اور دیکھو کوئی چیز لاؤ تو میں تمہیں کچھ لکھ کر دے دوں...... بادشاہ نے انعام سے نوازنا چاہا۔

کیا تم لال قلعے میں رہتے ہو، تب تو تم نے شاہجہاں بادشاہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ چرواہے نے حیرت سے شاہجہاں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

میں شاہجہاں ہوں، بادشاہ نے جواب دیا۔

تم بادشاہ ہو، ہمارے بادشاہ۔ حیرت سے چرواہا بادشاہ کو دیکھتا رہ گیا...... اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ واقعۃً شاہجہاں کو دیکھ رہا ہے...... آج چرواہا اپنے بادشاہ سے باتیں کررہا تھا۔ اسے اپنی قسمت پر رشک آرہا تھا، آج بادشاہ اس کا مہمان تھا مگر وہ ڈررہا تھا کہ اس نے بادشاہ کو بڑی بے رخی سے جواب دیا تھا۔ وہ کچھ سوچ میں پڑ گیا۔

بادشاہ نے اس کا سکوت توڑتے ہوئے کہا: تم ہمارے پاس آنا، ہم تمہیں انعامات دیں گے۔ دیکھو پیڑ کی چھال اٹھالاؤ اور بادشاہ نے پیڑ کی چھال پر کوئلے سے کچھ لکھ کر اس کو دیا۔ تم یہ لے کر لال قلعہ میں آنا، میں تمہارا انتظار کروں گا اور شاہجہاں وہاں سے لوٹ آیا۔

کئی دن گزر گئے۔ شاہجہاں اپنے میزبان کا بے چینی سے انتظار کرتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا، میں اپنے میزبان کو انعام دے کر مالا مال کردوں گا۔

جمعہ کا دن تھا۔ بادشاہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد جاچکا تھا۔ لال قلعہ میں کئی روز سے چرواہے کا انتظار تھا۔ آج دوپہر کے وقت چرواہا قلعہ کے پھاٹک پر پیڑ کی چھال لیے ہوئے پہنچا تو قلعے کے محافظوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسی وقت دو سپاہیوں کے ساتھ اسے شاہجہاں کی خدمت میں جامع مسجد بھجوادیا۔

چرواہا ڈرتا، سہمتا جامع مسجد کے اندر داخل ہوا۔ جمعے کی نماز ہوچکی تھی، لوگ جاچکے تھے، کچھ جارہے تھے، بادشاہ کے درباری جامع مسجد میں موجود تھے۔ سپاہی چرواہے کو کچھ درباریوں کے حوالے کر کے واپس ہوگئے۔ چرواہے نے پوچھا، بادشاہ کہاں ہے؟

دیکھو! وہ جو محراب کے قریب بیٹھے ہیں، وہی بادشاہ ہیں۔ درباریوں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ شاہجہاں اس وقت بڑی عاجزی اور لجاجت سے دعا مانگ رہا تھا۔

نہیں! میں تو شاہ جہاں بادشاہ کو پوچھ رہا ہوں جنہوں نے لال قلعہ بنوایا ہے اور جو لال قلعہ میں رہتے ہیں۔ چرواہے نے نہایت سادگی سے اپنی الجھن صاف کرنا چاہی۔

ہاں بھائی! یہی شاہ جہاں بادشاہ ہیں...... درباریوں نے اسے اطمینان دلانے کی کوشش کی۔

وہ کچھ دیر بادشاہ کو دیکھتا رہا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ ایک شخص دونوں ہاتھ پھیلائے،

گڑگڑا کر فقیروں کی طرح کیا مانگ رہا ہے اور کیوں مانگ رہا ہے۔اس سے رہا نہ گیا۔اس نے پوچھا:
یہ بادشاہ کیا مانگ رہے ہیں اور کس سے مانگ رہے ہیں؟ یہ تو بادشاہ ہیں، لال قلعے والے بادشاہ۔
ہاں یہ خدا سے مانگ رہے ہیں، خدا سے ہر ایک مانگتا ہے، چاہے وہ بادشاہ ہو یا فقیر۔ چرواہا ایک دم خاموش ہو گیا۔ پھر یکایک وہ ایک طرف کو چل دیا۔ درباریوں نے اسے جاتے دیکھ کر روکنا چاہا لیکن وہ کسی طرح نہ رکا۔لوگوں نے اسے بہت روکا، جانے کی وجہ پوچھی لیکن اس نے کچھ نہ بتایا اور اپنی راہ کو ہولیا۔
شاہ جہاں دعا سے فارغ ہوئے۔ خادم بادشاہ کو لینے دوڑے، خادموں نے شاہجہاں کو بتایا کہ چرواہا آیا تھا۔ بادشاہ نے بڑی بے چینی سے پوچھا، کہاں ہے وہ؟ شاہ جہاں تو کئی دن سے اپنے میزبان کا بڑی بے قراری سے انتظار کر رہا تھا۔لوگوں نے بتایا کہ وہ واپس چلا گیا۔ہم نے اسے بہت روکا لیکن وہ رکا نہیں۔
بادشاہ نے اسی وقت کچھ لوگوں کو گھوڑوں پر دوڑا دیا۔تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ لوگ اس نوجوان کو لے کر واپس آ گئے۔ بادشاہ نے عزت کے ساتھ نوجوان چرواہے کو اپنے پاس بٹھایا۔ دیر تک اس کی خاطر تواضع کرتے رہے۔.....لیکن چرواہا جیسے ہر عزت و اکرام سے بے نیاز تھا۔
شاہجہاں نے اس سے پوچھا:
میاں! تم مجھ سے ملنے آئے تھے اور پھر ملے بغیر ہی واپس ہو گئے۔ آخر کیوں؟ وہ خاموش رہا۔
شاہجہاں نے دوبارہ اسے متوجہ کیا، میاں میں تو تمہارا بڑی شدت سے انتظار کر رہا تھا اور تم ملے بغیر ہی واپس جا رہے تھے۔ بتاؤ تو سہی آخر بات کیا ہوئی؟
''میں آپ سے انعام لینے آیا تھا مگر میں نے دیکھا کہ آپ تو خود ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگ رہے تھے، جب آپ خود مانگ رہے تھے تو بھلا مجھے کیا دیتے۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں بھی کیوں نہ اسی سے مانگوں جس سے آپ مانگ رہے تھے''...... چرواہے نے بڑی سادگی اور جرأت سے کہا۔
اس کہانی کی تاریخی حیثیت کیا ہے اور کہاں تک یہ صحیح ہے ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں۔ ہمیں تو مطلب اس ایمان افروز سبق کا ہے جو اس واقعے سے ملتا ہے۔اگر یہ واقعہ من گھڑت ہے تو بھی یہ حقیقت ہے کہ چرواہے کی زبانی ایسی تعلیم دی گئی ہے جس پر جتنا غور کریں گے، ایمان و یقین میں اضافہ ہی محسوس کریں گے۔
اس دنیا میں کون ایسا ہے جس کی کوئی نہ کوئی ضرورت نہ ہو اور قدرتی بات ہے کہ جب آدمی کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں تو وہ پریشان ہوتا ہے۔ پریشانی دور کرنے کی تدبیریں سوچتا ہے اور ہر طرف نظر دوڑاتا ہے کہ کس سے اپنی پریشانی بیان کرے، کس کے سامنے اپنی ضرورت رکھے.....ضرورت اور حاجت ایک نادار فقیر کو بھی پیش آتی ہے اور ایک خوشحال کروڑ پتی کو بھی۔ کسی کو رہنے بسنے کے لئے مکان کی ضرورت ہے، کسی کو بدن ڈھانپنے کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے، کسی کو اپنے بچوں کی شادی کرنا

ہے اور واجبی خرچ کے لیے بھی کچھ نہیں ہے، کسی کا کاروبار نہیں چل رہا ہے، کسی کے پاس اتنا نہیں ہے کہ بچوں کو تعلیم دلا سکے، کوئی بیمار ہے اور صحت کے لئے ترس رہا ہے...... کسی کو ملازمت کی ضرورت ہے، اور کسی کو ملازم درکار ہے۔ غرض دنیا میں خدا کے بندوں کی ضرورتیں گونا گوں ہیں۔ دوسروں کو چھوڑیئے خود اپنی زندگی ہی پر غور کیجئے...... آپ کی کتنی ضرورتیں ہیں جن کے لئے ہم پریشان رہتے ہیں۔

ہم بہت بڑے غنی ہیں اور ہمارا مقام بہت ہی بلند ہے اگر آپ کو یہ یقین فی الواقع حاصل ہو جائے کہ آپ کی ضرورتیں صرف خدا ہی پوری کر سکتا ہے اور ہم اس کے سوا کبھی کسی کے سامنے دامن نہ پھیلائیں گے۔

یہ واقعہ ہے کہ دینے والا صرف خدا ہے، وہ نہ دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی ہم کو ایک ذرّہ نہیں دے سکتی اور وہ دینا چاہے تو ساری دنیا مل کر بھی اس کی نوازش کو روک نہیں سکتی۔

بندے کے پاس ہمیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے، ہر بندہ محتاج ہے اور جو جتنا بڑا ہے اتنا ہی زیادہ محتاج ہے۔ لال قلعے کا بادشاہ بھی اسی کی درگاہ کا فقیر ہے اور جنگل کا چرواہا بھی اسی کا محتاج ہے۔ پھر یہ کہاں کی دانائی ہے کہ ہم فقیر اور محتاج بندوں کے سامنے اپنی ضرورتیں رکھیں اور ان تہی دستوں سے مانگیں جو خود اپنی ضرورتوں کے لئے خدا کے حضور ہاتھ پھیلاتے ہیں اور گڑ گڑا کر اس سے بھیک مانگتے ہیں۔

ہم یہ فیصلہ فرمالیں اور اس پر جم جائیں کہ کبھی اپنی کوئی ضرورت کسی بندے کے سامنے نہیں رکھیں گے۔ ضرورت چھوٹی ہو یا بڑی، دینی ہو یا دنیوی، صرف اپنے رب کے سامنے رکھیں گے اور صرف اسی سے مانگیں گے۔ اپنے رب سے مانگنے کا تجربہ تو کریں، جتنی بار تجربہ کریں گے اپنے ایمان و یقین میں اور زیادہ پختگی پائیں گے...... خدا کبھی ہم کو اپنے دربار سے مایوس نہیں کرے گا۔ جس کو جو کچھ ملا ہے اسی کے دربار سے ملا ہے۔ اس کے سوا کوئی دینے والا نہیں ہے۔ ہمیں جو ضرورت ہو اس سے کہیے، جو پریشانی ہو اس سے فریاد کیجیے، جو تکلیف اور مصیبت ہو اس کے حضور گڑ گڑائیے۔ جو کچھ درکار ہو اس سے مانگیے...... جو کچھ مل سکتا ہے اسی کے در سے مل سکتا ہے...... کوئی وجہ نہیں کہ وہ ہارون الرشید کو زبردست سلطنت سے نوازے اور شاہ بہلول کو شام کی روٹی بھی نہ دے...... یہ تو وہی جانتا ہے کہ کس کے مقدر میں کیا لکھا ہے اور کس کو کیا ملنا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ بھی ملے گا، اسی کے دربار سے ملے گا...... اس کے حکم کے بغیر کسی کو ایک گھونٹ پانی بھی نہیں مل سکتا۔ اسی سے مانگنے کا تجربہ کیجئے۔ اس کے خزانوں میں نہ کمی کے آنے کا خطرہ ہے اور نہ یہ اندیشہ ہے کہ اس کے خزانے کبھی ختم ہوں گے۔

ہم جب بھی کسی پریشانی میں مبتلا ہوں، جب بھی کوئی حاجت اور ضرورت ہو، ضرورت چھوٹی ہو یا بڑی، دینی ہو یا دنیوی...... اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔ اس کے سامنے اپنی حاجت رکھیں اور اس یقین کے ساتھ کہ وہ ہم کو مایوس اور نامراد نہ لوٹائے گا۔ اس انداز فکر و عمل سے ہمیں وہ استغنا، اطمینان

اور بے نیازی حاصل ہوگی کہ اس دولت کا مقابلہ دنیا کی کوئی دوسری دولت نہیں کر سکتی۔

خدا سے مانگنے کا طریقہ اور اس کے آداب سکھاتے ہوئے خدا کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو صلوٰۃ الحاجت پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے یعنی وہ دو رکعت نفل نماز جس کے بعد بندہ خدا کے حضور اپنی حاجت رکھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَاتَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَاهَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

''خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ انتہائی بردبار اور بہت ہی کرم فرمانے والا ہے۔ پاک و برتر ہے۔ خدا عرش عظیم کا مالک ہے، شکر و تعریف خدا کے لئے ہی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (خدایا!) میں تجھ سے ان چیزوں کی بھیک مانگتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کرنے والی اور تیری مغفرت کو لازم کرنے والی ہیں۔ ہر بھلائی میں حصہ اور ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں، (خدایا) تو میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی دکھ اور غم دور کیے بغیر نہ چھوڑ اور میری کوئی حاجت جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہو پوری کیے بغیر نہ رہنے دے۔ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!''

۶۳ دعوت کے کام کو اپنا کام بنائیں

بے شک ہم پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، زکوٰۃ کا بھی اہتمام کرتے ہیں، استطاعت ہو تو حج کو بھی جاتے ہیں، ہم اسلامی وضع قطع کے بے حد پابند ہیں، حلال وحرام کی تمیز میں بھی نہایت حساس ہیں، ہم تقویٰ وطہارت کے لوازم کا بھی التزام کرتے ہیں اور نوافل واذکار، صدقہ وخیرات کا بھی زیادہ سے زیادہ خیال رکھتے ہیں اس لئے کہ ہمیں اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس احساس میں ہم تنہا بھی نہیں ہیں، ہماری طرح شریعت کے احکام وآداب کی اتباع اور پیروی کرنے والے امت میں ہزاروں نہیں لاکھوں ہیں اور اگر میں یہ دعویٰ کروں تو اس کی تردید نہیں کی جا سکتی کہ اپنی عبرتناک پستی کے باوجود آج بھی مسلمان مذہب کی پیروی اور عبادات سے شغف میں ہر مذہب کے پیروں سے آگے ہیں۔ امت مسلمہ میں لاکھوں افراد اب بھی موجود ہیں جن کی

زندگیاں قابل رشک حد تک خدا ترسی اور فرض شناسی کا نمونہ ہیں۔ جن کی سیرت اور کردار آئینے کی طرح صاف ہے، جن کا تقویٰ ہر شبے سے بالا ہے اور جن پر سوسائٹی اعتماد کرتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی مذہبی گروہ ان کی ٹکر کے انسان پیش کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلمان تعداد کے اعتبار سے بھی دنیا میں دوسری عظیم اکثریت ہیں۔ ان کے پاس ہر طرح کے وسائل و ذرائع بھی ہیں۔ ان کے پاس کوئلہ بھی ہے، پیٹرول بھی ہے، لوہا بھی ہے، سونا بھی ہے، یہ دولت مند بھی ہیں اور دنیا کے کتنے ہی حصوں میں ان کی اپنی حکومتیں بھی ہیں۔

مگر تلخ سہی یہ بھی حقیقت ہے کہ اس مذہبی تقدس اور دولت و حکومت کے باوجود سب سے زیادہ ذلیل و خوار اور بے وزن یہی مسلمان قوم ہے، نہ ان کی اپنی کوئی رائے ہے، نہ کوئی منصوبہ، نہ ان کا کوئی وقار ہے اور نہ کوئی اعتبار، انفرادی حیثیت سے ان میں یقیناً لاکھوں ایسے ہیں جن پر انسانیت فخر کر سکتی ہے لیکن اجتماعی حیثیت سے دنیا میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

ہم اسی امت کے ایک فرد ہیں۔ ہمارا مستقبل امت کے مستقبل سے وابستہ ہے، کیا ہمیں یہ احساس پریشان کرتا ہے کہ امت کو اس ذلت سے نکالا جائے اور اس کو عظمت رفتہ حاصل کرنے کے لیے پھر بے تاب کر دیا جائے۔

کبھی ہم نے غور کیا ہے کہ اس بے قدری اور ذلت کی وجہ کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ امت نے اپنا وہ فرض بھلا دیا ہے جس کے لئے خدا نے اس کو پیدا کیا تھا۔ امت مسلمہ عام امتوں کی طرح کوئی خود رو امت نہیں ہے۔ اس کو خدا نے ایک خاص منصوبے کے تحت ایک عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ خدا نے اس کی زندگی کا وہی مشن قرار دیا ہے جو اپنے اپنے دور میں خدا کے پیغمبروں کا مشن رہا ہے۔ نبوت کا سلسلہ نبی اُمّی ﷺ پر ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا...... خدا کے بندوں تک خدا کا دین پہنچانے کا کام اب رہتی زندگی تک اسی امت کو انجام دینا ہے، یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے، اسی کی خاطر خدا نے اسے ایک امت بن کر رہنے کی تاکید کی ہے اور اسی فرض کی ادائیگی سے اس کی تقدیر وابستہ ہے، خدا کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ (سورۃ آل عمران: ۱۰۴)

"تم کو ایک ایسی امت بن کر رہنا چاہئے جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔"

خیر سے مراد ہر وہ نیکی اور بھلائی ہے جس کو نوع انسانی نے ہمیشہ نیکی اور بھلائی سمجھا ہے اور خدا کی وحی نے بھی اس کو نیکی اور بھلائی قرار دیا ہے، الخیر سے مراد وہ ساری نیکیاں ہیں جن کے مجموعے کا نام دین ہے اور جو ہمیشہ خدا کے پیغمبر خدا کے بندوں تک پہنچاتے رہے ہیں۔ امت کا کام یہ ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو کسی امتیاز کے بغیر اس دین کی دعوت دے اور اسی سوز اور تڑپ کے ساتھ دعوت کا کام کرے جس طرح خدا کے پیغمبروں نے کیا ہے۔ اس لئے کہ وہی مشن خدا نے اس امت کے سپرد کیا ہے۔

امت کی زندگی میں دعوت دین کے کام کی وہی حیثیت ہے جو انسانی جسم میں دل کی حیثیت رکھتی ہے۔ انسانی جسم اسی وقت تک کارآمد ہے جب تک اس کے اندر دھڑکنے والا دل موجود ہو، اگر یہ دل دھڑکنا بند کر دے تو پھر انسانی جسم، انسانی جسم نہیں ہے، مٹی کا ڈھیر ہے۔ اس لیے کہ جسم کو صالح خون پہنچانے والا اور اس کو زندہ رکھنے والا دل ہے۔

ٹھیک یہی حیثیت دعوت دین کی بھی ہے۔ اگر امت یہ کام سرگرمی سے انجام دے رہی ہے، خدا کے منصوبے اور منشا کے مطابق امت میں صالح عنصر کا اضافہ ہو رہا ہے اور غیر صالح عنصر چھٹ رہا ہے، نیکیاں پنپ رہی ہیں اور برائیاں دم توڑ رہی ہیں تو امت زندہ ہے اور عظمت وعزت اور وقار وسربلندی اس کی تقدیر ہے لیکن امت اگر اس فرض سے غافل ہو جائے۔ دعوتِ دین کے کام کا اسے احساس ہی نہ رہے تو وہ زندگی سے محروم ہے...... اور مردہ ملت بھلا عزت وعظمت کا مقام کیسے پا سکتی ہے۔

خدا کے نزدیک بھی امت کی تمام تر اہمیت اسی وقت ہے جب وہ اس منصب کے تقاضے پورے کرے جس پر خدا نے اسے سرفراز فرمایا ہے۔ اگر وہ اس منصب ہی کو فراموش کر دے اور اسے احساس ہی نہ رہے کہ خدا نے مجھے کس کام کے لئے پیدا کیا ہے تو پھر خدا کو اس کی کیا پروا کہ کون اسے پیروں میں روند رہا ہے اور کون اس کی عزت سے کھیل رہا ہے۔

(۶۴) ایک عجیب مثال

ہمارے ہاتھ میں بندھی ہوئی یہ قیمتی گھڑی یقیناً ہماری نظر میں ایک نعمت ہے۔ ہم نے اس کو اس لیے اپنے ہاتھ پر جگہ دی ہے کہ یہ ہمیں صحیح وقت بتائے اور آپ اپنے اوقات کو منظم کر کے ٹھیک وقت پر اپنے سارے کام انجام دے سکیں۔ اگر یہ گھڑی اپنا کام ٹھیک ٹھیک انجام دے تو ہم اسے اپنے ہاتھ کی زینت بنائے رکھتے ہیں، اہتمام کے ساتھ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہم کو گوارا نہیں ہوتا کہ اس پر پانی کی ایک بوند پڑے، اس کے نازک شیشے کو ذرا سی ٹھیس لگے یا کسی چیز سے یہ ٹکرائے۔ لیکن گھڑی کی یہ ساری قدر ومنزلت اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کا یہ اہتمام اس وقت تک ہے، جب تک وہ صحیح وقت بتاتی ہے۔ اگر وہ بار بار بند ہونے لگے، کبھی آدھا گھنٹہ تیز ہو جائے اور کبھی ایک گھنٹہ سست چلنے لگے۔ ہم بار بار اس سے دھوکہ کھائیں۔ ہمارے پروگرام اس سے متاثر ہونے لگیں اور وہ مقصد اس سے پورا نہ ہو جس کی خاطر ہم نے اسے اپنے ہاتھ پر جگہ دی تھی تو کیا آپ اسی طرح اس کی حفاظت کرتے رہیں گے یقیناً آپ کا فیصلہ یہ ہوگا کہ یہ گھڑی نہیں، چند پرزوں کا مجموعہ ہے اور پیتل کے چند ٹکڑے ہیں، اس کی مناسب جگہ انسان کا قابل احترام ہاتھ نہیں بلکہ کباڑیے کی دکان ہے اور پھر ہمیں اس کی کیا پروا کہ کباڑی اس کو کہاں ڈالتا ہے اور اس کو کس بے دردی کے ساتھ کوٹتا اور توڑتا ہے یا کوئی اس کو بھٹی میں گلاتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو بجا طور پر اس کی جو کچھ قدر ومنزلت تھی اسی بنا پر تھی کہ وہ صحیح وقت بتائے

اس لئے کہ بنانے والے نے اسے اسی لئے بنایا تھا اور ہم نے ایک بڑی رقم دے کر اسی لیے خریدا تھا۔
خدا نے امت مسلمہ کو اسی لیے پیدا کیا تھا کہ وہ دوسروں تک خدا کا دین پہنچائے۔ سوسائٹی میں نیکیوں کا پرچار کرے اور برائیوں کو مٹائے۔ جب تک وہ اپنے اس فرض کو انجام دیتی رہے گی، خدا کی نصرت وحمایت بھی اسے حاصل رہے گی، وہ اس کا محافظ اور نگہبان بھی ہوگا اور اسے عظمت و وقار کی بلندیوں سے سرفراز بھی فرمائے گا لیکن امت اگر اس فرض سے غافل ہو جائے تو پھر نہ اس کی کثرت تعداد اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے، نہ دولت وحکومت اس کے کام آسکتی ہے، نہ تسبیح وتہلیل اور نوافل واذکار کی کثرت سے وہ عظمت رفتہ کو پا سکتی ہے اور نہ یہ انفرادی دینداری اس کو خدا کے غضب سے بچا سکتی ہے۔ اگر دنیا میں ہر طرف بگاڑ ہو اور خدا کے بندے خدا کو بھول کر اپنی من مانی کر رہے ہوں اور ہم ان سے بے فکر صرف اپنی فکر میں لگے ہوئے ہوں تو سمجھ لیجیے کہ خدا کا عذاب بہت قریب ہے اور پھر اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکے گا...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ يَارَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔

(مشکوۃ، باب الامر بالمعروف عن جابر رضی اللہ عنہ)

"خدائے بلند و برتر نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی، ایسی بستی کو الٹ دو، جبرئیل علیہ السلام نے کہا، پروردگار! ان میں تو تیرا ایک ایسا نیک بندہ ہے جس نے پلک جھپکانے کی حد تک بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔ پروردگار نے کہا، ہاں جبرئیل علیہ السلام! بستی کو اس پر بھی الٹ دو اور دوسروں پر بھی۔ اس لیے کہ ان بستیوں میں علی الاعلان میری نافرمانی ہوتی رہی اور اس کے ماتھے پر شکن تک نہیں آئی۔"

یہ حدیث اگر ہمارے اندر کوئی بے تابی پیدا کرے تو اس کی قدر کیجیے اور خدا سے دعا کیجیے کہ وہ اس بے تابی میں اور اضافہ کرے۔ ہمارا فرض آپ کو پکار رہا ہے، اور یہی بے تابی آپ کو اپنا فرض ادا کرنے پر آمادہ کرسکتی ہے۔

سکوں مجھ کو نہیں درکار آقا
بڑھا دیجیے میری بے تابیٔ دل

(۶۵) دعوت کا کام کیجیے، روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا لیجیے

کس مومن کے دل میں یہ آرزو نہ ہوگی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبول دعا کا مستحق بنے اور

نبی ﷺ کی یہ دعا کہ ''اے اللہ! تو اس بندے کو خوش وخرم اور شاداب رکھ!'' اس کے حق میں بھی خدا کے یہاں شرف قبول پائے۔

کیسا خوش نصیب ہے وہ بندہ جس کے لیے خدا کے رسول ﷺ دعا فرمائیں، اس بات میں کسے تردد ہوسکتا ہے کہ خدا کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی دعا شرف قبول پائے گی اور خدا اپنے حبیب کی فرمائش ہرگز رد نہ فرمائے گا۔

نبی ﷺ کی دعا کا مستحق دنیا میں بھی خوش وخرم اور شاداب رہے گا لیکن اصل خوشی اور شادابی تو اس کو اس دن حاصل ہوگی جب وہ حشر کے میدان میں خدا کے حضور پہنچے گا۔ ذرا تصور تو کیجیے اس بندے کی خوش نصیبی کا جو حشر کے میدان میں اس طرح آئے گا کہ اسکا چہرہ مسرت وکامرانی سے چمک رہا ہو اور اس کی نگاہیں دیدار الٰہی میں محو ہوں۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ (القیامہ)

''اس دن بہت سے (خوش نصیبوں کے) چہرے تر وتازہ اور بارونق ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے۔''

جب کہ اسی دن بہت سے بدنصیب وہ بھی ہوں گے جن کے چہرے شرم وندامت اور گناہوں کی تپش سے جھلسے ہوئے، ہیبت ناک حد تک سیاہ اور اداس ہوں گے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ (القیامہ)

''اور بہت سے (بدنصیبوں کے) چہرے اداس اور بے رونق ہوں گے اس آفت کے اندیشے سے جو ان پر آنے والی ہے۔''

ذرا اپنے دل کو ٹٹولیے! کیا آپ کے دل میں یہ تڑپ نہیں ہے کہ آپ بھی اپنے رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے مستحق بنیں کہ ''اے اللہ! تو اس بندے کو خوش وخرم اور شاداب رکھ!'' اور آپ بھی چمکتے چہرے کے ساتھ خدا کے حضور پہنچیں اور اس کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کریں۔

رسول اکرم ﷺ نے کن لوگوں کے لئے یہ دعا فرمائی ہے اور کون لوگ اس کے مستحق ہیں، یقیناً آپ جاننا چاہتے ہوں گے اور بڑی بے تابی کے ساتھ؟ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا ان لوگوں کے حق میں فرمائی ہے جو رسول ﷺ کا پیغام رسول سے سن کر خدا کے بندوں تک پہنچائیں اور دعوت وتبلیغ کا کام کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''خدا اس بندے کو شاداب ومسرور رکھے جس نے مجھ سے میرا پیغام سنا اور اسے ٹھیک ٹھیک دوسروں تک پہنچایا۔''

بلاشبہ آپ نبی ﷺ کا پیغام نبی ﷺ کی زبان سے نہیں سن سکتے لیکن یہ موقع بہر حال آپ کو حاصل ہے کہ آپ نبی ﷺ کا پیغام دوسروں تک ٹھیک ٹھیک پہنچائیں اور قلب کی لگن کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیں اور نبی ﷺ کی دعا کے مستحق بنیں۔

نبی ﷺ کی یہ دعا یقیناً آپ کے حق میں بھی ہے کہ اگر آپ دعوت وتبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور حسن وخوبی کے ساتھ یہ عمل کر رہے ہیں۔ یہی آپ کی زندگی کا مشن ہے اور یہی شب و روز کی سرگرمی۔

پھر دعوت وتبلیغ کے اجر اور انعام کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ بالکل ممکن ہے آپ جن لوگوں تک خدا کے رسول کا پیغام پہنچائیں، وہ آپ کے مقابلے میں اس پیغام کی زیادہ حفاظت کریں۔ آپ سے زیادہ اس کے تقاضوں کو سمجھیں، آپ سے زیادہ اس کا حق ادا کریں اور آپ سے زیادہ شوق ومحنت کے ساتھ دوسروں تک اسے منتقل کریں لیکن خدا کا فضل واحسان تو دیکھیے چونکہ ان تک دین کا پیغام پہنچنے کا واسطہ آپ بنے ہیں، اس لئے اب رہتی دنیا تک اس واسطے سے جن لوگوں کو بھی یہ پیغام پہنچے گا، ان سب کے اجر وانعام کے برابر ہم کو اجر وانعام ملتا رہے گا۔ ہمارے ساتھ بھی خدا تعالیٰ یہ بے پایاں فضل وکرم فرمائے گا اور ان لوگوں کے اجر وانعام میں بھی کوئی کمی نہ کرے گا۔

البتہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے وقت یہ بنیادی بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ نبی ﷺ کی دعا کے مستحق صرف وہی لوگ ہوں گے جو ٹھیک ٹھیک آپ ﷺ کی دعوت کو منتقل کریں۔ آپ ﷺ سے سننے والوں نے جس طرح آپ ﷺ سے سنا، جس طرح سمجھا اور جس طرح اپنے بعد کی امت کو پہنچایا، ٹھیک اسی طرح ہم بھی دوسروں تک وہ دعوت پہنچائیں، اس میں ہمیں نہ کسی کمی کی اجازت ہے اور نہ کسی اضافے کا اختیار، اگر ہم اسی آرزو کے ساتھ دعوت دین کا کام کر رہے ہیں کہ نبی ﷺ کی دعا کے مستحق بنیں، خدا کا دیدار ہمیں نصیب ہو اور قیامت کے دن آپ کامیاب وشاداں خدا کے حضور پہنچیں تو ہم نہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا کریں، نہ کسی لالچ سے مرعوب ہوں، نہ کسی قوت سے خوف کھائیں اور نہ کسی آزمائش سے ہراساں ہوں۔ ہر آنے والی آفت کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور خدا کا دین بے کم وکاست ٹھیک ٹھیک خدا کے بندوں تک پہنچائیں اور اس تمنا کے ساتھ یہ سب کچھ کریں کہ نبی ﷺ کی دعا ہمارے حق میں قبول ہو، دنیا میں بھی ہم کامیاب وشاداں ہوں اور کل قیامت کے روز بھی ہمارا چہرہ مسرت وکامرانی سے دمک رہا ہو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءً اسَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَ كَمَا سَمِعَ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى لَهَا مِنْ سَامِعٍ (ابوداؤد، ترمذی)

''خدا اس بندے کو مسرور وشاداب رکھے جس نے مجھ سے کچھ سنا اور پھر اس کو ٹھیک اسی طرح دوسروں تک پہنچایا جس طرح مجھ سے سنا تھا، بہت سے وہ لوگ جن تک واسطوں سے بات پہنچتی ہے وہ ان سے زیادہ اس پیغام کی حفاظت کرتے ہیں جو براہِ راست سننے والے ہوتے ہیں۔''

(۶۶) ایک انگریز پلاؤ کھا کر مسلمان ہوا

''ممبئ میں کسی خوش حال مسلمان نے اپنے حلقۂ تعارف کے کچھ اونچے لوگوں کو کھانے پر مدعو کیا، ان میں ایک عیسائی انگریز بھی تھا۔ دستر خوان پر طرح طرح کے کھانے چنے ہوئے تھے اور قاب میں پلاؤ بھی تھا۔ عیسائی انگریز نے پلاؤ نہایت شوق سے کھایا۔ کھانے سے جب سب فارغ ہو گئے اور گفتگو چھڑی تو انگریز عیسائی نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ صاحب خانہ سے درخواست کی کہ مجھے کلمۂ توحید پڑھا کر دائرۂ اسلام میں شامل کر لیجئے۔

صاحب خانہ حیران تھے کہ اس عام قسم کی دعوت میں کس چیز نے اس انگریز کے دل کی دنیا بدل دی اور اس نے حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ سوال کیا۔ آپ کو کس چیز نے اس وقت متاثر کیا؟

''پلاؤ نے''...... پلاؤ کھاتے وقت میرے ذہن نے یہ سوچا کہ جس قوم کا ذوق کھانے کے معاملے میں اتنا اچھا اور اونچا ہے، دین کے معاملے میں اس کا ذوق کتنا حسین اور بلند ہوگا اور میرے دل نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا...... انگریز نے جواب دیا۔

حاضرین کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ صاحب خانہ نے خوشی میں کہا...... ''پلاؤ زندہ باد!''

انگریز نے جواب دیا نہیں، ''اسلام زندہ باد!''

خدا کے رسول ﷺ کا فرمان ہے ''جس نے سچے دل سے کلمۂ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھا وہ جنت میں جائے گا۔'' اور یہ بھی آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ بھلائی کی طرف متوجہ کرنے والے کو ان تمام انسانوں کے برابر اجر و انعام ملے گا جو قیامت تک اس بھلائی کو اختیار کرتے رہیں گے۔ کلمہ پڑھنے والا اگر جنت کا مستحق ہے تو خدا کے فضل و کرم سے یہی توقع ہے کہ کلمہ پڑھنے کا سبب بننے والا بھی جنت کا مستحق قرار پائے گا۔

۶۷ ایک غریب دھوبن کی برکت سے مالدار عورت نے اسلام قبول کرلیا

''ایک غیر مسلم کسی اونچے عہدے پر فائز تھے۔ گھر میں عیش وعشرت اور آرام وآسائش کا ہر سامان موجود تھا، اونچی سوسائٹی میں عزت حاصل تھی۔ ایک دن یہی آفیسر گھر میں آئے تو ان کی بیوی نے کہا: میں نے تو اسلام کا کلمہ پڑھ لیا، آپ بھی پڑھ لیجیے اور اپنے خدا سے ہی بندگی کا عہد کیجئے۔

آفیسر دیر تک اپنی بیوی کا منہ تکتے رہے، پھر بولے آخر کیوں؟ اس انقلاب کی وجہ؟ بیوی نے کہا: ''ہمیں دنیا کی ہر نعمت حاصل ہے، نہ زیور کی کمی ہے، نہ زرق برق لباس کی، پھر جن لوگوں سے ہمارا ربط ہے، وہ بھی خوش حال اور دولت مند ہیں، میں جس تقریب میں بھی گئی بے فکری کے قہقہے سنے، زرق برق لباس دیکھے، سونے کے زیور دیکھے، عیش کے نغمے سنے لیکن یہ عجیب وغریب بات ہے کہ پھٹے کپڑوں اور ٹوٹی چپلوں میں آنے والی غریب دھوبن کی زندگی میں جو اطمینان، جو سکون اور خوشی میں نے دیکھی وہ مجھے کہیں دیکھنے کو نہیں ملی۔ میں اس سے اس کی پریشاں حالی کی بات کرتی ہوں اور وہ نہایت اطمینان کے ساتھ مسکرا کر جواب دیتی ہے: ''خدا مالک ہے، اس کا بڑا شکر ہے، وہ بڑا مہربان ہے، اس کے شکر کا حق ادا نہیں ہوتا، بی بی کوئی فکر کی بات نہیں، سب کا خدا مالک ہے۔'' اور میں سوچنے لگتی ہوں کہ جو خوشی اور اطمینان اس غریب اور خستہ حال دھوبن کو حاصل ہے، دنیا کی ہر چیز ہوتے ہوئے بھی مجھے وہ حاصل نہیں ہے، ضرور یہ اس کے دین کی برکت ہے اور اس کا دین واقعی خدا کا سچا دین ہے...... اسی لئے میں نے اپنے خدا کا کلمہ پڑھا اور اس پر ایمان لائی، آپ بھی اپنے خدا کا کلمہ پڑھیں اور اس پر ایمان لائیں۔

آپ نے دیکھا، پھٹے پرانے کپڑے پہننے والی ایک غریب دھوبن بھی کوٹھیوں میں رہنے والیوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کرسکتی ہے۔ اسلام خدا کا دین ہے، اس میں بڑی کشش ہے، بے پناہ تاثیر ہے اور جذب کرنے کی غیر معمولی قوت ہے، سوچیے کہ آپ کس طرح اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں اور آپ کی زندگی سے اسلام کی کیا ترجمانی ہو رہی ہے؟

۶۸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا ایک مجرب عمل

ایک بار حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ ''کوئی خاص درود شریف بتائیے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو۔'' فرمایا: ''کوئی خاص درود تو نہیں ہے بس خلوص پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔'' پھر کچھ تامل کے بعد فرمایا ''حضرت سید

حسن رضی اللہ عنہ کو اس درود کا علم کارگر ہوا۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ۔

"اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر اور ان تمام چیزوں کی تعداد کے مقدر جو تیرے علم میں ہیں۔"

۶۹ شکرِ خدا پر عجیب واقعہ ضرور ضرور پڑھیے

ہندوستان کے مایۂ ناز محدث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک لائق شاگرد تھے مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ...... مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حدیث پر اچھی نظر رکھتے تھے، آپ نہایت ہی معمولی اور کمزور جثّے کے مالک تھے، چھوٹا سا قد، سیاہی مائل رنگ، معمولی ناک نقشہ، کمزور و ناتواں۔ بظاہر ان کی شخصیت میں کشش نہ تھی۔

ایک دن دورانِ درس بڑے تأثر کے ساتھ مزے لے لے کر اپنا ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔ واقعہ اس قدر سبق آموز تھا کہ آج تک اس کا اثر دل پر باقی ہے۔ مولانا نے بیان فرمایا:

"میں اعظم گڑھ میں مقیم تھا، عصر کی نماز پابندی سے شہر کی جامع مسجد میں پڑھتا تھا۔ نماز پڑھ کر جب مسجد سے نکلتا تو مسجد کی سیڑھیوں پر ایک نوجوان کھڑا ملتا، میں بے اختیار چند لمحے اس کو دیکھنے کے لیے رک جاتا اور انتہائی رشک کے ساتھ اسے دیکھتا رہتا۔ نوجوان واقعی قدرت کا عجیب و غریب شاہکار تھا۔ بلند و بالا قد، متناسب اعضاء، سرخ و سفید کھلتا ہوا رنگ، دلکش ناک نقشہ، بہترین صورت۔ میں اسے دیکھتا تو اپنا وجود نہایت ہی حقیر معلوم ہونے لگتا اور احساس کمتری میں مبتلا، افسردہ اور مضمحل بوجھل قدموں کے ساتھ گھر کی راہ لیتا۔ راستے میں عجیب عجیب باتیں سوچتا۔ مجھے ایسا لگتا جیسے میرا دل میرے حقیر اور معمولی جثّے پر خدا سے شکایت کر رہا ہو۔ میں کوشش کر کے ان خیالات کو جھٹک دیتا مگر دوسرے روز یہ احساسات پھر کچھ اور زیادہ قوت کے ساتھ تازہ ہو جاتے۔

یہ سلسلہ ایک عرصے تک چلتا رہا۔ میں مسجد سے باہر آتا، نوجوان کھڑا ملتا اور میں اشتیاق سے اس پر نظریں جما دیتا...... نوجوان کی شخصیت بڑی ہی دل آویز تھی...... مگر اس دوران کبھی اس نوجوان نے مجھے نظر بھر کر نہ دیکھا نہ میری طرف متوجہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی خاص فکر میں ہے۔ کبھی وہ فضا میں تاکتا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو، کبھی زمین پر نظریں گاڑے کھڑا ہوتا، جیسے اسے گہرے غم نے گھیر رکھا ہو، کبھی کسی سمت ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا، ایسا محسوس ہوتا کہ وہ آنے جانے والوں سے بالکل ہی بے نیاز اپنی فکر میں مگن ہے۔

کافی دنوں کے بعد ایک روز حسب معمول مسجد سے باہر آ رہا تھا کہ یکایک وہ میری طرف لپکا،

میں ٹھٹک کر کھڑا ہو گیا۔ میرے دل کی دھڑکن کسی قدر تیز ہو گئی...... اور جب وہ میرے قریب آیا، تو مجھے اپنا بھدا اور کمزور وجود کچھ اور زیادہ حقیر معلوم ہونے لگا۔ نوجوان نے کسی تمہید کے بغیر، بڑی عاجزی اور لجاجت سے کہا: ''مولانا صاحب! آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، مجھے کوئی دعا بتادیجئے یا کوئی تعویذ دے دیجئے۔ شاید خدا مجھ پر کرم فرمائے۔''

میں حیرت سے اس کے یہ خلاف توقع جملے سنتا رہا اور پھر میرے دل نے نہایت چابکدستی کے ساتھ فیصلہ کیا کہ نوجوان ضرور دل کے ہاتھوں مجبور ہے۔ مجھے دلچسپی ہوئی اور میں نے اس کے حسین چہرے کی طرف سر اٹھائے ہوئے اس سے پوچھا......: ''بھائی! آپ کس کام کے لئے دعا اور تعویذ مانگ رہے ہیں؟''

''مولانا صاحب! میرے جسم کے ایک ایک جوڑ میں درد ہے، نہ میں بیٹھ سکتا ہوں نہ کوئی کام کر سکتا ہوں...... برسوں سے علاج کرا رہا ہوں۔ سیکڑوں ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھا چکا ہوں، مگر کوئی افاقہ نہیں...... روز بروز حالت خراب ہوتی جارہی ہے، گھر میں طبیعت گھبراتی ہے تو یہاں آکر کھڑا ہو جاتا ہوں۔ مولانا صاحب کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں، زندگی سے بیزار ہوں، مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ میری زندگی میں کوئی سکھ اور کوئی لذت نہیں ہے۔'' اور نوجوان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے، آواز بھرّا گئی اور کچھ دیر کے لئے وہ خاموش ہو گیا۔

میں حیران و ششدر یہ سب سن رہا تھا، کچھ دیر تو میں بت بنا خاموش کھڑا رہا اور پھر اس کو کوئی جواب دیے بغیر اس طرح وہاں سے بھاگا جیسے میں نے کوئی بڑا جرم کیا ہو، میں نہایت تیز تیز قدموں سے چل رہا تھا اور بے اختیار میری زبان پر شکر کے کلمات جاری تھے، آج مجھے اپنا مختصر سا وجود بڑا قیمتی محسوس ہو رہا تھا، آج میری آنکھیں کھل گئی تھیں اور آج خدا کے شکر میں وہ لذت تھی جو اس سے پہلے مجھے کبھی میسر نہیں آئی تھی۔

اس عجیب وغریب واقعے میں نصیحت کا بڑا سامان ہے۔ بہت سی الجھنوں اور پریشانیوں کا تسکین بخش جواب ہے۔ بے شک خدا نے آپ کو سب کچھ نہیں دے رکھا ہے لیکن جو کچھ دیا ہے اس کی قدر پہچاننے کی کوشش کیجئے اور شکر بجالانے کی عادت ڈالئے۔ ہوسکتا ہے کہ اپنی کسی کمزوری، نقص اور پریشانی پر آپ کے اندر بھی خدا سے شکایت وفریاد کے جذبات ابھرتے ہوں اور دوسروں کو اپنے سے برتر دیکھ کر آپ بھی کچھ کڑھن محسوس کرتے ہوں، ایسے تمام مواقع پر قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ آدمی صبر وشکر کا دامن چھوڑ بیٹھے اور ذہن وفکر کی کسی ایسی کجی میں مبتلا ہوجائے جو مؤمن کی شان کے خلاف ہے۔

(۷) اللہ کے فیصلے زبردست ہیں

دنیا میں خدا نے اپنے وسیع علم اور زبردست حکمت کے تحت اپنی نعمتوں کی تقسیم کی ہے۔ کسی کو

جسمانی توانائی سے نوازا مگر وہ فکر وفہم میں کمزور ہے۔ کسی کو مال و دولت عطا فرمایا لیکن وہ علم و دانش سے محروم ہے۔ کسی کو کسی جسمانی نقص میں مبتلا کیا ہے لیکن اسے اعلیٰ ذہنی اور فکری صلاحیت حاصل ہے۔ کسی کو زندگی کی ہر سہولت اور عیش و آرام کا سامان دیا ہے لیکن وہ اہل وعیال کی طرف سے دکھی ہے۔ کوئی انتہائی تنگ دست اور فقیر ہے لیکن اسے وہ ذہنی سکون اور قلبی اطمینان حاصل ہے جو بڑے بڑے دولت مندوں کو نصیب نہیں ہے۔ کوئی علم و دانش اور فہم و بصیرت کے نہایت اعلیٰ مرتبے پر فائز ہے لیکن وہ نان شبینہ کو محتاج ہے۔ کسی کو بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں لیکن اس پر مال و دولت کی بارش ہو رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں، اور خدا ہی کو ان حکمتوں کا صحیح علم ہے۔

(۷۱) خدانخواستہ ہم آنکھوں سے محروم ہیں

بے شک ہم بہت بڑی نعمت سے محروم ہیں...... مگر یہ خدا کی ہم پر خصوصی مہربانی بھی تو ہے کہ اس نے ہمیں بطور خود ان بہت سے گناہوں سے محفوظ کر دیا ہے جن کا ارتکاب صرف آنکھوں والے ہی کرتے ہیں۔ پھر آنکھیں نہ ہونے کے باوجود ہمیں وہ عزت واحترام حاصل ہے جو بہت سے آنکھ والوں کو حاصل نہیں ہے اور اگر خدا نے اپنی توفیق سے ہمارے سینے میں اپنی کتاب بھی محفوظ کر دی ہے اور فہم وبصیرت سے بھی نوازا ہے تو سوچیے کہ کتنی بڑی دولت ہم کو حاصل ہے۔ ہمیں بینائی حاصل نہیں ہے لیکن بہت سی ایسی نعمتیں حاصل ہیں جن سے بہت سے بینا لوگ محروم ہیں۔

(۷۲) خدانخواستہ ہم پیروں سے معذور ہیں

پیدائشی مفلوج ہیں یا کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں تو واقعی یہ دکھ کی بات ہے، لوگوں کو آزادی سے چلتے پھرتے اور دوڑ بھاگ کرتے دیکھ کر ہم بڑی کڑھن محسوس کرتے ہوں گے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ خدا نے ہمیں بڑی فراوانی کے ساتھ مال و دولت سے نوازا ہے اور نہ جانے کتنے تندرست وتوانا ہمارے دست نگر ہیں، کتنے ہیں جن کی روزی کا ذریعہ خدا نے ہم کو بنا دیا ہے اور کتنے ہیں جو اپنی گزر بسر کے لئے ہماری مدد کے محتاج ہیں...... بے شک ہم مفلوج ہیں لیکن ہم کو خدا نے علم وفہم کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے اور نہ صرف یہ کہ ہم اپنی روزی خود کماتے ہیں بلکہ بہت سے تندرست وتوانا لوگوں کی ہم کفالت کر رہے ہیں اور بہت سے قوی ہیکل ہمارے سامنے اس طرح عاجزی اور عقیدت سے بیٹھے ہوتے ہیں کہ ہمارے کمزور جثّے میں انہیں کسی غیر معمولی قوت کا احساس ہوتا ہے۔

(۷۳) خدانخواستہ ہم انتہائی تنگ دست اور نادار ہیں

لیکن خدا نے ہم کو دین کا علم عطا فرمایا ہے۔ ہزاروں سینوں میں ہمارے لئے عقیدت واحترام

کے جذبات ہیں، کتنے ہیں جو ہماری سربراہی کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں، اہل وعیال کی ضرورتیں ہم کشادگی سے پوری نہیں کر پاتے اور وہ پریشان رہتے ہیں لیکن خدا کا کرم ہے کہ ہماری رفیقۂ حیات انتہائی وفادار، اطاعت شعار، پاک دامن اور قناعت پسند ہے، ہماری اولاد ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور ہمارا گھر جنت کا نمونہ ہے۔ ایسے افلاس پر ہزاروں خوش حالیاں قربان کی جاسکتی ہیں اور ہماری خوش نصیبی پر رشک کرنا بھی سعادت ہے۔

۴۷ خدانخواستہ ہم اعلیٰ تعلیم سے محروم ہیں

ہم خدانخواستہ اونچے عہدے سے محروم ہیں، سماج میں ہمیں کوئی امتیازی مقام بھی حاصل نہیں ہے، نہ ہمارے پیغام کی کوئی قیمت ہے، نہ ہماری سفارش کی کوئی حیثیت، لیکن خدا نے ہمیں اپنی عبادت اور بندگی کی توفیق دی ہے، لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا احساس دیا ہے، حرام سے بچنے کا جذبہ بخشا ہے، خدا کی نافرمانی کے تصور سے ہم لرز اٹھتے ہیں، تو یقین مانیے کہ خدا کی نظر میں ہم ان کروڑوں انسانوں سے بہتر ہیں جن کی سفارش کی زبردست اہمیت ہے، جن کا پیغام لوگ دل وجان سے قبول کرتے ہیں اور جن کو سماج میں اونچا مقام حاصل ہے مگر نہ وہ خدا کا حق ادا کرتے ہیں نہ بندوں کا...... ہم ہرگز یہ نہ سوچیں کہ ہم معاشرے کے گرے پڑے انسان ہیں۔ خدا کا ہم پر بڑا کرم ہے اور ہمیں دونوں جہاں کی دولت حاصل ہے۔

یہ دنیا عبرت اور آزمائش کی جگہ ہے، یہاں خدا نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اور ایک کو ایک کا محتاج بنایا ہے۔ بے شک ہم بہت سی نعمتوں سے محروم ہیں، بہت سی چیزوں میں ہم دوسروں سے فروتر ہیں...... لیکن بہت سے ایسے بھی ہیں جن کو وہ کچھ بھی حاصل نہیں ہے جو ہمیں حاصل ہے، بہت سے ایسے بندے بھی ہیں جو بہت سے پہلوؤں سے ہمارے مقابلے میں کہیں زیادہ فروتر ہیں۔ ہمارے لیے سوچنے کا صحیح انداز وہی ہے جو ہمارے رسول ﷺ نے ہمیں بتایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے جو لوگ دنیوی اعتبار سے کچھ چیزوں میں بالاتر ہیں انہیں نہ دیکھو، ان کو دیکھو جو بہت سے پہلوؤں سے تم سے فروتر ہیں۔ اس طرح تم میں یہ صلاحیت پیدا ہوگی کہ خدا نے تمہیں جو نعمتیں دے رکھی ہیں تم انہیں حقیر نہ سمجھو گے۔''

اور صحیح مسلم کی روایت ہے:

''جب تم میں سے کسی کی نظر کسی ایسے آدمی کی طرف اٹھے جو مال و دولت اور جسمانی قوت میں اس سے بڑھا ہوا ہے تو وہ اس شخص کو دیکھے جو جسمانی قوت و وجاہت اور مال و دولت میں اس سے فروتر ہے۔''

شکر کے جذبات پروان چڑھانے اور تسلیم و رضا کی عادت ڈالنے کے لئے نبی ﷺ کی بتائی

ہوئی یہ تدبیر انتہائی مؤثر اور بے خطا ہے۔ مصائب اور محرومیوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر مومن کے دو ایسے امتیازی اوصاف ہیں جن کی بدولت مومن کا ہر معاملہ اس کے لئے خیر ہی خیر ہے...... اور یہ سعادت صرف مومن ہی کو حاصل ہوتی ہے جو خدا کی صفات پر پختہ یقین رکھتا ہے، جس کا ایمان ہے کہ کوئی چیز خدا کے علم سے باہر نہیں ہے اور خدا کا کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں ہے۔ یہ یقین و ایمان ہی مومن کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ ایمان ہی سے صبر و شکر کی صفات پیدا ہوتی ہیں اور صبر و شکر ہی کے ذریعے مومن بلند سے بلند درجات پاتا ہے۔

۷۵ کوئی ایسی کوتاہی نہ کریں کہ کل ہمیں پچھتانا پڑے

ہم ذرا لاپرواہی برتیں تو دیمک ہماری قیمتی کتابوں کو برباد کر ڈالتی ہے۔ ذرا احتیاط نہ کریں تو گھن آپ کے غلے کے ذخیروں کو تباہ کر دیتا ہے۔ ذرا غفلت کریں تو بیماری ہماری صحت خراب کر دیتی ہے۔ بے شک دیمک، گھن اور بیماری ہمارے دشمن ہیں اور ہم ہر ممکن احتیاط کرتے ہیں کہ ہماری قیمتی کتابیں، ہمارا محنت سے حاصل کیا ہوا غلے کا ذخیرہ اور ہماری اچھی صحت ان دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔ ہمیں ان دشمنوں کی دشمنی کا اندازہ ہے اور ان کے دشمنانہ حملوں کے عبرتناک نتائج ہمارے سر کی آنکھوں سے دیکھے ہیں...... ہماری دانائی اور دور اندیشی کا یہی تقاضہ ہے کہ ہم ان دشمنوں سے ہوشیار رہیں اور کوئی ایسی کوتاہی نہ کریں کہ کل ہمیں پچھتانا پڑے۔

۷۶ بہت نکلے مرے ارماں
مگر پھر بھی وہ کم نکلے

اس دنیا میں نہ محروم انسانوں کی گنتی ممکن ہے، نہ محرومیوں کا شمار ہو سکتا ہے۔ ہزاروں حسرتیں پوری ہونے کے بعد بھی آدمی یہی کہتا ہے...... بہت نکلے مرے ارماں۔ لیکن پھر بھی کم نکلے' اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی چیز سے محروم نہ ہو۔ کون ہوگا جسے اپنی محرومی پر افسوس نہ ہو اور وہ شب و روز کوشاں نہ ہو کہ اس کی محرومی کا خاتمہ ہو۔ کوئی گوارا نہیں کرتا کہ وہ محروم رہے اور محرومی کی زندگی گزارے۔

مگر محروموں کی اس بھیڑ میں بدترین قسم کا محروم وہ ہے جو اپنے مخلص دوستوں اور ساتھیوں کی نصیحت و فہمائش اور تذکیر و تنقید سے محروم ہے، اس لیے نہیں کہ اسے ایسے ساتھی اور ایسے مخلص رفقائے سفر مہیا نہیں ہیں جو اس کو یاد دہانی کراتے رہیں اور غلطیوں پر اسے ٹوک کر صحیح سمت سفر بتاتے رہیں بلکہ اس کی محرومی کی وجہ یہ غلط زعم ہے کہ وہ ان سب سے بلند ہے اور ان کی نصیحت و فہمائش اور تذکیر و

یاددہانی سے بالاتر ہے۔ ان کے اچھے ساتھی اسے اس لئے نہیں ٹوکتے کہ وہ بگڑ جاتا ہے، وہ نصیحت سننے کے بجائے اسے اپنی تحقیر سمجھتا ہے اور الٹا نصیحت کرنے والے کے درپے آزار ہو جاتا ہے۔ اس کے ہمدرد اسے بار بار ٹھوکریں کھاتے دیکھتے ہیں، بھٹکتا ہوا محسوس کرتے ہیں، کڑھتے ہیں لیکن اس کی بدمزاجی، کبرِ نفس اور برے طرزِ عمل کی وجہ سے مفید نہیں سمجھتے کہ اسے توجہ دلائیں۔ خیر خواہی کا جذبہ انہیں بار بار اکساتا ہے لیکن وہ بار بار ہمت کرنے کے باوجود اس لئے رک جاتے ہیں کہ انہیں حقِ نصح وخیر خواہی ادا کرنے میں مزید نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کتنی عبرتناک ہے یہ بدمزاجی، اور کیسا بدترین محروم ہے وہ شخص جس کے مخلص ساتھی اس کو بھلی بات بتانے اور صحیح بات کی طرف متوجہ کرنے سے بھی کترانے لگیں۔

۷۷ کون نہیں چاہتا کہ اس کی محرومی دور ہو

محرومی کو دور کرنے کی کوشش وہی شخص تو کرے گا جس کو اپنے محروم ہونے کا احساس ہو۔ جس شخص کو اپنی محرومی کا شعور ہی نہ ہو وہ محرومی سے بچنے کی فکر وکوشش کیسے کرسکتا ہے۔ دوستوں کی نصیحت اور فہمائش سے محروم انسان کی محرومی کا ایک دردناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کو اپنے محروم ہونے کا شعور ہی نہیں ہوتا۔ ہم اگر اسے اس طرف متوجہ کریں تو اس یاددہانی کو بھی اپنی تحقیر تصور کرتا ہے اور اپنی روش پر غور کرنے کے بجائے وہ دوسروں کا مذاق اُڑاتا ہے۔ اس کو ہر ایک اپنے سے کم عقل اور کم مرتبہ نظر آتا ہے اور کسی کو بھی وہ اس لائق نہیں سمجھتا کہ وہ اس کے کسی عمل پر احتساب کرے۔

مرید باسعادت رو رو کے ہوگیا تائب
خدا کرے یہ توفیق شیخ کو بھی مل جائے

۷۸ ہمارا دوست اور ساتھی دراصل ہمارا آئینہ ہے

انسان بہت کمزور ہے۔ وہ ہر وقت اپنے نفس، خواہشات اور شیطانی ذریت کے نرغے میں ہے، یہ شیطانی ذرّیت راہِ حق سے بھٹکانے کی وہ وہ زمین دوز اور خفیہ تدبیریں کرتی ہے جہاں اکثر اوقات انسان کی نگاہ نہیں پہنچ پاتی اور اسے احساس بھی نہیں ہو پاتا کہ میں اپنے مقام سے بہت نیچے گرا دیا گیا ہوں۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (سورۃ الاعراف ۷:۲۷)

''اور شیطان کی ذریت تمہیں وہاں وہاں سے دیکھتی ہے جہاں تمہاری نگاہیں نہیں پہنچ پاتیں۔''

یہ زندگی امتحان کی مہلت ہے، اس مہلت میں کوئی مرحلہ اور کوئی مقام ایسا نہیں آتا جہاں پہنچ کر آدمی یہ اطمینان کرلے کہ اب میں ہر پہلو سے محفوظ ہوگیا اور اب میرے بھٹکنے اور بہکنے کا کوئی امکان

نہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں جو مجھے میرے کسی قول و عمل پر ٹوکے اور کسی کا یہ مقام نہیں جو مجھے نصیحت و فہمائش کرے۔ میں اپنی بہترین ریاضت اور اعلیٰ تربیت کی بدولت ہدایت و اخلاق کے اس بلند مقام پر پہنچ گیا ہوں جہاں آدمی دوسروں کی نصیحت اور تذکیر و تلقین سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

(۷۹) خدانخواستہ اگر آپ اس طرح کی خام خیالیوں میں مبتلا ہیں

تو ضرور جھٹک دیں ان گمراہ کن خیالات کو، سچے دل سے خدا کے حضور گڑگڑائیں اور شیطان کے اس جال سے جلد از جلد نکل آئیں۔ اگر ہم اپنے خیر خواہ ہیں تو جواب دینے کے مؤثر انداز نہ سوچیں۔ خاموشی اختیار کریں اور تنہائی میں اپنے رویے پر غور کریں۔ زندگی بھر کی بہترین تربیت اور ریاضت کی بدولت بھی اس مہلت عمل میں کوئی مرحلہ ایسا نہیں آتا کہ آدمی خود کو کامل و اکمل سمجھنے لگے اور وہ دوسروں کی یاددہانی اور سمجھانے بجھانے سے بے نیاز ہو جائے۔ ایسا سوچنا صرف یہی نہیں کہ غلط ہے بلکہ یہ خیالات علامت ہیں اس حقیقت کی کہ آدمی ہدایت و اخلاق کے بلند مرتبے سے بہت نیچے گر چکا ہے۔

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ام المؤمنین! جب خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس ہوتے ہیں، تو وہ اکثر کون سی دعا مانگتے رہتے ہیں؟
ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگتے رہتے ہیں:

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ۔ (جامع ترمذی)

''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط جما دے۔''

اللہ اکبر! سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر تو اکثر یہ دعا ہو اور ہم یا آپ اس خام خیالی میں مبتلا ہوں کہ ہم دین کے ایسے اعلیٰ مقام پر ہیں جہاں ہمیں کسی کی تذکیر و تنقید کی ضرورت نہیں۔

اگر ہم اپنی تند مزاجی اور ناروا طرز عمل کے باعث دوستوں کی نصیحت و تذکیر سے محروم ہیں، ہم ساتھیوں کی تنقیدوں پر بھڑک اٹھتے ہیں، اپنی کوتاہیوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بجائے، غضب ناک ہو جاتے ہیں، تو بے شک ہم کبر نفس میں مبتلا ہیں، اپنی ذات کے بدترین دشمن ہیں۔ دنیا میں مخلص ساتھیوں کی رفاقت خدا کی عظیم نعمت ہے۔ اچھے ساتھیوں کی صحبت آدمی کی بہت بڑی سعادت ہے۔ غلطیوں پر ٹوکنے والے، کوتاہیوں پر متوجہ کرنے والے اور بھلائیوں کی تلقین کرنے والے ساتھی ہمارے محسن ہیں۔ ان کی خیر خواہی اور تذکیر و یاددہانی سے اگر ہم خود کو محروم کر رہے ہیں تو یہ بدترین قسم کی محرومی ہے، ہم اپنی ہلاکت کے لئے خود گڑھا کھود رہے ہیں اور اس عمل کے دوران اپنے دونوں کانوں میں ہم نے انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں کہ کسی تنبیہ کرنے والے کی آواز ہمارے کان میں نہ پہنچ سکے۔

اپنی حالت زار پر رحم کھایئے! نفس کو پھلانے کے بجائے اسے روندنے کی کوشش کیجئے، خدا سے توبہ کیجئے، تہجد کی نماز کے ذریعے اپنے بدترین دشمن پر قابو پایئے۔ اپنے مخلص ساتھیوں کی قدر کیجئے۔ یہ اگر آپ کو متوجہ کریں تو ان کا احسان مانیے، ان کے حوصلے بڑھایئے۔ ان کے مشوروں پر اخلاص کے ساتھ غور کیجئے۔ ان کو جھڑکنے اور الزامی جواب دینے کے بجائے ان کی باتیں خندہ پیشانی سے سنیے۔ ان کی نصیحتوں، مشوروں، تنقیدوں کو خدا کا انعام تصور کیجئے۔ آدمی کو اپنے عیوب، اپنی کوتاہیاں اور اپنی کمزوریاں نظر نہیں آتیں، اپنے چہرے کے داغ آدمی اپنی آنکھوں سے کیسے دیکھ سکتا ہے۔ ہم آئینے کا احسان کیوں نہیں مانتے کہ وہ ہمارے سامنے ہمارے داغ دھبوں کو رکھ دیتا ہے اور ہمیں یہ موقع فراہم کر دیتا ہے کہ ہم اپنے ان داغ دھبوں کو صاف کر لیں۔

ہمارے دوست اور ساتھی دراصل ہمارا آئینہ ہیں، ان کے تعاون کے بغیر نہ آپ اپنے اخلاقی اور روحانی عیوب کو دور کر سکتے ہیں اور نہ اس راہ میں آگے بڑھ سکتے ہیں...... اور اگر آپ کے ناروا طرزِ عمل سے متأثر ہو کر آپ کے یہ ساتھی آپ کو ٹوکنے اور آپ کو توجہ دلانے سے کترانے لگیں تو یقین کیجیے کہ آپ اس دنیا کے بدترین محروم انسان ہیں۔

(۸۰) فہم دین

دو ساتھی گاؤں کے ایک راستے پر چلے جا رہے تھے۔ شیخ نصیر ادھیڑ عمر کے آدمی تھے اور اذکار اور وظیفے کے پابند تھے۔ شہاب خان جواں سال تھے لیکن دینی امور میں ان کی بھی خاص توجہ تھی، دونوں کو قریب کی ایک بستی میں جانا تھا۔ شہاب خان کے لئے یہ راستہ اجنبی تھا، وہ پہلی ہی بار اس راستہ پر آئے تھے۔ شیخ نصیر اکثر اس راستے سے گزرتے تھے اور وہ راستے کے نشیب و فراز سے اچھی طرح واقف تھے۔ شیخ صاحب اپنی عادت کے مطابق اپنا وظیفہ پڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔ شہاب خان کچھ آگے آگے چل رہے تھے۔

آگے ایک ندی تھی جسے پار کر کے ہی دونوں کو اپنی منزل مقصود پر پہنچنا تھا۔ ندی میں پانی اگرچہ تھوڑا ہی تھا لیکن پھر بھی پانی میں سوچ سمجھ کر ہی اترنا چاہیے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی جگہ گڑھا ہو اور آدمی کی جان پر بن آئے۔ شیخ صاحب کو تو خوب معلوم تھا کہ کہاں گڑھا ہے اور کس طرف راستہ ٹھیک ہے کیونکہ وہ اکثر و بیشتر اس ندی سے گزرتے تھے لیکن شہاب خان پہلی بار ہی ادھر آئے تھے اس لیے انہیں کیا خبر کہ کس طرف سے ندی پار کریں اور کس طرف خطرہ ہے۔

ندی میں پانی کچھ زیادہ نہ تھا اس لئے ایک کنارے سے شہاب خان ندی میں اتر پڑے مگر اترتے ہی ان کے پاؤں اٹھنے لگے اور لگے غوطے کھانے، وہ تو خدا کا کرم یہ ہوا کہ جلد ہی ایک اجنبی

آ پہنچا اور اس کی مدد سے شہاب خان کی جان بچ گئی۔

شیخ صاحب چند گز کے فاصلے پر تھے، یہ سب منظر دیکھتے رہے۔ شہاب خان جب باہر نکل آئے تو چند لمحوں بعد شیخ صاحب بھی قریب پہنچے اور افسوس کرنے لگے۔ شہاب خان کو تہبند دیا اور ان کے کپڑے اتروا کر دھوپ میں سوکھنے کے لئے ڈالے۔

آپ تو اکثر اس راستے سے آتے جاتے ہیں۔ آپ کو بھی نہیں معلوم تھا کہ یہاں کنارے پر ہی اتنا گہرا گڑھا ہے؟ شہاب خان نے شیخ صاحب سے پوچھا۔

عزیز! مجھے خوب معلوم تھا، یہ گہرا گڑھا بڑا ہی خطرناک ہے، خدا کا خصوصی فضل ہے کہ تم بچ گئے، خدا کا شکر ادا کرو اور شکرانے کے نوافل پڑھو۔

جب آپ کو معلوم تھا کہ یہاں اتنا خطرناک گڑھا ہے اور آپ مجھ سے کچھ ہی فاصلے پر تھے تو آپ نے مجھے روکا کیوں نہیں، آپ نے فوراً آواز دی ہوتی بابا! شہاب خان نے حیرت اور شکایت کے ملے جلے انداز میں کہا۔

ہاں بھئی! میں دیکھ تو رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اب تمہارا بچنا محال ہے لیکن میں تمہیں آواز کیسے دیتا، میں وظیفہ پڑھ رہا تھا، وظیفہ پورا کیے بغیر دنیا داری کے کاموں میں کیسے ذہن لگاتا، جونہی میں نے وظیفہ پورا کیا فوراً تمہاری طرف دوڑا۔

یہ من گھڑت کہانی نہیں سچا واقعہ ہے۔ شیخ صاحب نے یہ گوارا کیا کہ ان کا ایک جوان ساتھی ڈوب جائے لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے وظیفے کی تکمیل کیے بغیر ان کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ بات انہیں دینداری کے خلاف محسوس ہوئی کہ دعا اور وظیفے کی عبادت ادھوری چھوڑ کر آدمی کسی اور کام کی طرف توجہ کرے۔

شیخ صاحب نے یہ طرز عمل اس لیے اختیار کیا کہ ان کی نظر میں یہی اعلیٰ درجے کی دینداری تھی۔ آدمی اگر خدا کے ساتھ مشغول ہے، اس کے ذکر وفکر میں لگا ہوا ہے تو یہ گستاخی ہے کہ ذرا سا کوئی ہنگامہ سامنے آئے اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس میں لگ جائے۔

کیا اس بات میں شک اور تردد کی کوئی گنجائش ہے کہ شیخ صاحب کا یہ طرز عمل سرتا سر غلط ہے؟ انہوں نے دین کا تقاضا پورا نہیں کیا بلکہ سخت جرم کیا لیکن اس جرم کی بنیاد بے دینی، خدا بیزاری، سرکشی، شرارت اور درندگی نہیں ہے بلکہ دین کی سوجھ بوجھ اور دین کی فہم وبصیرت سے محرومی ہے، اگر شیخ صاحب کو دین کا صحیح فہم حاصل ہوتا تو وہ ہرگز یہ طرز عمل اختیار نہ کرتے۔

(۸۱) بکھرے موتی کے متعلق مبشرات

(۱) جب جلد اوّل بکھرے موتی کی آئی تو ممبئی میں ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کھلی ہوئی ہے اور فرشتے بکھرے موتی کی جلدیں ایک ایک کر کے لا کر حضور ﷺ کے سرہانے

رکھ رہے ہیں، ان بزرگ نے خود آ کر یہ خواب مجھے بیان کیا۔

❷ بندہ نے خواب دیکھا کہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے بڑے دھیان سے بکھرے موتی پڑھ رہے ہیں۔

❸ ایک ساتھی نے خواب دیکھا کہ سارے آسمان پر بکھرے موتی، بکھرے موتی لکھا ہوا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت مبشرات ہیں اور ان مبشرات کے لکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ مجھے کافی فون آئے کہ بکھرے موتی کا نام بدلا جائے اور کسی اور نام سے اگلی جلدیں آئیں اس لیے میں نے یہ نام نہیں بدلا کیونکہ اس نام میں ایک برکت پیدا ہوگئی ہے جو ان مبشرات سے سمجھ میں آسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو غیر معمولی مقبولیت بھی بخشی ہے اور اس کا نام لوگوں کے درمیان متعارف بھی ہیں۔

---

⑧② حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ

حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو چہرۂ انور کی تعبیر فرمائی اس کا کچھ حصہ ہدیۂ ناظرین ہے:

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِي ۔۔۔ وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ۔۔۔ كَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

اَغَرَّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ ۔۔۔ مِّنَ اللّٰهِ مَشْهُوْدٌ يَّلُوْحُ وَيَشْهَدُ

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ مَعَ اسْمِهٖ ۔۔۔ اِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ ۔۔۔ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدُ

نَبِيٌّ اَتَانَا بَعْدَ يَاْسٍ وَفَتْرَةٍ ۔۔۔ مِّنَ الرُّسُلِ وَالْاَوْثَانُ فِي الْاَرْضِ تُعْبَدُ

فَاَمْسٰى سِرَاجاً مُّسْتَنِيْرًا ۔۔۔ يَّلُوْحُ كَمَا لَاحَ الصَّيْقَلُ الْمُهَنَّدُ

وَافٍ وَمَاضٍ شِهَابٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ ۔۔۔ بَدْرٌ اَنَارَ عَلٰى كُلِّ الْاَمَاجِيْدُ

مُبَارَکٌ كَضِيَاءِ الْبَدْرِ صُوْرَتُهٗ ۔۔۔ مَا قَالَ كَانَ قَضَاءً غَيْرُ مَرْدُوْدِ

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ جمیل آج تک کسی عورت نے نہیں جنا، آپ ہر عیب سے محفوظ پیدا کیے گئے ہیں گویا کہ جیسا آپ نے چاہا تھا اسی طرح آپ کو پیدا فرمایا گیا ہے۔

✽ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر پر مہر نبوت چمک رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی دلیل ہے جسے ہر ایک دیکھ سکتا ہے۔

✽ اور اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اپنے نام مبارک کے ساتھ اس طرح ملا دیا ہے کہ جب

بھی مؤذن اذان میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دیتا ہے ساتھ ہی حضور انور ﷺ کی رسالت کی بھی شہادت دینی ضروری ہے۔

* اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کا اشتقاق اپنے نام مبارک سے کیا تا کہ آپ کی عزت اور وقار قائم رہے جیسا کہ عرش کا مالک تو محمود ہے اور آپ کا نام محمد ہے۔ (یعنی دونوں کا مادہ اشتقاق حمد ہے)

* آپ ﷺ ایسے نبی کریم ہیں کہ کافی زمانہ وحی کے نہ آنے کے بعد آپ اس وقت تشریف لائے جب کہ ساری دنیا بت پرستی میں مبتلا تھی۔

* آپ ایسا چراغ ہیں جو ہمیشہ روشنی دیتا رہے گا اور آپ یوں چمکتے ہیں جس طرح صیقل شدہ تلوار چمکتی ہے۔

* آپ (ﷺ) وعدہ وفا کرنے والے، اپنی بات کو پورا کرنے والے ایسے چمکدار ستارے ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ آپ ایسے ماہ کامل ہیں کہ ہر شرف و مجد پر آپ کا نور چمک رہا ہے۔

* آپ ﷺ بڑی برکت والے ہیں۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح آپ کا چہرہ مبارک ہے، جو بات فرماتے ہیں وہ ہو جاتی ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ (از: دیوان حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۸۳ ایک فکر

نَقُوْلُ فِیْ تَوْحِیْدِ اللّٰہِ مُعْتَقِدِیْنَ بِتَوْفِیْقِ اللّٰہِ:

توحید باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ توحید باری تعالیٰ سے متعلق ہم اس اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں۔

❶ اِنَّ اللّٰہَ وَاحِدٌ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔

ترجمہ: بلاشبہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

❷ وَلَا شَیْءَ مِثْلَہٗ

ترجمہ: کائنات کی کوئی بھی چیز اس کی مثل نہیں۔

❸ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ

ترجمہ: اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

❹ قَدِیْمٌ بِلَا اِبْتِدَاءٍ، دَائِمٌ بِلَا اِنْتِہَاءٍ۔

ترجمہ: وہ ہمیشہ ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں اور وہ ہمیشہ رہے گا جس کی کوئی انتہا نہیں۔

۵ لَا یَفْنٰی وَلَا یَبِیْدُ۔
ترجمہ: وہ ذات نہ فنا ہوگی اور نہ ہی ختم ہوگی۔

۶ وَلَا یَکُوْنُ اِلَّا مَا یُرِیْدُ
ترجمہ: اس جہاں میں وہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

۷ لَا تَبْلُغُہُ الْاَوْھَامُ وَلَا تُدْرِکُہُ الْاَفْھَامُ۔
ترجمہ: انسانی خیالات اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی عقل اس کا ادراک کرسکتی ہے۔

۸ وَلَا یُشْبِھُہُ الْاَنَامُ۔
ترجمہ: مخلوق کے ساتھ اُس کی تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔

۹ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ، قَیُّوْمٌ لَّا یَنَامُ۔
ترجمہ: وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔ وہ محافظ ہے اُسے نیند نہیں آتی۔

۱۰ خَالِقٌ بِلَا حَاجَۃٍ، رَازِقٌ بِلَا مُؤْنَۃٍ۔
ترجمہ: وہ سب کا پیدا کرنے والا ہے حالانکہ اسے اس کی کوئی حاجت نہیں اور وہ سب کا رازق ہے بغیر کسی تکلیف کے۔

۱۱ مُمِیْتٌ بِلَا مَخَافَۃٍ، بَاعِثٌ بِلَا مُشَقَّۃٍ۔
ترجمہ: وہ سب کو موت دینے والا ہے بغیر کسی ڈر کے اور سب کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہے بغیر کسی مشقت کے۔

۱۲ مَازَالَ بِصِفَاتِہٖ قَدِیْمًا قَبْلَ خَلْقِہٖ، لَمْ یَزْدَدْ بِکَوْنِھِمْ شَیْئًا لَّمْ یَکُنْ قَبْلَھُمْ مِنْ صِفَتِہٖ، وَکَمَا کَانَ بِصِفَاتِہٖ اَزَلِیًّا، کَذٰلِکَ لَا یَزَالُ عَلَیْھَا اَبَدِیًّا۔
ترجمہ: وہ ہمیشہ سے اپنی تمام تر صفات کے ساتھ قدیم ہے۔ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے جن اوصاف سے متصف تھا مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس کے کسی وصف میں زیادتی نہیں ہوئی۔ وہ اپنی جملہ صفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

۱۳ لَیْسَ بَعْدَ خَلْقِ الْخَلْقِ اِسْتَفَادَ اِسْمَ "الْخَالِقِ"، وَلَا بِاِحْدَاثِ الْبَرِیَّۃِ اِسْتَفَادَ اِسْمَ "الْبَارِیْ"۔
ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اپنے لئے "خالق" کا نام وضع نہیں کیا اور نہ ہی (بریت) معرض وجود میں لاکر "باری" کا نام اختیار کیا۔

۱۴ لَہٗ مَعْنَی الرُّبُوْبِیَّۃِ وَلَا مَرْبُوْبَ۔ وَمَعْنَی الْخَالِقِ وَلَا مَخْلُوْقَ۔
ترجمہ: اللہ عز وجل کسی پلنے والے کے بغیر بھی ربوبیت کے مقام پر فائز ہے اور وہ کسی چیز کو پیدا

کرنے کے بغیر بھی خالق ہے۔

⑮ وَكَمَا اَنَّهٗ مُحيِي الْمَوْتٰى بَعْدَ مَا اَحيَا، اِسْتَحَقَّ هٰذَا الاِسْمَ قَبْلَ اِحْيَائِهِمْ، كَذٰلِكَ اِسْتَحَقَّ اِسْمَ الْخَالِقِ قَبْلَ اِنْشَائِهِمْ۔

ترجمہ: جیسا کہ وہ مردوں کو زندہ کرنے کے بعد محی (زندہ کرنے والا) کہلاتا ہے بعینہ وہ زندہ کرنے سے پہلے بھی اس نام کا مستحق ہے۔ اسی طرح وہ ذات مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی خالق کے نام کا استحقاق رکھتی ہے۔

⑯ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَكُلُّ شَيْءٍ اِلَيْهِ فَقِيْرٌ، وَكُلُّ اَمْرٍ عَلَيْهِ يَسِيْرٌ، لَا يَحْتَاجُ اِلٰى شَيْءٍ، (لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ)

ترجمہ: وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اُس کی محتاج ہے۔ ہر کام اُس کے لئے آسان ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کی مثال نہیں۔ وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

⑰ خَلَقَ الْخَلْقَ بِعِلْمِهٖ۔

ترجمہ: اللہ جل جلالہ نے مخلوق کو اپنے علم سے پیدا کیا۔

⑱ وَقَدَّرَ لَهُمْ اَقْدَارًا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں بنائیں۔

⑲ وَضَرَبَ لَهُمْ آجَالًا۔

ترجمہ: اس نے مخلوق میں سے ہر ایک کا آخری وقت متعین کیا۔

⑳ وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَهُمْ، وَعَلِمَ مَا هُمْ عَامِلُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَهُمْ۔

ترجمہ: مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں تھی اور وہ لوگوں کو پیدا کرنے سے پہلے یہ جانتا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں کیا کچھ کرنے والے ہیں۔

㉑ وَاَمَرَهُمْ بِطَاعَتِهٖ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا اور انہیں اپنی نافرمانی سے روکا۔

㉒ وَكُلُّ شَيْءٍ يَّجْرِيْ بِتَقْدِيْرِهٖ وَمَشِيْئَتِهٖ، وَمَشِيْئَتُهٗ تَنْفُذُ لَا مَشِيْئَةَ لِلْعِبَادِ اِلَّا مَاشَاءَ لَهُمْ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَا لَمْ يَكُنْ۔

ترجمہ: کائنات کی ہر چیز اس کے انداز اور چاہت کے مطابق چلتی ہے۔ اس جہاں میں اسی کی چاہت کام کرتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

۲۳ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ، وَيَعْصِمُ وَيُعَافِيْ فَضْلًا وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ، وَيَخْذُلُ وَيَبْتَلِيْ عَدْلًا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، وہ اپنے فضل وکرم سے ہر ایک کی حفاظت فرماتا ہے اور عدل وانصاف کی بنیاد پر جسے چاہتا ہے گمراہ، رسوا اور آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۲۴ وَكُلُّهُمْ يَتَقَلَّبُوْنَ فِيْ مَشِيْئَتِهٖ، وَبَيْنَ فَضْلِهٖ وَعَدْلِهٖ۔

ترجمہ: تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی چاہت میں اس کے فضل وکرم اور عدل وانصاف کے درمیان الٹ پلٹ ہوتی ہے۔

۲۵ وَهُوَ مُتَعَالٍ عَنِ الْاَضْدَادِ وَالْاَنْدَادِ۔

ترجمہ: وہ ذات ہمسروں اور شرکاء سے بلند تر ہے۔

۲۶ لَا رَادَّ لِقَضَائِهٖ، وَلَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ، وَلَا غَالِبَ لِاَمْرِهٖ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اُس کے حکم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اور اُس کے فیصلوں پر کوئی غالب نہیں ہے۔

۲۷ آمَنَّا بِذٰلِكَ كُلِّهٖ، وَاَيْقَنَّا اَنَّ كُلًّا مِّنْ عِنْدِهٖ۔

ترجمہ: ہم اس سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا یقین کامل ہے کہ ہر چیز اس کی طرف سے ہوتی ہے۔

۲۸ وَاِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ الْمُصْطَفٰى، وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبٰى، وَرَسُوْلُهُ الْمُرْتَضٰى۔

ترجمہ: بلاشبہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اس کے منتخب نبی اور پسندیدہ رسول ہیں۔

۲۹ وَاِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ، وَاِمَامُ الْاَتْقِيَاءِ وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَحَبِيْبُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ: آپ ﷺ خاتم الانبیاء، امام الاتقیاء سید المرسلین اور پروردگارِ عالم کے محبوب ہیں۔

۳۰ وَكُلُّ دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَهٗ فَغَيٌّ وَهَوًى۔

ترجمہ: آپ ﷺ کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ گمراہی وجہالت ہے۔

۳۱ وَهُوَ الْمَبْعُوْثُ اِلٰى عَامَّةِ الْجِنِّ وَكَافَّةِ الْوَرٰى، بِالْحَقِّ وَالْهُدٰى، وَبِالنُّوْرِ وَالضِّيَاءِ۔

ترجمہ: آپ ﷺ جن وانس اور پوری کائنات کی طرف حق وصداقت، رشد وہدایت اور نور وضیاء کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔

⑧۴ اقوالِ زرّیں

اللہ کا ڈر وہ ہے جو سارے ڈر مٹا دے!

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

* کلام میں نرمی اختیار کرو، لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔
* تکلف کی زیادتی محبت کی کمی کا سبب بن جاتی ہے۔
* مطالعہ دل کو زندہ اور بے دار رکھنے کے لئے از حد ضروری ہے۔
* سخت کلامی سے ابریشم جیسے نرم دل بھی سخت ہو جاتے ہیں۔
* میں علم کے اس درجے تک اس طرح پہنچا کہ جو کچھ مجھے معلوم نہ تھا میں نے اسے معلوم کرنے میں شرم محسوس نہ کی۔
* غفلت ایسی لعنت ہے جو بندے کو خدا سے دور پھینک دیتی ہے۔
* علم کا مطالعہ پابندی سے کرنا چاہئے اور یہ کوشش ہونی چاہئے کہ آدمی ہمیشہ علم میں مشغول رہے۔

سقراط

* دوستی کی شیرینی کو ایک دفعہ کی رنجش کی یاد ہمیشہ زہر آلود کرتی رہتی ہے۔
* تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے۔
* مصیبتیں زندگی میں ہی برداشت کرنا پڑتی ہیں اور موت ان سے نجات دلاتی ہے۔
* جس چیز کا علم نہیں، اس کے بارے میں کچھ مت کہو۔
* جو راستہ معلوم نہیں اس پر سفر نہ کرو۔
* نیک چلن ہونا اعلیٰ درجے کی خوبی ہے۔
* جن کی ضروریات کم ہوتی ہیں، وہ خدا کے نزدیک ہوتے ہیں۔
* نیک خو ہونا تمام حکمت کا خلاصہ ہے، اس سے امن اور سلامتی حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت علی

* کارخانۂ قدرت میں فکر کرنا بھی عبادت ہے۔
* عقیدے میں شک رکھنا، شرک کے برابر ہے۔
* موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔
* زمانے کے پل پل کے اندر آفات پوشیدہ ہیں۔

* عبادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔
* گناہوں پر نادم ہونا ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔
* عقل مند ہمیشہ غم وفکر میں مبتلا رہتا ہے۔
* بے موقع حیا بھی باعث محرومی ہے، قابل صحبت بہت کم لوگ ہیں۔
* ادب بہترین کمالات اور خیرات افضل ترین عبادات سے ہے۔
* عقل مند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اُٹھاتا ہے۔
* دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔
* خواہش پرستی ہلاک کر دینے والا ساتھی اور بری عادت ایک زور آور دشمن ہے۔
* سخاوت کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے۔

کبھی پاؤں لڑکھڑائے تو کہا یہ مجھ سے دل نے
وہ چمک رہی ہے منزل وہ غبارِ کارواں ہے
شکیل بدایونی

رسم ورواج انسانی ترقی کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔
(جان سٹورٹ مل)

وہ کام سرانجام دیں جو آپ کی نظروں میں بہترین ہو اور باقی کام خدا پر چھوڑ دیں۔
(لونگ فیلو)

آنے والے جانے والے ہر زمانے کے لیے
آدمی مزدور ہے راہیں بنانے کے لیے
حفیظ جالندھری

حضرت حسن بصری

* دین اسلام سب نیکیوں کا نچوڑ ہے۔
* جو کام حکمت سے خالی ہے وہ آفت ہے۔ جو خاموشی حکمت سے خالی ہے وہ غفلت ہے۔ جو نظر

حکمت سے خالی ہے وہ ذلت ہے۔

* علم کی عظمت حلم سے ہے اور حلم علم سے۔
* جو شخص دنیا میں رہ کر دنیا کی محبت سے بچتا رہے اس نے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچایا۔
* دنیا میں تمہارے نفس سے زیادہ ایسا کوئی سرکش جانور نہیں جو سخت ترین لگام کے لائق ہو۔
* دنیا کا عذاب یہ ہے کہ تیرا دل مردہ ہو جائے۔
* مصیبت یا خوشی کے وقت ناحق بات سے بچو اور حق بات پر ڈٹے رہو۔
* جنت کے مقابلے میں بڑی سے بڑی نعمت حقیر ہے اور دوزخ کے مقابلے میں بڑی سے بڑی مصیبت آسان اور قابل برداشت ہے۔

۸۵ شخصیت کی نشوونما بغیر کسی رہنمائی کے محال ہوتی ہے

شخصیت سازی کے کام کی پہلی سیڑھی فرض شناسی ہوتی ہے۔ والدین سے بڑھ کر اپنے بچوں کے معاملے میں فرض شناس اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ والدین اپنے بچوں کی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے سلسلے میں شعوری کوشش کریں اور دلچسپی دکھائیں تو بچے کی حرکات و سکنات، اس کی امنگوں، خواہشوں، باتوں اور اس کی مصروفیتوں سے اس کی صحبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا مستقبل کیا ہے اور کس میدان میں اپنا سکّہ جما سکتا ہے۔

اللہ رب العالمین نے قرطاسِ ابیض پر جب انسانوں کی تقدیر لکھی تو یہ بھی بتا دیا کہ تقدیر دعاؤں سے بدل سکتی ہے۔ انسان محنت مشقت کے ذریعہ اور دعاؤں کے ساتھ اپنا مقدر بدل سکتا ہے۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو تقدیر کے سہارے بیٹھ جاتے ہیں۔ جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ملے گا بس! دوسرے وہ جو اپنا مقدر خود بناتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک مقصد ہوتا ہے اور اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ متحرک رہتے ہیں۔ ان کی ہمہ وقت کوئی نہ کوئی سرگرمی چلتی رہتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دن وہ کامیابی سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو تقدیر کے بھروسے بیٹھے رہتے ہیں کہ ہماری تقدیر میں جتنا ہے وہ ہم کو ملے گا بس اور کیا کرنا ہے؟ یہ اور کیا کرنا ہے پر بات ختم نہیں ہوتی! ہر انسان کی زندگی میں کچھ اچھا کرنے کی خواہش ضرور ہونی چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ خواہش اور یہ چاہت کہاں سے آتی ہے؟ ان کی جڑیں کہاں پیوست ہیں؟

انہیں تلاش کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں! یہ ماؤں کی گود اور اساتذہ کی تربیت سے ملتی ہیں۔ ماں کی گود میں کردار کی بلندی پلتی ہے اور اخلاق کی پستی بھی، وہیں حق گوئی اور عدل و انصاف کی بنیاد بھی پڑتی ہے، وہیں سے بے ایمانی، ظلم و زیادتی کی شروعات بھی ہوتی ہے۔ وہیں خدا کا خوف

اور انسانیت سے محبت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور وہیں سے بغاوت، مجرمانہ ذہنیت کی بھی ابتدا ہوتی ہے۔ دنیا سے ظلم وستم مٹانے اور انسانیت کو فلاح و بہبود سے ہمکنار کرنے کا حوصلہ ملتا ہے اور وہیں سے شہرت کمانے اور اعلیٰ افسر بننے کی خواہش بھی پیدا کی جاتی ہے۔ ماں کی گود ہی ہے جس میں بچہ پروان چڑھتا ہے۔ ماں اپنے دودھ کے ساتھ، اپنی لوریوں سے، اپنے اشاروں سے بچے کو وہ سب کچھ بنا سکتی ہے جو وہ پسند کرتی ہے۔ ماؤں کو بچے کی تربیت سے متعلق نہ صرف حساس ہونا چاہئے بلکہ بچوں کے مزاج کے لئے ایک بہترین منتظم کی حیثیت سے ان کی صحیح نگہداشت کرنی چاہئے۔ بچوں کی پرورش میں، ان کی محنت اور کام کرنے کا جذبہ اس طرح ڈال دینا چاہئے کہ یہ جذبہ ان کے خون میں سرایت کر جائے اور وہ اپنے جینے کا ڈھنگ، مقصد متعین کرنے کے قابل بن جائیں۔

دنیا میں ہر آنے والا بچہ کچھ نہ کچھ صلاحیت ضرور لے کر آتا ہے۔ ان صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، ابھارنا! یہ والدین کی ایک ذمہ داری ہے۔ بچوں کے اندر پوشیدہ صلاحیتوں کے ادراک کا فن اور ان کی صلاحیت والدین کی شخصیت کا وہ گوشہ ہے جسے خود والدین کو اپنے اندر فروغ دینا ہوتا ہے۔ زندگی میں بعض ایسی صلاحیتیں انسان کے اندر ہوتی ہیں جن سے ہر فرد واقف ہوتا ہے۔ ان کے اندر یقین ہوتا ہے اور وہ ایک نادر موقع کا منتظر ہوتا ہے اور اپنی انتھک محنت، لگن سے جب وہ آگے بڑھتا ہے تب اس کی پذیرائی نہیں ہوتی لیکن اگر وہ اپنی دھن کا پکا ہوتا ہے تو اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا لیتا ہے۔

پرعزم بچے وہ ہوتے ہیں جن کی خود اعتمادی مضبوط، جن کی سوچ مثبت اور عزم و ہمت بہت بلند ہوتا ہے۔ بحیثیت والدین ہم اپنے بچوں کو آزادی کے مواقع فراہم کریں۔ بسا اوقات ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان کی بچپن کی ضد ہے لیکن ایسی ضد میں مثبت صلاحیتیں پوشیدہ ہوں، اسے پہچاننے کی سعی کریں اور یہ غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے دنیا کی نئی نئی ایجادات ہوتی ہیں۔

ہر فرد کی زندگی ایک عام رو میں بہتی رہتی ہے۔ اچانک جب وہ کسی مسئلے سے دوچار ہوتا ہے تب اس کی شخصیت کے وہ سب جوہر سامنے آتے ہیں جو اب تک سب سے پوشیدہ تھے۔ بچوں کی صلاحیتوں کو پہچان کر انہیں فروغ دینا کان کھود کر سونا نکالنے کے برابر ہے۔ خاص کر عمر کے اس دور میں جب بیٹا یا بیٹی بچپن کی دہلیز پار کر کے سن بلوغت کو چھوتے ہیں۔ اس وقت بچوں کو خصوصی توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا نازک دور ہے جب گھر کا ماحول بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایسے وقت میں جب بچوں کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لئے تھوڑی بہت سختی کی جاتی ہے تو وہ انہیں ناگوار گزرتی ہے۔ ایسے حالات میں دوستانہ فضا قائم کرنا اور بچیوں کی رازدار بن جانا خاص طور سے ماؤں کا فرض ہے۔

گھر میں ایسا ماحول رکھیں کہ آپ کی بچی اپنی تمام باتیں آپ کو صحیح بتادے۔ بچیوں میں ایسی عادت ڈالیں کہ آپ سے جھوٹ بولنے کا تصور بھی ان کے ذہن میں نہ آئے۔ ان کی غلطیوں پر انہیں

سزا دینے کے بجائے انہیں پیار سے سمجھائیں کہ وہ دوبارہ غلطی نہ کریں۔ انہیں زمانے کی اونچ نیچ سے آگاہ کریں۔ بچے کے مزاج کو سمجھنا، اس کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کا پہلا مرحلہ ہے۔ انہیں خود اعتماد بنائیں۔ ان کے سامنے ہمیشہ اپنے بارے میں مثبت انداز سے سوچنے پر اپنی خوبیوں اور خامیوں سے باخبر رہنے کی اہمیت کو واضح کرتی رہیں۔ ہر بچے میں خوف ہوتا ہے۔ جس چیز کے متعلق خوف ہو اسے حکمت سے دور کیجئے۔ ان کے تمام کاموں میں مذمت کیجئے، صرف ایسے کاموں میں تعاون کیجئے جسے انجام دینے میں وہ دشواری محسوس کرتے ہیں۔ بچے کو مطالعے کا پابند بنایئے۔ رات میں جاگ کر پڑھنے سے روکنے، دن کے وقت منصوبہ بندی سے پڑھنے کا عادی بنایئے۔ بچوں کو بامقصد زندگی گزارنے کا درس دینا چاہئے۔

شخصیت کی نشوونما بغیر کسی بامقصد رہنمائی کے نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ بات انہیں ذہن نشین کروا دیجئے کہ وہ دنیا میں بے مقصد نہیں آئے ہیں۔ ہر انسان میں خوبیاں پوشیدہ ہیں۔ ان خوبیوں کو اجاگر کریں، پہچانیں اور قوم وسماج کی ترقی میں معاون بنیں کیونکہ دنیا میں انسان یونہی پیارا نہیں ہوتا، اس کا کام پیارا ہوتا ہے۔ یعنی جو شخص اپنا فرض ذمے داری سے ادا کرتا ہے وہ سب کا پیارا ہو جاتا ہے اور جو فرض ادا نہیں کرتا، اپنی ذمے داری محسوس نہیں کرتا تو اسے لوگ اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ جو مستعدی سے، اچھے اخلاق سے، محبت سے، خلوص سے اچھے کام کرتا ہے اسے ساری دنیا پسند کرتی ہے۔ اس کی قدر ہوتی ہے اور وہی دنیا میں نام کماتا ہے۔

(۸۶) رشتوں کی مٹھاس سے گھر کا ماحول خوشگوار رہتا ہے

بعض گھروں میں ساس اور بہو کے رشتوں میں دراڑ آجاتی ہے لیکن اس دراڑ کو بآسانی ختم کیا جا سکتا ہے۔ صرف ہلکے پھلکے اور محبت بھرے انداز اور تھوڑی سی کاوش سے اس رشتے کو خوبصورت بھی بنایا جا سکتا ہے اور ہر دل عزیز بھی۔

ہمارے یہاں شادی کسی بھی خاندان کے لئے بہت خوبصورت اور شاید سب سے اہم موقع ہوتا ہے۔ شادی خواہ بیٹے کی ہو یا بیٹی کی۔ اس تقریب کو مکمل اہتمام کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔ بیٹے کی شادی ہو تو بہت خوشی اور ارمانوں سے بہو کو گھر میں لایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں اکثر بہوئیں ماں کی پسند کی ہوتی ہیں، اس لئے بیٹے کی شادی کے وقت جتنی خوشی ماں کو ہوتی ہے شاید ہی کسی اور کو ہوتی ہو۔ شادی کے ابتدائی دنوں میں جہاں ساس اپنی بہو کا بہت خیال کرتی ہے تو وہیں بہو بھی ساس کی ہاں میں ہاں ملا کر فرمانبرداری کی بہت سی مثالیں قائم کرتی ہے۔ مگر بہت سے گھرانوں میں یہ وقت اور رشتہ ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ مختصر وقت گزرنے کے ساتھ ہی اس ساس بہو کے رشتے میں دراڑیں پڑنا شروع

ہو جاتی ہیں۔اس لئے اگر ہم اس رشتے کو نازک ترین رشتہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔لہٰذا جب اس رشتے میں روایتی ساس بہو والی لڑائی کا عنصر شامل ہوتا ہے تو اس لڑائی کا اثر صرف دو افراد پر ہی نہیں ہوتا بلکہ دو گھرانوں حتیٰ کہ دو خاندانوں پر ہوتا ہے۔انہی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا نتیجہ پھر یہ نکلتا ہے کہ بہو اور بیٹا الگ گھر کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔اس طرح ان معمولی سی لڑائیوں کی وجہ سے صرف ایک بیٹا ہی اپنی ماں سے دور نہیں ہوتا بلکہ اس شخص سے جڑے تمام رشتے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس طرح ہمیشہ ایک جھجک اور شرم کی دیوار ان رشتوں کے درمیان حائل رہتی ہے۔

ضروری نہیں کہ یہ کہانی ہر گھر کی ہو۔ ہمارے ہی معاشرے میں بہت سے ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں بہو کو صرف زبان سے بیٹی نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو دل سے بیٹی تسلیم کیا بھی جاتا ہے۔اسی طرح ساس کو صرف ماں کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ ان کو دل میں بھی ماں والا احترام دیا جاتا ہے۔بے شک اس طرح کی مثالیں اب ہمارے معاشرے میں بہت کم نظر آتی ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ ابھی لوگوں میں ان رشتوں سے متعلق احساسات اور احترام موجود ہے۔لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ جوں جوں معاشرہ ترقی کرتا جا رہا ہے لوگوں میں ان مقدس رشتوں کا احترام کم ہوتا جا رہا ہے۔جن معاشروں میں رشتوں کا احترام کم ہو جاتا ہے وہ پھر کھوکھلے ہو جاتے ہیں اور ان کی بقا مشکل میں پڑ جاتی ہے۔اخلاقیات ختم ہو جاتی ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ ایک تہذیب یافتہ قوم کہلانے کے لئے ان رشتوں کا احترام ضرور کیا جائے۔خیر اگر گفتگو کو صرف ساس بہو کے رشتے تک ہی محدود رکھا جائے تو بہتر ہے۔یہ رشتہ جتنا نازک ہے اتنا ہی زیادہ اس کی حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس رشتے میں اگر مٹھاس ہو تو سارا خاندان ہی ہمیشہ خوش وخرم زندگی گزارتا ہے۔اس لئے اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کا رشتہ اپنی ساس یا بہو کے ساتھ ہمیشہ میٹھا رہے تو ان چند باتوں پر عمل کریں اور پھر نتائج دیکھیں۔

❶ سب سے اہم اور بنیادی پہلو یہ ہے کہ اپنی ساس یا بہو کے لئے سب سے پہلے دل میں احترام پیدا کریں۔اگر آپ بہو ہیں تو اپنی ساس کو ماں کی جگہ دیں اور اگر ساس ہیں تو اپنی بہو کو بیٹی کا مقام دیں یعنی صرف زبان سے ان الفاظ کو ادا نہ کریں بلکہ عملی طور پر اپنی ساس یا بہو کو اس بات کی یقین دہانی کروائیں کہ آپ ان کو بہت عزت دیتی ہیں اور اس عمل کے بدلے یقیناً آپ کو بھی اتنا ہی احترام نصیب ہوگا۔

❷ اس پہلو کو نظر انداز نہ کریں۔ جب ساس یا بہو میں سے ایک فرد کام کر رہا ہو تو دوسرے کو چاہیے کہ اس کی تھوڑی سی مدد ضرور کرے۔ اس طرح نہ صرف کام کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے بلکہ ایک دوسرے کے لئے دل میں محبت کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے اور مل کر کام کرنے سے کام کا بوجھ بھی کسی ایک فرد پر نہیں پڑتا۔

❸ ایک اور اہم بات یہ کہ بہت سے مواقع ہماری زندگی میں ایسے آتے ہیں جو بہت اہم نوعیت کے ہوتے ہیں مثلاً عید، سالگرہ وغیرہ۔ اس طرح کے مواقع کو کبھی بھی نظر انداز نہ کریں بلکہ ایسے موقع پر اپنی ساس یا بہو کو کوئی تحفہ ضرور دیں۔ تحفے تحائف دینے سے ویسے بھی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ احساس رہتا ہے کہ آپ کا خیال کرنے والا بھی کوئی ہے۔ تحفہ چاہے زیادہ مہنگا نہ ہو مگر دینے والے کی نیت میں محبت ہونی چاہئے۔

❹ سب سے اہم بات ساس اور بہو کے لئے یہ ہے کہ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے ایک دوسرے سے اجنبیوں والا سلوک نہ کریں یعنی ایک دوسرے سے لاتعلق نہ رہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کریں، وقت گزاریں، ایک دوسرے کو اپنی موجودگی اور اپنائیت کا احساس دلائیں۔ اس طرح آپ کا رشتہ مضبوط ہوگا۔

❺ اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں کہ اگر آپ ساس ہیں تو بہو کے خاندان اور بہو ہیں تو ساس کے خاندان کا خیال رکھیں۔ ان کو کسی شکایت کا موقع نہ دیں۔ خاندان کا اسی طرح عزت و احترام کریں جس طرح آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے خاندان کی عزت کی جائے۔

❻ اگر آپ بہو ہیں تو یہ بات ذہن سے کسی بھی وقت نہ نکالیں کہ اپنے گھر اور خاندان کو چھوڑ کر آپ کو اس گھر میں جانا ہوتا ہے جہاں ساس ہی ماں کی جگہ ہوتی ہے لہٰذا ساس کو کسی بھی شکایت کا موقع نہ دیں۔ اسی طرح ساس کے لئے یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ آپ کی چاہے جتنی بھی بیٹیاں ہوں وہ سب پرائی ہو جائیں گی اور آخر میں آپ کو بہو اور بیٹے کے ساتھ ہی زندگی گزارنی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ان رشتوں کو ابتدائی دنوں میں ہی مضبوط کر لیا جائے۔

❼ ایک اور پہلو جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا وہ یہ ہے کہ ساس اور بہو کو ایک رشتے میں باندھنے والا بیٹا ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں کو چاہئے کہ اس فرد کو خوش رکھیں جس کی وجہ سے ان دونوں کا رشتہ قائم ہے۔

❽ اسی طرح یہ ذمہ داری بیٹے پر بھی عائد ہوتی ہے کہ شادی کے بعد دونوں رشتوں میں توازن رکھے۔ نئی دلہن کے ساتھ ساتھ ماں کو بھی یاد رکھے جب بیٹا ان دونوں رشتوں میں توازن رکھے گا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی طرح کا جھگڑا ہو۔

❾ اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ شادی کے بعد جتنی توجہ نئے جوڑے کو دی جاتی ہے اتنی ہی توجہ ماں باپ کو بھی دینی چاہئے کیونکہ یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے جب محبتیں تقسیم ہو جاتی ہیں۔

دیکھیے یہ کتنی سادہ باتیں ہیں۔ صرف ہلکے پھلکے اور محبت بھرے انداز اور تھوڑی کاوش سے آپ نہ

صرف رشتوں کو خوبصورت بنا سکتی ہیں بلکہ ہر دل عزیز بھی کہلا سکتی ہیں۔ اس طرح رشتوں کا ایسا احترام کریں کہ رشتے خود مجبور ہو جائیں آپ کا احترام کرنے پر۔

نوٹ: یہ حدیث مبارکہ طبرانی کی معجم الکبیر میں اس طرز سے آئی ہے کہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''یَامُحَمَّدُ! اُمَّتُکَ بَعْدَکَ؟'' یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد آپ کی اُمت کا کیا بنے گا؟ جس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَا الْمَخْرَجُ یَا جِبْرَئِیْلُ؟'' اس کے جواب میں جو کچھ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ وہی ہے جو درج ذیل حدیث کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

⑧⑦ قرآن مجید کی عظمت وفضیلت بلسانِ نبوّت صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: (اِنَّهَا سَتَکُوْنُ فِتْنَةٌ) قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: (کِتَابُ اللّٰهِ، فِیْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَکُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَکُمْ وَحُکْمُ مَا بَیْنَکُمْ، هُوَ الْفَصْلُ لَیْسَ بِالْهَزْلِ، مَنْ تَرَکَهٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ، وَمَنِ ابْتَغَی الْهُدٰی فِیْ غَیْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ، وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِیْنُ، وَهُوَ الذِّکْرُ الْحَکِیْمُ، وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ، هُوَ الَّذِیْ لَا تَزِیْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا یَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا یَخْلَقُ عَنْ کَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُهٗ، هُوَ الَّذِیْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰی قَالُوْا: (اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ) مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ، وَمَنْ حَکَمَ بِهٖ عَدَلَ، وَمَنْ دَعَا اِلَیْهِ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) (رواہ الترمذی والدارمی)

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ایک دن فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ، ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے''۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس فتنے کے شر سے بچنے اور نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کتاب اللہ'' اس میں تم سے پہلی اُمتوں کے (سبق آموز) واقعات ہیں اور تمہارے بعد کی اس میں اطلاعات ہیں (یعنی اعمال واخلاق کے جو دنیوی واخروی نتائج وثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں، قرآن مجید میں ان سب سے آگاہی دے دی گئی ہے۔) اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں ان کا حکم اور فیصلہ

موجود ہے۔ (حق و باطل اور صحیح و غلط کے بارے میں) وہ قولِ فیصل ہے، وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے۔ جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور و سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا۔) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اس کے حصے میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی (یعنی وہ ہدایتِ حق سے محروم رہے گا۔) قرآن ہی حبل اللہ المتین (یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ) ہے! اور محکم نصیحت نامہ ہے اور وہی صراطِ مستقیم ہے، وہی وہ حق مبین ہے جس کے اتباع سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس کو گڑبڑ نہیں کر سکتیں (یعنی جس طرح اگلی کتابوں میں زبانوں کی راہ سے تحریف داخل ہوگئی اور محرفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کے اس کو محرف کر دیا اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تا قیامت اس کے محفوظ رہنے کا انتظام فرما دیا ہے۔) اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبر کا عمل اور اس کے حقائق و معارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کر لیا اور اب ہمارے حاصل کرنے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ وہ علم قرآن میں جتنے آگے بڑھتے رہیں گے اتنے ہی ان کی طلب ترقی کرتی رہے گی اور ان کا احساس یہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے، جو ابھی ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے) اور وہ (قرآن) کثرتِ مزاولت سے کبھی پرانا نہیں ہوگا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حل ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد اُن کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا، قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں فکر و تدبر کیا جائے گا اتنا ہی اس کے لطف و لذت میں اضافہ ہوگا۔) اور اس کے عجائب (یعنی اس کے دقیق و لطیف حقائق و معارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ قرآن کی یہ شان ہے کہ جب جنوں نے اس کو سنا تو بے اختیار بول اٹھے: ''ہم نے قرآن سنا جو عجیب ہے، رہنمائی کرتا ہے بھلائی کی، پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔'' جس نے قرآن کے موافق بات کہی اس نے سچی بات کہی اور جس نے قرآن پر عمل کیا وہ مستحق اجر و ثواب ہوا اور جس نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا اس نے عدل و انصاف کیا اور جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اس کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب ہوگئی۔''

عظمتِ قرآن کے موضوع پر یہ عظیم حدیث میری طرف سے آپ کے لئے تحفہ ہے۔ آپ اس حدیث کا متن اور ترجمہ اپنے پاس محفوظ کر لیں بلکہ لیمینیشن کرا کے نمایاں جگہ پر لٹکا لیں اور کوشش کریں کہ یہ آپ کو یاد ہو جائے۔

لوگوں کو قرآن کی دعوت دیجئے اور غفلت سے بیدار کیجئے۔

(۸) دعوت کا کام بہت بڑا بھی ہے اور آزمائش بھی ہے

خدا نے اپنے دین کی خدمت کے لیے آپ کو پکارا، آپ نے اس کی پکار پر لبیک کہا اور دین کی دعوت و اشاعت کے کام میں لگ گئے۔ یہ محض خدا کی توفیق اور احسان ہے کہ اس نے اپنے دین کی دعوت و تبلیغ کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا جب کہ روئے زمین پر کروڑوں بندے ہیں جو مال و دولت، اثر و شہرت، علم و بصیرت اور قوت و اقتدار کے لحاظ سے آپ سے کہیں زیادہ آگے ہیں۔ اس کے باوجود خدا کی نظر آپ پر پڑی اور اس نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے منتخب فرمایا۔ اسی نے آپ کے سینے میں یہ عزم و حوصلہ پیدا فرمایا کہ آپ دین حق سے ناواقف اور غافل بندوں تک خدا کا پیغام پہنچائیں اور انہیں اسلام کا سیدھا سچا راستہ بتائیں۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے جو خدا نے محض اپنے فضل وکرم سے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو اس عظیم منصب کے لئے چنا۔ یہ انتخاب خدا کا بہت بڑا انعام بھی ہے اور بہت بڑی آزمائش بھی۔ دین حق کا علم وشعور اور دعوت دین کی ذمہ داری کا احساس دے کر خدا نے آپ پر اپنا خصوصی فضل فرمایا ہے اور یقیناً اس نے آپ کو بہت بڑے انعام سے نوازا ہے...... لیکن یہ شعور و احساس آپ کا امتحان اور آزمائش بھی ہے۔ اس عظیم منصب پر سرفراز فرما کر دراصل اللہ تعالیٰ آپ کو آزما رہا ہے کہ آپ اس کی وفاداری میں کس حد تک پورے اترتے ہیں، خدا کے حسن وسلوک کا اپنے عمل و کردار سے کیا جواب دیتے ہیں اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کرنے میں کس قدر مخلص ہیں۔ نبی ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

وَاَنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔

''اور یہ اللہ نے تمہیں ان لوگوں کا جانشین بنایا ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں تاکہ وہ یہ دیکھے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو۔''

خدا کی سونپی ہوئی اس ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لئے تین حقیقتوں کو ہمہ وقت پیش نظر رکھیے اور کسی وقت بھی ان کی طرف سے غفلت اور لاپرواہی نہ اختیار کیجئے۔

* ...... یہ کہ خدا کی نظر میں بندوں کے لئے اس سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو خدا کے دین کی طرف دعوت دے۔

❁ ......یہ کہ خدا ہی نے اس کام کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا ہے۔ وہ انتخاب نہ فرماتا تو آپ ہرگز اس کام میں نہیں لگ سکتے تھے۔

❁ ......یہ کہ خدا کی پکار پر لبیک کہنے والوں کے جذبات اور سرگرمیاں کیا ہوتی ہیں۔ یہ تینوں باتیں ہمہ وقت آپ کے دل و دماغ میں تازہ رہیں، صرف ایک بار انہیں پڑھ لینا یا سمجھ لینا کافی نہیں ہے، بار بار ان باتوں کو دہرایئے، بار بار یاددہانی کرائی جائے۔

خدا کے بندوں میں سب سے اونچا مرتبہ رسولوں اور پیغمبروں کا ہے، جو خدا کے بندوں کو خدا کے دین کی طرف بلاتے ہیں۔ وہ اپنے قول و عمل سے لوگوں کو دین کا سیدھا اور سچا راستہ بتاتے ہیں، خدا کے یہ رسول ہر دور میں آئے، ہر قوم میں آئے، ہر ملک میں آئے اور اپنے اپنے زمانے میں انہوں نے اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم سے روشناس کرایا، سب سے آخر میں حضرت محمد ﷺ کو خدا نے اس کام کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد ۲۳ سال تک خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں کو خدا کی راہ پر لگایا اور دین کی روشن تعلیمات سے ان کی انفرادی، سماجی اور سیاسی زندگی کو آراستہ کیا۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں یعنی آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی، اب رہتی زندگی تک کوئی اور نبی یا رسول نہیں آئے گا۔

نبوت کا سلسلہ تو ختم ہو گیا لیکن وہ کام ختم نہیں ہوا جس کے لئے نبی آتے تھے، یعنی خدا کے ناواقف اور غافل بندوں کو خدا کے دین کی تعلیمات پہنچانا اور دین کی طرف دعوت دینا، اب یہ کام رہتی دنیا تک رسول ﷺ کی امت یعنی ''امت مسلمہ'' انجام دے گی بیت اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ○ (سورۃ البقرہ:۱۲۸)

''اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مسلم اور فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد سے ایک ایسی امت کو اُٹھا جو تیری مسلم اور فرمانبردار ہو۔''

خدا نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبول بخشا اور نبی ﷺ کی قیادت میں امت مسلمہ کو اٹھایا جو اس وقت تک دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتی رہے گی، جب تک یہ دنیا آباد ہے۔ یہ امت رسول اللہ ﷺ کی جانشین ہے اور اس کو وہی کام انجام دینا ہے جو رسول کریم ﷺ انجام دیتے رہے۔ خدا کا ارشاد ہے:

''خدا نے تمہارا انتخاب فرمالیا ہے اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ پیروی کرو اس دین کی جو تمہارے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اس نے پہلے ہی سے تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا اور اسی سلسلہ میں کہ رسول ﷺ نے تمہارے لئے دین حق کی شہادت دی اور تم دنیا کے

سارے انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دو۔'' (سورۃ الحج)

دین میں اس سے بڑی سعادت اور کوئی نہیں ہے کہ آپ وہ خدمت انجام دیں جس کے لیے ہمیشہ انبیا مبعوث ہوتے رہے ہیں اور جس کے لیے خدا نے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کو بھیجا۔ خدا کے بندوں کو خدا کے دین کی دعوت دے کر آپ رسول اللہ ﷺ کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ دین و دنیا میں انسان کے لئے اس سے زیادہ شرف اور عظمت کا کوئی دوسرا کام نہیں ہو سکتا۔ اپنے منصب کی قدر و عظمت کا یہ شعور آپ کو ہمیشہ سرگرم رکھے گا۔ آپ کو عزم، حوصلہ، ولولہ اور لگن بخشے گا اور کسی وقت بھی آپ کے داعیانہ جذبات کو مضمحل نہ ہونے دے گا۔

دوسری حقیقت جو کسی وقت بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونی چاہئے، وہ یہ ہے کہ آپ اشاعت دین کی کوششوں میں اسی لئے شریک ہیں کہ خدا نے اپنی حکمت کے تحت اس کام کے لئے آپ کو منتخب فرمالیا ہے۔ اس کی توفیق نہ ہوتی تو آپ اس عظیم کام کا حوصلہ ہرگز نہ کر سکتے تھے۔ اس کی توفیق کے بغیر آپ نیکی کے لیے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے، یقیناً خدا ہی نے اپنے دین کی خدمت کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا ہے اور اس کا ہر کام علم و حکمت کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔ اس یقین و شعور کا زبردست فائدہ یہ ہے کہ آپ دو بہت بڑی نفسیاتی اور اخلاقی کمزوریوں سے محفوظ رہیں گے۔

- ......احساس پستی اور کہتری
- ......احساس برتری اور غرور

یہ وہ بدترین کمزوریاں ہیں جن کے ہوتے ہوئے نہ آپ دعوت اسلامی کے لئے کسی طور مفید ہو سکتے ہیں اور نہ آپ کو دعوت اسلامی سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

احساس کہتری اور پستی کا شکار آدمی دنیا میں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دے سکتا۔ دعوت اسلامی کے لیے بھی وہ لوگ ہرگز مفید نہیں ہو سکتے جو احساس پستی میں مبتلا ہوں، اس کے لیے ایسے ہی کارکن درکار ہیں، جو ہر محفل میں، ہر طبقے میں اور ہر مقام پر کسی خوف و خطر کے بغیر یقین کی پوری قوت اور جرأت کے ساتھ اپنی بات پیش کر سکیں اور اپنے پیغام کی قدر و عظمت پر یقین رکھتے ہوئے پیش کر سکیں۔ ایرانی سپہ سالار رُستم کے دربار میں جہاں عام آدمی پر داخل ہوتے ہوئے لرزہ طاری ہوتا تھا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے جس جرأت، بے باکی اور شان عظمت کے ساتھ اسلام کی دعوت پیش کی، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جس شان کے ساتھ نجاشی کے دربار میں اسلام کی ترجمانی کی اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جس جرأت اور بے خوفی کے ساتھ مکے کے خونخوار نادانوں کے سامنے اعلانِ حق کیا، وہ تاریخ دعوت کے ایسے روشن باب ہیں جن سے داعیان حق کے قافلے رہتی دنیا تک روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

نبوت کے ابتدائی دور میں نبی ﷺ نے قریش کے سرداروں کو اپنے دسترخوان پر مدعو کیا اور ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ جو پیغام میں لے کر آیا ہوں، اس میں تمہارے لئے دونوں جہان کی سعادت و فلاح ہے۔ بتاؤ! تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟ سب خاموش تھے، ایک نوعمر لڑکا اٹھا اور اس نے کہا:

''اے چچا کے بیٹے! اگر چہ میری آنکھ میں آشوب ہے، میری ٹانگیں پتلی ہیں اور میں نوعمر ہوں لیکن میں آپ کا ساتھ دوں گا۔''

مکے کا ابتدائی دور، قریش کے تنومند سرداروں کی غضب ناک نگاہیں اور ایک نوعمر، ناتواں اور بظاہر بے مایہ لڑکے کا یہ جرأت مندانہ اعلان کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا، دراصل اس یقین وشعور کا اظہار ہے کہ اس عظیم کام کے لیے خدا میرا انتخاب فرمارہا ہے اور جب قوت و طاقت اور اثر ورسوخ رکھنے والے ان تندرست وتوانا سرداروں کو چھوڑ کر خدا کی نظر انتخاب مجھ ناتواں اور نوعمر پر پڑی ہے تو میں ظاہر کی ہر بے بسی اور ناتوانی سے بے نیاز ہو کر اعلان کرتا ہوں کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ جس ہستی نے آپ ﷺ کی رفاقت و معیت کے لیے میرا انتخاب کیا ہے وہ قوتوں کا سرچشمہ ہے۔ کائنات اس کی چٹکی میں ہے، وہی میری پشت پناہی کرے گا۔ جب اس نے میرا انتخاب کیا ہے، تو میری پتلی ٹانگوں میں وہی استقلال کی قوت بھرے گا۔ میری دکھتی آنکھوں میں وہی روشنی پیدا کرے گا جس سے میں دور تک دیکھ سکوں اور پیغامِ حق ملک کے دور دراز گوشوں تک پہنچا سکوں۔ یہ انداز فکر رکھنے والا داعی حق کبھی احساس پستی اور کہتری کا شکار نہیں ہوسکتا اور تاریخ شاہد ہے کہ اس تاریخ ساز بچے نے وہ کارنامے انجام دیے جس کے تصور سے بڑے بڑوں کے زہرے بے آب ہوتے ہیں۔

آپ بھی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نقشِ قدم پر چلنے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور بجا طور پر آپ کو اپنے اس حوصلے پر فخر ہے۔ بے شک آپ معذور بھی ہو سکتے ہیں، کمزور و ناتواں بھی ہو سکتے ہیں، آپ کو کوئی اثر ورسوخ اور شہرت واقتدار بھی حاصل نہیں ہے اور دنیوی اعتبار سے آپ کسی اونچے مقام کے مالک بھی نہیں ہیں لیکن خدا نے آپ کو اسلام کے شعور سے نوازا ہے اور آپ دعوت وتبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں، تو یقین کیجئے کہ خدا نے آپ کا انتخاب فرمایا ہے، ہر احساس پستی اور کہتری کو دل سے کھرچ پھینکیے اور وہی الفاظ دہرا کر کہ ''اگرچہ میری ٹانگیں پتلی ہیں، میری آنکھوں میں آشوب ہے لیکن میں آپ کا ساتھ دوں گا۔'' تن من دھن سے اس کام میں لگ جایئے، جس نے آپ کا انتخاب کیا ہے وہ خود آپ کی ناتوانی کو توانائی سے بدل دے گا اور آپ کو وہ حوصلہ اور جرأت بخشے گا کہ اس دور کے بڑے سے بڑے جبّار اور بڑے سے بڑے علم وفن رکھنے والوں کے سامنے آپ کامل یقین اور مثالی جرأت کے ساتھ اسلام کا پیغام رکھ سکیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ اس تاریخ ساز لڑکے کے الفاظ میں آپ کے لئے ایک اور سبق بھی ہے۔ وہ یہ کہ تبلیغ دین کا یہ عظیم فریضہ انجام دیتے ہوئے آپ پر غرور و کبر اور احساس برتری کا سایہ بھی کبھی نہ پڑنے

پائے۔ یہ وہ بدترین برائی ہے جس کے ہوتے آپ کا سارا کیا کرایا اکارت جائے گا اور آپ کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ آپ کی کوششوں سے دعوت اسلامی کو کچھ فائدہ پہنچ بھی جائے تو بھی آپ کا دامن خالی ہی رہے گا اور دعوت اسلامی سے نسبت و تعلق رکھنے کے باوجود آپ کو اپنی عبرت ناک محرومی پر رونا پڑے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ناتوانی، معذوری، بے مائیگی اور نوعمری کی تصویر کشی کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے وہ ان کی ذہنی عظمت کا اظہار ہے۔ وہ یوں سوچتے ہیں: ''میں اپنی شخصیت کے لحاظ سے کسی پہلو سے بھی اس قابل نہیں ہوں کہ اس عظیم کام کی ذمے داری اپنے سر لوں، یہ محض خدا کی توفیق اور کرم ہے کہ اس نے مجھے اس عظیم خدمت کے لیے منتخب فرمایا، میں صرف اسی ذات کے بھروسے پر ان سنگین حالات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کی ہمت کر رہا ہوں جس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی اور مجھے اس عزم و ارادے کی توفیق بخشی۔''

آپ اسی عظیم شخصیت کے جانشین اور پیرو ہیں۔ اپنے دل کے ایک ایک گوشے میں جھانک کر دیکھیے، دعوت دین کا عظیم کام انجام دیتے ہوئے کہیں آپ اپنی عظمت کے دھوکے میں تو مبتلا نہیں ہو رہے ہیں۔ نفس آپ کو فریب دینے میں تو کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ یقین کیجیے کہ اگر اس میدان میں آپ نفس سے دھوکا کھا گئے تو پھر دعوت اسلامی میں آپ کا کوئی مقام نہیں ہے۔ سمجھ لیجئے آپ نے اپنی شخصیت کو تباہ کر دیا اور آپ کی عاقبت خراب ہوگئی۔ کبر و غرور کے مریضوں کا دین میں کوئی حصہ نہیں، وہ لوگ ہرگز خدا کی بندگی نہیں کر سکتے جو اپنے نفس کی بندگی میں مگن ہوں اور نہ ان کا ان کوششوں کے اجر و انعام میں کوئی حصہ ہے جو خدا کی بندگی کا نظام قائم کرنے کے لیے کی گئی ہوں، خواہ ان میں وہ خود بھی شریک رہے ہوں۔

تیسری حقیقت یہ علم و شعور ہے کہ خدا کی پکار پر لبیک کہنے والوں کے جذبات کیا ہوتے ہیں۔ وہ کس طرح سوچتے ہیں اور ان کی زندگیاں کن اوصاف سے آراستہ ہوتی ہیں۔ مگر یاد رکھیے، اس باب میں صرف علم و شعور ہی کافی نہیں ہے، مگر عملی طور پر ان جذبات اور اوصاف سے اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی مسلسل جدوجہد کے بغیر آپ اپنے داعیانہ منصب کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آپ کے لئے بہترین نمونہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کی زندگیاں ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کر کے آخر دم تک ہر طرح کے حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتے رہے، خدا کے دین کو قبول کرنے کے بعد انہوں نے کوئی چیز اپنے لئے بچا کر نہیں رکھی بلکہ سب کچھ اس دین پر نثار کر دیا۔ مال و دولت، اثر و اقتدار، قوت و صلاحیت، وطن و اولاد، محبت و دشمنی، حتّٰی کہ اپنی جان عزیز بھی اس راہ میں قربان کر دی اور پھر بھی یہ احساس انہیں بے چین کیے رہا کہ ''حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔''

آیئے! حوارین عیسیٰ علیہ السلام کی زندگیوں کی ایک جھلک دیکھیں۔ یہ بھی خدا کے انصار تھے اور دین

حق کے داعی اور نقیب، داعیان اسلام کے لیے ان کی زندگی میں بڑی کشش بھی ہے اور سبق بھی۔ قرآن کا ارشاد ہے:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

(سورۃ آل عمران ۲: ۵۲-۵۳)

"پس جب عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی طرف سے مسلسل انکار کو بھانپ لیا تو انہوں نے پکارا، کون میرا مددگار بنتا ہے خدا کی راہ میں؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم ہیں اللہ کے انصار، ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں، آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلم اور فرمانبردار ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے اس چیز پر جو تو نے نازل کی اور ہم نے اس رسول کی پیروی کی، سو تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ۔"

رسول کی پکار کے جواب میں انصار اللہ ہونے کا عزم و اظہار، اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا حوصلہ اور حق کی شہادت دینے والوں میں شامل ہونے کی تمنا۔ یہ حوارین عیسیٰ علیہ السلام کی ایسی ایمان افروز داستان ہے جسے بار بار دہرایئے اور دل کی دنیا کو ان جذبات اور تمناؤں سے آباد کرنے کی فکر کیجیے۔

حواری کے معنی ہیں: خیر خواہ، مددگار، حامی و ناصر۔ جس طرح انصار کا لفظ مدینے کے ان جاں نثاروں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو رسول ﷺ پر ایمان لائے اور انہوں نے ہر طرح کے حالات میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری و جاں نثار وہ کہلائے جو اخلاص کے ساتھ آپ علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لائے اور ہر طرح کے نرم و گرم حالات میں انہوں نے آپ علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہایت شفقت، دلسوزی اور لگن کے ساتھ اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت فرمائی اور پھر یہ آپ علیہ السلام کے داعی، نقیب اور پیغامبر بن کر بنی اسرائیل کی ایک ایک بستی تک پہنچے۔

دنیوی اعتبار سے یہ کسی بڑے مرتبے کے لوگ نہ تھے لیکن اس اعتبار سے یہ سب پر بازی لے گئے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جوش دعوت میں ان کے سامنے یہ حقیقت رکھی کہ مجھے تو ہر حال میں خدا کی راہ پر چلنا ہے۔ اب کون یہ حوصلہ کرتا ہے کہ میرا ساتھ دے، تو حوارین نے ہر لالچ اور خوف سے بے نیاز ہو کر کہا، نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ۔ اور ان نازک حالات میں یہ اعلان کیا کہ جب قوم کے علما، سردار اور مقتدر لوگ محروم رہ گئے اور خدا نے ان بے اثر لوگوں کو اپنے کام کے لئے منتخب فرما کر اپنے رسول کی رفاقت اور نصرت کی توفیق بخشی۔

انصار اللہ ہونے کا اعلان کرتے ہوئے وہ خوب سمجھ رہے تھے کہ اس اعلان کا کیا مطلب ہے،

انصار اللہ ہونے کے کیا تقاضے ہیں اور یہ اعلان کر کے ہم کن ذمہ داریوں اور وفاداریوں کا اقرار کر رہے ہیں...... چنانچہ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ کہنے کے بعد انہوں نے خود ہی ان تقاضوں کو واضح کیا اور خدا سے اپنی وفاداری کا عہد استوار کیا۔

- ......ہم سچے دل سے خدا پر ایمان لائے۔اب ہماری زندگی ایمان کی روشنی میں گزرے گی۔
- ......آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلم اور فرمانبردار ہیں۔ ہم اقرار کرتے ہیں اور آپ کو گواہ بنا کر اقرار کرتے ہیں۔آپ دیکھیں گے کہ ہم خدا کے وفادار بندے ہیں، وفاداری اور جاں نثاری ہی ہمارا شیوہ ہے۔
- ......ہم خدا کی بھیجی ہوئی وحی پر ایمان لائے۔ہم بے چون و چرا اس کی اطاعت کرتے ہیں۔
- ......ہم رسول کی پیروی میں زندگی گزارتے ہیں اور کسی مرحلے میں بھی ان کی قیادت سے سرتابی نہیں کرتے۔
- ......اور ہم اپنے قول و عمل سے اس حق کی شہادت دیتے ہیں جس کا تو نے ہمیں امین بنایا ہے۔

پروردگار! ہماری دعا ہے کہ حشر کے میدان میں ہمارا شمار حق کی شہادت دینے والوں میں ہو، حق کو چھپانے والوں میں نہ ہو، تو نے جب ہمیں اپنے دین کا شعور دیا ہے، اپنے دین کی دعوت قبول کرنے کی توفیق دی ہے اور ہمیں دین کی خدمت کے لئے قبول کرلیا ہے تو ہم ہر حال میں حق کی شہادت دیں گے دل سے، زبان سے، عمل سے اور اگر ضرورت ہوگی تو جان دے کر یہ شہادت دیں گے کہ یہی اصل شہادت ہے لہٰذا اے ہمارے رب! ہمارا نام حق کی شہادت دینے والوں میں لکھ اور ان لوگوں میں ہرگز نہ لکھ جو حق واضح ہونے کے بعد اپنے قول و عمل سے حق کی شہادت دینے کے بجائے حق کو چھپانے کا سنگین جرم کرتے ہیں۔

آپ نے بھی خدا کی دعوت پر لبیک کہا ہے دعوت اسلامی کو قبول کیا ہے اور انصار اللہ ہونے کا اقرار کیا ہے، اپنے جذبات، احساسات، تمناؤں اور آرزوؤں کا جائزہ لیجئے۔اپنے حوصلوں، ارادوں اور ولولوں پر نگاہ ڈالیے۔اپنے قول و عمل پر نظر کیجئے، اپنی شب و روز کی سرگرمیوں کا تجزیہ کیجئے اور اپنے رب سے آپ نے جو عہد کیا ہے اسی کو گواہ بنا کر انصاف کے ساتھ اپنا احتساب کیجئے کہ آپ کے ذہن و فکر، علم و فن، مال و دولت اور جسم و جان کی قوتیں کہاں صرف ہو رہی ہیں اور خدا نے اس دور میں اپنے کروڑوں بندوں میں سے اپنے دین کی خدمت کے لیے آپ ہی کو منتخب فرمایا ہے تو خدا کے اس انتخاب کے ساتھ آپ کا سلوک کیا ہے۔
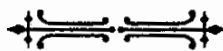
(۸۹) مرید سادہ رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے یہ توفیق شیخ کو بھی مل جائے

آپ خود کو دیندار سمجھتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ ''کل'' خدا آپ کو آپ کی دینداری کا صلہ عطا فرمائے گا...... خدا آپ کی امید کو پورا کرے اور آپ کی دینداری کو سند قبولیت بخشے لیکن کبھی آپ نے اپنی دینداری کا سنجیدگی سے جائزہ بھی لیا ہے؟ آپ اپنی نظر میں دیندار ہیں اور دین کے تقاضوں پر ٹھیک ٹھیک عمل کر رہے ہیں لیکن قرآن وسنت کی رو سے بھی آپ کی دینداری مطلوب ومقبول ہے یا نہیں؟ سوچنے کی بات یہ ہے۔ ''کل'' حشر کے میدان میں آپ کی فلاح ونجات کا فیصلہ اس بنیاد پر نہ ہوگا کہ آپ اپنی نظر میں دیندار تھے اور اپنی سمجھ کے مطابق دین کے مطالبے پورے کر رہے تھے بلکہ فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا کہ خدا کی نظر میں واقعی دیندار ہیں یا نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ دنیا میں آپ دیندار سمجھے جاتے رہے ہوں، لوگ آپ کی دینداری نہیں دین کا نمائندہ تسلیم کرتے رہے ہوں، آپ بھی خود کو دیندار سمجھتے رہے ہوں اور اپنے زعم میں آپ دین پر عمل کرنے والے بھی ہوں لیکن خدا کی نظر میں آپ کی دینداری وہ دینداری نہ ہو جو خدا کو مطلوب ہے۔ قدم بڑھانے سے پہلے آپ دین پسندی اور اپنی روش کا جائزہ لیجئے اور بے لاگ جائزہ لیجئے۔ اس معاملے میں لاپروائی اور تساہل کریں گے تو اپنے ساتھ ظلم کریں گے۔

''کل'' آپ کی دین پسندی اور دینداری کا فیصلہ ہوگا اور آپ کا انجام آپ کے سامنے آئے گا۔ یہ انجام انتہائی خوش کن بھی ہوسکتا ہے اور انتہائی بھیانک بھی...... یہ ''کل'' بہت قریب ہے اس لئے سورج ڈوبنے اور طلوع ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ ''کل'' کسی وقت بھی شروع ہوسکتا ہے۔ اس کا آغاز صرف آپ کی آنکھ بند ہونے کا منتظر ہے۔ آپ کی آنکھ کسی وقت بھی بند ہوسکتی ہے۔ کچھ نہیں معلوم موت کب آجائے اور کس حالت میں آجائے اور فکر وعمل کی یہ مہلت ختم ہو جائے۔ یہ مہلت پھر کبھی نہ ملے گی۔ ٹھہر کر سوچیے کہیں آپ اسے ضائع تو نہیں کر رہے ہیں؟

آپ اپنی دانست میں دین پر عمل کر رہے ہیں، سوسائٹی میں ایک دیندار مسلمان کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں، لوگ آپ کی ذات سے دین کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور میں آپ کو یاد دہانی کرا رہا ہوں کہ اپنی دینداری کا جائزہ لیجئے۔ بے شک میری یہ جرأت کچھ عجیب سی ہے، ممکن ہے آپ بھی اپنے اندر کچھ برہمی محسوس کر رہے ہوں اور کڑھ رہے ہوں لیکن یقین مانیے! میرا فرض مجھے اُکسا رہا ہے، آپ کی خیر خواہی مجھے آمادہ کر رہی ہے، آپ کی محبت مجھے اُبھار رہی ہے کہ آپ سے کرنے کی بات یہی ہے، میں اپنے ساتھ بھی ظلم کروں گا اور آپ کے ساتھ بھی اگر آپ کو متوجہ نہ کروں۔ آپ

ٹالیں نہیں، رک کر غور کریں اور خدا سے ہدایت کی دعا کر کے غور کریں، خدا ہمیں اور آپ کو اس وقت کی رسوائی سے محفوظ رکھے جب تلافی کی کوئی شکل نہ ہوگی۔ ''آج'' فکر وعمل کا موقع ہے، سوچیے اور اپنے آپ کو بدل ڈالیے۔ ''کل'' صرف انجام دیکھنے کا وقت ہوگا۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۝ (سورہ حشر ۵۹:۱۸)

''ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ وہ کل کے لئے کیا فراہم کر رہا ہے۔''

بے شک اسلام کا نام لینے والوں میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو اس ''کل'' کی فکر سے بے نیاز ہیں، ان کو صرف ''آج'' سے شغف ہے، وہ ہرگز نہیں چاہتے کہ ''کل کی فکر'' سے اپنے ذہن کو بوجھل بنائیں۔ وہ صرف اس لیے جی رہے ہیں کہ دادِ عیش دیں۔ آپ مجھے ان کی طرف متوجہ نہ کریں۔ اس وقت میں صرف آپ سے بات کر رہا ہوں، آپ کو متوجہ کر رہا ہوں کہ آپ اپنے ذہن وفکر کا جائزہ لیں، اپنی روش کا جائزہ لیں، آپ کو ''کل کی فکر'' کا دعویٰ ہے، آپ سوچیں کہ دین کے معاملے میں آپ کا انداز فکر وعمل واقعی وہی ہے جو آپ کے خدا کو مطلوب ہے اور جس سے صلہ پانے کی توقع میں آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ''کل'' فیصلے کے دن خدا آپ کی دینداری آپ کے منہ پر دے مارے اور آپ سے کہے! ''تم نے میرے دین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھال لیا تھا، اپنی خواہشات کو میرے دین کے تابع نہیں بنایا تھا، تم مومن نہیں ہو، میرے رسول ﷺ نے تمہیں صاف صاف بتا دیا تھا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (مشکوٰۃ)

''تم میں سے کوئی مومن نہیں ہے جب تک اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔''

دین کے مطابق زندگی گزارنے کی خواہش رکھنے والوں میں عام طور پر تین نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں۔

1. ترک دنیا۔
2. دنیا کے ساتھ دین۔
3. دین کے لیے دنیا۔

مسلمانوں میں تینوں قسم کے نقطۂ نظر رکھنے والے لوگ موجود ہیں اور تینوں قسم کے لوگ اپنے اپنے اختیار کیے ہوئے نقطۂ نظر کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن وسنت سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلے نقطۂ نظر کا حاصل یہ ہے کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے، مومن کا اصلی گھر آخرت ہے، اس کا سب سے برا دشمن اس کا اپنا نفس ہے، اس کی خواہشات کا گلا گھوٹنا، اس کی ضرورتوں کو پورا نہ کرنا بلکہ اس کو ایذا دینا اور دنیا کی ہر نعمت، لذت، آسائش اور سہولت سے اس کو محروم رکھنا ہی اس کی ترقی کا راستہ ہے۔

دیندار وہی ہے جو دنیا کے دھندوں سے دور رہے، دنیا والوں سے الگ تھلگ زندگی گزارے، دنیا کے معاملات سے تعلق نہ رکھے، دنیوی زندگی اور اس کے لوازم کی فکر سے بے نیاز رہے، جو ہمہ وقت ذکر وفکر، تسبیح وتہلیل، عبادت وریاضت میں لگا ہو...... دنیا کی زندگی میں اس کی مثال اس مسافر کی سی ہو، جو دوپہر کی دھوپ میں چند لمحے ستانے کے لیے کسی درخت کے سائے میں ٹک گیا ہو۔ دیندار آدمی وہ نہیں ہے جو مردار دنیا پر للچائی نظر ڈالے...... اور اس کو حاصل کرنے کا دل میں خیال لائے۔ دیندار وہ ہے جو صرف آخرت کی سوچے اور اس ایک فکر کے سوا ہر فکر سے اس کا ذہن خالی ہو۔

دنیا کی لذتوں کو چھوڑنے اور یہاں کے عیش سے منہ موڑنے کا جس میں حوصلہ نہ ہو، دین میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ آخرت کی کامرانی صرف ان ہی جواں مردوں کے لیے ہے جو دنیا کو ترک کرنے، اپنے دل سے اس کی محبت کھرچ پھینکنے اور اسکی رنگینیوں سے آنکھ بند کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔

اس نقطۂ نظر کے بہت سے اجزا صحیح ہیں۔ قرآن وسنت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور بزرگوں کے اقوال واعمال سے بھی۔ امت کے اولیا، صوفیا، اور صلحا کی زندگیوں کی جو تصاویر ہم تک منتقل ہوتی ہیں، ان سے بھی اس نقطۂ نظر کے بہت سے اجزا کو تقویت ملتی ہے...... اس صورت حال میں یہ جرأت تو نہیں ہوتی کہ ان حضرات پر کوئی تلخ تنقید کی جائے، یا ان پر فہم دین سے محرومی کا الزام لگایا جائے لیکن یہ بات بلاخوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ یہ نقطۂ نظر بحیثیت مجموعی نہ پوری امت کے لئے قابل عمل ہے، نہ قرآن وسنت کی مجموعی تعلیمات اس کی حمایت کرتی ہیں، نہ دور سعادت میں امت کا یہ مجموعی نقطۂ نظر رہا ہے، نہ اس کو مطلوب بنا کر آپ اسلام کو اس حیثیت سے پیش کرسکتے ہیں کہ یہ پوری زندگی کا دین ہے زندگی کے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے اور یہ پوری زندگی کو اپنے نقشے کے مطابق تعمیر کرتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں کچھ افراد تو ایسے ہو سکتے ہیں جو اپنے مخصوص ذوق اور افتادِ طبع کی بنا پر دنیا کے دھندوں سے نگاہیں بند کرلیں لیکن بحیثیت مجموعی پوری امت کے لئے یہ نقطۂ نظر قابل قبول نہیں ہوسکتا اسی لئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔

''اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔''

دوسرے نقطۂ نظر کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے ساتھ ساتھ دین کو اپنایا جائے، دنیا کی نعمتیں اور ترقیاں نظرانداز کرنے کی چیزیں نہیں ہیں یہ دنیا کی رنگینیاں، یہ حسن و جمال، یہ سکون و آسائش، یہ عیش و لذت کے سامان، یہ کیف و مستی کے اسباب، یہ گوناگوں نعمتیں اسی لئے ہیں کہ خدا کے بندے اس سے فائدہ اٹھائیں اور لذت اندوز ہوں، اس کے ساتھ ساتھ جس قدر ممکن ہو دین کے اصول و احکام کی بھی پابندی کی جائے۔ دین ترک دنیا کا سبق نہیں دیتا۔ وہ دنیا میں رہنے اور دنیا برتنے کے احکام دیتا ہے اور اس سے ہرگز نہیں روکتا کہ آدمی اپنی دنیا بنائے۔

اس نقطۂ نظر کے بعض اجزا بھی صحیح ہیں اور بظاہر یہ نقطۂ نظر بڑا معتدل اور بے ضرر سا نظر آتا ہے کہ آدمی دنیا کی کامیابی بھی حاصل کرے اور اپنی عاقبت بھی سنوارے۔ اس نقطۂ نظر میں بڑی جاذبیت ہے کہ دنیا بھی ہاتھ سے نہیں جاتی جو انسان کے لئے انتہائی دلکش ہے اور آخرت بننے کی بھی امید رہتی ہے جس کا کھٹکا باشعور انسان کو لگا رہتا ہے۔

آپ مسرور ہیں کہ آپ نے دینداری کا یہ نہایت جامع تصور اپنا رکھا ہے، آپ دنیا میں رہ کر دین کے تقاضے پورے کر رہے ہیں اور صحیح تصور کے ساتھ دنیوی زندگی گزار رہے ہیں...... بے شک آپ نے صحیح جذبات کے ساتھ دین کی راہ پر چلنے کا ارادہ کیا ہوگا لیکن شیطان اپنی ذہانت سے آپ کو دین سے بہت دور لے گیا ہے اور اب صرف دنیا آپ کا مطلوب بن گئی ہے۔ بے لاگ جائزہ لیجئے اپنے نقطۂ نظر کا اور اپنی دوڑ دھوپ پر انصاف کی نظر ڈالیے۔ اپنے نفس کے چور کو پکڑنے مین بصیرت و ذہانت سے کام لیجیے۔ میرا خیال ہے دنیا کی بے پناہ کشش، نفس کے فریب اور شیطان کی سازش نے آپ کو الجھالیا ہے۔ اندر سے آپ خالص دنیا پرست ہیں باہر سے دینی خول ہے اور نہایت موٹا خول۔ نفس کی تاویلات نے آپ کو دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے، آپ کے نزدیک دنیا ہر حال میں مقدم ہو گئی ہے۔ دین آپ کی زندگی میں صرف اس لیے ہے یا اس کی حیثیت یہ بن گئی ہے کہ وہ آپ کی دنیا بنانے کا ایک ذریعہ ہے۔

بے شک آپ لوگوں کو دین کی طرف متوجہ بھی کرتے ہیں۔ اپنی حکیمانہ گفتگو اور شیریں اندازِ کلام سے انہیں متاثر بھی کرتے ہیں، اسٹیج سے آپ دین پر مرتب تقریریں بھی کرتے ہیں، دین کے موضوع پر آپ کی تحریریں بھی نہایت جاندار ہیں، اسی حیثیت سے ملک میں آپ کا تعارف بھی ہے اور آپ کی تحریر و تقریر کے چرچے بھی ہیں لیکن جب میں قریب سے آپ کو دیکھتا ہوں یا کبھی آپ کے مصنوعی چہرے سے نقاب الٹ جاتی ہے اور آپ کے حقیقی چہرے کی جھلک نظر آجاتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دینداری آپ کا پیشہ ہے اور دینداری کو ایک فن کی حیثیت سے آپ نے اپنا رکھا ہے۔ آپ کا حقیقی

نصب العین دنیا پرستی ہے، زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی فکر ہر وقت آپ پر غالب ہے اور بدقسمتی سے دین کو آپ نے اس کا ذریعہ بنالیا ہے یا بن گیا ہے۔

آپ یہود کے کردار پر تنقید کرتے ہیں کہ وہ تھوڑی قیمت میں اللہ کی آیتوں کو بیچتے تھے، بے شک آپ تھوڑی قیمت میں نہیں بیچ رہے ہیں، آپ بڑی قیمت وصول کر رہے ہیں اور مگن ہیں کہ خدمت دین آپ کا مشغلہ ہے۔

آپ سوچتے کیوں نہیں؟ آپ کے قریب ترین لوگ، شب و روز آپ کے ساتھ رہنے والے لوگ آپ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ یہ لوگ آپ کو قریب سے دیکھ کر دین سے برگشتہ کیوں ہو جاتے ہیں، یہ آپ کے معاملات سے غیر مطمئن کیوں ہیں، یہ آپ کو پکا دنیادار اور مال پرست کیوں کہتے ہیں، یہ آپ کی دینداری کو ڈھونگ کیوں بتاتے ہیں؟ آپ اپنی تاویلات سے اپنے نفس کو دھوکا تو دے سکتے ہیں، اپنی چرب زبانی سے خلق خدا کو خاموش بھی کر سکتے ہیں لیکن ان کے دلوں کو مطمئن نہیں کر سکتے۔

خدارا! اپنی روش پر غور کیجیے، خدا نے آپ کو دین کی دولت سے نوازا تھا، آپ نے اسے دنیا سے بدل ڈالا، باقی کو چھوڑ کر فانی کے پیچھے پڑ گئے۔ اب آپ کی شخصیت میں وہ جاذبیت ہے نہ وہ سوز ہے، نہ دین کی وہ لگن ہے نہ دین کے لیے کچھ کرنے کی وہ تڑپ ہے۔ اگر کچھ ہے تو صرف یہ کہ دنیا بنانے کا کوئی موقع آپ کے ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

بے شک آپ خیرات بھی کر لیتے ہیں، دین کے نام پر کچھ خرچ بھی کرتے ہیں، خدمت دین کے لیے کچھ وقت بھی نکالتے ہیں...... ممکن ہے یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ سوسائٹی میں اسی حیثیت سے آپ کا تعارف ہے اور آپ اپنی ساکھ باقی رکھنے میں اپنا فائدہ محسوس کرتے ہیں۔ کیا آپ سوچتے ہیں کہ اپنی پوری قوت و صلاحیت، اپنے سارے وسائل و ذرائع دنیا سمیٹنے میں کھپا دینے کے ساتھ ساتھ چند ٹکے دین کے لیے صرف کرنے اور چند لمحے دین کے موضوع پر گفتگو کرنے سے دین کی خدمت کا حق ادا ہو جائے گا اور خدا کی نظر میں آپ دیندار قرار پائیں گے۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھیے...... اور خلق خدا غائبانہ جو کچھ آپ کو کہتی ہے اس کو جاننے کی کوشش کیجیے۔ مشتعل ہونا چھوڑیے، آج موقع ہے سوچ لیجیے، اپنی ذات پر ظلم نہ کیجیے۔ ہدایت مل جانے کے بعد پھر اسے ٹھکرانا اور دین کے بجائے دنیا کو اپنا مطلوب بنانا بدترین قسم کی محرومی ہے، خدا آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔

بے شک آپ کو کچھ ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں جو آپ کی روش کو حق بجانب ٹھہراتے ہیں، اپنی سادہ لوحی سے آپ کی تاویلات سے مطمئن ہوجاتے ہیں، آپ کی کوششوں کو سراہتے ہیں اور آپ کی حمایت کرنے لگتے ہیں لیکن آپ کے حقیقی بہی خواہ وہی ہیں جو آپ پر بے لاگ تنقید کرتے ہیں۔ ان کی تنقید تلخ سہی، ان کا انداز جارحانہ سہی لیکن وہ آپ کے محسن ہیں۔ ''آج'' کا بڑے سے بڑا نقصان ''کل'' کے معمولی سے معمولی نقصان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ''آج'' کی رسوائی کو خوشی خوشی برداشت کرلیجیے اور اس فکر میں لگ جائیے کہ ''کل'' رسوائی نہ ہو۔

آپ خود کو اور دوسروں کو مطمئن کرتے ہیں کہ دین دنیا سے کٹنے کی تلقین نہیں کرتا، وہ دنیا کی ترقیوں سے نہیں روکتا۔ محترم! بالکل بجا لیکن بڑا فرق ہے اس بات میں کہ آدمی دین کا سہارا لے کر دنیا بنانے ہی میں مگن ہوجائے اور اس بات میں کہ دنیا کی طرف صرف اس لیے متوجہ ہو کہ اس کو اپنی عاقبت سنوارنے کا ذریعہ بنائے۔ اس کا صحیح فیصلہ تو کل حشر کے میدان میں علام الغیوب ہی کرے گا لیکن خدا کے بندے بھی کسی نہ کسی درجے میں محسوس کرلیتے ہیں کہ آپ نے اپنی دنیا، دین پر نثار کردی ہے یا اپنے دین کو دنیا بنانے کے لیے قربان کررہے ہیں۔ اس احساس کو سب سے بڑی نعمت سمجھیے اور اس سے فائدہ اٹھائیے۔ آپ یوں کیوں سوچتے ہیں کہ اپنے بارے میں جو فیصلہ کررہے ہیں صرف وہی صحیح ہے۔ اگر آپ کو اپنا انجام عزیز ہے تو کھلے ذہن کے ساتھ لوگوں کے فیصلے سنیے، ان کی رایوں کو بھی وزن دیجیے......اور ان سے اپنی اصلاح میں مدد لیجیے۔

دینداری کا تیسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دنیا سے کٹنا بھی صحیح نہیں ہے اور اس میں الجھنا بھی صحیح نہیں ہے۔ دنیا آزمائش اور امتحان کی ایک مہلت ہے۔ یہاں خدا نے آپ کو جو کچھ دیا ہے، جس حال میں رکھا ہے اور جن نعمتوں سے نوازا ہے انہی میں آپ کی آزمائش ہے......ان پرچوں کو چھوڑ کر بھاگنا، ان کو حل کرنے سے جی چرانا، ان سے غفلت برتنا بھی آپ کی ناکامی ہے اور اس امتحان کی مہلت ہی کو سب کچھ سمجھ کر اسی میں مگن ہونا اور امتحان کے بعد نتیجے کی زندگی سے بے پروا ہوجانا بھی حماقت اور ناکامی ہے۔

دنیا اور دنیا کی نعمتوں سے آپ کا تعلق صرف یہ ہے کہ آپ ان سے اپنی عاقبت سنوارنے میں مدد لیں۔ دنیا میں ہر ترقی، ہر نعمت، ہر آسائش آپ کے لیے ہے لیکن اس طرح کہ کبھی ان میں سے کوئی چیز آپ کا مقصود نہ بنے، مسافر راستے کی ہر چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن اس کی نگاہ ہمہ وقت منزل پر رہتی ہے۔ اگر اس کا سفر اس لیے ہو کہ اس کے ذریعے سے اپنی منزل کو سنوارنا اور کامیاب بنانا ہے تو وہ

سفر اس کی پوری مہلت میں ہر ہر چیز کو اسی حیثیت سے دیکھے گا اور صرف اتنا ہی تعلق رکھے گا جتنا اس کے مقصد اور منزل کے لحاظ سے ناگزیر ہوگا۔ سفر کے دوران ملنے والی نعمتوں اور آسائشوں کے پیچھے وہ اس طرح ہرگز نہیں پڑے گا کہ اپنی منزل بھول جائے اور سفر ہی کو منزل بنا بیٹھے۔

اس نقطۂ نظر کو اپنانے والا، ہر عملی میدان میں پیش پیش ہوگا لیکن صرف اس لیے کہ اس کو اپنی آخرت بنانے کا ذریعہ بنائے۔ وہ کوئی موقع ضائع نہ ہونے دے گا۔ وہ آخرت کا حریص ہوگا۔ خدا کے رسول ﷺ نے ایک حدیث میں نہایت جامع انداز میں اس نقطۂ نظر کو بیان فرمایا ہے اور اس کی تائید و تصدیق قرآن و سنت کے پورے ذخیرے سے ہوتی ہے۔

اِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَاَنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ. فَاتَّقُوا الدُّنْيَا (مسلم)

''بے شک یہ دنیا بڑی شیریں، شاداب اور دلکش ہے، اللہ نے اس میں تمہیں جانشین مقرر کیا ہے تاکہ وہ تمہیں جانچے کہ تم کیا روش اختیار کرتے ہو، پس دنیا سے بچ بچ کر رہو۔''

دوسرے اور تیسرے نقطۂ نظر میں بظاہر بڑی مشابہت ہے لیکن ان دونوں میں جوہری فرق ہے۔ دوسرے نقطۂ نظر کو اپنانے والا ہر چیز کو دنیوی منفعت کے پیمانے سے تولتا ہے اور اسی لحاظ سے اس کی قیمت متعین کرتا ہے۔ تیسرے نقطۂ نظر کو اپنانے والا ہر چیز کو آخرت کے پیمانے سے تولتا ہے اور اسی لحاظ سے اس کی قیمت متعین کرتا ہے۔ ایک دنیا کے ساتھ ساتھ دین سے تعلق جوڑے رکھنے کی خواہش رکھتا ہے اور ایک دین کی خاطر دنیا کو برتنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ دونوں کا انجام یکساں ہو؟

⑨⓪ میدانِ حشر کے پانچ سوال

خدا کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ حشر کے میدان میں ہر ہر شخص سے پانچ سوال کیے جائیں گے اور جب تک وہ ان پانچ سوالوں کے جواب نہ دے لے گا، مجال نہیں کہ وہ خدا کے حضور سے قدم ہٹا سکے۔

1. اس نے اپنی زندگی کن کاموں میں لگائی۔
2. اپنی جوانی کو کن کاموں میں کھپایا۔
3. مال و دولت کن ذرائع سے حاصل کیا۔

④ مال و دولت کن کاموں میں خرچ کیا۔
⑤ اور جو علم حاصل تھا اس پر کہاں تک عمل کیا۔

بہت جلد وہ دن آنے والا ہے جب ہم اور آپ حشر کے میدان میں کھڑے ہوں گے اور ان سوالوں کے جوابات دے رہے ہوں گے کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس زندگی میں ان سوالوں کے صحیح جوابات تیار کر رہا ہے اور ان سوالوں کو سامنے رکھتے ہوئے شعور کی زندگی گزار رہا ہے۔ زندگی آپ کو بھی ملی ہے، جوانی کی نعمت سے آپ بھی نوازے گئے ہیں، مال و دولت کے آپ بھی مالک ہیں، مال آپ بھی خرچ کر رہے ہیں، آپ کو بھی بہت کچھ علم حاصل ہے اور آپ بھی عمل کر رہے ہیں۔ سوچیے آپ کیا جوابات تیار کر رہے ہیں اور کل خدا کو خوش اور مطمئن کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں؟

اصلی زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے ...... دنیا کی زندگی بہت مختصر اور فانی ہے۔ آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے، وہاں کا سکھ بھی ہمیشہ کا ہے اور وہاں کا دکھ بھی دائمی ہے۔ دنیا کی اس قلیل زندگی میں آپ کے رب نے آپ کو مہلت اور موقع دے رکھا ہے کہ آپ اپنی کوششوں سے اپنے لئے آخرت کی جیسی زندگی چاہیں بنا لیں...... ہمیشہ کا سکھ بھی آپ اپنے لئے فراہم کر سکتے ہیں اور ہمیشہ کا دکھ بھی آپ ہی کے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔ آپ ہر لحہ دنیا کی زندگی سے دور اور آخرت کے انجام سے قریب ہو رہے ہیں اور آپ کو شعور ہو یا نہ ہو آپ کی زندگی ان پانچ سوالوں کا جواب تیار کر رہی ہے۔ یہ جوابات خدا کے فضل سے آپ کو حسن انجام سے ہمکنار بھی کر سکتے ہیں اور یہی جوابات آپ کو خدا کے غضب میں گرفتار بھی کر سکتے ہیں۔

مسئلہ آپ کی اپنی زندگی کا ہے، نہ محض عقلی طور پر حل کر لینے کا یہ مسئلہ ہے نہ اس کا تعلق کسی اور سے ہے۔ آپ سے اور صرف آپ سے اس کا تعلق ہے اور صرف آپ ہی کو اسے حل کرنا ہے کوئی دوسرا اگر اس کے حل کرنے میں اپنا سب کچھ کھپا دے تب بھی آپ کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا اور اگر آپ اپنے مسئلہ کو صحیح صحیح حل کرنا چاہیں تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی آپ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ آپ کا ذاتی اور شخصی مسئلہ ہے، آپ سوچنے کی زحمت اٹھائیں یا نہ اٹھائیں آپ کی زندگی بہرحال ان سوالات کے جوابات تیار کر رہی ہے اور اپنے وقت پر یہ جوابات بہرحال پیش ہوں گے۔

پھر معاملہ اس خدا سے ہے جس کے علم سے کوئی ذرّہ پوشیدہ نہیں۔ آسمان کی فضائیں ہوں، یا زمین کی تہیں، پہاڑوں کی چٹانوں کے سینے ہوں، یا سمندر کی اتھاہ گہرائیاں، جہاں کہیں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے علم میں ہو رہا ہے۔ وہ عادل و حکیم ہے، اس کے یہاں کسی کے ساتھ ناانصافی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ آپ نے ذرّہ بھر نیکی کی ہوگی تو یقیناً اس کا صلہ آپ کے سامنے آئے گا اور ذرّہ بھر برائی کی ہوگی تو لازماً

اس کا بدلہ بھی آپ کو بھگتنا پڑے گا۔ نہ آپ اس کی گرفت سے بچ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں نہ اسے دھوکا دے سکتے ہیں، نہ غلط بیانی یا چرب زبانی سے اسے مطمئن کر سکتے ہیں، نہ دنیا میں واپسی کا امکان ہے، نہ مزید سہولت ہی مل سکتی ہے، نہ خدا کے فیصلے کو چیلنج کیا جا سکتا ہے...... حشر کا فیصلہ اٹل ہے، سنجیدگی سے سوچیے کہ آپ کیا فیصلہ چاہتے ہیں...... آج ہی آپ کو موقع حاصل ہے، آج آپ دار العمل میں ہیں۔ کل دار الحساب میں ہوں گے اور عمل کی مہلت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہوگی۔

کیا آپ کو کبھی اس سوال نے لرزایا کہ آپ نے مال کہاں خرچ کیا۔ بظاہر یہ کتنا معمولی سا سوال ہے مگر یہ ہرگز معمولی سوال نہیں ہے۔ اس سوال پر آپ کی آخرت بننے اور بگڑنے کا مدار ہے۔ اس وقت ہم صرف اسی ایک سوال پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ اچھے اچھے دیندار اور باشعور افراد بھی اکثر اس سوال کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتے اور انہیں یہ حقیقت لرزہ براندام نہیں کرتی کہ ہم جس طرح اور جن کاموں میں اپنا مال خرچ کر رہے ہیں، اس کے بارے میں کل خدا کے حضور کھڑے ہو کر ہمیں خدا کو جواب دینا ہے۔

آپ پابندی سے زکوٰۃ دیتے ہیں، صدقہ وخیرات میں بھی خرچ کرتے ہیں اور کبھی تنگ دلی اور بخل کا مظاہرہ نہیں کرتے لیکن یہ بھی اطمینان کر لیجئے کہ آپ جہاں جہاں اور جس طرح خرچ کر رہے ہیں، ٹھیک ٹھیک خدا کی مرضی کے مطابق کر رہے ہیں یا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ دین کی ضرورت اور خدا کی مرضی کچھ اور ہو اور آپ کا طرز عمل کچھ اور ہو۔

آپ نے حج ادا کر لیا اور خدا نے آپ کو اتنا دیا ہے کہ بار بار آپ نفلی حج کریں۔ اس میں کیا شک ہے کہ بیت اللہ کی حاضری مومن کے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔ آپ بار بار اس سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں...... آپ کے پڑوس میں ایک بیوہ ہے جو نان شبینہ کی محتاج ہے، محلے ہی میں ایک دق کا مریض ہے جس کے کئی بچے ہیں۔ خستہ حال، فاقوں کے مارے، تعلیم و مذہب سے محروم، آپ کی بستی میں کتنے ہی نوجوان واہی تباہی گھوم رہے ہیں، نہ ان کے روزگار کا کوئی بندوبست ہے نہ ان کی تعلیم و تربیت کا، ان کی آوارگی اور بے راہ روی نہ صرف معاشرے کے لیے وبالِ جان ہے بلکہ ان کا وجود اسلام کے لیے بھی بدنامی کا باعث ہے۔ دق کے اس مریض نے آپ کو متوجہ بھی کیا، بیوہ نے بھی اپنی خستہ حالی آپ کو بتائی، نوجوانوں کی بے راہ روی سے بھی آپ کو روشناس کرایا گیا لیکن آپ نے کوئی نوٹس نہ لیا...... آپ کو تو یہ دھن ہے کہ بیت اللہ کی زیارت کر آئیں۔

برسات کی رات تھی امجد شاہ کو آپ نے اپنے گھر سے نکال دیا، اس کی بیوی نے آپ سے گڑگڑا کر التجا کی کہ دو ماہ کی مہلت دے دیجئے، وہ آپ کا مکان خالی کر دیں گے لیکن آپ نے زبردستی دھکے دے کر اسے نکال دیا۔ اس کے ساتھ معصوم بچے بھی سہم سہم کر آپ سے درخواست کرتے رہے مگر آپ نے ایک نہ سنی، ان مظلوموں نے پیڑ کے نیچے بارش میں رات گزاری اور دوسرے دن آپ نے وہ

مکان مدرسہ کے لیے وقف کر دیا، آپ کو دھن تھی کہ جلد از جلد زندگی ہی میں یہ کام کر جاؤں۔

آپ کی بستی میں سیلاب آیا، لوگوں کے گھر اجڑ گئے، لوگ دانے دانے کو محتاج ہو گئے۔ پریشان حالی سے لوگ پریشان ہو گئے۔ آپ ان کی مدد کر سکتے تھے، فاقہ مست بھوکے بچوں کے لیے کھانے پینے کا انتظام کر سکتے تھے، ان خانہ خراب لوگوں کے لیے چھپروں کا انتظام کر سکتے تھے، سیلاب کے مارے سسکتے مریضوں کی دوا دارو کا انتظام بھی کر سکتے تھے۔ آپ کو متوجہ بھی کیا گیا لیکن آپ نے ایک سن کر نہ دی اور یہ جواب دے کر لوگوں کو مطمئن کرنا چاہا کہ آپ کے سامنے بہت بڑا کام ہے، آپ کئی لاکھ دینی کتابیں چھاپنا چاہتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کا کام ہو سکے۔

آپ کے ادارے میں کتنے ہی ملازم مالی پریشانی سے تنگ آ کر خودکشی کرنا چاہتے ہیں، کتنوں کی ضرورتیں پوری نہیں ہوئیں تو مجرمانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں...... انھوں نے آپ کو اپنی خستہ حالی اور پریشانی کا حال سنانا چاہا تو آپ نے جھڑک دیا لیکن اخبارات میں خبریں شائع ہوئیں کہ آپ پبلک کے لئے مسافر خانہ کھول رہے ہیں تاکہ مسافر کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کی زندگی کی یہ چند جھلکیاں ہیں۔ خدارا غور کیجئے کہ کل جب خدا آپ سے پوچھے گا کہ تو نے مال کہاں کہاں خرچ کیا تو آپ اپنا یہ طرزِ عمل بتا کر واقعی خدا کو خوش کر سکیں گے کہ آپ نے اپنا مال واقعی صحیح مصارف میں خرچ کیا۔ کیا آپ مطمئن ہیں کہ آپ نے دین کے تقاضوں کے مطابق خرچ کیا اور آپ کا یہ صدقہ وخیرات خدا کے یہاں قبول ہوگا؟

آپ کا کام صرف یہی نہیں ہے کہ آپ راہِ خدا میں خرچ کریں، یہ بھی آپ ہی کی ذمہ داری ہے کہ صحیح مصارف میں خرچ کریں، دین کا جہاں جہاں تقاضا ہو وہاں خرچ کریں...... بے شک مال آپ کا ہے لیکن آپ اگر خدا کی راہ میں خرچ کر کے خدا سے صلہ چاہتے ہیں تو خدا کے دین سے یہ بھی معلوم کیجیے کہ میں کہاں صرف کروں اور کس طرح صرف کروں۔ اپنے ذوق کی تسکین اور اپنے نفس وقلب کے اطمینان کے لئے خرچ کر رہے ہیں تو خدا سے صلے کی طلب نہ کیجئے۔ خدا سے صلہ تو اسی شخص کو مل سکتا ہے جو خدا کی مرضی کے مطابق خرچ کرے، دین کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق خرچ کرے اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے لرزتے رہیں کہ آپ نے واقعی جہاں جہاں خرچ کیا ہے اور جس جس انداز میں خرچ کیا ہے اس سے دین کا منشا بھی پورا ہوا یا نہیں اور خدا کا جو حکم تھا وہ بھی پورا ہو سکا یا نہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رٰجِعُونَ ﴿۶۰﴾

(سورۃ المومنون-۶۰)

"اور وہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور دل ان کے اس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ہم کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص چوری، زنا اور شراب نوشی کرتے ہوئے اللہ سے ڈرے؟ فرمایا: ''نہیں اے صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے اور پھر خدائے عزوجل سے ڈرتا رہتا ہے۔''

(۹۱) آپ اور آپ کے پڑوسی

اسلامی دنیا کے مشہور بزرگ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے رخصت ہوئے زمانہ گزر چکا لیکن ان کی روشن زندگی کی ہر جھلک آج بھی روشنی دکھاتی ہے۔ حضرت کے پڑوس میں بالکل ہی دیوار کے نیچے ایک مجوسی رہا کرتا تھا۔ حضرت اپنے پڑوسی کے ساتھ ہر طرح حسن سلوک کرتے لیکن پڑوسی نہ جانے کیوں حضرت سے بغض رکھتا تھا، دل کی جلن نکالنے کے لیے وہ روزانہ رات گئے اپنی دیوار سے اپنے گھر کا کوڑا اور غلاظت حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں ڈال دیا کرتا۔

حضرت تستری رحمۃ اللہ علیہ بھی ظاہر ہے انسان ہی تھے اس بدسلوکی پر تکلیف فطری بات تھی لیکن طبیعت پر جبر کرتے، صبر سے کام لیتے اور خاموشی سے کوڑا اور غلاظت اپنے ہاتھ سے اٹھا کر باہر پھینک آتے...... عرصے تک ایسا ہوتا رہا، مجوسی کوڑا پھینکتا رہا اور حضرت صاف کرتے رہے۔ اس دوران حضرت نے خاموشی سے مجوسی کو متوجہ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا، حضرت یہ تکلیف سہتے رہے لیکن جواب میں صبر اور خاموشی کے سوا کوئی اور حرکت نہیں کی۔ گھر والے زیادہ پریشان ہوتے اور کچھ کرنا چاہتے تو حضرت صبر کی تلقین کرتے اور رات ہی میں کوڑا کرکٹ اٹھا کر باہر پھینک دیتے تاکہ گھر والے دیکھ کر مشتعل نہ ہوں۔

حضرت بیمار ہو گئے اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو آپ نے پڑوسی مجوسی کو بلوایا اور تنہائی میں اس سے کہا...... بھائی تم جو رات کو کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے۔ میں صحت مند تھا اور میں رات ہی میں اٹھا کر پھینک دیا کرتا تھا۔ اب میں جس حال میں ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو۔ خدا کے لیے اب تم ایسا نہ کرو اس لئے کہ میرے بعد میرے گھر کے لوگ تمہاری اس حرکت کو برداشت نہ کر سکیں گے اور اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں کوئی سخت تکلیف پہنچا دیں۔ میں نے زندگی بھر تمہاری اس حرکت کو برداشت کیا، اب تم مان جاؤ۔''

حضرت نے کچھ اس انداز میں مجوسی سے بات کی کہ اس کا دل بھر آیا۔ شرمندگی سے اس نے سر جھکا لیا اور بولا: ''حضرت! خدا کے لئے آپ مجھے معاف فرمائیں۔ میں نے واقعی آپ کو بہت ستایا اور آپ نے جس صبر و تحمل سے کام لیا وہ حقیقت میں آپ ہی کا حصہ ہے۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ صبر کی یہ بے مثال قوت اسلام ہی کی دین ہے۔ حضرت مجھے معاف فرمایئے اور مجھے اسلام کا کلمہ پڑھایئے۔''

حضرت نے لرزتا ہوا ہاتھ مجوسی کی طرف بڑھایا، اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور لڑکھڑائی ہوئی زبان میں مجوسی کو کلمۂ شہادت پڑھایا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

اس طرح دنیا سے رخصت ہوتے ہوتے بھی حضرت ایک سخت دل مجوسی کو اسلام کی دولت سے مالا مال کر گئے۔ حضرت کے بے پناہ صبر اور حسن سلوک نے مجوسی کا دل موہ لیا اور ایک مثالی مسلمان کا حسین کردار دیکھ کر اسلام کے لیے اس کا دل کھل گیا۔

آپ کے پڑوس میں بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی غیر مسلم رہتا ہو اور نہ رہتا ہو تو ہم میں سے کتنے ہیں جن کے پڑوس میں برسہا برس سے غیر مسلم رہتے ہیں اور اپنی اس ملت کے بارے میں سوچیے کہ اس ملک میں اس کے کروڑوں پڑوسی غیر مسلم ہیں۔ آپ جو کچھ کرتے ہیں، اسے ہر ایک کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، آپ کا کوئی عمل، آپ کا کوئی سلوک، آپ کا کوئی معاملہ، آپ کی کوئی بات، آپ کا کوئی برتاؤ، فضا میں تحلیل ہو کر بے اثر نہیں ہو جاتا۔ آپ کی ہر حرکت آپ کے ساتھی اور پڑوسی پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور اس حرکت کو دیکھ کر وہ صرف آپ کے بارے ہی میں کوئی رائے قائم نہیں کرتا بلکہ اس دین کے بارے میں بھی رائے قائم کرتا ہے جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں۔

آپ کے قول وعمل کو دیکھ کر یا تو لوگوں کے دل اسلام کے لیے کھلتے ہیں یا وہ اسلام سے دور ہوتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے ناطے پڑوسیوں کا آپ پر یہ بھی حق ہے کہ وہ آپ کے گھر سے، آپ کے برتاؤ سے، آپ کے معاملے سے اور آپ کی گفتگو سے اسلام کی روشن تعلیمات سیکھیں اور آپ کے اخلاق و کردار کو دیکھ کر وہ بے اختیار پکار اٹھیں کہ یہ دین یقیناً حق ہے، جو ایسی پاکیزہ زندگیوں کو بناتا ہے۔

حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کو دُنیا سے گزرے زمانہ ہو چکا لیکن کتابوں میں لکھا یہ واقعہ آج بھی پڑھیے تو روح تازہ ہو جاتی ہے، اور کتابوں میں دفن ان زندگیوں سے لوگ آج بھی اسلام کی طرف کھنچتے ہیں لیکن یہ ہماری زندگی کا کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہم چلتے پھرتے انسان زندہ ہوتے ہوئے بھی اپنی زندگیوں سے لوگوں کو اسلام کی طرف لانے میں کامیاب نہیں ہیں۔

اس ملک میں آپ خدا کے دین کے امین ہیں، آپ کے وجود کا مقصد اس ملک میں یہ ہے کہ آپ کی زندگی سے خدا کے بندے دین کو سمجھیں اور سیکھیں اور اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے کے بجائے خدا کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی کا راستہ طے کریں...... آپ اور آپ کی ملت اپنی اس ذمے داری کو کس

حد تک ادا کر رہی ہے۔ یہی وہ فریضہ ہے جس پر ہر مسلمان بھی غور کرے اور یہ ملت بھی جو اس دین کی محافظ بھی ہے اور اس کی داعی بھی...... خواہ اسے اپنی اس حیثیت کا شعور ہو یا نہ ہو۔

اگر آپ کی اور آپ کی ملت کی زندگی بندگانِ خدا کو یہ روشنی نہیں دے رہی ہے اور آپ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے خدا کے بھٹکے ہوئے بندوں کو صحیح راہ نہیں مل رہی ہے تو سوچیے کل حشر کے میدان میں خدا کے حضور آپ کا جواب کیا ہوگا...... اور ملت اسلامیہ کیا جواب دے گی؟

⑨۲ بندگی کس کی؟

بندگی کس کی؟ یہ بھی کوئی سوال ہے۔ بندگی صرف اس کی ہونی چاہئے جس نے پیدا کیا اور ہے کوئی جو ہمارا پروردگار ہے۔

بے شک آپ کا جواب صحیح ہے۔ بندگی کے لائق صرف خدا ہے اور آپ سے تو یہ سوال کرنا اس لیے بھی مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ کو میں نے بار بار قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا ہے، جس کے ہر ہر صفحے میں بار بار اس حقیقت کو دہرایا گیا ہے اور پھر میں نے آپ کو نماز پڑھتے بھی بار بار دیکھا ہے، جس کی ہر رکعت میں آپ یہ الفاظ کہتے ہیں **اِيَّاكَ نَعْبُدُ**، اے خدا! ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں، بلکہ میری خوش گمانی تو یہ ہے کہ آپ کو تہجد کے لیے اٹھنے کی توفیق بھی ہوتی ہے اور رات کی تنہائی میں بھی آپ بار بار یہ الفاظ دہراتے ہیں **اِيَّاكَ نَعْبُدُ**، پروردگار! ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ یہ تو خدا ہی کو معلوم ہے کہ آپ یہ الفاظ بے شعوری میں دہراتے ہیں یا پورے شعور کے ساتھ اپنے رب سے اقرار کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ کے اس مستقل طرز عمل کے بعد آپ سے یہ سوال بظاہر واقعی بے جوڑ ہے کہ ''آپ کس کی بندگی کرتے ہیں؟''

لیکن معاف فرمائیں، آپ کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو بعض الجھنوں نے ذہن کو بری طرح جھنجھوڑا...... آپ کے بعض اعمال کھٹکے اور ہزار خوشگمانی کے باوجود ذہن یہی فیصلہ کرتا رہا کہ خدا کی بندگی نہیں نفس کی بندگی ہے۔ معاف کیجئے! میں نے بہت سخت الفاظ استعمال کیے مگر واقعی میں اس کی کوئی اور توجیہ کرنے سے معذور رہا اور سوچا کہ اپنا دردِ دل آپ سے ضرور بیان کروں۔ ممکن ہے یہ نفس کی بندگی بے شعوری میں ہو رہی ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو مگر بے شعوری کے ساتھ بھی میرے اچھے ساتھی، آپ کے سفید لباس پر مجھے یہ دھبہ کسی طرح اچھا نہیں لگتا اور بے اختیار کہنے کو جی چاہتا ہے **'وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ'** اور کردار کے لباس کو پاک وصاف رکھئے۔

ایک ساتھی سے آپ کی ان بن ہوگئی آپ کو ان پر غصہ آگیا۔ غصے میں آپ کی زبان سے ایسے الفاظ بھی نکل گئے جو مومن کے لیے کسی بھی طرح مناسب نہیں ہیں مگر خیر، جذبات کی رو میں بعض

اوقات آدمی بہہ جاتا ہے مگر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ نے ہفتوں اپنے ساتھی سے سلام کلام ترک کر دیا ہے...... میں نے آپ کو توجہ دلائی مگر آپ نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ پھر میں نے کسی قدر اور زیادہ سوز کے ساتھ آپ کو آپ کے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کا فرمان سنایا: ''کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کیے رہے۔''

......آپ نے حدیث توجہ سے سنی، ضمیر نے ملامت کی، آغاز بھی کیا۔ آپ کے چہرے کا اتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ اطاعت کے جذبات ابھر رہے ہیں لیکن نفس نے پھنکاریں مارنا شروع کیں اور آپ اس ناگ سے مغلوب ہو گئے...... پھر آپ اپنے ساتھی سے بدستور کٹے رہے۔ صحیح یا غلط یہ فیصلہ آپ کریں۔ میری الجھن یہ ہے کہ آپ نفس کی بندگی کر رہے ہیں۔

آپ کے ایک عزیز معاشی آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو اپنی بپتا سنائی۔ آپ نے محسوس کیا کہ ان کی معاشی آزمائش میں کسی پہلو سے میری معاشی ترقی ہو سکتی ہے...... آپ نے کسی سے دردمندی اور بہی خواہی کا اظہار کرنے کی بجائے خاموشی اختیار کی اور ان کو کوئی مشورہ دینے سے اس لیے گریز کیا کہ آپ کی نگاہیں اپنی معاشی ترقی پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو متوجہ کیا اور پھر آپ کو آپ کے آقا ﷺ کی بات سنائی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

''مومن وہی ہے جو دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

مگر میں نے دیکھا کہ آپ اپنے رویے پر قائم رہے اور آپ کی چمکدار پیشانی پر ندامت کا ایک چھوٹا سا قطرہ بھی نمودار نہ ہوا اور میرا ذہن پریشان ہونے لگا کہ یہ تو نفس کی بندگی ہے۔

اپنے ایک قریبی عزیز کے یہاں آپ نے کھانا نہیں کھایا اس لئے کہ ان کے یہاں باجا بج رہا تھا اور کیمرہ برابر رنگین تصویریں کھینچنے میں سرگرم تھا۔ میرے دل میں آپ کی بڑی قدر ہوئی مگر شام کو میں نے دیکھا کہ آپ ایسی دعوت میں شریک ہیں جو شہر کے ایک نئے سرمایہ دار کے یہاں ہوئی تھی جنہیں لاٹری کے ٹکٹ سے حال ہی میں ایک بڑی دولت ملی تھی اور اس مجلس میں آپ بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے جہاں برابر تصویریں کھینچی جا رہی تھیں۔

میں نے تنہائی میں نہایت درد کے ساتھ آپ کو متوجہ کیا۔ آپ نے تاویل کے دفتر کھول دیے اور میں آپ کی ذہانت پر رشک کرنے کے باوجود دل مسوس کر رہ گیا۔ نہ صرف دوسری مجلس میں آپ کا بیٹھنا نفس کی بندگی تھی بلکہ اپنے قریبی عزیز کے یہاں کھانا نہ کھانا بھی خدا کی بندگی میں نہیں، نفس کی بندگی میں تھا۔ آپ نے کسی اور وقت کا بدلہ لینے کے لیے اس وقت اس کی بے دینی پر حملہ کیا تھا۔

خدا کا واقعی انعام ہے کہ اس نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ پچھلے دنوں آپ ہی سے معلوم ہوا کہ نئی بیوی کے بیٹوں اور بیٹیوں کے نام سے آپ نے بہت کچھ خریدا ہے اور ان کی خوش حالی کے

لیے آپ نے بہت سے انتظامات کئے ہیں مگر مطلقہ بیوی کی اولاد کے نام سے آپ نے کچھ نہیں خریدا۔ وہ خستہ حال جگہ جگہ فریاد کرتے نظر آتے ہیں۔ آپ کا کہنا یہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے کہنے پر چلتے ہیں۔ آپ کے طرز عمل سے انہیں شکایت ہے، اس طلاق کو بھی وہ ظلم سے تعبیر کر رہے ہیں کہ آپ کے بعد بھی وہ کچھ نہ پا سکیں۔

میں نے آپ کو متوجہ کیا اور سورۂ نساء کا دوسرا رکوع پڑھ پڑھ کر سنایا کہ خدا نے اپنے اٹل قانون میں اس طرح حصے بیان کئے ہیں اور مومن کا کام تو صرف اس قانون کی تعمیل ہے مگر آپ ٹس سے مس نہ ہوئے اور آپ کا دل ذرا بھی اس قانون کے آگے نہ جھکا۔ میں نے آپ کو بار بار مسجد میں خدا کے حضور جھکتے دیکھا ہے لیکن اس موقع پر میں نے آپ کو خدا کے قانون کے آگے جھکانے کی ہر ممکن تدبیر کی لیکن آپ کی گردن برابر اکڑی رہی۔ میں سوچتا ہوں، یہ نفس کی بندگی نہیں تو اور کیا ہے؟

مجھے معلوم ہے کہ آپ نے بہن کی شادی میں کئی ہزار روپیہ صرف کیے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً اپنی بہن کے لئے چھوٹے بڑے تحائف بھی لے جاتے ہیں لیکن پچھلے دنوں جب آپ نے مرحوم باپ کی ایک بڑی جائداد فروخت کی تو بہن کو کچھ بھی نہ دیا۔ بینک بیلنس بھی اپنے نام کرالیا۔ باقی مکانات پر بھی آپ ہی قابض ہیں مگر معمولی تحفوں سے بہن کو برابر خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور صلہ رحمی کے پرچار کے ساتھ کرتے ہیں۔ میں نے آپ کو یاد دلایا کہ مرحوم باپ کے مال میں دو حصے آپ کے ہیں اور ایک حصہ آپ کی بہن کا ہے...... خدا کا شکر ہے آپ کے والد صاحب نے تو اتنا کچھ چھوڑا ہے کہ بہن کا پورا حصہ دینے کے باوجود جو کچھ بچے گا وہ آپ کی پوری زندگی کے لئے کافی ہے...... آپ نے خدا کی کتاب میں یہ آیت بار بار پڑھی ہے، لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ''مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے۔'' اور آپ اسی طرح بدستور کمزور بہن کے مال پر قابض رہے۔ کیا یہ خدا کی بندگی ہے۔ جی نہیں یہ نفس کی بندگی ہے اور آپ ہولناک دھوکے میں مبتلا ہیں۔ میں زیادہ کچھ کہہ کر آپ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا ورنہ میرے عزیز دوست اور بھی کتنے ہی دھبے ایسے ہیں جن کی سیاہی میں بندگی نفس کا کریہہ منظر دکھائی دیتا ہے اور میرا دل ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ آپ کے دامن پر ایسے بدنما داغ ہوں۔ آپ کا کہنا بجا ہے کہ تم مجھے کہہ رہے ہو؟ کیا تم اسی طرح کی بندگی نفس میں مبتلا نہیں ہو۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس وقت مجھے متوجہ نہ کریں۔ مجھے متوجہ کرنے کا فرض انجام دینے پر آئیں گے تو آپ کا ضمیر پھر ٹھنڈا پڑ جائے گا...... اور یہ ذرا سی گرمی جو اس وقت آپ کے ضمیر نے قبول کی، ختم ہو جائے گی...... میری دعا ہے کہ خدا آپ کی آنکھیں کھول دے اور آپ بندگی نفس کی اس دلدل سے باہر نکل آئیں۔

مگر میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ مجھے متوجہ نہ کریں۔ کسی اور وقت یہ فریضہ انجام دیں، ضرور دیں۔ میرا آپ پر یہ حق ہے اور آپ کو یاد ہی ہوگا کہ ہمارے اور آپ کے رسول ﷺ نے مجھے

اور آپ کو ایک دوسرے کا آئینہ بتایا ہے...... آپ میرے دامن کے دھبوں کو صاف کرنے کی فکر کریں اور میں آپ کے دامن کے دھبوں کو دور کرنے کی کوشش کروں۔ آیئے! اپنے آقا کے الفاظ دہرا کر اپنے رب سے عمل کی توفیق چاہ کر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

اور بلا شبہ تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر وہ کوئی عیب دیکھے تو اسے دور کردے۔ (مشکوٰۃ)

⑨③ ہر حال میں خیر ہی خیر صرف مومن کا حصہ

بیماری، دکھ، مصیبت، نقصان اور پریشانی میں سب ہی مبتلا ہوتے ہیں، کوئی ایک شخص بھی اس زمین کے سینے پر ایسا نہیں ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ میں مصائب و آلام سے یقینی طور پر محفوظ ہوں۔ گردشِ ایام کا وار سب پر ہوتا ہے۔ آج اگر آپ کا کاروبار ٹھپ ہو گیا ہے تو کل کسی اور کا نمبر ہے۔ آج اگر آپ کو زخم لگا ہے تو آپ کیوں بھول رہے ہیں کل کوئی اور زخم کھا چکا ہے اور آنے والا کل نہ معلوم کس کے لیے اور کیا لانے والا ہے۔ مصائب و آلام، پریشانیاں اور الجھنیں سبھی کو پیش آتی ہیں۔ غریب کو بھی اور امیر کو بھی، بادشاہ وقت کو بھی اور ایک فقیر کو بھی، مومن اور صالح کو بھی، خدا کے منکر اور فاسق کو بھی۔ گردش لیل ونہار کی چکی میں آج ایک پس رہا ہے تو کل کسی اور کی باری ہے۔

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (سورۃ آل عمران ۳:۱۴۰)

یہ زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔

آپ کا شدید مالی نقصان ہو گیا ہے۔ اس کے معاشی ذرائع مسدود ہو گئے ہیں۔ وہ بستر مرگ پر لیٹا صحت کے لئے ترس رہا ہے۔ یہ بیوی بچوں کے مسائل سے پریشان ہے۔ وہ ایک ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس پر ایک عجیب ہی آفت ٹوٹ پڑتی ہے۔ انہی مناظر کا نام دنیوی زندگی ہے۔ پھر یہ آفتیں اور مصیبتیں خدا کے باغیوں پر بھی آتی ہیں اور خدا کے پرستاروں پر بھی اور قدرتی بات ہے کہ آفات و آلام سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔ خدا پرست بھی متاثر ہوتے ہیں اور خدا بیزار بھی، دکھ کا احساس سب کو ہوتا ہے۔ درد کی ٹیسیں سب کے سینے میں اٹھتی ہیں، تکلیف میں آہ سب کی زبان سے نکلتی ہے۔

آپ آنے والی مصیبت سے پریشان ہیں، مسکراتا چہرہ مغموم ہے، دل غمزدہ ہے، طبیعت تھکی ہوئی ہے اور آپ کے شب و روز نشاط و ولولہ کی رونق سے خالی ہیں۔ یہ ایک فطری بات ہے، آپ کو ہرگز ملامت نہیں کی جاسکتی۔ آپ کو ملامت کرنے والا انسانی فطرت سے ناواقف ہے، چوٹ لگے اور تکلیف نہ ہو، زخم پہنچے اور دکھ نہ ہو، خوف ہو اور دل نہ لرزے، کیسے ممکن ہے؟

البتہ دو باتیں ضرور پیش نظر رکھیے بلکہ ان کو جذب کیجئے۔ آپ دل میں سکون کی ٹھنڈک محسوس

کریں گے۔ غم غلط ہوگا اور آپ کو اپنی مصیبت ہلکی معلوم ہونے لگے گی۔ پہلی بات تو یہ کہ مصیبت تکلیف، الجھن پریشانی وقتی اور ہنگامی چیزیں ہیں۔ ان کی مدت بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ آپ ہی سوچیے! اگر آج آپ پر کوئی مصیبت آئی ہے تو آپ عمر عزیز کے کتنے سال آرام و راحت میں گزار چکے ہیں۔ چند سال کے راحت وعیش کے مقابلے میں چند گھنٹوں اور چند دنوں کی تکلیف و مصیبت کی کیا اہمیت! صبح وشام کی چند گردشوں میں دھ کے یہ دن بیت جائیں گے اور پھر ذہن پر زور دے کر ہی یاد کریں گے تو یاد آئے گا کہ ہم کبھی اس مصیبت سے دوچار ہوئے تھے اور پھر آپ کو خدا کے کلام کا یہ فقرہ بھی یاد ہو جائے گا کہ ہر دکھ کے ساتھ راحت ہے اور ہر تنگی کے ساتھ خوش حالی ہے اور خدا نے بندے کے دل میں یہ حقیقت جمانے کے لئے یہ فقرہ دوبارہ دہرایا ہے:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

(سورۃ الانشراح ۹۴: ۵-۴)

(یہ حقیقت ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی ہے، بے شک تنگی کے ساتھ فراخی ہے)

اور یہ بھی اطمینان بخش حقیقت ہے کہ خدا نے ہر چیز کی مدت اور مقدار طے کر دی ہے۔ کسی کے بس میں نہیں جو اس سے کمی بیشی کر سکے۔ مصیبت تو اپنا وقت پورا کر کے ہی دور ہوگی اور ضرور دور ہوگی۔ کیا اچھی بات کہی ہے جگر مرحوم نے ؎

طولِ غمِ حیات سے گھبرا نہ اے جگر
ایسی بھی کوئی رات ہے جس کی سحر نہ ہو

دوسری بات جسے آپ خود بھی جانتے ہیں۔ صرف تذکرے کے طور پر آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ خدا نے آپ کو ایمان کی دولت سے نوازا ہے، آپ مومن ہیں اور آپ کو اپنے مومن ہونے کا شعور بھی ہے، مومن کو ایک ایسی چیز حاصل ہے جو صرف مومن ہی کا حصہ ہے۔ مومن کے سوا یہ بات کسی اور کو حاصل نہیں۔ مومن کے لیے ہر معاملہ میں خیر ہی خیر ہے، خواہ وہ دکھ ہو یا راحت، مومن ہر حال میں خیر ہی سمیٹتا ہے۔ اپنے رسول اللہ ﷺ کے مبارک الفاظ میں اس حقیقت کو دیکھیے اور مسرت وشادمانی سے جھوم جائیے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَّلَيْسَ ذَالِكَ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ۔ (صحیح مسلم)

مؤمن کا معاملہ عجیب وغریب ہے۔ اس کا ہر معاملہ اس کے لیے خیر ہی ہے اور یہ سعادت صرف مومن ہی کو حاصل ہے۔ اگر اسے کوئی دکھ پہنچتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو یہ اس کے

لیے خیر ہے اور اگر اسے کوئی خوشی پہنچتی ہے اور وہ شکر کے جذبات سے سرشار ہوتا ہے تو یہ اس کے لئے خیر ہے۔

اللہ اکبر! ایمان کی بدولت کتنی بڑی سعادت حاصل ہے اور یہ سعادت صرف آپ ہی کو حاصل ہے، مومن کے سوا کسی کو یہ سعادت نصیب نہیں ہو سکتی۔

خدا کی حکمت اور مصلحت کے تحت اگر آپ کسی دکھ اور تنگی میں مبتلا ہو گئے ہیں تو صبر ہی آپ کا شیوہ ہونا چاہئے۔ مومن جزع فزع اور ہائے واویلا نہیں کرتا۔ وہ مصائب کے ہجوم میں بھی صبر وضبط اور تحمل ووقار کا ثبوت دیتا ہے اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہر دکھ اور آفت کا مقابلہ کرتا ہے۔ یہ یقین اس کے پائے استقلال کو قوت پہنچاتا رہتا ہے کہ ہر حال میں خیر ہی خیر اسی کا حصہ ہے...... یہ جو کچھ بپتا اس پر آپڑی ہے اس کے مولیٰ کے اشارے سے ہی آئی ہے۔ وہی اس کو دور کرے گا اور جو وقت اس کے لئے اس کے مولیٰ نے مقرر کر دیا ہے وہ وقت پورا کر کے ہی یہ دور ہوگی۔

(۹۴) اپنے ضمیر سے جواب لیجیے

حیرت ہے! آپ کو اپنی عظمت و رفعت کا احساس کیوں نہیں ہے؟ بالکل غلط ہے کہ آپ کی عظمت و رفعت تاریخ کے گمشدہ اوراق ہیں یا دور ماضی کی بھولی بسری داستان ہے۔ آپ کو کونین کی دولت حاصل ہے۔ وہ دولت جس کے مقابلے میں ہر دولت ہیچ ہے۔ جی نہیں! بلکہ اس دولت سے دنیا کی کسی بڑی سے بڑی متاع کا مقابلہ بھی اس کی توہین اور فکر و دانش کے ساتھ ظلم ہے۔ آپ کیوں بھول رہے ہیں کہ آپ کو عشق رسول ﷺ کی عظیم دولت حاصل ہے۔ آپ کے دل میں محبت رسول ﷺ کی شمع فروزاں ہے۔ عشق رسول ﷺ ایمان کی علامت ہی نہیں اصل ایمان ہے ایمان کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ دونوں جہاں کی نعمت اور آپ کا سینہ اس سرمایے کا مخزن ہے جسے خدا کے رسول ﷺ نے ایمان کہا ہے۔

ایمان کا اصل سرچشمہ خدا کی ذات ہے اور اس وقت روئے زمین پر خدا کی معرفت، اس پر ایمان کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس، آپ ﷺ سے تعلق۔ یہ تعلق دراصل خدا سے تعلق ہے اور آپ ﷺ کے تعلق سے محرومی دراصل خدا کے تعلق سے محرومی ہے۔ خدا کا بننے کے لئے ناگزیر ہے کہ آپ محمد ﷺ کے بن جائیں۔ خدا پر ایمان کا ایک ہی راستہ ہے کہ آپ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور ایمان کی تکمیل اسی وقت ہوگی جب عشق رسول ﷺ سے آپ کا سینہ سرشار ہو اور آپ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ہر چیز سے زیادہ اور ہر چیز پر غالب ہو۔ خود رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اس کے بیٹے اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ ایک بار کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں مگر اپنی جان سے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں عمر! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تم مومن تو اسی وقت ہو گے جب میری محبت تمہارے دل میں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گی۔ یہ سنتے ہی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم اس لمحے سے آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں عمر! اب ہوئے تم مومن کامل۔

دراصل ایمان یہی ہے کہ دل میں عشق رسول ﷺ کی آگ فروزاں ہو، جو سینہ اس آگ سے ٹھنڈا ہے اسے خدا سے کوئی سروکار نہیں اور وہ ایمان سے محروم ہے۔ خدا کی رضا پانے کی بس یہی ایک سبیل ہے کہ آپ کا دل عشق رسول ﷺ کی تپش سے گرمائے اور رسول ﷺ کا تعلق آپ کو ہر تعلق سے زیادہ عزیز ہو۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ است

اگر باد نہ رسیدی تمام بولہبی است

مصطفیٰ سے تعلق جوڑو کہ دین سرتاسر یہی ہے کہ اگر تم رسول تک نہ پہنچے تو پھر جو کچھ ہے، وہ دین نہیں بولہبی اور گمراہی ہے۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کو عشق رسول ﷺ کی دولت حاصل ہے اور آپ کو اپنی اس سعادت پر فخر بھی ہے۔ بے شک یہ بہت بڑی دولت ہے، بہت بڑی سعادت ہے اور اس پر فخر بالکل بجا ہے لیکن میرا احساس یہ ہے کہ آپ کو اس کی عظمت و رفعت کا صحیح شعور نہیں ہے۔ آپ کو وہ کچھ حاصل ہے جو اس روئے زمین پر کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آپ کے پاس وہ سرمایہ ہے جو کسی کو میسر نہیں، پھر آپ آخر مایوسی، احساسِ کمتری، مسکنت اور حقارت کا شکار کیوں ہیں؟ اگر آپ کا یہ احساس بیدار ہو کہ آپ کو بیش بہا نعمت حاصل ہے تو کبھی آپ مایوسی کا شکار نہ ہوں۔ کبھی آپ یہ نہ سوچیں کہ آج کی زندگی میں آپ کے لیے کچھ نہیں ہے اور آپ خالی ہاتھ ہیں۔ اس دولت و عظمت کا احساس جس حد تک بیدار ہوتا جائے گا آپ کی زندگی میں اس کے اثرات نمایاں ہوتے جائیں گے۔ یہ احساس

آپ کو آپ کے مقام پر یاد دلائے گا اور آپ کو بے چین رکھے گا کہ جو دعویٰ آپ نے کیا ہے اس کا ثبوت دیجئے۔ جس دولت پر آپ کو فخر ہے اور جسے آپ دنیا کی ہر چیز سے قیمتی سمجھتے ہیں اپنی زندگی سے اس کی قدر و قیمت کا اظہار کیجئے...... یہ احساس جوں جوں جاندار ہوتا جائے گا آپ کے دعوے اور عملی زندگی کے درمیان فاصلہ کم ہوتا جائے گا اور پھر سماج میں آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہوسکتا ہے کہ اسی دولت وعظمت سے آپ پہچانے جائیں، اسی سے سماج میں آپ کا مقام و مرتبہ متعین ہو اور اسی کی نسبت سے لوگ آپ پر رشک کی نگاہیں ڈالیں۔

عشق رسول کا دعویٰ کرنے والے کے لیے خدا نے ایک لائحہ عمل دیا ہے۔ یہ لائحہ عمل ہے تو چند لفظوں میں مگر ایسا دشوار اور مشکل کہ زندگی بھر اس پر سرگرم عمل رہنے پر بھی حق یہی ہے کہ اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ یہ لائحہ عمل رہتی زندگی تک کے واسطے ان سب لوگوں کے لئے ایک کسوٹی بھی ہے جو عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کریں۔ اس لائحہ عمل کو ذہن میں تازہ کیجئے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورۃ الاحزاب ۳۳:۲۱)

رسول ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

میں چند سوالات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ ان کے جوابات اپنے ضمیر سے حاصل کیجیے اور پھر انہی کی روشنی میں سوچیے کہ آپ اپنے دعوے میں کس حد تک صادق ہیں۔ عشق رسول ﷺ کی دولت پر فخر کرنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں اور اس لائحہ عمل پر کس حد تک سرگرم عمل ہیں۔

❶ رسول خدا ﷺ نے آپ کی خاطر جو لرزہ خیز دُکھ اٹھائے، ان کو یاد کر کے کتنی بار آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے ہیں؟

❷ رسول ﷺ کو یاد کر کے کتنی بار پیار کے جذبات سے سرشار ہو کر آپ نے بے اختیار دل کی گہرائیوں سے درود وسلام پڑھا ہے؟

❸ رسول ﷺ کے حالات جاننے کے لیے آپ کس حد تک بے چین رہتے ہیں اور سیرت پاک کے مطالعے کا کس حد تک اہتمام کرتے اور کتنا وقت اس پر صرف کرتے ہیں؟

❹ رسول ﷺ کی یاد نے کتنی بار آپ کو تڑپایا اور کتنی بار آپ کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ آپ روضۂ اقدس پر حاضری دیں؟

❺ آپ کی ذاتی مصروفیات، آپ کے اخلاق و کردار، آپ کی رفتار و گفتار میں سیرت رسول ﷺ کی کس قدر جھلک ہے؟

❻ آپ کی گھریلو زندگی کس حد تک ان احکام کے مطابق ہے جو رسول ﷺ سے آپ کو اس سلسلے میں ملے ہیں؟

۷ اگر خدا نے آپ کو علم و دانش، تحریر و دولت و ثروت سے نوازا ہے تو آپ کی یہ قوت و صلاحیت اور یہ وسائل و ذرائع کس حد تک دین کی اشاعت و اقامت اور ملت کی فلاح و بہبود میں کام آ رہے ہیں؟

۸ آپ اپنے سماج اور سوسائٹی کو تعلیمات رسول ﷺ کی خیر و برکت سے مالا مال کرنے کے لیے کیا کچھ کر رہے ہیں؟

۹ اگر آپ نوجوان ہیں تو جوانی کی امنگیں کیا ہیں، اور آپ کا گرم خون کس حد تک اس باغ کو سینچنے کے کام آ رہا ہے جو رسول خدا ﷺ نے لگایا تھا؟

۱۰ اگر آپ خاتون ہیں تو اپنے دائرہ کار میں دین کی اشاعت اور سنت کا شوق ابھارنے کے لیے آپ کے پروگرام کیا ہیں؟

۱۱ خدا نے آپ کو اولاد کی جو بے بہا نعمت دی ہے ان کو اسلام کے مطابق پروان چڑھانے اور اسلام کا فداکار بنانے کے لیے کیا کر رہی ہیں؟

۱۲ دنیا کی زندگی میں قدم قدم پر آپ کے سامنے یہ موڑ آتا ہے کہ رسول ﷺ کا منشا کچھ اور ہے اور دنیا کا منشا کچھ اور، ایسے موقع پر آپ کا فیصلہ کیا ہوتا ہے؟

۱۳ کتنی بار اس فکر نے آپ کے سکون کو برباد کر دیا ہے اور آپ بے چین ہو گئے ہیں کہ کل حشر کے میدان میں حضور ﷺ کا سامنا ہوگا...... میرا قول و عمل ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ مجھ سے خفا ہو کر رخ پھیر لیں؟

۱۴ کتنی بار اس آرزو نے آپ کو مضطرب کیا ہے کہ دوسری زندگی میں آپ کو رسول پاک ﷺ کی معیت اور رفاقت حاصل ہو؟

یہ چند سوالات ہیں۔ تنہائی کی گھڑیوں میں ان کا جواب اپنے ضمیر سے لیجئے اور پھر دوسروں کو مطمئن کرنے کی فکر سے بے نیاز ہو کر خود کو ہی مطمئن کرنے کی فکر میں لگ جایئے۔ دوسروں کو اطمینان دلانے کے غم میں ہرگز وقت ضائع نہ کیجیے۔

آپ کے جذبات کو گرمانے کے لیے میں سیرت کے ضخیم ذخیرے سے ان لوگوں کی زندگیوں کی دو چار جھلکیاں پیش کرتا ہوں، جنہیں عشق رسول ﷺ کے دعوے کا پاس تھا اور جن کا عشق ان کے قلب کو گرماتا اور ان کی روح کو تڑپاتا رہتا تھا۔

✽ ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن کس قدر سخت تھا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جمعرات کا دن کیا؟ فرمایا اسی دن

آپ ﷺ کے مرض میں شدت پیدا ہوئی تھی۔

* ایک بار عمر فاروق رضی اللہ عنہ کاشانۂ نبوت میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ حضور ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور نیچے کوئی بستر نہیں ہے، جسم اطہر پر صرف ایک تہبند ہے۔ پہلو میں کھجور کی چٹائی سے بدھیا پڑ گئی ہیں۔ گھر میں صرف ایک مٹھی بھر جو ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''عمر! کیوں رو رہے ہو؟'' عرض کیا: ''کیسے نہ روؤں، آپ ﷺ کی یہ حالت ہے اور قیصر و کسریٰ ٹھاٹ کر رہے ہیں۔'' ارشاد فرمایا: ''عمر! کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہمارے لیے آخرت اور ان کے لیے دنیا ہو۔''
* حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد جب غزوہ احد کی شرکت کے لیے روانہ ہونے لگے تو اپنے بیٹے سے کہا: ''میرا خیال ہے مجھے ضرور شہادت نصیب ہوگی اور دیکھو مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے۔ تم میرا فرض ادا کرنا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔''
* حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: آپ کو حضور ﷺ سے کتنی محبت تھی؟ ارشاد فرمایا: ''خدائے پاک کی قسم! حضور ﷺ ہم لوگوں کو اپنے مال، اپنی جان، اپنی اولاد اور اپنی ماں سے اور جب پیاس سے دم نکل رہا ہو، اس حالت میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تھے۔''
* ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے، رنگ زرد ہو گیا، اور نہایت ہی کمزور ہو گئے۔ حضور ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ عیادت کو تشریف لے گئے..... بیماری کا حال پوچھا۔ تو کہنے لگے: یا رسول اللہ! کوئی بیماری نہیں ہے، بس ایک غم مجھے گھلا رہا ہے...... آپ ﷺ حیران ہوئے۔ پوچھا بھائی! آخر کیا غم ہے؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! بس ایک ہی غم ہے۔ میں سوچتا ہوں جنت میں آپ کا جو بلند مقام ہوگا، وہاں تو کوئی دوسرا نبی بھی نہ پہنچ سکے گا پھر ہم جیسے عام لوگوں کا گزر وہاں کیسے ہو سکے گا اور جب جنت میں آپ ﷺ کا ساتھ اور آپ ﷺ کا دیدار ہی حاصل نہ ہوگا تو میں ایسی جنت میں جا کر کیا کروں گا...... بس یہی ایک غم ہے جس نے مجھے نڈھال کر رکھا ہے۔ حضور ﷺ کے چہرے پر خوشی کی چمک دوڑ گئی اور فرمایا: ''جنت میں تم میرے ساتھ رہو گے۔''

۹۵ ایک تمنا جو زندگی کا حاصل ہے

سنجیدگی سے دل کو ٹٹولیے! کیا آپ کے دل میں یہ تمنا بھی ہے کہ آپ کا خدا آپ سے محبت کرنے لگے اور آپ کو اپنا محبوب بنالے؟ کیسی پاکیزہ ہے یہ تمنا اور کتنا اونچا ہے وہ انسان جس کے دل میں یہ تمنا ہو۔ خدا کی محبوبیت، بندے کی معراج ہے، یہ تمنا زندگی کا حاصل ہے، زندگی کی ساری تمنائیں اس ایک تمنا پر قربان کی جاسکتی ہیں۔ جو خدا کا محبوب ہو گیا اب اسے اور کیا چاہیے۔ اس سے بڑا مقام اور بڑی

نعمت اور کون سی ہے جس کو حاصل کرنے کی وہ تمنا کرے۔ اس تمنا کے ہوتے ہوئے وہ آخر اور کیا تمنا کرے اور کیوں کرے۔ خدا جو تمام کائنات کا رب ہے، تمام قوتوں کا سرچشمہ ہے جس کی چٹکی میں سب کچھ ہے۔ اس خدا کا محبوب بننے کی تمنا، تصور سے ہی دل کا ریشہ ریشہ روشن و مسرور ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو دل اس تمنا سے خالی ہے وہ دل نہیں ویران کھنڈر ہے۔ وہ اگر دھڑکتا ہے تو افسوس ہے اس کے دھڑکنے پر، دل تو حقیقت میں وہی دل ہے جو اس تمنا سے روشن اور آباد ہے مگر بڑا فرق ہے وہم وخیال میں اور تمنا میں، بات وہم وخیال کی نہیں ہو رہی ہے تمنا کی ہو رہی ہے، سچی تمنا کی۔

سچی تمنا وہی ہے جو آدمی کو ہر وقت مضطرب اور بے قرار رکھے کہ وہ اسے پورا کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہے اور کسی وقت بھی اپنے اس مقصد سے غافل نہ ہو، وہ تمنا نہیں محض وہم وخیال ہے جو آدمی کی زندگی پر اثر انداز نہ ہو اور آدمی کو اپنے مقصد کے لیے بیتاب نہ رکھے۔ خدا کا محبوب بننے کی تمنا واقعی آپ کے دل میں موجود ہے تو خود اپنے آپ سے پوچھیے کہ اس تمنا کو پورا کرنے کے لیے آپ کیا کچھ کر رہے ہیں جس سے آپ کے دل کو یہ اطمینان حاصل ہو کہ آپ واقعی خدا کے محبوب ہیں۔

قرآن وسنت کے مطالعے سے میں آپ کے سامنے وہ عمل رکھ رہا ہوں، اگر آپ ان دو باتوں میں مخلص ہیں اور واقعی یہ دو کام کرنے میں لگے ہوئے ہیں تو خدا اور رسول ﷺ کی جانب سے آپ کے لیے بشارت ہے کہ آپ خدا کے محبوب ہیں اور خدا آپ سے محبت رکھتا ہے۔ ان دو اعمال سے اپنی زندگی کو آراستہ کیجیے:

رسول ﷺ کامل اتباع سے اور اللہ والوں سے، اللہ ہی کے لیے محبت سے۔

قرآن پاک میں خدا کا صاف صاف اعلان ہے کہ جو بندہ رسول ﷺ کی پیروی کر رہا ہے وہ خدا کا محبوب ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آل عمران ۳:۳۱)

یعنی خدا کا محبوب بننے کا ذریعہ یہ ہے کہ خدا کے رسول ﷺ کی کامل اتباع اور پیروی میں زندگی گزارے۔ آیت کا خطاب مومنوں سے ہے اور مومن وہی ہے جو خدا سے شدید محبت رکھے اور یہ ایک قدرتی امر ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرے۔ خدا سے محبت ایمان کی علامت بلکہ شہادت ہے اور محبت خدا کی کسوٹی اتباع رسول ﷺ ہے۔ اتباع رسول ﷺ اس حقیقت کی گواہی ہے کہ دل میں خدا کی محبت موجود ہے۔

پھر جس دل میں خدا کی محبت ہوگی وہ یقیناً چاہے گا کہ خدا بھی مجھ سے محبت کرے اور اس کا یقینی ذریعہ بھی یہی ہے کہ رسول ﷺ کی اتباع کی جائے...... رسول ﷺ کی پیروی خدا کی محبت کا تقاضا بھی ہے اور محبوب خدا بننے کا ذریعہ بھی۔

آیئے! اب سنت رسول ﷺ سے بھی اس سلسلے میں اطمینانِ قلب کا سامان کریں۔

حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک بار میں دمشق کی جامع مسجد میں گیا۔ جامع مسجد میں میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سفید سفید دانت موتی کی طرح چمک رہے ہیں۔ ان کے اردگرد بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپس میں کچھ مسائل پر بحث و گفتگو کر رہے ہیں اور جب ان میں باہم رایوں کا اختلاف ہوتا ہے اور کچھ طے نہیں ہو پاتا تو یہ سب ان بزرگ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ بزرگ جو کچھ فرمادیتے ہیں سب اسے قبول کر لیتے ہیں۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا: یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا، یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسرے دن میں ظہر کی نماز کے لیے مسجد میں کسی قدر اوّل وقت پہنچا مگر میں نے دیکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ہی پہنچ چکے ہیں اور خدا کے حضور نماز میں مصروف ہیں۔ میں انتظار میں بیٹھا رہا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا: حضرت! خدا کی قسم میں آپ سے اللہ کے لیے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا: کیا کہا، اللہ کے لئے محبت رکھتے ہو؟ میں نے دوبارہ وہی بات کہی: واللہ! میں خدا کے لیے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: کیا واقعی اللہ کے لیے مجھ سے محبت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا، بخدا میں اللہ کے لئے آپ سے محبت رکھتا ہوں۔

اب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے میری چادر پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا اور فرمایا: تمہارے لئے بشارت ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

میں لازماً ان لوگوں سے محبت رکھتا ہوں جو محض میرے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں، محض میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور محض میرے لئے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔

خدا کا یہ ارشاد ہم تک خدا کے سچے رسول ﷺ کے ذریعے پہنچا ہے اور ان بزرگ صحابی کے واسطے سے جن کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر سردارِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا، معاذ! مجھے تم سے محبت ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ سے تصدیق کی کہ کیا واقعی خدا ہی کے لیے تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور جب حضرت خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کو گواہ بنا کر دو مرتبہ کہا کہ ہاں! میں خدا ہی کے لئے آپ سے محبت کرتا ہوں تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے انہیں بشارت دی کہ تم خدا کے محبوب ہو اور خدا تم سے محبت کرتا ہے۔

اگر آپ کو اپنے پالنہار سے واقعی تعلق ہے اور آپ کے دل میں تمنا ہے کہ آپ کا رب آپ کو چاہنے لگے تو آپ اللہ والوں سے اللہ کی خاطر محبت کیجیے اور بار بار اپنے دل کو ٹٹولیے کہ یہ محبت محض اللہ

کے لیے ہے یا نہیں اور جب بار بار آپ کو یہی تصدیق ہو کہ اللہ والوں سے یہ محبت اللہ ہی کے لیے ہے تو آپ مسرور ہو جائیں کہ آپ کے لیے بھی وہی بشارت ہے جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو دی تھی۔

''محبوبیت خدا'' پر پہنچنے کے یہ دو ذریعے، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اور اللہ والوں سے اللہ ہی کے لیے محبت، وہ مستند اور یقینی ذریعے ہیں جو خود خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن وسنت میں بتائے ہیں۔ یہ کسی انسان کے ذہن کی اپج یا پیداوار فکری نہیں ہے کہ ان کے بارے میں کوئی شک اور تردّد ہو۔ ان کے علاوہ سارے ذرائع خواہ کتنے ہی خوش نما نظر آئیں ہرگز توجہ دینے کے قابل نہیں ہیں۔ جنہیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سند حاصل نہیں ہے۔ خدا اپنے بندوں کو جو کچھ بتانا چاہتا تھا وہ سب اس کے اپنے رسول برحق کے ذریعے بتا دیا اور رسول نے ٹھیک اس امت کو سب کچھ پہنچا دیا، کر کے دکھایا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھی۔

اگر آپ کے سینے میں اپنی تمنا پوری کرنے کے لیے واقعی کوئی اضطراب ہے تو کسی طرف بھٹکنے اور بھکنے کی ضرورت نہیں، اطمینان کے ساتھ خدا اور رسول کے بتائے ہوئے طریقے کو اختیار کیجیے۔ خدا گواہ ہے کہ آپ کی تمنا ضرور پوری ہوگی۔

۹۶ مالک ہی کو پکاریئے

ایک بزرگ نے اپنے شاگرد سے پوچھا!

''عزیز من! اگر تمہارا ازلی دشمن تمہیں ورغلانے لگے اور گناہ کو لذیذ اور حسین بنا کر تمہارے سامنے پیش کرنے لگے تو تم کیا کرو گے؟''

''میں پوری قوت سے اس دشمن کا مقابلہ کروں گا۔'' شاگرد نے جواب دیا۔

بزرگ استاد نے پھر سوال کیا: ''اور اگر وہ تمھیں دوبارہ ورغلانے اور پھانسنے کی کوشش کرے تو کیا کرو گے؟''

تازہ دم شاگرد نے جواب دیا: ''میں پھر بھی اس سے مقابلہ کروں گا اور اسے زیر کر کے دم لوں گا۔''

دور اندیش استاد نے جواب دیا: ''عزیز من! یہ کشاکش تو بڑی سخت اور طویل ہے جس کا حوصلہ کر رہے ہو۔ نہیں کہا جا سکتا کہ نتیجہ کیا رہے۔''

پھر تجربہ کار استاد نے ذرا رخ بدل کر ایک اور سوال کیا: ''اچھا یہ بتاؤ! اگر بکریوں کے کسی ریوڑ کے پاس سے تمہارا گزر ہو اور بکریوں کا رکھوالا کتا تمھارے اوپر بھونکنے لگے اور تمہارا راستہ روکنے لگے تو تم کیا کرو گے؟''

''میں جرأت کے ساتھ کتے کو ماروں گا اور اسے اپنے سے ہٹانے میں پوری قوت لگا دوں گا۔''
حوصلہ مند شاگرد نے جواب دیا۔ یہ سن کر بزرگ استاد نے ذرالفظوں کو کھینچ کھینچ کر کہا:...... ''مگر بھائی یہ مقابلہ ہے بڑا سخت اور مشقت انگیز۔ نہیں کہا جاسکتا کہ اس سنگین آزمائش کا نتیجہ کیا ہو۔''

اور پھر شاگرد کو نہایت دل سوزی اور تاثر کے ساتھ سمجھاتے ہوئے کہا: ''کتنا اچھا ہو کہ تم کتے سے الجھو ہی نہیں۔ اسے یوں ہی بھونکنے دو اور تم بکریوں کے مالک کو مدد کے لیے پکارو۔ مالک کے متوجہ ہوتے ہی کتا خاموش ہو جائے گا۔ مالک ہی کتے کے شر سے تمہیں بچائے گا۔''

یہ بزرگ کون تھے۔ نام تو ان کا علامہ ابن جوزی کو بھی نہیں معلوم ورنہ وہ ضرور لکھتے۔ نام سے ہمیں مطلب بھی کیا۔ ہمیں تو مطلب ان کی اس نصیحت سے ہے۔ کیسی بصیرت افروز اور حکیمانہ نصیحت ہے۔...... ''بکریوں کے مالک کو مدد کے لیے پکارو۔ مالک کے متوجہ ہوتے ہی کتا خاموش ہو جائے گا۔ مالک ہی کتے کے شر سے تمہیں بچائے گا۔'' جس قدر غور کریں گے اس نصیحت کی حکمت اور صداقت پر اطمینان بڑھتا ہی جائے گا۔

شیطان اپنی ذریت کے ساتھ ہر ہر میدان میں مؤمن کا راستہ روک رہا ہے۔ ہر موڑ پر وہ حملہ آور ہے اور بھونک رہا ہے۔ اس کے تابڑ توڑ حملے ہر وقت جاری ہیں۔ کوئی ایسا لمحہ نہیں آتا کہ یہ بیدار دشمن اونگھ جائے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: حضرت! کیا شیطان سوتا بھی ہے؟ حضرت نے فرمایا: ''اگر شیطان کو نیند آتی تو ہمیں بڑی راحت ملتی۔'' حیرت ہے کہ یہ ناگ صفت دشمن اس قدر چوکنا ہے۔

اس عیار، بیدار، ذہین اور فتنہ انگیز دشمن کے سنگین حملوں سے بچنے کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ آپ اس سے اور اس کی ذرّیت سے زور آزمائی میں اپنا بہترین وقت، قوت و صلاحیت ضائع کرنے لگیں...... ایسی کشاکش میں ہر وقت اور ہر مرحلے پر یہ اندیشہ ہے کہ یہ مکار ازلی دشمن آپ پر قابو پالے، آپ کو بے بس کردے اور ذرا آگے نہ بڑھنے دے۔ اس سے بازی لے جانے کی ایک ہی کارگر اور صحیح تدبیر ہے کہ مالک کو مدد کے لیے پکاریں۔ وہ تدبیر کریں جن سے مالک ہماری جانب متوجہ ہو، وہ ہمیں اپنی پناہ میں لے لے اور اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے جن کے بارے میں خود اس نے شیطان کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان پر تیرا قابو نہیں چلے گا۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

(سورۃ الاسراء ۱۷: ۶۴-۶۵)

(تو جس جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے، پھسلا لے۔ ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا، مال اور اولاد میں ان کے ساتھ ساجھا لگا اور ان کو اپنے وعدوں کے جال میں پھانس اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا اور کچھ بھی نہیں...... یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی اقتدار اور قابو نہ ہوگا اور توکل کے لیے آپ کا رب کافی ہے)۔

شیطان کے نرغے میں آپ کیا، ہم میں سے ہر ایک ہے اور ہر وقت ہے۔ اس کی حیرت انگیز مکاریوں کو رونا بے سود ہے۔ اس کی بے بس کر دینے والی سازشوں کے تذکرے لا حاصل ہیں۔ اسے لعنت ملامت کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے الجھنا بے کار ہی نہیں بلکہ اپنے بہترین وقت اور قوت وصلاحیت کا ضیاع ہے۔ اس ازلی دشمن کو شرم ناک شکست دینے اور ذلیل کرنے کی صحیح تدبیر یہ ہے کہ آپ مالک کو اپنی مدد کے لیے پکاریں۔ سب کچھ اس کی چٹکی میں ہے اس کو آپ نے اپنی طرف متوجہ کر لیا تو شیطان کی پوری ذریت اپنے تمام ہتھکنڈوں کے باوجود آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ مالک کی پناہ میں آنے کے بعد کسی کی یہ ہمت ہے کہ آپ کو نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

شیطان پر آپ کا برسنا بجا ہے۔ وہ یقیناً لعنت بھیجنے ہی کے قابل ہے لیکن صرف لعنت ملامت سے تو آپ اس کی سازشوں سے نہیں بچ سکتے۔ اگر واقعی آپ سنجیدہ ہیں کہ آپ اس سے بازی لے جائیں اور اسے شرمناک شکست دے دیں تو خود اس کی زندگی سے سبق لیجیے۔ اس کی زندگی کا بھی ایک پہلو تو واقعی اس لائق ہے کہ اس سے سبق لینا چاہیے۔ وہ یہ کہ اسے اپنے نصب العین سے سچا پیار ہے۔ وہ اپنے نصب العین سے شب و روز کسی گھڑی میں غافل نہیں ہوتا، وہ ہر وقت چوکنا، تازہ دم اور مسلح رہتا ہے۔ اس کی معاندانہ پالیسی وقتی اور ہنگامی نہیں ہوتی، اس دشمن خدا نے اپنے کو چیلنج کرتے ہوئے کہا تھا:

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ (سورہ ص ۳۸:۸۲)

تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو گمراہ کر کے ہی دم لوں گا۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب خدا نے غضبناک ہو کر اس مردود کو نکال دیا تھا اور اس گھڑی سے برابر یہ اپنے کام میں سرگرم ہے۔ اس کا سازشی ذہن ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔ اسے ایک ہی دھن ہے کہ اپنے نصب العین کو پورا کر کے دکھائے۔ کیا مجال ہے کہ کسی ایک لمحے کے لیے بھی اس کے ذہن میں کسی نیک خیال کی لہر آسکے۔ اسے انسان سے ازلی خار ہے۔ وہ انسان کو اپنی راہ سے ہٹانے اور ذلیل کرنے کی وہ سازشیں کرتا ہے کہ بے اختیار اس کی ذہانت کی داد دینی پڑتی ہے۔ یہ بعض اوقات انسان پر وہاں سے وار کرتا ہے جہاں تک کبھی کبھی انسان کی نگاہ بھی نہیں جاتی۔ یہ لعین ہمہ وقت اسی دھن میں رہتا ہے کہ آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے اپنے شکار کو پھانسنے کے لیے ننانوے

دروازے کھولتا ہے جس سے ایک برائی کا دروازہ کھولنا اس کا مقصود ہوتا ہے۔

(تلبیس ابلیس، علامہ ابن جوزی)

اس کی اسی سرگرمی، زبردست ذہانت، دھن اور مقصد سے بے پناہ عشق کا یہ کرشمہ ہے کہ اس نے اپنے منصوبے اور پروگرام کو پورا کرنے کے لیے انسانوں میں بھی افراد حاصل کر لیے ہیں جو بظاہر شیطان کو اپنا دشمن کہتے اور سمجھتے ہیں مگر ان کی سازشیں کسی طرح شیطان سے کم تباہ کن نہیں ہیں۔

ایسے ہوشیار اور دھن کے پکے شیطان کو زیر کرنے اور اس کی تباہ کن سازشوں سے بچنے کے لیے آپ کے پاس ایک ہی صحیح اور کارگر تدبیر ہے کہ آپ مالک حقیقی کو پکاریں، اس کو اپنی طرف متوجہ کریں، اس کی پناہ میں آجائیں اور اس سے ایسا تعلق پیدا کر لیں کہ وہ آپ کو اپنے بندوں میں شمار کرنے لگے۔ پھر یہ دشمن کسی بھی جہت سے آپ پر حملہ کرے اس کا کوئی وار کارگر نہیں ہو سکتا۔ اب یہ آپ کے سوچنے کی بات ہے کہ آپ مالک حقیقی کو پکارنے، اس سے اپنا تعلق جوڑنے اور اس کو اپنے حال پر متوجہ کرنے میں کس قدر اخلاص، یکسوئی، تندہی اور دل بستگی کے ساتھ سرگرم ہیں۔

آپ کو گمراہ کرنا جس دشمن کا نصب العین ہے اس کی سرگرمی، انہماک اور دھن کا حال آپ کے سامنے ہے۔ اسی سے کچھ سبق حاصل کیجیے۔ ایسے جاندار دشمن کی ہلاکت خیز یلغار سے بچنے اور اسے بے بس کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنے مالک کی مدد حاصل کرنے کے لیے کچھ ایسی ہی سرگرمی، انہماک اور دھن سے کام لیں، انشاء اللہ میدان آپ ہی کے ہاتھ رہے گا۔

(۹۷) قسمت کا شکوہ نہ کیجیے

آپ نے یہ حوصلہ شکن شکوہ کس بنیاد پر کیا ہے کہ آپ کبھی ایک کامیاب انسان نہیں بن سکتے۔ مجھے تسلیم ہے کہ آپ کی ذہنی اور فکری صلاحیتیں غیر معمولی نہیں ہیں۔ جسمانی طور پر بھی آپ عام قسم کی صحت کے مالک ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ آپ اس وقت کامیاب نہیں ہیں۔ لیکن ان سب باتوں کا لازمی نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ آپ کامیاب انسان بن ہی نہیں سکتے۔ قسمت کا شکوہ کرنے سے پہلے قسمت کو آزما کر دیکھیے۔ ناکامی کا رونا رونے سے پہلے کامیابی کے لیے کچھ کر دکھایئے جو آپ کے بس میں ہے۔ منزل کا تصور کر کے ہی اپنے اوپر ہول طاری کر لینا، چلنے سے پہلے شکستہ دل ہو کر بیٹھ رہنا، ایک دو بار کی ناکامی سے مایوس ہو کر اپنی تقدیر کی خرابی کا فیصلہ کر بیٹھنا اور اپنے مستقبل سے مایوس ہو جانا عقل کی کوتاہی بھی ہے، ہمت کی کمزوری بھی ہے اور بے پناہ نوازنے والے خدا سے بدگمانی بھی۔

بے شک آپ کی بدگمانی بھی آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ سب کچھ خدا کے قبضے میں ہے۔ کامیاب وہی ہو سکتا ہے جس کو خدا کامیاب کرے اور وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا جس کی ناکامی کا فیصلہ

خدا فرمادے لیکن اسی کے ساتھ آپ یہ بھی یاد رکھیے کہ یہ فیصلہ بھی خدا ہی کا ہے: اَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی (انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لئے اس نے سعی کی ہے)۔

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جدوجہد کا پھل پاتا ہے اور یہ بھی کہ جدوجہد کے بغیر وہ کچھ نہیں پا سکتا۔

یہ دنیا جدوجہد کی جگہ ہے۔ یہاں آپ اسی لیے آئے ہیں کہ اپنی جدوجہد سے اپنے مستقبل کو تابناک بنائیں۔ اپنے مستقبل کو بنانا یا بگاڑنا آپ کے اختیار میں ہے۔ جدوجہد کے بغیر آپ کا مستقبل بن جائے یہ بھی ناممکن ہے۔ اور جدوجہد کا حق ادا کرنے کے بعد آپ ناکام رہیں یہ بھی خدا کے عدل و انصاف سے بعید ہے۔ آپ اگر ناکام ہیں تو یقین کیجیے کہ اسمیں آپ کی اپنی ہی کوتاہی ہے، آپ محض تمناؤں سے اپنے مستقبل کو روشن کرنے کی طفل تسلیوں کا شکار ہیں، جدوجہد کا معروف راستہ اپنانے کی بجائے آپ کی تن بہ تقدیر طبیعت آپ کو محض آرزوؤں سے خوش رکھنے کی ناکام کوشش کرتی ہے اور اسی لیے آپ پر اکثر مایوسیوں کے دورے پڑتے ہیں:

تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

تاریخ کے اوراق میں آپ کو جو کامیاب انسان نظر آتے ہیں اور جن پر تاریخ فخر کرتی ہے وہ سب کے سب نہ تو غیر معمولی ذہن وفکر کے لوگ تھے، نہ انہوں نے قابل فخر کارنامے انجام دیے تھے اور نہ بیٹھے بٹھائے وہ سب کچھ انہوں نے پالیا تھا جس پر تاریخ انسانی کو فخر ہے۔ ان باہمت انسانوں میں سے بہت سے وہ بھی تھے جو معمولی طبقوں سے تعلق رکھنے والے تھے اور عام زندگی سے اتنے اونچے اٹھ گئے تھے مگر آج دنیا ان کی عظمت کا اعتراف کرتی ہے۔ ان کی بڑائی کو تسلیم کرتی ہے اور ان کی زندگی سے سبق حاصل کرتی ہے۔ ایسے نام چند نہیں ہیں کہ آپ کو گنائے جائیں۔ حافظے پر زور ڈالیے۔ دس بیس نام تو آپ کو بھی یاد آجائیں گے۔

کوئی وجہ نہیں کہ آپ زندگی میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل نہ کرسکیں اور آئندہ آپ کو ایک کامیاب انسان کی حیثیت سے لوگ یاد نہ کریں۔ گُر کی بات یہ ہے کہ زندگی آپ کو جو امید دلائے یا زندگی سے آپ جو امیدیں رکھیں اسے پورا کرنا خود آپ کا کام ہے۔

کامیاب زندگی پر غور کیجیے...... کامیابی کا آپ جو بھی تصور رکھتے ہوں۔ یہ بہر حال طے ہے کہ دو ہی چیزیں زندگی کو کامیاب بناتی ہیں...... مقصد سے لگن...... اور مسلسل جدوجہد...... شاندار مستقبل کی ساری رونق انہی دو چیزوں کے دم سے ہے اور تاریخ کی یادگار ہستیوں کی زندگی انہی دو چیزوں سے

عبارت ہے۔ یہی دو چیزیں ہیں جن کا حق ادا کر کے یقیناً آپ ایک کامیاب انسان بن سکتے ہیں۔

تاریخ میں ایسے لوگوں کا کارنامہ آپ نہیں دکھا سکتے جو کاہل، کام چور، آرام طلب، سہل انگار اور لاپرواہوں، جن کی زندگی کا مقصد ہی کوئی نہ ہو یا وہ محض مقصد زندگی کا دعویٰ کرتے ہوں لیکن ان کی زندگیوں سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ حالات سے ساز باز کرنے والے، دوسروں کے رحم وکرم پر جینے والے اور دوسروں کے دسترخوان سے ریزے چننے والے یا دوسروں کے لگائے ہوئے باغوں سے پھل کھانے پر غور کرنے والے نہ کبھی قابل ذکر ہوئے اور نہ ہو سکتے ہیں۔

ان زندگیوں میں آپ کوئی نشاط، ولولہ، ترتیب اور کشش ہرگز نہیں پا سکتے جن کا کوئی مقصد نہیں ہے یا مقصد کا دعویٰ ہے مگر سینے مقصد کی لگن اور گرمی سے خالی ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کا بھی زندگی میں کوئی حصہ نہیں ہے جو جدوجہد کے تصور ہی سے کانپتے ہیں یا صرف جدوجہد کے اچھے منصوبوں سے خود کو بہلاتے رہتے ہیں۔

کامیاب مستقبل صرف ان کا حصہ ہے جو اپنے مقصد کی لگن بھی رکھتے ہیں اور اس کے لیے مسلسل جدوجہد کی ہمت بھی۔ جو سخت کوشی، جاں فشانی اور سعی پیہم کی ہمت اور لذت محسوس کرتے ہیں۔ تن آسانی اور لاپرواہی سے تو زندگی کے عام کام بھی انجام نہیں پاتے کوئی بڑا کارنامہ بھلا کیا انجام پائے گا۔

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

غافل افغان سے خطاب کرتے ہوئے شاعر مشرق نے کیا پتے کی بات کہی ہے ؎

اونچی جس کی لہر نہیں ہے وہ کیسا دریا
جس کی ہوائیں تند نہیں ہیں وہ کیسا طوفان

⑨⑧ تلاوت قرآن

’’ایک بار چین اور روم کے دو گروہوں میں باہم مقابلہ ٹھن گیا۔ چینیوں کا دعویٰ تھا کہ ہم نقاشی اور آرٹ کے استاد ہیں۔ اس فن میں ہمارا کوئی ثانی نہیں اور رومیوں کا دعویٰ تھا کہ اس فن میں ہم یکتائے روزگار ہیں ہمارا کوئی مدمقابل نہیں۔ بات بادشاہِ وقت تک پہنچی۔ بادشاہ نے دونوں کی بات سنی اور کہا: اچھا میں دونوں کا امتحان لوں گا اور امتحان ہی یہ بتا سکے گا کہ کون اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور کس کا دعویٰ محض دعویٰ ہے۔ بادشاہ کی بات دونوں نے منظور کر لی اور دونوں نے اپنی اپنی جگہ یہ ٹھان لی کہ وہ اپنے فن کے مظاہرے میں وہ کمال دکھائے گا کہ مقابل منہ دیکھتا رہ جائے گا۔

ان دونوں نے اپنے فن کے جوہر دکھانے کے لئے دو مکانوں کا انتخاب کیا جو بالکل آمنے سامنے تھے۔ طے یہ ہوا کہ ایک مکان میں رومی اپنے فن کا کمال دکھائیں گے اور ایک مکان میں چینی اپنے نقش

ونگار کا مظاہرہ کریں گے اور دونوں اپنے اپنے فن کے جوہر دکھانے اور مکان کو سجانے میں تن دہی سے لگ گئے۔ چینیوں نے نقش ونگار کے کمالات دکھانے کے لیے بادشاہ سے طرح طرح کے رنگ وروغن طلب کیے۔ بادشاہ نے سب مہیا کردیئے لیکن رومیوں نے کوئی رنگ وغیرہ طلب نہیں کیا۔ چینیوں نے مختلف رنگوں کی آمیزش سے ایسے دل آویز اور دلفریب نقش ونگار بنائے کہ دیکھنے سے عقل دنگ رہ جائے۔ رومی صرف صیقل ہی کرتے رہے اور شب وروز کی محنت سے دیواروں کو چمکاتے رہے۔ کمالات کے جوہر دکھانے کی مدت پوری ہوگئی اور بادشاہ معائنے کے لئے تشریف لائے۔ بادشاہ پہلے چینیوں کے مکان میں داخل ہوئے اور چینیوں کے بنائے ہوئے دلفریب اور دلکش نقش ونگار دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پھر وہ رومیوں کے مکان میں داخل ہوئے رومیوں نے جونہی اپنی جھلمل کرتی ہوئی دیواروں پر سے پردہ اٹھایا تو بادشاہ حیران رہ گئے۔ آئینے کی مانند صاف شفاف اور مجلی دیواروں پر ہر طرف چینیوں کے نقش ونگار کا عکس نظر آرہا تھا اور چمکدار چھتوں اور دیواروں میں یہ عکس اصل سے بھی زیادہ دلفریب منظر پیش کررہا تھا۔ بادشاہ دیر تک اس منظر کو دیکھتے رہے۔ پھر بادشاہ نے فیصلہ سنایا اور رومی چینیوں سے بازی لے گئے۔''

یہ دلچسپ کہانی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔ دراصل اس کے ذریعہ وہ یہ حقیقت ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ جولوگ شب وروز اپنے قلوب کو صاف وشفاف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور دل کو بغض، کینہ، حسد، لالچ، بخل، حرص جیسی کدورتوں سے صاف کرکے آئینے کی طرح چمکا لیتے ہیں، ان کے دلوں میں خدا کی تجلیات اور جمال کے ایسے ہی دلکش اور دل آویز نقش نظر آنے لگتے ہیں اور ان کی شخصیت اس قدر حسین اور پرکشش ہوجاتی ہے کہ ہر متنفس عقیدت سے ان کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔ جو دیکھتا ہے بے اختیار ان کا گرویدہ ہوجاتا ہے اور روحانی ترقی اور تزکیے کے میدان میں ایسے ہی لوگ بازی لے جاتے ہیں۔

روحانی ترقی اور تزکیہ قلوب کی بات وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو اس فن کی باریکیوں سے علمی طور پر پوری طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ اس ہنر کے فلسفے اور نکتے خوب جانتے ہیں۔ وہ اس کی باریکیاں بیان کریں گے تو ایسی موشگافیاں کریں گے کہ لوگ حیران رہ جائیں گے لیکن میدان انہی سادہ لوح بندوں کے ہاتھ رہتا ہے جو علمی طور پر ان سے لوہا نہیں لے سکتے لیکن وہ عملی طور پر شب وروز اپنے تزکیے میں لگے رہتے ہیں۔ ان کا محبوب مشغلہ صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو ہر طرح کے زنگ سے صاف کریں۔ طمع، لالچ، حرص، بخل، بغض، کینہ، حسد اور ہر طرح کی کدورت سے دل کو پاک کر کے آئینے کی طرح صاف وشفاف بنائیں تاکہ اس میں خدا کی تجلیات اور جمال کا عکس آسکے اور بازی یہی لوگ لے جاتے ہیں۔

رمضان کا مہینہ خاص طور پر دلوں کی صفائی، روح کی ترقی اور نفس کے تزکیے کا مہینہ ہے۔ یوں تو اس مہینے کی ساری عبادتیں روزہ، صدقہ، تراویح، تلاوت قرآن اور اعتکاف اسی لیے ہیں کہ دل ہر طرح کی کدورت اور گناہوں کے زنگ سے صاف ہو کر آئینے کی طرح شفاف اور مجلی ہو جائے مگر خاص طور پر قرآن پاک کی تلاوت قلب کی صفائی اور جلا کے لیے مؤثر ترین اور یقینی ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

یہ انسانی قلوب بھی زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہے کو پانی سے زنگ لگ جاتا ہے۔ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! پھر دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی اور جلا بخشنے والی چیز کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: کثرت سے موت کی یاد اور قرآن پاک کی تلاوت۔

رمضان میں خاص طور پر مسلمان تلاوت قرآن کا اہتمام کرتے ہیں، شب کی تاریکی میں خدا کے حضور کھڑے ہو کر تراویح میں قرآن پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں۔ مسلمانوں کی ہر بستی میں عام طور پر اس کا اہتمام اور انتظام ہوتا ہے۔ تراویح کے علاوہ بھی اس مبارک مہینے میں قرآن پاک پڑھنے پڑھانے کا اہتمام ہوتا ہے اور اس میں کسی تذبذب اور شک کی کوئی گنجائش قطعاً نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اپنے قلوب کو ہر طرح کی اخلاقی کدورت اور گناہوں کے زنگ سے صاف کرنے کا یقینی طور پر صحیح طریقہ اپنا رکھا ہے۔

حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس عمل سے مسلمانوں کو انتہائی شغف بھی ہے، نہایت ذوق وشوق سے اس کا اہتمام اور التزام بھی ہے لیکن دلوں کی صفائی نہیں ہو رہی ہے، ان کا زنگ دور نہیں ہو رہا ہے۔ قرآن پاک پڑھنے پڑھانے کا اس قدر اہتمام ہے لیکن پھر بھی دلوں میں حرص، لالچ، کینہ، بغض ونفاق اور کدورتیں موجود ہیں۔ خاندانی جھگڑے، ایک دوسرے سے نفرت و عناد، دوسرے کے حقوق سے غفلت، ماں اور باپ کی نافرمانی، اولاد کے حقوق سے لاپرواہی، غرض طرح طرح کی کوتاہیوں اور گناہوں کے زنگ سے دل آلودہ ہیں۔ قلب کی صفائی، خوشگوار تعلقات، تزکیہ نفوس کے آداب اور زنگ بیان کرنے والوں کی تو کوئی کمی نہیں لیکن عملی طور پر قلوب بدستور زنگ آلود رہتے ہیں۔ آخر تلاوتِ قرآن کا حق ادا نہیں ہو رہا ہے۔ تلاوت قرآن کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ آپ قرآن کے الفاظ کو جوں توں زبان سے ادا کرلیں اور آپ کچھ نہ سمجھیں کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ اپنی کن ذمے داریوں کو تازہ کر رہے ہیں اور ان ذمے داریوں کا کس حد تک آپ کو پاس ولحاظ ہے۔

تلاوت قرآن کا مفہوم ہے: قرآن کو صحیح صحیح پڑھنا، اس کی تعلیمات پر غور کرنا، اس کے احکام کو سمجھنا، اس کی تعلیمات اور ہدایات پر عمل کرنا۔ ساتھ ہی قرآن کی تلاوت کا یہ بھی مفہوم ہے کہ اس کی اشاعت کی جائے۔ اس کی تعلیمات دوسروں تک پہنچائی جائیں۔ قرآن وسنت پر آپ غور فرمائیں گے تو

اس مفہوم پر آپ کو شرح صدر ہوگا۔ قرآن کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ

(سورۃ البقرہ ۲:۱۲۱)

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ کتاب کی تلاوت کا واقعی حق ادا کرتے ہیں اور یہی لوگ حقیقت میں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس آیت میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی بات تو خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''جن کو ہم نے کتاب دی۔'' پورے قرآن میں جہاں جہاں اہل کتاب کو کتاب دینے کا ذکر آیا ہے ان سب آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب میں دو گروہ ہیں اور ان دونوں گروہوں کا ذکر اللہ تعالیٰ الگ الگ انداز سے کرتا ہے۔ اہل کتاب کے اس گروہ کا جب ذکر فرماتا ہے جو کتاب کے محافظ رہے اور اس پر عمل کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ کتاب دینے کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے اور کہتا ہے ''اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ'' ہم نے ان کو کتاب دی۔'' اور جب اس نافرمان گروہ کا ذکر کرتا ہے جس نے کتاب کو ضائع کر دیا تو اپنی طرف نسبت نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے ''اُوْتُوا الْکِتٰبَ'' وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی تھی، (مگر انہوں نے ضائع کر دی۔'' اس تفصیل کو نگاہ میں رکھ کر اوپر کی آیت پر غور کیجیے تو یہ حقیقت واضح ہوگی کہ تلاوت کتاب کا حق وہی ادا کرتے ہیں جو واقعی اس کے حاملین اور امین ہیں۔ ان لوگوں کی تلاوت کتاب کی کوئی حیثیت نہیں ہے جو اس پر کاربند نہیں ہیں اور جن لوگوں نے اسے ضائع کر دیا ہے۔

دوسری بات آیت میں یہ کہی گئی ہے کہ تلاوت کتاب کا حق ادا کرنے والے ہی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ انتہائی اہم بات ہے اور یہ رک کر سوچنے کا مقام ہے۔ قرآن کا کہنا یہ ہے کہ جو لوگ کتاب کی حفاظت کرتے ہیں، اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں، وہی لوگ اس پر ایمان کے دعوے میں سچے ہیں۔ یہی بات خدا کے رسول ﷺ نے اس انداز میں بیان فرمائی ہے۔ غور کیجیے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَہٗ۔

وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں رکھتا جس نے اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر رکھا ہے۔

یعنی قرآن پر ایمان کے دعوے میں وہی شخص سچا ہے جو قرآن کے قانون حلال و حرام کو تسلیم کرتا ہے اور عملی زندگی میں اس پر کاربند رہنے کی مخلصانہ کوشش کرتا ہے۔ اس شخص کے ایمان بالقرآن کا کیا اعتبار جو قرآن کے حلال و حرام سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارے۔ ایسا شخص اگر قرآن پاک کی آیتیں دہرا رہا ہے اور رمضان کی مبارک ساعتوں میں اس کے پڑھنے سننے کا اہتمام کر رہا ہے تو اس کا یہ عمل وہ عمل نہیں ہے جو خدا کو مطلوب ہے۔ وہ یقیناً تلاوت قرآن کا حق ادا نہیں کر رہا ہے۔ اس کی تلاوت وہ

تلاوت نہیں ہے جس کا قرآن نے حکم دیا ہے اور جس کی تاکید نبی ﷺ نے امت کو فرمائی ہے۔

قرآن پاک کی ایک اور آیت پر غور کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آخری نبی کی بعثت کے لیے جو دعا کی تھی اس میں رسول خاتم ﷺ کے چار کاموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ؕ (سورۃ البقرہ ۲:۱۲۹)

اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھا جو انہیں تیری آیات پہنچائے۔ ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیوں کو سنوار دے۔

❶ تلاوت آیات ❷ تعلیم کتاب ❸ تعلیم حکمت ❹ تزکیہ

اور ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ یہاں تلاوت آیات سے مراد قرآن کی آیات کی تبلیغ اور اس کی تعلیمات کو سنانا اور پہنچانا ہے۔ ایک اور موقع پر نبی اللہ کو ہدایت دی گئی ہے:

وَاتْلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ○ (سورۃ الکہف ۱۸:۲۷)

اور اے رسول! تمہارے رب کی جو کتاب تم پر نازل کی جارہی ہے اسے ان لوگوں تک پہنچادو۔

قرآن وسنت کی ان تشریحات سے تلاوت قرآن کا جو مفہوم واضح ہوتا ہے اس مفہوم میں تلاوت ہی دراصل تلاوت قرآن ہے اور یہ تلاوت قرآن وہی شخص کرسکتا ہے اور اسی کو زیب بھی دیتا ہے جس کی اپنی زندگی قرآنی تعلیمات کا صحیح نمونہ ہو۔ وہ علمی اور فنی لحاظ سے چاہے اس کی باریکیاں اور نکتے نہ بیان کرسکتا ہو لیکن اپنی زندگی میں اخلاص، یکسوئی اور شغف کے ساتھ قرآن کے احکام پر عمل کر رہا ہو اور جس کو اس یقین کی دولت حاصل ہو کہ قرآن ہی اس کے لیے دنیا اور آخرت کی فلاح وکامرانی کا واحد ذریعہ ہے۔ اس یقین سے محروم اور اس عمل سے بے بہرہ انسان اگر قرآن پڑھ رہا ہے یا سن رہا ہے تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ تلاوت قرآن کا وہ عظیم فائدہ حاصل کر رہا ہے اور اسے تلاوت قرآن کا وہ عظیم فائدہ حاصل ہوسکتا ہے جس کو نبی ﷺ نے تلاوت قرآن کا لازمی فائدہ بتایا ہے۔

قرآن پاک کی ان آیات کے ساتھ اگر نبی ﷺ کی وہ حدیثیں بھی سامنے رہیں جن میں تلاوت قرآن کی ہدایت کی گئی ہے تو یہ حقیقت اور زیادہ نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بنالینا، شب وروز کی گھڑیوں میں اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا، اس کی اشاعت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دینا۔ اس کے الفاظ کو صحیح صحیح ادا کرنا اور اس پر غور وفکر کرتے رہنا تاکہ تم کامیاب ہو اور جلد بازی کرکے اس کے ذریعے دنیا کا صلہ مت چاہنا، خدا

کی خوشنودی کے لیے اس کی تلاوت کرنا کہ آخرت میں اس کا صلہ لازمی ہے۔ (مشکوٰۃ)

قرآن کو تکیہ بنانے سے مراد ہے اس سے غفلت برتنا اور اس کی طرف سے لاپروا ہو جانا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی ''قرآن کی تلاوت کا حق ادا کرنا'' اور پھر آگے آپ ﷺ نے حق تلاوت ادا کرنے کی تشریح میں چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

❶ قرآن کی اشاعت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دینا۔

❷ اس کے الفاظ کو صحیح ادا کرنے کا اہتمام کرنا۔

❸ قرآن پر غور و فکر اور تدبر کرنا۔

❹ اور آخری بات یہ کہ یہ عمل خالص رضائے الٰہی اور اجر آخرت کے لئے کرنا، دنیوی صلے کی طلب سے اپنے دل کو پاک رکھنا۔

ایک بار حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی، یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ کا تقویٰ تمہارے دین و دنیا کے سارے معاملات سدھارنے اور سنوارنے والی چیز ہے۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ حضور کچھ اور وصیت فرمائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''تلاوت قرآن اور خدا کا ذکر پابندی سے کرتے رہنا۔ اس کے ذریعے آسمان والوں میں تمہارا ذکر اور چرچا ہوگا اور یہ عمل زندگی کی تاریکیوں میں تمہیں روشنی کا کام دے گا۔ (مشکوٰۃ)

قرآن وسنت کی نظر میں قرآن سے تعلق رکھنے والے وہ لوگ نہیں ہیں جو بے سوچے سمجھے اس کے الفاظ دہراتے ہیں اور اس کی ہدایت اور تعلیمات سے غافل و بے نیاز ہو کر کوئی ذمہ داری محسوس کیے بغیر قرآن پڑھنے سننے اور ختم کرنے کرانے ہی کو کارنامہ سمجھتے ہیں۔ دین کی نظر میں قرآن والے وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی میں قرآن پر عمل کرتے ہیں، اس کو اپنی زندگی کا دستور بناتے ہیں اور اس کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَهْلِهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِى الدُّنْيَا تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔ (مسلم)

(قیامت کے روز قرآن اور قرآن کے ماننے والے جو دنیا کی زندگی میں اس پر عمل کرتے تھے، خدا کے حضور لائے جائیں گے۔ اس وقت سورہ البقرہ اور سورہ آل عمران پورے قرآن کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے عمل کرنے والے کے لیے رب سے سفارش کریں گی کہ پروردگار! یہ بندہ تیری رحمت و مغفرت کا مستحق ہے)۔

اس حدیث میں قرآن کو ماننے والے کی تشریح خود نبی ﷺ نے جن لفظوں میں فرمائی وہ خاص

طور پر قابل ذکر ہیں۔ فرمایا: اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِی الدُّنْیَا (وہ لوگ جو دنیا کی زندگی میں قرآن پر عمل کرتے تھے)۔ یعنی قرآن کو ماننے والے حقیقت میں وہی ہیں جو دنیا کی زندگی میں اس پر عمل کرتے ہیں...... بے شک مسلمان معاشرے میں آج بھی رمضان کی مبارک راتوں میں قرآن پڑھنے پڑھانے اور سننے سنانے کا خاصا رواج ہے اور بعض بستیوں میں تو اس کا بڑا چرچا رہتا ہے لیکن جب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اس عمل خیر کا جو فائدہ بتایا ہے وہ بھی حاصل ہو رہا ہے یا نہیں تو مایوسی ہونے لگتی ہے اور یہ خوش گمانی محض فریب نظر آتی ہے کہ مسلمان معاشرے میں تلاوت قرآن کا اہتمام اور رواج ہے۔ مسلمان قرآن پڑھتے پڑھاتے تو ہیں لیکن وہ تلاوت قرآن کے اس مفہوم اور مقصود سے ناآشنا ہیں جو قرآن وسنت نے بتایا ہے اور ان کی تلاوت وہ تلاوت قرآن نہیں ہے جس کی تاکید خدا اور رسول ﷺ نے فرمائی ہے:

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

(۹۹) موت کے دروازے پر

کچے دھاگے میں بندھی ہوئی موت کی تلوار ہر وقت آپ کے سر پر لٹک رہی ہے، کچھ نہیں معلوم کہ زندگی کا یہ کچا دھاگا کب ٹوٹ جائے اور موت کی تلوار آپ کا کام تمام کر دے۔ اس نازک ترین صورت حال میں آپ زندگی کی گھڑیاں گزار رہے ہیں اور کسی وقت یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کی زندگی کے کتنے لمحے باقی ہیں۔ کسی بھی وقت آپ دوسری دنیا کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔ آپ چاہیں جب بھی منتقل ہونا ہے، نہ چاہیں جب بھی منتقل ہونا ہے۔ آپ کو دوسری دنیا کا یقین ہو جب بھی منتقل ہونا ہے اور آپ دوسری دنیا پر یقین نہ رکھتے ہوں تب بھی منتقل ہونا ہے۔ یہ انتقال بہر حال ایک دن ہونا ہے۔ ہر متنفس جس نے زندگی پائی ہے ایک دن اسے موت کا مزہ چکھنا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (سورۃ آل عمران ۳:۱۸۵)

(ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے)۔

موت سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں، آدمی کہیں ہو، کسی حال میں موت سے بچ نہیں سکتا۔ موت سے بچنا ممکن نہیں۔

اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ

(سورۃ النساء ۴:۷۸)

(تم جہاں کہیں بھی ہو موت بہر حال آکر رہے گی۔ تم خواہ کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو)۔

موت کے وقت کو کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔ اللہ نے ہر متنفس کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ یہ مقرر وقت پورا ہونے کے بعد کسی کو مہلت نہیں دی جائے گی۔

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا۝ (سورۃ المنافقون ۶۳:۱۱)

(اللہ ہرگز کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے)۔

موت ایک ایسی یقینی حقیقت ہے جس کے لیے دلیل و حجت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ لاتعداد انسان اس کا مزہ چکھ چکے۔ جو موجود ہیں انہیں یقیناً ایک روز اس کا مزہ چکھنا ہے اور جو آئندہ دنیا میں آئیں گے وہ بھی یقیناً ایک روز موت کا منہ دیکھیں گے۔

سوچنے کی بات صرف یہ ہے کہ موت کا استقبال آپ کن جذبات اور کیفیات کے ساتھ کرتے ہیں۔ زندگی کے یہ آخری لمحات ہی انسان کا اصل مقام متعین کرتے ہیں کہ بندہ عظمت یا ذلت کے کس درجے پر ہے۔ ایک مغربی شاعر نے کتنی سچی بات کہی ہے:

اگر تم کسی انسان کو اس کے تمام اوصاف و خصائل کے ساتھ اصل صورت میں دیکھنا چاہتے ہو تو انتظار کرو...... اس وقت تک انتظار کرو جب موت کا دروازہ اس پر کھل جائے۔ اس وقت وہ سارے بناوٹی پردے ہٹ جائیں گے جو انسان اپنی حقیقی صورت پر ڈال لیتا ہے۔ اس کی روح موت کی دستک سنتے ہی سارے نقاب پھاڑ ڈالتی ہے اور بے حجاب ہو کر دنیا کے سامنے آجاتی ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ آدمی کی بے نقاب شخصیت زندگی کے آخری لمحات ہی میں سامنے آتی ہے اور یہی لمحات بتاتے ہیں کہ آدمی دنیا سے کامیاب جا رہا ہے یا ناکام...... اسی لیے ہر مومن زندگی بھر یہ دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! میرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ یہی اس کی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے اور اسلام نے اسے یہی تعلیم دی ہے۔ جنازے کی نماز پڑھتے ہوئے جب موت کے شکار انسان کا لاشہ اس کے سامنے ہوتا ہے، وہ سوز و غم میں ڈوبی ہوئی دل گیر آواز میں اپنے پروردگار سے یہی کہتا ہے۔

وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ۔

(پروردگار! ہم میں سے جس کو بھی تو موت دے اس حال میں موت دے کہ وہ ایمان پر قائم ہو۔)

جنازے کی نماز میں پڑھی جانے والی دعا کے یہ الفاظ اس لائق ہیں کہ آدمی کبھی ان کو ذہن سے اوجھل نہ ہونے دے اور یاد رکھے کہ آخر کار ایک دن اسے بھی اسی طرح دنیا سے رخصت ہونا ہے...... فکر کی بات یہ نہیں ہے کہ رخصت ہونا ہے، رخصت تو ایک دن ہونا ہی ہے، فکر کی بات اگر کچھ ہے تو صرف یہ ہے کہ پروردگار اس حال میں اس دنیا سے اٹھائے کہ سینہ ایمان کے نور سے منور ہو۔

زندگی کا کچا دھاگا کب ٹوٹے گا، موت کا دروازہ کب کھلے گا اور کس چپۂ زمین پر کھلے گا اور کب آپ اس میں چار و ناچار داخل ہو جائیں گے یہ کسی کو معلوم نہیں۔ یہ راز صرف عالم الغیب ہی کو معلوم ہے۔

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۳۴﴾ (سورہ لقمٰن ۳۱:۳۴)

(کوئی متنفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس سرزمین پر اس کو موت آنی ہے۔ اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے)۔

ہر لمحہ آپ اس اندیشے کے ساتھ گزار رہے ہیں کہ ممکن ہے یہی زندگی کا آخری لمحہ ہو، ہر دوسرا لمحہ موت کا لمحہ ہو سکتا ہے اور آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دوسری دنیا میں منتقل ہو سکتے ہیں۔

جب واقعہ یہ ہے...... اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ واقعہ نہیں ہے...... تو پھر خود ہی اپنے ضمیر سے پوچھیے کہ خاتمہ بالخیر کی تمنا میں آپ کس قدر صادق ہیں، ایمان پر خاتمے کی دعا آپ کتنے اخلاص کے ساتھ کر رہے ہیں۔ ہر دوسرا لمحہ جو یکایک آپ کو دوسری دنیا میں منتقل کر سکتا ہے، کیا واقعی آپ اس کیفیت، شعور، احساس اور بیداری کے ساتھ گزار رہے ہیں کہ اگر یہی لمحہ زندگی کا آخری لمحہ ہو...... تو یہ ایمان کا لمحہ ثابت ہو، اللہ کی اطاعت کا لمحہ ثابت ہو، معصیت اور نافرمانی کا لمحہ نہ ہو۔

یہ خالص آپ کا ذاتی مسئلہ ہے۔ آپ کی اور صرف آپ کی کامیابی اور ناکامی کا مسئلہ ہے۔ کوئی دوسرا اس مسئلے میں آپ کی مدد نہیں کر سکتا نہ یہ دوسروں کو مطمئن کرنے کا مسئلہ ہے، یہ صرف اپنی ذات کو مطمئن کرنے کا مسئلہ ہے۔ اپنے ضمیر سے جواب لینے اور اسے مطمئن کرنے کا مسئلہ ہے۔ سامنے آنے والے نتائج صرف آپ ہی کو بھگتنے ہیں، کوئی دوسرا قطعاً آپ کا شریک نہ ہوگا...... کس قدر قابل رشک ہے وہ موت جو اس حال میں آئے کہ آدمی کو ایمان کی دولت حاصل ہو اور وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو...... موت کے اس پار کیا ہے اور انسان کو کن حالات سے دوچار ہونا ہے...... کچھ نہیں معلوم۔ حیرت انگیز دریافت اور ایجاد کے باوجود انسانی معلومات کے ذرائع اس معاملے میں ذرا کام نہیں دے سکتے البتہ وہ لمحات جب آدمی موت کے دروازے پر ہوتا ہے ضرور کچھ کچھ پتا دیتے ہیں کہ رخصت ہونے والا کیسا ہے اور اس کا کیا انجام ہونے کی توقع ہے۔

تاریخ کے صفحات پر کتنے ہی خوش نصیبوں کے وہ لمحات محفوظ ہیں جب وہ موت کے دروازے پر تھے۔ اس وقت اسلامی تاریخ کے تین بزرگوں کے آخری لمحات کی ایمان افروز کیفیات سے ایمان کو تازہ کیجیے اور دعا کیجیے کہ دم واپسیں اللہ رحمٰن و رحیم ہمیں بھی ان کیفیات میں سے کچھ حصہ عطا فرمائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ''میرے والد محترم مرض موت کے آخری

ایام میں بے ہوش ہو گئے تو میری زبان سے بے اختیار نکل گیا: افسوس! میرے باپ کو سخت بیماری ہو گئی ہے۔ اتنے میں والد محترم کی آنکھ کھل گئی۔ تو فرمایا: عائشہ! یہ بیماری نہیں ہے، یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ⑲ (سورہ ق ۵۰:۱۹)

(اور موت کی جاں کنی حق لے کر آ پہنچی۔ یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔)

پھر پوچھا: ''رسول اللہ ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟''

میں نے عرض کیا: ''تین کپڑوں میں''۔

پھر پوچھا: ''آپ ﷺ نے کس دن وفات پائی تھی؟''

میں نے عرض کیا: ''پیر کے دن۔''

''میں اپنے رب سے امید کرتا ہوں کہ آج رات اور دن کے درمیان میری موت واقع ہو جائے۔

پھر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا اور کہا: ''دو کپڑے مزید ملا کر مجھے انہی کپڑوں میں دفنا دینا۔''

میں نے کہا: ''یہ کپڑے تو پرانے ہیں۔'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَلْحَيُّ اَحْوَجُ اِلَى الْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ اِنَّمَا الكفن لِلدَّرِيْمِ۔

(زندہ انسان مردہ کے مقابلے میں نئے کپڑوں کا زیادہ ضرورت مند ہے اور یہ کفن تو ریم اور خون کے لئے ہے۔)

اور جب آپ کی سانس اکھڑنے لگی تو دعائے یوسفی آپ کی زبان پر تھی: ''تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ، یا اللہ! تو مجھے اس حال میں اٹھا کہ میں مسلم اور تیرا فرمانبردار ہوں اور مجھے صالح بندوں میں شامل فرما۔''

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا جب بالکل آخری وقت آ گیا تو آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیے۔ مٹھیاں کس لیں اور زبان پر یہ کلمات تھے: الٰہی! تو نے حکم دیا ہم نے حکم عدولی کی۔ پروردگار! تو نے منع فرمایا اور ہم نے نافرمانی کی۔ یا اللہ! میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں۔ طاقت ور نہیں ہوں کہ غالب آ سکوں۔ پروردگار! اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہو گی تو میں ہلاک و برباد ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد تین بار کہا 'لا الٰہ الا اللّٰہ' اور روح جسم سے پرواز کر گئی۔

شہید کربلا نواسۂ رسول رضی اللہ عنہ پر ہر طرف سے دشمنوں کا نرغہ تھا، آپ بھی برابر تلوار چلا رہے تھے۔ پیدل فوج پر آپ ٹوٹ پڑے، تن تنہا اس کے قدم اکھاڑ دیئے۔ عبداللہ بن عمار کہتا ہے: میں نے نیزے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور ان کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں چاہتا تو ان کو قتل کر سکتا تھا لیکن میں نے خیال کیا، میں یہ گناہ اپنے سر کیوں لوں۔ دائیں بائیں ہر طرف ان پر حملے ہو رہے تھے

لیکن وہ جس طرف مڑ جاتے تھے، دشمن بھاگ کھڑا ہوتا تھا۔ وہ اس وقت کرتہ پہنے ہوئے تھے اور سر پر عمامہ تھا۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کسی شکستہ دل کو جس کا سارا گھر خود اس کی آنکھوں کے سامنے تہ تیغ ہو گیا ہو ایسا بہادر، ثابت قدم، مطمئن اور جری نہیں دیکھا۔ حالت یہ تھی کہ دائیں بائیں سے دشمن اس طرح بھاگ کھڑے ہوتے تھے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگ جاتی ہیں۔ دیر تک یہی حالت رہی۔ اسی دوران آپ کی بہن حضرت زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا خیمہ سے باہر نکلیں۔ ان کے کانوں میں بالیاں پڑی ہوئی تھیں: وہ چلاتی تھیں، کاش! آسمان زمین پر ٹوٹ پڑے۔

پیاس کی شدت سے آپ رضی اللہ عنہ کا برا حال تھا۔ پانی پینے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ فرات کی طرف بڑھے، اچانک دشمن کی طرف سے ایک تیر آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے مبارک حلق میں پیوست ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تیر کھینچ لیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ منہ کی طرف اٹھائے تو دونوں چلو خون سے بھر گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خون آسمان کی طرف اچھالا اور اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا: "الٰہی! میرا شکوہ تجھی سے ہے۔ دیکھ! تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے"۔ زرعہ بن شریک نے اسی دوران پہلے بائیں ہاتھ کو زخمی کیا پھر شانے پر تلوار ماری۔ آپ رضی اللہ عنہ کمزوری سے لڑکھڑائے۔ سنان بن انس نے بڑھ کر نیزہ مارا اور آپ رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے اور پھر اسی ظالم نے نواسہ رسول کو ذبح کیا اور سر تن سے جدا کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۰۰) رحمت الٰہی کے امیدوار

آپ اللہ سے رحمت کے امیدوار ہیں، ہونا ہی چاہئے۔ مومن کی یہی شان ہے، رحمت سے مایوسی تو کفر ہے۔ کافر ہی رحمت اللہ سے مایوس ہوتا ہے، مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا وہ ہمیشہ پر امید رہتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

لَاتَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ (سورہ یوسف ۱۲:۸۷)

(بلاشبہ اللہ کی رحمت سے تو وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں)

رحمت کی امید اس حقیقت کی یقینی دلیل ہے کہ آپ کے دل میں ایمان ہے، ایمان کا سب سے بڑا سرمایہ ہے جو دونوں جہاں میں آپ کی فلاح و کامرانی کی ضمانت ہے...... سوچنے اور مطمئن ہونے کی بات صرف یہ ہے کہ آپ واقعی امیدوار رحمت ہیں یا کسی دھوکے میں مبتلا ہیں؟ آپ صرف اپنی نظر میں اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں یا اللہ کی نظر میں بھی واقعی امیدوار ہیں، حقیقت میں رحمت کا امیدوار تو وہی ہے جس کو اللہ بھی اپنی رحمت کا امیدوار قرار دے۔

آیئے! عقل و بصیرت اور کتاب و سنت کی روشنی میں یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ فی الواقع رحمت الٰہی کا امیدوار کہلانے کا مستحق کون ہے۔ امیدوار رحمت کی کیا شان ہوتی ہے اور اس کی عملی زندگی پر اس حقیقت کے کیا اثرات پڑتے ہیں۔ رحمت کی امید رکھنے کا دعویٰ تو ہر ایک کر سکتا ہے لیکن یہ بہر حال اطمینان کر لینے کی بات ہے کہ کس کا یہ دعویٰ سچا ہے اور کون محض حماقت اور فریب میں مبتلا ہے۔

آپ اپنی کھیتی سے امید رکھتے ہیں کہ اس سے آپ کو اچھی پیداوار حاصل ہوگی۔ کون کاشتکار ایسا ہوگا جو اپنی کھیتی سے یہ امید نہ رکھے مگر یہ امیدوار اپنی امید میں اسی وقت تو حق بجانب ہوتا ہے جب انتہائی محنت اور سخت کوشی سے زمین جوتتا ہے۔ نرم کرتا ہے اور پسینہ بہا بہا کر جب زمین تیار کر لیتا ہے تو پھر اس میں اچھے قسم کے بیج بوتا ہے پھر نرائی اور گڑائی کرتا ہے پھر بجا طور پر اپنے کھیت سے اچھی پیداوار کی آس لگاتا ہے۔ اگر کوئی کاشتکار زمین جوتنے، بونے اور سینچنے کی زحمت ہی نہ اٹھائے، کسی سخت کوشی اور محنت کے لئے تیار ہی نہ ہو مگر کھیت سے اچھی پیداوار کا امیدوار ہو تو یہ امید نہیں حماقت اور نادانی ہے۔

آپ کاروبار کیا کرتے ہیں اور اپنے کاروبار سے نفع کی امید رکھتے ہیں۔ کاروبار سے نفع کی امید پر ہی کاروبار کیا جاتا ہے مگر ہر کاروبار کرنے والا اپنے کاروبار کے لئے ضرورت کے مطابق سرمایہ فراہم کرتا ہے۔ اپنا وقت لگاتا ہے۔ جسم و جان اور دل و دماغ کی قوتیں لگاتا ہے۔ دلچسپی اور تن دہی سے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ کاروبار کے سارے تقاضے پورے کرتا ہے اور جب خود اسے اطمینان ہو جاتا ہے کہ کاروبار کو کامیاب بنانے کے لئے جو کچھ وہ کر سکتا ہے اس میں اس نے کوتاہی نہیں کی بلکہ محنت اور سوجھ بوجھ کا حق ادا کر دیا تو پھر بجا طور پر وہ اس سے امید لگاتا ہے کہ اسے اللہ کے فضل سے خاطر خواہ نفع حاصل ہوگا۔ اگر کوئی تاجر اپنے کاروبار کے لئے سرے سے کچھ کرے ہی نہیں اور یہ امید رکھے کہ خاطر خواہ نفع حاصل ہوگا تو عقل کی دنیا میں اس کو امید نہیں حماقت اور فریب نفس کہیں گے۔

آپ اعلیٰ امتحانوں میں شریک ہوتے ہیں، امتیازی نمبروں سے کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔ اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے امیدوار ہوتے ہیں۔ بے شک امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی کی امید رکھنا ہی چاہیے مگر آپ کی محنت اور عرق ریزی، اللہ، اللہ نہ دن کو آرام نہ رات کو سکون، اپنی پیاری نیند اور آرام و راحت کو تج کر ہر وقت آپ تیاری میں غرق رہتے ہیں۔ دنیا اور مافیہا سے بے خبر آپ کو صرف ایک ہی دھن ہوتی ہے۔ کسی طرح اپنا کورس ہضم کر لیں اور پھر بجا طور پر آپ نمایاں کامیابی کے امیدوار ہوتے ہیں۔ اللہ کامیابی سے نوازتا بھی ہے۔ آپ ہی بتایئے اگر آپ کورس کی تیاری میں کوئی محنت نہ کریں، آرام و راحت ہی میں اپنے شب و روز بتاتے رہیں اور نمایاں کامیابی کی امید رکھیں تو یہ امید ہے یا جہالت، یقیناً یہ امید نہیں، انتہا درجے کی بے وقوفی ہے۔ دنیا کے معاملات میں جب آپ یا

کوئی امیدوار ہوتا ہے تو اس کی امیدواری اسی طرح تسلیم کرتے ہیں جب وہ اپنے کو امیدوار ثابت کرنے کے سارے تقاضے پورے کرتے ہوئے امیدواری کا دعویٰ کرتا ہے۔ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ رحمت الٰہی کے امیدوار کو بھی اسی کسوٹی پر پرکھا جائے اور اسی وقت وہ رحمت الٰہی کا امیدوار قرار دیا جائے جب وہ اس امیدواری کے تقاضے بھی پورے کرتا ہو۔

کتاب وسنت کے نزدیک بھی اللہ کی رحمت کا سچا امیدوار وہی ہے جو ایک حقیقت پسند کاشتکار کی طرح ایمان خالص کا بیج اپنے قلب کی سرزمین میں بوئے۔ قلب کو برے خیالات اور گندے جذبات اور مکر وریا کے جھاڑ جھنکاڑ سے صاف رکھے اور عبادت وریاضت اور نیکی وحسن سلوک کے پانی سے برابر سینچتا رہے اور مرتے دم تک اپنے قلب کی کھیتی کی حفاظت ونگرانی کرتا رہے۔ ایسے سچے امیدوار کی پہچان یہ ہے کہ ہر نئی صبح وہ دین کی راہ میں کچھ اور آگے ہوگا۔ اس کے دینی جذبات میں کچھ اور نکھار آئے گا، خدا ترسی کے کاموں میں وہ پیش پیش ہوگا اور ہر وقت اپنے ایمانی جذبات کی دیکھ بھال اور نگرانی میں چاق وچوبند رہے گا۔ کسی وقت اس پر ایسی غفلت طاری نہ ہوگی کہ وہ ایمان کی خبر گیری سے بے پروا ہو جائے اس لیے کہ کھیت کی نگرانی چھوڑ دینا اور کھیت سے بے پرواہ ہو جانا مایوسی اور دنیا پرستی کی علامت ہے۔

جو شخص اللہ سے مغفرت کی امید رکھتا ہے اور اس بات کی امید رکھتا ہے کہ اس کا رب اسے جنت کی لازوال نعمتوں سے نوازے گا وہ برابر کوشاں رہے گا کہ اپنے رب کی نظر میں وہ خود کو مغفرت و رضوان اور جنت کی بے مثال نعمتوں کا مستحق بنائے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اللہ سے رحمت وعنایت کی امید بھی رکھے اور اس کی اطاعت وعبادت میں سستی بھی دکھائے۔ نافرمانی کی روش اور پھر رحمت کی امید! امید نہیں، حماقت اور ڈھٹائی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ (سورۃ الاعراف ۷:۱۶۹)

(پھر اگلی نسلوں کے بعد ان کے جانشین وہ لوگ ہوئے جو کتاب الٰہی کے وارث ہو کر اس دنیائے ادنیٰ کے فائدے سمیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں امید ہے کہ ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔)

یہ اللہ کی رحمت کی امیدواری نہیں بلکہ جہالت اور ڈھٹائی ہے۔ رحمت الٰہی تو انہیں بندوں پر سایہ فگن ہوتی ہے جو اپنی زندگیوں کو سنوارتے ہیں اور نیک اخلاق وکردار کے مالک ہوتے ہیں۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (بے شک اللہ کی رحمت انہیں لوگوں سے قریب ہے جو نیکوکار ہیں۔)

اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص کو عقل کا دیوالیہ اور عاجز و درماندہ بتایا ہے جو خواہشات نفس کے پیچھے پڑا رہے اور اللہ سے طرح طرح کی امیدیں باندھتا رہے۔

وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ۔

(اور عاجز و درماندہ شخص وہ ہے جو نفس کی خواہشات کے پیچھے لگا ہوا ہے اور اللہ سے طرح طرح کی تمنائیں کرتا ہے۔)

دو لفظوں میں رحمت الٰہی کی امید کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کے بس میں جو کچھ ہو اس کے کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرے اور پھر بھروسہ اللہ پر رکھے اور حالات بظاہر کیسے ہی مایوس کن ہوں، کبھی آس نہ توڑے۔ یعقوب نے اپنے محبوب بیٹے کو کھو دیا پھر گومگو کی کیفیت کے ساتھ دوسرے بیٹے کو بھی جو یوسف علیہ السلام کی نشانی تھا، بھائیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ پھر یہ دل دہلا دینے والی خبر سنی کہ شاہ مصر نے اس کو بھی روک لیا ہے اور بھائی خالی ہاتھ واپس آگئے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا کہ چاروں طرف مایوسی کی گھٹائیں تھیں۔ بظاہر دور دور تک امید کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی لیکن یعقوب پیغمبر تھے۔ پیغمبرانہ بصیرت رکھتے تھے۔ انہوں نے انہی حالات میں بیٹوں سے کہا:

لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ (سورہ یوسف ۱۲:۸۷)

(دیکھو! اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، واقعہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے تو وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔)

مومن کی شان یہی ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ سے رحمت کی امید رکھے اور کسی وقت اور کسی حال میں بھی اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو...... اس کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اللہ کی نظر میں خود کو سچا امیدوار رحمت ثابت کرنے کی کوشش کرے اور بس...... جو شخص اللہ سے رحمت کی امید رکھتا ہے اللہ اسے کبھی مایوس نہیں کرتا البتہ امیدواروں کی زندگی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ البقرۃ ۲:۲۱۸)

(بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ یہی لوگ حقیقت میں اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بے پناہ درگزر کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے۔)

یہ آیت صاف صاف بتاتی ہے کہ اللہ کی نظر میں کون لوگ واقعی رحمت کے امیدوار ہیں: جو ایمان لائیں، جو اللہ کی راہ میں ہجرت کریں یعنی اللہ کے دین کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنے کاروبار،

اپنے خاندان، اپنے وطن اور اپنے وسائل و ذرائع سب قربان کر دیں اور جو اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں، اس سے بڑی نادانی اور حماقت اور کیا ہوگی کہ آدمی دوزخ کا بیج بوتا رہے اور جنت پانے کی امید رکھے۔ نیکیوں کا مقام پانا چاہے اور بدکاروں کے سے کام کرے۔ نیکی اور بھلائی نہ کرے اور اجر و ثواب کا طالب ہو۔

(۱۰۱) احسان شناسی اور خیر خواہی

ایک بڑا ہی حیرت انگیز واقعہ ہے جو تاریخی داستان کے طور پر نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ واقعہ سچا ہے یا محض من گھڑت مگر یہ حقیقت ہے کہ اس میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے بڑا ہی سبق ہے۔

گزرے وقتوں کی بات ہے کہ ایک بادشاہ اپنے غلام پر بڑا مہربان تھا۔ ہر وقت وہ اس کو انعام و اکرام سے نوازتا رہتا تھا اور غلام نہایت ہی عیش و عزت سے زندگی کے دن گزار رہا تھا۔ شومئ قسمت، ایک دن بادشاہ کو غلام کی حرکت ناگوار گزری اور وہ اس پر برس پڑا اور اسے بہت کچھ سخت سست کہہ ڈالا۔ غلام نے بھلا اس طرح کی ڈانٹ پھٹکار کب سنی تھی۔ وہ تو ہمیشہ سے عنایتوں اور نوازشوں کا عادی تھا، وہ بہت رنجیدہ ہوا اور رنجیدہ رہنے لگا۔ آخر کار اس نے ایک دن وہاں سے نکل جانے کا ارادہ کیا اور بغیر کچھ کہے سنے ایک دن وہاں سے فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے غلام کی تلاش میں ہر طرف اپنے لوگوں کو روانہ کیا، لوگوں نے ہر طرف تلاش کیا لیکن غلام نہ ملا۔ بادشاہ غلام کے ساتھ ہمیشہ ہی نیکی کرتا تھا۔ بادشاہ کو اس بات کی بے پناہ تکلیف ہوئی کہ اس نے اپنے غلام کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کیا، انعام و اکرام سے نوازا، شفقت و محبت سے پیش آیا اور ایک دن غصے میں کچھ کہہ دیا تو وہ ایسا احسان فراموش نکلا کہ زندگی بھر کے احسانات اور انعامات کو اس نے یکسر بھلا دیا اور اس نے دل میں یہ طے کیا کہ آخر کبھی نہ کبھی تو وہ ملے گا ہی، جب بھی وہ مل گیا اس کی گردن اڑائے بغیر نہ مانوں گا اور اس دن کا انتظار کرنے لگا۔

ادھر غلام بادشاہ کو چھوڑ کر چلا تو آیا مگر بادشاہ کا حسن سلوک اور اس کے احسانات بھلا نہ سکا۔ جب بھی اسے بادشاہ کے حسن سلوک کی یاد آتی وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اپنا قصور معاف کرانے کے لیے بے چین ہو جاتا مگر خدمت میں حاضری کے لیے اس کی ہمت نہ ہوتی۔ اس شش و پنج میں ایک مدت گزر گئی۔ آخر ایک دن غلام نے ہمت کر ہی لی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ضرور اپنے محسن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قصور کی معافی چاہے گا۔ یہ سوچ کر وہ روانہ ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ غلام کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس سے پہلے کہ وہ کہے، بادشاہ غصے میں گرجا: بلاؤ جلاد

کو اور جلاد کو حکم دیا کہ اڑا دو اس کی گردن۔ جلاد حکم پاتے ہی ننگی تلوار لئے آگے بڑھا۔ غلام نے نہایت عجز و انکساری سے بادشاہ سے عرض کیا: حضور! یہ گردن حاضر ہے، اس پر آپ کے احسانات کا بہت بوجھ ہے، اسے اڑا دیجئے مگر مجھے چند منٹ کی مہلت دیجیے کہ میں اپنے رب سے دعا کرلوں۔ بادشاہ نے غصے سے کہا: مانگ لے جو دعا مانگنا چاہتا ہے، مگر تیری گردن اڑا دینے کا میں فیصلہ کر چکا ہوں۔ دعا کی اجازت ملتے ہی جلاد پیچھے کو ہٹا اور غلام نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور یوں گویا ہوا: ''اے میرے رب! جس آقا نے آج میری گردن اڑانے کا حکم دیا ہے زندگی بھر اس نے مجھ پر نوازشیں کی ہیں، اس نے مجھے عزت و اقبال سے نوازا ہے۔ پروردگار! اس آقا کے مجھ پر بے پناہ احسانات ہیں۔ پروردگار! یہ آج مجھے قتل کرا رہے ہیں، میں تجھے گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنا خون ان کو معاف کر دیا اور تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ کل حشر کے میدان میں ان کی پکڑ نہ کرنا، میں اپنے اس محسن کو کل حشر کے میدان میں شرمندہ نہ دیکھ سکوں گا۔ پروردگار! میں اپنا خون ان کو معاف کرتا ہوں، تو بھی کل میدانِ حشر میں ان کو معاف کر دینا۔ اس محسن کے یہاں گزرے ہوئے صبح و شام میری زندگی کے یادگار اور زندگی کے حاصل صبح و شام ہیں، پروردگار! تو اس سے بھی زیادہ عزت و اکرام سے ان کو نوازنا۔

غلام دل کی گہرائیوں سے یہ دعا مانگ رہا تھا اور بادشاہ کے دل کی کیفیت بدل رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کس قسم کا غلام ہے۔ وہ حیران تھا کہ میں اس کو قتل کرا رہا ہوں اور اس کو میرے انجام کی فکر ہے۔ یہ میری آخرت اور عاقبت کا کس قدر خیر خواہ ہے۔ یہ وہاں کی پکڑ سے مجھے بچانے کے لئے بے چین ہے۔ اس کا سارا غصہ کافور ہو گیا اور آگے بڑھ کر بادشاہ نے بے قراری کے ساتھ اس کو گلے سے لگالیا اور پہلے سے بھی زیادہ عزت و اکرام سے نوازا اور غلام کے صبح و شام پھر عیش و آرام اور خوشی و مسرت میں گزرنے لگے۔

بادشاہ کے اس سلوک پر مصاحبین نے حیرت کا اظہار کیا اور ایک دن بادشاہ سے پوچھا کہ حضور! آپ یا تو اس غلام کو قتل کرائے دے رہے تھے یا پھر پہلے سے بھی زیادہ اس پر انعام و اکرام کی بارش ہونے لگی۔ بادشاہ نے مصاحبین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: میں نے اس غلام میں دو ایسی خوبیاں دیکھیں کہ میں الٹا اس کا احسان مند ہو گیا۔ ایک یہ کہ یہ سچا احسان شناس ہے۔ وقتی طور پر اس سے غلطی ہوئی لیکن یہ میرے احسانات کو بھولا نہیں۔ اس نے میری وفاداری کا حق ادا کر دیا اور دوسری خوبی یہ کہ اس نے میری وہ خیر خواہی کی کہ اس خیر خواہی تک میری سوچ نے بھی کبھی میرا ساتھ نہ دیا۔ اس نے اپنے قتل کا حکم سننے اور جلاد کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھنے کے بعد بھی ذرا میری طرف سے دل میلا نہ کیا اور اس نے آخرت میں اللہ کی پکڑ سے مجھے بچانے کے لئے اللہ سے درخواست کی۔ اپنی جان دے کر بھی اس نے مجھے شرمندہ اور معتوب دیکھنا گوارہ نہ کیا، اس سے بڑی کوئی خیر خواہی نہیں ہو سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی یہ دو خوبیاں ایک احسان شناسی اور دوسری سچی خیر خواہی، ایسی بنیادی خوبیاں ہیں کہ جو نہ صرف بندے کو انسان کی نظر میں محبوب اور قابل قدر بناتی ہیں بلکہ اللہ کی نظر میں بھی وہ بندہ قابل قدر اور محبوب ہوتا ہے۔

ایمان کی راہ احسان شناسی اور شکر گزاری ہی تو ہے، خدا کی نعمتوں کے احساس سے سرشار ہو کر جب بندہ دل کی گہرائیوں سے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتا ہے، **الحمد للّٰہ رب العالمین**، تو یہی احسان مندی اور شکر گزاری کا جذبہ اس پر ایمان کی راہ کھولتا ہے۔ بندہ اس جذبے سے بے تاب ہو کر اپنے رب سے درخواست کرتا ہے کہ پروردگار! مجھ پر وہ راستہ واضح کر دے کہ میں تیرا شکر گزار اور مطیع۔ فرمان بن کر زندگی گزاروں اور تیرے ناشکروں اور نافرمانوں میں میرا شمار نہ ہو اور اللہ اپنے ہی بندے پر ایمان و ہدایت کی راہ کھولتا ہے۔

اور رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایمان کی لذت اسی بندے کو ملتی ہے جو دوسروں کا سچا خیر خواہ ہوتا ہے اور دوسروں کے لیے وہی چاہتا ہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔ ہر بندے کی آرزو و چاہت یہی ہے کہ کل حشر کے میدان میں اسے شرمندگی نہ ہو اور اس کا خالق بھی اس سے راضی ہو۔ بڑی سے بڑی قربانی دے کر بھی وہ اپنے بھائی کے لیے یہی چاہے اور آرزو کرے تو واقعی وہ سچا خیر خواہ ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص کو ایمان کا لذت شناس تسلیم ہی نہیں کیا ہے جو اپنے بھائی کا سچا خیر خواہ نہ ہو اور اس کے لیے بھی وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لئے چاہتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ

''تم میں سے کوئی شخص ایمان کو پا ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی نہ چاہے جو وہ اپنے لیے چاہتا ہے۔''

احسان شناس بندہ وہی ہے جو اللہ کے احسانات کو ہمہ دم یاد رکھے اور ہر لمحے اس کا شکر ادا کرتے ہوئے شکر گزار بندوں کی طرح زندگی گزارے، کبھی غفلت اور نافرمانی کا عمل ہو بھی جائے تو جلد پلٹ آئے اور اپنے رب سے قصور کی معافی چاہے۔ بندہ اللہ کی نعمتوں اور نوازشوں کا بھی شمار نہیں کر سکتا۔ وہ اس کی کسی ایک نعمت کی برکتوں کا بھی شمار نہیں کر سکتا اور شکر گزاری ہی وہ روش ہے کہ اللہ ایسے بندے کو اور زیادہ نوازتا ہے۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ

''البتہ اگر تم شکر گزار ہو گے میں تمہیں لازماً مزید دوں گا۔''

اللہ تعالیٰ دوسروں کی خیر خواہی چاہنے والے بندے کو ایسا مقبول، عزیز اور اس قدر قلبی اطمینان و

سکون عطا کرتا ہے کہ یہ نعمتیں وہ کسی قیمت پر حاصل نہیں کرسکتا۔

خوبیاں تو شمار میں صرف دو ہیں ❶ احسان شناسی اور ❷ خیر خواہی لیکن ان کے صلے اور برکتیں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار انسان کے بس سے باہر ہے۔

⑩ اعمالِ خیر کا بندھن

بندۂ مومن کی انتہائی آرزو اور منتہائے مقصود اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسے خدا کی رضا کا گھر جنت نصیب ہو جائے، وہ اسی شوق اور فکر میں شب و روز گزارتا ہے کہ کسی طرح جنت نعیم میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پوری امت کے لیے نمونہ کی ہستیاں تھیں اور جن سے بہتر شخصیتیں روئے زمین پر کبھی پائی نہیں گئیں، ان کی آرزو اور فکر بھی یہی تھی اور یہی سوال وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک ممتاز صحابی ہیں، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک بار فرمایا تھا: ''معاذ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔'' خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جس سے محبت کریں اور کہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اس سے بڑا سعادت مند کون ہوگا۔ اس کی خوش بختی پر کون نہ رشک کرے گا اور اس کی عظمت شان کا بھلا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی نے ایک بار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ عَنِ النَّارِ۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

یَامُعَاذُ! لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِیْمٍ

''معاذ تم نے تو بہت ہی عظیم بات پوچھ لی۔''

ظاہر ہے اس سے عظیم بات اور کیا ہوگی، مومن کی زندگی کی تمام تر تگ و دو اور شب و روز کی منتہائے مقصود اس کے سوا اور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے نوازے اور جہنم کی دہکتی آگ سے بچا لے۔

مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس آرزو کی تکمیل اور اس کوشش میں کامیاب ہونے کی سبیل خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور بتا سکتا ہے؟ کس قدر عظیم سوال ہے اور کس قدر موزوں شخصیت سے کیا جا رہا ہے جن کی بعثت ہی اللہ نے اس لیے کی ہے کہ وہ بندوں کو جہنم سے بچائیں اور جنت میں داخل ہونے کی سبیل اور اعمال سے واقف کرائیں اور جو تدبیر و سبیل بتا رہے ہیں وہ بھی یقینی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ ہی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق و امین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سبیل و تدبیر بتائی ہے وہ صد فی صد سچی اور خدا کی ہدایت کے مطابق ہے...... ان دونوں باتوں میں جس کو بھی ذرا تردد اور شک ہو اس کا ایمان ہی مشکوک ہے۔

[illegible]

وہ اعمال اور وہ سبیل مجھے معلوم ہو جائے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں اور جہنم سے بچ جاؤں...... جب کہ بتانے والی ہستی وہ ہے جس کو خدا نے یہی بتانے کے لیے بھیجا ہے اور اس لیے اپنا رسول منتخب کیا ہے کہ وہ صادق اور امین ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سوال عظیم کے جواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ نہ صرف گوش ہوش اور جذبہ اطاعت کے ساتھ سننے کی باتیں ہیں بلکہ فیصلہ کن عزم کے ساتھ عمل کرنے کے اعمال ہیں۔

پہلی اور بنیادی بات یہ ہے کہ بندہ اللہ ہی کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

دوسری بات یہ کہ وہ نماز قائم کرے۔

تیسری بات یہ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرے۔

چوتھی بات یہ کہ وہ رمضان کے روزے رکھے۔

پانچویں بات یہ کہ وہ بیت اللہ کا حج کرے۔

اور صدقہ گناہ کی تپش کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح آگ کو پانی بجھا دیتا ہے اور بندے کی آدھی رات کی نماز۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ (سورۃ السجدہ: ۱۶، ۱۷)

"ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے رہتے ہیں جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے راہِ حق میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے جن اعمال خیر کے صلے میں ان کے لئے چھپا رکھا گیا ہے اس کا کسی متنفس کو کوئی علم نہیں۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گویا ہوئے: کیا میں تمہیں دین کے سر رشتے اور اس کے ستون اور اس کی بلند ترین چوٹی کے بارے میں نہ بتاؤں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ضرور ضرور یا رسول اللہ!

ارشاد فرمایا: دین کا سر رشتہ اسلام یعنی خود کو اللہ کے حوالے کر دینا ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی بلند ترین چوٹی جہاد ہے۔

پھر فرمایا: کیا میں تمہیں ان سب [illegible] بتا دوں؟

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: ضرور بتایئے اللہ کے رسول!
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: اس کو قابو میں رکھو۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا ہم سے ان باتوں پر بھی مواخذہ ہوگا جو ہم زبان سے بولتے رہتے ہیں۔

یہ ہیں وہ اعمال جن کی بدولت انسان جہنم کی آگ سے بچ کر جنت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرسکتا ہے اور ان سب کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی تنبیہ فرمائی اس کو عام طور پر لوگ بہت معمولی بات سمجھ کر نظر انداز کرتے رہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تمام اعمال کا بندھن اور شیرازہ قرار دیا ہے۔

ملاک دراصل اس بندھن کو کہتے ہیں جس کے سہارے چیزیں قابو میں رہتی ہیں اور ادھر ادھر بکھر کر ضائع نہیں ہوتیں۔ زبان کی حیثیت ایک بندھن اور شیرازے جیسی ہے۔ اگر آدمی اس پر قابو رکھے تو اس پر سارے اعمال اپنی اپنی جگہ مفید اور مؤثر اور خدا کی نظر میں باوقعت ہوں گے اور اگر زبان بے قید اور آزاد ہوگئی تو زبان وہ چیز ہے جو تمام اعمال کو برباد کر کے رکھ دینے والی ہے، اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اعمال خیر کا بندھن قرار دے کر سخت تنبیہ فرمائی اور خبردار کیا کہ اس کا حاصل اور پیداوار انسان کو جہنم میں منہ کے بل گرا دینے والی چیز ہے۔

(۱۰۳) برائیوں سے سمجھوتہ کرنے کا عبرتناک انجام

بگاڑ اور فساد کسی قوم یا ملت میں یکبارگی نمودار نہیں ہوتا بلکہ نہایت ہی دھیمی رفتار اور خاموشی میں سر اٹھاتا اور عیارانہ چالوں سے سماج میں اپنے لیے گنجائش پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نہایت صبر، تسلسل اور مکاری سے سرگرم رہتا ہے کہ اسے گوارا کیا جانے لگے۔ یہ اس کی جیت اور بیداری کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔ اس مرحلہ پر پہنچ کر وہ اطمینان کی سانس لیتا ہے کہ اب آگے کے مراحل آسان ہو گئے۔ پھر زیادہ وقت نہیں لگتا کہ سماج میں بگاڑ نمودار ہوتا ہے اور رواج پانے لگتا ہے۔ اسے گو نہ مقبولیت حاصل ہونے لگتی ہے اور ہوتے ہوتے بگاڑ و فساد سماج کا معمول بن جاتا ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ ایک پاکیزہ انسانی معاشرہ میں شر پسند مجرمین دبے ہوئے ہوتے ہیں۔ اول اول برائیاں کرتے ہوئے جھجکتے ہیں، ان پر سماج کا اخلاقی دباؤ ہوتا ہے، پاکباز لوگوں کی ایک ہیبت ہوتی ہے، مجرمین کسی برے فعل کا ارتکاب کرتے خوف محسوس کرتے ہیں۔ صرف عام اور سوسائٹی کے بے اثر لوگ ہی نہیں بلکہ سوسائٹی کے اصحاب ثروت اور بااثر لوگ بھی سوسائٹی کے خوف سے دبے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کی اصل اور بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سماج کے خیر پسند، پاکباز اور شافی جوہروں سے آراستہ

لوگ سماج میں کسی برائی کو برداشت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ برائیوں کے خلاف ہمہ وقت مسلح اور محاذ آرا رہتے ہیں، وہ کسی قیمت پر شر پسند مجرمین سے سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن یہ بند اس وقت ٹوٹتا ہے جب ان خیر پسند اور باشعور افراد میں سستی آتی ہے، ان میں دھیرے دھیرے جرأت و ہمت اور برائیوں سے نفرت میں کمی پیدا ہونے لگتی ہے اور وہ شر پسندوں کو للکارنے اور ان کے خلاف نبرد آزما ہونے کا حوصلہ کھونے لگتے ہیں۔ اس کمزوری کو بھانپ کر اول اول اصحاب ثروت اور ماہر مجرمین میں ڈھٹائی، ہٹ دھرمی، سرکشی اور برائی پر اڑنے کی جرأت نمودار ہوتی ہے۔ خیر پسند اپنے فریضے میں کوتاہ ہونے لگتے ہیں۔ ان میں برائیوں کو گوارہ کر لینے اور بروں سے مفاہمت کر لینے کی پالیسی رواج پانے لگتی ہے۔ ابتداء **نهی عن المنکر** یعنی برائیوں کو روکنے کی جرأت اور اخلاقی حوصلہ ختم ہوتا ہے اور اپنی اس کمزوری کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان کرنے کا رواج عام ہوتا ہے۔ پھر یہ حوصلہ باقی نہیں رہتا کہ کسی کو نیکی کا حکم دے سکیں اور سماج میں بھلائی کا اہتمام کرنے کے لئے بھی پرزور انداز میں زبان کھول سکیں۔ یہ سماج کے بدترین دن ہوتے ہیں۔ برائیاں عام ہونے لگتی ہیں۔ سماج میں ہر طرف فساد اور بگاڑ رونما ہونے لگتا ہے...... برے لوگ سماج پر چھا جاتے ہیں اور ہر طرف یہی لوگ سرگرم نظر آتے ہیں۔

صحیح بنیادوں پر تعمیر ہونے والے معاشرے کا ابتدائی دور سنہرا ہوتا ہے۔ سماج پر پاک باز لوگوں کا اثر ہوتا ہے، ان کی اخلاقی ساکھ سے پورا سماج مرعوب ہوتا ہے۔ عوام ہی نہیں بلکہ بااثر اصحاب ثروت بھی کھلم کھلا کسی برائی کا ارتکاب کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ سوسائٹی کے پاک باز طبقے کا لحاظ کرتے ہیں۔ ان کی نیکی، تقویٰ اور پاک بازی کی وجہ سے نہ صرف ان کا احترام کرتے ہیں اور اس طرح برائیاں گومٹ نہیں جاتیں مگر سماج میں دبی رہتی ہیں، گویا ان کا وجود ہی نہیں ہے۔ اگر کبھی سر اٹھاتی بھی ہیں تو اس کو پورے سماج کی نفرت، بیزاری اور دباؤ سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے اور وہ سر اٹھاتے ہی دب جاتی ہیں لیکن جونہی شر پسند یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ خیر پسندوں میں شر کو گوارا کر لینے کی کمزوری جنم لے رہی ہے تو ان کی جرأت بڑھنے لگتی ہے۔

جب تک سماج کا خیر پسند، باشعور اور پاکباز طبقہ اپنے فرائض کا گہرا احساس رکھتا ہے، اپنا فریضہ ادا کرنے میں سرگرم رہتا ہے اور جرأت کے ساتھ برائیوں کے خلاف ڈٹا رہتا ہے، سماج میں اس کی ساکھ ہوتی ہے، سماج پر اس کا اخلاقی دباؤ اور ایک ہیبت ہوتی ہے، سماج اس کا اثر محسوس کرتا ہے اور تہہ میں برائیاں موجود بھی ہوں تو سر نہیں اٹھاتیں۔ ایسا لگتا ہے کہ سماج میں گویا کوئی برائی ہے ہی نہیں اس لیے کہ سماج میں برائیوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور سماج کے عام لوگوں میں نیکی کا رجحان، برائی سے نفرت اور اہل خیر کے اثرات کی فضا قائم رہتی ہے۔

کسی سوسائٹی کا یہ دور انتہائی خوش بختی، ترقی، خوشگواری اور خیر و برکت کا دور ہوتا ہے۔ ہر طرف امن وسکون، راحت و عافیت، خوش حالی و خیر سگالی اور مسرت و اطمینان کی فضا ہوتی ہے اور سوسائٹی جنت کا نمونہ ہوتی ہے۔ شیطان بھلا اس خیر و برکت اور نیکی و پاکیزگی کی فضا کو کیسے گوارا کرسکتا ہے۔ وہ برابر اپنی چالیں چلتا رہتا ہے اور خیر پسندوں پر مسلسل حملے کرتا رہتا ہے اور پھر سوسائٹی کو یہ روز بد دیکھنا پڑتا ہے کہ نیک لوگوں کے طبقے میں سہل انگاری، عافیت کوشی، فرائض سے غفلت، سستی اور لاپرواہی جیسی کمزوریاں نمودار ہونے لگتی ہیں، وہ دھیرے دھیرے برائیوں کو گوارا کرلینے اور اہل شر سے سمجھوتہ کرنے کی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ شر پسندوں کے مقابل آنا، انہیں للکارنے اور ان کو برائیوں سے روکنے کی جرأت و ہمت کھونے لگتے ہیں اور عافیت اس میں محسوس کرتے ہیں کہ شر پسندوں سے مصالحت اور مفاہمت رہے۔ شر پسند چونکہ اسی وقت کے انتظار اور آرزو میں عمر عزیز کی گھڑیاں بتاتے ہیں اس لیے وہ جلد اہل خیر کی اس کمزوری کو بھانپ لیتے ہیں اور ان کے برے ارادوں میں جان پیدا ہونے لگتی ہے۔ پھر زیادہ وقت نہیں گزرتا کہ برائیوں کا چلن عام ہوجاتا ہے اور شر پسند ہر طرف دندناتے اور شر و فساد پھیلاتے نظر آتے ہیں اور بالآخر سماج میں شر پسندوں کا دباؤ اور بالادستی کی فضا عام ہوجاتی ہے، خیر پسند اور پاکباز طبقے کے اثرات ختم ہونے لگتے ہیں، ان کا اخلاقی دباؤ ڈھیلا پڑنے لگتا ہے اور شر پسند عناصر کو کھل کھیلنے، من مانی کرنے اور دل کے ارمان پورے کرنے کے آزادانہ مواقع فراہم ہوجاتے ہیں۔ سوسائٹی کے لوگ جن کی بہت بڑی اکثریت جواب تک خیر پسند طبقے کے اثرات اور دباؤ سے برائیوں سے بچے ہوتے ہیں، وہ بھی اس ریلے میں بہہ جاتے ہیں۔ سارے بند ٹوٹ جاتے ہیں اور پورا سماج برائیوں کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ خیر پسند لوگ سماج کی ہماہمی اور پیدا ہونے والے مسائل سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور زندگی کی سرگرمیوں سے ہٹ کر گوشۂ عافیت تلاش کرنے لگ جاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سماج میں خیر پسندوں اور پاکباز لوگوں کا کوئی رول ہی نہیں رہا ہے، وہ سماج میں اپنی ساکھ، اپنا اخلاقی دباؤ اور اپنے اثرات سب کچھ کھو بیٹھتے ہیں۔

کسی سوسائٹی کے لیے یہ انتہائی بدبختی اور زبوں حالی کا دور ہوتا ہے۔ ہر طرف شر، فساد، ہنگامے، آوارگی، عیاشی، ظلم و زیادتی اور انارکی پھیل جاتی ہے، باہمی تعلقات بگڑ جاتے ہیں، خاندانی بند ٹوٹنے لگتے ہیں، خانگی زندگیاں برباد ہونے لگتی ہیں، عزت و آبرو، جان و مال کی حفاظت، چھوٹے بڑے کا لحاظ، شرم و حیا جیسی قدریں ناپید ہونے لگتی ہیں، سماج سے امن وسکون اور عافیت و اطمینان رخصت ہو جاتا ہے اور پورا سماج جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔

قرآن نے بھی بنی اسرائیل کی عبرتناک تاریخ پیش کرکے بار بار مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے اور رسول اللہ [illegible] نے بھی [illegible] کے مختلف گوشے بیان کرکے بار بار تنبیہ فرمائی ہے کہ مسلمان

چوکنے رہیں اور ان رخنوں پر نگاہ رکھیں جہاں سے برائیاں خاموشی سے سرایت کر کے پوری سوسائٹی کوتہ و بالا کر دیتی ہیں۔

بنی اسرائیل میں بھی ذلت و مسکنت اور شرمناک تباہی یکا یک نہیں آئی اور یکبارگی وہ عظمت و عزت کی بلندیوں سے ذلت اور برائی کی پستیوں میں نہیں دھنس گئے، بلکہ ان کا حال بھی یہی ہوا کہ ابتداءً ان میں امر بالمعروف اور نهی عن المنکر کا نظام قائم تھا، ان کے افراد اپنے مشن کا شعور رکھتے تھے، ان کے اچھے افراد برائیوں کے خلاف سینہ سپر رہتے تھے، شر پسندوں کو للکارتے اور ہمت و جرأت سے ان کو برائیوں سے روکتے تھے، ان کا ہاتھ پکڑتے اور بزور ان کو باز رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

لیکن دھیرے دھیرے ان کے پاک بازوں اور خیر پسندوں میں ڈھیل پیدا ہوئی، برائیوں کو برداشت کرنے، برے لوگوں سے سمجھوتہ کرنے اور ان کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ بننے کی بیماری پیدا ہوئی۔ مقابلے کی قوت کمزور پڑنے لگی۔ مفاہمت اور مصالحت کی روش اختیار کرنے میں عافیت محسوس ہونے لگی۔ کل تک یہ لوگ جن برے لوگوں کو برائیوں میں مبتلا دیکھ کر للکارتے اور بزور روکتے تھے، ان ہی کے ساتھ آخر کار سمجھوتے کرنے لگے۔ ان کو برائیوں میں لت پت دیکھ کر روکنے کے بجائے ان کی ہم نشینی اور قربت میں عافیت محسوس کرنے لگے۔ شر پسندوں کی جرأت بڑھنے لگی اور خیر پسندوں کے حوصلے پست ہونے لگے۔ دھیرے دھیرے یہ خیر پسند بھی ان ہی شر پسندوں اور مجرموں کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ بن گئے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہوئی تو ان پر اللہ کا غضب ٹوٹ پڑا۔ اللہ نے ان پر اپنا عذاب مسلط کر دیا، ان میں اخوت و تعلق ختم ہو گیا۔ ان کے قلوب باہم پھٹ گئے۔ ان میں اختلاف، انتشار اور افتراق کی فضا عام ہو گئی۔ وہ گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئے اور آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگے۔ ان پر ذلت، پستی، مسکنت اور زبوں حالی مسلط کر دی گئی اور یہ انسانیت کے لئے نمونہ عبرت بن گئے۔ ان کی شرمناک پستی کی یہ داستان تاریخ انسانیت کا عبرتناک باب ہے۔

سنن ابوداؤد میں رسول کریم ﷺ کے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے جو بنی اسرائیل کی اس عبرتناک تاریخ پر روشنی ڈالتی ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی سوسائٹی انسانیت کی بلندیوں سے کس طرح شرمناک پستی کے پاتال میں دھنستی چلی گئی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر بنی اسرائیل کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''سب سے پہلے بنی اسرائیل میں جس برائی نے جنم لیا وہ یہ تھی کہ ان میں ایک بھلا شخص جب کسی

نہیں مگر جب دوسرے دن اس کی ملاقات ایسے ہی برے شخص سے ہوتی اور وہ اس کو برائی میں ملوث پاتا تو وہ اس کو منع نہیں کرتا تا کہ وہ اس کی ہم نشینی کر سکے، اس کے ساتھ کھا پی سکے اور مصالحت کی شکل رہے۔ جب ان میں یہ صورتحال پیدا ہوئی تو اللہ نے ان کو آپس میں ٹکرا کر تباہ و برباد کر دیا۔'' اور اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی سورۂ مائدہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(سورۂ مائدہ: ۷۸، ۸۱)

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو برائیوں کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ بڑا ہی برا طرز عمل تھا جو انہوں نے اختیار کیا۔ آج تم ان میں بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو اہل ایمان کے مقابلے میں کفار کی حمایت و رفاقت کرتے ہیں۔ یقیناً بہت برا انجام ہے جس کی تیاری ان کے نفسوں نے ان کے لیے کی ہے۔ اللہ ان پر غضب ناک ہو گیا ہے، وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ اگر یہ لوگ فی الواقع اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس چیز کے ماننے والے ہوتے جو پیغمبر پر نازل ہوئی تھی تو ہرگز اہل ایمان کے مقابلے میں کافروں کو اپنا رفیق نہ بناتے مگر ان میں سے تو بہت سے لوگ خدا کی اطاعت سے نکل چکے ہیں۔''

یہ حدیث ایک آئینہ ہے جس میں امت مسلمہ اپنا چہرہ صاف دیکھ سکتی ہے اور اپنی عبرت ناک پستی کا اصل سبب معلوم کر سکتی ہے اور فیصلہ کن انداز میں اس حقیقت کو پا سکتی ہے کہ **امر بالمعروف ونھی عن المنکر** کے فریضے سے غفلت کسی ملت کو پستی کی کن حدوں تک پہنچا دیتی ہے۔

ایک عادتِ بد امت میں یہ بھی رواج پا رہی ہے کہ وہ اپنا ماتم کرنے میں بھی بڑی مشاق ہو گئی ہے اور اپنی زبوں حالی کی داستان سرائی میں زور زبان اور زور قلم مقابلے کی حد تک دکھانے لگی ہے۔

خدارا! ماتم نہ کیجیے بلکہ اٹھیے اور تعمیر ملت کی فکر میں سرگرم ہو جایئے۔ **نهی عن المنكر** کی جرأت پیدا کیجیے اور اپنا منصبی فریضہ جس پر اللہ نے خیر امت کو فائز کیا ہے یعنی **امر بالمعروف** اور **نهی عن المنكر** اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کیجیے۔

(۱۰۴) کل کی فکر

جو شخص ''آج'' موجود ہے اور اگر وہ زندہ رہا تو ''کل'' اس پر ضرور طلوع ہوگا۔ یہ زندگی اس ''آج اور کل'' کی آمد و رفت ہی سے عبارت ہے۔ ہر ''آج'' کے لیے ''کل'' ناگزیر ہے جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں۔ دنیا کا ہر انسان اس حقیقت سے واقف بھی ہے اور اس کو تسلیم بھی کرتا ہے بلکہ بالعموم وہ اپنے کل کی فکر بھی کرتا ہے اور یہ کل کی فکر مطلوب اور پسندیدہ بھی ہے مگر قرآن و سنت اور اسلامی لٹریچر میں یہ دو لفظ ''آج'' اور ''کل'' کی اصطلاح کے طور پر بہت ہی فکر انگیز مفہوم میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ آج سے مراد ہوتی ہے موجودہ زندگی اور کل سے مراد ہوتی ہے آخرت اور یہ ایک یقینی حقیقت ہے کہ جس کو یہ ''آج'' نصیب ہوا ہے اس کو یہ کل بھی ضرور نصیب ہوگا۔ اس زندگی کی مہلت جتنی بھی ہو یہ آج ہے اور یہ مہلت ختم ہوتے ہی جو ساعت شروع ہونے والی ہے وہ کل ہے مگر اس کل کو نمودار ہونے کے لیے سورج کے طلوع سے کوئی غرض نہیں ہے۔ یہ کسی وقت بھی شروع ہو سکتا ہے۔ سورج کے طلوع سے شروع ہونے والے کل کا وقت معلوم و متعین ہے لیکن موجود زندگی کا جو کل ہے اس کے آغاز کا وقت کسی کو نہیں معلوم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت کے تحت اسے مخفی رکھا ہے۔ آج کی یہ مہلت کسی شخص کے لیے کتنی ہے، اس کی خبر اللہ علام الغیوب کو ہے۔ یہ مہلت چند دن کی بھی ہو سکتی ہے، چند مہینوں کی بھی اور چند سالوں کی بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ چند لمحوں کی ہو بلکہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ اگلے ہی لمحے کسی کا کل شروع ہو جائے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ایک شخص سویا اور پھر اسے اٹھنا نصیب نہ ہوا، باتیں کرتے کرتے ہارٹ فیل ہو گیا، اچھا خاصا کام کر رہا ہے اور نبض بند ہو گئی۔ در اصل اللہ تعالیٰ نے اس ''کل'' کے آغاز کو مخفی رکھ کر انسان کو زبردست آزمائش میں رکھا ہے۔

اس دنیا کا سب سے بڑا نادان، سب سے بڑا نامراد، سب سے بڑا محروم وہ ہے جو اس کل کی فکر سے غافل ہے۔ کل کی فکر سے غفلت اس حقیقت کی علامت ہے کہ انسان کا ایمان مردہ ہو چکا ہے یا کم از کم اس پر سکرات کا عالم طاری ہے۔ جسے اپنا ایمان عزیز ہے وہ خدا کی پکڑ سے ڈرے اور کل کی فکر میں لگ جائے۔ یہ ''آج'' جس میں وہ پھنسا ہوا ہے اور جس کے لیے شب و روز فکر کر رہا ہے، عارضی اور فانی ہے اور وہ کل...... جس سے غفلت برت رہا ہے وہ دائمی اور لازوال ہے۔ اس سے بڑی نادانی اور محرومی کیا ہوگی کہ آدمی عارضی اور فانی کے لیے تو اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں کھپاتا رہے اور اس کل

سے غافل رہے جو ابدی اور لازوال ہے۔ اس کل کے بعد کوئی کل نہیں ہے۔ یہ کل جب ایک بار آج بن جائے گا، تو ہمیشہ آج ہی آج رہے گا، اس آج کا پھر کوئی کل ہرگز نہ آئے گا۔ اس آج کو پھر فنا نہ ہوگی یہ دائمی اور ابدی آج ہوگا۔

اس شخص کی ناکامی اور خسران کا اندازہ کیجیے جس نے اس کل کے لیے کوئی فکر نہ کی ہو۔ زندگی ختم ہوتے ہی جب کل شروع ہو تو اسے معلوم ہو کہ وہ بالکل ہی خالی ہاتھ ہے، یہاں اس کے لیے نہ کوئی سایہ ہے اور نہ سر چھپانے کی جگہ، نہ کوئی پرسان حال ہے اور نہ زندگی گزارنے کا کوئی سامان، وہ حسرت سے دونوں ہاتھ مل رہا ہو اور فریاد کر رہا ہو کہ کاش میں نے یہاں کے لیے بھی کچھ بھیجا ہوتا۔ میں نے تو اپنی تمام تر توانائیاں، صلاحیتیں، محنتیں اور کوششیں دنیا کی زندگی بنانے کے لئے کھپادیں اور اس دائمی حیات کے لیے کچھ بھی فکر نہ کی، کچھ بھی نہ جمع کیا۔ کیسی عبرتناک نادانی ہے کہ آدمی فانی اور حقیر کے لیے تو اپنا سب کچھ کھپادے اور آخرت کی لازوال اور بیش بہا زندگی کو تباہ و برباد کرے۔

دانائی اور بصیرت یہ ہے کہ آج کی زندگی میں آدمی ہر کام اور ہر مرحلے پر، ہر مقام اور ہر موڑ پر صبح وشام برابر اپنا احتساب کرتا رہے اور کسی وقت بھی اس جائزے سے غافل نہ رہے کہ وہ کل کے لیے کیا آگے بھیج رہا ہے۔ یہ کل یقینی ہے، اتنا یقینی جتنا یہ موجود آج یقینی ہے۔ آخرت کی زندگی ایک حقیقت ہے جیسی کہ آج کی موجودہ زندگی ایک حقیقت ہے۔ کامیاب اور دانشمند وہی ہے جو اس یقینی کل کے لیے فکر مند ہے، جو ہر لمحہ اس فکر کے ساتھ گزار رہا ہے کہ اس نے کل کے لیے کیا کمایا، کل کے لیے کیا جمع کر رہا ہے اور کیا آگے بھیج رہا ہے۔ دانائی یہ ہے کہ آدمی برابر یہ جائزہ لیتا رہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، جو کچھ کہہ رہا ہے جو کچھ سوچ رہا ہے، جو کچھ دے رہا ہے، جو کچھ لے رہا ہے، صبح وشام جو تگ و دو کر رہا ہے یہ سب آخرت کی زندگی کے لیے مفید ہے یا نقصان دہ؟ وہ کون سی بات اور کون سا عمل ہے جو آخرت کے لیے زادِ راہ ہے اور وہاں کام آئے گا اور وہ کون سا عمل اور کون سی بات ہے جو آخرت کے لیے نقصان دہ اور آخرت کو تباہ کرنے والی ہے؟ یہ ساری چیزیں نہایت تفصیل کے ساتھ قرآن و حدیث اور اسلامی لٹریچر میں موجود ہیں لیکن ان تفصیلات کو جاننے کی بے چینی اور تلاش و معلومات کی تڑپ اس شخص کو تو ہوگی جس کو کل کی فکر ہو اور جو اپنے شب و روز اس فکر کے ساتھ گزار رہا ہو کہ وہ کل کے لیے کیا کما رہا ہے؟ آخرت کی فکر سے بے پروا انسان کو تفصیلات جاننے کی کیا ضرورت؟

یہ زندگی بہر حال ایک دن ختم ہونی ہے، ایک دن یہ کھلی آنکھیں ضرور بند ہوں گی اور بند ہوتے ہی کل کی زندگی نظروں کے سامنے ہوگی یہ حقیقت اتنی ہی یقینی ہے جتنا خود ہمارا وجود ہے۔ ہر شخص اپنے بارے میں خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے، کیا سوچ رہا ہے، کیا منصوبے بنا رہا ہے، تگ و دو کا ہدف کیا

ہے اور کن تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے۔ وہ سنجیدگی سے سوچے، اگر اس کی زندگی آخرت کی فکر سے غفلت میں گزر رہی ہے تو اوّلین فرصت میں اپنے ایمان کی خبر لے ایمان سب سے بڑی دولت ہے اور آخرت سے غفلت کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہیں کہ آپ اپنی عاقبت تاریک کر رہے ہیں۔

زندگی کی بہتر تعمیر اور اسلام کی مطلوب پاکیزہ زندگی گزارنے کی آرزو میں اگر آپ واقعی صادق اور سنجیدہ ہیں اور دونوں جہانوں کی فلاح و کامرانی فی الواقع آپ کو مطلوب و مقصود ہے تو یاد رکھیے کہ سیرت و کردار کی تعمیر اور دونوں جہاں کی فلاح و کامرانی کا بنیادی نکتہ یہی ہے کہ آپ اپنے صبح و شام اور مصروف زندگی کا لمحہ لمحہ اس فکر کے ساتھ گزاریں کہ کل کے لیے آپ کیا کما رہے ہیں اور آنے والے یقینی کل کے لیے آپ کیا آگے بھیج رہے ہیں۔

یہ فکر اگر آپ پر غالب ہے تو آپ یہ جاننے کے لیے بے چینی کے ساتھ کوشش کریں گے کہ آپ کی زندگی کی تعمیر کے لیے کیا مفید ہے اور کیا مضر؟ آپ کیا کریں اور کن کاموں سے رک جائیں؟ آخرت کو تابناک بنانے کے لیے کیا کریں اور کیا نہ کریں؟ کن چیزوں میں اپنا وقت لگائیں اور کن چیزوں سے بچیں؟ وہ کون سی چیزیں ہیں جن سے آپ کی آخرت بن سکتی ہے اور وہ کون سی چیزیں ہیں جو آپ کی آخرت کو تباہ و برباد کرنے والی ہیں اور پھر فیصلہ کن انداز میں فکر آخرت کا تعمیری رویہ اختیار کریں اور دو باتوں کو کسی لمحے بھی ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ ایک یہ کہ خدا ترسی کی زندگی گزاریں۔ جو کچھ کریں خدا کی شدید محبت اور خوف کے تحت کریں۔ دوسرے ہر وقت اس یقین کو تازہ رکھیں کہ آپ کے ہر قول و عمل ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بلکہ دل کے وسوسوں اور جذبات و خیالات سے بھی اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے۔ آپ کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، سب کچھ اس پر عیاں ہے۔ ایک ایسی علیم و خبیر ہستی کے سامنے کل اپنی زندگی کا حساب دینے کے لیے آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کا کیا کرایا سب سامنے ہوگا خواہ آپ نے آسمانوں کی فضاؤں میں کچھ کیا ہو یا سمندر کی تہوں میں۔ سب کچھ وہاں اپنے پورے منظر کے ساتھ موجود ہوگا۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

> ”اے میرے پیارے بیٹے! کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو اور وہ کسی چٹان (کے سینے) میں ہو۔ یا آسمانوں (کی فضاؤں) میں ہو یا زمین (کی تہوں) میں ہو، اللہ اس کو نکال لائے گا وہ بہت باریک بین اور باخبر ہے۔“ (سورہ لقمان: ۱۶)

یہ کل یقینی ہے، اس کا آنا ایک واقعی حقیقت ہے، اس کی یاد اور فکر کسی وقت ذہن سے اوجھل نہ ہونے دیجیے اور اس فکر کے ساتھ زندگی کا لمحہ لمحہ گزاریے کہ اس کل کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں اور کیا

بھیج رہے ہیں اور آپ رب کی اس ہدایت کو ہر دم وردِ زبان رکھیے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸ (سورہ الحشر: ۱۸)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس کل کے لیے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً تمہارے ان اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

⑩⑤ ایمان خطرے میں

آپ ہر خطرہ مول لے سکتے ہیں۔ بڑے سے بڑا نقصان برداشت کر سکتے ہیں لیکن بہ سلامتی ہوش و حواس اس کے لیے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے کہ آپ کے ایمان کے لیے کوئی خطرہ لاحق ہو۔ ایمان ہی تو آپ کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ یہ متاعِ عزیز ضائع ہو گئی تو آپ بالکل ہی لٹ گئے۔ آپ کے پاس تو کچھ بھی نہ رہا۔ آپ دانستہ طور پر کوئی ایسی حرکت اور کوتاہی نہیں کریں گے جس سے ایمان جیسی چیز خطرے میں پڑے لیکن اطمینان کی سانس نہ لیجیے۔ ہو سکتا ہے نادانستہ طور پر، لاعلمی اور لاپروائی میں آپ کوئی ایسی کوتاہی کر رہے ہوں جس سے آپ کی یہ متاعِ عزیز خطرے میں ہو اور آپ کو احساس بھی نہ ہو۔

ایک کوتاہی ایسی خطرناک کوتاہی ہے کہ اس سے آدمی کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے اور یہ انتباہ کسی عام آدمی کی جانب سے نہیں ہے، خود دین پہنچانے اور بتانے والے رسول ﷺ کی جانب سے ہے۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ہوشیار ہو جائیے اور غور کیجیے! کہیں آپ اس کوتاہی اور جرم میں تو مبتلا نہیں ہیں۔ خدانخواستہ اگر ہوں تو کسی حیل و حجت اور تاویل کے بغیر فوراً اس کی تلافی کی فکر میں لگ جائیے اس لئے کہ ناپائیدار زندگی کا کوئی بھروسا نہیں کب ختم ہو جائے اور اللہ نہ کرے ایمان کا یہ خطرہ واقعی خطرہ بن جائے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں پر چار بنیادی عبادتیں فرض کی ہیں۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج...... اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ کسی بندے کو یہ حق اور اختیار نہیں ہے کہ وہ ان میں سے کوئی دو یا تین عبادتیں اپنے ذوق اور مرضی سے منتخب کر لے۔ اگر کوئی نادان صرف ایک عبادت کو ترک کر کے تین عبادتیں ادا کرتا رہا تو اللہ کے رسول ﷺ کی وضاحت اور تنبیہ یہ ہے کہ یہ تینوں عبادتیں قطعاً اس کے کام میں نہ آئیں گی۔ اللہ کے یہاں صرف اسی بندے کی عبادتیں قبول کی جائیں گی جو اللہ کی فرض کردہ چاروں عبادتیں اللہ کے حکم کے مطابق ادا کرے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

اَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ فِي الْإِسْلَامِ فَمَنْ اَتٰى بِثَلَاثٍ لَمْ يُغْنِيْنَ عَنْهُ شَيْئًا حَتّٰى يَاْتِيَ بِهِنَّ جَمِيْعًا الصَّلٰوةَ وَالزَّكٰوةَ وَصِيَامَ رَمَضَانَ وَحَجَّ الْبَيْتِ

(مسند احمد)

”چار عبادتیں ہیں جو اسلام میں اللہ نے فرض کی ہیں۔ جو شخص ان میں سے تین بجالائے اور چوتھی چھوڑ دے تو وہ تینوں اس کے کام نہ آئیں گی جب تک وہ چاروں ادا نہ کرے۔ وہ چار عبادتیں یہ ہیں، نماز، زکوٰۃ، رمضان کا روزہ اور حج۔“

آج کے دور میں مسلمان بے شک اپنے فرائض میں کوتاہ ہیں لیکن پھر بھی نماز، روزہ اور زکوٰۃ ادا کرنے کا خاصا اہتمام کرتے ہیں۔ البتہ حج ادا کرنے کی طرف زبردست غفلت ہے۔ بہت سے غافل مسلمان حج کو جانے کی استطاعت رکھتے ہیں، خوش حال ہیں، صحت مند ہیں، کوئی معذوری و مجبوری بھی نہیں ہے اور پھر بھی وہ حج کو نہیں جاتے اور انہیں احساس ہی نہیں ہے کہ وہ کس قدر عظیم اور بھیانک جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسے بھیانک جرم میں مبتلا ہیں جس سے ایمان خطرے میں ہے۔ اللہ نے ایسے لوگوں سے اپنی بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان کیا ہے اور جس سے اللہ اپنی بے نیازی اور بے تعلقی کا اعلان کرے اس کا دنیا اور آخرت میں کہیں ٹھکانہ نہیں۔ اِلّا یہ کہ وہ اپنے جرم کی تلافی کر کے اپنے کو اللہ کی نظرِ عنایت کا مستحق بنالے۔ اللہ کی تنبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ آل عمران ۳:۹۷)

”انسانوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو وہ جان لے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔“

یعنی جو اس فرض سے انکار کرے اور استطاعت رکھنے کے باوجود بیت اللہ کا حج نہ کرے تو وہ خوب سن لے کہ اللہ سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں ہے، بندہ ہی اس کا محتاج ہے اور اگر یہ محتاج بندہ اس کی فرض کی ہوئی عبادت سے غفلت اور بے نیازی برتتا ہے تو اللہ کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اللہ کے یہاں سے وہ راندۂ درگاہ ہے۔ اللہ اس سے بالکل بے نیاز ہے اور غافل اس کی نظرِ عنایت سے محروم ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اور زیادہ واضح لفظوں میں ایسے غافل نادانوں کو دھمکی دی ہے اور صاف صاف متنبہ کیا ہے کہ جو لوگ استطاعت رکھنے کے باوجود حج کرنے کے لیے نہیں جاتے ان کا ایمان

خطرے میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مَنْ لَّمْ تَحْبِسْهُ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا۔ (ترغیب وترہیب)

''حضرت ابوامامہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو واقعی کوئی محتاجی نہیں ہے، حج سے روک دینے والی بیماری بھی نہیں ہے، کسی ظالم اقتدار کی طرف سے بھی رکاوٹ نہیں ہے پھر بھی اس نے حج نہ کیا تو وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی۔''

دل دہلا دینے والی تنبیہ سے بھی جس کی آنکھیں نہ کھلیں اور وہ اس فکر میں نہ لگ جائے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو تو واقعی اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ جسے زادِ راہ بھی حاصل ہے، صحت بھی میسر ہے، کوئی ظاہری رکاوٹ بھی نہیں ہے اور پھر بھی وہ اللہ کی فرض کی ہوئی عبادت میں کوتاہی برت رہا ہے یا موقع میسر آنے کے باوجود ٹال مٹول کر رہا ہے، صاف صاف اللہ کے رسول ﷺ نے بتا دیا ہے کہ وہ چاہے نصرانی ہو کر مرے چاہے یہودی ہو کر مرے۔ مسلمان ہو کر مرنے کی اگر اسے آرزو ہے تو وہ فوراً اس عظیم فرض کو ادا کرنے کیلئے تیار ہو جائے اور ناپائیدار زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے...... کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا اگلا پل اس زندگی کا ہے یا موت کے بعد کی زندگی کا۔ جب معاملہ اس قدر نازک ہے تو ایک ایسا مومن جسے اپنا انجام عزیز ہو ایسے جرم میں ہرگز مبتلا نہیں رہ سکتا جس سے اس کا ایمان خطرے میں ہو۔

⑩⑥ حاسد کی شر انگیزی سے بچنے کی تدابیر

حسد، ایک بدترین اخلاقی برائی ہے۔ ہر دور میں اور ہر سوسائٹی میں اس تباہ کن برائی کے مریض پائے جاتے رہے ہیں۔ حسد کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرد یا عورت دوسرے مرد یا عورت کو اچھی حالت میں دیکھے کہ میرے ہی طبقے سے تعلق رکھنے والا یہ شخص، مال و دولت، نعمت و ثروت، اثر و رسوخ اور شہرت و عزت سے نوازا گیا ہے اور اس سے جلنے لگتا ہے۔ اس کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ محسود سے یہ نعمتیں چھن جائیں اور مجھے مل جائیں اور اگر مجھے نہ ملیں تو کم از کم اس شخص سے ضرور چھن جائیں۔ اس طرح کے جذبات اگر کوئی شخص مرد یا عورت دل میں پال رہا ہے تو بلاشبہ یہ بہت برے جذبات ہیں اور یہ جذبات پالنے والا یقیناً زبردست کڑھن اور ضیق میں وقت گزار رہا ہے اور اپنی شخصیت اور عاقبت کو تباہ کر رہا ہے لیکن جس سے جل رہا ہے وہ بہر حال اس کے شر سے محفوظ ہے ہاں! جب یہ حسد کا مریض

اپنے حسد اور جلن کے ابال کو برداشت نہیں کر پاتا اور حسد کی آگ سے بیتاب ہو کر اپنے محسود کے خلاف اپنے جذبات کا عملاً اظہار کرنے لگتا ہے، طرح طرح کی سازشیں کرتا ہے اور محسود کو اذیتیں دینے، نقصان پہنچانے، اس کی شخصیت کو مجروح کرنے اور سوسائٹی میں اس کو رسوا کرنے کی گھناؤنی اور گھٹیا تدبیریں اور اقدامات کرنے لگتا ہے تو اس کے نتائج اور اثرات محسود کے حق میں اور خود سوسائٹی کے حق میں تباہ کن، لرزہ خیز اور عبرتناک ہوتے ہیں۔ اس صورتحال میں اللہ تعالیٰ نے بندے کو یہ دعا سکھائی۔ اللہ کی پناہ چاہو، حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔ فرمایا:

وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۝ (سورۃ الفلق ۵:۱۱۳)

''اور میں پناہ مانگتا ہوں، حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔''

قرآن پاک کے یہ الفاظ بلاغت و اعجاز کا شاہکار ہیں، یہ نہیں کہا گیا کہ حاسد کے شر سے پناہ مانگو بلکہ کہا گیا پناہ مانگو حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔ یعنی جب حاسد اپنی جلن نکالنے کیلئے محسود کے خلاف سازشی اقدامات کرنے لگے۔

حاسد اگر حسد کے جذبات میں جل رہا ہے اور محسود کو اچھی کیفیت میں دیکھ کر پیچ و تاب کھا رہا ہے تو بجائے خود یہ کیفیت بھی انتہائی تباہ کن اور قابل مذمت ہے لیکن محسود کے لیے یہ وہ شر نہیں ہے جس سے پناہ مانگی جائے۔ یہ شر پناہ مانگنے کے لائق اس وقت ہوتا ہے جب حاسد اپنی جلن سے بے تاب اور مشتعل ہو کر محسود کے خلاف اقدامات کرنے لگتا ہے، اس کو نقصان پہنچانے اور اذیت دینے کے لئے سازشیں کرنے لگتا ہے، درندگی اور ظلم و زیادتی کے مظاہرے کرنے لگتا ہے اور اس سطح پر آجاتا ہے کہ حسد کی آگ میں وہ جو بھی کر گزرے کم ہے۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی کہ اس تباہ کن مصیبت سے محفوظ رہنے کے لیے اللہ کی پناہ چاہو، اللہ کی پناہ ہی میں انسان بچ سکتا ہے ورنہ یہ اخلاقی مرض اس قدر سنگین، پرزور اور اشتعال انگیز ہوتا ہے کہ ایک حاسد وہ بدتر سے بدتر اور لرزہ خیز اقدام کر سکتا ہے جس کا شرافت، انسانیت اور دین و ایمان سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔

ایک حاسد شخص خواہ وہ مرد ہو یا عورت، دشمنی تو دوسرے سے کرتا ہے اور اس کو رسوائی اور اذیت میں مبتلا کرنے کے درپے ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ سب سے بڑا دشمن اپنی ذات کا ہوتا ہے۔

وہ مستقل اذیت، اشتعال اور جذبۂ انتقام میں پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے اور اس کے شب و روز انتہائی کڑھن اور ضیق میں گزرتے ہیں، ہمہ وقت حسد کی آگ اور جلن میں جھلستا رہتا ہے، ذہن و قلب مستقل طور پر خلجان اور اضطراب میں مبتلا رہتے ہیں، صحت بھی برباد ہوتی ہے، ایمان بھی مجروح ہوتا ہے اور نتیجۃً اس کی شخصیت بے وزن و بے وقعت ہو کر رہ جاتی ہے۔

حسد کا سب سے بڑا نقصان جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ حاسد انسان

اپنے اللہ سے بدگمان ہو جاتا ہے، اس کی سوچ غلط رخ پر کام کرنے لگتی ہے اور اس کے قول وعمل اور شب وروز کی سرگرمیوں سے خدا کے بارے میں بدگمانی اور ناانصافی کا اظہار ہونے لگتا ہے، وہ اپنے محسود کو دیکھ کر اپنے قول وعمل سے یہ اظہار کرتا ہے کہ خدا نے کیسی ناانصافی کی ہے، اپنی نوازشوں کے لیے کس قدر غلط انتخاب کیا ہے۔ ان نعمتوں اور نوازشوں کا مستحق میں تھا اور خدا نے فلاں شخص کو نواز دیا جو قطعاً خدا کی ان نعمتوں کا مستحق نہیں تھا اور اگر بالفرض میں مستحق نہیں بھی ہوں تو کم از کم وہ شخص تو ہرگز مستحق نہیں ہے جس کو خدا نے نواز کر مجھ پر فضیلت بخشی ہے۔ خدا کے بارے میں اس شخص کے یہ تصورات، خیالات وہ ہیں جو اس کے ایمان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اللہ کی صفاتِ حسنہ پر ایسے شخص کا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔ جو خدائے علیم وحکیم اور خبیر وعادل کے بارے میں وہ باتیں سوچنے لگے جو ایک انسان کسی شریف انسان کے بارے میں بھی نہیں سوچ سکتا بھلا اس کا ایمان کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔ حاسد دراصل خود کو اللہ رب العالمین کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیتا ہے اور اللہ کے بارے میں وہ بدترین رویہ اپناتا ہے جو دنیا کے سب سے پہلے حاسد نے اپنایا تھا اور اللہ رب العالمین نے اس کو اپنے دربار سے مردود بنا کر دھتکار دیا تھا۔ حاسدوں کے اس اولین پیشوا نے خدا کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے کہا تھا، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا، آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر مجھے یہ حکم دے رہا ہے کہ میں اس کو سجدہ بجالاؤں، فضیلت کا مستحق تو میں ہوں اور (نعوذ باللہ) تو یہ غلط فیصلہ کر رہا ہے کہ فضیلت کا مستحق آدم علیہ السلام ہے۔ آخر میں اس ناانصافی اور زیادتی کو کیسے برداشت کرلوں؟ بعینہٖ یہی روش حاسد کا پیرو ہر حاسد اپناتا ہے۔ وہ بھی خدا سے یہی شکایت کرتا ہے کہ نوازے جانے کا مستحق میں تھا اور تو نے دوسرے کو نواز کر مجھ پر فضیلت دی؟

دراصل خدا کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا، اس پر ناراض رہنا اور خدا کے علم وحکمت اور انتخاب وفیصلے کو چیلنج کرنا، ابلیسی کردار ومزاج ہے۔ ہر حاسد دانستہ یا نادانستہ اسی کردار ومزاج کا مظاہرہ کرتا ہے۔ ایمان کے جوہر سے محرومی اور ابلیس لعین کے کردار ومزاج میں ڈھل جانا ایک انسان کا وہ بدترین حال وانجام ہے جس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حسد کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ ایسا شخص تعمیری ذہن اور صلاح وفلاح کی سعی وکاوش سے محروم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو بنانے، مستقبل کو سنوارنے اور صلاح وسدھار کے کام کرنے کی بجائے ہر وقت اس اضطراب اور بے چینی میں مبتلا رہتا ہے کہ جن کو خدا نے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے، ان کی شخصیتوں کو مجروح کرے، ان کو نقصان پہنچائے، ان کی تذلیل کرے اور ان کی اذیت اور تکلیف رسانی کا سامان کرے، حسد کی آگ کسی وقت اس کو سکون سے نہیں بیٹھنے دیتی، وہ اپنے محسود پر ہی نگاہ رکھتا ہے، اندر ہی اندر سلگتا ہے اور پیہم پیچ وتاب کھاتا رہتا ہے۔ اس کا اپنا ذہن بھی انتشار وخلفشار کا

شکار رہتا ہے اور گھر کے لوگ بھی اس کے اثراتِ بد کے نتیجے میں غلط رخ پر سوچنے لگتے ہیں اور زندگی سکون و سلامتی و راحت و عافیت سے محروم ہو جاتی ہے۔ **خسر الدنیا والآخرۃ** کے اس پیکر سے کسی خیر کی توقع نہیں رہتی اس لیے اس کے شر کا دائرہ بہت ہی وسیع ہو جاتا ہے، وہ اپنے محسود کو اذیت اور نقصان پہنچانے، اس کو ذلیل اور رسوا کرنے اور ہلاک و برباد کرنے کے لیے وہ رذیل ترین حرکتیں کرنے پر اتر آتا ہے جن کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی انسان ایسی حرکات بھی کر سکتا ہے۔ ایسے موقع پر اللہ نے قرآن عظیم میں مومن کو یہ تلقین فرمائی کہ وہ حسد کے اقدام پر اتر آنے والے حاسد کے شر سے اللہ رب العالمین کی پناہ چاہے اور اس ایمانی شعور کے ساتھ اللہ کی پناہ کے یہ الفاظ کرے کہ میں جس کی پناہ مانگ رہا ہوں وہ سب پر غالب ہے، اس کی قدرت و اقتدار سب پر حاوی ہے، اس شر کا بھی وہی خالق ہے اور کوئی چیز اس کی قدرت اور علم کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔

حاسد کے شر سے بچاؤ کے لیے اللہ کی شعوری پناہ مانگنے کے ساتھ ساتھ چند اور تدبیریں بھی ہیں جو اس سلسلے میں معاون و کارگر ہو سکتی ہیں، ان کا بھی ہو سکے تو اہتمام کرے۔ یہ تدبیریں سات ہو سکتی ہیں۔

❶ یہ کہ جس بندے سے حسد کیا جا رہا ہے وہ اللہ پر پورا پورا بھروسا رکھے، ہرگز گھبراہٹ کا مظاہرہ نہ کرے، یہ یقین رکھے کہ جب تک اللہ نہ چاہے کوئی بندہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ نفع و نقصان پہنچانے کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔ کوئی کچھ بھی کرے اگر اللہ نہ چاہے تو کوئی ذرّہ بھر تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ اگر اس کی طرف سے راحت اور بھلائی کا فیصلہ ہے تو کوئی طاقت اس فیصلے کو ٹال نہیں سکتی اور اگر اس کی طرف سے ہی کسی تکلیف اور نقصان کا فیصلہ ہے تو کوئی اس سے بچا نہیں سکتا، اگر کوئی طاقت بچا سکتی ہے تو وہ اسی کی طاقت ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر یہاں ذرّہ حرکت نہیں کر سکتا۔

❷ یہ کہ محسود خیر خواہی کے سوا کچھ نہ سوچے۔ ہر حال میں بھلائی کا رویہ رکھے اور یہ یقین و اطمینان رکھے کہ بہترین انتقام لینے والا اللہ رب العالمین ہی ہے۔ اس کے علم سے نہ کوئی چیز پوشیدہ ہے نہ اس کے احاطۂ قدرت سے کوئی چیز باہر ہے۔ اس کی پکڑ بہت سخت ہے، جب وہ انتقام لینے پر آتا ہے تو اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

''یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اس کا علم ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

❸ یہ کہ جس سے حسد کیا جا رہا ہے وہ حاسد کی ذلیل حرکتوں اور بے ہودہ باتوں سے اشتعال میں نہ آئے۔ انتقامی جذبات سے مغلوب ہو کر ایسی کاروائیاں یا ایسی تدبیریں نہ سوچنے لگے کہ وہ خود حاسد کی سطح پر آنے کی حماقت کرنے لگے۔ ہر حال میں صبر و تحمل سے کام لے، صبر کو اپنی ڈھال بنائے اور یہ

اعتماد و یقین رکھے کہ صبر کا صلہ دینے والا وہ اللہ ہے جو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

❹ یہ کہ جب حاسد اللہ اور بندوں کی شرم سے بے نیاز ہو کر اور اخلاق اور انسانیت سے عاری ہو کر بے ہودہ اور ذلیل حرکتیں کرنے لگے اور کمینہ پن اور رذالت کے مظاہرے کرنے پر اتر آئے اور خوف خدا سے بالکل ہی لا پروا ہو جائے تو محسود اس وقت بھی تقویٰ کی روش پر جما رہے اور تقویٰ کے خلاف ہرگز کچھ نہ کرے، کسی نادان کی غیر متقیانہ اور ظالمانہ روش کے انتقام میں تقویٰ اور خدا ترسی کی روش کو چھوڑ دینا سب سے بڑا نقصان اور سب سے بڑی شکست ہے۔

❺ یہ کہ وہ اپنے ذہن و قلب کو حاسد کی ذلیل سازشوں اور بے ہودہ حرکتوں سے بے فکر رکھے۔ یوں سمجھے کہ گویا کچھ ہے ہی نہیں۔ حاسد کی باتوں پر ہرگز دھیان نہ دے، حاسد اور اس کی تکلیف دہ حرکتوں اور بے ہودگیوں کو مستقل طور پر اور مسلسل نظر انداز کرے۔ حاسد متوجہ کرنے کی ہزار کوششیں کرے مگر محسود قطعاً توجہ نہ دے اور ذہن کو جھٹک کر بالکل بے نیاز رہے گویا کہ کچھ فضا میں ہے ہی نہیں، حاسد کی بدترین سزا یہ ہے کہ اس کا نوٹس ہی نہ لیا جائے۔ ہاں اگر وہ سماج میں ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش میں ساری حدود و قیود پھاند جائے تو پھر اس کو مناسب انداز میں یہ وارننگ ضرور دی جائے کہ ہم خدا کی ہدایت اور شرافت کے تحت خاموش ہیں، یہ یاد رکھو کہ شریف انسان کا غصہ انتہائی ہولناک اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔ اس وارننگ کا نتیجہ انشاء اللہ یہ ہوگا کہ وہ کھلم کھلا زبان طعن دراز نہ کرے گا، اس کی زبان ضرور خاموش ہو جائے گی اس لئے کہ رذیل انسان ہمیشہ بزدل ہوتا ہے۔ ہاں! اس کے اندر جو آگ لگی ہوئی ہے اس سے مجبور ہو کر وہ پانی آگ بجھانے کی تدبیریں ضرور کرے گا۔

❻ یہ کہ حاسد خواہ کیسی ہی ایذا پہنچائے اور کیسا ہی برا سلوک کرے جواب میں محسود اس کے ساتھ کوئی برا سلوک ہرگز نہ کرے۔ اگر زندگی کے کسی مرحلے میں کوئی ایسا موقع آئے کہ وہ حاسد کے ساتھ کوئی نیک سلوک کر سکتا ہو تو وہ ضرور کرے اور حسنِ سلوک کرتے ہوئے اس بات سے بے نیاز رہے کہ اس حسنِ عمل اور نیک سلوک کے جواب میں حاسد کے دل کی جلن ختم ہوتی ہے یا نہیں اور اس کی روش میں کوئی تبدیلی آتی ہے یا نہیں۔

❼ آخری بات یہ ہے کہ محسود اپنے دل کو حاسد کے خوف سے قطعی پاک رکھے اور یہ یقین رکھے کہ حاسد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ حاسد کے خوف سے دل کو پاک رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ عقیدۂ توحید کو تفصیل کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرے، اللہ کی صفات کا استحضار رکھے، ہر حال میں عقیدۂ توحید پر مضبوطی کے ساتھ جما رہے اور کسی سے قطعاً خوف نہ کرے۔ جس دل میں اللہ کی توحید بسی ہوئی ہو اس دل میں اللہ کے خوف کے ساتھ کسی دوسرے کا خوف ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔

شیاطین اور ارواحِ خبیثہ جو ہر وقت انسان کے تعاقب میں ہیں ان کے شر سے بچنے کے لیے اگر

رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق آدمی اپنا معمول بنا لے تو وثوق ہے کہ انشاء اللہ وہ ہر شر اور فتنے سے بحکم خدا محفوظ رہے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو دونوں ہاتھ دعا مانگنے کی طرح ملاتے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی سورتیں تلاوت فرما کر ہاتھوں پر دم فرماتے اور پھر جہاں تک آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک پہنچتا اپنے جسم پر پھیر لیتے، سر، چہرے اور جسم کے اگلے حصے سے شروع فرماتے...... آپ ﷺ یہ عمل تین مرتبہ فرماتے۔

۱۰۷ گنہگار سے نفرت نہیں، اصلاح کی فکر کیجیے

آپ نے سنا کہ ایک شخص گناہوں میں مبتلا ہے یا خود اپنی آنکھوں سے اس کو گناہ میں مبتلا دیکھا تو بے تعلق ہو کر گزر گئے کہ جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔ دل میں نفرت اور بیزاری کی ہلکی سی خلش رہ گئی۔ مگر جلد ہی آپ نے ذہن جھٹک دیا اور اپنے کاموں میں لگ گئے۔ بے شک وہ گنہگار شخص اپنے کیے کی سزا پائے گا اور آپ جن اچھے کاموں میں اللہ کی رضا کے لیے لگے ہوئے ہیں ان کا بھرپور صلہ پائیں گے لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس شخص کو آپ نے گناہوں کی دلدل میں پھنسا دیکھا ہے اور جس کی طرف سے بیزاری اور حقارت کا جذبہ دل میں محسوس کر رہے ہیں، کیا اس کے ساتھ آپ کا یہ رویہ صحیح ہے کہ دل میں ہلکی سی خلش لے کر اس سے بے تعلق ہو جائیں اور بغیر کسی حق کے یہ فیصلہ کر لیں کہ جو بوئے گا وہ کاٹے گا، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اس معاملے میں آپ کی بھی کچھ اخلاقی، معاشرتی اور دینی ذمہ داری ہو اور اس گناہگار کا آپ پر بھی کچھ حق ہو اور آپ کی یہ روش اللہ کو پسند نہ ہو۔

دین سرتا سر خیر خواہی کا نام ہے۔ اس گناہگار کے ساتھ کیا آپ نے خیر خواہی کی؟ کیا اتنا کافی ہے کہ آپ اس سے بے تعلق رہیں؟ اپنا دامن بچائے رکھیں اور خود کو اس گناہ سے محفوظ رکھ کر یہ اطمینان کر لیں کہ کل خدا کے حضور آپ کہہ دیں گے کہ پروردگار میں نے اس گناہگار سے تعلق نہیں رکھا اور خود کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی یا اس سے آگے بھی اس گناہگار کا آپ پر کچھ حق ہے۔ وہ غافل ہے اور آپ باشعور ہیں، وہ آخرت سے بے پروا ہے اور آپ کو آخرت کی فکر ہے، وہ دین سے ناواقف ہے اور آپ دینی علم رکھتے ہیں، اس کو صالح ماحول نہیں مل سکا ہے اور آپ صالح ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا آپ پر اس کا یہ حق نہیں ہے کہ آپ اس کو آخرت کی سخت پکڑ سے بچائیں اور گناہ کے بدترین اثرات اور ہولناک انجام سے ڈرائیں۔ کیا آپ کے نزدیک اس کا امکان نہیں ہے کہ وہ آپ کی

نصیحت قبول کر لے اور توبہ کر کے خدا کی طرف لوٹ آئے۔

وہ شخص جس گناہ میں مبتلا ہے اس سے اپنا دامن بچا کر آپ نے سمجھ لیا ہے کہ آپ اس سے محفوظ ہو گئے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر آپ اور آپ جیسے شعور رکھنے والے سارے لوگ یہی اندازِ فکر و عمل اپنائیں گے تو گناہ بڑھتے چلے جائیں گے اور پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آجائے گا۔ آپ بھی اس سے متاثر ہوں گے اور آپ کی نسلیں بھی، گناہ کی قباحت و شناعت دھیرے دھیرے کم ہونے لگے گی۔ گناہوں سے مصالحت اور برداشت کر لینے کی کیفیت بڑھتی چلی جائے گی اور نبی صادق و امین ﷺ کے الفاظ میں آپ گناہ بطور خود نہ کرنے کے باوجود گناہ کرنے والوں میں ہی شامل قرار دیئے جائیں گے۔ بات کسی اور کی ہو تو آپ سنی ان سنی بھی کر دیتے لیکن یہ بات تو ان کی ہے جن کی صداقت پر آپ کا ایمان ہے اور جن کے واسطے سے ہی آپ آخرت میں نجات کا یقین رکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

''جس مقام پر لوگ گناہوں میں مبتلا ہوں اور کچھ ایسے لوگ وہاں موجود ہوں جو اس گناہ کو برداشت نہ کر رہے ہوں تو وہ گویا وہاں موجود ہی نہیں ہیں اور جو لوگ ان گناہوں پر مطمئن ہوں اور ان کو برداشت کر رہے ہوں، وہ اگر موقع پر موجود نہ بھی ہوں تو بھی وہ گویا ان لوگوں میں موجود ہیں۔''

حدیث کے اس صاف شفاف آئینے میں اپنے عمل و کردار کا چہرہ دیکھیے اور خود ہی فیصلہ کیجیے کہ آپ جو رویہ اختیار کر رہے ہیں وہ کس حد تک صحیح ہے اور حقیقت میں صحیح رویہ آپ کے لیے کیا ہے؟ صحیح رویہ صرف یہ ہے کہ آپ گناہگاروں کے گناہ پر کڑھیں اور اس کڑھن سے بے چین ہو کر ان بھٹکے ہوئے بندوں کو انجام بد سے ڈرائیں، گناہ کے اثراتِ بد سے بچائیں اور اپنے معاشرے کو گناہوں سے پاک رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

گناہ آپ کی بستی میں ہو رہا ہو یا محلے میں یا آپ کا کوئی پڑوسی اس میں مبتلا ہو، بہر حال آپ کی یہ اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے کہ آپ اسے روکیں اور گناہگار کے خیر خواہ بن کر اس کو گناہ سے بچانے کی فکر کریں اور ہرگز خود کو اس سے بے تعلق رکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ آپ کل خدا کے حضور پکڑے نہ جائیں گے۔ آپ کا پڑوسی کل خدا کے حضور حشر کے میدان میں آپ پر خیانت کا الزام لگائے گا اور آپ کے اس رویے پر رب سے فریاد کرے گا۔ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے:

''یعنی حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص اپنے پڑوسی کا دامن پکڑ کر یہ فریاد کرے گا: اے میرے رب! اس نے میرے ساتھ خیانت کی ہے وہ جواب دے گا: پروردگار! میں تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس کے اہل و عیال اور مال میں کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ فریادی کہے گا پروردگار! یہ بات تو سچ کہتا ہے لیکن اس نے خیانت یہ کی ہے کہ اس نے مجھے گناہ کرتے دیکھا لیکن کبھی مجھے گناہ سے روکنے کی کوشش نہیں کی۔''

اللہ نے آپ کو دین کا شعور اور حلال وحرام کی تمیز دے کر اس ذمے داری کے مقام پر کھڑا کیا ہے کہ آپ رب کی نافرمانی کو برداشت نہ کریں۔ لوگوں کو معصیت اور منکرات سے روکیں اور بھلائیوں کی ترغیب دیں، دلسوزی کے ساتھ، شیریں گفتاری کے ساتھ اور حکمت کے ساتھ اور اس کوشش میں اپنے اثرات بھی استعمال کریں۔ اگر آپ نے اپنی یہ ذمے داری ادا نہ کی تو گویا آپ نے خیانت کی اور آپ کا پڑوسی کل حشر کے میدان میں آپ پر اسی خیانت کا الزام لگائے گا چاہے وہ آپ کے محلے کا پڑوسی ہو یا آپ کی بستی کا۔

ایک پہلو اور بھی قابل غور ہے کہ جب عام لوگ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور شعور رکھنے والے صرف اپنی ذات اور اپنے گھر کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور مبتلائے گناہ لوگوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتے بلکہ اس سوچ سے خود کو بھی مطمئن کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے اور ان کے گناہوں کو برداشت کرنے لگتے ہیں تو یہ گناہ اور رب کی نافرمانیاں بڑھنے لگتی ہیں اور دھیرے دھیرے سماج اور بستی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور اب تو ذرائع ابلاغ کی مدد سے پورے پورے ملک اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو پھر اللہ کی جانب سے عذاب کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس سے پہلے کہ ان لوگوں کو موت آئے یہ سب لوگ اللہ کے عذاب میں مبتلا کر دیے جاتے ہیں۔ وہ لوگ بھی جو گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو گناہوں سے خود دور رہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَّعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا

(ابوداؤد)

”جن لوگوں کے درمیان بھی کوئی شخص گناہ کے کام کر رہا ہو اور وہ لوگ اس کو روک سکتے ہوں پھر بھی نہ روکیں تو اس سے پہلے کہ یہ لوگ مریں سب کے سب خدا کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔“

دراصل اللہ نے مومن کا وصف ہی یہ بتایا ہے کہ وہ منکرات کو گوارا نہیں کرتا بلکہ اس کو روکنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ رب سے وفاداری کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ زمین پر رب کی نافرمانی کو برداشت نہ کرے اور رب کی فرمانبرداری اور بھلائی کے پرچار پر لوگوں کو ہر ممکن ذریعے سے آمادہ کرے، اپنی انفرادی زندگی میں بھی اور اپنی اجتماعی زندگی میں بھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دورِ سعادت اس کی بہترین اور قابلِ تقلید مثال ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو قرآن پاک میں قطعی طور پر خیر امت کے لقب سے یاد کیے گئے ہیں اسی بنیاد پر ان کو اس لقب سے نوازا گیا کہ وہ **امر بالمعروف و نهی عن المنکر** کا

فریضہ انجام دیتے تھے اور اللہ پر کامل ایمان رکھتے تھے۔

انفرادی طور پر بھی صحابہ **امر بالمعروف** اور **نہی عن المنکر** کے فریضے سے کبھی غافل نہیں ہوئے، ہر موقع پر نیکی اور اصلاح کے حریص رہتے تھے اور اس معاملے میں اپنا فرض اور دوسروں کا حق ادا کرنے کے لیے ہمہ دم مستعد رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوششوں کو بار آور بھی کیا اور انھوں نے اپنی مخلصانہ کوششوں کے نتائج سے اپنی آنکھیں بھی ٹھنڈی کیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شام کا رہنے والا ایک شخص اکثر آیا جایا کرتا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ بہت دن گزر گئے اور وہ نہیں آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی یاد آئی لوگوں سے اس کے بارے میں معلومات کیں تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ برے کاموں میں پڑ گیا ہے۔ پینا پلانا شروع کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلایا اور اس کو ایک خط لکھوایا:

"یہ خط ہے عمر بن الخطاب کی طرف سے...... فلاں ابن فلاں ابن فلاں شامی کے نام تمہارے اس اللہ کی حمد و تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا اور زبردست احسان کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب کو اسی کی طرف پلٹنا ہے۔"

یہ خط لکھوا کر امیر المؤمنین نے اس شامی شخص کی طرف روانہ فرمایا اور اپنے پاس کے ساتھیوں سے کہا کہ تم سب لوگ اس شخص کے لیے رب سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمالے۔

ادھر اس شامی خطا کار کو جب امیر المومنین کا خط ملا تو اس نے صرف ایک بار نہیں بلکہ بار بار اس کو پڑھا اور یہ کہنا شروع کیا کہ میرے رب نے مجھے اپنی پکڑ اور اپنے عذاب سے ڈرایا بھی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر مجھ سے گناہوں کی بخشش کا وعدہ بھی کیا ہے۔ یہ خط اس نے کئی بار پڑھا، رویا اور اللہ سے توبہ کی اور ایسی سچی توبہ کی کہ اللہ نے اس کی زندگی بدل دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعے کی اطلاع ملی تو آپ انتہائی خوش ہوئے اور لوگوں سے کہا کہ جب تم اپنے کسی مسلمان بھائی کو دیکھو کہ وہ بھٹک گیا ہے تو اس کو چھوڑ نہ دو بلکہ اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو۔

نیک اعمال میں توبہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے اور آپ کے ذریعے کسی کو اگر توبہ کی توفیق مل جائے تو یہ آپ کی سب سے بڑی سعادت اور اللہ کی نظر میں سب سے بڑی نیکی ہے۔

۱۰۹ آپ کے احباب آپ کا تعارف ہیں

ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے دوست یا ساتھی نہ ہوں اور یہ حقیقت میں محروم لوگ ہیں۔ عام

طور پر ہر شخص کے کچھ ساتھی، رفیق یا دوست ہوتے ہیں جو اس کے دکھ سکھ کے شریک، رنج و راحت میں ساتھ دینے والے اور زندگی کے مختلف موقعوں پر حامی اور مختلف معاملات میں شریک ومعاون ہوتے ہیں۔

یقیناً آپ کے بھی کچھ دوست، ساتھی اور رفیق ہوں گے، مگر یہ بہت سادہ سا معاملہ نہیں ہے کہ آپ سرسری سی نظر ڈال کر اور سر جھٹک کر یہ کہہ کر آگے بڑھ جائیں کہ جی ہاں! میرے بھی کچھ دوست اور ساتھی ہیں۔

آپ کو یہ معلوم ہے کہ سوسائٹی میں آپ کا مقام وہی ہے جو آپ کے دوستوں کا ہے۔ دین وملت کے تعلق سے آپ کا مرتبہ وہی ہے جو آپ کے دوستوں کا ہے۔ دین واخلاق اور معاشرت کے اعتبار سے آپ کی پوزیشن وہی ہے جو آپ کے رفیقوں اور دوستوں کی ہے۔

آپ جائزہ لیجیے کہ جن کے درمیان آپ اٹھتے بیٹھتے ہیں جن سے ملتے جلتے ہیں، شب و روز کی زندگی میں جو آپ کے ساتھ رہتے ہیں، آپ کے ساتھ مل جل کر کسی مقصد کے لئے کوشش کرتے ہیں، آپ ان کے کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں، وہ آپ کے کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں اور دنیا کی بھی اس پر نظر ہے کہ آپ کے دوست اور رفیق ہیں۔ آپ کے یہ رفیق کس قسم کے لوگ ہیں؟ دین وملت کے تعلق سے سماج میں ان کا کیا مقام ہے؟ امانت و دیانت کے لحاظ سے ان کی کیا حیثیت ہے؟ سوسائٹی میں بے اعتمادی کے لحاظ سے ان کا کیا مرتبہ ہے؟ سوجھ بوجھ اور بے سمجھی کے لحاظ سے ان کے بارے میں لوگوں کے کیا خیالات ہیں؟ دینی علوم اور عمل کے بارے میں، ان کے بارے میں لوگ کیا رائے رکھتے ہیں؟ فرائض کے احساس اور اخلاص وللّٰہیت کے لحاظ سے ان کے بارے میں ان سے متعلق لوگوں کے خیالات وتاثرات کیا ہیں؟ اس حقیقت کو تسلیم کیجیے۔ آپ کا جی چاہے یا نہ چاہے، مانیے کہ آپ وہی کچھ ہیں جو آپ کے دوست ہیں۔ یہ لوگ اس لیے آپ کے قریب ہوئے ہیں یا آپ ان کے قریب ہوئے ہیں کہ آپ کے خیالات میں یکسانیت ہے، فکر میں ہم آہنگی ہے، آرزوؤں اور تمناؤں میں موافقت ہے، طریقہ عمل کے انتخاب میں یگانگت ہے اور باہمی ہم مزاجی نے آپ کو شیر وشکر بنا دیا ہے، پرانے عربی ادب سے ایک مشہور مقولہ منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

لَا تَسْئَلْ عَنِ الْمَرْءِ بَلْ سَلْ عَنْ قَرِيْنِهٖ

''آدمی کے بارے میں نہ پوچھو بلکہ اس کے ساتھی کے بارے میں پوچھو۔''

حقیقت یہی ہے کہ آدمی کا اصل تعارف اسکے ساتھیوں ہی سے ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں آپ کے سماج کے لوگ آپ کے دوستوں کو دیکھ کر ہی رائے قائم کریں گے اور جو رائے قائم کریں گے بڑی حد تک اسمیں حق بجانب ہوں گے۔ آپ نے اپنی رفاقت، دوستی اور شب و روز میں ساتھی کے لیے

جس کا انتخاب کیا ہے اور جس سے وفاداری اور ایثار کے آپ خواہاں ہیں اور خود بھی اس کے لیے وفادار ہیں اور ایثار کرتے ہیں، یہ انتخاب آپ کے مزاج کی ہم آہنگی، آرزوؤں کی موافقت، زندگی کی قدروں میں یکساں سوچ اور مقاصد کے اشتراک ہی کی وجہ سے کیا ہے۔

یا پھر آپ انتہائی عیار، مطلب پرست اور استحصال کی اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے انسان ہیں بلکہ آپ نے مختلف اغراض و مقاصد رکھنے والے لوگوں کو اپنے اردگرد اپنی غرض کے لیے جمع کر رکھا ہے، انہیں اپنی دلچسپیوں میں لگا رکھا ہے، اپنی اغراض ان سے پوری کر رہے ہیں اور وہ بھی اپنی غرض کے تحت شب و روز جان و دل سے آپ کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ دنیا کی نظر میں بھی وہ آپ کے ساتھی ہیں، آپ بھی اسی حیثیت سے ان کا اور اپنا تعارف کراتے ہیں لیکن یاد رکھیے! بہت جلد اغراض کا ٹکراؤ آپ کو ان سے یا ان کو آپ سے جدا کر دے گا۔ آپ کے مستقل ساتھی، وفادار وہی ہیں اور وہی ہو سکتے ہیں جو آپ کی پہچان ہوں، جو فکر و خیالات کے اعتبار سے آپ کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں، اپنی پسند و ناپسند کے معیارات کے اعتبار سے جن کی آرزوؤں اور تمناؤں کی منزل وہی ہو جو آپ کی ہو۔ اس لیے اس معاملے میں سطحی فکر سے کام نہ لیجیے بلکہ کسی کو اپنا دوست بنانے سے پہلے حالات پر اچھی طرح غور و فکر کر لیجیے۔

انسانیت کے سب سے بڑے نباض حضرت محمد ﷺ نے اپنے ایک مزاج شناس ساتھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیا قیمتی بات کہی:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ

''انسان اپنے دوست اور رفیق کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر شخص کو غور و فکر کر لینا چاہیے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔''

یہاں دین سے مراد زندگی گزارنے کا طریقۂ عمل ہے اور ظاہر ہے کہ عملی اعتبار سے آدمی جو راہ اپنے لیے پسند کرتا ہے اس میں اصل محرک اس کے معتقدات ہوتے ہیں۔ اس لیے اپنے دوستوں کے بنیادی خیالات و نظریات، خدا اور آخرت کے بارے میں ان کے معتقدات اور دین کی قدر و قیمت کے بارے میں ان کے عام رجحانات و پسند کو ضرور پیش نظر رکھیے اس لیے کہ ایک اچھا دوست آپ کے لیے آخرت کا توشہ بھی بن سکتا ہے اور ایک برا دوست آپ کے لیے آخرت کا عذاب بھی...... اور رشتوں کے قیام کے سلسلے میں بھی لازماً اس بات کو پیش نظر رکھیں۔

(۱۰۹) موجودہ مساجد کے ناموں پر غور کیجیے اور صحابہ کے ناموں سے بدلنے کی کوشش کیجیے

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔کئی دنوں سے طبیعت میں یہ تقاضا پیدا ہو رہا تھا کہ مساجد کے موجودہ ناموں پر غور کرنا چاہیے۔ دُنیا بھر کے ملکوں میں سفر ہوا۔ جس مسجد میں جاتا سب سے پہلے مسجد کا نام دیکھتا، کسی جگہ مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کہیں مسجد عمر فاروق رضی اللہ عنہ، کہیں مسجدِ مقداد رضی اللہ عنہ، کہیں مسجد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہیں مسجد دار السلام، کہیں مسجد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ اور ہمارے ملک کا سفر ہوا اور خاص طور سے ہمارے شہر ممبئی کی مساجد کے ناموں کو دیکھتا ہوں تو کہیں چونا بھٹی مسجد، کہیں کھوکھا بازار مسجد، کہیں مرغی محلہ مسجد، کہیں لال چمنی مسجد، کہیں گھوگھاری محلہ مسجد، کہیں منگلی کندوری مسجد، کہیں مرغا گرین مسجد، کہیں پٹھان واڑی مسجد، کہیں مہندی مسجد اور اسی طریقے سے دہلی میں کہیں نل والی مسجد، کہیں کوٹ والی مسجد اور کراچی میں بھی کئی مساجد عجیب وغریب ناموں سے موسوم ہیں، اسی طرح سے لاہور میں، اسی طرح ہندوستان کے مختلف شہروں میں اس لئے دل میں یہ تقاضا ہوا کہ اگر مساجد کے موجودہ نام بدل کر مساجد کو صحابہ کے نام پر موسوم کر دیا جائے تو بہتر ہے اور آئندہ جو بھی مسجد بنائی جائے اس کو صحابہ کے ناموں کے ساتھ موسوم کرنے کی کوشش کی جائے اور صحابہ میں بدری صحابہ کے نام معروف ومشہور ہیں اس لیے ان ناموں کی طرف دھیان دیا جائے تو بہتر ہے اور بدری صحابہ کے نام بکھرے موتی جلد ششم میں موجود ہیں۔ (وہاں دیکھ لیجیے)

⑪⓪ قرآن دونوں جہاں میں ''بس'' ہے

بعض محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کی ابتداء (بسم اللہ کی) باء سے ہے اور انتہا سین کے لفظ پر ہے۔ مجموعہ ''بس'' ہوا، اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن دونوں جہانوں کے لیے بس ہے۔ چنانچہ حکیم سناء نے کہا ؎

اوّل وآخر قرآن زچہ با آمد وسین
یعنی اندر رہِ دین رہبر تو قرآن بس

(تفسیر عزیزی صفحہ ۷۰۲)

⑪⑪ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خصوصیات

❶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح سامنے دیکھتے تھے اسی طرح اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے۔

❷ رات کی تاریکی میں ایسا ہی دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔

❸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک کھاری پانی کو میٹھا کر دیتا تھا نیز شیر خوار بچوں کے منہ میں اس کا ایک قطرہ ڈال دینے سے بھی وہ سارے دن کے لیے سیر ہو جاتے تھے چنانچہ عاشورہ کے دن اہل بیت کے بچوں میں اس کا تجربہ ہوا تھا۔

۴ آپ ﷺ کی بغلیں نہایت سفید، نہایت اجلی اور شفاف تھیں ان میں بال نہیں تھے۔

۵ آپ ﷺ کی آواز اتنی دور جاتی تھی کہ دوسرے کی اس کے دسویں حصے تک نہ جاتی تھی۔

۶ اتنی دور سے آواز سن لیتے تھے کہ دوسرا اتنی دور سے نہیں سن سکتا تھا۔

۷ آپ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں مگر دل بیدار رہتا تھا۔

۸ آپ ﷺ کو کبھی جمائی نہیں آتی تھی۔

۹ کبھی احتلام نہیں ہوا۔

۱۰ آپ ﷺ کا پسینہ مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ جس راستے سے گذر جاتے اس کی فضاؤں میں مہکتی خوشبو سے لوگ معلوم کر لیتے تھے کہ آپ ادھر سے گذرے ہیں۔

۱۱ آپ ﷺ کے فضلات کو کبھی کسی نے زمین پر نہیں دیکھا، ان کو زمین نگل لیتی تھی اور وہاں سے مشک کی خوشبو مہکتی تھی۔

۱۲ آپ ﷺ جب پیدا ہوئے تو ختنہ لیے ہوئے، ناف کٹے ہوئے اور پورا جسم ہر طرح کی آلودگی سے پاک صاف تھا، زمین پر سجدہ کرتے ہوئے اور انگلی آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے۔

۱۳ جب آپ (ﷺ) پیدا ہوئے تو ایسا نور چمکا کہ آپ (ﷺ) کی والدہ کو اس سے شام کے شہر نظر آئے۔

۱۴ فرشتے آپ ﷺ کا جھولا جھولاتے تھے۔

۱۵ چاند جھولے میں آپ ﷺ سے باتیں کرتا تھا، آپ جب اس کی طرف اشارہ کرتے تو آپ کی طرف جھکتا تھا۔

۱۶ بادل آپ ﷺ پر سایہ کیا کرتا تھا۔

۱۷ درخت کے نیچے آتے تو اس کا سایہ آپ ﷺ پر ہو جاتا، آپ (ﷺ) کا سایہ زمین پر نہیں گرتا تھا۔

۱۸ آپ ﷺ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔

۱۹ جس جانور پر آپ ﷺ سوار ہوتے، آپ (ﷺ) کے سوار ہونے کی حالت میں وہ لید اور پیشاب نہیں کرتا تھا۔

۲۰ عالم ارواح میں سب سے پہلے آپ ﷺ پیدا کئے گئے۔

۲۱ ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' کے جواب میں سب سے پہلے ''بلیٰ'' آپ ﷺ نے کہا۔

۲۲ معراج صرف آپ ﷺ کو ہوا۔

۲۳ براق کی سواری صرف آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

۲۴ ''قاب قوسین'' تک پہنچنا اور دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا آپ (ﷺ) کی خصوصیت ہے۔

۲۵ یہ بھی آپ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ فرشتوں کے لشکر آپ کے ہمراہ لڑے۔

۲۶ چاند کے دو ٹکڑے کرنا بھی آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

۲۷ قیامت کے دن جو کچھ آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا اتنا اور کسی کو عطا نہ ہوگا۔

۲۸ قبر سے سب سے پہلے آپ ﷺ اُٹھیں گے۔

۲۹ صور پھونکے جانے کے بعد سب سے پہلے آپ ﷺ ہوش میں آئیں گے۔

۳۰ آپ ﷺ کو براق پر میدانِ حشر میں لایا جائے گا اس طرح کہ ستر ہزار فرشتے آپ کے دائیں بائیں ہوں گے اور عرشِ عظیم کے دائیں طرف کرسی پر بٹھائے جائیں گے۔

۳۱ آپ ﷺ کو مقامِ محمود سے سرفراز کیا جائے گا۔

۳۲ آپ ﷺ کے ہاتھ میں لواء حمد (حمد کا پرچم) دیا جائے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام بنی آدم اُس پرچم تلے جمع ہوں گے، تمام انبیا بھی اپنی اُمتوں سمیت آپ کے پیچھے چلیں گے۔

۳۳ دیدارِ الٰہی کی ابتدا آپ ﷺ سے ہوگی۔

۳۴ شفاعتِ کبریٰ آپ ﷺ کو عطا ہوگی۔

۳۵ پل صراط سے سب سے پہلے آپ ﷺ گذریں گے، نیز سارے محشر والوں کو حکم ہوگا کہ نگاہیں نیچی کرو کہ محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا پل صراط سے گذرنے والی ہیں۔

۳۶ سب سے پہلے جنّت کا دروازہ آپ ﷺ کھولیں گے۔

۳۷ قیامت کے دن آپ ﷺ کو مقامِ وسیلہ سے مشرف کیا جائے گا۔ وسیلہ ایک انتہائی اعلیٰ و بلند مرتبہ ہے جو آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی کو عطا نہ ہوگا اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا ایسا درجہ حاصل ہوگا جیسے وزیر کو بادشاہ سے ہوتا ہے۔

(تفسیر عزیزی صفحہ ۵۰۴)
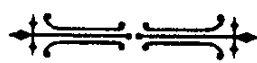
⑪② قرآنِ پاک کے ادب میں یہ داخل ہے کہ اسے جزدان میں رکھا جائے

قرآنِ پاک سے فائدے کا حاصل ہونا اس کی عظمت سے جڑا ہوا ہے، اسے اونچی جگہ رکھا جائے، اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے۔ اس سے زیادہ اونچی جگہ خود نہ بیٹھا جائے وغیرہ۔ کتنی غیرت کی بات ہے کہ خود تو کپڑے پہنیں اور کلام اللہ شریف کو بے لباس کے رکھیں، اپنے لیے اور بچوں کے لیے نیا کپڑا بازار سے لائیں اور کلام پاک کا جزدان قمیص شلوار کے بچے کپڑے ہی سے بنا دیں، خود کے کپڑے ہفتہ میں دو تین بار دھوئیں اور کلامِ الٰہی کا جزدان دھونے کا نمبر برسوں میں بھی نہ آئے۔ اپنی کرسی چارپائی کا پایا ٹوٹ جاتا ہے تو اسے اُلٹا کر کے استعمال نہیں کیا جاتا لیکن قرآنِ پاک کی کرسی (رحل) کا پایا ٹوٹ جائے تو اسے اُلٹا کر کے اسی پر قرآنِ شریف رکھ لیا جاتا ہے اپنا بدن کہیں سے کٹ پھٹ جائے تو فوراً مرہم پٹی کراتے ہیں کلام اللہ شریف کی جلد پھٹے تو اسے بھی تو جلدی درست کرانا چاہیے اپنی بیوی یا دوست کا خط انجان زبان میں آجائے تو پڑھوانے کے لیے جانکار کو تلاش کرتے ہیں بے چین ہو جاتے ہیں کلام اللہ کا ترجمہ اور تفسیر علماء سے سننے کی بھی تو فکر کرنی چاہیے۔

اپنے رشتہ دار کا انتقال ہو جائے تو اسکے کفنانے دفنانے کا فوری انتظام کرتے ہیں قرآنِ پاک کے اوراق جدا ہو جائیں پڑھنے میں نہ آئیں تو کیا انہیں اندھے کنویں میں یا نہر میں چھوڑ دینا یا کسی مسجد میں ڈلوا دینا مناسب ہے؟ اسے بھی نئے کپڑے میں لپیٹ کر خوشبو لگا کر اسی جگہ دفن کرنا چاہیے جہاں کسی کا پاؤں نہ پڑے۔
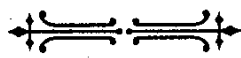
ہماری چند اہم مطبوعات
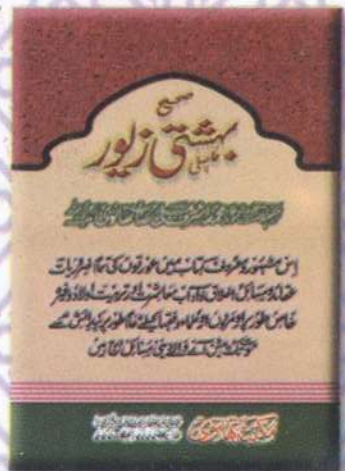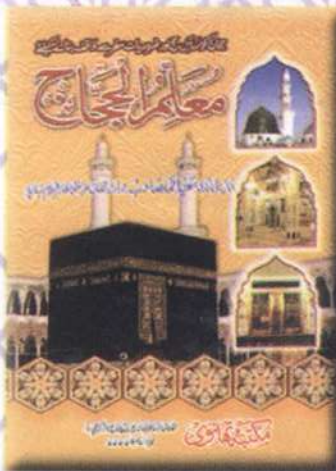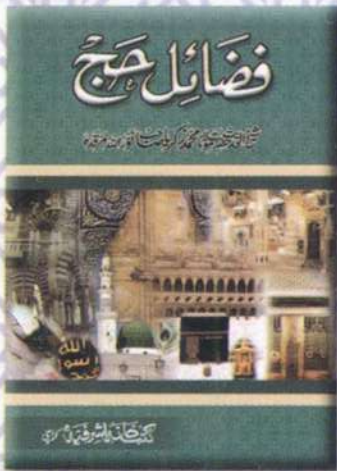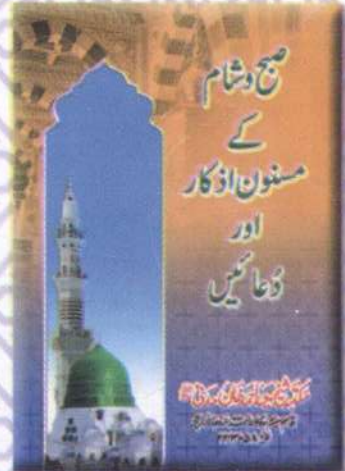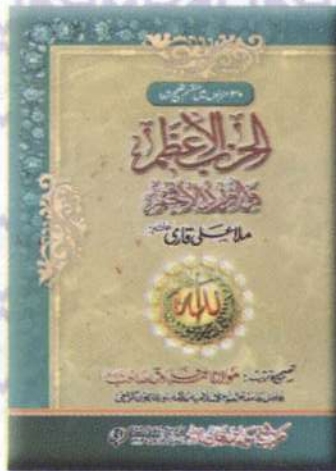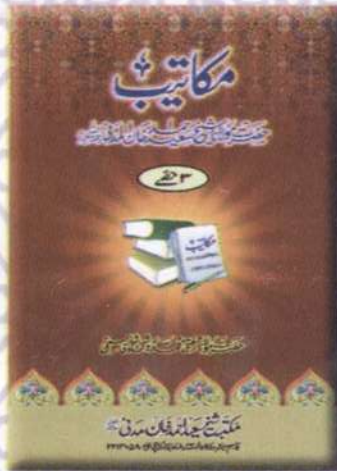
بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

VOLUME - 12

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

خلف الرشید

مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتبہ شیخ سعید احمد خان رحمۃ اللہ علیہ لغانی قاسم سینٹر، دوکان نمبر ۳۳ اردو بازار فون: ۳۲۲۱۳۰۵۸ کراچی

نام کتاب ------ بکھرے موتی جلد دوازدہم

تالیف ------ مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

اشاعت اوّل ------ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

اسٹاکسٹ

کتب خانہ اشرفیہ قاسم سینٹر، دوکان نمبر ۳۳، اردو بازار کراچی
فون: ۳۲۲۱۳۰۵۸

استدعا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً کوئی غلطی رہ گئی ہو تو مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ازالہ کیا جائے گا۔ جزاک اللہ خیراً کثیراً

منجانب: احباب کتب خانہ اشرفیہ کراچی

دیگر ملنے کے پتے

مکتبہ تھانوی، مولوی مسافر خانہ کراچی
مکتبہ شیخ، بہادر آباد کراچی
علمی کیسٹ گھر، مدنی مسجد تبلیغی مرکز کراچی
علمی کتاب گھر، اُردو بازار کراچی
بیت القرآن، اُردو بازار کراچی
دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
نیو کتب خانہ امداد الغرباء، حیدر چوک حیدرآباد
مکتبہ یوسفیہ، بلدیہ سینٹر میر پور خاص
ادارہ الحرمین، ہسپتال روڈ صادق آباد
عزیز کتاب گھر، بیراج روڈ سکھر
مکتبہ اُمہ، نیو صادق بازار رحیم یار خان
مکتبہ حقانیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ النور، بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ
مکتبہ طارق، بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ
المیزان، الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
قرآن محل، کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی
الخلیل پبلشنگ ہاؤس، اقبال روڈ راولپنڈی
مدنی جنرل اسٹور، تبلیغی مرکز سرگودھا
اسلامی کتاب گھر، عظیم مارکیٹ راولپنڈی
مکتبہ صدیقیہ، نیو روڈ منگورہ سوات
مکتبہ ذکریا، بلاک ۱۰ ڈیرہ غازی خان
مکتبہ رشیدیہ، غلہ منڈی ساہیوال
مدنی کتب خانہ، شنکیاری روڈ مدنی مسجد مانسہرہ
مدرسہ عائشہ صدیقہ، البدر مسجد ایبٹ آباد
مکتبہ عثمانیہ، میناخیل بازار لکی مروت
مکتبہ رشیدیہ، سردار پلازہ جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
اسلامی اکیڈمی، چوک بازار بنوں
مکتبہ الاحمد، باکھری بازار ڈیرہ اسماعیل خان
زیب آرٹ پبلشرز، محلہ جنگی پشاور
وحیدی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار پشاور
یونیورسٹی بک ایجنسی، خیبر بازار پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بکھرے موتی (جلد دوازدھم)

فہرست مضامین

مرید باسعادت رو رو کے ہوگیا تائب
اللہ کرے یہ توفیق شیخ کو بھی مل جائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بکھرے موتی (جلد دوازدھم)

عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے! ۱۳۶ منتخب اسباق قرآنِ کریم سے

سبق نمبر ① جو آدمی غلطی کرنے کے بعد اس کی تاویلیں ڈھونڈ نے لگے وہ برباد ہوگیا

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ (سورۃ التوبہ: آیات ۱۰۲ تا ۱۰۶)

ترجمہ: ''کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کرلیا ہے۔ انھوں نے ملے جلے عمل کئے تھے، کچھ بھلے اور کچھ برے۔ اُمید ہے کہ اللہ اُن پر توجہ کرے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم اُن کے مالوں میں سے صدقہ لو، اس سے تم ان کو پاک کردو گے اور ان کا تزکیہ کرو گے اور تم ان کے لئے دُعا کرو۔ بیشک تمہاری دُعا ان کے لئے وجہ تسکین ہوگی۔ اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول کرتا ہے اور اللہ توبہ قبول کرنے

والا مہربان ہے۔ کہو کہ عمل کرو، اللہ اور اُس کا رسول اور اہلِ ایمان تمہارے عمل کو دیکھیں گے اور تم جلد اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو تمام کھلے اور چھپے کو جانتا ہے۔ وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کر رہے تھے۔ کچھ دوسرے لوگ ہیں جن کا معاملہ ابھی اللہ کا حکم آنے تک ٹھہرا ہوا ہے۔ یا وہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

تشریح: کچھ ایسے لوگ ہیں جن کی طبیعتوں میں اگرچہ شر نہیں ہوتا۔ وہ معمول والے دینی اعمال بھی کرتے رہتے ہیں مگر جب دین کا کوئی ایسا تقاضا سامنے آتا ہے جس میں اپنے بنے ہوئے نقشہ کو توڑ کر دین دار بننے کی ضرورت ہو تو وہ اپنی زندگی اور مال کو اس طرح دین کے لئے نہیں دے پاتے جس طرح اُنہیں دینا چاہیے۔ قوتِ فیصلہ کی کمزوری یا دنیا میں ان کی مشغولیت ان کے لئے دین کی راہ میں اپنا حصہ ادا کرنے میں رُکاوٹ بن جاتی ہے۔ ایسے لوگ اگرچہ قصوروار ہوتے ہیں تاہم ان کا قصور اُس وقت معاف کر دیا جاتا ہے جب کہ یاددہانی کے بعد وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں اور شرمندگی کے احساس کے ساتھ دوبارہ دین کی طرف لوٹ آئیں۔

اعتراف اور شرمندگی کا ثبوت یہ ہے کہ ان کے اندر ازسرنو دینی خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ وہ اپنے احساسِ گناہ کو دھونے کے لئے اپنے محبوب مال کا ایک حصہ اللہ کی راہ میں پیش کریں۔ جب ان کی طرف سے ایسا ردِّعمل ظاہر ہو تو پیغمبر کو تلقین کی گئی کہ اب انہیں ملامت نہ کرو بلکہ ان کو نفسیاتی سہارا دینے کی کوشش کرو۔ ان کو دعائیں دو تاکہ ان کے دل کا بوجھ دوبارہ ایمانی عزم واعتماد میں تبدیل ہو جائے۔

اللہ کے نزدیک اصل برائی غلطی کرنا نہیں ہے بلکہ غلطی پر قائم رہنا ہے۔ جو آدمی غلطی کرنے کے بعد اس کی تاویلیں ڈھونڈنے لگے، وہ برباد ہو گیا اور جو شخص غلطی کا اعتراف کر کے اپنی اصلاح کر لے وہ اللہ کے نزدیک قابلِ معافی ٹھہرا۔

غلطی کرنے کے بعد آدمی ہمیشہ دو امکانات کے درمیان ہوتا ہے: ایک یہ کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لے۔ دوسرا یہ کہ وہ ڈھٹائی کرنے لگے، جو شخص اپنی غلطی کا اعتراف کر لے اس کے اندر تواضع پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ دوبارہ اللہ کی رحمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو شخص ڈھٹائی کا طریقہ اختیار کرے وہ گویا اللہ کے غضب کے راستہ پر چل پڑا۔ وہ اپنے کو بے خطا ثابت کرنے کے لئے جھوٹی تاویلیں کرے گا۔ ایک غلطی کو نبھانے کے لئے وہ دوسری بہت سی غلطیاں کرتا چلا جائے گا۔ پہلے شخص کے لئے اللہ کی رحمت ہے اور دوسرے شخص کے لئے اللہ کی سزا۔

سبق نمبر ② زندگی کی تعمیر کی دو بنیادیں ہیں ایک تقویٰ، دوسری ظلم

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ

حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

(سورۃ التوبہ: آیات ۱۰۷ تا ۱۱۰)

ترجمہ: ''اور ان میں ایسے بھی ہیں جنھوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کے لئے اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اور اس لئے تا کہ کمین گاہ فراہم کریں اس شخص کے لئے جو پہلے سے اللہ اور اُس کے رسول سے لڑ رہا ہے اور یہ لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔تم اس عمارت میں کبھی کھڑے نہ ہونا البتہ جس مسجد کی بنیاد اوّل دن سے تقویٰ پر پڑی ہے، وہ اس لائق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے ڈر پر اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی یا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھائی کے کنارے پر رکھی جو گرنے کو ہے۔ پھر وہ عمارت اس کو لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑی اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا اور یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہمیشہ ان کے دِلوں میں شک کی بنیاد بنی رہے گی۔ بجز اس کے کہ ان کے دل ہی ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ علیم و حکیم ہے۔''

تشریح: زندگی کی تعمیر کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک تقویٰ دوسری ظلم۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اللہ کے ڈر کی بنیاد پر زندگی کی عمارت اُٹھائی جائے۔ آدمی کی تمام سرگرمیاں جس فکر کے ماتحت چل رہی ہوں وہ فکر یہ ہو کہ اس کو اپنے تمام قول و فعل کا حساب ایک ایسی ہستی کو دینا ہے جو کھلے اور چھپے سے باخبر ہے اور ہر ایک کو اُس کے حقیقی کارناموں کے مطابق جزا یا سزا دینے والی ہے۔ ایسا شخص گویا مضبوط چٹان پر اپنی عمارت کھڑی کر رہا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی اس قسم کے اندیشہ سے خالی ہو۔ وہ دنیا میں بالکل بے قید زندگی گزارے۔ وہ کسی پابندی کو قبول کئے بغیر جو چاہے بولے اور جو چاہے کرے۔ ایسے شخص کی زندگی کی مثال اُس عمارت کی سی ہے جو ایسی کھائی کے کنارے اُٹھا دی گئی ہو جو بس گرنے ہی والی ہو اور اچانک ایک روز اُس کا مکان اپنے مکینوں سمیت گہرے کھڈ میں گر پڑے۔

جو لوگ ظلم کی بنیاد پر اپنی زندگی کی عمارت اُٹھاتے ہیں ان کے جرائم میں سب سے زیادہ سخت جرم وہ ہے جس کی مثال مدینہ میں مسجد ضرار کی صورت میں سامنے آئی۔ اُس وقت مدینہ میں دو مسجدیں تھیں۔ ایک آبادی کے اندر مسجد نبوی دوسری مضافات میں مسجد قبا۔ منافقین مسلمانوں نے ان کے توڑ پر ایک تیسری مسجد تعمیر کر لی۔ اس قسم کی کارروائی بظاہر اگرچہ دین کے نام پر ہوتی ہے مگر حقیقتاً اس کا مقصد ہوتا ہے اپنی قیادت اور پیشوائی کو قائم رکھنے کی خاطر دعوتِ حق کا مخالف بن جانا۔ جو لوگ اپنی خود پرستی کی وجہ سے دعوتِ حق کو قبول نہیں کر پاتے وہ اس کے خلاف محاذ بناتے ہیں۔ اس کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ ان کی منفی سرگرمیاں مسلمانوں کو دو گروہوں میں بانٹ دیتی ہیں۔ ایسے لوگ اپنے تخریبی عمل کو دین کے نام پر کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ مسلّمہ دینی شخصیتوں کو اپنے اسٹیج پر لانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ لوگوں کی نظر میں انھیں اعتماد حاصل ہو جائے۔

یہ لوگ اپنی اندھی دشمنی میں بھول جاتے ہیں کہ حق کی مخالفت دراصل اللہ کی مخالفت ہے جو اللہ کی دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایسے لوگوں کے لئے جو چیز مقدر ہے وہ صرف یہ کہ وہ حسرت و افسوس کے ساتھ مریں اور اللہ کی رحمتوں سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں۔

سبق نمبر ③ یہی وہ شاہراہ ہے جو تمام انسانوں کو اللہ اور اس کی جنّت کی طرف لے جانے والی ہے مگر آسمانی کتاب کی حامل کسی قوم میں جب بگاڑ آتا ہے تو وہ اس شاہراہ کے دائیں بائیں مڑ جاتی ہے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ خود ساختہ تشریحات کے ذریعہ دین کا تصور بدل دیا جاتا ہے۔

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱۲ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳ (سورۃ المائدۃ: آیات ۱۲ تا ۱۳)

ترجمہ: ''اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاؤ گے اور اُن کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرضِ حسن دو گے تو میں تم سے تمہارے گناہ ضرور دور کر دوں گا اور تم کو ضرور ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے

نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پس تم میں سے جو شخص اس کے بعد انکار کرے گا تو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔ پس ان کی عہد شکنی کی بنا پر ہم نے ان پر لعنت کر دی اور ہم نے اُن کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور جو کچھ اُن کو نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ وہ بھلا بیٹھے اور تم برابر اُن کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے رہتے ہو۔ بجز تھوڑے لوگوں کے۔ ان کو معاف کرو اور ان سے درگزر کرو۔ اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

تشریح: بنی اسرائیل سے ان کے پیغمبر کی معرفت خدا پرستانہ زندگی گزارنے کا عہد لیا گیا اور اُن کے بارہ قبائل سے بارہ سرداران کی نگرانی کے لئے مقرر کئے گئے۔ بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا وہ یہ تھا کہ وہ نماز کے ذریعہ اپنے کو اللہ والا بنائیں۔ وہ زکوٰۃ کی صورت میں بندوں کے حقوق ادا کریں۔ پیغمبروں کا ساتھ دے کر وہ اپنے کو اللہ کی پکار کی جانب کھڑا کریں اور اللہ کے دین کی جدوجہد میں اپنا اثاثہ خرچ کریں۔ ان کاموں کی ادائیگی اور اپنے درمیان ان کی نگرانی کا اجتماعی نظام قائم کرنے کے بعد ہی وہ اللہ کی نظر میں اس کے مستحق تھے کہ اللہ اُن کا ساتھی ہو۔ وہ ان کو پاک صاف کر کے اس قابل بنائے کہ وہ جنّت کی لطیف فضاؤں میں داخل ہو سکیں۔ جنّت کسی کو عمل سے ملتی ہے نہ کہ کسی قسم کے نسلی تعلق سے۔

اس عہد میں جن اعمال کا ذکر ہے یہی دین کے اساسی اعمال ہیں۔ یہی وہ شاہراہ ہے جو تمام انسانوں کو اللہ اور اس کی جنّت کی طرف لے جانے والی ہے مگر جب آسمانی کتاب کی حامل کسی قوم میں جب بگاڑ آتا ہے تو وہ اس شاہراہ کے دائیں بائیں مڑ جاتی ہے۔ اب یہ ہوتا ہے کہ خود ساختہ تشریحات کے ذریعہ دین کا تصور بدل دیا جاتا ہے۔ عبادت کے نام پر غیر متعلق بحثیں شروع ہو جاتی ہیں۔ نجات کے ایسے راستے تلاش کر لئے جاتے ہیں جو بندوں کے حقوق ادا کئے بغیر آدمی کو منزل تک پہنچا دیں۔ دعوتِ حق کے نام پر ان کے یہاں بے معنی قسم کے دنیوی ہنگامے جاری ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیوی اخراجات کی بہت سی مدیں بناتے ہیں اور انہیں کو دین کے لئے خرچ کا نام دے دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے دنیوی مصالح کے مطابق ایک دین گھڑتے ہیں اور اسی کو اللہ کا دین کہنے لگتے ہیں۔ جب کوئی گروہ بگاڑ کی اس نوبت تک پہنچتا ہے تو اللہ اپنی توجہ اس سے ہٹا لیتا ہے۔ اللہ کی توفیق سے محروم ہو کر ایسے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی زبان سمجھتے ہیں اور اسی میں مصروف رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آ جاتا ہے تاکہ اُن کو پکڑ کر اللہ کی عدالت میں پہنچا دے۔

سبق نمبر ④ یہود کے اندر یہ ڈھٹائی اس لئے پیدا ہوئی کہ انھوں نے اللہ کی کتاب کو ورق ورق کر دیا تھا

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّ هُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ (سورۃ الانعام: آیات ۹۱ تا ۹۲)

ترجمہ: ''اور انھوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اُتاری۔ کہو کہ وہ کتاب کس نے اُتاری تھی جس کو لے کر موسیٰ آئے تھے۔ وہ روشن تھی اور رہنمائی تھی لوگوں کے واسطے جس کو تم نے ورق ورق کر رکھا ہے۔ کچھ کو ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو اور تم کو وہ باتیں سکھائیں جن کو نہ جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہو کہ اللہ نے اُتاری۔ پھر ان کو چھوڑ دو کہ اپنی کج بحثیوں میں کھیلتے رہیں اور یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے اُتاری ہے، برکت والی ہے، تصدیق کرنے والی ان کی جو اس سے پہلے ہیں اور تا کہ تو ڈرائے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لائیں گے اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

تشریح: رسول اللہ ﷺ کی دعوت مکہ کے لوگوں کے سامنے آئی تو ان کے کچھ لوگوں نے بعض یہود سے پوچھا کہ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا محمد (ﷺ) پر واقعی اللہ کا کلام نازل ہوا ہے؟ یہود نے جواب دیا: ''اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔'' بظاہر یہ بات بڑی عجیب ہے کیونکہ یہود تو خود نبیوں کو ماننے والے تھے اور اس طرح گویا وہ اقرار کر رہے تھے کہ بشر پر اللہ کا کلام اُترتا ہے مگر جب آدمی مخالفت میں اندھا ہو جائے تو وہ مخالف کی تردید کے جوش میں کبھی یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنی مانی ہوئی باتوں کی تردید کرنے لگے۔

یہود کے اندر یہ ڈھٹائی اس لئے پیدا ہوئی کہ انھوں نے اللہ کی کتاب کو ورق ورق کر دیا تھا۔ وہ اللہ کی تعلیمات کے کچھ حصہ کو سامنے لاتے اور بقیہ کو کتاب میں بند رکھتے۔ مثلاً وہ انعام والی آیتوں کو خوب سنتے سناتے اور اُن آیتوں کو چھوڑ دیتے جن میں وہ اعمال بتائے گئے ہیں جن کے کرنے سے کسی کو مذکورہ انعام ملتا ہے۔ وہ ایسی آیتوں کا خصوصی تذکرہ کرتے جن سے ان کی شور و غل کی سیاست کی تائید نکلتی ہو اور اُن آیتوں کو نظر انداز کر دیتے جن میں خاموش اصلاح کے احکام دیئے گئے ہوں۔ وہ ایسی آیتوں کے درس میں بڑا اہتمام کرتے جن میں ان کے لئے لفظی موشگافیوں کا کمال دکھانے کا موقع ہو مگر اُن آیتوں سے سرسری گزر جاتے جن میں دین کے ابدی حقائق بیان کئے گئے ہیں۔ وہ ایسی آیتوں کا خوب چرچا کرتے جن سے اپنی فضیلت نکلتی ہو اور ان آیتوں سے بے توجہی برتتے جن سے ان کی

ذمہ داریاں معلوم ہوتی ہیں۔ جو لوگ اللہ کی کتاب کو اس طرح ''ورق ورق'' کریں، ان کے اندر فطری طور پر ڈھٹائی آجاتی ہے۔ وہ غیر سنجیدہ بحثیں کرتے ہیں۔ متضاد بیانات دیتے ہیں۔ ان سے کسی حقیقی تعاون کی اُمید نہیں کی جاسکتی۔ جو لوگ اللہ کی کتاب کے ساتھ انصاف نہ کریں، وہ انسانوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں کیسے انصاف کر سکتے ہیں۔

دین کی دعوت اصلاً لوگوں کو ہوشیار کرنے کی دعوت ہے۔ اس قسم کی دعوت خواہ کتنے ہی کامل انسان کی طرف سے پیش کی جائے وہ سننے والے کے دل میں اس وقت جگہ کرے گی جب کہ وہ اپنے سینہ میں ایک اندیشہ ناک دل رکھتا ہو اور آخرت کے معاملہ کو ایک سنجیدہ معاملہ سمجھتا ہو۔ سننے والے میں اگر یہ ابتدائی مادّہ موجود نہ ہو تو سنانے والا اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

سبق نمبر ⑤ اللہ جب اپنے کسی بندے کو اپنی پکار بلند کرنے کے لئے کھڑا کرتا ہے تو اسی کے ساتھ اس کو خصوصی توفیق بھی عطا کرتا ہے

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۹۳ وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۹۴

(سورۃ الانعام: آیات ۹۳ تا ۹۴)

ترجمہ: ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت باندھے یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالاں کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو۔ اور کہے کہ جیسا کلام اللہ نے اُتارا ہے میں بھی اُتاروں گا۔ اور کاش تم اس وقت دیکھو جب کہ یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ لاؤ اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس سبب سے کہ تم اللہ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے۔ اور تم اللہ کی نشانیوں سے تکبّر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آگئے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا سب تم پیچھے چھوڑ آئے۔ اور ہم تمہارے ساتھ ان سفارش والوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارا کام بنانے میں ان کا بھی حصہ ہے۔ تمہارا رشتہ ٹوٹ گیا اور تم سے جاتے رہے وہ دعوے جو تم کرتے تھے۔

تشریح: اللہ جب اپنے کسی بندے کو اپنی پکار بلند کرنے کے لئے کھڑا کرتا ہے تو اسی کے ساتھ اس کو خصوصی توفیق بھی عطا کرتا ہے۔ اس کے کردار میں خوفِ آخرت کی جھلک ہوتی ہے۔ اس کی باتوں میں خدائی استدلال کی طاقت نظر آتی ہے۔ بے پناہ مخالفتوں کے باوجود وہ اپنی پیغام رسانی کے عمل کو اعلیٰ ترین شکل میں جاری رکھنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ وہ اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ کی زمین پر اللہ کی نشانی ہوتا ہے مگر جن کی نگاہیں دنیوی عظمت کی چیزوں میں گم ہوں، وہ آخرت کے داعی کی عظمت کو سمجھ نہیں پاتے۔ حتیٰ کہ ان کے مادّی پیمانہ میں ان کی اپنی ذات برتر اور اللہ کے داعی کی ذات کم تر دکھائی دیتی ہے۔ یہ چیز ان کو تکبّر میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور جو لوگ تکبر کی نفسیات میں مبتلا ہو جائیں ان سے کوئی بھی نامعقول رویہ مستبعد نہیں رہتا حتیٰ کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ وہ بھی ویسا ہی کلام تخلیق کر سکتے ہیں جیسا کلام اللہ کی طرف سے کسی بندہ پر اُترتا ہے۔ وہ اللہ کو طلسماتی نشانیوں میں دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے وہ بشری نشانیوں میں ظاہر ہونے والے خدا کو پہچان نہیں پاتے۔

یہ تکبر جو کسی آدمی کے اندر پیدا ہوتا ہے، وہ اس دنیوی حیثیت اور مادّی سامان کی بنا پر ہوتا ہے جو اس کو دنیا میں ملا ہوا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ اسے حاصل ہے، وہ محض آزمائش کے لئے اور متعین مدّت تک کے لئے ہے۔ موت کا وقت آتے ہی اچانک یہ تمام چیزیں چھن جائیں گی۔ اس کے بعد آدمی کا اسی طرح محض ایک تنہا وجود ہوگا جس طرح وہ ابتدائی پیدائش کے وقت ایک تنہا وجود تھا۔ موت کے بعد فوراً ہر آدمی اپنی زندگی کے اس مرحلہ میں پہنچ جاتا ہے جہاں نہ اس کی دولت ہوگی اور نہ اس کی حیثیت، جہاں نہ اس کے ساتھی ہوں گے اور نہ اس کے سفارشی۔ وہ ہوگا اور اُس کا اللہ ہوگا۔ دنیا میں اس کو جن چیزوں پر ناز تھا، ان میں سے کوئی چیز بھی اس دن اس کو اللہ کی پکڑ سے بچانے کے لئے موجود نہ ہوگی۔

دنیا میں ہر آدمی الفاظ کے طلسم میں جیتا ہے۔ ہر آدمی اپنے حسب حال ایسے الفاظ تلاش کر لیتا ہے جس میں اس کا وجود بالکل برحق دکھائی دے، اس کا راستہ سیدھا منزل کی طرف جاتا ہوا نظر آئے، مگر آخرت کا انقلاب جب حقیقتوں کے پردے پھاڑ دے گا تو لوگوں کے یہ الفاظ اس قدر بے معنی ہو جائیں گے جیسے کہ اُن کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔

سبق نمبر ⑥ منافق کی پہچان یہ ہے کہ وہ الفاظ میں سب سے آگے اور عمل میں سب سے پیچھے ہو

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا

لَهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ (سورۂ محمد: آیات ۲۰ تا ۲۳)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہیں اُتاری جاتی۔ پس جب ایک واضح سورت اُتار دی گئی اور اس میں جنگ کا بھی ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دِلوں میں بیماری ہے وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔ پس خرابی ہے ان کی۔ حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنا ہے پس جب معاملہ کا قطعی فیصلہ ہو جائے تو اگر وہ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ پس اگر تم پھر گئے تو اس کے سوا تم سے کچھ متوقع نہیں کہ تم زمین میں فساد کرو اور آپس کی قرابتوں کو قطع کرو۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کیا، پس ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

تشریح: منافق کی پہچان یہ ہے کہ وہ الفاظ میں سب سے آگے اور عمل میں سب سے پیچھے ہو۔ جہاد سے پہلے وہ جہاد کی باتیں کرے اور جب جہاد واقعتاً پیش آجائے تو وہ اس سے بھاگ کھڑا ہو۔

سچے اہل ایمان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت سننے اور ماننے کے لئے تیار رہے اور جب کسی سخت اقدام کا فیصلہ ہو جائے تو اپنے عمل سے ثابت کر دے کہ اس نے اللہ کو گواہ بنا کر جو عہد کیا تھا، اس عہد میں وہ پورا اُترا۔

منافق لوگ جہاد سے بچنے کے لئے بظاہر امن پسندی کی باتیں کرتے ہیں مگر عملاً صورت حال یہ ہے کہ جہاں انہیں موقع ملتا ہے، وہ فوراً شر پھیلانا شروع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ جن مسلمانوں سے ان کی قرابتیں ہیں، ان کی مطلق پروانہ کرتے ہوئے اُن کے دشمنوں کے مددگار بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی نظر میں ملعون ہیں۔ ملعون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اس سے چھن جائے۔ وہ آنکھ رکھتے ہوئے بھی نہ دیکھے اور کان رکھتے ہوئے بھی کچھ نہ سنے۔

سبق نمبر ⑦ منافق آدمی کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ سنجیدہ مجلس میں بیٹھتا ہے تو بظاہر بہت باادب نظر آتا ہے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿١٧﴾ (سورۂ محمد، آیات ۱۶۔۱۷)

ترجمہ: ''اور اُن میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک

کہ جب وہ تمہارے پاس سے باہر جاتے ہیں تو علم والوں سے پوچھتے ہیں کہ انھوں نے ابھی کیا کہا۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور وہ اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں اور جن لوگوں نے ہدایت کی راہ اختیار کی تو اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو اُن کی پرہیزگاری عطا کرتا ہے۔"

تشریح: منافق آدمی کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ سنجیدہ مجلس میں بیٹھتا ہے تو بظاہر بہت باادب نظر آتا ہے مگر اُس کا ذہن دوسری چیزوں میں لگا رہتا ہے۔ وہ مجلس میں بیٹھ کر بھی مجلس کی بات نہیں سن پاتا۔ چنانچہ جب وہ مجلس سے باہر آتا ہے تو دوسرے اصحابِ علم سے پوچھتا ہے کہ "حضرت نے کیا فرمایا۔" یہ وہ قیمت ہے جو اپنی خواہش پرستی کی بنا پر انہیں ادا کرنی پڑتی ہے۔ وہ اپنے اوپر اپنی خواہش کو غالب کر لیتے ہیں۔ وہ دلیل کی پیروی کرنے کے بجائے اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دھیرے دھیرے ان کے احساسات کند ہو جاتے ہیں۔ ان کی عقل اس قابل نہیں رہتی کہ وہ بلند حقیقتوں کا ادراک کر سکے۔

اس کے برعکس جو لوگ حقیقتوں کو اہمیت دیں، جو سچی دلیل کے آگے جھک جائیں وہ اس عمل سے اپنی فکری صلاحیت کو زندہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی معرفت میں دن بہ دن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

سبق نمبر ⑧ منافقین کی بیماری یہ تھی کہ ان کے سینوں میں حسد تھا

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۞ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۭ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۞ (سورۂ محمد، آیات ۲۹۔۳۰)

ترجمہ: "جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے، کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ ان کے کینے کو کبھی ظاہر نہ کرے گا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم ان کو تمہیں دکھا دیتے، پس تم ان کی علامتوں سے ان کو پہچان لیتے۔ اور تم ان کے اندازِ کلام سے ضرور اُن کو پہچان لو گے۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔"

تشریح: منافقین کی بیماری یہ تھی کہ ان کے سینوں میں حسد تھا۔ منافق مسلمانوں کو اپنے مخلص برادرانِ دین سے یہ حسد کیوں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کی ہر ترقی انہیں مخلص مسلمانوں کے حصہ میں جاتی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہ چیز منافقین کے لئے بے حد شاق تھی۔ وہ سوچتے تھے کہ ہم ایسی مہم میں اپنا جان و مال کیوں کھپائیں جس میں دوسروں کی حیثیت بڑھے۔ جس میں دوسروں کو بڑائی حاصل ہوتی ہو۔

منافقین اپنے ظاہری رویہ میں اپنی اس اندرونی حالت کو چھپاتے تھے مگر سمجھ دار لوگوں کے لئے وہ چھپا ہوا نہ تھا۔ منافقین کا مصنوعی لہجہ، ان کی درد سے خالی آواز بتا دیتی تھی کہ اسلام سے ان کا تعلق محض

دکھاوے کا تعلق ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں قلبی تعلق۔

سبق نمبر ⑨ ہر آدمی کے اندر پیدائشی طور پر بڑا بننے کا جذبہ چھپا ہوا ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪ (سورۃ الحجرات: آیت ۱۱)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اُڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو، اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بُرا ہے۔ اور جو باز نہ آئیں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

تشریح: ہر آدمی کے اندر پیدائشی طور پر بڑا بننے کا جذبہ چھپا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کی کوئی بات مل جائے تو وہ اس کو خوب نمایاں کرتا ہے تا کہ اس طرح اپنے کو بڑا اور دوسرے کو چھوٹا ثابت کرے۔ وہ دوسرے کا مذاق اُڑاتا ہے۔ وہ دوسرے پر عیب لگاتا ہے، وہ دوسرے کو برے نام سے یاد کرتا ہے، تا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے بڑائی کے جذبہ کی تسکین حاصل کرے۔

مگر اچھا اور برا ہونے کا معیار وہ نہیں ہے جو آدمی بطور خود مقرر کرے۔ اچھا دراصل وہ ہے جو اللہ کی نظر میں اچھا ہو اور برا وہ ہے جو اللہ کی نظر میں برا ٹھہرے۔ اگر آدمی کے اندر فی الواقع اس کا احساس پیدا ہو جائے تو اس سے بڑائی کا جذبہ چھن جائے گا۔ دوسرے کا مذاق اُڑانا، دوسرے کو طعنہ دینا، دوسرے پر عیب لگانا، دوسرے کو برے لقب سے یاد کرنا، سب اس کو بے معنی معلوم ہونے لگیں گے کیونکہ وہ جانے گا کہ لوگوں کے درجہ و مرتبہ کا اصل فیصلہ اللہ کے یہاں ہونے والا ہے۔ پھر اگر آج میں کسی کو حقیر سمجھوں اور آخرت کی حقیقی دنیا میں وہ باعزت قرار پائے تو میرا اس کو حقیر سمجھنا کس قدر بے معنی ہوگا۔

سبق نمبر ⑩ اکثر سماجی خرابیوں کی جڑ بدگمانی ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫ (سورۃ الحجرات: آیت ۱۲)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ٹوہ میں نہ لگو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس

بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم خود ناگوار سمجھتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

تشریح: ایک آدمی کسی شخص کے بارے میں بدگمان ہوجائے تو اُس کی ہر بات اس کو غلط معلوم ہونے لگتی ہے۔ اس کے بارے میں اس کا ذہن منفی رُخ پر چل پڑتا ہے۔ اس کی خوبیوں سے زیادہ وہ اس کے عیوب تلاش کرنے لگتا ہے۔ اس کی برائیوں کو بیان کرکے اسے بے عزّت کرنا اس کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔

اکثر سماجی خرابیوں کی جڑ بدگمانی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آدمی اس معاملہ میں چوکنا رہے۔ وہ بدگمانی کو اپنے ذہن میں داخل نہ ہونے دے۔

آپ کو کسی سے بدگمانی ہوجائے تو آپ اُس سے مل کر گفتگو کرسکتے ہیں۔ مگر یہ سخت غیر اخلاقی فعل ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کو بُرا کہا جائے، جب کہ وہ اپنی صفائی کے لئے وہاں موجود نہ ہو۔ وقتی طور پر کبھی آدمی سے اس قسم کی غلطیاں ہوسکتی ہیں لیکن اگر وہ اللہ سے ڈرنے والا ہے تو وہ اپنی غلطی پر ڈھیٹ نہیں ہوگا۔ اس کا خوف اللہ اس کو فوراً اپنی غلطی پر متنبہ کرے گا، وہ اپنی روش کو چھوڑ کر اللہ سے معافی کا طالب بن جائے گا۔

انسانوں کے درمیان مختلف قسم کے فرق ہوتے ہیں۔ کوئی سفید ہے اور کوئی کالا۔ کوئی ایک نسل سے ہے اور کوئی دوسری نسل سے۔ کوئی ایک جغرافیہ سے تعلق رکھتا ہے اور کوئی دوسرے جغرافیہ سے۔ یہ تمام فرق صرف تعارف کے لئے ہیں نہ کہ امتیاز کے لئے۔ اکثر خرابیوں کا سبب یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس قسم کے فرق کی بناء پر ایک دوسرے کے درمیان فرق کرنے لگتے ہیں۔ اس سے وہ تفریق اور تعصب وجود میں آتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

انسان اپنے آغاز کے اعتبار سے سب کے سب ایک ہیں۔ ان میں امتیاز کی اگر کوئی بنیاد ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ کون اللہ سے ڈرنے والا ہے اور کون اللہ سے ڈرنے والا نہیں۔ اور اس کا بھی صحیح علم صرف اللہ کو ہے نہ کہ کسی انسان کو۔

سبق نمبر ⑪ منافق آدمی صرف انسانوں کو اپنی آواز سنانے کا مشتاق ہوتا ہے اور مخلص آدمی اللہ کو سنانے کا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ (سورۃ المنافقون: آیات ١۔٣)

ترجمہ: "جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر وہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، بے شک نہایت برا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ وہ ایمان لائے۔ پھر انھوں نے کفر کیا، پھر ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، پس وہ نہیں سمجھتے۔"

تشریح: یہ کسی آدمی کے نفاق کی علامت ہے کہ وہ بڑی بڑی باتیں کرے اور قسم کھا کر اپنی بات کا یقین دلائے۔ مخلص آدمی اللہ کے خوف سے دبا ہوا ہوتا ہے۔ وہ زبان سے زیادہ دل سے بولتا ہے۔ منافق آدمی صرف انسان کو اپنی آواز سنانے کا مشتاق ہوتا ہے اور مخلص آدمی اللہ کو سنانے کا۔

جب ایک شخص ایمان لاتا ہے تو وہ ایک سنجیدہ عہد کرتا ہے۔ اس کے بعد زندگی کے عملی مواقع آتے ہیں، جہاں ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس عہد کے مطابق عمل کرے۔ اب جو شخص ایسے مواقع پر اپنے دل کی آواز کو سُن کر عہد کے تقاضے پورے کرے گا۔ اس نے اپنے عہد ایمان کو پختہ کیا۔ اس کے برعکس جس کا یہ حال ہو کہ اس کے دل نے آواز دی مگر اس نے دل کی آواز کو نظر انداز کر کے عہد کے خلاف عمل کیا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دھیرے دھیرے اپنے عہد ایمان کے معاملہ میں بے حس ہو جائے گا۔ یہی مطلب ہے دل پر مہر کرنے کا۔

سبق نمبر ⑫ منافق آدمی مصلحت پرستی کے ذریعہ اپنے مفادات کو محفوظ رکھتا ہے

وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(سورۃ المنافقون: آیات ٤۔٦)

ترجمہ: "اور جب تم اُنہیں دیکھو تو ان کے جسم تم کو اچھے لگتے ہیں، اور اگر وہ بات کرتے

ہیں تو تم اُن کی بات سنتے ہو، گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئی۔ وہ ہر زور کی آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہی لوگ دشمن ہیں، پس ان سے بچو۔ اللہ ان کو ہلاک کرے، وہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کا رسول تمہارے لئے استغفار کرے تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں۔ اور تم ان کو دیکھو گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے بے رُخی کرتے ہیں۔ ان کے لئے یکساں ہے تم ان کے لئے مغفرت کی دُعا کرو یا مغفرت کی دُعا نہ کرو، اللہ ہرگز ان کو معاف نہ کرے گا۔ اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

تشریح: منافق آدمی مصلحت پرستی کے ذریعہ اپنے مفادات کو محفوظ رکھتا ہے۔ وہ حق ناحق کی بحث میں نہیں پڑتا، اس لئے ہر ایک سے اس کا بناؤ رہتا ہے۔ اس کی زندگی غم سے خالی ہوتی ہے۔ یہ چیزیں اس کے جسم کو فربہ بنا دیتی ہیں۔ وہ لوگوں کے مزاج کی رعایت کر کے بولتا ہے۔ اس لئے اس کی باتوں میں ہر ایک اپنے لئے دل چسپی کا سامان پالیتا ہے۔ مگر یہ بظاہر ہرے بھرے درخت حقیقتاً صرف سوکھی لکڑیاں ہوتے ہیں، جن میں کوئی زندگی نہ ہو۔ وہ اندر سے بزدل ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کا دنیوی مفاد ہر دینی مفاد سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ایمان کے بلند بانگ مدعی ہونے کے باوجود اللہ کی ہدایت سے یکسر محروم ہیں۔

سبق نمبر ⑬ منافق اپنے دنیا پرستانہ طریقوں کی وجہ سے اپنے آس پاس دنیا کا ساز وسامان جمع کر لیتا ہے

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ: آیت ۸۵)

ترجمہ: "اور ان کے مال اور ان کی اولاد تم کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ منکر ہوں۔"

تشریح: منافق اپنے دنیا پرستانہ طریقوں کی وجہ سے اپنے آس پاس دنیا کا ساز وسامان جمع کر لیتا ہے۔ اس کے ساتھ مددگاروں کی بھیڑ دکھائی دیتی ہے۔ یہ چیزیں سطحی قسم کے لوگوں کے لئے مرعوب کن بن جاتی ہیں لیکن گہری نظر سے دیکھنے والوں کے لئے اس کی ظاہری چمک دمک قابل رشک نہیں بلکہ قابل عبرت ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں جن لوگوں کے پاس جمع ہوں، وہ ان کے لئے اللہ کی طرف بڑھنے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ اللہ کا محبوب بندہ وہ ہے جو کسی تحفظ اور کسی مصلحت کے بغیر اللہ کی طرف بڑھے مگر جو لوگ دنیا کی رونقوں میں گھرے ہوئے ہوں، وہ ان سے اوپر نہیں اُٹھ پاتے جب بھی وہ

اللہ کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں، اُن کو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ کھو دیں گے۔ وہ اس قربانی کی ہمت نہیں کر پاتے، اس لئے وہ اللہ کے وفادار بھی نہیں ہوتے۔ ان کی دنیوی ترقیاں ان کو اس بربادی کی قیمت پر ملتی ہیں کہ آخرت میں وہ بالکل محروم ہو کر حاضر ہوں۔

ایسے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب اللہ کا دین کہتا ہے کہ اپنی اَنا کو دفن کر کے اللہ کو پکڑو تو وہ اپنی بڑھی ہوئی اَنا کو دفن نہیں کر پاتے۔ جب اللہ کا دین ان سے شہرت اور مقبولیت سے خالی راستوں پر چلنے کے لئے کہتا ہے تو وہ اپنی شہرت و مقبولیت کو سنبھالنے کی فکر میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ جب اللہ کے دین کی جدوجہد زندگی اور مال کی قربانی مانگتی ہے تو اُن کو اپنی زندگی اور مال اتنے قیمتی نظر آتے ہیں کہ وہ اس کو غیر دنیوی مقصد کے لئے قربان نہ کر سکیں۔

یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ ان کے دل کی حساسیت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ بے حسی کا شکار ہو کر اس تڑپ کو کھو دیتے ہیں جو آدمی کو اللہ کی طرف کھینچے اور غیر خدا پر راضی نہ ہونے دے۔

اس کے برعکس جو سچے اہلِ ایمان ہیں وہ سب سے بڑا مقام اللہ کو دیئے ہوتے ہیں، اس لئے دوسری ہر چیز انہیں اللہ کے مقابلہ میں ہیچ نظر آتی ہے۔ وہ ہر قربانی دے کر اللہ کی طرف بڑھنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ کی رحمتیں اور نعمتیں ہیں۔ ان کے اور اللہ کی ابدی جنّت کے درمیان موت کے سوا کوئی چیز حائل نہیں۔

سبق نمبر ⑭ حق کو لینے کے لئے آدمی کو کچھ دینا پڑتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾

(سورۂ یونس: آیات ۹۶ تا ۹۸)

ترجمہ: ’’بے شک جن لوگوں پر تیرے رب کی بات پوری ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ اُن کے پاس ساری نشانیاں آجائیں جب تک کہ وہ دردناک عذاب کو سامنے آتا نہ دیکھ لیں۔ پس کیوں نہ ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی کہ اس کا ایمان اس کو نفع دیتا یونس کی قوم کے سوا۔ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رُسوائی کا عذاب ٹال دیا اور اُن کو ایک مدت تک بہرہ مند ہونے کا موقع دیا۔‘‘

تشریح: انسان کے سامنے جب ایک حق بات آتی ہے تو اس کی عقل گواہی دیتی ہے کہ یہ صحیح ہے مگر کسی حق کو لینے کے لئے آدمی کو کچھ دینا پڑتا ہے اور اسی دینے کے لئے آدمی تیار نہیں ہوتا۔ اس کی خاطر

آدمی کو دوسرے کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا کرنا پڑتا ہے۔ اپنے مفاد کو خطرہ میں ڈالنا ہوتا ہے۔ اپنی رائے اور اپنے وقار کو کھونا پڑتا ہے۔ یہ اندیشے آدمی کے لئے قبولِ حق میں رُکاوٹ بن جاتے ہیں۔ جس چیز کا جواب اس کو قبولیت اور اعتراف سے دینا چاہیے تھا، اس کا جواب وہ انکار اور مخالفت سے دینے لگتا ہے۔

آدمی کی نفسیات کچھ اس طرح بنی ہے کہ وہ ایک بار جس رُخ پر چل پڑے اسی رُخ پر اس کا پورا ذہن چلنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بار حق سے انحراف کرنے کے بعد بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ آدمی دوبارہ حق کی طرف لوٹے کیونکہ ہر آنے والے دن وہ اپنی فکر میں پختہ تر ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس قابل ہی نہیں رہتا کہ حق کی طرف واپس جائے۔

اس طرح کے لوگ اپنے موقف کو بتانے کے لئے ایسے الفاظ بولتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہو کہ ان کا کیس نظریاتی کیس ہے مگر حقیقتاً وہ صرف ضد اور تعصب اور ہٹ دھرمی کا کیس ہوتا ہے جو اپنی دنیوی مصلحتوں کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے۔ تاہم عذابِ خداوندی کے ظہور کے وقت آدمی کا یہ بھرم کھل جائے گا۔ خوف کی حالت اس کو اس چیز کے آگے جھکنے پر مجبور کر دے گی جس کے آگے وہ بے خوفی کی حالت میں جھکنے پر تیار نہ ہوتا تھا۔

پچھلے زمانہ میں جتنے رسول آئے سب کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا کہ ان کی مخاطب قوم آخر وقت تک ایمان نہیں لائی البتہ جب وہ عذاب کی پکڑ میں آگئے تو انھوں نے کہا کہ ہم ایمان قبول کرتے ہیں۔ جب تک اللہ انہیں دلیل کی زبان میں پکار رہا تھا۔ انھوں نے نہیں مانا اور جب اللہ نے انہیں اپنی طاقتوں کی زد میں لے لیا تو کہنے لگے کہ اب ہم مانتے ہیں مگر ایسا ماننا اللہ کے یہاں معتبر نہیں۔ اللہ کو وہ ماننا مطلوب ہے جب کہ آدمی دلیل کے زور پر جھک جائے نہ کہ وہ طاقت کے زور پر جھکے۔

حضرت یونس علیہ السلام عراق کے ایک قدیم شہر نینویٰ میں بھیجے گئے۔ انھوں نے وہاں تبلیغ کی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے۔ آخر حضرت یونس نے پیغمبروں کی سنّت کے مطابق ہجرت کی۔ وہ یہ کہہ کر نینویٰ سے چلے گئے کہ اب تمہارے اوپر اللہ کا عذاب آئے گا۔ حضرت یونس کے جانے کے بعد عذاب کی ابتدائی علامتیں ظاہر ہوئیں مگر اُس وقت انھوں نے وہ نہ کیا جو قومِ ہود نے کیا تھا کہ انھوں نے عذاب کا بادل آتے دیکھ کر کہا کہ یہ ہمارے لئے بارش برسانے آرہا ہے۔ قومِ یونس کے اندر فوراً چونک پیدا ہوگئی۔ سارے لوگ اپنے مویشیوں اور عورتوں اور بچوں کو لے کر میدان میں جمع ہو گئے اور اللہ کے آگے عاجزی کرنے لگے۔ اس کے بعد عذاب اُن سے اُٹھا لیا گیا۔ جس طرح ظہورِ عذاب سے پہلے کا ایمان قابلِ اعتبار ہے اُسی طرح وقوعِ عذاب کے قریب کا ایمان بھی قابلِ اعتبار ہوسکتا ہے بشرطیکہ وہ اتنا کامل ہو جتنا کامل قومِ یونس کا ایمان تھا۔

سبق نمبر ⑮ آدمی کے اندر ایمان زندہ ہوتو اللہ کا نام اس کو ہلا دیتا ہے

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (سورۃ البقرہ: آیت ۷۴)

ترجمہ: ''پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے۔ پس وہ پتھر کے مانند ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ سخت۔ پتھروں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔ بعض پتھر پھٹ جاتے ہیں اوران سے پانی نکل آتا ہے۔ اور بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔''

تشریح: اللہ کے حکم کے بارے میں جو لوگ بحثیں اور تاویلیں کریں ان کے اندر دھیرے دھیرے بے حسی کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ ان کے دل سخت ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ کا نام سب سے بڑی ہستی کا نام ہے۔ آدمی کے اندر ایمان زندہ ہوتو اللہ کا نام اس کو ہلا دیتا ہے۔ بولنے سے زیادہ اسے چپ لگ جاتی ہے۔ مگر جب دلوں میں جمود اور بے حسی آتی ہے تو اللہ کی باتوں میں بھی اسی قسم کی بحثیں اور تاویلیں شروع کر دی جاتی ہیں جو عام انسانی کلام میں کی جاتی ہیں۔ اس قسم کا عمل ان کی بے حسی میں اور اضافہ کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ کا تصور ان کے دِلوں کو نہیں پگھلاتا، وہ ان کے اندر تڑپ پیدا نہیں کرتا۔ وہ ان کی روح کے اندر ارتعاش پیدا کرنے کا سبب نہیں بنتا۔

پتھروں کا ذکر یہاں تمثیل کے طور پر کیا گیا ہے۔ اللہ نے اپنی کائنات کو اس طرح بنایا ہے کہ وہ آدمی کے لئے عبرت و نصیحت کا سامان بن گئی ہے۔ یہاں کی ہر چیز خاموش مثال کی زبان میں اسی مرضئ رب کا عملی نشان ہے۔ جو مرضئ رب قرآن میں الفاظ کے ذریعہ بیان کی گئی ہے۔ پتھروں کے ذریعہ اللہ نے اپنی دنیا میں جو تمثیلات قائم کی ہیں ان میں سے تین چیزوں کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

پہاڑوں پر ایک مشاہدہ یہ سامنے آتا ہے کہ پتھروں کے اندر سے پانی کے سوتے بہتے رہتے ہیں جو بالآخر مل کر دریا کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ اس انسان کی تمثیل ہے جس کے دل میں اللہ کا ڈر بسا ہوا ہو اور وہ آنسوؤں کی صورت میں اس کی آنکھ سے بہہ پڑتا ہو۔

دوسری مثال اس پتھر کی ہے جو بظاہر خشک چٹان معلوم ہوتا ہے مگر جب توڑنے والے اس کو توڑتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نیچے پانی کا بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ ایسی چٹانوں کو توڑ کر کنویں بنائے جاتے ہیں۔ یہ اس انسان کی تمثیل ہے جو بظاہر اللہ سے دور معلوم ہوتا تھا، اس کے بعد اس پر ایک حادثہ گزرا۔ اس حادثہ نے اس کی روح کو ہلا دیا۔ وہ آنسوؤں کے سیلاب کے ساتھ اللہ کی طرف دوڑ

پڑا۔ پتھروں کی دنیا میں تیسری مثال ہبوط (لینڈ سلائڈ) کی ہے۔ یعنی پہاڑوں کے اوپر سے پتھر کے ٹکڑوں کا لڑھک کر نیچے آجانا۔ یہ اس انسان کی تمثیل ہے جس نے کسی انسان کے مقابلہ میں غلط رویہ اختیار کیا۔ اس کے بعد اس کے سامنے اللہ کا حکم پیش کیا گیا۔ اللہ کا حکم سامنے آتے ہی وہ ڈھے پڑا۔ انسان کے سامنے وہ جھکنے کے لئے تیار نہ تھا مگر جب انسان کا معاملہ اللہ کا معاملہ بن گیا تو وہ عاجزانہ طور پر اس کے آگے گر پڑا۔

سبق نمبر ⑯ اللہ کی اس کائنات میں اللہ کے سوا کسی کو کوئی زور یا بڑائی حاصل نہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ (سورۃ البقرہ: آیات ۱۶۵ تا ۱۶۷)

ترجمہ: ''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا برابر ٹھہراتے ہیں۔ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنا چاہیے۔ اور جو ایمان والے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھنے والے ہیں۔ اور اگر یہ ظالم اس وقت کو دیکھ لیں جب کہ وہ عذاب کو دیکھیں گے کہ زور سارا کا سارا اللہ کا ہے اور اللہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔ جب کہ وہ لوگ جن کے کہنے پر دوسرے چلتے تھے ان لوگوں سے الگ ہو جائیں گے جو اُن کے کہنے پر چلتے تھے۔ عذاب ان کے سامنے ہوگا اور ان کے سب طرف کے رشتے ٹوٹ چکے ہوں گے۔ وہ لوگ جو پیچھے چلے تھے کہیں گے کہ کاش! ہم کو دنیا کی طرف لوٹنا مل جاتا تو ہم بھی ان سے الگ ہوجاتے جیسے یہ ہم سے الگ ہو گئے۔ اس طرح اللہ ان کے اعمال کو انہیں حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ آگ سے نکل نہ سکیں گے۔''

تشریح: آدمی اپنی فطرت اور اپنے حالات کے لحاظ سے ایک ایسی مخلوق ہے جو ہمیشہ ایک خارجی سہارا چاہتا ہے، ایک ایسی ہستی جو اس کی کمیوں کی تلافی کرے اور اس کے لئے اعتماد و یقین کی بنیاد ہو۔ کسی کو اس حیثیت سے اپنی زندگی میں شامل کرنا اُس کو اپنا معبود بنانا ہے۔ جب آدمی کسی ہستی کو اپنا معبود بناتا ہے تو اُس کے بعد لازمی طور پر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے محبت وعقیدت کے جذبات اس

کے لئے خاص ہو جاتے ہیں۔ آدمی عین اپنی فطرت کے لحاظ سے مجبور ہے کہ کسی سے حبِ شدید کرے اور جس سے کوئی حبِ شدید کرے، وہی اُس کا معبود ہے۔ موجودہ دنیا میں چوں کہ اللہ نظر نہیں آتا، اس لئے ظاہر پرست انسان عام طور پر نظر آنے والی ہستیوں میں سے کسی ہستی کو وہ مقام دے دیتا ہے جو دراصل اللہ کو دینا چاہیے۔ یہ ہستیاں اکثر وہ سردار یا پیشوا ہوتے ہیں جو کسی ظاہری خصوصیت کی بنا پر لوگوں کا مرجع بن جاتے ہیں۔ آدمی کی فطرت کا خلا جو حقیقتاً اس لئے تھا کہ اس کو ربّ العالمین سے پُر کیا جائے وہاں وہ کسی سردار یا پیشوا کو بٹھا لیتا ہے۔

ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ کسی انسان کے گرد کچھ ظاہری رونق دیکھ کر لوگ اس کو ''بڑا'' سمجھ لیتے ہیں۔ کوئی اپنے غیر معمولی شخصی اوصاف سے لوگوں کو متاثر کر لیتا ہے۔ کوئی کسی گدی پر بیٹھ کر سیکڑوں سال کی روایات کا وارث بن جاتا ہے۔ کسی کے یہاں انسانوں کی بھیڑ دیکھ کر لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ وہ عام انسانوں سے بلند تر کوئی انسان ہے۔ کسی کے گرد پُراسرار کہانیوں کا ہالہ تیار ہو جاتا ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا حامل ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اس کائنات میں اللہ کے سوا کسی کو کوئی زور یا بڑائی حاصل نہیں۔ انسان کو اللہ کا درجہ دینے کا کاروبار اُسی وقت تک ہے جب تک اللہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اللہ کے ظاہر ہوتے ہی صورت حال اس قدر بدل جائے گی کہ بڑے اپنے چھوٹوں سے بھاگنا چاہیں گے اور چھوٹے اپنے بڑوں سے۔ وہ وابستگی جس پر آدمی دنیا میں فخر کرتا تھا، جس سے وفاداری اور شیفتگی دکھا کر آدمی سمجھتا تھا کہ اس نے سب سے بڑی چٹان کو پکڑ رکھا ہے، وہ آخرت کے دن اس طرح بے معنیٰ ثابت ہوگی جیسے اس کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو۔ آدمی اپنی گزری ہوئی زندگی کو حسرت کے ساتھ دیکھے گا اور کچھ نہ کر سکے گا۔

سبق نمبر ⑰ آخرت کی جنّت اُسی کے لئے ہے جو اللہ کی خاطر دنیا کی جنّت سے محروم ہو گیا ہو

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ: آیات ۱۵۳ تا ۱۵۷)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مُردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں

مگر تم کو خبر نہیں۔ اور ہم ضرور تم کو آزمائیں گے۔ کچھ ڈر اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔ اور ثابت قدم رہنے والوں کو خوش خبری دے دو جن کا حال یہ ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اللہ کے ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے اوپر اُن کے رب کی شاباشیاں ہیں اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہیں جو راہ پر ہیں۔"

تشریح: دین یہ ہے کہ آدمی اپنے خالق کو اس طرح پالے کہ اُس کی یاد میں اور اس کی شکر گزاری میں اس کے صبح و شام بسر ہونے لگیں۔ اس قسم کی زندگی ہی تمام خوشیوں اور لذتوں کا خزانہ ہے۔ مگر یہ خوشیاں اور لذتیں اپنی حقیقی صورت میں آدمی کو صرف آخرت میں ملیں گی۔ موجودہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے انعام کے لئے نہیں بنایا بلکہ امتحان کے لئے بنایا ہے، یہاں ایسے حالات رکھے گئے ہیں کہ خدا پرستی کی راہ میں آدمی کے لئے رکاوٹیں پڑیں تا کہ معلوم ہو کہ کون اپنے اظہارِ ایمان میں سنجیدہ ہے اور کون سنجیدہ نہیں۔ نفس کے محرکات، بیوی بچوں کے تقاضے، دنیا کی سختیں، شیطان کے وسوسے، سماجی حالات کا دباؤ، یہ چیزیں فتنہ کی صورت میں آدمی کو گھیرے رہتی ہیں۔ آدمی کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اِن فتنوں کو پہچانے اور اُن سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے ذکر و شکر کے تقاضے پورا کرے۔

ان امتحانی مشکلات کے مقابلہ میں کامیابی کا واحد ذریعہ نماز اور صبر ہے۔ یعنی اللہ سے لپٹنا اور ہر قسم کی ناخوش گواریوں کو برداشت کرتے ہوئے حق کے راستہ پر جمے رہنا۔ جو لوگ ناموافق حالات سامنے آنے کے باوجود نہ بدلیں اور بظاہر غیر اللہ میں نفع دیکھتے ہوئے اللہ کے ساتھ اپنے کو باندھے رہیں وہی وہ لوگ ہیں جو سنتِ الٰہی کے مطابق کامیابی کی منزل تک پہنچیں گے۔

حق کی راہ میں مشکلات و مصائب کا دوسرا سبب مؤمن کا تبلیغی کردار ہے۔ تبلیغ و دعوت کا کام نصیحت کا کام ہے۔ اور نصیحت ہمیشہ آدمی کے لئے سب سے زیادہ مبغوض چیز رہی ہے، ان میں بھی نصیحت سننے کے لئے سب سے زیادہ حساس وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے دنیا کے کاروبار کو دین کے نام پر کر رہے ہوں۔ داعی کی ذات اور اُس کے پیغام میں ایسے تمام لوگوں کو اپنی حیثیت کی نفی نظر آنے لگتی ہے۔ داعی کا وجود ایک ایسا ترازو بن جاتا ہے جس پر ہر آدمی تُل رہا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ داعی بننا، بھڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کے ہم معنیٰ بن جاتا ہے۔ ایسا آدمی اپنے ماحول کے اندر بے جگہ کر دیا جاتا ہے۔ اس کی معاشیات برباد ہو جاتی ہیں۔ اس کی ترقیوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی جان تک خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ مگر وہی آدمی راہ پر ہے جس کو بے راہ بتا کر ستایا جائے۔ وہی پاتا ہے جو اللہ کی راہ میں کھوئے۔ وہی جی رہا ہے جو اللہ کی راہ میں اپنی جان دے دے۔ آخرت کی جنّت اُسی کے لئے ہے جو اللہ کی خاطر دنیا کی جنّت سے محروم ہو گیا ہے۔

سبق نمبر ⑱ جو بندہ حق کی خاطر بے زمین ہو جائے وہ سب سے بڑی زمین کو پالیتا ہے، یعنی اللہ رب العالمین کی نصرت کو

رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور تعلیمات میں اللہ کی نشانیاں اتنی واضح تھیں کہ یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ آپ ﷺ کی زبان پر اللہ کا کلام جاری ہوا ہے مگر یہودی علماء نے آپ کا اقرار نہیں کیا۔ ان کو اندیشہ تھا کہ اگر وہ پیغمبر عربی کو مان لیں تو ان کی مذہبی بڑائی ختم ہو جائے گی۔ ان کی جمی ہوئی تجارتیں اُجڑ جائیں گی۔ اپنی کامیابی کا راز انھوں نے حق کو چھپانے میں سمجھا، حالاں کہ ان کی کامیابی کا راز حق کے اعلان میں تھا۔ حق کی طرف بڑھنے میں وہ اپنے آپ کو بے زمین ہوتا ہوا دیکھ رہے تھے مگر وہ بھول گئے کہ یہی وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مطلوب ہے۔ جو بندہ حق کی خاطر بے زمین ہو جائے وہ سب سے بڑی زمین کو پالیتا ہے، یعنی اللہ رب العلمین کی نصرت کو۔

تاہم اللہ کی رحمت کا دروازہ آدمی کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ ابتدائی طور پر غلطی کرنے کے بعد اگر آدمی کو ہوش آجائے اور وہ پلٹ کر صحیح رویہ اختیار کرلے۔ وہ اس امرِ حق کا اعلان کرے جس کو اللہ چاہتا ہے کہ اس کا اعلان کیا جائے تو اللہ اُس کو معاف کر دے گا، مگر جو لوگ عدمِ اعتراف پر قائم رہیں اور اُسی حال میں مر جائیں تو وہ اللہ کی رحمتوں سے دور کر دئے جائیں گے۔

سبق نمبر ⑲ آسمانی کتاب کے حامل کسی گروہ پر جب زوال آتا ہے تو ایسا نہیں ہوتا کہ وہ اللہ اور رسول کا نام لینا چھوڑ دے

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۟ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ
مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ وَ
اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ؗ فَنَبَذُوْهُ
وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ
يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ
الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (سورۂ آل عمران: آیات ١٨٦ تا ١٨٩)

ترجمہ: ”یقیناً تم اپنے جان و مال میں آزمائے جاؤ گے۔ اور تم بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے، ان سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی اور ان سے بھی جنھوں نے شرک کیا اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے۔ اور جب اللہ نے اہل کتاب

سے عہد لیا کہ تم اللہ کی کتاب کو پوری طرح لوگوں کے لیے ظاہر کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے مگر اُنہوں نے اس کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ کیسی بری چیز ہے جس کو وہ خرید رہے ہیں۔ جو لوگ اپنے ان کرتوتوں پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام انھوں نے نہیں کئے اس پر ان کی تعریف ہو، ان کو عذاب سے بری نہ سمجھو۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے زمین و آسمان کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

تشریح: ایمان کا سفر آدمی کو ایسی دنیا میں طے کرنا ہوتا ہے جہاں اپنوں اور غیروں کی طرف سے طرح طرح کے زخم لگتے ہیں مگر مؤمن کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ردِّعمل کی نفسیات میں مبتلا نہ ہو، وہ ہر صورت حال کا مثبت جواب دیتے ہوئے آگے بڑھتا رہے۔ لوگوں کی طرف سے اشتعال دلانے والے مواقع پیش آتے ہیں مگر وہ پابند ہوتا ہے کہ ہر قسم کے جھٹکوں کو اپنے اوپر سہے اور جوابی ذہن کے تحت کوئی کارروائی نہ کرے۔ بار بار ایسے معاملات سامنے آتے ہیں جب کہ دل کہتا ہے کہ حدودِ خداوندی کو توڑ کر اپنا مدعا حاصل کیا جائے مگر اللہ کا ڈر اُس کے قدموں کو روک دیتا ہے۔ اسی طرح دین کی مختلف ضرورتیں سامنے آتی ہیں اور جان و مال کی قربانی کا تقاضا کرتی ہیں، ایسے مواقع پر آسان دین کو چھوڑ کر مشکل دین کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ واقعہ ایمان کے سفر کو ہمت اور عالی حوصلگی کا زبردست امتحان بنا دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مؤمن بننا اپنے آپ کو صبر اور تقویٰ کے امتحان میں کھڑا کرنا ہے، جو اس امتحان میں پورا اُترا وہی وہ مؤمن بنا جس کے لئے آخرت میں جنّت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

آسمانی کتاب کے حامل کسی گروہ پر جب زوال آتا ہے تو ایسا نہیں ہوتا کہ وہ اللہ اور رسول کا نام لینا چھوڑ دے یا اللہ کی کتاب سے اپنی بے تعلّقی کا اعلان کر دے۔ دین ایسے گروہ کی نسلی روایات میں شامل ہو جاتا ہے، وہ اس کا پُرفخر قومی اثاثہ بن جاتا ہے۔ اور جس چیز سے اس طرح کا نسلی اور قومی تعلق قائم ہو جائے اس سے علیحدگی کسی گروہ کے لئے ممکن نہیں ہوتی تاہم اس کا یہ تعلق محض رسمی تعلق ہوتا ہے نہ کہ فی الواقع کوئی حقیقی تعلق۔ وہ اپنی دنیوی سرگرمیاں بھی دین کے نام پر جاری کرتے ہیں، وہ بے دین ہو کر بھی اپنے کو دین دار کہلانا چاہتے ہیں۔ وہ چاہنے لگتے ہیں کہ ان کو اس کام کا کریڈٹ دیا جائے جس کو انھوں نے کیا نہیں۔ وہ نجاتِ اُخروی سے بے فکر ہو کر زندگی گزارتے ہیں اور اسی کے ساتھ ایسے عقیدے بنا لیتے ہیں جس کے مطابق ان کو اپنی نجات بالکل محفوظ نظر آتی ہے۔ وہ اپنے گھڑے ہوئے دین پر چلتے ہیں مگر اپنے کو دینِ خداوندی کا علَم بردار بتاتے ہیں۔ وہ دنیوی مقاصد کے لئے سرگرم ہوتے ہیں اور اپنی سرگرمیوں کو آخرت کا عنوان دیتے ہیں۔ وہ خود ساختہ سیاست چلاتے ہیں اور اس کو

خدائی سیاست ثابت کرتے ہیں۔ وہ قومی مفادات کے لئے اُٹھتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ وہ خیر الامم کا کردار ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ مگر کوئی شخص بے دینی کو دین کہنے لگے تو اس بنا پر وہ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ آدمی دنیا کی طرف دوڑے اور آخرت سے بے پروا ہو جائے تو یہ صرف گمراہی ہے اور اگر وہ اپنے دنیوی کاروبار کو اللہ اور رسول کے نام پر کرنے لگے تو یہ گمراہی پر ڈھٹائی کا اضافہ ہے کیوں کہ یہ ایسے کام پر انعام چاہنا ہے جس کو آدمی نے انجام ہی نہیں دیا۔

سبق نمبر ⑳ جب آسمانی کتاب کی حامل قوموں میں بگاڑ آتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ (سورۃ المائدہ: آیت ۱۳)

ترجمہ: پس ان کی عہد شکنی کی بنا پر ہم نے ان پر لعنت کر دی اور ہم نے ان کے دِلوں کو سخت کر دیا۔ وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور جو کچھ ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ وہ بھلا بیٹھے۔ اور تم برابر اُن کی کسی نہ کسی خیانت سے آگاہ ہوتے رہتے ہو، بجز تھوڑے لوگوں کے۔ ان کو معاف کرو اور اُن سے درگزر کرو، اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تشریح: بنی اسرائیل سے ان کے پیغمبر کی معرفت خدا پرستانہ زندگی گزارنے کا عہد لیا گیا اور اُن کے بارہ قبائل سے بارہ سرداران کی نگرانی کے لئے مقرر کئے گئے۔ بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا وہ یہ تھا کہ وہ نماز کے ذریعہ اپنے کو اللہ والا بنائیں۔ وہ زکوٰۃ کی صورت میں بندوں کے حقوق ادا کریں۔ پیغمبروں کا ساتھ دے کر وہ اپنے کو اللہ کی پکار کی جانب کھڑا کریں اور اللہ کے دین کی جدوجہد میں اپنا اثاثہ خرچ کریں۔ ان کاموں کی ادائیگی اور اپنے درمیان ان کی نگرانی کا اجتماعی نظام قائم کرنے کے بعد ہی وہ اللہ کی نظر میں اس کے مستحق تھے کہ اللہ ان کا ساتھی ہو۔ وہ ان کو پاک صاف کرکے اس قابل بنائے کہ وہ جنّت کی لطیف فضاؤں میں داخل ہوسکیں۔ جنّت کسی کو عمل سے ملتی ہے نہ کہ کسی قسم کے نسلی تعلق سے۔

اس عہد میں جن اعمال کا ذکر ہے یہی دین کے اساسی اعمال ہیں۔ یہی وہ شاہراہ ہے جو تمام انسانوں کو اللہ اور اُس کی جنّت کی طرف لے جانے والی ہے۔ مگر جب آسمانی کتاب کی حامل قوموں میں بگاڑ آتا ہے تو وہ اس شاہراہ کے دائیں بائیں مڑ جاتی ہیں۔ اب یہ ہوتا ہے کہ خود ساختہ تشریحات کے ذریعہ دین کا تصور بدل دیا جاتا ہے۔ عبادت کے نام پر غیر متعلق بحثیں شروع ہو جاتی ہیں۔ نجات کے

ایسے راستے تلاش کر لئے جاتے ہیں جو بندوں کے حقوق ادا کئے بغیر آدمی کو منزل تک پہنچا دیں۔ دعوتِ حق کے نام پر ان کے یہاں بے معنی قسم کے دنیوی ہنگامے جاری ہو جاتے ہیں۔ وہ دنیوی اخراجات کی بہت سی مدیں بناتے ہیں اور انہیں کو دین کے لئے خرچ کا نام دے دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ اپنے دنیوی مصالح کے مطابق ایک دین گھڑتے ہیں اور اسی کو اللہ کا دین کہنے لگتے ہیں۔ جب کوئی گروہ بگاڑ کی اس نوبت تک پہنچتا ہے تو اللہ اپنی توجہ اس سے ہٹا لیتا ہے۔ اللہ کی توفیق سے محروم ہو کر ایسے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی زبان سمجھتے ہیں اور اسی میں مصروف رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آجاتا ہے تاکہ اُن کو پکڑ کر اللہ کی عدالت میں پہنچا دے۔

سبق نمبر (۲۱) جنّت کسی کا قومی وطن نہیں اور جہنّم کسی کا قومی جیل خانہ نہیں

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ (سورۃ المائدہ: آیات ۱۸ تا ۱۹)

ترجمہ: ”اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ تم کہو کہ پھر وہ تمہارے گناہوں پر تم کو سزا کیوں دیتا ہے۔ نہیں! بلکہ تم بھی اس کی پیدا کی ہوئی مخلوق میں سے ایک آدمی ہو۔ وہ جس کو چاہے گا بخشے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، وہ تم کو صاف صاف بتا رہا ہے، رسولوں کے ایک وقفہ کے بعد۔ تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا نہیں آیا۔ پس اب تمہارے پاس خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آگیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: جو قوم کتاب اور پیغمبر کی حامل بنائی جائے اور وہ اس کو ماننے کا ثبوت دے دے تو اس پر اللہ کی بہت سی نعمتیں نازل ہوتی ہیں۔ مخالفین کے مقابلہ میں خصوصی نصرت، زمین پر اقتدار، مغفرت اور جنّت کا وعدہ، وغیرہ۔ قوم کے ابتدائی لوگوں کے لئے یہ ان کے عمل کا بدلہ ہوتا ہے۔ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کیا، اس لئے اللہ نے ان پر اپنی نعمتیں برسائیں۔ مگر بعد کی نسلوں میں صورتِ حال بدل جاتی ہے، اَب ان کے لئے سارا معاملہ قومی معاملہ بن جاتا ہے۔ اوّلین لوگوں کو جو چیز

عمل کے سبب سے ملی تھی، بعد کے لوگ قومی اور نسلی تعلق کی بنا پر اپنے کو اُس کا مستحق سمجھ لیتے ہیں۔ وہ یقین کر لیتے ہیں کہ وہ اللہ کے خاص لوگ ہیں اور وہ خواہ کچھ بھی کریں اللہ کی نعمتیں ان کو مل کر رہیں گی۔ حامل کتاب قوموں کو اس غلط فہمی سے نکالنے کی خاطر اللہ نے اُن کے لئے یہ خصوصی قاعدہ مقرر کیا ہے کہ ان کی جزا کا آغاز اسی دنیا سے شروع ہوجاتا ہے۔ ایسے لوگ اسی موجودہ دنیا میں دیکھ سکتے ہیں کہ آنے والی دنیا میں ان کا اللہ اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ اگر وہ دنیا میں اپنے دشمنوں پر غالب آرہے ہوں تو وہ اللہ کے مقبول گروہ ہیں اور اگر اُن کے دشمن ان پر غلبہ پالیں تو وہ اللہ کے نامقبول گروہ ہیں۔ کوئی حامل کتاب گروہ کثرتِ تعداد کے باوجود اگر دنیا میں مغلوب اور ذلیل ہو رہے ہوں، تو اُن کو ہرگز یہ اُمید نہ رکھنا چاہیے کہ آخرت میں وہ سربلند اور باعزت رہیں گے۔

کسی قوم کو بحیثیتِ قوم کے اللہ کا محبوب سمجھنا سراسر باطل خیال ہے۔ اللہ کے یہاں فرد فرد کا حساب ہوتا ہے نہ کہ قوم قوم کا۔ ہر آدمی جو کچھ کرے گا اسی کے مطابق وہ اللہ کے یہاں بدلہ پائے گا۔ ہر آدمی اللہ کی نظر میں بس ایک انسان ہے، خواہ وہ اِس قوم سے تعلق رکھتا ہو، یا اُس قوم سے۔ ہر آدمی کے مستقبل کا فیصلہ اِس بنیاد پر کیا جائے گا کہ امتحان کی دنیا میں اس نے کس قسم کی کارکردگی کا ثبوت دیا ہے۔ جنت کسی کا قومی وطن نہیں اور جہنم کسی کا قومی جیل خانہ نہیں۔ اللہ کے فیصلہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایسے افراد اُٹھاتا ہے جو لوگوں کو زندگی کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہیں اس کو جہنم سے ڈراتے ہیں اور جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔ خدا کے اسی بشیر ونذیر کا ساتھ دے کر آدمی خدا کو پاتا ہے نہ کہ کسی اور طریقے سے۔

سبق نمبر ۴۲ بے خوفی کی نفسیات پیدا ہونے کا سبب عام طور پر دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک دنیا پرستی، دوسرے اکابر پرستی

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝۵۳ (سورۃ الانعام: آیت ۵۳)

ترجمہ: ”اور اس طرح ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے سے آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ کا فضل ہوا ہے۔ کیا اللہ شکر گزاروں سے خوب واقف نہیں۔“

تشریح: نصیحت ہمیشہ ان لوگوں کے لئے کارگر ہوتی ہے جو اندیشہ کی نفسیات میں جیتے ہوں۔ جس کو کسی چیز کا کھٹکا لگا ہوا ہو، اسی کو اس کے خطرے سے آگاہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ بے خوفی کی نفسیات میں جی رہے ہوں، وہ کبھی نصیحت کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہوتے، اس لئے وہ

نصیحت کو قبول کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ بے خوفی کی نفسیات پیدا ہونے کا سبب عام طور پر دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک دنیا پرستی، دوسرے اکابر پرستی۔ جو لوگ دنیا کی چیزوں میں گم ہوں یا دنیا کی کوئی کامیابی پاکر اس پر مطمئن ہو گئے ہوں، حتیٰ کہ انہیں یہ بھی یاد نہ رہتا ہو کہ ایک روز ان کو مر کر خالق و مالک کے سامنے حاضر ہونا ہے، ایسے لوگ آخرت کو کوئی قابل لحاظ چیز نہیں سمجھتے، اس لئے آخرت کی یاد دہانی ان کے ذہن میں اپنی جگہ حاصل نہیں کرتی۔ ان کا مزاج ایسی باتوں کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو آخرت کے معاملہ کو سفارش کا معاملہ سمجھ لیتے ہیں۔ وہ فرض کر لیتے ہیں کہ جن بڑوں کے ساتھ انھوں نے اپنے کو وابستہ کر رکھا ہے، وہ آخرت میں ان کے مددگار اور سفارشی بن جائیں گے اور کسی بھی ناموافق صورت حال میں ان کی طرف سے کافی ثابت ہوں گے۔ ایسے لوگ اس بھروسہ پر جی رہے ہوتے ہیں کہ انھوں نے مقدس ہستیوں کا دامن تھام رکھا ہے، وہ اللہ کے محبوب و مقبول گروہ کے ساتھ شامل ہیں، اس لئے اب ان کا کوئی معاملہ بگڑنے والا نہیں ہے۔ یہ نفسیات ان کو آخرت کے بارے میں نڈر بنا دیتی ہے، وہ کسی ایسی بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جو آخرت میں ان کی حیثیت کو مشتبہ کرنے والی ہو۔ جو لوگ مصلحتوں کی رعایت کر کے دولت و مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہوں وہ کبھی حق کی بے آمیز دعوت کا ساتھ نہیں دیتے کیونکہ حق کا ساتھ دینا اُن کے لئے یہ معنی رکھتا ہے کہ اپنی مصلحتوں کے بنے بنائے ڈھانچے کو توڑ دیا جائے۔ پھر جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ حق کے گرد معمولی حیثیت کے لوگ جمع ہیں تو یہ صورتِ حال ان کے لئے اور زیادہ فتنہ بن جاتی ہے۔ ان کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کا ساتھ دے کر وہ اپنی حیثیت کو گرالیں گے۔ وہ حق کو حق کی کسوٹی پر نہ دیکھ کر اپنی کسوٹی پر دیکھتے ہیں اور جب حق ان کی اپنی کسوٹی پر پورا نہیں اُترتا تو وہ اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

سبق نمبر ۲۳ انسان کو اپنی خواہشوں کے پیچھے چلنے سے جو چیز روکتی ہے وہ عقل ہے، مگر جب آدمی پر ضد اور عداوت کا غلبہ ہوتا ہے تو اُس کی عقل اس کی خواہش کے نیچے دب کر رہ جاتی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ

قَبْلُ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۞ (سورۃ المائدہ: آیات ۵۷ تا ۶۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ان لوگوں کو اپنا دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے، ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور نہ کافروں کو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان والے ہو۔ اور جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو تو وہ لوگ اس کو مذاق اور کھیل بنالیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔ کہو کہ اے اہلِ کتاب! تم ہم سے صرف اس لئے ضد رکھتے ہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس پر جو ہماری طرف اُتارا گیا اور اس پر جو ہم سے پہلے اُترا۔ اور تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ کہو کیا میں تم کو بتاؤں وہ جو اللہ کے یہاں انجام کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ وہ جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اس کا غضب ہوا۔ اور جن میں سے بندر اور سُوٗر بنا دیے اور انھوں نے شیطان کی پرستش کی۔ ایسے لوگ مقام کے اعتبار سے بدتر اور راہِ راست سے بہت دور ہیں۔''

تشریح: وہ لوگ جو خود ساختہ دین کی بنیاد پر خدا پرستی کے اجارہ دار بنے ہوئے ہوں ان کے درمیان جب سچے اور بے آمیز دین کی دعوت اُٹھتی ہے تو اُس کے خلاف وہ اتنی شدید نفرت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اپنی معقولیت تک کھو بیٹھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایسی چیزیں جو بلا اختلاف قابل احترام ہیں ان کا بھی مذاق اُڑانے لگتے ہیں۔ یہی مدینہ کے یہود کا حال تھا۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کی اذان کا مذاق اُڑانے سے بھی نہیں رُکتے تھے۔ جو لوگ اتنے بے حس اور اتنے غیر سنجیدہ ہوجائیں ان سے ایک مسلمان کا تعلق دعوت کا تو ہوسکتا ہے مگر دوستی کا نہیں ہوسکتا۔

ان لوگوں کی اللہ سے بے خوفی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ سچے مسلمانوں کو مجرم سمجھتے ہیں اور اپنے تمام جرائم کے باوجود اپنے متعلق یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کا معاملہ اللہ کے یہاں بالکل درست ہے۔ جب وہ اپنی اس کیفیت کی اصلاح نہیں کرتے تو بالآخر ان کی بے حسی ان کو اس نوبت تک پہنچاتی ہے کہ ان کی عقل حق و باطل کے معاملہ میں کند ہوجاتی ہے۔ وہ شکل کے اعتبار سے انسان مگر باطن کے اعتبار سے بدترین جانور بن جاتے ہیں۔ وہ لطیف احساسات جو آدمی کے اندر خدا کے چوکیدار کی طرح کام کرتے ہیں، جو اس کو برائیوں سے روکتے ہیں وہ ان کے اندر ختم ہوجاتے ہیں۔ مثلاً حیاء، شرافت، وسعت، ظرف، پاکیزہ طریقوں کو پسند کرنا وغیرہ۔ اس گراوٹ کا آخری درجہ یہ ہے کہ آدمی کی پوری زندگی شیطانی راستوں پر چل پڑے۔ جب کوئی گروہ اس نوبت کو پہنچتا ہے تو وہ لعنت کا مستحق بن جاتا ہے، وہ اللہ کی رحمت سے آخری حد تک دور ہوجاتا ہے۔ اس کی انسانیت مسخ ہوجاتی ہے، وہ فطرت کے سیدھے راستہ

سے بھٹک کر جانوروں کی طرح جینے لگتا ہے۔

انسان کو اپنی خواہشوں کے پیچھے چلنے سے جو چیز روکتی ہے وہ عقل ہے، مگر جب آدمی پر ضد اور عداوت کا غلبہ ہوتا ہے تو اُس کی عقل اس کی خواہش کے نیچے دب کر رہ جاتی ہے۔ اب وہ ظاہر میں انسان مگر باطن میں حیوان ہوتا ہے حتیٰ کہ صاحبِ بصیرت آدمی اس کو دیکھ کر جان لیتا ہے کہ اس کے ظاہری انسانی ڈھانچہ کے اندر کون سا حیوان چھپا ہوا ہے۔

سبق نمبر ۲۴ یہ ایک حقیقت ہے کہ سب سے بڑا بُت آدمی کی خواہشِ نفس ہے

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ۙ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا ۠

(سورۃ الفرقان: آیات ۴۳۔۴۴)

ترجمہ: ”کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس کیا تم اس کا ذمہ لے سکتے ہو۔ یا تم خیال کرتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں۔ وہ تو محض جانوروں کی طرح ہیں بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں۔“

تشریح: ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان کے سائے کے نیچے اللہ کے سوا پوجے جانے والے معبودوں میں سب سے زیادہ سنگین اللہ کے نزدیک وہ خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے۔

مَا تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ مِنْ اِلٰهٍ یُّعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ هَوًی یُّتَّبَعُ۔ (طبرانی عن ابی امامہؓ)

یہ ایک حقیقت ہے کہ سب سے بڑا بُت آدمی کی خواہشِ نفس ہے بلکہ یہی اصل بُت ہے۔ بقیہ تمام بُت صرف خواہش پرستی کے دین کو جائز ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

خواہش کو اپنا رہبر بنانے کے بعد انسان اسی سطح پر آ جاتا ہے جو جانوروں کی سطح ہے۔ جانور سوچ کر کوئی کام نہیں کرتے بلکہ صرف جبلی تقاضے کے تحت کرتے ہیں۔ اب اگر انسان بھی اپنے سوچنے کی صلاحیت کو کام میں نہ لائے اور صرف خواہشِ نفس کے تحت چلنے لگے تو اس میں اور جانور میں کیا فرق باقی رہا۔

سبق نمبر ۲۵ داعی دعوت بھی دے اور خود بھی دین دار ہو

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

(سورۂ حٰم السجدہ، آیت ۳۳)

ترجمہ: ''اور اُس سے بہتر کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔''

تشریح: قرآن کی دعوت اللہ کی طرف بلانے کی دعوت ہے۔ انسان کو اس کے رب سے جوڑنا، انسان کو اللہ کی یاد میں جینے والا بنانا، انسان کے اندر یہ شعور اُبھارنا کہ وہ ایک اللہ کو اپنا مرکزِ توجہ بنالے یہی قرآنی دعوت کا اصل نشانہ ہے اور بلاشبہ اس پکار سے بہتر کوئی پکار نہیں مگر اللہ کا داعی صرف وہ شخص بنتا ہے جو اپنی دعوت میں اس حد تک سنجیدہ ہو کہ جو کچھ وہ دوسروں سے منوانا چاہتا ہے اس کو وہ خود سب سے پہلے مان چکا ہو، وہ دوسروں سے جو کچھ کرنے کے لئے کہہ رہا ہے، خود سب سے پہلے اس کا کرنے والا بن جائے۔

داعی کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ یک طرفہ حسن سلوک کرے۔ دوسرے لوگ برائی کریں تب بھی وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرے، وہ اشتعال کے مقابلہ میں اعراض اور اذیت رسانی کے مقابلہ میں صبر کا طریقہ اختیار کرے۔ یک طرفہ حسن سلوک میں اللہ تعالیٰ نے زبردست تسخیری طاقت رکھی ہے۔ اللہ کا داعی اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت کو جانتا ہے اور اس کو آخری حد تک استعمال کرتا ہے۔ خواہ اس کے لئے اس کو اپنے جذبات کو کچلنا پڑے، خواہ اس کی خاطر اپنے اندر پیدا ہونے والے ردِّعمل کو ذبح کرنے کی نوبت آجائے۔

جب بھی داعی کے اندر اس قسم کا خیال آئے کہ فلاں بات کا جواب دینا ضروری ہے، فلاں ظلم کے خلاف ضرور کارروائی کی جانی چاہیے ورنہ دشمن دلیر ہوکر اور زیادہ زیادتیاں کرے گا تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ مؤمن اور داعی کا فرض ہے کہ وہ ایسے خیال سے اللہ کی پناہ مانگے نہ کہ وہ اس کے پیچھے دوڑنا شروع کردے۔

سبق نمبر ۲۶ حق کی دعوت دینے والے کو ہمیشہ صبر کی زمین پر کھڑا ہونا پڑتا ہے

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾ (سورۃ الاحقاف: آیت ۳۵)

ترجمہ: ''پس تم صبر کرو جس طرح ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا اور ان کے لئے جلدی نہ کرو۔ جس دن یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ یہ پہنچا دینا ہے۔ پس وہی لوگ برباد ہوں

گے، جو نافرمانی کرنے والے ہیں۔"

تشریح: حق کی دعوت دینے والے کو ہمیشہ صبر کی زمین پر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ صبر دراصل اس کا نام ہے کہ مدعو کی ایذا رسانیوں کو داعی یک طرفہ طور پر نظر انداز کرے۔ وہ مدعو کے ضد اور انکار کے باوجود مسلسل اس کو دعوت پہنچاتا رہے۔ داعی اپنے مدعو کا ہر حال میں خیر خواہ بنا رہے۔ خواہ مدعو کی طرف سے اس کو کتنی ہی زیادہ ناخوش گواریوں کا تجربہ کیوں نہ ہو رہا ہو۔ یہ یک طرفہ صبر اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر مدعو کے اوپر اللہ کی حجت تمام نہیں ہوتی۔

اللہ کے تمام پیغمبروں نے ہر زمانہ میں اسی طرح صبر و استقامت کے ساتھ دعوتِ حق کا کام کیا ہے۔ آئندہ بھی پیغمبروں کی نیابت میں جو لوگ دعوتِ حق کا کام کریں اُن کو اسی نمونہ پر دعوت کا کام کرنا ہے۔ اللہ کے یہاں داعی کا مقام صرف اُنہیں لوگوں کے لئے مقدر ہے جو یک طرفہ برداشت کا حوصلہ دکھا سکیں۔

سبق نمبر ۲۷ آدمی کی یہ کمزوری ہے کہ کسی چیز میں کوئی امتیازی پہلو دیکھتا ہے تو اس کے بارے میں مبالغہ آمیز تصور قائم کر لیتا ہے

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ (سورۃ النساء: آیت ۱۷۱)

ترجمہ: "اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کے بارے میں کوئی بات حق کے سوا نہ کہو۔"

تشریح: آدمی کی یہ کمزوری ہے کہ کسی چیز میں کوئی امتیازی پہلو دیکھتا ہے تو اس کے بارے میں مبالغہ آمیز تصور قائم کر لیتا ہے۔ وہ اس کا مقام متعین کرنے میں حد سے آگے نکل جاتا ہے۔ اسی کا نام غلو ہے، شرک اور شخصیت پرستی کی تمام قسمیں اصلاً اسی غلو کی پیداوار ہیں۔

دین میں غلو یہ ہے کہ دین میں کسی چیز کا جو درجہ ہو، اُس کو واقعی درجہ پر نہ رکھا جائے بلکہ اُس کو بڑھا کر زیادہ بڑا درجہ دینے کی کوشش کی جائے۔ اللہ اپنے ایک بندے کو باپ کے بغیر پیدا کرے تو کہہ دیا جائے کہ یہ اللہ کا بیٹا ہے۔ اللہ کسی کو کوئی بڑا مرتبہ دے دے تو سمجھ لیا جائے کہ وہ کوئی مافوق شخصیت ہے اور بشری غلطیوں سے پاک ہے۔ دنیا کی چمک دمک سے بچنے کی تاکید کی جائے تو اس کو بڑھا چڑھا کر ترکِ دنیا تک پہنچا دیا جائے۔ زندگی کے کسی پہلو کے بارے میں کچھ احکام دئے جائیں تو اس میں مبالغہ کر کے اسی کی بنیاد پر ایک پورا دینی فلسفہ بنا دیا جائے۔ اس قسم کی تمام صورتیں جن میں کسی دینی چیز کو اس کے واقعی مقام سے بڑھا کر مبالغہ آمیز درجہ دیا جائے وہ غلو کی فہرست میں شامل ہوگا۔

ہر قسم کی طاقتیں صرف اللہ کو حاصل ہیں۔ اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب عاجز اور محکوم ہیں۔ انسان اپنے شعور کے کمال درجہ پر پہنچ کر جو چیز دریافت کرتا ہے وہ یہ کہ اللہ قادرِ مطلق ہے اور وہ اس

کے مقابلہ میں عاجز مطلق۔ پیغمبر اور فرشتے اس شعور میں سب سے آگے ہوتے ہیں، اس لئے وہ اللہ کی قدرت اور اپنے عجز کے اعتراف میں بھی سب سے آگے ہوتے ہیں۔ یہ اعتراف ہی انسان کا اصل امتحان ہے۔ جس کو اپنے عجز کا شعور ہو جائے، اس نے اللہ کے مقابلہ میں اپنی نسبت کو پالیا اور جس کو اپنے عجز کا شعور نہ ہو، وہ اللہ کے مقابلہ میں اپنی نسبت کو پانے سے محروم رہا۔ پہلا شخص آنکھ والا ہے، جو کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کو پہنچے گا۔ دوسرا شخص اندھا ہے، جس کے لئے اس کے سوا کوئی انجام نہیں کہ وہ بھٹکتا رہے، یہاں تک کہ ذلت کے گڑھے میں جا گرے۔

سبق نمبر ۲۸ انسان کو اس دنیا میں جتنی مصیبتیں پیش آتی ہیں اتنی کسی بھی دوسرے جان دار کو پیش نہیں آتیں

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام: آیات ۶۳ تا ۶۷)

ترجمہ: ''کہو کون تم کو نجات دیتا ہے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے، تم اس کو پکارتے ہو عاجزی سے اور چپکے چپکے کہ اگر اللہ نے ہم کو نجات دے دی اس مصیبت سے تو ہم اس کے شکر گزار بندوں میں سے بن جائیں گے۔ کہو، اللہ ہی تم کو نجات دیتا ہے اس سے اور ہر تکلیف سے، پھر بھی تم شرک کرنے لگتے ہو۔ کہو، اللہ قادر ہے اس پر کہ تم پر کوئی عذاب بھیج دے، تمہارے اوپر سے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے یا تم کو گروہ گروہ کر کے ایک کو دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو، ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں۔ اور تمہاری قوم نے اس کو جھٹلا دیا ہے حالاں کہ وہ حق ہے۔ کہو، میں تمہارے اوپر داروغہ نہیں ہوں۔ ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور تم جلد ہی جان لو گے۔''

تشریح: انسان کو اس دنیا میں جتنی مصیبتیں پیش آتی ہیں اتنی کسی بھی دوسرے جان دار کو پیش نہیں آتیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے تاکہ آدمی پر ایسے حالات طاری کئے جائیں جب کہ اس کے اندر سے تمام مصنوعی خیالات ختم ہو جائیں اور آدمی اپنی اصلی فطرت کو دیکھ سکے۔ چنانچہ جب بھی آدمی پر کوئی

کڑی مصیبت پڑتی ہے تو وہ یک سو ہو کر اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ اس وقت اس کے ذہن سے تمام بناوٹی پردے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ جان لیتا ہے کہ اس دنیا میں انسان تمام تر عاجز ہے اور ساری قدرت صرف اللہ کو حاصل ہے، مگر جیسے ہی مصیبت کے حالات ختم ہوتے ہیں، وہ بدستور غفلت کا شکار ہو کر ویسا ہی بن جاتا ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا۔

شرک کی اصل حقیقت اللہ کے سوا کسی دوسری چیز پر اعتماد کرنا ہے اور توحید یہ ہے کہ آدمی کا سارا اعتماد اللہ پر ہو جائے۔ شرک کی ایک صورت وہ ہے جو بُتوں اور دوسرے مظاہر پرستش کے ساتھ پیش آتی ہے۔ مگر شکر کے بجائے ناشکری کا رویہ اختیار کرنا بھی شرک ہے۔ شرک کی زیادہ عام صورت یہ ہے کہ آدمی خود اپنے کو بُت بنالے، وہ اپنے آپ پر اعتماد کرنے لگے۔ آدمی جب اکڑ کر چلتا ہے تو گویا وہ اپنے جسم و جان پر اعتماد کر رہا ہے۔ آدمی جب اپنی کمائی کو اپنی کمائی سمجھتا ہے تو گویا وہ اپنی قابلیت پر بھروسہ کر رہا ہے۔ آدمی جب ایک حق کو نظر انداز کرتا ہے تو گویا وہ سمجھتا ہے کہ میں جو بھی کروں، کوئی میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ آدمی جب کسی کے اوپر ظلم کرنے میں جری ہوتا ہے تو اُس وقت اس کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ میں اس کے اوپر اختیار رکھتا ہوں، اس کے حق میں اپنی من مانی کرنے سے مجھے کوئی روکنے والا نہیں۔ یہ ساری صورتیں گھمنڈ کی صورتیں ہیں اور گھمنڈ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا شرک ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو اللہ کے مقام پر رکھنا ہے۔

آدمی اگر اپنے حال پر سوچے تو وہ گھمنڈ نہ کرے۔ وہ ایسی ہواؤں سے گھرا ہوا ہے جو کسی بھی وقت طوفان کی صورت اختیار کر کے اس کی زندگی کو تہس نہس کر سکتی ہیں، وہ ایسی زمین پر کھڑا ہوا ہے جو کسی بھی لمحہ زلزلہ کی صورت میں پھٹ سکتی ہے۔ وہ جس سماج میں رہتا ہے اس میں ہر وقت اتنی عداوتیں موجود رہتی ہیں کہ ایک چنگاری پورے سماج کو خاک و خون کے حوالے کرنے کے لئے کافی ہے۔

سبق نمبر (۲۹) تمام گمراہیوں کا اصل سبب آدمی کا ڈھیٹ ہو جانا ہے

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ (سورۃ المائدہ: آیات ۶۵ تا ۶۶)

ترجمہ: ''اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور اللہ سے ڈرتے تو ہم ضرور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دیتے اور اُن کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کی پابندی کرتے اور اُس کی جو اُن پر ان کے رب کی طرف سے اُتارا گیا ہے تو

وہ کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے قدموں کے نیچے سے۔ کچھ لوگ ان میں سیدھی راہ پر ہیں۔ لیکن زیادہ ان میں ایسے ہیں جو بہت برا کر رہے ہیں۔''

تشریح: تمام گمراہیوں کا اصل سبب آدمی کا ڈھیٹ ہو جانا ہے۔ اگر آدمی اللہ سے ڈرے تو اس کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگ سکتی کہ کون سی بات اللہ کی طرف سے آئی ہوئی بات ہے۔ ڈر کی نفسیات اس کے اندر سے دوسرے تمام محرکات کو حذف کر دے گی اور آدمی اللہ کی بات کو فوراً پہچان کر اس کو مان لے گا۔ جب آدمی اس حد تک اپنے آپ کو اللہ کی طرف متوجہ کر دے تو اُس کے بعد وہ بھی اللہ کی توجہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اللہ اس کی بشری کمزوریوں کو اُس سے دھو دیتا ہے اور مرنے کے بعد اس کو جنت کے نعمت بھرے باغوں میں جگہ دیتا ہے۔ آدمی کی برائیاں، بالفاظ دیگر اس کی نفسیاتی کمزوریاں وہ چیزیں ہیں جو اس کو جنت کے راستہ پر بڑھنے نہیں دیتیں۔ اللہ کی توفیق سے جو شخص اپنی نفسیاتی کمزوریوں پر قابو پالیتا ہے، وہی جنت کی منزل تک پہنچتا ہے۔

جب بھی حق کی دعوت اُٹھتی ہے تو وہ لوگ اس سے متوحش ہو جاتے ہیں جو سابقہ نظام کے تحت سرداری کا مقام حاصل کئے ہوئے ہوں۔ ان کو اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کو قبول کرتے ہی ان کے معاشی مفادات اور ان کی قائدانہ عظمتیں ختم ہو جائیں گی۔ مگر یہ صرف تنگ نظری ہے۔ ایسے لوگ بھول جاتے ہیں کہ جس چیز کو وہ توحش کی نظر سے دیکھ رہے ہیں وہ صرف ان کی اہلیت کو جانچنے کے لئے ظاہر ہوئی ہے۔ آئندہ وہ اللہ کے انعامات کے مستحق ہوں یا نہ ہوں، اس کا فیصلہ ان کی اپنی تحفظاتی تدبیروں پر نہیں ہوگا بلکہ اس پر ہوگا کہ دعوتِ حق کے ساتھ وہ کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ گویا دعوت حق کے انکار کے ذریعہ وہ اپنی جس بڑائی کو بچانا چاہتے ہیں وہی انکار وہ چیز ہے جو اللہ کے نزدیک ان کے استحقاق کو ختم کر رہا ہے۔

آسمانی کتاب کی حامل قوموں میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ اصل خدائی تعلیمات میں افراط یا تفریط (بڑھا کر یا گھٹا کر) وہ ایک خود ساختہ دین بنالیتی ہیں اور لمبی مدت گزرنے کے بعد اس کے افراد اس سے اس قدر مانوس ہو جاتے ہیں کہ اِسی کو اصل خدائی مذہب سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسی حالت میں جب اللہ کا سیدھا اور سچا دین ان کے سامنے آتا ہے تو وہ اس کو اپنے لئے غیر مانوس پا کر متوحش ہوتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کا یہی حال تھا۔ چنانچہ ان کی بہت بڑی اکثریت اسلام کی صداقت کو پانے سے قاصر رہی۔ صرف چند لوگ (مثلاً نجاشی شاہ حبش، عبداللہ بن سلام وغیرہ) جو اعتدال کی راہ پر باقی تھے، انہیں اسلام کی صداقت کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی۔ انھوں نے بڑھ کر اسلام کو اس طرح اپنا لیا جیسے وہ پہلے سے اسی راستے پر چل رہے ہوں اور اپنے سفر کے تسلسل کو جاری رکھنے کے لئے مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گئے ہوں۔

سبق نمبر ۳۰ یہود کا یہ حال تھا کہ اُن کے افراد عملاً اللہ کے دین پر قائم نہ تھے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ (سورۃ المائدہ: آیات ۶۸ تا ۶۹)

ترجمہ: ''کہہ دو اے اہلِ کتاب! تم کسی چیز پر نہیں جب تک تم قائم نہ کرو تورات اور انجیل کو اور اس کو جو تمہارے اوپر اُترا ہے تمہارے رب کی طرف سے۔ اور جو کچھ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے اُتارا گیا ہے وہ یقیناً ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو بڑھائے گا۔ پس تم انکار کرنے والوں کے اوپر افسوس نہ کرو۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور صابی اور نصرانی، جو شخص بھی ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور نیک عمل کرے تو ان کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

تشریح: یہود کا یہ حال تھا کہ ان کے افراد عملاً اللہ کے دین پر قائم نہ تھے۔ انھوں نے اپنے نفس کو اور اپنی زندگی کے معاملات کو اللہ کے تابع نہیں کیا تھا۔ البتہ خوش گمانیوں کے تحت انھوں نے یہ عقیدہ بنا لیا تھا کہ اللہ کے یہاں ان کی نجات یقینی ہے۔ وہ اپنی قومی فضیلت کے افسانوں اور اپنے بزرگوں کے تقدس کی داستانوں میں جی رہے تھے۔ مگر اللہ کے یہاں اس قسم کی خوش خیالیوں کی کوئی قیمت نہیں۔ اللہ کے یہاں جو کچھ قیمت ہے وہ صرف اس بات کی ہے کہ آدمی اللہ کے احکام کا پابند بنے اور اپنی حقیقی زندگی کو اللہ کے دین پر قائم کرے۔

جو لوگ جھوٹی آرزوؤں میں جی رہے ہوں، ان کے سامنے جب یہ دعوت آتی ہے کہ اللہ کے یہاں عمل کی قیمت ہے نہ کہ آرزوؤں اور تمناؤں کی تو ایسی دعوت کے خلاف وہ شدید ردِّ عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسی دعوت میں ان کو اپنی خوش خیالیوں کا محل گرتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ صورت حال ان کے لئے آزمائش بن جاتی ہے۔ وہ ایسی دعوت کے سخت مخالف ہو جاتے ہیں۔ نمائشی خدا پرستی کے اندر چھپی ہوئی ان کی خود پرستی بے پردہ ہو کر سامنے آجاتی ہے، جس دعوت سے ان کو ربانی غذا لینا چاہیے تھا، اس سے وہ صرف انکار اور سرکشی کی غذا لینے لگتے ہیں۔

قدیم زمانہ میں جو پیغمبر آئے اُن کے ماننے والوں کی نسلیں دھیرے دھیرے مستقل قوم کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اب پیغمبروں کے نمونہ پر عمل تو باقی نہیں رہتا البتہ اپنی عظمت و فضیلت کے قصیدے قصے کہانیوں کی صورت میں خوب پھیل جاتے ہیں۔ ہر گروہ سمجھنے لگتا ہے کہ ہم سب سے افضل ہیں۔ ہماری نجات یقینی ہے۔ اللہ کے یہاں ہمارا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ مگر اس قسم کے گروہی مذاہب کی

اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ اللہ کے یہاں ہر شخص کا مقدمہ انفرادی حیثیت میں پیش ہوگا اور اس کے مستقبل کی بابت جو کچھ فیصلہ ہوگا وہ تمام تر اس کے اپنے اعمال کی بنیاد پر ہوگا نہ کسی اور بنیاد پر۔

اللہ کی کتاب کو قائم کرنا نام ہے۔۔۔۔۔ اللہ پر یقین کرنے کا، آخرت کی پکڑ کے اندیشہ کو اپنے اوپر طاری کرنے کا اور انسانوں کے درمیان صالح کردار کے ساتھ زندگی گزارنے کا۔ یہی اصل دین ہے اور ہر فرد کو یہی اپنی زندگی میں اختیار کرنا ہے۔ آسمانی کتاب کی حامل قوم کی قیمت دنیا میں اسی وقت ہے جب کہ اس کے افراد اس دینِ خداوندی پر قائم ہوں۔ اس سے ہٹنے کے بعد وہ اللہ کی نظر میں بالکل بے قیمت ہو جاتے ہیں۔

سبق نمبر (۳۱) حق کی بے آمیز دعوت جب اُٹھتی ہے تو وہ زمین پر اللہ کا ترازو کھڑا کرنا ہوتا ہے

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (سورۃ النساء: آیات ۱۱۴ تا ۱۱۵)

ترجمہ: ''ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں۔ بھلائی والی سرگوشی صرف اُس کی ہے جو صدقہ کرنے کو کہے یا کسی نیک کام کے لئے یا لوگوں میں صلح کرانے کے لئے کہے۔ جو شخص اللہ کی خوشی کے لئے ایسا کرے تو ہم اُس کو بڑا اجر عطا کریں گے۔ مگر جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چلے گا، حالاں کہ اُس پر راہ واضح ہو چکی تو اُس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔''

تشریح: حق کی بے آمیز دعوت جب اُٹھتی ہے تو وہ زمین پر اللہ کا ترازو کھڑا کرنا ہوتا ہے۔ اس کے میزان میں ہر آدمی اپنے کو تُلتا ہوا محسوس کرتا ہے۔ حق کی دعوت ہر ایک کے اوپر سے اس کا ظاہری پردہ اُتار دیتی ہے اور ہر شخص کو اس کے اس مقام پر کھڑا کر دیتی ہے جہاں وہ باعتبار حقیقت تھا۔ یہ صورت حال اتنی سخت ہوتی ہے کہ لوگ چیخ اُٹھتے ہیں۔ سارا ماحول داعی کے لئے ایسا بن جاتا ہے جیسے وہ انگاروں کے درمیان کھڑا ہوا ہو۔

جو لوگ دعوت حق کے ترازو میں اپنے کو بے وزن ہوتا ہوا محسوس کرتے ہیں ان کے اندر ضد اور گھمنڈ کے جذبات جاگ اُٹھتے ہیں۔ وہ تیزی سے مخالفانہ رُخ پر چل پڑتے ہیں۔ وہ چاہنے لگتے ہیں

کہ ایسی دعوت کو مٹادیں جو اُن کی حق پرستانہ حیثیت کو مشتبہ ثابت کرتی ہو۔ ان کے لئے اپنی زبان کا استعمال یہ ہو جاتا ہے کہ وہ دعوت اور داعی کے خلاف جھوٹی باتیں پھیلائیں۔ اس کو زیر کرنے کے منصوبے بنائیں۔ وہ لوگوں کو منع کریں کہ اس کی مالی مدد نہ کرو۔ جو اللہ کے بندے اللہ کی رسّی کے گرد متحد ہو رہے ہوں ان کو بدگمانیوں میں مبتلا کر کے منتشر کریں۔

اس کے برعکس جو لوگ اپنی فطرت کو زندہ رکھے ہوئے تھے، ان کو اللہ کی مدد سے یہ توفیق ملتی ہے کہ وہ اس کے آگے جھک جائیں۔ وہ اس کا ساتھ دیں، وہ اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنا شروع کردیں۔ ایسے لوگوں کے لئے ان کی زبان کا استعمال یہ ہوتا ہے کہ وہ کھلے طور پر سچائی کا اعتراف کرلیں۔ وہ لوگوں سے کہیں کہ یہ اللہ کا کام ہے اس میں اپنا مال اور اپنا وقت خرچ کرو۔ وہ لوگوں کو ترغیب دیں کہ وہ اپنی قوتوں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں لگائیں۔ وہ آپس کی رنجشوں اور شکایتوں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ حق کا اعتراف ان کے اندر جو نفسیات جگاتا ہے اس کا قدرتی نتیجہ ہے کہ وہ اس قسم کے کاموں میں لگ جائیں۔

اللہ کے نزدیک یہ ایک ناقابل معافی جرم ہے کہ حق کی دعوت کی مخالفت کی جائے اور جو لوگ حق کی دعوت کے گرد جمع ہوئے ہیں ان کو اپنی دشمنی کی آگ میں جلانے کی کوشش کی جائے۔ دوسرے اکثر گناہوں میں یہ امکان رہتا ہے کہ وہ انسان کی غفلت یا کمزوری کی وجہ سے صادر ہوئے ہوں۔ مگر دعوتِ حق کی مخالفت تمام تر سرکشی کی وجہ سے ہوتی ہے اور سرکشی کسی آدمی کا وہ جرم ہے جس کو اللہ کبھی معاف نہیں کرتا، اِلّا یہ کہ وہ اپنی غلطی کا اقرار کرے اور سرکشی سے باز آجائے۔ دین کی دعوت جب بھی اپنی بے آمیز شکل میں اُٹھتی ہے تو وہ ایک خدائی کام ہوتا ہے جو اللہ کی خصوصی مدد پر شروع ہوتا ہے۔ ایسے کام کی مخالفت کرنا گویا اللہ کے مقابلہ میں کھڑا ہونا ہے اور کون ہے جو اللہ کے مقابلہ میں کھڑا ہو کر کامیاب ہو۔

سبق نمبر ۳۲ اللہ کا وہ بندہ کون ہے جس پر اللہ اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ۝

(سورۃ النساء: آیات ۱۲۳ تا ۱۲۶)

ترجمہ: ''نہ تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو کوئی بھی بُرا

کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور وہ نہ پائے گا اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور نہ مددگار۔ اور جو شخص کوئی نیک کام کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو، تو ایسے لوگ جنّت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا۔ اور اس سے بہتر کس کا دین ہے جو اپنا چہرہ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ نیکی کرنے والا ہو۔ اور وہ چلے دینِ ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنالیا تھا۔ اور اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔"

تشریح: اللہ اور آخرت کو ماننے والے لوگ جب دنیا پرستی میں غرق ہوتے ہیں تو وہ اللہ اور آخرت کا انکار کرکے ایسا نہیں کرتے۔ وہ صرف یہ کرتے ہیں کہ آخرت کے معاملہ کو رسمی عقیدہ کے خانہ میں ڈال دیتے ہیں اور عملاً اپنی تمام محنتیں اور سرگرمیاں دنیا کو حاصل کرنے میں لگادیتے ہیں۔ دنیا کی عزت اور دنیا کے فائدہ کو سمیٹنے کے معاملہ میں وہ پوری طرح سنجیدہ ہوتے ہیں۔ ان کو پانے کے لئے ان کے نزدیک مکمل جدوجہد ضروری ہوتی ہے۔ مگر آخرت کی کامیابی کو پانے کے لئے صرف خوش فہمیاں ان کو کافی نظر آنے لگتی ہیں۔ کسی بزرگ کی سفارش، کسی بڑے گروہ سے وابستگی، کچھ پاک کلمات کا وِرد، بس اس قسم کے سستے اعمال سے یہ اُمید قائم کرلی جاتی ہے کہ وہ آدمی کو جہنّم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے بچائیں گے اور اس کو جنّت کے پُربہار باغوں میں داخل کریں گے۔ مگر اس قسم کی خوش خیالیاں خواہ ان کو کتنے ہی خوب صورت الفاظ میں بیان کیا گیا ہو، وہ کسی کے کچھ کام آنے والی نہیں۔ اللہ کا نظام حددرجہ محکم نظام ہے، اس کے یہاں تمام فیصلے حقیقتوں کی بنیاد پر ہوتے ہیں نہ کہ محض آرزوؤں کی بنیاد پر۔ اللہ کی عدالت میں ہر آدمی کا اپنا عمل دیکھا جائے گا اور جیسا جس کا عمل ہوگا ٹھیک اُسی کے مطابق اس کا فیصلہ ہوگا۔ اللہ کے قانون عدل کے سوا کوئی بھی دوسری چیز نہیں جو اللہ کے یہاں فیصلہ کی بنیاد بننے والی ہو۔

اللہ کا وہ بندہ کون ہے جس پر اللہ اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا۔ اس کی ایک تاریخی مثال ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ یہ وہ بندے ہیں جو دنیا میں اللہ کے مؤمن بندے بن کر رہیں۔ جو اپنے آپ کو ہمہ تن اپنے رب کی طرف یکسو کرلیں۔ جو اپنی وفاداریاں پوری طرح اللہ کے لئے خاص کردیں۔ انھوں نے دنیا میں اپنے معاملات کو اس طرح قائم کیا ہو کہ وہ ظلم اور سرکشی سے دور رہنے والے اور عدل اور تواضع کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے ہوں۔ چہرہ آدمی کے پورے وجود کا نمائندہ ہے۔ چہرہ اللہ کی طرف پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے پورے وجود کو اللہ کی طرف پھیر دے۔

اللہ تمام کائنات کا مالک ہے، اس کے پاس ہر قسم کی طاقتیں ہیں۔ مگر موجودہ دنیا میں اللہ نے اپنے کو غیب کے پردہ میں چھپادیا ہے۔ دنیا میں جتنی بھی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اسی لئے پیدا ہوتی ہیں کہ

آدمی اللہ کو نہیں دیکھتا، وہ سمجھ لیتا ہے کہ میں آزاد ہوں کہ جو چاہوں کروں۔ اگر آدمی یہ جان لے کہ انسان کے اختیار میں کچھ نہیں تو آدمی پر جو کچھ قیامت کے دن بیتنے والا ہے، وہ اس پر آج ہی بیت جائے۔

سبق نمبر ۳۳ منافق وہ ہے جو بظاہر دین دار ہو مگر اندر سے بے دین ہو

وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَ اِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۠ (سورۃ النساء: آیات ۱۴۰ تا ۱۴۱)

ترجمہ: ''اور اللہ کتاب میں تم پر یہ حکم اُتار چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا جارہا ہے اور اُن کا مذاق اُڑایا جارہا ہے تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو گئے۔ اللہ منافقوں کو اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ اکٹھا کرنے والا ہے۔ وہ منافق تمھارے لئے انتظار میں رہتے ہیں۔ اگر تم کو اللہ کی طرف سے کوئی فتح حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے۔ اور اگر منکروں کو کوئی حصہ مل جائے تو ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے اور پھر بھی ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچایا۔ تو اللہ ہی تم لوگوں کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کرے گا اور اللہ ہرگز کافروں کو مومنوں پر کوئی راہ نہیں دے گا۔''

تشریح: اللہ کی پکار جب بھی کسی انسانی گروہ میں اُٹھتی ہے تو اتنی مضبوط بنیادوں پر اٹھتی ہے کہ دلیل کے ذریعہ اس کی کاٹ کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں رہتا۔ اس لئے جو لوگ اس کو ماننا نہیں چاہتے وہ اس کا مذاق اُڑا کر اس کو بے وزن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہ اپنے اس رویہ سے یہ بتارہے ہیں کہ وہ حق کے معاملہ کو کوئی سنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتے اور جب آدمی کسی معاملہ میں سنجیدہ نہ ہو تو اُس وقت اس سے بحث کرنا بالکل بے کار ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر صحیح طریقہ یہ ہے کہ آدمی چپ ہو جائے اور اس وقت کا انتظار کرے جب کہ گفتگو کا موضوع بدل جائے اور مخاطب اس قابل ہو جائے کہ وہ بات کو سن سکے۔ جس مجلس میں اللہ کی دعوت کا مذاق اُڑایا جائے وہاں بیٹھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ آدمی حق کے معاملہ میں غیرت مند نہیں۔

منافق اس کی پروانہیں کرتا کہ اُصول پسندی کا تقاضا کیا ہے بلکہ جس چیز میں فائدہ نظر آئے، اس طرف جھک جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس حلقہ کے ساتھ جوڑتا ہے جس کا ساتھ دینے میں اس کے دنیوی حوصلے پورے ہوتے ہوں، خواہ وہ اہل ایمان کا حلقہ ہو یا غیر اہل ایمان کا۔ وہ جس مجلس میں جاتا ہے اس کو خوش کرنے والی باتیں کرتا ہے۔ مصلحتوں کی بنا پر کبھی اس کو سچے اہل ایمان کے ساتھ جڑنا پڑے تب بھی وہ دل سے ان کا خیر خواہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ سچے اہل ایمان کا وجود کسی معاشرہ میں حق کا پیمانہ بن جاتا ہے۔ اس لئے جو لوگ جھوٹی دین داری پر کھڑے ہوئے ہوں وہ چاہتے ہیں کہ ایسے پیمانے ٹوٹ جائیں جو اُن کی دین داری کو مشتبہ ثابت کرنے والے ہیں۔ مگر اہل ایمان کے بدخواہ جو کچھ زور دکھا سکتے ہیں، اِسی دنیا میں دکھا سکتے ہیں۔ آخرت میں وہ ان کے خلاف کچھ بھی نہ کرسکیں گے۔

منافق وہ ہے جو بظاہر دین دار ہو مگر اندر سے بے دین ہو۔ ایسے شخص کا انجام کافر کے ساتھ ہونا بتاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک ظاہری دین داری اور کھلی ہوئی بے دینی میں کوئی فرق نہیں۔ کیوں کہ ظاہر کی سطح پر خواہ دونوں مختلف نظر آئیں مگر باطن کی سطح پر دونوں ایک ہوتے ہیں اور اللہ کے یہاں اعتبار باطن کا ہے نہ کہ ظاہر کا۔

سبق نمبر (۴۲) انسانی جسم میں جو مقام دِل کا ہے وہی مقام انسانی بستی میں مسجد کا ہے۔ انسان کا دل ایمان سے آباد ہوتا ہے اور مسجدیں اللہ کی عبادت سے آباد ہوتی ہیں

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۪ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾

(سورۃ النور: آیات ۳۶ تا ۳۸)

ترجمہ: ''ایسے گھروں میں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کئے جائیں اور اُن میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے، ان میں صبح وشام اللہ کی یاد کرتے ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی اور نہ نماز کی اقامت سے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی تاکہ اللہ اُنہیں ان کے عمل کا بہترین بدلہ دے اور اُن کو مزید اپنے فضل سے نوازے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔''

تشریح: انسانی جسم میں جو مقام دِل کا ہے وہی مقام انسانی بستی میں مسجد کا ہے۔ انسان کا دل ایمان سے آباد ہوتا ہے اور مسجدیں اللہ کی عبادت سے آباد ہوتی ہیں۔ مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، وہ اسی لئے بنائی جاتی ہیں کہ وہاں اللہ کی یاد کی جائے۔ وہاں آنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو اس لئے آتے ہیں کہ وہاں کے روحانی ماحول میں اللہ کی طرف متوجہ ہوسکیں۔ وہ اس لئے آتے ہیں کہ اپنے آپ کو یکسو کرکے کچھ وقت اللہ کی عبادت میں گزاریں۔

جس انسان کو یہ توفیق ملے کہ وہ اپنی فطرت کی آواز کو پہچان کر اللہ پر ایمان لائے اور پھر وہ اپنے آپ کو مسجد والے اعمال میں مشغول کرلے، اس کے دل میں اللہ اپنی ہیبت کا احساس ڈال دیتا ہے۔ جو موجودہ دنیا میں کسی انسان کے لئے سب سے بڑی نعمت ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو قربانی کی سطح پر خدا پرستی کو اختیار کرتے ہیں اور غیر اللہ سے کٹ کر اللہ والے بنتے ہیں۔

یہی وہ انسان ہے جو اللہ کے یہاں بہترین انعام کا مستحق ہے۔ اللہ اس کو بے حساب فضل عطا فرمائے گا۔

سبق نمبر ۳۵ جو قوم خواہش پرستی کا شکار ہو اُس کو حقیقت پسندی کی باتیں اپیل نہیں کرتیں

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ (سورۃ الاعراف: آیات ۷۵ تا ۷۹)

ترجمہ: "ان کی قوم کے بڑے جنھوں نے گھمنڈ کیا، اُن مؤمنین سے بولے جو ناتواں گنے جاتے تھے، کیا تم کو یقین ہے کہ صالح علیہ السلام اپنے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم تو جو وہ لے کر آئے ہیں اُس پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ ہم تو اس چیز کے منکر ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ پھر اُنھوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے پھر گئے۔ اور اُنھوں نے کہا، اے صالح! اگر تم پیغمبر ہو تو وہ عذاب ہم پر لے آؤ جس سے تم ہم کو ڈراتے تھے۔ پھر اُنھیں زلزلہ نے

آ پکڑا اور وہ اپنے گھر میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے اور صالح علیہ السلام یہ کہتے ہوئے اُن کی بستیوں سے نکل گئے کہ اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی، مگر تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔"

تشریح: پیغمبر جب آتا ہے تو اپنے زمانہ میں وہ ایک متنازعہ شخصیت ہوتا ہے نہ کہ ثابت شدہ شخصیت۔ مزید یہ کہ اُس کے ساتھ دنیا کی رونقیں جمع نہیں ہوتیں، وہ دنیا کی گدیوں میں سے کسی گدی پر بیٹھا ہوا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ پیغمبر کے معاصر ہوتے ہیں، وہ پیغمبر کے پیغمبر ہونے کو سمجھ نہیں پاتے اور اُس کا انکار کر دیتے ہیں۔ ان کو یقین نہیں آتا کہ وہ شخص جس کو ہم صرف ایک معمولی آدمی کی حیثیت سے جانتے ہیں، وہی وہ شخص ہے جس کو اللہ نے اپنے پیغام کی پیغام رسانی کے لئے چنا ہے۔

"ہم صالح علیہ السلام کے پیغام پر ایمان لائے ہیں" حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھیوں کا یہ جواب بتاتا ہے کہ اُن میں اور دوسروں میں کیا فرق تھا۔ منکرین نے حضرت صالح علیہ السلام کی شخصیت کو دیکھا اور مؤمنین نے حضرت صالح علیہ السلام کے پیغام میں حق کے دلائل اور سچائی کی جھلکیاں دیکھ لیں، وہ فوراً اُن کے ساتھی بن گئے۔ سچائی ہمیشہ دلائل کے زور پر ظاہر ہوتی ہے نہ کہ دُنیوی عظمتوں کے زور پر، جو لوگ دلائل کے روپ میں حق کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ فوراً اُس کو پا لیتے ہیں اور جو لوگ ظاہری بڑائیوں میں اُٹکے ہوئے ہوں وہ مشتبہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اُنھیں کبھی حق کا ساتھ دینے کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مارنے والا اگرچہ قوم کا ایک سرکش آدمی تھا، مگر یہاں اس کو پوری قوم کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا: "ان لوگوں نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی گروہ کا ایک شخص بُرا عمل کرے اور دوسرے لوگ اُس کے بُرے فعل پر راضی ہوں تو سب کے سب اُس مجرمانہ فعل میں شریک قرار دے دیئے جاتے ہیں۔

جو قوم خواہش پرستی کا شکار ہو اُس کو حقیقت پسندی کی باتیں اپیل نہیں کرتیں۔ وہ ایسے شخص کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتی جو اُس کو سنجیدہ عمل کی طرف بلاتا ہو۔ اس کے برعکس جو لوگ خوش نما الفاظ بولیں اور جھوٹی اُمیدوں کی تجارت کریں، اُن کے گرد بھیڑ کی بھیڑ جمع ہو جاتی ہے۔ سچے خیر خواہ کے لئے اُس کے اندر کوئی کشش نہیں ہوتی۔ البتہ اُن لوگوں کی طرف وہ تیزی سے دوڑ پڑتی ہے جو اس کا استحصال کرنے کے لئے اُٹھے ہوں۔

سبق نمبر (۳۶) بعض اوقات حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مجرمین کو بھی دنیا میں سزا نہ دی جائے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف الزام میں سب سے بڑا حصہ لینے والا مشہور منافق عبداللہ

بن ابی تھا۔ اس کے لئے قرآن میں سخت اُخروی عذاب کا اعلان کیا گیا مگر دنیا میں اُس کو کوئی سزا نہیں دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی طبعی موت مرگیا۔ واقعہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اس شخص کو قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر، کیا ہوگا جب لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

(فَكَيْفَ يَا عُمَرُ إِذَا تَحَدَّثَ النَّاسُ إِنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مجرمین کو بھی دنیا میں سزا نہ دی جائے بلکہ اُن کے معاملہ کو آخرت کے اوپر چھوڑ دیا جائے۔

سبق نمبر ۳۷ کسی بات کو سمجھنے کے لئے سب سے ضروری شرط سنجیدگی ہے

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ (سورۃ الذاریات: آیات ۱۷، ۱۸، ۱۹)

ترجمہ: ''وہ راتوں کو کم سوتے تھے اور صبح کے وقتوں میں وہ معافی مانگتے تھے اور اُن کے مال میں سائل اور محروم کا حصہ تھا۔''

تشریح: کسی بات کو سمجھنے کے لئے سب سے ضروری شرط سنجیدگی ہے۔ جو لوگ ایک بات کے معاملہ میں سنجیدہ نہ ہوں وہ اس کے قرائن و دلائل پر دھیان نہیں دیتے، اس لئے وہ اس کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ وہ اس کا مذاق اُڑا کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اس قابل ہی نہیں کہ اس کو سنجیدہ غور وفکر کا موضوع سمجھا جائے۔ ایسے لوگوں کو منوانا کسی طرح ممکن نہیں۔ وہ صرف اس وقت اعتراف کریں گے جب کہ ان کی غلط روش ایک ایسا عذاب بن کر ان کے اوپر ٹوٹ پڑے جس سے چھٹکارا پانا کسی طرح ان کے لئے ممکن نہ ہو۔

سنجیدہ لوگوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ ان کی سنجیدگی ان کو محتاط بنا دیتی ہے۔ اس سے سرکشی کا مزاج رخصت ہو جاتا ہے۔ ان کا بڑھا ہوا احساس انہیں راتوں کو بھی بیدار رہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان کے اوقات اللہ کی یاد میں بسر ہونے لگتے ہیں۔ وہ اپنے مال کو اپنی محنت کا نتیجہ نہیں سمجھتے بلکہ اس کو اللہ کا عطیہ سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس میں دوسروں کا بھی حق سمجھنے لگتے ہیں جس طرح وہ اس میں اپنا حق سمجھتے ہیں۔

سبق نمبر ۳۸ جب آدمی اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تنبیہات کو نظر انداز کر دے تو اس کے بعد اس کے بارے میں اللہ کا انداز بدل جاتا ہے

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٥﴾ (سورۃ الانعام: آیات ۴۲ تا ۴۵)

ترجمہ: ''اور تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے۔ پھر ہم نے ان کو پکڑا سختی میں اور تکلیف میں تا کہ وہ گڑگڑائیں۔ پس جب ہماری طرف سے اُن پر سختی آئی تو کیوں نہ وہ گڑگڑائے بلکہ اُن کے دل سخت ہو گئے۔ اور شیطان ان کے عمل کو ان کی نظر میں خوش نما کر کے دکھاتا رہا۔ پھر جب انھوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جو اُن کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس چیز پر خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تھی تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا۔ اس وقت ناامید ہو کر رہ گئے۔ پس ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔''

تشریح: آدمی کے سامنے ایک حق آتا ہے اور وہ اس کو نہیں مانتا تو اللہ اس کو فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اس کو مالی نقصان اور جسمانی تکلیف کی صورت میں کچھ جھٹکے دیتا ہے تا کہ اس کی سوچنے کی صلاحیت بیدار ہو اور وہ اپنے رویہ کے بارے میں نظر ثانی کرے، زندگی کے حوادث محض حوادث نہیں ہیں، وہ اللہ کے بھیجے ہوئے محسوس پیغامات ہیں جو اس لئے آتے ہیں تا کہ غفلت میں سوئے ہوئے انسان کو جگائیں۔ مگر آدمی اکثر ان چیزوں سے نصیحت نہیں لیتا وہ یہ کہہ کر اپنے کو مطمئن کر لیتا ہے کہ یہ تو اُتار چڑھاؤ کے واقعات ہیں اور اس قسم کے اُتار چڑھاؤ زندگی میں آتے ہی رہتے ہیں۔ اس طرح ہر موقع پر شیطان کوئی خوش نما توجیہ پیش کر کے آدمی کے ذہن کو نصیحت کے بجائے غفلت کی طرف پھیر دیتا ہے۔ آدمی جب بار بار ایسا کرتا ہے تو حق و باطل اور صحیح و غلط کے بارے میں اس کے دل کی حساسیت ختم ہو جاتی ہے۔ وہ قساوت (بے حسی) کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔

جب آدمی اللہ کی طرف سے آئی ہوئی تنبیہات کو نظر انداز کر دے تو اس کے بعد اس کے بارے میں اللہ کا انداز بدل جاتا ہے۔ اب اس کے لئے اللہ کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اس پر آسانیوں اور کامیابیوں کے دروازے کھولے جائیں۔ اس پر خوش حالی کی بارش کی جائے۔ اس کی عزت و مقبولیت میں اضافہ کیا جائے۔ یہ درحقیقت ایک سزا ہے جو اس لئے ہوتی ہے تا کہ اس کا اندر اور زیادہ باہر آ جائے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آدمی مطمئن ہو کر اپنی بے حسی کو اور بڑھا لے، وہ حق کو نظر انداز کرنے میں اور زیادہ ڈھیٹ ہو جائے اور اس طرح اللہ کی سزا کا استحقاق اس کے لئے پوری طرح ثابت ہو جائے۔ جب یہ مقصد حاصل

ہو جائے تو اس کے بعد اچانک اس پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑتا ہے۔ اس کو دنیوی زندگی سے محروم کر کے آخرت کی عدالت میں حاضر کر دیا جاتا ہے تا کہ اس کی سرکشی کی سزا میں اس کے لئے جہنم کا فیصلہ ہو۔

یہ دنیا اللہ کی دنیا ہے۔ یہاں ہر قسم کی بڑائی اور تعریف کا حق صرف ایک ذات کے لئے ہے، اس لئے جب کوئی شخص اللہ کی طرف سے آئے ہوئے حق کو نظر انداز کر دیتا ہے تو وہ دراصل اللہ کی ناقدری کرتا ہے۔ وہ اللہ کی عظمتوں کی دنیا میں اپنی عظمت قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایسا ظلم کرتا ہے جس سے بڑا کوئی ظلم نہیں۔ وہ اس اللہ کے سامنے گستاخی کرتا ہے جس کے سامنے عجز کے سوا کوئی اور رویہ کسی انسان کے لئے درست نہیں۔

سبق نمبر ۳۹ ہر سینہ کے اندر اللہ نے اپنا ایک نمائندہ بٹھا رکھا ہے

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۙ وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۙ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا

(سورۃ النساء: آیات ۱۰۵ تا ۱۰۸)

ترجمہ: ”بے شک ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف حق کے ساتھ اُتاری ہے تا کہ تم لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو دکھایا ہے۔ اور بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو۔ اور اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور تم اُن لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنے آپ سے خیانت کر رہے ہیں۔ اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو خیانت والا اور گنہ گار ہو۔ وہ آدمیوں سے شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے۔ حالاں کہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ وہ سرگوشیاں کرتے ہیں، اس بات کی جس سے اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔“

تشریح: انسان کی یہ ضرورت ہے کہ وہ مل جل کر رہے۔ یہی ضرورت قوم یا گروہ کو وجود میں لاتی ہے۔ اجتماعیت سے وابستہ ہو کر ایک آدمی اپنی طاقت کو ہزاروں لاکھوں گنا بڑا کر لیتا ہے مگر دھیرے دھیرے ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز اجتماعی ضرورت کے طور پر بنی تھی وہ اجتماعی مذہب کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ وہ بذاتِ خود لوگوں کا مقصود بن جاتی ہے۔ اب یہ ذہن بن جاتا ہے کہ ”میرا گروہ خواہ وہ صحیح ہو یا غلط۔ میری قوم خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر“ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اپنا حلقہ اہم دکھائی دیتا ہے اور دوسرا حلقہ غیر اہم۔ اپنے حلقہ کا آدمی اگر باطل پر ہے تب بھی اس کی حمایت ضروری سمجھی جاتی ہے اور دوسرے حلقہ کا آدمی اگر حق پر ہے تب بھی اس کا ساتھ نہیں دیا جاتا۔

کسی گروہ میں یہ ذہن بن جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی گروہی مصلحتوں اور جماعتی تعصبات کو معیار کا درجہ دے دیا۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ آدمی اللہ کی ہدایت کو معیار کا درجہ دے اور اس کی روشنی میں اپنا رویہ متعین کرے نہ کہ دنیوی مصلحتوں اور جماعتی تعصبات کے تحت۔ ایک آدمی غلطی کرے تو اس کا ہاتھ پکڑا جائے خواہ وہ اپنا ہو۔ ایک آدمی صحیح بات کہے تو اس کا ساتھ دیا جائے، خواہ وہ کوئی غیر ہو۔ حتیٰ کہ ایسا معاملہ جس میں ایک فریق اپنا ہو، اور ایک فریق باہر کا، تب بھی معاملہ کو اپنے اور غیر کی نظر سے نہ دیکھا جائے بلکہ حق اور ناحق کی نظر سے دیکھا جائے اور ہر دوسری چیز کی پروا کئے بغیر اپنے کو حق کی جانب کھڑا کیا جائے۔

سچائی کو چھوڑنا، خود اپنے آپ کو چھوڑنے کے ہم معنی ہے۔ جب آدمی دوسرے کے ساتھ خیانت کرتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنے ساتھ خیانت کر چکا ہوتا ہے۔ کیوں کہ ہر سینہ کے اندر اللہ نے اپنا ایک نمائندہ بٹھا دیا ہے۔ یہ انسان کا ضمیر ہے۔ جب بھی آدمی حق کے خلاف جانے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ اندر کا چھپا ہوا نمائندۂ حق اس کو ٹوکتا ہے۔ اس اندرونی آواز کو آدمی دباتا ہے اور اس کو نظر انداز کرتا ہے۔ اس کے بعد ہی یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ انصاف کے راستے کو چھوڑے اور بے انصافی کے راستہ پر چل پڑے۔ مزید یہ کہ آدمی جب ناحق میں کسی کا ساتھ دیتا ہے تو وہ انسان کا لحاظ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ دنیوی تعلقات اور مصلحتوں کی وجہ سے وہ ایک شخص کو نظر انداز نہیں کر پاتا۔ اس لئے وہ اس کو غلط جانتے ہوئے اس کا ساتھی بن جاتا ہے، مگر ناحق کے باوجود ایک شخص کو نہ چھوڑنا ہمیشہ اس قیمت پر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے اللہ کو چھوڑ دے۔ عین اس وقت جب کہ وہ دنیا میں ایک شخص کا ساتھ دیتا ہے، آخرت میں وہ اللہ کے ساتھ سے محروم ہو جاتا ہے۔

سبق نمبر ۴۰ سستی نجات کے یہ مقدس نسخے عوام کے لئے بہت کشش رکھتے تھے

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝ (سورۃ البقرۃ آیت ۷۸)

ترجمہ: ''اور اُن میں اَن پڑھ ہیں، جو نہیں جانتے کتاب کو مگر آرزوئیں۔ ان کے پاس گمان کے سوا اور کچھ نہیں۔''

تشریح: آرزوؤں (امانی) سے مراد وہ جھوٹے قصے کہانیاں ہیں جو یہود نے اپنے دین کے بارے میں گھڑ رکھی تھیں اور جو اپنی ظاہر فریبی کی وجہ سے عوام میں خوب پھیل گئی تھیں۔

ان قصے کہانیوں کا خلاصہ یہ تھا کہ جہنم کی آگ یہود کے لئے نہیں ہے۔ ان میں اپنے بزرگوں سے منسوب کر کے ایسی باتیں ملائی گئی تھیں جن سے یہ ثابت ہو کہ بنی اسرائیل اللہ کے خاص بندے

ہیں۔ وہ جس دین کو مانتے ہیں اس میں ایسے طلسماتی اوصاف چھپے ہوئے ہیں کہ اس کی معمولی معمولی چیزیں بھی آدمی کو جہنم کی آگ سے بچانے اور جنّت کے باغوں میں پہنچا دینے کے لئے کافی ہیں۔

سستی نجات کے یہ مُقدّس نسخے عوام کے لئے بہت کشش رکھتے تھے، کیونکہ ان میں ان کو اپنی اس خوش خیالی کی تصدیق مل رہی تھی کہ ان کو اپنی غیر ذمہ دارانہ زندگی پر روک لگانے کی ضرورت نہیں۔ وہ کسی جدوجہد کے بغیر محض ٹونے ٹوٹکے کی برکت سے جنّت میں پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ جو یہودی علماء بزرگوں کے حوالے سے یہ خوش کن کہانیاں سناتے تھے، اُن کو لوگوں کے درمیان زبردست مقبولیت حاصل ہوئی۔ آخرت کے معاملہ کو آسان بنانا ان کے لئے شاندار دنیوی تجارت کا ذریعہ بن گیا۔ ان کے گرد عوام کی بھیڑ جمع ہوگئی۔ ان کے اوپر نذرانوں کی بارش ہونے لگی۔ وہ لوگوں کو مفت جنّت حاصل کرنے کا راستہ بتاتے تھے، لوگوں نے اس کے بدلے ان کے لئے اپنی طرف سے مفت دنیا فراہم کردی۔

یہی ہر دور میں حامل کتاب قوموں کا مرض رہا ہے۔ جو لوگ اس قسم کے لذیذ خوابوں میں جی رہے ہوں، جو یہ سمجھ بیٹھے ہوں کہ چند رسمی اعمال کے سوا اُن پر کسی ذمہ داری کا بوجھ نہیں ہے۔ جو اس خوش گمانی میں مبتلا ہوں کہ ان کے سارے حقوق اللہ کے یہاں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو چکے ہیں، ایسے لوگ سچے دین کی دعوت کو کبھی گوارا نہیں کرتے۔ کیونکہ ایسی باتیں ان کو اپنی میٹھی نیند کو خراب کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، وہ ان کو زندگی کی برہنہ حقیقتوں کے سامنے کھڑا کر دیتی ہیں۔

پانچ اہم نصائح

❶ گفتگو میں صاف الفاظ استعمال کرو، مشتبہ الفاظ مت بولو جن میں کوئی برا پہلو نکل سکتا ہو، ❷ جو بات کہی جائے اس کو غور سے سنو اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرو، ❸ سوال کی کثرت آدمی کو سیدھے راستہ سے بھٹکا دیتی ہے، اس لئے سوال و جواب کے بجائے عبرت اور نصیحت کا ذہن پیدا کرو، ❹ اپنے ایمان کی حفاظت کرو، ایسا نہ ہو کہ کسی غلطی کی بنا پر تم اپنے ایمان ہی سے محروم ہو جاؤ۔ ❺ دنیا میں کسی کے پاس کوئی خیر دیکھو تو حسد اور جلن میں مبتلا نہ ہو، کیوں کہ یہ اللہ کا ایک عطیہ ہے جو اس کے فیصلہ کے تحت اس کے ایک بندے کو پہنچا ہے۔

سبق نمبر ㊶ منافق آدمی اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بڑھ بڑھ کر باتیں کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ قسمیں کھا کر اپنے اخلاص کا یقین دلاتا ہے

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ

وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۱﴾ (سورۃ المجادلہ: آیات ۱۷ تا ۲۱)

ترجمہ: ''ان کے مال اور اُن کی اولاد اُن کو ذرا بھی اللہ سے نہ بچا سکیں گے۔ یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جس دن اللہ ان سب کو اُٹھائے گا تو وہ اس سے بھی اسی طرح قسم کھائیں گے جس طرح تم سے قسم کھاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ کسی چیز پر ہیں، سن لو کہ یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ شیطان نے ان پر قابو حاصل کر لیا ہے۔ پھر اس نے ان کو اللہ کی یاد بھلا دی ہے۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل لوگوں میں ہیں۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ قوت والا، زبردست ہے۔''

تشریح: مفاد پرست آدمی جب دعوتِ حق کی مخالفت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح وہ اپنے آپ کو محفوظ کر رہا ہے۔ مگر اس وقت وہ دہشت زدہ ہو کر رہ جائے گا، جب آخرت میں وہ دیکھے گا کہ جن چیزوں پر اُس نے بھروسہ کر رکھا تھا وہ فیصلہ کے اُس وقت میں اس کے کچھ کام آنے والی نہیں۔

منافق آدمی اپنے موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بڑھ بڑھ کر باتیں کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ قسمیں کھا کر اپنے اخلاص کا یقین دلاتا ہے۔ یہ سب کر کے وہ سمجھتا ہے کہ ''وہ کسی چیز پر ہے۔'' اس نے اپنے حق میں کوئی واقعی بنیاد فراہم کر لی ہے۔ مگر قیامت کا دھماکہ جب حقیقتوں کو کھولے گا اُس وقت وہ جان لے گا کہ یہ محض شیطان کے سکھائے ہوئے جھوٹے الفاظ تھے جن کو وہ اپنے بے قصور ہونے کا یقینی ثبوت سمجھتا رہا۔

سبق نمبر ۴۲ وہ بزرگوں کی گدّیوں پر بیٹھ کر عوام کا مرجع بنے ہوئے تھے۔ مذہب کے نام پر طرح طرح کے نذرانے سال بھر ان کو ملتے رہتے تھے

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ (سورۃ البقرہ: آیت ۴۴)

ترجمہ: ''کیا تم لوگوں سے نیک کام کرنے کو کہتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے

ہو، حالاں کہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو، کیا تم سمجھتے نہیں۔"

تشریح: کسی گروہ پر اللہ کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ وہ اس کے پاس اپنا پیغمبر بھیجے اور اُس کے ذریعے اس گروہ کے اوپر ابدی فلاح کا راستہ کھولے۔ نبی آخرالزماں کی بعثت سے پہلے یہ نعمت بنی اسرائیل (یہود) کو دی گئی تھی مگر مدت گزرنے کے بعد ان کا دین ان کے لئے ایک قسم کی تقلیدی رسم بن گیا تھا، نہ کہ شعوری فیصلہ کے تحت اختیار کی ہوئی ایک چیز۔ نبی عربی ﷺ کی بعثت نے حقیقت کھول دی۔ ان میں سے جن افراد کا شعور زندہ تھا وہ فوراً آپ کی صداقت کو پہچان گئے اور آپ کے ساتھی بن گئے۔ اور جن لوگوں کے لئے اُن کا دین آبائی رواج بن چکا تھا، ان کو آپ کی آواز نامانوس آواز لگی۔ وہ بدک گئے اور آپ کے مخالف بن کر کھڑے ہو گئے۔

اگر چہ آپ کی نبوت کے بارے میں تورات میں اتنی واضح علامتیں تھیں کہ یہود کے لئے آپ کی صداقت کو سمجھنا مشکل نہ تھا، مگر دنیوی مفاد اور مصلحتوں کی خاطر انھوں نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ صدیوں کے عمل سے ان کے یہاں جو مذہبی ڈھانچہ بن گیا تھا، اُس میں ان کو سرداری حاصل ہو گئی تھی۔ وہ بزرگوں کی گدیوں پر بیٹھ کر عوام کا مرجع بنے ہوئے تھے۔ مذہب کے نام پر طرح طرح کے نذرانے سال بھر ان کو ملتے رہتے تھے۔ ان کو نظر آیا کہ اگر انھوں نے نبی عربی کو سچا مان لیا تو ان کی مذہبی بڑائی ختم ہو جائے گی۔ مفادات کا سارا ڈھانچہ ٹوٹ جائے گا۔ یہود کو چوں کہ اس وقت عرب میں مذہب کی نمائندگی کا مقام حاصل تھا، لوگ ان سے نبی عربی کی بابت پوچھتے۔ وہ معصومانہ انداز میں کوئی ایسی شوشہ کی بات کہہ دیتے جس سے پیغمبر کی ذات اور آپ کا مشن لوگوں کی نظر میں مشتبہ ہو جائے۔ اپنے وعظوں میں وہ لوگوں سے کہتے کہ حق پرست بنو اور حق کا ساتھ دو مگر عملاً جب خود اُن کے لئے حق کا ساتھ دینے کا وقت آیا تو وہ حق کا ساتھ نہ دے سکے۔

اللہ کی پکار پر لبیک کہنا جب اس قیمت پر ہو کہ آدمی کو اپنی زندگی کا ڈھانچہ بدلنا پڑے، عزت و شرف کی گدیوں سے اپنے کو اُتارنا ہو تو یہ وقت ان لوگوں کے لئے بڑا سخت ہوتا ہے جو انھیں دنیوی جلوؤں میں اپنا مذہبی مقام بنائے ہوئے ہوں مگر وہ لوگ جو خشوع کی سطح پر جی رہے ہوں، ان کے لئے یہ چیزیں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ وہ اللہ کی یاد میں، اللہ کے لئے خرچ کرنے میں، اللہ کے حکم کے آگے جھک جانے میں اور اللہ کے لئے صبر کرنے میں وہ چیز پا لیتے ہیں جو دوسرے لوگ دنیا کے تماشوں میں پاتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ڈرنے کی چیز اللہ کا غضب ہے نہ کہ دنیوی اندیشے۔

سبق نمبر ۴۳ انسان کا آغاز ایک حقیر مادہ سے ہوتا ہے

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ (سورۃ النحل: آیت ۴)

ترجمہ: ''اس نے انسان کو ایک بوند سے بنایا، پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑنے لگا۔''

تشریح: انسان کا آغاز ایک حقیر مادہ سے ہوتا ہے مگر انسان جب بڑا ہوتا ہے تو وہ اللہ کا مدمقابل بننے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اللہ کی کائنات میں بے خدا بن کر رہنا چاہتا ہے۔ اگر انسان اپنی ابتدائی حقیقت کو نظر میں رکھے تو کبھی وہ زمین میں سرکشی کا رویہ اختیار نہ کرے۔

انسان کو موجودہ دنیا میں جو نعمتیں حاصل ہیں ان میں سے ایک چوپائے ہیں۔ یہ گویا قدرت کی زندہ مشینیں ہیں جو انسان کی مختلف ضروریات فراہم کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔ یہ چوپائے گھاس اور چارہ کھاتے ہیں اور ان کو انسانی خوراک کے لئے گوشت اور دودھ میں تبدیل کرتے ہیں۔ وہ اپنے جسم پر بال اور اون نکالتے ہیں جن سے آدمی اپنی پوشاک بناتا ہے۔ وہ انسان کو اور اس کے سامان کو ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ پہنچاتے ہیں۔ ان چوپایوں کا غلہ آدمی کے اثاثہ میں شامل ہو کر اس کی حیثیت اور شان میں اضافہ کرتا ہے۔

''اور اللہ ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کو تم نے نہیں جانتے'' اس سے مراد وہ فائدے ہیں جو چوپایوں کے علاوہ دوسرے ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان دوسرے ذرائع کا ایک حصہ قدیم زمانہ میں بھی انسان کو حاصل تھا اور ان کا بڑا حصہ موجودہ زمانہ میں دریافت کر کے انسان ان سے فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ مثال کے طور پر جانور کی جگہ مشینیں۔ دنیا میں انسان کے لئے جو بے شمار نعمتیں ہیں وہ انسان نے خود نہیں بنائی ہیں بلکہ وہ اللہ کی طرف سے اس کے لئے مہیا کی گئی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دنیا کا خالق ایک مہربان خالق ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے خالق کا شکر گزار بنے اور اس کا وہ حق ادا کرے جو محسن ہونے کی حیثیت سے اس کے اوپر لازم آتا ہے۔

ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنے کے لئے متعین سڑک ہوتی ہے، جو سیدھی منزل تک پہنچاتی ہے۔ سواریاں اپنی منزلِ مقصود کے مطابق انھیں سیدھی سڑکوں پر چلتی ہیں۔ تاہم ان سڑکوں کے علاوہ اطراف میں بھی راستے اور پگڈنڈیاں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ان متفرق راستوں کو راستہ سمجھ کر ان پر چل پڑے تو وہ کبھی اپنی مطلوبہ منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ اصل منزل کے دائیں بائیں بھٹک کر رہ جائے گا۔ یہی معاملہ اللہ تک پہنچنے کا بھی ہے۔ اللہ نے انسان کو واضح طور پر بتا دیا ہے کہ وہ کون سا راستہ ہے جو اس کو اللہ تک پہنچانے والا ہے۔ یہ راستہ توحید اور تقویٰ کا راستہ ہے۔ جو شخص اس راستہ کو اختیار کرے گا وہ اللہ تک پہنچے گا اور جو شخص دوسرے راستوں پر چلے گا وہ اِدھر اُدھر بھٹک جائے گا۔ وہ کبھی اپنے رب تک نہیں پہنچ سکتا۔

دنیا میں ہر چیز اللہ کے مقرر کئے ہوئے راستے پر چلتی ہے۔ اللہ اگر چاہتا تو اسی طرح انسان کو بھی ایک مقرر راستہ کا پابند بنا دیتا۔ مگر انسان کا تخلیقی منصوبہ دوسری اشیاء کے تخلیقی منصوبہ سے مختلف ہے۔

دوسری اشیاء سے صرف پابندی مطلوب ہے مگر انسان سے جو چیز مطلوب ہے وہ اختیاری پابندی ہے۔ اسی اختیاری پابندی کا موقع دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ کوئی شخص سچے راستے پر چلتا ہے اور کوئی اس کو چھوڑ کر خود ساختہ راہوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ قرآن میں **نور** کا لفظ آیا ہے۔ مفرد صیغہ یعنی اللہ تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور **ظلمات** جمع کا صیغہ اللہ قرآن میں لائے ہیں مطلب بھٹکنے کے بہت راستے ہیں عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور یہ قرآن کا اعجاز ہے۔

سبق نمبر (۴۴) دین میں غلو کرنے والا تباہ ہو جاتا ہے

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ (سورۃ طٰہٰ: آیت ۱۲۸)

ترجمہ: ''کیا لوگوں کو اس بات سے سمجھ نہ آئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنے گروہ ہلاک کر دیئے۔ یہ اُن کی بستیوں میں چلتے ہیں بے شک اس میں اہل عقل کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔''

تشریح: کسی قوم کو زمین پر عروج حاصل ہو اور پھر وہ ہلاک یا مغلوب کر دی جائے تو اس کی وجہ ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ اس نے بندگی کی حد سے تجاوز کیا۔ ہر تباہ شدہ قوم اپنے بعد والوں کے لئے درسِ عبرت ہوتی ہے۔ مگر بہت کم لوگ ہیں جو اس طرح کے واقعات سے درس حاصل کرتے ہوں۔

یہاں تسبیح اور نماز کی جو تلقین کی گئی ہے وہ مکی دور کے انتہائی سخت حالات میں کی گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انکار اور مخالفت کے سخت ترین حالات میں نماز اور اللہ کی یاد مؤمن کی ڈھال ہے۔ اس سے راہیں ہموار ہوتی ہیں اور فتوحات کے دروازے کھلتے ہیں، اس سے سب کچھ اتنی بڑی مقدار میں مل جاتا ہے کہ آدمی اس کو پا کر راضی ہو جائے۔

سبق نمبر (۴۵) اس آیت میں 'اُمّت' سے مراد گمراہ کرنے والے لیڈر اور 'اُخت' سے مراد گمراہ ہونے والے عوام ہیں

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ (سورۃ الاعراف: آیات ۳۸، ۳۹)

ترجمہ: ''اللہ کہے گا، داخل ہو جاؤ آگ میں جنّوں اور انسانوں کے اُن گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، جب بھی کوئی گروہ جہنّم میں داخل ہوگا وہ اپنے ساتھی گروہ پر لعنت کرے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اُس میں جمع ہو جائیں گے تو اُن کے پچھلے اپنے اگلوں کے بارے میں کہیں گے، اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہم کو گمراہ کیا، پس تو اُن کو آگ کا دہرا عذاب دے۔ اللہ کہے گا کہ سب کے لئے دُہرا ہے مگر تم نہیں جانتے۔ اور اُن کے اگلے اپنے پچھلوں سے کہیں گے، تم کو ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ پس اپنی کمائی کے نتیجہ میں عذاب کا مزہ چکھو۔''

تشریح: اس آیت میں 'اُمّت' سے مراد گمراہ کرنے والے لیڈر اور 'اُخت' سے مراد گمراہ ہونے والے عوام ہیں۔ آخرت میں جب ہر دَور کے بے راہ قائدین اور اُن کا ساتھ دینے والے بے راہ عوام جہنّم میں ڈالے جائیں گے۔ تو یہ ایک بڑا عبرت ناک منظر ہوگا۔ دنیا میں تو وہ ایک دوسرے کے بڑے خیر خواہ اور فداکار بنے ہوئے تھے۔ قائدین اپنے عوام کی ہر خواہش کا احترام کرتے تھے اور عوام اپنے قائدین کو ہیرو بنائے ہوئے تھے۔ مگر جب جہنّم کی آگ اُنہیں پکڑے گی تو اُن کی آنکھوں سے تمام مصنوعی پردے ہٹ جائیں گے۔ اب ہر ایک دوسرے کو اس کے اصلی روپ میں دیکھنے لگے گا۔ پیروی کرنے والے اپنے قائدین سے کہیں گے کہ تم پر لعنت ہو، تمہاری قیادت کیسی بُری قیادت تھی جس نے چند دن کے جھوٹے تماشے دکھائے اور اس کے بعد ہم کو اتنی بڑی تباہی میں ڈال دیا۔ اس کے جواب میں قائدین اپنے پیروؤں سے کہیں گے کہ تم اپنی پسند کا ایک دین چاہتے تھے اور ایسا دین ہمارے پاس دیکھ کر ہمارے پیچھے دوڑ پڑے۔ ورنہ عین اُسی زمانہ میں ایسے بھی خدا کے بندے تھے جو تم کو کامیابی کے سچے راستہ کی طرف بُلاتے تھے۔ تم نے اُن کی پُکار سنی مگر تم نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

رہنما اپنے پیروؤں سے کہیں گے کہ تم کسی اعتبار سے ہم سے بہتر نہیں ہو، ہم نے اپنی خواہشوں کی خاطر قیادتیں کھڑی کیں اور تم نے بھی اپنی خواہشوں کی خاطر ہمارا ساتھ دیا۔ حقیقت کے اعتبار سے دونوں کا درجہ ایک ہے۔ اس لئے یہاں تم کو بھی وہی سزا بھگتنی ہے جو ہمارے لئے ہمارے اعمال کے سبب سے مقدر کی گئی ہے۔

پیروؤں کی جماعت اپنے رہنماؤں کے بارے میں خدا سے کہے گی کہ اِنھوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا۔ اس لئے اِن کو ہمارے مقابلہ میں دُگنا عذاب دیا جائے۔ جواب ملے گا کہ تمہارے رہنماؤں میں سے ہر ایک کو دُگنا عذاب مل رہا ہے مگر تم کو اس کا احساس نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جہنّم میں جس کو جو عذاب ملے گا وہ اس کو اتنا زیادہ سخت معلوم ہوگا کہ وہ سمجھے گا کہ مجھ سے زیادہ تکلیف میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ہر شخص جس تکلیف میں ہوگا وہی تکلیف اُس کو سب سے زیادہ معلوم ہوگی۔

دنیا میں مفاد پرست رہنما اور اُن کے مفاد پرست پیرو خوب ایک دوسرے کے دوست بنے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کے پاس دوسرے کے لئے عمدہ الفاظ ہیں۔ ہر ایک دوسرے کی بہتری میں لگا ہوا ہے۔ مگر آخرت میں ہر ایک دوسرے سے نفرت کرے گا۔ ہر ایک دوسرے کو شدید تر عذاب میں دھکیلنا چاہے گا۔

سبق نمبر ۴۶ شیطان کو اپنا بھائی مت بناؤ

وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ (سورۃ الزخرف: آیات ۳۶، ۳۷)

ترجمہ: ''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اعراض کرتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں، پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ ان کو راہِ حق سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔''

تشریح: نصیحت سے اعراض کرنا یہ ہے کہ آدمی حقیقت کا اعتراف نہ کرے۔ خدائی حقیقت اس کے سامنے ایسے دلائل کے ساتھ آئے جس کا وہ انکار نہ کر سکتا ہو، مگر وہ اپنی مصلحتوں کے تحفظ کی خاطر اس کو نظرانداز کر دے۔

ایسا شخص اپنے موقف کو درست ثابت کرنے کے لئے اس کے خلاف جھوٹی باتیں کرتا ہے۔ یہی وہ وقت ہے جب کہ شیطان کو یہ موقع مل جاتا ہے کہ وہ اس کے اوپر مسلط ہو جائے، وہ اس کی عقل کو غلط رُخ پر دوڑانے لگے۔ فرضی توجیہات میں مشغول کر کے شیطان اس کو یقین دلاتا رہتا ہے کہ تم حق پر ہو۔ یہ فریب صرف اس وقت ٹوٹتا ہے جبکہ آدمی کی موت آتی ہے اور وہ اللہ کے سامنے آخری حساب کے لئے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔

دنیا میں آدمی کا حال یہ ہے کہ وہ اس کو اپنا دوست اور ساتھی بنا لیتا ہے جو اس کے جھوٹ کی تائید کرے مگر آخرت میں وہ ایسے تمام ساتھیوں پر لعنت کرے گا۔ وہ چاہے گا کہ وہ اس سے اتنا دور ہو جائیں کہ وہ نہ ان کی شکل دیکھے اور نہ اُن کی آواز سنے۔

سبق نمبر ۴۷ منافق انسان آخرت کو پانے میں بھی ناکام رہتا ہے اور دنیا کو پانے میں بھی

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾

(سورۃ الحج: آیت ۱۱)

ترجمہ: ”اور لوگوں میں کوئی ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ پس اگر اس کو کوئی فائدہ پہنچا تو وہ اس عبادت پر قائم ہو گیا۔ اور اگر کوئی آزمائش پیش آئی تو اُلٹا پھر گیا۔ اس نے دنیا بھی کھودی اور آخرت بھی، یہی کھلا ہوا خسارہ ہے۔“

تشریح: ایک شخص وہ ہے جو دین کو کامل صداقت کے طور پر دریافت کرتا ہے، دین اس کے دل و دماغ پر پوری طرح چھا جاتا ہے۔ وہ کسی تحفظ کے بغیر اپنے آپ کو دین کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس کی نظر میں ہر دوسری چیز ثانوی بن جاتی ہے۔ یہی شخص اللہ کی نظر میں سچا مؤمن ہے۔

دوسرے لوگ وہ ہیں جو بس اوپری جذبہ سے دین کو مانیں۔ ایسے لوگوں کی حقیقی دلچسپیاں اپنے مفادات سے وابستہ ہوتی ہیں۔ البتہ سطحی تاثر کے تحت وہ اپنے آپ کو دین سے بھی وابستہ کر لیتے ہیں۔ ان کی یہ وابستگی صرف اس وقت تک کے لئے ہوتی ہے جب تک دین کو اختیار کرنے سے انھیں کوئی نقصان نہ ہو رہا ہو۔ ان کے مفادات پر اس سے کوئی زد نہ پڑتی ہو۔ جیسے ہی انھوں نے دیکھا کہ دین اور ان کا مفاد دونوں ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے وہ فوراً ذاتی مفاد کو اختیار کر لیتے ہیں اور دین کو چھوڑ دیتے ہیں۔

یہی دوسری قسم کے لوگ ہیں جن کو منافق کہا جاتا ہے۔ منافق انسان آخرت کو پانے میں بھی ناکام رہتا ہے اور دنیا کو پانے میں بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں معاملہ میں کامیابی کے لئے ایک ہی لازمی شرط ہے اور وہ یکسوئی ہے اور یہی وہ قلبی صفت ہے جس سے منافق انسان ہمیشہ محروم ہوتا ہے۔ وہ اپنے دوطرفہ رجحان کی وجہ سے نہ پوری طرح آخرت کی طرف یکسو ہوتا ہے اور نہ پوری طرح دنیا کی طرف۔ اس طرح وہ دونوں میں سے کسی کی بھی لازمی قیمت نہیں دے پاتا۔ ایسے لوگ دو طرفہ محرومی کی علامت بن کر رہ جاتے ہیں۔

سبق نمبر ۴۹ توبہ زبان سے ”توبہ“ کا لفظ بولنے کا نام نہیں

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۸﴾

(سورۃ النساء: آیات ۱۵ تا ۱۸)

ترجمہ: "اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کرے تو اُن پر اپنوں میں سے چار مرد گواہ کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو اُن عورتوں کو گھروں کے اندر بند رکھو، یہاں تک کہ اُن کو موت اُٹھا لے یا اللہ اُن کے لئے کوئی راہ نکال دے۔ اور تم میں سے دو مرد جو وہی بدکاری کریں تو اُن کو اذیت پہنچاؤ۔ پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو اُن کا خیال چھوڑ دو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ توبہ جس کی قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے وہ اُن لوگوں کی ہے جو بُری حرکت نادانی سے کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ وہی ہیں جن کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں ہے جو برابر گناہ کرتے رہیں، یہاں تک کہ جب موت اُن میں سے کسی کے سامنے آجائے تب وہ کہے کہ اَب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن لوگوں کی توبہ ہے جو اِس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں، اُن کے لئے تو ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

تشریح: کوئی مرد یا عورت اگر ایسا فعل کر بیٹھے جو شریعت کے نزدیک گناہ ہو تب بھی اُس کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا وہ قانون کے مطابق کیا جائے گا نہ کہ قانون سے آزاد ہو کر۔ قانون کے تقاضے پورا کئے بغیر کسی کو مجرم قرار دینا درست نہیں، کسی کا مجرم ہونا دوسرے کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اس کے خلاف ظالمانہ کارروائی کرنے لگے۔ سزا کا مقصد عدل کا قیام ہے اور عدل کا قیام ظلم اور بے انصافی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر گناہ کرنے والا تائب ہو اور اپنی اصلاح کر لے تو اُس کے بعد تو لازم ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ شفقت اور درگزر کا معاملہ کیا جائے۔ کسی کے ماضی کی بنیاد پر اُس کو مطعون کرنا درست نہیں۔ جب اللہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اپنی اصلاح کر لینے والوں کی طرف دوبارہ مہربانی کے ساتھ پلٹ آتا ہے تو انسانوں کو کیا حق ہے کہ ایسے کسی شخص کو طنز و ملامت کا نشانہ بنائیں۔ ایسے کسی شخص کو طنز و ملامت کا نشانہ بنا کر آدمی خود اپنے آپ کو مجرم ثابت کر رہا ہے، نہ کہ کسی دوسرے آدمی کو۔

توبہ زبان سے "توبہ" کا لفظ بولنے کا نام نہیں۔ یہ اپنی گنہ گاری کے شدید احساس کا نام ہے اور آدمی اگر اپنی توبہ میں سنجیدہ ہو اور واقعی شدت کے ساتھ اس نے اپنی گنہ گاری کو محسوس کیا ہو تو وہ آدمی کے لئے اتنا سخت معاملہ ہوتا ہے کہ توبہ آدمی کے لئے اپنی سزا آپ دینے کے ہم معنی بن جاتی ہے۔ یہ کیفیت آدمی کے اندر اگر اللہ کے ڈر سے پیدا ہوئی ہو تو اللہ ضرور اس کو معاف کر دیتا ہے۔ مگر اُن لوگوں کی توبہ کی اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں جو اتنے جری ہو کہ جان بوجھ کر اللہ کی نافرمانی کرتے رہیں اور تنبیہ کے باوجود اس پر قائم رہیں، البتہ جب دنیا سے جانے کا وقت آجائے تو کہیں کہ "میں نے توبہ کی" اسی طرح ان لوگوں کی توبہ بھی بے فائدہ ہے جو آخرت میں عذاب کو سامنے دیکھ کر اپنے جرم کا اقرار کریں گے۔

توبہ کی حقیقت بندے کا اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے تا کہ اُس کا رب بھی اُس کی طرف پلٹے۔ توبہ اُس شخص کے لئے ہے جو وقتی جذبہ سے مغلوب ہو کر بری حرکت کر بیٹھے۔ پھر اس کا احتساب نفس جلد ہی اُس کو اپنی غلطی کا احساس کرا دے، وہ برائی کو چھوڑ کر دوبارہ نیکی کی روش اختیار کرے اور شریعت کے مطابق اپنی زندگی کی اصلاح کر لے۔ ایسا ہی آدمی توبہ کرنے والا ہے اور جو شخص اس طرح توبہ کرے اُس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے گھر کا بھٹکا ہوا آدمی دوبارہ اپنے گھر واپس آجائے۔

سبق نمبر (۴۹) آسمانی کتاب کی حامل کسی قوم پر جب زوال آتا ہے تو وہ عمل کے بجائے خوش عقیدگی کی سطح پر جینے لگتی ہے

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾ (سورۃ النساء: آیت ۵۴)

ترجمہ: ’’کیا یہ لوگوں پر حسد کر رہے ہیں اس بنا پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ پس ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی ہے اور ہم نے ان کو ایک بڑی سلطنت بھی دے دی۔‘‘

تشریح: آسمانی کتاب کی حامل کسی قوم پر جب زوال آتا ہے تو وہ عمل کے بجائے خوش عقیدگی کی سطح پر جینے لگتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے درمیان توہمات خوب پھیلتے ہیں۔ جو چیز حقیقی عمل کے ذریعہ ملتی ہے، اس کو وہ عملیات اور فرضی عقیدوں اور سفلی اعمال کے راستے سے پانے کی کوشش شروع کر دیتی ہے۔ ایسے لوگ دین کے معاملہ کو ’’پاک کلمات‘‘ اور ’’بابرکت نسبتوں‘‘ کا معاملہ سمجھ لیتے ہیں، جس کے محض زبانی تلفظ یا رسمی تعلق سے معجزاتی واقعات ظاہر ہوتے ہوں۔ اسی کے ساتھ ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ زبان سے دین کا نام لیتے ہوئے اپنی عملی زندگی کو شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وہ حقیقی زندگی میں نفس کی خواہشات اور شیطان کی ترغیبات پر چل پڑتے ہیں مگر اسی کے ساتھ اپنے اوپر دین کا لیبل لگا کر سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ کرنے لگیں وہی اللہ کا دین ہے۔ ایسی حالت میں جب ان کے درمیان بے آمیز حق کی دعوت اُٹھتی ہے تو وہ سب سے زیادہ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں، کیوں کہ ان کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان کی دینی حیثیت کی نفی کر رہی ہے۔ کافروں کا وجود اُن کے لئے اس قسم کا چیلنج نہیں ہوتا اس لئے کافروں کے معاملہ میں وہ نرم ہوتے ہیں مگر حق کے داعی کے لئے ان کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں ہوتا۔ ان کے اندر یہ حاسدانہ آگ بھڑک اُٹھتی ہے کہ جب دین کے اجارہ دار ہم تھے تو دوسرے کسی شخص کو دین کی نمائندگی کا درجہ کیسے مل گیا۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ آدمی کی قلبی

استعداد کی بنیاد پر کسی کو اپنے دین کا نمائندہ چنتا ہے، نہ کہ نمائشی چیزوں کی بنیاد پر۔

لعنت یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رحمتوں اور نصرتوں سے بالکل دور کر دیا جائے۔ کھانا اور پانی بند ہونے سے جس طرح آدمی کی مادی زندگی ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح اللہ کی نصرت سے محرومی کے بعد آدمی کی ایمانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ لعنت زدہ آدمی لطیف احساسات کے اعتبار سے اس طرح ایک ختم شدہ انسان بن جاتا ہے کہ اس کے اندر حق اور ناحق کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ کھلی کھلی نشانیاں سامنے آنے کے بعد بھی اس کو اعتراف کی توفیق نہیں ہوتی، وہ لایعنی شوشوں اور واقعی دلائل کے درمیان فرق نہیں کرتا۔

سبق نمبر ۵۰ انسان جب ظلم سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے تو اولاً اس کے لئے تنبیہات ظاہر ہوتی ہیں

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ (سورۃ الانفال: آیت ۵۰ تا ۵۴)

ترجمہ: ”اور اگر تم دیکھتے جب کہ فرشتے اُن منکرین کی جان قبض کرتے ہیں، مارتے ہوئے اُن کے چہروں اور اُن کی پیٹھوں پر اور یہ کہتے ہوئے کہ اَب جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ بدلہ ہے اُس کا جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا تھا اور اللہ ہرگز بندوں پر ظلم نہیں کرنے والا۔ فرعون والوں کی طرح اور جو اُن سے پہلے تھے کہ انھوں نے اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا، پس اللہ نے ان کے گناہوں پر اُن کو پکڑ لیا۔ بے شک اللہ قوت والا ہے۔ سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ اِس وجہ سے ہوا کہ اللہ اُس انعام کو جو وہ کسی قوم پر کرتا ہے، اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ اُس کو نہ بدل دیں، جو اُن کے نفسوں میں ہے اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ فرعون والوں کی طرح اور اور جو اُن سے پہلے تھے کہ اُنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا، پھر ہم نے اُن کے گناہوں کے سبب سے اُن کو ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعون والوں کو غرق کر دیا اور یہ سب لوگ ظالم تھے۔“

تشریح: نعمت کا انحصار حالتِ استحقاق نعمت پر ہے۔ قومی سطح پر کسی کو جو نعمتیں ملتی ہیں وہ ہمیشہ

اس استحقاق کے بقدر ہوتی ہیں جو نفسی حالت کے اعتبار سے اس کے یہاں پایا جاتا ہے۔ یہ "نفس" چونکہ فرد کے اندر ہوتا ہے، اس لئے اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اجتماعی انعامات کا انحصار انفرادی حالات پر ہے۔ افراد کی سطح پر قوم جس درجہ میں ہو اُسی کے بقدر اس کو اجتماعی انعامات دیئے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی گروہ اگر خدا کے اجتماعی انعامات کو پانا چاہتا ہے تو اس کو اپنے افراد کی نفسی اصلاح پر اپنی طاقت صرف کرنا چاہیے۔ اسی طرح کوئی قوم اگر اپنے کو اس حال میں دیکھے کہ اس سے اجتماعی نعمتیں چھن گئی ہیں تو اس کو خود نعمتوں کے پیچھے دوڑنے کے بجائے اپنے افراد کے پیچھے دوڑنا چاہیے کیوں کہ افراد ہی کے بگڑنے سے اس کی نعمتیں چھنی ہیں اور افراد ہی کے بننے سے دوبارہ وہ اسے مل سکتی ہیں۔

جب کوئی قوم عدل کے بجائے ظلم اور تواضع کے بجائے سرکشی کا رویہ اختیار کرتی ہے تو خدا کی طرف سے اس کے سامنے سچائی کا اعلان کرایا جاتا ہے تاکہ وہ متنبہ ہوجائے۔ یہ اعلان کمالِ وضاحت کے اعتبار سے خدا کی ایک نشانی ہوتا ہے۔ اس کو ماننا خدا کو ماننا ہوتا ہے اور اس کو نہ ماننا خدا کو نہ ماننا۔ خدا کی دعوت جب آیت (نشانی) کی حد تک ظاہر ہوکر لوگوں کے سامنے آجائے، پھر بھی وہ اس کا انکار کریں تو اس کے بعد لازماً وہ سزا کے مستحق ہوجاتے ہیں۔ اس سزا کا آغاز اگرچہ دنیا ہی سے ہوجاتا ہے تاہم دنیا کی سزا اس سزا کے مقابلہ میں بہت کم ہے جو موت کے بعد آدمی کے سامنے آنے والی ہے۔ فرشتوں کی مار، ساری مخلوق کے سامنے رُسوائی اور جہنم کی آگ میں جلنا۔ یہ سب اتنے ہولناک مراحل ہیں کہ موجودہ حالات میں اُن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

انسان جب ظلم اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے تو اولاً اس کے لئے تنبیہات ظاہر ہوتی ہیں، اگر وہ ان سے سبق نہ لے تو بالآخر وہ خدا کے فیصلہ کن عذاب کی زد میں آجاتا ہے۔

سبق نمبر (۵۱) اے ایمان والو! اہل کتاب کے اکثر علماء و مشائخ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ (سورۃ التوبہ: آیت ۳۴)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اہل کتاب کے اکثر علماء و مشائخ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکے رکھتے ہیں اور اُن کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔"

تشریح: دوسرے کا مال لینے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کو حق کے مطابق لیا جائے یعنی آدمی دوسرے کی کوئی واقعی خدمت کرے یا اُس کو کوئی حقیقی نفع پہنچائے اور اس کے بدلے میں اس کا مال حاصل کرے، یہ بالکل جائز ہے۔ باطل طریقے سے دوسرے کا مال لینا یہ ہے کہ دوسرے کو دھوکے میں ڈال کر اس کا مال حاصل کیا جائے، یہ دوسرا طریقہ ناجائز ہے اور اللہ کے غضب کو بھڑکانے والا ہے۔

باطل طریقہ سے دوسرے کا مال کھانا وہی چیز ہے جس کو موجودہ زمانہ میں استغلال کہا جاتا ہے۔ یہود کے اکابر بہت بڑے پیمانہ پر اپنے عوام کا مذہبی استغلال کر رہے تھے۔ وہ عوام میں ایسی جھوٹی کہانیاں پھیلائے ہوئے تھے جس کے نتیجہ میں لوگ بزرگوں سے غیر معمولی اُمیدیں وابستہ کریں اور پھر اُن کو بزرگ سمجھ کر ان کی برکت لینے کے لئے آئیں اور انھیں ہدیے اور نذرانے پیش کریں۔ وہ اللہ کے دین کی خدمت کے نام پر لوگوں سے رقمیں وصول کرتے تھے حالانکہ جو دین وہ لوگوں کے درمیان تقسیم کر رہے تھے وہ ان کا اپنا بنایا ہوا دین تھا، نہ کہ حقیقتاً اللہ کا اُتارا ہوا دین۔ وہ ملت یہود کے احیاء کے نام پر بڑے بڑے چندے وصول کرتے تھے، حالانکہ احیاء ملت کے نام پر وہ جو کچھ کر رہے تھے وہ صرف یہ تھا کہ لوگوں کو خوش خیالیوں میں اُلجھا کر انھیں اپنی قیادت کے لئے استعمال کرتے رہیں۔ وہ تعویذ گنڈے میں پُراسرار اوصاف بتا کر ان کو لوگوں کے ہاتھوں فروخت کرتے تھے۔ حالاں کہ ان کا حال یہ تھا کہ خود اپنے نازک معاملات میں وہ کبھی ان تعویذ گنڈوں پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔

آدمی کے پاس جو مال آتا ہے اس کے دو ہی جائز مصرف ہیں۔ اپنی واقعی ضرورتوں میں خرچ کرنا اور جو کچھ واقعی ضرورت سے زائد ہو، اس کو اللہ کے راستے میں دے دینا۔ اس کے علاوہ جو طریقے ہیں وہ سب آدمی کے لئے عذاب بننے والے ہیں، خواہ وہ اپنے مال کو فضول خرچیوں میں اُڑاتا ہو یا اس کو جمع کر کے رکھ رہا ہو۔

جو لوگ یہود کی طرح خود ساختہ مذہب کی بنیاد پر کسی گروہ کے اوپر اپنی قیادت قائم کئے ہوئے ہوں اور اللہ کے دین کے نام پر لوگوں کا استغلال کر رہے ہوں وہ کسی ایسی دعوت کو سخت ناپسند کرتے ہیں جو اللہ کے سچے اور بے آمیز دین کو زندہ کرنا چاہتی ہو۔ ایسے دین میں انہیں اپنی مذہبی حیثیت بے اعتبار ہوتی نظر آتی ہے۔ انھیں دکھائی دیتا ہے کہ اگر اس کو عوام میں فروغ حاصل ہوا تو ان کی مذہبی تجارت بالکل بے نقاب ہو کر لوگوں کے سامنے آجائے گی۔ وہ ایسی تحریک کے اُٹھتے ہی اسے سونگھ لیتے ہیں اور اس کے مخالف بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سبق نمبر ⑤② مؤمن کے سامنے اصلاً آخرت ہوتی ہے اور منافق کے سامنے اصلاً دنیا

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ط

أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ (سورۃ التوبہ: آیت ۳۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین سے لگے جاتے ہو، کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کا سامان تو بہت تھوڑا ہے۔''

تشریح: یہ آیتیں غزوہ تبوک (۹ ہجری) کے ذیل میں اُتریں۔ اس موقع پر مدینہ کے منافقین کی طرف سے جو عمل ظاہر ہوا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کمزور ایمان والے لوگ جب کسی اسلامی معاشرہ میں داخل ہو جاتے ہیں تو نازک مواقع پر ان کا کردار کیا ہوتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اسلام سے تعلق کے دو درجے ہیں۔ ایک یہ کہ اسی سے آدمی کی تمام وفاداریاں وابستہ ہو جائیں۔ وہ آدمی کے لئے زندگی و موت کا مسئلہ بن جائے۔ دوسرے یہ کہ آدمی کی حقیقی دلچسپیاں تو کہیں اور اٹکی ہوئی ہوں اور اوپری طور پر وہ اسلام کا اقرار کر لے۔ پہلی قسم کے لوگ سچے مؤمن ہیں اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو شریعت کی اصطلاح میں منافق کہا گیا ہے۔ مؤمن کا حال یہ ہوتا ہے کہ عام حالات میں بھی وہ اسلام کو پکڑے ہوئے ہوتا ہے اور قربانی کے لمحات میں بھی وہ پوری طرح اس پر قائم رہتا ہے۔ اس کے برعکس منافق کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ بے ضرر اسلام یا نمائشی دینداری میں تو بہت آگے دکھائی دیتا ہے مگر جب قربانی کی سطح پر اسلام کے تقاضوں کو اختیار کرنا ہو تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ مؤمن کے سامنے اصلاً آخرت ہوتی ہے اور منافق کے سامنے اصلاً دنیا۔ مؤمن آخرت کی بے پایاں نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی قیمت نہیں سمجھتا، اس لئے جب بھی دنیا کی چیزوں میں سے کوئی چیز اس کے راستہ میں حائل ہو تو وہ اس کو نظر انداز کر کے دین کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ اس کے برعکس منافق ایسے اسلام کو پسند کرتا ہے جس میں دنیا کو بگاڑے بغیر اسلامیت کا کریڈٹ مل رہا ہو۔ اس لئے جب ایسا موقع آتا ہے کہ دنیا کو کھو کر اسلام کو پانا ہو تو وہ دنیا کی طرف جھک جاتا ہے، خواہ اس کے نتیجہ میں اسلام کی رسّی اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔

اسلام اور غیر اسلام کی کشمکش کے جو لمحات موجودہ دنیا میں آتے ہیں وہ بظاہر دیکھنے والوں کو اگرچہ دو انسانی گروہوں کی کش مکش دکھائی دیتی ہے، مگر اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ ایک خدائی معاملہ ہوتا ہے، ایسے ہر موقع پر خود اللہ اسلام کی طرف سے کھڑا ہوتا ہے۔ ایسے کسی واقعہ کو اسباب کے روپ میں اس لئے ظاہر کیا جاتا ہے تاکہ ان لوگوں کو خدمت دین کا کریڈٹ دیا جائے جو اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کر چکے ہیں۔

سبق نمبر ۵۳ منافقت دراصل اللہ سے بے پرواہو کر بندوں کی پروا کرنا ہے

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَیْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ یُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ: آیت ۴۱، ۴۲)

ترجمہ: ''ہلکے اور بوجھل اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اگر نفع قریب ہوتا اور سفر ہلکا ہوتا تو وہ ضرور تمہارے پیچھے ہو لیتے، مگر یہ منزل ان پر کٹھن ہوگئی۔ اب وہ قسمیں کھائیں گے، اگر ہم سے ہوسکتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔

تشریح: مدینہ کے منافقین میں ایک طبقہ وہ تھا جو کمزور عقیدہ کے مسلمان تھے۔ انھوں نے اسلام کو حق سمجھ کر اس کا اقرار کیا تھا۔ وہ اسلام کی ان تمام تعلیمات پر عمل کرتے تھے جو اُن کی دنیوی مصلحتوں کے خلاف نہ ہوں، مگر جب اسلام کا تقاضا ان کے دنیوی تقاضوں سے ٹکراتا تو ایسے مواقع پر وہ اسلامی تقاضے کو چھوڑ کر اپنے دنیوی تقاضے کو پکڑ لیتے۔ مدینہ کے معاشرہ میں مؤمن اس شخص کا نام تھا جو قربانی کی سطح پر اسلام کو اِختیار کئے ہوئے ہو اور منافق وہ تھا جو اسلام کی خاطر قربانی کی حد تک جانے کے لئے تیار نہ ہو۔

تبوک کا معاملہ ایک علامتی تصویر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی نظر میں مؤمن کون ہوتا ہے اور منافق کون۔ اس موقع پر روم جیسی بڑی اور منظم طاقت سے مقابلہ کے لئے نکلنا تھا۔ زمانہ شدید گرمی کا تھا۔ فصل بالکل کاٹنے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ہر قسم کی ناسازگاری کا مقابلہ کرتے ہوئے شام کی دور دراز سرحد پر پہنچنا تھا۔ پھر مسلمانوں میں کچھ سامان والے تھے اور کچھ بے سامان والے۔ کچھ آزاد تھے اور کچھ اپنے حالات میں گھرے ہوئے تھے۔ مگر حکم ہوا کہ ہر حال میں نکلو، کسی بھی چیز کو اپنے لئے عذر نہ بناؤ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے یہاں اصل مسئلہ مقدار کا نہیں ہوتا بلکہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کو پیش کردے۔ یہی دراصل جنت کی قیمت ہے، خواہ وہ بظاہر دیکھنے والوں کے نزدیک کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔

منافق کی خاص پہچان یہ ہے کہ اگر وہ دیکھتا ہے کہ بے مشقت سفر کرکے خدمت اسلام کا ایک بڑا

کریڈٹ مل رہا ہے تو وہ فوراً ایسے سفر کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اس کے برعکس اگر ایسا سفر درپیش ہو جس میں مشقتیں ہوں اور سب کچھ کر کے بھی بظاہر کوئی عزت اور کامیابی ملنے والی نہ ہو تو ایسی دینی مہم کے لئے اس کے اندر رغبت پیدا نہیں ہوتی۔

ایک حقیقی دینی مہم سامنے ہو اور آدمی عذرات پیش کر کے اس سے الگ رہنا چاہے، تو یہ صاف طور پر اس بات کا ثبوت ہے کہ آدمی نے اللہ کے دین کو اپنی زندگی میں سب سے اونچا مقام نہیں دیا ہے۔ عذر پیش کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ پیش نظر مقصد کے مقابلہ میں کوئی اور چیز آدمی کے نزدیک زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا عذر کسی آدمی کو اللہ کی نظر میں بے اعتبار ثابت کرنے والا ہے نہ یہ کہ اس کی بنا پر اس کو مقبولین کی فہرست میں شامل کیا جائے۔ منافقت دراصل اللہ سے بے پروا ہو کر بندوں کی پروا کرنا ہے۔ آدمی اگر اللہ کی قدرت کو جان لے تو وہ کبھی ایسا نہ کرے۔

سبق نمبر ۵۴ منافق وہ ہے جو اسلام کے نفع بخش یا بے ضرر پہلوؤں میں آگے آگے رہے مگر جب اس کے مفادات پر زد پڑتی نظر آئے تو وہ پیچھے ہٹ جائے

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

(سورۃ التوبہ: آیت ۴۳)

ترجمہ: ”اللہ تم کو معاف کرے، تم نے کیوں انھیں اجازت دے دی۔ یہاں تک کہ تم پر کھل جاتا کہ کون لوگ سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی تم جان لیتے۔“

تشریح: منافق وہ ہے جو اسلام کے نفع بخش یا بے ضرر پہلوؤں میں آگے آگے رہے، مگر جب اس کے مفادات پر زد پڑتی نظر آئے تو وہ پیچھے ہٹ جائے۔ ایسے مواقع پر اس قسم کے کمزور لوگ جس چیز کا سہارا لیتے ہیں، وہ عذر ہے۔ وہ اپنی بے عملی کو خوبصورت توجیہات میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کا سربراہ اگر اجتماعی مصالح کے پیش نظر ان کے عذر کو قبول کر لے تو وہ خوش ہوتے ہیں کہ انھوں نے اپنے الفاظ کے پردے میں نہایت کامیابی کے ساتھ اپنی بے عملی کو چھپا لیا، مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ اصل معاملہ انسان سے نہیں بلکہ اللہ سے ہے اور وہ ہر آدمی کی حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کا راز کبھی دنیا میں کھول دیتا ہے اور آخرت میں تو بہر حال ہر ایک کا راز کھولا جانے والا ہے۔

کسی کا لڑکا بیمار ہو یا کسی کی لڑکی کی شادی ہو تو اس وقت وہ اپنے آپ کو اور اپنے مال کو اس سے بچا کر نہیں رکھتا۔ اس کی زندگی اور اس کا مال تو اسی لئے ہے کہ ایسا کوئی موقع آئے تو وہ اپنا سب کچھ نثار

کر کے ان کے کام آسکے۔ ایسا کوئی وقت اس کے لئے بڑھ کر قربانی دینے کا ہوتا ہے نہ کہ عذرات کی آڑ تلاش کرنے کا۔ یہی معاملہ دین کا بھی ہے۔ جو شخص اپنے دین میں سنجیدہ ہو، وہ دین کے لئے قربانی کا موقع آنے پر کبھی عذر تلاش نہیں کرے گا۔ اس کے سینہ میں جو ایمانی جذبات بے قرار تھے وہ تو گویا اسی دن کے انتظار میں تھے کہ جب کوئی موقع آئے تو وہ اپنے آپ کو نثار کر کے اللہ کی نظر میں اپنے کو وفادار ثابت کر سکے۔ پھر ایسا موقع پیش آنے پر وہ عذر کا سہارا کیوں ڈھونڈے گا۔

مؤمن اللہ سے ڈرنے والا ہوتا ہے اور ڈر کا جذبہ آدمی کے اندر سب سے زیادہ قوی جذبہ ہے۔ ڈر کا جذبہ دوسرے تمام جذبات پر غالب آجاتا ہے۔ جس چیز سے آدمی کو ڈر اور اندیشہ کا تعلق ہو اس کے بارے میں وہ آخری حد تک سنجیدہ اور حقیقت پسند ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص ڈر کی سطح پر اللہ کا بندہ بن جائے تو اس کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگتی کہ کس موقع پر اسے کس قسم کا ردّعمل پیش کرنا چاہیے۔

آخرت کا نفع سامنے نہ ہونے کی وجہ سے آدمی اس کے لئے قربانی دینے میں شک میں پڑ جاتا ہے مگر اس شک کے پردہ کو پھاڑنا ہی اس دنیا میں آدمی کا اصل امتحان ہے۔

سبق نمبر ۵۵ دین کو اختیار کرنا ایک مخلصانہ ہوتا ہے اور دوسرا منافقانہ

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۞ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۞

(سورۃ التوبہ: آیت ۴۷، ۴۸)

ترجمہ: ”اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ نکلتے تو وہ تمہارے لئے خرابی ہی بڑھانے کا باعث بنتے اور وہ تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے لئے دوڑ دھوپ کرتے اور تم میں ان کی سننے والے ہیں اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔ یہ پہلے بھی فتنہ کی کوشش کر چکے ہیں اور وہ تمہارے لئے کاموں کا اُلٹ پھیر کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حق آگیا اور اللہ کا حکم ظاہر ہوگیا اور وہ ناخوش ہی رہے۔“

تشریح: دین کو اختیار کرنا ایک مخلصانہ ہوتا ہے اور دوسرا منافقانہ۔ مخلصانہ طور پر دین کو اختیار کرنا یہ ہے کہ دین کے مسئلہ کو آدمی اپنی زندگی کا مسئلہ بنائے، اپنی زندگی اور اپنے مال پر وہ سب سے زیادہ دین کا حق سمجھے۔ اس کے برعکس منافقانہ طور پر دین کو اختیار کرنا یہ ہے کہ دین سے بس رسمی اور ظاہری تعلق رکھا جائے۔ دین کو آدمی اپنی زندگی میں یہ مقام نہ دے کہ اس کے لئے وہ وقف ہو جائے اور ہر قسم کے نقصان کا خطرہ مول لے کر اس کی راہ میں آگے بڑھے۔

اپنی غلطی کو ماننا اپنے کو دوسرے کے مقابلہ میں کمتر تسلیم کرنا ہے اور اس قسم کا اعتراف کسی آدمی

کے لئے مشکل ترین کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے موقف کو صحیح ثابت کردے۔ چنانچہ منافقانہ طور پر اسلام کو اختیار کرنے والے ہمیشہ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی موقع ملے تو مخلص مؤمنوں کو مطعون کریں اور ان کے مقابلہ میں اپنے آپ کو زیادہ درست ثابت کرسکیں۔

مدینہ کے منافقین مسلسل اس کوشش میں رہتے تھے۔ مثلاً غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو مدینہ میں بیٹھ رہنے والے منافقین نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کردیا کہ ان کو معاملات جنگ کا تجربہ نہیں ہے۔ انھوں نے جوش کے تحت اقدام کیا اور ہماری قوم کے جوانوں کو غلط مقام پر لے جاکر خواہ مخواہ کٹوادیا۔

انسانوں میں کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مسائل کا گہرا تجزیہ کرسکیں اور اس حقیقت کو جانیں کہ کسی بات کا قواعد زبان کے اعتبار سے صحیح الفاظ میں ڈھل جانا، اس کا کافی ثبوت نہیں ہے کہ وہ بات معنی کے اعتبار سے بھی صحیح ہوگی۔ بیشتر لوگ سادہ فکر کے ہوتے ہیں اور کوئی بات خوبصورت الفاظ میں کہی جائے تو بہت جلد اس سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ اس بنا پر کسی مسلم گروہ میں منافق قسم کے افراد کی موجودگی ہمیشہ اس گروہ کی کمزوری کا باعث ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے کو درست ثابت کرنے کی کوشش میں اکثر ایسا کرتے ہیں کہ باتوں کو غلط رُخ دے کر ان کو اپنے مفید مطلب رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ اس سے سادہ فکر کے لوگ متاثر ہوجاتے ہیں اور ان کے اندر غیر ضروری طور پر شبہ اور بے یقینی کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔

منافقین کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود جب بدر کی فتح ہوئی تو عبداللہ بن ابی اور اُس کے ساتھیوں نے کہا: ''اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ۔'' یعنی یہ چیز تو اب چل نکلی۔ اسلام کا غلبہ ظاہر ہونے کے بعد انھیں اسلام کی صداقت پر یقین کرنا چاہیے تھا مگر اس وقت بھی انھوں نے اس سے حسد کی غذا لی۔

سبق نمبر ۵۶ منافقین زیادہ تر مدینہ کے مال دار لوگ تھے

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾

(سورۃ التوبہ: آیت ۵۳)

ترجمہ: ''کہو تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، بیشک تم نافرمان لوگ ہو۔''

تشریح: مدینہ میں یہ صورت پیش آئی کہ عمومی طور پر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان میں اکثریت مخلص اہل ایمان کی تھی، تاہم ایک تعداد وہ تھی جس نے وقت کی فضا کا ساتھ دیتے ہوئے اگرچہ

اسلام قبول کرلیا تھا لیکن اس کے اندر وہ سپردگی پیدا نہیں ہوئی تھی جو حقیقی ایمان اور سچے تعلق باللہ کا تقاضا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو منافقین کہا جاتا ہے۔ یہ منافقین زیادہ تر مدینہ کے مال دار لوگ تھے اور یہی مال داری اُن کے نفاق کا اصل سبب تھی۔ جس کے پاس کھونے کے لئے کچھ نہ ہو، وہ زیادہ آسانی کے ساتھ اس اسلام کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے جس میں اپنا سب کچھ کھودینا پڑے مگر جن لوگوں کے پاس کھونے کے لئے ہو وہ عام طور پر مصلحت اندیشی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اسلام کے بے ضرر احکام کی تعمیل تو وہ کسی نہ کسی طرح کر لیتے ہیں مگر اسلام کے جن تقاضوں کو اختیار کرنے میں جان و مال کی محرومی دکھائی دے رہی ہو، جس میں قربانی کی سطح پر مؤمن بننے کا سوال ہو، ان کی طرف بڑھنے کے لئے وہ اپنے کو آمادہ نہیں کر پاتے۔ مگر قربانی والے اسلام سے پیچھے رہنا ان کے "نماز روزہ" کو بھی بے قیمت کر دیتا ہے۔ مسجد کی عبادت کا بہت گہرا تعلق مسجد کے باہر کی عبادت سے ہے۔ اگر مسجد سے باہر آدمی کی زندگی حقیقی دین سے خالی ہو تو مسجد کے اندر بھی اس کی زندگی حقیقی دین سے خالی ہوگی اور ظاہر ہے کہ بے روح عمل کی اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ اللہ سچے عمل کو قبول کرتا ہے نہ کہ جھوٹے عمل کو۔

کسی آدمی کے پاس دولت کی رونقیں ہوں اور آدمیوں کا جتھا اس کے گرد و پیش دکھائی دیتا ہو، تو عام لوگ اس کو رشک کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ سب سے زیادہ بدقسمت لوگ ہیں، عام طور پر ان کا جو حال ہوتا ہے وہ یہ کہ مال و جاہ ان کے لئے ایسے بندھن بن جاتے ہیں کہ وہ اللہ کے دین کی طرف بھرپور طور پر نہ بڑھ سکیں، وہ اللہ کو بھول کر ان میں مشغول رہیں، یہاں تک کہ موت آجائے اور بے رحمی کے ساتھ ان کو ان کے مال و جاہ سے جدا کر دے۔

سبق نمبر (۵۷) منافق کی دینداری انسان کے ڈر سے ہوتی ہے نہ کہ اللہ کے ڈر سے

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ (سورۃ التوبہ: آیت ۶۱)

ترجمہ: "اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو نبی کو دُکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے۔ کہو کہ وہ تمہاری بھلائی کے لئے کان ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اہل ایمان پر اعتماد کرتا ہے اور وہ رحمت ہے ان کے لئے جو تم میں اہل ایمان ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دُکھ دیتے ہیں ان کے لئے دردناک سزا ہے۔"

تشریح: مدینہ کے منافقین اپنی نجی مجلسوں میں اسلامی شخصیتوں کا مذاق اُڑاتے مگر جب وہ

مسلمانوں کے سامنے آتے تو قسم کھا کر یقین دلاتے کہ وہ اسلام کے وفادار ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان مدینہ میں طاقت ور تھے۔ وہ منافقین کو نقصان پہنچانے کی حیثیت میں تھے اس لئے منافقین مسلمانوں سے ڈرتے تھے۔

اس سے منافق کے کردار کا اصل پہلو سامنے آتا ہے۔ منافق کی دینداری انسان کے ڈر سے ہوتی ہے نہ کہ اللہ کے ڈر سے۔ وہ ایسے مواقع پر اخلاق و انصاف والا بن جاتا ہے جہاں انسان کا دباؤ ہو یا عوام کی طرف سے اندیشہ لاحق ہو مگر جہاں اس قسم کا خطرہ نہ ہو اور صرف اللہ کا ڈر ہی وہ چیز ہو جو آدمی کی زبان کو بند کرے اور اس کے ہاتھ پاؤں کو روکے تو وہاں وہ بالکل دوسرا انسان ہوتا ہے۔ اب وہ ایک ایسا شخص ہوتا ہے جس کو نہ بااخلاق بننے سے کوئی دل چسپی ہو اور نہ انصاف کا رویہ اختیار کرنے کی کوئی ضرورت۔

جو لوگ مصلحتوں میں گرفتار ہوتے ہیں اور اس بنا پر تحفظات سے اوپر اُٹھ کر اللہ کے دین کا ساتھ نہیں دے پاتے، وہ عام طور پر معاشرہ کے صاحب حیثیت لوگ ہوتے ہیں۔ اپنی حیثیت کو باقی رکھنے کے لئے وہ ان لوگوں کی تصویر بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں جو سچے اسلام کو لے کر اُٹھے ہیں۔ وہ ان کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کی مہم چلاتے ہیں، ان کو طرح طرح سے بدنام کرنے کی تدبیریں کرتے ہیں۔ ان کی باتوں میں بے بنیاد قسم کے اعتراضات نکالتے ہیں۔

ایسے لوگ بھول جاتے ہیں کہ یہ بے حد سنگین بات ہے۔ یہ اہل ایمان کی مخالفت نہیں بلکہ خود اللہ کی مخالفت ہے۔ یہ اللہ کا حریف بن کر کھڑا ہونا ہے، ایسے لوگ اگر اپنی معصومیت ثابت کرنے کے بجائے اپنی غلطی کا اقرار کرتے اور کم از کم دل سے اسلام کے داعیوں کے خیر خواہ ہوتے تو شاید وہ قابل معافی ٹھہرتے مگر ضد اور مخالفت کا طریقہ اختیار کر کے انھوں نے اپنے کو اللہ کے دشمنوں کی فہرست میں شامل کر لیا۔ اب رسوائی اور عذاب کے سوا ان کا کوئی ٹھکانا نہیں۔

اللہ کا ڈر آدمی کے دل کو نرم کر دیتا ہے۔ وہ لوگوں کی بے بنیاد باتوں کو بھی خاموشی کے ساتھ سن لیتا ہے، یہاں تک کہ نادان لوگ کہنے لگیں کہ یہ تو سادہ لوح ہیں، باتوں کی گہرائی کو سمجھتے ہی نہیں۔

سبق نمبر ۵۸ نفاق اور ارتداد دونوں ایک ہی حقیقت کی دو صورتیں ہیں

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ (سورۃ التوبۃ: آیت ۶۴)

ترجمہ: ”منافقین ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو اُن کو ان کے دلوں کے بھیدوں سے آگاہ کر دے۔ کہو کہ تم مذاق اُڑا لو، اللہ یقیناً اس کو ظاہر کر دے گا، جس سے تم ڈرتے ہو۔“

تشریح: غزوۂ تبوک کے موقع پر مدینہ میں یہ فضا تھی کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے، وہ ارباب عزیمت شمار ہو رہے تھے اور جو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے، وہ منافق اور پست ہمت سمجھے جاتے تھے۔ بیٹھ رہنے والے منافقین نے رسول اور اصحاب رسول کے عمل کو کم تر ظاہر کرنے کے لئے ان کا مذاق اُڑانا شروع کیا۔ کسی نے کہا: ''یہ قرآن پڑھنے والے ہمیں تو اس کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتے کہ وہ ہم میں سب سے زیادہ بھوکے ہیں، ہم میں سب سے زیادہ جھوٹے ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ بزدل ہیں۔ کسی نے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ رومیوں سے لڑنا بھی ویسا ہی ہے جیسا عربوں کا آپس میں لڑنا۔ اللہ کی قسم کل یہ سب لوگ رسیوں میں بندھے ہوئے نظر آئیں گے۔ کسی نے کہا: یہ صاحب سمجھتے ہیں کہ وہ روم کے محل اور ان کے قلعے فتح کرنے جا رہے ہیں، ان کی حالت پر افسوس ہے۔ (**یظن هذا ان یفتح قصور الروم وحصونها هیهات هیهات** تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے اُن لوگوں کو بلا کر پوچھا، وہ کہنے لگے: ہم تو صرف ہنسی کھیل کی باتیں کر رہے تھے۔ (**اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ**) اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا اللہ اور اُس کے احکام اور اُس کے رسول کے معاملہ میں تم ہنسی کھیل کر رہے تھے۔''

اللہ اور رسول کی بات ہمیشہ کسی آدمی کی زبان سے بلند ہوتی ہے۔ یہ آدمی اگر دیکھنے والوں کی نظر میں بظاہر معمولی ہو تو وہ اس کا استہزاء کرنے لگتے ہیں۔ مگر یہ استہزاء اس آدمی کا نہیں ہے خود اللہ کا ہے۔ جو لوگ ایسا کریں وہ صرف یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے دین کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی نظر میں سخت مجرم ہیں، ان کی جھوٹی تاویلیں ان کی حقیقت کو چھپانے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ نفاق اور ارتداد دونوں ایک ہی حقیقت کی دو صورتیں ہیں۔ آدمی اگر اسلام اختیار کرنے کے بعد کھلم کھلا منکر ہو جائے تو یہ ارتداد ہے اور اگر ایسا ہو کہ ذہن اور قلب کے اعتبار سے وہ اسلام سے دور ہو مگر لوگوں کے سامنے وہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرے تو یہ نفاق ہے، ایسے منافقین کا انجام اللہ کے یہاں وہی ہے، جو مرتدین کا ہے، الا یہ کہ وہ مرنے سے پہلے اپنی غلطیوں کا اقرار کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔

سبق نمبر ۵۹ منافق کی قلبی دلچسپیاں دیندار کے مقابلہ میں دنیاداروں سے زیادہ وابستہ ہوتی ہیں

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورۃ التوبہ: آیت ۶۷)

ترجمہ: ''منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ وہ برائی کا حکم

دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کو بھلا دیا، تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بے شک منافقین بہت نافرمان ہیں۔''

تشریح: پہلے لوگوں کو اللہ نے جاہ و مال دیا تو انھوں نے اس سے فخر اور گھمنڈ اور بے حسی کی غذا لی۔ تاہم بعد والوں نے ان کے انجام سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ انھوں نے بھی دنیا کے ساز و سامان سے اپنے لئے وہی حصہ پسند کیا جس کو ان کے پچھلوں نے پسند کیا تھا۔ یہی ہر دور میں عام آدمی کا حال رہا ہے۔ وہ حق کے تقاضوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ مال و اولاد کے تقاضے ہی اس کے نزدیک سب سے بڑی چیز ہوتے ہیں۔

منافق کا حال بھی باعتبار حقیقت یہی ہوتا ہے، وہ ظاہری طور پر تو مسلمانوں جیسا نظر آتا ہے مگر اس کے جینے کی سطح وہی ہوتی ہے جو عام دنیاداروں کی سطح ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض نمائشی اعمال کو چھوڑ کر حقیقی زندگی میں وہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسے عام دنیا دار ہوتے ہیں۔ منافق کی قلبی دلچسپیاں دیندار کے مقابلہ میں دنیا داروں سے زیادہ وابستہ ہوتی ہیں۔ آخرت کی مد میں خرچ کرنے سے اس کا دل تنگ ہوتا ہے مگر بے فائدہ دنیوی مشغلوں میں خرچ کرنا ہو تو وہ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتا ہے۔ حق کا فروغ اس کو پسند نہیں آتا، البتہ ناحق کا فروغ ہو تو اس کو وہ شوق سے گوارا کرتا ہے۔ ظاہری دین داری کے باوجود وہ اللہ اور آخرت کو اس طرح بھولا رہتا ہے جیسے اس کے نزدیک اللہ اور آخرت کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایسے لوگ اپنے ظاہری اسلام کی بنا پر اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ دنیا میں ان کے لئے لعنت ہے اور آخرت میں اُن کے لئے عذاب۔ دنیا میں بھی وہ اللہ کی رحمتوں سے محروم رہیں گے اور آخرت میں بھی۔

اللہ کے ساتھ کامل وابستگی ہی وہ چیز ہے جو آدمی کے عمل میں قیمت پیدا کرتی ہے۔ کامل وابستگی کے بغیر جو عمل کیا جائے، خواہ وہ بظاہر دینی عمل کیوں نہ ہو، وہ آخرت میں اسی طرح بے قیمت قرار پائے گا، جیسے روح کے بغیر کوئی جسم، جو جسم سے ظاہری مشابہت کے باوجود عملاً بے قیمت ہوتا ہے۔

سبق نمبر ⑥⓪ مؤمن کے دل میں اللہ کی لگن لگی ہوئی ہوتی ہے

یہ مضمون بار بار پڑھئے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورۃ التوبہ: آیت ۷۱)

ترجمہ: ''اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور

اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔“

تشریح: منافقانہ طور پر اسلام سے وابستہ رہنے والے لوگوں میں جو خصوصیات ہوتی ہیں وہ ہیں آخرت سے غفلت، دنیوی ضرورتوں سے دل چسپی، بھلائی کے ساتھ تعاون سے دوری اور نمائشی کاموں کی طرف رغبت۔ ان مشترک خصوصیات کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے خوب ملے جلے رہتے ہیں۔ یہ چیزیں ان کو مشترک دلچسپی کا موضوع گفتگو دیتی ہیں۔ اس سے انھیں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا میدان حاصل ہوتا ہے۔ یہ ان کے لئے باہمی تعلقات کا ذریعہ بنتا ہے۔

یہی معاملہ ایک اور شکل میں سچے اہل ایمان کا ہوتا ہے، ان کے دل میں اللہ کی لگن لگی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کو سب سے زیادہ آخرت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ دنیا کی چیزوں سے بطورِ ضرورت تعلق رکھتے ہیں، نہ کہ بطورِ مقصد۔ اللہ کی پسند کا کام ہو رہا ہو تو ان کا دل فوراً اس کی طرف کھینچ اُٹھتا ہے۔ ان کی زندگی اور ان کا اثاثہ سب سے زیادہ اللہ کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اپنے لئے۔ وہ اللہ کی یاد کرنے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔

اہل ایمان کے یہ مشترک اوصاف انھیں ایک دوسرے سے قریب کر دیتے ہیں۔ سب کی دوڑ اللہ کی طرف ہوتی ہے۔ سب کی اطاعت کا مرکز اللہ کا رسول ہوتا ہے۔ جب وہ ملتے ہیں تو یہی وہ باہمی دلچسپی کی چیزیں ہوتی ہیں جن پر وہ بات کریں۔ انہیں اوصاف کے ذریعہ وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اسی کی بنیاد پر اُن کے آپس کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اسی سے انھیں وہ مقصد ہاتھ آتا ہے جس کے لئے وہ متحدہ کوشش کریں۔ اسی سے ان کو وہ نشانہ ملتا ہے جس کی طرف سب مل کر آگے بڑھیں۔

دنیا میں اہل ایمان کی زندگی ان کی آخرت کی زندگی کی تمثیل ہے۔ دنیا میں اہل ایمان اس طرح جیتے ہیں جیسے ایک باغ میں بہت سے شاداب درخت کھڑے ہوں۔ ہر ایک دوسرے کے حسن میں اضافہ کر رہا ہو۔ ان درختوں کو فیضانِ خداوندی سے نکلنے والے آنسو سیراب کر رہے ہوں۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا اس طرح خیر خواہ اور ساتھی ہو کہ پورا ماحول امن وسکون کا گہوارہ بن جائے۔ یہی ربانی زندگی آخرت میں جنتی زندگی میں تبدیل ہو جائے گی۔ وہاں آدمی نہ صرف اپنی بوئی ہوئی فصل کاٹے گا بلکہ اللہ کی خصوصی رحمت سے ایسے انعامات پائے گا جن کا اس سے پہلے اُس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

سبق نمبر ⑥١ منافق کی ایک اہم نشانی: یہ ضرور پڑھیں

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞ (سورۃ التوبہ: آیت ۷۵،۷۶)

ترجمہ: ''اور اُن میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اس نے ہم کو اپنے فضل سے عطا کیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور ہم صالح بن کر رہیں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا تو وہ بخل کرنے لگے اور برگشتہ ہو کر منہ پھیر لیا۔''

تشریح: ثعلبہ بن حاطب انصاری نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میرے لئے دُعا کیجئے کہ اللہ مجھے مال دے دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تھوڑے مال پر شکر گزار ہونا اس سے بہتر ہے کہ تم کو زیادہ مال ملے اور تم شکر ادا نہ کر سکو مگر ثعلبہ نے بار بار درخواست کی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی کہ خدایا! ثعلبہ کو مال دے دے۔ اس کے بعد ثعلبہ نے بکری پالی۔ اس کی نسل اتنی بڑھی کہ مدینہ کی زمین ان کی بکریوں کے لئے تنگ ہو گئی۔ ثعلبہ نے مدینہ کے باہر ایک وادی میں رہنا شروع کیا۔ اب ثعلبہ کے اسلام میں کمزوری آنا شروع ہوئی۔ پہلے ان کی جماعت کی نماز چھوٹی، پھر جمعہ چھوٹ گیا حتیٰ کہ یہ نوبت آئی کہ رسول اللہ ﷺ کا عامل ثعلبہ کے پاس زکوٰۃ لینے کے لئے گیا تو ثعلبہ نے زکوٰۃ نہیں دی اور کہا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ (مَا هٰذِهٖ إِلَّا أُخْتُ الْجِزْيَةِ)

وہ شخص اللہ کی نظر میں منافق ہے جس کا حال یہ ہو کہ وہ مال کے لئے اللہ سے دعائیں کرے اور جب اللہ اس کو مال والا بنا دے تو وہ اپنے مال میں اللہ کا حق نکالنا بھول جائے۔ آدمی کے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ مال والوں کو برا کہتا ہے کہ یہ لوگ مال کو غلط کاموں میں برباد کرتے ہیں۔ اگر اللہ مجھ کو مال دے تو میں اس کو خیر کے کاموں میں خرچ کروں مگر جب اس کے پاس مال آتا ہے تو اس کی نفسیات بدل جاتی ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ پہلے اس نے کیا کہا تھا اور کن جذبات کا اظہار کیا تھا۔ اب وہ مال کو اپنی محنت اور لیاقت کا نتیجہ سمجھ کر تنہا اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اللہ کا حق ادا کرنا اسے یاد نہیں رہتا۔

اس قسم کے لوگ اپنی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے مزید سرکشی یہ کرتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں کا مذاق اُڑاتے ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ کسی نے زیادہ دیا تو اس کو ریاکار کہہ کر گراتے ہیں اور کسی نے اپنی حیثیت کی بنا پر کم دیا تو کہتے ہیں کہ اللہ کو اس آدمی کے صدقہ کی کیا ضرورت تھی۔ جو لوگ اتنا زیادہ اپنے آپ میں گم ہوں، انھیں اپنے آپ سے باہر کی اعلیٰ ترحقیقتیں کبھی دکھائی نہیں دیتیں۔

سبق نمبر ⑥٢ منافق ہمیشہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی تحفظاتی پالیسی کی وجہ سے اپنے گرد مال و جاہ کے اسباب جمع کر لیتے ہیں اس لئے عام مسلمان ان سے مرعوب ہو جاتے ہیں

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ (سورۃ التوبہ: آیت ۸۱ تا ۸۴)

ترجمہ: "پیچھے رہ جانے والے اللہ کے رسول سے پیچھے بیٹھ رہنے پر بہت خوش ہوئے اور اُن کو گراں گزرا کہ وہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اور اُنھوں نے کہا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ کہہ دو کہ دوزخ کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے، کاش اُنھیں سمجھ ہوتی۔ پس وہ ہنسیں کم اور روئیں زیادہ، اس کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔ پس اگر اللہ تم کو اُن میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لائے اور وہ تم سے جہاد کے لئے نکلنے کی اجازت مانگیں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں چلو گے اور نہ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے۔ تم نے پہلی بار بھی بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا۔ پس پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو اور اُن میں سے جو کوئی مر جائے اس پر تم کبھی نماز نہ پڑھو اور نہ اُس کی قبر پر کھڑے ہو۔ بے شک انھوں نے اللہ اور اُس کے رسول کا انکار کیا اور وہ اِس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔"

تشریح: غزوۂ تبوک سخت گرمی کے موسم میں ہوا، مدینہ سے چل کر شام کی سرحد تک تین سو میل جانا تھا۔ منافق مسلمانوں نے کہا کہ ایسی تیز گرمی میں اتنا لمبا سفر نہ کرو۔ یہ کہتے ہوئے وہ بھول گئے کہ اللہ کی پکار سننے کے بعد کسی خطرہ کی بنا پر نہ نکلنا اپنے آپ کو شدید تر خطرہ میں مبتلا کرنا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے دھوپ سے بھاگ کر آگ کے شعلوں کی پناہ لی جائے۔

جو لوگ اللہ کے مقابلہ میں اپنے کو اور اپنے مال کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں، وہ جب اپنی خوبصورت تدبیروں سے اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ وہ مسلمان بھی بنے رہیں اور اسی کے ساتھ اُن کی زندگی اور اُن کے مال کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں، وہ اپنے کو عقل مند سمجھتے ہیں اور ان لوگوں کو بیوقوف کہتے ہیں، جنھوں نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے کو ہلکان کر رکھا ہو۔

مگر یہ سراسر نادانی ہے۔ یہ ایسا ہنسنا ہے جس کا انجام رونے پر ختم ہونے والا ہے کیوں کہ موت کے بعد آنے والی دنیا میں اس قسم کی "ہوشیاری" سب سے بڑی نادانی ثابت ہوگی۔ اس وقت آدمی افسوس کرے گا کہ وہ جنت کا طلبگار تھا، مگر اس نے اپنے اثاثہ کی وہی چیز اس کے لئے نہ دی جو دراصل جنت کی واحد قیمت تھی۔ اس قسم کے منافق ہمیشہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی تحفظاتی پالیسی کی وجہ سے

اپنے گرد مال وجاہ کے اسباب جمع کر لیتے ہیں اس بنا پر عام مسلمان ان سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ ان کی شان دار زندگیاں اور اُن کی خوبصورت باتیں لوگوں کی نظر میں ان کو عظیم بنا دیتی ہیں۔ یہ کسی اسلامی معاشرہ کے لئے ایک سخت امتحان ہوتا ہے کیوں کہ ایک حقیقی اسلامی معاشرہ میں ایسے لوگوں کو نظر انداز کیا جانا چاہیے، نہ یہ کہ اُن کو عزت کا مقام دیا جانے لگے۔

جن لوگوں کے بارے میں پوری طرح معلوم ہو جائے کہ وہ بظاہر مسلمان بنے ہوئے ہیں مگر حقیقتاً وہ اپنے مفادات اور اپنی دنیوی مصلحتوں کے وفادار ہیں، اُن کو حقیقی اسلامی معاشرہ کبھی عزت کے مقام پر بٹھانے کے لئے راضی نہیں ہوسکتا۔ ایسے لوگوں کا انجام یہ ہے کہ وہ اسلامی تقریبات میں صرف پیچھے کی صفوں میں جگہ پائیں۔ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں ان کا کوئی دخل نہ ہو۔ دینی مناصب کے لئے وہ نااہل قرار پائیں۔ جس معاشرہ میں ایسے لوگوں کو عزت کا مقام ملا ہوا ہو، وہ کبھی اللہ کا پسندیدہ معاشرہ نہیں ہوسکتا۔

سبق نمبر ۶۳ دینی کام میں اغراض کے ساتھ چلنے والوں کو سال میں ایک یا دو جھٹکے ضرور لگیں گے چاہے روحانی ہوں یا جسمانی

اَوَ لَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ (سورۃ التوبہ: آیت ۱۲۶)

ترجمہ: ”کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ سبق حاصل کرتے ہیں۔“

تشریح: اللہ ایسے لوگوں کو بار بار مختلف قسم کے جھٹکے دیتا ہے تاکہ اُن کے دل کی حساسیت بڑھے اور وہ باتوں کو زیادہ گہرائی کے ساتھ پکڑنے کے قابل ہو جائیں مگر جب آدمی خود نصیحت نہ لینا چاہے تو کوئی خارجی چیز اس کی نصیحت کے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ نصیحت لینے والی کوئی بات سامنے آئے اور آدمی اس کو نظر انداز کر دے تو اُس کا یہ عمل اس کو نصیحت کے معاملہ میں بے حس بنا دیتا ہے۔

”وہ ہر سال ایک بار یا دو بار آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں مگر وہ نہ توبہ کرتے اور نہ سبق حاصل کرتے ہیں۔“ یہاں آزمائش سے مراد قحط، مرض، بھوک وغیرہ میں مبتلا کیا جانا ہے۔ اس قسم کی آفتیں آدمی کی زندگی میں بار بار پیش آتی ہیں مگر وہ ان سے توبہ اور عبرت کی غذا نہیں لیتا۔ توبہ، حقیقتاً تذکُّر کے نتیجہ کا دوسرا نام ہے۔ ہر آدمی کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ سال میں ایک دو بار ضرور کچھ غیر معمولی واقعات پیش آتے ہیں۔ یہ واقعات خدائی حقیقتوں کی طرف اشارہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ کبھی وہ اللہ کے مقابلے میں انسان کی بیچارگی کو یاد دلاتے ہیں۔ کبھی وہ آخرت کے مقابلے میں موجودہ دنیا کی بے وقعتی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے مواقع آدمی کے لئے اس بات کا امتحان ہوتے ہیں کہ وہ ان کو اپنے لئے سبق

بنائے۔ وہ مادّی واقعات میں غیر مادّی حقائق کو دیکھ لے۔

سبق والی چیز سے آدمی سبق کیوں نہیں لے پاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک چیز کو دوسری چیز سے مربوط نہیں کر پاتا۔ دنیا کے واقعات سے سبق لینے کے لئے یہ صلاحیت درکار ہے کہ آدمی ایک بات کو دوسری بات سے جوڑ کر دیکھنا جانتا ہو۔ وہ ظاہری واقعہ کو چھپی ہوئی حقیقت سے ملا کر دیکھ سکے۔ وہ پیش آنے والی چیز کے آئینہ میں اس چیز کو پڑھ سکے جو ابھی پیش نہیں آئی۔

سبق نمبر ۶۴ حق کو ماننے میں سب سے بڑی رکاوٹ آدمی کی متکبرانہ نفسیات ہوتی ہے

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ وَ قَالَ مُوْسٰٓی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ۝ (سورۃ المؤمن: آیت ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: ''اور فرعون نے کہا، مجھ کو چھوڑو، میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور وہ اپنے رب کو پکارے، مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین بدل ڈالے یا ملک میں فساد پھیلا دے۔ اور موسیٰ نے کہا کہ میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لی، ہر اُس متکبر سے جو حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔''

تشریح: ''تمہارا دین بدل ڈالے'' کا مطلب ہے تمہارا مذہب بدل ڈالے یعنی تم جس مذہبی طریقہ پر ہو اور جو تمہارے اکابر سے چلا آرہا ہے، وہ ختم ہو جائے اور لوگوں کے درمیان نیا مذہب رائج ہو جائے۔

فساد سے مراد بدامنی ہے یعنی موسیٰ کو اپنے ہم قوموں میں ساتھ دینے والے مل جائیں گے اور اُن کو لے کر وہ ملک میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہم شروع ہی میں انھیں قتل کر دیں۔

حق کو ماننے میں سب سے بڑی رکاوٹ آدمی کی متکبّرانہ نفسیات ہوتی ہے۔ وہ اپنے کو اونچا رکھنے کی خاطر حق کو نیچا کر دینا چاہتا ہے۔ مگر حق کا مددگار اللہ ربّ العٰلمین ہے۔ ابتداء خواہ اس کے مخالفین بظاہر اس کو دبا لیں مگر اللہ کی مدد اس بات کی ضمانت ہے کہ آخری کامیابی بہر حال حق کو حاصل ہوگی۔

سبق نمبر ۶۵ دین کی اصل تعلیمات میں ہمیشہ وحدت ہوتی ہے مگر علماء کے اضافے اس میں اختلاف اور تعدّد پیدا کر دیتے ہیں۔ ہر عالِم اپنے ذوق کے لحاظ سے الگ الگ اضافے کرتا ہے

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ

فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

(سورۃ الجاثیہ: آیات ۱۶ تا ۱۷)

ترجمہ: ”اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور ان کو پاکیزہ رزق عطا کیا اور ہم نے ان کو دنیا والوں پر فضیلت بخشی اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں۔ پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا تھا۔ آپس کی ضد کی وجہ سے۔ بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا ان چیزوں کے بارے میں جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔“

تشریح: ”بنی اسرائیل کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت دی۔“ یہ وہی بات ہے جو اُمت محمدی کے ذیل میں ان الفاظ میں کہی گئی ہے کہ ”تم خیر اُمت ہو“ کسی گروہ کو اللہ کی کتاب کا حامل بنانا اس کو دوسری قوموں پر ہدایت کا ذمہ دار بنانا ہے۔ یہی اس کا افضل الامم یا خیر الامم ہونا ہے۔

اُصولی طور پر بنی اسرائیل کی حیثیت بھی اسی طرح عالمی تھی، جس طرح اُمت مسلمہ کی حیثیت عالمی ہے۔ مگر بنی اسرائیل نے اپنی کتاب میں تحریفات کر کے ہمیشہ کے لئے اپنا یہ استحقاق کھو دیا۔

دین کی اصل تعلیمات میں ہمیشہ وحدت ہوتی ہے مگر علماء کے اضافے اس میں اختلاف اور تعدد پیدا کر دیتے ہیں۔ ہر عالم اپنے ذوق کے لحاظ سے الگ الگ اضافے کرتا ہے۔ اس کے بعد ہر عالم ارر اس کے متبعین اپنے اضافوں کو صحیح اور دوسرے کے اضافوں کو غلط ثابت کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس طرح دینی فرقے بننا شروع ہوتے ہیں اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ ایک دین کئی دینوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

بنی اسرائیل نے جب دینِ مُنزَّل کو دینِ مُحرَّف کی حیثیت دے دی اس وقت محمد ﷺ کے ذریعے اللہ نے قرآن اُتارا۔ چونکہ آپ کے بعد کوئی پیغمبر آنے والا نہ تھا۔ اس لئے اللہ نے خصوصی اہتمام کے ساتھ قرآن کو محفوظ کر دیا تاکہ دوبارہ یہ صورت نہ پیدا ہو کہ اللہ کا دین انسانی اضافوں میں گم ہو کر رہ جائے۔

سبق نمبر ﴿۶۶﴾ کائنات اپنے پورے وجود کے ساتھ ایک خاموش اعلان ہے

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

(سورۂ آل عمران: آیت ۱۹۰، ۱۹۱)

ترجمہ: ''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے باری باری آنے میں عقل والوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے رہتے ہیں۔ وہ کہہ اُٹھتے ہیں اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا۔ تو پاک ہے، پس ہم کو آگ کے عذاب سے بچا۔''

تشریح: کائنات اپنے پورے وجود کے ساتھ ایک خاموش اعلان ہے۔ آدمی جب اپنے کان اور آنکھ سے مصنوعی پردوں کو ہٹاتا ہے تو وہ اس خاموش اعلان کو ہر طرف سننے اور دیکھنے لگتا ہے۔ اس کو ناممکن نظر آتا ہے کہ ایک ایسی کائنات جس کے ستارے اور سیارے کھربوں سال تک بھی ختم نہیں ہوتے، وہاں انسان اپنی تمام خواہشوں اور تمناؤں کو لئے ہوئے صرف پچاس سال اور سو سال میں ختم ہو جائے۔ ایک ایسی دنیا جہاں درختوں کا حسن اور پھولوں کی لطافت ہے۔ جہاں ہوا اور پانی اور سورج جیسی بے شمار بامعنی چیزوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ وہاں انسان کے لئے حزن اور غم کے سوا کوئی انجام نہ ہو۔ پھر یہ بھی اُس کو ناممکن نظر آتا ہے کہ ایک ایسی ہستی دُنیا جہاں یہ امکان رکھا گیا ہے کہ یہاں ایک چھوٹا سا بیج زمین میں ڈالا جائے تو اس کے اندر سے ہرے بھرے درخت کی ایک پوری کائنات نکل آئے، وہاں آدمی نیکی کی زندگی اختیار کرکے بھی اس کا کوئی پھل نہ پاتا ہو۔ ایک ایسی دنیا یہاں ہر روز تاریک رات کے بعد روشن دن آتا ہے، وہاں صدیاں گزر جائیں اور عدل و انصاف کا اُجالا اپنی چمک نہ دکھائے۔ ایک ایسی دُنیا جس کی گود میں زلزلے اور طوفان سو رہے ہیں وہاں انسان ظلم پر ظلم کرتا رہے، مگر کوئی اُس کا ہاتھ پکڑنے والا سامنے نہ آئے۔ جو لوگ حقیقتوں میں جیتے ہیں اور گہرائیوں میں اُتر کر سوچتے ہیں، ان کے لئے ناقابل یقین ہو جاتا ہے کہ ایک بامعنی کائنات بے معنی انجام پر ختم ہو جائے۔ وہ جان لیتے ہیں کہ حق کا داعی جو پیغام دے رہا ہے وہ نطق کی زبان میں اسی بات کا اعلان ہے جو خاموش زبان میں ساری کائنات میں نشر ہو رہا ہے۔ ان کے لئے سب سے بڑا مسئلہ یہ بن جاتا ہے کہ جب سچائی کھلے اور جب انصاف کا سورج نکلے تو اس دن وہ ناکام و نامراد نہ ہو جائیں۔ وہ اپنے رب کو پکارتے ہوئے اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں، وہ مفاد اور مصلحت کی تمام حدوں کو توڑ کر داعیٔ حق کے ساتھ ہو جاتے ہیں تا کہ جب کائنات کا ''اجالا'' اور کائنات کا ''اندھیرا'' ایک دوسرے سے الگ کئے جائیں تو کائنات کا مالک ان کو اجالے میں جگہ دے۔ وہ ان کو اندھیرے میں ٹھوکریں کھانے کے لئے نہ چھوڑے۔

عقل اور بے عقلی کا حقیقی پیمانہ اس سے بالکل مختلف ہے جو انسانوں نے بطور خود بنا رکھا ہے۔ یہاں عقل والا وہ ہے جو اللہ کی یاد میں جئے، جو کائنات کے تخلیقی منصوبہ میں کام کرنے والی خدائی معنویت کو پالے۔ اس کے برعکس بے عقل وہ ہے جو اپنے دل و دماغ کو دوسری دوسری چیزوں میں اٹکائے، جو دنیا میں اس طرح زندگی گزارے جیسے کہ اس کو مالک کائنات کے تخلیقی منصوبہ کی خبر ہی نہیں۔

سبق نمبر ⑥٧ نماز کا مقصد آدمی کو برائیوں سے پاک کرنا ہے

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ① (سورۃ المائدہ: آیت ٦)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اُٹھو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤ اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو غسل کرلو۔ اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی استنجا سے آئے یا تم نے عورت سے صحبت کی ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے تا کہ تم شکرگزار بنو۔“

تشریح: نماز کا مقصد آدمی کو برائیوں سے پاک کرنا ہے۔ وضو اسی کی ایک خارجی تیاری ہے۔ آدمی جب نماز کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے وہ پانی کے پاس جاتا ہے۔ پانی بہت بڑی نعمت ہے، جو آدمی کے لئے ہر قسم کی گندگی کو دھونے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی طرح نماز بھی ایک ربّانی چشمہ ہے جس میں نہا کر آدمی اپنے آپ کو برے جذبات اور گندے خیالات سے پاک کرتا ہے۔

آدمی وضو کو شروع کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالتا ہے، تو گویا عمل کی زبان میں یہ دُعا کرتا ہے کہ خدایا! میرے ان ہاتھوں کو برائی سے بچا اور ان کے ذریعے جو برائیاں مجھ سے ہوئی ہیں اُن کو دھو کر صاف کردے۔ پھر وہ اپنے منہ میں پانی ڈالتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اُس کی روح زبانِ حال سے کہہ اُٹھتی ہے کہ خدایا! میں نے اپنے منہ میں جو غلط خوراک ڈالی ہو، میں نے اپنی زبان سے جو برا کلمہ نکالا ہو، میری آنکھوں نے جو بری چیز دیکھی ہو، اُن سب کو تو مجھ سے دور کردے۔ پھر وہ پانی لے کر اپنے ہاتھوں کو سر کے اوپر پھیرتا ہے تو اس کا وجود سراپا اس دُعا میں ڈھل جاتا ہے کہ خدایا! میرے ذہن نے جو بری باتیں سوچی ہوں اور جو غلط منصوبے بنائے ہوں، اُن کے اثرات کو مجھ سے دھودے اور میرے ذہن کو پاک صاف ذہن بنادے۔ پھر جب وہ اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو اس کا عمل اس کے لئے اپنے رب کے سامنے یہ درخواست بن جاتا ہے کہ وہ اس کے پیروں سے برائی کی گرد کو دھودے اور

اس کو ایسا بنادے کہ سچائی اور انصاف کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر وہ کبھی نہ چلے۔ اس طرح پورا وضو آدمی کے لئے گویا اس دعا کی عملی صورت بن جاتا ہے کہ خدایا! مجھے غلطی سے پلٹنے والا بنا اور مجھ کو برائیوں سے پاک رہنے والا بنا۔

عام حالات میں پاکی کا احساس پیدا کرنے کے لئے وضو کافی ہے مگر جنابت کی حالت ایک غیر معمولی حالت ہے، اس لئے اس میں پورے جسم کا دھونا (غسل) ضروری قرار دیا گیا۔ وضو اگر چھوٹا غسل ہے تو غسل بڑا وضو ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ وہ بندوں کو غیر ضروری مشقت میں ڈالے۔ اس لئے معذوری کی حالتوں میں پاکی کے احساس کو تازہ کرنے کے لئے تیمم کو کافی قرار دیا گیا۔ وضو اور غسل کے سادہ طریقے اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ اس طرح طہارت شرعی کو طہارت طبعی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ معذوری کی حالت میں تیمم کی اجازت مزید نعمت ہے کیونکہ یہ غلو سے بچانے والی ہے جس میں اکثر مذاہب مبتلا ہوئے۔

سبق نمبر ⑥⑧ دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ سے بے خوف اور آخرت سے بے پروا لوگوں کو زور اور غلبہ حاصل ہو جاتا ہے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

(سورۃ آل عمران: آیات ۱۹۵ تا ۱۹۷)

ترجمہ: ''ان کے رب نے اُن کی دُعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے سے ہو۔ پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور وہ لڑے اور مارے گئے ان کی خطائیں ضرور اُن سے دور کردوں گا اور اُن کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ اُن کا بدلہ ہے اللہ کے یہاں اور بہترین بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے۔ اور ملک کے اندر منکروں کی سرگرمیاں تم کو دھوکے میں نہ ڈالیں یہ تھوڑا سا فائدہ ہے۔ پھر اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔''

تشریح: اہل ایمان کی ذمہ دارانہ زندگی ان کو نفس کی آزادیوں سے محروم کر دیتی ہے، ان کے اعلانِ حق میں بہت سے لوگوں کو اپنے وجود کی تردید دکھائی دینے لگتی ہے اور وہ ان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ یہ صورت حال کبھی اتنی شدید ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے وطن میں بے وطن کر دئے جاتے ہیں۔ ان کو مخالفین کی ظالمانہ کارروائیوں کے مقابلہ میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اللہ کے دین کو انھیں جان و مال کی قربانی کی قیمت پر اختیار کرنا ہوتا ہے۔ ان امتحانات میں پورا اُترنے کے لئے اہل ایمان کو جو کچھ کرنا ہے وہ یہ کہ وہ دنیا کی مصلحتوں کی خاطر آخرت کی مصلحتوں کو بھول نہ جائیں۔ وہ مشکلات اور ناخوش گواریوں پر صبر کریں۔ وہ اپنے اندر اُبھرنے والے منفی جذبات کو دبائیں اور متاثر ذہن کے تحت کوئی کارروائی نہ کریں۔ پھر اُن کو باہر کے حریفوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ہے۔ یہ ثابت قدمی ہی وہ چیز ہے جو اللہ کی نصرت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسی کے ساتھ ضروری ہے کہ تمام اہل ایمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہیں، وہ دینی جدوجہد کے لئے باہم جڑ جائیں، اور ایک جان ہوکر اجتماعی قوت سے مخالف طاقتوں کا مقابلہ کریں۔ ایمان دراصل صبر کا امتحان ہے اور اس امتحان میں وہی شخص پورا اُترتا ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ سے بے خوف اور آخرت سے بے پروا لوگوں کو زور اور غلبہ حاصل ہوجاتا ہے۔ ہر قسم کی عزّتیں اور رونقیں اُن کے گرد جمع ہوجاتی ہیں۔ دوسری طرف اہل ایمان اکثر حالات میں بے زور بنے رہتے ہیں۔ شان و شوکت کا کوئی حصہ اُن کو نہیں ملتا مگر یہ صورت حال انتہائی عارضی ہے۔ قیامت آتے ہی حالات بالکل بدل جائیں گے۔ بے خوفی کے راستہ سے دنیا کی عزّتیں سمیٹنے والے رُسوائی کے گڑھے میں پڑے ہوں گے اور اللہ کے خوف کی وجہ سے بے حیثیت ہوجانے والے ہر قسم کی ابدی عزّتوں اور کامیابیوں کے مالک ہوں گے۔ وہ اللہ کے مہمان ہوں گے، اور اللہ کی مہمانی سے زیادہ بڑی کوئی چیز اس زمین و آسمان کے اندر نہیں۔

سبق نمبر ۶۹ جو لوگ معاشرہ کے اندر فساد کی روایت قائم کریں وہ معاشرے کے سب سے بڑے دشمن ہیں

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝۳۲

(سورۃ المائدہ: آیت ۳۲)

اللّٰهِ يَأْتِيكُم بِهِ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ ۝ (سورۃ الانعام: آیت ۴۶)

ترجمہ: ''کہو، یہ بتاؤ کہ اللہ اگر چھین لے تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے دِلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو اس کو واپس لائے۔ دیکھو ہم کیوں کر طرح طرح سے نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ اعراض کرتے ہیں۔''

تشریح: آدمی کو کان اور آنکھ اور دل جیسی صلاحیتیں دینا ظاہر کرتا ہے کہ اس کا خالق اس سے کیا چاہتا ہے۔ خالق یہ چاہتا ہے کہ آدمی بات کو سنے اور دیکھے، وہ عقلی دلیل سے اس کو مان لے۔ اگر آدمی اپنی ان خداداد صلاحیتوں سے وہ کام نہ لے جو اس سے مقصود ہے تو گویا وہ اپنے کو اس خطرہ میں ڈال رہا ہے کہ اس کو نااہل قرار دے کر یہ نعمتیں اس سے چھین لی جائیں۔ کس قدر محروم ہے وہ شخص جس کو اندھا اور بہرا اور بے عقل بنا دیا جائے، کیونکہ ایسا آدمی دنیا میں بالکل ذلیل اور بے قیمت ہو کر رہ جاتا ہے۔ پھر اس سے بھی بڑی محرومی یہ ہے کہ آدمی کے پاس بظاہر کان ہوں مگر وہ حق کو سننے کے لئے بہرے ہو جائیں۔ بظاہر آنکھ ہو مگر وہ حق کو دیکھنے کے لئے اندھی ہو۔ سینہ میں دل موجود ہو مگر وہ حق کو سمجھنے کی استعداد سے خالی ہو جائے۔ چھیننے کی یہ قسم پہلی قسم سے کہیں زیادہ سنگین ہے، کیوں کہ وہ آدمی کو آخرت کے اعتبار سے ذلیل اور بے قیمت بنا دیتی ہے جس سے بڑی محرومی کوئی دوسری نہیں۔

آدمی کو انکارِ حق کے انجام سے ڈرایا جائے تو ڈھیٹ آدمی بے خوفی کا جواب دیتا ہے۔ دنیا میں اپنے معاملات کو درست دیکھ کر وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی پکڑ کا اندیشہ اس کے اپنے لئے نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جو زیادہ ڈھیٹ ہیں، وہ حق کے داعی سے کہتے ہیں کہ تم اگر سچے ہو تو عذاب کو لا کر دکھاؤ۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اللہ کا عذاب آیا تو وہ خود انھیں کے اوپر پڑے گا نہ کہ کسی دوسرے کے اوپر۔

اللہ کا داعی منذر اور مبشر بن کر آتا ہے بالفاظِ دیگر، آدمی کا امتحان اللہ کے یہاں جس بنیاد پر ہو رہا ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی آگاہی کی زبان میں حق کو پہچانے اور اپنی اصلاح کر لے، اگر اس نے آگاہی کی زبان میں حق کو نہ پہچانا اور اُس کے ماننے کے لئے طلسمات وعجائبات کا مطالبہ کیا تو گویا وہ اندھے پن کا ثبوت دے رہا ہے اور اندھوں کے لئے اللہ کی اس دنیا میں بھٹکنے اور برباد ہونے کے سوا کوئی انجام نہیں۔

سبق نمبر ۴۷ ہر ایک اپنے پیشوا کو دوسرے سے اعلیٰ اور افضل ثابت کرنے میں لگ جاتا ہے

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ إِن يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِن يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ

بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۵۴،۵۵)

ترجمہ: ”تمہارا رب تم کو خوب جانتا ہے، اگر وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر وہ چاہے تو تم کو عذاب دے اور ہم نے تم کو ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ اور تمہارا رب خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔“

تشریح: ایک شخص سچے دین کی دعوت دے اور دوسرا شخص اس کو نہ مانے تو داعی کے اند جھنجھلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ شخص کیسا ہے کہ کھلی ہوئی صداقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کبھی بات اور آگے بڑھتی ہے اور وہ اعلان کر بیٹھتا ہے کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ اس قسم کا کلام داعی کے لئے کسی حال میں جائز نہیں۔

ایک ہے حق کا پیغام پہنچانا اور ایک ہے پیغام کے ردِّعمل کے مطابق ہر ایک کو اُس کا بدلہ دینا۔ پہلا کام داعی کا ہے اور دوسرا کام اللہ کا۔ داعی کو کبھی یہ غلطی نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اپنے دائرے سے گزر کر اللہ کے دائرہ میں داخل ہو جائے۔

اسی طرح کبھی ایسا ہوتا ہے کہ داعی اور مدعو کے درمیان اپنے اپنے مقتداؤں کی فضیلت کی بحث اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ ہر ایک اپنے پیشوا کو دوسرے سے اعلیٰ اور افضل ثابت کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو بحث اُصول کے دائرہ میں رہنی چاہیے وہ شخصیت کے دائرہ میں چلی جاتی ہے اور تعصبات کو جگا کر قبولِ حق کی راہ میں مزید رُکاوٹ کھڑی کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اس سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کا معاملہ ہے کہ وہ کس کو کیا درجہ دیتا ہے۔ تم کو چاہیے کہ اس قسم کی بحث سے اعراض کرتے ہوئے اصل پیغام کو پہنچانے میں لگے رہو۔

سبق نمبر ۷۵ جو آدمی حق کی خاطر اپنی بڑائی کو کھودے وہ سب سے بڑی چیز کو پالیتا ہے اور وہ اللہ کی بڑائی ہے

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (سورۃ السجدہ: آیات ۱۵)

ترجمہ: ”ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو اُن آیات کے ذریعہ سے یاددہانی کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے ہیں۔“

غضب سے بچانے والا ہو۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص رحم کو جوڑے گا میں اس سے جڑوں گا اور جو شخص رحم کو کاٹے گا میں اُس سے کٹوں گا (مَنْ وَّصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سے تعلق کا امتحان بندوں سے تعلق کے معاملہ میں لیا جاتا ہے۔ وہی شخص اللہ سے ڈرنے والا ہے جو بندوں کے حقوق کے معاملہ میں اللہ سے ڈرے، وہی شخص اللہ سے محبت کرنے والا ہے، جو بندوں کے ساتھ محبت میں اس کا ثبوت دے۔ یہ بات عام انسانی تعلقات میں بھی مطلوب ہے مگر رحمی رشتوں سے حسن سلوک کے معاملہ میں اس کی اہمیت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ صرف اللہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔

یتیم لڑکے اور لڑکیاں کسی خاندان یا سماج کا سب سے زیادہ کمزور حصہ ہوتے ہیں، اس لئے اللہ سے ڈر کا سب سے زیادہ سخت امتحان یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کے بارے میں ہوتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ یتیموں کے بارے میں وہی کرے جو انصاف اور خیر خواہی کا تقاضا ہو اور جس میں یتیموں کے حقوق زیادہ سے زیادہ محفوظ رہنے کی ضمانت ہو۔ یہ بہت گناہ کی بات ہے کہ مشترک اثاثہ کی ایسی تقسیم کی جائے جس میں اچھی چیزیں اپنے حصہ میں رکھ لی جائیں اور دوسرے کے حصہ میں خراب چیزیں ڈال کر گنتی پوری کر دی جائے۔

سبق نمبر ۷۱ دنیا کی چیزوں کا اضافہ صرف آدمی کی مسئولیت کو بڑھاتا ہے

آدمی چاہتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کمائے، وہ زیادہ سے زیادہ ساز و سامان اپنے پاس جمع کرے۔ وہ اسی دھن میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کی موت آجاتی ہے۔ اس وقت اس کو معلوم ہوتا ہے کہ جمع کرنے کی چیز تو دوسری تھی اور میں کسی اور چیز کو جمع کرنے میں مصروف رہا۔

دنیا کی چیزوں کا اضافہ صرف آدمی کی مسئولیت کو بڑھاتا ہے اور آدمی اپنی نادانی سے یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی کامیابی میں اضافہ کر رہا ہے۔ میری ایک نصیحت دھیان سے پڑھیے، جتنا کاروبار بڑھاؤ گے اتنا اپنا دین کھوؤ گے۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبِّیْ۔ ہاں! کوئی عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا ہو یا عبداللہ بن مبارکؒ جیسا ہو یا امام ابوحنیفہؒ جیسا ہو تو اور بات ہے۔

سبق نمبر ۷۲ لہو و لعب کی زندگی چند روز کا تماشا ہے جو مرنے کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام: آیت ۳۲)

ترجمہ: ''اور دنیا کی زندگی تو بس کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ رکھتے ہیں، کیا تم نہیں سمجھتے۔''

تشریح: جب بھی کوئی آدمی حق کا انکار کرتا ہے یا نفس کی خواہشات پر چلتا ہے تو ایسا اس بنا پر ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھ کر دنیا میں نہیں رہتا کہ مرنے کے بعد وہ دوبارہ اُٹھایا جائے گا اور مالک کائنات کے سامنے حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ دنیا میں آدمی کو اختیار ملا ہوا ہے جس کو وہ بے روک ٹوک استعمال کرتا ہے۔ اس کو مال و دولت اور دوست اور ساتھی حاصل ہیں جن پر وہ بھروسہ کرسکتا ہے۔ اس کو عقل ملی ہوئی ہے جس سے وہ سرکشی کی باتیں سوچے اور اپنے ظالمانہ عمل کی خوبصورت توجیہہ کر سکے۔ یہ چیزیں اس کو دھوکے میں ڈالتی ہیں۔ وہ اللہ کے سوا دوسری چیزوں پر جھوٹا بھروسہ کرلیتا ہے۔ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ جیسا میں آج ہوں، ویسا ہی میں ہمیشہ رہوں گا۔ وہ بھول جاتا ہے کہ دنیا میں اس کو جو کچھ ملا ہوا ہے وہ بطورِ امتحان ہے نہ کہ بطورِ استحقاق۔

اس قسم کی زندگی خواہ وہ آخرت کا انکار کرکے ہو یا انکار کے الفاظ بولے بغیر ہو، آدمی کا سب سے بڑا جرم ہے۔ جن دنیوی چیزوں کو آدمی اپنا سب کچھ سمجھ کر ان پر ٹوٹتا ہے۔ آخر کس حق کی بنا پر وہ ایسا کر رہا ہے۔ آدمی جس روشنی میں چلتا ہے اور جس ہوا میں سانس لیتا ہے اس کا کوئی معاوضہ اس نے ادا نہیں کیا ہے۔ وہ جس زمین سے اپنا رزق نکالتا ہے، اس کا کوئی بھی جزء اس کا بنایا ہوا نہیں ہے۔ وہ تمام پسندیدہ چیزیں جن کو حاصل کرنے کے لئے آدمی دوڑتا ہے ان میں سے کوئی چیز نہیں جو اس کی اپنی ہو۔ جب یہ چیزیں انسان کی پیدا کی ہوئی نہیں ہیں تو جو ان تمام چیزوں کا مالک ہے، کیا اس کا آدمی کے اوپر کوئی حق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی کا موجودہ دنیا کو استعمال کرنا ہی لازم کر دیتا ہے کہ وہ ایک روز اس کے مالک کے سامنے حساب کے لئے کھڑا کیا جائے۔

جو لوگ دنیا کو اللہ کی دنیا سمجھ کر زندگی گزاریں ان کی زندگی تقویٰ کی زندگی ہوتی ہے اور جو لوگ اس کو اللہ کی دنیا نہ سمجھیں، ان کی زندگی لہو ولعب کی زندگی ہوتی ہے۔ لہو ولعب کی زندگی چند روز کا تماشا ہے جو مرنے کے ساتھ ختم ہو جائے گا اور تقویٰ کی زندگی اللہ کے ابدی اُصولوں پر قائم ہے، اس لئے وہ ابدی طور پر آدمی کا سہارا بنے گی۔ موجودہ دنیا میں آدمی ان حقیقتوں کا انکار کرتا ہے مگر امتحان کی آزادی ختم ہوتے ہی وہ اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہوگا، اگرچہ اس وقت کا اقرار اس کے کچھ کام نہ آئے گا۔

سبق نمبر ۴۳ آدمی کو کان اور آنکھ اور دل جیسی صلاحیتیں دینا ظاہر کرتا ہے کہ اس کا خالق اس سے کیا چاہتا ہے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ

ترجمہ: ''اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو قتل کرے، بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو، تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جس نے ایک شخص کو بچایا تو گویا اس نے سارے آدمیوں کو بچا لیا۔ اور ہمارے پیغمبران کے پاس کھلے ہوئے احکام لے کر آئے۔ اس کے باوجود ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں کرتے ہیں۔''

تشریح: کوئی شخص جب کسی شخص کو قتل کرتا ہے تو وہ صرف ایک انسان کا قاتل نہیں ہوتا بلکہ تمام انسانوں کا قاتل ہوتا ہے، کیونکہ وہ حرمت کے اس قانون کو توڑتا ہے جس میں تمام انسانوں کی زندگیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی کو ظالم کے ظلم سے نجات دیتا ہے تو وہ صرف ایک شخص کا نجات دہندہ نہیں ہوتا بلکہ تمام انسانوں کا نجات دہندہ ہوتا ہے کیونکہ اس نے اُس اُصول کی حفاظت کی کہ تمام انسانوں کی جان محترم ہے۔ کسی کو کسی کے اوپر ہاتھ اُٹھانے کا حق نہیں۔ جب کوئی شخص کسی کی عزت یا اس کے مال یا اس کی جان پر حملہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ کے اندر ہنگامی حالت پیدا ہوگئی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے کسی ایک واقعہ کو بھی اس نظر سے دیکھیں گویا سارے لوگوں کی جان اور مال اور آبرو خطرہ میں ہے۔ کسی معاشرہ میں ایک دوسرے کے احترام کی روایات لمبی تاریخ کے نتیجہ میں بنتی ہیں اور اگر ایک بار یہ روایات ٹوٹ جائیں تو دوبارہ لمبی تاریخ کے بعد ہی ان کو معاشرہ کے اندر قائم کیا جاسکتا ہے۔ جو لوگ معاشرہ کے اندر فساد کی روایت قائم کریں، وہ معاشرہ کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

اللہ نے اپنی دنیا کا نظام جس اُصول پر قائم کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنے حصہ کا فرض انجام دے، کوئی شخص دوسرے کے دائرہ میں بے جا مداخلت نہ کرے۔ تمام جمادات اور حیوانات اسی فطرت پر عمل کر رہے ہیں۔ انسان کو بھی پیغمبروں کے ذریعہ یہ ہدایات واضح طور پر بتادی گئی ہیں مگر انسان جو کہ دیگر مخلوقات کے برعکس وقتی طور پر آزاد رکھا گیا ہے، سرکشی کرتا ہے اور اس طرح فطرت کے نظام میں فساد پیدا کرتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ کی نظر میں سخت مجرم ہیں اور وہ لوگ اور بھی زیادہ بڑے مجرم ہیں جو اللہ و رسول سے جنگ کریں، یعنی اللہ اپنے بندوں کے درمیان ایسی دعوت اُٹھائے جو لوگوں کو مفسدانہ طریقوں سے بچنے اور فطرتِ خداوندی پر زندگی گزارنے کی طرف بلاتی ہو تو وہ اس کا راستہ روکیں اور اس کے خلاف تخریبی کارروائیاں کریں۔ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں عبرت ناک سزا ہے اور آخرت میں بھڑکتی ہوئی آگ۔

سبق نمبر ⑦ تمام انسان باعتبار پیدائش ایک ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ

بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَاْكُلُوٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُولُوا ۝ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيٓئًا مَّرِيٓئًا ۝

(سورۃ النساء: آیات ا تا ۴)

ترجمہ: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اُس کا جوڑ پیدا کیا اور اُن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور خبردار رہو قرابت والوں سے۔ بے شک اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے اور یتیموں کا مال اُن کے حوالے کرو۔ اور بُرے مال کو اچھے مال سے نہ بدلو اور اُن کے مال اپنے مال کے ساتھ مِلا کر نہ کھاؤ، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے معاملہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہوں اُن سے دو دو، تین تین، چار چار تک نکاح کر لو اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو یا جو کنیز تمہاری مِلک میں ہو، اُس میں اُمید ہے کہ تم انصاف سے ہٹو گے۔ اور عورتوں کو اُن کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ پھر اگر وہ اس میں سے کچھ تمہارے لئے چھوڑ دیں تو اپنی خوشی سے تم اُس کو ہنسی خوشی سے کھاؤ۔''

تشریح: تمام انسان باعتبار پیدائش ایک ہیں۔ بالآخر ایک ہی عورت اور ایک ہی مرد سب کے ماں اور باپ ہیں۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمی کو اپنا سمجھے۔ سب کے سب ایک مشترک گھرانے کے افراد کی طرح مل جل کر انصاف اور خیر خواہی کے ساتھ رہیں۔ پھر ان میں جو رحمی رشتے ہیں ان میں یہ نسلی اتحاد اور زیادہ قریبی ہو جاتا ہے، اس لئے رحمی رشتوں میں حسن سلوک کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ انسانوں کے درمیان اس باہمی حسن سلوک کی اہمیت صرف اخلاقی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ یہ خود آدمی کا اپنا ذاتی مسئلہ ہے۔ کیوں کہ تمام انسانوں کے اوپر عظیم و برتر اللہ ہے۔ وہ آخر میں سب سے حساب لینے والا ہے اور دنیا میں اُن کے عمل کے مطابق آخرت میں ان کے ابدی مستقبل کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ انسان کے معاملہ کو صرف انسان کا معاملہ نہ سمجھے بلکہ اس کو اللہ کا معاملہ سمجھے۔ وہ اللہ کی پکڑ سے ڈرے اور اپنے آپ کو اس عمل کا پابند بنائے جو اس کو اللہ کے

تشریح: ہدایت کے سلسلہ میں سب سے اہم چیز مادۂ اعتراف ہے۔ ہدایت صرف اُن لوگوں کو ملتی ہے جن کے اندر یہ مزاج ہو کہ جب سچائی اُن کے سامنے آئے تو وہ فوراً اس کو مان لیں۔ خواہ سچائی بظاہر ایک چھوٹے آدمی کے ذریعہ سامنے آئی ہو، خواہ اس کو ماننا اپنے آپ کو غلط قرار دینے کے ہم معنی ہو، خواہ اس کو مان کر اپنی زندگی کا نقشہ درہم برہم ہوتا ہوا نظر آئے۔ جن لوگوں کے اندر یہ حوصلہ ہو وہی سچائی کو پاتے ہیں۔ جو لوگ یہ چاہیں کہ وہ سچائی کو اس طرح مانیں کہ اُن کی بڑائی بدستور قائم رہے، ایسے لوگوں کو سچائی کبھی نہیں ملتی۔

جو آدمی حق کی خاطر اپنی بڑائی کو کھودے وہ سب سے بڑی چیز کو پالیتا ہے اور وہ اللہ کی بڑائی ہے۔ اس کی زندگی میں اللہ اس طرح شامل ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی یادوں کے ساتھ سوئے اور وہ اُس کی یادوں کے ساتھ جاگے۔ اس کے خوف اور اُمید کے جذبات تمام تر اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائیں۔ وہ اپنا اثاثہ اس طرح اللہ کے حوالے کر دیتا ہے کہ اس میں سے کچھ بچا کر نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں جنّت کے ابدی باغوں میں ٹھنڈی ہوں گی۔

سبق نمبر ⑯ آدمی اپنی دنیا کو بچانے کے لئے اپنے دین کو کھو دیتا ہے

أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٩﴾

(سورۃ الاحزاب: آیت ۱۹)

ترجمہ: ''یہ لوگ یقین نہیں لائے تو اللہ نے اُن کے اعمال اکارت کر دئے اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔''

تشریح: ایک آدمی وہ ہے جو قربانی کے وقت پیچھے رہ جائے تو اُس پر شرمندگی طاری ہوتی ہے۔ اس کا بولنا بند ہو جاتا ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو قربانی کے وقت قربانی نہیں دیتا اور پھر دوسروں کو بھی اس سے روکتا ہے۔ یہ کوتاہی پر ڈھٹائی کا اضافہ ہے۔ کوتاہی قابل معافی ہو سکتی ہے مگر ڈھٹائی قابل معافی نہیں۔

جن لوگوں کے اندر ڈھٹائی کی نفسیات ہو وہ بظاہر کوئی اچھا عمل کریں تب بھی وہ بے قیمت ہے۔ کیوں کہ عمل کی اصل روح اخلاص ہے اور وہی ان کے اندر موجود نہیں۔ دین کے لئے قربانی نہ دینا ہمیشہ دنیا کی محبت میں ہوتا ہے۔ آدمی اپنی دنیا کو بچانے کے لئے اپنے دین کو کھو دیتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگ جہاں دیکھتے ہیں کہ دین میں دنیا کا فائدہ بھی جمع ہو گیا ہے تو وہاں وہ خوب اپنے بولنے کا کمال دکھاتے ہیں تاکہ دین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تعلق ظاہر کر کے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں مگر جہاں

دین کا مطلب قربانی ہو وہاں دین دار بننے سے انھیں کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔

سبق نمبر ۷۷ جب ملاوٹی دین کا غلبہ ہو، اس وقت سچے دین کو اختیار کرنا ہمیشہ مشکل ترین کام ہوتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۝ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۝ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌۖۚ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا۝

(سورۃ الاحزاب: آیت ۴۱ تا ۴۴)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو اور اُس کی تسبیح کرو صبح اور شام۔ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی، تاکہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائے اور وہ مؤمنوں پر بہت مہربان ہے۔ جس روز وہ اُس سے ملیں گے، ان کا استقبال سلام سے ہوگا اور اُس نے اُن کے لئے باعزت صلہ تیار کر رکھا ہے۔“

تشریح: جب ملاوٹی دین کا غلبہ ہو، اس وقت سچے دین کو اختیار کرنا ہمیشہ مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اہل ایمان کے دل میں بعض اوقات دل شکستگی اور مایوسی کے جذبات طاری ہونے لگتے ہیں۔ اس سے بچنے کی صرف ایک ہی یقینی صورت ہے، ظاہری ناخوشگواریوں کے پیچھے جو خوشگوار پہلو چھپا ہوا ہے، اس پر نظر کو جمائے رکھنا۔

لوگ مادیات کے بل پر جیتے ہیں۔ مؤمن کو افکار کے بل پر جینا پڑتا ہے۔ افکار کی سطح پر جینا یہ ہے کہ آدمی اللہ کی یادوں میں جینے لگے۔ فرشتوں کا غیر مسموع کلام اُسے سنائی دینے لگے۔ اس کو صحیح مقصد کی شکل میں جو فکری دریافت ہوئی ہے اس کو وہ سب سے بڑی چیز سمجھے۔ دنیا کو دے کر آخرت میں جو کچھ ملنے والا ہے اس پر وہ پوری طرح راضی اور مطمئن ہوجائے۔

سبق نمبر ۷۸ دعوت کا عمل ایک ایسا عمل ہے جو انتہائی سنجیدگی اور خیر خواہی کے جذبہ کے تحت اُبھرتا ہے

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۝ (سورۃ النحل: آیت ۱۲۵)

ترجمہ: ”اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور اُن سے اچھے طریقے سے بحث کرو۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اُس کی

راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ اُن کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ پر چلنے والے ہیں۔"

تشریح: دعوت کا عمل ایک ایسا عمل ہے جو انتہائی سنجیدگی اور خیر خواہی کے جذبہ کے تحت اُبھرتا ہے۔ اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کے سامنے داعی بن کر کھڑا ہو۔ وہ دوسروں کو اس لئے پکارتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میں قیامت کے دن پکڑا جاؤں گا۔ اس نفسیات کا قدرتی نتیجہ ہے کہ آدمی کا دعوتی عمل وہ انداز اختیار کر لیتا ہے جس کو حکمت، موعظت حسنہ اور جدال احسن کہا گیا ہے۔

حکمت سے مراد دلیل و برہان ہے، کوئی دعوتی عمل اسی وقت حقیقی دعوتی عمل ہے جب کہ وہ ایسے دلائل کے ساتھ ہو جس میں مخاطب کے ذہن کی پوری رعایت شامل ہو۔ مخاطب کے نزدیک، کسی چیز کے ثابت شدہ چیز ہونے کی جو شرائط ہیں، ان شرائط کی تکمیل کے ساتھ جو کلام کیا جائے، اُسی کو یہاں حکمت کا کلام کہا گیا ہے۔ جس کلام میں مخاطب کی ذہنی و فکری رعایت شامل نہ ہو وہ غیر حکیمانہ کلام ہے اور ایسا کلام کسی کو داعی کا مرتبہ نہیں دے سکتا۔

موعظتِ حسنہ اس خصوصیت کا نام ہے جو دردمندی اور خیر خواہی کی نفسیات سے کسی کے کلام میں پیدا ہوتی ہے۔ جس داعی کا یہ حال ہو کہ اللہ کے عظمت و جلال کے احساس سے اس کی شخصیت کے اند ر بھونچال آ گیا ہو جب وہ اللہ کے بارے میں بولے گا تو یقینی طور پر اس کے کلام میں عظمتِ خداوندی کی بجلیاں چمک اُٹھیں گی۔ جو داعی جنت اور جہنم کو دیکھ کر دوسروں کو اسے دکھانے کے لئے اُٹھے، اس کے کلام میں یقینی طور پر جنت کی بہاریں اور جہنم کی ہولناکیاں گونجتی ہوئی نظر آئیں گی۔ ان چیزوں کی آمیزش داعی کے کلام کو ایسا بنا دے گی جو دِلوں کو پگھلا دے اور آنکھوں کو اشک بار کر دے۔

دعوتی کلام کی ایجابی خصوصیات یہی دو ہیں - حکمت اور موعظت حسنہ۔ تاہم ہمیشہ دنیا میں کچھ ایسے لوگ موجود رہتے ہیں جو غیر ضروری بحثیں کرتے ہیں، جن کا مقصد اُلجھانا ہوتا ہے نہ کہ سمجھنا سمجھانا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں مذکورہ قسم کا داعی جو انداز اختیار کرتا ہے، اُسی کا نام **جدال بالتی ھی احسن** ہے۔ وہ ٹیڑھی بات کا جواب سیدھی بات سے دیتا ہے، وہ سخت الفاظ سن کر بھی اپنی زبان سے نرم الفاظ نکالتا ہے۔ وہ الزام تراشی کے مقابلہ میں استدلال اور تجزیہ کا انداز اختیار کرتا ہے۔ وہ اشتعال کے اسلوب کے جواب میں صبر کا اسلوب اختیار کرتا ہے۔

داعیٔ حق کی نظر سامنے کے انسان کی طرف نہیں ہوتی بلکہ اس اللہ کی طرف ہوتی ہے جو سب کے اوپر ہے۔ اس لئے وہ وہی بات کہتا ہے جو اللہ کے میزان میں حقیقی بات ٹھہرے نہ کہ انسان کے میزان میں۔

سبق نمبر ۷۹ داعی کو سب سے بڑی تدبیر جو کرنی ہے وہ صبر ہے

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾

(سورۃ النحل: آیت ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸)

ترجمہ: ''اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا ہے اور اگر تم صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت بہتر ہے اور صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور تم اُن پر غم نہ کرو اور جو کچھ تدبیریں وہ کر رہے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو۔ بے شک اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیز گار ہیں اور جو نیکی کرنے والے ہیں۔''

تشریح: یہاں داعی کا وہ کردار بتایا گیا ہے جو مخالفین کے مقابلہ میں اس کو اختیار کرنا ہے۔ فرمایا کہ اگر مخالفین کی طرف سے ایسی تکلیف پہنچے جس کو تم برداشت نہ کر سکو تو تم کو اتنا ہی کرنے کی اجازت ہے جتنا تمہارے ساتھ کیا گیا ہے۔ تاہم یہ اجازت صرف انسان کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے بطورِ رعایت ہے۔ ورنہ داعی کا اصل کردار تو یہ ہونا چاہیے کہ وہ مدعو کی طرف سے پیش آنے والی ہر تکلیف پر صبر کرے۔ وہ مدعو سے حساب چکانے کے بجائے ایسے تمام معاملات کو اللہ کے خانہ میں ڈال دے۔

مخاطب اگر حق کو نہ مانے، وہ اس کو مٹانے کے درپے ہو جائے تو اس وقت داعی کو سب سے بڑی تدبیر جو کرنی ہے وہ صبر ہے۔ یعنی ردِّ عمل کی نفسیات یا جوابی کارروائیوں سے بچتے ہوئے مثبت طور پر حق کا پیغام پہنچاتے رہنا۔ داعی کو اصلاً جو ثبوت دینا ہے وہ یہ کہ فی الواقع اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ اس کے اندر وہ کردار پیدا ہو چکا ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ آدمی دنیا کے پردوں سے گزر کر اللہ کو اس کی چھپی ہوئی عظمتوں کے ساتھ دیکھ لے۔ اگر داعی یہ ثبوت دے دے تو اس کے بعد بقیہ اُمور میں اللہ اس کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد دعوت کے مخالفین کی کوئی تدبیر داعی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی، خواہ وہ تدبیر کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔

دنیا میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کی نگاہیں انسانوں میں اٹکی ہوئی ہوں۔ جن کو بس انسانوں کی کارروائیاں دکھائی دیتی ہوں۔ دوسرے وہ لوگ جن کی نگاہیں اللہ میں اٹکی ہوئی ہوں۔ جو اللہ کی طاقتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ کبھی صبر پر قادر نہیں ہو سکتے۔ یہ صرف دوسری قسم کے انسان ہیں جن کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ شکایتوں اور تلخیوں کو سہہ لیں اور جو کچھ اللہ کی طرف سے ملنے والا ہے اس کی خاطر اس کو نظر انداز کر دیں جو انسان کی طرف سے مل رہا ہے۔

داعی کو جس طرح جوابی نفسیات سے پرہیز کرنا ہے اسی طرح اس کو جوابی کارروائی سے بھی اپنے آپ کو بچانا ہے۔ مخالفین کی سازشیں اور تدبیریں بظاہر ڈراتی ہیں کہ کہیں وہ دعوت اور داعی کو تہس نہس نہ کر ڈالیں۔ مگر داعی کو ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھنا ہے۔ اس کو یہ یقین رکھنا ہے کہ اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور وہ یقیناً دعوتِ حق کا ساتھ دے کر باطل پرستوں کو ناکام بنا دے گا۔

سبق نمبر ⑧⓪ جو نیکی آدمی کو اللہ سے بے خوف کرے وہ بدی ہے اور جو بدی آدمی کو اللہ سے ڈرائے وہ اپنے انجام کے اعتبار سے نیکی

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾ (سورۃ الفرقان: آیات ۶۸ تا ۷۱)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور وہ اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو قتل نہیں کرتے مگر حق پر۔ اور وہ بدکاری نہیں کرتے۔ اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو وہ سزا سے دوچار ہوگا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا۔ اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا۔ مگر جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک کام کرے تو اللہ ایسے لوگوں کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک کام کرے تو وہ درحقیقت اللہ کی طرف رجوع کر رہا ہے۔“

تشریح: اس آیت میں تین گناہوں کا ذکر ہے: شرک، قتلِ ناحق اور زنا۔ یہ تینوں گناہ اللہ اور بندوں کے حق میں سب سے بڑے گناہ ہیں۔ اللہ پر حقیقی ایمان کی علامت یہ ہے کہ آدمی ان تینوں گناہوں سے دور ہو جائے۔ جو لوگ ان گناہوں میں ملوث ہوں وہ توبہ کر کے ان کے انجام سے بچ سکتے ہیں۔ جو لوگ توبہ اور رجوع کے بغیر مر جائیں ان کے لئے اللہ کے یہاں نہایت سخت سزا ہے جس سے وہ کسی حال میں بچ نہ سکیں گے۔

اللہ کے نزدیک اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ سے ڈرنے والا بن جائے۔ جو نیکی آدمی کو اللہ سے بے خوف کرے وہ بدی ہے اور جو بدی آدمی کو اللہ سے ڈرائے وہ اپنے انجام کے اعتبار سے نیکی۔ اگر ایک آدمی سے برائی ہو جائے، اس کے بعد اس کو اللہ کی یاد آئے۔ وہ اللہ کی بازپرس کو سوچ کر تڑپ اُٹھے

اور توبہ اور استغفار کرتے ہوئے اللہ کی طرف دوڑ پڑے تو اللہ اپنی رحمت سے ایسی برائی کو نیکی کے خانہ میں لکھ دے گا کیونکہ وہ آدمی کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا سبب بن گئی۔

سبق نمبر ⑧① جب کسی کو ایک ایسی نصیحت کی جائے جس میں اس کی ذات پر زد پڑتی ہو تو وہ فوراً بپھر اُٹھتا ہے

وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۝ وَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا۝ وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝ (سورۃ الفرقان: آیات ۷۲ تا ۷۴)

ترجمہ: ''اور جو لوگ جھوٹے کام میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی بیہودہ چیز سے اُن کا گزر ہوتا ہے تو سنجیدگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جب اُن کو ان کے رب کی آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے۔ اور جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیوی اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

تشریح: موجودہ دنیا میں جو غلط کام ہیں ان سب کا معاملہ یہ ہے کہ شیطان نے ان کو ظاہری طور پر خوبصورت بنا رکھا ہے۔ ہر باطل پرست اپنے نظریہ کو خوش نما الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ اسی ظاہر فریبی کی وجہ سے لوگ ان چیزوں کی طرف کھنچتے ہیں۔ اگر اُن کے اس ظاہری غلاف کو ہٹا دیا جائے تو ہر چیز اتنی مکروہ دکھائی دینے لگے کہ کوئی شخص اس کے قریب جانے کے لیے تیار نہ ہو۔

اس اعتبار سے ہر برائی ایک قسم کا جھوٹ ہے جس میں آدمی مبتلا ہوتا ہے۔ موجودہ دنیا میں آدمی کا امتحان یہ ہے کہ وہ جھوٹ کو پہچانے۔ وہ ظاہری پردہ کو پھاڑ کر چیزوں کو ان کی اصل حقیقت کے اعتبار سے دیکھ سکے۔

جب کسی کو ایک ایسی نصیحت کی جائے جس میں اس کی ذات پر زد پڑتی ہو تو وہ فوراً بپھر اُٹھتا ہے۔ ایسا شخص اللہ کی نظر میں اندھا بہرا ہے، کیونکہ اس نے اپنی آنکھ سے یہ کام نہ لیا کہ وہ حقیقت کو دیکھے۔ اس نے اپنے کان سے یہ کام نہ لیا کہ وہ سچائی کی آواز سنے۔ اس نے نصیحت کا استقبال سننے اور دیکھنے والے آدمی کی حیثیت سے نہیں کیا۔ اس نے نصیحت کا استقبال ایک ایسے آدمی کی حیثیت سے کیا جو سننے اور دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہو۔ اللہ کی نظر میں دیکھنے اور سننے والا وہ ہے جو لغو کو دیکھے تو اس سے اعراض کرے اور جب اس کے سامنے سچی نصیحت آئے تو فوراً اس کو قبول کر لے۔ ہر آدمی جو کنبہ والا ہے وہ اپنے کنبہ کا ''امام'' ہے۔ اگر اس کے کنبہ والے متقی ہیں تو وہ متقیوں کا امام ہے۔ اور اگر اس کے

کنبہ والے اللہ فراموش ہیں تو اللہ فراموشوں کا امام۔

سبق نمبر ۸۲ مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، آسمان کی بادشاہی میں وہی داخل ہوں گے

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۞ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۞ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۞ (سورۃ الفرقان: آیات ۷۵ تا ۷۷)

ترجمہ: ”یہ لوگ ہیں کہ ان کو بالا خانے ملیں گے اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا اور ان میں ان کا استقبال دُعا اور سلام کے ساتھ ہوگا۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ خوب جگہ ہے ٹھہرنے کی اور خوب جگہ ہے رہنے کی۔ کہو کہ میرا رب تمہاری پروا نہیں رکھتا۔ اگر تم اس کو نہ پکارو۔ پس تم جھٹلا چکے تو وہ چیز عنقریب ہو کر رہے گی۔“

تشریح: جنّت کے اونچے بالا خانوں میں وہ لوگ جگہ پائیں گے جنھوں نے دنیا میں اپنے آپ کو حق کی خاطر نیچا کر لیا تھا۔ انھوں نے دنیا میں تواضع اختیار کی تھی اس لئے آخرت میں ان کا اللہ اُنہیں سرفرازی عطا فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے جس کو حضرت مسیح نے ان لفظوں میں ادا فرمایا: ”مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں۔ آسمان کی بادشاہی میں وہی داخل ہوں گے۔“

وہ اوصاف جو کسی آدمی کو جنت میں لے جانے والے ہیں ان کو حاصل کرنا اس شخص کے لئے ممکن ہوتا ہے جو صبر کرنے کے لئے تیار ہو۔ جنت وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں آدمی کی تمام خواہشیں کامل طور پر پوری ہوں گی۔ مگر جنت اسی صابر انسان کے حصے میں آئے گی جس نے دنیا میں اپنی خواہشوں پر کامل روک لگائی ہو۔ جنّت صبر کی قیمت ہے اور جہنم اس کے لئے ہے جو دنیا کی زندگی میں صبر کی مطلوبہ قیمت دینے کے لئے تیار نہیں ہوا تھا۔

سبق نمبر ۸۳ جب برائی کے ساتھ سرکشی اور تعصب کے جذبات اکٹھا ہو جائیں تو آدمی اس سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوتا

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۞ (سورۃ النحل: آیت ۱۱۹)

ترجمہ: ”پھر تمہارا رب ان لوگوں کے لئے جنھوں نے جہالت سے برائی کر لی، اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو تمھارا رب اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔“

تشریح: جب برائی کے ساتھ سرکشی اور تعصب کے جذبات اکٹھا ہو جائیں تو آدمی اس سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، خواہ اس کے عمل کو غلط ثابت کرنے کے لئے کتنے ہی دلائل دیئے جائیں۔ مگر برائی کی دوسری قسم وہ ہے جو محض نادانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ آدمی بے خبری میں یا نفس سے مغلوب ہو کر کوئی غلطی کر بیٹھتا ہے۔ ایسے آدمی کے اندر عام طور پر ڈھٹائی نہیں ہوتی۔ جب دلیل سے اس پر اس کی غلطی واضح ہو جائے تو وہ فوراً پلٹ آتا ہے اور دوبارہ اپنے کو صحیح رویہ پر قائم کر لیتا ہے۔

پہلی قسم کے لوگوں کے لئے معافی کا کوئی سوال نہیں مگر دوسری قسم کے لوگوں کے لئے یہ بشارت ہے کہ اللہ اُنہیں اپنی رحمتوں کے سایہ میں لے لے گا کیوں کہ وہ اپنے بندوں پر بہت زیادہ مہربان ہے۔

سبق نمبر (۸۴) جو لوگ الفاظ کا کمال دکھا کر دوسروں کو متاثر کرنا چاہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ سارا معاملہ بس انسانوں کا معاملہ ہے

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۖ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۖ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ (سورۃ النور: آیات ۵۳ تا ۵۴)

ترجمہ: ”اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں، بڑی سخت قسمیں کہ اگر تم اُن کو حکم دو تو وہ ضرور نکلیں گے۔ کہو کہ قسمیں نہ کھاؤ، دستور کے مطابق اطاعت چاہیے۔ بے شک اللہ کو معلوم ہے جو تم کرتے ہو۔ کہو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم روگردانی کرو گے تو رسول پر وہ بوجھ ہے جو اس پر ڈالا گیا ہے اور تم پر وہ بوجھ ہے جو تم پر ڈالا گیا ہے۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ اور رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔“

تشریح: جس شخص کے دل میں گہرائی کے ساتھ اللہ اُترا ہوا ہو، اس کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ اس کا احساسِ ذمہ داری اس سے بڑی بڑی قربانیاں کرا دیتا ہے مگر زبانی دعوؤں کے وقت وہ دیکھنے والے لوگوں کو گونگا نظر آتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص اللہ سے تعلق کے معاملہ میں کم ہو وہ الفاظ کے معاملہ میں زیادہ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے عمل کی کمی کو الفاظ کی زیادتی سے پورا کرتا ہے۔ اس کے پاس چونکہ کردار کی گواہی نہیں ہوتی

اس لئے وہ اپنے کو معتبر ثابت کرنے کے لئے بڑے بڑے الفاظ کا مظاہرہ کرتا ہے۔

جو لوگ الفاظ کا کمال دکھا کر دوسروں کو متاثر کرنا چاہتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ سارا معاملہ بس انسانوں کا معاملہ ہے مگر جس شخص کو یقین ہو کہ اصل معاملہ وہ ہے جو اللہ کے یہاں پیش آنے والا ہے اس کا سارا انداز بالکل بدل جائے گا۔

سبق نمبر ۸۵ حق کو نہ ماننا جرم ہے مگر حق کو نہ ماننے کی تحریک چلانا اس سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۚ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ۝ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۚ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ۝ (سورۂ مریم: آیات ۶۹ تا ۷۲)

ترجمہ: ”پھر ہم ہر گروہ میں سے ان لوگوں کو جدا کریں گے جو رحمٰن کے مقابلہ میں سب سے زیادہ سرکش بنے ہوئے تھے۔ پھر ہم ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ مستحق ہیں اور تم میں سے کوئی نہیں جس کا اس پر سے گزر نہ ہو۔ یہ تیرے رب کے اوپر لازم ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔ پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈرتے تھے اور ظالموں کو اس میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔“

تشریح: حق کو نہ ماننا جرم ہے مگر حق کو نہ ماننے کی تحریک چلانا اس سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔ جو لوگ حق کے خلاف تحریک کے قائد بنیں وہ اللہ کی نظر میں بدترین سزا کے مستحق ہیں۔ ان کو آخرت میں عام لوگوں کے مقابلہ میں دُگنی سزا دی جائے گی۔

قرآن کے الفاظ سے اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جہنم سے گزارے گا۔ یہ گزرنا جہنم کے اندر سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے اوپر سے ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے گہرے دریا کے اوپر آدمی کھلے پُل کے ذریعہ گزر جاتا ہے۔ وہ دریا کی خطرناک موجوں کو دیکھتا ہے مگر وہ اس میں غرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت میں تمام لوگ جہنم کے اوپر سے گزریں گے۔ جو نیک لوگ ہیں وہ آگے جا کر جنّت میں داخل ہو جائیں گے اور جو برے لوگ ہیں وہ آگے نہ بڑھ سکیں گے۔ جہنم انھیں پہچان کر ان کو اپنی طرف کھینچ لے گی۔

اس تجربہ کا مقصد یہ ہوگا کہ جنّت میں داخل کئے جانے والے لوگ اللہ کی اس عظیم نعمت کا واقعی احساس کر سکیں کہ اس نے کیسی بری جگہ سے بچا کر انہیں کیسی بہتر جگہ پہنچا دیا ہے۔

سبق نمبر ۸۶ دنیا میں آدمی کو جب کوئی چیز ملتی ہے تو وہ اس کو اپنی لیاقت کا نتیجہ سمجھ کر خوش ہوتا ہے

فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾

(سورۃ الزمر: آیات ۴۹ تا ۵۲)

ترجمہ: ”پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہم کو پکارتا ہے، پھر جب ہم اپنی طرف سے اس کو نعمت دے دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو علم کی بنا پر دیا گیا ہے۔ بلکہ یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ان سے پہلے والوں نے بھی یہ بات کہی تو جو کچھ وہ کماتے تھے وہ ان کے کام نہ آیا۔ پس ان پر وہ برائیاں آپڑیں جو انھوں نے کمائی تھیں۔ اور ان لوگوں میں سے جو ظالم ہیں ان کے سامنے بھی ان کی کمائی کے برے نتائج جلد آئیں گے۔ وہ ہم کو عاجز کر دینے والے نہیں ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے۔ اور وہی تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اس کے اندر نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لانے والے ہیں۔“

تشریح: دنیا میں آدمی کو جب کوئی چیز ملتی ہے تو وہ اس کو اپنی لیاقت کا نتیجہ سمجھ کر خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ دنیا کی چیزیں آزمائش کا سامان ہیں نہ کہ لیاقت کا انعام۔ اسی حقیقت کو جاننا سب سے بڑا علم ہے۔ دنیا کی چیزوں کو آدمی اگر اپنی لیاقت کا نتیجہ سمجھ لے تو اس سے اس کے اندر فخر اور گھمنڈ کی نفسیات اُبھرے گی۔ اس کے برعکس جب آدمی ان کو آزمائش کا سامان سمجھتا ہے تو اس کے اندر شکر اور تواضع کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

رزق دنیا کی کمی یا زیادتی تمام تر انسانی اختیار سے باہر کی چیز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے باہر کوئی قوت ہے جو یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کس کو زیادہ ملے اور کس کو کم دیا جائے۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ رزق کا فیصلہ شخصی لیاقت کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔ اس کا فیصلہ کسی اور بنیاد پر ہوتا ہے۔ وہ بنیاد یہی ہے کہ موجودہ دنیا امتحان کی جگہ ہے نہ کہ انعام کی جگہ۔ اس لئے یہاں کسی کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کے امتحان کا پرچہ ہوتا ہے۔ امتحان لینے والا اپنے فیصلہ کے تحت کسی کو کوئی پرچہ دیتا ہے اور کسی کو کوئی پرچہ۔ کسی کو ایک

قسم کے حالات میں آزماتا ہے اور کسی کو دوسرے قسم کے حالات میں۔

سبق نمبر ⑧٧ اللہ کے نقشہ میں زندگی کی کامیابی کا معیار آخرت ہے

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۞ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۞ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۞ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ رُسُلِيْ هُزُوًا ۞ (سورۃ الکہف: آیات ۱۰۳ تا ۱۰۶)

ترجمہ: ”کیا ہم تم کو بتا دیں کہ اپنے اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں کون لوگ ہیں۔ وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں اکارت ہو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کیا۔ پس ان کا کیا ہوا برباد ہو گیا۔ پھر قیامت کے دن ہم ان کو کوئی وزن نہ دیں گے۔ یہ جہنم اُن کا بدلہ ہے اس لئے کہ انھوں نے انکار کیا اور میری نشانیوں اور میرے رسولوں کا مذاق اُڑایا۔“

تشریح: آدمی دنیا میں عمل کرتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اس کے عمل کا نتیجہ عزت اور دولت کی صورت میں اس کو مل رہا ہے۔ اپنا کوئی کام اس کو بگڑتا ہوا نظر نہیں آتا۔ وہ سمجھ لیتا ہے کہ میں کامیاب ہوں۔

مگر یہ سراسر نادانی ہے۔ اللہ کے نقشہ میں زندگی کی کامیابی کا معیار آخرت ہے۔ ایسی حالت میں دنیا کی ترقی کو ترقی سمجھنا اللہ کے نقشہ کے خلاف اپنا نقشہ بنانا ہے۔ یہ آخرت کو حذف کر کے زندگی کے مسئلہ کو دیکھنا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

اللہ اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے مگر جو لوگ اپنے ذہن کو دنیا میں لگائے ہوئے ہوں وہ آخرت کی نشانیوں سے متاثر نہیں ہوتے۔ اللہ اپنے دلائل کھولتا ہے مگر جو لوگ دنیا کی باتوں میں گم ہوں ان کو آخرت کی دلیلیں اپیل نہیں کرتیں۔ ایسے لوگ ہدایت کے کنارے کھڑے ہو کر بھی ہدایت کو قبول کرنے سے محروم رہتے ہیں۔ انھوں نے اللہ کی باتوں کو کوئی وزن نہیں دیا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ اللہ ان کو اپنے یہاں کسی وزن کا مستحق سمجھے۔

سبق نمبر ⑧٨ مسلم سربراہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم دل اور نرم گفتار ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ

قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

(سورۃ آل عمران: آیات ۱۵۶ تا ۱۶۰)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی مانند نہ ہوجانا جنھوں نے انکار کیا۔ وہ اپنے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں، جبکہ وہ سفر یا جہاد میں نکلتے ہیں اور ان کو موت آجاتی ہے کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ تاکہ اللہ اس کو ان کے دلوں میں سببِ حسرت بنا دے۔ اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں۔ اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے۔ بہر حال تم اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان کے لئے نرم ہو۔ اگر تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے۔ پس ان کو معاف کر دو اور ان کے لئے مغفرت مانگو اور معاملات میں ان سے مشورہ لو۔ پھر جب فیصلہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اگر اللہ تمہارا ساتھ دے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔ اور اللہ ہی کے اوپر بھروسہ کرنا چاہیے ایمان والوں کو۔''

تشریح: اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے تاہم یہاں ہر چیز پر اسباب کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ واقعات بظاہر اسباب کے تحت ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر حقیقتاً وہ اللہ کے حکم کے تحت ہو رہے ہیں۔ آدمی کا امتحان یہ ہے کہ وہ ظاہری اسباب میں نہ اٹکے بلکہ ان کے پیچھے کام کرنے والی قدرتِ خداوندی کو دیکھ لے۔ غیر مؤمن وہ ہے جو اسباب میں کھو جائے اور مؤمن وہ ہے جو اسباب سے گزر کر اصل حقیقت کو پالے۔ ایک شخص مؤمن ہونے کا مدعی ہو مگر اسی کے ساتھ اس کا حال یہ ہو کہ زندگی و موت اور کامیابی و ناکامی کو وہ تدبیروں کا نتیجہ سمجھتا ہو تو اس کا ایمانی دعویٰ معتبر نہیں۔ غیر مؤمن کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ اس غم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ میں نے فلاں تدبیر کی ہوتی تو میں حادثہ

سے بچ جاتا۔ مگر مؤمن کے ساتھ جب کوئی حادثہ گزرتا ہے تو وہ یہ سوچ کر مطمئن رہتا ہے کہ اللہ کی مرضی یہی تھی۔ جو لوگ دنیوی اسباب کو اہمیت دیں وہ اپنی پوری زندگی دنیا کی چیزوں کو فراہم کرنے میں لگا دیتے ہیں۔ ''مرنے'' سے زیادہ ''جینا'' ان کو عزیز ہو جاتا ہے۔ مگر پانے کی اصل چیز وہ ہے جو آخرت میں ہے۔ یعنی اللہ کی جنت و مغفرت۔ اور جنّت وہ چیز ہے جس کو صرف زندگی ہی کی قیمت پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ آدمی کا وجود ہی جنّت کی واحد قیمت ہے۔ آدمی اگر اپنے وجود کو نہ دے تو وہ کسی اور چیز کے ذریعہ جنّت حاصل نہیں کرسکتا۔

اہلِ ایمان کے ساتھ جس اجتماعی سلوک کا حکم پیغمبر کو دیا گیا ہے وہی عام مسلم سربراہ کے لئے بھی ہے۔ مسلم سربراہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم دل اور نرم گفتار ہو۔ یہ نرمی صرف روزمرہ کی عام زندگی ہی میں مطلوب نہیں ہے بلکہ ایسے غیر معمولی مواقع پر بھی مطلوب ہے جب کہ اسلام اور غیر اسلام کے تصادم کے وقت لوگوں سے ایک حکم کی نافرمانی ہو اور نتیجہ میں جیتی ہوئی جنگ ہار میں بدل جائے۔ سربراہ کے اندر جب تک یہ وسعت اور بلندی نہ ہو طاقت ور اجتماعیت قائم نہیں ہوسکتی۔ غلطی خواہ کتنی ہی بڑی ہو، اگر وہ صرف ایک غلطی ہے، شرپسندی نہیں ہے تو وہ قابل معافی ہے۔ سربراہ کو چاہئے کہ ایسی ہر غلطی کو بھلا کر وہ لوگوں سے معاملہ کرلے۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کا اتنا خیر خواہ ہو کہ ان کے حق میں اس کے دل سے دعائیں نکلنے لگیں۔ اس کی نظر میں لوگوں کی اتنی قدر ہو کہ معاملات میں وہ ان سے مشورہ لے۔ جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے کئے سے ہوتا ہے تو اس کے بعد انسانی اسباب اس کی نظر میں ناقابل لحاظ ہو جائیں گے۔

سبق نمبر (۸۹) اھواء سے مراد وہ خود ساختہ اضافے ہیں جو انسانوں نے خود اپنی طرف سے دین حق میں کئے

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ (سورۃ الشوریٰ: آیات ۱۵ تا ۱۶)

ترجمہ: ''پس تم اسی کی طرف بلاؤ اور اس پر جمے رہو جس طرح تم کو حکم ہوا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ اور کہو کہ اللہ نے جو کتاب اُتاری ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب

بھی۔ ہمارا عمل ہمارے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ ہم میں اور تم میں کچھ جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے اور جو لوگ اللہ کے بارے میں حجت کر رہے ہیں، بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا، ان کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے۔ اور ان پر غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے۔"

تشریح: یہاں "کتاب" سے مراد وہ اصل دین ہے جو پیغمبروں کے ذریعہ بھیجا گیا۔ "اہواء" سے مراد وہ خود ساختہ اضافے ہیں جو انسانوں نے خود اپنی طرف سے دین حق میں کئے۔ پیغمبر کو حکم دیا گیا کہ تم بس اصل دین پر جمے رہو۔ حتیٰ کہ دعوتی مصلحت کی بنا پر بھی تم کو ایسا نہیں کرنا ہے کہ لوگوں کے خود ساختہ دین کے ساتھ رعایت کرنے لگو۔ تمہارا کام عدل کرنا ہے یعنی مذہبی اختلافات کا فیصلہ کر کے یہ بتانا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ کون سا حصہ وہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہے اور کون سا حصہ انسانی آمیزش کے تحت دین میں شامل کر لیا گیا ہے۔

"ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے جھگڑنے کے باوجود ہم ایسا نہیں کریں گے کہ ہم بھی تم سے جھگڑنے لگیں۔ تم منفی رویہ اختیار کرو تب بھی ہم یکطرفہ طور پر اپنے مثبت رویہ پر قائم رہیں گے۔ داعی کی ذمہ داری صرف حق کا پیغام پہنچانے کی ہے۔ اس کے علاوہ جو چیزیں ہیں ان کو وہ اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے۔

جو لوگ حق کو قبول کر لیں ان کو تنگ کرنا اور اُن کو بے کار بحثوں میں اُلجھانا نہایت ظالمانہ کام ہے۔ ایسا کرنے والے اپنے آپ کو اس خطرہ میں مبتلا کر رہے ہیں کہ آخرت میں اُن پر اللہ کا غضب ہو اور اُن کو سخت عذاب میں ڈال دیا جائے۔

سبق نمبر (۹۰) موجودہ دنیا میں جو امتحانی حالات پیدا کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں صحیح بات کہنے والے کو بھی الفاظ مل جاتے ہیں اور غلط بات کہنے والے کو بھی

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

(سورۃ الانعام: آیات ۱۱۲ تا ۱۱۳)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے شریر آدمیوں اور شریر جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا۔ وہ

ایک دوسرے کو پُرفریب باتیں سکھاتے ہیں دھوکا دینے کے لئے۔ اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے۔ پس تم انھیں چھوڑ دو کہ وہ جھوٹ باندھتے رہیں۔ اور ایسا اس لئے ہے کہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اس کو پسند کریں اور تا کہ جو کمائی انھیں کرنی ہے وہ کرلیں۔''

تشریح: ابن جریر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک ہوا۔ یہ ایک لمبی مجلس تھی۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا، نہیں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: اُٹھو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ وہ نماز پڑھ کر دوبارہ مجلس میں آکر بیٹھے تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم نے جن وانس کے شیطانوں کے مقابلہ میں اللہ سے پناہ مانگی؟ میں نے کہا، نہیں اے اللہ کے رسول! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں، وہ شیاطینِ جن سے بھی زیادہ بُرے ہیں۔ (**نعم هم شر من شياطين الجن**، تفسیر ابن کثیر)

یہاں شیاطین انس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دعوت حق کو بے اعتبار ثابت کرنے کے لئے قائدانہ کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خودساختہ مذہب کی بنیاد پر عزت ومقبولیت کا مقام حاصل کئے ہوتے ہیں۔ جب حق کی دعوت اپنی بے آمیز شکل میں اُٹھتی ہے تو ان کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان کو برہنہ کر رہی ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے سیدھا راستہ تو یہ تھا کہ وہ حق کی وضاحت کے بعد اس کو مان لیں مگر حق کے مقابلہ میں اپنا مقام ان کو زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ اپنی حیثیت کو بچانے کے لئے وہ خود داعی اور اس کی دعوت کو مشتبہ ثابت کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے وہ خوش نما الفاظ کا سہارا لیتے ہیں۔ وہ داعی اور اس کی دعوت میں ایسے شوشے نکالتے ہیں جو اگرچہ بذاتِ خود بے حقیقت ہوتے ہیں مگر بہت سے لوگ ان سے متاثر ہوکر اس کے بارے میں شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔

موجودہ دنیا میں جو امتحانی حالات پیدا کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں صحیح بات کہنے والے کو بھی الفاظ مل جاتے ہیں اور غلط بات کہنے والے کو بھی۔ حق کا داعی اگر حق کو دلائل کی زبان میں بیان کرسکتا ہے تو اسی کے ساتھ باطل پرستوں کو بھی یہ موقع حاصل ہے کہ وہ حق کے خلاف کچھ ایسے خوش نما الفاظ بول سکیں جو لوگوں کو دلیل معلوم ہوں اور وہ اس سے متاثر ہوکر حق کا ساتھ دینا چھوڑ دیں۔ یہ صورتِ حال امتحان کی غرض سے ہے اس لئے وہ لازماً قیامت تک باقی رہے گی۔ اس دنیا میں بہرحال آدمی کو اس امتحان میں کھڑا ہونا ہے کہ وہ سچے دلائل اور بے بنیاد باتوں کے درمیان فرق کرے اور بے بنیاد باتوں کو رد کرکے سچے دلائل کو قبول کرلے۔

شیاطینِ انس اپنی ذہانت سے حق کے خلاف جو پُرفریب شوشے نکالتے ہیں وہ انہیں لوگوں کو متاثر

کرتے ہیں جو آخرت کی فکر سے خالی ہوں۔ آخرت کا اندیشہ آدمی کو انتہائی سنجیدہ بنا دیتا ہے اور جو شخص سنجیدہ ہو اس سے باتوں کی حقیقت کبھی چھپی نہیں رہ سکتی۔ مگر جو لوگ آخرت کے اندیشہ سے خالی ہوں وہ حق کے معاملہ میں سنجیدہ نہیں ہوتے، اسی لئے وہ شوشہ اور دلیل کا فرق بھی سمجھ نہیں پاتے۔

سبق نمبر ۹۱ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ سوچے اور حق اور ناحق کے درمیان تمیز کر سکے

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖؗ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۸

(سورۃ الفاطر: آیت ۸)

ترجمہ: ''کیا ایسا شخص جس کو اُس کا بُرا عمل اچھا کر کے دکھایا گیا، پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا، پس اللہ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ پس ان پر افسوس کر کے تم اپنے کو ہلکان نہ کرو۔ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کو یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ سوچے اور حق اور ناحق کے درمیان تمیز کر سکے۔ جو آدمی اپنی اِس فطری صلاحیت کو استعمال کرتا ہے وہ ہدایت پاتا ہے اور جو شخص اس فطری صلاحیت کو استعمال نہیں کرتا وہ ہدایت نہیں پاتا۔

آدمی کے سامنے جب حق آئے تو فوراً اُس کے ذہن کو جھٹکا لگتا ہے۔ اس وقت اس کے لئے دو راستے ہوتے ہیں، اگر وہ حق کا اعتراف کر لے تو اس کا ذہن صحیح سمت میں چل پڑتا ہے۔ وہ حق کا مسافر بن جاتا ہے اس کے برعکس اگر ایسا ہو کہ کوئی مصلحت یا کوئی نفسیاتی پیچیدگی اس کے سامنے آئے اور وہ اس سے متاثر ہو کر حق کا اعتراف کرنے سے رُک جائے تو اس کا ذہن اپنے عدم اعتراف کو جائز ثابت کرنے کے لئے باتیں گھڑنا شروع کرتا ہے۔ وہ اپنے بُرے عمل کو اچھا عمل ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک ذہنی بیماری ہے اور جو لوگ اس قسم کی ذہنی بیماری میں مبتلا ہو جائیں وہ کبھی حق کا اعتراف نہیں کر پاتے۔ یہاں تک کہ اسی حال میں مر کر وہ اللہ کے یہاں پہنچ جاتے ہیں تا کہ اپنے کئے کا انجام پائیں۔

سبق نمبر ۹۲ اللہ کی نظر میں وہ شخص زندہ ہے جس کے سامنے ہدایت کی روشنی آئی اور اُس نے اس کو اپنے راستہ کی روشنی بنالیا

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۲ وَ كَذٰلِكَ

جَعَلْنَا فِیْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَ مَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام: آیات ۱۲۲ تا ۱۲۴)

ترجمہ: ''کیا وہ شخص مُردہ تھا پھر ہم نے اُس کو زندگی دی اور ہم نے اُس کو ایک روشنی دی کہ اس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے اور وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہے، ان سے نکلنے والا نہیں۔ اس طرح کافروں کی نظر میں ان کے اعمال خوش نما بنا دیئے گئے ہیں اور اس طرح ہر بستی میں ہم نے گنہ گاروں کے سردار رکھ دیئے ہیں کہ وہ وہاں حیلے کریں۔ حالاں کہ وہ جو حیلہ کرتے ہیں اپنے ہی خلاف کرتے ہیں مگر وہ اس کو نہیں سمجھتے۔ اور جب ان کے پاس کوئی نشان آتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک ہم کو بھی وہی نہ دیا جائے جو اللہ کے پیغمبروں کو دیا گیا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کس کو بخشے۔ جو لوگ مجرم ہیں ضرور اُن کو اللہ کے یہاں ذلت نصیب ہوگی اور سخت عذاب بھی، اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے۔''

تشریح: اللہ کی نظر میں وہ شخص زندہ ہے جس کے سامنے ہدایت کی روشنی آئی اور اُس نے اس کو اپنے راستہ کی روشنی بنا لیا۔ اس کے مقابلہ میں مُردہ وہ ہے جو ہدایت کی روشنی سے محروم ہوکر باطل کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہو۔

مُردہ آدمی اوہام وتعصبات کے جال میں اتنا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ سیدھے اور سچے حقائق اس کے ذہن کی گرفت میں نہیں آتے۔ وہ اشیاء کی ماہیت سے اتنا بے خبر ہوتا ہے کہ لفظی بحث اور حقیقی کلام میں فرق نہیں کر پاتا۔ وہ اپنی بڑائی کے تصور میں اتنا ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کی طرف سے آئی ہوئی سچائی کا اعتراف کرنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ اس کے ذہن پر رواجی خیالات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ ان سے ہٹ کر کسی اور معیار پر وہ چیزوں کو جانچ نہیں پاتا۔ اپنی ان کمزوریوں کی بنا پر وہ اندھیرے میں بھٹکتا رہتا ہے، بظاہر زندہ ہوتے ہوئے بھی وہ ایک مُردہ انسان بن جاتا ہے۔

اس کے برعکس جو شخص ہدایت کے لیے اپنا سینہ کھول دیتا ہے، وہ ہر قسم کی نفسیاتی گرہوں سے آزاد ہوجاتا ہے۔ سچائی کو پہچاننے میں اسے ذرا بھی دیر نہیں لگتی۔ الفاظ کے پردے کبھی اس کے لیے حقیقت کا چہرہ دیکھنے میں رُکاوٹ نہیں بنتے۔ ذوق اور عادت کے مسائل اس کی زندگی میں کبھی یہ مقام حاصل نہیں کرتے کہ اس کے اور حق کے درمیان حائل ہوجائیں۔ سچائی اس کے لئے ایک ایسی روشن

حقیقت بن جاتی ہے جس کو دیکھنے میں اس کی نظر کبھی نہ چوکے اور جس کو پانے کے لئے وہ کبھی سست ثابت نہ ہو۔ وہ خود بھی حق کی روشنی میں چلتا ہے اور دوسروں کو بھی اس میں چلانے کی کوشش کرتا ہے۔

وہ لوگ جو خود ساختہ چیزوں کو اللہ کا مذہب بتا کر عوام کا مرجع بنے ہوئے ہوتے ہیں وہ ہر ایسی آواز کے دشمن بن جاتے ہیں جو لوگوں کو سچے دین کی طرف پکارے۔ ایسی ہر آواز ان کو اپنے خلاف بے اعتمادی کی تحریک دکھائی دیتی ہے۔ یہ وقت کے بڑے لوگ حق کی دعوت میں ایسے شوشے نکالتے ہیں جن سے وہ عوام کو اس سے متاثر ہونے سے روک سکیں۔ وہ حق کے دلائل کو غلط رُخ دے کر عوام کو شبہات میں مبتلا کرتے ہیں، حتیٰ کہ بے بنیاد باتوں کے ذریعہ داعی کی ذات کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر اس قسم کی کوششیں صرف اُن کے جرم کو بڑھاتی ہیں، وہ داعی اور دعوت کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ حق پرست وہ ہے جو حق کو اس وقت دیکھ لے جب کہ اس کے ساتھ دنیوی عظمتیں شامل نہ ہوئی ہوں۔ دنیوی عظمت والے حق کو ماننا دراصل دنیوی عظمتوں کو ماننا ہے، نہ کہ اللہ کی طرف سے آئے ہوئے حق کو۔

سبق نمبر ۹۳ کوئی اپنے آپ کو مقدس ہستیوں سے اتنا زیادہ وابستہ کر لیتا ہے کہ ان کو چھوڑتے ہوئے اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ بالکل برباد ہو جائے گا

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ (سورۃ الانعام: آیات ۱۲۵ تا ۱۲۷)

ترجمہ: ”اللہ جس کو چاہتا ہے کہ ہدایت دے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے تو اس کے سینے کو بالکل تنگ کر دیتا ہے، جیسے اس کو آسمان میں چڑھنا پڑ رہا ہو۔ اس طرح اللہ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔ اور یہی تمہارے رب کا سیدھا راستہ ہے۔ ہم نے واضح کر دی ہیں نشانیاں غور کرنے والوں کے لئے۔ انھیں کے لئے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس۔ اور وہ اُن کا مددگار ہے اس عمل کے سبب سے جو وہ کرتے رہے۔“

تشریح: حق اپنی ذات میں اتنا واضح ہے کہ اس کا سمجھنا کبھی کسی آدمی کے لئے مشکل نہ ہو۔ پھر بھی ہر زمانہ میں بے شمار لوگ حق کی وضاحت کے باوجود حق کو قبول نہیں کرتے۔ اس کی وجہ ان کے اندر کی وہ رُکاوٹیں ہیں جو وہ اپنی نفسیات میں پیدا کر لیتے ہیں۔ کوئی اپنے آپ کو مقدس ہستیوں سے اتنا زیادہ وابستہ کر لیتا ہے کہ ان کو چھوڑتے ہوئے اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ بالکل برباد ہو جائے گا۔ کسی کا

حال یہ ہوتا ہے کہ اپنی مصلحتوں کا نظام ٹوٹنے کا اندیشہ اس کے اوپر اتنا زیادہ چھا جاتا ہے کہ اس کے لئے حق کی طرف اقدام کرنا ممکن نہیں رہتا۔ کسی کو نظر آتا ہے کہ حق کو ماننا اپنی بڑائی کے مینار کو اپنے ہاتھ سے ڈھا دینا ہے۔ کسی کو محسوس ہوتا ہے کہ ماحول کے رواج کے خلاف ایک بات کو اگر میں نے مان لیا تو میں سارے ماحول میں اجنبی بن کر رہ جاؤں گا۔ اس طرح کے خیالات آدمی کے اوپر اتنے مسلط ہو جاتے ہیں کہ حق کو ماننا اس کو ایک بے حد مشکل بلندی پر چڑھائی کے ہم معنی نظر آنے لگتا ہے جس کو دیکھ کر ہی آدمی کا دل تنگ ہونے لگتا ہو۔

اس کے برعکس معاملہ اُن لوگوں کا ہے جو نفسیاتی پیچیدگیوں میں مبتلا نہیں ہوتے، جو حق کو ہر دوسری چیز سے اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ وہ پہلے سے سچے متلاشی بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے جب حق ان کے سامنے آتا ہے تو بلا تاخیر وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور تمام عذرات اور اندیشوں کو نظر انداز کر کے اس کو قبول کر لیتے ہیں۔

اللہ اپنے حق کو نشانیوں (اشاراتی حقائق) کی صورت میں لوگوں کے سامنے لاتا ہے۔ اب جو لوگ اپنے دِلوں میں کمزوریاں لئے ہوئے ہیں، وہ ان اشارات کی خود ساختہ تاویل کر کے اپنے لئے اس کو نہ ماننے کا جواز بنا لیتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے سینے کھلے ہوتے ہیں وہ اشارات کو ان کی اصل گہرائیوں کے ساتھ پا لیتے ہیں اور ان کو اپنے ذہن کی غذا بنا لیتے ہیں۔ ان کی زندگی فی الفور اس سیدھے راستہ پر چل پڑتی ہے جو اللہ کی براہِ راست رہنمائی میں طے ہوتا ہے اور بالآخر آدمی کو ابدی کامیابی کے مقام پر پہونچا دیتا ہے۔

اللہ کے یہاں جو کچھ قیمت ہے وہ عمل کی ہے نہ کہ کسی اور چیز کی۔ جو شخص عملی طور پر اللہ کی فرماں برداری اختیار کرے گا وہی اس قابل ٹھہرے گا کہ اللہ اس کی دست گیری کرے اور اس کو اپنے سلامتی کے گھر تک پہنچا دے۔ یہ سلامتی کا گھر اللہ کی جنّت ہے جہاں آدمی ہر قسم کے دُکھ اور آفت سے محفوظ رہ کر ابدی سکون کی زندگی گزارے گا۔ اللہ کی یہ مدد افراد کو اُن کے عمل کے مطابق موت کے بعد آنے والی زندگی میں ملے گی۔ لیکن اگر افراد کی قابل لحاظ تعداد دنیا میں اللہ کی فرماں بردار بن جائے تو ایسی جماعت کو دنیا میں بھی اس کا ایک حصہ دے دیا جاتا ہے۔

سبق نمبر ۹۴ خدائی پکار کے مقابلہ میں شیطانی نعرے ہمیشہ عوام کی بھیڑ کے لئے زیادہ پر کشش ثابت ہوتے ہیں

وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ۚ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ قَالَ اَوْلِیٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِیْۤ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

(سورۃ الانعام: آیات ۱۲۸ تا ۱۳۱)

ترجمہ: ''اور جس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا، اے جنوں کے گروہ! تم نے بہت سے لے لئے انسانوں میں سے۔ اور انسانوں میں سے ان کے ساتھی کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے کو استعمال کیا اور ہم پہنچ گئے اپنے اُس وعدہ کو جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا۔ اللہ کہے گا اب تمہارا ٹھکانا آگ ہے، ہمیشہ اس میں رہو گے مگر جو اللہ چاہے۔ بے شک تمہارا رب حکمت والا علم والا ہے۔ اور اسی طرح ہم ساتھ ملا دیں گے گنہ گاروں کو ایک دوسرے سے بہ سبب ان اعمال کے جو وہ کرتے تھے۔ اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس تمہی میں سے پیغمبر نہیں آئے جو تم کو میری آیتیں سناتے اور تم کو اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے تھے۔ وہ کہیں گے ہم خود اپنے خلاف گواہ ہیں۔ اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا اور وہ اپنے خلاف خود گواہی دیں گے کہ بے شک ہم منکر تھے۔ یہ اس وجہ سے کہ تمہارا رب بستیوں کو ان کے ظلم پر اس حال میں ہلاک کرنے والا نہیں کہ وہاں کے لوگ بے خبر ہوں۔''

تشریح: کسی کو گمراہ کرنے سے جب کوئی شخص گمراہ ہوتا ہے تو یہ یک طرفہ معاملہ نہیں ہوتا۔ دونوں اپنی اپنی جگہ یہی سمجھتے ہیں کہ وہ اپنا مقصد پورا کر رہے ہیں۔ شیطان جب آدمی کو سبز باغ دکھا کر اپنی طرف لے جاتا ہے تو وہ اپنے اس چیلنج کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے جو اس نے آغازِ تخلیق میں اللہ کو دیا تھا کہ میں تیری مخلوق کے بڑے حصہ کو اپنا ہم نوا بنا لوں گا۔ دوسری طرف جو لوگ اپنے آپ کو شیطان کے حوالے کرتے ہیں ان کے سامنے بھی واضح مفادات ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ جنّوں کے نام پر اپنے سحر کے کاروبار کو فروغ دیتے ہیں یا اپنی شاعری اور کہانت کا رشتہ کسی جنّی استاد سے جوڑ کر عوام کے اوپر اپنی برتری قائم کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ تمام تحریکیں جو شیطانی ترغیبات کے تحت اُٹھتی ہیں، ان کا ساتھ دینے والے بھی اسی لئے اُن کا ساتھ دیتے ہیں کہ ان کو اُمید ہوتی ہے کہ اس طرح عوام کے اوپر آسانی کے ساتھ وہ اپنی قیادت قائم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خدائی پکار کے مقابلہ میں شیطانی نعرے ہمیشہ عوام کی

بھیڑ کے لئے زیادہ پرکشش ثابت ہوتے ہیں۔

قیامت میں جب حقیقتوں سے پردہ اُٹھایا جائے گا تو یہ بات کھل جائے گی کہ جولوگ بے راہ ہوئے یا جنہوں نے دوسروں کو بے راہ کیا انھوں نے کسی غلط فہمی کی بنا پر ایسا نہیں کیا۔ اس کی وجہ حق کو نظر انداز کرنا تھا نہ کہ حق سے بے خبر رہنا۔ وہ دنیوی تماشوں سے اوپر نہ اُٹھ سکے۔ وہ وقتی فائدوں کو قربان نہ کر سکے۔ ورنہ اللہ نے اپنے خاص بندوں کے ذریعہ جو ہدایت کھولی تھی وہ اتنی واضح تھی کہ کوئی شخص حقیقت حال سے بے خبر نہیں رہ سکتا تھا مگر ان کی دنیا پرستی ان کی آنکھوں کا پردہ بن گئی۔ جاننے کے باوجود انھوں نے نہ جانا۔ سننے کے باوجود انھوں نے نہ سنا۔

آخرت میں وہ مصنوعی سہارے اُن سے چھن جائیں گے جن کے بل پر وہ حقیقت سے بے پروا بنے ہوئے تھے۔ اُس وقت اُن کو نظر آئے گا کہ کس طرح ایسا ہوا کہ حق اُن کے سامنے آیا، مگر اُنھوں نے جھوٹے الفاظ بول کر اُس کو رد کر دیا۔ کس طرح اُن کی غلطی اُن پر واضح کی گئی مگر خوبصورت تاویل کر کے اُنھوں نے سمجھا کہ اپنے آپ کو حق بجانب ثابت کرنے میں وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔

سبق نمبر ۹۵ کراماتی چیزوں میں کھونے کا نام دین نہیں ہے

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾

(سورۃ الاعراف: آیات ۲۰۳ تا ۲۰۶)

ترجمہ: ”اور جب تم ان کے سامنے کوئی نشانی (معجزہ) نہیں لائے تو کہتے ہیں کہ کیوں نہ تم چھانٹ لائے کچھ اپنی طرف سے۔ کہو، میں تو اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ یہ سوجھ کی باتیں ہیں تمھارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے اور اپنے رب کو صبح وشام یاد کرو اپنے دل میں، عاجزی اور خوف کے ساتھ اور پست آواز سے، اور غافلوں میں سے نہ بنو۔ جو (فرشتے) تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور وہ اس کی پاک ذات کو یاد کرتے ہیں اور اُسی کو سجدہ کرتے ہیں۔“

تشریح: مکہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ اگر تم اللہ کے پیغمبر ہو تو اللہ کے یہاں سے کوئی معجزہ کیوں نہیں لائے۔ اللہ کے لئے انتہائی آسان تھا کہ وہ آپ کو ایک معجزہ دے دیتا مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اصل مقصد جاتا رہتا۔

مثلاً فرض کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے جدید طرز کی ایک موٹر کار اُتار دی جاتی جس میں لاؤڈ اسپیکر نصب ہوتا۔ آپ اُس میں بیٹھ کر چلتے اور لوگوں کے درمیان تبلیغ کرتے۔ ڈیڑھ ہزار سال پہلے کے حالات میں ایسی ایک کار لوگوں کے لئے انتہائی حیرت ناک معجزہ ہوتی مگر اس کا نقصان یہ ہوتا کہ لوگوں کی توجہ اصل بات سے ہٹ جاتی۔ اصل مقصد تو یہ تھا کہ اللہ کا کلام لوگوں کے لئے بصیرت بنے۔ اس سے لوگوں کو سوچنے کا ڈھنگ اور عمل کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔ اس سے روحوں کو خدائی ٹھنڈک ملے، مگر مذکورہ معجزے کے بعد یہ سارا منصوبہ دھرا رہ جاتا اور لوگ بس طلسماتی سواری کے عجوبہ میں محو ہو کر رہ جاتے۔

کراماتی چیزوں میں کھونے کا نام دین نہیں۔ دین یہ ہے کہ آدمی اللہ کے کلام پر دھیان دے۔ اس کو غور کے ساتھ پڑھے اور توجہ کے ساتھ سنے۔ دین دار ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ آدمی کا گہرا تعلق قائم ہو جائے۔ اس کے دل میں گداز پیدا ہو۔ وہ اللہ کی یاد کرنے والا بن جائے۔ اللہ کی عظمت اس کے دل و دماغ پر اس طرح چھا جائے کہ وہ اس کے اندر تواضع اور خوف کی کیفیت پیدا کر دے۔ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی آواز پست ہو جائے۔ وہ غفلت سے نکل کر بیداری کے عالم میں پہنچ جائے۔

آخر میں فرشتوں کا کردار بیان کیا گیا ہے۔ یہ اس لئے کہ تم بھی ایسا ہی کرو تا کہ تمھیں فرشتوں کی معیت حاصل ہو۔ جب آدمی اپنے آپ کو گھمنڈ سے پاک کرتا ہے اور اللہ کے کمالات سے اتنا سرشار ہوتا ہے کہ اس کے دل سے ہر وقت اس کی یاد اُبلتی رہتی ہے تو وہ فرشتوں کا ہم سطح ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں کسی انسان کی ترقی کا اعلیٰ ترین مقام یہ ہے کہ وہ انسان ہوتے ہوئے ملکوتی کردار کا حامل بن جائے۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے فرشتوں کے پڑوس میں زندگی گزارنے لگے۔

سبق نمبر (۹۶) ضمیر کی آواز اللہ کی آواز ہے

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝

(سورۃ المائدہ: آیات ۳۰ تا ۳۱)

ترجمہ: ''پھر اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر وہ نقصان اُٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوّے کو بھیجا

جو زمین میں کریدتا تھا تاکہ وہ اس کو دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے۔ اس نے کہا افسوس! میری حالت پر کہ میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا۔ پس وہ بہت شرمندہ ہوا۔"

تشریح: دنیا میں جو کچھ کسی کو ملتا ہے اللہ کی طرف سے ملتا ہے، اس لئے کسی کو اچھے حال میں دیکھ کر جلنا اور اس کے نقصان کے درپے ہونا گویا اللہ کے منصوبہ کو باطل کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ ایسا آدمی اگرچہ موجودہ امتحان کی دنیا میں ایک حد تک عمل کرنے کا موقع پاتا ہے مگر اللہ کی نظر میں وہ بدترین مجرم ہے۔ قابیل نے اپنے بڑے بھائی کو اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد اس کے دل میں جھجک پیدا ہوئی، اس کو محسوس ہوا کہ وہ واقعی بلا سبب اپنے بھائی کو مار ڈالنا چاہتا ہے۔ مگر اس کا حسد کا جذبہ ٹھنڈا نہ ہو سکا۔ اس نے اپنے ذہن میں ایسے عذرات گھڑ لئے جو اس کے لئے اپنے بھائی کے قتل کو جائز ثابت کر سکیں۔ اس کی اندرونی کش مکش نے بالآخر خود ساختہ توجیہات میں اپنے لئے تسکین تلاش کر لی اور اس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ ضمیر کی آواز اللہ کی آواز ہے۔ ضمیر کے اندر کسی عمل کے بارے میں سوال پیدا ہونا آدمی کا امتحان کے میدان میں کھڑا ہونا ہے۔ اگر آدمی اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہے تو وہ کامیاب ہوا اور اگر اس نے جھوٹے الفاظ کا سہارا لے کر ضمیر کی آواز کو دبا دیا تو وہ ناکام ہو گیا۔

حدیث میں ہے کہ زیادتی اور قطع رحم ایسے گناہ ہیں کہ ان کی سزا اسی موجودہ دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ قابیل نے اپنے بھائی کے ساتھ جو ناحق ظلم کیا تھا اس کی سزا اس کو نہ صرف آخرت میں ملی بلکہ اسی دنیا میں اس کا انجام شروع ہو گیا۔ مجاہد اور جبیر تابعی سے منقول ہے کہ قتل کے بعد قابیل کا یہ حال ہوا کہ اس کی پنڈلی اس کی ران سے چپک گئی۔ وہ بے یار و مددگار زمین میں پڑا رہتا، یہاں تک کہ اسی حالت میں ذلت اور تکلیف کے ساتھ مر گیا۔ (ابن کثیر)

قابیل کو کوّے کے ذریعے یہ تعلیم دی گئی کہ وہ لاش کو زمین کے نیچے دفن کر دے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ انسان فطرت کے راستہ کو جاننے کے معاملہ میں جانور سے بھی زیادہ کم عقل ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ اپنے جذبات کے پیچھے چلتا ہے تو اس سے زیادہ ظالم اور کوئی نہیں۔ نیز اس میں اس حقیقت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے کہ جرم سے پہلے اگر آدمی جرم کے ارادہ کو اپنے سینہ میں دفن کر دے تو اس کو شرمندگی نہ اُٹھانا پڑے۔ آدمی کو چاہیے کہ وہ دل کے احساس کو دل کے اندر دبائے، اس کو دل سے باہر آ کر واقعہ نہ بننے دے۔ برے احساس کو دل کے باہر نکالنے سے پہلے تو صرف احساس کو دفن کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اگر اس نے اس کو باہر نکالا تو پھر ایک زندہ انسان کی "لاش" کو دفن کرنے کا مسئلہ اس کے لئے پیدا ہو جائے گا جو دفن ہو کر بھی خدا کے یہاں دفن نہیں ہوتا۔

سبق نمبر ۹۷ یہ ایک عام بات ہے کہ اختیار واقتدار پا کر آدمی گھمنڈ کی نفسیات میں مبتلا ہو جاتا ہے

وَ اسْتَكْبَرَ هُوَ وَ جُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ (سورۃ القصص: آیات ۳۹ تا ۴۳)

ترجمہ: ''اور اس نے اور اس کی فوجوں نے زمین میں ناحق گھمنڈ کیا اور انھوں نے سمجھا کہ ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا نہیں ہے۔ تو ہم نے اس کو اور اس کی فوجوں کو پکڑا۔ پھر ان کو سمندر میں پھینک دیا۔ تو دیکھو کہ ظالموں کا انجام کیا ہوا اور ہم نے اُن کو سردار بنایا کہ آگ کی طرف بُلاتے ہیں اور قیامت کے دن اُن کو مدد نہیں ملے گی۔ اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔ اور ہم نے اگلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ لوگوں کے لئے بصیرت کا سامان اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔''

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تحریک فردِ انسانی میں ربانی انقلاب برپا کرنے کی تحریک تھی۔ آپ کا مدعا یہ تھا کہ آدمی اللہ سے ڈرے اور اللہ کا بندہ بن کر دنیا میں زندگی گزارے۔ آپ کا یہی پیغام دوسرے افراد کے لئے بھی تھا اور یہی اس فرد کے لئے بھی جو ملک کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔

یہ ایک عام بات ہے کہ اختیار واقتدار پا کر آدمی گھمنڈ کی نفسیات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہی فرعون کا حال بھی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ڈرایا کہ اگر تم متکبر بن کر دنیا میں رہو گے تو اللہ کی پکڑ میں آجاؤ گے مگر فرعون نے نصیحت قبول نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کو ہلاک کر دیا گیا۔

سبق نمبر ۹۸ دنیا آزمائش کی جگہ ہے، یہاں ہر آدمی سے غلطی ہو سکتی ہے

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَ مَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَ مَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَ رَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

(سورۃ النساء: آیات ۱۰۹ تا ۱۱۳)

ترجمہ: ''تم لوگوں نے دنیا کی زندگی میں تو اُن کی طرف سے جھگڑا کرلیا، مگر قیامت کے دن کون اُن کے بدلے اللہ سے جھگڑا کرے گا یا کون ہوگا ان کا کام بنانے والا۔ اور جو شخص برائی کرے یا اپنے آپ پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پائے گا۔ اور جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے ہی حق میں کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور جو شخص کوئی غلطی یا گناہ کرے پھر اُس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو اس نے ایک بڑا بہتان اور کھلا ہوا گناہ اپنے سر لے لیا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو یہ ٹھان ہی لیا تھا کہ تم کو بہکا کر رہے گا۔ حالانکہ وہ اپنے آپ کو بہکا رہے ہیں۔ وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اُتاری ہے اور تم کو وہ چیز سکھائی ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل ہے تم پر بہت بڑا۔''

تشریح: دنیا آزمائش کی جگہ ہے، یہاں ہر آدمی سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اللہ کے معاملہ میں بھی اور بندوں کے معاملہ میں بھی۔ جب کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی غلطی پر شرمندہ ہو۔ وہ اللہ کی طرف اور زیادہ توجہ کے ساتھ دوڑے۔ وہ اللہ سے درخواست کرے کہ وہ اس کی غلطی کو معاف کر دے اور آئندہ کے لئے اس کو نیکی کی توفیق دے۔ جو شخص اس طرح اللہ کی پناہ چاہے تو اللہ بھی اُس کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔ اللہ اس کے دینی احساس کو بیدار کر کے اس کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو کر دنیا میں رہنے لگے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی جب غلطی کرے تو وہ غلطی کو ماننے کے لئے تیار نہ ہو۔ بلکہ اپنی غلطی کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں لگ جائے۔ وہ اپنے ساتھیوں کی حمایت سے خود ان لوگوں سے لڑنے لگے جو اس کی غلطی سے اس کو آگاہ کر رہے ہیں۔ جو لوگ اپنی غلطی پر اس طرح اکڑتے ہیں اور جو لوگ ان کا ساتھ دیتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بدترین مجرم ہیں۔ وہ اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے جن الفاظ کا سہارا لیتے ہیں وہ آخرت میں بالکل بے معنی ثابت ہوں گے۔ اور جن حمایتیوں کے بھروسے پر گھمنڈ کر رہے ہیں وہ بالآخر جان لیں گے کہ وہ کچھ بھی ان کے کام آنے والے نہ تھے۔

ایک شخص کسی کا مال چرائے اور جب پکڑے جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو دوسرے کے گھر میں رکھ کر کہے کہ فلاں نے اس کو چرایا تھا۔ ایک شخص کسی عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہے اور جب وہ پاک دامن خاتون اس کا ساتھ نہ دے تو وہ جھوٹے افسانے گھڑ کر اس خاتون کو بدنام کرے۔ دو آدمی مل کر ایک کام شروع کریں اس کے بعد ایک شخص کو محسوس ہو کہ اس کی ذاتی مصلحتیں مجروح ہو رہی ہیں، وہ تدبیر کر کے اس کام کو بند کرا دے اور اس کے بعد مشہور کرے کہ اس کے بند ہونے کی ذمہ داری فریق ثانی کے اوپر ہے۔ یہ سب اپنا جرم دوسرے کے سر ڈالنے کی کوششیں ہیں۔ مگر ایسی کوششیں صرف آدمی کے جرم کو بڑھاتی ہیں، وہ اس کو بری الذمہ ثابت نہیں کرتیں۔ اللہ کا سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ وہ ہدایت کے دروازے کھولے۔ وہ آدمی کو سمجھائے کہ غلطی کرنے کے بعد اپنی غلطی کو مان لو نہ کہ بحث کر کے اپنے کو صحیح ثابت کرو۔ کسی سے معاملہ پڑے تو ساتھیوں کے بل پر گھمنڈ نہ کرو بلکہ اللہ سے ڈر کر تواضع کا انداز اختیار کرو۔ کسی کے خلاف کارروائی کرنے کا موقع مل جائے تو اپنے کو کامیاب سمجھ کر خوش نہ ہو بلکہ اللہ سے دُعا کرو کہ وہ تم کو ظالم بننے سے بچائے۔

سبق نمبر ۹۹ اجتماعی زندگی میں بار بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے سامنے ایسا معاملہ آتا ہے جس میں ایک راستہ اپنے مفاد اور خواہش کا ہوتا ہے اور دوسرا حق اور انصاف کا

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا۟ ۚ وَإِن تَلْوُۥٓا۟ أَوْ تُعْرِضُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾

(سورۃ النساء: آیت ۱۳۵)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنو، چاہے وہ تمہارے یا تمہارے ماں باپ یا عزیزوں کے خلاف ہو۔ اگر کوئی مال دار ہے یا محتاج تو اللہ تم سے زیادہ دونوں کا خیر خواہ ہے۔ پس تم خواہش کی پیروی نہ کرو کہ حق سے ہٹ جاؤ۔ اور اگر تم کجی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔“

تشریح: اجتماعی زندگی میں بار بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے سامنے ایسا معاملہ آتا ہے جس میں ایک راستہ اپنے مفاد اور خواہش کا ہوتا ہے اور دوسرا حق اور انصاف کا۔ جو لوگ اللہ کی طرف سے غافل

ہوتے ہیں، جن کو یقین نہیں ہوتا کہ اللہ ہر وقت اُن کو دیکھ رہا ہے وہ ایسے مواقع پر اپنی خواہش کے رُخ پر چل پڑتے ہیں۔ وہ اس کو کامیابی سمجھتے ہیں کہ حق کی پروا نہ کریں اور معاملہ کو اپنے مفاد اور اپنی مصلحت کے مطابق طے کریں۔ مگر جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، جو اللہ کو اپنا نگراں بنائے ہوئے ہیں وہ تمام تر انصاف کے پہلو کو دیکھتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو حق و انصاف کا تقاضا ہو۔ ان کی کوشش ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ ان کو موت آئے تو اس حال میں آئے کہ انھوں نے کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کی ہو۔ وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر قسط اور عدل پر قائم کئے ہوئے ہوں۔

ان کی انصاف پسندی کا یہ جذبہ اِتنا بڑھا ہوا ہوتا ہے کہ اُن کے لئے ناممکن ہوجاتا ہے کہ وہ انصاف سے ہٹتا ہوا کوئی رویہ دیکھیں اور اُس کو برداشت کرلیں، جب بھی ایسا کوئی معاملہ سامنے آتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ ناانصافی کر رہا ہو تو وہ ایسے موقع پر حق کا اعلان کرنے سے باز نہیں رہتے۔ اگر انصاف کا اعلان کرنے میں اُن کے قریبی تعلق والوں پر زد پڑتی ہو یا اُن کی اپنی مصلحتیں مجروح ہوتی ہوں، تب بھی وہ وہی کہتے ہیں جو انصاف کی رو سے اُنہیں کہنا چاہیے۔ اُن کی زبان کھلتی ہے تو اللہ کے لئے کھلتی ہے نہ کہ کسی اور چیز کے لئے۔ اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ صاحب معاملہ طاقت ور ہو تو اُس کو اس کا حق دیا جائے اور اگر صاحب معاملہ کمزور ہو تو اُس کا حق اُس کو نہ دیا جائے۔ مؤمن وہ ہے جو ہر آدمی کے ساتھ انصاف کرے خواہ وہ زور آور ہو یا کمزور۔

جب کوئی آدمی ناانصافی کا ساتھ دے تو وہ یہ کہہ کر ایسا نہیں کرتا کہ میں ناانصافی کرنے والے کا ساتھ ہوں، بلکہ وہ اپنی ناانصافی کو انصاف کا رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے موقع پر ہر آدمی دو میں سے کوئی ایک رویہ اختیار کرتا ہے۔ یا تو وہ یہ کرتا ہے کہ بات کو بدل دیتا ہے۔ وہ معاملہ کی نوعیت کو ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہے جس سے ظاہر ہو کہ یہ ناانصافی کا معاملہ نہیں بلکہ عین انصاف کا معاملہ ہے، جس کے ساتھ زیادتی کی جارہی ہے، وہ اُسی کا مستحق ہے کہ اُس کے ساتھ ایسا ہی کیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی خاموشی اختیار کرلے۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہاں ناانصافی کی جارہی ہے وہ کترا کر نکل جائے اور جو کہنے کی بات ہے اس کو زبان پر نہ لائے۔ اس قسم کا طرزِ عمل ثابت کرتا ہے کہ آدمی اپنے اوپر اللہ کو نگراں نہیں سمجھتا۔

سبق نمبر (۱۰۰) وہ مذہب کے بڑے بڑے مناصب پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کو منظور نہ ہوا کہ وہ اپنے سوا کسی کی بڑائی تسلیم کریں

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى

بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۭ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ (سورۃ النساء: آیات ۱۶۶ تا ۱۷۰)

ترجمہ: ''مگر اللہ گواہ ہے اس پر جو اُس نے تمہارے اوپر اُتارا ہے کہ اس نے اس کو اپنے علم کے ساتھ اُتارا ہے۔ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ گواہی کے لئے کافی ہے۔ جن لوگوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا وہ بہک کر بہت دور نکل گئے۔ جن لوگوں نے انکار کیا اور ظلم کیا ان کو اللہ ہرگز نہیں بخشے گا۔ نہ ہی ان کو جہنم کے سوا کوئی راستہ دکھائے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور اللہ کے لئے یہ آسان ہے۔ اے لوگو! تمہارے پاس رسول آچکا تمہارے رب کی ٹھیک بات لے کر۔ پس مان لو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور اگر نہ مانو گے تو اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

تشریح: رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت یہود کو آسمانی مذہب کے نمائندہ کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ مذہب کے بڑے بڑے مناصب پر بیٹھے ہوئے تھے، ان کو منظور نہ ہوا کہ وہ اپنے سوا کسی کی بڑائی تسلیم کریں۔ انھوں نے یہ ماننے سے انکار کردیا کہ آپ اللہ کی طرف سے اُس کے بندوں تک اس کا پیغام پہنچانے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم دین کے اجارہ دار ہیں۔ ہم جس شخص کی دینی صداقت کو تسلیم نہ کریں وہ بطور واقعہ بھی غیر تسلیم شدہ بن جاتا ہے۔ مگر وہ بھول گئے کہ یہ کائنات اللہ کی کائنات ہے اور اس کا نظام اللہ کے فرماں بردار فرشتے چلا رہے ہیں۔ اس لئے یہاں کسی کی اصل تصدیق وہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اور کائنات کا پورا نظام جس کی تائید کرے اور یقیناً اللہ اور اس کی پوری کائنات اپنے پیغمبر کے ساتھ ہے، نہ کہ کسی کے خود ساختہ مزعومات کے ساتھ۔

اللہ کی پکار کے مقابلہ میں جو لوگ یہ ردِّعمل دکھائیں کہ وہ اس کا اعراض و انکار کریں، وہ لوگوں کو اس کا ساتھ دینے سے روکیں، وہ صرف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ بندگی کے صحیح مقام سے بھٹک کر بہت دور نکل گئے ہیں۔ وہ ایسی بات کہتے ہیں جس کی تردید ساری کائنات کر رہی ہے۔ وہ ایک ایسے منصوبہ کے خلاف محاذ بنا رہے ہیں جس کی پشت پر زمین و آسمان کا مالک کھڑا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑی نادانی اس دنیا میں اور کوئی نہیں۔ ایسے لوگ دین کے نام پر سب سے بڑی بے دینی کر رہے ہیں۔ جو لوگ اپنے لئے اس قسم کا ظالمانہ رویہ پسند کریں ان کا ذہن اعتراف کے بجائے انکار کے رُخ پر چلنے لگتا

ہے۔ وہ دن بہ دن حق سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ابدی بربادی کے گڑھے میں جا گرتے ہیں۔ اللہ کی دعوت کا انکار خود اللہ کا انکار ہے۔ اللہ کی دعوت اتنے کھلے ہوئے دلائل کے ساتھ ہوتی ہے کہ اس کو سمجھنا کسی کے لئے مشکل نہ رہے۔ اس کے باوجود جو لوگ اللہ کی دعوت کا انکار کریں وہ گویا اللہ کے سامنے ڈھٹائی کر رہے ہیں اور ڈھٹائی اللہ کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے۔

اگر آدمی نے اپنے دل کی کھڑکیاں کھلی رکھی ہوں تو اللہ کی پکار اس کو عین اپنی تلاش کا جواب معلوم ہوگی۔ اس کو محسوس ہوگا کہ وہ حق جو انسانی باتوں میں ڈھک کر رہ گیا تھا، اللہ نے اُس کی بے آمیز شکل میں اس کے اعلان کا انتظام کیا ہے، یہ اللہ کے علم اور حکمت کا ظہور ہے نہ کہ کسی شخص کے ذاتی جوش کا کوئی معاملہ۔

سبق نمبر (۱۰۱) جو شخص حق پر ہو اس کا ساتھ دینا اور جو ناحق پر ہو اُس کا ساتھ نہ دینا موجودہ دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔ مگر اسی مشکل کام پر آدمی کے اُخروی انجام کا فیصلہ ہونے والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآئِدَ وَ لَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

(سورۃ المائدہ: آیات ۱ تا ۲)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! عہد و پیمان کو پورا کرو، تمہارے لئے مویشی کی قسم کے سب جانور حلال کئے گئے، سوائے اُن کے جن کا ذکر آگے کیا جا رہا ہے، مگر احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ جانو۔ اللہ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینوں کی اور نہ حرم میں قربانی والے جانوروں کی اور نہ پٹے بندھے ہوئے نیاز کے جانوروں کی اور نہ حرمت والے گھر کی طرف آنے والوں کی جو اپنے رب کا فضل اور اُس کی خوشی ڈھونڈنے نکلے ہیں۔ اور جب تم احرام کی حالت سے باہر آ جاؤ تو شکار کرو۔ اور کسی قوم کی دشمنی کہ اس نے تم کو مسجد حرام سے روکا ہے، تم کو اس پر نہ اُبھارے کہ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی

مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

تشریح: مؤمن کی زندگی ایک پابند زندگی ہے۔ وہ دنیا میں آزاد ہے کہ جو چاہے کرے اس کے باوجود وہ اللہ کی آقائی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو پابند بنالیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو از خود عہد کی رسّی میں باندھ لیتا ہے۔ اللہ کا معاملہ ہو یا بندوں کا معاملہ، دونوں قسم کے معاملات میں اس نے اپنے کو پابند کرلیا ہے کہ وہ آزادانہ عمل نہ کرے بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ وہ انھیں چیزوں کو اپنی خوراک بنائے جو اللہ نے اس کے لئے حلال کی ہیں اور جو چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں ان کو کھانا چھوڑ دے۔ کسی موقع پر اگر کسی جائز چیز سے بھی روک دیا جائے جیسا کہ احرام کی حالت میں یا حرام مہینوں کے بارے میں حکم سے واضح ہوتا ہے تو اس کو بھی بے چون وچرا مان لے۔ کوئی چیز کسی دینی حقیقت کی علامت بن جائے تو اس کا احترام کرے، کیوں کہ ایسی چیز کا احترام خود دین کا احترام ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے خوف سے کرے نہ کہ کسی اور جذبہ سے۔

آدمی عام حالات میں اللہ کے حکموں پر عمل کرتا ہے مگر جب کوئی غیر معمولی حالت پیدا ہوتی ہے تو وہ بدل کر دوسرا انسان بن جاتا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والا یکایک اللہ سے بے خوف انسان بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ موقع وہ ہے جب کہ کسی کی کوئی مخالفانہ حرکت اس کو مشتعل کر دیتی ہے۔ ایسے موقع پر آدمی انصاف کی حدوں کو بھول جاتا ہے اور یہ چاہنے لگتا ہے کہ جس طرح بھی ہو اپنے حریف کو ذلیل اور ناکام کرے۔ مگر اس قسم کی معاندانہ کارروائی اللہ کے نزدیک جائز نہیں، حتیٰ کہ اس وقت بھی نہیں جب کہ مسجد حرام کی زیارت جیسے پاک کام سے کسی نے دوسرے کو روکا ہو۔ کوئی شخص اس قسم کی ظالمانہ کارروائی کرنے کے لئے اُٹھے اور کچھ لوگ اس کا ساتھ دینے لگیں تو یہ گناہ کی راہ میں کسی کی مدد کرنا ہوگا۔ جب کہ اللہ سے ڈرنے والوں کا شیوہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ صرف نیکی کے کاموں میں دوسرے کی مدد کریں۔ جو شخص حق پر ہو اس کا ساتھ دینا اور جو ناحق پر ہو اُس کا ساتھ نہ دینا موجودہ دنیا کا سب سے مشکل کام ہے مگر اسی مشکل کام پر آدمی کے اُخروی انجام کا فیصلہ ہونے والا ہے۔

سبق نمبر (۱۰۲) یہاں یہ ممکن ہے کہ آدمی حلال کو چھوڑ کر حرام ذرائع اختیار کرے، انصاف کے بجائے وہ ظلم کے راستہ پر چلے اور اس کے باوجود اس کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہ ہو

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ

اِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ وَ اِنْ تَکْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ اَیُّہَا النَّاسُ وَ یَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِکَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ ثَوَابَ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰہِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾

(سورۃ النساء: آیات ۱۳۱ تا ۱۳۴)

ترجمہ: ''اور اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور ہم نے حکم دیا ہے ان لوگوں کو جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرو۔ اور اگر تم نے نہ مانا تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں والا ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بھروسہ کے لئے اللہ کافی ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو لے جائے۔ اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے۔ اور اللہ اس پر قادر ہے۔ جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہو تو اللہ کے پاس دنیا کا ثواب بھی ہے اور آخرت کا ثواب بھی۔ اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

تشریح: دنیا میں آدمی کو جو صالح زندگی اختیار کرنا ہے وہ اس کو اسی وقت اختیار کر سکتا ہے جب کہ وہ اندر سے اللہ والا بن گیا ہو۔ اللہ کو مالک کائنات کی حیثیت سے پالینا، صرف اللہ سے ڈرنا اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا، آخرت کو اصل سمجھ کر اس کی طرف متوجہ ہو جانا، یہی وہ چیزیں ہیں جو کسی آدمی کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ دنیا میں وہ صالح زندگی گزارے جو اللہ کو مطلوب ہے اور جو اُس کو آخرت کی دنیا میں کامیاب کرنے والی ہے۔ اسی لئے نبیوں کی تعلیمات میں ہمیشہ اسی پر سب سے زیادہ زور دیا جاتا رہا ہے۔

موجودہ دنیا آزمائش کے لئے ہے۔ یہاں ہر آدمی کو جانچ کر دیکھا جا رہا ہے کہ کون اچھا ہے اور کون برا۔ اس مقصد کے لئے موجودہ دنیا کو اس ڈھنگ پر بنایا گیا ہے کہ یہاں آدمی کو ہر قسم کے عمل کی آزادی ہو۔ حتیٰ کہ اس کو یہ موقع بھی حاصل ہو کہ وہ اپنے سیاہ کو سفید کہہ سکے اور اپنی بے عملی کو عمل کا نام دے۔ یہاں ایک آدمی کے لئے ممکن ہے کہ وہ برائیوں میں مبتلا ہو مگر اس کو بیان کرنے کے لئے وہ بہترین الفاظ پالے۔ یہاں یہ ممکن ہے کہ آدمی ایک کھلی ہوئی سچائی کا انکار کر دے اور اپنے انکار کی ایک خوبصورت توجیہہ تلاش کر لے۔ یہاں یہ ممکن ہے کہ آدمی جاہ طلبی، شہرت پسندی، نفع اندوزی اور مصلحت پر اپنی زندگی کی تعمیر کرے اور اس کے باوجود وہ لوگوں کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جائے کہ وہ خالص حق کے لئے کام کر رہا ہے۔ یہاں یہ ممکن ہے کہ ایک شخص اللہ کے دین کو اپنے دنیوی اور مادّی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائے اور پھر بھی وہ دنیا میں پھلتا اور پھولتا رہے۔ یہاں یہ ممکن ہے کہ آدمی

حلال کو چھوڑ کر حرام ذرائع اختیار کرے، انصاف کے بجائے وہ ظلم کے راستہ پر چلے اور اس کے باوجود اس کا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہ ہو۔ ان مختلف مواقع پر آدمی چاہے تو اپنے کو حق وصداقت کا پابند بنالے اور چاہے تو سرکشی اور بے انصافی کی طرف چل پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کے تمام احکام میں اہمیت کی چیز یہ ہے کہ آدمی اللہ سے ڈرتا ہے یا نہیں۔ یہ صرف اللہ کا ڈر ہے جو اس کو ذمہ دارانہ زندگی گزارنے کے قابل بناتا ہے۔ اگر اللہ کا ڈر نہ ہو تو ایک ایسی دنیا میں کسی کو باطل سے روکنے والی کیا چیز ہوسکتی ہے جہاں باطل کو بھی حق کے پیرایہ میں بیان کیا جاسکتا ہو اور جہاں بے انصافی کی بنیاد پر بھی بڑی بڑی ترقیاں حاصل کی جاسکتی ہوں۔ جہاں ہر ظالم کو اپنے ظلم کو چھپانے کے لئے خوبصورت الفاظ مل جاتے ہیں۔

سبق نمبر (۱۰۳) حقیقت کو ماننا ہمیشہ اس قیمت پر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑائی کے مقام سے اُتارے

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۱ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۲۲ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝۲۳ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۲۴

(سورۃ الانعام: آیات ۲۰ تا ۲۴)

ترجمہ: ”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے کو گھاٹے میں ڈالا وہ اس کو نہیں مانتے۔ اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے۔ یقیناً ظالموں کو فلاح نہیں ملتی اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم کہیں گے ان شریک ٹھہرانے والوں سے کہ تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم کو دعویٰ تھا۔ پھر ان کے پاس کوئی فریب نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ کہیں گے کہ اللہ اپنے رب کی قسم! ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھو! یہ کس طرح اپنے آپ پر جھوٹ بولے اور کھوئی گئیں ان سے وہ باتیں جو وہ بنایا کرتے تھے۔“

تشریح: حقیقت آدمی کے لئے جانی پہچانی چیز ہے کیونکہ وہ آدمی کی فطرت میں پیوست ہے اور کائنات میں ہر طرف خاموش زبان میں بول رہی ہے۔ یہود ونصاریٰ کا معاملہ اس باب میں اور بھی زیادہ

آ گے تھا کیونکہ ان کے انبیاء اور ان کے صحیفے ان کو قرآن اور پیغمبر آخر الزماں کے بارے میں صاف لفظوں میں پیشگی خبر دے چکے تھے، حتیٰ کہ ان کے لئے اسے جاننا ایسا ہی تھا جیسے اپنے بیٹے کو جاننا۔

اس قدر کھلا ہوا ہونے کے باوجود انسان کیوں حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس کی وجہ وقتی نقصان کا اندیشہ ہے۔ حقیقت کو ماننا ہمیشہ اس قیمت پر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑائی کے مقام سے اُتارے۔ وہ تقلیدی ڈھانچہ سے باہر آئے، وہ ملے ہوئے فائدوں کو ترک کرے۔ آدمی یہ قربانی دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس لئے وہ حق کو بھی قبول نہیں کرتا۔ وقتی فائدے کی خاطر وہ اپنے کو ابدی گھاٹے میں ڈال دیتا ہے۔

اپنے اس موقع پر مطمئن رہنے کے لئے مزید یہ بات اس کو دھوکے میں ڈالتی ہے کہ وہ امتحان کی اس دنیا میں ہمیشہ اپنے موافق توجیہات پانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ وہ سچائی کے حق میں ظاہر ہونے والے دلائل کو رد کرنے کے لئے جھوٹے الفاظ پالیتا ہے۔ حتیٰ کہ یہاں اس کو یہ آزادی بھی حاصل ہے کہ حقیقت کی خودساختہ تعبیر کر کے یہ کہہ سکے کہ سچائی عین وہی ہے جس پر میں قائم ہوں۔

جب بھی آدمی اللہ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو اپنا مرکز توجہ بناتا ہے تو دھیرے دھیرے ان چیزوں کے گرد تائیدی باتوں کا طلسم تیار ہوجاتا ہے۔ وہ موہوم آرزوؤں اور جھوٹی تمناؤں کا ایک خودساختہ ہالہ بنا لیتا ہے جو ان کو اُس فریب میں مبتلا رکھتے ہیں کہ اس نے بڑے مضبوط سہارے کو پکڑ رکھا ہے مگر قیامت میں جب تمام پردے پھٹ جائیں گے اور آدمی دیکھے گا کہ اللہ کے سوا تمام سہارے بالکل جھوٹے تھے تو اس کے سامنے اس کے سوا کوئی راہ نہ ہوگی کہ وہ خود اپنی کہی ہوئی باتوں کی تردید کرنے لگے۔ گویا اس قسم کے لوگ اس وقت خود اپنے خلاف جھوٹے گواہ بن جائیں گے۔ دنیا میں وہ جن چیزوں کے حامی بنے رہے اور جن سے منسوب ہونے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے رہے، آخرت میں خود ان کے منکر ہوجائیں گے، انھوں نے عقائد اور توجیہات کا جو جھوٹا قلعہ کھڑا کیا تھا، وہ اس طرح ڈھے جائے گا جیسے اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔

سبق نمبر ۱۰۴ جب آدمی کے سامنے اللہ کی دلیل آئے اور وہ اس کو ماننے کے بجائے لفظی تکرار کرنے لگے تو اس نے اللہ کی نشانی کو جھٹلایا

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۞ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ

اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ يَّبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ اَيۡدِيَهُمۡ فَكَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡ‌ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۝ (سورۃ المائدہ: آیات ۷ تا ۱۱)

ترجمہ: ''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو اور اس کے اس عہد کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا ہے۔ جب تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ دلوں کی بات تک جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کے لئے قائم رہنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو۔ اور کسی گروہ کی دشمنی تم کو اس پر نہ اُبھارے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو۔ یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیا، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے اور جنھوں نے انکار کیا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کرے تو اللہ نے تم سے اُن کے ہاتھ کو روک دیا اور اللہ سے ڈرو اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

تشریح: ایمان ایک عہد ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان قرار پاتا ہے۔ بندہ یہ وعدہ کرتا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ سے ڈر کر رہے گا اور اللہ اُس کا ضامن ہوتا ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں بندہ کا کفیل ہو جائے گا۔ بندے کو اپنے عہد میں پورا اُترنے کے لئے دو باتوں کا ثبوت دینا ہے۔ ایک یہ کہ وہ قوّام اللہ بن جائے۔ یعنی وہ اللہ کی باتوں پر خوب قائم رہنے والا ہو۔ اس کا وجود ہر موقع پر صحیح ترین جواب پیش کرے جو بندے کو اپنے رب کے لئے پیش کرنا چاہیے۔ وہ جب کائنات کو دیکھے تو اس کا ذہن اللہ کی قدرتوں اور عظمتوں کے تصور سے سرشار ہو جائے وہ جب اپنے آپ کو دیکھے تو اس کو اپنی زندگی سراپا فضل اور احسان نظر آئے۔ اس کے جذبات اُمنڈیں تو اللہ کے لئے اُمنڈیں۔ اس کی توجیہات کسی چیز کو اپنا مرکز بنائیں تو اللہ کو بنائیں۔ اس کی محبت اللہ کے لئے ہو۔ اس کے اندیشے اللہ سے وابستہ ہوں۔ اس کی یادوں میں اللہ سمایا ہوا ہو۔ وہ اللہ کی عبادت و اطاعت کرے۔ وہ اللہ کے راستہ میں اپنے اثاثہ کو خرچ کرے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ کے دین کے راستہ میں لگا کر خوش ہوتا ہو۔

عہد پر قائم رہنے کی دوسری شرط بندوں کے ساتھ انصاف ہے۔ انصاف کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ کمی بیشی کئے بغیر وہ سلوک کرنا جس کا وہ باعتبار واقعہ مستحق ہے۔ معاملات میں حق کو اپنانا نہ کہ اپنی خواہشات کو۔ اس معاملہ میں بندے کو اتنا زیادہ پابند بنا ہے کہ وہ ایسے مواقع پر بھی اپنے کو انصاف سے باندھے رہے جب کہ وہ دشمنوں اور باطل پرستوں سے معاملہ کر رہا ہو، جب کہ شکایتیں اور

تلخ یادیں اس کو انصاف کے راستہ سے پھیرنے لگیں۔

دنیا میں اللہ نشانیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی ایسے دلائل کی صورت میں جس کی کاٹ آدمی کے پاس موجود نہ ہو۔ جب آدمی کے سامنے اللہ کی دلیل آئے اور وہ اس کو ماننے کے بجائے لفظی تکرار کرنے لگے تو اس نے اللہ کی نشانی کو جھٹلایا۔ ایسے لوگ اللہ کے یہاں سخت سزا پائیں گے اور جن لوگوں نے اس کو مان لیا وہ اللہ کے انعام کے مستحق ہوں گے۔

سبق نمبر ۱۰۵ سب سے بری نفسیات گھمنڈ کی نفسیات ہے

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (سورۂ لقمان: آیات ۶ تا ۹)

ترجمہ: ”اور لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو غافل کرنے والی ہیں، تاکہ اللہ کی راہ سے گمراہ کرے بغیر کسی علم کے اور اس کی ہنسی اُڑائے۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں، جیسے اس کے کانوں میں بہرا پن ہے۔ تو اس کو ایک دردناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیا۔ ان کے لئے نعمت کے باغ ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔“

تشریح: باتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک نصیحت اور دوسری تفریح۔ نصیحت کی بات ذمہ داری کا احساس دلاتی ہے۔ وہ آدمی سے کچھ کرنے اور کچھ نہ کرنے کے لئے کہتی ہے۔ اس لئے ہر دور میں بہت کم ایسے لوگ ہوئے ہیں جو نصیحت کی باتوں سے دلچسپی لیں۔ انسان کا عام مزاج ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ تفریح کی باتوں کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ وہ نصیحت کی ”کتاب“ کے مقابلہ میں اس کتاب کا زیادہ خریدار بنتا ہے جس میں اس کے لئے ذہنی تفریح کا سامان ہو اور وہ اس سے کچھ کرنے کے لئے نہ کہے۔

جس شخص کا حال یہ ہو کہ وہ اپنی ذات سے آگے بڑھ کر دوسروں کو اس قسم کی تفریحی باتوں میں مشغول کرنے لگے وہ زیادہ بڑا مجرم ہے کیوں کہ وہ اس ذہنی بے راہ روی کا قائد بنا۔ اس نے لوگوں کے ذہن کو بے فائدہ باتوں میں مشغول کر کے انہیں اس قابل نہ رکھا کہ وہ زیادہ سنجیدہ باتوں میں

دھیان دے سکیں۔

سب سے بری نفسیات گھمنڈ کی نفسیات ہے۔ جو شخص گھمنڈ کی نفسیات میں مبتلا ہو اس کے سامنے حق آئے گا مگر وہ اپنے کو بلند سمجھنے کی وجہ سے اس کا اعتراف نہیں کرے گا۔ وہ اس کو حقارت کے ساتھ نظر انداز کر کے آگے بڑھ جائے گا۔ اس کے برعکس معاملہ اہل ایمان کا ہے۔ ان کا نصیحت پسند مزاج انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ سچائی کا اعتراف کریں۔ وہ اپنی زندگی کو تمام تر اس کے حوالہ کر دیں۔

سبق نمبر ۱۰۶ اللہ کی کتاب کسی گروہ کو ملنا اس کو امامتِ عالَم کی کنجی عطا کرنا ہے

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۛؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَ لَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾

(سورۃ السجدہ: آیات ۲۳ تا ۲۶)

ترجمہ: ”اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ تو تم اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کرو۔ اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا اور ہم نے ان میں پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ جب کہ انھوں نے صبر کیا۔ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اُن اُمور میں فیصلہ کر دے گا جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔ کیا ان کے لئے یہ چیز ہدایت دینے والی نہ بنی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا جن کی بستیوں میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں، کیا یہ لوگ سنتے نہیں۔“

تشریح: اللہ کی کتاب کسی گروہ کو ملنا اس کو امامتِ عالَم کی کنجی عطا کرنا ہے۔ مگر امامت عالم کا مقام کسی گروہ کو اس وقت ملتا ہے جب کہ وہ صبر کا ثبوت دے۔ **لما صبروا** کی تفسیر **لما صبروا عن الدنیا** سے کی گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، الجزء الثالث، صفحہ ۴۶۳) یعنی پیشوائی کا مقام انھیں اُس وقت ملا جب کہ انھوں نے دنیا سے صبر کیا۔

لوگ اسی شخص یا گروہ کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں جو انھیں اپنے سے بلند دکھائی دے۔ جو اس وقت اُصول کے لئے جئے جب کہ لوگ مفاد کے لئے جیتے ہیں۔ جو اس وقت انصاف کی حمایت کرے جب کہ لوگ قوم کی حمایت کرنے لگتے ہیں، جو اس وقت برداشت کرے جب کہ لوگ انتقام لیتے ہیں۔ جو اس وقت اپنے کو محرومی پر راضی کر لے جب کہ لوگ پانے کے لئے دوڑتے ہیں۔ جو اس وقت حق کے

لئے قربان ہوجائے جب کہ لوگ صرف اپنی ذات کے لئے قربان ہونا جانتے ہیں۔ یہی صبر ہے اور جو لوگ اس صبر کا ثبوت دیں وہی قوموں کے امام بنتے ہیں۔

دین میں نئی نئی تشریح وتعبیر نکال کر جو لوگ اختلافات کھڑے کرتے ہیں وہ اپنے لئے یہ خطرہ مول لے رہے ہیں کہ آخر کار اللہ اُن کی بات کو رد کر دے اور اس کے بعد ابدی ذلت کے سوا اور کچھ ان کے حصہ میں نہ آئے۔ آدمی اکثر حالات میں سبق نہیں لیتا، یہاں تک کہ جو کچھ دوسروں پر گزرا وہی اس پر بھی نہ گزر جائے۔

سبق نمبر ۱۰۷ جو شخص سچا مؤمن نہ ہو وہ دنیا کی عزّت وجاہ کو پسند کرتا ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ۝ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۝ (سورۃ النساء: آیات ۱۳۶ تا ۱۳۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اُتاری اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی۔ اور جو شخص انکار کرے اللہ کا اور اُس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اُس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ بہک کر دور جا پڑا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر انکار کیا، پھر ایمان لائے پھر انکار کیا، پھر انکار میں بڑھتے گئے تو اللہ اُن کو ہرگز نہ بخشے گا اور نہ اُن کو راہ دکھائے گا۔ منافقوں کو خوش خبری دے دو کہ ان کے لئے ایک دردناک عذاب ہے۔ وہ لوگ جو مؤمنوں کو چھوڑ کر منکروں کو دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت کی تلاش کر رہے ہیں، تو عزت ساری اللہ کے لئے ہے۔''

تشریح: ''ایمان والو! ایمان لاؤ۔'' ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ مسلمانو! مسلمان بنو۔ اپنے کو مسلمان کہنا یا مسلمان سمجھنا اس بات کے لئے کافی نہیں کہ آدمی اللہ کے یہاں بھی مسلمان قرار پائے۔ اللہ کے یہاں صرف وہ شخص مسلمان قرار پائے گا جو اللہ کو اس طرح پائے کہ وہی اس کے یقین و اعتماد کا مرکز بن جائے۔ جو رسول کو اس طرح مانے کہ ہر دوسری رہنمائی اس کے لئے بے حقیقت ہو جائے۔ جو آسمانی کتاب کو اس طرح اپنائے کہ اس کی سوچ اور جذبات بالکل اس کے تابع ہو جائیں۔ جو فرشتوں

کے عقیدہ کو اس طرح اپنے دل میں بٹھائے کہ اس کو محسوس ہونے لگے کہ اس کے دائیں بائیں ہر وقت اللہ کے چوکیدار کھڑے ہوئے ہیں۔ جو آخرت کا اس طرح اقرار کرے کہ وہ اپنے ہر قول وفعل کو آخرت کے میزان پر جانچنے لگے۔ جو شخص اس طرح مؤمن بنے وہی اللہ کے نزدیک اس راستہ پر ہے جو ہدایت اور کامیابی کا راستہ ہے۔ اور جو شخص اس طرح مؤمن نہ بنے وہ ایک بھٹکا ہوا انسان ہے، خواہ وہ اپنے نزدیک خود کو کتنا ہی مؤمن ومسلم سمجھتا ہو۔

ماننے اور نہ ماننے کا یہ معرکہ آدمی کی زندگی میں ہر وقت جاری رہتا ہے۔ جب بھی کوئی معاملہ پڑتا ہے تو آدمی کا ذہن دونوں میں سے کسی ایک رُخ پر چل پڑتا ہے۔ یا خواہشات کی طرف یا حق کے تقاضے پورے کرنے کی طرف۔ اگر ایسا ہو کہ معاملہ کے وقت آدمی کی سوچ اور جذبات خواہش کی سمت میں چل پڑیں تو گویا ایمان لانے والے نے ایمان سے انکار کیا۔ اس کے برعکس اگر وہ اپنی سوچ اور جذبات کو حق کا پابند بنا لے تو گویا ایمان لانے والا ایمان لے آیا۔ آدمی مسلمان بن کر دنیا کی زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک حق بات اس کے سامنے آتی ہے۔ اب ایک شخص وہ ہے جو ایسے موقع پر تواضع کا رویّہ اختیار کرے اور حق کا اعتراف کرے۔ دوسرا شخص وہ ہے جس کے اندر کبر کی نفسیات جاگ اُٹھیں اور وہ اس کو ٹھکرا دے۔ پہلی صورت ایمان کی صورت ہے اور دوسری صورت ایمان کا انکار کرنے کی۔ جو شخص سچا مؤمن نہ ہو وہ دنیا کی عزت وجاہ کو پسند کرتا ہے اس لئے وہ ان لوگوں کی طرف جھک پڑتا ہے جن سے منسوب ہو کر اس کی عزت وجاہ میں اضافہ ہو، خواہ وہ اہل باطل ہوں۔ اس کو ان لوگوں سے دلچسپی نہیں ہوتی جن سے منسوب ہونا اس کی عزت وجاہ میں اضافہ نہ کرے، خواہ وہ اہل حق ہوں۔

سبق نمبر ۱۰۹ اس دنیا میں بے طاقتی بھی آزمائش ہے اور طاقتور ہونا بھی آزمائش ہے

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَ قَوْمَهٗ لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۫ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْۤا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ یَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

(سورۃ الاعراف: آیات ۱۲۷ تا ۱۲۹)

ترجمہ: ”قوم فرعون کے سرداروں نے کہا، کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑ دے گا

کہ وہ ملک میں فساد پھیلائیں اور تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑیں۔ فرعون نے کہا کہ ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور اُن کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور ہم ان پر پوری طرح قادر ہیں۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد چاہو اور صبر کرو۔ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور آخری کامیابی اللہ سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے۔ موسیٰ کی قوم نے کہا، ہم تمہارے آنے سے پہلے بھی ستائے گئے اور تمہارے آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ نے کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور بجائے ان کے تم کو اس سرزمین کا مالک بنا دے، پھر دیکھے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔"

تشریح: بنی اسرائیل نے اپنے پیغمبر کے سامنے جو مسئلہ پیش کیا وہ حکومت کا پیدا کیا ہوا تھا۔ مگر پیغمبر نے اس کا جو حل بتایا وہ یہ تھا کہ اللہ کی طرف رجوع کرو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قومی مسائل کے بارے میں دنیا دار لیڈروں کے سوچنے کے انداز اور پیغمبر کے سوچنے کے انداز میں کیا فرق ہے۔ دنیا دار لیڈر اس قسم کے مسئلہ کا حل حکومت کی سطح پر تلاش کرتا ہے، خواہ وہ حکومت سے مصالحت کی صورت میں ہو یا حکومت سے تصادم کی صورت میں۔ مگر پیغمبر نے جو حل بتایا وہ یہ تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کو برداشت کرتے ہوئے اللہ سے مدد کے طالب بنو، حکومت کی طرف سے بے نیاز ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرو۔

پھر پیغمبر نے یہ بھی بتادیا کہ وہ عام قومی ذوق کے خلاف جو حل پیش کر رہا ہے وہ کیوں پیش کر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسائل اگرچہ بظاہر اقتدار کی طرف سے پیش آرہے ہیں اور بظاہر اقتدار ہی کے ذریعہ ان کا حل بھی نکلے گا۔ مگر خود اقتدار کیسے کسی کو ملتا ہے۔ وہ محض اپنی تدبیروں سے کسی کو نہیں مل جاتا بلکہ براہِ راست اللہ کی طرف سے کسی کو دیئے جانے کا فیصلہ ہوتا ہے اور کسی سے چھینے جانے کا۔ جب اقتدار کا تعلق اللہ سے ہے تو مسئلہ کے حل کی جڑ بھی یقیناً اللہ ہی کے پاس ہو سکتی ہے۔

پھر یہ کہ یہ اقتدار جس کو بھی دیا جائے وہ حقیقتاً اس کے حق میں آزمائش ہوتا ہے۔ اس دنیا میں بے طاقتی بھی آزمائش ہے اور طاقتور ہونا بھی آزمائش ہے۔ آج جس کے پاس اقتدار ہے، اس کے پاس بھی اسی لئے ہے کہ اس کو آزمایا جائے کہ وہ ظالم اور متکبر بنتا ہے یا انصاف اور تواضع کی روش اختیار کرتا ہے۔ اس کے بعد جب اقتدار کا فیصلہ تمہارے حق میں کیا جائے گا اس وقت بھی اس کا مقصد تم کو جانچنا ہی ہوگا۔ جس طرح ایک گروہ کی نااہلی کی بنا پر اس سے اقتدار چھین کر کسی دوسرے گروہ کو دیا جاتا ہے، اسی طرح دوسرا گروہ اگر نااہل ثابت ہو تو اس سے بھی چھین کر دوبارہ کسی اور کو دے دیا جائے گا۔

خوش حالی اور اقتدار جس کو آدمی دنیا میں چاہتا ہے وہ حقیقت میں آخرت میں ملنے والی چیز ہے

کیونکہ دنیا میں یہ چیزیں بطورِ آزمائش ملتی ہیں اور آخرت میں وہ بطور انعام اللہ کے صالح بندوں کو دی جائیں گی۔

سبق نمبر ۱۰۹ ان کی بے حسی یہاں تک بڑھی کہ وہ یہ کہہ کر مطمئن ہو گئے کہ ہم برگزیدہ اُمّت ہیں، ہم نبیوں کی اولاد ہیں

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

(سورۃ الاعراف: آیات ۱۶۹ تا ۱۷۱)

ترجمہ: ''پھر ان کے پیچھے ناخلف لوگ آئے جو کتاب کے وارث بنے، وہ اسی دنیا کی متاع لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم یقیناً بخش دیئے جائیں گے اور اگر ایسی ہی متاع ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو لے لیں گے۔ کیا ان سے کتاب میں اس کا عہد نہیں لیا گیا ہے کہ اللہ کے نام پر حق کے سوا کوئی اور بات نہ کہیں اور انھوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے۔ اور آخرت کا گھر بہتر ہے ڈرنے والوں کے لئے، کیا تم سمجھتے نہیں۔ اور جو لوگ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، بے شک ہم مصلحین کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔ اور جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اُٹھایا، گویا کہ وہ سائبان ہے۔ اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ ان پر آ پڑے گا۔ پکڑو اُس چیز کو جو ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی سے، اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم بچو۔''

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہود کو جب خدائی احکام دیئے گئے تو اس کی کارروائی پہاڑ کے دامن میں ہوئی تھی۔ اس وقت ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ یہود کو محسوس ہوا کہ پہاڑ اُن کے اوپر گرا چاہتا ہے۔ یہ اس بات کا اظہار تھا کہ اللہ سے عہد باندھنے کا معاملہ ہے۔ اگر تم نے اس کے تقاضوں کو پورا نہ کیا تو یاد رکھو کہ اس عہد کا دوسرا فریق وہ عظیم ہستی ہے جو چاہے تو پہاڑ کو تمھارے اوپر گرا کر تمہیں ہلاک کر دے۔

اس وقت یہود میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو اللہ سے ڈرنے والے اور نیک عمل کرنے

والے تھے۔ مگر بعد کو دھیرے دھیرے انھوں نے دنیا کو اپنا مقصود بنالیا۔ وہ جائز ناجائز کا فرق کیے بغیر مال جمع کرنے میں لگ گئے۔ آسمانی کتاب کو اب بھی وہ پڑھتے تھے مگر اس کی تعلیمات کی خود ساختہ تاویلیں کر کے اس کو انھوں نے ایسا بنالیا کہ اللہ بھی ان کو اپنی باغیانہ زندگی کا حامی نظر آنے لگے۔ ان کی بے حسی یہاں تک بڑھی کہ وہ یہ کہہ کر مطمئن ہو گئے کہ ہم برگزیدہ اُمت ہیں، ہم نبیوں کی اولاد ہیں۔ اللہ اپنے محبوب بندوں کے صدقے میں ہم کو ضرور بخش دے گا۔

یہی واقعہ ہر نبی کی اُمت کے ساتھ پیش آتا ہے۔ ابتدائی دَور میں اس کے افراد اللہ سے ڈرنے والے اور نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ مگر اگلی نسلوں میں یہ روح نکل جاتی ہے۔ وہ دوسرے دنیا دار لوگوں کی طرح ہوجاتے ہیں۔ ان کے درمیان اب بھی دین موجود ہوتا ہے۔ اللہ کی کتاب اب بھی ان کے یہاں پڑھائی جاتی ہے مگر یہ سب قومی وراثت کے طور پر ہوتا ہے نہ کہ حقیقتاً عہد خداوندی کے طور پر۔ وہ عملاً آخرت کو بھول کر دنیا پرستی کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ وہ صحیح اور غلط سے بے نیاز ہو کر اپنی خواہشوں کو اپنا مذہب بنالیتے ہیں۔ مگر اسی کے ساتھ ان کو یہ بھی فخر ہوتا ہے کہ وہ افضل الامم ہیں۔ وہ محبوب اللہ کے اُمتی ہیں۔ وہ آسمانی کتاب کے وارث ہیں۔ کلمہ توحید کی برکت سے وہ ضرور بخش دیئے جائیں گے۔

مگر اصل چیز یہ ہے کہ آدمی اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے، وہ نماز کو قائم کرے اور کتابِ الٰہی کو پکڑنے اور نماز کو قائم کرنے کا معیار یہ ہے کہ آدمی ''مصلح'' بن گیا ہو۔ اللہ کی کتاب سے تعلق اور اللہ کی عبادت کرنا آدمی کو مصلح بناتا ہے نہ کہ مفسد۔

سبق نمبر ⑪⓪ آدمی اپنی غلطیوں کو خوش نما الفاظ میں بیان کر کے اپنے کو مطمئن کر لیتا ہے کہ وہ حق پر ہے

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ⑪ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑫ (سورۂ یونس: آیات ۱۱ تا ۱۲)

ترجمہ: ''اگر اللہ لوگوں کے لئے عذاب اسی طرح جلد پہنچا دے جس طرح وہ اُن کے ساتھ رحمت میں جلدی کرتا ہے تو ان کی مدت ختم کر دی گئی ہوتی۔ لیکن ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے ان کی سرکشی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے۔ پھر جب

ہم اس سے اس کی تکلیف کو دور کر دیتے ہیں تو وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا اس نے کبھی اپنے کسی برے وقت پر ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح حد سے گزر جانے والوں کے لئے ان کے اعمال خوش نما بنا دیئے گئے ہیں۔"

تشریح: اللہ کا قانون یہ ہے کہ کوئی شخص قابل انعام عمل کرے تو اس کا عمل فوراً اس کے اعمال نامہ میں شامل کر دیا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص قابل سزا فعل کا ارتکاب کرے تو اللہ اس کو ڈھیل دیتا ہے تا کہ وہ کسی نہ کسی موڑ پر متنبہ ہو کر اپنی اصلاح کر لے۔ اللہ کا یہ قانون انسان کے لئے بہت بڑی رحمت ہے، ورنہ انسان اتنا ظالم ہے کہ وہ ہر وقت برائی کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ اور اگر لوگوں کو ان کی برائیوں پر فوراً پکڑا جانے لگے تو ان کی مہلت عمر بہت جلد ختم ہو جائے اور زمین کی پشت چلنے والے انسانوں سے خالی ہو جائے۔

دنیا کی زندگی میں سرکش وہ لوگ بنتے ہیں جو دنیا میں یہ سمجھ کر رہیں کہ مرنے کے بعد انہیں خدا کا سامنا نہیں کرنا ہوگا۔ جو پکڑ کے اندیشہ سے خالی ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ وہ آزاد ہیں کہ جو دھاندلی چاہیں کریں اور جو فساد چاہیں پھیلائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان سچائی اور انصاف کے ساتھ معاملہ کرنے کا ایک ہی حقیقی مُحرِّک ہے اور وہ یہ کہ آدمی یہ سمجھے کہ سب طاقت وروں کے اوپر ایک طاقت ور ہے۔ ہر آدمی اس کے آگے بے بس ہے۔ وہ ایک دن تمام انسانوں کو پکڑے گا اور ہر ایک مجبور ہوگا کہ اپنے بارے میں اس کے فیصلہ کو تسلیم کرے۔

دنیا کا نظام اس طرح بنا ہے کہ آدمی بار بار کسی نہ کسی تکلیف یا حادثہ کی زد میں آجاتا ہے، آدمی محسوس کرنے لگتا ہے کہ خارجی طاقتوں کے مقابلہ میں وہ بالکل بے بس ہے۔ اس وقت آدمی بے اختیار ہو کر اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ وہ اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں اپنے عجز کا اعتراف کر لیتا ہے۔ مگر یہ حالت صرف اس وقت تک رہتی ہے جب تک وہ مصیبتوں کی گرفت میں ہو، مصیبت سے نجات پاتے ہی وہ دوبارہ ویسا ہی غافل اور سرکش بن جاتا ہے جیسا وہ پہلے تھا۔ ایسے لوگوں کے اظہارِ بندگی کو اللہ تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اظہارِ بندگی وہ مطلوب ہے جو آزدانہ حالات میں کیا جائے، مجبورانہ حالات میں ظاہر کی ہوئی بندگی کی اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔

آدمی ایک توجیہ پسند مخلوق ہے۔ وہ ہر عمل کا ایک جواز تلاش کرتا ہے۔ اگر آدمی سرکشی کو اپنے لئے پسند کر لے تو اس کا ذہن بھی اسی طرف مڑ جائے گا۔ وہ عملاً سرکشی کرے گا اور اس کا ذہن اس کی سرکشی کو درست ثابت کرنے کے لئے اس کو خوبصورت الفاظ فراہم کرتا رہے گا۔ اسی کا نام تزئین عمل ہے۔ آدمی اپنی غلطیوں کو خوش نما الفاظ میں بیان کر کے اپنے کو مطمئن کر لیتا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ مگر یہ ایسا ہی جیسے

کوئی شخص آگ کا انگارہ اپنے ہاتھ میں لے لے اور سمجھے کہ وہ اس کو نہیں جلائے گا کیونکہ اس کا نام اس نے سرخ پھول رکھ دیا ہے۔

سبق نمبر ۱۱۱ جن لوگوں کے سینے میں حسّاس دِل ہے ان کو جب اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو ان کو یہ خیال ستانے لگتا ہے کہ اب تک ان سے جو گناہ ہوئے ہیں ان کا معاملہ کیا ہوگا؟

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (سورۃ الزمر: آیات ۵۳، ۵۴)

ترجمہ: ''کہو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار بن جاؤ۔ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے۔''

تشریح: جن لوگوں کے سینے میں حسّاس دل ہے ان کو جب اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو ان کو یہ خیال ستانے لگتا ہے کہ اب تک ان سے جو گناہ ہوئے ہیں ان کا معاملہ کیا ہوگا۔ اسی طرح اللہ پرستانہ زندگی اختیار کرنے کے بعد بھی آدمی سے بار بار کوتاہیاں ہوتی ہیں اور اس کی حسّاسیت دوبارہ اس کو ستانے لگتی ہے حتیٰ کہ یہ احساس بعض لوگوں کو مایوسی کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔

ایسے لوگوں کے لئے اللہ نے اپنی کتاب میں یہ اعلان فرمایا کہ انہیں یقین کرنا چاہیے کہ ان کا معاملہ ایک ایسے اللہ سے ہے جو غفور و رحیم ہے۔ وہ آدمی کے ماضی کو نہیں بلکہ اس کے حال کو دیکھتا ہے۔ وہ آدمی کے ظاہر کو نہیں بلکہ اس کے باطن کو دیکھتا ہے۔ وہ آدمی سے وسعت کا معاملہ فرماتا ہے نہ کہ پکڑ دھکڑ کا۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی جب اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ از سرِ نو اس کو اپنی رحمت کے سایہ میں لے لیتا ہے، خواہ اس سے کتنا ہی بڑا قصور کیوں نہ ہو گیا ہو۔

سبق نمبر ۱۱۲ دنیا کی تاریخ میں کثرت سے ایسے واقعات ہیں کہ ایک قوم اُبھری اور پھر مٹ گئی

اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا

هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (سورۃ المؤمن: آیات ۲۱،۲۲)

ترجمہ: ''کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کہ کیا انجام ہوا اُن لوگوں کا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ ان سے بہت زیادہ تھے قوت میں اور ان آثار کے اعتبار سے بھی جو انھوں نے زمین میں چھوڑے۔ پھر اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا اور کوئی اُن کو اللہ سے بچانے والا نہ تھا۔ یہ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے انکار کیا۔ تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا، یقیناً وہ طاقت ور ہے، سخت سزا دینے والا ہے۔''

تشریح: دنیا کی تاریخ میں کثرت سے ایسے واقعات ہیں کہ ایک قوم اُبھری اور پھر مٹ گئی۔ ایک قوم جس نے زمین پر شاندار تمدُّن کھڑا کیا۔ آج اُس کا تمدُّن کھنڈر کی صورت میں زمین کے نیچے دبا ہوا پڑا ہے۔ ایک قوم جس کو کسی وقت ایک زندہ واقعہ کی حیثیت حاصل تھی، آج وہ صرف ایک تاریخی واقعہ کے طور پر قابل ذکر سمجھی جاتی ہے۔

اس قسم کے واقعات لوگوں کے لئے معلوم واقعات ہیں مگر لوگوں نے ان واقعات کو ارضی حوادث یا سیاسی انقلابات کے خانہ میں ڈال رکھا ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ سب خدائی فیصلے تھے جو سچائی کے انکار کے نتیجہ میں ان قوموں پر نازل ہوئے۔ اگر ہم کو وہ نگاہ حاصل ہو جس سے ہم معنوی حقیقتوں کو دیکھ سکیں تو ہم کو نظر آئے گا کہ ہر واقعہ اللہ کے فرشتوں کے ذریعہ انجام پا رہا تھا، اگرچہ بظاہر دیکھنے والوں کو وہ دنیوی اسباب کے تحت ہوتا ہوا دکھائی دیا۔

سبق نمبر (۱۴۳) ناحق پر خوش ہونے والے اور گھمنڈ کرنے والے کون تھے، یہ وقت کے بڑے لوگ تھے ان کو کچھ دنیا کا سامان اور دنیا کی بڑائی مل گئی۔ اس کی وجہ سے وہ ناز اور گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ (سورۃ المؤمن: آیات ۶۹ تا ۷۶)

ترجمہ: ''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں، وہ کہاں سے پھیرے جاتے ہیں۔ جنھوں نے کتاب کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ تو عنقریب وہ جانیں گے، جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں۔ وہ گھسیٹے جائیں گے جلتے ہوئے پانی میں۔ پھر وہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا، کہاں ہیں وہ جن کو تم شریک کرتے تھے اللہ کے سوا؟ وہ کہیں گے، وہ ہم سے کھو گئے بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو پکارتے نہ تھے۔ اس طرح اللہ گمراہ کرتا ہے منکروں کو۔ یہ اس سبب سے کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس سبب سے کہ تم گھمنڈ کرتے تھے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے کے لئے۔ پس کیسا برا ٹھکانا ہے گھمنڈ کرنے والوں کا۔''

تشریح: ناحق پر خوش ہونے والے اور گھمنڈ کرنے والے کون تھے، یہ وقت کے بڑے لوگ تھے ان کو کچھ دنیا کا سامان اور دنیا کی بڑائی مل گئی۔ اس کی وجہ سے وہ ناز اور گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے۔ ان کی مادّی کامیابی نے ان کے اندر غلط طور پر یہ احساس پیدا کر دیا کہ وہ پائے ہوئے لوگ ہیں۔ حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے وہ صرف محروم لوگ تھے۔

وقت کے یہ بڑے اوّلاً حق کے منکر بنتے ہیں۔ پھر ان کی پیروی میں عوام بھی حق کا انکار کرنے لگتے ہیں۔ ان آیات میں اگلی دنیا کا وہ منظر دکھایا گیا ہے جب کہ یہ لوگ اپنی متکبرانہ روش کی سزا پانے کے لئے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ ان کی جھوٹی بڑائی آخر کار انہیں جہاں پہنچائے گی وہ صرف ابدی ذلت ہے جس سے نکلنے کی کوئی صورت ان کے لئے نہ ہوگی۔

سبق نمبر ۱۱۴ سچی توبہ آخرت کی روشنی ہے اور جھوٹی توبہ آخرت کا اندھیرا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (سورۃ التحریم: آیت ۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔ اُمید ہے کہ تمہارا رب

تمہارے گناہ معاف کر دے اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ جس دن اللہ نبی کو اور اُس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رُسوا نہیں کرے گا۔ ان کی روشنی ان کے آگے اور اُن کے دائیں طرف دوڑ رہی ہوگی، وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہماری روشنی کو کامل کر دے اور ہماری مغفرت فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

تشریح: موجودہ دنیا میں انسان کو آزمائشی حالات میں رکھا گیا ہے۔ اس لئے انسان سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ اس کی تلافی کے لئے توبہ ہے یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ توبہ کی اصل حقیقت شرمندگی ہے۔ آدمی کو اگر واقعتاً اپنی غلطی کا احساس ہو تو وہ سخت شرمندہ ہوگا اور اُس کی شرمندگی اُس کو مجبور کرے گی کہ وہ آئندہ ایسا فعل نہ کرے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ شرمندگی ہی توبہ ہے۔ **(الندم توبة)** ایک صحابی نے کہا کہ سچی توبہ یہ ہے کہ آدمی رجوع کرے اور پھر اس فعل کو نہ دہرائے۔ **(یتوب ثم لا یعود)**

توبہ وہ ہے جو سچی توبہ (توبة النصوح) ہو محض الفاظ دہرا دینے کا نام توبہ نہیں۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی کسی غلطی کے بعد زبان سے توبہ کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جھوٹے لوگوں کی توبہ (توبة الکذابین) ہے۔ سچی توبہ آخرت کی روشنی ہے اور جھوٹی توبہ آخرت کا اندھیرا ہے۔

سبق نمبر ۱۱۵ بگاڑ کے زمانہ میں ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے خوف والا دین جاتا رہتا ہے اور اس کی جگہ دھوم دھام والا دین آجاتا ہے۔

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ مَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ (سورۃ الانفال: آیات ۳۱ تا ۳۵)

ترجمہ: "اور جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں ہم نے سن لیا۔ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا ہی کلام پیش کر دیں۔ یہ تو بس اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہی حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر آسمان سے

پتھر برسا دے یا اور کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔ اور اللہ ایسا کرنے والا نہیں کہ ان کو عذاب دے اس حال میں کہ تم ان میں موجود ہو اور اللہ اُن پر عذاب لانے والا نہیں جب کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ اور اللہ ان کو کیوں نہ عذاب دے گا حالاں کہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں جب کہ وہ اس کے متولّی نہیں۔ اس کے متولّی تو صرف اللہ سے ڈرنے والے ہو سکتے ہیں۔ مگر ان میں سے اکثر اس کو نہیں جانتے۔ اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹی بجانے اور تالی پیٹنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس اب چکھو عذاب اپنے کفر کا۔"

تشریح: ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں، ہم ناحق پر ہیں تو ہمارے اوپر پتھر کیوں نہیں برستے۔ یہ سب گھمنڈ کی باتیں ہیں۔ آدمی جب دنیا میں اپنے کو محفوظ حیثیت میں پاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ حق کا انکار کرنے یا اس کو نظر انداز کرنے سے اس کا کچھ نہیں بگڑا تو اس کے اندر جھوٹے اعتماد کی نفسیات پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ بالکل درست ہے۔ اس کا یہ احساس اس کی زبان سے ایسے کلمات نکلواتا ہے جو عام حالات میں کسی کی زبان سے نہیں نکلتے۔

اس قسم کے لوگوں میں یہ دلیری اللہ کے قانونِ مہلت کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ یقیناً مجرموں کو سزا دیتا ہے مگر اللہ کی سنّت یہ ہے کہ وہ آدمی کو ہمیشہ اس وقت پکڑتا ہے جب کہ اس کے اوپر حق وباطل کی وضاحت کا کام مکمل طور پر انجام دے دیا گیا ہو۔ اس کام کی تکمیل سے پہلے کسی کو ہلاک نہیں کیا جاتا۔ نیز یہ کہ دعوتی عمل کے درمیان اگر ایک ایک دو دو آدمی اس سے متاثر ہو کر اپنی اصلاح کر رہے ہوں، تب بھی سزا کا نزول رُکا رہتا ہے تا کہ یہ عمل اس حد تک مکمل ہو جائے کہ جتنی سعید روحیں ہیں سب اس سے باہر آ چکی ہوں۔

اُمّتوں میں بگاڑ آتا ہے تو ایسا نہیں ہوتا کہ ان کے درمیان سے دین کی صورتیں مٹ جائیں۔ بگاڑ کے زمانہ میں ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے خوف والا دین جاتا رہتا ہے اور اس کی جگہ دھوم دھام والا دین آ جاتا ہے۔ اب قوم کے پاس عمل نہیں ہوتا بلکہ ماضی کی شخصیتیں اور ان کے نام پر قائم شدہ گدیاں ہوتی ہیں۔ لوگ ان شخصیتوں اور ان گدیوں سے وابستہ ہو کر سمجھتے ہیں کہ ان کو وہی عظمت حاصل ہو گئی ہے جو تاریخی اسباب سے خود اُن شخصیتوں اور گدیوں کو حاصل ہے۔ لوگ اندر سے خالی ہوتے ہیں مگر بڑے بڑے ناموں پر نمائشی اعمال کر کے سمجھتے ہیں کہ وہ بہت بڑا دینی کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔

مکہ کے لوگ اسی قسم کی نفسیات میں مبتلا تھے۔ ان کو فخر تھا کہ وہ بیت اللہ کے وارث ہیں۔ ابراہیم واسماعیل جیسے جلیل القدر پیغمبروں کی اُمت ہیں۔ ان کو کعبہ کے خادم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا خیال تھا کہ جب ان کو اتنے دینی اعزازات حاصل ہیں اور وہ اتنے بڑے بڑے دینی کارنامے انجام دے رہے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ ان کو جہنم میں ڈال دے۔

سبق نمبر ۱۱۶ دنیا میں آدمی کی سرکشی کی وجہ اکثر یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں کو اپنے حق میں اللہ کا انعام سمجھ لیتا ہے حالانکہ دنیا میں جو کچھ کسی کو ملتا ہے وہ صرف بطورِ آزمائش ہے نہ کہ بطورِ انعام

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ؕ وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ٘ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورۃ الانعام: آیات ۱۶۱ تا ۱۶۵)

ترجمہ: ’’کہو میرے رب نے مجھ کو سیدھا راستہ بتا دیا ہے۔ دین صحیح ابراہیم کی ملت کی طرف جو یکسو تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ کہو میری نماز اور میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھے اُسی کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے فرماں بردار ہوں۔ کہو، کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں جب کہ وہی ہر چیز کا رب ہے اور جو شخص بھی کوئی کمائی کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ پھر تمہارے رب ہی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔ پس وہ تمہیں بتا دے گا وہ چیز جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور تم میں سے ایک کا رُتبہ دوسرے پر بلند کیا۔ تا کہ وہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے میں۔ تمہارا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

تشریح: قرآن کی صورت میں اللہ نے اپنا وہ بے آمیز دین نازل کر دیا ہے جو اس نے حضرت ابراہیم اور دوسرے پیغمبروں کو دیا تھا۔ اب جو شخص اللہ کی رحمت ونصرت میں حصہ دار بننا چاہتا ہو وہ اس دین کو پکڑ لے، وہ اپنی عبادت کو اللہ کے لئے خاص کر دے۔ وہ اللہ سے قربانی کی سطح پر تعلق قائم کرے۔ وہ جئے تو اللہ کے لئے جئے اور اس کو موت آئے تو اس حال میں آئے کہ وہ ہمہ تن اللہ کا بندہ بنا ہوا ہو۔ عظیم کائنات اپنے تمام اجزاء کے ساتھ اطاعتِ خداوندی کے اسی دین پر قائم ہے۔ پھر انسان

اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ کیسے اختیار کرسکتا ہے۔ اللہ کی اطاعت کی دنیا میں اللہ کی سرکشی کا طریقہ اختیار کرنا کسی کے لئے کامیابی کا سبب کس طرح بن سکتا ہے۔ یہ معاملہ ہر شخص کا اپنا معاملہ ہے۔ کوئی نہ کسی کے انعام میں شریک ہوسکتا ہے اور نہ کوئی کسی کی سزا میں۔ آدمی کو چاہیے کہ اس معاملہ میں وہ اسی طرح سنجیدہ ہو جس طرح دنیا میں کوئی مسئلہ کسی کا ذاتی مسئلہ ہو تو وہ اس میں آخری حد تک سنجیدہ ہو جاتا ہے۔

دنیا کا نظام یہ ہے کہ یہاں ایک شخص جاتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ آتا ہے۔ ایک قوم پیچھے ہٹادی جاتی ہے اور دوسری قوم اس کے بجائے زمین کے ذرائع و وسائل پر قبضہ کرلیتی ہے۔ یہ واقعہ بار بار یاد دلاتا ہے کہ یہاں کسی کا اقتدار دائمی نہیں۔ مگر انسان کا حال یہ ہے کہ جب کسی کو زمین پر موقع ملتا ہے تو وہ گزرے ہوئے لوگوں کے انجام کو بھول جاتا ہے۔ وہ اپنے ظلم اور سرکشی کو جائز ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کے دلائل گھڑ لیتا ہے۔ مگر جب اللہ حقیقتوں کو برہنہ کرے گا تو آدمی دیکھے گا کہ اس کی ان باتوں کی کوئی قیمت نہ تھی جن کو وہ اپنے موقف کے جواز کے لئے مضبوط دلیل سمجھے ہوئے تھا۔

دنیا میں آدمی کی سرکشی کی وجہ اکثر یہ ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں کو اپنے حق میں اللہ کا انعام سمجھ لیتا ہے حالانکہ دنیا میں جو کچھ کسی کو ملتا ہے وہ صرف بطورِ آزمائش ہے نہ کہ بطورِ انعام۔ دنیا کی چیزوں کو آدمی اگر انعام سمجھے تو اس کے اندر فخر پیدا ہوگا اور اگر وہ ان کو آزمائش سمجھے تو اس کے اندر عجز پیدا ہوگا۔ فخر کی نفسیات ڈھٹائی پیدا کرتی ہے اور عجز کی نفسیات اطاعت۔

سبق نمبر ۱۱۷ ساری خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ اپنا مالک آپ ہے

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ۝ (سورۂ مریم: آیات ۳۹، ۴۰)

ترجمہ: ”اور ان لوگوں کو اس حسرت کے دن سے ڈرا دو جب معاملہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لا رہے ہیں۔ بے شک ہم ہی زمین اور زمین کے رہنے والوں کے وارث ہوں گے۔ اور لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

تشریح: آدمی دنیا میں ناکامی سے دوچار ہوتا ہے تو اس کو موقع ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ نئی زندگی شروع کرسکے۔ اس کے پاس ساتھی اور مددگار ہوتے ہیں جو اس کو سنبھالنے کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ مگر آخرت کی ناکامی ایسی ناکامی ہے جس کے بعد دوبارہ سنبھلنے کا کوئی امکان نہیں۔ کیسا عجیب حسرت کا لمحہ ہوگا جب آدمی یہ جانے گا کہ وہ سب کچھ کرسکتا تھا مگر اس نے نہیں کیا۔ یہاں تک کہ کرنے کا وقت ہی ختم ہوگیا۔

ساری خرابیوں کی جڑ یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ اپنا مالک آپ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ایک درمیانی وقفہ ہے۔ پہلے بھی صرف اللہ تمام چیزوں کا مالک تھا اور آخر میں بھی یہ صرف اللہ ہے جو تمام چیزوں کا مالک ہوگا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جس کو یہاں حقیقی معنوں میں کوئی مالکانہ حیثیت حاصل ہو۔

سبق نمبر ۱۱۸ ماحول پر ناحق کا غلبہ ہو، اس وقت کوئی شخص حق کو قبول کرلے وہ سخت آزمائش میں پڑ جاتا ہے

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۞ (سورۃ النحل: آیات ۱۱۰، ۱۱۱)

ترجمہ: ''پھر تیرا رب ان لوگوں کے لئے جنھوں نے آزمائش میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور قائم رہے تو ان باتوں کے بعد بے شک تیرا رب بخشنے والا، مہربان ہے۔ جس دن ہر شخص اپنی ہی طرف داری میں بولتا ہوا آئے گا۔ اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔''

تشریح: ماحول پر ناحق کا غلبہ ہو، اس وقت کوئی شخص حق کو قبول کرلے وہ سخت آزمائش میں پڑ جاتا ہے۔ چاروں طرف سے ماحول کا دباؤ زور کرتا ہے کہ آدمی دوبارہ رواجی دین کی طرف لوٹ جائے۔ ایسی حالت میں اگر وہ حق پر قائم رہے، وہ ہر چیز حتیٰ کہ جائیداد اور وطن کو چھوڑ دے مگر حق کو نہ چھوڑے تو وہ مہاجر اور مجاہد ہے اور اللہ کی نظر میں بہت بڑے ثواب کا مستحق ہے۔

دنیا کی آزمائش میں جو چیز حق پر ثابت قدم رکھنے والی ہے وہ صرف آخرت کی یاد ہے۔ ہر آدمی پر بہت جلد ایک ہولناک دن آنے والا ہے۔ وہ دن ایسا سخت ہوگا کہ آدمی اپنے دوستوں اور رشتہ داروں تک کو بھول جائے گا۔ وہاں نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بول سکے گا اور نہ کوئی شخص کسی کا سفارشی بن کر کھڑا ہوگا۔ اگر آدمی کو اُس آنے والے دن کا احساس ہو تو اس کا یہی حال ہوگا کہ وہ ہر قسم کا نقصان گوارا کرلے گا مگر حق کو کبھی نہ چھوڑے گا۔

سبق نمبر ۱۱۹ انسان کو چاہئے کہ جب وہ دوسرے انسان کے لئے ناپے تو ٹھیک ناپے اور جب تولے تو ٹھیک تولے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنے لئے ایک پیمانہ استعمال کرے اور غیر کے لئے دوسرا پیمانہ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ

الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام: آیات ۱۵۲، ۱۵۳)

ترجمہ: ''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ اور ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔ ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اسے طاقت ہو۔ اور جب بولو تو انصاف کی بات بولو، خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا ہو۔ اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور اللہ نے حکم دیا کہ یہی میری سیدھی شاہراہ ہے۔ پس اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تم کو اللہ کے راستہ سے جدا کر دیں گی۔ یہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم بچتے رہو۔''

تشریح: یتیم کسی سماج کا سب سے کمزور فرد ہوتا ہے۔ وہ تمام اضافی اسباب اس کی ذات میں حذف ہو جاتے ہیں جو عام طور پر کسی کے ساتھ اچھے سلوک کا محرک بنتے ہیں۔ ''یتیم'' کے ساتھ ذمہ داری کا معاملہ وہی شخص کر سکتا ہے جو خالص اُصولی بنیاد پر باکردار بنا ہو نہ کہ فائدہ اور مصلحت کی بنیاد پر۔ یتیم کسی سماج میں حسن سلوک کی آخری علامت ہوتا ہے جو شخص یتیم کے ساتھ خیر خواہانہ سلوک کرے وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ بدرجہ اولیٰ خیر خواہانہ سلوک کرے گا۔

کائنات کی ہر چیز دوسری چیز سے اس طرح وابستہ ہے کہ ہر چیز دوسرے کو وہی دیتی ہے، جو اس کو دینا چاہیے اور دوسرے سے وہی چیز لیتی ہے جو اس کو لینا چاہیے۔ یہی اُصول انسان کو اپنی زندگی میں اختیار کرنا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ جب وہ دوسرے انسان کے لئے ناپے تو ٹھیک ناپے اور جب تولے تو ٹھیک تولے۔ ایسا نہ کرے کہ اپنے لئے ایک پیمانہ استعمال کرے اور غیر کے لئے دوسرا پیمانہ۔

زندگی میں بار بار ایسے مواقع آتے ہیں کہ آدمی کو کسی کے خلاف اظہارِ رائے کرنا ہوتا ہے، ایسے مواقع پر اللہ کا پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ آدمی وہی بات کہے جو انصاف کے معیار پر پوری اُترنے والی ہو۔ کوئی اپنا ہو یا غیر ہو۔ اس سے دوستی کے تعلقات ہوں یا دشمنی کے تعلقات، ایسا شخص ہو جس سے کوئی فائدہ وابستہ ہے یا ایسا شخص ہو جس سے کوئی فائدہ وابستہ نہیں، ان تمام چیزوں کی پروا کئے بغیر آدمی وہی کہے جو فی الواقع درست اور حق ہے۔

ہر آدمی فطرت کے عہد میں بندھا ہوا ہے۔ کوئی عہد لکھا ہوا ہوتا ہے اور کوئی عہد وہ ہوتا ہے جو

لفظوں میں لکھا ہوا نہیں ہوتا مگر آدمی کا ایمان، اس کی انسانیت اور اس کی شرافت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس موقع پر ایسا کیا جائے۔ دونوں قسم کے عہدوں کو پورا کرنا ہر مؤمن و مسلم کا فریضہ ہے۔ یہ تمام باتیں انتہائی واضح ہیں۔ آسمانی وحی اور آدمی کی عقل ان کے برحق ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ مگر ان سے وہی شخص نصیحت پکڑے گا جو خود بھی نصیحت پکڑنا چاہتا ہو۔

یہ احکام شریعت الٰہی کے بنیادی احکام ہیں۔ ان پر ان کے سیدھے مفہوم کے اعتبار سے عمل کرنا اللہ کی سیدھی شاہراہ پر چلنا ہے۔ اور اگر تاویل اور موشگافیوں کے ذریعہ ان میں شاخیں نکالی جائیں اور سارا زور ان شاخوں پر دیا جانے لگے تو یہ ادھر اُدھر کے متفرق راستوں میں بھٹکنا ہے جو کبھی آدمی کو اللہ تک نہیں پہنچاتا۔

سبق نمبر ⑬ دنیا میں آدمی کو دو قسم کے احوال پیش آتے ہیں، کبھی پانا اور کبھی محروم ہو جانا۔ یہ دونوں حالتیں امتحان کے لئے ہیں

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿٣٠﴾ (سورۃ الفجر: آیات ۲۴ تا ۳۰)

ترجمہ: ”وہ کہے گا کاش! میں اپنی زندگی میں کچھ آگے بھیجتا۔ پس اس دن نہ تو اللہ کے برابر کوئی عذاب دے گا، اور نہ اس کے باندھنے کے برابر کوئی باندھے گا۔ اے نفس مطمئن! چل اپنے رب کی طرف۔ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنّت میں۔“

تشریح: دنیا میں آدمی کو دو قسم کے احوال پیش آتے ہیں، کبھی پانا اور کبھی محروم ہو جانا۔ یہ دونوں حالتیں امتحان کے لئے ہیں۔ وہ اس جانچ کے لئے ہیں کہ آدمی کس حالت میں کون سا ردِّ عمل پیش کرتا ہے۔ جس شخص کا معاملہ یہ ہو کہ جب اس کو کچھ ملے تو وہ فخر کرنے لگے اور جب اس سے چھینا جائے تو وہ منفی نفسیات میں مبتلا ہو جائے۔ ایسا شخص امتحان میں ناکام ہو گیا۔

دوسرا انسان وہ ہے کہ جب اس کو ملا تو اس نے اللہ کے سامنے جھک کر اس کا شکر ادا کیا، اور جب اس سے چھینا گیا تو دوبارہ اس نے اللہ کے آگے جھک کر اپنے عجز کا اقرار کیا۔ یہی دوسرا انسان ہے جس کو یہاں نفس مطمئنہ کہا گیا ہے یعنی مطمئن روح۔

نفس مطمئن کا مقام اس شخص کو ملتا ہے جو کائنات میں اللہ کی نشانیوں پر غور کرے۔ جو تاریخ کے واقعات سے عبرت و نصیحت کی غذا لے سکے، جو اس بات کا ثبوت دے کہ جب اس کی ذات میں اور حق

میں ٹکراؤ ہوگا تو وہ اپنی ذات کو نظر انداز کر دے گا اور حق کو قبول کر لے گا، جو ایک بار حق کو مان لینے کے بعد پھر اس کو کبھی نہ چھوڑے، خواہ اس کی خاطر اسے اپنے آپ کو کچلنا پڑے اور خواہ اس کے نتیجہ میں اس کی زندگی ویران ہو جائے۔

سبق نمبر (۱۲۱) جو گھمنڈ اور دنیا پرستی کی نفسیات میں مبتلا ہوں، ان کے ذہن کے اوپر ایسے غیر محسوس پردے پڑ جاتے ہیں جو حق بات کو ان کے ذہن میں داخل نہیں ہونے دیتے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

(سورۃ البقرۃ: آیات ۶، ۷)

ترجمہ: ”جن لوگوں نے انکار کیا، ان کے لئے یکساں ہے، ڈراؤ یا نہ ڈراؤ۔ وہ ماننے والے نہیں ہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔“

تشریح: ایک شخص اپنی آنکھ کو بند کر لے تو آنکھ رکھتے ہوئے بھی وہ سورج کو نہ دیکھے گا۔ کوئی شخص اپنے کان میں روئی ڈال لے تو کان رکھتے ہوئے بھی وہ باہر کی آواز کو نہیں سنے گا۔ ایسا ہی کچھ معاملہ حق کا بھی ہے۔ حق کا اعلان خواہ کتنا ہی واضح صورت میں ہو رہا ہو مگر کسی کے لئے وہ قابلِ فہم یا قابلِ قبول اس وقت بنتا ہے جب کہ وہ اس کے لئے اپنے دل کے دروازے کھلے رکھے۔ جو شخص اپنے دل کے دروازے بند کر لے، اس کے لئے کائنات میں اللہ کی خاموش پکار اور داعی کی زبان سے اس کا لفظی اعلان دونوں بے سود ثابت ہوں گے۔

حق کی دعوت جب اپنی بے آمیز شکل میں اُٹھتی ہے تو وہ اتنی زیادہ مبنی بر حقیقت اور اتنی زیادہ مطابق فطرت ہوتی ہے کہ کوئی شخص اس کی نوعیت کو سمجھنے سے عاجز نہیں رہ سکتا۔ جو شخص بھی کھلے ذہن سے اس کو دیکھے گا اس کا دل گواہی دے گا کہ یہ عین حق ہے۔ مگر اُس وقت عملی صورت حال یہ ہوتی ہے کہ ایک طرف وقت کا ڈھانچہ ہوتا ہے جو صدیوں کے عمل سے ایک خاص صورت میں قائم ہو جاتا ہے۔ اس ڈھانچہ کے تحت کچھ مذہبی یا غیر مذہبی گدیاں بن جاتی ہیں جن پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ عزت و شہرت کی صورتیں رائج ہو جاتی ہیں جن کے جھنڈے اُٹھا کر کچھ لوگ وقت کے اکابر کا مقام حاصل کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کچھ کاروبار اور مفادات قائم ہو جاتے ہیں جن کے ساتھ اپنے کو وابستہ

کر کے بہت سے لوگ اطمینان کی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔

ان حالات میں جب ایک غیر معروف کونے سے اللہ اپنے ایک بندے کو کھڑا کرتا ہے اور اس کی زبان سے اپنی مرضی کا اعلان کراتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کے لوگوں کو اپنی بنی بنائی دنیا بھنگ ہوتی نظر آتی ہے۔ حق کے پیغام کی تمام تر صداقت کے باوجود دو چیزیں ان کے لئے اس کو صحیح طور پر سمجھنے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ ایک کبر، دوسرے دنیا پرستی۔ جو لوگ مروّجہ ڈھانچہ میں بڑائی کے مقامات پر بیٹھے ہوئے ہوں اُن کو ایک ''چھوٹے آدمی'' کی بات ماننے میں اپنی عزّت خطرہ میں پڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ احساس ان کے اندر گھمنڈ کی نفسیات جگا دیتا ہے۔ داعی کو وہ اپنے مقابلہ میں حقیر سمجھ کر اس کی دعوت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسی طرح دنیوی مفادات کا سوال بھی قبولِ حق میں رکاوٹ بن جاتا ہے کیونکہ حق کا داعی مروّجہ ڈھانچہ کا نمائندہ نہیں ہوتا۔ وہ ایک نئی اور غیر مانوس آواز کو لے کر اُٹھتا ہے، اس لئے اس کو ماننے کی صورت میں لوگوں کو اپنے مفادات کا ڈھانچہ ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔

یہی وہ مانع کیفیت ہے جس کو قرآن میں مہر لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو لوگ دعوت حق کے معاملہ کو سنجیدہ معاملہ نہ سمجھیں۔ جو گھمنڈ اور دنیا پرستی کی نفسیات میں مبتلا ہوں، ان کے ذہن کے اوپر ایسے غیر محسوس پردے پڑ جاتے ہیں جو حق بات کو ان کے ذہن میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ کسی چیز کے بارے میں آدمی کے اندر مخالفانہ نفسیات جاگ اُٹھیں تو اس کے بعد وہ اس کی معقولیت کو سمجھ نہیں پاتا۔ خواہ اس کے حق میں کتنے ہی واضح دلائل پیش کئے جا رہے ہوں۔

سبق نمبر ۱۴۲ اپنے دنیوی معاملات میں ہوشیار ہونا اور آخرت کے معاملہ میں سرسری توقعات کو کافی سمجھنا گویا اللہ کے سامنے جھوٹ بولنا ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَاۗءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاۗءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۴ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۵ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ

تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ: آیات ۸ تا ۱۶)

ترجمہ: ''اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر، حالاں کہ وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ کو اور مؤمنین کو دھوکا دینا چاہتے ہیں مگر وہ صرف اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں روگ ہے تو اللہ نے ان کے روگ کو بڑھا دیا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ آگاہ! یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں مگر وہ نہیں سمجھتے۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں، تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں۔ آگاہ! کہ بے وقوف یہی لوگ ہیں مگر وہ نہیں جانتے۔ اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کی مجلس میں پہنچتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو ان سے محض ہنسی کرتے ہیں۔ اللہ ان سے ہنسی کر رہا ہے اور اُن کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دے رہا ہے، وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے راہ کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کی تجارت سودمند نہ ہوئی اور وہ نہ ہوئے راہ پانے والے۔''

تشریح: جو لوگ فائدوں اور مصلحتوں کو اوّلین اہمیت دیئے ہوئے ہوتے ہیں ان کے نزدیک یہ نادانی کی بات ہوتی ہے کہ کوئی شخص تحفظات کے بغیر اپنے آپ کو ہمہ تن حق کے حوالے کر دے۔ ایسے لوگوں کی حقیقی وفاداریاں اپنے دنیوی مفادات کے ساتھ ہوتی ہیں۔ البتہ اسی کے ساتھ وہ حق سے بھی اپنا ایک ظاہری رشتہ قائم کر لیتے ہیں اس کو وہ عقل مندی سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان کی دنیا بھی محفوظ ہے اور اسی کے ساتھ ان کو حق پرستی کا تمغہ بھی حاصل ہے مگر یہ ایک ایسی خوش فہمی ہے جو صرف آدمی کے اپنے دماغ میں ہوتی ہے۔ اس کے دماغ کے باہر کہیں اس کا وجود نہیں ہوتا۔ آزمائش کا ہر موقع ان کو سچے دین سے کچھ اور دور اور اپنے مفاد پرستانہ دین سے کچھ اور قریب کر دیتا ہے۔ اس طرح گویا ان کے نفاق کا مرض بڑھتا رہتا ہے۔ ایسے لوگ جب سچے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو ان کا احساس یہ ہوتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ سچائی کی خاطر اپنے کو برباد کر رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اپنے طریقے کو وہ اصلاح کا طریقہ کہتے ہیں۔ کیوں کہ ان کو نظر آتا ہے کہ اس طرح کسی سے جھگڑا مول لئے بغیر اپنے سفر کو کامیابی کے ساتھ طے کیا جا سکتا ہے مگر یہ صرف بے شعوری کی بات ہے۔ اگر وہ گہرائی کے ساتھ سوچیں تو ان پر کھلے

گا کہ اصلاح یہ ہے کہ بندے صرف اپنے رب کے ہو جائیں۔ اس کے برعکس فساد یہ ہے کہ اللہ اور بندے کے تعلق کو درست کرنے کے لئے جو تحریک چلے اس میں روڑے اٹکائے جائیں۔ ان کا یہ بظاہر نفع کا سودا حقیقتاً گھاٹے کا سودا ہے کیونکہ وہ بے آمیز حق کو چھوڑ کر ملاوٹی حق کو اپنے لئے پسند کر رہے ہیں جو کسی کے کچھ کام آنے والا نہیں۔ اپنے دنیوی معاملات میں ہوشیار ہونا اور آخرت کے معاملہ میں سرسری توقعات کو کافی سمجھنا گویا اللہ کے سامنے جھوٹ بولنا ہے۔ جو لوگ ایسا کریں ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی جھوٹی زندگی آدمی کو اللہ کے یہاں عذاب کے سوا کسی اور چیز کا مستحق نہیں بناتی۔

سبق نمبر ۴۳ آخرت میں آدمی کے انجام کا فیصلہ اس کے حقیقی کردار کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ گروہی نسبتوں کی بنیاد پر

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

(سورۃ البقرۃ: آیت ۶۲)

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابی، ان میں سے جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور اس نے نیک کام کیا تو اس کے لئے اُس کے رب کے پاس اجر ہے۔ اور اُن کے لئے نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

تشریح: آیت میں چار گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک، مسلمان جو حضرت محمد ﷺ کی اُمت ہیں۔ دوسرے، یہود جو اپنے کو حضرت موسیٰ کی اُمت کہتے ہیں۔ تیسرے، نصاریٰ جو حضرت مسیح کی اُمت ہونے کے دعویدار ہیں۔ چوتھے، صابی جو اپنے کو حضرت یحییٰ کی اُمت بتاتے تھے اور قدیم زمانہ میں عراق کے علاقہ میں آباد تھے۔ وہ اہل کتاب تھے اور کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، مگر اب صابی فرقہ ختم ہو چکا ہے۔ دنیا میں اب اس کا کہیں وجود نہیں۔

یہاں مسلمانوں کو الگ نہیں کیا ہے بلکہ اُن کا اور دوسرے پیغمبروں سے نسبت رکھنے والی اُمتوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گروہ ہونے کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک سب برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ گروہ کے اعتبار سے ایک گروہ اور دوسرے گروہ میں کوئی فرق نہیں۔ سب کی نجات کا ایک ہی محکم اُصول ہے، اور وہ ہے ایمان اور عمل صالح۔ کوئی گروہ اپنے کو خواہ مسلمان کہتا ہو یا وہ اپنے کو یہودی یا مسیحی یا صابی کہے، ان میں سے کوئی بھی محض ایک مخصوص گروہ ہونے کی بنا پر اللہ کے یہاں کوئی خصوصی

درجہ نہیں رکھتا۔ درجہ کا اعتبار اس پر ہے کہ کس نے اللہ کی منشا کے مطابق اپنی عملی زندگی کو ڈھالا۔

نبی کے زمانہ میں جب اس کے ماننے والوں کا گروہ بنتا ہے تو اس کی بنیاد ہمیشہ ایمان اور عمل صالح پر ہوتی ہے۔ اس وقت ایسا ہوتا ہے کہ نبی کی پکار کو سن کر کچھ لوگوں کے اندر ذہنی اور فکری انقلاب آتا ہے، ان کے اندر ایک نیا عزم جاگتا ہے۔ ان کی زندگی کا نقشہ جو اَب تک ذاتی خواہشوں کی بنیاد پر چل رہا تھا وہ خدائی تعلیمات کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ یہی لوگ حقیقی معنوں میں نبی کی اُمت ہوتے ہیں۔ ان کے لئے نبی کی زبان سے آخرت کی نعمتوں کی بشارت دی جاتی ہے۔

مگر بعد کی نسلوں میں صورتِ حال بدل جاتی ہے، اب اللہ کا دین ان کے لئے ایک قسم کی قومی روایت بن جاتا ہے۔ جو بشارتیں ایمان وعمل کی بنیاد پر دی گئی تھیں، ان کو محض گروہی تعلق کا نتیجہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ وہ گمان کر لیتے ہیں کہ ان کے گروہ کا اللہ سے کوئی خاص رشتہ ہے جو دوسرے لوگوں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس مخصوص گروہ سے تعلق رکھے، خواہ عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے وہ کیسا ہی ہو، بہرحال اس کی نجات ہو کر رہے گی۔ جنّت اس کے اپنے گروہ کے لئے ہے اور جہنم صرف دوسرے گروہوں کے لئے۔

مگر اللہ کا کسی گروہ سے خصوصی رشتہ نہیں۔ اللہ کے یہاں جو کچھ اعتبار ہے وہ صرف اس بات کا ہے کہ آدمی اپنے فکر وعمل میں کیسا ہے۔ آخرت میں آدمی کے انجام کا فیصلہ اس کے حقیقی کردار کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ گروہی نسبتوں کی بنیاد پر۔

سبق نمبر ۱۳۷ اللہ کی نشانیاں ہمیشہ ظاہر ہوتی ہیں مگر وہ خاموش زبان میں ہوتی ہیں، ان سے وہی سبق لے سکتا ہے جو اپنے اندر سوچنے کی صلاحیت پیدا کر چکا ہو

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَیْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ (سورۃ البقرۃ: آیات ۲۶۵،۲۶۶)

ترجمہ: ”اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال کو اللہ کی رضا چاہنے کے لئے اور اپنے نفس میں پختگی کے لئے خرچ کرتے ہیں، ایک باغ کی طرح ہے جو بلندی پر ہو۔ اس پر

زور کا مینھ پڑا تو وہ دونا پھل لایا۔ اور اگر زور کا مینھ نہ پڑے تو ہلکی پھوار بھی کافی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں۔ اس میں اس کے واسطے ہر قسم کے پھل ہوں اور وہ بوڑھا ہو جائے اور اس کے بچے ابھی کمزور ہوں، تب اس باغ پر ایک بگولہ آئے جس میں آگ ہو۔ پھر وہ باغ جل جائے۔ اللہ اس طرح تمہارے لئے کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم غور کرو۔"

تشریح: آدمی جب کسی چیز کے لئے عمل کرتا ہے تو اسی کے ساتھ وہ اس کے حق میں اپنی قوتِ ارادی کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر وہ اپنی خواہش کے تحت عمل کرے تو اس نے اپنے دل کو اپنی خواہش پر جمایا۔ اس کے برعکس آدمی اگر وہاں عمل کرے جہاں اللہ چاہتا ہے کہ عمل کیا جائے تو اس نے اپنے دل کو اللہ پر جمایا۔ دونوں راہوں پر ایسا ہوتا ہے کہ کبھی آسان حالات میں عمل کرنا ہوتا ہے اور کبھی مشکل حالات میں۔ تاہم مواقع جتنے شدید ہوں، آدمی کو جتنا زیادہ مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا عمل کرنا پڑے اتنا ہی زیادہ وہ اپنے پیش نظر مقصد کے حق میں اپنے ارادہ کو مستحکم کرے گا۔ عام حالات میں اللہ کی راہ میں اپنے اثاثہ کو خرچ کرنا بھی باعثِ ثواب ہے مگر جب مخالف اسباب کی وجہ سے خصوصی قوتِ ارادی کو استعمال کر کے آدمی اللہ کی راہ میں اپنا اثاثہ دے تو اس کا ثواب اللہ کے یہاں بہت زیادہ ہے۔ جس مد میں خرچ کرنا دنیوی اعتبار سے بے فائدہ ہو اس میں اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنا، جس کو دینے کا دِل نہ چاہے اس کو اللہ کے لئے دینا، جس سے خوش معاملگی پر طبیعت آمادہ نہ ہو اُس سے اللہ کی خاطر خوش معاملگی کرنا، وہ چیزیں ہیں جو آدمی کو سب سے زیادہ خدا پرستی پر جماتی ہیں اور اس کو خدا کی خصوصی توجہ رحمت و نصرت کا مستحق بناتی ہیں۔

آدمی جوانی کی عمر میں باغ لگاتا ہے تا کہ بڑھاپے کی عمر میں اس کا پھل کھائے۔ پھر وہ شخص کیسا بدنصیب ہے جس کا ہرا بھرا باغ اُس کی آخر عمر میں عین اُس وقت برباد ہو جائے جب کہ وہ سب سے زیادہ اس کا محتاج ہو اور اس کے لئے وہ وقت بھی ختم ہو چکا ہو جبکہ وہ دوبارہ نیا باغ لگائے اور اس کو ازسرنو تیار کرے۔ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جنھوں نے دین کا کام دنیوی عزت و منفعت کے لئے کیا۔ وہ بظاہر نیکی اور بھلائی کا کام کرتے رہے مگر ان کا کام صرف شکلاً ہی عام دنیاداروں سے مختلف تھا۔ باعتبار حقیقت دونوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ عام دنیادار جس دنیوی ترقی اور ناموری کے لئے دنیوی نقشوں میں دوڑ دھوپ کر رہے تھے، اسی دنیوی ترقی اور ناموری کے لئے انھوں نے دینی نقشوں میں دوڑ دھوپ جاری کر دی۔ جو شہرت و عزّت دوسرے لوگ دنیا کی عمارت میں اپنا اثاثہ خرچ کر کے حاصل کر رہے تھے اسی شہرت و عزّت

کو انھوں نے دین کی عمارت میں اپنا اثاثہ خرچ کر کے حاصل کرنا چاہا۔ ایسے لوگ جب مرنے کے بعد آخرت کے عالم میں پہنچیں گے تو وہاں ان کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ انھوں نے جو کچھ کیا، اسی دنیا کے لئے کیا۔ پھر وہ اپنے کئے کا پھل اگلی دنیا میں کس طرح پا سکتے ہیں۔ اللہ کی نشانیاں ہمیشہ ظاہر ہوتی ہیں مگر وہ خاموش زبان میں ہوتی ہیں، ان سے وہی سبق لے سکتا ہے جو اپنے اندر سوچنے کی صلاحیت پیدا کر چکا ہو۔

سبق نمبر ۱۲۵ سب سے بڑی دانائی یہ ہے کہ آدمی اس راز کو جان لے کہ کسی چیز کو دیکھنے کا صحیح ترین رُخ کیا ہے

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ (سورۃ آل عمران: آیات ۸،۹)

ترجمہ: ''اے ہمارے پیارے رب! ہمارے دلوں کو نہ پھیر جب کہ تو ہم کو ہدایت دے چکا اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت دے۔ بیشک تو ہی سب کچھ دینے والا ہے۔ اے ہمارے رب! تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کوئی شبہ نہیں۔ بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

تشریح: جس طرح راستہ کی پھسلن ہوتی ہے اسی طرح عقل کے سفر کی بھی پھسلن ہے۔ اور عقل کی پھسلن یہ ہے کہ کسی معاملہ کو آدمی اس کے صحیح رُخ سے نہ دیکھے۔ کسی چیز کی حقیقت آدمی اُسی وقت سمجھتا ہے جب کہ وہ اس کو اُس رُخ سے دیکھے جس رُخ سے اس کو دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ کسی اور رُخ سے دیکھنے لگے تو عین ممکن ہے کہ وہ صحیح رائے قائم نہ کر سکے اور غلط فہمیوں میں پڑ کر رہ جائے۔ سب سے بڑی دانائی یہ ہے کہ آدمی اس راز کو جان لے کہ کسی چیز کو دیکھنے کا صحیح ترین رُخ کیا ہے۔

سبق نمبر ۱۲۶ یہود کا معاملہ یہی تھا ان کا ذہن، تاریخی روایات کے اثر سے یہ بن گیا تھا کہ جو ہمارے گروہ میں ہے وہ ہدایت پر ہے اور جو ہمارے گروہ سے باہر ہے وہ ہدایت سے خالی ہے

وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَ لَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ

بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖۤ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ (سورۃ آل عمران: آیات ۷۲ تا ۷۶)

ترجمہ: ''اور اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا کہ مسلمانوں پر جو چیز اُتاری گئی ہے اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو اس کا انکار کر دو، شاید کہ مسلمان بھی اس سے پھر جائیں۔ اور یقین نہ کرو مگر صرف اس کا جو چلے تمھارے دین پر، کہو ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے۔ اور یہ اُسی کی دَین ہے کسی کو وہی کچھ دے دیا جائے جو تم کو دیا گیا تھا۔ یا وہ تم سے تمھارے رب کے یہاں حجت کریں۔ کہو بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑا وسعت والا ہے، علم والا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔ اور اہل کتاب میں کوئی ایسا بھی ہے کہ اگر تم اس کے پاس امانت کا ڈھیر رکھو تو وہ اس کو تمھیں ادا کر دے۔ اور اُن میں کوئی ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار امانت رکھ دو تو وہ تم کو ادا نہ کرے۔ اِلّا یہ کہ تم اس کے سر پر کھڑے ہو جاؤ۔ یہ اس سبب سے کہ وہ کہتے ہیں کہ غیر اہل کتاب کے بارے میں ہم پر کوئی الزام نہیں۔ اور وہ اللہ کے اوپر جھوٹ لگاتے ہیں، حالاں کہ وہ جانتے ہیں۔ بلکہ جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے تو بے شک اللہ ایسے متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔''

تشریح: ایک گروہ جس میں انبیاء اور صلحاء پیدا ہوئے ہوں، جس کے درمیان عرصہ تک دین کا چرچا رہے، اکثر وہ اس غلط فہمی میں پڑ جاتا ہے کہ وہ اور حق دونوں ایک ہیں۔ وہ ہدایت کو ایک گروہی چیز سمجھ لیتا ہے نہ کہ اُصولی چیز۔ یہود کا معاملہ یہی تھا ان کا ذہن تاریخی روایات کے اثر سے یہ بن گیا تھا کہ جو ہمارے گروہ میں ہے وہ ہدایت پر ہے اور جو ہمارے گروہ سے باہر ہے وہ ہدایت سے خالی ہے۔ جو لوگ حق کو اس طرح گروہی چیز سمجھ لیں وہ ایسی صداقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے جو اُن کے گروہ کے باہر ظاہر ہوئی ہو۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ حق وہ ہے جو اللہ کی طرف سے آئے نہ کہ وہ جو کسی شخص یا گروہ کی طرف سے ملے۔ وہ اگرچہ دین خداوندی کا نام لیتے ہیں مگر ان کا دین حقیقتاً گروہ پرستی ہوتا ہے، نہ کہ اللہ پرستی۔ ان کا یہ مزاج ان کی آنکھ پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ اپنے گروہ سے باہر کسی کا فضل و کمال انھیں دکھائی نہیں دیتا۔ کھلے کھلے دلائل سامنے آنے کے بعد بھی وہ اس کو شبہ کی نظر سے

دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے حلقہ سے باہر اُٹھنے والی دعوتِ حق کے شدید مخالف بن جاتے ہیں۔ دو عملی کا طریقہ اختیار کر کے وہ اس کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بے بنیاد باتیں مشہور کر کے لوگوں کو اس کی صداقت کے بارے میں مشتبہ کرتے ہیں۔ شریعت خداوندی کے سراسر خلاف وہ اپنے لئے اس کو جائز کر لیتے ہیں کہ وہ اخلاق کے دو معیار بنائیں۔ ایک غیروں کے لئے، دوسرا اپنے گروہ کے لئے۔

کسی کو اپنے دین کی نمائندگی کے لئے قبول کرنا اللہ کی خصوصی رحمت ہے۔ اس کا فیصلہ گروہی بنیاد پر نہیں ہوتا۔ یہ سعادت اس کو ملتی ہے جس کو اللہ اپنے علم کے مطابق پسند کرے اور اللہ اُس شخص کو پسند کرتا ہے جو اللہ کے ساتھ اپنے کو اس طرح وابستہ کر لے کہ وہ اس کا نگراں بن جائے۔ جس سے وہ ڈرے، وہ اس کا آقا بن جائے جس کے ساتھ کئے ہوئے عہدِ اطاعت کو وہ کبھی نظرانداز نہ کر سکے۔ اللہ کے مقبول بندے وہ ہیں جو امانت کو پورا کرنے والے ہوں اور عہد کے پابند ہوں۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ کی رحمتیں اُترتی ہیں، اس کے برعکس جو لوگ امانت کی ادائیگی کے معاملے میں بے پروا ہوں اور عہد کو پورا کرنے میں حساس نہ رہیں وہ اللہ کے یہاں بے قیمت ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی رحمتوں اور نصرتوں سے دور کر دیئے جاتے ہیں۔

سبق نمبر ۱۴۷ کسی تعلیم کی صداقت کی سادہ اور یقینی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملائے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾ وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا یَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَیَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ (سورۃ آل عمران: آیات ۷۷ تا ۸۰)

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچتے ہیں، ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ نہ اُن سے بات کرے گا نہ اُن کی طرف دیکھے گا، قیامت کے دن، اور نہ اُن کو پاک کرے گا۔ اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اُن میں کچھ

لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی زبانوں کو کتاب میں موڑتے ہیں تا کہ تم اس کو کتاب میں سے سمجھو حالاں کہ وہ کتاب میں سے نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے حالاں کہ وہ اللہ کی جانب سے نہیں اور وہ جان کر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت دے اور وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم اللہ والے بنو۔ اس واسطے کہ تم دوسروں کو کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور خود بھی اس کو پڑھتے ہو اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بناؤ۔ کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، بعد اس کے کہ تم اسلام لا چکے ہو۔''

تشریح: ایک شخص جب ایمان لاتا ہے تو وہ اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہے کہ وہ اس کی فرماں برداری کرے گا اور بندوں کے درمیان زندگی گزارتے ہوئے ان تمام ذمہ داریوں کو پورا کرے گا جو اللہ کی شریعت کی طرف سے اس پر عائد ہوتی ہیں۔ یہ ایک پابند زندگی ہے جس کو عہد کی زندگی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اس زندگی پر قائم ہونے کے لئے نفس کی آزادیوں کو ختم کرنا پڑتا ہے، بار بار اپنے فائدوں اور مصلحتوں کی قربانی دینی پڑتی ہے۔ اس لئے اس عہد کی زندگی کو وہی شخص نباہ سکتا ہے جو نفع نقصان سے بے نیاز ہو کر اس کو اختیار کرے۔ جس شخص کا حال یہ ہو کہ نفس پر چوٹ پڑے یا دنیا کا مفاد خطرہ میں نظر آئے تو وہ عہد خداوندی کو نظر انداز کر دے اور اپنے فائدوں اور مصلحتوں کی طرف جھک جائے، اس نے گویا آخرت کو دے کر دنیا خریدی۔ جب آخرت کے پہلو اور دنیا کے پہلو میں سے کسی ایک کو لینے کا سوال آیا تو اس نے دنیا کے پہلو کو ترجیح دی۔ جو شخص آخرت کو اتنی بے قیمت چیز سمجھ لے وہ آخرت میں اللہ کی عنایتوں کا حق دار کس طرح ہوسکتا ہے۔

جو لوگ آخرت کو اپنی دنیا کا سودا بنائیں وہ دین یا آخرت کے منکر نہیں ہو جاتے۔ بلکہ دین اور آخرت کے پورے اقرار کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، پھر ان دو متضاد رویوں کو وہ کس طرح ایک دوسرے کے مطابق بناتے ہیں اس کا ذریعہ تحریف ہے۔ یعنی آسمانی تعلیمات کو خود ساختہ معنی پہنانا۔ ایسے لوگ اپنی دنیا پرستانہ روش کو آخرت پسندی اور اللہ پرستی ثابت کرنے کے لئے دینی تعلیمات کو اپنے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ کبھی اللہ کے الفاظ کو بدل کر اور کبھی اللہ کے الفاظ کی اپنے مفید مطلب تشریح کر کے۔ وہ اپنے آپ کو بدلنے کے بجائے کتاب الٰہی کو بدل دیتے ہیں تا کہ جو چیز کتابِ الٰہی میں نہیں ہے اس کو عین کتابِ الٰہی کی چیز بنا دیں، اپنی بے خدا زندگی کو خدا زندگی ثابت کر دکھائیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بدترین جرم ہے کہ آدمی اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو اللہ نے نہ کہی ہو۔

کسی تعلیم کی صداقت کی سادہ اور یقینی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملائے، لوگوں

کے خوف ومحبت کے جذبات کو بیدار کر کے اُس کو اللہ کی طرف موڑ دے۔ اس کے برعکس جو تعلیم شخصیت پرستی یا اور کوئی پرستی پیدا کرے، جو انسان کے نازک جذبات کا مرکز توجہ کسی غیر اللہ کو بناتی ہو، اس کے متعلق سمجھنا چاہیے کہ وہ سراسر باطل ہے خواہ بظاہر اپنے اوپر اس نے حق کا لیبل کیوں نہ لگا رکھا ہو۔

سبق نمبر ۱۲۹ اللہ کی کتاب کسی گروہ کو دی جاتی ہے کہ وہ اس سے اپنی سوچ اور اپنے عمل کو درست کرے مگر جب آسمانی کتب کی حامل کوئی قوم زوال کا شکار ہوتی ہے، جیسا کہ یہود ہوئے تو اللہ کی کتاب سے وہ ہدایت کے بجائے گمراہی کی غذا لینے لگتی ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿٤٤﴾ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۫ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿٤٥﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّيْنِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٤٦﴾ (سورۃ النساء: آیات ۴۴ تا ۴۶)

ترجمہ: ''کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ ملا تھا۔ وہ گمراہی کو مول لے رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بھٹک جاؤ۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ کافی ہے حمایت کے لئے اور اللہ کافی ہے مدد کے لئے۔ یہود میں سے ایک گروہ بات کو اس کے ٹھکانے سے ہٹا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے سنا اور نہ مانا۔ اور کہتے ہیں کہ سنو اور تمہیں سنوایا نہ جائے۔ وہ اپنی زبان کو موڑ کر کہتے ہیں راعنا دین میں عیب لگانے کے لئے۔ اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا، اور سنو اور ہم پر نظر کرو تو یہ اُن کے حق میں زیادہ بہتر اور درست ہوتا، مگر اللہ نے ان کے انکار کے سبب سے اُن پر لعنت کر دی ہے۔ پس وہ ایمان نہ لائیں گے مگر بہت کم۔''

تشریح: اللہ کی کتاب کسی گروہ کو اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ اس سے اپنی سوچ اور اپنے عمل کو درست کرے مگر جب آسمانی کتب کی حامل کوئی قوم زوال کا شکار ہوتی ہے، جیسا کہ یہود ہوئے، تو اللہ کی کتاب سے وہ ہدایت کے بجائے گمراہی کی غذا لینے لگتی ہے۔ اللہ کے احکام اس کے لئے خشک جزئیاتی

بحثوں کا موضوع بن جاتے ہیں۔ اب اس کے یہاں اعتقادیات کے نام پر فلسفیانہ قسم کی موشگافیاں جنم لیتی ہے۔ وہ اس کے لئے ایسی سرگرمیوں کی تعلیم دینے والی کتاب بن جاتی ہے جس کا آخرت کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ایسے لوگ اپنی روایتی نفسیات کی وجہ سے ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی ہر بات کو اللہ کی بات ثابت کریں۔ وہ اپنے عمل کا دینی جواز فراہم کرنے کے لئے اللہ کی کتاب کو بدل دیتے ہیں۔ اللہ کے کلمات کو اس کے موقع و محل سے ہٹا کر وہ اس کی خود ساختہ تشریح کرتے ہیں۔ وہ الفاظ میں اُلٹ پھیر کر کے اس سے ایسا مفہوم نکالتے ہیں جس کا اصل خدائی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

''یہود کو کتاب کا کچھ حصہ ملا تھا'' کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اللہ کی کتاب کے الفاظ تو پڑھنے کو ملے مگر اللہ کی کتاب پر عمل کرنا جو اصل مقصود تھا، اس سے وہ دور رہے۔ لفظ کے معاملہ میں وہ حامل کتاب بنے رہے مگر عمل کے معاملہ میں انھوں نے عام دنیا دارانہ قوموں کا راستہ اختیار کر لیا۔ مزید یہ کہ عام لوگ دنیاداری کو دنیاداری کے نام پر کرتے ہیں اور انھوں نے یہ ڈھٹائی کہ اپنی دنیاداری کے لئے اللہ کی کتاب سے سند پیش کرنے لگے۔

پھر ان کی گمراہی اپنی ذات تک نہیں رُکی۔ وہ اپنے کو اللہ کے دین کا نمائندہ سمجھتے تھے اس لئے جب غیر یہودی عربوں نے پیغمبر آخر الزماں کا ساتھ دینا شروع کیا تو یہود اپنی دین داری کا بھرم قائم رکھنے کے لئے خود پیغمبر کے مخالف ہو گئے۔ انھوں نے آپ کی زندگی اور آپ کی تعلیمات میں طرح طرح کے شوشے نکال کر لوگوں کو اس شبہ میں مبتلا کرنا شروع کیا کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے نہیں ہیں بلکہ محض ذاتی حوصلہ کے تحت دین خدا کے علم بردار بن کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ مگر اس معرکہ میں اللہ غیر جانب دار نہیں ہے۔ وہ اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں اپنے وفاداروں کا ساتھ دے گا اور انہیں کامیاب کر کے رہے گا۔

''لعنت'' دراصل بے حسی کی آخری صورت ہے۔ آدمی کی بے حسی جب اس نوبت کو پہنچ جائے کہ اس کو حق اور ناحق کی کوئی تمیز نہ رہے تو اسی کو لعنت کہتے ہیں۔

سبق نمبر ۱۲۹ دین کی دو قسمیں ہیں ایک ملاوٹی دین، دوسرا بے آمیز دین، ملاوٹی دین دراصل دنیا کے اوپر دین کا لیبل لگانے کا دوسرا نام ہے

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۂ ہود: آیات ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: ''جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتے ہیں، ہم ان کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتے ہیں۔ اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ انھوں نے دنیا میں جو کچھ بنایا تھا وہ برباد ہوا اور خراب گیا جو انھوں نے کمایا تھا۔''

تشریح: دین کی دو قسمیں ہیں، ایک ملاوٹی دین، دوسرا بے آمیز دین، ملاوٹی دین دراصل دنیا کے اوپر دین کا لیبل لگانے کا دوسرا نام ہے۔ وہ دنیا اور دین کے درمیان مصالحت کرنے سے وجود میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایسا ہوتا ہے کہ ملاوٹی دین کی بنیاد پر بڑے بڑے ادارے قائم ہوتے ہیں۔ مفاد پرست لوگ اس کے ذریعہ دین کے نام پر دنیا حاصل کر لیتے ہیں۔

بے آمیز دین کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ بے آمیز دین کی دعوت جب کسی ماحول میں اُٹھتی ہے تو وہ صرف ایک نظری سچائی ہوتی ہے۔ معاشی مفادات اور قیادتی مصالح اس کے ساتھ جمع نہیں ہوتے۔ ایسی حالت میں جو لوگ ملاوٹی دین کے نام پر عزت اور مقام حاصل کئے ہوئے ہوں ان کے سامنے جب بے آمیز دین کی دعوت آتی ہے تو وہ سخت متوحش ہوتے ہیں کیونکہ اس کو اختیار کرنے کی صورت میں انہیں نظر آتا ہے کہ تمام دنیاوی چیزیں ان سے چھن جائیں گی۔

اس اعتبار سے کسی ماحول میں بے آمیز دین کی دعوت کا اُٹھنا وہاں ایک نازک امتحان کا برپا ہونا ہے۔ ایسے وقت میں جو لوگ دنیا کی عزت اور دنیا کے مفادات کو قابل ترجیح سمجھیں اور بے آمیز دین کا ساتھ نہ دیں ان کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کے خانہ میں چلی جاتی ہے کیونکہ انھوں نے اس دین کا ساتھ دیا جس میں ان کے دنیوی مفادات محفوظ تھے اور اس دین کا ساتھ نہ دیا جس میں انہیں اپنے دنیوی مفادات چھنتے ہوئے نظر آتے تھے۔ وہ بظاہر خواہ دینی سرگرمیوں میں مشغول ہوں، اصل مقصود کے اعتبار سے وہ دنیا کے حصول میں مشغول ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوششوں کا آخرت میں کوئی نتیجہ ملنا ممکن نہیں۔

انھوں نے اگرچہ اپنی سرگرمیوں کو دین کے نام سے موسوم کر رکھا تھا وہ اپنے قومی میلوں کے اوپر جشن دینی کا بورڈ لگاتے تھے۔ وہ اپنی قومی لڑائیوں کو مقدس جنگ کا نام دیتے تھے۔ وہ اپنی قیادتی نمائش کو دینی کانفرنس کہتے تھے۔ وہ اپنے سیاسی ہنگاموں کو مذہب کی اصطلاحات میں بیان کرتے تھے۔ وہ اپنے دنیوی جذبات کے تحت دھوم مچاتے تھے اور اس کو اللہ اور رسول کے ساتھ جوڑتے تھے مگر یہ ساری تعمیرات دنیا کی زمین میں تھیں، وہ آخرت کی زمین میں نہ تھیں، اس لئے قیامت کا زلزلہ اُنہیں بالکل برباد کر دے گا۔ اگلی دنیا میں اُن کا کوئی انجام ان کے حصہ میں نہ آئے گا۔

سبق نمبر ⑬⓪ اللہ کے یہاں نجات کا فیصلہ خالص عمل کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ نسبی یا گروہی تعلق کی بنیادوں پر

وَ نَادٰی نُوۡحٌ رَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ وَ اِنَّ وَعۡدَکَ الۡحَقُّ وَ اَنۡتَ اَحۡکَمُ الۡحٰکِمِیۡنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیۡرُ صَالِحٍ ٭۫ۖ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِکَ اَنۡ اَسۡـَٔلَکَ مَا لَیۡسَ لِیۡ بِہٖ عِلۡمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَ تَرۡحَمۡنِیۡۤ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۴۷﴾

(سورہ ہود: آیات ۴۵ تا ۴۷)

ترجمہ: ”اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے، اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے، اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ اللہ نے کہا، اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں نہیں۔ اس کے کام خراب ہیں پس مجھ سے اس چیز کے لئے سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم جاہلوں میں سے نہ ہو۔ نوح نے کہا کہ اے میرے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں برباد ہو جاؤں گا۔“

تشریح: طوفانِ نوح میں جو لوگ غرق ہوئے اُن میں خود حضرت نوح کا بیٹا کنعان بھی تھا۔ حضرت نوح نے اس کو اپنی کشتی میں بٹھانا چاہا مگر اُس کے لئے ڈوبنا مقدر تھا اس لئے وہ نہیں بیٹھا۔ پھر انھوں نے اس کے بچاؤ کے لئے اللہ سے دُعا کی تو جواب ملا کہ یہ نادانی کا سوال ہے۔ ایسے سوالات نہ کرو۔

اصل یہ ہے کہ اللہ کا فیصلہ اس بنیاد پر نہیں ہوتا کہ جو لوگ بزرگوں کی اولاد ہیں، یا جو کسی حضرت کا دامن تھامے ہوئے ہیں ان سب کو نجات یافتہ قرار دے کر جنتوں میں داخل کر دیا جائے۔ اللہ کے یہاں نجات کا فیصلہ خالص عمل کی بنیاد پر ہوتا ہے نہ کہ نسبی یا گروہی تعلق کی بنیادوں پر۔

دنیا میں اگر نسبی رشتہ کا اعتبار ہے تو آخرت میں اخلاقی رشتہ کا اعتبار۔ طوفانِ نوح اسی لئے آیا تھا کہ انسانوں کے درمیان دوسری تمام تقسیمات کو توڑ کر اخلاقی تقسیم قائم کر دے۔ جو عمل صالح والے لوگ ہیں ان کو خدائی کشتی میں بٹھا کر بچا لیا جائے اور غیر عمل صالح والے تمام لوگوں کو طوفان کی بے رحم موجوں کے حوالے کر دیا جائے۔ یہی واقعہ دوبارہ قیامت میں زیادہ بڑے پیمانہ پر اور زیادہ کامل طور پر ہوگا۔

سبق نمبر (۱۳۱) اللہ نے ہر شخص اور ہر قوم کو ایک مقرر مہلت دی ہے، اس مدّت تک وہ ہر ایک کو موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز سے یا خارجی تنبیہات سے چوکنّا ہو اور اپنی اصلاح کر لے

وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

(سورۃ النحل: آیت ٦١)

ترجمہ: ”اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے ظلم پر پکڑتا تو زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقرر وقت تک لوگوں کو مہلت دیتا ہے۔ پھر جب اُن کا مقرر وقت آجائے گا تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔“

تشریح: ظلم پر گرفت کی ایک شکل یہ ہے کہ جیسے ہی کوئی شخص ظلم کرے فوراً اس کو پکڑ کر سخت سزا دی جائے۔ مگر اللہ کا یہ طریقہ نہیں، اگر اللہ ایسا کرے تو زمین پر کوئی چلنے والا باقی نہ رہے۔ اللہ نے ہر شخص اور ہر قوم کو ایک مقرر مہلت دی ہے، اس مدت تک وہ ہر ایک کو موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز سے یا خارجی تنبیہات سے چوکنا ہو اور اپنی اصلاح کر لے۔ اصلاح کرتے ہی لوگوں کے پچھلے تمام جرائم معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ وہ ایسے ہو جاتے ہیں کہ جیسے انھوں نے ابھی نئی زندگی شروع کی ہو۔ دورانِ مہلت نہ پکڑنا جس طرح اللہ نے اپنے اوپر لازم کیا ہے اسی طرح اس نے یہ بھی اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ ختم مہلت کے بعد وہ لوگوں کو ضرور پکڑے۔ مہلت ختم ہونے کے بعد کسی کو مزید موقع نہیں دیا جاتا، نہ فرد کو اور نہ قوم کو۔

سبق نمبر (۱۳۲) آدمی حق کے مقابلہ میں سرکشی کرتا ہے تو اس کو فوراً اس کی سزا نہیں ملتی

وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝ وَ تِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَ جَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝

(سورۃ الکہف: آیات ۵۸،۵۹)

ترجمہ: ”اور تمہارا رب بخشنے والا، رحمت والا ہے۔ اگر وہ اُن کے کئے پر اُنہیں پکڑے تو فوراً اُن پر عذاب بھیج دے مگر اُن کے لئے ایک مقرر وقت ہے، اور وہ اس کے

مقابلہ میں کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے اور یہ بستیاں ہیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا جب کہ وہ ظالم ہو گئے اور ہم نے ان کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر کیا تھا۔"

تشریح: آدمی حق کے مقابلہ میں سرکشی کرتا ہے تو اس کو فوراً اس کی سزا نہیں ملتی۔ اس سے غلط فہمی میں پڑ کر وہ اپنے کو آزاد سمجھ لیتا ہے اور مزید سرکشی کرنے لگتا ہے حالانکہ یہ نہ پکڑا جانا، امتحان کی مہلت کی بنا پر ہے نہ کہ آزادی اور خود مختاری کی بنا پر۔

آدمی سبق لینا چاہے تو ماضی کا انجام اُس کے سامنے موجود ہے جس سے وہ حال کے لئے سبق لے سکتا ہے۔ سطح زمین پر بار بار مختلف قومیں اور تہذیبیں اُبھری ہیں اور تباہ کر دی گئی ہیں۔ جب پچھلی نسلوں کے ساتھ ایسا ہوا کہ انھیں ان کی سرکشی کی سزا ملی تو اگلی نسلوں کے ساتھ یہی واقعہ کیوں نہیں ہوگا۔

سبق نمبر (۳۳) اللہ کا اصل دین ایک ہے، مگر لوگوں کی اپنی تشریحات میں وہ ہمیشہ مختلف ہو جاتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـِٕيْنَ وَ النَّصٰرٰى وَ الْمَجُوْسَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (سورۃ الحج: آیت ۱۷)

ترجمہ: "اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے یہودیت اختیار کی اور صابی اور نصاریٰ اور مجوس اور جنھوں نے شرک کیا۔ اللہ اُن سب کے درمیان قیامت کے روز فیصلہ فرمائے گا، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔"

تشریح: اس آیت میں چھ مذہبی گروہوں کا ذکر ہے۔ مسلمان، یہودی، صابی، نصاریٰ، مجوس اور مشرکین مکہ۔ یہودی حضرت موسیٰ کو ماننے والے ہیں۔ اسی طرح صابی حضرت یحییٰ کو ماننے والے تھے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو، مجوس زرتشت کو اور مشرکین حضرت ابراہیم کو۔

یہ سارے لوگ ابتداء توحید پرست تھے، مگر بعد میں انھوں نے اپنے دین میں بگاڑ پیدا کر لیا۔ اور اب وہ اسی بگڑے ہوئے دین پر قائم ہیں۔ مسلمانوں کا حال بھی عملاً ایسا ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کی کتاب اگرچہ محفوظ ہے، مگر امتحان کی اس دنیا میں ان کے ہاتھ اس سے بندھے ہوئے نہیں ہیں کہ وہ قرآن و سنت کی خود ساختہ تشریح کر کے اپنا ایک دین بنائیں اور اس خود ساختہ دین پر قائم ہو کر سمجھیں کہ وہ اللہ کے دین پر قائم ہیں۔

اللہ کا اصل دین ایک ہے مگر لوگوں کی اپنی تشریحات میں وہ ہمیشہ مختلف ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب لوگ اللہ کے اصل دین پر ہوں تو اُن کے درمیان اتحاد فروغ پاتا ہے۔ مگر جب لوگ خود ساختہ دین

پر چلنے لگیں تو ہمیشہ ان کے درمیان مذہبی اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں۔ یہ اختلافات لامتناہی طور پر بڑھتے ہیں۔ وہ کبھی ختم نہیں ہوتے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کا حال پوری طرح معلوم ہے۔ وہ قیامت میں بتادے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر۔

سبق نمبر ۱۳۲ فخر والے دین ہمیشہ کئی ہوتے ہیں اور خوف والا دین ہمیشہ ایک ہوتا ہے، بے خوفی کی نفسیات رایوں کا تعدد پیدا کرتی ہے اور خوف کی نفسیات رایوں کا اتحاد

فَتَقَطَّعُوٓا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزۡبٍۢ بِمَا لَدَيۡهِمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرۡهُمۡ فِىۡ غَمۡرَتِهِمۡ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۵۴﴾ اَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمۡ بِهٖ مِنۡ مَّالٍ وَّبَنِيۡنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمۡ فِى الۡخَيۡرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۶﴾ (سورۃ المومنون: آیات ۵۳ تا ۵۶)

ترجمہ: ”پھر لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی پر وہ نازاں ہے۔ پس ان کو اُن کی بے ہوشی میں کچھ دن چھوڑ دو۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو جو مال اور اولاد دیئے جارہے ہیں تو ہم ان کو فائدہ پہنچانے میں سرگرم ہیں۔ بلکہ وہ بات کو نہیں سمجھتے۔“

تشریح: اللہ کا دین جب اپنی اصل روح کے ساتھ زندہ ہوتو وہ لوگوں میں خوف پیدا کرتا ہے اور جب دین کی اصل روح نکل جائے تو وہ فخر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہی وہ وقت ہے کہ جب کہ اہل دین گروہوں میں بٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں، ہر گروہ اپنے حالات کے لحاظ سے کوئی ایسا پہلو لے لیتا ہے جس میں اس کے لئے فخر کا سامان موجود ہو۔ فخر والے دین ہمیشہ کئی ہوتے ہیں اور خوف والا دین ہمیشہ ایک ہوتا ہے، بے خوفی کی نفسیات رایوں کا تعدد پیدا کرتی ہے اور خوف کی نفسیات رایوں کا اتحاد۔

موجودہ دنیا میں انسان حالتِ امتحان میں ہے۔ اللہ کے علم میں کسی شخص یا گروہ کی جو مدت ہے اس مدت تک اس کو زندگی کا سامان لازماً دیا جاتا ہے۔ اس بنا پر غافل لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں صحیح کررہے ہیں۔ اگر وہ غلطی پر ہوتے ہیں تو اُن کا مال و اسباب اُن سے چھین لیا جاتا حالانکہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ مال و اسباب مدتِ امتحان کے ختم ہونے پر چھینا جائے نہ کہ امتحان کے دوران میں ہدایت سے انحراف پر۔

سبق نمبر ۱۳۵ اللہ کا داعی جب لوگوں کو حق کی طرف بلاتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اس کے دشمن بن جاتے ہیں

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ (سورۃ المؤمنون: آیات ۹۶ تا ۹۸)

ترجمہ: ”تم برائی کو اس طریقے سے دفع کرو جو بہتر ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں، جو یہ لوگ کہتے ہیں اور کہو کہ اے میرے رب! میں پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے رب! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔“

تشریح: اللہ کا داعی جب لوگوں کو حق کی طرف بلاتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ وہ اس کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے ہیں۔ وہ اس کو اپنے شر کا نشانہ بناتے ہیں۔ اس وقت داعی کے اندر بھی جوابی ذہن اُبھرتا ہے۔ اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا ہے تم بھی اُن کے ساتھ برا سلوک کرو۔ اگر تم خاموش رہے تو ان کے حوصلے بڑھیں گے اور وہ مزید مخالفانہ کارروائی کرنے کے لئے دلیر ہو جائیں گے۔

مگر اس قسم کے خیالات شیطان کا وسوسہ ہیں۔ شیطان اس نازک موقع پر آدمی کو بہکاتا ہے تا کہ اس کو راہ سے بے راہ کر دے۔ ایسے موقع پر داعی اور مؤمن کو چاہیے کہ وہ شیطانی بہکاووں کے مقابلہ میں اللہ کی پناہ مانگے نہ کہ شیطانی بہکاووں کو مان کر اپنے مخالفین کے خلاف انتقامی کارروائیاں کرنے لگے۔

سبق نمبر ۱۳۶ آدمی کا امتحان دیکھ کر ماننے میں نہیں ہے بلکہ سوچ کر ماننے میں ہے

اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ (سورۃ المؤمنون: آیات ۱۰۵ تا ۱۰۸)

ترجمہ: ”کیا تم کو میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں تو تم اُن کو جھٹلاتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہماری بدبختی نے ہم کو گھیر لیا تھا اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہم کو اس سے نکال لے، پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ اللہ کہے گا کہ دور ہو، اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔“

تشریح: آخرت کے مناظر آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد کسی کو یہ موقع نہیں دیا جائے گا کہ وہ دوبارہ موجودہ دنیا میں آ کر رہے اور صحیح عمل کا ثبوت دے، کیونکہ دنیا کی زندگی کا مقصد امتحان ہے، اس بات کا امتحان کہ آدمی دیکھے بغیر جھکتا ہے یا نہیں۔ جب آخرت کا مشاہدہ کرا دیا جائے تو اس کے بعد نہ جھکنے کی کوئی قیمت ہے اور نہ واپس بھیجنے کا کوئی امکان۔

آدمی کا امتحان دیکھ کر ماننے میں نہیں ہے بلکہ سوچ کر ماننے میں ہے۔ طالب علم کی جانچ پرچہ آؤٹ ہونے سے پہلے کی جاتی ہے۔ جب پرچہ آؤٹ ہو کر اخباروں میں چھپ چکا ہو اُس کے بعد کسی طالب علم کی جانچ کرنے کا کوئی سوال نہیں۔